خطباتِ صدیقیہ

جلد اول

خطیبِ پاکستان

مولانا محمد صدیق ملتانی مدظلہ العالی

خطیب مرکزی سنی رضوی جامع مسجد جھنگ بازار۔ فیصل آباد

مکتبہ نوریہ رضویہ

خطباتِ صدیقیہ

جلد اوّل

خطیبِ پاکستان مولانا محمد صدیق ملتانی مدظلہ العالی
خطیب مرکزی سُنی رضوی جامع مسجد جھنگ بازار۔ فیصل آباد

مکتبہ نوریہ رضویہ
گلبرگ اے فیصل آباد

نام کتاب ——— "خطباتِ صدیقیہ" جلد اول
مصنف ——— مولانا محمد صدیق صاحب ملتانی
تزئین واہتمام ——— سید حمایت رسول قادری
کتابت ——— محمد اکرم جاوید
پروف ریڈنگ ——— حافظ رب نواز سیالوی
فاضل دار العلوم نوریہ رضویہ گلبرگ اے فیصل آباد
صفحات ——— ۳۸۴
اشاعت اول ——— فروری ۲۰۰۴ء
تعداد ——— ۱۱۰۰
مطبع ——— اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز، لاہور
ناشر ——— مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد
قیمت ——— / روپے

ملنے کے پتے

۱ ——— مولانا محمد صدیق ملتانی
خطیب مرکزی سنی رضوی جامع مسجد جھنگ بازار فیصل آباد فون نمبر 0300/6608706
۲ ——— نوریہ رضویہ پبلی کیشنز
۱۱، گنج بخش روڈ لاہور، فون نمبر 7313885
۳ ——— مکتبہ نوریہ رضویہ
گلبرگ اے فیصل آباد فون نمبر 626046

پیش لفظ

بہت سے علماء نے وعظ و نصیحت کی کتابیں لکھی ہیں لیکن ان کتب وعظ کا نتیجہ اچھا برآمد نہیں ہوا۔ میدان تقریر میں آنے والے نوردان کتابوں پر تکیہ کرکے استراحت کے خوگر بن جاتے ہیں اور خود تحقیق و تفتیش نہیں کرتے جس کا انجام یہ ہوا کہ علمی انداز میں بولنے والے مقررین میں کمی ہو گئی اس لئے میں وعظ کی کتاب لکھنا پسند نہیں کرتا تھا لیکن بہت سے مخلص علماء نے بار بار مجھے مشورہ دیا کہ آپ اپنی تقاریر لکھیں ان کے شدید اصرار نے مجبور کیا تو آخر کار قلم کو جنبش دینی پڑی اور عزم صمیم کر لیا کہ اپنے تمام خطبات کو زیورِ طباعت سے مزین کر دیا جائے تاکہ آنے والی نسل کے لئے ایک علمی تحقیقی سرمایہ فراہم ہو جائے اور یہ میرا کوئی ذاتی کمال نہیں بلکہ میری تقریر و تحریر کا فن مرہونِ منت ہے۔ میرے استاد گرامی میدانِ خطابت کے نیّر اعظم شہنشاہِ لطافت نکتہ آفرینی میں اپنی مثال آپ، حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی کا جنہوں نے بڑی محبت سے اس فقیر کو کتابوں سے موتی نکالنے کا طریقہ سکھایا۔

دعا ہے کہ میری اس حقیر کوشش کو خدا تعالیٰ بطفیل مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم قبول تام سے سرفراز فرمائے اور اس ناکارہ خلائق کے لئے ذریعۂ نجات و غفران بنائے۔ آمین ثم آمین!

محمد صدیق ملتانی

اَلاِنتساب

احقر العباد فی الاقطار الجہانی **محمد صدیق ملتانی**

اپنی اس حقیر سعی و کوشش اور جدّ و جہد کو شہباز لامکانی محبوب سبحانی قندیل نورانی آفتاب شریعت مہتاب طریقت واقف اسرار حقیقت علم معرفت کے نیّر تاباں، ہادیٔ گم گشتگاں سید السادات صاحب عظیم البرکات، خون رسول اولاد بتول پیر طریقت رہبر شریعت

جناب سید دولت حسین شاہ صاحب قادری

زیب آستانہ عالیہ نیو داڑیاں شریف کھلابٹ ٹاؤن ہری پور ہزارہ کی بارگاہ بیکس پناہ میں بصد ادب و احترام اور بصد عقیدت و نیاز پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔

جن کی خصوصی شفقت اور نگاہ لطف و کرم کی بدولت اس فقیر کو اپنی ظاہری اور باطنی اصلاح کی دولت نصیب ہوئی۔

سوئے دریا تحفہ آوردم صدف
گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

بندہ ناچیز

محمد صدیق ملتانی

فہرست مضامین

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برکاتِ تسمیہ

احادیث:

حدیث نمبر ۱: عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب معلّم کے پڑھانے سے بچہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھتا ہے تو اس سے خدا تعالیٰ اُستاد شاگرد اور بچے کے والدین کو جہنّم سے آزاد کر دیتا ہے۔

حدیث نمبر ۲: اگر زمین پر کوئی ایسا کاغذ پڑا ہو جس پر بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ لکھی ہو اور کوئی آدمی جلالتِ الٰہیہ کے پیشِ نظر اُس کو زمین سے اُٹھا لے تو خدا تعالیٰ اُس کا نام اپنے ہاں صدّیقوں میں لکھ دیتا ہے اور اس کے والدین کے عذاب میں کمی کر دی جاتی ہے اگرچہ وہ دونوں مُشرک ہی کیوں نہ ہوں۔

حدیث نمبر ۳: حضور علیہ السلام نے فرمایا: اگر وضو کرتے وقت تسمیہ نہ پڑھی جائے تو وہی اعضاء پاک ہوتے ہیں جو وضو میں دھوئے جاتے

ہیں اور اگر بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ پڑھ لی جائے تو سارا جسم پاک ہو جاتا ہے۔

حدیث نمبر ۴: رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن ایک آدمی کے ہاتھ میں اُس کا نامۂ اعمال دیا جائے گا۔ اس میں اس کے گناہ ہونگے وُہ اپنی دُنیاوی عادت کے مطابق بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ پڑھ کر اپنے ہاتھ میں لے گا تو وُہ بالکل سفید ہو جائے گا اس میں کوئی گناہ باقی نہ رہے گا وُہ بندہ کہے گا اس نامۂ اعمال میں تو کچھ بھی نہیں میں کیا پڑھوں اس سے کہا جائے گا تسمیہ کی برکت سے تمام گناہ مٹا دیئے گئے ہیں۔

حدیث نمبر ۵: نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دِن جب مومن بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ پڑھ کر پُلصراط پر قدم رکھے گا تو جہنّم کی آگ اُس کے قدموں کے نیچے سے پُکار کر کہے گی۔ اے مومن گزر جا تیرے نُور نے میرے شعلے کو بُجھا دیا ہے۔

حدیث نمبر ۶: ارشادِ نبوی ہے کہ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ پڑھنے سے چار ہزار نیکیاں لکھی جاتی ہیں، چار ہزار گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور چار ہزار درجات جنّت میں بلند ہو

جاتے ہیں۔

حدیث نمبر ۷ : حضور علیہ السلام نے فرمایا: قیامت کے دن اس امت کے اعمال نامے تولیں جائیں گے تو اس امت کی ایک رکعت کا وزن بنی اسرائیل کی ایک ہزار رکعت کے برابر ہو گا بنی اسرائیل اس کی وجہ پوچھیں گے ان سے کہا جائے گا یہ ان کی نماز میں بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ کی برکت ہے۔

حدیث نمبر ۸ : نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ پڑھی خدا نے اس کے تمام پہلے گناہوں کو معاف کر دیا۔ خدا تعالیٰ نے آسمانوں کو ستاروں سے زینت دی ہے فرشتوں کو جبریل سے جنت کو حور و قصور سے انبیاء علیہم السلام کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اور قرآن کو بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ سے زینت دی۔

حدیث نمبر ۹ : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب جبریل علیہ السلام تسمیہ لے کر آئے تو عرض کی یا رسول اللہ میں آپکی امت کے بارے میں خائف تھا لیکن جب خدا نے بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ نازل کی تو دل کو تسلی ہوئی کہ خدا تعالیٰ ان کلمات کے ساتھ کسی کو عذاب نہ دے گا۔

حدیث نمبر ۱۰: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: کہ جب بندہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھتا ہے تو اُسے سات سو سال کی عبادت کا ثواب ملتا ہے اور اُس کی وجہ یہ ہے کہ جب خُداتعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا تو اُس کی طرف ہیبت سے دیکھا وہ پھٹ گئی۔ خُدا نے فرمایا: قیامت تک کے حالات لکھ عرض کی ابتدا کیسے کروں فرمایا: بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سے قلم نے سات سو سال میں بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ لکھی خُداتعالیٰ نے فرمایا: مُجھے اپنے عزّ و جلال کی قسم! اُمّت مُصطفٰے کا جو آدمی اور عورت بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھے گا اُس کو سات سو سال کی عبادت کا ثواب دُوں گا۔

حدیث نمبر ۱۱: معراج کی رات حضور علیہ السّلام نے جنّت میں چار نہریں دیکھیں جبریل سے پُوچھا یہ کہاں سے جاری ہیں اُنہوں نے لاعلمی ظاہر کی ایک اور فرشتے نے کہا اِن چاروں نہروں کا چشمہ میں دکھاتا ہوں وہ ایک جگہ آپ کو لے گیا جہاں درخت کے نیچے ایک عمارت بنی ہوئی تھی اور دروازے پر قفل تھا اس کے نیچے سے یہ چاروں نہریں نکل رہی تھیں ارشاد فرمایا: اس کا دروازہ کھولو عرض کی اس کی کُنجی آپ کے پاس ہے یعنی بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آپ نے تسمیہ پڑھ کر قفل کو ہاتھ لگایا تو قفل کھل گیا۔ اندر جا کر دیکھا کہ اس عمارت کے چار ستون ہیں اور ہر ستون پر بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ لکھی ہے بسم کے میم سے پانی کی نہر جاری ہے۔ اللہ کے ہ سے دودھ جاری ہے۔ رحمٰن کی میم سے شراب اور رحیم کی میم سے شہد جاری ہے۔ اندر سے آواز آئی اے محبوب آپ کا جو اُمتی بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھے گا وہ ان چار نہروں کا مستحق ہوگا۔

اخبار

خبر اوّل: حضرت عیسیٰ علیہ السّلام ایک قبر کے قریب سے گزرے دیکھا کہ عذاب کے فرشتے اس قبر میں عذاب دے رہے ہیں جب آپ اپنی حاجت سے فارغ ہو کر واپس ہوئے تو دیکھا کہ اسی قبر میں فرشتے نور کے طبق لے کر حاضر ہیں۔ آپ کو تعجب ہوا۔ نماز پڑھ کر خدا سے دعا کی یہ معاملہ کیا ہے۔ خدا نے ارشاد فرمایا: یہ صاحب قبر گنہگار تھا۔ اس وجہ سے عذاب قبر میں مبتلا تھا۔ اس نے اپنی بیوی کو حاملہ چھوڑا اس کے ہاں لڑکا پیدا ہوا جب بڑا ہوا تو اُستاد کے پاس پڑھنے گیا۔ اس نے اس بچے کو بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھائی

مجھے حیا آئی کہ جس کا بچہ مجھے رحمٰن و رحیم کہہ کر یاد کرے میں اُسے عذاب میں مُبتلا کروں۔ جب حضرت عیسٰی کے ایک اُمّتی کے بچے کے تسمیہ پڑھنے کی یہ برکت ہے تو محمّدی دن رات خلوصِ نیّت سے تسمیہ پڑھے گا اُسے خُدا کیوں نہ عذاب سے محفوظ فرمائے گا۔

خبر دوم : خُدا تعالٰی نے حضرت موسٰی علیہ السّلام کی طرف وحی کی اے موسٰی میں اُمّتِ مُصطفٰے صلّی اللہ علیہ وسلّم کو اپنے تین نام ایسے عطا کروں گا کہ وُہ اگر ان ناموں سے دُعا کریں گے تو میں اُن کی دُعا قبول کروں گا۔ موسٰی علیہ السّلام نے عرض کی وُہ کون سے نام ہیں۔ ارشادِ خُداوندی ہُوا بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِؕ اُس وقت حضرت موسٰی کے پاس ایک نابینا آدمی موجُود تھا اُس نے خُدا کی بارگاہ میں عرض کی اے اللہ اِن ناموں کی برکت سے مُجھے میری بینائی دے دے۔ خُدا نے اُسے بینا کر دیا۔

جب موسٰی علیہ السّلام کے ایک اُمّتی نے ان ناموں کی برکت سے دُعا کی تو خُدا نے اُسے بینا کر دیا۔ اور اُس نے خُدا کی مخلوق کو دیکھا۔ اگر خُدا اُمّتِ مُصطفٰے پر یہ کرم کرے کہ ان ناموں کی برکت سے وُہ خُدا کا دیدار کر لیں تو کُچھ تعجّب نہیں کیونکہ بندۂ مومن جب قلب کی گہرائیوں میں خُدا کی یاد بسا لیتا ہے تو اُس کی بصیرت کی آنکھ خُدا کا دِیدار کر لیتی ہے۔ چنانچہ حضرت بایزید بسطامی نے سو مرتبہ خُدا کا دِیدار کیا۔ حضرت علی المُرتضٰی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سجدے میں خدا کا دیدار کر لیتے ہیں۔

خبر سوم: خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون اور فرعونیوں کی طرف مبعوث فرمایا۔ حضرت موسیٰ نے اس کو ہر چند رشد و ہدایت کی طرف بلایا لیکن اس پر کوئی اثر نہ ہوا عرض کی یا اللہ! فرعون راہِ مستقیم کی طرف آنا نہیں چاہتا خدا نے فرمایا: اے موسیٰ شاید تو فرعون کو ہلاک کرنا چاہتا ہے۔ اے موسیٰ تو فرعون کے کفر کی طرف دیکھتا ہے اور میں یہ دیکھتا ہوں کہ اس کے گھر کے دروازے پر بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ لکھی ہوئی ہے۔

جس کے دروازے پر تسمیہ تحریر وہ ہلاکت سے محفوظ تو جس بندۂ مومن کے دل پر تسمیہ تحریر ہو اُس پر خدا کا کتنا کرم ہو گا۔ خدا اپنے فضل و کرم سے اُسے عذابِ دوزخ سے نجات دے گا۔

فرعون کو مصر کے شہر سے نکال کر ہلاک کیا گیا۔ ایک تو تسمیہ کی وجہ سے دوسرے مصر میں برادرانِ یوسف کی قبور کی برکت تھی۔

خبر چہارم: خدا تعالیٰ نے یہ تسمیہ تین پیغمبروں کو عطا کیا۔ ان میں سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام ہیں، جب وہ زمین پر نازل ہوئے تو خدا نے ان کو بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ عطا کی ساری زمین اُن کے تابع ہو گئی مشرق سے لیکر مغرب تک دنیا ان کو عطا کر دی گئی جب

آپ کی وفات ہُوئی تو تسمیہ خُدا کے خزانے میں واپس کر دی گئی پھر جب حضرت سُلیمان علیہ السلام مبعُوث ہُوئے تو آپ کو مشرق سے لیکر مغرب تک ساری زمین عطا کی گئی اور اُس کی صُورت یہ ہُوئی کہ خُدا تعالیٰ نے حضرت جبریل کو حکم دیا کہ جنّت سے خلافت کی انگوٹھی لے کر حضرت سُلیمان کے پاس جاؤ وُہ جنّت میں گئے اور وُہ انگوٹھی لی وُہ چمکدار ستارے کی مانند تھی اس سے کستوری کی خُوشبو آتی تھی اور وُہ سُرخ سونے سُرخ یاقُوت اور چاندی سے بنی ہُوئی تھی۔ جبریل اُسے لیکر جس درخت پتھر ڈھیلے اور فرشتے کے قریب سے گزرے آواز آئی:

"سُبحانکَ ربّنا ما ھٰذا النّور"

جبریل نے جواب دیا یہ خاتمِ خلافت ہے جو حضرت سُلیمان علیہ السلام کو ہدیہ ہونی ہے۔ خُدا کی طرف سے اس انگوٹھی پر تین سطریں تھیں سطر اوّل بِسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ سطر دوم لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ سطر سوم، مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللہ جب جبریل اس انگوٹھی کو لے کر آئے تو فرشتوں نے خُدا کی تسبیح و تقدیس بیان کی اور پُوچھا یہ کرامت کیسی ہے۔ جبریل نے کہا خُدا نے حضرت سُلیمان علیہ السلام کو یہ شرف بخشا ہے۔ خُدا نے آپ کو پرندوں کی بولیوں کا علم عطا فرمایا۔ اور یہ رمضان کی ستائیسویں تاریخ جُمعہ کا دن تھا۔ جبریل نے حضرت سُلیمان کو اس ہدیہ

پر مبارک دی۔ آپ نے یہ انگوٹھی پہن لی۔ آپ نے اور آپ کے گرد جتنے بنی اسرائیل تھے سب نے خدا کی بارگاہ میں سجدہ کیا اور صبح سے شام تک سجدے میں رہے۔ بنی اسرائیل نے سر اٹھا کر حضرت سلیمان اور انگوٹھی کو دیکھنا چاہا لیکن نور اور ہیبت کی بنا پر نہ دیکھ سکے۔ حضرت سلیمان نے ان سے کہا۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہو۔ انہوں نے کہا تو حضرت سلیمان اور انگوٹھی کو دیکھ لیا وہ انگوٹھی اندھیری رات میں چراغ کی طرح روشن ہو جاتی تھی۔ حضرت سلیمان کی وفات کے بعد یہ خزانہ الہیہ میں واپس کر دی گئی پھر ہمارے رسول مقبول پر یہ آیت نازل ہوئی۔ انہ من سلیمان وانہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ تو خدا نے آپ کو تسمیہ عزّو شرف بخشا۔

"انہ من سلیمان وانہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے نکات"

نکتہ اوّل: جب حضرت سلیمان نے یہ تسمیہ کاتب کو تحریر کرایا تو اس کی برکت سے خدا نے آپ کو وہ ملک عطا فرمایا جس کے لئے آپ نے دعا کی تھی۔ "قال رب اغفرلی وھب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی" اگر بندہ مومن ہر صبح و شام تسمیہ

کراما کاتبین کو تحریر کرائے یعنی بندہ پڑھے اور کراما کاتبین لکھیں تو خدا تعالیٰ اس بندہ کو بھی اپنے کرم سے جنّت کا ملک عطا کرے گا، جس کی صفت ہے۔

"اذا رایت ثم رایت نعیما وملکا کبیرا"

نکتہ دوم: آصف بن برخیا نے تسمیہ کی کتابت کی اس کی برکت سے خُدا نے ان کو اسم اعظم عطا کیا جس کی بنا پر اُنہوں نے تخت بلقیس طرفۃ العین میں حاضر کر دیا۔ اگر بندۂ مومن دن رات تسمیہ کی کتابت کرے اور زبان سے ادا کرے تو خُدا اس پر ضرور کرم فرمائے گا۔ اور ۳۰ ہزار سال کا پُلصراط کا راستہ آن واحد میں طے ہو گا۔

نکتہ سوم: چار ہستیوں کو تسمیہ سے فائدہ ہوا حضرت سُلیمان کو مُلک ملا آصف بن برخیا کو اسم اعظم ہُدہُد کو ذبح سے نجات، بلقیس کو ایمان، بندۂ مومن کو بھی تسمیہ کی برکت سے جنت میں مُلکِ عظیم ملے گا۔ اسم اعظم تسمیہ میں لفظ اللہ نار سے نجات دے گا۔ حضورؐ نے فرمایا:

"مامن مومن ولا مومنۃ یقول بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الا حرمہ اللہ علی النار

اور ایمان حقیقی یا ایھا الذین اٰمنوا اذکروا اللہ ذکرا کثیرا سے مشرف ہو گا۔"

نکتہ چہارم: ہُدہُد پرندے نے حضرت سُلیمان کے خط کو اپنی چونچ

میں لیکر بلقیس تک پہنچایا۔ اس کے نتیجے میں وہ ذبح کے عذاب سے مصئون و محفوظ ہو گیا۔ اگر بندۂ مومن دن رات تسمیہ کا ورد کرے تو خدا اپنے کرم سے اُسے عذابِ نار سے بچائے گا۔ کیونکہ بندۂ مومن تسمیہ کو دل و زبان سے اُٹھائے پھرتا ہے۔

نکتہ پنجم: جب ہُدہُد حضرت سُلیمان علیہ السلام کے خط کو لیکر چلے تو پرندوں نے کہا۔ ہُدہُد تنہا جا رہا ہے۔ ہُدہُد نے کہا جس کے ساتھ خُدا کا نام مُبارک ہو اُسے کسی دُوسرے ساتھی کی حاجت نہیں رہتی۔ اِس جواب پر خُدا نے خُوش ہو کر ہُدہُد کے سَر پر تاج سجا دیا۔ اور یہ تاج ہمیشہ اس کے سَر پر رہا۔ اگر بندۂ مومن اپنی ساری زندگی خُدا کے نام کو حرزِ جاں بنا لے، ہر وقت تسمیہ کا ورد رکھے تو خدا اُس کے سَر ایمان کا ایسا تاج سجائے گا جو کبھی اس سے جُدا نہ ہو گا یعنی بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کا ورد رکھنے والا بے ایمان نہ ہو گا۔

نکتہ ششم: بلقیس کے چار ہزار تیر انداز تھے جو بلقیس اور اس کے زعمائے سلطنت کے لئے پرندوں کا شکار کرتے تھے جب ہُدہُد ان کے محاذ سے گزرا تو انہوں نے اُس پر تیر پھینکے۔ لیکن خُدا نے تسمیہ کی برکت سے ہُدہُد کو محفوظ رکھا۔ اگر بندۂ مومن دِن رات قلب و زبان میں تسمیہ کو جگہ دے تو خُدا تعالیٰ اپنے فضل و کرم اُسے پُلصراط پر جہنّم کے

۱۹ فرشتوں سے محفوظ فرمائیگا پلصراط سے پار گزار کر جنت میں داخل فرما دے گا۔

خبر پنجم: ایک کاغذ پر تسمیہ لکھی ہوئی تھی اور وہ کاغذ زمین پہ پڑا تھا حضرت لقمان نے اس کاغذ کو اٹھا کر نگل لیا۔ خدا تعالیٰ نے ان کو حکمت سے سرفراز فرمایا۔ اگر بندۂ مومن تسمیہ کو دل پر لکھدے تو یقیناً خدا اس پر کرم فرمائے گا۔ اور اس کی زبان پر حکمت آمیز کلام جاری فرمادے گا۔

خبر ششم: دوزخ کے انیس ۱۹ فرشتے ہیں جب مالک جہنم ان میں سے کسی کو دوزخ میں بھیجنا چاہتا ہے تو اس کی پیشانی پر بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لکھ دیتا ہے جس کی برکت سے وہ آگ سے محفوظ رہتا ہے۔ اگر بندۂ مومن اسے دل پر لکھدے تو خدا اپنے فضل عمیم سے اسے نارِ جہنم سے محفوظ فرمائے گا۔

خبر ہفتم: جب زلیخا حضرت یوسف کو ساتویں کوٹھڑی میں لے گئی اور سارے دروازے مقفل کر دیئے تو پھر اس نے حضرت یوسف پر دست درازی کی آپ وہاں سے دوڑے اور ہر دروازے پر پہنچ کر تسمیہ پڑھا۔ نتیجتہً ہر دروازہ کھلتا چلا گیا۔ اگر بندۂ مومن ساری زندگی بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھتا رہے تو خدا اپنے فضل و کرم سے جنت کے آٹھوں دروازے اس کے لئے کھولدے گا۔

خبر ہشتم: ایک روایت میں آیا ہے کہ ایک آدمی کے پاس ملک الموت آئے اُس نے پُوچھا آپ کون ہیں، فرمایا، عزرائیل یہ سُن کر اُس کا بند بند کانپنے لگا۔ ملک الموت نے اس کی وجہ دریافت کی اُس نے کہا: نارِ جہنم کے خوف کی بنا پر ایسا ہُوا ہے۔ ملک الموت نے کہا تجھے ایسا کلام نہ لکھ دوں جو تجھے آگ سے نجات دے اُس نے کہا ہاں۔ ملک الموت نے کاغذ منگوایا اُس نے حاضر کیا۔ ملک الموت نے اُس پر لکھا۔ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ اور کہا یہ جہنم کی آگ سے برأت ہے۔

خبر نہم: جب فرشتے لفظ اللہ اپنی زبان پر جاری کرنا چاہتے ہیں تو ان کو چار ہزار سال سجدہ کرنا پڑتا ہے۔ اسی طرح رحمان ورحیم کے لئے چار چار ہزار سال تک سجدہ کرنا پڑتا ہے یعنی پوری بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ کے لئے بارہ ہزار مرتبہ سربسجود ہونا پڑتا ہے۔ لیکن بندۂ مومن چاہے تو ایک دن میں بارہ ہزار مرتبہ تسمیہ پڑھ لے۔ خدا کا کتنا کرم ہے بندہ مومن پر کہ فرشتوں کی بارہ ہزار سال کی عبادت ایک آن میں اُس کی زبان پر جاری کر دیتا ہے۔ اسی طرح اگر پُلصراط کا تیس ہزار سال کا فاصلہ ایک آن میں بندۂ مومن سے طے کرا دے تو اُس کے لئے کوئی مُشکل نہیں۔

خبر دہم: خُدا تعالیٰ کے چار ہزار نام ہیں، ان میں سے ایک ہزار نام

صرف خدا جانتا ہے ایک ہزار لوح محفوظ پر ہیں جن کی حفاظت پر اسرافیل مقرر ہے۔ ایک ہزار نام ایسے ہیں جن کو صرف فرشتے جانتے ہیں، بقیہ ایک ہزار نام مخلوق میں مشہور ہیں ان میں تین سو تورایت میں تین سو زبور میں تین سو انجیل میں ہیں بقیہ ایک سو نام قرآن میں ہیں ننانوے ظاہر ہیں ایک پوشیدہ ہے۔ جب بندہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھتا ہے تو وہ ایسا ہے کہ جیسے اس نے خدا کے چار ہزار ناموں سے خدا کو یاد کرلیا۔

باب الآثار

الاثر الاوّل: بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ دنیا اور آخرت کے مصائب و آلام سے امان کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ حضرت انس بن مالک ایک مرتبہ حجاج بن یوسف کے پاس گئے۔ حجاج نے ان سے دریافت کیا میرا لشکر بہتر ہے یا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ اس پر حضرت انس بن مالک سخت ناراض ہوئے اور حجاج کو سخت سست کہا حجاج نے آپ کو سزا دینا چاہی لیکن کسی وجہ سے ایسا نہ کرسکا اور آپ نے فرمایا رسولِ خدا نے مجھے ایسی دعا تعلیم فرمائی ہے جس کی برکت سے مجھ پر زہر و سحر اور بادشاہ کا ظلم اثر انداز نہیں ہوسکتا۔ حجاج نے کہا وہ دعا مجھے

111342

بتادو۔ آپ نے فرمایا۔ تجھے وہ دعا نہ بتاؤں گا اس لئے کہ تو ظالم ہے اور یہ کہہ کر آپ حجاج کے دربار سے نکل گئے۔ جب آپکی وفات قریب ہوئی تو آپ نے اپنے خادم کو حقِ خدمت کے طور پر وہ دعا تعلیم فرما دی۔ دعا یہ ہے

"بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ"

الاثر الثانی : حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں جو جہنم کے انیس زبانیہ سے محفوظ رہنا چاہے وہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کا ورد کرے۔ اس لئے اس میں بھی انیس حروف ہیں، ہر حرف ایک زبانیہ کے خلاف ایک ڈھال ثابت ہوگا۔

علاوہ ازیں دن رات کے چوبیس گھنٹے ہیں۔ نمازیں پانچ فرض ہیں۔ پانچوں نمازیں پانچ گھنٹوں میں، بقیہ انیس گھنٹے بچے اگر بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھ لی جائے تو گویا چوبیس گھنٹے عبادت میں گزرے

موجودات کی تفصیل حسبِ ذیل ہے۔

عقل، جان۔ نہ فلک یعنی عرش و کرسی اور سات آسمان عناصر اربعہ یعنی آگ، پانی ہوا اور مٹی مو الید ثلاثہ یعنی حیوانات، نباتات اور جمادات اور انسان اشرف المخلوقات ہونے کی بنا پر ایک مستقل مرتبے کا حامل ہے۔

یہ کل اُنیس ہوئے اور بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کے حروف بھی اُنیس ہیں جو اس طرف اشارہ ہے کہ متذکرہ تمام موجودات کا قیام تسمیہ کی برکت سے ہے

الاثر الثالث: غزوۂ بدر میں ابوجہل کے بیٹے عکرمہ نے ایک مسلمان کو شہید کر دیا۔ اس پر حضور علیہ السّلام مسکرائے۔ حضورؐ کے صحابہؓ نے عرض کی ایک مشرک نے ہمارے ایک ساتھی کو قتل کر دیا ہے اور آپ مسکرائے ہیں اس میں کیا حکمت ہے۔ حضورؐ نے فرمایا: میں قاتل اور مقتول کو جنت میں دیکھ رہا ہوں۔ فتح مکّہ کے دن جب مشرکین کو شکست ہوئی تو عکرمہ بھاگ کر سمندر کے کنارے پہنچ گیا۔ ایک کشتی میں سوار ہوا۔ وہاں قلم قدرت نے کشتی کے ایک تختے پر سبز حروف میں تسمیہ لکھ دیا۔

"بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کذب بہ قَوۡمُكَ وَهُوَ الۡحَق"

عکرمہ نے اسے مٹانا چاہا لیکن نہ مٹا سکا۔ سمجھ گیا کہ یہ کلام الٰہی ہے پس وہاں سے واپس آکر اُس نے اسلام قبول کر لیا۔ اگر بندۂ مومن تسمیہ کو دل کی تختی پر لکھ لے تو خدا کے فضل عمیم سے اُمید واثق ہے شیطان اس کو مٹا نہ سکے گا۔ یہ تسمیہ عکرمہ کے ایمان کا سبب بنا اسی طرح یہ تسمیہ مومن کے دل میں ایمان راسخ کا سبب بنے گا۔

الاثر الرابع: ایک روایت میں ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم

نے حضرت خالد بن ولید کو قیصر روم کی طرف اسلام کی دعوت دینے کے لئے بھیجا۔ جب وہاں پہنچے تو قیصر کے دربار میں حاضری کی اجازت طلب کی۔ دربان نے پوچھا، کہاں سے آئے ہو۔ آپ نے فرمایا: مدینہ طیبہ سے اُس نے کہا۔ بڑی دُور سے آئے ہو۔ میں تمہارے لئے ابھی اجازت لیتا ہوں۔ دربان نے قیصر کے دربار میں جاکر ایک دیہاتی آیا ہے اور اُس کی چار عجیب چیزیں ہیں۔ لباس پھٹا پُرانا سبعة مغلول نیزہ ٹیڑھا ہے اور گھوڑا دُبلا پتلا ہے اور وُہ اجازت لینے میں جلدی کر رہا ہے۔ آپ کو اجازت مل گئی اور آپ دربار میں لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر قیصر کے پہلو میں جا بیٹھے۔ آپ نے فرمایا: میں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایلچی اور سفیر ہُوں۔ میں تجھے چار باتوں کا حُکم دیتا ہُوں۔ اپنے آپ کو پہچان، خُدا کو ایک مان اور اپنے قاصد سے احسن سلوک کر اور اپنا دین چھوڑ دے۔ قیصر نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی بہتر آدمی نہ تھا جس کو میرے پاس بھیجتے۔ آپ نے فرمایا ان کے سارے صحابہ مُجھ سے بہتر ہیں اور اگر تُو لباس کو دیکھتا ہے تو ان سب کا لباس مُجھ جیسا ہے۔ لیکن ہمارے نبی لباس پہننے کے لئے نہیں بلکہ وُہ خُدا کی راہ میں جہاد کے لئے ہیں۔ قیصر نے کہا ہم تجھ پر زہر کا تجربہ کرتے ہیں اگر تُو نے زہر پی لیا اور اُس نے تمہیں نقصان نہ

پہنچایا تو ہم تمہیں اور تمہارے دین کو برحق تصور کریں گے۔ آپ نے خوشی سے زہر پی لیا اور زہر پینے سے پہلے آپ نے پڑھا۔

"بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اِسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ"

جب آپ نے زہر پی تو نہایت پاکیزہ پسینہ بہنے لگا۔ اس زہر نے آپ کو نقصان نہ پہنچایا۔ قیصر نے آپ کی تعظیم کی اور آپ کو واپس کر دیا۔ جب خالد حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو ساری کاروائی بیان فرمائی۔ حضور نے فرمایا۔ اے خالد تجھے زہر پیتے ہوئے خوف محسوس نہ ہوا عرض کی اگر میں آپ کا سفیر نہ ہوتا تو ایسا ہو سکتا تھا لیکن مجھے معلوم تھا کہ رسولِ خدا کے سفیر پر زہر اثر نہ کرے گا۔ اور خادم حبیبِ خدا کو نقصان نہ دے گا۔ میں چار امور کی بنا پر زہر پی گیا۔ خدا کی حفاظت پر بھروسہ کر کے اسم اللہ کی برکت پر بھروسہ کر کے رسولِ خدا کی حرمت پر بھروسہ کر کے عدو اللہ کے غصے کو مدِنظر رکھ کر۔

سات انبیاءؑ کو سات کلمات

خداتعالیٰ نے سات پیغمبروں کو سات کلمات عطا فرمائے اور ان کلمات کی سعادت برکت ان پیغمبروں کو بھی ملی اور اس اُمت کو بھی عطا ہوئی۔

نمبر ا: حضرت آدم علیہ السلام کو چھینک آئی تو اُنہوں نے کہا: اَلحَمدُ لِلّٰہ خُدا نے فرمایا: یرحمک ربک حضور کا جو اُمتی اَلحَمدُ لِلّٰہ کہے گا وُہ خدا کی رحمت کا مستحق ہو جائے گا۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضرت علی نے فرمایا کہ نبی کریم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دِن ایک منادی ندا کرے گا۔ حمد کرنے والے کھڑے ہو جائیں۔ ایک گروہ کھڑا ہو جائے گا۔ ان کے لئے جھنڈا نصب کیا جائے گا اور وُہ جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ پُوچھا گیا حمد کرنے والے کون ہوں گے۔ فرمایا ہر حال میں خُدا کا شُکر کرنے والے

ایک حدیث میں ہے کہ خُدا تعالیٰ فرشتوں کے سامنے اس مریض پر فخر کرتا ہے جو مرض میں الحمد للہ کہتا ہے۔ خُدا فرماتا ہے دیکھو میرا بندہ مصیبت میں بھی میری حمد بیان کرتا ہے۔ اے فرشتو! اس کے لئے جہنم سے برأت لکھ دو۔

حضرت کعب احبار فرماتے ہیں میں نے اللہ کی کتاب میں یہ بات لکھی دیکھی کہ جب بندہ ہر لقمہ پر بِسْمِ اللّٰہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن کہتا ہے تو لقمہ حلق سے اترنے سے پہلے خدا سارے گناہ معاف فرمادیتا ہے یہی حال پانی پینے کا ہے۔

نمبر ۲: حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی میں سوار ہوتے وقت بِسْمِ اللّٰہ کہا۔ خدا نے ان کو طوفان سے نجات دی۔ اگر بندۂ مومن تسمیہ کا ورد رکھے گا تو خدا اس کو آخرت کے مصائب سے نجات دے گا۔ تسمیہ کی برکات از احادیث دیکھو۔

نمبر ۳: حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب نارِ نمرود میں ڈالا جانے لگا تو جبریل علیہ السلام نے امداد کی پیشکش کی آپ نے قبول نہ کی اور فرمایا حَسْبِیَ اللّٰہ خدا نے آپ کو آگ سے نجات دی جو بندۂ مومن اس کلمہ کو ورد بنا لے گا۔ خدا اسے دوزخ کی آگ سے نجات دے گا۔

جو سات مرتبہ صبح و شام حَسْبِیَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ؕ پڑھے خدا اس کی مہمات کے لئے کافی ہے۔ جو ہر نماز کے بعد حَسْبِیَ اللّٰہ لَدِیْنِی ... الخ پڑھے۔ خدا اسے مقامات پر کفایت کرے گا۔ ص ۳۰۲/۱ قرطبی

نمبر ۴: جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے

ذبح کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا یا ابت افعل ما تومر ستجدنی اِنشاء اللہ مِنَ الصابرین.... اِس اِنشاء اللہ کی برکت سے آپ ذبح کی تکلیف سے نجات پا گئے جو یہ کلمہ کہے گا وُہ دوزخ کی آگ میں جلنے سے محفوظ رہے گا۔

حضرت سُلیمان علیہ السلام کی ۹۹ بیویاں..... اِنشاء اللہ نہ کہا تو کسی کے ہاں اولاد نہ ہوئی....

نمبر ۵ : حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا، لَا حَول وَلا قُوَّۃ اِلَّا بِاللّٰہ اس کے نتیجے میں فرعون کے شر سے محفوظ رہے۔ جو بندہ ان کلمات کو کہے گا وُہ نفس و شیطان کے شر سے محفوظ رہے گا۔

نمبر ۶ : حضرت یُونس علیہ السلام نے فرمایا لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنتَ سُبحَانَکَ اِنّی کُنتُ مِنَ الظّالِمِین بشکم ماہی سے نجات ہُوئی جو کسی مصیبت میں ہو نجات پائے اور قبر روشن ہو جائے۔ رحمت و مغفرت کا مژدہ پائے۔

نمبر ۷ : حضور نے شب معراج گیا۔ التَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّیِّبَاتُ خدا نے فرمایا: السَّلَامُ عَلَیکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ جو یہ کلمات کہے بوقت موت ایمان سلامت لے جائے۔

جو بندۂ مومن ان سات کلمات کو وِرد بنا لے۔ متذکرہ سات پیغمبروں کی شفاعت سے سرفراز ہو اُسکے جسم کے سات اعضاء گوشت پوست ہڈیاں رگیں

خون مغز پٹھے جہنم کے سات درجات سے نجات پائیں گے۔

تسمیہ میں خدا کے تین نام کیوں ہیں

وجہ اوّل: حضور علیہ السلام کی بعثت کے وقت لوگوں کے تین فرقے تھے مشرکین عرب جو اللہ کو جانتے تھے۔ خدا فرماتا ہے۔ ولئن سالتھم من خلق السمٰوٰت والارض لیقولن اللّٰہ یہ لوگ رحمان کو نہ جانتے تھے۔ خدا فرماتا ہے۔ واذا قیل لھم اسجدوا للرحمٰن قالوا وما الرحمٰن دوسرے یہودی تھے جو رحمان کو جانتے تھے۔ چنانچہ جب عبداللہ بن سلام ایمان لائے تو انہوں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ لا ارٰی فی کتابکم ذکر الرحمٰن خدا نے یہ آیت نازل فرمائی۔ قل ادعوا اللہ او ادعوا الرحمٰن تیسرے عیسائی تھے۔ جو رحیم کو جانتے تھے۔ چونکہ حضور کا واسطہ ان تین قوموں سے تھا۔ جو خدا کے ان تین ناموں کو جانتے تھے۔ اس لئے تسمیہ میں ان تین ناموں کا ذکر ہوا۔ (صـ ۱۳۶ اسرار الفاتحہ)

وجہ دوم: خدا تعالیٰ کے تین ہزار نام ہیں۔ ایک ہزار نام کو فرشتے جانتے ہیں۔ ایک ہزار نام کو نبی جانتے ہیں۔ تین سو نام توریت میں ہیں۔ تین سو نام زبور میں ہیں۔ تین سو نام انجیل میں ہیں اور ننانوے نام قرآن میں ہیں اور ایک

نام ایسا ہے جس کو صرف خدا جانتا ہے۔ اِن تین ہزار کے معنے اِن تین ناموں میں پائے جاتے ہیں، اس لئے تسمیہ میں ان تین ناموں کا ذکر ہے۔

(ص ۱۳۷ اسرار الفاتحہ)

وجہ سوم: خدا کا نام اللہ کی ولایت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ خدا فرماتا ہے۔ اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا۔ خدا کا نام اَلرَّحْمٰن محبت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا اور خدا کا نام اَلرَّحِیْم رحمت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ وَکَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا (ص ۸۸/۱ کبیر)

وجہ چہارم: قرآن کے مخاطبین تین طرح کے لوگ ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَیْرَاتِ۔ خدا تعالیٰ اللہ ہے سابقین کے لئے رحمٰن ہے مقتصدین کے لئے اور رحیم ہے ظالمین کے لئے۔ یا اللہ نعمتوں کا عطا کرنے والا ہے۔ الرحمٰن اولیاء کی لغزشوں سے درگزر کرنے والا ہے اور الرحیم ظالموں کی جفاؤں کو معاف کرنے والا ہے اور یہ خدا کا کرم ہے کہ بندہ ایسے ایسے گناہ کرتا ہے کہ اگر اس کے والدین دیکھ لیں تو اس سے کنارہ کش ہو جائیں، بیوی دیکھ لے تو بھاگ جائے۔ ہمسائے دیکھ لیں تو ناراضگی و بیزاری کا اظہار کریں۔ لیکن خدا اپنے کرم سے پردہ پوشی کرتا ہے کیونکہ وہ رحیم و کریم

ہے (صہ۸۸ کبیر)

تسمیہ میں چار کلمات میں کیوں

زمانے کی بھلائی چار موسموں میں ہے۔ گرمی، سردی، خزاں اور بہار میں۔ اجسام کا قیام عناصر اربعہ سے ہے۔ زمین کی مٹی کی کثافت پانی کی لطافت سے ہوا کی نرمی سے آگ کی حرارت سے، جسدِ انسانی کا قیام بھی چار چیزوں سے ہے۔ حرارت، برودت رطوبت اور یبوست.........
کسی بادشاہ کی حکومت کا قیام بھی چار چیزوں سے ہے۔ بادشاہ کے عدل سے تاجروں کی امانت، لوگوں کی باہمی شفقت اور امن و امان علماء کی بھلائی بھی چار چیزوں میں ہے۔ صدق مقال، اصلاح احوال، ترک طمع در اموال اور علم کے مطابق عمل، شریعت کا قیام چار چیزوں سے ہے۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج انسان کے ظاہر کی تکمیل کے لئے چشم بینا کان زبان اور قوت شامہ باطن کے لئے عقل علم، اطاعت اور گناہ سے اجتناب نماز کے لئے قیام رکوع سجود اور قعود وضو کے لئے چار فرض دین کا قیام تعظیم شیخین محبت ختنین میں اسی طرح کتب میں چار آسمانی کتابیں مقرب فرشتے چار اسی طرح تمام آیات قرآنی کی بھلائیاں اور برکات ان چار کلمات میں ہیں۔

(صہ۱۸۵ اسرار الفاتحہ)

تسمیہ میں ۱۹ حروف ہیں کیوں؟

وجہ اوّل: دوزخ میں عذاب دینے والے زبانیہ ۱۹ ہیں، خدا فرماتا ہے علیہا تسعۃ عشر جو تسمیہ پڑھتا ہے وہ ان ۱۹ زبانیہ سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ گویا تسمیہ کا ہر حرف ان ۱۹ زبانیہ میں سے ہر ایک کے لئے ایک ڈھال ثابت ہوتا ہے۔

وجہ دوم: دن رات کے گھنٹے ۲۴ ہیں۔ نمازیں پانچ ہیں، ہر نماز نے ایک ایک گھنٹے کو گھیرا ہوا ہے باقی ۱۹ گھنٹے بچتے ہیں اور تسمیہ کے ۱۹ حروف ہیں۔ لہذا تسمیہ پڑھنے سے باقی ۱۹ گھنٹے عبادت میں لکھے جاتے ہیں۔

وجہ سوم: علامہ ملا معین نے لکھا کہ موجودات کی تعداد من وجہ ۱۹ ہے عقل کل۔ جان نفس عرش و کرسی۔ سات فلک۔ آگ۔ ہوا۔ پانی۔ مٹی حیوانات۔ نباتات۔ جمادات اور انسان اشرف المخلوقات ہونے کی بنا پر الگ حیثیت رکھتا ہے۔ یہ کل ۱۹ ہیں تسمیہ کے حروف بھی ۱۹ ہیں نتیجہ یہ نکلا کہ ان ۱۹ موجودات کا قیام تسمیہ کے ۱۹ حروف کی بنا پر ہے۔

(ص ۱۸۷، اسرار الفاتحہ)

وجہ چہارم: شیطان کے ۱۹ نام ہیں۔

نمبر۱: ابلیس: فسجدوا الا ابلیس۔
نمبر۲: شیطان: الا تعبدوا الشیطان۔
نمبر۳: غرور: لا یغرنکم باللہ الغرور۔
نمبر۴: خنّاس:
نمبر۵: وسواس: من شر الوسواس الخنّاس۔
نمبر۶: کافر: وکان من الکافرین۔
نمبر۷: صاغر: فاخرج انک من الصاغرین۔
نمبر۸: مارد: من کل شیطان مارد۔
نمبر۹: المرید: الا شیطانا مریدا۔
نمبر۱۰: ملعون: وان علیک لعنتی۔
نمبر۱۱: فاتن: یابنی آدم لیفتننکم الشیطان۔
نمبر۱۲: مدحور:
نمبر۱۳: مذموم: قال اخرج منها مذموما مدحورا۔
نمبر۱۴: کفور: کان الشیطان لربہ کفورا۔
نمبر۱۵: خذول: وکان الشیطان لربہ خذولا۔
نمبر۱۶: عصیّ: ان الشیطان کان للرحمٰن عصیا۔
نمبر۱۷: عدو: ان الشیطان لکم عدو۔

نمبر ۱۸: مضل: انہ عدو و مضل۔

نمبر ۱۹: طائف: طائف من الشیطان۔ اور تسمیہ کے بھی ۱۹، حروف ہیں، جو تسمیہ پڑھتا وہ شیطان کے ان ۱۹، ناموں کی شرارتوں اور برائیوں سے محفوظ رہتا ہے۔ (ص۴۰ اسرار الفاتحہ)

وجہ پنجم: قیامت کے دن ۱۹، واقعات سخت اضطراب کے ہوں گے۔ چھ نفخہ اولیٰ کے بعد

نمبر ۱: آسمان کا پھٹنا۔ نمبر ۲: زلزلہ زمین۔
نمبر ۳: انتشار کواکب۔ نمبر ۴: مہر و ماہ کا بے نور ہونا۔
نمبر ۵: پہاڑوں کا ریزہ ریزہ ہونا۔ نمبر ۶: دریاؤں کا جلنا۔

اور تیرہ واقعات نفخہ ثانی کے بعد۔

نمبر ۱: مُردوں کا زندہ ہونا۔ نمبر ۲: میدانِ محشر میں جمع ہونا۔
نمبر ۳: پسینہ آنا۔ نمبر ۴: دوزخ کی گرمی۔
نمبر ۵: آفتاب کی گرمی۔ نمبر ۶: سایہ نہ ہونا۔
نمبر ۷: خدا کی بارگاہ میں کھڑا ہونا۔ نمبر ۸: قہر الٰہی کا ظہور۔
نمبر ۹: حساب ہونا۔ نمبر ۱۰: وزن اعمال۔
نمبر ۱۱: دائیں یا بائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال۔ نمبر ۱۲: پلصراط سے گزارنا۔
نمبر ۱۳: جنت یا دوزخ میں داخلہ۔

جو تسمیہ پڑھے گا وُہ اِن ۱۹ شدائد سے محفوظ و مصئون رہے گا۔

(صفحہ ۲۲۹/۲ عزیزی)

وجہ ششم : انسان جِن آلات سے گناہ کرتا ہے۔ وُہ ۱۹ ہیں۔ دو ہاتھ دو پاؤں۔ زبان۔ دِل۔ دو شرمگاہیں شکم۔ پشت۔ حواسِ خمسہ۔ عقل۔ خیال۔ شہوت۔ غُصّہ۔ اگر بندۂ مومن کثرت سے تسمیہ کا وِرد کرے تو ان ۱۹ آلات گناہ سے محفوظ و مصئون رہے گا۔ (صفحہ ۲۲۵/۲ عزیزی)

بِسم کے حرُوف

باء : بِسم کی باء بِر سے مشتق ہے۔ بِرّ سے خدا تعالیٰ مومنوں پر بار ہے۔ دُنیا و آخرت میں مُختلف نعمتوں کرامات کے ساتھ اور قیامت کے دِن سب سے بڑی کرامت اور شرف مومن کے لئے یہ ہوگا کہ خُداوند اپنا دیدار کرائے گا۔ چنانچہ امام فخر الدین رازی نے لکھا کہ کسی آدمی کا ہمسایہ ایک یہودی تھا۔ وُہ بیمار ہوگیا۔ وُہ مُسلمان کہتا ہے کہ مَیں اِس یہودی کی عیادت کے لئے اِس کے پاس گیا۔ اور اسے اسلام لانے کو کہا۔ اُس نے کہا مَیں کیوں ایمان لاؤں۔ اس نے کہا۔ آگ سے ڈرتے ہُوئے کہا۔ مجھے اِس کی حاجت نہیں۔ مَیں نے کہا دخول جنّت کی غرض سے ایمان لے آؤ۔ اُس نے کہا۔ مجھے اِس کی بھی ضرورت نہیں

مَیں نے کہا تُو کیا چاہتا ہے۔ کہا مَیں اِس شرط پر ایمان لاتا ہُوں کہ خُدا کا دِیدار کروں۔ مَیں نے کہا چلو اسی مقصُد کے لئے ایمان قبُول کر لو۔ اُس نے کہا مُجھے تحریر لِکھدو۔ مَیں نے لِکھدیا کہ اگر تُو ایمان لے آئے گا تو خُدا تجُھے دِیدار کی دولت سے سَرفراز فرمائے گا۔ پس اُس نے ایمان قبُول کر لیا اَور فوت ہو گیا۔ ہم نے جنازہ پڑھ کر دفن کر دیا۔ مَیں نے خواب میں دیکھا کہ وُہ خراماں خراماں چل رہا ہے۔ مَیں نے پُوچھا۔ خُدا نے کیا سلوک کیا۔ کہا خُدا نے بخش دیا۔ اَور خُدا نے فرمایا۔ تُو میری زیارت کے شوق میں مُسلمان ہُوا ہے۔

س : س خُدا کے نام سمیع سے لیا گیا ہے۔ وُہ فرش سے عرش تک ساری مخلوقات کی سُنتا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت زید بن حارثہ ایک منافق کے سَاتھ مکہ سے طائف کی طرف گئے۔ ایک وِیرانے میں دَاخل ہُوئے۔ منافق نے کہا۔ یہاں آرام کر لیں۔ حضرت زید بن حارثہ سو گئے۔ مُنافق نے حضرت زید کو رسیوں سے بَاندھ دیا اَور قتل کا ارادہ کیا۔ حضرت زید نے کہا تُو مجھے کیُوں قتل کرنا چاہتا ہے۔ اُس نے کہا کہ مُحمّد صلّی اللہ علیہ وسلّم تجُھ سے محبّت کرتے ہَیں اَور مَیں ان سے بُغض رکھتا ہُوں۔ حضرت زید نے کہا۔ یَا رحمٰن اغثنی۔ منافق نے ایک آواز سُنی تُو ہلاک ہو جائے اسے قتل نہ کر۔ منافق اس کھنڈر سے باہر نِکل کر آیا

لیکن کوئی نظر نہ آیا۔ واپس جا کر پھر قتل کا ارادہ کیا۔ پھر پہلی آواز سے بھی زیادہ قریب کی آواز سُنی کہ اسے قتل نہ کر۔ پھر اِدھر اُدھر دیکھا مگر کوئی نظر نہ آیا پھر واپس آکر قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ پھر بالکل قریب کی آواز سُنی کہ اسے قتل نہ کر پھر جو دیکھا کہ ایک گھوڑ سوار ہے۔ اس کے پاس ایک نیزہ ہے۔ اس نے آتے ہی اس نیزے سے اس منافق کا کام تمام کر دیا۔ اور حضرت زید سے کہا کیا تو مجھے پہچانتا نہیں کہ میں جبریلؑ ہوں۔ جب تو نے فریاد کی تو میں سات آسمان میں تھا۔ خدا نے فرمایا میرے بندے کی فریاد کو پہنچو۔ اور دوسری آواز کے وقت میں آسمان دنیا میں تھا۔ اور تیسری آواز میں میں منافق کے پاس پہنچ گیا۔

م: اس سے اس طرف اشارہ ہے کہ عرش سے فرش تک ہر چیز پر اُس کی مملکت ہے اور ہر چیز اُس کی مِلک میں ہے۔ ایک دفعہ حضرت سُلیمان علیہ السلام کے عہد میں قحط پڑ گیا۔ لوگ آپ کے پاس آئے کہ چلیئے بارش کی دعا کریں۔ آپ ان کے ساتھ ہو لئے۔ آپ نے دیکھا کہ ایک چیونٹی اپنے دونوں پاؤں پر کھڑی ہو کر دست بدعا ہے اور کہہ رہی ہے کہ الٰہی میں تیری مخلوق ہوں مجھے اپنے فضل سے محروم نہ کر۔ خدا نے بارش برسادی۔ حضرت سُلیمانؑ نے فرمایا۔ واپس چلو تمہارے علاوہ کسی اور کی دعا کے نتیجے میں خدا نے بارش برسا

دی ہے۔ (ص ۸۸/۱ کبیرا)

"اسم"

اسم اس علامت کو کہتے ہیں جو کسی ذات پر دلالت کرے اور ذات پر دلالت کرنے کے لئے تین چیزیں ضروری ہیں۔ ذات یہ اللہ تعالیٰ ذات کا غیر یہ ساری مخلوق ہے۔ درمیانی وسیلہ یہ حضور کی ذات ہے۔

نتیجہ یہ نکلا کہ حضور علیہ السلام اسم ہیں اور اسم مسند بھی ہوتا ہے۔ اور مسند الیہ بھی یعنی یہ خود بھی اپنی ذات میں کسی کی خبر دیتا ہے اور کوئی دوسرا اس سے نسبت پیدا کرلے تو وہ بھی کامل بن جاتا ہے۔ نبی کریم نے اپنی حیثیت کو ان الفاظ میں واضح فرمایا:

"اِنّمَا اَنَا قَاسِم وَاللّٰہُ یُعطِی"

اس حدیث سے نبی کریم کی دو حیثیتیں واضح ہوئیں۔ ایک نسبت الی الخالق دوسری نسبت الی الخلق، نسبت الی الخالق سے خدا سے نعمتیں لیتے ہیں۔ اور نسبت الی المخلوق سے مخلوق میں خدا کی نعمتیں تقسیم کرتے ہیں نسبت الی الخالق کے بارے میں ارشادِ خداوندی ہے۔

"وَوَجَدَکَ عَائِلًا فَاَغْنٰی"

خدا نے تجھے اپنی نعمتوں کا حاجتمند اور طلبگار پایا تو اتنا عطا کیا کہ غنی کر دیا اور مالدار کر دیا۔ اور نسبت الی الخلق کے بارے میں فرمایا۔

"واما السائل فلا تنھر"

جو سائل آپ کے دروازے پر آئے تو اسے خالی نہ موڑے۔

پس آپ ساری کائنات میں انعاماتِ الٰہیہ کی تقسیم کے ضامن ہیں ... بخدا خدا کا یہی ہے در۔

ان دونوں مقامات پر غور کرنے سے معلوم ہوا کہ نہ عطا میں تخصیص ہے نہ تقسیم میں، عطا بھی مطلق اور بلا قید ہے اور تقسیم بھی مطلق اور بلا قید ہے اسی طرح سائلوں پر بھی کوئی پابندی نہیں کہ تم کیا مانگو اور کیا نہ مانگو۔ جو کچھ بھی مانگو گے دنیا یا آخرت ملے گا کیونکہ ہم نے اپنے اسم مقدس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہاری ضرورتوں سے بھی زیادہ عطا کر دیا ہے۔

چنانچہ خدا نے فرمایا:

"وللاٰخرۃ خیر لک من الاولیٰ"

یعنی آپ کے ہر آن عطاؤں کا سلسلہ بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ جب عطا میں کمی نہیں آسکتی تو تقسیم میں بھی کمی نہیں آنی چاہیئے۔

عالم دنیا میں مانگو عطا ہو گا۔ چنانچہ حضرت ربیعہ نے جنت مانگی عطا ہوئی۔

عالم برزخ میں مانگو عطا ہو گا۔ چنانچہ ابو بکر اقطع نے روٹی مانگی عطا ہوئی۔

عالمِ آخرت میں مانگو عطا ہو گا۔ چنانچہ بروز قیامت لوگ شفاعت کے طالب ہوں گے۔ ان کی شفاعت کی جائے گی۔

؎ لا و ربّ العرش جس کو جو ملا ان سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہؐ کی

"باء اسم پر آنے کی وجوہات"

نمبر ۱: **باء** :۔ یہ ملانے کے لئے آتا ہے اور یہ خاص کام ہے نبی کریمؐ کا کہ آپ نے مخلوق کو خالق سے ملایا۔

؎ محمدؐ زورِ معبودانِ باطل توڑنے والا
محمدؐ آدمی کا رشتہ حق سے جوڑنے والا

مثلاً حضرت عبداللہ بن جعفر کے سجدے سے زمین سے پانی کا چشمہ جاری ہوا۔ (ص اسد الغابہ)

؎ سلام اُس پر جلائی شمع عرفاں جس نے سینوں میں!
کیا حق کے لئے بیدار سجدوں کو جبینوں میں!

حرف مِنْ بھی حروف جار میں سے ہے۔ یہ ابتدائے غایت کے لئے آتا ہے یہ بھی خاص ہے حضورؐ کے لئے۔

"یا جابر ان اللہ خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہٖ"

اسی طرح الیٰ بھی حرف جر ہے۔ یہ انتہائے غایت کے لئے آتا ہے
ہر کمال کی انتہا آپ پر ہوتی ہے۔ آپ اوّل الانبیاء بھی ہیں اور خاتم النبیین
بھی فرمایا۔

"اَنَا اوّل النبیّین فِی الخلق وآخرھُم فِی البعث"

علامہ زرقانی نے لکھا ایک بار جبریل نے حاضر خدمت ہو کر ان الفاظ
میں آپ کی خدمت میں سلام عرض کیا۔

"السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَوَّلُ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اٰخِرُ
السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا ظَاھِرُ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا بَاطِنُ"

حضور نے فرمایا یہ صفات خدا تعالیٰ کی ہیں عرض کی۔

"اِنَّ اللّٰہ تَعَالیٰ اَمَرَنِی اَنْ اسلّم بِھَا عَلَیْکَ"

آپ اوّل تخلیق کے اعتبار سے آخر ہیں بعثت کے اعتبار سے
ظاہر ہیں معجزات کے اعتبار سے باطن ہیں، حقیقت کے اعتبار سے

نمبر ۲: بائے استعانت حضور سے استعانت جائز ہے۔ خدا
نے فرمایا: "لتؤمنن بہ ولتنصرنہ" اس کا عملی مظاہرہ
معراج کی رات ہوا کہ حضرت موسیٰ کی مدد سے پچاس سے پانچ نمازیں رہ
گئیں۔ علاوہ ازیں عمرو بن سالم نے حضور سے مدد مانگی .... ص ۲۲۳/۲۲ طبرانی کبیر
خدا فرماتا ہے: "اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ"

اے مسلمانوں خدا اور رسول تمہارا مددگار ہے۔

امام غزالی نے فرمایا:

"من یستمد بہ فی حیاتہ یستمد بہ بعد مماتہ"

(ص۴۲ البصائر)

"قول القائل یا رسول اللہ و یا محمد بطریق الاستعانت جائزۃ" (ص۱۲۹ البصائر)

"یجوز التوسل الی اللہ تعالیٰ والاستعانت بالانبیاء والصالحین بعد موتھم لان المعجزہ والکرامۃ لاتنقطع بموتھم" (ص۱۱۴ البصائر)

علما نے فرمایا ہے:

"اذا تحیرتم فی الامور فاستعینوا من اصحاب القبور" (ص۱۲ البصائر)

حضور نے فرمایا:

"اذا ضل احدکم شیئا واراد عونا وھو بارض لیس بھا انیس فلیقل یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی فان للہ عبادالاترونھم"

(ص۵۱ البصائر)

شیخ عبدالقادر جیلانی نے فرمایا:

"من استغاث بی فی کربۃ کشفت عنہ"

(ص ۵۰ البصائر)

مولوی قاسم نانوتوی نے قصائد قاسمی میں لکھا۔

مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا
نہیں قاسم بیکس کا کوئی حامی کار

حضور علیہ السلام نے خود استعانت کی تعلیم دی جب وفد ہوازن خدمت اقدس میں پہنچا اور اپنے اموال و عیال کہ مسلمان غنیمت میں لائے تھے حضور سے مانگے اور طالب احسان ہوئے۔ حضور نے فرمایا:

"اذا صلیت الظہر فقوموا فقولوا انا نستعین برسول اللہ علی المومنین او المسلمین فی نساءنا وابنائنا"

(ص نسائی ص ۱۱۵ الامن)

ایک اور حدیث میں ہے۔

"بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی عثمان یستعینہ فی جیش العسرۃ فبعث الیہ عثمان

بِعَشْرَةِ الْاٰلٰفِ دِیْنَارٍ (ص۔ دارقطنی ملا ۲۴۳ الامن)

علاوہ ازیں فاروقِ اعظم نے حاکم مصر سے فرمایا، یا غوثاہ....

(ص ۶۸/۴ ابن خزیمہ)

نمبر ۳: تسمیہ کو الف سے نہیں بلکہ بَا سے شروع کیا گیا وجہ یہ ہے کہ ا میں تکبّر پایا جاتا ہے۔ اس کی شکل ایک متکبر انسان کی سی ہے۔ اس کی گردن اٹھی ہوئی ہے۔ اس کی ہیئت سے فخر و تکبّر کا اظہار ہوتا ہے مگر بَاء کی شکل ایک متواضع انسان کی سی ہے جو انکساری اور عاجزی کی بناء پر زمین پر جھکا ہوا ہوتا ہے۔ کیونکہ مثل مشہور۔

؎ تواضع کند ہوشمند ے گزیں

نہد شاخ پر میوہ سر بر زمیں

خدا کو عاجزی پسند ہے چنانچہ عجز و انکساری کی بناء پر جودی پہاڑی کو شرف ملا کہ کشتی نوح اس پر ٹھہری انکساری ہی کی بناء پر براق حضور کی سواری بنا۔

بَاء اسم کے ساتھ لگا کر اس طرف اشارہ کر دیا کہ عجز و انکساری اپنے محبوب کا شیوہ بنا دیا ہے۔ اس لئے کہ...

؎ عجز کار انبیاء و اولیاء است

عاجزی محبوب درگاہِ خدا است

حضور نے فرمایا:

"من تواضع للّٰہ رفعہ اللّٰہ"

چنانچہ حضور نے کمال عاجزی کا اظہار کیا اور خدا نے حضور کو سب سے زیادہ بلندی عطا فرمائی۔ چنانچہ عرش پر جلوہ گر ہوئے۔ ساری مخلوق آپکے قدموں کے نیچے کر دی۔

زہے عزت و اعتلائے محمدؐ!
کہ ہے عرش حق زیر پائے محمدؐ

(صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم)

ان کی رفعت کا اندازہ کیا ہو عرش ہے جنکے قدموں کے نیچے
عرش و کرسی بھی نعلین پاکو تاج اپنا بنائے ہوئے ہیں!

خدا تعالیٰ نے فرمایا:

"ولا تمش فی الارض مرحا فانک لن تخرق الارض ولن تبلغ الجبال طولا"

حدیث میں ہے۔

"لا یدخل الجنۃ من کان فی قلبہ مثقال ذرۃ من کبر"

امام عبد الغنی نابلسی نے تکبر کی سات وجوہات لکھی ہیں، علم، عبادت،

مال، جمال، نسب، قوت، متبعین۔

ایک حدیث میں ہے۔

"من تواضع للہ رفعہ اللہ فھو فی نفسہ صغیر وفی اعین الناس عظیم ومن تکبر وضعہ اللہ فھو فی اعین الناس صغیر وفی نفسہ کبیر حتی لھوا ھون علیھم من کلب اوخنزیر"

(ص۲۷۶ شعب الایمان)

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے۔

"مامن آدمی الا فی راسہ سلسلتان احداھما فی السماء السابعۃ والاخری فی الارض السابعۃ فاذا تواضع رفعہ اللہ بالسلسلۃ التی فی السماء واذا اراد ان یرفع نفسہ وضعہ اللہ"

(ص۲۷۶ شعب الایمان)

چنانچہ ایک دن حضرت جبریل امین حضور کے ساتھ تھے کہ حضرت ابوذر غفاری آئے۔ جبریلؑ نے عرض کی کہ یہ ابوذر غفاری آرہے ہیں حضور نے فرمایا۔ کیا تم ان کو جانتے ہو عرض کی یہ زمین کی نسبت آسمان پر زیادہ شہرت

رکھتے ہیں حضور نے وجہ دریافت کی۔

"بِمَاذَا نَالَ هٰذِهِ الْفَضِيلَةَ قَالَ لِصِغَرِهِ فِي نَفْسِهِ وَكَثْرَةِ قِرَأتِهِ قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ"

(صفحہ ۵۲۹/۸ کبیر)

نمبر ۴: الف کو بوجہ تکبّر کے نُقطہ تک سے محرُوم کر دیا گیا۔ مگر باء کی انکساری کی بناء پر خُدا نے اسے نُقطوں کی صُورت میں اِنعام دینا چاہا مگر اُس نے توحید کو پسند کرتے ہُوئے صِرف ایک نُقطہ لیا۔ کیونکہ ایک سے محبّت کرنا۔ انبیاء و اولیاء کا شیوہ ہے۔ چنانچہ حضُور نے فرمایا:

"لَوْكُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيْلًا لَاتَّخَذْتُ اَبَابَكْرٍ خَلِيْلًا وَلٰكِنَّهُ اَخِيْ وَصَاحِبِيْ وَقَدِ اتَّخَذَ اللّٰهُ صَاحِبَكُمْ خَلِيْلًا"

(صفحہ ۲۲۸/۲ مشکوٰۃ)

چونکہ حضُور خُدا کے خلیل ہیں اس لئے حضُور کے دِل میں خُدا کے غیر کا مقام نہیں، جب باء کو نُقطہ سے نوازا گیا تو اُس نے تکبّر نہیں کیا۔ بلکہ اُس نُقطہ کو کمال انکساری کا مظاہرہ کرتے ہُوئے پاؤں کے نیچے لے لیا تاکہ ثابت ہو جائے کہ فُقراء کی یہی شان ہوتی ہے کہ کسی اِمتیاز و اعزاز کے ملنے پر بھی وُہ عجز و انکساری کا مظاہرہ کرتے ہیں جیسے حضرت احمد کبیر

اسی کے لئے جب حضور نے اپنی قبر سے ہاتھ نکالا تو وہ زمین پر لیٹ گئے لوگوں سے کہا کہ میری گردن پر پاؤں رکھ کر گزرو تاکہ مجھ میں تکبر پیدا ہونے پائے ....

؎ فخر بکر نے کیا مرے سوا کوئی نہیں
میں ہی میں ہوں اس جہاں میں دوسرا کوئی نہیں
جب نہ چھوڑی میں میں اس بے مایہ بے اسباب نے
پھیر دی گردن پہ تنگ آ کر چھری قصاب نے
گوشت ہڈیاں اور چمڑا جو تھا جسم زار میں!
کچھ پکا اور کچھ بکا اور کچھ گیا بازار میں!
آنت پر پڑنے لگی چوٹیں تو گھبرانے لگے!
میں کے بدلے تو ہی تو کی اب صدا آنے لگی!

ب ۵ : باء وہ حرف ہے جس کے ساتھ روزِ میثاق انسانوں کا منہ کھلا۔ جب خدا تعالیٰ نے تمام انسانوں کی روحوں سے فرمایا۔ الست بربکم وسب سے پہلے ہمارے نبی کی روح نے بلیٰ کہا۔ بعد میں تمام انبیاء و اولیاء کی روحوں نے خدا کی ربوبیت کا اقرار کیا۔

؎ کن فیکون تے کل دی گل ایہہ اساں پہلے دی پریت لگائی؛
تیں میں حرف نشان نہ آیا دتی میم گواہی!

ے اَجے وِی سانوں اَوہ پیے دسدے نیلے بُوٹے کاہی
مہر عَلی شاہ رَل دویں بیٹھے جدسک دوہاں نُوں آئی

چُونکہ بلی کی ابتداء بَاء سے ہَے تو گویا قُرآن کو بَاء سے شروع فرمایا تاکہ وعدہ میثاق کی یاد تازہ ہوجَائے کہ اَے اِنسان جَب تُو میری ربوبیت کا اِقرار کرچکا تو اس وعدہ پرعمل بھی کر اَور میری ربوبیت کا عملی طور پر شکر اَدا کر۔

نمبر ۶ : بَاء خُود مکسور ہوتی ہَے اَور جس کے سَاتھ مِل جَاتی ہے اسے مکسور بَنا دیتی ہَے اَور یہی شان اَنبیاء اَور اَہلِ اللہ کی ہوتی ہَے کہ وُہ خُود تو منکسر المزاج ہوتے ہی ہیں مگر جو ان سے متعلق ہوجَائے اُسے بھی سَراپا عجز و انکساری بنا دیتے ہیں۔

چنانچہ ایک مرتبہ حضرت سید محمّد گیسُو دَراز حضرت مخدوم نصیر الدین محمود چراغ دہلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ حضرت مخدوم کے خلیفہ تھے۔ حضرت مخدوم گھوڑے پر سَوار تھے۔ حضرت سید محمّد مخدوم صاحب کی رَان کو بوسہ دیا۔ مخدوم صاحب نے فرمایا اَور نیچے سے آپ نے ان کے پیر کو بوسہ دیا۔ مخدوم صاحب نے فرمایا اَور نیچے آپ نے زمین کو چُوم لیا۔ مگر آپ کے گیسُو اب بھی رکاب میں اُلجھے ہُوئے تھے۔ مخدوم صاحب نے فرمایا۔ میر سید محمّد تم گیسُو دَراز رکھتے ہو۔ حاضرین نے جب یہ وَاقعہ دیکھا تو انہیں یہ بَات اَچھی نہ لگی اَور آپس میں کہنے لگے۔ فرزندِ رسُول

جو تمام شہر کے مقتدر ہیں آپ کی ملاقات کو آئے تھے۔ مناسب تو یہ تھا کہ آپ گھوڑے سے نیچے اُتر کر ملاقات کرتے یہ تو کیا نہیں بلکہ ہر مرتبہ اور نیچے فرماتے رہے۔ اس فرزند رسول کی توہین ہے۔ حضرت مخدوم کو یہ زیب نہ تھا جب یہ بات سید محمد کو معلوم ہوئی تو آپ نے فرمایا اے ظاہر بینو تمہیں کیا خبر کہ مخدوم نے مجھے کہاں تک پہنچا دیا۔ میں نے جب ران کو بوسہ دیا تو مجھ پر عالم ناسوت یعنی ساری دنیا منکشف ہو گئی، جب ران کو بوسہ دیا تو عالم ملکوت یعنی آسمانی حکومت منکشف ہو گئی، جب سم کو چوما تو عالم جبروت یعنی آسمانی عظمت و جلال کا عالم منکشف ہو گیا اور جب زمین کو بوسہ دیا تو عالم لاہوت یعنی مقام فنافی اللہ منکشف ہو گیا۔

(ص ۱۵۹ سبع سنابل)

الرحمٰن والرحیم کی تشریح

مفسرین نے بالعموم الرحمٰن کو رحمان الدنیا اور رحیم کو رحیم الآخرت کے طور پر واضح کیا ہے۔

الرحمٰن:۔ رحمت اس کائنات کی ضرورت ہے۔ موجوداتِ عالم کا ایک ایک ذرہ خدا کی رحمت کا محتاج ہے۔ ہر ہستی کی ضرورت کو پورا کرنا رحمت کہلاتا ہے۔ ضرورت کے تین درجے ہیں۔

نمبر۱۔ **ایجاد**:۔ کسی شے کو معرضِ وجود میں لانا۔ عدم سے وجود میں آنا ایک ضرورت ہے جو بغیر رحمت کے پوری نہیں ہو سکتی۔ خدا تعالیٰ انسان کو اپنی ایجادی رحمت اس طرح یاد دلاتا ہے۔

"ھَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّھْرِ لَمْ یَکُنْ شَیْئًا مَّذْکُوْرًا۝"

ایک اور جگہ فرمایا:

"یٰاَیُّھَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّکَ بِرَبِّکَ الْکَرِیْمِ الَّذِیْ خَلَقَکَ فَسَوّٰکَ فَعَدَلَکَ فِیْٓ اَیِّ صُوْرَۃٍ مَّا شَآءَ رَکَّبَکَ۝"

نمبر۲۔ **البقاء**۔۔۔ وجود میں لانے کے بعد اسے باقی رکھنا۔ خدا تعالیٰ نے

انسانی وجود کی بقاء کے لئے کائنات میں بے شمار نعمتیں پیدا فرمائی ہیں۔
خدا فرماتا ہے۔

"وَاِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوهَا"

آسمان وزمین کی تخلیق خدا کی رحمت ہے خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

"اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّ
اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ
رِزْقًا لَّکُمْ"

اسی طرح دریا اور سمندروں کی تخلیق انسانی بقاء کا ذریعہ ہے۔
خدا فرماتا ہے۔

"وَهُوَ الَّذِیْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْکُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِیًّا وَّ
تَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْیَةً تَلْبَسُوْنَهَا"

جانوروں کی پیدائش بھی اس دنیا میں انسان کے لئے خدا کی رحمت ہے۔ خدا فرماتا ہے۔

"وَّالْخَیْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِیْرَ لِتَرْکَبُوْهَا وَزِیْنَةً
وَیَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ"

ایک اور جگہ فرمایا۔

"نُسْقِیْکُمْ مِّمَّا فِیْ بُطُوْنِهٖ مِنْ بَیْنِ فَرْثٍ

"وَدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَائِغًا لِّلشَّارِبِیْنَ"

درخت بھی انسانی فائدے کے لئے پیدا کئے۔ خدا فرماتا ہے۔

"اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَا اَنْتُمْ مِّنْہُ تُوْقِدُوْنَ"

شمس و قمر کی تخلیق انسان کے لئے خدا کی رحمت ہے۔ خدا فرماتا ہے۔

"وَسَخَّرَ لَکُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَیْنِ وَسَخَّرَ لَکُمُ اللَّیْلَ وَالنَّہَارَ"

خلاصہ یہ کہ خدا نے انسانی بقاء کے لئے بہت سی نعمتیں پیدا فرمائیں یہ دنیا میں اسکی رحمانیت کا ظہور ہے۔

نمبر ۳۔ **اکمال**:۔ وجود کو باقی رکھ کر اُسے کمال تک پہنچانا۔ کوئی وجود اپنے کمال تک پہنچنے میں بھی ذات رحمان کا محتاج ہے۔ رحمت الٰہی کے بغیر نہ کسی کو وجود مل سکتا ہے۔ نہ کوئی وجود باقی رہ سکتا ہے اور نہ ہی اپنی تکمیل کو پورا کر سکتا ہے۔

~ جانور پیدا کئے تری وفا کے واسطے
کھیتیاں سرسبز ہیں تری غذا کے واسطے
~ چاند سورج اور ستارے ہیں ضیاء کے واسطے
ہیں یہ سب ترے لئے اور تو خدا کے واسطے

الرحیم ۔ رحیم وُہ جو آخرت میں رحم فرمائے ۔ خُدا تعالیٰ آخرت میں چھ
مقامات پر مومنوں پر رحم فرمائے گا ۔
نمبر ا قبر : ۔ جب بندۂ مومن کو لوگ قبر میں رکھ کر چلے جاتے ہیں ۔ خُدا
فرماتا ہے ۔ اے میرے بندے تجھے وُہ لوگ قبر میں تنہا چھوڑ کر چلے
گئے ہیں جن کی خاطر تُو نے میری نافرمانی کی اَور میں آج تجھ پر اپنی رحمت نازل
کروں گا اُور رحمت بھی ایسی کہ مخلوق حیران ہو گی ۔ میں تجھ پر اس سے بھی
زیادہ رحم کروں گا ۔ جتنا ایک ماں اپنے بچے پر کرتی ہے ۔
اے میرے فرشتوں اس بندے پر اس کے گھر والوں نے زیادتی
کی ہے اور اُس کے قریبی لوگ اس کو تنہا چھوڑ کر چلے گئے ہیں وُہ اس
وقت نہایت کسمپرسی کے عالم میں ہے ۔ اس پر جنتی پھولوں کی بارش کرو
اور اس کے بستر پر نُوری چراغ روشن کر دو ۔

(ص ۱۴۷ اسرار الفاتحہ)

ایک روایت میں آیا کہ جب بندہ مومن کی وفات ہوتی ہے تو اُس
کے کراماً کاتبین آسمان پر چلے جاتے ہیں اور خُدا کی بارگاہ میں عرض کرتے
ہیں ۔ اے اللہ ! تُو نے ہمیں اپنے بندے پر مقرر فرمایا تھا ہم اس
کے اعمال لکھتے رہے ۔ اب تُو نے اِس بندے کو وفات دے دی ہے ۔
اب ہمیں آسمان پر رہنے کی اجازت دے ۔ خُدا فرماتا ہے ۔ میرے

آسمان تو فرشتوں سے بھرے ہوئے ہیں جو میری تسبیح بیان کر رہے ہیں۔ وہ عرض کرتے ہیں ہمیں زمین پر رہنے کی اجازت دے۔ خدا فرماتا ہے۔ زمین بھی میری تسبیح بیان کرنے والی مخلوق سے بھری پڑی ہے تم یوں کرو کہ اس بندے کی قبر پر کھڑے ہو کر میری تسبیح تہلیل اور تکبیر بیان کرو۔ قیامت تک اور اس کا ثواب اس بندہ مومن کے نامۂ اعمال میں لکھتے رہو۔ (ص۱۲۶ شرح الصدور، ص۱۸۴ شعب الایمان)

ے توشۂ اعمال اپنے ساتھ لے جاؤ اجی!
کون پیچھے قبر میں بھیجے گا سوچو تو سہی
بعد مرنے کے تجھے اپنا پرایا بھول جائے
فاتحہ کو قبر پر پھر آئے کوئی یا نہ آئے!!

نمبر۲۔ **قیامت**:۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: قیامت کے دن خدا کے حکم کے مطابق بندۂ مومن کو ایک قبہ میں لایا جائے گا۔ خدا اس سے فرمائے گا۔ اے بندے تجھے کس نے پیدا کیا۔ بندہ کہے گا اے خدا تو نے پیدا کیا۔ پھر خدا کہے گا۔ تیری پرورش کس نے کی۔ وہ کہے گا۔ اے اللہ یہ سب تیری ربوبیت کا صدقہ ہے۔ میری آنکھ، کان اور زبان کی نعمتیں تیری عطا کردہ ہیں۔ خدا فرمائے گا ان تمام اعضاء سے تو نے میری نافرمانی کی ہے۔ میں جس قدر نعمتوں میں اضافہ کرتا تو اسی قدر

نافرمانی زیادہ کرتا تھا۔ بندہ شرم کے مارے گردن جھکا لے گا۔ خدا فرمائے گا۔ اے بندہ سر اٹھا میں نے تیرے تمام گناہوں کو معاف کر دیا۔

(ص۱۴۷ اسرار الفاتحہ)

خدا فرماتا ہے۔ یوم تبیض وجوہ... جس روز چہرے سفید ہوں گے۔ اہلِ تقویٰ کے چہرے نورانی ہوں گے۔ ایک جگہ یوم نحشر المتقین الی الرحمٰن وفدا۔ قیامت کے دن اہلِ تقویٰ سواریوں پر سوار ہوں گے۔ خدا کی بارگاہ میں آئیں گے۔

ایک حدیث میں ہے کہ رسولِ خدا سے پوچھا گیا۔ اہلِ اعراف کون ہوں گے۔ فرمایا۔ خدا کی راہ میں قتل ہونے والے لیکن وہ اپنے باپ کے نافرمان ہوں گے۔ شہادت اِن کو جہنم میں نہ جانے دے گی۔ اور والد کی نافرمانی جنت میں نہ جانے دے گی۔ وہ دوزخ اور جنت کے درمیان ایک دیوار پر ہوں گے۔ اُن کے گوشت اور چربی پگھل جائے گی۔ جب خدا مخلوق کے حساب سے فارغ ہوگا۔ تو اُن کو اپنی رحمت سے جنت میں داخل کر دیگا۔

(ص۲۳۸/۱ طبرانی صغیر)

اِس بیکسی میں دل کو مرے ٹیک لگ گئی
شُہرہ سُنا جو رحمتِ بیکس نواز کا!

نمبر۳ **میزان**:- حدیث میں ہے کہ قیامت کے دِن میزہ

آئے گی۔ ان کے اعمال تولے جائیں گے تو ان کی نیکیاں بھاری ہو جائیں گی۔ دوسری اُمتیں پوچھیں گی۔ ان کی نیکیاں کیوں بھاری ہو گئی ہیں، ان کے نبی کہیں گے۔ خدا نے ان کو بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ میں اپنے تین نام دیئے۔ خدا کے ان تین ناموں کی برکت سے ان کی نیکیاں بھاری ہو گئی ہیں۔ (ص۱۴۷ اسرار فاتحہ)

ایک حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن خدا تعالیٰ میرے ایک اُمتی کو ساری مخلوق کے سامنے نجات دے گا۔ اس کے گناہوں کے ننانوے دفتر ہوں گے۔ ہر دفتر حدِ نگاہ تک وسیع ہوگا۔ خدا فرمائے گا۔ کراماً کاتبین نے کوئی زیادتی تو نہیں کی۔ وہ عرض کرے گا نہیں مجھے کوئی عذر ہے۔ وہ کہے گا نہیں۔ خدا فرمائے گا تیری ایک نیکی ہمارے پاس ہے اور آج تجھ پر ظلم نہ ہوگا۔ پھر ایک کاغذ نکالا جائے گا جس پر کلمہ شہادت لکھا ہوگا۔ بندہ عرض کرے گا۔ بھلا یہ کاغذ کا ٹکڑا گناہوں کے ننانوے دفتروں کے سامنے کیا کام دے گا۔ کہا جائے گا۔ تجھ پر کوئی ظلم نہ ہوگا۔ وہ ننانوے دفتر میزان کے ایک پلڑے میں اور وہ کاغذ دوسرے پلڑے میں ڈالا جائے گا۔ تو یہ کاغذ ان ننانوے دفتروں سے بھاری ہو جائے گا۔ اور یہ ثقل اسم اللہ کا ہوگا۔

(ص۲۶۴/۱ شعب الایمان، ص۲۱۳/۲ مسند امام احمد)

؎ یہ ہفت ارض و سماوات اگر ہوں میزان میں
تو بالیقیں ہو گراں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ!

نمبر۴۔ **نامۂ اعمال**:۔ معراج کی رات حضور علیہ السّلام نے خدا کی بارگاہ میں عرض کی، تُو نے بعض لوگوں کو پتھر مار کر ہلاک کر دیا۔ جیسے قوم لوط بعض کو تُو نے زمین میں دھنسا دیا۔ جیسے قارون بعض لوگوں کی تُو نے صُورتیں مسخ کر دیں، جیسے بنی اسرائیل کا ایک گروہ میری اُمّت کے ساتھ تُو کیا سلوک کرے گا۔ خدا نے فرمایا۔ میں ان پر اپنی رحمت نازل کروں گا۔ اور اُن کی بُرائیاں نیکیوں میں تبدیل کر دوں گا۔ چنانچہ حضور نے فرمایا:

"انی لاعلم آخر اهل الجنه دخولا الجنة وآخر اهل النار خروجا منها"

اس آدمی کو قیامت کے دن لایا جائے گا اور اس پر اس کے سارے صغیرہ گناہ پیش کئے جائیں گے اور کبیرہ گناہ چھپا دیئے جائیں گے۔ خدا فرمائے گا۔ یہ گناہ تُو نے کئے ہیں وُہ کہے گا۔ ہاں اور اُسے مجال اِنکار نہ ہوگی۔ اور اپنے کبیرہ گناہوں سے ڈرے گا۔ کہ کہیں وُہ پیش نہ کر دیئے جائیں، پھر خدا فرمائے گا یہ تمام گناہ ہم نیکیوں میں تبدیل کرتے ہیں وُہ کہے گا یا اللہ میں نے تو بڑے بڑے گناہ کئے ہیں وہ نظر نہیں آ رہے، اس پر حضور مُسکرائے۔ (ص ۱۰۸/۶ زرقانی)

؎ جے میں ویکھاں عملاں وَلّے کچھ نہیں میرے پلّے
جے ویکھاں تیری رحمت وَلّے بلّے بلّے

نمبر ۵ پلصراط:۔ خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا" جب پلصراط سے لوگ گزریں گے تو مومن گزر جائیں گے اور کفار جہنم میں گر جائیں گے۔ خدا فرماتا ہے:

"ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا"

جب مومن پلصراط سے گزر گیا تو جہنم پکار کر کہے گی۔

"جُزْ يَا مُؤْمِنُ فَاِنَّ نُوْرَكَ اَطْفَاءَ لَهَبِيْ"

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب مومنوں کو عذاب دینا مقصود نہیں تو ان کو جہنم کے اوپر سے کیوں گزارا جائے گا۔ اس کے متعدد جوابات دیئے گئے ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

جواب اوّل:۔ اگر خدا تعالیٰ صرف کافروں کو دوزخ پر سے گزارتا تو ان کے دل میں خیال آتا کہ جس طرح ہم جہنم میں گر گئے ہیں اگر مومن ہمارے ساتھ ہوتے تو وہ بھی گر پڑتے۔ خدا تعالیٰ مومنوں کو بھی پلصراط سے گزاریگا تاکہ کافروں کے غم میں اضافہ اور خدا یہ ظاہر فرما دے کہ جن لوگوں نے ہمیں وحدہٗ لاشریک مانا۔ ہمارے پیغمبر کی تصدیق کی ان کی شریعت پر عمل کیا۔ آج

ہم نے ان کو یہ مقام دیا کہ جہنم کی تین ہزار سال تک جلنے والی آگ ان کے قدموں کے نیچے ٹھنڈی ہوگئی۔ یہ دیکھ کر کافر تمنا کریں گے کاش ہم بھی مسلمان ہوتے۔ امام الانبیاء کی غلامی اختیار کرتے۔ خدا فرماتا ہے۔

"رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْ کَانُوْا مُسْلِمِیْنَ"

محمدؐ کی غلامی ہے سند آزاد ہونے کی!

خدا کے دامنِ توحید میں آباد ہونے کی!

جوابِ دوم: جب سونے اور چاندی کو آگ میں ڈالتے ہیں تو وہ نکھر جاتا ہے۔ اسکی میل کچیل دور ہوجاتی ہے۔ مومن کے پاس ایمان کا سونا موجود ہے لیکن اس کے ساتھ گناہوں کی میل لگی ہوئی ہے۔ اس میل کو دور کرنے کے لئے مومن کو پلصراط سے گزارا جائیگا۔

جوابِ سوم: جب فرعون حضرت موسیٰ اور ان کی قوم کا تعاقب کرتا ہوا دریا تک پہنچا تو اس کا گھوڑا دریا میں داخل نہ ہوتا تھا۔ ڈرتا تھا۔ خدا نے جبریل کو گھوڑی پر سوار کرکے بھیجا جبریل نے اپنی گھوڑی جب دریا میں ڈالی تو **الجنس یمیل الی الجنس** کے تحت فرعون کا گھوڑا جبریل کی گھوڑی کے پیچھے روانہ ہوگیا۔ فرعون کی طرف دیکھ کر اس کا سارا لشکر دریا میں داخل ہوکر غرق ہوا۔ اسی طرح پہلے مومن پلصراط پر سے گزریں گے تاکہ ان کی طرف دیکھ کر کافر پلصراط پر جائیں اور جہنم میں گر جائیں۔

جوابِ چہارم: جو مومن پلصراط سے گزریں گے ان میں کچھ لوگ گنہگار بھی ہوں گے خدا تعالیٰ اس بات کو پسند نہ فرمائے گا۔ کہ گنہگاروں کے عیبوں سے پردہ اُٹھے اس لئے وہ ان کو پلصراط سے گزاریگا اور اس کی صورت یہ ہوگی کہ اوّل انبیاء علیہم السّلام پھر اولیاء کرام، پھر مومن اور بعد میں ان کے پیچھے گنہگار مومن ہوں گے اور سب سے آخر میں کفار ہوں گے۔ انبیاء و اولیاء سے ایسا نور ظاہر ہوگا کہ ان کے انوار میں گنہگار کے گناہوں کی تاریکی ختم ہو جائیگی اور اس طرح ان کی پردہ دری نہ ہوگی۔ اس کی دو نظیریں ملاحظہ ہوں۔

نظیرِ اوّل

ایک مرتبہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے سفر کے دوران ایک اونٹ ذبح کیا اور تمام حاضرین نے اس کا گوشت کھایا حاضرین میں سے ایک صحابی کی ہوا خارج ہوئی اور اس کا وضو ٹوٹ گیا چند صحابہ کے علاوہ باقی کو اس کی خبر نہ ہوئی۔ جب نماز کا وقت آیا تو حضور نے اس بات کو پسند نہ فرمایا کہ وہ صحابی بے وضو نماز پڑھے اس لئے آپ نے فرمایا جنہوں نے اونٹ کا گوشت کھایا ہے وہ وضو کریں سب نے وضو کر لیا۔ اس صحابی نے بھی وضو کر لیا اور اس طرح اس کا بے وضو

ہونا ظاہر نہ ہوا۔ نبی کریمؐ نے پردہ پوشی سے کام لیا۔

؎ آج جو عیب کسی پر نہیں کھلنے دیتے!
کب وہ چاہیں گے میری حشر میں رسوائی ہو!

نظیرِ دوم

جب حضرت یوسفؑ کی محبت کا زنانِ مصر نے زلیخا کو طعنہ دیا تو اُس نے ان سب کی دعوت کا انتظام کیا۔ جب حضرت یوسفؑ ان زنانِ مصر کے سامنے آئے تو ان میں ایک کنواری لڑکی کو ماہانہ عارضہ لاحق ہو گیا۔ اُس نے خدا کی بارگاہ میں عیب پوشی کی التماس کی خدا نے اس کی پردہ پوشی اس طرح فرمایا کہ زنانِ مصر نے حسنِ یوسفؑ کو دیکھ کر اپنے ہاتھوں پر چھریاں چلالیں اور ان کے کپڑے بھی اس طرح خون آلود ہو گئے جس طرح اس کنواری لڑکی کے کپڑے خون آلودہ ہوئے تھے خدا اس واقعہ کا ان الفاظ میں بیان فرماتا ہے۔

"فلما رأينه اكبرنه وقطعن ايديهن و
قلن حاش لله ما هذا بشرا ان هذا الا
ملك كريم"

۷۔ بیخودیاں وچہ کرن پکاراں جاں جناں کجھ باقی
قسم خدا دی ایہہ خاکی ناہیں ایہہ کوئی ملک افلاکی

نمبر ۶۔ جہنّم :۔ جو مومن اپنے گناہوں کی بناپر داخل دوزخ ہوجائیں گے ان پر خدا اپنے محبوب کے وسیلے سے خصوصی کرم فرمائے گا۔ تفصیل کے لئے دیکھو۔ (ص احسن المواعظ)

"الرّحمٰن الرّحیم"

ا :۔ ان دونوں اسمائے الٰہیہ کے بارہ حروف ہیں، اور یہ اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے بارہ قبیلے خدا تعالیٰ نے اُن پر یہ کرم کیا الرّحمٰن الرّحیم کے بارہ حروف کا صدقہ پتھر سے بارہ چشمے جاری فرمادیئے۔ خدا فرماتا ہے۔

"واوحینا الیٰ مُوسیٰ اذا سفسقٰہ قومہ
ان اضوب بعصاک الحجو فانبجست
منہ اثنتا عشرۃ عیناہٗ"

نیز سال کے بارہ مہینے ہیں جو بندہ مومن خدا کو ان اسماء سے یاد کرے گا۔ اُس کے سال بھر کے گناہ معاف ہوجائیں گے۔

ب :۔ الرّحمٰن الرّحیم میں چھ چھ حروف ہیں، اطراف بھی چھ ہیں۔ مشرق

مغرب، شمال، جنوب اُوپر نیچے یہ اس طرف اشارہ ہے کہ الرحمٰن الرحیم کی رحمت شش جہات میں پہنچ رہی ہے۔ خدا فرماتا ہے:

"وَرَحْمَتِی وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ"

ج:۔ الرحمٰن الرحیم میں دو "ہ" ہیں ان دونوں پر تشدید ہیں جو اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ خدا کی رحمت مومنوں پر دونوں جہانوں یعنی دُنیا و آخرت میں ہو گی۔

د:۔ حدیث میں آتا ہے کہ عبداللہ بن ابی اوفیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم کے حضور موجود تھے ایک آدمی نے آکر عرض کی ایک نوجوان قریب المرگ ہے۔ لیکن وہ کلمہ پڑھنے پر قادر نہیں، حضور نے پوچھا کیا وہ نمازی تھا۔ عرض کی ہاں حضور اس آدمی کے ساتھ اس نوجوان کے پاس تشریف لے گئے۔ اس سے کلمہ پڑھنے کو کہا اس نے کہا مجھے طاقت نہیں، پوچھا کیوں عرض کی والدہ کی نافرمانی کی بنا پر۔ پوچھا کیا والدہ زندہ ہے کہا ہاں فرمایا: اُسے بلاؤ وہ آئی فرمایا یہ تیرا بیٹا ہے کہا ہاں، فرمایا کیا خیال اگر ایک سخت آگ جل رہی ہو تجھے کہا جائے اگر تو سفارش کرے تو فبہا ورنہ اُسے آگ میں جلاتے ہیں کیا تو سفارش کریگی کہا ہاں۔ فرمایا، خدا اور رسول گواہ بنا کر کہہ دے۔ میں اس سے راضی ہو گئی۔ اُس نے کہا۔ میں خدا و رسول گواہ بناتی ہوں کہ میں اس سے راضی ہو گئی۔ حضور نے اُس لڑکے سے فرمایا۔

اَب کلمہ پڑھو۔ اس کی زبان پر کلمہ جاری ہوگیا حضور نے فرمایا۔

"اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَنْقَذَہٗ بِیْ مِنَ النَّارِ"

(ص ۳۳۱ الترغیب والترہیب)

جب ایک والدہ کی رحمت اتنی ہے تو اس رحمٰن ورحیم کی رحمت بندوں پر کتنی ہوگی۔

ن: کسی غزوہ میں ایک بچہ سخت دھوپ میں کھڑا تھا۔ اس کی والدہ کی نگاہ اس پر پڑگئی وہ بیتاب ہوکر دوڑی اور اپنے بیٹے کو پکڑ کر سینے سے لگایا اور اپنے پیٹ پر بٹھاکر اس کو دھوپ کی سختی سے بچانے کی کوشش میں مصروف ہوئی اور محبت بھرے انداز سے بیٹا بیٹا کہا اس پر لوگ دیکھ کر رونے لگے۔ حضور کو خبر دی گئی۔ حضور نے فرمایا۔ تم ماں کی بیٹے پر رحمت سے تعجب کرتے ہو۔ خدا تم پر اس ماں سے بھی زیادہ رحمان ورحیم ہے۔

(ص ۸۴ تفسیر کبیر)

و:۔ ایک حدیث میں ہے کہ رسولِ خدا ایک دن مسجد میں تشریف فرما تھے۔ ایک پرندہ دیوار پر آکر بیٹھا اس کی چونچ میں رائی کے دانے کے برابر مٹی تھی۔ وہ پرندہ زور سے چیخنے لگا اور رسولِ خدا اس کی طرف دیکھ کر مسکرانے لگے۔ لوگوں کے دریافت فرمانے پر آپ نے فرمایا۔ یہ پرندہ کہتا

ہے جس طرح میں اپنی چونچ کی مٹی سے دریائے قلزم کو گدلا اور مکدر نہیں کر سکتا۔ اسی طرح آپ کی اُمت کے گناہ خدا کی رحمت کے دریا کو گدلا نہیں کر سکتے۔ کیونکہ خدا کی رحمت سمندر سے بہت بڑی ہے۔

(ص۱۷۸ احسن القصص)

الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۳

امام بیضاوی نے لکھا کہ الرحمٰن وہ ہے جو بڑی بڑی نعمتیں دیتا ہے نہ کہ چھوٹی چھوٹی اس سے یہ وہم پیدا ہو سکتا تھا۔ چھوٹی چھوٹی نعمتیں خدا سے نہ مانگی جائیں۔ اتنی بڑی ہستی سے چھوٹی چیز مانگنا زیب نہیں دیتا۔ اس وہم کو دُور کرنے کے لئے رحیم کا ذِکر کیا گیا تاکہ چھوٹی نعمتیں جو رحمان سے خارج ہو گئیں تھیں وہ صفت رحیم میں آجائیں۔

اب مفہوم یہ نکلا کہ اے میرے بندو مجھے رحمان جان کر مجھ سے بڑی بڑی نعمتیں طلب کرو۔ اور مجھے رحیم جان کر مجھ سے چھوٹی چھوٹی نعمتیں طلب کرو۔ چنانچہ حدیث میں کہ خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا

"سَلْ حَاجَتَكَ مِنِّی حَتّٰی مِلْحَ طَعَامِكَ وَشِسْعَ نَعْلِكَ"

(ص۱۰۱ تفسیر بیضاوی)

الرَّحمٰن الرَّحیم

اِن اسماء کے چند نکات امام بیضاوی نے اپنی تفسیر بیضاوی میں نقل فرماتے ہیں،

اوّل نکتہ:۔ خدا تعالیٰ نے حضرت مریم کو ایک رحمت دی۔ خدا فرماتا ہے۔ وَرَحْمَةً مِّنَّا ہم نے اپنے پاس سے اُسے رحمت کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کفار کی ڈانٹ ڈپٹ سے محفوظ رہیں اور ہم روزانہ فرض کی سترہ رکعتوں میں ۳۴ مرتبہ رحمان و رحیم سے موصوف کرتے ہیں۔ جب ایک دفعہ کے ذکر نے حضرت مریم کو مکروہات سے نجات دے دی تو روزانہ ۳۴ مرتبہ کا ذکر بدرجہ اولیٰ عذاب نار آفات و بلیات سے باعث نجات ہوگا۔

نکتہ دوم:۔ علما نے فرمایا: خدا تعالیٰ رحمان اس لئے ہے کہ وہ ایسی شے کا خالق ہے جس پر بندہ قادر نہیں اور رحیم اس لئے ہے کہ وہ ایسی شے پر قادر ہے کہ بندہ اس شے پر قادر ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے بندہ تو نے گندے پانی کا قطرہ میرے سپرد کیا میں نے اچھی صورت بنا کر تیرے حوالے کیا۔

"لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ"

تُو نے ناقص طاعت میرے سُپرد کی مَیں نے خالص جنّت تیرے سُپرد کی اس لئے مَیں رحیم ہُوں۔

نکتہ سوم:۔ جب غزوۂ اُحد میں نبی کریم کا دانت شہید ہُوا تو آپ نے فرمایا۔ "اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ" اور قیامت کے روز آپ اُمّتی اُمّتی فرمائیں گے وجہ یہ ہے کہ خُدا نے آپ کو رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ "وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ" جب ایک رحمت کا یہ اثر ہے تو رحمان و رحیم کی رحمت کا کیا اثر ہوگا کیونکہ خُدا کی رحمت غیر متناہی ہے اور بندہ کی معصیت متناہی ہے اور متناہی غیر متناہی میں فنا ہو جاتی ہے تو بالضرور تمام گنہگاروں کے گناہ اس کی رحمت کے بے پایاں سمندر میں فناہ ہو جائیں گے کیونکہ وُہ رحمان و رحیم ہے۔

الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۵

الرحمٰن نام اللہ کے ساتھ خاص ہے۔ کسی دُوسرے کو اس نام سے موسوم نہیں کیا جا سکتا۔ خدا فرماتا ہے۔

"واسئل من ارسلنا من قبلک من رسلنا اجعلنا من دون الرحمٰن الھۃ یعبدون"

مسیلمہ کذاب نے اپنے آپ کو رحمان الیمامہ کہلانے کی کوشش کی لیکن

وہ اِس نام سے شہرت نہ حاصل کر سکا۔ بلکہ کذاب کے لفظ سے مشہور ہوا۔ الرحیم مخلوق کا نام بھی ہو سکتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے نبی کریم کے بارے میں فرمایا۔

"لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ"

اور علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ رحیم کا معنی یہ ہے کہ وہ ہستی جس کے ذریعے انسان خدا تک پہنچ جائے۔ اب بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کا مفہوم یہ ہوگا۔ کہ تم میرے محبوب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے مجھ تک پہنچے ہو یعنی تم ان کی اتباع اور تعلیمات سے بلند مقامات درجات عالیہ پر فائز ہوئے ہو اور میرے دیدار کی نعمت سے مالا مال ہوئے ہو اور ہو گے۔

(ص ۱۰۶ تفسیر قرطبی)

اِس سلسلے میں چند اولیاء کے مقامات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ **ذوالنون مصری**، جب آپ کی رحلت ہوئی اور جس رات دنیا سے کوچ فرمایا تو شہر کے ۷۰ آدمیوں کو حضور کی زیارت ہوئی اور حضور کو یہ فرماتے سُنا اللہ کا دوست ذوالنون مصری آرہا ہے ہم اس کے استقبال کو آئے ہیں۔ جب آپ کی وفات ہوئی تو آپ کی پیشانی پر یہ عبارت تحریر تھی۔

"هٰذَا حَبِيبُ اللّٰهِ مَاتَ فِي حُبِّ اللّٰهِ" (ص ۲۲۵ کشف المحجوب)

ب۔ ایک بزرگ جوانی کے عالم میں دریائے فرات کے کنارے سے گزرے حضرت ابوحبیب بن سلیم الراعی کو نماز پڑھتے دیکھا اور دیکھا کہ بھیڑیا بکریوں کی نگرانی کر رہا ہے۔ خیال آیا ان میں آثارِ ولایت ہیں۔ ملاقات کرنی چاہیئے۔ نماز ختم کرنے پر حاضرِ خدمت ہوئے۔ انہوں نے آنے کی وجہ دریافت کی انہوں نے کہا۔ زیارت فرمایا۔ جزاک اللہ اس جوان نے پوچھا۔ بکریوں اور بھیڑیے میں کب سے دوستی ہو گئی ہے۔ فرمایا۔ جب سے میری خدا سے دوستی ہوئی ہے۔ پھر انہوں نے اپنا پیالہ چوبیں ایک پتھر کے نیچے رکھ دیا دو چشمے جاری ہو گئے۔ ایک دودھ کا اور ایک شہد کا اس نوجوان نے عرض کیا یہ مقام کیسے حاصل ہوا۔ فرمایا اتباعِ رسول سے پھر فرمایا صاحبزادے حضرت موسیٰ کی قوم ان کی ممانعت کرتی تھی پھر بھی پتھر نے ان کو پانی دیا۔ حالانکہ موسیٰ علیہ السلام حضور کے درجے کے نہ تھے۔ پھر جبکہ میں سرکارِ ابد قرار کا غلام اور پیروکار ہوں تو پتھر مجھے دودھ اور شہد کیوں نہ دے۔

(ص ۲۰۹ کشف المحجوب)

ج۔ جنید بغدادی: حضرت سری سقطی کی ظاہری حیات میں جنید بغدادی کو آپ کے پیر ...... نے ...... وعظ کرنے کو کہا۔ لیکن آپ نے انکار کر دیا کہ اپنے پیر و مرشد حضرت سری سقطی کے ہوتے ہوئے میں یہ کام نہیں کر سکتا۔ ایک رات خواب میں حضور علیہ السلام کی زیارت ہوئی۔ حضور نے

فرمایا اَے جُنید کچھ سُنا کہ تیرے ہاتھ پر ایک عالم کی نجات ہو گی۔ جب بیدار ہُوئے تو دِل میں خیال آیا کہ مَیں اپنے مُرشد سے اِس قدر بُلند مرتبہ ہو گیا ہُوں کہ نبی کریم نے مجھے وعظ کرنے کا حُکم دیا ہے۔ جب صُبح ہُوئی تو سَری سقطی نے ایک مُرید بھیجا کہ جب جُنید نماز سے فارغ ہوں تو ان سے کہنا کہ تُم نے میرے مُریدوں کی درخواست کو قبُول نہ کیا۔ مشائخ بغداد نے کہا نہ مانے مَیں نے پیغام بھیجا وعظ کے لئے تیار نہ ہُوئے۔ اَب نبی کریم نے حُکم دیا ہے اَب تو وعظ کہنا شرُوع کر دو۔

حضرت جُنید نے کہلا بھیجا کہ میرے دماغ میں جو افضلیّت کا سَودا سمایا تھا وُہ چلتا رہا مَیں سمجھ گیا ہُوں کہ میرے پیرومُرشد میرے تمام حالات سے واقف ہیں، مَیں اپنی اِس غلطی سے تائب ہوتا ہُوں۔ پھر حضرت جُنید بغدادی نے حضرت سَری سقطی سے عرض کی آپ کو کیسے پتہ چلا کہ مَیں خواب میں رسُولِ خُدا کی زیارت کی ہے۔ فرمایا مَیں نے خدا تعالیٰ کا دیدار کیا۔ تو خُدا نے فرمایا، مَیں نے اپنے محبُوب کو جُنید کی طرف بھیجا ہُوا ہے کہ وُہ ان کو وعظ کرنے کا حُکم دیں۔

(ص ۲۶۸ کشف المحجوب)

د۔ بشر حافی:۔ ایک دفعہ آپ شراب کے نشے میں مخمور کہیں جا رہے تھے۔ ایک کاغذ کا ٹکڑا دیکھا جس پر بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم تحریر تھی۔

آپ نے اُسے اُٹھالیا اور عطر میں معطر کر کے اُسے کسی بلند مقام پر رکھ دیا۔ رات آئی خواب میں خدا نے ارشاد فرمایا کہ تم نے ہمارے نام کو اپنے ہاں کے عطر میں بسایا اور ہم نے تیرے نام کو اپنے ہاں کی خوشبو میں بسا دیا۔ تم نے دنیا میں ہمارے نام کو بلند کر دیا ہم نے دنیا اور آخرت میں تیرے نام کو بلند کر دیا۔

(ص ۲۳۲/۲ ابن عساکر ص ۸۷ تذکرۃ الاولیاء)

حدیث میں ہے رسول خدا نے فرمایا، جب کوئی زمین پر ایسا کاغذ پھینک دے جس پر خدا کا نام تحریر ہو تو خدا تعالیٰ اس کاغذ کی طرف فرشتوں کو بھیج دیتا ہے جو اس کاغذ کو اپنے پروں میں چھپا لیتے ہیں اور خدا کی تقدیس بیان کرتے ہیں۔ پھر اللہ اپنے کسی ولی کو بھیجتا ہے جو اس کاغذ کو اُٹھا لیتا ہے اور جو کسی ایسے کاغذ کو اُٹھائے گا، جس پر خدا کا نام لکھا ہو گا۔ خدا اُس کا نام علیین میں لکھ دیتا ہے اور اس کے والدین کے عذاب میں کمی کر دیتا ہے۔ اگرچہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہوں۔

(ص ۱۴۴/۱ طبرانی صغیر)

تسمیہ کا صحیح ترجمہ وہ ہے جو اعلیٰحضرت نے کیا ہے۔

اللہ کے نام سے شروع ......

الرَّحمٰنُ ...... عمومِ رحمت کا بیان
الرَّحیمُ ...... خصوصِ رحمت کا بیان

رحمانیت کا فیضان اپنے دائرہ اثر کے لحاظ سے عام ہے۔ اور رحیمیت کا خاص۔ الرحمٰن ایسی شانِ رحمت پر دلالت کرتا ہے جو موجوداتِ عالم میں سے ہر ایک فرد کے لئے بلا استثنیٰ ثابت ہے اور الرحیم کی رحمت مومنوں کے لئے خاص ہے چونکہ الرحمٰن کا لفظ باری تعالیٰ نے اپنی شانِ خلاقیت و ربوبیت کے اظہار کے لئے اختیار فرمایا ہے اور اس کی خلاقیت و ربوبیت ساری کائنات کے افراد کے لئے عام ہے کسی خاص طبقے، جنس و نوع اور گروہ کے لئے مخصوص نہیں۔ وہ ساری مخلوقات کا بلا استثنیٰ خالق و رب ہے۔ کوئی اسے مانے یا نہ مانے اس کی بارگاہِ الوہیت میں کوئی سرِ تسلیم خم کرے یا نہ کرے کوئی اس کی اطاعت و غلامی اختیار کرے یا بغاوت و سرکشی، کوئی بزعمِ خویش اس کا بندہ بنے یا کسی اور کا، کوئی اس سے اپنی حاجت بیان کرے یا نہ، کوئی اس سے رحمت طلب کرے یا نہ، اس کی خالقیت و ربوبیت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ ہر حال میں ہر فرد کو اپنی رحمت سے نوازے، ہر شخص کو اپنی نعمتوں سے بہرہ ور فرمائے۔ ہر ایک کو روزی دے، ہر ایک کو بیماری سے شفا دے، ہر ایک کو تکلیف سے نجات دے اور ہر ایک کو ضروریاتِ حیات عطا

کرے۔ پس اس کی خالقیت کا تقاضائے رحمت اس کی شانِ رحمانیت سے پُورا ہو رہا ہے۔ وہ چونکہ رحمان ہے اس لئے اس کے خوانِ رحمت اور خرمنِ نعمت سے ہر مُسلم و کافر برابر حصّہ پا رہا ہے۔ اس کی عطائیں انسان کی طرح نہیں کہ اگر نوازا جانے والا شخص اپنے محسن کی نوازشوں کا اِنکار کر دے۔ اس کی عنایات واحسانات کو فراموش کر دے اور اس کی رضا و خوشنودی کی کھلی خلاف ورزی شروع کر دے تو محسن اپنی نوازشوں کا سِلسلہ مُنقطع کر لیتا ہے اور اپنی عنایات اس سے ہمیشہ کے لئے روک لیتا ہے۔ لیکن خالقِ کائنات کی شانِ رحمانیت اس سے کہیں بُلند و بالا ہے۔ روئے زمین پر کتنے اِنسان اس کی ہستی سے کھلا کُفر کر رہے ہیں۔ اس کے وجُود، اس کی توحید، اُس کی اُلوہیت، اس کی خالقیت، اس کی ربوبیت اور اس کی رحمانیت کا برملا انکار کرتے ہیں۔ لیکن ایسا کبھی نہیں ہُوا کہ اُس نے کسی سے اپنی رحمتوں کو روک لیا ہو اور کسی کو اپنی نوازشوں سے محروم کر دیا ہو۔ اس کی رحمت کی یہ عمومیت اس کے نام الرَّحمٰن سے جھلک رہی ہے۔

قُرآنِ حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:۔

"اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى"۔ (طٰہٰ: ۵)

"اس رحمان نے عرش پر استواء فرمایا"۔

یہاں استواء علی العرش کا بیان اس کی شانِ رحمانیت کے حوالے سے کیا گیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح عرش ساری کائنات پر سایہ فگن ہے۔ اسی طرح الرحمان کے سرچشمہ رحمت سے ساری کائنات سیراب ہو رہی ہے لیکن جو لوگ عام افراد سے ہٹ کر اپنے آقا کی خصوصی اطاعت اختیار کرتے ہیں۔ ہمہ وقت اس کی یاد اور عبادت میں مصروف رہتے ہیں اور شب و روز اسی کی رضا کے مطابق بسر کرتے ہیں۔ ضروری تھا کہ ان کے لئے باری تعالیٰ کی رحمتِ مطلقہ میں سے خصوصی حصہ مقرر ہو اور وہ اپنے نیک اعمال کے بدلے میں زیادہ سے زیادہ رحمتِ الٰہی سے نوازے جائیں۔

پس ان مومنین و متقین کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی شانِ رحیمیت کو مخصوص کر دیا۔ اسی وجہ سے الرَّحِيْمُ الرَّحْمٰنِ کے مقابلے میں بالالتزام اہلِ ایمان اور صالحین کو رحمت سے نوازنے کی صفت کو ظاہر کرتا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

"وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا۝"

(الاحزاب: ۴۳)

"اور وہ مومنوں کے لئے رحیم ہے۔"

اَلرَّحْمٰنُ ..... تمام انواع رحمت کو شامل ہے۔

اَلرَّحِیْمُ ..... قبول توبہ اور مغفرت کو شامل ہے۔

الرحمٰن کے اسم سے جس رحمت کا ظہور ہو رہا ہے وہ اپنی نوعیت و ماہیت کے اعتبار سے عام ہے۔ یعنی رحمت کی جتنی صورتیں اور مدارج و مراحل ہو سکتے تھے وہ سب رحمانیت کے دائرے میں شامل ہیں۔ مگر الرَّحِیْمُ سے رحمتِ حق کا جو پہلو نمایاں ہوتا ہے وہ بالخصوص توبہ و مغفرت سے متعلق ہے۔ رحمت درحقیقت اس کائنات کی ضرورت ہے۔ موجوداتِ عالم کا ایک ایک ذرہ باری تعالیٰ کی رحمت کا محتاج ہے۔ ہر ہستی کی ضرورت کو پورا کرنا رحمت کہلاتا ہے۔ جیسے مخلوقات کی ضرورتیں مختلف ہوتی ہیں۔ ویسے ہی رحمت کی نوعیت بھی مختلف ہوتی ہے۔ پیاسے کے لئے پانی رحمت ہے اور بھوکے کے لئے کھانا۔ بیمار کے لئے صحت رحمت ہے اور تھکے ماندے انسان کے لئے آرام۔ الغرض ہر ضرورت مند کے لئے اسی کی طلب اور ضرورت کے لحاظ سے رحمت کی نوعیت بدلتی جائے گی۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ ضرورت تو کسی اور شے کی ہو لیکن رحمت کسی اور شے کو قرار دے دیا جائے۔

چنانچہ ضرورت اور رحمت کے تعلق کو جانتے ہوئے یہ بات بڑی

آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے کہ ضرورت کے تین درجے ہیں اور ہر درجے کی حیثیت کے مطابق رحمت بھی تین طرح کی ہے۔

پہلا درجہ ــــ ایجاد ــــ کسی شے کو معرضِ وجود میں لانا۔

دوسرا درجہ ــــ القاء ــــ وجود میں لانے کے بعد اُسے باقی رکھنا۔

تیسرا درجہ ــــ اکمال ــــ وجود کو باقی رکھ کر اُسے کمال تک پہنچانا۔

الرَّحمٰن الرَّحِیم ..... دونوں کو اکٹھا بیان کرنے کا مقصد

الرّحمٰن اور الرّحیم کے معنوی امتیازات کو سمجھنے سے ہو جاتا ہے۔

تاہم یہاں تلخیص کی صورت میں اس امر پر مزید روشنی ڈالی جاتی ہے کیونکہ ذہنوں میں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ "رحمان" "رحیم" کی نسبت زیادہ مبالغے کے ساتھ رحمت پر دلالت کرتا ہے۔ اس پر تفصیلی روشنی پہلے ڈالی جا چکی ہے۔ مستزاد یہ کہ لفظِ "رحمان" میں لفظِ "رحیم" کے مقابلے میں زیادہ حروف استعمال ہوئے ہیں اور عربی ادب کا یہ مسلّمہ قاعدہ ہے۔ کہ زیادتی حروف زیادتیِ معنیٰ پر بھی دلالت کرتی ہے۔ یعنی زیادہ حروف پر مشتمل الفاظ اسی معنی میں کم حروف پر مشتمل الفاظ کے مقابلے میں زیادہ معنوی وسعت رکھتے ہیں۔ لہٰذا اس کی ضرورت کیوں محسوس کی گئی کہ ایک ایسے وصف یعنی "الرحمان" کو جو زیادہ رحمت پر محیط ہے پہلے بیان کر دینے کے بعد

پھر دوسرے وصف یعنی "الرّحیم" کو جو اس کے مقابلے میں کم دائرے کو حاوی ہے۔ بیان کیا گیا اور اگر دونوں کو ہی بیان کرنا مقصود تھا تو اس ترتیبِ تقدیم و تاخیر کے ساتھ کیوں؟

۱۔ رحمان و رحیم دونوں کو اکٹھا کرنے کا پہلا مقصد یہ تھا کہ یہ حقیقت واشگاف ہو جائے کہ ذاتِ حق میں رحمت کا صرف صفتی ظہور ہی نہیں بلکہ فعلی ظہور بھی ہے۔ ہر چند کہ رحمان، رحیم کے مقابلے میں زیادہ معنیٰ رحمت پر دلالت کرتا ہے لیکن یہاں یہ واضح کرنا مقصود تھا کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ وہ ذات کثرت کے ساتھ صفتِ رحمت کی حامل تو ہے۔ لیکن معلوم نہیں کہ وہ رحمت اس سے اسی قدر فعلاً بھی صادر ہوتی ہے یا نہیں تو رحمان کے بعد رحیم کے لفظ نے اس شبہ کا ازالہ کر دیا کہ ہستی باری تعالیٰ کی رحمت محض اس کی صفت اور حالت ہی نہیں بلکہ ہر لمحہ عالمِ وجود اس کی رحمت سے بالفعل فیضیاب بھی ہو رہا ہے۔

۲۔ دونوں اوصاف کو اکٹھا بیان کرنے کا دوسرا مقصد یہ تھا کہ رحمانیت کی عمومی رحمت جو جمیع خلق کو بلا استثنیٰ محیط ہے۔ مومن و کافر دونوں کے لئے یکساں ہے۔ اس یکسانیت کے پیشِ نظر کہیں مومنین و متقین مایوس نہ ہو جائیں کہ اگر کفار و مشرکین بھی ہمارے برابر حصۂ رحمت پائیں گے تو ہمیں اطاعت و غلامئ حق کا کیا صلہ ملا۔ اس

سوال کا جواب پہلے ہی دے دیا گیا کہ بیشک سب مخلوق بلا امتیاز رب کائنات کے چشمۂ رحمانیت سے فیضیاب ہو رہی ہے۔ لیکن مومنین و متقین کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحیمیت کی بارگاہ سے خصوصی رحمت کا اہتمام بھی کر رکھا ہے۔

۳۔ اس کا تیسرا سبب یہ ہے کہ شانِ رحمانیت کے بیان سے وجود بقا اور کمال کے ہر مرحلے پر رحمتِ حق کے میسر آنے کا وعدہ تو ہو گیا تھا لیکن گناہگار و خطا کار پریشان تھے کہ اگر ہم سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے اور اپنی ہی بقاء و کمال کے خلاف کوئی عمل صادر کر بیٹھیں تو کہیں رحمتِ حق کا سلسلہ منقطع نہ ہو جائے۔ بارگاہِ رحیمیت سے ندا آئی کہ نہیں نہیں۔ خطا کاروں کے لئے بھی رحمتِ حق نے اپنی بخشش و مغفرت کا دروازہ کھول رکھا ہے۔ وہ ذات معاف کر کے اپنی رحمت بحال رکھے گی۔ صرف اس سے صفائی قلب کے ساتھ معافی مانگنے والے گناہگار کے زیادہ قریب ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ پرہیزگاروں کے مقابلے میں زیادہ ضرورت مند ہوتا ہے۔

سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے مکشوفات میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

"اَھْلُ الطَّاعَاتِ یَذْکُرُوْنَ النَّعِیْمَ وَاَھْلُ

العصیان یذکرون الرحیم" (رسالہ غوث اعظمؒ)

"عبادت کرنے والے جنت کو یاد کرتے ہیں اور گناہگار رب کی رحمت کو یاد کرتے ہیں"۔

ایک اور مقام پر ارشاد منقول ہے۔

"اَنَا اَقْرَبُ اِلَی العَاصِی اِذَا فَرِغَ مِنَ العِصیَان"

(رسالہ غوث اعظمؒ)

"جب گناہگار گناہ سے دُور ہو جاتا ہے تو میں اُس کے زیادہ قریب ہو جاتا ہوں"۔

۴۔ دونوں اوصاف کو اکٹھا کرنے کا مقصد یہ بھی تھا کہ شانِ رحمانیت چونکہ بندوں کو زیادہ تر دُنیا میں رحمت سے نوازنے کا مژدہ سُنا رہی تھی۔ اِس لئے اس سے کہیں بندے یہ تاثر نہ لے لیں کہ آخرت میں جب

"لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ"

"کہ آج کس کی بادشاہی ہے۔ اللہ کی جو ایک ہے قہر والا ہے"

کا اعلان ہوگا تو ہم کہاں جائیں گے۔ کیونکہ رحمتِ حق کے بغیر تو کسی کا کوئی ٹھکانہ نہ ہوگا۔

چنانچہ شانِ رحیمیت نے انسانوں کو اِس مایوسی سے بچالیا کہ تم

خود کو آخرت کے لئے تیار تو کرو، رحمتِ حق وہاں بھی تمہارا ساتھ نہ چھوڑے گی کیونکہ ربِ ذوالجلال صرف رحمٰنُ الدُّنیا ہی نہیں رحیمُ الآخرۃ بھی ہے۔

۵۔ دونوں اوصاف کو اکٹھا بیان کرنا اس وجہ سے بھی تھا کہ لوگ آدابِ بندگی سے بہرہ ور ہو جائیں کیونکہ رحمانیت کی شان یہ تھی کہ ذاتِ حق اپنے بندوں کو ہر وہ چیز عطا کرتی رہے ہے۔ جس کی انہیں ضرورت اور طلب ہو اور بغیر مانگے بھی عطا کرنا رحمانیت کا تقاضا تھا۔ اس بے پایاں عطا سے لوگ کہیں یہ نہ سمجھ لیں کہ جب سب کچھ از خود مل جاتا ہے تو اس سے مانگنے کی کیا ضرورت ہے؟ رحیمیتِ باری نے بنی نوعِ انسان کو متنبہ کر دیا کہ از خود عطا کرنا میری شان ہے۔ مگر مجھ سے مانگنا تمہارا فرض ہے۔ اگر مجھ سے نہیں مانگو گے تو میری ناراضگی کے مستحق ٹھہرو گے۔ میں تمہیں دیتا ہوں اور تم ہر گھڑی مجھ سے مانگتے رہو۔ اس طرح رحمانیت و رحیمیت کی دونوں شانوں کے ظہور سے تمہارا تعلق بندگی پختہ ہو گا اور مجھے دینے میں خوشی ہو گی۔

۶۔ دونوں اسماء کا یکے بعد دیگرے بیان کرنا اِس وجہ سے بھی تھا کہ رحمتِ حق کے امیدوار و طلب گار مطمئن رہیں کہ اس کے خزانۂ رحمت میں کوئی کمی نہیں جس طرح وہ اپنی صفتِ رحمت کو

بار بار مختلف عنوانات کے تحت بیان کر رہا ہے۔ اسی طرح وہ ضرورت مندوں پر ان کے حسبِ حال رحمت بھی بار بار کرے گا۔ اس کی رحمت مختلف صورتوں میں مسلسل ہوتی رہے گی۔ مبرد کا قول اسی امر کی تائید کرتا ہے کہ

"ھو انعامٌ بعد انعامٍ و تفضلٌ بعد تفضلٍ"

یہ ان حکمتوں میں سے چند ایک تھیں جن کی بنا پر خالقِ کائنات نے خود کو بیک وقت الرحمٰن کے وصف سے بھی متعارف کرایا اور الرحیم کے وصف سے بھی۔

رحمتِ خداوندی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قُلْ یَاعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰی
اَنْفُسِہِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ
یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اِنَّہٗ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ۔

ترجمہ: تم فرماؤ اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ بیشک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے۔ بیشک وہی بخشنے والا مہربان ہے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے اول سے آخر تک سارا قرآن پڑھا مگر قُلْ کُلٌّ یَّعْمَلُ عَلٰی شَاکِلَتِہٖ سے بڑھ کر کوئی آیت امید دلانے والی نہ پائی کیونکہ بندہ کا کام نافرمانی اور عصیان ہے اور مولا کا کام غفران و بخشش ہے۔ فاروقِ اعظم فرماتے ہیں میں نے سارا قرآن پڑھا مگر

حٰمٓ تَنْزِیْلُ الْکِتَابِ مِنَ اللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ
غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ۔

ترجمہ: یہ کتاب اُتارنا اللہ کی طرف سے جو عزت والا علم والا

اور توبہ قبول کرنیوالا ہے۔

سے بڑھ کر کوئی آیت نہ دیکھی جس میں اس سے امید اور توقع ہو کیونکہ یہاں خدا نے گناہ کی مغفرت کو قبول توبہ پر مقدم رکھا ہے۔ حضرت عثمان بن عفان فرماتے ہیں۔ میں نے اوّل سے آخر تک سارا قرآن پڑھا مگر یہ آیت

نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ وَاَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ ۔

ترجمہ: خبر دو میرے بندوں کو کہ بیشک میں ہی ہوں بخشنے والا مہربان اور میرا ہی عذاب دردناک ہے۔

سے زیادہ کوئی آیت امید دلانے والی نہیں کیونکہ اس آیت میں بخشش اور رحمت کو دردناک عذاب پر مقدم رکھا گیا ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے سارا قرآن اوّل تا آخر پڑھا مگر آیت قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اسرفوا على انفسهم .... الخ سے بڑھ کر امید دلانے والی کوئی آیت نہیں (صـ ۸۴ خیر المونس)

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ کتاب اللہ میں سب سے عظمت والی آیت

مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۔

ترجمہ: یعنی اللہ سے ڈرتے رہنے والوں کو خدا خود مخلصی دیتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے جہاں کا اسے

وہم و گمان بھی نہ ہو۔ (ص 12/24 ابن کثیر)

آیت قل عبادی ..... الخ متعدد وجوہ سے خدا کی رحمت کی اُمید دلانے والی ہے مثلاً

۱۔ جب عباد کی نسبت اللہ کی طرف ہو تو مراد مومن ہوتے ہیں قرآنِ مجید میں ارشاد ربانی ہے

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا۔

ترجمہ: اللہ کے بندے زمین پر آہستہ چلتے ہیں۔

معلوم ہوا خدا مومنوں کے کبیرہ گناہ معاف کرے گا۔

۲۔ خدا تعالےٰ نے فرمایا یاعبادی یعنی خدا تعالےٰ نے گنہگاروں کو اپنے بندے کہا اور جو خدا کے بندے ہیں وہ عذاب سے محفوظ ہیں مثلاً حضرت احمد سہیل فرماتے ہیں میں نے حضرت یحیٰی بن اکثم کو ان کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا میں نے اِن سے پوچھا اے یحیٰی تیرے رَب نے تیرے ساتھ کیا سلوک کیا۔ اُنہوں نے کہا خُدا تعالےٰ نے مجھے اپنی بارگاہ میں بلایا اور فرمایا اے برے بوڑھے تو نے یہ کام کیا تو نے فلاں کام کیا۔ میں نے عرض کی الٰہی جو کچھ میں نے تیرے بارے میں سُنا تھا وہ تو یہ نہ تھا۔ خُدا نے فرمایا تو نے کیا سُنا تھا۔ میں نے عرض کی۔ مجھ سے عبدالرزاق نے اُنہوں نے معمر سے اُنہوں نے زہری سے اُنہوں نے عروہ سے اُنہوں نے حضرت عائشہ سے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

سے اُنہوں نے جبرئیل سے اور جبرئیل نے تجھ سے سُنا کہ تو نے فرمایا۔

مَا مِنْ مُسْلِمٍ یَشِیْبُ فِی الْاِسْلَامِ اِلَّا وَاَنَا
اُرِیْدُ اَنْ اُعَذِّبَهٗ اِلَّا وَاَنَا اَسْتَحِیْ اَنْ
اُعَذِّبَهٗ ۔

ترجمہ: جو اسلام میں بُوڑھا ہو جائے میں اسے عذاب دینا چاہوں
تو مجھے عذاب دیتے شرم آتی ہے۔

اور یا اللہ میں تو بوڑھا ہوں۔ خدا تعالےٰ نے ارشاد فرمایا، عبدالرزاق نے سچ کہا معمر نے سچ کہا زہری نے سچ کہا عروہ نے سچ کہا عائشہ نے سچ کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ کہا جبرئیل نے سچ کہا اور میں نے بھی سچ کہا۔ اے یحییٰ اسلام میں جو بوڑھا ہو جائے میں اسے عذاب نہیں دیتا۔ پھر خدا نے میرے لیے حکم دیا کہ دائیں طرف سے جنت میں داخل ہو جاؤ۔
(صفحہ ۱۲۱ تنبیہ الغافلین)

۳: زیرِ بحث آیت میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ میری رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ کیونکہ خدا کی رحمت سے ناامید ہونا کفار کا شیوہ ہے۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔

وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَلِقَآئِهٖ
اُولٰٓئِكَ یَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِیْ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ
عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۔

ترجمہ: وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی آیات اور اس کی ملاقات

کا انکار کیا وہ میری رحمت سے نا اُمید ہو گئے اور اِن کے لیے دردناک عذاب ہے۔

خدا تعالےٰ نے نا اُمیدی سے منع فرمایا کہ رحمت کا اُمیدوار بنا لیا کہ میرے کرم و مغفرت کی اُمید رکھو کیونکہ میری رحمت بہت وسیع ہے چنانچہ امام غزالی نے لکھا ہے کہ۔

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دِن مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک پرندہ آکر مسجد کی دیوار پر بیٹھ گیا اور اس کی چونچ میں رائی کے دانے کے برابر مٹی تھی۔ وہ پرندہ چیخنے لگا اور رسُول کریم اِس کے چیخنے پر مُسکرانے لگے۔ لوگوں نے وَجہ دریافت کی: آپ نے فرمایا یہ پرندہ کہتا ہے کہ جس طرح میں بحرِ قلزم کو اس مٹی سے میلا نہیں کر سکتا اسی طرح آپ کی اُمت کے گُناہ اللہ کی رحمت کو متغیر نہیں کر سکتے کیونکہ اللہ کی رحمت سمندر سے بہت بڑی ہے اور اللہ کے نزدیک گناہ اِس مٹی سے بہت کم ہیں۔

(ص ۱۷۸ احسن القصص)

حضرت اَبُوہریرہ سے مروی ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے رحمت کے سو حِصّے بنائے ہیں۔ ننانوے حِصّے اِس نے اپنے پاس رکھ لیے اور ایک حِصہ زمین پر نازل فرمایا۔ اِس ایک حِصّے کی برکت یہ ہے کہ مخلوق آپس میں ایک دُوسرے پر رحم کرتی ہے۔ یہاں تک کہ گھوڑا اپنے بچے سے اپنا قدم اُٹھا لیتا ہے کہ کہیں میرے قدم کی وجہ سے بچے کو کسی قِسم کی اذیت و تکلیف نہ ہو۔ (ص ۲۵ شب الایمان)

۴؎ خدا تعالےٰ نے لاتقنطوا من رحمتی نہیں فرمایا بلکہ من رحمۃ اللّٰہ فرمایا اور اسم اللّٰہ خدا کا سب سے بڑا نام ہے۔ رحمت کو سب سے بڑے نام کی طرف مضاف کیا۔ مطلب یہ کہ تم پر اس کی سب سے بڑی رحمت نازل ہوگی۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ

قیامت کے دن حضور کی اُمت کا حشر تین طرح سے ہو گا۔ اُمت کی ایک قسم وہ ہو گی جو بغیر حساب جنّت میں داخل ہوگی اور ایک قسم وہ ہو گی جو آسان حسَاب کے بعد جنت میں داخل ہو گی اور ایک قسم اُمت کی وہ ہو گی جو اپنے پہاڑوں جیسے گناہ اُٹھائے ہو گی۔ خدا تعالےٰ جانتے ہوئے فرشتوں سے پُوچھے گا یہ کون ہیں۔ فرشتے عرض کریں گے یااللّٰہ یہ تیرے بندے ہیں یہ تیری عبادت کرتے تھے اور تیرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتے تھے۔ خُدا تعالےٰ فرمائے گا ان کے گناہ یہُودیوں اور عیسَائیوں پر لاد دو اور اِن کو میری رحمت سے جنّت میں داخل کر دو۔

(ص ۱۶۹/۱۲ کنز العمال ، ص ۵۸/۱ المستدرک)

۵؎ یغفر الذنوب سے مقصُود حاصل ہو جاتا تھا لیکن جمیعا فرمایا کہ تاکید سے مؤکد کر دیا۔ گھبراؤ نہیں خُدا چھوٹے بڑے سارے گناہ معاف فرمائے گا چنانچہ قیامت کے دِن مومنوں کے دو فریق ہونگے۔

ایک گروہ مومن اور گناہان کبیرہ سے بچنے والوں کا ہو گا۔ ان کے اعمال کا وزن ہو گا۔ نیکیاں نورانی پلڑے میں اور صغیرہ گناہ اگر ہوں گے تو دُوسرے پلڑے میں ان صغیرہ گناہوں کا اپنا ایک وزن ہو گا۔ جب دونوں

کا وزن کیا جائے گا تو نورانی پلڑے والی نیکیوں کا وزن زیادہ ہو جائے گا اور اِن کے لیے جنت کا حکم ہو جائے گا اور ہر جنتی کو اِسکی نیکیوں اور اطاعت کے مطابق اَجر و ثواب دیا جائے گا۔

خُدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ
فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔

ترجمہ: قیامت کے دن وزن برحق ہے جن کی نیکیاں زیادہ ہوں گی وہ کامیاب ہیں۔

اور دُوسرا گروہ وہ ہو گا جو گنہگار ہوں گے اور شرک کے علاوہ دیگر کبیرہ گناہوں کے مُرتکب ہوں گے۔ اِن کی نیکیاں نورانی پلڑے میں رکھی جائیں گی اور ان کے گناہ اور برائیاں تاریک پلڑے میں رکھی جائیں گی اور ان کے کبیرہ گناہوں کا اپنا ایک وزن ہو گا اور نیک اعمال کا بھی وزن ہو گا لیکن نیک اعمال کے ساتھ ایمان کی اَصل پُونجی ہو گی اور گناہوں کے ساتھ کُفر نہ ہو گا اور یہ بات محال ہے کہ کسی کے پاس ایمان بھی ہو اور کُفر بھی ہو اور نیکی کرتے وقت آدمی کی نیت خُدا کی رضا ہوتی ہے جبکہ گناہ کے وقت خُدا کی مخالفت مقصُود نہیں ہوتی بلکہ انسان کی نفسانی خواہش کو گناہ میں دخل ہوتا ہے اور گناہ کرتے وقت خدا کی ناراضگی کا خوف ہوتا ہے اِس لیے برائی کا نیکی کے برابر ہونا محال ہے لیکن بہرحال گناہ کا نیکی کی طرح اپنا ایک وزن ضرور ہے۔ اب تقدیر کا لکھا سامنے آئے گا اگر اِس کا جنتی ہونا

مقدر ہے تو خدا تعالےٰ اِس کے سارے گناہ مُعاف کر کے اسے داخل جنت کر دے گا۔ چنانچہ خدا فرماتا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ
مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ۔

ترجمہ: بیشک اللہ تعالےٰ شِرک کو نہیں بخشے گا اور اس کے علاوہ جس کو چاہے گا بخش دے گا۔

۲۔ خدا تعالےٰ زیرِ بحث آیت میں ھُوَ الغفور فرماتا اور غفور مبالغے کا فائدہ دیتا ہے یعنی خدا تعالےٰ گناہوں کو بہت بخشنے والا ہے مثلاً۔

ا۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے روز اللہ تعالےٰ میری اُمت کے ایک شخص کو سب کے سامنے بلائے گا اور اس کے گناہوں کے ننانوے دفتر کھولے گا اور ہر دفتر مدِ نگاہ تک پھیلا ہو گا۔ اللہ فرمائے گا اِن میں سے کسی گناہ سے تجھے انکار ہے اور کراماً کاتبین نے کوئی زیادتی کی وہ آدمی کہے گا یا اللہ نہیں یعنی ہر گناہ کا اقرار کرے گا۔ پھر اللہ فرمائے گا تجھے کوئی عُذر پیش کرنا ہے۔ کہے گا نہیں۔ خدا فرمائے گا ہاں تمہاری ایک نیکی ہمارے پاس موجود ہے اور آج تجھ پر ظُلم نہ کیا جائے گا۔ پس ایک کاغذ کا ٹکڑا نکالا جائے گا جس پر لکھا ہو گا اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ خدا فرمائے گا جا وزن کرا لے بندہ کہے گا یہ کاغذ کا ٹکڑا اِن دفتروں کے سامنے کیا حیثیت رکھتا ہے۔

خُدا فرمائے گا آج تجھ پر کوئی ظُلم نہ کیا جائے گا۔ نبی کریم نے فرمایا وہ دفتر ایک پلڑے میں اور وہ کاغذ کا ٹکڑا دُوسرے پلڑے میں رکھ کر وزن کیا جائے گا تو دفتر والا پلڑا ہلکا اور کاغذ کے ٹکڑے والا پلڑا بھاری ہو جائے گا اور اسکی وجہ یہ ہے کہ کلمۂ شہادت میں اسم اللہ ہے اور اِس سے کوئی چیز بھاری نہیں ہو سکتی۔

خُدا تعالےٰ فرماتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ۔

ترجمہ: بیشک اللہ ایک ذرہ کے برابر ظُلم نہ کرے گا اور اگر نیکی ہو گی تو اُسے دُگنا کر دے گا اور اپنے ہاں سے اجرِ عظیم عطا فرمائے گا۔

(ص۸۸ ترمذی شریف، ص۳۱۸ ابن ماجہ)

ب: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے پہلی اُمتوں میں سے ایک شخص نے ننانوے قتل کیے پھر اس نے زمین والوں سے پُوچھا کہ سب سے بڑا عالم کون ہے۔ اسے ایک بڑے راہب کا پتا دیا گیا وہ شخص اِس راہب کے پاس گیا اور کہا کہ اس نے ننانوے قتل کیے ہیں کیا اسکی توبہ ہو سکتی ہے۔ اِس نے کہا نہیں۔ اِس شخص نے اس راہب کو بھی قتل کر دیا اور سو پُورے کر دیئے۔ پھر اِس نے سوال کیا کہ روئے زمین پر سب

سے بڑا عالم کون ہے تو اس کو ایک عالم کا پتہ دیا گیا۔ اس شخص نے اس سے کہا کہ اس نے سو قتل کیے ہیں کیا اس کی توبہ ہو سکتی ہے۔ عالم نے کہا ہاں توبہ کی قبولیت میں کیا چیز حائل ہو سکتی ہے جاؤ فلاں جگہ چلے جاؤ وہاں کچھ لوگ اللہ کی عبادت کر رہے ہیں تم ان کے ساتھ اللہ کی عبادت کرو اور اپنی زمین کی طرف واپس نہ جاؤ کیونکہ وہ بری جگہ ہے وہ شخص روانہ ہوا۔ جب وہ آدھے راستے پر پہنچا تو اس کو موت نے آلیا اور

فَاخْتَصَمَتْ فِيْهِ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ وَمَلَائِكَةُ الْعَذَابِ۔

رحمت اور عذاب کے فرشتوں میں اس کے بارے میں جھگڑا ہو گیا۔

رحمت کے فرشتوں نے کہا یہ شخص توبہ کرتا ہوا اور دل سے اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہوا آیا تھا اور عذاب کے فرشتوں نے کہا اس نے بالکل کوئی نیک عمل نہیں کیا۔ پھر ان کے پاس آدمی کی صورت میں ایک فرشتہ آیا انہوں نے اس کو اپنے درمیان حکم بنا لیا۔ اس نے کہا دونوں زمینوں کی پیمائش کرو وہ جس زمین کے زیادہ قریب ہو اسی کے مطابق اس کا حکم ہوگا جب انہوں نے اس کی پیمائش کی تو وہ اس زمین کے زیادہ قریب تھا جہاں اس نے جانے کا ارادہ کیا تھا۔ پھر رحمت کے فرشتوں نے اس پر قبضہ کر لیا۔ حسن نے بیان کیا کہ جب اس کی موت آئی تو اس نے اپنا سینہ پہلی جگہ سے دور کر لیا تھا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ وہ ایک بالشت کے برابر نیک آدمیوں کی بستی کے قریب تھا اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس زمین سے کہا تو قریب ہو جا۔

(ص ۲۵۹/۲ مسلم شریف، ص ۲/۲ مسند امام احمد)

۵: زیر بحث آیت میں اللہ تعالیٰ نے "رحیم" فرما کر اس طرف اشارہ کر دیا کہ اللہ نہ صرف یہ کہ گناہ معاف فرما دے گا بلکہ اپنی رحمت سے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دے گا۔

ارشادِ ربانی ہے۔

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۔

مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے۔ اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ تعالیٰ گناہ بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔

۶: حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں جنت میں داخل ہونے والے آخری آدمی اور جہنم سے نکلنے والے آخری آدمی کو جانتا ہوں۔ قیامت کے دن ایک آدمی کو لایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا (فرشتوں سے) اس کے صغیرہ گناہ اس پر پیش کرو اور کبیرہ گناہ پیش نہ کرو۔ اس پر صغیرہ گناہ پیش کیے جائیں گے اور کہا جائے گا تو نے فلاں

روز یہ کیا فلاں روز یہ کیا وہ کہے گا ہاں اور اسے انکار کی مجال نہ ہو گی اور اپنے کبیرہ گناہوں سے خوفزدہ ہو گا کہیں وہ بھی پیش نہ کر دیئے جائیں۔ پس کہا جائے گا ہر گناہ کے بدلے تیرے لیے ایک نیکی ہے۔ پھر وہ کہے گا یا اللہ میں نے تو ایسے بھی گناہ کیے جو مجھے یہاں نظر نہیں آرہے۔ یہاں پر رسول کریم مسکرائے کہ آپ کے دانت ظاہر ہو گئے۔

(صـ ۱۰۴/۱ مسلم شریف، صـ ۱۹۰/۱ سنن کبریٰ)

ب: علامہ زرقانی نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی یا اللہ تو نے بعض اُمتوں کو عذاب میں مبتلا کیا تو نے بعض کو پتھر مار کر ہلاک کر دیا جیسے قوم لوط اور بعض کو تو نے زمین میں دھنسا دیا جیسے قارون اور بعض کی تو نے شکلیں مسخ کر دیں جیسے بنی اسرائیل کا ایک گروہ میری اُمت کے ساتھ تو کیا سلوک کریگا

خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

اُنَزِّلُ عَلَیْہِمُ الرَّحْمَۃَ وَاُبَدِّلُ سَیِّاٰتِہِمْ حَسَنَاتٍ۔

(صـ ۱۰۶/۴ زرقانی شریف)

ترجمہ: میں ان پر رحمت نازل کروں گا اور ان کے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دوں گا۔

دُنیا میں خُدا کی رحمت

۱۔ حضرت عبداللہ بن عبید فرماتے ہیں کہ ابلیس ملعون نے کہا۔ اے میرے رب تو نے مجھے آدم کی وجہ سے جنت سے نکالا اور میں اس پر بغیر اس کے کہ تو مجھے اس پر غلبہ دے غالب نہیں آسکتا۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا جا تو اس پر مُسلط ہے۔ اس نے کہا اے خدا کچھ اور بھی عطا فرما۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا جا بنی آدم میں جتنی اولاد پیدا ہو گی اتنی ہی تیرے ہاں بھی ہو گی۔ اس نے پھر التجا کی باری تعالےٰ کچھ اور بھی مجھے زیادتی عطا فرما۔ پروردگارِ عالم نے کہا بنی آدم کے سینے میں تیرے مسکن بنا دوں گا اور تو ان کے جسم میں خون کی طرح پھرے گا اس نے پھر کہا کچھ اور بھی مجھے زیادتی عطا فرما اللہ تعالےٰ نے فرمایا جا تو ان پر اپنے سوار اور پیادے دوڑا اور ان کے مال و اولاد میں شریک ہو جا اور انہیں اُمنگیں دلا۔ گو حقیقتاً تیرا امنگیں دلانا اور وعدے دلانا سراسر دھوکا ہے۔ اس وقت حضرت آدم علیہ السلام نے دُعا کی۔ اے میرے پروردگار تو نے اسے مجھ پر مُسلط کر دیا۔ اب میں اس سے بغیر تیرے بچائے بچ نہیں سکتا۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا سنو تمہارے ہاں جو اولاد ہو گی اس کے ساتھ میں ایک محافظ مقرر کر دوں گا جو شیطانی پنجے سے اسے بچائے گا۔ حضرت آدم نے اور زیادتی طلب کی تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا ایک نیکی کو دس گنا کر دوں گا بلکہ دس سے بھی زیادہ اور برائی اسی کے برابر ہو گی یا معاف کر دوں گا۔ آپ نے پھر بھی زیادہ طلب کی

رب العزت نے فرمایا توبہ کا دروازہ تمہارے لیے اس وقت تک کھلا رہے گا جب تک کہ روح جسم میں رہے۔ حضرت آدم نے دعا کی الٰہی اور اضافہ فرما۔ خدا تعالےٰ نے یہ آیت سنا دی۔ قل یا عبادی الذین..... الخ

(صہ ۱۲/۲۴ ابن کثیر، صہ ۲۹۹/۵ شعب الایمان)

۲۔ حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے فرشتوں کو نیکیاں اور برائیاں لکھنے کا حکم دیا۔ اس طرح کہ جو شخص نیکی کا ارادہ کرے اور اس پر عمل نہ کر سکے تو اللہ تعالےٰ اس کو ایک پوری نیکی شمار کر لیتا ہے اور جو شخص نیکی کا ارادہ کر کے اس پر عمل کرے اس کے حساب میں ایک نیکی کے بدلے میں دس نیکیاں بلکہ سات سو اور اس سے بھی زیادہ لکھی جاتی ہیں اور جو شخص برائی کا ارادہ کرے اور برائی کو عمل میں نہ لا سکے تو خدا تعالےٰ اپنے ہاں اس کے حساب میں ایک پوری نیکی لکھ لیتا ہے اور جو شخص برائی کا ارادہ کر کے اس کو عمل میں بھی لائے تو صرف ایک برائی اس کے نامۂ اعمال میں..... لکھی جاتی ہے۔

(صہ ۵۶۴/۱ مشکوٰۃ)

۳۔ حضرت عامر کہتے ہیں ہم لوگ حضور علیہ السلام کے پاس بیٹھے تھے ایک شخص کملی اوڑھے ہوئے آیا اور اس کے ہاتھ میں کوئی چیز تھی جس پر اس نے کمبل لپیٹ رکھا تھا۔ اس نے عرض کی یارسول اللہ میں درختوں کے ایک جھنڈ کے قریب سے گزرا جہاں سے میں نے پرندوں کے بچوں کی آوازیں سنیں۔ میں نے ان کو پکڑ لیا اور اپنی کملی میں رکھ لیا۔ پھر ان کی

ماں آئی اور میرے سر پر گھومنے لگی۔ میں نے اس کے سامنے اس کے بچوں کو کھول دیا اور وہ ان پر آپڑی۔ میں نے ان سب کو لپیٹ لیا۔ اب وہ سب میرے پاس ہیں۔ آپ نے فرمایا ان سب کو رکھ دے۔ چنانچہ میں نے ان سب کو رکھ دیا۔ بچوں کی ماں نے ان سب باتوں کو چھوڑ دیا اور بچوں سے لپٹنے لگی۔ رسول خدا نے فرمایا تم سب تعجب کرتے ہو اس پر کہ ماں اپنے بچوں پر رحم کرتی ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا۔ اللہ اپنے بندوں پر اس سے زیادہ رحم کرنیوالا ہے۔

(صہ ۵۶۵ مشکوٰۃ)

۲ حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کسی غزوہ میں ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ آپ ایک جماعت کے قریب سے گزرے اور پوچھا تم کون ہو انہوں نے کہا ہم مسلمان ہیں۔ اس جماعت میں ایک عورت ہانڈی پکا رہی تھی اور اس کا بیٹا اس کے پاس تھا۔ جب آگ کا شعلہ بلند ہوتا تو عورت لڑکے کو پیچھے ہٹا لیتی۔ پھر وہ عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی کہ آپ اللہ کے رسول ہیں فرمایا ہاں۔ عورت نے پوچھا۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ کیا اللہ بہت رحم کرنے والا نہیں ہے۔ فرمایا ہاں۔ عورت نے کہا اللہ اپنے بندوں پر اس سے زیادہ کرنے والا نہیں ہے جتنا کہ ایک ماں اپنے بچے پر رحم کرتی ہے۔ فرمایا ہاں۔ عورت نے کہا ماں تو اپنے بچے کو آگ میں نہیں ڈالتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر جھکا لیا اور روتے رہے۔ پھر سر اٹھا کر فرمایا۔ خدا تعالےٰ اپنے

بندوں پر عذاب نہیں کرتا مگر صرف اِن لوگوں پر جو سرکش ہیں۔ اللہ سے سرکشی کرتے ہیں اور اس کا حکم نہیں مانتے اور لا الہ الا اللہ کہنے سے انکار کرتے ہیں۔ (ص ۵۶۵ مشکوٰۃ)

خُدا تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔

فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِي رَحْمَتِهِ ذَالِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِينُ.

ترجمہ: پس جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کیے ان کا رب اِن کو اپنی رحمت میں داخل کرے گا اور یہ روشن کامیابی ہے

۵۔ حضرت ثوبان کہتے ہیں کہ رسول خدا نے فرمایا کہ بندہ خدا کی رضا کی تلاش میں رہتا ہے اور ہمیشہ اِس حال میں رہتا ہے۔ پس خدا تعالےٰ جبریل امین سے فرماتا ہے کہ میرا فلاں بندہ میری رضا کی تلاش میں رہتا ہے۔ خبردار ہو کہ میری رحمت اس پر ہے۔ پھر جبریل کہتا ہے کہ خدا کی رحمت فلاں بندے پر ہے پھر یہی بات عرش کو اُٹھانے والے فرشتے کہتے ہیں اور وہ فرشتے بھی کہتے ہیں جو اِن کے قریب ہیں۔ یہاں تک کہ ساتوں آسمان کے فرشتے یہی کہتے ہیں۔ پھر رحمت اِس شخص کے لیے زمین پر اُترتی ہے۔ (ص ۵۶۶ مشکوٰۃ)

خُدا فرماتا ہے۔ وَرَحْمَةُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ

اور تیرے رب کی رحمت اس سے بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں۔

۶۔ عبداللہ مزنی فرماتے ہیں۔ ایک قصائی اپنے کسی ہمسائے کی کنیز سے محبت کرتا تھا۔ گھر والوں نے اس کنیز کو کسی دوسرے گاؤں کسی کام کے لیے بھیجا۔ اس قصائی نے اس کنیز کا پیچھا کیا اور اس کو ورغلایا اس نے اس قصائی سے کہا ایسا نہ کرو مجھے تجھ سے اتنی محبت ہے کہ تمہیں مجھ سے اتنی محبت نہیں لیکن میں خدا سے ڈرتی ہوں۔ اس نے کہا تو تو خدا سے ڈرے اور میں نہ ڈروں۔ پس اس نے توبہ کی اور واپس ہولیا۔ اسے اس شدت کی پیاس لگی کہ قریب تھا کہ اسکی گردن ٹوٹ جائے۔ بنی اسرائیل کے بعض نبیوں میں سے کسی سے ملاقات ہوئی۔ نبی نے اس سے پوچھا کیا حال ہے۔ عرض کی پیاس لگی ہے۔ نبی نے فرمایا آؤ دعا کریں کہ گاؤں میں داخل ہونے تک خدا ہم پر بادل کا سایہ کرے۔ اس قصاب نے کہا میرا تو کوئی عمل ایسا نہیں کہ دعا کر سکوں۔ نبی نے فرمایا میں دعا کرتا ہوں تو آمین کہہ۔ نبی نے دعا کی اور اس نے آمین کہی۔ پس گاؤں تک بادل نے ان پر سایہ کیا۔ جب قصاب اپنے گھر جانے لگا تو بادل نے اس پر سایہ کر دیا اور رسول پر سایہ نہ کیا۔ رسول نے کہا تو تو کہتا تھا میرا کوئی ایسا عمل نہیں اور اب بادل نے مجھے چھوڑ کر تجھ پر سایہ کر دیا ہے۔ بتا یہ وجہ کیا ہے۔ اس نے اپنی توبہ کا ذکر کیا۔ رسول نے فرمایا اللہ کے نزدیک تائب کا وہ مقام ہے جو اور کسی کو حاصل نہیں۔

(ص ۲۳۱ شعب الایمان، ص ۲۴۰/۲ حلیۃ الاولیاء)

اللہ تعالیٰ نے قصاب کی توبہ کی برکت سے اس پر اپنی رحمت

بادل کی شکل میں نازل فرمائی جس کی وجہ سے وہ قصاب پیاس کی تکلیف سے نجات پاگیا اور وہ اور اللہ کا نبی تمازتِ آفتاب سے محفوظ رہے اور سکون کے ساتھ اپنے اپنے گھر پہنچ گئے۔

خدا تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔

كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ اَنَّهُ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔

ترجمہ: تمہارے رب نے اپنے اُوپر رحمت ضروری کرلی ہے کہ تم میں سے جو نادانی کی بنا پر برائی کریگا پھر اس کے بعد توبہ کرے گا اور اصلاح کرے گا تو وہ مغفرت کرنیوالا مہربان ہے۔

۲ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم يُنَزِّلُ اللّٰهُ كُلَّ يَوْمٍ عَلٰى حُجَّاجِ بَيْتِهِ الْحَرَامِ عِشْرِيْنَ وَمِائَةَ رَحْمَةٍ سِتِّيْنَ لِلطَّائِفِيْنَ وَاَرْبَعِيْنَ لِلْمُصَلِّيْنَ وَعِشْرِيْنَ لِلنَّاظِرِيْنَ۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ ہر روز بیت الحرام کے حاجیوں کے لیے ایک سو بیس رحمتیں نازل

فرماتا ہے۔ ساٹھ رحمتیں طواف کرنے والوں کے لیے اور چالیس رحمتیں نمازیوں کے لیے اور بیس رحمتیں کعبہ کا دیدار کرنے والوں کے لیے۔

(ص ۱۹۲/۲ الترغیب والترہیب) (ص ۱۱۴/۴ مسند الفردوس)

موت کے وقت رحمتِ خداوندی

موت کے وقت بھی اللہ کی رحمت مومن کے ساتھ شامل ہوکر اسے سہارا دیتی ہے مثلاً

۱۔ حضرت ابوالنصر فرماتے ہیں مجھ سے واثلہ بن الاسقع نے کہا آؤ میرے ساتھ یزید بن الاسود کے پاس چلو کیونکہ مجھے پتہ چلا ہے کہ وہ بیمار ہے۔ میں ان کے ساتھ ہولیا۔ پس یزید کے پاس پہنچے اس کا چہرہ قبلہ کی طرف تھا اور اس کی عقل اس کا ساتھ چھوڑ چکی تھی۔ واثلہ نے مجھ سے کہا یزید کو بلاؤ۔ پس اس کو بلایا۔ میں نے کہا یہ آپ کا بھائی واثلہ آئے ہیں۔ پس اللہ تعالےٰ نے ان کے حواس لوٹائے اور انہوں (یزید) نے واثلہ کا ہاتھ تلاش کرنا شروع کیا۔ حضرت ابوالنصر ان کا منشار سمجھ گئے فرماتے ہیں میں نے واثلہ کا ہاتھ یزید کے ہاتھ میں دے دیا کیونکہ وہ (یزید) اپنا ہاتھ واثلہ کے اس ہاتھ میں دینا چاہتے تھے جو ہاتھ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں دیا تھا اور وہ واثلہ کا ہاتھ کبھی اپنے سینے پر رکھتے اور کبھی وہ اپنے چہرے پر پھیرتے اور اپنے منہ پر اس

ہاتھ کو رکھتے۔ واثلہ نے یزید سے کہا۔ اِس وقت میں آپ سے یہ پوچھتا ہوں کہ اللہ کے بارے میں آپ کا کیا گمان ہے۔ اُنہوں نے کہا میرے گناہوں نے مجھے عاجز کر دیا ہے ولکن ارجو رحمۃ اللہ لیکن میں اللہ کی رحمت کا اُمیدوار ہوں۔ حضرت واثلہ بن الاسقع نے تکبیر کہی اور ان کی تکبیر پر اہلِ خانہ نے بھی تکبیر کہی۔ حضرت واثلہ اللہ اکبر کہہ کر فرمانے لگے۔ میں نے نبی کریم کو یہ فرماتے سُنا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ فَلْیَظُنَّ بِیْ مَاشَآءَ

ترجمہ: میرا بندہ میرے بارے میں جو گمان رکھتا ہے۔ میں اِسکے ساتھ وہی سلوک کرتا ہوں۔ پس وہ جو چاہے میرے بارے میں گمان رکھے۔ (صہ۲/۶ شعب الایمان سے)

خُدا تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ یَرْجُوْنَ رَحْمَۃَ اللّٰہِ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔

ترجمہ: بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور اللہ کے راستے میں جہاد کیا وہی لوگ ہیں جو اللہ کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اللہ گناہوں کو بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

۲ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایک آدمی کی موت قریب ہوئی تو ملک الموت آئے اس کے اعضاء کو پھاڑ کر دیکھا کوئی نیکی نظر نہ آئی۔ اس کا دل چیر کر دیکھا کوئی بھلائی نظر نہ آئی۔ پھر اس کا منہ کھول کر دیکھا تو زبان کے ساتھ کلمہ لا الہ الا اللہ خلوص کے ساتھ لگا دیکھا۔ پس اس کلمہ کے اخلاص کی برکت سے اسے بخش دیا گیا۔

خدا فرماتا ہے۔

وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُوالرَّحْمَةِ ۔

ترجمہ: تیرا رب گناہ بخشنے والا رحمت والا ہے۔

پھر حضرت ابوہریرہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کے بارے میں حکم دیا کہ اسے نارِ جہنم میں لے جاؤ۔ جب اسے آگ کے کنارے کھڑا کیا گیا تو اس نے خدا کی طرف توجہ کر کے کہا، واللہ اے میرے رب میرا تو تیرے بارے میں گمان بڑا اچھا تھا۔ خدا نے فرمایا اسے واپس لے آؤ۔

فَاَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ ۔

ترجمہ: میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق اس سے سلوک کرتا ہوں۔ (ص ۹/۲ شعب الایمان)

۳۔ حضرت عبادہ بن الصامت سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنی وفات سے ایک سال پہلے توبہ کرلے خدا تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرلیتا ہے۔ پھر فرمایا ایک سال زیادہ ہے

جو اپنی وفات سے ایک مہینہ پہلے توبہ کرلے اللہ تعالےٰ اِس کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔ پھر فرمایا ایک مہینہ زیادہ ہے جو آدمی ایک جمعہ پہلے توبہ کرلے اللہ تعالےٰ اس کی توبہ کو قبولیت سے سرفراز فرمالیتا ہے۔ پھر فرمایا ایک ہفتہ زیادہ ہے۔ جو آدمی وفات سے ایک دن پہلے توبہ کرلے خُدا تعالےٰ اِس کی توبہ قبول کرلیتا ہے۔ پھر فرمایا ایک دِن زیادہ ہے جو غرغرہ طاری ہونے سے پہلے توبہ کرلے خُدا تعالےٰ اس کی توبہ قبول کرلیتا ہے۔ (ص ۲۱۷/۸ تاریخ بغداد)

۴۔ حضرت عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی سے سُنا وہ فرماتے ہیں میں نے نبی کریم سے سُنا جو شخص اپنی وفات کے ایک دِن پہلے توبہ کرے اللہ اِسکی توبہ قبول فرمالیتا ہے۔ وہ صحابی فرماتے ہیں میں نے یہ حدیث نبی کریم کے ایک اور صحابی سے بیان کی اُنہوں نے کہا کیا تونے نبی کریم سے یہ سُنا اُس نے جواب دیا ہاں۔ اِس دوسرے صحابی نے فرمایا میں نے نبی کریم سے یہ سُنا جو آدمی اپنی وفات سے آدھ دن پہلے توبہ کرے خُدا تعالےٰ اِس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے یہ صحابی فرماتے ہیں میں نے ایک اَور صحابی سے یہ حدیث بیان کی اُنہوں نے کہا کیا تم نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا میں نے کہا ہاں اُنہوں نے کہا میں نے تو یہ سُنا کہ جو انسان اپنی وفات سے ایک پہر پہلے توبہ کرلے اللہ تعالےٰ اِس کی توبہ قبول کرلیتا ہے۔ اَب یہ تیسرے صحابی فرماتے ہیں میں نے یہ حدیث ایک اور صحابی سے بیان کی تو اس نے دریافت کیا کیا

تو نے نبی کریم سے یہ سنا کہا ہاں۔ اس چوتھے صحابی نے کہا میں نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا۔ جو شخص غرغرہ طاری ہونے سے قبل توبہ کرلے خدا تعالےٰ اسکی توبہ کو قبول فرمالیتا ہے۔ (صہ ۲۹۸ شعب الایمان)

خدا فرماتا ہے۔

فَقُلْ رَبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ۔

ترجمہ: پس تم فرما دو کہ تمہارا رب وسیع رحمت والا ہے۔

۵۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب کسی مسلمان کی وفات قریب ہوتی ہے تو دو شیطان کم بخت اس کے پاس آتے ہیں۔ ایک مرنے والے کے باپ کی صورت میں اور دوسرا اسکی ماں کی صورت میں۔ پہلے باپ اپنی محنت اور مشقت پدری کا اظہار کر کے کہتا ہے کہ اے فرزند میں دین عیسائی پر مرا تھا۔ بظاہر مسلمان تھا مگر درحقیقت میں عیسائی تھا اور مرنے کے بعد میں نے عیسائی دین کو سب سے بہتر دین پایا۔ چونکہ اب تیرا بھی آخری وقت آگیا ہے اس لیے تجھے بھی دین عیسائیت کی طرف آنا لازمی ہے۔ دوسرا شیطان جو ماں کی صورت میں ہوتا ہے کہتا ہے کہ تمہیں وہ وقت کہاں یاد ہوگا کہ جب میں تمہیں اپنے پیٹ میں اٹھائے پھرا کرتی تھی اور میری چھاتیاں تمہارے دودھ پینے کے دو شیریں چشمے تھے اور میری گود تیری سواری اور میرے دونوں زانوں تیرے تکیے تھے۔ میں دنیا میں بظاہر مسلمان تھی مگر مروقت یہودی ہو کر مری تھی اور مرنے کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ یہودی دین نہایت بہترین

دین ہے۔ اے کاش آج تو بھی یہودی دین اختیار کر لے۔ مرنے والا مصنوعی ماں باپ کا کلام سن کر حیران رہ جاتا ہے اور دل میں کہتا ہے کہ الٰہی اب میں کیا کروں۔ ایک کہتا ہے عیسائی ہو جا دوسرا کہتا ہے یہودی بن جا اور میں ساری زندگی مسلمان رہا۔ اب اس آخری وقت میں کیا کروں۔ اس وقت بندہ حیران ہوتا ہے کہ اچانک اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے اور ملک الموت تشریف لا کر ان شیطانوں کو لات مار کر نکال دیتے ہیں۔ پھر مرنے والے سے فرماتے ہیں۔ یہ تیرے ماں باپ نہ تھے بلکہ دو شیطان تھے جو تیرا ایمان لینے آئے تھے۔ خدا تعالیٰ نے تجھ پر رحم فرمایا کہ ان کے ہاتھ سے تجھے نجات دی۔ اب تو کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھ تاکہ میں تیری جان کلمہ طیبہ پر نکالوں۔ پس وہ کلمہ پڑھ کر باایمان اس دنیا سے رخصت ہوتا ہے۔ (ص ۹۵ احسن، تفسیر ابن کثیر)

رحمتِ خداوندی عالمِ برزخ میں

۱۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایک شخص نے زندگی میں کوئی نیک عمل نہ کیا۔ اس نے موت کے وقت اپنے لڑکوں سے کہا۔ جب میں مر جاؤں تو مجھے جلا کر میری راکھ کے دو حصے کر دینا۔ ایک کو زمین پر ڈال دینا اور دوسرے حصے کو سمندر میں ڈال دینا۔ اس لیے کہ خدا کی قسم اگر خدا

مجھ پر قادر ہو گیا تو مجھے ایسی سزا دے گا کہ عالمین میں ایسی سزا کسی کو نہ دی ہو گی۔ پس اس کی موت کے بعد اس کے لڑکوں نے اسکی وصیت پر عمل کیا۔ خُدا تعالےٰ نے بحر و بر کو اِس کی راکھ کے اجزاء اکٹھے کرنے کا حکم دیا۔ پھر اللہ نے اِس سے پُوچھا کہ تونے یہ کیا کیا۔ عرض کی یا اللہ تجھ سے خوف کی وجہ سے میں نے یہ سب کچھ کیا اور تو سب کچھ جانتا ہے۔ پس اللہ تعالےٰ کا دریائے رحمت جوش پر آیا اور اِسکے سارے گناہوں کو معاف فرما دیا۔

(صفحہ ۲۶۰ الترغیب والترہیب، صفحہ ۲۹۸ مسند امام احمد)

حضرت ابو غالب فرماتے ہیں میں مُلک شام میں تھا اور قبیلہ قیس کے ایک نیک اور صالح آدمی کے ہاں ٹھہرا ہوا تھا۔ اس کا ایک بھتیجا تھا جو اِس کی مخالفت کرتا تھا وہ اپنے بھتیجے کو نیکی کا حکم دیتا اور برائی سے منع کرتا تھا بلکہ مارتا بھی تھا لیکن وہ اِس کی نافرمانی کرتا تھا۔ پس نوجوان بیمار ہو گیا اور اِس نے اپنے چچا کو بُلا بھیجا۔ اِس نے آنے سے انکار کر دیا لیکن میں اِس کے چچا کو اپنے ساتھ لے کر اِس کے پاس گیا۔ چچا نے اپنے بھتیجے کو بُرا بھلا کہنا شروع کر دیا اور کہا اے دشمنِ خُدا تونے یہ کیا وہ کیا۔ اِس نے کہا اے چچا کیا خیال ہے اگر اللہ تعالےٰ مجھے میری ماں کے حوالے کر دے تو وہ میرے ساتھ کیا سلوک کرے گی۔ اس نے جواب میں کہا خُدا کی قسم وہ تجھے جنت میں داخل کر دے گی۔ نوجوان نے کہا واللہ اللہ تعالےٰ میری ماں سے بھی زیادہ مجھ پر رحم فرمانے والا ہے۔ بعد میں نوجوان کی وفات ہو گئی اور اِس کے چچا نے اِسے دفن کر دیا۔ جب اِس

نے لحد کی اینٹیں چُنیں تو ایک اینٹ گر گئی۔ جب اینٹ اُٹھائی تو ایک دم پیچھے ہٹا۔ میں نے وجہ دریافت کی تو کہنے لگا قبر نور سے بھر گئی ہے اور حدِ نگاہ تک وسیع ہو گئی ہے۔ (صہ ۱۲۱ شعب الایمان، صہ ۱۰ شرح الصدور)

وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ

ترجمہ: میری رحمت نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے۔

حضرت وہب بن منبہ فرماتے ہیں۔

بنی اسرائیل میں ایک آدمی تھا جس نے دو سو سال تک خدا تعالےٰ کی نافرمانی کی۔ پھر مر گیا تو قوم نے اس کے پاؤں سے پکڑا اور گھسیٹ کر اسے کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پر ڈال دیا۔ اللہ تعالےٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی۔ جاؤ اِس کی نمازِ جنازہ پڑھو۔ عرض کی یا اللہ بنی اسرائیل گواہی دیتے ہیں کہ اِس نے دو سو سال تیری نافرمانی کی ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا واقعہ یونہی ہے لیکن

کُلَّمَا نَشَرَ التَّوْرَاتَ وَنَظَرَ اِلٰی اِسْمِ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم قَبَّلَهٗ وَوَضَعَهٗ عَلٰی عَیْنَیْهِ۔ وَصَلّٰی عَلَیْهِ فَشَکَرْتُ ذَالِكَ لَهٗ وَغَفَرْتُ ذُنُوْبَهٗ وَزَوَّجْتُهٗ سَبْعِیْنَ حَوْرَاءَ۔

ترجمہ: وہ جب بھی تورات کھولتا اور نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتا اِس کو بوسہ دیتا اور اپنی دونوں آنکھوں پر لگاتا اور اِن پر درود پڑھتا۔ میں نے اِس کے اِس عمل کو قبول

کرلیا اور اسکے گناہوں کو معاف کر دیا اور ستر حوروں سے اس کی شادی کر دی۔ (صفحہ ۳۲ حلیۃ الاولیاء)

اس حدیث سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

ا: حضور کی تعظیم کرتے ہوئے آپ کے اسمِ گرامی کو چوم کر آنکھوں پر لگانا خدا کی خوشنودی اور رضا کا موجب ہے اور گناہوں کی مغفرت کا سبب ہے۔

ب: ذاتِ مصطفیٰ پر درود شریف بخشش کا ذریعہ اور یہ ایک عمل ہے جو بلاشبہ مقبول بارگاہِ الٰہی ہے۔

ج: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرنے والا خواہ گنہگار کیوں نہ ہو۔ خدا کی رحمت کا مستحق ہے۔

د: نبی مکرم کے ادب و احترام کی وجہ سے خدا تعالےٰ اس کی شادی ستر حوروں سے کر دی۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ نبی کی تعظیم عبادت پر مقدم ہے۔ ایمان لانے کے بعد اگر تعظیمِ نبی کا جذبہ کارفرما ہے تو ضرور بخشش ہو گی۔ اگرچہ عبادتِ الٰہی میں کچھ کوتاہی ہو گئی ہو لیکن اگر تعظیم نبی دل میں نہیں تو بڑی سے بڑی عبادت بھی بیکار اور رائیگاں ہے۔ شیطان کی مثال بندہ مومن کی آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ہے۔ قرآن کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ایمان کے بعد تعظیم نبی اور تیسرے مقام پر عبادت کا درجہ ہے۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے۔

لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ

وَتُوَقِّرُوْهُ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلاً

ترجمہ: تاکہ تم اللہ اور اِس کے رسُول پر ایمان لاؤ اور اِسکی یعنی رسُول کی تعظیم و توقیر کرو اور اس کی یعنی خُدا کی صبح و شام تسبیح بیان کرو۔

ن: خُدا تعالےٰ کی رحمت کا دریا بیکراں ہے۔ اِس کی رحمت کی وُسعت کا کوئی اِنسان اندازہ نہیں کر سکتا۔ وہ بڑے سے بڑے گنہگار کو ایک معمُولی عمل سے بخش دیتا ہے۔ بندہ خواہ کتنا ہی گنہگار ہو اِس کی رحمت سے نا اُمید نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ

رحمتِ خُدا بہانہ می جوید
خدا کی رحمت تو بخشش کے لیے بہانہ تلاش کرتی ہے۔

؎ جے میں ویکھاں عملاں ولے کچھ نئیں میرے پلے
جے ویکھاں تیری رحمت ولے بلے بلے

حدیث: حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دِن رات کی چوبیس ساعتیں یعنی گھنٹے ہیں ہر ساعت میں خُدا تعالےٰ چھ لاکھ ایسے دوزخیوں کو آزاد کر دیتا ہے جنہوں نے اپنے اُوپر جہنم کو واجب کر لیا ہوتا ہے۔

(صفحہ ۵۰/۸ تاریخ کبیر)

حدیث: حدیث میں ہے کہ حضرت فاروقِ اعظم کے دورِ خلافت میں ایک عبادت گذار نوجوان اپنا اکثر وقت مسجد میں گزارتا تھا اور

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی عبادت سے تعجب کرتے تھے اور اس کا باپ بوڑھا تھا وہ نوجوان عشار کی نماز پڑھ کر گھر کو واپس لوٹتا تھا اور اس کا راستہ ایک عورت کے گھر کے قریب سے گزرتا۔ وہ عورت اس کو ورغلاتی تھی۔ ایک دن یہ رات کے وقت اس عورت کے دروازے کے قریب پہنچا تو اس کے ورغلانے میں آگیا اور اس کے گھر داخل ہوگیا۔ اچانک خوفِ خدا کی بنا پر خدا کو یاد کرنے لگا اور یہ آیت اسکی زبان پر جاری ہوگئی۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّھُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَکَّرُوْا فَاِذَا ھُمْ مُّبْصِرُوْنَ۔

ترجمہ: ڈر والوں کو جب کوئی جھپٹ شیطان کی پہنچتی ہے تو خدا کو یاد کرتے ہیں۔ اسی وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

اس پر وہ بیہوش ہوکر گر پڑا۔ اس عورت نے اپنی لونڈی کو بلایا اور اسکی مدد سے اسے اس کے دروازے کے قریب ڈال دیا۔ اِدھر دیر ہوجانے کی وجہ سے باپ تلاش کے لیے نکلا تو اس کو دروازے پر بیہوش پایا اور گھر والوں کو بلایا اور اسے اٹھا کر گھر لے گئے۔ رات گئے ہوش آیا۔ باپ نے پوچھا بیٹا کیا وجہ ہوئی اور کیا میں تم سے اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں۔ لڑکے نے حقیقت حال سے اپنے باپ کو آگاہ کر دیا۔ باپ نے پوچھا وہ کون سی آیت تھی۔ اس نوجوان نے دوبارہ آیت زبان پر

جاری کی اور بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ گھر والوں نے اسے ہلایا تو وہ فوت ہو چکا تھا۔ اسے غسل دے کر دفن کر دیا۔ صبح کو اس بات کی خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ہوئی۔ آپ اس کے باپ کے پاس آئے اور تعزیت کی اور فرمایا تم نے اطلاع کیوں نہ کی۔ عرض کی یا امیر المومنین رات کا وقت تھا۔ حضرت عمر اور آپ کے ساتھی اسکی قبر پر آئے۔ حضرت عمر نے فرمایا

يَا فُلَانُ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ

ترجمہ: اے فلاں جو اپنے رب کی بارگاہ میں کھڑا ہونے سے ڈر گیا اس کے لیے دو باغ ہیں۔

اس نوجوان نے قبر کے اندر سے جواب دیا۔ اے عمر مجھے اللہ نے واقعی دو باغ عطا کیے ہیں۔

(ص۸۸ شرح الصدور، ص۵۱۶/۱ کنز العمال ص۴۶۸ شعب الایمان)

اس حدیث سے درج ذیل باتیں ثابت ہوئیں۔

ا: خلوص نیت سے خدا کی عبادت رضائے الٰہی کا سبب ہے۔

ب: مسجد میں خدا کی عبادت خدا کی خوشنودی کا ذریعہ ہے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو مسجد میں اپنا گھر بنا لیتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ مسجد ہر متقی کا گھر ہے۔ جو مسجد کو گھر بنا لے اس پر اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے اور اللہ تعالےٰ اس کے پلصراط سے سلامتی کے ساتھ گزارنے کا ضامن ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے۔ مسجد آخرت کا بازار ہے جو اس میں داخل ہو گیا وہ اللہ کا مہمان ہے اور اس کی مہمانی اللہ کی طرف سے

مغفرت ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ مسجدیں نبیوں کی مجالس ہیں۔

ج: عورت شیطان کا جال اور اسلحہ ہے۔ اس لیے غیر محرم عورت سے بچنا چاہیئے۔ نبی کریم نے فرمایا واتقوا النساء عورتوں سے بچ کر رہو۔ ایک حدیث میں فرمایا۔

مَا تَرَكْتُ بَعْدِي فِتْنَةً اَضَرَّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ۔

ترجمہ: میں نے اپنے بعد مردوں کے لیے عورت سے بڑھ کر نقصان دہ فتنہ نہ چھوڑا۔

ایک جگہ فرمایا گیا۔

اِمْشِ وَرَاءَ الْاَسَدِ وَلَا تَمْشِ وَرَاءَ الْمَرْأَةِ

شیر کے پیچھے چل لینا عورت کے پیچھے نہ چلنا۔

کیونکہ شیر کے پیچھے چلنے سے صرف جان کا خطرہ ہے اور عورت کے پیچھے چلنے سے ایمان کا بھی خطرہ ہے۔

د: فاروقِ اعظم کا عقیدہ تھا کہ اہلِ قبور ہماری آواز سُن سکتے ہیں اسی لیے تو آپ نے ان کو پکارا اور ہم اہلسنت وجماعت کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ معلوم ہوا ہمارا عقیدہ وہی ہے جو فاروقِ اعظم کا تھا اور آپ کا عقیدہ باطل نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا ہمارا عقیدہ برحق ہے۔

ن: اللہ کے برگزیدہ بندے اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں کیونکہ نوجوان عابد کا قبر سے جواب دینا اِن کے زندہ ہونے کی نشانی ہے۔

ی: جس بندۂ خُدا کے دِل میں خدا کا خوف پیدا ہو جائے وہ خوش قسمت ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ۔

ترجمہ: مومن لوگ وہ ہیں کہ جب اِن کو خُدا یاد آجائے تو ان کے دِلوں میں خدا کا خوف آجاتا ہے۔

حضور کی ایک حدیث میں ہے۔ میری اُمت کے نیک لوگ وہ ہیں جو اپنے رب کے عذاب کی شدت کے خوف سے خُفیہ طور پر روتے ہیں۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ جو خوفِ الٰہی سے روئے تو میں اُمید کرتا ہوں کہ اِس کا رونا ایک گروہ کی نجات کے لیے کافی ہوگا۔

مولوی اشرف علی تھانوی نے لکھا کہ ایک دھوبی کا اِنتقال ہوا جب اِسے دفن کر چکے۔ منکر نکیر نے آکر سوال کیا من ربک ما دینک من ھذا الرجل تیرا رب کون ہے، تیرا دین کیا اور یہ صاحب کون ہیں۔ وہ جواب میں کہتا ہے کہ مُجھ کو کچھ خبر نہیں میں تو حضرت غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا دھوبی ہوں اور فی الحقیقت یہ جواب اپنے ایمان کا اجمالی بیان تھا کہ میں ان کا ہم عقیدہ ہوں جو ان کا خدا وہ میرا خُدا جو اِن کا دین وہ میرا اِسی پر اِس دھوبی کی نجات ہو گئی۔

(صہ ۹۱/۲ الافادات الیومیہ)

اگر کِسی کے ذہن میں یہ اعتراض پیدا ہو کہ صرف غوثِ اعظم

کی خدمت سے جنت مل گئی۔ یہ بات عقل میں نہیں آتی تو سنیئے اِس کا جواب حدیث میں آیا ہے کہ ایک فاسق و فاجر آدمی کہیں سفر پر تھا۔ دورانِ سفر پیاس کا غلبہ ہوا۔ ایک کنواں نظر آیا وہ اِس کنویں میں اُترا اور پانی پی کر پیاس بجھائی۔ جب کنویں سے باہر آیا تو دیکھا کہ ایک کتا گیلی مٹی کھا رہا ہے یہ سمجھا کہ اسے بھی پیاس لگی ہوئی ہے۔ وہاں پانی نکالنے کا سامان موجود نہ تھا۔ یہ شخص دوبارہ کنویں میں اُترا اور اپنے موزے میں پانی بھر کر باہر لایا اور پیاسے کتے کو پلا دیا۔ خدا تعالےٰ نے اس کے اِس عمل کی وجہ سے اسے بخش دیا اور وہ جنتی ہو گیا۔

مغفرت اور حصولِ جنت نتیجہ ہے عبادت کا۔ نماز، روزہ، حج زکوٰۃ، عمرہ، جہاد وغیرہ عبادات کی جائیں تو بخشش ہو جاتی ہے اور جنت مل جاتی ہے لیکن وہ پانی پلانے والا تو فاسق و فاجر تھا اس کی جو بخشش ہوئی اور اسے جنت ملی تو صرف کتے کی خدمت کی وجہ سے جب کتے کی خدمت عبادت ہے تو ولی کی خدمت بطریق اولیٰ عبادت ہے اور پھر وہ غوثِ اعظم جن کا قدم تمام ولیوں کی گردنوں پر ہے۔ ان کی خدمت کرنا اِن کے کپڑے دھونا کیوں نہ عبادت ہو گی۔ اِس لیے اِن کے خادم دھوبی کی مغفرت اور اس کا جنت میں جانا ناممکن نہیں ہے۔

اوہ کہے مینوں خبر نہ کوئی میں ہاں مسکین نمانا
غوث الاعظم دا میں دھوبی اوسے نوں بس جاناں

نام لیا جد پیر سچے دا آئیاں غیب آوازاں
بخش دتا اِس بندے تائیں باجھ حساب کتاباں

قیامت کے دِن رحمتِ خداوندی

قیامت کے دِن اللہ تعالےٰ اپنے بندوں پر کتِنا رحیم ہوگا۔ اِس کے لیے مندرجہ ذیل احادیث مُلاحظہ فرمائیں۔

۱۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مُجھ سے جبریل نے کہا کہ قیامت کے روز اللہ تعالےٰ مجُھ سے خطاب فرمائے گا اے جبریل کیا وجہ ہے کہ فلاں بن فلاں اہل جہنم کی صفوں میں موجُود ہے۔ میں عرض کروں گا اِس کے نامۂ اعمال میں کوئی نیکی نہیں جو آج اِس کے کام آئے۔ خُدا تعالےٰ فرمائے گا میں نے دُنیا میں اسے یا حنان یا منان کہتے ہوئے سُنا ہے۔ جاؤ اس سے جا کر پوچھو وہ کہے گا اللہ کے سوا کوئی اور حنان منان ہے۔ یعنی جب جبریل اِس سے پوچھیں گے تو وہ کہے گا حنان منان تو صِرف اللہ ہے۔ اسکے علاوہ اور کوئی حنان منان نہیں۔ پس جبریل اِس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو اہلِ دوزخ کی صفوں سے نکال کر اہلِ جنت کی صفوں میں داخل کر دیں گے۔

(ص ۱۳۶/۲ مسند الفردوس)

خدا تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظۡلِمُ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ وَاِنۡ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفۡهَا وَيُؤۡتِ مِنۡ لَّدُنۡهُ اَجۡرًا عَظِيۡمًا۔

ترجمہ: اللہ ایک ذرہ بھر ظلم نہیں کرتا اور اگر کوئی نیکی ہو تو اسے دُگنی کرتا اور اپنے پاس سے بڑا ثواب دیتا ہے۔

۲۔ رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اللہ تعالےٰ قیامت کے دِن ایک بندے کو اپنی بارگاہ میں حاضر ہونے کا حکم دے گا اور اِس کے گناہوں کے بارے میں پوچھے گا کہ کیا تُو نے فلاں گناہ کیا؟ فلاں گناہ کیا۔ وہ اقرار کرے گا یہاں تک کہ وہ سمجھے گا کہ اب میں ہلاک ہو گیا۔ اس وقت خُدا تعالےٰ فرمائے گا۔ اَے میرے بندے دُنیا میں مَیں نے تیری اِن برائیوں پر پَردہ ڈال رکھا تھا اب آج تجھے کیا رُسوا کروں گا۔ جا میں نے تجھے بخش دیا۔

(صفحہ ۲۶/۲۹ ابنِ کثیر)

آج جو عیب کسی پر نہیں کھلنے دیتے
کب وہ چاہیں گے میری حشر میں رُسوائی ہو

۳۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں۔ یمن کے شہروں سے ایک آدمی حضرت کعب احبار کے پاس آیا اور کہا مجھے فلاں یہودی عالم نے آپ کے پاس بھیجا ہے۔ ایک پیغام دے کر آپ نے فرمایا۔ بتاؤ کیا

پیغام ہے۔ اس آدمی نے کہا وہ یہودی عالم کہتا ہے کیا تو ہم میں سردار اور معتمد نہ تھا۔ تجھے کس چیز نے اپنے دین سے نکال کر اُمت احمد میں شامل کر دیا۔ حضرت کعب احبار نے فرمایا میرا خیال ہے کہ تو واپس جائے گا اس نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا اگر تو اس یہودی کے پاس جائے تو اس کا دامن پکڑ لینا تاکہ وہ تجھ سے بھاگ نہ جائے اور اس سے کہنا تجھے کعب احبار کہتا ہے۔ تجھ سے سوال کرتا ہے اس ہستی کے نام پر جس نے حضرت موسیٰ کو ان کی والدہ کی طرف واپس لوٹایا۔ حضرت موسیٰ کیلئے دریا کو پھاڑا اِن کو تورات کی تختیاں دیں اور ان میں ہر چیز کا علم تھا کیا تو اللہ کی کتاب تورات میں یہ بات لکھی نہیں پاتا کہ اُمتِ احمد کے تین ثلث یعنی حصے ہوں گے۔ ایک تہائی بغیر حساب داخل جنت ہو گا اور دُوسرا تہائی حِصہ اللہ کی رحمت سے جنت میں داخل ہو گا اور تیسری تہائی آسان حساب کے بعد داخل ہو گی۔ وہ یہودی عالم تجھ سے کہے گا ہاں ایسا ہی لکھا ہے۔ پھر اس سے کہنا کعب الاحبار تجھ سے کہتا ہے مجھے اِن تینوں میں سے جس سے چاہو شمار کر لو۔

(صفحہ ۱۲۸ حجۃ اللہ)

۴ حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ کی ایک سو رحمتیں ہیں۔ ایک حِصہ رحمت خُدا تعالےٰ نے تمام دُنیا میں تقسیم فرما دیا اور اپنی وفات تک اِس ایک حِصہ رحمت سے مستفید ہوتے رہے اور باقی ننانوے حِصے رحمت

اپنے ولیوں کے لیے بچا رکھے۔ قیامت کے دِن اس ایک رحمت کو ننانوے کے ساتھ ملا کر مکمل سو حِصّے کر کے اپنے ولیوں کو اس سو حِصّے رحمت سے سرفراز فرمائے گا۔ (صـ ۲۴۸/۴ المستدرک)

۵۔ حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دِن انبیاء علیہم السّلام کے لیے نُورانی منبر رکھے جائیں گے جس پر وہ تشریف فرما ہوں گے مگر میرا منبر خالی رہے گا میں اِس پر نہیں بیٹھوں گا بلکہ اپنے رب کریم کے حضُور اِس خوف و خطر اور اندیشہ کے تحت کھڑا رہوں گا کہ کہیں مجھے جنت کی طرف بھیج دیا جائے اور میری اُمت جنت میں داخل ہونے سے رہ جائے لہٰذا میں اللہ سے عرض کروں گا اے خُدا اِن کا حسَاب جلد شروع کیا جائے۔ چنانچہ ان کو بلا کر حساب شروع کیا جائے گا۔ اِن میں سے بعض رحمت خداوندی سے جنت میں داخل ہوں گے اور بعض میری شفاعت سے جنّت میں داخل ہوں گے۔ میں ہمیشہ سِلسلہ شفاعت جاری رکھوں گا حتّٰی کہ مجھے ان لوگوں کی تفصیلی فہرست دی جائے گی جن کو آگ میں بھیجا جاچکا ہوگا اور خازنِ جنّت مجھ سے کہے گا کہ آپ نے اپنے رَب قہار کے قہر و غضب کے لیے اپنی اُمت میں اِنتقام کے لیے کوئی گنجائش نہیں چھوڑی۔

(صـ ۳۸/۱۰ مجمع الزوائد) (صـ ۴۴۶/۲ طبرانی اوسط، صـ ۴۱۴/۱۴ کنز العمال)

شفاعت کرے حشر میں جو رَضا کی
سوا تیرے کس کو یہ قدرت ملی ہے۔

۶ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف تشریف لائے اور فرمایا میرے دوست جبریل امین ابھی میرے ہاں سے تشریف لے گئے ہیں۔ انہوں نے کہا قسم ہے اسکی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا۔ اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ ہے جس نے سمندر کے ایک پہاڑ پر پانچ سو سال تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کی۔ تیس ہاتھ مربع تھا اور سمندر کا چاروں طرف سے چار ہزار فرسخ تھا۔ خدا تعالے نے اس بندہ کے لیے انگلی کی چوڑائی جتنا میٹھے پانی کا چشمہ جاری فرما دیا جسکا پانی پہاڑ کے نچلے حصے میں جمع ہو جاتا اور ایک انار کا درخت تھا جو ہر رات ایک انار نکالتا۔ یہ بندہ دن کو عبادت کرتا شام کو نیچے اُتر کر وضو کرتا اور اس انار کو لے کر کھاتا پھر اپنی نماز کے لیے کھڑا ہو جاتا۔ موت کے وقت اس نے اپنے رب سے عرض کی کہ اسے سجدے کی حالت میں وفات دی جائے اور زمین اور کوئی چیز اس کے جسم میں کوئی تغیر و تبدل نہ کرے یہاں تک کہ قیامت کے روز خدا اسے سجدے کی حالت میں اُٹھائے۔ پس اس کی عرض قبول ہوئی۔ ہم فرشتے آتے جاتے اس پر سے گزرتے ہیں اور ہم اسے اللہ کے علم میں اس طرح پاتے ہیں کہ قیامت کے دن اسے اللہ تعالے کے سامنے کھڑا کیا جائے گا۔ اللہ تعالے اس بندے کے بارے میں فرمائے گا۔ میرے اس بندے کو میری رحمت سے جنت میں داخل کر دو وہ کہے گا نہیں بلکہ میرے عمل سے۔ اللہ فرمائے گا میرے بندے پر میری نعمتوں

اور میرے بندے کی عبادت کا حساب کرلو۔ حساب کیا جائے گا تو ایک آنکھ کی نعمت پانچ سو سال کی عبادت کے برابر ہو جائے گی اور جسم کی باقی نعمتیں بچ جائیں گی۔ اللہ فرمائے گا میرے بندے کو دوزخ میں داخل کر دو۔ پس اسے آگ کی طرف کھینچا جائے گا۔ بندہ پکارے گا اے میرے رب مجھے اپنی رحمت سے جنتی بنائے۔ اللہ فرمائے گا اسے واپس لے آؤ۔ اسے خدا کی بارگاہ میں کھڑا کیا جائے گا۔ اللہ فرمائے گا اے میرے بندے جب تو کچھ بھی نہ تھا تو تجھے کس نے پیدا کیا وہ کہے گا یا اللہ تو نے پیدا کیا۔ پھر اللہ فرمائے گا تجھے پانچ سو سال تک عبادت کرنے کی قوت کس نے دی ہے۔ وہ کہے گا تو نے۔ پھر خدا فرمائے گا سمندر کی گہرائی میں پہاڑ پر تجھے کس نے اتارا اور کھارے پانی سے تیرے لیے میٹھا پانی کس نے نکالا اور ہر رات تیرے لیے انار کس نے دیا اور سجدے کی حالت میں تیری روح قبض کرنے کی دعا کس نے قبول کی۔ یہ بندہ کہے گا اے میرے رب تو نے۔ اللہ فرمائے گا یہ سب کام میری رحمت سے ہوئے اور میں تجھے اپنی رحمت سے جنت میں داخل کروں گا۔ اے فرشتو میرے بندے کو جنت میں داخل کر دو۔ خدا فرمائے گا اے میرے بندے تو میرا بڑا اچھا بندہ تھا۔ جبریل نے عرض کی یا رسول اللہ تمام چیزوں کا قیام اللہ کی رحمت سے ہے۔

(ص ۳۹۹/۴ الترغیب والترہیب، ص ۱۵۰/۴ شعب الایمان)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں ہیں اِن

سب کا شکر ادا کرنا اِنسان کے بس کی بات نہیں۔ ہاں اگر بندہ خدا کی عبادت کرتا رہے۔ اس کے احکام کی پابندی اپنا شیوہ بنائے اِس کے اوامر و نواہی پر کاربند رہے وہ اُمور جن سے وہ ناراض ہوتا اِن سے اجتناب کرتا رہے تو وہ اپنے بندے پر لطف و کرم فرما کر اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔

بندے کو چاہیئے کہ اگر اللہ تعالےٰ اپنی عبادت کی توفیق عطا فرمائے تو اپنا کمال نہ سمجھے اور نہ اِس پر فخر و مباہات کا مظاہرہ کرے بلکہ یہ خیال کرے کہ یہ فضلِ خدا ہے کہ اِس نے مجھے اپنے دروازے پر جھکنے کی توفیق دی ہے اگر وہ توفیق نہ دیتا تو میں یہ عبادت نہ کر سکتا۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص جس حال میں مرے گا اسی حال میں اٹھایا جائے گا۔ اِس بندے نے سجدے کی حالت میں وفات پائی اور سجدے ہی کی حالت میں قیامت کے روز اُٹھایا جائے گا۔ ایک آدمی اونٹنی سے تلبیہ کہتا ہوا گر کر فوت ہو گیا فرمایا قیامت کے روز تلبیہ کہتا ہوا اُٹھے گا

اِس سمندر میں اِس پہاڑ سے میٹھے پانی کا چشمہ بہانا یہ خدا کی کمالِ قدرت کا مظاہرہ ہے ورنہ تو چاروں طرف کھارا اور نمکین پانی تھا۔ چاہیئے تھا کہ چشمے کا پانی بھی نمکین ہوتا لیکن وہ خدا اِس بات پر قادر ہے۔ چاہے تو کھارے کڑوے سمندر سے میٹھے پانی کے چشمے بہائے اِس لیے کہ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔

انسان کی آنکھ خدا تعالےٰ کی بہت عظیم نعمت ہے۔ اِس بندے

نے پانچ سو سال تک دن رات خدا کی عبادت کی تو صرف ایک آنکھ کی نعمت کی برابر ہوئی۔ اندازہ لگائیے انسان تو خدا کی بہت سی نعمتوں کا مجموعہ ہے۔ پھر وہ کس طرح ساری نعمتوں کا حق ادا کر سکتا ہے۔ لہذا انسان کو تکبر فخر گھمنڈ اور خود پسندی سے اجتناب کرنا چاہیئے بلکہ عجز و انکساری اور تواضع اختیار کرنی چاہیئے اس لیے کہ

عجز کارِ انبیاء اولیاء است
عاجزی محبوب درگاہ است

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ تشرف فرما تھے۔ اچانک ہم نے دیکھا کہ آپ ہنسے یہاں تک کہ آپ کے دانت ظاہر ہو گئے۔ حضرت عمرؓ نے عرض کی یا رسول اللہ اس ہنسنے کا سبب کیا ہے۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں آپ نے فرمایا میرے دو امتی گھٹنوں کے بل رب تعالےٰ کے سامنے حاضر ہوئے ایک نے عرض کی اے میرے رب میرے بھائی سے مجھے ظلم کا بدلہ لے کر دے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا تو اپنے بھائی کے ساتھ کیا سلوک کرے گا جب کہ اس کی نیکیاں باقی نہیں رہیں۔ عرض کی یا اللہ میرا بوجھ اس پر لاد دے یعنی میرے گناہ اس کو دے دے۔ اس وقت رسولِ خدا کی آنکھیں رونے سے تر ہو گئیں اور فرمایا وہ قیامت کا دن بڑا سخت دن ہے۔ لوگ تمنا کریں گے کہ ان کا بوجھ کوئی اٹھا لے۔ اللہ تعالےٰ طالب بدلہ سے فرمائے گا اوپر نگاہ اٹھا کر دیکھو وہ دیکھ کر عرض کرے گا۔ اے میرے

رَب میں تو سونے کے شہر اور سونے کے محل موتیوں سے مرصع دیکھ رہا ہوں یہ کس نبی یا صدیق اور یا شہید کے لیے ہیں۔ اللہ فرمائے گا جو اسکی قیمت ادا کرے۔ عرض کرے گا قیمت کون ادا کر سکتا ہے۔ خدا فرمائے گا تیرے پاس اسکی قیمت ہے۔ عرض کرے گا وہ کیا۔ خدا فرمائے گا اس کی قیمت یہ ہے کہ اپنے بھائی کو معاف کر دو۔ وہ کہے گا اے میرے رَب میں نے معاف کر دیا۔ اللہ فرمائے گا اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑ کر جنت میں داخل ہو جا۔

(ص ۸۲۴/۲ کنز العمال) (ص ۳۰۹/۳ الترغیب)

۸ حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ آدمی کے تین دفتر نکالے گا۔ ایک نیک اعمال کا ایک گناہوں کا اور ایک اپنی نعمتوں کا جو اس نے اپنے بندے کو دی ہونگی۔ اللہ تعالیٰ اپنی سب سے چھوٹی نعمت سے فرمائے گا۔ نیک اعمال سے اپنا حصہ لے لے۔ ایک نعمت سارے نیک اعمال لے لے گی اور عرض کرے گی یا اللہ باقی گناہ رہ گئے ہیں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ بندے پر رحم فرمانے کا ارادہ کرے گا تو فرمائے گا۔

یَا عَبْدِیْ قَدْ ضَاعَفْتُ لَکَ حَسَنَاتِکَ وَتَجَاوَزْتُ عَلٰی سَیِّئَاتِکَ وَوَھَبْتُ لَکَ نِعْمَتِیْ ۔

(ص ۲۴۳/۲ تفسیر مظہری)

ترجمہ: اے میرے بندے میں نے تیری نیکیوں کو دُگنا کر دیا

اور تیرے گناہوں سے درگزر کیا اور اپنی نعمتیں تجھے عطا کر دیں۔
(صہ ۲۲۳/۹ تفسیر مظہری)

۹/ حضرت معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم چاہو تو میں تمہیں بتا دوں کہ قیامت کے روز خدا سب سے پہلے مومن بندوں سے کیا فرمائے گا اور وہ سب سے پہلے کیا کہیں گے صحابہ نے عرض کی ہاں یارسول اللہ۔ آپ نے فرمایا خدا مومنوں سے فرمائے گا کیا تم میری ملاقات کو پسند کرتے ہو۔ وہ عرض کریں گے ہاں ہمارے رب۔ اللہ فرمائے گا اس کی وجہ کیا ہے۔ عرض کریں گے تیری عفو و درگزر اور رحمت کی امید ہے۔ اللہ فرمائے گا میں نے اپنی رحمت تم پر واجب کر دی۔
(صہ ۲۰/۲ شعب الایمان)

۱۰/ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

قیامت کے دن دو جہنمی دوزخ میں بڑی چیخ و پکار کریں گے اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا اِن دونوں کو دوزخ سے نکال کر لے آؤ۔ جب دونوں کو نکالا جائے گا تو خدا تعالیٰ اِن سے پوچھے گا تم دونوں اتنا شور کیوں مچا رہے تھے۔ وہ عرض کریں گے اس لیے کہ تو ہم پر رحم کرے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میری رحمت تم دونوں کے لیے ہے جاؤ تم جہاں پہلے موجود تھے اسی جہنم میں اپنے آپ کو ڈال دو۔ اِن میں سے ایک جہنم میں چھلانگ لگا دے گا تو دوزخ کی آگ اِس کیلئے

سلامتی کے ساتھ ٹھنڈی ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ دوسرے سے پوچھے گا تو نے اپنے ساتھی کی طرح دوزخ میں چھلانگ کیوں نہیں لگائی۔ وہ عرض کرے گا اے اللہ مجھے تیری رحمت سے امید تھی کہ تو جہنم سے نکال کر دوبارہ اس میں داخل نہ کرے گا۔ پس دونوں خدا کی رحمت سے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ (صہ ترمذی شریف)

۱۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایک آدمی کے لیے جہنم کا حکم دے گا۔ جب وہ جہنم کا ایک تہائی راستہ طے کرے گا تو پیچھے مڑ کر دیکھے گا پھر آدھا راستہ طے کرنے کے بعد مڑ کر دیکھے گا۔ پھر دو تہائی راستہ طے کرنے کے بعد دیکھے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اسے واپس لے آؤ۔ اللہ تعالیٰ اس سے دریافت فرمائے گا تو پیچھے مڑ کر کیا دیکھتا تھا۔ وہ عرض کرے گا۔ اے میرے رب جب میں نے آدھا راستہ طے کیا تو مجھے تیرا یہ ارشاد یاد آگیا۔

وَمَنْ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللّٰهُ

ترجمہ: اللہ کے سوا گناہوں کو کون بخشے گا۔

میں نے سوچا شاید تو مجھے بخش دے گا۔ جب دو تہائی راستہ طے کر چکا تو مجھے تیرا یہ قول یاد آیا کہ

قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ
لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ۔

اس پر میری بخشش کی طمع اور بڑھ گئی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا جا میں نے تجھے بخش دیا۔
(صـ ۱۸۱ درۃ الناصحین)

۱۲ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

جہنم کے اوپر پل ہوگا جو بال سے زیادہ باریک تلوار سے زیادہ تیز ہوگا۔ اِس کے دونوں طرف کانٹے ہوں گے۔ ان کے ذریعے سے اللہ جس کو چاہے گا روک لے گا۔ اِس دِن کثرت سے مَرد اور عورتیں جہنم میں گریں گے۔ اس کے دونوں طرف ملائکہ کھڑے ہوں گے جو اللّٰھم سلم اللّٰھم سلم کہہ رہے ہوں گے جو حق کے ساتھ آئے گا وہ پُل کو پار کرے گا۔ اس پر لوگوں کو اِن کے ایمان اور اعمال کے مطابق نُور دیا جائے گا۔ اِن میں سے بعض وہ ہوں گے جو بجلی کی طرح گزر جائیں گے اور بعض ہوا کی طرح گزر جائیں گے اور بعض گھوڑے کی رفتار کی طرح گزر جائیں گے اور بعض معمولی رفتار اَور بعض دوڑ کر گزر جائیں گے اور کوئی وہ ہوگا کہ اسے قدموں کی جگہ نُور کر دیا جائے گا اَور کوئی گھسیٹتے ہوئے گزرے گا اور گناہوں کے مطابق آگ پکڑلے گی اور لوگوں کو اِن کے گناہوں کے مطابق آگ جلا دے گی یہاں تک کہ وہ آگ سے نجات پا جائیں گے۔ جو سب سے پہلا گروہ نجات پائے گا وہ ستر ہزار لوگ ہوں گے جن کے چہرے چودھویں کے چاند کی طرح ہوں گے اور جو لوگ اِن کے بعد ہوں گے اِن کے چہرے آسمانی ستاروں کی طرح چمک

رہے ہوں گے۔ یہاں تک کہ سب اللہ کی رحمت سے جنت میں پہنچ جائیں گے۔ (صا۲۳۱ شعب الایمان)

۱۲ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

قیامت کے دِن ایک آدمی کو لایا جائے گا اِس کا نامۂ اعمال تولا جائے گا۔ اِس کے گناہ زیادہ ہو جائیں گے۔ اِس کے لیے جہنم کا حکم ہو جائے گا۔ وہ عرض کرے گا الٰہی مجھے کچھ دیر مہلت دی جائے میں اپنی ماں سے نیکیاں لے لوں۔ پس اسے مہلت دی جائے گی۔ وہ اپنی ماں کے پاس آئے گا اور اپنی ماں سے عرض کرے گا۔ اے ماں خدا کے لیے مجھ پر احسان کر اور مجھے ایک نیکی دے دے تاکہ میں دوزخ سے نجات پا جاؤں۔ ماں کہے گی میں تو اپنے بارے میں حیران و پریشان ہوں تیرے لیے کچھ نہیں کر سکتی اور اِسی طرح تمام رشتہ داروں سے نا اُمید ہو کر واپس ہو گا۔ اللہ اسے جہنم کا حکم دے گا۔ اس کا ایک دوست اِسے جہنم کی طرف جاتا ہوا دیکھے گا اور وہ اسے کہے گا میں نے تمہیں اپنی تمام نیکیاں دے دیں تاکہ ہم دونوں میں سے ایک آگ سے بچ جائے اور یہ بات اِس سے بہتر ہے کہ ہم دونوں آگ میں چلے جائیں۔ پس اسے اللہ جنت کا حکم دے گا اور یہ جلدی سے جنت کی طرف جانے لگے گا۔ راستے میں ہی ہو گا کہ ایک آواز آئے گی یہ کوئی مروت نہیں ہے کہ دوست تو آگ میں جائے اور تو جنت میں داخل ہو جائے۔ یہ اللہ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو کر اِس دوست کی (جس نے نیکیاں دیں) شفاعت کریگا

اللہ تعالےٰ دونوں کو جنت میں داخل کر دے گا۔

(صنا۲۴ درۃ الناصحین)

۱۴۱ حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن اللہ دو آدمیوں کو اپنی بارگاہ میں حاضری کا حکم دے گا۔ اِن میں سے ایک گنہگار اور دُوسرا نیکو کار ہو گا لیکن دونوں کا خاتمہ ایمان پر ہوا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ رضوان جنت سے فرمائے گا اس مطیع کو جنت میں لے جاؤ اور اِسکی عزت و اکرام کرو میں اِس سے راضی ہو گیا ہوں اور عاصی کے بارے میں جہنم کے فرشتوں کو حکم ہو گا اسے جہنم میں لے جاؤ اور اسے سخت عذاب دو کیونکہ یہ شراب پیتا تھا۔ مطیع خوشی خوشی جنت کی طرف چلا جائے گا۔ جب جنّت کے قریب پہنچے گا تو پیچھے سے آواز آئے گی۔ اے میرے دوست اور ساتھی خُدا کے لیے مجھ پر رحم کرو اور میری شفاعت کرو۔ جب مطیع یہ آواز سُنے گا تو وہیں ٹھہر جائے گا اور جنّت میں داخل نہ ہو گا۔ رضوان کہے گا جنّت میں داخل ہو جا اور خدا کا شکر کر کہ اِس نے تمہیں آگ سے نجات دی۔ وہ کہے گا میں جنّت میں نہیں جاؤں گا مجھے دوزخ کی طرف لے چلو۔ رضوان کہے گا میں تمہیں دوزخ میں کِس طرح لے چلوں۔ خُدا نے تو مجھے حکم دیا ہے کہ میں تجھے جنّت میں داخل کر دوں اور تیری خدمت کروں۔ وہ مطیع آدمی کہے گا۔ مجھے تمہاری خدمت کی ضرورت نہیں اور نہ ہی جنّت کی حاجت ہے۔ خُدا فرمائے گا اے رضوان میں جانتا ہوں میرا یہ بندہ کیا چاہتا ہے اور تو بھی جانتا ہے۔ رضوان اس سے کہے

گا کہ تو جنت میں داخل کیوں نہیں ہوتا اور جہنم پر کیوں راضی ہے وہ کہے گا جو گنہگار دوزخ کی طرف گیا ہے وہ دُنیا میں مجھے پہچانتا تھا اِس نے مجھے پکارا اَور عُذر پیش کیا اور مجھ سے شفاعت کا طالب ہوا اَور میں اسے دوزخ سے نکالنے پر قادر نہیں اَور جنّت میں داخل کرنے پر قدرت نہیں رکھتا۔ اِس لیے میں نے چاہا کہ میں بھی دوزخ کی طرف جا کر اِس کے ساتھ جہنم میں داخل ہو جاؤں۔ خُدا تعالےٰ کی طرف سے آواز آئے گی اے میرے بندے اپنے ضعف کے باوجود تو نے اِس بات کو پسند نہ کیا کہ وہ (عاصی) جہنم میں.... جائے کیونکہ اِس نے دُنیا میں تجھے ایک مُدّت قلیل تک دیکھا اور وہ تجھے پہچانتا تھا اور تیرا ساتھی تھا کچھ دنوں کے لیے میں اپنے بندے کے جہنم جانے پر کیسے راضی ہو جاؤں اور وہ ساری عمر مجھے پہچانتا رہا اور ستر سال تک اِس نے مجھے معبُود مانا۔ اسے لے کر جنت میں داخل ہو جاؤ۔ (ص۱۴۱ درۃ الناصحین)

اِس بات میں کوئی شک نہیں کہ خدا تعالےٰ کی رحمت بے پایاں ہے۔ مغفرت اَور بخشش کے لیے رحمتِ خداوندی بہانہ تلاش کرتی ہے لیکن صرف رحمتِ خدا پر بھروسہ کر کے بیٹھ جانا اور نیک اعمال سے پہلو تہی کرنا بھی کوئی عقلمندی نہیں ہے بلکہ صحیح معنوں میں خدا کا بندہ وہ ہے جو فرائض الٰہیہ واجبات سُنن رسُول مقبُول اور مستحبات پر بھی عمل کرتا ہے کیونکہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات دورِ صحابہ تابعین اور تبع تابعین اور سلف صالحین میں ایک مثال بھی ایسی نہیں ملتی کہ کسی

صَالح مومن نے عبادتِ خداوندی چھوڑ کر صرف خدا کی رحمت پر تکیہ کر لیا ہو۔ لہذا ہمیں بھی چاہیئے کہ ہم شریعت کی پابندی کریں۔ خدا اور اسکے رسُول کے احکام پر عمل کریں۔ اِن کاموں سے اجتناب کریں جن سے شریعتِ اِسلامیہ نے منع کیا اور جو خدا اور اِس کے پیارے حبیب کی ناراضگی کا سبب ہیں۔

ہمیں چاہیئے کہ اپنی زبان کو یاوہ گوئی، جھوٹ، چغلی اور غیبت سے بچائیں بلکہ اِس سے خدا کا ذِکر کریں۔ نبی کریم پر درُود شریف پڑھیں۔ قرآن کی تلاوت کریں۔ ہاتھوں سے رزقِ حلال کمائیں۔ اِن سے کِسی کو اذیت اور دُکھ نہ دیں۔ پیٹ میں لقمہ حلال ڈالیں۔ حرام لقمہ سے اجتناب کریں۔ نگاہ کو حرام ؁ سے بچائیں۔ قدموں سے چل کر مساجد کی طرف جائیں۔ نیک مجالس میں حاضر ہوں۔ دِل میں حسد، بغض، عداوت تعصب نہ پیدا ہونے دیں۔ نیت میں خلوص پیدا کریں۔ غریب، نادار اور معذور لوگوں کے کام آئیں۔ کانوں سے بُری آواز گانے وغیرہ نہ سُنیں بلکہ علماء کرام کے وعظ، اولیاء کرام کے ملفوظات سُن کر اپنی اصلاح کریں۔ بدعقیدہ اور بد کردار لوگوں کی صحبت سے پرہیز کریں۔ اپنی اَولاد کی احسن طریقے سے تربیت کریں۔ اِن کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کرائیں۔ بزرگوں کا ادب و احترام کرنا سکھائیں۔ والدین کی فرمانبرداری کا درس دیں۔ غرضیکہ نیک کام کرنے کے بعد خدا کی رحمت سے اُمید رکھیں کہ وہ اپنے فضل وکرم سے ہماری جُملہ عبادات کو قبول کرے گا اور ہماری کوتاہیوں کو معاف فرمائے گا۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِؕ

"مقامِ نبوّت"

نبی وُہ مقدس انسان ہوتا ہے. جس کو اللہ تبارک وتعالیٰ اَپنے احکام کی تبلیغ کے لئے اَپنے بندوں کی طرف بھیجتا ہے. نبی اِنسانیت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوتا ہے۔

لفظ نبی بنا ہے نبأ سے جس کے معنے ہیں خبر. نبی کے معنے ہُوئے خبر وَالا. اَب اِس میں دُو احتمال ہیں۔

ا:۔ خبر لینے وَالا.

ب:۔ خبر دینے وَالا.

اگر نبی کا معنیٰ کیا جائے خبر لینے والا تو دیکھنا یہ ہے کہ نبی اَپنی اُمت کی کہاں کہاں خبر لیتا ہے۔

عَالَم دُنیا میں:۔ نبی اَپنے اُمّتیوں کی خبر لیتا ہے جو دُنیا میں بقیدِ حیات ہوتے ہیں۔

مثلاً:۔ حضرت اُم عاصم زوجہ حضرت عتبہ بن فرقد جنہوں نے حضرت فاروق اعظم کے دورِ خلافت میں موصل کو فتح کیا تھا. بیان کرتی ہیں کہ حضرت عتبہ کے ہاں ہم چار عورتیں تھیں. ہم میں سے ہر ایک حضرت عتبہ کی خاطر خوشبودار رہنے کی کوشش کرتی پھر بھی جو خوشبو

حضرت عتبہ کے جسم سے آتی وہ بہت زیادہ ہوتی اور جب وہ لوگوں میں جا بیٹھتا تو لوگ کہتے کہ ہم نے کوئی ایسی خوشبو نہیں سونگھی جو عتبہ کی خوشبو سے اچھی ہو۔

ایک دن ہم نے ان سے پوچھا کہ ہم خوشبو لگانے میں مبالغہ کرتی ہیں اور آپ باوجود خوشبو نہ لگانے کے ہم سے زیادہ خوشبودار ہوتے ہیں اس کا سبب کیا ہے۔ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں میرے بدن پر پھنسیاں نمودار ہوئیں۔ میں حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اس بیماری کی شکایت کی۔

آپ نے مجھے فرمایا: اپنے کپڑے اتار دو۔ میں نے کپڑے اتار دیئے اور اپنا ستر چھپا کر آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ نے اپنا لعاب دہن اپنے دست مبارک پر ڈال کر میری پشت اور میرے پیٹ پر مل دیا۔ اس دن سے مجھ میں یہ خوشبو پیدا ہو گئی ہے اور میری بیماری جاتی رہی۔

(ص ۱۳۳/۱۷ طبرانی کبیر)

عالمِ برزخ میں

:- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ان امتیوں کی بھی خبر لیتے ہیں جو عالمِ برزخ میں پہنچ چکے ہوں۔ مثلاً:-

"عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَفَنَ مَيِّتًا وَقَفَ

وَسَلُوا لَهُ التَّثْبِيتَ۔

(ص۲۲۳ نوادر الاصول فی معرفۃ احادیث الرسول)

ترجمہ: "حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا جب کسی میت کو دفن کر لیتے تو اس کی قبر پر ٹھہر جاتے اور اس کے لئے ثابت قدم رہنے کی دعا کرتے۔"

حضرت عثمان غنی سے مروی ہے کہ فرمایا:

"كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا فَرَغَ مِنْ دَفْنِ الْمَيِّتِ وَقَفَ عَلَيْهِ فَقَالَ اسْتَغْفِرُوا لِأَخِيكُمْ وَاسْأَلُوا لَهُ بِالتَّثْبِيتِ فَإِنَّهُ الْآنَ يُسْأَلُ۔

(ص ۱۰۳/۲ ابوداؤد)

ترجمہ: "جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دفن میت سے فارغ ہوتے تو قبر پر ٹھہرتے اور فرماتے اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو اور اس کے لئے جواب نکیرین میں ثابت قدم رہنے کی دعا مانگو کہ اب اس سے سوال ہوگا۔"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت

ہے کہ

"کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقِفُ عَلَی الْقَبْرِ بَعْدَ مَا سُوِّیَ عَلَیْہِ فَیَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ نَزَلَ بِکَ صَاحِبُنَا وَخَلَفَ الدُّنْیَا خَلْفَ ظَھْرِہٖ اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْ عِنْدَ الْمَسْئَلَۃِ نُطْقَہٗ وَلَا تَبْتَلِہٖ فِیْ قَبْرِہٖ بِمَا لَا طَاقَۃَ لَہٗ بِہٖ"

(ص ۵۴۹ فتاویٰ رضویہ)

ترجمہ: "جب مُردہ دفن ہو کر قبر درست ہو جاتی تو حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم قبر پر کھڑے ہو کر دُعا کرتے۔ الٰہی ہمارا ساتھی تیرا مہمان ہوا اور دنیا اپنے پس پشت چھوڑ آیا۔ الٰہی سوال کے وقت اُس کی زبان دُرست رکھ اور قبر میں اس پر وہ بلا نہ ڈال جس کی اُسے طاقت نہ ہو۔"

میت کو دفن کرنے کے بعد دُعا میں حکمت یہ ہے کہ نماز جنازہ بجماعت مُسلمین ایک لشکر تھا کہ آستانہ شاہی پر میت کی شفاعت و عذر خواہی کے لئے حاضر ہوا اور اب قبر پر کھڑا ہو کر دُعا یہ اس لشکر کی مدد ہے۔ اس لئے کہ میت کو ہول اور وحشت کا سامنا ہے۔ اور نکیرین کے سوالات ہونے والے ہیں حضور علیہ السلام کا ان اُمتیوں

کے حق میں دُعا کرنا ان کی امداد اور خبر گیری ہے۔

عالمِ آخرت میں:

"عَنْ اَنَسٍ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یَّشْفَعَ لِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ
فَقَالَ اَنَا فَاعِلٌ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ
فَاَیْنَ اَطْلُبُکَ قَالَ اُطْلُبْنِیْ اَوَّلَ مَا
تَطْلُبُنِیْ عَلَی الصِّرَاطِ قُلْتُ فَاِنْ
لَّمْ اَلْقَکَ عَلَی الصِّرَاطِ قَالَ فَاطْلُبْنِیْ
عِنْدَ الْمِیْزَانِ قُلْتُ فَاِنْ لَّمْ اَلْقَکَ
عِنْدَ الْمِیْزَانِ قَالَ فَاطْلُبْنِیْ عِنْدَ
الْحَوْضِ فَاِنِّیْ لَا اُخْطِئُ ھٰذِہِ الثَّلَاثَ
الْمَوَاطِنَ۔"

(ص ۸۶ مشکوٰۃ)

ترجمہ: "حضرت انس فرماتے ہیں، میں نے نبی کریم سے عرض کی کہ آپ میرے لئے خاص طور پر شفاعت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا، اچھا میں سفارش کروں گا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! میں آپ کو کہاں

تلاش کروں۔ آپ نے فرمایا، ابتداء میں تو مجھ کو پلصراط پر تلاش کرنا۔ میں نے عرض کی اگر میں آپ کو صراط پر نہ پا سکوں۔ فرمایا، تو میزان پر میں نے عرض کیا۔ اگر آپ میزان پر بھی نہ ملیں۔ فرمایا تو پھر حوض پر میں ان تینوں جگہ کو نہ چھوڑوں گا"۔

قیامت کے روز سرور کونین ان تینوں مقامات پر اپنی اُمت کے کام آئیں گے اور اس طرح خبر گیری فرمائیں گے کہ پلصراط کے دُوسری طرف سجدہ ریز ہو کر اپنی اُمت کے لئے سلامتی کی دُعائیں مانگیں گے۔

یہی وجہ ہے کہ اعلیحضرت نے فرمایا؛

رضا پل سے اب وجد کرتے گزریئے
کہ ہے ربّ سلّم صدائے محمدؐ

پائے کوہاں پل سے گزریں گے تیری آواز پر!
ربّ سلّم کی صدا پر وجد لاتے جائیں گے

اور میزان پر اپنے بعض اُمتیوں کی نیکیوں کا پلڑا بھاری کر رہے ہوں گے۔

چنانچہ علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی نے لکھا ہے۔ کہ قیامت کے دن حضرت آدم علیہ السلام عرش الٰہی کے پاس سبز لباس پہنے ہوئے اپنی اولاد میں سے جنّت و دوزخ کی طرف جانے والوں کو ملاحظہ کرتے ہوں گے۔ یکایک آپ کی نگاہ ایک

مسلمان پر پڑے گی جسے فرشتے دوزخ کی طرف کھینچتے ہوئے لئے جاتے ہوں گے۔ حضرت آدم بے چین ہو کر پکاریں گے کہ

اے احمد! اِدھر آؤ دیکھو یہ آپ کی اُمت کا شخص ہے جسے فرشتے جہنم کی طرف لئے جاتے ہیں۔ حضورؐ فرماتے ہیں میں حضرت آدمؑ کی آواز سُن کر کہوں گا۔

اے میرے مولیٰ کے سپاہیو! ذرا ٹھہر جاؤ۔ ملائکہ عرض کریں گے کہ ہم خدا کے حکم کی نافرمانی نہیں کر سکتے۔ آپ خدا کی بارگاہ میں عرض کریں یہ سُن کر حضور عرشِ الٰہی کی طرف متوجہ ہوں گے اور عرض کریں گے الٰہی تو نے تو وعدہ کیا تھا کہ ہم اُمت کے بارے میں تجھے غمگین نہ کریں گے۔ ارشاد ہو گا۔ فرشتو ٹھہر جاؤ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کرو۔ اور اس بندے کو میزان کی طرف لے جاؤ۔ ملائکہ اُسے میزان کی طرف لے جائیں گے اور نبی کریم ایک چھوٹا سا پرچہ نہایت سفید اپنے پاس سے نکال کر میزان عدالت کے دائیں پلڑے میں ڈال دیں گے اور فرمائیں گے ترازو اُٹھاؤ اس پرچہ کے ترازو میں لٹکتے ہی نیکیاں بھاری اور گناہ ہلکے ہو جائیں گے۔ ایک فرشتہ پکارے گا اس کی نجات ہو گئی، یہ بخشا گیا اسے جنت میں لے جاؤ۔

یہ عجیب واقعہ دیکھ کر وہ شخص کہے گا کہ اے نیک صورت نیک سیرت، آپ کون ہیں۔ حضور علیہ السلام فرمائیں گے میں تیرا نبی محمد رسول اللہ ہوں، اور یہ پرچہ کاغذ کا وہ درود ہے جو تو نے کسی وقت مجھ پر بھیجا تھا۔

(ص۱/۲۵۷ جواہر البحار)

؎ ڈر تھا کہ عصیاں کی سزا اب ہو گی یا روزِ جزا
دی اُن کی رحمت نے صدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

اور حوضِ کوثر پر اپنی اُمت کے پیاسوں کو حوضِ کوثر کے پانی سے سیراب کر رہے ہوں گے۔

؎ جس کی دو بوند ہیں کوثر و سلسبیل
ہے وہ رحمت کا دریا ہمارا نبی

عالمِ برزخ میں رہ کر اہلِ دنیا کی خبر لینا۔

امام ابوبکر بن مقری کہتے ہیں کہ میں اور طبرانی اور ابوالشیخ تینوں آدمی حرم نبوی میں تھے کہ بھوک نے ہم پر غلبہ کیا اور اسی حال میں دو دن گزر گئے۔ جب عشاء کا وقت آیا تو میں نے قبر مبارک کے سامنے ہو کر عرض کی یا رسول اللہ! الجوع یعنی بھوک بس اس کے سوا اور کچھ نہ کہا اور واپس چلا آیا۔ میں اور ابوالشیخ سو رہے اور طبرانی بیٹھے رہے۔ جیسے کسی چیز کے آنے کا انتظار کر رہے ہیں۔ ناگاہ ایک مرد علوی نے آکر دروازہ کھٹکھٹایا اور اس کے ساتھ دو غلام تھے ہر ایک کے ساتھ ایک زنبیل کھانے سے بھری تھی ہم نے دروازہ کھول دیا وہ آکر بیٹھ گئے۔ ہمارے ساتھ اس نے کھانا کھایا اور جو کچھ اس سے بچا وہ ہمارے پاس چھوڑ گیا اور کہا۔

اے قوم شاید تم نے اپنی بھوک کی شکایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کی ہے کیونکہ میں نے اس وقت رسولِ خدا کو خواب

میں دیکھا ہے کہ فرماتے ہیں کہ ان کو کھانا کھلاؤ۔

(صفحہ ۳۵ جذب القلوب)

غیر ہو سوائے درِ مصطفیٰؐ کے
کہیں بھی نہ ہوگا ٹھکانہ تمہارا

مصیبت زدو شاد ہو تم کہ ان سے!
نہیں دیکھی جاتی مصیبت کسی کی

ب: نبی بمعنی خبر دینے والا۔

اللہ کا نبی گذشتہ حالات کی بھی خبر دیتا ہے اور آئندہ حالات کی بھی مثلاً:

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں، ایک بھیڑیا آیا اور چرواہے کے ریوڑ میں سے ایک بکری اُٹھا کر لے گیا۔ چرواہے نے اس کا تعاقب کیا اور بکری کو اس سے چھین لیا۔

ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ پھر وہ بھیڑیا ایک ٹیلے پر چڑھ گیا اور وہاں بیٹھ کر کہا۔ میں نے اپنے رزق کا ارادہ کیا تھا جو مجھ کو خدا نے دیا۔ میں نے اس پر قبضہ کیا تھا۔ لیکن تُو نے اس کو مجھ سے چھین لیا۔

چرواہے نے کہا:

"تاللہ اِن رأیتُ کالیوم ذئب یتکلّم
فقال الذئبُ اعجبُ مِن ھذا رجلٌ

فِی النَّخَلَاتِ بَیْنَ الْحَرَّتَیْنِ یُخْبِرُکُمْ
بِمَا مَضٰی وَمَا هُوَ کَائِنٌ بَعْدَکُمْ۔

ترجمہ: "خدا کی قسم ایسی عجیب بات میں نے کبھی نہیں دیکھی جو آج کے دن دیکھی ہے۔ بھیڑیا بولتا ہے بھیڑیے نے کہا۔ اس سے زیادہ عجیب اس شخص کا حال ہے جو ان درختوں میں ہے جو سنگستانوں کے درمیان واقع ہیں وہ شخص گذشتہ حالات کی خبریں دیتا ہے اور جو واقعات تمہارے بعد ہونے والے ہیں، ان کی خبر دیتا ہے۔"

(مشکوٰۃ ص ۵۰۴)

صرف گذشتہ حالات کی خبر

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر کہا۔ میں فاقہ سے ہوں۔ آپ نے اپنی کسی زوجہ کی طرف پیغام بھیجا۔ انہوں نے کہا۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ میرے پاس تو پانی کے سوا کچھ نہیں پھر آپ نے دوسری زوجہ کے پاس پیغام بھیجا۔ انہوں نے بھی اسی طرح کہا۔

حتیٰ کہ سب نے یہی کہا قسم ہے۔ اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ میرے پاس سوائے پانی کے کچھ نہیں۔

بالآخر آپ نے فرمایا، جو شخص آج رات اِس کو مہمان بنائے گا۔ اللہ تعالیٰ اُس پر رحم فرمائے گا۔

انصار میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ اِس کو مَیں مہمان بناؤں گا۔ وُہ شخص اس مہمان کو اپنے گھر لے گیا اور بیوی سے پُوچھا۔ تمہارے پاس (کھانے کی) کوئی چیز ہے۔ بیوی نے کہا صِرف بچّوں کا کھانا ہے۔ اُس نے کہا بچّوں کو کسی چیز سے بہلا دو۔ جب ہمارا مہمان آئے تو چراغ بُجھا دینا اور اُس پر ظاہر یہ کرنا کہ ہم کھانا کھا رہے ہیں، جب وُہ کھانا کھانے لگے تو تُم چراغ کے پاس جا کر اُسے بُجھا دینا پھر وُہ سب بیٹھ گئے اور مہمان نے کھانا کھا لیا جب صُبح کو وُہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا تو آپ نے فرمایا:

"عَجِبَ اللّٰهُ مِنْ صَنِيعِكُمَا بِضَيْفِكُمَا"

(ص ۱۸۳ مُسلم شریف)

ترجمہ: "تم نے اپنے مہمان کے ساتھ جو سلوک کیا اللہ تعالیٰ اس پر بہت خُوش ہُوا۔"

اِس حدیث سے ثابت ہُوا کہ

ا۔ رسُولِ خُدا اور آپ کے گھر والے زاہدانہ زندگی بسر کرتے تھے اور بھوک پر صبر کرتے تھے۔

ب۔ مہمان نوازی کے لئے قوم کے رئیس کو ابتداء کرنی چاہیئے۔

ج۔ کسی شخص کی مصیبت میں اُس کی غمخواری کرنی چاہیئے۔

د۔ دُوسروں کے لئے ایثار کرنا مستحسن اَمر ہے۔

ن۔ حضور علیہ السّلام نے گُذشتہ رات کی خبر دی کہ تم نے اپنے مہمان کے ساتھ بڑا احسن سلوک کیا ہے۔

آئندہ حالات کی خبر:

حضرت عبدُاللہ بن مسعُود سے رَوایت ہے کہ رُسُول اللہ صلی اللہ عَلیہ وسلّم نے فرمایا:

جنّت میں سَب سے آخر میں داخل ہونے والا وُہ شخص ہو گا جو کبھی چلنے لگے گا۔ اور کبھی مُنہ کے بَل گر پڑے گا۔ اور آگ اُسے جُھلس دے گی۔ جَب نارِ جہنّم سے نجات پا جائیگا تو اُسے مُڑ کر دیکھ کر کہے گا۔ پاک ہے وُہ اللہ جس نے مُجھے تجھ سے نجات دی اور مجھے وُہ چیز عطا کی جو اوّلین اور آخرین میں سے کِسی کو نہ ملی۔ اُس کے لئے ایک درخت بُلند کیا جائے گا۔

وُہ عرض کرے گا۔ اَے میرے رَبّ مُجھے اس درخت کے قریب کر دے تاکہ مَیں اس کے سائے اور اس کے پانی سے لُطف اُٹھاؤں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا۔ اگر مَیں تُجھے وُہ دے دُوں تو اَور کِسی چیز کا سوال تو نہ کرے گا۔

عرض کرے گا نہیں اَور کِسی اَور چیز کے سوال نہ کرنے کا وعدہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ اُس کا عُذر قبُول کرے گا۔ کیُونکہ اللہ جانتا ہے

کہ یہ صبر نہ کر سکے گا۔ اللہ اس کو اس درخت کے قریب کر دے گا۔ وہ اس کے سائے اور پانی سے لطف اندوز ہوگا۔ پھر ایک اور درخت بلند کیا جائے گا جو پہلے سے زیادہ اچھا ہوگا۔

وہ عرض کرے گا۔ اے میرے پروردگار مجھے اس درخت کے قریب کردے تاکہ میں اس کے سائے اور پانی سے لطف اندوز ہو سکوں میں کوئی اور سوال نہ کروں گا۔

خدا تعالیٰ فرمائے گا تو نے اور سوال نہ کرنے کا وعدہ نہ کیا تھا وہ عرض کرے گا ہاں۔ لیکن اب اس درخت کے ملنے پر کوئی اور سوال نہ کروں گا۔ اللہ اس کا عذر قبول فرمالے گا۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس میں صبر کی طاقت نہیں۔ وہ اسے اس درخت کے نزدیک کر دے گا۔ وہ وہاں اہل جنت کی آوازیں سُنے گا۔

عرض کرے گا۔ یا اللہ مجھے جنت میں داخل فرمادے۔ اللہ فرمائے گا کونسی چیز تجھے سوال کرنے سے باز رکھے گی کیا تو اس بات پر راضی ہے کہ تجھے دنیا اور دنیا کی مثل عطا کر دوں وہ عرض کرے گا یا اللہ تو رب العالمین ہو کر مجھ سے استہزاء فرماتا ہے۔ اللہ فرمائے گا میں استہزاء نہیں فرماتا بلکہ میں ایسا کرنے پر قادر ہوں۔

(ص ۱۰۵ مسلم شریف)

ان تینوں احادیث سے معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم مَا کَانَ وَمَا یَکُوْن سے سرفراز فرمایا ہے۔ فاضل بریلوی ارشاد فرماتے ہیں۔

خُدا نے کیا تجُھ کو آگاہ سَب سے
دو عالم میں جو کچُھ خفی و جلی ہے

نبی کا معنیٰ "مُخبرٌ" خبر دیا گیا" بھی ہے۔ قُرآن و حدیث سے اس کی دلیل مُلاحظہ ہو۔

حضُور علیہ السلام جب کبھی حضرت زینب بنتِ جحش کے گھر تشریف لے جاتے تو وُہ آپ کی خدمت میں شہد پیش فرماتی تھیں اس وجہ سے وہاں قیام زیادہ فرماتے تھے یہ زیادہ ٹھہرنا حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کو ناگوار گزرا اور رشک ہُوا اِن دونوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اب جب ہم میں سے کسی کے پاس حضُور تشریف لائیں تو ہم عرض کریں کہ آپ کے دہن مُبارک سے مغافیر کی بُو آتی ہے۔ چنانچہ اِن دونوں نے ایسا ہی کیا۔

حضُورؐ نے فرمایا: کہ ہم نے مغافیر تو کھایا نہیں شہد پیا ہے۔ اچھا مَیں شہد کو اپنے اُوپر حرام کرتا ہُوں۔

یعنی چونکہ شہد کی وجہ سے حضرت زینب کے ہاں زیادہ ٹھہرتا ہُوں جو تمُہیں ناگوار ہے تو مَیں شہد حرام کئے لیتا ہُوں۔

اور ایک روایت میں یُوں آیا ہے کہ حضرت فارُوقِ اعظم بیمار ہو گئے حضرت حفصہؓ نے حضُورؐ سے اجازت طلب کی کہ مَیں اپنے والد کی بیمار پُرسی کے لئے اُن کے گھر جانا چاہتی ہُوں۔

حضُورؐ نے اجازت دے دی جب حضرت حفصہؓ اپنے والد کے ہاں تشریف لے گئیں تو بعد میں رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماریہ کو حضرت حفصہؓ کے گھر بُلا کر اُن کو اپنی صحبت سے

سرفراز فرمایا۔

ابھی ماریہؓ وہیں تشریف فرما تھیں کہ حضرت حفصہؓ بھی تشریف لے آئیں، دیکھا کہ دروازہ بند ہے۔ یہ دروازے پر بیٹھ گئیں، جب دروازہ کھلا تو انہوں نے حضرت ماریہؓ کو دیکھ کر حضورؐ کی بارگاہ میں عرض کی میری باری میں اور میری بستر پر آپ نے حضرت ماریہ کو شرفِ صحبت سے سرفراز فرمایا ہے۔

حضورؐ نے فرمایا: میں نے ماریہؓ کو اپنے اوپر حرام کرلیا اور دوسری خوشخبری تمہیں یہ دیتا ہوں کہ میرے بعد صدیق اکبرؓ اور اُن کے بعد تمہارے والد عمر بن خطاب خلیفہ ہوں گے اور ان باتوں کی کسی کو خبر نہ دینا۔ لیکن یہ دونوں باتیں حضرت حفصہؓ نے حضرت عائشہؓ کو بتا دیں۔

اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی حضور علیہ السلام کو مطلع فرمادیا کہ حضرت حفصہؓ آپ کی راز داری نہ کر سکیں اور انہوں نے یہ دونوں باتیں حضرت عائشہؓ کو بتا دی ہیں۔

حضورؐ نے حضرت حفصہؓ سے فرمایا: تم نے حرمت شہد یا حرمت ماریہ کی خبر کیوں شائع کر دی۔ حضرت حفصہؓ نے حضورؐ کی بارگاہ میں عرض کی یا حبیب اللہ یہ خبر آپ کو کس نے دی ہے۔

"قَالَ نَبَّانِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ"

"فرمایا: مجھے علم والے خبردار نے خبر دی ہے۔"

اس سے معلوم ہوا کہ آپ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے خبر دی جاتی ہے۔ اس سے آپ کا "خبر دیا گیا" ہونا ثابت ہوا۔

اسیرانِ بدر میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ بہت مالدار تھے۔ بعض انصاریوں نے عرض کی یا رسول اللہ ہم چاہتے ہیں کہ آپ کے چچا حضرت عباس کا فدیہ معاف کر دیا جائے۔ لیکن مساوات کے علمبردار رسُول نے فرمایا: کہ ایک چونی بھی کم نہ کی جائے۔

قریش نے فدیئے کی رقوم دے کر اپنے آدمیوں کو بھیجا تھا۔ ہر ایک نے اپنے اپنے قیدی کی من مانی رقم وصُول کی، حضرت عباس نے عرض کی یا رسُول اللہ میں تو مُسلمان ہی تھا۔ آپ نے فرمایا: اگر تمہارا یہ قول صحیح ہے تو خُدا تعالیٰ تمہیں اس کا بدلہ عطا فرمائے گا۔ لیکن چُونکہ احکام ظاہر پر ہیں۔ اس لئے آپ فدیہ ادا کریں۔ بلکہ اپنے دونوں بھتیجوں نوفل بن حارث اور عقیل بن ابی طالب کا فدیہ بھی ادا کریں۔

علاوہ ازیں اپنے حلیف عتبہ بن عُمرو کا بھی فدیہ ادا کریں۔ اُنہوں نے عرض کی میرے پاس تو اتنا مال نہیں۔ آپ نے فرمایا وُہ مال کہاں گیا جو تم نے اور اُم فضل نے زمین میں دفنایا تھا۔ حضرت عباس نے عرض کی۔ اس دفینے کی سوائے مجھے اور میری بیوی اُم فضل کے کسی کو اطلاع نہیں، آپ کو کیسے معلوم ہُوا۔ فرمایا:

اَخۡبَرَنِیۡ رَبِّیۡ ؕ

"میرے رب نے مجھے خبر دی" (صـ۲۰۸ زرقانی)

اس پر بے ساختہ حضرت عباس کی زبان پر جاری ہُوا۔

"اَشۡهَدُ اَنۡ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشۡهَدُ اَنَّكَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ ؕ"

؎ خیال آیا مسلماں نیک و بد پہچان جاتے ہیں
محمد صلی اللہ علیہ وسلم آدمی کے دل کی باتیں جان جاتے ہیں

؎ جناب حضرت عباس پہ رعشہ ہوا طاری
کہ پیغمبر تو رکھتا ہے دلوں کی بھی خبرداری

نبی کا ایک معنیٰ۔

"اَلسَّامِعُ الصَّوتِ الخَفِیِّ"

یعنی ہلکی سے ہلکی اور پوشیدہ سے پوشیدہ آواز سننے والا۔ نبی اللہ کا خطاب و کلام سنتا ہے۔ اللہ کی وحی سنتا ہے اور وہ ایسی ہلکی اور خفیہ ہوتی ہے کہ جس تک نبی کا ہی ادراک پہنچ سکتا ہے اور نبی کی ہی قوت سامعہ اس کا ادراک کر سکتی ہے۔ دوسروں کی قوت اس کے ادراک سے عاجز ہوتی ہے۔ بلکہ اس دنیا میں بھی ہلکی سے ہلکی آواز سننا یہ نبی کی شان ہے۔

چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

(۱) جب حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر وادیٔ نملہ سے گزرا تو چیونٹیوں کی ملکہ نے دیکھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر آسمان کی بلندیوں پر آ رہا ہے۔ اگر یہ لشکر یہاں اتر گیا تو یہ میری چھوٹی چھوٹی چیونٹیاں اس لشکر کے (؟) سے پامال ہو جائیں گی تو چیونٹیوں کی ملکہ نے چیونٹیوں کو مخاطب کر کے کہا:

اے میری چھوٹی چھوٹی چیونٹیو تم ان سوراخوں میں داخل ہو جاؤ۔ ایسا

نہ ہو کہ تمہیں سلیمان اور اُس کا لشکر بے خبری میں اپنے پاؤں تلے روند ڈالے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

"فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّن قَوْلِهَا"

حضرت سلیمان چیونٹیوں کی ملکہ کی بات سن کر مسکرا پڑے
حضرت سلیمان علیہ السلام اُس وقت تین میل کے فاصلے پر تھے آج کل سائنس کا زمانہ ہے۔ کوئی ایسا آلہ ایجاد نہیں ہوا جس سے چیونٹی کی آواز سنی جا سکے۔ یہ نبی ہی کی قوّتِ سامعہ کا کمال ہے کہ اتنی دور سے اتنی ہلکی آواز سن لی۔

ب۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں۔

"لَمَّا كَلَّمَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مُوسٰى كَانَ بَعْدَ ذَالِكَ لَيَسْمَعُ دَبِيبَ النَّمْلَةِ السَّوْدَاءِ فِي اللَّيْلَةِ الظَّلْمَاءِ عَلَى الصَّفَا مِنْ مَسِيرَةِ عَشْرَةِ فَرَاسِخَ"

(ص ۴۳۸ حلبیہ)

ترجمہ: "جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ سے کلام فرمایا تو اُس کے بعد حضرت موسیٰ تیس ۳۰ میل کے فاصلے سے سیاہ چیونٹی کی آواز سیاہ رات میں جو پتھر پر چلنے سے پیدا ہوتی تھی سن لیتے تھے۔"

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام

کے ساتھ اللہ تعالیٰ کلام فرماتا تو اُن کی قوتِ سامعہ پر کلامِ الٰہی کا یہ اثر ہو جاتا کہ وہ تیس ۳۰ میل کے فاصلے سے پتھر پر چیونٹی کے چلنے سے جو آواز پیدا ہوتی اُس کو سُن لیتے تھے۔

ج۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابو طالب کے باغ میں موجود تھا۔ ابو طالب نے ہمیں جھانک کر دیکھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ابو طالب کو دیکھ لیا۔ اور ان سے فرمایا،

اے چچا! کیا نیچے اُتر کر ہمارے ساتھ نماز ادا نہیں کرتے؟ اُنہوں نے کہا، اے بھتیجے میں جانتا ہوں کہ تُو حق پر ہے۔ لیکن میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ سجدے میں میری پیٹھ اُوپر بلند ہو اور ابو طالب نے اپنے بیٹے حضرت جعفر سے فرمایا۔ تُو نیچے اُتر کر اپنے چچا زاد بھائی کا بازو بن جا۔

پس حضرت جعفر نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں جانب کھڑے ہو کر نماز ادا کی جب نماز ختم ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ جیسے تُو اپنے چچا زاد بھائی کا بازو بنا ہے۔ ایسے اللہ تعالیٰ تجھے دو بازو یعنی دو پَر عطا فرمائے گا۔ جن سے تو جنت میں اُڑتا پھرے گا۔

(ص ۲۷۴/۲ تاریخ بغداد)

حضرت عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے اور حضرت اسماء بنت عمیس حضور کے قریب تھیں۔ حضور علیہ السلام نے سلام کا جواب دیا۔ پھر فرمایا

اے اسماء یہ حضرت جعفر حضرت جبریل اور میکائیل کے ساتھ گزرے ہیں اور انہوں نے ہم پر سلام کیا ہے میں نے ان کے سلام کا جواب دیا ہے اور مجھے حضرت جعفر نے بتایا کہ

غزوہ میں مشرکین کے ساتھ میں نے جہاد کیا اور میرے جسم کے سامنے والے حصے میں تہتر نیزوں اور تلواروں کے زخم آئے۔ پھر میں نے اسلامی جھنڈا اپنے دائیں ہاتھ میں لے لیا وہ ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ میں نے جھنڈا بائیں ہاتھ میں لے لیا وہ بھی کاٹ دیا گیا۔

پس اللہ تعالیٰ میرے ان ہاتھوں کے عوض مجھے دو پر عطا فرما دیئے۔ ان دو پروں کے ساتھ میں جنت میں جبریل و میکائیل کی معیت میں اڑتا پھرتا ہوں۔ میں جنت میں جہاں چاہتا ہوں چلا جاتا ہوں۔ اور جو چاہوں جنتی پھل کھاتا ہوں۔

حضرت اسماء نے فرمایا جو بھلائی اللہ تعالیٰ جعفر کو عطا فرمائی ہے اسے مبارک ہو۔ لیکن یا رسول اللہ مجھے خوف ہے لوگ میری اس بات پر میری تصدیق نہیں کریں گے۔

حضور علیہ السلام منبر پر جلوہ گر ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان فرمائی اور فرمایا:

اے لوگو! حضرت جعفر جبریل و میکائیل کے ساتھ میرے پاس سے گزرے۔ اللہ تعالیٰ ان کو دو بازوؤں کے عوض دو پر عطا فرمائے ہیں، جن سے وہ جنت میں جہاں چاہتے ہیں اڑ کر چلے جاتے ہیں۔

(ص ۴۷۳ طبرانی اوسط)

حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ کہ اچانک حضور نے اپنا سر اقدس اوپر اٹھا کر فرمایا:

وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

"فَقَالَ النَّاسُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا هٰذَا

قَالَ مَرَّ بِيْ جَعْفَرُ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ فِيْ مَلَاءٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ فَسَلَّمَ عَلَيَّ"

(ص ۲۱۰/۳ المستدرک)

ترجمہ: "حاضرین نے عرض کی یا رسول اللہ آپ نے کس کو سلام کا جواب دیا ہے۔ فرمایا: جعفر بن ابی طالب فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ اوپر سے گزرے ہیں انہوں نے مجھے سلام کیا جس کا میں نے جواب دیا۔"

ان دونوں مندرجہ بالا احادیث سے پتہ چلا کہ جب حضرت جعفر نے حضور علیہ السلام کو سلام کیا تو حاضرین صحابہ میں سے کسی نے ان کے سلام کی آواز کو سنا نہیں اگر سنا ہے تو صرف اللہ کے محبوب نے سنا ہے کیونکہ قوتِ سامعہ کا جو کمال اللہ اپنے نبی کو عطا فرماتا ہے وہ غیر نبی کو عطا نہیں فرماتا۔

دُور و نزدیک کے سُننے والے وُہ کان
کانِ لعلِ کرامت پہ لاکھوں سلام

امام غزالی نے علم نبوت پر بحث فرماتے ہُوئے لکھا ہے۔
جس طرح عقل انسان کے لئے ایک قسم کی قوت ہے۔ جس میں ایک ایسی آنکھ ہے جو ان معقولات کو دیکھ لیتی ہے جنہیں حواس نہیں دیکھ سکتے۔ اس طرح نبوت میں ایک ایسا نور ہوتا ہے جس سے نبی پر غیب ظاہر ہو جاتا ہے اور وُہ اُمور منکشف ہو جاتے ہیں جن کا عقل ادراک نہیں کر سکتی۔ مثلاً

(المنقذ من الضلال ص۵۵)

حدیث ۱:۔ حضرت ابو قتادہ بیان کرتے ہیں کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (غزوۂ خیبر سے لوٹتے وقت) ہم سے فرمایا: کہ تم دوپہر سے لے کر رات تک سفر کرو گے۔ اور کل صبح انشاء اللہ پانی پر پہنچو گے۔ لوگ ایک دُوسرے کی طرف متوجہ ہُوئے بغیر سفر کرتے رہے۔ حتیٰ کہ آدھی رات ہو گئی۔ اس وقت میں آپ کے پہلو میں تھا۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُونگھ آنے لگی جب آپ اپنی سواری پر جھکے تو مَیں نے جگائے بغیر آپ کو سہارا دیا۔ حتیٰ کہ آپ سیدھے ہو کر سواری پر بیٹھ گئے۔

پھر چلتے رہے یہاں تک کہ رات ڈھل گئی پھر آپ سواری پر جھک گئے تو مَیں نے جگائے بغیر آپ کو سہارا دیا۔ حتیٰ کہ آپ سیدھے ہو کر سواری پر بیٹھ گئے۔

یہاں تک کہ آخیر شب کا عمل ہو گیا۔ آپ پھر سواری پر پہلی

دو بار سے زیادہ جھک گئے۔ قریب تھا کہ آپ گر پڑتے۔ میں نے آپ کو سہارا دیا۔ آپ نے سر اقدس اٹھا کر پوچھا تم کون ہو۔ میں نے عرض کی ابوقتادہ آپ نے مجھ سے پوچھا تم کب سے میرے ساتھ چل رہے ہو۔

میں نے عرض کیا: میں پوری رات اسی طرح آپ کے ساتھ چلتا رہا ہوں۔

آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہاری اس طرح حفاظت کرے جس طرح تم نے اس کے نبی کی حفاظت کی ہے۔ پھر فرمایا کہ تم دیکھ رہے ہو کہ ہم لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہیں اور پوچھا کیا تمہیں کوئی شخص نظر آ رہا ہے۔

میں نے عرض کیا ایک سوار ہے۔ پھر میں نے کہا ایک اور سوار ہے۔ یہاں تک کہ ہم سات سوار جمع ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راستہ کے ایک کنارے ہو گئے اور اپنا سر رکھ لیا اور فرمایا: تم لوگ (جاگ کر) ہماری نماز (فجر) کا خیال رکھنا۔ پھر سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے۔

دراں حالیکہ آفتاب آپ کی پیٹھ پر آ چکا تھا۔ پھر ہم لوگ بھی گھبرا کر اٹھ بیٹھے۔ آپ نے فرمایا چلو سوار ہو کر یہاں سے نکل چلو۔ ہم چل پڑے۔ جب سورج بلند ہوا تو آپ سواری سے اترے اور میرے پاس جو وضو کا برتن تھا منگوایا۔ اس میں تھوڑا سا پانی تھا۔ آپ نے عام اوقات کی بہ نسبت کم مرتبہ پانی ڈال کر اس برتن سے وضو کیا۔ پھر آپ نے حضرت ابوقتادہ سے فرمایا۔ اس برتن کی حفاظت

کرنا. عنقریب اِس میں ایک عجیب خبر ظاہر ہوگی. پھر حضرت بلالؓ نے اذان کہی۔ رسُول اللہ نے دو رکعت نماز (سُنّت فجر) پڑھی اور صحابہ کو صُبح کی (فرض) نماز اسی طرح پڑھائی جس طرح پہلے پڑھایا کرتے تھے۔ پھر رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سوار ہُوئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ سوار ہو گئے۔

دراں حالیکہ ہم میں سے ہر شخص سرگوشی کر رہا تھا کہ آج جو نماز ہم سے قضا ہو گئی ہے۔ اس کا کیا کفّارہ ہو گا۔

رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: کیا تمہارے لئے میری زندگی میں نمُونہ نہیں۔ پھر فرمایا کہ نیند میں کوئی تقصیر نہیں۔ تقصیر اس صُورت میں ہے جب کوئی شخص (جاگتے میں) نماز نہ پڑھے۔ حتّٰی کہ دُوسری نماز کا وقت آ جائے جس کسی کو یہ صُورت پیش آئے وُہ بیدار ہونے کے بعد نماز پڑھ لے اور دُوسرے دن نماز اپنے وقت پر پڑھے۔ پھر فرمایا۔ تمہارا کیا خیال ہے۔ لوگوں نے کیا کیا ہو گا۔

پھر خُود ہی فرمایا کہ صُبح کے وقت لوگوں نے اپنے نبی کو نہیں دیکھا۔ ابوبکر اور عُمر نے کہا، رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم تمہارے پیچھے ہیں وُہ تمہیں چھوڑنے والے نہیں۔

دُوسرے لوگوں نے کہا: رسُولِ خُدا تُمہارے آگے ہیں۔ اگر لوگ ابوبکر و عُمر کی بات مان لیتے تو بہتر ہوتا پھر ہم لوگ اُن کے پاس اُس وقت پُہنچے جب دِن چڑھ چکا تھا اور ہر چیز گرم ہو گئی تھی۔ سب لوگ کہنے لگے یا رسُول اللہ ہم تو پیاس سے ہلاک ہو گئے۔

آپ نے ... ہلاک نہیں ہو گے، پھر رسُول اللہ صلّی اللہ

علیہ وسلم نے پانی کا برتن منگوایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس برتن سے پانی انڈیلنا شروع کیا اور حضرت ابو قتادہ لوگوں کو پانی پلانے لگے۔ لوگوں نے جب دیکھا کہ پانی ایک برتن میں ہے تو سب اس برتن پر ٹوٹ پڑے۔

آپ نے فرمایا، کہ اطمینان کے ساتھ پانی پیو تم سب سیر ہو جاؤ گے۔ پھر لوگ مطمئن ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانی انڈیلتے رہے اور میں پانی پلاتا رہا۔ یہاں تک کہ سب سیراب ہو گئے اور صرف میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رہ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی انڈیلا اور مجھ سے فرمایا پیو۔

میں نے عرض کی یا رسول اللہ جب تک آپ پانی نہیں پیئں گے..... میں نہیں پیوں گا۔

آپ نے فرمایا: قوم کو پانی پلانے والا سب سے آخر میں پیتا ہے۔ چنانچہ میں نے پانی پی لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پانی پی لیا پھر سب لوگ آسودگی سے پانی تک پہنچ گئے۔

(مسلم شریف، کتاب المساجد)

چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی قوت اور صفت حاصل تھی جس سے آپ غیب کو جان لیتے تھے۔ اسی وجہ سے آپ نے اس حدیث میں بہت سے امور غیبیہ بیان فرمائے۔

ا۔ آپ نے ابو قتادہ سے فرما دیا کہ اس برتن میں عجیب خبر ظاہر ہو گئی۔ چنانچہ اس برتن کا تھوڑا سا پانی کثیر صحابہ کو کافی ہو گیا۔

ب - جب صحابہ نے کہا یہ تھوڑا سا پانی ہمیں کیسے کافی ہوگا تو آپ نے فرمایا کہ تم سب اس سے سیراب ہو جاؤ گے اور ایسا ہی ہوا۔

ج- آپ نے ابو قتادہ کو پہلے ہی بتا دیا تھا کہ ابو بکر اور عمر کیا کہہ رہے ہیں اور عام لوگ کیا کہہ رہے ہیں۔

د- کسی کو پتہ نہ تھا کہ آگے پانی ملے گا یا نہیں نہ وہاں پانی کے آثار تھے۔ لیکن آپ نے علم نبوت سے پہلے بتا دیا کہ دوپہر اور رات کے بعد تم کو پانی مل جائے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ کو آنے والی کل کا علم حاصل تھا۔

حدیث ۲: حضرت ابی بن کعب بیان فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں تھا۔ ایک شخص آکر نماز پڑھنے لگا۔ اور نماز میں قرآن مجید کی ایسی قرأت کی جو میرے لئے غیر مانوس تھی پھر دوسرا شخص آیا۔ اور اس نے ایک اور قرآن مجید کی قرأت کی۔ جب ہم لوگ نماز سے فارغ ہوئے تو ہم رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

میں نے عرض کی اس شخص نے اس طرح قرآن پڑھا ہے جو میرے لئے غیر مانوس تھا اور دوسرا شخص آیا تو اس نے اس کے علاوہ ایک اور قرأت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو پڑھنے کا حکم دیا۔ انہوں نے پڑھ کر سنایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو صحیح قرار دیا۔

جس سے میرے دل میں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی ایسی تکذیب پیدا ہوئی جو زمانہ جاہلیت میں نہ تھی۔ جب رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اس حال کو دیکھا تو میرے سینے پر ہاتھ مارا۔ جس سے میں پسینہ پسینہ ہوگیا اور خوفِ الٰہی کی مجھ پر ایسی کیفیت طاری ہوگئی کہ گویا میں اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا تھا۔

(مسلم شریف کتاب فضائل القرآن)

جب حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں تکذیب کا وسوسہ پیدا ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نورِ نبوت سے اس وسوسہ تکذیب پر مطلع ہوگئے۔ اس میں آپ کے نورِ علم کا ثبوت ہے اور جب آپ نے ان کے سینے پر ہاتھ مار کر اس تکذیب کو زائل کر دیا تو اس میں آپ کے تصرف کا ثبوت ہے۔

لفظ نبی نَبْوَۃٌ یا نَبَاوَۃٌ سے بنا ہے۔ جس کے معنیٰ ہے بلندی نبی کا معنیٰ ہوگیا بلندی والا۔ بلندی ایک جسمانی ہوتی ہے اور دوسری مرتبے کے اعتبار سے خدا تعالیٰ نے نبیٔ کریم کو دونوں قسم کی بلندیوں سے سرفراز فرمایا۔

جسمانی بلندی معراج کی رات خدا تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو اپنی ملاقات کا شرف بخشا۔ اس رات ساتوں آسمان نیچے، بیت اللہ نیچے، بیت العزت نیچے، بیت المعمور نیچے، آٹھوں جنتیں نیچے، سدرۃ المنتہیٰ نیچے، ستر ہزار نوری پردے نیچے، لوح و قلم کرسی، حتیٰ کہ خدا تعالیٰ کا عرشِ عظیم نیچے اور پیارے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم اوپر تھے۔

؎ زہے عزّت واعتلائے محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم)
کہ عرشِ حق زیرِ پائے محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم)

؎ محترم یوں تو سارے نبی ہیں پر کسی کا یہ رتبہ نہیں ہے
تاجدارِ حرم کے علاوہ عرش پر کوئی پہنچا نہیں ہے

مرتبے کی بلندی۔ عنداللہ

۱۔ خدا تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر آپ کی باتوں آپ کے زمانے اور آپ کی جان کی قسم کھائی ہے اور یہ ایک ایسا مرتبۂ جلیلہ ہے جو اس جانِ محبوبیت کے سوا کسی کو میسر نہ ہوا قرآن رطب اللسان ہے۔

"لَآ اُقْسِمُ بِھٰذَا الْبَلَدِ وَاَنْتَ حِلٌّ بِھٰذَا الْبَلَدِ"
"میں قسم کھاتا ہوں اس شہر کی کہ تو اس شہر میں جلوہ فرما ہے۔"

"وَقِیْلِهٖ یٰرَبِّ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا یُؤْمِنُوْنَ"
"مجھے قسم رسول کی اس بات کہ اے میرے رب یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔"

"وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ"
"زمانۂ محبوب کی قسم بے شک آدمی ضرور نقصان میں ہے۔"

"لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِیْ سَكْرَتِهِمْ یَعْمَهُوْنَ"
"تیری جان کی قسم وہ اپنے نشہ میں اندھے ہو رہے ہیں۔"

۔ وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا
کہ کلامِ مجید نے کھائی شہا تیرے شہر و کلام بقا کی قسم

۔ والعصر ہے تیرے زماں کی قسم ولعمرک ہے تیری جاں کی قسم
والبلد ہے تیرے مکاں کی قسم تیرے رہنے کی جا کا کیا کہنا

ب۔ انبیائے سابقین کے زمانے کے کفار طرح طرح سے حضرات انبیاء سے بیہودہ گوئی کرتے اور وہ نفوسِ قدسیہ اپنے حلمِ عظیم اور فضلِ عمیم کے لائق ان کو جواب دیتے۔

چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام سے ان کی قوم نے کہا۔

"اِنَّا لَنَرٰكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ"

"بے شک ہم تمہیں کھلا گمراہ سمجھتے ہیں۔"

آپ نے فرمایا:

"یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ"

"اے میری قوم میرا گمراہی سے کیا تعلق میں تو پروردگار کی طرف سے رسول ہوں۔"

سیدنا حضرت ہود علیہ السلام سے قوم عاد نے کہا۔

"اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ

مِنَ الْكَاذِبِيْنَ ۝

"یقیناً ہم تمہیں حماقت میں دیکھتے ہیں اور ہمارے گمان میں تم بے شک جھوٹے ہو۔"

آپ نے قوم سے فرمایا:

"یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝"

"اے میری قوم مجھ میں کوئی حماقت نہیں، میں تو رسول ہوں پروردگار عالم کا۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرعون نے کہا۔

"اِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰمُوْسٰی مَسْحُوْرًا ۝"

اے موسیٰ میرے گمان میں تجھ پر جادو ہوا ہے۔

آپ نے فرعون کو جواب دیا۔

"وَاِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا ۝"

"اے فرعون میرے یقین میں تو ہلاک ہونے والا ہے۔"

لیکن جب حضورؐ کے زمانے میں مشرکین نے آپ کی شان میں نازیبا کلمات استعمال کئے تو جواب خود خالقِ کائنات نے دیا۔

چنانچہ کفار نے کہا:

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْ نُزِّلَ عَلَیْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ۝"

"اے وہ جن پر قرآن اُترا تُم مجنون ہو"
خُدا تعالیٰ نے جواب دیا۔

"نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ۙ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۚ"

"قسم ہے قلم اور تحریر ملائکہ کی تو اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں"

کفّار نے کہا: لَسْتَ مُرْسَلًا تُم رسُول نہیں،
خُدا تعالیٰ نے جواب دیا۔

"يٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۙ"

"اے سردار مجھے قسم ہے حکمت والے قرآن کی تو بیشک رسُول ہے"

رئیس المنافقین نے کہا:

"لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ۚ"

"جب ہم مدینہ لوٹ کر جائیں گے تو ہم عزت والے ان ذلیل (معاذ اللہ) لوگوں کو اس سے نکال باہر کریں گے"

خُدا نے جواب دیا۔

"وَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَلٰکِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ"

"عزت تو ساری خدا و رسول و مومنین ہی کے لئے ہے لیکن منافقوں کو خبر نہیں"

کچھ دنوں کے لئے وحی کا سلسلہ رک گیا تو کافر بولے۔

"اِنَّ مُحَمَّدًا وَدَّعَہٗ رَبُّہٗ وَقَلَاہُ"

"بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے رب نے چھوڑ دیا اور دشمن پکڑا"

حق تعالیٰ نے جواب دیا

"وَالضُّحٰی وَاللَّیْلِ اِذَا سَجٰی مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی"

"قسم اے محبوب تیرے رخ روشن کی اور قسم ہے تیری زلف کی جب چمکتے رخسار پر بکھر جائے نہ تجھے تیرے رب نے چھوڑا اور نہ دشمن بنایا"

؎ دشمن نے تیرے جو کچھ بھی کہا اللہ نے اس کا جواب دیا
پر تو نے پلٹ کر کچھ نہ کہا تیری شرم و حیا کا کیا کہنا

حدیث :۔

عمرو بن قیس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما

"اِنَّ اللّٰہَ اَدرَکَ بِیَ الاَجَلَ المَرحُومَ
وَاختَصَرَ لِیَ اِختِصَارًا"

(صـــــــــــ ۲۵ دارمی)

ترجمہ: "جب رحمت خاص کا زمانہ آیا۔ اللہ تعالیٰ نے
مجھے پیدا فرمایا۔ اور میرے لئے کمال اختصار کیا
اب دیکھنا یہ ہے کہ خُدا تعالیٰ نے آپ کے لئے
کیا اِختصار کیا"

۱۔ میرے لئے اُمت کی عُمریں کم کیں، تاکہ دُنیا کے مصائب وآلام سے جلد خلاصی حاصل کرلیں۔ گناہ کم ہوں اور نعمت باقی تک جلد پہنچیں۔ عُمریں کم ہونے کی بناء پر عمل تھوڑے لیکن فضلِ خُدا کی بناء پر ثواب زیادہ۔ **مثلاً**

حضور علیہ السلام نے فرمایا: اے صحابہ تمہاری اور اہلِ کتاب کی مثل اس آدمی جیسی ہے جس نے مزدوروں سے کہا ہو۔ کون ہے جو میرے لئے صُبح سے لے کر دوپہر تک ایک روپیہ پر مزدوری کرے تو یہودیوں نے مزدوری کی پھر کہا کون ہے۔ جو میرے لئے دوپہر سے عصر تک ایک روپے پر کام کرے۔ یہ عیسائی تھے جنہوں نے کام کیا پھر کہا کون ہے جو عصر سے مغرب تک میرے لئے دُو رُوپے پر کام کرے اور یہ تم ہو جنہوں نے کام کیا۔ یہود و نصاریٰ ناراض ہوئے۔ ہم نے کام زیادہ کیا اور مزدوری کم ملی۔ خُدا تعالیٰ نے فرمایا: کیا میں نے تمہارا حق مارا عرض کریں گے نہیں، خُدا فرمائے گا۔

"فَذَالِكَ فَضۡلِی اُوۡتِیۡهِ مَنۡ اَشَاءُ"
(مسلمان کو زیادہ اِس لئے دِیا گیا) کہ یہ فضل ہے
جِس کو چاہوں عطا کر دُوں۔

معلوم ہُوا اُمّتِ مُسلمہ اللہ تعالیٰ کی محبوب ہے۔ چنانچہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کی میری اُمت کا حساب میرے سُپرد کیا جائے۔ تاکہ میری اُمت دُوسری اُمتوں کے سامنے رُسوا نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کی ان کا حساب میں خُود لُوں گا۔ اگر ان میں کوئی عیب ہُوا تو میں اُسے چھپاؤں گا۔ تاکہ میرا کوئی بندہ رُسوا نہ ہو۔

(ص ۲۳۲ مسند الفردوس)

ب۔ میری اُمّت کے لئے طول حساب کو اتنا مُختصر کر دیا کہ اے اُمت مُصطفےٰ میں نے تمہیں اپنے حقوق مُعاف کئے۔ آپس میں ایک دُوسرے کے حقُوق معاف کرو اور جنّت کو چلے جاؤ۔ مثلاً

حدیث میں ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے رُوایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے دو اُمتی اللہ کی بارگاہ میں گھٹنوں کے بل حاضر ہوں گے۔

ایک عرض کرے گا۔ اے میرے رَبّ میرے اس بھائی نے مجھ پر ظلم کیا ہے۔ مجھے اس سے بدلہ لے کر دے۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو اپنے بھائی کے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔ اُس کی تو کوئی نیکی باقی نہیں رہی۔

وُہ عرض کرے گا وُہ میرے گناہ لے لے۔ اللہ اس طالب

سے فرمائے گا۔ اپنی نگاہ اُوپر اُٹھا کر دیکھو وُہ سر اُوپر اُٹھائے گا۔ اور عرض کرے گا میں تو سونے کے شہر اور سونے کے محل موتیوں سے مرصع دیکھ رہا ہوں۔ یہ کس نبی یا صدیق یا شہید کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ جو اس کی قیمت ادا کر دے۔

وُہ عرض کرے گا۔ یا اللہ اس کی قیمت کون دے سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو اس کی قیمت دے سکتا ہے۔ عرض کرے گا وُہ کون سی قیمت ہے۔ اللہ فرمائے گا۔ اپنے اس بھائی کو معاف کر دو وُہ عرض کرے گا۔ یا اللہ میں نے اسے معاف کر دیا۔ اللہ فرمائے گا اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑ لو اور اسے جنت میں داخل کر دو۔

(صفحہ ۸۲۴/۳ کنز العمال، صفحہ ۳۰۹/۴ الترغیب والترہیب)

ج۔ میرے غلاموں کے لئے پلصراط کی راہ جو کہ پندرہ ہزار برس کی راہ ہے۔ پانچ ہزار سال چڑھائی پانچ ہزار سال ہموار راستہ اور پانچ ہزار سال ڈھلوان راستہ ہو گا۔ اتنی مختصر کر دے گا کہ چشم زدن میں گزر جائیں گے۔ جیسے بجلی کوند گئی۔

د۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍ"

قیامت کا دن پچاس ہزار سال کا ہو گا۔ لیکن حضور کی اُمت کے لئے ایسا ہو جائے گا۔ جیسے ایک نماز کا وقت۔

چنانچہ مشکوٰۃ میں حدیث ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے بارگاہِ نبوت میں عرض کی ہم پچاس ہزار سال کا دن کیسے گزاریں گے۔

سرورِ کائنات نے فرمایا:

"وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اِنَّہٗ لَیُخَفَّفُ عَلَی الْمُؤْمِنِ حَتّٰی یَکُوْنَ اَھْوَنَ عَلَیْہِ مِنَ الصَّلٰوۃِ الْمَکْتُوْبَۃِ یُصَلِّیْھَا فِی الدُّنْیَا"

"قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے وُہ دن مومن کے لئے اس سے بھی کم دیر میں گزر جائے گا۔ جتنی دیر میں وُہ دُنیا میں فرض نماز ادا کر لیتا تھا۔"

ذ۔ علوم و معارف جو ہزار ہا سال کی محنت و ریاضت میں حاصل نہ ہو سکیں، میری چند روزہ خدمت گاری میں میرے اصحاب پر منکشف فرما دیئے۔

مقام غور ہے کہ لوگ حافظ سے قرآن مجید پڑھتے ہیں، اور قاری سے اس کے الفاظ سیکھتے ہیں، عالمِ دین سے اس کے معنی معلوم کرتے ہیں۔ پیر کامل سے اس کے اسرار تک پہنچتے ہیں۔ گویا ایک قرآن کو سیکھنے کے لئے چند آستانوں پر حاضری دینی پڑتی ہے۔ لیکن حضور کی بارگاہ میں بیٹھنے والے کو کسی دُوسری جگہ جانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ حضور کے بعض صحابہ وُہ بھی ہیں جو اسلام لاتے ہی آن کی آن میں قاضی عالم حافظ اور قاری بن گئے۔

؎ جو فلسفیوں سے حل نہ ہُوا اُور نکتہ وَروں سے کھُل نہ سَکا
وُہ رَاز اِک کملی وَالے نے سمجھا دیا چند اَشاروں میں

ط۔ مکّہ مُعظّم کی زمین سے رَبّ تعالیٰ کی بَارگاہ کا فاصلہ تین لاکھ برس کی رَاہ ہَے۔ میرے لئے اَلیسی مُختصر کردی کہ رَات کے تھوڑے سے حصّے میں آنا جَانا اُور تمام کو تفصیلاً ملاحظہ فرمالیا۔ بیت المعمُور میں فرشتوں کی اِمامت سَاتوں آسمانُوں پر اَنبیاءِ کرام سے مُلاقات جنّت کی سَیر سدرۃ المنتھٰی پر جبریل سے مکالمہ عرش پر جَلوہ گری۔ خُدا کی بَارگاہ میں حَاضری وہاں سَلام و کلام وغیرہ یہ سَاری کارروائی آن کی آن میں ہو گئی۔

؎ حیران ہُوئے بُرق اور نظر اِک آن ہے اُور بَرسوں کا سفر
رَاکب نے کہا اللّٰہ غنی مرکب نے کہا سُبحَانَ اللّٰہ

ع۔ اللہ تعالیٰ نے مُجھ پَر وُہ کتاب اُتاری جِس کے معدود وَرقوں میں تمام اَشیاءِ گذشتوں و آئندہ کا روشن مفصل بیان ہَے۔

چنانچہ خُدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہَے۔

"وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ"

"اُور ہم نے آپ پر قرآن اُتارا جو ہر چیز کا روشن بیان ہَے۔"

"مَا کَانَ حَدِیْثًا یُّفْتَرٰی وَلٰکِنْ تَصْدِیْقَ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَتَفْصِیْلَ کُلِّ شَیْءٍ"

"یہ قرآن کوئی گھڑی ہوئی بات نہیں، بلکہ اگلی کتابوں کی تصدیق اور ہر شئے کی تفصیل ہے۔"

ان آیات سے ثابت ہوا کہ قرآن میں ہر شئے کا روشن بیان ہے اور بیان بھی تفصیلی۔ اسی لئے حضرت مجاہد اور ابن سراقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔

"مَا مِنْ شَیْءٍ فِی الْعَالَمِ اِلَّا هُوَ فِیْ کِتَابِ اللّٰهِ"

"تمام عالم میں کوئی چیز ایسی نہیں جس کا بیان قرآن میں نہ ہو۔"

لوح محفوظ میں لکھے گئے علوم کے بارے میں قرآن نے ارشاد فرمایا۔

"کُلُّ صَغِیْرٍ وَّکَبِیْرٍ مُّسْتَطَرٌ"

ہر چیز چھوٹی اور بڑی لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے۔

"وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ"

"اور نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک چیز مگر وہ لوح محفوظ میں ہے۔"

"لَا اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِکَ وَلَا اَکْبَرَ اِلَّا فِیْ

كِتَابٍ مُّبِيۡنٍ ۝

"ذرہ سے چھوٹی اور بڑی کوئی ایسی چیز نہیں، جو لوح محفوظ میں نہ ہو"

"وَكُلَّ شَيۡءٍ اَحۡصَيۡنٰهُ فِیۡۤ اِمَامٍ مُّبِیۡنٍ ۝"

اور ہم نے ہر شے کو لوح محفوظ میں محفوظ کر رکھا ہے۔

"وَمَا مِنۡ غَآئِبَةٍ فِی السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ اِلَّا فِیۡ كِتٰبٍ مُّبِیۡنٍ ۝"

"زمین و آسمان کی ہر غیب چیز لوح محفوظ میں ہے"۔

ان آیات سے ثابت ہوا ہر چیز کا بیان لوح محفوظ میں ہے۔ اب سُنیئے کہ لوح محفوظ کا تفصیلی علم قرآن میں ہے۔

"وَمَا كَانَ هٰذَا الۡقُرۡاٰنُ اَنۡ يُّفۡتَرٰى مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ وَلٰكِنۡ تَصۡدِيۡقَ الَّذِىۡ بَيۡنَ يَدَيۡهِ وَتَفۡصِيۡلَ الۡكِتٰبِ لَا رَيۡبَ فِيۡهِ مِنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۝"

"ترجمہ:۔ اور اس قرآن کی یہ شان نہیں کہ کوئی اپنی طرف سے بنالے بغیر اللہ کے اتارے ہاں وہ اگلی کتابوں کی تصدیق ہے اور لوح محفوظ میں جو کچھ لکھا ہے پروردگار عالم کی طرف اس کی تفصیل ہے"۔

نتیجہ یہ نکلا کہ قرآن میں تمام اشیاء کا روشن بیان ہے۔

ن ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے۔

"اِنَّ اللّٰہَ قَدْ رَفَعَ لِیَ الدُّنْیَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْھَا وَاِلٰی مَا ھُوَ کَائِنٌ فِیْھَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ کَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰی کَفِّیْ ھٰذِہٖ"

ترجمہ: "بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے لئے ساری دُنیا کو اُٹھا لیا، میں اُسے اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے اس میں اس کو اس طرح دیکھ رہا ہوں جس طرح میں اپنی ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔"

معلوم ہوا مشرق سے لے کر مغرب تک اتنی وسیع دُنیا کو اللہ تعالیٰ نے حضور کے لئے ایسا مختصر کر دیا کہ جو کچھ اس میں قیامت تک حالات رُونما ہونے والے تھے۔ حضور نے ان کو ہتھیلی کی طرح ملاحظہ فرما لیا۔

ی۔ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السّلام کو جوامع الکلم سے سرفراز فرمایا۔ یعنی ایسا کلام کرنے کی صلاحیت عطا فرمائی کہ لفظ کم لیکن معنیٰ کثیر۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

"اَلْوَحْدَۃُ خَیْرٌ مِّنْ جَلِیْسِ السُّوْءِ"

"تنہائی بُرے ساتھی کی صُحبت سے بہتر ہے۔"

"قُلِ الْحَقَّ وَاِنْ کَانَ مُرًّا"

"حق بات کہو، خواہ کڑوی ہی کیوں نہ ہو۔"

"اَلسَّعِیْدُ مَنْ وُّعِظَ بِغَیْرِہٖ"

"نیک بخت وہ ہے جو دوسروں سے نصیحت حاصل کرے۔"

"اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ کَالْبُنْیَانِ یَشُدُّ بَعْضُہٗ بَعْضًا"

"مومن دوسرے مومن کے لئے عمارت کی طرح ہے جو ایک دوسرے کو تقویت پہنچاتی ہے۔"

"اَلْھَمُّ نِصْفُ الْھَرَمِ"

"غم آدھا بڑھاپا ہے۔"

"حُبُّکَ لِلشَّیْءِ یُعْمِیْ وَیُصِمُّ"

"کسی چیز کی محبت انسان کو اندھا اور بہرا بنا دیتی ہے۔"

"اِنَّ الْمُؤْمِنَ مَنْ سَاءَتْہُ سَیِّئَتُہٗ وَسَرَّتْہُ حَسَنَتُہٗ"

"مومن وہ ہے جسے اپنی بدی پر افسوس ہو اور اپنی نیکی سے مسرت حاصل ہو۔"

"اَلتَّکَبُّرُ مَعَ الْمُتَکَبِّرِ صَدَقَۃٌ"

"متکبر کے ساتھ تکبر کرنا صدقہ ہے۔"

عندالانبیاء مرتبہ:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جبریل امین بیت المقدس پہنچے تو آپ نے وہاں کچھ لوگ بیٹھے دیکھے۔ انہوں

نے آپ کا استقبال کیا۔ اور ان میں ایک بزرگ تشریف فرما تھے۔ حضور نے جبریل سے پوچھا یہ کون ہیں۔

عرض کی یہ حضور کے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں اور یہ حضرت موسیٰ و عیسیٰ ہیں، پھر نماز قائم ہوئی اور امامت ایک نے دوسرے پر ڈال دی۔ یہاں تک کہ سب نے مل کر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو امام بنایا۔

(ص ۸۴ تجلی الیقین)

مرتبے انبیاء کے بڑے ہیں عظمتوں کے نگینے جڑے ہیں
مقتدی بن کے پیچھے کھڑے ہیں وہ جو پہلے سے آئے ہوئے ہیں

عند الملائکہ مرتبہ:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جبریل امین نے مجھے یوں سلام کیا۔

"اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَوَّلُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا آخِرُ اَلسَّلَامُ يَا ظَاهِرُ اَلسَّلَامُ يَا بَاطِنُ"

میں نے کہا: جبریل یہ تو خالق کی صفات ہیں، مخلوق کو کیونکر مل سکتی ہیں۔

عرض کی میں نے خدا کے حکم سے حضور کو یوں سلام کیا ہے۔

اُس نے اِن صفتوں سے حضورؐ کو فضیلت دی ہے اور تمام انبیاء پر خصوصیت بخشی ہے۔ اپنے نام و صفت سے حضورؐ کے نام و صفت مشتق فرمائے ہیں۔

آپ کا نام اوّل رکھا کہ آپ پیدائش کے اعتبار سے سب انبیاء پر مقدم ہیں اور آخر اس لئے کہ ظہور میں سب سے مؤخر ہیں اور آخری اُمّت کی طرف خاتم الانبیاء ہیں اور باطن اس اعتبار سے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے باپ حضرت آدم علیہ السّلام کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے ساقِ عرش پر سُرخ نور سے اپنے نام کے ساتھ آپ کا نام لکھا اور مجھے آپ پر درود بھیجنے کا حکم دیا۔

میں نے دو ہزار سال تک آپ پر درود بھیجا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا۔ بشیر و نذیر بنا کر اور سراجِ منیر بنا کر اور ظاہر اس لئے حضورؐ کا نام رکھا کہ اُس نے اس زمانہ میں آپ کو تمام ادیان پر غلبہ دیا۔ اور آپ کا مرتبہ سب آسمان و زمین پر آشکارا کیا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ پر درود بھیجا۔ اللہ محمود ہے۔ اور آپ محمد ہیں۔ آپ کا رب اوّل، آخر، ظاہر اور باطن ہے اور آپ بھی اوّل آخر ظاہر اور باطن ہیں۔

یہ عظیم بشارت سُن کر حضور سیّد المرسلین نے فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ فَضَّلَنِیْ عَلٰی جَمِیْعِ

النَّبِيِّيْنَ حَتّٰى فِیْ اِسْمِیْ وَصِفَتِیْ۔

"تعریف اُس خدا کی جس نے مجھے تمام اَنبیاء پر
فضیلت بخشی یہاں تک کہ میرے نام اُور میری
صفت ہیں"۔

(ص ۲۱۶/۲ جواہر البحار، ص ۴۲۵/۲ نسیم الرّیاض)

وُہی ہے اوّل وُہی ہے آخر وُہی ہے ظاہر وُہی ہے باطن
اِسی کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اسکی طرف گئے تھے

نبی کا معنیٰ "اَلْخَارِجُ" بھی ہے۔
"یعنی ایک جگہ سے نِکل کر دُوسری جگہ جانے وَالا" علاوہ اَزیں۔
نبی کا معنیٰ "اَلْمُخْرَجُ" بھی ہے۔
کیونکہ نبی اعدائے دین کی اِیذا رسانی کی وَجہ سے ایک جگہ سے
نِکل کر دُوسری جگہ جاتا ہے۔
اِس اعتبار سے نبی کو مخرج بھی کہا جاتا ہے۔ ہمارے آقا
صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مکّہ سے ہجرت فرمائی اُور مدینہ تشریف لے
گئے اِس سے خارج اُور مخرج دونوں کا مفہوم متحقق ہوگیا۔

ہجرت کے اسرار

ا۔ ہر انسان کو وطن سے محبت ہوتی ہے۔ اس بنا پر حضور علیہ السلام کو بھی مکہ معظمہ سے اشد محبت تھی اور اس کی ایک وجہ یہ بھی کہ وہاں کعبہ ہے جو خدا کی رحمت کے نزول کا مرکز ہے۔

چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ کعبہ پر روزانہ ایک سو بیس رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ ہجرت کے وقت حضور کعبہ کو مڑ مڑ کر دیکھتے اور روتے اور فرماتے تھے۔ اگر میری قوم مجھے نہ نکالتی تو میں ہرگز تجھے نہ چھوڑتا۔

حضور کی محبت کعبہ کے ساتھ اس حد تک تھی، ادھر حضورؐ کو خدا نے اپنی محبت کے لئے چن لیا تھا۔

خدا تعالیٰ نے اس بات کو پسند نہ فرمایا کہ حضورؐ کا دل میری محبت کے علاوہ کسی اور کی الفت کا مرکز ہو۔

کیونکہ ایک دل میں دو عشق اور ایک قلب میں دو محبوب نہیں سما سکتے۔ اس لئے کعبہ کی محبت کو حضورؐ کے دل سے چھڑایا اور وہاں سے ہجرت کا حکم دیا۔

ب۔ کعبہ معظمہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی برکت سے متبرک ہو چکا تھا۔ اگر حضور علیہ السلام بھی وہیں قیام پذیر رہتے تو کوئی نئی بات پیدا نہ ہوتی۔ اور نہ آپ کا کوئی شرف ظاہر ہوتا۔

خدا تعالیٰ نے آپ کو بیماری والی جگہ کی طرف ہجرت کا حکم

دیا۔ تاکہ آپ کی برکت سے وہ جگہ افضل اور متبرک ہو جائے حضورؐ نے مدینہ کے لئے دعا مانگی۔

"اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ بِالْمَدِیْنَۃِ ضِعْفَیْ مَا جَعَلْتَ بِمَکَّۃَ مِنَ الْبَرَکَۃِ"

"یا اللہ! جتنی برکت تو نے مکہ میں رکھی ہے۔ اس سے دگنی برکت تو مدینہ میں کر دے"!

اب یہ حضورؐ کی دعا اور آپ کے طفیل کی وجہ ہے کہ مدینہ منورہ اکثر باتوں میں مکہ مکرمہ سے افضل ہے۔

مدینہ منورہ میں زمین کا وہ ٹکڑا بھی ہے جو اللہ تعالیٰ کے عرش سے بھی افضل ہے اور وہ ہے حضورؐ کی قبر انور کا وہ حصہ جس کے ساتھ آپ کا جسدِ اقدس لگا ہوا ہے۔

یہاں کے لاکھوں ذرے عرشِ اعظم سے بھی افضل ہیں
تعالیٰ اللہ یہ عز و وقارِ گنبدِ خضریٰ!

ہے بیتاب جس کے لئے عرشِ اعظم!
وہ اس رہروِ لامکاں کی گلی ہے!

ج۔ ہجرت میں ایک حکمت یہ بھی تھی کہ صدیق اکبر کی افضلیت تمام صحابہ پر ثابت ہو جائے اور وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے صدیق اکبر کو اپنے ساتھ لینے کا حکم نبی کریم کو دیا۔ جس سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ کوئی صحابی بھی اس مرتبہ اور مقام کا

نہیں، جس مرتبے کے صدیق اکبرؓ ہیں۔

ے بھلا کون رُتبے میں ہمسر ہو اُن کا
ملا جن کو صدیق نام اللہ اللہ!

نبی کا معنیٰ "اَلطَّرِیْقُ الْوَاضِحُ" بھی ہے۔ یعنی نبی کی ذات وُہ روشن راستہ ہے جس کی برکت سے انسان اپنا مقصد تخلیق حاصل کر سکتا ہے اور انسان کی تخلیق کا مقصد خُدا کی معرفت ہے یہ بات ذہن نشین رہے کہ حصُولِ علم کے تین ذریعے ہیں۔

"حواسِ خمسہ، عقل اور خبر صادق"۔

حواسِ خمسہ یہ ہیں، قوّت باصرہ یعنی آنکھ قوّت سامعہ یعنی کان قوت لامسہ یعنی ہاتھ سے چھُونا قوت شامہ یعنی ناک سے سُونگھنا اور قوت ذائقہ یعنی زبان سے چکھنا۔

ہم نہ تو آنکھ سے خُدا دیکھ سکتے ہیں نہ اُس کی آواز سُن سکتے ہیں اور نہ ہی خدا کو کوئی چھُو سکتا ہے۔ وُہ سُونگھے جانے اور چکھے جانے سے بھی پاک ہے۔ لہٰذا ان حواسِ خمسہ سے خُدا کی معرفت حاصل نہیں ہو سکتی۔

عقل سے بھی خُدا کی معرفت حاصل نہیں ہو سکتی، کیُونکہ عقل اکثر دھوکا کھا جاتی ہے۔ مثال کے طور چاند بادلوں میں ہو اور بادل چل رہے ہوں تو ہم یہ سمجھتے ہیں کہ چاند چل رہا ہے یا ہم ٹرین میں سوار ہوں اور وُہ سٹیشن پر کھڑی اور اُس کے ساتھ ایک گاڑی ساتھ والی لائن پر کھڑی ہو اور تھوڑی دیر کے بعد یہ گاڑی چل پڑے تو ہم یہ سمجھتے

ہیں کہ ہماری گاڑی چل رہی ہے۔

علاوہ ازیں اگر عقل سے خدا کی معرفت ہو جاتی تو مغربی دنیا کے بڑے سائنسدان سارے عارف باللہ ہوتے۔ حالانکہ ایسا نہیں پس ثابت ہوا کہ معرفت الہیہ عقل سے حاصل نہیں ہو سکتی۔

تیسرا ذریعہ ہے خبر صادق یہی وہ ذریعہ ہے جس سے خدا کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور خبر صادق کا ذریعہ نبیؐ کی ذات ہے۔ نبی وہ انسان ہوتا ہے۔ جو خدا کے احکام اس کے بندوں تک پہنچاتا ہے، نبی کی دو جہتیں ہوتی ہیں ایک جہت سے وہ خدا سے احکام وصول کرتا ہے اور دوسری جہت سے وہ مخلوق تک اس کا حکم پہنچاتا ہے۔ خدا سے فیض لے کر اس کے بندوں کو تقسیم کرتا ہے۔ اگر نبی کا واسطہ درمیان سے نکال دیا جائے۔ کمزور انسان خدا کی قوی ذات سے فیض نہیں لے سکتے۔ بہر حال ہمیں خدا کی معرفت نبیؐ کے وسیلے سے حاصل ہوتی ہے۔

فیض پہنچا رضا احمد پاک سے
ورنہ تم کیا سمجھتے خدا کون ہے

خدا کس کو کہتے تھے کیا جانتے تھے
وہ تیری زبان سے سنا ہے محمدؐ

علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی نے لکھا ہے کہ نبی کے لئے چار اوصاف کا ہونا ضروری ہے۔

۱۔ خدا کی ذات و صفات کا علم:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے چالیس دن کی عمر میں فرمایا۔

"قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ آتَانِیَ الْکِتَابَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا"

"فرمایا: میں اللہ کا بندہ ہوں اُس نے مجھے نبی بنایا۔"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ کی توحید اور اپنی رسالت کا اعلان فرمایا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پیدا ہوتے ہی اپنے پاؤں پر کھڑے ہو کر فرمایا۔

"لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ"

(انسان العیون ص ۹۲ ج ۱)

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو آپ نے فرمایا۔

"یَا اُمَّاہُ لَا تَخَافِیْ اَیْ مِنْ فِرْعَوْنَ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا"

"اے ماں فرعون سے نہ ڈر اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔"

(ص ۹۳ ج ۱ سیرۃ حلبیہ)

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ولادت کے وقت خدا کی بارگاہ میں سجدہ کیا۔ اور سجدہ سے سر اٹھا کر فرمایا۔

"لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ"
نیز۔ ان کلمات سے اللہ کی حمد کی۔

"اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا وَّالْحَمْدُ لِلّٰہِ
کَثِیْرًا وَّسُبْحَانَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا"

اِن دلائل سے پتہ چلا کہ اللہ کے نبی کو اللہ کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ وہ اللہ کی ذات وصفات سے آگاہ ہوتا ہے بلکہ اِن مقدس نفوس کو اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی معرفت ولادت کے ساتھ ہی مرحمت فرمائی جاتی ہے۔

ب۔ اللہ کے نبی کے لئے دوسری ضروری بات یہ ہے کہ وہ فرشتوں کو دیکھتا بھی ہو اور پہچانتا بھی ہو۔
اس کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

۱۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں غزوۂ تبوک کا مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے۔ ہر مجاہد کو ایک حصہ عطا فرمایا۔ لیکن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دو حصے عطا فرمائے۔

حضرت زائد بن الاکوع کھڑے ہوئے۔ عرض کی یا رسول اللہ اس بارے میں آپ پر آسمان سے وحی نازل ہوئی ہے یا آپ نے اپنی طرف سے ایسا کیا ہے۔

آپ نے فرمایا: میں تمہیں قسم دیتا ہوں۔ کیا تم نے اپنے دائیں طرف ایک گھوڑ سوار کو دیکھا ہے جس نے اپنے سر پر

سبز عمامہ باندھ رکھا تھا اور اس کی دو زلفیں اس کے دونوں کندھوں پر لٹک رہی تھیں اور اس کے ہاتھ میں برچھا تھا۔

صحابہؓ نے کہا: ہاں۔ دیکھا ہے۔

فرمایا: وہ جبریل علیہ السلام تھے، جو جاتے ہوئے کہہ گئے ہیں کہ میرا حصہ حضرت علی کو عطا فرما دیں۔

(ص ۱۹۱ انسان العیون فی سیرۃ الامین والمأمون۔)

۲۔ حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ حضور تشریف فرما تھے کہ عثمان بن مظعون آپ کے قریب سے گزرا۔ آپ نے فرمایا۔ بیٹھتے نہیں ہو وہ بیٹھ گیا۔ آپ اس کی طرف متوجہ ہو کر باتیں کرنے لگے پھر آپ نے اچانک اپنی نظریں آسمان کی طرف اٹھائیں اور کچھ دیر اوپر ہی کو دیکھتے رہے۔ پھر نگاہیں آہستہ آہستہ نیچی کر لیں اور اپنے دائیں جانب دیکھنے لگے اور رخ بھی آپ نے اس طرف کر لیا اور اپنا سر ہلانے لگے۔ جیسے کسی کی باتیں سن رہے ہوں اور کوئی آپ سے باتیں کر رہا ہو۔

تھوڑی دیر تک یہی کیفیت طاری رہی پھر آپ نے نگاہیں اوپر کرنی شروع کیں۔ یہاں تک کہ آسمان تک آپ کی نگاہیں پہنچیں پھر آپ عثمان کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھ گئے۔ وہ یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ اس سے صبر نہ ہو سکا۔ اس نے اس ساری کاروائی کی وجہ پوچھی۔

آپ نے فرمایا: میرے پاس ایک فرشتہ وحی لایا تھا کہ

"اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ ۝"

"اللہ تعالیٰ عدل بھلائی اور رشتہ داروں کے ساتھ سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی کی باتوں، بُرے کاموں اور سرکشی سے روکتا ہے۔ تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔"

(ص ۵۳/۱۴ ابن کثیر)

۳۔ حضرت عبدالرحمن بن غنم فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد نبوی میں بیٹھے تھے۔ ایک بادل آیا۔ اور حضور اُس کی طرف دیکھنے لگے۔

پھر ہمیں ایسے معلوم ہوا کہ آپ کی نگاہیں کسی چیز کا تعاقب کر رہی ہیں۔ یہاں تک کہ آپ نے اپنی ازواج مطہرات میں سے بعض کے حجرے کو دیکھا۔ پھر آپ وہاں تشریف لے گئے اور جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا وہاں ٹھہرے رہے پھر وہ بادل وہاں سے اُٹھا لیا گیا۔

ہم نے عرض کی یارسول اللہ ہم نے آپ سے ایک ایسی بات دیکھی جو پہلے کبھی دیکھنے میں نہ آئی۔

آپ نے فرمایا: میں تمہارے ساتھ بیٹھا تھا کہ میں نے اِس بادل

میں ایک فرشتہ دیکھا جو میرے ایک حجرہ میں نازل ہوا۔ میں اُس کی طرف اُٹھ کر گیا اور اُسے سلام کیا پھر اُس نے کہا میں اپنے رب تعالیٰ سے آپ کی ملاقات کی اجازت مانگتا رہا۔ یہاں تک کہ اب اجازت مل گئی۔

"وَاِنِّی اُبَشِّرُکَ اَنَّہٗ لَیْسَ اَحَدٌ اَکْرَمُ عَلٰی رَبِّہٖ مِنْکَ"

"اور میں آپ کو بشارت دیتا ہوں کہ آپ سے بڑھ کر اللہ کے نزدیک کوئی عزت والا نہیں"

(ص ۲۴۷/۵ تاریخ کبیر)

ے لَمْ یَاْتِ نَظِیْرُکَ فِیْ نَظَرٍ مثل تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سر سو ہے تجھ کو شہ دوسرا جانا

ج۔ نبی کے لئے تیسرا وصف یہ ہے کہ اُسے معجزہ دکھانے کا ہر وقت اختیار ہو اسکی مثالیں ملاحظہ ہوں۔

۱۔ حضرت نافع صحابیٔ رسول فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں ہم چار سو آدمی نبیٔ کریم کے ہمراہ تھے۔ ہم نے ایک ایسی جگہ پڑاؤ ڈالا جہاں پانی نہ تھا یہ حالت صحابہ پر بڑی شاق تھی۔ انہوں نے نبی کریم کی بارگاہ

میں عرض کی تو ایک بکری دو سینگوں والی ظاہر ہوئی اور نبی پاک کے سامنے کھڑی ہوگئی۔ حضور نے اُس کا دودھ نکالا اور پی لیا۔ یہاں تک کہ سیر ہو گئے۔ پھر صحابہ کرام نے پیا وہ بھی سیر ہو گئے۔

پھر حضورؐ نے فرمایا: اے نافع رات کو بکری کو قبضے میں رکھنا اور میرا خیال ہے کہ تو اس کو قبضے میں نہ رکھ سکے گا۔

حضرت نافع فرماتے ہیں کہ میں نے اسے لوہے کی میخ کے ساتھ باندھ دیا۔ پھر میں رات کے ایک حصے میں بیدار ہوا تو اس بکری کو نہ دیکھا اور اس کی رسی ٹوٹی ہوئی تھی۔

میں نبی کریم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اس سے پہلے کہ حضورؐ مجھ سے اس بکری کے بارے میں پوچھیں۔ میں نے اس بکری کی گمشدگی کی خبر دی۔

آپ نے فرمایا: اے نافع وہ جہاں سے آئی تھی وہیں چلی گئی۔

(دلائل النبوۃ ص۱۳۷/۲، ص۱۰۳/۲ البدایہ والنہایہ، ص۲۸۷/۱۲ تاریخ بغداد)

۲۔ ایک دفعہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پانی کے کنارے تشریف فرما تھے کہ عکرمہ بن ابی جہل وہاں آ نکلا اور کہنے لگا اگر آپ سچے ہیں تو اس پتھر کو بلائیے جو پانی کے دوسرے کنارے پر پڑا ہے کہ وہ پانی پر تیرتا ہوا آجائے اور ڈوبے نہ۔

پس حضور علیہ السلام نے اس پتھر کو اشارہ کیا تو وہ پانی پر تیرتا ہوا آپ کے سامنے آگیا۔ اور بزبان فصیح اللہ کے ایک ہونے

اور آپ کے رسول برحق ہونے کی گواہی دی۔

آپ نے فرمایا: اب تو یہ تیرے لئے کافی ہے۔ بولا ھاں بشرطیکہ وہیں چلا جائے جہاں سے آیا تھا تو پتھر پھر وہیں چلا گیا۔

(ص ۱۹۱ ج ۵ زرقانی)

پڑھا بے زبانوں نے کلمہ تمہارا
ہے سنگ و شجر میں بھی چرچا تمہارا

د۔ نبی کے لئے چوتھا وصف یہ ہونا چاہیئے کہ اسے غیب کی آئندہ خبر کا ادراک ہو۔

اس کی مثالیں ملاحظہ ہوں۔

۱۔ حضرت سھل بن سعد کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن فرمایا۔

"لَأُعْطِيَنَّ هٰذِهِ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ"

ترجمہ: کل میں جھنڈا ایک ایسے شخص کو دوں گا جس کے ہاتھوں سے خدا تعالیٰ قلعہ خیبر کو فتح کرائے گا۔ اور وہ شخص اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ

اور اُس کا رسُول اس سے محبت کرتا ہے"۔

جب صُبح ہُوئی تو لوگ حضُور کی خدمت میں یہ اُمید لے کر حاضر ہُوئے کہ وُہ جھنڈا انہیں کو ملے گا جب سب لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے پُوچھا، علی کہاں ہیں۔ لوگوں نے عرض کی یا رسُول اللہ اُن کی آنکھیں دُکھتی ہیں۔ آپ نے فرمایا: کوئی اُن کو جا کر بُلا لائے۔

چنانچہ ان کو بُلایا گیا۔ رسُول اللہ نے ان کی آنکھوں پر لعاب دہن لگایا۔ اور وُہ اچھی ہو گئیں، گویا کبھی دُکھتی نہ تھیں، پھر آپ نے ان کو جھنڈا عطا فرمایا۔

حضرت علیؓ نے عرض کی یا رسُول اللہ میں ان لوگوں (دُشمنوں) سے یہاں تک لڑوں کہ وُہ ہماری مانند مسلمان ہو جائیں۔

آپ نے فرمایا: جاؤ اور اپنی فطری نرمی اور آہستگی سے کام لو اور جب تم میدانِ جنگ میں پہنچ جاؤ تو پہلے اسلام کے دُشمنوں کو اسلام کی دعوت دو اور پھر بتلاؤ کہ اسلام قبول کر لینے کے بعد ان پر خُدا کا کیا حق ہے۔ خُدا کی قسم اگر تمہاری تبلیغ سے خُدا تعالیٰ نے ایک شخص کو بھی ہدایت دے دی تو یہ تمہارے لئے سُرخ اُونٹوں سے بہتر ہے۔

(صفحہ ۲۵۸ مشکوٰۃ)

حضرت علی جھنڈا لے کر روانہ ہُوئے اور قلعہ ان کے ہاتھ پر فتح ہُوا۔

(صفحہ ۲۶۵ فتح الباری)

۲۔ حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں، غزوۂ بدر میں لڑائی ہونے سے ایک دن پہلے حضُور میدانِ بدر میں تشریف لے گئے اور فرمایا۔

"هٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ اِنْشَاءَ اللّٰهُ غَدًا"

"اگر خدا نے چاہا تو فلاں آدمی کل یہاں قتل ہو گا"

(ص ۱۶۶ ج ۲ سیرۃ حلبیہ)

مُسلم شریف میں حدیث یوں ہے۔

"فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ وَیَضَعُ یَدَہٗ عَلَی الْاَرْضِ ھٰھُنَا وَھٰھُنَا قَالَ فَمَا مَاتَ اَحَدُھُمْ عَنْ مَوْضِعِ یَدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ"

(ص ۱۰۲ ج ۲ مُسلم شریف)

ترجمہ:۔ رسولِ خدا نے فرمایا: یہ فلاں کے بچھڑنے کی جگہ ہے اور اپنا ہاتھ زمین پر اِدھر اُدھر رکھتے تھے حضرت انس فرماتے ہیں ان کفار میں سے کوئی بھی حضورؐ کے لگائے ہوئے نشان سے دُور ہو کر قتل نہ ہوا۔

یہ لے جائیں گے حسرت ہی دلِ ناپاک کے اندر!
ابوجہل اس جگہ لیٹے گا خون اور خاک کے اندر!

ذِکرِ مُصطفٰی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ۔ "اور ہم نے تیرے لئے تیرے ذِکر کو بلند کیا۔" اس آیت کریمہ کے تین حِصے ہیں۔ وَرَفَعْنَا ایک لَکَ دُوسرا ذِکْرَکَ تیسرا حصہ۔ اِنشاءاللہ تعالیٰ اس آیت کریمہ کے ان تینوں حصّوں پر بحث ہوگی۔

وَرَفَعْنَا، یہ مَاضی مطلق ہے جس کا تعلق گزرے ہوئے زمانے سے ہوتا ہے اور یہ اِس طرف اشارہ ہے کہ آپ کے اِس دُنیا میں آنے سے پہلے ہی ہم نے آپ کا ذکر بلند کر دیا اَور اِس کی دو صُورتیں ہیں۔ پہلے انبیاء کی زبانوں پر آپ کا ذکر اَور ان نبیوں پر نازل ہونے والی کتابوں میں آپ کا ذِکر۔

"پہلی صُورت"

انبیاء سابقین میں آپکا ذکر: (۱) حضرت آدم علیہ السلام: جب اللہ تعالےٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو اُنہوں نے عرض کی۔ اے میرے پروردگار تو نے میری کنیت ابو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیوں رکھی ہے۔ تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ اے آدم اپنا سَر اُٹھاؤ۔ اُنہوں نے اپنا سَر اُٹھایا تو اِن کو عرش کے پایوں پر نُورِ محمّد

نظر آیا۔ عرض کی اے میرے پروردگار یہ نور کیسا ہے۔ فرمایا۔

هٰذَا نُوْرُ نَبِيٍّ مِّنْ ذُرِّيَّتِكَ اِسْمُهٗ فِي السَّمَآءِ اَحْمَدُ وَفِي الْاَرْضِ مُحَمَّدٌ لَوْلَاهُ مَا خَلَقْتُ سَمَاءً وَّلَا اَرْضًا۔ (صفحہ ۴۴/۱ زرقانی)

ترجمہ: یہ نور تمہاری اولاد میں سے اس نبی کا ہے جس کا نام آسمانوں میں احمد اور زمین میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اگر یہ نور نہ ہوتا تو میں نہ تمہیں پیدا کرتا اور نہ آسمان و زمین کو

تو نہ ہوتا تو نہ ہوتا دو جہاں کا انتظام
تو زمیں کا نور ہے تو آسماں کا نور ہے

(ب) حضرت ابراھیم علیہ السلام: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی دعا مانگی۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ حضرت ابراہیم نے کہا۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔

ترجمہ: اے ہمارے رب اور بھیج ان میں ایک رسول انہیں میں سے کہ ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور انہیں خوب ستھرا فرمائے بیشک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہمارے

حضور کے لیے یہ دُعائیں مانگیں، حضور مومن جماعت میں ہوں۔ حضور مکہ معظمہ میں پیدا ہوں، حضور صاحب کتاب رسُول ہوں۔ آپ کو کتاب کے علاوہ حکمت بھی عطا ہو۔ حضور تمام جہانوں کے معلم ہوں کہ سب اِن سے سیکھیں اور وہ پروردگار سے سیکھیں۔ حضور کے پاس بیٹھنے والے سب پاک مومن ہوں کوئی فاسق و فاجر نہ ہو۔ خُدا تعالےٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دُعا کو قبول فرمایا۔

وہ حاصل برگزیدہ ہستیوں کی التجاؤں کا
فرشتوں کی تمناؤں رسُولوں کی دُعاؤں کا

علامہ سخاوی نے درُود ابراہیمی میں حضرت ابراہیم کی تخصیص کی وجوہات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے لیے دُعا مانگی تھی، چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ۔

ترجمہ : اے ہمارے رَب مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور سب مسلمانوں کو جس دِن حساب قائم ہوگا۔

اِس لیے اس کا بدلہ چکانے کے لیے ہم درُود میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو شامل کرتے ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ نے کعبہ کی تعمیر کے بعد مقام ابراہیم پتھر پر کھڑے ہو کر حج کی آواز دی۔ چنانچہ خدا نے فرمایا۔

وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰی كُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ۔

ترجمہ: اور لوگوں میں حج کی عام ندا کر دے وہ تیرے پاس حاضر ہوں گے۔ پیادہ اور ہر دُبلی اُونٹنی پر کہ ہر دُور کی راہ سے آتی ہیں۔

اُور سب سے زیادہ تعداد میں مسلمانوں نے آپ کی اس آواز کے نتیجے میں حج کیا۔ اس لیے مسلمان درود میں آپ کا نام لیتے ہیں۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے خواب میں جنت دیکھی جس کے درختوں پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا جبریل سے حضور کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے حضور کا تعارف کرایا تب حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے عرض کی۔ اے اللہ

وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ۔

ترجمہ: یا اللہ پچھلے لوگوں میں میری شہرت اچھی کر دے۔

تو اِن کی دُعا کے نتیجے میں آپ کا نام درُود میں لیا جاتا ہے۔ اور چوتھی وجہ یہ ہے کہ جب آپ کعبہ کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو آپ نے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے بوڑھوں کے لیے دُعا مانگی۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام نے حضور کی اُمت کے ادھیڑ عمر والوں کے لیے دُعا مانگی حضرت اسحٰق علیہ السّلام نے آپ کی اُمت کے جوانوں کے لیے دُعا مانگی حضرت سارہ نے آپ کی اُمت کی عورتوں کے لیے دُعا مانگی اور حضرت حاجرہ نے کنیزوں کے لیے دُعا مانگی۔ اِن نفوس قدسیہ کی دُعاؤں کے صِلے میں

درود میں حضرت ابراہیم اور ان کی آل کے لیے درود اور رحمت کی دعا کی جاتی ہے۔ (صفحہ ۸۵ القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع)

(ب) حضرت موسیٰ علیہ السلام : حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما تفسیر آیہ کریمہ وما کنت بجانب الطور اذ نادینا میں فرماتے ہیں کہ جب موسیٰ علیہ السلام کو اللہ کی طرف سے تورات کی تختیاں عنایت ہوئیں تو آپ بہت خوش ہوئے اور جناب باری میں عرض کی، الٰہی تو نے مجھے ایسی کرامت کے ساتھ سرفراز فرمایا کہ مجھ سے پہلے کسی کو اس کے ساتھ محرم نہ کیا۔ ارشاد ہوا اے موسیٰ چونکہ ہم نے تیرے قلب کو سب نبیوں سے زیادہ متواضع پایا، لہذا کلام اور رسالت سے سرفراز فرمایا اور

فَخُذْ مَآ اٰتَیْتُکَ وَکُنْ مِّنَ الشّٰکِرِیْنَ وَمُتْ عَلَی التَّوْحِیْدِ وَحُبِّ مُحَمَّدٍ (صلی اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ : جو میں تمہیں عطا کروں وہ لے لو اور شکر ادا کرنے والوں میں سے ہو جاؤ اور تمہیں موت توحید اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پر آنی چاہیئے۔

عرض کی الٰہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہے جس کی محبت تیری توحید کے قریب ہے۔ ارشاد ہوا محمد وہ ہے جس کا نام نامی دو ہزار سال پہلے آسمان و زمین پیدا کرنے سے ساق عرش پر لکھا۔ اگر تو مجھ سے تقرب حاصل کرنا چاہتا ہے تو ان پر کثرت سے درود بھیجا کر

موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کی الٰہی مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے آگاہ کر دے کہ وہ کون ہے جن کے بغیر تیرا قرب میسر نہیں ہو سکتا خطاب آیا

لَوْلَا مُحَمَّدٌ وَاُمَّتُهٗ لَمَا خَلَقْتُ الْجَنَّةَ وَلَا النَّارَ وَلَا الشَّمْسَ وَلَا الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلَ وَلَا النَّهَارَ وَلَا مَلَكًا مُّقَرَّبًا وَلَا نَبِيًّا مُّرْسَلًا وَلَا اِيَّاكَ

(صفحہ ۱۰ معارج النبوۃ

ترجمہ :۔ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی اُمت نہ ہوتی تو بہشت و دوزخ آفتاب مہتاب، دن رات ملائکہ مقرب اور نبی مرسل اور تجھے پیدا نہ کرتا۔

محمد کی جلوہ نمائی نہ ہوتی
تو دارین میں روشنائی نہ ہوتی

مفسرین نے زیرِ آیت

وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰىٓ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ لکھا ہے۔

ترجمہ : اور موسیٰ کی قوم سے ایک گروہ ہے کہ حق کی راہ بتاتا اور اسی سے انصاف کرتا۔

بنی اسرائیل نے جب اپنے انبیاء کو قتل کر کے کفر اختیار کیا تو ان میں بارہ گروہ تھے۔ ان میں سے ایک گروہ بقیہ گیارہ کے عقائد سے بیزار تھا۔ انہوں نے خدا سے دعا کی اے اللہ ان میں اور ہم میں تفریق کر دے تو اللہ تعالیٰ نے

زمین کے اندر اِن کے لیے سرنگ پیدا فرمادی وہ اِس میں ڈیڑھ سال چلتے رہے یہاں تک کہ وہ اِس راہ سے مُلک چین میں جا نکلے۔ اب یہ لوگ دریائی ریت کے کنارے مُلک چین کے پیچھے رہتے ہیں۔ اِن کے مُلک میں رات کو بارش ہوتی ہے اور دن کو دھوپ نکل آتی ہے۔ کھیتی باڑی کرتے ہیں اور سب آسودہ حال ہیں۔ اب ان کے اور لوگوں کے درمیان سمندر ہے۔ نہ اِن کا کوئی آدمی لوگوں تک پہنچ سکتا ہے اور نہ عام لوگوں میں سے کوئی ان تک پہنچ سکتا ہے۔ معراج کی رات جبرائیل علیہ السلام حضور کے ساتھ ان کے ہاں گئے اور جبرائیل نے اِن سے کہا کہ تم جانتے ہو کہ تم کس سے کلام کرتے ہو۔ انہوں نے کہا ہم نہیں جانتے۔ جبرائیل نے کہا یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے نبی ہیں۔ تو وہ سب حضور پر ایمان لائے اور کہا یا رسول اللہ حضرت موسےٰ علیہ السلام نے وصیت کی تھی کہ تم میں سے جو بھی احمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پائے وہ ان کو میرا سلام کہے۔ حضور نے حضرت موسیٰ کے سلام کا جواب دیا اور پھر اِن کو قرآن کی سورتیں سکھائیں اور ان کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا اور کہا اِسی جگہ قیام پذیر رہو۔ وہ ہفتہ کی تعظیم کرتے تھے۔ حضور نے جمعہ کی تعظیم کا حکم دیا۔ حضور نے اِن سے پوچھا تمہارے پیمانے اور ترازو ہیں۔ انہوں نے جواب دیا۔ نہیں حضور نے پوچھا تمہاری گزر اوقات کیسے ہوتی ہے۔ کہا ہم کھیتی باڑی کرتے ہیں فصل کاٹ کر ایک جگہ ڈھیر لگا دیتے ہیں۔ پھر جس کو جتنی ضرورت ہوتی

ہے وہاں سے لے لیتا ہے ۔حضور نے پوچھا تم میں سے کوئی جھوٹ بھی بولتا ہے ۔ کہا ہم میں سے اگر کوئی جھوٹ بولے تو آسمان سے آگ نازل ہو کر اسے کھا جاتی ہے ۔ پھر آپ نے پوچھا تم سب کے مکان ایک جیسے کیوں ہیں ۔ کہا اس لیے کہ کوئی اپنے آپ کو دوسرے سے اعلیٰ نہ سمجھے ۔ پوچھا تمہارے دروازوں پر قبریں کیوں ہیں ۔ کہا یہ قبریں ہم نے اس لیے کھود رکھی ہیں کہ ہمیں موت یاد رہے ۔

(صفحہ ۲۶۸ نوادر الاصول صفحہ ۳۰۳ قرطبی، مظہری، طبری، ابن کثیر)

(ل) **حضرت عیسیٰ علیہ السلام** : حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی بشارت دی ۔ ارشاد باری تعالےٰ ہے ۔

وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗ اَحْمَدُ ۔

ترجمہ : اور اس رسول کی بشارت سناتا ہوں جو میرے بعد تشریف لائیں گے ۔ ان کا نام احمد ہے ۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور آخری نبی ہیں ۔کیونکہ بشارت بعد میں آنے والے کی ہوتی ہے اور حضرت عیسےٰ کے بعد سوائے ہمارے نبی کے اور کوئی نبی نہ آیا ۔ حضرت عیسےٰ نے آپ کا نام احمد لیا ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ احمد آپ کا نام آسمانی ہے ۔ اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام آسمانی الاصل ہیں کیونکہ ان کی پیدائش آسمانی مخلوق حضرت جبرائیل کی

پھونک کے نتیجے میں ہوئی ہے۔ نیز عالم ارواح میں حضور احمد کے نام سے مشہور تھے اور قیامت کے دن لوا الحمد حضور کے ہاتھ میں ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا۔

اَوحَی اللّٰہُ اِلیٰ عِیسٰی علیہ السّلام یا عِیسٰی آمِنْ بِمُحَمَّدٍ وَمُرْ مَنْ اَدْرَکَہٗ مِنْ اُمَّتِکَ اَنْ یُّؤْمِنُوْا بِہٖ فَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُ الْجَنَّۃَ وَلَا النَّارَ وَلَقَدْ خَلَقْتُ الْعَرْشَ عَلَی الْمَاءِ فَاضْطَرَبَ فَکَتَبْتُ عَلَیْہِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ فَسَکَنَ ۔ (صفحہ ۶۱۴ المستدرک)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی۔ اے عیسیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ اور اپنی امت سے بھی کہو جو ان کا زمانہ پائیں ان پر ایمان لائیں۔ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں آدم کو پیدا نہ کرتا اور اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں جنت و دوزخ کو پیدا نہ کرتا۔ میں نے عرش کو پانی پر پیدا کیا تو وہ ہلنے لگا۔ میں نے اس پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا تو اس کو سکون آگیا۔

گر ارض و سما کی محفل میں لولاک لما کا شور نہ ہو
یہ رنگ نہ گلزاروں میں یہ نور نہ ہو سیاروں میں

عرش لرزہ براندام تھا۔ اسے سکون اس وقت آیا جب کہ اس پر کلمہ طیبہ لکھا گیا اور کلمہ میں حضور کا نام ہے۔ عرش کے سائے میں ساری

کائنات ہے۔ چنانچہ عرش کی عظمت پر علماء نے بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آفتاب سے پہلا آسمان بڑا ہے۔ پہلے سے دوسرا دوسرے سے تیسرا تیسرے سے چوتھا چوتھے سے پانچواں پانچویں سے چھٹا اور چھٹے سے ساتواں اور ساتوں آسمان کرسی کے سامنے ایسے ہیں جیسے بڑے تھال میں سات چونیاں اور یہی حال کرسی کا عرش کے سامنے ہے عرش نے ساری مخلوق کو اپنے گھیرے میں لیا ہوا ہے۔ گویا عرش کے سائے میں سارے انسانوں، جنات، حیوانات، نباتات، معدنیات مفردات، مرکبات غرضیکہ کُل مخلوقات زیر عرش ہے۔ جب عرش کی بے قراری کا علاج سرور کونین کے نام نامی اسم گرامی میں ہے تو اس کے سائے میں جتنی مخلوق ہے۔ اس کی بے چینی کا مداوا بھی حضور علیہ السّلام کے نام پاک میں ہے۔

سلام اس پر کہ جس کے ذکر سے دل چین پاتے ہیں
سلام اس پر فرشتے ذکر جس کا سننے آتے ہیں

دوسری صورت

(۲) کتب سابقہ میں آپکا ذکر۔ تورات میں ذکر مصطفیٰ

حضرت علی المرتضیٰ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی تھا جسکو فلاں عالم کہا جاتا تھا۔ اس کے رسولِ خدا پر چند دینار تھے۔ اس نے آپ سے تقاضا کیا۔ آپ نے اس سے فرمایا۔ اے یہودی میرے پاس کچھ نہیں ہے کہ میں تجھ کو ادا کروں۔ اس نے کہا اے محمد میں اس وقت تک

آپ سے جُدا نہ ہوں گا جب تک آپ میرا قرض ادا نہ کر دیں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اچھا میں تیرے پاس بیٹھ جاتا ہوں۔ چنانچہ آپ اس کے سامنے بیٹھ گئے اور اسی مقام پر آپ نے ظہر عصر مغرب عشاء اور پھر صبح کی نماز پڑھی۔ رسُول اللہ کے صحابی اس کو آکر دھمکاتے تھے اور نکال دینے کا خوف دلاتے تھے۔ جب رسُولِ خدا نے اس بات کو محسوس کیا کہ صحابی اس کو دھمکاتے ہیں تو آپ نے ان کو منع فرمایا۔ صحابہ کرام نے عرض کی یا رسُول اللہ ایک یہودی آپ کو روک سکتا ہے آپ نے فرمایا۔ خُدا تعالےٰ نے مُجھ کو منع فرمایا ہے کہ میں اس شخص پر ظلم کروں جو ہماری پناہ اور ذمّہ میں ہے۔ پھر جب دن چڑھ گیا تو یہودی نے کہا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ گواہی دیتا ہوں کہ آپ خُدا کے رسُول ہیں اور میرے مال کا آدھا حِصّہ صَدقہ ہے اور خُدا کی قسم میں نے آپ کے ساتھ جو معاملہ کیا ہے وہ محض اِس لیے کیا ہے کہ میں دیکھوں کہ جو صفات تورات میں موجود ہیں وہ آپ میں پائی جاتی ہیں یا نہیں۔

تورات میں لکھا ہے محمّد بن عبداللہ مکّہ میں پیدا ہوگا۔ طیبہ کی طرف ہجرت کرے گا۔ اس کی حکومت شام میں ہوگی وہ بدزبان سنگدل نہ ہوگا اور نہ بازار میں شور مچانے والا اور نہ اس میں فحش گوئی ہوگی اور نہ وہ بیہودہ بات کہنے والا ہوگا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ خُدا کے رسُول ہیں۔ یہ میرا مال ہے جو حکم آپ

مناسب سمجھیں فرمائیں۔ یہ یہودی بہت مالدار تھا۔ (ص ۱۵۳/۲ مشکوٰۃ)

حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی لڑکا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا۔ وہ بیمار ہو گیا۔ حضور علیہ السلام اس کی بیمار پرسی کے لیے تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ اس کا باپ اس کے سرہانے تورات پڑھ رہا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا۔ اے یہودی قسم ہے تجھے اس خدا کی جس نے حضرت موسیٰ پر تورات نازل فرمائی۔ کیا تو تورات میں میری تعریف، میری صفت اور میرے ظہور کا واقعہ لکھا پاتا ہے۔ اس نے کہا نہیں لیکن اس یہودی لڑکے نے کہا یا رسول اللہ خدا کی قسم ہم تورات میں آپ کی تعریف آپکی صفت اور آپ کے ظہور کی خبر پاتے ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ نے صحابہ سے فرمایا اس یہودی کو اس لڑکے کے سرہانے سے اُٹھا دو۔

ہور دوا نہ دِلدی کاری کلمہ دلدی کاری ہُو
کلمہ دُور زنگار کریندا کلمے میل اُتاری ہُو
کلمہ ہیرے لعل جواہر کلمہ ہٹ پساری ہُو
ایتھے اوتھے دوہیں جہانیں کلمہ دولت ساری ہُو

حضرت کعب احبار سے روایت ہے کہ ان کے سامنے ایک شخص نے خواب بیان کیا گویا لوگ حساب کے لیے جمع کیے گئے اور حضرات انبیاء کرام بلائے گئے۔ ہر نبی کے ساتھ اس کی اُمت آئی ہر

نبی کے لیے دو نور ہیں اور ان کے ہر پیرو کار کے لیے ایک نور جس کی روشنی میں وہ چلتا ہے۔ پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بلائے گئے۔ اِنکے سر اقدس اور روئے انور کے ہر بال سے جُدا جُدا نور کے مُکے بلند ہو رہے ہیں جنہیں دیکھنے والا تمیز کرے اور ان کے ہر پیرو کار کے لیے انبیار کی طرح دو نور ہیں جس کی روشنی میں راہ چلتا ہے۔ کعب نے خواب سُن کر کہا۔ تجھے اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں۔ کیا واقعی تُو نے یہ خواب دیکھا ہے کہا ہاں کعب نے کہا۔

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اِنَّھَا لَصِفَۃُ مُحَمَّدٍ وَّاُمَّتِہٖ وَصِفَۃُ الْاَنْبِیَاءِ وَاُمَمِہِمْ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ تَعَالٰی فَکَاَنَّمَا قَرَأْتَہٗ فِی التَّوْرَاتِ۔

(صہ ۳۹ دلائل النبوۃ، صہ ۲۴۲ ابن عساکر)

ترجمہ: قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ بیشک بعینہٖ کتاب اللہ میں یونہی صفت لکھی ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی اُمت اور انبیائے سابقین اور ان کی اُمتوں کی۔ گویا تو نے تورات میں پڑھ کر بیان کیا ہے۔

حضرت موسیٰ نے عرض کی۔ اے اللہ تورات میں ایک ایسی اُمت کا ذکر ہے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے گی وہ میری اُمت کر دے۔ فرمایا وہ احمد کی اُمت ہے۔ عرض کی ایک ایسی اُمت کا ذکر تورات میں ہے جو ظہور میں آخری دخول جنت میں پہلی ہو گی وہ میری

اُمت بنادے۔ فرمایا وہ احمد کی اُمت ہے۔ عرض کی ایک ایسی اُمت کا ذکر تورات میں ہے جو حافظ قرآن ہو گی حالانکہ پہلے کوئی ایسی نہ تھی وہ میری اُمت بنادے۔فرمایا وہ احمد کی اُمت ہے۔ عرض کی ایک ایسی اُمت کا ذکر تورات میں ہے جو تیری ہر کتاب پر ایمان لائے گی گمراہوں، کافروں اور دجال سے لڑے گی وہ میری اُمت کر دے فرمایا وہ احمد کی اُمت ہے۔ عرض کی وہ اُمت اپنے صدقات آپس میں کھائے گی حالانکہ پہلے لوگوں کے صدقات آسمانی آگ کھاتی تھی۔ ان کو میری اُمت کر دے۔ فرمایا وہ احمد کی اُمت ہے۔ عرض کی وہ اُمت نیکی کا ارادہ کرے گی تو ایک نیکی عمل کرے گی تو دس سے سات سو حصے تک ثواب ہوگا وہ میری اُمت کر دے فرمایا وہ احمد کی اُمت ہے۔ عرض کی وہ اُمت مرتبہ شفاعت پر فائز ہو گی اس کی دُعا قبول ہو گی وہ میری اُمت بنادے۔ فرمایا وہ احمد کی اُمت ہے (ص ۲۵/۹ ابن کثیر ص ۳۷۹/۱ دلائل النبوۃ)

"انجیل میں ذکرِ مصطفیٰ"

ترجمہ : حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا وہ تمہارے زمانے میں نہیں آئے گا بلکہ تمہارے کچھ عرصہ بعد آئے گا۔ جبکہ میری انجیل منسوخ ہو جائے گی یہاں تک کہ صرف تیس وفادار رہ جائیں گے۔ اس وقت خدا تعالےٰ دُنیا پر رحم فرمائے گا اور وہ اپنا پیغمبر بھیجے گا جن کے سر پر سفید بادل سایہ کرے گا اور وہ مصطفےٰ کے نام سے پہچانا جائے گا۔

کیا عاشقوں کو گرفتار گیسو حسینوں کی بانکی ادا بن کے آیا
بڑے گُل کھلے تھے مگر اس چمن میں بہار آئی جب مصطفےٰ بن کے آیا

ترجمہ : حضرت عیسٰی علیہ السّلام نے جواب دیا میں پیغمبر نجات بنا کر اسرائیل کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ لیکن میرے بعد مسیحا آئے گا جو ساری دُنیا کی طرف خدا کا فرستادہ ہوگا جس کے لیے خُدا نے دُنیا پیدا کی اور اس کی برکت سے ساری دُنیا میں خُدا کی عبادت کی جائے گی اور خُدا کی رحمت نازل ہو گی۔

تیرے آنے سے رونق آگئی گلزارِ ہستی میں شریکِ حال قسمت ہو گیا پھر فضلِ ربانی

زبور میں ذکرِ مصطفیٰ

حضرت وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے زبور میں حضرت داؤد علیہ السّلام پر وحی کی کہ اے داؤد تیرے بعد ایک نبی ہو گا جس کا نام احمد اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہو گا۔ میں اس سے کبھی ناراض نہ ہوں گا اور میں اِس کے سبب اس کے اگلے اور پچھلے لوگوں کے گناہوں کو معاف کر دوں گا اور اِس کی اُمت پر میری رحمت ہو گی۔ میں اِسکی اُمت کو نوافل پڑھنے کا ثواب نبیوں کی مثل دُوں گا اور میں ان پر وہ عبادت فرض کروں گا جو انبیاء کرام پر فرض کی۔ حتیٰ کہ قیامت کے دن وہ اِس حال میں آئیں گے کہ اِن کا نُور انبیاء کے نور کی مثل ہو گا اور یہ اِس لیے کہ میں نے ہر نماز کے وقت ان پر طہارت یعنی وضو فرض کر دیا جیسے کہ ان سے پہلے نبیوں پر فرض کیا اور میں نے ان کو غسل جنابت کا حکم دیا۔ اے داؤد میں نے محمد اور ان کی اُمت کو تمام پہلی اُمتوں پر فضیلت دی اور میں نے ان کو چھ خصائل عطا کیے جو پہلے کسی اُمت کو عطا نہ ہوئے۔ میں خطا اور نسیان پر ان کی پکڑ نہ کروں گا اور وہ جو گناہ قصداً کریں گے اگر مجھ سے مغفرت چاہیں گے تو میں معاف کر دوں گا اور اپنی آخرت کے لیے جو نیکی خوشی سے آگے بھیجیں گے میں اس نیکی کو کئی گنا زیادہ کروں گا اور ان میں سے جو مصائب پر صبر کا مظاہرہ کرے گا اور استرجاع کرے گا اس پر رحمت ہو گی۔ ان کو جنت کا راستہ دکھاؤں گا اگر وہ مجھ سے دُعا کریں گے تو میں قبول کروں گا اور اس قبولیت کی تین صورتیں ہوں گی

یا تو جو مانگیں گے فوراً عطا ہو گا یا اس کے بدلے آنے والی مصیبت ٹال دوں گا یا اس دُعا کو آخرت کے لیے ذخیرہ کر دُوں گا۔ اور اے داوٗد اُمتِ محمدیہ میں سے جو صدقِ دل سے میری توحید کی گواہی دے گا وہ میری جنت میں میرے ساتھ ہو گا اور وہ میرے انعامات کا حقدار ہو گا اور جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی احادیث اور میری کتاب کو جھٹلایا اسے قبر میں سخت عذاب دُوں گا اور فرشتے اسے ماریں گے پھر میں اسے جہنم کے سب سے نچلے گڑھے میں داخل کروں گا۔

(صفحہ ۳۸۰ دلائل النبوۃ)

اب ذرا پھر وَرَفَعْنَا کی طرف توجہ کریں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وَرَفَعْنَا اور ہم نے بلند کیا چونکہ حضور علیہ السّلام کا ذِکر خدا تعالیٰ نے بلند فرمایا ہے لہٰذا اِس ذِکر کو کوئی گھٹا نہیں سکتا جیسے کہ چراغ لالٹین انسان کے روشن کیے ہوتے ہیں۔ اِن کو بجھایا جا سکتا ہے مگر چاند اور سُورج چونکہ خدا کے روشن کردہ ہیں اِن کو کوئی بجھا نہیں سکتا۔

حضور علیہ السّلام کے نام کے عدد ۹۲ ہیں۔ اس میں اکائی میں دو کا ہندسہ ہے جو اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے بعد دُوسرا نمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور دہائی میں ۹ کا ہندسہ ہے اور ۹ کے ہندسے کو فنا نہیں مثلاً ۹ کا پہاڑہ پڑھیں تو نتیجہ حسبِ ذیل ہو گا۔

۹ × ۱ = ۹ = ۹
۹ × ۲ = ۱۸ = ۸ + ۱ = ۹
۹ × ۳ = ۲۷ = ۷ + ۲ = ۹
۹ × ۴ = ۳۶ = ۶ + ۳ = ۹
۹ × ۵ = ۴۵ = ۵ + ۴ = ۹
۹ × ۶ = ۵۴ = ۴ + ۵ = ۹
۹ × ۷ = ۶۳ = ۳ + ۶ = ۹
۹ × ۸ = ۷۲ = ۲ + ۷ = ۹
۹ × ۹ = ۸۱ = ۱ + ۸ = ۹

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ۹ کے ہندسہ کو فنا نہیں جو اس طرف اشارہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کو بھی فنا نہیں۔ تاریخ اسلام اس پر شاہد ہے کہ جس کسی نے بھی حضورؐ کے ذکر کو فنا کرنے کی کوشش کی وہ خود فنا ہو گیا لیکن ذکرِ مصطفٰے نہ فنا ہوا اور نہ ہی گھٹ سکا۔

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعدا تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا
تو گھٹائے سے کسی کے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے
جب بڑھائے تجھے اللہ تعالےٰ تیرا

علامہ علی بن برہان الدین نے لکھا ہے کہ ایک شخص نے بیان کیا کہ میں نے ایک درخت دیکھا جس کے پتے سبز تھے اور ہر پتے پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔ یہ کلمہ بھی سبز رنگ میں لکھا ہوا تھا لیکن اس کا رنگ پتوں کے رنگ سے زیادہ گہرا تھا۔ وہاں کے لوگ بُت پرست تھے۔ انہوں نے اس درخت کی قدر نہ کی اور اسے کاٹ دیا لیکن اس کی جڑیں دوبارہ پھوٹ پڑیں اور بہت جلد پہلے کی طرح ایک عظیم الشان درخت بن گیا۔ ان لوگوں نے پھر کاٹا اور اب کی مرتبہ اس پر سیسہ پگھلا کر ڈال دیا۔ لیکن خدا کی قدرت کہ وہ کامیاب نہ ہو سکے۔

پہلے تو جڑ سے ایک شاخ پھوٹا کرتی تھی اور اب سیسہ کے چاروں طرف چار شاخیں نکلیں اور ہر شاخ پر لکھا تھا۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ مجبور ہو کر انہوں نے قدرت کا مقابلہ کرنا چھوڑ دیا اور اپنی شکست تسلیم کر لی اور اس درخت کو متبرک سمجھنا شروع کر دیا اور جب ان میں سے کوئی آدمی سخت بیماری میں مبتلا ہو جاتا تو اس درخت کے وسیلے سے اس کے لیے شفا طلب کرتے۔ (صفحہ ۲۵۶/۱ سیرتِ حلبیہ)

عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے
یہ گھٹائیں اسے منظور بڑھانا تیرا

وَرَفَعْنَا کے بعد اَب ذرا لَکَ کی افادیت پر غور کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ اگر یہاں لفظ لَکَ کا اضافہ نہ کیا جاتا تو بھی جملہ مکمل رہتا اور اس کے مضمون میں کوئی تشنگی باقی نہ رہتی لیکن اللہ تعالیٰ نے لفظ لَکَ کا اضافہ فرمایا جس کی وجہ سے اس آیت کے مفہوم میں مزید محبت، وابستگی اور رضا جوئی کا پہلو پیدا ہو گیا۔ اب اس کا ترجمہ یوں ہوا۔ "اے محبوب کریم ہم نے تیرا ذِکر تیری خاطر بلند کیا ہے۔" تیری خاطر کے الفاظ زبان حال سے پکار رہے ہیں کہ تیری خاطر اس لیے ذِکر بلند کیا کہ تو خوش ہو جائے۔ تیری خوشی اور رضا ہمیں ہر شے سے زیادہ عزیز ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ کائنات کا ذرہ ذرہ خدا کی رضا چاہتا ہے۔ اور وہ خالق کائنات ہو کر اپنے محبوب کی رضا چاہتا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام تمام ربع مسکون یعنی ساری دنیا کے

حاکم ہیں لیکن اِس کے باوجود خدا کی رضا کے طالب ہیں۔

حَتّٰی اِذَا اَتَوْا عَلٰی وَادِ النَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَۃٌ یٰاَیُّھَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰکِنَکُمْ لَا یَحْطِمَنَّکُمْ سُلَیْمٰنُ وَجُنُوْدُہٗ وَھُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ۝ فَتَبَسَّمَ ضَاحِکًا مِّنْ قَوْلِھَا وَقَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰہُ۔

ترجمہ : یہاں تک کہ جب چیونٹیوں کے نالے پر آئے ایک چیونٹی بولی اے چیونٹیو اپنے گھروں میں چلی جاؤ کہیں تمہیں سلیمان اور اس کا لشکر بےخبری میں کچل نہ ڈالیں۔ تو اِس کی بات پر مسکرا کر ہنسا اور عرض کی اے میرے رب مجھے توفیق دے کہ میں تیرے احسان کا شکر کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کیا اور یہ کہ میں وہ نیک کام کروں جس سے تو راضی ہو جائے۔

جب موسیٰ علیہ السّلام کوہ طور پر رب تعالےٰ سے ہمکلام ہونے کے لیے تشریف لے گئے تو آپ اپنے ساتھ بنی اسرائیل کے چند آدمی لے گئے۔ جب کوہ طور کے قریب پہنچے تو کلام الٰہی کا شوق غالب ہوا اور اِن سب کو پیچھے چھوڑ کر اکیلے کوہ طور پر پہنچے۔ تب اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔

وَمَآ اَعْجَلَکَ عَنْ قَوْمِکَ یٰمُوْسٰی ۝ قَالَ ھُمْ اُولَآءِ عَلٰٓی اَثَرِیْ وَعَجِلْتُ اِلَیْکَ رَبِّ لِتَرْضٰی

ترجمہ : اے موسیٰ تو نے اپنی قوم سے جلدی کیوں کی۔ عرض کی وہ یہ ہیں میرے پیچھے اور اے میرے رب میں تیری طرف اس لیے جلدی کر کے حاضر ہو گیا کہ تو راضی ہو جائے۔

قرآن کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ سارے قرآن میں جتنا ذکر حضرت موسیٰ علیہ السّلام کا ہے اتنا اور کسی نبی کا نہیں۔ لیکن خدا کا اتنا برگزیدہ اور لاڈلا نبی بھی خدا کی بارگاہ میں عرض کر رہا ہے کہ الٰہی میں نے تیری طرف آنے میں اس لیے جلدی کی ہے تاکہ تیری رضا حاصل ہو جائے لیکن آئی محبوبِ کریم کی باری تو انداز بدل گیا۔ ارشادِ خداوندی ہوتا ہے۔

فَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ
قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا وَمِنْ
اٰنَآئِ اللَّیْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰی ۝

ترجمہ : تو ان کی باتوں پر صبر کرو اور اپنے رب کو سراہتے ہوئے اس کی پاکی بولو سورج چمکنے سے پہلے اور اس کے ڈوبنے سے پہلے اور رات کی گھڑیوں میں اس کی پاکی بولو اور دن کے کناروں پر اس امید پر کہ تم راضی ہو جاؤ۔

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد

جب خالقِ کائنات بے نیاز ہو کر محبوب کو راضی کرنا چاہتا ہے تو نیاز مند امتی اپنے آقا کو راضی کرنے کے لیے کام کیوں نہ کریں

چنانچہ غزوۂ اُحد میں سات صحابہ کرام نے حضور کو خوش کرنے کے لیے اپنی جانیں قربان کر دیں۔

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ جنگ اُحد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تنہا رہ گئے۔ آپ کے ساتھ صرف سات انصاری اور دو قریش تھے۔ جب کفار نے آپ کو گھیرے میں لے لیا تو آپ نے فرمایا اِن کو ہمارے پاس سے کون دور کرے گا۔ اِس شخص کو جنّت ملے گی یا فرمایا وہ جنّت میں میرا ساتھی ہو گا۔ پھر انصار میں سے ایک شخص آگے بڑھ کر لڑا حتّٰی کہ وہ شہید ہو گیا۔ کفار نے پھر آپ کو گھیر لیا۔ آپ نے فرمایا اِن کو ہم سے کون دور کرے گا اِس کے لیے جنت ہو گی یا وہ جنت میں میرا رفیق ہو گا۔ پھر انصار میں سے ایک اور شخص آگے بڑھا اور لڑ کر شہید ہو گیا۔ پھر یہ سِلسلہ یونہی جاری رہا۔ یہاں تک کہ ساتوں انصاری شہید ہو گئے۔

(باب غزوہ احد مسلم شریف صہ ۱۰۷/۲ مسند ابی یعلیٰ صہ ۲۸۶/۳ مسند امام احمد)

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ صدیقِ اکبر نے عرض کی یا رسول اللہ میرے پاس چالیس غلام تھے۔ میں نے اِن میں سے بیس غلام خدا اور اس کے رسول کی رضا کے لیے آزاد کر دیئے۔ حضور نے دعائے خیر فرمائی۔ اُسی وقت جبرائیل امین آئے اور عرض کی اللہ سلام کے بعد فرماتا ہے۔ اے رسول ان بیس غلاموں کے جسم پر جتنے بال تھے تیری اُمت کے اِسی قدر لوگوں کو میں نے جہنم سے آزاد کر دیا اور صدیقِ اکبر کو اتنا ہی ثواب عطا فرمایا اور جنت میں

ان کے درجات بلند فرما دیئے۔ (صفحہ ۱۳ انیس الارواح)

بعض مفسرین نے لَکَ کے اضافے کا فائدہ کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ رفعت رتبہ اور بلندی کا آپ کو اس طرح مالک کر دیا کہ آپ جس کو چاہیں بلند کر دیں۔ ان مفسرین کے نزدیک لَکَ میں لام ملکیت کا ہے۔ اس کی دو مثالیں اور ملاحظہ ہوں۔

خدا تعالے ارشاد فرماتا ہے۔

۱۔ لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ۔

ترجمہ: تاکہ بخشے تیرے سبب سے تیرے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ۔

اس آیت میں بھی لفظ لَکَ موجود ہے۔ اگر یہاں بھی لَکَ کا لام ملکیت کا تصور کیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا مغفرت گناہ ہم نے تیری ملکیت میں دے دی جس کے گناہ تو معاف کر دے گا اس کے گناہ میں بھی معاف کر دوں گا۔ چنانچہ بخاری شریف میں حدیث ہے کہ

حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک شخص آیا۔ عرض کی یارسول اللہ میں ہلاک ہو گیا۔ حضور نے فرمایا کیا ہوا۔ عرض کی روزے کی حالت میں اپنی بیوی پر واقع ہو گیا ہوں۔ فرمایا غلام آزاد کر سکتا ہے۔ عرض کی نہیں۔ فرمایا دو مہینوں کے لگاتار روزے رکھ سکتا ہے۔ عرض کی نہیں۔ فرمایا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہے۔ عرض کی نہیں۔ تھوڑے وقفے کے بعد کچھ کھجوریں حضور کی بارگاہ میں آئیں۔ حضور نے فرمایا وہ سائل کہاں ہے۔ عرض کی میں حاضر

ہوں۔ فرمایا یہ کھجوریں لوگوں پر تقسیم کر دو۔ عرض کی سارے مدینہ میں مجھ سے بڑھ کر کوئی فقیر نہیں۔ حضور نبی کریم مسکرائے اور فرمایا جا گھر والوں کو کھلا دے۔ (صفحہ ۲۳۱ بخاری شریف)

جو آدمی جان بوجھ کر روزہ توڑ دے اسکا کفارہ وہی ہے جو حدیث میں بیان ہوا یعنی دو ماہ کے متواتر روزے رکھے۔ اگر یہ نہ کر سکتا ہو تو غلام آزاد کرے۔ اگر یہ بھی نہ کر سکتا ہو تو ساٹھ مساکین کو دو وقت کا پیٹ بھر کر کھانا کھلا دے۔ لیکن رسول خدا نے اپنے اختیارات سے کام لیتے ہوئے یہ تینوں کفارے اِس کے حق میں ساقط فرما دیئے بلکہ اپنے خزانۂ رحمت سے کھجوریں عطا فرما کر اِس کی غربت اور فقر و فاقہ کا علاج بھی کر دیا۔ گناہ بھی معاف کر دیا اِنعام بھی دے دیا۔

ڈر تھا کہ عصیاں کی سزا اب ہوگی یا روزِ جزا
دی اِن کی رحمت نے صدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے تین روز بعد ایک دیہاتی آیا اور اس نے اپنے آپ کو قبرِ انور پر گرا لیا اور قبر کی مٹی اپنے سر میں ڈال لی اور عرض کی یا رسول اللہ جو کچھ آپ نے فرمایا ہم نے سنا اور جو کچھ آپ نے اللہ سے سیکھا ہم نے آپ سے سیکھا اور اللہ نے جو کچھ آپ پر نازل کیا اِس میں یہ آیت بھی ہے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا

اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا۔

ترجمہ: اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنیوالا مہربان پائیں۔

یا رسول اللہ میں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ آپؐ میری شفاعت فرمائیں۔

فَنُوْدِیَ مِنَ الْقَبْرِ اَنَّہٗ قَدْ غُفِرَ لَکَ۔

ترجمہ: قبرِ انور سے آواز آئی تیرے گناہ بخش دیئے گئے۔

(صفحہ ۲۵۹/۴ کنز العمال)

ب: خدا تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ۔ کیا ہم نے تیری خاطر تیرا سینہ نہ کھول دیا۔ اِس میں بھی لفظ لَکَ ہے۔ اگر یہاں بھی لام ملکیت کا مانا جائے تو مفہوم یہ ہوگا کہ شرح صدر ہم نے تیری مِلک میں کر دیا جس کا سینہ اے محبوب تو کھول دے گا ہم بھی اِس کے سینے کو شرح صدر کی نعمت سے سرفراز فرما دیں گے۔ چنانچہ حضور کی حدیث ہے۔

مَا صَبَّ اللّٰہُ فِیْ صَدْرِیْ شَیْئًا اِلَّا وَقَدْ صَبَبْتُہٗ فِیْ صَدْرِ اَبِیْ بَکْرٍ

(صفحہ ۲، سبع سنابل)

ترجمہ: اللہ تعالےٰ نے میرے دل میں کوئی چیز القا نہ فرمائی مگر میں نے

وہ ابوبکر کے دِل میں ڈال دی۔

صحابہ کے دِلوں کی کشادگی اور اِن کے سینوں کی فراخی ہر آن رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی تاثیر سے ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ اِن کے سچائی اَور خلوص سے بھرے ہوئے دِل حضور علیہ السلام کے قلب مبارک کے آفتاب کے مقابلے میں آگئے اور ہر گھڑی ہر ساعت اِن پر دینی انوار اَور یقینی اسرار کا اس قدر فیضان ہوتا رہا کہ تقریر و تحریر میں نہیں آسکتا۔ ان میں سے خصوصیت سے صدیق اکبر کا ذِکر فرمانا ان کے مزید فضل و شرف کی وجہ سے ہے۔

حضرت شیبہ بن عثمان کہتے ہیں کہ حنین کے دِن میں نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت میں دیکھا کہ لشکر شکست کھا کر بھاگ کھڑا ہوا اور آپ تنہا رہ گئے۔ اس وقت مجھے بدر کے دِن اپنے باپ اَور چچا کا مارا جانا یاد آگیا۔ وہ حضرت علی اور حضرت حمزہ کے ہاتھوں مارے گئے تھے۔ میں نے اپنے دِل میں کہا کہ ان کے انتقام کا اس سے بہتر موقع کون سا ہوگا۔ آؤ پیغمبر کو قتل کر دُوں۔ اِس ارادے سے میں آپ کے دائیں طرف بڑھا لیکن وہاں میں نے حضرت عباس کو دیکھا سفید چاندی جیسی زرہ پہنے مستعد کھڑے ہیں۔ میں نے سوچا چچا ہیں اپنے بھتیجے کی پُوری حمایت کریں گے۔ چلو بائیں جانب جا کر اپنا کام کروں۔ اِدھر سے آیا تو دیکھا۔ ابوسُفیان بن حارث بن عبدالمطلب کھڑے ہیں۔ میں نے سوچا یہ بھی آپ کے چچازاد بھائی ہیں۔ اپنے بھائی کی ضرور حمایت کریں گے۔ پھر میں پیچھے کی طرف آیا اور آپ

کے قریب آگیا۔ اَب یہی باقی رہ گیا کہ میں تلوار سونت کر آپ پر وار کر دُوں۔ میں نے دیکھا کہ آگ کا کوڑا بجلی کی طرح چمک کر مجھ پر پڑا چاہتا ہے میں نے آنکھیں بند کر لیں اور پچھلے پاؤں پیچھے کی طرف ہٹا۔ اِسی وقت حضور نے میری جانب توجہ فرمائی اور فرمایا شیبہ میرے پاس آ۔ آپ نے دُعا مانگی۔ خدایا اس کے شیطان کو دُور فرما دے۔ اَب میں نے آنکھ کھول کر دیکھا تو واللہ آپ مجھے میرے کانوں اور آنکھوں سے بھی زیادہ محبوب تھے۔ آپ نے فرمایا شیبہ جا کافروں سے لڑ۔ شیبہ کا بیان ہے کہ اس جنگ میں میں بھی حضور کے ساتھیوں میں شامل تھا لیکن اِسلام کی معرفت کی بنا پر نہیں نکلا تھا بلکہ میں نے کہا واہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہوازن قریش پر غالب آجائیں۔ میں آپ کے پاس ہی کھڑا ہُوا تھا۔ میں نے ابلق رنگ کے گھوڑے دیکھ کر کہا۔ یا رسُول اللہ میں تو ابلق رنگ کے گھوڑے دیکھ رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا شیبہ وہ تو سوائے کافروں کے کسی کو نظر نہیں آتے۔ پھر آپ نے میرے سینے پر ہاتھ مار کر دُعا کی کہ الٰہی شیبہ کو ہدایت دے۔ پھر دوبارہ سہ بارہ یہی کیا اور یہی کہا واللہ آپ کا ہاتھ ہٹنے سے پہلے ساری دُنیا سے زیادہ آپ کی محبت میرے دِل میں سما چکی تھی۔

(۵/۹ مقاصد الاسلام، ص ۴۳/۱۰ تفسیر ابن کثیر، ص ۲۹۸ طبرانی کبیر، ص ۱۴۵/۵ دلائل النبوۃ)

محمد ہے متاعِ عالمِ ایجاد سے پیارا
پدر مادر برادر جان و مال اولاد سے پیارا

حضور علیہ السّلام نے تین مرتبہ حضرت شیبہ بن عثمان کے سینے پر دستِ مبارک سے ضرب لگائی۔ اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ پہلی ضرب سے ان کے دل سے کفر نکال دیا۔ دُوسری ضرب سے ایمان داخل کر دیا اور تیسری ضرب سے آپ کے سینے کو اپنی محبت کا گنجینہ بنا دیا۔

اَب ذرا پھر وَرَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَ کی طرف لوٹ جائیں کہ اگر یہاں بھی لَكَ میں لام ملکیت کا ہے تو مفہوم یہ ہوا کہ اے محبُوب ہم نے تجھے بلندیوں کا مالک بنا دیا ہے۔ جس کو تو بلند فرما دے گا وہ بلند ہو جائے گا۔ چند مثالیں مُلاحظہ ہوں۔

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی تجارت کے لیے مکہ میں رہائش پذیر تھا جب شب میلاد آئی تو اس نے قریش کی ایک محفل میں آکر پُوچھا۔ اے گروہ قریش کیا آج رات تمہارے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوا ہے۔ لوگوں نے کہا بخدا ہمیں اس کا علم نہیں۔ اِس نے کہا جاؤ اپنے گھر والوں سے اِس بارے میں پوچھو۔ میری اس بات کو فراموش نہ کرنا آج کی رات اس اُمت کا نبی پیدا ہوا ہے۔ اِس کی نشانی یہ ہے کہ اس کے دونوں کندھوں کے درمیان بالوں کا ایک گچھا ہے۔ لوگ مجلس برخاست کر کے اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ ہر ایک نے اپنے گھر جا کر اپنے اہل خانہ سے پُوچھا کہ قریش کے کس گھر میں آج کوئی بچہ پیدا ہوا ہے۔ انہیں بتایا گیا کہ آج عبد اللہ کے گھر ایک بچہ پیدا ہوا ہے جس کا نام محمد رکھا ہے۔ وہ لوگ اس یہودی کے پاس گئے اور اسے بتایا کہ اِن کے قبیلے

میں ایک بچہ پیدا ہوا ہے۔ اس نے کہا کہ میرے ساتھ چلو میں بھی اس بچے کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ اسے لے کر وہ حضرت آمنہ کے پاس آئے اور کہا کہ ہمیں اپنا بچہ دکھا دیجئے۔ آپ نے اپنے فرزند کو ان کے سامنے پیش کیا۔ اس یہودی نے اس بچے کی پیٹھ سے کپڑا اٹھایا اور بالوں کا ایک گچھا دیکھا اور دیکھتے ہی غش کھا کر گر پڑا۔ جب اسے ہوش آیا تو انہوں نے کہا۔ تیرا خانہ خراب تجھے کیا ہو گیا ہے۔ اس نے نہایت حسرت سے کہا آج نبوت بنی اسرائیل سے رخصت ہو گئی۔ اے گروہ قریش تمہیں خوش ہونا چاہیئے کہ یہ مولود تمہیں بڑی بلندیوں کی طرف لے جائے گا۔ مشرق و مغرب میں تمہارے نام کی گونج سنائی دے گی۔

(سیرت امام محمد بن اسحاق)

حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ مہاجرین اور انصار دو صفیں بنا لیں۔ پھر حضرت علی اور حضرت عباس کے ہاتھ پکڑے اور ان دونوں صفوں کے درمیان سے گزرے۔ پھر آپ مسکرائے۔ حضرت علی نے دریافت کیا۔ یارسول اللہ اس مسکراہٹ میں کیا حکمت ہے۔ فرمایا۔

اِنَّ جِبْرِیْلَ اَخْبَرَنِیْ اَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی بَاھٰی بِالْمُهَاجِرِیْنَ اَھْلَ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَبَاھٰی بِکَ یَا عَلِیُّ وَبِکَ یَا عَبَّاسُ حَمَلَةَ الْعَرْشِ۔

(صفحہ ۲۴/۱ ابن عساکر صفحہ ۳۲۸/۲ تاریخ بغداد)

ترجمہ : بیشک جبرئیل نے مجھے خبر دی اللہ تعالےٰ ساتوں آسمانوں کے فرشتوں کے سامنے مہاجرین پر فخر فرما رہا ہے اور اے علی تجھ پر اور اے عباس تجھ پر ان فرشتوں کے سامنے فخر فرما رہا ہے جنہوں نے اللہ کا عرش اٹھایا ہوا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت جبرئیل امین حضور کی بارگاہ میں موجود تھے کہ حضرت ابوذر غفاری تشریف لائے۔ جبرئیل نے عرض کی یہ ابوذر آ رہے ہیں۔ حضور نے فرمایا تم ان کو جانتے ہو۔ عرض کی یہ آپ کی نسبت ہمارے ہاں زیادہ مشہور ہیں۔ حضور نے فرمایا اس کو یہ مرتبہ کیسے ملا۔ عرض کی اپنے آپ کو کم تر سمجھنے کی وجہ سے اور قُلْ ھُوَاللہُ کثرت سے پڑھنے کی وجہ سے

تیری عظمتوں کی ہو تعریف مجھ سے
میں لاؤں کہاں سے زباں اللہ اللہ

(صفحہ ۵۲۹/۸ تفسیر کبیر)

حضرت سری سقطی کی ظاہری زندگی میں حضرت جنید بغدادی کے پیر بھائیوں نے کہا کہ ہمیں کچھ فرمائیے تاکہ ہمارے دل سکون و راحت پائیں۔ آپ نے صاف انکار فرما دیا اور فرمایا جب تک میرے شیخ حضرت سری جلوہ آرام مسندِ بیں ہیں کوئی بات کرنے کا مجاز نہیں۔ یہاں تک کہ ایک رات خوابِ استراحت میں جلوہ فرما تھے کہ سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال جہاں آرا سے مشرف ہوئے۔ حضور نے فرمایا جنید لوگوں کو کچھ سنایا کرو اس لیے کہ

تیرے بیان سے اللہ تعالےٰ ایک عالم کو نجات دے گا۔ جب بیدار ہوئے تو دِل میں خیال پیدا ہوا کہ میں اپنے مرشد کے درجہ سے اِتنا بلند ہو گیا ہوں کہ حضورؐ نے مجھے حکم دعوت دیا ہے۔ جب صبح ہوئی تو حضرت سری نے ایک آدمی بھیجا اور حکم دیا کہ جب جنید نماز سے فارغ ہوں تو کہو کہ میرے مریدوں کی درخواست تم نے رد کر دی اور انہیں کچھ نہ سنایا۔ اشیاخِ بغداد نے درخواست کی اسے بھی تم نے رَد کر دیا۔ میں نے پیغام بھیجا پھر بھی آمادۂ وعظ نہ ہوئے۔ اب جب کہ خود سرکارِ دو عالم نے حکم دیا ہے تو اِس حکم کی تعمیل کرو۔

حضرت جنید بغدادی نے کہلا بھیجا کہ حضورؐ میرے دماغ میں جو افضلیت کا سودا سمایا تھا وہ جاتا رہا ہے اَور میں نے اچھی طرح سمجھ لیا ہے کہ میرے مُرشد سری سقطی میرے تمام ظاہری اور باطنی حالات سے آگاہ ہیں اَور آپ کا دَرجہ ہر حال میں مجھ سے بُلند ہے اور آپ یقیناً میرے اسرار پر مطلع ہیں اور میں آپ کے منصب جلیل سے محض بے خبر ہوں اَور اپنی اِس غلطی سے استغفار کرتا ہوں جو میں نے اِس خواب کے بعد اپنے متعلق سوچا تھا۔

پھر جنید بغدادی نے عرض کی۔ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ میں نے یہ خواب دیکھا ہے۔ فرمایا مجھے خواب میں اللہ تعالےٰ کی زیارت ہوئی۔ مجھے ارشادِ خداوندی ہوا کہ میں نے اپنے حبیب کو جنید کے پاس بھیجا ہے کہ اسے حکم دو تاکہ وہ وعظ کہے تاکہ اہل بغداد کی مراد بر آئے۔

(صفحہ ۲۶۸ کشف المحجوب)

جے رب ملدا ناتیاں دھوتیاں تاں ملدا ڈڈواں مچھیاں ہُو
جے رب ملدا لمیاں والاں ملدا بھیڈاں سسیاں ہُو
جے رب ملدا جتیاں ستیاں ملدا ڈانداں خصیاں ہُو
رب انہاں نوں ملدا حضرت باہُو نیتاں جنہاں دیاں اچھیاں ہُو

شیخ ابُو احمد چشتی فرماتے ہیں۔

جس رات محمد چشتی پیدا ہوئے میں نے خواب میں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کیا۔ آپ نے فرمایا۔ اے ابُو احمد تمہیں بشارت ہو آج تمہارے مُریدوں میں ایک مُرید دُنیا میں پیدا ہوگا اس کا نام محمد چشتی ہے۔ وہ پیدائش کے وقت سات مرتبہ لا الہ الا اللہ کہے گا جسے تمام حاضرین سُنیں گے۔ تم انہیں روزانہ دیکھنے جانا اور کہنا کہ مُصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں سلام بھیجا ہے۔ نیز یہ کہ تم ہمارے ہمنام ہو۔ خواجہ ابُواحمد بیدار ہوئے اتنے میں شیخ محمد چشتی کی والدہ کی طرف سے ایک آدمی آیا اور خبر دی کہ اسی ساعت اور اسی وقت ایک لڑکا پیدا ہُوا ہے جس نے پیدا ہوتے ہی تمام حاضرین کے رُوبرُو زور سے سات مرتبہ لا الہ الا اللہ کہا ہے۔ شیخ ابُو احمد نے فوراً وضُو کیا اور شیخ محمد چشتی کے مکان پر تشریف لے گئے۔ شیخ محمد چشتی کی والدہ نے آپ کو شیخ ابُواحمد کے پاس بھیج دیا۔ ابواحمد نے کہا السّلام علیک یا محمد ولی اللہ شیخ محمد چشتی نے کہا وعلیکم السّلام یا شیخ ابواحمد چشتی آج رات کا خواب بیان کریں۔ شیخ ابُو احمد چشتی نے نبی کریم کا سلام پہنچایا

شیخ محمد چشتی نے جب پیغمبر کا نام سُنا تو کہا والسّلام علیہ وعلیٰ آلہٖ واھل بیتہٖ واصحابہٖ اجمعین۔

(صہ ۴۲۵ سبع سنابل)

ایہہ تن رب سچے دا حجرہ دل کھڑیا باغ بہاراں ہُو
وچے کوزے وچہ مصلے وچے سجدے دیاں ہزاراں ہُو
وِچے کعبہ وِچے قبلہ ایہہ قبلہ وچے الا اللہ پکاراں ہُو
کامل مُرشد ملیا حضرت باہُو اوہ آپے لیسی ساراں ہُو

وَرَفَعْنَا اور لَكَ کی بحث کے بعد ذِكْرَكَ کی طرف توجہ فرمائیں۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہم نے تیری خاطر تیرا ذِکر بلند کیا۔ اَب دیکھنا ہے کہ حضورؐ کی رفعت ذِکرؐ کے لیے اللہ تعالےٰ نے کون سی صُورتیں اختیار فرمائی ہیں۔

جب بھی اللہ کا ذِکر ہوگا آپ کا ذِکر بھی ہوگا۔ چنانچہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَتَانِیْ جِبْرِیْلُ فَقَالَ اِنَّ رَبِّیْ وَرَبَّكَ یَقُوْلُ کَیْفَ رَفَعْتُ ذِکْرَكَ قَالَ اللّٰہُ اَعْلَمُ قَالَ اِذَا ذُکِرْتُ ذُکِرْتَ مَعِیَ۔ (صہ ۵۲۴ ابنِ کثیر)

ترجمہ: میرے پاس جبرئیل آئے اور کہا کہ رب تعالےٰ فرماتا ہے۔ بتائیے میں نے تمہارا ذِکر کیسے بلند کیا۔ میں نے کہا اللہ بہتر جانتا ہے تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا آپ کے رفعت ذِکر یہ ہے کہ جب بھی میرا ذکر ہوگا۔ آپ کا بھی ہوگا

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں۔

لَا اُذْکَرُ اِلَّا ذُکِرْتَ مَعِیَ ۔ جب میرا ذکر کیا جائے گا تو تیرا بھی ذِکر ہو گا۔ مثلاً کلمہ طیبہ میں توحید کے ساتھ رسالت کا ذِکر ہے اذان میں خدا کا ذِکر ہوتا ہے تو ساتھ محبوب خُدا کا ذکر بھی ہوتا ہے۔ خُطبہ جمعہ و عیدین میں اللہ تعالےٰ کے ذکر سے زبانیں تر ہوتی ہیں تو ذکرِ محبوب کے بھی چرچے ہوتے ہیں۔ خُطبہ نکاح کے وقت اللہ اور اس کے رسُول کا ذکر ساتھ ساتھ ہے۔

اذاں کیا جہاں دیکھو ایمان والو پس ذکرِ حق ذکر ہے مُصطفےٰ
اذانوں میں خطبوں میں شادی و غم میں غرض ذِکر ہوتا ہے ہر جا تمہارا

محبُوب خُدا کے ذِکر کے بغیر اللہ کا ذکر ایمان نہیں بنتا۔ چنانچہ حدیث قُدسی ہے۔ خُدا تعالےٰ نے فرمایا۔

جَعَلْتُ تَمَامَ الْاِیْمَانِ بِذِکْرِی مَعَکَ

ترجمہ: میرا ذِکر ایمان تب قرار پائے گا جب ساتھ تیرا ذِکر بھی ہو گا۔

(صفحہ ۲۴/۱ الشفار)

اگر کوئی شخص ساری زندگی اللہ اللہ کرتا رہے مگر وہ محبُوبِ خُدا کا ذکر نہ کرے تو اس کے ذِکر کرنے کو رَد کر دیا جائیگا۔ یہ ایمان نہیں بلکہ اسے منافقت قرار دیا جائے گا۔

خُدا فرماتا ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ

وَمَا هُـمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۔

ترجمہ: اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائے اور وہ ایمان والے نہیں ۔

حج اچھا زکوٰۃ اچھی روزہ اچھا نماز اچھی مگر میں باوجود اسکے مسلمان ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں میں خواجۂ بطحا کی عزت پر خدا شاہد ہے کامل میرا ایمان نہیں ہو سکتا

۳ محبوب خدا کا ذکر خدا کا ذکر ہے۔ چنانچہ حدیث قدسی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

جَعَلْتُكَ ذِكْرًا مِنْ ذِكْرِيْ فَمَنْ ذَكَرَكَ ذَكَرَنِيْ

ترجمہ: میں نے تجھے سراپا اپنا ذکر قرار دے دیا۔ پس جس نے تجھے یاد کیا اس نے مجھے یاد کر لیا۔ (ص ۲۴/۱ الشفار)

قرآن میں ارشاد ربانی ہے۔

قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا رَسُوْلًا ۔

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف ذکر اتارا وہ رسول ہے۔

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ آپ اللہ کا ذکر کریں تو آپ کا ذکر سکونِ قلب کا ذریعہ ہے۔ کیونکہ خدا فرماتا ہے۔

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۔

خبردار اللہ کے ذکر سے دلوں کو چین ملتا ہے۔

سکونِ قلب ملتا ہے ہمیں یادِ محمدؐ سے
گناہ دھلتے ہیں ان کی یاد میں آنسو بہانے سے

۱۲ کائنات کے ہر ذرے پر اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم لکھا ہے۔ تفصیل ملاحظہ ہو۔

گذشتہ صفحات پر آپ پڑھ چکے ہیں کہ جب اللہ تعالےٰ نے عرش پانی پر پیدا کیا تو ہلنے لگا۔ خدا تعالےٰ نے اس پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا تو اسے سکون آگیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ

عَلٰی بَابِ الْجَنَّۃِ مَکْتُوْبٌ اَنَا اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ لَا اُعَذِّبُ مَنْ قَالَھَا۔

ترجمہ: جنت کے دروازے پر تحریر ہے۔ میں اللہ ہوں۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ جس نے یہ کلمہ طیبہ پڑھ لیا میں اسے عذاب نہ دوں گا۔ (صہ ۲۲۸/۱ الشفاء)

حضرت عبداللہ بن عباس کی ایک روایت یوں ہے۔

اَوَّلُ شَیْءٍ کَتَبَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلِیْ۔ (صہ ۲۹۸/۱۹ قرطبی)

ترجمہ: سب سے پہلے لوح محفوظ پر لکھے جانے والے کلمات یہ تھے کہ میں ہی اللہ ہوں۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ محمد میرے رسول ہیں۔

انہیں سے روایت ہے۔

مَا فِی الْجَنَّۃِ شَجَرَۃٌ عَلَیْھَا وَرَقَۃٌ اِلَّا مَکْتُوْبٌ عَلَیْھَا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ (صہ ۲۲۹/۱ الشفاء)

ترجمہ: جنت کے درختوں پر کوئی پتّہ ایسا نہیں جس پر نہ لکھا ہو لاالٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ

حضرت آدم کی وصیّت

جب حضرت آدم علیہ السلام کی وفات قریب ہوئی تو آپ نے حضرت شیث اپنے بیٹے کو وصیت فرمائی۔ اے بیٹا جب تو اللہ تعالےٰ کے نام کا وِرد کرے تو اس کے ساتھ ہی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کا وِرد بھی کیا کر اِس لیے کہ میں نے آپ کا نام عرشِ معلّٰی پر اور آسمانوں میں ہر جگہ پر اور جنّت کے محلات اور بالاخانوں پر اور حوروں کے سینوں پر اور جنّت کے درختوں کی شاخوں پر اور درخت طوبیٰ اور درخت سدرہ کے پتوں پر اور پردوں کے کناروں پر اور فرشتوں کی آنکھوں کے درمیانی حِصے پر لکھا دیکھا۔ تو اے میرے فرزند ان کا ذِکر شریف بکثرت کیا کر کیونکہ اللہ کے فرشتے ہر وقت اِن کا ذکر کرتے ہیں۔ (صفحہ ۱۵۶ فتاویٰ حدیثیہ)

جب کوئی آدمی کوٹھی بنگلہ یا مکان بناتا ہے تو اس کے دروازے پر اپنا نام لکھوا لیتا ہے جس کا صاف مطلب یہ ہوتا ہے کہ اگرچہ اِس بلڈنگ کا تعمیر کرنے والا کوئی اور ہے لیکن چونکہ مالک میں ہوں اِس لیے میں نے اِس کے دروازے پر اپنا نام لکھوا لیا ہے۔ بلامثال وتمثیل اگر کِسی کے مکان کے دروازے پر اس کا نام لکھا جانا اس بات کی دلیل ہے کہ اگرچہ معمار کوئی اور ہے لیکن مالک میں ہوں۔ اِسی طرح جنت کے

دروازے اور اس کی چیزوں پر نبی کریم کا نام لکھا جانا بلاشبہ اس بات کی دلیل ہے کہ اگرچہ اِن چیزوں کا پیدا کرنے والا خُدا ہے لیکن خُدا کی عطا سے مالک مصطفےٰ ہے۔

یہ اکرام ہے مصطفیٰ پر خُدا کا
کہ سب کچھ خُدا کا ہُوا مصطفےٰ کا

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پتھر

ایک دِن حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے حضرت کعب الاحبار رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کہ پیغمبرِ اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ ایسے فضائل سناؤ جن کا تعلق آپ کی ولادت مبارکہ سے پہلے ہو۔ اُنہوں نے فرمایا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے پاس ایک پتھر تھا جس پر قدرتی طور پر مندرجہ ذیل الفاظ لکھے تھے۔

پہلی سطر میں۔ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ۔

میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں پس میری عبادت کرو۔

دوسری سطر میں۔ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلِیْ طُوْبٰی لِمَنْ اٰمَنَ بِہٖ وَاتَّبَعَہٗ۔

میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے رسول ہیں جس نے اِن کو مانا اور ان کی پیروی کی وہ خوش قسمت ہے

تیسری سطر میں: اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا الْحَرَمُ لِیْ وَالْکَعْبَۃُ

بَیْتِیْ مَنْ دَخَلَ اٰمِنَ مِنْ عَذَابِیْ

ترجمہ : میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ زمین حرم میری ہے کعبہ میری رحمت کا گھر ہے۔ جو شخص کعبہ میں داخل ہوا میرے عذاب سے محفوظ رہا۔ (ص ۲۵۴/۱ انسان العیون فی سیرۃ الامین والمامون)

پڑھا بے زبانوں نے کلمہ تمہارا
ہے سنگ و شجر میں چرچا تمہارا

حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگشتری

حضرت سلیمان علیہ السلام نے خدا تعالے کی بارگاہ میں دعا مانگی۔

قَالَ رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَھَبْ لِیْ مُلْکًا لَّا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِیْ۔

ترجمہ : اے میرے رب مجھے بخش دے اور مجھے ایسی سلطنت عطا فرما جو میرے بعد کسی کے لائق نہ ہو۔

آپ کی دعا قبول ہوئی اور اللہ تعالے نے آپ کو انگوٹھی میں رکھنے کے لیے ایک نگینہ عطا فرمایا۔ آپ نے اسے انگوٹھی میں رکھ کر پہن لیا۔ نگینہ ایسا بابرکت تھا کہ اس کے پہنتے ہی آپ شہنشاہ بن گئے۔ انسانات جنات، حیوانات، درندے، پرندے آپ کے زیرِ فرمان ہو گئے۔ یہ سب مخلوق آپ کی اطاعت کرتی اور آپ کی اجازت کے بغیر کہیں نہ جاتی۔ اللہ کے فضل سے ہوائیں بھی آپ کے لیے مسخر ہو گئیں۔ آپ جس جگہ تشریف

لے جانے کا ارادہ فرماتے تخت اقدس پر بیٹھ کر ہوا کو حکم دیتے وہ آپ کے تخت کو اُٹھا کر جہاں چاہتے لے جاتی۔ آپ کی یہ بے مثال سلطنت زمین کے کسی خاص خِطہ پر قائم نہ تھی بلکہ تمام روئے زمین پر تھی۔ اِس نگینے کی برکت اور عظمت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی برکت سے تھی۔

حضرت عبادہ بن الصامت فرماتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگشتری کا نگینہ آسمانی تھا۔ آپ نے اِسے انگوٹھی میں رکھ لیا تھا۔ اِسی سبب سے آپ کے ملک کا نظام چلتا تھا اور اِس میں مندرجہ ذیل الفاظ نقش تھے۔

اَنَا اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا مُحَمَّدٌ عَبْدِیْ وَرَسُوْلِیْ۔ (ص ۲۵۲ سیرت حلبیہ)

ترجمہ: میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے بندے اور رسُول ہیں۔

اِس سے معلوم ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب ہونے کی حیثیت سے حکومت کرتے تھے۔ حقیقتاً اِس وقت بھی سلطنت مصطفیٰ کا دَور تھا۔ آپ ہی کے نام کی مہر ثبت ہوتی تھی۔

ظہورِ پاک سے پہلے بھی صدقے تھے نبی تُم پر
تمہارے نام ہی کی روشنی تھی بزمِ خوباں میں

کیوں نہ ہو تم مالکِ مُلکِ خُدا مِلکِ خُدا
سب تمہارا ہے خُدا ہی جب تمہارا ہو گیا۔

شفاعت

شفاعت سفارش کرنے کو کہتے ہیں۔ اس کے متعلق اہلسنت و جماعت کا مسلک یہ ہے کہ دنیا اور آخرت میں کبائر و صغائر کی مغفرت اور تخفیفِ عذاب اور بعض کفار کے حق میں تخفیف عذاب اور ترقیٔ درجات ہر قسم کی شفاعت جائز ہے خواہ یہ شفاعت بالوجاہت ہو یا بالاذن ہو یا بالمحبت ہو اللہ تعالےٰ نے اپنے پیغمبروں اور مقبول بندوں کو یہ عزت اور وجاہت دی ہے کہ ان کی درخواست کو شرفِ قبولیت عطا فرماتا ہے اگر وہ اِن کی درخواست کو قبول نہ کرے نہ مانے تو اس کو نہ کوئی خوف ہے نہ کوئی نقصان کا خطرہ لیکن اپنے برگزیدہ بندوں کی بات نہ ماننا اِس عزت و وجاہت کے خلاف ہے جو اس نے اپنے مقبول بندوں کو عطا فرمائی ہے۔

بارگاہِ خداوندی میں انبیاءِ کرام کی وجاہت

حضرت نوح کے بارے میں ارشادِ خداوندی ہے۔

۱ سَلَامٌ عَلٰى نُوحٍ فِي الْعَالَمِينَ إِنَّا كَذَٰلِكَ

نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ٥ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ۔

ترجمہ: سلام ہو نوح پر تمام جہانوں میں ہم نیکو کاروں کو یونہی جزا دیتے ہیں بیشک وہ ہمارے اعلیٰ درجات کے کامل الایمان بندوں میں سے ہیں۔

۲۔ حضرت لوط کے بارے میں خدا نے فرمایا۔

وَاَدْخَلْنَاهُ فِیْ رَحْمَتِنَا اِنَّهٗ مِنَ الصَّالِحِیْنَ۔

ترجمہ: ہم نے (لوط) کو اپنی رحمت میں داخل کر لیا بیشک وہ صالحین میں سے ہیں۔

۳۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے

وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرَاهِیْمَ خَلِیْلًا۔

ترجمہ: اور اللہ تعالےٰ نے ابراہیم کو خلیل بنایا۔

۴۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔

وَاذْكُرْ فِی الْكِتَابِ اِسْمَاعِیْلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ۔

ترجمہ: اور کتاب میں اسمٰعیل کا ذکر کرو لاریب وہ وعدے کے سچے تھے۔

۵۔ حضرت ادریس علیہ السلام کے بارے میں فرمایا۔

وَاذْكُرْ فِی الْكِتَابِ اِدْرِیْسَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا۔

ترجمہ: اور کتاب میں ادریس کا ذکر کیجئے بلاشبہ وہ سچے نبی تھے۔

٦۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا۔

وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ۔

ترجمہ: اور (موسیٰ) اللہ تعالیٰ کے نزدیک صاحب عزت و وجاہت تھے۔

۸۔ حضرت عیسیٰ کے بارے میں فرمایا۔

وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۔

ترجمہ: (عیسیٰ بن مریم) دنیا اور آخرت میں صاحب عزت اور وجاہت تھے۔

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عند اللہ وجاہت"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۔

ترجمہ: اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ وہ کفار پر عذاب نازل کرے در آں حالیکہ آپ ان کے درمیان ہوں۔

فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا ۔

ترجمہ: ہم آپ کا قبلہ وہی بنادیں گے جس پر آپ راضی ہیں۔

عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔

ترجمہ: اللہ تعالےٰ عنقریب آپ کو مقامِ محمود پر فائز فرمائیگا۔

وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰہِ لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ

ترجمہ: جو لوگ رسول اللہ کو اذیت دیتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وجاہت احادیث سے"

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرماتی ہیں۔

مَا اَرٰی رَبَّکَ اِلَّا یُسَارِعُ فِیْ ھَوَاکَ۔

ترجمہ: میں یہی خیال کرتی ہوں کہ آپ کا رب آپ کی رضاجوئی میں بہت جلدی کرتا ہے۔ (ص ۷۶۶/۲ بخاری)

اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَلَا فَخْرَ وَبِیَدِیْ لِوَاءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ۔

(صفحہ ۲۴۵/۲ مسلم شریف)

ترجمہ: قیامت کے دن تمام اولاد آدم کا سردار میں ہوں گا اور مجھے اِس پر فخر نہیں۔ حمد کا جھنڈا میرے ہی ہاتھ میں ہوگا اور اِس پر فخر نہیں۔

اَنَا اَكْثَرُ الْاَنْبِيَاءِ تَبْعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ يَقْرَعُ بَابَ الْجَنَّةِ۔

(صفحہ۔ مسلم شریف)

ترجمہ: قیامت کے دِن تمام انبیاء سے زیادہ میرے متبعین ہوں گے اور میں سب سے اوّل جنّت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا۔

اَنَا اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ الْاَرْضُ فَاُكْسٰى حُلَّةً مِّنْ حُلَلِ الْجَنَّةِ ثُمَّ اَقُوْمُ عَنْ يَمِيْنِ الْعَرْشِ لَيْسَ اَحَدٌ مِّنَ الْخَلَائِقِ يَقُوْمُ ذَالِكَ الْمَقَامِ غَيْرِيْ۔

(صفحہ۔ ترمذی شریف)

ترجمہ: سب سے پہلے میں قبر سے نِکلوں گا مجھے جنتی حلوں میں ایک حلہ پہنایا جائے گا پھر میں عرش کے دائیں طرف کھڑا ہوں گا اور میرے سوا مخلوق میں سے کوئی بھی اِس مقام پر کھڑا نہ ہوگا۔

شفاعت پر قرآنی دلائل

انبیاء علیہم السّلام شفاعت کرتے ہیں۔

حضرت نوح علیہ السّلام

رَبِّ اغْفِرْلِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ

مُؤْمِنًا ۔

ترجمہ: اے میرے رب میری، میرے والدین اور جو مومن میرے گھر میں داخل ہوں اِن کی مغفرت فرما۔

حضرت ابراھیم علیہ السّلام

رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابِ ۔

ترجمہ: اے ہمارے رب روزِ حشر میری، میرے والدین کی اور تمام مومنوں کی مغفرت فرما۔

فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّہٗ مِنِّیْ وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّکَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۔

ترجمہ: جو میرا پیروکار ہے وہ میرا ہے اور جس نے میرے کہنے پر عمل نہیں کیا تو اس کے لیے تو بخشنے والا مہربان ہے ۔

حضرت عیسٰی علیہ السّلام

اِنْ تُعَذِّبْھُمْ فَاِنَّھُمْ عِبَادُکَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَھُمْ فَاِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۔

ترجمہ: اگر تو اِن کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو تُو غالب حکمت والا ہے ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَاءُوْكَ
فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ
لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۔

ترجمہ: اور اگر یہ لوگ گناہ کر کے اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو آپ کی بارگاہ میں حاضری دیں۔ اپنے گناہوں پر اللہ تعالےٰ سے توبہ کریں اور آپ ان کی شفاعت کر دیں تو یہ لوگ اللہ تعالےٰ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

صالحین کی شفاعت مومنین کیلئے

رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا
بِالْاِيْمَانِ ۔

ترجمہ: اے ہمارے رب ہماری مغفرت فرما اور ہم سے پہلے گزرے ہوئے مسلمان بھائیوں کی۔

فرشتوں کی شفاعت

اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ
يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ

لِلَّذِیۡنَ آمَنُوۡا ۔

ترجمہ: وہ فرشتے جو عرشِ الٰہی کو اُٹھائے ہوئے ہیں اور جو اِس کے اِرد گرد ہیں وہ اپنے رب کی حمد اور تسبیح کرتے ہیں اور ایمان والوں کے لیے بخشش طلب کرتے ہیں ۔

شفاعت پر اَحادِیث سے دلائل

اَسۡعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِیۡ یَوۡمَ الۡقِیَامَةِ مَنۡ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ خَالِصًا مِّنۡ قَلۡبِهٖ ۔

ترجمہ: قیامت کے دِن میری شفاعت حاصل کرنے میں سب سے زیادہ کامیاب شخص وہ ہوگا جس نے خلوصِ دِل سے کلمہ پڑھا ۔ (صفحہ ۲۰ بخاری)

شَفَاعَتِیۡ لِاَهۡلِ الۡکَبَائِرِ مِنۡ اُمَّتِیۡ ۔

ترجمہ: میں اپنی اُمت کے کبیرہ گناہ کرنے والوں کی شفاعت کروں گا ۔

قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَتَانِیۡ آتٍ مِنۡ عِنۡدِ رَبِّیۡ فَخَیَّرَ بَیۡنَ اَنۡ یُّدۡخِلَ نِصۡفَ اُمَّتِیۡ الۡجَنَّةَ وَبَیۡنَ الشَّفَاعَةِ فَاخۡتَرۡتُ الشَّفَاعَةَ وَهِیَ لِمَنۡ مَاتَ لَا یُشۡرِکُ بِاللّٰهِ شَیۡئًا ۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس اللہ کا پیغام آیا اور مجھے اللہ تعالےٰ نے اختیار دیا کہ اللہ میری آدھی اُمت کو جنت میں داخل کرے یا میں شفاعت کروں، میں نے شفاعت کو اختیار کیا اور یہ شفاعت ہر اس مسلمان کو حاصل ہو گی جو شرک پر نہیں مریگا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالےٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم مؤذن سے اذان سنو تو وہ کلمات دھراؤ پھر مجھ پر درود شریف پڑھو کیونکہ جو مجھ پر ایک مرتبہ درود شریف پڑھتا ہے اللہ تعالےٰ اس پر دس مرتبہ رحمت نازل فرماتا ہے۔

ثُمَّ سَلُوا اللّٰهَ لِیَ الْوَسِیْلَةَ فَاِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِی الْجَنَّةِ لَا تَنْبَغِیْ اِلَّا لِعَبْدٍ مِّنْ عِبَادِ اللّٰهِ وَاَرْجُوْا اَنْ اَکُوْنَ اَنَا هُوَ فَمَنْ سَاَلَ لِیَ الْوَسِیْلَةَ حَلَّتْ عَلَیْهِ الشَّفَاعَةُ۔

(صفحہ ۱۶۶/۱ مسلم شریف)

ترجمہ: پھر میرے لیے وسیلہ (مقام رفیع) کی دُعا کرو کیونکہ وہ جنت میں ایک مرتبہ ہے جو اللہ کے بندوں میں سے ایک بندے کو ملے گا اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہوں گا۔ جس شخص نے میرے لیے

وسیلہ کی دُعا کی اِس پر میری شفاعت واجب ہوگئی۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی عقیل سے مروی ہے کہ میں ایک وفد میں شامل ہو کر بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا۔ جب ہم حاضر ہوئے تو اونٹوں کو مسجد کے دروازے پر بٹھایا اور اندر داخل ہوئے اس وقت ہماری حالت یہ تھی کہ ہمارے نزدیک اس شخص سے بڑھ کر کوئی شخص مبغوض اور ناپسندیدہ نہ ہوتا تھا جو آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا لیکن جب ہم آپ کی محفل سے اُٹھے تو کوئی شخص ہمیں اس سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ نہیں تھا جو اِن کی بارگاہ میں حاضری کا شرف حاصل کرے۔

ہم میں سے کسی شخص نے آپ سے عرض کیا یارسول اللہ آپ نے اپنے ربِ کریم سے ایسا مُلک طلب کیوں نہ کیا جیسا کہ حضرت سلیمان کا تھا۔ آپ ہنسے اور فرمایا اُمید قوی ہے کہ تمہارے نبی کا مُلک اللہ کے ہاں حضرت سُلیمان کے مُلک سے افضل و برتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس نبی کو مبعوث فرمایا اسے ایک دُعا کا حق عطا فرمایا بعض نے اِس کو دنیاوی جاہ و جلال کا ذریعہ بنایا اللہ تعالےٰ نے اِس کو اس کا مطلوب عطا فرمایا۔ بعض نے اِس کو قوم کی ہلاکت و تباہی کے لیے استعمال کیا جب اُنہوں نے اطاعت سے سرکشی کی تو اِس دُعا کی وجہ سے ہلاک کر دیئے گئے اور اللہ تعالےٰ نے مجھے دُعا کا حق عطا فرمایا جو میں نے قیامت کے دن اپنی اُمت کی شفاعت کے لیے اللہ تعالےٰ کے

ہاں ذخیرہ کر رکھا ہے۔ (طبرانی شریف)

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ ایک رات میری آنکھ نہ لگی اور نیند کافور ہو گئی۔ چنانچہ میں اپنی جگہ سے اُٹھا کیا دیکھتا ہوں کہ لشکرگاہ میں حدِ نگاہ تک ہر جانور زمین پر سر رکھ کر سویا ہوا ہے میرے دل میں خیال آیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری دیتا ہوں اور صبح تک آپ کی بارگاہ میں رہ کر بات چیت میں مصروف رہتا ہوں۔ میں لوگوں کے درمیان سے گزرتا ہوا لشکرگاہ سے باہر نکلا تو کسی شخص کا اثر و نشان محسوس ہوا۔ ادھر روانہ ہوا تو وہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح تھے اور ان کے ساتھ حضرت معاذ بن جبل ان دونوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ اس وقت باہر نکلنے کا موجب کیا ہے۔ میں نے کہا جس چیز نے آپ کو اِدھر نکلنے پر مجبور کیا اسی نے مجھے یہاں تک پہنچایا۔ ہمارے قریب ہی درختوں کا ایک جھنڈ تھا ہم اس کی طرف چلے تو ہمیں شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ اور ہواؤں کی سرسراہٹ سی محسوس ہوئی۔ رسول اللہ نے فرمایا یہاں ابوعبیدہ بن جراح ہیں۔ ہم نے عرض کی جی ہاں۔ آپ نے فرمایا معاذ بن جبل ہیں عرض کیا جی ہاں۔ آپ نے دریافت فرمایا عوف بن مالک ہیں ہم نے عرض کیا جی ہاں آپ ہماری طرف محوِ خرام ناز ہوئے نہ آپ ہم سے کوئی سوال فرماتے اور نہ ہم آپ سے حتیٰ کہ آپ اس جھنڈ

سے اپنی قیام گاہ کی طرف مراجعت فرما ہوئے۔ تب آپ نے فرمایا میں تمہیں اس امر کی خبر نہ دوں جس کا اختیار ابھی میرے رب نے مجھے دیا ہے۔ ہم نے عرض کی ضرور بتلائیں۔

آپ نے فرمایا مجھے میرے رب نے اختیار دیا ہے کہ میری دو تہائی اُمت کو بلا حساب و عذاب جنت میں داخل کر دے اور یا مجھے حق شفاعت دے دے۔ ہم نے عرض کی یا رسول اللہ آپ نے کس امر کو اختیار فرمایا تو آپ نے فرمایا میں نے شفاعت کو اختیار فرمایا ہم سب نے مل کر عرض کی یا رسول اللہ ہمیں بھی اپنی شفاعت کے قابل لوگوں میں شامل فرمالیں۔ آپ نے فرمایا میری شفاعت تمام اهلِ اسلام کے لیے ہے۔ (صہ ۱۳۲/۸ ابن حبان)

حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ ایک غزوہ میں ہم حضور کے ساتھ تھے حضور علیہ السلام اور لشکر سارا دن سفر میں رہے رات ہوئی تو پڑاؤ ڈالا نبی کریم اپنے کجاوے کے ساتھ ٹیک لگا کر سو گئے اور چار آدمی آپ کے گرد سو گئے اِن میں سے ایک ابوطلحہ انس کی ماں کے خاوند بھی تھے۔ جب رات کافی گذر گئی تو اُنہوں نے اپنے سر اُٹھا کر دیکھا کہ نبی کریم اپنے کجاوے کے پاس موجود نہیں وہ حضور کی تلاش میں نکلے دیکھا کہ آپ سامنے سے تشریف لا رہے ہیں۔ انہوں نے عرض کی ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ کہاں تھے۔ ہم تو آپ کو نہ دیکھ کر گھبرا گئے تھے۔ آپ نے فرمایا

میں سویا ہوا تھا۔ میں نے چکی کی آواز کی طرح آواز سنی۔ میں گھبرا کر نیند سے بیدار ہوا۔ میں چلا تو سامنے سے جبریل تشریف لائے اُنہوں نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالےٰ نے مجھے اس وقت آپ کے پاس ایک خبر دے کر بھیجا ہے اور وہ یہ کہ آپ یا تو یہ پسند فرمالیں کہ آپ کی آدھی اُمت جنّت میں داخل ہو جائے یا پھر قیامت کے دن شفاعت میں نے اپنی اُمت کے لیے شفاعت کو اختیار کیا۔ اِن چار آدمیوں نے عرض کی یا نبی اللہ ہمیں بھی اِن میں شامل فرمالیں جن کی آپ شفاعت فرمائیں گے۔ آپ نے فرمایا تم پر شفاعت واجب ہو گئی۔ پھر حضور اور وہ چار آدمی اور دس آدمیوں سے ملے۔ اُنہوں نے کہا ہمارا نبی الرحمۃ کہاں تھا۔ اِن کو بھی ساری بات بتائی گئی اُنہوں نے کہا ہمیں بھی ان لوگوں میں شامل فرمالیں جن کی آپ شفاعت فرمائیں گے۔ حضور نے ان سے بھی فرمایا تم پر شفاعت واجب ہو گئی۔ پھر حضور کی ملاقات ایک جم غفیر سے ہوئی۔ اُنہوں نے آپ کو دیکھ کر لوگوں میں آواز لگائی یہ ہمارے نبی الرحمت ہیں۔ حضور نے ان سے بھی سارا واقعہ بیان فرمایا۔ اُنہوں نے بھی عرض کی ہمیں بھی اِن لوگوں میں شامل فرما لیں جن کی آپ شفاعت فرمائیں گے۔ آپ نے تین مرتبہ پکار کر فرمایا۔ میں اللہ تعالےٰ کو ہر اس آدمی کو گواہ بناتا ہوں جو میری آواز سنتا ہے کہ میری شفاعت ہر اس آدمی کے لیے ہے جو اس حال میں مرے کہ اِس نے خدا کے ساتھ شرک نہ کیا ہو۔ (صفحہ ۲۴۴/۲ طبرانی اوسط)

جب اللہ تعالےٰ اولین و آخرین کو جمع فرمائے گا تو اِن کے درمیان فیصلہ فرمائے گا اور جب رب کریم فیصلے سے فارغ ہو گا تو مومن کہیں گے خدا تعالےٰ نے بیشک ہمارے درمیان فیصلہ تو فرما دیا اب دربار خداوندی میں ہماری سفارش کون کرے گا۔ اِن میں سے بعض کہیں گے کہ آدم علیہ السّلام کی طرف چلو۔ اللہ تعالےٰ نے ان کو اپنے ید قدرت سے پیدا فرمایا اور اِن سے ہمکلام بھی ہوا۔ پس لوگ حضرت آدم علیہ السّلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے خدا تعالےٰ نے ہمارے درمیان فیصلہ تو فرما دیا اور فیصلہ سے فارغ ہو گیا۔ اب آپ ہماری سفارش فرمائیں۔ وہ فرمائیں گے حضرت نوح کے پاس جاؤ۔ پھر مومن حضرت نوح علیہ السّلام کے پاس آئیں گے وہ ان کو حضرت ابراہیم کے پاس بھیجیں گے۔ حضرت ابراہیم اِن کو حضرت موسیٰ کے پاس اور وہ ان کو حضرت عیسیٰ کے پاس جانے کو کہیں گے۔ جب تمام لوگ حضرت عیسیٰ کے پاس آئیں گے تو وہ کہیں گے میں تمہیں نبی اُمی عربی کے پاس بھیجتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سب لوگ میرے پاس آئیں گے تو اللہ تعالےٰ مجھے اجازت دے گا میں دربارِ خداوندی میں کھڑا ہوں گا۔ میری مجلس خوشبو سے بے حد معطر ہو جائے گی یہاں تک کہ میں رب کریم کے دربار میں آؤں گا پھر میں شفاعت کروں گا۔

وَیَجْعَلُ لِیْ نُوْرًا مِنْ شَعْرِ رَاسِیْ اِلٰی ظُفْرِ قَدَمِیْ۔

ترجمہ : اور مجھے سر کے بالوں سے لے کر قدموں کے ناخنوں تک نور بنا دیا جائے گا۔

سر سے لے پاؤں تک تنویر ہی تنویر ہے
جیسے منہ سے بولتا قرآن وہ تفسیر ہے
سوچتی ہے دل میں دنیا مصطفےٰ کو دیکھ کر
وہ مصور کیسا ہوگا جس کی یہ تصویر ہے

پھر کفار کہیں گے مومنوں نے تو اپنا سفارشی پالیا اب ہماری سفارش کون کرے گا سوائے ابلیس کے اور کوئی نہیں وہی ہے۔ وہ اس کے پاس آکر کہیں گے مومنوں نے اپنا سفارشی پالیا اب تو ہماری سفارش کر تو نے ہی ہمیں گمراہ کیا ہے ابلیس کھڑا ہوگا۔ اس کی مجلس نہایت بدبودار ہوگی۔ پھر ابلیس اونچا کر کے جہنم میں ڈالا جائے گا اور شیطان کہے گا کہ فیصلہ ہو چکا کہ

اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ۔

ترجمہ : بیشک اللہ تعالٰے نے سچا وعدہ کیا اور اس کو پورا کر دیا اور میں نے وعدہ کیا تو خلاف کر دیا۔

(صفحہ ۳۲۰/۱۷ طبرانی کبیر، صفحہ ۲۲۴/۲ دارمی)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مومن جو حضور کی نورانیت اور بشریت دونوں کو مانتے تھے ان کو قیامت کے دن بھی حضور

کی نورانیت کے جلوے نظر آئیں گے اِن کو حضورؐ کی مجلس نصیب ہو گی وہ ایسی خوشبو محسوس کریں گے کہ آج تک اُنہوں نے ایسی خُوشبو محسُوس نہ کی ہو گی۔ وہ حضورؐ کی اِس نوری محفل میں آکر اپنا مقصُود مطلوب حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ نوُرانیت مصُطفیٰ کے قائل آج حضورؐ کو سراپا نورُ دیکھ کر خوش ہوں گے اَور اِس نوُرانیت سے اِس قدر مستفیض ہوں گے کہ

یَوْمَ تَرَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ یَسْعٰی
نُوْرُھُمْ بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَبِاَیْمَانِھِمْ۔

ترجمہ: قیامت کے دِن تو دیکھے گا مومنوں، مَردوں اورعورتوں کا نورُ اِن کے آگے اور ان کے دائیں طرف دَوڑ رہا ہو گا۔

ثابت ہُوا جو حُضورؐ کو دُنیا میں نورُ مانتے اور جانتے تھے وہ قیامت کے دِن اھلِ نورُ ہوں گے۔

میں گدا تو بادشاہ بھر دے پیالہ نوُر کا
نوُر دِن دُونا تیرا دے ڈال صدقہ نُور کا
جو گدا دیکھو لیے جاتا ہے توڑا نوُر کا
نوُر کی سرکار ہے کیا اِس میں توڑا نُور کا

لیکن جنہوں نے سرکارِ دو عالم کو حضرت عبد اللہ کے بیٹے ہونے کی حیثیت سے دیکھا یعنی جن لوگوں نے صرف آپکی بشریت

کو مدِ نظر رکھا اور نورانیت کو نہ دیکھا وہ قیامت کے دن حضور کی شفاعت سے محروم ہوں گے اور شیطانی گروہ قرار پائیں گے اِن کا کوئی یار و مددگار نہ ہوگا۔ وہ تاریکیوں کے سمندر میں مستغرق ہوں گے وہ مومنوں کے نور کو دیکھ کر نور کی تمنا کریں گے۔ چنانچہ خدا تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔

یَوْمَ یَقُوْلُ الْمُنَافِقُوْنَ وَالْمُنَافِقَاتُ لِلَّذِیْنَ آمَنُوْا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُوْرِكُمْ قِیْلَ ارْجِعُوْا وَرَآئَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا۔

ترجمہ: قیامت کے دِن منافق مرد اور عورتیں مومنوں سے کہیں گے ہماری طرف دیکھو تاکہ ہم بھی تمہارے نور سے روشنی حاصل کریں اِن کو جواب مِلے گا تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ پھر وہاں سے نور تلاش کرو۔

شفاعت بالوجاہت

انبیاء علیہم السّلام عموماً اور حضور علیہ السّلام خصوصاً خداوند تعالےٰ کی بارگاہ میں جو عزت اور وجاہت رکھتے وہ گذشتہ سطور میں آپ پڑھ چکے۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جو مقام خدا کی بارگاہ میں ہے وہ کِسی اور نبی کا نہیں چنانچہ حدیث میں ہے۔

اَنَا اَکْرَمُ وُلْدِ آدَمَ عِنْدَ رَبِّیْ وَلَا فَخْرَ

ترجمہ: میں اپنے رب کے نزدیک اولادِ آدم میں سب سے
زیادہ عزت والا ہوں اور میں فخر نہیں کرتا۔

ایک روایت میں یوں ہے۔

اَنَا اَکْرَمُ الاَوَّلِیْنَ وَالاٰخِرِیْنَ وَلاَ فَخَرَ۔

ترجمہ: میں پہلی اور پچھلی تمام مخلوق سے زیادہ عزت والا ہوں
اور میں فخر نہیں کرتا۔

ایک حدیث میں ہے۔

اَتَانِیْ جِبْرِیْلُ علیہ السلام فَقَالَ لِیْ قَلَّبْتُ مَشَارِقَ
الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا فَلَمْ اَرَیٰ رَجُلاً
اَفْضَلَ مِنْ مُحَمَّدٍ۔

ترجمہ: میرے پاس جبریل امین علیہ السلام آئے اُنہوں نے
مجھے کہا کہ میں نے مشرق و مغرب چھان ڈالے لیکن
میں نے حضور سے زیادہ فضیلت والا کوئی شخص
نہیں دیکھا۔

یہی بولے سدرہ والے چمن جہاں کے تھالے
سبھی میں چھان ڈالے تیرے پایہ کا نہ پایا
تجھے یک نے یک بنایا

چونکہ آپ خدا کی بارگاہ میں عزت کے انتہائی اعلیٰ مقام پر
فائز ہیں اس لیے قیامت کے روز آپ گنہگاروں کی شفاعت فرمائیں

گے تو خدا تعالےٰ آپ کی شفاعت کو قبول فرمائیگا چنانچہ

حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ حبیب رب دوجہاں نے ارشاد فرمایا۔ قیامت کے دن انبیاء علیہم السلام کے لیے نور کے منبر رکھے جائیں گے جن پر وہ تشریف فرما ہوں گے مگر میرا منبر خالی رہے گا۔ میں اس پر نہیں بیٹھوں گا بلکہ اپنے رب کے حضور اس خوف و اندیشہ کے تحت کھڑا رہوں گا کہ کہیں مجھے جنت کی طرف بھیج دیا جائے اور میری اُمت جنت میں داخل ہونے سے رہ جائے لہٰذا میں اللہ تعالیٰ سے عرض کروں گا اے بار الہ اِن کا حساب جلد شروع کیا جائے چنانچہ ان کو بلاکر حساب شروع کیا جائے گا اِن میں سے بعض محض رحمتِ خداوندی سے داخل جنت ہوں گے اور بعض میری شفاعت سے جنت میں داخل ہوں گے۔ میں سلسلۂ شفاعت جاری رکھوں گا حتیٰ کہ مجھے اِن لوگوں کی تفصیلی فہرست دے دی جائے گی جن کو آگ میں بھیجا جاچکا ہوگا اور خازن جنت مجھ سے کہے گا کہ آپ نے رب قہار کے غضب کے لیے اپنی اُمت میں انتقام کے لیے کوئی گنجائش نہیں چھوڑی۔

(ص ۴۴۶/۲ طبرانی اوسط)

ایک اور حدیث میں ہے۔

اَشْفَعُ اُمَّتِیْ حَتّٰی یُنَادِیْنِیْ رَبِّیْ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی فَیَقُوْلُ قَدْ رَضِیْتَ یَا مُحَمَّدُ فَاَقُوْلُ اِیْ رَبِّ رَضِیْتُ۔ (بزار، طبرانی)

ترجمہ: میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ
مجھے پکار کر فرمائے گا اے محمدؐ کیا تو راضی ہو گیا میں
عرض کروں گا اے میرے رب میں راضی ہو گیا۔

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمدؐ

شفاعت بالمحبت

خدا تعالےٰ کو اپنے رسولِ پاک سے محبت ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے۔ ایک مرتبہ حضور علیہ السلام کے صحابی ایک جگہ بیٹھ کر آپ کا انتظار کر رہے تھے۔ آپ تشریف لائے اور اِن کے قریب بیٹھ گئے اور سُنا کہ وہ آپس میں گفتگو کر رہے ہیں۔ بعض نے کہا اللہ تعالےٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا۔ بعض نے کہا اللہ تعالےٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلیم بنایا بعض نے کہا اللہ تعالےٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کلمۃ اللہ بنایا اور بعض نے کہا اللہ تعالےٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو صفی اللہ بنایا آپ نے اِن صحابہ کو سلام کیا اور فرمایا میں نے تمہاری گفتگو کو سُنا اور تمہارے تعجب کو بھی ملاحظہ کیا۔ یہ ٹھیک ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ ہیں موسیٰ نجی اللہ ہیں عیسیٰ کلمۃ اللہ ہیں اور حضرت آدم صفی اللہ ہیں لیکن اَلاَ وَاَنَا حَبِیْبُ اللہِ۔ آگاہ ہو جاؤ کہ میں اللہ کا حبیب ہوں۔

(صـ ۲۰۲/۲ ترمذی)

جب یہ ثابت ہو گیا کہ خدا کو آپ سے محبت ہے تو اب سُنیے کہ۔

مُحبّت کا تقاضا یہ ہے کہ محبُوب کی رضا جوئی کی جائے اور ہر طرح سے اِس کے دِل کو خوش کیا جائے اِسکی فرمائش قبول کی جائے اور اِس کی سفارش کو منظور کیا جائے۔ ایک حدیث میں ہے۔

کَمْ اَشْعَثَ اَغْبَرَ ذِیْ طِمْرَیْنِ لَا یُؤْبَہُ لَہٗ لَوْاَقْسَمَ عَلَی اللہِ لَاَبَرَّہٗ۔

ترجمہ: بہت سے گرد آلود بالوں والے خاکسار جن کے پاس دو پرانی چادروں کے علاوہ کچھ نہ ہو اور جنہیں کوئی اہمیت نہ دی جاتی ہو ایسے ہوتے ہیں۔ اگر اللہ تعالےٰ کے حق میں قسم کھائیں تو اللہ تعالےٰ ان کی قسم پوری کرے گا۔

حَدیثِ قُدسی میں ہے کہ میرے محبُوب بندوں کی شان یہ ہے کہ لَئِنْ سَاَلَنِیْ لَاُعْطِیَنَّہٗ۔ اگر میرا محبُوب بندہ مجھ سے مانگے تو میں ضرور عطا کرتا ہوں۔

چُونکہ خُدا اپنے محبُوب بندے کو راضی کرنے کے لیے اِس کی بات مانتا ہے لہذا اللہ کا حبیب جب خُدا کی بارگاہ میں اپنی اُمت کی شفاعت کرے گا تو خُدا اپنے محبُوب کو راضی کرنے کے لیے ضرور آپ کی شفاعت قبُول فرمائے گا۔

اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی۔

ترجمہ: اور عنقریب تیرا رب تجھے اتنا دے گا کہ تو راضی ہو جائے گا۔

اس آیت کے نزول پر حضور علیہ السّلام نے فرمایا۔

اِذًا لَّا اَرْضٰی وَوَاحِدٌ مِّنْ اُمَّتِیْ فِی النَّارِ

ترجمہ: تب تو میں اُس وقت تک راضی نہ ہوں گا جب تک میرا ایک اُمتی بھی آگ میں رہے گا۔

ے فترضٰی کی یہ پیاری پیاری صدا ہے
کہ ہوگا قیامت میں چاہا تمہارا

فترضٰی نے ڈالی ہیں باہیں گلے میں
کہ ہو جائے راضی طبیعت کسی کی

اس روایت سے ثابت ہوا کہ حضور علیہ السّلام اپنے ہر اُمتی کی شفاعت فرمائیں گے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیات تلاوت کیں۔

دُعائے خلیل علیہ السّلام

فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّہٗ مِنِّیْ وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّکَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔

دُعائے عیسٰی علیہ السّلام

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۔

پھر اپنے ہاتھ اُٹھائے اور کہا اے اللہ میری اُمت، میری اُمت کو بخش دے، اور روئے۔ اللہ تعالےٰ نے حضرت جبریل کو فرمایا۔ اے جبریل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا حالانکہ تیرا رب بہتر جانتا ہے اور پوچھ کہ کون سی چیز رُلاتی ہے۔ حضرت جبریل بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے اور رونے کا سبب پوچھا۔ حضورؐ نے وہ کلمات بتائے (جو دُعا میں کہے تھے) اللہ تعالےٰ نے جبریل امین کو فرمایا میرے حبیب کی خدمت میں جاؤ اور کہو۔

اِنَّا سَنُرْضِيْكَ فِيْ اُمَّتِكَ وَلَا نَسُوْؤُكَ

ترجمہ: ہم تمہیں تمہاری اُمت کے بارے میں راضی کر دیں گے اور تمہیں ناخوش نہیں کریں گے۔ (ص۱۱۳ مسلم شریف)

خُدا کی مرضی ہے اِنکی مرضی انکی مرضی خدا کی مرضی

انہیں کی مرضی پہ ہو رہا ہے انہیں کی مرضی پہ کام ہو گا

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ اہلِ قرآن (عام مسلمان) کہتے ہیں کہ وہ آیت جس سے بہت اُمید بندھتی ہے یہ ہے۔

يَا عِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ

لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ۔

ترجمہ: اپنی جانوں پر زیادتی کرنے والو میرے بندو اللہ کی رحمت سے نا اُمید نہ ہو۔

لیکن اہل بیت کرام فرماتے ہیں۔ بہت زیادہ اُمید دلانے والی آیت یہ ہے۔

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۔

ترجمہ: اور عنقریب تیرا رب تجھے اِتنا دے گا کہ تو راضی ہو جائے گا۔

اس لیے کہ

اِنَّهَا الشَّفَاعَةُ لِيُعْطِيَهُ فِیْ اَهْلِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ حَتّٰى يَقُوْلُ رَضِيْتُ ۔

ترجمہ: بیشک یہ عطیۂ شفاعت ہے جو اللہ تعالےٰ نے کلمہ طیبہ پڑھنے والوں کے بارے میں دے گا یہاں تک کہ حضور علیہ السّلام فرمائیں گے میں راضی ہو گیا ہوں۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں۔

رِضٰى جَدِّیْ اَنْ لَّا يَدْخُلَ النَّارَ اَحَدٌ ۔

ترجمہ: میرے جدِّ امجد صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا یہ ہے کہ کوئی توحید کا پرستار آگ میں داخل نہ ہو۔

خدا تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِیَ لَهٗ قَوْلًا۔

ترجمہ: قیامت کے دن اللہ تعالےٰ کے پاس صرف اس شخص کی شفاعت فائدہ دے گی جسے اس نے اجازت دی ہوگی اور جس کا قول پسند ہوگا۔

اب سُنیئے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کی بارگاہ سے شفاعت کی اجازت حاصل ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ۔

ترجمہ: اے محبوب اپنے خاص اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔

اس آیت سے شفاعت کی اجازت ثابت ہے۔ حدیث میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

فَاَقُوْلُ اَنَا لَهَا فَاَنْطَلِقُ فَاَسْتَاْذِنُ عَلٰی رَبِّیْ۔

ترجمہ: میں کہوں گا میں شفاعت کے لیے ہوں۔ میں جاؤں گا اور اپنے رب سے اجازت لوں گا۔

نیز حضور سید المرسلین کو اللہ تعالےٰ کے ارشاد

سَلْ تُعْطَهٗ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ۔

ترجمہ: مانگ عطا ہوگا شفاعت کر قبول ہوگی۔

سے پہلے ہی شفاعت کی اجازت تھی ورنہ تو کہا جاسکتا تھا کہ پہلے اجازت حاصل کرو پھر شفاعت کرنا۔

حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دِن ہر نبی کے لیے نورانی منبر ہوگا اور میں بہت اونچے اور نورانی منبر پر ہوں گا۔ ایک ندا دینے والا ندا دے گا کہ نبی اُمی کہاں ہیں، سب انبیاء علیہم السّلام کہیں گے ہم سب نبی اُمی ہیں تجھے کس کی طرف بھیجا گیا ہے۔ وہ دوبارہ لوٹ کر آئے گا اور کہے گا نبی امی عربی کہاں ہیں۔ اِس کے پکارنے اور بلانے پر حضور علیہ السّلام منبر سے اُتریں گے اور جنت کے دروازہ پر آکر اسے کھٹکھٹائیں گے پوچھا جائے گا کون ہیں کھٹکھٹانے والے تو آپ فرمائیں گے میں محمّد و احمد ہوں۔ پوچھا جائے گا کیا آپ کو بلایا گیا ہے۔ آپ فرمائیں گے ہاں چنانچہ دروازہ کھول دیا جائے گا آپ اندر داخل ہونگے۔ اللہ رب العزت آپ کے سامنے آشکارا ہوگا۔ آپ اس کی تجلی ذات کا مشاہدہ کریں گے اور سجدہ ریز ہوں گے اور ایسے کلمات کے ساتھ اللہ تعالےٰ کی حمد بجالائیں گے جن کے ساتھ نہ پہلے کسی نے اللہ تعالےٰ کی حمد و ثنا کی ہوگی اور نہ بعد ازاں کوئی کرے گا۔ آپ سے کہا جائیگا اے محمّد

اِرْفَعْ رَاْسَكَ تَكَلَّمْ تُسْمَعْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ وَسَلْ تُعْطَ

ترجمہ: سر کو بلند کرو جو کہو گے سنا جائیگا۔ شفاعت کرو گے قبول ہو گا۔ مانگو عطا ہو گا۔

کہا مصطفیٰ نے کہ اے رب العزت　　گناہوں سے لبریز ہے میری امت
تو غفار ہے بخش دے میرے مولا　　یہی آپ سے سوال محمد
کہا حق نے سن کے کہ اے کملی والے　　حقوق شفاعت ہیں تیرے حوالے
جسے تو کہے گا اسے بخش دوں گا　　خدا ہو گیا ہم خیال محمد

اقسام شفاعت

شفاعت کی متعدد اقسام ہیں۔ چند اقسام پر بحث ملاحظہ ہو

شفاعتِ کبریٰ

حضرت سلمان رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت ہے کہ قیامت کے دِن سورج دس گنا تیز ہو کر زمین سے بہت ہی نزدیک ہو جائے گا اور اِس قدر گرمی، دھوپ کی تیزی، پسینہ کی کثرت ہو گی کہ الامان والحفیظ سینکڑوں سال اسی حال میں گزر جائیں گے کوئی پرسان حال نہ ہو گا۔ لوگ تنگ آکر شفاعت کے لیے انبیاء کی تلاش میں نکلیں گے۔ ہر پیغمبر سے شفاعت چاہیں گے سب سے اول حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور رو رو کر عرض کریں گے۔ اے آدم آپ اللہ کے خلیفہ ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کو اپنے دستِ قدرت سے پیدا فرمایا۔ ملائکہ نے آپ کو سجدہ کیا

جنّت آپ کو رہنے کے لیے عطا ہوئی۔ کیا آپ آج ہماری مُصیبت کو نہیں دیکھتے اُٹھیے اُٹھیے رَبّ العالمین کی بارگاہ میں ہماری سفارش کریں شاید آپ کی شفاعت سے اللہ تعالیٰ ہمیں اِس مُصیبت سے نجات دے۔ یہ سُن کر حضرت آدم علیہ السّلام فرمائیں گے کہ تمہیں خبر نہیں کہ آج ربّ العزت کو کتنا غصّہ آیا ہے۔ میری مجال نہیں کہ میں اللہ تعالےٰ کے حضور جاؤں اور تمہارے لیے شفاعت کروں۔ میں خود ڈرتا ہوں کہ آج کہیں مجھ سے محاسبہ نہ ہو جائے۔ میں نے خُدا کی مَرضی کے بغیر ایک دانہ کھالیا تھا۔

عبرت: حضرت آدم نے ایک دانہ خُدا کی مرضی کے بغیر کھا لیا۔ جس کے کفارے میں تین سو سال تک روتے رہے۔ حضرت آدم کے رونے کی کیفیت یہ تھی کہ برسوں تک دو نالیاں پانی کی آپ کے آنسوؤں سے جاری رہیں جس میں سے پرندے جانور چوپائے پانی پیتے رہے۔ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ جہان بھر کے رونے والوں کے آنسو آپ کے آنسوؤں کا دسواں حِصّہ ہیں۔ خُدا تعالےٰ نے آپ کی توبہ قبُول فرمائی تو آپ نے توبہ کے شکریہ میں تیس پیدل حج کیے کعبہ کی بنیاد ڈالی اپنی بھُول کی سَب طرح سے خُدا سے معافی مانگی تو بھی قیامت کے دِن خُدا کی بارگاہ میں جاتے ہوئے ڈرتے ہیں۔ اے اولاد آدم عمر بھر تمہارا کھانا حَرام یا مشکوک لباس حَرام یا ناپاک تمہارے مُنہ سے کفریہ کلمات واہیات خرافات نِکلتے رہے۔ جھُوٹ بولنا

غیبت کرنا، کم تولنا کم ناپنا تمہارا شیوہ رہا۔ کانوں سے حرام آوازیں، باجے گاجے سنتے رہے۔ صغائر و کبائر کی آلودگیوں میں ملوث رہے۔ سوچو کیا منہ لے کر دربارِ خداوندی میں جاؤ گے۔ الغرض حضرت آدم علیہ السّلام شفاعت سے انکار فرمائیں گے اور لوگوں کو حضرت نوح علیہ السّلام کے پاس بھیجیں گے اور کہیں گے اِن کے پاس جاؤ وہ تمہاری شفاعت کریں گے وہ خُدا کے مقرب رسُول ہیں۔ سینکڑوں سال انہوں نے راہِ خُدا میں پتھر کھائے ہیں اور اپنے خوُن میں نہائے ہیں۔ لوگ مایوس ہو کر حضرت نوح علیہ السّلام کی تلاش کریں گے۔ امام غزالی نے "درفاخرہ فی احوال الآخرہ" میں لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السّلام سے رُخصت ہو کر پورے ایک ہزار برس کا زمانہ حضرت نوح کی تلاش میں صرف ہو گا۔ ہزار برس کے بعد حضرت نوح علیہ السّلام سے ملاقات ہو گی۔ لوگ آپ کی بارگاہ میں عرض کریں گے۔ آپ دُنیا میں خُدا کے پہلے رسُول ہیں۔ خُدا نے آپ کو بڑا مرتبہ عطا فرمایا ہے۔ آج آپ ہماری حالت پر رحم کریں اور خُدا کی بارگاہ میں ہماری شفاعت فرمائیں یہ سُن کر حضرت نوح علیہ السّلام فرمائیں گے۔ آج رب ذوالجلال اس قدر غضبناک ہے کہ نہ کبھی اس سے پہلے اِس قدر ناراض ہوا نہ بعد میں ہو گا۔ مجھے اپنی جان کا خوف ہے۔ دُنیا میں مَیں نے بغیر اجازت بیٹے کی شفاعت کی تھی۔ رب تعالےٰ نے ناراض ہو کر فرمایا تھا اگر اب ایسا کیا تو اے نوح تمہارا نام دفترِ نبوت سے کٹ کر ڈالوں

میں لکھا جائے گا۔ بھلا جب اپنے بیٹے کی شفاعت سے مجھے یہ حکم ہوا ہے تو اب میں کس طرح تمہاری شفاعت کروں تم حضرت خلیل کے پاس جاؤ انہیں خدا نے مرتبہ خلت عطا فرمایا ہے۔ وہ تمہاری شفاعت فرمائیں گے۔ نفسی نفسی مجھے آج اپنی جان بچانے کا بڑا فکر ہے۔

درسِ عبرت: حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال احکامات الہیہ کی تبلیغ فرمائی ہے۔ سینکڑوں سال خدا کی راہ میں مصائب و آلام برداشت کیے۔ پتھر کھائے خون میں نہائے۔ خوفِ الٰہی سے روتے رہے لیکن آج خدا سے ڈرتے ہیں ان لوگوں کا کیا حال ہو گا جو دُنیا میں کچہریوں میں مجرموں کی ناجائز سفارشیں کرتے ہیں۔ تھانوں میں اپنے اثر و رسوخ سے چوروں ڈاکہ زنوں کی سفارش کر کے قانون کی دھجیاں اُڑاتے ہیں۔ پاکستان کے بڑے بڑے زمیندار، مِل مالکان، سیاستدان، ایم این اے، ایم پی اے اور وڈیرے دِن رات مجرموں کی پُشت پناہی کرتے ہیں۔ جس بنا پر پاکستان میں لاقانونیت اپنے نقطہ عروج پر ہے۔

الغرض یہاں سے چل کر لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچیں گے اور ان کو تلاش کرنے میں پورا ایک ہزار سال لگ جائے گا۔ آپ کی بارگاہ میں عرض کریں گے یا حضرت خدا تعالےٰ نے آپ کو خلیل بنایا۔ نارِ نمرود آپ پر گلزار کی آج ہم پر سخت مصیبت ہے آپ ہماری شفاعت کریں اور ہمیں اس مصیبت سے نجات دلوائیے

حضرت ابراہیم علیہ السلام فرمائیں گے آج غضب الٰہی کی کوئی حد نہیں
میں نے اپنی عمر میں تین باتیں خلاف واقعہ اپنے منہ سے نکالی تھیں جنکی
وجہ سے آج خدا کی بارگاہ میں جاتے ہوئے ڈرتا ہوں۔

وضاحت: وہ تین باتیں یہ ہیں کہ آپ نے کافروں سے بہانہ کیا
کہ میں بیمار ہوں۔ تمہارے ساتھ تمہاری عید میں
نہیں جا سکتا۔ پھر آپ نے نمرود کا بت خانہ توڑ دیا۔ بتوں کے ناک
کان توڑ دیئے۔ ہاتھ پیر توڑ دیئے۔ جب بت پرست لوگ واپس
آئے۔ بتوں کے ٹکڑے ٹکڑے دیکھ کر سخت حیران ہوئے۔ تلاش
کیا کہ کس نے ایسا کیا ہے۔ خبر لگی کہ ابراہیم نے ایسا کیا ہے۔ وہی
اکثر بتوں کا برائی سے ذکر کرتا ہے۔ جب ابراہیم کو بلاکر آپ سے
پوچھا کہ یہ کام آپ کا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ کام ان کے بڑے کا ہے
تیسری بات یہ کہ جب آپ اپنی اہلیہ حضرت سارہ کو اپنے ساتھ لے
کر ملک شام کی طرف ہجرت کیے جاتے تھے۔ راستہ میں شہر مصر
سے آپ کا گزر ہوا۔ وہاں کا بادشاہ بدکار تھا جبراً عورتوں سے
بدکاری کرتا تھا اور ان عورتوں کے خاوندوں کو قتل کرا دیتا تھا۔
حضرت ابراہیم نے جان کے خوف سے سارہ کو اپنی بہن کہہ دیا اپنی بیوی
ہونا ظاہر نہ کیا۔ یہ تین باتیں ہیں جن کا خوف حضرت ابراہیم کے
دل پر طاری ہے۔ دو باتیں حضرت ابراہیم نے حق تعالیٰ سے کیں
اور ایک اپنی جان بچانے کے۔ پہلی دو باتیں توحید کو ظاہر کرنے
کے لئے۔

تیسری جان بچانے کے لیے جو کسی طرح عقل ونقل کی رُو سے خلاف نہیں ہو سکتیں باوجود اِس کے کہ آپ حق پر تھے۔ حق باتیں فرمائی تھیں مگر قیامت کے دن لرزتے کانپتے اور نفسی نفسی پکارتے ہیں۔

درسِ عبرت جب خلیل اللہ جد الانبیاء خُدا کے پیارے ایک معمولی سی بات کا اِتنا خوف کرتے ہیں کہ حضورِ ربُ العزت کی بارگاہ میں جاتے ہوئے گھبراتے ہیں پھر کس خیال میں ہیں وہ لوگ رات دِن جھوٹی گواہی دیتے ہیں۔ بات بات پر جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں، جھوٹ بولتے ہیں ایسے لوگ کس مُنہ سے خدا کی بارگاہ مین جائیں گے۔

خُدا فرماتا ہے۔

لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ

ترجمہ: جھوٹوں پر خُدا کی لعنت ہے۔

دُوسری جگہ فرمایا۔

وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا

ترجمہ: جِس پر خدا کی لعنت ہو جائے اس کا کوئی مددگار نہیں

حدیث میں آتا ہے کہ جھوٹ بولنے والے کے مُنہ سے ایک بدبُو آتی ہے جس کی بنا پر فرشتے ایک میل دُور چلے جاتے ہیں۔

حضرت ابراہیم شفاعت سے انکار کر دیں گے اور لوگوں کو حضرت مُوسیٰ کلیم اللہ کے پاس بھیجیں گے۔ لوگ نہایت پریشانی اور

مُصیبت کے سَاتھ حضرت مُوسیٰ کے پاس پہنچ کر عرض کریں گے یا حضرت آج ہماری تکلیف کا اندازہ فرمائیں۔ ہمارے حَال پر رحم کریں۔ اللہ کے واسطے ہمارے سَاتھ چلیں، ہماری شفاعت کریں ہمیں اِس رنج والم سے نجات دیں۔ حضرت مُوسیٰ فرمائیں گے کہ آج اللہ تعالےٰ نہایت غضبناک ہے۔ مُوسیٰ کی کیا مجال ہے کہ خُدا کی بارگاہ میں لَب کشائی کرے۔ لوگو میں نے ایک قبطی کو تنبیہ کے لیے مارا تھا وہ میرے ہاتھ سے مرگیا مجھے ڈر ہے کہ کہیں آج مجھ سے اِس بارے میں سوال نہ ہو۔ میں شفاعت کے قابل نہیں تم حضرت عیسیٰ کے پاس جاؤ۔ خُدا نے اِن کو بغیر باپ کے پیدا فرمایا۔ خُدا تعالےٰ نے اِن کو بڑے بڑے مُعجزات عطا فرمائے۔ رُوح الامین سے اُن کی تائید فرمائی۔

حضرت مُوسیٰ علیہ السلام نے اِس قبطی کو قتل کے ارادہ سے قتل کر دینے والی چیز سے اسے نہ مارا تھا بلکہ ایک ہاتھ مارا تھا مگر قضائے الٰہی سے وہ مرگیا۔ اِس قتل کی حضرت مُوسیٰ نے ربّ العالمین سے مُعافی بھی مانگ لی مگر معاف ہو جانے کے بعد اِتنا خوف ہے کہ خدا کے سَامنے جاتے ڈرتے ہیں۔ شفاعت کرنے سے انکار کرتے ہیں اَور نفسی نفسی پکارتے ہیں۔ اَب غور کریں وہ مُسلمان جو رات دن ناحق خُون ریزی کرتے ہیں قتل و غارت کا بازار گرم رکھتے۔ رات دن کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرتے ہیں اور بغیر توبہ کیے مر جاتے ہیں ایسے لوگ کِس طرح خُدا کی بارگاہ میں حَاضر ہوں گے۔

جب حضرت موسیٰ شفاعت سے انکار کریں گے تب لوگ حضرت عیسیٰ کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے یا حضرت اللہ تعالےٰ نے آپ کو بڑا مرتبہ عطا فرمایا ہے آپ ہماری شفاعت فرمائیں۔ آپ شفاعت کرنے سے انکار کر دیں گے اور کہیں گے میری قوم نے مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا معبود بنالیا تھا مجھے ڈر ہے کہ مجھ سے اس بارے میں سوال ہوگا۔ آج خدا کے قہر و غضب کی کوئی حد نہیں مجھے اپنی جان کا ڈر ہے تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاؤ خدا نے ان سے شفاعت کا وعدہ کیا ہے وہ تمہاری شفاعت کریں گے لوگ آپ کا نام سن کر بے چین ہو کر ایک ہزار سال کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ حضور علیہ السلام عرصۂ دراز سے امت کے انتظار میں منبر سے اترے ہوئے نیچے کھڑے ہوں گے۔ اپنی امت کو آتا دیکھ کر فرمائیں گے اے میرے امتیو تم اتنے عرصے سے کہاں تھے۔ تمہارے انتظار میں سالہا سال کی مدت گزری۔ پھر حضور علیہ السلام مقامِ محمود پر جلوہ گر ہوں گے۔ مقامِ محمود عرشِ الٰہی کے قریب ایک عالی مقام ہے جہاں آج تک کوئی نبی مرسل فرشتہ نہ گیا اور نہ آپ کے سوا کوئی اور جائے گا۔ حق تعالےٰ نے خاص آپ کے لیے بنایا ہے۔ اس مقام پر خدا تعالیٰ آپ کے سامنے تجلی فرمائے گا۔ حضور سجدہ ریز ہوں گے۔ ارشاد ہوگا کیا کہتے ہو کیا مانگتے ہو۔ حضور عرض کریں گے الٰہی اپنی مخلوق کا حساب شروع فرما حضور کی شفاعت کے نتیجے میں مخلوق کا حساب شروع کیا جائیگا۔

نکات ۱: اِس دِن واضح ہو جائے گا کہ مقام مصطفیٰ کیا ہے۔ اِن کی رسائی دربارِ خداوندی میں کتنی ہے کوئی بھی مقرب ترین رسُول و نبی انکے توسل سے بے پناہ نہیں ہو سکتا ان سے توسل کرنا اور بارگاہِ الٰہی میں حل مطالب کے لیے اِن سے استمداد شرک نہیں ہو سکتی ورنہ تو نورِ جلال کے بے حجابانہ سامنے ہونے پر غیر اللہ کی پناہ حاصل نہ کی جاتی اور سیدھے ہی اللہ تعالےٰ سے حساب و کتاب شروع فرمانے کا مطالبہ کر دیا جاتا۔ یہاں نورِ جلال خداوندی آنکھوں سے اوجھل ہونے کے باوجود توسل و استمداد پر شرک کے فتوے لگائے جاتے ہیں اور وہاں ساری اُمتیں بلکہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السّلام عیسیٰ روح اللہ علیہ السّلام جیسی ہستیاں بھی بارگاہِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں استمداد و استعانت کے لیے حاضر ہونگے حالانکہ نبی کی ذات میں کفر و شرک کا وہم بھی ممکن نہیں ہے۔

آج لے اِن کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
کل نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

۲۔ میدانِ حشر میں شفیع اور سفارشی کی تلاش کرنے والے پہلے پہل دربارِ مصطفےٰ میں حاضر نہ ہوں گے بلکہ پہلے اور انبیاء کی بارگاہ میں حاضری دیں گے حالانکہ شفیع کی تلاش وسیلہ کی طلب و تلاش وسیلہ کا الہام کیا جائے گا تو انہیں الہام یہ کر دیا جاتا کہ اوّلاً حضور کی بارگاہ میں حاضری دیں گے۔ حالانکہ شفیع کی تلاش وسیلہ کی طلب اِن میں عالمِ غیب سے پیدا کی جائے گی جیسا کہ حدیث پاک میں ہے فَیُلْہَمُوْنَ

لہٰذا انہیں اس طلب وتلاش وسیلہ کا الہام کیا جائے گا تو انہیں الہام یہ کر دیا جاتا کہ ابتداءً حضورؐ کی بارگاہ میں حاضر ہو جاتے اور فوراً حصولِ مقصد میں کامیاب ہو جاتے اور بار بار ناکامی کا مُنہ نہ دیکھنا پڑتا اور دربدر کی ٹھوکریں نہ کھانی پڑتیں۔

محدثین نے بیان فرمایا کہ اگر شروع میں محبوبِ خُدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور اِن کی شفاعت سے بہرہ ور ہو جاتے تو یہ گمان ہو سکتا تھا کہ شفاعت اور بھی کر سکتے تھے اور قبول بھی ہو سکتی تھی لیکن اِن سے مطالبہ نہیں کیا گیا جب تمام انبیاء و رُسل علیہم السّلام کے درِ اقدس پر حاضر ہوئے اور بغیر مقصد حاصل کیے واپس لوٹے تو واضح ہو گیا کہ دربارِ خداوندی میں آج صرف انہیں کی رسائی ہے۔

خلیل و نجی کلیم و مسیح سبھی سے کہی کہیں نہ بنی
یہ بے خبری کہ خلق پھری کہاں سے کہاں تمہارے لیے
فقط اتنا سبب ہے انعقادِ بزمِ محشر میں
کہ اِن کی شانِ محبوبی دکھائی جانیوالی ہے

۲۔ تمام انبیاء کرام اور رسل عظام میں سے صرف نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی یہ خصوصی منصب عطا ہوگا اور وہی شفاعت کی جرأت فرمائیں گے دوسرے اولوالعزم رسول مختلف عذر پیش کریں گے اور بارگاہ ربّ ذوالجلال میں لب کشائی کرتے ہوئے

ہچکچائیں گے۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ ہر نبی مقام ہیبت و خوف میں ہوگا لیکن محبوبِ خدا کا مقام امن ہوگا اور اِس کی وجوہات مندرجہ ذیل ہیں۔

ا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ظاہری حیات میں ہی مغفرتِ عام اور بخشش تمام کی بشارت دی گئی۔ خدا فرماتا ہے۔

لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ ۔

ترجمہ: تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں اور تمہارے پچھلوں کے۔

ب: خدا تعالے نے حضور علیہ السلام سے وعدہ فرمایا ہے کہ۔

يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا مَعَهٗ ۔

ترجمہ: قیامت کے دن اللہ تعالے اپنے نبی اور اِن کے ساتھ ایمان لانے والوں کو شرمندہ نہیں کرے گا اور رُسوا نہیں ہونے دے گا۔

ج: اللہ تعالے نے فرمایا۔

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى

اور تمہارا رب تمہیں اِتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے

نیز فرمایا: كُلُّهُمْ يَطْلُبُوْنَ رِضَائِيْ وَاَنَا

اَطْلُبُ رِضَاكَ یَا مُحَمَّدُ۔

ساری مخلوق میری رضا چاہتی اور اے محبوب میں تجھے راضی کرنا چاہتا ہوں۔

یہی وجہ ہے کہ ہر نبی کی زبان پر نفسی نفسی ہوگا اور حضور علیہ السلام اُمتی اُمتی کہیں گے۔

د: حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

اِنَّ لِکُلِّ نَبِیٍّ دَعْوَۃً مُّسْتَجَابَۃً وَاِنِّی اخْتَبَأْتُ دَعْوَتِی شَفَاعَۃً لِاُمَّتِی فَھِیَ نَائِلَۃٌ مِنْکُمْ اِنْشَاءَ اللّٰہُ مَنْ مَّاتَ لَا یُشْرِكَ بِاللّٰہِ شَیْئًا۔

ترجمہ: بیشک ہر نبی کے لیے ایک مقبول دُعا ہے اور میں نے اپنی دُعا کو اپنی اُمت کی شفاعت کے لیے بچا رکھا ہے۔ لہذا یہ دُعا تم میں سے انشاءاللہ ہر اس شخص کو شامل ہو گئی جو ایمان کے ساتھ فوت ہُوا اور شرک سے بری ہو کر فوت ہُوا۔

ہر نبی نے اپنی اس دُعا کو دُنیا میں استعمال کرلیا اور اللہ تعالے نے حسب وعدہ قبولیت سے سرفراز فرمایا کسی نے اپنی قوم سے تنگ آکر ان کے لیے دُعائے ہلاکت فرما دی۔ کسی نے اپنے لیے مُلک عظیم کا مطالبہ کرلیا کسی نے اپنی اولاد میں امامت ونبوت کی الـ ـکی لیکن

نبی الرحمۃ نے میدانِ حشر کے مصائب و شدائد کے پیشِ نظر اپنے اِس حق کو محفوظ رکھا۔ اسی لیے آج اِس کریم کے وعدۂ کرم پر اعتماد کرتے ہوئے سربسجود ہو کر شفاعت کے طلبگار رہوں گے۔

ن: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالےٰ نے مجھ پر وحی نازل فرمائی کہ میں قرآن کو ایک قراٗت پر پڑھوں۔ میں نے اللہ تعالےٰ سے مراجعت کی اور اپنی امت پر آسانی فرمانے کی درخواست کی دوبارہ حکم فرمایا کہ دو قراٗتوں پر پڑھوں۔ میں نے مراجعت کی اور امت پر آسانی فرمانے کی درخواست کی تیسری بار وحی نازل فرمائی کہ سات قراٗتوں پر پڑھوں اور ساتھ ہی حکم ہوا کہ ہر بار مراجعت کرنے کے بدلے تمہیں ایک دعا مانگنے کا اختیار دیا جاتا ہے گویا تین دعائیں مانگنے کا تمہیں اختیار ہے جنہیں رد نہیں کیا جائے گا۔ حضور فرماتے ہیں میں نے اپنی امت کے صغائر و کبائر کی مغفرت کے لیے دو دعائیں دنیا ہی میں مانگ لیں۔ اللھم اغفر لامتی اللھم اغفر لامتی اور وَاَخَّرْتُ الثَّالِثَةَ لِيَوْمٍ يَرْغَبُ اِلَيَّ الْخَلْقُ كُلُّهُمْ حَتّٰى اِبْرَاهِيْمُ۔ (ص مسلم شریف)

ترجمہ: اور تیسری دعا کو میں نے اس دن کے لیے محفوظ کر رکھا ہے جبکہ ساری مخلوق حتّٰی کہ حضرت ابراہیم بھی میری شفاعت کیلئے راغب ہوں گے۔

وہ جہنم میں گیا جو ان سے مستغنی ہوا
ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی

ی: ابتدائے آفرینش میں یہ فیصلہ ہو چکا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن شافع امت ہوں گے۔ تاج شفاعت ان کے سرِ اقدس پر ہو گا۔ جب قیامت کے دن جہنم کو میدانِ محشر میں لایا جائے گا تو اس خوفناک منظر کو دیکھ کر بڑے بڑے جلیل القدر پیغمبر نفسی نفسی پکارنے لگیں گے لیکن امام الانبیاء کی زبان پر امتی امتی کے الفاظ ہوں گے اس کی وجہ یہ ہے کہ خدا تعالےٰ نے آپ کو معراج کی رات جہنم کے تمام درکات کی سیر کرا دی۔ تمام ہولناک مناظر کا مشاہدہ کرا دیا تاکہ قیامت کے دن جہنم کو دیکھ کر آپ خوفزدہ نہ ہوں اور آپ سے شفاعت کبریٰ جیسے فرض کی ادائیگی میں کسی قسم کی کوتاہی نہ ہو جائے۔

۴۔ تمام انبیاء کرام میں سے صرف پانچ کا ذکر فرمایا گیا۔ حضرت آدم حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام اور باقی انبیاء کا ذکر نہیں فرمایا گیا حالانکہ اہلِ محشر ہر ایک سے شفاعت کی درخواست کریں گے اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ پانچ حضرات مشہور رسل ہیں۔ مدتوں ان کی شریعتوں پر عمل کیا جاتا رہا ہے۔ علاوہ ازیں حضرت آدم تمام انسانوں کے باپ ہیں۔ حضرت نوح پہلے رسول اور آدم ثانی ہیں۔ حضرت ابراہیم چار ہزار انبیاء کے باپ ہیں۔ حضرت موسیٰ بہت بڑی امت کے نبی ہیں اور حضرت عیسیٰ اور ہمارے نبی کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے۔

۵۔ ہر حاکم قائد رئیس اور سید کا علم اور جھنڈا ہوتا ہے جو اسکی سیادت قیادت امارت و امامت کی دلیل و علامت ہوتا ہے۔ محبوب خدا قیامت کے قائد المرسلین امام النبیین ہوں گے لہذا ان کے لیے بھی علم ہوگا جس کا نام لواء الحمد ہوگا۔

بینیٔ پُر نور پر رخشاں ہے ٹکہ نور کا
ہے لواء الحمد پر اُڑتا پھریرا نور کا

۶۔ سید عبدالعزیز دباغ مصری نے لواء الحمد کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

لواء الحمد وہ نورِ ایمان ہے جو نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ضوفشاں ہوگا اور ایک بلند جھنڈے کی شکل میں نمودار ہوگا۔ آپ آگے آگے قائدانہ شان سے تشریف لے جا رہے ہوں گے اور اُمتیں اپنے اپنے نبیوں کے ساتھ آپ کے پیچھے چل رہی ہوں گی۔ ہر اُمت اپنے نبی کے علم کے نیچے ہوگی اور اِن کے نبی کا علم قائد المرسلین کے لواء الحمد سے نور لے رہا ہوگا اور اِس سے مستفید مستنیر اور مستفیض ہوگا۔

تمام انبیاء کرام اپنی اُمتوں کے ساتھ سرورِ عالم کے پیچھے ایک جانب ہوں گے اور آپ کی اُمت دوسری جانب۔ اِس اُمت میں اِتنے ہی اولیاء کرام ہوں گے جتنی انبیاء کی تعداد ہوگی اِن میں سے ہر ولی کے ہاتھ میں جھنڈا ہوگا اور اتنے اِس کے پیروکار ہونگے جتنے ہر نبی کے ساتھ اس کے اُمتی اِن کے جھنڈے نبی کریم کے جھنڈے

سے نور حاصل کر رہے ہوں گے جیسے کہ نبیوں کے جھنڈے لواء الحمد سے نور حاصل کر رہے ہوں گے۔

ع تیرے ہی ماتھے رہا اے جان سہرا نور کا
بخت جاگا نور کا چمکا ستارا نور کا
تاج والے دیکھ کر تیرا عمامہ نور کا
سر جھکاتے ہیں الٰہی بول بالا نور کا

دوسری قسم کی شفاعت یہ ہو گی کہ حضور کی شفاعت سے آپ کی اُمت کے بعض خوش قسمت لوگ بلا حساب و کتاب جنت میں داخل ہوں گے اِس سلسلے میں چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُم قیس سے جنت البقیع کے کے بارے میں فرمایا۔

يَبْعَثُ اللهُ مِنْهَا سَبْعِيْنَ اَلْفاً يَوْمَ الْقِيَامَةِ
عَلٰى صُوْرَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةِ الْبَدْرِ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ
بِغَيْرِ حِسَابٍ۔ (ص ۲۶۲/۱۲ کنز العمال) (ص ۸۴ نوادر الاصول)

ترجمہ: قیامت کے دِن جنت البقیع سے ستر ہزار آدمی ایسے اُٹھائے گا جن کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوں گے جنت میں بغیر حساب داخل ہوں گے۔

۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ کے حرم کے بارے میں فرمایا۔

يَبْعَثُ اللّٰهُ مِنْ هٰذِهِ الْبُقْعَةِ وَمِنْ هٰذَا الْحَرَمِ كُلِّهِ سَبْعِيْنَ اَلْفًا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ يَشْفَعُ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ فِيْ سَبْعِيْنَ اَلْفٍ وُجُوْهُهُمْ كَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ ۔

(صفحہ ۲۸۴/۱ شفاء الغرام باخبار البلد الحرام)

ترجمہ: اللہ تعالےٰ اِس جگہ اور اِس حرم سے ستر ہزار آدمی ایسے اُٹھائے گا جو بغیر حساب جنت میں داخل ہوں گے اور ان میں سے ہر آدمی ستر ہزار آدمیوں کی شفاعت کرے گا۔ اِن کے چہرے چودھویں کے چاند کی طرح ہوں گے۔

۳: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

عِسْقَلَانُ اِحْدَى الْعُرُوْسَيْنِ يُبْعَثُ مِنْهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ سَبْعُوْنَ اَلْفًا لَا حِسَابَ عَلَيْهِمْ ۔

(صفحہ ۲۹۰/۱۲ کنز العمال)

ترجمہ: عسقلان دو دُلہنوں میں سے ایک ہے۔ قیامت کے روز اِس سے ستر ہزار آدمی ایسے اُٹھائے جائیں گے جن پر حساب نہیں ہوگا۔

۴: سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَيَبْعَثَنَّ اللّٰهُ تَعَالٰى مِنْ مَدِيْنَةٍ بِالشَّامِ يُقَالُ

لَهَا حِمْصُ سَبْعِيْنَ اَلْفًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ
لَاحِسَابَ عَلَيْهِمْ وَلَا عَذَابَ۔ (ص ۲۷۴/۱۲ کنز العمال)

ترجمہ: اللہ تعالےٰ قیامت کے دن شام کے شہر حمص سے
ستر ہزار آدمی ایسے اٹھائے گا جن پر حساب و عذاب
نہ ہوگا۔

۵۔ کوفہ کے ایک بزرگ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث
پہنچی ہے کہ

اَنَّہٗ یُحْشَرُ مِنْ ظَهْرِهَا سَبْعُوْنَ اَلْفًا
یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِلَاحِسَابٍ۔ (ص ۱۹۰/۱۲ تاریخ بغداد)

ترجمہ: کوفہ سے ستر ہزار آدمی ایسے اُٹھائے جائیں گے جو
بغیر حساب داخل جنت ہوں گے۔

۶۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن چمکتے چہروں کے ساتھ ایک گروہ نکلے گا جس نے اُفق کے کناروں کو بھرا ہوا ہوگا۔ اِن کا نور آفتاب کی طرح ہوگا۔ ایک ندا کرنے والا ندا کرے گا اُمی نبی آواز آئے گی ہر نبی اُمی ہے۔ کہا جائے گا محمد اور اِن کی اُمت۔ پس وہ بغیر حساب و آواز داخل جنت ہوں گے۔ پھر ایک گروہ چمکتے چہروں کے ساتھ نکلے گا جن کا نور چودھویں کے چاند کی طرح ہوگا۔ ایک ندا کرنے والا ندا کرے گا اُمی نبی آواز آئے گی ہر نبی اُمی ہے۔ کہا جائیگا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اِن کی اُمت۔ پس وہ بلا حساب و عذاب داخل جنت ہوں گے پھر

ایک گروہ چمکتے چہروں کے ساتھ نکلے گا جس نے اُفق کے کناروں کو بھرا ہوگا۔ ایک ندا دینے والا کہے گا اُمی نبی کہا جائے گا۔ ہر نبی اُمی ہے کہا جائے گا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی اُمت اور اِس گروہ کا نور بڑے آسمانی ستارے کی طرح ہوگا اور یہ بھی بلاحساب و عذاب داخل جنت ہوں گے۔

(صہ ۱۷۳/۱۲ کنز العمال)

۷۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَوَّلُ زُمْرَةٍ مِنْ اُمَّتِیْ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ سَبْعُوْنَ اَلْفًا لَاحِسَابَ عَلَیْھِمْ صُوْرَۃُ کُلِّ رَجُلٍ مِنْھُمْ عَلٰی صُوْرَۃِ الْقَمَرِ لَیْلَةَ الْبَدْرِ۔

(صہ ۱۲۱/۲ تاریخ بغداد، صہ ۹۲/۲ مشکوٰۃ)

ترجمہ: میری اُمت کا پہلا گروہ ستر ہزار کی تعداد میں جنت میں داخل ہوگا۔ اِن پر کوئی حساب نہ ہوگا۔ اِن میں سے ہر آدمی چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوگا۔

۸۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اُمت کے تین ثلث (تہائیاں) ہوں گے۔

فَثُلُثٌ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِغَیْرِحِسَابٍ وَثُلُثٌ یُحَاسَبُوْنَ حِسَابًا یَسِیْرًا ثُمَّ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ۔

ترجمہ: ایک تہائی بغیر حساب داخل جنت ہوگا اور ایک

تہائی آسان حساب کے ساتھ داخل جنت ہوگا۔
اور تیسری تہائی کے بارے میں فرشتے کہیں گے یا اللہ یہ لوگ لا الہ الا اللہ کہتے تھے۔ خدا فرمائے گا اُنھوں نے سچ کہا۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں ان کو لا الہ الا اللہ کہنے کی وجہ سے داخل جنت کر دو اور اِن کے گناہ اِن پر لاد دو جو مجھے جھٹلاتے تھے۔

(صـ۹۶/۱۸ طبرانی کبیر)

۹۔ حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خدا تعالےٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ میری اُمت سے چار لاکھ آدمیوں کو بے حساب جنت میں داخل فرمائے گا۔ ابوبکر نے عرض کی یارسول اللہ ہماری تعداد میں اضافہ فرمائیں۔ آپ نے فرمایا اور اتنا اور یہ کہہ کر آپ نے اپنے دونوں ہاتھ ملا کر لپ بنائی اور لوگوں کو دکھائی۔ ابوبکر نے پھر کہا یارسول اللہ ہماری تعداد میں اضافہ فرمائیے۔ آپ نے پھر لپ بنا کر فرمایا اتنا اور عمر نے کہا ابوبکر ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دو۔ ابوبکر نے کہا اے عمر تمہارا کیا نقصان ہے اگر اللہ تعالےٰ ہمیں جنت میں داخل کر دے۔ حضرت عمر نے فرمایا اگر اللہ تعالےٰ چاہے تو اپنی مخلوق کو ایک مٹھی بھر کر جنت میں داخل کر دے۔ نبی کریم نے فرمایا عمر نے سچ کہا ہے۔ (صـ۸۷/۲ مشکوٰۃ)

۱۰۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاروقِ اعظم کی کنیز حضرت زائدہ سے فرمایا میں تجھ سے محبت کرتا ہوں تو میرے پاس دیر سے کیوں

آتی ہے۔ اس نے عرض کی آج میں جنگل میں لکڑیاں چننے گئی تھی۔ ایک عجیب واقعہ دیکھا میں نے لکڑیاں چن کر ایک پتھر پر رکھ لیں۔ میں نے ایک سوار کو زمین و آسمان کے درمیان دیکھا۔ اس نے مجھے سلام کیا اور کہا کہ رسولِ خدا کی خدمت میں میرا سلام عرض کرنا اور ان سے کہنا کہ آپ کو بشارت ہو کہ آپ کی امت تین طرح سے جنت میں داخل ہو گی۔ ایک گروہ بلا حساب و کتاب دوسرا گروہ آسان حساب سے داخل جنت ہو گا۔ تیسرا حضور کی شفاعت سے۔ یہ کہہ کر وہ آسمان کی طرف چلا گیا۔ میں لکڑیوں کا گٹھا اٹھا نہ سکی۔ اس نے پتھر سے کہا یہ گٹھا فاروقِ اعظم کے گھر پہنچا دو۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ حضور صحابہ کے ساتھ اس پتھر کو دیکھنے آئے اور فرمایا زائدہ مثل مریم ہے جس سے فرشتوں نے کلام کیا کیونکہ زائدہ کے ساتھ کلام کرنیوالا رضوانِ جنت تھا۔ (صـــ ۴۱۶ کشف المحجوب)

۱۱ بلادِ یمن سے ایک آدمی حضرت کعب احبار کے پاس آیا اور کہا کہ میں فلاں یہودی عالم کی طرف سے آیا ہوں۔ انہوں نے کہا تو ہم سے زیادہ عزت و اکرام والا تھا تجھے کیا ہو گیا ہے کہ تو دینِ موسوی کو چھوڑ کر دینِ محمدی میں داخل ہو گیا ہے۔ اس نے کہا جب تو واپس اس یہودی کے پاس جائے تو اس کا دامن پکڑ لینا تاکہ وہ بھاگ نہ جائے اور اسے کہنا تجھے قسم ہے اس خدا کی جس نے موسیٰ کو ان کی والدہ کی طرف واپس کیا۔ ان کے لیے دریا پھاڑا اور ان کو تورات کی تختیاں

عطا کیں کیا تو کتاب (تورات) میں یہ لکھا ہوا نہیں پاتا کہ اُمتِ مصطفےٰ کے تین ثلث ہوں گے۔ ایک تہائی بغیر حساب دُوسرا رحمتِ خداوندی سے اَور تیسرا آسان حساب کے ساتھ داخلِ جنت ہوگا۔ اِن تینوں میں سے مجھے جس میں چاہو شمار کرلو۔

(ص ۱۲۸ حُجۃ اللہ)

۲۔ شفاعت کی ایک قسم یہ ہے کہ جو دوزخ کے مستحق بن چکے ہوں گے حضورؐ علیہ السّلام اِن کو داخل جنت کرائیں۔ چنانچہ علامہ یوُسف بن اسمٰعیل نبہانی نے لکھا ہے کہ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رَوایت کرتے ہیں کہ قیامت کے دن حضرت آدم علیہ السّلام عرشِ الٰہی کے پاس سبز لباس پہنے ہوئے اپنی اَولاد میں سے جنت دوزخ کی طرف جانیوالوں کو ملاحظہ کرتے ہوں گے۔ یکایک آپکی نگاہ ایک مُسلمان پر پڑے گی جسے فرشتے دوزخ کی طرف کھینچے لیے جاتے ہوں گے۔ حضرت آدم بے چین ہو کر پکاریں گے۔ اے احمد ادھر آوٗ دیکھو یہ آپ کی اُمت کا شخص ہے۔ مَلائکہ اسے جہنم کی طرف لے جارہے ہیں۔ حضورؐ فرماتے ہیں حضرت آدم کی آواز سُن کر میں فرشتوں سے کہوں گا کہ اے میرے مولا کے سپاہیو ذرا ٹھہر جاؤ۔ ملائکہ عرض کریں گے کہ ہم خدا کی نافرمانی نہیں کرسکتے۔ آپ خُدا کی بارگاہ میں عرض کریں۔ یہ سُن کر حضور عرشِ الٰہی کی طرف متوجہ ہوکر عرض کریں گے الٰہی توُنے میرے ساتھ وعدہ

کیا تھا کہ ہم اُمت کے بارے میں تجھے غمگین نہ کریں گے۔ ارشاد ہو گا فرشتو ٹھہرو میرے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کرو اور اس بندے کو میزان کی طرف لے چلو۔ ملائکہ اسے میزان کی طرف لے کر چلیں گے اور حضور ایک چھوٹا سا پرچہ نہایت سفید اپنے پاس سے نکال کر میزان عدالت کے دائیں پلڑے میں رکھ کر فرمائیں گے کہ بسم اللہ ترازو اٹھاؤ۔ اس پرچہ کے ترازو میں رکھتے ہی نیکیاں بھاری اور گناہ ہلکے ہو جائیں گے۔ ایک فرشتہ پکارے گا لو اس کی نجات ہو گئی یہ بخشا گیا اسے جنت میں لے جاؤ۔ یہ عجیب واقعہ دیکھ کر وہ شخص کہے گا اے نیک صورت نیک سیرت آپ کون ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے میں تیرا نبی محمد رسول اللہ ہوں اور یہ پرچہ کاغذ کا وہ درود تھا جو تو نے کسی وقت مجھ پر بھیجا تھا۔

(ص ۲۵۷/۱ جواھر البحار)

فقط اک ذات ہے مصطفٰے کی جو کہ محشر میں بھی کام آئے
کوئی انسان ورنہ کسی کا حشر تک ساتھ دیتا نہیں ہے

۱۲ جو مجرم نار دوزخ میں داخل ہو جائیں گے انہیں حضور وہاں سے نکلوا کر جنت میں داخل کریں گے چنانچہ حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا الہ الا اللہ کہنے والے بعض لوگ اپنے شامت اعمال کی بنا پر جہنم میں جائیں گے۔ ایک دن ایسا اتفاق ہو

گا کہ یہودی نصرانی اور بُت پرست لوگ اِن مُسلمانوں کو جہنم میں دیکھ کر کہیں گے اے لوگو تمہارا لا الہ الا اللہ کہنا آج تمہارے کچھ بھی کام نہ آیا۔ ہم بُت پرست اور تم خدا پرست برابر آج آگ میں جل رہے ہیں۔ پس برابر ہو گیا لا الہ الا اللہ کہنا اور بُت پرستی کرنا اور برابر ہو گئی خدا کی عبادت اور بتوں کی پرستش۔ جب یہ کلام کفار کے مُنہ سے نکلے گا فوراً دریائے رحمتِ الٰہی جوش میں آئے گا اور خدا تعالےٰ غضبناک ہو کر فرمائے گا آج کفار نے ہمیں بتوں کے برابر کر دیا اور توحید اور شرک کو یکساں بنا دیا۔ اے جبریل جلدی جاؤ اور دیکھو کہ جہنم میں گناہگار مُسلمانوں کا کیا حال ہے۔ جبریل عرض کریں گے الٰہی تو خوب جانتا ہے جو کچھ ان کا حال ہے لیکن اِن قیدیوں کی طرف نظرِ رحمت کا سبب کیا ہے۔ ارشاد ہوا اے جبریل آج بُت پرستوں نے ہمیں بتوں کے برابر کر دیا ہے اور کافروں نے مسلمانوں کو لا الہ الا اللہ کام نہ آنے کا طعنہ دیا ہے۔ اے جبریل یہ سُن کر ہمارا دریائے رحمت جوش پر آیا ہے اور اب وہ وقت قریب آگیا ہے کہ گنہگار مسلمان بخش دیئے جائیں۔ حضرت جبریل یہ سُن کر دوزخ کی طرف روانہ ہوں گے۔ مالکِ جہنم آپ کو آتا دیکھ کر اپنے لوہے کے منبر سے اُترے گا اور [illegible] گا آپ کا یہاں آنا کیسے ہوا۔ حضرت جبریل فرمائیں گے اے مالک بتا دوزخ میں مصطفےٰ کی اُمت کے گنہگاروں کا کیا حال ہے۔ مالک عرض کرے گا آپ ان کا کیا حال پوچھتے ہیں اِن

کی حالت بُری نہیں ہے۔ بڑے تنگ مکان میں مقید ہیں۔ آگ نے اِن کے جسم جلا ڈالے ہیں۔ ہڈیاں سوختہ کر دی ہیں۔ صرف اِن کے دِل اور زبان باقی ہے کہ وہ ایمان کی جگہ تھے باقی سب کچھ جل گیا۔ جبریل فرمائیں گے جلدی حجاب ہٹا دے دَروازہ کھول دے کہ میں اپنی آنکھوں سے اِن کا حال دیکھوں۔ مجھے ربّ العزت نے فرمایا ہے کہ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آؤ۔ مالکِ جہنم دَروازہ کھول دے گا سَرپوش ہٹائے گا حضرت جبریل دوزخ میں جاکر دیکھیں گے کہ لوگ بڑی بُری حالت میں ہیں۔ جب دوزخی حضرات جبریل کو دیکھیں گے تو مالک سے پوچھیں گے یہ کون سا فرشتہ ہے ہم نے آج تک ایسا خوبصورت فرشتہ دیکھا نہیں وہ کہے گا یہ جبریل ہے جو وحی لے کر جاتے تھے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف حضور کا نام سُن کر دوزخی شور و غل مچائیں گے پھر رو رو کر عرض کریں گے جبریل علیہ السلام ہمارا سَلام ہمارے نبی محترم کو پہنچا دیں اور ان سے کہنا کہ ہم نہایت سخت عذاب میں مبتلا ہیں۔ آپ ہماری شفاعت کیجئے۔ حضرت جبریل گنہگاروں سے وعدہ فرمائیں گے کہ میں ضرور تمہاری حَالت زار تمہارے نبی تک پہنچاؤں گا۔ جب وہاں سے رُخصت ہو کر جبریل اپنے مقام میں آئیں گے تو ارشاد ربّ العزت ہو گا اے جبریل اُمت محمدیہ کا کیا حال ہے عرض کریں گے یا اللہ تو بہتر جانتا ہے۔ وہ نہایت تنگ حَال اور بڑے سخت عذاب میں ہیں۔ ہم کلامی کی لذت میں جبریل امت محمدیہ کے سَاتھ کیا گیا وعدہ بھول جائیں گے۔ آخر خدا

یاد دلائے گا جبریل عرض کریں گے ہاں میں نے اِن سے وعدہ کیا تھا تمہارا سلام نبی کی بارگاہ میں پہنچاؤں گا اور جو عذاب کی تکلیف ہے وہ بھی اِن کو بتاؤں گا۔

ارشاد ہوگا جبریل جاؤ آپ کو اطلاع دو۔ حضرت جبریلؑ حضور کی خدمت میں آئیں گے آپ اس وقت ایک موتی کے محل میں ہوں گے جبریل رو رو کر عرض کریں گے میں آپ کی اُمت کے پاس سے آیا ہوں جو جہنم کے عذاب میں گرفتار ہے اُنہوں نے آپ کو رو رو کر سلام کہا ہے اور عرض کی ہے کہ ہماری خبر لیجئے۔ حضور سنتے ہی لبیک لبیک اُمتی کہتے ہوئے عرش کے نیچے حاضر ہوں گے اور سجدے میں گر جائیں گے اور خدا کی وہ حمد و ثنا بیان کریں گے جو کسی نے بھی نہ کی ہو گی۔ سات دن کی مدت کے بعد حکم ہوگا اے نبی سر اُٹھاؤ مانگو کیا مانگتے ہو شفاعت کرو قبول ہو گی یہ سُن کر حضور اُمتی اُمتی کہیں گے۔ اللہ فرمائے گا جس نے ایک دفعہ لا الہ الا اللہ کہا ہے جاؤ اس کو جہنم سے نکال لاؤ۔

تہ عرش سجدے میں سر کو جھکایا ۔ بکھر کر زلفوں نے یہ رنگ لایا
خدا نے نبی سے یہ کہہ کر اُٹھایا ۔ کہ پیارے تیرے گیسو کیا مانگتے ہیں
محمد نے رو کر کہا یا الٰہی ۔ مانگتی ہے میرے گیسوؤں کی سیاہی
گنہگار اُمتی کی کرئے رہائی ۔ یہ گیسو میرے اے خدا مانگتے ہیں
خدا نے کہا نہ گھبرا محمد ۔ میرے سامنے عرش پر آیا محمد
تو چاہے جسے بخشوا یا محمد ۔ کہ پیارے تیری ہم رضا چاہتے ہیں

حضورؑ علیہ السّلام شفاعت کی اجازت حاصل کر لینے کے بعد اہلِ جنت کو اطلاع کر دیں گے۔ اے لوگو محمد رسول اللہ نے شفاعت کا دروازہ کھلوایا ہے۔ اے اہلِ جنت تم میرے ساتھ چلو اور جس کو تم پہچان لو اِس کو میرے ساتھ چل کر جہنم سے نکال لو۔ یہ اعلان سن کر بہت سے مخلوق آپ کے ساتھ ہو جائے گی۔ حضورؑ ان کو ساتھ لے کر جہنّم کی طرف شفاعت کے لیے تشریف لے جائیں گے۔ یہ وہ مبارک مجمع ہو گا کہ چشم فلک نے ایسا اجتماع کبھی دیکھا نہ ہو گا۔ مالک جہنم حضور کے لیے کھڑا ہو جائے گا۔ حضور رو رو کر فرمائیں گے۔ مالک بتا میری اُمت کا تو نے کیا حال کیا انہیں کیا کیا عذاب دیا۔ مالک عرض کرے گا یا حضرت وہ تو نہایت عذاب اور تکلیف میں مبتلا ہیں۔ حضورؑ فرمائیں گے اے مالک جہنم کا دروازہ جلد کھول دے تاکہ میں اپنی آنکھوں سے ان کا حال دیکھ لوں۔ مالک جہنم کا سرپوش اُٹھالے گا جس وقت حضورؑ کے حُسن باکمال کو دیکھیں گے چلّا کر کہیں گے۔

یَا مُحَمَّدُ اَحْرَقَتِ النَّارُ جُلُوْدَنَا وَاَکْبَادَنَا وَوُجُوْدَنَا۔

آگ نے ہماری کھال جگر اور جسم جلا دیئے۔

حضور ملائکہ کو حکم دیں گے ان کو جہنم سے باہر نکالو۔ یہ سُن کر فرشتے بے شمار مسلمانوں کو دوزخ سے باہر نکالیں گے وہ لوگ کوئلے کی طرح جل کر سیاہ ہو چکے ہوں گے۔ اب کہاں جنت اور کہاں یہ

سوختہ جان۔ حضورؐ عرض کریں گے یا اللہ یہ لوگ اس قابل نہیں کہ میں ان کو جنّت میں لے جاؤں۔ ارشاد ہوگا ہم نے ان کو دوزخ میں جلا کر کوئلہ بنا دیا ہے۔ ہم ہی ان کو جنّت کے قابل بنائیں گے۔ رضوانِ جنّت کو حکم ہوگا نہرِ حیات کا رُخ ادھر موڑ دو۔ حکمِ الٰہی سے رضوانِ جنّت نہر الحیات کو جہنم کے دروازے کے قریب بھیج دے گا۔ حضورؐ فرمائیں گے ان جلے ہوئے لوگوں کو اس میں ڈال دو۔ فرشتے ان کو اس نہر میں ڈال دیں گے۔ تھوڑے عرصے کے بعد ایک ایک سوختہ اور کوئلہ چودھویں رات کا چاند بن کر باہر نکلے گا اور پیارے نبی کی شفاعت سے دوزخ سے آزاد ہو کر ابدالآباد کے لیے جنّت میں آباد ہو جائیں گے اور زبانِ حال سے کہیں گے

نوح کو بھی موج طوفان سے کنارا مل گیا
حضرت موسیٰ کو بھی لُطفِ نظارہ مل گیا
الغرض ہر ایک بیچارے کو چارہ مل گیا
ہم غریبوں کو محمّد کا سہارا مل گیا

جب کفار بُت پرست گنہگار مسلمانوں کو جنّت کی طرف جاتے ہوئے دیکھیں گے تو اس وقت تمنا کریں گے کاش ہم بھی لا الہ الا اللہ کہہ لیتے تو آج ضرور بخش دیئے جاتے۔

خُدا تعالےٰ فرماتا ہے۔

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ

ترجمہ: بہت سے کافر اُس وقت تمنا کریں گے کاش ہم بھی مسلمان ہو جاتے۔ (ص۱۰۱ احسن)

۵۔ تخفیفِ عذاب کے لیے شفاعت:

کفار کے حق میں تخفیف عذاب کے واسطے آپ کی شفاعت قبول کی گئی ہے۔ چنانچہ مسلم شریف میں ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالے عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ آپ نے اپنے چچا ابو طالب کو کیا نفع پہنچایا۔ خدا کی قسم وہ آپ کی حمایت کرتا تھا اور آپ کے لیے کافروں سے لڑتا تھا۔ حضور نے فرمایا میں نے اسے یہ فائدہ پہنچایا کہ

وَجَدْتُهٗ فِیْ غَمَرَاتٍ مِّنَ النَّارِ فَاَخْرَجْتُهٗ اِلٰی ضَحْضَاحٍ۔

ترجمہ: میں نے اسے سراپا آگ میں ڈوبا پایا تو میں نے کھینچ کر ٹخنوں تک کی آگ میں کر دیا۔

ایک روایت میں

لَوْلَا اَنَا لَكَانَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ۔

ترجمہ: اگر میں نہ ہوتا تو وہ دوزخ میں سب سے نچلے گڑھے میں ہوتا۔ (ص ۸۲/۴ بخاری)

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ

ثوبیہ ابولہب کی کنیز تھی جسے اس نے آزاد کر دیا تھا۔ اس نے حضور کو دودھ بھی پلایا تھا۔ ابولہب کے مرنے کے بعد حضرت عباس نے اسے بہت بُری حالت میں دیکھا اور اِس سے پوچھا کہ مرنے کے بعد تیرا کیا حال ہے۔ ابولہب نے کہا تم سے جُدا ہو کر میں نے کوئی راحت نہیں پائی سوائے اِس کے کہ میں تھوڑا سا سیراب کیا جاتا ہوں۔ اس لیے کہ میں نے (حضور علیہ السّلام کی پیدائش کی خوشی میں) ثوبیہ کو آزاد کیا تھا۔ (صـ ۸۲/۲ بخاری)

اعتراض اول: خدا تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے لَا یُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ۔ کافروں سے عذاب ہلکا نہ کیا جائے گا۔ ابولہب کافر تھا اِس کے حق میں تخفیف عذاب کیونکر مقصود ہو سکتی ہے؟

الجواب: امام قرطبی نے فرمایا یہ تخفیف عذاب ابولہب کے ساتھ خاص ہے اور اِس شخص کے ساتھ جس کے حق میں تخفیف عذاب کی نص وارد ہوئی ہے۔ (صـ ۱۱۹/۹ فتح الباری)

اعتراض دوم: غیر مُسلم کا خواب حجت نہیں جس پر یقین کر لیا جائے۔

الجواب: اِس میں شک نہیں کہ غیر مُسلم کا خواب حجت نہیں لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ غیر مُسلم کا خواب سچا ہو سکتا ہے چنانچہ حضرت یوسف علیہ السّلام کے دو ساتھی جو کافر تھے

اُنہوں نے خواب دیکھے اور حضرت یوسف علیہ السّلام نے اِن کی تعبیریں بیان فرمائیں اور وہ بالکل سچی اور صحیح ثابت ہوئیں اور ان دونوں آدمیوں کا کافر ہونا اِس اَمر سے ظاہر ہے کہ خواب سُننے کے بعد یوسف علیہ السّلام نے انہیں ایمان و توحید کی دعوت دی لہٰذا حضرت عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا وہ خواب جو اُنہوں نے کفر کے زمانے میں دیکھا تھا سچّا ہو سکتا ہے۔

اعتراض سوم:۔ ابولہب نے تخفیف عذاب کی خبر عالم برزخ سے دی اور عالمِ برزخ میں کافر کی خبر کا اعتبار نہیں۔

الجواب:۔ جب کافر کو قبر میں رکھا جاتا ہے اور نکیرین اس سے سوال کرتے ہیں۔ تیرا رب کون ہے تو وہ کہتا ہے ہاہ ہاہ میں نہیں جانتا پُوچھا جاتا ہے تیرا دین کیا ہے۔ کہتا ہے ہاہ ہاہ میں نہیں جانتا۔ پھر سوال ہوتا ہے وہ شخص کون ہے جو تم میں بھیجا گیا وہ کہتا ہے ہاہ ہاہ میں نہیں جانتا۔ اگر عالم برزخ میں کافر کی خبر کا اعتبار نہیں تو فرشتوں کو کہنا چاہیئے کہ یہ کافر جانتا ہے لیکن جان بُوجھ کر نہیں بتاتا لہٰذا اِس کی قبر میں جنت کا فرش بچھادو۔ یہ سب کچھ جانتا ہے بلکہ اِس کے برخلاف اس کافر کی خبر کا اعتبار کر کے اِس کی قبر میں آگ کا فرش بچھا دیا جاتا ہے۔

۶: روضہ اقدس کی حاضری دینے والے کی شفاعت :

حضور علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا۔

مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ ۔

ترجمہ: جس نے میری قبر کی زیارت کی اس پر میری شفاعت واجب ہو گئی۔

ایک اور حدیث میں ہے۔

مَنْ جَاءَنِیْ زَائِرًا لَا تَعْمَلُهٗ حَاجَةٌ اِلَّا زِیَارَتِیْ کَانَ حَقًّا عَلَیَّ اَنْ اَکُوْنَ لَهٗ شَفِیْعًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ ۔

ترجمہ: جو خالص میری زیارت کو آئے اور اسے سوائے اس کام کے دُوسرا کوئی کام نہیں مجھ پر حق ہے کہ قیامت کے دِن میں اس کا شفیع بنوں۔ (جذب القلوب ص ۲۱۹)

۷: اھلِ مدینہ کی شفاعت :

سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

مَنْ مَاتَ فِی الْمَدِیْنَةِ کُنْتُ لَهٗ شَفِیْعًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ ۔ (ص ۳۷ جذب القلوب)

ترجمہ: جو مدینہ میں مرے گا قیامت کے دِن میں اس کی شفاعت کروں گا۔

ایک اور حدیث میں ہے۔

مَنِ اسْتَطَاعَ اَنْ یَّمُوْتَ بِالْمَدِیْنَةِ فَلْیَمُتْ
فَمَنْ مَاتَ بِالْمَدِیْنَةِ کُنْتُ لَهٗ شَفِیْعًا وَشَهِیْدًا

ترجمہ: جس کسی سے ہو سکے وہ مدینہ میں مرے۔ جو شخص مدینہ میں مرے گا میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا اور اس کا گواہ ہوں گا۔

۱۔ جنکی نیکیاں اور بدیاں برابر ہونگی

جنت اور دوزخ کے درمیان ایک دیوار ہے جسے اعراف ... ہے اس مقام پر وہ لوگ ہونگے جن کی نیکیاں اور گناہ برابر ہوں گے۔ نیکیاں زیادہ نہ ہونے کی بنا پر وہ جنت میں داخل نہ ہو سکیں گے اور گناہ زیادہ نہ ہونے کی بنا پر وہ دوزخ میں داخل نہ کیے جائیں گے۔ جب اللہ تعالےٰ ان کو جنت میں داخل فرمانا چاہے گا تو نبی کریم ان کی شفاعت فرمائیں گے اور وہ جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

کون کون شفاعت کرے گا

۱۔ انبیائے کرام مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السّلام۔

حضرت حذیفہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن حضرت ابراہیم علیہ السّلام خدا تعالےٰ کی بارگاہ میں عرض کریں گے اے میرے رب خدا تعالےٰ فرمائے گا لبیک حضرت ابراہیم

عرض کریں گے یا اللہ میری اولاد جل گئی۔ اللہ فرمائے گا جس کے دل
میں ذرہ بھر ایمان ہے اس کو دوزخ سے نکال لو (ص ۲۳۶/۹ ابن حبان)

۲۔ فرشتے مثلاً حضرت میکائیل علیہ السلام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل سے پوچھا جو نماز یا غیر نماز
میں سبحان ربی الاعلیٰ کہے اس کے لیے کیا ثواب ہے۔ عرض کی
اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو سجدہ یا غیر سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ کہے
گا تو اس کا نیکیوں والا پلڑہ عرش و کرسی اور پہاڑوں سے بھاری
ہو جائے گا اور اس کی ادائیگی پر خدا فرماتا ہے۔ میرے بندے نے سچ
فرمایا میں ہر چیز سے اعلیٰ ہوں اور مجھ سے اعلیٰ کوئی شے نہیں اے فرشتو
گواہ ہو جاؤ میں نے اس بندے کو بخش دیا اور میں نے اسے جنت میں
داخل کر دیا۔ جب وہ بندہ مرجاتا ہے تو میکائیل روزانہ اس کی قبر کی
زیارت کرتا ہے اور قیامت کے دن اسے اپنے پروں پر بٹھا کر اسے
خدا کی بارگاہ میں لے جائے گا اور خدا کی بارگاہ میں اس بندے کی
شفاعت کرے گا۔ اللہ فرمائے گا میں نے تیری شفاعت قبول کی
جاؤ اسے جنت میں لے جاؤ۔ (ص ۱۴/۲۰ تفسیر قرطبی)

۳۔ صحابہ کرام مثلاً صدیقِ اکبر کی شفاعت:

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کی بارگاہ میں موجود تھے۔ آپ نے فرمایا ابھی تمہارے پاس ایک شخص
آئے گا کہ اللہ تعالےٰ نے میرے بعد اس سے بڑھ کر کوئی آدمی پیدا نہیں

کیا اور اسے نبیوں کی طرح مرتبہ شفاعت حاصل ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد صدیق اکبر تشریف لائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بوسہ دیا اور بغلگیر ہوئے۔

(ص ۱۲۰/۱ الریاض النضرہ)

بھلا کون رتبے میں ہمسر ہو ان کا
ملا جن کو صدیق نام اللہ اللہ

ب: حضرت عثمان کی شفاعت

حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

یَشْفَعُ عُثْمَانُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ فِیْ سَبْعِیْنَ اَلْفًا عِنْدَ الْمِیْزَانِ مِنْ اُمَّتِیْ مِمَّنِ اسْتَوْجَبُوْا النَّارِ۔

(ص ۱۴۲/۲ الریاض النضرہ)

ترجمہ: حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ قیامت کے دِن میری اُمت کے لیے ستر ہزار آدمیوں کی شفاعت فرمائیں گے جن پر جہنم واجب ہو چکی ہو گی۔

ج: حضرت صلہ کی شفاعت۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

یَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ رَجُلٌ یُقَالُ لَہٗ صِلَةٌ یَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَتِہٖ کَذَا وَکَذَا۔ (ص ۲۰/۲ الاصابہ)

ترجمہ: میری اُمت میں ایک آدمی ہو گا جس کو صِلہ کہا جائے گا اِس کی شفاعت سے ہزاروں لوگ جنت

میں داخل ہوں گے۔

۴۔ **شہداء کی شفاعت:**

حضرت کعب الاحبار فرماتے ہیں۔ دمشق کے قبرستان

يُبْعَثُ مِنْهَا سَبْعُوْنَ اَلْفَ شَهِيْدًا يَشْفَعُ
كُلُّ اِنْسَانٍ مِنْهُمْ فِيْ سَبْعِيْنَ۔ (ص ۲۶۴/۱ ابن عساکر)

ترجمہ: ستر ہزار شہید اُٹھیں گے جن میں سے ہر ایک ستر آدمیوں کی شفاعت کرے گا۔

۵۔ **عالم دین کی شفاعت:**

حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ قیامت کے دن جب عالم ربانی اور عابد پل صراط پار کرتے وقت ایک جگہ جمع ہوں گے تو عابد سے کہا جائے گا جنت میں داخل ہو جا اور اپنی عبادت کے صلے میں وہاں کی نعمتوں سے لطف اندوز ہو جا اور عالم دین سے کہا جائے گا یہاں ٹھہر جاؤ اور جس کی چاہو شفاعت کرو جس کی شفاعت کرو گے قبول کی جائے گی وہ انبیاء کی طرح مقامِ شفاعت پر فائز کیا جائیگا۔

(ص ۱۳۶/۱۰ کنزالعمال)

۶۔ **حافظ قرآن کی شفاعت:**

حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

مَنْ قَرَاءَ الْقُرْآنَ فَحَفِظَهٗ وَاسْتَظْهَرَهٗ

اَدْخَلَہُ اللّٰہُ الْجَنَّۃَ وَشَفَّعَہُ اللّٰہُ فِیْ عَشْرَۃٍ کُلُّھُمْ قَدْ وَجَبَتْ لَھُمُ النَّارَ ۔

(ص ۳۶۲/۲ ابنِ عساکر) (ص ۱۹ ابن ماجہ)

ترجمہ: جس نے قرآن پڑھا پس اسے حفظ کیا اور یاد رکھا اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا اور اللہ تعالیٰ اس کی شفاعت ایسے دس آدمیوں کے حق میں قبول فرمائے گا جن پر جہنم واجب ہو چکی ہو گی ۔

۷ قرآن کی شفاعت :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔

اِقْرَؤُا الْقُرْاٰنَ فَاِنَّہٗ یَاتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ شَفِیْعًا لِاَصْحَابِہٖ ۔

ترجمہ: قرآن پڑھا کرو ۔ قرآن روزِ قیامت اپنے پڑھنے والے کی شفاعت کرے گا ۔

۸ مؤذن کی شفاعت :

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔

مَنْ اَذَّنَ سَنَۃً لَا یَطْلُبُ عَلَیْہِ اَجْرًا دُعِیَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَوُقِفَ عَلٰی بَابِ الْجَنَّۃِ فَقِیْلَ لَہٗ اِشْفَعْ لِمَنْ شِئْتَ (ص ۶۸۲/۴ کنز العمال)

ترجمہ: جس نے ایک سال تک اذان دی اس پر کسی اجر

کا مطالبہ نہ کیا اسے قیامت کے دن بلایا جائے گا اور جنت کے دروازے پر کھڑا کیا جائے گا اور کہا جائے گا جس کی تو چاہے شفاعت کر۔

۹ کعبہ کی شفاعت :

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے فرشتے کعبہ کو دلہن کی طرح سجا کر میدانِ محشر میں لے جائیں گے راستے میں قبرِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے گزر ہو گا۔ کعبہ حضور کو سلام کہے گا السلام علیک یا محمد حضورؐ جواب دیں گے وعلیکم السلام یا بیت اللہ۔ تیرے ساتھ میری امت نے کیا سلوک کیا۔ کعبہ عرض کرے گا جو میری زیارت کے لیے آئے آج میں ان کی شفاعت کروں گا اور جو کسی وجہ سے نہ آسکے ان کی شفاعت آپ فرما دیں۔

(ص ۲۶۳/۱ تفسیر عزیزی)

۱۰ حاجی کی شفاعت :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

اَلْحَاجُّ يَشْفَعُ فِیْ اَرْبَعِمَائَةٍ مِنْ اَهْلِ بَيْتِهٖ وَيَخْرُجُ مِنْ ذُنُوْبِهٖ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ۔

ترجمہ : حاجی اپنے گھر والوں میں چار سو کی شفاعت کرے گا اور گناہوں سے ایسا پاک ہو جائے گا جیسے ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتے وقت تھا۔ (ص ۱۴/۵ کنز العمال)

۱۱۔ حضرت انس بن مالک سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب بندہ چالیس سال کا ہو جاتا ہے تو اللہ تعالےٰ اسے تین بلاؤں سے امن دیتا ہے۔ جنون، جذام اور برص۔ جب پچاس سال کا ہو جاتا ہے تو اللہ تعالےٰ اس کے حساب میں آسانی کرتا ہے جب ساٹھ سال کا ہوتا ہے تو اللہ تعالےٰ اسے اپنی طرف رجوع کی توفیق دیتا ہے۔ جب ستر برس کا ہو جاتا ہے تو اللہ تعالےٰ اور اہلِ آسمان اس سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں۔ جب اسی سال کا ہو جاتا ہے تو اللہ تعالےٰ اس کی نیکیاں قائم رکھتا ہے اور گناہ مٹا دیتا ہے اور جب نوے سال کا ہو جاتا ہے تو اللہ تعالےٰ اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیتا ہے اور اپنے گھر والوں کے حق میں اس کی شفاعت قبول فرما لیتا ہے۔

(ص ۸۹/۲ مسند امام احمد، ص ۱/۳ تاریخ بغداد)

دو اہلِ قبور کو عذاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ تعالیٰ عنہما عَنِ النَّبِیِّ
اَنَّهٗ مَرَّ بِقَبْرَیْنِ یُعَذَّبَانِ فَقَالَ
اِنَّهُمَا لَیُعَذَّبَانِ وَمَا یُعَذَّبَانِ فِیْ کَبِیْرٍ اَمَّا
اَحَدُهُمَا فَکَانَ لَا یَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ وَاَمَّا
الْاٰخَرُ فَکَانَ یَمْشِیْ بِالنَّمِیْمَةِ ثُمَّ
اَخَذَ جَرِیْدَةً رَطْبَةً فَشَقَّهَا بِنِصْفَیْنِ ثُمَّ
غَرَزَ فِیْ کُلِّ قَبْرٍ وَاحِدَةً فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
لِمَ صَنَعْتَ هٰذَا فَقَالَ لَعَلَّهٗ اَنْ یُّخَفَّفَ
عَنْهُمَا مَالَمْ یَیْبَسَا ۔ (بخاری شریف)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں ۔

فَسَمِعَ صَوْتَ اِنْسَانَیْنِ یُعَذَّبَانِ فِیْ
قُبُوْرِهِمَا ۔

ترجمہ : حضرت عبداللہ ابن عباس سے مروی ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں پر گزرے جن میں عذاب ہو رہا تھا۔ فرمایا ان دونوں آدمیوں کو عذاب دیا جا رہا ہے اور عذاب کسی دشوار بات میں نہیں ہو رہا۔ ان میں سے ایک تو پیشاب سے نہ بچتا تھا اور دوسرا چغلی کیا کرتا تھا۔ پھر ایک تر شاخ لے کر اس کو آدھا آدھا چیرا۔ ہر قبر پہ ایک ایک کو گاڑ دیا۔ صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ آپ نے یہ کیوں کیا۔ فرمایا کہ جب تک یہ ٹکڑے خشک نہ ہوں گے ان دونوں شخصوں سے عذاب میں کمی کی جائے گی۔

دوسری روایت کے الفاظ کا ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں انسانوں کی آواز سنی کہ ان دونوں کو انکی قبروں میں عذاب ہو رہا ہے۔

اب اس حدیث سے ثابت شدہ فوائد بیان کیے جاتے ہیں

فائدہ ۱: اس حدیث میں ایک لطیف اشارہ پایا جاتا ہے اور وہ یہ کہ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے ساتھ تھے۔ حضور علیہ السلام نے ہر دو معذب انسانوں کی آواز سن کر صحابہ کرام کو بتایا۔ پھر اسباب عذاب کا اظہار فرما کر گویا اس امر کی طرف اشارہ فرما دیا کہ اے میرے صحابہ عالم دنیا میں اس وقت

میں تمہارے ساتھ ہوں مگر یہ نہ سمجھنا کہ میں اسی عالم میں صرف تمہارے ہی ساتھ ہوں۔ اِس کے علاوہ کسی عالم میں کسی کے ساتھ نہیں بلکہ دُنیا میں تمہارے ساتھ ہونے کے باوجود عالم برزخ میں برزخ والوں کے ساتھ بھی ہوں اور ان کے حال سے خبردار ہوں اور اِن کے دُکھ درد میں اِن کا حامی اور مددگار ہوں۔ نیز یہ کہ جس طرح دُنیا میں رہ کر اہلِ برزخ سے دُور نہیں۔ اِسی طرح جب برزخ میں جلوہ گر ہوں گا تو تم سے دُور نہ ہوں گا۔ تمہارے حال سے بھی اِسی طرح باخبر رہوں گا جیسے اب اہلِ برزخ کے حالات سے باخبر ہوں اور تمہارے دُکھ درد میں ایسے ہی تمہارا حامی و مددگار رہوں گا جیسے دُنیا میں رہ کر برزخ والوں کا حامی اور مددگار ہوں اعلیٰحضرت فاضل بریلوی نے اِسی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔

فریاد اُمتی جو کرے حالِ زار میں

ممکن نہیں کہ خیر بشر کو خبر نہ ہو

فائدہ ۲: رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ میں ہر وقت ہر عالم کے مناسب حیات پائی جاتی ہے۔ حضور اگر دُنیا میں ہوں تو دُنیا برزخ اور آخرت تینوں جہانوں کے مناسب حیات سے متصف ہیں۔ اِسی طرح برزخ میں رونق افروز ہوں تو برزخ، دُنیا اور آخرت کے لائق حیات کے حامل ہوں گے اور جب آخرت میں جلوہ گر ہوں گے تب بھی ایسے ہی حیات سے

متصف ہوں گے جو ہر حال کے حسبِ حال ہو۔

اللہ تعالےٰ نے باقی مخلوق کو خاص ماحول کے مناسب حیات بخشی ہے۔ چنانچہ پانی کی مخلوق آگ میں اور ہوا کی مخلوق پانی میں زندہ نہیں رہ سکتی حتیٰ کہ جبریئل کے لیے بھی ایک مخصوص ماحول سے آگے زندہ رہنا ممکن نہیں اسی لیے اُنہوں نے معراج کی رات عرض کیا کہ میں اگر سدرہؔ سے آگے بڑھوں تو جل کر خاک ہو جاؤں مگر انبیاء علیہم السّلام خصوصًا حضرت محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو ایسی حیات کاملہ جامعہ عطا فرمائی گئی جو ہر عالم کے ہر ماحول سے پوری طرح مناسبت رکھتی ہے۔

رسُولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم عالمِ دُنیا میں تشریف فرما تھے اور قبروں والوں کو عالمِ برزخ میں عذاب ہو رہا تھا آپ نے اِن کی آواز اپنے کانوں سے سُنی پھر یہ بھی بتایا کہ اِن دونوں کو عذاب کس وجہ سے ہو رہا ہے۔ معلوم ہوا کہ حضور جیسے دُنیاوی حیات سے متصف ہیں اسی طرح برزخ والوں کی حیات سے بھی متصف ہیں ورنہ اُس عالم کی آوازوں کو سُننا اور وہاں کے حقائق و رموز کا جاننا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ پھر کھجور کی شاخ کے دو ٹکڑے دونوں قبروں پر رکھ کر اِن کی تسبیح کی وجہ سے قبروں والوں کے عذاب میں تخفیف کا اظہار فرمانا اپنے عمل سے انہیں فائدہ پہنچانا ہے۔ اہلِ برزخ سے یہ علم و عمل کا رابطہ اِس اَمر کی روشن دلیل ہے کہ برزخ والوں کی

حیات بھی آپ کی ذاتِ ستودہ صفات میں پائی جاتی ہے۔

اِس کے بعد عالمِ آخرت کی طرف آئیے تو آپ کو معلوم ہو گا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دنیاوی حیات میں جس طرح عالمِ برزخ کی حیات کے حامل تھے اِسی طرح عالمِ آخرت کی حیات بھی آپ کی ذاتِ مقدسہ میں پائی جاتی تھی۔ شبِ معراج حضور کا آسمانوں پر جلوہ گر ہونا، انبیاء علیہم السّلام سے مُلاقات کرنا اور سفرِ معراج میں تمام پیش آنے والے واقعات اس امر کی روشن دلیل ہیں کہ آپ اِس دُنیاوی حیات کے ضمن میں اُخروی حیات سے بھی متصف تھے۔ مختصر یہ کہ جس طرح عالمِ دُنیا میں آپ برزخ و آخرت کی حیات سے خالی نہ تھے اسی طرح اب عالمِ برزخ میں دُنیاوی حیات سے بھی خالی نہیں۔ نتیجہ یہ نِکلا کہ آپ حیاتِ حقیقی جسمانی کے ساتھ زندہ ہیں۔

اعلیٰحضرت فاضل بریلوی نے فرمایا۔

تُو زندہ واللہ تو زندہ واللہ
میرے چشمِ عالم سے چھُپ جانیوالے

فائدہ ۲: نبی کریم نے تر شاخیں قبروں پر رکھ کر انکو تخفیف عذاب کا باعث قرار دیا اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تخفیف عذاب کا سبب صِرف وہ شاخیں تھیں یا کچھ اور اگر صِرف شاخوں کو قرار دیا جائے تو سُوکھنے کے بعد بھی شاخوں

کا قبر پر ہونا باعث تخفیف عذاب ہونا چاہیئے حالانکہ ایسا نہیں معلوم ہوا کہ تخفیف عذاب کا سبب صرف وہ شاخیں ہی نہیں بلکہ ان کی وہ تسبیح ہے جو وہ پڑھتی ہیں کیونکہ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ ہر چیز اللہ کی تسبیح کرتی ہے اور چونکہ شاخوں کا سوکھ جانا اِن کی موت ہے اور موت سے تسبیح موقوف ہو جاتی ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ تخفیف عذاب کا سبب شاخوں کی تسبیح ہے۔ جب شاخوں کی تسبیح باعث تخفیف عذاب قبر ہے تو بندوں کی تسبیح بھی باعث تخفیف عذاب قبر ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی وفات ہوئی تو ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اِن کی نمازِ جنازہ پڑھی پھر ان کو قبر میں اُتار کر اِن پر مٹی ڈال دی گئی۔ بعد ازاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر و تسبیح پڑھی۔ ہم نے بھی آپ کے ساتھ پڑھنا شروع کر دیا۔ دیر تک پڑھتے رہے۔

فَقِیْلَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ لِمَ سَبَّحْتَ ثُمَّ کَبَّرْتَ قَالَ لَقَدْ تَضَایَقَ عَلٰی ھٰذَا الْعَبْدِ الصَّالِحِ قَبْرُہٗ حَتّٰی فَرَّجَہُ اللّٰہُ عَنْہُ۔

(مشکوٰۃ باب اثبات عذاب القبر)

ترجمہ: کسی نے عرض کیا یارسول اللہ آپ نے تسبیح و تکبیر کیوں پڑھی۔ فرمایا اس نیک بندے پر اس کی قبر تنگ ہو گئی تھی۔ ہماری تسبیح و تکبیر کے سبب اللہ نے اس کو فراخ کر دیا ہے۔

اس حدیث کی شرح بیان کرتے ہوئے مُلا علی قاری نے لکھا ہے۔

وَمِنْ ثُمَّ اَفْتٰی الْاَئِمَّةُ مِنْ مُتَاخِرِیْنَ اَصْحَابِنَا بِاَنَّ مَا اعْتِیْدَ مِنْ وَضْعِ الرَّیْحَانِ وَالْجَرِیْدِ سُنَّةٌ لِهٰذَا الْحَدِیْثِ۔ (ص۲۵۱ مرقاۃ)

ترجمہ: ہمارے بعض متاخرین اصحاب نے اس حدیث کی وجہ سے فتویٰ دیا ہے کہ خوشبو پھول اور شاخ قبر پر رکھنے کی عادت سُنت ہے۔

فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم میں ہے۔

وَضْعُ الْوُرُوْدِ وَالرَّیَاحِیْنِ عَلَی الْقُبُوْرِ حَسَنٌ۔

ترجمہ: قبروں پر پھول اور خوشبو رکھنا اچھا ہے۔

نتیجہ یہ نکلا کہ ہر سبز چیز ہر مُسلمان کی قبر پر رکھنا جائز اس تسبیح سے میت کے عذاب میں کمی ہوتی ہے اور نیک آدمی کی قبر پر رکھی جائے تو اس کے درجات میں ترقی کا باعث بنتی ہے کیونکہ جو اعمال گنہگار کے لیے دفع مصیبت کرتے ہیں وہ صالحین کے لیے

بلندی درجات کا فائدہ دیتے ہیں۔

مُلّا علی قاری نے حدیث زیر بحث کے تحت لکھا ہے۔

وَاسْتَحَبَّ الْعُلَمَاءُ قِرَأَةَ الْقُرْآنِ عِنْدَ الْقَبْرِ لِهٰذَا الْحَدِيْثِ اِذْ تِلَاوَةُ الْقُرْآنِ اَوْلٰی بِالتَّخْفِيْفِ مِنْ تَسْبِيْحِ الْجَرِيْدِ۔ (ص ۳۵۱/۱ مرقاۃ)

ترجمہ؛ اس حدیث سے علمار نے قبر کے قریب تلاوتِ قرآن کو مستحب قرار دیا ہے اس لیے کہ قرآن کی تلاوت شاخ کی تسبیح سے زیادہ تخفیف عذاب کا باعث ہے۔

اور قبر کے قریب قرأت قرآن کا کیا فائدہ ہے۔ اس کے لیے امام جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ مَرَّ عَلَى الْمَقَابِرِ وَقَرَءَ قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ اِحْدٰى عَشَرَةَ مَرَّةً ثُمَّ وَهَبَ اَجْرَهٗ لِلْاَمْوَاتِ اُعْطِىَ مِنَ الْاَجْرِ بِعَدَدِ الْاَمْوَاتِ۔

(ص ۱۳۰ شرح الصدور)

ترجمہ؛ جو شخص قبروں پر گزرا اور اس نے سورۃ اخلاص کو گیارہ مرتبہ پڑھا پھر اس کا ثواب مردوں کو

بخشا تو اِس کو مُردوں کی تعداد کے برابر اجر و ثواب ملے گا۔

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ دَخَلَ الْمَقَابِرَ ثُمَّ قَرَأَ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ وَقُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ وَاَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ اِنِّيْ جَعَلْتُ ثَوَابَ مَا قَرَأْتُ مِنْ كَلَامِكَ لِاَهْلِ الْمَقَابِرِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ كَانُوْا شُفَعَاءَ لَهٗ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰی۔ (صفحہ نمبر ۱۳۰ شرح الصدور)

ترجمہ: جو قبرستان میں داخل ہوا پھر اِس نے سُورۃ فاتحہ سُورۃ اخلاص اور سُورۃ الہاکم التکاثر پڑھی پھر کہا اے اللہ میں نے تیرے کلام سے جو پڑھا اِس کا ثواب مومن مَردوں اور مومنہ عورتوں کو بخشا جو اِس قبرستان میں مدفون ہیں تو وہ سارے اہلِ قبور اللہ کی بارگاہ میں اِس کی شفاعت کرتے ہیں۔

فائدہ ۴: حضور علیہ السّلام نے فرمایا اِن دونوں کو عذاب ہو رہا ہے۔ معلوم ہوا کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زمانہ حال کے واقعات کی خبر ہے۔ چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہ

سے روایت ہے فرمایا۔

كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ يَطْلُعُ عَلَيْكُمْ رَجُلٌ لَمْ يَخْلُقِ اللهُ بَعْدِي أَحَدًا خَيْرًا مِنْهُ وَلَا أَفْضَلَ وَلَهُ شَفَاعَةٌ مِثْلُ شَفَاعَةِ النَّبِيِّينَ فَمَا بَرِحْنَا حَتَّى طَلَعَ أَبُوبَكْرٍ فَقَامَ النَّبِيُّ فَقَبَّلَهُ وَالْتَزَمَهُ۔

(صنہ الریاض النضرۃ ، تاریخ بغداد)

ترجمہ: ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھے آپ نے فرمایا تمہارے پاس ایسا آدمی آرہا ہے کہ میرے بعد اس سے بہتر اور افضل خدا نے پیدا نہیں فرمایا اور انبیار کی طرح اس کو مرتبہ شفاعت پر فائز کیا جائے گا۔ پس تھوڑی دیر بعد حضرت ابوبکر صدیق تشریف لائے۔ نبی کریم علیہ السلام کھڑے ہوئے ان کو بوسہ دیا اور سینے سے لگایا۔

پھر حضور نے اسباب عذاب بیان فرمائے کہ ایک پیشاب سے نہ بچتا تھا اور دوسرا چغلی کیا کرتا تھا۔ اس سے معلوم کہ آپ زمانہ ماضی کے واقعات کی خبر بھی رکھتے ہیں چنانچہ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک آدمی حاضر ہوا عرض کی میں بھوکا ہوں۔ حضور نے کسی کو اپنی کسی زوجہ کے

پاس بھیجا۔ اُنہوں نے عرض کی قسم ہے اِس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔ میرے پاس سوائے پانی کے اور کچھ نہیں۔ پھر دوسری زوجہ کے پاس آدمی بھیجا۔ انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔ پھر باری باری تمام ازواج مطہرات کے گھروں میں آدمی کو بھیجا۔ سب نے یہی کہا کہ ہمارے پاس پانی کے سوا کچھ نہیں پھر حضورؐ نے فرمایا کون ہے جو آج رات اِس شخص کو بطور مہمان گھر لے جائے۔ ایک انصاری کھڑے ہوئے اور عرض کی میں ان کی مہمانی کروں گا۔ چنانچہ وہ انصاری اسے اپنے گھر لے گیا اور اپنی بیوی سے کہا تیرے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے۔ اس نے کہا صرف بچوں کا کھانا ہے۔ انصاری نے کہا بچوں کو کسی چیز سے بہلا دو اور جب مہمان گھر میں داخل ہو تو چراغ بجھا دینا اور ایسے ظاہر کرنا کہ میں اس کے ساتھ کھانا کھا رہا ہوں۔ پھر اس کی زوجہ نے کھانے کے وقت چراغ بجھا دیا۔ پھر کھانے کے لیے بیٹھے۔ مہمان نے کھانا کھا لیا۔ صبح جب وہ انصاری نبی کریم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا

قَدْ عَجِبَ اللّٰہُ مِنْ صَنِیْعِکُمَا بِضَیْفِکُمَا اللَّیْلَۃَ

ترجمہ: رات تم دونوں نے جو کچھ اپنے مہمان کے ساتھ کیا خُدا نے اِس سے تعجب کیا۔ (ص ۱۸۳/۲ مسلم شریف)

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان دونوں آدمیوں کے عذاب میں تخفیف کی جائے گی۔ اِس سے معلوم ہوا کہ آپ مستقبل

کے واقعات کی بھی خبر رکھتے ہیں۔ چنانچہ ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی تَخْرُجَ نَارٌ مِنْ اَرْضِ الْحِجَازِ تُضِیْئُ اَعْنَاقَ الْاِبِلِ بِبُصْرٰی

(ص ۲۹۴/۲ مسلم شریف)

ترجمہ: قیامت قائم نہ ہوگی جب تک حجاز کی زمین سے آگ نہ نکلے جو بصرہ کے اونٹوں کی گردنیں روشن کرے گی۔

نوٹ: اس آگ کی تفصیل درکار ہو تو شیخ الحدیث والتفسیر فقیہ اعظم حضرت علامہ الحاج ابوالخیر مولانا محمد نور اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی "حدیث الحبیب" کا مطالعہ کیجئے۔

پس ثابت ہوا کہ خدا تعالےٰ نے اپنے حبیب صاحبِ لولاک کو علم مَاکَانَ وَمَا یَکُوْنُ سے سرفراز فرمایا ہے۔ اعلیحضرت فاضل بریلوی نے فرمایا

خدا نے کیا تجھ کو آگاہ سب سے
دو عالم میں جو کچھ خفی و جلی ہے۔

حضور علیہ السلام عالم دنیا میں تھے اور ان دونوں آدمیوں کو عذاب ہو رہا تھا۔ عالم برزخ میں حضور نے اپنے عمل سے ان کی تکلیف اور دکھ درد میں تخفیف فرمائی۔ اگر حضور عالم دنیا

میں رہ کر عالم برزخ والوں کی تکلیف کا مداوا کر سکتے ہیں تو عالم برزخ میں رہ کر عالم دنیا والوں کی تکلیف کو بھی دور کر سکتے ہیں چنانچہ امام ابوبکر بن مقری کہتے ہیں کہ میں اور طبرانی اور ابوالشیخ تینوں حرم شریف نبوی میں تھے کہ بھوک نے ہم پر غلبہ کیا اور اسی حال میں دو دن گزر گئے۔ جب عشاء کا وقت آیا تو میں نے قبر مبارک کے سامنے ہو کر عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الجوع یعنی بھوک بس اس کے سوا اور کوئی کلمہ نہ کہا اور پھر واپس چلا آیا میں اور ابوالشیخ سو رہے اور طبرانی بیٹھے ہوئے کسی چیز کے آنے کا انتظار کر رہے تھے۔ اچانک ایک علوی مرد نے آکر دروازہ کھٹکھٹایا اور اس کے ساتھ دو غلام تھے۔ ہر ایک کے ساتھ ایک زنبیل کھانے سے پر تھی ہم نے دروازہ کھول دیا وہ آکر بیٹھ گئے۔ ہمارے ساتھ اس علوی مرد نے کھانا کھایا اور جو بچا وہ ہمارے پاس چھوڑ گئے اور جاتے ہوئے کہنے لگے شاید تم نے اپنی بھوک کی شکایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کی تھی۔ اس وقت میں نے خواب میں حضور کی زیارت کی۔ حضور نے فرمایا ان کو کھانا کھلاؤ۔ (صفحہ ۲۵ جذب القلوب، صفحہ ۱۳۸۰/۴ وفاء الوفا)

اعلیحضرت فاضل بریلوی نے فرمایا۔

فریاد امتی جو کرے حال زار میں
ممکن نہیں کہ خیر البشر کو خبر نہ ہو

فائدہ ۶ جب عالم دُنیا میں رہ کر عالم برزخ والوں سے باخبر ہیں تو عالم برزخ میں رہ کر عالم دُنیا والوں سے بے خبر نہیں رہ سکتے۔ چنانچہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی فرماتے ہیں۔

سُلطان شمس الدین التمش کو ایک یادگار حوض بنانے کی تمنا تھی وہ اپنے مصاحبین کے ہمراہ موزوں اور عُمدہ جگہ کے لیے سرگرداں رہتا تھا۔ آخر ایک دن اس نے اپنے ذوق کے مطابق عمدہ جگہ تلاش کر لی اور پھر وہاں نشانات وغیرہ لگا کر واپس اپنے محل میں آ گیا۔ التمش بڑا ذہین، شجاع، متقی اور پرہیز گار اور خدا سے ڈرنے والا حکمران تھا۔ اس رات کو اس نے خواب میں دیکھا کہ ایک کشیدہ قامت اور صاحبِ جمال ہستی جنؐ کی تعریف بیان کرنے کے لیے انسانی ذخیرۂ الفاظ عاجز ہے۔ ایک گھوڑے پر سوار ہیں۔ چند اور ہستیاں بھی اِن کے ساتھ ہیں۔ انہوں نے سُلطان کو اپنے پاس بلایا اور دریافت کیا۔ کیا ارادہ رکھتا ہے۔ سُلطان نے عرض کی۔ نیت تو یہ ہے کہ ایک عُمدہ حوض بنواؤں۔ اسی اثنا میں کسی نے التمش سے کہا کہ آپ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ سے التجا کرتا کہ گوہر مقصود حاصل ہو جائے۔ یہ سُنتے ہی سُلطان نے اپنا سر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مُبارک قدموں پر رکھ دیا۔ اسی وقت آپ کے گھوڑے نے زمین پر اپنا پاؤں مارا اور وہاں سے پانی کا چشمہ جاری ہو گیا۔ اب رسُول خدا نے فرمایا اے التمش اس جگہ حوض بنا یہاں پر ایسا پانی نکلے گا کہ اس

جیسا شیریں پانی کہیں سے بھی نہ ملے گا۔
یہاں پر سُلطان کی آنکھ کھُل گئی اور سُرعت کے ساتھ خواب والی جگہ پر پہنچا دیکھا کہ فی الواقعہ ہی زمین سے چشمہ اُبل رہا ہے۔ چنانچہ اس نے اسی جگہ حوض بنوایا جو آگے چل کر حوض شمسی کے نام سے مشہور ہوا۔ (ص ۲۳۲/۲ سیارہ ڈائجسٹ)

اعلیٰحضرت فاضل بریلوی نے فرمایا۔

کروں عرض کیا تجھ سے اے عالم السر
کہ تجھ پر میری حالت دِل کھُلی ہے

فائدہ نمبر: اگر دُنیا میں رہ کر عالم برزخ والوں کی آواز سُن سکتے ہیں تو عالم برزخ میں رہ کر عالم دُنیا والوں کی آواز بھی سُن سکتے ہیں۔ چنانچہ حضرت ابوبکر محمد بن عمر فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابوبکر بن مجاہد کے پاس موجود تھا تو شبلی آئے اور ابوبکر بن مجاہد ان کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے اور اس سے معانقہ کیا اور اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا تو میں نے کہا اے میرے سردار آپ شبلی کے ساتھ ایسا کرتے ہیں حالانکہ آپ اور تمام بغداد والے اسے دیوانہ تصور کرتے ہیں تو اُنہوں نے جواب دیا کہ میں نے شبلی کے ساتھ ایسا ہی کیا ہے جیسا کہ میں نے رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھا ہے۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ نبی کریم کی بارگاہ میں شبلی آئے حضور کھڑے ہو گئے اور اس کی

دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ شبلی کے ساتھ یہ کیا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا شبلی ہر نماز کے بعد لقد جاءکم رسول من انفسکم آخر سورۃ تک پڑھتا ہے اور پھر تین مرتبہ کہتا ہے صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یَا مُحَمَّدُ حضرت ابوبکر فرماتے ہیں میں نے شبلی سے پوچھا تو انہوں نے تصدیق کی اور ویسے ہی بیان کیا جیسے میں نے سنا تھا۔

(صفحہ ۲۵۹ جلاء الافہام)

اعلیحضرت فاضل بریلوی نے فرمایا

اِن پر درود جن کو کسِ بیکساں کہیں
اِن پر سلام جن کو خبر بے خبر کی ہے

فائدہ نمبر ۸ = اِس حدیث سے ثابت ہوا کہ عذابِ قبر برحق ہے اور یہ بات بھی ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ قبر کے عذاب سے مُراد برزخ کا عذاب ہے جو عذاب کا حقدار ہوتا ہے اسے برزخ میں حسبِ استحقاق عذاب ضرور بھگتنا پڑتا ہے خواہ دفن ہو یا نہ ہو مثلاً درندے کھا جائیں یا آگ میں جل کر راکھ ہو جائے اور اِسکی راکھ ہوا میں اُڑ جائے یا پھانسی کے تختے پر لٹکا رہے یا سمندر میں ڈوب جائے۔

حضرت زید بن ثابت کہتے ہیں ایک مرتبہ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی نجار کے باغ میں اپنے خچر پر سوار تھے اور ہم بھی آپ

کے ساتھ تھے۔ اچانک آپ کی خچر بگڑی اور قریب تھا کہ آپ کو گرا دے ناگہاں پانچ چھ قبریں معلوم ہوئیں۔ آپ نے فرمایا ان قبروں میں جو لوگ ہیں کوئی ان کو جانتا ہے۔ ایک آدمی نے کہا میں جانتا ہوں۔ آپ نے فرمایا یہ کس حال میں مرے۔ اس شخص نے عرض کیا شرک کی حالت میں۔ آپ نے فرمایا یہ اُمت آزمائی جاتی ہے۔ اپنی قبروں میں اگر مجھ کو یہ خوف نہ ہوتا کہ تم دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں ضرور اللہ سے دُعا کرتا وہ تم کو بھی قبر کے عذاب کو سنا دے جس طرح کہ میں سُنتا ہوں۔ اِس کے بعد آپ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اللہ سے دُعا مانگو وہ آگ کے عذاب سے بچائے صحابہ نے عرض کی ہم اللہ سے آگ کے عذاب سے پناہ مانگتے ہیں۔

(مشکوٰۃ اثبات عذاب القبر)

فائدہ نمبر ۹: حضور علیہ السّلام نے فرمایا اِن دونوں اہلِ قبور کے عذاب کے اسباب یہ ہیں کہ ایک تو پیشاب سے نہ بچتا تھا۔ دُوسرا چغلی کیا کرتا تھا۔ معلوم ہوا پیشاب سے نہ بچنے اور چغلی کرنے سے عذاب قبر لازم آتا ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ۔

تَنَزَّهُوا مِنَ الْبَوْلِ فَإِنَّ عَامَّةَ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنْهُ۔

ترجمہ: پیشاب سے بچو کہ اِس سے عذابِ قبر لازم آتا ہے۔

علامہ عبدالرحمٰن صفوری نے لکھا کہ عذابِ قبر کے تین حصے ہیں۔ ایک ثلث غیبت کرنے سے واجب ہوتا ہے۔ ایک ثلث پیشاب سے کپڑے کو نہ بچانے سے واجب ہوتا ہے اور ایک ثلث چغل خوری سے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب خدا کی بارگاہ میں تشریف لے گئے تو آپ نے دیکھا کہ ایک آدمی عرش کے سایہ میں کھڑا ہے۔ حضرت موسیٰ کو رشک ہوا کہ یہ بندہ خدا کے نزدیک بڑا ہی معزز اور مکرم ہے۔ خدا کی بارگاہ میں عرض کی یہ کون ہے۔ خدا نے فرمایا اے موسیٰ اس کی تین صفات ہیں۔

۱۔ یہ لوگوں سے حسد نہیں کرتا ۲۔ یہ والدین کی نافرمانی نہیں کرتا ۳۔ یہ چغل خوری اور فتنہ انگیزی نہیں کرتا۔

چھ مقامات پر غیبت کرنا جائز ہے۔

۱۔ مظلوم قاضی کے پاس جا کر ظالم کے بارے میں کہہ سکتا ہے کہ فلاں نے مجھ پر ظلم کیا ہے۔

۲۔ برائی اور منکرات کو مٹانے پر استعانت کے وقت یعنی جو شخص برائی کو ختم کرنے کی قدرت رکھتا ہو اس کے پاس جا کر یہ کہنا کہ فلاں آدمی فتنہ پرداز ہے مگر شرط یہ ہے کہ اس کا ارادہ فتنہ اور فساد کے قلع قمع کرنے کا ہو۔

۳۔ مفتی دین متین سے پوچھنے کے لیے مثلاً یوں کہے کہ اگر کوئی آدمی

روزہ رکھ کر فلاں گناہ کرے تو اس کا کیا حکم۔ بہتر تو یہی ہے کہ اس گنہگار کا نام نہ لے لیکن اگر لے لیا ہے تو گناہ نہیں۔

۴۔ کسی کو کسی برائی سے بچانے کے لیے مثلاً یہ کہہ دے کہ جس اُستاد کے پاس تم پڑھتے ہو وہ تو فسق و فجور کا مرتکب ہے لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ متعلم کی خیر خواہی مقصود ہو۔

۵۔ جس کی غیبت اور چغلی کی گئی ہو وہ اعلانیہ جرائم کا ارتکاب کرتا ہو جیسے قصداً نماز کا ترک کرنے والا۔

۶۔ کسی شخص کو ایسی صفت کے ساتھ یاد کرنا جس کے ساتھ وہ شہرت رکھتا ہو مثلاً یوں کہنا کہ فلاں شخص لنگڑا ہے اور حقیقت میں وہ لنگڑا ہو بھی۔ (ص ۲۷۸ خیر المونس)

فائدہ نمبر ۱۰:۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک یہ شاخیں خشک نہ ہوں گی۔ اِن کے عذاب میں تخفیف ہو گی۔ وجہ یہ ہے کہ سرسبز و شاداب شاخ زندہ ہوتی ہے اور خدا کی تسبیح پڑھتی رہتی ہے۔ جب ایک شاخ تری کے آخری قطرے تک خدا کی تسبیح پڑھتی رہتی ہے تو بندہ مومن پر بھی لازم ہے کہ وہ آخری سانس تک خدا کا ذکر کرتا رہے چنانچہ خدا تعالےٰ نے اپنے بندوں کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِہِمْ۔

ترجمہ: جو کھڑے بیٹھے اور لیٹے اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَا يَقْعُدُ قَوْمٌ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَنَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيْمَنْ عِنْدَهٗ۔

(مشکوٰۃ باب ذکر اللہ)

ترجمہ: جب کوئی قوم ذکرِ الٰہی کے لیے بیٹھتی ہے تو فرشتے اس کو گھیر لیتے ہیں اور اس پر رحمت چھا جاتی ہے اور اس پر سکونِ قلب نازل ہوتا ہے اور خدا تعالےٰ ان کا ذکر فرشتوں میں کرتا ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ ایک دیہاتی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کون سا عمل بہتر ہے۔

قَالَ اَنْ تُفَارِقَ الدُّنْيَا وَلِسَانُكَ رَطْبٌ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ۔

(مشکوٰۃ باب ذکر اللہ)

ترجمہ: تو دنیا سے جدا اس حال میں ہو کہ تیری زبان ذکرِ الٰہی کر رہی ہو۔

فائدہ نمبر ۱۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک عالم میں رہتے ہوئے دوسرے عالم سے رابطہ منقطع نہیں کرتے جب عالم نیند

میں ہوں تو عالمِ بیداری سے رابطہ منقطع نہیں ہوتا۔ اس کی مثال ملاحظہ ہو۔

حضرت زید بن اسلم سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے راستے میں رات کے وقت قیام فرمایا اور حضرت بلال کو یہ خدمت سپرد کی کہ وہ نماز کے وقت جگا دے۔ بلال بھی سو گئے اور دوسرے لوگ بھی اور اس وقت جاگے جب آفتاب طلوع ہو چکا تھا۔ لوگ نماز فوت ہو جانے کی وجہ سے گھبرائے حضور نے لوگوں کو حکم دیا کہ فوراً سوار ہو جاؤ۔ چنانچہ یہاں سے نکل کر ایک وادی میں پہنچے اور فرمایا کہ یہ ایک ایسا جنگل ہے جس جگہ شیطان مسلط ہے۔ یہاں سے روانہ ہوئے اور جب اس جنگل سے باہر نکل گئے تو آپ نے فرمایا یہاں اترو اور وضو کرو اور بلال کو حکم دیا کہ اذان کہو اور تکبیر کہو۔ پھر رسولِ خدا نے نماز پڑھائی اور جب نماز سے فارغ ہو کر واپس ہوئے تو لوگوں کو گھبراہٹ میں پایا اور آپ نے فرمایا لوگو خداوند تعالےٰ نے ہماری روحیں قبض کر لی تھیں اگر وہ چاہتا تو ہماری روحیں دوسرے وقت واپس کر دیتا۔ پس جب تم میں کوئی سو جائے اور نماز سے غافل ہو جائے یا نماز کو بھول جائے اور اس وقت غفلت و نسیان سے گھبرا جائے تو اس کو چاہیے کہ وہ اس نماز کو اس طرح پڑھ لے جس طرح اس کے وقت پر اسکو پڑھتا تھا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر کی طرف متوجہ ہوئے

اور فرمایا کہ بلال کھڑا ہوا نماز پڑھ رہا تھا۔ شیطان اس کے پاس آیا اور اس کو تکیہ لگانے پر آمادہ کر دیا۔ پھر جب وہ سو گیا تو دیر تک اس کو تھپکتا رہا جس طرح بچوں کو تھپکتے ہیں یہاں تک کہ وہ غافل ہو کر سو گیا۔ اس کے بعد آپ نے بلال کو طلب کیا۔ بلال نے بھی وہ صورت بیان کی جو رسولِ خدا نے صدیق اکبر سے بیان فرمائی تھی۔ ابوبکر نے آپ کا بیان سن کر کہا میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ خدا کے سچے رسول ہیں۔ (مشکوٰۃ باب فی بیان بعض احکام الاذان)

اب یہاں ایک سوال ذہن میں پیدا ہوسکتا ہے کہ جب حضورؐ نے حضرت بلال کی حالت بیان فرمادی تو پتہ چلا کہ عالم بیدار کے حالات دیکھ رہے تھے تو چاہیئے تھا کہ آفتاب طلوع ہونے سے پہلے بیدار ہو جاتے اور دوسروں کو بھی جگا دیتے تاکہ سارے نمازِ فجر بروقت ادا فرما لیتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ

خواب کی حالت میں خدا نے حضورؐ کی توجہ کو اپنے حسن الوہیت کی طرف مبذول فرما لیا اور اس میں حکمت یہ تھی کہ اگر حضورؐ پر عدم توجہ والی کیفیت طاری نہ ہوتی تو حضور اور صحابہ کی نماز قضا نہ ہوتی اور اگر حضور کی نماز قضا نہ ہوتی تو امتیوں کی قضا نمازوں کو کس کے دامن میں پناہ ملتی اور ہمیں کیسے پتہ چلتا کہ نماز قضا ہو جائے تو کس طرح پڑھی جاتی ہے۔

اسی طرح اللہ کا رسول عالمِ دنیا میں ہو اہلِ برزخ سے

رابطہ رہتا ہے اور ان کی مکمل خبر ہوتی ہے۔ مثال ملاحظہ ہو۔

مثال:۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک سفر میں حضورؐ کے صحابہ آپ کے ساتھ تھے۔ ایک قبر سے گزر ہوا۔ حضورؐ نے فرمایا یہ قوم ثمود کے آدمی ابو رغال کی قبر ہے۔ جب اللہ تعالے نے قوم کی بداعمالی کی بنا پر اس کو ہلاک کر دیا تو یہ اس وقت حرم مکہ میں تھا جس وجہ سے یہ ہلاکت سے محفوظ رہا۔ جب حرم شریف سے نکل کر یہاں تک پہنچا تو مرگیا اور ایک سونے کی چھڑی اس کے پاس تھی وہ بھی قبر میں اس کے ساتھ دفن ہے۔ صحابہ فرماتے ہیں ہم نے وہ چھڑی قبر سے نکال لی۔ (صفحہ ۱۵۶/۴ سنن کبریٰ)

اور اب جبکہ رسولِ کریم عالم برزخ میں تو دنیا سے بے تعلق نہیں بلکہ دنیا سے باقاعدہ رابطہ ہے۔ مثال ملاحظہ ہو۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت ہے کہ جب ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کو آپ کی قبرِ انور میں رکھا تو اس کے تین دن بعد ایک اعرابی آپ کی قبر پر آیا اس نے اپنے آپ کو حضورؐ کی قبر پر گرا دیا اور اپنے سر پر خاک ڈالنے لگا اور عرض کی یا رسول اللہ جو آپ نے ارشاد فرمایا ہم نے سنا۔ آپ نے اپنے رب سے جو سیکھا وہ ہم نے آپ سے سیکھا اسی میں یہ آیت ہے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ

فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ
لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا۔

ترجمہ: اور اگر یہ لوگ جب بھی اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں آپ کے پاس حاضر ہوں۔ پھر اللہ تعالےٰ سے معافی مانگیں اور رسول اللہ بھی ان کے لیے مغفرت کی دعا کر دیں تو وہ ضرور اللہ تعالےٰ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

اس کے بعد اس دیہاتی نے عرض کی میں نے اپنی جان پر بڑے بڑے ستم کیے ہیں اور آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں۔ اے سراپا شفقت و رحمت میری مغفرت کے لیے دعا فرمائیے۔

فَنُوْدِیَ مِنَ الْقَبْرِ اَنَّهٗ قَدْ غُفِرَ لَكَ۔

ترجمہ: قبر سے آواز آئی بیشک تجھے بخش دیا گیا۔

(تفسیر قرطبی ۵ ص ۲۶۵)

گلدستہ حدیث

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حدیث: عن عثمان بن حنیف اَنَّ رَجُلاً ضَرِیۡرًا اَتَی النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ اُدۡعُ اللّٰہَ اَنۡ یُّعَافِیَنِیۡ قَالَ فَاِنۡ شِئۡتَ اَخَّرۡتُ ذَالِکَ فَهُوَ خَیۡرٌ لَّکَ وَاِنۡ شِئۡتَ دَعَوۡتُ اللّٰہَ قَالَ فَادۡعُهُ قَالَ فَاَمَرَهٗ اَنۡ یَّتَوَضَّأَ فَیُحۡسِنَ الۡوُضُوۡءَ وَیُصَلِّیَ رَکۡعَتَیۡنِ وَ یَدۡعُوۡ بِهٰذَا الدُّعَاءِ.

اَللّٰهُمَّ اِنِّیۡ اَسۡئَلُکَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَیۡکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم نَبِیِّ الرَّحۡمَةِ یَا مُحَمَّدُ وَاَتَوَجَّهُ بِکَ اِلٰی رَبِّیۡ فِیۡ حَاجَتِیۡ هٰذِهٖ فَیُقۡضٰی لِیۡ اَللّٰهُمَّ شَفِّعۡهُ فِیَّ ...... ملا علی قاری نے حرز ثمین میں لکھا کہ ایک روایت میں لِتَقۡضِیَ الۡحَاجَةَ لِیۡ بھی آیا ہے۔ (ص ۱۲۴/۶ دلائل النبوۃ، ص ۱۸۳/۱ طبرانی صغیر، ص ۱۳۸/۴ مسند امام احمد ص ۹۹ ابن ماجہ، ص ۱۹۷/۲ ترمذی، ص ۲۲۵/۲ ابن خزیمہ، ص ۳۱۳/۱، ص ۵۱۹/۱، ص ۵۲۶/۱ المستدرک، ص ۳۱/۹ طبرانی کبیر

ترجمہ: حضرت عثمان بن حنیف سے روایت ہے کہ ایک نابینا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ آپ دُعا کریں کہ اللہ تعالےٰ مجھے عافیت دے۔ آپ نے فرمایا اگر تو چاہے تو اِس میں تاخیر کر یعنی صبر کر یہ تیرے لیے بہتر ہے اور اگر تو چاہے تو میں دُعا کر دُوں اس نے عرض کی آپ دُعا کریں۔ آپ نے فرمایا اچھی طرح وضو کرو اور دو رکعتیں پڑھو اور یہ دُعا مانگو۔

الٰہی میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں۔ تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے جو مہربانی کے نبی ہیں۔ یا محمد میں حضور کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف اپنی اِس حاجت میں توجہ کرتا ہوں تاکہ میری حاجت روا ہو۔ الٰہی انہیں میرا شفیع کر۔ ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔

اور مُلا علی قاری نے حرز ثمین شرح حصن حصین میں لکھا ہے کہ ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ یا رسُول اللہ آپ میری حاجت روائی فرما دیں۔ اب فقیر اس حدیث کے کچھ فوائد پیش کرتا ہے۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

ا۔ مصائب و آلام پر صبر اجرِ عظیم کا موجب ہے اور ترقی درجات کا سبب ہے۔

ب۔ نابینا آدمی اگر صبر کرے تو اس کے لیے بہتر ہے یعنی وہ جنت

کا مستحق ہے۔

ج: دُعا باوضو ہو کر نفل پڑھ کر مانگی جائے تو قبولیت کے زیادہ قریب ہے۔

د: رسُول خدا کا وسیلہ خُدا کی بارگاہ میں مقبُول ہے۔

س: دُعا حضُور کے وسیلے سے مانگی جائے تو قبوُل ہوتی ہے۔

ع: حضوُر علیہ السّلام مجازی طور پر حاجت رَوا ہیں۔

ف: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے استعانت جائز ہے

ک: اللہ کا نبی خُدا کی عطا سے دافع البلاء اور مشکل کُشا ہوتا ہے۔

ن: حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت برحق ہے۔

و: حضُور کی دُعا خُدا کی بارگاہ میں قابل قبوُل ہے۔

ی: حضوُر علیہ السّلام کو یا محمد کہنا جائز ہے۔

اب ترتیب وار اِن فوائد پر بحث کی جاتی ہے۔

ا: صَبر کی تین اقسام ہیں۔ صبر مصیبت پر، صبر اطاعت پر اور صَبر معصیت پر۔ جو شخص کِسی مصیبت پر صَبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اِس کے لیے تین سو دَرجات لکھ دیتا ہے اور ایک دَرجے سے دوسرے درجے کا فاصلہ ایسا ہو گا جیسے زمین و آسمان کا باہمی فاصلہ۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ

اَلصَّبْرُ عَلَى الْبَلَاءِ عِبَادَةٌ

مصَائب پر صَبر عبادت ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ صَبر، حِلم اور سخاوت یہ انبیاء کے

اخلاق ہیں جن کو خدا تعالےٰ نے انبیار کرام کے اِن اخلاق سے سرفراز فرمایا وہ انبیار کرام کے ساتھ بغیر حساب داخل جنّت ہوگا۔

اِمام بیہقی نے شعب الایمان میں ایک حدیث بیان فرمائی کہ ایمان میں صبر کا مقام وہی ہے جو جسم میں سَر کا مقام ہوتا ہے۔ سَر کٹ جائے تو باقی جسم بیکار ہو جاتا ہے۔ اِسی طرح جو کسی مصیبت پر صبر نہیں کرتا اسکا ایمان کامل نہیں۔ مسند الفردوس کی ایک روایت میں ہے کہ خدا فرماتا ہے جو آدمی میرے فیصلے پر راضی نہیں اور میری نازل کردہ مصیبت پر صابر نہیں وہ میرے سوا کوئی اور خدا تلاش کرے۔ بعض اوقات مصائب و آلام پر صبر ترقی درجات کا پیغام ہوتا ہے مثلاً

ایک آدمی اپنے ایک مسلمان بھائی کی ملاقات کے لیے گھر سے چلا۔ راستے میں پتہ چلا کہ وہ بیمار ہے تو اس نے عیادت کی نیت بھی کر لی۔ جب اِس کے پاس پہنچا تو کہنے لگا کہ میں تمہاری ملاقات، عیادت اور بشارت کے لیے آیا ہوں۔ اِس بیمار نے کہا اِن تینوں چیزوں کو کیسے جمع کرلیا کہا گھر سے تو آپ کی زیارت کی غرض سے نکلا تھا راستے میں تمہاری بیماری کے بارے میں پتہ چلا تو عیادت کی بھی نیت کر لی اور تمہیں بشارت دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا جب خدا تعالےٰ کسی کے لیے کوئی مرتبہ اور مقام لکھ چکا ہوتا ہے اور وہ آدمی اپنے عمل سے اس مرتبہ کو حاصل نہیں کر سکتا تو خدا تعالےٰ اسے کسی جسمانی یا اولاد کی مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے اور وہ صبر کرتا ہے یہاں تک کہ

اس مرتبہ اور مقام کو پالیتا ہے۔ (صہ ۱۶۳ شعب الایمان)

حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے دیکھا کہ ایک آدمی اپنے عبادت خانے میں خُدا کی عبادت میں محو ہے۔ پھر کچھ عرصہ بعد دیکھا کہ ایک درندے نے اسے چیر پھاڑ دیا اس کا سر کہیں ہے۔ ران کہیں اور کلیجہ کہیں ہے۔ مُوسیٰ علیہ السّلام نے عرض کی یا اللہ یہ بندہ تو تیرا اطاعت شعار تھا۔ تو نے اس کو اس مصیبت میں مبتلا کر دیا۔ اللہ تعالےٰ نے حضرت مُوسیٰ علیہ السّلام کی طرف وحی کی۔ اِس نے ایک مرتبے کی تمنا کی تھی اَور اپنی عبادت سے اِس مرتبے کو پا نہیں سکتا تھا۔ میں نے اِسے اِس ابتلاء میں ڈال دیا تاکہ اِس کو وہ مطلوبہ مقام حاصل ہو جائے۔

(صہ ۱۶۳ شعب الایمان)

حضرت مطرف بن عبداللہ نے فرمایا۔

میں ایک جنازے میں حاضر ہوا۔ قبرستان میں ایک کونے میں میں نے خفیف سی دو رکعتیں پڑھیں۔ مجھے اُونگھ آئی میں نے دیکھا ایک صاحبِ قبر مجھ سے کلام کر رہا ہے اور اِس نے کہا کہ تم جانتے ہو لیکن عمل نہیں کرتے۔ جو تم نے دو رکعتیں پڑھی ہیں ان میں سے ایک رکعت میرے لئے تمام دُنیا سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ میں نے اس سے پُوچھا۔ اس قبرستان میں کون لوگ ہیں۔ اس نے جواب دیا سارے مسلمان ہیں اور سب خیر و عافیت سے ہیں۔ میں نے اس سے دریافت کیا اِن سب سے افضل کون ہے۔ اس نے ایک قبر کی طرف اشارہ

کرکے کہا کہ یہ سب سے افضل ہیں۔ میں نے خدا سے دعا کی الٰہی اس صاحب قبر کو قبر سے نکال تاکہ میں اس سے کلام کروں۔ پس قبر سے ایک نوجوان نکلا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تجھے یہ مرتبہ کیسے ملا۔ آپ کوئی زیادہ عمر والے بھی نہیں ہیں کہ میں کہوں کہ آپ کو یہ مرتبہ حج و عمرہ جہاد فی سبیل اللہ اور زیادہ نیک عمل کی وجہ سے ملا ہے۔ اس نے کہا میں مصائب میں مبتلا کیا گیا۔ میں نے صبر کا مظاہرہ کیا اور ان تمام اصحاب قبور سے افضل قرار پاگیا۔ (ص ۲۴۸ شعب الایمان)

اب سنیئے قرآن کی نظر میں صبر کا اجر۔

دنیا میں اجر

ا۔ خدا تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِیْنَ ۔

بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

ب: وَبَشِّرِ الصَّابِرِیْنَ الَّذِیْنَ اِذَا اَصَابَتْهُمْ مُصِیْبَةٌ قَالُوْا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ہ اُولٰٓئِكَ عَلَیْھِمْ صَلَوٰةٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ ھُمُ الْمُھْتَدُوْنَ ۔

ترجمہ: اور اے محبوب صابروں کو خوشخبری سنا دو کہ جب

اِن پر کوئی مُصیبت آتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ ہی کے لیے ہیں اور اسی کی طرف رجُوع کرنے والے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے صلواتیں اور رحمت ہے اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

آخرت میں اجر

ارشادِ ربانی ہے۔

اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِیْرٌ۔

ترجمہ: وہ لوگ جنہوں نے صبر کیا اور نیک عمل کیے اِن کے لیے بخشش اور بڑا اجر ہے۔

اِنَّمَا یُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ

ترجمہ: صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر دیا جائیگا۔

ب: خُدا تعالےٰ نے ہر انسان کو دو آنکھیں سَر میں اور دو دِل میں عطا فرمائی ہیں۔ سَر کی آنکھیں ہر ایک کی کھُلی ہیں دیکھتی ہیں لیکن دِل کی آنکھیں صِرف انبیاء علیہم السّلام اور اولیائے کاملین کی کھُلی ہوتی ہیں اور دیکھتی ہیں۔ سَر کی آنکھیں مناسب فاصلے تک دیکھ سکتی ہیں لیکن دِل کی آنکھیں دُور کی چیزوں کو بھی دیکھ لیتی ہیں۔ دِل کی آنکھوں کا

ثبوت قرآن میں موجود ہے۔ خدا فرماتا ہے۔

فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ۔

یعنی اسلام کے مخالف ظاہری آنکھوں سے نابینا نہیں لیکن ان کے دِل کی آنکھیں اندھی ہیں۔

علّامہ اقبال نے کہا۔

ظاہر کی آنکھ سے نہ تماشا کرے کوئی
ہو دیکھنا تو دیدۂ دِل وا کرے کوئی

حصولِ علم کا ذریعہ حواسِ خمسہ ہیں۔ اِن میں آنکھ کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ خدا تعالےٰ نے اِنسان کو زندگی جیسی بے بہا اور انمول نعمت بخشی اور پھر اس زندگی سے محظوظ ہونے کے لیے حواسِ خمسہ عنایت فرمائے اور عقل جیسی دولت سے سرفراز فرمایا جس کے ذریعے انسان زندگی کے راستے میں حوادثِ روزگار کی پیدا کردہ مشکلات اور رُکاوٹوں پر عبور حاصل کرتا ہے۔

زوالِ بصارت بھی زندگی کے راستے میں اگرچہ ایک عظیم رُکاوٹ ہے لیکن ناقابلِ عبور نہیں۔ نابینا فرد کے لیے اس کی قوتِ سامعہ اور قوتِ لامسہ بینائی کا قائمقام بن جاتی ہے۔

اسلامی طرزِ معاشرت میں نابینا کو ازدواجی زندگی حاصل کرنے کا حق حاصل ہے۔ نابینا کی خرید و فروخت جائز ہے۔ اِسے کاروبار

کرنے کا حق حاصل ہے۔ تعلیم و تربیت حاصل کرنے کے بعد اسے بطورِ معلم مؤذن اور امام بن کر روزگار کرنے کا حق ہے۔ نابینا افراد کی شہادت کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود اگر ضروریاتِ زندگی کی فراہمی سے محروم رہے تو اسلامی حکومت پر اس کا یہ حق ہے کہ اسے زکوٰۃ اور صدقات کی مد سے وظیفہ دے۔ نابینا افراد اپنے آباؤ اجداد سے وِرثہ پانے کا حق رکھتے ہیں۔ جن کاموں کے لیے نظر ضروری ہے۔ مثلاً جہاد فی سبیل اللہ اِن سے نابینا افراد کو مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔ اِسلامی معاشرے میں نابینا افراد کو وہ تمام حقوق حاصل ہیں جو ایک بینا آدمی کو حاصل ہیں۔ اِن تمام حقوق کی فراہمی کے باوجود اگر کوئی نابینا احساسِ کمتری کا شکار ہو اور بصارت سے محرومی اِس کو شدّت سے محسوس ہو تو اس کے لیے بشارتِ جنت اس کا ایک عظیم سہارا ہے۔

حدیثِ قدسی ہے خدا فرماتا ہے۔

مَنْ اَذْهَبْتُ كَرِيْمَتَيْهِ فَصَبَرَ وَاحْتَسَبَ
لَمْ اَرْضَ لَهٗ ثَوَابًا دُوْنَ الْجَنَّةِ ۔

ترجمہ: میں نے جس کی دو آنکھیں لے لیں پس اِس نے صبر کیا اور طالبِ ثواب ہوا تو اِس کے ثواب کے لیے جنت سے کم کسی طرح راضی نہ ہوں گا۔

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ ہمارے قریب سے

حضرت ابن ام مکتوم گزرے اور انہوں نے سلام کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَلَا اُحَدِّثُكُمْ بِمَا حَدَّثَنِيْ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِنَّ اللّٰهَ جَلَّ ثَنَاؤُهٗ يَقُوْلُ حَقٌّ عَلٰى مَنْ اَخَذْتُ كَرِيْمَتَيْهِ اَنْ لَيْسَ لَهٗ جَزَاءٌ اِلَّا الْجَنَّةِ۔

(صفحہ ۱۹۳ شعب الایمان) (صفحہ ۶۳ ترمذی شریف)

ترجمہ: کیا میں تمہیں وہ حدیث نہ بتاؤں جو جبریل علیہ السلام نے مجھ سے بیان کی: بیشک اللہ تعالےٰ نے فرمایا مجھ پر حق ہے کہ جس کو میں نابینا کر دوں تو اس کی جزا میں میں اس کو جنّت عطا فرماؤں۔

حضرت انس ہی سے ایک اور حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ارشادِ خداوندی ہے

اِذَا اَخَذْتُ بَصَرَ عَبْدِيْ فَصَبَرَ فَعِوَضُهٗ عِنْدِيْ الْجَنَّةَ۔

(صفحہ ۱۹۳ شعب الایمان)

ترجمہ: جب میں اپنے بندے کی قوتِ باصرہ سلب کر لوں پس وہ صبر کرے تو اس کا بدلہ میرے پاس جنّت ہے۔

ج: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس نابینا صحابی کو دُعا مانگنے سے پہلے دو چیزوں کا حکم فرمایا ایک وضو اور دوسرا دو رکعتیں پڑھنے کا۔ جہاں

تک وضو کا تعلق ہے یہ ظاہری اور باطنی طہارت کا ذریعہ ہے۔ اہلِ طریقت کے ہاں ہمیشہ باوضو رہنے کا حکم ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ الوضوء حصن المومن وضو مومن کا محافظ ہے۔ اہلِ معرفت کہتے ہیں جو شخص ہمیشہ باوضو رہتا ہے اللہ تعالےٰ اِسے سات خصلتوں کی عزت بخشتا ہے۔

۱۔ فرشتے اسکی صحبت سے رغبت کرتے ہیں۔

۲۔ اعمال لکھنے والے فرشتوں کا قلم ہمیشہ ثواب لکھنے میں جاری رہتا ہے۔

۳۔ باوضو رہنے والے کے تمام اعضاء بدن تسبیح پڑھتے رہتے ہیں۔

۴۔ اِس سے تکبیر اُولیٰ فوت نہیں ہوتی

۵۔ فرشتے اِسکی حفاظت کرتے ہیں اور جن اور شیاطین نقصان نہیں پہنچاتے۔

۶۔ اللہ اِس پر جان کنی کا وقت آسان فرما دیتا ہے۔

۷۔ جب تک مومن باوضو رہتا ہے اللہ تعالےٰ کی امان میں رہتا ہے۔

ہمیشہ باوضو رہنے سے دُنیا اور آخرت میں بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں مثلاً

دُنیا میں فائدے

حدیث ۱ : سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وَلَا یُحَافِظُ عَلَی

اَلْوُضُوْءِ اِلَّا مُؤْمِنٌ۔ (صفحہ ۱۸۶/۱ ابن حبان)

یعنی وضو کی حفاظت مومن کرتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ہمیشہ باوضو رہنا مومن ہونے کی نشانی ہے۔

حدیث ۲: جو آدمی رات کو باوضو ہو کر سوئے اور رات کے کسی حصّے میں جاگے تو ایک فرشتہ کہتا ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِعَبْدِكَ فَاِنَّہٗ بَاتَ طَاھِرًا۔

ترجمہ: الٰہی اپنے بندے کو بخش دے کیونکہ اس نے رات پاکیزگی میں گزاری ہے۔ (صفحہ ۲۸/۳ شعب الایمان)

حدیث ۳: حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

یَا بُنَیَّ اِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَکُوْنَ اَبَدًا عَلٰی وُضُوْءٍ فَافْعَلْ فَاِنَّ مَلَکَ الْمَوْتِ اِذَا قَبَضَ رُوْحَ الْعَبْدِ وَھُوَ عَلٰی وُضُوْءٍ کُتِبَ لَہٗ شَھَادَۃٌ۔ (صـ ۲۹/۳ شعب الایمان) (صـ ۱۲۵/۳ ابن عساکر)

ترجمہ: اے میرے بیٹے اگر تجھ سے ہو سکے تو ہمیشہ باوضو رہ کیونکہ جب ملک الموت بندے کی روح قبض کرتا ہے اور وہ باوضو ہوتا ہے تو اس کے لیے شہادت لکھ دی جاتی ہے۔ یعنی خدا اسے مرتبۂ شہادت عطا فرماتا ہے

حدیث ۴: سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَا مِنْ رَجُلٍ يَتَوَضَّاءُ فَيُحْسِنُ الْوُضُوْءَ اِلَّا غُفِرَلَهٗ مَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الصَّلٰوةِ الْاُخْرٰى۔

(صفحہ ۷/۱ مصنف ابن ابی شیبہ)

ترجمہ: جب کوئی آدمی کامل وضو کرے تو اس کے اور آنے والی نماز کے درمیانی گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

حدیث ۵: حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

مَنْ مَشٰى اِلٰى صَلَاةٍ مَكْتُوْبَةٍ وَهُوَ مُتَطَهِّرٌ كَانَ لَهٗ كَاَجْرِ الْحَاجِّ الْمُحْرِمِ۔

(صفحہ ۲۶۸/۵ مسند امام احمد)

ترجمہ: جو پاک ہو کر نمازِ فرض کے لیے جائے اس کو احرام باندھ کر حج کرنے والے کی طرح ثواب ہے۔

آخرت کے فائدے

حدیث ۱: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ وضو کرتے ہوئے بازو بغلوں تک دھوتے۔ دریافت کرنے پر فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

تَبْلُغُ حِلْيَةُ الْمُؤْمِنِ حَيْثُ يَبْلُغُ الْوُضُوْءُ۔

(صفحہ ۳۵/۱ نسائی، صفحہ ۵۵/۱ ابن ابی شیبہ)

ترجمہ: جنت میں مومن کا زیور وہاں تک ہوگا جہاں تک

وضو کا پانی پہنچتا ہے۔

حدیث ۲: اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی۔

یَا مُوْسٰی یَتَوَضَّاءُ اَحْمَدُ وَاُمَّتُہٗ کَمَا اَمَرْتُہُمْ اُعْطِیْہِمْ بِکُلِّ قَطْرَۃٍ تَقْطُرُ مِنَ الْمَاءِ جَنَّۃً عَرْضُہَا کَعَرْضِ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ۔ (صفحہ ۲۴ تنبیہ الغافلین)

ترجمہ: اے موسیٰ احمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی اُمت وضو کرے گی جیسے میں ان کو حکم دوں گا، پانی کا جو قطرہ بھی گرے گا میں ان کو اس کے بدلے ایسی جنت عطا کروں گا جسکی چوڑائی زمین و آسمان کی طرح ہو گی۔

حدیث ۳: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان وضو کرے اور اچھا وضو کرے پھر کھڑے ہو کر ظاہر و باطن سے متوجہ ہو کر دو رکعت نماز ادا کرے اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔

(صفحہ ۱۲۲/۱ مسلم شریف)

حدیث ۴: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقبرہ یعنی جنت البقیع میں تشریف لے گئے اور فرمایا سلامتی ہو تم پر اے مومنین کی جماعت اور ہم بھی انشاء اللہ تمہارے پاس آنے والے ہیں اور ہم اپنے بھائیوں کو دیکھنے کی تمنا رکھتے

ہیں۔ صحابہ نے عرض کی یارسُول اللہ کیا ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا تم میرے صحابی ہو اور میرے بھائی وہ ہیں جو ابھی (دُنیا میں) نہیں آئے۔ صحابہ نے عرض کی کَیْفَ تَعْرِفُ مَنْ لَمْ یَأْتِ بَعْدُ مِنْ اُمَّتِكَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ۔ یارسُول اللہ آپ قیامت کے دن اِن اُمتیوں کو کیسے پہچان لیں گے جو اب تک دُنیا میں نہیں آئے۔ آپ نے فرمایا مجھے بتاؤ کہ اگر ایک شخص کے پاس سفید پیشانی اور سفید ہاتھ پاؤں والے گھوڑے ہوں اور وہ نہایت سیاہ گھوڑوں میں ملے ہوں تو کیا وہ اپنے گھوڑوں کی شناخت کرلے گا۔ عرض کی ہاں یارسُول اللہ۔ آپ نے فرمایا (قیامت کے دِن) وضُو کے اثر سے سفید پیشانی اور سفید ہاتھ پاؤں کے ساتھ آئیں گے اور میں حوضِ کوثر پر اِن کا پیش رَو ہوں گا۔

(صفحہ ۳۵/۱ نسائی شریف)

د: زیرِ بحث حدیث میں نبی کریم نے خود اپنے وسیلے سے دُعا مانگنے کی تعلیم فرمائی جس سے یہ بات اظہر من الشمس ہو گئی کہ آپ کے توسل سے دُعا مانگنا جائز ہے اور دُعا کی قبولیّت کا ذریعہ ہے۔ جناب رسُولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات سے توسل درج ذیل چار مواطن پر ثابت ہے۔

پہلا موطن: دُنیا میں آنے سے پہلے آپ سے توسل:

حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب

حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش سرزد ہوئی تو اس کے اعتذار میں انہوں نے کہا۔

یَا رَبِّ اَسْئَلُکَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ اَنْ تَغْفِرُلِیْ

ترجمہ: اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے بہ صدقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بخش دے۔

اس پر بارگاہِ الٰہی سے فرمان آیا کہ تم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے پہچانا۔ ابھی تک تو میں نے ان کو پیدا بھی نہیں کیا۔ عرض کی یا اللہ جب تو نے مجھے اپنے یدِ قدرت سے پیدا فرمایا اور مجھ میں روح پھونکی اور میں نے اپنا سر اُٹھایا۔ تو میں نے عرش پر لکھا ہوا دیکھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں نے جان لیا کہ تیرا ایک ایسا بندہ ہے جو تجھے ساری مخلوق سے زیادہ محبوب ہے۔ ارشاد ہوا جب تو میری بارگاہ میں ان کو وسیلہ لایا تو میں نے بھی تیری لغزش کو معاف فرما دیا۔ اے آدم اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے میں تمہیں پیدا نہ کرتا۔

(ص ۶۱۵/۲ المستدرک، ص ۶۲/۱ زرقانی)

زرقانی میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ خدا نے فرمایا۔

یَا اٰدَمُ لَوْ تَشَفَّعْتَ اِلَیْنَا بِمُحَمَّدٍ فِیْ اَهْلِ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضِ لَشَفَّعْنَاکَ۔ (صفحہ ۶۲/۱ زرقانی)

ترجمہ: اے آدم اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے تمام آسمانوں اور زمین والوں کی شفاعت کرتے تو ہم تمہاری شفاعت

قبول کرتے ۔

زمین و آسمان کی مخلوق میں شیطان، نمرود، فرعون، ہامان ابوجہل، ابولہب، مشرکین، دھریے، منافقین وغیرہ سبھی کافر موجود ہیں۔ اگر حضرت آدم علیہ السّلام حضور علیہ السّلام کے وسیلے سے ان کی مغفرت کی دعا مانگتے تو ان تمام کفار کی بخشش بھی ہو جاتی۔ لیکن حضرت آدم علیہ السّلام نے ایسا نہیں کیا کیونکہ یہ تمام متذکرہ کافر مردود ناری اور دوزخی ہیں۔ خود حضرت آدم علیہ السّلام خدا کے مقبول ہیں جنتی ہیں۔ انکے نصیب میں حضور کا وسیلہ تھا اور ان مردودوں کے نصیب میں ہمارے نبی کریم کا وسیلہ نہ تھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ امام الانبیاء کا وسیلہ جنتیوں اور مقبولوں کے نصیب میں ہوتا ہے۔ مردودوں اور دوزخیوں کے نصیب میں نہیں ہوتا۔

دعا کیونکر نہ ہو مقبول حضرت کے وسیلے سے
خدا نے آج تک ٹالا نہیں کہنا محمد کا

دوسرا موطن:

دنیاوی زندگی میں آپ سے توسل:

جیسے کہ زیر بحث حدیث سے ثابت ہے کہ اس نابینا صحابی نے آپ کے وسیلے سے دعا مانگی تو خدا تعالےٰ نے اس کی آنکھوں میں نورانیت کا دریا جاری فرما دیا۔ چنانچہ اس حدیث کے راوی حضرت عثمان بن حنیف فرماتے ہیں۔ خدا کی قسم وہ نابینا اس حال میں ہمارے

پاس آیا کہ کانہ لم یکن بہ ضرر قط کہ اِس کی آنکھیں بالکل اندھی نہ تھیں اور اِس کی بینائی واپس آچکی تھی۔

(صفحہ ۱۸۴ طبرانی صغیر)

تیسرا موطن

وفات کے بعد آپ سے توسل۔

حضرت عثمان بن حنیف سے روایت ہے کہ ایک آدمی کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ایک حاجت تھی جو پوری نہیں ہو رہی تھی اور حضرت عثمان غنی بھی اِسکی طرف نظر التفات نہ فرماتے اِس آدمی نے اپنا حال حضرت عثمان بن حنیف سے بیان کیا اور اِسکا کوئی حل تلاش کرنا چاہا۔ اُنہوں نے کہا جا وضو کر اور مسجد میں دو رکعت نماز ادا کر اور یہ دعا مانگ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ ..... الخ اِس کے بعد اپنی حاجت عرض کر وہ آدمی گیا اور جو کچھ اِس سے کہا گیا تھا اِس نے اس پر عمل کیا۔ اس کے بعد حضرت عثمان غنی کے دروازے پر حاضر ہوا تو دربان نے اِس کا ہاتھ پکڑا اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے پاس لے آیا۔ اُنہوں نے اپنے خاص فرش پر اِن کو بٹھایا اور حاجت پوچھی۔ جو بھی اسکی حاجت تھی پوری کر دی اور ساتھ ہی فرمایا تمہیں جو بھی ضرورت ہو مجھے کہنا تاکہ پوری ہو جائے۔ وہ آدمی خوشی خوشی حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے رخصت ہو کر حضرت عثمان بن حنیف کے پاس آیا اور کہا خدا آپ

کو جزائے خیر عطا فرمائے آپ نے میری سفارش حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے فرمائی اور انہوں نے میرے ساتھ ایسا سلوک کیا حالانکہ اس سے پہلے میری طرف توجہ بھی نہ فرماتے۔ انہوں نے کہا خدا کی قسم میں نے ان سے کوئی بات نہیں کی سوائے اس کے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ کے پاس ایک نابینا آیا اور دعا مانگی اور اس کی آنکھیں روشن ہو گئیں اور ساری حدیث بیان کر کے فرمایا کہ میں نے اس پر قیاس کیا کہ نبی کریم کا قول موجب قضائے حاجت ہے۔ (ص ۳۱/۹ طبرانی کبیر)

چوتھا موطن

"عرصۂ قیادت میں توسل"

اس توسل کا تعلق حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے ہے اور شفاعت کے بارے میں کثرت سے احادیث موجود ہیں۔ چند احادیث ملاحظہ ہوں۔

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ قَدْ دَعَاهَا فِي أُمَّتِهِ وَإِنِّي اخْتَبَأْتُ دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِأُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (صفحہ ۱۳۲/۸ ابن حبان)

ترجمہ:۔ ہر نبی کے لیے ایک (خاص) دعا ہے جو اس نے اپنی امت کے بارے میں مانگ لی اور میں نے

اپنے حصے کی دعا کو چھپا رکھا ہے۔ میں اس سے قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کروں گا۔

۲: ایک مرتبہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَتَانِی اللَّیْلَۃَ آتٍ فَخَیَّرَنِیْ بَیْنَ اَنْ یَّدْخُلَ نِصْفُ اُمَّتِیَ الْجَنَّۃَ وَبَیْنَ الشَّفَاعَۃِ وَاِنِّیْ اخْتَرْتُ الشَّفَاعَۃَ۔

ترجمہ: آج رات ایک آنیوالا میرے پاس آیا اس نے مجھے اختیار دیا کہ میری آدھی امت جنت میں داخل ہو جائے یا میں شفاعت اختیار کر لوں۔ میں نے شفاعت کو پسند کیا۔

اس پر صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ ہمیں بھی اپنی شفاعت میں داخل فرما لیں۔ آپ نے فرمایا۔

اِنَّ شَفَاعَتِیْ لِمَنْ مَّاتَ لَا یُشْرِکُ بِاللّٰہِ شَیْئًا مِنْ اُمَّتِیْ۔ (صفحہ ۱۳۲/۸ ابن حبان)

ترجمہ: بیشک میری شفاعت میرے اس امتی کے لیے ہے جو اس حال میں وفات پائے کہ اس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو۔

۳: سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَنَا اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ الْاَرْضُ عَنْہُ فَاُکْسٰی

حُلَّةً مِّنْ حُلَلِ الْجَنَّةِ ثُمَّ اَقُوْمُ عَنْ يَمِيْنِ الْعَرْشِ لَيْسَ اَحَدٌ مِّنَ الْخَلَائِقِ يَقُوْمُ ذَالِكَ الْمَقَامَ غَيْرِىْ۔ (ص ۲۰۱/۲ ترمذی)

ترجمہ: میں پہلا شخص ہوں گا جس سے اسکی قبر شق ہو گی بعد ازاں مجھے جنتی حلوں میں سے ایک پوشاک پہنائی جائیگی۔ پھر میں عرش کے دائیں جانب ایسے مقام (مقام محمود) پر کھڑا ہوں گا جہاں تمام مخلوق میں سے کوئی بھی میرے علاوہ کھڑا ہونے کی اہلیت اور لیاقت نہ رکھے گا۔

۵۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كُنْتُ اِمَامَ النَّبِيِّيْنَ وَخَطِيْبَهُمْ وَصَاحِبَ شَفَاعَتِهِمْ غَيْرَ فَخْرٍ۔

(ص ۲۰۱/۲ ترمذی)

ترجمہ: میں قیامت کے دن تمام انبیاء کا امام اور ان کی طرف سے خدا کے ساتھ گفتگو کرنیوالا ہوں گا اور ان کا خدا سے شفاعت کا حق دلانے والا میں حقیقت کا اظہار کرتا ہوں نہ کہ فخر و تکبر کا اظہار۔

پیشِ حق مژدہ شفاعت کا سناتے جائیں گے
آپ روتے جائیں گے ہم کو ہنساتے جائیں گے

شفاعت کرے حشر میں جو رضا کی
سوا تیرے کس کو یہ قدرت ملی ہے

ر: خدا تعالےٰ نے ارشاد فرمایا۔

اُجِیبُ دَعوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلیَستَجِیبُوا لِی۔

ترجمہ: میں دُعا کرنیوالوں کی دُعا قبول کرتا ہوں تم بھی ہمارے احکام کو مانو۔

خُدا تعالےٰ نے بندہ کو مختلف چیزوں کا محتاج بنایا ہے وہ خود حقیقی حاجت روا بندہ اپنی حاجتوں کی تکمیل کے لیے خُدا سے دُعا کرتا ہے اور جب بندہ دُعا کرتا ہے تو خدا تعالےٰ یا تو اسکی مطلوبہ چیز اِس کو عطا کر دیتا ہے یا اِس دُعا کے بدلے کوئی آنے والی مُصیبت ٹال دیتا ہے یا اس دُعا کو بطور ذخیرہ قیامت کے دن کے لیے اپنے پاس رکھ لیتا ہے اَور اِس کا ثواب قیامت کے دن دُعا مانگنے والے کو عطا کرے گا۔ اِس وقت وہ دُعا مانگنے والا کہے گا کاش دُنیا میں میری کوئی دُعا بھی قبول نہ ہوتی اور تمام دُعاؤں کا صِلہ اور ثواب مجھے آج مِلتا۔

مُسلمان کی دُعا قبول ہونے کے مندرجہ ذیل اسباب ہیں۔

پہلا سبب

اعمال صالحہ اجابت دُعا کے لیے نہایت ہی اعلیٰ درجہ

کا وسیلہ ہیں۔ جب خدا کا بندہ اِس کی اور اِس کے رسُول مقبُول کی اطاعت کرتا ہے۔ احکاماتِ شریعت کی پابندی کرتا ہے صغائرو کبائر کی آلودگیوں میں ملوث ہونے سے بچتا ہے۔ فرائض و واجبات بجالاتا ہے۔ سُنن رسول پر عمل کرتا ہے تو خُدا تعالےٰ بھی اِس بندے سے راضی ہو جاتا ہے اور اِسکی دُعا کو قبولیت سے سرفراز فرماتا ہے۔ مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ جو اللہ تعالےٰ کا ہو جاتا ہے اللہ تعالےٰ اِس کا ہو جاتا ہے اور جب اللہ بندے کا ہو جائے تو پھر خُدا تعالےٰ اپنے بندے کی دُعا رد نہیں کرتا بلکہ بندہ خدا سے جو مانگتا ہے وہ عطا کرتا ہے۔

دوسرا سبب

حضرت ابن صبیح نے فرمایا امام حسن رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی خدمت میں ایک آدمی نے خشک سالی کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالےٰ سے استغفار کرو۔ ایک اور آدمی نے غربت کی شکایت کی۔ آپ نے اسے بھی استغفار کا حکم دیا۔ ایک اور آدمی نے عرض کی اللہ تعالےٰ سے دُعا کریں کہ وہ مجھے لڑکا عطا فرمائے آپ نے اسے بھی استغفار کا حکم دیا ایک اور آدمی نے عرض کی میرا باغ خشک ہو گیا ہے آپ نے۔ یہی استغفار کا حکم دیا۔ ابن صبیح فرماتے ہیں ہم نے عرض کی آپ نے سب کو ایک ہی کام کرنے کا حکم دیا۔ آپ نے فرمایا میں نے اپنی طرف سے کچھ نہیں کہا۔ اللہ تعالےٰ نے سورۂ نوح

میں ارشاد فرمایا۔

اَسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا يُّرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا

(صفحہ ۳۰۲/۱۸ تفسیر قرطبی)

ترجمہ: لوگو اپنے رب سے استغفار کرو وہ بخشنے والا ہے تمہارے لیے بارش برسائے گا۔ اولاد اور مال سے تمہاری مدد کرے گا۔ نہریں اور باغ تمہیں عطا کریگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ لَزِمَ الْاِسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللّٰهُ لَهٗ مِنْ كُلِّ ضِيْقٍ مَّخْرَجًا وَّمِنْ كُلِّ هَمٍّ فَرَجًا وَّرَزَقَهٗ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ۔

(صفحہ نمبر ۲۲۰/۱ ابوداؤد)

ترجمہ: جس بندہ نے ہمیشہ کے لیے اپنے اوپر توبہ استغفار کرنا لازم کر لیا خدا تعالے اسے ہر طرح کی مصیبت اور قلت اور تنگیٔ معاش سے بچائے گا اور غم دور کر دے گا اور وہاں سے رزق دے گا جو وہم و گمان میں بھی نہ ہو گا۔

تیسرا سبب

دُعا کے وقت اسمِ اعظم پڑھنا اور دُعا کرنا ضرور قبولیت کا ذریعہ ہے۔ عُلماء، محدثین اور مفسرین نے اسمِ اعظم کی تحقیق و تدقین میں بے حد کوشش کے بعد چند روایات نقل فرمائی ہیں تفسیر کبیر میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے منقول ہے۔ اعظم اسماء اللہ الحی القیوم اسم اعظم اللہ الحی القیوم ہے

حضرت اسماء بنت یزید کی روایت میں ہے کہ رسُولِ خُدا نے فرمایا۔ اسمِ اعظم اِن دو آیات میں ہے۔

والھکم اله واحدہ لا اله الا ھوالرحمٰن الرحیم اور دوسری آیت اللہ لا اله الا ھو الحی القیوم۔

حضرت بریدہ اسلمی کہتے ہیں کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو اِن الفاظ سے دُعا کرتے دیکھا۔

اللھم انی اسئلك بانی اشھد انك انت الذی لا اله الا انت الاحد الصمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن له کفوا احد۔

فرمایا تم نے اسمِ اعظم سے دُعا مانگی ہے۔ یہ وہ اسمِ اعظم ہے کہ جب دُعا کرو گے قبول ہو گی۔ جو مانگو گے ملے گا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص نے فرمایا کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا، حضرت یونس علیہ السّلام نے مچھلی کے پیٹ میں یہ دُعا مانگی تھی۔ لا الہ الا انت سبحانك انی کنت من الظالمین۔ یہ دُعا قبولیت کے لیے اکسیرِ اعظم اور دافع رنج و الم ہے۔

چوتھا سبب

کسی نبی مُرسل یا ولی کے وسیلے سے دُعا مانگی جائے

تو قبول ہوتی ہے جیسے کہ زیرِ بحث حدیث سے ثابت ہے۔ علاوہ ازیں بخاری شریف میں ہے کہ حضرت فاروقِ اعظم حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلے سے بارش کی دُعا مانگتے تو بارش ہو جاتی۔ ایسا ایک واقعہ علامہ علی بن برہان الدین نے لکھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ دورِ فاروقی میں قحط سالی ہوئی تو حضرت کعب احبار نے حضرت فاروقِ اعظم سے عرض کی یا امیر المومنین بنی اسرائیل میں جب اس طرح کے حالات رونما ہوتے تو نبیوں کے کسی رشتہ دار کے وسیلے سے دُعا مانگتے تھے۔ فاروقِ اعظم نے فرمایا یہ حضرت عباس سید بنی ہاشم موجود ہیں جو نبی کریم کے چچا اور ان کے باپ کے قائم مقام ہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ اِن کے پاس تشریف لے گئے اور لوگوں کی مشکلات کی شکایت کی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ منبر پر جلوہ گر ہوئے اور آپ کے ساتھ حضرت عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ تھے۔ آپ نے دُعا مانگی۔ اے اللہ ہم تیری طرف رجوع کرتے ہیں اپنے نبی کے چچا کے وسیلے سے اور جو اِن کے باپ کے قائمقام ہیں ہم پر بارش برسا۔

اور ہمیں نا اُمید نہ کر۔ پھر حضرت عُمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے کہا۔ اے عباس آپ بھی اُٹھ کر دُعا کریں۔ وہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے خُدا تعالےٰ کی حمد وثنا بیان کی۔ پھر یہ دُعا کی۔ اے اللہ ہماری شفاعت خود ہمارے حق میں اور ہمارے اہل وعیال کے حق میں قبول فرما۔ اے اللہ ہم تیری بارگاہ میں بھوک کی شکایت کرتے ہیں۔ یا اللہ ہم تیری ہی طرف رجُوع کرتے ہیں اور تیرے غیر سے دُعا نہیں کرتے اور تیری طرف رغبت کرتے ہیں۔ پس خُدا تعالےٰ نے ان کے گھروں کی طرف واپس ہونے سے پہلے بارش فرما دی اور وہ بارش میں بھیگ گئے اور زمین سرسبز و شاداب ہو گئی اور لوگوں کی معیشت کا سامان مہیا ہو گیا۔ فاروقِ اعظم نے فرمایا واللہ یہ (حضرت عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ) اللہ کی طرف وسیلہ ہیں۔ لوگوں نے حضرت عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو ہاتھ لگا کر تبرک حاصل کرنا شروع کر دیا اور کہنے لگے اے عباس آپ کو مبارک ہو کہ آپ کی برکت سے حرمین میں ہمیں بارش میسر ہوئی اور اسی دن باہر سے کچھ لوگ مدینہ طیبہ آئے انہوں نے بادل سے آواز سُنی اے عُمر تیری فریاد رسی کی گئی۔ اے عمر تیری فریاد رسی کی گئی۔

ایک اور روایت میں ہے کہ فاروقِ اعظم کے دَور میں ایک مرتبہ بار بار بارش کی دُعا کی گئی لیکن بارش نہ ہوئی یہ سترہ ہجری کا واقعہ ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کل میں ایک ایسی ہستی کے وسیلے سے بارش کی دُعا کروں گا جسکی برکت سے خدا بارش برسا دیگا

صُبح ہوئی تو آپ حضرت عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے پاس گئے اِن کا دروازہ کھٹکھٹایا اندر سے آواز آئی کون۔ آپ نے فرمایا میں عمر ہوں پُوچھا کیا کام ہے۔ آپ نے فرمایا باہر آؤ۔ آپ کے وسیلے سے ہم بارش کی دُعا مانگیں۔ حضرت عباس نے فرمایا ذرا ٹھہرو اور اُنہوں نے بنی ہاشم سے فرمایا اچھا لباس پہن کر صاف ستھرے ہو کر آؤ پھر آپ ان کے ساتھ اِس طرح باہر نکلے کہ آپ (حضرت عباس) کے آگے حضرت علی المرتضیٰ اور دائیں طرف امام حسن اور بائیں طرف امام حُسین اور باقی بنی ہاشم آپ کے پیچھے اور حضرت عمرؓ سے فرمایا ہمارے ساتھ کوئی اور شامل نہ ہو۔ پھر نماز استسقیٰ کی جگہ تشریف لائے خُدا تعالےٰ کی حمد و ثنار بیان کی اور یُوں دُعا کی۔ یا اللہ تو نے ہمیں پیدا کیا اور پیدائش سے پہلے ہم کیا تھے یہ تو بہتر جانتا ہے۔ تو ہمارے رزق سے بخوبی واقف ہے۔ الٰہی جس طرح شروع میں تو نے ہمیں فضیلت دی۔ اب آخر میں بھی ہمیں فضیلت سے سرفراز فرما حضرت جابر فرماتے ہیں۔ اِسی وقت بادل چھا گئے اور ہم گھروں تک پہنچنے سے پہلے ہی بارش میں بھیگ گئے۔

(ص۵۲/۲ انسان العیون فی سیرۃ الامین والمامون)

ع: اللہ کا نبی اسکی عطا سے حاجت روا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت علی نے فرمایا۔ میری وفات سے پہلے پُوچھ لو مجھ سے اِس علم کے بارے میں جس کو نہ جبرئیل جانتے ہیں نہ میکائیل

اور وہ علم مجھے اللہ کے رسول نے سکھایا اور اللہ تعالٰے نے معراج کی رات آپ کو وہ علم عطا فرمایا۔ حضور نے فرمایا میرا نور حضرت ابراہیم کے جسدِ اقدس میں اس وقت موجود تھا جبکہ آپ کو منجنیق میں بٹھا کر نارِ نمرود میں ڈالا جانے لگا۔ اس وقت جبرئیل امین آئے اور عرض کی یاخلیل الرحمٰن هل لك من حاجة۔ اے اللہ کے خلیل کوئی حاجت ہے۔ انہوں نے جواب دیا آپ سے کوئی حاجت نہیں پھر جبرئیل و میکائیل دونوں آئے۔ پھر جبرئیل نے کہا کوئی حاجت ہے آپ نے فرمایا نہ تجھ سے کوئی حاجت ہے اور نہ ہی میکائیل سے۔ تیسری مرتبہ جبرئیل نے پھر یہی کہا اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اے میرے بھائی جبرئیل خلیل اپنے خلیل اور اپنے درمیان کسی دوسرے واسطے کو پسند نہیں کرتا اور یہ بات اسکی شایان شان بھی نہیں۔ حضور نے فرمایا اس وقت خدا نے مجھے بولنے کی قوت عطا فرمائی۔ میں نے کہا جب اللہ تعالٰے مجھے نبوت و رسالت سے سرفراز فرمائے گا تو اپنے بھائی جبرئیل کو اس مکالمے سے آگاہ کر دوں گا جو اس کے اور خلیل کے درمیان ہوا۔ جب بعثت کے بعد جبرئیل معراج کی رات سرورِ کائنات کو خدا کی بارگاہ میں لے جانے کے لیے آئے اور آپ کو لے کر سدرۃ المنتہیٰ پہنچے تو جبرئیل وہاں رک گئے حضور نے فرمایا ایسے مقام پر مجھے تنہا چھوڑ رہے ہو۔ جبرئیل نے عرض کی اگر یہاں سے آگے تجاوز کروں گا تو مجھے نور جلا دے گا۔ اس وقت نبی کریم نے فرمایا

يَاجِبْرِيْلُ هَلْ لَكَ مِنْ حَاجَةٍ اِلٰى رَبِّكَ۔

ترجمہ: اے جبرئیل رب کی طرف تیری کوئی حاجت ہے۔

عرض کی اللہ سے اجازت مل جائے کہ میں قیامت کے روز پلصراط پر آپ کی امت کے قدموں کے نیچے اپنے پر بچھا دوں تاکہ وہ پلصراط عبور کر لیں۔ (صفحہ ۹۳ زرقانی)

اس روایت پر غور فرمائیں جب حضور نے جبرئیل سے فرمایا کوئی حاجت ہو تو بتاؤ انہوں نے یہ عرض نہیں کی یارسول اللہ اگر میری کوئی حاجت ہو گی تو میں خود خدا کی بارگاہ میں پیش کر لوں گا۔ حاجت روا تو اللہ ہے آپ تو حاجت روا نہیں بلکہ حضور کی بارگاہ میں حاجت پیش کی جو اس بات کی بین دلیل ہے کہ جبرئیل آپ کو خدا کی عطا سے حاجت روا جانتے ہیں اور حضور کی حدیث ہے کہ

خلقت الملائکۃ من نور

فرشتے نوری مخلوق ہیں۔

جب حضور نوریوں کے حاجت روا ہیں تو خاکیوں کے تو بطریق اولیٰ حاجت روا ہوں گے۔ چنانچہ متعدد احادیث اس بات پر شاہد ہیں کہ صحابہ کرام اپنی حاجات حضور کی بارگاہ میں پیش کرتے اور آپ ان کی حاجات کو پورا فرماتے۔ چند احادیث ملاحظہ ہوں۔

۱۔ ایک عورت اپنے لڑکے کو حضور کے پاس لائی اور عرض کی یارسول اللہ اس لڑکے پر بلا مسلط ہے کوئی بات نہیں کرتا۔ حضور

نے فرمایا پانی لاؤ وہ برتن میں پانی لائی آپ نے اس میں کلی کر کے فرمایا۔ یہ پانی اسے پلاؤ اور اس پانی سے اسے نہلاؤ بھی۔ اس عورت نے آپ کے ارشاد پر عمل کیا وہ لڑکا اچھا بھی ہو گیا اور دوسرے لڑکوں سے عقلمند اور صاحبِ فراست ہو گیا۔

(صفحہ ۱۶۱/۲۵ طبرانی کبیر، صفحہ ۵۲/۸ ابن ابی شیبہ)

۲۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں۔

میں نے عرض کی یا رسول اللہ میں آپ سے بہت کچھ سنتا ہوں لیکن بھول جاتا ہے۔ فرمایا اپنی چادر پھیلا دو۔ میں نے اسے پھیلا دیا آپ نے لپ بھر بھر کر اس میں ڈال دیئے اور پھر فرمایا اسے سینے سے لگا لو۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ پس اس وقت سے میں .... کچھ بھی نہیں بھولا۔ (بخاری و مسلم)

۳۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

بندہ مومن خدا سے دعا کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ جبرئیل سے فرماتا ہے۔ اسکی دعا قبول نہ فرما۔ میں اسکی آواز سننی پسند کرتا ہوں اور جب فاجر دعا کرتا ہے تو رب تعالےٰ فرماتا ہے۔ یا جبرئیل اقض حاجتہ اسکی حاجت روائی کر دو میں اسکی آواز سننا نہیں چاہتا

(اح ۱۵۱/۱۰ مجمع الزوائد) (ابن نجار، ص ۲۴۹ الامن والعلیٰ)

حضور نے فرمایا ارسلت الی الخلق کافۃ میں ساری مخلوق کا رسول ہوں۔ جبرئیل بھی مخلوق ہے۔ لہٰذا حضور اس کے بھی

نبی ہیں یا یوں کہوں کہ جبرئیل حضور کا اُمتی ہے۔ جب خدا کی عطا سے اُمتی جبرئیل حاجت روا ہے تو پھر نبی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بطریقِ اَولیٰ حاجت روا ہے۔

ف : اعلحضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے۔ اِس حدیث سے نبی کریم سے استعانت بھی ثابت ہوتی ہے۔ جہاں تک مسئلہ استمداد و استعانت کا تعلق ہے تو یہ ادلہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ دلائل ملاحظہ ہوں۔

دلیل اوّل : خدا تعالےٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ۔

ترجمہ: اور تم آپ پر ایک دوسرے کی مدد کرو گی تو بیشک اللہ تعالےٰ آپ کا مددگار ہے اور جبرئیل نیک مومن اور اسکے بعد فرشتے بھی مدد کرنیوالے ہیں۔

دلیل دوم ، اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ٥

ترجمہ: تمہارے مددگار نہیں مگر اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے کہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں اور جو اللہ اور اسکے رسول اور مسلمانوں کو اپنا مددگار بنائے تو بیشک اللہ ہی کا گروہ غالب ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ کے نیک بندوں کو اپنا مددگار بنانا مومنوں کا طریقہ ہے نہ کہ کافروں کا اور جو مسلمان خدا کے برگزیدہ نبیوں ولیوں کو اپنا مددگار بناتے ہیں وہ اللہ کا گروہ ہیں وہ حزب اللہ ہیں اور جو انبیاء و اولیاء کی امداد کے منکر ہیں وہ اللہ کا گروہ نہیں وہ شیطانی گروہ ہیں۔ الحمدللہ ہم اہلِ سُنّت وجماعت خدا کی عطا سے انبیاء مرسلین اور اولیاء کرام کو اپنا مددگار سمجھتے ہیں۔ لہٰذا ہم حزب اللہ ہیں اور جو امداد کے منکر ہیں وہ حزب الشیطان ہیں۔ لہٰذا لوگوں کو چاہیے کہ وہ حزب الرحمٰن میں شامل ہوں اور حزب الشیطان سے بچ کر رہیں۔

دلیل سوم: جب وفد ہوازن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے اموال و عیال جو مسلمان غنیمت میں لائے تھے حضور سے مانگے اور طالب احسان ہوئے تو حضور نے ان سے فرمایا۔

اِذَا صَلَّیْتُ الظُّهْرَ فَقُوْمُوْا فَقُوْلُوْا اِنَّـا

نَسْتَعِیْنُ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اَوِالْمُسْلِمِیْنَ
فِیْ نِسَآئِنَا وَاَبْنَائِنَا ۔ (نسائی ۱۳۶/۲)

ترجمہ: جب تم ظہر کی نماز پڑھ چکو تو کھڑے ہو جانا اور یوں
کہنا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استعانت کرتے ہیں
مومنین پر اپنی عورتوں اور بچوں کے بارے میں ۔

جب خود نبی کریم استعانت کی تعلیم فرما رہے ہیں تو پھر
استعانت ناجائز اور شرک نہیں بلکہ جائز ہوئی کیونکہ اللہ کا نبی شرک
مٹانے آتا ہے۔ اسکو رواج اور پروان چڑھانے نہیں آتا۔

ہم اہلسنت نبی کریم سے استعانت کر کے آپکی تعلیمات پر عمل کرتے
ہیں اور جو اسے شرک قرار دیتے ہیں وہ آپکی تعلیم کی مخالفت کرتے ہیں۔
اور جو اللہ کے نبی کی مخالفت کرتا ہے اسکا انجام یہ ہے کہ
فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِہٖ اَنْ
تُصِیْبَھُمْ فِتْنَۃٌ اَوْ یُصِیْبَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔

ترجمہ: پس ان لوگوں کو ڈرنا چاہیئے جو رسول اللہ کے حکم
کی مخالفت کرتے ہیں کہ انہیں کوئی فتنہ یا دردناک
عذاب پہنچے ۔

دلیل چہارم : غزوہ تبوک کے موقع پر مسلمان تنگی اور
عسرت میں تھے اس وقت

بَعَثَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم اِلٰی عُثْمَانَ یَسْتَعِیْنُہٗ

فِی جَیْشِ الْعُسْرَۃِ فَبَعَثَ اِلَیْہِ عُثْمَانُ بِعَشَرَۃِ الْاَلْفِ دِیْنَارٍ

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو حضرت عثمان غنی کی طرف بھیج کر ان سے استعانت طلب فرمائی حضرت عثمان نے دس ہزار دینار حاضر خدمت کیے۔

دلیل پنجم: جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ الرَّجُلُ یَأْتِیْنِیْ فَیُرِیْدُ مَالِیْ قَالَ ذَکِّرْہُ بِاللّٰہِ قَالَ فَاِنْ لَّمْ یَذَّکَّرْ قَالَ فَاسْتَعِنْ عَلَیْہِ مَنْ حَوْلَکَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ قَالَ فَاِنْ لَّمْ یَکُنْ حَوْلِیْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ قَالَ فَاسْتَعِنْ عَلَیْہِ بِالسُّلْطَانِ قَالَ فَاِنْ نَاٰی السُّلْطَانُ عَنِّیْ قَالَ قَاتِلْ دُوْنَ مَالِکَ حَتّٰی تَکُوْنَ مِنْ شُہَدَاءِ الْاٰخِرَۃِ اَوْ تَمْنَعُ مَالَکَ۔ (صفحہ ۱۷۱/۲ نسائی)

ترجمہ: ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی۔ ایک آدمی میرا مال لینا چاہتا ہے۔ آپ نے فرمایا اسے خدا (کا خوف) یاد دلا۔ اس نے عرض کی اگر وہ خدا کا خوف نہ کھائے۔ فرمایا ارد گرد کے مسلمانوں سے اس پر استعانت کر۔ عرض کی اگر میرے

اِرد گرد کوئی مُسلمان نہ ہو۔ فرمایا حاکم وقت سے استعانت کر۔ عرض کی اگر حاکم مجھ سے دُور ہو فرمایا اِس (مال لُوٹنے والے) سے لڑائی کر۔ یہاں تک کہ تو آخرت کے شہیدوں میں سے ہو جائے یا اپنا مال بچالے۔

دلیل ششم: مولوی محمود الحسن دیوبندی نے ایاک نستعین کی تشریح کرتے ہوئے قرآن کے حاشیہ میں لکھا ہے

ہاں مگر کسی مقبول بندے کو واسطہ رحمت الٰہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانت ظاہری اِس سے کرے تو یہ جائز ہے کہ یہ استعانت درحقیقت حق تعالےٰ ہی سے استعانت ہے۔

ک: سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم بعون الٰہی دافع البلا اور مشکل کشا ہیں۔ دلائل ملاحظہ ہوں۔

۱۔ اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ۔

ترجمہ: اللہ اِن کافروں پر عذاب نہ فرمائے گا جب تک اے محبوب تو اِن میں تشریف فرما ہے۔

معلوم ہوا کہ کافروں کے لیے بھی دافع البلا ہیں کہ آپ کی موجودگی اِن پر عذاب کو مانع ہے جب کفار پر سے بھی سبب دفع بلا ہیں۔ پھر مسلمانوں پر تو خاص رؤف رحیم ہیں۔

۲۔ سیّدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کی کہ حضورؐ نے اپنے چچا ابو طالب کو کیا فائدہ دیا۔ خدا کی قسم وہ حضور کی حمایت کرتا تھا۔ حضور کے لیے لوگوں سے لڑتا تھا آپ نے فرمایا

وَجَدْتُہٗ فِیْ غَمَرَاتٍ مِنَ النَّارِ فَاَخْرَجْتُہٗ اِلٰی ضَحْضَاحٍ (صہ ۱۱۵/۱ مُسلم شریف)

ترجمہ: میں نے اسے سراپا آگ میں ڈوبا پایا تو اسے میں نے کھینچ کر پاؤں تک کی آگ میں کر دیا۔

۳۔ حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا

اِسْمِیْ فِی الْقُرْآنِ مُحَمَّدٌ وَفِی الْاِنْجِیْلِ اَحْمَدُ وَفِی التَّوْرَاتِ اَحْیَدُ لِاَنِّیْ اُحِیْدُ عَنْ اُمَّتِیْ نَارَ جَهَنَّمَ۔

ترجمہ: میرا نام قرآن میں محمد انجیل میں احمد اور تورات میں اُحید ہے اور میرا نام اُحید اس لیے ہے کہ میں اپنی اُمت سے آتش دوزخ کو دفع کرتا ہوں۔

(صفحہ ۳۶۰/۲ جواہر البحار ابن عساکر)

چونکہ دیوبندی اور غیر مقلد حضور کو دافع البلا نہیں مانتے لہذا حضورؐ ان سے نارِ جہنم دفع نہیں کریں گے کیونکہ جو جس نعمت خدا کا منکر ہوتا ہے وہ اس نعمت سے محروم رہتا ہے۔

۴۔ امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اپنی زوجہ حضرت اُم کلثوم بنت علی المرتضیٰ کو بلایا۔ انہیں روتے پایا وجہ دریافت کی۔ کہا امیر المؤمنین یہ یہودی یعنی کعب احبار کہتا ہے کہ آپ جہنم کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر ہیں۔ فاروقِ اعظم نے کہا جو اللہ چاہے۔ خدا کی قسم مجھے اُمید ہے کہ خدا نے مجھے سعید پیدا فرمایا ہے۔ پھر حضرت کعب کو بلا بھیجا۔ اُنہوں نے حاضر ہو کر عرض کی امیر المومنین مجھ پر جلدی نہ فرمائیں۔ قسم ہے اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ ذی الحجہ کا مہینہ ختم نہ ہونے پائے گا کہ آپ جنّت میں تشریف لے جائیں گے۔ فرمایا یہ کیا بات کبھی جنت میں کبھی نار میں۔ عرض کی یا امیر المومنین قسم اسکی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ آپ کو کتاب اللہ میں جہنم کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر پاتے ہیں کہ آپ لوگوں کو جہنم میں گرنے سے روکے ہوئے ہیں جب آپ انتقال فرمائیں گے تو قیامت تک لوگ آگ میں گرتے رہیں گے۔

(ص ۳۳۱/۲ طبقات ابن سعد)

گویا فاروقِ اعظم جب تک بقید حیات رہے لوگوں کے لیے جہنم سے بچاؤ کا موجب رہے۔ جب حضورؐ کے غلام دافع البلا ہیں تو پھر امام الانبیاء کا دافع البلا ہونا اظہر من الشمس ہے۔

۵۔ مکہ معظمہ میں بہتّر مُسلمان ایسے تھے جو کسی مجبوری کی وجہ سے فوری ہجرت نہ کر سکے۔ اِن میں حضرت عباس اور حضرت امیر معاویہ

بھی تھے۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔

لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ
عَذَابًا اَلِيْمًا ۔

ترجمہ: اگر وہ جُدا ہو جاتے تو ہم ضرور ان میں سے کافروں
کو دردناک عذاب دیتے۔

معلوم ہوا یہ بہتر مسلمان کافروں کے لیے عذاب کی رکاوٹ تھے۔ ان کے لیے دافع البلا تھے۔ جب نبی کریم کے غلاموں کی یہ برکت ہے تو خود نبی کریم کی کتنی برکت ہو گی۔

ن: نبی کریم علیہ السّلام کی شفاعت برحق ہے۔ حضور نے فرمایا۔

شَفَاعَتِيْ لِاَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِيْ ۔

میری شفاعت میری اُمّت کے بڑے بڑے گنہگاروں
کے لیے ہے۔

اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں شفاعت کے لیے تین چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ اوّل وجاہت یعنی خدا کی بارگاہ میں نبی کی عزت، دوسری خُدا کی نبی سے محبت، تیسری خُدا کی طرف سے نبی کو شفاعت کی اجازت

وجاہت اللہ تعالےٰ نے حضرت عیسٰی علیہ السّلام کی یوں تعریف فرمائی ہے۔

وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ
الْمُقَرَّبِيْنَ ۔

ترجمہ: دُنیا اور آخرت میں عزت والے اور مقربین میں سے

علاّمہ بیضاوی نے اِسکی تفسیر میں لکھا ہے۔

اَلْوَجَاهَةُ فِي الدُّنْيَا النَّبُوَّةُ وَ فِي الْآخِرَةِ الشَّفَاعَةُ۔

ترجمہ: دُنیا میں عزّت نبوت ہے اور آخرت میں شفاعت

جب حضرت عیسٰی علیہ السّلام اُخروی وجاہت کے نتیجے میں مرتبہ شفاعت پر فائز کیے جائیں گے تو امام الانبیاء حضرت عیسٰی کے بھی نبی ہیں۔ چنانچہ حضورؐ علیہ السّلام نے فرمایا۔

اَمَا تَرْضَوْنَ اَنْ يَكُوْنَ اِبْرَاهِيْمُ وَعِيْسٰى فِيْكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِنَّهُمَا فِيْ اُمَّتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (ص ۱۲۸ الشفا بتعریف حقوق المصطفٰے)

ترجمہ: کیا تم اِس پر خوش نہیں ہو کہ قیامت کے دن حضرت ابراہیم اور حضرت عیسٰی تم میں ہوں گے اور یہ دونوں حضرات قیامت کے دن میری اُمت میں ہوں گے۔

لہٰذا آپ کی وجاہت بطریقِ اَولیٰ ثابت ہوئی۔ خدا تعالےٰ نے حضرت مُوسٰی علیہ السّلام کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا۔

ترجمہ: اور وہ اللہ کی بارگاہ میں عزت والے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے خُدا کی بارگاہ میں التجا کی اِجْعَلْنِیْ مِنْ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ مولا مجھے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمتی بنا دے۔ جب وہ مُوسیٰ علیہ السّلام جو ہمارے نبی کریم کے اُمتی بننے کی تمنا کر رہے ہیں انکی خُدا کی بارگاہ میں وُہ عزّت ہے کہ خُدا ان کی عزت و وجاہت کا خود اعلان فرما رہا ہے تو پھر سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی بارگاہ میں کتنے صاحب وجاہت ہوں گے۔ آیئے آپ کی عزت و اکرام کے بارے میں چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَنَا اَکْرَمُ وُلْدِ آدَمَ عِنْدَ رَبِّیْ وَلَا فَخْرَ۔

(صفحہ ۲۴/۱ دارمی، صفحہ ۲۰۱/۲ ترمذی شریف)

ترجمہ: میں اپنے رب کے نزدیک اولادِ آدم میں سب سے زیادہ عزت والا ہوں اور میں فخر نہیں کرتا

۲۔ حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَنَا اَکْرَمُ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ عَلَی اللّٰہِ وَلَا فَخْرَ۔

(صفحہ ۲۴/۱ دارمی)

ترجمہ: میں پہلی اور پچھلی تمام مخلوق سے اللہ کے ہاں زیادہ عزت والا ہوں اور میں اس پر فخر نہیں کرتا

۳۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی طرف وحی کی۔ اے موسیٰ بنی اسرائیل سے کہہ دو جو احمد کو نہ مانے گا میں اسے دوزخ میں ڈالوں گا۔ انہوں نے عرض کی اے میرے رب احمد کون ہے۔

قَالَ مَاخَلَقْتُ اَکْرَمَ عَلَیَّ مِنْہُ

ترجمہ: فرمایا میں نے کوئی مخلوق اِس سے زیادہ اپنی بارگاہ میں عزت والی نہ بنائی۔

~ خلق سے اَولیاء اَولیأ سے رُسل

اَور رسُولوں سے اعلیٰ ہمارا نبیؐ (صفحہ ۳۷۵/۲ حلیۃ الاولیاء)

۴۔ حضرت ابُوہریرہؓ سے مَروی ہے کہ حضورؐ علیہ السّلام نے فرمایا۔

اَنَا اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْہُ الْاَرْضُ فَاُکْسٰی حُلَّۃً مِّنْ حُلَلِ الْجَنَّۃِ ثُمَّ اَقُوْمُ عَنْ یَمِیْنِ الْعَرْشِ لَیْسَ اَحَدٌ مِّنَ الْخَلَائِقِ یَقُوْمُ ذَالِکَ الْمَقَامَ غَیْرِیْ۔

ترجمہ: میں سب سے پہلے زمین سے باہر تشریف لے جاؤں گا۔ پھر مجھے جنت کے جوڑوں میں سے ایک جوڑا پہنایا جائے گا۔ میں عرش کے دائیں طرف ایسی جگہ کھڑا ہوں گا جہاں مخلوق الٰہی میں سے کوئی بھی کھڑا نہ ہوگا۔ (صفحہ ۲۰۱/۲ ترمذی شریف)

ایسا کوئی محبوب نہ ہوگا نہ کہیں ہے
بیٹھا ہے چٹائی پہ مگر عرش نشیں ہے

۵۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَتَانِیْ جِبْرِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ فَقَالَ لِیْ قَلَّبْتُ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا فَلَمْ اَرٰی رَجُلًا اَفْضَلَ مِنْ مُحَمَّدٍ۔ (صفحہ ۲۵۲/۱ جواہر البحار)

ترجمہ: میرے پاس جبرئیل امین علیہ السلام آئے۔ انہوں نے مجھے کہا کہ میں نے زمین کے مشرق و مغرب چھان ڈالے لیکن میں نے حضورؐ سے زیادہ فضیلت والا کوئی شخص نہ دیکھا۔

یہی بولے سدرہ والے چمن جہاں کے تھالے
سبھی میں نے چھان ڈالے تیرے پایہ کا نہ پایا
تجھے یک نے یک بنایا

محبت: جس خدا کی بارگاہ میں شفاعت کی جائے گی اسے شفیع سے محبت ہونا ضروری ہے۔ اب سنئیے کہ خدا کو حضورؐ سے کتنی محبت ہے۔ اس کے لیے احادیث ملاحظہ ہوں۔

۱۔ حضرت عمرو بن قیس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِنَّ اللّٰہَ اَدْرَكَ بِیَ الْاَجَلَ الْمَرْحُوْمَ وَاخْتَصَرَ لِیْ اِخْتِصَارًا فَنَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ وَنَحْنُ السَّابِقُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَاِنِّیْ قَائِلٌ قَوْلًا غَیْرَ فَخْرٍ اِبْرَاهِیْمُ خَلِیْلُ اللّٰہِ وَمُوْسٰی صَفِیُّ اللّٰہِ وَاَنَا حَبِیْبُ اللّٰہِ وَمَعِیْ لِوَاءُ الْحَمْدِ۔

(صفحہ ۲۵/۱ دارمی)

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

ترجمہ: جب رحمت کا زمانہ آیا اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا فرمایا اور میرے لیے کمال اختصار کیا ہم ظہور میں پچھلے اور روز قیامت رتبے میں اگلے ہیں اور میں ایک بات فرماتا ہوں جس میں فخر و ناز کو دخل نہیں ابراہیم اللہ کے خلیل اور موسیٰ اللہ کے کلیم اور میں اللہ کا حبیب ہوں اور میرے ساتھ روزِ قیامت لواء الحمد ہوگا۔

بینیٔ پُر نور پر رخشاں ہے بکہ نُور کا
ہے لواء الحمد پر اُڑتا پھریرا نُور کا

۱۲ حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ درِ اقدس پر کچھ صحابہ بیٹھ کر انتظار کر رہے تھے اور باتوں میں مشغول تھے حضور

تشریف فرما ہوئے انہیں اِس ذِکر میں پایا کہ ایک کہتا ہے کہ اللہ نے ابراہیم کو خلیل بنایا۔ دُوسرا بولا حضرت موسیٰ سے بلا واسطہ کلام کیا۔ تیسرے نے کہا حضرت عیسیٰ کلمۃ اللہ اور رُوح اللہ ہیں چوتھے نے کہا حضرت آدم صفی اللہ ہیں۔ جب وہ سَب کہہ چکے تو حضوؐر علیہ السلام قریب آئے اور ارشاد فرمایا۔ میں نے تمہارا کلام اور تعجب کرنا سُنا کہ ابراہیم خلیل اللہ ہیں اور ہاں وہ ایسے ہی ہیں کہ موسیٰ کلیم اللہ ہیں اور وہ بیشک ایسے ہی ہیں اور عیسیٰ روح اللہ اور واقعی ایسے ہی ہیں اور آدم صفی اللہ ہیں اور حقیقت میں وہ ایسے ہی ہیں۔

الا وانا حبیب اللہ

سُن لو اور میں اللہ کا پیارا ہوں۔

(صفحہ ۲۲/۱ دارمی، صفحہ ۲۰۲/۲ ترمذی شریف)

۲۔ امام مکحول سے روایت ہے کہ امیرالمومنین حضرت عمر کا ایک یہودی پر کچھ قرض تھا۔ اِس سے فرمایا قسم ہے اِس کی جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انسانوں پر فضیلت بخشی میں تجھے نہ چھوڑوں گا یہودی نے قسم کھا کر حضوؐر کی افضلیت مطلقہ کا انکار کیا۔ امیرالمومنین نے اسے طمانچہ دے مارا۔ یہودی بارگاہِ رسالت میں فریادی ہوا۔ حضورِ اقدس نے امیرالمومنین کو حکم دیا تم نے اسے تھپڑ مارا ہے اِس کو راضی کرلو اور یہودی کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا اے یہودی آدم صفی اللہ اور ابراہیم خلیل اللہ اور مُوسیٰ نجی اللہ اور عیسیٰ روح اللہ

ہیں اور میں وہ ہوں جس سے اللہ محبت کرتا ہے بلکہ اے یہودی اللہ نے اپنے دو ناموں پر میری اُمت کے نام رکھے اللہ تعالےٰ سلام ہے اور میری اُمت کا نام مسلمان رکھا۔ اللہ تعالےٰ مومن اور میری اُمت کا نام مومنین رکھا بلکہ اے یہودی۔

اِنَّ الْجَنَّةَ مُحَرَّمَةٌ عَلَى الْاَنْبِيَاءِ حَتّٰى اَدْخُلَهَا وَهِيَ مُحَرَّمَةٌ عَلَى الْاُمَمِ حَتّٰى تَدْخُلَهَا اُمَّتِيْ۔ (صفحہ ۵۱۰/۱۱ مصنف ابن ابی شیبہ)

ترجمہ: بہشت سب نبیوں پر حرام ہے جب تک میں اس میں داخل نہ ہو جاؤں اور سب اُمتوں پر حرام ہے جب تک میری اُمت اس میں داخل نہ ہو جائے

نہ پہنچیں گے جب تک گنہگاران ان کے
نہ جائے گی جنت میں اُمت کسی کی

اِن احادیث سے ثابت ہو گیا کہ خدا تعالےٰ کو جیسی حضور علیہ السلام سے محبت ہے ویسی اور کسی مخلوق سے محبت نہیں اور محبت کا تقاضا محبوب کی رضا جوئی اور خوشنودی ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خدا فرماتا ہے۔

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى۔

ترجمہ: اور تمہارا پروردگار تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

اِس آیت کے نزول پر حضور علیہ السّلام نے فرمایا۔

اِذًا لَّا اَرْضٰی وَوَاحِدٌ مِّنْ اُمَّتِیْ فِی النَّارِ۔

ترجمہ: تب تو میں اس وقت تک راضی نہ ہوں گا جب تک میرا ایک اُمتی بھی آگ میں رہے گا۔

ے فترضٰی نے ڈالیں ہیں باہیں گلے میں
کہ ہو جائے راضی طبیعت کسی کی
فترضٰی کی یہ پیاری پیاری صدا ہے
کہ ہو گا قیامت میں چاہا تمہارا

اور حدیث قدسی ہے۔

کُلُّهُمْ يَطْلُبُوْنَ رِضَائِیْ وَاَنَا اَطْلُبُ رِضَاكَ يَا مُحَمَّدُ۔

ترجمہ: سبھی میری رضا کے طالب ہیں اور اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں تیری رضا چاہتا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی۔

رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ۔ (یہ حضرت آدم علیہ السّلام کی دعا ہے)

ترجمہ: اے خدا بیشک بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ

کر دیا جو میری پیروی کرے وہ مجھ سے ہے۔
اور حضرت عیسٰی علیہ السلام نے کہا۔

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ

اگر تو اِن کو عذاب دے تو تیرے بندے ہیں۔

حضور علیہ السلام نے دستِ مبارک اُٹھائے اور کہا اے اللہ میری اُمت میری اُمت (کو بخش دے) اور روئے۔ اللہ تعالےٰ نے جبرئیل کو فرمایا اے جبرئیل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا حالانکہ تیرا رب بہتر جانتا ہے اور پوچھ کہ انہیں کون سی چیز رُلاتی ہے۔ حضرت جبرئیل بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور رونے کا سبب پوچھا۔ حضور نے وہ کلمات بتائے (جو دُعا میں کہے تھے) اللہ تعالےٰ نے جبرئیل امین سے فرمایا میرے حبیب سے جاکر کہو۔

اِنَّا سَنُرْضِيكَ فِىْ اُمَّتِكَ وَلَا نَسُوْءُكَ

ترجمہ: ہم تمہیں تمہاری اُمت کے بارے میں راضی کر لیں گے اور تمہیں غمناک نہ ہونے دیں گے۔

خُدا کی مرضی ہے انکی مرضی انکی مرضی خُدا کی مرضی
انہیں کی مرضی پہ ہو رہا ہے انہی کی مرضی پہ کام ہو گا

(صفحہ ۱۱۳/۱ مُسلم شریف)

اِس حدیث سے ثابت ہوا کہ

۱۔ حضور علیہ السلام اپنی اُمت پر بڑے شفیق اور رحیم ہیں۔

ب: خُدا تعالےٰ کو حضور سے اتنی محبت ہے کہ آپ کی رضا جوئی کا طالب ہے۔

ج: اُمت کے حق میں آپ کی شفاعت اِس حد تک مقبول ہے کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

جہاں تک اذن شفاعت کا تعلق ہے تو اِس بارے میں ارشادِ خداوندی ہے۔

وَلَا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ عِندَهُ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ۔

ترجمہ: قیامت کے دِن اللہ تعالےٰ کے پاس صِرف اِس شخص کی شفاعت فائدہ دے گی جسے اِس نے اجازت دی ہو گی۔

ایک اور مقام پر فرمایا۔

مَنْ ذَالَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهُ اِلَّا بِاِذْنِهٖ۔

وہ کون ہے جو اِس کے ہاں اِس کی اجازت کے بغیر شفاعت کرے۔

اَور از روئے قرآن ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شفاعت کی اجازت مِل چکی ہے۔ خُدا فرماتا ہے۔

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ

ترجمہ: اور اے محبوب اپنے خاصوں اور عام مُسلمان مردوں

اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔

ایماندار مردوں اور عورتوں کے لیے مغفرت کی دعا مانگنا ان کے لیے شفاعت ہے۔ حدیث سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شفاعت کی اجازت مل چکی ہے۔ حدیث ملاحظہ ہو۔

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

قیامت میں ہر نبی کا ایک منبر نور ہو گا اور میں سب سے زیادہ بلند اور نورانی منبر پر ہوں گا۔ منادی آ کر ندا کرے گا۔ کہاں ہیں نبی اُمی صلی اللہ علیہ وسلم۔ انبیاء کہیں گے ہم سب نبی اُمی ہیں۔ کسے یاد فرمایا ہے۔ منادی واپس جائے گا دوبارہ آ کر یوں ندا کرے گا۔ کہاں ہیں نبی اُمی عربی صلی اللہ علیہ وسلم۔ اب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے منبر سے اُتر کر جنت کی طرف تشریف لے جائیں گے۔ جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے۔ پوچھا جائے گا کون حضورؐ فرمائیں گے محمد یا احمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ پھر پوچھا جائے گا کیا وہ بلائے گئے ہیں۔ حضور فرمائیں گے ہاں۔ پس آپ کے لیے دروازہ کھولا جائے گا۔ اور رب تعالےٰ ان پر تجلی فرمائے گا اور آپ سے پہلے کسی پر تجلی نہ فرمائے گا۔ پس حضور خدا کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوں گے اور خدا تعالےٰ کی ان کلمات سے حمد بیان فرمائیں گے جن سے نہ پہلے کسی نے تعریف کی ہو گی اور نہ بعد میں کوئی تعریف کرے گا۔ پھر حضور سے کہا جائے گا۔

اِرْفَعْ رَأْسَكَ تَكَلَّمْ تُسْمَعْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ وَسَلْ تُعْطَهْ ۔ (صفحہ ۱۳۶/۸ ابن حبان)

ترجمہ: سر اقدس اُٹھائیے بات کریں سُنی جائیگی۔ شفاعت کریں قبول ہوگی سوال کریں پُورا کیا جائے گا۔

اِن الفاظِ حدیث سے روشن ہو گیا کہ شفاعت کی پہلے ہی اجازت تھی اور حضورؐ کو شفاعت کی قبولیت کا یقین تھا۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ حضورؐ نے فرمایا۔

شَفَاعَتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ حَقٌّ فَمَنْ لَمْ یُؤْمِنْ بِهَا لَمْ یَكُنْ مِنْ اَهْلِهَا ۔

ترجمہ: روزِ قیامت میری شفاعت حق ہے تو جو اِس پر یقین لائے وہ اِس کے لائق ہے۔

لہٰذا جو لوگ شفاعت کے منکر ہیں حضورؐ ان کی شفاعت نہیں کریں گے۔

کہا مصطفےٰ نے اے ربّ العزت گناہوں سے لبریز ہے میری اُمت
تو غفار ہے بخش دے میرے مولا یہی آپ سے سوال محمدؐ
کہا اُن کے حق نے کہ اے کملی والے حقوقِ شفاعت ہیں تیرے حوالے
جسے تو کہے گا اسے بخش دُوں گا خدا ہو گیا ہم خیال محمدؐ

۶: بارگاہِ خداوندی میں کسی کی دُعا کا قبول ہو جانا اِس کے مقبولِ الٰہی ہونے کی دلیل ہے اور انبیائے کرام سے بڑھ کر کون

برگزیدہ اور مقبول الٰہی ہو سکتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ ان کی دعاؤں کو شرف قبولیت سے سرفراز فرماتا ہے اور نبیوں کی دعاؤں کا قبول ہو جانا ان کی صداقت کی دلیل ہوتی ہے۔

حضرت آدم علیہ السّلام اور حضرت حوّا نے عرض کی۔

رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۔

ترجمہ: اے ہمارے رب ہم نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اگر تو ہم پر رحم نہ کرے اور نہ بخشے تو ہم نقصان اُٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

اِس دعا کا نتیجہ یہ ہوا کہ خدا تعالیٰ نے ان کی لغزش کو معاف فرما دیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے دعا مانگی۔

رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ○ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ۔

ترجمہ: الٰہی مجھے لائق اولاد دے تو ہم نے اسے خوشخبری سنائی ایک عقل مند لڑکے کی۔

حضرت ایوب علیہ السّلام کے بارے میں ارشاد ربانی ہے۔

وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ○ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ

فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ ۔

ترجمہ: اور ایوب کو (یاد کرو) جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے تکلیف پہنچی اور تو سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے تو ہم نے اس کی دعا سن لی تو ہم نے دور کر دی اسے جو تکلیف تھی ۔

حضرت ذکریا علیہ السّلام نے خدا کی بارگاہ میں التجا کی ۔

وَزَكَرِيَّا اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِيْنَ ۝ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى ۔

ترجمہ: اور ذکریا کو (یاد کرو) جب اس نے اپنے رب کو پکارا اے میرے رب مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور تو سب سے بہتر وارث ہے تو ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اسے یحییٰ عطا فرمایا ۔

حضرت یونس علیہ السّلام نے مچھلی کے پیٹ سے خدا کو پکارا ارشادِ ربانی ہے ۔

فَنَادٰى فِى الظُّلُمَاتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ ۝ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ ۔

ترجمہ: تو تاریکیوں میں پکارا کوئی معبود نہیں سوا تیرے

پاکی ہے تجھ کو۔ بیشک مجھ سے بے جا ہوا تو ہم نے
اسکی پکار سن لی اور اسے غم سے نجات بخشی۔

حضرت عیسٰی علیہ السلام کی دعا کے بارے میں ارشاد باری ہے

قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝ قَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ۔

ترجمہ:۔ عیسٰی بن مریم نے عرض کی اے اللہ اے رب ہمارے ہم پر آسمان سے ایک خوان اتار کہ وہ ہمارے لیے عید ہو۔ ہمارے اگلے اور پچھلے لوگوں کے لیے اور تیری طرف سے نشانی اور ہمیں رزق دے اور تو سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ میں اسے تم پر اتارتا ہوں۔

اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ امام الانبیاء تمام پیغمبروں سے بڑھ کر خدا کی بارگاہ کے مقبول ہیں۔ لہذا آپ کی دعا بطریق اولی قبول ہوتی ہے۔ ہمارے نبی کریم کے دربار گہر بار میں جب بھی کوئی حاجتمند حاضر ہوا تو ہر مراد لے کر واپس ہوا ہے۔ کوئی خالی ہاتھ واپس نہیں لوٹا نبی کریم نے جب بھی کسی محتاج کی حاجت کے لیے خدا کی بارگاہ میں

ہاتھ اُٹھائے ہیں خدا نے آپ کی دُعا کو شرفِ قبولیت سے سرفراز فرمایا ہے۔ حضورؐ علیہ السّلام کی دُعا کے بارے میں چند احادیث ملاحظہ ہوں۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ میری والدہ مُشرکہ تھیں میں ان کو اِسلام کی دعوت دیتا تھا۔ ایک دن میں نے اِن کو دعوت دی تو انہوں نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایسی بات کہی جو مجھ کو ناگوار گزری۔ میں روتا ہُوا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا میں نے عرض کی یا رسُول اللہ میں اپنی ماں کو اِسلام کی دعوت دیتا تھا۔ وہ انکار کرتی تھی۔ آج میں نے اِس کو دعوت دی تو اس نے آپ کے متعلق ایسا کلمہ کہا جو مجھے ناگوار گزرا۔ آپ اللہ تعالےٰ سے دُعا کیجیئے کہ اللہ تعالےٰ ابُوہریرہ کی ماں کو ہدایت دے۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ ابوہریرہ کی ماں کو ہدایت دے۔ میں رسُول اللہ کی دُعا لے کر خوشی سے روانہ ہوا۔ جب میں گھر کے دروازے پر پہنچا تو دروازہ بند تھا۔ ماں نے میرے قدموں کی آہٹ سُن لی۔ اس نے کہا ابُوہریرہؓ اپنی جگہ ٹھہرو۔ پھر میں نے پانی گرنے کی آواز سُنی۔ میری ماں نے غسل کیا اور قمیض پہنی اور جلدی میں بغیر دوپٹہ کے باہر آئیں۔ پھر دروازہ کھولا اور کہا اے ابُوہریرہ میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں اور میں گواہی دیتی ہوں کہ محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسُول ہیں۔ پھر میں خوشی سے روتا ہوا حضورؐ کے پاس گیا

میں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ کو بشارت ہو اللہ تعالےٰ نے آپ کی دعا قبول کر لی اور ابوہریرہ کی ماں کو ہدایت دے دی۔ (صفحہ ۳۰۱/۲ مسلم شریف)

اجابت نے جھک کر گلے سے لگا لیا   بڑھی ناز سے جب دعائے محمد

۲۔ حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ میری ماں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں لے گئی عرض کی یا رسول اللہ انس بن مالک آپ کا خادم ہے۔ اس کے لیے دعا فرمائیں۔ حضور نے فرمایا

اَللّٰھُمَّ اَکْثِرْ مَالَہٗ وَوَلَدَہٗ وَاَطِلْ عُمْرَہٗ وَاغْفِرْلَہٗ

ترجمہ: اے اللہ اس کے مال و اولاد میں کثرت دے اسکی عمر لمبی کر دے اور اسکی مغفرت فرما دے۔

حضرت انس فرماتے ہیں میرا مال زیادہ ہو گیا۔ میرا باغ سال میں دو مرتبہ پھل دیتا تھا میری اولاد بھی کثرت سے ہوئی یہاں تک کہ میں نے اپنی پشت کی سو اولاد کو اپنے ہاتھ سے دفن کیا اور میری عمر اتنی لمبی ہو گئی کہ میں اپنے اہل و عیال سے حیا محسوس کرتا اور اپنے رب کی ملاقات پسند کرنے لگا اور چوتھی دعا مغفرت کی تھی۔

اس چوتھی دعا کے بارے میں ملا معین کاشفی نے لکھا ہے کہ جب حضرت انس بن مالک کے انتقال کا وقت آیا تو آپ کے دل میں خیال آیا نبی کریم نے چار دعائیں میرے حق میں مانگی تھیں تین کی قبولیت کو تو دیکھ لیا۔ چوتھی دعا مغفرت کی تھی نہ جانے خدا نے قبول کی ہے یا نہیں تو مکان کے ایک کونے سے آواز آئی ہم نے

چوتھی دُعا کو بھی قبول کر لیا اور تمہاری مغفرت فرما دی

صفحہ ۲۲۲/۲ ترمذی، صفحہ ۲۳۳/۲ مسند ابی یعلی، معارج النبوۃ

۵۔ اجابت کا سہرا عنایت کا جوڑا دُلہن بن کے نکلی دعائے محمد

حضور علیہ السلام کو یا محمد کہنا جائز ہے

اگر یہ سوال کیا جائے کہ بعض روایات اور بعض تفاسیر کی بنا پر ندائے یا محمد منع ہے کیونکہ آپ کا نام لے کر پکارنا آپ کی تعظیم اور توقیر کے خلاف ہے تو اِس کا جواب یہ ہے اگر ہم یہ تفسیر تسلیم کر لیں تب بھی ندائے یا محمد مطلقاً منع نہیں ہے بلکہ آپ کو آپ کا نام لے کر بلانا منع ہے اور یہ آپ کی تعظیم وتکریم کے خلاف ہے کہ آپ کو عام آدمیوں کی طرح نام لے کر بلایا جائے اور ہمیں اس سے کوئی اختلاف نہیں ہے کہ آپ کا نام لے کر ندا کر کے بلانا حرام ہے۔

یا محمد کہنے کے جواز کی صورتیں

۱۔ اظہارِ مسرت کے لیے مثلاً حضرت برار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو

فَصَعِدَ الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ فَوْقَ الْبُیُوْتِ وَتَفَرَّقَ الْغِلْمَانُ وَالْخَدَمُ فِی

الطُّرُقِ یُنَادُوْنَ یَا مُحَمَّدُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ یَا مُحَمَّدُ
یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ (صفحہ ۴۱۹/۲ مسلم شریف)

ترجمہ: مرد اور عورتیں گھروں کی چھتوں پر گئے اور بچے اور خادم گلیوں میں متفرق ہوئے اور سب کے سب ندا کرتے تھے یا محمد یارسول اللہ یا محمد یارسول اللہ

اِس حدیث سے دو باتیں ثابت ہوئیں۔ ایک تو یہ کہ خوشی کے وقت نعرہ رسالت یارسول اللہ یا محمد لگانا بدعت نہیں بلکہ حضور کے زمانہ پاک اور آپ کی موجودگی میں لگا اور دوسری بات یہ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کو یا کہہ کر پکارنا شرک نہیں اگر شرک ہوتا تو حضور ان کو منع فرما دیتے۔

ب: متوجہ کرنا مقصود ہو مثلاً ایک نابینا صحابی کو حضور نے یہ دعا تعلیم فرمائی۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِمُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ قَدْ تَوَجَّھْتُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ ھٰذِہٖ لِتُقْضٰی لِیْ اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْہُ فِیَّ۔

(صـ ۳۱۳/۱ المستدرک، صـ ۲۲۵/۲ صحیح ابن خزیمہ، صـ ۹۹ ابن ماجہ، صـ ۱۹۷/۲ ترمذی، صـ ۱۸۳/۱ طبرانی صغیر)

ترجمہ: اے اللہ میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیری طرف توجہ

کرتا ہوں بوسیلہ تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ نبی رحمت
ہیں۔ یا محمد میں آپ کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف
اِس حاجت میں متوجہ ہوا ہوں کہ میری حاجت روا ہو
الٰہی حضور کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔

ج: بطور وظیفہ ذکر کرنا مقصود ہو مثلاً ابوبکر محمد بن عمر نے بیان کیا کہ میں ابوبکر بن مجاہد کے پاس بیٹھا تھا کہ شبلی آگئے ابوبکر بن مجاہد نے اُٹھ کر اِن کے ساتھ معانقہ کیا اور اِن کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ میں نے کہا اے آقا آپ شبلی کی اِس قدر تعظیم کر رہے ہیں اور تمام بغداد کے لوگوں کے خیال میں یہ مجنون ہیں۔ انہوں نے مجھ سے کہا میں نے اِس کے ساتھ وہی کیا جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اِس کے ساتھ کرتے دیکھا۔ کیونکہ میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ شبلی آپ کے پاس آئے تو آپ نے کھڑے ہو کر اس کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ شبلی کو اِس قدر نواز رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ یہ نماز کے بعد یہ آیت پڑھتا ہے۔ لقد جاء کم رسول من انفسکم اِس کے بعد تین مرتبہ کہتا ہے۔ صلی اللہ علیك یا محمد۔ ابوبکر کہتے ہیں بعد میں میں شبلی سے مِلا۔ اِن سے پوچھا آپ نماز کے بعد کیا پڑھتے ہیں تو انہوں نے یہی بیان کیا۔ (ص ۳۹۵/۱ تاریخ بغداد، ص ۲۵۸ جلاء الافہام، ص ۱۶۳ القول البدیع)

د: یا محمد کہنے کے جواز کی چوتھی صورت یہ ہے کہ ندائے یا محمد پر

اعتراض اس وقت ہوگا جب اس لفظ کو بطور علم استعمال کیا جائے اور اس سے مُراد آپ کا نام ہو اور اگر اس سے مُراد آپ کی صفت ہو یعنی آپ کا محمد (تعریف کیا ہوا) ہونا مراد ہو تو پھر یا محمد کے ساتھ ندا کرنے پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہے کیونکہ محمد جس طرح آپ کا نام ہے اسی طرح آپ کی صفت بھی ہے اس کی مثال ملاحظہ ہو۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ وَالَّذِیْ نَفْسُ اَبِی الْقَاسِمِ بِیَدِہٖ لَیَنْزِلَنَّ عِیْسٰی ابْنُ مَرْیَمَ اِمَامًا مُقْسِطًا وَحَکَمًا عَدْلًا ، فَلَیَکْسِرَنَّ الصَّلِیْبَ وَلَیَقْتُلَنَّ الْخِنْزِیْرَ وَلَیُصْلِحَنَّ ذَاتَ الْبَیْنِ وَلَیُذْھِبَنَّ الشَّحْنَاءَ وَلَیُعْرِضَنَّ عَلَیْہِ الْمَالُ فَلَا یَقْبَلُہٗ ثُمَّ لَئِنْ قَامَ عَلٰی قَبْرِیْ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ لَاَجَبْتُہٗ۔

(صفحہ ۴۶۲/۱۱ مسند ابی یعلیٰ)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا کہ جس ذات کے قبضہ میں ابوالقاسم کی جان ہے عیسیٰ بن مریم ضرور نازل ہوں گے وہ امام انصاف کرنے والے حاکم اور عادل ہوں گے وہ صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیر کو

قتل کریں گے۔ لوگوں میں صُلح کرائیں گے اور بُغض
دُور کریں گے اِن پر مال پیش کیا جائے گا تو وہ
مال کو قبول نہ فرمائیں گے اگر وہ میری قبر پہ کھڑے
ہو کر پکاریں گے "یا محمدؐ" تو میں ان کو ضرور جواب
دُوں گا۔

اِس حدیث سے معلوم ہوا ہے کہ حضور علیہ السّلام کو خُدا نے علمِ غیب عطا فرمایا کہ آپ نے قربِ قیامت میں حضرتِ عیسیٰ علیہ السّلام کے نزول کی خبر دی۔

دُوسری بات یہ کہ آپ اپنی قبرِ انور میں زندہ ہیں کیونکہ قبر سے جواب دینا زندہ ہونے کی علامت ہے۔

تیسری بات یہ کہ آپ کو 'یا محمدؐ' کہنا جائز ہے جبکہ نیت یہ ہو کہ یہ آپ کی صِفت ہے۔

محدثِ اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد سردار احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ملفوظات میں زیرِ بحث حدیث کے جملہ نبی الرحمۃ کی تشریح میں لکھا ہے کہ رحمت کے مفہوم میں تین چیزیں ہیں۔ ا۔ دافع الزحمۃ، ب۔ کاشف الغمۃ، ج۔ شفیع الامۃ۔

ا۔ دافع الزحمۃ:۔ حضرت امِ جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جمرۃ العقبیٰ کے پاس رمی فرماتے ہوئے دیکھا۔ رمی فرمانے کے بعد آپ منیٰ میں اپنے مقام پر تشریف لے آئے، وہاں ایک عورت اپنے لڑکے کو لے کر حاضر ہوئی جو آسیب زدہ تھا۔ اور عرض کی یارسول اللہ میرے اس لڑکے پر کوئی بلا مسلط ہے یہ بات نہیں کرتا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے فرمایا کہ پانی لاؤ تو وہ ایک برتن میں پانی لائی۔ آپ نے اس سے پانی لے کر اس برتن میں کلی کی اور دعا فرمائی اور اس کو دے کر فرمایا یہ پانی اس لڑکے کو پلاؤ اور اس میں نہلاؤ۔

ام جندب کہتی ہے کہ جب وہ عورت جانے لگی تو میں بھی اس کے ہمراہ ہو گئی۔ اور اس سے کہا اس میں سے تھوڑا سا پانی مجھے بھی دو۔ اس نے کہا لے لو۔ میں نے وہ لے کر اپنے لڑکے عبداللہ کو پلا دیا۔ وہ بہت روز زندہ رہا۔ اور بہت نیک بخت ہوا۔ پھر اس عورت سے میری ملاقات ہوئی تو اس نے کہا کہ وہ لڑکا اچھا ہو گیا۔ اور اپنے ہم عمر لڑکوں میں عقل و فراست کے اعتبار سے بے نظیر ہو گیا۔

(ص ۱۶۰/۲۵ طبرانی کبیر ص ۵۲/۸ مصنف ابن ابی شیبہ)

ب۔ "کاشف الغمہ" یعنی غم دور کرنے والا:۔

حضرت حارث بن سراقہ جنگ بدر میں شہید ہو گئے تو ان کی شہادت کی خبر مدینہ منورہ میں ان کی والدہ اور بہن کو پہنچی اُن کو بہت صدمہ ہوا۔ اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم بدر سے واپس تشریف لائے تو حارث کی والدہ آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئی اور عرض کی اگر میرا بیٹا جنت میں ہے تو خوشی کا مقام ہے۔ رونے کی ضرورت نہیں، اگر دوزخ میں ہے تو خدا کی قسم میں چلا چلا کر رؤونگی۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کا ایک پیالہ طلب فرمایا اور پھر اس میں اپنے ہاتھ مبارک دھوئے اور کُلّی کر کے اُس میں ڈال دی۔ اور حارث کی والدہ اور بہن کو پلایا اور فرمایا۔ اس میں سے تھوڑا سا پانی اپنے گریبانوں پر چھڑک لو۔ ان دونوں نے ایسا ہی کیا اور اپنے گھر چلی گئیں، اس کے بعد مدینہ بھر میں کوئی عورت ان سے زیادہ خوش و خرم نہیں تھی۔

(ص۲۷۷ ذکرِ جمیل)

خوشی اور غم آدمی کی اختیاری چیزیں نہیں ہیں، جب خوشی اور غم کے اسباب قائم ہو جائیں تو خوشی اور غم کا ہونا لازمی امر ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ اس عورت کے دل پر بیٹے کی موت کا صدمہ ہے۔ جس سے ضرر کا اندیشہ ہے تو آپ نے اس کی تسکین

کے لئے لعابِ دہن استعمال فرمایا۔ جس کی تاثیر سے غم دُور ہو گیا اور دل میں مسرت و شادمانی پیدا ہو گئی۔

ڈوبی ناؤ تراتے یہ ہیں؛
روتی آنکھیں ہنساتے یہ ہیں

ج۔ شَفِیعُ الاُمّتہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے مروی ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دِن ہر نبی کے لئے نُورانی منبر ہو گا اور میں بہت بڑے اُونچے نُورانی منبر پر ہوں گا۔

ایک منادی ندا دے گا کہ نبی اُمی کہاں ہیں، سب انبیاء علیہم السّلام کہیں گے ہم سب اُمی نبی ہیں، تجھے کس کی طرف بھیجا گیا ہے وُہ دوبارہ لوٹ کر آئے گا اور کہے گا۔ نبی اُمی عربی کہاں ہیں۔

اُس کے پکارنے اور بلانے پر نبیِ کریم منبر سے اُتریں گے اور جنت کے دروازے پر آکر اُسے کھٹکھٹائیں گے۔ پُوچھا جائے گا کون ہیں کھٹکھٹانے والے تو آپ فرمائیں گے۔

میں محمّد، احمد ہوں۔ پُوچھا جائے گا۔ کیا آپ کو بلایا گیا ہے۔ آپ فرمائیں گے ہاں چنانچہ دروازہ کھول دیا جائے گا۔ آپ اندر داخل ہوں گے۔

اللہ ربّ العزّت آپ کے سامنے آشکارہ ہو گا۔ اور آپ سے پہلے کسی کے لئے بھی آشکارہ نہ ہو گا۔ آپ اس کی تجلّی۔

ذات کا مشاہدہ کریں گے۔

سجدہ ریز ہوں گے اور ایسے کلمات کے ساتھ اللہ کی حمد بجا لائیں گے۔ جن کے ساتھ نہ پہلے کسی نے اللہ کی حمد و ثناء کی ہوگی اور نہ بعد ازاں کوئی کرے گا۔

آپ سے کہا جائے گا۔ اے محمد سر کو بلند کرو۔ جو کہو گے ہم سنیں گے۔ جس کی شفاعت کرو گے ہم قبول کریں گے۔

(ص ۱۲۷/۸ صحیح ابن حبان)

پیش حق مژدہ شفاعت کا سناتے جائیں گے!
آپ روتے جائیں گے ہم کو ہنساتے جائیں گے

علامہ مولانا محمد صدیق ملتانی صاحب مدظلہ العالی کی دیگر بہترین کتب

باطل اپنے آئینے میں

اس کتاب کا دوسرا نام ایٹم بم ہے یہ وہ کتاب ہے جس نے باطل کے ایوانوں میں زلزلہ برپا
کردیا ہے اس کتاب کو پڑھ کر کئی بدمذہب راہ راست پر آگئے ہیں اس کتاب میں گستاخانِ
رسول وگستاخان صحابہ وگستاخانِ اہلِ بیت پر کاری ضرب لگائی ہے ان پر ایسے سوالات کیے گئے
ہیں جنکا جواب آج تک نہیں دیا گیا یہ باطل فرقوں کے رد میں لاجواب کتاب ہے۔

بدر الکبریٰ

اس کتاب میں غزوۂ بدر بیان کیا گیا ہے نئی نسل کے ذہنوں میں جہاد کی اہمیت
کو اجاگر کرنے کے لئے یہ کتاب ایک عظیم سرمایہ ہے مسلمانوں کو ان کے اسلاف
کے مجاہدانہ کارناموں سے واقف کرانے کے لئے ایک عجیب کوشش ہے جہاد کی فضیلت
اور ضرورت کو ذہن نشین کرانے کی سعی بلیغ ہے۔

خدا کی ہستی کے دلائل

یہ کتاب بین الاقوامی حالات کو پیشِ نظر رکھ کر لکھی گئی دنیا میں بہت سے لوگ ہیں جو سرے
سے خدا کی ہستی کے منکر ہیں اور اس جہاں کی نمود ونمائش کو زمانے کی پیداوار سمجھتے ہیں ایسے لوگوں
کے لئے یہ کتاب مشعل راہ بلکہ روشنی کا مینار ہے اس کتاب میں توحید باری تعالیٰ کے عقلی دلائل
پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں خدا تعالیٰ کی ہستی کے آفاقی، نفسی اور عقلی دلائل قابلِ ستائش ہیں

کتاب التنویر

خدا تعالیٰ نے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہترین فضائل اور خصائل عطا کیے ان کے ...
ہیں آپ کے خصائص کو آٹھ اقسام پر منقسم کرکے اُن پر بحث کی گی ہے مختلف اعتراضات ...
کے جوابات دیئے گئے جن سے کتاب کی افادیت میں اضافہ ہوا ہے اس کتاب کے پڑھنے سے ...
سینے میں الفت رسول کا دریا موجزن ہوتا ہے

دینِ فطرت

یہ کتاب اصلاح معاشرہ کی غرض سے لکھی گئی ہے اس کتاب ...
پر بڑا زور دیا گیا ہے کیونکہ بے پردگی اور عریانی دعوت گناہ کا ...
معاشرے کے مختلف پہلوؤں پر تبصرہ کیا گیا ہے معاشرہ ...
ہوچکی ہیں ان کو دور کرنے کے طریقوں پر بحث کی گئی ہے

مقام سجدہ

... اہم رکن سجدہ ہے اکثر نمازی سجدہ خلاف سنت کرتے ہیں اس کتاب ...
... سجدے کے فوائد اور حکمتوں پر حسین تبصرہ ...
... اس میں کیا راز تھا مکمل بحث کی گئی ہے ...
... رکن نماز ہے جو بندہ کو خدا کے قریب کردیتا ہے پاکستان ...

مکتبہ نوریہ رضویہ گلبرگ اے فیصل آباد

خطباتِ صدیقیہ

جلد دوم

خطیبِ پاکستان

مولانا محمد صدیق ملتانی مدظلہ العالی

خطیب مرکزی سُنی رضوی جامع مسجد جھنگ بازار فیصل آباد

مکتبہ نوریہ رضویہ

خطباتِ صدیقیہ

جلد دوم

خطیبِ پاکستان مولانا محمد صدیق ملتانی مدظلہ العالی
خطیب مرکزی سُنی رضوی جامع مسجد جھنگ بازار۔ فیصل آباد

مکتبہ نوریہ رضویہ
گلبرگ اے۔ فیصل آباد

نام کتاب ــــــــ خطباتِ صدیقیہ (جلد دوم)

مؤلف ــــــــ مولانا محمد صدیق صاحب ملتانی

تزئین واہتمام ــــــــ سید حمایت رسول قادری

پروف ریڈنگ ــــــــ حافظ رب نواز سیالوی

(فاضل دار العلوم نوریہ رضویہ گلبرگ اے فیصل آباد)

صفحات ــــــــ 400

اشاعت ــــــــ بار اوّل مارچ 2005ء

تعداد ــــــــ 1100

کمپوزنگ ــــــــ غلام محمد یٰسین خاں

مطبع ــــــــ اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور

ناشر ــــــــ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

قیمت ــــــــ /- روپے

ملنے کے پتے

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز

11 گنج بخش روڈ لاہور فون 7313885

مولانا محمد صدیق ملتانی فیصل آباد

موبائل: 0300-6608706

فہرست

آدابِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

الحمد لله رب العالمين والعاقبة للمتقين والصلوٰة والسلام على رسوله الكريم. اما بعد فاعوذ بالله من الشيطن الرجيم. بسم الله الرحمن الرحيم○

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَاتَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَاتَشْعُرُوْنَ ○ صَدَقَ اللّٰهُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ وَنَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ لَمِنَ الشَّاهِدِيْنَ وَالشَّاكِرِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ○

حمد وصلوٰۃ کے بعد میرے نہایت ہی واجب الاحترام بزرگو بھائیو اور عزیزو میں نے آپ حضرات کے سامنے قرآن مجید فرقان حمید کی ایک آیہ کریمہ تلاوت کی ہے اس کا سادہ سا ترجمہ اور چند ضروری باتیں جن کا تعلق اس آیۃ کریمہ سے ہوگا آپ حضرات کی خدمت میں پیش کروں گا۔ دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے حق کہنے کی توفیق عطا فرمائے اور مجھے اور آپ کو سن کر قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

يا ايها الذين امنوا لا ترفعوا اصواتكم فوق صوت النبی ولا تجهروا لهٗ بالقول كجهر بعضكم لبعض ان تحبط اعمالكم وانتم لاتشعرون○

ترجمہ: اے ایمان والو اپنی آوازوں کو نبی کی آواز سے اونچا نہ کرو اور ان کے حضور اس طرح چلا کر بات نہ کرو جس طرح تم ایک دوسرے سے کرتے ہو اگر تمہاری آوازیں نبی کی موجودگی میں اونچی ہو گئیں اور تم نے ان کے حضور چلا کر

بات کی تو تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں گے۔ یہ اس آیہ کریمہ کا ترجمہ ہے اور اعمال بھی ایسے ضائع ہونگے کہ تمہیں اعمال کے ضیاع کا علم بھی نہیں ہوگا پتہ بھی نہیں چلے گا کب اعمال ضائع ہوئے اس آیہ کریمہ کا شانِ نزول یہ ہے بخاری شریف میں حدیث ہے کہ ایک مرتبہ ایک قبیلے کے کچھ لوگ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ مین حاضر ہوئے اس قبیلے کے سردار کے انتخاب کا مسئلہ تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے یہ تھی کہ اقرع بن جابس نامی آدمی کو اس قبیلے کا سردار بنایا جائے لیکن صدیق اکبر کسی اور کو سردار بنانا چاہتے تھے دونوں میں اختلاف ہو گیا تو آپ حضرات جانتے ہیں کہ جب دو آدمیوں میں اختلاف ہو تو آوازیں بلند ہو جاتی ہیں۔ ہر آدمی اونچی آواز میں اپنا دعویٰ ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے جب دونوں کی آوازیں نبی کی موجودگی میں اونچی ہوئیں تو اللہ نے یہ آیت کریمہ نازل کی۔ یا ایھا الذین امنوا لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی. اے ایمان والو اپنی آوازوں کو نبی کی آواز سے اونچا نہ کرنا۔

جب یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور سے اس طرح بات کرتے تھے جیسے کسی کے کان میں راز کی بات کی جاتی ہے بلکہ شیخ محقق فرماتے ہیں کہ انہوں نے اپنے منہ میں کنکریاں رکھ لی تھیں کہ جب آواز اونچی ہونے لگے گی تو یہ کنکریاں مجھے یاد دِلا دیں گی کہ نبی کی آواز سے اپنی آواز کو اونچا نہیں کرنا۔ اور حضرت فاروق اعظم اس طرح آہستہ آواز میں حضورﷺ سے بات کرتے کہ حضورﷺ کو بار بار پوچھنا پڑھتا تھا۔ اے عمر تم نے کیا کہا بلکہ قاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہ نے الشفاء بتعریفِ حقوقِ مصطفیٰ میں لکھا کہ صحابہ کرام اپنے ناخنوں سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دروازہ کھٹکھٹایا کرتے تھے۔ ہتھیلی سے نہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ دروازہ کھٹکھٹانا ہی حضور نبی کریمﷺ کی

اذیت کا سبب بن جائے حضور اندر کلام کر رہے ہوں اور ہمارے کھٹکھٹانے کی آواز حضور کی آواز سے اونچی ہو جائے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مکان کے دروازے کے کواڑ کپڑے کے بنائے ہوئے تھے لکڑی اور لوہے کے اس لئے نہیں بنائے تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں اپنا کواڑ بند کروں اور اس سے اتنی آواز پیدا ہو جائے کہ نبی گھر میں کلام کر رہا ہو۔ تو اس کی آواز اس سے اونچی ہو جائے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد حضرت عائشہ کے حجرے کے ساتھ کسی دوسرے کا مکان تھا۔اس نے دیوار میں کیل نصب کرنی چاہی وہ کیل ٹھوک رہی ہے تو آواز پیدا ہو رہی ہے تو آپ نے فرمایا گھر والو نبی کو اذیت نہ دو۔ نبی کو تکلیف نہ دو تو ذرا غور فرمائیں صحابہ کرام کتنی احتیاط کیا کرتے تھے۔ ایک شانِ نزول تو یہ جو بیان ہوا دوسرا شانِ نزول یہ ہے۔

ثابت بن قیس اور تعظیمِ رسول:

حضور ﷺ کے ایک صحابی ہیں حضرت ثابت بن قیس یہ ذرا اونچا سنتے تھے۔ آپ حضرات جانتے ہیں جو اونچا سنتا ہو وہ یہ سمجھتا ہے کہ میرا بالمقابل بھی اونچا ہی سنتا ہے اس لئے وہ ذرا بلند آواز سے بولتا ہے تو یہ جب حضور ﷺ سے بات کرتے تو بڑے زور سے بات کرتے تھے جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی یا

ایھا الذین امنوا لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھروا له بالقول کجھر بعضکم بعض ان تحبط اعمالکم وانتم لاتشعرون۔

خبردار اگر تمہاری آوازیں نبی کی آواز سے اونچی ہوئیں تو تمہارے سارے اعمال ضائع ہو جائیں گے وہ گھر میں چھپ کر بیٹھ گیا نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں آنا چھوڑ دیا۔ کچھ دنوں کے بعد حضور ﷺ کو احساس ہوا کہ ثابت بن قیس نہیں آرہے۔ ایک صحابی نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ اگر آپ اجازت دیں تو میں

معلوم کر کے آؤں کہ وہ کیوں نہیں آ رہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا جاؤ وہ گئے تو دیکھا وہ غمگین بیٹھے ہوئے ہیں۔ فرمایا کیا بات ہے غمزدہ نظر آ رہے ہو کہا میرے اعمال ضائع ہو گئے میری آواز نبی کی آواز سے اونچی ہو جاتی ہے میں دوزخی ہو گیا۔ یہ وہاں سے چلے حضور ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی یہ بات ہے وہ کہتا ہے میری آواز نبی کی آواز سے اونچی ہو جاتی ہے لہٰذا میرے اعمال ضائع ہو گئے ہیں دوزخی ہو گیا ہوں حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا جاؤ اس سے جا کر کہہ دو۔

اِنَّکَ لَسْتَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ وَلٰکِنَّکَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ.

اے ثابت بن قیس تو دوزخی نہیں ہے بلکہ میں محمد اس کی گواہی دیتا ہوں کہ تو جنتی ہے معلوم ہوا ہمارا نبی جانتا ہے کہ کون دوزخی ہے اور کون جنتی ہے ایک جنگ میں ایک صحابی بڑی بہادری سے لڑ رہا ہے ایک صحابی نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ فلان آدمی بڑی بہادری سے لڑ رہا ہے فرمایا وہ دوزخی ہے اب وہ صحابی فرماتے ہیں مجھے تجسس ہوا بڑی بہادری سے لڑ رہا ہے بھلا دیکھوں یہ کیسے دوزخی ہو جاتا ہے آخر لڑتے لڑتے وہ زخموں کی تاب نہ لا سکا اور اس نے اپنی تلوار کی نوک اپنے سینے پر رکھ کر اوپر بوجھ ڈال اور خودکشی کر لی۔ جب اس نے خودکشی کر لی یہ دوڑتے ہوئے حضور ﷺ کی بارگاہ میں گئے عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ نے سچ فرمایا وہ واقعی دوزخی تھا اس لئے کہ اس نے زخموں کی تاب نہ لا کر خودکشی کر لی ہے اور اپنے آپ کو ہلاک کر لیا ہے معلوم ہوا اللہ کا نبی جانتا ہے کون جنتی اور کون دوزخی ہے۔

ثابت بن قیس مسیلمہ کذاب کے ساتھ جو صدیق اکبرؓ کے دور میں جنگ لڑی گئی ہے تو یہ اس وقت لشکرِ اسلام کے ساتھ تھے۔ لڑتے لڑتے شہید ہو گئے ایک مسلمان نے دیکھا کہ سینے پر ذرع بڑی بہترین ہے انہوں نے اُتار لی کہ کس

کام کی۔ اب ان کے پھر کون سا دیکھ رہے ہیں اُتار کر اپنے خیمے کے باہر رکھ کر اوپر ہنڈیا الٹی کر دی اور اس کے اوپر اونٹ کا پالان یا اپنے گھوڑے کی زین رکھ دی رات ہوئی حضرت ثابت بن قیس جو شہید ہو گئے تھے وہ ایک سپاہی کو خواب میں ملے اس مسلمان کو کہا جو کچھ میں کہتا ہوں اس کو سچا جاننا وہم و گمان پر مبنی نہ سمجھنا اس نے کہا بولو کیا کہنا چاہتے ہو اس نے کہا کل جب میں شہید ہو گیا تھا میری زرع فلاں آدمی نے اتار لی ہے اور اس کا خیمہ سب سے آخر میں ہے اس کے باہر اس کا گھوڑا بندھا ہوا ہے جو گھاس چر رہا ہے۔ اس نے میری زرع رکھ کر اوپر ہنڈیا اُلٹی کر دی ہے اوپر اونٹ کا پالان ڈال دیا ہے یا گھوڑے کی زین رکھ دی ہے تو خالد بن ولید سے کہنا کہ وہ زرع منگوا لے اور خالد بن ولید سے کہنا کہ جب مدینہ پہنچے تو میرا صدیق اکبرؓ کو سلام کہنا اور انہیں کہنا کہ مجھ پر اتنا قرض تھا وہ قرض ادا کر دے اور دوسری بات یہ ہے کہ میرے غلام کو میری طرف سے آزاد کر دیا جائے۔ معلوم ہوا خدا کے برگزیدہ بندے اپنی قبروں میں پڑے ہوئے دیکھتے ہیں۔ کون ان کی قبر پر آیا ہے یہ شہید ہو گئے لیکن یہ جانتے ہیں میری ذرع کس نے اتاری ہے اس کا خیمہ کس مقام پر ہے اور ذرع کے اوپر کیا رکھا ہوا ہے اور اس کے اوپر کیا رکھا ہوا ہے جب نبی کریم ﷺ کے غلام کے علم کا یہ کمال ہے کہ وہ موت کے بعد بھی جانتا ہے کہ جس نے میری ذرع چُرائی ہے وہ فلاں مقام پر ہے جب نبی کے غلام کے علم کا یہ کمال ہے تو نبی کے علم کا کیا کمال ہو گا۔

اور دیکھئے۔ حضرت اسماعیل حقی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے تفسیر روح البیان میں لکھا:

اس دنیا میں جتنا ولیوں کا علم ہے مرنے کے بعد عام مومنوں کا اتنا علم ہو جاتا ہے یعنی مرنے کے بعد علم میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ جب عام مومن فوت ہو جاتا ہے تو اس کا علم ولی کے برابر ہو جاتا ہے اور جب ولی فوت ہوتا ہے تو اس

کا علم نبی کے برابر ہو جاتا ہے اور جب نبی فوت ہوتا ہے تو اس کا علم امام الانبیاء کے برابر ہو جاتا ہے اور جب اللہ کا نبی اس دنیا کو چھوڑ کر گیا تو پھر اللہ نے حضور ﷺ کو کتنا علم دیا ہوگا یہ اللہ جانتا ہے یا اس کا محبوب جانتا ہے تو وفات کے بعد علم میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

حضرت صدیق اکبر اور تعظیم رسول ﷺ :

اس آیۃ کریمہ کا تیسرا شانِ نزول یہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر ایک مرتبہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھر تشریف لے گئے دیکھا کہ حضرت عائشہ اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں کچھ تلخ کلامی ہوگئی ہے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو مارنا چاہا مارنے کے لئے ہاتھ اُٹھایا جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ اُٹھایا تو حضور نبی کریم ﷺ نے آگے بڑھ چھوڑا دیا فرمایا خبردار عائشہ کو نہیں مارنا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ناراض ہو کر گھر سے نکل گئے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے عائشہ دیکھ میں نے تجھے تیرے باپ کے ہاتھ سے بچا لیا ہے کچھ دنوں کے بعد حضور ﷺ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں صلح ہوگئی آپ جانتے ہیں کتنا بھی کوئی تحمل مزاج با اخلاق آدمی ہو پھر بھی میاں بیوی میں کبھی نہ کبھی گھر میں جھگڑا اور تلخ کلامی ہو ہی جاتی ہے بعد میں صلح ہوگئی جب صلح ہوگئی تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آئے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یا رسول اللہ ﷺ جس طرح آپ دونوں نے مجھے اپنی لڑائی میں شامل کر لیا تھا۔ اب آپ دونوں اپنی صلح میں بھی مجھے شامل کرلیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا لو اب ہم نے آپ کو اپنی صلح میں بھی شامل کر لیا تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آواز سے اپنی آواز کو اونچا کرنا منع ہے کیونکہ سزا وہی سنائی جارہی ہے جو کافروں کی سزا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اُولٰئِکَ حَبِطَتْ اَعْمَالُھُمْ وَفِی النَّارِھُمْ خَالِدُوْنَ.

اللہ فرماتا ہے کافروں کے سارے اعمال ضائع ہو گئے اور وہ جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہیں گے۔ تو اعمال کا ضائع ہونا یہ کافروں کا وصف بیان ہوا ہے اور یہاں یہ بیان ہوا ہے اے مومنو اگر تمہاری آواز نبی کی آواز سے اونچی ہو گئی تو تمہارے بھی اعمال ضائع ہو جائیں گے معلوم ہوا نبیؐ کی آواز سے آواز اونچی کرنا یہ گستاخی ہے اور اس گستاخی کی سزا وہی ہے جو کافروں کی سزا ہے نتیجہ یہ نکلا جو نبی کی بارگاہ میں گستاخی کرتا ہے وہ دائرہِ اسلام سے خارج ہے۔

ایک آیت:

دوسرا مضمون جو آج شروع ہے وہ ہے تعظیمِ مصطفیٰ کس طرح کرنی چاہیے۔ صحابہ کرام کیسے کرتے؟ ایک آیت پیش کی ہے تعظیمِ مصطفیٰ کے بارے میں دوسری آیت اللہ فرماتا ہے۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ○

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہیں بڑھنا اللہ سے ڈرو اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

اس کا شانِ نزول یہ ہے کچھ صحابہ کرام ایسے تھے جو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے اپنے جانوروں کی قربانی کرلیا کرتے تھے اور کچھ صحابہ کرام ایسے تھے جو حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے روزہ رکھ لیا کرتے تھے۔ یہ بات اللہ کو ناپسند آئی کہ کوئی میرے محبوب سے آگے بڑھنے کی کوشش کرے اللہ نے یہ آیت کریمہ نازل کر دی خبردار میرے محبوب سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرو۔ صحابہ کرام نے اس پر کیسے عمل کیا حدیبیہ کا مقام ہے پندرہ سو صحابہ عمرہ

کرنے کے لئے تشریف لے گئے وہاں پڑاؤ ڈال کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ مشرکینِ مکہ نے روکا ہم آپ کو عمرہ نہیں کرنے دیں گے۔ حضور ﷺ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرمایا جاؤ مشرکین مکہ سے کہہ دو کہ ہم لڑنے کے لئے نہیں آئے ہم تو عمرہ ادا کرنے کے لئے آئے ہیں عمرہ ادا کر کے چلے جائیں گے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ تو جانتے ہیں مکے میں میرے بڑے دشمن ہیں۔ آپ یوں کریں عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بھیجیں اس لیے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے وہاں رشتہ دار بھی موجود ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا عثمان تم جاؤ اور ان سے کہہ دو کہ ہم لڑنے کے لئے نہیں آئے ہم تو کعبہ کا طواف کر کے واپس چلے جائیں گے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ گئے اور جا کر نبی کریم ﷺ کا پیغام دیا کہ اے اہل مکہ ہم آپ سے لڑنے کے لئے نہیں آئے بلکہ ہم تو صرف عمرہ کرنے کے لئے آئے ہیں۔ عمرہ کر کے واپس چلے جائیں گے۔ انہوں نے کہا اے عثمان رضی اللہ عنہ جہاں تک تیرے نبی کا تعلق ہے اس کو تو ہم کعبہ کا طواف نہیں کرنے دیں گے ہاں اگر تو چاہے تو کعبہ کا طواف کرسکتا ہے۔ آپ نے فرمایا مشرکین مکہ یہ تم نے کیا کہہ دیا اگر میرا نبی کعبہ کا طواف نہیں کرے گا تو میں کیسے کرسکتا ہوں اللہ فرماتا ہے۔

يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول سے پہل نہ کرو۔ آگے نہ بڑھو۔

تو اگر میں طواف کرلوں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں آگے بڑھ گیا بلکہ تم مجھے طواف کے لئے کہہ رہے ہو۔ اگر میرا نبی طواف نہیں کرے گا، طواف کرنا تو درکنار میں تو کعبے کی طرف دیکھنے کو بھی تیار نہیں کیونکہ طواف کی نعمت تو مجھے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملی ہے اگر میرا نبی طواف نہیں کرے گا تو میں

کیسے طواف کر سکتا ہوں۔ ایک حدیث:

دوسری حدیث بخاری و مسلم میں بھی موجود ہے۔

ایک قبیلہ تھا بنی عمرو بن عوف ان میں کچھ چپقلش ہوگئی کچھ رنجش، ہوگئی حضور ﷺ صلح کرانے کے لئے تشریف لے گئے وہاں دیر ہوگئی ادھر نماز کا وقت ہوگیا نبی کریم علیہ السلام وہاں موجود نہیں ہیں۔ حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ نے کہا اے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نماز کا وقت ہو گیا ہے اور نبی کریم علیہ السلام کو وہاں روک لیا گیا ہے اگر میں اقامت کہوں تو آپ نماز پڑھا دیں گے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس طرح تمہاری مرضی۔ بلال حبشی رضی اللہ عنہ نے اقامت کہی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اقامت کے بعد مصلّے پر کھڑے ہو گئے۔ یاد رکھو سترہ مرتبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں امامت کرائی ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے دو مرتبہ نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں امامت کرائی ہے۔ اب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ امامت کے مصلّے پر کھڑے ہیں۔ اتنے میں حضور ﷺ تشریف لے آئے صفوں کو چیرتے ہوئے پہلی صف میں آ کر کھڑے ہو گئے۔ صحابہ کرام نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو متنبہ کرنا چاہا کہ نبی کریم ﷺ تشریف لے آئے ہیں۔ لیکن صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نماز میں بڑے محو ہو جاتے تھے۔ صحابہ کرام نے ہاتھوں پر ہاتھ مارے گویا آپ کو متنبہ کیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو احساس ہو گیا کہ حضور ﷺ تشریف لے آئے ہیں۔

آپ نے پیچھے ہٹنا چاہا نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا اپنے مقام پر ٹھہرے رہو لیکن صدیق اکبر ٹھہرے نہیں وہ پیچھے آ گئے حضور ﷺ امامت کے مصلّے پر کھڑے ہو گئے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امامت کرائی نماز ہوئی جب نماز ہو گئی حضور ﷺ نے فرمایا اے صدیق میں نے تمہیں اشارہ کیا تھا اپنے

مقام پر ٹھہرے رہو تو پیچھے کیوں آ گئے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ابو قحافہ کے بیٹے ابوبکر کی کیا مجال ہے کہ وہ نبی کے آگے کھڑے ہو کر امامت کرائے۔ توجہ فرمایئے صدیق اکبر جو پیچھے ہٹے ہیں تو حضور ﷺ کی تعظیم کرتے ہوئے کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ مجھ سے افضل امام آ گیا ہے اب میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں مَیں امامت کا حقدار نہیں ہوں۔ معلوم ہوا عین نماز کی حالت میں انہوں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم کی۔ دوسری حدیث یہ حدیث بھی بخاری میں موجود ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ایک رات میں نبی کریم علیہ السلام کے ساتھ تہجد کے نوافل پڑھ رہا تھا۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرأت کو لمبا کر دیا۔ اتنا لمبا کر دیا کہ میں تھک گیا میں نے بُرا ارادہ کر لیا صحابہ کرام نے پوچھا آپ نے بُرا ارادہ کیا کیا تھا۔ فرمایا بُرا ارادہ یہ کیا تھا کہ میں بیٹھ جاؤں لیکن بیٹھا نہیں اس لئے کہ اس کو خلافِ ادب سمجھا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میرا نبی کھڑا رہے میں بیٹھ جاؤں تو عین نماز کی حالت میں بولو انہوں نے تعظیم کی یا نہیں۔

یہ حدیث فتح الباری شرح بخاری میں علامہ ابن حجر نے لکھی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس اسلام کے دامن میں ان سے بڑھ کر مفسر ہمارے پاس نہیں سب سے پہلے اور سب سے بڑے مفسر ہیں۔ یہ ابھی بچے تھے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ایک مرتبہ تہجد پڑھ رہے ہیں۔ حضور ﷺ نے ان کے کان سے پکڑا ان کو اپنے برابر کھڑا کر لیا لیکن یہ پیچھے ہٹ گئے پھر نبی کریم علیہ السلام نے پکڑا اپنے برابر کھڑا کر لیا یہ پھر پیچھے ہٹ گئے پھر نبی کریم علیہ السلام نے پکڑا پھر یہ پیچھے ہٹ گئے۔ تین مرتبہ اپنے برابر کھڑا کیا مگر یہ پیچھے

ہٹ گئے نماز کے بعد آپ نے فرمایا تو میرے برابر کھڑا کیوں نہیں رہا۔ عرض کی یارسول اللہ ﷺ کسی مسلمان کی کیا مجال کہ وہ نبی کے برابر کھڑا ہو کر نماز پڑھے انہوں نے بھی عین نماز کی حالت میں تعظیم کی۔

اب کتاب کا نام ہے صراطِ مستقیم لکھنے والے ہیں مولوی اسمٰعیل دہلوی اس کو دیوبندی بھی مانتے ہیں اور غیر مقلد بھی مانتے ہیں۔

وہ کہتے ہیں صرف ہمت بسوئے شیخ وامثال آں از معظمین گو رسالت مآب باشد چندیں مرتبہ بدتر از استغراق در صورت گاؤ وخر خود است۔

کہتے ہیں نماز کی حالت میں نبی کا خیال آنے سے بہتر ہے کہ گدھے اور بیل کا خیال آ جائے اور وجہ یہ بتاتے ہیں کہ اگر نبی کا خیال آئے گا تو یہ آئے گا تعظیم کے ساتھ اور نبی کا خیال تعظیم کے ساتھ آئے تو یہ شرک تو اس سے نماز ٹوٹ جائے گی آپ ایمان سے بتایئے یہ میں نے تین حدیثیں آپ کے سامنے پیش کیں ہیں صدیق اکبر عبداللہ بن عباس اور عبداللہ ابن مسعود ان تینوں صحابہ کرام نے عین نماز کی حالت میں سرکار کی تعظیم کی ہے یا نہیں کیا یہ مشرک ہو گئے یہ جو کہتے ہیں نماز کی حالت میں نبی کا خیال تعظیم کے ساتھ آ جائے تو یہ شرک ہے۔ میرے دوستو اور بزرگو معلوم ہوا کہ عین نماز کی حالت میں نبی کی تعظیم کرنا یہ صحابہ کرام کی سنت ہے۔ الحمد للہ ہم بھی نماز کی حالت میں نبی کی تعظیم کا خیال کرتے ہیں ہمارا مسلک بھی وہی ہے جو صدیق اکبر کا مسلک ہے۔ معلوم ہوا نبی کا خیال نماز میں آنے سے نماز نہیں ٹوٹتی۔ سنو بھئی یہ کہتے ہیں کہ نماز میں نبی کا خیال تعظیم کے ساتھ آ جائے تو یہ شرک ہے نماز میں تو یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ نبی کا خیال نہ ہو۔ تراویح ہم سب پڑھتے ہیں یا نہیں تراویحوں میں سارا قرآن ختم ہوتا ہے یا نہیں جب یہ آیۃ کریمہ پڑھی جاتی ہے مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہِ بولو پڑھنے

والے کو بھی نبی کا خیال آئے گا اور سننے والوں کو بھی نبی کا خیال آئے گا یا اَیُّھَا النَّبِیُّ نبی سے مراد ہمارے نبی کریم ہیں۔ اَلتَّحِیَّاتُ پر بیٹھے ہوئے نبی پر سلام پیش کرتے ہیں اَلسَّلامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اے نبی آپ پر سلام ہو اللہ کی رحمت اور اللہ کی برکتیں ہوں بولو حضور ﷺ کا خیال آیا یا نہیں چلئے یہاں بھی نہیں آیا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ بولو حضور ﷺ کا خیال آئے گا یا نہیں اب خیال تو آئے گا ضرور خیال آنے کی دو ہی صورتیں ہیں یا آئے گا تعظیم کے ساتھ یا آئے گا تحقیر کے ساتھ اگر تحقیر کے ساتھ آئے گا یہ تو کفر ہے بات یاد رکھو نماز میں نبی کا خیال حقارت سے آئے تو یہ کفر ہے آدمی کافر ہو جاتا ہے اگر تعظیم کے ساتھ آئے تو ان کے نزدیک شرک ہے اب ذرا غور کیجئے خیال تو آئے گا ضرور یا آئے گا تعظیم کے ساتھ یا آئے گا تحقیر کے ساتھ اگر نماز کی حالت میں نبی کا خیال تعظیم کے ساتھ آجائے تو ان کے نزدیک وہ ہو گیا شرک تب بھی نماز نہ ہوئی اور اگر آ گیا تحقیر کے ساتھ تو یہ کفر ہے لہٰذا نماز تب بھی نہیں ہو گی اگر ان کے اصول پر عمل کرو گے تو ان کی نماز تو نہ تعظیم کے ساتھ خیال آنے سے ہو گی نہ تحقیر کے ساتھ خیال آنے سے ہو گی کیونکہ ان کی اپنی نمازیں نہیں ہوتیں لہٰذا ان کے پیچھے ہماری نمازیں کیسے ہو جائیں گی اس لئے ہم ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے اور ہمارا یہ مسلک ہے کہ ہماری نماز اس وقت تک کامل و اکمل ہوتی نہیں ہے جب تک نبی کا خیال نہ آجائے۔ اس لئے کسی نے کیا خوب کہا یا رسول اللہ یا حبیب اللہ سب کہو صلی اللہ علیک وسلم۔

سجدہ کرنا ہے تو یوں کر سر ہو سجدے میں جھکا
سر خدا کے واسطے دل مصطفیٰ کے واسطے

بڑا نقطہ عرض کر رہا ہوں ذرا غور سے سننا سارے فرشتے ہمارے نبی کے

امتی ہیں کیونکہ سرکار نے فرمایا اُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَافَّةً میں ساری مخلوق کا رسول ہوں فرشتے بھی مخلوق ہیں لہٰذا رسول ان کے بھی نبی حضرت زکریا علیہ السلام نے جب دیکھا کہ حضرت مریم سلام اللہ علیہا کے آستانے پر بغیر موسم کے پھل آرہے ہیں تو خیال آیا کہ جو اللہ بغیر موسم کے پھل دے سکتا ہے وہ بغیر موسم کے اولاد بھی تو دے سکتا ہے اگرچہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں میری بیوی بوڑھی ہو چکی ہے تو اللہ اس بات پر قادر رہے وہ دے سکتا ہے وہاں آپ نے کھڑے ہو کر دعا مانگی یا اللہ ہمیں اولاد سے سرفراز فرما اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

فَنَادَتْهُ الْمَلآئِكَةُ وَهُوَ قَائِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ.

حضرت زکریا محراب میں نماز پڑھ رہے تھے نماز کی حالت میں محراب میں کھڑے تھے تو فرشتوں نے پکارا۔ فَنَادَتْهُ الْمَلٰئِكَةُ فرشتوں نے پکارا اور بشارت دی کہ تجھے اللہ ایک لڑکا عطا فرمائے گا جس کا نام یحییٰ ہوگا وہ عورتوں سے بچنے والا ہوگا یعنی ساری عمر شادی نہیں کرے گا سردار ہوگا اور سارے نبیوں میں سے ہوگا اگر غور کرو جب نماز کی حالت میں حضرت زکریا کو فرشتوں نے پکارا تو بولو زکریا کے دل میں فرشتوں کا خیال آیا ہوگا یا نہیں تو کیا اُن کی نماز ٹوٹ گئی نماز ٹوٹی نہیں میرے دوستو بزرگو اللہ کا نبی نماز پڑھ رہا ہے فرشتوں نے پکارا گویا نبی کریم ﷺ کے امتیوں نے پکارا اللہ کے نبی کے دل میں ان کا خیال ضرور آیا لیکن نماز ٹوٹی نہیں غور کرو جب امتی کا خیال آنے سے نماز نہیں ٹوٹتی تو نبی کا خیال آنے سے نماز کیسے ٹوٹ جائے گی نتیجہ یہ نکلا کہ نبی سے آگے نہیں بڑھنا چاہیے اللہ ہمیں ادب سکھا رہا ہے بلکہ اس کے تحت علماءِ کرام نے یہ لکھا کہ برگزیدہ

بندوں علماء کرام اور اولیاء کرام کے آگے ہو کر بھی نہیں چلنا چاہیے شیخ عبدالعزیز محدث دہلوی نے تفسیر عزیزی میں یہ حدیث نقل فرمائی کہ حضور جا رہے ہیں ساتھ حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہم بھی ہیں حضرت ابودردا بھی چلتے چلتے حضرت ابودردا تھوڑے سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے آگے بڑھ گئے نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا اے ابودردا عرض کی لبیک یارسول اللہ۔ فرمایا پیچھے ہو جاؤ صدیق اکبر سے آگے مت بڑھو اس لئے کہ یہ دنیا میں بھی تم سے افضل ہے اور آخرت میں بھی تم سے افضل ہے معلوم ہوا جو اللہ کے نزدیک صاحبِ مرتبہ ہو اس کا لحاظ کرنا چاہیے اس سے آگے نہیں چلنا چاہیے باپ جا رہا ہو تو اس کے آگے نہیں چلنا چاہیے کوئی پیر جا رہا ہو اللہ کا ولی جا رہا ہو تو اس کے آگے نہیں چلنا چاہیے کوئی عالم دین جا رہا ہو تو اس کے آگے نہیں چلنا چاہیے اس آیت سے ہمیں یہ درس ملتا ہے۔

دو آیتیں:

میرے دوستو اور بزرگو پہلی جتنی بھی امتیں ہوئی ہیں وہ اپنے نبیوں کو نام لے کر پکارا کرتی تھیں چنانچہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا یَامُوسٰی لَنۡ نَّصۡبِرَ عَلٰی طَعَامٍ وَّاحِدٍ۔ اے موسیٰ ایک ہی کھانا کھاتے اُکتا گئے ہیں اب ہم اس کھانے پر صبر نہیں کر سکتے تو انہوں نے یا موسیٰ کہہ کر پکارا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کہا۔ یٰعِیۡسَی ابۡنَ مَرۡیَمَ هَلۡ یَسۡتَطِیۡعُ رَبُّکَ اَنۡ یُّنَزِّلَ عَلَیۡنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ۔

اے عیسیٰ کیا تیرا رب اس طرح کر سکتا ہے کہ ہمارے لئے آسمان سے پکا پکایا کھانا نازل فرمائے تو پہلے نبیوں کو ان کی امتیں نام سے پکارا کرتی تھیں اور قرآن مجید کو الم سے لے کر والناس تک پڑھ جاؤ ہمارے نبی کریم ﷺ کے کسی

اُمتی نے حضور کو یا محمد کہہ کر پکارا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے منع فرما دیا۔ لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا۔

اللہ فرماتا ہے اے میرے محبوب کے اُمتیوں خبردار نبی کا بلانا تم آپس میں اس طرح نہ ٹھہراؤ جس طرح تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔ علامہ ابن کثیر نے اس کے تحت لکھا کہ حضور کو یارسول اللہ کہہ کر پکارو یا نبی اللہ کہہ کر پکارو۔ ایک جگہ پنجاب میں مناظرہ ہو رہا تھا ہم سنیوں کی طرف سے مناظر اسلام حضرت علامہ مولانا محمد عمر اچھروی رحمتہ اللہ تھے مناظرہ کر رہے تھے۔ فریقِ مخالف نے یہ کہا کہ یارسول اللہ کا کوئی ثبوت نہیں ہے تو مولانا نے یہی آیت پڑھ کر کہا کہ ابن کثیر کہہ رہا ہے نبی کریم ﷺ کو جب پکارنا ہو تو یارسول اللہ ﷺ کہہ کر پکارنا چاہیے انہوں نے کہا دکھاؤ ذرا مجھے تفسیر جب تفسیر دکھائی گئی تو جس حصے پر یارسول لکھا ہوا تھا وہ سارا ورق ہی اس نے پھاڑ دیا ورق تو پھاڑ دیا لیکن اس دلیل کا جواب نہیں دے سکا۔

تو معلوم ہوا حضور نبی کریم کو یارسول اللہ کہنا یہ اس آیت کے مطابق اس آیت پر عمل کرنا ہے۔ یہی وجہ ہے حضور نبی کریم علیہ السلام کو بزرگانِ دین یارسول اللہ یا حبیب اللہ کہہ کر پکارتے آرہے ہیں۔ حضرت علامہ جلال الدین رومی کے پیرومرشد حضرت شمس الدین تبریزی فرماتے ہیں۔

یارسول اللہ حبیبِ خالق یکتا توئی
برگزیدہِ ذوالجلال پاک بے ہمتا توئی

بہاری لال صبا ھندو شاعر نے کہا۔

تصور باندھ کر دل میں تمہارا یارسول اللہ
خدا کا کر لیا گویا نظارہ یارسول اللہ

1/1343

فرماتے ہیں یارسول اللہ آپ کا تصور ہی ایسا ہے جیسے میں نے خدا کا دیدار کرلیا ہے۔ ہندو ہو کر حضور علیہ السلام کو یارسول اللہ کہہ رہا ہے یہ مسلمان ہو کر کہتے ہیں۔ یارسول اللہ کہیں تو یہ شرک ہے ایمان سے بتانا شرک پاکستان میں بھی شرک ہے انڈیا میں بھی شرک ہے افغانستان میں بھی شرک ہے عرب میں بھی شرک ہے شرک ہر جگہ شرک ہے۔ یہاں یارسول اللہ کہنے کو شرک کہتے ہیں اور خود حضور نبی کریم ﷺ کے مواجہ شریف کے سامنے بیٹھ کر کہتے ہیں اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ۔ اگر یہاں شرک ہے تو بولو وہاں شرک نہیں ہے وہاں بھی شرک ہے ان کا وہاں پڑھنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ اس کو دل سے شرک نہیں سمجھتے اگر دل سے شرک سمجھتے ہوتے تو وہاں بھی نہ پڑھتے اس لئے کہ شرک ہر جگہ شرک ہے تو بہرحال حضور ﷺ سے پہلی جتنی امتیں ہوئی ہیں وہ اپنے نبیوں کو نام سے یاموسیٰ یاعیسیٰ کہہ کر پکارتی تھیں ہمیں یہ ادب سکھایا گیا ہے کہ نبی کریم کو یارسول اللہ یا حبیب اللہ کہہ کر پکارو۔

کتنی آیتیں ہوگئیں تین۔ چوتھی آیت:۔

میرے دوستو اور بزرگو پہلے جتنے بھی نبی ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو نام لے کر پکارتا رہا اللہ فرماتا ہے۔ یَا آدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ الْجَنَّۃَ۔

اے آدم تو اور تیری بیوی دونوں جنت میں جا کر رہو اللہ نے حضرت آدم کو یا آدم کہہ کر پکارا حضرت نوح علیہ السلام کا زمانہ آیا۔ یَا نُوْحُ اھْبِطْ بِسَلَامٍ مِّنَّا وَبَرَکَاتٍ عَلَیْکَ۔

اے نوح سلامتی کے ساتھ کشتی سے اُتر جا اللہ تعالیٰ کی تجھ پر برکتیں ہوں۔ اللہ نے یا نوح کہہ کر پکارا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قربانی دی اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ یَا اِبْرَاھِیْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّیَا اللہ نے فرمایا۔ اے ابراہیم تو نے قربانی

کر کے اپنے خواب کو سچا کر دیکھایا تو اللہ نے یہاں یا ابراہیم کہہ کر پکارا۔

یَادَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ.

اے داؤد ہم نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا تو حضرت داؤد کو یا کہہ کر اللہ نے پکارا: یٰازَکَرِیَّا اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلَامِ اِسْمُهٗ یَحْیٰی ۔اے زکریا ہم تمہیں بشارت دیتے ہیں ایک ایسے لڑکے کی جس کا نام یحییٰ ہو گا یا کہہ کر پکارا حضرت زکریا کو آگے حضرت یحییٰ کی باری اللہ فرماتا ہے یَا یَحْیٰی خُذِ الْکِتَابَ بِقُوَّةٍ۔ اے یحییٰ کتاب کو قوت کے ساتھ مضبوطی کے ساتھ پکڑ لو۔ وَمَا تِلْکَ بِیَمِیْنِکَ یٰمُوْسٰی ۔اے موسیٰ تیرے دائیں ہاتھ میں کیا ہے یا کہہ کر پکارا۔ یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ ۔اے عیسیٰ میں تجھے تیری مدت کے پورا ہونے تک رہنے دوں گا اس کے بعد اپنی طرف اُٹھا لوں گا۔ پہلے نبیوں کو اللہ نام سے پکارتا رہا لیکن الٓمٓ سے لے کر والناس تک سارا قرآن اُٹھا کر دیکھئے کہیں اللہ نے حضور ﷺ کو محمد (ﷺ) کہہ کر نہیں پکارا بلکہ کس طرح پکارا یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا ۔اے غیب کی خبریں دینے والے ہم نے آپ کو حاضر و ناظر بنا کر بھیجا اور کہیں فرمایا۔ یٰاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ۔ اے اللہ کے رسول جو تجھے پہنچا ہے وہ لوگوں تک پہنچا دے۔ اور کہیں فرمایا۔ یٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ ۝ اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ یٰسٓ کا معنیٰ علما نے سردار لکھا ہے کہیں فرمایا یٰاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ اللَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلاً ۔اے چادر اوڑھنے والے رات کو کھڑا ہو کر ذرا تھوڑا قیام کیا کر اور کہیں فرمایا یٰاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ۔ اے لحاف اوڑھنے والے اُٹھ لوگوں کو ڈرا اور اپنے رب کی بڑائی بیان کر اور کہیں فرمایا طٰهٰ مَا اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰی ۔اے چودھویں رات کے چاند ہم نے تمہیں قرآن اس لیے تو نہیں دیا کہ تو مشقت میں پڑ جائے تو ذرا غور

فرمایئے بڑے پیارے پیارے الفاظ سے اللہ نے اپنے محبوب کو یاد کیا گویا اللہ نے ہمیں درس دیا سبق دیا کہ میرے محبوب کو پکارنا ہو تو بڑے پیارے پیارے القابات سے پکارو نام لے کر نہ پکارو۔ مولانا جمیل الرحمٰن قادری فرماتے ہیں۔

کسی جا ہے طٰہٰ تو یٰس کہیں پر

لقب ہے سراجاً منیرا تمہارا

حضور نبی کریم کا ادب خود اللہ تعالیٰ سیکھا رہا ہے۔ توجہ فرمایئے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّا اَنْ یُّؤْذَنَ لَکُمْ اِلٰی طَعَامٍ غَیْرَ نَاظِرِیْنَ اِنٰہُ۔ اے ایمان والو نبی کے گھروں میں بغیر اجازت کے داخل نہ ہوا کرو اور اب جب کھانے کے لئے بلایا جائے تو نبی کے گھر میں اجازت لے کر داخل ہوا جائے اور لیکن اس طرح نہیں کہ کھانا پکنے سے پہلے آ کر بیٹھ جاؤ اور کھانا کھانے کے بعد چلے جاؤ اس کا شانِ نزول یہ ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے حضرت زینب کے ساتھ نکاح فرمایا اور نکاح کے بعد ولیمہ کیا اور صحابہ کرام کو ولیمے پر بلایا صحابہ کرام آتے جاتے اور کھانا کھا کر چلے جاتے جو آخری ٹولی تھی ان میں تین صحابی آ کر بیٹھ گئے انہوں نے سوچا اب اور تو کوئی آنے نہیں وہاں حضور کے گھر بیٹھ کر محوِ گفتگو ہو گئے باتیں کرنے لگ گئے۔ حضور ﷺ کے گھر میں جگہ تھی تھوڑی حضور ﷺ کو یہ بات ناگوار گزری تھوڑی دیر کے بعد حضور ﷺ اُٹھ کر چلے گئے مطلب یہ تھا کہ میں اُٹھوں گا تو یہ بھی اُٹھ جائیں گے لیکن وہ سمجھے نہیں وہ بیٹھے رہے حضور ﷺ باہر چلے گئے تھوڑی دیر کے بعد واپس آئے پھر دیکھا کہ وہ بیٹھے ہوئے ہیں اب انہوں نے سمجھ لیا کہ حضور جو ہمیں بار بار دیکھ رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہمیں یہاں سے اُٹھ کر چلے جانا چاہیے وہ اُٹھ کر چلے گئے۔ اب ذرا غور فرمایئے گا اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کو ادب

سکھایا اے میرے محبوب کے صحابہ میرے نبی کے گھر میں بغیر اجازت کے داخل نہ ہوا کرو اور جب کھانے پر بلائے جاؤ تو کھانا پکنے سے پہلے نہ آجایا کرو اور یہ بھی نہیں کہ کھانا کھا کر وہاں بیٹھے رہو بلکہ کھانا کھا کر چلے جایا کرو اس لئے کہ میرا محبوب تو رحمتہ اللعالمین ہے وہ تو تمہیں نہیں اُٹھائے گا میری غیرت گوارہ نہیں کرتی کہ میرے محبوب کا دل تنگ ہو۔ اس لئے کہ محبوب علیہ السلام کی بارگاہ کا ادب سکھایا جا رہا ہے بلکہ بعض علما نے یہ کہا کہ اگر فرشتوں کو بھی یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کے زمرے میں شامل کیا جائے تو پھر فرشتوں کے لئے بھی یہی حکم ہے کہ وہ نبی کریم کی بارگاہ میں آئیں تو بغیر اجازت کے نہ آئیں۔ چنانچہ حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی نے کشف الغمہ میں۔ ایک حدیث نقل فرمائی۔ کَانَ جِبْرَئِیْلُ اِذَا اَتَی النَّبِیَّ یَقِفُ عَلٰی بَابِ ثُمَّ یَسْتَاذِنُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ۔

کہ جبریل جب حضور نبی کریم علیہ السلام کی بارگاہ میں آئے تو حضور ﷺ کے دروازے پر کھڑے ہو کر اجازت مانگتے اگر اجازت ملتی تو اندر داخل ہوتے ورنہ وہی کھڑے ہو جاتے۔ مولانا حسن رضا فرماتے:

بے اجازت جن کے گھر میں جبریل آتے نہیں
قدر والے جانتے ہیں قدر و شان اہلبیت

بلکہ شیخ محقق نے مدارج النبوۃ میں لکھا۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ ملک الموت بھی حضور ﷺ کے دروازے پر آیا تو اس کو بھی حضور ﷺ سے اجازت طلب کرنا پڑی۔ کیونکہ اللہ نے یہ حکم دیا تھا جب میرے محبوب ﷺ کے دروازے پر میرے محبوب کی روح قبض کرنے کے لئے جاؤ تو پہلے اجازت لینا۔ ایمان سے بتائیے ملک الموت نے کبھی کسی سے اجازت لی ہے کسی بڑے سے بڑے سیاست دان کسی بڑے سے بڑے نمرود سے کسی بڑے سے بڑے ہامان شداد سے کسی

بڑے وزیر کبیر بادشاہ سے اجازت لی ہے نہ اجازت لی ہے اور نہ آئندہ کسی سے اجازت لے گا کیونکہ وہ کسی سے ڈرتا تھوڑا ہی ہے۔

وہ کسی سے ڈرتا نہیں میرے دوستو اور بزرگو ہمارے نبی کریم علیہ السلام کی خصوصیت ہے کہ ملک الموت نبی کے دروازے پر کھڑا ہو کر نبی سے اجازت طلب کر رہا ہے۔ شیخ محقق فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ السلام مرضِ وفات میں ہیں۔ حضرت فاطمۃ الزہرا حضور نبی کریم علیہ السلام کی بارگاہ میں موجود ہیں۔ کسی نے آواز دی اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَهْلَ بَیْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ۔ اے اللہ کے رسول ﷺ کے گھر والو تم پر سلام ہو۔ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے کہا کون؟ کہا ایک اعرابی اور دیہاتی ہوں اور نبی کریم علیہ السلام کی بیمار پُرسی کے لئے آیا ہوں۔ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے فرمایا اے اعرابی واپس چلا جا میرے ابا جان کی طبیعت ناساز ہے پھر کبھی آ جانا وہ ٹھہرے تھوڑی دیر کے بعد پھر ایک بار آواز دی کون! کہا ایک اعرابی ہوں حضور نبی کریم ﷺ کی بیمار پُرسی کے لئے آیا ہوں۔ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے کہا میں نے جو کہا کہ میرے ابا جان کی طبیعت ناساز ہے پھر آ جانا چلے جاؤ تھوڑی دیر ٹھہرے تیسری مرتبہ بڑی خوف ناک گرج دار آواز نکالی حضور نبی کریم ﷺ کی طبیعت میں افاقہ ہوا فرمایا فاطمہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ عرض کی یارسول اللہ ﷺ ایک اعرابی آپ سے ملنا چاہتا ہے حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے فاطمہ وہ اعرابی نہیں وہ لذتوں کو قطع کرنے والا ہے انسانوں کی خواہشوں کو ختم کرنے والا ہے یہ وہ فرشتہ ہے جو باپ کو بیٹے سے جُدا کر دیتا ہے ماں کو بیٹی سے جُدا کر دیتا ہے۔ والدین کو اولاد سے جُدا کر دیتا ہے اور اولاد کو والدین سے جُدا کر دیتا ہے اس نے آج تک کبھی کسی سے اجازت مانگی نہیں اور نہ میرے بعد قیامت تک کسی سے اجازت مانگے گا یہ تو

تیرے باپ کا شرف ہے کہ وہ اجازت مانگ رہا ہے اور آئندہ وہ کسی سے اجازت نہیں مانگے گا جب حضرت فاطمۃ الزہرا نے ملک الموت کا سُنا تو بے اختیار رونے لگیں فرمایا فاطمہ کیوں روتی ہو۔ تمہیں بشارت ہو کہ میرے بعد سب سے پہلے تو آ کر مجھے ملے گی اور جاؤ امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہم کو بھی لے آؤ۔ حضرت امام حسن اور حسین رضی اللہ عنہم آئے حضور نبی کریم ﷺ نے دونوں کو سینے سے لگا کر پیار و محبت کا اظہار کیا حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ ملک الموت آئے عرض کی یارسول اللہ ﷺ مجھے اللہ نے آپ کی بارگاہ میں بھیجا ہے اگر آپ کی اجازت ہو تو روح قبض کروں اور اگر اجازت نہ ہو تو روح قبض نہ کروں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیا تم ایسا کرو گے ہاں یارسول اللہ، اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میرے محبوب کی رضا ہو تو روح قبض کرنا اور اگر رضا نہ ہو تو روح قبض نہ کرنا۔ ذرا غور فرمایئے گا کہ حضور نبی کریم ﷺ کا دربار گوہر بار وہ دربار ہے کہ جہاں ملک الموت بھی اجازت طلب کر کے آتے ہیں اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ ملک الموت کیوں اجازت طلب کر رہے ہیں۔

مسلم شریف کی حدیث:

ملک الموت موسیٰ کلیم اللہ کے پاس آئے اور کہا یا موسیٰ کلیم اللہ میں اللہ کی طرف سے آپ پر موت طاری کرنے کے لئے آیا ہوں۔ آپ نے کھینچ کر طمانچہ دے مارا یہ آنکھ باہر آ گئی ہاتھ سے سہارا دے کر اللہ کے پاس گئے۔ اللہ نے فرمایا یہ کیا ہو گیا حالانکہ اللہ جانتا ہے جب یہ فرشتے کراماً کاتبین اللہ کی بارگاہ میں جاتے ہیں اللہ فرماتا ہے کہاں سے آئے ہو؟ حالانکہ خود اللہ نے بھیجا ہے پھر پوچھتا ہے کہاں سے آئے میرا بندہ کیا کر رہا تھا یا اللہ نماز پڑھ رہا تھا۔ معلوم ہوا ہر سوال لاعلمی کی دلیل نہیں ہوتا بلکہ بعض اوقات سوال کسی حکمت کی بنا پر بھی کیا جاتا

ہے نبی کریم علیہ السلام سے بعض موقعوں پر جو سوال کیا گیا اس کا مطلب یہ نہیں نبی کریم کو اس کا علم نہیں تھا بلکہ اس میں بھی کچھ حکمتیں تھیں۔

میرے دوستو اور بزرگو اللہ نے فرمایا ملک الموت کیا ہو گیا ہے۔ یا اللہ جس کے پاس تو نے بھیجا تھا وہ تو تیرے پاس آنا نہیں چاہتا معلوم ہوا ملک الموت نے کہا ہو گا یا اللہ ایسے دو تین آدمیوں کے پاس مجھے اور بھیج دیتا تو میرا تو میدان صاف ہی تھا۔ کیا ہو گیا یا اللہ وہ آنا نہیں چاہتا اللہ نے یہ نہیں فرمایا اب پوچھ لیتے ہیں میرا بھیجا ہوا تھا تو نے اسے کیوں مارا کیوں بھئی ایمان سے بتانا اگر ہم یہاں سے یعنی پاکستان کی گورنمنٹ کسی کو سفیر بنا کر انڈیا بھیجے اور انڈیا والے اس کو ماریں تو بولو پاکستان کی توہین ہے یا نہیں کیونکہ پاکستان کی گورنمنٹ نے اس کو بھیجا اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو بھیجا ملک الموت کو مارا اور آنکھ نکال کر باہر رکھ دی۔ چاہیے تو یہ تھا اللہ فرماتا اے موسیٰ یہ تو نے کیا کیا؟ یہ تو میرا بھیجا ہوا تھا۔ اللہ نے یہ نہیں فرمایا بلکہ فرمایا جاؤ میرے کلیم کے پاس جا کر کہو کہ اگر وہ دنیا میں رہنا چاہتے ہیں تو ایک بیل کی پشت پر ہاتھ پھیر لیں اور جتنے بال ان کی ہتھیلی کو لگ گئے اتنے سال ہم ان کی عمر میں اور اضافہ کر دیں گے۔ معلوم ہوا کہ اللہ نے اس لئے نہیں کہا۔ کیونکہ اللہ کی بارگاہ میں اللہ کے نبی کا بڑا مقام ہوتا ہے۔ میرے دوستو اور بزرگو ذرا غور فرمایئے گا ملک الموت آئے یا کَلِیمَ اللہ اللہ فرماتا ہے۔ اگر آپ دنیا میں رہنا چاہتے ہیں اس بیل کی پشت پر اپنا ہاتھ پھیر لیں جتنے بال آپ کی ہتھیلی کو لگیں گے اتنے سال ہم آپ کی عمر میں اور اضافہ فرما دیں گے۔ کلیم اللہ نے کہا اس کے بعد کیا ہو گا فرمایا اس کے بعد بھی موت ہی ہے موت سے تو چھٹکارا نہیں کلیم اللہ نے کہا اگر اس کے بعد بھی موت ہے آؤ پھر اپنی منشاء پوری کرو۔ تو اللہ ہمیں ادب سکھا رہا ہے کہ خبردار نبی کی بارگاہ میں جاؤ تو بغیر

اجازت داخل نہیں ہونا۔

چوتھی آیت:

اللہ فرماتا ہے۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاِذَا کَانُوْا مَعَہٗ عَلٰٓی اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ یَذْھَبُوْا حَتّٰی یَسْتَاْذِنُوْہُ۔

اللہ فرماتا ہے مومن وہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور جب وہ کسی ضروری کام کے لئے نبی کی بارگاہ میں ہوتے ہیں تو پھر وہ نبی سے اجازت لئے بغیر نہیں جاتے۔ معلوم ہوا نبی کی بارگاہ کا یہ ادب سکھایا جا رہا ہے۔ اے میرے نبی کے صحابہ جب تم میرے نبی کی بارگاہ میں آجاؤ تو پھر بغیر اجازت کے نہ جاؤ۔ اللہ فرماتا ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَاْذِنُوْنَکَ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ۔

اے محبوب تیرے وہ صحابہ جو تیری بارگاہ میں آجاتے ہیں اور پھر اجازت لے کر جاتے ہیں وہ تو پکے سچے مومن ہیں ان کے ایمان کی گواہی ہم دیتے ہیں کہ وہ اللہ کے رسول پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ پر بھی ایمان لاتے ہیں۔

فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْکَ لِبَعْضِ شَاْنِھِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْھُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَھُمُ اللّٰہَ ط

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اے محبوب اگر تیرے صحابہ میں سے کوئی کسی ضروری کام کیلئے جانے کی اجازت مانگے تو پھر یہ تیری مرضی ہے تو جس کو چاہیے اجازت دے اور جس کو چاہے اجازت نہ دے یہ نبی کریم علیہ السلام کے دربارِ گوہر بار کا ادب ذرا غور فرماؤ۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ تُعَزِّرُوْہُ وَتُوَقِّرُوْہُ وَتُسَبِّحُوْہُ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا○

اللہ فرماتا ہے۔ بے شک اے محبوب ہم نے تجھے حاضر و ناظر بنا کر بھیجا بشیر و نذیر بنا کر بھیجا اور لِتُؤمِنُوا میں لام ہے علما نے فرمایا یہ علت کا ہے یعنی وجہ بیان ہو رہی ہے کہ ہم تمہیں بنی کیوں بنا کر بھیجا اس لئے نبی بنا کر بھیجا تا کہ یہ لوگ تم پر ایمان لائیں اس کے بعد نبی کی تعظیم کریں اور اس کے بعد اللہ کی عبادت کریں علما نے فرمایا پہلے ایمان لانے کا حکم ہے اور اس کے بعد نبی کی تعظیم اور پھر ہے اللہ کی عبادت نتیجہ یہ نکلا کہ نبی پر ایمان لانے کے بعد پہلا کام جو ہر انسان کے لئے ضروری ہے وہ ہے نبی کی تعظیم اور اس کے بعد ہے اللہ کی عبادت گویا ایمان اور عبادت کے درمیان نبی کی تعظیم ہے۔

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ.

پس وہ جو اس پر (یعنی اللہ کے نبی) پر ایمان لائے اور اس کی تعظیم کی اور اس کی مدد کی اور جو وہ نور لائے اس نور کی اتباع کی تو وہی لوگ کامیاب ہیں اس آیۃ کریمہ پر غور فرمایئے کامیابی کا مدار کامیابی کا انحصار چار چیزیں قرار دی گئیں نبی پر ایمان لانا دوسرا نبی کی تعظیم کرنا تیسرا نبی کی مدد کرنا اور چوتھا نبی پر نازل ہونے والی کتاب کی اتباع کرنا اس کا حکم ماننا معلوم ہوا جو نبی کی تعظیم نہیں کرتا وہ اللہ کے نزدیک کامیاب نہیں لاکھ وہ مربعوں کا مالک بن جائے فیکٹریوں کا مالک بن جائے بینک بیلنس اس کا ہو جائے لیکن اگر نبی کی تعظیم نہیں کرتا تو کامیاب نہیں ہے اللہ کے نزدیک کامیاب وہ جو ایمان لانے کے بعد نبی کی تعظیم کرے اور نبی کریم علیہ السلام کی تعظیم کے بعد کتاب اللہ نتیجہ یہ نکلا ایمان لانے کے بعد تعظیم کرو گے اور عبادت کرو گے اور پھر اللہ اس کی عبادت بھی قبول فرمائے گا اور بھی ثواب اسے دے گا اور اگر ایمان لائے اور صرف عبادت کرتے رہے

اور نبی کی تعظیم نہ کی تو یاد رکھو اس عبادت کا ثواب نہیں ہوگا جس میں نبی کی تعظیم نہ ہو۔ اسی لئے مولانا حسن رضا خان فرماتے ہیں۔

بندۂ سرکار ہو پھر کر خدا کی بندگی
ورنہ اے بندے خدا کی بندگی اچھی نہیں

نبی کی تعظیم کرو پھر عبادت کرو تو وہ بندگی اور عبادت اللہ کی بارگاہ میں قبول ہوگی۔ ایک اور مقام پر فرمایا۔ وَاٰمَنۡتُمۡ بِرُسُلِیۡ وَعَزَّرۡتُمُوۡھُمۡ۔

اور تم ایمان لائے میرے رسولوں پر اور ان کی تعظیم کی یہاں بھی ایمان کے بعد تعظیم کا حکم ہوا ہے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نبی کی تعظیم کرنے کا فائدہ کیا ہوتا ہے جیسا کہ گزر چکا ہے کہ حضرت ثابت بن قیس نے نبی کریم ﷺ کی تعظیم کی خاطر آپ کی بارگاہ میں آنا چھوڑ دیا کہ کہیں میری آواز نبی کریم ﷺ کی آواز سے اونچی نہ ہو جائے اور اپنے آپ کو یہ کہہ کر کہ میرے اعمال ضائع ہو گئے اور میں دوزخی ہو گیا اصطبل میں بند کر لیا اور گھر والوں کو کہا کہ کنڈی چڑھا دو اور دروازے پر کیل نصب کر دو میں اس وقت تک نہیں نکلوں گا کہ مجھے موت آ جائے یا نبی کریم ﷺ مجھ سے راضی نہ ہو جائیں۔ حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں یہ واقعہ بیان کیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا جاؤ حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو میرے پاس لے آؤ۔ حضرت عاصم ثابت بن قیس کو لے کر نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں آئے جب حضرت ثابت نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں پہنچے تو عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں آپ کی آواز سے اپنی آواز کو اونچا نہیں کروں گا۔ تو اس وقت اللہ نے قرآن نازل کیا۔ اِنَّ الَّذِیۡنَ یَغُضُّوۡنَ اَصۡوَاتَھُمۡ عِنۡدَ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ امۡتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوۡبَھُمۡ لِلتَّقۡوٰی لَھُمۡ مَّغۡفِرَۃٌ وَّاَجۡرٌ عَظِیۡمٌ○

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بے شک وہ لوگ جو اپنی آواز کو نبی کی آواز سے دھیما کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں کہ اللہ نے ان کے دلوں کو تقوی کے لئے پرکھ لیا ہے اور اللہ نے ان کے گناہوں کو معاف فرما دیا اور ان کے لئے اجر عظیم ہے۔

معلوم ہوا جو نبی کا ادب کرتا ہے کتنا بڑا گناہگار کیوں نہ ہو اللہ ادب مصطفیٰ کی وجہ سے معاف فرما دیتا ہے صرف معاف ہی نہیں کرتا بلکہ اجر عظیم بھی عطا فرماتا ہے یہ نبی کریم ﷺ کے ادب کا فائدہ ہے۔ حافظ ابونعیم نے حلیۃ الاولیا میں لکھا اور حافظ ابونعیم یہ حافظ الحدیث ہیں اور اصطلاح محدثین میں حافظ الحدیث اس کو کہا جاتا ہے جس کو کم از کم ایک لاکھ حدیث زبانی یاد ہو۔ یہ فرماتے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ عالیہ ہے آپ کا ایک امتی مر گیا جو دو سو سال سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا چلا آ رہا تھا جب مر گیا کیوں کہ اللہ کا نافرمان تھا تو قوم نے اس کے پاؤں سے پکڑا اور گھسیٹ کر اسے کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پر پھینک دیا موسیٰ علیہ السلام کی طرف اللہ نے وحی نازل فرمائی۔ اے میرے کلیم میرا ایک بندہ فوت ہو گیا۔ غور فرمائیے۔ دو سو سال سے اللہ کی نافرمانی کرتا چلا آ رہا تھا اللہ فرما رہا ہے میرا بندہ تو اللہ نے میرا بندہ کیوں کہا۔ ذرا غور فرمایئے۔ تیری قوم نے اس کا جنازہ نہیں پڑھا پیارے موسیٰ جاؤ اور جا کر جنازہ پڑھو اور دفن کرو۔ آپ آئے قوم سے پوچھا یہ آدمی کیسا ہے آپ نے سمجھا کہ شاید کوئی بڑا آدمی ہوگا کیونکہ اللہ نے جو مجھے خاص طور پر حکم دیا ہے اس کی نماز جنازہ پڑھ کوئی اللہ کے نزدیک بڑا ہی ہوگا۔ قوم نے کہا یہ تو دو سو سال تک ایک دو سال کی بات نہیں دو سو سال تک اللہ کی نافرمانی کرتا چلا آ رہا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام بڑے حیران ہوئے قوم تو کہہ رہی ہے دو سو سال سے نافرمانی کرتا چلا آ رہا ہے تو اسے اپنا بندہ کہہ رہا ہے اور مجھے حکم دے رہا ہے کہ میں اس کی نماز جنازہ پڑھوں۔ اللہ

تعالیٰ نے فرمایا بے شک یہ دوسو سال سے میری نافرمانی کرتا چلا آ رہا تھا لیکن:

كُلَّمَا نَشَرَ التَّوْرَاةَ وَنَظَرَ اِلٰى اِسْمِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبَّلَهُ وَضَعَهُ عَلٰى عَيْنَيْهِ وَصَلّٰى عَلَيْهِ فَشَكَرْتُ لَهُ ذٰلِكَ وَغَفَرْتُ ذُنُوْبَهُ وَزَوَّجْتُهُ سَبْعِيْنَ حُوْرًا.

جب بھی یہ توراۃ کھولتا اور میرے محبوب کا نام آتا تو اس نام کو چوم کر اپنی آنکھوں سے لگا لیا کرتا تھا اور میرے محبوب پر درود پڑھتا تھا۔ میں نے اس کے اس عمل کو قبول کر لیا اور میں نے اس کے سارے گناہوں کو معاف کر دیا دوسو سال کی نافرمانی صرف میرے محبوب کے نام کے ادب کی وجہ سے معاف ہوگئی ہے اور یہی نہیں بلکہ ستر حوروں کو بھی اس کے نکاح میں دے دیا ہے۔

میرے دوستو اور بزرگو! ذرا غور فرمایئے گا میرے نبی کریم علیہ السلام کا نام لکھا ہوا ہے توراۃ میں چوم کر آنکھوں پر لگا لیتا ہے اور ایک زمانہ آج کا ہے کہ ہم لوگ کہتے ہیں کہ یہ بدعت ہے۔

سنو ذرا غور سے شامی شریف پہلی جلد ص 267 پر:

يُسْتَحَبُّ اَنْ يُّقَالَ عِنْدَ سَمَاعِ الْاُوْلٰى مِنَ الشَّهَادَةِ کہ جب موذن اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلَ اللّٰهِ کہے پہلی مرتبہ تو اس وقت سننے والے کو چاہیے کہ وہ کہے صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الثَّانِيَةِ۔ جب دوسری مرتبہ کہے تو پھر یہ سننے والا کہے۔ قُرَّةُ عَيْنِىْ بِكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ثُمَّ يَقُوْلُ۔ پھر کہے اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِىْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ بَعْدَ وَضْعِ اِبْهَامَيْهِ عَلٰى عَيْنَيْهِ اور پھر اپنے انگوٹھوں کو چوم کر اپنی آنکھوں پر لگا لے۔ فَاِنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامِ يَكُوْنُ قَائِدًا لَهُ اِلَى الْجَنَّةِ۔ جو نبی کریم ﷺ کا نام سن کر اپنے انگوٹھے چوم کر اپنی آنکھوں سے لگائے قیامت کے دن حضور ﷺ اس کو اپنے پیچھے پیچھے کر کے جنت میں لے جائیں گے۔

دوسری کتاب طحطاوی شریف یہ کراچی کے دیوبندیوں نے شائع کی ہے اس کے صفحہ 111 پر یہ واقعہ موجود ہے۔ بلال حبشی رضی اللہ عنہ نے اذان دی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کا نام آیا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان دونوں انگلیوں کے دونوں پوروں کو چوم کر اپنی آنکھوں سے لگایا۔ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا۔ مَنْ فَعَلَ مِثْلَ مَا فَعَلَ خَلِیْلِی فَقَدْ حَلَّتْ لَهُ شَفَاعَتِیْ ۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میرے دوست صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اس سنت پر جو بھی عمل کرے گا اس پر میری شفاعت واجب ہوئی ہے۔ معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کا نام مبارک سن کر انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگانے چاہیں کیونکہ یہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی سنت ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا علیکم بسنتی وسنت الخلفاء الراشدین المھدین۔ حضور ﷺ نے فرمایا میری سنت پر عمل کرو اور میرے جو خلفاء صدیق اکبر، عمر فاروق، عثمان غنی اور حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان کی بھی سنتوں پر عمل کیا کرو۔ بہر حال میرے دوستو اور بزرگو! ذرا غور فرمائیے گا دو سو سال کے گناہوں کو نبی کریم ﷺ کے نام کے ادب کی وجہ سے اللہ نے معاف فرما دیا۔

اور دیکھئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں جب فرعون کے جادوگر آئے تو مقابلہ ہونا شروع ہوا تو وہ جو جادوگر تھے انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے ایک بات کہی جس میں موسیٰ علیہ السلام کے ادب کو ملحوظ رکھا گیا تھا۔

قَالُوا يَامُوْسٰى اِمَّا اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّا اَنْ نَكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ۔

انہوں نے کہا اے موسیٰ تو پہلے اپنے فن کا مظاہرہ کرے گا یا ہم کریں یعنی انہوں نے ادب کیا اور موسیٰ علیہ السلام سے اجازت طلب کی کہ پہلے آپ اپنے فن کا مظاہرہ کریں گے یا ہم کریں تو آپ نے فرمایا پہلے تم اپنے دل کی

بھر اس نکال لو۔ انہوں نے اپنی لاٹھیاں یا رسیاں ڈالیں وہ سنپولیے بن گئے تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا ڈالا وہ ان کے تمام سنپولیوں کو نگل گیا وہ جتنے بھی جادوگر تھے ان کے بارے میں قرآن کہتا۔

فَاُلْقِیَ السَّحَرَۃُ سَاجِدِیْنَ قَالُوْا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعَالَمِیْنَo رَبِّ مُوْسٰی وَ هَارُوْنَo

وہ سارے کے سارے سجدے میں گر پڑے جتنے جادوگر تھے انہوں نے سجدہ کیا اور کہا ہم تمام جہانوں کے رب اور موسی و ہارون کے رب پر ایمان لائے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے تفسیر مظہری میں لکھا کہ انہوں نے خدا کی بارگاہ میں سجدہ کیا اور سجدے سے اُٹھ کر اپنے جنتی مکانات کو دیکھا۔ فرعون نے کہا میری اجازت سے پہلے تم موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے رب پر ایمان لے آئے ہو۔ معلوم ہوتا ہے یہ تمہارا بڑا ہے تم سوچ سمجھے منصوبے کے تحت یہاں آئے ہو۔ میں تمہیں پھانسی دے دونگا اور انہیں پھانسی دے دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ شہید ہو گئے۔ ذرا غور کرو جادوگروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے نبی کا ادب کیا تو آن کی آن میں مومن بن گئے۔ فرعون نے عذاب دیئے صبر کیا صابر بن گئے شہید بھی ہو گئے اللہ نے جنت بھی دے دی کلیم اللہ کا ادب کرنے کی وجہ سے اللہ نے ان کو چار مقام عطا فرمائے ایمان بھی ہاتھ آ گیا مومن بھی بن گئے صابر بھی بن گئے شہید بھی ہو گئے جنتی بھی ہو گئے۔ غور کرو جب کلیم اللہ کے ادب کا یہ مقام ہے تو حبیب اللہ ﷺ کے ادب کا کیا مقام ہوگا۔

یہ اللہ کے نبی کے ادب کرنے کا فائدہ ہے۔ اب دیکھئے صحابہ کرام نبی کریم ﷺ کا ادب کیسے کرتے تھے۔ کتاب کا نام ہے طبقاتِ ابن سعد حضرت فاروق اعظم جمعہ کے دن نیا لباس پہن کر مسجدِ نبوی میں جمعہ پڑھانے کے لئے

آرہے ہیں۔ راستے میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا مکان تھا انہوں نے مکان کی چھت پر دو چوزے ذبح کیے اور خون قطرہ قطرہ پرنالے سے ٹپک رہا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خیال نہیں کیا تو چند قطرے آپ کے لباس پر پڑ گئے۔ آپ نے حکم دیا یہ پرنالہ فوراً اکھاڑ دیا جائے اکھاڑ دیا۔ آپ نماز پڑھ کر فارغ ہوئے حضرت عباس رضی اللہ عنہ جن کے مکان کا پرنالہ اکھاڑا گیا تھا وہ آئے اور عرض کی اے امیر المومنین جس پرنالے کو آپ نے اکھاڑنے کا حکم دیا ہے یہ وہ پرنالہ تھا جو نبی کریم ﷺ نے اپنے ہاتھوں سے لگایا تھا اور آپ نے اکھاڑنے کا حکم دیا ہے جب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سُنا تو بے تاب ہو گئے۔ فرمایا آؤ میرے ساتھ میرے کندھے پر چڑھ جاؤ اور فوراً یہ پرنالہ اسی جگہ پر لگا دو جس جگہ میرے نبی کریم ﷺ نے اپنے ہاتھوں سے لگایا تھا۔ میری غیرت یہ گوارا نہیں کرتی اس پرنالے کو اکھاڑ دوں جو نبی کریم ﷺ نے اپنے ہاتھوں سے لگایا تھا یہ کمال ادب کا نتیجہ تھا حدیبیہ کے مقام پر جب یہ مشہور ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے۔ آپ ایک کیکر کے درخت کے نیچے بیٹھ گئے اور فرمایا کہ آؤ میرے ہاتھ پر بیعت کرو کہ جب تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا بدلہ نہیں لیں گے ہم واپس نہیں جائیں گے۔ آخر یہ فرمایا کہ یہ میرا ہاتھ ہے اور یہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ ہے دائیں ہاتھ کو حضور ﷺ نے عثمانِ غنی کا ہاتھ قرار دیا حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سے مجھے یہ پتہ چلا کہ حضور ﷺ نے اپنے دائیں ہاتھ کو میرا ہاتھ قرار دیا ہے اس کے بعد میں نے دائیں ہاتھ کے ساتھ اپنی شرم گاہ کو چھوا ہی نہیں۔

اسی حدیبیہ کے مقام پر صلح نامہ حضرت علی المرتضیٰ نے لکھا اس میں لکھا **هٰذَا مَا كَتَبَ عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ۔**

مشرکین مکہ نے کہا کہ اگر ہم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اللہ کا رسول مان لیں تو پھر جھگڑا کس بات کا۔ جھگڑا تو یہی ہے کہ ہم رسول نہیں مانتے اس لیے لفظِ رسول صلح نامے سے کاٹ دو۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے علی یہ لفظ رسول کاٹ دو حضور نبی کریم ﷺ نے جب فرمایا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میری غیرتِ ایمانی گوارا نہیں کرتی کہ میں لفظِ رسول کاٹ دوں کیونکہ میں تو آپ کو رسول مانتا ہوں لفظِ رسول کو کاٹنا اس بات کی دلیل ہے کہ میں آپ کو مانتا نہیں میں تو مانتا ہوں میں تو نہیں کاٹوں گا حالانکہ اللہ کا حکم یہ ہے کہ جس طرح اللہ کا نبی حکم دے اس طرح مانو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ارشاد کا یہ مطلب ہے کہ یارسول اللہ ﷺ میں خود تو کٹ سکتا ہوں لیکن لفظِ رسول کو نہیں کاٹ سکتا یہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ کا ادب تھا۔

حضور علیہ السلام کے صحابی حضرت اسلع ان کی ڈیوٹی یہ تھی کہ یہ حضور ﷺ کی سواری پر کجاوہ باندھا کرتے تھے ایک دفعہ کسی سفر میں موجود ہیں رات ایک جگہ پڑاؤ ڈالا ان پر غسل واجب ہو گیا تو انہوں نے سوچا کہ اگر میں ٹھنڈے پانی سے نہاؤں گا تو بیمار ہو جاؤں گا اور اگر میں بغیر غسل کے کجاوہ باندھوں تو میری غیرتِ ایمانی گوارا نہیں کرتی جنبی یعنی غسل کی حالت میں مَیں نہیں چاہتا کہ نبی کریم ﷺ کے کجاوے کو میرا ہاتھ لگ جائے۔ انہوں نے ایک اور انصاری سے کہا کہ کجاوہ تم باندھ دو اور خود انہوں نے پتھروں کا چولہا بنا کر پانی گرم کیا نہائے اور قافلے میں حضور ﷺ کے ساتھ مل گئے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے فلاں لبیک یارسول اللہ ﷺ فرمایا آج تمہارے کجاوے باندھنے میں کچھ تغیر نظر آ رہا ہے۔ عرض کی یارسول اللہ ﷺ یہ کجاوہ میں نے نہیں باندھا فرمایا کس نے باندھا ہے فرمایا فلاں انصاری نے باندھا ہے حضور ﷺ نے فرمایا آپ نے کیوں

نہیں باندھا عرض کی یارسول اللہ ﷺ مجھ پر غسل واجب ہو گیا تھا اور میں نہیں چاہتا تھا کہ اس حال میں میرا ہاتھ آپ کے کجاوے کو لگ جائے اور یہ بے ادبی ہو جائے یعنی بغیر غسل کیے اپنا ہاتھ بھی حضور ﷺ کے کجاوے کو لگانے کے لئے تیار نہیں۔ کتاب کا نام ہے ''الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ''۔ حضرت عبدالرحمٰن ایک تابعی ہیں ان کے پاس ایک کمان تھی جس کو نبی کریم علیہ السلام کبھی ہاتھ سے چھوا ہو گا پکڑا ہو گا۔ وہ فرماتے ہیں۔

مَامَسَسْتُ الْقَوْسَ اِلَّا عَلٰی طَهَارَةٍ مُنْذُ بَلَغَنِی اِلَیَّ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ اَخَذَالْقَوْسَ بِيَدِهٖ

فرماتے ہیں جب سے مجھے یہ پتہ چلا کہ یہ وہ کمان ہے کہ جس کو میرے نبی نے ہاتھ لگایا تو میں نے اسے بغیر وضو کے ہاتھ نہیں لگایا اگر بغیر وضو کے ہاتھ لگاوے تو منع نہیں لیکن ایک ہے فتویٰ اور ایک ہے تقویٰ فتوی تو یہ ہے کہ اس کو ہاتھ لگا لو تقوی یہ ہے اور نبی کے ادب کا تقاضا یہ ہے کہ بغیر وضو کے ہاتھ نہ لگایا جائے۔

حضور نبی کریم ﷺ تشریف لا رہے ہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے دیکھ لیا اور چھپ گئے کیونکہ ان پر غسل واجب تھا نہا کر پھر حضور ﷺ کی بارگاہ میں آئے حضور ﷺ نے پوچھا ابو ہریرہ تم کہاں چلے گئے تھے۔ عرض کی یارسول اللہ ﷺ مجھ پر غسل واجب تھا میری غیرتِ ایمانی نے گوارا نہیں کیا کہ میں بغیر غسل کے آپ ﷺ کے ساتھ رہوں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا بندۂ مومن ناپاک نہیں رہتا۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مدینہ طیبہ رہتے دروازے پر کوئی مسئلہ یا حدیث پوچھنے آتا تو آپ اپنی کنیز کو بھیجتے ہیں جاؤ پتہ کرو یہ کوئی فقہی مسئلہ پوچھنے آیا ہے یا حدیث سننے آیا ہے۔ اگر کوئی فقہی مسئلہ پوچھنے آتا تو آپ دروازے پر آکر

مسئلہ بتا دیتے اگر وہ کہتا کہ میں نبی کی حدیث سننے آیا ہوں آپ پہلے غسل کرتے پھر پاکیزہ لباس پہنتے پھر اوپر سے سبز چادر اوڑھتے عمامہ باندھتے خوشبو سلگاتے اور ایک بلند مقام پر بیٹھ کر بڑی عزت اور وقار کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی حدیث بیان فرماتے تھے کیونکہ حضور ﷺ کی حدیث کا ادب بھی حضور ﷺ کا ادب ہے۔

قاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہ نے الشفا بتعریف حقوقِ المصطفیٰ میں لکھا کہ ایک مرتبہ آپ حدیث پاک کا درس دے رہے تھے دورانِ درس ایک بچھو نے آپ کی کمر پر ڈنگ مارا آپ نے پڑھانا نہیں چھوڑا اسی طرح متواتر پڑھاتے رہے حتیٰ کہ بچھو نے سولہ ڈنگ مارے۔ غور کرو اگر ہمیں بچھو ڈنگ مارے ہم کتنا بھی اہم کام کیوں نہ کر رہے ہوں ہم اس کو جاری نہیں رکھ سکتے لیکن بچھو نے سولہ ڈنگ مارے ہیں مگر آپ نے نبی کریم ﷺ کی حدیث کو پڑھانا نہیں چھوڑا حدیث پڑھا چکے تو فرمایا دیکھنا میری کمر پر کیا ہے جب کرتہ اُٹھا کر دیکھا تو بچھو نے سولہ ڈنگ مارے ہوئے تھے۔ غور کرو یہ نبی کریم ﷺ کی حدیث کا ادب ہے کہ سولہ ڈنگ تو برداشت کر لیے لیکن نبی کریم ﷺ کی حدیث پڑھانا نہیں چھوڑی۔

بخاری شریف کا نام آپ سب نے سُنا ہوگا امام بخاری جب بخاری شریف کو لکھنے لگے تو پہلے آپ استخارہ فرماتے استخارہ رب سے مشورہ کرنے کو کہتے ہیں اور اس کے کئی طریقے ہیں۔ استخارہ کرتے پھر آبِ زم زم کے ساتھ غسل کرتے پھر مقام ابراہیم کے سامنے دو نفل پڑھتے اور اس کے بعد ایک حدیث نقل کرتے اس ادب کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی حدیثوں کو لکھا اور بخاری شریف کتاب مرتب کی ہے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ علماء کا متفقہ فیصلہ ہے کہ اَصَحُّ الْکُتُبِ بَعْدَ کِتَابِ اللّٰہِ۔ اللہ کی کتاب کے بعد جس کتاب کا سب سے بلند رتبہ ہے، وہ کتاب بخاری ہے۔

یہ تھا کہ حضور نبی کریم ﷺ کا ادب صحابہ کرام، تابعین، اولیاء کرام، بزرگانِ دین، علما کرام کس طرح کیا کرتے تھے۔ آگے دیکھئے کہ وفات کے بعد حضور نبی کریم ﷺ کا ادب واحترام کس طرح کرنا چاہیے میرے دوستو اور بزرگو بخاری شریف میں حدیث موجود ہے حضرت سائب بن یزید فرماتے ہیں مسجدِ نبوی میں موجود تھا کسی نے مجھ کو کنکری ماری میں نے مڑکر دیکھا تو حضرت فاروقِ اعظم تھے آواز نہیں دی کنکری ماری کیوں آواز دوں گا تو ساتھ نبی کریم ﷺ کی قبرِ انور ہے۔ میری آواز سے نبی کریم ﷺ کو کہیں اذیت نہ ہو جائے مجھے فرمایا وہ جو دو آدمی اونچی آواز سے گفتگو کر رہے ہیں اُن کو میرے پاس لے آؤ فرمایا میں اُن دونوں کو لے کر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا فرمایا یہ بتاؤ تم کہاں کے رہنے والے ہو عرض کی اے امیر المومنین ہم طائف سے آئے ہیں لائف کے رہنے والے ہیں فرمایا اگر تم مدینہ طیبہ کے ہوتے تو میں تمہیں سزا دیتا نہیں پتہ نہیں ہے یہ نبی کریم ﷺ کی مسجد ہے اور نبی کریم ﷺ کی مسجد میں آپ کی وفات کے بعد بھی بلند آواز سے باتیں کرنا منع ہے۔ معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کی وفات شریف کے بعد اسی طرح ادب کرنا چاہیے جس طرح آپ کی ظاہری حیات میں کیا جاتا تھا۔

اب تک تو باتیں ہوئی ہیں حضور نبی کریم ﷺ کے ادب واحترام کی اب سنیے جو حضور ﷺ کا ادب واحترام نہیں کرتے ان کا کیا انجام ہے۔ میرے دوستو اور بزرگو حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں بیٹھ کر صحابہ کرام حضور ﷺ کا وعظ سنا کرتے تھے۔ دورانِ وعظ اگر کوئی بات کسی صحابی کی سمجھ میں نہ آتی تو وہ عرض کرتا: رَاعِنَا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ۔ یارسول اللہ ﷺ ہماری رعایت فرمائیے۔ یعنی یہ بات ذرا دوبارہ ارشاد فرما دیجئے ہمیں سمجھ میں نہیں آئی حضور ﷺ دوبارہ ارشاد فرما دیتے

اور حضور ﷺ کی بارگاہ میں یہودی بھی بیٹھتے تھے اور یہ بات یاد رکھیے۔ از روئے قرآن اسلام کے سب سے بڑے دشمن یہودی ہیں وہ بھی حضور ﷺ کی مجلس میں بیٹھتے وہ بھی رَاعِنَا کہتے وہ رَاعِیْنَا یعنی یا کو ذرا کھینچ کر پڑھتے راعینا میں معنیٰ بدل جاتا ہے راعنا کا معنیٰ ہے ہماری رعایت فرمایئے اور راعینا کا معنیٰ ہے ہمارا چرواہا۔ گویا وہ اس طرح کہہ کر حضور ﷺ کی بارگاہ میں گستاخی کرتے تھے حالانکہ یہ لفظ حضور ﷺ پر صادق آتا ہے کیونکہ سرکار ﷺ نے حلیمہ رضی اللہ عنہا کی بکریاں چرائیں بلکہ ہر نبی نے بکریاں چرائیں۔

اے حلیمہ بھید کھلا نہیں یہ مقام چون و چرا نہیں
تو خدا سے پوچھ وہ کون تھے تیری بکریاں جو چرا گئے

حضور ﷺ نے بکریاں چرائیں لیکن اس کے باوجود اللہ نے منع فرما دیا۔ فرمایا:

یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَاتَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوْا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا وَلِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ○

ترجمہ: اے ایمان والو راعنا نہ کہا کرو بلکہ انظرنا کہا کرو اور ذرا توجہ سے سنا کرو اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

قرآن مجید کی اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ فرما رہا ہے۔ اے میرے نبی کے صحابہ تم میرے نبی کی بارگاہ میں توجہ سے کیوں نہیں بیٹھتے تمہیں راعنا کیوں کہنا پڑتا ہے۔ معلوم ہوا پہلے توجہ نہیں ہے تو تب ہی کہہ رہے ہو نہ راعنا تم پہلے ہی توجہ سے بیٹھا کرو کہ راعنا کہنے کی نوبت ہی نہ آئے یہ جو تم راعنا کہتے ہو تو تمہاری نیت تو اچھی ہے لیکن یہ جو یہودی تمہارے ساتھ بیٹھتے ہیں ان کی نیت تو اچھی نہیں ہے۔ اس لیے آئندہ راعنا نہ کہنا حالانکہ صحابہ اس لفظ کو برے معنیٰ میں استعمال

نہیں کرتے تھے کیونکہ صحابہ کے راعنا کہنے کی وجہ سے یہودیوں کو موقع مل جاتا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے منع فرما دیا کہ تم بھی راعنا نہ کہو تا کہ یہودیوں کو گستاخی کرنے کا موقع نہ ملے ۔معلوم ہوا نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں گستاخی کرنے والا کافر ہے اس لیے اللہ نے فرمایا: وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۔ان یہودیوں کو کافر قرار دیا جو حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کرتے تھے۔

کتاب کا نام ''الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ'' قاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہ فرماتے کہ ایک بہت بڑا شاعر تھا جس کا نام تھا ابراہیم فزاری ۔ایک مرتبہ اس نے کسی عالم دین سے مناظرہ کیا اس نے مناظرہ میں اللہ اور رسولِ اکرم اور دیگر نبیوں کی شان میں گستاخی کی اس وقت کے مفتیوں نے فتویٰ دیا چونکہ اس نے نبیوں کی شان میں بالخصوص ہمارے نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کی ہے۔لہٰذا یہ کافر ہو گیا اس کو قتل کر دیا جائے مفتیٔ وقت نے فتویٰ دیا اس کو اُلٹا لٹکا کر اس کے پیٹ میں چھری مار کر اس کو قتل کر دیا گیا۔ جب اس کو پھانسی پر لٹکایا تو اس کا چہرہ خود بخود کعبہ کی طرف سے پھر گیا۔ یہ بھی اس بات کی دلیل تھی کہ یہ نبی علیہ السلام کی بارگاہ میں گستاخی کرنے کی وجہ سے کافر ہو گیا ہے۔ جب چھری ماری پیٹ میں سے تو خون بہنا شروع ہو گیا ۔ایک کُتا آیا اس نے اُس کے خون کو چاٹنا شروع کر دیا حالانکہ حضور ﷺ کی حدیث ہے۔اَلْكَلْبُ لَايَلَغُ فِى دَمِ الْمُسْلِمِ ۔کُتا مسلمان کے خون کو نہیں چاٹتا ۔یہ بات یادر کھیے کہ نبی کریم ﷺ کی حدیث ہے کہ کُتا مسلمان کے خون کو نہیں چاٹتا لیکن کُتے نے اس کے خون کو چاٹا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ مسلمان نہیں رہا بلکہ کافر ہو گیا ہے۔

ایک ہندو شاعر ہے بہاری لال اس نے اس موقع کی مناسبت سے ایک شعر نقل کیا ہے۔

خدا اس کا نہیں ہوتا خدا کا وہ نہیں ہوتا
جسے آتا نہیں ہونا تمہارا یارسول اللہ ﷺ

کتاب کا نام ہے تفسیر روح البیان علامہ اسماعیل حقی رحمتہ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا۔ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا دور تھا ایک قبیلے کا امام تھا وہ ہر صبح صبح کے دو فرضوں میں یہ سورہ عبس وتولی پڑھا کرتا تھا۔ تیوڑی چڑھائی اور پہلو تہی کی پھر منہ پھیرا بظاہر اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے حضور ﷺ پر عتاب کیا ہے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو آپ نے اس کو بُلایا۔ فرمایا مجھے یہ پتہ چلا ہے کہ تم ہر روز یہی سورت پڑھتے ہو فرمایا یہ منافق ہے اس کی گردن ماردی جائے یہ ہر روز یہی سورت پڑھتا ہے۔ بظاہر جس میں حضور ﷺ پر عتاب کیا گیا ہے۔ معلوم ہوا یہ صحیح معنوں میں مومن نہیں ہے اس کو قتل کر دیا جائے چنانچہ فاروقِ اعظم نے اس گستاخِ رسول ﷺ کو قتل کروا دیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ جو بار بار نبی کریم ﷺ کی گستاخی کرتا ہے وہ منافق ہے۔

کتاب کا نام ہے ''معارج النبوۃ'' علامہ ملاّ مُعین مکاشفی رحمتہ اللہ علیہ جن کے حوالے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کی کتابوں میں ملتے ہیں شیخِ محقق نے بھی مدارج النبوۃ میں اس کتاب کے حوالے دیئے۔ حضرت جبرئیل امین حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے عرض کی یارسول اللہ ﷺ آج میں ایک جزیرے کے پاس سے گزرا ہوں وہاں میں نے رونے کی آواز سنی جب میں آگے بڑھا تو دیکھا یہ وہی فرشتہ ہے جو آسمان پر ستر ہزار فرشتوں کا سردار ہے میں نے پوچھا کیا بات ہے کیوں رو رہے ہو اس نے کہا اے جبرئیل امین میری شفاعت فرما دو مجھ سے غلطی ہوگئی ہے کہا کیا غلطی ہوگئی ہے۔ کہا معراج کی رات جب امام الانبیاء حبیب کبریا میرے پاس سے گزرے تو میں حضور ﷺ کی تعظیم کے لئے کھڑا نہیں

ہوا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ نے مجھے اس عہدے سے معزول کر کے یہاں زمین پر گرا دیا۔ اس کا ترجمہ کسی شاعر نے یوں کیا۔

حکم فرمایا نکل جا اے فرشتے پُر غرور
کیوں نہ کی تعظیم آیا سامنے جب میرا نور
یہ عبادت رات دن کی مجھ کو نامنظور ہے
دور ہے جو میرے احمد سے وہ مجھ سے دور ہے

اور دیکھئے امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا۔ جب یوسف علیہ السلام مصر کے بازار میں آئے تو تمام مصریوں نے اللہ کے اس نبی کو کہا کہ یہ غلام ہے یعنی یہ انہوں نے گستاخی کی کہ اللہ کے نبی کو انہوں نے غلام کہا نتیجہ یہ ہوا زمانہ گزرتا گیا۔ آپ مصر کے بادشاہ بن گئے مصر میں قحط پڑ گیا، سات سال تک مصر میں قحط سالی کا دور دورہ رہا مصریوں نے اپنے مال و دولت مویشی اپنی اولاد اپنے مکانات اپنی زمینیں جائیداد سب کچھ حضرت یوسف علیہ السلام کو دے دیا حتیٰ کہ خود حضرت یوسف علیہ السلام کے غلام بن گئے اور غلّہ حاصل کیا اللہ تعالیٰ کی بے نیازی کو جوش آیا فرمایا اے میرے پیغمبر دیکھ یہی وہ سارے مصری ہیں جنہوں نے تمہیں غلام کہا تھا اے میرے پیارے نبی جو تمہیں غلام کہتے تھے آج ہم نے ان سب کو تیرا غلام بنا دیا ہے وہ حضرت یوسف علیہ السلام کی گستاخی کرتے تھے۔ اللہ نے اُن سب کو حضرت یوسف علیہ السلام کا غلام بنا دیا۔ کتاب کا نام ہے ''خصائص کبریٰ'' اس میں بھی موجود ہے۔

دلائل النبوۃ امام بیہقی اس میں بھی یہ واقعہ موجود ہے۔

دلائل النبوۃ حافظ ابونعیم اس میں بھی یہ واقعہ موجود ہے۔

اعلانِ نبوت سے پہلے کافروں کے ساتھ رشتہ داری جائز تھی چنانچہ حضور

نبی کریم ﷺ کی دو صاحبزادیاں حضرت رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہما ابو لہب کے بیٹوں سے بیاہی ہوئی تھیں۔ رقیہ جو تھی وہ عتبہ کے نکاح میں تھی اور ام کلثوم جو تھی وہ عتیبہ کے نکاح میں تھی جب نبی کریم ﷺ نے اعلانِ نبوۃ فرمایا تو آپ کو پتہ ہے کہ ابولہب تو حضور نبی کریم ﷺ کا بڑا دشمن ہو گیا تھا۔ اس نے اپنے دونوں بیٹوں کو مجبور کیا کہ جاؤ محمد ﷺ کی دونوں لڑکیوں کو جا کر طلاق دے آؤ۔ اب وہ جو عتیبہ تھا کہنے لگا اے محمد ﷺ کیونکہ میں اپنے باپ کے مجبور کرنے پر مجبور ہوں اس لیے میں آپ کی بیٹی کو رکھ نہیں سکتا میں طلاق دیتا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا ٹھیک ہے لیکن وہ جو عتبہ تھا اس نے بڑی گستاخی کی اس نے کہا نہ تو میں تجھے مانتا ہوں اور نہ تیرے خدا کو مانتا ہوں اور یہ رہی آپ کی بیٹی میں اس کو طلاق دیتا ہوں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ **اَللّٰھُمَّ سَلِّطْ عَلَیْکَ کَلْبًا مِنْ کِلَابِکَ**۔ یا اللہ اپنے کتوں میں سے ایک کتے کو اس پر مسلط فرمادے۔

جب وہ گھر پہنچا تو ابولہب نے کہا دے آئے طلاق کہا ہاں، کہا محمد ﷺ نے کیا کہا، کہا انہوں نے کہا کہ یا اللہ اپنے کتوں میں سے ایک کتا اس پر مسلط کر دے ابولہب نے کہا بیٹا پھر تیری خیر کوئی نہیں کیونکہ محمد ﷺ جو دعا مانگتا ہے وہ رب ردّ نہیں کرتا۔

شام کی طرف جانے کے لئے ایک قافلہ ترتیب دیا گیا اس میں ابولہب بھی موجود ہے اس کا بیٹا عتبہ بھی موجود ہے چلتے چلتے ایک جنگل میں ایک راہب کا گرجا آیا انہوں نے سوچا یہاں کچھ آبادی ہے یہاں پڑاؤ ڈال لیتے ہیں۔ پڑاؤ ڈال لیا گرجے کے پادری نے کہا اے قافلے والو یہاں رات کو شیر آتا ہے اس لیے ذرا احتیاط کرنا۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے ابولہب نے کہا قافلے والو تم جانتے ہو میں مکہ کا سردار ہوں آج میری ایک بات مانو انہوں نے کہا وہ کیا وہ یہ کہ

چاروں طرف اپنے بستر لگاؤ اور درمیان میں اپنا سامان رکھ دو اور اس کے اوپر میرے بیٹے عتبہ کا بستر لگاؤ تا کہ اگر شیر آئے بھی تو وہاں تک پہنچ نہ سکے لیکن جب اللہ پہنچانا چاہے تو پھر کوئی روک بھی نہیں سکتا انہوں نے اسی طرح کیا چاروں طرف اپنے بستر لگا لیے سامان کے اوپر عتبہ کا بستر لگا دیا۔ آدھی رات کا وقت ہوا یہ سارے سو گئے شیر آیا جو ارد گرد سوئے ہوئے تھے ان سب کو سونگا۔ ایک ایک کو سونگتا جاتا اور چھوڑتا جاتا چاروں طرف جتنے سوئے ہوئے تھے سب کو سونگا تو اس نے اندازہ لگا لیا کہ جس کے لیے میں آیا ہوں ان میں سے وہ نہیں پیچھے ہٹ گیا پیچھے ہٹ کر اس نے جھپٹ لگائی چھلانگ لگائی اور سامان پر پہنچ گیا اس کو سونگا۔ نبی کریم ﷺ کی گستاخی کی بد بو آئی اس کو چیر پھاڑ دیا لیکن وَلَمْ يَاكُلْ لِنَجَاسَتِهِ اور اس کی نجاست کی وجہ سے اس کو کھایا نہیں ہے۔ معلوم ہوا نبی کریم ﷺ کے گستاخوں کو جانور بھی پہچانتے ہیں اور ہم غلام ہو کر نہ پہچانیں تو پھر ہمارا ہی تو قصور ہے۔

غور کرو اس نے چیر پھاڑ ڈالا ٹکڑے ٹکڑے کر دیا صبح ہوئی ابولہب نے کہا دیکھا میں نے تمہیں کہا تھا نا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دعا مانگے تو اللہ ردّ نہیں کرتا کیوں اس لیے:

اجابت نے جھک کر گلے سے لگایا
بڑھی ناز سے جب دعائے محمد ﷺ

حضور نبی کریم ﷺ نے جب اعلان نبوت فرمایا تو حضور ﷺ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ نے وقت کے بڑے بادشاہوں کو خط لکھا کہ اسلام قبول کر لو ان میں شاہ کسریٰ بھی تھا جس کو آج ہم ایران کہتے ہیں۔ آپ نے اس کے گورنر بحرین کے والی کو خط لکھا اس نے وہ خط کسریٰ کے پاس پہنچا دیا کسریٰ

نے جب خط پڑھا تو نبی کریم ﷺ کے خط کے اس نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور پھینک دیا اور یمن کے گورنر کو خط لکھا کہ مکہ میں جس نے نبوت کا اعلان کیا ہے اس کے پاس دو سپاہی بھیجو تا کہ اس کا سر میرے پاس لے آئیں یا زندہ گرفتار کر کے لے آئیں۔ ادھر نبی کریم ﷺ کو پتہ چلا کہ اس نے میرے خط کو پھاڑ دیا ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اَللّٰھُمَّ مَزِّقْ مُلْکَہٗ کَمَا مَزَّقَ کِتَابِیْ یا اللہ جس طرح اس نے میرے خط کے ٹکڑے کیے ہیں تُو اس کے ملک کے ٹکڑے کر دے جو یمن کا گورنر تھا اس نے دو بہادر سپاہیوں کو منتخب کیا اور کہا کہ جاؤ اور اس نبی کا سر لے کر آؤ وہ پہلے مکہ میں آئے تو پتہ چلا کہ وہ مکہ سے مدینہ ہجرت کر گئے ہیں پھر مدینے آئے حضور ﷺ کے صحابہ کو پتہ چلا حضور ﷺ کے صحابہ نے ان کو گرفتار کر لیا اور حضور ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یمن سے دو آدمی آپ کو قتل کرنے کے لئے آئے ہیں۔ یہ بات ذرا غور سے سننا حضور نبی کریم ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ جاؤ مدینے کے باہر لے جا کر اُن کی گردنیں کاٹ دو۔ انہیں قتل کر دو حضور ﷺ نے فرمایا وہ میرے مہمان ہیں سات دن تک اُن کو پُر تکلف کھانے کھلائے جائیں دیکھو حضور ﷺ کا اخلاق کہ وہ آپ کو قتل کرنے آئے ہیں اور حضور ﷺ نے فرمایا بہترین مکان میں ان کو اُتارو اور اچھے کھانے پیش کرو کہ وہ میرے مہمان ہیں۔

سلام اس پر کہ جس نے خوں کے پیاسوں کو قبائیں دیں
سلام اس پر کہ جس نے گالیاں سُن کر دعائیں دیں

یہ ہے ہمارے نبی کا اخلاق نبی کریم ﷺ نے فرمایا سات دن تک ان کو پُر تکلف کھانے کھلائے جائیں ساتواں دن ہوا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا آج میرے مہمانوں کو میری بارگاہ میں پیش کیا جائے۔ حضور ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیا

گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیسے آنا ہوا بجائے اس کے کہ وہ کوئی بات کرتے وہ منہ کے بل نیچے گر پڑے۔ حضور ﷺ نے فرمایا گھبراؤ نہیں ہم تمہیں کچھ نہیں کہیں گے انہوں نے عرض کی اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یمن کے گورنر نے ہمیں تمہارے قتل کے لئے بھیجا ہے اس لئے کہ ایران کے بادشاہ نے حکم دیا ہے۔ فرمایا جس ایران کے بادشاہ نے مجھے قتل کرنے کا حکم دیا ہے یہ جو رات گزر گئی ہے اس رات اس کے بیٹے نے اس کو قتل کر دیا ہے۔ جا کر یمن کے گورنر کو بتا دو کہ جس کے حکم سے تم مجھے قتل کرنے کے لئے آئے ہو اس کو اس کے بیٹے نے قتل کر دیا ہے۔ غور کرو جو نبی کریم ﷺ کی گستاخی کرنے آئے ہیں تو حضور ﷺ نے ان کے ساتھ کیسا احسن سلوک کیا اور جس نے گستاخانہ حکم دیا تھا نبی کریم ﷺ نے جو فرمایا سات دن ان کی خاطر مدارات کرو کیوں اس لئے کہ حضور ﷺ کو پتہ تھا کہ ساتویں دن وہ خود ختم ہو جائے گا ان کو اطلاع دے کر بھیجوں گا کہ جاؤ جس نے مجھے قتل کرنے کا حکم دیا ہے وہ خود قتل ہو گیا ہے اور دیکھئے۔

حضور موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ تھا۔ آپ نے ملکِ شام میں جبارین پر حملہ کرنا چاہا تو وہاں ایک آدمی تھا بلعم ابن باعور وہ مجیب الدعوات تھا۔ اس کی دعائیں قبول ہوتی تھیں قوم اس کے پاس آئی اے بلعم موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی بڑے طاقتور ہیں وہ ہم پر حملہ کرنا چاہتے ہیں تو دعا کر اللہ موسیٰ علیہ السلام کو یہاں سے ٹال دے اس نے کہا تم کیا کہہ رہے ہو۔ موسیٰ علیہ السلام اللہ کے نبی ہیں میں نبی کے خلاف دعا کروں انہوں نے دیکھا کہ یہ ہماری بات نہیں مانتا تو انہوں نے اس کی عورت کو تحفے تحائف دینے شروع کر دیئے عورتیں جو ہوتیں ہیں اس لحاظ سے بڑی کمزور ہوتی ہیں تو اس عورت نے کہا کہ دیکھو انہوں نے تحفے تحائف بھیجے ہیں ان کے کہنے کے مطابق موسیٰ کے خلاف دعا کر

دو اس نے کہا میں نہیں دعا کروں گا اس نے جب مجبور کیا تو اس نے کہا اچھا میں اللہ سے استخارہ کرلوں مشورہ کرلوں رات کو استخارہ کیا تو استخارہ یہ نکلا کہ دعا نہ کی جائے۔ کہنے لگا کہ میں اس کے لئے دعا نہیں کروں گا۔ انہوں نے پھر مجبور کیا کہا اچھا میں پھر استخارہ کرتا ہوں دوبارہ استخارہ کیا تو اب استخارہ میں کوئی ہاں ناں کا جواب نہیں آیا۔ اس نے کہا کہ اب میں نے جو استخارہ کیا ہے اس میں ہاں ناں کا کوئی جواب نہیں آیا۔ انہوں نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام کے بارے دعا کرنا اللہ ناپسند ہوتا تو اللہ منع فرما دیتا اس نے کہا اچھا میں تیار ہوں وہ پہاڑ پر چڑھ گیا اور جبارین کی قوم کے کچھ افراد بھی اس کے ساتھ ہیں۔ دعا مانگی چاہتا یہ تھا کہ اپنی زبان سے ایسے الفاظ نکالے کہ یا اللہ جبارین کی قوم کو فتح دے اور موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو شکست دے الفاظ یہ نکالنا چاہتا تھا لیکن الفاظ یہ نکلے کہ یا اللہ میری قوم کو شکست دے اور موسیٰ علیہ السلام کو فتح دے قوم نے کہا یہ تُو کیا کہہ رہا ہے اس نے کہا میری زبان میرے بس میں نہیں ہے زبان لڑکھڑا گئی ہے ہمارا سارا جسم اور ہمارے سارے اعضا یہ تو اللہ کی ملکیت میں ہیں اللہ جس طرح چاہے کام لے لے بولو قیامت کے دن یہ ہمارے ہاتھ اور پاؤں بولیں گے کہ نہیں۔ اب اس ہاتھ سے کہو کہ بولو مارتے رہو سارا دن کبھی نہیں بولے گا لیکن اللہ بُلوائے گا۔ **اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰی اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا اَیْدِیْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ۔**

اللہ فرماتا ہے آج کے دن یعنی قیامت کے دن ہم تمہارے منہ پر مہر خاموش ثبت کر دیں گے اور تمہارے ہاتھ پاؤں گواہی دیں گے کہ دنیا میں تم کیا کرتے رہے اس نے کہا زبان میری میرے بس میں نہیں ہے اس کی زبان کُتے کی طرح باہر نکل آئی اور وہ نبی کا گستاخ ہو گیا علما نے فرمایا یہ جو اصحاب کھف کے ساتھ کُتا تھا اس کُتے کی شکل بلعم کو دے کر اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا اور کُتے کو بلعم کی شکل دے کر اسے داخل جنت کر دیا جائے گا۔

قرآن اور صاحبِ قرآن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قَدْ جَاءَ کُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ کِتَابٌ مُّبِیْنٌ

تحقیق تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور اور روشن کتاب آئی۔

اس آیت میں نور سے مراد ذات مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم یعنی صاحب قرآن اور کتاب مبین سے مراد قرآن ہے لہٰذا جو مضمون بیان ہوگا وہ قرآن اور صاحب قرآن ہے۔

ان دونوں میں وجوہات مناسبت ملاحظہ فرمائیں۔

قرآن عزیز ہے: خدا فرماتا ہے۔ وَاِنَّهٗ لَکِتَابٌ عَزِیْزٌ ۔اور وہ کتاب عزیز ہے۔ صاحب قرآن بھی عزیز ہے۔

لَقَدْ جَاءَ کُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ۔

البتہ تحقیق تمہاری جانوں میں ایک شاندار رسول آیا جو عزیز ہے۔

قرآن نور ہے:

خدا فرماتا ہے، وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا ۔اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور نازل کیا۔

صاحب قرآن بھی نور ہے:

خدا فرماتا ہے، یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ کَرِهَ الْکَافِرُوْنَ۔

وہ (کافر) اپنے منہ سے اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں اور اللہ اپنے نور

کومکمل کرنے والا ہے اگرچہ وہ بُرا منائیں.......... اس آیت میں نور سے مراد سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات ہے۔

قرآن عظیم ہے:

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَلَقَدْ آتَیْنَاکَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْآنَ الْعَظِیْمِO

اور البتہ تحقیق ہم نے تمہیں سات آیات دیں جو بار بار دہرائی جاتی ہیں اور قرآن عظیم دیا۔

صاحب قرآن بھی عظیم ہے:

خدا فرماتا ہے: وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ۔ اے محبوب بلاشبہ تو خلق عظیم کے مرتبے پر فائز ہے۔

تیرے خلق کو حق نے عظیم کہا تری خلق کو حق نے جمیل کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا ترے خالق حسن و ادا کی قسم

قرآن کریم ہے:

ارشاد باری ہوتا ہے۔ اِنَّہٗ لَقُرْآنٌ کَرِیْمٌ۔ بے شک وہ قرآن کریم ہے۔

صاحب قرآن بھی کریم ہے:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّـہٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ کَرِیْمٍ ۔ بے شک وہ قرآن رسول کریم کا قول ہے۔

قرآن رحمت ہے:

خدا فرماتا ہے۔ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَاھُوَ شِفَاءٌ وَّرَحْمَۃٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ۔

اور ہم قرآن میں سے وہ چیز نازل کرتے ہیں جو مومنوں کے لئے باعث شفاء اور رحمت ہے۔

صاحب قرآن بھی رحمت ہے:

ارشاد خداوندی ہے۔ وَرَحْمَةٌ لِلَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْكُمْ ۔ اور تم میں سے مومنوں کے لئے رحمت ہے۔

قرآن رات کو آیا:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۔ ہم نے اسے (قرآن کو) عزت والی رات نازل کیا۔

صاحب قرآن بھی رات کو آیا:

ملک یمن میں ایک عامر نامی آدمی اپنے بُت خانے میں بیٹھا تھا سید المرسلین کی ولادت کی رات آپ کا نور مشرق سے مغرب جنوب سے شمال اور زمین سے آسمان تک محیط تھا حق تعالیٰ نے عامر کے سامنے سے پردہ ہٹایا عامر کو نظر آیا کہ آسمان کے دروازے کھلے ہیں ملائکہ اُتر رہے ہیں پہاڑ اور درخت سجدہ کررہے ہیں حیران تھا کہ یہ کیا ہورہا ہے۔ یکایک عامر کا بُت اوندھا گرا اور اس سے یہ آواز آئی۔

وُلِدَ النبی المنتظر الذی یخاطبه الحجر و الشجر وینشق له القمر

اس نبی کی ولادت ہوئی جن کا مدت سے انتظار کیا جارہا تھا جن سے درخت اور پتھر کلام کریں گے جن کے اشارے سے چاند دو ٹکڑے ہو جائے گا۔

یہ سن کر عامر نے اپنی زوجہ سے کہا تم نے بھی سنا جو میں سنتا ہوں اس نے کہا ہاں میں نے بھی سُنا ہے۔ اے عامر ذرا یہ تو پوچھو کہ وہ کہاں پیدا ہوا ہے اور اس کا نام کیا ہے عامر نے پوچھا اے مبارک ہاتف وہ کہاں پیدا ہوا ہے اور

اس کا نام کیا ہے آواز آئی اس کا نام محمد مصطفےٰ ﷺ ہے عامر کی ایک لڑکی تھی جو بیمار اپاہج تھی جس کے ہاتھ پاؤں بیکار تھے۔ نبی کریم ﷺ کی ولادت مبارک کے وقت اس نے بھی ہر طرف نور دیکھا۔

بارھویں کو اوڑھ کر نکلا دو شالہ نور کا
ہو گیا سارے جہاں بھر میں اجالا نور کا

اس نے خدا کی بارگاہ میں عرض کی اگر اس نور میں برکت ہے تو مجھے بھی اس کا حصہ ملنا چاہیے خدا تعالیٰ نے فوراً اسے صحت کاملہ اور شفاء عاجلہ سے سرفراز فرمایا۔ عامر یہ واقعہ دیکھ کر سخت حیران ہوا اور کمر باندھ کر آپ کی زیارت کے لئے مکہ معظمہ آیا تلاش کرتے ہوئے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہ کے در دولت پر حاضر ہوا اور عرض کی خدارا اس مسافر غریب الوطن کو اپنے نوزائیدہ بچے کی زیارت کرا دیں حضرت عبدالمطلب نے نبی کریم ﷺ کو اپنی آغوش میں اُٹھایا یہ دیکھتے ہی آپ کے قدموں پر جاں بحق ہو گیا۔ یہ پہلا آدمی تھا جس نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی محبت میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا۔

نکیرین کرتے ہیں تعظیم میری
فدا ہو کے تجھ پر یہ عزت ملی ہے

قرآن آیا تو ساتھ فرشتے آئے:

عن سعید بن جبیر ماجاء جبریل بالقرآن الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الا ومعہ اربعۃ من الملائکۃ حفظۃ۔

(ج 1 ص 245 انسان العیون)

حضرت سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ جب جبرئیل نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں قرآن لے کر آتے تو ان کے ساتھ چار فرشتے

ہوتے تھے جو حفاظت کرتے تھے۔

یہ فرشتے چاروں طرف سے شیطان سے حفاظت کرتے تھے کہ کہیں شیطان نبی کریم ﷺ سے قرآن نہ سننے پائے اور کہیں ایسا نہ ہو کہ شیطان جبریل یا نبی سے قرآن سن کر اپنے چیلوں تک پہنچا دے۔

جب سورہ انعام نازل ہوئی ہے تو ستر ہزار فرشتے ساتھ نازل ہوئے ہیں۔

جب سورہ فاتحہ شریف نازل ہوئی ہے تو اسّی ہزار فرشتے ساتھ نازل ہوئے ہیں۔

جب سورہ یونس نازل ہوئی ہے تو ساتھ تیس ہزار فرشتے نازل ہوئے ہیں۔

جب سورہ زخرف نازل ہوئی ہے تو ساتھ بیس ہزار فرشتے نازل ہوئے ہیں۔

سورہ بقرہ کی ہر آیت کے ساتھ اسّی ہزار فرشتے نازل ہوئے ہیں۔

جب جبرئیل امین سورہ بقرہ کی آخری آیات لے کر نازل ہوئے ہیں تو ان کے ساتھ فرشتوں کی اتنی بڑی تعداد نازل ہوئی ہے کہ جن کی تعداد خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

سورہ کہف کے نزول کے وقت ستر ہزار فرشتے نازل ہوئے ہیں۔

آیۃ الکرسی کے ساتھ تیس ہزار فرشتے نازل ہوئے ہیں۔

(ج1 ص93 الاتقان)

صاحب قرآن کی تشریف آوری پر بھی فرشتے آئے:

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آپ کی ولادت ہوئی تو میں نے آسمان سے ایک سفید نوری ابر آتا ہوا دیکھا جس میں سے سفید گھوڑوں کے ہنہنانے پرندوں کے بازوؤں کی حرکت اور فرشتوں کے کلام کی آواز آتی تھی۔

فرشتوں کی سلامی دینے والی فوج گاتی تھی
جناب آمنہ سنتی تو یہ آواز آتی تھی

اس بادل نے آکر نبی کریم ﷺ کو ڈھانک لیا اور مجھ سے غائب کر دیا پھر میں نے سنا کوئی منادی ندا کر رہا ہے۔ آپ کو روئے زمین اور اس کے مشارق و مغارب کا طواف کراؤ ساتوں سمندروں کی سیر کراؤ اور ہر ذی روح جن وانس وحوش وطیور اور ملائکہ کے سامنے پیش کرو تا کہ تمام مخلوق آپ کو آپ کے نام کو اور آپ کی صفات حسنہ کو پہچان لے اور آپ کو آدم کا خلق سٹیٹ کی معرفت حضرت نوح علیہ السلام کی شجاعت، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خلت، حضرت اسماعیل علیہ السلام کی زبان حضرت اسحاق علیہ السلام کی رضا، حضرت صالح علیہ السلام کی فصاحت حضرت لوط علیہ السلام کی حکمت، حضرت یعقوب علیہ السلام کی بشارت، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوت و شدت، حضرت ایوب علیہ السلام کا صبر، حضرت یونس علیہ السلام کی اطاعت، حضرت یوشع علیہ السلام کا جہاد، حضرت داؤد علیہ السلام کی آواز، حضرت دانیال علیہ السلام کی حُب، حضرت الیاس علیہ السلام کا وقار، حضرت یحییٰ علیہ السلام کی عصمت اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زھد عطا کر دو تا کہ تمام انبیاء کی صفات آپ میں جمع ہو جائیں۔ پھر وہ بادل چھٹ گیا میں نے دیکھا کہ آپ سبز رنگ کا ریشم پکڑے ہوئے ہیں جو رسی کی مانند لپٹا ہوا ہے اور اس سے پانی نکل رہا ہے اور یکا نک آواز آئی واہ واہ۔

قبض محمد علی الدنیا کلها ولم یبق خلق من اهلها الا دخل فی قبضته.

محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ساری دنیا پر قبضہ کر لیا اور کوئی مخلوق ایسی نہ رہی جو آپ کے قبضہ میں نہ آئی ہو۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں

پھر میں نے دیکھا کہ آپ کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا ہے۔

چاند سے تشبیہ دوں یہ بھی کوئی انصاف ہے

چاند پر دھبے ہیں اور مدنی کا چہرہ صاف ہے

اور آپ کے جسم سے نہایت پاکیزہ خوشبو آ رہی ہے۔ پھر میں نے تین آدمی دیکھے (یہ فرشتے تھے) ایک کے ہاتھ میں چاندی کا لوٹا، دوسرے کے ہاتھ میں سبز زمرد کا طشت اور تیسرے کے ہاتھ میں سفید حریر تھا۔ اس نے اس حریر کو کھولا اور اس میں سے ایک ایسی مہر نکالی جس کا نور اتنا تیز تھا کہ آنکھوں میں اس کے دیکھنے کی تاب نہ تھی پھر اس لوٹے سے آپ کو سات بار غسل دیا گیا اور اس مہر سے آپ کے دونوں شانوں کے درمیان مہر لگا دی اور حریر میں آپ کو لپیٹ کر آپ کو اُٹھایا اور ایک ساعت اپنے بازوؤں پر رکھا اور پھر مجھے دے کر غائب ہو گئے۔ (ج 1 ص 113 زرقانی)

جہاں تلاوت قرآن ہو وہاں فرشتے ہوتے ہیں:

حضرت اسید بن حضیر فرماتے ہیں کہ میں رات کو سورۂ بقرہ پڑھ رہا تھا اور میرا گھوڑا میرے پاس بندھا ہوا تھا یکا یک میں نے دیکھا کہ وہ اچھلنے کودنے لگا میں پڑھتے پڑھتے خاموش ہو گیا۔ گھوڑا بھی ٹھہر گیا۔ میں نے پھر پڑھنا شروع کیا گھوڑا پھر شوخیاں کرنے لگا میں خاموش ہو گیا گھوڑا بھی ٹھہر گیا میں نے پھر پڑھنا شروع کیا گھوڑا پھر اچھلنے کودنے لگا۔ آخر کار میں نے پڑھنا بند کر دیا اور میرا بیٹا یحییٰ نزدیک سو رہا تھا مجھ کو اندیشہ ہوا کہ کہیں گھوڑا اس کو کوئی اذیت نہ دے پس میں اپنے بیٹے کو وہاں سے اُٹھانے کے لئے آگے بڑھا۔ میری نظر آسمان پر پڑی میں نے دیکھا ابر سا چھایا ہوا ہے جس کے اندر چراغ جل رہے ہیں جب صبح ہوئی تو میں نے یہ واقعہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیا۔ آپ نے فرمایا اے ابن

حضیر تو پڑھتا رہتا عرض کی میرا بیٹا گھوڑے کے قریب سویا ہوا تھا مجھے اندیشہ تھا کہ گھوڑا اس کو کچل نہ دے اس لئے میں نے پڑھنا بند کر دیا آپ نے فرمایا جانتے ہو وہ کیا تھا میں نے عرض کیا نہیں فرمایا وہ فرشتے تھے جو تیری قرأت سننے آئے تھے اگر تو پڑھتا رہتا تو صبح کو لوگ فرشتوں کو دیکھ لیتے اور فرشتے ان کی نگاہوں سے نہ چھپتے۔ (ج1 ص295 مشکوٰۃ)

صاحب قرآن کی خدمت میں فرشتے:

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے لکھا ہے۔ کان مھدہ یتحرک بتحریک الملائکۃ۔ آپ کا جھولا فرشتے جھلاتے تھے۔ (مظہری)

مھد میں جب لیٹ جاتا تھا سراپا نور کا
آ کے نوری جھلا جاتے تھے جھولا نور کا

علامہ یعقوت شیرازی نے لکھا ہے کہ جب ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عمر سات سال کی ہوئی تو خدا تعالیٰ نے حضرت اسرافیل علیہ السلام سے فرمایا کہ جاؤ میرے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کرو لیکن اپنے آپ کو ان پر ظاہر نہ کرنا سات سال کی عمر سے لے کر گیارہ سال کی عمر تک متواتر چار سال تک حضرت اسرافیل علیہ السلام آپ کی خدمت کرتے رہے پھر خدا تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا وہ گیارہ سال کی عمر سے لے کر ستائیس سال کی عمر تک متواتر سولہ سال خادم بن کر آپ کی خدمت کرتے رہے۔

مکان عرش ان کا فلک فرش ان کا
ملک خادمانِ سرائے محمد ﷺ

قرآن شفاعت کرے گا:

رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اقرؤا القرآن فانه

یاتی یوم القیامۃ شفیعا لا صحابہ ۔ قرآن پڑھا کرو کیونکہ یہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کی شفاعت کرے گا۔

حضرت ابان بن ابی عیاش فرماتے ہیں کہ ہم مؤرخ عجلی کی وفات کے وقت ان کے پاس موجود تھے جب ان کی وفات ہو چکی اور ان پر چادر ڈالدی گئی تو ہم نے دیکھا کہ ان کے سر پر ایک نور بلند ہوا جو کمرے کی چھت سے پار ہو گیا پھر ایک نور دیکھا جو پاؤں کی طرف سے بلند ہوا۔ پھر ایک نور دیکھا سینے سے بلند ہوا تھوڑی دیر کے بعد مؤرخ عجلی نے اپنے چہرے سے کپڑا ہٹایا اور کہا تم نے کچھ دیکھا ہے ہم نے کہا ہاں اس نے کہا یہ سورہ سجدہ تھی جس کو میں ہر رات پڑھتا تھا جو تم نے سر کی طرف نور دیکھا وہ اس کی پہلی چودہ آیات کا نور تھا اور جو تم نے پاؤں کی طرف نور دیکھا وہ اس کی آخری چودہ آیات کا نور تھا جو تم نے سینے سے نور دیکھا وہ خاص اس کی آیت سجدہ کا نور تھا۔ اس سورت نے خدا کی بارگاہ میں حاضر ہو کر میری شفاعت کی ہے پھر وہ پہلے کی طرح وفات کی حالت میں ہو گئے۔ (ص 30 شرح الصدور)

صاحب قرآن بھی شفاعت فرمائیں گے:

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے ایک رات مجھے نیند نہ آئی چنانچہ میں اپنی جگہ سے اُٹھا کیا دیکھتا ہوں کہ لشکر کی قیام گاہ میں حد نگاہ تک ہر جانور زمین پر سر رکھ کر سویا ہوا ہے میرے دل میں خیال آیا میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری دیتا ہوں اور صبح تک آپ کے ساتھ بات چیت میں مصروف رہتا ہوں میں لوگوں کے درمیان سے گزرتا ہوا لشکر گاہ سے باہر نکلا تو کسی شخص کا اثر و نشان محسوس ہوا ادھر روانہ ہوا تو وہ حضرت ابو

عبیدہ بن جراح تھے اور حضرت معاذ بن جبل ان دونوں نے مجھ سے پوچھا اس وقت باہر نکلنے کا موجب کیا ہے میں نے کہا جس چیز نے آپ کو باہر نکالا اسی چیز سے مجھے یہاں تک پہنچایا ہمارے قریب ہی درختوں کا ایک جھنڈ تھا ہم اس کی طرف چلے تو ہمیں شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ اور ہواؤں کی سرسراہٹ محسوس ہوئی۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا یہاں ابو عبیدہ بن جراح ہیں ہم نے عرض کیا جی ہاں آپ نے فرمایا اور معاذ بن جبل ہیں عرض کیا جی ہاں آپ نے دریافت فرمایا مالک بن عوف ہیں ہم نے عرض کیا جی ہاں ہیں۔ آپ ہماری طرف تشریف لائے نہ آپ ہم سے کوئی سوال کرتے اور نہ ہم آپ سے حتیٰ کہ آپ اپنی قیام گاہ کی طرف واپس ہوئے تب آپ نے فرمایا کیا تمہیں ایسے امر کی خبر نہ دوں جس کا اختیار ابھی ابھی میرے پروردگار نے مجھے دیا ہے ہم نے عرض کی ضرور ارشاد فرمائیں۔

فرمایا: خیرونی بین ان یدخل ثلثی امتی الجنة بغیر حساب ولا عذاب وبین الشفاعة ۔ میرے رب نے مجھے اختیار دیا کہ میری دوتہائی امت کو بلاحساب وعذاب جنت میں داخل کردے اور یا مجھے حق شفاعت دے دے۔

ہم نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ نے کس امر کو اختیار فرمایا آپ نے فرمایا میں نے شفاعت کو اختیار فرمایا ہم سب نے مل کر عرض کی یارسول اللہ ﷺ ہمیں بھی اپنی شفاعت والوں میں شامل فرمالیں۔

(ج 8 ص 132 صحیح ابن حبان)

قال ان شفاعتی لکل مسلم

فرمایا میری شفاعت ہر مسلمان کے لئے ہے۔

شفاعت کرے حشر میں جو رضا کی
سوا تیرے کس کو یہ قدرت ملی ہے

ہر وقت قرآن کا خیال:

حدیث قدسی ہے خدا فرماتا ہے۔ من شغلہ القرآن عن مسئلتی اعطیت افضل ماعطی السائلین ۔ جس کو ہر وقت قرآن میں مشغولیت رہے اور مجھ سے مانگنے کی مہلت نہ ملے تو میں اس کو مانگنے والوں سے بہتر دیتا ہوں۔

(ج 2 ص 345 الترغیب والترہیب)

صاحب قرآن کا خیال:

قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ خراسان کا ایک بادشاہ تھا جس کا نام عمرو بن لیث تھا اس کی وفات کے بعد کسی نے ان کو خواب میں دیکھا اور پوچھا خدا تعالیٰ تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا ہے اس نے کہا خدا نے مجھے بخش دیا ہے۔ پوچھا کس عمل کی وجہ سے اس نے کہا ایک دن میں ایک پہاڑ کی چوٹی پر چڑھا میں نے اپنے فوجی لشکر کو دیکھا اور اس کی کثرت مجھے پسند آئی میرے دل میں خیال آیا اگر اتنا لشکر حضور ﷺ کے ظاہری زمانے میں میرے پاس ہوتا تو میں آپ کی مدد کرتا بس خدا تعالیٰ نے میرے اس خیال کی وجہ سے میری مغفرت فرمادی۔

(ج 2 ص 27 الشفاء)

خیالِ مصطفےٰ ﷺ سے دل جو بہلایا نہیں کرتے
حقیقت میں وہ لطفِ زندگی پایا نہیں کرتے

قرآن کی حفاظت کا ذمہ خدا نے لیا:

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ٥

ہم نے قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

قرآن کریم خدا کی وہ کتاب لاریب ہے جس کا ایک ایک پارہ ایک

ایک سورت ایک ایک آیت ایک ایک لفظ بلکہ ایک ایک حرف تبدیلی اور تحریف سے محفوظ ہے یہ کتاب بہت سے مسلمانوں کے سینوں میں محفوظ ہے خدا تعالیٰ نے امت مسلمہ کے لئے اس کا حفظ کرنا آسان کر دیا ہے اور اپنی اس کتاب کو مسلمانوں کے صدری صندوقوں میں مقفل اور مسرود کر دیا ہے دنیا میں اس وقت بے شمار حفاظ قرآن موجود ہیں بلکہ چھوٹے چھوٹے بچے اپنے سینہ بے کینہ کے اندر اس امانت الہیہ کو الحمد سے لے کر والناس تک محفوظ کر لیتے ہیں لہٰذا جس کتاب کے اس قدر حافظ موجود ہوں اس میں تبدیلی وتحریف کا احتمال کیسے ہوسکتا ہے۔

قرآن پاک کی حفاظت کا ایک انتظام یہ بھی ہے کہ خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کے دلوں میں اس کتاب کی محبت اور عشق کا دریا جاری فرما دیا اور مسلمانوں نے اس کتاب کے معانی مطالب کے ایسے نایاب اور قیمتی موتی دنیا کے سامنے پیش کئے کہ آج تک کسی اور کتاب کو یہ اعزاز نہیں ہوسکتا۔

زمین بدلے زماں بدلے نہ بدلے معجزہ ان کا
اسے دنیا میں اعجاز کلام اللہ کہتے ہیں

صاحب قرآن کی حفاظت:

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اور اللہ تعالیٰ تجھے لوگوں سے بچائے گا۔ عرب کے سرداروں میں سے دو سردار عامر بن طفیل اور اربد بن ربیعہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے عامر نے کہا اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو مجھے کیا ملے گا۔ آپ نے فرمایا جو سب مسلمانوں کا حال وہی تیرا حال اس نے کہا پھر تو میں مسلمان نہیں ہوتا اگر آپ کے بعد اس امر کا والی میں بنوں تو میں دین قبول کرتا ہوں آپ نے فرمایا یہ امر خلافت نہ تیرے لئے ہے نہ تیری قوم کے لئے ہاں ہمارا لشکر تری مدد پر ہوگا اس نے کہا اس کی مجھے

ضرورت نہیں اب بھی نجدی لشکر میری پشت پناہی پر ہے مجھے تو آپ سیاہ وسفید کا مالک بنا دیں تو میں اسلام قبول کر لوں آپ نے فرمایا نہیں یہ دونوں آپ کے پاس سے چلے گئے عامر کہنے لگا واللہ میں مدینے کو چاروں طرف سے لشکروں سے محصور کر لوں گا حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تیرا یہ ارادہ پورا نہ ہونے دے گا اب دونوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ایک تو حضرت کو باتوں میں لگائے دوسرا تلوار سے آپ کا کام تمام کر دے پھر ان میں سے کون لڑے گا زیادہ سے زیادہ دیت دے کر پیچھا چھوٹ جائے گا اب یہ دونوں آپ کے پاس آئے عامر نے کہا آپ ذرا اٹھ کر یہاں آئیں میں آپ سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں آپ اس کے ساتھ ہو لئے ایک دیوار تلے وہ باتیں کرنے لگا حضور ﷺ بھی کھڑے سن رہے تھے اربد نے موقع پا کر تلوار پر ہاتھ رکھا اسے میان سے باہر نکالنا چاہا لیکن خدا نے اس کا ہاتھ شل کر دیا اس سے تلوار نکلی ہی نہیں جب کافی دیر لگ گئی تو اچانک حضور ﷺ کی نظر پشت کی جانب پڑی آپ نے یہ حالت دیکھی اور وہاں سے لوٹ کر چلے آئے اب یہ دونوں مدینہ سے چلے حرہ راقم میں آ کر ٹھہرے لیکن سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر وہاں پہنچے اور ان کو وہاں سے نکال دیا اربد پر تو آسمانی بجلی گری اور وہ واصل جہنم ہو گیا اور عامر کو طاعون کی گلٹی نکلی جو جان لیوا ثابت ہوئی۔

(ج 13 ص 34 ابن کثیر، ج 25 ص 278 طبرانی کبیر)

قرآن میں شفاء ہے:

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَنُنَزِّلَ مِنَ الْقُرآنِ مَاهُوَ شِفَاءٌ

اور ہم قرآن میں وہ چیز نازل کرتے ہیں جو باعث شفاء ہے۔ ایک حدیث میں علیکم بالشفا ئین العسل والقرآن ۔دو چیزوں کو اپنے اوپر لازم

کرلو کہ ان میں شفاء ہے ایک شہد دوسرا قرآن ایک حدیث میں ہے خیر الدواء القرآن بہترین دوا قرآن ہے ایک حدیث ہے۔ فاتحة الکتاب شفاء من کل داء سورہ فاتحہ ہر مرض کے لئے شفاء ہے۔ ایک حدیث میں ہے فاتحة الکتاب شفاء من السم، سورہ فاتحہ زہر سے شفاء دیتی ہے۔ ایک آدمی نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی میرے سینے میں درد رہتا ہے فرمایا قرآن پڑھا کرو خدا فرماتا ہے۔ شفاء لما فی الصدور قرآن سینے کی بیماریوں کے لئے شفا ہے ایک حدیث میں آیا کہ رات کو سوتے وقت سورہ فاتحہ اور قل شریف پڑھنے سے سوائے موت کے ہر بلا سے حفاظت ہو جاتی ہے۔ جو کشتی یا بحری جہاز پر سوار ہوتے وقت بسم اللہ مجریھا و مرسٰھا پڑھ لے وہ غرق ہونے سے محفوظ ہو جاتا ہے جو رات کو سوتے وقت آیۃ الکرسی پڑھ لے تو اس کے گھر میں شیطان داخل نہیں ہوتا۔ سورہ بقرہ کی آخری دونوں آیات میں شفا ہے سورہ انعام ہر مرض کی دوا ہے جس کو کوئی زہریلا کیڑا کاٹ لے تو وہ پانی میں نمک گھول کر زخم پر پانی ڈالتا جائے اور قل یاایھا الکافرون، قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھتا جائے، اللہ تعالیٰ شفا دے دے گا جس آدمی کو جنون کا مرض ہے اس پر سورہ یٰسین پڑھنے سے شفاء ہو جاتی ہے۔ جاں کنی کی آسانی کے لئے سورہ یٰسین مجرب ہے جو کسی مصیبت میں گرفتار ہو جائے وہ ایک لاکھ اور پچیس ہزار مرتبہ یہ آیہ کریمہ پڑھے خدا کے فضل و کرم سے مصائب و آلام دور ہو جائیں گے۔ آیہ کریمہ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ o

حضرت خواجہ معین الدین چشتی فرماتے ہیں کسی قسم کا مریض ہو چالیس مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھ کر چالیس مرتبہ دم کرو اگر شفاء نہ ہو تو قیامت کے روز مجھے پکڑ لینا۔

صاحب قرآن بھی شفاء دیتے ہیں:

حضرت ام جندب فرماتی ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جمرۃ العقبیٰ کے پاس رمی فرماتے ہوئے دیکھا رمی فرمانے کے بعد آپ اپنے مقام پر واپس تشریف لائے وہاں ایک عورت اپنے لڑکے کو لے کر حاضر ہوئی جو آسیب زدہ تھا اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ میرے اس لڑکے پر کوئی بلا مسلط ہے یہ بات نہیں کرتا نبی کریم ﷺ نے اس عورت سے فرمایا کہ پانی لاؤ وہ ایک برتن میں پانی لے آئی آپ نے اس سے پانی لے کر اس برتن میں کلی کی اور دعا فرمائی اور اس کو دے کر فرمایا یہ پانی اس لڑکے کو پلاؤ اور اس میں نہلاؤ ام جندب کہتی ہے کہ جب وہ جانے لگی تو میں بھی اس کے ہمراہ ہوگئی اور اس سے کہا اس میں سے تھوڑا پانی مجھے بھی دو اس نے کہا لے لو میں نے وہ لے کر اپنے لڑکے عبداللہ کو پلایا وہ بہت روز تک زندہ رہا اور بہت نیک بخت ہوا پھر اس عورت سے میری ملاقات ہوئی تو اس نے کہا وہ لڑکا اچھا ہوگیا اور اپنے ہم عمر لڑکوں سے عقل وفراست میں بہت بڑھا ہوا تھا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 8 ص 52)، (ج 25 ص 160 طبرانی کبیر)

حضرت عتبہ بن فرقد جنہوں نے فاروق اعظم کے دور خلافت میں موصل کو فتح کیا تھا ان کی بیوی ام عاصم بیان کرتی ہے کہ حضرت عتبہ کے ہاں ہم چار عورتیں تھیں ہم میں سے ہر عورت عتبہ کی خاطر ایک دوسری سے زیادہ خوشبودار رہنے کی کوشش کرتی پھر بھی جو خوشبو حضرت عتبہ کے وجود سے آتی تھی وہ بہت زیادہ تھی اور جب وہ لوگوں میں جا بیٹھتا تو لوگ کہتے کہ ہم نے کوئی خوشبو ایسی نہیں سونگھی جو عتبہ کی خوشبو سے اچھی ہو ایک دن ہم نے اس سے پوچھا کہ ہم خوشبو لگانے میں مبالغہ کرتی ہیں اور تو باوجود خوشبو نہ لگانے کے ہم سے زیادہ

خوشبودار ہوتا ہے اس کا سبب کیا ہے اس نے کہا رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں میرے بدن پر پھنسیاں پیدا ہوگئیں میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس بیماری کی شکایت کی آپ نے مجھے ارشاد فرمایا کپڑے اتار دو میں نے ستر ڈھانک کر کپڑے اُتار دیئے اور آپ کے سامنے بیٹھ گیا آپ نے اپنا لعاب مبارک اپنے ہاتھ مبارک پر لیا پھر میری پھنسیوں پر لگا دیا اس دن سے مجھ میں خوشبو پیدا ہوگئی اور میری بیماری دور ہوگئی۔ (ج 17 ص 133 طبرانی کبیر)

مصیبت زدوں شاد ہو تم کہ ان سے
نہیں دیکھی جاتی مصیبت کسی کی

مریضو! سوائے درِ مصطفیٰ ﷺ کے
کہیں بھی نہ ہو گا ٹھکانہ تمہارا

قرآن کی اثر انگیزی:

طفیل بن عمرو دوسی کا بیان ہے کہ میں جب مکہ آیا تو چند قریشیوں سے میری ملاقات ہوئی اور طفیل ایک شریف شاعر آدمی تھا قریش نے کہا تو ہمارے شہر میں نو وارد ہے اور ہم میں ایک آدمی ظاہر ہوا ہے جس نے ہماری جماعت میں تفریق کر دی ہے اور ہمارے کام میں اختلاف پیدا کر دیا ہے اور اس کی بات میں جادو ہے وہ آدمی اور اس کے باپ میں آدمی اور اس کے بھائی میں آدمی اور اس کی بیوی میں تفریق کر دیتا ہے اور ہمیں خوف ہے کہ کہیں تجھ میں اور تیری قوم میں تفریق نہ ہو جائے تو اس سے ہرگز بات نہ کرنا اور اس کا کلام نہ سننا۔ انہوں نے مجھے اس قدر نصیحت کی کہ میں نے پکا ارادہ کر لیا کہ میں نہ تو ان کی بات سنوں گا اور نہ ان سے کلام کروں گا حتیٰ کہ میں نے مسجد حرام کی طرف جاتے ہوئے کانوں میں روئی ٹھونس لی اس خوف سے کہ کہیں ان کی آواز میرے کانوں تک نہ پہنچے۔

طفیل بن عمرو نے کہا جب میں مسجد حرام میں داخل ہوا میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کعبہ کے پاس کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں آپ کے قریب کھڑا ہو گیا میں نے آپ سے بہترین کلام (قرآن) سنا اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں شاعر ہوں اچھے بُرے کلام کی پہچان رکھتا ہوں میں ان کے کلام کو ذرا سنوں تو سہی اگر اچھا ہوا تو قبول کر لوں گا ورنہ رد کر دوں گا بس میں آپ کا کلام سنتا رہا ایک قرآن دوسری نبی کی زبان بھلا اثر کیوں نہ ہوتا اس لئے کہ:

نبی کے لبوں پر خدا بولتا ہے
کلام خدا ہے کلام محمد ﷺ

رسول پاک اختتام نماز پر گھر کو تشریف لے گئے میں بھی آپ کے پیچھے ہو لیا جب وہ گھر میں داخل ہونے لگے میں آپ سے ملا میں نے عرض کی اے محمد ﷺ آپ کی قوم نے مجھے ہر چند آپ کی بارگاہ میں حاضری سے روکا یہاں تک کہ میں نے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی تا کہ آپ کی آواز نہ سن پاؤں لیکن خدا کو یہی منظور تھا کہ میں آپ کا کلام سنوں لہٰذا آپ مجھ پر شرائط اسلام پیش فرمائیں۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے طفیل پر اسلام پیش کیا اور قرآن کی تلاوت فرمائی طفیل فرماتے ہیں۔ خدا کی قسم میں نے کبھی بھی ایسا عمدہ اور نفیس کلام نہیں سنا میں نے اسلام قبول کر لیا اور حق کی گواہی دی پھر کہا یا نبی اللہ میں اپنی قوم کا سرکردہ آدمی ہوں اور اب میں اپنی قوم کی طرف جا رہا ہوں کوئی مجھے نشانی عطا فرمائیں تا کہ میں اپنی قوم کو ہدایت کی طرف بلاؤں اور آپ دعا بھی فرما دیں میری پیشانی مثل چراغ روشن ہو گئی میں نے دعا مانگی یا اللہ یہ نشانی چہرے کے سوا کسی اور جگہ منتقل فرما دے وہ نور اور روشنی میرے کوڑے کے سرے میں آ گئی۔ (ج 5 ص 360 دلائل النبوت)

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

صاحب قرآن کی اثر انگیزی:

حضرت شیبہ بن عثمان کہتے ہیں غزوہ حنین کے دن میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اس حال میں دیکھا کہ لشکر شکست کھا کر بھاگ کھڑا ہوا اور آپ تنہا رہ گئے ہیں تو مجھے بدر والے دن اپنے باپ اور چچا کا مارا جانا یاد آ گیا کہ وہ حضرت علی اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہما کے ہاتھوں مارے گئے میں نے اپنے جی میں کہا کہ ان کے انتقام کا موقع اس سے زیادہ کونسا ہوگا آؤ پیغمبر کو قتل کر دوں اس ارادے سے میں آپ کے دائیں جانب بڑھا لیکن وہاں میں نے عباس بن عبدالمطلب کو پایا۔ کہ سفید چاندی جیسی زرع پہنے مستعد کھڑے ہیں سوچا کہ چچا ہیں اپنے بھتیجے کی پوری حمایت کریں گے چلو بائیں جانب سے جا کر اپنا کام کروں دیکھا کہ ابو سفیان بن حارث بن عبدالمطلب کھڑے ہیں میں نے کہا ان کے بھی چچا کے لڑکے ہیں اپنے بھائی کی حمایت کریں گے پھر میں کاوا کاٹ کر پیچھے کی جانب آیا۔ آپ کے قریب پہنچ گیا اب یہی باقی رہ گیا تھا کہ تلوار سونت کر وار کر دوں کہ میں نے دیکھا ایک آگ کا کوڑا بجلی کی طرح چمک کر مجھ پر پڑا جاتا ہے میں نے آنکھیں بند کر لیں اور پچھلے پاؤں پیچھے کی طرف ہٹا اسی وقت حضور نے میری جانب التفات فرمایا اور فرمایا شیبہ میرے پاس آؤ پھر آپ نے فرمایا اے پروردگار اس کے شیطان کو دور کر دے اب میں نے آنکھ کھول کر جو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو واللہ آپ مجھے میرے کانوں اور آنکھوں سے بھی زیادہ محبوب تھے۔ آپ نے فرمایا شیبہ جاؤ کافروں سے لڑو شیبہ کا بیان ہے کہ اس جنگ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کے ساتھ میں بھی تھا لیکن میں اسلام کی معرفت کی بنا پر نہ نکلا تھا بلکہ میں نے کہا واہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہوازن قریش پر غالب آجائیں میں آپ کے پاس ہی کھڑا تھا میں نے ابلق رنگ کے گھوڑے دیکھے اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں تو ابلق رنگ کے گھوڑے دیکھ رہا ہوں آپ نے فرمایا شیبہ وہ تو سوائے کافروں کے کسی کو نظر نہیں آتے پھر آپ نے میرے سینے پر ہاتھ مار کر دعا کی خدایا شیبہ کو ہدایت کر یہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا واللہ آپ کا ہاتھ اٹھنا تھا کہ میرے دل میں آپ کی محبت ساری دنیا سے زیادہ پیدا ہوگئی۔ (ج5ص 145 دلائل النبوت + ج7 ص298 طبرانی کبیر + ج 10 ص 43 ابن کثیر)

اختتام جنگ پر جب نبی کریم ﷺ اپنے خیمے میں واپس تشریف لائے تو آپ ﷺ نے فرمایا اے شیبہ اللہ تعالیٰ نے جو تمہارے لئے ارادہ فرمایا تھا وہ اس ارادے سے بہتر تھا جو تم نے کیا تھا پھر نبی کریم ﷺ نے شیبہ کے تمام دلی ارادے بیان فرما دیئے۔ انہوں نے عرض کی میرے لئے آپ مغفرت کی دعا فرمائیں ارشاد ہوا خدا نے تجھے بخش دیا۔ (ج9ص 5 مقاصد الاسلام)

نبی کریم ﷺ نے شیبہ کے سینے پر تین مرتبہ ہاتھ رکھا ایسا معلوم ہوتا ہے پہلی مرتبہ ان کے سینے پر ہاتھ رکھ کر کفر نکال دیا دوسری مرتبہ ان کے سینے میں ایمان داخل کر دیا اور تیسری مرتبہ اپنی محبت بھر دی۔

لفظ قرآن میں مبالغہ:

لفظ قرآن فعلان کے وزن پر ہے اور اس وزن پر جتنے الفاظ آتے ہیں ان میں معنے کی کثرت اور مبالغہ ہوتا ہے مثلاً رحم کے معنے ہیں مہربانی رحمان بہت مہربانی کرنے والا غضب کے معنے ناراضگی غضبان بہت زیادہ ناراض ہونے والا عطش کے معنے پیاس عطشان بہت زیادہ پیاس محسوس کرنے والا اسی طرح

قرأت کے معنے ہیں پڑھنا اور قرآن بہت زیادہ پڑھی جانے والی کتاب اب سنئے کہ قرآن جتنا پڑھا گیا پڑھا جا رہا ہے یا پڑھا جائے گا اتنی دنیا کی اور کوئی کتاب نہ پڑھی گئی نہ پڑھی جا رہی ہے نہ پڑھی جائے گی مثلاً:

امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ ایک قرآن دن کو اور ایک قرآن رات کو ختم کرتے تھے۔

حضرت ابو بکر خطیب بغداد دن اور رات میں ایک قرآن ختم کر لیتے تھے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی ایک قرآن دن کو اور ایک قرآن رات کو ختم کر لیتے تھے۔

حضرت خواجہ ابو یوسف چشتی روزانہ پانچ مرتبہ قرآن ختم کر لیتے تھے۔

حضرت شیخ ابو طاہر روزانہ دس مرتبہ قرآن ختم کر لیتے تھے۔

حضرت شیخ برہان بن ابی شرف روزانہ پندرہ مرتبہ قرآن ختم کرتے تھے

امام محمد بن احمد رات دن میں چودہ مرتبہ قرآن ختم کرتے تھے۔

حضرت جلیل بن کاتب صوفی چار قرآن دن کو اور چار قرآن رات کو ختم کرتے تھے۔

حضرت منصور بن زاذان مغرب اور عشاء کے درمیان دو قرآن ختم کرتے تھے۔

حضرت غوث اعظم نے پندرہ سال تک ایک رات میں قرآن ختم کیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک رکاب میں پاؤں رکھ کر قرآن کی تلاوت ابتدا سے شروع کرتے دوسرا پاؤں رکاب تک پہنچتے ہی قرآن ختم کر لیتے۔

امام زہیر بن محمد رمضان کے مہینے میں نوّے مرتبہ قرآن ختم کرتے تھے۔

امام اعظم رمضان کے مہینے میں باسٹھ مرتبہ قرآن ختم کر لیتے تھے۔

امام شافعی رمضان کے مہینے میں ساٹھ مرتبہ قرآن ختم کر لیتے تھے۔

ابن عساکر رمضان کے مہینے میں تیس مرتبہ قرآن ختم کرلیا کرتے تھے۔

مامون رمضان کے مہینے میں تینتیس مرتبہ قرآن ختم کرلیا کرتے تھے۔

حضرت علی المرتضیٰ ملتزم سے باب کعبہ تک ایک قرآن ختم کر لیتے تھے۔

علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں میں نے ایک حافظ قرآن کو دیکھا وہ تین وتروں میں تین مرتبہ قرآن ختم کرتے تھے۔

حضرت شیخ موسیٰ سدارنی دن رات میں ستر ہزار مرتبہ قرآن ختم کر لیتے تھے۔

حضرت داتا علی ہجویری نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ رمضان کے مہینے میں میں نے بغداد کی مسجد شونیزیہ میں نماز تراویح پڑھی وہاں کے حافظ صاحب نے تراویح میں پانچ قرآن مجید ختم کیے۔

حضرت شیخ عیسیٰ دن رات میں ستر ہزار مرتبہ قرآن ختم کر جاتے تھے۔

حضرت ابوبکر بن عیاش نے زندگی میں اٹھارہ ہزار مرتبہ قرآن ختم کیا ہے۔

حضرت شیخ ادریس نے زندگی میں چار ہزار مرتبہ قرآن ختم کیا ہے۔

حضرت شیخ شبلی نے زندگی میں تیرہ ہزار مرتبہ قرآن ختم کیا ہے۔

امام اعظم نے قید خانے میں سات ہزار مرتبہ قرآن ختم کیا ہے۔

حضرت علی مرتضیٰ نے دن رات میں تین لاکھ ساٹھ ہزار مرتبہ قرآن ختم کیا ہے۔

اگر کسی کے ذہن میں یہ اعتراض پیدا ہو کہ تھوڑی سی دیر میں اتنا قرآن کیسے پڑھا جا سکتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ:

ان اللہ تعالیٰ یبسط زمانا لمن یشاء مع قصدہ لقوم آخرین.

اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہے زمانہ لمبا کر دے اور جس کے لئے چاہے کم کر دے مثلاً

خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ.

پاک ہے وہ جو لے گیا اپنے بندے کو رات کے وقت مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی طرف رات کے تھوڑے سے حصے میں۔

غزالی زماں رازی دوراں مولانا احمد سعید کاظمی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا خدا تعالیٰ نے رات کے تھوڑے سے حصے کو اٹھارہ سال کا کر دیا۔

مشکوٰۃ شریف کی حدیث ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی یا رسول اللہ ﷺ قیامت کا دن پچاس ہزار سال کا ہو گا۔ خدا فرماتا ہے۔ **فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَۃٍ**۔ اتنا بڑا دن بھلا ہم کیسے گزاریں گے۔ آپ نے فرمایا۔

والذی نفسی بیدہ انہ یخفف علی المومن حتی یکون اھون علیہ من الصلوٰۃ المکتوبۃ یصلیھا فی الدنیا.

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے مومن پر وہ دن اتنا چھوٹا ہو جائے گا جیسے دنیا میں ایک نماز ادا کی۔

معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ جس کے لئے چاہے وقت لمبا کر دے اور جس کے لئے چاہے وقت تھوڑا کر دے جن بزرگوں نے تھوڑے وقت میں قرآن کئی مرتبہ ختم کیا ان کے لئے اللہ تعالیٰ اس تھوڑے وقت کو لمبا کر دیتا ہے۔

چار ہستیاں ایسی گزری ہیں جنہوں نے کعبہ کے کمرے کے اندر ایک ایک رکعت میں قرآن ختم کیا ہے۔ ان میں سے دو صحابی ہیں حضرت عثمان غنی اور حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور دو تابعی ہیں ایک امام اعظم اور دوسرے

حضرت سعید بن جبیر۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں جب مکہ معظمہ تشریف لاتے تو کعبہ کے کمرے میں داخل ہو کر ایک ہی رکعت میں قرآن ختم کر لیتے تھے پھر خدا تعالیٰ نے مقام یہ دیا کہ جب باغیوں نے آپ کو شہید کر دیا تو حضرت جبیر بن مطعم فرماتے ہیں کہ باغیوں نے مہلت نہ دی کہ ہم آپ کو دفن کر سکیں آدھی رات کے وقت جب باغی سو گئے ہم نے آپ کا جنازہ اُٹھایا اور جنت البقیع کی طرف لے چلے راستے میں ہمیں کچھ لوگوں کے پاؤں کی آہٹ سنائی دی ہم نے سمجھا شاید باغی ہمارے تعاقب میں آ رہے ہیں۔ہم نے آپ کے جنازے کو رکھ کر دوڑنے کا ارادہ کر لیا اتنے میں آواز آئی کہ دوڑو نہیں ہم نسل انسانی میں سے نہیں بلکہ خدا کے فرشتے ہیں جو عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھنے کے لئے آئے ہیں۔(ص 513 تحفہ اثنا عشریہ)

دوسرے صحابی حضرت تمیم داری ہیں یہ بھی کعبہ کے کمرے میں داخل ہو کر ایک رکعت میں پورا قرآن پڑھ لیتے تھے پھر خدا نے مرتبہ یہ دیا کہ فاروق اعظم کے دور خلافت میں مدینہ کے قریب ایک پہاڑ کی غار سے ایک آگ نکلی جس کا رُخ مدینہ کی جانب تھا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمیم داری کو بلا کر فرمایا جاؤ اس آگ کا انتظام کرو یہ گئے اور انہوں نے اس آگ کو کپڑے کی طرف لپیٹ کر غار میں داخل کر کے فرمایا خبردار آئندہ مدینہ کا رُخ نہ کرنا کیا تو نہیں جانتی کہ مدینہ میں امام الانبیاء کے غلام رہتے ہیں۔

مدینے کے گدا دیکھے ہیں دنیا کے امام اکثر
پلٹ دیتے ہیں تقدیریں محمد ﷺ کے غلام اکثر

تیسرے امام اعظم ہیں جب انہوں نے اپنی زندگی کا آخری حج کیا تو خدام کعبہ سے فرمایا میرا آدھا مال لے لو اور مجھے کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کی

اجازت دے دو انہوں نے آدھا مال دے کر کعبہ کے اندر نماز اس طرح پڑھی کہ ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر نصف قرآن ختم کیا پھر دوسرا نصف دوسرے پاؤں پر کھڑا ہو کر پڑھ لیا اور عرض کی اے میرے رب میں نے تجھے کما حقہ پہچانا اور تیری عبادت کا حق ادا نہ کر سکا میری عبادت کو قبول فرما لے۔ گوشہ بیت اللہ سے آواز آئی تو نے مجھے خوب پہچانا اور میں نے تجھے بخش دیا اور ہر ایک شخص کو جو تیرے مذہب پر قیامت تک ہو گا۔

(ص 84 الخیرات الحسان)

تری عظمتوں کی ہو تعریف مجھ سے
میں لاؤں کہاں سے زباں اللہ اللہ

اور چوتھے حضرت سعید بن جبیر ہیں یہ بھی کعبہ میں داخل ہو کر کمرے میں ایک رکعت میں پورا قرآن ختم کر لیا کرتے تھے پھر خدا تعالیٰ نے مقام یہ عطا فرمایا کہ ایک مرتبہ نوافل پڑھ رہے تھے کہ حجاج کے سپاہی آپ کو گرفتار کرنے کے لئے آئے آپ سجدے میں سر رکھ کر بلند آواز سے خدا سے مناجات کر رہے تھے۔ وہ سپاہی آپ کے قریب ہوئے اور آپ کو سلام کیا آپ نے سجدے سے سر اُٹھایا اور ان کے سلام کا جواب دیا ان سپاہیوں نے کہا ہم حجاج کے فرستادہ ہیں آپ کو لینے آئے ہیں آپ نے پوچھا کیا حجاج کے پاس جانا اشد ضروری ہے۔ انہوں نے کہا ہاں آپ نے خدا تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان فرمائی اور نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھا اور ان کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ یہاں تک کہ ایک پادری کا گرجا آیا اس پادری نے کہا آپ لوگ میرے گرجا کے اندر آ جائیں کیوں کہ رات کے وقت اس گرجا کے پاس ایک شیر اور شیرنی آتے ہیں کہیں وہ تمہیں نقصان نہ پہنچائیں وہ سپاہی شام سے پہلے ہی گرجا میں داخل ہو گئے اور سعید بن جبیر نے گرجا میں داخل ہونے سے انکار کر دیا اور فرمایا میں خدا کے مقابلے میں ایک مشرک کی پناہ نہ لوں گا سپاہیوں نے کہا شاید تو بھاگنا چاہتا ہے۔ آپ نے فرمایا

نہیں انہوں نے کہا درندہ آپ کو کھا جائے گا آپ نے فرمایا میرا رب میرے ساتھ ہے وہ درندے کو مجھ سے دور رکھے گا اور اس درندے کو میرا محافظ مقرر کرے گا۔ انشاء اللہ انہوں نے کہا کیا تو کوئی نبی ہے فرمایا نہیں بلکہ خدا کا ایک گنہگار بندہ ہوں انہوں نے کہا آپ ہمیں یقین دلائیں کہ آپ بھاگیں گے نہیں۔ آپ نے فرمایا میں خدا تعالیٰ کو ضامن بناتا ہوں کہ میں صبح تک یہاں سے نہ جاؤں گا۔ رات کے وقت شیرنی آئی اور آپ کے پاؤں چاٹ کر پیچھے ہٹ کر بیٹھ گئی پھر شیر آیا اس نے بھی یونہی کیا جب پادری نے آپ کی کرامت دیکھی تو وہ آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا اور سپاہی دوڑے اور انہوں نے آپ کے ہاتھ پاؤں کو بوسہ دیا پھر آپ کو حجاج کے پاس لایا گیا اس نے آپ کو شہید کرنے کا حکم دیا چنانچہ آپ کا سر اقدس تن سے جدا کر دیا گیا کٹے ہوئے سر سے سات مرتبہ آواز آئی لا الہ الا اللہ۔ (ج 4 ص 291 حلیۃ الاولیاء)

صاحب قرآن کا نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

محمد کا معنی ہے۔ الذی یحمد حمدا بعد حمد۔ وہ جس کی بار بار تعریف کی جائے کثرت سے تعریف کی جائے۔ چاہیے یہ تھا کہ یہ نام اللہ تعالیٰ کا ہوتا اس لئے کہ ہر شئے اس کی تعریف کرتی ہے۔ خدا فرماتا ہے کہ:

وَاِنْ مِّنْ شَیْئٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ ۔ ہر شئے خدا کی حمد و ثناء اور تسبیح بیان کرتی ہے۔

لیکن یہ خدا کا نام نہیں بلکہ مصطفےٰ ﷺ کا نام ہے وجہ یہ ہے کہ خدا کی تعریف کرنے والوں میں کوئی خالق نہیں لیکن حضور ﷺ کی تعریف کرنے والوں میں خود خدا بھی شامل ہے خدا فرماتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْماً.

بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو تم بھی آپ پر درود وسلام بھیجا کرو۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو سب مخلوق پر پہلے فنا کا عالم طاری ہو جائے گا۔ خدا فرماتا ہے **کل نفس ذائقة الموت** ہر جان نے موت کا مزہ چکھنا ہے۔ ایک اور جگہ ارشاد ہے۔

کُلُّ شَیْئٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ۔

سوائے خدا تعالیٰ ہر شئے پر ہلاکت طاری ہوگی۔

اس وقت جب سب موت کا شکار ہو جائیں گے کوئی خدا کی تعریف کرنے والا نہ رہے گا لیکن چونکہ خدا تعالیٰ حی قیوم ہے اس پر فنا کا عالم طاری نہ ہوگا لہٰذا وہ باقی ذات اپنے محبوب کی تعریف وتوصیف کرتی رہے گی۔ پس ثابت ہوا کہ یہ وقت تو آئے گا کہ خدا کی تعریف کرنے والا کوئی نہ ہو لیکن یہ وقت نہیں آئے گا کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف کرنے والا کوئی نہ ہو اس لئے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نام صرف مصطفےٰ کا ہے خالق کائنات کا نہیں۔

محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے معنے میں بار بار کثرت سے تعریف کیا ہوا اور تعریف خوبی اور کمال کی ہوتی ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو بے شمار خوبیوں اور کمالات سے سرفراز فرمایا ہے۔

کیا حق نے بحر کمالات تجھ کو
نہ پایا کسی نے کنارا تمہارا

چونکہ تعریف نقص اور عیب پر نہیں کی جاتی لہٰذا ثابت ہوا کہ آپ ہر نقص اور عیب سے منزہ اور پاک ہیں۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

واحسن منک لم ترقط عینی
واجمل منک لم تلد النساء

خلقت مبرأ من کل عیب
کانک قد خلقت کما تشاء

اور آپ سے بڑھ کر حسین میری آنکھ نے دیکھا ہی نہیں اور آپ سے زیادہ خوبصورت کسی ماں نے جنا ہی نہیں آپ ہر عیب سے پاک پیدا ہوئے گویا آپ ویسے ہی پیدا ہوئے جس طرح کہ آپ خود چاہتے تھے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت حسان نے تو ساری دنیا نہیں دیکھی آپ تو ساری عمر عرب میں ہی رہے بہت سے ملک ہیں جہاں آپ کو جانے کا اتفاق نہیں ہوا تو پھر آپ نے یہ کیسے کہہ دیا کہ آپ سے زیادہ حسین و جمیل میری آنکھ نے دیکھا ہی نہیں اور نہ کسی ماں نے ان سے زیادہ صاحب حسن و جمال پیدا کیا ہے۔

اس کا جواب ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللھم ایدہ بروح القدس یااللہ حسان کی جبریل سے مدد کر اس حدیث کی رو سے یقیناً تعریف مصطفےٰ کرنے میں جبرئیل آپ کے مدد و معاون ہیں اور جبرئیل امین وہ ہیں جو فرماتے ہیں کہ:

قلبت مشارق الارض و مغاربھا فلم اجد رجلا افضل من محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں نے زمین کے مشارق و مغارب کو دیکھا مجھے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے افضل کوئی نہ ملا لہٰذا حضرت حسان کا ارشاد برحق ہے۔

حضور کا نام محمد ﷺ ہے جو حمد سے بنا ہے اور حمد کے معنےٰ ہیں تعریف کے اور مدحت زندہ اور مردہ دونوں کی ہوتی ہے اور حمد صرف زندہ کی ہوتی ہے لہٰذا حضور ﷺ کا نام اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ آپ وفات کے بعد اپنی قبر

انور میں زندہ ہیں۔

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
میرے چشم عالم سے چھپ جانے والے

قرآن اور میزان:

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے۔

اے معاذ اگر تو سعادت کی زندگی بسر کرنا چاہتا ہے اور شہادت کی موت چاہتا ہے اور قیامت کے دن امن چاہتا ہے اور خوف کے دن امان چاہتا ہے تاریکی کے دن روشنی گرمی کے دن سایہ پیاس کے دن سیرابی گمراہی کے دن ہدایت اور جس دن میزان ہلکے ہوں گے اس دن میزان بھاری کرنا چاہتے ہو تو:

فادرس القرآن فهانه ذكر الرحمن وحرزمن الشيطان ورجحان في الميزان. (ج1 ص545 کنز العمال)

قرآن پڑھو یہ رحمٰن کا ذکر ہے شیطان سے بچاؤ کا ذریعہ ہے اور میزان کو بھاری کرنے والا ہے۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دو سورتیں معوذتیں کثرت سے تلاوت کیا کرو آخرت میں اللہ تعالیٰ تمہیں فائدہ دے گا یہ دونوں سورتیں:

تنوران القلب وتطردان الشيطان وتذيدان في الحسنات والدرجات و تثقلان في الميزان وتدلان صاجهما الى الجنة۔

(ج1 ص62 مسند الفردوس)

دل کو روشن کرتی ہیں شیطان کو دور کرتی ہیں نیکیوں اور درجات میں اضافہ کرتی ہیں اور میزان کو بھاری کرتی ہیں اور اپنے پڑھنے والوں کو جنت میں لے جائیں گی۔

صاحب قرآن اور میزان:

حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ قیامت کے دن حضرت آدم علیہ السلام عرش الٰہی کے پاس سبز لباس پہنے ہوئے اپنی اولاد میں سے جنت و دوزخ کی طرف جانے والوں کو ملاحظہ کرتے ہوں گے۔ حضرت آدم بے چین ہو کر پکاریں گے اے احمد ادھر آؤ دیکھو یہ آپ کی امت کا آدمی ہے جسے فرشتے جہنم کی طرف لئے جاتے ہیں یہ سن کر حضور ﷺ فرشتوں سے فرمائیں گے اے میرے رب کے سپاہیو ذرا ٹھہرو ملائکہ عرض کریں گے ہم اپنے خدا کی نافرمانی نہیں کر سکتے آپ خدا کی بارگاہ میں عرض کریں یہ سن کر آپ عرش الٰہی کی طرف متوجہ ہونگے اور عرض کریں گے اے اللہ تو نے وعدہ کیا تھا کہ ہم امت کے بارے میں تجھے غمگین نہ ہونے دیں گے۔ ارشاد ہو گا فرشتو ٹھہرو میرے محبوب کی اطاعت کرو اور اس بندے کو میزان کی طرف لے جاؤ ملائکہ اسے میزان کی طرف لے جائیں گے۔ حضور ﷺ ایک چھوٹا سا پرچہ جو سفید ہو گا نکال کر میزان عدالت کے دائیں پلڑے میں رکھ کر فرمائیں گے۔ بسم اللہ ترازو اُٹھاؤ اس پرچے کو ترازو میں رکھتے ہی نیکیاں بھاری اور گناہ ہلکے ہو جائیں گے۔ ایک فرشتہ پکارے گا اس کی نجات ہوگئی یہ بخشا گیا اسے جنت میں لے جاؤ یہ عجیب واقعہ دیکھ کر وہ شخص کہے گا کہ اے نیک صورت نیک اخلاق بزرگ آپ کون ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرمائیں گے میں تیرا نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہوں اور یہ پرچہ کاغذ کا وہ درود تھا جو تو نے کسی وقت مجھ پر بھیجا تھا۔ (ج 1 ص 357 جواہر البحار)

فقط اک ذات ہے مصطفٰے کی جو کہ محشر میں بھی کام آئے
کوئی انسان ورنہ کسی کا حشر تک ساتھ دیتا نہیں ہے

نزول قرآن کی رات دعا قبول:

جس رات قرآن نازل ہوا یعنی لیلۃ القدر اس رات بندہ مومن کی دعا قبول ہوتی ہے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے لکھا ہے اس رات کے خواص میں سے یہ بھی ہے کہ اس رات دعا قبول ہوتی ہے۔ حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا اگر میں شب قدر کو پاؤں تو کونسی دعا مانگوں فرمایا یہ دعا مانگو۔ ''اللھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی''۔ (ج 3 ص 261 تفسیر عزیزی)

صاحب قرآن کی آمد کی رات دعا قبول:

بارہ ربیع الاول کی رات جس دن حضور سرور کونین دنیا میں تشریف لائے اس رات غار حرا میں تمام اولیاء کرام کا اجتماع ہوتا ہے۔ جس میں خود ذات مصطفےٰ ﷺ بھی موجود ہوتی ہے غوث قطب وغیرہ کا مجمع ہوتا ہے جو اولیاء کرام وفات یافتہ ہیں ان کی روحیں اور زندہ ہوتے ہیں وہ روح اور جسم دونوں کے ساتھ موجود ہوتے ہیں۔ وہاں دعا مانگی جاتی ہے دنیا کے جس مسلمان کی دعا کا وہی وقت ہو جائے جو خاص وقت ہے اولیاء کرام کی دعا کا تو اس مسلمان کی دعا قبول ہوتی ہے۔ یہ موقع خوش نصیب لوگوں کو ملتا ہے۔ (ص 53 تبریز)

ہوتی ہیں مستجاب دعائیں کبھی کبھی
چلتی ہیں رحمتوں کی ہوائیں کبھی کبھی

ایمان والدین مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لَقَدْ جَاءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُفٌ رَّحِيْمٌ

بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے تم پر حریص ہیں مومنوں پر مہربان اور رحم فرمانے والے ہیں۔

اس آیت پر چند طرح سے بحث ہوگی۔

نمبر1. مِنْ اَنْفُسِكُمْ میں دو قرأتیں ہیں ایک ف کے پیش کے ساتھ اور دوسری ف کے زیر کے ساتھ اگر ف کے زیر کے ساتھ یعنی اَنْفَسِكُمْ پڑھا جائے معنی یہ ہوگا کہ وہ تمہارے نفیس ترین لوگوں سے آئے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ جن خوش نصیب لوگوں میں آپ کا نور رہا وہ سارے کے سارے پاک اور مومن تھے لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین مومن تھے دلائل ملاحظہ ہوں۔

دلیل اول:

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اَلَّذِیْ یَرٰكَ حِیْنَ تَقُوْمُ۝ وَتَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْنَ۝

جو تجھے دیکھتا ہے جب تو کھڑا ہوتا ہے اور تیرا کروٹیں بدلنا سجدے کرنے والوں میں۔

امام فخر الدین نے اس آیت کے تحت لکھا ہے کہ آپ کا نور پاک ساجدوں سے پاک ساجدوں کی طرف منتقل ہوتا رہا یہ آیت دلیل ہے کہ حضرت

آدم علیہ السلام سے لے کر آپ کے والدین حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا تک سارے کے سارے مومن تھے۔ ایک اور مقام پر خدا ارشاد فرماتا ہے۔

ولسوف یعطیک ربک فترضی.

عنقریب تیرا رب تجھے اتنا دے گا کہ تو راضی ہو جائے گا۔

اس آیت کے تحت ابن جرید نے لکھا ہے کہ عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ:

من رضا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم ان لا یدخل احد من اھل بیتہ النار.

یعنی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رضا یہ ہے کہ آپ کے گھر والوں میں کوئی دوزخ میں داخل نہ ہو آپ کے گھر والوں میں حضور ﷺ کے والدین بھی ہیں لہٰذا وہ جنتی ہیں کیونکہ وہ مومن تھے۔

دلیل دوم:

بخاری شریف میں حدیث ہے کہ رسولِ مقبول ﷺ نے فرمایا:

بعثت من خیر قرون بنی آدم قرنا فقرنا حتیٰ کنت فی القرن الذی کنت فیہ.

ہر قرن وطبقہ میں تمام قرون بنی آدم کے بہتر لوگوں سے بھیجا گیا ہوں یہاں تک کہ اس قرن میں ہوا جس میں پیدا ہوا۔

حضرت علی المرتضیٰ فرماتے ہیں۔

لم یزل علی وجہ الارض سبعۃ مسلمین فصاعدا فلولا ذالک ھلکت الارض ومن علیھا.

روئے زمین پر ہر زمانے میں کم از کم سات مسلمان ضرور رہے ہیں اگر ایسا نہ ہوتا تو زمین اور اہل زمین سب ہلاک ہو جاتے۔

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ:

ماخلت الارض من بعد نوح مٰن سبعة يرفع الله عن اهل الارض.

حضرت نوح علیہ السلام کے بعد زمین کبھی سات بندگان خدا سے خالی نہ ہوئی جن کے سبب اللہ تعالیٰ اھل زمین سے عذاب رفع فرماتا ہے۔

جب صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ ہر قرن و طبقہ میں زمین پر کم از کم سات مسلمان مقبول بندے ضرور رہے ہیں اور حدیث بخاری سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جن سے پیدا ہوئے۔ وہ ہر زمانے کے بہترین لوگ تھے تو ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کے والدین کریمین انہیں مقبول اور صالح بندگان میں سے ہوئے ہیں۔

دلیل سوم:

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

لم ازل انقل من اصلاب الطاهرين الى ارحام الطاهرات.

میں ہمیشہ پاک مردوں کی پشتوں سے پاک بیبیوں کے پیٹوں میں منتقل ہوتا رہا۔ (دلائل النبوۃ ابونعیم)

اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کے بارے میں فرمایا۔

انما المشركون نجس ۝ مشرک ناپاک لوگ ہیں۔

اگر حضور ﷺ کے والدین مشرک ہوتے تو وہ ناپاک ہوتے اور حضور ﷺ یہ نہ فرماتے کہ میں پاک پشتوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل ہوا ہوں۔

نتیجہ یہ نکلا کہ آپ کے والدین پاک اور مومن تھے۔

اگر یہ کہا جائے کہ قرآن نے آذر کو حضرت ابراہیم کا اب یعنی باپ کہا ہے اور وہ تو مشرک تھا تو اس کا جواب ہے کہ حضرت ابراہیم کے والد کا نام تارخ تھا آذر چچا تھا اور یہ بات قرآن سے ثابت ہے کہ اب یعنی باپ چچا کو بھی کہتے ہیں۔ خدا فرماتا ہے کہ حضرت یعقوب نے اپنی موت کے وقت اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ میرے بعد کس کی عبادت کرو گے انہوں نے کہا۔ نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ آبَائِكَ اِبْرَاهِيْمَ وَ اِسْمَاعِيْلَ وَاِسْحَاقَ۔ ہم تیرے اور تیرے آباء ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق کے معبود کی عبادت کریں گے۔ حضرت اسماعیل، حضرت یعقوب کے چچا تھے۔ جن پر اب یعنی باپ کا لفظ استعمال ہوا۔

دلیل چہارم:

حضور علیہ السلام نے ابوطالب کے بارے میں فرمایا۔ وجدته فی غمرات من النار فاخرجته الی ضحضاح۔ میں نے اسے سرتاپا آگ میں ڈوبا پایا تو کھینچ کر ٹخنوں تک کی آگ میں کر دیا ایک اور حدیث میں ہے۔ لولا انا لکان فی الدرک الا سفل من النار۔ اگر میں نہ ہوتا تو ابوطالب جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوتے ایک جگہ فرمایا۔ ''اھون اھل النار عذابا ابو طالب' دوزخیوں میں سے سب سے ہلکا عذاب ابوطالب پر ہے ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جو قرب والدین کریمین کے ساتھ ہے ابوطالب کو اس سے کیا نسبت پھر ان کا عذر بھی واضح ہے کہ انہیں نبی کریم ﷺ کی دعوت اسلام نہ پہنچی اور معاذ اللہ وہ اہل جنت نہ ہوتے تو ضرور ان پر عذاب ابوطالب سے ہلکا ہوتا اور یہ حدیث صحیح کے خلاف ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ آپ کے والدین کریمین مومن اور جنتی ہیں۔

دلیل پنجم:

طبرانی میں حدیث ہے کہ حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''غفر الله عزوجل زید بن عمرو ورحمه فانه مات على دين ابراهيم'' اللہ تعالیٰ نے زید بن عمرو کو بخشد یا اور ان پر رحم فرمایا کہ وہ دین ابراہیم پر تھے اور ایک حدیث میں ہے رسول خدا ﷺ نے فرمایا ''رايته في الجنة يسحب زيولا'' میں نے اسے جنت میں ناز کے ساتھ دامن کشاں دیکھا اور ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اکیس پشتوں تک اپنا نسب نامہ بیان فرمایا اور فرمایا کبھی لوگ دو گروہ نہ ہوئے مگر یہ کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بہتر گروہ میں کیا تو میں اپنے ماں باپ سے ایسا پیدا ہوا کہ زمانہ جاہلیت کی کوئی بات مجھ تک نہ پہنچی اور میں خالص نکاح سے پیدا ہوا۔ حضرت آدم سے لے کر میرا نفس کریم سب سے افضل اور میرا باپ تم سب کے آباء سے افضل ہے۔ جب آپ نے یہ فرمایا کہ میرا باپ تم سب کے باپ سے افضل ہے تو لازماً ان صحابہ میں حضرت سعید بن زید بن عمرو بھی داخل ہیں تو لازم ہوا کہ حضور ﷺ کے والد سعید کے والد زید بن عمرو سے افضل ہوں اور وہ جنتی ہیں تو ثابت ہوا کہ آپ کے والد ماجد بھی جنتی اور مومن ہیں۔

زید بن عمرو نے کہا نبی کریم ﷺ کی ولادت کی رات میں نے دیکھا کہ ایک آدمی جس کے دو سبز بازو ہیں وہ آسمان سے ابوقبیس پہاڑ پر اترا اس نے کہا شیطان ذلیل ہو گیا بت باطل ہو گئے۔ امین پیدا ہوا اس نے ایک چادر مشرق و مغرب میں پھیلا دی ایک نور ظاہر ہوا جو قریب تھا کہ میری آنکھیں بے نور کر دیتا پھر وہ کعبہ پر اترا اور ایک نور بلند ہو گیا جس سے سارا مکہ روشن ہو گیا اس نے کہا زمین پاک ہو گئی اس کی روشنی غالب آ گئی۔

صحاب نور آ کر چھا گیا مکے کی بستی پر
ہوئی پھولوں کی بارش ہر بلندی اور پستی پر
پھر اس نے کعبہ کی چھت پر بتوں کو اشارہ کیا تو وہ گر گئے۔
تیرے آنے سے اصنام حرم ٹوٹ گئے
تیرا وہ رعب کے شہ زوروں کے دم ٹوٹ گئے

(ج 1 ص 127 خصائص کبریٰ)

نوٹ:۔ یہ بات یاد رہے کہ زید بن عمرو نے حضور ﷺ کا زمانہ نہ پایا وہ اصحاب فترت میں سے ہیں۔

دلیل ششم:

ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہ پر خوف وحشت کا غلبہ تھا گریہ و زاری فرما رہی تھیں حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے عرض کی اے ام المومنین کیا آپ یہ گمان رکھتی ہیں کہ خدا تعالیٰ نے جہنم کی ایک چنگاری کو رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا جوڑا بنایا اس پر ام المومنین حضرت عائشہ نے کہا ''فرجت عنی فرج اللہ عنک'' تو نے میرا غم دور کیا اللہ تعالیٰ تمہارا غم دور فرما دے۔ ایک اور حدیث میں ہے۔

''ان اللہ ابی لی ان اتزوج الا من اھل الجنۃ'' بیشک اللہ تعالیٰ نے میرے لئے اس بات کو نہ مانا کہ میں شادی کروں مگر اہل جنت سے۔

جب اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ آپ کے نکاح میں ایسی عورت دے جو جنتی نہ ہو تو وہ اس بات کو کیسے پسند فرمائے گا کہ آپ کی والدہ جنتی نہ ہو۔

دلیل ہفتم:

حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر نبی کریم ﷺ

مجھے ساتھ لے کر مقام حجون میں تشریف لائے اس وقت آپ رو رہے تھے اور غمگین تھے آپ کی حالت دیکھ کر میں بھی رونے لگی آپ مجھے اونٹ پر چھوڑ کر تشریف لے گئے اور کافی دیر تک وہاں ٹھہرے رہے جب واپس آئے تو خوش اور مسرور تھے میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں جب آپ گئے تھے غمگین تھے اور رو رہے تھے اور اب آپ مسرور ہیں فرمایا میں اپنی والدہ کی قبر پر گیا تھا رب سے سوال کیا کہ وہ اس کو زندہ کر دے اللہ تعالیٰ نے اسے زندہ کر دیا اور وہ مجھ پر ایمان لائی پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو موت کی طرف لوٹا دیا دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے خدا سے دونوں کے بارے میں سوال کیا خدا نے دونوں کو زندہ کر دیا وہ مجھ پر ایمان لائے اور پھر خدا نے ان کو وفات دی۔ (ج 1 ص 168 زرقانی شریف)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب یہ دونوں نفوس قدسیہ مومن تھے تو زندہ ہونے کی دعا کیوں مانگی گئی ان کو ایمان سے دوبارہ کیوں سرفراز فرمایا گیا اس کا جواب یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے چاہا کہ وہ میرا کلمہ پڑھ لیں اور زندہ ہو کر نبی کا دیدار کر لیں تا کہ قیامت کے دن ان کا حشر میرے صحابہ میں ہو جائے کیونکہ نبوت کے بعد سب سے بڑا مرتبہ صحابیت کا ہے۔

صحابہ وہ جنہیں ہر صبح عید ہوتی تھی
نبی کا قرب ہوتا تھا نبی کی دید ہوتی ہے

آپ کے والدین کا زندہ ہو کر ایمان لانا نہ تو شرعاً محال ہے اور نہ عقلاً۔ شرعاً تو اس طرح کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص عباس نامی تھا جو بڑا مالدار تھا اس کے چچازاد بھائی نے میراث کے لالچ میں اسے قتل کر دیا کیونکہ وہ لاولد تھا اس کو قتل کر کے دوسری بستی کے دروازے پر ڈال دیا اور صبح کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جا کر اس بستی والوں پر خون کا دعویٰ کر دیا انہوں نے انکار کیا اور کہا کہ

آپ خدا سے دعا کریں کہ وہ حقیقت حال کو آشکارہ کر دے آپ نے دعا کی تو خدا نے فرمایا گائے ذبح کر کے اس کے گوشت کا بعض حصہ اس مرنے والے کو مارو وہ زندہ ہو جائے گا چنانچہ گائے ذبح کر کے اس کی زبان مردہ کو ماری گئی تو وہ زندہ ہو گیا۔ خدا فرماتا ہے۔

فقلنا اضربوہ ببعضھا کذالک یحیی اللہ الموتی

پس ہم نے کہا اس گائے کا بعض حصہ اس مردہ کو مارو اللہ تعالیٰ اسی طرح مردہ کو زندہ کرتا ہے۔

نیز علامہ زرقانی نے لکھا ہے کہ اصحاب کہف قرب قیامت زندہ ہونگے اور حضرت امام مہدی کے معاون و مددگار ہونگے وہ حج بھی کریں گے اور نبی کریم ﷺ کی امت میں شامل ہونگے۔ (ج1 ص 171 زرقانی)

اگر بنی اسرائیل کا آدمی اور اصحاب کہف وفات کے بعد زندہ ہو سکتے ہیں تو نبی کریم ﷺ کے والدین کریمین کے وفات کے بعد زندہ ہونے میں کونسا استحالہ ہے اور عقلاً اس طرح کہ مردہ کا زندہ ہونا اور اس دوبارہ حاصل شدہ زندگی سے فائدہ اٹھانا عقلاً بعید نظر آتا ہے لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح یہ عقل سے بعید ہے اسی طرح سورج کا واپس آنا اور اس سے فائدہ اٹھانا غیر متوقع اور عقل سے بعید ہے حالانکہ خیبر سے واپسی پر صہبا کے مقام پر غروب شدہ سورج واپس آیا اور حضرت علیؓ نے نماز عصر ادا کی۔

درِ مصطفےٰ پہ جبیں جھکی تو ندا دی ہاتف غیب نے
ترے وہ بھی سجدے ادا ہوئے جو قضا ہوئے تھے نماز میں

جب استحالہ کے باوجود آفتاب واپس آیا اور اس سے فائدہ بھی ہوا تو مردہ کا زندہ ہو کر ایمان لانا بھی ممکن ہے لہٰذا حضور ﷺ کے والدین دوبارہ زندہ ہو کر ایمان لائے۔

دلیل ہشتم:

رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو چار خوش قسمت عورتوں نے دودھ پلایا ہے۔

(ا) حضرت ام ایمن: یہ وہ خوش بخت عورت ہیں کہ ان کو ہجرت کے راستے میں پیاس لگی تو آسمان سے ایک نورانی رسی کے ذریعے ایک پانی کا ڈول نازل ہوا انہوں نے پیا اور سیراب ہوگئیں پھر کبھی پیاس نہ لگی بعد میں سخت گرمی میں روزے رکھتیں لیکن پیاس نہ لگتی حضور علیہ السلام نے فرمایا جو کسی جنتی عورت سے نکاح کرنا چاہے وہ ام ایمن سے نکاح کرے تو حضرت زید بن حارثہ نے ان سے نکاح کیا اور ان سے حضرت اسامہ بن زید پیدا ہوئے۔

(ب) حلیمہ سعدیہ: جب یہ مکہ میں حضور ﷺ کو لینے کے لئے آئیں تو عبدالمطلب نے ان کا نام پوچھا انہوں نے کہا میرا نام حلیمہ ہے پوچھا کس قبیلے سے تعلق ہے انہوں نے کہا بنی سعد سے۔ اس پر حضرت عبدالمطلب نے کہا یہ دونوں خصلتیں حلیمی اور سعادت ایسی ہیں کہ دنیا بھر کی بھلائی اور سارے جہاں کی عزت ان میں موجود ہوتی ہے۔

حلیمی اور سعادت خوبیاں دو پاس ہیں تیرے
انہیں دونوں کے باعث کام سارے راس ہیں تیرے

جب حلیمہ نے حضور علیہ السلام کو لیا اور اپنے ڈیرے پر آئیں اونٹنی نے حضور کی برکت سے اتنا دودھ دیا کہ ان کے سارے برتن دودھ سے بھر گئے حضور ﷺ کی برکت سے حلیمہ کی سواری کے جانور نے تین دفعہ کعبہ کو سجدہ کیا حضرت حلیمہ نے حضور ﷺ کو اٹھایا۔ حجر اسود کے قریب لے گئیں تو حجر اسود اپنے مقام سے باہر نکلا اور حضور ﷺ کے منہ کے قریب آ گیا جب حضرت حلیمہ گھر گئی تو

حضور ﷺ کی برکت سے ان کی بکریوں نے وافر مقدار میں دودھ دینا شروع کر دیا کیونکہ:

جن کی خاطر سب کچھ بنایا جن کو گھر اپنے حق نے بلایا
اے حلیمہ تیرا یہ مقدر وہ تیرے گھر میں آئے ہوئے ہیں

(ج) **ثوبیہ:** انہوں نے ابولہب کو حضور ﷺ کی ولادت کی خوشخبری سنائی تو آزادی کی نعمت سے سرفراز ہوئیں۔

(د) حضرت آمنہ: یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ہیں یہ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ایام حمل میں اگر میرا پاؤں کسی پتھر پر آجاتا تو وہ میرے قدموں کے نیچے موم کی طرح نرم ہو جاتا اگر حضرت آمنہ کنوئیں سے پانی بھرنے جاتیں تو کنویں کا پانی جوش مار کر کنویں سے باہر آجاتا اور آپ کے قدموں میں بہنے لگ جاتا۔ "**وکانت غمامة النور تظل علی راسها والطیور تتنزل من الجو تتبرک بفوأدها**"۔

ایک نورانی سفید ابر دھوپ کے وقت آپ پر سایہ کرتا اور پرندے فضا سے اُتر کر آپ کے دل سے برکت حاصل کرتے یہ پرندے درحقیقت فرشتے تھے جو آپ کی تشریف آوری کے منتظر تھے کیونکہ:

ناریوں کا دور تھا دل جل رہا تھا نور کا
تجھ کو دیکھا ہو گیا ٹھنڈا کلیجہ نور کا

امام جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے کہ:

لم ترضعه مرضعة الا اسلمت۔ (ج 2 ص 223 الحاوی)

کہ جتنی بیبیوں نے رسولِ خدا کو دودھ پلایا وہ سب کی سب اسلام لائیں۔ ثابت ہوا کہ آپ کی والدہ مومنہ تھیں۔

دلیل نہم:

حضور سرورِ کائنات فخر موجودات کے جسد اقدس کا وہ حصہ جو زمین کے ساتھ لگا ہوا ہے اس کی برکت یہ ہے کہ اس نے زمین کے اس ٹکڑے کا مرتبہ اتنا بلند کر دیا ہے کہ علماء کا اجماع ہے کہ زمین کا وہ حصہ کعبۃ اللہ بیت المعمور آٹھوں جنتوں لوح وقلم بلکہ اللہ کے عرش سے بھی افضل ہے تو جس آمنہ کے بطن میں آپ نو مہینے رہے وہ کیوں نہ عرش و جنت سے افضل ہونگی لہٰذا معلوم ہوا کہ آپ کی والدہ یقیناً جنتی ہیں۔

حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں چالیس دن جلوہ گر رہے علماء نے لکھا ہے کہ وہ مچھلی جنتی ہے بلکہ اللہ کے عرش سے بھی افضل ہے جب مچھلی نبی کا مسکن ہونے کی وجہ سے جنتی ہے اور عرش سے افضل ہے اور آمنہ کے بطن میں انبیاء کا سردار نو مہینے رہا وہ بھی یقیناً جنتی ہیں۔

جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا وصال ہوا تو آپ کے دفن کے بارے میں صحابہ کا اختلاف ہوا حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا۔

"انہ لیس فی الارض بقعة اکرم علی اللہ من بقعة قبض فیھا نفس رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ و آلہٖ وسلم"

اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ جگہ تمام جگہوں سے افضل ہے جس جگہ آپ کی روح قبض کی گئی ہے۔ (ج 1 ص 33 وفاء الوفاء)

جس جگہ رسول خدا کی روح قبض کی گئی ہے اگر وہ جگہ تمام زمین سے اللہ کے نزدیک زیادہ عزت والی ہے تو جس آمنہ کے بطن میں آپ کے جسد اقدس میں روح پھونکی گئی ہے وہ بھی تمام مومنہ عورتوں سے افضل ہیں پس ثابت ہوا کہ آپ کی والدہ جنتی مومنہ عورت ہیں۔

دلیل دہم:

علامہ محمود آلوسی بغدادی نے لکھا ہے کہ دس جانور جنت میں داخل ہونگے۔

حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بچھڑا، حضرت اسماعیل علیہ السلام کا دنبہ، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی گائے، حضرت یونس علیہ السلام کی مچھلی، حضرت عزیر علیہ السلام کا دراز گوش، حضرت سلیمان علیہ السلام کی چیونٹی، حضرت بلقیس کا ھدھد، اصحاب کہف کا کتا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنی۔ ان سب کو قیامت کے روز مینڈے کی شکل دے کر داخل جنت کر دیا جائے گا۔

ان جانوروں کو یہ شرف اس لئے ملا کہ ان کی نسبت خدا کے صالح بندوں کے ساتھ تھی تو وہ والدین جن کو امام الانبیاء سے نسبت ہوگئی وہ جنتی کیوں نہیں۔

دلیل یازدھم:

غزوہ اُحد میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے میں زخم آیا تو مالک بن سنان نے وہ زخم چوس لیا یہاں تک کہ وہ جگہ سفید ہوگئی نبی کریم ﷺ نے مالک بن سنان سے فرمایا کلی کر لے عرض کی خدا کی قسم میں کلی نہیں کروں گا پھر اس خون کو انہوں نے نگل لیا اس پر سرکار ابد قرار ﷺ نے فرمایا۔

"من اراد ان ینظر الی رجل من اهل الجنة فلینظر الی هٰذا"

جو کسی جنتی کو دیکھنا چاہتا ہے وہ مالک بن سنان کو دیکھ لے۔

(ج2ص230 زرقانی)

اور اس حقیقت سے سب لوگ آگاہ ہیں بچے کا خون ماں کا خون ہوتا

ہے اس اصول کے تحت حضور ﷺ کا خون حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا خون ہے اگر خون آمنہ امام الانبیاء کا خون کسی آدمی کے پیٹ میں چلا جائے تو وہ جنتی ہے تو خود حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کیوں نہ جنتی ہوں گی۔

مولوی رشید احمد گنگوہی نے لکھا ہے کہ ان (والدین مصطفےٰ ﷺ) کا انتقال حالت کفر میں ہوا ابن تیمیہ کا بھی یہی مسلک ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ:

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی پس آپ روئے اور ان لوگوں کو بھی رلایا جو آپ کے ساتھ تھے پھر فرمایا میں نے اپنے پروردگار سے اپنی والدہ کی مغفرت کی دعا کی اجازت مانگی مجھے اجازت نہ ملی اور میں نے ان کی قبر کی زیارت کی اجازت مانگی مجھ کو اجازت مل گئی۔ (ج 1 ص 409 مشکوٰۃ)

مغفرت کی دعا کی اجازت نہ ملنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ معاذ اللہ مومنہ نہ تھیں اور اسی لئے حضور ﷺ نے گریہ فرمایا کہ معاذ اللہ ان کو قبر میں عذاب ہو رہا تھا۔

اس حدیث میں خصوصیت کے ساتھ دو چیزیں ذکر ہوئیں ایک قبر کی زیارت کی اجازت اور دوسری مغفرت کی دعا کی اجازت قبر کی زیارت کی اجازت ملنا اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت آمنہ کافرہ نہ تھیں۔ اگر وہ کافرہ ہوتیں تو قبر کی زیارت کی اجازت بھی نہ ملتی اس لئے کہ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ ولا تقم علی قبرہ کافر کی قبر پر کھڑے نہ ہو یعنی اس کی قبر کی زیارت نہ کرو۔

رہی یہ بات کہ مغفرت کی دعا کی اجازت نہ ملی تو اس کی وجہ یہ تھی کہ گنہگار وہ ہوتا ہے جس کو کسی نبی کی تعلیم پہنچے اور وہ اس نبی کی تعلیم کا انکار کرے حضور ﷺ کے والدین کو حضور کی تعلیم نہ پہنچی ان کا انتقال اعلان نبوت سے پہلے ہو گیا تھا لہٰذا وہ گنہگار نہ ہوئے۔ خدا تعالیٰ نے گویا فرمایا اے محبوب مغفرت کی دعا

تو گنہگار کے لئے ہوتی ہے اور تیری والدہ تو گنہگار ہی نہیں لہٰذا اس کی مغفرت کی دعا کی حاجت نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب کوئی مسلمان بچہ فوت ہو جائے تو اس کی مغفرت کی دعا کی اجازت نہ ملنا کفر ثابت نہیں کرتا۔ کیونکہ شروع اسلام میں آپ کے لئے ایسے مسلمان کی نماز جنازہ پڑھنا منع تھا جس پر قرض ہو اور اس مرنے والے نے قرض کی ادائیگی کی کوئی وصیت نہ کی ہو اور نہ ہی کوئی مال چھوڑا ہو جس سے وہ قرض ادا ہو جائے دعا نماز جنازہ دعائے استغفار ہے تو اس کے استغفار کی ممانعت تھی باوجود کہ وہ مسلمان ہوتا تھا۔

باقی رہا آپ کا گریہ فرمانا تو اس کی وجہ والدہ کے فراق کا صدمہ تھا۔

ہجر تیرا جد پانی منگے میں کھوہ اکھیاں دا گیڑاں

جی کردا اج سامنے بہہ کے میں درد پرانے چھیڑاں

علاوہ ازیں قانون الٰہی یہ ہے کہ:

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا.

اور ہم کسی کو عذاب میں گرفتار نہیں کرتے یہاں تک کہ ہم رسول مبعوث فرمائیں اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ کسی قوم میں رسول نہ بھیجے اور وہ قوم اس وسول کی تعلیمات پر انکار نہ کرے خدا ان کو عذاب نہیں دیتا جو لوگ نبی کریم ﷺ کے والدین کریمین کو عذاب میں تسلیم کرتے ہیں وہ ثابت کریں کہ ان کو کس نبی کی تعلیم پہنچی ہے اور انہوں نے اس تعلیم کا انکار کیا ہے کوئی ایک دلیل بھی ایسی نہیں لہٰذا ان کو عذاب ہونا قانون الٰہی کے خلاف ہے۔

جو لوگ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کو عذاب میں مبتلا مانتے ہیں وہ نبی کریم ﷺ کو اذیت دیتے ہیں دلائل ملاحظہ ہوں۔

(ا) حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ ابولہب کی بیٹی سبیعہ (جو مسلمان ہو چکی تھی) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی۔

"ان الناس یقولون انت بنت خطب النار".

لوگ کہتے ہیں تو جہنم کے ایندھن کی بیٹی ہے۔

حضور علیہ السلام غصے میں کھڑے ہوئے اور فرمایا۔

مابال اقوام یوذوننی فی قرابتی ومن اذانی فقد اذی الله.

ان لوگوں کا کیا حال ہے جو میرے رشتہ داروں کے بارے میں مجھے اذیت دیتے ہیں جس نے مجھے اذیت دی اس نے اللہ کو اذیت دی۔

(ج1 ص185 زرقانی)

(ب) عکرمہ صحابی رسول نے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں شکایت کی کہ لوگ میرے باپ کو گالیاں دیتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"لا تؤذوا الاحیاء بسبب الاموات". (ج8 ص171 فتح ربانی)

زندوں کو مردوں کے سبب اذیت نہ دو۔

ابولہب اور ابوجہل کا دوزخی ہونا نص قطعی سے ثابت ہے جب ان کو بُرا بھلا کہنے سے ان کے وارثوں کو اذیت ہوتی ہے تو جو نبی کریم ﷺ کے والدین کریمین کو دوزخی کہے وہ یقیناً نبی کریم ﷺ کو اذیت پہنچاتا ہے اور نبی کی اذیت خدا کی اذیت ہے لہٰذا ایسے لوگ خدا اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں اور خدا فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنیا و الْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا○

بے شک وہ لوگ جو خدا اور اس کے رسول کو اذیت دیتے ہیں ان پر دنیا وآخرت میں خدا کی لعنت ہے اور ان کے لئے خدا نے دردناک عذاب تیار کررکھا ہے۔

پس ثابت ہوا کہ:

(ا) جو حضور علیہ کے والدین کو کافر کہتے ہیں اور ان کو عذاب میں مبتلا مانتے ہیں حضور علیہ السلام ان سے یقیناً ناراض ہیں جیسے کہ سبیعہ کی شکایت سے پتہ چلا اور آپ کی ناراضگی خطرناک انجام کا سبب بن سکتی ہے لہٰذا ایسے لوگوں کو ایسی بدعقیدگی سے توبہ کرنی چاہیے۔

(ب) جو لوگ آپ کے والدین کے ایمان کے قائل نہیں وہ خدا اور اس کے رسول کو ایذاء دیتے ہیں اور خدا کی بارگاہ کے ملعون ہیں خدا کی رحمت سے دور ہیں۔

(ج) اور ایسے لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

(1) ایک قرأت میں عزیز پر وقف ہے یعنی عزیز مبتداء ہے اور انفسکم خبر ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوگا کہ نبی تمہاری جانوں سے زیادہ پیارے ہیں اور اس لئے کہ بندہ اپنی جان کو عزیز جانتے ہوئے اس کو گھی، دودھ، مکھن، دہی اور فروٹ سے پالتا ہے اور وقت آنے پر یہ عزیز جان نبی پر قربان کر دیتا ہے۔ دو مثالیں ملاحظہ ہوں۔

(ا) جب غزوہ اُحد میں قریش کا آپ پر ہجوم ہوا تو آپ نے فرمایا کون ہے جو ان کو مجھ سے ہٹائے اور جنت میں میرا رفیق ہو اس وقت سات انصاری آپ کے پاس تھے ساتوں انصاری باری باری لڑ کر شہید ہو گئے یعنی ان سب نے اپنی جانوں کو نبی کریم علیہ پر قربان کر دیا۔ (ج2 ص107 مسلم شریف)

(ب) امام رازی فرماتے ہیں کہ شب ہجرت جب حضرت علی المرتضٰی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر اپنی جان نثار کرتے ہوئے ان کے بستر پر لیٹ گئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل اور میکائیل سے فرمایا دیکھو علی میرے محبوب پر جان فدا کر رہا ہے یعنی وہ بے خوف و خطر ان کے بستر پر لیٹ گیا ہے کیونکہ:

حوصلہ ہارے نہ انسان پریشانی میں
ہر بنا کام بگڑ جاتا ہے نادانی میں
ڈوب سکتی نہیں کبھی موجوں کی طغیانی میں
جنکی کشتی ہو محمد کی نگہبانی میں

اب دونوں جا کر اس کی حفاظت کرو چنانچہ دونوں فرشتے بحکم پروردگار آئے جبرئیل سر کی طرف اور میکائیل پاؤں کی جانب کھڑے ہو گئے جبرئیل امین اظہار خوشنودی کرتے ہوئے کہتے تھے۔ آفریں شاباش تیرے جیسا کوئی نہیں اے ابن ابی طالب اللہ فرشتوں کے سامنے تجھ پر فخر کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِىْ نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاةِ اللّٰهِ.

اور لوگوں میں سے ایک وہ ہے جو اپنی جان کو اللہ کی رضا مندی کے لئے فروخت کرتا ہے۔ (ج1 ص198 تفسیر کبیر)

(3) عزیز علیه ماعنتم۔ تمہاری تکلیف ان پر ناگوار گزرتی ہے۔

اس کی بھی دو مثالیں ملاحظہ ہوں۔

(ا) چار محمد نامی طالب علم مصر میں تحصیل علم کے لئے اکٹھے ہوئے محمد بن جریر، محمد بن اسحاق، محمد بن نصر اور محمد بن ہارون ان کے پاس جو رقم تھی وہ ختم ہو گئی بھوک نے ان کو ستایا یہ چاروں اپنی قیام گاہ میں جمع ہوئے اور کہنے لگے قرعہ اندازی کرو اور جس کے نام کا قرعہ نکلے وہ سب کے لئے کھانا مانگ کر لائے قرعہ ڈالا گیا تو وہ محمد بن اسحاق کے نام نکلا انہوں نے کہا ٹھہرو میں وضو کر کے کچھ نفل پڑھ لوں چنانچہ وہ نفل پڑھنے لگا اتنے میں شمع کی کچھ روشنی ظاہر ہوئی دیکھا تو وہ والی مصر کا آدمی تھا جو دروازہ کھٹکھٹا رہا تھا انہوں نے دروازہ کھولا وہ اپنی سواری سے اترا اور کہا تم میں سے محمد بن نصر کون ہے کہا گیا یہ ہے اس نے پچاس دیناروں کی تھیلی ان کو دی پھر کہا محمد بن جریر کون ہے انہوں نے کہا یہ ہے اس نے

ان کو بھی پچاس دیناروں کی تھیلی دی پھر کہا محمد بن ہارون کون ہے انہوں نے کہا یہ ہے اس نے ان کو بھی پچاس دیناروں کی تھیلی دی پھر کہا محمد بن اسحاق کون ہے کہا گیا وہ یہ نماز پڑھ رہے ہیں جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو اس نے پچاس دیناروں کی تھیلی ان کو بھی دی اور کہا امیر مصر سویا ہوا تھا کہ خواب میں ان کو کسی نے یعنی نبی کریم ﷺ نے فرمایا چار محمد نامی طالب علم بھوکے ہیں ان کے کھانے کا انتظام کرو اس لئے امیر نے یہ تھیلیاں بھیجی ہیں جب یہ ختم ہو جائیں تو مجھے اطلاع کر دینا۔ (ج 2 ص 164 تاریخ بغداد)

مصیبت زدو شاد ہو تم کہ ان سے
نہیں دیکھی جاتی مصیبت کسی کی

(ب) امام ابوبکر بن مقری کہتے ہیں کہ میں طبرانی اور ابو الشیخ تینوں آدمی حرم نبوی میں تھے کہ بھوک نے ہم پر غلبہ کیا اور اسی حال میں دو دن گزر گئے جب عشاء کا وقت آیا تو میں نے قبر مبارک کے سامنے ہو کر عرض کی یارسول الجوع یعنی بھوک بس اس کے سوا اور کچھ نہ کہا پھر واپس چلا آیا میں اور ابو الشیخ سو رہے اور طبرانی بیٹھے رہے جیسے کسی کے آنے کا انتظار ہو اچانک ایک مرد علوی نے آکر دروازہ کھٹکھٹایا اور اس کے ساتھ دو غلام تھے ہر ایک کے ساتھ ایک زنبیل کھانے سے بھری ہوئی تھی ہم نے دروازہ کھول دیا وہ آ کر بیٹھ گئے ہمارے ساتھ اس نے کھانا کھایا اور جو کچھ بچا وہ ہمارے پاس چھوڑ گئے اور ہمیں کہا شاید آپ نے رسول پاک ﷺ سے بھوک کی شکایت کی ہے میں نے رسول پاک ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے آپ نے فرمایا کہ ان لوگوں کو کھانا کھلاؤ۔

(ص 350 جذب القلوب)

غریبو سوائے در مصطفےٰ ﷺ کے
کہیں بھی نہ ہو گا ٹھکانہ تمہارا

(4) حریص علیکم یعنی اللہ کا نبی تمہاری بخشش پر حریص ہے مثلاً

(ا) حضرت عباس بن مرداس فرماتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے میدان عرفات میں شام کے وقت دعا مانگی الٰہی میری امت کو بخش دے جواب آیا ہم نے بخش دیا لیکن ظالم سے مظلوم کو بدلا لے کے دیں گے۔ آپ نے خدا کی بارگاہ میں عرض کی یا اللہ اگر تو چاہے تو مظلوم کو جنت دے دے اور ظالم کو ظلم معاف فرما دے شام کو کوئی جواب نہ آیا دوسرے دن مزدلفہ میں حضور ﷺ نے پھر یہی دعا مانگی جواب آیا ہم نے تیری دعا کو قبول فرما لیا حضور ﷺ مسکرائے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں اس مسکراہٹ کا سبب کیا ہے آپ نے فرمایا جب شیطان کو پتہ چلا کہ خدا نے میری دعا قبول فرمائی ہے اور میری امت کو بخش دیا ہے تو شیطان نے واویلا کیا ہے اور روتے ہوئے اپنے سر میں خاک ڈالی جب میں نے اس کی جزع فزع کو سنا تو مسکرایا۔ (ج 4 ص 14 مسند امام احمد)

(ب) حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قرآن سے حضرت ابراہیم کے قول کی تلاوت فرمائی۔

فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّکَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ٥

جو شخص میرا پیروکار ہے وہ میرے راستے پر ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو تُو اس کو بخشنے والا مہربان ہے اور قرآن ہی سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول پڑھا۔

اے اللہ اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو تُو غالب حکمت والا ہے پھر رسول پاک ﷺ نے اپنے ہاتھ اُٹھا کر کہا یا اللہ میری امت، میری اُمت اور پھر آپ رونے لگے اللہ تعالیٰ نے جبرئیل سے فرمایا اے جبرئیل محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) سے جا کر پوچھو وہ کیوں

روتے ہیں حالانکہ اللہ جانتا ہے جبرئیل نے آ کر حضور ﷺ سے رونے کا سبب پوچھا آپ کے جواب کی خدا کو خبر دی حالانکہ اللہ جانتا ہے خدا نے جبرئیل سے پھر فرمایا جاؤ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کہہ دو۔

انا سنرضیک فی امتک ولا نسوئک

آپ کی امت کے بارے میں ہم آپ کو راضی کر لیں گے اور آپ کو رنجیدہ نہ کریں گے۔ (ج1 ص113 مسلم شریف)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول خدا ﷺ کو اپنی امت سے بے پناہ محبت تھی اور آپ امت پر انتہائی شفقت فرماتے تھے حتیٰ کہ امت اپنے گناہوں کی وجہ سے جس عذاب کی مستحق ہو گی اس عذاب اور امت کی تکلیف کا تصور آپ کو رلا دیتا تھا مقام غور کہ وہ آقا ہو کر غلاموں کی محبت میں اس قدر روتے ہیں ہم غلام ہو کر بھی کبھی حضور ﷺ کی محبت میں روتے نہیں۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خدا کی بارگاہ میں رسول اللہ ﷺ کا کیا عظیم مقام ہے کہ اگر حضور ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آتے ہیں تو اللہ تعالیٰ جبرئیل کو بھیج کر تسلی دلواتا ہے آپ غمگین ہوتے ہیں تو آپ کے غم کو زائل کرتا ہے مقام غور ہے کہ جس طرح حضور امت کے عذاب پر غمگین ہوتے ہیں اسی طرح امت کے گناہوں پر بھی غمگین ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کا مالک و مولیٰ ہے آپ کو غمگین دیکھتا ہے تو آپ کو راضی کرنے کے لئے عذاب نہ دینے کا وعدہ کرتا ہے اور ہم حضور ﷺ کے غلام ہو کر آپ کو گناہوں کی وجہ سے غمگین جان کر گناہ ترک نہیں کرتے۔

خدا تعالیٰ نے آپ سے وعدہ فرمایا کہ ہم تمہیں امت کے بارے میں راضی کر لیں گے اور رنجیدہ نہ ہونے دیں گے اور یہ دونوں باتیں اس وقت تک پوری نہ ہونگی جب تک کہ آپ کی ساری امت نہ بخش دی جائے کیونکہ:

بہم عہد باندھے ہیں وصل ابد کا
رضائے خدا اور رضائے محمد ﷺ

(ج) حضرت معاذ بن جبل ایک مرتبہ رسول خدا ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے لئے آئے آپ کو مسجد اور امہات المومنین کے حجروں میں موجود نہ پایا لوگوں سے دریافت کیا انہوں نے کہا کبھی کبھی سلع پہاڑ کی جانب تشریف لے جایا کرتے ہیں حضرت معاذ فرماتے ہیں میں آپ کی تلاش میں چل نکلا جب پہاڑ کے اوپر چڑھ گیا تو ادھر ادھر نظر کی دیکھتا ہوں کہ آپ ایک غار میں سر بسجود ہیں میں ہیبت کی وجہ سے غار کے اندر نہ گیا اور نیچے اتر آیا کافی دیر کے بعد پھر چڑھ کر دیکھا آپ اسی طرح سجدے میں تھے مجھ کو گمان ہوا کہ کہیں آپ کی وفات نہ ہو گئی ہو جب قریب گیا تو آپ نے سجدے سے سر اُٹھایا اور فرمایا میرے پاس جبرئیل امین آئے تھے اور خدا تعالیٰ کا پیغام پہنچایا اور کہا کہ آپ کا رب فرماتا ہے اے حبیب امت کے بارے میں غمگین نہ رہا کرو بلکہ اپنا دل خوش رکھا کرو ہم تمہاری امت کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کریں گے جس سے تمہارا دل دکھے بلکہ ہم تمہیں راضی کر لیں گے تو میں اس نعمت عظمیٰ کے حصول پر سجدہ شکر ادا کر رہا تھا۔ اے معاذ سجدہ سے بڑھ کر کوئی چیز بندہ کو خدا کے قریب کرنے والی نہیں۔

(ج 2 ص 117 طبرانی صغیر)

فردوس میں رسول ہمارا نہ جائے گا
جب تک کہ ہر ایک امتی بخشا نہ جائے گا
دوزخ میں مَیں تو کیا میرا سایہ نہ جائے گا
کیونکہ رسول پاک ﷺ سے دیکھا نہ جائے گا

(5) رؤف رحیم: یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام ہیں اور اس نے اپنے محبوب کو بھی یہ دونوں نام عطا فرمائے کچھ مثالیں ذکر کی جاتی ہیں ملاحظہ ہوں۔

(ا) خدا رؤف رحیم: ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ان اللّٰہ بالناس لرؤف رحیم۔ بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔

رسول خدا ﷺ بھی رؤف رحیم میں ارشاد ربانی ہے۔

لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیه ماعنتم حریص علیکم بالمومنین رؤف رحیم.

البتہ تحقیق تمہاری جانوں میں سے وہ شاندار رسول آیا کہ تمہارا تکلیف میں مبتلا ہونا ان کو ناگوار گزرتا ہے۔ وہ تم پر حریص ہیں اور مومنوں پر مہربان رحم کرنے والے ہیں۔

(ب) خدا تعالیٰ کریم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

یَا اَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَاغَرَّکَ بِرَبِّکَ الْکَرِیْمِ.

اے انسان تجھ کو کس چیز نے فریب دیا اپنے کرم والے رب سے۔

رسول پاک ﷺ بھی کریم ہیں خدا فرماتا ہے۔ **انه لقول رسول کریم۔** بے شک قرآن رسول کریم کا قول ہے۔

(ج) خدا رحمت والا ہے ارشاد خداوندی ہے۔

وربک الغفور ذوالرحمة۔

تیرا رب گناہوں کو بخشنے والا اور رحمت والا ہے۔

رسول خدا ﷺ بھی رحمت والے ہیں خدا فرماتا ہے۔

وَمَا اَرْسَلْنَاکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ.

اورنہیں بھیجا ہم نے تجھے مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت۔

(د) اللہ تعالیٰ تاریکی سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے ارشاد خداوندی ہے۔

اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا یُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّوْرِ

اللہ تعالیٰ مومنوں کا مددگار ہے ان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے۔

خدا تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کو بھی اس صفت سے متصف فرمایا

ہے۔ارشاد ہوتا ہے۔

الٓمّٓ کِتَابٌ اَنْزَلْنَاہُ اِلَیْکَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّوْرِ

یہ کتاب ہم نے تیری طرف اس لئے نازل کی ہے کہ تو لوگوں کو اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لے جائے۔

(ن) خدا تعالیٰ ہادی ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ

اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی ہدایت دیتا ہے۔

رسول خدا ﷺ ہادی بن کر تشریف لائے ہیں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَاِنَّکَ لَتَھْدِیْٓ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ

اور تو سیدھے راستے کی ہدایت دیتا ہے۔

(ل) خدا تعالےٰ اپنے بندوں کا تزکیہ نفس کرتا ہے۔ارشاد ہوتا ہے۔

بَلِ اللّٰہُ یُزَکِّیْ مَنْ یَّشَاءُ

بلکہ اللہ جس کو چاہتا ہے پاک کرتا ہے۔

رسول پاک ﷺ بھی اپنے امتیوں کا تزکیہ نفس کرتے ہیں۔خدا فرماتا ہے۔

وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَۃَ وَیُزَکِّیْھِمْ

وہ کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے۔

(ک) خدا تعالیٰ نور ہے۔ارشاد ربانی ہے۔

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

اللہ زمین وآسمان کا نور ہے یعنی ان کو روشنی دینے والا ہے۔

خدا کا حبیب بھی نور ہے۔رب تعالیٰ کا فرمان ہے۔

قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ

تمہارے پاس اللہ کا نور آیا۔

(ی) خدا تعالیٰ حق ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ذَالِکَ بِاَنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْحَقُّ

یہ اس لئے کہ خدا حق ہے۔

خدا کا حبیب بھی حق ہے۔اللہ فرماتا ہے۔

یَااَیُّھَاالنَّاسُ قَدْ جَاءَ کُمُ الْحَقُّ

اے لوگو تمہارے پاس حق آیا۔

(6) رحیم = اسکا مصدر بھی رحمت ہے اور رحمٰن کا مصدر بھی رحمت ہے لیکن رحمان نام صرف خالق کائنات کا ہے اور رحیم نام مخلوق کا بھی ہو سکتا ہے اور علامہ ملا معین کاشفی نے اسرار الفاتحہ نامی کتاب میں لکھا ہے کہ رحیم اس ذات کو کہتے ہیں جو چھ مقامات پر رحم فرمائے۔قبر میں۔قیامت کے دن۔میزان پر۔جب نامہ اعمال ملے۔پلصراط پر۔اور ان پر رحم فرمائے جو داخل دوزخ ہو چکے ہیں۔ نبی کریم کو خدا تعالیٰ نے آیت زیر بحث میں رحیم کا نام دیا ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا آپ ان چھ مقامات پر اپنے امتی پر رحم فرمانے والے ہیں تفصیل ملاحظہ ہو۔

قبر= حضرت ابو امامہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا:

اذا مات احدمن اخوانكم فسويتم التراب عليه فليقم احدكم على راس قبره ثم ليقل يا فلان بن فلانة فانه يقول ارشدنا رحمك الله ولكن لا تشعرون فليقل اذ كرما خرجت عليه من الدنيا شهادة ان لا اله الا الله وان محمدا عبده ورسوله وانك رضيت بالله ربا وبالا سلام دينا و بالقرآن اماما فان منكراونكيرا ياخذ كل احد منهما بيدصاحبه ويقول انطلق بناما نقعد عند من لقن حجته.

(ج2ص324 مجمع الزوائد)

جب تمہارا کوئی مسلمان بھائی مرے اور اسکی قبر پر مٹی برابر کر چکو تو تم

سے کوئی اس کے سرہانے کھڑا ہو اور فلاں بن فلانہ کہہ کر پکارے بیشک وہ سنے گا اور جواب نہ دے گا دوبارہ پھر یونہی دعا کرے وہ سیدھا ہو بیٹھے گا سہ بارہ پھر اسی طرح آواز دے اب وہ جواب دے گا کہ ہمیں ارشاد کر اللہ تجھ پر رحم فرمائے مگر تمہیں اس کے جواب کی خبر نہیں اس وقت کہے یاد کر وہ بات جس پر تو دنیا سے نکلا تھا گواہی اس کی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اس کے بندے اور رسول ہیں اور یہ کہ تو نے پسند کیا اللہ تعالیٰ کو پروردگار اور اسلام کو دین اور محمد کو نبی اور قرآن کو پیشوا منکر نکیر ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر کہیں گے چلو ہم کیا بیٹھیں اس کے پاس جسے لوگ اسکی حجت سکھا چکے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ

(ا) مردے کو اس کی قبر پر کھڑے ہو کر تلقین کی جائے تو اس کو یہ فائدہ ہوتا ہے کہ وہ نکیرین کے سوالات سے محفوظ رہتا ہے اور اس کو یہ فائدہ حضور کی برکت سے حاصل ہوتا ہے۔

(ب) مردے اپنی قبروں میں ہماری آواز کو سنتے ہیں۔

قیامت: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قیامت کے دن اپنے امتیوں پر اس طرح رحم فرمائیں گے کہ ان میں سے بڑے بڑے گناہ کرنے والوں کی شفاعت فرمائیں گے چنانچہ حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا۔ شَفَاعَتِی لِاَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِیْ۔ (ج 3 ص 87 مشکوٰۃ)

میری شفاعت میری امت کے بڑے بڑے گنہگاروں کے لئے ہو گی۔

پیش حق مژدہ شفاعت کا سناتے جائیں گے
آپ روتے جائیں گے ہم کو ہنساتے جائیں گے

حضرت انس بن مالک سے ایک اور حدیث مروی ہے کہ انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی قیامت کے دن

میری شفاعت فرمائیں۔ حضورﷺ نے وعدہ فرمایا کہ میں تمہاری شفاعت کروں گا۔ عرض کی یارسول اللہﷺ میں آپ کو کہاں تلاش کروں، فرمایا پہلے مجھے پلصراط کے پاس تلاش کرنا عرض کی اگر وہاں آپ کو نہ پاؤں تو پھر کہاں تلاش کروں فرمایا میزان کے پاس آجانا عرض کی اگر میں آپ کو میزان کے پاس بھی نہ پاؤں تو فرمایا تو پھر حوض پر آجانا میں ان جگہوں کو چھوڑ کر کہیں اور نہیں جاؤں گا۔ (ج 3 ص 84 مشکوٰۃ)

ان تین جگہوں پر موجودگی کی وجہ یہ ہے کہ پلصراط کے قریب سجدے میں سر رکھ کر اپنی امت کے سلامتی کے ساتھ گزرنے کی دعا مانگیں گے میزان کے پاس امت کے اعمال وزن ہوتے ہوئے دیکھیں گے اور وقت پڑنے پر اپنے امتی کی فریاد رسی فرمائیں گے اور حوض کوثر پر اپنی امت کے پیاسوں کو سیراب فرمائیں گے۔

میزان واعمالنامہ:

حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ قیامت کے دن حضرت آدم علیہ السلام عرش الٰہی کے پاس سبز لباس پہنے ہوئے اپنی اولاد میں سے جنت دوزخ کی طرف جانے والوں کو دیکھ رہے ہوں گے یکا یک آپ کی نگاہ ایک مسلمان پر پڑے گی جسے فرشتے دوزخ کی طرف کھینچے ہوئے لے جاتے ہوں گے حضرت آدم علیہ السلام بے چین ہو کر پکاریں گے اے احمدﷺ ادھر آؤ دیکھو یہ آپ کے امتی کو فرشتے دوزخ کی طرف لے جا رہے ہیں۔ حضورﷺ فرماتے ہیں یہ سن کر میں فرشتوں سے کہوں گا کہ اے میرے رب کے سپاہیو ذرا ٹھہر جاؤ ملائکہ عرض کریں گے ہم خدا کے حکم کی نافرمانی نہیں کر سکتے آپ خدا کی بارگاہ میں عرض کریں یہ سن کر آپ عرش الٰہی کی طرف متوجہ ہونگے اور عرض کریں گے

الٰہی تو نے تو مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ ہم امت کے بارے میں تمہیں غمگین نہیں ہونے دیں گے۔ ارشاد خداوندی ہو گا فرشتو ٹھہر جاؤ میرے محبوب کی فرمانبرداری کرو اور اس بندے کو میزان کی طرف لے جاؤ ملائکہ اسے میزان کے پاس لے جائیں گے اور نبی کریم ﷺ ایک سفید چھوٹا سا پرچہ اپنے پاس سے نکال کر میزان عدالت کے داہنے پلڑے میں رکھ کر فرمائیں گے ترازو اٹھاؤ اس پرچہ کے ترازو میں رکھتے ہی نیکیاں بھاری اور گناہ ہلکے ہو جائیں گے ایک فرشتہ پکارے گا لو اس کی نجات ہوگئی یہ بخشا گیا اسے جنت میں لے جاؤ یہ عجیب واقعہ دیکھ کر وہ شخص کہے گا اے نیک صورت نیک سیرت آپ کون ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرمائیں گے میں تیرا نبی محمد رسول اللہ ﷺ ہوں اور یہ پرچہ کاغذ وہ درود شریف ہے جو تو نے کسی وقت مجھ پر پڑھا تھا۔　　(ج 1 ص 357 جواہر البحار)

فقط اک ذات مصطفےٰ ﷺ کی جو کہ محشر میں بھی کام آئے
کوئی انسان ورنہ کسی کا حشر تک ساتھ دیتا نہیں ہے

پلصراط:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

یضرب الصراط بین ظهرانی جهنم فاکون اول من یجوز من الرسل بامتہٖ ولا یتکلم یومئذالا الرسل وکلام الرسل یومئذ اللھم سلم سلم. (ج 3 ص 79 مشکوٰۃ)

پلصراط کو دوزخ کے اوپر کھڑا کیا جائے گا اور میں سب سے پہلا رسول ہوں گا جو پلصراط کے اوپر سے اپنی امت کے ساتھ گزروں گا اس روز رسولوں کے سوا کسی کو کلام کرنے کی اجازت نہ ہو گی اور رسول بھی صرف اتنا کہیں گے اے اللہ ہمیں سلامت رکھ۔

ہمارے نبی کریم ﷺ سربسجود ہو کر گڑگڑا کر اپنی امت کی سلامتی کے لئے

دعا فرمائیں گے کہ یا اللہ میری امت سلامتی کے ساتھ پلصراط کو پار کرے کیونکہ پلصراط ایک روایت کے مطابق پندرہ ہزار سال کی راہ کے فاصلے کے برابر ہوگا پانچ ہزار سال چڑھائی پانچ ہزار سال ہموار راستہ اور پانچ ہزار سال ڈھلوان راستہ ہوگا جیسے کہ شیخ محقق نے مدارج النبوت میں نقل کیا ہے اور ہوگا بھی جہنم کے اوپر ایسے موقع پر حضور ﷺ کا رو رو کر اپنی امت کی سلامتی کے لئے دعا مانگنا امت کی بہت بڑی مدد ہوگی جس کے ذریعے سے آپ کے امتی دوزخ کو عبور کرلیں گے۔

رضا پل سے اب وجد کرتے گزریئے
کہ ہے رب سلّم صدائے محمد ﷺ
پائے کوباں پل سے گزریں گے تیری آواز پر
رب سلّم کی صدا پر وجد لاتے جائیں گے

دوزخ:

حضرت عمران بن حصین سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

بخرج قوم من النار بشفاعة محمد فیدخلون الجنة ویسمون الجھنمین.

ایک قوم حضرت محمد ﷺ کی شفاعت سے دوزخ سے نکالی جائے گی اس کے بعد وہ جنت میں داخل ہوگی اور ان کا نام جہنمی رکھا جائے گا۔

(ج3 ص83 مشکوٰۃ)

حضور ﷺ کی امت کے وہ لوگ جو اپنی بداعمالیوں کی بنا پر داخل دوزخ ہوں گے ان کو حضور ﷺ سے یہ فائدہ پہنچے گا کہ وہ حضور علیہ السلام کی شفاعت سے دوزخ سے آزاد ہوکر جنت کے وارث بن جائیں گے۔

اب آئی شفاعت کی ساعت اب آئی
ذرا چین لے میرے گھبرانے والے

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

ان لکل نبی یوم القیامة منبرا من نور وانی لعلی اطولها وانورها.

قیامت کے دن ہر نبی کا نورانی منبر ہوگا اور میرا منبر سب سے زیادہ بلند اور نورانی ہوگا۔

ایک منادی آکر ندا کرے گا امی نبی کہاں ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہر نبی کہے گا ہم میں سے ہر نبی امی یعنی امت والا ہے کس کو بلایا گیا منادی دوبارہ آکر کہے گا امی عربی نبی کہاں ہے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے منبر سے نیچے اتریں گے یہاں تک کہ آکر جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے خازن پوچھے گا آپ کون ہیں آپ فرمائیں گے میرا نام محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہے وہ پوچھے گا آپ کو بلا بھیجا ہے آپ فرمائیں گے ہاں آپ کے لئے جنت کا دروازہ کھول دیا جائے گا رب تعالیٰ اپنی تجلی فرمائے گا اور آپ سے پہلے خدا کسی کے لئے تجلی نہ فرمائے گا نبی کریم ﷺ خدا کے لئے سجدہ ریز ہو جائیں گے اور خدا تعالیٰ کی ان الفاظ میں حمد وثناء بیان فرمائیں گے کہ پہلے اور بعد والوں میں سے کسی نے ایسی حمد وثناء بیان نہ کی ہوگی آپ سے کہا جائے گا اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنا سر اقدس اٹھاؤ بات کرو سنی جائے گی شفاعت کرو قبول ہوگی سوال کرو عطا ہوگا پس آپ سے کہا جائے گا جس کے دل میں گندم کے دانے کے برابر ایمان ہے اس کو دوزخ سے نکال لاؤ اس کے بعد آپ پھر سجدہ ریز ہو جائیں گے اور ایسی حمد وثناء بیان فرمائیں گے جو پہلوں اور بعد والوں میں سے کسی نے نہ کی ہوگی پھر آپ سے کہا جائے گا جس کے دل میں رائی کے برابر ایمان ہے اس کو جہنم سے نکال لاؤ (یہ کام کرکے) آپ پھر سجدہ ریز ہو جائیں گے اور پھر خدا کی حمد وثناء ایسی بیان فرمائیں گے جو پہلوں اور بعد والوں میں

سے کسی نے بیان نہ کی ہوگی پھر آپ سے کہا جائے گا اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنا سر اٹھاؤ بات کرو سنی جائے گی شفاعت کرو قبول ہوگی سوال کرو عطا ہوگا پس آپ فرمائیں گے اے میرے پروردگار جس نے لا الہ الا اللہ کہا ہے اس کے لئے شفاعت کی اجازت دی جائے خدا فرمائے گا ان کو جہنم سے میں خود نکالوں گا۔ (ج 8 ص 137 ابن حبان)

اس حدیث سے پتہ چلا کہ رسول خدا ﷺ ان لوگوں کی آزادی کے لئے بڑے بیقرار ہونگے جو اپنے صغائر و کبائر کی بنا پر دوزخ میں داخل ہو چکے ہوں گے آپ بار بار خدا کی بارگاہ میں سجدہ کر کے خدا کی تعریف میں رطب اللسان ہوں گے کہ خدا تعالیٰ راضی ہو جائے اور ان دوزخیوں کی جہنم سے آزادی کی اجازت مل جائے خدا بھی اپنے نبی کو راضی کرنے کے لئے فرمائے گا جاؤ ان کو جہنم سے نکال لاؤ۔

کہا مصطفےٰ ﷺ نے کہ اے رب العزت
گناہوں سے لبریز ہے میری امت
تو غفار ہے بخش دے میرے مولا
یہی آپ سے ہے سوال محمد ﷺ
کہا سن کے حق نے کہ اے کملی والے
حقوق شفاعت ہیں تیرے حوالے
جسے تو کہے گا اسے بخش دوں گا
خدا ہو گیا ہم خیال محمد ﷺ

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْئٍ عَلِيْمٌo

وہی اول ہے وہی آخر ہے وہی ظاہر ہے اور وہی پوشیدہ ہے اور اسے ہر چیز کا علم ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی پانچ صفات بیان فرمائی ہیں اول ہونا آخر ہونا ظاہر ہونا پوشیدہ ہونا اور ہر چیز کا علیم ہونا خدا تعالیٰ کی صفات دوطرح کی ہیں بعض صفات وہ ہیں کہ ان کی جھلک اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر نہیں ڈالی مثلاً خدا قدیم ہے اس کی مخلوق میں سے کوئی قدیم نہیں رب تعالیٰ واجب الوجود ہے اس کی مخلوق میں سے کوئی واجب الوجود نہیں اور بعض صفات وہ ہیں کہ ان کی جھلک اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ بندوں پر ڈالی ہے مثلاً خدا تعالیٰ جب کسی مخلوق کو پیدا کرنا چاہتا ہے تو فرماتا ہے کُن ہو جا وہ چیز خدا تعالیٰ کی مرضی کے مطابق لباس وجود اختیار کر لیتی ہے۔ خدا فرماتا ہے۔ وَاِذَا قَضٰى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ۔

اور جب اللہ تعالیٰ کسی کام کا فیصلہ فرما دے تو کہتا ہے کُن یعنی ہو جا وہ ہو جاتا ہے اور حضور ﷺ سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب فتوح الغیب میں فرمایا۔

یاابن آدم انا اللہ الذی لا الہ الا انا اقول للشئی کن فیکون اطعنی اجعلک تقول للشئی کن فیکون وقد فعل ذالک بکثیر من انبیائہ واولیائہ وخواصہ من بنی آدم۔ (مقالہ نمبر 16 فروح الغیب)

اے انسان میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں جب میں کسی چیز کو پیدا فرمانا چاہوں تو میں کہہ دیتا ہوں کُــــن یعنی ہو جا وہ ہو جاتی ہے۔ تُو میری فرمانبرداری کر میں تجھے بھی کلمہ کن کا مالک بنا دوں گا تو بھی کُن کہے گا تو وہ چیز ہو جائے گی اور یہ کُن اللہ تعالیٰ نے بہت سے اچھے نبیوں اور ولیوں اور برگزیدہ بندوں کو عطا فرمایا مثلاً:

حدیث نمبر 1.

حضرت عمرو بن میمون سے روایت ہے کہ مشرکین نے حضرت عمار بن یاسر کو آگ میں ڈالدیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان پر گزرے حضور ﷺ حضرت عمار کے سر پر ہاتھ پھیرتے اور یوں فرماتے۔

یانار کونی برداو سلاماً علی عمار کما کنت علی ابراھیم۔

(ج2 ص80 خصائص کبریٰ)

اے آگ عمار پر سلامتی کے ساتھ ٹھنڈی ہو جا جیسے تو ابراہیم علیہ السلام پر ٹھنڈی ہوگئی تھی۔

حدیث نمبر 2..

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر سے مروی ہے کہ حکم بن العاص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھتا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب کلام فرماتے تو یہ حکم اپنا چہرہ بگاڑتا ایک دن حضور ﷺ نے فرمایا۔

کن کذالک فلم یزل یختلج حتٰی مات.

ایسا ہی ہو جا تو مرتے دم تک اس کا چہرہ بگڑا رہا۔

(ج2 ص79 خصائص کبریٰ)

حدیث نمبر 3.

حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ایک دن خطبہ دیا ایک آدمی حضور ﷺ کے پیچھے شکل بگاڑ کر آپ کی نقلیں اتار رہا تھا کُن کے مالک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کذالک کُن ایسا ہی ہو جا۔

(ج 2 ص 79 خصائص کبریٰ)

حدیث نمبر 4.

سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک عورت کو نکاح کا پیام دیا اس کے والد نے کہا اسے برص کا مرض ہے حالانکہ ایسا نہ تھا حضور ﷺ نے فرمایا۔

فلتکن کذالک فبرصت.

وہ برص والی ہو جائے تو وہ برص میں مبتلا ہوگئی۔

(ج 3 ص 19 جواہر البحار)

پس ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ نے ہمارے نبی کریم ﷺ کو کلمہ کُن کا مالک ومختار بنا دیا تھا۔

علامہ عبدالوہاب شعرانی نے لکھا ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ جب اللہ تعالیٰ اس دنیا میں اپنے خاص بندوں کو حرف کُن کا وصف عطا فرماتا ہے تو کیا وہ اس سے تصرف بھی کرتے ہیں یا ادباً ترک کر دیتے ہیں پس اس کا جواب یہ ہے کہ شیخ ابن عربی نے فتوحات مکیہ کے باب 177 میں بیان فرمایا کہ بے شک اہل اللہ کا طریقہ یہی ہے کہ جب اللہ انہیں لفظ کُن کا تصرف عطا فرماتا ہے تو وہ اس تصرف کو ادباً ترک کر دیتے ہیں کیونکہ اس کا مقام دار آخرت ہے لیکن وہ بجائے کُن کے اسم اللہ کہہ لیتے ہیں۔ (ج 1 ص 147 الیواقیت والجواہر)

مثال: مصر میں ایک بااثر آدمی شیخ ابن عربی کا مخالف تھا اور آپ کے

ارشادات کو باطل کہتا تھا اور آپ پر جھوٹے اتہام لگاتا تھا اس نے ایک دفعہ کسی آدمی کے لئے ایک کتاب نقل کی اس کی ابتداء انتہاء اور ابواب کی سرخیاں سونے اور دوسرے حسین وجمیل رنگوں سے تحریر کیں جب وہ اس کے مختلف اجزاء اپنے سامنے کھول کر صنعت کاری کو ملاحظہ کرنے کے لئے اور حسن کو دیکھنے کے لئے بیٹھا تو ایک بلی نے دیئے کی ڈیوٹ نکال کران پر یوں پھیری کہ سب کا ستیاناس کردیا وہ سید زادہ ساری رات نہ سو سکا صبح سویرے مسودہ لے کر اسے دمشق کے باب الفراء لین کے سامنے نہر میں ڈالنے کے لئے لے چلا اس نے دیکھا کہ شیخ ابن عربی اپنے مدرسہ کے دروازے کے سامنے کھڑے ہیں فرمانے لگے حضرت تشریف لایئے میں نے ایک دفعہ ایک کتاب نقل کی تھی آگے وہ سارا اور قصہ سنا دیا جو اس شریف کو پیش آیا تھا اس شریف نے اپنی سابقہ جہالت اور ضلالت کو نہ چھوڑا اور کہنے لگا کہ مجھے پتہ ہے کہ آپ تک بندی کر رہے ہیں آپ نے فرمایا مجھے کتاب دو شاید اس کے لئے کوئی دوائی بتا سکوں وہ کہنے لگا یہ مکار آج اپنے شر سے بچنے نہ دے گا پھر اس نے رومال کھول دیا شیخ ابن عربی نے فرمایا دروازے کے اندر سے کتابت کا بچا کھچا سامان لے آؤ وہ لایا تو آپ نے اس تحریر پر ڈال دیا وہ نابکار کہنے لگا ایسے لوگ اسی طرح بیڑا غرق کرتے ہیں آپ نے تو اسے تباہ ہی کر دیا۔ سبحان اللہ کیا صنعت کاری کی ہے آپ نے فرمایا جاؤ اب اسے نہر میں ڈال دو وہ نہر کی طرف چلا جی میں کہنے لگا شاید یہ بھی جادو کا کرشمہ ہو کتاب کھولی اسے جھاڑا اب اسے دیکھا تو وہ پہلے سے بھی زیادہ حسین وجمیل بن چکی تھی واپس شیخ ابن عربی کے پاس آیا اور کہا آپ نے بڑا حسین جادو کیا ہے آپ نے فرمایا معلوم ہوتا ہے ابھی عداوت دور نہیں ہوئی آپ نے اپنا ہاتھ بڑھا کر فرمایا اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں جو کہتے ہیں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ کہہ کر اس شریف کا سر اپنے ہاتھ سے اُٹھا کر جسم سے الگ کر دیا اور وہ اپنے جسم کو بغیر سر کے دیکھ رہا تھا

ایک ساعت گزرنے کے بعد آپ نے فرمایا اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں جو کہتے ہیں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یعنی یوں ہو جا آپ نے اس کا سر اس کے جسم پر رکھ دیا یہ کیفیت دیکھ کر اس نے کہا:

اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمد رسول الله وانک ولی الله.

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد اللہ کے رسول ہیں اور آپ اللہ کے ولی ہیں۔ (ص 543 جامع کرامات اولیاء)

غور فرمایئے کہ آپ نے تسمیہ پڑھ کر اس کا سر بدن سے جدا کر دیا لیکن اس کی زندگی میں کوئی فرق نہیں آیا وہ بدستور زندہ رہا اور اپنے وجود کو بغیر سر کے دیکھ رہا تھا پھر آپ نے تسمیہ پڑھ کر اس کا سر اس کے جسم پر رکھ دیا بدن پہلی حالت میں ہو گیا گویا آپ کا بسم اللہ پڑھنا کن کے قائم مقام تھا۔

مرد ملے تے مرض نہ چھوڑے اوگن تے گن کردا
کامل لوگ محمد بخشا لعل بناون پتھر دا

امام عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں کہ معراج کی رات نبی کریم ﷺ جب اسمائے الٰہیہ کی بارگاہ سے گزرے تو ان اسماء کی صفات سے متصف ہو گئے ان کی عبارت یہ ہے۔

فاذا امر علی الرحيم كان رحيما اوعلی الغفور كان غفورا اوعلی الكريم كان كريما اوعلی الحليم كان حليما اوعلی الشكور كان شكورا اوعلی الجواد كان جوادا. (ج 2 ص 34 الیواقیت والجواہر)

جب الرحیم پر گزرے تو رحیم ہو گئے الغفور پر گزرے تو غفور ہو گئے، الکریم پر گزرے تو کریم ہو گئے، الحلیم پر گزرے تو الحلیم ہو گئے، الشکور پر گزرے تو شکور ہو گئے اور الجواد پر گزرے تو جواد ہو گئے۔ آیئے قرآن سے اس دعویٰ کی

تائید پیش کرتے ہیں۔

خدا ہادی ہے:

خدا فرماتا ہے۔ وَاللّٰهُ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍO
اور اللہ صراط مستقیم کی ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہادی ہیں:

ارشاد ہے: وَاِنَّكَ لَتَهْدِىْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍO
بے شک اے محبوب تو صراط مستقیم کی ہدایت دیتا ہے۔

خدا رؤف رحیم ہے:

خدا فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔
بے شک اللہ لوگوں پر رؤف رحیم ہے۔

نبی بھی رؤف رحیم ہیں:

خدا فرماتا ہے۔ لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔
البتہ تحقیق تمہاری جانوں میں سے شاندار رسول آیا کہ تمہارا تکلیف میں مبتلا ہونا ان پر ناگوار گزرتا ہے۔ تم پر حریص ہیں اور مومنوں پر رؤف و رحیم ہیں۔

وہ نامی کہ نام خدا نام تیرا
رؤف و رحیم علیم و علی ہے

خدا روشنی کی طرف لاتا ہے:

ارشاد خداوندی ہے۔ اَللّٰهُ وَلِىُّ الَّذِيْنَ آمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ۔

اللہ مومنوں کا مددگار ہے ان کو تاریکیوں سے روشنی کی طرف لاتا ہے۔

نبی بھی روشنی کی طرف لاتا ہے:

خدا فرماتا ہے۔ الٓرٰ کِتَابٌ اَنْزَلْنَاہُ اِلَیْکَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّوْرِ۔

اے محبوب کتاب ہم نے تیری طرف اس لئے نازل کی ہے تا کہ تو لوگوں کو تاریکیوں سے روشنی کی طرف لے جائے۔

ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ نے اپنے محبوب کو اپنی صفات سے متصف فرمایا اب یہ جو پانچ صفات آیت زیر بحث میں ذکر ہوئی ہیں یہ بھی خدا نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمائی ہیں چنانچہ علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی نے لکھا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جبرئیل امین نے مجھے یوں سلام کیا۔

السلام علیک یا اول السلام علیک یا آخر السلام علیک یاظاھر السلام علیک یا باطن.

میں نے کہا اے جبرئیل یہ تو خالق کی صفات ہیں مخلوق کو کیونکر مل سکتی ہیں عرض کی میں نے خدا کے حکم سے آپ کو یوں سلام کیا ہے اس نے آپ کو ان صفتوں سے فضیلت اور تمام انبیاء مرسلین پر خصوصیت بخشی ہے۔ اپنے نام وصفت سے حضور ﷺ کے لئے نام وصفت مشتق فرمائے ہیں آپ کا نام اول رکھا کہ آپ آفرینش میں تمام انبیاء پر مقدم ہیں اور آخر اس لئے کہ ظہور میں سب سے آخری ہیں اور آخری امت کی طرف خاتم الانبیاء ہیں اور باطن اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے باپ آدم کی پیدائش سے دو ہزار برس پہلے ساق عرش پر سرخ

نور سے اپنے نام کے ساتھ آپ کا نام لکھا اور مجھے درود بھیجنے کا حکم دیا میں نے ایک ہزار سال آپ پر درود بھیجا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بشیر و نذیر داعی الی اللہ اور سراج منیر بنا کر بھیجا اور ظاہر آپ کا نام اس لئے رکھا کہ اس نے اس زمانے میں حضور ﷺ کو تمام ادیان پر غالب کر دیا اور آپ کا شرف و فضل تمام آسمان و زمین پر آشکارا کر دیا تو ان میں کوئی ایسا نہیں جس نے آپ پر درود و سلام نہ بھیجا ہو اللہ تعالیٰ نے بھی آپ پر درود بھیجا آپ کا رب محمود اور آپ محمد آپ کا رب اول آخر ظاہر باطن اور آپ بھی اول آخر ظاہر اور باطن ہیں یہ عظیم بشارت سن کر آپ نے فرمایا۔

الحمد لله الذی فضلنی علی جمیع النبیین حتیٰ فی اسمی وصفتی.

حمد اس خدا کو ہے جس نے مجھے تمام انبیاء پر فضیلت دی یہاں تک کہ میرے نام وصفت میں۔ (ج2 ص216 جواہر البحار)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا کیا تو ان کو ان کی اولاد دکھائی گئی پھر دیکھا کہ بعض کو بعض پر فضیلت ہے نیچے سے اوپر کی طرف ایک نور چڑھتا ہوا دیکھا خدا کی بارگاہ میں عرض کی یا اللہ یہ کون ہے فرمایا یہ تیرا بیٹا احمد ہے۔

وھو الاول والآخر وھو اول شافع.

اور وہ اول ہے وہی آخر ہے اور وہ سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہے۔ (ج1 ص39 خصائص الکبریٰ)

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ معراج کی رات جب رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سیر فرما رہے تھے تو ایک جماعت پر گزر ہوا انہوں

نے آپ کو ان الفاظ میں سلام کیا۔

السلام علیک یا اول السلام علیک یا آخر السلام علیک یاحاشر۔

اور اسی حدیث کے آخر میں ہے کہ جبرئیل نے بعد میں آپ سے کہا جن لوگوں نے آپ کو سلام کیا تھا وہ حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ تھے۔ (ج 6 ص 40 زرقانی، ج 2 ص 362 دلائل النبوت)

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ امام الانبیاء کو اول آخر ظاہر و باطن کی صفات سے متصف سمجھنا صرف ہمارا ہی عقیدہ نہیں بلکہ حضرت جبرئیل امین، حضرت آدم، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کا بھی۔ یہی عقیدہ ہے معلوم ہوا کہ ہم اہلسنت و جماعت کے عقائد نوریوں اور پیغمبروں والے ہیں۔

اب ان پانچوں صفات پر بالترتیب تشریح ملاحظہ فرمائیں۔

ھوالاول

آیات قرآنی۔ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ○ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ○

تم فرماؤ بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور مرنا سب اللہ کے لئے ہے جو رب ہے سارے جہان کا اس کا کوئی شریک نہیں یہی حکم ہوا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔

ایک اور مقام پر ارشادِ باری ہے۔

قُلْ اِنِّیْ اُمِرْتُ اَنْ اَکُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ

الْمُشْرِکِیْنَ○

تم فرما دو کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ میں پہلا مسلمان ہو جاؤں اور تم ہرگز مشرکوں میں سے نہ ہو جانا۔ ظاہر ہے عالم کا کوئی ذرہ اختیاری یا غیر اختیاری اسلام سے خالی نہیں کیونکہ خدا فرماتا ہے۔

وَلَہٗ اَسْلَمَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّکَرْھًا وَاِلَیْہِ یُرْجَعُوْنَ○

زمین و آسمان میں جو کچھ ہے خوشی اور مجبوری سے اسی کو مانتے ہیں اور اسی کی طرف رجوع لاتے ہیں۔ پھر سب اسلام لانے والوں سے پہلے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اسی وقت ہو سکتے ہیں جبکہ آپ سب سے پہلے ہوں لہٰذا ان دونوں آیات سے ثابت ہوا کہ آپ کی خلقت تمام کائنات سے پہلے ہے۔

خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ۔

اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر۔ تمام عالموں کے لئے حضور ﷺ رحمت ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر ہر عالم کا ہر ہر فرد اپنے موجود ہونے میں نبی کریم ﷺ کا محتاج ہے اور جو ذات کسی کے وجود کا سبب ہو وہ یقیناً اس کے لئے رحمت ہے اور رحمت کی حاجت ہوتی ہے اور جس چیز کی حاجت ہوتی ہے وہ محتاج سے پہلے ہوتی ہے اس لئے سب سے پہلے حضور ﷺ کا وجود ہونا ضروری ہے۔

خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا بَلٰی۔

کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں بولے کیوں نہیں۔

تمام بنی نوح انسان کی روحوں سے پہلے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی روح مقدسہ نے رب کی ربوبیت کا اقرار کیا باقی تمام روحوں نے آپ کے اقرار پر اقرار ربوبیت کیا ہے۔

کن فیکون تے کل دی گل ایہہ اساں پہلے دی پریت لگائی
تیں میں حرف نشان نہ ہاں دتی میم گواہی
اجے وی سانوں اوہ پے دسندے بیلے بوٹے کاہی
مہر علی شاہ رل دووین بیٹھے جد سک دوہاں نوں آئی

حدیث نمبر 1.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی یارسول اللہ ﷺ مجھے خبر دیجئے کہ خدا تعالیٰ نے سب سے پہلے کس چیز کو پیدا کیا ہے آپ نے فرمایا۔

یا جابر ان اللہ قد خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ۔

(ج 1 ص 46 زرقانی)

اے جابر تمام اشیاء سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا کیا ہے۔

چونکہ سب سے پہلے خدا نے آپ کا نور پیدا کیا لہٰذا اس اعتبار سے آپ کو ھوالاول کہہ سکتے ہیں۔

حدیث نمبر 2.

مسلم شریف میں حدیث ہے حضرت انس بن مالک کی روایت سے سرورکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

انا اکثر الانبیاء تبعاً یوم القیامۃ وانا اول من یقرع باب الجنۃ.

قیامت کے دن تمام انبیاء سے زیادہ میرے متبعین ہونگے اور میں سب سے اول جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا۔

حدیث نمبر 3.

ترمذی شریف میں حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

انا اول من تنشق عنه الارض فاكسى حلة من حلل الجنة ثم اقوم عن يمين العرش ليس احد من الخلائق يقوم ذالک المقام غيرى.

میں اول شخص ہوں گا جس پر سے اس کی قبر شق ہوگی بعد ازاں مجھے جنتی حلوں میں ایک حلہ پہنایا جائے گا پھر میں عرش کے دائیں جانب ایسے مقام پر کھڑا ہوں گا جہاں ساری مخلوق میں سے کوئی بھی کھڑا نہ ہوگا۔

تری عظمتوں کی ہو تعریف مجھ سے
میں لاؤں کہاں سے زباں اللہ اللہ

حدیث نمبر 4.

مسلم شریف کی حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

انا سيد ولد آدم يوم القيامة و اول من ينشق عنه القبر و اول شافع و اول مشفع .

میں قیامت کے دن اولاد آدم کا سردار ہوں گا سب سے پہلے حجاب قبر مجھ سے دور ہوگا میں پہلا شفیع ہوں اور اللہ کے نزدیک پہلا مقبول الشفاعت۔

حدیث نمبر 5.

حضرت مکحول سے روایت ہے کہ امیر المومنین حضرت فاروق اعظم نے ایک یہودی سے قرض لینا تھا آپ نے اس سے تقاضا کیا اور فرمایا قسم ہے اس کی جس نے تمام انسانوں پر حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فضیلت بخشی میں تجھے نہ چھوڑوں گا۔ یہودی نے نبی کریم ﷺ کی افضلیت مطلقہ کا انکار کیا فاروق

اعظم رضی اللہ عنہ نے اسے طمانچہ دے مارا یہودی نے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں شکایت کی حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المومنین سے فرمایا تم نے اس کو تھپڑ مارا ہے اسے راضی کر لو اور یہودی کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا اے یہودی آدم صفی اللہ ہیں ابراہیم خلیل اللہ ہیں موسیٰ نجی اللہ ہیں حضرت عیسیٰ روح اللہ ہیں اور میں حبیب اللہ ہوں۔ اے یہودی اللہ تعالیٰ نے اپنے دو ناموں پر میری امت کے نام رکھے اللہ تعالیٰ سلام ہے میری امت کا نام مسلمین رکھا ہے اللہ تعالیٰ مومن ہے اور میری امت کا نام مومنین رکھا ہے۔ اے یہودی:

ان الجنة محرمة على الانبياء حتى ادخلها وهي محرمة عى الامم حتى تدخلها امتى. (ج 11 ص 510 مصنف ابن ابی شیبہ)

جنت تمام نبیوں پر حرام ہے جب تک میں اس میں داخل نہ ہو جاؤں اور یہ تمام امتوں پر حرام ہے جب تک میری امت اس میں داخل نہ ہو جائے۔

معلوم ہوا قیامت کے دن تمام انبیاء سے اول ہمارے نبی کریم ﷺ داخل جنت ہونگے اور تمام سابقہ امتوں سے پہلے ہمارے نبی کریم ﷺ کی امت داخل جنت ہوگی اس اعتبار سے آپ کو ھوالاول کہہ سکتے ہیں۔

نہ پہنچیں گے جب تک گنہگار ان کے
نہ جائے گی جنت میں امت کسی کی

حدیث نمبر 6.

حضرت علی المرتضیٰ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے پوچھا۔

من اول الخلق يدعى به الى الحساب يوم القيامة.

قیامت کے دن ساری مخلوق سے پہلے کس سے حساب ہوگا۔

فرمایا اے علی سب سے پہلے حساب کے لئے میں بلایا جاؤں گا میں ایک ساعت خدا کے حضور کھڑا ہوں گا پھر حکم ہوگا دائیں طرف سے جنت میں چلے جاؤ

میں نے عرض کی پھر کس کا حساب ہوگا فرمایا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ان کو بھی ایک ساعت خدا کے حضور کھڑا کیا جائے گا اور پھر دائیں طرف سے جنت میں جانے کا حکم ہوگا میں نے کہا اس کے بعد کون ہوگا فرمایا عمر بن خطاب وہ بھی ایک ساعت خدا کے حضور ﷺ کھڑے ہوں گے پھر دائیں طرف سے جنت میں جانے کا حکم ہوگا۔ میں نے عرض کی پھر کون فرمایا اے علی پھر تیرا حساب ہوگا میں نے عرض کی تو عثمان کہاں گئے فرمایا اس کو حیا بطور حظ وافر عطا ہوئی ہے میں نے خدا کی بارگاہ میں سفارش کی کہ اس کا حساب نہ لیا جائے خدا نے قبول فرمالیا۔

(ج 13 ص 235 کنزالعمال)

ڈر دوزخ دا بدکاراں نوں چاہ جنت نیکاں کاراں نوں
جیہڑہ زلف تری دا قیدی ایہہ اوہ جنت دوزخ کی جانے

حدیث نمبر 7.

حضرت ابو درداء سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن مجھے سب سے پہلے سجدہ کرنے کا حکم ہوگا اور سب سے پہلے مجھے ہی سجدہ سے سر اُٹھانے کا حکم ہوگا میں اپنے آگے خلق کا ہجوم دیکھوں گا اور اس میں سے اپنی امت کو پہچان لوں گا پھر اسی قسم کا ہجوم اپنے پیچھے دیکھوں گا اور دوسری امتوں سے اپنی امت کو پہچان لوں گا پھر اسی طرح دائیں بائیں دیکھ کر اپنی امت کو پہچان لوں گا ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ اپنی امت کو کیسے پہچان لیں گے حالانکہ حضرت نوح علیہ السلام کی امت سے لے کر آپ کی امت تک سبھی وہاں موجود ہوں گے آپ نے فرمایا میری امت کے لوگ وضو کے اثر سے روشن پیشانی اور سفید ہاتھ پاؤں کے ہوں گے سوائے اس کے اور کوئی امت ایسی نہ ہوگی اور ان کو اس طرح بھی پہچان لوں گا کہ ان کا نامہ اعمال ان کے سیدھے ہاتھ میں ہوگا اور اس طرح شناخت کروں گا کہ ان کی خوردسال اولاد ان

کے آگے دوڑتی ہوگی۔ (ج 1 ص 79 مشکوٰۃ)

قیامت کے دن چونکہ نبی کریم ﷺ کو سب سے پہلے سجدے کی اجازت ملے گی اور سب سے پہلے ہی سجدے سے سر اُٹھانے کی اجازت ملے گی اس لئے حضور ﷺ کو ھوالاول کہہ سکتے ہیں۔

نوٹ:۔ سجدہ پر مکمل بحث مطلوب ہو تو ہماری کتاب ''مقام سجدہ'' کا مطالعہ فرمائیں۔

حدیث نمبر 8.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قالو یارسول اللہ ﷺ متی وجبت لک النبوۃ قال وآدم بین الروح والجسد۔ (رواہ ترمذی)

صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ کب سے نبی بنے تو آپ ﷺ نے فرمایا میں اس وقت نبی تھا جب حضرت آدم علیہ السلام کی روح کا تعلق جسم سے نہیں ہوا تھا۔

معلوم ہوا کہ تمام انبیاء سے پہلے جن کو نبوت ملی ہے وہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں ایک اور مقام پر آپ نے فرمایا: انا اول النبیین فی الخلق وآخرھم فی البعث ۔ میں تخلیق کے اعتبار سے تمام انبیاء سے پہلے ہوں اور بعثت کے اعتبار سے سب سے آخری ہوں۔

تخلیق میں پہلے نور ان کا آخر میں ہوا ہے ظہور ان کا
تکوین جہاں ہے ان کیلئے ختم ان پہ نبوت ہوتی ہے

والآخر

آپ آخر ہیں اپنی نبوت کے اظہار کے اعتبار سے آپ کے بعد کوئی

تشریعی غیر تشریعی ظلی یا بروزی نبی نہ آئے گا۔ حضور ﷺ خاتم النبیین ہیں دلائل ملاحظہ ہوں۔

دلیل نمبر 1.

خدا فرماتا ہے۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا٥

ترجمہ: محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن وہ اللہ کے رسول اور تمام نبیوں کے خاتم ہیں اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

دلیل نمبر 2.

ارشاد خداوندی ہے۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا.

ترجمہ: آج میں نے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام ہی پسند کیا۔

اس آیت کے تحت علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے۔

فلا یحتاجون الی دین غیرہ ولا الی نبی غیر نبیھم ولھذا جعلہ اللہ خاتم الانبیاء وبعثہ اللہ الی الانس والجن۔

(ج3 ص279 تفسیر ابن کثیر)

ترجمہ: امت محمدیہ ﷺ اور کسی دین کی محتاج نہیں اور اپنے نبی محمد ﷺ کے سوا کسی دوسرے نبی کی اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاتم الانبیاء یعنی تمام نبیوں کے بعد آنے والا بنایا اور تمام جنوں اور انسانوں کی طرف مبعوث فرمایا۔

دلیل نمبر 3.

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَاِذَ اَخَذَاللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتَابٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ.

ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ نے عہد لیا تمام انبیاء سے کہ جب تم کو کتاب وحکمت دوں پھر ایسا رسول تمہارے پاس آئے جو تمہاری آسمانی کتابوں کی تصدیق کرے یعنی محمد ﷺ تو تم سب ان پر ایمان لانا اور ان کی مدد کرنا۔

اس جگہ وجہ استدلال یہ ہے کہ خدا نے فرمایا۔ ''ثُمَّ جَآئَكُمْ رَسُوْلٌ'' اور لغت عرب میں ثم تراخی یعنی مہلت کے لئے آتا ہے مثلاً کوئی کہے جاء نی القوم ثم عمر تو اس کے معنے یہ ہونگے کہ پہلے تمام قوم آئی اور پھر کچھ مہلت کے بعد سب سے آخر میں عمر آیا یہاں النبیین کے بعد ثم جاکم رسول کے معنی یہ ہوں گے کہ تمام انبیاء کے آنے کے بعد سب سے آخر میں حضرت محمد رسول ﷺ بن کر آئے ان کے بعد اور کوئی نبی نہ آئے گا۔

دوسری وجہ استدلال یہ ہے کہ اس آیت میں آپ کو مصدق کہا گیا ہے اور مصدق وہ ہوتا ہے جو اپنے سے پہلے کی تصدیق کرے حضرت آدم علیہ السلام کسی کے مصدق نہیں اس لئے کہ ان سے پہلے کوئی نبی نہیں البتہ وہ بعد میں آنے والے تمام انبیاء کے مبشر ضرور ہیں اس لئے کہ مبشر وہ ہوتا ہے جو بعد میں آنے والے کی بشارت دے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہمارے نبی کریم حضرت محمد ﷺ کی بشارت دی۔ خدا فرماتا ہے۔

وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِ اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ.

اور اس رسول کی بشارت سناتا ہوں جو میرے بعد تشریف لائے گا اس کا نام احمد ہے اور ہمارے رسول اکرم ﷺ کسی کے مبشر نہیں یعنی آپ نے کسی بعد میں آنے والے نبی کی بشارت نہیں دی لہٰذا ثابت ہوا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا۔

دلیل نمبر 4.

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

تَبَارَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَکُوْنَ لِلْعَالَمِیْنَ نَذِیْرًا ○

ترجمہ: مبارک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے (محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) پر قرآن مجید نازل فرمایا تا کہ وہ تمام جہانوں کا نذیر ہو جائے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ آپ تمام انسانوں کے نذیر یعنی نبی بن کر آئے ہیں کیونکہ نذارت صفت نبوت ہے وہ تمام انسان خواہ آپ کے زمانے میں ہوں یا آپ کے زمانے کے بعد ہوں آپ سب کے نبی ہیں چنانچہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے۔

اَنَا رَسُوْلُ مَنْ اَدْرَکَ حَیًّا وَّمَنْ یُّوْلَدُ بَعْدِیْ۔

(طبقات ابن سعد ج 6 ص 101)

میں ان کے لئے بھی رسول ہوں جن کو اپنی زندگی میں پاؤں اور ان کے لئے بھی جو میرے بعد ہوں گے۔

الغرض نبی کریم ﷺ تمام اقوام عالم کی طرف مبعوث ہوئے خواہ اب موجود ہوں یا آئندہ قیامت تک ہونے والی ہوں لہٰذا آپ کے بعد باب نبوت ہمیشہ کے لئے بند ہو چکا ہے۔

دلیل نمبر 5.

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَاُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَکُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ.

ترجمہ: میری طرف اس قرآن کی وحی کی گئی تا کہ اس کے ذریعے میں تم کو ڈراؤں اور تمام ان لوگوں کو جن کو یہ قرآن پہنچے۔

اس آیت میں صاف طور پر یہ بیان کیا گیا کہ قرآن کریم کی شریعت صرف ان لوگوں کے لئے مخصوص نہیں جو اس وقت موجود ہیں بلکہ قیامت تک جن لوگوں کو یہ قرآن پہنچے ان سب کے لئے یہی شریعت کافی ہے جب نبی کریم ﷺ کی شریعت ان تمام لوگوں کے لئے ہے جن تک قرآن پہنچے تو آپ کی نبوت بھی ان سب کے لئے کافی ہے جن تک قرآن پہنچے اب مرزائی بتائیں کہ ان تک قرآن پہنچا ہے یا نہیں یقیناً پہنچا ہے جب قرآن ان تک پہنچا ہے تو پھر حضور ﷺ ان کے نبی ہیں ان کو کسی جدید نبی کی ضرورت نہیں۔

دلیل نمبر 6.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری مثال مجھ سے پہلے انبیاء کے ساتھ ایسی ہے جیسے کسی شخص نے گھر بنایا ہو اور اس کو بہت عمدہ آراستہ بنایا مگر اس کے ایک گوشہ میں ایک اینٹ کی جگہ تعمیر سے چھوڑ دی پس لوگ اس کے دیکھنے کو جوق در جوق آتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں اور کہتے جاتے ہیں کہ یہ ایک اینٹ بھی کیوں نہ رکھ دی گئی تا کہ تعمیر مکمل ہو جاتی چنانچہ میں نے اس جگہ کو پُر کیا اور مجھ سے ہی قصر نبوت مکمل ہوا۔ (ج2ص238 مسلم شریف، ج2ص398 مسند امام احمد)

دلیل نمبر 7.

جب نبوت کا محل مکمل ہو گیا تو اب کسی آئندہ آنے والے نبی کی ضرورت نہ رہی لہٰذا حضور ﷺ آخری نبی ہیں ان کے بعد نبوت کا اجراء ماننے والا دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔ حضرت عبداللہ بن ثابت سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک دن نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں بنی قریظہ سے ایک بھائی کے پاس سے گزرا اس نے تورات سے کچھ جامع کلمات لکھ کر مجھے دیئے تا کہ وہ آپ کے سامنے پیش

کروں یہ سن کر آپ کا چہرہ بدل گیا اور فرمایا اس ذات قدوس کی قسم جس کے قبضہ میں محمد ﷺ کی جان ہے اگر خود موسیٰ علیہ السلام بھی تمہارے اندر آ جائیں اور تم ان کی اتباع کرنے لگو تو تم گمراہ ہو جاؤ اس لئے کہ: **انکم حظی من الامم وانا حظکم من النبیین** ٥ (ج 1 ص 51 کنز العمال)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس امت کے لئے کوئی اور نبی نہیں ہو سکتا اور نہ یہ امت کسی اور نبی کی امت بن سکتی ہے نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ جب حضور ﷺ کا کوئی امتی موسیٰ علیہ السلام کی پیروی کرنے سے گمراہ ہو سکتا ہے تو جو مرزا غلام احمد کی پیروی کرتے ہیں وہ یقیناً گمراہ ہیں۔

دلیل نمبر 8.

حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

فاما وزیر ای من اھل السماء فجبریل ومیکائیل واما وزیر ای من اھل الارض فابوبکر و عمر۔ (ج 3 ص 250 مشکوٰۃ)

میرے آسمانوں کے دو وزیر جبرئیل اور میکائیل اور زمین کے دو وزیر ابوبکر اور عمر ہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ دونوں حضور ﷺ کے وزیر ہیں لیکن اس کے باوجود وہ دونوں نبی نہیں ہیں حالانکہ پہلے نبیوں کے وزیر نبی ہوتے تھے۔ خدا فرماتا ہے۔

وَجَعَلْنَا اَخَاهُ هَارُوْنَ وَزِيْراً

ترجمہ: اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہارون کو ان کا وزیر بنا دیا۔

پس جب نبی کریم ﷺ کے دونوں وزیر صدیق اکبر اور فاروق اعظم نبی نہیں حالانکہ انبیاء سابقین کے وزیر نبی ہوتے تھے تو صاف ظاہر ہو گیا کہ اس امت میں سوائے آپ کے اور کوئی نبی نہیں آ سکتا۔

دلیل نمبر 9.

حضرت معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ جب خیبر فتح ہوا تو رسول اکرم ﷺ نے سیاہ رنگ کا ایک دراز گوش دیکھا آپ نے اس سے کلام فرمایا اور اس نے آپ سے کلام کیا آپ نے اس سے پوچھا تیرا نام کیا ہے اس نے کہا میرا نام یزید بن شہاب میرے دادا کی نسل سے ساٹھ دراز گوش پیدا ہوئے ہیں۔ ان سب پر انبیاء نے سواری کی اور مجھے توقع ہے کہ آپ مجھ پر سوار ہونگے اس لئے کہ:

لم یبق من نسل جدی غیری ولا من الانبیاء غیرک

ترجمہ: میرے دادا کی نسل سے میرے سوا کوئی دراز گوش نہیں اور آپ کے سوا کوئی اور نبی باقی نہیں۔ (ص 331 دلائل النبوت)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وہ گدھا جانتا تھا کہ امام الانبیاء کے بعد اور کوئی نبی باقی نہیں آپ آخری نبی ہیں اور جو یہ کہے کہ حضور ﷺ کے بعد اور نبی آسکتا ہے وہ گدھے سے بھی بدعقل ہے۔

دلیل نمبر 10.

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک اعرابی کو دعوت اسلام دی اس نے ایک گوہ آپ کے سامنے ڈال دی اور کہا جب تک یہ گوہ ایمان نہ لائے گی میں آپ پر ایمان نہ لاؤں گا آپ نے اس گوہ سے فرمایا تو کس کی عبادت کرتی ہے اس نے کہا:

الذی فی السماء عرشه وفی الارض سلطانه والبحر سبیله وفی الجنة رحمة وفی النار عذابه فقال من انا قال انت رسول رب العالمین وخاتم النبیین o (ج 6 ص 36 دلائل النبوت)

میں اس ذات کی کہ آسمان میں اس کا عرش ہے زمین پر اس کی سلطنت

دریا میں اس کا راستہ جنت میں اس کی رحمت دوزخ میں اس کا عذاب آپ نے فرمایا میں کون ہوں کہا آپ پروردگار عالم کے رسول اور آخری نبی ہیں۔

جنگل کے وحشی جانور تو آپ کو آخری نبی مانیں مرزائی جنگل کے جانوروں سے بھی بدتر ہیں کہ آپ ﷺ کو آخری نبی نہیں مانتے۔

والظاہر

آپ ظاہر ہیں اپنی رسالت ونبوت کے اعتبار سے چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ آپ نے فرمایا۔

مابین السماء والارض شئی الا یعلم انی رسول الله الا کفرة الجن والانس۔ (ج22 ص261 طبرانی کبیر)

زمین وآسمان کے درمیان ہر چیز جانتی ہے کہ میں اللہ کا رسول ہو سوائے کافر جنوں اور انسانوں کے۔

فرشتے جانتے ہیں:

خدا فرماتا ہے۔ **ان الله وملائکته یصلون علی النبی۔**

بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود شریف بھیجتے ہیں۔

پیغمبر جانتے ہیں:

علامہ اسماعیل حقی نے لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب دیکھا کہ:

ان ابراهيم عليه السلام رای فی المنام جنة عريضة مكتوب علی اشجارها لا اله الا الله محمد رسول الله ﷺ۔

ترجمہ: آپ نے دیکھا کہ جنت کے درختوں پر کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ لکھا ہے۔ (ج 3 ص 148 روح البیان)

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب احبار سے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کے ایسے فضائل بیان کریں جن کا تعلق آپ کی ولادت سے ماقبل زمانہ سے ہو آپ نے فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس ایک پتھر تھا جس پر ایک سطر میں لکھا ہوا تھا انا اللہ لا الہ الا انا فاعبدونی دوسری سطر میں لکھا تھا انا اللہ لا الہ الا انا محمد رسولی طوبی لمن آمن بہ واتبعہ اور تیسری سطر میں لکھا تھا انا اللہ لا الہ انا الحرم لی والکعبۃ بیتی من دخل بیتی امن من عذابی۔ (ج 1 ص 254 انسان العیون)

ان دو واقعات سے معلوم ہوا کہ جد الانبیاء حضرت ابراہیم آپ کی نبوت ورسالت کو بخوبی جانتے تھے۔ شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے۔

وارد شدہ است کتابت اسم او بر عرش و آسمان ہا وقصور بہشت وغرفہائے آں وبر سینہ ہائے حور العین وبر گہائے درختانِ جنت۔

(ج 4 ص 257 اشعۃ اللمعات)

حدیث میں وارد ہے کہ آپ کا اسم گرامی عرش پر آسمانوں پر جنت کے محلات پر جنت کے چوباروں پر اور حور عین کے سینوں پر اور جنت کے درختوں کے پتوں پر لکھا ہوا ہے۔

لوگ اپنے مکانات اور کوٹھی بنگلوں میں اپنے دروازوں پر اپنا نام لکھوا لیتے ہیں جو اس طرف اشارہ ہے کہ اس مکان کا بنانے والا اگرچہ معمار ہے لیکن مالک میں ہوں اس لئے میں نے اس کے دروازے پر اپنا نام لکھوا لیا ہے بلا مثال تمثیل مذکورہ چیزوں پر نبی کریم ﷺ کا نام لکھا جانا اس طرف اشارہ ہے کہ آپ خدا کی عطا سے ان تمام چیزوں کے مالک ہیں۔

یہ اکرام ہے مصطفٰے پر خدا کا
کہ سب کچھ خدا کا ہوا مصطفٰے کا

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں مکہ کے گرد و نواح میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا ہم جس درخت اور پہاڑ کے قریب سے گزرتے آواز آتی تھی۔ "السلام علیک یا رسول اللہ ﷺ"

(ج 2 ص 153 دلائل النبوت)

پڑھا بے زبانوں نے کلمہ تمہارا
ہے سنگ و شجر میں بھی چرچا تمہارا

درندے بھی آپ ﷺ کو جانتے ہیں:

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت سفینہ کو ایک خط دے کر حضرت معاذ بن جبل کے پاس یمن کی طرف بھیجا راستے میں اس نے دیکھا۔ کہ ایک درندہ راستہ رُوکے بیٹھا ہے انہوں نے اس درندے سے کہا میں رسول اللہ ﷺ کا خط لے کر معاذ بن جبل کے پاس جا رہا ہوں اور اس کو خط دکھایا اس درندے نے اُٹھ کر راستہ چھوڑ دیا اور اپنی آواز میں کچھ کہا اور حضرت سفینہ سلامتی سے گزر گئے حضرت معاذ کو خط دیا اور ان کا جواب لے کر واپس آئے تو وہ درندہ پھر راستہ روکے بیٹھا ہے پھر اس سے کہا یہ رسول اللہ ﷺ کے خط کا جواب ہے اس درندے نے پھر اُٹھ کر راستہ چھوڑ دیا اور پھر ایک آواز نکالی جب حضرت سفینہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو سارا واقعہ بیان کیا فرمایا تم جانتے ہو اس نے پہلی مرتبہ کیا کہا تھا عرض کی فرمائیں آپ نے فرمایا اس نے کہا تھا رسول اللہ ﷺ، ابو بکر، عمر، عثمان اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم کا کیا حال ہے اور دوسری مرتبہ اس نے کہا تھا کہ رسولِ خدا ﷺ ابو بکر، عمر، عثمان حیدر کرار، سلمان فارسی، صہیب رومی اور بلال حبشی رضی اللہ عنہم کو میرا سلام کہہ دینا۔

(ج 3 ص 317 تاریخ دمشق)

اہل کتاب بھی آپ کو جانتے تھے:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اَلَّذِیْنَ آتَیْنَاهُمُ الْکِتَابَ یَعْرِفُوْنَهٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَاءَ هُمْ

جن کو ہم نے کتاب دی وہ اسے (محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔

اس آیت میں نبی کی معرفت کو بیٹے سے تشبیہ دینے کی تین وجوہات ہیں۔

(ا) باپ نکاح قرار حمل دلائل وغیرہ سے بیٹے کو جانتا ہے اہل کتاب بھی دلائل سے نبی کریم ﷺ کو جانتے تھے۔ مثلاً نبی پاک ﷺ بارہ سال کی عمر میں اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ ملک شام کی طرف ایک تجارتی قافلے کے ساتھ تشریف لے گئے جب یہ قافلہ سرزمین بصریٰ میں پہنچا تو وہاں بحیرا نامی ایک راہب رہتا تھا جو تورات، انجیل اور کتب سماویہ کا بہت بڑا عالم تھا اس نے اس تجارتی قافلے کو دیکھا کہ رسولِ خدا ﷺ پر بادل نے سایہ کیا ہوا ہے وہ آیا اور رسولِ خدا ﷺ کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر بولا۔

هٰذا سید العالمین هٰذا رسول رب العالمین هٰذا یبعثه الله رحمة للعالمین. یہ سارے جہاں کے سردار ہیں یہ رب العالمین کے رسول ہیں ان کو خدا تعالیٰ نے تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

قافلے والوں نے پوچھا تمہیں کیسے پتہ چلا اس نے جواب دیا کہ جب تم لوگ اس گھاٹی کے پیچھے سے نکلے تو:

لم یبق شجر ولا حجر الاخر ساجدا ولا یسجدا لا لنبی.

ترجمہ: کوئی درخت اور پتھر نہ رہا جس نے آپ کو سجدہ نہ کیا ہو اور یہ صرف نبی کو سجدہ کرتے ہیں۔ (ج 1 ص 194 زرقانی)

(ب) باپ ولادت سے پہلے بیٹے کو جانتا ہے اہل کتاب بھی آپ کو ولادت

سے پہلے ہی جانتے تھے مثلاً حضرت ثعلبہ بن سعنہ اور اسید بن سعنہ اور اسد بن عبید کے اسلام لانے کا سبب یہ تھا کہ یہ بنی قریظہ کے ساتھ رہتے تھے اور یہاں ایک ملک شام کا یہودی رہتا تھا جس کا نام ابن الھیبان تھا وہ نماز کا پابند تھا جب امساک باراں ہو جاتا لوگ اس کو کہتے کہ بارش کی دعا کرو وہ کہتا پہلے ہر آدمی ایک صاع کھجوریں صدقہ دے لوگ صدقہ دیتے یہ دعا کرتا بارش ہونے لگ جاتی کئی مرتبہ ایسا ہوا جب اس کی وفات قریب ہوئی تو اس نے کہا اے گروہ یہود تم جانتے ہو کہ میں نے عیش وعشرت کی زمین شام کو کیوں چھوڑا اور بھوک اور افلاس کی زمین میں کیوں آیا انہوں نے کہا تم بہتر جانتے ہو اس نے کہا ایک نبی کے ظہور کا زمانہ قریب آ گیا ہے اور یہ شہر مدینہ اس کی ہجرت گاہ ہے اے یہودیو اس بات کا خیال رکھنا جب وہ یہاں آ جائے تو کوئی آدمی اس پر ایمان لانے میں تم سے پہل نہ کرے وہ نبی ایسا ہو گا کہ جو اس کی مخالفت کرے گا وہ اس سے جنگ کرے گا اور اس کے اھل وعیال کو قیدی بنا لے گا جب نبی کریم ﷺ نے بنو قریظہ کا محاصرہ کیا تو متذکرہ بالا تینوں آدمیوں نے بنو قریظہ سے کہا یہ وہی نبی ہے جس کی بشارت ابن الھیبان نے دی تھی انہوں نے کہا یہ وہ نہیں ان تینوں نے کہا واللہ یہ وہی ہے پھر یہ تینوں آپ پر ایمان لے آئے۔ (ص 43 دلائل النبوت ابو نعیم)

مٹیں تاریکیاں اور راحت و آرام آ پہنچا

نجات دائمی کی شکل میں اسلام آ پہنچا

(ج) باپ اپنے بیٹے کو بچپن ہی سے جانتا ہے اہل کتاب بھی حضور ﷺ کو بچپن ہی سے جانتے تھے۔ مثلاً حضور نبی کریم ﷺ مدینہ طیبہ میں اپنے صحابہ کے سامنے بچپن کے زمانے کے قیامِ مدینہ کی باتیں سنایا کرتے تھے ایک مرتبہ آپ نے فرمایا ایک یہودی مجھ کو دیکھ کر میرے پیچھے پھرا کرتا تھا ایک دن اس نے کہا اے لڑکے تمہارا نام کیا ہے میں نے کہا احمد (ﷺ) پھر اس نے میری پشت پر

(مہر نبوت) کو دیکھا میں نے سنا وہ کہنے لگا یہ اس امت کا نبی ہے۔
(ج 1 ص 79 خصائص کبریٰ)

والباطن

آپ باطن ہیں اپنی حقیقت کے اعتبار سے آپ کی حقیقت کوئی نہیں جانتا سوائے رب قدوس کے دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

دلیل اوّل:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

یاابابکر والذی بعثنی بالحق لم یعلمنی حقیقتی غیر ربی.

(جواہر البحار ج 3 ص 197)

اے ابوبکر قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا میری حقیقت کو میرے رب کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

تمہیں حد عقل نہ پا سکی فقط اتنا حال بتا سکی
تم ایک جلوہ راز تھے جو عیاں تھا رنگ حجاز میں

دلیل دوئم:

حضرت بایزید بسطامی فرماتے ہیں کہ میں نے دریائے معرفت میں غوطہ لگایا تا کہ حضور ﷺ کی حقیقت سے آگاہ ہو سکوں لیکن:

فاذا بینی وبینھا الف حجاب من نور لو دنوت من الحجاب الاول لاحرقت بہ کما تحترق الشعرۃ اذا انقیت فی النار۔

(ج 3 ص 51 جواہر البحار)

میں نے دیکھا کہ میرے اور آپ کی حقیقت کے درمیان ایک ہزار نوری پردے ہیں اگر ایک پردے کے قریب چلا جاؤں تو میں اس سے جل جاؤں

جیسے بال آگ میں ڈالنے سے بھسم ہو جاتا ہے۔

نہ پہنچیں کبھی عقل کل کے فرشتے
خدا جانتا ہے حقیقت کسی کی

دلیل سوئم:

علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی نے لکھا ہے کہ زمین سے آسمان کا فاصلہ پانچ سو سال کی راہ کے برابر ہے۔ ایک آسمان کی موٹائی بھی اتنی ہی ہے اور ایک آسمان سے دوسرے آسمان کا فاصلہ بھی اتنا ہی ہے سات آسمان ہیں ساتویں آسمان کے اوپر جنت ہے جنت کے سو درجات ہیں ایک درجہ سے دوسرے درجہ کا فاصلہ بھی پانچ سو سال کی راہ کے برابر ہے اور اس کے اوپر سدرۃ المنتھیٰ ہے اس کے آگے ستر ہزار نورانی پردے ہیں ایک پردے سے دوسرے پردے کا فاصلہ بھی پانچ سو سال کی راہ کے برابر ہے۔ پھر عرش آتا ہے عرش کے آگے ستر پردے ہیں ایک پردے سے دوسرے پردہ کا فاصلہ ستر ہزار سال کی راہ کے برابر ہے اور پردے کی موٹائی بھی ستر ہزار سال کی راہ کے برابر ہے اور ان کے آگے ایک فضا ہے جس کی مسافت اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اس کو عالم رقا کہتے ہیں اور اسمائے الٰہیہ کی بارگاہ ہے اور اس فضا کے آگے سید الکونین والثقلین کے نوری جلوؤں کی ابتداء ہوتی ہے۔ (ج 3 ص 48 جواہر البحار)

خدا جانے کہاں سے جلوۂ جاناں کہاں تک ہے
وہیں تک دیکھ سکتا ہے نظر جس کی جہاں تک ہے

دلیل چہارم:

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل۔

اللہ کی بارگاہ میں مجھے وہ قرب نصیب ہوتا ہے جو کسی مقرب فرشتے اور نبی مرسل کو حاصل نہیں ہوتا۔ (ج 1 ص 57 مرقات)

مولانا قاری علیہ الرحمۃ الباری نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ:

اذ فیہ اشارۃ الی تمکینہٖ فی وقت کشوف المشاهدة واستغراقہٖ فی بحر الوحدة حیث لا یبقی فیه اثر البشریة والکونین.

(ج 1 ص 57 مرقات)

اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے آپ کو کمال تمکنت حاصل ہوتی ہے جبکہ آپ کو مشاہدہ حق ہوتا اور بحر وحدت میں اس قدر مستغرق ہوتے ہیں کہ آپ پر بشریت اور کونین کا اثر باقی نہیں رہتا۔

دلیل پنجم:

علامہ نبہانی نے لکھا ہے کہ:

ان جسدہ الشریف لا یخلو منه زمان ولا مکان ولا محل ولا امکان ولا عرش ولا کرسی ولا قلم ولا برولا بحر ولا سهل ولا وعرولا برزخ ولا قبر۔ (ج 2 ص 115 جواہر البحار)

آپ کے بدن مبارک سے زمان و مکان کوئی جگہ اور کوئی ممکنہ چیز عرش و کرسی قلم خشکی وتری میدان اور پہاڑ برزخ اور قبر کوئی جگہ خالی نہیں۔

وہ شرف کہ قطع ہیں نسبتیں وہ کرم کہ سب کے قریب ہیں
کوئی کہہ دو یاس و امید ہے وہ کہیں نہیں وہ کہاں نہیں

دلیل ششم:

ابو العباس طنجی فرماتے ہیں میں شیخ احمد رفاعی کی خدمت میں حاضر ہوا تا کہ وہ مجھے سلوک کی منازل طے کرائیں انہوں نے کہا کیا تجھے رسول پاک ﷺ

کی معرفت حاصل ہے جاؤ اپنے شیخ عبدالرحیم قناوی کے پاس کہ وہ تمہیں رسول ﷺ کی معرفت سکھائیں تا کہ تو سلوک حاصل کر سکے فرماتے ہیں ان کے پاس میں حاضر ہوا انہوں نے فرمایا جاؤ بیت المقدس کی طرف تا کہ تجھے رسول کریم ﷺ کی معرفت حاصل ہو جائے جب میں بیت المقدس حاضر ہوا۔

کشف اللہ عن بصری فرأیت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ملا السمٰوات والارض والعرش والکرسی ملاسائراہ قطاروالا کوان o (ج 2 ص 117 جواہر البحار)

اللہ تعالیٰ نے میری آنکھوں سے پردے ہٹا دیئے میں نے دیکھا کہ زمین و آسمان عرش و کرسی اور تمام آفاق و اکوان آپ سے بھرے ہوئے ہیں۔

یہ کیفیت بھی بار ہا مجھ پر گزر گئی
تھا جلوہ حضور ﷺ جہاں تک نظر گئی

دلیل ہفتم:

علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی نے آپ کے اعضائے انسانی کی تخلیق کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ کا سر اقدس برکت سے آنکھیں حیاء سے کان عبرت سے زبان ذکر سے ہونٹ تسبیح نے چہرہ رضا سے سینہ اخلاص سے قلب انور رحمت سے ہتھیلیاں سخاوت سے بال جنتی نباتات سے لعاب دہن جنتی شہد سے بنایا گیا۔ (ج 3 ص 349 جواہر البحار)

یہی وجہ ہے کہ کھارے کنویں آپ کے لعاب دہن ڈالنے سے میٹھے ہو جاتے اور جب ہوا آپ کے بالوں سے ٹکرا کر گزرتی تو خوشبودار ہو جاتی تھی۔

جس چمن میں یار میرے جا کے زلفاں کھولیاں
لے چلی باد صبا خوشبو کی بھر بھر جھولیاں

دلیل ہشتم:

حضرت محمد بن احمد بلخی فرماتے ہیں کہ میں بلخ سے بغداد حاضر ہوا تا کہ حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی زیارت کروں نہ میں نے ان کو اور نہ انہوں نے مجھے پہلے کبھی دیکھا تھا میں نے دیکھا کہ لوگ آپ کو مصافحہ کرنے کے لئے لپکے میں نے بھی آپ سے مصافحہ کیا آپ میری طرف دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے تیرے مرتبے اور نیت کو جان لیا ہے آپ کا یہ کلام میرے زخمی دل کے لئے مرہم ثابت ہوا میری آنکھیں ڈبڈبانے لگیں میں تنہائی پسند ہو گیا ایک رات میں اپنے وظائف کے لئے کھڑا ہوا رات بڑی تاریک تھی میرے دل سے دو آدمی ظاہر ہوئے ایک کے ہاتھ میں پیالہ تھا اور دوسرے کے ہاتھ میں لباس فاخرہ تھا صاحب لباس نے کہا میرا نام علی المرتضٰی ہے اور یہ مقرب فرشتہ ہے اور اس پیالے میں شراب محبت ہے اور یہ لباس خلعت رضا ہے انہوں نے یہ لباس مجھے پہنا دیا اور صاحب پیالہ نے مجھے پیالہ دیا میں نے پی لیا اس لباس سے ایک نور ظاہر ہوا جس سے مشرق و مغرب چمک اُٹھے اور جب میں نے پیالہ پیا تو مجھ پر مقامات اولیاء ظاہر ہو گئے اور میرے سامنے ایک مقام ظاہر ہوا جس میں میں نے دیکھا کہ کروبیاں روحانیوں اور مقرب فرشتے رکوع کی حالت میں ہیں۔ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں آپ کے دائیں طرف حضرت آدم، جبرئیل اور ابراہیم علیہم السلام ہیں اور بائیں جانب حضرت نوح، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علیہم السلام ہیں اور آپ کے سامنے دو قطاریں ہیں ایک قطار صحابہ کرام جن میں صدیق اکبر، فاروق اعظم، عثمان غنی، حیدر کرار، حمزہ اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ہیں اور دوسری قطار میں حضور غوث اعظم معروف کرخی، سری سقطی، جنید بغدادی، سہل بن عبداللہ تستری، تاج العارفین ابو الوفا شیخ عدی بن مسافر اور احمد رفاعی رحمہم اللہ ہیں اور نبی کے قریب

صحابہ میں سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور اولیاء کرام میں سے شیخ عبدالقادر جیلانی ہیں۔ میں نے سنا کوئی کہہ رہا ہے جب مقرب فرشتے انبیاء اور اولیاء حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے مشتاق ہوتے ہیں تو آپ اپنے اعلیٰ مقام سے نزول فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ آپ کی زیارت سے فرشتوں رسولوں اور ولیوں کے چہرے پہلے سے زیادہ نورانی ہو گئے۔ (ج 2 ص 349 جواہر البحار)

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ:

ابوبکر بن مجاہد نے فرمایا تمام عالم میں کوئی چیز ایسی نہیں جس کا ذکر قرآن میں نہ ہو۔ ان کی یہ بات سن کر لوگوں نے دریافت کیا اچھا بتاؤ قرآن میں ''سرائے'' کا ذکر کہاں ہے انہوں نے کہا قرآن میں ارشاد خداوندی ہے۔

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتاً غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ.

ترجمہ: ان گھروں میں داخل ہونے میں تم پر کوئی گناہ نہیں جن میں تمہاری (مستقل) سکونت نہیں اور ان میں تمہارا سامان ہے۔

کسی عالم نے امام الانبیاء کی 63 سالہ زندگی قرآن سے ثابت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ سورہ منافقوں قرآن کی 63ویں سورت ہے جس کے آخر میں ہے

وَلَنْ يُّؤَخِّرَا للّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا.

ترجمہ: اور ہرگز اللہ کسی جان کو مہلت نہ دے گا جب اس کا وقت آ گیا۔

اس سے پتہ چلا کہ 63ویں سورت کے آخر میں موت کی خبر اس طرف اشارہ کرتی ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کی عمر 63 سال کی ہو جائے گی تو پھر آپ کا وصال ہو جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں۔

لَوْ ضَاعَ لِیْ عِقَالُ بَعِیْرٍ لَوَجَدْتُہٗ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ.

اگر میرے اونٹ کی رسی گم ہو جائے تو میں اسے قرآن سے تلاش کر لوں گا۔

حضرت امام شافعی فرماتے ہیں۔

مَامِنْ شَئْیٍ اِلَّا یُمْکِنُ اسْتِخْرَاجُہٗ مِنَ الْقُرْآنِ لِمَنْ فَھَّمَہُ اللّٰہُ.

جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن سمجھنے کی صلاحیت دی ہے وہ قرآن سے ہر چیز نکال سکتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک یہودی نے پوچھا کہ تمہاری اور میری داڑھی کا ذکر قرآن میں کہاں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی داڑھی گھنی تھی اور اس یہودی کے چہرے پر کہیں کہیں بال تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تیری اور میری داڑھی کا ذکر قرآن کی اس آیت میں ہے۔

وَالْبَلَدُا لطَّیِّبُ یَخْرُجُ نَبَاتُہٗ بِاِذْنِ رَبِّہٖ وَالَّذِیْ خَبُثَ لَا یَخْرُجُ اِلَّا نَکِدًا.

پاکیزہ زمین سے خوب سبزہ نکلتا ہے اور ناکارہ زمین سے نہیں نکلتا مگر تھوڑا۔

خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَیَقْذِفُوْنَ بِالْغَیْبِ مِنْ مَّکَانٍ بَعِیْدٍo

اور وہ دور جگہ سے غیب پھینک مارتے ہیں۔

اس میں ٹیلیفون، ٹیلی ویژن، ریڈیو وغیرہ کی طرف اشارہ ہے جو دور دراز ملکوں کی خبریں ہم تک پہنچاتے ہیں۔

خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَالْخَیْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِیْرَ لِتَرْکَبُوْھَا وَزِیْنَۃً وَیَخْلُقُ مَالَا تَعْلَمُوْنَo

اور گھوڑے اور خچر اور گدھے کہ ان پر تم سوار ہو اور زینت کے لئے اور

وہ (سواریاں) پیدا کرے گا جس کی تمہیں خبر نہیں۔

اس آیت میں وَ یخلق مالا تعلمون کا جملہ اشارہ کرتا ہے کہ اور سواریاں بھی معرض وجود میں آئیں گی لہٰذا ٹرک، بس، کار، موٹر رکشہ، سائیکل، موٹر سائیکل، ریل گاڑی، ہیلی کاپٹر، ہوائی جہاز غرضیکہ آج تک جتنی بھی سواریاں معرض وجود میں آئی ہیں وہ اسی جملے سے ثابت ہیں۔

خدا فرماتا ہے۔

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ.

تم فرماؤ کہ وہ قادر ہے کہ تم پر عذاب بھیجے تمہارے اوپر سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے۔

یہ آیت اشارہ کرتی ہے کہ آئندہ زمانے میں لڑاکا طیاروں کے ذریعے سے اوپر سے بمباری ہو گی جو عذاب کی صورت ہو گی اور پاؤں کے نیچے سے عذاب ان بارودی سرنگوں کی طرف اشارہ ہے جو زمین میں بچھائی جاتی ہیں جب دشمن ان پر سے گزرتا ہے تو وہ پھٹ جاتی ہیں اور دشمن ہلاک ہو جاتا۔ بہرحال یہ آیت طیاروں کی ایجاد بمبازی کی خبر اور بارودی سرنگوں کی خبر دے رہی ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ یہ تینوں چیزیں قرآن سے ثابت ہیں اگر ذرا مزید غور و تدبر سے کام لیں تو موجودہ زمانے کی ایجاد آبدوز اور میزائل بھی اسی آیت سے ثابت ہیں کیونکہ میزائل اوپر سے عذاب کا سبب اور آبدوز نیچے سے موجب ہلاکت ہیں۔

خدا تعالیٰ نے فرمایا۔

وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ۔ اور جب وحشی جانور جمع کیے جائیں۔

مختلف قسم کے جانور چڑیا گھروں میں جمع کیے جاتے ہیں لہٰذا یہ آیت قرآن میں چڑیا گھر کا واضح بیان ہے۔

خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ۔ اور قسم ہے سلگائے ہوئے سمندر کی۔

وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ۔ اور جب سمندر سلگائے جائیں۔

اب ظاہر ہے کہ سمندروں میں تو پانی ہوتا ہے اور اسے آگ نہیں لگتی بلکہ پانی سے تو لگی ہوئی آگ بھی بجھ جاتی ہے۔ تو پھر وہ کون سے سمندر ہیں جن کو سلگائے ہوئے کہا گیا بنظر غائر مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ سمندروں میں پٹرول اور گیس کے ذخائر ہیں جو ساری دنیا میں کام آتے ہیں ریل گاڑیاں، بحری جہاز، ہوائی جہاز بڑے بڑے کارخانے پٹرول اور گیس سے چلتے ہیں پس پٹرول اور گیس کا ثبوت ان آیات سے ثابت ہوا نیز یہ دونوں چیزیں قرآن کی اس آیت سے بھی ثابت ہیں۔

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا۔

ترجمہ: اور جب زمین تھرتھرا دی جائے گی جیسا اس کا تھرتھرانا ٹھہرا اور زمین اپنے بوجھ باہر پھینک دے گی۔

جب زمین کو آلات کے ذریعے کھودا گیا اور اس میں پٹرول اور گیس کے کنویں تلاش کئے گئے تو زمین نے لاکھوں ٹن پٹرول اور گیس باہر نکال دی۔

خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ۔ اور جب ستارے ماند پڑ جائیں۔

جب بجلی کی روشنی ہوتی ہے تو ستاروں کی روشنی گویا ماند پڑ جاتی یا بجلی کی روشنی کی تیزی کے سامنے ان کی روشنی بالکل ختم ہو جاتی ہے تو یہ آیت اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ ایک وقت آئے گا کہ لوگ ستاروں کی روشنی سے بے نیاز ہو جائیں گے بجلی کی ایجاد سے قبل لوگ اندھیری راتوں میں ستاروں کی مدد سے راہ پہچانتے تھے جب بجلی ایجاد ہوگئی تو ستاروں کی روشنی ماند پڑ گئی لوگوں کو ان کی

رہنمائی کی ضرورت نہ رہی بہر حال بجلی کی ایجاد اس آیت سے ثابت ہے۔

بعض لوگ تِبیَاناً لِکُلِّ شَیْئٍ میں کلام کرتے ہوئے یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ کل شے سے مراد بعض چیزیں ہیں اور دلیل میں ہدہد کا قول وَاُوْتِیَتْ مِنْ کُلِّ شَیْئٍ پیش کر کے کہا کرتے ہیں کہ بلقیس کو ہر چیز کہاں دی گئی تھی بہت سی ایسی چیزیں ہیں جن کا اس وقت وجود بھی نہیں تھا بعد میں ایجاد ہوئیں لہٰذا ثابت ہوا کہ کل شے سے مراد بعض چیزیں ہیں ایسے لوگوں پر سخت افسوس ہے جو تدبر سے کام نہیں لیتے اور آیات قرآن کا مفہوم غلط سمجھ کر خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔

ان کو غور کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ قول ہدہد کا نقل کیا ہے خود اس نے یہ خبر نہیں دی چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہدہد نے آ کر حضرت سلیمان علیہ السلام کو خبر دی۔

اِنِّی وَجَدْتُّ امْرَاَۃً تَمْلِکُھُمْ وَاُوْتِیَتْ مِنْ کُلِّ شَیْئٍ وَّلَھَا عَرْشٌ عَظِیْمٌ۔

میں نے ایک عورت کو پایا کہ وہ لوگوں پر حکمرانی کرتی ہے اور اس کو ہر چیز میں سے ملا ہے اور اس کا عرش (تخت) عظیم ہے۔

کسی ایک پرندے کا اپنی سمجھ اور استعداد کے مطابق کل شئی کہنا اور کجا اللہ تعالیٰ کا کل شئی فرمانا کیا برابر ہے۔

چہ نسبت خاک را بعالم پاک

ہدہد کے کل اور خدا تعالیٰ کے کل میں اتنا فرق ہے جتنا ہدہد کے عرش عظیم اور خدا تعالیٰ کے عرش عظیم میں ہے جس کو ہدہد نے عرش عظیم کہا وہ اسی گز لمبا پچاس گز چوڑا اور تیس گز اونچا تھا اور جس کو خدا تعالیٰ نے عرش عظیم کہا ہے اس کی عظمت کا حال یہ ہے کہ:

(ا) آفتاب زمین سے ڈیڑھ سو گنا بڑا ہے اور آسمان میں کتنی ذرا سی جگہ پر موجود ہے پس آسمان کتنا بڑا ہے پھر پہلے سے دوسرا، دوسرے سے تیسرا، اس سے چوتھا، اس سے پانچواں، اس سے چھٹا، اس سے ساتواں بڑا ہے اور ساتوں آسمان کرسی کے سامنے ایسے ہیں جیسے بڑی ڈھال میں سات درہم ڈال دیئے جائیں۔ پھر کرسی عرش کے سامنے ایسی ہی چھوٹی ہے اس سے اندازہ لگا لو کہ عرش کتنا بڑا ہوگا۔

(ب) مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی نے بیضاوی شریف کے حاشیے میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ قندیلیں پیدا فرمائی ہیں اور انہیں اپنے عرش کے ساتھ معلق فرمایا سارے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے حتیٰ کہ جنت و دوزخ صرف ایک قندیل میں ہے اور باقی میں جو کچھ ہے وہ صرف اللہ جانتا ہے اندازہ کرو کہ جب ایک قندیل اتنی عظیم ہے تو باقی قنادیل کتنی بڑی ہونگی اور جس عرش کے ساتھ یہ لٹک رہی ہیں وہ کتنا عظیم ہوگا۔

(ج) حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عرش الٰہی پر تین سو ساٹھ برج ہیں جو سرخ یاقوت سبز زمرد اور سفید یاقوت سے بنے ہیں اور ہر برج دنیا سے ستر ہزار گنا بڑا ہے۔

اور یہ بھی یاد رہے دنیا ساتویں آسمان سے لے کر ساتویں زمین تک ہے اب اندازہ کرلو کہ عرش کتنا بڑا ہوگا۔

(د) علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ چار فرشتوں نے اللہ کا عرش اُٹھا رکھا ہے اور ایک فرشتے کا کندھے سے لے کر گردن تک کا فاصلہ سات سو سال کی راہ ہے اور دونوں طرفوں کا فاصلہ چودہ سو سال کی راہ ہوگی۔ اسی حساب سے گردن کا بھی فاصلہ ہوگا اندازہ کرو کہ چاروں فرشتوں کا باہمی فاصلہ ان گردنوں سمیت کتنا ہوگا اور جس عرش کو انہوں نے اُٹھا رکھا ہے وہ کتنا عظیم ہوگا۔

(ر) حضرت وھب فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے عرش کو پیدا کیا عرش کی ستر ہزار ٹانگیں ہیں اور ہر ٹانگ زمین و آسمان کی گولائی کی مانند ہے اندازہ کرو عرش کتنا بڑا ہے۔

اب تک کی بحث کا حاصل یہ ہوا کہ قرآن میں ہر چیز کا علم ہے اور اب سنئے کہ قرآن کا علم سینہ مصطفےٰ ﷺ میں ہے خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ.

ترجمہ: رحمٰن نے (اپنے محبوب کو) قرآن سکھایا پیدا کیا انسان کو اور سکھایا اس کو بیان۔

تعلیم قرآن:

اگر شاگرد کے علم میں کچھ کمی رہے تو اس کی صرف چار ہی وجوہات ہو سکتی ہیں۔

(ا) شاگرد نااہل اور کند ذہن ہے استاد سے پورا فیض نہ لے سکا۔

ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خدا نے اتنی عقل دی کہ اگر عقل کے سو حصے ہوں تو ننانویں حصے عقل آپ کو دی گئی اور بعض نے یہ لکھا کہ ساری دنیا کی ریت ایک جگہ اکٹھی کر دی جائے اور اس میں سے ایک ذرہ الگ کر دیا جائے تو ایک ذرنے کے برابر تمام انسانوں کی عقل ہے اور باقی جو ساری ریت کا ڈھیر ہے اس کے برابر ہمارے حضور علیہ السلام کی عقل ہے آپ جو چیز ایک مرتبہ سن لیں وہ بھولتی نہیں اس سے اندازہ لگائیں کہ آپ کتنے کامل العقل اور کامل الحفظ ہیں۔

(ب) استاد کامل نہ ہو اور مکمل سکھا نہ سکے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو سکھانے والا خدا ہے جس کے بارے میں زمین کے کسی گوشے میں یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ سکھانے والا کامل نہیں۔

(ج) استاد یا تو بخیل ہے یا اس شاگرد سے زیادہ کوئی اور محبوب ہے بخل کی نسبت

خدا کی طرف جائز ہی نہیں اور حضور ﷺ سے زیادہ کوئی خدا کا محبوب بھی نہیں۔

(د) جو کتاب پڑھائی جائے وہ ناقص ہے قرآن کے بارے میں تصور سرے سے ہی غلط ہے قرآن وہ کامل کتاب ہے جس میں تمام علوم جمع کر دیئے گئے ہیں۔

جب ان میں سے کوئی بات نہیں تو ماننا پڑے گا کہ سکھانے والا ہر نقص سے پاک سیکھنے والا کامل جو کتاب سکھائی گئی وہ کامل لہٰذا علم مصطفٰے میں کمی کیسے رہ سکتی ہے۔

تخلیق انسان:

خلق الانسان میں الانسان پر الف لام معرفہ کا ہے اس سے مراد انسان کامل حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

تعلیم بیان:

تفسیر صاوی کے مطابق اس سے مراد علم ما کان وما یکون وما ھو کائن وہ علم جو ہو چکا اور جو ہو رہا ہے اور جو ہو گا۔

تفسیر خازن ومعالم کے مطابق علم ما کان وما یکون جو ہو چکا اور جو ہو گا

ان تفاسیر سے معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ نے ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو زمانہ ماضی، زمانہ حال اور زمانہ استقبال تینوں زمانوں سے متعلق علوم غیبیہ عطا فرمائے جن کا ثبوت احادیث میں موجود ہے۔

جب ہر چیز کا علم لوح محفوظ میں اور لوح محفوظ کا تفصیلی علم قرآن اور قرآن کا علم سینہ مصطفٰے میں ہے تو نتیجہ یہ نکلا ہر چیز کا علم سینہ مصطفٰے میں ہے اب آپ کے علم کل کے بارے میں چند احادیث ملاحظہ ہوں۔

حدیث نمبر 1.

حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

میرا رب ایک رات میرے پاس احسن صورت میں آیا اور میں اس کو یقین سے جانتا ہوں کہ میں اس وقت احسن صورت میں اپنے رب کے ساتھ ہوں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد ﷺ میں نے عرض کی لبیک اے میرے رب اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

فیم یختصم الملاء الا علیٰ قلت لا ادری قالھا ثلاثا فرایته وضع کفه بین کتفی حتی وجدت بردانا مله بین ثدیی فیتجلی لی کل شئی و عرفت۔ (ج 8 ص 158 کنز العمال، ص 72 مشکوٰۃ)

یہ بڑے بڑے فرشتوں کا گروہ کس بات میں جھگڑا کر رہا ہے میں نے عرض کی میں نہیں جانتا اس بات کو اللہ نے تین بار فرمایا میں نے اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اللہ تعالیٰ نے میرے دونوں شانوں کے درمیان اپنا دست قدرت رکھا حتیٰ کہ اس کی انگلیوں کی ٹھنڈک میرے سینے تک پہنچی تو میرے واسطے کل شئی روشن ہوگئی اور میں نے پہچان لیا۔

حدیث نمبر 2.

عن جابر بن عبداللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلہٖ وسلم انه عرض علی کل شئی تولجونه۔

(ج 1 ص 297 مسلم شریف)

حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ رسولِ خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا میرے سامنے کل چیزیں پیش کی گئیں جن میں تم داخل ہوں گے۔

حدیث نمبر 3.

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلہٖ وسلم رایت فی مقامی ھذا کل شئی وعدتم۔

فرمایا اس مقام میں مَیں نے ہر اس چیز کو دیکھ لیا جس کا تم وعدہ کیے گئے

ہو۔ (ج 1 ص 294 مسلم شریف)

ان تینوں احادیث میں کل کا لفظ موجود ہے جس سے پتہ چلا کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو کل شئی کا علم عطا فرمایا ہے اور عطائے الٰہی سے آپ کلی علم جانتے ہیں۔

حدیث نمبر 4.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ سے ان چیزوں کے بارے میں سوالات کئے گئے جن کو آپ ناپسند فرماتے جب سوالات کی کثرت ہوئی تو آپ ناراض ہوئے اور فرمایا **سلونی عما شئتم** پوچھو جو تم چاہتے ہو عبداللہ نے کہا میرا باپ کون ہے فرمایا تیرا باپ حذافہ ہے۔ دوسرا سعد نامی آدمی کھڑا ہو کر کہنے لگا میرا باپ کون ہے فرمایا سالم مولی شیبہ ہے۔

(ج 1 ص 19 بخاری + ج 2 ص 294 مسلم)

اس حدیث پر غور فرمائیں کہ جب لوگ نازیبا سوالات کرنے سے باز نہ آئے تو:

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے غضبناک ہو کر فرمایا جو پوچھنا چاہتے ہو پوچھ لو اور یہ جملہ اس بات پر دلالت کرتا ہے آپ کو علم کل حاصل ہے ورنہ آپ، یہ نہ فرماتے۔

تری نظر میں رائی رائی
علم میں تیرے ساری خدائی
تجھ کو خدا نے آپ پڑھایا
صلی اللہ علیہ وسلم

❁❁❁❁

قلب انسانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّ فِیْ ذَالِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَہٗ قَلْبٌ○

ترجمہ: بے شک اس قرآن میں اس شخص کے لئے نصیحت ہے جس کے پاس دل ہے۔

خدا تعالیٰ نے انسان کو دو ہاتھ دو کان دو آنکھیں دو پاؤں ایک زبان اور ایک دماغ اور ایک دل عطا فرمایا ان تمام اعضاء کا بادشاہ دل ہے دل میں نیکی کا خیال پیدا ہو تو سارا جسم نیکی میں مصروف ہو جاتا ہے اور اگر دل میں گناہ کرنے کا خیال پیدا ہو تو سارا بدن گناہ کے ارتکاب کا شکار ہو جاتا ہے اکبر بادشاہ خراب ہوا ''دین الٰہی'' ایجاد کیا ساری رعایا خراب ہوگئی اورنگ زیب بادشاہ نیک سیرت انسان تھا تو ساری رعایا درست ہوگئی اسی طرح دل درست ہو جائے تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے اور اگر دل خراب ہو جائے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے۔

حضرت لقمان جو حبشی غلام بڑھئی تھے ان سے ایک روز ان کے مالک نے کہا کہ بکری ذبح کرو اور اس کے گوشت کے دو بہترین اور نفیس ٹکڑے میرے پاس لاؤ وہ دل اور زبان لے گئے کچھ دنوں بعد ان کے آقا نے پھر یہی حکم دیا اور کہا کہ آج اس گوشت کے دو بدترین اور خبیث ٹکڑے لے آؤ آپ آج بھی وہی دونوں چیزیں یعنی زبان اور دل لے گئے مالک نے پوچھا اس کی کیا وجہ ہے کہ بہترین ٹکڑے تجھ سے مانگے تو تُو یہی دو لایا اور بدترین مانگے تو تُو نے یہی لا دیئے یہ کیا بات ہے آپ نے فرمایا جب یہ دونوں اچھے رہیں تو ان سے بہتر جسم کا کوئی حصہ نہیں اور جب یہ بُرے بن جائیں تو پھر سب سے بدتر یہی ہیں۔

(ج 21 ص 43 ابن کثیر)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام اللہ کے نبی پر آسمان سے ایک مہر شدہ خط آیا جس میں کچھ سوالات تھے اور آپ سے کہا گیا کہ اپنے بیٹے سلیمان سے ان سوالوں کے جوابات پوچھو اگر وہ بتا دیں تو وہ آپ کے بعد خلیفہ ہوں گے حضرت داؤد علیہ السلام نے پچاس صوفیا کرام اور پچاس علماء کو بلایا اور حضرت سلیمان کو ان کے سامنے بٹھایا اور فرمایا بیٹا آسمان سے ایک خط نازل ہوا ہے جس میں کچھ سوالات ہیں مجھے حکم ہوا کہ میں وہ سوالات تم سے پوچھوں اگر تو ان سوالوں کے جوابات بتا دے تو تُو میرے بعد میرا خلیفہ ہوگا حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا آپ پوچھیں یا نبی اللہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے توفیق دے گا تو میں ان سوالات کے جواب ضرور دوں گا۔ فرمایا اے میرے بیٹے بتاؤ۔

ما اقرب الاشیاء: تمام چیزوں سے زیادہ قریب کونسی چیز ہے؟

ما ابعد الاشیاء: تمام چیزوں سے زیادہ دور کونسی چیز ہے؟

ما آنس الاشیاء: تمام چیزوں سے زیادہ کس چیز سے انس ہوتا ہے؟

ما اوحش الاشیاء: تمام چیزوں سے زیادہ کس چیز کی وحشت ہوتی ہے؟

ما القائمان: وہ کونسی دو چیزیں ہیں جو قائم ہیں؟

ما المختلفان: وہ کونسی دو چیزیں ہیں جن میں اختلاف ہے؟

ما المتباغضان: وہ کونسی دو چیزیں ہیں جن میں آپس میں دشمنی ہے؟

انسان کی وہ کونسی دو کیفیات ہیں کہ ایک کے بعد دوسری کیفیت طاری ہو جائے تو لوگ تعریف کرتے ہیں؟ اور انسان کی وہ کونسی دو کیفیات ہیں کہ ایک کے بعد دوسری کیفیت طاری ہو جائے تو لوگ مذمت کرتے ہیں؟

حضرت سلیمان نے جواب دیا سب سے زیادہ قریب یوم آخرت ہے سب سے زیادہ دور وہ دنیا جو ہاتھ سے نکل جائے اور انسان کو سب سے زیادہ اپنے بدن سے محبت ہوتی ہے جب کہ اس میں روح موجود ہو اور انسان کو سب

سے زیادہ اس بدن سے وحشت ہوتی ہے جس سے روح پرواز کر جائے اور جو دو چیزیں قائم ہیں وہ زمین و آسمان ہیں اور جن دو چیزوں میں اختلاف ہے وہ دن اور رات ہیں اور جن دو چیزوں میں دشمنی ہے وہ موت و حیات ہیں اور وہ دو کیفیات کہ ایک دوسری پر طاری ہو جائے تو لوگ تعریف کرتے ہیں وہ غصے کی حالت پر حلم کا طاری ہو جانا ہے اور وہ دو کیفیات کہ ایک دوسری پر طاری ہو جائے تو لوگ مذمت کرتے ہیں وہ غصے کے بعد اور زیادہ غصے کا آنا ہے۔

بعد ازاں ان صوفیاء کرام اور علماء نے کہا ہم تب راضی ہوں گے جب ہمارے بھی ایک سوال کا جواب دیں حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا پوچھو حضرت سلیمان علیہ السلام نے بھی فرمایا پوچھو اللہ کی توفیق سے جواب دوں گا انہوں نے سوال کیا۔

وہ کونسی شے ہے کہ جب وہ ٹھیک ہو جائے تو ہر چیز درست ہو جاتی اور جب اس میں فساد آ جائے تو ہر چیز میں فساد آ جاتا ہے؟

حضرت سلیمان علیہ السلام نے جواب دیا کہ وہ ''دل'' ہے کہ اس کے درست ہونے سے ہر چیز درست ہو جاتی ہے اور اس کے خراب ہونے سے ہر چیز خراب ہو جاتی ہے۔ انہوں نے کہا آپ نے درست جواب دیا ہے آپ حضرت داؤد علیہ السلام کے بعد ان کے خلیفہ ہیں حضرت داؤد علیہ السلام نے حکومت کی ذمہ داری حضرت سلیمان علیہ السلام کو سونپی اور دوسرے دن آپ کی وفات ہو گئی۔ (ج 2 ص 254 ابن عساکر)

رسولِ خدا ﷺ کی حدیث بخاری و مسلم میں موجود ہے آپ نے فرمایا۔

ان فی الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد کله و اذا فسدت فسد الجسد کله الاوھی القلب.

انسان کے جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے جب وہ ٹھیک ہو جائے تو

سارا جسم ٹھیک ہو جاتا ہے۔اور اگر یہ خراب ہو جائے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے۔خبردار وہ ''دل'' ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ:

ان اللہ لا ینظر الی صورکم ولا الی اعمالکم ولکن ینظر الی قلوبھم ونیاتکم.

بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور عملوں کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دل اور تمہاری نیتوں کو دیکھتا ہے۔

دل خدا کی نظر کا مقام ہے تعجب ہے کہ انسان ظاہری چہرے اور بدن کی سجاوٹ کا کتنا خیال رکھتا ہے اور دل کی زینت کی طرف متوجہ نہیں حالانکہ چہرے کو لوگ دیکھتے ہیں اور دل کو خدا دیکھتا ہے افسوس ہے دل کفر وشرک نفاق کی گندگی سے لبریز ہو اور ظاہری شکل وصورت کو خوب سے خوب تر بنانے کی کوشش کی جائے دل صغائر و کبائر کی آلودگیوں میں ملوث ہو اور چہرے کو روزانہ بہترین صابن سے صاف وستھرا بنایا جائے۔

پاک ہوویں تے پاک ملے بن پاکیوں پاک نہ ملدا
سارے جسم دے دھون کولوں اکو دھوئے ٹکڑا دل دا

مادہ کچھوا اپنے انڈوں پر نہیں بیٹھتی بلکہ انڈوں سے دور جا کر بیٹھ جاتی ہے اور اپنے انڈوں کو دیکھتی رہتی ہے اس کے اس دیکھنے سے ان انڈوں میں بچے پیدا ہو جاتے ہیں یعنی اس کی نظر بے جان انڈوں میں جاندار مخلوق پیدا کر دیتی ہے تو جس دل کو خدا دیکھتا ہے وہ دل بھی یقیناً زندہ ہو جاتا ہے وہ دل مردہ نہیں رہ سکتا لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ اپنے دل کو جملہ گناہوں سے پاک رکھے تاکہ وہ خدا تعالیٰ کی نظر کا اعلیٰ مقام بن جائے۔

من وجہ دل کی چھ اقسام ہیں۔کافر کا دل، منافق کا دل، مومن کا دل،

ولی کا دل، صحابی کا دل، اور نبی کا دل۔ اب ان پر بحث ملاحظہ ہو۔

کافر کا دل:

فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِىْ فِى الصُّدُوْرِ.

آنکھیں اندھی نہیں بلکہ سینوں میں دل اندھے ہیں۔

خدا فرماتا ہے۔ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُنْكِرَةٌ۔

وہ لوگ جو آخرت کو مانتے ہیں ان کے دل منکر ہیں۔

اس سے مراد کافروں کے دل ہیں جو وعظ و نصیحت کو قبول نہیں کرتے اور اندھے ہیں۔

ایک اور جگہ ارشاد ربانی ہے۔

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ۔ خدا تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے۔

ڈاک خانے والے جب ڈاک تھیلے میں ڈال دیتے ہیں تو پھر اس تھیلے کا منہ بند کر کے اوپر مہر لگا دیتے ہیں جس کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ اب اندر کی ڈاک باہر نہیں آسکتی اور باہر سے کوئی ڈاک اندر نہیں جا سکتی جب اللہ تعالیٰ کسی کافر کے دل پر مہر لگا دے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ دل کی گمراہی باہر نہیں آسکتی اور باہر سے ہدایت دل میں نہیں جا سکتی۔

اور جب کافر کے دل پر خدا تعالیٰ مہر لگا دے تو وہ اتنا شقی القلب بن جاتا ہے کہ خود نبی کی زبان فیض ترجمان سے خدا کا قرآن سن کر یا نبی کا کوئی عظیم معجزہ دیکھ کر بھی ایمان نہیں لاتا مثلاً علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ابوجہل چھپ کر رات نبی کریم ﷺ سے قرآن سننے کے لئے آیا اسی طرح ابوسفیان بن حرب اور اخنس بن شریک بھی ایک کو دوسرے کی خبر نہ تھی صبح تک تینوں چھپ کر حضور ﷺ سے قرآن سنتے رہے دن کا اجالا ہونے لگا واپسی میں ایک سنگم پر تینوں کی ملاقات ہوئی ہر ایک نے دوسرے سے کہا تم کیسے آئے اب

سب نے آپس میں معاہدہ کیا کہ آئندہ ہمیں قرآن سننے کے لئے نہیں آنا چاہیے کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمیں دیکھ کر قریش کے نوجوان بھی آنے لگیں۔اور آزمائش میں پڑ جائیں جب دوسری رات آئی تو ہر ایک نے یہی گمان کیا کہ وہ دونوں تو نہیں آئے ہونگے چلو قرآن سن لیں غرضیکہ پھر صبح کے وقت تینوں کی ملاقات ہوئی اور خلاف معاہدہ کرنے پر ہر ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگا اور دوبارہ معاہدہ کرلیا کہ آئندہ نہ آئیں گے اور جب تیسری رات ہوئی پھر تینوں حضور ﷺ سے قرآن سننے گئے اور پھر صبح کے وقت معاہدہ کرلیا کہ آئندہ سے ہرگز نہ آئیں گے اخنس ابوسفیان کے پاس گئے اور کہا اے ابوحنظلہ تمہاری کیا رائے ہے تم نے محمد (ﷺ) سے جو قرآن سنا ہے اس کے بارے میں کیا کہتے ہو ابوسفیان کہنے لگا اے ابوثعلبہ خدا کی قسم میں نے جو باتیں سنیں ان کو خوب پہچانتا ہوں اور ان کا جو مطلب ہے اسے بھی جانتا ہوں لیکن بعض باتوں کے معنی نہ سمجھ سکا اخنس نے کہا خدا کی قسم میرا بھی یہی حال ہے پھر اخنس ابوجہل کے پاس گیا اور کہا اے ابوالحکم محمد (ﷺ) سے جو قرآن سنا تھا اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے ابوجہل نے کہا ہم اور بنوعبد مناف مقام شرف حاصل کرنے میں ہمیشہ دست وگریبان رہے انہوں نے دعوتیں کیں تو ہم نے بھی کیں انہوں نے خیر وسخاوت کی تو ہم نے بھی کی حتیٰ کہ ہم تو پاؤں جوڑے بیٹھے رہے اور وہ کہنے لگے کہ ہمارے پاس خدا کا پیغمبر ہے اس پر آسمان سے وحی آتی ہے تو اب ہم یہ بات کہاں سے لائیں خدا کی قسم ہم اس پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے۔ (ج 7 ص 56 ابن کثیر)

دیکھا آپ نے کہ ابوجہل تین راتیں ساری ساری رات حضور ﷺ سے بلاواسطہ قرآن سنتا رہا لیکن پھر کہنے لگا خدا کی قسم میں ان پر ایمان نہ لاؤں گا یہ ہے دل پر مہر کا نتیجہ اور اندھے دل کا انجام۔

علامہ خرپوتی نے لکھا ہے کہ جب ابوجہل اور اس کے ساتھی مشرکین مکہ نبی کریم ﷺ کے مقابلے میں عاجز آ گئے اور شریعت روز افزوں ترقی کرنے لگی

لوگ آپ پر ایمان لانے لگے تو انہوں نے امیر شام حبیب بن مالک کو ایک خط لکھا جس میں تحریر تھا کہ اے بادشاہ ہمارے ہاں ایک آدمی ظاہر ہوا ہے جو (معاذ اللہ) جھوٹا اور جادوگر ہے وہ خدا کو ایک مانتا ہے اور اس نے ایک نیا دین ایجاد کیا ہے اور وہ ہمارے معبودوں کو گالیاں دیتا ہے اور جب بھی اس سے ہمارا مقابلہ ہوا وہ دلائل سے ہم پر غالب آ گیا۔

آج حالت یہ ہے کہ تیرا اور تیرے آباؤ اجداد کا دین کمزور ہو گیا ہے اس آدمی کے دین کے پھیلنے سے پہلے آ کر اس کی خبر لے حبیب بن مالک بارہ ساتھیوں کے ہمراہ آیا اور مقام ابطح پر قیام پذیر ہوا ابوجہل نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ بڑے تحائف کے ساتھ اس کا استقبال کیا حبیب بن مالک نے ابوجہل کو اپنے دائیں جانب بٹھایا اور حضرت محمد ﷺ کے حالات دریافت کیے ابوجہل نے کہا اے سردار بنی ہاشم سے پوچھ لیں حبیب نے ان سے معلوم کیا انہوں نے کہا اس نے بچپن ہی سے سچ بولا ہے جب اس کی عمر چالیس سال کی ہوئی وہ ہمارے معبودوں کو گالیاں دینے لگا اور ہمارے آباؤ اجداد کے دین کے علاوہ ایک اور دین ایجاد کیا حبیب نے کہا محمد (ﷺ) کو بلاؤ ایک قاصد کو بلانے کے لئے بھیجا حضور علیہ السلام صدیق اکبر اور خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر اس حال میں تشریف لائے کہ سرخ حلہ زیب تن تھا سیاہ عمامہ باندھا ہوا تھا آپ کے دائیں جانب صدیق اکبر اور پیچھے خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہم تھیں جب حبیب بن مالک نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا تو تعظیما کھڑا ہو گیا جب حضور ﷺ تشریف فرما ہوئے تو آپ کے رخ انور سے نور کی شعاعیں چمکنے لگیں زبانیں گنگی ہو گئیں اور لوگوں پر آپ ﷺ کی ہیبت طاری ہو گئی اس حبیب نے کہا اے محمد (ﷺ) تو جانتا ہے کہ انبیاء کرام صاحب معجزات ہوتے ہیں کیا تو بھی صاحب معجزہ ہے آپ نے فرمایا تو کیا چاہتا ہے حبیب نے کہا میں یہ چاہتا ہوں کہ سورج غروب ہو جائے

اور چاند نکل آئے اور اس کے دو ٹکڑے ہو کر زمین پر نازل ہوں وہ دونوں ٹکڑے آسمان پر جا کر روشنی دینے والا چاند بن جائے نبی کریم ﷺ نے فرمایا اگر یہ معجزہ دکھا دوں تو کیا تو ایمان لے آئے گا اس نے کہا ہاں بشرطیکہ آپ میرے دل کی بات بھی بتا دیں رسول خدا ﷺ کوہ ابوقبیس پر تشریف لے گئے اور دو رکعت نماز ادا فرمائی پھر اپنے رب سے دعا فرمائی حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض۔

ان الله سخرلک الشمس والقمر واللیل والنهار.

بلاشبہ خدا نے آپ کے لئے آفتاب و مہتاب اور دن رات مسخر کر دیئے اور حبیب بن مالک کی ایک لڑکی ہے جس کے نہ ہاتھ ہیں نہ پاؤں اور نہ آنکھیں خدا تعالیٰ نے اس کے ان تمام اعضاء کو درست فرما دیا ہے۔

حضور علیہ السلام پہاڑ سے نیچے تشریف لے آئے اور جبرائیل امین علیہ السلام ہوا میں معلق تھے اور ان کے ساتھ صف بستہ فرشتے تھے نبی کریم ﷺ نے آفتاب کو اپنی انگلی سے اشارہ کیا۔ وہ غروب ہو گیا اور سخت اندھیرا چھا گیا اور چاند طلوع کر آیا اور وہ بھی چودھویں رات کا۔ نبی کریم ﷺ نے اس کی طرف بھی انگلی سے اشارہ کیا چاند دو ٹکڑے ہو کر زمین پر اترا پھر آسمان پر چمکدار چاند بن گیا پھر پہلے کی طرح سورج نکل آیا پھر حبیب نے کہا ایک شرط باقی رہ گئی نبی کریم ﷺ نے فرمایا تیری لڑکی کے اعضاء درست ہو گئے ہیں۔

جس نے ٹکڑے کئے ہیں قمر کے وہ ہے
نور وحدت کا ٹکڑا ہمارا نبی ﷺ

اس وقت حبیب بن مالک کھڑا ہو کر کہنے لگا ایمان کے بعد کفر نہیں خوب جان لو۔

انی اشهد ان لا اله الا الله وان محمد اعبده ورسوله.

ابو جہل نے کہا تم اس جادوگر پر ایمان لاتے ہو پھر حبیب بن مالک شام چلا گیا اس حال میں کہ وہ اب مسلمان تھا اور اپنے محل میں داخل ہوا اس کی لڑکی نے یہ کہتے ہوئے اس کا استقبال کیا کہ

اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وان محمد اعبدہ ورسولہ

حبیب بن مالک نے اس لڑکی سے پوچھا ان کلمات کا تمہیں کیسے علم ہوا اس نے کہا خواب میں ایک ہستی تشریف فرما ہوئی اس نے کہا تیرا باپ مسلمان ہو گیا ہے اگر تو بھی مسلمان ہو جائے تو تیرے اعضاء تجھے واپس کر دیئے جائیں گے پس میں خواب میں مسلمان ہو گئی اور صبح میں صحیح اور تندرست تھی۔

(ص 133 خسرہ پوتی)

تھوڑی دیر ہوئی اک آیا کالیاں زلفاں والا
دو گھڑیاں میرے من وچہ بیٹھا کر گیا نور اجالا

اس واقعہ سے پتہ چلا کہ:

(۱) سورج چاند دن اور رات آپ کے زیر فرمان کر دیئے گئے۔

(۲) ابو جہل نبی کریم ﷺ کا یہ عظیم معجزہ دیکھ کر بھی ایمان نہ لایا کیونکہ اس کے دل پر خدا تعالیٰ نے مہر لگا دی۔

(۳) امور ممکنہ سے متعلقہ حضور ﷺ کی دعا اللہ رد نہیں فرماتا بلکہ قبول فرمالیتا ہے۔

منافق کا دل:

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ۔ ان کے دلوں میں بیماری ہے۔

دل کی بیماری کا مطلب یہ نہیں کہ دل کو بخار ہے یا کوئی دل کو نزلہ و زکام کا عارضہ ہے بلکہ مطلب یہ کہ ان کے قلبی نظریات یعنی عقیدے درست نہیں منافقوں کے عقائد میں سے ایک عقیدہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے علم غیب کے

منکر ہیں چنانچہ علامہ علاؤ الدین نے تفسیر خازن کے اندر لکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

عرضت علی امتی فی صور فی الطین کما عرضت علی آدم واعلمت من یومن بی ومن یکفربی.

مجھ پر میری امت پیش کی گئی اپنی اپنی صورتوں میں جس طرح حضرت آدم علیہ السلام پر پیش ہوئی تھی اور مجھے بتا دیا گیا کہ کون مجھ پر ایمان لائے گا اور کون میرا انکار کرے گا۔

یہ خبر منافقوں کو پہنچی تو وہ ہنس کر کہنے لگے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ ان کو لوگوں کی پیدائش سے پہلے ہی کافر و مومن کی خبر ہوگئی ہے ہم تو ان کے ساتھ ہیں اور ہمیں پہچانتے نہیں یہ خبر حضور علیہ السلام کو پہنچی تو آپ منبر پر کھڑے ہوئے اور خدا کی حمد و ثنا بیان فرمائی پھر فرمایا۔

ما بال اقوام طعنوا فی علمی لا تسئلونی عن شئی فیما بینکم وبین الساعة الانباتکم به۔ (ج1 ص382 تفسیر خازن)

ان لوگوں کا کیا حال ہے جو ہمارے علم میں زبان طعن دراز کرتے ہیں اب سے قیامت تک کی کسی چیز کے بارے میں جو بھی تم ہم سے پوچھو گے ہم تم کو خبر دیں گے۔

معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے علم غیب کا انکار کرنا منافقوں کا طریقہ ہے اور منافقوں کے بارے میں خدا فرماتا ہے۔

(۱) **وَلَا تُصَلِّ عَلٰی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَاتَ اَبَدًا.**

جب منافق مر جائے تو اس کی نماز جنازہ نہ پڑھو۔

(۲) **وَبَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا.**

منافقوں کو دردناک عذاب کی خوش خبری دے دو۔

معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے علم غیب کے منکر منافق ہیں ان کی نماز جنازہ پڑھنا منع ہے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے لہٰذا دیوبندی غیر مقلد مودودی جتنے بھی حضور ﷺ کے علم غیب کے منکر ہیں ان کی نماز جنازہ نہیں پڑھنی چاہیے۔

مومن کا دل:

خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں مومن کے دل کے مندرجہ ذیل اوصاف ارشاد فرماتے ہیں۔

اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ۔ وہ جو مردہ تھا اسے ہم نے زندہ کیا۔

ایک روایت کے مطابق یہ آیت حضرت حمزہ کے حق میں نازل ہوئی ان کی کفر کی حالت کو مردہ سے اور ایمان کی حالت کو زندگی سے تشبیہہ دی گئی اور زندہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے ان کے دل کو زندہ کر دیا نبی کریم ﷺ کی حدیث سنن کبریٰ میں موجود ہے۔ ''من احیا ارضا میتة فھی لہ'' جو مردہ زمین کو زندہ کرے وہ اسی کی ہوتی ہے اس اعتبار سے جو کسی مردہ اور ناکارہ زمین کو آباد کرے وہ اسی کی ملکیت ہوتی ہے خدا تعالیٰ نے قلب مومن کو نور ایمان سے زندہ فرمایا پھر وہ کسی غیر کا کیسے ہو سکتا ہے۔

مثال: حضرت عبداللہ بن حذافہ کو رومی کفار نے قید کر لیا اور اپنے بادشاہ کے پاس پہنچا دیا اس نے آپ سے کہا کہ تم نصرانی ہو جاؤ میں تمہیں اپنی سلطنت میں شریک کر لوں گا اور اپنی شاہزادی تمہارے نکاح میں دے دوں گا صحابی نے جواب دیا یہ تو کیا اگر تو اپنی تمام بادشاہت مجھے دے دے اور تمام عرب کی سلطنت بھی مجھے سونپ دو تو بھی آنکھ جھپکنے کے برابر بھی دین محمدی سے برگشتہ ہونے کو تیار نہیں بادشاہ نے کہا تو پھر میں تجھے قتل کروں گا حضرت عبداللہ بن حذافہ نے کہا ہاں یہ تجھے اختیار ہے اسی وقت بادشاہ نے حکم دیا اور انہیں صلیب پر

چڑھا دیا گیا اور تیر اندازوں نے بادشاہ کے حکم کے مطابق ان کے ہاتھ پاؤں چھید نے شروع کئے بار بار آپ سے کہا جاتا اب بھی نصرانی ہو جاؤ آپ پورے استقلال اور صبر سے فرماتے ہرگز نہیں۔

مارو مارو مار مکاؤ کوئی عذر نہ پیش لیاواں
جے سوہناں میرے دکھ وچ راضی میں سکھ نوں چلھے پاواں

آخر بادشاہ نے کہا اسے سولی سے اُتار دو پھر حکم دیا ایک پیتل کی دیگ خوب گرم کر کے لائی جائے چنانچہ وہ پیش ہوئی بادشاہ نے ایک اور قیدی کے متعلق حکم دیا اس کو اس دیگ میں ڈالدو اسی وقت حضرت عبداللہ کی موجودگی میں اس مسلمان قیدی کو اس میں ڈال دیا گیا وہ مسکین اس میں جل گیا بادشاہ نے حضرت عبداللہ سے کہا اب بھی ہماری مان لو اور ہمارا مذہب قبول کر لو ورنہ تمہارا بھی یہی انجام ہوگا آپ نے پھر بھی اپنے ایمانی جوش سے کام لیتے ہوئے فرمایا میں خدا کے دین کو نہیں چھوڑ سکتا اس وقت بادشاہ نے حکم دیا اسے چرخی پر چڑھا کر اس گرم دیگ میں ڈالدو جب آپ کو دیگ میں ڈالا جانے لگا تو آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے بادشاہ کو کچھ امید ہوگئی کہ شاید یہ اپنے ترک دین پر آمادہ ہے اس کو چرخی سے اُتارنے کا حکم دیا لیکن اس بادشاہ کی تمنا بے سود ثابت ہوئی حضرت عبداللہ بن حذیفہ نے فرمایا میں صرف اس وجہ سے رویا تھا کہ آہ آج ایک ہی جان جسے راہ خدا میں قربان کر رہا ہوں کاش کہ میرے ہر رونگٹے میں جان ہوتی تو آج ان سب کو قربان کر دیتا بادشاہ نے کہا اچھا میرے سر کا بوسہ لے لو تو میں تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو آزاد کر دوں گا آپ نے اس کا سر چوم لیا جب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو آپ نے حضرت عبداللہ بن حذیفہ رضی اللہ عنہ کا سر چوم لیا۔ (ج 14 ص 60 ابن کثیر)

خدا فرماتا ہے۔ اُولٰٓئِکَ کَتَبَ فِیۡ قُلُوۡبِہِمُ الۡاِیۡمَانَ۔
یہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش کر دیا ہے۔

اس آیت سے متعلقہ تین نکات ملاحظہ فرمائیں۔

(ا) اگر کسی کاغذ پر قرآن لکھ دیا جائے تو اسے جلانا منع ہے تو جس دل پر اللہ تعالیٰ ایمان نقش کر دے گا وہ کریم اسے بھی نہیں جلائے گا۔

مثال: ہندوستان میں ایک ہندو شاعر ہوا ہے جس کا نام ''دلورام کوثری'' تھا اس نے ساری عمر حضور ﷺ کی نعت گوئی کو اپنا شیوہ بنائے رکھا جب موت قریب ہوئی تو بخت نے یاوری فرمائی اور نبی کریم ﷺ نے تشریف لا کر اس کو کلمہ پڑھایا ہے اس نے مرنے سے پہلے یہ شعر لکھا تھا۔

جو گنگا سے پھسلا تو کوثر میں نکلا
مجھے رب نے پانی ہی پانی میں رکھا

فقیر احقر العباد فی الاقطار الجہانی محمد صدیق ملتانی نے ملتان شہر میں رہتک کے رہنے والے احباب کی مسجد میں خطابت کے فرائض سرانجام دیئے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ جب ہندو لوگ دلورام کو جلانے لگے تو ان کی لاش کے اوپر نیچے لکڑیاں رکھ کر آگ لگائی تو لکڑیاں تو جل گئیں لیکن دلورام کو آگ نے چھوا تک نہیں وجہ یہی کہ اب اس کے دل پر ایمان نقش ہو چکا تھا ایسے بندہ مومن پر جہنم کی آگ بھی اثر نہ کرے گی کیونکہ:

پڑھے صدق دل سے جو کلمہ تمہارا حرام اس پہ ہو جائے نار جہنم
جنہوں نے خریدا ہے سودا تمہارا قیامت میں چھوٹیں گے سستے وہ تاجر

(ب) حضرت بشر حافی نے زمین پر ایک کاغذ کا ٹکڑا پڑا دیکھا جس پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا ہوا تھا آپ نے بلند کر دیا تو ہم نے بھی تیرے نام کو بلند کر دیا خدا تعالیٰ نے بشر حافی کو دو جہاں کی سعادت سے سرفراز فرمایا اور جس دل میں اللہ تعالیٰ ایمان نقش فرما دے اور اس میں خدا کی معرفت پیدا ہو جائے وہ کریم اس صاحب دل کو بھی بلند مقام عطا فرما دیتا ہے چنانچہ امام فخر الدین نے لکھا ہے کہ:

ایک مرتبہ جبرئیل امین علیہ السلام حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں موجود تھے کہ حضرت ابو ذر غفاری تشریف لائے جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ ابو ذر آ رہے ہیں حضور علیہ السلام نے فرمایا تم ان کو جانتے ہو انہوں نے کہا یہ ہمارے ہاں آپ کے ہاں کی نسبت زیادہ مشہور ہیں حضور ﷺ نے فرمایا ان کو یہ فضیلت کس وجہ سے ملی ہے کہا کسرِ نفسی کی وجہ سے اور کثرت سے قل ھو اللہ احد پڑھنے کی وجہ سے۔ (ج 8 ص 529 تفسیر کبیر)

(ج) اگر کسی کاغذ پر اسم "اللہ" لکھ دیا جائے تو اس کی قدر و منزلت بڑھ جاتی ہے اسے کوئی اجنبی یا حائضہ چھو نہیں سکتی بلکہ امام شافعی نے فرمایا ایسا انسان قرآن کی جلد کو بھی نہیں چھو سکتا اور خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ "لَا یَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ" قرآن کو پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں لہٰذا جس دل میں خدا ایمان کی دولت رکھ دے اس کے کرم سے امید واثق ہے کہ شیطان اس دل کو چھو نہیں سکے گا بلکہ اس دل سے دور بھاگے گا چنانچہ مشکوٰۃ میں حدیث ہے کہ انی لانظر الی شیاطین الانس والجن قد فروا من عمر۔ دیکھتا ہوں کہ جنوں اور انسانوں کے شیطان عمر کے خوف سے بھاگتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے ڈر کر بھاگنا شیطان کا کام ہے مومنوں کا کام نہیں۔

خدا فرماتا ہے۔

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ.

اللہ تعالیٰ نے ایمان کو تمہارے لئے محبوب کر دیا اور اسے تمہارے دلوں میں مزین کر دیا۔

ایمان جس کو محبوب ہو جائے وہ پھر ایمان دینے والی سرکار امام الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے ٹوٹ کر محبت کرتا ہے چنانچہ حضرت زید بن دثنہ

رضی اللہ عنہ کو جب مشرکین مکہ قتل کرنے لگے تو لوگوں کا بہت بڑا ہجوم ہوا ان میں ابوسفیان بن حرب بھی تھا جب حضرت زید بن دثنہ کو قتل کے لئے سامنے لایا گیا تو ابوسفیان نے کہا اے زید میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ تم کو چھوڑ دیں اور تمہارے بدلے محمد (ﷺ) کو قتل کر دیں اور تم اپنے گھر آرام سے رہو حضرت زید رضی اللہ عنہ نے جواب دیا خدا کی قسم مجھ کو یہ بھی گوارا نہیں کہ حضرت محمد ﷺ کے پاؤں میں کوئی کانٹا چبھ جائے اور میں اپنے گھر میں بیٹھا رہوں۔

کہا او بیوقوف اور لذت ایمان سے بیگانے
محمد ﷺ اور محمد ﷺ کی محبت کو تُو کیا جانے

کہاں برداشت دیکھی تو نے شیدائے محمد ﷺ کی
خلش برداشت کر سکتا نہیں پائے محمد ﷺ کی

اس پر ابوسفیان نے کہا خدا کی قسم!

"مارایت احدا یحب احدا کحب اصحاب محمد محمدا"

میں نے کسی کو کسی کا اس درجہ محبّ اور مخلص اور جاں نثار نہ دیکھا جیسا کہ محمد ﷺ کے اصحاب محمد ﷺ سے محبت کرتے ہیں۔ بعد ازاں حضرت زید رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ (ج 2 ص 121 سیرت ابن ہشام)

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ۔

اور جو اللہ پر ایمان لاتا ہے وہ اس کے دل کو ہدایت دیتا ہے۔

اور جب دل میں ہدایت آ جائے تو انسان گمراہ نہیں ہوتا چنانچہ امام جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے کہ ملک شام میں تین بھائی مجاہد تھے خدا کی راہ میں جہاد کیا کرتے تھے ایک دفعہ رومیوں نے انہیں گرفتار کر لیا۔ بادشاہ نے ان سے کہا میں تمہیں ملک دوں گا اپنی بیٹیوں سے تمہاری شادی کر دوں گا تم لوگ

نصرانی ہو جاؤ۔ انہوں نے انکار کیا اور پکارا ''یا محمداہ'' بادشاہ کے حکم سے تین دیگیں آگ پر رکھ دی گئیں اور ان میں روغن زیتون ڈالا گیا جو تین دن تک کھولتا رہا اور انہیں روزانہ دکھایا جاتا اور نصرانیت کی دعوت دی جاتی اور وہ انکار کرتے اس پر پہلے بڑے بھائی کو کھولتے ہوئے تیل میں ڈال دیا گیا پھر دوسرا بھی ڈال دیا گیا تیسرا جو چھوٹا تھا وہ بھی قریب لایا گیا تو اس کو بادشاہ نے دین سے منحرف کرنے کی ہر طرح کوشش کی اس پر ایک درباری نے عرض کی اے بادشاہ اس کو میں اپنی تدبیر سے دین سے منحرف کرلوں گا بادشاہ نے پوچھا کس طرح کہا میں جانتا ہوں کہ عرب عورتوں کی طرف جلد مائل ہو جاتے ہیں اور روم میں میری بیٹی سے بڑھ کر کوئی حسین نہیں اس کو میرے حوالے کر دیجئے تا کہ میں اس کو اس کے ساتھ چھوڑ دوں وہ اس کو بہکالے گی چالیس روز کی میعاد مقرر کر کے بادشاہ نے اس کو اس درباری کے سپرد کیا اور وہ اس کو اپنے مکان میں لایا اور اپنی بیٹی کے ساتھ رکھا اور اس واقعہ کی اطلاع دی لڑکی نے کہا تم بے فکر رہو یہ میرا کام ہے اب وہ شامی مجاہد دن بھر روزہ رکھتے اور تمام شب عبادت کرتے اور اس لڑکی کی طرف نظر نہ کرتے۔

جے لکھ حوراں وی آ دیون مینوں آن وکھالا
قسم خدا دی میں اُتوں ویکھاں جتھے کالیاں زلفاں والا

یہاں تک کہ میعاد ختم ہوگئی اب اس درباری نے اپنی بیٹی سے دریافت کیا کہ تو نے کیا کہا اس نے کہا کچھ نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ اس کے دو بھائی اس شہر میں مارے گئے ہیں میرا گمان ہے کہ یہ ان کے صدمے کی وجہ سے باز رہا اس لئے مناسب ہے کہ بادشاہ سے میعاد میں توسیع کرائی جائے اور مجھے اور اس کو کسی دوسرے شہر میں بھیج دیا جائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا لیکن اس شامی مجاہد کی حالت وہاں بھی وہی رہی دن بھر کا روزہ اور شب بھر کی عبادت یہاں تک کہ دوسری میعاد بھی ختم ہونے کے قریب ہوگئی ایک شب اس لڑکی نے کہا اے

شخص میں تجھے رب عظیم کی عبادت میں مشغول دیکھتی ہوں۔ اس سے میرے دل پر یہ اثر ہوا ہے کہ میں نے اپنا آبائی دین ترک کر کے تیرا دین اختیار کر لیا ہے اس کے بعد دونوں مشورہ کر کے ایک سواری پر بھاگ نکلے دن کو چھپ جاتے اور رات کو سفر کرتے ایک رات یہ دونوں جا رہے تھے کہ گھوڑوں کے آنے کی آواز سنائی دی دیکھا تو وہ اس شامی مجاہد کے دونوں بھائی تھے جن کو تیل میں ڈال دیا گیا تھا اور ان کے ساتھ فرشتوں کی ایک جماعت تھی شامی نے ان دونوں کو سلام کیا اور ان کا حال دریافت کیا تو وہ کہنے لگے کہ وہ ایک غوطہ ہی تھا جو تم نے دیکھا کہ ہم نے کھولتے تیل میں مارا اور اس کے بعد ہم جنت الفردوس میں پہنچ گئے اب اللہ نے ہمیں تمہارے پاس بھیجا ہے تا کہ اس لڑکی کے ساتھ تمہاری شادی کر دیں چنانچہ دونوں کی شادی کر کے واپس چلے گئے۔ (ص 89 شرح الصدور)

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اُولٰئِکَ الَّذِیۡنَ امۡتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوۡبَھُمۡ لِلتَّقۡوٰی.

یہی لوگ ہیں جن کے دل خدا نے تقوے کے لئے پرکھ لئے ہیں۔

جب سنار سونے کو آگ میں ڈال کر پرکھ لیتا ہے تو وہ دوبارہ اس کو آگ میں نہیں ڈالتا اسی طرح جب خدا تعالیٰ اپنے بندے کو تقویٰ کے لئے پرکھ لے تو وہ ذات کریم اس کو آگ میں نہ ڈالے گی۔ خدا کے ایسے برگزیدہ بندوں پر دنیا کی آگ بھی اثر نہیں کرتی چنانچہ برواحد بالگرامی نے لکھا ہے کہ:

خواجہ ابو احمد ایک روز ایسے جنگل میں پہنچے جہاں کافر رہتے تھے وہ مسلمانوں کو راستے میں دیکھ پاتے تو کہتے تم مسلمان کہتے ہو کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول کہنے والوں کو دوزخ کی آگ ہرگز نہ چھوئے گی ہم تجھے دنیا کی آگ میں ڈالتے ہیں اگر اس آگ نے تجھے نہ جلایا تو ہم جانیں گے کہ یہ بات سچی ہے ورنہ یقین کریں گے کہ مسلمان جھوٹ کہتے ہیں اس امتحان کے بہانے وہ روزانہ کئی

مسلمانوں کو جلا دیتے جب خواجہ ابو احمد اس مقام پر پہنچے تو کافروں نے انہیں پکڑ لیا اور کہا کہ لات وعزیٰ کی قسم ہم تمہیں آگ میں ڈالیں گے اگر تمہیں دنیا کی آگ نہ جلائے گی تو ہمیں یقین آ جائے گا کہ تمہیں دوزخ کی آگ بھی نہ جلائے گی اس لئے کہ تم لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہتے ہو خواجہ نے فرمایا خدا کی قسم دوزخ کی آگ کلمہ طیبہ پڑھنے والوں کو ہرگز نہ جلائے گی یہ خاص کر ڈھیٹ گنہگاروں مشرکوں بت پرستوں کے لئے پیدا کی گئی ہے ان کافروں نے کہا تو پھر آپ آتش کدہ میں چلے جائیں خواجہ صاحب فوراً اس آتشکدہ میں داخل ہو گئے اور مصلی بچھا کر نماز میں مشغول ہو گئے وہ بھڑکتی ہوئی آگ بالکل ٹھنڈی ہو گئی کافر اس میں تیل ڈالتے تو وہ بجائے بھڑکنے کے بجھ جاتی کافروں نے جب یہ یقینی دلیل دیکھی تو اس قبیلے کے تمام مرد عورت مسلمان ہو گئے ان میں سے بائیس نفر خواجہ صاحب کی خدمت و ملازمت میں رہنے لگے ان میں سے ہر ایک ولی اللہ ہوا اور ان پر عرش سے لے کر فرش تک تمام چیزیں منکشف ہو گئیں۔

(ص422 سبع سنابل)

مرد ملے تے مرض نہ چھوڑے اوگن دے گن کردا
کامل لوگ محمد بخشا لعل بناون پتھر دا

ولی کا دل:

خدا تعالیٰ اپنے ولی کامل کے دل پر الہام کرتا ہے اور اس کی ایک صورت یہ ہے کہ من جانب اللہ براہ راست قلب پر القا ہوتا ہے اس کو ''علم لدنی'' کہتے ہیں خدا فرماتا ہے۔

وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا۔ ہم نے اسے اپنے ہاں سے علم دیا۔

امام غزالی فرماتے ہیں علم لدنی وہ ہے کہ جس کے حصول میں نفس اور حق تعالیٰ کے درمیان کوئی واسطہ نہ ہو علم لدنی بمنزلہ روشنی کے ہے جو غیب کے چراغ

سے دل پر واقع ہوتی ہے۔ (ص 28 رسالہ لدنیہ)

اور کبھی الہام کے فرشتے کے توسط سے کوئی چیز قلب میں القا کی جاتی ہے اس کو ''نفث فی الروع'' کہتے ہیں چنانچہ نبی کریم ﷺ کی حدیث ہے آپ نے فرمایا۔

ان روح القدس نفث فی روعی لن تموت نفس حتی تستکمل رزقها.

جبرائیل علیہ السلام نے میرے دل میں یہ بات ڈالدی کہ کوئی نفس اس وقت تک ہرگز نہ مرے گا جب تک وہ اپنا رزق پورا نہ لے لے۔

امام غزالی فرماتے ہیں کہ حوض میں پانی لانے کی دوصورتیں ہیں ایک کہ نہر وغیرہ سے پانی لایا جائے دوم یہ کہ اسی حوض کو کھود کر اور اس کو آلات سے صاف کر کے اسی میں چشمہ جاری کر دیا جائے اور یہ پانی بہ نسبت نہر کے نہایت صاف اور شیریں اور لذیز ہوگا اسی طرح ''دل'' بھی بمنزلہ حوض کے ہے کبھی علم اس میں حواس خمسہ کی نہر سے لایا جاتا ہے اور کبھی بذریعہ خلوت وعزلت مجاہدہ و ریاضت دل کو کھود کر صاف کر دیا جاتا ہے اس وقت خود اندرون دل ہی سے علم کے چشمے جاری ہو جاتے ہیں چنانچہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے۔

من اخلص لله اربعين صباحا اظهر الله تعالىٰ ينابيع الحكمة من قلبه على لسانه.

جو چالیس روز اخلاص کے ساتھ عبادت کرے اللہ تعالیٰ علم وحکمت کے چشمے اس کے دل سے اس کی زبان پر جاری فرما دیتا ہے۔

حضور غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں خدا تعالیٰ نے میرے دل میں علم لدنی کے ستر دروازے کھولے ہیں ہر دروازہ زمین وآسمان کے درمیانی فاصلے کے برابر چوڑا ہے۔ (ص 25 بہجتہ الاسرار)

کھلے ہفتاد در اک آن میں علم لدنی کے
خزینہ بن گیا علموں کا سینہ غوث اعظم کا

اگر کسی کے ذہن میں یہ اعتراض پیدا ہو کہ قلب انسانی تو چھوٹا سا ہوتا ہے ایک قلب میں ستر دروازے وہ بھی اتنے بڑے کہ ہر دروازہ پانچ سو سال کی راہ کے برابر چوڑا کیسے کھل گئے تو اس کا جواب یہ ہے کہ بایزید بسطامی فرماتے ہیں۔

اگر عرش عظیم اور جو کچھ اس کے اندر ہے یعنی سارے آسمان و زمین بمع تمام مخلوق کے جو آسمانوں پر اور زمین میں ہے اس کا دس کروڑ گنا عارف کے دل کے گوشوں میں سے ایک گوشہ کے اندر رکھ دیا جائے تو اسے اس کی عظمت ذرہ برابر محسوس نہ ہو۔

اب سنئے عرش کتنا بڑا ہے علامہ ملا عبدالحکیم سیالکوٹی نے لکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے عرش کے گرد ایک لاکھ قندیلیں معلق فرمائی ہیں ایک قندیل اتنی بڑی ہے کہ زمین و آسمان جنت دوزخ ایک قندیل میں آجاتی ہے اب اندازہ کیجئے عرش کتنا بڑا ہے۔

نیز عرش پر تین سو ساٹھ برج ہیں اور ایک برج دنیا سے ستر ہزار گنا بڑا ہے۔ (ج 2 ص 76 مسند فردوس)

اندازہ کرلو عرش کی عظمت کیا ہے۔

حدیث قدسی ہے کہ ''لا یسفی ارضی ولا سمائی ولکن یسفی قلب عبدی المومن '' خدا فرماتا ہے۔ میری گنجائش نہ زمین میں ہے نہ آسمان میں۔ میں کسی مکان میں نہیں سماتا اگر کہیں میری جلوہ گری کی گنجائش ہے تو وہ بندہ مومن یعنی ولی کامل کا ''دل'' ہے۔

ارض و سما کہاں تیری وسعت کو سما سکے
میرا ہی دل ہے وہ کہ جہاں تو سما سکے

اللہ تعالیٰ غیر محدود ہے لہٰذا جس دل میں وہ سمائے گا وہ بھی غیر محدود ہو جائے گا۔

دل دریا سمندروں ڈونگھے کون دلاں دیاں جانے ہو
وچے بیڑے وچے ای جھیڑے وچے ونج مہانے ہو
چوداں طبق دل دے اندر تنبو وانگوں تانے ہو
جو دل دا محرم ہویا حضرت باہو سوئیو رمز پچھانے ہو

حضور غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

''ان الکعبۃ یطوف حول خیامی''۔

کعبہ میرے حجرہ کا طواف کرتا ہے۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

سارے اقطاب جہاں کرتے ہیں کعبے کا طواف
کعبہ کرتا ہے طوافِ درِ والا تیرا
اور پروانے ہیں جو ہوتے ہیں کعبے پہ نثار
شمع اک تو ہے کہ پروانہ ہے کعبہ تیرا۔

اسی طرح خواجہ معین الدین چشتی فرماتے ہیں کہ ایک وقت تھا کہ میں کعبہ کا طواف کرتا تھا لیکن اب کعبہ آ کر اسی طرح میرا طواف کرتا ہے اور بھی کئی اولیاء کرام ہیں جن کا کعبہ نے طواف کیا مثلاً حضرت مودود چشتی، حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی اور حضرت مجدد الف ثانی۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا ''دل'' خدا کی جلوہ گاہ بن جاتا ہے لہٰذا کعبہ ان کا طواف کرے تو کوئی تعجب نہیں۔

تن من یار میں شہر بنایا دل وچہ خاص محلّہ ہو
آن الف دل وسوں کیتی میری ہوئی خوب تسلہ ہو

سب کچھ میتوں پیا سنیوے جو بولے ماسوا اللہ ہو
درد منداں ایہہ رمز پچھاتی باہو بیدرداں سر کھلہ ہو

جب اولیاء کرام ریاضت شاقہ عبادت اور مجاہدہ کرتے ہیں تو خدا ان کے دل میں نور پیدا فرمادیتا ہے چنانچہ اعلیٰ حضرت نے فتاویٰ رضویہ میں لکھا ہے کہ:

حضرت شیخ بقا بن بطو علی الصبح حضور غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے آستانہ عالیہ پر حاضر ہوئے اور آپ کے صاحبزادگان سید عبدالوہاب اور سید عبدالرزاق سے کہنے لگے آپ مجھ سے یہ کیوں نہیں پوچھتے میں صبح تڑکے کیوں آیا ہوں انہوں نے فرمایا بیان فرمائیں کہا میں نے آج کی رات ایک نور دیکھا ہے جس سے تمام آفاق روشن ہو گئے ہیں اور تمام دنیا میں وہ نور پھیل گیا میں نے اہل اسرار کے اسرار دیکھے کچھ تو اس نور سے متصل ہیں اور کچھ کسی مانع کے سبب اتصال سے رک گئے ہیں جو اس سے اتصال پاتا ہے اس کا نور دوبالا ہو جاتا ہے میں نے غور کیا کہ اس نور کا منبع کہاں ہے ناگاہ مجھے پتہ چلا کہ یہ نور حضور اعظم کا ہے آپ سے صادر ہو رہا ہے میں نے اس کی حقیقت معلوم کرنی چاہی تو معلوم ہوا کہ یہ آپ کے مشاہدے کا نور ہے جس کا سرچشمہ آپ کا ''دل'' ہے اس رات کوئی فرشتہ ایسا نہ تھا جو زمین پر نہ اترا ہو اور اس نے جناب اعظم سے مصافحہ نہ کیا ہو۔

(ج 3 ص 467 فتاویٰ رضویہ)

ایک مرتبہ غوث اعظم نے شیخ حماد کی موجودگی میں ایک طویل اور عجیب تقریر کی اس پر شیخ حماد نے کہا اے عبدالقادر عجیب عجیب تقریریں کرتے ہو تمہیں اس بات کا خوف نہیں کہ خدا تمہاری کسی بات پر مواخذہ فرمائے غوث اعظم نے اپنا ہاتھ شیخ حماد کے سینے پر رکھ دیا اور کہا کہ آپ نور قلب سے ملاحظہ فرمائیں کہ میری ہتھیلی پر یہ لکھا دیکھا کہ انہوں نے اپنے پروردگار سے ستر مرتبہ یہ عہد لیا ہے کہ وہ ان کی کسی بات پر مواخذہ نہ کرے گا پھر شیخ حماد نے فرمایا اب کوئی مضائقہ

نہیں۔ (ص88 قلائد الجواہر)

شیخ عبداللہ جبائی فرماتے ہیں کہ پہلے اللہ مسلمان یعنی ولی کے دل پر حکمت کا ستارہ طلوع کرتا ہے اس پر وہ دنیا کو دیکھنے لگتا ہے چنانچہ حضرت مخدوم نصیر الدین محمود چراغ دہلوی گھوڑے پر سوار تھے تو ان کے خلیفہ سید محمد گیسو دراز نے ان کی ران کو بوسہ دیا فرماتے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں نے ساری دنیا کو دیکھ لیا۔ (ص159 سبع سنابل)

پھر اللہ تعالیٰ ولی کے دل پر علم کا چاند طلوع کرتا ہے جس کے نتیجے میں وہ آخرت دیکھنے لگ جاتا ہے چنانچہ ایک مرتبہ شیخ ابن عربی ایک دعوت میں موجود تھے وہاں ایک نوجوان تشریف لائے جن کے بارے میں مشہور تھا کہ ان کو کمال کشف حاصل ہے۔وہ بیٹھے اور یکا یک رونے لگے شیخ ابن عربی نے وجہ دریافت کی اس نے کہا میں اپنی وفات یافتہ ماں کو دوزخ میں دیکھ رہا ہوں شیخ ابن عربی نے ایک لاکھ پانچ ہزار مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھا ہوا تھا اس کو بتائے بغیر اس کلمہ طیبہ کا ثواب اس کی ماں کی روح کو ایصال کیا فوراً وہ نوجوان خوش ہو گیا شیخ ابن عربی نے خوشی کا سبب دریافت فرمایا اس نوجوان نے کہا میں اپنی ماں کو جنت میں دیکھ رہا ہوں شیخ ابن عربی نے فرمایا مجھے حدیث کی صحت اس کے کشف سے اور اس کے کشف کی صحت حدیث سے معلوم ہو گئی۔ (ج3 ص98 مرقات)

اور جب ولی کے دل پر معرفت کا آفتاب چمکتا ہے تو پھر وہ خدا کا دیدار کرنے لگتا ہے چنانچہ ایک مرتبہ حضرت سلطان باہو اپنے مریدوں کے ساتھ سیر کے لئے ایک جنگل میں نکل گئے وہاں دیکھا ایک لکڑ ہارا لکڑیاں چن رہا ہے سلطان صاحب سے ایک مرید نے عرض کی حضرت ولی کی نگاہ میں کیا تاثیر ہوتی ہے آپ نے فرمایا جب ہم اپنی منزل مقصود سے واپس لوٹیں گے تو اس لکڑ ہارے سے پوچھ لینا کہ ولی کی نگاہ میں کیا تاثیر ہوتی ہے چنانچہ جب واپسی پر اسی مقام

پر پہنچے تو اس مرید نے یاد دلایا آپ نے فرمایا اس لکڑ ہارے کو بلاؤ اس کو بلا کر پوچھا گیا تو اس نے کہا جب سے آپ میرے پاس سے گزرے ہیں اور آپ نے مجھے ولایت کی نگاہ سے دیکھا ہے میں باطنی نگاہوں یعنی دل کی آنکھوں سے خدا کا دیدار کر رہا ہوں سلطان صاحب نے فرمایا اب صرف لکڑیاں چننا چاہتے ہو یا دیدار خدا کرنا چاہتے ہو اس نے کہا میں دونوں ہی کام کرنا چاہتا ہوں فرمایا جاؤ آج کے بعد خدا کا دیدار بھی کرتے رہنا اور لکڑیاں بھی چنتے رہنا۔

نہ رب عرش معلیٰ اُتے نہ رب خانے کعبے ہو
نہ رب علم کتابیں لبا نہ رب وچہ محرابے ہو
گنگا تیرتھیں مول نہ ملیا مارے پینڈے بے حسابے ہو
جد دا مرشد پھڑیا باہو چھٹے سب عذابے ہو

بعض خوش نصیب اولیائے کاملین وہ ہوتے ہیں کہ زبان کے ساتھ ساتھ ان کا دل بھی ذکر الٰہی کرنے لگ جاتا ہے یعنی ذکر خدا کے لئے ان کا قلب جاری ہو جاتا ہے چنانچہ حضور داتا صاحب نے لکھا ہے کہ حضرت سہیل بن تستری نے اپنے ایک مرید کو حکم دیا کہ تمام دن اللہ اللہ کرو اس کے بعد تین روز تک یہی ورد رکھو پھر فرمایا اب جس طرح دن اللہ اللہ میں گزارا ہے راتیں بھی اسی طرح گزارو مرید نے تعمیل ارشاد کی غرضیکہ مرید کا یہ حال ہو گیا کہ خواب میں بھی اپنے آپ کو ذکر میں مشغول دیکھتا یہاں تک وہ ذکر مرید کی عادت ثانیہ بن گیا۔

اب حکم ہوا کہ ذکر لسانی سے لوٹ کر ذکر قلبی میں یعنی ''دل'' سے ذکر خدا شروع کر چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک دن وہ اپنے گھر کے صحن میں بیٹھا تھا کہ ہوا سے ایک لکڑی گری جو آ کر سر پر لگی وہاں سے خون جاری ہو گیا خون کا جو قطرہ بھی زمین پر گرتا ہے اس سے لفظ اللہ لکھا جاتا تھا۔

(ص363 کشف المحجوب)

بہائے خون گر تو عاشقوں کا
تو ہر قطرے سے نکلے لفظ اللہ

صحابی کا دل:

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا دل:

صدر کا ایک معنی دل بھی ہے خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اِنَّهٗ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ۔ وہ دل کے پوشیدہ رازوں کو جانتا ہے۔

دوسرے مقام پر ارشاد ربانی ہے۔

يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرِ.

وہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور جو تم دلوں میں چھپاتے ہو اس کو بھی جانتا ہے۔ اور نبی کریم ﷺ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

ماصب الله فی صدری شئیا الا وقد صببته فی صدر ابی بکر.

(ص 72 سبع سنابل)

جو چیز بھی اللہ نے میرے دل میں القاء فرمائی میں نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دل میں ڈال دی۔

یہی وجہ ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے وہ باتیں ظاہر ہوئیں جو اور کسی صحابی سے ظاہر نہ ہوئیں مثلاً حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے خطاب فرمایا اور اس میں آپ نے فرمایا۔

ان اللہ تبارک وتعالیٰ خیر عبدا بین الدنیا وبین ماعنده فاختار ذالک العبد ماعندالله.

خدا تعالیٰ نے ایک بندے کو دنیا اور جو کچھ اس کے پاس ہے یعنی آخرت میں اختیار دیا ہے اس بندے نے اس چیز کو پسند کیا جو اللہ کے پاس ہے۔

(ص 38 تاریخ الخلفاء)

ہجر تیرا جد پانی منگے میں کھوہ اکھیاں دا گیڑاں
جی کردا اج سامنے بہہ کے میں درد پرانے چھیڑاں

اس بات کو سن کر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رونے لگے اور فرمایا ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں ابوسعید فرماتے ہیں ہمیں بڑا تعجب ہوا ان کے رونے پر کہ رسول پاک ﷺ نے تو ایک بندے کا ذکر کیا ہے جس کو اختیار دیا گیا ہے۔ بعد میں جب نبی کریم ﷺ کا وصال ہوا تو پھر حقیقت کا پتہ چلا کہ اس بندے سے مراد ذات رسول تھی اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہم سب سے زیادہ عالم تھے آپ نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد کا صحیح مفہوم سمجھے اور کوئی نہ سمجھ سکا۔

حضرت خواجہ عثمان ہارونی کے ملفوظات میں لکھا ہے کہ ایک روز صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اسی ہزار دینار کی کل رقم جو ان کے پاس تھی سب راہ خدا میں خرچ کر دی صرف ایک کملی حضرت کے پاس تھی اُسے اوڑھ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت مبارک میں حاضر ہوئے آپ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے پوچھا اے ابوبکر رضی اللہ عنہ تم نے اپنے کل مال سے گھر کی ضروریات کے لئے بھی کچھ رکھا ہے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کا نام کافی ہے پس اسی وقت جبرئیل امین کملی اوڑھے ستر ہزار کمبل پوش فرشتوں کے ساتھ حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ خدا تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ آج صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ہمارے راستے میں اپنا کل مال خرچ کر دیا ہے لہٰذا انہیں ہمارا سلام پہنچاؤ اور کہو کہ تم نے وہ کام کیا جس میں ہم راضی تھے اب ہم بھی وہ کچھ کریں گے جس میں تمہاری مرضی ہوگی اے محمد ﷺ آپ کو اور تمام فرشتوں کو حکم ہوا ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی موافقت اور مشابہت میں سب کے سب کملی اوڑھیں کہ کل بروز قیامت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کمبل پوش کے ہمراہ سب کمبل پوشوں کو ہم بخش دیں گے۔

(ص 39 انیس الارواح)

علامہ ابن قیم نے مدارج السالکین میں لکھا ہے کہ:
فہم اللہ کے بندے پر ایک عظیم انعام ہے اور فہم ایک نور ہے جس کو اللہ اپنے بندے کے دل میں ڈالتا ہے جس کی وجہ سے اس بندے کو ان امور کا ادراک اور فہم ہونے لگتا ہے کہ جو دوسرے کو نہیں ہوتا اگر چہ دوسرا شخص قوت حفظ اور اصل معنی کے سمجھنے میں اس کے برابر ہو مثلاً

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ حضرت عمر مجھے اپنی خدمت میں شیوخ بدر کے پاس جگہ دیتے تھے اور ان کے ساتھ بٹھاتے تھے اس وجہ سے ان میں سے کسی کے دل میں خیال آیا اور اس نے کہا یہ لڑکا ہمارے ساتھ کیوں داخل کیا جاتا ہے حالانکہ ان کی ہمسری تو ہمارے بیٹے کر سکتے ہیں حضرت عمر نے یہ اعتراض سن کر فرمایا یہ لڑکا ان لوگوں میں سے ہے جن کے درجے کو تم جانتے ہو چنانچہ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دن شیوخ بدر کو طلب فرمایا اور عبداللہ بن عباس کو بھی ان کے ساتھ بٹھایا عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ میں سمجھ گیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کے ساتھ مجھے اس لئے بٹھایا ہے کہ تا کہ ان کو میرا مرتبہ دکھا دیں چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شیوخ بدر کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کے فرمان ''اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ'' کے بارے میں کیا کہتے ہو بعض شیوخ نے کہا ہمیں اس وقت اللہ کی حمد کرنے اور اس کی مغفرت چاہنے کا حکم دیا گیا ہے جبکہ ہم کو نصرت عطا ہو اور ہمیں فتوحات ہاتھ آئیں بعض شیوخ بالکل خاموش رہے انہوں نے کوئی بات نہ کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کا جواب سن کر میری طرف توجہ فرمائی اور کہا اے ابن عباس کیا تمہاری بھی یہی رائے ہے میں نے کہا نہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا تم کیا کہتے ہو میں نے کہا اس سورت میں رسول اللہ ﷺ کی رحلت کی طرف اشارہ ہے جس کی خبر اللہ نے آپ کو دی ہے اور فرمایا ہے کہ جس وقت اللہ کی مدد

اور فتح آئے تو یہ بات تمہارے دنیا سے سفر کرنے کی علامت ہے اس وقت تم اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ تسبیح خوانی کرنا اور اس سے مغفرت چاہنا کیونکہ درحقیقت اللہ پاک بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے میرا یہ جواب سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھ کو بھی اس سورت کے بارے میں یہی بات معلوم ہے۔

(ج 2 ص 597 الاتقان)

آپ غور فرمائیں کہ اس سورت میں نبی کریم ﷺ کی وفات کا کوئی اشارہ نہیں یہ فہم جو خدا نے حضرت عبداللہ بن عباس کو عطا فرمایا وہ نور تھا جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل میں ڈالا اور اس کو تفہیم غیبی کہتے ہیں اور اس کی تائید قرآن سے ہوتی ہے اور وہ اس طرح کہ:

ایک مرتبہ حضرت داؤد علیہ السلام کی عدالت میں ایک مقدمہ پیش ہوا مقدمہ یہ تھا کہ ایک آدمی کی بھیڑ بکریاں ایک زمیندار کے کھیت میں چھوٹ گئیں اور اس کی فصل تباہ کر دی حضرت داؤد علیہ السلام نے فیصلہ یہ دیا کہ چونکہ جو فصل بکریوں نے کھائی ہے اس کی قیمت اتنی تھی جتنی کہ بھیڑ بکریوں کی قیمت لہٰذا زمیندار بھیڑ بکریاں لے لے حضرت سلیمان علیہ السلام وہاں موجود تھے آپ نے عرض کی ابا جان اگر آپ اجازت دیں تو میں بھی ایک رائے پیش کروں فرمایا اجازت ہے آپ نے فرمایا میری رائے یہ ہے کہ زمیندار کو بھیڑ بکریاں دے دی جائیں اور بکریوں کا مالک کھیت میں وہی فصل اگائے جو اس کی بھیڑ بکریوں نے کھائی ہے جب فصل اتنی بڑی ہو جائے جتنی بھیڑ بکریوں کے کھاتے وقت تھی تو زمیندار اپنا کھیت لے لے اور بھیڑ بکریوں والا اپنی بھیڑ بکریاں لے لے آخر اس پر فیصلہ ہو گیا۔ ارشاد خداوندی ہے۔

وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمَانَ اِذْ يَحْكُمَانِ فِي الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيهِ غَنَمُ الْقَوْمِ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شَاهِدِيْنَ فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ

اور جب داؤد اور سلیمان اس کھیتی کا فیصلہ کرنے لگے جس کو قوم کی بکریاں رات میں روند گئی تھیں اور ہم ان کے فیصلے کو دیکھ رہے تھے پس وہ فیصلہ ہم نے سلیمان کو سمجھا دیا۔

حضرت عمار بن یاسر کا دل:

مشرکین مکہ نے آپ کو طرح طرح کی اذیتیں دیں اور کہا ہم تجھے اسی طرح عذابات کے شکنجے میں جکڑیں گے ورنہ کفر کا ارتکاب کرو انہوں نے اپنے منہ سے کلمہ کفر نکالا انہوں نے چھوڑ دیا آپ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ بیان کیا آپ نے دریافت فرمایا تمہارے دل کی کیا کیفیت تھی عرض کی میرا دل ایمان پر مطمئن تھا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ۝

جو شخص اپنے ایمان کے بعد خدا سے کفر کرے بجز اس کے جس پر جبر کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر برقرار ہو۔ (تو اس کے ایمان میں کوئی فرق نہیں آیا)

خدا تعالیٰ نے قرآن میں جہاں ایمان لانے کا ذکر کیا ہے تو وہاں اپنے ساتھ رسول کا بھی ذکر فرمایا ہے مثلاً فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِيْۤ اَنْزَلْنَا۔ پس ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول اور اس نور پر ہم نے نازل کیا۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ.

مومن وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے۔

لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ.

تاکہ تم ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ۔

هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۝

کیا میں تمہیں ایسی تجارت نہ بتاؤں جو تمہیں درد ناک عذاب سے نجات دے (وہ یہ کہ) تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔

لیکن جہاں مجبوری کی حالت میں کفر کرنے کی اجازت کا ذکر فرمایا وہاں خدا نے صرف اپنا ذکر فرمایا وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ گویا فرما رہا ہے کہ اسے مجبوری کے وقت اپنی زبان سے کلمہ نکالنے والے اگر جبر واکراہ کے وقت کچھ کہنا پڑ جائے تو میرے متعلق کفر زبان سے نکال لینا لیکن میرے محبوب کی شان میں کوئی نازیبا کلمہ منہ سے نہ نکالنا اس سے اندازہ لگا لیں کہ خدا کی بارگاہ میں رسول کریم ﷺ کا کتنا بلند مقام ہے۔

حضرت مصعب بن عمیر کا دل:

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

نظر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم الی مصعب بن عمیر مقبلا وعلیہ اھاب کبش قد تنطق بہ فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم انظروا الی ھٰذا الرجل الذی قد نور اللہ قلبہ.

(ج 1 ص 108 حلیۃ الاولیاء)

نبی کریم ﷺ نے مصعب بن عمیر کو آتے دیکھا کہ ان پر مینڈھے کی کھال ہے جو ان سے باتیں کر رہی ہے پس نبی کریم ﷺ نے فرمایا اس آدمی کو دیکھو اللہ تعالیٰ نے اس کے دل کو نور سے منور کر دیا ہے۔

حارثہ بن زید کا دل:

حضرت داتا صاحب نے لکھا ہے کہ صحابہ کرام نے نبی کریم ﷺ سے حضرت حارثہ بن زید رضی اللہ عنہ کے بارے میں دریافت کیا آپ ﷺ نے فرمایا حارثہ بن زید رضی اللہ عنہ وہ بندۂ خدا ہے کہ ”**نور اللہ قلبہ بالایمان**“۔ اللہ تعالیٰ

نے اس کے دل کو نور ایمان سے منور کر دیا ہے۔ (ص 124 کشف المحجوب)

اور اس نور ایمان کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے ان سے پوچھا اے حارثہ آج تم نے صبح کس حال میں کی ہے حارثہ نے عرض کی میں نے آج سچا مومن ہونے کی حالت میں صبح کی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا حارثہ غور کرو تم کیا کہہ رہے ہو یاد رکھو ہر چیز کی ایک حقیقت ہوتی ہے اور ہر چیز پر ایک دلیل ہوتی ہے تیرے اس دعوے کی کیا حقیقت اور تیرے ایمان کی کیا دلیل ہے عرض کی حضور ﷺ میں نے اپنی جان کو دنیا سے علیحدہ کر لیا ہے اور اپنا منہ دنیا سے موڑ لیا ہے اب میری نظر میں دنیا کا پتھر سونا چاندی کنکر کوڑا سب یکساں ہیں اور جب میں دنیا ومافیہا سے آزاد ہو چکا تو انتہائی درجہ پر پہنچ گیا حتیٰ کہ آج میں نے شب بیداری کی اور دن کو بھوکا رہا اور اب میری یہ کیفیت ہوگئی ہے۔

کانی انظر الی عرش ربی بارزاً وکانی انظر الی اھل الجنۃ تیزاورون فیھا وکانی انظر الی اھل النار یتضارعون.

گویا میں بلا حجاب عرش خدا کو دیکھ رہا ہوں اور گویا میں اہل جنت کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں اور گویا میں دوزخیوں کو دیکھ رہا ہوں وہ تڑپ رہے ہیں۔ (ج 3 ص 266 طبرانی کبیر)

حضور ﷺ نے فرمایا اس منصب کی حفاظت کر۔

(ص 125 کشف المحجوب)

اندازہ کرو کہ جب نبی کریم ﷺ کے غلاموں کی نگاہ کا یہ کمال ہے کہ وہ فرش زمین سے عرش کو دیکھ رہے ہیں تو اس آقا کی اپنی نگاہ میں کتنا بڑا کمال ہوگا۔

نبی کریم ﷺ کا دل مبارک:

حضور نبی کریم ﷺ کا دل بے مثال ہے:۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ

نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے بندگان خاص سے تین سو بندے زمین میں ایسے ہیں جن کے دل حضرت آدم علیہ السلام کے دل کے مطابق ہیں اور چالیس ایسے ہیں جن کے دل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل کے مطابق ہیں سات مقبولان بارگاہ کے دل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل کے مطابق ہیں پانچ محبوب ایسے ہیں کہ ان کے دل حضرت جبرئیل علیہ السلام کے دل کے مطابق ہیں تین کے قلوب حضرت میکائیل علیہ السلام کے دل کے مطابق ہیں اور ایک مقدس ہستی ایسی ہے کہ اس کا دل حضرت اسرافیل علیہ السلام کے دل کے مطابق ہے جب ایک کا وصال ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ تین میں سے ایک اس کی جگہ مقرر فرما دیتا ہے اور تین ہی سے کسی کا وصال ہو تو پانچ میں سے ایک کو اس کی جگہ مقرر کر دیا جاتا ہے جب پانچ میں سے کسی کا انتقال ہو جائے تو سات میں سے کسی کو اس کی جگہ مقرر کر دیا جاتا ہے جب ان میں سے کسی کا انتقال ہو جائے تو چالیس میں سے ایک کو اس کی جگہ مقرر کر دیا جاتا ہے اور جب ان میں سے کسی کا انتقال ہو جائے تو تین سو میں سے ایک کو اس کی جگہ متعین کر دیا جاتا ہے اور تین سو میں سے اگر کوئی داعی حق کی دعوت کو قبول کر لے تو عام صالحین میں سے کسی کو اس مقام پر ترقی دے دی جاتی۔ یہ اللہ تعالیٰ ان کی بدولت اس امت سے بلیات دور فرماتا ہے۔

(مسند الفردوس ص 113، ص 318 شواہد الحق)

اس حدیث میں نکتہ عجیبہ یہ ہے کہ رسول خدا ﷺ نے اولیاء امت کے قلوب کا انبیاء کرام اور ملائکہ عظام کے قلوب کے مطابق ہونے کا تذکرہ فرمایا لیکن یہ نہیں فرمایا کہ کسی کا دل میرے قلب اطہر و انور کے مطابق ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عالم امر اور عالم خلق میں کسی کا دل ایسا نہیں بنایا جو سرکارِ کائنات فخر موجودات ﷺ کے دل کی مانند عزیز تر لطیف تر اور سراسر شرافت وطہارت ہو بلکہ تمام ملائکہ کرام انبیاء عظام اور اولیاء کرام کے قلوب کی نسبت حضرت محمد ﷺ کے

قلب اطہر کے ساتھ یوں ہے جیسے ستاروں کی نسبت کمال آفتاب کے ساتھ۔

نبی کریم ﷺ کا دل پہاڑ سے زیادہ مضبوط ہے:

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْآنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَأَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ.

اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارتے تو ضرور اسے دیکھتا جھکا ہوا پاش پاش ہوتا اللہ کے خوف سے۔

یعنی اگر اسرار قرآن پر پہاڑ کو مطلع کر دیتے تو وہ تاب نہ لاتا پھٹ جاتا اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کا قلب انور پہاڑ سے بھی زیادہ مضبوط اور قوی ہے کہ اللہ کا خوف اسرار الٰہی سے واقفیت علی وجہ الکمال حاصل ہے پھر بھی اپنے مقام پر قائم ہے خدا فرماتا ہے۔

فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ.

بلاشبہ جبرئیل نے اسے نازل کیا آپ کے دل پر اللہ کے حکم سے۔

کوہ طور خدا تعالیٰ کی تجلی کی تاب نہ لا سکا مگر سرور کائنات ﷺ نے عین ذات الٰہی کو دیکھا اور پلک بھی نہ جھپکی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

ان محمدا رای ربه مرتین مرة ببصره ومرة بفواده.

(طبرانی کبیر ص)

کہ حضرت محمد ﷺ نے اپنے رب کا دو مرتبہ دیدار کیا ایک مرتبہ سر کی آنکھ سے اور ایک مرتبہ دل کی آنکھ سے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے دل کا نور:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

الکوثر هو نور قلبه صلی اللہ تعالیٰ علیه وآله وسلم

کوثر سے مراد آپ کا نورِ قلب ہے۔

اس نورِ قلب کی عظمت کو خدا تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا ہے۔

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ الْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ الزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ.

اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کو روشنی عطا کرنے والا ہے اس کے نور کی مثال ایسے ہے جیسے کہ ایک طاق میں چراغ روشن کر کے رکھا ہوا ہو اور بتی یعنی چراغ ایک ایسے شیشے میں جو اپنی صفائی اور نظافت کی وجہ سے چمکتے ستارے کی مانند ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر سے منقول ہے۔

المشکوة جوف محمد و الزجاجة قلبه و المصباح النور جعله الله فیه.

مشکوٰۃ سے مراد آپ کا سینہ مبارک ہے زجاجہ سے مراد آپ کا دل ہے اور مصباح سے مراد وہ نور ہے جو اس دل میں اللہ نے ودیعت رکھا ہے۔

شمع دل مشکوٰۃ تن سینہ زجاجہ نور کا
تری صورت کیلئے آیا ہے سوہ نور کا

تفسیر روح المعانی نے الم نشرح لک صدرک کے تحت لکھا ہے کہ:

الم نفسح صدرک حتی حوی عالمی الغیب و الشهادة.

ہم نے آپ کا سینہ اتنا وسیع کر دیا کہ عالم غیب اور شہادت کو محیط ہو گیا۔

تحت الثریٰ سے لے کر ساتویں آسمان تک عالم شہادت ہے اور ساتویں آسمان سے عرش عظیم تک عالم غیب ہے۔

جب سینہ اقدس کو خدا نے اس قدر وسیع فرما دیا ہے کہ وہ عرش عظیم سے لے کر تحت الثریٰ تک کائنات کو محیط ہے تو آپ کے قلب انور کے نور نے عرش عظیم سے لے کر تحت الثریٰ تک ساری کائنات کو منور کر دیا ہے لہٰذا آفتاب و

مہتاب اور ستارے انہیں کے نور سے روشن ہیں۔

لامکاں تک اجالا ہے جس کا وہ ہے
ہر مکاں کا اجالا ہمارا نبی ﷺ

یہ جو مہرومہ پہ ہے اطلاق آتا نور کا
بھیک تیرے نام کی ہے استعارا نور کا

پس ثابت ہوا کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کا قلب انور بے مثال ہے لہٰذا صاحب دل بھی بے مثال ہے اولین و آخرین میں کوئی بھی آپ کی مثل نہیں۔

تیرا مسند ناز ہے عرش بریں تیرا محرم راز ہے روح امیں
تو ہی سرور ہر دو جہاں ہے شہا تیرا مثل نہیں ہے خدا کی قسم

نبی کریم ﷺ کا دل شیطانی وسوسے سے پاک ہے:

جب شیطان کسی کے دل میں وسوسہ ڈالنا چاہتا ہے تو دل کے بالمقابل پشت کی جانب سے اپنی سونڈ ڈال کر دل میں وسوسہ ڈالتا ہے لیکن علامہ زرقانی فرماتے ہیں کہ شیطان نبی کریم ﷺ کے دل میں وسوسہ نہیں ڈال سکتا وجہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے قلب انور کے بالمقابل پشت کی جانب خدا تعالیٰ نے مہر لگا دی ہے جسے مہر نبوت کہتے ہیں اور یہ بات آپ گزشتہ سطور میں پڑھ چکے ہیں کہ ڈاک خانے والے جب تھیلے میں ڈاک ڈال کر منہ بند کر کے اوپر مہر لگا دیتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ باہر سے کوئی خط اب تھیلے میں ڈالا نہیں جا سکتا اور نہ اندر سے کوئی ڈاک باہر نکالی جا سکتی ہے بلا مثال و تمثیل نبی کریم ﷺ کی پشت پر مہر نبوت کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کے دل میں اللہ نے جو ہدایت رکھی ہے شیطان اپنے وسوسے سے اسے متاثر نہیں کر سکتا اور نہ آپ کے قلب انور سے کوئی ہدایت نکال سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کا دل منور کردیا:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا معراج کی رات جب میں عرش کے قریب پہنچا تو عرش اعظم سے ایک قطرہ میری زبان پر رکھ دیا گیا وہ ایسا لذیذ تھا کہ کسی نے اس سے بڑا میٹھا قطرہ نہ چکھا ہوگا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ۔

فانبانی الله بهانبأ الاولین والآخرین ونور قلبی وغشی نور عرشه بصری فلم ارشیئا فجعلت اریٰ بقلبی ولاارى بعینی.

(ج6ص95زرقانی شریف)

پس اللہ تعالیٰ نے مجھے اولین و آخرین کا علم عطا فرما دیا اور میرا دل منور فرما دیا اور میری آنکھ کو عرش کے نور نے چھپا لیا مجھے کوئی چیز نظر نہ آتی تھی میں بصارت سے نہیں بلکہ بصیرت یعنی دل کی آنکھ سے دیکھنے لگا۔ اس عبارت س معلوم ہوا کہ:

(۱) خدا تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تمام اولین و آخرین یعنی جمیع انبیاء کرام اور ملائکہ کا علم عطا فرمایا۔

(۲) خدا تعالیٰ نے آپ ﷺ کے دل مبارک کو نور سے روشن فرما دیا۔

(۳) آپ ﷺ کے قلب میں آنکھیں ہیں جو دیکھتی ہیں۔

آپ ﷺ کا شق صدر ہونا:

مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ معراج کی رات فرشتوں نے آپ ﷺ کا سینہ اقدس اوپر سے نیچے تک چاک کیا اور قلب مبارک باہر نکالا پھر اسے شگاف دیا اور اس سے خون کا ایک لوتھڑا نکال کر باہر پھینکا اور کہا کہ یہ آپ ﷺ کے اندر شیطان کا حصہ تھا۔

اس شق صدر میں مندرجہ ذیل حکمتیں تھیں۔

(ا) علماء نے لکھا ہے کہ ہر انسان کے دل میں خدا تعالیٰ نے خون کا ایک لوتھڑا پیدا فرمایا ہے اس کا مقام یہ ہے کہ انسان کے دل میں شیطان جو وسوسہ ڈالتا ہے یہ لوتھڑا اس کو قبول کرتا ہے جس طرح قوت سامعہ آواز کو قوت ذائقہ ترشی تلخی کو قوت شامہ، خوشبو و بدبو کو قوت لامسہ گرمی و سردی وغیرہ کیفیات کو قبول کرتی ہے۔ اسی طرح دل کے اندر یہ منجمد خون کا لوتھڑا شیطانی وسوسوں کو قبول کرتا ہے جب یہ لوتھڑا آپ کے قلب سے دور کر دیا گیا تو حضور ﷺ کی ذات مبارکہ میں کوئی ایسی چیز نہ رہی جو شیطانی وسوسہ کو قبول کرے ثابت ہوا کہ آپ کا شق صدر اس لئے ہوا کہ شیطان آپ کے دل میں وسوسہ نہ ڈال سکے۔

(ب) ایک حکمت یہ بھی ہے کہ معراج کی رات آپ ﷺ نے عجیب وغریب مناظر دیکھنے تھے خدا تعالیٰ کا دیدار کرنا تھا اور اس کے لئے ایک ایسے مضبوط اور طاقتور دل کی ضرورت تھی۔ جو دیدارِ الٰہی سے مشرف ہوتے وقت اور دشواری سے دوچار نہ ہو اسی لئے آپ کے دل میں ایک نورانی طشت کے ذریعے ایمان و حکمت بھر دیئے گئے اور اسے آبِ زمزم سے دھویا کہ یہ پانی دل کو قوت دیتا ہے۔

(ج) شق صدر مبارک میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ آپ کی حیات بعد الموت پر دلیل قائم ہو جائے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ عادۃً بغیر روح کے جسم میں حیات نہیں ہوتی لیکن نبی کا جسم قبض روح کے بعد زندہ رہتا ہے چونکہ روح حیات کا ہیڈ کوارٹر انسان کا دل ہے لہٰذا جب کسی انسان کا دل اس کے سینے سے باہر نکال دیا گیا پھر اسے شگاف دیا گیا اور وہ منجمد خون جو جسمانی اعتبار سے دل کے لئے بنیادی حیثیت رکھتا ہے صاف کر دیا گیا اس کے باوجود بھی آپ بدستور زندہ رہے جو اس کی روشن دلیل ہے کہ قبض روح مبارک کے بعد بھی آپ زندہ ہیں کیونکہ جس کا دل بدن سے باہر ہو اور وہ پھر بھی زندہ رہے اگر اس کی روح قبض ہو کر باہر ہو جائے تو وہ کب مردہ ہو سکتا ہے۔

(د) ایک حکمت بلیغہ یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی نورانیت ثابت ہو جائے اور وہ اس طرح کہ جب آپ کا شق صدر ہوا تو۔

فلم یکن الشق بآلۃ ولم یسل الدم۔

(روح البیان ج5 ص106)

آپ کے شق صدر میں کوئی آلہ استعمال نہ ہوا اور نہ ہی آپ کا خون بہا شق صدر ہونا دلیل بشریت ہے اور خون نہ نکلنا دلیل نورانیت ہے اس سے پتہ چلا کہ حضور ﷺ کی خلقت نور سے ہے اور بشریت ایک لباس ہے اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ جب چاہے اپنی حکمت کے مطابق بشری احوال کو نورانیت پر غالب فرما دے اور جب چاہے نورانیت کے احوال کو بشریت پر غالب فرما دے غزوہ اُحد میں خون نکلا کہ وہاں بشری احوال کا نورانیت پر غلبہ تھا معراج کی رات خون نہ نکلا وہاں نورانیت کا غلبہ تھا۔

(ق) ایک حکمت یہ بھی ہے کہ جب شق صدر ہوا تو حضرت جبرائیل امین نے آپ ﷺ کے قلب انور کو آب زمزم سے دھویا اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دھوئی تو وہ چیز جاتی ہے جو میلی ہو اور حضور علیہ السلام کے دل کے بارے میں میل کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

تو جو چاہے تو ابھی میل میرے دل کے دھلیں
کہ خدا دل نہیں کرتا کبھی میلا تیرا

تو پھر کیا وجہ ہے کہ آپ کا دل آب زمزم سے دھویا گیا علماء کرام نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ آپ کا دل آب زمزم سے اس لئے نہیں دھویا گیا اس میں معاذ اللہ کوئی میل وغیرہ تھی بلکہ حکمت یہ تھی کہ آب زمزم آپ کے دل کے ساتھ لگ جائے تو اس کا مرتبہ دنیا کے تمام پانیوں سے زیادہ ہو جائے علاوہ ازیں یہ حکمت بھی ہے کہ آب زمزم آپ کے دل سے لگ جائے اور آب زمزم میں آپ

کے دل کی برکت آجائے اور بعد میں قیامت تک آنے والے حاجیوں اور عمرہ ادا کرنے والوں کو آب زمزم لیتے وقت آپ ﷺ کے دل کی برکت کا حصہ مل جائے۔

(ن) جبرئیل امین نے آپ ﷺ کے دل کو دیکھ کر کہا:

"قلب سدید فیه عینان تبصران واذنان تسمعان"

دل مبارک ہر قسم کی کجی سے پاک ہے اور بے عیب ہے اس میں دو آنکھیں ہیں جو دیکھتی ہیں اور دو کان ہیں جو سنتے ہیں دل کے کان اور آنکھیں دور کی آوازوں کو سننے اور دور کی چیزوں کے دیکھنے کے لئے ہیں جیسا کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے۔"انی اری مالا ترون واسمع مالا تسمعون"۔

میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے۔

جس طرح آپ کے ظاہری کانوں کا سننا دائمی تھا آپ کی آنکھوں کا دیکھنا دائمی تھا اسی طرح آپ کے دل کی آنکھوں اور کانوں کی صفات بھی دائمی تھیں۔

نتیجہ یہ نکلا کہ آپ کی نگاہ سے کائنات کا کوئی ذرہ پوشیدہ نہیں اور آپ جہان کی تمام آوازوں کو سنتے ہیں تمام درود پڑھنے والوں کی آوازوں کو سنتے ہیں۔

(ی) محل ایمان انسان کا دل ہے خدا نے فرمایا۔اولئک کتب فی قلوبھم الایمان۔یہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں ایمان نقش کر دیا گیا۔

ایک اور جگہ فرمایا۔وقلبه مطمئن بالایمان۔اس کا دل ایمان پر مطمئن ہے۔

اور جگہ فرمایا۔ولکن الله حبب الیکم الایمان وزینه فی قلوبھم۔ اللہ نے تمہارے لئے ایمان محبوب کر دیا اور اسے تمہارے دلوں میں مزین کر دیا۔

اسی طرح محل عقل وفہم بھی انسان کا دل ہے خدا فرماتا ہے۔

ولقد ذرانا لجھنم کثیرا من الجن والانس لھم قلوب لا

یفقھون بھا.

ہم نے بہت سے جنوں اور انسانوں کو دوزخ کے لئے پیدا کیا ان کے دل تو ہیں ان سے سمجھتے نہیں۔

اور آب زمزم دل کو قوی کرتا ہے لہٰذا آب زمزم سے آپ کے دل کو دھونے میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ آپ کی قوت ایمان اور قوت عقل وفہم میں اور زیادہ برکت اور اضافہ ہو جائے۔

(ی) حضور علیہ السلام تمام مخلوقات سے افضل ہیں لہٰذا آپ کے دل کو آب زمزم سے دھویا گیا تا کہ یہ پانی آب کوثر سے بھی افضل ہو جائے۔

(ج1 ص252 شفا الغرام)

نبی کریم ﷺ کا دل نیند میں بھی بیدار رہتا ہے:

حدیث نمبر1۔ حضرت جابر بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ فرشتوں کی ایک جماعت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی جبکہ آپ سو رہے تھے انہون نے کہا تمہارے اس دوست کی ایک مثال ہے وہ ان کے سامنے بیان کرو بعض نے کہا یہ تو سوئے ہوئے ہیں ان میں سے بعض نے کہا۔

''ان العین نائمة والقلب یقظان''

بے شک آنکھ سوتی ہے اور دل جاگتا ہے۔

انہوں نے کہا ان کی مثال اس آدمی کی سی ہے کہ جس نے گھر بنایا اور دستر خوان چنا اور پھر ایک بلانے والے کو لوگوں کے بلانے کے لئے بھیجا پس جس شخص نے اس بلانے والے کی بات مان لی وہ گھر میں داخل ہو گیا اور دستر خوان سے کھانا کھا لیا اور جس نے نہ مانا نہ تو وہ گھر میں داخل نہ ہوا اور نہ دستر خوان سے کھانا کھایا فرشتوں نے یہ مثال سن کر کہا اس مثال کی تاویل بیان کرو تا کہ یہ شخص اس کو سمجھ لے بعض نے کہا یہ تو سوئے ہوئے ہیں بعض نے کہا تو ان کی آنکھ سوتی

ہے لیکن دل جاگتا ہے پھر فرشتوں نے کہا گھر سے مراد جنت ہے اور داعی بلانے والے سے مراد حضرت محمد ﷺ ہے۔

فمن اطاع محمد افقد اطاع الله ومن عصى محمد افقد عصى الله.

جس نے محمد ﷺ کا حکم مانا اس نے اللہ کی فرمانبرداری کی اور جس نے محمد ﷺ کی نافرمانی کی اس نے خدا کی نافرمانی کی۔

نتیجہ یہ نکلا کہ جنت بنانے والا خدا آباد کرنے والا مصطفےٰ ﷺ۔

(ج 1 ص 45 مشکوٰۃ)

علامہ اقبال نے کہا ہے۔

تعجب کی جا ہے کہ فردوس اعلیٰ .... بنائے خدا اور بسائے محمد ﷺ

تماشا تو دیکھو کہ دوزخ کی آتش .... جلائے خدا اور بجھائے محمد ﷺ

دوسری حدیث: حضور علیہ السلام نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا۔

ان عینی تنامان و لا ینام قلبی ۔ میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل جاگتا ہے۔ (ج 1 ص 254 مسلم شریف)

دل پاک بیدار اور چشم خفتہ

نرالا تھا عالم میں سونا تمہارا

ان دونوں احادیث سے معلوم ہوا کہ آپ کا قلب انور نیند کی حالت میں بیدار رہتا تھا لیکن دیابنہ اور غیر مقلد اعتراض کرتے ہوئے مشکوٰۃ شریف کی یہ حدیث پیش کرتے ہیں کہ:

رسول اللہ ﷺ جب غزوہ خیبر سے واپس ہوئے تو رات کو سفر کیا جب آخری رات میں آپ کو اونگھ آنے لگی تو آپ آرام کے لئے اترے اور بلال سے فرمایا تم ہماری حفاظت کرو یعنی جب صبح ہو تو جگا دینا بلال رات کے نوافل میں

مشغول ہو گئے اور جتنی نماز ممکن تھی پڑھی اور رسول پاک ﷺ اور آپ کے اصحاب سو گئے جب فجر کا وقت ہوا تو بلال رضی اللہ عنہ نے اپنی سواری کا سہارا لے لیا اور مشرق کی طرف منہ کر لیا لیکن بلال رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں نیند کا غلبہ ہو گیا اور کجاوے کے ساتھ ٹیک لگا کر سو گئے پس نہ تو بلال رضی اللہ عنہ کی آنکھ کھلی نہ حضور ﷺ کی اور نہ صحابہ میں سے کسی کی یہاں تک کہ دھوپ کی گرمی پہنچی اور سب سے پہلے حضور ﷺ کی آنکھ کھلی اور آپ نے بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا تجھے کیا ہو گیا کہا آپ ﷺ کی طرح نیند نے مجھ پر غلبہ کیا آپ ﷺ نے فرمایا یہاں سے کوچ کر چلو چنانچہ وہاں سے ذرا دور نکل گئے پھر حضور ﷺ نے وضو فرمایا اور بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کا حکم فرمایا اور پھر نماز پڑھائی جب حضور ﷺ نے صبح کی نماز پڑھائی تو فرمایا جو شخص نماز کو بھول جائے اس کو چاہیے کہ جس وقت یاد آئے اس وقت پڑھ لے۔ (ج1 ص148 مشکوٰۃ)

وجہ اعتراض یہ ہے کہ حضور ﷺ کو طلوع آفتاب کا علم نہ ہوا معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی نیند علم اور ادراک سے مانع ہے ورنہ آپ کی نماز قضا نہ ہوتی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ امام مالک نے زید بن اسلم سے روایت کی ہے کہ نماز قضا کرنے کے بعد حضور ﷺ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا بلال رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا تھا کہ فجر کے وقت ہمیں جگا دینا لیکن وہ سو گئے اس وقت شیطان اس کے پاس آیا اور اسے تھپکنے لگا جس طرح ماں بچے کو سلانے کے لئے تھپکتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ گہری نیند سو گئے پھر آپ ﷺ نے بلال رضی اللہ عنہ کو بلا کر وجہ دریافت کی تو انہوں نے وہی وجہ بیان کی جو آپ ﷺ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بیان فرمائی تھی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے برحق رسول ہیں۔

قلب بیدار کے مالک سرور کونین ﷺ حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر بیتنے

والی رات کی ساری کیفیت اور حالت مشاہدہ فرما رہے ہیں تو کیسے ممکن ہے کہ آپ کو نماز فجر کا وقت معلوم نہ ہو سکا ہو وجہ یہ تھی نماز فجر کے وقت کی طرف آپ کی توجہ نہ رہی کیونکہ محدث اعظم مولانا محمد سردار احمد کا ارشاد ہے۔

انہ کان مستغرقا فی مشاھدۃ الانوار الملکوتیۃ والتجلیات الربانیۃ.

اللہ تعالیٰ نے اس وقت خاص میں انوار وتجلیات کے مشاہدہ میں آپ کے کے دل کو مستغرق فرما دیا تھا تاکہ امت کو قضا نماز کی مشروعیت حاصل ہو سکے۔ (ج 1 ص 295 محدث اعظم پاکستان)

اگر آپ ﷺ کی نماز قضا نہ ہوتی تو ہماری قضا نمازوں کو کس کے دامن میں پناہ ملتی۔ نیز ابن عربی نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نیند اور بیداری میں اپنے آداب و اطوار میں ملائکہ کے زمرے میں داخل ہیں اگر آپ پر نسیان طاری ہوتا ہے تو بھولی ہوئی شے سے زیادہ اہم امر میں آپ ﷺ مشغول ہوتے ہیں اور اگر آپ ﷺ بظاہر خواب میں ہوتے ہیں لیکن درحقیقت آپ کا قلب اقدس اور روح خدا کی طرف متوجہ ہوتی ہے اسی لئے صحابہ آپ کو نیند سے بیدار نہ کرتے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ بظاہر آپ نیند میں ہوں اور درحقیقت کسی عظیم حالت میں ہوں جس سے بیدار کرنا آپ ﷺ کو ناگوار ہو۔ (ج 2 ص 178 مرقات)

غوث الوریٰ مظہر صفات مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

سیادت کل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم:

اللہ تعالیٰ نے سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جملہ انبیاء ورسل پر افضلیت و برتری عطا فرمائی ہے چند دلائل ملاحظہ ہوں۔

دلیل اوّل:

شب معراج تمام نبیوں نے آپ کی امامت و اقتدا میں نماز ادا فرمائی اور آپ کی قیادت کو تسلیم کرنے کا عملی مظاہرہ فرمایا۔

یہ کہتے تھے جبرئیل سب انبیاء سے
صفیں ٹھیک کر لو امام آ گیا ہے

دلیل دوم:

ترمذی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

انا اول من تنشق عنه الارض فاکسی حلة من حلل الجنة اقوم عن یمین العرش لیس احد من الخلائق یقوم ذالک المقام غیری. (ترمذی)

میں سب سے پہلے زمین سے باہر تشریف لے جاؤں گا پھر مجھے جنت کے جوڑوں سے ایک جوڑا پہنایا جائے گا میں عرش کی داہنی جانب ایسی جگہ کھڑا ہوں گا جہاں تمام مخلوق میں سے کسی کو بار نہ ہوگا۔

دلیل سوم:

حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے حضور سید المرسلین ﷺ نے فرمایا۔
انا سید ولد آدم یوم القیامة ولا فخر بیدی لواء الحمد ولا فخر وما من نبی یومئذ آدم فمن سواہ الا تحت لوائی۔

(ج1 ص281 مسند امام احمد)

میں قیامت کے دن تمام آدمیوں کا سردار ہوں گا اور یہ کچھ فخر سے نہیں کہتا میرے ہاتھ میں لواء حمد ہوگا اور یہ براہ فخر نہیں کہتا اس دن آدم اور ان کے سوا جتنے ہیں سب میرے زیر لواء ہوں گے۔

رسالت کل امامت کل سیادت کل امارت کل
حکومت کل ولایت کل خدا کے یہاں تمہارے لئے

غوث اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

رسول خدا ﷺ کے نائب اور وارث غوث اعظم نے برسر منبر مامور من اللہ ہو کر جملہ اولیاء اور اقطاب پر اپنی سیادت و قیادت کو یوں ظاہر فرمایا۔
قدمی هذه علی رقبة کل ولی لله۔ (ص8 بہجۃ الاسرار)
میرا یہ قدم اللہ تعالیٰ کے ہر ولی کی گردن پر ہے۔

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا
اونچے اونچوں کے سروں سے ہے قدم اعلیٰ تیرا

جب آپ نے یہ ارشاد فرمایا۔

تجلی الحق عزوجل علی قلبه وجاء ته خلعة من رسول الله ﷺ علی یدطائفة من الملائکة المقربین والبسها بمحضر من جمیع الاولیاء من تقدم منهم ومن تاخر الاحیاء باجسادهم والاموات

بارواحھم. (ص8 بہجۃ الاسرار)

اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل پر تجلی فرمائی اور رسول خداﷺ کی طرف سے ملائکہ مقربین کے ہاتھوں خلعت آئی اس موقع پر تمام اولیاء متقدمین و متاخرین زندہ اپنے جسموں سے اور وفات یافتہ اپنی روحوں سے موجود تھے ان کی موجودگی میں آپ کو خلعت پہنائی گئی۔

وکانت الملائکة ورجال الغیب حافین بمجلسه واقفین فی الھواء صفوفا حتی استدا لافق بھم ولم یبق ولی فی الارض الا حناعنقه۔ (ص9 بہجۃ الاسرار)

اور فرشتے فضا میں صف بستہ کھڑے مجلس کو ڈھانپے ہوئے تھے اور رجال الغیب نے آپ کی مجلس کو ڈھانپا ہوا تھا اور وہ صف بستہ ہوا میں کھڑے تھے حتی کہ انہوں نے افق کو گھیر لیا اور روئے زمین کا کوئی ولی ایسا نہ تھا جس نے اپنی گردن نہ جھکائی ہو۔

جس کی منبر بنی گردن اولیاء
اس قدم کی کرامت پہ لاکھوں سلام

وہاں سر جھکاتے ہیں سب اونچے اونچے
جہاں ہے تیرا نقش پا غوث اعظم

حضرت ابو القاسم فرماتے ہیں۔

سمعت الشیخ خلیفه رحمة الله علیه ببغداد وکان کثیرا الرؤیا لرسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وآله وسلم یقوم رایت رسول اللهﷺ فقلت له یارسول اللهﷺ لقد قال الشیخ عبدالقادر قدمی ھذه علی رقبة کل ولی لله فقال صدق الشیخ عبدالقادر وکیف لاوھو القطب وانا ارعاه۔ (ص10 بہجۃ الاسرار)

میں نے شیخ خلیفہ جن کو اکثر خواب میں رسول خدا ﷺ کی زیارت ہوا کرتی تھی، سے سنا کہ میں نے رسول خدا ﷺ کی زیارت کی اور آپ سے عرض کی یارسول اللہ ﷺ شیخ عبدالقادر نے کہا ہے میرا یہ قدم اللہ کے ہر ولی کی گردن پر ہے۔ آپ نے فرمایا شیخ عبدالقادر نے سچ فرمایا ہے اور وہ ایسا کیوں نہ کہے وہ قطب ہے اور میں اس کا محافظ ہوں۔

ولما اتاه الامر بان يقول قدمي هذه على رقبة كل ولي لله زادالله تعالىٰ جميع الاولياء نورا في قلوبهم وبركة في علومهم وعلوا في احوالهم ببركة وضعهم رؤسهم. (ص 12 بہجۃ الاسرار)

جب آپ کو **قدمی هذه**......... الخ کہنے کا حکم ہوا تو آپ کے اس فرمان پر سر تسلیم خم کرنے کی برکت سے خدا نے اولیاء کے دلوں میں نور علوم میں برکت اور احوال میں بلندی کو اور زیادہ کر دیا۔ ایک بزرگ شیخ احمد نے کہا کہ میں لبنان پہاڑ پر گیا تاکہ وہاں کے صالحین کی زیارت کروں وہاں ایک اصبہان کے رہنے والے مرد صالح تھے جو مدت سے یہاں رہتے تھے اور ان کو یہاں کے طویل قیام کی وجہ سے شیخ جبل کہا جاتا تھا میں نے ان کے پاس جا کر پوچھا کہ آپ یہاں پر کب سے رہ رہے ہیں کہا ساٹھ سال سے میں نے کہا کوئی عجیب بات بتایئے فرمانے لگے ایک دفعہ میں نے ایک چاندنی رات میں دیکھا کہ پہاڑ کے لوگ قطار اندر قطار اڑتے ہیں اور عراق کی طرف جا رہے ہیں میں نے ان میں سے ایک آدمی سے اس کی وجہ پوچھی اس نے کہا ہمیں حضرت خضر علیہ السلام نے حکم دیا ہے کہ بغداد میں جا کر قطب کے حضور حاضر ہو جاؤ میں نے دریافت کیا وہ کون ہے کہا کہ شیخ عبدالقادر میں نے بھی ان کے ساتھ جانے کی اجازت لی انہوں نے مان لیا چنانچہ ہم اڑتے ہوئے تھوڑی دیر میں بغداد پہنچے ہم نے وہاں اکابرین اولیاء کرام کو دیکھا کہ وہ کہہ رہے ہیں اے ہمارے سردار اور وہ شیخ

عبدالقادر ان کو حکم دیتے ہیں اور وہ سب جلدی سے اس کی تعمیل کرتے ہیں پھر انہوں نے ان کو واپسی کا حکم دیا وہ سب واپس ہوئے جب ہم پہاڑ پر پہنچے تو میں نے ان سے ادب و احترام کی وجہ دریافت کی انہوں نے جواب دیا ہم ان کا حکم کیوں نہ مانیں اور ان کا ادب و احترام کیوں نہ کریں اس لئے کہ انہوں نے کہا ہے۔ قدمی هذه علی رقبة کل ولی الله۔ (ص 18 بہجتہ الاسرار)

سر بھلا کیا کوئی جانے کہ ہے کیسا تیرا
اولیاء ملتے ہیں آنکھیں وہ ہے تلوا تیرا

رسول الکل:

ہمارے نبی کریم ﷺ تمام کائنات کے رسول ہیں خدا فرماتا ہے۔

وَمَا اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا کَافَّةً لِّلنَّاسِ.

ہم نے آپ کو تمام لوگوں کا رسول بنا کر بھیجا ہے۔

قُلۡ یَا اَیُّهَا النَّاسُ اِنِّی رَسُوۡلُ اللّٰهِ اِلَیۡکُمۡ جَمِیۡعًا.

تم فرما دو اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔

تَبَارَکَ الَّذِی نَزَّلَ الۡفُرۡقَانَ عَلٰی عَبۡدِهٖ لِیَکُوۡنَ لِلۡعَالَمِیۡنَ نَذِیۡرًا.

پاک ہے وہ جس نے اپنے بندے پر قرآن اتارا تاکہ وہ تمام جہانوں کا ڈرانے والا ہو جائے۔

حدیث میں ہے۔ اُرۡسِلۡتُ اِلَی الۡخَلۡقِ کَافَّةً۔

(ج 1 ص 99 مسلم شریف)

میں ساری مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

جیسے سب کا خدا ایک ہے ویسے ہی
اِن کا اُن کا تمہارا ہمارا نبی ﷺ

شیخ الکل:

حضور غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

الا نس لھم مشائخ والجن لھم مشائخ والملائکۃ لھم مشائخ وانا شیخ الکل.

انسانوں کے پیر ہیں جنات کے پیر ہیں فرشتوں کے بھی پیر ہیں لیکن میں تمام پیروں کا پیر ہوں۔

مشائخ جہاں آئیں بہر گدائی
وہ ہے تیری دولت سرا غوث اعظم

کُن کی کنجی:

خدا تعالیٰ نے ہمارے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کلمہ ''کُن'' کا مالک ومختار بنایا ہے چنانچہ جب مشرکین مکہ نے حضرت عمار بن یاسر کو جلتی ہوئی آگ میں ڈالا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

یانار کونی بردا وسلاما علی عمار کما کنت علی ابراھیم.

(ج 2 ص 80 خصائص الکبریٰ)

اے آگ عمار پر سلامتی کے ساتھ ٹھنڈی ہو جا جیسے تو ابراہیم علیہ السلام پر ٹھنڈی ہوگئی تھی۔

حکم بن عاص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا کلام سن کر منہ بگاڑ لیتا ایک دن حضور ﷺ نے فرمایا۔ **کن کذالک فلم یزل یختلج حتیٰ مات۔**

(ج 2 ص 79 خصائص کبریٰ)

ایسا ہی ہو جا چنانچہ مرتے دم تک اس کا چہرہ بگڑا رہا۔

زباں کُن کی کنجی رضا میں قضائیں
یہ تاب وتواں ہے محمد ﷺ کے صدقے

حضور غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے اپنی بعض کتابوں میں ارشاد فرمایا ہے۔

یا ابن آدم انا الله الذی لا اله الاانا اقول للشئی کن فیکون اطعنی اجعلک تقول للشئی کن فیکون وقد فعل ذالک بکثیر من انبیائه و اولیائه و خواصه من بنی آدم. (ص 38 حاشیہ بہجتہ الاسرار)

اے انسان میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں جب میں کسی چیز کو پیدا کرنا چاہتا ہوں تو کہتا ہوں ہو جا وہ ہو جاتی ہے اے انسان تو میری اطاعت کر میں تجھے بھی کلمہ کُن کا مالک بنا دوں گا تو بھی کہہ دیا کرے گا ہو جا وہ چیز ہو جایا کرے گی اور خدا نے یہ کلمہ کُن اپنے نبیوں، ولیوں اور انسانوں میں سے خاص بندوں کو عطا فرمایا ہے۔

شیخ ابن عربی نے فرمایا خدا تعالیٰ ولیوں کو کلمہ کُن عطا فرماتا ہے مثلاً غوث اعظم فرماتے ہیں۔

اعطیت حرف کُن مجھے حرف کُن عطا ہوا ہے۔

(ج 2 ص 202 جامع کرامات اولیاء)

لیکن وہ کن کی جگہ تسمیہ کا استعمال کرتے ہیں چنانچہ شیخ محمد بن قائد روایت کرتے ہیں۔

ایک مرتبہ سیدنا غوث اعظم کی مجلس وعظ پر ایک چیل نے چلانا شروع کیا آپ نے فرمایا۔

یاریح خذی رأس هذه الحداة۔ اے ہوا اس چیل کا سر لے لے۔

یہ فرمانا تھا کہ اس چیل کا سر تن سے جدا ہو گیا آپ منبر سے نیچے اُترے اس کے سر اور دھڑ کو ملایا اور بسم اللہ شریف پڑھ کر ہاتھ پھیرا۔

فحیت باذن الله وطارت۔ تو چیل باذن اللہ زندہ ہو کر اُڑ گئی۔

قرب خاص:

خدا تعالیٰ نے ہمارے رسول پاک ﷺ کو قرب خاص کی وہ نعمت عطا فرمائی جو کسی اور کو میسر نہ آئی چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

لی مع اللہ لا یسعنی ملک مقرب ولا نبی مرسل

(ج7 ص198 تفسیر روح البیان)

اللہ تعالیٰ سے قرب خاص کا میرے لئے ایسا وقت بھی ہوتا ہے کہ اس میں کسی مقرب فرشتے اور کسی نبی و مرسل کو رسائی حاصل نہیں۔

اس کی شرح میں ملا علی نے لکھا ہے۔

اذ فیہ اشارۃ الی تمکینہ فی وقت کشوف المشاھدۃ واستغراقہ فی بحر الوحدۃ خیثہ لا یبقی فیہ اثر البشریۃ والکونین.

جب رب کی بارگاہ میں آپ کو مشاہدہ ہوتا ہے اور بحر وحدت میں مستغرق ہوتے ہیں تو آپ پر بشریت اور کونین کا اثر باقی نہیں رہتا۔

(ج1 ص57 مرقاۃ)

نبی سرور ہر رسول و ولی ہے
نبی راز دار مع اللہ لی ہے

مقام مخدع:

سیدنا غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

انا الحسنی والمخدع مقامی
واقدامی علی عنق الرجال

میں امام حسن کی اولاد سے ہوں اور میرا مقام مخدع ہے اور اولیاء اللہ کی گردنوں پر میرا قدم ہے۔ مُخدع قرب خاص کی وہ اعلیٰ وارفع منزل ہے کہ اکابر

مشائخ اس کی جھلک بھی نہیں دیکھ پاتے اس سلسلے میں شیخ عبدالرحمٰن طفسونجی کا واقعہ قابل ذکر ہے۔

ایک مرتبہ عبدالرحمٰن نے اپنے شہر طفسونج میں وعظ فرمایا دوران وعظ اپنے بلند مرتبے کا ذکر فرمایا وہاں غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے ایک مرید ابوالحسن موجود تھے انہوں نے اپنی گدڑی اتار پھینکی اور شیخ عبدالرحمٰن سے فرمایا آؤ میرے ساتھ کشتی لڑو اس پر شیخ عبدالرحمٰن خاموش ہو گئے اور اپنے مریدین سے فرمایا اس شخص کا ہر بال عنایت الٰہیہ سے معمور ہے پھر ان سے پوچھا تمہارا شیخ کون ہے آپ نے جواب دیا شیخ عبدالقادر جیلانی اس پر شیخ عبدالرحمٰن نے کہا زمین میں تو میں نے ان کا ذکر سنا ہے مگر درکات قدرت میں جو چالیس سال سے میرا مقام ہے شیخ عبدالقادر جیلانی کو میں نے کبھی نہیں دیکھا پھر آپ نے اپنے چند مریدوں کو حکم دیا کہ بغداد میں جا کر شیخ عبدالقادر سے کہنا عبدالرحمٰن آپ کو سلام کہتا ہے اور دریافت کرتا ہے کہ چالیس سال سے میں درکات قدرت کے مقام پر ہوں مگر وہاں آپ کو کبھی نہیں دیکھا ادھر غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے مریدوں سے فرمایا طفسونج جاؤ راستے میں تمہیں شیخ عبدالرحمٰن کے آدمی ملیں گے انہیں واپس لے جانا اور شیخ عبدالرحمٰن کو میرا اسلام پہنچا کر یہ کہنا آپ درکات قدرت کے مقام میں ہیں جو اس مقام میں ہو وہ مقام الحضر والے کو نہیں دیکھ سکتا اور جو مقام الحضر میں ہو وہ مقام مخدع والے کو نہیں دیکھ سکتا۔

وانا فی المخدع ادخل واخرج من باب السر من حیث لا ترانی

اور میرا مقام مخدع ہے جہاں مخفی دروازے سے میرا آنا جانا ہوتا ہے بھلا آپ مجھے کیسے دیکھ سکتے ہیں۔ مزید تسلی کے لئے ایک نشانی بتاتا ہوں جس سے آپ کو میرے مرتبے کا اندازہ ہو جائے گا آپ کو فلاں رات خلعت رضا عطا کی گئی تھی اور فلاں رات بارہ اولیاء کو سبز رنگ کی منقش خلعت ولایت دی گئی تھی

یہ خلعت میرے ہاتھ سے آپ تک پہنچی تھی۔ یہ سن کر شیخ عبدالرحمٰن نے کہا۔
صدق الشیخ عبدالقادر سلطان الوقت۔ (ص 27 بہجۃ الاسرار)

غوث قطب ارے اریرے عاشق جان اگیرے ھُو
جیہڑی منزل عاشق پہنچے اوتھے غوث نہ پوندے پھیرے ھُو
عاشق وچہ وصال دے رہندے جناں لامکانی ڈھیرے ھُو
میں قربان تنہاندوں باھُو جنہاں ذاتوں ذات بسیرے ھُو

بے مثل رسول:

رسول خدا ﷺ نے فرمایا۔ ایکم مثلی۔ تم میں میری مثل کون ہوسکتا ہے۔
(ج 1 ص 351 مسلم شریف)

حضرت علی المرتضیٰ فرماتے ہیں۔
لم ارقبلہ ولا بعدہ مثلہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (ص شمائل ترمذی)
میں نے آپ سے پہلے اور آپ کے بعد آپ کی مثل نہ دیکھا۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: لم ار بعدہ مثلہ میں نے آپ کے بعد آپ کی مثل نہ دیکھا۔ (ج 1 ص 414 طبقات)
جب جنگ حنین میں مالک بن عوف بھاگ کر طائف میں پناہ گزین ہوا تو حضور ﷺ نے فرمایا اگر وہ ایمان لا کر ہماری خدمت میں حاضر ہو جائے تو ہم اس کے اہل و مال اسے واپس کر دیں گے یہ خبر مالک کو پہنچی تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا نبی کریم ﷺ نے ان کا مال اور اہل و عیال واپس کر دیئے اور سو اونٹ اپنے خزانہ کرم سے عطا کیے اس پر مالک بن عوف نے کہا۔

ما ان رایت ولا سمعت بواحد
فی الناس کلھم کمثل محمد

(ج 3 ص 352 کتاب الاصابہ)

میں نے تمام جہان کے لوگوں میں محمد ﷺ کی مثل نہ کوئی دیکھا نہ سنا۔

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کا عقیدہ تھا کہ نبی کریم ﷺ بے مثل ہیں اور یہی ہمارا عقیدہ ہے نتیجہ یہ نکلا کہ ہمارا عقیدہ صحابہ والا عقیدہ ہے۔

تیرا مسند ناز ہے عرش بریں تیرا محرم راز روح امیں
تو ہی سرور ہر دو جہاں ہے شہا تیرا مثل نہیں ہے خدا کی قسم

غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ:

آپ بھی تمام اولیاء کرام میں بے مثل شخصیت کے مالک ہے چنانچہ خود فرماتے ہیں۔

لَا تَقِیْسُوْنِیْ بِاَحَدٍ وَلَا تَقِیْسُوْا عَلَیَّ اَحَداً۔ (ص 23 بہجتہ الاسرار)

کسی کو مجھ جیسا اور مجھے کسی جیسا قیاس نہ کرو۔

ایک اور جگہ آپ کا ارشاد یوں ہے۔

یا اهل الارض شرقا و غربا ویا اهل السماء قال الله تعالیٰ ویخلق مالا تعلمون انا ممالا تعلمون۔ (ص 24 بہجتہ الاسرار)

اے زمین کے مشرق ومغرب میں رہنے والو اور اے اہل آسمان خدا نے فرمایا اللہ وہ مخلوق پیدا کرے گا جس کو تم نہیں جانتے اور میں اس مخلوق میں سے ہوں جس کو تم نہیں جانتے۔ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اولیائے امت میں سے آپ بے مثل ہیں۔

نظافت وطہارت:

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جسد اقدس پر مکھی نہ بیٹھتی تھی۔

(ج 2 ص 51 کشف الغمہ)

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے۔

ان اللہ عصمک من وقوع الذباب علی جلاک لانہ یقع علی النجاسۃ۔ (تفسیر نسفی)

خدا تعالیٰ نے آپ ﷺ کے جسم پر مکھی کو بیٹھنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ وہ نجاست پر بیٹھتی ہے۔

اس طرح حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے جسم پر بھی مکھی نہ بیٹھتی تھی۔ (طبقات کبریٰ ص 109)

محمد بن خضر فرماتے ہیں۔

میرے والد تیرہ سال تک حضرت کی خدمت میں رہے اس اثناء میں آپ کے بدن پر مکھی بیٹھی نہ دیکھی۔ (ص 19 قلائد الجواہر)

رسول خدا ﷺ کے پسینے سے کستوری سے بڑھ کر خوشبو آیا کرتی تھی چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ مجھے اپنی بیٹی کا نکاح کرنا ہے اور میرے پاس خوشبو نہیں آپ کچھ خوشبو عنایت فرما دیں فرمایا کل ایک کھلے منہ والی شیشی لے آنا دوسرے روز وہ ایک شیشی لے آیا حضور ﷺ نے اپنے دونوں بازوؤں سے اس پر اپنا پسینہ ڈالنا شروع کر دیا یہاں تک کہ وہ بھر گئی پھر فرمایا اسے لے جا اور بیٹی سے کہہ دینا کہ اس میں سے لگا لیا کرے پس جب وہ آپ کے پسینے کو لگاتی تو تمام اہل مدینہ کو اس کی خوشبو پہنچ جاتی یہاں تک کہ خوشبو والوں کا گھر مشہور ہو گیا۔ (ج 4 ص 224 زرقانی)

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ کی کسی گلی سے گزر جاتے تو لوگ اس گلی سے خوشبو پا کر کہتے کہ اس گلی میں سے حضور ﷺ کا گزر ہوا ہے۔ (ج 4 ص 224 زرقانی)

میں مدینے کی گلیوں پہ قرباں جن سے گزرے ہیں شاہ مدینہ

اس طرح سے مہکتے ہیں رستے عطر جیسے لگائے ہوئے ہیں

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں

جس راہ چل گئے ہیں کوچے بسا دیئے ہیں

علامہ مفتی غلام سرور لاہوری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

جیسے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا پسینہ خوشبودار ہوتا تھا ویسے ہی جناب غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ کا بدن مبارک پسینے کی خوشبو سے معطر ہوتا تھا۔

(گلدستہ کرامت ص 6)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ بیت الخلاء میں تشریف لے جاتے ہیں جب آپ واپس آتے ہیں تو میں اندر جاتی ہوں مجھے وہاں اور تو کچھ نظر نہیں آتا مگر یہ کہ وہاں سے کستوری کی سی خوشبو آتی ہے فرمایا کہ ہم پیغمبروں کے وجود بہشتی روحوں کی صفت پر پیدا کئے گئے ہیں ان سے جو نکلتا ہے اسے زمین نگل لیتی ہے۔

(ج 4 ص 229 زرقانی)

اس کا مطلب یہ ہے کہ جنتیوں کی روحوں میں جو لطافت پاکیزگی اور خوشبو ہوتی ہے وہی ہمارے جسموں میں ہوتی ہے اس لئے ہمارے فضلات سے خوشبو آتی ہے۔

مفتی غلام سرور لاہوری نے فرمایا جیسے زمین نبی کریم ﷺ کے بول و براز کو کھا لیتی تھی اسی طرح کسی آدمی نے آپ کا بول و براز بھی زمین پر نہ دیکھا تھا اور اکثر فرمایا کرتے تھے۔

ھٰذا وجود جدی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم لا وجود عبدالقادر. (تفریح الخاطر ص 35)

یہ میرا وجود نہیں درحقیقت میرے جد امجد محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وآلہٖ وسلم کے نقش قدم پر ہوں۔

کیا کہوں کیا بات میرے غوث جیلانی میں ہے
ہر ادائے ہاشمی اس پیر لاثانی میں ہے
مانگنا ہے مانگ لے تو غوث کے دربار سے
کملی والے کا خزانہ دست جیلانی میں ہے

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے۔

طوبی لمن رانی اورای من رانی اورای من رای من رانی.

خوشخبری ہے اس کے لئے جس نے مجھے دیکھا میرے دیکھنے والے کو دیکھا اور میرے دیکھنے والے کے دیکھنے والے کو دیکھا۔ (مشکوٰۃ)

خدا ان کو کس پیار سے دیکھتا ہے
جو آنکھیں ہیں محو لقائے محمد ﷺ

بالکل یہی الفاظ حضور ﷺ سیدنا غوث اعظم کے ہیں۔

طوبی لمن رانی اورای من رآنی اور رای من رای من رانی.

(ص 99 بہجتہ الاسرار)

خوشخبری اس کے لئے جس نے مجھے دیکھا میرے دیکھنے والے کو دیکھا اور میرے دیکھنے والے کے دیکھنے والے کو دیکھا۔

ایک مرتبہ رسول خدا ﷺ باہر تشریف لائے اور آپ کے ہاتھوں میں دو کتابیں تھیں آپ نے صحابہ سے فرمایا یہ دونوں کتابیں کیسی ہیں عرض کی گئی ہمیں معلوم نہیں آپ بتائیں تو پتہ چلے آپ نے سیدھے ہاتھ کی کتاب کی طرف اشارہ کر کے فرمایا یہ کتاب پروردگار کی طرف سے ہے اس میں اہل جنت کے نام ہیں ان کے آبا اور قبائل کے نام ہیں آخر میں میزان کر دیا گیا ہے۔

(ج1 ص30 مشکوٰۃ)

حضور سیدنا غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔

اعطیت سجلا مدالبصر فیه اسماء اصحابی و مریدی الی یوم القیامة وقیل لی قدوهبوالک وسالت مالکا خازن النار هل عندک من اصحابی احد فقال لا. (ص100 بہجتہ الاسرار)

مجھے حد نگاہ تک وسیع دفتر دیا گیا جس میں قیامت تک کے میرے مریدوں اور ساتھیوں کے نام ہیں اور مجھے کہا یہ سب تجھے عطا کر دیئے گئے میں نے مالک جہنم سے پوچھا میرے میرے اصحاب میں سے کوئی تیرے پاس ہے اس نے کہا نہیں یعنی سارے جنتی ہیں۔ چنانچہ آپ کا ارشاد ہے۔

ان ربی عزوجل وعدنی ان یدخل اصحابی واهل مذهبی وکل محب الی الجنة.

ترجمہ: میرے رب نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ میرے ساتھی میرے ہم مسلک اور میرے محبّ کو جنت میں داخل فرمائے گا۔

چلا جائے بلا خوف و خطر فردوس اعلیٰ کو
فقط اک شرط ہے ہو نام لیوا غوث اعظم کا

مردے زندہ کرنا:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه و آله وسلم سأل ربه ان یحیی ابویه فاحیا هماله فا منا به ثم اماتهما. (ص412 حجۃ اللہ)

رسول خدا ﷺ نے اپنے والدین کو زندہ کرنے کی خدا سے دعا کی اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر دیا وہ حضور ﷺ پر ایمان لائے اور پھر وصال فرما گئے۔

حضور ﷺ کا اپنے والدین کو زندہ کرنا شرف صحابیت عطا فرمانے کے لئے تھا۔

حضور علیہ السلام نے ایک شخص کو دعوت اسلام دی اس نے عرض کی اگر آپ میری لڑکی زندہ فرما دیں تو میں ایمان لے آؤں گا آپ اس کے ہمراہ اس کی لڑکی کی قبر پر تشریف لے گئے اور اس لڑکی کا نام لے کر پکارا اس لڑکی نے لبیک کہہ کر جواب دیا حضور علیہ السلام نے فرمایا کیا تو دنیا میں واپس آنا چاہتی ہے اس نے عرض کی۔

لا واللہ یارسول اللہ انی وجدت اللہ خیر الی من ابوی ووجدت الآخرۃ خیرا من الدنیا. (ج 1 ص 648 شرح شفا)

یارسول اللہ علیہ السلام، اللہ کی قسم میں دنیا میں لوٹنا نہیں چاہتی کیونکہ میں نے اللہ کو اپنے والدین سے زیادہ مہربان اور آخرت کو دنیا سے بہتر پایا۔

شیخ ابوسعید قیلوی فرماتے ہیں۔

الشیخ عبدالقادر یبرئ الاکمہ والابرص ویحی الموتیٰ باذن اللہ. (ص 63 بہجۃ الاسرار)

شیخ عبدالقادر جیلانی اللہ تعالیٰ کے اذن سے مادرزاد اندھوں کو اور برص والوں کو تندرست کر دیتے اور مردوں کو زندہ کر دیتے تھے۔

ایک بار سیدنا غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ کہیں تشریف لے جا رہے تھے آپ نے دیکھا ایک مسلمان اور عیسائی آپس میں جھگڑ رہے ہیں آپ نے سبب پوچھا تو مسلمان نے جواب دیا یہ عیسائی کہتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام افضل ہیں کیونکہ وہ مردوں کو زندہ کرتے تھے اور میں کہتا ہوں ہمارے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم افضل ہیں۔ آپ نے عیسائی سے فرمایا میں حضور علیہ السلام کا امتی ہوں اگر میں مردہ زندہ کر دوں تو تُو حضور علیہ السلام کی افضلیت کو مان لے گا اس نے کہا ضرور آپ نے فرمایا قبرستان میں کسی پرانی قبر کی نشاندہی کر جسے میں زندہ کروں اس نے ایک بوسیدہ قبر کی طرف اشارہ کیا آپ نے فرمایا قم باذن اللہ، اللہ کے۔

حکم سے کھڑا ہو جا قبر شق ہو گئی اور مردہ زندہ ہو گیا اور عیسائی مسلمان ہو گیا۔
(ص 16 تفریح الخاطر)

عیسیٰ کے معجزوں نے مردے جلا دیئے ہیں
مرے نبی کے معجزوں نے عیسیٰ بنا دیئے ہیں

یعنی عیسیٰ صفت بنا دیئے ہیں۔

تو زندہ ہے واللہ:

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

الانبیاء احیا فی قبورھم یصلون.

انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز ادا فرماتے ہیں۔

ایک حدیث میں ہے۔ **فنبی اللہ حی یرزق** ۔ اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اسے رزق دیا جاتا ہے۔

حضرت سید احمد رفاعی جو حضور سیدنا غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے ہم عصر ہیں بہت بڑے اولیاء کبار سے ہیں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک پر حاضر ہوئے اور عرض کی السلام علیکم یا جدی جواب آیا وعلیک السلام یا ولدی اس پر ان کو وجد آ گیا اور بے اختیار زبان پر یہ الفاظ جاری ہوئے میں حالت بعد میں اپنی روح کو روضہ پر بھیجا کرتا تھا اور وہ میری طرف سے نائب بن کر زمین بوسی کیا کرتی تھی اور اب جسم کی باری ہے جو خود حاضر ہے سو اپنا ہاتھ بڑھا دیجئے تا کہ میرا لب اس سے بہرہ ور ہو فوراً ہی روضہ انور سے ایک نہایت منور ہاتھ برآمد ہوا جس کے آگے آفتاب بھی ماند تھا انہوں نے بے ساختہ دوڑ کر اس کا بوسہ لیا اور وہیں گر گئے ایک بزرگ جو اس واقعہ میں موجود تھے ان سے کسی نے پوچھا آپ کو اس وقت کچھ رشک ہوا تھا فرمایا ہم تو کیا چیز تھے اس وقت ملائکہ کو رشک تھا۔

حضرت رفاعی نے دیکھا کہ لوگ مجھ کو نظر قبول وجاہ سے دیکھ رہے ہیں دروازے پر جا لیٹے اور حاضرین سے کہا سب آدمی میرے اوپر سے گزریں یہ نفس کا علاج تھا اس وقت نوے ہزار کا مجمع تھا اور ان میں غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ بھی موجود تھے نبی کریم ﷺ کا ہاتھ اتنا نورانی تھا کہ سورج بھی ماند ہو گیا۔

(ج5ص44 الافاضات)

حضور علیہ السلام کا قبر انور سے ہاتھ نکالنا آپ کے اپنی قبر انور میں زندہ ہونے کی دلیل ہے۔

حیات اولیاء:

نبی کریم ﷺ کی امت کے اولیائے کبار بھی اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةًO

جو اچھے کام کرے مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مومن ہو تو ہم اسے پاکیزہ زندگی عطا کریں گے۔

امام فخر الدین رازی نے لکھا ہے۔

الا ان اولياء الله لا يموتون بل ينتقلون من دار الى دار.
(تفسیر کبیر)

بے شک اللہ کے ولی مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہو جاتے ہیں۔

زندہ ہو جاتے ہیں جو مرتے ہیں حق کے نام پر
اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا

سیدنا غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ کا ایک محب آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہونے کے لئے دور دراز کا سفر طے کر کے بغداد پہنچا تو اسے پتہ چلا کہ آپ

کا وصال ہو چکا ہے سخت مایوس ہوا بالآخر مزار انور پر حاضر ہوا اور آداب بجا لایا۔

فظهر الغوث الاعظم من مرقده واخذ بيده واعطاه الانابة وانتسب بسلسلته. (تفریح الخاطر منقبت نمبر 21)

حضور غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ اپنی قبر انور سے باہر تشریف لائے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو توجہ دی اور سلسلہ عالیہ میں داخل فرما لیا۔

نبی کی سخاوت:

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ساری کائنات میں سب سے بڑھ کر صاحب جود وسخا تھے جیسا کہ حدیث میں ہے۔

كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وآله وسلم اجود الناس. (ج1 ص3 بخاری)

اللہ کا رسول تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھا۔

آپ کی سخاوت کا اندازہ درج ذیل واقعہ سے بخوبی ہو جاتا ہے۔

ایک مرتبہ آپ نے ابوسفیان صفوان بن امیہ عینیہ بن حصین مالک بن عوف اقرع بن حابس اور علقمہ بن علاثہ کو سو سو اونٹ عطا فرمائے۔

یہ بیٹھا ہے سکہ تمہاری عطا کا
کبھی ہاتھ اٹھنے نہ پایا گدا کا

غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ کی سخاوت:

(ا) ایک دفعہ آپ نے ایک شکستہ حال اور افسردہ شخص سے خیریت پوچھی اس نے عرض کیا حضور دریائے دجلہ کے پار جانا چاہتا تھا مگر ملاح نے مجھے بغیر کرایہ کشتی پر سوار نہ ہونے دیا میرے پاس کچھ بھی نہ تھا میں نے بہت منت سماجت کی مگر ملاح نے میری بات نہ مانی ابھی اس کی بات مکمل نہ ہوئی تھی کہ ایک

شخص نے تیس اشرفیوں کی تھیلی بطور نذرانہ آپ کی خدمت میں پیش کی آپ نے وہ تھیلی فقیر کو دے کر فرمایا یہ اس ملاح کو دے دو اور اسے کہہ دینا کہ آئندہ کسی غریب اور محتاج کو دریا عبور کرانے سے انکار نہ کرے پھر آپ نے اپنا کرتہ اس فقیر کو دے دیا پھر بیس دینار میں یہ کرتا اس سے خرید لیا اور یوں اس غریب کی مدد فرمائی۔ (ص 36 قلائد الجواہر)

اسیروں کے مشکل کشا غوث اعظم
فقیروں کے حاجت روا غوث اعظم

(ب) آپ ایک مرتبہ حج کے لئے نکلے جب حلہ نامی بستی میں پہنچے تو حکم دیا کہ اس بستی میں سب سے غریب اور بے کس گھرانہ تلاش کرو کافی تلاش کے بعد ایک ایسا مکان ملا جس میں ایک بوڑھا اپنی بیوی کے ساتھ رہتا تھا وہاں کے امیروں اور رئیسوں کو جب آپ کی آمد کا پتہ چلا تو انہوں نے اپنے ہاں قیام کی دعوت دی مگر ان کے اصرار کے باوجود آپ نے اس غریب کے ہاں ٹھہرنا پسند کیا لوگوں نے آپ کی خدمت میں بطور نذرانہ نقدی سونا چاندی مویشی اور کھانے پینے کی اشیاء کے انبار لگا دیئے آپ نے اپنے رفقاء سے فرمایا اس مال میں سے اپنا حصہ اس گھر والوں کے نلئے وقف کرتا ہوں آپ کے ساتھیوں نے بھی اپنا اپنا حصہ ان لوگوں کو دے دیا۔ (ص 18 اخبار الاخیار)

وہ بوڑھا چند لمحے پہلے بستی کا سب سے زیادہ غریب تھا آپ کی تشریف آوری کی برکت سے اب بستی کا سب سے زیادہ امیر آدمی بن چکا تھا۔

چشم کرم کر فقیروں پہ آقا
کہ ہم تو ہیں تیرے گدا غوث اعظم

نبی شفا دیتا ہے:

جنگ بدر میں ابو جہل نے حضرت معاذ بن عفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا

ہاتھ کاٹ ڈالا۔

فجاء یحمل یدہ فبصق علیھا رسول اللہ علیہ وسلم والصقھا فلصقت۔ (ج 1 ص 213 شفا شریف)

وہ اپنا ہاتھ اٹھائے ہوئے حاضر ہوئے حضور علیہ ﷺ نے اس پر اپنا لعاب دہن لگایا اور اس کو ملا دیا تو وہ اپنی جگہ جڑ گیا۔

غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ شفا دیتے ہیں:

ایک مرتبہ بغداد کا ایک تاجر ابو غالب فضل اللہ حضور سیدنا غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ آپ کے نانا جان کی حدیث ہے کہ جو شخص دعوت میں بلایا جائے اس کی دعوت قبول کرنی چاہیے آپ میرے گھر دعوت کے لئے تشریف لائیں آپ نے فرمایا مجھے اجازت ملی تو میں آؤں گا تھوڑی دیر مراقبہ فرما کر کہا چلو میں چلتا ہوں آپ خچر پر سوار ہوئے جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ بغداد کے مشائخ علماء اور اراکین جمع ہیں اور دسترخوان بچھایا گیا اشیائے خوردنی لائی گئیں ایک بڑا صندوق لایا گیا جو سربمہر تھا۔ وہ دسترخوان کے قریب رکھا گیا ابو غالب نے کہا بسم اللہ اجازت ہے اس حال میں شیخ عبدالقادر مراقبہ میں تھے نہ آپ نے کھایا نہ کھانے کا حکم دیا پھر آپ نے شیخ علی کو حکم دیا وہ صندوق اٹھا لاؤ وہ لا کر آپ کے سامنے رکھ دیا گیا آپ نے حکم دیا اس کو کھولو اس کو کھولا گیا تو اس میں ابو غالب کا مادرزاد نابینا اور مفلوج لڑکا تھا حضور سیدنا غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کھڑا ہو جا وہ بینا ہو کر ادھر اُدھر دوڑنے لگا اور آپ کچھ کھائے بغیر وہاں سے واپس آ گئے۔ (ص 62 بہجتہ الاسرار)

مرشد میرا شہباز الٰہی وِنج رلیا سنگ حبیباں ہُو
تقدیر الٰہی چھکیاں ڈوراں کدی ملسی نال نصیباں ہُو

کوڑیاں دے دکھ دور کریندا دیوے شفا غریباں ہُو
ہر مرض دا تو ہیں دارو باہُو کیوں گھتناں وس طبیباں ہُو

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے عذاب قبر دور:

حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام کی معیت میں دو قبروں کے پاس سے گزرے ان دونوں اہل قبور کو عذاب ہو رہا تھا۔ آپ ٹھہر گئے صحابہ کرام سے فرمایا یہ دونوں قبروں والے عذاب قبر میں مبتلا ہیں اور کسی بڑی بات میں عذاب نہیں دیئے جا رہے ایک ان میں سے پیشاب کرتے وقت چھینٹوں سے پرہیز نہ کرتا تھا دوسرا چغل خوری کرتا تھا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کھجور کی ایک تر شاخ منگوائی اور اس کے دو ٹکڑے کیئے دونوں قبروں پر ایک ایک ٹکڑا رکھ دیا اور فرمایا جب تک یہ خشک نہ ہوں ان کی تسبیح کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان دونوں کے عذاب میں تخفیف فرمائے گا۔

(بخاری شریف)

غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ کی برکت سے عذاب دور:

(ا) ایک دن اہل بغداد میں سے ایک آدمی آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا حضرت میرے والد کا انتقال ہو گیا آج میں نے اسے خواب میں دیکھا ہے کہ وہ مجھ سے کہہ رہے ہیں مجھے عذاب قبر ہو رہا ہے تم شیخ عبدالقادر کے پاس جانا اور ان سے کہنا کہ میرے لئے دعا کریں آپ نے فرمایا کیا تمہارے والد کبھی میرے مدرسہ کے دروازے کے آگے سے گزرے تھے اس نے کہا ہاں آپ یہ سن کر خاموش ہو گئے یہ شخص دوسرے روز پھر آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کی آج میں نے اپنے والد کو خوشنود اور سبز لباس میں ملبوس دیکھا ہے انہوں نے مجھ سے کہا ہے کہ شیخ عبدالقادر کی برکت سے عذاب اُٹھا دیا گیا ہے اور مجھے سبز لباس پہنا دیا

گیا ہے پس اے میرے فرزند تم ان کی خدمت سے جدا نہ ہونا۔

پھر سیدنا غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔

ان اللہ تعالیٰ وعدنی ان یخفف عن کل من عبر علی باب مدرستی. (ص 178 قلائد الجواہر)

بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ ہم اس کے عذاب میں کمی کر دیں گے جو اے عبدالقادر تیرے مدرسہ کے دروازے کے آگے سے گزر جائے گا۔

زمانے میں دکھ درد کی رنج و غم کی
ترے ہاتھ میں ہے دوا غوث اعظم

(ب) آپ سے ایک مرتبہ بیان کیا گیا کہ بغداد کے فلاں قبرستان سے ایک میت کے چیخنے کی آواز آ رہی ہے آپ نے لوگوں سے پوچھا کیا اس نے مجھ سے خرقہ پہنا تھا لوگوں نے کہا ہمیں معلوم نہیں آپ نے پوچھا کبھی یہ ہماری مجلس میں آیا تھا لوگوں نے کہا ہمیں علم نہیں آپ نے فرمایا کبھی اس نے میری اقتدا میں نماز ادا کی تھی لوگوں نے کہا پتہ نہیں آپ نے فرمایا بھولا ہوا شخص ہی نقصان اٹھاتا ہے آپ سر جھکا کر تھوڑی دیر خاموش ہو گئے اور آپ کے چہرے سے ہیبت و وقار جلالت کا اظہار ہوا پھر آپ نے سر اٹھایا اور فرمایا فرشتے کہتے ہیں کہ اس نے آپ کی زیارت کی تھی اور آپ سے حسن ظن رکھتا تھا اور صرف اس وجہ سے خدا نے اس پر رحم فرمایا پھر کبھی اس کی قبر سے آواز نہیں سنائی دی۔

(ص 178 قلائد الجواہر)

چمک تجھ سے پاتے ہیں:

(ا) حضرت ابو سعید خدری فرماتے ہیں کہ حضرت قتادہ بن نعمان ایک اندھیری رات میں جب کہ بارش ہو رہی تھی دیر تک حضور ﷺ کی خدمت میں بیٹھے رہے جب جانے لگے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ایک کھجور

کی شاخ عطا فرمائی اور فرمایا اس کو لے جاؤ یہ دس ہاتھ تمہارے آگے اور دس ہاتھ پیچھے روشنی کرے گی جب اپنے گھر میں داخل ہو گے تو تم ایک سیاہی کو دیکھو گے تو اس کو مار کر نکال دینا کیونکہ وہ شیطان ہے جب حضرت قتادہ وہاں سے چلے تو وہ شاخ ان کے لئے روشن ہو گئی یہاں تک کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہو گئے اور اندر جاتے ہی انہوں نے سیاہی کو پالیا اور اتنا مارا کہ وہ باہر نکل گئی۔

(ج 2 ص 40 مجمع الزوائد)

غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ سے روشنی:

(ا) ایک رات سیدنا غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ، حضرت امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ کے مزار کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے گھٹا ٹوپ اندھیرا تھا۔ آپ کسی پتھر یا لکڑی یا دیوار کے قریب سے گزرتے تو انگلی کا اشارہ فرماتے وہ چاند کی مانند چمکنے لگتی جس کی روشنی میں چلتے رہتے جب اس کی روشنی ختم ہونے لگتی تو آپ پھر کسی دوسری دیوار پتھر یا لکڑی کی جانب اشارہ فرما دیتے وہ روشن ہو جاتی یوں آپ نے تمام سفر جالے میں طے فرمایا۔ (ص 77 قلائد الجواہر)

(ب) عبداللہ ذیال بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضور شیخ عبدالقادر جیلانی کے مدرسہ میں کھڑا تھا اتنے میں آپ اپنے دولت کدہ سے اپنا عصا لئے باہر تشریف لائے اس وقت مجھے یہ خیال ہوا کہ آپ مجھے اپنے اس عصا سے کوئی کرامت دکھلائیں اس پر آپ میری طرف دیکھ کر مسکرائے اور اپنا عصا زمین میں گاڑ دیا تو وہ روشن ہو کر چمکنے لگا اور ایک گھنٹہ تک اسی طرح چمکتا رہا اس کی روشنی آسمان کی طرف چڑھتی جاتی تھی یہاں تک کہ اس کی روشنی سے تمام مکان روشن ہو گیا پھر آپ نے عصا ہاتھ میں پکڑ لیا تو وہ اپنی اصلی حالت میں آ گیا اس کے بعد آپ نے مجھ سے فرمایا تم یہی چاہتے تھے۔

(ص 162 قلائد الجواہر، ص 77 بہجۃ الاسرار)

نبی کے نور کو گر دیکھنا چاہے انہیں دیکھے
سراپا نور احمد ہے سراپا غوث اعظم کا

غلہ میں برکت:

حضرت جابر بیان فرماتے ہیں ایک شخص نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور طعام کی درخواست کی آپ نے اسے تقریباً تین من جَو عطا فرمائے وہ صاحب خود ان کی بیوی اور مہمان ایک عرصہ تک کھاتے رہے ایک دن انہوں نے یہ جَو ماپ لئے کہ کتنے باقی رہ گئے ہیں اس کے بعد وہ جَو جلد ہی ختم ہو گئے پھر وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم نہ ماپتے تو ہمیشہ کھاتے رہتے۔ (ج 2 ص 246 مسلم شریف)

کرامت غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ:

ابو العباس احمد بغدادی بیان کرتے ہیں ایک مرتبہ میں نے غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کثرت اولاد اور تنگی رزق کی شکایت کی ان دنوں بغداد میں قحط تھا تب آپ نے مجھے چوبیس کلو گندم عطا فرمائی اور فرمایا اسے بھڑولی میں رکھ لو اور اوپر سے بند کر دینا اور ایک طرف سے کھول کر استعمال کرنا اور اسے کھولنا نہیں ہم نے پانچ سال تک استعمال کی ایک دن بیوی نے کھول کر دیکھ لیا وہ ایک ہفتہ میں ختم ہوگئی آپ نے فرمایا اگر کھول کر نہ دیکھتے تو وہ گندم ختم نہ ہوتی۔ (ص 44 بہجتہ الاسرار)

دعائے خیر:

حضرت انس بن مالک کو ان کی والدہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لائیں اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ انس آپ کا خادم ہے اس کے لئے دعائے خیر فرمائیں آپ نے دعا فرمائی۔

اللھم بارک مالہ وؤلدہ واطل عمرہ واغفرلہ

اے اللہ انس کے مال واولاد میں برکت دے اس کی عمر لمبی فرما اور اس کی مغفرت فرما۔ اس دعا کا اثر یہ ہوا کہ آپ کے باغات سال میں دو مرتبہ پھل دیتے تھے ایک پودے سے کستوری کی خوشبو آتی تھی آپ کی اولاد کی تعداد اسّی ہے خود حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کی دعا کے نتیجے میں مَیں ایسی خوشحال زندگی بسر کر رہا ہوں کہ کسی دوسرے کو ایسی خوشحالی نصیب نہ ہوئی۔

جب مرض وفات میں تھے خیال آیا نبی کریم ﷺ نے چار دعائیں مانگی تھیں تین کی قبولیت کا اثر تو ظاہر ہو گیا چوتھی دعا پتہ نہیں قبول ہوتی ہے یا نہیں مکان کے کونے سے آواز آئی ہم نے چوتھی دعا بھی قبول فرما لی اور تمہاری مغفرت ہو گئی۔ (ج 1 ص 140 عمدۃ القاری، معارج النبوت)

اجابت نے جھک کر گلے سے لگایا
بڑھی ناز سے جب دعائے محمد ﷺ

اجابت کا سہرا عنایت کا جوڑا
دلہن بن کے نکلی دعائے محمد ﷺ

شیخ اسماعیل فرماتے ہیں غوث پاک رحمتہ اللہ علیہ میرے باغ میں تشریف لائے وہاں دو درخت خرما خشک تھے آپ نے ایک کے نزدیک ہو کر وضو کیا اور دوسرے کے پاس نماز پڑھی دونوں سرسبز ہو کر باآور ہوئے۔

(ص 44 بہجتہ الاسرار)

نبی کا طعام:

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو وصال کے روزوں سے منع فرمایا عرض کی گئی آپ تو وصلی روزے رکھتے ہیں فرمایا۔

ایکم مثلی انی ابیت یطعمنی ربی ویسقینی.

(مسلم کتاب الصیام)

تم میں میری مثل کون ہے میں اس حال میں رات گزارتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔

اس حدیث کے تین مطالب ہیں۔

(ا) مجھے کھانے پینے کی قوت حاصل ہے۔

(ب) مجھے جنتی کھانے کھلائے جاتے ہیں۔

(ج) آپ کو خدا تعالیٰ کا دیدار حاصل ہوتا تھا اس دیدار کی لذت آپ کو کھانے پینے سے بے نیاز کر دیتی تھی جیسے کہ حضرت یوسف کے دیدار سے مصریوں کو چوبیس گھنٹے تک بھوک پیاس نہ لگتی تھی۔

حضور سیدنا غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں خدا تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا۔

یا عبدالقادر بحقی علیک کل و بحقی علیک اشرب.

(ص 21 بہجۃ الاسرار)

اے عبدالقادر تجھے میرے حق کی قسم کھا تجھے میرے حق کی قسم پی لے۔

قسمیں دے دے کے کھلاتا ہے پلاتا ہے تجھے

پیارا اللہ تیرا چاہنے والا تیرا

توسل:

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے دعا قبول ہوتی ہے چنانچہ حضرت عثمان بن حنیف فرماتے ہیں ایک نابینا صحابی بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور اپنی بینائی کے لئے دعا کی درخواست کی حضور ﷺ نے فرمایا اگر تم چاہو تو میں دعا کروں اور چاہو تو صبر کرو اور صبر بہتر ہے انہوں نے عرض کی آپ دعا فرما دیں آپ نے فرمایا اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کرو اور پھر یوں دعا کرو۔

اللھم انی اسئلک واتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمۃ یامحمد انی توجھت بک الی ربی فی حاجتی ھٰذہ فتقضٰی لی اللھم شفعہ فی. (ج 4 ص 138 مسند امام احمد)

اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف تیرے نبی، نبی رحمت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے متوجہ ہوتا ہوں کہ میری حاجت پوری کر دی جائے اے اللہ میرے حق میں حضور ﷺ کی شفاعت قبول فرما۔ اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اپنی اس حاجت کے بارے میں۔

حضرت عثمان بن حنیف فرماتے ہیں ابھی ہم وہیں بیٹھے تھے کہ وہ صاحب آئے ان کی بینائی بحال ہو چکی تھی یوں معلوم ہوتا تھا کہ ان کو کبھی کوئی تکلیف ہوئی ہی نہیں۔ (ج 2 ص 279 مجمع الزوائد)

غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے وسیلے سے بھی دعا قبول ہوتی ہے چنانچہ آپ کا ارشاد ہے۔

من استغاث بی فی کربۃ کشفت عنہ ومن نادیٰ باسمی فی شدۃ فرجت عنہ ومن توسل بی الی اللہ عزوجل فی حاجۃ قضیت لہ۔

(ص 102 بہجۃ الاسرار)

جو شخص کسی مصیبت میں مجھ سے فریاد کرے اور مدد چاہے وہ مصیبت اس سے دور کر دی جاتی ہے اور جو شخص کسی تکلیف میں مجھے پکارے تو تکلیف اس سے اٹھا لی جاتی ہے اور جو شخص کسی حاجت میں اللہ کے حضور ﷺ میرا وسیلہ پیش کرے اس کی حاجت پوری کر دی جاتی ہے۔

صلوٰۃ غوثیہ:

سیدنا غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو شخص بعد مغرب دو رکعت

نماز پڑھے ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد گیارہ بار سورہ اخلاص پڑھے سلام کے بعد نبی کریم ﷺ پر صلوٰۃ وسلام عرض کرے پھر عراق کی طرف گیارہ قدم چلے اور میرا نام لے کر اپنی حاجت طلب کرے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس کی مراد پوری ہو جائے گی۔ (ص 102 بہجۃ الاسرار)

حسن نیت ہو خطا پھر کبھی کرتا ہی نہیں
آزمایا یگانہ ہے دوگانہ تیرا

حضور ﷺ نے اپنے وسیلے سے دعا مانگی:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب فاطمہ بنت اسد والدہ حضرت علی مرتضیٰ کا انتقال ہوا تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لا کر اس کے سر کی جانب بیٹھ گئے اور فرمانے لگے اے فاطمہ بنت اسد آپ میرے لئے میری والدہ کے بعد والدہ کے قائم مقام تھیں نبی کریم ﷺ نے اپنا قمیص مبارک اتار کر دیا اور کفن کے ساتھ اس کو پہنایا گیا پھر آپ نے اسامہ، ابو ایوب انصاری، حضرت عمر اور غلام اسود کو قبر کھودنے کا حکم دیا ان حضرات نے قبر تیار کی جب لحد بنانے لگے تو نبی کریم ﷺ نے اپنے ہاتھ سے لحد تراش کر اس کی مٹی باہر نکالی جب قبر تیار ہو گئی تو حضور ﷺ قبر میں اتر کر لیٹ گئے اور فرمایا اللہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے خود زندہ ہے اس پر موت طاری نہیں ہوتی پھر فرمایا۔

اللھم اغفرلامی فاطمة بنت اسد ولقنھا حجتھا ووسع مدخلھا بحق نبیک والانبیاء الذین قبلی فانک ارحم الراحمین۔

(ج 1 ص 152 طبرانی اوسط)

اے اللہ فاطمہ بنت اسد کی مغفرت فرما دے اور اس کو درست جواب سمجھا دے اور اس کی قبر کو فراخ فرما دے میرے وسیلے سے اور مجھ سے پہلے نبیوں کے وسیلے سے تو سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔

اور فاطمہ بنت اسد پر چار تکبیروں کے ساتھ نماز جنازہ ادا کی پھر لحد میں خود نبی کریم ﷺ اور عباس بن عبدالمطلب اور ابوبکر رضی اللہ عنہم نے اتارا۔

معلوم ہوا کہ:

(ا) حضرت علی کی والدہ کی قبر تیار کرنے والوں میں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔

(ب) قبر میں اتارنے والوں میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔

غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے حضور ﷺ کے وسیلے سے دعا مانگی:

حضرت سہل بن عبداللہ تستری بیان کرتے ہیں ایک مرتبہ آپ عرصہ تک اھل بغداد کی نظر سے غائب رہے لوگوں نے آپ کو تلاش کیا تو معلوم ہوا کہ آپ کو دجلہ کی طرف جاتے ہوئے دیکھا گیا تھا لوگ آپ کو تلاش کرتے ہوئے دجلہ کی طرف گئے ہم نے دیکھا کہ آپ پانی پر سے ہماری طرف آرہے ہیں مچھلیاں آپ کو سلام کرتی ہیں ہم دیکھتے تھے کہ مچھلیاں آپ کے ہاتھوں کو چومتی ہیں اس وقت نماز ظہر کا وقت ہو گیا ہمیں ایک بھاری جائے نماز دکھائی دی اور تخت سلیمانی کی طرح ہوا میں معلق ہو کر بچھ گئی یہ جائے نماز سبز رنگ اور سونے سے مرصع تھی اس کے اوپر دو سطریں لکھی ہوئی تھیں۔

پہلی سطر میں لکھا تھا۔

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون.

دوسری سطر میں لکھا تھا۔

سلام علیکم اھل البیت انہ حمید مجید.

بہت سے لوگ آئے اور جائے نماز کے برابر کھڑے ہو گئے ان لوگوں کے چہروں سے شجاعت نمایاں تھی ان کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے یہ لوگ

خاموش تھے جب تکبیر کہی گئی تو شیخ عبدالقادر نماز پڑھانے کے لئے آگے بڑھے اس وقت آپ کی اقتدا کرنے والوں میں اھل بغداد بھی تھے جب آپ تکبیر کہتے تو حاملان عرش بھی آپ کے ساتھ تکبیر کہتے جب آپ تسبیح پڑھتے تو آسمان کے فرشتے بھی آپ کے ساتھ تسبیح پڑھتے جب آپ سمع الله لمن حمده کہتے تو آپ کے منہ سے سبز رنگ کا نور نکل کر آسمان کی طرف جاتا جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے یہ دعا مانگی۔

اے پروردگار میں تیرے حبیب اور بہترین خلائق حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو وسیلہ بنا کر دعا مانگتا ہوں تو میرے مریدوں کی اور میرے مریدوں کے مریدوں کی جو کہ میری طرف منسوب ہوں روح قبض نہ کر مگر توبہ پر۔

حضرت سہل فرماتے ہیں ہم نے آپ کی دعا پر فرشتوں کے ایک بہت بڑے گروہ کو آمین کہتے سنا جب دعا ختم کر چکے تو ہم نے یہ ندا سنی خوش ہو جاؤ میں نے تمہاری دعا قبول کر لی ہے۔

دعا کیونکر نہ مقبول حضرت کے وسیلے سے
خدا نے آج تک ٹالا نہیں کہنا محمد ﷺ کا
محمد ﷺ کا رسولوں میں ہے جیسے مرتبہ اعلیٰ
ہے افضل اولیاء میں یوں ہی رتبہ غوث اعظم کا

علم غیب:

خدا تعالیٰ نے اپنے محبوب حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو علم ماکان وما یکون عطا فرمایا ہے۔ چند احادیث ملاحظہ ہوں۔

حدیث نمبر 1.

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

قام فینا رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه و آله وسلم مقاما فاخبرنا

عن بدء الخلق حتی دخل اهل الجنة منازلهم واهل النار منازلهم.

حضور علیہ السلام نے ہم میں ایک جگہ قیام فرمایا پس ہمیں ابتداء پیدائش کی خبر دے دی یہاں تک کہ جنتی لوگ اپنی منزلوں میں پہنچ گئے اور دوزخی اپنی منزلوں میں یہاں حضور ﷺ نے عالم کی ابتداء اور انتہاء کی خبر دی۔

(بخاری کتاب بدء الخلق)

حدیث نمبر 2.

حضرت حذیفہ سے روایت ہے۔

قام فینا رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه و آلهٖ وسلم مقاما ماترک شئیا یکون فی مقامه ذالک الی یوم القیامة الاحدث به.

(مشکوٰۃ باب الفتن)

رسول خدا ﷺ نے ایک جگہ ہم میں قیام فرمایا آپ نے اس جگہ قیامت تک کی کوئی چیز نہ چھوڑی مگر اس کی خبر دے دی۔

حدیث نمبر 3.

حضرت عمرو بن اخطب سے مروی ہے ایک روز نبی کریم ﷺ نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی اور پھر منبر پر تشریف فرما ہو کر ہمیں وعظ فرمایا جس کا سلسلہ ظہر تک جاری رہا پھر آپ منبر سے اترے اور ظہر کی نماز پڑھائی پھر منبر پر تشریف فرما ہوئے اور خطبہ دیا یہاں تک کہ عصر کی نماز کا وقت آ گیا پھر آپ منبر سے اترے اور نماز پڑھائی اور پھر منبر پر تشریف لے گئے پھر وعظ فرمایا یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا اس وعظ میں آپ نے:

فاخبرنا بما هو کائن الی یوم القیامه.

ان تمام باتوں کا ذکر کیا جو قیامت تک ہونے والی ہیں۔

(مشکوٰۃ باب المعجزات)

خدا تعالیٰ نے حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو بعض علوم غیبیہ پر مطلع فرمایا۔ آپ فرماتے ہیں۔

وعزة ربی ان السعداء والا شقیاء لیعرضون علی عینی فی اللوح المحفوظ ان غائص فی بحار علم الله۔ (ص 24 بہجتہ الاسرار)

قسم ہے مجھے رب العزت کی نیک بخت اور بد بخت مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں میری آنکھ لوح محفوظ میں رہتی ہے اور میں خدا کے علم کے سمندروں میں غوطے لگاتا ہوں۔

ایک جگہ ارشاد فرمایا۔

لولا لجام الشریعة علی لسانی لاخبرتکم بماتا کلون وما تدخرون فی بیوتکم انتم بین یدی کالقواریری ما فی بوٗاطنکم وظواهرکم۔ (ص 24 بہجتہ الاسرار)

اگر میری زبان پر شریعت کی لگام نہ ہوتی تو جو تم اپنے گھروں میں کھاتے ہو اور جو بچاتے ہو میں تمہیں اس کی خبر دے دوں تم میرے سامنے شیشے کی ایسی بوتلیں ہو جن کا ظاہر اور باطن دیکھا جاتا ہے۔

ایک اور مقام پر فرمایا۔

قد فتح لقلبی الآن سبعون بابا من العلم اللدنی سعة کل منها کسعة مابین السماء والارض.

اب میرے دل میں علم لدنی کے ستر دروازے کھولے گئے ہیں ہر دروازے کی گنجائش زمین و آسمان کے برابر ہے۔ (ص 25 بہجتہ الاسرار)

کھلے ہفتاد در ایک آن میں علم لدنی کے
گنجینہ بن گیا علموں کا سینہ غوث اعظم کا

ایک بزرگ جن کا نام ہے مفرج بیان کرتے ہیں کہ جب ہمارے شیخ عبدالقادر جیلانی کی شہرت پورے بغداد میں پھیل گئی تو بغداد کے بڑے بڑے ایک سوفقہائے کرام آپ کا امتحان لینے کی غرض سے جمع ہوئے ان سب کی رائے یہ ہوئی کہ ہر ایک عالم آپ سے ایک نئے مسئلہ پر سوال کرے یہ تمام فقہاء آپ کی مجلس وعظ میں آئے اور سر جھکا کر خاموش بیٹھ گئے غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے منہ سے ایک نورانی شعلہ نکلا جس کو بعض نے دیکھا اور بعض نے نہ دیکھا وہ شعلہ ان تمام فقہاء کے سینوں پر سے گزر گیا وہ سب حیران و پریشان ہو کر چلانے لگے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور برہنہ سر ہو گئے اور تخت پر چڑھ کر اپنے سر آپ کے قدموں میں رکھ دیئے مجلس میں ایک شور برپا ہوا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سارا بغداد ہل رہا ہے اس کے بعد آپ نے ہر ایک عالم کو اپنے سینے سے لگایا اور ہر ایک کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا تیرا سوال یہ ہے اور اس کا جواب یہ ہے جب سب کے سوالوں کے جوابات بیان فرما چکے تو مجلس ختم ہو گئی۔ مفرج فرماتے ہیں میں نے ان سے پوچھا تمہارا کیا حال ہو گیا تھا انہوں نے کہا جب ہم لوگ مجلس میں آ کر بیٹھے ہمارا سارا علم سلب ہو گیا تھا جب آپ نے ہمیں اپنے سینے سے لگایا تو ہمارا علم ہمیں واپس مل گیا پھر آپ نے ہر ایک کے سوال کا جواب دیا۔

(ص 115 قلائد الجواہر)

دور کی آواز سننا:

ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور علیہ السلام ایک رات میرے ہاں تشریف فرما تھے آپ حسب معمول نماز تہجد کے لئے اُٹھے اور وضو کرنے کی جگہ تشریف لے گئے تو میں نے سنا کہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا کہ میں تیرے پاس پہنچ گیا اور تو مدد کیا گیا جب آپ وضو کر کے باہر تشریف لائے تو میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں نے سنا ہے کہ آپ نے تین مرتبہ

لبیک اور تین مرتبہ نصرت فرمایا گویا کہ آپ کسی انسان سے کلام فرما رہے تھے کیا آپ کے پاس کوئی تھا آپ نے فرمایا کہ ایک راجز مجھ سے فریاد کر رہا تھا حالانکہ وہ مکہ میں تھا اور آپ مدینے میں۔ (ج 23 ص 433 طبرانی کبیر)

شیخ ابو عمر بیان کرتے ہیں ایک دفعہ حضور غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کھڑائیں پہنیں اور وضو کیا پھر آپ نے دو رکعت نماز ادا فرمائی جب فارغ ہوئے تو آپ نے ایک چیخ ماری اور کھڑاؤں میں سے ایک کو ہوا میں پھینک دیا پھر چیخ مار کر دوسری بھی پھینک دی یہ دونوں ہماری نظروں سے غائب ہو گئیں پھر آپ خاموش ہو کر بیٹھ گئے کسی میں آپ سے پوچھنے کی جرأت نہ ہوئی پھر تین روز بعد ایک قافلہ آیا اور کہنے لگے ہم نے غوث اعظم رحمتہ اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں نذرانہ پیش کرنا ہے ہم نے آپ سے اجازت مانگی آپ نے فرمایا اجازت ہے اور جو کچھ یہ دیں وہ لے لو پھر اہل قافلہ نے ریشمی و اونی کپڑے اور کچھ سونا دیا اور وہ دونوں کھڑائیں بھی دیں ہم نے پوچھا تمہیں یہ کھڑائیں کہاں سے ملیں انہوں نے کہا ہم سفر کر رہے تھے کہ ہم پر ڈاکو ٹوٹ پڑے انہوں نے ہمارا مال لوٹ لیا بہت سے لوگوں کو مار ڈالا اس وقت ہم نے شیخ عبدالقادر کو یاد کیا اور کہا کہ اگر ہم ان ڈاکوؤں کے ہاتھ سے زندہ سلامت بچ گئے تو ہم ان کو کچھ نذرانہ دیں گے ں پر ہم نے دو چیخیں سنیں جنہوں نے سارے بیابان کو ہلا کر رکھ دیا ہم نے گمان کیا ان پر اور ڈاکوؤں نے حملہ کر دیا ہے۔ اتنے میں ان میں سے بعض لوگ آئے اور کہا اپنا مال لے جاؤ اور دیکھو ہم پر کیا گزری ہے ہم وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ان کے سردار مردہ پڑے ہیں اور یہ دونوں کھڑائیں وہاں پاس پڑی ہیں۔

(ص 191 بہجتہ الاسرار)

گھرا ہے بلاؤں میں بندہ تمہارا
مدد کے لئے آؤ یا غوث اعظم

سماع موتی:

رسول خدا ﷺ کا وطیرہ یہ تھا کہ جس مقام پر آپ کو فتح ونصرت ہوتی وہاں پر تین روز تک قیام فرماتے اس لئے مقام بدر پر بھی حسب عادت مبارک تین روز تک قیام فرمایا بعد ازاں جب وہاں سے روانہ ہوئے تو راستے میں اس کنویں کے قریب آ کر کھڑے ہو گئے جس میں کفار کی لاشیں ڈالی تھیں آپ نے وہاں کھڑے ہو کر فرمایا۔

هل وجدتم ماوعدكم الله ورسوله حقا واني قدو جدت ماوعدني الله حقا قال عمر يارسول الله ﷺ كيف تكلم اجسادا لا ارواح فيها قال ما انتم باسمع لما اقول منهم غير انهم لا يستطيعون ان يردوا على شيئا. (مسلم شریف)۔

کیا تم نے اس چیز کو حق پایا جس کا تم سے خدا اور اس کے رسول نے وعدہ کیا تھا میں نے تو اس چیز کو حق پایا جس کا میرے خدا نے میرے ساتھ وعدہ کیا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ ان سے کلام فرما رہے ہیں جن میں روحیں نہیں آپ نے فرمایا یہ میرے کلام کو تم سے زیادہ سنتے ہیں مگر جواب نہیں دے سکتے۔

شیخ علی بن ہیتی فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ عبدالقادر جیلانی کے ساتھ معروف کرخی کی قبر کی زیارت کی آپ نے فرمایا اے شیخ معروف کرخی تم ہم سے دو درجہ اوپر گزر گئے۔

پھر دوبارہ ان کی قبر کی زیارت کی اور غوث اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے شیخ معروف کرخی ہم تم سے دو درجے آگے بڑھ گئے پس شیخ معروف کرخی نے جواب دیا اے اپنے زمانے کے سردار آپ پر سلام ہو۔

(ص 55 قلائد الجواہر)

آن واحد میں کئی مقامات پر:

دنیا میں آن واحد میں سینکڑوں لوگ وفات پا کر اپنی قبروں میں چلے جاتے ہیں ان کو اپنی اپنی قبر میں حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوتی ہے اور آپ کے بارے میں سوال ہوتا ہے۔

ماکنت تقول فی ھذا الرجل

تم اس شخص کے بارے میں کیا کہتے تھے

وہ بندہ مومن زبان حال سے کہتا ہے

آج حسرت ہوئی دل کی پوری کیوں نہ جی بھر کے کرلوں زیارت
اے فرشتو قبر میں نہ آنا میرے سرکار ﷺ آئے ہوئے ہیں

ایک مرتبہ رمضان کے مہینے میں حضور سیدنا غوث اعظم رحمتہ اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ستر آدمی یکے بعد دیگرے حاضر ہوئے اور شام کے وقت اپنے اپنے ہاں روزے کی افطاری کی دعوت دی آپ نے ازراہ شفقت سب کے ہاں روزہ افطار کرنے کا وعدہ فرما لیا لیکن جب شام ہوئی تو گئے کسی کے ہاں بھی نہیں لوگوں کو حیرت ہوئی کہ ستر آدمیوں کے ساتھ وعدہ کیا تھا لیکن گئے کسی کے ہاں بھی نہیں جب دوسرا دن ہوا تو ان ستر آدمیوں میں سے ہر ایک نے آ کر کہا کہ رات حضور غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے ہمارے ہاں روزہ افطار کیا ہے۔

گئے اک آن میں ستر مریدوں کے یہاں حضرت
سمجھ میں آ نہیں سکتا معمہ غوث اعظم کا

دل کی بات جان لینا:

حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ منیٰ کی مسجد خیف میں بیٹھا تھا کہ ایک انصاری اور ایک ثقفی آدمی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دونوں نے سلام کیا آپ نے جواب دیا پھر انہوں

نے کہا یارسول اللہ ﷺ ہم آپ سے کچھ پوچھنے آئے ہیں آپ نے فرمایا اگر تم چاہو تو میں خود تمہیں بتادوں کہ تم کیا دریافت کرنا چاہتے ہو اور اگر چاہو تو میں ایسا نہ کروں انہوں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ ارشاد فرمائیں اس پر ثقفی نے انصاری سے کہا آپ پہلے پوچھ لیں انصاری نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ مجھے خبر دیں کہ میں کیا پوچھنا چاہتا ہوں حضور ﷺ نے فرمایا تو یہ پوچھنے آیا ہے کہ جب تو اپنے گھر سے بیت اللہ کے ارادے سے نکلا تو تیرے لئے اس میں کیا ثواب ہے اور طواف کے بعد دو رکعتیں پڑھنے صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنے اور شام تک عرفہ میں ٹھہرنے اور قربانی کے رمی جمار اور بعد کے رمی جمار کرنے اور قربانی کرنے اور سر منڈانے میں تیرے لئے کیا ثواب ہے اس انصاری نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے میں انہیں باتوں کے دریافت کرنے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں حضور ﷺ نے فرمایا جب تو بیت اللہ کے ارادے سے گھر سے نکلا تو اونٹنی کے ہر قدم کے بدلے تیرے لئے یہ ثواب ہے کہ ہر قدم پر ایک نیکی ملتی ہے ایک گناہ معاف ہو جاتا ہے اور جنت میں ایک درجہ بلند ہو جاتا ہے اور طواف کے بعد دو رکعتوں کا پڑھنا ایسا ہے جیسے نبی اسماعیل سے ایک غلام آزاد کرنا اور صفا و مروہ کا طواف ایسا ہے جیسے ستر غلام آزاد کر دیئے اور میدان عرفات میں شام تک ٹھہرنے کا ثواب یہ ہے کہ خدا کی رحمت پہلے آسمان پر جلوہ گر ہوتی ہے اور اللہ فرماتا ہے میرے یہ بندے پریشاں حال بکھرے بالوں والے دور دراز سے میری رحمت اور میری بخشش کے حصول کی امید پر آئے ہیں اگرچہ ان کے گناہ ریت کے ذروں کے برابر یا سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں میں نے تمام گناہوں کو معاف کر دیا اے میرے بندو تم اس حال میں لوٹ جاؤ کہ تمہاری بخشش ہو گئی اور جس کی تم نے شفاعت کی اس کی بھی مغفرت ہو گئی اور رمی جمار کا ثواب یہ ہے کہ ہر کنکری کے بدلے ایک ہلاکت میں ڈالنے والا کبیرہ گناہ معاف ہو جاتا ہے اور تیری قربانی

تیرے رب کے نزدیک بھلائی سر منڈانے کا اجر یہ ہے کہ ہر بال کے بدلے ایک نیکی ہے اور گناہ معاف کر دیا جاتا ہے انصاری نے عرض کی اگر یا رسول اللہ ﷺ اگر گناہ اتنے نہ ہوں تو فرمایا تیری نیکیوں میں ذخیرہ کر دیا جاتا ہے اور بیت اللہ کے طواف کا ثواب یہ ہے کہ تیرے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور ایک فرشتہ تیرے کندھوں کے درمیان بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے تیرے پہلے گناہ معاف ہو گئے اب از سر نو عمل کر۔ (ج 3 ص 274 مجمع الزوائد، ج 3 ص 181 ابن حبان، ج 2 ص 170 الترغیب والترہیب)

دل کی بات جان لینے کا علم خدا تعالیٰ نے حضور سیدنا غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ کو بھی عطا فرمایا ہے ملاحظہ فرمائیے۔

ایک مرتبہ حضرت علی بن ہیتی حضور سیدنا غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے دیکھا کہ ایک نوجوان آپ کے دولت کدہ کی دہلیز پر چت پڑا ہوا ہے یہ نوجوان حضرت علی بن ہیتی سے عرض کرنے لگا کہ شیخ عبدالقادر جیلانی کی خدمت میں میری سفارش فرما دیں جب حضرت علی بن ہیتی غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہ میں پہنچے تو بغیر اس کے کہ شیخ علی بن ہیتی کچھ کہیں آپ نے فرمایا میں نے یہ نوجوان آپ کو دے دیا حضرت علی بن ہیتی باہر تشریف لائے اور اس نوجوان سے فرمایا شیخ عبدالقادر نے میری سفارش تیرے حق میں قبول فرمالی ہے یہ نوجوان یہ اطلاع پاتے ہی دہلیز سے نکلا اور ہوا میں اڑ کر چلا گیا پھر شیخ علی بن ہیتی نے غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ سے اس نوجوان کے بارے میں دریافت فرمایا آپ نے فرمایا یہ نوجوان ہوا میں اڑتا ہوا بغداد پر سے گزرا اور اس نے اپنے دل میں کہا بغداد میں مجھ جیسا کوئی بھی نہیں اس لئے میں نے اس کا حال سلب کر لیا اور اگر شیخ علی بن ہیتی سفارش نہ کرتے تو میں اسے نہ چھوڑتا۔ (ص 155 قلائد الجواہر)

خلافتِ آدم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْھَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْھَا وَیَسْفِکُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَ قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○

ترجمہ: اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں بولے کیا ایسے کو نائب کرے گا جو ان میں فساد پھیلائے گا اورخون ریزیاں کرے گا اور ہم تجھے سراہتے ہوئے تیری تسبیح کرتے ہیں اور تیری پاکی بولتے ہیں فرمایا جو مجھے معلوم ہے تم نہیں جانتے۔

علماء کی اکثریت کی رائے یہ ہے کہ تفسیر ابن جرید بہترین تفسیر قرآن ہے بلکہ ابن کثیر نے تو اس کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ "لوسافر الرجل الی الصین حتی ینظر الی التفسیر الطبری لم یکن ذالک کثیرا"۔ اگر کوئی دمشق سے چل کر چین صرف اس لئے جائے کہ تفسیر ابن جرید کی زیارت کرے تو اس نے کوئی لمبا فاصلہ طے نہیں کیا۔

خدا کا فرشتوں سے مشورہ:

ایسی معتبر تفسیر میں اس آیت کے تحت لکھا ہے کہ "فاستشار الملائکۃ فی خلق آدم" اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بارے میں فرشتوں سے مشورہ کیا۔

خدا کا نبی سے مشورہ:

امام احمد بن حنبل نے ایک حدیث نقل کی ہے کہ حضرت حذیفہ بن یمان

فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہم سے غائب رہے ہم نے سمجھا کہ آج حضور ﷺ تشریف نہیں لائیں گے پھر آپ ﷺ تشریف لائے اور آکر آپ نے لمبا سجدہ کیا ہم نے گمان کیا کہ شاید آپ کی روح مقدسہ کو قبض کرلیا گیا اچانک آپ ﷺ نے سجدے سے سر اُٹھایا اور فرمایا۔ ''ان ربی استشار نی فی امتی ماذا افعل بھم ''۔ میرے رب نے مجھ سے مشورہ طلب فرمایا کہ تیری امت سے کیا سلوک کروں میں نے عرض کی یا اللہ وہ تیری مخلوق اور تیرے بندے ہیں جو چاہے تو ان کے ساتھ سلوک کر رب نے پھر مشورہ طلب فرمایا میں نے پھر یہی جواب دیا خدا نے فرمایا میں تجھے تیری امت کے بارے میں غمناک نہ کروں گا۔ (ج 5 ص 393 مسند امام احمد)

نبی کا صحابہ سے مشورہ:

حضور ﷺ نے صحابہ سے اسیران بدر کے بارے میں مشورہ طلب فرمایا سب سے پہلے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ یہ آپ کی قوم کے لوگ ہیں ان میں سے بعض آپ ﷺ کے عزیز واقارب ہیں ان سے فدیہ لے کر ان کو چھوڑ دیں شاید ان میں سے کوئی مسلمان ہو جائے اور اسلام کو تقویت پہنچے اس طرح ان کے فدیے سے بھی دین کو تقویت پہنچے گی۔

حضور ان قیدیان جنگ پر احسان فرمائیں
کہ شاید بعض ان میں سے کوئی ایمان لے آئیں

بعد ازاں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ یہ اسلام کے دشمن ہیں انہوں نے آپ ﷺ کو جھٹلایا ہے آپ ﷺ کو وطن مالوف سے نکال دیا لہٰذا فدیہ لینے کی بجائے ان کو قتل کر دیا جائے خدا نے آپ ﷺ کو فدیہ سے بے نیاز کیا ہے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ عباس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ عقیل کو قتل کریں اور مجھے میرا فلاں رشتہ دار دیجئے میں اس کی گردن

کاٹ دوں۔

مناسب ہے کہ مسلم دین پر ہر چیز کو وارے
کہ ہر شخص اپنے رشتہ دار کو خود ہاتھ سے مارے

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا صحابہ سے مشورہ:

حضرت عبداللہ بن رومی سے روایت ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے روم کے ساتھ لڑائی کا ارادہ فرمایا تو اکابرین مہاجرین و انصار کو بلایا حضرت علی، حضرت عمر، حضرت عثمان غنی، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہم تشریف لائے آپ نے ان سے جنگ کے بارے میں مشورہ طلب فرمایا۔ سب نے اپنی اپنی رائے دی لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ خاموش تھے ۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ابوالحسن آپ کا کیا خیال ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ لشکر میں خود تشریف لے جائیں یا اس لڑائی میں صرف فوج ارسال کریں انشاء اللہ آپ کے حق میں فتح ہو گی ابوبکر رضی اللہ عنہ کہنے لگے اللہ تعالیٰ آپ کو امر خیر کی خبر سنائے۔ یہ چیز آپ نے کہاں سے معلوم کی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ جو اس دین کے ساتھ مقابلہ کا ارادہ کرے گا اس پر یہ غالب آ کر رہے گا اور اہل دین بھی غالب آ جائیں گے یہ سن کر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ نے ہمیں خوش کر دیا خدا آپ کو خوش کر دے۔

(ج3 ص143 کنزالعمال)

فاروق رضی اللہ عنہ کا صحابہ سے مشورہ:

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ایک آدمی قاضی وقت یعلیٰ کے پاس آ کر کہنے لگا کہ یہ آدمی میرے بھائی کا قاتل ہے قاضی یعلیٰ نے

اس شخص کو مدعی کے حوالے کر دیا مدعی نے اس آدمی پر تلوار سے وار کئے اور کاٹ ڈالا اور خیال کیا کہ اب یہ قتل ہو چکا ہے اس کے آخری سانس تھے مجروح کو اس کے وارث اٹھا کر لے گئے علاج کرایا وہ ٹھیک ہو گیا پھر مدعی نے قاضی یعلیٰ کے پاس آ کر کہا کہ یہ میرے بھائی کا قاتل ہے تو قاضی نے جواب دیا میں نے اس کو تیرے حوالے نہیں کر دیا تھا اس نے کہا میں نے وار کئے لیکن وہ بچ گیا ہے تو قاضی نے مدعا علیہ کو بلایا اس کے بازو بیکار ہو گئے تھے قاضی نے اس کے زخم شمار کئے ان پر شرعاً تاوان ادا کرنا لازم آتا تھا قاضی نے کہا یا تو اس مجروح کو تاوان ادا کر اور پھر قتل کر دے یا پھر اس کو بالکل چھوڑ دے اس کے بعد اس مدعی نے یہ سارا واقعہ حضرت عمر کے سامنے بیان کیا اور قاضی کی شکایت کی حضرت عمر نے قاضی کو بلایا وہ حاضر ہوا فیصلہ کی تفصیلات اس نے دہرائیں اس وقت حضرت عمر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قاضی کے فیصلے سے موافقت کی پھر حضرت عمر و حضرت علی رضی اللہ عنہم دونوں نے اس فیصلے کو درست قرار دیا۔ (ج 9 ص 432 مصنف عبدالرزاق)

عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا صحابہ سے مشورہ:

حضرت سعید فرماتے ہیں جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ لوگوں کے تنازعات کے فیصلے کے لئے تشریف فرما ہوتے تو ان کی خدمت میں فریقین پہنچتے ایک کو فرماتے کہ جا کر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بلا لاؤ اور دوسرے کو حکم دیتے کہ جاؤ حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہم کو بلا لاؤ اس کے بعد فریقین کو ارشاد فرماتے اب اپنے اپنے بیانات پیش کرو بیانات لینے کے بعد ان مذکور صحابہ کو فرماتے کہ آپ لوگوں کی کیا رائے ہے اگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی رائے ان حضرات کی رائے کے موافق ہو جاتی تو اسی وقت فیصلہ فرما دیتے ورنہ بعد میں غور و فکر کر کے فیصلہ فرما دیتے۔ (ج 10 ص 112 سنن کبریٰ)

خدا تعالیٰ کسی سے مشورہ کا محتاج نہیں وہ حاکم مطلق ہے جو چاہے کرے اس کو کوئی روکنے والا نہیں اور نہ ہی رسول پاک ﷺ کسی کے مشورے کے محتاج ہیں ان کے پاس وحی آتی ہے لیکن ہم لوگ تو ہر وقت مشورے کے محتاج ہیں خدا اور رسول نے بھی ہماری تعلیم کے لئے مشورہ فرمایا خدا نے نبی ﷺ کو ارشاد فرمایا "وشاورھم فی الامر" اے محبوب اپنے ان صحابہ سے مشورہ کر لیا کرو اور صحابہ کے مشورے کے بارے میں فرمایا۔ "وامرھم شوریٰ بینھم" اور ان کے کام باہمی مشورے سے طے پاتے ہیں اس میں ہمارے لئے یہ درس ہے کہ ہمیں بھی اپنے نیک اور ہمدرد مسلمان بھائیوں سے اپنے امور میں مشورہ کر لینا چاہیے۔

اب ذرا تلاوت کردہ آیت کی تشریح ملاحظہ فرمائیں۔

خدا نے فرمایا۔ واذ قال ربک اور جب تیرے رب نے فرمایا۔

یہاں خدا تعالیٰ نے اپنی اضافت آپ کی طرف کی اسی طرح ایک اور جگہ فرمایا۔ "فلا وربک" تیرے رب کی قسم۔ ایک اور مقام پر فرمایا "واذکر ربک کثیرا" کثرت سے اپنے رب کا ذکر کرو ایک اور مقام پر فرمایا "وما یعلم جنود ربک الاھو" تیرے رب کے لشکر کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

قرآن میں اللہ تعالیٰ نے جہاں بھی اپنے نبی کا بہ حیثیت "عبد" ذکر فرمایا تو حضور ﷺ کی اضافت اپنی طرف فرمائی۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْکِتَابَ.

اللہ ہی کے لئے سب تعریفیں جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل کی۔

اَلَیْسَ اللّٰهُ بِکَافٍ عَبْدَهٗ۔ کیا اللہ اپنے بندے کو کافی نہیں۔

فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰی۔

پس اللہ نے اپنے بندے کو وحی کی جو اس نے وحی کی۔

سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ.

پاک ہے وہ جو لے گیا اپنے بندے کو رات کے وقت۔

دیکھا آپ نے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی نسبت آپ کی طرف اور آپ کی نسبت اپنی طرف کی اس میں ظاہر یہ فرمانا مقصود تھا کہ پیارے تم ہمارے ہو اور ہم تمہارے ہیں اور علامہ محمود آلوسی بغدادی نے لکھا ہے کہ ہر ایک کا الگ الگ قبلہ ہے مقربین کا قبلہ عرش ہے روحانیین کا قبلہ کرسی ہے کروبیین کا قبلہ بیت المعمور ہے اور آپ سے پہلے نبیوں کا قبلہ بیت المقدس اور آپ کا قبلہ کعبہ اور یہ آپ کے جسم کا قبلہ ہے اور آپ کی روح کا قبلہ میری ذات ہے اور میرا قبلہ آپ کی ذات ہے۔ (ج 2 ص 15 تفسیر روح المعانی)

قبلہ کہتے ہیں توجہ کے مرکز کو اب مطلب یہ ہوا کہ آپ کی روح میری ذات کی طرف متوجہ رہتی ہے اور میں محبوب تیری طرف متوجہ رہتا ہوں اسی لئے اللہ جب آپ کا ذکر کرتا ہے تو آپ کی اضافت اپنی طرف کرتا ہے اور جب اپنا ذکر فرماتا ہے تو آپ کی طرف اضافت فرماتا ہے۔

محمد ﷺ برائے جناب الٰہی

جناب الٰہی برائے محمد ﷺ

''ربک'' فرمانے میں دوسری حکمت یہ ہے کہ حضور ﷺ وجہ تخلیق کائنات ہیں تمام مخلوق آپ کے وسیلے سے پیدا ہوئی اگر آپ نہ ہوتے تو کائنات کا کوئی ذرہ معرضِ وجود میں نہ آتا اس سلسلے کی چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

(1) شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ جب حضرت آدم تنہائی سے گھبرائے تو تمنا کی کوئی میرا ہم جنس ہوتا تو اس سے انس و محبت کرتا خدا نے فرشتوں کو حکم دیا انہوں نے نیند کی حالت میں حضرت آدم علیہ السلام کے دائیں پہلو کو چاک کر کے ایک خوبصورت عورت نکالی پھر آپ کے پہلو کو درست فرما دیا اور اس ساری کاروائی میں حضرت آدم علیہ السلام کو کوئی درد و الم محسوس نہ ہوا جب

حضرت آدم علیہ السلام بیدار ہوئے تو حضرت حوا کو اپنے پہلو میں بیٹھی دیکھا پوچھا تو کون ہے خدا نے فرمایا یہ ہماری بندی ہے اس کا نام حوا ہے یہ تیری محبت کے لئے پیدا کی گئی ہے حضرت آدم علیہ السلام نے حوا تک اپنا ہاتھ پہنچانا چاہا حکم ہوا جب تک اس کا مہر ادا نہ کرو اس کو ہاتھ نہ لگانا عرض کی وہ کیا ہے فرمایا دس مرتبہ حضرت محمد ﷺ اور ان کی آل پر درود شریف بھیجو عرض کی یہ محمد ﷺ کون ہے فرمایا تیری اولاد میں سے آخری نبی ہے اگر ان کو پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو میں تجھے پیدا نہ کرتا۔ (ج 1 ص 179 تفسیر عزیز)

(ب) حضرت آدم علیہ السلام نے خدا کی بارگاہ میں عرض کی تو نے میری کنیت ابو محمد کیوں رکھی ہے حکم ہوا اے آدم اپنا سر اوپر اٹھا انہوں نے تعمیل ارشاد کی تو سر پردۂ عرش میں ایک نور نظر آیا عرض کی یہ نور کیسا ہے فرمایا "ھذا نور نبی من ذریتک اسمہ فی السماء احمد وفی الارض محمد لولاہ ماخلقتک ولا خلقت سماء ولا ارضا" تیری اولاد میں سے ایک نبی کا نور ہے جس کا آسمان میں نام احمد اور زمین میں محمد ﷺ ہے اگر وہ نہ ہوتا تو میں نہ تجھے پیدا کرتا نہ زمین و آسمان پیدا کرتا۔ (ج 1 ص 44 زرقانی)

تو نہ ہوتا تو نہ ہوتا دو جہاں کا انتظار
تو زمین کا نور ہے تو آسمان کا نور ہے

(ج) حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں۔

اوحی اللہ تعالیٰ الی عیسیٰ ان آمن بمحمد ومن امتک ان یومنوا بہ فلولا محمد ماخلقت آدم ولا الجنۃ ولا النار۔

(المستدرک، ج 1 ص 6 سیرت نبویہ)

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ محمد ﷺ پر ایمان لاؤ اور اپنے امتیوں سے بھی کہہ دو جو انکا زمانہ پائیں وہ ان پر ایمان لائیں اگر محمد ﷺ نہ

ہوتے تو میں آدم کو اور جنت و دوزخ کو پیدا نہ کرتا۔

(د) حضرت مجدد الف ثانی اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب سے ارشاد فرمایا۔ **لولاک لما خلقت الا فلاک۔**

(ج3 ص122 مکتوبات شریف)

اے حبیب اگر تجھے پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔

محمد کی جلوہ نمائی نہ ہوتی
تو دارین میں روشنائی نہ ہوتی

بعض لوگ ''لولاک'' والی احادیث کو ضعیف کہتے ہیں تو اس کے متعلق گزارش یہ ہے اگر چہ یہ احادیث ضعیف ہیں لیکن ضعیف حدیث فضائل میں معتبر ہوتی ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر ضعیف حدیث کی تائید قرآن سے ہو جائے تو وہ قوی بن جاتی اور ''لولاک'' والی احادیث کی تائید قرآن سے ہوتی ہے ملاحظہ فرمائیں۔ محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔ ارشاد خداوندی ہے۔

مَاخَلَقَ اللّٰہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اِلَّا بِالْحَقِّ.

نہیں پیدا کئے اللہ نے زمین و آسمان مگر حق کے ساتھ۔

بخاری اور ابن ماجہ میں ہے ''محمد حق'' محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حق ہیں۔ شیخ محقق نے بھی لکھا کہ حق حضور ﷺ کا نام ہے اور حق کے ساتھ بامصاحبت کے لئے ہے جس سے وسیلہ ثابت ہوا جیسے کوئی کہے کتبت بالقلم میں نے قلم کے وسیلے سے لکھا تو اب اس آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو محمد ﷺ کے وسیلے سے پیدا کیا اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو زمین و آسمان پیدا نہ ہوتے۔

خدا تعالیٰ نے ''ربک'' فرمایا اس میں حکمت یہ بھی تھی کہ اے محبوب تو ساری کائنات کا سبب ہے تو ہے تو ساری مخلوق ہے لہٰذا جب میں نے ''ربک''

کہا تو اس کا مطلب یہ کہ میں تیرا رب ہوں یعنی ساری مخلوق کا رب ہوں۔

ہوتے کہاں خلیل و بنا کعبہ و منیٰ
لولاک والے صاحبی سب تیرے گھر کی ہے

کعبہ بھی ہے انہی کی تجلی کا ہے ایک ظل
روشن انہی کے نور سے پتلی حجر کی ہے

آگے ہے للملائکۃ یہ ملک کی جمع ہے فرشتے کتنے ہیں اس کے متعلق مفسرین نے لکھا ہے کہ انسان جنوں کا دسواں حصہ ہیں جن و انس خشکی کے جانوروں کا دسواں حصہ اور یہ سب مل کر دریائی جانوروں کا دسواں حصہ اور یہ سب مل کر زمین کے فرشتوں کا دسواں حصہ اور یہ سب مل کر پہلے آسمان کے فرشتوں کا دسواں حصہ اور وہ سب مل کر دوسرے آسمان کے فرشتوں کا دسواں حصہ ساتویں آسمان تک یہی ترتیب ہے پھر یہ تمام مخلوق کرسی کے فرشتوں کے مقابلے میں بہت کم ہیں وہ سب مل کر اسی قدر فرشتے ہیں پھر یہ تمام ملائکہ ان فرشتوں کے مقابلے میں جو عرش کے گرد گھوم رہے ہیں ایسے ہیں جیسے دریا کے مقابلے میں ایک قطرہ ان کی تعداد خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ (ج 1 ص 247 نعیمی)

فرشتے کی تعریف یہ ہے کہ "جسم نوری یتشکل باشکال المختلفہ" نوری جسم ہے مختلف شکلوں میں ظاہر ہوتے ہیں۔

ملائکہ کی اقسام:

(۱) حملۃ العرش یعنی عرش اُٹھانے والے فرشتے۔ اس وقت چار فرشتوں نے اللہ کا عرش اٹھایا ہوا ہے قیامت کے روز یہ فرشتے آٹھ ہو جائیں گے خدا فرماتا ہے۔ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ۔ اس دن تیرے رب کے عرش کو آٹھ فرشتے اُٹھائیں گے۔

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کیا

کبھی عرش اپنے اُٹھانے والوں پر بھاری بھی ہوتا ہے فرمایا ہاں پوچھا گیا کب فرمایا جب زمین پر مشرک شرک لئے کھڑے ہوتے ہیں تو خدا تعالیٰ سخت غصہ میں آجاتا ہے اور عرش اپنے اُٹھانے والوں پر بھاری ہو جاتا ہے۔ پھر جب میرا کوئی امتی کہتا ہے۔ ''اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ'' تو خدا کا غصہ ٹھنڈا ہو جاتا ہے اور عرش اپنے اٹھانے والوں پر ہلکا ہو جاتا ہے اور عرش کو اٹھانے والے فرشتے کہتے ہیں یا اللہ کلمہ شہادت پڑھنے والے کو بخش دے۔ (ج7ص224ابن عساکر)

(ب) عرش کے گرد گھومنے والے فرشتے:

خدا فرماتا ہے۔ وَتَرَى الْمَلَائِكَةَ حَافِّينَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۔ اے محبوب تو ان فرشتوں کو دیکھتا ہے جو عرش کے گرد حلقہ باندھے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کرتے ہیں۔ مقام غور ہے کہ زمین سے پہلا آسمان پانچ سو سال کی راہ کے فاصلے پر ہے ایک آسمان کی موٹائی بھی اتنی ہی ہے پہلے آسمان سے دوسرے آسمان کا فاصلہ بھی اتنا ہی ہے سات آسمان ہیں اوپر جنت ہے جنت کے سو درجات ہیں ایک درجے سے دوسرے درجے کا فاصلہ بھی پانچ سو سال کی راہ کے برابر ہے اوپر ہے سدرۃ المنتہیٰ پھر ستر ہزار نورانی پردے ہیں ایک پردے سے دوسرے پردے کا فاصلہ بھی اتنا ہی ہے پھر عرش ہے اندازہ لگائیں کہ عرش زمین سے کتنی دور ہے اور رسول خدا ﷺ اتنی دور سے عرش کے گرد جمع ہونے والے فرشتوں کو دیکھتے ہیں جو خدا کا رسول اتنی دور سے فرشتوں کو دیکھ سکتا ہے اس سے دنیا کی کونسی چیز پوشیدہ رہ سکتی ہے۔

کراماً کاتبین:

خدا فرماتا ہے۔ وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ كِرَامًا كَاتِبِينَ ۔ اور تم پر دو محافظ فرشتے کراماً کاتبین ہیں۔ حضرت انس بن مالک سے روایت کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا خدا تعالیٰ نے انسان پر دو فرشتے مقرر کیے ہیں جو اس کے اعمال

لکھتے ہیں جب وہ انسان مرتا ہے تو یہ خدا کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں الٰہی ہمیں آسمان میں رہنے کی اجازت دے۔ خدا فرماتا ہے میرا آسمان میرے فرشتوں سے بھرا ہوا ہے فرشتے عرض کرتے ہیں یا اللہ ہمیں زمین میں رہنے کی اجازت دے خدا فرماتا ہے زمین بھی میرے بندوں سے لبریز ہے تم دونوں میرے بندے کی قبر پر کھڑے ہو جاؤ میری تسبیح تہلیل اور تکبیر بیان کرو اور اس کا ثواب میرے بندے کے لئے لکھتے رہو یہاں تک کہ اس کا حشر ہو۔ (ج 2 ص 396 مسند الفردوس)

(د) جنتی فرشتے: خدا فرماتا ہے۔

والملائکۃ یدخلون علیھم من کل باب سلام علیکم بما صبرتم.

فرشتے اہل جنت پر ہر دروازے سے داخل ہونگے اور کہیں گے تم پر سلام ہو کیونکہ تم نے صبر کا مظاہرہ کیا۔

(ن) دوزخ کے فرشتے: خدا فرماتا ہے۔ **علیھا تسعۃ عشر** ۔جہنم پر انیس فرشتے مقرر ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے انیس حروف ہیں اور جہنم کے فرشتے بھی انیس جو بندہ مومن کثرت سے تسمیہ پڑھے گا خدا تعالیٰ اسے جہنم کے انیس فرشتوں سے محفوظ فرمائے گا۔

(ل) جبرئیل امین علیہ السلام۔ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ مَوْلَاہُ وَجِبْرِیْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ.

پس بے شک اللہ اس کا یعنی اپنے محبوب کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک مومنین بھی۔

جبریل امین تمام فرشتوں سے افضل ہیں رسول ملائکہ ہیں خدا کی بارگاہ کے مقرب ہیں۔

حضرت واثلہ بن اسقع فرماتے ہیں کہ یمن کا ایک گنجا بھینگا کوتاہ گردن ٹیڑھے پاؤں والا چھوٹے کانوں والا بائیں ہاتھ سے کام کرنے والا دبلا پتلا آدمی رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی اے اللہ کے رسول مجھے بتائیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کیا فرض فرمایا ہے جب آپ نے بتایا تو کہا میں اللہ کے ساتھ معاہدہ کرتا ہوں کہ اس کے فریضہ میں کوئی اضافہ نہ کروں گا آپ نے فرمایا کیوں یعنی تو نفلی عبادت کیوں نہیں کرے گا عرض کی اللہ نے مجھے پیدا کیا اور میری شکل کو بگاڑ دیا یہ کہنے کے بعد وہ جانے لگا تو آپ کے پاس جبریل امین آئے اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ وہ ناراضگی کا اظہار کرنے والا آدمی کہاں ہے جس نے اپنے رب کے ساتھ ناراضگی ظاہر فرمائی اللہ نے اس کی ناز بھری ناراضگی کو قبول فرمالیا ہے اور اللہ فرماتا ہے کہ اس سے پوچھو کیا وہ اس بات پر راضی ہے کہ قیامت کے روز خدا تعالیٰ اسے جبریل امین کی شکل میں زندہ فرمائے پس آپ نے اس آدمی کو یہ خوشخبری سنائی وہ راضی ہو کر کہنے لگا اے اللہ کے رسول بس اب تو میں اللہ سے وعدہ کرتا ہوں کہ وہ جو بھی حکم دے گا پورا کروں گا۔

(ص 44 الحبائک)

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

(ق) جبرئیل و میکائیل علیہما السلام:

خدا فرماتا ہے۔ من کان عدوا للہ وملائکتہ ورسلہ وجبریل ومیکال فان اللہ عدو للکافرین ۔ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کا اور اس کے رسولوں جبرئیل اور میکائیل کا دشمن ہے تو اللہ تعالیٰ (ایسے) کافروں کا دشمن ہے۔

نبی کریم ﷺ کی حدیث ہے۔ فاما وزیرای من اھل السماء فجبرئیل و میکائیل واما وزیرای من اھل الارض فابوبکر و عمر۔ میرے دو آسمانی

وزیر جبرئیل اور میکائیل ہیں اور دو زمینی وزیر ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہم ہیں۔

جس طرح حضور علیہ السلام ﷺ کے آسمانی وزیروں جبرئیل و میکائیل کا دشمن دائرہ اسلام سے خارج ہے اسی طرح آپ کے دونوں زمینی وزیروں صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہم کا دشمن بھی دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

(ی) حضرت اسرافیل علیہ السلام:

خدا فرماتا ہے۔ **ونفخ فی الصور فصعق من فی السماء ومن فی الارض** ۔ اور جب صور میں پھونکا جائے گا تو زمین و آسمان کی مخلوق بے ہوش ہو جائے گی۔

قیامت کے روز جب لوگ اپنی قبروں سے اُٹھیں گے تو اس کی صورت یہ ہوگی کہ حضرت اسرافیل روحوں کو آواز دیں گے تمام روحیں آجائیں گی مومنوں کی روحیں نورانی اور کافروں کی روحیں سیاہ ہونگی۔ آپ ان روحوں کو صور میں رکھ کر پھر اس میں پھونک ماریں گے حق تعالیٰ فرمائے گا میری عزت کی قسم ہر روح اپنے اپنے جسم میں چلی جائے روحیں صور سے شہد کی مکھیوں کی طرح نکلیں گی جن سے زمین و آسمان کی درمیانی فضا بھر جائیگی اور ہر روح اپنے جسم کے پاس پہنچ کر اس میں داخل ہو جائیگی پھر اللہ کے حکم سے زمین پھٹ جائے گی اور لوگ قبروں سے نکل کر اپنے رب کی طرف دوڑنے لگیں گے۔ (ص 203 کتاب الروح)

(یے) حضرت عزرائیل علیہ السلام:

خدا فرماتا ہے۔ **قُلْ یَتَوَفّٰکُمْ مَلَکُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُکِّلَ بِکُمْ** ۔

تم فرما دو تمہیں ملک الموت وفات دیتا ہے جو تم پر مقرر کیا گیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا تو ملک الموت نے خدا کی بارگاہ میں عرض کی یا اللہ مجھے اجازت دے کہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جا کر یہ

بشارت سناؤں خدا تعالیٰ نے اجازت دی انہوں نے آ کر بشارت دی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کہا الحمد للہ پھر آپ نے ملک الموت سے فرمایا مجھے دکھاؤ کہ تم کافروں کی روح کیسے قبض کرتے ہو انہوں نے کہا آپ وہ منظر برداشت نہیں کر سکتے آپ نے فرمایا میں برداشت کر لوں گا ملک الموت نے کہا آپ اپنا رخ دوسری طرف کر لیں آپ نے چہرہ دوسری طرف کر لیا پھر آپ نے جو دیکھا تو ایک سیاہ آدمی ہے جس کا سر آسمان تک ہے اور اس کے منہ سے آگ کے شعلے نکل رہے ہیں اور ملک الموت کے جسم کا ہر بال ایک آدمی کی شکل میں ہے جس کے منہ اور ہر مسام سے آگ کے شعلے بلند ہو رہے ہیں۔ یہ منظر دیکھ کر حضرت ابراہیم بے ہوش ہو گئے پھر آپ کو افاقہ ہوا اور ملک الموت پہلی شکل پر آ گئے۔ آپ نے فرمایا کافر کو کوئی اور عذاب اور مصیبت نہ بھی دیا جائے تو تیری یہ صورت اس کے لئے کافی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا مجھے دکھا دو کہ مومن کی روح کو کیسے قبض کرتے ہو ملک الموت نے کہا اپنا چہرہ دوسری طرف کر لو انہوں نے کیا تو دیکھا کہ ایک حسین وجمیل نوجوان ہے سفید لباس میں ملبوس ہے اور بہترین خوشبو آ رہی ہے آپ نے فرمایا اے ملک الموت مومن کو کوئی اور نعمت اور شرف و کرامت نہ بھی ملے تو تیری اس صورت کا دیکھ لینا اس کے لئے ایک عظیم نعمت ہے۔ (ص 18 شرح الصدور)

خلیفہ:

خلیفہ کا معنی ہے نائب خلیفہ یا تو اصل کی وفات کے بعد مقرر کیا جاتا ہے جیسے ہمارے نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے یا اصل کہیں چلا جائے تو اس کی غیر موجودگی میں کام کرنے کے لئے خلیفہ مقرر کیا جاتا ہے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام جب کوہ طور پر تورات لینے کے لئے تشریف لے گئے تو حضرت ہارون علیہ السلام ان کے خلیفہ مقرر ہوئے یا کام زیادہ

ہو اور اصل سارا کام نہ کر سکے تھک جائے تو خلیفہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہاں حضرت آدم علیہ السلام کو جو خلیفہ مقرر کیا گیا تو ان تینوں وجوہات میں سے یہاں کوئی وجہ بھی نظر نہیں آتی کیونکہ خدا موت سے پاک کہیں آنے جانے سے پاک اور تھکنے سے بھی پاک ہے تو پھر اس نے خلیفہ کیونکر مقرر کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان نہایت کمزور ہے۔ اللہ فرماتا ''خلق الانسان ضعیفا'' انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے اور خدا تعالیٰ بہت طاقتور ہے ارشاد ہے۔ ''ان اللہ لقوی عزیز'' بیشک اللہ تعالیٰ بہت طاقتور غالب ہے لہٰذا یہ کمزور انسان اس طاقتور خدا سے بلاواسطہ فیض نہیں لے سکتا مثلاً گوندھا ہوا آٹا نہایت کمزور ہوتا ہے اور آگ ہوتی ہے طاقتور اگر روٹی پکا کر بلاواسطہ آگ پر ڈالدی جائے تو روٹی پکے گی نہیں بلکہ آٹا خراب ہو جائے گا روٹی پکانے کی صورت یہ ہے کہ آگ اور روٹی کے درمیان لوہے کا توا رکھ دیا جاتا ہے توے کے دو رُخ ہوتے ہیں ایک آگ کی طرف دوسرا روٹی کی طرف ایک رُخ سے وہ آگ سے فیض لیتا ہے اور دوسرے رُخ سے وہ آگ کا فیض روٹی تک پہنچاتا ہے بلا مثال وتمثیل بنی بھی اگرچہ انسان ہی ہوتا ہے لیکن وہ انسانیت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوتا ہے خدا تعالیٰ نے اس کو اتنی استعداد طاقت اور صلاحیت دے رکھی ہوتی ہے کہ وہ خدا سے فیض لے کر خدا کے بندوں تک پہنچا سکتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے سر اقدس پر خلافت کا تاج سجایا۔

حضرت انبیاء کرام کو خدا نے اس لئے خلافت کے لئے چنا کہ:

(۱) ان کا جسم فرشی اور روح عرشی ہوتی ہے جیسے حضرت آدم علیہ السلام کا جسم تو زمین کی مٹی سے تیار ہوا لیکن جہاں تک روح کا تعلق ہے خدا فرماتا ہے۔

فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سَاجِدِیْنَ.

پس جب میں آدم کو ٹھیک کرلوں اور اس میں اپنی روح سے پھونکوں تو

اس کو سجدہ کرنا۔

بلاشبہ اللہ نے اپنی روح سے پھونکا لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ کی روح کا ٹکڑا حضرت آدم علیہ السلام میں داخل ہو گیا تھا کیونکہ اللہ کی روح ٹکڑے ہونے سے پاک ہے اسی طرح نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ وانا من نور اللہ والخلق کلھم من نوری "یا فرمایا" ان اللہ قد خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ "تو اس سے ہرگز یہ ثابت نہیں کہ حضور ﷺ کا نور خدا کے نور کا ٹکڑا ہے کیونکہ جس طرح خدا کی روح ٹکڑے ہونے سے پاک ہے اسی طرح آپ کا نور بھی ٹکڑے ہونے سے پاک ہے۔

اسلام ہے نور محمد ﷺ وہ خدا کے نور سے
اس نور سے مخلوق سب پایا یہ نکتہ دور سے

(ب) یہ انبیاء کرام خدا کی صفات کے مظہر ہوتے ہیں مثلاً خدا فرماتا ہے۔ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام فرماتے ہیں جب میں بیمار ہوتا ہوں تو خدا مجھے شفا دیتا ہے۔ معلوم ہوا شفا دینا خدا کی صفت اور یہ صفت اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی عطا فرمائی ہے خدا فرماتا ہے۔ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ اور میں مادر زاد نابینا اور برص کی بیماری والے کو درست کرتا ہوں اور اللہ کی اجازت سے مردوں کو زندہ کرتا ہوں خدا فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ۔ بلاشبہ زمین و آسمان کی کوئی شے خدا پر پوشیدہ نہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں۔ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِي بُيُوْتِكُمْ اور جو تم گھروں میں کھاتے اور بچاتے ہو میں تمہیں اس کی خبر دیتا ہوں تاکلون اور تدخرون مضارع کے صیغے ہیں اور مضارع میں حال اور استقبال دونوں زمانے پائے جاتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ جو تم گھروں میں کھاتے یا مرتے دم تک

کھاؤ گے یا بچاتے ہو یا مرتے دم تک بچاؤ گے میں تمہیں خبریں بتا سکتا ہوں۔

خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَقَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ.

اور ان سے لڑو جو خدا اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور اس کے رسول کی حرام کردہ چیزوں کو حرام نہیں جانتے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ نے اپنے محبوب کو بھی چیزوں کے حرام کرنے کا اختیار دیا ہے چنانچہ حضرت ابو امامہ سے مروی ہے کہ مجھے رسولِ خدا نے ایک قوم کی طرف اس لئے بھیجا کہ میں ان کو خدا اور اس کے رسول کی طرف بلاؤں اور ان پر شریعت اسلامیہ پیش کروں میں ان کے پاس آیا وہ اپنے اونٹوں کو پانی پلا رہے تھے۔ پھر انہوں نے اونٹنیوں کا دودھ نکالا جب انہوں نے مجھے دیکھا تو کہا مرحبا بصدی ابن عجلان پھر انہوں نے کہا ہمیں پتہ چلا ہے کہ تم اس شخص (خدا کا رسول ﷺ) کے لئے صابی ہو چکے ہو انہوں نے کہا نہیں بلکہ میں تو خدا اور اس کے رسول پر ایمان لایا ہوں اور مجھے رسول خدا نے تمہاری طرف بھیجا ہے کہ میں تم پر شریعت اسلامیہ پیش کروں اسی اثنا میں وہ خون سے لبریز ایک پیالہ لائے اسے رکھا اور اس پر جمع ہو کر اس کو کھانے لگے انہوں نے کہا اے صدی تم بھی آؤ میں نے کہا تمہارا برا ہو۔

انما اتیتکم من عند من یحرم هذا علیکم

میں اس (نبی) کے ہاں سے تمہارے پاس آیا ہوں جس نے یہ خون ہم پر حرام کر دیا ہے۔

کیونکہ خدا نے ان پر قرآن نازل کیا جس میں یہ حکم ہے۔

حرمت علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر.

تم پر مردار خون اور خنزیر کا گوشت حرام کر دیا گیا ہے۔

میں ان کو اسلام کی طرف بلاتا رہا وہ انکار کرتے رہے میں نے ان سے کہا مجھے سخت پیاس لگی ہے مجھے پانی پلاؤ اور مجھ پر ایک چادر تھی انہوں نے مجھ سے کہا ہم تجھے پانی نہ پلائیں گے حتیٰ کہ تو پیاس کی وجہ سے مر جائے اس پر میں سخت گرمی میں وہ چادر اوڑھ کر سو گیا خواب میں ایک آنے والا آیا اور اس کے پاس شیشے کا ایک پیالہ تھا جو بہت خوبصورت تھا اور اس میں ایسا پانی تھا کہ لوگوں نے اس سے بڑھ کر لذیذ پانی نہ دیکھا ہوگا اس نے وہ مجھے دیا اور میں نے اس میں سے پیا جب پی کر فارغ ہوا تو میں بیدار ہو گیا خدا کی قسم اس پانی کے پینے کے بعد نہ مجھے کبھی پیاس لگی اور نہ بھوک محسوس ہوئی۔ (ج13 ص611 کنز العمال)

(ج) خدا تعالیٰ اپنے نبیوں کو علم عطا فرماتا ہے۔ ہمارے نبی کریم ﷺ خدا تعالیٰ کے سب سے بڑے خلیفہ ہیں چنانچہ علامہ ابن حجر نے جوہر منظم میں لکھا ہے۔ **هو خليفة الله الذى جعل خزائن كرمه وموائد نعمه طوع يديه وتحت ارادته يعطى منها من يشاء ويمنع من يشاء۔**

رسول اکرم ﷺ خدا تعالیٰ کے وہ خلیفہ ہیں کہ خدا تعالیٰ نے اپنی بخشش کے خزانے اور نعمتوں کے دستر خوان آپ کے ہاتھوں اور ارادے کے مطیع کر دیئے ان میں سے جس کو چاہیں عطا کر دیں اور جس کو چاہیں نہ دیں۔

خدا تعالیٰ نے اپنے عظیم خلیفہ کو علم بھی بے مثال دیا خدا فرماتا ہے۔

وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا

آپ جو کچھ نہ جانتے تھے وہ اللہ نے آپ کو بتا دیا اور یہ اللہ کا آپ پر فضل عظیم ہے۔

خدا تعالیٰ نے آپ کے علم کو عظیم کہا ہے اور جس چیز کو خدا عظیم کہہ دے اس کی عظمتوں کا اندازہ کون کر سکتا ہے لیکن دیابنہ اور غیر مقلدوں کے امام

اسماعیل دہلوی نے لکھا ہے۔

جو کچھ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں خواہ آخرت میں سو اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنا حال نہ دوسرے کا۔ (ص 22 تقویۃ الایمان)

اب حقائق کی روشنی میں دیکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ دنیا، قبر اور آخرت کو میں اپنی اور دوسروں کی کیفیات کا علم ہے یا نہیں۔

دنیا میں نبی کو اپنا حال معلوم ہے:

دلیل: غزوہ بدر میں جب خدا تعالیٰ نے آپ کو شاندار فتح دی تو آپ ﷺ نے وہاں تین دن قیام فرمایا جب تیسرے دن چلنے لگے تو جس کنویں میں مقتول مشرکین کی لاشیں ڈالی تھیں اس کنویں پر آ کر کھڑے ہو کر فرمایا۔ اے کافرو۔ ھل وجدتم ما وعدکم اللہ ورسولہ حقا وانی قد وجدت ماوعدنی اللہ حقا۔ (مسلم شریف)

کیا تم نے خدا اور اس کے رسول کے وعدے کو سچا پایا میں نے تو خدا کے وعدے کو سچا پا لیا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ نے آپ ﷺ کے ساتھ غزوہ بدر میں فتح کا وعدہ فرمایا تھا اور آپ ﷺ کو یقین کامل تھا کہ میرے ساتھ جو خدا نے وعدہ کیا ہے وہ ضرور پورا ہو گا چنانچہ وعدے کے مطابق آپ ﷺ کو فتح ہوئی۔

دنیا میں نبی کو دوسرے کا حال معلوم ہے:

دلیل: حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ غزوہ بدر کے موقع پر نبی کریم ﷺ ایک دن پہلے ہی میدان بدر میں تشریف لائے اور فرمایا۔

ھذا مصرع فلان ویضع یدہ علی الارض ھھنا وھھنا قال فما

مات احدھم عن موضع ید رسول اللہ ﷺ۔ (ج 2 ص 102 مسلم شریف)

یہ فلاں کے بچھڑنے کی جگہ ہے اور اپنا ہاتھ زمین پر ادھر ادھر رکھتے تھے۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ ان کفار میں سے کوئی بھی حضور ﷺ کے لگائے ہوئے نشان سے ادھر اُدھر ہٹ کر قتل نہ ہوا۔

یہ لے جائیں گے حسرت ہی دل ناپاک کے اندر
ابوجہل اس جگہ لوٹے گا خون اور خاک کے اندر

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کو جنگ ہونے سے پہلے ہی ان کافروں کے بارے میں معلوم تھا کہ یہ لوگ فلاں فلاں جگہ قتل ہونگے۔

قبر میں نبی کو اپنا حال معلوم تھا:

دلیل: امام بیہقی نے اپنی کتاب ''حیات الانبیاء'' میں لکھا ہے کہ حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات مجھ پر سو مرتبہ درود شریف پڑھا اس کی سو حاجتیں پوری ہوں گی ستر حاجتیں آخرت میں اور تیس حاجتیں دنیا میں۔ پھر یہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے درود شریف پر ایک فرشتہ مقرر کر دیا ہے جو اسے میری قبر میں داخل کرتا ہے جس طرح تم پر ہدیے پیش کئے جاتے ہیں بے شک موت کے بعد میرا علم ایسا ہی ہے جیسا حیات میں میرا علم ہے وہ فرشتہ درود پڑھنے والے کا نام اور نسب مجھے بتاتا ہے اور میں اسے چمکدار کتاب میں لکھ لیتا ہوں۔ (ص 20 السعید حیات النبی نمبر)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ دنیا ہی میں جانتے ہیں کہ میری قبر پر ایک فرشتہ مقرر ہوگا جو مجھے درود شریف پڑھنے والے کا نام ونسب بتا دے گا اور میں اسے چمکدار کتاب میں لکھ لیا کروں گا نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ اپنی قبر میں زندہ ہیں کیونکہ لکھنا زندوں کا کام ہے مردوں کا نہیں۔

قبر میں نبی کو دوسرے کا حال معلوم ہے:

دلیل: حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ دو قبروں کے قریب سے گزرے فرمایا ان دونوں قبروں والوں کو عذاب ہو رہا ہے اور یہ کسی ایسے جرم مین عذاب نہیں دیئے جا رہے جس سے بچنا ان کے لئے مشکل تھا ان میں ایک اپنے آپ کو پیشاب کی چھینٹوں سے نہیں بچاتا تھا اور دوسرا چغلی کیا کرتا تھا پھر آپ نے کھجور کی ایک شاخ لے کر اسے دو حصوں میں تقسیم کر دیا اور ہر ایک قبر پر ایک حصہ رکھ دیا صحابہ نے عرض کی جناب نے اس طرح کیوں کیا تو آپ نے فرمایا جب تک یہ دونوں حصے خشک نہ ہوں گے۔ امید ہے کہ ان کے عذاب میں کمی کر دی جائے گی۔ (مسلم شریف)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے دنیا میں رہتے ہوئے جان لیا کہ ان دونوں کی قبروں میں ان کو عذاب ہو رہا ہے اور پھر آپ نے ان کی قبروں پر کھجور کی شاخیں رکھ کر فرمایا کہ اب ان کی قبروں میں ان کی یہ حالت ہے کہ ان کے عذاب میں کمی کر دی گئی ہے۔ یہ حدیث ایک زبردست دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ کو قبروں میں دوسروں کے حالات کی خبر ہے۔

آخرت میں نبی کو اپنا حال معلوم ہے:

دلیل: مسلم شریف میں حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

ان اکثر الانبیاء تبعا یوم القیامة وانا اول من یقرع باب الجنة۔

قیامت کے دن سب انبیاء سے زیادہ میرے امتی ہوں گے اور میں سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا۔ ایک حدیث میں ہے۔

انا اول من تنشق عنہ الارض فاکسی حلة من حلل الجنة اقوم عن یمین العرش لیس احد من الخلائق یقوم ذالک المقام

غیری۔ (ترمذی شریف)

میں سب سے پہلے زمین سے باہر تشریف لاؤں گا پھر مجھے جنت کے جوڑوں میں سے ایک جوڑا پہنایا جائے گا میں عرش کے داہنی جانب ایسی جگہ کھڑا ہوں گا جہاں تمام مخلوق الٰہی میں کسی کو شرف باریابی حاصل نہ ہوگا۔

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا۔ **انا سید ولد آدم یوم القیامة ولا فخر بیدی لواء الحمد ولا فخر وما من نبی یومئذ آدم فمن سوره الاتحت لوائی۔** (مسند امام احمد)

میں قیامت کے دن تمام آدمیوں کا سردار ہوں گا اور یہ کوئی فخر سے نہیں فرمایا اور میرے ہاتھ میں لواء الحمد ہوگا اور یہ براہِ فخر نہیں کہتا اس دن آدم اور ان کے سوا جتنے ہیں سب میرے جھنڈے تلے ہونگے۔

جس کے زیرِ لواء آدم و من سوا
اس سزائے سیادت پہ لاکھوں سلام

آخرت میں نبی کو دوسرے کا حال بھی معلوم ہے:

دلیل: حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ آپ مجھ کو ایسا عمل بتا دیں کہ میں اس کو کروں اور جنت میں داخل ہو جاؤں آپ نے فرمایا اللہ کی عبادت کر اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر فرض نماز ادا کر زکوٰۃ ادا کر اور ماہ رمضان کے روزے رکھ اعرابی نے یہ سن کر کہا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں نہ تو اس میں کچھ زیادتی کروں گا اور نہ اس میں سے کچھ کم جب یہ اعرابی چلا گیا تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

من سره ان ینظر الی رجل من اهل الجنة فلینظر الی هذا.

(ج 1 ص 5 مشکوٰۃ)

جو شخص کسی جنتی کو دیکھ کر مسرت حاصل کرنا چاہتا ہے وہ اس شخص کو دیکھ لے
اس حدیث پر غور فرمائیں کہ وہ اعرابی ابھی اس دنیا میں ہے اور حضور ﷺ فرمارہے ہیں کہ یہ شخص قیامت کے روز جنت میں داخل ہوگا کیونکہ یہ جب تک اس دنیا میں زندہ رہے گا فرائض الٰہیہ میں کوتاہی نہیں کرے گا اور خدا اس کی عبادت سے راضی ہو کر اس کو قیامت کے دن جنت میں داخل فرمادے گا۔

(د) خدا تعالیٰ ان انبیاء کرام کو اپنا کلام عطا فرماتا ہے چنانچہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ خدا قیامت کے دن حضرت اسرافیل سے فرمائے گا کہ تو نے میرے احکامات یعنی کلام کے ساتھ کیا کیا حضرت اسرافیلؑ عرض کریں گے یا اللہ میں نے تیرا کلام حضرت جبرئیل امین تک پہنچا دیا ہے جبرئیل کو بلایا جائے گا اور پوچھا جائے گا کہ اسرافیل نے میرا کلام تم تک پہنچا دیا تھا وہ کہے گا ہاں یا اللہ پس اسرافیل بری الذمہ ہو جائیں گے پھر جبرئیل سے پوچھا جائے گا کیا تو نے میرا کلام پہنچا دیا وہ عرض کریں گے میں نے تیرے احکامات تیرے رسولوں تک پہنچا دیئے تھے پھر رسولوں کو بلایا جائے گا اور کہا جائے گا کیا جبرائیل نے میرے احکامات تم تک پہنچا دیئے تھے وہ عرض کریں گے ہاں یا اللہ اور ہم نے تیرے احکامات اپنی امتوں کو پہنچا دیئے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ ان امتوں سے پوچھے گا کہ میرے رسولوں نے میرا کلام میرے احکامات تم تک پہنچا دیئے تھے ان میں سے بعض تکذیب کریں گے اور بعض تصدیق کریں گے رسول کہیں گے یا اللہ ہمارے پاس گواہ موجود ہیں اللہ فرمائے گا وہ کون ہیں وہ کہیں گے امتِ محمد ﷺ امت مصطفےٰ ﷺ کو بلایا جائے گا اور پوچھا جائے گا کیا تم گواہی دیتے ہو کہ رسولوں نے خدا کے احکامات اپنی امتوں کو پہنچا دیئے تھے وہ کہیں گے ہاں یا اللہ وہ امتیں کہیں گی یا اللہ انہوں نے تو ہمارا زمانہ پایا نہیں وہ گواہی کیسے دے رہے ہیں امت مصطفےٰ جواب دے گی اے ہمارے پروردگار تو نے ہماری طرف ایک

رسول بھیجا اور ہم پر ایک کتاب نازل فرمائی اور اس کتاب میں تو نے فرمایا کہ پیغمبروں نے اپنی امتوں کو خدا کے احکامات کی تبلیغ فرمائی خدا تعالیٰ ارشاد فرمائے گا انہوں نے سچ فرمایا ہے۔ (ج 1 ص 519 تفسیر عزیزی)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر رسول کو خدا کا کلام عطا ہوتا رہا اور وہ اس کلام کو اپنی امتوں کو پہنچاتے رہے ان میں سے بعض اس کلام کو برحق مان کر اس پر عمل کرتے تھے اور بعض اس کی تکذیب کر کے خدا کے عذاب کے مستحق ہو جاتے تھے۔

اس حدیث سے ایک اور بات کھل کر سامنے آ گئی کہ مقدمے کی تحقیق اور تفتیش علم کے منافی نہیں ہوتی اللہ کا علم قدیم ہے اس کو تمام حالات کی مکمل خبر ہے کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں وہ خود فرماتا ہے۔

وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْئٍ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِى السَّمَاءِ

اور اللہ پر کچھ پوشیدہ نہیں نہ زمین میں نہ آسمان میں۔

اس کے باوجود وہ قیامت کے روز واقعہ کی مکمل چھان بین اور تحقیق کرے گا تا کہ کسی کو اعتراض کی مجال نہ ہو۔ اسی طرح جب حضرت عائشہ صدیقہ پر منافقوں نے تہمت لگائی تو نبی کریم ﷺ نے اس واقعہ کی تحقیق کے لئے حضرت فاروق اعظم، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مشورہ کیا بعض دیگر صحابہ وصحابیات سے تحقیق فرمائی اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ کو تہمت عائشہ کے بارے میں تفصیلی حالات کا علم نہ تھا بلکہ علم تھا اور علم کے باوجود تحقیق میں حکمت یہ تھی کہ معترفین کی زبانیں بند ہو جائیں کوئی یہ نہ کہے کہ اپنی اہلیہ کی طرفداری کی ہے۔

(ن) انبیاء کرام کو عموماً اور ہمارے حضور ﷺ کو خصوصاً زمین و آسمان کی حکومت عطا فرمائی دلائل ملاحظہ ہوں۔

دلیل اول: مامن نبی الاولہ وزیران من اهل السماء ووزیران من اهل

الارض۔ ہر نبی کے دو وزیر آسمان میں اور دو وزیر زمین پر ہوتے ہیں۔ (مشکوٰۃ)

اور چونکہ وزیر بادشاہ کے ہوتے ہیں لہٰذا نبی کی حکومت آسمان پر بھی ہوتی ہے اور زمین پر بھی۔

دلیل دوم: معراج کی رات ہمارے نبی کریم ﷺ عرش پر جلوہ گر ہوئے اور عرش کے معنے ہیں تخت خدا فرماتا ہے کہ ھد ھد نے حضرت سلیمان سے کہا۔ وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيمٌ۔ بلقیس کا ایک بہت بڑا تخت ہے۔

اور پرانے زمانے میں بادشاہ تخت پر بیٹھ کر حکومت کرتے تھے اب غور کرو کہ خدا کا وہ بھی عرش ہے لیکن وہ تو اس پر بیٹھتا نہیں وہ تو بیٹھنے سے پاک ہے اور اس نے اپنا یہ تخت بے فائدہ بھی پیدا نہیں کیا وہ حکیم مطلق ہے اور ''فعل الحکیم لَا يَخْلُوْعَنِ الْحِكْمَةِ '' حکیم کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا لہٰذا اس نے اپنا عرش یعنی تخت بے فائدہ پیدا نہیں کیا اس کے پیدا کرنے میں حکمت یہ تھی کہ معراج کی رات میرا محبوب اس تخت پر بیٹھ جائے تا کہ وہ زمین و آسمان کی حکومت کا مالک بن جائے۔

اللہ اللہ شہ کونین جلالت تیری
فرش کیا عرش پہ جاری ہے حکومت تیری

وہی نور حق وہی ظل رب ہے انہیں سے سب ہے انہیں کا سب
نہیں ان کی ملک میں آسماں کہ زمین نہیں کہ زماں نہیں

دلیل سوم: ایک مرتبہ نماز کسوف کی حالت میں آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ بلند کیا پھر کھینچ لیا صحابہ کرام نے اس کی وجہ دریافت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

انی رأیت الجنة فتنا ولت منها عنقوداً ولو اخذته لا كلتم منه مابقيت الدنيا. (مسلم شریف کتاب الکسوف)

میں نے جنت کو دیکھا میں اس سے ایک خوشہ توڑنے لگا اگر میں اس

خوشے کو توڑ لیتا تو تم رہتی دنیا تک اس کو کھاتے رہتے۔

اس حدیث سے پتہ چلا کہ جنت کے پھل اگر چاہیں توڑ سکتے ہیں کیونکہ آپ خدا کی عطا سے جنت کے مالک ہیں وجہ یہ ہے کہ آپ نے زمین پر رہ کر جنت میں تصرف فرمایا اور غیر کی ملک میں تصرف جائز نہیں جس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جنت آپ کی ملک میں دے دی ہے علاوہ یہ بھی ثابت ہوا کہ زمین پر رہتے ہوئے آپ جنت اور جنت کی چیزوں کو دیکھ سکتے ہیں نیز جس جگہ اب قبر میں آرام فرما ہیں وہ جگہ جنت کی کیاری ہے جب آپ زمین پر رہ کر جنت میں تصرف فرما سکتے ہیں تو اب جنت میں رہ کر آپ زمین پر بھی تصرف فرما سکتے ہیں نیز یہ بھی پتہ چلا کہ جنت کی نعمتوں کو فنا نہیں کیونکہ آپ نے فرمایا تم رہتی دنیا تک کھاتے رہتے تو خوشہ ختم نہ ہوتا۔

قالوا اتجعل فیھا من یفسد فیھا ویسفک الدماء ونحن نسبح بحمدک ونقدس لک.

فرشتوں کو کیسے پتہ چلا کہ انسان فسادی اور خونریز ہوگا اس کے متعلق علماء نے لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے ساٹھ ہزار سال پہلے آسمان پر فرشتوں کو زمین پر جنات کو بسایا یہ جنات زمین پر سات ہزار سال تک آباد رہے پھر ان کا آپس میں حسد اور بغض شروع ہوا انہوں نے آپس میں خوب جنگ وخون ریزی کی خدا تعالیٰ نے فرشتوں کی ایک جماعت کو بھیجا اور انہوں نے حکم الٰہی کے تحت ان جنات کو زمین سے نکال کر پہاڑوں اور جزیروں کی طرف نکال دیا لہٰذا فرشتوں نے انسان کو جنات پر قیاس کر کے کہا کہ یہ فسادی اور خونریز ہوگا۔

ایک اور وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ لوح محفوظ میں خدا تعالیٰ نے تمام موجودات کا علم لکھا ہوا ہے خدا فرماتا ہے۔

کُلُّ صَغِيرٍ وَّكَبِيرٍ مُّسْتَطَرٌ۔

ہر چھوٹی و بڑی چیز لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے۔

وَكُلَّ شَيْئٍ اَحْصَيْنَاهُ فِيْ اِمَامٍ مُّبِيْنٍo

ہم نے ہر شے کو لوح محفوظ میں محفوظ کر رکھا ہے۔

وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتَابٍ مُّبِيْنٍo

ہر خشک وتر چیز لوح محفوظ میں ہے۔

لَا اَصْغَرَ مِنْ ذَالِكَ وَلَا اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتَابٍ مُّبِيْنٍo

ذرہ سے چھوٹی اور بڑی ہر چیز لوح محفوظ میں ہے۔

وَمَا مِنْ غَائِبَةٍ فِي السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِيْ كِتَابٍ مُّبِيْنٍo

زمین و آسمان کا ہر غیب لوح محفوظ میں ہے۔

ان آیات بینات سے معلوم ہوا کہ لوح محفوظ میں ہر چیز تحریر ہے اور لکھی وہ چیز جاتی ہے جس کے بھولنے کا خطرہ ہو اور خدا تعالیٰ بھولنے سے پاک ہے تو پھر اس نے لوح محفوظ میں یہ تمام علوم کیوں لکھے وہ اس لئے کہ میرے نبی ولی اور فرشتے لوح محفوظ کو دیکھ کر علم حاصل کر لیا کریں خدا تعالیٰ کے فرشتوں نے لوح محفوظ کو دیکھا وہاں انسانوں کے سارے حالات ان کا بغض و حسد فتنہ وفساد اور جنگوں میں خونریزی تحریر تھی ۔ وہاں سے دیکھ کر معلوم کر لیا کہ انسان فسادی اور خون ریز ہوگا۔

علامہ تقی الدین فارسی نے لکھا ہے کہ مکہ میں بعض اہل شام نے حضرت امام زین العابدین سے بیت اللہ کے طواف کی ابتداء کے بارے میں پوچھا آپ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں تو انہوں نے عرض کی یا اللہ ہمیں چھوڑ کر تو اس کو خلیفہ بنائے گا جو فسادی اور خون ریز ہوگا انسان تو آپس میں حسد کریں گے بغض کریں گے اور سرکشی کا

شکار ہوں گے یا اللہ تو ہم میں سے کسی کو خلیفہ بنا ہم نہ تو فساد کریں گے اور نہ ہی خون ریزی کریں گے اور نہ حسد و بغض کا شکار ہوں گے اور ہم تیری تسبیح اور تقدیس بیان کریں گے تیری اطاعت کریں گے نافرمانی نہ کریں گے اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے اس پر فرشتوں کو یہ گمان ہوا کہ انہوں نے خدا تعالیٰ کے ارشاد کو رد کر دیا ہے اور ان کی بات سے اللہ ناراض ہو گیا ہے انہوں نے عرش کی طرف سر اُٹھا کر گریہ وزاری کی اور اللہ کی ناراضگی کے خوف سے خوب روئے اور تین ساعت انہوں نے عرش کا طواف کیا خدا نے ان کی طرف دیکھ کر ان پر رحمت نازل فرمائی اللہ تعالیٰ نے عرش کے نیچے چار ستونوں پر زبرجد کا ایک گھر بنایا اور اس پر سرخ یاقوت چڑھایا اور اس کا نام "بیت الضراح" رکھا پھر فرشتوں سے فرمایا عرش کو چھوڑ کر اس گھر کا طواف کرو ان فرشتوں نے عرش کا طواف چھوڑ کر اس گھر کا طواف شروع کر دیا اور اس گھر کا نام بیت المعمور ہو گیا۔ اور روزانہ ستر ہزار فرشتے اس کا طواف کرتے ہیں اور جو ایک بار آتے ہیں دوبارہ نہیں آتے پھر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا ایسا ہی ایک گھر زمین پر بناؤ تاکہ اہل زمین بھی اس کا طواف اس طرح کریں جیسے آسمان کے فرشتے بیت المعمور کا طواف کرتے ہیں۔ (ج 1 ص 181 شفاء الغرام)

لیکن علامہ ابن حجر نے اس واقعہ کو اس طرح لکھا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ میں اپنے والد کے ساتھ موجود تھا حرم کعبہ میں میرے والد امام محمد باقر کھڑے نماز میں مشغول تھے کہ ایک آدمی جس کی داڑھی اور سر کے بال سفید تھے آیا اور آ کر میرے والد کے پہلو میں بیٹھ گیا والد محترم نے نماز ختم کی تو اس نے والد صاحب سے پوچھا کہ اللہ آپ پر رحم کرے یہ بتایئے کہ بیت اللہ کی تعمیر کی وجہ کیا ہے والد صاحب نے پوچھا آپ کون ہیں کہا میں ایک مغربی آدمی ہوں امام باقر نے فرمایا کہ اس بیت اللہ کی

ابتداء یوں ہوئی کہ جب فرشتوں نے کہا کہ یا اللہ تو ایسے کو خلیفہ بنائے گا جو فسادی اور خون ریز ہوگا تو خدا تعالیٰ ناراض ہوگیا تو فرشتوں نے عرش کا طواف کیا اور خدا سے معافی مانگی اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگیا اور خدا نے فرشتوں سے فرمایا زمین پر میرا گھر بناؤ تا کہ میرے بندے اس کا طواف کیا کریں اگر میں کسی بندے سے ناراض ہو جاؤں گا اور وہ آ کر کعبہ کا طواف کرے گا تو میں اس سے راضی ہو جاؤں گا جیسے کہ میں تم سے راضی ہو گیا ہوں اس سفید ریش آدمی نے کہا آپ کے زمانے میں آپ سے بڑھ کر کوئی زیادہ علم والا نہیں پھر وہ چلا گیا میرے والد امام محمد باقر نے فرمایا اس آدمی کو میرے پاس واپس لاؤ میں اس کے پیچھے گیا جب وہ باب الصفا تک پہنچا تو میری نظروں سے غائب ہو گیا میں نے آ کر والد محترم کو یہ خبر سنائی انہوں نے فرمایا تم جانتے ہو یہ کون تھا میں نے عرض کی میں نہیں جانتا امام محمد باقر نے فرمایا یہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔

(ج 1 ص 441 کتاب الاصابہ فی تمیز الصحابۃ)

ان دونوں واقعات سے پتہ چلا کہ

(ا) کعبہ خدا نے اس لئے تعمیر کرایا کہ اگر کسی وجہ سے خدا تعالیٰ اپنے کسی بندے پر ناراض ہو جائے گا اور وہ بندہ آ کر کعبہ کا طواف کرے گا تو خدا راضی ہو جائے گا۔

(ب) حضرت خضر علیہ السلام خدا کے برگزیدہ بندوں سے ملاقات کرتے ہیں

قَالَ اِنِّیْ اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ایک حکمت یہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان پر دو محافظ فرشتے مقرر کیے ہیں۔ رات کے فرشتے اور ہیں اور دن کے فرشتے اور ہیں۔ دن کے فرشتے عصر کے وقت جاتے ہیں اور رات کے فرشتے آتے ہیں۔ "وتجتمع ملائکۃ اللیل وملائکۃ النھار فی صلوٰۃ العصر" رات دن

کے سارے فرشتے عصر کے وقت جمع ہوتے ہیں پھر جب دن کے فرشتے خدا کی بارگاہ میں عصر کے وقت حاضر ہوتے ہیں تب رب العزت ان سے سوال کرتا ہے تم نے میرے بندے کو کس حال میں چھوڑا ہے وہ عرض کرتے ہیں الٰہی تیرا بندہ عصر کی نماز پڑھ رہا تھا ارشاد ربانی ہوتا ہے تم نے اس کو مفسد اور خون ریز کہا تھا پھر اب تم کہتے ہو کہ وہ نماز پڑھ رہا تھا فرشتوں نے انسان کو مفسد اور خون ریز کہا تھا حق تعالیٰ نے فرشتوں کے قول کو معقول کرنے کے لئے یہ عصر کی نماز مقرر فرمائی پھر اسی وقت ان کا تبادلہ مقرر کیا ملائکہ نے دو کلموں سے حضرت آدم علیہ السلام کو جہاں بھر کے گناہوں کا الزام لگایا تھا مفسد اور خون ریز دونوں کلمے سارے جہاں کے گناہوں کی بنیاد ہیں حق تعالیٰ نے اپنے بندوں کو نماز عصر دے کر سارے جہاں کے گناہوں سے پاک فرما دیا اور جس طرح ملائکہ نے آسمان پر آدم کو مفسد اور خون ریز کہا تھا عصر کی نماز پڑھوا کر سارے آسمان کے ملائکہ سے عصر کی نماز پڑھنے والوں کو عابد زاہد اور نمازی کہلوایا انہی معترض فرشتوں سے بنی آدم کے لئے مغفرت کی دعا کرا دی کیونکہ فقیہ ابواللیث نے لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی۔

یا موسیٰ اربع رکعات یصلیھا احمد وامتہ وھی صلوٰۃ العصر فلایبقی ملک فی السموات والارض الا استغفرلھم ومن استغفرلھم الملائکۃ لم اعذبہ.

اے موسیٰ علیہ السلام جب چار رکعتیں عصر کے وقت نبی آخر الزماں اور آپ کی امت ادا کر چکے گی تو چودہ طبق کے ملائکہ ان کے لئے مغفرت کی دعا کریں گے اور جس کے لئے ملائکہ دعا کریں گے ہم اسے عذاب نہ دیں گے کیا شان رحمٰن ہے کہ جس گروہ نے بنی آدم کو گنہگار ٹھہرایا انہیں سے دعا مغفرت کروا کران گنہگاروں کو بخش دیا۔

خدا کے اس ارشاد میں دوسری حکمت یہ تھی گویا خدا نے فرمایا اے فرشتو تم گناہوں سے معصوم ہو لہٰذا تم گناہ کرتے نہیں اور میرے من جملہ اسماء میں غفار، ستار، غفور بھی میرے نام ہیں اور ان ناموں کے اظہار کے لئے کوئی ایسی مخلوق چاہیے جو صغیرہ اور کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرے اور مجھ سے اپنے گناہوں کی معافی کی دعا مانگیں میں ان کے گناہوں کو چھپاؤں تاکہ میرا ستار ہونا ظاہر ہو جائے اور پھر میں ان کی دعا کے نتیجے میں ان کے گناہوں کو معاف کر دوں تاکہ میرا غفار اور غفور ہونا ظاہر ہو جائے۔

مثال: ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں قحط پڑ گیا بنی اسرائیل نے عرض کی یا کلیم اللہ آپ بارش کے لئے دعا فرمائیں اور نزول رحمت کے لئے خدا کی بارگاہ میں التجا کریں آپ نے فرمایا کل سارے بنی اسرائیل دعا کے لئے جنگل میں چلیں دوسرے دن ستر ہزار بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ میدان میں گئے موسیٰ علیہ السلام نے دعا مانگی اے اللہ اپنی رحمت سے بارش برسا اور بوڑھے اپنی رحمت کی ہوائیں چلا الٰہی ہم پر رحم فرمایا شیر خوار بچوں کے سبب بے زبان جانوروں کے سبب اور عابدوں کے سبب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہر چند دعائیں مانگیں مگر کچھ اثر قبولیت ظاہر نہ ہوا ناچار بے قرار ہو کر عرض کی الٰہی آج موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول کیوں نہیں ہوتی پہلے تو کبھی ایسا نہیں ہوا۔ ارشاد ہوا اے موسیٰ تمہارے ساتھ ایک چالیس سالہ گنہگار آ گیا ہے آپ پہلے اس کو اپنے مجمع سے نکال دو اور پکار دو کہ اے چالیس سالہ گنہگار یہاں سے چلے جاؤ تیرے عاصی نفس کی نحوست سے ہماری دعا قبول نہیں ہوتی جگہ جگہ اعلان ہوا لوگوں نے اس عاصی پر معاصی کے نکل جانے کی ندا کی جب اس گنہگار کے کان تک یہ آواز پہنچی تو وہ کھڑا ہوا اور دائیں بائیں آگے پیچھے دیکھا لیکن کہیں جانے کا راستہ نظر نہ آیا نہایت حیران اور پریشان ہوا کہ اگر جاتا ہے تو راز فاش ہوتا ہے

اگر ٹھہرتا ہے غیب سے پھٹکار پڑتی ہے چاروں طرف کہیں جانے کا موقع نہیں ملا ناچار اوپر کی جانب منہ کیا اور عرض کی الٰہی اے میرے معبود و مقصود میں چالیس سال تک گناہ کرتا رہا آج خلوص نیت سے توبہ کرتا ہوں میرے گناہوں کو معاف کر دے بندہ گنہگار بہ حال زار یہ عرض کر رہا تھا کہ ابھی یہ کلام اور توبہ کا پیغام پورا عرض نہ کر پایا تھا کہ آسمان پر چاروں طرف سے بادل اُمڈ آئے فوراً ہی توبہ کا اثر ظاہر ہوا اور بہت زور سے موسلا دھار بارش شروع ہونے لگی حضرت موسیٰ علیہ السلام سجدے میں گر پڑے اور خدا کی بارگاہ میں عرض کی مولا تیرا تو حکم یہ تھا کہ جب تک وہ گنہگار نہ جائے گا بارش نہ ہوگی کوئی یہاں سے باہر تو نکلا نہیں بارش ہونے لگی ہے۔ ارشاد ہوا موسیٰ پہلے جس کی نحوست کی بنا پر بارش رُکی ہوئی تھی اب یہ بارش اسی کی برکت سے ہو رہی ہے وہ بندہ تائب ہو گیا ہے ہم نے اس کی توبہ کو قبول فرما لیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی یا اللہ مجھے اس کی زیارت کرا دے جس کی توبہ کی برکت سے ہمیں باران رحمت نصیب ہوئی ہے فرمایا موسیٰ جب تک وہ گنہگار تھا ہم نے اس کے عیب سے پردہ نہیں اُٹھایا اب جبکہ وہ تائب ہو گیا ہے تو میں ستار ہو کر اس کا پردہ فاش کیوں کروں۔

(ص194 احسن)

البرہان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یَاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَائَکُمْ بُرْھَانٌ مِنْ رَّبِّکُمْ وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًاo

ترجمہ: اے لوگو تحقیق تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے برہان آئی اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور نازل کیا۔

جب کوئی کہیں سے آتا ہے تو اس کے بارے میں چار چیزیں دیکھی جاتی ہیں۔

(۱) کن کے پاس آیا؟

یہ بات یا ایھا الناس نے بیان کر دی مطلب یہ کہ آپ تمام دنیا کے انسانوں کی طرف آئے خواہ وہ براعظم ایشیا کے رہنے والے ہوں یا براعظم یورپ کے باشندے ہوں یا ان کا تعلق براعظم افریقہ، براعظم شمال امریکہ، جنوبی امریکہ یا آسٹریلیا سے ہو۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے جتنے بھی انبیاء علیہم السلام دنیا میں تشریف لائے ان کا حلقہ اثر ایک خاص قوم ہوتی تھی مثلاً حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ربانی ہے۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِہٖ.

البتہ تحقیق ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا۔

حضرت ہود علیہ السلام کے بارے میں فرمایا گیا۔

وَاِلٰی عَادٍ اَخَاھُمْ ھُوْدًا.

اور قوم عاد کی طرف ان کے ہم قوم ہود کو بھیجا۔

حضرت صالح علیہ السلام کے بارے میں فرمایا گیا۔

وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاھُمْ صَالِحًا.

اور قوم ثمود کو ان کے ہم قوم صالح کو بھیجا۔

حضرت لوط علیہ السلام کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے۔

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِہٖ.

اور جب لوط علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا۔

حضرت شعیب علیہ السلام کے متعلق قرآن نے کہا۔

وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا.

اور مدین والوں کی طرف ان کے ہم قوم شعیب علیہ السلام کو بھیجا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا گیا۔

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِھِمْ مُوْسٰی بِآیَاتِنَا اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَائِہٖ.

پھر ان کے بعد ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نشانیاں دے کر فرعون اور ان کے درباریوں کی طرف بھیجا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

وَتِلْکَ حُجَّتُنَا آتَیْنَاھَا اِبْرَاھِیْمَ عَلٰی قَوْمِہٖ.

یہ ہماری دلیل ہے جو ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو دے کر ان کی قوم کی طرف بھیجا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ربانی ہے۔

وَرَسُوْلًا اِلٰی بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ.

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی طرف بھیجا۔

لیکن جب امام الانبیاء کی باری آئی تو فرمایا۔

قُلْ یَاَیُّھَاالنَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا.

تم فرما دو اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔

ایک اور جگہ فرمایا۔

وَمَا اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيۡرًا وَّنَذِيۡرًا وَّلٰكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ.

اور نہیں بھیجا ہم نے آپ ﷺ کو مگر تمام لوگوں کے لئے بشیر و نذیر بنا کر لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے بلکہ ایک مقام پر فرمایا۔

تَبٰرَكَ الَّذِىۡ نَزَّلَ الۡفُرۡقَانَ عَلٰى عَبۡدِهٖ لِيَكُوۡنَ لِلۡعٰلَمِيۡنَ نَذِيۡرًا.

پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے پر وہ کتاب نازل فرمائی جو حق و باطل کے درمیان فرق کرتی ہے تاکہ وہ تمام جہانوں کا نذیر یعنی نبی بن جائے۔

مسلم شریف کی حدیث ہے۔

ارسلت الی الخلق کافة۔ میں تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہوں۔

طبرانی میں ہے۔

ما من شئی الا یعلم انی رسول الله الا کفرة الجن والانس.

سوائے کافر جنوں وانسانوں کے ہر چیز جانتی ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں

نتیجہ یہ نکلا کہ ہمارے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تمام جہانوں کی تمام مخلوق کے رسول بن کر تشریف لائے ہیں۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

جیسے سب کا خدا ایک ہے ویسے ہی
اِن کا اُن کا تمہارا ہمارا نبی

(۲) کہاں سے آیا ہے؟

یہ بات من ربکم نے بیان کر دی یعنی خدا کے ہاں سے آیا چونکہ ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خدا کی طرف سے تشریف لائے ہیں لہٰذا آپ کی عزت واحترام خدا کی عزت واحترام ہے آپ پر اعتراض خدا پر اعتراض ہے یہی

وجہ ہے کہ پہلے نبیوں پر ان کی قومیں اعتراضات یا ان کے بارے میں نازیبا کلمات استعمال کرتیں تو وہ خود قوم کو جواب دیتے مثلاً حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں ان کی قوم نے کہا۔

اِنَّا لَنَرَاکَ فِیْ ضَلَالٍ مُّبِیْنٍ.

بے شک ہم تمہیں کھلا گمراہ سمجھتے ہیں۔

آپ نے جواب دیا۔

یَا قَوْمِ لَیْسَ بِیْ ضَلَالَۃٌ وَلٰکِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعَالَمِیْنَ.

اے میری قوم مجھے گمراہی سے کوئی تعلق نہیں ہوں۔ لیکن میں تو پروردگار عالم کی طرف سے رسول ہوں۔ قوم عاد نے حضرت ہود علیہ السلام سے کہا۔

اِنَّا لَنَرَاکَ فِیْ سَفَاھَۃٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّکَ مِنَ الْکَاذِبِیْنَ .

ترجمہ: ہم تمہیں حماقت میں خیال کرتے ہیں اور ہمارے گمان میں تم بیشک جھوٹے ہو۔ آپ نے فرمایا۔

یَا قَوْمِ لَیْسَ بِیْ سَفَاھَۃٌ وَلٰکِنَّ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعَالَمِیْنَ.

اے میری قوم مجھ میں اصلاً حماقت میں نہیں میں پروردگار عالم کا رسول ہو۔

فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا۔

اِنِّیْ لَاَ ظُنُّکَ یَا مُوْسٰی مَسْحُوْرًا.

میرے گمان میں اے موسیٰ تجھ پر جادو ہوا ہے۔

آپ نے جواب دیا۔

وَاِنِّیْ لَاَ ظُنُّکَ یَا فِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا.

میرے گمان میں اے فرعون تو ہلاک ہونے والا ہے۔

لیکن جب مشرکین مکہ نے سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر زبان طعن دراز کی تو جواب خالق کائنات نے دیا چنانچہ ایک مرتبہ وحی اترنے میں

کچھ دیر لگی تو کافر بولے۔ ان محمدا ودعه ربه وقلاه ۔ بے شک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے خدا نے چھوڑ دیا اور دشمن پکڑا۔

خدا تعالیٰ نے یوں جواب دیا۔

وَالضُّحٰی وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی.

قسم ہے اے محبوب ترے رُخ انور کی اور قسم ہے تری زلف کی جب چمکتے رخساروں پر بکھر آئے۔

ہے کلام الٰہی میں شمس وضحیٰ ترے چہرہ نور فزا کی قسم
قسم شب تار میں راز یہ تھا کہ حبیب کی زلف دوتا کی قسم

جس چمن میں جا کے میرے یار زلفاں کھولیاں
لے چلی باد صبا خوشبو کی بھر بھر جھولیاں

مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی ۔ نہ تیرے رب نے تجھے چھوڑا نہ دشمن بنایا۔

کفار نے کہا لَسْتَ مُرْسَلًا تم رسول نہیں۔ خدا نے جواب دیا۔

لٰیٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ.

اے سردار مجھے حکمت والے قرآن کی قسم بیشک تم رسول ہو۔

رئیس المنافقین نے کہا۔

لَئِنْ رَّجَعْنَا اِلَی الْمَدِیْنَةِ لَیُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ.

ہم مدینہ پہنچ کر ان ذلیلوں کو مدینہ سے نکال دیں گے ہم عزت والے ہیں۔

خدا نے جواب دیا۔

لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ.

عزت تو اللہ کی اس کے رسول ﷺ اور مومنوں کی ہے۔

دشمن نے تیرے جو کچھ بھی کہا اللہ نے اس کا جواب دیا

پر تو نے پلٹ کر کچھ نہ کہا تیری شرم و حیا کا کیا کہنا

اگر حکومت پاکستان کسی کو سفیر بنا کر کسی دوسرے ملک بھیجے تو اس سفیر کا بولنا حکومت پاکستان کا بولنا ہے اس کا فیصلہ حکومت پاکستان کا فیصلہ ہے بلا مثال و تمثیل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم چونکہ خدا کی طرف سے رسول بن کر آئے ہیں لہٰذا آپ ﷺ کی اطاعت خدا کی اطاعت، آپ ﷺ کا فیصلہ خدا کا فیصلہ ہے مثلاً خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ.

جو رسول ﷺ کی اطاعت کرتا ہے اس نے خدا کی اطاعت کی حدیث میں ہے۔

من اطاع محمد افقد اطاع الله ومن عصى محمد افقد عصى الله.

جس نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔

خدا فرماتا ہے۔ ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ۔

یہ اس لئے کہ خدا حق ہے اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے۔ من رانی فقد رای الحق۔ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا دیدار خدا کا دیدار ہے۔

جسے حق کے دیدار کی آرزو ہو
وہ دیکھے میری جان چہرہ تمہارا

تیرا وصل جنت تیرا ہجر دوزخ
تیری دید خدا ہے محمد ﷺ

دارمی شریف میں حدیث ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب

رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تورات کا نسخہ لائے اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہ تورات کا نسخہ ہے رسول اللہ ﷺ خاموش رہے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تورات کو پڑھنا شروع کیا اور رسول خدا ﷺ کا چہرہ متغیر ہونے لگا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھ کر کہا اے عمر (رضی اللہ عنہ) تمہیں گم کریں گم کرنے والیاں کیا تم نبی کریم ﷺ کے چہرے کو نہیں دیکھتے۔

فنظر عمر الی وجه رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وآله وسلم فقال اعوذ بالله من غضب الله و غضب رسوله رضینا بالله ربا وبالا سلام دینا وبحمد نبیا فقال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وآله وسلم والذی نفس محمد بیده لوبدالکم موسیٰ فاتبعتموه وترکتمونی لضللتم عن سوا السبیل ولو کان موسیٰ حیا وادرک نبوتی لا تبعنی.

ترجمہ: جناب عمر رضی اللہ عنہ نے رسولِ خدا ﷺ کے چہرہ پر نظر ڈالی اور کہا پناہ مانگتا ہوں اللہ کی خدا اور اس کے رسول کی ناراضگی سے میں خدا کے رب ہونے پر اسلام کے دین ہونے پر اور حضرت محمد ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہوں۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد ﷺ کی جان ہے اگر تم پر حضرت موسیٰ ظاہر ہو جائیں اور تم ان کی اتباع کرو اور مجھے چھوڑ دو تو تم صراط مستقیم سے بھٹک جاؤ اور اگر حضرت موسیٰ زندہ ہوتے اور میری نبوت کا زمانہ پاتے تو میری اتباع کرتے۔

اس حدیث پر غور کریں کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے تورات پڑھنے سے ناراض تو رسول خدا ﷺ ہوئے تھے لیکن جناب عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں خدا ﷻ اس کے رسول کی ناراضگی سے پناہ مانگتا ہوں۔

معلوم ہوا جس کام سے رسولِ خدا ﷺ ناراض ہو جائیں تو رسولِ خدا

ﷺ سے پہلے خدا ناراض ہو جاتا ہے نتیجہ یہ نکلا کہ رسولِ خدا ﷺ کی ناراضگی خدا کی ناراضگی ہے۔

اب غور کریں کہ داڑھی منڈوانے سے رسولِ خدا ﷺ ناراض ہوتے ہیں تو خدا بھی یقیناً ناراض ہوتا ہے لہٰذا داڑھی نہیں منڈوانی چاہیے تا کہ خدا اور اس کے رسول ﷺ کی ناراضگی سے محفوظ رہیں۔

دونوں عالم میں تمہیں مقصود گر آرام ہے
ان کا دامن لو جن کا محمد ﷺ نام ہے
اگر جنت میں جانے کا ارادہ ہو تمامی کا
گلے میں پہن لو کرتہ محمد ﷺ کی غلامی کا

(۴) کیا لے کر آیا:

یہ بات وانزلنا الیکم نورا مبینا نے بیان کر دی یہ عبارت قد جاء کم معطوف ہے اور ''و'' عاطفہ ہے اگر عطف تفسیری مراد لیا جائے تو نور سے مراد بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اس کی تفسیر یہ آیت ہے۔ قد جائکم من اللہ نور ایک اور جگہ فرمایا سراجا منیرا اور منیر نور دینے والے کو کہتے ہیں چنانچہ:

(ا) حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ اسید بن حضیر اور عباد بن بشر حضور ﷺ کے دربار سے رات کو نکلے اور دونوں کے ہاتھ میں لاٹھیاں تھیں ان دونوں میں سے ایک کی لاٹھی روشن ہو گئی اور وہ دونوں اس لاٹھی کی روشنی میں چلنے لگے جب دونوں کا اپنا اپنا راستہ الگ الگ ہو گیا تو دوسرے کی لاٹھی بھی پہلے کی لاٹھی سے روشن ہو گئی۔

(ص 544 مشکوٰۃ)

(ب) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھ رہے تھے جب آپ نے سجدہ

کیا تو حضرت حسن اور حسین آپ کی پشت مبارک پر چڑھ گئے تو جب آپ ﷺ نے سر مبارک اٹھایا ان دونوں کو اٹھایا اور آرام سے رکھ دیا پھر جب دوبارہ سجدہ کیا تو پھر وہ اوپر چڑھ گئے پھر جب آپ ﷺ نے نماز پڑھ لی تو ایک کو یہاں اور ایک کو وہاں بٹھا دیا میں آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوا تو میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ کیا میں ان دونوں کو ان کی والدہ کے پاس نہ لے جاؤں تو اچانک ایک عظیم الشان نور چمکا فرمایا ان دونوں کو ان کی والدہ کے پاس لے جاؤ گھر میں داخل ہونے تک وہ روشنی بدستور موجود رہی۔ (ج 6 ص 152 البدایہ والنہایہ)

(ج) حضرت عمرو الاسلمی روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ تاریک رات میں ہم رسول خدا ﷺ کے ساتھ تھے ہم رات کی تاریکی کی وجہ سے منتشر ہو گئے رسولِ خدا ﷺ نے میری انگلی کو روشن کر دیا سب اس روشنی پر جمع ہو گئے اور ان میں سے کوئی بھی ہلاک نہ ہوا اور میری انگلیاں ویسے ہی روشن رہیں۔ (ج 6 ص 152 البدایہ والنہایہ)

(د) حضرت طفیل بن عمرو دوسی رسول خدا ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی قبیلہ دوس پر زنا غالب آ گیا ہے آپ خدا تعالیٰ سے ان کے لئے دعا فرمایئے رسول خدا ﷺ نے دعا فرمائی اے اللہ قبیلہ دوس کو ہدایت دے پھر طفیل نے عرض کی حضور ﷺ ان کی طرف مجھے ہی بھیجئے اور مجھے کوئی نشانی بھی عطا فرمایئے جس علامت کے سبب ان کو ہدایت ہو جائے تو آپ ﷺ نے فرمایا اے اللہ اس کے لئے روشنی کر دے تو طفیل کی دونوں آنکھوں کے درمیان نور چمک اُٹھا پھر انہوں نے کہا اے رب مجھے خوف ہے کہ کہیں مجھ کو مثلہ نہ کہیں تو اس کا نور اس کے کوڑے میں آ گیا جو اندھیری رات میں چمکتا تھا اسی لئے ان کو ذالنور

کہا جاتا ہے۔ (ج 3 ص 280 الاصابہ + ج 1 ص 211 الاستیعاب)

(ن) حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ حضرت قتادہ بن نعمان ایک تاریک رات میں جب بارش ہورہی تھی۔ رسول خدا ﷺ کی خدمت میں بیٹھے رہے جب جانے لگے تو حضور ﷺ نے ان کو کھجور کی ایک شاخ عطا فرمائی اور فرمایا اس کو لے جاؤ یہ تمہارے لئے دس ہاتھ آگے اور دس ہاتھ تمہارے پیچھے روشنی کرے گی جب تم اپنے گھر میں داخل ہو گے تو تم ایک سیاہی دیکھو گے اس کو مار کر نکال دینا وہ شیطان ہے حضرت قتادہ جب وہاں سے چلے تو وہ شاخ ان کے لئے روشن ہوگئی۔ یہاں تک کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہوگئے اور اندر جاتے ہی انہوں نے اس سیاہی کو پالیا اور اتنا مارا کہ وہ نکل گئی۔ (ج 2 ص 40 مجمع الزوائد)

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

دوسرا قول: وانزلنا الیکم نوراً مبینا کے بارے میں یہ ہے کہ یہاں نور مبین سے مراد قرآن ہے ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے۔

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِیْٓ اَنْزَلْنَا.

پس ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر اور اس نور پر جو ہم نے نازل کیا یعنی قرآن۔ ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے۔

فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ.

ترجمہ: پس وہ لوگ اس (نبی) پر ایمان لائے اور اس کی تعظیم اور اس کی مدد کی اور اس نور (قرآن) کی اتباع کی وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

قرآن کا پڑھنا کار ثواب اور باعث نجات ہے اس کے قاری کو خدا قیامت

کے دن قابل رشک عزت و وقار عطا فرمائے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن پڑھ کر عمل کرنے والا مومن دنیا برزخ اور قیامت کے دن عزت کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔

چنانچہ اس سلسلے کی چند احادیث پیش کی جاتی ہیں جن سے آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ قاری قرآن کو خدا کی طرف سے کیا کیا انعام ملتے ہیں اور اسے کتنے فیوض و برکات حاصل ہوتے ہیں کن کن بلندیوں پر فائز کیا جائے گا اور کن خوش نصیب ہستیوں کے ساتھ اس کا حشر ہو گا۔

حافظ قرآن

حدیث نمبر 1. نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا۔

من علم ابنه القرآن نظرا غفر الله له ماتقدم من ذنبه وماتا خرو من علمه اياه ظاهرا بعثه الله يوم القيامه على صورة القمر ليلة البدر.

ترجمہ: جس نے اپنے بیٹے کو ناظرہ قرآن پڑھایا خدا نے اس کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے اور جس نے قرآن حفظ کرایا قیامت کے دن وہ اس حال میں اُٹھے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا ہو گا۔

(ج 2 ص 557 طبرانی اوسط)

حدیث نمبر 2. ان حملة القرآن فى ظل الله يوم لاظل الا ظله مع انبيائه و اصفيائه.

ترجمہ: بے شک قرآن کے حافظ قیامت کے دن خدا کے سایہ میں ہونگے اور اس دن خدا کے سایہ کے علاوہ کسی اور کا سایہ نہ ہو گا اور اسے نبیوں اور ولیوں کی ہمراہی نصیب ہو گی۔

حدیث نمبر 3. من قرء القرآن فاستظهره فاحل حلاله وحرم حرامه ادخله الله به الجنة وشفعه فى عشرة من اهل بيته كلهم قدو جبت له النار۔ (ابوداؤد)

ترجمہ: جس نے قرآن پڑھا پھر یاد کیا اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام جانا۔ اللہ اسے جنت میں داخل فرمائے گا اور اس کے اہل خانہ کے ایسے دس آدمیوں کے حق میں اس کی شفاعت قبول فرمائے گا جن پر دوزخ واجب ہو چکی ہوگی۔

فضائل قرآن

حدیث نمبر 1. **القرآن افضل من کل شئی فمن و قر القرآن فقد وقر الله۔** (ج 1 ص 26 تفسیر قرطبی)

ترجمہ: قرآن ہر چیز سے افضل ہے جس نے قرآن کی عزت کی اس نے اللہ کی عزت کی۔

حدیث نمبر 2. **علیک بتلاوة القرآن فانه نورلک فی الارض وذخرلک فی السماء۔**

ترجمہ: قرآن کی تلاوت لازم کر لے یہ زمین میں تیرے لئے نور اور آسمان میں تیرے لئے ذخیرہ ہے۔ (ج 2 ص 349 الترغیب)

حدیث نمبر 3. **من شغله القرآن عن مسئلتی اعطیته افضل ما اعطی السائلین۔** (ج 1 ص 4 قرطبی)

ترجمہ: قرآن نے جس کو مجھ سے مانگنے سے روکے رکھا میں اسے مانگنے والوں سے زیادہ دیتا ہوں۔

حدیث نمبر 4. **من قرء القرآن و عمل به البسی والداه تاجا یوم القیامه ضوء ه احسن من ضوء الشمس۔**

ترجمہ: جس نے قرآن پڑھ کر اس پر عمل کیا قیامت کے دن اس کے والدین کے سروں پر ایسا تاج سجایا جائے گا جس کی روشنی سورج کی روشنی سے بہتر ہوگی۔

حدیث نمبر 5. **ما اجتمع قوم فی بیت من بیوت الله یتلون کتاب الله**

ویتدارسون فیما بینھم الانزلت علیھم السکینۃ وغشیتھم الرحمۃ وحفتھم الملائکۃ وذکرھم اللہ فمن عندہ.

ترجمہ: اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جمع ہو کر لوگ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو قرآن کا درس دیتے ہیں تو ان پر سکینہ نازل ہوتا ہے رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے ملائکہ ان کو گھیر لیتے ہیں اور خدا ان کا ذکر ملائکہ میں کرتا ہے۔

حدیث نمبر 6. حضور ﷺ نے فرمایا۔ اے علی قرآن پڑھتے پڑھاتے رہو یہاں تک کہ تمہیں موت آجائے پھر فرشتے تمہاری قبر کی اس طرح زیارت کریں گے جس طرح لوگ کعبہ کی زیارت کرتے ہیں۔ (کنز العمال)

حدیث نمبر 7. جو قرآن کا ایک حرف سنے اس کو دس نیکیاں دس گناہ معاف دس درجات بلند ہوتے ہیں۔

جو نماز میں بیٹھ کر قرآن پڑھے ہر حرف کے بدلے پچاس نیکیاں، پچاس گناہ معاف، پچاس درجے بلند ہوتے ہیں۔ جو نماز میں کھڑے ہو کر قرآن پڑھے ہر حرف کے بدلے سو نیکیاں سو گناہ معاف سو درجات بلند ہو جاتے ہیں۔

(کنز العمال)

حدیث نمبر 8. اقروا القرآن فانہ یاتی یوم القیامۃ شفیعالاصحابہ۔

ترجمہ: قرآن پڑھو قیامت کے دن اپنے پڑھنے والے کی شفاعت کرے گا۔

(کنز العمال)

حدیث نمبر 9. حضور ﷺ نے فرمایا قرآن پڑھو وہ بہترین شفیع ہے قرآن قیامت کے دن کہے گا یا اللہ اس قاری کو کرامت کا زیور پہنا اسے زیور پہنایا جائے گا پھر کہے گا یا اللہ اسے کرامت کا لباس پہنا وہ بھی پہنا دیا جائے گا پھر کہے گا یا اللہ اسے کرامت کا تاج پہنا اسے وہ بھی پہنا دیا جائے گا پھر کہے گا یا اللہ اس

سے راضی ہو جا اس لئے کہ تیری رضا کے بعد اس کو کوئی نقصان نہیں۔

(ج2 ص291 دارمی)

حدیث نمبر 10. من قرء الف آیة فی سبیل الله تبارک وتعالیٰ کتب یوم القیامه مع النبیین والصدیقین والشهداء والصالحین۔

(ج3 ص437 مسند امام احمد)

ترجمہ: جس نے اللہ کے راستے میں ایک ہزار آیات پڑھیں قیامت کے دن خدا اسے نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور ولیوں میں لکھ دے گا۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ بندہ مومن کی عزت و وقار قرآن کے ساتھ وابستہ رہنے میں ہے لیکن مقام افسوس ہے کہ آج کل مسلمانوں کی اکثریت قرآن سے منہ موڑ کر ذلت وخواری کا شکار ہو رہی ہے۔

درس قرآں نہ اگر ہم نے بھلایا ہوتا
یہ زمانہ نہ زمانے نے دکھایا ہوتا

لائی پر ڈاک تیرے واسطے لندن سے کتاب
گھر سے ہمسائے کے قرآن بھی منگایا ہوتا

(۴) کس حیثیت سے آیا:

یہ بات برہان نے بیان کر دی کہ آنے والا برہان بن کر تشریف لایا برہان کے معنی ہیں معجزہ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

فَذَالِکَ بُرْهَانَانِ مِنْ رَّبِّکَ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَائِهٖ.

اے موسیٰ یہ دو معجزات (ہاتھ کا روشن ہونا اور عصا کا سانپ بن جانا) تیرے رب کی طرف سے فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف ہیں۔

پہلے انبیاء کرام کو خدا تعالیٰ نے معجزات عطا فرمائے لیکن ہمارے نبی کریم ﷺ کو خدا نے سراپا معجزہ بنا کر بھیجا۔

دیئے معجزے انبیاء کو خدا نے
ہمارا نبی معجزہ بن کے آیا

اس کی تشریح ملاحظہ ہو۔

بال مبارک

ہمارے کھانے پینے کی چیز میں اگر کسی کا بال شامل ہو جائے تو ہم کراہت کرتے ہیں لیکن نبی کریم ﷺ کے بال مبارک کی یہ شان ہے کہ:

''حضرت عثمان بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری بیوی کی یہ عادت تھی کہ جب کسی کو نظر لگ جاتی یا کوئی بیمار ہوتا تو وہ برتن میں پانی ڈال کر حضرت ام سلمہ کے پاس بھیج دیا کرتی کیونکہ ان کے پاس حضور ﷺ کا بال مبارک تھا جو چاندی کی نلی میں رکھا ہوا تھا تو وہ اس کو نکالتیں اور پانی میں ڈال کر پلا دیتیں اور مریض وہ پانی پی لیتا جس سے اس کو شفا ہو جاتی۔ (ص 391 مشکوٰۃ)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ میرے والد شاہ عبدالرحیم ایک مرتبہ بیمار ہو گئے۔ وہ فرماتے ہیں میرے مرض نے طوالت اختیار کی یہاں تک کہ زندگی کی امید باقی نہ رہی اس کو ایک اونگھ آئی اور حضرت شیخ عبدالعزیز صاحب ظاہر ہوئے اور فرمایا اے فرزند حضرت پیغمبر تشریف لا رہے ہیں تیری بیمار پرسی کے لئے اور شاید اس طرف سے تشریف لائیں اور اسی طرف تیرے پاؤں ہیں اس طرف سے چارپائی کا رُخ بدل لو مجھ میں کلام کرنے کی طاقت نہ تھی میں نے اشارے سے حاضرین کو سمجھا دیا انہوں نے چارپائی کا رُخ بدل دیا اسی وقت رسول کریم ﷺ تشریف لے آئے اور فرمایا اے بیٹے تیرا کیا حال ہے اس کلام کی شیرینی مجھ پر ایسی غالب آئی کہ ایک عجیب سا وجد گریہ زاری اور بے قراری طاری ہو گئی آپ نے مجھے اس طرح اپنی آغوش میں لے لیا

کہ آپ کی داڑھی مبارک میرے سر پر تھی آپ کی قمیص میرے آنسوؤں سے تر ہو گئی اور آہستہ آہستہ اس وجد نے تسکین پائی اس وقت میرے دل میں خیال آیا مدت سے یہ آرزو ہے کہ میرے پاس آپ کے بال ہوں کاش حضور اکرم ﷺ عطا فرمائیں حضور ﷺ میرے قلبی خیال سے آگاہ ہوئے اور داڑھی شریف پر ہاتھ پھیرا اور دو بال مبارک میرے ہاتھ میں دیئے مجھے خیال آیا یہ بال عالم شہادت میں بھی میرے پاس رہیں گے یا نہیں آپ ﷺ پھر میرے دلی ارادے پر مطلع ہوئے اور فرمایا یہ دو بال اس عالم میں بھی باقی رہیں گے بعد ازاں آپ ﷺ نے صحت ملنے اور عمر کے لمبا ہونے کی بشارت دی میں اس وقت بیدار ہوا اور چراغ طلب کر کے بالوں کو دیکھا نظر نہ آئے پھر آپ ﷺ کی طرف توجہ کی آپ ﷺ نے فرمایا وہ دونوں بال میں نے تیرے سرہانے کے نیچے رکھ دیئے ہیں وہاں سے تجھے مل جائیں گے میں بیدار ہوا تو مجھے بال مل گئے۔ پھر ان بالوں کے بارے میں تین باتیں بیان کیں۔

(ا) یہ دونوں بال آپس میں ملے ہوئے ہوتے ہیں جب درود شریف پڑھا جائے تو دونوں الگ الگ سیدھے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

(ب) ایک مرتبہ منکرین نے امتحان کرنا چاہا میں اس بے ادبی سے راضی نہ تھا جب مناظرہ نے طول پکڑا اور وہ عزیز ان بالوں کو دھوپ میں لے گئے تو بادل کا ایک ٹکڑا ظاہر ہوا اور اس نے بالوں پر سایہ کر دیا ان میں سے ایک تائب ہو گیا باقی دو نے کہا یہ اتفاقی بات تھی دوبارہ بالوں کو نکالا گیا پھر بادل نے سایہ کیا ان دو میں سے ایک تائب ہو گیا تیسرے نے کہا یہ اتفاقی واقعہ ہے بالوں کو پھر نکالا گیا پھر بادل نے سایہ کیا تیسرا بھی مان گیا۔

(ج) ایک مرتبہ بہت سے لوگ زیارت کے لیے جمع ہو گئے میں نے آ کر ہر چند کوشش کی کہ چابی سے تالا کھل جائے لیکن تالا نہ کھلا میں نے اپنے

دل کی طرف توجہ کی پتہ چلا کہ اس مجمع میں ایک جنبی موجود ہے۔ جس کی شامت جنابت کی وجہ سے تالا نہ کھلتا تھا میں نے سب کو طہارت کا حکم دیا اس پر وہ جنبی چلا گیا تو قفل آسانی سے کھل گیا اور تمام حاضرین نے زیارت کی۔ (ص 41 انفاس العارفین)

درود شریف پڑھنے سے بالوں کا سیدھے کھڑا ہو جانا اس بات کی دلیل ہے کہ ان بالوں میں زندگی موجود ہے جس نبی کے بال زندہ ہیں وہ نبی خود کیسے مردہ ہوسکتا ہے نیز نبی کریم ﷺ کا بال عطا فرمانا بھی نبی کے زندہ ہونے کی دلیل ہے کیونکہ آپ میں زندگی تھی تو تشریف لا کر بال عطا فرمائے۔ نیز آپ کے بالوں پر بادل کا سایہ کرنا آپ کے بالوں کا عظیم الشان معجزہ ہے۔

جس چمن میں یار میرے جا کے زلفاں کھولیاں
لے چلی باد صبا خوشبو کی بھر بھر جھولیاں

چشمان مبارک

ہماری آنکھیں دو نوروں کی مدد سے دیکھتی ہیں ایک داخلی نور اور وہ ہے آنکھ کا نور اور دوسرا ہے خارجی نور آفتاب و مہتاب کا نور چراغ بلب اور ٹیوب کی روشنی رات کی تاریکی میں ہماری آنکھیں دیکھ نہیں سکتیں لیکن نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھیں اس عیب و نقص سے منزہ و مبراء ہیں آپ کی آنکھیں جس طرح دن کی روشنی میں دیکھتی ہیں اسی طرح رات کی تاریکی میں دیکھ لیتی ہیں چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کان رسول اللہ ﷺ یری فی اللیل فی الظلمۃ کمایری فی النہار فی الضوء۔ (ج 4 ص 83 زرقانی)

ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رات کے اندھیرے میں بھی ایسا ہی دیکھا کرتے تھے جیسے کہ دن کی روشنی میں۔

ہماری آنکھیں تین طرف دیکھتی ہیں زیادہ سامنے اور تھوڑا تھوڑا دائیں بائیں لیکن پیچھے نہیں دیکھ سکتیں لیکن نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھیں پیچھے بھی دیکھ لیا کرتیں چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

قال انی لا نظر الی ماورائی کما انظر الی مابین یدی.

(ج 4 ص 82 زرقانی)

ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں اپنے پیچھے سے بھی ایسا ہی دیکھتا ہوں جیسا کہ اپنے آگے سے دیکھتا ہوں۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں نے ساری دنیا کو دیکھا خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

الم تر ان اللہ یسجد لہ من فی السموات ومن فی الارض والشمس والقمر والنجوم والجبال والشجر والدواب وکثیر من الناس.

ترجمہ: کیا تو نے نہیں دیکھا کہ سب اللہ کو سجدہ کرتے ہیں جو کچھ زمین وآسمان میں ہے آفتاب و مہتاب اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور جانور اور بہت سے انسان۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم متذکرہ بالا ساری مخلوق کو دیکھ رہے ہیں اور مجمع الزوائد میں حدیث ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

ان اللہ قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیھا والیٰ ماھو کائن فیھا الی یوم القیامۃ کانما انظر الی کفی ھذہ۔ (مجمع الزوائد)

ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ! نے دنیا کو اُٹھا لیا میں نے اس کی طرف اور جو کچھ اس

میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو اس طرح دیکھ لیا جس طرح میں اپنے ہاتھ کی اس ہتھیلی کو دیکھتا ہوں۔

علم بلاغت کا قاعدہ ہے کہ محل ہو جملہ فعلیہ کا اور لایا جائے جملہ اسمیہ تو مقصود دوام ہوتا ہے اس حدیث میں ان اللہ قد رفع لی الدنیا آنا چاہیے تھا کہ آگے فنظرت الیھا آتا لیکن وہاں آیا فانا انظر الیھا جو کہ جملہ اسمیہ ہے جس سے دوام ثابت ہو گیا۔ اب حدیث کا مطلب یہ ہو گیا کہ میں ہمیشہ ساری دنیا کو دیکھ رہا ہوں لہٰذا دیابنہ کا یہ کہنا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دیوار کے پیچھے نہیں دیکھ سکتے یہ بالکل غلط ہے کیونکہ دنیا ساتویں آسمان سے ساتویں زمین تک کا نام ہے لہٰذا نبی کریم ﷺ ساتویں آسمان سے ساتویں زمین تک کی ہر مخلوق کو ہمیشہ دیکھ رہے ہیں۔

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا۔

اور شاہد کے معنے حاضر و ناظر کے ہیں چنانچہ امام راغب نے لکھا ہے۔

الشهود والشهادة الحضور مع المشاهدة اما بالبصر او بالبصيرة. (ص269 مفردات)

ترجمہ: شہود و شہادت کے معنی ہیں حاضر مع ناظر ہونے کے بصر کے ساتھ یا بصیرت کے ساتھ۔

اب دیکھنا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کس کس پر حاضر و ناظر ہیں تو اسی آیت کے تحت بعض مفسرین نے لکھا ہے۔

انا ارسلناک شاهدا علی من بعثت الیهم۔ (ج7 ص415 ابو السعود)

آپ ﷺ ہر اس مخلوق پر حاضر و ناظر ہیں جن کی طرف رسول بن کر آئے ہیں اور مسلم شریف کی حدیث ہے۔ ارسلت الی الخلق کافة۔ میں ساری مخلوق کا رسول ہوں۔ ثابت ہوا کہ چشمان مبارک ساری کائنات کا مشاہدہ

فرما رہی ہیں۔

بخاری شریف کتاب العلم میں یہ حدیث ہے کہ۔

مامن شئی لم اکن اریته الا قدرایته فی مقامی هٰذا حتی الجنة و النار

ترجمہ: کوئی چیز ایسی نہیں جو مجھ کو دکھائی نہ گئی ہو مگر میں نے اس کو اس مقام پر دیکھ لیا یہاں تک کہ جنت و دوزخ کو دیکھا۔

جنت ساتویں آسمان کے اوپر اور دوزخ ساتویں زمین کے نیچے ہے نیز جب نکرہ نفی کے تحت واقع ہو تو فائدہ عموم کا دیتا ہے اب حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ چونکہ "ما" نافیہ ہے اور "شئی" نکرہ ہے لہٰذا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔

سر عرش پر ہے تری گزر دل فرش پر ہے تری نظر
ملکوت و ملک میں کوئی شئے نہیں وہ جو تجھ پر عیاں نہیں

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَتَرَى الْمَلَائِكَةَ حَافِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۝

ترجمہ: تو ان فرشتوں کو دیکھ رہا ہے جو عرش کے گرد حلقہ باندھ کر اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح پڑھتے ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرش زمین سے عرش کے گرد جمع ہو کر خدا کی حمد و ثنا بیان کرنے والے فرشتوں کو دیکھ رہے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا۔

وَكَذٰلِكَ نُرِيْ اِبْرَاهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ.

ترجمہ: اور اسی طرح ہم ابراہیم کو دکھاتے ہیں زمین و آسمانوں کی ساری بادشاہی۔

اس آیت کے تحت تفسیر خازن میں ہے کہ:

اقیم علی صخرۃ وکشف لہ عن السموات حتیٰ رأی العرش والکرسی ومافی السموات وکشف لہ عن الارض حتی نظر الی اسفل الارضین ورای مافیھا من العجائب۔

ترجمہ: حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک صخرہ پر کھڑا کیا گیا اور ان کے لئے آسمان کھولدیئے گئے یہاں تک کہ انہوں نے عرش و کرسی اور جو کچھ آسمانوں میں ہے دیکھ لیا اور آپ کے لئے زمین کھولی گئی یہاں تک کہ انہوں نے زمینوں کے نیچے زمین اور ان عجائبات کو دیکھ لیا جو زمینوں میں ہے۔

مقام غور ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام فرش پر کھڑے ہیں دیکھ رہے ہیں عرش کو اور حبیب خدا ﷺ معراج کی رات عرش پر کھڑے ہیں ان کی نگاہ کہاں تک پہنچی ہوگی۔

محترم یوں تو سارے نبی ہیں پر کسی کا یہ رتبہ نہیں ہے
تاجدار حرم کے علاوہ عرش پر کوئی پہنچا نہیں ہے

علماء نے لکھا ہے کہ اس دنیا میں ہم اللہ تعالیٰ کو اس لئے نہیں دیکھ سکتے کہ ہماری آنکھیں فانی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات باقی اور فانی آنکھ سے باقی ذات کو نہیں دیکھا جا سکتا لیکن خدا کے فضل سے جنت میں ہم خدا کا دیدار کرسکیں گے کیونکہ وہاں ہماری آنکھیں باقی ہونگی اور باقی آنکھ سے باقی ذات کو دیکھا جا سکتا ہے اور نبی کریم ﷺ نے انہیں دنیا کی آنکھوں سے خدا کا دیدار کیا معلوم ہوا اللہ تعالیٰ مومنوں کو جو آنکھیں جنت میں عطا فرمائے گا وہ آنکھیں خدا تعالیٰ نے اپنے محبوب کو دنیا میں عطا فرمادیں۔

کس کو دیکھا یہ موسیٰ سے پوچھے کوئی
آنکھ والوں کی ہمت پہ لاکھوں سلام

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں: ان محمد رای ربہ مرتین مرة ببصره و مرة بفواده۔

حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دو مرتبہ خدا کو دیکھا ایک مرتبہ سر کی آنکھ سے ایک مرتبہ دل کی آنکھ سے حق نے فرمایا:

جلوے میرے دیکھ لے میں تجھے دیکھ لوں تو مجھے دیکھ لے
جو تجھے دیکھ لے وہ مجھے دیکھ لے دیکھنے کا مزہ آج کی رات ہے

کان مبارک

ہمارے کانوں میں یہ نقص ہے کہ ہم مناسب فاصلے کی آواز کو سن لیتے ہیں لیکن دور کی آواز کو ہم نہیں سن سکتے لیکن نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دور کی آوازوں کو بھی سن لیتے ہیں حدیث میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

انی اری مالا ترون واسمع مالا تسمعون.

میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے۔

لہٰذا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دور کا درود شریف بھی سنتے ہیں دلائل ملاحظہ ہوں۔

دلیل اول: سلام کرنے والے کے سلام کا جواب دینا فرض ہے خدا فرماتا ہے۔

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَا اَوْ رُدُّوْهَا.

ترجمہ: اور جب تمہیں کوئی کسی لفظ سے سلام کرے تو تم اس سے بہتر لفظ جواب میں کہو یا وہی کہہ دو۔

ہر نمازی نماز میں جب التحیات پڑھتا ہے تو نبی کریم ﷺ پر سلام پڑھتا ہے۔

السلام علیک ایها النبی ورحمة الله وبر کاته

اور جواب فرض ہونے کی صورت میں حضور ﷺ سلام کا جواب ضرور

دیتے ہیں اور سلام کے جواب سے پہلے سلام کا سننا ضروری ہے اور مسلمان پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں لہٰذا جب وہ نماز پڑھتے ہیں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر سلام بھیجتے ہیں اور ان کا سلام سنتے ہیں خواہ وہ دنیا کے کسی ملک میں ہوں اور سلام کا جواب دیتے ہیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دور کا درود وسلام سنتے ہیں۔

دلیل دوم: رسول خدا ﷺ کا ارشاد ہے:

ما من احد یسلم علی الا ردالله الی روحی حتی ارد علیه السلام

ترجمہ: نہیں کوئی مجھ پر سلام پڑھنے والا لیکن اللہ میری روح لوٹا دیتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دوں۔

(مسند امام احمد ج 3 ص 499 الترغیب)

اس حدیث میں ''ما'' نافیہ ہے ''احد'' نکرہ اور نکرہ نفی کے تحت آ کر عموم کا فائدہ دیتا ہے یعنی مجھ پر سلام بھیجنے والا کوئی شخص ایسا نہیں جس کے سلام کی طرف میری توجہ مبذول نہ ہوتی ہو خواہ وہ قبر انور کے قریب ہو یا دور ہو میں ہر ایک کے سلام کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اور ہر شخص کے سلام کا جواب خود دیتا ہوں۔

یہ حدیث اس امر کی روشن دلیل ہے کہ درود پڑھنے والے ہر فرد کا درود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود سنتے ہیں اور سن کر جواب بھی دیتے ہیں۔

نوٹ:۔ اس حدیث پر عجیب وغریب بحث ہماری کتاب ''کنز العلوم'' میں دیکھو۔

دلیل سوم: حضرت ابوداؤد سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

جمعہ کے دن مجھ پر درود پڑھا کرو اس لئے کہ وہ یوم مشہود ہے اس دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔

لیس من عبد یصلی الا بلغنی صوته حیث کان قلنا وبعد وفاتک قال وبعد وفاتی ان الله حرم علی الارض ان تاکل اجساد

الانبیاء۔ (جلاء الافہام ص 63)

ترجمہ: کوئی بندہ کسی جگہ سے مجھ پر درود نہیں پڑھتا مگر اس کی آواز مجھ تک پہنچ جاتی ہے۔ حضرت ابو درداء فرماتے ہیں ہم (صحابہ) نے عرض کی حضور ﷺ آپ کی وفات کے بعد بھی آپ ﷺ نے فرمایا میری وفات کے بعد بھی بیشک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ نبیوں کے جسموں کو کھائے۔

حافظ ابن قیم نے بغیر کسی تردید اور جرح کے اس حدیث کو نقل کیا ہے جو اس بات کی بین دلیل ہے کہ ان کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے پس اس حدیث سے ثابت ہوا رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہر ملک ہر شہر اور ہر جگہ سے درود وسلام پڑھنے والے کی آواز کو بلاواسطہ خود سنتے ہیں۔

دیوبندیوں اور غیر مقلدوں اور مودودیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور کے پاس جو درود وسلام پڑھا جائے آپ اس کو خود سنتے ہیں لیکن دور والوں کا درود وسلام آپ تک فرشتے پہنچا دیتے ہیں آپ ﷺ خود نہیں سنتے ان کی دلیل یہ ہے کہ حدیث میں ہے۔

من صلی علی عند قبری سمعته و من صلی نائیا ابلغته.

ترجمہ: جس شخص نے میری قبر کی پاس مجھ پر درود شریف پڑھا میں اسے سنتا ہوں اور جس نے مجھ پر دور سے درود شریف پڑھا وہ مجھے پہنچا دیا جاتا ہے۔

معلوم ہوا حضور ﷺ کا سننا اس وقت ہوتا ہے جب قبر انور کے پاس درود پڑھا جائے اور جو درود دور سے پڑھا جائے اسے حضور ﷺ نہیں سنتے وہ فرشتوں کے ذریعے حضور ﷺ کو پہنچایا جاتا ہے۔

لیکن ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ حضور ﷺ ہر شخص کا درود خود سنتے ہیں درود پڑھنے والا خواہ قبر انور کے قریب ہو یا دور ہو قرب اور دور کا فرق رسول خدا ﷺ کے لئے نہیں بلکہ درود پڑھنے والے کے لئے ہے کیونکہ نزدیک اور دور کی قید عالم

خلق کے لئے ہے عالم امر کے لئے نہیں اس لئے کہ روح زمان و مکان کی قید سے آزاد ہے جب عام ارواح اس قید سے آزاد ہیں تو روح مصطفیٰ اس قید میں کیسے مقید ہو سکتی ہے۔

علاوہ ازیں اس حدیث میں یہ کہاں ہے کہ جو درود فرشتے پہنچاتے ہیں وہ میں خود نہیں سنتا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا۔

من صلی علی عند قبری و کل اللہ بہ ملکا یبلغنی.

(ص 14 جلاء الافہام)

ترجمہ: جو شخص میری قبر کے پاس آ کر مجھ پر درود پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ مقرر کیا ہوا ہے جو اس کا درود مجھے پہنچا دیتا ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ قبر انور پر جو درود پڑھا جاتا ہے اسے بھی فرشتہ حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کرتا ہے۔ اب اگر فرشتہ کا حضور ﷺ کی بارگاہ میں درود پیش کرنا حضور ﷺ کے سننے کے منافی ہے تو اس حدیث کا واضح مطلب یہ ہوگا کہ میری قبر انور کے پاس جو درود پڑھا جاتا ہے میں اسے نہیں سنتا ایسی صورت میں یہ حدیث پہلی حدیث کے مخالف ہوگی جس میں صاف موجود ہے۔

من صلی علی عند قبری سمعتہ.

ترجمہ: جو میری قبر کے پاس درود شریف پڑھا جاتا ہے اسے میں سنتا ہوں۔

اس ساری بحث کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے تمام امتیوں کا درود بلا واسطہ خود سنتے ہیں خواہ وہ دنیا کے کسی ملک میں بھی موجود ہوں۔

سنتے ہیں دیکھتے ہیں سمیع و بصیر ہیں
منکر کو ہے وعید عذاب شدید کی

اگر فرشتوں کے درود پہنچانے سے یہ مطلب نکالا جائے کہ حضور ﷺ کو

درود کا علم نہیں ہوتا تو یہ محض غلط ہے۔ اس لئے کہ کراماً کاتبین بندوں کے اعمال اللہ کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں حالانکہ خدا سب کے اعمال کو جانتا ہے جس طرح خدا کی بارگاہ میں فرشتوں کا بندوں کے اعمال پیش کرنا اس کی لاعلمی کی دلیل نہیں اسی طرح نبی کی بارگاہ میں فرشتوں کا درود پیش کرنا آپ کی لاعلمی کی دلیل نہیں۔

لعاب دہن

ہمارے تھوک سے لوگ نفرت کرتے ہیں لوگوں کا خیال ہے کہ اس سے تپ دق کی بیماری پھیلتی ہے لیکن نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا لعاب دہن کئی بیماریوں کا علاج ہے چنانچہ جنگ بدر میں ابوجہل نے حضرت معوذ بن عفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ کاٹ ڈالا تو:

فجاء یحمل یدہ فبصق علیھا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم والصقھا فلصقت.

ترجمہ: وہ اپنا ہاتھ اُٹھائے حاضر ہوئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس پر تھوک دیا اور اس کو ملا دیا وہ اسی وقت جڑ گیا۔

آج کل مائیکرو سرجری کا زمانہ ہے امریکہ اور یورپی ممالک میں یہ علاج ایجاد ہو چکا ہے مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانے میں تو اس کا تصور بھی نہ تھا مائیکرو سرجری سے جسم سے الگ ہونے والا عضو دوبارہ جسم کا حصہ بن جاتا ہے لیکن حضور ﷺ کے لعاب دہن سے ہاتھ دوبارہ جسم کا حصہ بن گیا یہ حضور ﷺ کا معجزہ ہے جس پر اہل اسلام کا ایمان ہے۔

فلسفی کو اپنی عقل نارسا پر ناز ہے
مرد مومن کو خدا و مصطفٰے پر ناز ہے

حضرت جابر نے غزوہ خندق کے دن کچھ تھوڑا سا کھانا پکانے کا انتظام کیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی یارسول

اللہ علیہ تھوڑا سا کھانا ہے آپ علیہ چند صحابہ کے ساتھ تشریف لائیں فرمایا جاؤ اپنی بیوی سے کہہ دو کہ جب تک میں نہ آؤں ہنڈیا چولھے سے نہ اتارنا اور نہ روٹیاں پکانا اور بلند آواز سے پکار کر فرمایا اے اھل خندق جابر نے ہماری دعوت کی ہے سب چلو حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں یہ سن کر گھر گیا اور بیوی سے کہا اے نیک بخت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تمام صحابہ کے ساتھ تشریف لا رہے ہیں اس نے کہا کیا تم نے بتا دیا تھا کہ کھانا تھوڑا سا ہے فرمایا ہاں میں نے سب کچھ بتا دیا تھا بیوی نے کہا تو فکر کی بات نہیں کیونکہ:

ہمارے مصطفےٰ کے سر پہ تو اللہ کا سایہ ہے
وہی ان کو کھلائے گا جو ان کو ساتھ لایا ہے

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے تو میں گندھا ہوا آٹا آپ علیہ کے پاس لایا آپ علیہ نے اس میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور دعائے برکت فرمائی پھر ہنڈیا کی طرف بڑھے اور اس میں بھی اپنا لعاب دہن مبارک ڈالا اور برکت کی دعا کی جب کھانا تیار ہوا تو تقسیم شروع فرمائی حضرت جابر رضی اللہ عنہ قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ ایک ہزار صحابہ تھے سب نے سیر ہو کر کھایا مگر پھر بھی کھانا اسی طرح باقی رہا گویا کسی نے کھایا ہی نہیں۔

(ج 1 ص 227 خصائص الکبریٰ)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں ہم رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے جب لوگ سخت پیاسے ہوئے تو انہوں نے حضور علیہ کی خدمت میں پیاس کی شکایت کی حضور علیہ نے حضرت علی شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ایک اور شخص کو بلا کر فرمایا تم دونوں فلاں مقام پر جاؤ وہاں تمہیں ایک عورت اونٹ پر پانی کے دو مشکیزے لادے ہوئے اونٹ پر سوار ملے گی اس کو میرے پاس لے آنا وہ دونوں حضرات گئے اور انہوں

نے اسے پالیا اور پوچھا کہ یہ پانی کہاں سے لائی ہے اس نے کہا میں کل فلاں وقت فلاں مقام سے چلی تھی کہا تجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بلاتے ہیں اس نے کہا کون رسول وہی جنہوں نے نیا دین نکالا ہے۔ انہوں نے کہا وہ اللہ کے سچے رسول ہیں اور حق لے کر آئے ہیں اور اس کو ساتھ لے کر آگئے۔ حضور علیہ السلام نے ایک برتن منگوایا اور ان مشکیزوں سے پانی لے کر اس میں کلی کی اور اس کو ان مشکیزوں میں ڈال دیا اور لوگوں میں اعلان کر دیا آؤ خود بھی پیو اور اپنے جانوروں کو بھی پلاؤ چنانچہ سب لشکر نے پانی پیا وہ عورت کھڑی یہ سارا منظر دیکھتی رہی۔

حضرت عمران فرماتے ہیں جب ان مشکیزوں کا منہ باندھ دیا گیا تو خدا کی قسم یوں معلوم ہوتا تھا کہ پہلے سے زیادہ بھرے ہوئے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا اس عورت کو کچھ جمع کر دو چنانچہ کھجوریں آٹا ستو بہت کچھ جمع کر دیا گیا پھر حضور علیہ السلام نے فرمایا اے عورت تو جانتی ہے کہ واللہ ہم نے تیرے پانی سے کچھ خرچ نہیں کیا بلکہ ہمیں تو اللہ تعالیٰ نے پلایا ہے۔ پھر جب وہ عورت اپنے قبیلے میں پہنچی تو اس نے ان سب کو جمع کیا ان لوگوں نے پوچھا تجھے کس نے روک لیا تھا بولی عجیب واقعہ پیش آیا کہ مجھ کو دو شخص اس کے پاس لے گئے جس نے نیا دین نکالا ہے اور وہ سارے واقعات بیان کئے جو وہاں گزرے تھے پھر کہا یا تو زمین و آسمان کے درمیان اس سے بڑھ کر کوئی جادوگر نہیں یا پھر وہ واقعی اللہ کے رسول ہیں۔

اس واقعہ کے بعد مسلمان مجاہدین اس قبیلے کے اطراف و جوانب میں تاخت و تاراج کرتے لیکن اس قبیلے سے چھیڑ چھاڑ نہ کرتے ایک روز اس عورت نے کہا کہ میں دیکھتی ہوں کہ مسلمان جان بوجھ کر تمہیں چھوڑ دیتے ہیں کیا تم مسلمان ہونا مناسب سمجھتے ہو لوگوں نے اس کی اطاعت کی اور وہ سارا قبیلہ مسلمان ہو گیا۔ (ج 18 ص 132 طبرانی کبیر + ج 4 ص 434 مسند امام احمد)

کندھا مبارک

شیخ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ:

مشرکین مکہ نے تین سو ساٹھ بُت کعبہ کے گرد و نواح میں رکھے ہوئے تھے اور ان کی پوجا ہوتی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ مبارک میں ایک چھڑی تھی اس سے بتوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلَ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا.

حق آ گیا اور باطل مٹ گیا اور باطل مٹنے ہی والی چیز تھا۔

اس پر بت زمین پر گدی کے بل گرنے لگے۔

تیرے آنے سے اصنام حرم ٹوٹ گئے
تیرا وہ زور کہ شہ زوروں کے دم ٹوٹ گئے

تیرے اوصاف کا اک باب بھی پورا نہ ہوا
ہو گئیں زندگیاں ختم قلم ٹوٹ گئے

بعض روایات میں یوں آیا ہے کہ ایک بڑا بت بڑی مضبوطی کے ساتھ کعبہ کی چھت پر نصب تھا اس کے علاوہ اور بت بھی تھے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے گزارش کی یارسول اللہ ﷺ میرے کندھے پر چڑھ جائیں اور بتوں کو نیچے گرا دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے علی (رضی اللہ عنہ) تو نبوت کا بوجھ اٹھا نہیں سکتا تم میرے کندھے پر پاؤں رکھو اور یہ کام تم سرانجام دو چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے پاؤں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کندھوں پر رکھ دیئے اور حضور ﷺ کھڑے ہوئے پھر آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا اے علی (رضی اللہ عنہ) تیرا کیا حال ہے؟ عرض کی یارسول اللہ ﷺ مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ تمام حجابات

اُٹھ گئے ہیں اور گویا میرا سر عرش کے پائے سے ٹکرا رہا ہے اور میں جس چیز کو چاہوں پکڑ سکتا ہوں فرمایا اے علی (رضی اللہ عنہ) تجھے مبارک ہو کہ نیک کام کر رہے ہو اور زہے نصیب میرے کہ میں نے حق کا بوجھ اُٹھایا ہوا ہے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کیے تو نبی ﷺ کے کندھے سے زمین پر چھلانگ لگا دی اور مسکرانے لگے حضور ﷺ نے مسکرانے کا سبب دریافت فرمایا عرض کی میں نے اتنی بلندی سے چھلانگ لگائی ہے مجھے کوئی چوٹ وغیرہ نہیں لگی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے علی (رضی اللہ عنہ) تجھے اُٹھانے والا نبی ہے اور نیچے اتارنے والا جبرئیل امین ہے تو پھر تجھے کوئی تکلیف کیسے ہو سکتی ہے۔

(ج 2 ص 385 مدارج النبوت)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پست قد تھے لیکن جب حضور ﷺ کے کندھوں پر سوار ہوئے تو خدا تعالیٰ نے آپ ﷺ کا قد اتنا لمبا کر دیا کہ سر اقدس عرش سے ٹکرانے لگا یہ نبی کریم ﷺ کے کندھے کا معجزہ تھا۔

دست مبارک

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ کے معجزات تو بے شمار ہیں چند معجزات بطور نمونہ از خروارے پیش کیے جاتے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرموت کے باشندے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے جن میں اشعث بن قیس بھی تھا۔ انہوں نے آپ ﷺ سے کہا ایک بات ہم نے اپنے دلوں میں چھپائی ہے بتایئے وہ کیا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا سبحان اللہ یہ تو کاہنوں کا کام ہے انہوں نے کہا۔

کیف نعلم انک رسول اللہ فاخذ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کفا من حصیٰ فقال ھذا یشھد انی رسول اللہ فسبح

الحصٰی فی یدہ قالوا نشهد انک رسول اللهﷺ.

(ص 191 دلائل ابونعیم)

ترجمہ: ہمیں کیسے پتہ چلے کہ آپﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ آپﷺ نے ایک مٹھی کنکریاں لے کر فرمایا یہ گواہی دیتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں آپ کے ہاتھ مبارک میں ان کنکریوں نے تسبیح پڑھی۔ انہوں نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

پڑھا بے زبانوں نے کلمہ تمہارا
ہے سنگ و شجر میں بھی چرچا تمہارا

(۲) رسول خداﷺ نے حضرت اسید بن ایاس کے چہرہ اور سینہ پر اپنا ہاتھ پھیرا تو ان کا چہرہ سینہ اس قدر روشن ہو گیا کہ۔

فکان اسید یدخل البیت المظلم فیضیء۔ (ج 2 ص 85 خصائص)

اگر تاریک مکان میں داخل ہوتے تو وہ روشن ہو جاتا۔

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

(۳) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے یمن میں گورنر بنا کر بھیجنا چاہا میں نے عرض کی حضورﷺ میں تو نا تجربہ کار ہوں مقدمات وغیرہ کے فیصلے کیسے کروں گا پس:

فضرب رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وآله وسلم بیده فی صدری وقال اللهم اهد قلبه وثبت لسانه.

ترجمہ: رسول خداﷺ نے اپنا دست مبارک میرے سینے پر مارا اور دعا کی اے اللہ اس کے دل کو ہدایت پر قائم رکھ اور اس کی زبان کو حق پر ثابت رکھ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں خدا کی قسم اس وقت سے تا دم حیات

فریقین کے مقدمات کے فیصلے کرنے میں ایک ذرہ کے برابر بھی مجھے غلطی کا شبہ نہیں ہوا۔ (ج 1 ص 73 خصائص کبریٰ)

چنانچہ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس یہ مقدمہ پیش ہوا کہ تین آدمیوں نے مل کر اونٹوں کا کاروبار شروع کیا جب اونٹوں کی تعداد سترہ تک پہنچی تو ان تینوں میں اختلاف ہو گیا اور طے یہ پایا کہ یہ مال آپس میں تقسیم کر لیں اس مال میں ایک آدمی کا کل مال کا آدھا حصہ تھا دوسرے کا کل مال کا تیسرا حصہ تھا تیسرے کا کل مال کا نواں حصہ تھا یہ تقسیم سے عاجز آ گئے ان کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ سترہ اونٹوں کو کیسے تقسیم کریں آخرکار یہ اپنا مقدمہ لے کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہاں حاضر ہوئے آپ نے ان سے فرمایا اگر آپ تینوں اجازت دیں تو ایک اونٹ ان سترہ میں بیت المال کا شامل کر دیا جائے تاکہ تقسیم کرنا آسان ہو جائے وہ مان گئے اور ایک اونٹ ان سترہ اونٹوں میں بیت المال کا شامل کر دیا گیا اب یہ کل اٹھارہ اونٹ ہو گئے۔ اب اس کل کا آدھا نو اونٹ بن گئے جس کا حصہ کل مال کا آدھا تھا اس کو آپ نے نو اونٹ دے دیئے۔ اب اس کل کا تیسرا حصہ چھ اونٹ نکالے اور اس کے سپرد کیے جس کا حصہ کل مال کا تیسرا حصہ تھا پھر آپ نے کل مال کا نواں حصہ دو اونٹ نکالے اور اس کو دے دیا جس کا حصہ کل مال کا نواں تھا یہ کل 9+6+2=17 اونٹ ہو گئے اور ایک اونٹ بچ گیا فرمایا یہ اونٹ بیت المال کا تھا اسے واپس بیت المال میں شامل کر دو۔ یہ تھا فیصلہ اس عظیم ہستی کا جن کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

انا مدينة العلم وعلي بابها.

میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔

(۴) حضرت حنظلہ بن حذیم کے سر پر اپنا دست مبارک پھیر کر فرمایا تجھ میں برکت دی گئی۔ حضرت ذیال فرماتے ہیں کہ اس کے بعد ان کی کیفیت یہ ہو گئی کہ

کسی بکری کے تھنوں یا اونٹ یا انسان کے کسی جگہ ورم ہو جاتا تو اس کو حضرت حنظلہ کے پاس لے آتے اور وہ اپنے ہاتھ پر اپنا لعاب دہن ڈال کر اپنے سر پر ملتے اور فرماتے۔ بسم اللہ علی اثرید رسول اللہ ﷺ۔ اور پھر وہ ورم کی جگہ پر مل دیتے تو فوراً ورم اتر جاتا تھا۔ (ج 2ص 83 خصائص کبریٰ)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ مبارک کی برکت کا اثر حضرت حنظلہ کے سر پر آیا پھر وہ برکت منتقل ہو کر حضرت حنظلہ کے ہاتھ میں آتی پھر وہاں سے منتقل ہو کر بیماری والی جگہ پر جاتی اور بیماری دور ہو جاتی۔ یہ بات صرف اس کی سمجھ میں آئے گی جس کا نبی کے معجزہ پر ایمان ہے:

آزمودم عقل دور اندیش را
بعد ازیں دیوانہ سازم خویش را

(۵) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ میں نے آپ کی ایک بات دیکھی ہے جو آپ کی نبوت پر دلالت کرتی ہے اور میرے مسلمان ہونے میں اس کو بڑا دخل حاصل ہے اور وہ یہ ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو گہوارے میں دیکھا کہ آپ ﷺ چاند سے ہمکلام ہو رہے تھے جس طرف آپ ﷺ انگلی سے اشارہ کرتے تھے چاند اسی طرف ہو جاتا تھا فرمایا میں اس سے باتیں کرتا تھا اور وہ مجھ سے باتیں کرتا تھا اور وہ مجھے رونے سے بہلاتا تھا میں اس کے گرنے کی آواز سنتا تھا جبکہ وہ عرش الٰہی کے نیچے سجدے میں گرتا تھا۔ (ص 53 خصائص کبریٰ)

کھیلتے تھے چاند سے بچپن میں آقا اس لئے
یہ سراپا نور تھے وہ تھا کھلونا نور کا

چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں
کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا

قد مبارک

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا قد مبارک بایں طور معجزہ تھا کہ آپ ﷺ کے قامت زیبا کا سایہ نہ تھا کیونکہ خدا تعالیٰ آپ ﷺ کے بشری وجود کو ایسا لطیف و نظیف پاکیزہ اور برگزیدہ بنایا تھا کہ اس میں کسی قسم کی مادی کثافت نہ تھی آپ ﷺ سراپا نور تھے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دعا مانگی۔

اے اللہ میرے لئے دل میں نور کر دے میری قبر میں نور میرے آگے نور میرے پیچھے نور میرے دائیں نور میرے بائیں نور میرے اوپر نور میرے نیچے نور میرے کانوں میں نور میری آنکھوں میں نور میرے بالوں میں نور میری جلد میں نور میرے گوشت میں نور میرے خون میں نور میری ہڈیوں میں نور کر دے۔ اے اللہ میرے لئے بہت زیادہ نور کر دے اور مجھے نور عطا کر دے اور مجھ کو نور کر دے۔ (ترمذی کتاب الدعوات)

اس دعا سے یہ مقصود نہ تھا کہ نور ہونا ابھی حاصل نہ ہوا تھا اور آپ ﷺ اس کا حصول مانگتے تھے بلکہ یہ دعا اس امر کے اظہار کے لئے تھی کہ حضور ﷺ کا تمام بدن نور ہے جیسا کہ حضور ﷺ کا ہدایت پر ہونا قرآن سے ثابت ہے خدا فرماتا ہے۔

اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ.

بلکہ دوسری جگہ فرمایا۔

وَاِنَّکَ لَتَھْدِیْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ.

مگر باوجود اس کے آپ ﷺ ہر نماز میں دعا مانگتے ہیں۔ اھدنا الصراط المستقیم. کیا آپ کا یہ دعا کرنا اس لئے تھا کہ آپ ﷺ ہدایت پر

نہ تھے۔ نہیں بلکہ جس طرح اس دعا سے پہلے بھی آپ ﷺ ہدایت پر تھے بلکہ ہادی تھے مگر پھر بھی آپ ﷺ دعا مانگتے تھے۔ اسی طرح آپ اس دعا سے پہلے بھی نور تھے بلکہ منیر تھے۔ خدا فرماتا ہے قد جاء کم من اللہ نور مگر پھر بھی دعا مانگی کہ اے اللہ مجھے نور علیٰ نور کر دے۔

اس حدیث ترمذی سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کے بدن کا ہر ہر عضو نور ہے جب آپ ﷺ کے جسم کا ہر ہر عضو نور ہے اور پھر اس کے دائیں بائیں آگے پیچھے اوپر نیچے اندر باہر نور ہی نور ہے تو پھر سایہ کیسے ہو سکتا ہے کیونکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ اگر کسی جسم کے آگے پیچھے اوپر نیچے اور اندر باہر روشنی کر دیں تو باوجود اس کے کہ وہ جسم اپنے طول وعرض کے ساتھ موجود ہوگا مگر اس کا سایہ نہ ہوگا۔

تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا
سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا

امام نسفی فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

ان اللہ ما اوقع ظلک علی الارض لئلا یصنع انسان قدمہ علی ذالک الظن. (ص 321 تفسیر مدارک)

بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا سایہ زمین پر نہ ڈالا کہ کوئی شخص اس پر پاؤں نہ رکھ سکے۔

ہیں وہ خورشید رسالت نور کا سایہ کہاں
اس سبب سے سایہ خیر الوریٰ ملتا نہیں

پسینہ مبارک

آپ کے پسینہ مبارک سے کستوری سے بڑھ کر خوشبو آیا کرتی تھی چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں نے اپنی لڑکی کی شادی کرنی ہے اور میرے پاس خوشبو نہیں آپ ﷺ کچھ خوشبو عنایت فرمائیں فرمایا کل ایک کھلے منہ کی شیشی لے آنا دوسرے روز وہ ایک شیشی لے کر آیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دونوں بازوؤں سے پسینہ اس شیشی میں ڈال دیا یہاں تک کہ وہ بھر گئی پھر فرمایا اسے لے جاؤ اور اپنی بیٹی سے کہہ دینا کہ اس سے لگالیا کرے پس جب آپ کے پسینے کو لگاتی تو تمام اہل مدینہ کو اس کی خوشبو پہنچ جاتی اور ان کے گھر کا نام خوشبو والوں کا گھر مشہور ہو گیا۔

(ج 4 ص 224 زرقانی)

لیکن ملا معین کاشفی نے اس واقعہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ اس لڑکی کے ہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی اس کے بائیں ہاتھ کی پشت سے بھی خوشبو آتی تھی کیوں کہ اس کی ماں حضور ﷺ کے پسینے کو بائیں ہاتھ کی پشت پر بطور خوشبو لگاتی تھی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب کبھی مدینہ کی کسی گلی سے گزر جاتے تو اس گلی میں آپ ﷺ کی خوشبو پھیل جاتی اور لوگ کہتے کہ اس گلی سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا گزر ہوا ہے۔

میں مدینے کی گلیوں پہ قرباں جن سے گزرے ہیں شاہِ مدینہ
اس طرح سے مہکتے ہیں رستے عطر جیسے لگائے ہوئے ہیں

قلب اور سینہ مبارک

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اللہ نور السموات والارض مثل نورہ کمشکوۃ فیھا مصباح المصباح فی زجاجۃ الزجاجۃ کانھا کوکب دری.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ روشنی عطا فرمانے والا ہے تمام آسمانوں اور زمینوں کو اس کے نور کی مثال یوں ہے جیسے ایک طاق میں ایک بتی اور دیا روشن کر کے رکھا ہوا اور بتی ایک ایسے شیشے میں رکھی ہوئی ہو جو اپنی صفائی اور نظافت کی وجہ سے چمکتے ستارے کی مانند ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

المشکوٰۃ جوف محمد والزجاجة قلبه والمصباح النور الذی جعله الله فيه.

ترجمہ: مشکوٰۃ سے مراد حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا سینہ مبارک زجاجہ سے مراد آپ کا دل اور مصباح سے مراد وہ نور ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے دل میں ودیعت کیا۔

شمع دل مشکوٰۃ تن سینہ زجاجہ نور کا
تیری صورت کیلئے آیا ہے سورہ نور کا

صاحب روح المعانی نے الم نشرح لک صدرک کے تحت لکھا ہے۔

الم نفسح صدرک حتی حوی عالم الغيب والشهادة.

ترجمہ: ہم نے آپ ﷺ کے سینہ اقدس کو اس قدر وسیع کر دیا کہ عالم غیب (عرش سے لے کر ساتویں آسمان) اور عالم شہادت (ساتویں آسمان سے لے کر ساتویں زمین تک) کو محیط ہو گیا۔

لہٰذا ساری کائنات عرش سے لے کر دل فرش تک کو آپ ﷺ کے سینے نے اپنے گھیرے میں لے لیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رحمتہ للعالمین ہیں خدا فرماتا ہے۔

وَمَا اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ.

اور خدا کی رحمت کے گھیرے اور محیط میں ہر شئے ہے۔ خدا فرماتا ہے۔

رحمتی وسعت کل شئی۔ یعنی میری رحمت ہر شے پر محیط ہے۔
نتیجہ یہ نکلا رحمۃ للعالمین ہر شے کو محیط ہیں لہٰذا زمین و آسمان کی ہر چیز نے مصباح نور نبی سے روشنی لی ہے عرش سے لے کر تحت الثریٰ تک ساری کائنات آپ ﷺ کے نور سے منور ہے سارے انبیاء چاند سورج آپ ﷺ ہی سے نور کی بھیک وصول کرر ہے ہیں۔

انبیاء اجزاء میں تو بالکل ہے جملہ نور کا
اس علاقے سے ہے ان پر نام سچا نور کا
یہ جو مہر و مہ پہ ہے اطلاق آتا نور کا
بھیک تیرے نام کی ہے استعارہ نور کا
لا مکاں تک اجالا ہے جس کا وہ ہے
ہر مکاں کا اجالا ہمارا نبی

نکتہ: شیشہ کے اندر بتی جل رہی ہو تو شیشہ کا سایہ نظر نہیں آتا اسی طرح جسم مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بمنزلہ زجاجہ اور صاف اور شفاف شیشے کے ہے اور اس کے اندر مصباح نور نبوت اور عکس جلوۂ ذات موجود ہے اسی لئے نبی کریم ﷺ کے جسم کا سایہ نہ تھا۔

سلام اس پر کہ جس کے جسم اطہر کا نہ سایہ تھا
سلام اس پر کہ جس نے عرش کو جا کر سجایا تھا

حضرت بایزید بسطامی فرماتے ہیں اگر عرش اور جو کچھ اس کے احاطے میں ہے یعنی پوری کائنات کادس کروڑ گنا عارف کے دل کے گوشوں میں سے ایک گوشے میں رکھ دیا جائے تو اس کو اس کا ذرہ بھر وزن محسوس نہ ہو اور اس میں کوئی تنگی محسوس نہ ہو اور تنگی محسوس بھی کیسے ہوسکتی ہے جبکہ حدیث قدسی میں ہے کہ:
لا یسعنی ارض ولا سمائی ولکن یسعنی قلب عبدی

المومن.

میری گنجائش نہ آسمانوں میں ہے نہ زمین میں لیکن میں اپنے مومن بندے کے دل میں سما سکتا ہوں۔

ارض و سما کہاں تیری وسعت کو پا سکے
میرا ہی دل ہے وہ کہ جہاں تو سما سکے

مقام غور ہے جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ایک امتی کو حضور علیہ السلام کی غلامی اور اتباع کی وجہ سے یہ مقام مل جاتا ہے کہ اس کے دل کی وسعت اتنی ہو جاتی ہے تو پھر سرور کونین کا کیا مقام و مرتبہ ہو گا آپ تو دائرہ نورانیت کے مرکز ہیں اور تجلیات الٰہیہ کے مرکز ہیں تمام اولیاء کرام آپ ﷺ ہی سے مستفیض و مستنیر ہوتے ہیں۔

جب معراج کی رات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا شق صدر ہوا تو جبرئیل نے قلب انور کو آب زمزم سے دھویا اور فرمایا۔

قلب سدید فیه عینان تبصران واذنان تسمعان.

(ج 13 ص 410 فتح الباری)

دل کجی سے پاک ہے اس میں دو آنکھیں جو دیکھتی ہیں اور دو کان ہیں جو سنتے ہیں۔

قلب انور کے ان کانوں اور آنکھوں کا سننا اور دیکھنا عالم محسوسات سے وراء الوراء خرق عادت کے طور پر ہے یعنی آنکھیں دور کی چیزوں کو دیکھتی ہیں اور کان دور کی آوازوں کو سنتے ہیں اور جس طرح سر کی آنکھوں کا دیکھنا عارضی نہیں بلکہ دائمی ہے ظاہر کانوں کا سننا عارضی نہیں بلکہ دائمی ہے اسی طرح دل کی آنکھوں اور کانوں کا دیکھنا اور سننا بھی عارضی نہیں بلکہ دائمی ہے۔

جب حضور علیہ السلام دور کی تمام آوازوں کو سن سکتے ہیں تو دور کے درود کو بھی

سن سکتے ہیں ۔ حدیث قدسی میں ہے میرا ولی جب میر المحبوب بن جاتا ہے۔ کنت سمعه الذی یسمع بی وبصره الذی یبصر بی ۔ میں اس کی سمع بن جاتا ہوں وہ مجھ سے سنتا ہے اس کی آنکھ بن جاتا ہوں وہ مجھ سے دیکھتا ہے امام رازی اس کی شرح میں لکھتے ہیں۔

فاذا اصار نور جلال الله سمعا له سمع القريب والبعيد واذا صار ذالک النور بصراً له رای القريب والبعيد.

جب اللہ کے جلال کا نور بندے کی آنکھ میں آجاتا ہے تو وہ قریب دور کی چیزوں کو دیکھتا ہے اور وہی نور جب کان میں آجاتا ہے تو قریب و دور کی آوازوں کو سن لیتا ہے۔

دوسری چیزوں کو دیکھنا اور سننا جب دلیل شرعی سے اولیاء کرام کے لئے ثابت ہے تو نبی کریم ﷺ تو ولایت کاملہ کے مرتبہ پر فائز ہیں آپ کے لئے تو بطریق اولیٰ ثابت ہو گیا۔

حیات النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

اہلسنت کا عقیدہ:

ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام بالخصوص حضور رحمتہ للعالمین حیات حقیقی جسمانی کے ساتھ زندہ ہیں اپنی نورانی قبروں میں اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا رزق کھاتے ہیں نمازیں پڑھتے ہیں گوناں گوں لذتیں حاصل کرتے ہیں سنتے ہیں دیکھتے ہیں کلام فرماتے ہیں اور سلام کرنے والوں کو جواب دیتے ہیں چلتے پھرتے اور آتے جاتے ہیں جس طرح چاہتے ہیں تصرف فرماتے ہیں اپنی امتوں کے اعمال کا مشاہدہ کرتے ہیں اور مستفیضین کو فیوض و برکات پہنچاتے ہیں اس عالم دنیا میں بھی ان کے ظہور کا مشاہدہ ہوتا ہے آنکھ والوں نے ان کے جمال جہاں آراء کو بار بار دیکھا ہے اور ان کے انوار سے مستنیر ہوئے۔

حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مقدسہ قرآن مجید کی متعدد آیات اور احادیث سے ثابت ہے۔

آیات قرآن

آیت نمبر 1. خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ.

ترجمہ: اور نہیں بھیجا ہم نے آپ ﷺ کو مگر رحم کرنے والا تمام جہانوں کیلئے۔

وجہ استدلال یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ بموجب آیۂ کریمہ تمام عالموں کیلئے رحمت ہیں اور تمام ممکنات پر ان کی قابلیت کے موافق واسطہ فیض الٰہی ہیں اور اول مخلوقات ہیں اور عطائے الٰہی کو اس کی مخلوق میں تقسیم فرمانے والے ہیں۔

تفسیر روح المعانی میں اسی آیت کے تحت مرقوم ہے۔

وکونه صلی الله تعالیٰ علیه وآله وسلم رحمة للجمیع باعتبار انه علیه الصلوٰة والسلام واسطة الفیض الا لهی علی الممکنات علی حسب القوابل ولذا کان نوره صلی الله علیه وسلم اول المخلوقات ففی الخبر اول ماخلق الله تعالیٰ نور نبیک یا جابر وجاء الله تعالیٰ المعطی وانا القاسم۔ (روح المعانی پارہ نمبر 17 ص94)

ترجمہ: اور نبی کریم ﷺ تمام جہانوں کے لئے رحمت اس اعتبار سے ہے کہ حضور ﷺ تمام ممکنات پر ان کی قابلیتوں کے مطابق فیض الٰہی کا واسطہ اور اسی لئے حضور ﷺ کا نور اول مخلوقات ہے کیونکہ حدیث شریف میں آتا ہے۔"اول ماخلق الله تعالیٰ نور نبیک یا جابر" اے جابر اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تیرے نبی کا نور پیدا کیا۔

دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ عطا کرنے والا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں۔ پس "وما ارسلنک الا رحمة للعالمین" سے پتہ چلا کہ حضور ﷺ اٹھارہ ہزار عالم کے ہر فرد کو فیض پہنچا رہے ہیں جس طرح جڑ تمام شاخوں کو حیات بخشتی ہے اور درخت سرسبز رہتا ہے اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عالم امکان کا ہر فرد فیوض و برکات اور حیات کا استفادہ کرتا ہے اور آپ ﷺ ہر فرد ممکن کو اس کے حسب حال حیات واقعی عطا فرماتے ہیں۔

نیز علامہ محمود آلوسی بغدادی نے اسی آیۃ کے تحت لکھا ہے۔

"وما ارسلناک فی حال من الاحوال الا حال کونک راحما للعالمین"۔

ترجمہ: نہیں بھیجا ہم نے آپ ﷺ کو مگر اس حال میں کہ آپ ﷺ تمام جہانوں کے لئے "راحم" یعنی رحم فرمانے والے ہیں۔

آیت نمبر 2. خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل الله اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون.

ترجمہ: ان لوگوں کو مردہ نہ کہو جو اللہ کے راستے میں قتل کئے گئے بلکہ وہ زندہ ہیں اور تمہیں ان کی (زندگی) کا شعور نہیں۔

حضور ﷺ کو بھی اللہ تعالیٰ نے مرتبہ شہادت سے سرفراز فرمایا اور وہ اس طرح کہ شہادت کی دو اقسام ہیں ایک شہادت جہری جس کے لئے کسی تیز دھار آلہ سے زخم ہونا ضرور ہے اور دوسری شہادت سری ہے جو زہر وغیرہ سے واقع ہوتی ہے۔ حضور ﷺ کو خیبر کے مقام پر ایک یہودیہ زینب نامی نے گوشت میں زہر ملا کر آپ ﷺ کو کھلا دیا جو آپ ﷺ کو گاہے بگاہے اذیت دیتا آخرکار اسی زہر کے اثر سے آپ ﷺ کی وفات واقع ہوئی چنانچہ علامہ زرقانی فرماتے ہیں۔

قد ثبت ان نبینا صلی الله علیه وسلم مات شهیدا لا کله یوم خیبر من شاة مسمومة. (ج 8 ص 313 زرقانی)

ترجمہ: اور بے شک یہ بات ثابت ہوگئی کہ ہمارے نبی کریم ﷺ نے شہادت کی وفات پائی اس لئے کہ حضور ﷺ نے خیبر کے دن زہر ملا بکری کا گوشت تناول فرمایا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر میں نو مرتبہ قسم کھا کر یہ بات کہوں کہ رسول خدا ﷺ قتل کئے گئے ہیں تو یہ بات مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں ایک دفعہ قسم کھا کر یہ کہہ دوں کہ آپ ﷺ قتل نہیں کئے گئے۔

(ج 9 ص 132 مسند ابی یعلیٰ)

حضرت عبداللہ بن مسعود وہ عالم صحابی ہیں جن کی کوشش سے کوفہ میں چار ہزار محدثین اور چار سو فقہاء تیار ہوئے ان کا مسلک یہ ہے کہ رسولِ خدا ﷺ قتل کئے گئے ہیں اور آپ ﷺ من یقتل فی سبیل اللہ کے عموم میں داخل ہیں اس

بنا پر حضور ﷺ کا زندہ ہونا نص قطعی سے ثابت ہے اور آپ ﷺ کو مردہ کہنا از روئے قرآن منع ہے۔

خدا تعالیٰ نے قرآن میں منعم علیہم کے چار گروہ بیان فرمائے ہیں خدا فرماتا ہے۔

من یطع الله والرسول فاولئک مع الذین انعم الله علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین.

ترجمہ: جو اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کرتا ہے اسے ان لوگوں کی معیت حاصل ہوگی جن پر خدا نے انعام کیا اور وہ نبی صدیق شہید اور نیک لوگ ہیں۔

ارشاد فرمایا۔

آیت نمبر 3. وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ۔

ترجمہ: جو لوگ اللہ کے راستے میں قتل کر دیئے جائیں ان کو مردہ خیال بھی نہ کرو بلکہ وہ زندہ ہیں اور اللہ کے ہاں رزق دیئے جاتے ہیں۔

جب تیسرے نمبر والے شہید کو مردہ گمان کرنا بھی منع ہے تو اول گروہ کے سردار حضرت محمد ﷺ کو مردہ کہنا کیسے جائز ہوسکتا ہے آپ ﷺ بھی یقیناً زندہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

''مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا''۔

جو ایک نیکی کرے اسے اس کی مثال دس نیکیاں ملیں گی لہٰذا ایک جان دینے والے کو دس جانیں عطا کیا جانا ثابت ہوا دنیا میں ایک جان کے ساتھ زندہ انسان جب اپنے آپ ﷺ کو زندہ سمجھتا ہے تو جسے ایک جان کے بدلے دس جانیں عطا کی گئی ہیں وہ کیونکہ مردہ ہوسکتا ہے۔ اس بنا پر شہید کو مردہ کہنے کی نہی وارد ہوئی ہے چونکہ تمام انبیاء کرام شہید ہیں لہٰذا مردہ کہنے کی ممانعت انبیاء کرام

کے حق میں پہلے ہوگی اور محض شہداء کے حق میں ان کے بعد۔

شہادت کو مومنوں کے لئے مسنون بنانے والے حضورﷺ ہیں اور آپ ﷺ ہی نے مومنوں کو شہادت کی طرف بلایا ہے اور خدا تعالیٰ کی توفیق اور اذن سے اس کی ہدایت فرمائی ہے اور نبی کریمﷺ کا ارشاد عالی ہے۔

مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ اَجْرُهَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ.

ترجمہ: جس شخص نے کوئی نیک کام جاری کیا تو اسے اس کا اجر ملے گا اور قیامت تک جو شخص بھی اس پر عمل کرے گا جاری کرنے والے کو برابر اجر ملتا رہے گا۔

اس بنا پر قیامت تک جتنے لوگ بھی شہید ہوں گے سب کے برابر حضور ﷺ کو اجر ملے گا اور حیات بھی ایک اجر ہے اور جس طرح یہ اجر شہید کو ملے گا حضورﷺ کو بھی ملے گا اس قاعدہ کے مطابق قیامت تک جتنے شہید ہوں گے سب کے برابر نبی کریمﷺ کو حیاتؑ ملے گی اور قیامت تک بے شمار شہید ہوں گے لہٰذا حضورﷺ کو بے شمار جانیں عطا ہوں گے جو آپﷺ کے زندہ ہونے کی بین دلیل ہے۔

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
میرے چشم عالم سے چھپ جانے والے

آیت نمبر 4. خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا.

ترجمہ: اور اگر یہ لوگ جب بھی اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں آپﷺ کے پاس حاضر ہوں پھر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں اور رسولﷺ بھی ان کے لئے دعائے مغفرت کر دے تو وہ ضرور اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ:

(۱) خدا تعالیٰ نے حصول مغفرت کے لئے مومنوں کو اپنے حبیب کی بارگاہ میں حاضر ہونے کا حکم دیا اگر حضور ﷺ کو زندہ نہ مانا جائے تو لازم آئے گا کہ خدا تعالیٰ نے ایک عبث کام کا حکم دیا ہے حالانکہ خدا تعالیٰ اس سے مبرا و منزہ ہے۔

(۲) خدا نے فرمایا رسول بھی ان کے لئے استغفار اور شفاعت فرمائیں اور اس کے لئے سمجھنا اور بولنا ضروری ہے جو حیات پر دلالت کرتا ہے۔

(۳) اذن عام ہے جس سے پتہ چلا کہ حضور ﷺ کے انتقال کے بعد بھی اگر کوئی طلب شفاعت کے لئے آپ ﷺ کے پاس آئے تو آپ اس کی سفارش فرماتے ہیں چنانچہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے وصال کے تین روز بعد ایک اعرابی ہمارے پاس آیا اور مزار پُر انوار پر گر پڑا اور قبر کی خاک پاک کو اپنے سر پر ڈالا اور عرض کرنے لگا یا رسول ﷺ جو آپ نے فرمایا ہم نے سنا آپ ﷺ نے اپنے رب سے جو سیکھا وہ ہم نے آپ ﷺ سے سیکھا اسی میں یہ آیت بھی تھی۔ ولو انهم اذ ظلموا......الخ میں نے اپنی جان پر بڑے بڑے ستم کئے ہیں اور آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں اے سراپا شفقت و رحمت میری مغفرت کے لئے دعا فرمائیے۔

فنودی من القبر انه قد غفرلک. (تفسیر قرطبی زیر آیت متذکرہ)

مرقد انور سے آواز آئی تجھے بخش دیا گیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں علامہ محمود آلوسی بغدادی نے لکھا ہے کہ:

قیل انه علیه السلام یا خذ الاحکام من نبینا صلی الله علیه وسلم شفاها بعد نزوله من قبره الشریف واید بحدیث ابی لیلیٰ والذی نفسی بیده لینزلن عیسی بن مریم ثم لئن قام علی قبری وقال یا محمد لا جیبنه. (روح المعانی ج 22 ص 33)

ترجمہ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمانے کے بعد ہمارے نبی کریم ﷺ سے آپ کی قبر شریف سے بالمشافہ احکام شریعت حاصل کریں گے اور اس امر کی تائید ابویعلیٰ کی اس حدیث سے ہوتی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ضرور نزول فرمائیں گے پھر انہوں نے اگر میری قبر پر کھڑے ہو کر کہا ''یا محمد'' تو میں ضرور ان کو جواب دوں گا۔

علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی نے لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب نزول فرمائیں گے تو وہ ہمارے نبی کریم ﷺ کی احادیث پڑھ کر ان کے مطابق زندگی بسر کریں گے۔

واذا اشکل علیه امر جاء الی قبر النبی صلی الله تعالٰی علیه وآله وسلم فیسئله عنه.

ترجمہ: اور جب ان کو کوئی مشکل پیش آئے گی تو وہ ہمارے نبی کریم ﷺ کی قبر انور پر آکر اس مشکل کو حل کرائیں گے۔

اس ساری بحث کا نتیجہ یہ نکلا کہ:

(۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمارے نبی کریم ﷺ کے امتی کی حیثیت سے زندگی بسر کریں گے۔

(۲) حضور ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کو یا محمد یا رسول اللہ (ﷺ) کہہ کر پکارنا جائز ہے۔

(۳) حضور ﷺ اپنی قبر انور کے اندر زندہ ہیں اور اسی عقیدے کے تحت حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ ﷺ کو یا محمد کہہ کر پکاریں گے۔

(۴) ہمارے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ وہ عظیم بارگاہ ہے جہاں نبیوں کی مشکل حل ہوتی ہے۔

آیت نمبر 5. وَاسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رُّسُلِنَا اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً یُّعْبَدُوْنَ۔

ترجمہ: آپ ﷺ دریافت فرمائیں ان انبیاء سے جنہیں ہم نے آپ ﷺ سے پہلے مبعوث فرمایا کیا ہم نے اپنی ذات سراپا رحمت کے علاوہ کسی اور کو معبود بنایا جن کی عبادت کی جائے۔

امام فخر الدین رازی نے اس آیت کے تحت لکھا ہے کہ شب معراج جب نبی کریم ﷺ نے تمام نبیوں کی امامت کرائی تو اختتام نماز پر جبریل نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ اپنے سے پہلے انبیاء کرام سے دریافت فرمالیجئے کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے سوا کسی اور کی عبادت کی اجازت دی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اس سوال کی حاجت نہیں۔

اگر انبیاء کرام زندہ نہیں اور مر کر مٹی میں مل گئے ہوں تو لازم آئے گا کہ خدا تعالیٰ نے حضور ﷺ کو جو پوچھنے کا حکم دیا ہے وہ عبث ہے حالانکہ خدا کا کوئی حکم عبث نہیں ہوتا نتیجہ یہ نکلا کہ حضرات انبیاء کرام وفات کے بعد بھی زندہ ہوتے ہیں۔

آیت نمبر 6. وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَهِیْدًا۔

ترجمہ: اور رسول تم پر گواہ ہوگا۔

آیت نمبر 7. اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا۔

ترجمہ: بے شک ہم نے آپ ﷺ کو گواہ بنا کر بھیجا۔

ان آیات میں حضور ﷺ کو گواہ کہا گیا اور گواہ کے لئے چار چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔

(۱) گواہ موقع پر موجود ہو۔

(۲) گواہ کو واقعہ کا علم ہو۔

(۳) گواہ نے واقعہ کو اپنی آنکھ سے دیکھا ہو۔

(۴) گواہ زندہ ہو۔

ثابت ہوا کہ حضور ﷺ وفات کے بعد زندہ ہیں۔ نیز امام راغب نے المفردات فی غرائب القرآن میں لکھا ہے۔

الشهود والشهادت الحضور مع المشاهدة اما بالبصر اوبالبصيره.

ترجمہ: شہود اور شہادت کا مطلب یہ ہے کہ انسان موقع پر موجود ہو اور مشاہدہ بھی کرے خواہ ظاہری آنکھوں کی بینائی سے خواہ بصیرت کے نور سے۔

اس معنٰی کے لحاظ سے ماننا پڑے گا کہ حضور ﷺ زندہ ہوں موجود ہوں اور آپ ﷺ کو امت کے اعمال کی بھی خبر ہو اسی لئے علامہ زرقانی نے لکھا ہے۔

لا فرق بين موته وحياته صلى الله تعالىٰ عليه وآله وسلم في مشاهدة لامته ومعرفته باحوالهم وعزائمهم وخواطرهم وذالك جلي عنده لاخفاء به. (ج8 ص305 زرقانی)

ترجمہ: اپنی امت کو مشاہدہ کرنے اس کے حالات و عزائم و خطرات قلبی کو پہچاننے کے لحاظ سے نبی کریم ﷺ کی موت و حیات میں کوئی فرق نہیں اور یہ امر آپ ﷺ پر روشن ترین ہے اس میں کوئی پوشیدگی نہیں۔ یہی علامہ زرقانی ایک اور مقام پر فرماتے ہیں۔

ليس من يوم الا وتعرض على النبي اعمال امته غدوة وعشية فيعرفهم بسيماهم واعمالهم۔ (ج5 ص237 زرقانی)

ترجمہ: ہر روز صبح و شام نبی کریم ﷺ پر امت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں آپ ﷺ اپنے امتیوں کو ان کی علامات اور اعمال سے پہچانتے ہیں۔

آپ ﷺ پر اعمال کا پیش ہونا اور آپ ﷺ کا اپنے امتیوں کو ان کی علامات اور اعمال سے پہچاننا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ وفات کے بعد

زندہ ہیں۔

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔

حیاتی خیر لکم ومماتی خیر لکم۔(فتح الکھم ج1 ص413)

میری زندگی تمہارے لئے بہتر ہے اور میری موت بھی تمہارے لئے بہتر ہے۔

صحابہ نے عرض کی آپ ﷺ کی زندگی تو ہمارے لئے یقیناً بہتر ہے لیکن آپ ﷺ کی وفات ہمارے لئے کیسے بہتر ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا۔

تعرض علی اعمالکم فما رایت من خیر حمدت اللہ تعالیٰ علیہ ومارایت من شر استغفرت اللہ لکم۔

ترجمہ: تمہارے اعمال مجھ پر پیش کئے جایا کریں گے تو تمہارے نیک اعمال کو دیکھ کر اللہ کی حمد بیان کروں گا اور تمہارے بُرے اعمال کو دیکھ کر خدا سے تمہاری مغفرت کی دعا کیا کروں گا۔

مغفرت کی دعا کرنے کے لئے زندگی ضروری ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ آپ ﷺ وفات کے بعد اپنی قبر انور میں زندہ ہیں۔

آیت نمبر 8. یَاأَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتَ النَّبِیِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ کَجَهْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لَاتَشْعُرُوْنَ۔

ترجمہ: اے ایمان والو اپنی آوازوں کو نبی کی آواز سے اونچا نہ کرو اور ان کے سامنے چلا کر بات نہ کرو جیسے ایک دوسرے سے اونچی آواز میں بات کرتے ہو تمہارے اعمال اکارت ہو جائیں گے اور تمہیں شعور بھی نہ ہوگا۔

اس آیت کے تحت علامہ اسماعیل حقی نے لکھا ہے۔

وقد کرہ بعض العلماء رفع الصوت عند قبرہ علیہ السلام

لانہ حی فی قبرہ.

ترجمہ: اور بعض علماء نے نبی کریم ﷺ کی قبر کے پاس آواز کو بلند کرنے کو مکروہ جانا ہے کیونکہ آپ ﷺ اپنی قبر انور کے اندر زندہ ہیں۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا عقیدہ

حضرت سائب بن یزید سے مروی ہے کہ میں ایک بار مسجد نبوی میں کھڑا تھا کسی نے مجھے کنکری ماری دیکھا تو وہ حضرت عمر بن خطاب تھے انہوں نے کہا جاؤ ان دو آدمیوں کو لے آؤ جب میں ان دونوں کو آپ کے پاس لے گیا تو آپ نے ان سے پوچھا تم کون ہو انہوں نے کہا ہم طائف کے رہنے والے ہیں آپ نے فرمایا اگر تم اس شہر کے ہوتے تو میں تم کو ضرور سزا دیتا اس لئے کہ تم مسجد نبوی میں آواز بلند کرتے ہو۔ (بخاری شریف)

باوجودیکہ حضرت سائب بن یزید وہاں سے دور نہ تھے مگر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان کو پکار کر اپنے پاس نہیں بلایا بلکہ کنکری مار کر اپنی طرف متوجہ کیا ہے وجہ یہ تھی کہ سرکار دو عالم ﷺ وہاں بحیات ابدی تشریف رکھتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا عقیدہ تھا کہ حضور ﷺ اپنی قبر انور میں زندہ ہیں۔

امام مالک کا عقیدہ

ایک مرتبہ امیر المومنین ابو جعفر منصور جو خلفائے عباسیہ سے دوسرے خلیفہ ہیں نے امام مالک کے ساتھ کسی بات میں مباحثہ کیا جس میں ان کی آواز کچھ بلند ہوگئی اس پر امام مالک نے کہا اے امیر المومنین اس مسجد میں آواز بلند نہ کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کی اس آیت میں تادیب کی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ.

اور ان لوگوں کی مدح کی ہے جو حضور علیہ کے پاس آواز پست کرتے ہیں چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰی لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ.

ترجمہ: جو لوگ دبی آواز سے بولا کرتے ہیں رسول اللہ علیہ کے پاس وہی لوگ ہیں کہ خدا نے ان کے دلوں کو تقویٰ کے لئے جانچ لیا ہے ان کے لئے مغفرت اور اجر عظیم ہے۔

اور اس قوم کی مذمت کی ہے جو حجرہ کے باہر سے آپ کو پکارتے تھے۔

چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَکَ مِنْ وَّرَاءِ الْحُجُرَاتِ اَکْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ.

ترجمہ: بے شک جو لوگ آپ علیہ کو حجروں کے پیچھے سے پکارتے ہیں وہ اکثر بے عقل ہیں۔

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حرمت وصال کے بعد بھی وہی ہے جو قبل وصال کے تھی یہ سن کر امیر المومنین مؤدب ہو گئے پھر انہوں نے امام مالک سے پوچھا قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر دعا کروں یا رسول اللہ علیہ کی طرف آپ نے فرمایا حضور علیہ کی طرف سے کیوں منہ پھیرتے ہو وہ تو قیامت کے دن تمہارا اور تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کا وسیلہ ہیں لہٰذا حضور علیہ کی طرف متوجہ ہو کر دعا کریں اور شفاعت و سفارش طلب کریں اللہ تعالیٰ حضور علیہ کی شفاعت قبول فرمائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا○

(ج 2 ص 32 شفا شریف)

امام مالک نے امیر المومنین کو مسجد نبوی میں آواز بلند کرنے سے منع فرمایا اور کہا کہ نبی کریم ﷺ کی حرمت وصال کے بعد ویسی ہی ہے جیسی قبل از وصال تھی۔ مطلب یہ کہ جس طرح آپ ﷺ قبل از وفات زندہ تھے اور آپ ﷺ کا ادب و احترام کیا جاتا تھا اسی طرح آپ ﷺ اب بھی زندہ ہیں آپ ﷺ کا ادب واحترام لازمی ہے۔

صدیق اکبر کا عقیدہ

امام جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے کہ:

حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ جب میرے والد کریم بیمار ہوئے تو وصیت فرمائی کہ میرے وصال کے بعد مجھے روضہ شریف پر لے جانا میرے لئے نبی کریم ﷺ سے اجازت کی غرض سے عرض کرنا یارسول اللہ ﷺ یہ ابوبکر ہیں کہ آپ ﷺ کے نزدیک انہیں دفن کر دیا جائے اگر تمہیں اجازت مل جائے تو مجھے حضور ﷺ کے قریب دفن کر دینا ورنہ جنت البقیع لے جانا چنانچہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو درِ رسول ﷺ پر حاضر کیا گیا اور عرض کیا گیا یارسول اللہ ﷺ آپ کے یارِ غار حاضر ہیں ان کی خواہش ہے کہ انہیں آپ کے قریب دفن کیا جائے انہوں نے ہمیں وصیت کی تھی سو اگر ہمیں اجازت ہو تو ہم روضۂ اقدس میں داخل ہوں ورنہ لوٹ جائیں صحابہ کرام فرماتے ہیں اس وقت ندا کی گئی۔

ان دخلوا کرامة وسمعنا کلاما ولم نری احدا

عزت و اکرام سے داخل ہو جاؤ صحابہ کرام نے فرمایا کہ ہم نے یہ کلام سنا لیکن بولنے والا نظر نہ آیا۔ (ج 2 ص 281 خصائص الکبریٰ)

اس سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کا عقیدہ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کو زندہ جانتے تھے کیونکہ اجازت زندوں سے لی جاتی ہے مردوں سے نہیں پھر روضہ سے آواز کا آنا بھی آپ ﷺ کے زندہ ہونے کی دلیل ہے۔

حیدر کرار رضی اللہ عنہ کا عقیدہ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بوقت وفات مجھے اپنے قریب بٹھایا اور مجھے فرمایا اے علی جب میرا انتقال ہو جائے تو مجھے ان ہاتھوں سے غسل دینا جن ہاتھوں سے آپ نے رسول اللہ ﷺ کو غسل دیا تھا اور مجھے رسول اللہ ﷺ کے دربار میں لے جانا اور میرے دفن کی اجازت مانگنا اگر تم دیکھو کہ دروازہ کھل گیا ہے تو مجھے میرے آقا کے پاس پہنچا دینا ورنہ مجھے عام مسلمانوں کے قبرستان میں لے جانا حتی کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں فیصلہ فرما دے۔ حیدر کرار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو غسل دیا گیا کفن پہنایا گیا تو میں سب سے پہلے جلدی سے در اقدس پر حاضر ہوا اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ یہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) حاضرِ دربار ہے روضۂ منورہ میں داخل ہونے کی اجازت کے طلب گار ہیں مولائے کائنات فرماتے ہیں میں نے دیکھا دروازہ کھل گیا اور میں نے یہ آواز سنی۔

ادخلوا الحبیب الی حبیبه فان الحبیب الی الحبیب مشتاق.

(خصائص کبریٰ ج 2 ص 282)

ترجمہ: دوست کو دوست کے پاس داخل کر دو کیونکہ دوست دوست کا مشتاق ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ نے حضور ﷺ سے اجازت طلب کی جس سے پتہ چلا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کو زندہ سمجھتے ہیں کیونکہ اجازت زندوں سے مانگی جاتی ہے نہ کہ مردوں سے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا عقیدہ

جب باغیوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اپنے محاصرے میں لے لیا تو ان تک میٹھا پانی نہ پہنچنے دیا۔ حضرت عبداللہ بن سلام فرماتے ہیں میں

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو سلام کرنے حاضر ہوا۔ انہوں نے کہا مرحبا میرے بھائی کو میں نے اس کھڑکی میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی آپ نے مجھے فرمایا اے عثمان (رضی اللہ عنہ) تجھے محصور کر دیا گیا ہے میں نے عرض کی جی ہاں فرمایا انہوں نے تجھے پیاسا رکھا ہے میں نے عرض کی جی ہاں مجھے آپ ﷺ نے پانی کا ایک ڈول دیا میں نے سیر ہو کر پانی پیا یہاں تک کہ میں نے اس کی ٹھنڈک سینے میں محسوس کی حضور ﷺ نے فرمایا اگر تو چاہے تو میں ان باغیوں کے خلاف تیری مدد کروں اور اگر تو پسند کرے تو تُو ہمارے ہاں آ کر روزہ افطار کرے میں نے آپ ﷺ کے ہاں افطاری پسند کی اسی دن آپ رضی اللہ عنہ قتل کروائے گئے۔

اگر ہو جذبہ کامل تو اکثر ہم نے دیکھا ہے
وہ خود نزدیک آجاتے ہیں تڑپایا نہیں کرتے

(ج 2 ص 334 سنن سعید بن منصور)

حضور ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو پانی کا ڈول دیا آپ ﷺ نے پانی پیا اور اس پانی کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی جو اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کو زندہ جانتے ہیں کیونکہ اس پانی کو لانا پھر پلانا سب امور زندگی پر دلالت کرتے ہیں۔

احادیث

حدیث نمبر 1. حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا۔

الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون.

انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں۔

(ج 6 ص 147 مسند ابی یعلیٰ، ج 8 ص 211 مجمع الزوائد)

حدیث نمبر 2. حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص مجھ پر سو مرتبہ درود شریف جمعرات اور جمعہ کے دن پڑھے اللہ تعالیٰ اس کی سو حاجتیں پوری فرمائے گا ستر آخرت کی اور تیس دنیا کی۔

وکل اللہ بذالک ملکا یدخلہ فی قبری کما یدخل علیکم الھدایا یخبرنی من صلی علی باسمہ ونسبہ وعشیرتہ فاثبتہ فی صحیفۃ بیضاء. (شعب الایمان ج 3 ص 111، بیہقی، ترغیب)

اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو مقرر فرماتا ہے جو اس درود شریف کو مجھ پر یوں پیش فرماتا ہے جیسے تم ایک دوسرے کو تحائف پیش کرتے ہو اور وہ فرشتہ مجھے بتاتا ہے کہ فلاں قبیلے فلاں نسب اور فلاں نام کے آدمی نے آپ ﷺ پر درود شریف پڑھا ہے اور میں اسے ایک چمکتے ہوئے کتابچہ میں لکھ لیتا ہوں۔

نبی کریم ﷺ کا اس درود شریف کو ایک کتابچہ میں لکھنا آپ ﷺ کے زندہ ہونے کی بین دلیل ہے کیونکہ لکھنا زندوں کا کام ہے مردوں کا کام نہیں ثابت ہوا کہ آپ ﷺ اپنی قبر انور میں زندہ ہیں۔

حدیث نمبر 3. حضرت اوس بن اوس ثقفی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ تمہارے سب دنوں میں جمعہ کا دن افضل ہے کیونکہ اس دن حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی اسی دن ان کا انتقال ہوا اسی دن صور پھونکا جائے گا اور لوگ بے ہوش ہو جائیں گے سو اس دن مجھ پر کثرت سے درود شریف پڑھو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے عرض کیا گیا آپ ﷺ پر ہمارا درود کیسے پیش کیا جائے گا جب کہ آپ ﷺ بوسیدہ ہو چکے ہونگے آپ ﷺ نے فرمایا۔

ان اللہ تعالیٰ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء.

(طبرانی اوسط ج 5 ص 392)

اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے جسموں کو زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ ان اجسام

کو کھائے۔

حدیث نمبر 4. حضرت ابو داؤد سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جمعہ کے دن مجھ پر زیادہ درود شریف پڑھا کرو کیونکہ اس دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔

لیس من عبد یصلی علی الابلغنی صوته حیث کان قلنا وبعد وفاتک قال وبعد وفاتی ان الله حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء۔ (ص 73 جلاء الافہام)

ترجمہ: کوئی بھی بندہ کہیں سے بھی مجھ پر درود پڑھے مگر اس کی آواز مجھ تک پہنچ جاتی ہے۔

صحابہ فرماتے ہیں ہم نے عرض کی وفات کے بعد بھی فرمایا وفات کے بعد بھی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ نبیوں کے جسموں کو کھائے۔

حدیث نمبر 5. حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

من صلی علی عند قبری سمعته ومن صلی علی نائیاً بلغته.

(شعب الایمان)

جس نے میری قبر کے قریب درود پڑھا اسے میں سنتا ہوں اور جو دور سے مجھ پر درود پڑھے تو وہ مجھے پہنچا دیا جاتا ہے۔

حضور ﷺ کا خود سننا زندہ ہونے کی واضح دلیل ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ حدیث بھی قابل غور ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔

من صلی علی عند قبری وکل الله به ملکا یبلغنی۔

(ص 14 جلاء الافہام)

جو شخص میری قبر کے قریب آ کر مجھ پر درود پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایک

فرشتہ مقرر فرما دیتا ہے جو اس کا درود مجھے پہنچا دیتا ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ قبر شریف پر جو درود پڑھا جاتا ہے اسے بھی حضور ﷺ کے سامنے فرشتہ پیش کرتا ہے اب اگر فرشتہ کا حضور ﷺ کے سامنے درود پیش کرنا۔ حضور ﷺ کے سننے کے منافی ہے تو اس حدیث کا واضح مطلب یہ ہوگا کہ میری قبر انور پر جو درود پڑھا جاتا ہے میں اسے بھی نہیں سنتا ایسی صورت میں یہ حدیث پہلی حدیث کے مخالف ہوگی جس میں صاف موجود ہے۔

من صلی علی عند قبری سمعته.

جو میری قبر پر درود پڑھتا ہے میں اسے سنتا ہوں۔

علاوہ ازیں جس طرح اس حدیث سے قبر انور کے پاس درود شریف پڑھنے والے کے درود کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہنچایا جانا ثابت ہے اسی طرح بعض دیگر احادیث دور کا درود شریف سننا حضور ﷺ کے لئے ثابت ہے مثلاً ارشاد ہوتا ہے۔

مامن احد یسلم علی الاردالله الی روحی حتی ارد علیه السلام ۔(ابوداؤد+شعب الایمان)

نہیں کوئی جو سلام پڑھے مجھ پر لیکن اللہ تعالیٰ میری طرف میری روح لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دوں۔

اس حدیث میں ''ما'' نافیہ ہے اور ''احد'' نکرہ ہے اور اہل علم جانتے ہے کہ جب نکرہ نفی کے تحت آجائے تو عموم کا فائدہ دیتا ہے اب اس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ مجھ پر سلام پڑھنے والا کوئی شخص ایسا نہیں جس کے سلام کی طرف میری توجہ مبذول نہ ہوتی ہو خواہ وہ قبر انور کے پاس ہو یا دور ہو ہر ایک کے سلام کی طرف توجہ کر کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

حدیث نمبر **6**. حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

ان لله ملكا اعطاه اسماع الخلائق قائم علی قبری فما من احد يصلی علی صلوٰةً الا بلغنيها۔

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ کا ایک خاص فرشتہ ہے اور وہ میری قبر انور پر کھڑا ہے پس کوئی شخص نہیں جو مجھ پر درود بھیجے مگر وہ فرشتہ اس کا درود مجھ تک پہنچا دیتا ہے۔

(تاریخ بخاری)

درود کا آپ ﷺ پر پیش کیا جانا آپ ﷺ کے زندہ ہونے کی دلیل ہے کیونکہ کسی سے کوئی چیز وصول کرنا زندوں کا کام ہے۔

حدیث نمبر 7. حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا۔

والذی نفسی بيده لينزلنّ عيسى ابن مريم ثم لان قام علی قبری فقال يا محمدُ لا جيبنه۔

ترجمہ: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے حضرت عیسیٰ ضرور نازل ہوں گے پھر اگر میری قبر پر کھڑے ہو کر یا محمد کہیں گے تو میں ضرور جواب دوں گا۔ (مسند ابی یعلیٰ)

نبی کریم ﷺ کا جواب دینا زندہ ہونے کی بین دلیل ہے۔

حدیث نمبر 8. حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

مررت بقبر موسىٰ فاذا هو قائم يصلی فی قبره۔

ترجمہ: میں موسیٰ علیہ السلام کی قبر سے گزرا وہ اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔ (مسلم شریف)

حالانکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضور ﷺ سے سینکڑوں سال پہلے ہو چکے ہیں لیکن اب بھی اپنی قبر انور میں زندہ ہیں جب کلیم اللہ کی حیات بعد الممات کا یہ کمال ہے تو پھر حبیب اللہ کی حیات کا کیا کمال ہوگا۔

حدیث نمبر 9. حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

ان الناس یصعقون فاکون اول من یفیق.

(نفخہ اولی کے وقت) سب لوگ بیہوش ہو جائیں گے سب سے پہلے مجھے افاقہ ہوگا۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ انبیاء کرام قیامت تک زندہ رہیں گے اس لئے کہ زندگی کے بغیر کسی پر بے ہوشی کا حال طاری ہونا ممکن نہیں۔

حدیث نمبر 10. حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا۔ کوئی خدا کا بندہ مجھ پر درود نہیں پڑھے گا مگر ایک فرشتہ لے جا کر خدا کی بارگاہ میں اس درود کو پیش کرے گا اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا۔

اذھبوا بھا الی قبر عبدی یستغفر لصا حبھا۔

(ص 118 القول البدیع)

یہ (تحفہ) میرے بندے یعنی رسول اللہ ﷺ کی قبر پر لے جاؤ تا کہ وہ پڑھنے والے کے لئے دعائے مغفرت کرے۔

دعائے مغفرت مانگنا زندوں کا کام ہے معلوم ہوا حضور ﷺ اپنی قبر انور میں زندہ ہیں۔

تلک عشرۃ کاملۃ

اہل سنت و جماعت کا مسلک یہ ہے کہ انبیاء کرام شھدا صالحین اور علماء کے اجسام گلنے سڑنے اور خراب متغیر ہونے سے صحیح وسالم رہتے ہیں مثلاً

حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق قرآن میں ارشاد خداوندی ہے۔

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَادَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖ الا دَابَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ.

ترجمہ: پھر جب ہم نے ان پر موت واقع کر دی تو جنات کو ان کی موت پر کسی نے رہنمائی نہ کی سوائے دیمک کے کیڑوں کے کہ وہ دیمک کے کیڑے انؑ کے عصا کو کھاتے رہے جب عصا کے دیمک کے کھانے کی وجہ سے گرنے سے حضرت سلیمان علیہ السلام گرے تو جنوں کو معلوم ہوا کہ اگر وہ غائب جانتے تو ذلت کے عذاب میں اتنے عرصہ تک مبتلا نہ رہتے۔

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جو عصا کا سہارا لئے کھڑے تھے اپنی حشمت وشوکت کے ساتھ جنات سے کام لیتے رہے تھے۔ اسی حال میں انہیں موت آ گئی اور موت کے بعد اس عصا کے سہارے اتنے طویل عرصہ تک کھڑے رہے کہ عصا کو دیمک لگ گئی اور اس دیمک نے عصا کو یہاں تک کھایا کہ وہ ٹھہر نہ سکا اور اس کے ساتھ ہی حضرت سلیمان علیہ السلام کا جسم مبارک بھی زمین پر گر پڑا۔

تفاسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مدت ایک سال کی تھی معلوم ہوا کہ یہ بات قرآن سے ثابت ہے کہ انبیاء کرام کے اجساد کو زمین کھاتی نہیں وہ صحیح سالم رہتے ہیں۔

بعض مفسرین کے نزدیک حضرت عزیر علیہ السلام کے بارے میں قرآن نے کہا ہے۔

اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَةٍ وَّهِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰی عُرُوْشِهَا قَالَ اَنّٰی یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ.

ترجمہ: یا اس کی طرح جو گزرا ایک بستی پر اور وہ ڈھے پڑی تھی اپنی چھتوں پر بولا اسے کیونکر جلائے گا اللہ اس کی موت کے بعد تو اللہ نے اسے مردہ رکھا سو سال تک پھر زندہ کر دیا۔

یہ واقعہ حضرت عزیر علیہ السلام کا ہے اور بستی سے مراد بیت المقدس ہے

جبکہ بخت نصر نے اسے برباد کر دیا تھا اور عزیر علیہ السلام دراز گوش پر سوار ہو کر وہاں سے گزرے آپ کے ساتھ ایک برتن میں انگور کا رس اور کچھ کھجوریں تھیں تمام شہر میں پھرے کوئی آدمی نہ دیکھا تب آپ نے فرمایا خدا اس اُجڑی ہوئی بستی کو کیسے دوبارہ آباد کرے گا پھر آپ دراز گوش سے اتر کر سو گئے۔ سوتے میں آپ کی روح قبض کر لی گئی پھر سو سال کے بعد آپ کو دوبارہ زندہ کیا گیا اس عرصے میں زمین نے آپ کے جسد اقدس کو کھایا نہیں آپ کا جسم بوسیدہ نہیں ہوا جس سے ثابت ہوا کہ انبیاء کرام کے اجساد وفات کے بعد گلتے سڑتے نہیں بلکہ صحیح سالم رہتے ہیں۔

اسی طرح قران میں حضرت یونس علیہ السلام کا واقعہ مذکور ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ لَلَبِثَ فِیْ بَطْنِهٖۤ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ۔ یعنی وہ قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں رہتے مطلب یہ ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام جن کو مچھلی نے نگل لیا تھا اور وہ کچھ عرصہ مچھلی کے پیٹ میں رہ کر زندہ و سالم نکل آئے اگر وہ ہماری تسبیح پڑھنے والوں میں نہ ہوتے تو قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں ٹھہرے رہتے۔

ظاہر الفاظ قرآن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں قیامت تک ٹھہرے رہتے اور قیامت کے دن جب دوسرے لوگ اپنی قبروں سے نکلتے تو حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ سے باہر آتے۔

حضرت یونس بن بکیر حضرت ابو العالیہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب ہم نے قلعہ تُستر فتح کیا تو ہرمزان کے گھر کے مال و متاع میں ایک تخت پایا جس پر ایک آدمی کی میت رکھی ہوئی تھی اور اس کے سر کے قریب ایک مصحف تھا ہم نے وہ مصحف اٹھا کر حضرت عمر بن خطاب کی طرف بھیج دیا حضرت عمر نے حضرت کعب کو بلایا انہوں نے اسے عربی میں لکھ دیا عرب میں مَیں پہلا آدمی ہوں جس نے اس کو پڑھا میں نے اسے قرآن کی طرح پڑھا ابو خالد بن دینار کہتے ہیں میں

نے ابو العالیہ سے کہا اس صحیفہ میں کیا تھا انہوں نے کہا تمہارے احوال وامور اور تمہارے کلام کے لہجے اور آئندہ ہونے والے واقعات میں نے کہا تم نے اس آدمی کا کیا کیا انہوں نے جواب دیا ہم نے دن کے وقت متفرق طور پر تیرہ قبریں کھودیں جب رات آئی تو ہم نے انہیں دفن کر دیا اور تمام قبروں کو برابر کر دیا تا کہ وہ لوگوں سے مخفی رہیں اور کوئی انہیں قبر سے نکالنے نہ پائے۔ میں نے کہا ان سے لوگوں کی کیا امیدیں وابستہ تھیں۔ انہوں نے کہا جب بارش رک جاتی تو لوگ ان کے تخت کو باہر لے جاتے تھے تو فوراً بارش ہو جاتی تھی میں نے کہا تم اس مبارک آدمی کے بارے میں کیا گمان رکھتے تھے کہ وہ کون تھا انہوں نے کہا انہیں دانیال علیہ السلام کہا جاتا تھا۔

رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ حضرت دانیال علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا مانگی کہ انہیں حضرت محمد ﷺ کی امت دفن کرے جب ابو موسیٰ اشعری نے قلعہ تستر فتح کیا تو انہیں ان کے تابوت میں اسی حال میں پایا کہ ان کے تمام جسم اور گردن کی رگیں برابر چل رہی تھیں۔ (ج 2 ص 41 البدایہ والنہایہ)

ان دونوں روایت سے اتنی بات بلا تردد واضح ہے کہ حضرت دانیال علیہ السلام کا جسم مبارک سینکڑوں سال گزر جانے کے بعد بھی صحیح سالم تھا اس کے بعد یہ بات بھی ان دونوں روایات سے پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ انبیاء علیہم السلام کا توسل برحق ہے ان حضرات کے توسل سے بارش طلب کی جاتی تھی اور لوگ سیراب بھی ہوتے تھے۔ بلکہ فرعون کے جسم کا ثابت رہنا بھی قرآن سے ثابت ہے فرق یہ ہے کہ فرعون کا جسم اہانت کے لئے سالم رکھا گیا کہ اس کا جسم دیکھ کر لوگوں کو عبرت ہو اور وہ جان لیں کے خدا اور اس کے رسول کی نافرمانی کرنے والوں کا انجام ایسا ہی ہوتا ہے چنانچہ قرآن مجید نے فرمایا۔

فَالْيَوْمَ نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُونَ لِمَنْ خَلْفَكَ آيَةً.

آج ہم تجھ کو تیرے بدن کے ساتھ نجات دیں گے تا کہ اپنے پچھلوں کے لئے (ہمارے عذاب کا) نشان ہو جائے۔

تحقیق جدید سے معلوم ہوا ہے کہ فرعون کی لاش آج تک محفوظ چلی آ رہی ہے اور یہ اس کی انتہائی اہانت کا موجب ہے کہ جو بھی اسے دیکھتا ہے اس کے ذہن میں فوراً یہ بات مرکوز ہو جاتی ہے کہ یہی ہے اللہ اور اس کے رسول کا باغی جو اپنے جرائم اور معاصی کی وجہ سے اللہ کے عذاب میں مبتلا ہو کر ہلاک ہوا لیکن انبیاء کرام کے اجسام کمال عزت اور انتہائی عظمت کا نشان بن کر صحیح اور سالم رہتے ہیں اور دیکھنے والے کے تصور میں یہ بات آتی ہے کہ یہ اجسام مقدسہ ان پاکیزہ ہستیوں کے ہیں جو اللہ کی طرف سے منصب رسالت پر فائز ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو حیات ابدی کی زندگی بخشی۔

بغیر روح کے حیات

دلیل اول:

بخاری شریف میں وارد ہے کہ رسول اللہ ﷺ منبر شریف بننے سے پہلے کھجور کی لکڑی پر ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے جب منبر شریف بن گیا تو حضور ﷺ اس لکڑی کو چھوڑ کر منبر شریف پر جلوہ گر ہوئے وہ لکڑی آپ کے فراق میں اس طرح روئی جیسے کسی اونٹنی کا بچہ گم ہو جائے اور وہ دردناک آواز سے روئے حضور ﷺ نے منبر سے اتر کر اس پر اپنا دست کرم رکھ دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ لکڑی اس دردناک آواز سے روئی جسے سن کر قریب تھا کہ ہمارے جگر پھٹ جائیں۔ شیخ محقق نے مدارج نبوت میں لکھا ہے کہ لرزید و جنبید مسجد بآواز وے اس لکڑی کے رونے کی آواز سے ساری مسجد لرزہ بر اندام ہو گئی اور علامہ بدر الدین عینی نے اس کی شرح بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے

اس لکڑی میں ایسی حیات پیدا فرما دی جس کی وجہ سے وہ دردناک آواز سے روئی علامہ عینی کا اس لکڑی میں حیات قرار دینا اس بات کی دلیل ہے کہ بغیر روح کے حیات ممکن ہے۔

دلیل دوم:

امام بیہقی نے لکھا ہے کہ ربعی فرماتے ہیں کہ ہم چار بھائی تھے میرا بھائی ربیع سب سے زیادہ نماز اور روزے کی کثرت کرنے والا تھا اس کی وفات ہوگئی اس کے مرنے کے بعد ہم سب اس کے پاس بیٹھے تھے یکدم اس نے اپنے منہ سے کپڑا ہٹا دیا اور کہا السلام علیکم ہم نے وعلیکم السلام کہہ کر جواب دیا اور کہا موت کے بعد کلام اس نے کہا ہاں موت کے بعد میں نے اپنے رب سے ایسے حالات میں ملاقات کی کہ وہ غضب ناک نہ تھا میرے رب نے اعلیٰ درجے کی نعمتوں اور ریشمی لباس کے عطیے کے ساتھ میرا استقبال کیا خبردار ہو جاؤ کہ بے شک ابو القاسم حضرت محمد ﷺ مجھ پر نماز پڑھنے کا انتظار فرما رہے ہیں تم میرا جنازہ جلدی لے کر چلو میرے لئے جانے میں دیر نہ کرو پھر سکوت موت کے ساتھ خاموشی اختیار کر لی انہوں نے اس حدیث کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تک پہنچایا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا خبردار بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت میں سے ایک آدمی موت کے بعد کلام کرے گا۔ (ج 6 ص 454 دلائل النبوت)

حضرت ربیع کا قبل از دفن کلام فرمانا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ بغیر روح کے حیات ممکن ہے۔

دلیل سوم:

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ حضرت قثم بن عباس فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ کو دفن کیا گیا تو جس نے رسول اللہ ﷺ کا آخری دیدار کیا وہ میں تھا میں نے قبر انور میں دیکھا کہ آپ ﷺ نے اپنے لب ہلائے

میں نے اپنے کان آپ ﷺ کے منہ کے قریب لگائے میں نے سنا آپ ﷺ فرما رہے تھے رب امتی امتی۔ (ج 2 ص 568 مدارج النبوت)

جنہیں مرقد میں تا حشر امتی کہہ کر پکارو گے
ہمیں بھی یاد کرلو ان میں صدقہ اپنی رحمت کا

قبض روح کے بعد حیات کی اس سے بڑھ کر روشن دلیل اور کیا ہو گی۔

حضرت نعمان بن بشیر فرماتے ہیں کہ زید بن خارجہ انصار کے سرداروں میں سے تھے ایک روز وہ مدینہ طیبہ کے کسی راستے پر چل رہے تھے کہ یکا یک زمین پر گرے اور وفات پا گئے انصار کو اس کی خبر ہوئی تو ان کو وہاں سے اُٹھا کر گھر لائے دو چادروں سے ڈھانپ دیا گھر میں کچھ انصاری عورتیں تھیں جو ان کی وفات پر گریہ و زاری کر رہی تھیں اور کچھ مرد جمع تھے اسی طرح جب مغرب اور عشاء کا درمیانی وقت آیا تو اچانک ایک آواز سنی گئی ''چپ رہو چپ رہو'' لوگ متحیر ہو کر ادھر اُدھر دیکھنے لگے تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ آواز اسی چادر کے نیچے سے آرہی ہے جس میں میت تھی۔ یہ دیکھ کر لوگوں نے ان کا منہ کھول دیا اس وقت دیکھا کہ زید بن حارثہ کی زبان سے یہ آواز نکل رہی ہے۔

" محمد رسول الله النبی الامی خاتم النبیین لا نبی بعدهٗ"

محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور نبی امی ہیں جو انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔

یہی مضمون کتاب اول یعنی توریت و انجیل وغیرہ میں موجود ہے سچ کہا سچ کہا۔ (ج 5 ص 218 طبرانی کبیر)

حضرت ابان بن عیاش فرماتے ہیں کہ ہم مورق العجلی کی وفات پر حاضر ہوئے وفات کے بعد ان پر چادر اوڑھا دی گئی اور ہم نے کہا وہ قضائے الٰہی سے وفات پا گئے۔ اتنے میں ہم نے دیکھا کہ ان کے سر کی طرف سے ایک نور

بلند ہوا یہاں تک کہ چھت کو پار کر گیا پھر اسی کی طرح ایک نور پاؤں کی طرف سے بلند ہوا پھر دیکھا کہ ایک نور سینے سے بلند ہوا تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے اپنے چہرے سے پردہ اٹھایا اور ہم سے پوچھا تم نے کچھ دیکھا ہے ہم نے کہا ہاں ہم نے تین نور دیکھے ہیں اس نے کہا یہ سورہ سجدہ تھی جس کی تلاوت میں ہر رات کیا کرتا تھا جو نور تم نے سر کی طرف دیکھا ہے وہ اس کی پہلی چودہ آیات کا نور ہے اور جو نور تم نے پاؤں کی طرف سے دیکھا ہے وہ اس کی آخری چودہ آیات کا نور تھا اور جو نور سینے کی طرف سے دیکھا ہے وہ خاص آیت سجدہ کا نور ہے اس سورت نے میری شفاعت کی ہے اور سورہ ملک میری حفاظت کر رہی ہے پھر موت کی خاموشی سے سکوت اختیار کر گئے۔ (ص 30 شرح الصدور)

ان دونوں واقعات سے پتہ چلا ان وفات پانے والوں کی روحیں قبض ہو چکی تھیں اس کے باوجود ان کا بولنا اس بات کی واضح دلیل ہے بغیر روح کے حیات ممکن ہے۔

مزید دلائل

دلیل اول:

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھ پر جمعہ کے دن کثرت سے درود پڑھا کر یہ دن مشہود ہے اکثر فرشتے درود پہنچانے حاضر ہوتے ہیں میری امت میں سے کوئی بھی مجھ پر درود پڑھے وہ مجھ کو پہنچا دیا جاتا ہے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ وفات کے بعد بھی پیش ہو گا آپ ﷺ نے فرمایا زمین پر حرام ہے کہ انبیاء کے جسم کو کھائے۔ فنبی اللہ حی یرزق۔ اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اسے رزق دیا جاتا ہے۔
(ج 3 ص 514 تفسیر ابن کثیر، ص 119 ابن ماجہ)

دلیل دوم:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

مامن احد یسلم علی الا ردالله علی روحی حتی ارد علیه السلام۔ (ابوداؤد)

ترجمہ: نہیں کوئی مسلمانوں میں سے جو سلام پڑھے مجھ پر مگر لوٹا دیتا ہے اللہ تعالیٰ مجھ پر میری تا کہ میں اس کے سلام کا جواب دوں۔

دنیا میں تو کروڑوں مسلمان ہیں جو آپ ﷺ پر سلام پڑھتے ہیں تو کیا کروڑوں دفعہ آپ ﷺ پر آپ ﷺ کی روح لوٹائی جاتی ہے اگر اس بات کو تسلیم کیا جائے تو پھر یہ بات بھی اظہر من الشمس ہے کہ آپ ﷺ کی روح کو تو سخت تکلیف ہوگی ایسا نہیں بلکہ رد روح کا مطلب یہ ہے کہ روح ہمیشہ آپ ﷺ کے بدن مبارک میں رہتی ہے کیونکہ کوئی گھڑی خالی نہیں ہوتی کہ کوئی نہ کوئی آدمی دنیا کے کسی حصے پر آپ ﷺ پر درود نہ پڑھ رہا ہو۔

حضور ﷺ کا اپنی قبر انور سے سلام بھیجنے والے کے سلام کا جواب دینا آپ ﷺ کے زندہ ہونے کی دلیل ہے کیونکہ زندگی کے بغیر سلام کا جواب نہیں دیا جا سکتا۔

دلیل سوم:

حرہ کے دن جب یزید کے لشکر نے مدینہ پر حملہ کیا تو تین دن تک مسجد نبوی میں اذان نہیں ہوئی سعید بن مسیّب ان دنوں مسجد میں مقیم تھے اور ان کو نماز کے وقت کا پتہ نہ چلتا تھا مگر یہ کہ حضور ﷺ کی قبر سے اذان اور تکبیر کی آواز آتی تھی۔ (ج 1 ص 35 دارمی)

دلیل چہارم:

دنیا کا ہر مسلمان نمازی التحیات میں حضور ﷺ پر یوں سلام پیش کرتا ہے

''السلام علیک ایها النبی ورحمة الله وبرکاته'' اگر حضور ﷺ اس سلام کو نہ سنیں تو سلام کرنا عبث اور بیکار بات ہے کیونکہ جو سنتا نہ ہو اس کو سلام کرنا منع ہے اور سلام سننا زندگی کی دلیل ہے بلکہ امام غزالی نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ

واحضر فی قلبک النبی ﷺ وشخصه الکریم وقل سلام علیک ایها النبی ورحمة الله وبرکاته.

یعنی جب التحیات پڑھے تو اپنے دل میں حضور ﷺ کی صورت مبارکہ کو حاضر کرو اور ان کا تصور دل میں جما کر السلام علیک ایہا النبی کہو اور یقین جان کہ یہ سلام حضور ﷺ کو پہنچتا ہے اور آپ ﷺ اس کا جواب دیتے ہیں۔

دلیل پنجم:

روح اقدس کا استقرار اگر بدن مبارک کے علاوہ کسی اور مقام پر ہو تو یہ بات وللاخرة خیرلک من الاولیٰ (آپ کی ہر آنے والی ساعت پہلی سے بہتر ہے) کے خلاف لازم آئے گا اس لئے کہ جسم مبارک سے روح قبض ہونے کے بعد اسے کوئی ایسی جگہ نہیں مل سکتی جو جسم مبارک سے زیادہ افضل ہو زیادہ تو درکنار تمام کائنات میں کوئی جگہ حضور ﷺ کے جسم اقدس کے برابر فضیلت رکھنے والی نہیں کیونکہ علمائے محققین نے تصریح فرمائی ہے کہ قبر انور اور زمین کا وہ حصہ جو حضور ﷺ کے اعضا سے مس کر رہا ہے تمام زمین آسمان لوح وقلم کعبہ بلکہ عرش سے بھی افضل ہے تو جسم اقدس کا کیا کہنا۔ علماء نے لکھا ہے۔

ماضم اعضاء ه الشریفة افضل البقاع علی الاطلاق حتی من الکعبه ومن الکرسی و عرش الرحمن۔ (ج 1 ص 313 حاشیہ مجمع الانہر)

ترجمہ: جو زمین اعضاء شریفہ سے متصل ہے (یعنی قبر انور) مطلقا تمام مقامات سے افضل ہے یہاں تک کعبہ سے اور کرسی سے اور عرش رحمان سے بھی افضل ہے۔

اب اگر روح مبارک جسم اقدس کے علاوہ کسی اور مقام پر ہو تو حضور

ﷺ کی فضیلت پہلے سے کم ہو جائے گی لہٰذا یہ تسلیم کرنا پڑ گیا کہ روح اقدس جسم مبارک سے باہر نکلنے کے بعد پھر جسم میں واپس کر دی گئی اور باہر نکلنا صرف قانون خداوندی پورا کرنے کے لئے تھا روح کا آپ ﷺ کے جسم میں واپس آجانا آپ ﷺ کی حقیقی اور جسمانی حیات ثابت کرتا ہے۔

دلیل ششم:

معراج کی رات حضور ﷺ کا شق صدر ہوا جو حضور ﷺ کی حیات طیبہ کی روشن دلیل ہے اس لئے کہ روح حیات کی جائے استقرار انسان کا دل ہے یہاں تک کہ اگر کسی کے دل کی حرکت بند ہو جائے تو موت واقع ہو جاتی ہے لیکن معراج کی رات آپ ﷺ کا سینہ چاک کیا گیا قلب انور باہر نکالا گیا اور اس میں شگاف بھی دیا گیا لیکن اس کے باوجود بھی حضور ﷺ جسمانی حقیقی حیات کے ساتھ زندہ رہے۔

شق صدر کے اس واقعہ میں حضور ﷺ کی حیات بعد الممات پر دلیل قائم ہوگئی اور یہ دکھایا گیا کہ جس طرح قلب انور جسم سے باہر ہے مگر اس کے باوجود بھی جسم شریف زندہ رہا اسی طرح وفات پر جب روح مبارک قبض ہو کر جسم اقدس سے باہر ہوگئی تو اس وقت بھی جسم شریف اسی طرح زندہ ہوگا جیسا کہ اب زندہ ہے۔

کون کہتا ہے کہ مر کر مل گئے مٹی میں آپ ﷺ
ہو پس پردہ بھی ہر سو جلوہ گر یا مصطفٰے ﷺ

علمائے دیوبند کا عقیدہ

علمائے دیوبند نے اپنے عقائد کے سلسلے میں ''المہند'' نامی ایک کتاب لکھی ہے جس میں یہ عبارت ہے۔

فهو صلى الله عليه وآله وسلم حي في قبره الشريف يتصرف في الكون باذن الله كيف شفاء.

ترجمہ: پس آپ ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں اللہ تعالیٰ کے اذن سے کائنات میں جس طرح چاہتے ہیں تصرف فرماتے ہیں۔

مولوی اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے کہ:

بس اب بیان ایک واقعہ پر ختم کرتا ہوں جس سے زیارت قبر شریف کے برکات اور حضور ﷺ کا قبر شریف میں زندہ ہونا معلوم ہوگا۔

سید احمد رفاعی کا واقعہ ہے کہ جب وہ مزار شریف پر حاضر ہوئے عرض کیا السلام علیک یا جدی (دادا جان آپ پر سلام ہو) جواب آیا وعلیک السلام یا ولدی اے بیٹا تجھ پر بھی سلام ہو اس پر ان کو وجد ہوا اور بے اختیار زبان سے اشعار نکلے جن کا ترجمہ یہ ہے۔

دوری میں تو روح کو قدم بوسی کے لئے اپنا نائب بنا کر بھیجا کرتا تھا۔اب جسم کی باری آئی ہے اب تو ذرا ہاتھ بڑھا دیجئے تا کہ میں اس کو بوسہ دوں۔

بس فوراً قبر شریف سے ایک منور ہاتھ جس کے روبرو آفتاب بھی ماند تھا باہر نکلا انہوں نے بیساختہ دوڑ کر اس کا بوسہ لیا۔ (ص 80 شکر النعمۃ)

نوے ہزار مسلمانوں نے آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک کی زیارت کی اور ان زائرین میں حضور غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ بھی موجود تھے۔

ایک مرتبہ مولوی حسین احمد ٹانڈوی حضور ﷺ کے روضہ کی جالیوں کے سامنے درس حدیث دے رہے تھے تلامذہ میں سے ایک صاحب کو حیات النبی ﷺ کے متعلق کافی شکوک تھے دوران درس ایک بار انہوں نے جو نگاہیں اٹھائیں تو سامنے گنبد خضراء نہ تھا اور نہ ہی جالیاں بلکہ حضور نبی کریم ﷺ خود تشریف فرما

تھے۔(ص 33 شیخ الاسلام کے حیرت انگیز کارنامے)

مولوی قاسم نانوتوی نے تو حیات النبی ﷺ کے بارے میں ''آبِ حیات'' نامی کتاب لکھی ہے۔

شیطان حیات النبی ﷺ کا منکر ہے

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ شیطان نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی اور کہا اے موسیٰ تجھے خدا نے رسالت عطا کی اور اپنے ساتھ ہم کلامی کا شرف بخشا میں گنہگار ہوں توبہ کرنا چاہتا ہوں آپ خدا کی بارگاہ میں میری شفاعت فرمادیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے دعا کی خدا تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ (علیہ السلام) میں نے تیری شفاعت سے اس کی توبہ قبول کی اسے کہو کہ وہ آدم علیہ السلام کی قبر کو سجدہ کرے تاکہ میں اس کی تقصیر کو معاف کردوں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ بات ابلیس سے کہی شیطان نے کہا۔

من زندہ اور اسجدہ نکردم مردہ اور اچرا سجدہ کنم

میں نے زندہ آدم کو سجدہ نہ کیا اب مردہ کو سجدہ کیوں کروں۔

(ج1 ص178 تفسیر عزیزی)

معلوم ہوا کہ نبی کو وفات کے بعد زندہ نہ ماننا شیطان کا طریقہ ہے اس نے حضرت آدم علیہ السلام کو وفات کے بعد مردہ سمجھا۔

اب سنئے کہ انسان میں سے بھی شیطان ہوتے ہیں خدا فرماتا ہے۔

وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْإِنسِ وَالْجِنِّ.

ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن کئے ہیں آدمیوں اور جنوں کے شیطان۔

اس سے معلوم ہوا کہ انسانوں میں سے بھی شیطان ہوتے ہیں اور نبی کو مردہ سمجھنا شیطان کا کام ہے لہٰذا جو انسان نبی کی حیات بعد الممات کا منکر ہو جان لو کہ وہ انسانوں میں سے شیطان ہے۔

ولی مرتا نہیں

جہاد کی دو اقسام ہیں ایک جہاد اصغر دوسرا جہاد اکبر۔ جہاد اصغر کافروں سے جنگ کا نام ہے اور جہاد اکبر نفس امارہ کے خلاف جنگ کا نام ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ رجعنا من الجهاد الاصغر الى جهاد الاكبر۔ ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹے جو جہاد اصغر یعنی کافروں کے ساتھ لڑتا ہوا مارا جائے اس کے بارے میں قرآن نے فرمایا۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ٥

ترجمہ: جو لوگ اللہ کے راستے میں قتل کر دیئے جائیں ان کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ لیکن تم نہیں جانتے۔

دوسری جگہ فرمایا۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ٥

ترجمہ: جو لوگ اللہ کے راستے میں قتل کر دیئے جائیں ان کو مردہ خیال نہ کرو بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے رب کے پاس رزق دیئے جاتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ جہاد اصغر یعنی کافروں سے لڑنے والے زندہ ہیں جب جہاد اصغر کرنے والے زندہ ہیں تو جہاد اکبر یعنی نفس امارہ کے خلاف جنگ کرنے والے بطریق اولیٰ زندہ ہیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد ربانی ہے۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً

ترجمہ: جو اچھا کام کرے مرد ہو یا عورت اور ہو مسلمان تو ضرور ہم اسے اچھی زندگی جلائیں گے۔

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ.

ترجمہ: اور دور نہ کرو انہیں جو اپنے رب کو پکارتے ہیں صبح اور شام اس کی رضا (وجہ) چاہتے ہیں۔

ایک اور جگہ فرمایا۔

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ.

ترجمہ: اور اپنی جان ان سے مانوس رکھو جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور اس کی رضا (وجہ) چاہتے ہیں۔

ان دونوں آیات سے معلوم ہوا کہ خدا کے مقبول بندے صالحین اور اولیاء کرام خدا کا وجہ مانگتے ہیں جب وہ خدا سے اس کا وجہ چاہتے ہیں تو خدا بھی ان کی مطلوبہ چیز ان کو عطا فرما دیتا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے اپنے ولیوں سے وعدہ کیا ہے۔

لَإِنْ سَأَلَنِيْ لَاُعْطِيَنَّهٗ۔ اگر وہ مجھ سے کچھ مانگے تو میں ضرور عطا کرتا ہوں۔

جب اولیاء کرام کو خدا کا وجہ مل جاتا ہے تو پھر وہ باقی باللہ ہو جاتے ہیں کیونکہ خدا کے وجہ کو فنا نہیں خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

كُلُّ شَيْئٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ

ہر چیز فانی ہے سوائے اس کے وجہ کے۔

ایک مقام پر یوں فرمایا۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ.

ترجمہ: زمین کی ہر چیز فنا ہے اور باقی ہے تیرے رب کا وجہ۔

جب خدا تعالیٰ کے وجہ کو فنا نہیں تو خدا کے جن اولیاء کرام کو خدا کا وجہ

حاصل ہو جاتا ہے وہ وفات کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں۔

زندہ ہو جاتے ہیں جو مرتے ہیں حق کے نام پر
اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا

جناں عشق نمازاں پڑھیاں اوہ کدی نہ مردے
شک ہوئی تے دیکھ لے جا کے قبراں تے دیوے بلدے

امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ:

الا ان اولیاء اللہ لایموتون بل ینتقلون من دار الی دار.

خبردار بے شک اللہ کے ولی مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہو جاتے ہیں۔ یہی بات دیوبندیوں کے پیر حاجی امداد اللہ مکی نے ''شمائم امدادیہ'' میں لکھی ہے۔

ترمذی شریف کی حدیث ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ ایک صحابی نے ایک قبر پر اپنا خیمہ نصب کیا لیکن اس کو اس جگہ قبر ہونے کا علم نہ تھا کچھ دیر کے بعد معلوم ہوا کہ یہاں کسی انسان کی قبر ہے اور اس میں سورہ ملک پڑھنے کی آواز آرہی ہے۔ جب وہ صحابی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش ہوئے تو تمام واقعہ بیان کیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا سورہ ملک اپنے پڑھنے والے کو عذاب سے نجات دینے والی ہے۔

یہ تو عہدِ رسالت کا واقعہ تھا اب دورِ صحابہ کا واقعہ پڑھیے:

حضرت امیر معاویہ کے دور میں مکہ اور مدینہ کے درمیان نہر کھودی گئی تو اتفاقاً وہ نہر اسی راستے سے آئی جس میں اُحد کا قبرستان تھا۔ مزدور کام کر رہے تھے۔ ایک مزدور نے کھدائی کرتے ہوئے زمین میں پھاوڑا مارا تو اتفاقاً وہاں ایک شہید دفن تھا تو وہ پھاوڑا اس کے پاؤں کے انگوٹھے میں جا لگا اور خون جاری ہو گیا۔ یہ ہے قبر میں حیات جسمانی کی دلیل۔ (ص 203 جذب القلوب)

زمانۂ تابعین کا ایک واقعہ:

حضرت ثابت بنانی چالیس سال حضرت انس بن مالک کی خدمت میں رہے ہیں۔ ایک دن اور ایک رات میں قرآن ختم کرتے تھے اور صائم الدہر تھے۔ پچاس سال تک رات کو سوئے نہیں جب ان کا انتقال ہوا تو ان کو لحد میں اتارا گیا جب کچی اینٹیں برابر کر چکے تو ایک گر گئی۔ جب اینٹ درست کرنے کے لئے ایک آدمی جھکا تو دیکھا کہ وہ قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے ہیں وہ ہر نماز کے بعد دعا مانگا کرتے تھے اے اللہ! اگر تو نے کسی مخلوق کو قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے تو مجھے بھی اجازت فرما۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول فرمالیا۔ (ص 9 کشف النور)

امام بیہقی نے لکھا ہے کہ ایک صالح عورت کا انتقال ہو گیا۔ ایک کفن چور اس کے جنازے کی نماز میں اس غرض سے شامل ہو گیا تا کہ ساتھ جا کر اس کی قبر کا پتہ لگائے جب رات ہو گئی تو وہ قبرستان میں گیا اور اس عورت کی قبر کھود کر کفن کو ہاتھ ڈالا تو وہ خدا کی بندی بول اُٹھی سبحان اللہ ایک جنتی شخص ایک جنتی عورت کا کفن اتارتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے میری اور ان تمام لوگوں کی مغفرت فرما دی جنہوں نے میرے جنازے کی نماز پڑھی اور تو بھی ان میں شریک تھا۔ یہ سن کر اس نے فوراً قبر پر مٹی ڈال دی اور سچے دل سے تائب ہو گیا۔

(ص 205 شرح الصدور، شعب الایمان)

ایک بزرگ عبدالصمد خاں صاحب ایک مولوی صاحب سے قرآن پڑھا کرتے تھے۔ قضارا مولوی صاحب کا انتقال ہو گیا۔ ان کو سخت غم ہوا کہ ایسے شفیق استاد کہاں ملیں گے جب ان کو غسل دے کر کفن پہنایا تو فرماتے ہیں کہ میں خوشبو لینے ان کے حجرے میں آیا دیکھا کہ مولوی صاحب اندر موجود ہیں۔ میں نے کہا جنازہ تو باہر ہے اور آپ یہاں فرمایا تمہارا غم گوارا نہ ہوا تسلی رکھو۔ ہر روز ملاقات

ہوا کرے گی لیکن یہ راز فاش نہ کرنا چلو اب جنازہ پڑھو۔ ہم دوسروں کی نظروں سے غائب رہیں گے۔ چنانچہ وہ دفن میں میرے ساتھ رہے۔ قبرستان سے واپس ہوئے وہ ساتھ تھے میں نے کہا نکیرین کو کون جواب دے گا کہا یہ بات نہ پوچھو دو گھڑی بعد سلام کر کے چلے گئے۔ بعد میں ہر روز صبح کے وقت ملنے آتے ایک رات میں نے حجرے کے سوراخ میں پیشاب کر دیا صبح کو آئے تو کہا تمہارے حجرے سے بدبو آتی ہے اب ہم کبھی نہیں آئیں گے۔ ہر چند معذرت کی لیکن پھر کبھی نہیں آئے۔ (ص 95 تذکرہ غوثیہ)

کون کہتا ہے کہ ولی مر گئے
قید سے چھوٹے وہ اپنے گھر گئے

بخاری شریف میں یہ حدیث موجود ہے کہ

مَنْ رَّاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَسَیَرَانِیْ فِی الْیَقْظَۃِ وَلَا یَتَمَثَّلَ الشَّیْطَانَ بِیْ.

ترجمہ: رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ مجھے بیداری میں بھی دیکھے گا۔ اور شیطان میری مثل نہیں بن سکتا۔

اب سنئے کن کن خوش نصیب لوگوں کو جاگتے ہوئے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت ہوئی ہے۔

حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ:

(۱) آپ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے ظہر سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی۔ آپ نے فرمایا بیٹا وعظ کیوں نہیں کہتے۔ آپ نے کہا میں ایک عجمی آدمی ہوں۔ بغداد کے فصیح و بلیغ لوگوں کے سامنے کیسے وعظ کروں۔ آپ نے فرمایا اپنا منہ کھولو میں نے اپنا منہ کھولا تو آپ ﷺ نے سات مرتبہ اپنا لعاب دہن میرے منہ میں ڈالا اور فرمایا لوگوں کو وعظ کرو اور ان کو اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت سے بلاؤ۔ غوث پاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں

نے نماز ظہر ادا کی اور بیٹھ گیا۔ بہت سے لوگ اکٹھے ہو گئے میں نے مجلس میں دیکھا کہ میرے قریب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کھڑے ہیں اور مجھے فرمایا بیٹا کیا بات ہے وعظ کیوں نہیں کہتے۔ میں نے ان کے سامنے بھی یہی عذر پیش کیا تو انہوں نے بھی فرمایا اپنا کھولو میں نے اپنا منہ کھولا تو انہوں نے چھ مرتبہ اپنا لعاب دہن میرے منہ میں ڈالا۔ میں نے عرض کی آپ نے سات مرتبہ مکمل کیوں نہ کیا فرمایا نبی کریم ﷺ کے ادب کی وجہ سے۔ (ج 2 ص 259 الحاوی، 25 بہجتہ الاسرار)

لعاب اپنا چٹایا احمد مختار نے ان کو
تو پھر کیسے نہ ہوتا بول بالا غوث اعظم کا

(۲) سید کبیر المعروف بہ شیخ بقاء کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی مجلس میں وعظ سن رہا تھا اچانک آپ نے سلسلہ کلام ختم کیا اور منبر سے زمین پر آ گئے۔ پھر منبر کے دوسرے درجے پر جا بیٹھے۔ میں نے دیکھا کہ پہلا زینہ اتنا وسیع ہو گیا کہ حد نگاہ تک پھیل گیا۔ اس پر ریشمی فرش بچھ گیا۔ رسول اکرم ﷺ اس پر تشریف فرما ہوئے۔ حضرت صدیق اکبر، فاروق اعظم، عثمان غنی، اور حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین بھی ساتھ ہی بیٹھے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے دل پر تجلی ڈالی آپ جھکے اور قریب تھا کہ آپ زمین پر گر پڑتے مگر رسول اکرم ﷺ نے سہارا دیا پھر آپ سمٹنے لگے یہاں تک کہ آپ کا وجود چڑیا کی طرح چھوٹا ہو گیا چند لمحوں کے بعد یہ وجود بڑھنے لگا حتیٰ کہ ایک ہیبت ناک صورت اختیار کر گیا۔ پھر یہ سب کچھ میری نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

پھر شیخ بقاء سے غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے چھوٹا اور بڑا ہونے کے متعلق پوچھا گیا تو فرمانے لگے کہ پہلی تجلی تو ایسی تھی کہ اس کے ظہور کے وقت کوئی شخص قائم نہیں رہ سکتا جب تک کہ تائید نبوی حاصل نہ ہو۔ اگر نبی کریم ﷺ سہارا نہ

دیتے تو آپ گر جاتے۔ دوسری تجلی جلالی تھی جس سے آپ چھوٹے ہو گئے اور تیسری تجلی جمالی تھی جس سے آپ بڑھ گئے۔

سنا ہے آپ ہر عاشق کے گھر تشریف لاتے ہیں
میرے گھر میں بھی ہو جائے چراغاں یارسول اللہ علیہ وسلم

(ص 73 نزہتہ الاخاطر الفاتر)

(۳) شیخ ابو العباس نے کہا کہ میں شیخ عبدالقادر جیلانی کی مجلس میں حاضر ہوا وہاں اس وقت تقریباً دس ہزار کا مجمع تھا۔ ان میں حضرت علی بن ہیتی موجود تھے۔ وعظ سنتے ہوئے ان پر نیند کا غلبہ ہوا۔ محبوب سبحانی نے تمام سامعین سے فرمایا چپ رہو سب لوگ خاموش ہو گئے اور صرف سانس ہی سنائی دیتا تھا۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کرسی سے اتر کر شیخ علی بن ہیتی کے سامنے کھڑے ہو گئے اور غور سے ان کی طرف دیکھنے لگےاس کے بعد شیخ علی بن ہیتی بیدار ہو گئے۔ محبوب سبحانی نے ان سے کہا کیا آپ نے اس وقت حضور اقدس علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے فرمایا جی ہاں محبوب سبحانی نے فرمایا میں اس وقت منبر سے ادب کے لئے اتر آیا تھا پھر پوچھا کہ حضور علیہ وسلم نے تمہیں کیا نصیحت کی انہوں نے فرمایا آپ کی رفاقت کی پھر شیخ علی بن ہیتی نے کہا کہ جو کچھ میں نے خواب میں دیکھا آپ نے بیداری میں دیکھا۔ (ص 26 بہجتہ الاسرار، مدارج النبوت)

ان واقعات سے پتہ چلا کہ شیخ عبدالقادر جیلانی نے رسول اللہ علیہ وسلم کو بیداری میں دیکھا اور یہ نبی کریم علیہ وسلم کے زندہ ہونے کی دلیل ہے۔

شیخ خلیفہ بن موسیٰ النہر ملکی:

یہ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے ہمعصر تھے ان کے اکثر افعال حضور علیہ وسلم سے حاصل ہوتے تھے۔ بیداری میں یا خواب میں۔ ان کو ایک رات میں سترہ مرتبہ حضور علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ حضور علیہ وسلم نے ایک مرتبہ زیارت کراتے

وقت فرمایا کہ اے خلیفہ میری بار بار زیارت سے تنگ نہ ہونا (یہ تیری خوش قسمتی ہے) ورنہ کئی اولیاء اللہ اپنی زندگی میں دیدار کی حسرت لئے اس دنیا سے رخصت ہو گئے اور ان کو دیدار میسر نہ ہوا پھر جب خلیفہ کی موت کا وقت آیا تو کلمہ شہادت پڑھ کر ہشاش بشاش چہرے سے فرمایا۔

ھذا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم واصحابہ یبشرونی برضوان اللہ وصلوٰاتہ.

(ص 2 ج 259 الحاوی، ص 203 بہجۃ الاسرار)

ترجمہ: یہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ میرے سامنے موجود ہیں اور مجھے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی اور رحمت کی خوشخبری دے رہے ہیں۔

تھوڑی دیر ہوئی اک آیا کالیاں زلفاں والا
دو گھڑیاں میرے من وچہ بیٹھا کر گیا نور اجالا

حضرت شیخ ابو العباس المرسی نے فرمایا:

لَوْحُجِبَ عَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ طَرْفَۃَ عَیْنٍ مَاعَدَدْتُ نَفْسِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَo (ص 2 ج 260 الحاوی)

ترجمہ: اگر ایک آنکھ جھپکنے کے برابر رسول پاک ﷺ میری نگاہوں سے اوجھل ہو جائیں تو میں اپنے آپ کو مسلمان ہی نہ سمجھوں۔ نیز آپ سے ایک آدمی نے کہا آپ مختلف شہروں میں گئے ہیں اور آپ نے بہت سے مردان خدا سے ملاقات کی۔ ان سے مصافحہ بھی کیا ہو گا۔ اب آپ میرے ساتھ مصافحہ کریں۔ آپ نے فرمایا۔

وَاللّٰہُ مَاصَافَحْتُ بِکَفِّیْ ھٰذِہٖ اِلَّا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ۔ (ص 2 ج 259 الحاوی)

ترجمہ: خدا کی قسم میں نے اس ہاتھ سے جب بھی مصافحہ کیا تو رسول کریم ﷺ ہی سے کیا ہے۔

امام جلال الدین سیوطی نے فرمایا:

میں نے ستر دفعہ سے زیادہ بیداری میں حضور ﷺ کی زیارت کی ہے۔ میں نے ایک دفعہ عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کیا میں اہل جنت سے ہوں۔ فرمایا ہاں پھر میں نے عرض کی کیا کسی قسم کا عذاب مجھ پر نہ ہوگا فرمایا ہاں۔ شیخ عطیہ کہتے ہیں۔ میں نے امام جلال الدین سیوطی سے عرض کی۔ ایک ضروری کام کے لئے میرے ساتھ سلطان غوری کے پاس چلیں اور سفارش فرما دیں تو انہوں نے فرمایا اے عطیہ مجھے بیداری میں حضور ﷺ کی زیارت ہوتی رہتی ہے۔ مجھے خطرہ ہے کہ غوری کی ملاقات مجھے اس سے محروم نہ کر دے۔

(ص 1 ج 133 الیواقیت والجواہر)

علامہ عبدالوہاب شعرانی:

علامہ عبدالوہاب شعرانی نے بیداری میں اپنے آٹھ ساتھیوں سمیت رسول اللہ ﷺ سے بخاری شریف پڑھی ہے۔ (ص 46 نجم الہدیٰ)

حضرت سید عبداللہ:

حضرت سید عبداللہ ایک مرتبہ جنگل میں ایک مسجد میں اپنے استاد کے ساتھ قرآن کا ورد کر رہے تھے۔ حافظ سید عبداللہ قرآن سن رہے تھے اور ان کے استاد قاری صاحب آنکھیں بند کر کے قرآن پڑھ رہے تھے اچانک کچھ سبز پوش عربی شکل وصورت کے لوگ ظاہر ہوئے۔ ان کا سردار مسجد کے قریب کھڑے ہو کر قاری صاحب کی قرأت سننے لگا اور فرمایا۔ بارک ادیت حق القرآن۔ اللہ برکت دے تو نے قرآن کا حق ادا کر دیا اور پھر وہ لوگ واپس چلے گئے جب

سورت ختم ہوئی تو انہوں نے حافظ سید عبداللہ سے پوچھا کہ یہ کون لوگ تھے کہ ان کی ہیبت سے میرے دل پر لرزہ طاری ہو گیا لیکن قرآن کے ادب کی وجہ سے میں اُٹھ نہ سکا۔ حافظ سید عبداللہ نے کہا وہ لوگ اس قسم کی وضع کے تھے جب ان کا سردار آیا تو میں ان کی تعظیم کے لئے کھڑا ہو گیا۔ اسی اثنا میں ان کی طرح کی وضع کا ایک اور آدمی آیا اور کہنے لگا کل میں نبی کریم ﷺ کے صحابہ کے ساتھ آپ کی مجلس میں موجود تھا۔ آپ نے فرمایا کل ہم فلاں جنگل کی مسجد میں فلاں قاری صاحب کا قرآن سننے جائیں گے کیا نبی کریم ﷺ صحابہ کے ساتھ تشریف لائے ہیں یا نہیں اگر آئے ہیں تو اب کہاں گئے ہیں۔ قاری صاحب اور حافظ سید عبداللہ نے دیکھا کہ دائیں بائیں کوئی نظر نہ آیا مدت تک اس جنگل سے خوشبو آتی رہی۔

(ص 16 نفاس العارفین)

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے
جس راہ چل گئے کوچے بسا دیئے

جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو باغیوں نے اپنے محاصرے میں لے لیا تو ان کو میٹھا پانی نہ پہنچنے دیا۔ حضرت عبداللہ بن سلام فرماتے ہیں میں عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو سلام کرنے کے لئے حاضر خدمت ہوا۔ انہوں نے فرمایا مرحبا میرے بھائی کو میں نے اس کھڑکی میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی آپ نے مجھے فرمایا اے عثمان! تجھے محصور کر دیا گیا ہے میں نے عرض کی جی ہاں! فرمایا انہوں نے تجھے پیاسا رکھا میں نے عرض کی جی ہاں! مجھے آپ ﷺ نے پانی کا ایک ڈول دیا میں نے سیر ہو کر پانی پیا یہاں تک کہ میں نے اس کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا اگر تو چاہے تو میں ان باغیوں کے خلاف تیری مدد کروں اور اگر تو پسند کرے تو تو ہمارے ہاں روزہ افطار کر لینا۔ میں نے آپ ﷺ کے ہاں افطاری پسند کی اسی دن آپ قتل کر دیئے گئے۔

(ج 2 ص 336 سنن سعید بن منصور، ج 2 ص 262 الحاوی، ج 7 ص 182 البدایہ)

اس واقعہ سے پتہ چلا کہ

(۱) نبی کریم ﷺ اپنی امت کے حالات سے باخبر ہیں جیسے کہ آپ ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تجھے محصور کر دیا گیا تیرا پانی بند کر دیا گیا۔

(۲) آپ ﷺ وفات کے بعد بھی مدد کر سکتے ہیں جیسے کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے فرمایا اگر تو چاہے تو تیری مدد کی جائے۔

(۳) ہمارے نبی کریم ﷺ مشکل کشا ہیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا پانی بند کر دیا گیا آپ پانی کے نہ ملنے کی وجہ سے سخت پریشانی اور مشکل میں مبتلا تھے۔ نبی کریم ﷺ نے ان کو پانی کا ڈول دے کر ان کی مشکل کشائی فرمائی۔

یا خدایا مصطفیٰ مشکل میں دونوں نام لو
حاجتیں بر آئیں گی تاثیر ہے دونوں کی ایک

ان تمام مذکورہ واقعات سے ثابت ہوا کہ کچھ خوش قسمت انسان ایسے بھی ہوتے ہیں جن کو جاگتے ہوئے بیداری میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوتی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے اولیاء کرام ہوتے ہیں جو ولایت کے اعلیٰ منصب پر فائز ہوتے ہیں۔ یہ شریعت وطریقت کے جامع ہوتے ہیں ان کو معرفت اور حقیقت کا اعلیٰ مقام حاصل ہوتا ہے۔ ان واقعات سے معلوم ہوا کہ

(۱) حضور ﷺ زندہ ہیں کیونکہ بیداری میں زیارت زندہ ہونے کا بین ثبوت ہے۔

(۲) حضور ﷺ کو خدائے تعالیٰ کی طرف سے یہ اختیار حاصل ہے کہ آپ ﷺ جس جگہ چاہیں تشریف لے جاسکتے ہیں۔

بیداری میں حضور ﷺ کی زیارت کی وجوہات:

وجہ اول:

حضور ﷺ کو خدا تعالیٰ نے سراجاً منیراً کہا ہے۔ خدا فرماتا ہے۔

یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا وَّ دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا.

ترجمہ: اے غیب کی خبریں دینے والے بے شک ہم نے تجھے حاضر و ناظر بنا کر بشارت دینے والا ڈر سنانے والا اور اللہ کی اجازت سے اللہ کی طرف بلانے والا بنا کر اور روشنی دینے والا آفتاب بنا کر بھیجا۔

سورج کو بھی خدا تعالیٰ نے سراج فرمایا ہے۔ اللہ فرماتا ہے وجعل الشمس سراجا اور سورج کو سراج بنایا۔ ثابت ہوا کہ سورج آسمان دنیا کا آفتاب ہے اور حضور ﷺ آسمان نبوت کے آفتاب ہیں۔ آسمان دنیا کے آفتاب سے کوئی چیز کسی ملک میں پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ زمین و آسمان اس کے نور سے منور ہیں۔ اسی طرح آسمان نبوت کے آفتاب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے بھی کوئی چیز مخفی نہیں رہ سکتی۔

حضور ﷺ نے معراج کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ پھر ان کو بیت المقدس میں بھی دیکھا۔ یہاں تمام انبیاء نے آپ ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ پھر انسے جدا ہو کر آسمانوں کی طرف تشریف لے گئے تو پہلے آسمان پر حضرت آدم، دوسرے پر حضرت عیسیٰ، تیسرے پر حضرت یوسف، چوتھے پر حضرت ادریس، پانچویں پر حضرت ہارون، چھٹے پر حضرت موسیٰ اور ساتویں پر حضرت ابراہیم علیہم الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا۔ پھر اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے یہ مرتبہ ہے تو ہمارے نبی کریم ﷺ کے لئے

اپنے مزار پاک میں رہ کر ہر جگہ موجود ہونا زیادہ لائق اور اولیٰ ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اگر حضرت موسیٰ کلیم اللہ آن واحد میں عالم دنیا یعنی بیت المقدس عالم برزخ یعنی قبر عالم آخرت چھٹے آسمان پر موجود ہو سکتے ہیں تو پھر حبیب اللہ ﷺ کا کیا کمال ہو گا۔ آپ ﷺ بھی آن واحد میں مختلف مقامات پر موجود ہو سکتے ہیں اور لوگ آپ کے دیدار سے مشرف ہو سکتے ہیں۔

وجہ دوم:

جب میت کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو اس کے پاس نکیرین آ کر یہ سوال کرتے ہیں ما کنت تقول فی هذا الرجل یعنی مرنے والے کو قبر میں حضور ﷺ کی زیارت ہوتی ہے۔ قبر میں حضور ﷺ ہر مدفون کے سامنے جسم اور روح کے ساتھ موجود ہوتے ہیں اور دنیا میں ہزاروں جگہوں پر لوگ دفن ہوتے ہیں اور آپ ﷺ ہر ایک کی قبر میں تشریف فرما ہوتے ہیں۔

قبر میں سرکار آئیں تو میں قدموں پر گروں
اور فرشتے مجھ سے پوچھیں تو ان سے یوں کہوں
کہ میں پائے ناز سے اے فرشتوں کیوں اُٹھوں
مر کے پہنچا ہوں یہاں اس دلربا کے واسطے

وجہ سوم:

فرشتے اپنی حالت اصلی سے زندہ ہیں اور ہماری آنکھوں سے اوجھل ہیں۔ ہمیں نظر نہیں آتے اسی طرح اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے لیکن ہمیں نظر نہیں آتا۔ ہماری آنکھوں سے پوشیدہ ہوتا ہے جب خدا چاہتا ہے کہ کوئی بندہ آپ کے دیدار سے مشرف ہو تو تمام حجابات اُٹھا دیئے جاتے ہیں اور وہ حضور ﷺ کی ذات مقدسہ کو دیکھ لیتا ہے چنانچہ شیخ ابو العباس طنجی فرماتے ہیں کہ میں سید احمد رفاعی کی

خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی مجھے سلوک کی تعلیم دیں۔ انہوں نے فرمایا میں تیرا شیخ نہیں تیرا شیخ عبدالرحیم ہے۔ جو قنا میں رہتا ہے میں نے قنا کی طرف سفر کیا اور شیخ عبدالرحیم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے فرمایا کیا تجھے رسول اللہ ﷺ کی معرفت حاصل ہے میں نے عرض کی نہیں۔ انہوں نے فرمایا بیت المقدس کی طرف جاؤ۔ تجھے رسول کریم ﷺ کی معرفت حاصل ہو جائے گی جونہی میں نے سرزمین بیت المقدس میں قدم رکھا میں نے دیکھا کہ زمین و آسمان اور عرش و کرسی رسول اکرم ﷺ کی ذات سے بھرے ہوئے ہیں۔ میں واپس شیخ عبدالرحیم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے دریافت کیا کیا تجھے رسول پاک ﷺ کی معرفت حاصل ہوگئی میں نے عرض کی ہاں فرمایا اب تمہاری طریقت مکمل ہوگئی۔ پھر فرمایا کوئی قطب کوئی اوتاد اور کوئی ابدال اور کوئی ولی کامل نہیں بن سکتا جب تک کہ اسے رسول اکرم ﷺ کی معرفت حاصل نہ ہو جائے۔ (ج 2 ص 260 الحاوی)

اُٹھ گیا پردہ نگاہوں سے تو آپ آئے نظر
اب جدھر بھی دیکھتا ہوں جلوہ فرما آپ ہیں

یہ کیفیت بھی بار ہا مجھ پر گزر گئی
تھا جلوہ حضور جہاں تک نظر گئی

وجہ چہارم:

آپ ﷺ کا جسم مبارک ایسا عظیم اور وسیع ہو جائے کہ ہر دیکھنے والا آپ ﷺ کی زیارت سے بخوبی مشرف ہو سکے علامہ نبہانی نے لکھا ہے۔

ان جسده الشريف لايخلوا منه زمان ولا مكان ولا محل ولا مكان ولا عرش ولا لوح ولا كرسي ولا قلم ولا برولا بحر ولا سهل ولا وعرولا برزخ ولا قبر۔ (ج 2 ص 115 جواہر البحار)

ترجمہ: بے شک آپ ﷺ کے وجود پاک سے کوئی زمانہ محل عرش لوح کرسی قلم

خشکی وتری میدان اور پہاڑ اور برزخ اور قبر خالی نہیں۔

بحکم خدا تم ہو موجود ہر جا
بظاہر ہے طیبہ ٹھکانہ تمہارا

وجہ پنجم:

اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کے سامنے عالم علوی اور سفلی کو ایسے کر دے جیسے تمام دنیا عزرائیل کے سامنے چنانچہ علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی نے لکھا کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ ایک شخص منتہائے مشرق میں رہتا ہے اور دوسرا منتہائے مغرب میں اور دونوں کی موت کا وقت ایک ہی مقرر ہے۔ پس آپ بیک وقت ان دونوں کی روح کو کیسے قبض کریں گے۔ حضرت عزرائیل نے جواب دیا کہ سب دنیا جمیع اطراف کے ساتھ میرے سامنے لپیٹ دی گئی ہے۔ وہ میرے سامنے ایسے موجود رہتی ہے جیسے کھانے والے کے سامنے پیالہ میں جب چاہتا ہوں اس سے تناول کر لیتا ہوں یعنی جب کسی کی موت کا وقت قریب ہوتا ہے تو میں اس کی روح قبض کر لیتا ہوں اور مجھے اس میں کسی قسم کی دقت محسوس نہیں ہوتی جیسے کھانے والے کے سامنے کھانا موجود ہو تو اسے کھانا کھانے میں کوئی دقت محسوس نہیں ہوتی جتنا چاہے کھا سکتا ہے۔ (ص 487 جواہر البحار)

ملک الموت ہمارے نبی کریم ﷺ کے امتی ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا ارسلت الی الخلق کافۃ۔ حضور ﷺ ساری مخلوق کے رسول ہیں اور ملک الموت بھی مخلوق ہے لہٰذا حضور ﷺ اس کے بھی رسول ہیں یا یوں کہو کہ وہ حضور ﷺ کا امتی ہے جب امتی کے سامنے زمین پیالے کی طرح ہے تو پھر نبی کے سامنے کیسی ہوگی۔

وجہ ششم:

رسول اللہ ﷺ چاند ہیں دلائل ملاحظہ ہوں۔

(۱) ہجرت کے قریب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خواب دیکھا کہ آسمان سے چاند اتر کر مکہ میں آیا اور اس کی روشنی سے تمام دشت و بیابان روشن ہو گئے۔ بعد ازاں چاند آسمان کی طرف واپس چلا گیا اور پھر مدینہ میں اترا اور بہت سے ستارے بھی اس کے ساتھ متحرک ہوئے۔ اس کے بعد چاند نے پھر مکہ کی طرف رجوع کیا اور بجز تین سو ساٹھ گھروں کے زمین مدینہ اسی طرح روشن رہی اور چاند کے آنے سے زمین حرم پھر روشن ہو گئی اور آخر میں پھر وہ چاند مدینہ کی طرف روانہ ہوا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں شگاف زمین میں پوشیدہ ہو گیا اور بعینہٖ خارج میں بھی اسی طرح واقع ہوا کہ پہلے حضور ﷺ نے اعلان نبوت مکہ میں فرمایا پھر مدینہ کی طرف صحابہ کے ساتھ ہجرت کی۔ پھر فتح مکہ کے لئے مکہ آئے۔ پھر مدینہ چلے اور وفات پا کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں خواب استراحت میں جلوہ فرما ہوئے۔

(ج 2 ص 139 زالتہ الخفاء)

(۲) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے خواب میں تین چاند دیکھے جو میرے حجرے میں آئے جب نبی کریم ﷺ نے وفات پائی اور آپ ﷺ میرے حجرے میں دفن ہوئے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تمہارے ان تین چاندوں میں سے ایک اور بہتر چاند آپ ﷺ تھے۔ (ج 2 ص 139 ازالتہ الخفاء)

(۳) حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ حضرت سودہ بنت زمعہ پہلے سکران بن عمرو برادر سہیل بن عمرو کی بیوی تھی۔ اس نے خواب میں دیکھا کہ

نبی کریم ﷺ سامنے سے تشریف لائے۔ حتیٰ کہ آپ نے سودہ کی گردن پر پاؤں رکھا اس نے اس خواب کی خبر اپنے خاوند کو دی۔ اس نے کہا اگر تمہارا یہ خواب سچا ہے تو میں مر جاؤں گا اور تو میرے بعد حضرت محمد ﷺ سے شادی کرے گی پھر ایک اور رات اس نے خواب دیکھا کہ آسمان سے اس پر چاند گرا اور وہ لیٹی ہوئی تھی۔ اس نے پھر اپنے خاوند کو یہ خواب بتایا اس نے کہا اگر تمہارا یہ خواب سچا ہے تو میں چند دن کا مہمان ہوں میں مر جاؤں گا اور تو میرے بعد شادی کرے گی۔ سکران اسی دن بیمار ہو گیا اور تھوڑے دنوں کے بعد فوت ہو گیا اور حضرت سودہ نے رسولِ خدا ﷺ سے شادی کر لی۔ (طبقات ابن سعد 567 حجتہ اللہ علی العالمین)

(۴) حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ ہمارے علاقے میں نبی کریم ﷺ کے آنے سے تین دن پہلے میں نے خواب دیکھا کہ مدینہ سے چاند آیا اور میری آغوش میں آ گیا۔ میں نے یہ خواب کسی کو بتانا مناسب نہ سمجھا جب حضور ﷺ ہمارے علاقے میں تشریف لائے تو ہم قیدی بنا لئے گئے۔ میں نے اپنا خواب رسول اکرم ﷺ کی بارگاہ میں بیان کیا انہوں نے مجھے آزاد کر کے میرے ساتھ نکاح کر لیا۔ (ج 4 ص 50 دلائل النبوت 567 حجتہ اللہ علی العالمین)

(۵) حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت صفیہ کی آنکھ میں ایک سبز نشان دیکھا۔ فرمایا یہ سبز نشان کیسا ہے کہا میرے سابق شوہر ابن ابی حقیق کی گود میں میرا سر تھا اور میں خواب میں تھی۔ میں نے دیکھا کہ میری آغوش میں چاند آ گیا۔ میں نے اپنے خاوند کو اس کی خبر دی اس نے مجھے طمانچہ مارا اور کہا کیا مدینے کے بادشاہ یعنی محمد مصطفیٰ ﷺ کی تمنا رکھتی ہے۔

(ج 4 ص 232 دلائل النبوت، 567 حجتہ اللہ علی العالمین)

جب یہ ثابت ہو گیا کہ رسول خدا ﷺ چاند ہیں تو اب سنئے کہ چاند کو مشرق و مغرب کی دنیا بیک وقت یکساں دیکھتی ہے اور اس کی روشنی نے تمام دنیا

کو منور کر رکھا ہوتا ہے اور ہر ملک کے باشندے اسے دیکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی کریم علیہ السلام کو بھی یہی حیثیت عطا فرمائی ہے اور اس میں کوئی تعجب نہیں لہٰذا آپ ﷺ بھی ہر جگہ سے خوش نصیب لوگوں کو اپنا دیدار کراتے ہیں۔

چاند سے تشبیہ دوں یہ بھی کوئی انصاف ہے
چاند پر دھبے ہیں اور مدنی کا چہرہ صاف ہے

وجہ ہفتم:

وصال کے بعد حضرات انبیاء علیہم السلام کی حالت ملائکہ جیسی ہو جاتی ہے اور ان کا مزاج ان کی طرح ہو جاتا ہے۔ فرشتے آن کی آن میں کہیں سے کہیں پہنچ جاتے ہیں۔ وفات کے بعد یہی حال نبیوں کا ہو جاتا ہے مثلاً معراج کی رات حضرت آدم علیہ السلام نے ذرا سے عرصہ میں ایک ہزار سال کا راستہ طے کر لیا اور حضرت یحییٰ وعیسیٰ علیہما السلام نے دو ہزار سال کا راستہ طے کر لیا۔ اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام نے تین ہزار سال، حضرت ادریس علیہ السلام نے چار ہزار سال، حضرت ہارون علیہ السلام نے پانچ ہزار سال، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چھ ہزار سال اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سات ہزار سال کا راستہ طے کر لیا تو اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تھوڑی سی دیر میں زمین و آسمان کی سیر کر لیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ مصطفیٰ تمام انبیاء سے فائق اور بالا ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کو خدا کی طرف سے یہ اختیار ہے کہ سرعت سیر کی صورت میں اپنے غلاموں اور مشتاقوں کو اپنا دیدار کرائیں۔

گذشتہ سطور میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ سورج آسمان کا آفتاب ہے اور حضور ﷺ آسمان نبوت کے آفتاب ہیں۔ آسمان دنیا کے آفتاب کی سرعت سیر کے بارے میں حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ رسول پاک ﷺ نے جبرئیل سے دریافت فرمایا کہ کیا آفتاب ڈھل گیا ہے۔ انہوں نے

جواب دیا نہیں پھر فوراً کہا ہاں آپ نے فرمایا یہ کیا جواب ہوا۔ انہوں نے کہا جب میں نے نہیں کہا اس وقت نہ ڈھلا تھا جب ہاں کہا ڈھل گیا تھا اور اتنی دیر میں آفتاب نے اپنی مدار پر ایک لاکھ پچاس میل کا فاصلہ طے کر لیا تھا۔

(ص 504 غنیۃ الطالبین)

مقام غور ہے کہ آفتاب جو ہماری نبی کریم ﷺ کے نور سے بنا ہے اس کی سرعت سیر کا یہ عالم ہے کہ آن میں ایک لاکھ پچاس ہزار میل کا فاصلہ طے کر لیتا ہے تو آفتاب نبوت کی سرعت سیر کا کیا کمال ہوگا۔

حیران ہوئے برق اور نظر اک آن ہے اور برسوں کا سفر
راکب نے کہا اللہ غنی مرکب نے کہا سبحان اللہ

وجہ ہشتم:

خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ﴿اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا﴾۔ بے شک ہم نے تجھے شاہد بنا کر بھیجا اور شَہِدَ یَشْھَدُ کا ایک معنی حاضر و ناظر ہونا بھی ہے۔ قرآنی دلائل ملاحظہ ہوں۔

دلیل نمبر 1. خدا فرماتا ہے جب کنوارہ لڑکا اور کنواری لڑکی آپس میں زنا کا ارتکاب کر بیٹھیں تو دونوں کو سو سو کوڑے مارے جائیں اور جب ان کو یہ سزا دی جائے تو وَلْیَشْھَدْ عَذَابَھُمَا طَآئِفَۃٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۔ اور چاہیے کہ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کا ایک گروہ حاضر ہو۔

دلیل نمبر 2. جب بلقیس کے پاس حضرت سلیمان علیہ السلام کا خط پہنچا تو اس نے اپنے درباریوں کو بلایا اور قَالَتْ یٰاَیُّھَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِیْ فِیْ اَمْرِیْ مَا کُنْتُ قَاطِعَۃً اَمْرًا حَتّٰی تَشْھَدُوْنَ۔

ترجمہ: بولی اے سرداروں میرے اس معاملے میں مجھے رائے دو میں کسی معاملے میں کوئی قطعی فیصلہ نہیں کرتی جب تک کہ تم میرے پاس حاضر نہ ہو۔

دلیل نمبر 3۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰئِکَۃَ اِنَاثًا وَّھُمْ شَاھِدُوْنَ۔
ترجمہ: یا ہم نے ملائکہ کو عورتیں پیدا کیا اور وہ حاضر تھے۔
دلیل نمبر 4۔ خدا تعالیٰ نے ولید بن مغیرہ مخزومی کے بارے میں فرمایا۔
وَجَعَلْتُ لَہٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا وَبَنِیْنَ شُھُوْدًا
ترجمہ: اور میں نے اسے وسیع مال دیا اور بیٹے دیئے سامنے حاضر رہنے والے۔
دلیل نمبر 5۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔
وَدَاوٗدَ وَسُلَیْمَانَ اِذْ یَحْکُمَانِ فِی الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِیْہِ غَنَمُ الْقَوْمِ وَکُنَّا لِحُکْمِھِمْ شَاھِدِیْنَ.
ترجمہ: اور داؤد اور سلیمان کو یاد کرو جب کھیتی کا ایک جھگڑا چکاتے تھے جب رات کو اس میں کچھ لوگوں کی بکریاں چھوٹیں اور ہم ان کے حکم کے وقت حاضر تھے۔

ان براہین قاطعہ سے ثابت ہوا کہ شاہد کے معنی ہیں موجود ہونا حاضر ہونا چونکہ حضور ﷺ شاہد ہیں لہٰذا حضور حاضر و ناظر ہیں۔ اب دیکھنا ہے کہ آپ ﷺ کہاں کہاں موجود و حاضر ہیں تفسیر جمل بیضاوی اور جلالین وغیرہ میں ہے کہ:
اِنَّا اَرْسَلْنَاکَ شَاھِدًا عَلٰی مَنْ بُعِثْتَ اِلَیْھِمْ.
ترجمہ: ہم نے تمہیں ان سب پر حاضر و ناظر بنا کر بھیجا جن کی طرف آپ ﷺ رسول بنا کر بھیجے گئے اور حضور ﷺ ساری مخلوق کے رسول ہیں۔ حدیث میں ہے۔
اُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَافَّۃً۔ میں تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

پس ثابت ہوا کہ آپ ﷺ ساری کائنات کا مشاہدہ فرما رہے ہیں تمام مخلوق کو دیکھ رہے ہیں ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں اور کاملین اولیاء کرام کو آپ ﷺ کے جلوے ہر جگہ نظر آتے ہیں لیکن

آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشا دیکھے
دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

اعتراض:

اگر انبیاء علیہم السلام کی زندگی حقیقی اور جسمانی ہے تو اس کے لوازمات کا پایا جانا بھی ضروری ہے قاعدہ ہے۔ اذا ثبت الشئی ثبت بجمیع لوازمہ۔ جب کوئی چیز ثابت ہوتی ہے تو اپنے تمام لوازمات کے ساتھ ثابت ہوتی ہے لیکن یہ حقیقت ناقابل انکار ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے لئے جسمانی اور حقیقی زندگی کے لوازمات بالکل ثابت نہیں نہ وہ جسمانی غذا کھاتے ہیں نہ ہوا میں سانس لیتے ہیں، نہ پانی پیتے ہیں، نہ ان کے بدن میں حرکت ہوتی ہے، نہ کسی قسم کا جسمانی فعل ان سے سرزد ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں حقیقی اور جسمانی زندگی کیسے تسلیم کی جائے۔

جواب:

ہم انبیاء علیہم السلام کی حیات حقیقی اور جسمانی مانتے ہیں لیکن برزخی نہ کہ دنیاوی اور حیات حقیقی جسمانی کے لوازمات ہر عالم میں یکساں نہیں ہوتے۔ عالم کے بدل جانے سے لوازمات کی نوعیت بدل جاتی ہے مثلاً

بچہ پیدا ہونے سے پہلے ماں کے پیٹ میں حیات حقیقی جسمانی کے ساتھ زندہ ہوتا ہے اور پیدا ہونے کے بعد بھی وہ زندہ ہوتا ہے لیکن دونوں حالتوں میں لوازمات حیات یکساں نہیں باوجود یہ کہ حیات ہر حال میں یکساں ہے۔ پس اسی طرح انبیاء علیہم السلام کی حیات کو بھی سمجھ لیجئے کہ وہ قبل از وفات اور بعد الوفات دونوں حالتوں میں حقیقی جسمانی ہے لیکن دنیا میں اور برزخ میں لوازمات حیات یکساں نہیں۔ عالم برزخ میں انبیاء علیہم السلام اور شہداء کرام رزق دیئے جاتے ہیں، کھاتے پیتے ہیں، فرحت و سرور پاتے ہیں۔ حدیث ہے فنبی اللہ

حیی یرزق۔ اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے رزق دیا جاتا ہے۔ علی ھذا القیاس تمام لوازمات حیات حقیقی انہیں حاصل ہیں لیکن ان کی نوعیت اسی طرح بدلی ہوئی ہے جس طرح پیدا ہونے والے بچے کے لوازمات حیات کی نوعیت ماں کے پیٹ میں اور پیدائش کے بعد اس عالم میں بدلی ہوئی ہے۔

اس سے بھی روشن مثال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وجود گرامی ہے کہ وہ بالاتفاق اور بالاجماع اب تک آسمانوں پر زندہ ہیں اور اسی حیات حقیقی جسمانی کے ساتھ زندہ ہیں جو انہیں دنیا میں حاصل تھی لیکن ظاہر ہے کہ آسمانوں میں ان کے لئے وہ لوازمات حیات نہیں پائے جاتے جو اس عالم میں حاصل تھے مثلاً دنیاوی غذا کھانا، پانی پینا، دنیاوی لباس پہننا۔

جب عیسیٰ علیہ السلام کے لئے اس عالم دنیا کے لوازمات کے بغیر آسمانوں پر حیات حقیقی جسمانی حاصل ہے تو دیگر انبیاء علیہم السلام اور شہداء کرام کو عالم برزخ میں لوازمات دینویہ کے بغیر جسمانی حقیقی حیات کیوں حاصل نہیں؟

اعتراض:

خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ۔ تجھ پر بھی وفات طاری ہونے والی ہے اور وہ بھی مرنے والے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ نبی کی موت عام انسانوں کی طرح ہوتی ہے۔ نبی علیہ السلام کو وفات کے بعد کسی قسم کا علم اور ادراک نہیں ہوتا یہی ان کی موت ہے۔

جواب:

نبی کی موت عوام کی موت سے مختلف ہوتی ہے اس لئے موت کا حکم لگانے میں اِنَّکَ مَیِّتٌ الگ فرمایا گیا اور اِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ علیحدہ ارشاد ہوا تا کہ لوگ سمجھ لیں کہ رسول اللہ ﷺ کی موت دوسروں کی موت سے الگ ہے۔

حضورﷺ کی موت اور ہماری موت میں فرق:

نمبر 1. حضورﷺ کو اختیار تھا کہ حضورﷺ دنیا میں رہیں یا رفیق اعلیٰ کی طرف تشریف لے جائیں چنانچہ ایک مرتبہ آپﷺ نے صحابہ کرام کے مجمع عام میں فرمایا۔

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی خَیَّرَ عَبْدًا بَیْنَ الدُّنْیَا وَبَیْنَ مَاعِنْدَ اللّٰہِ فَاخْتَارَ ذَالِکَ الْعَبْدُ مَاعِنْدَ اللّٰہِ.

(ج 22 ص 328 طبرانی کبیر)

(ج 14 ص 559 مصنف ابن ابی شیبہ) (ص 38 تاریخ الخلفاء)

ترجمہ: بے شک ایک بندے کو اللہ تعالیٰ نے دنیا اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے کے درمیان اختیار دیا ہے پس اس بندے نے اس چیز کو اختیار کیا جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

اس ارشاد کو سن کر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رونے لگے صحابہ نے آپ کے رونے پر تعجب کیا بعد میں جب نبی کریمﷺ کا وصال ہوا تو اب صحابہ سمجھے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہم سب سے زیادہ عالم تھے کہ وہ آپﷺ کے ارشاد کو سن کر اس لئے روئے کہ اس بندے سے مراد خود حضورﷺ کی ذات تھی۔

دل دی پیاس بجھاون کارن میں کھوہ اکھیاں دا گیڑاں
جی کردا اج سامنے بہہ کے درد پرانے چھیڑاں
اک تگا درعشق ترے دا دوجی بُری جدائی
دور وسیندیاں سجناں مینوں سخت مصیبت پائی

لیکن ہمیں دنیا میں رہنے یا آخرت کی طرف جانے میں کوئی اختیار نہیں بلکہ موت کے وقت سفر آخرت پر مجبور ہیں۔

حضورﷺ کے غلام موبھبہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ رات کے وقت رسول خداﷺ نے فرمایا مجھے حکم ہوا ہے کہ میں جنت البقیع والوں کی مغفرت کی

دعا مانگوں تم میرے ساتھ چلو میں آدھی رات کے وقت آپ کے ساتھ گیا آپ نے وہاں کھڑے ہو کر فرمایا السلام علیکم یا اہل المقابر پھر مجھے کہا اے مویھبہ مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں دی گئیں اور جب تک میں دنیا میں زندہ رہوں یہ خزانے میرے پاس رہیں۔

کنجی تمہیں دی اپنے خزانوں کی خدا نے

محبوب کیا مالک و مختار بنایا

پھر ان خزانوں اور خدا کی ملاقات میں مجھے اختیار دیا گیا میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! آپ ہمیشگی کے ساتھ خزانوں کی کنجیاں اور بعد میں جنت لے لیتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے مویھبہ ایسا نہیں میں نے خدا کی ملاقات کو پسند کیا۔ پھر آپ ﷺ نے اہل بقیع کے لئے دعائے مغفرت فرمائی اور واپس آ گئے اور بعد میں رسول خدا ﷺ اس مرض میں مبتلا ہو گئے جس میں آپ ﷺ نے وفات پائی۔ (ص 30 سنن دارمی)

نمبر 2. غسل کے وقت ہمارے کپڑے اتارے جاتے ہیں لیکن رسول اللہ ﷺ کو انہی کپڑوں میں غسل دیا گیا جن میں آپ ﷺ نے وصال فرمایا چنانچہ جب حضور ﷺ کو غسل دیا جانے لگا تو صحابہ نے کہا کہ حضور ﷺ کے کپڑے اتار کر غسل دیں یا کپڑوں سمیت جب اختلاف ہوا تو خدا نے سب پر نیند طاری کر دی حتیٰ کہ ان کی ٹھوڑیاں ان کے سینوں پر آ گئیں۔ پھر گھر کے ایک کونے سے آواز آئی کہ حضور ﷺ کو کپڑوں سمیت غسل دو لیکن آواز والا نظر نہ آتا تھا پھر صحابہ کرام نے آپ ﷺ کو کپڑوں سمیت غسل دیا۔

(ج 7 ص 242 دلائل النبوت) (ج 14 ص 558 مصنف ابن ابی شیبہ)

نمبر 3. ہم میں سے اگر کوئی فوت ہو جائے تو کوئی آدمی بھی اس کو غسل دے سکتا ہے لیکن حضور ﷺ سے پوچھا گیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کو غسل کون دے گا قَالَ

رِجَالُ اَھْلِ بَیْتِیْ فرمایا اہل بیت کے لوگ۔ (ج 8 ص 269 زرقانی)

چنانچہ آپ ﷺ کو حضرت علی، حضرت عباس اور فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے غسل دیا۔ (ج 8 ص 289 زرقانی)

حضرت قثم بن عباس، اسامہ بن زید اور شقران رضی اللہ تعالیٰ عنہم آنکھوں پر پٹی باندھ کر پردے کے پیچھے سے پانی دیتے جاتے تھے کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا جو میرے ستر کو دیکھے گا وہ اندھا ہو جائے گا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا تو ایسا نہیں کرے گا اس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آنکھوں پر پٹی نہیں باندھی۔ (ج 8 ص 289 زرقانی)

حضور ﷺ کو تین مرتبہ غسل دیا گیا۔ ایک مرتبہ سادہ پانی سے دوسری مرتبہ بیری کے پتوں کے پانی سے تیسری مرتبہ کافور اور پانی سے۔

(ج 8 ص 289 زرقانی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب غسل دیتے وقت ہم آپ ﷺ کے کسی عضو کو اٹھانا چاہتے تھے تو وہ خود بخود اٹھ جاتا تھا۔ مطلب یہ کہ گویا حضور ﷺ نے فرمایا اے علی! پانی تم ڈالتے جاؤ پہلو میں خود بدلتا جاؤں گا۔

(ج 2 ص 720 خصائص کبریٰ، ج 7 ص 244 دلائل النبوت)

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
میرے چشم عالم سے چھپ جانے والے

نمبر 4. حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ تندرسی کی حالت میں حضور ﷺ نے فرمایا نبی کی روح قبض نہیں ہوتی جب تک اپنا جنتی ٹھکانہ نہ دیکھے جب حضور ﷺ پر موت کے آثار نظر ہوئے۔ حضور ﷺ پر غشی طاری ہوئی جب ذرا افاقہ ہوا تو آپ ﷺ چھت کو دیکھنے لگے اور آپ نے فرمایا اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی ۔ میں سمجھ گئی کہ حضور ﷺ نے سچ فرمایا کہ نبی کی روح قبض

ہونے سے پہلے اپنا جنتی ٹھکانا دیکھ لیتا ہے۔

جو چمن سے گزرے تو صبا تو یہ کہنا بلبل زار سے
کہ خزاں کے دن بھی قریب ہیں نہ لگانا دل کو بہار سے

(ج 3 ص 96 بخاری، ج 7 ص 208 دلائل النبوت)

لیکن عامۃ الناس کی یہ کیفیت نہیں کہ وہ مرنے سے پہلے اپنا ٹھکانا دیکھ لے۔

نمبر 5. عام لوگوں کو وفات کے بعد جہاں چاہیں دفن کر دیا جاتا ہے جبکہ نبی کے لئے یہ حکم نہیں۔ جب حضور ﷺ کے دفن کی باری آئی تو صحابہ میں اختلاف ہوا۔ بعض نے کہا مسجد میں دفن کیا جائے۔ بعض نے جنت البقیع کا مشورہ دیا لیکن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول کریم ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا: مَاقُبِضَ نَبِیٌّ اِلَّا دُفِنَ حَیْثُ قُبِضَ۔ جہاں نبی کی روح قبض ہوتی ہے وہیں اسے دفن کیا جاتا ہے۔ پس رسول پاک ﷺ کا بستر اُٹھایا گیا اور وہیں آپ ﷺ کی قبر تیار کی گئی۔

سب کہا کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں
خاک میں کیا صورتیں ہونگی کہ پنہاں ہو گئیں

(ص 117 ابن ماجہ، ج 14 ص 553 مصنف ابن ابی شیبہ)

نمبر 6. ہماری موت کے بعد جلد دفن کرنے کا تاکیدی حکم ہے لیکن حضور ﷺ کو وصال کے بعد سخت گرمی کے زمانے میں پورے دو دن کے بعد قبر انور میں دفن کیا گیا۔ (ج 5 ص 156 طبرانی اوسط)

نمبر 7. ہماری وفات پر وقت میں کوئی تغیر و تبدل نہیں آتا لیکن حضور ﷺ کی وفات پر مدینہ میں تاریکی ہو گئی۔ (ج 7 ص 265 دلائل النبوت، 117 ابن ماجہ)

نمبر 8. حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں جس دن حضور ﷺ نے وفات پائی میں نے اپنا ہاتھ آپ ﷺ کے سینے پر رکھا۔ کئی جمعوں تک میرے

ہاتھ سے خوشبو آتی رہی حالانکہ میں کھانا کھاتی، وضو کرتی تھی لیکن میرے ہاتھ سے کستوری کی خوشبو زائل نہیں ہوئی۔ (ج 2 ص 715 خصائص کبریٰ)

نمبر 9. میت کو غسل دیتے وقت اس کے پیٹ پر ہاتھ پھیرتے ہیں تاکہ اگر کوئی غلاظت وغیرہ ہو تو باہر نکل جائے۔ اگر ایسا نہ کیا جائے تو بعد میں غلاظت وغیرہ سے کفن خراب ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔ حضور ﷺ کو غسل دیتے وقت حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ حضور ﷺ کے پیٹ پر پھیرا لیکن کچھ نہیں نکلا۔ عرض کی آپ ﷺ حیات و وفات میں پاکیزہ ہیں بلکہ آپ ﷺ سے کستوری کی خوشبو پھیلی اور سارا گھر معطر ہو گیا۔ (ج 2 ص 59 المبسوط)

نمبر 10. حضور ﷺ کی نماز جنازہ ہماری طرح نہیں پڑھی گئی بلکہ پہلے جبرئیل پھر میکائیل پھر اسرافیل اور پھر عزرائیل نے درود پڑھا۔ (ج 5 ص 9 طبرانی اوسط)

پھر عام فرشتوں، پھر اہل بیت عظام، پھر صحابہ کرام نے بغیر امام الگ الگ حضور ﷺ پر نماز پڑھی اور اس میں معروف دعائیں بھی نہیں پڑھیں بلکہ حضور ﷺ کی تعریف و توصیف کے کلمات طیبات عرض کئے گئے اور درود شریف پڑھا گیا۔

نمبر 11. ہماری موت کے بعد ہماری میراث تقسیم ہو جاتی ہے لیکن نبی کریم ﷺ اس قانون سے مستثنیٰ ہیں چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس اس لئے بھیجا کہ وہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے نبی کریم ﷺ کی میراث کے بارے میں بات کریں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات سے کہا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے نبی کی میراث کے بارے میں کوئی بات نہ کریں اس لئے کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے فرمایا ہم نبی وراثت نہیں چھوڑتے جو کچھ چھوڑیں وہ صدقہ ہوتا ہے اس پر وہ سب میراث کے مطالبے سے رُک

گئیں۔ (ج 4 ص 435 طبرانی اوسط)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے میراث کے بارے میں کہا کہ آپ کی بیٹی تو آپ کی میراث کا حصہ پائے اور رسول خدا ﷺ کی بیٹی کو ان کی میراث نہیں مل سکتی۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا میرے ماں باپ آپ کے والد پر قربان ہو جائیں۔ آپ کے والد کا ارشاد ہے ہم انبیاء وراثت نہیں چھوڑتے جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ (ج 4 ص 435 طبرانی اوسط)

نمبر **12.** ہمارے مرنے کے بعد ہماری بیویاں ہمارے عقد سے باہر ہو جاتی ہیں لیکن رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات ہمیشہ حضور ﷺ کے نکاح میں باقی ہیں اور ابد تک یہ حکم جاری رہے گا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلَا اَنْ تَنْکِحُوْا اَزْوَاجَهٗ مِنْ بَعْدِهٖ اَبَدًا۔

نبی کے بعد ان کی ازواج مطہرات سے کبھی بھی نکاح نہ کرو۔

نمبر **13.** ہماری وفات پر تعزیت کرنے والے رشتہ دار، عزیز واقارب، دوست احباب اور عام لوگ ہوتے ہیں لیکن ہمارے نبی کی تعزیت حضرت خضر علیہ السلام نے کی۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کی وفات ہوئی تو صحابہ حضور ﷺ کے گرد جمع ہو کر رونے لگے اور ان کے رونے میں آواز نہ تھی۔ اتنے میں ایک لمبے بالوں والا آدمی آیا اس کی چادر اس کے کندھے پر تھی اس نے آ کر دروازے کی چوکھٹ کو پکڑ لیا اور نبی کریم ﷺ کی وفات پر رویا اور صحابہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا ہر مصیبت پر تعزیت ہے۔ بعد ازاں چلا گیا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اس آدمی کو واپس لاؤ لوگوں نے اسے دائیں بائیں دیکھا لیکن وہ نظر نہ آیا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ خضر علیہ السلام تھے جو تعزیت کے لئے آئے تھے۔ (ج 8 ص 276 زُرقانی)

جد محبوب پیارے وچھڑن کون روئے مڑ تھوڑا
سب روگا دا روگ محمد جسدا نام وچھوڑا

نمبر 14. ہماری موت پر عزرائیل روتا نہیں لیکن نبی کریم ﷺ کی وفات پر وہ رویا ہے چنانچہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ملک الموت نے حضور ﷺ کی روح قبض کی اور وہ آسمان کی طرف چلا گیا تو وہ رو رہا تھا اور قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ میں نے ملک الموت کی آواز سنی وہ کہہ رہا تھا۔ واحمداہ۔ (ج 2 ص 716 خصائص کبریٰ)

نمبر 15. نیند پر موت کا اطلاق کیا گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ **الحمد لله الذی احیانا بعد ما اماتنا** ۔ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں موت یعنی نیند کے بعد زندہ کیا۔ ہماری نیند اور حضور ﷺ کی نیند میں فرق ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا تنام عینای ولا ینام قلبی۔ میری آنکھیں سوتی ہیں دل جاگتا ہے لہٰذا جس طرح ہماری نیند اور حضور ﷺ کی نیند میں فرق ہے اسی طرح ہماری موت اور حضور ﷺ کی موت میں فرق ہے۔

دل پاک بیدار اور چشم خفتہ
نرالا تھا عالم میں سونا تمہارا

اعتراض:

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا یہ خطبہ:

مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْمَاتَ

ترجمہ: جو محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا (وہ جان لے) کہ محمد ﷺ پر موت طاری ہوگئی ہے۔

کتب احادیث میں مشہور و معروف ہے۔ ایسی صورت میں حیات انبیاء کا عقیدہ کیونکر درست ہوسکتا ہے۔

جواب:

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اس خطبہ میں قانون موت آپ ﷺ پر وارد ہونے کا ذکر ہے۔ حیات برزخی کا انکار نہیں اور پھر یہ کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے اسی خطبہ میں یہ بھی ارشاد فرمایا ہے۔

وَاللّٰہِ لَا یَجْمَعُ اللّٰہُ عَلَیْکَ مَوْتَیْنِ.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں جمع نہ فرمائے گا۔

دوسری موت سے مراد حیات بعد الموت کے بعد والی موت ہے یعنی اس موت کے بعد جو آپ ﷺ کو حیات ملے گی اس کے بعد آپ ﷺ پر کوئی موت نہیں آئے گی۔

امام جلال الدین سیوطی نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وصیت کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے والد کریم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب بیمار ہوئے تو وصیت فرمائی کہ مجھے میرے وصال کے بعد روضہ شریف پر لے جانا۔ میرے لئے نبی کریم ﷺ سے اجازت کی غرض سے عرض کرنا یارسول ﷺ یہ ابوبکر ہیں کیا آپ ﷺ کے قریب ان کو دفن کر دیا جائے اگر تمہیں اجازت مل جائے تو مجھے حضور ﷺ کے قریب دفن کر دینا۔ ورنہ جنت البقیع میں لے جانا چنانچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو درِ رسول ﷺ پر حاضر کیا گیا اور عرض کیا گیا یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کے یارِ غار حاضر ہیں۔ ان کی خواہش ہے کہ انہیں آپ ﷺ کے قریب دفن کیا جائے۔ انہوں نے ہمیں وصیت کی تھی سو اگر ہمیں اجازت ہو تو ہم روضہ مقدسہ میں داخل ہوں ورنہ ہم لوٹ جائیں۔ صحابہ فرماتے ہیں اس وقت ہمیں ندا دی گئی انہیں عزت و اکرام کے ساتھ داخل کر دو۔ صحابہ کرام فرماتے ہیں ہم نے یہ کلام

سنا مگر بولنے والا کوئی نظر نہ آیا۔ (ج 2 ص 734 خصائص کبریٰ)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بوقت وفات مجھے اپنے قریب بٹھایا اور مجھے فرمایا اے علیؑ! جب میرا انتقال ہو جائے تو مجھے بھی ان ہاتھوں سے غسل دینا جن ہاتھوں سے تم نے نبی کریم ﷺ کو غسل دیا اور مجھے نبی کریم ﷺ کے دربار گہربار میں لے جانا اور میرے دفن کی اجازت مانگنا پھر اگر تم دیکھو کہ دروازہ کھل گیا ہے تو مجھے میرے آقا کے پاس پہنچا دینا ورنہ مجھے عام مسلمانوں کے قبرستان میں لے جانا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ فرما دے۔ حیدر کرار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو غسل دیا گیا تو میں سب سے پہلے جلدی در اقدس پر حاضر ہوا اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ! یہ ابوبکر حاضر دربار ہیں روضہ مقدسہ میں داخل ہونے کی اجازت مانگتے ہیں۔ حضرت مولائے کائنات فرماتے ہیں میں نے دیکھا دروازہ کھل گیا میں نے سنا کوئی کہہ رہا ہے۔

اَدْخِلُوا الْحَبِیْبَ اِلٰی حَبِیْبِہٖ فَاِنَّ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ مُشْتَاقٌ

ترجمہ: دوست کو دوست کے ہاں داخل کر دو کیونکہ دوست دوست کا مشتاق ہے

(ج 2 ص 735 خصائص کبریٰ)

ان دونوں روایات سے ثابت ہوا کہ:

(۱) بعد از وفات صدیق اکبر، علی المرتضیٰ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضور ﷺ کو یارسول اللہ کہہ کر پکارا لہٰذا یارسول اللہ ﷺ کہنا اجماع صحابہ سے جائز ثابت ہوا اب جو اسے ناجائز کہتا ہے وہ اجماع صحابہ کا منکر ہے اور جو اس مقدس اجماع کا منکر ہے قرآن نے اسے یہ سرٹیفکیٹ عطا فرمایا ہے۔ نولہ ماتولی ونصلہ جھنم وساءت مصیرا کہ وہ شتر بے مہار جدھر چاہے گھومے پھرے ٹھکانہ تو اس کا دوزخ ہی ہے۔ الحمد للہ ہم اہل سنت و جماعت حضور ﷺ کو

یارسول اللہ ﷺ کہہ کر صحابہ کرام کی سنت پر عمل کرتے ہیں۔ ہمارا عقیدہ اس سلسلے میں وہی ہے جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تھا۔ نتیجہ یہ نکلا ہمارے عقائد صحابہ والے عقائد ہیں باقی جتنے فرقے ہیں وہ سب بعد کی پیداوار ہیں۔

تصور باندھ کر دل میں تمہارا یارسول اللہ ﷺ
خدا کا کرلیا گویا نظارا یارسول اللہ ﷺ

(۲) یہ بھی ثابت ہوا کہ صحابہ کرام حضور ﷺ کی حیات کے قائل تھے اگر قائل نہ ہوتے تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے متعلق آپ ﷺ سے اجازت کیوں لیتے پھر کسی صحابی نے بھی اس بارے میں اختلاف نہیں کیا۔ معلوم ہوا کہ حیات نبی بھی متفقہ مسئلہ ہے اور اس پر اجماع صحابہ ہے نیز اندر سے آواز آنا بھی حیات النبی کی بین دلیل ہے۔

(۳) یہ مسئلہ بھی ثابت ہوا کہ حضور ﷺ اپنی قبر میں سنتے ہیں اگر سنتے نہ ہوتے تو صحابہ کا آپ ﷺ کو یارسول اللہ کہہ کر پکارنا عبث قرار پائے گا۔ پھر صحابہ کرام کے پکارنے پر نبی کریم ﷺ کا جواب دینا بھی سننے کی واضح دلیل ہے۔

(۴) یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ صدیق اکبر کو نبی کریم ﷺ سے کمال عشق کا مرتبہ حاصل تھا کہ وفات کے بعد بھی نبی کریم ﷺ کی مفارقت گوارا نہیں اور چاہتے ہیں کہ آپ ﷺ کے قرب میں جگہ مل جائے تاکہ قیامت تک آپ ﷺ کی آغوش رحمت میں استراحت نصیب ہو اور ویسے بھی آپ ﷺ کے جوار کا حصول کائنات کی نہایت عظیم سعادت اور منافع و برکات کا ذریعہ ہے اسی لئے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دل میں یہ ٹھان رکھی تھی کہ حجرہ شریفہ کے اندر بقیہ جگہ میں میری اپنی قبر ہوگی کیونکہ

یہاں کے لاکھوں ذرے عرش اعظم سے بھی افضل ہیں
تعالیٰ اللہ یہ عز و وقارِ گنبد خضریٰ

دلائل النبوت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَاِنْ كُنتُمْ فِىْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوا شُهَدَاءَ كُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنتُمْ صَادِقِيْنَ ○ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِىْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكَافِرِيْنَ ○

ترجمہ: اور اگر تمہیں کچھ شک ہو اس میں جو ہم نے اپنے خاص بندے پر نازل کیا تو اس جیسی ایک سورت لے آؤ اور اللہ کے سوا اپنے سب حمائتیوں کو بلا لاؤ اگر تم سچے ہو پھر اگر نہ لاسکو اور ہم فرمائے دیتے ہیں کہ ہرگز نہ لاسکو گے تو ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں تیار کی گئی ہے کافروں کے لئے۔

اس کلام الٰہی کے چند الفاظ کی تشریح و تفسیر بیان کی جاتی ہے ملاحظہ فرمائیں۔

نمبر 1 عبدنا: عبد کی ایک لحاظ سے تین قسمیں ہیں۔ ''عبد رقیق''

اس سے وہ غلام مراد ہے جو پوری طرح اپنے مالک کی ملکیت میں ہو جیسے مومن۔

عبد آبق: اپنے مالک سے بھاگے ہوئے غلام کو کہتے ہیں جیسے کافر۔

عبد ماذون: وہ غلام جو مالک کے قبضہ اور ملک میں ہو اور اس کی قابلیت، صلاحیت استعداد اور خوبی کی وجہ سے اس کے مالک نے اپنے کاروبار کا اسے مختار بنا دیا ہو اور اسے اس بات کا اذن دے دیا ہو کہ وہ مالک کے کاروبار میں جائز اور ممکن تصرف کرے اس غلام کا خریدنا بیچنا لینا دینا سب کچھ اس کے مالک کا خریدنا بیچنا لینا دینا قرار پائے گا۔

عام مومنین مطیع ہوں یا عاصی سب اللہ کے بمنزلہ عبد رقیق کے ہیں کفار

مشرکین منافقین بمنزلہ عبد آبق کے ہیں اور حضرت محمد ﷺ خدا تعالیٰ کے عبد ماذون ہیں اسی لئے ارشاد ہے۔

(ا) ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ.

بے شک خدا تعالیٰ نے مومنوں کی جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلے خرید لیا۔

اس کا شانِ نزول یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ نے لیلۃ العقبہ کے وقت کہا یارسول اللہ ﷺ آپ خدا کے لئے اور اپنے لئے جو بھی شرط چاہیں ہم سے منوا سکتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ خدا کے متعلق تو یہ شرط ہے کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اسی کی عبادت کرو اور اپنے متعلق شرط یہ ہے کہ جن باتوں سے تم اپنی جانوں اور مالوں کو بچاتے ہو میرے لئے بھی اسی طرح خیر خواہ بنے رہو انہوں نے پوچھا پھر ہمیں کیا ملے گا آپ نے فرمایا اس کے عوض جنت ملے گی اس پر آیت مذکورہ نازل ہوئی جس سے پتہ چلا کہ نبی کا خریدنا خدا کا خریدنا ہے کیونکہ یہ سودا تو نبی نے کیا تھا لیکن خدا فرماتا ہے میں نے خریدا۔

(ج 11 ص 17 ابن کثیر)

(ب) نبی ﷺ کا فیصلہ خدا کا فیصلہ ہے خدا فرماتا ہے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ.

کسی مومن مرد اور مومنہ عورت کو یہ حق نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کوئی فیصلہ فرمادیں تو انہیں اپنے معاملے کا کچھ اختیار رہے۔

اس کا شانِ نزول یہ ہے کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے غلام تھے آپ نے ان کے نکاح کا پیغام حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے لئے دیا آپ کی پھوپھی کی صاحبزادی تھی انہوں نے اور ان کے بھائی عبداللہ نے اس رشتہ کو قبول نہ کیا گویا انہوں نے حضور ﷺ کے فیصلہ کو قبول نہ کیا جس پر

یہ آیت نازل ہوئی اس آیت میں خدا نے حضور ﷺ کے فیصلے کو اپنا فیصلہ قرار دیا پتہ چلا حضور ﷺ کا فیصلہ خدا کا فیصلہ ہے۔

(ج) نبی کا بلانا خدا کا بلانا ہے۔ خدا فرماتا ہے۔

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ.

اے ایمان والوں اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر حاضر ہو جب وہ رسول تم کو بلائے۔

حضرت سعید بن معلیٰ نماز پڑھ رہے تھے حضور ﷺ نے ان کو بلایا انہوں نے اختتام نماز پر حاضری دی فرمایا اب تک کہاں تھے عرض کی نماز میں تھا فرمایا کیا تم نے یہ آیت نہیں سنی خدا فرماتا ہے جب تمہیں اللہ اور اس کا رسول ﷺ بلائیں تو حاضر ہو بلایا حضور ﷺ نے تھا لیکن خدا فرماتا ہے جب اللہ اور اس کا رسول ﷺ بلائے معلوم ہوا کہ رسول ﷺ کا بلانا خدا کا بلانا ہے۔

(د) نبی کا پھینکنا خدا کا پھینکنا ہے۔ غزوہ بدر کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے ایک مٹھی ریت کی بھر کر مشرکین کی طرف پھینکی اس کے نتیجے میں کفار بھاگ کھڑے ہوئے خدا فرماتا ہے۔

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى.

اے محبوب وہ خاک جو تو نے پھینکی تو نے نہیں بلکہ اللہ نے پھینکی۔

معلوم ہوا کہ رسول کا پھینکنا خدا کا پھینکنا ہے۔

میں تیرے ہاتھوں کے صدقے کیسی کنکریاں تھیں وہ
جن سے اتنے کافروں کا دفعۃً منہ پھر گیا

(ن) نبی کا بولنا خدا بولنا ہے۔ خدا فرماتا ہے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى.

وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتے وہ وہی بولتے جو ان کی طرف وحی ہوتی ہیں۔

نبی کے لبوں پر خدا بولتا ہے کلام خدا ہے کلام محمد ﷺ
جسے کہتے ہیں سب کلام الٰہی وہ تیری زبان سے سنا ہے محمد ﷺ

(ق) نبی کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے خدا فرماتا ہے۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ.

جو اللہ کے رسول کی اطاعت کرتا ہے وہ خدا کی اطاعت کرتا ہے۔

(ی) آپ سے بیعت خدا سے بیعت ہے۔ مقام حدیبیہ سے نبی کریم ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اہل مکہ کی طرف بھیجا کہ جاؤ ان سے جا کر کہو کہ ہم لڑنے کے لئے نہیں آئے ہم تو عمرہ ادا کرنے آئے ہیں مشرکین نے جواب دیا کہ اس سال تو رسول مکہ میں داخل نہیں ہو سکتے اے عثمان اگر تم چاہو تو کعبہ کا طواف کر سکتے ہو۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو روک لیا جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو روک لیا گیا تو مقام حدیبیہ پر یہ خبر مشہور ہو گئی کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا۔

جب رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر پہنچی تو آپ کو بہت صدمہ ہوا اور فرمایا جب تک بدلہ نہ لیں گے یہاں سے حرکت نہ کریں گے اور وہیں ایک کیکر کے درخت کے نیچے تمام صحابہ سے بیعت لی آخر میں نبی کریم ﷺ نے اپنے بائیں کو دائیں ہاتھ پر رکھ کر فرمایا یہ بیعت عثمان کی جانب سے ہے۔ خدا فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُاللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ.

بے شک وہ لوگ جو آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

معلوم ہوا کہ آپ سے بیعت خدا سے بیعت ہے۔

یہاں پر معترضین کی طرف سے ایک اعتراض ہوتا ہے کہ اے اہل سنت و جماعت آپ لوگوں کا عقیدہ کہ خدا نے اپنے حبیب کو علم ما کان و ما یکون عطا فرمایا ہے اگر یہ عقیدہ واقعی درست ہے تو پھر نبی کو معلوم ہونا چاہیے تھا کہ حضرت

عثمان رضی اللہ عنہ زندہ ہیں شہید نہیں ہوئے اور بیعت نہ لیتے آپ کا بیعت لینا اس بات کی دلیل ہے آپ کو اصل واقعہ کا علم ہی نہ تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضور ﷺ کو علم تھا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ زندہ ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ نے عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف سے بیعت لی اور بیعت زندوں کی طرف سے لی جاتی ہے مردوں کی طرف سے نہیں جب علم تھا تو پھر بیعت کیوں لی اس کا جواب یہ ہے کہ سب صحابہ نے اس بات پر بیعت کی کہ ہم عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر اپنی جانیں قربان کریں گے۔ مقصود یہ تھا کہ آنے والی نسلوں کو پتہ چل جائے کہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر اپنی جان نچھاور کرنے کو تیار ہیں اے عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شان میں نازیبا کلمات استعمال کرنے والو اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت کا دم بھرنے والو آؤ دیکھو تمہارا محبوب تو میرے عثمان پر قربان ہونے کو تیار ہے اگر تم واقعی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صحیح محب ہو تو ان کی طرح اپنے آپ کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے جاں نثاروں میں شامل کرلو۔

ان تمام آیات سے پتہ چلا کہ اللہ بارگاہ میں رسول خدا ﷺ کا بہت بلند مقام بڑی وجاہت ہے آپ کو خدا کی جناب میں بڑی عزت حاصل ہے لیکن دیابنہ اور غیر مقلدوں کے امام مولوی اسماعیل دہلوی نے لکھا ہے۔

ہر مخلوق خواہ بڑا ہو یا چھوٹا اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔ (ص 12 تقویۃ الایمان)

اللہ کی مخلوق میں سب سے بڑے انبیاء علیہم السلام ہوتے ہیں۔

اور کیا وہ خدا کی بارگاہ میں ذلیل ہیں معاذ اللہ

یہ ہے عقیدہ اسماعیل دہلوی کا

اور فرعون نے بھی اللہ کے کلیم کے بارے میں ایسا ہی نظریہ ظاہر کیا تھا خدا فرماتا اس نے کہا تھا۔

اَمْ اَنَا خَیْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ مَهِیْنٌ

یا میں اس سے بہتر ہوں وہ جو ذلیل ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسماعیل اور اس کے ہم عقیدہ لوگ فرعون کی معنوی اولاد ہیں اور منافقوں کا بھی یہی عقیدہ تھا چنانچہ ایک مقام پر ایک منافق اور ایک مومن مہاجر میں جھگڑا ہو گیا تو منافقوں نے کہا۔

لَئِنْ رَجَعْنَا اِلَی الْمَدِیْنَةِ لَیُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ.

جب ہم مدینہ واپس جائیں گے تو ہم عزت والے ان ذلیل لوگوں کو مدینہ سے نکال باہر کریں گے ان مہاجرین میں خدا کا رسول بھی شامل ہے منافقوں کی نظر میں معاذ اللہ وہ بھی ایسے ہی ہوئے نتیجہ یہ نکلا کہ خدا کے رسول ﷺ کو ذلیل کہنا اور سمجھنا طریق منافقین اور منافقوں کے بارے میں خدا فرماتا ہے۔

وَبَشِّرِ الْمُنَافِقِیْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا.

اور منافقوں کو بشارت دے دو کہ ان کے لئے درد ناک عذاب ہے

ایک اور مقام پر یوں ارشاد ربانی ہے کہ:

اِنَّ الْمُنَافِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ.

بلاشبہ منافق جہنم کے سب سے نچلے گڑھے میں ہوں گے۔

اب دیکھنا ہے کہ خدا کی بارگاہ میں واقعی نبیوں کی کوئی عزت نہیں تو خدا تعالیٰ نے قرآن میں ارشاد فرمایا۔

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنَافِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝

عزت اللہ کے لئے ہے اس کے رسول اور مومنوں کے لئے ہے لیکن منافق نہیں جانتے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا۔

وَکَانَ عِنْدَاللّٰهِ وَجِیْهًا۔ وہ اللہ کے نزدیک عزت والے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا۔

وَوَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ۔ وہ دنیا و آخرت میں عزت والے ہیں۔

زہے عزت و اعتلائے محمد ﷺ

کہ ہے عرش حق زیر پائے محمد ﷺ

وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا

کہ کلام مجید نے کھائی شہا تیرے شہر وکلام و بقا کی قسم

مثلہ: (ا) خدا کا قرآن بے مثل ہے اس آیت میں خدا تعالیٰ نے ان لوگوں کو چیلنج دیا ہے جن کو اپنی فصاحت و بلاغت پر ناز تھا اور اپنے سوا دوسروں لوگوں کو گونگا سمجھتے تھے کہ اگر تمہیں میرے قرآن کے کلام الٰہی ہونے میں شبہ ہے تو آؤ اس جیسی ایک سورت بنا کر لے آؤ مشرکین مکہ نے ہر چند کوشش کی لیکن خاسر و خائب اور ناکام رہے ایک اور جگہ فرمایا۔

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا۝

اے میرے محبوب اعلان کرو اگر ساری دنیا کے انسان اور جن ایک دوسرے کے مددگار بن کر بھی کوشش کریں کہ ایسا قرآن لے آئیں تو اس کی مثال نہ لاسکیں گے۔

ایک اور جگہ ارشاد ربانی ہے۔

قُلْ فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهِ مُفْتَرَيَاتٍ وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ.

تم فرما دو کہ ایسی دس سورتیں بنائی ہوئی لے آؤ اور اللہ کے سوا جو مل سکیں سب کو لے آؤ اگر تم سچے ہو۔

ایک اور مقام پر خدا تعالیٰ نے آسان ترین چیلنج کیا اور وہ یہ کہ:

فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ إِنْ كَانُوا صَادِقِينَ۔

اگر تم سچے ہو تو اس کی مثل ایک آیت ہی لے آؤ۔

ان تصریحات پر غور کرنے سے یہ حقیقت روز روشن سے زیادہ واضح ہو جاتی ہے کہ صدیاں گزر گئیں لیکن آج تک ایک آواز بھی ان چیلنجوں کو قبول کرنے کے لئے بلند نہیں ہوئی پھر یہ اعلان اس وقت ہوا جب کہ سرزمین عرب پر ایک ایک قبیلے میں شعلہ زن اور آتش بیاں خطیب موجود تھے فصیح اللسان شاعروں کی بھرمار تھی انہوں نے پیغمبر اسلام کی مخالفت میں ہر حربہ استعمال کیا ان کے شہ زور جوانوں نے اپنی طاقت کا استعمال کیا دولت مندوں نے اپنی دولت لٹائی شاعروں نے اپنی شاعری کی بنا پر تمام عرب میں دشمنی کی آگ بھڑکائی انہوں نے سب کچھ کیا لیکن قرآن کی مثال پیش نہ کر سکے کیوں کہ اس کے سپارے آیتیں الفاظ اور حروف وہ ہیں جو امام الانبیاء کی زبان فیض ترجمان سے نکلے ہیں۔

سپارے صفحے سورتاں بن دے جاندے
زباں پاک تھیں جو جو بولے محمد ﷺ

پس ثابت ہوا کہ قرآن خدا کا بے مثل کلام ہے اس کائنات ہست و بود میں اس کی مثال ناممکن ہے محال ہے۔

(ب) ایک دن عتبہ بن ربیعہ قریش کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا اور رسول اللہ ﷺ مسجد حرام میں تنہا تشریف فرما تھے عتبہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا اے گروہ قریش اگر تم چاہو تو میں محمد ﷺ کے پاس جا کر ان پر چند باتیں پیش کروں شاید وہ ہماری بات مان لے اور ہمارے بارے میں بُرا بھلا کہنا چھوڑ دے انہوں نے کہا ہاں جاؤ عتبہ نبی کریم ﷺ کے پہلو میں آکر بیٹھ گیا اور کہا اے محمد ﷺ تو ہمارے معبودوں کو گالیاں کیوں دیتا ہے اور ہمارے آباؤ اجداد کو گمراہ کیوں کہتا ہے اگر تمہیں حکومت کی طلب ہے تو ہم تمہیں اپنا سردار بنانے کو تیار ہیں اور اگر عورتوں کی طرف میلان ہے تو جن دس عورتوں کو تم پسند کرو ان کو تمہارے نکاح میں دے دیتے ہیں اور اگر تمہیں مال و دولت چاہیے تو ہم تمہارے لئے اتنا مال و دولت اکٹھا کر دیتے ہیں کہ تم سب سے زیادہ مالدار بن جاؤ۔ رسول اکرم ﷺ اس کی اس بات پر بالکل

خاموش رہے جب وہ خاموش ہوا تو نبی کریم ﷺ نے قرآن پڑھا۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ. حٰمٓ تَنۡزِيۡلٌ مِّنَ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ كِتَابٌ فُصِّلَتۡ اٰيَاتُهٗ قُرۡاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوۡمٍ يَّعۡلَمُوۡنَ○

یہاں تک کہ آیت سجدہ تک پہنچ کر آپ نے سجدہ کیا پھر آپ نے عتبہ سے فرمایا سنا تم نے اس نے کہا ہاں میں نے سنا ہے فرمایا جا تیرے لئے یہ کافی ہے عتبہ اُٹھ کر اپنے ساتھیوں کی طرف واپس ہوا انہوں نے جب اس کو دیکھا تو کہنے لگے عتبہ جس چہرے سے گیا تھا اس چہرے سے واپس نہیں آ رہا یعنی معلوم ہوتا کہ اس پر کلام محمد ﷺ نے ضرور اثر کیا ہے جب ان کے پاس آ کر بیٹھا تو انہوں نے پوچھا کہو کیا گزری اس نے کہا واللہ میں نے ایسا کلام سنا ہے کہ جس کی مثل کوئی کلام نہیں ہو سکتا نہ تو محمد ﷺ کوئی شاعر ہیں نہ جادوگر اور نہ وہ کوئی کاہن ہے اے گروہ قریش میری بات مان لو اور وہ یہ ہے کہ اس کا راستہ نہ روکو بلکہ اس سے الگ ہو جاؤ اگر عرب محمد ﷺ پہ غالب آ گئے تو جو کام تم چاہتے ہو وہ ان کے ہاتھوں پورا ہو جائے گا اور اگر محمد ﷺ غالب آ گئے تو ان کی حکومت تمہاری حکومت ہو گی ان کی عزت تمہاری عزت ہو گی ان قریش نے کہا اے عتبہ تم پر جادو کا اثر ہو گیا ہے۔ (ج 2 ص 204 دلائل النبوت)

ترے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحاء عرب کے بڑے بڑے
کوئی کہہ دے منہ میں زباں نہیں نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

قرآن کی مثل لانے سے مشرکین مکہ کا عاجز ہو جانا اور ان کے بڑے بڑے فصیح و بلیغ لوگوں کا قرآن کی فصاحت و بلاغت کے آگے گھٹنے ٹیک دینا اس بات کی بین دلیل ہے کہ قرآن مجید خدا تعالیٰ کا کلام ہے اور قرآن کی حقانیت دلیل نبوت ہے چند مزید دلائل نبوت ملاحظہ فرمائیں۔

قبل از ولادت دلیل نبوت:

(1) حضرت عالیہ سے مروی ہے کہ جب ہم نے قلعہ تستر فتح کیا تو ہرمزان

کے گھر کے مال و متاع میں ایک تخت پایا جس پر ایک آدمی کی میت رکھی ہوئی تھی اور اس کے سر کے قریب ایک مصحف تھا ہم نے وہ مصحف اٹھا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف بھیج دیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب کو بلایا انہوں نے اس کو عربی میں لکھ دیا میں عرب میں پہلا آدمی ہوں جس نے اس کو پڑھا میں نے اسے قرآن کی طرح پڑھا ابو خالد بن دینار کہتے ہیں میں نے ابوالعالیہ سے پوچھا اس صحیفے میں کیا تھا کہا تمہارے احوال و امور اور تمہارے کلام کے لہجے اور آئندہ ہونے والے واقعات میں نے کہا تم نے اس آدمی کا کیا کیا۔انہوں نے جواب دیا ہم نے دن کے وقت متفرق طور پر تیرہ قبریں کھودیں جب رات آئی تو ہم نے انہیں دفن کر دیا اور تمام قبروں کو برابر کر دیا تا کہ وہ لوگوں سے مخفی رہیں اور کوئی انہیں قبر سے نہ نکالنے پائے میں نے پوچھا ان سے لوگوں کی کیا امیدیں وابستہ تھیں انہوں نے کہا جب بارش رک جاتی تھی تو لوگ ان کے تخت کو باہر لے آتے تھے تو بارش ہو جاتی تھی میں نے کہا تم اس مبارک شخص کے متعلق کیا گمان رکھتے تھے کہ وہ کون تھا انہوں نے کہا ان کو حضرت دانیال علیہ السلام کہا جاتا تھا۔

(ج 2 ص 40 البدایہ)

اس کے بعد علامہ ابن کثیر نے ایک حدیث نقل کی ہے۔

قال رسول الله ﷺ ان دانیال دعا ربه عزوجل ان یدفنه امة محمد فلما افتتح ابو موسیٰ الاشعری تستر وجده فی تابوت تضرب عروقه وریده. (ج 2 ص 41 البدایہ والنھایہ)

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت دانیال علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی تھی کہ ان کو حضرت محمد ﷺ کی امت دفن کرے جب حضرت ابو موسیٰ اشعری نے قلعہ تستر فتح کیا تو انہوں نے حضرت دانیال علیہ السلام کو ان کے تابوت میں اس حال میں پایا کہ ان کے تمام جسم اور گردن کی سب رگیں برابر چل رہی تھیں۔

ان دونوں روایات سے پتہ چلا کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کی نبوت برحق

ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت دانیال علیہ السلام نے خدا سے دعا کی کہ ان کو امام الانبیاء کی امت دفن کرے ان کی خواہش کے مطابق ان کو امت محمد مصطفےٰ ﷺ نے دفن کیا سینکڑوں سال گزرنے کے بعد بھی حضرت دانیال علیہ السلام کا جسم مبارک صحیح اور سالم تھا نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ انبیاء کا توسل حق ہے ان کے توسل سے بارش طلب کی جاتی تھی تو بارش ہوتی تھی اور لوگ سیراب ہوتے تھے۔

(ب) خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَمِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَافِرِيْنَ٥

اور اس سے قبل وہ اسی نبی کے وسیلے سے کافروں پر فتح مانگتے تھے تو جب تشریف لایا ان کے پاس وہ جانا پہچانا اس سے منکر ہو بیٹھے تو اللہ کی لعنت منکروں پر جب یہودی کفار سے برسرِ پیکار ہوتے تو خدا سے یوں دعا کرتے تھے۔

اللھم انصرنا علیھم بالنبی المبعوث فی آخر الزمان الذی صفته فی التورات. (ج 1 ص 71 تفسیر خازن)

الٰہی ہم کو ان کفار پر فتح دے اس نبی کے وسیلے سے جو آخری زمانے میں مبعوث ہوگا جس کی صفت ہم تورات میں پاتے ہیں۔

اس دعا پر خدا تعالیٰ ان کو فتح سے ہم کنار فرما دیتا پتہ چلا کہ یہودی ہمارے نبی کریم ﷺ کو برحق رسول جان کر دعا مانگتے تھے اور خدا ان کی دعا کو قبول فرمالیتا بعض لوگ وہ ہیں جو نبی کریم ﷺ کے وسیلے کے منکر ہیں ان کا عقیدہ یہودیوں سے بھی بدتر ہے کہ یہودی تو ہمارے نبی کے وسیلے کے قائل تھے اور آج کل کے نام نہاد مسلمان نبی کے وسیلے کے منکر ہیں۔

قریب ولادت دلیل نبوت:

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی کہ جب میں دھوپ میں چلتی تھی تو ایک سفید ابر مجھ پر سایہ کرتا تھا۔

وکانت غمامة النور تظل علی راسها والطیور تتنزل من الجو تتبرک بفوادها.

ایک نورانی بادل ان کے سر پر سایہ کرتا تھا اور پرندے فضا سے اتر کر ان کے دل سے برکت حاصل کرتے تھے۔ (ص 22 احسن)

یہ جانور دنیا کے نہ تھے بلکہ آسمان کے فرشتے تھے جو ولادت امام الانبیاء کے منتظر تھے جیسے کوئی رات کا مسافر بار بار مشرق کی طرف دیکھتا ہے کہ کب سورت طلوع کرے اور میرا راستہ روشن ہو جائے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد دنیا میں ضلالت وگمراہی اور کفر وشرک کی تاریکیاں چھائی ہوئی تھیں یہ فرشتے اس انتظار میں تھے کہ کب شمس الانبیاء تشریف لائیں اور یہ گمراہی کی سیاہ رات ختم ہو۔

تاریوں کا دور تھا دل جل رہا تھا نور کا
تم کو دیکھا ہو گیا ٹھنڈا کلیجہ نور کا

بوقت ولادت دلیل نبوت:

حضرت قتیبہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ولادت کے وقت تمام آسمانوں اور جنت کے دروازے کھول دیئے گئے۔

ندا آئی دریچے کھولدو ایوان قدرت کے
نظارے خود کرے گی آج قدرت شان قدرت کے

حضور ﷺ کی ولادت کی خوشی میں دنیا کے پہاڑ بڑھ گئے۔ دریا جوش مارنے لگے دریائی مخلوق کو بشارت دی گئی۔

شیطان کے گلے میں ستر طوق پہنائے گئے اور دریا میں غوطے دیئے گئے
آفتاب کو عظیم نور کا لباس پہنایا گیا اور ستر ہزار حوریں آفتاب پر کھڑی کی گئیں
آپکی ولادت پر کل دنیا نور سے معمور ہو گئی اور ملائکہ نے آپس میں بشارتیں دیں

بارھویں کو اوڑھ کر نکلا دوشالا نور کا
ہو گیا زمانے بھر میں اجالا نور کا

کل بت اوندھے ہو گئے لات وعزیٰ سے آواز آئی امین آ گیا صدیق آ گیا۔

کعبہ سے کئی دن تک آواز آئی میرا نور مجھے واپس مل گیا اب میرے پاس میری زیارت کرنے والے آئیں گے میں جاہلیت کی نجاست سے پاک ہو گیا۔ (ج 1 ص 113 خصائص کبریٰ)

بوقت رضاعت دلیل نبوت:

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

ما کنا نحتاج الی السراج من یوم اخذناه لان نور وجهه کان انور من السراج فاذا احتجنا الی السراج فی مکان جئنابه فتنورت الامکنة ببرکته صلی الله تعالیٰ علیه و آله وسلم.

جب سے حضور ﷺ ہمارے گھر میں تشریف لائے ہمیں کبھی چراغ کی حاجت نہیں ہوئی کیونکہ آپ ﷺ کا چہرہ انور چراغ سے زیادہ نورانی تھا جب ہمیں کسی جگہ چراغ کی ضرورت ہوتی ہم آپ ﷺ کو وہاں لے جاتے وہ جگہ آپ ﷺ کی برکت سے روشن ہو جاتی۔

وجاءت به الی الحجر الاسود لیقبله فخرج الاسود من مکانه حتیٰ التصق بوجهه الکریم.

اور جب حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو حجر اسود کے پاس لے گئیں کہ آپ اس کو چوم لیں تو وہ باہر نکل کر آپ کے چہرہ کے ساتھ لگ گیا۔

وکانت حلیمه اذا مشت به علی وادیابس اخضر فی الوقت وکانت تسمع الاحجار تنطق بسلامها علیه.

اور جب حلیمہ رضی اللہ عنہا آپ کو لے کر کسی خشک وادی میں جاتیں تو فوراً سرسبز ہو جاتی اور حلیمہ سنتیں کہ پتھر آپ کو سلام کرتے ہیں۔

(ج 6 ص 514 تفسیر مظہری)

پڑھا بے زبانوں نے کلمہ تمہارا
ہے سنگ و شجر میں بھی چرچا تمہارا

کان مهده يتحرك بتحريك الملائكة.

آپ کا جھولا فرشتے جھلاتے تھے۔ (ج 6 ص 513 تفسیر مظہری)

مھد میں جب لیٹ جاتا ہے سراپا نور کا
آ کے خود نوری جھلا جاتے تھے جھولا نور کا

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یارسول اللہ ﷺ آپ کی نبوت کی جس نشانی نے مجھے آپ کے دین کی طرف بلایا ہے وہ یہ ہے کہ میں نے آپ کو جھولے میں دیکھا کہ آپ چاند سے باتیں کرتے تھے اور آپ چاند کو جس طرف اشارہ کرتے تھے اُدھر ہی جھک جاتا تھا آپ نے فرمایا میں اس سے باتیں کرتا تھا اور وہ مجھ سے باتیں کرتا تھا اور وہ مجھے رونے سے منع کرتا تھا اور جب وہ عرش کے نیچے سجدہ کرتا تھا تو میں اس کی آواز سنتا تھا۔ (ج 6 ص 512 تفسیر مظہری)

چاند جھک جاتا جدھر انگلی اُٹھاتے مھد میں
کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا

جو اللہ کا محبوب جھولے میں رہ کر فرش زمین سے عرش کے نیچے سے چاند کے سجدے میں گرنے کی آواز سن سکتا ہے وہ اپنے امتیوں کا درود بھی ہر جگہ سے سن سکتا ہے۔

بعد اعلان نبوت دلیل نبوت:

حضرت ثوبان سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کھڑا تھا کہ ایک یہودی عالم آیا اور کہا السلام علیکم یا محمد (ﷺ) میں نے اسے دھکا دیا وہ گرتے گرتے بچ گیا اس نے مجھ سے کہا تو نے مجھے دھکا کیوں دیا ہے میں نے کہا تم نے یارسول اللہ (ﷺ) کیوں نہیں کہا اس نے کہا میں اس نام سے پکارتا ہوں جو نام ان کے گھر والوں نے رکھا ہے۔ رسول پاک ﷺ نے فرمایا میرے

گھر والوں نے میرا نا محمد (ﷺ) رکھا ہے یہودی نے کہا میں آپ سے کچھ پوچھنے آیا ہوں حضور ﷺ نے فرمایا کیا میری بات تمہارے لئے مفید ہو گی اس نے ہاتھ کی چھڑی سے زمین پر لکیر کھینچتے ہوئے کہا میں اپنے کانوں سے سنوں گا آپ ﷺ نے فرمایا پوچھ یہودی نے پوچھا جب وہ دن ہو گا کہ:

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتِ.

جب زمین و آسمان بدل جائیں گے۔

اس دن لوگ کہاں ہوں گے فرمایا اس دن لوگ تاریکی میں پلصراط پر ہوں گے اس نے پوچھا سب سے پہلے پلصراط سے کون لوگ گزریں گے فرمایا فقراء مہاجرین۔ یہودی نے پوچھا جب وہ جنت میں داخل ہوں گے تو ان کا تحفہ کیا ہو گا فرمایا مچھلی کا جگر۔ پھر پوچھا اس کے بعد ان کی کیا غذا ہو گی فرمایا ان کے لئے جنت کا ایک بیل ذبح کیا جائے گا اس نے پوچھا ان کے پینے کے لئے کیا ہو گا فرمایا وہ مسلسل کے چشمے سے پانی پئیں گے اس یہودی نے کہا آپ نے سچ فرمایا۔

اس نے کہا میں آپ ﷺ کے پاس ایک ایسا سوال پوچھنے آیا ہوں جس کو سوائے نبی کے اور کوئی نہیں جانتا ماسوائے ایک دو آدمیوں کے حضور ﷺ نے فرمایا میرا جواب تمہیں مفید ہو گا اس نے کہا میں اپنے کان سے سنوں گا اس نے کہا کہ میں اولاد کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ آدمی کا مادہ منویہ سفید اور عورت کا زرد ہوتا ہے اگر مرد کا مادہ غالب آجائے تو بحکم خدا لڑکا پیدا ہوتا ہے اور اگر عورت کا مادہ غالب آجائے تو بحکم الٰہی لڑکی پیدا ہوتی ہے اس یہودی نے کہا کہ آپ نے سچ فرمایا اور آپ ﷺ نبی ہیں۔ (ج 6 ص 263 دلائل النبوت)

بعد وفات دلیل نبوت:

جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو غسل کے وقت اس کے پیٹ پر ہاتھ دبا کر پھیرے جاتے ہیں تا کہ اگر کوئی نجاست ہے تو باہر نکل جائے اور بعد میں کفن نجاست آلود نہ ہو جب حضور ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کو غسل دیا گیا اور

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے پیٹ مبارک پر ہاتھ پھیرا تو سارا گھر خوشبو سے مہک گیا۔ (ج 2 ص 59 المبسوط)

قبر میں دلیل نبوت:

ابن ابی فدیک سے مروی ہے کہ مجھے جن حضرت کا شرف ملاقات نصیب ہوا ان میں سے بعض کو فرماتے سنا کہ جو شخص آپ کے مزار پر حاضری دے اور یہ آیۃ کریمہ تلاوت کرے۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا.

- بلاشبہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والوتم بھی اس پر درود و سلام بھیجو۔

اس کے بعد ستر مرتبہ یہ کہے: ''صلی اللہ علیک وسلم یا محمد'' تو ایک فرشتہ اسے پکار کر کہتا ہے صلی اللہ علیہ وسلم وعلیک یعنی اللہ تعالیٰ نے نبی پر صلوٰۃ وسلام بھیجا اور تجھ پر بھی۔ بعد ازاں اس کی جملہ حاجات پوری کر دی جاتی ہیں۔ (ج 3 ص 95 فتح القدیر)

مثلہ: بعض علماء نے یہ لکھا ہے کہ مثلہ میں ہ ضمیر کا مرجع عبد ہے تو اب مطلب یہ ہوا کہ ایک سورت ایسی لاؤ جو ہمارے عبد مقدس محمد ﷺ جیسی ہستی کی طرف سے ہو یعنی پہلے تو زیر آسمان کوئی ان جیسا تلاش کرو اور پھر اس سے قرآن جیسا کلام بنوا کر لاؤ ان جیسا آج تک پیدا نہ ہوا لہٰذا تمہیں نہ کوئی ایسا ملے گا نہ ایسا قرآن سنائے گا تو اس آیت سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ بھی بے مثل ہیں۔

تیرا قد تو نادر دھر ہے کوئی مثل ہو تو مثال دے
نہیں گل کے پودوں ڈالیاں کہ چمن میں سرو جمال نہیں

اب سنیئے کہ حضور علیہ السلام کس کس اعتبار سے بے مثل ہیں۔

ذات کے اعتبار سے بے مثل:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جبرائیل امین علیہ السلام نے کہا۔

قَلَّبْتُ الْاَرْضَ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا فَلَمْ اَجِدْ رَجُلًا اَفْضَلَ مِنْ مُحَمَّدٍ ﷺ. (مجمع الزوائد ج 8 ص 217) (ج 1 ص 176 دلائل النبوت)

میں نے زمین کے مشارق و مغارب کو دیکھا محمد ﷺ سے افضل کسی کو نہ پایا۔

یہی بولے سدرۂ والے چمن جہاں کے تھالے
سبھی میں نے چھان ڈالے تیرے پایہ کا نہ پایا
تجھے یک نے یک بنایا ....

آپ ﷺ کے جسد اقدس کا سایہ نہ تھا چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

ان اللہ ما اوقع ظلک علی الارض لئلا یضع انسان قدمه علی ذالک الظل. (ص 321 مدارک)

بے شک آپ ﷺ کا سایہ اللہ نے زمین پر نہیں ڈالا کہ کہیں کوئی انسان آپ ﷺ کے سائے پر اپنا قدم نہ رکھ دے۔

سلام اس پر کہ جس نے عرش کو جا کر سجایا تھا
سلام اس پر کہ جس کے جسم اطہر کا نہ سایہ تھا

صفات کے اعتبار سے بے مثل:

خدا تعالیٰ نے آپ ﷺ کو صفات بھی بے مثل عطا فرمائی ہیں مثلاً قوت باصرہ کو ہی لیجئے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه و آلہٖ وسلم یری فی اللیل فی الظلمة کمایری فی النهار فی الضوء.

کہ رسول خدا ﷺ رات کے اندھیرے میں ایسا ہی دیکھتے تھے جیسے دن

کی روشنی میں۔ (ج 4 ص 83 زرقانی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ:

ان اللہ قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیھا والی ماھو کائن فیھا الی یوم القیامۃ کانما انظر الی کفی ھذہ۔ (ج 8 ص 287 مجمع الزوائد)

بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے لئے دنیا کے حجابات اٹھا دیئے ہیں میں نے دنیا اور جو کچھ بھی قیامت تک اس میں ہونے والا ہے سب کو ایسے دیکھ لیا جیسے کہ اپنی ہتھیلی کو دیکھتا ہوں۔

اس میں فرمایا گیا ہے (قد رفع لی الدنیا) یہ جملہ فعلیہ ہے اس کا تقاضا یہ تھا بعد میں یہ فرمایا جاتا (فنظرت الیھا) لیکن اسی جگہ فرمایا (فانا انظر الیھا) یہ جملہ اسمیہ ہے اور علم بلاغت کا یہ قاعدہ ہے کہ مقام جملہ فعلیہ کا ہو اور وہاں جملہ اسمیہ لایا جائے تو یہ دوام کا فائدہ دیتا ہے اور دنیا ساتویں آسمان سے لے کر ساتویں زمین تک ہے اب اس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ ہمارے نبی کریم علیہ السلام ساتویں آسمان سے لے کر ساتویں زمین تک کی ہر چیز کو ہمیشہ دیکھ رہے ہیں دنیا کی کوئی شے آپ کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں۔

امت کے اعتبار سے بے مثل:

خدا تعالیٰ نے ہمارے نبی کریم ﷺ کو بہترین امت عطا فرمائی اس میں کثرت سے اولیاء کرام اغواث اقطاب اوتاد ابدال اور افراد پیدا فرمائے بعض انبیاء علیہم السلام نے اس امت میں آنے کی تمنا کی جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت کعب احبار نے ایک آدمی کو اپنا ایک خواب بیان کرتے سنا اس نے کہا میں نے دیکھا کہ لوگ حساب کے لئے پیش ہوئے پھر انبیاء کرام علیہم السلام اپنے امتیوں کے ساتھ بلائے گئے میں نے دیکھا کہ ہر نبی کے لئے دو نور ہیں اور ان

کے ہر امتی کے لئے ایک نور ہے پھر حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے امتی آئے میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے سر اور چہرے کے ہر بال سے نور کے شعلے بلند ہو رہے ہیں اور آپ ﷺ کے ہر امتی کے لئے مثل انبیاء دو نور ہیں حضرت کعب نے اس کو قسم دے کر پوچھا واقعی تم نے یہ خواب دیکھا ہے اس نے کہا ہاں آپ نے فرمایا قسم ہے اس اللہ کی جس نے حضرت محمد ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا تورات میں بالکل اسی طرح لکھا ہوا ہے۔ (ج 7 ص 39 دلائل النبوت)

حضرت وھب بن منبہ فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے زبور میں حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی کی اے داؤد تیرے بعد ایک نبی آئے گا جس کا نام احمد اور محمد (ﷺ) ہو گا وہ سچا سردار ہو گا میں اس پر کبھی ناراض نہ ہوں گا اور وہ مجھے کبھی ناراض نہ کرے گا اور میں اس کے سبب اس کے خواص اور عوام کے گناہ معاف کر دوں گا اس کی امت مرحومہ ہے میں ان کو انبیاء کی طرح نوافل عطا کروں گا اور میں ان پر وہ چیزیں فرض کروں گا جو نبیوں پر فرض کیں وہ قیامت کے دن میرے پاس اس حال میں آئیں گے کہ ان کا نور نبیوں کی مثل ہو گا اور وہ اس لئے کہ میں نے ان پر ہر نماز کے لئے وضو فرض کر دیا جیسے پہلے نبیوں پر فرض تھا اور پہلے نبیوں کی طرح ان کو غسل جنابت کا حکم دوں گا اور پہلے نبیوں کی طرح ان کو حج اور جہاد کا حکم دوں گا اے داؤد میں نے محمد ﷺ اور ان کی امت کو دیگر امتوں پر چھ طرح سے فضیلت دی۔ خطا اور نسیان پر ان کی باز پرس نہ کروں گا اور جب غیر ارادی طور پر ان سے گناہ سرزد ہو جائے گا اور وہ مجھ سے مغفرت چاہیں گے تو میں معاف کر دوں گا اور جب وہ خوش دلی سے کوئی نیکی آگے بھیجیں گے تو میں ان کی اس نیکی کو بڑھا دوں گا اور جب وہ مصائب پر صبر کریں گے اور کہیں گے ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' تو میں ان پر رحمت نازل کروں گا اور ان کو جنت نعیم عطا کروں گا اور جب وہ مجھ سے دعا مانگیں گے میں ان کی دعا اس طرح قبول کروں گا کہ یا تو فوراً قبول کر لوں گا یا اس کے بدلے ان سے کوئی برائی دور کروں گا یا وہ دعا

بطور ذخیرہ آخرت کے لئے رکھ دوں گا۔ اے داؤد امت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں سے جو بروز قیامت مجھ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ وہ میری توحید کا گواہ ہوگا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا اور جو اس حال میں ملاقات کرے گا جو حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اور جو وہ لائے اس کی تکذیب کرے گا اور میری کتاب کے ساتھ استہزاء کرے گا میں اسے قبر میں سخت عذاب دوں گا اور حشر تک فرشتے ان کے چہرے اور پیٹھ پر ماریں گے پھر میں ان کو جہنم میں سب سے نچلے گڑھے میں ڈالوں گا۔ (ج 1 ص 380 دلائل النبوۃ)

ان دونوں روایات سے معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو بہترین امت عطا فرمائی ہے جو انبیاء کی طرح فرائض و نوافل کی پابندی کرتی رہی اس اعتبار سے آپ ﷺ امت کے لحاظ سے بھی بے مثل ہیں۔

تیرا مسند نماز ہے عرش بریں تیرا محرم راز ہے روح امیں
تو ہی سرور ہر دو جہاں ہے شہا تیری مثل نہیں ہے خدا کی قسم

من دون اللہ:

ان سے مراد مشرکین کے معبودان باطلہ ہیں جو مجبور محض ہیں نہ کسی کو کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان دے سکتے ہیں خدا تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ میں بیان فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مشرکوں سے فرمایا۔

قَالَ اَتَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مَالَا يَنۡفَعُكُمۡ شَيۡـًٔا وَّلَا يَضُرُّكُمۡ اُفٍّ لَّكُمۡ وَلِمَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ○

تو کیا اللہ کے سوا ایسے کو پوجتے ہو جو نہ تمہیں نفع دے اور نہ نقصان پہنچائے افسوس ہے تم پر اور تمہارے بتوں پر جن کو اللہ کے سوا پوجتے ہو کیا تمہیں عقل نہیں۔

معلوم ہوا کہ من دون اللہ سے مراد بت ہیں اور وہ کسی کو نفع و نقصان نہیں دے سکتے اس دعوے کی تائید میں چند مزید آیات ملاحظہ فرمائیں۔

ارشادِ ربانی ہے۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ.

اور انہیں گالی نہ دو جن کو وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں کہ وہ اللہ کی شان میں بے ادبی کریں گے زیادتی اور جہالت سے۔

اگر یہاں من دون اللہ سے مراد نبی اور ولی لئے جائیں جیسے کہ دیابنہ و غیر مقلدوں کا عقیدہ ہے تو آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ صحابہ کرام معاذ اللہ نبیوں اور ولیوں کو گالیاں دیتے تھے حالانکہ یہ بالکل غلط ہے صحابہ تو مشرکین کے بتوں کی برائیاں بیان کرتے تھے۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے۔

اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ.

بے شک تم اور جو کچھ تم اللہ کے سوا پوجتے ہو سب جہنم کے ایندھن ہو۔

اگر اس آیت سے مراد نبی اور ولی لئے جائیں تو اس کا صاف مطلب یہ ہوگا کہ معاذ اللہ نبی اور ولی جنتی نہیں ہیں لہذا ثابت ہوا کہ من دون اللہ کے مفہوم میں انبیاء و اولیاء کو شامل کرنا عظیم غلطی ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد خداوندی ہے۔

وَمَا لَكُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ.

اور اللہ کے سوا تمہارا نہ کوئی حمایتی ہے اور نہ مددگار۔

اگر یہاں من دون اللہ سے مراد نبی اور ولی لئے جائیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے کسی کو ولایت عطا نہیں فرمائی اور نہ کسی کا مددگار بنایا ہے حالانکہ ہر نبی ولی ضرور ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے بے شمار برگزیدہ بندے ایسے ہیں جن کو اس مالک و خالق نے کامل ولی بنایا ہے خدا فرماتا ہے۔

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا.

تمہارا ولی اللہ ہے اس کا رسول اور ایمان والے۔

پس ثابت ہوا کہ ولی نہ ہونا بتوں کی صفت ہے نہ کہ انبیاء اور خدا کے برگزیدہ بندوں کی اور یہ جو کہا گیا ہے کہ من دون اللہ تمہیں نفع اور نقصان نہیں پہنچا سکتے تو یہ بھی بتوں کی صفات ہیں نا کہ انبیاء کرام اور اولیاء عظام کی کیونکہ انبیاء کرام اور اولیاء کرام خدا کے اذن سے فائدہ بھی دے سکتے ہیں اور نقصان بھی، دلائل ملاحظہ ہوں۔

خدا فرماتا ہے۔

الٓرٰ کِتَابٌ اَنۡزَلۡنَاہُ اِلَیۡکَ لِتُخۡرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّوۡرِ.

ایک کتاب ہے جو ہم نے تم پر نازل کی تا کہ تم لوگوں کو اندھیروں سے نکال کر اجالے میں لاؤ۔

اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ باذن اللہ لوگوں کو ظلمت کفر سے نکال کر ایمان کی روشنی میں داخل کرتے ہیں کفر پر موت دخول دوزخ کا سبب ہے اور ایمان پر خاتمہ جنت کی ابدی نعمتوں کے حصول کا سبب جو کہ نبی کریم ﷺ کی برکت سے نصیب ہوتا ہے اور یہ ایک ایسا فائدہ ہے کہ اس کی انتہا نہیں۔

قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمۡ وَاَنۡتَ فِیۡھِمۡ.

اور اللہ کا کام نہیں کہ ان پر عذاب کرے جب تک اے محبوب تو ان میں تشریف ،فرما ہے۔

معلوم ہوا کہ ہم لوگ جو عذاب الٰہی سے محفوظ ہیں تو اس کی وجہ نبی کریم ﷺ کی موجودگی ہے یہ نبی کریم ﷺ کا کتنا بڑا فائدہ ہے کہ آپ ﷺ کی برکت سے ہندو سکھ مرزائی یہودی عیسائی بدھ مذہب سے تعلق رکھنے والے اور دہریئے بھی عام عذابات سے بچے ہوئے ہیں۔

خدا فرماتا ہے۔

لَوۡ تَزَیَّلُوۡا لَعَذَّبۡنَا الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡھُمۡ عَذَابًا اَلِیۡمًا.

اگر وہ جدا ہو جاتے تو ہم ان میں سے کافروں کو درد ناک عذاب میں گرفتار کرتے۔

مکہ معظّمہ میں بہتر مسلمان تھے جو کسی مجبوری کی وجہ سے نہ اپنا ایمان ظاہر کر سکے اور نہ ہجرت کر سکے ان میں حضرت عباس اور حضرت امیر معاویہ بھی موجود تھے اگر یہ حضرات کفار سے الگ ہو جاتے تو خدا تعالیٰ کفار کو درد ناک عذاب دیتا یہ ہے اولیاء کرام کی برکت کہ ان کی موجودگی میں کفار بھی عذاب سے محفوظ ہو گئے۔

ایک اور جگہ ہے۔

فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ.

تو ہم نے اس شہر میں جو ایمان والے تھے نکال لئے۔

حضرت لوط علیہ السلام اہلِ سدوم کے نبی بن کر تشریف لائے کفار کو دعوت ایمان دی لیکن آپ کی شب و روز محنت کے نتیجے میں صرف تیرہ نفوس ایمان لائے جب ان کفار پر عذاب نازل ہونے کا وقت آیا جنہوں نے حضرت لوط پر ایمان لانے سے انکار کر دیا تھا تو حضرت لوط اور مومنوں کو شہر سے باہر نکال لیا گیا جب شہر میں صرف کافر رہ گئے تو عذاب الٰہی نازل ہوا۔

جب تک حضرت لوط علیہ السلام اور مومن سدوم کی بستی میں موجود رہے کافروں کو یہ فائدہ رہا کہ وہ عذاب الٰہی سے بچے رہے۔

نوٹ:۔ من دون اللہ پر مکمل بحث دیکھنی ہو تو ہماری کتاب ''من دون اللہ کون ہیں'' دیکھو۔

ولن تفعلوا: تم ہرگز ایسا نہ کر سکو گے۔

آیت کے اس حصے میں خدا تعالیٰ نے آئندہ کے لئے ایک غیبی خبر دی ہے کہ دنیا بھر کے مشرک کبھی بھی قرآن جیسا کلام پیش کرنے کی جرأت نہ کر سکیں گے چنانچہ دیکھ لیجئے کہ آج تک کوئی ایک آواز بھی ایسی بلند نہیں ہوئی جو قرآن

کے اس چیلنج کو قبول کرے اور نہ آئندہ کوئی ایسی آواز بلند ہوگی اسی طرح قرآن نے کئی ایسی خبریں دی ہیں جو درست ثابت ہوئیں مثلاً

(۱) خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَاللّٰهُ يَعۡصِمُكَ مِنَ النَّاسِ.

اور اللہ تعالیٰ تجھے لوگوں سے بچائے گا۔

چنانچہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مسجد حرام میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ ابولہب کی بیوی ام جمیل ہاتھ میں ایک بڑا پتھر لئے آپ کو تلاش کرتی ہوئی مسجد حرام میں آئی یہ اس وقت کی بات ہے جب کہ سورہ ''تبت یدا ابی لھب'' نازل ہوئی جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ام جمیل کو آتے دیکھا تو عرض کی یارسول اللہ ﷺ کہیں وہ آپ ﷺ کو دیکھ کر نقصان نہ پہنچائے آپ نے فرمایا وہ مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گی اور آپ نے قرآن کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔

وَإِذَا قَرَأۡتَ الۡقُرۡآنَ جَعَلۡنَا بَيۡنَكَ وَبَيۡنَ الَّذِينَ لَا يُؤۡمِنُونَ بِالۡآخِرَةِ حِجَابًا مَّسۡتُورًا.

اور جب تو نے قرآن پڑھا تو ہم نے تیرے اور آخرت پر ایمان نہ لانے والوں کے درمیان ایک پوشیدہ پردہ کر دیا۔

اتنے میں وہ ام جمیل آ کر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے قریب کھڑی ہو گئی لیکن نبی کریم ﷺ کو دیکھ نہ سکی اور اس نے کہا اے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) میں نے سنا ہے کہ تیرے نبی نے میری مذمت بیان کی ہے آپ نے فرمایا اے ام جمیل قسم ہے رب کعبہ کی انہوں نے تمہاری مذمت بیان نہیں کی نبی کریم ﷺ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے ابوبکر ام جمیل سے پوچھو کیا تم میرے پاس کسی کو دیکھ رہی ہو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پوچھا تو ام جمیل نے کہا کیا تو مجھ سے مذاق کر رہا ہے خدا کی قسم میں تیرے پاس تو کسی کو نہیں دیکھتی پھر ام جمیل چلی

گئی تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی یارسول اللہ ﷺ بڑے تعجب کی بات ہے کہ ام جمیل آپ کو دیکھ نہ سکی آپ نے فرمایا خدا تعالیٰ کے ایک فرشتہ نے مجھے اپنے پروں میں چھپا لیا تھا۔ (ج 2 ص 195 دلائل النبوت)

ایک مرتبہ ابو جہل نے یہ قسم کھائی کہ اگر وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھے گا تو پتھر سے ان کا سر کچل دے گا پھر اس نے حضور ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا وہ اسی ارادہ فاسدہ سے ایک بڑا پتھر لے کر آیا جب اس پتھر کو اُٹھایا تو اس کے ہاتھ گردن میں چپکے رہ گئے اور پتھر ہاتھ کو لپٹ گیا اس حال میں وہ اپنے دوستوں کی طرف واپس ہوا اور ان سے واقعہ بیان کیا تو اس کے دوست ولید بن مغیرہ نے کہا یہ کام میں کرتا ہوں میں ان کا سر کچل کر ہی آؤں گا چنانچہ وہ پتھر لے کر آیا حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ابھی نماز پڑھ رہے تھے جب یہ قریب پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی بینائی سلب کر لی۔ حضور ﷺ کی آواز سنتا تھا لیکن آپ ﷺ کو دیکھ نہ سکتا تھا۔ یہ بھی پریشان ہو کر یاروں کی طرف واپس ہوا وہ بھی نظر نہ آئے انہوں نے ہی اسے پکارا اور اس سے پوچھا تو نے کیا کہا کہنے لگا میں نے ان کی آواز تو سنی لیکن مجھے وہ نظر نہ آئے اب ابو جہل کے ایک اور دوست نے دعویٰ کیا کہ یہ کام میں کروں گا وہ بڑے دعویٰ کے ساتھ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف آگے بڑھا تھوڑی دور جانے کے بعد الٹے قدم بدحواس ہو کر بھاگا اوندھے منہ گر گیا اس کے دوستوں نے حال پوچھا تو کہنے لگا میرا حال بہت سخت ہے میں نے ایک بہت بڑا سانڈ دیکھا جو میرے اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان حائل تھا لات وعزیٰ کی قسم اگر میں ذرا بھی آگے بڑھتا تو وہ مجھے کھا جاتا اس واقعہ پر خدا تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

اِنَّا جَعَلْنَا فِیْ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِیَ اِلَی الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ٥ وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَیْنٰهُمْ فَهُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ ٥

ہم نے ان کی گردنوں میں طوق کر دیئے ہیں کہ وہ ٹھوڑیوں تک ہیں تو یہ اوپر کو منہ اُٹھائے ہوئے ہیں اور ہم نے ان کے آگے دیوار بنا دی اور ان کے پیچھے ایک دیوار اور انہیں اوپر سے ڈھانک دیا تو انہیں کچھ نہیں سوجھتا۔

(ص 523 خزائن العرفان)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مدینہ طیبہ میں خبر پہنچی کہ بنی ثعلبہ اور بنی محارب نجد میں جمع ہو رہے ہیں اور ان کا ارادہ یہ ہے کہ مدینہ کے اطراف میں لوٹ ڈالیں حضور چار سو پچاس صحابہ کا لشکر لے کر ان کی سرکوبی کے لئے مدینے سے روانہ ہوئے وہ لوگ آپ کی خبر سن کر پہاڑوں میں منتشر ہو گئے کوئی مقابلے میں نہ آیا اور آپ بلا جنگ وجدال مدینہ کی طرف واپس ہوئے۔

اسی سفر میں یہ واقعہ پیش آیا کہ راستہ میں بارش ہو گئی لشکر اسلام کے کپڑے بھیگ گئے نبی کریم ﷺ نے اپنے بھیگے کپڑے سوکھنے کے لئے ایک درخت پر ڈال دیئے اور خود اس درخت کے نیچے لیٹ گئے وہاں کے دیہاتی آپ کو دیکھ رہے تھے انہوں نے اپنے سردار دعثور سے کہا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس وقت اکیلے ہیں ان کے ساتھی منتشر ہیں تو جا کر ان کو قتل کر دے وہ ایک نہایت تیز تلوار لے کر چلا وہ ننگی تلوار لے کر آپ ﷺ کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا بتاؤ آج تم کو میری تلوار سے کون بچائے گا آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ بچائے گا آپ ﷺ کا یہ فرمانا تھا کہ جبرئیل نے اس کے سینے میں مکہ مارا اور اسی وقت تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔

محمد کا اعلیٰ مقام اللہ اللہ

ہے جبرئیل انکا غلام اللہ اللہ

نبی کریم ﷺ نے تلوار پکڑ کر فرمایا اب تو بتا کہ میرے ہاتھ سے تجھے کون بچائے گا اس نے کہا کوئی نہیں اور کلمہ شہادت پڑھ لیا۔

اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمد رسول الله

اور وعدہ کیا کہ میں آپ ﷺ کے خلاف آئندہ لشکر جمع نہ کروں گا آپ ﷺ نے دعثور کی تلوار اس کو واپس کر دی جب وہ قوم کے پاس ہوا تو انہوں نے کہا جس بات کے لئے تو گیا تھا وہ کہاں گئی اس پر دعثور نے سارا ماجرا بیان کیا اور کہا میرا ارادہ تو تھا کہ میں آپ ﷺ کو قتل کروں لیکن:

نظرت الی رجل ابیض طویل فرفع فی صدری فوقعت لظھری فعرفت انه ملک و شھدت ان محمدا رسول الله

میں نے ایک سفید رنگ کا لمبا آدمی دیکھا اس نے میرے سینے پر مکا مارا میں پیٹھ کے بل گر پڑا میں نے پہچان لیا کہ یہ فرشتہ ہے میں نے گواہی دی کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں پھر اس نے اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دی اس بارہ میں یہ آیت نازل ہوئی۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ اِذْهَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ.

اے ایمان والو اللہ کے اس انعام کو یاد کرو کہ جب ایک قوم نے یہ قصد کیا کہ تم پر ہاتھ چلائیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ روک دیئے۔

(ج 3 ص 168 دلائل النبوت، ج 2 ص 14 زرقانی)

قرآن کی اور غیبی خبر:

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ آيَةً وَّاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ آيَاتِنَا لَغَافِلُوْنَ o

آج ہم تیرے بے جان جسم کو بچا لیں گے تاکہ تو اپنے بعد میں آنے والوں کے لئے (عبرت) کا نشان ہو جائے اور بہت سے لوگ ہماری نشانیوں سے بہت غافل ہیں۔

جب فرعون دریا میں غرق ہو گیا تو چاہیے یہ تھا کہ فطرت کے عادی نظام کے مطابق دریا کی موجیں اسے دور کہیں بہا کر لے جاتیں لیکن دریا کی موجوں نے اسے باہر نکال پھینکا اس زمانے کے لوگوں نے اس کی لاش کو کوئی چیز لگا کر پہاڑ میں دفن کر دیا صدیاں گزر گئیں زمانے کی طوالت نے اسے لا پتہ کر دیا تورات وانجیل نے اس کی لاش برآمد ہونے کی کوئی خبر نہ دی صرف قرآن نے خبر دی جس کے مطابق محکمہ آثار نے کھدائی کر کے اس پہاڑ سے فرعون کی لاش کو نکال لیا جس کے صندوق پر لکھا تھا یہ وہ فرعون ہے جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ کیا تھا اب بھی فرعون کی لاش مصر کے عجائب گھر میں رکھی ہے اور خدا کی قدرت کی ایک عجیب نشانی ہے اور لوگوں کے لئے ایک نشان عبرت ہے کہ دیکھ لو انجام اس شخص کا جس نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا نیز یہ قرآن کی حقانیت پر بھی ایک زبردست دلیل ہے کہ جیسے قرآن نے غیبی خبر دی ویسے ہی ہوا۔

والحجارة: اس سے مراد بت ہیں قیامت کے مشرکین کے ساتھ ان کے جھوٹے معبود بت بھی جہنم میں ڈالے جائیں گے۔ خدا فرماتا ہے۔

اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ.

تم اور جن کو خدا کے سوا پوجتے ہو جہنم کا ایندھن ہو۔

جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ فتح کیا تو دیکھا کہ مشرکوں نے کعبہ کے گرد اور اوپر تین سو ساٹھ بُت رکھے ہوئے ہیں آپ کے ہاتھ میں لکڑی کی ایک چھڑی تھی اس سے بتوں کی طرف اشارہ کر کے یہ آیت تلاوت فرماتے جاتے تھے۔

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا.

حق آ گیا باطل مٹ گیا اور باطل مٹنے ہی والی چیز ہے۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بت زمین پر گرنے لگے ایک بڑا بُت بڑی مضبوطی کے ساتھ کعبہ کی چھت پر نصب تھا۔ حضرت علیؓ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

آپ میرے کندھوں پر چڑھ کر اس کو گرا دے حضرت علی حضور علیہ السلام کے کندھے پر چڑھ گئے جب حضور علیہ السلام ان کو لے کر اُٹھے تو فرمایا اس وقت تیرا کیا حال ہے عرض کی مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ تمام پردے اُٹھا دیئے گئے ہیں اور میرا سر ساق عرش تک پہنچ گیا اور میں جس چیز کو چاہوں پکڑ سکتا ہوں جب حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے بتوں کو زمین پر گرایا اور خود بھی زمین پر تشریف فرما ہوئے تو مسکرانے لگے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی وجہ پوچھی عرض کی اتنی بلندی سے میں نے چھلانگ لگائی ہے اور مجھے کسی قسم کی اذیت نہیں ہوئی فرمایا جنب کندھے نبی کے ہوں اور تجھے اتارنے والا جبرئیل ہو تو اذیت کیسی۔

بعض علماء نے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس لئے اٹھایا کہ اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خود کعبہ کی چھت سے بتوں کو نیچے گراتے تو اس میں آپ کا دست مبارک بتوں کو لگ جاتا اور ان پر دوزخ کی اثر نہ کرتی اور کلام الٰہی پر اعتراض ہوتا جیسے کہ ایک مرتبہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے اور اس وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تنور میں روٹیاں لگا رہی تھیں۔ حضور علیہ السلام نے بھی چاہا کہ میں بھی چند روٹیاں تنور میں لگاؤں چنانچہ آپ علیہ السلام نے بھی تنور میں روٹیاں لگائیں لیکن وہ ساری کچی رہیں آگ نے ان پر اثر نہ کیا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بڑی حیران رہ گئیں کہ کیا وجہ ہے کہ ان روٹیوں پر آگ نے اثر نہیں کیا حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے فاطمہ (رضی اللہ عنہا) تعجب کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ان روٹیوں کو میرے ہاتھ لگ گئے ہیں اور جو چیز میرے ہاتھوں سے چھو جائے اس پر آگ اثر نہیں کرتی۔ (ج 2 ص 384 مدارج النبوت)

جس طرح حضور علیہ السلام کے ہاتھ روٹیوں کو لگ گئے اور آگ نے اثر نہ کیا روٹیاں کچی رہ گئیں اسی طرح اگر حضور علیہ السلام کا ہاتھ بتوں کو لگ جاتا تو ان پر

دوزخ کی آگ اثر نہ کرتی اور خدا کے کلام کی صداقت ظاہر نہ ہوتی۔

پس ثابت ہوا کہ مشرکین کے بت جہنم کا ایندھن ہیں وہ مشرکوں کے ساتھ جہنم میں جل جائیں گے۔

اعدت للکافرین: جہنم کی آگ کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے کیونکہ جہنم کافروں کے لئے تیار ہوئی ہے لہٰذا جو گنہگار مسلمان دوزخ میں جائیں گے وہ اس میں ہمیشہ نہ رہیں گے بلکہ وہ وہاں عارضی طور پر رہیں گے آخرکار دوزخ سے نکل کر جنت میں جائیں گے چند امثلہ ملاحظہ ہوں۔

ترمذی شریف میں حدیث ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ دو دوزخی بڑے چلائیں گے خدا تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا ان دونوں کو دوزخ سے نکال لاؤ ان کو دوزخ سے نکالا جائے گا خدا فرمائے گا تم دونوں اتنا کیوں چیخ رہے تھے وہ کہیں گے اس لئے کہ شاید تو ہم پر رحم فرمائے خدا فرمائے گا کہ تم دونوں پر میری رحمت یہ ہے کہ تم جہاں سے نکلے ہو وہیں چلے جاؤ ان میں سے ایک جا کر دوزخ میں کود جائے گا اور دوزخ اس کے لئے سلامتی کے ساتھ ٹھنڈی ہو جائے گی اور دوسرا وہیں کھڑا رہے گا خدا فرمائے گا تم نے اپنے آپ کو اپنے ساتھی کی طرح دوزخ میں کیوں نہیں ڈالا وہ عرض کرے گا یا اللہ مجھے یہ امید ہے کہ تو دوزخ سے نکالنے کے بعد دوبارہ مجھے دوزخ میں نہ ڈالے گا جا تیری امید پوری ہوگئی دونوں کو جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔

مسند امام احمد میں یہ حدیث ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا خدا کا ایک بندہ جہنم میں ایک ہزار سال تک یا حنان یا منان کہتا رہے گا اللہ تعالیٰ جبرئیل سے فرمائے گا جاؤ اس بندے کو میرے پاس لاؤ جبرئیل جا کر دیکھیں گے سب دوزخی سر نیچے کر کے رو رہے ہوں گے وہ آ کر خدا کی بارگاہ میں عرض کریں گے خدا فرمائے گا وہ آدمی فلاں جگہ ہے جاؤ اسے لاؤ اس بندے کو خدا کی جناب میں

حاضر کر دیا جائے گا اللہ فرمائے گا اے میرے بندے تو نے دوزخ کو کیسا پایا وہ عرض کرے گا اے میرے پروردگار وہ تو بہت بری جگہ ہے اللہ فرمائے گا اے فرشتو اس کو وہیں لے جاؤ وہ عرض کرے گا یا اللہ مجھے تو یہ امید ہے کہ تو دوبارہ دوزخ میں داخل نہ کرے گا خدا فرمائے گا میرے بندے کو چھوڑ دو یعنی اسے جنت میں داخل کر دو۔ (ج 3 ص 230 مسند امام احمد)

امام احمد کی مسند میں حدیث ہے کہ جب خدا تعالیٰ اپنی مخلوق کا فیصلہ فرما دے گا تو مومن عرض کریں گے یا اللہ ہم اپنے کچھ ساتھیوں کو دیکھ نہیں رہے وہ ہمارے ساتھ نماز روزہ حج زکوٰۃ ادا کرتے تھے ہمارے ساتھ مل کر کافروں سے جہاد کرتے تھے اللہ تعالیٰ فرمائے گا دوزخ کی طرف جاؤ اپنے ساتھیوں میں سے جس کو پاؤ لے آؤ وہ اپنے اپنے اعمال کے مطابق آگ میں گرفتار ہوں گے کوئی قدموں تک کوئی پنڈلی تک کوئی گھٹنے تک کوئی کمر تک کوئی سینے تک اور کوئی گردن تک آگ میں گرفتار ہو گا لیکن ان کے چہرے آگ سے محفوظ ہوں گے یہ مومن ان کو دوزخ سے نکالیں گے اور ان کو نہر حیات میں ڈال دیں گے جس سے ان کے بدن بالکل درست ہو جائیں گے اور جنت میں داخل کر دیئے جائیں گے۔

(ج 2 ص 11 مسند امام احمد)

شمشیر بے نیام مقرر ذی وقار معتبر اسلامی خطیب پاکستان

علامہ مولانا محمد صدیق ملتانی صاحب مدظلہ العالی

کی دیگر بہترین کتب

باطل اپنے آئینے میں

اس کتاب کا دوسرا نام ایٹم بم ہے یہ وہ کتاب ہے جس نے باطل کے ایوانوں میں زلزلہ برپا کر دیا ہے اس کتاب کو پڑھ کر کئی بد مذہب راہ راست پر آ گئے ... رسول و گستاخان صحابہ و گستاخانِ اہل بیت پر کاری ضرب لگائی ہے ... ہیں جنکا جواب آج تک نہیں دیا گیا یہ باطل فرقوں کے رد میں لاجواب کتاب ہے۔

بدر الکبریٰ

اس کتاب میں غزوۂ بدر بیان کیا گیا ہے نئی نسل کے ... کو اجاگر کرنے کے لئے یہ کتاب ایک عظیم سرمایہ ہے ... کے مجاہدانہ کارناموں سے واقف کرانے کے لئے ایک ... اور ضرورت کو ذہن نشین کرانے کی سعی بلیغ ہے۔

خدا کی ہستی کے دلائل

یہ کتاب بین الاقوامی حالات کو پیشِ نظر رکھ کر لکھی گئی دنیا میں بہت سے لوگ ہیں ... سے خدا کی ہستی کے منکر ہیں اور اس جہاں کی نمود و نمائش کو زمانے کی پیداوار سمجھتے ہیں ایسے ... کے لئے یہ کتاب مشعل راہ بلکہ روشنی کا مینار ہے اس کتاب میں توحید باری تعالیٰ کے ... پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں خدا تعالیٰ کی ہستی کے آفاقی، نفسی اور عقلی دلائل قابلِ ستائش ہیں

کتاب التنویر

خدا تعالیٰ نے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہترین فضائل اور خصائل عطا کئے ... ہیں آپ کے خصائص کو آٹھ اقسام پر منقسم کر کے اُن پر بحث کی گئی ہے مختلف ... کے جوابات دیئے گئے جن سے کتاب کی افادیت میں اضافہ ہوا ہے اس کتاب کے ... سینے میں الفت رسول کا دریا موجزن ہوتا ہے

دین فطرت

یہ کتاب اصلاح معاشرہ کی غرض سے لکھی گئی ہے اس کتاب ... پر بڑا زور دیا گیا ہے کیونکہ بے پردگی اور عریانی دعوت ... معاشرے کے مختلف پہلوؤں پر تبصرہ کیا گیا ہے ... ہو چکی ہیں ان کو دور کرنے کے طریقوں پر بحث کی گئی ہے

مقام سجدہ

... اہم رکن سجدہ ہے اکثر نمازی سجدہ خلاف سنت کرتے ہیں ... سجدے کے فوائد اور حکمتوں پر حسین تبصرہ ... اس میں کیا راز تھا مکمل بحث کی گئی ہے ... رکن نماز ہے جو بندہ کو خدا کے قریب کر دیتا ہے ...

مکتبہ نوریہ رضویہ گلبرگ اے فیصل آباد

خطباتِ صدیقیہ

جلد سوئم

خطیبِ پاکستان

مولانا محمد صدیق ملتانی مدظلہ العالی

خطیب مرکزی سُنی رضوی جامع مسجد جھنگ بازار۔ فیصل آباد

مکتبہ نوریہ رضویہ

خطباتِ صدیقیہ

جلد سوم

خطیبِ پاکستان مولانا محمد صدیق ملتانی مدظلہ العالی

خطیب مرکزی سنی رضوی جامع مسجد جھنگ بازار۔ فیصل آباد

مکتبہ نوریہ رضویہ

گلبرگ اے۔ فیصل آباد

نام کتاب	ــــــــ	خطباتِ صدیقیہ (جلد سوم)
مؤلف	ــــــــ	مولانا محمد صدیق صاحب ملتانی
تزئین و اہتمام	ــــــــ	سید حمایت رسول قادری
پروف ریڈنگ	ــــــــ	حافظ رب نواز سیالوی
		(فاضل دارالعلوم نوریہ رضویہ گلبرگ اے فیصل آباد)
صفحات	ــــــــ	384
اشاعت	ــــــــ	بار اوّل اگست 2005ء
تعداد	ــــــــ	1100
کمپوزنگ	ــــــــ	غلام محمد یٰسین خاں
مطبع	ــــــــ	اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
ناشر	ــــــــ	مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد
قیمت	ــــــــ	روپے

ملنے کے پتے

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز

11 گنج بخش روڈ لاہور فون 7313885

مولانا محمد صدیق ملتانی فیصل آباد

موبائل: 0300-6608706

فہرست

نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وَمَا اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ○

ترجمہ: اور ہم نے تجھے نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لئے۔

اس آیت پر چند طرح سے بحث ہوگی ملاحظہ فرمائیں:

نمبر 1.

لغت میں رحمت دو چیزوں کے مجموعے کا نام ہے۔ الرحمۃ = الرقت والتعطف۔

رقت کا معنی کا کسی کی تکلیف کو دیکھ کر دل کا نرم ہو جانا اور تعطف کا معنی کا احسان یعنی اس تکلیف کو دور کر دینا خدا تعالیٰ نے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ان دونوں چیزوں سے نوازا ہے ارشاد خداوندی ہے۔

لَقَدۡ جَآءَکُمۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ اَنۡفُسِکُمۡ عَزِیۡزٌ عَلَیۡهِ مَا عَنِتُّمۡ حَرِیۡصٌ عَلَیۡکُمۡ بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ رَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ ○

ترجمہ: بے شک تمہارے پاس تشریف لائے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔ تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان ○

اس آیت پر غور کریں تو پتہ چلتا ہے کہ عَزِیۡزٌ عَلَیۡهِ مَا عَنِتُّمۡ میں رقت کا اظہار ہے اور بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ رَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ میں احسان کا اظہار ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ جب آپ اپنے کسی امتی کی تکلیف کو دیکھتے ہیں تو آپ کا دل نرم ہو جاتا ہے اور آپ اس کی تکلیف کو اپنی رحمت سے دور بھی فرما دیتے ہیں چنانچہ بخاری و مسلم میں حدیث موجود ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ نبی کریم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو قبروں پر گزرے جن میں عذاب ہو رہا تھا فرمایا ان دونوں آدمیوں کو عذاب دیا جا رہا ہے اور عذاب کسی دشوار بات میں نہیں ہو رہا ان میں سے ایک تو پیشاب سے نہ بچتا تھا اور دوسرا چغلی کیا کرتا تھا پھر ایک تر شاخ لے کر اس کو آدھا آدھا چیرا ہر قبر پر ایک ایک کو گاڑ دیا صحابہ کرام نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے یہ کیوں کیا فرمایا جب تک یہ ٹکڑے خشک نہ ہوں گے ان دونوں شخصوں کے عذاب میں کمی کی جائے گی۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ دونوں اہل قبور کے عذاب کو دیکھ کر آپ کا دل نرم ہو گیا یعنی آپ پر رقت طاری ہو گئی پھر آپ نے ان پر اس طرح احسان کیا کہ ان کی قبروں پر تر شاخ رکھ دی تا کہ اس کی تسبیح سے ان کا عذاب دور ہو جائے قربان جائیں آپ کی نگاہ پاک کے کہ منوں مٹی کے نیچے کے حالات دیکھ رہی ہیں۔

سرِ عرش پر ہے تری گزر دل فرش پر ہے تری نظر
ملکوت و ملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پر عیاں نہیں

نمبر 2.

علامہ محمود آلوسی بغدادی نے اس آیت کے تحت لکھا ہے کہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام عالمین کے لئے رحمت اس اعتبار سے ہیں کہ آپ تمام ممکنات پر ان کی قابلیتوں کے مطابق اللہ کے فیض کا واسطہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کا نور ساری مخلوق سے پہلے پیدا کیا گیا اور پھر حدیث میں ہے کہ اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰہُ یُعْطِیْ خدا دیتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں۔

لہٰذا اس آیت سے ثابت ہوا کہ آپ اٹھارہ ہزار عالم کے ہر فرد کو فیض

پہنچا رہے ہیں اور جس طرح کسی درخت کی جڑ تمام شاخوں کو زندگی بخشتی ہے اسی طرح تمام عالموں کے لئے اصل ہیں اور ہر عالم کا ہر فرد گویا شاخ کی حیثیت رکھتا ہے لہٰذا آپ عالمین کے تمام افراد کو ہر قسم کے فیوض و برکات اور حیات عطا فرماتے ہیں آپ ہر ایک کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اسے زندگی کا قیمتی سرمایہ بخشتے ہیں اور کسی دوسرے کو فیض زندگی وہ دے گا جو خود زندہ ہو گا پس ثابت ہوا کہ ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عالم برزخ میں زندہ ہیں۔

حیاۃ النبی پر ایک عجیب دلیل ملاحظہ فرمائیں۔

خدا نے شہید کے بارے میں فرمایا ہے۔

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ○

ترجمہ: اور ان لوگوں کو جو راہ خدا میں قتل کئے جائیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں تمہیں ان کی اس زندگی کا شعور نہیں ہے۔

مقام غور ہے کہ شہید کو زندہ کیوں کہا گیا صرف اس لئے کہ اس کی موت فی سبیل اللہ ہے تو جن کی صرف موت فی سبیل اللہ ہو وہ تو زندہ کہلائیں اور جن کی موت و حیات سب کچھ فی سبیل اللہ ہے وہ کیونکر مردہ ہو سکتے ہیں ۔ خدا تعالیٰ ہمارے رسول کے متعلق ارشاد فرماتا ہے۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ○

ترجمہ: آپ فرما دیجئے کہ میری نماز اور قربانی میری زندگی اور موت سب کچھ اللہ کے لئے ہے۔ پس ثابت ہوا کہ آپ بھی اپنی قبر انور کے اندر زندہ ہیں۔

کون کہتا ہے کہ مر کر مل گئے مٹی میں آپ
ہو پس پردہ بھی ہر سو جلوہ گر یا مصطفٰی ﷺ

نمبر 3.

خدا نے فرمایا۔ وَمَا اَرْسَلْنَاکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ٥

اس آیت میں عالمین ایسی ہے جیسے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ جس طرح یہاں عالمین عام ہے۔ اسی طرح وَمَا اَرْسَلْنَاکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ ٥ میں بھی عالمین عام ہے دونوں جگہ کوئی تخصیص نہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ آپ عالم والوں کے لئے رحمت ہیں اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے جبکہ آپ کی نبوت اور رسالت عام ہو آپ کے بعد کسی اور نبی کی ضرورت نہ ہو ورنہ اگر آپ کے بعد کوئی نبی مبعوث ہو تو اگر کوئی شخص آپ پر پختہ ایمان لانے والا اور آپ کے احکام اور سنن کا پورا اتباع کرنے والا اس پر ایمان نہ لایا تو اس کی ساری کوشش اکارت اور سارے اعمال ضائع ہو گئے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رحمۃ للعالمین ہونے کے منافی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ آپ خاتم النبیین ہیں آپ کے کوئی اور نبی تصور کرنا بھی کفر ہے اب ختم نبوت سے متعلق ایک حدیث سماعت فرمائیں۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ تبوک کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اہل بیت کی حفاظت کے لئے مدینہ میں رہنے کا حکم دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں پر خلیفہ بنا کر چھوڑے جا رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اَمَا تَرْضٰی اَنْ تَکُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی اِلَّا اَنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ٥ (بخاری و مسلم)

ترجمہ: کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تمہیں ہماری بارگاہ میں وہ مقام حاصل ہے جو حضرت ہارون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بارگاہ میں تھا سوائے نبوت کے کیونکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اس حدیث سے مندرجہ ذیل باتیں ثابت ہوئیں۔

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ مقرر کیا۔

(۲) حضور سید عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو راضی کرنے کے لئے فرمایا کیا تم مجھ پر راضی نہیں ہو۔

(۳) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا آپ خاتم النبیین ہیں اب ان امور پر بحث ملاحظہ فرمائیں۔

اس حدیث سے شیعہ حضرات حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل پر استدلال کرتے ہیں کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حق ہے لیکن اس حدیث کو خلافت بلافصل سے دور کا بھی تعلق نہیں اس لئے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بمنزلہ ہارون فرمایا گیا اس وقت حضرت صدیق اکبر، فاروق اعظم اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوہ تبوک کے لئے تشریف لے جا رہے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ اس وقت بنے جبکہ یہ تینوں صحابہ اس دنیا سے تشریف لے جا چکے تھے۔ گویا دونوں مرتبہ یہ خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف اس وقت منتقل ہوئی جبکہ یہ تینوں حضرات موجود نہ تھے نیز اگر یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کاملہ ہوتی تو نماز پر امام بھی آپ ہی کو بنایا جاتا حالانکہ امامت کا فریضہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم کے سپرد فرمایا۔ معلوم ہوا کہ یہ نیابت محض گھر والوں

کی حفاظت اور نگرانی کے لئے تھی۔

ازیں یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ہارون علیہ السلام کے ساتھ تشبیہہ دی تو اسیران بدر کے بارے میں مشورہ کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حضرت ابراہیم اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کے ساتھ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو حضرت نوح اور حضرت موسیٰ علیہم السلام کے ساتھ تشبیہہ دی ہے اور یہ تشبیہہ حضرت ہارون علیہ السلام کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تشبیہہ سے زیادہ مرتبہ رکھتی ہے۔

کیونکہ حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام حضرت ہارون علیہ السلام سے یقیناً افضل ہیں اس لحاظ سے صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یقیناً افضل ہیں لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد یکے بعد دیگر خلافت کے حقدار وہی تھے۔

رہا یہ امر کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو راضی کرنے کے لئے فرمایا۔ اَمَا تَرضٰی اَنْ تَکُوْنَ مِنِّی بِمَنْزِلَةَ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی تو اس کے متعلق گزارش ہے کہ ہر مومن یہ چاہتا ہے کہ میرا خدا مجھ سے راضی ہو جائے مثلاً حضرت سلیمان علیہ السلام پوری زمین کے حاکم ہیں ان کا لشکر تین سو میل کے راستے پر چلتا تھا اتنے بڑے بادشاہ ہونے کے باوجود خدا کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں۔

وَقَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِی اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِی اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ ○

ترجمہ: اور عرض کی اے میرے رب مجھے توفیق دے کہ میں شکر کروں تیرے احسان کا جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کئے اور یہ کہ میں وہ نیک کام

کروں جس سے تو راضی ہو جائے حضرت موسیٰ علیہ السلام خدا تعالیٰ کے بڑے ہی لاڈلے پیغمبر ہیں قرآن میں سب سے زیادہ انہیں کا ذکر آیا ہے یہ جب اپنی قوم کے ستر سرداروں کو لے کر کوہ طور پر تشریف لے گئے تو خدا تعالیٰ نے فرمایا۔

وَمَا اَعْجَلَکَ عَنْ قَوْمِکَ یَامُوْسٰی o قَالَ ھُمْ اُوْلَآءِ عَلٰی اَثَرِیْ وَ عَجِلْتُ اِلَیْکَ رَبِّ لِتَرْضٰیo

اے موسیٰ تو نے اپنی قوم سے کیوں جلدی کی عرض کی وہ یہ ہیں میرے پیچھے اور اے میرے رب میں تیری طرف جلدی کر کے حاضر ہوا تا کہ تو راضی ہو جائے۔ جس پروردگار کو حضرت سلیمان و موسیٰ علیہما السلام راضی کرنا چاہتے ہیں۔ وہ اپنے محبوب حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو راضی کرنا چاہتا ہے۔ ارشاد حق تعالیٰ ہے۔

فاصبر علی مایقولون وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل غروبها ومن اناى الليل فسبح واطراف الشهاد لعلك ترضیo

ان کی باتوں پر صبر کرو اور اپنے رب کو سراہتے ہوئے اس کی پاکی بولو سورج چمکنے سے پہلے اور اس کے ڈوبنے سے پہلے اور رات کی گھڑیوں میں اس کی پاکی بولو اور دن کے کناروں پر اس امید پر کہ تم راضی ہو جاؤ۔

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ

کائنات کا ذرہ ذرہ خدا کی رضا چاہتا ہے اور خدا مصطفٰی کی رضا چاہتا ہے اور مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی المرتضٰی کی رضا چاہتے ہیں۔ اَمَا تَرْضٰی اَنْ تَکُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ ھَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰیo

نمبر4.

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدا تعالیٰ نے رحمت للعالمین بنا کر بھیجا ہے اور آپ کی رحمت سب کی حاجت ہے اور حاجت محتاج سے پہلے ہوا کرتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ آپ کی تخلیق سب سے پہلے ہے حدیث میں ہے۔

كُنْتُ اَوَّلُ النَّبِيِّيْنَ فِي الْخَلْقِ وَ آخِرُهُمْ فِي الْبَعْثِ٥

ترجمہ: میں تخلیق میں پہلے اور بعثت میں آخری ہوں۔

تخلیق میں پہلے نور ان کا آخر میں ہوا ہے ظہور ان کا
تکوین جہاں ہے ان کیلئے ختم ان پر نبوت ہوتی ہے

پھر یہ بات بھی اپنی جگہ امر مسلمہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اصل کائنات ہیں اور اصل فرع سے پہلے ہوا کرتی ہے۔اصل نہ ہوتو فرع کا وجود نہیں ہو سکتا لہٰذا اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ ہوتے تو کائنات کا کوئی ذرہ معرض وجود میں نہ آتا چنانچہ علامہ زرقانی نے لکھا ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور ان کو الہام فرمایا تو انہوں نے عرض کی اے پروردگار تو نے میری کنیت ابو محمد کیوں رکھی ہے خدا تعالیٰ نے فرمایا اے آدم اپنا سر اُٹھاؤ انہوں نے اپنا سر اُٹھایا تو عرش کے پایوں پر نور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نظر آیا عرض کی اے میرے پروردگار یہ نور کیا ہے۔ فرمایا۔هٰذَا نُوْرُ نَبِيٍّ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ اِسْمُهٗ فِي السَّمَاءِ اَحْمَدُ وَفِي الْاَرْضِ مُحَمَّدٌ لَوْلَاهُ مَا خَلَقْتُكَ وَلَا خَلَقْتُ سَمَاءً وَلَا اَرْضًا٥

(زرقانی ج1 ص44)

ترجمہ: یہ نور تمہاری اولاد میں سے اس نبی کا ہے جس کا آسمانوں میں نام احمد

اور زمین میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اگر یہ نور نہ ہوتا تو نہ میں تمہیں پیدا کرتا اور نہ آسمان و زمین پیدا کرتا۔

گر ارض و سما کی محفل میں لولاک لما کا شور نہ ہو
یہ رنگ نہ گلزاروں میں یہ نور نہ ہو سیاروں میں

نمبر 5.

علامہ محمود آلوسی بغدادی نے وَمَا اَرْسَلْنَاکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ کے تحت لکھا ہے۔ وَكَوْنِهٖ رَحْمَةً لِلْجَمِيْعِ بِاِعْتِبَارِ اَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامَ وَاسِطَةُ الْفَيْضِ الْاِلٰهِیْ عَلَى الْمُمْكِنَاتِ عَلٰى حَسَبِ الْقَوَابِلِ○

ترجمہ: آپ کا رحمت ہونا اس اعتبار سے ہے کہ تمام ممکنات پر فیض الٰہی کا آپ واسطہ اور وسیلہ ہیں ان ممکنات کی قابلیت کے مطابق۔

معلوم ہوا کہ جس کو جو فیض نعمت ملی ہے مل رہی ہے یا ملے گی وہ سب صدقہ ہے سرکار دو عالم کا سرکار ابد قرار نے فرمایا۔ اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِیْ۔ مخلوق خدا میں نعمتوں کو تقسیم کرنے والا میں ہوں اور مجھے اللہ عطا کرتا ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ذات مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دو نسبتیں ہیں ایک نسبت الی الخالق دوسری نسبت الی الخلق۔

نسبت الی الخالق یہ ہے کہ حضور علیہ السلام خالق سے نعمت حاصل کرتے ہیں اور نسبت الی الخلق یہ ہے کہ خلق میں تقسیم کرتے ہیں ان دونوں نسبتوں کا ذکر قرآن میں موجود ہے۔ خدا فرماتا ہے۔ وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَاَغْنٰى۔ اس نے تمہیں اپنی نعمتوں کا حاجت مند پایا تو اتنا دیا کہ غنی اور مالدار کر دیا پھر نسبت الی الخلق کے بارے میں فرمایا۔

فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ○ وَاَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ ○ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ○

ترجمہ: اے محبوب اے تقسیم کرنے والے اب اگر آپ کے پاس کوئی یتیم آئے تو اس کے (مانگنے پر) آپ ناراض نہ ہوں اور جو سائل آپ کے دروازہ پر آئے پس اسے خالی نہ موڑیئے اور اپنے رب کی عطاؤں اور نعمتوں کو ہر ایک میں تقسیم کر کے خوب چرچا کرو۔

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں کوئی اور مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

ان دونوں آیات پر غور کرو ان دونوں مقامات میں نہ عطا میں تخصیص اور قید ہے اور نہ تقسیم میں مطلب یہ کہ جو بھی مانگو گے وہ ملے گا کیونکہ ہم نے محبوب کو تمہاری ضرورتوں سے زیادہ عطا کر دیا ہے اسی طرح کسی عالم کی بھی قید نہیں لگائی مطلب یہ کہ عالم دنیا میں مانگو عطا ہو گا جب میرا محبوب عالم برزخ میں چلا جائے گا اس وقت مانگو گے عطا ہو گا یعنی خدا کی عطا میں زمان و مکان کی قید نہیں لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تقسیم میں بھی زمان و مکان کی قید نہیں بلکہ فرمایا۔ وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُوْلٰى ○ یعنی خدا کی عطا کا سلسلہ ہر آن بڑھتا چلا جا رہا ہے لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تقسیم کا سلسلہ بھی روز افزوں ترقی پر ہے۔

یہ بیٹھا ہے سکہ تمہاری عطا کا
کبھی ہاتھ اُٹھنے نہ پایا گدا کا

امام ابن حجر نے جوہر منظم میں لکھا ہے۔

هُوَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلِيْفَةُ اللّٰهِ الَّذِىْ جَعَلَ خَزَائِنَ كَرَمِهٖ وَ مَوَائِدَ نِعَمِهٖ طَوْعَ يَدَيْنِ وَتَحْتَ اِرَادَتِهٖ يُعْطِىْ مِنْهُمَا مَنْ يَّشَاءُ وَيَمْنَعُ

مِنْ یَّشَاءُ ○

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں خدا کی نعمتوں کے خزانے اور اس کی نعمتوں کے خوان آپ کے ہاتھوں کے مطیع اور آپ کے ارادے کے تحت ہیں ان دونوں میں سے جو نعمت چاہیں کسی کو عطا کردیں اور جس کو چاہیں عطا نہ کریں۔

لاورب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

نمبر6.

امام فخر الدین رازی نے اپنی شہرۂ آفاق تفسیر۔ کبیر میں لکھا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

وَلَمَّا كَانَ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ لَزِمَ اَنْ يَّكُوْنَ اَفْضَلُ مِنْ كُلِّ الْعَالَمِيْنَ○

ترجمہ: جب آپ تمام جہانوں کے لئے رحمت ہیں تو ثابت ہوا کہ آپ تمام جہانوں سے افضل ہیں۔ دلائل ملاحظہ ہوں۔

دلیل نمبر1.

حضرت بشر بن شغاف فرماتے ہیں کہ ہم عبداللہ بن سلام کے پاس بیٹھے تھے جمعہ کا دن تھا حضرت عبداللہ بن سلام نے فرمایا دنیا کے تمام دنوں سے بڑا دن جمعہ کا دن ہے اس میں تخلیق آدم ہوئی اور اسی دن قیامت قائم ہوگی اور خدا کی مخلوق میں سے سب سے زیادہ صاحب عزت ابو القاسم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں بشر نے کہا اللہ تجھ پر رحم کرے۔ فرشتے کہاں گئے بشر فرماتے ہیں عبداللہ بن سلام نے مجھے دیکھا اور مسکرائے اور فرمایا اے میرے بھتیجے تو جانتا

ہے فرشتے کیا ہیں فرشتے زمین و آسمان بادل پہاڑ ہوا اور ساری مخلوق کی طرح ایک مخلوق ہیں اور ابو القاسم تمام مخلوق سے افضل ہیں۔

(دلائل النبوت ج5 ص485)

دلیل نمبر 2.

حضرت عکرمہ فرماتے ہیں میں نے عبداللہ بن عباس کو یہ فرماتے سنا۔

اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ فَضَّلَ مُحَمَّداً عَلٰی اَھْلِ السَّمَاءِ وَعَلَی الْاَنْبِیَاءِ٥

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام آسمان والوں اور تمام انبیاء پر فضیلت دی ہے۔ لوگوں نے پوچھا اہل آسمان سے کیسے افضل ہو گئے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے اہل آسمان کے بارے میں فرمایا ہے۔

وَمَنْ یَّقُلْ مِنْھُمْ اِنِّیْ اِلٰـہٌ مِّنْ دُوْنِہٖ فَذَالِکَ نَجْزِیْہِ جَھَنَّمَ کَذَالِکَ نَجْزِی الظّٰلِمِیْنَ٥

ترجمہ: اور ان میں جو کوئی کہے میں اللہ کے سوا معبود ہوں تو اسے ہم جہنم کی جزا دیں گے ہم ایسی ہی سزا دیتے ہیں ظالموں کو۔

اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے۔

اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا لِیَغْفِرَ اللّٰہُ لَکَ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ٥

ترجمہ: بے شک ہم نے تمہارے لئے روشن فتح فرما دی تا کہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں اور تمہارے پچھلوں کے۔

پھر لوگوں نے حضرت عبداللہ بن عباس سے پوچھا کہ آپ انبیاء سے کیسے افضل ہو گئے آپ نے فرمایا ارشاد حق تعالیٰ ہے۔

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِہٖ ؀

ترجمہ: اور ہم نے ہر رسول کو اس کی قوم کی زبان میں بھیجا۔

اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق فرمایا۔

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّةً لِّلنَّاسِ ؀

ترجمہ: ہم نے تجھے تمام انسانوں کی طرف بھیجا۔

(شعب الایمان ج 1 ص 173، دلائل النبوت ج 5، ص 486)

دلیل نمبر 3.

ایک مرتبہ جبریل امین علیہ السلام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم:

قَلَّبْتُ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَھَا فَلَمْ اَجِدْ رَجُلًا اَفْضَلَ مِنْ مُّحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ ؀ (جواھر البھار)

ترجمہ: میں نے زمین کے مشارق ومغارب کی سیر کی مجھے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے افضل کوئی نظر نہ آیا۔

یہی بولے سدرہ والے چمن جہاں کے تھالے
سبھی میں نے چھان ڈالے تیرے پایے کا نہ پایا
.... تجھے یک نے یک بنایا

ان دلائل سے ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تمام مخلوقات فرشتوں جنوں انسانوں حیوانوں درندوں پرندوں چرندوں نباتات معدنیات مفردات اور مرکبات غرضیکہ کائنات کے ذرے ذرے سے افضل بنایا ہے۔

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی

سب سے بالا و والا ہمارا نبی

علماء نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے بیان فرمایا ہے یہاں رحمت سے مراد راحم ہے تو اب مفہوم یہ نکلا کہ: وَمَا اَرْسَلْنَاکَ فِیْ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَالِ اِلَّاحَالَ کَوْنِکَ رَاحِماً لِّلْعَالَمِیْنَ o

ترجمہ: اے محبوب نہیں بھیجا ہم نے آپ کو کسی حال میں مگر صرف اس حال میں کہ آپ تمام جہانوں کے لئے رحم کرنے والے ہیں۔

اس بیان کی روشنی میں جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تمام عالمین کیلئے راحم ہونا ثابت ہو گیا تو رَاحِماً لِّلْعٰلَمِیْنَ ہونے کے لوازمات و مناسبات بھی ثابت ہو گئے کیونکہ قاعدہ کلیہ ہے کہ: اِذَا ثَبَتَ الشَّئُ ثَبَتَ بِجَمِیْعِ لَوَازِمِہٖ o جب کوئی چیز ثابت ہوتی ہے تو اپنے تمام لوازمات کے ساتھ ثابت ہوتی ہے۔

کسی پر رحم کرنے کے لئے چار باتیں لازم ہیں۔

نمبر 1.

سب سے پہلے تو یہ امر لازم ہے کہ رحم کرنے والا زندہ ہو مردہ نہ ہو کیونکہ مردہ رحم نہیں کر سکتا وہ خود درحم کا طالب و مستحق ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معاذ اللہ زندہ نہ ہوں تو رَاحِماً لِّلْعٰلَمِیْنَ نہیں ہو سکتے۔ جب آیت قرآنیہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رَاحِماً لِّلْعٰلَمِیْنَ ہونا ثابت ہو گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زندہ ہونا بھی ثابت ہو گیا۔

نمبر 2.

نیز دوسری بات یہ ہے کہ صرف زندہ ہونے سے کسی پر رحم نہیں کیا جا سکتا

جب تک کہ رحم کرنے والا مرحوم کے حال کا عالم نہ ہو کیونکہ بے خبر کسی پر کیا رحم کرے گا۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ فرض کیجئے زید انتہائی مظلوم ہے اور چاہتا ہے کہ کوئی شخص اس پر رحم کر کے ظالم کے ظلم سے اسے بچائے۔ اسی خواہش کو دل میں لے کر وہ عمرو کے پاس جاتا ہے اور اس سے رحم کی درخواست کرتا ہے عمرو اس کی درخواست سن لیتا ہے۔ مگر اسے کچھ معلوم نہیں کہ اس کا حال کیا ہے؟ وہ نہیں جانتا کہ یہ کس مصیبت میں مبتلا ہے اور کس نوعیت کے رحم کا طالب ہے اس لیے وہ اس سے دریافت کرتا ہے کہ تمہیں کیا تکلیف ہے اور تم کس طرح کی مہربانی چاہتے ہو، اب اگر زید اسے اپنا حال نہ بتائے اور یہی کہتا رہے کہ آپ میرا حال نہ پوچھئے بس مجھ پر رحم کر دیجئے تو کیا عمرو اس پر رحم کر سکتا ہے؟ نہیں اور یقیناً نہیں، جب تک وہ اپنا حال نہ بتائے اور عمرو اس کے حالات سے پوری طرح باخبر نہ ہو اس وقت تک وہ اس پر قطعاً رحم نہیں کر سکتا۔ آیت قرآنیہ کی روشنی میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رَاحِماً لِّلْعٰلَمِیْنَ ہیں تو جب تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام عالمین کا ماسوی اللہ جمیع کائنات ومخلوقات کے حالات کو نہ جانیں اور جمیع ماکان ومایکون کا علم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ ہو اس وقت تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا رَاحِماً لِّلْعٰلَمِیْنَ ہونا ثابت ہے تو تمام کائنات کے احوال کا عالم ہونا بھی ثابت ہو گیا۔

نمبر 3.

تیسری بات یہ ہے کہ صرف عالم ہونے سے بھی کسی پر رحم نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ رحم کرنے والا مرحوم تک اپنی رحمت ونعمت پہنچانے کی قدرت و اختیار نہ رکھتا ہو مثال کے طور پر ایک شخص شب و روز ہمارے پاس مقیم ہے وہ

دن رات اللہ تعالیٰ کی عبادت و طاعت میں مشغول رہتا ہے اور عبادت و ریاضت کرتے کرتے وہ اس قدر ضعیف و ناتواں ہو گیا ہے کہ اس کے لئے چلنا پھرنا اور اُٹھنا بیٹھنا تک دشوار ہو گیا ہے اگر ایسے شخص کو ڈاکہ زنی اور قتل و غارت کے الزام میں پکڑ کر تختہ دار پر لٹکا دیا جائے اور وہ بے گناہ اس وقت ہم سے رحم کی درخواست کرتے ہوئے کہے کہ آپ خوب جانتے ہیں کہ میں بے گناہ ہوں آپ مجھ پر رحم کیوں نہیں کرتے تو ہم اسے یہی جواب دیں گے کہ واقعی ہم آپ کے حال سے اچھی طرح باخبر ہیں اور خوب جانتے ہیں کہ آپ بے گناہ ہیں مگر فقط جاننے سے کیا ہوتا ہے؟ ہمارے پاس وہ قدرت و اختیار نہیں کہ آپ کو تختہ دار سے بچالیں۔ اپنی رحمت آپ تک پہنچانے کا جب تک ہمیں اختیار نہ ہو اور قدرت نہ پائی جائے اس وقت تک ہم آپ پر رحم نہیں کر سکتے۔ معلوم ہوا قدرت و اختیار کا ہونا بھی رحم کرنے کے لئے ضروری ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام مخلوقات اور کل کائنات کے لئے علی الاطلاق راحم ہیں تو ہر ذرۂ کائنات تک رحمت و نعمت پہنچانے کی قدرت و اختیار بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے حاصل ہے۔

نمبر 4.

چوتھی بات یہ ہے کہ صرف قدرت و اختیار سے بھی کام نہیں چلتا کسی پر رحم کرنے کے لئے یہ بات بھی ضروری ہے کہ رحم کرنے والا مرحوم کے قریب ہو اور مرحوم راحم کے قریب ہو۔

اس بات کو ایک مثال کے ذریعے یوں سمجھئے کہ مثلاً آپ تین فرلانگ کے فاصلہ پر کھڑے ہیں اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ ایک خونخوار دشمن نے آپ کے

111344

مخلص دوست پر حملہ کر دیا وہ چلا کر آپ سے رحم کی درخواست کرنے لگا۔ آپ اس کی مدد کے لئے دوڑے اور خلوصِ قلب سے اس پر رحم کرنے کے لئے آگے بڑھے مگر آپ کے پہنچنے سے پہلے ہی دشمن نے اسے ہلاک کر دیا۔ اب غور کریں آپ زندہ بھی ہیں اور اس دوست کو بچشم خود ملاحظہ بھی فرما رہے ہیں اور اس کے حال کے عالم ہیں۔ رحم کرنے کی قدرت اور طاقت بھی آپ کے اندر پائی جاتی ہے۔ آپ اپنے اختیار سے رحم کر سکتے ہیں لیکن صرف اس وجہ سے کہ وہ مخلص دوست آپ سے دور ہے اور آپ اس سے دور ہیں۔ آپ اپنی حیات، قدرت اختیار کے باوجود بھی اس پر رحم نہیں کر سکتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ رحم کرنے کے لئے راحم کا مرحوم سے قریب ہونا بھی ضروری ہے۔

جب آیۂ قرآنیہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے تمام جہانوں اور مخلوقات کے ہر ذرے کے لئے راحم ہونا ثابت ہو گیا تو یہ امر بھی واضح ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی روحانیت ونورانیت کے ساتھ تمام کائنات کے قریب ہیں اور ساری کائنات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قریب ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ: اگر یہاں یہ شبہ پیدا کیا جائے کہ ایک ذات تمام جہانوں کے قریب کیسے ہو سکتی ہے؟ ایک فرد کسی ایک سے قریب ہو گا تو اس کے علاوہ باقی سب سے دور ہو گا یہ کس طرح ممکن ہے کہ فردِ واحد افراد کائنات میں سے ہر فرد کے قریب ہو۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ جن دو کے درمیان نزدیکی متصور ہے اگر وہ دونوں کثیف ہوں تو واقعی ایسا ہی ہو گا کہ فرد واحد افراد مختلفہ فی الزمان والمکان سے بیک وقت قریب نہیں ہوسکتا اور اگر دونوں لطیف ہوں یا دونوں میں سے کوئی ایک لطیف ہو تو جو لطیف ہو گا وہ بیک وقت تمام موجودات کائنات سے قریب ہو

سکتا ہے جس میں کوئی شرعی یا عقلی استحالہ لازم نہیں آتا۔ دیکھئے ایک ہی قرآن سارے جہان میں پایا جاتا ہے۔ مشرق ومغرب، جنوب وشمال، افریقہ وامریکہ، چین و جاپان میں ہر مسلمان حافظِ قرآن کے سینے میں ایک ہی قرآن ہے اور وہ ایک ہونے کے باوجود سب سے قریب ہے۔ عالمِ محسوسات میں شکل وصورت اور آواز ہی کو لے لیجئے کہ ایک شکل ایک صورت اور ایک ہی آواز بے شمار دیکھنے اور سننے والوں سے قریب ہے ایک بولنے والے کی آواز تمام سامعین کے کانوں میں پہنچتی ہے اور ایک ہی شکل وصورت سب دیکھنے والوں کی آنکھوں اور دماغوں میں پائی جاتی ہے۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ اگرچہ حافظانِ قرآن کثیف ہیں اسی طرح سننے دیکھنے والے انسان بھی کثافت سے متصف ہیں، لیکن قرآن شکل و صورت اور آواز یہ سب چیزیں لطیف ہیں اُس لیے سب کے قریب ہیں کسی سے دور نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لطافت اتنی قوی اور ارفع و اعلیٰ ہے جس کی شان کو کائنات ومخلوقات کی کوئی لطیف سے لطیف چیز بھی نہیں پہنچ سکتی۔

اس لیے حضور علیہ الصلوٰۃ وسلام کا تمام افرادِ ممکنات سے قریب ہونا بالکل واضح اور روشن ہے۔ ہم کثیف سہی لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو لطیف ہیں۔ لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سب سے قریب ہونا کوئی امرِ دشوار نہیں۔ آواز کی لطافت کا یہ حال ہے کہ جہاں تک ہوا جا سکتی ہے آواز بھی وہاں تک پہنچ سکتی ہے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آواز اور ہوا سے بھی زیادہ لطیف ہیں۔ ہوا اپنے مقامِ محدود سے آگے نہیں بڑھ سکتی اور آواز ہوا سے آگے نہیں جا سکتی لیکن جہاں آواز اور ہوا بھی نہ جا سکے آواز اور ہوا تو کیا یوں کہیے کہ جہاں جبریل امین علیہ السلام کا بھی گزر نہ ہو سکے۔ وہاں بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہنچ جاتے ہیں بلکہ جہاں زمانہ اور مکان بھی نہ پایا جا سکے وہاں بھی حضور صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم پائے جاتے ہیں۔ یقین نہ ہو تو شب معراج کا حال سامنے رکھ لیجئے جس سے آپ کو ہمارے بیان کی پوری تصدیق ہو جائے گی۔

مختصر یہ کہ لطافت ایسی صفت ہے جس کے ہوتے ہوئے قرب اور بعد مکانی کا اشکال باقی نہیں رہتا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو ایسے لطیف ہیں کہ تمام کائنات میں کوئی چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر لطیف پیدا نہیں ہوئی۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ مکتوبات شریف جلد نمبر 3 ص 187 مطبوعہ نولشکور لکھنؤ میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ نہ تھا۔ دلیل یہ ہے ہر چیز کا سایہ اس چیز سے زیادہ لطیف ہوتا ہے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود مبارک سے زیادہ لطیف ہوتا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود مبارک کے برابر کوئی لطیف چیز جہان میں پیدا نہیں ہوئی۔ چہ جائیکہ اس سے زیادہ لطیف ہو۔ اس صورت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ کس طرح ہوسکتا ہے۔

حاصل کلام یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام عالموں کے قریب اسی وقت ہو سکتے ہیں کہ جب اعلیٰ درجے کے نورانی، روحانی اور لطیف ہوں۔ چونکہ رَاحِماً لِلْعٰلَمِیْنَ ہونے کی وجہ سے ان کا تمام جہانوں سے قریب ہونا ضروری ہے، اس لئے ان کا روحانی، نورانی اور لطیف ہونا بھی ضروری ہو۔ ایک آیت سے پانچ مسئلے وضاحت کے ساتھ ثابت ہو گئے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام عالموں کے لئے رحمت فرمانے والے ہیں لہٰذا زندہ ہیں اور تمام کائنات کے حالات وکیفیات کے عالم بھی ہیں اور ساتھ ہی عالم کے ہر ذرے تک اپنی رحمت اور نعمت پہنچانے کی قدرت اور اختیار بھی رکھتے ہیں اور اس کے ساتھ تمام عالم کو محیط اور تمام کائنات کی ہر شئے سے قریب بھی ہیں۔ نیز ایسے روحانی نورانی اور

لطیف ہیں کہ جس کی بنا پر آپ کا کسی ایک چیز سے قریب ہونا دوسری چیز سے بعید ہونے کو مستلزم نہیں بلکہ بیک وقت تمام افراد عالم سے یکساں قریب ہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ط

نمبر 8.

لفظ رحمت پر کافی بحث ہو چکی اب ذرا لفظ عالمین کو لیجئے ایک لحاظ سے عالمین کی دو قسمیں ہیں عالم مجردات اور عالم مادیات۔

عالم مجردات میں فرشتے اور روحیں ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان دونوں کے لئے رحمت بن کر آئے ہیں۔

فرشتوں کے لئے رحمت:

چار ہزار سال سے چار مقرب فرشتے چار مسائل میں بحث کر رہے تھے جب ان مسائل کا کوئی حل نہ ملا تو انہوں نے خدا کی بارگاہ میں عرض کی بعد از بعثت مصطفےٰ بار الہیہ اپنے محبوب کو آسمانوں پر بلا تا کہ ہماری مشکل حل ہو خدا تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج کی رات آسمانوں پر بلایا۔ آپ فرماتے ہیں میں نے اپنے رب کو احسن صورت میں دیکھا خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ اے محبوب چاروں مقرب فرشتے کن مسائل میں جھگڑ رہے ہیں میں نے عرض کی یا اللہ تو بہتر جانتا ہے پس اللہ تعالیٰ نے اپنا ید قدرت میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا اس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں محسوس کی اب پھر خدا نے دریافت فرمایا وہ کونسے مسائل ہیں جن میں چاروں مقرب فرشتے بحث کر رہے ہیں میں نے عرض کی ہاں جانتا ہوں ۔ وہ چار مسائل کفارات منجیات درجات اور مہلکات ہیں اللہ نے فرمایا تو نے سچ کہا اس کے بعد اللہ نے فرشتوں سے خطاب کر کے فرمایا۔

يَا مَلَائِكَتِي وَجَدْتُّمْ حَلَّ الْمُشْكَلَاتِ فَاسْئَلُوْا اَشْكَالَكُمْ○

ترجمہ: اے فرشتوں تم نے مشکلات کا حل پالیا تم اپنے اشکال حل کرالو۔

اس پر حضرت اسرافیل نے عرض کی کفارات کیا ہے یعنی وہ کونسے کام ہیں جن کے سبب اللہ بندوں کے گناہ بخش دیتا ہے۔ پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ تین کام ہیں ایک سخت سردی میں وضو مکمل کرنا دوسرا نماز باجماعت کے لئے پیدل چل کر جانا تیسرا ایک نماز کی ادائیگی کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا پھر میکائیل نے پوچھا درجات کیا ہیں یعنی وہ کونسے کام ہیں جن کے کرنے سے درجات بڑھ جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا وہ بھی تین کام ہیں بھوکوں کو کھانا کھلانا، لوگوں کو سلام کرنا اور رات کو نوافل یعنی تہجد ادا کرنا۔ پھر جبریل امین نے پوچھا منجیات کیا ہیں یعنی وہ کونسے کام ہیں جن کے کرنے سے انسان نجات پا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا وہ بھی تین کام ہیں ظاہراً اور پوشیدہ طور پر خدا سے ڈرنا، فقر و غنیٰ میں میانہ روی اختیار کرنا، غصے اور نرمی میں عدل کرنا پھر حضرت عزرائیل نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مہلکات کیا ہیں فرمایا وہ بھی تین کام ہیں کنجوسی کرنا، نفسانی خواہشات کی پیروی کرنا اور خود پسندی اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محبوب تم نے سچ کہا۔

(شرح طریقہ محمدیہ ج 2 ص 237)

خدا تعالیٰ خود بھی ان فرشتوں کی مشکلات کو حل فرما سکتا تھا لیکن اس نے یہ کام اپنے حبیب سے کرایا تا کہ ثابت ہو جائے کہ:

(۱) محبوب خدا فرشتوں کے لئے بھی رحمت بن کر آئے ہیں۔

(۲) ہمارے پیارے نبی کی بارگاہ میں نوریوں کی مشکلات بھی حل ہو سکتی ہیں تو جس نبی کی بارگاہ میں نوریوں کی مشکلات حل ہو سکتی ہیں ...

خاکیوں کی مشکلات بھی حل ہو سکتی ہیں۔

روحوں کے لئے رحمت:

شہباز لامکانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ عالم ارواح میں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مبارک تمام انبیاء کی ارواح کی تربیت کرتی رہی اس لئے کہ آپ روحوں کے لئے بھی رحمت بن کر آئے ہیں۔

جب خدا تعالیٰ نے حضرت آدم کی پشت پر اپنا ید قدرت پھیر کر تمام انسانی روحوں کو نکالا اور ان سے پوچھا کیا میں تمہارا رب نہیں تو تمام روحوں نے چُپ سادھ لی اور تمام روحوں نے روح مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دیکھنا شروع کر دیا کہ آج جو روح مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جواب دے گئی وہی ہم جواب دیں گے چنانچہ سب سے پہلے روح نبی نے رب کی ربوبیت کا اقرار کیا بعد میں تمام انبیاء کی روحوں نے پھر اولیاء مومنین اور کفار کی روحوں نے خدا کی ربوبیت کا اقرار کیا عالم ارواح میں آپ کی روح پاک نے تمام انسانی روحوں کی رہنمائی فرمائی اس لئے کہ آپ تمام روحوں کے لئے رحمت بن کر آئے ہیں۔

پھر عالم مادیات کی دو اقسام ہیں عالم علوی اور عالم سفلی عالم علوی میں آفتاب مہتاب اور ستارے وغیرہ ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے لئے بھی رحمت بن کر آئے ہیں۔

آفتاب و مہتاب وانجم کے لئے رحمت:

امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب دقائق الاخبار میں لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ نے ایک درخت پیدا فرمایا جس کا نام شجرۃ الیقین رکھا اس پر پیارے مصطفےٰ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کو بشکل حور رکھا اس نوری وجود نے ستر ہزار سال تک خدا کی تسبیح کہی بعد ازاں حیاء کا آئینہ بنا کر حضور علیہ السلام کے نوری وجود کے سامنے رکھا آپ کے نوری وجود کو حیاء آ گئی اور آپ کے نور نے عالم انوار میں پانچ سجدے کئے جو بعد میں پانچ نمازوں کی صورت میں فرض ہوئے پھر خدا نے اس نور کی طرف دیکھا تو وہ پسینہ پسینہ ہو گیا۔ وَمَنْ عَرَقَ رَأسَهٗ خَلْقَةُ الْمَلَائِكَةِ ٥ جو سر کو پسینہ آیا اس سے فرشتے پیدا کیے گئے۔

وَمِنْ عَرَقِ وَجْهِهٖ خَلَقَ الْعَرْشَ وَالْكُرْسِيَّ وَاللَّوْحَ وَالْقَلَمَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ وَمَا فِي السَّمَاءِ ٥

ترجمہ: جو چہرے کو پسینہ آیا اس سے عرش وکرسی لوح وقلم آفتاب مہتاب اور ستارے اور جو کچھ آسمانوں میں ہے سب کچھ پیدا کیا گیا۔

پتہ چلا کہ آفتاب ومہتاب اور ستاروں کو جو روشنی ملی ہے تو یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نوری وجود سے ملی ہے۔ عالم سفلی کی پھر دو اقسام ہیں عالم بحری اور عالم بری۔ عالم بحری میں سمندری مخلوق ہے آپ اس مخلوق کے لئے بھی رحمت بن کر آئے ہیں۔

سمندری مخلوق کے لئے رحمت:

جب خدا کے پیارے محبوب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں تشریف لائے تو آپ کی ترغیب کے نتیجے میں دنیا میں ذکر خدا کی کثرت ہوئی۔ ذکر کی کثرت کی بنا پر رحمت الٰہی جوش میں آئی اس نتیجہ میں کثرت سے بارش ہوئی برفباری اور اولے برسے جو پگھل کر پانی میں تبدیل ہو گئے۔ دریا بن کر بہنے لگے ان کا پانی سمندر میں آیا آبی جانوروں کی زندگی کا سامان مہیا ہو گیا یہ سب

کچھ اس لئے ہوا کہ آپ سمندری مخلوق کے لئے بھی رحمت بن کر آئے ہیں۔

عالم بری کی پھر تین اقسام ہیں۔ عالم نباتات، عالم جمادات اور عالم حیوانات آپ ان سب کے لئے رحمت بن کر آئے ہیں۔

عالم نباتات کے لئے رحمت:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کھجور کے ایک تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا گیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اب اسلام کافی پھیل چکا ہے اور مسلمان کثیر تعداد میں ہو گئے ہیں اور مختلف ممالک سے آپ کے پاس وفد آتے ہیں آپ کے لئے کوئی ایسی چیز بنا دی جائے جو بلند ہو آپ اس پر بیٹھ کر خطبہ ارشاد فرمائیں تا کہ لوگ آپ کو آسانی سے دیکھ سکیں اور آپ کے ارشادات سے مستفید ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہاں ٹھیک ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ ایک انصاری عورت نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا ایک غلام درکھان ہے۔ کیا آپ مجھے ارشاد فرماتے ہیں کہ میں اس کو حکم دوں کہ وہ آپ کے لئے ایک منبر بنا دے جس پر کھڑے ہو کر آپ خطبہ ارشاد فرمائیں۔ فرمایا ہاں چنانچہ آپ کے لئے تین درجات کا ایک منبر بنا دیا گیا۔ جس پر بیٹھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ ارشاد فرمانے لگے وہ کھجور کا تنا اونٹنی کی طرح دردناک آواز میں رونے لگا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ وہ اس بچے کی طرح رونے لگا جو رو کر اپنی ماں کو بلاتا ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ اس کے رونے کی آواز سے مسجد میں زلزلہ آ گیا اور لوگ بھی رونے لگے۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ تنا پھٹ گیا اوز حاضرین کو یوں

محسوس ہوا کہ وہ ابھی زمین پر گر جائے گا پس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر شریف سے اُترے اور اس تنے کے قریب جا کر اپنے دست شفقت کو اس پر پھیرا اور پھر اس کو اپنی آغوش میں لے لیا اس پر وہ خاموش ہو گیا۔ آپ نے فرمایا یہ اس لئے رویا کہ اب اس کے پاس ذکر خدا نہیں ہوتا اگر میں اس کو اپنی آغوش میں نہ لیتا تو یہ قیامت تک روتا رہتا۔ پھر آپ نے اس تنے سے فرمایا اگر تو چاہے تو تجھے دوبارہ اسی باغ میں لگا دیا جائے جس میں تو پہلے تھا تا کہ تیری شاخیں دوبارہ سرسبز و شاداب ہو جائیں اور تو دوبارہ بار آور ہو جائے اور اگر تو چاہے تو تجھے بہشت میں لگا دیا جائے تا کہ اہل جنت تیرا پھل کھائیں۔ بعد ازاں حضور علیہ السلام نے تنے کے ساتھ کان لگائے کہ وہ کیا جواب دیتا ہے آپ نے فرمایا یہ تنا جواب دیتا ہے کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے باغ بہشت میں لگا دیا جائے تا کہ اللہ کے دوست میرا پھل کھائیں چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی آرزو کو پورا فرما دیا۔

کھجور کا تنا نباتات سے ہے پتہ چلا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر ہاتھ پھیرا اسے چپ کرایا وجہ یہ تھی کہ آپ اس کیلئے بھی رحمت بن کر آئے۔

(مدارج النبوت ج1 ص236، دلائل النبوت ص340)

عالم جمادات کے لئے رحمت:

(ا) زمین: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے۔ جَعَلْتَ الْاَرْضَ مَسْجِدًا وَّطُهُوْرًا۔ زمین کو مسجد بنا دیا گیا اور پاک کر دی گئی۔

زمین کو تا قیامت مسجد بنا دیا گیا اور پاک کر دی گئی یہ زمین کو اعزاز نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے ملا اس لئے کہ آپ زمین کے لئے بھی

رحمت بن کر تشریف لائے ہیں آپ کی وجہ سے زمین شرک کی آلودگی سے پاک ہو گئی۔ اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ آپ اس کے لئے رحمت بن کر آئے۔ اسلام کے آنے سے مندر کلیسا برباد ہوئے گرجا بے آباد ہو گئے ان کی جگہ مساجد تعمیر ہوئیں جن میں خدا کی عبادت ہونے لگی ذکر خدا کی صدائیں بلند ہوئیں۔ اسلام پھیلا تو دینی مدارس کا قیام عمل میں آیا خدا کی زمین پر قال اللہ اور قال الرسول کی آوازیں آنے لگیں زمین پر تلاوت قرآن حمد خدا اور نعت کے نغمے گونجے یہ سب کچھ اس بنا پر کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زمین کے لئے رحمت بن کر آئے۔

کعبہ: اہل سیر نے لکھا ہے کہ مشرکین نے کعبہ کے ارد گرد تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے جن کی پوجا کی جاتی تھی اور شیطان نے ان بتوں کے پاؤں کو زمین میں محکم کیا ہوا تھا۔ سرور کائنات نے ایک لکڑی کی چھڑی ہاتھ میں لے کر بتوں کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا۔ **جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا** ٥ حق آ گیا اور باطل مٹ گیا اور باطل مٹنے ہی والا ہے۔ بت منہ کے بل گر پڑے۔ ایک روایت میں ہے کہ جب بتوں کی مشرکین عبادت کرتے تو کعبہ نے خدا کی بارگاہ میں شکایت کی یا اللہ تیرے سوا میرے ارد گرد ان بتوں کی پوجا کب تک ہوتی رہے گی۔ خدا تعالیٰ نے کعبہ کو وحی کی کہ اے کعبہ عنقریب ترے قریب ایک نور پیدا کروں گا اور تری طرف ایک قوم بھیجوں گا کہ وہ مکھیوں اور پرندوں کی طرح آئیں گے اور ترے گرد آواز لگائیں گے۔

(مدارج النبوت ج2 ص384)

تین سو ساٹھ سال تک کعبہ کے گرد بتوں کی پوجا ہوتی رہی خدا چاہتا تو خود بھی کعبہ کو بتوں کی نجاست سے پاک کر سکتا تھا لیکن اس نے اپنے محبوب کو بھیج کر کعبہ کو بتوں کی پلیدی سے پاک کرایا تا کہ ثابت ہو جائے آپ کعبہ کے۔

بھی رحمت بن کر آئے ہیں۔

تیرے آنے سے اصنام حرم ٹوٹ گئے
تیرا وہ زور کہ شہ زوروں کے دم ٹوٹ گئے
تیرے اوصاف کا اک باب بھی پورا نہ ہوا
ہو گئیں زندگیاں ختم قلم ٹوٹ گئے

عالم حیوانات کی دو اقسام ہیں عالم حیوانات ارذل اور عالم حیوانات اشرف عالم حیوانات ارذل میں اونٹ ہرنی وغیرہ آپ ان جانوروں کے لئے بھی رحمت ہیں۔

اونٹ: حضرت تمیم داری سے مروی ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ناگاہ ایک اونٹ دوڑتا ہوا آیا یہاں تک کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا۔ آپ نے فرمایا اے اونٹ ٹھہر اگر تو سچا ہے تو تجھے اس کا پھل ملے گا اور اگر تو جھوٹا ہے تو تیرے جھوٹ کا وبال تجھ پر ہے اس کے ساتھ یہ بات بھی برحق ہے جو ہماری پناہ میں آئے خدا نے اس کے لئے امان رکھی ہے اور میرے حضور التجا کرنے والا نامرادی سے بَری ہے صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ اونٹ کیا کہہ رہا ہے۔ فرمایا اس کے مالک نے اسے ذبح کر کے کھا لینے کا ارادہ کیا یہ ان کے پاس سے بھاگ آیا ہے اور تمہارے نبی کے حضور فریاد لایا ہے ہم یوں ہی بیٹھے تھے کہ اتنے میں اس کا مالک آ گیا جب اونٹ نے انہیں دیکھا وہ پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب آیا اور آپ کی پناہ لی۔ اس کے مالک نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارا یہ اونٹ تین دن سے بھاگا ہوا ہے آج آپ کے پاس ملا ہے آپ نے فرمایا جانتے ہو اس نے کیا فریاد کی ہے اور وہ بہت بُری

فریاد ہے۔ وہ بولے یہ کیا کہتا ہے فرمایا یہ کہتا ہے کہ وہ برسوں تمہاری امان میں پلا گرمی میں اس پر اسباب لاد کر سبزہ ملنے کی جگہ تک جاتے اور سردی میں گرم مقام تک کوچ کرتے جب وہ بڑا ہوا تو تم نے اسے سانڈ بنا لیا اللہ تعالیٰ نے اس کی نسل سے بہت سے اونٹ کر دیئے جو چرتے پھرتے ہیں اب جو اسے یہ شاداب برس آیا تم نے اسے ذبح کر کے کھا لینا چاہا وہ بولے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالکل بات یونہی ہے۔ آپ نے فرمایا نیک مملوک کا بدلہ اس کے مالک کی طرف سے یہ نہیں وہ بولے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم اسے نہ تو فروخت کریں گے اور نہ ہی ذبح کریں گے فرمایا غلط کہتے ہو اس نے تم سے فریاد کی تم نے اس کی فریاد نہ سنی اور میں تم سے زیادہ لائق ہوں کہ اس کی فریاد سنوں اور اللہ تعالیٰ منافقوں کے دلوں سے رحم نکال لیا ہے اور ایمان والوں کے دلوں میں رکھا ہے پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے وہ اونٹ سو روپے میں خرید لیا اور فرمایا اونٹ جا تو آزاد ہے یہ سن کر اونٹ نے اپنی بولی میں کچھ کہا آپ نے فرمایا آمین اس نے دوبارہ آواز نکالی آپ نے پھر آمین کہی اس تیسری مرتبہ آواز نکالی آپ نے پھر آمین کہی اس نے چوتھی بار کچھ آواز نکالی آپ نے گریہ فرمایا صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کیا کہتا ہے فرمایا اس نے کہا اے نبی خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو اسلام اور قرآن کی طرف سے بہتر جزا دے میں نے کہا آمین پھر اس نے کہا اللہ قیامت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت سے خوف دور کرے جس طرح آپ نے میرا خوف دور فرما دیا میں نے کہا آمین پھر اس نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کی امت کا خون ان کے دشمنوں کے ہاتھوں سے محفوظ فرمائے جیسے کہ آپ نے میرا خون بچایا میں نے کہا آمین۔ پھر اس نے کہا کہ آپ کی امت باہمی کشت وخون سے محفوظ رہے اس پر

میں نے گریہ فرمایا کہ یہ سب مرادیں میں اپنے رب سے مانگ چکا اور اس نے مجھے عطا کر دیں مگر آخری سے منع کر دیا گیا اور مجھے جبریل نے خبر دی کہ میری امت کی فضا تلوار سے ہو گی۔ (الترغیب والترہیب)

اونٹ نے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں شکایت کی آپ نے اس کی فریاد رسی کی اور آپ نے منافق مالک سے اونٹ خرید کر اسے آزاد کر کے اسے قتل ہونے سے بچایا اس لئے کہ آپ اونٹ کے لئے بھی رحمت بن کر آئے ہیں۔

چاند شق ہو پیڑ بولیں جانور سجدہ کریں
بارک اللہ مرجعِ عالم یہی سرکار ہے

ہرنی: حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک جنگل میں تشریف لے گئے وہاں ایک ہرنی نے آپ کو پکارا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے فرمایا تجھے کیا حاجت ہے اس نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے اس اعرابی نے قید کر لیا ہے اور میرے دو بچے ہیں اس پہاڑی میں مجھے اتنی دیر کے لئے چھوڑ دیجئے کہ میں ان کو دودھ پلا آؤں فرمایا ایسا ہی کرے گی نا؟ اس نے عرض کی ہاں آپ نے اس کو چھوڑ دیا وہ گئی اور دودھ پلا کر واپس آ گئی تو وہ اعرابی بیدار ہو گیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کیا چاہتے ہیں فرمایا اس ہرنی کو چھوڑ دے اس نے فوراً چھوڑ دیا تو وہ فرطِ مسرت میں اچھل کود کر یہ کہتی تھی۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاِنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰهِ○

(شفا شریف ج 1 ص 207)

شانِ رحمت جوش پر آئی چھڑایا قید سے
بیکلی کے ساتھ جب ہرنی پکاری یا رسول

حیوانات اشرف کی پھر دو اقسام ہیں جن اور انسان حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنوں کے لئے بھی رحمت بن کر آئے ہیں۔

جنوں کے لئے رحمت:

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا مجھے حکم ہوا ہے کہ میں جنوں پر قرآن کی تلاوت کروں تم میں سے میرے ساتھ کوئی ایسا آدمی چلے جس کے دل میں ایک دانے کے برابر بھی تکبر نہ ہو عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں میں ایک لوٹے میں کھجور کا پانی لے کر آپ کے ساتھ ہولیا آپ نے وہاں پہنچ کر میرے گرد ایک خط کھینچ دیا اور فرمایا اس کے باہر نہ نکلنا ورنہ قیامت تک نہ تو مجھے دیکھ سکے گا اور نہ میں تجھے دیکھ سکوں گا پھر چلے گئے اور میری نگاہوں سے اوجھل ہو گئے، جب فجر طلوع ہوئی آپ میرے پاس تشریف لائے مجھے دیکھ کر فرمایا تو دائرے کے اندر کھڑا ہے میں نے عرض میں اس اندیشے کے تحت نہ بیٹھا کہ کہیں دائرے سے باہر نہ چلا جاؤں۔ آپ نے فرمایا اگر تو اس دائرے سے باہر نکل جاتا تو قیامت تک نہ تو مجھے اور نہ میں تجھے دیکھ سکتا۔ پھر آپ نے پوچھا ترے پاس وضو کے لئے پانی ہے میں عرض کی کھجور کا پانی ہے فرمایا کھجور بھی پاک ہے اور اس کا پانی بھی پاک ہے پھر آپ نے اس سے وضو فرمایا کہ نماز ادا فرمائی بعد ازاں دو جن کھڑے ہوئے اور عرض کی ہماری خوراک مقرر فرما دیں آپ نے فرمایا گوبر اور ہڈیاں۔

(طبرانی کبیر ج10 ص63)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنوں کی درخواست پر ان کی خوراک گوبر اور ہڈیاں مقرر فرمائیں۔ اس لئے کہ آپ جنوں کے لئے بھی رحمت بن کر آئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے فرمایا۔

لَا تَسْتَنْجُوْا بِالرَّوْثِ وَلَا بِالْعِظَامِ فَاِنَّهٗ زَادُ اِخْوَانِكُمْ مِنَ الْجِنِّ٥
(طبرانی کبیر ص 77)

ترجمہ: گوبر اور ہڈی سے استنجا نہ کیا کرو یہ تمہارے جن بھائیوں کی خوراک ہے۔

انسانوں کی چار اقسام ہیں آپ ان سب کے لئے رحمت بن کر تشریف لاتے ہیں۔

(ا) سعید لباس سعادت میں:

ان سے مراد انبیاء کرام اولیاء عظام اور مومنین ہیں۔ آپ ان کے لئے بھی رحمت بن کر آئے ہیں مثلاً جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کو پیدا فرمایا تو حکم دیا کہ تمام انبیاء کے نور کو دیکھو جب آپ کے نور نے تمام انبیاء کے نور کو دیکھا تو آپ کا نور سب انوار انبیاء پر غالب آ گیا انہوں نے حیران ہو کر پوچھا الٰہی یہ کس کا نور ہے جس نے ہم پر غلبہ حاصل کر لیا ہے۔ ارشاد ہوا یہ نور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے اگر تم اس نور پر ایمان لاؤ گے تو تمہیں شرف نبوت سے سرفراز کیا جائے گا سارے انبیاء آپ پر ایمان لائے تو خدا نے ان کو نبوت عطا فرمائی۔

معلوم ہوا کہ انبیاء کرام کو جو نبوت ملی تو یہ صدقہ ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کیونکہ آپ ان کے لئے بھی رحمت بن کر آئے ہیں۔ قرآن مجید میں خدا نے ارشاد فرمایا۔

وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْكُمْ٥

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم میں سے مومنوں کے لئے رحمت ہیں۔

نتیجہ یہ نکلا کہ آپ تمام انبیاء اولیاء اور مومنین کے لئے رحمت بن کر

تشریف لائے ہیں۔

سلام اس پر جو آیا رحمۃ للعالمین بن کر

سلام اس پر جو آیا صادق الوعد وامین بن کر

(ب) شقی لباس شقاوت ہیں:

یہ وہ لوگ ہیں جو کافر ہیں مشرک ہیں وغیرہ آپ ان کے لئے بھی رحمت ہے مثلاً

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لشکر نجد کی طرف بھیجا وہ لشکر وہاں سے ان کے سردار کو گرفتار کر کے لے آیا اور لا کر مسجد کے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور اس سردار یمامہ ثمامہ بن اثال سے فرمایا تیرے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ اس نے جواب دیا اگر آپ مجھے قتل کریں گے تو ایک خونی کو قتل کریں گے اور اگر معاف کریں گے تو ایک شاکر کو معاف فرمائیں گے اور اگر آپ چاہیں تو آپ کی مرضی کے مطابق آپ کو مال دے دیا جائے۔ آپ نے اسے دوسرے دن تک چھوڑ دیا۔ دوسرے دن آپ پھر پہلے والا سوال کیا اس نے بھی کل والا جواب دیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا اس کو کھول دو ثمامہ بن اثال مسجد سے نکل کر قریب ایک کھجور کے درخت کے پاس گیا غسل کیا اور مسجد میں آ کر مسلمان ہو گیا اور کہنے لگا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کی قسم آپ کے چہرے سے بڑھ کر میرے نزدیک کوئی چہرہ مبغوض نہ تھا آپ کے دین سے بڑھ کر میرے لئے کوئی دین مبغوض نہ تھا اور اب آپ کا دین تمام دینوں اور آپ کا شہر تمام شہروں سے مجھے محبوب ہیں میں عمرے کے لئے جا رہا تھا کہ آپ کے لشکر نے مجھے پکڑ لیا اب

آپ کی کیا رائے ہے آپ نے اسے عمرے کا حکم دیا جب یہ مکہ پہنچا تو مشرکین نے کہا کیا تو بے دین ہو گیا ہے۔ انہوں نے کہا میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لایا ہوں اور جب تک رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اجازت نہ دیں گے تمہارے پاس نجد سے گندم کا ایک دانہ بھی نہ آئے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

ثمامہ بن اثال نے یمامہ سے غلے کی ترسیل بند کر دی نتیجہ یہ ہوا کہ مکہ میں قحط پڑ گیا سات سال تک سخت قحط میں گزرے مشرکین نے ابوسفیان کو اپنا نمائندہ بنا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجا اس نے آ کر حضور علیہ السلام سے فرمایا کہ آپ کا خیال ہے کہ آپ رحمۃ للعالمین بن کر آئے ہیں آپ نے فرمایا ہاں اس نے کہا آپ نے بڑوں کو غزوہ بدر میں تہ تیغ کیا اور چھوٹوں کو قحط میں مبتلا کر دیا وہ فاقوں سے تنگ آ گئے ہیں وہ ہڈیاں چبا رہے ہیں مردار کھا رہے ہیں۔ آخر کار نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ثمامہ بن اثال کو ترسیل غلہ کا حکم صادر فرمایا۔ (دلائل النبوت ج 4 ص 78، سنن کبریٰ ج 9 ص 66)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشرکین مکہ پر رحم کھاتے ہوئے ترسیل غلہ کی اجازت دے دی جو اس بات کی بین دلیل ہے کہ آپ مشرکین کے لئے بھی رحمت بن کر آئے ہیں۔ آج بھی کافر لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے عام عذاب الٰہی سے محفوظ ہیں۔ خدا فرماتا ہے۔

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۝

ترجمہ: اے محبوب اللہ تعالیٰ ان کافروں کو عذاب میں گرفتار نہ کرے گا اس لئے کہ تو ان میں موجود ہے۔

خدا تعالیٰ نے حضرت ادریس علیہ السلام کو جنت میں اُٹھا لیا لیکن آپ کی قبر انور زمین پر ہے حکمت یہ ہے کہ کافروں پر عذاب نازل نہ ہو۔

منکر اس نے تجھ کو مہلت دی کہ اس عالم میں ہے
کافر و مرتد پہ بھی رحمت رسول اللہ ﷺ کی

(ج) شقی لباس سعادت میں:

اس قسم میں منافقین آتے ہیں حضور سرور کائنات منافقوں کے لئے بھی رحمت بن کر آئے ہیں مثلاً: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبداللہ ابن ابی کو اپنا قمیص بطور کفن دیا نیز اس کی نماز جنازہ بھی پڑھائی جیسے کہ مسلم شریف کی روایت سے ثابت ہے حالانکہ وہ منافق تھا بلکہ منافقوں کا سرغنہ تھا لیکن محققین علماء نے قمیص عطا فرمانے اور نماز جنازہ پڑھنے میں جو حکمتیں بیان کی ہیں وہ ملاحظہ فرمائیں۔

عطائے قمیص میں حکمتیں:

(۱) عبداللہ بن ابی نے عمرہ حدیبیہ کے موقع پر مشرکین کی پیش کش کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغیر عمرہ کرنے سے انکار کر دیا تھا اس کی جزا میں آپ نے اسے قمیص عطا فرمایا۔

(۲) عبداللہ بن ابی کا لڑکا عبداللہ مخلص مومن تھا اس کی دلجوئی کے لئے آپ نے قمیص عطا کیا۔

(۳) کفن کے لئے قمیص عطا نہ کرنا مکارم اخلاق کے خلاف تھا اس لئے قمیص عطا فرمایا۔

(۴) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جب کوئی چیز مانگی جائے تو آپ نا نہیں کرتے بشرطیکہ وہ چیز آپ کے پاس موجود ہو۔

(۵) آپ نے قمیص عطا فرما کر قرآن پر عمل کیا خدا فرماتا ہے۔ وَاَمَّــــا

السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ اور سائل کو نہ جھڑکیں۔

(۶) بدر کے دن عبداللہ بن ابی نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اپنا قمیص پہنایا تھا اس کا بدلہ اتارنے کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا قمیص اسے عطا فرمایا۔

(۷) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد موجود ہے۔ اِنَّ قَمِيْصِىْ لَا يُغْنِىْ عَنْهُ مِنَ اللّٰهِ شَيْئاً وَلَعَلَّ اللّٰهُ اَنْ يَّدْخِلَ بِهِ اَلْفًافِى الْاِسْلَامِ ○

(فتح الباری ج 8 ص 336)

آپ نے فرمایا میرا قمیص اس کو عذاب سے نہ بچا سکے گا لیکن مجھے یقین ہے کہ میرے قمیص عطا فرمانے کی وجہ سے ایک ہزار منافق مخلص مومن بن جائیں گے۔

(روح المعانی ج 10 ص 154، عمدۃ القاری ج 8 ص 54، فتح الباری ج 8 ص 336)

(۸) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا قمیص عبداللہ بن ابی کے لئے عطا فرمایا کہ آپ منافقوں کے لئے بھی رحمت بن کر آئے آپ کا قمیص نہ دینا آپ کے رحمۃ للعالمین ہونے کے منافی تھا۔ اس لئے آپ نے اسے اپنا قمیص بطور کفن دیا۔

نماز جنازہ میں حکمتیں:

(۱) کیونکہ عبداللہ بن ابی بظاہر مسلمان تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظاہری حکم پر عمل کرتے ہوئے نماز جنازہ پڑھائی۔

(۲) آپ کو اس کے بیٹے کی عزت افزائی منظور تھی۔

(۳) قوم خزرج کا سردار تھا اس لئے قوم خزرج کی تالیف قلوب مقصود تھی۔

(۴) آپ نے عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھائی استغفار بھی اس کے لئے کیا لیکن اس استغفار سے مراد مغفرت نہ تھی بلکہ مطلب یہ تھا کہ اس کے بیٹے کی دلجوئی ہو جائے۔

(۵) آپ نے رئیس المنافقین کی نماز جنازہ اس لئے پڑھائی کہ آپ منافقوں کے لئے بھی رحمت بن کر آئے ہیں۔

(د) سعید شقاوت کے لباس میں:

اس سے مراد وہ کافر ہے جو آخر کار مسلمان ہو کر اس دُنیا سے چلا جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے لوگوں کے لئے بھی رحمت بن کر آئے ہیں مثلاً

حضرت جریر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نکلے اور ایک صحرا میں پہنچے یکا یک ہم نے دیکھا کہ ایک شتر سوار سامنے سے آرہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا تو کہاں سے آیا ہے۔ اس نے کہا میں اپنے مال اولاد اور کنبے کے پاس سے آرہا ہوں۔ آپ نے اس سے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے اس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاتا ہوں آپ نے فرمایا تو پہنچ گیا۔ آپ نے اس کو اسلام سکھایا اس کے اونٹ کا ہاتھ چوہوں کے سوراخ میں واقع ہو گیا اونٹ گر پڑا وہ مرد سر کے بل اونٹ پر سے گرا اور مر گیا۔ آپ نے فرمایا میں نے دو فرشتوں کو دیکھا اس کے منہ میں جنت کے پھل ڈال رہے ہیں پھر آپ نے اس مرد کو قبر میں داخل کیا اور آپ دیر تک ٹھہرے رہے آپ نے فرمایا کل حور العین اتر کر

آئیں ہر حور یہ کہتی تھی میری شادی اس کے ساتھ کر دیجئے آپ نے قبر سے نکل کر فرمایا میں نے ستر حوروں کو اس کے نکاح میں دے دیا۔

اس حدیث سے پتہ چلا کہ:

(۱) خدا تعالیٰ نے ہمارے نبی کو اختیار دیا ہے کہ آپ جس حور کی شادی جس بندۂ مومن سے چاہیں کر دیں۔

(۲) اس شتر سوار نے کوئی نماز نہیں پڑھی کوئی زکوٰۃ ادا نہیں کی کوئی روزہ نہیں رکھا کوئی حج اور عمرہ ادا نہیں کیا کوئی جہاد نہیں کیا صدقہ و خیرات نہیں دیئے صرف اسلام قبول کرنے سے جنتی ہو گیا۔ کیوں اس لئے کہ **اِنَّ الْاِسْلَامَ یَھْدِمُ مَا کَانَ قَبْلَہٗ** اسلام پہلے گناہوں کو ختم کر دیتا ہے۔

(۳) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی قبر میں اترے تا کہ اس کی قبر آپ کے قدموں سے مشرف ہو جائے اور آپ نے اس کے نکاح میں ستر حوروں کو دیا کیونکہ آپ اس کے لئے رحمت بن کر آئے۔

حرام اس پہ ہو جائے نار جہنم
پڑھے صدق دل سے جو کلمہ تمہارا
قیامت میں چھوٹیں گے سستے وہ تاجر
جنہوں نے خریدا ہے سودا تمہارا

رسالت

وَاَرْسَلْنٰکَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ۝

ترجمہ: اور ہم نے تجھے لوگوں کا رسول بنا کر بھیجا۔

رسول وہ جس کو مرتبہ رسالت پر فائز کیا جائے اور رسالت کے معنے ہیں کچھ دے کر کسی کے پاس کچھ دینے کے لئے بھیجنا۔

کچھ دے کر بھیجنا:

اب دیکھنا ہے کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو کیا دے کر بھیجا ہے۔

(۱) آپ کو کوثر دیا گیا خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ ۝ ہم نے تمہیں کوثر عطا کر دیا۔ کوثر سے مراد دنیا اور آخرت کے سارے خزانے ہیں۔ اب آیت کا مفہوم یہ ہو گیا کہ ہم نے تمہیں دنیا اور آخرت کے سارے خزانے عطا کر دیئے۔

عطیہ اگرچہ بہت نفیس ہو اور قیمتی ہو لیکن جب تک اس میں دوام اور ہیشگی نہ ہو نعمت کاملہ نہیں بنتا اور جب تک واپس لئے جانے کا احتمال ختم نہ ہو قابل فخر نہیں بنتا اور نہ ہی موجب راحت و سرور تام ہو سکتا ہے۔ اگر اس عطیہ اور ہدیہ کے مقابل کوئی عوض ہو اگرچہ یہ معمولی اور حقیر سا کیوں نہ ہو لیکن اب اسے واپس نہیں لیا جا سکتا اور شرعاً اس میں رجوع جائز نہیں لہٰذا اس صورت میں وہ عطاء نعمت کامل ہو گی اور موجب سرور تام ہو گی اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو دنیا اور آخرت کے تمام خزانے عطا فرمائے اور غیر محدود اور غیر متناہی عطیات سے سرفراز فرما کر ساتھ ہی تھوڑا سا عوض طلب فرما لیا۔ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ ۝ اپنے رب کے لئے نماز ادا کر اور قربانی پیش کر تا کہ ہر ایک کو یقین ہو جائے کہ اب اس ہدیہ اور نعمت میں رجوع نہ ہو گا بلکہ یہ انعام و اکرام ہمیشہ ہمیشہ آپ کو

حاصل رہے گا۔

اللہ تعالیٰ نے مقام عطا میں یہ نہیں فرمایا کہ کوثر عطا کریں گے بلکہ فرمایا ہم نے تمہیں کوثر عطا کر دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ محبوب خدا دنیا میں آنے سے پہلے ہی خدا تعالیٰ کے ہاں تمام خزانوں کے مالک و مختار ہیں اس لئے فرمایا کُنْتُ نَبِیًّا وَّآدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِo میں اس وقت بھی ملک رسالت کا تاجدار تھا جبکہ حضرت آدم علیہ السلام کا مجسمہ تیار کیا جا رہا تھا۔

خدا نے یہ نہیں فرمایا کہ اِنَّا اَعْطَیْنَا الرَّسُوْلَ، اِنَّا اَعْطَیْنَا النَّبِیَّ، اِنَّا اَعْطَیْنَا النَّذِیْرًا، اِنَّا اَعْطَیْنَا الْبَشِیْرًا۔ اگر ایسا ہوتا تو مطلب یہ ہوتا کہ خدا نے جو خزائن بھی آپ کو عطا کئے ہیں وہ صرف اس لئے کہ آپ نبی، رسول اور بشیر و نذیر ہیں بلکہ اِنَّا اَعْطَیْنَاکَ الْکَوْثَرْ کہہ کر صرف اس طرف اشارہ کیا کہ کسی وصف کا لحاظ کئے بغیر صرف تمہاری ذات پر یہ کرم ہوا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اگر آپ کو نبی و رسول یا بشیر و نذیر نہ بھی بنایا جاتا تو بھی یہ سارے خزانے تیرے لئے تھے۔

(ب) خدا تعالیٰ نے آپ کو تمام خزانوں کی کنجیاں عطا فرما دیں۔ تفصیل ملاحظہ ہو۔

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جبریل امین علیہ السلام مکہ معظمہ میں کوہ صفا پر موجود تھے۔ آپ نے فرمایا اے جبریل قسم ہے اس ذات کی جس نے تجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے شام کو آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک مٹھی بھر آٹا اور ہتھیلی بھر ستو بھی نہیں ہوتے اس پر آسمان سے سخت آواز آئی فرمایا جبریل یہ کیا عرض کی اسرافیل کو آپ کے پاس حاضر ہونے کا حکم ہوا ہے چنانچہ انہوں نے حاضر ہو کر عرض کی جو کلام آپ نے فرمایا وہ اللہ تعالیٰ نے سنا۔ فَبَعَثَنِیْ اِلَیْکَ بِمَفَاتِیْحِ خَزَائِنِ الْاَرْضِ o مجھے خدا نے زمین کے خزانوں کی کنجیاں دے کر آپ کی طرف بھیجا ہے۔ اور فرمایا ہے

کہ وہ میں آپ کی خدمت میں پیش کردوں اور تہامہ کے پہاڑوں کو زمرد، یاقوت، سونا اور چاندی بنا دوں۔ اگر آپ چاہیں تو یہ کام میں ابھی کردوں آپ کو اختیار ہے آپ بادشاہ نبی بنیں یا نبی بندے بنیں جبریل نے تواضع اختیار کرنے کو کہا آپ نے تین مرتبہ فرمایا میں نبی بندہ بننا چاہتا ہوں۔

(طبرانی کبیر ج10 ص288)

مالک دین و دنیا ہو کر دونوں جہاں کے داتا ہو کر
فاقے سے ہیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

چونکہ خدا تعالیٰ نے آپ کو اپنے خزانوں کا مالک و مختار بنایا ہے۔ اس لئے تمام خزانوں کی کنجیاں آپ کے حوالے کر دیں، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور مالک المفاتیح صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

بَیْنَ اَنَا نَائِمٌ اِذْ جِیْٓءَ بِمَفَاتِیْحِ خَزَائِنِ الْاَرْضِ فَوُضِعَتْ فِیْ یَدَیَّ o

ترجمہ: میں سو رہا تھا کہ تمام خزائن زمین کی کنجیاں میرے پاس لائی گئیں اور میرے دونوں ہاتھوں میں رکھ دی گئیں۔ (بخاری شریف)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور مالک و مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اُعْطِیْتُ مَالَمْ یُعْطَ اَحَدٌ مِنَ الْاَنْبِیَاءِ قَبْلِیْ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَاُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحُ الْاَرْضِ o (مسند امام احمد)

ترجمہ: مجھے وہ عطا ہوا جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہ ملا رعب سے میری مدد فرمائی گئی اور مجھے ساری زمین کی کنجیاں عطا ہوئیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

اُوْتِیْتُ بِمَقَالِیْدِ الدُّنْیَا عَلٰی فَرَسٍ اَبْلَقَ جَآءَ نِیْ بِہٖ جِبْرِیْلُ عَلَیْہِ قَطِیْفَۃٌ مِّنْ سُنْدُسٍ o

ترجمہ: دنیا کی کنجیاں ابلق گھوڑے پر رکھ کر میری خدمت میں حاضر کی گئیں جبریل لے کر آئے اس پر نازک ریشم کا زین پوش تھا۔ (دلائل النبوت)

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری شکم سے پیدا ہوئے میں نے دیکھا کہ آپ سجدے میں پڑے ہیں۔ پھر ایک سفید ابر نے آسمان سے آ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ڈھانپ لیا کہ میرے سامنے سے غائب ہو گئے پھر وہ پردہ ہٹا تو میں کیا دیکھتی ہوں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اونی سفید کپڑے میں لپٹے ہیں اور سبز ریشمی بچھونا بچھا ہے اور گوہر شاداب کی تین کنجیاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مٹھی میں ہیں اور ایک کہنے والا کہہ رہا ہے کہ نصرت کی کنجیاں، نفع کی کنجیاں اور نبوت کی کنجیاں ان سب پر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبضہ کر لیا۔ پھر ایک اور ابر نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ڈھانپ لیا کہ میری نگاہ سے چھپ گئے پھر روشنی ہوئی تو کیا دیکھتی ہوں کہ ایک سبز رنگ کا لپٹا ہوا کپڑا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مٹھی مبارک میں ہے اور کوئی منادی کہہ رہا ہے واہ واہ۔

قَبَضَ مُحَمَّدٌ عَلَى الدُّنْيَا كُلِّهَا لَمْ يَبْقَ خَلْقٌ مِنْ اَهْلِهَا اِلَّا دَخَلَ فِي قَبْضَتِهٖ o

ترجمہ: ساری دنیا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قبضے میں آ گئی، زمین و آسمان کی کوئی مخلوق ایسی نہ رہی جو ان کے قبضہ میں نہ آئی ہو۔ (الامن والعلیٰ)

شہنشاہ زمانہ باہزاراں کروفر آئے
کیا دنیا پہ قبضہ ملک میں سب خشک و تر آئے

حضور پُرنور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن پلصراط کے پاس ایک منبر بچھایا جائے گا۔ پھر ایک فرشتہ آ کر اس کے پہلے زینے پر کھڑا ہو جائے گا

اور ندا کرے گا اے گروہ مسلمانان جس نے مجھے پہچانا اس نے پہچانا اور جس نے مجھے نہ پہچانا تو سنو میں مالک جہنم ہوں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں جہنم کی کنجیاں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دوں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے سپرد کروں۔ ہاں گواہ ہو جاؤ پھر ایک اور فرشتہ دوسرے زینے پر آ کر کھڑا ہو جائے گا اور کہے گا اے گروہ مسلمان جس نے مجھے جانا اس نے جانا اور جس نے نہ جانا تو میں رضوان جنت ہوں، مجھے خدا نے حکم دیا ہے کہ میں جنت کی کنجیاں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سپرد کر دوں اور ان کا حکم ہے کہ میں یہ کنجیاں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دوں۔

(نزہتہ المجالس ج 2 ص 346)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خزانوں کی کنجیاں، زمین و آسماں کی کنجیاں، دنیا کی کنجیاں، نصرت کی کنجیاں، نفع کی کنجیاں، جنت کی کنجیاں اور دوزخ کی کنجیاں عطا فرما دیں۔ اب امام الوہابیہ کا اقرار سنیئے۔

تقویت الایمان ص 17 پر لکھتا ہے جس کے ہاتھ میں کنجی ہوتی ہے قفل اسی کے قبضۂ اختیار میں ہوتا ہے۔ جب چاہے کھولے اور جب چاہے نہ کھولے۔ چونکہ مذکورہ تمام خزانوں کی کنجیاں خدا نے حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرما دی ہیں۔ لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان تمام خزانوں کے مالک و مختار ہیں جس کو جب چاہیں جس خزانے سے چاہیں عطا کر دیں۔

کنجی تمہیں دی اپنے خزانوں کی خدا نے
محبوب کیا مالک و مختار بنایا

(مولانا حسن رضاؒ)

کیوں نہ عالم پہ ہوا احسان احمد مختار کا
ہے وہ مالک خالقِ کونین کی سرکار کا

(ظفر)

کس کی طرف بھیجا:

خدا فرماتا ہے۔ یَا اَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَاءَ کُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّکُمْ o

ترجمہ: اے لوگوں تحقیق تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے حق کے ساتھ رسول آیا۔

وَمَا اَرْسَلْنَاکَ اِلَّا کَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا وَّلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ o

ترجمہ: اور نہیں بھیجا ہم نے تمہیں مگر تمام لوگوں کی طرف بشیر و نذیر بنا کر لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

قُلْ یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنِّی رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا o

ترجمہ: تم فرما دو اے لوگوں میں تم سب کی طرف رسول ہوں۔

تَبَارَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَکُوْنَ لِلْعَالَمِیْنَ نَذِیْرًا o

ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے پر فرقان نازل کیا تا کہ وہ تمام جہانوں کا نذیر ہو جائے۔

وَ اُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْآنُ لِاُنْذِرَکُمْ بِهٖ وَمَنْ بَلَغَ o

ترجمہ: اور میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا تا کہ اس کے ذریعے میں تمہیں ڈراؤں اور اسے جسے یہ پہنچا۔

مسلم شریف میں حدیث موجود ہے۔ اُرسِلتُ اِلَی الخَلقِ کَافَّۃً ۝
میں تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہوں۔

جیسے سب کا خدا ایک ہے ویسے ہی
اِن کا اُن کا تمہارا ہمارا نبی

جب تمام انسانوں کے نبی ہیں تو تمام انسانوں کی زبانیں بھی جانتے ہیں کیونکہ خدا فرماتا ہے۔

وَمَا اَرسَلنَا مِن رَّسُولٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَومِہٖ ۝

ترجمہ: نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر اس کی قوم کی زبان میں۔

اور چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تمام انسانوں کے نبی ہیں لہٰذا تمام انسانوں کی تمام زبانوں کو جانتے ہیں مگر مولوی خلیل احمد دیوبندی نے اپنی کتاب براہین القاطعہ ص 30 پر لکھا ہے۔

ایک صالح فخر عالم علیہ السلام کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوا تو آپ کو اردو میں کلام کرتے دیکھ کر پوچھا آپ کو یہ کلام کہاں سے آ گئی آپ نے عربی میں فرمایا کہ جب سے علماء مدرسہ دیوبند سے ہمارا معاملہ ہوا ہے ہم کو یہ زبان آ گئی۔

اس خواب سے پتہ چلا کہ:

(۱) جب تک علماء دیوبند سے واسطہ نہیں پڑا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اردو زبان نہ آتی تھی نتیجہ یہ نکلا کہ دیوبندی علماء سے سن کر آپ نے اردو بولنا سیکھا اس میں خرابی یہ ہے کہ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے تو لازم آئے گا کہ آپ علماء دیوبند کے رسول نہیں اگر ان کے رسول ہوتے تو ان کی زبان آنی چاہیے تھی اس میں در پردہ اپنے آپ اور علماء دیوبند کو آپ کی امت سے خارج کیا گیا۔

(ب) علماء دیو بند کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اردو میں استاد ثابت کرنے کی ناپاک جسارت ہے حالانکہ آپ صرف خدا تعالیٰ کے شاگرد ہیں باقی سب کے استاد ہیں۔ مفسر قرآن علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے تفسیر مظہری ج 9 ص145 پر لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو سات لاکھ زبانوں کا علم عطا فرمایا ہے اور شیخ ابن عربی نے فتوحات مکیہ میں لکھا ہے۔

اَوَّلُ نَائِبٍ کَانَ لَهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَخَلِیْفَةُ آدَمَ عَلَیْهِ السَّلَامَ ٥

حضرت آدم علیہ السلام ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلے نائب اور خلیفہ ہیں جب نائب اور خلیفہ کے علم کا یہ کمال ہے کہ وہ سات لاکھ زبانوں کا علم جانتا ہے تو اصل محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کا کیا کمال ہو گا علامہ زرقانی نے زرقانی ج 1 ص70 پر لکھا ہے ہے۔

لِاَنَّ الْمُصْطَفٰی یُخَاطَبُ کُلَّ اِنْسَانٍ بِلُغَتِهٖ٥

(زرقانی ج 1 ص70)

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر انسان سے اس کی زبان میں کلام فرمایا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ آپ نے چار صحابہ کرام کو چار بادشاہوں کی طرف بھیجا قیصر، کسریٰ، مقوقش اور نجاشی جب چاروں صحابہ ان چاروں بادشاہوں کے دربار میں پہنچے تو ان کی زبان میں گفتگو کرنے لگے۔

فَاَصْبَحَ کُلُّ مِنْهُمْ یَتَکَلَّمُ بِلُغَةِ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ اُرْسِلَ اِلَیْهِمْ٥

(خصائص کبریٰ ج 1)

ہر صحابی اس قوم کی زبان میں کلام کرنے لگا جس کی طرف وہ بھیجا گیا تھا

کچھ دینے کے لئے بھیجنا:

چند آیات قرآن ملاحظہ فرمائیں۔

وَمَا نَقَمُوْا اِلَّا اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖo

ترجمہ: ان کو نہیں بُرا لگا مگر یہ کہ اللہ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے ان کو غنی کر دیا۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗo

ترجمہ: کاش وہ اس پر راضی ہو جاتے جو اللہ اور اس کے رسول نے ان کو عطا کیا۔

وَمَا اٰتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْاo

ترجمہ: اور جو رسول تمہیں عطا کریں وہ لے لو اور جس سے منع کریں اس سے باز آ جاؤ۔

اِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِo

ترجمہ: جب تو اس کو فرماتا تھا جس پر اللہ نے انعام کیا اور تو نے انعام کیا۔

علامہ ابن حجر نے جوہر منظم میں لکھا ہے:

اِنَّهٗ خَلِيْفَةُ اللّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ خَزَائِنَ كَرَمِهٖ وَمَوَائِدَ نِعَمِهٖ طَوْعَ يَدَيْهِ وَتَحْتَ اِرَادَتِهٖ يُعْطِیْ مِنْهُمَا مَنْ يَّشَاءُ وَيَمْنَعُ مَنْ يَّشَاءُo

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے خلیفہ ہیں اللہ تعالیٰ اپنے کرم کے خزانے اور نعمتوں کے خوان ان کے ہاتھوں پر رکھ دیئے ہیں۔ اور ان کے ارادے کے ماتحت اور مطیع کر دیئے ہیں ان دونوں میں سے جس کو چاہتے ہیں عطا کرتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں منع کر دیتے ہیں۔ (جوہر منظم ص 42)

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بحرین سے اتنا مال آیا کہ اس سے پہلے کبھی اتنا مال نہ آیا تھا آپ نماز کے لئے تشریف لائے اور

بکھرے ہوئے۔ مال کی طرف کوئی توجہ نہ فرمائی جب آپ نے نماز ادا فرمائی تو آپ مال کے پاس آ کر بیٹھ گئے جو بھی نظر آیا۔ آپ نے اسے مال عطا فرمایا اتنے میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے۔ انہوں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے بھی عطا فرمائیں کیونکہ میں نے بدر کے دن اپنا اور عقیل بن ابی طالب کا فدیہ ادا کیا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا لے لو۔ انہوں نے اپنا کپڑا اچھا کر اس میں مال ڈالنا شروع کر دیا اتنا مال ڈال لیا کہ اکیلے اسے اٹھا نہ سکے عرض کی کسی کو کہیں مجھے اٹھوا دے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ کام میں نہیں کروں گا۔ عرض کی پھر آپ اُٹھوا دیں فرمایا یہ بھی نہیں ہو سکتا۔ ناچار تھوڑا سا مال نکالنا پڑا پھر مال اپنے کندھے پر اُٹھا لیا اور چلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو دیکھنا شروع کر دیا کہ کتنا حرص ہے مال کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت تک مال تقسیم کرتے رہے جب تک تمام ختم نہیں ہو گیا۔ (ابن عساکر ج 7 ص 234)

اُٹھا جب دستِ عطائے محمد ﷺ\
غنی بن گئے ہیں گدائے محمد ﷺ

خدا کا دیا ہے تیرے پاس سب کچھ\
تیرے ہوتے کیا ہم کو حاجت کسی کی

زمانے کی دولت نہیں پاس پھر بھی\
زمانے میں بٹتی ہے دولت کسی کی

جنت عطا کرتے ہیں:

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

یَا بَنِیْ آدَمَ لَا یَفْتِنَنَّکُمُ الشَّیْطَانُ کَمَا اَخْرَجَ اَبَوَیْکُمْ مِنَ الْجَنَّۃِo

ترجمہ: اے انسان شیطان تمہیں فتنے میں نہ ڈالدے جیسے کہ اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکال دیا۔

اس آیت میں جنت سے نکالنے کی نسبت شیطان کی طرف کی گئی ہے شیطان بیماری اور نبی اس کا علاج لہٰذا اگر شیطان جنت سے نکال سکتا ہے تو نبی جنت میں داخل کر سکتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدا نے اختیار دیا ہے کہ آپ جس کو چاہیں جنت عطا فرما دیں۔

حضرت ربیعہ فرماتے ہیں کہ میں رات کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہتا تھا ایک رات میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے وضو کا پانی اور ضرورت کی چیزیں لایا رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت کا دریا جوش پر آیا فرمایا سَلْ یَا رَبِیْعَۃُ اے ربیعہ مانگ کیا مانگتا ہے۔ عرض کی اَسْئَلُکَ مُرَافَقَتَکَ فِی الْجَنَّۃِ مجھے جنت میں آپ کی رفاقت چاہیئے فرمایا کچھ اور عرض کی بس یہی کافی ہے۔ فرمایا میری اعانت کر کثرت سجود سے۔

(مسلم شریف ج 1 ص 193)

اس حدیث کی شرح میں ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ:

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی مَکَّنَہٗ مِنْ اَعْطَاءِ کُلِّ مَا اَرَادَ مِنْ خَزَائِنِ الْحَقِّo

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عام قدرت بخشی ہے کہ خدا کے خزانوں سے جو کچھ چاہیں عطا فرما دیں۔

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جنگ اُحد کے دن حضور

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تنہا رہ گئے آپ کے ساتھ صرف سات انصاری اور دو قریش تھے جب کفار نے آپ کو گھیر لیا تو آپ نے فرمایا۔

مَنْ یَرُدُّهُمْ عَنَّا وَلَهُ الْجَنَّةُ اَوْهُوَ رَفِیْقِیْ فِی الْجَنَّةِ o

ان کو ہمارے پاس سے کون دور کرے گا اس کو جنت ملے گی یا فرمایا وہ جنت میں میرا ساتھی ہوگا پھر انصار میں سے ایک شخص بڑھ کر لڑا حتیٰ کہ وہ شہید ہو گیا کفار نے پھر آپ کو گھیر لیا آپ نے فرمایا ان کو ہم سے کون دور کرے گا۔ اس کے لئے جنت ہے یا فرمایا وہ جنت میں میرا رفیق ہوگا ایک اور شخص آگے بڑھ کر لڑا حتیٰ کہ وہ شہید ہو گیا پھر یہ سلسلہ یونہی جاری رہا حتیٰ کہ وہ ساتوں انصاری شہید ہو گئے۔ (مسلم شریف کتاب الجہاد)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ معظمہ میں ایک آدمی سے فرمایا اپنا گھر میرے ہاتھ فروخت کر دے تاکہ میں مسجد حرام میں توسیع کردوں اور تیرے لئے جنت میں مکان کا میں ضامن ہوں اس نے عذر کیا پھر فرمایا انکار کیا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو خبر ہوئی یہ شخص زمانہ جاہلیت میں ان کا دوست تھا آپ نے اس سے باصرار تمام دس ہزار اشرفی میں وہ مکان خرید کر لیا پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اب وہ میرا گھر ہے کیا آپ ایک جنتی مکان کے عوض لیتے ہیں جس کے لئے آپ میرے لئے ضامن ہو جائیں فرمایا ہاں۔

فَاَخَذَ مِنْهُ وَضَمَنَ لَهُ بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ وَاَشْهَدُ عَلٰی ذَالِکَ الْمُؤْمِنِیْنَ o

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے مکان لے کر ان کے لئے جنت میں ایک مکان کی ضمانت فرمائی اور مسلمانوں کو اس معاملے پر گواہ بنالیا۔

(الامن ص260)

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زخمی کیا گیا اور آپ نے خلافت کے بارے میں مشورے کا حکم دیا۔ حضرت حفصہ نے عرض کی ابا جان جن لوگوں سے خلیفہ انتخاب کرنے کا آپ نے حکم دیا ہے لوگ تو ان کو پسند نہیں کرتے۔ آپ نے فرمایا مجھے سہارا دے کر بٹھا دو آپ کو حاضرین نے سہارا دے کر بٹھا دیا فرمایا عثمان کے بارے میں لوگ کیا کہتے ہیں۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا جب عثمان شہید ہوں گے آسمان سے فرشتے آ کر ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ صرف عثمان کی خاصیت ہے فرمایا ہاں عبدالرحمٰن بن عوف کے بارے میں لوگ کیا کہتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سخت بھوک لگی ہوئی ہے عبدالرحمٰن تیل والی دو روٹیاں لائے اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے رکھ دیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تیری دنیا کا خدا ضامن ہے اور آخرت کا میں ضامن ہوں۔ طلحہ کے بارے میں لوگ کیا کہتے ہیں ایک سرد رات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری سے کجاوہ گر پڑا فرمایا کون ہے میرے کجاوے کو درست کردے اس کے لئے جنت ہے حضرت طلحہ نے جلدی سے آپ کا کجاوہ درست کر دیا۔ آپ نے فرمایا لَکَ الْجَنَّۃُ عَلَیَّ یَا طَلْحَۃُ ۔ اے طلحہ ترے لیے جنت میرے ذمے ہے اور زبیر کے بارے میں لوگ کیا کہتے ہیں۔

میں نے دیکھا کہ حضرت زبیر پنکھا جھل رہے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خواب استراحت میں جلوہ فرما رہے ہیں۔ بیدار ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا اے زبیر کب سے پنکھا جھل رہے ہو۔ عرض کی جب سے آپ سو رہے تھے۔ آپ نے فرمایا یہ جبریل تجھے سلام کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ

میں تجھے شر جہنم سے محفوظ رکھوں گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں لوگ کیا کہتے ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا اے علی تیرا ہاتھ قیامت کے دن میرے ہاتھ میں ہوگا اور جہاں میں داخل ہوں گا تو بھی وہاں داخل ہوگا۔ (طبرانی اوسط ج 4 ص 123)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ اُحد میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دانت شہید ہوا تو لب مبارک بھی مجروح ہوا جس سے خون بہنا شروع ہو گیا۔ حضرت مالک بن سنان نے آگے بڑھ کر لب مبارک کو چوسنا شروع کر دیا اور اتنا چوسا کہ وہ جگہ سفید کر دی جب وہ چوس رہے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اسے پھینک دے تو اس نے کہا واللہ میں آپ کے خون کو زمین پر ہرگز نہ پھینکوں گا اور نگلتا ہی گیا اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ اَرَاءَ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی رَجُلٍ مِّنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی ھٰذَا۝

(سنن سعید بن منصور ج 1 ص 221)

ترجمہ: جو کسی جنتی کو دیکھنا چاہتا ہے وہ اس کو دیکھ لے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں غزوہ اُحد کی رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا کون ہے قوم مشرکین کی طرف جائے اور ان کی خبر لائے اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا۔ کوئی صحابی بھی کھڑا نہ ہوا پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رات کے وقت تھوڑی دیر تک نماز پڑھی پھر صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے اور پھر پہلے کی طرح فرمایا لیکن پھر بھی کوئی صحابی کھڑا نہ ہوا پھر آپ نے کچھ دیر تک نماز پڑھی پھر صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔

مَنْ رَجُلَ فَيَقُوْمُ فَيَنْظُرُلَنَا مَافَعَلَ الْقَوْمُ عَلَىٓ اَنْ يَّكُوْنَ رَفِيْقِىْ فِى الْجَنَّةِo

ترجمہ: کون ہے جو قوم کا پتہ لگائے کہ انہوں نے کیا کیا ہے اس انعام پر کہ جنت میں میرا رفیق ہو۔

لیکن شدت خوف، شدت بھوک اور سردی کی شدت کی وجہ سے کوئی آدمی کھڑا نہ ہوا جب کوئی بھی کھڑا نہ ہوا تو حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بلایا میں نے عرض کی لبیک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور میں اُٹھ کر آپ کے پاس آیا اور میرے دونوں پہلو تھرتھر کانپ رہے تھے۔ آپ نے میرے چہرے اور سر کو چھوا فرمایا جاؤ قوم مشرکین کی خبر لاؤ لیکن وہاں چھیڑ چھاڑ نہیں کرنی یہاں تک کہ تم واپس آ جاؤ میرے پاس پھر آپ نے یہ دعا مانگی۔

اَللّٰهُمَّ احْفَظْهُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ وَعَنْ يَمِيْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ وَمِنْ فَوْقِهٖ وَمِنْ تَحْتِهٖo

ترجمہ: یا اللہ آگے پیچھے اور دائیں بائیں سے اور اوپر نیچے سے اس کی حفاظت فرما

میں نے اپنا اسلحہ زیب تن کیا اور چل پڑا مجھے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے کہ میں گرم حمام میں چل رہا ہوں ۔ میں اس قوم میں پہنچ گیا خدا تعالیٰ نے ہوا کا ایسا طوفان بھیجا اور اپنا ایسا لشکر بھیجا کہ ان کی ہنڈیاں خیمے اور آگ کے برخچے اُڑ گئے اور ابو سفیان کھڑا آگ تاپ رہا تھا میں نے اپنا تیر کمان سنبھالا اور اس کا نشانہ باندھا اگر میں تیر پھینکتا تو نشانے پر جا کر لگتا لیکن پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد یاد آ گیا کہ وہاں چھیڑ چھاڑ نہ کرنا میں نے تیر ترکش میں رکھ لیا جب ابو سفیان نے ہوا کا طوفان دیکھا کہ ان چولہوں سے ہنڈیاں گرا دی ہیں

خیمے اکھڑ گئے ہیں اور آگ بکھر گئی ہے کہا اے گروہ قریش ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ لو اور خوب پہچان لینا ایک دوسرے کو۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے بھی ایک آدمی کا ہاتھ پکڑ کر اس سے پوچھا کہ تم کون ہو اس نے کہا تم مجھے پہچانتے نہیں میں قبیلہ ہوازن کا فلاں آدمی ہوں۔ ابوسفیان نے کہا بنو قریظہ نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا پھر یہ طوفان ہے چلو واپس ہو چلو اور میں تو جا رہا ہوں پھر اس نے اپنے اونٹ کو کھولا اور چلتا بنا پھر حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں بھی واپس ہوا اس حال میں کہ گویا میں گرم حمام میں چل رہا تھا۔ جب میں واپس پہنچا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے۔ میں نے سارے حالات کی خبر دی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرائے پھر میں اس طرح لیٹ گیا کہ آپ کے پاؤں میرے سینے پر تھے۔ صبح ہونے پر آپ نے فرمایا قم یا نومان اے سونے والے اُٹھ جا۔

علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ:

اَنَّهٗ لَوْ لَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ مَا تَرَكَتِ الرِّيْحُ اَحَدًا مِّنَ الْكُفَّارِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ كَمَا عَادَنِ الرِّيْحُ الْعَقِيْمُ○

ترجمہ: اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمتہ للعالمین نہ ہوتے تو وہ ہوا کا طوفان کافروں کو اس طرح نیست و نابود کر دیتا جس طرح ہوا نے قوم عاد کو ملیا میٹ کر دیا تھا۔

اور ایک حدیث میں کہ جب میں واپس آ رہا تھا تو میں نے راستے میں بارہ گھوڑ سوار دیکھے جن کے عمامے سفید تھے انہوں نے مجھے کہا کہ اپنے نبی سے کہنا کہ خدا تعالیٰ نے ان سے ان دشمن کے شر کو دفع کر دیا ہے اور خدا نے تجھے کفایت کی ہے۔ (تفسیر مظہری ج 7 ص 303)

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے صحابہ کو جنت عطا فرمائی اس لئے کہ آپ خدا کی عطا سے جنت کے مالک ومختار ہیں چنانچہ:

حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت شیث علیہ السلام سے فرمایا اے میرے بیٹے تو میرے بعد میرا خلیفہ ہے اس خلافت کو تقویٰ کی عمارت اور مضبوط رسی سے تھام لو جب بھی تم خدا کا ذکر کرو تو ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ذکر ضرور کرنا میں نے ان کا نام ساق عرش پر لکھا ہوا دیکھا میں نے آسمانوں میں پھر کر دیکھا کہ کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نام نہ لکھا ہو میرے رب نے مجھے جنت میں سکونت دی میں نے جنت کے ہر محل اور ہر چوبارے پر آپ کا نام لکھا ہوا دیکھا حوروں کے سینوں پر فرشتوں کی پیشانی پر شجر طوبیٰ اور سدرہٰ کے پتوں پر آپ کا نام لکھا دیکھا۔ ایک روایت میں ہے کہ جنت کے دروازے پر بھی آپ کا نام لکھا ہوا ہے۔ (ابن عساکر ج 6 ص 359)

جب کوئی کوٹھی یا بنگلہ بناتا ہے تو اس کے دروازے اپنا نام لکھوا لیتا ہے جو اس طرف اشارہ ہے۔ اگرچہ اس کا معمار کوئی اور ہے لیکن مالک میں ہوں بلا مثال وتمثیل جنت کے دروازے اور اس کے مکانوں کے دروازوں حوروں کے سینوں فرشتوں کی پیشانی شجر طوبیٰ اور سدرہٰ کے پتوں پر آپ کا نام لکھا جانا۔ اس بات کی دلیل ہے کہ ان تمام چیزوں کا بنانے والا خدا ہے لیکن خدا کی عطا سے آپ ان تمام چیزوں کے مالک ہیں۔

تجھ سے اور جنت سے کیا مطلب اے منکر دور ہو
ہم رسول اللہ ﷺ کے جنت رسول اللہ ﷺ کی

رسول کی دو اقسام ہیں۔ (ا) بے اختیار رسول مثلاً خدا فرماتا ہے۔

جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ ○

ترجمہ: اللہ تعالیٰ فرشتوں کو پروں والے رسول بنانے والا ہے۔

فرشتے خدا کے رسول ہیں لیکن بے اختیار رسول ہیں جو خدا کی طرف سے ان کو پیغام دیا جاتا ہے وہ من وعن پیغمبر تک پہنچا دیتے ہیں ان فرشتوں کے سردار حضرت جبریل علیہ السلام ہیں۔

(ب) بااختیار رسول خدا فرماتا ہے۔

نمبر 1. مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۝

ترجمہ: کسی مسلمان مرد اور عورت کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ جب اللہ اور اس کا رسول کوئی فیصلہ فرما دیں تو ان کو اپنی مرضی کا کوئی اختیار رہے جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم نہ مانے وہ صریح گمراہی میں ہے۔

اس کی تفسیر میں علماء نے بیان فرمایا کہ قبل از طلوع اسلام نبی کریم نے اپنے غلام حضرت زید بن حارثہ کا نکاح اپنی پھوپھی کی بیٹی زینب بنت جحش سے کرنا چاہا جب رشتہ طلب فرمایا تو اول تو راضی ہوگئیں یہ سمجھ کر کہ شاید حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے لئے رشتہ طلب فرما رہے ہیں لیکن جب اصل حقیقت کا پتہ چلا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ رشتہ حضرت زید کے لئے طلب فرما رہے ہیں تو انکار کر دیا اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ کی پھوپھی کی بیٹی ہوں! ایسے شخص سے نکاح پسند نہیں کرتی اور ان کے بھائی عبداللہ بن جحش نے بھی انکار کر دیا اس پر یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔ اسے سن کر دونوں بہن بھائی تائب ہو گئے اور نکاح ہو گیا۔ ظاہر ہے کسی عورت پر فرض نہیں کہ فلاں سے نکاح پر ضرور راضی ہو جائے۔ خصوصاً جبکہ عورت کی شرافت کا مقام بہت بلند ہو کر وہ نبی کے خاندان میں سے ہو اس کے باوجود اپنے حبیب کا دیا پیغام نہ ماننے پر رب تعالیٰ

نے بالکل وہی الفاظ ارشاد فرمائے جو کسی فرض ربانی کے ترک پر فرمائے جاتے ہیں۔ مطلب یہ کہ جو کچھ رسول نے فرمایا وہ بھی فرض قطعی ہو گیا ہے اس کا ماننا بھی اسی طرح ضروری ہے جس طرح خدا کے حکم کا ماننا فرض ہے جو اس کو نہ مانے گا وہ صریحاً گمراہ ہے ائمہ محققین نے فرمایا ہے کہ خدا نے آپ کو اختیار دیا ہے کہ احکام شریعت میں جو بات چاہیں واجب کر دیں اور جو چاہیں ناجائز کر دیں نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی کا فیصلہ خدا کا فیصلہ ہے کیونکہ نکاح کا فیصلہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا لیکن خدا نے فرمایا جو خدا اور اس کا رسول فیصلہ فرما دیں اس پر مزید دلائل آئندہ آ رہے ہیں۔

نمبر 2. خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَيَحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتُ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثُ٥

ترجمہ: اور ان کے لئے پاک چیزیں حلال کرتا ہے خبیث چیزیں حرام کرتا ہے۔

نمبر 3. خدا فرماتا ہے۔

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ٥

ترجمہ: ان سے لڑو جو اللہ اور آخرت کے دن کو نہیں مانتے اور ان چیزوں کو حرام نہیں جانتے جو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کی ہیں۔

اب حلت وحرمت کی الگ الگ مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

حلت کی امثلہ:

نمبر 1. حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اُحِلَّتْ مَيْتَتَانِ وَدَمَانِ فَاَمَّا الْمَيْتَتَانِ فَالْحُوْتُ وَالْجَرَادُ وَاَمَّا الدَّمَانِ فَالْكَبِدُ وَالطِّحَالُ٥ (کنز العمال ج15 ص277)

ترجمہ: ہمارے لئے دو مردار اور دو خون حلال کر دیئے گئے دو مردار مچھلی اور ٹڈی اور دو خون جگر اور تلی ہیں۔

حالانکہ خدا فرماتا ہے۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِo

ترجمہ: تم پر مردار خون اور خنزیر کا گوشت حرام کر دیا گیا ہے۔

احکام شریعت میں اختیار:

خدا تعالیٰ کی طرف سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو احکام شریعت میں مکمل اختیار دیا گیا ہے، احکام خداوندی میں سے جس کو چاہیں کسی خاص آدمی کے لئے ساقط فرما دیں اور جس حکم کو چاہیں کسی خاص کے ساتھ کر دیں چنانچہ:۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی میں ہلاک ہو گیا آپ نے فرمایا کیسے عرض کی وَقَعْتُ عَلٰى امْرَأَتِي فِي رَمَضَانَ o میں ماہِ رمضان میں (روزے کی حالت میں) اپنی عورت کے ساتھ ہمبستری کر بیٹھا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ فَأَعْتِقْ رَقَبَةً ۔ ایک غلام آزاد کر دو، عرض کی میرے پاس غلام کہاں سے آیا فرمایا فَصُمْ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِo دو ماہ کے مسلسل روزے رکھو، عرض کی اتنی طاقت نہیں اس پر آپ نے فرمایا۔ فَاطْعِمْ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا۔ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دو عرض کی اتنی طاقت بھی نہیں۔ (اتنے میں) حضور علیہ السلام کے پاس کھجوروں سے بھری ہوئی ایک زنبیل لائی گئی۔ آپ نے فرمایا سائل کہاں ہے اس نے عرض کی حضور میں حاضر ہوں آپ نے فرمایا یہ کھجوریں لے جاؤ اور جا کر غریبوں میں تقسیم کر دو عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی ہم سے زیادہ

بھی غریب ہوگا، قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔ مدینہ میں کوئی گھر ہم سے زیادہ حاجت مند نہیں ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مسکرائے حتیٰ کہ آپ کے دانت مبارک ظاہر ہوگئے اور آپ نے فرمایا جاؤ اپنے اہل وعیال کو جا کر کھلا دو۔

(بخاری مصری ج 3 ص 289، مسلم شریف ج 1 ص 354)

غور کرو کہ جو آدمی جان بوجھ کر روزہ توڑے وہ ایک غلام آزاد کرے یا دو مہینے متواتر روزے رکھے اور یا پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ خدا تعالیٰ نے اپنے محبوب کو احکامِ شریعت کا مالک ومختار بنایا ہے چنانچہ حضور علیہ السلام نے بہت سے شرعی احکام نزولِ قرآن سے پہلے ہی جاری فرما دیئے تھے چنانچہ حرام و حلال عورتیں، حرام و حلال غذائیں، وضو اور غسل کے احکام ہجرت سے پہلے ہی دیئے جا چکے تھے ان کا نزولِ قرآن میں بعد ہجرت ہوا اگر ایسا نہ ہوتا تو مسلمانوں ہجرت سے پہلے وضو کیسے کرتے غسل کیوں کر کرتے اور نکاح وغذا کے احکام کیسے معلوم ہوتے۔

کنجی تمہیں دی اپنے خزانوں کی خدا نے
محبوب کیا مالک و مختار بنایا!

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

اِنَّ عَبْدَالرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ وَالزُّبَیْرَ بْنَ الْعَوَّامِ کَانَ فِیْ مُشَقَّةٍ عَظِیْمَةٍ مِنْ حِکَّةِ الْبَدْنِ فَرَخَّصَ لَهُمَا فِیْ لُبْسِ قَمِیْصِ الْحَرِیْرِ ٥

ترجمہ: بے شک عبدالرحمٰن بن عوف اور زبیر بن عوام کو جسمانی خارش کی سخت تکلیف تھی، حضور پُر نور شافع یوم النشور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو ریشمی قمیص پہننے کی رخصت دی۔

اگرچہ ریشم کا کپڑا پہننا مسلمان مردوں کے لئے ناجائز ہے چنانچہ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے۔

حُرِّمَ لِبَاسُ الْحَرِیْرِ وَالذَّھَبُ عَلٰی ذُکُوْرِ اُمَّتِیْ ○

ترجمہ: ریشم کا لباس اور سونا میری اُمت کے مردوں پر حرام کیا گیا۔

(ریاض الصالحین ج 1 ص 475)

لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور زبیر بن عوام کے لئے اس حرمت کو حلت میں بدل کر یہ ثابت فرما دیا کہ ہم جس کے لئے چاہیں حرام چیز حلال فرما دیں اور جس کے لئے چاہیں حلال چیز حرام کر دیں۔ جیسے کہ جنگ تبوک سے رہ جانے والے تین صحابہ کعب بن مالک، مرارہ بن ربیعہ اور ہلال بن امیہ پر ان کی منکوحہ بیویاں کچھ عرصہ کیلئے حرام فرما دیں۔

عمرہ بنت عبدالرحمٰن نے حضرت سہلہ سے روایت کی ہے کہ حضرت سہلہ ابو حذیفہ کی بیوی نے حضور علیہ السلام سے عرض کی یارسول اللہ ابو حذیفہ کا غلام سالم میرے گھر آتا ہے (میں کیا کروں) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تو اس کو اپنا دودھ پلاوے۔ حضرت سہلہ نے اس غلام سالم کو اپنا دودھ پلا دیا۔ حالانکہ وہ بڑی عمر والا تھا اور اس سے پہلے جنگ بدر میں شریک ہو چکا تھا۔

(جواہر البحار ج 1 ص 359، خصائص کبریٰ ج 2 ص 689)

دو سال کی عمر سے زائد بچے کو دودھ پلانا حرام ہے جیسے کہ فقہائے کرام نے تصریح فرمائی ہے چنانچہ مسئلہ یہ ہے کہ بچہ کو دو برس تک دودھ پلایا جائے اس سے زیادہ کی اجازت نہیں دودھ پینے والا لڑکا ہو یا لڑکی دو سال کی مدت پوری ہونے کے بعد بطور علاج بھی دودھ پلانا یا پینا جائز نہیں۔

(بہارِ شریعت ج 7 ص 30)

لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت سہلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اجازت اور رُخصت دے دی کہ وہ بڑی عمر والے بدری سالم کو اپنا دودھ پلا دے۔ یہ حضور علیہ السلام کے احکامِ شریعت کے مالک ہونے کی واضح دلیل ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرد اعرابی سے ایک گھوڑا خریدا آپ نے اس اعرابی کو اپنے پیچھے کرلیا تا کہ اسے اس کے گھوڑے کی قیمت ادا کر دیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چلنے میں سرعت کی اور اعرابی سست رفتار تھا بعض لوگوں نے اس اعرابی کے پاس آکر اس گھوڑے کا مول کیا اور وہ نہیں جانتے تھے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس گھوڑے کو خرید لیا ہے۔ بعض لوگوں نے آپ کی قیمت خرید سے زیادہ قیمت لگا دی اس پر اعرابی نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آواز دی اور کہا کہ اگر اس گھوڑے کو خریدنا چاہتے ہیں تو خرید لیں ورنہ میں اس کو فروخت کردوں۔ حضور علیہ السلام اس اعرابی کی آواز پر کھڑے ہوگئے اتنے میں وہ اعرابی قریب آپہنچا آپ نے اس سے فرمایا کیا میں نے تجھ سے گھوڑا نہیں خریدا اعرابی نے کہا واللہ میں نے ہرگز گھوڑا آپ کے ہاتھ فروخت نہیں کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بے شک میں نے تجھ سے گھوڑا خرید کر لیا ہے۔ اتنے میں وہاں ایک ہجوم اکٹھا ہوگیا اور حضور اور اعرابی دونوں اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھتے تھے۔ اعرابی نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ کوئی ایسا گواہ لائیں جو گواہی دے کہ واقعی آپ نے مجھ سے گھوڑا خریدا ہے۔ مسلمانوں میں سے جو آدمی بھی آیا اس نے کہا تجھے ہلاکت ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ سچ بولتے ہیں یہاں تک کہ حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے آپ نے فرمایا۔ اَنَا اَشْھَدُ اَنَّکَ بِعْتَہٗ میں گواہی دیتا ہوں کہ تم نے اسے فروخت کیا ہے۔ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خذیمہ سے فرمایا تم

کیسے گواہی دیتے ہو حالانکہ تم اس وقت ہمارے ساتھ نہ تھے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِنَّا نُصَدِّقُکَ بِخَبَرِ السَّمَآءِ اَفَلَا تُصَدِّقُکَ بِمَاتَقُوْلُ o ہم آسمانی خبروں میں آپ کی تصدیق کرتے ہیں تو اس ارشاد پر آپ کی تصدیق کیوں نہ کریں۔ فَجَعَلَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ آلِهٖ وَسَلَّمَ شَهَادَتَهٗ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ فِی الْقَضَایَا بِشَهَادَتِ رَجُلَیْنِ o حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت خذیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گواہی کو دو آدمیوں کی گواہی کے برابر قرار دے دیا۔ (نسائی شریف ج 2 ص 26، ابوداؤد ج 2 ص 508)

وَالْمَشْهُوْرُ اَنَّهٗ رَدَّالْفَرَسَ بَعْدَ ذَالِکَ عَلَی الْاَعْرَابِیْ فَمَاتَ مِنْ لَیْلَتِهٖ عِنْدَهٗo (حاشیہ نمبر 13، نسائی شریف ج2 ص201)

ترجمہ: مشہور یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وہ گھوڑا اعرابی کو واپس کر دیا وہ اس کے ہاں اسی رات مر گیا۔

سب سے پہلے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرآن جمع کیا اور زید بن ثابت نے لکھا لوگ حضرت زید کے پاس آتے آپ اس وقت آیت کو نہ لکھتے جب تک دو گواہ گواہی نہ دیتے سورہ براُت کی آخری آیات سوائے خزیمہ بن ثابت کے کسی سے نہ مل سکیں، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ آیات لکھ لو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس ایک کی شہادت کو دو کے برابر قرار دیا ہے۔ پس زید بن ثابت نے ان آیات کو قرآن میں لکھ دیا۔

(حاشیہ ابوداؤد شریف 6، ج 2 ص 508)

غور کرو قرآن مجید کا حکم تو یہ ہے کہ فَاَشْهِدُوْا ذَوِیْ عَدْلٍ مِّنْکُمْ کہ انصاف کرنے والے دو گواہ بناؤ مگر حضور علیہ السلام نے حضرت خذیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک گواہی کو دو کے برابر بنا دیا تا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ آپ کو یہ بھی

اختیار ہے کہ جس کسی کو چاہیں قرآن کے کسی حکم سے مستثنیٰ کر دیں۔

حضرت براٗ بن عازب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قربانی کے دن ہم لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا کہ جو شخص ہماری سی نماز پڑھے گا اور ہماری سی قربانی کرے گا۔ اس نے قربانی کی اور جو شخص نماز سے پہلے قربانی کرے گا وہ قربانی نہ ہوگی، گوشت کی بکری ہوگی، یہ سُن کر ابو بردہ بن نیار کھڑے ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے قبل اس کے کہ مکان سے نماز کے لئے باہر آؤں قربانی کر دی ہے میں نے یہ جانا کہ آج کا دن کھانے پینے کا ہے میں نے جلدی کی میں نے خود بھی کھانا کھایا اور اپنے پڑوسیوں کو بھی کھلایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ گوشت کی بکری ہے ابو بردہ نے عرض کی میرے پاس چھ ماہ کا بکری کا بچہ ہے جو گوشت کی دو بکریوں سے اچھا ہے کیا وہ بکری کا بچہ میری طرف سے قربانی کے لئے کافی ہو گا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ اِذْ بَحْھَا وَلَنْ تُجْزِیَ عَنْ اَحَدٍ بَعْدَکَ ٥ اس کو ذبح کر دو اور تیرے بعد کسی کے لئے ایسی قربانی جائز نہیں۔

(بخاری مصری ج 3 ص 316، خصائص کبریٰ ج 2 ص 688)

قربانی کے جانور تین قسم کے ہوتے ہیں اونٹ گائے اور بکری ہر قسم میں اس کی جتنی نوعیتیں ہیں سب داخل ہیں۔ بھینس گائے میں اور بھیڑ اور دنبہ بکری میں داخل ہے ان کی بھی قربانی ہوسکتی ہے۔ جہاں تک ان کی قربانی جائز نہیں، ہاں دنبہ یا بھیڑ کا بچہ جو چھ ماہ کا ہو مگر اتنا بڑا ہو کہ دور سے سال بھر کا دکھائی دے اس کی قربانی جائز ہے۔ (بہار شریعت ج 15 ص 139)

مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے خصوصی اختیارات سے کام لیتے ہوئے حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ کے لئے چھ ماہ کا بکری کا بچہ قربانی کے لئے

جائز قرار دے دیا۔

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رخصت دے دی تھی کہ وہ طلوع فجر کی بجائے طلوع شمس سے روزہ کی ابتدا کیا کریں چنانچہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روزے کی ابتداء آفتاب کے طلوع ہونے سے ہوتی تھی، اس سے قبل آپ کو کھانے کی اجازت تھی۔

(جواہر البحار ص 2 ص 64، کشف الغمہ ج 2 ص 50)

مقام غور ہے کہ خدا تعالیٰ تو ارشاد فرماتے ہیں۔

وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۝

ترجمہ: اور کھاؤ اور پیؤ یہاں تک کہ تمہارے لئے ظاہر ہو جائے سفیدی کا ڈورا سیاہی کے ڈورے سے پو پھٹ کر۔ (کنز الایمان)

یعنی طلوع فجر کے بعد کسی روزے دار کو اجازت نہیں کہ وہ اب سحری کھائے جو طلوع فجر کے بعد کھائے پیئے گا اس کا روزہ نہیں اس لئے کہ یہ ارشاد ربانی کی مخالفت ہے لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت انس کو کھانے کی اجازت دے دی، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے یہ رخصت اس بات کی دلیل ہے کہ سب لوگ تو قانونِ الٰہی کی پابند ہیں اور قانونِ الٰہی جنبش لب مصطفیٰ کا پابند ہے۔

ایک آدمی رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔

فَاَسْلَمَ عَلٰى اَنَّهٗ لَا يُصَلِّىْ اِلَّا صَلٰوتَيْنِ فَقَبِلَ ذٰلِكَ مِنْهُ ۝

ترجمہ: وہ اس شرط پر ایمان لایا کہ وہ صرف دو نمازیں پڑھے گا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی اس شرط کو قبول فرمالیا۔ (بذل المجہود ج 1 ص 248)

اس کی شرح میں مولوی خلیل احمد سہارنپوری نے لکھا ہے۔

اِنَّهٗ يَخُصُّ مَنْ شَاءَ بِمَا شَاءَ مِنَ الْاَحْكَامِ وَيُسْقِطُ عَمَّنْ شَاءَ مَاشَاءَ مِنَ الْوَاجِبَاتِo (بذل المجہور ج1 ص248)

ترجمہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام احکام میں سے جو حکم چاہیں جس کے ساتھ چاہیں خاص کر دیں اور واجبات میں سے جو چاہیں جس سے چاہیں ساقط کریں۔

مولوی خلیل احمد سہارنپوری نے اس بات کو لکھ کر اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام احکامِ شریعت میں تبدیلی کے مجاز ہیں خدا نے آپ کو مالک و مختار بنایا ہے، جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس صحابی کے لئے دو نمازوں کو پانچ کے قائم مقام کر دیا تو خدا نے یہ نہ فرمایا کہ اے محبوب میں نے تو پانچ فرض کی ہیں آپ نے میری اجازت کے بغیر تین کیسے معاف فرما دیں بلکہ خدا تعالیٰ کی خاموشی اس بات کی بین دلیل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کام خدا کا کام ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس صحابی سے تین نمازیں ساقط کرنا مرضی الٰہی کے مطابق تھا کہ گفتۂ او گفتۂ اللہ بود۔

تیری مرضی ہے تیرے خدا کی رضا تو نے جو بھی کہا بس وہی ہو گیا
منتظر رہتی ہے رحمت حق سدا کب اسے آقا تیرا اشارہ ملے

حرمت کی امثلہ:

خدا فرماتا ہے۔ نِسَاءُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْo

ترجمہ: تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں اپنی کھیتی کے پاس جیسے چاہو آؤ۔

لیکن غزوہ تبوک سے رہ جانے والے تین صحابہ کرام کعب بن مالک مرارہ بن ربیعہ اور ہلال بن امیہ پر ان کی بیویاں کچھ عرصہ کے لئے حرام فرما دیں۔ (ضیاء القرآن ج2 ص261)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضیَ اللہ تعالیٰ عنہا کی موجودگی میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے دوسری شادی حرام کر دی۔

حضرت مسور بن مخرمہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ آپ منبر پر تھے اور فرما رہے تھے کہ بنی ہشام بن مغیرہ نے مجھ سے اجازت مانگی کہ وہ اپنی لڑکی کا نکاح حضرت علی بن ابی طالب سے کر دیں، آپ نے تین مرتبہ فرمایا کہ میں ان کو اجازت نہ دوں گا سوائے اس صورت کے کہ علی المرتضیٰ میری بیٹی کو طلاق دے دیں اور بنی ہشام کی بیٹی سے نکاح کریں۔ میری بیٹی میرے گوشت کا ٹکڑا ہے جو شے اس کو ناپسند ہے وہ مجھے بھی ناپسند ہے جو چیز اس کو ایذا دے گی وہ مجھ کو ایذا دیتی ہے۔

(خصائص کبریٰ ج 2 ص 669)

ان احادیث پر غور کیجئے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی موجودگی میں دوسری شادی سے منع فرمایا تو آپ نے حضور سے یہ عرض نہیں کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اللہ تعالیٰ نے چار شادیوں کی اجازت دی ہے کہ **فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ** ٥ تو آپ کیوں منع فرما رہے ہیں۔ صرف اس لئے عرض نہیں کی کہ جانتے تھے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو احکام خداوندی میں تبدیلی کا اختیار ہے کہ جب چاہیں اپنے خصوصی اختیارات سے کوئی حکم کسی سے ساقط کر دیں۔ اس کی تفصیل آئندہ صفحات پر آرہی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا تعالیٰ کے نائب اور خلیفہ ہیں چنانچہ ابن تیمیہ نے لکھا ہے۔

وَقَدْ اَقَامَهُ اللّٰهُ مَقَامَ نَفْسِهٖ فِی اَمْرِهٖ وَنَهْيِهٖ وَاَخْبَارِهٖ وَبَيَانِهٖ فَلَا يَجُوْزُاَنْ يُفْرَقَ بَيْنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فِیْ شَيْئٍ مِّنْ هٰذِهِ الْاُمُوْرِ٥

(الصارم المسلول ص 41)

ترجمہ: اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو امر و نہی اطلاع دینے اور بیان میں اپنا قائم مقام بنایا ہے ان میں سے کسی چیز میں بھی اللہ اور رسول میں فرق کرنا جائز نہیں۔

آپ کے نائب مطلق ہونے کے دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

دلیل نمبر 1.

خدا فرماتا ہے۔ وَمَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ٥

ترجمہ: جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا۔

معلوم ہوا کہ رسول کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے۔

دلیل نمبر 2.

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى٥

ترجمہ: محبوب وہ خاک جو تم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی ہم نے پھینکی۔

معلوم ہوا کہ نبی کا پھینکنا خدا کا پھینکنا ہے۔

دلیل نمبر 3.

حضرت سعید بن معلّی نماز پڑھ رہے تھے۔ خدا کے رسول نے ان کو بلایا۔ انہوں نے جلدی سے نماز ختم کی اور بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے۔ آپ نے دیر سے آنے کی وجہ پوچھی عرض کی نماز پڑھ رہا تھا فرمایا کیا تم نے یہ آیت نہ پڑھی۔

يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ ؚ

ترجمہ: اے ایمان والو جب تمہیں اللہ اور رسول بلائیں تو حاضر ہو جاؤ۔

معلوم ہوا کہ رسول کا بلانا اللہ کا بلانا ہے۔

دلیل نمبر 4.

بیعت الرضوان کے موقعہ پر جب حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام نے صحابہ کرام سے بیعت لی تو خدا تعالیٰ نے فرمایا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُاللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ؚ

ترجمہ: بے شک وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں اور اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھ پر ہے۔

معلوم ہوا کہ رسول کی بیعت اللہ کی بیعت ہے اور رسول کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے۔

دلیل نمبر 5.

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ بنی نضیر کے موقع پر یہودیوں کے باغات سے درخت کاٹنے کا حکم دیا اس موقع پر خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَمَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَائِمَةً عَلٰى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ ؚ

ترجمہ: جو کھجور کے درخت تم نے کاٹ ڈالے یا ان کو اپنی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا یہ سب اللہ کے حکم سے ہے۔

معلوم ہوا کہ نبی کا حکم درخت کاٹنے کا خدا کا حکم تھا۔

دلیل نمبر 6.

حضرت عبداللہ بن رواحہ نے لیلۃ العقبہ کے وقت عرض کی یارسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ خدا کے لئے اور خود اپنے لئے جو بھی شرط چاہیں ہم سے منوا سکتے ہیں آپ نے فرمایا خدا کے لئے تو شرط یہ ہے کہ اسی کے بندے بنے رہو اس کی عبادت کرو اس کا کسی کو شریک نہ بناؤ اور خود اپنے لئے شرط یہ ہے کہ جن باتوں سے تم اپنی جانوں اور مال کی حفاظت کرتے ہو میرے لئے بھی اسی طرح خیر خواہ بنے رہو اس پر عبداللہ بن رواحہ نے پوچھا پھر ہمیں کیا ملے گا فرمایا کہ اس کا عوض جنت ہے خدا نے قرآن نازل فرمایا۔

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ۝

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں اور مالوں کو اس بات کے بدلے خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی۔

معلوم ہوا کہ نبی کا خریدنا خدا کا خریدنا ہے کیونکہ یہ سودا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہوا تھا۔

دلیل نمبر 7.

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کیا تو بعض لوگوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں نازیبا کلمات استعمال کر کے آپ کو اذیت دی اس پر خدا نے یہ آیت اتاری۝

(ابن کثیر ج 22 ص 35)

خدا فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّلَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا۝

ترجمہ: جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں

خدا کی لعنت ہے اور ان کے لئے نہایت ذلیل عذاب ہے۔

معلوم ہوا کہ رسول کو اذیت دینا خدا کو اذیت دینا ہے۔

دلیل نمبر 8.

حضرت مجاہد اور حسن فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے عید الاضحیٰ کے دن قربانی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے کر لی اس سے اس طرح منع کیا گیا۔

خدا فرماتا ہے۔

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌo

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

قربانی کرنے والوں نے تقدیم تو کی تھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر لیکن خدا نے فرمایا اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو۔ معلوم ہوا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آگے بڑھنا خدا سے آگے بڑھنا ہے۔

دلیل نمبر 9.

غزوہ اُحد کے موقع پر عتبہ بن ابی وقاص نے پتھر مار کر دائیں طرف کا نچلا دانت توڑ دیا اور نچلا ہونٹ زخمی کر دیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں دعا مانگی یا اللہ ایک سال نہ گزرنے پائے کہ عتبہ بن ابی وقاص کفر کی حالت میں مر جائے خدا تعالیٰ نے آپ کی دعا کو قبول فرمایا اور اسی دن وہ واصل جہنم ہوا اور وہ اس طرح کہ حاطب بن ابی بلتعہ نے عتبہ کی ساری کاروائی دیکھی تھی۔ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عتبہ کس طرف گیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشارہ کر کے بتایا کہ اس طرف گیا ہے۔ حضرت حاطب نے اس کو جالیا اور اس پر حملہ کر کے اسے جہنم رسید کیا اس کا گھوڑا اور تلوار لا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کر دی۔ آپ نے حاطب بن بلتعہ سے فرمایا۔ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْکَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْکَ۔ خدا تجھ سے راضی ہو گیا خدا تجھ سے راضی ہو گیا۔

(سیرت حلبیہ ج2ص246)

راضی تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوئے تھے لیکن آپ نے فرمایا تجھ سے خدا راضی ہو گیا۔ معلوم ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا راضی ہونا خدا کا راضی ہونا ہے۔

دلیل نمبر 10:

حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تورات کا ایک نسخہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں لائے اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ تورات کا نسخہ ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تورات کو پڑھنا شروع کیا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ متغیر ہونے لگا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھ کر کہا اے عمر گم کریں تجھے گم کرنے والیاں کیا تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے کو نہیں دیکھتے۔

فَنَظَرَ عُمَرُ اِلٰی وَجْهِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنْ غَضَبِ اللّٰهِ وَغَضَبِ رَسُوْلِهٖ رَضِیْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ نَبِیًّا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ

وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَوْ بَدَالَکُمْ مُوْسٰی فَاتَّبَعْتُمُوْہُ وَتَرَکْتُمُوْنِیْ لَضَلَلْتُمْ عَنْ سَوَاءِ السَّبِیْلِo (دارمی ج 1 ص 85)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رُخ انور کو دیکھا اور کہا میں اللہ اور اس کے رسول کی ناراضگی سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اور ہم اللہ کے رب ہونے پر اسلام کے دین ہونے پر اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نبی ہونے پر راضی ہو گئے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان ہے اگر موسیٰ علیہ السلام ظاہر ہو جائیں اور تم ان کی پیروی کرنے لگو تو تم سیدھے راستے سے بھٹک جاؤ گے۔

اس حدیث پر غور فرمائیں کہ حضرت عمر کے تورات پڑھنے سے ناراض تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوئے تھے لیکن فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں خدا کی پناہ مانگتا ہوں خدا اور اس کے رسول کی ناراضگی سے۔

معلوم ہوا کہ رسول کی ناراضگی خدا کی ناراضگی ہے۔

دلیل نمبر 11.

غزوہ طائف کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ سرگوشی میں دیر تک مصروف رہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آج آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بڑی لمبی سرگوشی فرمائی آپ نے فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سرگوشی میں نے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے۔

(طبرانی کبیر ج 2 ص 186)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرگوشی خدا سے سرگوشی ہے۔

دلیل نمبر 12.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب آپ بیمار ہوتے ہیں تو آپ اپنی جگہ صدیق کو امام بناتے ہیں آپ نے فرمایا میں ان کو امام نہیں بناتا بلکہ ان کو اللہ تعالیٰ امام بناتا ہے۔ (طبرانی اوسط ج 3 ص 404)

دلیل نمبر 13.

مالک نے کہا کہ میں نے براء بن عازب کو سونے کی انگوٹھی پہنے دیکھا لوگ ان سے کہتے تھے۔

آپ سونے کی انگشتری کیوں پہنتے ہیں حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے منع فرماتے ہیں۔ حضرت براء نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے مال غنیمت غلام ومتاع حاضر تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تقسیم فرمارہے تھے سب کچھ بانٹ دیا یہ انگوٹھی باقی رہ گئی حضرت نے نظر مبارک اُٹھا کر اپنے صحابہ کو دیکھا پھر نگاہ نیچی کر لی پھر نظر اُٹھا کر ملاحظہ فرمایا پھر نگاہ نیچی کر لی پھر نظر اُٹھا کر دیکھا اور مجھے بلایا اے براء میں حاضر ہوکر آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ سید اکرم نے انگوٹھی لے کر میری کلائی تھامی پھر فرمایا پہن لے جو تمہیں خدا اور اس کا رسول پہناتے ہیں۔ براء نے فرمایا تم لوگ کیونکر مجھے کہتے ہو کہ میں وہ چیز اتار دوں جسے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لے پہن لے جو تمہیں اللہ اور اس کا رسول پہناتے ہیں۔ (مسند امام احمد ج 4 ص 294)

دلیل نمبر 14.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ مَنْ لِكَعْبِ بْنِ لَا شْرَفِ فَاِنَّهٗ قَدْ آذَى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۔کعب بن اشرف کو قتل کرنے کے لئے کون تیار ہے کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دی ہے حضرت محمد بن مسلمہ کھڑے ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا آپ کو یہ پسند ہے کہ اسے میں قتل کر دوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں اس پر محمد بن مسلمہ نے عرض کی کہ میں اس سے ہیرا پھیری کی بات کروں آپ نے فرمایا ہاں اجازت ہے پس محمد بن مسلمہ کعب کے پاس گئے اور اس سے کہنے لگے اس مرد یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے صدقہ مانگا ہے اور ہمیں مشقت میں ڈالدیا ہے اور میں تیرے پاس قرض مانگنے آیا ہوں۔ کعب نے کہا اللہ کی قسم اس مرد سے تم اور مشقت میں پڑو گے محمد نے کہا چونکہ ہم اس کی اتباع کر چکے ہیں لہٰذا ہم یہ نہیں چاہتے کہ ہم اسے چھوڑ دیں حتیٰ کہ دیکھیں اس کا انجام کیا ہوتا ہے۔ محمد نے کہا کہ میں نے یہ ارادہ کیا ہے کہ تو مجھے قرض دے دے کعب نے کہا اچھا کیا چیز گروی رکھو گے انہوں نے کہا کہ تیرا کیا ارادہ ہے کعب نے کہا تم اپنی عورتیں میرے ہاں گروی رکھو۔ انہوں نے جواب دیا تم سب عربوں سے زیادہ حسین وجمیل ہو کیا تیرے ہاں اپنی عورتیں گروی رکھیں ۔کعب نے کہا اپنی اولاد میرے ہاں گروی رکھو محمد نے جواب دیا ہمارے بیٹوں کو طعنہ دیا جائے گا ہاں ہم اپنے ہتھیار تیرے ہاں گروی رکھیں گے کعب نے کہا اچھا ٹھیک ہے پھر اس سے عہد باندھا کہ وہ اس کے پاس حارث، ابوعبس اور عباد بن بشیر کو بھی لائے گا چنانچہ یہ سب رات کو کعب کے پاس پہنچے اور اس کو بلایا وہ ان کی طرف اترا کعب کی بیوی نے کہا میں ایسی آوازیں سنتی ہوں

گویا کہ وہ خون بہانے والوں کی آوازیں ہیں کعب ے کیا یہ محمد اور اس کا رضائی بھائی ابو نائلہ ہے بے شک کریم کو اگر رات کے وقت نیزے کی ضرب کے لئے بھی بلایا جائے تب بھی جواب دے گا محمد نے اپنے ساتھیوں سے کہا جب وہ آئے گا میں اپنا ہاتھ اس کے سر کی طرف بڑھاؤں گا پھر میں جب اس پر قابو پا لوں تو تم ہوشیاری سے اپنی تلواروں سے اسے قتل کر دینا کعب اس حال میں اترا کہ اس نے اپنی چادر کو بغل کے نیچے سے نکال کر کندھے پر ڈال رکھا تھا انہوں نے کہا ہم تجھ سے خوشبو محسوس کرتے ہیں کہنے لگا ہاں میرے پاس عرب کی حسین ترین عورتیں ہیں جو خوشبو استعمال کرتی ہیں۔ محمد نے کہا مجھے اجازت دے کہ میں تیرے سر کو سونگھوں کہا اجازت ہے محمد نے اپنے ساتھیوں کو بھی سونگھایا پھر کہا پھر اجازت دو اس نے اجازت دی اس وقت محمد نے سونگھا اور اس پر قابو پا لیا اور ساتھیوں سے کہا اسے قتل کر دو تو انہوں نے کعب کو قتل کر دیا پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ کر اس واقعہ کی خبر دی۔

(بخاری ج 2 ص 576، مسلم شریف ج 2 ص 110)

کعب بن اشرف نے سب و شتم تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیا اور آپ کو ایذا دی لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس نے اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دی ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ رسول کو اذیت دینا خدا کو اذیت دینا ہے۔

ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا تعالیٰ کے نائب مطلق ہیں اور خدا کے خلیفہ اعظم ہیں لہٰذا آپ میں خدائی اختیارات کی جھلک آنی چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ خدا نے آپ کو مالک و مختار بنا کر بھیجا ہے۔

کنجی تمہیں دی اپنے خزانوں کی خدا نے
محبوب کیا مالک و مختار بنایا

ہم میلاد کیوں مناتے ہیں؟

دلیل نمبر1.

خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:۔

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ۝

ترجمہ: تم فرما دو کہ لوگوں کو چاہیے کہ وہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت کے ملنے پر خوشی منائیں۔

معلوم ہوا کہ جب خدا کی طرف سے اس کا فضل اور اس کی رحمت مل جائے تو اظہار مسرت کرنا منشاء الٰہی ہے اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کی طرف سے اس کا فضل ورحمت بن کر آئے ہیں چنانچہ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ ۝

ترجمہ: اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو تم نقصان والوں میں سے ہو جاتے۔

مولانا نعیم الدین مراد آبادی نے اپنی تفسیر خزائن العرفان میں لکھا کہ یہاں فضل حق و رحمت الٰہی سے مراد حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ہے۔

دوسرے مقام پر خدا فرماتا ہے۔

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝

ترجمہ: اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو چند قلیل لوگوں کے سوا باقی تم شیطان کے متبع ہو جاتے۔

یہاں بھی فضل ورحمت سے مراد ذاتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

ایک اور مقام پر خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًاo

ترجمہ: اور مومنوں کو بشارت دے دیجئے کہ ان کے لئے اللہ کی طرف سے بڑا فضل ہے۔

یہاں فضل سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد خداوندی ہوتا ہے۔

وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْكُمْo

ترجمہ: اللہ کا نبی تم میں سے ایمان والوں کے لئے رحمت ہے۔

ان آیات سے ثابت ہوا کہ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خدا کا فضل بھی ہیں اور اس کی رحمت بھی ہیں اور آپ ربیع الاول میں خدا کا فضل ورحمت بن کر ہمیں ملے ہیں اس لئے ہم اس مہینے میں محفل میلاد منا کر خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔

اس جان بہار کی آمد سے ہر ایک روش ہر گلشن میں
کھلتے ہیں شگوفے رحمت کے انوار کی کثرت ہوتی ہے

دلیل نمبر 2.

جشن میلاد مصطفیٰ ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اظہار مسرت و خوشی کا نام ہے۔ جس سے کافر بھی مستفید ہوا ہے چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ:

حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ ثوبیہ ابولہب کی کنیز تھی جسے اس نے (حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیدائش کی خوشی میں) آزاد کیا تھا۔ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دودھ بھی پلایا تھا۔ ابولہب کے مرنے کے بعد اس کے بعض اہل (حضرت عباس رضی اللہ عنہ) نے اسے بہت بُری حالت میں خواب میں دیکھا اور اس سے پوچھا مرنے کے بعد تیرا کیا حال ہے۔ ابولہب نے کہا تم سے

جدا ہو کر میں نے کوئی راحت نہیں پائی سوائے اس کے کہ میں تھوڑا سا سیراب کیا جاتا ہوں اس لئے کہ میں نے (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں) ثوبیہ کو آزاد کیا تھا۔ (بخاری شریف ج 2 ص 764)

اس کی شرح میں فتح الباری میں ہے کہ:

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ابولہب مر گیا تو میں نے ایک سال بعد اسے خواب میں دیکھا کہ وہ بہت بہت بُرے حال میں ہے اور کہہ رہا ہے کہ تمہارے بعد مجھے کوئی راحت نصیب نہیں ہوئی لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ ہر پیر کے دن مجھ سے عذاب کی تخفیف کی جاتی ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ اس وجہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیر کے دن پیدا ہوئے۔ اب اس واقعہ پر مخالفین کی طرف سے دو اعتراض کئے جاتے ہیں۔

اعتراض اوّل:

جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے یہ خواب دیکھا تو اس وقت آپ کافر تھے اور کافر کا خواب معتبر نہیں ہوتا۔

جواب: اسیران بدر کے بارے میں یہ بات طے ہوگئی کہ ان سے فدیہ لے کر ان کو چھوڑ دیا جائے۔ ان میں سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ مالدار تھے بعض انصاریوں نے عرض کی کہ ہم چاہتے ہیں کہ عباس رضی اللہ عنہ کا فدیہ معاف کر دیا جائے لیکن مساوات کے علمبردار رسول نے فرمایا ایک چونی بھی کم نہ کی جائے قریش نے فدیے کی رقم دے کر اپنے آدمیوں کو بھیجا ہر ایک نے اپنے قیدی کی من مانی رقم وصول کی حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مسلمان ہی تھا آپ نے فرمایا مجھے تمہارے اسلام کا علم ہے اگر تمہارا یہ قول درست ہے تو اللہ تجھے اس کا بدلہ دے گا لیکن چونکہ احکام ظاہر پر

ہیں اس لئے تم بھی فدیہ ادا کرو بلکہ اپنے دونوں بھتیجوں نوفل بن حارث اور عتیق بن ابی طالب کا فدیہ بھی ادا کرو۔ انہوں نے عرض کی میرے پاس تو اتنا مال نہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ مال کہاں گیا جو تم اور تمہاری بیوی ام فضل نے زمین میں دفن کر دیا ہے یہ سن کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زبان سے بے ساختہ نکلا۔

اَشْھَدُاَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْھَدُ اِنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

خیال آیا مسلماں نیک و بد پہچان جاتے ہیں
محمد (ﷺ) آدمی کے دل کی باتیں جان جاتے ہیں

جناب حضرت عباس پہ رعشہ ہوا طاری
کہ پیغمبر تو رکھتا ہے دلوں کی بھی خبر داری

ابولہب کی موت واقعہ بدر کے ایک سال بعد ہوئی ہے اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ متذکرہ خواب سے قبل ہی مسلمان ہو چکے تھے اور آپ نے خواب اسلام کی حالت میں دیکھا ہے۔ لیکن اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ آپ نے یہ خواب کفر کی حالت میں دیکھا ہے تو از روئے قرآن یہ بات برحق ہے کہ کافر کا خواب بھی سچا ہو سکتا ہے چنانچہ خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو جب قید کر دیا گیا تو ان کے ساتھ دو جوان بھی قید ہوئے ان دونوں نے قید کی حالت میں خواب دیکھے ایک نے یہ خواب دیکھا کہ:

قَالَ اَحَدُھُمَا اِنِّیْ اَرٰنِیْ اَعْصِرُ خَمْرًا ۝

ترجمہ: ان میں سے ایک بولا کہ میں نے خواب دیکھا کہ شراب نچوڑتا ہوں۔

دوسرے نے خواب یہ دیکھا کہ:

وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّیْ اَرٰنِیْ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِیْ خُبْزًا تَاْکُلُ الطَّیْرُ مِنْهُ ۝

ترجمہ: اور دوسرا بولا میں نے خواب دیکھا کہ میرے سر پر کچھ روٹیاں ہیں جن میں سے پرندے کھاتے ہیں۔

پھر ان دونوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے ان خوابوں کی تعبیر پوچھی آپ نے ان کو کہا کہ جس نے شراب نچوڑی ہے وہ بادشاہ کا ساقی مقرر ہو جائے گا اور جس کے سر پر روٹیاں تھیں اس کے خواب کی تعبیر یہ ہے کہ اس کو تختہ دار پر لٹکا دیا جائے گا اور پرندے اس کا سر کھائیں گے ان دونوں نے خوابوں کی تعبیر سن کر کہا کہ ہم نے تو کوئی خواب نہیں دیکھا ہم تو ہنسی کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا تم نے خواب دیکھا ہے یا نہیں مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں اب تو واقعہ ایسا ہی ہوگا جیسا میں نے کہہ دیا ہے۔

چنانچہ آپ کے ارشاد کے مطابق ایک بادشاہ کا ساقی مقرر ہو گیا اور دوسرے کو سولی پر لٹکا دیا گیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کے خواب سننے کے بعد ان کو ایمان کی دعوت دی۔ معلوم ہوا انہوں نے خواب کفر کی حالت میں دیکھے جو سچے ثابت ہوئے۔ معلوم ہوا کہ کافر کا خواب بھی سچا ہو سکتا ہے۔

بغداد میں ایک شخص تھا جو ہر سال میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محفل کرتا تھا اور اس کے پڑوس میں ایک یہودی عورت نہایت بد اور متعصب رہتی تھی اس نے اپنے شوہر سے تعجب سے پوچھا کہ ہمارے مسلمان ہمسایہ کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ ہمیشہ اس مہینے میں بہت بڑی دولت اور مال و زر فقیروں اور مسکینوں پر خرچ کر دیتا ہے اور قسم قسم کے کھانے تیار کر کے کھلاتا ہے اس کے شوہر نے اس سے کہا غالباً یہ مسلمان یہ گمان رکھتا ہے کہ اس کے نبی اس مہینے میں پیدا ہوئے ہیں تو یہ ان کی پیدائش کی خوشی میں یہ سب کچھ کرتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ اس سے اس کے نبی مسرور اور خوش ہو جاتے ہیں لیکن یہودی عورت نے اس بات کا

انکار کیا جب یہودی عورت رات کو سوئی تو اس نے خواب دیکھا کہ اچانک بہت ہی نورانی شخص تشریف لائے ہیں اور ان کے ساتھ ان کے صحابہ کی بہت بڑی جماعت ہے اس نے یہ دیکھ کر تعجب کیا اور ان کے کسی صحابی سے پوچھا یہ کون شخص ہے جنہیں میں تم سب سے زیادہ باعزت و بزرگ دیکھ رہی ہوں انہوں نے فرمایا یہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جن کے آنے سے:

ناگہاں ساکن ہواؤں میں روانی آ گئی
اور چمن کے پتے پتے پر جوانی آ گئی
رحمت حق کو یکایک اک بہانہ مل گیا
آمنہ کو کنت کنزاً کا خزانہ مل گیا
حضرت حسینؓ کو بے مثل نانا مل گیا
ہم گنہگاروں کو بخشش کا بہانہ مل گیا

پھر اس یہودیہ نے کہا کیا یہ مجھ سے بات کریں گے اگر میں ان سے کچھ کہوں صحابہ نے فرمایا ہاں تو اس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بڑھنے کا قصد کیا اور سامنے آ کر سلام عرض کر کے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے اللہ کی بندی لبیک اس پر یہودیہ رونے لگی آپ مجھے کیوں جواب دیتے ہیں حالانکہ میں آپ کے مذہب پر نہیں ہوں آپ نے فرمایا میں نے تجھے اس لئے سلام کا جواب دیا ہے کہ میں نے جان لیا ہے کہ خدا تمہیں ہدایت دینے والا ہے۔ پھر اس عورت نے آپ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کر لیا اور کہا اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ پھر اس کی آنکھ کھل گئی وہ اپنے اس خواب سے از حد خوش تھی کہ اس نے سید انام کی زیارت کی اور چونکہ اس نے خواب ہی میں عہد کر

لیا تھا کہ اگر میں نے صبح کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنا مال و زر قربان کر دوں گی اور آپ کی محفل میلاد منعقد کروں گی پھر جب اس نے صبح کی تو اپنے عہد کو پورا کرنے کا ارادہ کیا تو اس وقت اس نے دیکھا کہ اس کا شوہر بھی بہت ہشاش بشاش ہے اور اپنا تمام مال و زر قربان کرنے پر آمادہ ہے اس نے اپنے شوہر سے کہا کیا وجہ ہے کہ تمہیں ایک نیک کام میں راغب دیکھ رہی ہوں اس نے جواب دیا یہ تصدیق اس ذات کے لئے ہے جس کے ہاتھ مبارک پر تم ایمان لا چکی ہو اس نے پوچھا تمہیں کیسے پتہ چلا اس نے کہا جس کریم ذات نے تجھے اسلام کی دولت بخشی اسی نے مجھے تیرے باطنی حالات کی خبر دی ہے اس عورت نے کہا اللہ ہی تمام حمد کا سزاوار ہے جس نے ہم دونوں کو امت محمدیہ میں سے کر دیا۔

(المیلاد النبی ﷺ ص58)

اس یہودیہ کافرہ نے خواب دیکھا جو سچا ثابت ہوا معلوم ہوا کہ کافر کا خواب بھی سچا ہو سکتا ہے۔

اعتراض دوئم:

ابولہب نے عالم برزخ سے خبر دی کہ مجھے پانی ملتا ہے ہو سکتا ہے کہ اس نے جھوٹ بولا ہو لہٰذا یہ حدیث قابل اعتماد نہیں۔

جواب: جب انسان مر جاتا ہے اور اسے قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں جن کو منکر نکیر کہتے ہیں یہ دونوں فرشتے قبر میں اس مرنے والے سے تین سوالات کرتے ہیں۔ تیرا رب کون ہے تیرا دین کیا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کرا کے پوچھا جاتا ہے کہ ان کے بارے میں تو کیا کہتا تھا اگر وہ مرنے والا مومن ہے تو کہتا ہے میرا رب اللہ ہے میرا دین اسلام ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کر کے زبان حلال

سے کہتا ہے۔

آج حسرت ہوئی دل کی پوری کیوں نہ جی بھر کے کرلوں زیارت
اے فرشتو قبر میں نہ آنا میری سرکار آئے ہوئے ہیں

اور اگر وہ مرنے والا کافر ہے تو وہ تینوں سوالوں کے جواب میں کہتا ہے:
هَاهَا لَا اَدْرِیْ۔ یعنی میں نہیں جانتا خدا کونسا ہے میں نہیں جانتا دین کیا ہے اور میں نہیں جانتا نبی کون ہے۔ اب اگر کافر عالم برزخ میں جھوٹ بول سکتا ہوتا تو چاہیے یہ تھا کہ فرشتے کہتے کہ یہ جھوٹ بول رہا ہے یہ خدا کو بھی جانتا ہے دین کو بھی جانتا ہے اور نبی کو بھی جانتا ہے اور اس کی قبر میں جنت کی طرف کھڑکی کھول دیتے۔ پس معلوم ہوا کہ کافر کو سچا سمجھ کر اس کی قبر میں جہنم کی طرف کھڑکی کھول دی جاتی ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ کافر جب عالم برزخ میں ہوتا ہے تو وہ جھوٹ نہیں بول سکتا لہٰذا ابو لہب نے جھوٹ نہیں بولا اس نے سچ کہا کہ مجھے پیر کے دن پانی ملتا ہے۔

دلیل نمبر 3.

خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا۔
اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَآخِرِنَا٥

ترجمہ: اے اللہ ہمارے پروردگار ہم پر آسمان سے ایک خوان نازل فرما تا کہ وہ (خوان کے آنے کا دن) ہمارے اگلوں اور پچھلوں کے لئے عید ہو۔

مقام غور ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خوان کے اترنے کے دن کو اگلوں اور پچھلوں کے لئے عید کا دن قرار دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عیسائی آج تک اتوار کے دن چھٹی کرتے ہیں اور خوشیاں مناتے ہیں کیوں کہ اس دن خوان اترا تھا۔ جس دن خوان اترے وہ تو پیغمبر خدا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزدیک

یوم عید ہے اور جس دن اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائیں وہ دن مسلمانوں کے لئے عید کا دن کیوں نہ ہو گا۔

حضرت طارق بن شہاب فرماتے ہیں کہ ایک یہودی حضرت امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا یا امیر المومنین آپ کی کتاب قرآن میں ایک آیت ہے اگر وہ ہم یہودیوں پر نازل ہوتی تو ہم اس کے نزول کے دن کو عید مناتے فرمایا کون سی آیت اس نے کہا۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ ۔فرمایا میں اس دن اور اس مقام کو جس میں وہ نازل ہوئی تھی جانتا ہوں وہ مقام عرفات اور وہ دن جمعہ تھا اس سے آپ کی مراد یہ تھی کہ ہمارے لئے بھی وہ دن عید کا ہے۔ (بخاری شریف)

جس دن قرآن کی ایک آیت نازل ہوئی وہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک عید کا دن ہے تو جس دن صاحب قرآن تشریف لایا وہ بھی یقیناً عید کا دن ہے۔

کونین کے گوشے گوشے پر چھائی ہوئی رحمت ہوتی ہے
محبوب خدا کی دنیا میں جب عید ولادت ہوتی ہے

دلیل نمبر 4.

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ جب کوئی آپ کی تعریف میں رطب اللسان ہوتا آپ اس پر خوش ہوتے اور اسے انعام سے سرفراز فرماتے چنانچہ جب غزوہ حنین میں مشرکوں کو شکست ہوئی تو مالک بن عوف نے بھاگ کر طائف میں پناہ لی رسول خدا نے فرمایا اگر مالک بن عوف مسلمان ہو کر ہماری بارگاہ میں حاضر ہو جائے تو ہم اس کا مال اور اہل و عیال واپس کر دیں گے جب اس تک یہ بات پہنچی تو حاضر خدمت ہوا اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جعرانہ سے کوچ فرما چکے تھے پھر اس نے اسلام قبول

کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا مال اور اہل وعیال واپس کر دیئے بلکہ تالیف قلب کے لئے اپنی طرف سے اس کو سو اونٹ بھی عطا فرمائے مالک بن عوف نے آپ کی شان میں قصیدہ لکھا جس کے دو شعر یہ ہیں۔

مَا اِنْ رَاَیْتُ وَلَا سَمِعْتُ بِوَاحِدٍ
فِیْ النَّاسِ کُلِّهِمْ کَمِثْلِ مُحَمَّدٍ(ﷺ)
اَوْفٰی فَاَعْطٰی لِلْجَزِیْلِ لِمُجْتَدٰی
وَحَتّٰی تَشَاءُ یُخْبِرُکَ عَمَّا فِی غَدٍ

(الاصابہ ج 3 ص 352)

ترجمہ: میں نے تمام جہان کے لوگوں میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثل نہ کوئی دیکھا نہ سنا وہ سب سے زیادہ وفا فرمانے والے سب سے زیادہ سائل کو کثیر نفع عطا کرنے والے ہیں۔

یہ قصیدہ سن کر فَقَالَ لَهٗ خَیْراً وَکَسَاهُ حُلَّةً۔ آپ نے اس کے حق میں خیر کی دعا کی اور اسے حلہ پہنایا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ:

(۱) صحابی رسول حضرت مالک بن عوف کا عقیدہ تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے مثل ہیں کوئی انسان ان کی مثل نہیں ہو سکتا اور یہی عقیدہ ہم اہل سنت کا ہے۔ معلوم ہوا کہ ہمارا عقیدہ وہی ہے جو صحابی رسول کا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سن کر خوش ہونا اس بات کی بین دلیل ہے کہ یہ عقیدہ قرآن و سنت کے مطابق ہے۔

تیرا قد تو نادر دہر ہے کوئی مثل ہو تو مثال دے
نہیں گل کے پودوں میں ڈالیاں کہ چمن میں سرو چماں نہیں

(ب) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی مالک بن عوف نے فرمایا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کل کی خبر بھی دیتے ہیں اور یہ بات سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خوش ہونا بھی اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ کا رسول کل کی خبر جانتا ہے بالکل قرآن و حدیث کے مطابق ہے چنانچہ اہل سنت و جماعت کا یہی عقیدہ ہے۔

(ج) حضور علیہ السلام نے اپنی تعریف میں قصیدہ سن کر اپنے صحابی مالک بن عوف کو حلہ عطا فرمایا اور اس کے حق میں کلمات خیر کہے ہم بھی محفل میلاد میں نثر اور نظم کی صورت میں آپ کی تعریف کرتے ہیں تا کہ آپ خوش ہو جائیں اور ہمارے لئے دعا فرما دیں۔

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی میں نے روم کے شہر انطاکیہ میں کثرت سے بارش ہوتی دیکھی ہے آپ نے فرمایا اس شہر میں ایک غار ہے جس میں حضرت موسیٰ کی تورات کے ٹکڑے آپ کا عصا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا دستر خوان ہے جب بادل اس غار کے مقابل آتا ہے تو اپنی ساری برکت نازل کر دیتا ہے۔

(تاریخ بغداد ج 9 ص 471)

جہاں انبیاء کرام کے تبرکات اور حضرت سلیمان کا دستر خوان ہو وہاں خدا کی برکتوں کا نزول ہوتا ہے تو جس مالک بن عوف نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حلہ پہنا ہو گا اس پر خدا کی کتنی برکات کا نزول ہوا ہو گا۔

دلیل نمبر 5.

خدا تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کا حکم دیا ہے خدا فرماتا ہے۔ وَآمَنتُم بِرُسُلِي وَعَزَّرْتُمُوهُمْ۔

میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور ان کی تعظیم کرو۔

ایک اور مقام پر فرمایا۔ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ۔ اس کی تعظیم وتوقیر کرو۔ بلکہ نجات کا انحصار آپ کی تعظیم وتوقیر پر ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

فَالَّذِيْنَ آمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْ اُنْزِلَ مَعَهٗ اُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ٥

ترجمہ: پس وہ جو اس پر ایمان لائے اور اس کی تعظیم کی اور اس کی مدد کی اور اس نور کی اتباع کی جو اس کے ساتھ نازل ہوا وہی لوگ فلاح یافتہ ہیں۔

اور جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کرتا ہے اس کو کیا صلہ ملتا ہے اس کے لئے ذیل کے دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

(ا) جو لوگ رسولِ خدا سے گفتگو کرتے وقت ادب واحترام کو ملحوظ خاطر رکھتے تھے ان کو اس ادب کی وجہ سے گناہوں کی مغفرت کا پروانہ مل گیا خدا فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ٥

ترجمہ: جو لوگ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور دبی آواز سے بولا کرتے ہیں وہی لوگ ہیں کہ اللہ نے پرکھ لیا ہے ان کے دلوں کو پرہیز گاری کے لئے ان کے لئے مغفرت اور اجر عظیم ہے۔

(ب) جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں فرعون کے جادوگر آئے تو انہوں نے آپ کا ادب کرتے ہوئے آپ سے پوچھا کہ پہلے آپ اپنے فن کا مظاہرہ کریں گے یا ہم اپنے فن کا مظاہرہ کریں اللہ کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس ادب کا نتیجہ یہ ہوا کہ خدا تعالیٰ نے ان

کو ایمان کی دولت سے سرفراز فرمایا اور انہوں نے سجدہ کیا اور اس وقت تک سجدے سے سر نہیں اُٹھایا جب تک جنت میں اپنے مکانات کو نہیں دیکھ لیا۔ (مظہری ج 6 ص 152)

(ج) حضرت وہب بن منبہ سے روایت ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جو دو سو سال تک فسق و فجور میں مبتلا رہا تمام لوگ اس کے فسق و فجور سے تنگ تھے جب وہ مر گیا تو لوگوں نے اسے کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پر ڈال دیا اسی وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی کہ آج ہمارا ایک دوست دنیا سے انتقال کر گیا ہے لوگوں نے اسے کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پر ڈال دیا ہے ابھی جاؤ اور اس کے کفن و دفن کا انتظام کرو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی یا اللہ بنی اسرائیل گواہی دے رہے ہیں کہ اس نے دو سال تک تری نافرمانی کی ہے خدا نے فرمایا وہ ایسا ہی تھا لیکن۔

كُلَّمَا نَشَرَ التَّوْرَاتَ وَنَظَرَ اِلٰى اِسْمِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قَبَّلَهٗ وَضَعَهٗ عَلٰى عَيْنَيْهِ وَصَلّٰى عَلَيْهِ فَشَكَرْتُ ذَالِكَ لَهٗ وَغَفَرْتُ ذُنُوْبَهٗ وَزَوَّجْتُهٗ سَبْعِيْنَ حُوْرَاءَ ٥ (حلیہ ج 4 ص 42)

جب وہ تورات کھولتا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام مبارک کو دیکھتا اس کو چوم کر آنکھوں پر لگاتا اور آپ پر درود شریف پڑھتا میں اس نے اس عمل کو قبول کیا اور اس کے تمام گناہوں کو معاف کر دیا اور ستر حوروں سے اس کی شادی کر دی۔

اس روایت سے پتہ چلا کہ اس فاسق و فاجر کے دو سال کے گناہ کی معافی اور ستر حوروں سے شادی صرف اس لئے ہوئی کہ اس نے ادب و احترام کرتے ہوئے آپ کے نام مبارک کو چوما اور آپ پر درود شریف پڑھا۔ اور

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تعظیم کی ایک صورت میلاد شریف بھی چنانچہ سید احمد دحلان مکی نے الدراسنیہ میں لکھا ہے۔

وَمِنْ تَعْظِيْمِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ الْفَرْحُ بِلَيْلِ وِلَادَتِهٖ وَقِرَأَةِ الْمَوْلِدِ.

ترجمہ: آپ کی ولادت کی رات خوشی منانا اور میلاد پڑھنا یہ بھی آپ کی تعظیم ہے۔لہٰذا میلاد کا منکر درحقیقت تعظیم رسول کا منکر ہے۔

تعظیم کا منکر شیطاں تھا وہ دیو لعین مردود ہوا
توقیر نبی جو کرتے نہیں خوار ان کی جماعت ہوتی ہے
ادب نبی تھیں تو مومن ہوویں بے ادب سرون کمینے
بے ادباں دی بخشش ناہیں توڑے مرن اوہ وچہ مدینے

دلیل نمبر 6.

بعض لوگ میلاد کے بارے میں عوام کو یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ ایسی محافل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں منعقد نہ ہوتی تھیں لہٰذا محفل میلاد بدعت ہے اور حدیث میں ہے کہ کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ ۔ ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں ہے لہٰذا محفل میلاد کو بدعت سیئہ میں شمار کر کے اس کا کرنا حرام سمجھتے ہیں لیکن یہ بالکل غلط ہے امام شافعی نے فرمایا۔

مَا اَحْدَثَ وَخَالَفَ كِتَابًا اَوْسُنَّةً اَوْ اِجْمَاعاً اَوْ اَثَرًا فَهُوَا لْبِدْعَةُ الضَّالَّةُ وَمَا اَحْدَثَ مِنَ الْخَيْرِ وَلَمْ يُخَالِفْ شَيْئًا مِنْ ذَالِكَ فَهُوَ الْمَحْمُوْدُo (الحاوی ج 1 ص 192)

ترجمہ: جو نئی چیز کتاب یا سنت یا اجماع یا اثر کے خلاف ہو وہ بدعت ضلالت

ہے اور جس نئی چیز میں خیر ہو اور وہ ان میں سے کسی کے خلاف نہ ہو وہ محمود ہے۔

معلوم ہوا کہ بدعت کی دو اقسام ہیں بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ بدعت سیئہ حرام ہے اور بدعت حسنہ جائز ہے اگر ہر بدعت حرام ہے تو قرآن کا جمع کرنا اعراب لگانا نماز تراویح باجماعت ادا کرنا کفار کے ساتھ توپ خانے سے جنگ کرنا وغیرہ سب حرام ہونا چاہیے فاروق اعظم نے باجماعت تراویح کے متعلق فرمایا نِعْمَةُ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ یہ ایک اچھی بدعت ہے۔

اسلام کی کوئی عبادت بدعت حسنہ سے خالی نہیں مثلاً ایمان کی دو صفات مجمل اور مفصل چھ کلمے قرآن کے تیس پارے زبان سے نماز کی نیت روزہ رکھنے اور کھولنے کی دعا پڑھنا رائج الوقت سکہ میں زکوٰۃ ادا کرنا حج کا سفر جہاز میں کرنا۔ طریقت کے چار سلسلے شریعت کے چار سلسلے وغیرہ یہ سب بدعت حسنہ ہیں اور بدعت حسنہ کا ثبوت مسلم کی حدیث میں موجود ہے حدیث یہ ہے کہ:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لشکر اسلام کہیں روانہ فرمایا اور ایک آدمی کو اس لشکر پر امیر بنایا یہ امیر جب لشکر کو نماز پڑھاتا تو ہر رکعت میں اپنی قرأت قل شریف پر ختم کرتا یعنی وہ ہر رکعت میں آخر میں قل شریف ضرور پڑھتا جب وہ لشکر آیا تو اس کے لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اس بات کا ذکر کیا آپ نے فرمایا اس امیر سے پوچھو کہ اس نے ایسا کیوں کیا ہے۔ جب اس سے پوچھا گیا تو اس نے جواب دیا قل شریف رحمٰن کی صفت ہے اس لئے میں اس کے پڑھنے کو محبوب جانتا ہوں آپ نے فرمایا۔ اَخْبِرُوْهُ اَنَّ اللّٰهَ یُحِبُّهٗ۔ اسے خبر دو کہ خدا اس سے محبت کرتا ہے۔ (مسلم شریف ج 1 ص 271)

ہر رکعت میں قل شریف نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ پڑھتے تھے

اس صحابی نے اپنی طرف سے یہ نیا کام نکالا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع نہ فرمایا۔ معلوم ہوا کہ بدعت حسنہ کا ثبوت حدیث میں موجود ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدعت حسنہ کو سنت کا نام دیا ہے فرمایا مَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهٗ اَجْرُهَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهٗ ○

(مسلم شریف ج1 ص327)

جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ ایجاد کیا اس کو اس کا ثواب ملے گا بعد میں اس طریقے پر عمل کرنے والوں کے برابر بھی ثواب ہوگا۔

یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ ہر وہ نیا کام جو شریعت میں منع نہ ہو اور اس کو عام مسلمان کار ثواب سمجھ کر کرتے ہوں جیسے محفل میلاد تو اس کے کرنے والا ثواب پائے گا کیونکہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔

مَارَاٰهُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَاللّٰهِ حَسَنٌ ○

ترجمہ: جس کام کو مومن اچھا جانیں وہ خدا کے نزدیک بھی اچھا ہوتا ہے۔

مسلمان میلاد کو اچھا سمجھ کر کرتے ہیں لہٰذا یہ کام خدا کے نزدیک بھی اچھا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ محفل میلاد اگرچہ بدعت ہے لیکن بدعت حسنہ ہے جو سنت کا درجہ رکھتی ہے اور اسے نیت خیر سے کرنا باعث ثواب ہے عبادت ہے۔

تحمید خدا توصیف نبی تسبیح و ثنا تعظیم نبی
میلاد نبی کی ہر محفل عنوان عبادت ہوتی ہے

دلیل نمبر 7.

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ○

ترجمہ: اور سب کچھ ہم رسولوں کی خبریں تمہیں سناتے ہیں تا کہ تمہارا دل

ٹھہرائیں۔

معلوم ہوا کہ رسولوں کے ذکر سے دل کو سکون ملتا ہے تو رسولوں کے سردار کے ذکر سے بطریق اولیٰ دل کو سکون ملتا ہے۔ دلائل ملاحظہ ہوں۔

(ا) خدا فرماتا ہے۔ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا الرَّسُوْلًاo

اللہ نے تمہاری طرف رسول نازل کیا جو ذکر ہے۔ ثابت ہوا کہ آپ خدا کا ذکر ہیں اور خدا فرماتا ہے۔ اَلَا بِـذِكْـرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبِ o خدا کے ذکر سے دلوں کو سکون ملتا ہے۔

(ب) حدیث قدسی میں ہے۔

جَعَلْتُکَ ذِكْرًا مِنْ ذِكْرِیْ فَمَنْ ذَكَرَكَ فَقَدْ ذَكَرَنِیْ.

ترجمہ: میں نے تیرے ذکر کو اپنا ذکر بنایا جس نے تیرا ذکر کیا اس نے میرا ذکر کیا اور خدا کے ذکر سے دل کو چین آتا ہے۔

(ج) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام ہندوستان میں نازل ہوئے ان پر وحشت طاری ہوئی جبریل امین نازل ہوئے اور انہوں نے اذان کہی اور اس میں دو مرتبہ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہا حضرت آدم علیہ السلام کو سکون میسر ہوا۔ (خصائص کبریٰ ج 1 ص 12)

(د) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لاؤ اور اپنی امت کو بھی حکم دو کہ وہ آپ پر ایمان لائے۔ اس لئے کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ ہوتے تو میں آدم اور جنت و دوزخ کو پیدا نہ کرتا۔

وَلَقَدْ خَلَقْتُ الْعَرْشَ عَلَى الْمَاءِ فَاضْطَرَبَ فَكَتَبْتُ عَلَيْهِ لَا اِلٰهَ

اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَسَكَنَo (سیرت نبویہ ج 1 ص 6)

میں نے عرش کو پانی پر پیدا کیا وہ ہلنے لگا میں نے اس پر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ لکھا تو عرش کو سکون آ گیا۔

تمام انسانات جنات عرش کے سایے میں رہتے ہیں جب عرش کو سکون نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر سے آتا ہے تو تمام انسانوں کے سکون قلب کا ذریعہ بھی امام الانبیاء کا ذکر خیر ہے۔

سلام اس پر کہ جس کے ذکر سے دل چین پاتے ہیں
سلام اس پر فرشتے ذکر جس کا سننے آتے ہیں
سلام اس پر کہ جس کا تذکرہ قرآن کرتا ہے
سلام اس پر کہ جس کا ذکر خود رحمان کرتا ہے

(ن) جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر خدا کا ذکر ہے تو ذکر خدا کی ایک برکت یہ بھی ہے کہ:

مَجَالِسُ الذِّكْرِ تَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ وَتَحِفُّ بِهِمُ الْمَلَائِكَةُ وَتَغَشَّاهُمُ الرَّحْمَةُ وَيَذْكُرُهُمُ اللّٰهُ عَلٰى عَرْشِهٖo

(کنز العمال ج 1 ص 424)

ترجمہ: ذکر کی محفل پر سکون نازل ہوتا ہے فرشتے اس محفل کو اپنے گھیرے میں لے لیتے ہیں۔ اس محفل کو رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور اس محفل میں حاضرین کا ذکر خدا عرش پر کرتا ہے۔

(ی) نیز ایک اور حدیث میں ہے۔

مَامِنْ قَوْمٍ اِجْتَمَعُوْا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ لَا يُرِيْدُوْنَ بِذَالِكَ اِلَّا وَجْهَهٗ اِلَّا نَادَاهُمْ مُنَادٍ مِّنَ السَّمَاءِ اَنْ قُوْمُوْا مَغْفُوْرًا لَّكُمْ قَدْ بَدَلَتْ سَيِّئَاتِكُمْ

حَسَنَاتٍ ٥

ترجمہ: جب کوئی قوم خدا کا ذکر کرتی ہے اور غرض ذکر صرف خدا کی رضا ہوتی ہے تو آسمان سے ایک ندا کرنے والا آواز دیتا کھڑے ہو جاؤ تمہاری مغفرت ہو گئی اور تمہاری بدیاں نیکیوں میں تبدیل ہو گئیں۔

اور مغفرت کی خوشخبری سکون قلب کا باعث ہوتی ہے۔

دلیل نمبر 8.

حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لائے تو وہاں کے یہودیوں کو عاشورہ کا روزہ رکھتے ہوئے دیکھا آپ نے ان سے فرمایا تم عاشورہ کا روزہ کیوں رکھتے ہو انہوں نے کہا یہ دن نہایت مقدس اور مبارک ہے اس دن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن فرعون سے نجات ملی تھی ہم اس دن کی تعظیم کرتے ہوئے اس دن کا روزہ رکھتے ہیں۔اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

فَنَحْنُ اَحَقُّ وَاَوْلٰی بِمُوْسٰی مِنْکُمْ فَصَامَهٗ وَاَمَرَ بِصِیَامِهٖ ٥

(بخاری ومسلم)

ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فتح کا دن منانے میں تم سے زیادہ حقدار ہیں پس آپ نے خود بھی روزہ رکھا اور صحابہ کرام کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

اس سے پتہ چلا کہ جس دن بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات ملی وہ دن رسول خدا نے اور صحابہ کرام نے منایا تو جس دن کائنات کا نجات دہندہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائیں اس کو منانا بھی بلاشبہ جائز ہے۔

کفر کی ظلمت جس نے مٹائی دین کی دولت جس نے لٹائی
لہرایا توحید کا پرچم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

دلیل نمبر 9.

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ اپنے مکان میں لوگوں کے سامنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے واقعات بیان کر رہے تھے اور لوگ آپ کی ولادت پر خوش ہو رہے تھے اور خدا کی حمد وثنا کر رہے تھے۔ اچانک سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے آپ نے فرمایا۔ حَلَّتْ لَكُمْ شَفَاعَتِیْ۔ تمہاری شفاعت مجھ پر واجب ہوگئی۔

(تنویر از امام جلال الدین سیوطی)

دلیل نمبر 10.

کتنے خوش نصیب محفل میلاد منعقد کرنے والے ان کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت ضروری ہو جاتی ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں یہ حدیث موجود ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اب میں تمہیں بتاؤں گا کہ میری ابتداء کیا ہے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں اور میری والدہ کا وہ خواب ہوں کہ انہوں نے میری ولادت کے وقت ایک نور دیکھا جس سے ملک شام کے محلات روشن ہو گئے۔

وہ حاصل برگزیدہ ہستیوں کی التجاؤں کا
فرشتوں کی تمناؤں رسولوں کی دعاؤں کا

ملک شام کے محلات نظر آنے میں مندرجہ ذیل حکمتیں تھیں۔

(۱) یہ اس طرف اشارہ تھا کہ ملک شام نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری حیات میں فتح ہو جائے گا۔

(۲) ملک شام تیس ابدالوں کی قیام گاہ ہے۔

(۳) معراج کی رات آپ کو ملک شام یعنی مسجد اقصیٰ لے جایا گیا۔

(۴) میدان محشر ملک شام میں قائم ہوگا۔

(۵) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عراق سے ملک شام کی طرف ہجرت فرمائی۔

(۶) قرب قیامت حضرت عیسیٰ علیہ السلام ملک شام کے شہر دمشق میں نازل ہوں گے۔

(۷) شام کے شہر دمشق میں دو ہزار سات سو نبیوں کے مزارات ہیں۔

دلیل نمبر 11.

جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موقع پر رات کو چراغاں کیا جاتا ہے جس کی اصل احادیث سے ثابت مثلاً

حدیث نمبر 1. ابونعیم نے عمرو بن قتیبہ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے ہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا آسمان کے کل دروازے کھول دو بہشت کے سارے دروازے کھول دو۔

ندا آئی دریچے کھولدو ایوان قدرت کے
نظارے خود کرے گی آج قدرت شان قدرت کے

ملائکہ کو حاضر ہونے کا حکم ہوا بعض ملائکہ بعض کو بشارت دیتے تھے اسی خوشی میں پہاڑ بڑھ گئے دریا جوش مارنے لگے شیطان کو ستر طوق پہنا کر دریا میں غوطے دیئے گئے آفتاب کو نور کا عظیم لباس پہنایا گیا ستر ہزار حوریں اس پر کھڑی کی گئیں جو آپ کی ولادت کی منتظر تھیں جب آپ کی ولادت ہوئی کل دنیا نور سے معمور ہوگئی۔

یکا یک ہو گئی ساری فضا تمثال آئینہ
نظر آیا معلق عرش تک اک نور کا زینہ

ہر آسمان پر ایک ستون زبرجد کا اور ایک یاقوت کا ستون قائم کیا گیا معراج کی رات آپ نے ان کو دیکھا آپ سے کہا گیا یہ ستون آپ کی ولادت کی خوشی میں قائم کیے گئے ہیں نہر کوثر کے کنارے ستر ہزار درخت اذفر کے لگائے گئے ان کا پھل اہل جنت کھائیں گے لات وعزیٰ سے آواز آئی قریش کے پاس امین آیا صدیق آیا بیت اللہ سے آواز آئی میرا نور مجھ کو واپس کر دیا گیا اب لوگ میری زیارت کو آئیں گے۔ (خصائص ج 1 ص 113)

حدیث نمبر 2. حضرت اسماء بنت صدیق سے روایت ہے کہ زید بن عمرو بن نفیل اور ورقہ بن نوفل دونوں ذکر کیا کرتے تھے۔ جب ابرہہ پلٹ کر گیا تو وہ دونوں نجاشی کے پاس گئے ان کا بیان ہے کہ جب ہم نجاشی کے پاس گئے تو نجاشی نے کہا اے قریشیو مجھ سے سچ کہو کیا تم لوگوں میں کوئی ایسا مولود پیدا ہوا ہے کہ اس کے باپ نے اسے ذبح کرنے کا ارادہ کیا ہو پھر اس پر قرعہ ڈالا گیا اور وہ سلامت رہا اور اس کی طرف سے کثیر اونٹ ذبح کر دیئے گئے ہم نے کہا بے شک ایسا ہوا ہے اس نجاشی نے کہا تمہیں علم ہے کہ وہ کہاں گیا ہم نے کہا اس نے ایک عورت سے شادی کی اور اس کو حاملہ چھوڑا اور مکان سے کہیں چلا گیا۔ نجاشی نے کہا کیا اس عورت کے ہاں کسی بچے کی ولادت ہوئی ورقہ نے کہا اے بادشاہ میں تمہیں خبر دیتا ہوں میں ایک رات ایک بت کے پاس تھا اس سے آواز آئی نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہو گئے بادشاہ ذلیل ہو گئے گمراہی اور شرک دور ہو گیا پھر وہ بت اوندھا ہو گیا۔

زید نے کہا اس قسم کی خبر ایک میرے پاس بھی ہے۔ اے بادشاہ اسی قسم

کی ایک رات تھی میں گھر سے نکلا یہاں تک کہ میں جبل ابوقبیس کے پاس پہنچا یکا یک میں نے ایک مرد کو دیکھا وہ آسمان سے اترا اس کے دو سبز بازو تھے وہ جبل ابوقبیس کے پاس ٹھہرا بعدازاں وہ مشرف بمکہ ہوا اس نے کہا شیطان ذلیل ہو گیا بت باطل ہو گئے امین پیدا ہو گیا اس نے ایک کپڑے کو پھیلایا مشرق و مغرب میں ہر چیز کو گھیر لیا اور ایک ایسا نور بلند ہوا کہ جو قریب تھا کہ میری بینائی کو لے جائے پھر وہ کعبہ پر اترا اور اس سے ایسا نور ظاہر ہوا کہ اس سے وادی تہامہ روشن ہو گئی اس نے کہا زمین پاک ہو گئی۔

سحاب نور آ کر چھا گیا مکے کی بستی پر
ہوئی پھولوں کی بارش ہر بلندی اور پستی پر
ہوا عرش معلٰی سے نزول رحمت باری
تو استقبال کو اُٹھی حرم کی چار دیواری

پھر اس نے بتوں کو اشارہ کیا وہ کل بت گر گئے نجاشی نے یہ سن کر کہا جو حادثہ مجھے پیش آیا میں تم سے اس کا ذکر کرتا ہوں تم نے جس رات کا ذکر کیا میں اسی رات اپنے خلوت کدہ میں اپنے قبہ میں تھا زمین سے ایک سر اور ایک گردن نکلی وہ سر یہ کہتا تھا اصحاب فیل پر ہلاکت طاری ہو گئی ان کو پرندوں نے سنگسار کر دیا ابرہہ ہلاک ہو گیا وہ نبی جو امی حرمی اور مکی ہے پیدا ہو گیا جو اس کا حکم مانے گا وہ سعید ہو گا اور جس نے اس کے حکم سے انکار کیا وہ دشمن ہو گیا یہ کہہ کر وہ سر اور گردن زمین میں داخل ہو گیا۔ (خصائص ج 1 ص 127)

حدیث نمبر 3۔ حضرت عثمان بن العاص کی والدہ کہتی ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی رات حضرت آمنہ کی خدمت میں حاضر تھی مجھے حضرت آمنہ کے گھر میں سوائے نور اور روشنی کے اور کچھ نظر نہ آتا تھا اور مجھے یوں

معلوم ہوتا تھا کہ آسمان کے ستارے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے نزدیک ہوتے جارہے ہیں مجھے یہ خیال پیدا ہوا کہ کہیں یہ مجھ پر نہ گر جائیں۔
(خصائص کبریٰ ج1 ص109)

حدیث نمبر4. حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے وقت میں نے چھ چیزیں دیکھیں۔

(۱) آپ نے پیدا ہوتے ہی سجدہ کیا۔ اس پہلے سجدے کی حکمتیں ہماری کتاب ''مقام سجدہ'' میں دیکھو۔

(۲) آپ نے سجدے سے سر اُٹھا کر کہا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔

(۳) آپ کے نور سے سارا گھر روشن ہو گیا۔

(۴) میں نے غسل دینے کا ارادہ کیا تو غیب سے آواز آئی اسے غسل دینے کی تکلیف نہ کر ہم نے اسے ہر طرح پاک پیدا کیا ہے۔

(۵) آپ ختنہ شدہ پیدا ہوئے اور اس میں حکمت یہ تھی کہ اگر آپ مختون پیدا نہ ہوتے تو ختنہ کے وقت جو آپ کے ستر کو دیکھتا وہ اندھا ہو جاتا۔

(۶) آپ کی پشت مبارک لکھا ہوا تھا۔ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ (شوہد النبوت ص56)

دلیل نمبر12.

ہم جشن عید میلاد النبی پر رنگ برنگی جھنڈیاں لگاتے ہیں اس کی اصل یہ ہے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آپ کی ولادت ہوئی تو میں نے تین جھنڈے دیکھے ایک مشرق میں دوسرا مغرب میں اور تیسرا کعبہ کی چھت پر لہرا رہا تھا اس واقعہ میں حکمتیں یہ تھیں۔

(۱) آپ کا دین اسلام کعبہ سے چل کر مشرق و مغرب میں پھیل جائے گا۔

(۲) جھنڈے وہاں تک لگتے ہیں جہاں تک حکومت کا دائرہ اختیار ہوتا ہے سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد پر جھنڈوں کا لگایا جانا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کی حکومت مشرق سے مغرب تک ساری زمین پر ہے۔

شہنشاہ زمانہ با ہزاراں کروفر آئے
کیا دنیا پہ قبضہ ملک میں سب خشک و تر آئے

بلکہ آپ کی حکومت تو آسمانوں پر بھی ہے دلائل ملاحظہ ہوں۔

(ا) رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث مشکوٰۃ میں موجود ہے آپ نے فرمایا۔

فَاَمَّا وَزِیْرَایَ مِنْ اَهْلِ السَّمَاءِ فَجِبْرِیْلُ وَ مِیْکَائِیْلُ وَ وَزِیْرَایَ مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ فَاَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُo

ترجمہ: اور دو وزیر آسمانوں میں جبریل امین اور میکائیل ہیں اور زمین کے دو وزیر ابو بکر اور عمر ہیں۔

اور وزیر بادشاہوں کے ہوتے ہیں اور چونکہ آپ کے وزیر آسمانوں میں بھی ہیں اور زمینوں میں بھی لہٰذا آپ کی حکومت آسمانوں میں بھی ہے اور زمینوں میں بھی۔

(ب) معراج کی رات آپ عرش نشیں ہوئے اور عرش کے معنے تخت کے ہیں پرانے زمانے میں بادشاہ تخت پر بیٹھ کر حکومت کیا کرتے تھے اللہ تو بیٹھنے سے پاک ہے اور عرش خدا نے بے فائدہ بھی پیدا نہیں کیا۔ معلوم ہوا کہ خدا نے عرش اس لئے پیدا کیا کہ معراج کی رات میرا محبوب اس پر بیٹھ جائے تا کہ وہ زمین و آسمان کی حکومت کا مالک بن جائے۔

اللہ اللہ شہ کونین جلالت تیری
فرش کیا عرش پہ جاری ہے حکومت تیری

(۴) غروب شدہ آفتاب عصر کے مقام پر آیا علاوہ ازیں آپ کی انگلی کے اشارہ پر چاند دو ٹکڑے ہو گیا یہ بھی اس طرف اشارہ ہے کہ آسمانوں پر بھی آپ کی حکومت ہے۔

عقل والے زمیں پر ہیں ششدر چاند ٹکڑے ہوا ہے فلک پر
ساری دنیا ہے محو تماشا آپ انگلی اٹھائے ہوئے ہیں

دلیل نمبر 13.

جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موقع پر ہم جلوس بھی نکالتے ہیں اور اس کی اصل یہ ہے کہ:

(۱) جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت فرمائی تو مشرکین نے آپ کی گرفتاری کا ایک سو اونٹ انعام مقرر کیا اس انعام کو حاصل کرنے کے لئے بریدہ سلمی نے اپنے ستر سواروں کے ساتھ آپ کا تعاقب کیا تا کہ سو اونٹ انعام حاصل کر سکے جب یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب پہنچے تو آپ سے محو گفتگو ہوئے اور آپ کے اخلاق سے متاثر ہو کر سب نے پڑھ لیا۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ○

شرف پایا جو اس نطق خدا سے ہمکلامی کا
تہیہ کر لیا سب نے محمد کی غلامی کا
بتوں کو توڑ کر دنیائے باطل سے جدا ہو کر
چلے طیبہ کی جانب ہمرکاب مصطفےٰ ہو کر

حضرت بریدہ اسلمی نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں داخل ہوتے وقت آپ کے آگے آگے ایک جھنڈا ہونا چاہیے چنانچہ انہوں نے اپنی دستار اتاری اور نیزے پر باندھی اور جھنڈا بنا لیا اب ایک جلوس کی شکل میں مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔

حضرت براء بن عازب فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو:

فَصَعَدَ الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ فَوْقَ الْبُيُوْتِ وَتَفَرَّقَ الْغِلْمَانُ وَالْخَدَمُ فِي الطُّرُقِ يُنَادُوْنَ يَا مُحَمَّدُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ٥ (مسلم شریف)

مرد اور عورتیں مکانوں کی چھتوں پر چڑھ گئے اور بچے اور خادم گلیوں میں منتشر ہو گئے اور سب کے سب یا محمد یارسول اللہ کے نعرے لگانے لگے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جلوس نکالنا صحابہ کی سنت ہے اور اس جلوس کو دیکھ کر رسالت کا نعرہ لگانا مدینہ کے مسلمانوں کی سنت ہے۔

یارسول اللہ کے نعرے سے ہمیں بھی پیار ہے
جس نے یہ نعرہ لگایا اس کا بیڑہ پار ہے

(ب) حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے حال بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتی ہے میں نے آسمان کی طرف سے ایک سفید نوری بادل آتا ہوا دیکھا جس میں سے سفید گھوڑوں کے ہنہنانے پرندوں کے پروں کی حرکت اور فرشتوں کے کلام کی آواز آتی تھی اس بادل نے آ کر آپ کو ڈھانپ لیا اور مجھ سے غائب کر دیا پھر میں نے سنا کہ کوئی منادی ندا کر رہا ہے کہ آپ کو روئے زمین اور اس کے مشارق ومغارب کا طواف کراؤ اور ساتوں سمندروں کی سیر کراؤ ہر ذی روح جن وانس وحوش وطیور اور ملائکہ کے سامنے

پیش کرو تا کہ تمام مخلوق آپ کو اور آپ کے اسم گرامی اور اخلاق و صفات کو پہنچان لے۔ (خصائص کبریٰ ج 1 ص 48)

اس روایت سے پتہ چلا کہ بارہ ربیع الاول کی صبح کو نوری فرشتوں نے آپ کو تمام زمین پر جلوس کی شکل میں پھرایا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ میلاد النبی کا جلوس نکالنا یہ نوریوں کا طریقہ ہے۔ الحمد للہ ہم اہل سنت و جماعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی خوشی میں جلوس نکال کر نوریوں کی سنت پر عمل کرتے ہیں۔

دلیل نمبر 14.

جس فعل میں نہی کی دلیل شرعی نہ ہو تو وہ کام مباح ہے اور مباح کام نیک نیت سے کیا جائے تو مستحب بن جاتا ہے اور مستحب کام کرنے سے بھی خدا اپنے کرم سے جنت عطا فرما دیتا ہے مثلاً حضرت بریدہ سے مروی ہے کہ ایک صبح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا تم کون سا نیک عمل کرتے ہو میں نے جنت میں اپنے آگے آگے تمہارے پاؤں کی آہٹ سنی ہے عرض کی یارسول اللہ جب بھی میرا وضو ٹوٹ جاتا ہے میں دوبارہ تازہ وضو کر لیتا ہوں۔ (المستدرک ج 3 ص 285)

معلوم ہوا بلال ہمیشہ باوضو رہتے تھے جس کی وجہ سے آپ کو جنت ملی اور ہمیشہ باوضو رہنا مستحب فعل ہے لہٰذا میلاد منانا بھی مستحب فعل ہے اس بنا پر بھی خدا کرم فرمائے گا اور محفل میلاد منعقد کرنے والے کو خدا جنت عطا فرمائے گا۔

دلیل نمبر 15.

ہر نیا کام فی نفسہ اچھا ہو تو اس کا کرنا جائز ہوتا ہے مثلاً حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بلا بھیجا میں

حاضر خدمت ہوا انہوں نے کہا یہ عمر رضی اللہ عنہ موجود ہیں یہ کہہ رہے ہیں کہ جنگ یمامہ میں بہت سے حفاظ قرآن شہید ہو گئے ہیں اور اگر اسی طرح قرآن کے حفاظ شہید ہوتے رہے تو قرآن کا بہت سا حصہ ہماری نگاہوں سے اوجھل ہو جائے گا لہٰذا قرآن کو جمع کرنے کا حکم دیا جائے میں نے ان سے کہا ہے کہ میں وہ کام کیوں کروں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں کیا انہوں نے کہا واللہ اس کام میں بھلائی ہے یہ بار بار مجھے کہتے رہے حتیٰ کہ خدا نے میرا سینہ اس کام کے لئے کھول دیا جس کام کے لئے خدا نے حضرت عمر کا سینہ کھول دیا تھا پھر ابوبکر نے مجھ سے کہا اے زید تم ایک جوان عاقل انسان ہو ہم تمہیں متہم بھی نہیں کرتے تم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے وحی بھی لکھتے رہے ہو تم قرآن کو جمع کرو حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر مجھے یہ کہہ دیا جاتا کہ یہ پہاڑ اپنی جگہ ہٹا دو تو یہ میرے لئے دشوار نہ تھا لیکن قرآن کا جمع کرنا میرے لئے بڑا مشکل تھا میں نے ان دونوں حضرات سے کہا آپ وہ کام کیسے کریں گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں کیا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا واللہ اس میں بھلائی ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بار بار یہ کہتے رہے حتی کہ میرا سینہ بھی خدا نے اس کام کے لئے کھول دیا جس کام کے لئے خدا نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور فاروق اکبر اعظم رضی اللہ عنہ کا سینہ کھولدیا تھا اور میں نے قرآن کو جمع کرنا شروع کر دیا یہاں تک کہ میں قرآن کو مصحف کی شکل میں جمع کر لیا۔

(طبرانی کبیر ج 5 ص 147)

ثابت ہوا کہ وہ نیا کام جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری حیات میں نہ ہوا ہو لیکن فی نفسہ وہ کام اچھا ہو تو اس کام کے کرنے میں بھلائی ہے محفل میلاد میں قرآن کی تلاوت ہوتی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

نعت پڑھی جاتی ہے آپ کے فضائل و کمالات بیان ہوتے ہیں علامہ کے وعظ سے عوام الناس کے علم میں اضافہ ہوتا ہے ان کی اصلاح ہوتی ہے محفل میلاد میں جملہ امور خیر اور بھلائی کے ہوتے کوئی کام شریعت کے خلاف نہیں ہوتا لہٰذا اگرچہ ایسی محافل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں نہیں ہوتی تھیں لیکن بعد میں یہ محافل قائم کرنا اس لئے بہتر ہیں کہ ان میں سراسر بھلائی ہے۔

ہمارے مخالفین صرف اس بات پر زیادہ زور دیتے ہیں ایسی محفلوں کا وجود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری حیات میں نظر نہیں آتا حالانکہ وہ سیرت النبی کے نام پر جلسے کرتے ہیں ان سے کوئی یہ پوچھے کہ اس نام سے مذہبی محفلیں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں ناپید تھیں پھر تم کیوں اس نام کی محفلیں سجاتے ہو تمہارے پاس ان کا کیا شرعی جواز ہے کوئی دلیل تو پیش کرو جو دلیل سیرت النبی کے جلسے کی تم دو گے وہی دلیل ہماری طرف سے میلاد النبی کے جلسے کی سمجھ لو۔ دیوبندی جماعت اسلامی اور غیر مقلد سیاسی میدان میں جب کوئی حکومت وقت سے اپنا کوئی مطالبہ منوانا مقصود ہو تو وہ جلوس بھی نکالتے ہیں جلسے بھی کرتے ہیں اس وقت ان کو کبھی خیال نہیں آیا کہ ایسا جلوس اور جلسہ تو کبھی بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں معرض وجود میں نہیں آیا ہم ایسا کیوں کر رہے ہیں اگر اپنے علم کا سارا زور صرف کریں گے تو صرف اس بات پر کہ میلاد کا جلسہ اور جلوس نکالنا بدعت ہے اس سے آپ اندازہ لگائیں ان کو ذات مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ذکر نبی سے کس قدر کھلی عداوت ہے مگر اہل سنت و جماعت برملا کہتے ہیں۔

خاک ہو جائیں عدو جل کر مگر ہم تو رضا
دم میں جب تک دم ہے ذکر انکا سناتے جائیں گے

دلیل نمبر 16.

علامہ قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں ایک قانون بیان فرمایا ہے کہ:

اَلْفِعْلُ یَدُلُّ عَلَی الْجَوَازِ وَعَدَمِ الْفِعْلِ لَایَدُلُّ عَلَی الْمَنْعِ٥

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی کام کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ کام کرنا جائز ہے۔لیکن آپ کا کوئی کام نہ کرنا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ وہ کام کرنا ناجائز ہے مثلاً حضرت ابوعبدالرحمٰن اسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ احمد بن فضلویہ بڑے غازی تھے اور بڑے تیرانداز تھے ان کے پاس ایک کمان تھی جس کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھوں میں لیا تھا وہ فرماتے ہیں۔

مَامَسَسْتُ الْقَوْسَ بِیَدِیْ اِلَّا عَلٰی طَهَارَةٍ مُنْذُ بَلَغَنِیْ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اَخَذَ الْقَوْسِ بِیَدِهٖ ٥ (شفا شریف)

ترجمہ: میں نے کبھی کمان کو بغیر طہارت کے چھوا نہیں جب سے مجھے پتہ چلا ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کمان کو اپنے مبارک ہاتھ میں لیا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت مبارک یہ نہ تھی کہ کمان کو ہاتھ میں لینے سے پہلے وضو کرتے اور نہ ہی کسی حدیث میں آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو حکم دیا ہو کہ جس کمان کو میں ہاتھ لگا دوں اس کو بغیر وضو کے ہاتھ نہ لگانا یہ احمد بن فضلویہ کا اپنا جذبہ ادب و احترام تھا کہ انہوں نے کبھی اس کمان کو بغیر طہارت کے ہاتھ نہیں لگایا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ تیراندازی میں مشہور ہو گئے اور نیک نام ہو گئے۔لہٰذا اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود کبھی جشن عید میلاد النبی اس طرح نہیں منایا نہ جلوس نکالا لیکن آپ نے اس کام سے منع بھی تو نہیں فرمایا اس لئے اس کا اہتمام کرنا منانا جائز ہے جو لوگ منع

کرتے ہیں ان کے ذمے یہ بات ہے کہ وہ کوئی ایسی دلیل پیش کریں جو یہ ثابت کر سکے کہ میلاد منانا ناجائز ہے۔

دلیل نمبر 17:

دین اسلام میں اکثر اعمال انبیاء کرام اور بزرگوں کی یاد تازہ کرنے کے لئے کئے جاتے ہیں۔ حج اور عمرہ کے موقع پر صفا اور مروہ کی سعی حضرت حاجرہ کی یاد تازہ کرتی ہے قربانی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی یاد تازہ کرتی ہے۔ رمی جمار حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یاد تازہ کرتی ہے اور وہ اس طرح کہ جب حضرت آدم علیہ السلام جنت سے زمین پر اتارے گئے تو رات کی کالی صورت دیکھ کر خوفزدہ ہوتے ایک تنہائی اور دوسری وحشت تھی جس کی بنا پر روتے رہے جب صبح ہوئی تو وحشت دور ہوگئی آپ نے اس کے شکریہ میں دو رکعتیں ادا کیں وہی دو رکعتیں خدا نے ہم پر فرض فرما دیں جو فجر کے دو فرض پڑھے گا اس کا حشر قیامت کے دن حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ ہوگا۔

حضرت ابراہیم کو حکم ہوا کہ اپنے بیٹے کو ہمارے نام پر ذبح کرو وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو میدان منیٰ میں لے گئے قریب دوپہر آپ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کے لئے لٹایا اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چار فکر تھے ایک بڑا فکر حکم الٰہی کا پورے طور سے ادا کرنا جو بڑا مشکل کام تھا جو محض اس کے فضل سے ادا ہوا دوسرا فکر حضرت اسماعیل علیہ السلام کا کہ انہوں نے چھوٹی عمر میں ذبح ہونا منظور کر لیا تیسرا فکر یہ تھا کہ والدہ اسماعیل کو کیا جواب دوں گا چوتھا فکر یہ تھا کہ اب حاجرہ تنہا جنگل میں رہ کر کیسے عمر بسر کریں گی مگر جب حق تعالیٰ نے چاروں غم دور کر دیئے دنبہ بطور فدیہ آ گیا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی

جان بچ گئی اس عرصہ میں سورج ڈھل چکا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چار فکر دور ہونے کی وجہ سے چار رکعتیں ادا کیں وہی چار رکعتیں ظہر کی چار فرض رکعتوں کی شکل میں ہم پر فرض ہو گئیں خدا تعالیٰ نے گویا یوں فرمایا کہ جو ظہر کے چار فرض ادا کرے گا اس کا حشر قیامت کے دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ہو گا۔ معلوم ہوا کہ نماز ظہر دو عظیم پیغمبروں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی یاد تازہ کرتی ہیں۔

حضرت یونس علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے چار اندھیروں میں گرفتار کر دیا اول دریا کا اندھیرا پھر مچھلی کے پیٹ کا اندھیرا پھر مچھلی کو ایک اور مچھلی نے نگل لیا اس کے پیٹ کا اندھیرا چوتھا اندھیرا رات کا حضرت یونس علیہ السلام نے ان اندھیروں سے گھبرا کر خدا کی بارگاہ میں سجدہ کیا اور یہ تسبیح پڑھی۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّی کُنْتُ مِنَ الظَّالِمِیْنَ○

اسی وقت مچھلی کو حکم ہوا کہ فوراً حضرت یونس علیہ السلام کو زمین پر نکال دو یہ حکم سنتے ہی مچھلی نے آپ کو دریا کے کنارے نکالا اس وقت عصر کا وقت تھا آپ نے اس وقت چار اندھیروں سے نجات پا کر خدا کی بارگاہ میں شکریہ ادا کرتے ہوئے چار رکعتیں پڑھیں وہی رکعتیں خدا نے ہم پر عصر کے چار فرضوں کی شکل میں فرض فرما دیں اور گویا فرمایا کہ جو عصر کی چار رکعتیں پڑھے گا اس کا حشر قیامت کے روز حضرت یونس علیہ السلام کے ساتھ ہو گا۔ معلوم ہوا کہ نماز عصر حضرت یونس علیہ السلام کی یاد تازہ کرتی ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام چالیس سال یا اَسّی سال حضرت یوسف علیہ السلام کے فراق میں غمگین رہے روتے رہے مگر خدا نے فضل فرمایا اور حضرت یوسف علیہ السلام کا کُرتہ قاصد لایا آپ کے چہرے پر ڈالا خدا تعالیٰ نے اس کی

برکت سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی روشن کر دی اور آپ کا سارا غم دور ہو گیا اور کل رنج راحت میں بدل گیا حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس شکریہ میں تین رکعتیں پڑھیں ایک بصارت واپس آنے کا شکریہ، دوسری رکعت حضرت یوسف علیہ السلام کے زندہ ہونے کا شکریہ، تیسری رکعت حضرت یوسف علیہ السلام کے دین اسلام پر قائم رہنے کا شکریہ۔ یہی تین رکعتیں خدا نے امت مصطفیٰ پر فرض فرما دیں اور چونکہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ رکعتیں مغرب کے وقت پڑھی تھیں۔ اس لئے ہم مغرب کے وقت تین فرض ادا کرتے ہیں تاکہ قیامت کے دن ہمارا حشر حضرت یعقوب علیہ السلام کے ساتھ ہو۔ پس معلوم ہوا کہ نماز مغرب حضرت یعقوب علیہ السلام کی یاد تازہ کرتی ہے۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو لے کر مصر سے نکلے تو ایک وقت ایسا آ گیا کہ آگے دریا اور پیچھے فرعون کا لشکر اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام پر چار غم سوار تھے اپنی جان کا غم، قوم کا غم، دریا کا خوف اور فرعونی لشکر کا غم۔ خدا کی بارگاہ میں عرض کی یا اللہ اب ہم کیا کریں حکم ہوا اپنا عصا دریا میں مارو آپ نے اپنا عصا دریا میں مارا خدا تعالیٰ نے اس دریا میں بارہ راستے پیدا کر دیئے کیونکہ آپ کی قوم کے بارہ قبیلے تھے ہر قبیلہ ایک ایک راستے پر ہو لیا اور اس طرح آپ اور آپ کی قوم دریا کو عبور کر گئے۔ جب فرعون اور اس کا لشکر دریا میں غرق ہو گیا اس وقت عشاء کا وقت ہو چکا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چاروں غم دور ہو گئے۔ آپ نے اس وقت چار رکعتیں ادا فرمائیں جو بعد میں عشاء کے چار فرضوں کی شکل میں ہم پر فرض ہو گئیں اور خدا تعالیٰ نے گویا فرمایا جو عشاء کے چار فرض پڑھے گا اس کا حشر قیامت کے روز حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہو گا۔ معلوم ہوا کہ نماز عشاء حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یاد تازہ کرتی ہے۔

روزانہ پانچ نمازیں پڑھی جاتی ہیں تا کہ ان متذکرہ انبیاء کرام کی یاد تازہ رہے اسی طرح ہر سال محفل میلاد منعقد کی جاتی ہے تا کہ امام الانبیاء کی یاد تازہ ہو اور عوام الناس جو علم سے بے بہرہ ہوتے ہیں ان کے ذہنوں میں عظمت رسول نبی اکرم کا ادب واحترام اور تعظیم راسخ ہو جائے۔ آپ کی تعلیمات آپ کا اسوۂ حسنہ اور آپ کی سنت سے واقفیت حاصل ہو۔ اعمال صالحہ کی ترغیب منکرات سے ترہیب دی جاتی ہے تا کہ لوگ صراط مستقیم پر چل کر منزل مقصود تک پہنچ سکیں۔

دلیل نمبر 18.

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت پیر کے دن ہوئی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ پھلدار درخت پیر کے دن پیدا کیے گئے اور پھل انسان کی مادی غذا ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد انسان کی روحانی غذا ہے جس طرح جسمانی حیات کے اسباب پیر کے دن پیدا ہوئے اسی طرح انسان کی روحانی غذا کا سبب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی پیر کے دن پیدا ہوئے۔

ربیع کے معنے ہیں بہار موسم چار ہیں گرمی، سردی، خزاں اور بہار جس وقت موسم بہار آتا ہے تو زمین سبزے کا لباس پہن لیتی ہے چمن مہکنے لگتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت موسم بہار میں ہونا اس طرف اشارہ تھا کہ گلشن انسانیت صدیوں سے آباد تھا لیکن اس میں بہار اس وقت آئی جب ولادت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوئی۔

کیا عاشقوں کو گرفتار گیسو
حسینوں کی بانکی ادا بن کے آیا
بڑے گل کھلے تھے مگر اس چمن میں
بہار آئی جب مصطفیٰ بن کے آیا

فصل ربیع تمام فصلوں سے افضل ہوتی ہے جس طرح ربیع کی فصل تمام فصلوں سے اعلیٰ اور افضل ہوتی ہے۔ اسی طرح ربیع الاول کے مہینے میں پیدا ہونے والا نبی انبیاء سے افضل ہے۔

سب سے زیادہ خدا کو محمد سے پیار
مہرباں ان پہ ہے پاک پروردگار
وہ ہیں محبوب حق حق کے ہیں راز دار
ملک کونین میں انبیاء تاجدار
تاجداروں کا آقا ہمارا نبی

جس کے تلووں کو جبریل آنکھیں ملیں
چاند سورج اشارے جس کے چلیں
جس کے آگے دیے کفر کے نہ جلیں
بجھ گئیں جس کے آگے سبھی مشعلیں
شمع وہ لے کر آیا ہمارا نبی

میرے آقا ہیں محبوب رب جلیل
ہیں وہی سب سے زیادہ حسین وجمیل
وہ خدا کی عدالت میں سب کے وکیل
جس کی دو بوند ہیں کوثر و سلسبیل
ہے وہ رحمت کا دریا ہمارا نبی

لاکھوں آئے یہاں اور لاکھوں گئے
اونچے اونچے شہنشاہ یہاں نہ رہے
کتنے دیے جلے جل کے پھر بجھ گئے

کیا خبر کتنے تارے کھلے چھپ گئے
پر نہ ڈوبے نہ ڈوبا ہمارا نبی

اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت لیلۃ القدر یا شب براُت یا شب جمعہ ہوتی تو کوئی یہ کہہ سکتا تھا کہ آپ تمام مخلوق سے افضل اس لئے ہیں کہ آپ فضیلت والی رات میں پیدا ہوئے ہیں اگر آپ کی ولادت رمضان میں ہوتی تو لوگ کہتے رمضان تمام مہینوں سے افضل ہے لہٰذا آپ تمام مخلوق سے افضل ہیں آپ کی ولادت پیر کی رات ہوئی اور علامہ قسطلانی نے لکھا ہے کہ آپ کی ولادت کی رات لیلۃ القدر سے افضل ہے کیونکہ لیلۃ القدر میں فرشتے نازل ہوتے اور پیر کی رات وہ عظیم الشان رسول آیا جو فرشتوں کا بھی نبی ہے وجہ یہ ہے کہ آپ نے معراج کی رات بیت المعمور میں تمام فرشتوں کی امامت کرائی علامہ ابن الحاج نے لکھا ہے۔

اَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ تَتَشَرَّفُ الْاَ شْيَاءَ بِهٖ لَا هُوَ يَتَشَرَّفُ بِهَا.

کہ چیزوں کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شرف ملتا ہے نہ یہ کہ حضور کو چیزوں سے شرف ملے مثلاً جب تک رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد اقصیٰ میں نماز نہ پڑھی تھی۔ وہاں ایک نماز کا ثواب ایک کے برابر ہوتا تھا لیکن جب آپ نے معراج کی رات وہاں نماز پڑھی تو اب اس مسجد کی عظمت کو چار چاند لگ گئے اب اس میں ایک نماز پڑھیں تو ثواب پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہوتا ہے جب تک آپ نے مسجد حرام میں نماز نہ پڑھی تھی تو ایک نماز کا ثواب ایک کے برابر ہوتا تھا لیکن جب آپ نے نماز پڑھی تو ثواب ایک کے بدلے ایک لاکھ کے برابر ہو گیا لیکن اگر کسی عاشق مدینہ کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ مسجد نبوی میں نماز کا ثواب کیا ہے تو اس سلسلے میں بعض محققین کا قول یہ ہے کہ

بخاری شریف میں حدیث ہے۔

اَللّٰهُمَّ اجعَلُ بِالْمَدِيْنَةِ ضُعُفَى مَا جَعَلْتَ بِمَكَّةَ مِنَ الْبَرَكٰتِ.

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا مانگی یا اللہ جتنی برکت تو نے مکہ میں رکھی ہے اس سے چوگنی برکت تو مدینہ میں رکھ دے ضعف عربی میں دگنے کو کہتے ہیں اور دوضعف کا ذکر ہے لہٰذا مراد چار گنا ہے اور اس حدیث میں برکت کا لفظ مطلق استعمال ہوا ہے مطلب یہ ہے کہ اس برکت سے مراد مشروبات پھل اور غذا اور عبادت کے ثواب کی برکت سب شامل ہیں۔ اب مطلب یہ ہو گیا کہ مکہ کی برکت یہ ہے کہ اس میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ کے برابر ہے اور اس کا چار گنا چار لاکھ ہے لہٰذا مسجد نبوی میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے ایک نماز کا ثواب چار لاکھ کے برابر ہے۔

دلیل نمبر 19.

خدا تعالیٰ ارشاد فرمایا۔

اَلَمْ تَرَى اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ كُفْرًا ٥

ترجمہ: کیا تو نے نہیں دیکھا کہ انہوں نے اللہ کی نعمت کو از روئے کفر بدل ڈالا۔

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ نعمت اللہ سے مراد ذات مصطفےٰ ہیں۔ علاوہ ازیں بخاری شریف جلد دوم ص 566 میں ہے کہ حضور علیہ السلام نعمۃ اللہ ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ٥ اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔

ہم اہل سنت و جماعت محفل میلاد میں آپ کا ذکر خیر کر کے چرچا کرتے ہیں بلکہ اشتہارات اعلانات اور جلوس نکال کر آپ کا خوب چرچا کرتے ہیں۔

دلیل نمبر 20.

علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ بزرگ اور نیک بادشاہوں عظیم اور فیاض سرداروں میں سے ایک شخص ابوسعید مظفر بادشاہ تھا وہ ربیع الاول میں میلاد شریف کرتا تھا اور وہ عظیم محفل منعقد کرتا تھا وہ بہت زیرک بہادر مدبر پرہیزگار اور عالم دین تھا شیخ ابوالخطاب ابن دحیہ نے میلاد شریف کے موضوع پر ایک کتاب لکھی جس کا نام رکھا۔

"اَلتَّنْوِیْرُ فِیْ مَوْلِدِ الْبَشِیْرِ وَ النَّذِیْرِ"

اس کتاب کے لکھنے پر بادشاہ نے شیخ مذکور کو ایک ہزار دینار انعام دیا جو لوگ مظفر بادشاہ کی محفل میلاد میں شریک رہے ان کا کہنا ہے کہ اس محفل میں:

پانچ ہزار بھنی ہوئی سریاں ہوتیں

دس ہزار مرغیاں ہوتی تھیں۔ ایک لاکھ پنیر کی ٹکیاں

تین ہزار مٹھائی کی ڈلیاں

ان کی محفل میں بڑے بڑے علماء اور صوفیاء کرام شریک ہوتے ہیں۔ ہر علاقہ اور ہر قسم کے مہمانوں کے لئے مظفر بادشاہ کا دسترخوان کھلا رہتا تھا۔ وہ ہر قسم کی عبادات میں صدقہ وخیرات کرتا تھا۔

میلاد شریف کی محفل پر ہر سال تین لاکھ دینار خرچ کر دیا کرتا تھا۔ مہمان خانہ پر ہر سال ایک لاکھ دینار خرچ کر دیا کرتا تھا۔ حرمین شریفین اور حجاز مقدس میں صرف پانی پر تیس ہزار دینار خرچ کر دیا کرتا تھا۔

(البدایہ والنہایہ ج13 ص136)

ارہاص، معجزہ اور کرامت میں فرق

خدا تعالیٰ کا ارشاد عالی ہے۔

يَا اَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَ كُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ٥

ترجمہ: اے لوگو تحقیق تمہارے رب کی طرف سے برہان یعنی معجزہ آیا اور ہم نے روشن نور نازل کیا جو کام بطور خرق عادت ہوتے ہیں ان کی چھ اقسام ہیں۔

نمبر 1. ارہاص:

اللہ کے نبی کے ہاتھ پر جو عجیب وغریب کام قبل از دعوائے نبوت سرزد ہو جائے اسے ارہاص کہتے ہیں مثلاً:۔

(۱) جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت قریب ہوئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے اپنی ایک سہیلی دائی کو بلا بھیجا جب موسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو ایک نور ظاہر ہوا جس کی وجہ سے اس دائی کے دل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی محبت پیدا ہو گئی اس نے آپ کی والدہ سے کہا کہ فرعون کی پولیس گلی میں گھوم رہی ہے۔ انہوں نے مجھے آپ کے گھر میں آتے ہوئے دیکھ لیا ہے میرے دل میں اس بچے کی محبت پیدا ہو گئی ہے۔ اس کو کسی طرح چھپا دو اور اس کی حفاظت کرو جب یہ دائی گھر سے نکل کر گئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے دروازے پر پولیس آ گئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ نے اپنی والدہ سے کہا کہ دروازے پر پولیس آ گئی ہے آپ کی والدہ نے جلدی سے آپ کو کپڑے میں لپیٹ کر جلتے ہوئے تنور میں ڈال دیا اور اس کی عقل نے کام نہ

کیا لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے نہ تو چہرے کا رنگ بدلا اور نہ ہی اس کے پستان میں دودھ اترا اتنے میں پولیس اندر آ گئی انہوں نے آتے ہی کہا یہاں دائی کیا لینے آئی تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے کہا وہ میری سہیلی ہے مجھے ملنے آئی تھی پولیس چلی گئی بعد ازاں جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو خیال آیا تو بیٹی سے پوچھا بچہ کہاں ہے اس نے کہا مجھے پتہ نہیں اتنے میں تنور سے بچہ کے رونے کی آواز آئی جب آپ کی والدہ پہنچیں تو دیکھا کہ:

وَقَدْ جَعَلَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی النَّارَ عَلَیْهِ بَرْدًا وَّ سَلَامًا فَاحْتَمَلَتْهُ۝ (مظہری ج 7 ص 145)

ترجمہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے آگ کو سلامتی کے ساتھ ٹھنڈا کر دیا ہے اس نے آپ کو اُٹھا لیا۔

(ب) پھر خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے دل میں یہ بات ڈالدی کہ انہوں نے ایک فرعونی درکھان سے ایک لکڑی کا صندوق خریدا تاکہ اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ڈال کر دریائے نیل کی موجوں کے سپرد کر دوں درکھان نے آپ کی والدہ سے پوچھا کہ اس صندوق کا کیا کروں گی۔ آپ نے فرمایا میں اس میں اپنے بچے کو چھپاؤں گی اور آپ نے جھوٹ بولنا مناسب نہ سمجھا اور نہ ہی یہ کہا کہ میں اپنے بچے کے لئے فرعون سے خوفزدہ ہوں جب آپ اس صندوق کو لے کر چلی گئیں تو وہ درکھان پولیس کو اس ساری کاروائی کی اطلاع دینے گیا لیکن وہاں جا کر گونگا ہو گیا زبان کام نہ کرتی تھی۔ اشاروں سے سمجھانا چاہتا تھا لیکن بیکار پولیس کے بڑے افسر نے حکم دیا اس کو مار کر باہر نکالدو جب وہ درکھان اپنے مقام پر پہنچا تو بولنے لگا پھر پولیس کے پاس اطلاع دینے کے لئے گیا اب گونگا اور اندھا ہو گیا پھر پولیس نے مار پیٹ کر نکالدیا پھر سچے دل سے

تائب ہو گیا۔خدا نے گویائی اور بینائی واپس کر دی۔

(مظہری ج 7 ص 145)

(ج) حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ فرعون کی ایک لڑکی تھی جس کو برص کا مرض تھا۔اس نے بڑے بڑے حکیموں اور جادوگروں کو اس کے علاج کے لئے بلایا جادوگروں نے کہا اے بادشاہ ایک انسانی شکل دریا کی طرف سے آئے گی اس کا تھوک اس برص کا علاج ہے ایک دن فرعون اپنی بیوی اور اسی مریضہ بچی کے ساتھ بیٹھا تھا اور یہ بچی دوسری بچیوں کے ساتھ دریائے نیل کے پانی سے کھیل رہی تھی۔ اس وقت دریائے نیل کی موجیں ایک صندوق کو بہا کر ایک درخت کے پاس لے آئیں فرعون نے حکم دیا کہ اس صندوق کو میرے پاس لایا جائے اس کے نوکر کشتیاں لے کر گئے اور صندوق لے آئے انہوں نے کھولنا چاہا لیکن ان سے صندوق نہ کھلا آخرکار حضرت آسیہ نے اسے کھولا تو دیکھا کہ ایک بچہ ہے۔

وَاِذَا نُوْرٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَقَدْ جَعَلَ اللّٰهُ رِزْقَهٗ فِيْ اِبْهَامَيْهِ يَمُصُّهُمَا لَبَنًاo

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دونوں آنکھوں کے درمیان سے ایک نور ظاہر ہوا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کا رزق آپ کے دونوں انگوٹھوں میں رکھا ہوا ہے آپ دونوں انگوٹھوں کو چوستے ہیں تو دودھ آتا ہے۔فرعون کی لڑکی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اُٹھایا آپ کا لعاب دہن اس کے جسم کو لگا تو خدا نے اسے شفا دے دی۔(مظہری ج 7 ص 146)

(د) علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے لکھا ہے کہ:

اَنَّ مَهْدَهٗ كَانَ يَتَحَرَّكُ بِتَحْرِيْكِ الْمَلَائِكَةِo

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جھولا فرشتے جھلاتے تھے۔
(مظہری ج 6 ص 513)

مہد میں جب لیٹ جاتا تھا سراپا نور کا
آ کے خود نوری جھلا جاتے تھے جھولا نور کا

نمبر 2. معجزہ:

معجزہ وہ عجیب و غریب کام ہے جو نبی کے ہاتھ پر بعد دعوائے نبوت سرزد ہو اور معجزہ کے لئے پانچ شرائط ہیں۔

شرائط معجزہ:

شرط اول: معجزہ ایسا کام ہو جس کو خدا کے سوا کوئی انسان سوائے نبی و رسول کے نہ کر سکے۔ معجزہ کے لئے ضروری ہے کہ اس کے مقابلے سے عقل عاجز آ جائے مثلاً جب موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو لے کر مصر سے نکل کر دریائے قلزم کے کنارے پہنچے تو پیچھے سے فرعون کا لشکر بھی تعاقب کرتا ہوا آ پہنچا قوم نے حضرت موسیٰ سے کہا اب ہم کیا کریں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا کی بارگاہ میں دعا کی اللہ تعالیٰ نے فرمایا اپنا عصا دریا میں مارو انہوں نے ارشاد خداوندی کی تعمیل کی دریا میں بارہ راستے پیدا ہو گئے کیونکہ آپ کی قوم کے بارہ قبائل تھے اور پانی میں زلزلہ پیدا ہوا اور وہ دیواروں کی شکل میں کھڑا ہو گیا خدا نے دھوپ اور ہوا کو حکم دیا اس نے ان راستوں کو خشک کر دیا سب سے پہلے حضرت یوشع علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام گزرے پھر ساری قوم ان راستوں پر آ گئی آخر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک گروہ کے ساتھ ایک راستہ پر روانہ ہوئے۔ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جو بنی اسرائیل تھے انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا

ہمارے ساتھی جو پانی کی دیوار کے اس طرف جا رہے کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ پانی میں غرق ہو جائیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے خدا کی بارگاہ میں دعا مانگی تو خدا تعالیٰ نے سخت ہوا کو حکم دیا۔ اس نے پانی کی دیواروں میں روشندان بنا دیئے اب ایک گروہ دوسرے گروہ کو دیکھتا ہوا جا رہا ہے۔ اسی اثناء میں فرعون کا لشکر بھی دریا کے کنارے آ پہنچا۔ فرعونی لشکر ان راستوں پر چلنے سے ڈرتا تھا خدا نے حضرت جبریل کو ایک گھوڑی پر سوار کر کے بھیجا جب جبریل نے اپنی گھوڑی پہلے راستے پر ڈالدی تو فرعون کا گھوڑا بھی پیچھے ہولیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ فرعون کے بعد سارا لشکر دریا میں داخل ہو گیا اب خدا نے پانی کی دیواروں کو ملنے کا حکم دے دیا فرعونی لشکر غرق ہو گیا۔ (تفسیر عزیزی ج 1 ص 234)

<u>شرط دوم:</u>

معجزہ خلاف عادت کام کو کہتے ہیں اگر کوئی یہ کہہ دے کہ میری نبوت کی دلیل یہ ہے کہ آج دن کے بعد رات آئے گی یا آج آفتاب مغرب میں غروب ہو گا یا آفتاب کل مشرق سے طلوع کرے گا۔ تو یہ معجزہ نہیں اس لئے کہ آفتاب کی عادت یونہی جاری ہے کہ مشرق سے نکلتا ہے مغرب میں غروب ہوتا ہے دن کے بعد رات آتی ہے کوئی کام معجزہ تب کہلائے گا جب وہ کام خلاف عادت ہو مثلاً لکڑی کی لاٹھی اگر سانپ بن جائے تو یہ کام خلاف عادت ہو کہ معجزہ بن جائے گا جیسے کہ علامہ زرقانی نے لکھا ہے کہ:

حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے دربار میں اپنا عصا ڈالا تو وہ اتنا بڑا سانپ بن گیا کہ اس کے دونوں جبڑوں کا باہمی فاصلہ اسی ہاتھ تھا وہ ایک میل لمبا ہو کر اپنی دم پر کھڑا ہو گیا۔
(زرقانی ج 5 ص 75)

شرطِ سوم:

مدعی نبوت خدا سے جس قسم کی نشانی دکھانے کی درخواست کرے وہ نشانی خدا اس کی مرضی کے مطابق دکھا دے خواہ چیز کی ہیئت بدلتی ہو مثلاً:

حضرت ابراہیم علیہ السلام جس شہر میں رہتے تھے وہاں ایک مرتبہ سخت قحط پڑ گیا آپ اپنے غلاموں کو ساتھ لے کر ایک دوسرے شہر میں غلے کی تلاش میں تشریف لے گئے لیکن غلہ نہ ملا آپ واپس تشریف لا رہے تھے کہ ایک جگہ سرخ ریت دیکھی آپ نے غلاموں سے فرمایا کہ بوریوں میں یہ سرخ ریت بھر لو تاکہ لوگ یہ نہ کہیں کے یہ غلہ لئے بغیر واپس آ گئے ہیں لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ یہ آپ کیا لاد کر لائے ہیں فرمایا سرخ گندم ہے جب گھر آ کر ان بوریوں کو کھولا گیا تو وہ واقعی سرخ گندم تھی خدا نے آپ کی بات کو سچا ثابت کر دیا۔ (تفسیر عزیزی ج 1 ص 442)

شرطِ چہارم:

معجزہ وہ خلاف عادت کام ہے جو مدعی نبوت کی مرضی کے عین مطابق ہو مثلاً علامہ زرقانی نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پانی کے ایک کنارے تشریف فرما تھے عکرمہ بن ابی جہل وہاں آ نکلا اور کہنے لگا اگر آپ سچے ہیں تو اس پتھر کو بلائیے جو پانی کے دوسرے کنارے پر ہے کہ وہ پانی پر تیرتا ہوا آ جائے اور ڈوبے نہیں آپ نے اس پتھر کو اشارہ کیا تو وہ پانی پر تیرتا ہوا آپ کے سامنے آ گیا اور بزبانِ فصیح آپ کی رسالت کی گواہی دی آپ نے فرمایا کیا تجھے اتنا ہی کافی ہے اس نے کہا یہ واپس اپنے مقام پر چلا جائے وہ پتھر واپس اپنے مقام پر چلا گیا۔ (زرقانی ج 5 ص 191)

شرط پنجم:

مدعی نبوت جو خلاف عادت کام بطور معجزہ دکھائے اس کی مثال ناپید ہو مثلاً قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام سے کہا کہ ہم آپ پر ایمان صرف اس صورت میں لائیں گے کہ آپ پہاڑ کی فلاں چٹان سے ایک ایسی اونٹنی خدا سے پیدا کرنے کی دعا کریں جو گابھن ہو آپ نے دو رکعت نماز پڑھ کر خدا سے دعا مانگی خدا نے اس چٹان سے ایک بہت بڑی اونٹنی پیدا فرمائی وہ گابھن تھی پھر اس کا بچہ پیدا ہوا وہ اتنا دودھ دیتی کہ قوم کے سارے برتن دودھ سے بھر جاتے کنویں کا سارا پانی پی جاتی تھی۔ (زرقانی ج 5 ص 75)

❀❀❀❀

مقبول دعائیں

معجزات کی چار اقسام ہیں۔

قسم اول: عقلی معجزات:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میری ماں مشرکہ تھی میں ہمیشہ اسے اسلام کی طرف بلاتا تھا ایک روز حسب معمول میں نے اسے مسلمان ہو جانے کو کہا اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں ایسی بات کی جو مجھے ناگوار گزری میں روتا ہوا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دعا فرما دیجئے کہ وہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ماں کو ہدایت دے آپ نے دعا مانگی اے اللہ ابوہریرہ کی ماں کو ہدایت دے۔ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا سے خوش ہو کر گھر کی طرف روانہ ہوا گھر آ کر دیکھا تو دروازہ بند تھا میری ماں نے میرے

قدموں کی آواز کو سنا تو کہا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ذرا ٹھہرو پھر میں نے پانی کے گرنے کی آواز سنی میری ماں نے غسل کیا اور کپڑے پہنے پھر دروازہ کھول دیا اور کہا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ:

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ○

میں پھر خوشی کے آنسوؤں کے ساتھ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خدا کی تعریف کی اور میری ماں کے اسلام پر خدا کا شکر ادا کیا۔ (مشکوٰۃ ج 3 ص 191)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی والدہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انس آپ کا خادم ہے اس کے لئے آپ دعا فرمائیں۔ آپ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے لئے یوں دعا کی۔

اَللّٰھُمَّ اَکْثِرْ مَالَہٗ وَوَلَدَہٗ وَاَطِلْ عُمْرَہٗ وَاغْفِرْلَہٗ ○

ترجمہ: یااللہ اس کی اولاد اور مال میں کثرت دے عمر زیادہ کر اور اسے بخش دے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس دعا کا اثر یہ ہوا کہ مجھے اللہ نے اسی ہزار جریب زمین عطا فرمائی اولاد میں اتنی برکت ہوئی کہ میری زندگی میں ایک سو پچیس اولاد ذکور اور پینتالیس اولاد اناث ہوئی میرا باغ سال میں دو مرتبہ پھل دیتا تھا اور ایک سو بائیس سال عمر ہوئی جب وفات قریب ہوئی تو خدا کی بارگاہ میں عرض کی یااللہ تیرے حبیب نے چار دعائیں میرے حق میں کی تھیں تین کی قبولیت کا اثر تو دیکھ لیا ہے چوتھی دعا کے بارے میں نہ جانے کیا ہوا اس مکان کے ایک کونے سے آواز آئی کہ اے انس ہم نے چوتھی بھی قبول کر لی ہے۔

(تتمہ معارج النبوت ج 2 ص 5، عمدۃ القاری ج 1 ص 140)

اجابت نے جھک کر گلے سے لگایا
بڑھی ناز سے جب دعائے محمد ﷺ

اجابت کا سہرا عنایت کا جوڑا
دلہن بن کے نکلی دعائے محمد ﷺ

(ب) غیب کی خبریں:

خدا تعالیٰ نے فرعون کے بارے میں فرمایا۔

فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْکَ بِبَدَنِکَ لِتَکُوْنَ لِمَنْ خَلْفَکَ آیَۃً ○

ترجمہ: ہم تیری لاش کو سالم رکھیں گے تاکہ بعد میں آنے والوں کیلئے نشانی بنے۔

چنانچہ 16 فروری 1963ء کو ہوارڈ کارٹر نامی شخص نے محکمہ آثار قدیمہ کی طرف سے کھدائی کرتے ہوئے فرعون کی لاش کو نکالا صدیاں گزر جانے کے بعد بھی اس کا جسم سالم تھا اس کو زمین نے کھایا نہیں یہ ایک ایسی غیبی خبر تھی جو صدیاں گزرنے کے بعد ظاہر ہوئی اس سے قرآن اور صاحب قرآن کی حقانیت ظاہر ہوئی۔

(ج) توریت وانجیل کے احکام کا علم:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی لڑکا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا۔ وہ بیمار ہو گیا تو آپ اس کی بیمار پُرسی کے لئے تشریف لے گئے آپ نے دیکھا کہ اس لڑکے کا باپ اس کے سرہانے بیٹھا ہوا تورات پڑھ رہا ہے۔ آپ نے فرمایا اے یہودی قسم ہے تجھے اس خدا کی جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل کی کیا تورات میں میری صفت، نعت اور ہجرت کا ذکر موجود ہے اس مریض لڑکے نے عرض کی یارسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم تورات میں آپ کی صفت تعریف اور ہجرت کا ذکر پاتے ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں آپ نے فرمایا اس یہودی کو لڑکے کے سرہانے سے اُٹھا دو۔

(مظہری ج3ص417)

قسم دوم: ذاتی معجزات:

آپ کے جسد اقدس میں دس معجزات تھے۔

نمبر1. آپ کا سایہ نہ تھا: چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی اَوْقَعَ ظِلَّکَ عَلَی الْاَرْضِ لِاَنْ لَّا یَضَعَ اِنْسَانٌ قَدَمَیْهِ عَلٰی ظِلِّکَ ٥ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ زمین پر نہیں پڑنے دیا تا کہ کوئی انسان آپ کے سایے پر اپنے قدم رکھ کر بے حرمتی نہ کرے۔

نیز سایہ روشنی کے ذرائع پیدا کرتے ہیں مثلاً آفتاب اور چراغ وغیرہ لیکن علماء نے لکھا ہے کہ آپ کا نور چراغ اور آفتاب کی روشنی پر غالب آجاتا تھا اس لئے آپ کا سایہ نہ تھا۔

تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا
سایے کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا

نمبر2. آپ مختون پیدا ہوئے: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب دنیا میں تشریف لائے تو آپ ختنہ شدہ تھے اس کی وجہ علماء نے یہ بیان کی ہے کہ اگر آپ ختنہ شدہ پیدا نہ ہوتے تو دنیا میں آپ کے ختنے کئے جاتے اور اگر کوئی آپ کے ستر کو دیکھ لیتا تو اندھا ہو جاتا۔

نمبر3. نیند میں آپ کا دل بیدار رہتا: اس کی وجہ علماء نے یہ بیان کی

ہے کہ نبی کو نیند میں بھی وحی آ سکتی ہے جیسے کہ حضرت ابراہیم کو خواب کی حالت میں حکم ہوا کہ اپنے بیٹے کو ذبح کر دو اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکَ بِذِبْحِ اِبْنِکَ۔ لہٰذا اگر نیند میں نبی کا دل بھی سو جائے اور غافل ہو جائے اور نیند میں وحی آ جائے تو وصولی کون کرے گا۔ اس لئے نبی جب خواب استراحت میں جلوہ فرما ہوتا ہے تو اس کی آنکھیں تو سو جاتی ہیں لیکن دل جاگتا رہتا ہے۔

دل پاک بیدار اور چشم خفتہ
نرالا تھا عالم میں سونا تمہارا

نمبر4. شیطان آپ سے ڈر کر بھاگتا تھا: اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا مانگی۔

اے اللہ میرے دل میں نور کر دے میری قبر میں نور میرے آگے نور میرے پیچھے نور میرے دائیں نور میرے بائیں نور میرے اوپر نور میرے نیچے نور میرے کانوں میں نور میری آنکھوں میں نور میرے بالوں میں نور میری جلد میں نور میرے گوشت میں نور میرے خون میں نور میری ہڈیوں میں نور اے اللہ میرے لئے بہت زیادہ نور کر دے اور مجھے نور عطا کر دے نیز شیطان نے کہا تھا۔

قَالَ فَبِمَا اَغْوَیْتَنِیْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ثُمَّ لَاٰتِیَنَّهُمْ مِّنْ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَیْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ اَکْثَرَهُمْ شَاکِرِیْنَ○

ترجمہ: تو نے مجھے گمراہ کیا ہے ان کے صراط مستقیم میں بیٹھ جاؤں گا۔ پھر ان کے آگے پیچھے دائیں بائیں سے آؤں گا اور تو اکثر لوگوں کو ناشکرا پائے گا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ آگے پیچھے دائیں بائیں اور اوپر نیچے ہر طرف سے نور ہیں اور انہی راستوں سے شیطان آتا ہے۔ اور نور میں ٹھنڈک

ہوتی ہے لہٰذا شیطان جو آگ سے پیدا ہوا ہے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب آتا ہے تو برودت کی وجہ سے قریب آنے سے ڈرتا ہے۔

نمبر5. آپ کے جسم پر مکھی نہ بیٹھتی تھی: چنانچہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!

اِنَّ اللّٰہَ عَصَمَکَ مِنْ وَقُوْعِ الذُّبَابِ عَلٰی جِلْدِکَ لِاَنَّہٗ یَقَعُ عَلَی النَّجَاسَتِ.

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے مکھی کو آپ کے جسم اقدس پر بیٹھنے سے منع فرما دیا ہے اس لئے کہ وہ نجاست پر بیٹھ جاتی ہے اور آپ کی کمال طہارت و نفاست کا تقاضا یہ ہے کہ نجاست پر بیٹھنے والی مکھی آپ کے کپڑوں اور جسد اقدس پر نہ بیٹھے۔

نمبر6. آپ آگے پیچھے سے دیکھتے: چنانچہ بخاری شریف میں یہ حدیث موجود ہے کہ اِنِّیْ لَاَرَاکُمْ مِنْ وَرَاءِ ظَھْرِیْ O میں تمہیں پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔

ایک اور حدیث میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا۔

قَالَ اِنِّیْ لَا نْظُرُ اِلٰی مَاوَرَائِیْ کَمَا اَنْظُرُ اِلٰی مَابَیْنَ یَدَیْ O

ترجمہ: میں اپنے پیچھے سے بھی ایسا ہی دیکھتا ہوں جیسے اپنے سامنے سے دیکھتا ہوں۔

نمبر7. آپ جب لوگوں کے ساتھ مل کر چلتے تھے تو سب سے بلند نظر آتے تھے خواہ کوئی کتنا ہی لمبے قد والا آپ کے ساتھ ہوتا اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ ہر طرح ہر اعتبار سے ہر انسان سے افضل ہیں۔ اگر کوئی آپ سے بلند ہو جاتا تو یہ آپ کی علوشان کے منافی ہے۔

نمبر 8. آپ جس سواری پر بھی سوار ہوتے۔ وہ اگر ضعیف بھی ہوتی تو قوی بن جاتی چنانچہ جب حضرت حلیمہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مکہ میں لینے آئی تو اس کی سواری کا یہ حال تھا کہ ضعف اور کمزوری کی بنا پر وہ گر پڑتی تھی لیکن حضرت حلیمہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لے کر اس سواری پر سوار ہوئی تو اس میں اتنی طاقت آ گئی کہ تمام سواریوں سے آگے بڑھ گئی۔

جب آئے تھے تو پیچھے رہ جاتی تھی منزل سے
وہ اپنے آپ ہی کو لے کے چل سکتی مشکل سے
مگر آج اس نے دکھلائی کچھ ایسی تیز رفتاری
جو آگے چل رہی تھیں اب وہ پیچھے رہ گئیں ساری

نمبر 9. جمائی چونکہ شیطان کے اثر سے ہوتی ہے اس لئے آپ کو جمائی نہ آتی تھی۔

نمبر 10. بول و براز کو زمین نگل جاتی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں ایک دن میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ بیت الخلا میں تشریف لے جاتے ہیں۔ جب آپ واپس آتے ہیں تو میں اندر جاتی ہوں مجھے وہاں اور تو کچھ نظر نہیں آتا مگر یہ کہ وہاں سے کستوری کی سی خوشبو آتی ہے فرمایا ہم پیغمبروں کے وجود بہشتی روحوں کی صفت پر پیدا کئے جاتے ہیں اور ان سے جو کچھ نکلتا ہے اسے زمین اپنے اندر حلول کر لیتی ہے۔

(زرقانی ج 4 ص 229)

ایک روایت ہے کہ جب آپ پاخانہ پھرنے کا ارادہ کرتے تو زمین پھٹ جاتی اور آپ کے بول و براز کو نگل جاتی تھی اور وہاں سے عمدہ اور پاکیزہ خوشبو مہکنے لگ جاتی تھی۔ (زرقانی ج 4 ص 227)

قسم سوم: صفاتی معجزات:

آپ نے کبھی جھوٹ نہ بولا چنانچہ رکانہ نامی ایک مشہور شہ زور آدمی تھا جو بکریاں چرایا کرتا تھا۔ آج تک کسی نے اس کی پشت زمین سے نہ لگائی تھی۔ ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگل میں اس سے ملاقات کی اس نے آپ کو دیکھ کر کہا آپ ہی وہ ہیں جو ہمارے بتوں کو گالیاں دیتے ہیں اور لوگوں کو ایک اور خدا کی طرف بلاتے ہیں۔ فرمایا ہاں وہ میں ہی ہوں اس نے کہا میں اپنے لات وعزیٰ کو بلاتا ہوں اور آپ اپنے خدا کو بلائیں پھر دونوں کشتی کرتے ہیں اگر آپ نے مجھے گرا لیا تو میں آپ کو دس بکریاں دوں گا آپ نے فرمایا ٹھیک ہے کشتی ہونی شروع ہوئی نبی کریمصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قوت خداداد سے اسے چاروں شانے چت گرا دیا اس نے دوبارہ دعوت دی آپ نے دوبارہ اسے شکست دی اس نے تیسری بار دعوت دی آپ نے اسے تیسری مرتبہ بھی گرا لیا رکانہ نے کہا میرے لات وعزیٰ نے میری مدد نہیں کی اور آپ کے خدا نے آپ کی مدد فرمائی ہے۔ اب آپ تیس بکریاں لے لیں آپ نے فرمایا مجھے بکریوں کی ضرورت نہیں ہاں میں یہ چاہتا ہوں کہ تو مسلمان ہو جا۔ اس نے کہا مجھے قریش مکہ کیا کہیں گے فرمایا میں کہوں گا کہ میں نے رکانہ کو گرا لیا ہے اس نے کہا آپ کچھ اور کہہ دینا فرمایا میں جھوٹ نہیں بولتا اس نے کہا واقعی آپ جھوٹ نہیں بولتے آپ نے فرمایا ہاں اس پر رکانہ مسلمان ہو گیا۔

(تتمہ معارج النبوت ج 2 ص 33، دلائل النبوت ج 6 ص 251)

(ب) جوامع الکلم: خدا تعالیٰ نے آپ کو ایسا کلام عطا فرمایا جس میں الفاظ کم لیکن معنوں اور مفہوم میں کمال وسعت ہو چند امثلہ ملاحظہ فرمائیں۔

اَلدَّالُ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلِهِ ۔ نیکی کا راستہ دکھانے والا نیکی کرنے والے کی طرح ہوتا ہے۔

اُنْصُرْ اَخَاكَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا ۔ اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔

اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى ۔ اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے یعنی مانگنے والے سے سخاوت کرنے والا بہتر ہے۔

اِذَا اَتَاكُمْ كَرِيْمُ قَوْمٍ فَاَكْرِمُوْهُ۔ جب کسی قوم کا سردار آجائے تو اس کی عزت کرو مطلب یہ کہ پھر تم سے ساری قوم خوش ہو جائے گی۔

حُبُّكَ الشَّيْءَ يُعْمِيْ وَيُصِمُّ۔ کسی چیز کی محبت اس کے عیب دیکھنے اور سننے سے اندھا اور بہرا کر دیتی ہے۔

اَلسَّعِيْدُ مَنْ وُعِظَ بِغَيْرِهِ ۔ نیک بخت وہ ہے جو دوسروں سے نصیحت حاصل کرے۔

اَلْهَمُّ نِصْفُ الْهَرَمِ۔ غم آدھا بڑھاپا ہے۔

لَا يُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَّاحِدٍ مَرَّتَيْنِ ۔ مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ ڈنگ نہیں کھاتا۔

اَلْوَاحِدَةُ خَيْرٌ مِنْ جَلِيْسِ السُّوْءِ۔ بری صحبت سے تنہائی بہتر ہے۔

اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهٗ بَعْضًا.

مومن، مومن کے لئے اس عمارت کی طرح ہے جس کے بعض حصے بعض سے مضبوط ہوتے ہیں۔

بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ.

میں اچھے اخلاق کی تکمیل کے لئے مبعوث ہوا ہوں۔

مَنْ كَثُرَ طَعَامُهُ كَثُرَ سِقَامُهُ وَمَنْ قَلَّ غِذَاؤُهُ قَلَّ دَوَاءُهُ.

ترجمہ: جو کھانا زیادہ کھائے گا زیادہ بیمار ہوگا اور جس کی غذا کم ہے اس کو دوا کی بھی کم ضرورت محسوس ہوگی۔

قسم چہارم: خارجی معجزات:

نمبر 1. ایک مرتبہ ابوجہل نے قسم کھائی تھی کہ اگر وہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھے گا تو پتھر سے سر کچل دے گا جب اس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا تو اسی بُرے ارادے سے ایک بھاری پتھر لے کر آیا جب اس پتھر کو اُٹھایا تو اس کے ہاتھ گردن سے چپک کر رہ گئے اور پتھر ہاتھ کو لپٹ گیا یہ حال دیکھ کر اپنے دوستوں کی طرف واپس ہوا اور ان سے واقعہ بیان کیا تو اس کے دوست ولید بن مغیرہ نے کہا یہ کام میں کروں گا اور میں ان کا سر کچل کر ہی آؤں گا چنانچہ وہ پتھر لے کر آپ کے پاس آیا اور آپ ابھی نماز پڑھ رہے تھے جب یہ قریب پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی بینائی سلب کر لی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز تو سنتا تھا لیکن دیکھ نہیں سکتا تھا۔ یہ بھی پریشان ہو کر اپنے یاروں کی طرف لوٹا وہ بھی نظر نہ آئے انہوں نے ہی اسے آواز دی اس سے کہا تو نے کیا کیا ہے کہنے لگا میں نے ان کو آواز سنی لیکن مجھے وہ نظر نہیں آئے اب ابوجہل کے تیسرے ساتھی نے کہا یہ کام میں سرانجام دوں گا اور بڑے دعویٰ کے ساتھ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف چلا تھا کہ الٹے پاؤں بدحواس ہو کر وہ بھاگا کہ اوندھے منہ گر گیا اس کے دوستوں نے حال پوچھا تو کہنے لگا میرا حال بہت بُرا ہے ۔ ۔ ۔ ایک بہت بڑا سانڈ دیکھا جو میرے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان حائل ہو گیا۔ لات وعزیٰ کی قسم ذرا بھی آگے بڑھتا تو

وہ مجھے کھا ہی جاتا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اِنَّا جَعَلْنَا فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِیَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ○

ترجمہ: ہم نے ان کی گردنوں میں طوق کر دیئے ہیں کہ وہ ٹھوڑیوں تک ہیں تو یہ اوپر کو منہ اُٹھائے ہوئے ہیں۔ (تفسیر خزائن العرفان)

نمبر **2.** ایک سفر سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس تشریف لا رہے تھے۔ راستے میں ایک جگہ قیام فرمایا آس پاس کے گاؤں کے لوگ آپ کو دیکھنے کے لئے آئے ایک اعرابی زمیندار سے فرمایا تم کہاں جا رہے ہو۔ اس زمیندار نے کہا حضور میں اپنے گھر جا رہا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے زمیندار کچھ نیک بات کی طرف توجہ کر سکتا ہے عرض کی حضور وہ کیا آپ نے فرمایا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا اقرار کرو اور مسلمان ہو جاؤ۔ اعرابی زمیندار نے کہا آپ کے پاس کوئی ایسی نشانی ہے جو آپ کی صداقت پر روشن دلیل ہو۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا دیکھو وہ دور کیکر کا ایک درخت کھڑا ہے تم اس کے پاس جا کر کہو تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یاد فرماتے ہیں زمیندار متعجب ہو کر درخت کے پاس گیا اور درخت کو آپ کا پیغام پہنچایا آپ کا پیغام سنتے ہی درخت بے چین ہو گیا اور فوراً چاروں طرف ہل کر اپنی جڑوں کو زمین سے باہر نکالا اور بہت جلد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر آپ کو سلام کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس درخت سے پوچھا کہ تو میری رسالت کی گواہی دیتا ہے اس نے تین مرتبہ کہا کہ بے شک آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ لوگ یہ واقعہ دیکھ کر حیران ہو گئے اعرابی نے عرض کیا بھلا یہ درخت اپنی جگہ پر واپس بھی جا سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا اے درخت اپنی جگہ پر واپس چلے جاؤ۔ درخت آپ کا حکم سن کر اپنی جگہ واپس چلا گیا۔ اعرابی نے اجازت طلب کی کہ

میں آپ کو سجدہ کروں فرمایا اس کی اجازت نہیں اگر کسی کو سجدہ کرنے کی اجازت دیتا تو عورتوں کو کہتا کہ وہ اپنے خاوندوں کو سجدہ کریں۔

چاند شق ہو پیڑ بولیں جانور سجدہ کریں
بارک اللہ مرجعِ عالم یہی سرکار ہے

پھر اعرابی نے عرض کی مجھے اجازت دیں کہ آپ کے ہاتھوں کو چوم لوں آپ نے اجازت دے دی پھر کلمہ پڑھ کر اعرابی مسلمان ہو گیا۔

(افضل المواعظ ص 97)

مقام غور ہے کہ ایک بے جان درخت تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم پا کر فوراً آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائے آپ کی اطاعت کرے اور ہم آپ کے کلمہ گو غلام ہو کر آپ کی اطاعت اور فرمانبرداری کا خیال نہ کریں۔ مسجد میں پانچ وقت نماز کے لئے اذان ہوتی ہے لیکن کچھ پرواہ نہیں کرتے ایک کان سے سنتے ہیں اور دوسرے کان سے نکال دیتے ہیں۔

پنجوقتہ مسجدوں میں اب بھی ہوتی ہے اذاں
پر وہ آواز اذاں پر دوڑنے والے کہاں
مسجدیں رنگدار ہیں لیکن یہ منظر عام ہے
اک امام اک مقتدی باقی خدا کا نام ہے

آج پوری دنیا میں مسلمان صرف اس لئے ذلیل و خوار ہیں کہ انہوں نے خدا اور اس کے رسول کے احکام و ارشادات سے منہ موڑ لیا ہے اسلام اور قرآن کو طاقِ نسیان میں رکھ دیا ہے غیروں کی تہذیب وتمدن کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا ہے ہم نے ہندوؤں انگریزوں اور یہودیوں کے طریقہ زندگی میں سکون زندگی تلاش کرنا شروع کر دیا ہے لیکن خوب یاد رکھیں کہ اگر سکون مل سکتا ہے تو وہ صرف

اور صرف شریعت مطہرہ پر عمل کرنے سے ہی مل سکتا ہے۔ شرعی اصولوں کی پابندی ہی ہماری نجات دائمی کی ضمانت ہے جب تک ہمارے ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے ہاتھ میں تلوار رہی قیصر وکسریٰ کی سلطنتیں ہمارا پانی بھرتی رہیں۔

ہمارے ہاں مذہبی تعلیم کی طرف خاطر خواہ توجہ نہیں دی جاتی ہم اگر اپنے بچے کو تعلیم دلواتے ہیں تو انگریزی کی تعلیم ہے ایک معیاری سکول کی فیس آج کل چار پانچ ہزار روپے ماہانہ ہے جس انگریزی کو پڑھ کر بچہ والدین کا نافرمان ہو جاتا ہے اسلام سے دور ہو جاتا ہے ذرا ایسے مسلمانوں کی عقل کو دیکھیں کہ ہزاروں روپے خرچ کر کے اپنی اولاد کو اپنا نافرمان بنا رہے ہیں خدارا سوچو اور اپنی اولاد کو قرآن و حدیث سے روشناس بھی کراؤ تا کہ تمہارا بچہ بڑا ہو کر قوم و ملت اور ملک کے لئے ایک عظیم سرمایہ بن سکے اسے یہ پتہ ہو کہ والدین کے مجھ پر کیا حقوق ہیں بیوی بچوں کے کیا حقوق ہیں کس طرح اسلام کا نام روشن کروں معاشرے میں ایک مفید فرد بن کر ابھروں میرے وجود سے کسی کی دل آزاری نہ ہو ہو سکے تو کسی کا فائدہ کرسکوں نقصان نہ پہنچاؤں۔

ہم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم نے ہمیشہ اسی دنیا میں رہنا ہے یہی ہماری منزل ہے اسی لئے ہم دن رات حصول دنیا کے لئے سرگرداں رہتے ہیں جائز اور ناجائز ذرائع سے آمدنی حاصل کرتے ہیں کم تولنا کم ناپنا اشیاء میں ملاوٹ ہمارا روز مرہ کا معمول بن گیا ہے۔ جھوٹ بول کر روپے حاصل کرنے کو چالاکی کا نام دیا جاتا ہے جھوٹی قسمیں کھا کر مال فروخت کرنا ہمارا وطیرہ بن چکا ہے دھوکہ دہی سے دوسروں کے روپے ہتھیا لینا کمال سمجھا جاتا ہے غرضیکہ کوئی برائی ایسی نہیں جو ہم نام نہاد مسلمانوں میں موجود نہ ہو۔

''یا الٰہی پھیر دے رُخ گردش ایام کے''

نمبر 3. سر میں برکت: حضرت حنظلہ بن حزیم کے سر پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست شفقت پھیر کر فرمایا تجھ میں برکت دی گئی۔ حضرت ذیال فرماتے ہیں کہ اس کے بعد ان کی کیفیت یہ ہوگئی کہ کسی بکری کے تھنوں یا اونٹ یا انسان کے کسی مقام پر ورم آ جاتا تو اس کو حضرت حنظلہ کے پاس لے آتے اور وہ اپنے ہاتھ پر اپنا لعاب دہن ڈال کر اپنے سر پر ملتے اور فرماتے بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰى اَثَرِ يَدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اور پھر ہاتھ ورم کی جگہ پر مل دیتے تو ورم فوراً اُتر جاتا۔ (زرقانی ج2 ص83)

نمبر 4. کلام گوہ: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مرتبہ اپنے صحابہ کی محفل میں موجود تھے کہ بنی سلیم کا ایک دیہاتی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اس نے گوہ پکڑ کر اپنی آستین میں لی ہوئی تھی آ کر کہنے لگا یہ کون ہے اپنی جماعت کے ساتھ کہا گیا یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں وہ لوگوں میں سے ہوتا ہوا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ تمام لوگوں سے میرے نزدیک زیادہ مبغوض ہیں اگر میری قوم مجھے جلد باز نہ کہتی تو میں آپ کو قتل کر دیتا تا کہ لوگ خوش ہو جاتے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے اس کے قتل کی اجازت دیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے عمر کیا تو نہیں جانتا کہ حلیم میں نبوت کی صفت ہوتی ہے پھر وہ اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف متوجہ ہوا اور عرض کی لات وعزیٰ کی قسم میں آپ پر اس وقت تک ایمان نہ لاؤں گا جب تک یہ گوہ آپ پر ایمان نہ لائے۔ یہ کہہ کر اس نے آستین سے گوہ نکال کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ڈال دی اور کہا اگر یہ ایمان لائے گی

تو میں بھی ایمان لے آؤں گا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے گوہ تو گوہ نے عربی زبان میں ایسا کلام کیا کہ سب لوگوں نے اس کلام کو سمجھا اس نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا تم کس کی عبادت کرتی ہو اس نے کہا۔

اَللّٰہُ الَّذِیْ فِی السَّمَاءِ عَرْشُہٗ وَفِی الْاَرْضِ سُلْطَانُہٗ وَفِی الْبَحْرِ سَبِیْلُہٗ وَفِی الْجَنَّۃِ رَحْمَتُہٗ وَفِی النَّارِ عَذَابُہٗo

ترجمہ: میں اس اللہ کی عبادت کرتی ہوں آسمان میں جس کا عرش ہے زمین میں اس کی سلطنت ہے سمندر میں اس کا راستہ ہے جنت میں اس کی رحمت ہے دوزخ میں اس کی سزا ہے۔

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا میں کون ہوں اس نے جواب دیا۔

اَنْتَ رَسُوْلُ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَخَاتَمِ الْمُرْسَلِیْنَ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ صَدَّقَکَ وَقَدْ خَابَ مَنْ کَذَّبَکَo

ترجمہ: آپ پروردو عالم کے رسول ہیں تمام نبیوں کے بعد آنے والے ہیں جس نے آپ کی تصدیق کی وہ کامیاب ہوگیا اور جس نے تکذیب کی وہ نامراد ہوگیا۔

اس پر اعرابی نے کہا:

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاِنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ حَقًّاo

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ برحق رسول ہیں۔ (طبرانی اوسط، ج6 ص467، دلائل النبوت ص321)

نمبر5. سرکش اونٹ: حضرت غیلان بن سلمہ سے مروی ہے کہ ایک سفر میں ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے ہم نے آپ سے ایک عجیب کام

دیکھا اور وہ یہ تھا کہ ایک جگہ ہم نے پڑاؤ ڈالا تو ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اس نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا ایک باغ ہے جس سے میری اور میرے اہل وعیال کی گزراوقات ہوتی ہے۔ اس میں میرے دو اونٹ ہیں جو سرکش ہیں جو نہ تو میرے قابو میں ہیں اور نہ ہی مجھے باغ میں کام کرنے دیتے ہیں اور کوئی ان اونٹوں کے قریب جانے کی جرأت نہیں کرتا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ اس باغ کی طرف تشریف لے گئے اور اس باغ کے مالک سے کہا کہ اس کا دروازہ کھول دو عرض کی مجھے خوف ہے فرمایا فکر نہ کرو اور دروازہ کھول دو جب دروازہ کھولا تو دونوں اونٹ آہستہ آہستہ آئے اور جب انہوں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو دونوں سربسجود ہو گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں کو پکڑ کر مالک کے حوالے کر دیا صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ہمیں اجازت دیتے ہیں کہ ہم آپ کو سجدہ کریں فرمایا سجدہ صرف اللہ حی قیوم کی شان کے لائق اگر میں کسی کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔ (دلائل النبوت ص328)

نمبر3. کرامت: یہ وہ عجیب وغریب کام ہے جو کسی ایسے آدمی کے ہاتھ پر سرزد ہو جو کسی نبی کی شریعت کا پابند ہو۔

اللہ کا ولی آنکھ، کان، زبان، ہاتھ، دل، پیٹ اور پاؤں سے خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے ان اعضاء سے وہ کام لیتا ہے جن سے خدا اور اس کے رسول کی رضا حاصل ہو جائے تو پھر ان اعضا سے کرامات کا ظہور ہونے لگتا ہے۔

آنکھ کی کرامت:

جب حضرت داتا علی ہجویری لاہور میں تشریف لائے تو آپ نے ایک مسجد تعمیر کرائی جس میں پنجوقتہ باجماعت نماز ہوتی تھی لاہور کے بعض علماء نے اعتراض کیا کہ داتا صاحب کی مسجد کا قبلہ درست نہیں ہے۔ جب داتا صاحب کو اس بات کا علم ہوا تو آپ نے ان تمام معترضین علماء کو بلا بھیجا کہ آج عصر کی نماز آپ ہماری مسجد میں ادا فرمائیں تمام علماء آپ کے ارشاد پر عصر کے وقت حاضر ہوئے اذان و اقامت کہی گئی داتا صاحب نے فرائض امامت سرانجام دیئے اختتام نماز پر آپ نے حضرات علمائے کرام سے فرمایا آپ ذرا غور سے دیکھیں کیا ہماری مسجد کا قبلہ درست ہے جب ان علماء نے جانب قبلہ نگاہ کی تو آپ کی کرامت سے لاہور میں بیٹھے بیٹھے انہوں نے کعبہ کا دیدار کرلیا۔

کان کی کرامت:

علامہ نبہانی نے شیخ محمد بن عمر کی ایک کرامت ذکر کی ہے کہ حلب کے خطیب شیخ شمس الدین کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ایک آدمی کی دعوت پر ہم شیخ محمد بن عمر کے ہمراہ ایک گاؤں میں پہنچے وہاں پہنچ کر ہم نے دیکھا کہ شیخ نے کئی بار اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھا۔ خطیب صاحب نے عرض کی حضور کیا حادثہ پیش آیا آپ نے فرمایا جب ہم اس گاؤں پہنچے تو مردوں کی روحیں مجھے سلام کرنے آئیں ان میں ایک خوبصورت جوان تھا جس نے مجھے بتایا کہ اس گاؤں کے دو مردوں نے مجھے قتل کیا ہے وہ دونوں بھائی تھے میں ان کی بکریاں چرایا کرتا تھا انہوں نے اپنی لڑکی سے مجھے متہم کیا اور میں ان کے الزام سے بری تھا اتفاقاً قتل کے دونوں مجرم وہاں موجود تھے اور شیخ کی ساری گفتگو ان دونوں نے سنی اور بعد میں خطیب

صاحب سے کہا کہ واقعی وہ اس قتل کے مجرم ہیں۔ (جامع کرامات ص568)

زبان کی کرامت:

حضرت عروہ بن زبیر کی روایت ہے کہ سعید بن زید اور اروٰی بنت اوس میں ایک زمین کے بارے میں جھگڑا ہوا اروٰی سعید بن زید کو مروان گورنر مدینہ کے پاس لے گئی اروٰی نے یہ دعویٰ کیا کہ سعید نے میری زمین کا کچھ حصہ دبا لیا ہے سعید نے دعویٰ سن کر کہا میں اس کی زمین کا ٹکڑا کیسے لے سکتا ہوں حالانکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ وعید سن چکا ہوں مروان نے کہا سعید سے تم نے کیا سنا ہے سعید نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص ایک بالشت بھر زمین کسی سے لے گا اس زمین کے ساتوں طبقات قیامت کے دن اس کے گلے میں ڈالدیئے جائیں گے۔ مروان نے یہ سن کر کہا اس کے بعد میں آپ سے اور کوئی گواہ طلب نہیں کرتا سعید نے یہ سن کر کہا اے اللہ اگر یہ جھوٹی ہے تو اس کو اندھا کر دے اور اس کو اسی زمین میں موت دے جس کا یہ دعویٰ کرتی ہے عروہ بن زبیر کا بیان ہے کہ وہ مرنے سے پہلے اندھی ہوگئی اور ایک روز وہ اس متنازعہ زمین میں جا رہی تھی کہ ایک غار میں گر کر مر گئی۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ اندھی ہوگئی اور دیوار کو ٹٹول کر چلتی تھی اور کہتی مجھے سعید کی دعا نے اندھا کر دیا ہے۔ (مشکوٰۃ ج3 ص216)

ہاتھ کی کرامت:

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مدرسہ میں ایک مرتبہ خلیفہ وقت مستنجد باللہ آیا اور آپ کو سلام کر کے بیٹھ گیا اور کہنے لگا مجھے کوئی ایسی کرامت دکھایئے جس سے میرا دل مطمئن ہو جائے۔ آپ نے فرمایا کیا چاہتے ہو خلیفہ

نے کہا مجھے اس وقت سیب درکار ہے وہ موسم سیب کا نہ تھا۔ آپ نے ہاتھ پھیلا کر دو سیب پکڑے ایک خلیفہ کو دے دیا اور ایک خود رکھ لیا جب آپ نے اپنا سیب چیرا تو اس میں سے کستوری کی سی خوشبو نکلی اور خلیفہ نے اپنا سیب چیرا تو اس میں سے کیڑے نکلے خلیفہ نے تعجب سے پوچھا معاملہ کیا ہے آپ نے فرمایا ظالم کا ہاتھ لگنے سے پھلوں میں کیڑے پڑ جاتے ہیں۔ (نزہتہ الخاطر الفاتر ص 57)

پاؤں کی کرامت:

امام جلال الدین سیوطی نے اپنے ایک خادم سے دوپہر کے وقت فرمایا کہ ہم عصر کی نماز مکہ میں پڑھنے کا ارادہ رکھتے ہیں لیکن میری زندگی میں یہ کرامت کسی کے سامنے بیان نہ کرنا انہوں نے وعدہ کر لیا کہ کسی سے بیان نہ کریں گے پھر کہا میرا ہاتھ پکڑو اور آنکھیں بند کر لو خادم نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر آنکھیں بند کر لیں ستائیس قدم اُٹھائے تھے کہ علامہ سیوطی نے فرمایا آنکھ کھول دو اب جو آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ ہم بیت اللہ کے دروازے کے پاس کھڑے تھے نماز ادا کرنے کے بعد واپس ہونے کا وقت آیا تو پھر فرمایا آنکھ بند کر لو انہوں نے آپ کے ارشاد کی تعمیل کی اور سات قدم میں واپس ملک شام پہنچ گئے۔

(اسرار کائنات ص 36)

دل کی کرامت:

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث ہے۔

مَنْ اَخْلَصَ لِلّٰهِ اَرْبَعِيْنَ صَبَاحًا اَظْهَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى يَنَابِيْعَ الْحِكْمَةِ مِنْ قَلْبِهٖ عَلٰى لِسَانِهٖ○

ترجمہ: ۔ جو چالیس روز اخلاص کے ساتھ عبادت کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل

میں علم وحکمت کے چشمے جاری فرما دیتا ہے جس کا اظہار اس کی زبان سے ہونے لگتا ہے۔

چنانچہ حضرت جابر کہتے ہیں کہ جنگ اُحد پیش آئی تو میرے والد نے ایک رات مجھے بلایا اور کہا میں خیال کرتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابہ میں جنگ میں سب سے پہلے میں شہید ہوں گا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد میں تم سب سے زیادہ محبت کرتا ہوں مجھ پر جو قرض ہے وہ ادا کر دینا اور اپنی بہنوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا چنانچہ صبح جب جنگ ہوئی تو سب سے پہلے میرے والد شہید ہوئے اور میں نے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہدایت کے مطابق ایک اور شخص کے ساتھ ایک ہی قبر میں دفن کر دیا۔

(مشکوٰۃ ج3 ص213)

پیٹ کی کرامت:

حضرت شیخ احمد بن علی عجم سے شیخ علی بن وھب کے پاس آئے اور کہا میرا ارادہ ہے کہ میں اور آپ دونوں ایک مکان میں پچاس دن تک رہیں نہ کھائیں نہ پئیں نہ سوئیں اور نہ وضو کریں شیخ علی نے کہا اے فرزند عزیز میں اب بڑی عمر کا ہو گیا ہوں اور ہڈیاں ضعیف ہو گئی ہیں۔ میری قوت ضعیف ہو گئی ہے اس نے کہا یہ ضرور کریں گے شیخ نے فرمایا تو پھر بسم اللہ دونوں کھڑے ہو گئے اور گھر میں داخل ہو گئے شیخ احمد نے کہا میرے پاس کھانا اور پانی لاؤ لوگ ہر روز ان کے پاس اشیائے خوردنی اور تربوز وغیرہ لاتے اور یہ کھا جاتے کثرت سے دودھ پی جاتے لیکن جائے ضرورت پر جانے کی حاجت نہ ہوتی نہ سوتے اور نہ ہی وضو کرتے اور اپنی مجلس سے رات دن نہ اُٹھتے تب شیخ احمد نے آپ کے قدم

چومے اور آپ کی مجلس کو لازم کرلیا۔ (بہجتہ الاسرار ص679)

ماں کے بطن میں کرامت:

خواجہ ابو محمد چشتی ماں کے پیٹ ہی میں اہل نعمت ہو گئے تھے۔ ان کی والدہ فرماتی ہیں کہ ابو محمد چار مہینے کے تھے کہ تہجد کے وقت میرے پیٹ میں حرکت کرتے تھے اور میرے کان میں آواز آتی تھی لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ یعنی والدہ کے شکم میں ذکر خدا کرتے تھے شیخ ابو احمد فرماتے ہیں کہ جس رات ابو محمد پیدا ہوئے میں نے پیارے مصطفےٰ کو خواب میں دیکھا آپ نے فرمایا اے ابو احمد تمہیں بشارت ہو آج تمہارے مریدوں سے ایک مرید دنیا میں پیدا ہوگا اس کا نام اُبو محمد چشتی ہے وہ پیدائش کے وقت تمام حاضرین کے سامنے سات مرتبہ زور سے لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کہے گا تم روزانہ اسے دیکھنے جانا اور میرا سلام ان کو دینا یہ خواب دیکھ کر خواجہ ابو احمد بیدار ہوئے اسی وقت ابو محمد کی والدہ کی طرف سے پیغام آیا کہ اسی ساعت ایک لڑکا پیدا ہوا ہے جس نے پیدا ہوتے ہی تمام حاضرین کے سامنے سات مرتبہ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ کہا ہے خواجہ ابو احمد وہاں پہنچے اور جاکر نوزائیدہ بچے کو یوں سلام کیا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا مُحَمَّدُ وَلِیُّ اللّٰهِ انہوں نے جواب دیا وَعَلَیْکَ السَّلَامُ یَا شَیْخُ اَبُوْ اَحْمَدَ خواجہ ابو احمد سے کہا آج رات کا خواب بیان کریں۔ انہوں نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو سلام بھیجا ہے جواب دیا وَالسَّلَامُ عَلَیْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَهْلِ بَیْتِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَo

(سبع سنابل ص425)

وفات کے بعد کرامت:

1910ء میں جب حضرت ضیاء معصوم مرشد امیر حبیب اللہ والی کامل

پٹیالہ تشریف لائے تو انہوں نے سرہند جانے کے لئے قاضی سلیمان منصور پوری کو اپنے ساتھ لے لیا جب حضرت ضیاء معصوم مراقبہ کے لئے حضرت مجدد الف ثانی کی قبر پر بیٹھے تو قاضی صاحب نے دل میں کہا شاید ان بزرگوں نے کوئی راز کی بات کہنی ہو ان سے الگ ہو جانا چاہیے ابھی اپنے جی میں یہ بات لے کر اُٹھے ہی تھے کہ حضرت مجدد الف ثانی نے آپ کو ہاتھ سے پکڑ لیا اور فرمایا کہ سلیمان بیٹھے رہو ہم کوئی بات تجھ سے راز میں رکھنا نہیں چاہیے قاضی صاحب نے بعض دوستوں سے کہا کہ یہ واقعہ مراقبہ یا مکاشفہ کا نہیں بلکہ بیداری کا ہے۔

(کرامات اہلحدیث ص 19)

نمبر 5. استدراج:

وہ عجیب و غریب اور خلاف عادت کام جو کسی ملحد اور کافر کے ہاتھ پر سرزد ہو اسے استدراج کہتے ہیں مثلاً

فرعون نے ایک درخت بنایا ہوا تھا جس کا تنہ زمرد کا تھا اس درخت پر چاندی کی چڑیاں بنائی گئی تھیں۔ فرعون کے نوکر اس درخت کو حرکت دیتے تو ان چڑیوں سے آواز آتی تھی فرعون تمہارا خدا ہے اسے سجدہ کرو اس پر لوگ سجدہ ریز ہو جاتے۔ (تفسیر عزیزی ج 1 ص 226)

نمرود کے زمانے میں بابل شہر میں اس نے کانسی کی بطخ بنا رکھی تھی۔

جب اس شہر میں کوئی جاسوس یا چور داخل ہوتا تھا وہ بطخ بولتی تھی اور سارے شہر والے اس کی آواز کو سن لیتے تھے اور سمجھ جاتے تھے کہ شہر میں کوئی چور یا جاسوس داخل ہو گیا وہ اس کو تلاش کر کے پکڑ لیتے تھے۔

اسی طرح ایک طبل بنا رکھا تھا جب کسی کی کوئی چیز گم ہو جاتی وہ لکڑی

سے اس طبل کو مارتا تھا تو اس طبل سے آواز آتی تھی کہ تیری گم شدہ چیز فلاں مقام پر ہے۔

تیسرا نمرود نے ایک آئینہ بنا رکھا تھا جس سے غیب کے حالات معلوم کیئے جاتے تھے۔ جب بھی اس آئینہ میں ضرورت مند دیکھتا تھا تو اس کو نظر آجاتا تھا کہ غائب ہونے والا آدمی میدان میں ہے یا پہاڑ پر ہے کسی شہر میں ہے یا جنگل میں ہے کشتی میں ہے یا کسی اور جگہ بیمار ہے یا صحت مند ہے فقیر ہے یا مالدار ہے زندہ ہے یا مردہ ہے۔

چوتھا ایک حوض تھا جس کے کنارے سال میں ایک مرتبہ نمرودی جشن مناتے تھے اور شہر کے امراء روسا اس کے کنارے جمع ہوتے تھے اور ہر آدمی اپنی اپنی پسند کا مشروب اپنے ہمراہ لاتا تھا اور اس حوض میں ڈال دیتا تھا اور پیاسے اس حوض سے پیتے تھے لیکن جو مشروب کوئی ساتھ لایا ہے اس کے پیالے میں وہی مشروب آتا تھا حالانکہ حوض میں کوئی شربت ڈالتا کوئی شہد ڈالتا کوئی دودھ ڈالتا تھا۔

پانچواں ایک تالاب تھا جس میں پانی بھرا رہتا تھا جب دو فریقوں کے درمیان جھگڑا ہو جاتا تو اس تالاب کے ذریعے ان کا فیصلہ کیا جاتا اور وہ اس طرح کہ جو باطل پر ہوتا وہ تو اس تالاب میں ڈوب جاتا تھا اور جو حق پر ہوتا وہ نہیں ڈوبتا تھا اور باطل والا توبہ کر لیتا تو ڈوبنے سے بچ جاتا تھا۔ چھٹی چیز یہ تھی کہ نمرود کے محل کے دروازے کے سامنے ایک درخت تھا کہ اس کے سایے میں اس کے درباری بیٹھتے تھے جوں جوں لوگ زیادہ ہوتے جاتے اس کا سایہ بھی پھیلتا جاتا تھا یہاں تک کہ ایک لاکھ آدمیوں کے لئے وہ اپنا سایہ پھیلا دیتا تھا جب ایک لاکھ

سے ایک بھی آدمی زیادہ ہو جاتا تھا تو سایہ سب سے غائب ہو جاتا تھا۔
(تفسیر عزیزی ج 1 ص 368)

نمبر 6. اہانت:

اہانت وہ عجیب و غریب کام ہے جو جھوٹے مدعی نبوت کے ہاتھ پر اس کی مرضی کے خلاف سرزد ہو جائے مثلاً شیخ محققین نے مدارج النبوت جلد دوم ص 527 پر لکھا ہے کہ مسیلمہ کذاب نے ایک آدمی کی درازیٔ عمر کے لئے دعا مانگی بجائے اس کے کہ اس کی دعا قبول ہو کر اس کی عمر میں طوالت ہو جاتی وہ آدمی فوراً مر گیا لیکن ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی عمر میں طوالت کی دعا مانگی خدا نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی عمر ایک سو بیس سال کی کر دی جیسے کہ آپ گذشتہ سطور میں حدیث پڑھ چکے ہیں۔

اسی طرح مسیلمہ نے ایک آدمی کے لئے دعا مانگی کہ یا اللہ اس کی بینائی تیز کر دے وہ بالکل اندھا ہو گیا حالانکہ پیارے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک صحابی حضرت فدیک کا پاؤں سانپ کے انڈوں پر آ گیا اور وہ نابینا ہو گئے ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں لایا گیا آپ نے اس کی آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا تو بینا ہو گئے اور سب کچھ نظر آنے لگا یہاں تک کہ اسی سال کی عمر میں سوئی میں دھاگہ ڈال لیتے تھے۔ (خصائص کبریٰ ج 2 ص 49)

حضرت براء بن عازب فرماتے ہیں کہ یوم حدیبیہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاہ حدیبیہ پر نزول فرمایا آپ کے ہمراہ چودہ سو صحابہ کرام تھے لشکر اسلام نے چاہ حدیبیہ کا تمام پانی نکال لیا یہاں تک کہ اس میں ایک قطرہ بھی پانی نہ رہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی خبر پہنچی کہ اس کنویں میں پانی کا ایک

قطرہ بھی نہیں رہا آپ اس کنویں پر تشریف لے گئے اور اس کے کنارے بیٹھ کر پانی کا ایک برتن طلب فرمایا وضو کیا اور کچھ پانی منہ میں لے کر کلی کنویں میں ڈال دی اور دعا فرمائی اور فرمایا تھوڑی دیر اس کنویں کو چھوڑ دو پس اس کنویں میں اتنا پانی آ گیا کہ جب تک لشکر اسلام وہاں رہا پانی کی قلت نہیں ہوئی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص435، مشکوٰۃ ص533)

جب ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس معجزہ کی خبر مسیلمہ کذاب کو پہنچی تو اس نے اپنی کلی ایک کنویں میں ڈالی جس کے نتیجہ میں کنویں کا سارا پانی زمین میں اُتر گیا۔

امام جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے کہ آدمی جس کا نام تھا ہلب بن عزیز اس کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں لایا گیا۔ وَهُوَ اَقْرَعُ فَمَسَحَ رَأْسَهٗ فَنَبَتَ شَعْرَهٗ۔ وہ گنجا تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تو سر میں بال اُگ آئے۔ (خصائص کبریٰ ج2 ص15)

مسیلمہ کذاب کے پاس لوگ ایک لڑکے کو لائے اس نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تو وہ بالکل گنجا ہو گیا۔

علامہ قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک یہودی کو اسلام کی طرف بلایا یہودی نے کہا میری ایک شرط ہے اور وہ یہ ہے کہ میری لڑکی فوت ہو گئی ہے۔ آپ دعا کریں وہ زندہ ہو جائے اور آپ نے لڑکی کا نام لے کر پکارا اس کی قبر شق ہوئی اور وہ لڑکی قبر سے پکاری لبیک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ارشاد ہے۔ آپ نے فرمایا اگر تیرا دل چاہے تو دنیا میں چلی آ دنیا میں زندہ ہو کر رہ اس نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے اپنے اللہ کو اپنے ماں باپ سے زیادہ مہربان پایا ہے اور آخرت

کو دنیا سے افضل پایا اس لئے آپ مجھے میری قبر میں ہی رہنے دیں آپ نے دعا مانگی وہ لڑکی دوبارہ مر کر قبر میں ہی رہ گئی۔ یہودی یہ واقعہ دیکھ کر حیران ہو گیا اور لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا اقرار کر لیا۔ (افضل المواعظ ص 107)

مسیلمہ کذاب کے پاس ایک آدمی آیا اور کہنے لگا میرے دو لڑکے ہیں ان دونوں کے بارے میں خیر و برکت کی دعا کر دو اس نے دعا کی لڑکوں کا باپ گھر گیا پتہ چلا ایک لڑکے کو بھیڑیا لے گیا اور دوسرا کنویں مین گر کر مر گیا ہے۔

حضرت ام جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور کو جمرۃ العقبیٰ کے پاس رمی فرماتے دیکھا رمی کے بعد آپ منیٰ میں اپنے مقام پر تشریف لے گئے وہاں ایک عورت اپنے لڑکے کو لے کر حاضر ہوئی جو آسیب زدہ تھا اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے اس لڑکے پر بلا مسلط ہے بولتا نہیں آپ نے اس عورت سے فرمایا کہ پانی لاؤ تو وہ ایک برتن میں پانی لے آئی آپ نے اس سے پانی لے کر اس برتن میں کلی کی اور دعا فرمائی اور اس کو دے کر فرمایا یہ پانی اس لڑکے کو پلاؤ اور اس میں نہلاؤ ام جندب کہتی ہے کہ جب وہ عورت جانے لگی تو میں بھی اس کے ہمراہ ہو گئی اور اس سے کہا اسی سے تھوڑا سا پانی مجھے بھی دے اس نے کہا لے لو میں نے پانی لے کر اپنے لڑکے عبداللہ کو پلا دیا وہ بہت عرصہ تک زندہ رہا اور بہت نیک بخت ہوا پھر اس عورت سے میری ملاقات ہوئی تو اس نے کہا کہ وہ لڑکا اچھا ہو گیا اور اپنے ہم لڑکوں میں سب سے زیادہ صاحب فراست ہوا۔

(طبرانی کبیر ج 25 ص 160، مصنف ابن ابی شیبہ ج 8 ص 52)

مسیلمہ کذاب کے پاس ایک ایسے بچے کو لایا گیا جو رُک رُک بولتا تھا۔ اس نے بچے کے منہ میں انگلی ڈالی وہ بالکل گونگا ہو گیا۔

علامات المنافقین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ○ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ○

ترجمہ: اے ایمان والو کیا میں تمہیں وہ تجارت بتاؤں جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دے ایمان رکھو اللہ اور اس کے رسول پر۔

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا کا خطاب قرآن میں اٹھاسی مقام پر آیا ہے اس خطاب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شامل نہیں وجوہات یہ ہیں۔

(۱) یہ عام خطاب ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خطابات خاص ہیں يَا اَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ. يَا اَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ. يَا اَيُّهَا النَّبِيُّ وغیرہ۔

(۲) یہ ان کا خطاب ہے جو دنیا میں آکر مومن بنے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مومن بن کر دنیا میں تشریف لائے ہیں۔

(۳) یہ خطاب ان سے ہے جو ایمان لینے والے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایمان دینے والے ہیں۔

(۴) اس خطاب کے بعد بعض احکام ایسے ہیں کہ جن میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم داخل نہیں مثلاً يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ ۔اے ایمان والو اپنی آوازوں کو نبی کی آواز سے اونچا نہ کرو۔

علامہ بدر الدین عینی نے لکھا ہے۔ اَلْاِیْمَانُ اِسْمٌ لِمَا بَطَنَ مِنَ الْاِعْتِقَادِ ۔ ایمان نام ہے پوشیدہ عقائد کا لیکن اصطلاح شریعت میں ایمان نام ہے ایسا عقائد اختیار کرنا جن کی بنا پر دائمی عذاب سے انسان محفوظ رہے مثلاً خدا فرماتا ہے۔

آمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ آمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖo

رسول ایمان لایا اس پر جو اس کے رب کے پاس سے اترا اور ایمان والے سب نے مانا اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کو۔

اصطلاح قرآن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاکم ماننے کا نام خدا فرماتا ہے۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَكِّمُوْكَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًاo

ترجمہ: اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مومن نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑوں میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو تم حکم فرما دو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں اور لغت میں یمان نام ہے تصدیق قلبی کا خدا فرماتا ہے۔

حضرت یوسف کے بھائیوں نے حضرت یعقوب سے کہا یوسف کو بھیڑیا کھا گیا ہے لیکن وَمَا اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِیْنَ ۔ اور آپ ہماری تصدیق کرنے والے نہیں اگرچہ ہم سچے ہوں۔

منافقین اپنی محفلوں میں نبی کے بارے میں نازیبا کلمات استعمال کرتے بعض نے کہا اگر نبی کو خبر ہوگئی تو اچھا نہ ہوگا اس پر جلاس بن سوید بولا اگر ان کو خبر

ہو گئی تو ہم مکر جائیں گے کیوں کہ وہ تو نرے کان ہیں جو بات ان سے کہہ دی جائے وہ مان جاتے ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

وَمِنۡهُمُ الَّذِيۡنَ يُؤۡذُوۡنَ النَّبِىَّ وَيَقُوۡلُوۡنَ هُوَ اُذُنٌ قُلۡ اُذُنُ خَيۡرٍ لَّـكُمۡ يُؤۡمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤۡمِنُ لِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ○

اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو نبی کو ستاتے ہیں اور کہتے ہیں وہ تو کان ہیں تم فرما دو تمہارے بھلے کے لئے کان ہیں وہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور مومنوں کی تصدیق کرتے ہیں۔

آپ ایمان کی صفت میں پڑھتے ہیں۔

آمَنْتُ بِاللّٰهِ كَمَا هُوَ بِاَسْمَائِهٖ وَصِفَاتِهٖ وَقَبِلْتُ جَمِيْعَ اَحْكَامِهٖ اِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ وَ تَصْدِيْقٌ بِالْقَلْبِ○

ایمان لایا میں اللہ پر جیسے وہ اپنے ناموں اور اپنی صفات کے ساتھ ہے میں نے اس کے تمام احکام کو قبول کیا زبان کے اقرار اور دل کی تصدیق سے۔

ایمان نور ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اَفَمَنۡ شَرَحَ اللّٰهُ صَدۡرَهٗ لِلۡاِسۡلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوۡرٍ مِّنۡ رَّبِّهٖ.

اللہ تعالیٰ مومنوں کا مددگار ہے ان کو اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لے جاتا ہے۔

تیسرے مقام پر خدا تعالیٰ نے فرمایا۔

الٓرٰ○ كِتَابٌ اَنۡزَلۡنٰهُ اِلَيۡكَ لِتُخۡرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوۡرِ○

کتاب ہم نے تجھ پر اس لئے اتاری کہ تو لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لے جائے۔

چوتھے مقام پر فرمایا۔

اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ ٥

اور کیا وہ کہ مردہ تھا ہم نے اسے زیادہ کر دیا اور اس کے لئے ایک نور کر دیا جس سے لوگوں میں چلتا تھا۔

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ ابوجہل نے ایک روز حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کوئی نجس چیز پھینکی تھی اس روز حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ شکار کے لئے گئے ہوئے تھے جس وقت وہ ہاتھ میں کمان لئے واپس آئے تو انہیں اس واقعہ کی خبر دی گئی ابھی تک وہ ایمان سے مشرف نہ ہوئے تھے مگر یہ خبر سن کر ان کو طیش آ گیا اور وہ ابوجہل پر چڑھ گئے اور اس کو کمان سے مارنے لگے۔ ابوجہل عاجزی اور خوشامد کرنے لگا اور کہنے لگا اے حمزہ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیسا دین لائے ہیں انہوں نے ہمارے بتوں کو بُرا کہا اور ہمارے باپ دادا کی مخالفت کی اور ہمیں بدعقل بتایا اس پر حضرت حمزہ نے فرمایا تم سے بڑھ کر احمق کون ہوگا کہ اللہ کو چھوڑ کر بتوں کی پوجا کرتے ہو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔ اسی وقت حضرت حمزہ ایمان لے آئے یہاں ان کے ایمان کو نور کہا گیا۔

(خزائن العرفان ص170)

جن کے پاس ایمان کا نور ہے وہ مر کر بھی زندہ ہیں۔ خدا فرماتا ہے۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ٥

مومن مرد وزن سے جو نیک عمل کرے گا اسے ہم اچھی زندگی سے زندہ رکھیں گے۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ٥

جو اللہ کے راستے میں قتل ہو جائیں ان کو مردہ نہ کہو وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں شعور نہیں۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ○

جو اللہ کے راستے میں قتل کر دیئے جائیں ان کو مردہ خیال بھی نہ کرو بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے رب کے ہاں رزق دیئے جاتے ہیں۔

اور جن کے پاس ایمان کا نور نہیں وہ زندہ رہ کر بھی مردہ ہیں خدا فرماتا ہے۔ اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی تو مردوں کو سنوا نہیں سکتا۔

اور نور ایمان کی برکت یہ ہے کہ ابو جہل ساری عمر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھتا رہا لیکن عالم برزخ میں گیا اور اس سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں سوال ہوا تو اس نے کہا ھَا ھَا لَا اَدْرِیْ میں نہیں جانتا لیکن ہم نے ان ظاہری آنکھوں سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا نہیں لیکن بفضل اللہ تعالیٰ ہم قبر میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہچانیں گے اور زبان حال سے کہیں گے۔

آج حسرت ہوئی دل کی پوری کیوں نہ جی بھر کے کرلوں زیارت
اے فرشتو قبر میں نہ آنا میری سرکار آئے ہوئے ہیں

مومن وہ ہے جس کے دل میں تصدیق اور زبان پر اقرار ہو اور
کافر وہ ہے جس کے دل میں تکذیب اور زبان پر انکار ہو۔

دل میں تصدیق ہو اور زبان پر اقرار کی بجائے انکار ہو تو وہ بھی مومن نہیں۔ خدا فرماتا ہے۔

اَلَّذِيْنَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَائَهُمْ.

جن کو ہم نے کتاب عطا کی وہ (ہمارے نبی کو) اس طرح پہچانتے ہیں

جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔

لیکن حالت مجبوری میں اگر دل میں تصدیق ہوتے ہوئے زبان سے کلمہ کفر نکال دیا جائے تو ایمان میں کوئی فرق نہ آئے گا مثلاً

مشرکوں نے حضرت عمار بن یاسر کو پکڑ کر طرح طرح کے عذابات کے شکنجے میں جکڑا اور کہا جب تک زبان سے کلمہ کفر نہ نکالو گے ہم تمہیں نہیں چھوڑیں گے۔ انہوں نے مجبوراً ان کی موافقت کی اور زبان سے کلمہ کفر نکال دیا کافروں نے ان کو چھوڑ دیا انہوں نے آکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں سارا واقعہ بیان کیا اس پر خدا نے یہ آیت نازل فرمائی۔

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ.

جو شخص خدا کے ساتھ کفر کرے ایمان لانے کے بعد بجز اس کے جس پر جبر کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر برقرار ہو (تو اس کے ایمان میں فرق نہیں آیا) دل میں تکذیب ہو اور زبان پر اقرار ہو تو وہ بھی مومن نہیں۔ خدا ارشاد فرماتا ہے۔

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ٥

جب منافق تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بیشک اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ تم اس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق ضرور جھوٹے ہیں۔

جھوٹے کیوں اس لئے کہ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ان کے دلوں میں بیماری ہے۔

دلوں کی بیماری کا مطلب یہ نہیں کہ دلوں میں ٹی بی کا مرض یا دل میں بخار کی کیفیت ہے بلکہ دل کی بیماری کا مطلب یہ ہے کہ ان منافقوں کے قلبی

نظریات یعنی عقیدے اچھے نہیں ان کے عقائد کیسے ہیں یا یوں کہیے کہ ان کی علامات اور نشانیاں کیا ہیں تو ملاحظہ فرمائیں۔

علامت نمبر 1

منافق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کے منکر ہیں مثلاً تفسیر خازن میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا۔

عَرَضَتُ عَلَیَّ اُمَّتِیُ فِیُ صُوَرِھَا فِی الطِّیُنِ کَمَا عَرَضَتُ عَلٰی آدَمَ وَ اَعُلَمْتُ مَنُ یُّؤمِنُ بِیُ وَمَنُ یَّکُفُرُبِیُ ٥

میری امت مجھ پر پیش کی گئی اپنی اپنی صورتوں میں مٹی میں جس طرح کہ حضرت آدم پر پیش ہوئی تھی مجھے بتا دیا گیا کہ کون مجھ پر ایمان لائے گا اور کون میرا انکار کرے گا۔

جب یہ خبر منافقوں کو پہنچی تو وہ ہنس کر کہنے لگے کہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ان کو لوگوں کی پیدائش سے پہلے ہی کافر و مومن کی خبر ہو گئی ہے ہم ان کے ساتھ رہتے ہیں اور ہمیں پہچانتے نہیں۔ یہ خبر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہنچی تو آپ منبر پر کھڑے ہوئے اور خدا کی حمد وثنا بیان فرمائی اور فرمایا۔

مَابَالُ اَقُوَامٍ طَعَنُوا فِیُ عِلُمِیُ لَا تَسُئَلُوُنِیُ عَنُ شَیْیٍٔ فِیُمَا بَیُنَکُمُ وَبَیُنَ السَّاعَۃِ اِلَّا اَنُبَئْتُکُمُ بِہٖ٥

(تفسیر خان ج 1 ص382، تفسیر معالم التنزیل ج 1 ص381)

ان لوگوں کا کیا حال ہے جو ہمارے علم میں زبان طعن دراز کرتے ہیں اب سے قیامت تک جس چیز کے بارے میں مجھ سے پوچھو گے میں تمہیں خبر دوں گا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ:

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب میں زبان طعن دراز کرنا منافقوں کا طریقہ ہے۔

(۲) قیامت تک کہ سارے واقعات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم میں ہیں۔

(۳) اس حدیث سے اشارۃً پتہ چلا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قیامت کا بھی خدا نے علم دیا ہے خدا تعالیٰ ان منافقوں کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے۔

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَا اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَاءُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ○

ترجمہ: اللہ مسلمانوں کو اس حال میں چھوڑنے کا نہیں جس پر تم ہو جب تک جدا نہ کر دے گندے کو ستھرے سے اور اللہ کی شان یہ نہیں کہ اے عام لوگو تمہیں غیب کا علم دے دے ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسولوں پر اس آیت سے معلوم ہوا کہ:

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کے منکر گندے لوگ ہیں اور آپ کے علم کے قائل لوگ پاک ہیں۔

(۲) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کے منکر مومن نہیں اگر وہ مومن ہوتے تو خدا یہ نہ فرماتا کہ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ۔ معلوم ہوا کہ آپ کے علم غیب کا انکار کر کے ایمان کا دعویٰ کرنا سراسر غلط ہے۔

(۳) خدا تعالیٰ نے علم غیب کے منکر منافقوں کو مومنوں سے الگ کر دیا چنانچہ

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جمعہ کا خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا منافق ہماری مسجد سے نکل جائیں کوئی نہیں نکلا پھر آپ نے اعلان فرمایا منافق ہماری مسجد سے نکل جائیں پھر بھی کوئی نہ نکلا آخر کار آپ نے منافقوں کا نام لے لے کر ان کو مسجد سے نکالنا شروع کیا آپ نے فرمایا یا فلان انت منافق فی مسجدی ہٰذا فاخرج اے فلاں تو میری مسجد میں منافق ہے نکل جا اس طریقے سے آپ نے کم وبیش ستر منافقوں کو نکالدیا اور یہ وہ منافق تھے جنہوں نے آپ کے علم غیب کا انکار کیا تھا۔ معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے لہٰذا ایسے منافق لوگ اگر بستر اُٹھائے کسی سنی مسلمان کی مسجد میں آ جائیں تو انہیں مسجد سے نکال کر نبی کی سنت پر عمل کرنا چاہیے۔

مسجدوں میں کبھی تم جو دیکھو لوگ ڈیرے جمائے ہوئے ہیں
بستروں سے یہ ہوتا ہے معلوم رائے ونڈ سے یہ آئے ہوئے ہیں
بیوی بچوں سے بیزار ہو کر اہل سنت کے شیروں سے ڈر کر
اُٹھائے پھرتے ہیں بستر یہ در در جیسے گھر سے نکالے ہوئے ہیں
ہے یہ تبلیغ کا اک بہانہ دراصل اور ہی ہے نشانہ
نشہ لانے کی چیزیں یہ اکثر بستروں میں چھپائے ہوئے ہیں
عظمت مصطفٰے (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہیں منکر میرے آقا کی تعریف سن کر
چین آتا نہیں ان کو پل بھر دیکھو بستر اُٹھائے ہوئے ہیں
اہل بستر کے بارے میں یارو فیصلہ ہے یہ ہم سنیوں کا
ان کو بھارت کرو جلا واپس ادھر ہی سے یہ آئے ہوئے ہیں

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق ایک صحابی کا عقیدہ علم غیب ملاحظہ

فرمائیں۔ ایمان تازہ ہو جائے گا۔ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر خطبہ دے رہے تھے آپ نے فرمایا تم میں کوئی سواد بن قارب ہے۔ اس سال کسی نے جواب نہ دیا آئندہ سال پھر آپ نے فرمایا تم میں سواد بن قارب ہے کسی نے کہا یا امیر المومنین سواد بن قارت کیا ہے۔ فرمایا سواد بن قارب کے ایمان لانے کا واقعہ بڑا عجیب ہے اسی اثناء میں سوابن قارب تشریف لے آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ اپنے اسلام کا واقعہ بیان کرو۔ سواد نے کہا میں ہند میں گیا ہوا تھا کہ میرا دوست جن نیند کی حالت میں میرے پاس آیا اور کہا اے سواد اُٹھ بیٹھو اگر تم عقلمند ہو تو غور سے سنو لوئی بن غالب سے ایک رسول مبعوث ہیں پھر کچھ کہہ کر مجھے ڈرایا اور تنبیہہ کرتے ہوئے کہا اے سواد ایک نبی مبعوث ہوا ہے اس کی طرف روانہ ہو جا شاید تو ہدایت حاصل کر لے دوسری رات پھر یہی واقعہ پیش آیا پھر تیسری رات آیا جب بار بار اس جن نے مجھے متنبہ کیا تو میرے دل میں اسلام کی محبت پیدا ہوئی میں نے اپنی سواری تیار کی اور منزلیں طے کرتا ہوا مدینہ طیبہ حاضر ہوا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے دیکھا تو فرمایا میں جانتا ہوں تجھے کونسی چیز لائی ہے میں نے عرض کی میں نے کچھ اشعار کہے ہیں آپ وہ مجھ سے سن لیں ان میں سے ایک شعر یہ تھا۔

فَاَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ لَا رَبَّ غَيْرُهٗ
وَاِنَّكَ مَامُوْنٌ عَلٰى كُلِّ غَائِبِ

ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک اللہ کے سوا کوئی پروردگار نہیں اور بے شک آپ ہر غائب پر امین ہیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سن کر مسکرائے یہاں تک کہ آپ کے دانت ظاہر ہو گئے۔ آپ نے فرمایا اے سواد تو کامیاب ہو گیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا وہ جن پھر کبھی آیا ہے سواد نے جواب دیا جب سے قرآن پڑھا ہے پھر وہ جن نہیں آیا۔

(عمدۃ القاری، ج 8 ص 67، دلائل النبوت، ج 2 ص 248، خصائص الکبریٰ ج 1 ص 257)

صحابی رسول حضرت سواد کا عقیدہ کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کل غیب جانتے ہیں کیسا اچھا اور عمدہ عقیدہ ہے جس کو سن کر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنے مسکرائے کہ آپ کے دانت مبارک ظاہر ہو گئے۔ الحمد للہ ہمارا عقیدہ بھی یہی ہے کہ خدا کی عطا سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم **کل علم ماکان ومایکون** جانتے ہیں۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منافقوں کو مسجد نبوی سے نکال دیا تو انہوں نے اپنی الگ مسجد تعمیر کر لی چنانچہ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ○

ترجمہ: اور وہ جنہوں نے مسجد بنا لی نقصان پہنچانے کو اور کفر کے سبب اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کو۔

مقام غور ہے کہ مسجد نقصان دینے والی بعض لوگ کہتے ہیں کہ خدا کے سوا کوئی نفع نقصان نہیں پہنچا سکتا ان لوگوں کا رد بلیغ ہے ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے۔

وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ○

ترجمہ: وہ جادو سیکھتے ہیں جو ان کو نقصان دیتا ہے نفع نہیں دیتا۔

اب کچھ آیات نفع کی بھی سن لیجئے خدا فرماتا ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ○

ترجمہ: اور خدا نے فرمایا آج کے دن ان کو ان کا سچ نفع دے گا۔

وَالْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ ۝

ترجمہ: کشتی لوگوں کے نفع کی چیزیں لے کر دریا میں چلتی ہے۔

وَاَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ فِیْهِ بَاْسٌ شَدِیْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۝

ترجمہ: ہم نے لوہا نازل کیا جس میں بہت سختی ہے اور لوگوں کیلئے فائدے ہیں۔

علامت نمبر 2

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا یَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَیْتَهُمْ یَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ۝

ترجمہ: اور جب ان سے کہا جائے کہ آؤ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہارے لئے معافی چاہیں تو اپنے سر گھماتے ہیں اور تم انہیں دیکھو کہ وہ غرور کرتے ہوئے منہ پھیر لیتے ہیں۔

یہ آیت رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کے حق مین نازل ہوئی ہے اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں گستاخی کی بعد میں مکر گیا خدا نے یہ آیت اتار کر اس کا جھوٹ ظاہر کر دیا کسی نے اس سے کہا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو جا وہ تیرے لئے مغفرت کی دعا کر دیں گے۔ اس نے تکبر کرتے ہوئے منہ پھیر لیا۔ معلوم ہوا کہ وہ مغفرت جو رسول کے وسیلے سے حاصل ہو منافقوں کا سردار اس کا منکر تھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ وسیلے کا انکار طریقہ منافقین ہے حالانکہ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وسیلہ خدا کی بارگاہ میں منظور و مقبول ہوتا ہے دلائل ملاحظہ ہوں۔

دلیل نمبر 1.

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا جَآءَ هُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَافِرِيْنَ○

ترجمہ: اور اس سے پہلے وہ اس نبی کے وسیلے سے کافروں پر فتح مانگتے تھے تو جب تشریف لایا ان کے پاس وہ جانا پہچانا اس سے منکر ہو بیٹھے اللہ کی لعنت منکروں پر۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت سے پہلے جب یہودی مشرکوں سے برسرپیکار ہوتے تو یوں دعا مانگا کرتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ انْصُرْنَا عَلَيْهِمْ بِالنَّبِيِّ الْمَبْعُوْثِ فِيْ آخِرِ الزَّمَانِ الَّذِيْ نَجِدُ صِفَتَهٗ فِي التَّوْرَاتِ○

ترجمہ: یا اللہ ہمیں ان مشرکوں پر اس نبی آخرالزماں کے وسیلے سے فتح دے جس کی صفت ہم تورات میں لکھی پاتے ہیں۔

اس دعا پر خدا تعالیٰ ان کو فتح سے ہمکنار فرما دیتا۔

دعا کیونکر نہ مقبول حضرت کے وسیلے سے
خدا نے آج تک ٹالا نہیں کہنا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا

دلیل نمبر 2.

حضرت عثمان بن حنیفہ سے روایت ہے کہ ایک نابینا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے عافیت دے۔ آپ نے فرمایا اگر تو چاہے تو اس میں تاخیر کر یعنی صبر کر یہ تیرے

لئے بہتر ہے اور اگر تو چاہے تو میں ترے لئے دعا کردوں اس نے عرض کی آپ دعا کردیں۔آپ نے فرمایا اچھی طرح وضو کرو اور دو رکعتیں پڑھو اور یہ دعا مانگو۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نَبِیُّ الرَّحْمَۃِ یَا مُحَمَّدُ اَتَوَجَّہُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ ھٰذِہٖ فَیُقْضٰی لِیْ اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْہُ فِیَّ ٥ (ترمذی ج2ص197)

ترجمہ: الٰہی میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے جو مہربانی کے نبی ہیں اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف اپنی اس حاجت میں توجہ کرتا ہوں تا کہ میری حاجت روا ہو الٰہی ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔

طبرانی صغیر میں ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس نابینا صحابی کی آنکھوں کو روشن کردیا۔

دلیل نمبر3.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسد کا انتقال ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لاکر ان کے سر کی جانب بیٹھ گئے اور فرمانے لگے۔اے فاطمہ بنت اسد تو میرے لئے میری والدہ کے بعد میری والدہ کے قائم مقام تھی پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا قمیص اتار کر دیا اور کفن کے ساتھ اس کو پہنایا گیا پھر آپ نے اسامہ، ابو ایوب انصاری، عمر بن خطاب اور غلام اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بلا کر قبر کھودنے کے لئے ارشاد فرمایا۔ان حضرات نے قبر کھودی جب لحد بنانے لگے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے لحد تراش کر اس

کی مٹی باہر نکالی جب قبر تیار ہو گئی تو حضور علیہ السلام قبر میں لیٹ گئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے خود زندہ ہے اور اس پر موت نہیں آتی۔ اے اللہ فاطمہ بنت اسد کی مغفرت فرما اس کو درست جواب سمجھا دے اور اس کی قبر کو فراخ فرما دے میرے وسیلے سے اور سابق انبیاء کے وسیلے سے۔

(مجمع الزوائد ج 9 ص 256، طبرانی اوسط ج 1 ص 152)

علامت نمبر 3

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنَافِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا○

ترجمہ: جب ان سے کہا جائے کہ اللہ کی اتاری ہوئی کتاب اور رسول کی طرف آؤ تو تم دیکھو گے کہ منافق تم سے منہ موڑ کر پھر جاتے ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں آنے سے کترانا یہ طریقہ منافقین ہے اسی طریقے پر عمل کرتے ہوئے ابن تیمیہ جو مخالفین کے مستند عالم دین ہیں نے لکھا ہے۔

وَالسَّفَرُ اِلَى الزِّيَارَتِ النَّبَوِيَّةِ مَعْصِيَةٌ.

(البصائر ص 153)

نبی کی زیارت کے لئے مدینہ کا سفر گناہ ہے۔

اب قرآن و حدیث کی روشنی میں دیکھیں کہ مدینہ منورہ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری کا کیا مقام ہے۔ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا○

ترجمہ: جو شخص اپنے گھر سے نکلتا ہے ہجرت کرتے ہوئے اللہ اور اس کے رسول کی طرف پھر اس کو موت نے آلیا تو اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔

دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآؤُكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَلَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا○

ترجمہ: اور اگر یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں تو اللہ سے بخشش طلب کریں اور رسول بھی ان کے لئے مغفرت کی دعا مانگیں تو اللہ کو بڑا توبہ قبول کرنے والا رحم کرنے والا پالیں گے۔

چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث نمبر 1.

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے۔

مَنْ حَجَّ فَزَارَ قَبْرِيْ بَعْدَ وَفَاتِيْ كَانَ كَمَنْ زَارَنِيْ فِيْ حَيَاتِيْ.

جس شخص نے حج کیا پھر میری قبر کی زیارت کی میرے وصال کے بعد وہ ایسا ہے جیسے اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔

(کنزالعمال ج8ص99)

حدیث نمبر 2

سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

مَنِ اسْتَطَاعَ اَنْ يَّمُوْتَ بِالْمَدِيْنَةِ فَلْيَفْعَلْ فَاِنِّيْ اَشْفَعُ لِمَنْ يَمُوْتُ بِهَا۔

ترجمہ: جس سے ہو سکے وہ مدینہ میں مرے جو مدینہ میں مرے گا میں اس کی شفاعت کروں گا۔ (کنز العمال ج 6 ص 248)

حدیث نمبر 3.

مَنْ صَبَرَ عَلٰى اَذَاهَا كُنْتُ لَهٗ شَهِيْدًا وَّشَفِيْعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

ترجمہ: جو مدینہ کی ایذاء پر صبر کرے میں قیامت کے دن اس کا گواہ اور شفیع ہوں گا۔

حدیث نمبر 4.

مَنْ زَارَ قَبْرِيْ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِيْ۔ (جذب القلوب ص 298)

ترجمہ: جس نے میری قبر کی زیارت کی اس پر میری شفاعت واجب ہوگئی۔

حدیث نمبر 5.

مَنْ جَآءَ نِيْ زَائِراً لَا تَعْمَلُهٗ حَاجَةً اِلَّا زِيَادَتِيْ كَانَ حَقًّا عَلَيَّ اَنْ اَكُوْنَ لَهٗ شَفِيْعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (جذب القلوب ص 299)

ترجمہ: جو خالص میری زیارت کو آئے اسے سوائے اس کام کے دوسری کوئی حاجت نہیں مجھ پر حق ہے کہ میں قیامت کے دن اس کا شفیع بنوں۔

حدیث نمبر 6.

مَنْ حَجَّ اِلٰى مَكَّةَ ثُمَّ قَصَدَنِيْ فِيْ مَسْجِدِيْ كَتَبَ لَهٗ حَجَّتَانِ مَبْرُوْرَتَانِ ٥ (جذب القلوب ج 1 ص 301)

ترجمہ: جس نے مکہ شریف کا حج کیا پھر میری مسجد میں میری زیارت کا قصد کیا اس کے واسطے دو حج مبرور لکھے جاتے ہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ ستر ہزار فرشتے صبح کو اور ستر ہزار شام کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قبر انور پر نازل ہوتے ہیں اور جو ایک بار آتے ہیں قیامت تک ان کی باری نہ آئے گی۔

معلوم ہوا کہ مدینہ طیبہ کی طرف قصداً سفر نوریوں کی سنت ہے۔

ستر ہزار صبح ہیں ستر ہزار شام
یوں بندگی زلف ورخ آٹھوں پہر کی ہے
جو ایک بار آئے دوبارہ نہ آئیں گے
رخصت ہی بارگاہ سے بس اس قدر کی ہے
ملائکہ لگاتے ہیں آنکھوں پر اپنی
شب و روز خاک مزار مدینہ

علامت نمبر 4

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

یَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَا اِلَی الْمَدِیْنَةِ لَیُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ○

ترجمہ: کہتے ہیں ہم مدینہ پھر گئے تو ضرور جو بڑی عزت والا ہے وہ اس میں سے نکال دے گا اسے جو ذلت والا ہے۔

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ غزوہ مریسیع سے فارغ ہوکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک کنویں کے پاس قیام فرمایا اس مقام پر ایک مہاجر اور منافق میں جھگڑا ہو گیا جب عبداللہ بن ابی کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق بہت گستاخانہ الفاظ استعمال کئے اور کہنے لگا مدینہ پہنچ کر ہم عزت والے ان ذلیل مہاجرین کو وہاں سے نکال دیں گے۔

اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مومنوں کو ذلیل تصور کرنا یہ طریق منافقین ہے اس طریقے کی پیروی کرتے ہوئے مولوی اسماعیل دہلوی نے لکھا ہے۔

ہر مخلوق بڑی ہو یا چھوٹی اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔

(تقویت الایمان ص 12)

مقام غور ہے کہ انبیاء علیہم صحابہ کرام اولیاء کرام مومنین یہ سب مخلوق ہیں کیا یہ سب معاذ اللہ خدا کی بارگاہ میں ذلیل ہیں کیا ان کی کوئی عزت نہیں قرآن مجید نے اس کا جواب یہ دیا کہ:

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ٥

ترجمہ: عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کے لئے ہے لیکن منافق لوگ نہیں جانتے نیز نبی کو ذلیل جاننا فرعون کا طریقہ ہے خدا فرماتا ہے۔

وَنَادٰى فِرْعَوْنُ فِىْ قَوْمِهٖ قَالَ يَا قَوْمِ اَلَيْسَ لِىْ مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهَارُ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِىْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ٥ اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِىْ هُوَ مَهِيْنٌ٥

ترجمہ: فرعون نے اپنی قوم کو پکار کر کہا اے میری قوم کیا میرے لئے ملک مصر اور میرے نیچے بہتی نہریں نہیں ہیں کیا تم دیکھتے نہیں میں بہتر ہوں یا یہ (موسیٰ) ذلیل بہتر ہے۔

اس آیت سے پتہ چلا کہ اللہ کی بڑی مخلوق نبی کو ذلیل سمجھنا فرعون کا طریقہ ہے مولوی اسماعیل دہلوی نے وہ طریقہ اختیار کیا جو فرعون اور منافقین کا طریقہ ہے اب دیکھنا ہے کہ خدا کی بارگاہ میں مومنوں کا کیا مقام ہے۔

عالم ارواح میں عزت

موسیٰ علیہ السلام نے خدا کی بارگاہ میں عرض کی اے اللہ مجھے امت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز سنوا دے۔ خدا نے فرمایا۔

یَا اُمَّةَ اَحْمَدٍ فَجَابُوْا مِنْ اَصْلَابِ الْاٰ بَاءِ وَاَرْحَامِ الْاُ مَّهَاتِ لَبَّیْکَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیْکَ o

اے امت احمد انہوں نے اپنے آباء کی پشتوں اور ماؤں کے رحموں سے جواب دیا اے اللہ ہم حاضر ہیں۔ خدا نے فرمایا اے امت احمد میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی اور میری معافی میرے عذاب پر میں نے تمہیں مانگنے سے پہلے عطا کر دیا اور دعا مانگنے سے پہلے میں نے تمہاری دعا قبول کر لی اور میری نافرمانی سے پہلے تمہاری مغفرت کر دی۔

مَنْ جَاءَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ بِشَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدً اعَبْدِیْ وَرَسُوْلِیْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَاِنْ کَانَ ذُنُوْبَهٗ اَکْثَرُ مِنْ زُبْدِا الْبَحْرِ o

(مظہری ج7 ص168)

ترجمہ: جو قیامت کے دن میرے پاس اس حال میں آئے گا کہ اس بات کی گواہی دے گا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے بندے اور میرے رسول ہیں وہ جنت میں داخل ہو گا اگرچہ اس کے گناہ سمندر کی جھاگ سے زیادہ ہوں۔

دنیا میں مومن کی عزت

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعبہ کو خطاب کر کے فرمایا۔

وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهٖ لَحُرْمَةُ الْمُؤْمِنِ اَعْظَمُ عِنْدَاللّٰهِ حُرْمَةً

مِنْکَ. (ابن ماجه)

ترجمہ: اے کعبہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان ہے تجھ سے بندہ مومن زیادہ عزت والا ہے۔

موت کے وقت مومن کی عزت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مَنْ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ اَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ ○

ترجمہ: جو شخص اللہ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اللہ اس کی ملاقات کو پسند کرتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب اللہ کسی کی روح کے قبض کا ارادہ کرتا ہے تو ملک الموت کو حکم دیتا ہے کہ اس بندے کو میرا سلام کہو پھر جب قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور نکیرین آتے ہیں تو کہتے ہیں السلام علیک یا مومن ○ اے مومن تجھ پر سلام ہو۔ (مسند الفردوس ج 1 ص 150)

قیامت کے دن مومن کی عزت

مشکوٰۃ میں یہ حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت کے دن پچاس ہزار سال کا دن ہم کیسے گزاریں گے۔ فرمایا:

وَالَّذِیْ نَفْسِی بِیَدِهٖ اَنَّهٗ لَیُخَفَّفُ عَلَی الْمُوْمِنِ حَتّٰی یَکُوْنَ اَهْوَنُ عَلَیْهِ مِنَ الصَّلٰوةِ الْمَكْتُوْبَةِ یُصَلِّیْهَا فِی الدُّنْیَا○

ترجمہ: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے وہ دن مومن کے لئے دنیا میں نماز فرض کی ادائیگی سے بھی آسان ہو جائے گا۔

علامت نمبر 5

ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تک یہ بات پہنچی کہ اہل عراق نے یہ فتویٰ دیا کہ نمازی کے آگے سے کُتے گدھے اور عورت کے گزرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے اس پر آپ نے فرمایا۔

یَا اَھْلَ الْعِرَاقِ وَالشِّقَاقِ وَالنِّفَاقِ قَدْ قَرَنْتُمُوْنَا بِالْحُمُرِ وَالْکِلَابِ ٥ (ہدایا حاشیہ مولوی عبدالغفور ج 1 ص 138)

ترجمہ: اے عراقیو بدبختو اور منافقو تم نے ہمیں کُتوں اور گدھوں سے ملا دیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ان عراقیوں کو منافق اس لئے کہہ رہی ہیں کہ انہوں نے عورت کا ذکر گدھوں کے ساتھ کر دیا تو نبی کا ذکر گدھوں کے ساتھ اس طرح کرے کہ:

صرف ہمت بسوئے شیخ وامثال آں از معظمین گو رسالت مآب باشند بچندیں مرتبہ بدتر از استغراق در صورت گاؤ وخر خود است..........الخ

(صراط مستقیم ص 84)

شیخ یا اس جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالت مآب ہی ہوں اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے بُرا ہے کیونکہ شیخ کا خیال تعظیم اور بزرگی کے ساتھ انسان کے دل میں چمٹ جاتا ہے اور بیل اور گدھے کے خیال کو نہ تو اس قدر چسپیدگی ہوتی ہے اور نہ تعظیم بلکہ حقیر اور ذلیل ہوتا ہے اور غیر کی یہ تعظیم اور بزرگی جو نماز میں ملحوظ ہو وہ شرک کی طرف کھینچ کر لے جاتی ہے۔ (صراط مستقیم اردو ص 126)

وہ انسان بھی یقیناً منافق بلکہ پرلے درجے کا منافق ہے۔ اب چند

احادیث ملاحظہ فرمائیں اور فیصلہ خود کریں کہ صحابہ کرام کا کیا وطیرہ تھا۔

حدیث نمبر1.

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنی عمرو بن عوف کی طرف تشریف لے گئے بعد میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ صحابہ کرام کو ظہر کی نماز پڑھانے لگے جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس ہوئے تو صدیق اکبر مصلے پر کھڑے تھے نماز کی پہلی رکعت تھی۔ سرکار ابد قرار صفوں کو چیرتے ہوئے آگے تشریف لے گئے سرکار جس صف میں پہنچتے صحابہ تالیاں بجانے لگ جاتے یہاں تک کہ پہلی صف میں پہنچے تو بھی صحابہ نے تالیاں بجائیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ متوجہ ہوئے تو دیکھا کہ سرکار تشریف لے آئے ہیں اور پیچھے کھڑے ہو گئے ہیں تب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹنے لگے۔ سرکار نے فرمایا اپنی جگہ ٹھہرے رہو لیکن صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپ کے ارشاد کے باوجود پیچھے ہٹ گئے۔ اختتام نماز پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب میں نے کہہ دیا تھا کہ اپنی جگہ پر ٹھہرے رہو تو تم پیچھے کیوں ہٹ گئے عرض کی ابن ابی قحافہ کی کیا مجال ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے کھڑے ہو کر نماز پڑھائے۔

(بخاری ج1 ص162)

اس حدیث پر غور کریں کہ عین نماز میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کرتے ہوئے امامت کا مصلّٰی چھوڑ کر پیچھے ہٹ گئے۔ اختتام نماز پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ تم نے شرک کا ارتکاب کیا ہے اور نہ ہی سرکار نے یہ فرمایا کہ چونکہ عین نماز میں تم نے میری تعظیم کی ہے لہٰذا نماز ٹوٹ گئی ہے نماز دوبارہ ادا کرو۔

حدیث نمبر 2.

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ میں نے ایک رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز تہجد باجماعت ادا کی آپ نے اتنا زیادہ قیام کیا کہ میں نے بُرا ارادہ کر لیا حاضرین مجلس نے دریافت کیا تم نے کونسا بُرا ارادہ کیا تھا تو انہوں نے فرمایا میں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ میں بیٹھ جاؤں اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حالت قیام میں رہیں۔ (بخاری شریف ج 1 ص 153)

علماء محدثین فرماتے ہیں کہ نماز تہجد اور دیگر نوافل باوجود قیام پر قادر ہونے کے بیٹھ کر ادا کرنے جائز ہیں تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس ارادہ کو بُرا ارادہ کیوں فرما رہے ہیں وجہ یہ ہے کہ اس ارادے میں بُرائی کا پہلو یہ تھا کہ بارگاہ نبوی کا ادب واحترام ترک کرنا لازم آ رہا تھا۔

(شرح مسلم ج 1 ص 264، فتح الباری، عمدۃ القاری)

اس حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ عین نماز کی حالت میں حضرت عبداللہ بن مسعود نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادب واحترام کیا کہ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ انہوں نے شرک کا ارتکاب کیا ہے ان کی نماز ٹوٹ گئی ہرگز نہیں معلوم ہوا کہ عین نماز کی حالت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم جائز ہے۔

حدیث نمبر 3.

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عباس نماز تہجد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شامل ہو گئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو دائیں جانب کھڑا کیا مگر وہ پیچھے ہٹ گئے۔ آپ بار بار اپنے برابر کھڑا کرتے وہ پیچھے ہٹ جاتے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمہارا کیا حال ہے میں

تمہیں اپنے برابر کھڑا کرتا ہوں اور تم فوراً پیچھے ہٹ جاتے ہو تو عبداللہ بن عباس نے عرض کی کہ کسی شخص کو یہ ہمت ہو سکتی ہے کہ وہ آپ کے برابر کھڑا ہو کر نماز پڑھے حالانکہ آپ اللہ کے رسول ہیں یہ جواب سن کر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اے اللہ ان کو قرآن مجید کے اسرار و رموز کا علم سکھا۔

(فتح الباری ج 1 ص 155)

نبی کریمؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ تم نے عین نماز کی حالت میں میرے ادب واحترام کو ملحوظ خاطر رکھا ہے لہٰذا یہ شرک ہو گیا اور تمہاری نماز ٹوٹ گئی۔

علامت نمبر 6

خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے۔

اَلْـمُـنَـافِـقُوْنَ وَالْـمُنَافِقَاتِ بَعْضُهُمْ مِنْ بَعْضٍ يَأْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ○

ترجمہ: منافق مرد اور عورتیں ان کے بعض بعض میں سے ہیں یہ برائی کا حکم کرتے ہیں اور نیک کاموں سے روکتے ہیں۔

مولوی حسین احمد نے لکھا ہے کہ:

وہابیہ عرب کی زبان سے بارہا سنا گیا۔ والصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ کو سخت منع کرتے ہیں اور اہل حرمین پر سخت نفریں اس نداء اور خطاب پر کرتے ہیں اور ان کا استہزاء اُڑاتے ہیں اور کلمات ناشائستہ استعمال کرتے ہیں حالانکہ ہمارے مقدس بزرگان دین اس صورت و جملہ صور درود شریف کو اگرچہ بصیغہ خطاب و نداء کیوں نہ ہوں مستحب و مستحسن جانتے ہیں۔ (الشہاب الثاقب ص 65)

پس ثابت ہوا کہ الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ پڑھنا اچھا اور نیک کام ہے اور نیک کام سے روکنا طریق منافقین ہے جو اس درود وسلام کو قبل از اذان یا بعد از اذان پڑھنے سے منع کرتے ہیں وہ منافقوں کے طریقے پر چلتے ہیں۔ اب چند حوالے ملاحظہ فرمائیں۔

علامہ عبدالوہاب شعرانی نے لکھا ہے کہ اذان سے پہلے صلوٰۃ وسلام حضور علیہ السلام اور خلفائے راشدین کے زمانے میں رائج نہ تھا سلام روافض کے زمانے میں مصر میں شروع ہوا ہے اور وہ اس طرح کہ رافضی خلیفہ نے حکم دیا کہ مؤذن مجھ پر اور میرے وزراء پر سلام بھیجا کریں مؤذنوں نے ان پر سلام بھیجنا شروع کر دیا لیکن جب رافضی حاکم مر گیا اور اس کی ہمشیرہ حاکم بن گئی تو مؤذنوں نے اس پر اور اس کے وزراء پر سلام بھیجنا شروع کر دیا پھر جب صلاح الدین ایوبی حاکم بنا تو اس نے اس بدعت کو ختم کر دیا اور حکم دیا کہ مؤذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھا کریں اور تمام شہروں اور دیہاتوں میں اس کے لئے حکم جاری کیا۔ (کشف الغمہ ج1 ص78)

سلطان صلاح الدین ایوبی کے بارے میں دیوبندیوں نے اپنی کتاب ''دعوت وعزیمت'' میں لکھا ہے کہ وہ صحیح العقیدہ سنی مسلمان تھا۔ معلوم ہوا اذان سے قبل جس نے الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ شروع کیا وہ صحیح العقیدہ سنی مسلمان تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اذان کے بعد یا قبل اس درود وسلام کو وہی پڑھتے چلے آرہے ہیں جو صحیح العقیدہ سنی مسلمان ہیں پھر ذرا اس آیت پر بھی غور کریں کہ خدا فرماتا ہے۔

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًاo

ترجمہ: اے ایمان والو نبی پر صلوٰۃ وسلام پڑھو۔

نتیجہ یہ نکلا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام بھیجنا ایمان والوں کا کام ہے کیونکہ صلوٰۃ والسلام پڑھنے کا حکم خدا نے ایمان والوں کو دیا ہے بے ایمانوں کو نہیں دیا۔

مولوی یوسف لدھیانوی دیوبندی نے لکھا ہے۔

ایک صورت یہ ہے کہ کوئی شخص الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ کے صیغہ سے درود شریف پڑھتا ہے اور یہ خیال کرتا ہے کہ خدا کے فرشتے اس درود کو بارگاہ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پہنچا دیں گے اس کے اس فعل کو بھی ناجائز نہیں کہا جا سکتا۔ (اختلاف امت وصراط مستقیم ص 46)

مولوی خالد محمود دیوبندی نے اپنی کتاب ''مقام حیات'' میں لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور پر حاضر ہو کر یوں کہتے تھے۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ. (مقام حیاۃ ص 611)

غیر مقلدوں کی کتاب اسلامی تعلیم چھٹا حصہ ص 186 پر یوں لکھا ہے کہ:

مثلاً راقم الحروف نے تم سے اپنا سلام دربارِ رسالت میں پہنچانے کی درخواست کی ہے تو یوں کہو۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ من عبدالسلام

مولوی ابو البرکات احمد غیر مقلد وہابی نے اپنی کتاب ''فتاویٰ برکاتیہ'' کے ص 177 پر لکھا ہے۔

سوال: بعض علماء کہتے ہیں کہ ''الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ'' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضے پر پڑھنا جائز ہے اور یہاں بدعت اس بارے میں وضاحت فرمائیں۔

جواب: آنحضرت کے روضے پر اس طرح درود پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

علامت نمبر 7

مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے اپنی کتاب ''براهين القاطعة'' کے ص 7 پر لکھا ہے۔

''پس اگر کسی نے بوجہ آدم ہونے کے آپ کو بھائی کہہ دیا تو کیا خلاف نص کے کہہ دیا''۔

پتہ چلا کہ دیوبندیوں کے نزدیک تمام انسان بھائی بھائی ہیں اور ہم انسان ہیں اور نبی بھی انسان ہوتے ہیں لہٰذا نبی ہمارے بھائی مگر قرآن کہتا ہے۔

يُخَادِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّا اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ○

ترجمہ: فریب دیا چاہتے ہیں اللہ اور ایمان والوں کو اور حقیقت میں فریب نہیں دیتے مگر اپنی جانوں اور ان کو شعور نہیں۔

اس آیت سے پتہ چلا کہ منافق فریب تو دینا چاہتے ہیں مومنوں کو لیکن وہ اپنے آپ کو فریب دے رہے ہیں۔ اسی طرح منافقوں کی روش پر چل کر دیوبندی فریب تو دینا چاہتے مومنوں کو لیکن وہ خود فریب خوردہ ہو گئے وہ کیسے آؤ ذرا غور کرو یہ کہتے ہیں کہ تمام انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں جیسے کہ تقویۃ الایمان میں لکھا ہے اب بتاؤ فرعون، ہامان، نمرود، ابوجہل، ابولہب وغیرہ انسان تھے یا نہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ انسان تھے اور مولوی اشرف علی، قاسم نانوتوی، رشید احمد گنگوہی، مولوی خلیل احمد اور مولوی اسماعیل دہلوی یہ بھی سارے انسان تھے لہٰذا دیوبندیوں کے اپنے بنائے ہوئے قانون کے مطابق تمام انسان بھائی بھائی ہیں۔

اشرف علی تھانوی ، قاسم نانوتوی، رشید احمد گنگوہی، خلیل احمد اور مولوی اسماعیل دہلوی بلکہ تمام دیوبندی فرعون ، نمرود ہامان ابو جہل، ابولہب کے بھائی ہیں۔ قانون تو بنایا تھا کہ نبی کو اپنا بھائی ثابت کریں اور خود نبی کے بھائی بنیں لیکن اپنے ہی قانون سے ابوجہل اور ابولہب کے بھائی بن گئے تو یہ لوگ دھوکا اور فریب تو مومنوں کو دینا چاہتے تھے مگر خود دھوکا کھا گئے۔

علامت نمبر 8

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے رئیس المنافقین نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق کہا:

هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوا ○

ترجمہ: وہی ہیں جو کہتے ہیں کہ ان پر خرچ نہ کرو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہیں یہاں تک کہ وہ متفرق ہو جائیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جدا کرنے کی سازش کرنا یہ طریق منافقین ہے جو لوگ صحابہ کرام کی عیب چینی کرتے ہیں ان کے خلاف نازیبا کلمات استعمال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے مسلمان نہ رہے۔ انہوں نے اہلبیت کی توہین کی ان کا حق غصب کیا یہ سب منافقوں کا گروہ ہے قرآن نے صحابہ کرام کے فضائل کا جو نقشہ ہمارے سامنے بیان کیا ہے وہ ملاحظہ فرمائیں۔

آیت نمبر 1.

خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهَاجِرِيْنَ الَّذِيْنَ أُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ أُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ٥ وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْإِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ أُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَّمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ٥ وَالَّذِيْنَ جَآؤُوْا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْإِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ آمَنُوْا رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُوْفٌ رَّحِيْمٌ٥

ترجمہ: ان فقیر ہجرت کرنے والوں کے لئے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے اور اللہ اور رسول کی مدد کرتے وہی سچے ہیں اور جنہوں نے پہلے سے اس شہر اور ایمان میں گھر بنالیا اور دوست رکھتے ہیں۔ انہیں جو ان کی طرف ہجرت کر کے گئے اور اپنے دلوں میں کوئی حاجت نہیں پاتے اس چیز کی اور اپنی جانوں پر انہیں ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں شدید محتاجی ہو اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچایا گیا تو وہی کامیاب ہیں اور جو ان کے بعد آئے عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دل میں ایمان والوں کے لئے کینہ نہ رکھ اے ہمارے رب تو ہی نہایت مہربان رحم فرمانے والا ہے۔

قرآن کی اس عبارت میں تین قسم کے لوگوں کا ذکر ہوا ہے پہلا گروہ مہاجرین جن کے بارے میں فرمایا گیا کہ وہ سچے ہیں انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مدد کی ہے۔ دوسرا گروہ انصار کا جنہوں نے مہاجرین سے محبت کی ان کو ٹھکانہ دیا اپنے مال سے ان کی مدد کی اور اپنی ضروریات کی نسبت ان کی ضرورتوں

کا زیادہ خیال رکھا ان کے متعلق کہا گیا وہ سب فلاح یافتہ ہیں۔ تیسرا گروہ وہ ہے جو ان دونوں کے لئے مغفرت کی دعا مانگتا ہے اب جو لوگ صحابہ کے متعلق سب وشتم سے کام لیتے ہیں وہ ان تینوں سے خارج ہیں بلکہ صحابہ کی اکثریت کو مومن نہ مان کر ارتداء کے حکم میں ہیں اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

اسلام کا دعویٰ کرنے والے سب لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کو افضل ترین سعادات اور بہترین قربات سے سمجھتے ہیں اب چونکہ زمانہ آپ کی ظاہری حیات کا نہیں اس لئے آپ کی قبر کی زیارت بلکہ گنبدِ خضریٰ کی زیارت کو غنیمت جانتے ہیں بلکہ اگر کوئی خواب میں آپ کی زیارت کرے اسے بڑا بزرگ جانتے ہیں اور یہ حقیقت ہے جب تک کوئی انتہائی پرہیزگار نہ ہو وہ خواب میں آپ کی زیارت نہیں کر سکتا لیکن کتنے خوش قسمت تھے صحابہ کرام جو دن رات اپنی آنکھوں کو آپ کی زیارت سے ٹھنڈا کرتے تھے آپ سے ہمکلامی کا شرف حاصل کرتے تھے۔ غرض کہ امام الانبیاء کی زیارت اور صحبت ایک ایسی فضیلت ہے جو سوائے صحابہ کے اور کسی کو میسر نہ ہوئی۔

خدا ان کو کس پیار سے دیکھتا ہے
جو آنکھیں ہیں محو لقائے محمد (ﷺ)
صحابہ وہ جنہیں ہر صبح عید ہوتی تھی
نبی کا قرب حاصل تھا نبی کی دید ہوتی تھی

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا تو اس وقت جو بھی ایمان لاتا مشرکین مکہ اس کو طرح طرح سے عذابات کے شکنجے میں جکڑ دیتے اس کی جان کے دشمن ہو جاتے اس کا جینا دشوار کر دیتے ان مصائب و آلام کو برداشت کر کے جو لوگ دامن اسلام سے وابستہ رہے وہ پکے اور سچے مومن

تھے۔ اولاً صحابہ کرام نے جو اسلام قبول کیا اس کی دو وجوہات ہو سکتی ہیں یا دین کی خواہش اور نجات کی امید یا دنیا کی لالچ اگر پہلے سبب کو تسلیم کیا جائے اور اس بات کو مانیں کہ صحابہ نے دین اسلام کو صرف اس لئے قبول کیا کہ ان کو نجات دائمی مل جائے اور خدا تعالیٰ کی رضا مندی حاصل ہو جائے تو ہمارے خواب وخیال میں بھی یہ بات نہیں آتی کہ انہوں نے نبی کی وفات کے بعد دین اسلام کی محبت کو دل سے نکال دیا اور دین اسلام سے برگشتہ ہو گئے اس لئے کہ انہوں نے تو رضائے الٰہی کے حصول میں برسوں دکھ اُٹھائے مصیبت اور تکلیف کو گوارا کیا وہ کیسے اس دین سے پھر سکتے ہیں اور اگر ہم دوسرے سبب پر نظر ڈالیں کہ وہ لوگ دنیا اور مال کی طمع میں مسلمان ہوئے تھے تو یہ بات ایسی ہے جس کا یقین نہیں آتا کیونکہ وہ آدمی دولت اور مال وزر کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اسلام قبول کرتے تھے پھر ابتدائے اسلام میں مال و دولت کہاں تھا بلکہ فقر و فاقہ تھا پس ثابت ہوا کہ صحابہ کا ایمان لانا صرف نجات آخرت کی امید پر تھا لہٰذا ان کا ایمان مضبوط اور پکا تھا۔

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ آوَوْا وَّنَصَرُوْا اُولٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ○

ترجمہ: اور وہ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں لڑے اور جنہوں نے جگہ دی اور مدد کی وہی سچے ایمان والے ہیں ان کے لئے مغفرت اور عزت کا رزق ہے۔

ایک اور مقام پر خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اَلَّذِيْنَ آمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَاللّٰهِ وَاُولٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُوْنَ○ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ

بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنَّاتٍ لَّهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُّقِيمٌ ٥ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا إِنَّ اللَّهَ عِندَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ٥

ترجمہ: وہ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنے مال و جان سے اللہ کی راہ میں لڑے اللہ کے یہاں ان کا درجہ بڑا ہے اور وہی کامیاب ہیں ان کا رب ان کو خوشی سناتا ہے اپنی رحمت اور اپنی رضا کی اور ان باغوں کی جن میں دائمی نعمت ہے ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے بے شک اللہ کے پاس بڑا اجر ہے۔

اس آیت پر غور کریں مہاجرین نے تین کام کئے ایمان لائے ہجرت کی اور خدا کے راستے میں جہاد کیا خدا نے ان کو بشارت بھی تین چیزوں کی دی رحمت کی اپنی رضا کی اور ایسے باغوں کی جن میں دائمی نعمتیں ہوں گی کتنے خوش نصیب تھے وہ صحابہ جن سے خدا راضی ہو گیا۔

صحابہ سی تقدیر والوں پہ صدقے
ہے پایا جنہوں نے زمانہ تمہارا

علامت نمبر 9

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے۔

مَنْ اَبْغَضَ اَهْلَ الْبَيْتِ فَهُوَ مُنَافِقٌ۔ (صواعق محرقہ ص174)

ترجمہ: جو اہلبیت سے بغض رکھے گا وہ منافق ہے۔

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہلبیت کی تین اقسام ہیں۔

(۱) اہلبیت سکنی: یہ وہ نفوس قدسیہ ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر سکونت پذیر ہوئے مثلاً آپ کی تمام ازواج مطہرات جن کے بارے میں خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا ٥

ترجمہ: اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرما دے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔

(ب) اہلبیت ولادتی: حضرت ام سلمہ سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے کچھ یخنی پکا کر لائیں اس ہنڈیا کو ایک طبق میں رکھا ہوا تھا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے یہ ہنڈیا آپ کے سامنے رکھ دی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سیفر مایا تیرے چچا کا بیٹا یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ اور تیرے دونوں لڑکے کہاں ہیں عرض کی گھر میں ہیں۔ فرمایا جاؤ ان کو بلا لاؤ۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئیں اور کہا آپ اور آپ کے دونوں بیٹے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں چلیں ۔ حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے دونوں بیٹوں کے ہاتھ پکڑے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی ان کے ساتھ آئیں جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان حضرات کو آتے دیکھا تو اپنا ہاتھ لمبا کر کے اپنی خوابگاہ سے چادر لے لی اور اسے بچھایا اور ان کو اس پر بٹھایا اور بائیں ہاتھ سے چادر کے چاروں کونے پکڑے اور ان کے سروں کے ساتھ ملا دیئے اور دائیں سے اپنے کی رب بارگاہ میں یوں دعا مانگی یا اللہ یہ میرے اہلبیت ہیں ان سے ناپاکی دور کر اور ان کو خوب پاک کر دے یہ دعا آپ نے تین مرتبہ مانگی۔ (طبرانی کبیر ج 3 ص 54)

ج: اہلبیت نسبی: ایک مرتبہ کچھ لوگ حضرت زید بن ارقم کے پاس گئے۔

انہوں نے کہا اے زید آپ کو بہت سی بھلائیاں مل گئی ہیں۔ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی آپ کی حدیثیں سنیں آپ کے ساتھ ہو کر کافروں سے جہاد کیا آپ کی اقتداء میں نماز پڑھیں۔ غرض آپ نے بہت خیر و برکت پائی اچھا ہمیں کوئی حدیث سناؤ آپ نے فرمایا اب میری عمر بڑی ہوگئی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ دور ہو گیا ہے۔ بعض باتیں ذہن سے جاتی رہی ہیں۔ اب تو ایسا کرو جو بات میں از خود سناؤں اسے قبول کر لو ورنہ مجھے تکلیف نہ دو سنو مکے اور مدینے کے درمیان ایک پانی والی جگہ پر جسے خم کہا جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر ایک خطبہ دیا آپ نے فرمایا میں ایک انسان ہوں بہت ممکن ہے کہ میرے پاس میرے رب کا قاصد آئے اور میں اس کی مان لوں میں تم میں دو چیزوں کو چھوڑے جا رہا ہوں۔ پہلی کتاب اللہ جس میں ہدایت اور نور ہے اسے مضبوطی سے تھام لو اور دوسری میری اہلبیت اس کے بارے میں میں تمہیں خدا کو یاد دلاتا ہوں۔ زید سے آپ کی اہلبیت کے بارے میں پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا آپ کی اہلبیت وہ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے اور وہ آل علی آل عباس آل عقیل اور آل جعفر ہیں۔ (ابن کثیر ج 22 ص 5)

ان تینوں قسم کی اہلبیت کے بارے میں فرمایا گیا۔

مَنْ مَاتَ عَلٰی بُغْضِ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ کَافِرًا.

جو آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغض پر مرا وہ کافر ہو کر مرا۔

مَنْ مَاتَ عَلٰی بُغْضِ آلِ مُحَمَّدٍ جَاءَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مَکْتُوْبًا بَیْنَ عَیْنَیْهِ آئِسٌ مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ.

جو آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغض پر مرا وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہو گا کہ یہ اللہ کی

رحمت سے دور ہو گیا۔

مَنْ مَاتَ عَلٰی بُغْضِ آلِ مُحَمَّدٍ لَمْ یَشُمْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ.

جو آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغض پر مرا وہ جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھے گا۔ (تفسیر کبیر ج 7 ص 39)

ایک حدیث میں یوں آیا۔

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَا یُبْغِضُنَا اَهْلَ الْبَیْتِ اَحَدًا لَا اَدْخَلَهُ اللّٰهُ النَّارَ.

ترجمہ: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے جس کسی نے ہم اہلبیت سے بغض رکھا خدا اسے دوزخ میں داخل کرے گا۔

(صواعق محرقہ ص 174)

علامت نمبر 10

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

مَا کُنَّا نُصَرِّفُ الْمُنَافِقِیْنَ اِلَّا بِبُغْضِهِمْ عَلِیًّا. (صواعق محرقہ ص 174)

ترجمہ: ہم منافقوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بغض سے بچاتے تھے۔

اس حدیث سے پتہ چلا کہ منافقوں کی ایک نشانی یہ ہے کہ ان کے سینے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بغض و کینہ سے داغدار ہوتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

یَا عَلِیُّ مَعَکَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ عَصًا عَنْ عَصِی الْجَنَّةِ تَذُوْرُبِهَا الْمُنَافِقِیْنَ عَنِ الْحَوْضِ۔ (صواعق محرقہ ص 174)

ترجمہ: اے علی قیامت کے دن تیرے ساتھ جنت کی لاٹھیوں میں سے ایک لاٹھی ہوگی اس سے تو منافقوں کو حوض کوثر سے دور کر دے گا۔

ایک روایت میں یہ آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اے علی رضی اللہ عنہ تیرے دشمن حوض کوثر سے دور کر دیئے جائیں گے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا قیامت کے دن لواء الحمد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ہوگا اور حضرت آدم اور ان کی اولاد اس لواء کے نیچے ہوگی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ اَحَبَّ عَلِيًّا فَقَدْ اَحَبَّنِيْ وَمَنْ اَحَبَّنِيْ فَقَدْ اَحَبَّ اللّٰهُ وَمَنْ ابَغَضَ عَلِيًّا فَقَدْا اَلْغَضَنِيْ وَمَنْ اَبْغَضَنِيْ فَقَدْ اَبْغَضَ اللّٰهَo

(صواعق محرقہ ص123)

جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اس نے اللہ سے محبت کی اور جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا اس نے خدا سے بغض رکھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض و عداوت رکھنے والا دوزخی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

هٰذَا جِبْرِيْلُ يُخْبِرُنِيْ عَنِ اللّٰهِ تَعَالٰى مَا اَحَبَّ اَبَابَكْرٍ وَّ عُمَرَ اِلَّا مُؤْمِنٌ تَقِيٌّ وَلَا بُغْضُهُمَا اِلَّا مُنَافِقٌ شَقِيٌّ۔ (ابن عساکر ج6 ص201)

یہ جبریل امین مجھے خبر دے رہے ہیں ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے محبت وہ کرے گا جو مومن متقی ہوگا اور ان دونوں سے بغض وہ رکھے گا جو منافق بد بخت ہوگا۔

ان دونوں مقدس ہستیوں کے فضائل بزبان ائمہ اہلبیت ملاحظہ فرمائیں اور ایمان کو جلا بخشیں۔

نمبر1. حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں موجود تھا کہ اتنے میں ابو بکر اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما تشریف لائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

هٰذَانِ سَیِّدَا كُهُوْلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْآخِرِیْنَ اِلَّا النَّبِیِّیْنَ وَالْمُرْسَلِیْنَ یَا عَلِیُّ لَا تُخْبِرْهُمَا۔

ترجمہ: نبیوں اور رسولوں کے علاوہ تمام پختہ عمر کے لوگوں کے سردار ابو بکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔ اے علی انہیں اطلاع نہ دینا۔

(ابن ماجہ، ترمذی ج6 ص366 کنز العمال)

نمبر2. ایک مرتبہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا اس امت میں سے اولین جنت میں داخل ہونے والے ابو بکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔ پوچھا گیا کیا آپ سے بھی پہلے جنت میں داخل ہوں گے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس نے ایک ایک دانے کو پیدا کیا اور ہر روح کو پیدا کیا یقیناً ابو بکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما مجھ سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ (ازالۃ الخفاء ج 1 ص 68)

نمبر3. حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا۔ ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے فرمایا یہ دونوں بزرگ ستر آدمیوں کے اس وفد میں شامل ہیں جو قیامت کے روز حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہو کر خدا کی بارگاہ میں پہنچے گا ان دونوں حضرات کو (عالم ارواح) میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا سے طلب کیا لیکن یہ دونوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا کئے گئے۔ (کنز العمال ج6 ص366)

نمبر4. ایک شخص نے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں کیا

قرب حاصل ہے فرمایا جو قرب ان کی قبروں کو حاصل ہے بحالت حیات ظاہری ان کو یہی تقرب نصیب تھا۔ (مسند امام احمد ج 4 ص 77)

نمبر 5. حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

مَنْ لَمْ يَعْرِفْ فَضْلَ اَبِىْ بَكْرٍ وَّ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقَدْ جَهِلَ السُّنَّةَ. (حلیہ ج 3 ص 185)

ترجمہ: جو شخص حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی فضیلت نہیں جانتا۔ وہ سنت نبوی سے جاہل ہے۔

نمبر 6. حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ میرے نانا میں کوئی شخص اپنے آباؤ اجداد کو گالیاں دیتا ہے مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت نصیب نہ ہو اگر میں ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہم سے دوستی نہ کروں اور میں ان کے دشمن سے بیزاری اختیار نہ کرو۔

(سیرت محمد بن خطاب ج 1 ص 32)

نیز امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ان دونوں کے بارے میں فرماتے ہیں۔ هُمَا اِمَامَانِ عَادِلَانِ قَاسِطَانِ كَانَا عَلَى الْحَقِّ وَمَاتَا عَلَيْهِ فَعَلَيْهِمَا رَحْمَةُ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (احقاالحق ج 1 ص 16)

یہ دونوں بزرگ امام تھے عادل اور منصف تھے حق پر قائم رہے حق پر خاتمہ ہوا قیامت کے دن ان پر اللہ کی رحمت ہو جن منافقوں کا ذکر ہوا ان کا قرآن پڑھنا ان کے لئے نقصان دہ ہے خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا٥

ترجمہ: اے محبوب جو تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے اترا اس سے

انہیں اکثر کی سرکشی اور کفر میں اضافہ ہوا۔

دوسری جگہ فرمایا۔

وَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰی رِجْسِهِمْ وَمَاتُوْا وَهُمْ كَافِرُوْنَ٥

ترجمہ: اور جن کے دلوں میں مرض ہے انہیں اور پلیدی پر پلیدی بڑھادی اور وہ کفر ہی پر مر گئے۔

تیسرے مقام پر فرمایا۔

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ وَلَا یَزِیْدُ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا خَسَارًا٥

ترجمہ: ہم قرآن میں وہ چیز اتارتے ہیں جو ایمان والوں کے لئے شفا اور اس سے ظالموں کو نقصان ہی بڑھتا ہے۔

چوتھے مقام پر فرمایا۔

یُضِلُّ بِهٖ كَثِیْرًا وَّیَهْدِیْ بِهٖ كَثِیْرًا٥

ترجمہ: اللہ بہتوں کو اس سے گمراہ کرتا ہے اور بہت لوگوں کو اس سے ہدایت فرماتا ہے۔

قرآن کا منافق کے لئے نقصان دہ ہونا ایسا ہے جیسے ٹی بی کے مریض کے لئے بادام کا استعمال بادام انسان میں تری پیدا کرتا ہے لیکن ٹی بی کے مریض میں خشکی پیدا کرتا ہے یہ بادام کا قصور نہیں بلکہ ٹی بی کے مرض کا قصور ہے جو تری پیدا نہیں ہونے دیتا اسی طرح منافقوں کی منافقت قرآن کا اثر مرتب نہیں ہونے دیتی۔ منافق مرجائے تو اس کی نماز جنازہ پڑھنا منع ہے۔ خدا فرماتا ہے۔

وَلَا تُصَلِّ عَلٰی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ اِنَّهُمْ

كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فَاسِقُوْنَo

ترجمہ: جو (منافق) مر گئے ان کی کبھی نماز جنازہ نہ پڑھو ان کی قبر پر کھڑے نہ ہو انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کا انکار کیا اور وہ نافرمان ہو کر مر گئے۔

منافقوں کا انجام کیا ہو گا اس بارے قرآن کا ارشاد ہے۔

بَشِّرِ الْمُنَافِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًاo

ترجمہ: منافقوں کو دردناک عذاب کی بشارت دے دو۔

ایک اور مقام پر فرمایا۔

اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنَافِقِيْنَ وَالْكَافِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًاo

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ منافقوں اور کافروں کو جہنم میں جمع کرنے والا ہے۔

ایک اور جگہ فرمایا۔

وَعَدَاللّٰهُ الْمُنَافِقِيْنَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدِيْنَ فِيْهَا هِيَ حَسْبُهُمْ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌo

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے منافق مرد و زن اور کفار سے جہنم کی آگ کا وعدہ کیا ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے یہ ان کے لئے کافی ہے ان پر اللہ کی لعنت ہے اور ان کے لئے دائمی عذاب ہے۔

منافقوں سے میل جول منع ہے خدا فرماتا ہے۔

يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا آبَاءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَاءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَo

ترجمہ: اے ایمان والو اپنے باپ اور بھائیوں کو دوست نہ سمجھو اگر وہ ایمان پر کفر پسند کریں اور تم سے جو ان کے ساتھ دوستی کرے گا تو وہی ظالم ہیں۔

جب حضرت سعد بن ابی وقاص ایمان لائے تو ان کی والدہ نے کہا یہ تم نے کیا کر دیا۔

وَاللّٰهِ لَا اَطْعَمُ طَعَامًا وَلَا اَشْرِبُ شَرَابًا حَتّٰى اَمُوْتُ اَوْتَكْفُرَo

ترجمہ: اس نے کہا خدا کی قسم نہ میں کچھ کھاؤں گی اور نہ کچھ پیوں گی یہاں تک میں مر جاؤں یا پھر تو واپس اپنے پہلے مذہب پر آ جائے۔

اس نے تین دن تک کچھ نہ کھایا حضرت سعد ان کے پاس گئے اور فرمایا۔

اے ماں لَوْ كَانَتْ لَكَ مِائَةُ نَفْسٍ فَخَرَجَتْ نَفْسًا نَفْسًا مَاتَرَكْتُ دِيْنِىْ اِنْ شِئْتَ كُلِىْ وَاِنْ شِئْتَ فَلَا تَاْكُلِىْ فَلَمَّا اَيِسَتْ مِنْهُ اَكَلَتْ وَشَرِبَتْo (مظہری ج7ص192)

ترجمہ: اگر ترے پاس سو روحیں ہوں اور ایک ایک کر کے سب روحیں نکل جائیں تو بھی میں دین اسلام کو نہ چھوڑوں گا تیرا دل چاہے تو کھانا کھالے اور نہ چاہے تو نہ کھا جب وہ نا امید ہو گئی تو اس نے کھانا پینا شروع کر دیا۔

اہل سنت و جماعت کو چاہیے کہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب عطائی کے منکر ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے کے منکر ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ غلاموں کو چمار سے بھی ذلیل کہتے ہیں جو کہتے کہ نماز میں نبی کے خیال سے گدھے کا خیال بہتر ہے جو تمام انسانوں کو بھائی بھائی کہہ کر نبی کو اپنا بھائی بنانے کی کوشش کرتے ہیں جو صلوٰۃ وسلام وغیرہ نیک کاموں سے روکتے ہیں جو مدینہ جانا گناہ سمجھتے ہیں جو اہلبیت سے بغض رکھتے ہیں جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر اور علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بغض وکینہ رکھتے ہیں ان سے اجتناب کریں ان کی محافل اور ان کے جلسوں میں

نہ جائیں کیونکہ ان کی صحبت زہر قاتل خاص کر ان لوگوں کے لئے جن کو اپنے عقائد سے مکمل واقفیت نہیں۔

صحبت نیکاں اینویں ہوندی جیویں دکان عطاراں
صحبت بریاں اینویں ہوندی جیویں دکان چماراں
جیکر پاس عطارا جایئے خوشبو اون بہاراں
جیکر پاس چماراں جایئے بدبو اون ہزاراں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صحابہ کرام کا عشق رسول

قُلْ اِنْ کَانَ آبَاءُ کُمْ وَابْنَاءُ کُمْ وَاِخْوَانُکُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ وَعَشِیْرَتُکُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَهَا وَمَسَاکِنُ تَرْضَوْنَهَا اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَایَهْدِی الْقَوْمَ الْفَاسِقِیْنَ٥

تم فرماؤ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کے مکان یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے تمہیں زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔

جب کسی کو کسی ہستی سے محبت ہو جائے تو اس کی تین وجوہات ہو سکتی ہیں کمال، جمال اور نوال اور خدا تعالیٰ نے یہ تینوں چیزیں ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بدرجہ اتم عطا فرمائی تھیں۔

کمال

سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خدا تعالیٰ نے تمام کمالات عطا فرمائے اعلیٰ حضرت کے ملفوظات میں ہے کہ کمالاتِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں کمی کے چار اسباب ہو سکتے ہیں پہلا سبب یہ ہے کہ کوئی کمال تحت قدرت باری نہیں لہٰذا وہ کمال خدا اپنے رسول کو دے نہیں سکتا۔ دوسرا سبب یہ ہے

کہ خدا کمال دے سکتا ہے لیکن بخل سے کام لیتا ہے تیسرا سبب یہ ہے کہ نبی میں حصول کمال کی اہلیت نہیں چوتھا سبب یہ ہے کہ اپنے نبی کے علاوہ کوئی اور محبوب ہے جس کو خدا کمال دینا چاہتا ہے جہاں تک پہلے سبب کا تعلق ہے تو اس کے متعلق گزارش ہے کہ ایک کمال الوہیت ہے جو خدا اپنے نبی کو دے نہیں سکتا کیونکہ یہ تحت قدرت باری نہیں مولانا حسن رضا فرماتے ہیں۔

خدا کرنا ہوتا جو تحت مشیت
خدا ہو کے آتا وہ بندہ خدا کا

اور دوسرے سبب کا جواب یہ ہے کہ بخل کی نسبت خدا کی طرف جائز نہیں اور تیسرے سبب کے متعلق گزارش ہے کہ حصول کمال میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سب مخلوق سے بڑھ کر صاحب اہلیت ہیں اور چوتھے سبب کا جواب یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے بڑھ کر کوئی بھی خدا کا محبوب نہیں ہے۔

خدا تعالیٰ نے ہر انسان کے چہرے میں چار عالم پیدا فرمائے ہیں آنکھ یہ دیکھ کر علم حاصل کرتی ہے کان یہ سن کر علم حاصل کرتے ہیں زبان یہ چکھ کر علم حاصل کرتی ہے اور ناک کان اس لئے سنتے ہیں کہ سننے کا کمال انسانی دماغ میں موجود ہے۔ زبان اس لئے چکھتی ہے کہ چکھنے کا کمال انسانی دماغ میں موجود ہے ناک اس لئے سونگھتی ہے کہ سونگھنے کا کمال انسانی دماغ میں موجود ہے اگر ان چاروں اعضائے انسانی میں کوئی نقص پیدا ہو جائے مثلاً آنکھ نابینا ہو جاتی ہے یا کان بہرا ہو جاتا ہے یا زبان کٹ جاتی یا ناک سونگھتی نہیں تو اس سے دماغ کے اوصاف میں کوئی فرق نہیں آتا لیکن اگر خدانخواستہ لاٹھی مار کر کسی کا دماغ پھوڑ دیا جائے تو نہ آنکھ دیکھ سکتی ہے نہ کان سن سکتے ہیں نہ زبان چکھ سکتی ہے اور نہ ہی کان سونگھ سکتا ہے بلا مثال و تمثیل خدا تعالیٰ نے ہر نبی کو کوئی نہ کوئی کمال عطا فرمایا اور

تمام انبیاء کے جمیع کمالات خدا تعالیٰ نے اپنے محبوب حضرت محمد رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمائے اگر کوئی نبی دنیا میں نہ بھی آتا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات میں کوئی فرق نہ آتا اور اگر حضور سراپا نور ہی دنیا میں تشریف نہ لاتے تو کسی نہ کو کوئی کمال ملتا ثابت ہوا کہ حضور تمام انبیاء علیہم السلام کے جمیع کمالات کے جامع ہیں۔

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں تشریف لائے تو میں نے آسمان کی طرف سے ایک سفید نوری ابر آتا دیکھا جس میں سے سفید گھوڑوں کے ہنہنانے پرندوں کے بازوؤں کی حرکت اور فرشتوں کے کلام کی آواز آتی تھی اس بادل نے آکر آپ کو ڈھانپ لیا اور مجھ سے غائب کر دیا پھر میں نے سنا کہ کوئی منادی ندا کر رہا ہے کہ آپ کو روئے زمین کے مشارق و مغارب کا طواف اور ساتوں سمندروں کی سیر کراؤ اور ہر ذی روح جن وانس وحوش وطیور اور ملائکہ کے سامنے پیش کرو تاکہ تمام مخلوق آپ کو اور آپ کے نام کو اور آپ کی صفات حسنہ کو پہچان لے۔ آپ کو حضرت آدم علیہ السلام کا خلق حضرت شیث علیہ السلام کی معرفت حضرت نوح علیہ السلام کی شجاعت، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خلت، حضرت اسماعیل علیہ السلام کی زبان، حضرت اسحاق علیہ السلام کی رضا، حضرت صالح علیہ السلام کی فصاحت، حضرت لوط علیہ السلام کی حکمت، حضرت یعقوب علیہ السلام کی بشارت، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شدت وقوت، حضرت ایوب علیہ السلام کا صبر، حضرت یونس علیہ السلام کی اطاعت، حضرت یوشع علیہ السلام کا جہاد، حضرت داؤد علیہ السلام کی آواز، حضرت دانیال علیہ السلام کی حُب، حضرت الیاس علیہ السلام کا وقار، حضرت یحییٰ علیہ السلام کی عصمت اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زہد عطا کر دو

اور تمام انبیاء علیہم السلام کے اخلاق میں آپ کو غوطہ دو تا کہ تمام انبیاء کرام کی صفات اور کمالات آپ میں جمع ہو جائیں۔ (زرقانی، ج1، ص113)

کیا حق نے بحر کمالات تجھ کو
نہ پایا کسی نے کنارہ تمہارا

خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ ۔ بے شک ہم نے تمہیں بے شمار کمالات عطا کئے کثیر کی ضد قلیل ہے خدا فرماتا ہے۔ کَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِیْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً کَثِیْرَةً۔ بہت سی قلیل جماعتیں کثیر جماعتوں پر غالب آئیں۔

جب قلیل کثیر کا مقابل ہے تو اب دیکھیں رب تعالیٰ کے نزدیک قلیل کیا ہے کیا رب کا بیان کردہ قلیل ہم بیان کر سکتے ہیں۔ خدا فرماتا ہے۔

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ تم فرمادو دنیا کا مال قلیل ہے۔

اب دیکھیں دنیا کا مال کیا ہے۔

اناج: گندم، چاول، جوار، باجرہ، مکئی۔

پھل: آم، لوکاٹ، سنگترہ، امرود، انگور، سیب، مالٹا، کھجور، کیلا، تربوز، خربوزہ، وغیرہ۔

سواریاں: اونٹ، گھوڑا، خچر، گدھا، ہوائی جہاز، بحری جہاز، موٹر کار، بس، سائیکل، موٹر سائیکل، رکشہ وغیرہ۔

غرضیکہ حیوانات، پرندے، درندے، چرندے، نباتات، جمادات ہزاروں چیزیں جو ہمارے شمار سے باہر ہیں اور یہ سب قلیل ہیں کثیر نہیں اور جو اوصاف و کمالات نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو عطا ہوئے ہیں۔ وہ قلیل نہیں کثیر نہیں بلکہ کوثر ہیں جب رب اکبر کے ہاں کا قلیل ہمارے شمار سے باہر ہے تو اس کے ہاں کا کوثر ہمارے شمار میں کیسے آ سکتا ہے لہٰذا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وآلہ وسلم کے کمالات کی حد نہیں۔

کمالات دو طرح کے ہوتے ہیں ایک علمی کمالات اور دوسرے عملی کمالات۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں کمالوں کو عظیم کیا ہے۔

علمی کمالات:

خدا فرماتا ہے۔ وَعَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا۔

اور تمہیں سکھا دیا جو تم نہیں جانتے تھے اور اللہ کا تم پر فضل عظیم ہے۔

کمالات عملی:

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ۔ بے شک آپ خلق عظیم پر ہیں۔

اس آیت میں آپ کے اخلاق اور سیرت کو عظیم کیا گیا ہے یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات عملیہ بھی عظیم ہیں۔

تیرے خلق کو حق نے عظیم کیا تیری خلق کو حق نے جمیل کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہو گا شہا تیرے خالق حسن و ادا کی قسم

جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات علمیہ وعملیہ دونوں کو اللہ تعالیٰ نے عظیم کیا ہے تو پھر کون ہے جو آپ کے کمالات کو شمار کر سکے لہٰذا ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو بے شمار کمالات عطا فرمائے ہیں۔

تیرے تو وصف عیب تناہی سے ہیں بری
حیراں ہوں میرے شاہا میں کیا کیا کہوں تجھے

لیکن رضا نے ختم سخن اس پہ کر دیا
خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

جمال

خدا تعالیٰ نے اپنے محبوب کو حسن و جمال کی دولت سے بھی مالا مال فرمایا تھا چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

مَارَأَیْتُ شَیْئًا اَحْسَنَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کَانَ الشَّمْسُ تَجْرِیْ فِیْ وَجْھِہٖ۔ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ کسی کو خوبصورت نہیں دیکھا۔ (مشکوٰۃ ص518)

یوں معلوم ہوتا تھا کہ آفتاب آپ کے چہرے میں چل رہا ہے۔

حضرت طارق بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ ہم مدینہ منورہ کے باہر اترے ہوئے تھے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اس وقت ہم آپ کو جانتے نہ تھے ہمارے پاس سرخ رنگ کا اونٹ تھا آپ نے اس اونٹ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کیا تم اس کو بیچنا چاہتے ہو ہم نے کہا ہاں فرمایا کیا قیمت ہم نے قیمت بتائی آپ نے فرمایا منظور ہے اور اونٹ کی مہار پکڑ کر چل دیئے اور ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے شہر میں داخل ہو گئے۔ ہم نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا ہم نے بہت برا کیا کہ ایک ناواقف آدمی کو بلا قیمت وصول کئے اونٹ دے دیا۔ ایک عورت ہمارے ساتھ ایک ہودج میں بیٹھی ہوئی تھی کہنے لگی۔

وَاللّٰہِ لَقَدْ رَاَیْتُ رَجُلًا کَانَ وَجْھَہٗ قِطْعَۃُ الْقَمَرِ لَیْلَۃَ الْبَدْرِ.

خدا کی قسم میں اس نے شخص کو دیکھا کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی مثل تھا۔ تمہارے اونٹ کی قیمت کی میں ضامن ہوں وہ تمہارے ساتھ

دھوکا نہ کرے گا جب شام ہوئی تو ایک آدمی آیا اور کہا میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرستادہ تمہاری طرف آیا ہوں یہ کھجوریں ہیں ان میں سے کھا بھی لو اور اپنی قیمت بھی پوری کر لو ہم نے پیٹ بھر کر کھا بھی لیں اور قیمت بھی وصول کر لی۔ (طبرانی کبیر ج 8، ص 314)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں چاندنی رات تھی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سرخ حلہ زیب تن فرمائے لیٹے ہوئے تھے میں کبھی چاند کو دیکھتا اور کبھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ انور کو دیکھتا۔

فَاِذَا هُوَ اَحْسَنُ عِنْدِیْ مِنَ الْقَمَرِ۔ (مشکوٰۃ، ص 518)

بالآخر میرا فیصلہ یہی تھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم چاند سے زیادہ حسین وجمیل ہیں۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

یار میرا اے چن تو سوہنا جھلے کون تجلیاں
مکھڑا چن بدر نورانی دند چنبے دیاں کلیاں
خوش گفتار کرے اوہ مٹھی جیویں مصری دیاں ڈلیاں
یار فریدا جنت کیہڑی جنت اوہدیاں گلیاں

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں اندر بیٹھی کچھ سی رہی تھی میرے ہاتھ سے سوئی گر پڑی ہر چند تلاش کی مگر اندھیرے کے سبب نہ مل سکی اس وقت رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے۔

فَتَبَیَّنْتُ الْاِ بْرَۃَ بِشُعَاعِ نُوْرِ وَجْهِهٖ.

آپ کے رُخ انور کی روشنی سے سارا کمرہ روشن ہو گیا اور مجھے گمشدہ سوئی مل گئی۔ (خصائص کبریٰ، ج 1، ص 62)

سوزن گم شدہ ملتی ہے تبسم سے تیرے
شام کو صبح بناتا ہے اجالا تیرا

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ہاں جلوہ افروز ہوئے ہیں۔

مَا کُنَّا نَحْتَاجُ اِلَی السِّرَاجِ مِنْ یَوْمٍ اَخَذْنَاہُ لِاَنَّ نُوْرَ وَجْھِہٖ کَانَ اَنْوَرُ مِنَ السِّرَاجِ. (تفسیر مظہری سورہ نور)

جب سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے ہیں ہمیں کبھی رات کو چراغ کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ چراغ سے زیادہ نورانی تھا۔

دیے کی ضرورت، نہ مشعل کی حاجت
عجب روشنی تم نے پائی حلیمہ

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ میرے والد شاہ عبدالرحیم نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر زنانِ مصر نے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے اور بعض لوگ ان کو دیکھ کر مر جاتے تھے مگر آپ کو دیکھ کر کسی کی یہ حالت نہیں ہوئی۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

جَمَالِیْ مَسْتُوْرٌ عَنْ اَعْیُنِ النَّاسِ غَیْرَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ

میرا حسن و جمال خدا تعالیٰ نے غیرت کی وجہ سے لوگوں سے پوشیدہ کر دیا ہے اور اگر آشکارہ ہو جائے تو لوگوں کا حال اس سے بھی زیادہ ہو جو حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر ہوا تھا۔ (الدر الثمین، ص 7)

رخ تو بے پردہ تھا لیکن حسن بے پردہ نہ تھا
جز خدا بندوں نے حسن مصطفےٰ دیکھا نہیں
حسن یوسف سے کہیں بڑھ کر تھا حسن مصطفےٰ
پر بات یہ تھی اس کا کوئی دیکھنے والا نہ تھا

علامہ زرقانی نے لکھا ہے کہ علامہ قرطبی فرماتے ہیں۔

لَمْ يَظْهَرْ لَنَا تَمَامَ حُسْنِهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ لِاَنَّهٗ لَوْ ظَهَرَ لَنَا تَمَامَ حُسْنِهٖ لَمَا اَطَاقَتْ اَعْيُنُنَا رُؤْيَتَهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ . (زرقانی ج 4، ص 71)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا سارا حسن و جمال ہم پر ظاہر نہیں کیا گیا اگر آپ کا پورا حسن و جمال ظاہر کر دیا جاتا تو ہماری آنکھیں آپ کے دلدار کی طاقت نہ رکھتیں۔

نہ رہتی جو پردوں میں صورت کسی کی
نہ ہوتی کسی کو زیارت کسی کی

علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر خدا سے ہمکلام ہوتے تھے تو آپ کے چہرے پر نور کی بارش ہوتی تھی۔

(تفسیر ابن کثیر، ج 9، ص 27)

ہمارے پیارے مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے خدا تعالیٰ کا بلاحجاب دیدار بھی کیا اور ہمکلامی کا شرف بھی حاصل ہوا اندازہ لگالیں آپ کے چہرہ انور پر کتنا نور برسا ہوگا لیکن اس حسن و جمال کو خدا تعالیٰ نے پردوں میں چھپا دیا کیونکہ۔

اک جھلک دیکھنے کی تاب نہیں عالم کو
وہ اگر جلوہ کریں کون تماشائی ہو

نوال

ساتویں زمین سے ساتویں آسمان تک کا نام عالم شہادت یا دنیا ہے اور اس کے خزانوں کی کنجیوں کو مقالید کہتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ لَهٗ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ اسی کے لئے ہیں زمین و آسمان کی کنجیاں اور ساتویں آسمان سے لے کر عرش الٰہی تک کو عالم غیب کہا جاتا ہے اور اس کی کنجیوں کو مفاتیح کہا جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِیْحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَا اِلَّاهُوَ۔ اور اسی کے پاس ہیں غیب کی کنجیاں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اعلیٰ حضرت نے یہاں یہ نکتہ آفرینی کی ہے کہ مفاتیح کا پہلا اور آخری حرف لے لو اور وہ ہے م + ح اسی مقالید کا بھی پہلا اور آخری حرف لے لو اور وہ ہے م + د۔ اب م ح م د کو ملا دو تو یہ سرکار کا نام نامی اسم گرامی محمد بنتا ہے اور یہ اس طرف اشارہ ہے عرش سے لے کر ساتویں زمین تک جتنے خدا تعالیٰ کے خزانے ہیں ان کی کنجیاں خدا نے آپ کے سپرد کر دی ہیں چنانچہ:

حدیث نمبر 1.

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

بَیْنَا اَنَا نَائِمٌ اِذْ جِئْیَ بِمَفَاتِیْحِ خَزَائِنِ الْاَرْضِ فَوَضَعَتْ فِیْ یَدِیْ
میں سو رہا تھا کہ تمام خزائن زمین کی کنجیاں لائی گئیں اور میرے دونوں میں رکھ دیں گئیں۔ (بخاری و مسلم شریف)

حدیث نمبر 2.

امام احمد نے اپنی مسند میں ایک حدیث نقل فرمائی ہے۔حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اُعْطِيْتُ مَالَمْ يُعْطِ اَحَدٌ مِّنَ الْاَنْبِيَاءِ قَبْلُ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَاُعْطِيْتُ مَفَاتِيْحِ الْاَرْضِ.

مجھے وہ عطا ہوا جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہ ملا رعب سے میری مدد فرمائی گئی اور مجھے ساری زمین کی کنجیاں عطا ہوئیں۔

حدیث نمبر 3.

ایک اور جگہ فرمایا۔

قَدْ اُعْطِيْتُ مَفَاتِيْحِ خَزَائِنِ الدُّنْيَا وَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ.

(طبرانی کبیر، ج 17، ص 280)

مجھے دنیا اور زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا ہوئیں۔

حدیث نمبر 4.

دلائل النبوت میں حافظ ابونعیم نے یہ حدیث نقل کی ہے۔

اُوْتِيْتُ بِمَقَالِيْدِ الدُّنْيَا عَلٰى فَرَسِ اَبْلَقٍ جَاءَ نِيْ بِهٖ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ قَطِيْفَةٌ مِّنْ سُنْدُسٍ.

دنیا کی کنجیاں ابلق گھوڑے پر لاد کر میری خدمت میں حاضر کی گئیں جبریل لے کر آئے اس پر نازک ریشم کا زین پوش یا نقش و نگار پڑا تھا۔

جب یہ بات ثابت ہوگئی جملہ خزائن ارض و سماء کی کنجیاں آپ کے قبضہ و اختیار میں ہیں۔تو اب سنئے سخاوت میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا کیا

مقام تھا۔ ایک سخی ہوتا ہے ایک جواد اور ایک کریم۔ سخی وہ ہوتا ہے جو اپنے مال سے تھوڑا خدا کے نام پر قربان کر دے مثلاً سو روپے میں سے دس روپے خیرات کر دے اور جواد وہ ہوتا ہے جو اپنے مال سے زیادہ خدا کے راستے میں قربان کر دے مثلاً سو روپے میں سے نوے روپے خدا کی راہ میں دے دے اور کریم وہ ہوتا ہے جو سارا مال خدا کے نام پر لٹا دے۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کریم ہیں۔ خدا فرماتا ہے۔ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ۔ یہ اس رسول کا قول ہے جو کریم ہے۔

ہم بھکاری وہ کریم ان کا خدا ان سے فزوں
اور نہ کہنا نہیں عادت رسول اللہ ﷺ کی

مثال: فتح مکہ کے روز صفوان بن امیہ مکہ سے بھاگ کر جدہ کی طرف چلا گیا تا کہ کشتی میں بیٹھ کر یمن چلا جائے۔ حضرت عمیر بن وہب نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی صفوان میری قوم کا سردار ہے اور وہ آپ سے ڈر کر سمندر کی طرف بھاگ گیا ہے تا کہ سمندر میں خودکشی کر لے آپ اس کے لئے امان کا اعلان فرما دیں۔ آپ نے فرمایا اس کے لئے امان ہے حضرت عمیر جا کر صفوان سے ملے اور وہ کشتی میں سوار ہونا چاہتا تھا۔ صفوان یہ سمجھا کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عمیر کو میرے قتل کے لئے بھیجا ہے۔ عمیر نے صفوان سے کہا میں تجھ پر قربان ہو جاؤں میں اس ہستی کے پاس سے آیا ہوں جو سب سے زیادہ نیک صلہ رحمی کرنے والا، اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تیرے لئے امان کا اعلان کر دیا ہے صفوان نے کہا میری آنکھوں سے دور ہو جاؤ اور مجھ سے کلام نہ کرو۔ عمیر نے کہا اے صفوان میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہو جائیں۔ وہ نبی تمام لوگوں سے

افضل نیک اور بہتر ہے۔ تیرا چچا زاد ہے اس کی عزت تیری عزت ہے اس کا شرف تیرا شرف ہے اس کا ملک تیرا ملک ہے۔ صفوان نے کہا مجھے اپنی جان کا اندیشہ ہے۔ عمیر نے کہا رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس سے بہت بلند ہے کہ تجھے قتل کریں۔ صفوان نے کہا میں اس وقت تک واپس نہ جاؤں گا جب تک تو مجھے اس (نبی) کی کوئی ایسی نشانی نہ لا کر دکھائے جس کو میں پہچان لوں۔ عمیر نے کہا میں جاتا ہوں تم میرا انتظار کرو۔ حضرت عمیر نے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں جا کر عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم صفوان آپ سے نشانی مانگتا ہے۔ آپ نے اپنی ایک چادر کو بطور عمامہ سر پر باندھ رکھا تھا وہ بطور نشانی عطا فرما دیا اس نشانی کو دیکھ کر صفوان واپس آ گیا اور اس وقت رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو نماز عصر پڑھا رہے تھے۔ جب آپ نے نماز پڑھ لی تو صفوان نے بلند آواز سے کہا یا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) عمیر آپ کی چادر بطور نشانی لے کر میرے پاس پہنچا اور مجھے اپنے ساتھ واپس لایا ہے کیا آپ رضا و رغبت سے مجھے دو مہینے کی مہلت دے سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تجھے چار مہینے کی مہلت ہے جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قبیلہ ہوازن کے مقابلے کے لئے تشریف لے گئے اور آپ کو فتح ہوئی صفوان نے دیکھا کہ پوری وادی بھیڑ بکریوں اور اونٹوں سے لبریز ہے اور صفوان اس مال کو متواتر دیکھ رہا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تجھے یہ مال پسند ہے۔ اس نے کہا ہاں فرمایا یہ سارا مال تیرا ہو گیا۔ اس پر صفوان نے اسلام قبول کر لیا۔ (دلائل النبوت ج 5، ص 46)

یہ بیٹھا ہے سکہ تمہاری عطا کا
کبھی ہاتھ اُٹھنے نہ پایا گدا کا

کسی نے ایک عالم دین سے کہا کہ ہم نے یہ پڑھا کہ حاتم طائی بہت سخی تھا چنانچہ وہ جس مکان میں بیٹھ کر سخاوت کرتا تھا اس کے چار دروازے تھے ایک مشرق کی جانب ایک مغرب کی جانب ایک شمال میں اور ایک جنوب کی جانب اگر کوئی سائل مشرقی دروازے سے آیا اور اس نے آ کر سوال کیا تو حاتم طائی نے اس کو خالی نہیں موڑا وہی سائل شمالی دروازے سے آیا حاتم نے پھر اس کو عطا کر دیا اور یہ نہیں کہا کہ ابھی تو تُو خیرات لے گیا پھر وہ باری باری مغربی اور جنوبی دروازے سے بھی آ کر خیرات لے گیا۔ حاتم اکتایا نہیں بلکہ برابر اس کو اپنی سخاوت سے نوازتا رہا لیکن نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جس کمرے میں بیٹھ کر سخاوت کرتے تھے اس کے بھی چار دروازے تھے۔ عالم دین نے جواب دیا ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جس کمرے میں بیٹھ کر سخاوت کرتے تھے اس کا ایک ہی دروازہ تھا حاتم طائی کمرے کے چار دروازے تھے ایک دروازے پر سائل نے آ کر سوال کیا حاتم نے اس کو خیرات عطا کی لیکن اتنا نہیں کہ اس کی حاجت پوری ہو جاتی اس لئے اس کو پھر دوسرے دروازے سے آ کر سوال کرنا پڑا پھر بھی حاتم نے عطا کیا لیکن اتنا نہیں کہ اس کا کام پورا ہو جائے۔ اس سائل کو پھر تیسرے دروازے سے آنا پڑا۔ اب بھی اس کو خیرات ملی تو سہی لیکن اتنی نہیں کہ وہ اپنی ضرورت پوری کر سکے حتیٰ کہ اب اس سائل کو چوتھے دروازے سے بھی آنے کی ضرورت ہوئی لیکن ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک ہی دروازے پر آنے والے سائل کو اتنا دے دیتے تھے کہ اس کو پھر کسی دوسرے دروازے پر جانے کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوتی تھی۔

اٹھا جب بھی دستِ عطائے محمد
غنی بن گئے ہیں گدائے محمد

صحابہ کرام کا اجتماعی طریق محبت:

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ صحابہ کرام پیر کے دن نماز فجر میں مشغول تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھا رہے تھے اچانک رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ شریف کا پردہ اُٹھایا اور اپنے غلاموں کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا مسکرائے اور خوشی میں ہنسے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خیال کیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لانا چاہتے ہیں۔ اس لئے آپ پیچھے ہٹے تاکہ صف کے ساتھ مل جائیں۔

وَهُمُ الْمُسْلِمُوْنَ اَنْ يَّفْتَتِنُوا فِيْ صَلَاتِهِمْ فَرْحًا بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ فَاَشَارَ اِلَيْهِمْ بِيَدِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ اَنْ اَتِمُّوْا صَلَاتَكُمْ ثُمَّ دَخَلَ الْحُجْرَةَ وَاَرْخَى السِّتْرَ. (بخاری شریف ج3، ص94)

اور مسلمانوں نے ارادہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت اور دیدار کی خوشی میں نماز کو توڑ دیں آپ نے ہاتھ سے اشارہ کیا فرمایا کہ اپنی نماز کو پورا کرو پھر آپ نے پردہ گرا دیا اور حجرہ میں تشریف لے گئے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ:

(۱) صحابہ کرام کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے اس قدر محبت تھی کہ انہوں نے شوق دیدار میں اپنی نماز کو توڑ دینے کا ارادہ کر لیا لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اشارہ سے فرمایا کہ نماز مکمل کرو۔

(۲) عین نماز کی حالت میں صحابہ کرام کے دلوں میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا خیال پیدا ہوا تبھی تو انہوں نے نماز توڑنے کا خیال کیا۔

(۳) صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار کے لئے اپنا چہرہ قبلہ سے پھیرا کیونکہ مسجد نبوی میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حجرہ قبلہ کی جانب نہیں بلکہ مشرقی جانب ہے اس جانب سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھنا چہروں کو قبلہ سے پھیرے بغیر ممکن نہیں پھر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اشارہ کیا اور اشارے کو دیکھنا اور سمجھنا بھی بغیر اس کے متصور نہیں ہوسکتا کہ سب پروانوں کی نظریں اس شمع نبوت پر لگی ہوں۔

(۴) صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی امامت کا مصلیٰ چھوڑ دینے کا ارادہ فرمایا اور صف میں آنے کے لئے تیار ہو گئے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ آپ نے تعظیم رسول کو مدنظر رکھا ایسا کرنا چاہا پتہ چلا نماز کی حالت میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کرنے سے نماز میں کوئی خلل نہیں آتا۔

اب ان پر تبصرہ ملاحظہ فرمائیں ہر صحابی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر اتنا خوش ہوا کہ اس نے نماز کو توڑنے کا ارادہ کرلیا گویا ہر صحابی زبان حال سے کہہ رہا تھا۔

نماز پڑھاں کہ میں تیں ول ویکھاں میںوں کعبہ بھل گیا ای
بھل گئے سارے صوم صلاتاں اکو یار دا فکر پیا ای

دیو بندیوں کی کتاب ''بلغتہ الحیران'' میں لکھا ہے کہ التحیات پڑھتے وقت اگر نبی کا خیال آجائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے اگر نبی کا خیال نماز میں فاسد نماز ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرمادیتے کہ تمہارے دلوں میں میرا خیال آ گیا ہے لہٰذا تمہاری نماز فاسد ہوگئی ہے۔ اس لئے نماز دوبارہ پڑھو۔ رسول

خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ نہ فرمانا اس بات کی بین دلیل ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خیال سے نماز فاسد نہیں بلکہ کامل اور اکمل ہو جاتی ہے۔

سجدہ کرنا ہے تو یوں کر کہ سر ہو سجدے میں جھکا
سر خدا کے واسطے دل مصطفےٰ کے واسطے

نیز مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنی کتاب صراط مستقیم میں لکھا ہے۔

شیخ یا اس جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی ہوں اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے برا ہے۔ کیونکہ شیخ کا خیال تو تعظیم اور بزرگی کے ساتھ انسان کے دل میں چمٹ جاتا ہے اور بیل اور گدھے کے خیال کو نہ تو اس قدر چپیدگی ہوتی ہے اور نہ تعظیم بلکہ حقیر اور ذلیل ہوتا ہے اور غیر کی یہ تعظیم اور بزرگی جو نماز میں ملحوظ ہو وہ شرک کی طرف کھینچ کر لے جاتی ہے۔ (صراط مستقیم ص 126)

اس عبارت سے پتہ چلا کہ عین نماز کی حالت میں نبی کی تعظیم کرنے سے شرک ہو جاتا ہے۔ اب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا فعل ملاحظہ فرمائیں۔

بخاری شریف میں یہ حدیث موجود ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ظہر کی نماز پڑھا رہے تھے اور رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بنی عمرو بن عوف کی طرف تشریف لے گئے تھے واپس تشریف لائے تو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مصلیٰ پر کھڑے تھے نماز شروع تھی پہلی رکعت تھی سرکار صفوں کو چیرتے ہوئے آگے تشریف لے گئے۔ آپ جس صف میں پہنچتے صحابہ تالیاں بجانا شروع کر دیتے جب آپ پہلی صف میں پہنچے تو صحابہ نے تالیاں بجائیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ متوجہ ہوئے پتہ چلا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آ کر پیچھے کھڑے ہو گئے ہیں۔ تب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیچھے ہٹنے لگے۔ آپ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اپنی جگہ ٹھہرے رہو لیکن صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیچھے آ کر صف میں کھڑے ہو گئے اور مصلیٰ خالی کر دیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھائی اختتام نماز پر آپ نے فرمایا اے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم پیچھے کیوں چلے آئے عرض کی ابو قحافہ کے لڑکے کی کیا مجال ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے آگے کھڑا ہو کر امامت کرائے۔

اس حدیث پر غور فرمائیں عین نماز کی حالت میں صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ادب و احترام کرتے ہوئے مصلیٰ خالی کر دیا اور پچھلی صف میں آ کر مقتدی بن گئے۔ اگر نماز میں آپ کی تعظیم شرک ہوتی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرما دیتے اے صدیق تم نے تو شرک کا ارتکاب کیا ہے لیکن نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا سکوت فرمانا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ عین نماز میں نبی کی تعظیم شرک نہیں۔

نیز یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ نماز میں التحیات میں آپ پر سلام پڑھا جاتا ہے۔ درود شریف میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نام آتا ہے اس وقت ایک نمازی کو تو نبی کا خیال ضرور آئے گا۔ اب خیال آنے کی دو ہی صورتیں ہیں خیال آئے گا یا تعظیم کے ساتھ یا تحقیر کے ساتھ اگر تعظیم کے ساتھ خیال آئے گا تو یہ شرک ہو جائے گا اور اگر تحقیر کے ساتھ خیال آئے گا تو کفر ہو جائے گا۔ دونوں صورتوں میں نماز نہ ہو گی نہ شرک اور نہ کفر کے ارتکاب سے چونکہ اس نظریے سے دیوبندیوں کی اپنی نماز نہیں ہوتی تو ان کی اقتداء میں ہماری نماز کیسے ہو جائے گی۔

نماز کی حالت میں اگر ہمارا رُخ کعبہ سے پھر جائے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے لیکن صحابہ کرام نے اپنا رُخ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف پھیر کر

آپ کا دیدار کیا ان کی نماز فاسد نہیں ہوئی کیونکہ ان کا رُخ اگرچہ کعبہ سے پھر گیا ہے مگر اس نبی کی طرف پھرا ہے جو کعبے کا بھی کعبہ ہے۔

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبے کا کعبہ دیکھو

حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کعبہ کا طواف کرتے دیکھا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَحُرْمَةُ الْمُؤمِنِ اَعْظَمُ عِنْدَاللّٰہِ حُرْمَةً مِنکَ

مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اے کعبہ میری امت کے ایک مومن کی عزت تجھ سے زیادہ ہے۔ (ابن ماجہ ص 282)

پتہ چلا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے ایک مومن اور ولی کی عزت وحرمت اور شان کعبہ سے زیادہ لہٰذا آپ کی عزت اور آپ کا احترام کعبہ سے کہیں بڑھ کر ہے کیونکہ آپ کعبہ کے بھی کعبہ ہیں۔

حضرت سائب بن خلاد فرماتے ہیں۔

اَنَّ رَجُلًا اَمَّ قَوْمًا فَبَصَقَ فِی الْقِبْلَةِ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ یَنْظُرُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ لِقَوْمِہٖ حِیْنَ فَرَغَ لَا یُصَلِّیْ لَکُمْ.
(مشکوٰۃ ص 71)

ایک آدمی نے ایک قوم کی امامت کرائی اس حالت میں اس نے کعبہ کی طرف منہ کر کے تھوکا اور رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دیکھ رہے تھے۔ نماز ختم ہونے پر آپ نے فرمایا یہ تمہیں نماز نہ پڑھائے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس نے کعبہ کی طرف منہ کر کے تھوکا اور کعبہ کے بے ادبی اور توہین کی جو کعبہ کی توہین کرے اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی تو جو کعبہ کے کعبہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی یہ کہہ کر توہین کر کے کہ نماز میں نبی کا خیال آنے سے گدھے کا خیال آنا بہتر ہے اس کی اقتداء میں نماز کیسے ہوگی۔

نوٹ:۔ یہ عقیدہ لوگوں کے پیچھے ہماری نماز نہیں ہوتی اس مسئلے کی تفصیل درکار ہوتو ہماری کتاب ''خاموش مبلغ'' کا مطالعہ کریں۔

اب فرداً فرداً صحابہ کرام کا انداز محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ملاحظہ فرمائیں۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا انداز محبت:

ایک مرتبہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے عبدالرحمٰن نے عرض کی ابا جان میدان بدر میں کئی مرتبہ آپ میری تلوار کی زد میں آئے لیکن میں نے باپ سمجھ کر چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا بیٹا تم نے تو مجھے باپ سمجھ کر چھوڑ دیا لیکن اگر تم میری تلوار کی زد میں آتے تو میں یہ نہ سمجھتا کہ یہ میرا لڑکا ہے بلکہ یہ سمجھتا کہ یہ میرے نبی کا دشمن ہے اور میری تلوار تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی۔

رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جب ہجرت فرمائی تو ساتھ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے۔ رات کی تاریکی میں دونوں چلے جارہے تھے۔ پیچھے سے کفار کے تعاقب کا خطرہ تھا مکہ سے چار پانچ میل کے فاصلے پر کوہ ثور تھا جہاں راستہ بے حد دشوار گزار تھا۔ پتھروں سے پاؤں زخمی ہوئے جاتے تھے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ تکلیف دیکھی نہ گئی۔ آپ نے اپنے کندھوں پر اُٹھالیا آخر ایک غار تک پہنچے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو باہر ٹھہرایا خود اندر جا کر غار صاف کر دیا تن کے کپڑے پھاڑ پھاڑ کر غار کے سوراخ بند کر دیئے ایک سوراخ بند نہ ہوسکا اس پر اپنے پاؤں کا انگوٹھا رکھ کر بند کر

دیا اور بیٹھ گئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کے زانوں پر سر رکھ کر سو گئے۔ اتفاق کی بات اس سوراخ میں کوئی سانپ تھا۔ اس نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انگوٹھے میں ڈس دیا آپ درد سے بے تاب ہو گئے مگر اُف تک نہ کی کہ کہیں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نیند میں خلل نہ آجائے درد کی شدت سے آنکھوں میں آنسو آ گئے ایک آنسو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے رخسار پر گرا آپ بیدار ہوئے واقعہ کا علم ہوا آپ نے اپنا لعاب دہن لگا کر زہر کا اثر زائل کر دیا۔ چند اشعار پڑھیے۔

دیکھئے تو وہ غار کے اندر کون ہے بیٹھا گود میں لے کر سرور عالم کا سر انور رضی اللہ عنہ
ایڑھی رکھدی سانپ کے بل پر زہر کا صدمہ سہ لیا دل پر سب کچھ ہے یہ خاطر دلبر رضی اللہ عنہ
یار کے نام پہ مرنے والا سب کچھ صدقے کرنے والا منزل عشق وصدق کا رہبر رضی اللہ عنہ

جب غار سے نکل کر عازم مدینہ ہوئے تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ چلتے ہوئے کبھی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے آگے جاتے ہیں کبھی پیچھے آ جاتے ہیں کبھی دائیں طرف ہو جاتے ہیں اور کبھی بائیں طرف ہو جاتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی وجہ دریافت فرمائی عرض کی جب آپ کے آگے آتا ہوں تو اس خیال سے اگر کوئی آپ پر حملہ آور ہو تو میں آپ کا دفاع کر سکوں پھر خیال آتا ہے کوئی پیچھے سے آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچائے اس لئے پیچھے آ جاتا ہوں اور اسی نظریئے کے تحت دائیں اور بائیں جانب چلا جاتا ہوں یعنی صدیق اکبر آپ کے گرد اس طرح گھومتے ہیں جیسے شمع کے گرد پروانہ گھومتا ہے۔

عشق تے اگ دونویں اک برابر پر عشق دا سیک ودھیرا
اگ تے ساڑے لکھ تے کانے عشق ساڑے تن میرا

اگ دے تائیں پانی ٹھارے دسو عشق دا دارو کیڑا
بلھے شاہ اوتھے کجھ نہیں سجھدا جتھے عشق نے لایا ڈیرا

ایک دفعہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد نبوی میں بیٹھ کر نہایت اہم کاموں کو انجام دے رہے تھے۔ اچانک تمام کاموں کو چھوڑ کر مسجد نبوی سے نکل کر ملک شام کے راستہ پر چلے گئے اور کچھ دور جا کر واپس آ گئے۔ لوگوں نے عرض کی آپ کہاں تشریف لے گئے تھے۔ فرمایا ایک مرتبہ ایسا ہوا تھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ملک شام تشریف لے گئے تھے اور بہت روز مدینہ سے غائب رہے پھر ایک دن اسی راستے سے آپ تشریف لے آئے تھے۔ اب بھی ایک عرصہ ہو گیا ہے کہ آپ مدینہ میں نظر نہیں آئے خیال ہوا شاید حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ملکِ شام کی طرف تشریف لے گئے ہوں اور ادھر سے آپ اکیلے واپس چلے آتے ہوں اس لئے میں جناب کو لینے کے لئے ادھر چلا آیا مگر افسوس کہ آپ ابھی تک آئے نہیں۔

جلدی آ پیارے مینوں ٹھنڈ پوے وچہ سینے
عمراں وانگ دھاڑی لنگدی پل پل مثل مہینے

مرض وفات میں ایک طبیب کو بلایا گیا طبیب نے بہت غور سے آپ کو دیکھا کہا یہ مریض کسی کے عاشق ہیں اور ان کا محبوب ان سے جدا ہو گیا ہے۔ اس کے غم میں یہ بیمار ہو گئے ہیں۔ ان کا علاج دیدار یار کے علاوہ اور کچھ نہیں جہاں تک ہو سکے جلد ان کا محبوب ان کو ملا دو ورنہ یہ بہت جلد مر جائیں گے۔

باجھ تیرے دیدار دے سجناں خوشی نہ دسدی کائی
مکھ وکھائیں نہ چر لائیں آویں بری جدائی

لوگ یہ بات سن کر روئے کہ افسوس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تو

اس جہاں سے تشریف لے گئے ہیں اب ان کے ساتھ آپ کی ملاقات کیسے ہو سکتی ہے۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد ایک مرتبہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر تشریف لے گئے مکان کی چھت کو دیکھا جل کر سیاہ ہوگئی ہے گھر والوں سے چھت کے جلنے کا سبب پوچھا محرمان راز نے عرض کیا کہ کبھی کبھی درد دل سے ایک آہ نکالتے تھے جس کی حرارت سے چھت جل گئی ہے اللہ اکبر کیا عشق کی آگ تھی جو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے سینے میں چھپائے ہوئے تھے۔

عشق دی اگ ہڈاں دا بالن عاشق بیٹھ سکیندے ہُو
گھت کے جان جگر وچہ آرا ویکھ کباب تلیندے ہُو
سر گرداں پھرن ہر ویلے خون جگر دا پیندے ہُو
ہوئے ہزار عاشق باہُو پر عشق نصیب کہیندے ہُو

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا اندازِ محبت:

امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی سے کچھ لینا تھا آپ نے اس یہودی سے فرمایا قسم ہے اس خدا کی جس نے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تمام نوع بشر پر فضیلت دی ہے تجھے نہ چھوڑوں گا جب تک تو میرا حق ادا نہ کر دے یہودی نے قسم کھا کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی افضلیت مطلقہ کا انکار کیا اور امیر المومنین نے اس کو طمانچہ دے مارا کیونکہ:

ترے رتبے میں جس نے چون و چرا کی
نہ سمجھا وہ بد بخت رتبہ خدا کا

یہودی نے بارگاہ رسالت میں آکر شکایت کی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وآلہ وسلم نے امیر المومنین کو حکم دیا تم نے اس کو تھپڑ مارا ہے اس کو راضی کر لو اور یہودی کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا اے یہودی آدم صفی اللہ ہیں، ابراہیم خلیل اللہ ہیں، موسیٰ نجی اللہ اور عیسیٰ روح اللہ ہیں اور میں حبیب اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہوں بلکہ اے یہودی اللہ تعالیٰ نے اپنے دو ناموں پر میری امت کے نام رکھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سلام ہے میری امت کا نام مسلمین رکھا ہے اللہ تعالیٰ مومن ہے میری امت کا نام مومنین رکھا ہے بلکہ اے یہودی:

اَنَّ الْـجَنَّةَ مُحَرَّمَةٌ عَلَى الْاَنْبِيَاءِ حَتّٰى اَدْخُلَهَا وَهِيَ مُحَرَّمَةٌ عَلَى الْاُمَمِ حَتّٰى تَدْخُلَهَا اُمَّتِيْ.

جنت تمام نبیوں پر حرام ہے جب تک میں اس میں داخل نہ ہو جاؤں اور تمام امتوں پر حرام ہے جب تک میری امت اس میں داخل نہ ہو جائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، ج 11، ص 510)

نہ پہنچیں گے جب تک گنہگار ان کے
نہ جائیگی جنت میں امت کسی کی

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں جب شہر مدائن فتح ہوا تو حضرت عمر نے مسجد نبوی میں چرمی فرش بچھا کر اس پر مال غنیمت جمع کیا سب سے پہلے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اور فرمایا اے امیر المومنین ہمارا حق جو اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا ہے ہمیں عطا کریں آپ نے فرمایا بڑی خوشی سے اور ایک ہزار درہم پیش کئے ان کے جانے کے بعد حضرت امام حسین تشریف لائے ان کو بھی ایک ہزار درہم دیئے پھر ان کے جانے کے بعد آپ کے اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر آئے آپ نے ان کو پانچ سو درہم دیئے حضرت عبداللہ نے عرض کی یا امیر المومنین

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں میں جوان تھا اور آپ کے حضور جہاد کرتا تھا اور حسین اس وقت بچے تھے اور مدینہ کی گلیوں میں کھیلا کرتے تھے۔ آپ نے ان کو ہزار ہزار اور مجھے پانچ سو درہم دیئے ہیں۔ آپ نے فرمایا بیٹا پہلے وہ مقام اور فضیلت حاصل کرو جو حسین کو حاصل ہے پھر ہزار درہم کا مطالبہ کرنا ان کے باپ علی المرتضیٰ ماں فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہما نانا رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ نانی خدیجۃ الکبریٰ ہے، چچا جعفر طیار رضی اللہ عنہ، پھوپھی ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہے، ماموں ابراہیم بن رسول ہیں، خالہ رقیہ ام کلثوم دختران رسول ہیں یہ سن کر حضرت عبداللہ خاموش ہو گئے۔

(الریاض النضرۃ، ج 2، ص 28)

اس حدیث سے پتہ چلا کہ:

(۱) حضرت عمر بن خطاب نے امامین کریمین کو جو دوسروں سے زیادہ مال غنیمت عطا فرمایا تو اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ وہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے اور آپ کو رسول خدا سے محبت تام تھی جس کی وجہ سے اس رعایت کو ملحوظ خاطر رکھا۔

(۲) فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے صاحبزادے عبداللہ بن عمر کی نسبت اولاد رسول سے زیادہ محبت کرتے تھے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت:

جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو باغیوں نے محاصرے میں لے رکھا تھا تو اس وقت آپ کے پاس حضرت مغیرہ بن شعبہ آئے اور عرض کی آپ امام المسلمین ہیں اور آپ جن حالات سے دوچار ہیں آپ خوب جانتے

ہیں میں آپ پر تین باتیں پیش کرتا ہوں ان میں سے ایک مان لیں یا تو آپ باہر نکل کر ان سے لڑیں۔ آپ حق پر ہیں یہ سب اہل باطل ہیں آپ کے پاس افرادی قوت بھی موجود ہے یا پھر آپ دیوار پھاڑ کر ایک اور دروازہ نکالیں اور اس سے نکل کر آپ مکہ پہنچ جائیں وہ جائے امن ہے وہاں یہ باغی آپ کا تعاقب نہ کریں گے یا پھر آپ ملک شام چلے جائیں وہاں حضرت امیر معاویہ موجود ہیں، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جہاں تک لڑائی کا تعلق ہے یہ مجھ سے نہیں ہوسکتا میں نہیں چاہتا کہ سب سے پہلے میری وجہ سے امت مسلمہ کی خون ریزی ہو اور جہاں تک مکہ جانے کا تعلق ہے وہ بھی نہیں ہوسکتا کیوں کہ یہ لوگ وہاں بھی مجھے نہ چھوڑیں گے اور میں نے رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے ایک قریشی شخص ہوگا جو مکہ میں الحاد پھیلائے گا۔ اس پر تمام عالم کا نصف عذاب ہوگا میں نہیں چاہتا وہ میں بن جاؤں اور جہاں تک ملک شام میں حضرت امیر معاویہ کے پاس جانے کا تعلق ہے تو میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ہمسائیگی چھوڑنا پسند نہیں کرتا۔ مطلب یہ تھا کہ یہاں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا روضہ انور ہے اس سے جدائی برداشت نہیں۔

ایسے جلوے پر کروں لاکھ حوروں کو نثار
کیا کروں کیوں جاؤں جنت کو مدینہ چھوڑ کر

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی محبت:

حضور داتا صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جب امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بستر پر سو گئے اور ہجرت میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ

وسلم کی معیت میں گئے اور مکہ سے باہر لیک غار میں ٹھہرے اس شب کفار کا قصد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کا تھا اس وقت خدا تعالیٰ نے جبرئیل امین اور میکائیل علیہما السلام سے فرمایا میں نے تمہارے مابین بھائی چارہ رکھا ہے اور تمہاری زندگی بھی ایک دوسرے سے دراز کی ہے۔ بتاؤ تم میں سے کون ہے جو اپنے بھائی پر اپنی زندگی ایثار کرے اور مرنے کو تیار ہو دونوں اپنی اپنی زندگی بارگاہِ الٰہی سے طلب کرنے لگے۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا اے جبریل و میکائیل دیکھو علی کی بزرگی اور شرف ہم نے علی اور اپنے محبوب میں بھائی چارہ قائم کیا تو علی اپنے قتل اور موت کو قبول کر کے ہمارے حبیب کی خوابگاہ پر سو گیا ہے اور اپنی جان ہمارے حبیب پر فدا کر دی ہے۔

حوصلہ ہارے نہ انسان پریشانی میں
ہر بنا کام بگڑ جاتا ہے نادانی میں
اور کبھی ڈوب سکتی نہیں موجوں کی طغیانی میں
جن کی کشتی ہو محمد ﷺ کی نگہبانی میں

اب دونوں جاؤ اور دشمنوں سے اس کی حفاظت کرو چنانچہ دونوں مقرب فرشتے جبریل و میکائیل حضرت علی کی خدمت میں حاضر ہوئے ایک سرہانے بیٹھ گیا اور ایک پائنتی کی طرف بیٹھ گیا اور حضرت علی کی خدمت میں زبان حال سے کہنے لگے۔

بَخٍ بَخٍ مَنْ مِثْلُکَ یَا ابْنَ اَبِی طَالِبٍ اِنَّ اللّٰہَ یُبَاھِیْ بِکَ عَلٰی مَلَائِکَتِہٖ ○

زندہ باد اے علی اس ایثار میں تمہاری مثل کون ہے بے شک اللہ تعالیٰ آپ کے اس ایثار کو ملائکہ میں پیش کر کے اظہار خوشنودی فرما رہا ہے اور آپ اپنی

خواب میں بے فکر سو رہے ہیں۔ اسی وقت یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّشۡرِىۡ نَفۡسَهُ ابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَءُوۡفٌ بِالۡعِبَادِ.

اور بعض اللہ کے بندے وہ ہیں جو اس کی رضا جوئی میں اپنی جان بیچتے ہیں اللہ اپنے بندوں پر شفقت کرنے والا ہے۔

(تفسیر کبیر ج 2، ص 198، کشف المحجوب، ص 358)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو بھوک لگی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس بات کا علم ہوا آپ کسی کام کی تلاش میں نکلے تا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی بھوک دور کرنے کے لئے کوئی معقول انتظام کریں۔ ایک یہودی کے باغ میں تشریف لے گئے اس کے باغ کو پانی دینے کے لئے کنویں سے سترہ ڈول پانی نکالا اور اس سے سترہ عجوہ کھجوریں حاصل کیں اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے دریافت فرمایا اے علی یہ کھجوریں کہاں سے لائے ہو عرض کی مجھے آپ کی بھوک کا علم ہوا تھا میں نے مزدوری کر کے آپ کی بھوک دور کرنے کے لئے یہ کھجوریں حاصل کی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اے علی اس کی وجہ یہ ہے کہ تو خدا اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔ یاد رکھو جو خدا اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے فقر و فاقہ اس کی طرف سیل رواں سے بھی زیادہ تیزی سے آتا ہے اور جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اس کو مصیبت پر صبر کیلئے تیار رہنا چاہیے۔ (ابن عساکر، ج 2، ص 208)

اللہ اللہ نبی کا گھرانہ یہ گھرانہ واراء الوری ہے
اس میں حسنین ہیں فاطمہ ہے اس گھرانے میں مشکل کشا ہے

کعبۂ عشق کا ہوں نمازی ان کی نظر عنایت پہ راضی
میری تربت پہ لکھ دینا کاتب پنجتن کا یہ ادنیٰ گدا ہے

ایک اعرابی کی محبت:

حضرت زید بن ثابت فرماتے ہیں ایک صبح ہم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک چوک میں کھڑے تھے۔ ایک اعرابی ایک اونٹ کی مہار پکڑے آیا اس نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ان الفاظ میں سلام کیا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ آپ نے سلام کا جواب دیا۔ اتنے میں ایک آدمی آ کر کہنے لگا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس اعرابی نے میرا اونٹ چرایا ہے۔ اس پر اونٹ بڑبڑایا آپ نے اس کی آواز سن کر فرمایا اے شخص تو جھوٹا ہے یہ اونٹ اس بات کی گواہی دے رہا ہے کہ تو جھوٹا ہے چل یہاں سے دور ہو جا پھر آپ نے اعرابی کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا جب تو میرے پاس آیا تھا تو تُو نے اپنی زبان سے کیا الفاظ نکالے تھے عرض کی میں نے یوں کہا تھا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ حَتّٰی لَا تَبْقِیْ صَلَاةٌ اَللّٰهُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ حَتّٰی لَا تَبْقِیْ بَرَکَةٌ اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ عَلٰی مُحَمَّدٍ حَتّٰی لَا یَبْقِیْ سَلَامٌ اَللّٰهُمَّ اَرْحَمْ مُحَمَّدًا حَتّٰی لَا تَبْقِیْ رَحْمَةٌ.

اے اللہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر اتنا درود بھیج کہ درود ختم ہو جائے ان پر اتنی برکت نازل فرما کہ برکت ختم ہو جائے اتنا سلام بھیج کہ سلام ختم ہو جائے اور اتنی رحمت نازل فرما کہ رحمت ختم ہو جائے۔

فرمایا کہ یہی وجہ ہے کہ اونٹ نے تیرے حق میں گواہی دی اور اِنَّ

الْمَلَائِكَةِ قَدْسَدُّوا الْأُفُقَ اور فرشتوں نے آسمان کے کناروں کو بھر دیا تھا۔

(طبرانی کبیر، ج5،ص141)

اعرابی نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت سے سرشار ہو کر ہدیہ درود وسلام پیش کیا جس کی بنا پر اونٹ نے اس کی برأت کی گواہی دی اور اعرابی کے ان دعائیہ کلمات کو لینے کے لئے اس قدر کثیر تعداد میں فرشتے نازل ہوئے کہ آسمان کے کنارے بھر گئے خدا تعالیٰ نے اس اعرابی کو کتنا بلند مقام عطا فرمایا۔

تری عظمتوں کی ہو تعریف مجھ سے
میں لاؤں کہاں سے زبان اللہ اللہ

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی محبت:

حضرت عبدالرحمٰن سعد سے روایت ہے۔

خَدِرَتْ رِجْلُ ابْنَ عُمَرَ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ اُذْكُرْ اَحَبَّ النَّاسِ اِلَيْكَ فَقَالَ يَامُحَمَّدَاهُ.

حضرت عبداللہ بن عمر کا پاؤں سن ہو گیا تو کسی آدمی نے ان سے کہا تو اپنے محبوب کو یاد کر اس نے کہا یا محمداہ انکا پاؤں درست ہو گیا۔

(ادب المفرد،ص193، نسیم الریاض، ج3،ص355)

ہم عشق نبی میں ہجر کے دن اس طرح گزارا کرتے ہیں
منہ کر کے مدینے کی جانب آقا کو پکارا کرتے ہیں

زید بن حارثہ کی محبت:

حضرت زید بن حارثہ زمانہ جاہلیت میں اپنی والدہ کے ساتھ ننھیال جا

رہے تھے بنو قیس نے قافلہ کو لوٹ لیا جس میں زید بھی تھے ان کو مکہ کے بازار میں لا کر فروخت کر دیا حکیم بن حزام نے اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے خرید لیا۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نکاح حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہوا تو انہوں نے حضرت زید کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کر دیا۔ حضرت زید کے والد کو ان کے فراق کا بڑا صدمہ ہوا اور ہونا بھی چاہیے تھا کہ اولاد کی محبت فطری چیز ہے۔ انہوں نے اپنے بیٹے کی جدائی اور فراق میں اشعار کہے جن کی ترجمانی ان اشعار سے کی جا سکتی ہے۔

کر کر یاد سجن نوں رونواں مول آرام نہ ڈھوئی
ڈھونڈ تھکا جگ دیس تمامی رہیا مقام نہ کوئی
اک تگا در عشق ترے دا دوجی بری جدائی
دور وسندیا سجناں مینوں سخت مصیب پائی

ایک مرتبہ ان کی قوم کے چند لوگ حج کے لئے گئے انہوں نے مکہ میں زید کو پہچان لیا اور آپ کے والد کا حال سنایا۔ زید نے ان کے ہاتھ تین شعر لکھ کر بھیجے جن کا مفہوم یہ تھا کہ میں مکہ میں خیریت سے ہوں تم غم نہ کرو میں بڑے کریم لوگوں کی غلامی میں ہوں۔ ان لوگوں نے جا کر زید کے باپ کو اس کی خیر و خبر سنائی زید کا باپ اور چچا فدیہ کی رقم لے کر زید کو غلامی سے نجات دلانے کے لئے مکہ پہنچے اور حضور کی خدمت میں حاضری دی اور عرض کی اے اولاد ہاشم تم لوگ اللہ کے گھر کے پڑوسی ہو قیدیوں کو آزاد کرانے والے ہو بھوکوں کو کھانا کھلانے والے ہو ہم اپنے بیٹے کی تلاش میں آپ کے پاس آئے ہیں ہم پر احسان فرمائیں اور فدیہ قبول فرما کر زید کو آزاد کر دیں بلکہ فدیہ سے زیادہ رقم وصول کر

پس آپ نے حضرت زید کو بلایا اور اس کے باپ اور چچا سے فرمایا اس سے پوچھ لو اگر وہ تمہارے ساتھ جانا چاہے تو بغیر فدیہ کے لے جاؤ وگرنہ تو میں اس کو مجبور نہیں کرسکتا۔ انہوں نے کہا اپ نے استحقاق سے زیادہ احسان فرمایا ہے۔ زید نے اپنے باپ اور چچا کو پہچان لیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا زید تجھے میرا حال بھی معلوم ہے اب تمہیں اختیار ہے میرے پاس رہنا چاہو تو تمہاری مرضی والد کے ساتھ جانا چاہو تو تمہاری مرضی تمہیں اجازت ہے۔ حضرت زید نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں آپ کے مقابلے میں بھلا کسی اور کو کیسے پسند کرسکتا ہوں۔ آپ میرے باپ کی جگہ بھی ہیں اور چچا کی جگہ بھی۔ باپ اور چچا نے کہا کیا غلامی کو پسند کرتے ہو کہا میں ان کے حسن سلوک سے اتنا متاثر ہوا ہوں کہ ان کے مقابلے میں کسی کو بھی پسند نہیں کرسکتا کیونکہ:

محمدؐ کی غلامی ہے سند آزاد ہونے کی
خدا کے دامنِ توحید میں آباد ہونے کی

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید کو اپنی آغوش میں لے لیا اور فرمایا میں نے ان کو اپنا بیٹا بنالیا جب زید کے باپ اور چچا نے یہ منظر دیکھا تو بہت خوش ہوئے اور خوشی سے زید کو چھوڑ کر چلے گئے۔

(طبقات ابن سعد، ج3، ج41)

حضرت زید بن دثنہ کی محبت:

امام بیہقی نے عروہ سے روایت کی ہے کہ جب اہل مکہ زید بن دثنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کرنے کے لئے حرم سے باہر لے جانے لگے تو ابوسفیان نے کہا اے زید میں تم کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں یہ بتاؤ کہ کیا تم اس بات کو پسند

کرتے ہو کہ اس وقت ہمارے پاس تمہاری جگہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) ہوتے اور تمہاری بجائے ان کی گردن ماردی جاتی۔ حضرت زید نے کہا خدا کی قسم مجھے تو یہ بھی گوارہ نہیں کہ میں اپنے اہل میں عافیت سے ہوتا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاؤں میں کانٹا چبھ جاتا۔

کہا او بیوقوف اور لذت ایماں سے بیگانے
محمد اور محمد کی محبت کو تو کیا جانے
کہاں برداشت دیکھی تو نے شیدائے محمد کی
خلش برداشت کر سکتا نہیں پائے محمد کی

اس پر ابوسفیان نے کہا: مَارَاَیْتُ اَحَدًا مِّنَ النَّاسِ یُحِبُّ اَحَدًا کَحُبِّ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ مُحَمَّدًا (زرقانی، ج6، ص291)

میں نے کسی شخص کو کسی سے اتنی محبت کرتے نہیں دیکھا جتنی محمد کے اصحاب محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) سے محبت کرتے ہیں۔

جس سے عشق ہو جائے اس کی رضا جوئی آدمی کی عادت ثانیہ بن جاتی ہے چنانچہ صحابہ کرام ہر کام میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے منشا اور پسند کو ملحوظ رکھتے تھے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ناراضگی سے بے حد گھبراتے تھے مثلاً حضرت سعد بہت سیاہ فام تھے اسلام قبول کرنے کے بعد وہ اسلام کے جاں نثاروں میں شمار ہونے لگے ایک مرتبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی جاں نثاری پر خوش ہو کر فرمایا۔ سعد شادی کیوں نہیں کر لیتے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میرے جیسے کالے کلوٹے کو کون لڑکی دے گا۔ آپ نے فرمایا جاؤ قبیلہ ثقیف کے سردار سے جا کر کہو مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بھیجا ہے مجھ سے اپنی بیٹی کا نکاح کر دو سعد نے جا کر

پیغام دیا سرداران کی صورت دیکھ کر بہت برہم ہوا کہ میں اپنی خوبصورت بیٹی کا نکاح اس شخص سے کردوں سعد مایوس ہوکر واپس جانے لگے پردے کی اوٹ سے آواز آئی اے جانے والے ذرا ٹھہر جاوہ ٹھہر گئے۔ پھر آواز آئی کیا رسول خدا نے تجھے میرے ساتھ شادی کے لئے بھیجا ہے اگر یہ واقعی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے تو مجھے بسروچشم منظور ہے۔ اس کے بعد اس سعادت مند بیٹی نے باپ کو سمجھایا اور کہا۔

تیری بیٹی اس کے کالے رنگ پر مسرور ہے
کالی کملی والے کی مرضی مجھے منظور ہے
کب میں کہتی ہوں کہ اس رنگ تو کالے کو دیکھ
میں تو کہتی ہوں کہ اس کے بھیجنے والے کو دیکھ
مانا رنگت اس کی کالی حسن میں بھی ماند ہے
پر بھیجنے والا تو ابا چودھویں کا چاند ہے

اے میرے والد آپ نے رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے حکم کو ٹالا ہے جا کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے معافی مانگیں بیٹی کی باتوں کا باپ پر بڑا گہرا اثر ہوا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر معذرت خواہ ہوا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اسے تسلی دی آخر کار اس نے اپنی بیٹی کی شادی حضرت سعد کے ساتھ کر دی۔

(سیارہ ڈائجسٹ، ج2،ص289)

حضرت سعد بن معاذ کی محبت:

غزوہ بدر کے لئے آپ نے مشورہ کیا تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم شاید آپ ہم سے جواب طلب فرما رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں میری مراد تمہیں لوگوں سے ہے اس پر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی خدا کی قسم میں برک الغماد کبھی گیا نہیں ہوں نہ مجھے اس کی راہ کا علم ہے۔ آپ پر ایمان لائے ہیں آپ کے ہاتھ پر بیعت کی ہے کہ آپ کی ہر بات مانیں گے۔ آپ کا ساتھ نہ چھوڑیں گے اگر آپ ہمیں سمندر میں کود جانے کا حکم دیں تو بھی ہم اس میں کود پڑیں گے ہم لڑائیوں میں بہادری کے جوہر دکھانے والے ہیں مصائب برداشت کرنے والے ہیں۔ ہمارا سب مال آپ کا ہے آپ جو چاہیں لے لیں اس جواب سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خوش ہو کر جانب بدر روانہ ہوئے۔

نبی کا حکم ہو تو پھاند جائیں ہم سمندر میں
جہاں کو محو کر دیں نعرۂ اللہ اکبر میں

حضرت معاذ بن جبل کی محبت:

جب معاذ بن جبل کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یمن کی طرف بھیجا تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وصیت کرتے ہوئے اس کی سواری کے ساتھ چل رہے تھے۔ جب وصیت سے فارغ ہوئے تو فرمایا اے معاذ اس سال کے بعد تیری میری ملاقات نہ ہو گی اور جب تو واپس آئے گا تو میری مسجد اور قبر کے قریب سے گزرے گا۔ اس پر حضرت معاذ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تصور فراق سے رونے لگے اور آپ کے رونے میں آواز تھی

فرمایا معاذ آواز سے نہ روؤ اس طرح رونا شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔

(دلائل النبوت، ج 5، ص 404)

ہجر ترا جد پانی منگے میں کھوہ اکھیاں دا گیڑاں
جی کردا اج سامنے بہہ کے درد پرانے چھیڑاں

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی محبت:

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم صحابہ دن رات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہا کرتے تھے تاکہ آپ کی ضروریات میں آپ کی خدمت کی جائے۔ ایک دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے دولت خانہ سے باہر نکلے میں بھی آپ کے پیچھے ہو لیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک باغ میں تشریف لے گئے وہاں آپ نے نماز پڑھی اور سر سجدے میں رکھا اور آپ نے اتنا لمبا سجدہ کیا کہ میں رونے لگا اور خیال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح مقدسہ کو قبض کر لیا ہے۔ پھر آپ نے سر مبارک اٹھایا اور مجھے بلا کر فرمایا تجھے کیا ہو گیا ہے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آپ نے اتنا لمبا سجدہ کیا ہے کہ میں نے خیال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح کو قبض کر لیا ہے۔ اب میں آپ کو کبھی نہ دیکھ سکوں گا۔ آپ نے فرمایا میرے رب نے انعام فرمایا تو میں نے سجدہ شکر ادا کیا انعام یہ ہے کہ میری امت میں سے جو کوئی مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے دس نیکیاں لکھ دے گا اور دس گناہ مٹا دے گا۔ (الترغیب والترھیب، ص 495)

حضرت عکاشہ بن محصن کی محبت:

جب رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی وفات قریب ہوئی تو

آپ نے تمام مسلمانوں کو بلایا اور فرمایا اے گروہ مسلم میری طرف سے جس پر کوئی زیادتی ہوئی ہے وہ قیامت کے دن بدلے سے پہلے آج مجھ سے بدلا لے لے کوئی آدمی کھڑا نہ ہوا آپ نے پھر فرمایا کوئی کھڑا نہ ہوا جب آپ نے تیسری مرتبہ فرمایا تو حضرت عکاشہ کھڑے ہوئے اور وہ لوگوں میں سے ہوتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کھڑے ہو گئے اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں اگر آپ بار بار اعلان نہ فرماتے تو میں آپ کی خدمت میں نہ آتا میں ایک غزوہ میں آپ کے ساتھ تھا جب خدا تعالیٰ نے اپنے نبی کو فتح سے ہمکنار فرمایا اور ہم واپس آرہے تھے۔ میری سواری آپ کی سواری کے قریب ہوئی میں اپنی سواری سے اتر کر آپ کے قریب ہوا تاکہ آپ کی ران مبارک کو بوسہ دوں آپ نے اپنی چھڑی میرے پہلو پر ماری نہ جانے آپ نے عملاً ایسا کیا یا آپ اپنی سواری کو مارنے لگے اور مجھے لگ گئی۔ آپ نے فرمایا اے عکاشہ میں اللہ کے جلال سے پناہ مانگتا ہوں کہ عملاً ایسا فعل مجھ سے سرزد ہو پھر فرمایا۔ اے بلال فاطمہ کے ہاں سے چھڑی لاؤ حضرت بلال مسجد سے نکلے اور ہاتھ سر پر رکھ کر کہا رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی ذات سے بدلا دینا چاہتے ہیں۔ حضرت فاطمہ کا دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا اے بنت رسول مجھے چھڑی دو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا ابا جان چھڑی کس لئے طلب فرما رہے ہیں نہ تو حج کا موقع ہے اور نہ ہی آپ کسی غزوہ کے لئے جانا چاہتے ہیں۔ بلال نے کہا اے فاطمہ رضی اللہ عنہا تجھے کیا خبر کہ تیرے والد کس حال میں ہے۔ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے رخصت ہونے والے ہیں اور اپنی ذات سے بدلا دے رہے ہیں۔ فرمایا وہ کون ہے جو رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بدلہ لینا چاہتا ہے۔ اے بلال

حسن و حسین سے کہو کہ وہ بدلے کے لئے اپنے آپ کو پیش کر دیں اور وہ دونوں رسولِ خدا کو بدلا نہ دینے دیں۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں داخل ہوئے اور چھڑی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے کی اور رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے وہ چھڑی عکاشہ کو دی جب صدیق اکبر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہ بات دیکھی تو دونوں کھڑے ہو گئے اور کہا اے عکاشہ ہم دونوں سے بدلا لے لو رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بدلہ نہ لو۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں سے فرمایا اے صدیق اکبر و عمر (رضی اللہ عنہما) خدا تعالیٰ تم دونوں کے مقام و مرتبہ کو جانتا ہے پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور فرمایا اے عکاشہ مجھے سو مرتبہ چھڑی مار لو لیکن رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بدلہ نہ لو۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے علی بیٹھ جاؤ خدا تعالیٰ تیرے مقام اور تیری نیت کو جانتا ہے۔ پھر حسنین کریمین کھڑے ہوئے اور فرمایا تو جانتا ہے کہ ہم دونوں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے ہیں ہم سے بدلہ لینا نبی سے بدلہ لینا ہے اس لئے تو ہم دونوں سے بدلا لے لے۔ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بدلا نہ لے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک بیٹھ جاؤ خدا تعالیٰ تمہیں بھی خوب جانتا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا اے عکاشہ اگر بدلہ لینے کا ارادہ ہے تو بدلہ لو۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب آپ نے چھڑی ماری تھی تو میرے پہلو پر کپڑا نہ تھا۔ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا پیٹ ننگا کر دیا۔ اس وقت مسلمان زار و قطار رونے لگے اور کہا عکاشہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو چھڑی مارے گا لیکن جب عکاشہ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پیٹ کی

سفیدی دیکھی تو فوراً آپ کے پیٹ مبارک کو چوم لیا اور عرض کی میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں کس میں طاقت ہے کہ آپ سے بدلا لے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یا تو چھڑی مارلو یا معاف کر دو عرض کی میں نے معاف کر دیا تا کہ خدا قیامت کے دن مجھے معاف کر دے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی رَفِیْقِیْ فِی الْجَنَّةِ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی هٰذَا الشَّیْخِ

جو شخص جنت میں میرے ساتھی کو دیکھنا چاہتا ہے وہ اس بوڑھے کو دیکھ لے۔

اس پر مسلمان کھڑے ہوئے اور انہوں نے حضرت عکاشہ کی پیشانی کو چوما اور کہا تجھے جنت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت مبارک ہو۔ (حلیۃ الاولیاء، ج 4، ص 73)

خاک ہو کر عشق میں آرام سے سونا ملا
جان کی اکسیر ہے الفت رسول اللہ ﷺ کی

حضرت نعیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت:

مدینہ طیبہ میں ایک آدمی رہتا تھا جس کا نام نعیمان تھا یہ شراب پیتا تھا۔ اس کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں لایا جاتا۔ آپ اس کو اپنے جوتے سے مارتے اور صحابہ کرام کو حکم فرماتے تو وہ اس کو جوتے مارتے۔ جب کئی مرتبہ ایسا ہوا تو صحابہ میں سے ایک آدمی نے کہا خدا تجھ پر لعنت کرے۔ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایسا نہ کہو کیونکہ یہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔ جب مدینہ میں کوئی عمدہ چیز کھانے کی فروخت ہونے کے لئے آتی تو یہ ادھار خرید لیتا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کر

دیتا اور کہتا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہ آپ کے لئے ہدیہ ہے۔ آپ لے کر تناول فرما لیتے۔ پھر اس چیز کے مالک کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں لے آتا اور کہتا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وہ جو چیز آپ نے کھائی ہے اس کی قیمت اس آدمی کو دے دیں وہ میں نے اس سے لی تھی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تو نے تو کہا تھا کہ یہ آپ کے لئے تحفہ ہے۔ وہ عرض کرتا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس اس کی قیمت نہ تھی لیکن میں یہ چاہتا تھا کہ اسے آپ تناول فرمائیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مسکراتے اور اس چیز کے مالک کے لئے قیمت ادا کرنے کا حکم فرماتے۔

(الاستعیاب، ج3، ص577)

حضرت طلحہ بن براء کی محبت:

جب حضرت طلحہ بن براء حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ملے تو آپ سے چمٹنا شروع کر دیا اور آپ کے دونوں قدم مبارک چومے اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جو کچھ آپ کو محبوب ہو مجھے حکم دیجئے۔ میں اس امر میں آپ کی نافرمانی نہ کروں گا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی اس بات پر تعجب کیا اس لئے کہ یہ بچے تھے آپ نے ان کے اس کہنے پر فرمایا جا اپنے باپ کو قتل کر دے چنانچہ حضرت طلحہ اس کام کے لئے پیٹھ پھیر کر چل دیئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو آواز دی ان سے کہا یہاں آؤ میں قطع رحم کے لئے نہیں بھیجا گیا۔ اس کے بعد حضرت طلحہ بیمار ہو گئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کی عیادت کے لئے ایسے وقت میں تشریف لے گئے کہ سردی کا موسم سخت سردی اور مطلع ابر آلود تھا۔ آپ نے واپسی پر ان کے گھر

والوں سے فرمایا میں طلحہ میں آثار موت دیکھتا ہوں تم ان کے انتقال کی مجھے خبر دینا تاکہ میں آکر اس کی نماز جنازہ پڑھوں اور اس کی تجہیز و تکفین میں جلدی کرنا یہاں سے نکل کر ابھی آپ بنی سالم بن عوف کی آبادی تک پہنچے تھے کہ حضرت طلحہ کی وفات ہوگئی اور رات کا وقت آگیا ان وصیتوں میں جو حضرت طلحہ نے کی تھیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ میرے دفن میں جلدی کرنا اور مجھے میرے رب سے ملا دینا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نہ بلانا مجھے آپ پر یہود کی طرف سے خطرہ ہے۔ ایسا نہ ہو کہ میری وجہ سے آپ کو کوئی تکلیف پہنچے۔ چنانچہ جب صبح ہوئی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خبر دی گئی۔ آپ تشریف لائے اور طلحہ کی قبر کے پاس کھڑے ہوئے لوگوں نے آپ کے ساتھ صف بنائی اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ اُٹھائے اور فرمایا اے میرے اللہ تو طلحہ سے اس طرح ملاقات کر کہ تو اس کی طرف دیکھ کر ہنسے اور وہ تیری طرف دیکھ کر ہنسے۔ (مجمع الزوائد، ج9، ص365)

ایک عورت نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عرض کی مجھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مزار شریف کی زیارت کرا دو۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کے لئے مزار شریف کھول دی تو وہ دیکھتے ہی روئی اور روتے روتے وہیں جان دے دی۔

(شفا شریف، ج2، ص19)

شراب عشق احمد میں عجب پُر کیف مستی ہے
کہ جاں دے کر اگر ایک بوند مل جائے تو سستی ہے
کروں تیرے نام پہ جاں فدا نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

میری پردہ پوشی کے بعد میری امت سے ایسے لوگ ہوں گے جو میرے ساتھ سخت محبت رکھنے والے ہوں گے۔ ان میں سے ہر ایک یہ آرزو کرے گا کہ کاش وہ اپنے اہل وعیال فدا اور قربان کر کے مجھے دیکھ لیتا۔

(مسلم شریف، ج 2، ص 379، شفا شریف، ج 2، ص 17)

جان لو ایمان کی ہے جان حب مصطفیٰ
اور بجز ذکر نبی مردود ہے ذکر خدا

ایک انصاری خاتون کا باپ بھائی اور شوہر جنگ اُحد میں شہید ہو گئے۔ یہ تینوں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوہ اُحد میں گئے تھے۔ اس نے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا کیا حال ہے۔ صحابہ نے کہا اللہ کا شکر ہے۔ جس طرح تمہاری تمنا تھی آپ خیریت سے ہیں۔ اس نے کہا مجھے دکھاؤ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کہاں ہیں تاکہ میں آپ کو دیکھ لوں جب اس نے آپ کی زیارت کی تو کہنے لگی آپ کو سلامت دیکھنے کے بعد ہر مصیبت آسان ہے۔ (زرقانی، ج 6 ص 29، دلائل النبوت ج 4، ص 265)

محمد ہے متاعِ عالمِ ایجاد سے پیارا
پدر مادر برادر جان مال اولاد سے پیارا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''صراط مستقیم''

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ.

ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت دے ان لوگوں کا راستہ جن پر تیرا انعام ہوا۔

اور انعام یافتہ چار گروہ ہیں ارشاد ہوتا ہے۔

مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ٥

جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرتا ہے اسے ان لوگوں کی معیت حاصل ہو گی جن پر اللہ نے انعام کیا اور وہ انبیاء علیہم السلام صدیقین اور شہید اور صالحین ہیں۔

اب دیکھنا کہ ان چاروں گروہوں کا راستہ کیا ہے جو ان کا راستہ اختیار کرے وہی صراط مستقیم پر ہو گا۔

انبیاء علیہم السلام کا راستہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام:

خدا تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں حکم دیا۔ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكَ بِذَبْحِ اِبْنِكَ٥ خدا تعالیٰ تجھے اپنا بیٹا ذبح کرنے کا حکم دیتا ہے۔ آپ بیٹے کو قربان کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس سے پتہ چلا کہ بندے کو خدا کا اتنا

اطاعت شعار ہونا چاہیے کہ اگر خدا کی راہ میں اپنا پیارا بیٹا قربان کرنا پڑے تو دریغ نہ کرے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرح خود کو بھی قربانی کے لئے پیش کر دے۔

مثال:

غزوہ بدر کے موقعہ پر حضرت خثیمہ اوران کے بیٹے کے درمیان غزوہ بدر میں شرکت کے لئے قرعہ اندازی ہوئی اور قرعہ میں ان کے بیٹے کے نام نکلا اور غزوہ بدر میں شہادت سے ہمکنار ہو گئے ایک دن انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کرعرض کی آج میں نے رات خواب میں اپنے بیٹے کو دیکھا ہے نہایت حسین وجمیل شکل میں ہے اور جنت کے باغات اور نہروں کی سیر وتفریح کرتا پھرتا ہے اور مجھ سے کہتا ہے اے میرے باپ تم بھی یہاں آجاؤ دونوں مل کر جنت میں رہیں گے اس نے مجھ سے کہا میرے پروردگار نے مجھ سے جو وعدہ کیا تھا وہ میں نے بالکل حق پایا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت اپنے بیٹے کی رفاقت کا مشتاق ہوں بوڑھا ہو گیا ہوں ہڈیاں کمزور ہو گئیں اب تمنا ہے کہ کسی طرح اپنے رب سے جا ملوں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعا فرمائیں خدا مجھے شہادت کا مرتبہ اور جنت میں اپنے بیٹے سعد کی مرافقت نصیب فرمائے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خثیمہ کے لئے دعا فرمائی اللہ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور حضرت خثیمہ غزوہ اُحد میں شہید ہو کر اپنے بیٹے سے جا ملے۔ (زاد المعاء، ج2،ص 96 / دلائل النبوت، ج3،ص249)

محمد مصطفٰے کے باغ کے سب پھول ایسے ہیں
جو بن پانی کے تر رہتے ہیں مرجھایا نہیں کرتے

مثال دیگر:

غزوہ اُحد میں عبداللہ بن عمرو کے بہنوئی عمرو بن الجموع بھی شہید ہوئے اور ان کی شہادت کا واقعہ بھی عجیب ہے یہ پاؤں سے لنگڑے تھے اور لنگڑا پن بھی شدید تھا ان کے چار بیٹے تھے جو ہر غزوہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہموکاب رہتے تھے۔ اُحد میں جاتے وقت ان سے کہا میں بھی تمہارے ساتھ جہاد میں چلتا ہوں۔ انہوں نے کہا آپ معذور ہیں اللہ نے آپ کو رُخصت دی ہے آپ یہیں رہیں مگر یہ نہ مانے اور شوق شہادت میں اس درجہ بے تاب ہوئے کہ اسی حالت میں لنگڑاتے ہوئے بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے بیٹے مجھے آپ کے ساتھ جانے سے روکتے ہیں خدا کی قسم میں امید رکھتا ہوں کہ اسی لنگ کے ساتھ میں جنت کی زمین کو جا کر روندوں گا۔ آپ نے فرمایا تجھ پر جہاد فرض نہیں اور اس کے بیٹوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ان کو نہ روکو شاید اللہ تعالیٰ اس کو شہادت نصیب فرمائے چنانچہ وہ جہاد میں شہید ہو گئے اور گھر سے نکلتے وقت انہوں نے یہ دعا مانگی۔

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِیَ الشَّهَادَةَ وَلَا تَرُدَّنِیْ اِلٰی اَهْلِیْ خَائِبًا

اے اللہ مجھے شہادت نصیب فرما اور مجھے گھر والوں کی طرف واپس نہ کر

اسی غزوہ اُحد میں اس کے بیٹے خلاد بن عمرو بھی شہید ہو گئے عمرو بن الجموع کی بیوی ہندہ نے یہ ارادہ کیا کہ تینوں یعنی خاوند بھائی عبداللہ اور بیٹے خلاد کو ایک اونٹ پر سوار کر کے مدینہ لے جائے اور وہیں ان تینوں کو دفن کر دے مگر جب مدینہ کا قصد کرتی ہے تو اونٹ بیٹھ جاتا ہے اور جب اُحد کی طرف رُخ کرتی

ہے تو اونٹ تیز چلنے لگتا ہے۔

ہندہ نے یہ واقعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا آپ نے فرمایا عمرو بن الجموع نے مدینہ سے چلتے وقت کچھ کہا تھا عرض کی ہاں اس نے کہا تھا یا اللہ مجھے گھر واپس نہ کرنا۔ آپ نے فرمایا اسی وجہ سے اونٹ نہیں اُٹھتا اور یہ فرمایا۔

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اِنَّ مِنْکُمْ مَنْ لَوْاَقْسَمَ عَلَی اللّٰہِ لَا بَرَّہٗ مِنْھُمْ عَمْرُو ابْنُ الْجَمُوْعِ وَلَقَدْ رَاَیْتُہٗ یَطَأُ بِعَرْجَتِہٖ فِی الْجَنَّۃِ.

قسم اس خدا کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے البتہ تم میں بعض ایسے بھی ہیں اگر اللہ کی قسم کھا بیٹھیں تو اللہ ان کی قسم ضرور پوری کر دیتا ہے اور عمرو بن الجموع ان میں سے ہیں البتہ تحقیق میں نے اسے لنگ کے ساتھ زمین جنت میں چلتا ہوا دیکھا ہے۔ (الاستیعاب ج2، ص 504 ، البدایہ والنہایہ ج 4، ص 37، دلائل النبوۃ ج 3، ص 246)

زندہ ہو جاتے ہیں جو مرتے ہیں حق کے نام پر
اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا

حضرت ایوب علیہ السلام کئی سال تک بیماری میں مبتلا رہے لیکن آپ نے کمال صبر کا مظاہرہ کیا لہٰذا اگر کسی کو کسی مصیبت میں مبتلا کر دیا جائے تو اسے حضرت ایوب کی طرح صبر سے کام لینا چاہیے اسی میں اس کی بہتری ہے۔

مثال:

ایک بزرگ ابو سلیمان فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک بڑے عابد پر گزرے پھر کچھ عرصہ بعد گزرے دیکھا کہ اس کو شیر نے چیر پھاڑ کر

ٹکڑے ٹکڑے کر دیا عرض کی یا اللہ یہ تو ترا عبادت گزار بندہ تھا تو نے اس کو اس مصیبت میں مبتلا کر دیا خدا نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی اے موسیٰ اس نے ایک بڑے مرتبے کی تمنا کی تھی یہ اپنی عبادت سے اس مرتبہ کو حاصل نہ کر سکتا تھا اس لئے میں نے اس ابتلاء میں ڈالدیا تا کہ اس کو وہ مرتبہ مل جائے۔

(شعب الایمان ج 7، ص 163)

حضرت مطرف بن عبداللہ جرشی فرماتے ہیں ایک جنازہ میں حاضر ہوا بعد میں ایک طرف ہو کر دو خفیف سی رکعتیں ادا کیں اور خفیف ہونے کی بنا پر میں نے ان کا ثواب اہل قبور کو نہ بخشا مجھے کچھ اونگھ سی آئی تو ایک صاحب قبر سے ملاقات ہوئی اور اس نے مجھ سے کہا تو نے خفیف ہونے کی بنا پر ان دو رکعتوں کا ثواب اہل قبور کو نہ بخشا میں نے کہا ہاں ایسی ہی بات ہے کہا تم جانتے ہو لیکن عمل نہیں کرتے میرے نزدیک ان رکعتوں میں سے ایک رکعت کا ثواب دنیا ومافیھا سے بہتر ہے میں نے اس سے پوچھا اس قبرستان میں کون لوگ ہیں اس نے کہا سارے مسلمان ہیں اور سارے خیریت سے ہیں۔ میں نے پوچھا ان میں افضل کون ہے اس نے ایک قبر کی طرف اشارہ کیا میں نے خدا سے دعا کی اے اللہ اسے قبر سے نکال میں اس سے کلام کروں پس قبر سے ایک جوان نکلا میں نے اس سے پوچھا کیا آپ ان سب سے افضل ہیں اس نے جواب دیا لوگ اسی طرح کہتے ہیں میں نے پوچھا تجھے یہ مقام کیسے ملا تو کوئی زیادہ عمر والا بھی نہیں کہ میں کہہ سکوں تو نے زیادہ حج عمرے یا جہاد کئے ہوں اس نے جواب دیا مجھے مصائب میں متبلا کر دیا جاتا تھا تو کمال صبر کا مظاہرہ کرتا تھا اسی سبب سے خدا نے مجھے سب سے افضل قرار دیا ہے۔ (شعب الایمان، ج 7 ص 248)

حضرت یوسف علیہ السلام:

حضرت یوسف علیہ السلام کو زلیخا نے اپنے حسن و جمال کی طرف راغب کرنا چاہا لیکن آپ گناہ کے تصور سے بھی پاک رہنے پتہ چلا اگر کوئی حسین وجمیل عورت دعوت گناہ دے تو قید و بند کے مصائب قبول کر لے لیکن گناہ کی طرف راغب نہ ہو بلکہ حتی الامکان بچنے کی کوشش کرے خدا ایسے محفوظ رہنے والے کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے گا۔

مثال:

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور اقتدار میں ایک جوان عابد تھا۔ امیر المومنین اس سے بہت خوش تھے دن بھر مسجد میں رہتا تھا عشاء کے بعد باپ کے پاس جاتا تھا۔ راہ میں ایک عورت کا مکان تھا وہ اس پر عاشق ہوگئی ہمیشہ اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتی جوان نظر نہ فرماتا ایک شب قدم نے لغزش کی ساتھ ہولیا دروازے تک گیا جب اندر جانا چاہا خدا یاد آ گیا بے ساختہ یہ آیت زبان پر جاری ہوگئی۔

اِنَّ الَّـذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طَآئِفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ.

ڈر والوں کو جب کوئی جھپٹ شیطان کی طرف سے پہنچتی ہے خدا کو یاد کرتے ہیں اسی وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

آیت پڑھتے ہی غش کھا کر گرا عورت نے اپنی کنیز کے ساتھ اُٹھا کر اس کے دروازے پر ڈال دیا باپ منتظر تھا آنے میں دیر ہوئی دیکھنے نکلا دروازے پر بے ہوش پڑا پایا گھر والوں کو بلوا کر اندر لے گئے رات گئے ہوش آیا باپ نے

حال پوچھا کہا خیر ہے کہا بتا دے ناچار قصہ بیان کیا باپ بولا جان پدر وہ آیت کونسی ہے جوان نے پھر آیت پڑھی پڑھتے ہیں غش آیا جنبش دی مردہ پایا رات میں ہی نہلا کر کفن دے کر نماز جنازہ پڑھ کر دفن کر دیا صبح کو امیر المومنین کو خبر ہوئی باپ سے تعزیت کی اور خبر نہ دینے کی شکایت کی عرض کی یا امیر المومنین رات تھی پھر امیر المومنین ساتھیوں کو لے کر قبر پر تشریف لے گئے آپ نے اس کی قبر پر کھڑے ہو کر فرمایا۔

یَا فُلَانُ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ فَاَجَابَهُ الْفَتٰی مِنْ دَاخِلَ الْقَبْرِ یَا عُمَرُ قَدْ اَعْطَانِیْهَا رَبِّیْ فِی الْجَنَّةِ مَرَّتَیْنِ○

اے فلاں جو اپنے رب کے پاس کھڑا ہونے کا ڈر کرے اس کے لئے دو باغ ہیں جوان نے قبر سے آواز دی اے عمر مجھے میرے رب نے یہ دولت عظمٰی جنت میں دو بار عطا فرمائی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج 4، ص 272)

حضرت داؤد علیہ السلام:

حضرت داؤد علیہ السلام کی عدالت میں ایک مرتبہ مقدمہ پیش ہوا کہ ایک گڈریے کی بھیڑ بکریاں ایک زمیندار کے کھیت میں چلی گئیں اور کھیت کی فصل کھا کر ویران کر دی آپ نے اس کا فیصلہ یہ دیا کہ کھیت کی فصل کی قیمت اتنی تھی جتنی بھیڑ بکریوں کی لہٰذا کھیت والا گڈریے کی بھیڑ بکریاں لے لے وہاں حضرت سلیمان علیہ السلام بھی موجود تھے آپ نے کہا ابا جان اس سے بہتر ایک اور فیصلہ ہے اگر آپ اجازت دیں تو میں پیش کروں فرمایا ہاں پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا یوں کہا جائے کہ گڈریے کو کھیت دے دیا جائے وہ اس میں دوبارہ وہی فصل اُگائے اور فصل کے اُگ کر تیار ہونے تک زمیندار گڈریے کی

بھیڑ بکریوں کی اون اور ان کے دودھ سے فائدہ اُٹھاتا رہے جب فصل اتنی ہو جائے جتنی کہ بھیڑ بکریوں کے کھاتے وقت تھی تو کھیت والا اپنا کھیت واپس لے لے اور گڈریا اپنی بھیڑ بکریاں واپس لے لے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اس فیصلے کو قبول کر کے اس کو جاری کر دیا خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَدَاوُدَ وَ سُلَيْمَانَ اِذْ يَحْكُمَانِ فِي الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيهِ غَنَمُ الْقَوْمِ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شَاهِدِيْنَ٥

ترجمہ: اور جب داؤد اور سلیمان دونوں ایک مقدمہ کا فیصلہ کر رہے تھے جبکہ لوگوں کی بکریاں کھیت میں چھوٹ گئیں اور ہم ان کے فیصلہ کے وقت موجود تھے۔

اس واقعہ سے یہ درس ملا کہ اگر قاضی یا حاکم بنایا جائے تو عدل و انصاف کے سامنے جھکنے میں عار محسوس نہ کرے جیسے حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت سلیمان کا فیصلہ اپنے فیصلے سے بہتر جان کر قبول کر لیا۔

مثال:

حضرت ابوحزن بن اسود فرماتے ہیں ایک عورت کے ہاں نکاح کے چھ ماہ بعد بچہ پیدا ہوا لوگوں نے اس پر زنا کا الزام لگایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو رجم کا ارادہ فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَحَمْلُهُ وَ فِصَالُهُ ثَلاثُوْنَ شَهْراً وَفِصَالُهُ فِيْ عَامَيْنِ٥

حمل اور دودھ چھوڑنے کی مدت تیس مہینے ہیں اور دودھ چھڑانے کی مدت دو سال۔

یعنی چوبیس مہینے ہے باقی چھ ماہ حمل کے ازروئے قرآن درست ہیں۔

فَتَرَكَ عُمَرُ رَجْمَهَا وَقَالَ لَوْلَا عَلِيٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ.

(الریاض النضرہ ج2، ص256)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رجم ترک دیا اور فرمایا اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔

حضرت آدم علیہ السلام:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش سرزد ہوئی تو انہوں نے کہا:

یَارَبِّ اَسْأَلُکَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ اَنْ تَغْفِرِیْ.

اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے بوسیلہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بخشدے۔

فرمان خداوندی ہوا تم نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کیسے پہچانا ابھی تک تو میں نے ان کو پیدا ابھی نہیں کیا۔ انہوں نے کہا اے خدا تو جانتا ہے کہ جس دن تو نے مجھے اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا اور میرے جسم میں روح پھونکی میں نے سر اُٹھایا اور ساق عرش پر لکھا دیکھا۔ **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** اسی دن سے میں نے جان لیا کہ تیرا ایک ایسا بندہ ہے جو تجھے ساری مخلوق سے محبوب ترین اور مقرب ترین ہے۔ فرمان ہوا جب تو ان کو میری بارگاہ میں وسیلہ لایا تو میں نے تیری مغفرت فرما دی اے آدم اگر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نہ ہوتا تو میں تجھے پیدا نہ کرتا۔ (دلائل النبوت ج 5، ص 489)

ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

یَا آدَمُ لَوْ تَشَفَّعْتَ اِلَیْنَا بِمُحَمَّدٍ فِیْ اَھْلِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَشَفَّعْنَاکَ۔ (زرقانی، ج 1 ص 62)

اے آدم اگر تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے تمام آسمانوں

والوں اور زمین والوں کی بخشش کی دعا مانگتا تو ہم تمہاری شفاعت قبول فرماتے۔

(زرقانی، ج 1 ص 62)

تیری رحمت سے صفی اللہ کا بیڑا پار تھا

تیرے صدقے سے نجی اللہ کا بجرا تر گیا

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ کی والدہ فاطمہ بنت اسد کا انتقال ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور ان کے سرہانے بیٹھ گئے اور فرمانے لگے۔ اے فاطمہ بنت اسد آپ میرے لئے میری ماں کے بعد میری والدہ کے قائم مقام تھیں پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا قمیص مبارک اتار کر دیا اور کفن کے ساتھ اس کو پہنایا گیا پھر آپ نے اسامہ و ابو ایوب انصاری و عمر بن خطاب اور غلام اسود کو بلا کر قبر کھودنے کے لئے ارشاد فرمایا ان حضرات نے قبر کھودی جب لحد بنانے لگے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنے ہاتھ مبارک سے لحد تراش کر اس کی مٹی نکالی جب قبر تیار ہو گئی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبر میں لیٹ گئے اور فرمایا اللہ زندہ کرتا ہے موت دیتا ہے خود وہ زندہ ہے اس پر موت طاری نہ ہو گی۔ اے اللہ فاطمہ بنت اسد کی مغفرت فرما دے اس کو صحیح جواب سمجھا دے اور اس کی قبر کو فراخ کر دے میرے وسیلے سے اور پہلے انبیاء کے توسل سے تو ارحم الراحمین ہے اور فاطمہ بنت اسد پر چار تکبیروں کے ساتھ نماز جنازہ پڑھی گئی پھر لحد میں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت عباس اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اتارا۔

دعا کیونکر نہ ہو مقبول حضرت کے وسیلے سے
خدا نے آج تک ٹالا نہیں کہنا محمد ﷺ کا

(مجمع الزوائد ج 9 ص 256، طبرانی اوسط ج 1 ص 152)

ان دونوں احادیث سے پتہ چلا کہ انبیاء کے وسیلے سے خدا کی بارگاہ میں دعا مانگنا یہ مسلک انبیاء ہے لہٰذا نبیوں کا صراط مستقیم یہی ہے جو نبی کے وسیلے سے روکتا ہے وہ صراط مستقیم سے روکتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے معجزات بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَاتَاْ كُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ o

اور تمہیں بتاتا ہوں جو کچھ کھاتے ہو اور جو اپنے گھروں میں جمع کر رکھتے ہو۔

خیال رہے کہ تاکلون اور تدخرون مضارع ہے جس میں زمانہ حال اور استقبال دونوں کا احتمال ہوتا ہے یا تو معنی یہ ہیں کہ جو تم سب لوگ کھا کر آؤ یا جو کچھ سال رواں کے لئے گندم وغیرہ جمع کرو وہ سب کچھ مجھ سے پوچھ لو یا ہر شخص عمر بھر جو کچھ کھائے گا یا جمع کرے گا آج ہی سب کچھ بتا سکتا ہوں یعنی ہر دانہ کے متعلق جانتا ہوں یہ کس کی قسمت کا ہے۔ معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنا وہ علم غیب بیان فرمارہے ہیں جو ان کو خدا نے عطا فرمایا ہے نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مسلک یہ ہے کہ خدا تعالیٰ انبیاء کرام کو علوم غیبیہ عطا فرماتا ہے نیز یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ جب حضرت روح اللہ علیہ السلام کے علم کا یہ کمال ہے تو حضرت حبیب اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علم کا کیا کمال ہوگا۔ آیئے ذرا آپ کے علم پر دال چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث نمبر 1.

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

قَامَ فِیْنَا النَّبِیُّ مَقَامًا فَاَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰی دَخَلَ اَھْلُ الْجَنَّۃِ مَنَازِلَھُمْ وَاَھْلُ النَّارِ مَنَازِلَھُمْ۔

حضور ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور ہمیں ابتدائے آفرینش عالم سے خبر دینی شروع فرمائی یہاں تک کہ جنتی جنت میں داخل ہو گئے اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو گئے۔ (بخاری شریف ج 1 ص 453)

حدیث نمبر 2.

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

قَامَ فِیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ مَقَامًا مَا تَرَکَ شَیْئًا یَکُوْنُ فِیْ مَقَامِہٖ ذَالِکَ اِلٰی قِیَامِ السَّاعَۃِ اِلَّا حَدَّثَ بِہٖ۔

(مسلم شریف)

رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہم میں ایک مقام پر قیام فرما ہوئے پس آپ نے وقت قیام سے قیام قیامت تک ہونے والے ہر واقعہ کی خبر دے دی۔

حدیث نمبر 3.

مسلم شریف میں ہے کہ عمرو بن اخطب سے روایت ہے کہ رسول خدا نے صبح سے شام تک خطاب فرمایا ماسوائے اوقات صلوٰۃ۔

فَاَخْبَرَنَا بِمَا ھُوَ کَائِنٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ۔

پس آپ نے ہر اس چیز کی خبر دے دی جو روز قیامت تک ہونے والی ہے۔

نوٹ:۔ اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کی احادیث کا تفصیلی

مطالعہ درکار ہو تو فقیر کی کتاب ''کنز العلوم'' کا مطالعہ فرمائیں جس میں فقیر نے دو سو احادیث نقل کی ہیں۔

ہم اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے محبوب کو علم ما کان وما یکون عطا فرمایا ہے لیکن مخالفین کہتے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم ما کان وما یکون کلی طور پر تسلیم کرنا شرک ہے ان کے خیال میں خدا کے علم کے ساتھ برابری ہو جاتی ہے لیکن اس بات پر غور نہیں کرتے کہ خدا کا علم ذاتی ہے حضور کا عطائی ہے۔ خدا کا علم قدیم ہے حضور کا علم حادث ہے نیز یہ فرق بھی ملحوظ خاطر رہے کہ بیضاوی کے حاشیہ میں مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی نے لکھا ہے کہ:

اللہ تعالیٰ نے عرش کے گرد ایک لاکھ قندیلیں پیدا فرمائی ہیں۔ سارے آسمان و زمین اور جو کچھ ان میں ہے حتیٰ کہ جنت اور دوزخ صرف ایک قندیل میں ہے۔ باقی قنادیل میں جو کچھ ہے وہ صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

(حاشیہ عبدالحکیم علی البیضاوی ص 89)

لہٰذا قندیل واحد کا علم اگر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے تسلیم کرلیا جائے تو خدا اور رسول کے علم میں برابری کیسے لازم آئے گی۔

خدا نے کیا تجھ کو آگاہ سب سے
دو عالم میں جو کچھ خفی و جلی ہے

ابھی تک انبیاء علیہم السلام کا صراط مستقیم بیان ہوا ہے اب صدیقوں کے سردار ابوبکر اور تین عظیم شہیدوں کا مسلک بھی ملاحظہ فرمائیں۔ پہلے یہ پڑھیں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ صدیق ہیں، حضرت عمر و عثمان اور علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین شہید ہیں۔

دلیل اول:

حضرت علی المرتضٰی سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے میں اپنی قبر سے باہر آؤں گا اور مجھے اس پر فخر نہیں مجھے اللہ تعالیٰ وہ عزت واکرام عطا فرمائے گا جو مجھ سے پہلے کسی کو نہ ملا ہو گا۔ پھر آواز آئے گی اپنے خلفاء کو قریب لاؤ میں کہوں گا وہ کون کہا جائے گا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں میرے بعد میری امت میں سے صدیق اکبر قبر سے باہر آئیں گے ان کو خدا کی بارگاہ میں کھڑا کیا جائے گا اور آسان سا حساب ہو گا اور ان کو دو سبز حلے پہنائے جائیں گے۔ پھر آپ کو عرش کے سامنے کھڑا کیا جائے گا پھر پکارا جائے گا عمر بن خطاب کہاں ہیں۔ آپ کو اس حال میں لایا جائے گا کہ آپ کے زخموں سے خون بہہ رہا ہو گا میں کہوں گا یہ کس نے کیا وہ کہیں گے مغیرہ بن شعبہ کے غلام نے پھر ان کو خدا کی بارگاہ میں کھڑا کر کے آسان سا حساب لیا جائے گا پھر آپ کو بھی دو سبز حلے پہنا کر عرش کے سامنے کھڑا کر دیا جائے گا۔ پھر حضرت عثمان کو اس حال میں لایا جائے گا کہ آپ کے زخموں سے خون جاری ہو گا میں دریافت کروں گا یہ کس نے کیا وہ کہیں گے فلاں فلاں نے پھر آپ کو بھی خدا کی بارگاہ میں کھڑا کر کے آسان سا حساب لے کر دو سبز حلے پہنا کر عرش کے سامنے کھڑا کر دیا جائے گا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی اس حال میں لایا جائے گا کہ آپ کے زخموں سے خون جاری ہو گا۔ میں پوچھوں گا اے علی یہ کس نے کیا وہ کہیں گے عبدالرحمٰن ابن ملجم نے پھر آپ کو بھی خدا کے حضور کھڑا کر کے آسان سا حساب لیا جائے گا اور دو سبز حلے پہنا کر عرش کے سامنے اپنے ساتھیوں کے ساتھ کھڑا کر دیا جائے گا۔

(کنزالعمال، ج 13 ص 233)

اس حدیث پر غور فرمائیں اس میں:

(۱) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خدا تعالیٰ نے الصدیق کہا ہے۔

بھلا کون رتبے میں ہمسر نہ انکا

ملا جن کو صدیق نام اللہ اللہ

(۲) اور باقی تین صحابہ یعنی فاروق اعظم، عثمان غنی اور حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اس حال میں خدا کی بارگاہ میں لایا جائے گا کہ ان زخموں سے خون بہہ رہا ہوگا اور جن لوگوں نے ان کو زخمی کر کے شہید کیا ان کے نام بتائیں گے معلوم ہوا یہ تینوں حضرات شہید ہیں۔

دلیل دوم:

حضرت محمد بن سیرین سے روایت ہے کہ ایک کوفی آدمی نے اس بات کی گواہی دی کہ حضرت عثمان شہید ہیں پولیس اس کو پکڑ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئی اور کہا اگر آپ کی مخالفت نہ ہوتی تو ہم اس کو قتل کر دیتے۔ یہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ شہید ہیں۔ اس آدمی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا اور آپ بھی گواہی دیں گے آپ کو یاد ہوگا کہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور کچھ مانگا آپ نے مجھے عطا فرما دیا پھر ابوبکر کے پاس جا کر ان سے مانگا۔ انہوں نے بھی عطا کر دیا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مانگا۔ انہوں نے بھی عطا کر دیا پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مانگا انہوں نے بھی عطا کر دیا پھر میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم برکت کی دعا فرما دیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

كَيْفَ لَا يُبَارِكُ وَقَدْ اَعْطَاكَ نَبِيٌّ وَّ صَدِيْقٌ وَّ شَهِيْدَانِ.

یہ تین مرتبہ فرمایا۔

(مسند ابی یعلیٰ، ج 3 ص 177، مجمع الزوائد ج 9 ص 90)

اسی میں برکت کیوں نہ ہو گی یہ رقم تجھے نبی نے صدیق نے اور دو شہیدوں نے دی ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ صدیق ہیں اور حضرت عمر و حضرت عثمان شہید رضی اللہ عنہم ہیں جب یہ ثابت ہو گیا تو اب ان نفوس قدسیہ کا صراط مستقیم ان کا مسلک اور عقیدہ ملاحظہ فرمائیں۔

مسلک صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے مؤذن کی اذان کی آواز سنی جب مؤذن نے کہا۔ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ تو آپ نے کہا اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّاوَّ بِالْاِ سْلَامِ دِيْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا اور انگشتہائے شہادت کے پورے جانب باطن سے آنکھوں پر ملے۔ یہ دیکھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ فَعَلَ مِثْلُ مَافَعَلَ خَلِيْلِيْ فَقَدْ حَلَّتْ لَهٗ شَفَاعَتِيْ۔

(مسند الفردوس)

جو ایسا کرے گا جیسا میرے پیارے نے کیا اس پر میری شفاعت حلال ہو جائے گی۔ ملا علی قاری نے فرمایا ہے۔

اِذَا ثَبَتَ رَفْعَهٗ اِلَى الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَيَكْفِيْ لِلْعَمَلِ بِهٖ لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ.

جب صدیق کے فعل سے یہ بات ثابت ہوگئی تو یہ بات عمل کے لئے کافی ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری اور میرے خلفاء کی سنت کو لازم پکڑو۔

نیز حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جو شخص موذن کو اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہتے سن کر یہ دعا پڑھے۔

مَرْحَبًا بِحَبِیْبِیْ وَقُرَّةُ عَیْنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اور اپنے انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھے نہ وہ کبھی اندھا ہوگا نہ اس کی آنکھیں رکھنے آئیں گی۔ مخالفین کہتے ہیں کہ یہ حدیث صدیق ضعیف ہے اس کے متعلق گزارش ہے کہ ملا علی قاری نے لکھا ہے۔

اَلضَّعِیْفُ یَعْمَلُ بِهٖ فِیْ فَضَائِلِ الْاَعْمَالِ اِتِّفَاقًا یعنی فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر بالاتفاق عمل کیا جاتا ہے۔

ترمذی میں حدیث ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وضو کے بعد رومالی سے اعضاء مبارک صاف فرماتے تھے یہ حدیث ضعیف ہے۔

ملا علی قاری نے لکھا ہے گردن کا مسح والی حدیث ضعیف ہے۔

(موضوعات کبیر)

حدیث میں ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ چاند گہوارہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے باتیں کرتا تھا۔ آپ جدھر انگلی کا اشارہ کرتے وہ ادھر ہی جھک جاتا تھا لیکن یہ حدیث ضعیف ہے۔

خرقہ پوشی صوفیہ کرام اور یہ کہ حضرت حسن بصری نے امیر المومنین سے خرقہ پہنا۔ امام ابن الصلاح نے فرمایا یہ باطل ہے لیکن صوفیہ کرام میں یہ خرقہ

پوشی کی رسم چلی آ رہی ہے۔ ستر ہزار مرتبہ کلمہ پڑھ کر ایہ امید رکھنا کہ اس نے اپنی جان اللہ سے خرید لی۔ یہ حدیث موضوع ہے لیکن اس پر دیابنہ اور اہل سنت کا عمل ہے۔

ایک حدیث ضعیف میں ہے کہ بدھ کے دن ناخن کتروانے سے برص کی بیماری ہو جاتی ہے لیکن علامہ ابن الحاج مکی نے بدھ کے روز ناخن کتروائے کسی نے کہا حدیث میں تو ممانعت آئی ہے فرمایا حدیث ضعیف ہے فوراً برص کے مرض میں مبتلا ہو گئے۔ خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی آپ نے فرمایا تجھے اتنا ہی کافی تھا کہ یہ حدیث ہمارے نام پاک سے تمہارے کان تک پہنچی ہے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہاتھ مبارک ان کے جسم پر پھیرا شفایاب ہو گئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّھِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ.

میرے صحابی ہدایت کے ستاروں کی مانند ہیں جس کی اقتداء کرو گے ہدایت پا جاؤ گے لیکن اس حدیث کے بارے میں کہا گیا ہے۔

ھٰذَا الْحَدِیْثُ وَاِنْ کَانَ فِیْهِ مَقَالٌ عِنْدَ الْمُحَدِّثِیْنَ فَھُوَ صَحِیْحٌ عِنْدَ اَھْلِ الْکَشْفِ.

اس حدیث پر محدثین کو اعتراض ہے لیکن اہل کشف کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے۔

یہ تمام بحث اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی شہرۂ آفاق کتاب ''منیر العین'' سے لی گئی ہے۔ اب مقام غور ہے کہ جب اتنی ضعیف احادیث پر مخالفین اور موافقین عمل پیرا ہیں تو اذان کے وقت انگوٹھوں کو چوم کر آنکھوں پر لگانے والی

حدیث زیادہ کیوں محسوس ہو رہی ہے۔

(۲) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا خداوند بزرگ و برتر نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ میری امت میں سے چار لاکھ آدمیوں کو بلا حساب جنت میں داخل کرے گا۔ حضرت ابوبکر نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذرا ہماری تعداد اور بڑھایئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اتنا اور یہ کہہ کر آپ نے دونوں ہاتھ ملا کر لپ بنائے اور لوگوں کو دکھائے ابوبکر نے پھر کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری تعداد میں اور اضافہ فرمادیں۔ آپ نے پھر لپ بنا کر فرمایا اتنا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے ابوبکر ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دو۔ حضرت ابوبکر نے کہا اے عمر تمہارا کیا نقصان ہے اگر خدا تعالیٰ ہمیں سب کو جنت میں داخل کر دے حضرت عصر نے کہا اگر خدا تمام مخلوق کو ایک مٹھی میں بھر کر یا ایک ہی مرتبہ داخل کرنا چاہے تو داخل کر سکتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عمر نے سچ کہا ہے۔ (مشکوٰۃ ج 3 ص 87)

اس حدیث سے پتہ چلا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا عقیدہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدا نے اختیار دیا ہے کہ جتنے آدمیوں کو چاہیں بلا حساب داخل جنت کر سکتے ہیں کیونکہ خداوند قدوس نے آپ کو جنت کا مالک بنا دیا ہے۔

امام ابن سبع نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص میں سے ایک بات یہ بیان فرمائی ہے کہ:

اِنَّ اللّٰہَ اَقْطَعَہٗ اَرْضَ الْجَنَّۃِ یُعْطِیْ مِنْھَا مَاشَاءَ لِمَنْ شَاءَ

(مرقاۃ ج 2 ص 323)

اللہ تعالیٰ آپ کو جنت کی زمین بطور جاگیر عطا فرمادی ہے اس میں سے

جس کو چاہیں جس قدر چاہیں عطا فرمادیں۔

مسلم شریف میں حدیث ہے کہ ایک مرتبہ سورج کو گرہن لگ گیا آپ نے لوگوں کے ساتھ نماز پڑھی اسی دوران آپ نے اپنا ہاتھ اوپر کیا اور کچھ لینا چاہا لیکن پھر رُک گئے۔ اختتام نماز پر صحابہ نے اس کی وجہ دریافت کی فرمایا۔

اِنِّیْ رَاَیْتُ الْجَنَّةَ فَتَنَا وَلْتُ مِنْهَا عُنْقُوْدًا وَلَوْ اَخَذْتُهٗ لَاَ كَلْتُمْ مِنْهُ مَا بَقِيَتُ الدُّنْيَاo

میں نے جنت کو دیکھا میں اس میں سے خوشہ توڑنے لگا اگر میں اس خوشہ کو توڑ لیتا تو تم رہتی دنیا تک کھاتے رہتے۔

آپ نے خوشہ توڑنا چاہا لیکن بعد میں کسی خیال سے ایسا نہ کیا آپ کے اس قصہ سے پتہ چلا کہ:

(۱) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساتویں آسمان کے اوپر جنت کو دیکھا۔

(۲) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنت کے مالک ہیں خدا کی عطا سے اگر مالک نہ ہوتے تو اس خوشہ کو توڑنے کا ارادہ نہ کرتے اس لئے کہ غیر کی ملکیت میں مالک کی اجازت کے بغیر تصرف جائز نہیں۔ مخالفین کے سرکردہ مولوی ابن تیمیہ نے لکھا۔

وَقَدْ اَقَامَهُ اللّٰهُ مَقَامَ نَفْسِهٖ فِی اَمْرِهٖ وَنَهْیِهٖ وَ اَخْبَارِهٖ وَبَيَانِهٖ فَلَا يَجُوْزُ اَنْ يُّفَرِّقَ بَيْنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فِی شَیْءٍ مِّنْ هٰذِهِ الْاُمُوْرِ۔

(الصارم ص 41)

تحقیق اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا قائم مقام بنایا ہے امر و نہی میں اخبار بیان میں لہٰذا یہ جائز ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے درمیان ان امور میں سے کسی امر میں تفریق کی جائے۔

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا تعالیٰ کے قائم مقام ہیں تو آپ کو خدا نے اختیار بھی ضرور دیا ہے کہ آپ جس کو چاہیں جنت عطا فرما دیں جیسے کہ حضرت ربیعہ کو جنت میں اپنی مرافقت عطا فرمائی۔

(۳) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں خدا کی راہ میں صدقہ و خیرات کا حکم دیا حسن اتفاق سے اس وقت میرے پاس کافی مال تھا میں نے اپنے دل میں کہا اگر ابوبکر سے کسی دن میرے لئے بازی لے جانا ممکن ہے تو وہ آج کا دن ہے میں کافی مال خرچ کر کے سبقت لے جاؤں گا چنانچہ میں آدھا مال لے کر حاضر خدمت ہوا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے پوچھا گھر والوں کے لئے کتنا چھوڑا میں نے عرض کیا آدھا مال پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ جو کچھ ان کے پاس تھا سب کچھ لے آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا ابوبکر گھر والوں کے لئے کیا چھوڑ آئے عرض کی۔

اَبْقَیْتُ لَھُمُ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ ۔ میں نے ان کے لئے خدا اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چھوڑا۔ (مشکوٰۃ ج 3 ص 240)

اس حدیث پر غور کریں جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی میں گھر والوں کے لئے گھر میں خدا اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چھوڑا ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ میں تو یہاں موجود ہوں مجھے گھر میں کیسے چھوڑ آئے ہو معلوم ہوا کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روحانیت اور نورانیت کے اعتبار سے ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں چنانچہ خدا کا ارشاد ہے۔ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا ۔ ہم نے تجھے شاہد بنا کر بھیجا اور شاہد کے معنی حاضر و ناظر کے ہیں۔ خدا فرماتا ہے جب کنوارہ لڑکا اور

کنواری لڑکی آپس میں بدکاری کا ارتکاب کرلیں تو:

وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ.

اور چاہیے کہ ان کی سزا کے وقت مومنوں کا ایک گروہ حاضر و ناظر ہو۔

جب حضرت سلیمان علیہ السلام کا خط بلقیس کو پہنچا تو اس نے اپنے درباریوں سے کہا۔

اَفْتُوْنِیْ فِیْ اَمْرِیْ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰی تَشْهَدُوْنَ.

میرے معاملے میں مجھے مشورہ دو میں نے کوئی قطعی فیصلہ کبھی نہیں کیا جب تک تم حاضر و ناظر نہ ہو جاؤ۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آپ کس مخلوق پر حاضر و ناظر ہیں تو تفسیر مدارک میں ہے۔

اِنَّا اَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا عَلٰی مَنْ بُعِثْتَ اِلَيْهِمْ.

یعنی جس کے آپ رسول ہیں اس مخلوق پر آپ حاضر و ناظر ہیں اور آپ تو ساری مخلوق کے رسول بن کر آئے ہیں۔ مسلم شریف میں حدیث ہے۔ اُرْسِلْتُ اِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً "میں ساری مخلوق کا رسول ہوں جب ساری مخلوق کے رسول ہیں تو سب مخلوق پر حاضر و ناظر ہیں۔

بحکم خدا تم ہو موجود ہر جا

بظاہر ہے طیبہ ٹھکانہ تمہارا

(۴) بخاری شریف میں ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی تو صدیق اکبر تشریف لائے آپ پر جھک گئے آپ کو بوسہ دیا اور کہا:

بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ وَاللّٰهِ لَا يَجْمَعُ اللّٰهُ عَلَيْكَ مَوْتَتَيْنِ.

(بخاری ج 1 ص 95)

میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں خدا کی قسم اللہ آپ پر دو

موتوں کو جمع نہ فرمائے گا۔

دو موتیں کونسی ہیں ایک وہ ہے جب انسان اس دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے اور دوسری موت قبر میں آتی ہے جب نکیرین کے سوالات کے جوابات دے دیئے جاتے ہیں۔ صدیق اکبر کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ پہلی موت تو آپ پر قانون قدرت کے مطابق طاری ہوگئی لیکن پھر قبر میں آپ پر موت طاری نہ ہوگی لہٰذا آپ اپنی قبر میں زندہ رہیں گے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا عقیدہ ہے کہ خدا کا نبی اپنی قبر انور میں زندہ ہوتا ہے۔

معراج کی رات جب آپ کا شق صدر ہوا تو جبریل امین علیہ السلام نے آپ کا قلب انور سینے سے باہر نکالا مگر آپ کی حیات میں فرق نہ آیا۔ معلوم ہوا کہ زندگی کے لئے آپ دل کے محتاج نہیں بلکہ اگر دیکھا جائے تو آپ اپنی حیات میں ہوا یعنی آکسیجن کے بھی محتاج نہیں کیونکہ موجودہ سائنسی تحقیق کے مطابق ہوا صرف دو سو میل تک ہے اسی لئے جو سائنس دان چاند پر سفر کے لئے جاتے ہیں وہ اپنے ساتھ آکسیجن کی تھیلیاں لے جاتے ہیں چاند زمین سے پونے دو لاکھ میل کی مسافت پر واقع ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو چاند سورج بلکہ عرش سے بھی اوپر گئے ہیں۔ آپ کے ساتھ کوئی آکسیجن نہ تھی پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی حیات میں دل اور ہوا کے محتاج نہیں آپ حیات کے لئے کھانے پینے کے بھی محتاج نہیں آپ نے صوم وصال رکھے جس میں نہ سحری نہ افطاری اور کئی کئی دن بغیر کھائے پیئے گزار دیئے معراج کی رات آپ لامکاں تک پہنچے معلوم ہوا زندگی کے لئے مکان کے بھی محتاج نہیں سورج چوتھے آسمان پر ہے جس سے وقت کی گردش بنتی ہے۔ آپ وقت کی گردش سے باہر نکل گئے۔ معلوم ہوا آپ وقت کے بھی محتاج نہیں ہر چیز اپنے وجود میں ہر ذی روح اپنی

حیات میں زمان و مکان ہوا کھانے پینے کی محتاج ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی زندگی میں کسی چیز کے محتاج نہیں۔

جب شق صدر ہوا تو دل باہر نکال دیا گیا جس کا مطلب یہ ہے کہ روح بھی باہر آ گئی کیونکہ انسانی روح کا مستقر انسان کا دل ہے اور یہ بات کسی نے نہیں لکھی کہ جب قلب انور سینے سے باہر نکالا گیا تو اس وقت آپ کی وفات ہو گئی لہٰذا ثابت ہوا کہ زندگی کے لئے آپ روح کے بھی محتاج نہیں کیونکہ جس کا دل باہر نکالا جائے اور وہ زندہ رہے تو اگر اس کی روح باہر نکال دی جائے تو مردہ کیسے ہوسکتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ آپ اپنی قبر انور میں حیات حقیقی جسمانی کے ساتھ زندہ ہیں۔

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
میرے چشم عالم سے چھپ جانے والے

(۵) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب میرے والد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو وصیت فرمائی کہ مجھے میرے وصال کے بعد روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر لے جانا اور میرے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت لینے کی غرض سے عرض کرنا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں کیا آپ کے قریب انہیں دفن کر دیا جائے اگر تمہیں اجازت مل جائے تو مجھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جوار میں دفن کر دیا جائے ورنہ جنت البقیع میں دفن کر دینا چنانچہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو درِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضر کیا گیا اور عرض کیا گیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے یارِ غار حاضر ہیں ان کی خواہش ہے کہ انہیں آپ کے قرب میں دفن کر دیا جائے۔ انہوں نے ہمیں وصیت کی تھی سو اگر ہمیں اجازت

مرحمت ہو تو ہم روضہ مقدسہ میں داخل ہوں ورنہ لوٹ جائیں۔ صحابہ فرماتے ہیں اس وقت ہمیں ندا کی گئی انہیں عزت و اکرام کے ساتھ داخل کر دیا جائے ہم نے یہ کلام سنا مگر بولنے والا نظر نہ آیا۔ (خصائص کبریٰ ج 2 ص 281)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ:

(۱) صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا عقیدہ تھا کہ وفات کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہہ کر پکارنا جائز ہے۔ نیز اس خطاب سے یہ بھی پتہ چلا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وفات کے بعد آپ کو اپنی قبر میں زندہ سمجھتے تھے کیونکہ اجازت زندوں سے لی جاتی ہے اور آپ کی قبر سے آواز آنا بھی قبر میں آپ کے زندہ ہونے کی دلیل ہے۔

(۲) جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے وصیت کی کہ مجھے روضۂ رسول پر لے جا کر کہنا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو کسی نے بھی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہنے میں اختلاف نہیں کیا بلکہ صحابہ کرام نے آپ کے روضہ پر حاضر ہو کر یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہا جس سے پتہ چلا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کو یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہنا تمام صحابہ کرام کا عقیدہ ہے۔

تصور باندھ کر دل میں تمہارا یارسول اللہ ﷺ
خدا کا کر لیا گویا نظارا یارسول اللہ ﷺ
لگا دو پار کشتی کو ہماری یارسول اللہ ﷺ
مصیبت میں کرو یاری ہماری یارسول اللہ ﷺ

(۲) مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنی صراط مستقیم ص 126 پر لکھا ہے کہ شیخ یا

اس جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالت مآب ہی ہوں اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے بُرا ہے کیونکہ شیخ کا خیال تعظیم اور بزرگی کے ساتھ انسان کے دل میں چمٹ جاتا ہے اور بیل اور گدھے کے خیال کو نہ تو اس قدر چسپیدگی ہوتی ہے اور نہ تعظیم بلکہ حقیر اور ذلیل ہوتا ہے اور غیر کی یہ تعظیم اور بزرگی جو نماز میں ملحوظ ہو وہ شرک کی طرف کھینچ کر لے جاتی ہے۔

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر نبی کا خیال نماز میں آ جائے تو وہ تعظیم کے ساتھ آئے گا اور نماز میں غیر اللہ کی تعظیم شرک ہے۔ اب اس سلسلے میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مسلک ملاحظہ فرمائیں۔

بخاری شریف کی حدیث ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ظہر کی نماز پڑھا رہے تھے جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنی عمرو بن عوف کی طرف تشریف لے گئے واپس آئے تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مصلے پر کھڑے تھے نماز کی پہلی رکعت تھی سرکار صفوں کو چیرتے ہوئے آگے تشریف لے گئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس صف میں پہنچتے صحابہ تالیاں بجانا شروع کر دیتے حتیٰ کہ جب سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلی صف میں پہنچے تو پہلی صف میں موجود صحابہ بھی تالی بجانے لگے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ متوجہ ہوئے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے ہیں اور پیچھے کھڑے ہو گئے ہیں تب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹنے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اپنی جگہ ٹھہرے رہو اور پیچھے نہ ہٹو لیکن صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پیچھے آ گئے اور مصلیٰ خالی کر دیا جب نماز ختم ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تم نے امامت کیوں چھوڑ دی عرض کیا ابو قحافہ کے بیٹے کی کیا مجال ہے کہ وہ محبوب خدا

کے آگے کھڑے ہو کر امامت کرائے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عین نماز کی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کی اور آپ کے لئے امامت کا مصلّٰی خالی کر دیا اگر آپ کی یہ تعظیم شرک ہوتی تو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آگاہ فرماتے اور اگر نماز میں شرک ہو جائے تو نماز تو ہوتی ہی نہیں۔ معلوم ہوا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا عقیدہ تھا کہ نماز کی حالت میں تعظیم رسول جائز ہے شرک نہیں اس سے نماز میں کوئی خلل نہیں آتا۔

سجدہ کرنا ہے تو یوں کر سر ہو سجدے میں جھکا
سر خدا کے واسطے دل مصطفٰے کے واسطے

مسلک فاروق اعظم رضی اللہ عنہ:

نمبر **1**۔ خلافت فاروق اعظم میں ایک مرتبہ مدینہ میں قحط پڑ گیا اس سال کا نام عام الرمادہ یعنی جان و مال کی تباہی کا سال رکھا۔ حضرت امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مصر کے گورنر عمرو بن العاص کو خط لکھا کہ یہ خط عمر بن خطاب کی طرف سے عمرو بن العاص کی طرف ہے سلام کے بعد واضح ہو مجھے اپنی جان کی قسم اے عمرو جب تو اور تمہارے ملک والے سیر ہوں تو تمہیں کچھ پرواہ نہیں کہ میں اور میرے ملک والے ہلاک ہو جائیں۔

فَیَاغَوْثَاہُ فَیَا غَوْثَاہُ فَیَاغَوْثَاہُ.

ارے فریاد کو پہنچو ارے فریاد کو پہنچو ارے فریاد کو پہنچو۔

حضرت عمرو بن العاص نے جواب دیا یہ عرضی بندہ خدا امیر المومنین کو عمرو بن العاص کی طرف سے بعد سلام عرض ہے آپ کی خدمت میں بار بار حاضر ہوں میں نے آپ کی خدمت میں وہ کارواں بھیجا ہے جس کا اول آپ کے پاس

ہو گا اور آخر میرے پاس اور آپ پر سلام ہو خدا کی رحمت اور برکتیں ہوں حضرت عمرو بن العاص نے ایسا ہی غلے کا کارواں بھیجا مدینہ طیبہ سے مصر تک تمام منزلیں دور دراز اونٹوں سے بھری ہوئی تھیں یہاں سے وہاں تک ایک قطار تھی جس کا پہلا اونٹ مدینہ میں آخری مصر میں تھا امیر المومنین نے وہ تمام اونٹ تقسیم فرما دیئے ہر گھر کو ایک ایک اونٹ مع اپنے بوجھ کے عطا ہوا کہ اناج کھاؤ اور اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت کھاؤ اور کھال کے جوتے بناؤ جس کپڑے میں اناج بھرا ہے اس کا لحاف بناؤ یوں لوگوں کی مشکل رفع ہوئی۔ (صحیح ابن خزیمہ ج 4 ص 48)

اس حدیث پر غور کریں کہ امیر المومنین نے گورنر مصر حضرت عمرو بن العاص کو فریاد رس سمجھ کر اس سے فریاد کی اور ان کی مدد سے اہل مدینہ کی مشکل کو حل کیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا عقیدہ تھا کہ خدا کے برگزیدہ بندے مشکل کشا حاجت روا اور فریادرس ہوتے ہیں۔

نمبر 2. ایک حدیث میں ہے کہ:

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ صَلّٰی عَلٰی جَنَازَۃٍ فَلَمَّا فَرَغَ جَاءَ عُمَرُ وَ مَعَہٗ قَوْمٌ فَاَرَادَ اَنْ یُّصَلِّیَ ثَانِیًا فَقَالَ لَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اَلصَّلٰوۃُ عَلَی الْجَنَازَۃِ لَاتُعَادُ وَلٰکِنْ اُدْعُ لِلْمَیِّتِ وَاسْتَغْفِرْلَہٗ. (بدائع الصناع ج 1 ص 311)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک جنازہ پر نماز پڑھی جب نماز سے فارغ ہوئے تو کچھ لوگوں کے ساتھ حضرت عمر آ گئے اور انہوں نے دوسری دفعہ نماز پڑھنے کا ارادہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نماز جنازہ دھرائی نہیں جاتی مگر تم میت کے لئے دعا کر لو اور استغفار کر لو۔

معلوم ہوا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھی جانے کے بعد

میت کے لئے دعا مانگی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا مسلک یہ تھا کہ بعد نماز جنازہ میت کیلئے دعا مانگنا جائز ہے بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم ہے بلکہ ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دعا بعد نماز جنازہ فعل رسول مقبول ہے ملاحظہ ہو حضرت عبداللہ بن ابی اوفی نے اپنی بیٹی کی نماز جنازہ یوں پڑھی کہ:

فَكَبَّرَ عَلَيْهَا اَرْبَعًا ثُمَّ قَامَ بَعْدَ الرَّابِعَةِ قَدْرَمَا بَيْنَ التَّكْبِيْرَتَيْنِ يَسْتَغْفِرُلَهَا وَيَدْعُوْ وَقَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ هٰكَذَا۔ (المستدرک ج 1 ص 340، سنن کبریٰ ج 4 ص 42)

اس پر چار تکبیریں کہیں پھر چوتھی تکبیر کے بعد دو تکبیروں کے وقفے کے برابر کھڑے رہے اور اس کے لئے دعائے مغفرت کی اور دعا کی اور کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی طرح کیا کرتے تھے۔

جو لوگ دعا بعد نماز جنازہ سے منع کرتے ہیں ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ دعا عبادت ہے اور عبادت سے روکنا شیطان کا کام ہے۔

نمبر 3. حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ مَقَامًا فَاَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰى دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَاَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ۔

(بخاری شریف ج 1 ص 453)

حضرت عمر بن خطاب فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مقام پر ہمارے درمیان کھڑے ہوئے آپ نے ہمیں ابتدائے آفرینش خلق سے خبر دینی شروع فرمائی یہاں تک کہ جنتی جنت میں دوزخی دوزخ میں داخل ہو گئے۔ اس حدیث کی شرح میں علامہ بدر الدین عینی نے لکھا ہے۔

فِیْهِ دَلَالَةٌ عَلٰی اَنَّهٗ اَخْبَرَ فِی الْمَجْلِسِ الْوَاحِدِ بِجَمِیْعِ اَحْوَالِ الْمَخْلُوْقَاتِ مِنْ اِبْتِدَائِهَا اِلٰی اِنْتِهَائِهَا. (عمدۃ القاری ج 7 ص 214)

اس حدیث میں اس بات پر دلالت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک ہی مجلس میں مخلوقات کے تمام احوال کی خبر دے دی ابتدا سے انتہا تک۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا عقیدہ یہ تھا کہ خدا تعالیٰ نے ہماری نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کل مخلوقات کا علم غیب عطا فرمایا دیا۔

علوم اولین و آخرین کا کر دیا مالک
خدا نے عرش پر کی دھوم سے دعوت محمد کی

نمبر 4. حضرت عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ حضرت عمر نے ایک لشکر نہاوند کی طرف بھیجا اور اس پر حضرت ساریہ کو امیر لشکر بنایا ایک روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ جمعہ کا خطبہ پڑھ رہے تھے کہ یکایک آپ نے بلند آواز سے کہا۔ یَا سَارِیَةُ اَلْجَبَلَ اس واقعہ کے چند روز بعد لشکر سے ایک قاصد آیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی امیر المومنین ہمارے دشمن نے ہم پر حملہ کیا اور ہم کو شکست دی ناگاہ ہم نے ایک پکارنے والے کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا: یَا سَارِیَةُ اَلْجَبَلُ چنانچہ ہم نے پہاڑ کو اپنی پشت پر لے لیا اور پھر خداوند تعالیٰ نے دشمنوں کو شکست دی۔

جو ہے پردوں میں پنہاں چشم بینا دیکھ لیتی ہے
زمانے کی طبیعت کا تقاضا دیکھ لیتی ہے

(مشکوٰۃ ج 3 ص 217)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ:

(۱) فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں رہ کر نہاوند میں جنگ کا نقشہ دیکھا حالانکہ نہاوند مدینہ طیبہ سے سولہ سو میل کے فاصلے پر تھا۔

(۲) آپ نے اتنی دور سے ساریہ کو آواز دے کر پکارا اور وہاں لشکریوں نے یہ آواز سن لی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا عقیدہ تھا کہ اللہ کے برگزیدہ دور سے دیکھ بھی سکتے ہیں اور دور کی آواز سن بھی سکتے ہیں۔

نمبر 5. حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میدان بدر میں کافروں کی لاشوں پر آئے اور فرمایا اے فلاں بن فلاں:

هَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ حَقًّافَاِنِّيْ قَدْ وَجَدْتُ مَاوَعَدَنِي اللّٰهُ حَقًّا قَالَ عُمَرُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ تَكَلَّمُ اَجْسَادُ الا اَرْوَاح فِيْهَا قَالَ يَا عُمَرُ مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ لِمَا اَقُوْلُ مِنْهُمْ غَيْرَ اَنَّهُمْ لا يَسْتَطِيْعُوْنَ اَنْ يَّرُدُّوْا عَلَيَّ شَيْئًا. (مسلم شریف)

کیا تم نے خدا اور اس کے رسول کے وعدے کو سچا پایا میں نے خدا کے وعدے کو سچا پالیا۔ حضرت عمر نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا آپ ان بے جان جسموں سے بات کر رہے ہیں فرمایا اے عمر یہ میری بات کو تمہاری نسبت زیادہ سن رہے ہیں مگر ان میں جواب دینے کی طاقت نہیں۔

اس حدیث پتہ چلا کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم سے یہ عقیدہ بن گیا کہ کافر بھی مرنے کے بعد سن سکتے ہیں یعنی سماع موتی کے آپ قائل تھے۔

اس حدیث کی تائید میں ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جب تمہارا کوئی مسلمان بھائی مرے اور اس کی قبر پر

مٹی برابر کر چکو تم میں سے کوئی اس کے سرہانے کھڑا ہو اور فلاں بن فلانۃ کہہ کر پکارے بے شک وہ سنے گا لیکن جواب نہ دے گا دوبارہ پھر یونہی ندا کرے وہ سیدھا ہو بیٹھے گا۔ تیسری بار پھر اسی طرح آواز دے اب وہ جواب دے گا ہمیں ارشاد کر اللہ تجھ پر رحم کرے مگر تمہیں اس کے جواب کی خبر نہ ہوگی اس وقت اسے کہو:

اُذْكُرْ مَاخَرَجْتَ عَلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا شَهَادَةً اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَاَنَّكَ رَضِيْتَ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَبِالْقُرْآنِ اِمَامًا فَاِنَّ مُنْكَرًا وَنَكِيْرًا يَاخُذُ كُلُّ اَحَدٍ مِّنْهُمَا بِيَدِهٖ صَاحِبِهٖ وَيَقُوْلُ اِنْطَلِقْ بِنَا مَانَقْعُدُ عِنْدَ مَنْ لَقِنَ حُجَّتَهٗ. (مجمع الزوائد ج 2 ص 324)

ترجمہ: یاد کرو وہ بات جس پر تو دنیا سے نکلا تھا گواہی اس کی کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں اور یہ کہ تو نے اللہ کو پروردگار پسند کیا اسلام کو دین اور قرآن کو امام منکر نکیر ہر ایک کا پکڑ کر کہیں گے چلو ہم کیا بیٹھیں اس کے پاس جسے لوگ اس کی حجت سکھا چکے۔

نمبر 6. حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ:

قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فِي الرَّجُلِ يُطَلِّقُ اِمْرَأَتَهٗ ثَلَاثًا قَبْلَ اَنْ يَّدْخُلَ بِهَا قَالَ هِيَ ثَلَاثٌ لَا تَحِلُّ لَهٗ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ۔ (سنن کبریٰ ج 7 ص 334)

ترجمہ: ایک آدمی نے اپنی بیوی کو قبل از دخول طلاقیں دے دیں جب اس بات کا پتہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو چلا تو فرمایا تین طلاقیں ہوگئی ہیں اب یہ عورت اس پر حلال نہیں جب تک یہ حلالہ نہ کرائے۔

معلوم ہوا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ عقیدہ تھا کہ یکدم تین طلاقیں تین ہی ہوتی ہیں ایک حدیث اور سنیے۔

جب حضرت علی المرتضیٰ کی شہادت ہوئی اور ان کے بعد حضرت امام حسن خلیفہ بنے تو ان کی بیوی عائشہ بنت خلیفہ نے ان کو خلافت کی مبارکباد دی حضرت امام حسن نے فرمایا امیرالمومنین کی شہادت پر مبارک دے رہی جا تجھے طلاق ہے اس نے کپڑے سے پردہ کرلیا اور کہا یا اللہ میں نے تو بھلائی کا ارادہ کیا تھا حضرت امام حسن نے اس کا بقیہ مہر اور دس ہزار روپے بھیجے جب یہ رقم اس کے سامنے رکھی گئی اس نے کہا جدا ہونے والے محبوب کے مقابلے میں یہ مال بہت تھوڑا ہے یہ رقم لے جانے والے نے یہ بات اور عائشہ کا رونا حضرت امام حسن سے بیان کیا آپ نے فرمایا اگر میں نے طلاق مغلظہ نہ دی ہوتی تو میں رجوع کر لیتا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو آدمی ہر طہر میں اپنی عورت کو تین طلاقیں دے یا ہر مہینے ایک طلاق دے یا یکدم تین طلاقیں دے۔

لَمْ تَحِلَّ لَهُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ.

وہ اس پر حلال نہیں جب کسی دوسرے سے نکاح نہ کرے۔

(دار قطنی ج 4 ص 31)

مسلک حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ:

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا:

اِشْتَرٰى عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ الْجَنَّةَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ مَرَّتَيْنِ يَوْمَ رُوْمَةٍ وَيَوْمَ جَيْشِ الْعُسْرَةِ۔

(المستدرک ج 3 ص 107)

حضرت عثمان غنی نے دو مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنت خریدی بیئر رومہ خرید کر اور جیش عسرت کی امداد کر کے۔

بیرٔ رومہ کا واقعہ یہ ہے کہ جب مہاجرین مکہ سے ہجرت کر کے مکہ معظمہ آئے یہاں کا پانی پسند نہ آیا شور تھا بنی غفار میں سے ایک آدمی کے پاس بیرٔ رومہ نامی ایک شیریں چشمہ تھا وہ اس کی ایک مشک نیم صاع کو بیچتا تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا یہ چشمہ میرے ہاتھ جنتی چشمہ کے عوض فروخت کر دے عرض کی یارسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری اور میرے بچوں کی معاش اسی سے ہے مجھ میں طاقت نہیں یہ خبر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو پہنچی وہ چشمہ مالک سے پینتیس ہزار روپے میں خرید لیا پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

اَتَجۡعَلُ لِیۡ مِثۡلَ الَّذِیۡ جَعَلۡتَ لَهٗ عَیۡنًا فِی الۡجَنَّةِ اَنۡ اَشۡتَرَیۡتُهَا قَالَ نَعَمۡ.

جس طرح آپ اس شخص کو جنتی چشمہ عطا فرماتے تھے اگر میں یہ چشمہ اس سے خرید لوں تو مجھے بھی عطا فرمائیں گے فرمایا ہاں۔ (طبرانی کبیر ج2 ص41)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جنت کا مالک سمجھ کر آپ سے جنت کا چشمہ خریدا معلوم ہوا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا یہ عقیدہ تھا کہ آپ جنت کے مالک ہیں۔

تجھ سے اور جنت سے کیا مطلب وہابی دور ہو
ہم رسول اللہ ﷺ کے جنت رسول اللہ ﷺ کی

حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

نمبر 1. حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے۔

لَمۡ اَرٰی قَبۡلَهٗ وَلَا بَعۡدَهٗ مِثۡلَهٗ۔ (مشکوٰۃ ص 517)

میں نے پہلے اور بعد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثل دیکھا ہی نہیں

معلوم ہوا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا مسلک یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے مثل ہیں اور کوئی مخلوق ذات یا صفات میں آپ جیسی نہیں ذرا تفصیل ملاحظہ فرمائیں مسلم شریف میں حدیث ہے۔

(۱) ایک مرتبہ آپ گھوڑی سے گر پڑے حتیٰ کہ آپ نے کچھ نمازیں بیٹھ کر پڑھائیں یہ اس طرف اشارہ تھا کہ میں خدا نہیں لیکن معراج کی رات براق پر سوار تھے جس کا قدم حد نگاہ پر پڑتا تھا اس قدر تیز رفتار سواری سے آپ گرے نہیں جو اس طرف اشارہ تھا کہ میں تم جیسا بھی نہیں۔

(۲) غزوہ اُحد میں کافروں نے سنگ باری کی آپ کا ہونٹ زخمی ہوا خون نکلا یہ اس طرف اشارہ تھا کہ میں خدا نہیں اور معراج کی رات شق صدر ہوا خون نہ نکلا جو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ میں تمہاری مثل نہیں ہوں۔

(۳) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نیند آتی تھی جو اس طرف اشارہ تھا کہ میں خدا نہیں لیکن معراج کے سفر میں اٹھارہ سال لگ گئے۔ نیند نہیں آئی جو اس طرف اشارہ تھا کہ میں تم جیسا بھی نہیں۔

(۴) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار بھی ہو جاتے تھے کیونکہ آپ خدا نہ تھے لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیمار آنکھوں میں لعاب دہن ڈال کر شفایاب کر دیا جو اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ میں تم جیسا بھی نہیں۔

(۵) ایک مرتبہ آپ نے ایک یہودی سے قرض لیا جو بر وقت ادا نہ ہو سکا یہ اشارہ تھا کہ میں خدا نہیں لیکن حضرت جابر بن عبداللہ کے کھجوروں کے ڈھیر پر بیٹھ گئے جس وجہ سے ان کا سارا قرض اتر گیا یہ اس طرف اشارہ تھا کہ میں تم جیسا بھی نہیں۔

(۶) بعض اوقات آپ کو سخت بھوک بھی لگتی تھی جو اشارہ تھا کہ آپ خدا نہیں

لیکن یوم وصال کے روزے بھی رکھتے تھے جو اس طرف اشارہ تھا کہ میں تم جیسا بھی نہیں۔

(۷) آپ کو پیاس بھی لگتی تھی جو اشارہ تھا کہ میں خدا نہیں لیکن اپنی انگلیوں سے چشمے بہا کر لوگوں کو سیرات بھی کر دیتے تھے جو اس طرف اشارہ تھا کہ میں تم جیسا بھی نہیں۔

تیرا قد تو نادر دہر ہے کوئی مثل ہو تو مثال دے
نہیں گل کے پودوں میں ڈالیاں کہ چمن میں سرو چماں نہیں

نمبر 2. حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بوقت وفات مجھے اپنے سر انور کے قریب بٹھایا اور مجھے فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ جب میرا انتقال ہو جائے تو مجھے بھی ان ہاتھوں سے غسل دینا جن ہاتھوں سے آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل دیا تھا اور مجھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار گوہر بار میں لے جانا اور میرے دفن کی اجازت مانگنا پھر اگر تم دیکھو کہ دروازہ کھل گیا ہے تو مجھے میرے آقا کے پاس پہنچا دینا ورنہ مجھے عام مسلمانوں کے قبرستان میں لے جانا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ فرما دے حضرت حیدر کرار فرماتے ہیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو غسل دیا گیا کفن پہنا دیا گیا۔ میں سب سے پہلے جلدی سے در اقدس پر حاضر ہوا اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ ابوبکر رضی اللہ عنہ حاضر دربار ہیں روضہ منورہ میں داخل ہونے کی اجازت چاہتے ہیں مولائے کائنات فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ دروازہ کھل گیا میں نے سنا کوئی کہہ رہا ہے۔

اُدْخُلُوا الْحَبِیْبَ اِلٰی حَبِیْبِہٖ فَاِنَّ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ مُشْتَاقٌ.

(خصائص کبریٰ ج 2 ص 282)

دوست کو دوست کے ہاں داخل کر دو کیونکہ دوست دوست کا مشتاق ہے۔

اس حدیث سے پتہ چلا کر حضرت حیدر کرار نے نبی کی قبر انور پر کھڑے ہو کر عرض کی ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' جو اس بات کا واضح ثبوت ہیکہ آپ کی وفات کے بعد یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہنا جائز سمجھتے ہیں اور یہی آپ کا عقیدہ ہے۔

زمیں پر آ لگے خورشید محشر تو ہمیں کیا غم
ہمارے ہاتھ میں دامن تمہارا یارسول اللہ ﷺ

نمبر 3. امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کرتا اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منظور ہوتا تو نعم یعنی اچھا فرما دیتے اور اگر منظور نہ ہوتا تو خاموش رہتے کسی کو لا یعنی نہ سے جواب نہ دیتے ایک روز ایک اعرابی نے حاضر ہو کر سوال کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہے اس نے پھر سوال کیا آپ نے پھر خاموشی اختیار فرمائی اس نے پھر سوال کیا آپ نے جھڑکنے کے انداز میں فرمایا اے اعرابی جو تیرا دل چاہے مانگ لے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہمیں اس اعرابی پر رشک ہوا ہم نے اپنے دل میں کہا اب یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنت مانگے گا لیکن اعرابی نے کہا میں سواری کا اونٹ مانگتا ہوں فرمایا عطا ہوا عرض کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زاد راہ مانگتا ہوں فرمایا عطا ہوا ہمیں اس کے ان سوالوں پر تعجب ہوا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کتنا فرق ہے اس اعرابی کی مانگ اور بنی اسرائیل کی ایک پیرزن کے سوال میں پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا ذکر فرمایا کہ جب حضرت موسیٰ کو دریا اترنے کا حکم ہوا کنارہ دریا تک پہنچے سواری کے جانوروں کے منہ اللہ نے پھیر دیئے خود بخود واپس پلٹ آئے

موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی الٰہی یہ کیا ماجرا ہے ارشاد ہوا تم قبر یوسف کے پاس ہو ان کا جسم مبارک اپنے ساتھ لے لو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر کا پتہ نہ تھا۔ فرمایا اگر تم میں سے کسی کو معلوم ہو تو بتا دو۔ انہوں نے کہا شاید بنی اسرائیل کی پیرزن کو معلوم ہو۔ اس کے پاس آدمی بھیجا کہ مجھے حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر کا اگر پتہ معلوم ہو تو بتا دو اس نے کہا ہاں معلوم ہے فرمایا تو بتا دو اس نے عرض کی:

لَا وَاللّٰهِ حَتّٰی تُعْطِیَنِیْ مَا اَسْئَلُکَ.

خدا کی قسم نہ بتاؤں گی جب تک میرا سوال پورا نہ فرمائیں۔

آپ نے پوچھا تیرا سوال کیا ہے اس نے کہا:

فَاِنِّیْ اَسْئَلُکَ اَنْ اَکُوْنَ مَعَکَ فِی الدَّرَجَةِ الَّتِیْ تَکُوْنُ فِیْهَا فِی الْجَنَّةِ.

میں آپ سے یہ مانگتی ہوں کہ جنت میں میں آپ کے ساتھ رہوں اس درجے میں جس میں آپ رہیں آپ نے فرمایا صرف جنت مانگ لے اس نے کہا نہیں میں تو آپ کی معیت مانگتی ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس سے یہی ردو بدل کرتے رہے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی اے موسیٰ جو یہ مانگتی ہے اسے عطا کر دو اس میں تمہارا کیا نقصان ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے جنت میں اپنی رفاقت عطا فرما دی اور اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر کی نشاندہی کر دی۔ (طبرانی اوسط ج 8 ص 374)

اس حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ یہ اعرابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنت مانگے گا معلوم ہوا کہ آپ کا یہ عقیدہ تھا کہ رسول خدا اللہ تعالیٰ کی عطا سے جنت کے مالک و مختار ہیں اور مولوی اسماعیل دہلوی کا یہ کہنا ہے کہ:

''جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں''

بالکل ہی قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔

کیوں نہ امت پہ احساں احمد مختار کا ہے
وہ مالک خالق کونین کی سرکار کا

نمبر 4. حضرت سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ ہم امیر المومنین حضرت علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ مقابر مدینہ میں داخل ہوئے۔ حضرت مولائے کائنات نے اہل قبر پر سلام پیش کیا اور فرمایا تم اپنی خبریں ہمیں بتاؤ گے یا یہ چاہتے ہو کہ ہم تمہیں خبریں دیں سعید بن مسیب فرماتے ہیں میں نے آواز سنی کسی نے حضرت علی کو سلام کا جواب دیا اور عرض کی یا امیر المومنین آپ بتائیے ہمارے بعد کیا گزری امیر المومنین نے فرمایا تمہاری عورتوں نے نکاح کر لئے تمہارے مال تقسیم ہو گئے اولاد یتیموں میں شمار ہوئی وہ تعمیر جس کا تم نے استحکام کیا اس میں تمہارے دشمن آباد ہو گئے ہمارے پاس کی خبریں تو یہ ہیں تمہارے پاس کیا خبر ہے ایک مردے نے عرض کی کفن پھٹ گئے بال جھڑ گئے کھال پرزے پرزے ہو گئی آنکھ کے ڈھیلے بہہ کر گالوں تک آ گئے نتھنوں سے پیپ اور گندہ پانی بہہ رہا ہے جو عمل آگے بھیجا اس کا نفع ملا اور جو پیچھے چھوڑا اس کا خسارہ ہوا اور اپنے اعمال میں محبوس ہیں۔ (ابن عساکر ج 7 ص 344)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اہل قبور کو پکارنا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کا عقیدہ تھا کہ اہل قبور ہماری آواز کو سنتے ہیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ آپ سماع موتٰی کے قائل تھے۔

نمبر 5. ابوبکر ابن ابی شیبہ نے لکھا ہے کہ:

حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک جنازہ پر چار تکبیریں کہیں

یعنی نماز جنازہ پڑھی۔

ثُمَّ مَشٰی حَتّٰی اَتَاہُ وَقَالَ اَللّٰھُمَّ عَبْدُکَ وَابْنُ عَبْدِکَ نَزَلَ بِکَ الْیَوْمَ فَاغْفِرْلَہٗ ذَنْبَہٗ وَوَسِّعْ مَدْخَلَہٗ۔

اے اللہ تیرا بندہ تیرے بندے کا بیٹا آج تیری بارگاہ میں حاضر ہوا ہے اس کے لئے اس کے تمام گناہ معاف فرمادے اور اس کی قبر کو فراخ کر دے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ دعا بعد نماز جنازہ کو جائز سمجھتے ہیں اگر یہ دعا ان کے نزدیک جائز نہ ہوتی تو وہ کبھی بھی یہ دعا نہ مانگتے۔

صالحین

اب کچھ مشاہیر اور اکابرین صالحین کا صراط مستقیم اور مسلک بیان کیا جائے گا۔

نمبر 1. حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ:

آپ کا ارشاد ہے۔

لَوْ لَا لِجَامُ الشَّرِیْعَۃِ عَلٰی لِسَانِیْ لَا خْبَرْتُکُمْ بِمَاتَاْکُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُیُوْتِکُمْ.

اگر میری زبان پر شریعت کی لگام نہ ہوتو جو کچھ تم گھروں میں کھاتے یا مرتے دم کھاؤ گے جو بچاتے یا مرتے دم تک بچاؤ گے میں تمہیں اس کی خبر دے دوں۔ (بہجۃ الاسرار ص 24)

معلوم ہوا کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا مسلک یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے ولیوں کو بھی کچھ علوم غیبیہ عطا فرماتا ہے۔

نمبر2. خواجہ محمد عثمان ساکن موسیٰ زئی:

مولوی حسین علی واں بھچراں جو مرید تھا خواجہ محمد عثمان موسیٰ زئی کا اور ان کی خدمت میں موجود تھا خواجہ صاحب نے ایک مرتبہ مولوی صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا۔

اولیاء الله همه می دانند ولکن مامور به اظهار نیستند.

(فوائد عثمانیہ ص 134)

اللہ کے ولی تمام اشیاء کو جانتے ہیں لیکن ان کو ظاہر کرنے کا حکم نہیں ہوتا۔

نمبر3. شاہ ولی اللہ محدث دہلوی:

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے الانتباہ باب اشغال میں لکھا ہے۔

یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً لله.

ایک سو گیارہ مرتبہ پڑھے۔

نمبر4. خواجہ معین الدین چشتی:

آپ کا ارشاد گرامی ہے۔

عارفاں را مرتبه ایست که چو بآں رسند جملگی عالم و آنچه در عالم است میان دو انگشت خود به بینند.

(اخبار الاخیار ص 23)

عارفوں کیلئے ایک مرتبہ ہوتا ہے جب اس تک رسائی حاصل کر لیں تو تمام جہان کو اور جو کچھ اس میں ہے اپنی دونوں انگلیوں کے درمیان دیکھ لیتے ہیں۔

نمبر5. حضرت مجدد الف ثانی:

آپ اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں۔

چوں وجود آں سرور علیہ السلام از عالم ممکنات

نباشد بلکہ فوق ایں باشد ناچار اورا سایہ نبود

(مکتوبات ج 3 ص 100)

چونکہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود مبارک عالم ممکنات میں سے نہیں بلکہ اس سے ارفع امکان سے پیدا کئے گئے ہیں اس بنا پر آپ کے جسد اطہر کا سایہ نہ تھا۔

اس عبارت سے پتہ چلا کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کا عقیدہ یہ تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ نہ تھا۔

سلام اس پر کہ جس نے عرش کو جا کر سجایا تھا

سلام اس پر کہ جس کے جسم اطہر کا نہ سایا تھا

صراط مستقیم پر سیر حاصل تبصرہ ہو چکا اب سنئے کہ انسان کا ازلی دشمن شیطان پوری پوری کوشش کرتا ہے کہ وہ انسان کو صراط مستقیم پر چلنے سے روکے کیونکہ اس خبیث نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا تھا۔

قَالَ فَبِمَا اَغْوَيْتَنِيْ لَا قْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ○

یعنی میں ان کے صراط مستقیم پر بیٹھ جاؤں گا اور ان کو صراط مستقیم پر چلنے سے روکوں گا۔ معلوم ہوا صراط مستقیم سے روکنا شیطان کا کام ہے۔

اب سنیئے کہ انسانوں میں سے بھی شیطان ہوتے ہیں خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

آیت نمبر 1.

ایک مرتبہ اہل فارس نے قریش مکہ کو کہلا بھیجا کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھو کہ جو جانور تم اپنی چھری سے ذبح کرتے ہو وہ حلال جانتے ہو اور

جس جانور کو خدا مار دے اس کو حرام جانتے ہو اس کی کیا وجہ ہے خدا نے فرمایا۔

اِنَّ الشَّیَاطِیْنَ لَیُوْحُوْنَ اِلٰی اَوْلِیَآئِھِمْ لِیُجَادِلُوْکُمْ۔

بے شک شیطان اپنے دوستوں کے دلوں میں ڈالتے ہیں تا کہ تم سے جھگڑا کریں۔ (ابن کثیر ج 8 ص 10)

یہاں پر اہل فارس کو شیطان کہا گیا۔

آیت نمبر 2.

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَکَذَالِکَ جَعَلْنَا لِکُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا شَیَاطِیْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ۔

اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن بنائے انسان اور جن شیطانوں سے۔

آیت نمبر 3.

خدا فرماتا ہے۔

وَاِذَا لَقُوْا الَّذِیْنَ آمَنُوْا قَالُوْ آمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیَاطِیْنِھِمْ قَالُوْا اِنَّا مَعَکُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَھْزِءُوْنَ٥

اور جب (منافق) ایمانداروں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اور جب شیطانوں کے ساتھ خلوت میں ہوتے ہیں تو کہتے ہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم تو مذاق کرتے تھے۔

اس آیت میں یہودیوں یا منافقوں کو شیطان کہا گیا ہے۔

آیت نمبر 4.

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ

مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ.

ترجمہ: جن اور انسان شیطان کے وسوسے کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے۔

چار آیتیں پیش کی ہیں تو چار احادیث بھی سن لیں۔

حدیث نمبر 1.

ایک منافق کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ اَحَبَّ اَنْ یَّنْظُرَ اِلَی الشَّیْطَانِ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی نَبِیْلِ ابْنِ الْحَارِثِ.

(جلوہ جاناں، ج 2 ص 186)

جو شیطان کو دیکھنا چاہتا ہے وہ نبیل بن حارث کو دیکھ لے۔

حدیث نمبر 2:

ایک دن حضور نے حضرت ابوذر غفاری سے فرمایا کیا تو نے نماز پڑھ لی ہے عرض کی نہیں فرمایا اُٹھو دو رکعت نماز پڑھ لو۔ حضرت ابوذر فرماتے ہیں میں آپ کے قریب نماز پڑھنے لگا آپ نے فرمایا کیا تم نے شیاطین جن و انس سے تعوذ کر لیا ہے میں نے عرض کی یارسول انسانوں میں بھی شیطان ہوتے ہیں فرمایا ہاں یہ جن شیطانوں سے زیادہ شر انگیز ہوتے ہیں۔ (ابن کثیر، ج 8 ص 3)

حدیث نمبر 3.

حضرت ابوسعید خدری سترہ لگا کر نماز پڑھ رہے تھے کہ بنی معیط کا ایک جوان ان کے آگے سے گزرنے لگا آپ نے اسے ہاتھ سے روکا وہ پھر گزرنے لگا آپ نے اسے سختی سے روکا اس نے مروان سے شکایت کی مروان نے ابوسعید سے پوچھا آپ نے فرمایا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا

جو کوئی نمازی کے آگے سے گزرے اُسے رُوک دو۔

فَاِنْ اَبیٰ فَلْیُقَاتِلْهُ فَاِنَّمَا هُوَ شَیْطَانٌ۔ (مسند ابی یعلیٰ ج 2 ص 435)

اگر وہ نہ مانے تو اس کے ساتھ لڑو وہ شیطان ہے۔

حدیث نمبر 4.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے ہم نے ایک آواز سنی پھر بچوں کا شوروغل سنائی دیا یہ سن کر حضور کھڑے ہو گئے اور باہر تشریف لے جا کر دیکھا تو ایک حبشی عورت اچھل کود رہی تھی اور بچے اس کے گرد جمع تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ آؤ تم بھی دیکھو چنانچہ میں آپ کے پیچھے کھڑی ہو کر اپنی ٹھوڑی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کندھے پر رکھ کر دیکھنے لگی۔ تھوری دیر کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ ابھی جی نہیں بھرا پھر تھوڑی دیر کے بعد یہی فرمایا میں نے کہا نہیں اس سے میرا منشا یہ تھا کہ میں یہ دیکھوں آپ کے دل مِٖں میری کتنی محبت ہے اتنے میں حضرت عمر آ گئے تو لوگ منتشر ہو گئے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اِنِّیْ لَا نْظُرُ اِلٰی شَیَاطِیْنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ قَدْ فَرُّوْا مِنْ عُمَرَ.

(مشکوٰۃ ج 3 ص 245)

پس چار آیات چار احادیث سے ثابت ہوا کہ انسانوں میں بھی شیطان ہوتے ہیں۔

توسل نبی کا علم غیب نبی کا اور نبی کا حاضر و ناظر ہونا نبی کا اختیار حیات النبی مسئلہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سماع موتیٰ دعا بعد نماز جنازہ مجلس

واحدہ میں تین طلاقیں ہی واقعہ ہونا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنت کے مالک ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے مثال ہیں نیز اولیاء کی نگاہ کی وسعت علم غیب جاننا یہ تمام وہ مسائل ہیں جن پر خدا کے انعام یافتہ گروہوں نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور ولیوں کا عمل رہا اور یہی صراط مستقیم ہے لہٰذا جو لوگ ان مسائل سے روکتے ہیں وہ انسانوں کے شیطان ہیں ان سے بچنا چاہیے یہ لوگ جن شیطانوں کی نسبت زیادہ شرانگیز ہوتے ہیں۔

عرس شریف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرس شریف کے بعض اہم اجزاء مندرجہ ذیل ہیں جن کا ثبوت شریعت مطہرہ میں موجود ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

(1) زیارت قبور:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

زُوْرُوا الْقُبُوْرَ فَاِنَّهَا تُذَكِّرُكُمُ الْمَوْتَ.

(مسلم شریف ج1، ص314)

قبروں کی زیارت کرو یہ تمہیں موت یاد دلاتی ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا.

(مسلم شریف ج1 ص285)

میں نے تمہیں زیارت قبور سے منع کیا تھا پس تم ان کی زیارت کیا کرو۔

امام فخر الدین رازی نے لکھا ہے۔

اِنَّ سَيَأْتِيْ قُبُوْرَ الشُّهَدَاءِ رُؤُسَ كُلِّ حَوْلٍ فَيَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ عُقْبَى الدَّارِ وَالْخُلَفَاءِ وَالْاَرْبَعَةِ هٰكَذَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ٥

(کبیر ج5 ص200)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہ نفس نفیس شہداء کی قبور کی طرف تشریف

لے جاتے اور خلفاء اربعہ بھی ہر سال تشریف لے جاتے تھے۔

سید محمد علی نبیرہ سید احمد بریلوی پیرو مرشد مولوی اسماعیل دہلوی نے سید احمد بریلوی کی زبانی یہ واقعہ لکھا ہے کہ:

ہمارا قافلہ وادیٔ سرف میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے مزار کے قریب فروکش ہوا اتفاق سے کھانے پینے کی کوئی شے دستیاب نہ ہوسکی ہر شخص کے پاس روٹی کی طلب، میں دوڑا لیکن ہر طرف سے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا لاچار اور مجبور ہو کر مزار مبارک کی زیارت کے لئے حجرہ مبارک میں حاضر ہوا اور گداگر کے انداز میں صدا دی اور عرض کیا اے میری بزرگ ترین نانی جان مین آپ کا مہمان ہوں کھانے کے لئے کوئی چیز عنائت فرمائیں اور مجھے اپنے الطاف کریمانہ سے محروم نہ کریں۔ اس وقت سلام پیش کیا سورہ اخلاص پڑھ کر اور سورہ فاتحہ پڑھ کر اس کا ثواب آپ کی روح پر فتوح کو پہنچایا اس وقت بیٹھے ہوئے میں نے اپنا سر آپ کے مزار مبارک پر رکھا ہوا تھا کہ اچانک رزاق مطلق اور دانائے برحق کی طرف سے تازہ انگوروں کے دو خوشے میرے ہاتھ پر گرے عجب معاملہ یہ تھا کہ وہ سردی کے دن تھے اور کسی جگہ بھی تازہ انگور دستیاب نہ تھے میں حیرت زدہ ہو گیا اور ان دو میں سے ایک خوشہ وہیں بیٹھے کھا لیا پھر حجرہ مبارک سے باہر آ گیا اور دوسرے خوشہ سے ایک ایک دانہ سب رفقاء میں تقسیم کر دیا۔ اس واقعہ سے پتہ چلا کہ:

(مخزن احمدی ص 90)

(۱) مزار پر فاتحہ پڑھنا جائز ہے۔

(۲) مزار والے سے مدد مانگنا جائز ہے سید احمد نے کہا اے نانی مجھے کچھ کھانے کے لئے دو۔

(۳) وفات یافتہ کو ایصال ثواب کرنا جائز ہے۔

مولوی اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے۔

مولوی معین الدین صاحب، حضرت مولانا یعقوب صاحب کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے۔ وہ حضرت مولانا کی ایک کرامت (جو بعد وفات واقع ہوئی) بیان فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ ہمارے نانوتہ میں جاڑہ بخار کی بہت کثرت ہوئی سو جو شخص مولانا کی قبر سے مٹی لے جا کر باندھ لیتا اسے ہی آرام آجاتا بس اس کثرت سے مٹی لے گئے کہ جب بھی قبر پر مٹی ڈالواؤں تب ہی ختم کئی مرتبہ ڈال چکا پریشان ہو کر ایک مرتبہ مولانا کی قبر پر جا کر کہا (یہ صاحبزادے بڑے تیز مزاج تھے) آپ کی تو کرامت ہوگئی اور ہماری مصیبت ہوگئی یاد رکھو اگر اب کے کوئی اچھا ہوا تو ہم مٹی نہ ڈالیں گے ایسے ہی پڑے رہیو لوگ جوتا پہنے تمہارے اوپر ایسے ہی چلیں گے بس اسی دن سے پھر کسی کو آرام نہ ہوا جیسے شہرت آرام کی ہوئی تھی ویسے ہی یہ شہرت ہوگئی کہ اب آرام نہیں پھر لوگوں نے مٹی لے جانا بند کر دی۔ (حکایات اولیاء ص 375)

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ:

(۱) جب مولوی یعقوب اپنی قبر میں زندہ تھے تبھی تو صاحبزادہ نے خطاب کیا تو پھر اللہ والے بھی مرتے نہیں لہٰذا حضور غوث اعظم، داتا صاحب اور خواجہ معین الدین چشتی جیسے عظیم بزرگ اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

(۲) جس صاحب قبر سے کوئی فائدہ ہوتا ہو اس کی قبر کی زیارت عوام الناس کا وطیرہ ہے۔

(۳) مولوی یعقوب کا کتنا بڑا اختیار تھا کہ قبر کی مٹی میں قوت شفا پیدا کر دی اور صاحبزادہ کے ناراض ہونے پر یہ سلب کر لی لیکن نبی اور حضرت کے بارے میں ان لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ چیز کا

مختار نہیں۔

(۴) لوگ مولوی یعقوب کی قبر پر حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لئے جاتے تھے کسی دیوبندی کے مزاج پر یہ بات گراں نہیں گزری لیکن جب ہم کہتے ہیں کہ اولیاء کرام کی قبور پر جانے سے مشکل حل ہوتی ہے، شرک کی مشینیں چلنا شروع ہو جاتی ہیں۔

ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ مالک الدار جو حضرت عمر کے وزیر خوراک تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لوگ قحط میں مبتلا ہو گئے ایک شخص (حضرت بلال ابن حارث مزنی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر پر گیا اور عرض کی۔

یَارَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اِسْتَسْقِ لِاُمَّتِکَ فَاِنَّھُمْ قَدْھَلَکُوْا ○

اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنی امت کے لئے بارش کی دعا فرمائیں کیونکہ وہ ہلاک ہو رہے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس شخص کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا عمر کے پاس جاؤ ان کو سلام کہو اور یہ خبر دو کہ تم پر یقیناً بارش ہو گی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج 12 ص 32)

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کو یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہنا صحابہ کرام کی سنت ہے۔

(۲) مشکل کشائی کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر پر جانا بھی صحابہ کرام کی سنت ہے۔

(۳) خدا تعالیٰ کے علم دینے سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانتے ہیں کہ بارش کب ہو گی۔

(۴) قبر شریف کی زیارت اور اس سے فیض حاصل کرنا بھی صحابہ کی سنت ہے۔

(2) زیارت صالحین:

حدیث نمبر 1. حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَجَبَتْ مَحَبَّتِيْ لِلْمُتَحَابِّيْنَ فِيَّ وَالْمُتَجَالِسِيْنَ فِيَّ وَالْمُتَزَاوِرِيْنَ فِيَّ وَالْمُتَبَاذِلِيْنَ فِيَّ. (مشکوٰۃ ص 426)

خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا میری محبت ان کے لئے واجب ہو گئی جو میرے لئے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں ایک دوسرے کے پاس بیٹھتے ہیں ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں اور میری خوشی کے لئے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں۔

حدیث نمبر 2. حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھا کہ آپ نے فرمایا ''بے شک جنت میں یاقوت کے ستون ہیں جن پر زبرجد کے بالا خانے ہیں ان کے دروازے کھلے ہیں روشن ستارے کی مانند چمکتے ہیں صحابہ کرام نے عرض کی ان میں کون بسیں گے آپ نے فرمایا۔

اَلْمُتَحَابُّوْنَ فِي اللّٰهِ وَالْمُتَجَالِسُوْنَ فِي اللّٰهِ وَالْمُتَلَاقُوْنَ فِي اللّٰهِ.

(مشکوٰۃ ص 427)

جو اللہ کے واسطے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اور اللہ کے لئے ایک دوسرے کے پاس بیٹھتے ہیں اور اللہ کے لئے ایک دوسرے کی ملاقات کرتے ہیں۔

حدیث نمبر 3. حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

مَا مِنْ مُسْلِمِیْنَ یَلْتَقِیَانِ فَیَتَصَافَحَانِ اِلَّا غُفِرَ لَھُمَا قَبْلَ اَنْ یَّتَفَرَّقَا

جب دو مسلمان ملاقات کریں اور مصافحہ کریں تو جدا ہونے سے پہلے ان کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ (مشکوٰۃ ص 401)

حدیث نمبر 4. حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی کسی گاؤں میں اپنے ایک مسلمان بھائی کی زیارت کے لئے گیا خدا تعالیٰ نے اس کے راستے پر ایک فرشتے کو بٹھا دیا۔ اس فرشتے نے اس آدمی سے پوچھا کہاں جا رہے ہو اس نے کہا اس گاؤں میں میرا ایک بھائی ہے اس کے ساتھ ملاقات کا ارادہ ہے فرشتے نے اس آدمی سے کہا کیا تجھ پر اس کا کوئی احسان ہے کہا نہیں صرف میں اس سے محبت کرتا ہوں فرشتے نے کہا۔

فَاِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکَ بِاَنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ قَدْ اَحَبَّکَ کَمَا اَحْبَبْتَہٗ فِیْہِ. (شعب الایمان ج 6 ص 488)

میں تیرے خدا کا فرستادہ ہوں خدا تعالیٰ تجھ سے اس طرح محبت کرتا ہے جس طرح تو اپنے اس بھائی سے محبت کرتا ہے۔

حدیث نمبر 5. حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو رزین سے فرمایا۔

اِنَّ الرَّجُلَ اِذَا خَرَجَ مِنْ بَیْتِہٖ زَائِرًا اَخَاہُ شَیَّعَہٗ سَبْعُوْنَ اَلْفُ مَلَکٍ کُلُّھُمْ یُصَلُّوْنَ عَلَیْہِ۔ (شعب الایمان ج 6 ص 493)

جب آدمی اپنے گھر سے اپنی بھائی کی زیارت کے لئے نکلتا ہے تو اس کے پیچھے ستر ہزار فرشتے چلتے ہیں جو اس کے لئے رحمت کی دعا کرتے ہیں۔

حدیث نمبر 6. رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے لوگو! سنو، سمجھو اور

جان لو اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں جو نبی اور شہید نہیں لیکن نبی اور شہید ان کے قرب الٰہی کی وجہ سے ان پر رشک کر رہے ہوں گے۔ وہ مختلف علاقوں اور قبیلوں سے تعلق رکھنے والے ہوں گے ان میں باہمی کوئی رشتہ داری نہ ہوگی وہ خدا کے لئے ایک دوسرے سے محبت کرنے والے اور خدا کے لئے ایک دوسرے پر خرچ کرنے والے ہوں گے خدا قیامت کے دن ان کے لئے نور کے منبر بچھائے گا وہ ان پر بیٹھیں گے ان کا لباس نور کا ہوگا ان کے چہرے نورانی ہوں گے جب لوگوں کو خوف بہ گھبراہٹ ہوگی تو ان پر کوئی خوف اور گھبراہٹ نہ ہوگی وہی لوگ اللہ کے ولی ہوں گے جن پر کوئی خوف وغم نہ ہوگا۔

(کنز العمال ج 9 ص 15)

(3) کھانا کھلانا:

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ○

اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکینوں کو اور یتیموں کو اور قیدیوں کو۔

حدیث نمبر 1. نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ اَطْعَمَ مُسْلِمًا جَائِعًا اَطْعَمَهُ اللّٰهُ مِنْ ثِمَارِ الْجَنَّتِ.

(حلیہ ج 8 ص 134)

جس نے بھوکے مسلمان کو کھانا کھلایا خدا اسے جنتی پھل کھلائے گا۔

حدیث نمبر 2. نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يُبَاهِيْ مَلَائِكَتَهٗ بِالَّذِيْنَ يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ مِنْ عَبِيْدِهٖ. (الترغیب ج 2 ص 48)

بے شک اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے ان پر فخر کرتا ہے جو اس کے بندوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔

حدیث نمبر 3. حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا میں تمہیں اہل جنت کے چوبارے کی خبر نہ دوں ہم نے عرض کی ہاں ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں فرمایا جنت میں ایک چوبارہ ہے جو اہرات سے بنا ہوا ہے اس کے مختلف رنگ ہیں اس کا اندرونی حصہ باہر سے اور بیرونی حصہ اندر سے نظر آتا ہے اور اس میں ایسی نعمتیں ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہیں اور نہ کسی کان نے سنی ہیں صحابہ نے عرض کی ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں وہ چوبارہ کن کے لئے ہے؟ فرمایا۔

لِمَنْ اَفْشَى السَّلَامَ دَوَامُ الصِّيَامَ وَاَطْعَمَ وَصَلّٰى وَالنَّاسُ نِيَامٌ.

(تاریخ بغداد ج 4 ص 178)

جو سلام عام کرے روزوں پر دوام کرے کھانا کھلائے اور جب لوگ نیند میں ہوں تو رات کو نماز ادا کرے۔

(4) کھانا سامنے رکھ کر کلام پڑھنا:

حدیث نمبر 1. حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے والد قرض چھوڑ کر شہید ہو گئے میں نے تمام قرض خواہوں پر یہ بات پیش کی کہ تمام تازہ کھجوریں تمام قرضوں کے بدلے لے لیں۔ انہوں نے انکار کیا ان کو کھجوریں کم معلوم ہوئیں۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا آپ نے فرمایا جب کھجوروں کو کاٹ کر تھلیان میں رکھ لو تو مجھے اطلاع کر

دینا میں نے اطلاع دی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ابو بکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھجوروں پر بیٹھ گئے اور دعائے برکت فرمائی پھر فرمایا قرضداروں کو بلا کر پورا پورا ادا کر دو تو میں نے ہر ایک کا قرض ادا کر دیا اور تیرہ وسن کھجوریں بچ گئیں۔ کلمات استدلالیہ یہ ہے۔

فَجَلَسَ عَلَيْهِ فَدَعَا بِالْبَرْكَةِ ۔ (بخاری ج 1 ص 374)

آپ کھجوروں پر بیٹھ گئے اور برکت کی دعا کی۔

حدیث نمبر 2. حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زینب سے نکاح کیا تو میری والدہ (ام سلیم) نے کچھ کھانا بطور تحفہ و ہدیہ پکایا اور میرے ہاتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجا اور ساتھ ہی یہ کہا کہ میرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کہنا اور عرض کرنا اس موقع پر یہی کچھ حاضر تھا اسے قبول فرمالیں میں وہ کھانا لے کر آپ کے پاس پہنچا اور والدہ کا سلام و پیام پیش کیا۔ آپ نے فرمایا اے انس اسے رکھدو اور فلاں فلاں کو بلا لاؤ میں بلاتا گیا وہ تین سو آدمی ہو گئے میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کھانے پر اپنا ہاتھ مبارک رکھا۔

وَتَكَلَّمَ بِمَاشَاءَ اور جو کلام چاہا پڑھا۔

بس وہ کھانا اس قدر برکت والا ہو گیا کہ لوگ شکم سیر ہو گئے اور آپ نے فرمایا جو باقی بچا وہ لے جاؤ جب اس بقیہ کھانے کو دیکھا تو اندازہ نہ کر سکا کہ جو لایا تھا وہ زیادہ تھا یا یہ زیادہ ہے۔

(طبرانی اوسط ج 2 ص 281، مشکوٰۃ ص 539)

حدیث نمبر 3. حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

غزوہ تبوک میں لشکر کو بھوک نے بہت ستایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ لشکر اسلام سے بچا ہوا کھانا منگوا کر دعائے برکت فرمایئے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دسترخوان بچھوا کر کھانا منگوایا صحابہ کرام میں سے کوئی مٹھی بھر کھجوریں کوئی روٹی کا ٹکڑا اور کوئی باقلا وغیرہ غرض جو کچھ کسی کے پاس بچا کھچا تھا وہ لایا اور دسترخوان پر کچھ تھوڑی سی چیزیں جمع ہو گئیں۔ فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ بِالْبَرْکَۃِ۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے برکت کی دعا فرمائی۔

(مشکوٰۃ ص538)

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ کھانا سامنے رکھ کر کچھ کلام پڑھنا اور دعا مانگنا یہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے۔ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَاھُوَ شِفَاءٌ وَّرَحْمَۃٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَo

لہٰذا کھانا سامنے رکھ کر جب قرآن کی تلاوت کی جائے تو یقیناً شفاء اور رحمت کا اثر ظاہر ہو گا۔ امام جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے۔

اَخْرَجَ ابْنُ حَاتِمٍ عَنْ لَیْثٍ قَالَ بَلَغَنِیْ اَنَّ ھٰؤُلَاءِ الْآیَاتِ شِفَاءٌ مِنَ السِّحْرِ تَقْرَأُ عَلٰی اِنَاءٍ فِیْہِ مَاءٌ. (الاتقان ج2 ص146)

لیث کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ یہ آیات جادو سے شفا دیتی ہیں ان کو برتن میں پانی ڈال کر اس پر پڑھا جائے۔ پس ثابت ہوا کہ کھانے اور پانی کو سامنے رکھ کر قرآن وحدیث پڑھنا جائز ہے ناجائز نہیں۔

(5) وعظ کرنا:

وعظ وتقریر کی ترغیب وتوصیف کے لئے چند آیات پیش کی جاتی ہیں۔

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

آیت نمبر 1. وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَo

ترجمہ: اور اس سے بہتر کس کی بات ہو سکتی ہے جو خدا کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

آیت نمبر 2. خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

وَذَکِّرْ فَاِنَّ الذِّکْرٰی تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَo

اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو وعظ کرو وعظ مومنوں کو فائدہ دے گا۔

آیت نمبر 3. خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلْتَکُنْ مِّنْکُمْ اُمَّةٌ یَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَیْرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَo

اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو بھلائی کی طرف بلائے اور نیک کام کرنے کا حکم دے اور بُرے کاموں سے روکے ایسے لوگ کامیاب ہوں گے۔

آیت نمبر 4. کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ۔

تم بہترین لوگ ہو جو لوگوں کے (نفع رسانی) کے لئے نکالے گئے ہو تم لوگ نیک کام کا حکم دیتے ہو اور بُرے کام سے منع کرتے ہو۔

احادیث:

حدیث نمبر 1. حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔

مَنْ رَای مِنْکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِہٖ وَذَالِکَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ ٥

(مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، نسائی)

جو آدمی کسی ناجائز کام کو ہوتے دیکھے اگر اس پر طاقت ہو تو اس کو ہاتھ سے روکے اگر اتنی طاقت نہ ہو تو زبان سے روکے اگر اتنی طاقت نہ ہو تو پھر اس کو دل میں بُرا جانے اور یہ ایمان کا بہت ہی کم درجہ ہے۔

عرس کی محفل میں صاحب عرس سے متعلقہ علماء کرام تشریف لاتے ہیں مختلف موضوعات پر وعظ ہوتے ہیں لوگوں کے عقائد اور اعمال کی اصلاح ہوتی ہے کتنے ہی فاسق و فاجر اور صغائر و کبائر کی آلودگیوں میں ملوث لوگ راہ راست پر آجاتے ہیں گناہوں سے تائب ہو جاتے ہیں تہجد گزار بن جاتے شکل وصورت اور لباس میں اسلام کی جھلک آنے لگ جاتی ہے صوم وصلوٰۃ کی پابندی ہونے لگتی ہے۔ اسلامی تعلیمات کی طرف راغب ہو کر اپنی اولاد کو دینی تعلیم کے زیور سے آراستہ کر لیتے ہیں۔ فقراء کے عرس پر سادگی کا درس ملتا ہے جو مومن کا طرۂ امتیاز ہے۔

(6) ایصالِ ثواب:

عبادت کی تین اقسام ہیں۔

(۱) بدنی عبادت مثلاً تلاوت قرآن، تسبیح تہلیل، دعا، استغفار، نماز، روزہ، درود شریف وغیرہ۔

(۲) مالی عبادت مثلاً زکوٰۃ صدقات اور خیرات وغیرہ۔

(۳) مرکب عبادت مثلاً حج عمرہ اور قربانی غلام آزاد کرنا وغیرہ۔

بدنی عبادت کا تعلق بدن سے ہوتا ہے مالی عبادت کا تعلق مال سے ہوتا ہے اور مرکب عبادت کا تعلق بدن اور مال دونوں سے ہوتا ہے۔ ان میں سے کوئی عبادت بھی بندہ مومن کرے تو خدا تعالیٰ ثواب عطا فرماتا ہے اور وہ بندہ مومن اس عبادت کا ثواب کسی وفات یافتہ کو پہنچائے تو وہ ثواب اس تک پہنچتا ہے اور اس ثواب کا فائدہ بھی اس وفات یافتہ کو ہوتا ہے۔ دلائل ملاحظہ ہوں۔

بدنی عبادت:

تلاوت قرآن: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص قبرستان میں جائے پھر ایک مرتبہ سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص اور اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ پڑھ کر کہے اے اللہ جو کچھ میں نے تیرے کلام میں سے پڑھا اس کا ثواب میں نے ان مومنین اہل قبور اور مومنات کو بخشا تو وہ تمام اہل قبور خدا کی بارگاہ میں اس کی سفارش کرتے ہیں۔ (شرح الصدور ص 123)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص قبروں پر گزرا اور اس نے سورہ اخلاص کو گیارہ مرتبہ پڑھا اور اس کا ثواب تمام مردوں کو بخشا تو اس کو سب مردوں کی تعداد کے برابر ثواب ہو گا۔ (شرح الصدور، ص 123)

حضرت حماد مکی فرماتے ہیں ایک رات میں مکہ مکرمہ کے قبرستان گیا اور وہیں ایک قبر پر اپنا سر رکھ کر سو گیا خواب میں میں نے دیکھا کہ اہل قبور حلقہ باندھ کر بیٹھے ہوئے ہیں میں نے کہا کیا قیامت قائم ہو گئی ہے؟ انہوں نے کہا نہیں بلکہ ہمارے ایک مسلمان بھائی نے سورہ اخلاص شریف پڑھ کر اس کا ثواب ہمیں بخشا جس کو ہم ایک سال سے بانٹ رہے ہیں۔ (شرح الصدور، ص 123)

امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب تم قبرستان میں جاؤ تو سورہ فاتحہ اور آخری تینوں قل پڑھو اور ان کا ثواب تمام اھل قبور کو پہنچاؤ کیونکہ وہ ان کو پہنچتا ہے۔ (شرح الصدور، ص 123)

اسی عقیدے اور نظریے کے مطابق عامۃ الناس مسلمان اکابر اور رجلہ اولیاء کرام کے مزارات پر جا کر قرآن کی تلاوت کر کے اس کا ثواب صاحب مزار کو پہنچاتے ہیں چنانچہ حضور داتا صاحب کے مزار اقدس پر دن رات تلاوت کرنے والوں کی بھیڑ لگی رہتی ہے۔

ارے میکساروں سویرے سویرے
خرابات کے گرد پھیرے پہ پھیرے
ذرا اس طرف کو، تم آکر تو دیکھو
بڑی رونقیں ہیں فقیروں کے ڈیرے

تسبیح:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ان پر نماز جنازہ پڑھی۔ پھر ان کو قبر میں اتارا اور ان پر مٹی ڈال دی بعد ازاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تکبیر اور تسبیح پڑھی ہم نے بھی آپ کے ساتھ پڑھنا شروع کیا دیر تک پڑھتے رہے۔

قِیْلَ یَارَسُوْلُ لِمَ سَبَّحْتَ ثُمَّ کَبَّرْتَ قَالَ لَقَدْ تَضَایَقَ عَلٰی هٰذَا الْعَبْدِ الصَّالِحِ قَبْرُهٗ حَتّٰی فَرَّجَهُ اللّٰهُ عَنْهُ. (مشکوٰۃ، ص 26)

کسی نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے تسبیح و تکبیر

کیوں پڑھی فرمایا اس نیک بندے پر اس کی قبر تنگ ہوگئی تھی (ہماری تسبیح وتکبیر کے سبب سے) اللہ نے اس کو فراخ کر دیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو قبروں کے قریب سے گزرے اور فرمایا ان دونوں اہل قبور کو عذاب ہو رہا ہے اور وہ کسی بہت بڑے گناہ کی وجہ سے نہیں بلکہ ایک تو پیشاب کی چھینٹوں سے نہ بچتا تھا اور دوسرا چغل خور تھا۔ پھر آپ نے کھجور کی ایک تر شاخ لی اور اس کے دو حصے کر لئے اور دونوں قبروں پر گاڑ دیئے صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے ایسا کیوں کیا ہے فرمایا اس لئے کہ جب تک یہ شاخیں ہری رہیں گی ان کے عذاب میں تخفیف رہے گی۔ (مشکوٰۃ ص 42)

اس حدیث میں چند باتیں قابل غور ہیں۔

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عالم برزخ کا حال پوشیدہ نہیں۔

(۲) اہل قبور اپنی زندگی میں جن گناہوں کا ارتکاب کر کے گرفتار عذاب ہوئے تھے آپ کو ان کا بھی علم تھا۔

(۳) آپ نے تر شاخیں قبروں پر رکھ کر ان کو تخفیف عذاب کا باعث قرار دیا۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ تخفیف عذاب کا سبب صرف وہ شاخیں تھیں یا کچھ اور اگر صرف شاخوں کو قرار دیا جائے تو سوکھنے کے بعد بھی شاخوں کا قبر پر ہونا باعث تخفیف عذاب ہونا چاہیے حالانکہ ایسا نہیں معلوم ہوا عذاب کی کمی کا سبب وہ شاخیں نہیں بلکہ ان کی وہ تسبیح ہے جو وہ پڑھتی ہیں کیونکہ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ۔ ہر چیز اللہ کی تسبیح پڑھتی ہے اور چونکہ شاخوں کا سوکھ جانا ان کی موت ہے اور موت سے تسبیح موقوف ہو جاتی ہے لہٰذا ثابت ہوا تخفیف عذاب کا سبب شاخوں کی تسبیح تھی جب شاخوں کی تسبیح باعث تخفیفِ عذاب قبر ہے تو

بندوں کی تسبیح یقیناً باعث تخفیف عذاب قبر ہے اور چونکہ قرآن کی تلاوت شاخ کی تسبیح سے زیادہ باعث تخفیف عذاب قبر۔ ہے لہٰذا صاحب مزار کے لئے قرآن پڑھ کراس کی روح کو ایصال ثواب کرنا مستحب ہے۔

نوٹ:۔ اس حدیث سے فقیر نے گیارہ فائدے نکالے ہیں اگر شوق ہو تو ہماری کتاب ''خطباتِ صدیقیہ حصہ اول'' ملاحظہ فرمائیں۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ جب بندۂ مومن کی وفات ہو جاتی ہے تو اس کے کراماً کاتبین آسمان پر چلے جاتے ہیں اور خدا کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں۔ اے اللہ تو نے ہمیں اپنے بندہ پر مقرر فرمایا تھا ہم اس کے اعمال لکھتے رہے اب تو نے اس بندے کو وفات دے دی ہے اب ہمیں آسمان پر رہنے کی اجازت دے خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے میرے آسمان تو فرشتوں سے بھرے ہوئے ہیں جو میری تسبیح بیان کر رہے ہیں وہ عرض کرتے ہیں ہمیں زمین پر رہنے کی اجازت دے خدا فرماتا ہے زمین بھی میری تسبیح بیان کرنے والی مخلوق سے بھری پڑی ہے تم یوں کرو کہ اس بندے کی قبر پر کھڑے ہو کر تسبیح و تہلیل اور تکبیر بیان کرو اور قیامت تک اسی میں مصروف رہو اور اس کا ثواب اس بندۂ مومن کے نامہ اعمال میں لکھتے رہو۔

توشۂ اعمال اپنے ساتھ لے جاؤ اجی
کون پیچھے قبر میں بھیجے گا سوچو تو سہی

(شعب الایمان، ج 7 ص 184، شرح الصدور، ص 126)

بعد مرنے کے تمہیں اپنا پرایا بھول جائے
فاتحہ کو قبر پر کوئی آئے یا نہ آئے

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ معراج کی رات جب میں

سدرۃ المنتہیٰ پہنچا تو مجھے نور نے ہر طرف سے اپنے اندر لے لیا اور جبریل مجھ سے جدا ہو گئے میں نے کہا اے جبریل مجھے ایسے حال میں چھوڑ رہے ہو جبکہ مجھے تمہاری ضرورت ہے۔ عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ مقام قاب قوسین پر فائز ہونے والے ہیں جہاں کسی مقرب فرشتے اور رسول کی رسائی نہیں اتنے میں ایک فرشتے نے کہا اللہ تعالیٰ اپنی تسبیح بیان فرما رہا ہے میں نے سنا خدا فرما رہا ہے۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ مَااَعْظَمَ اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو یہ تسبیح پڑھے اس کو کیا ملے گا۔ فرمایا اے ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) اس کی روح قبض نہ ہوگی جب تک وہ اپنا جنتی ٹھکانا نہ دیکھ لے اور فرشتے زمین وآسمان کے درمیان صف بستہ اس پر درود بھیجتے ہیں اور ہر چیز تمام عمر اس کی مغفرت کے لئے دعا کرتی ہے۔

فَاِذَا مَاتَ وَكَّلَ اللّٰہُ بِقَبْرِہٖ سَبْعِیْنَ اَلْفَ مَلَکٍ یُسَبِّحُوْنَ اللّٰہَ وَیُعَظِّمُوْنَ اللّٰہَ وَیُھَلِّلُوْنَ اللّٰہَ وَیُکَبِّرُوْنَ اللّٰہَ کُلَّمَا فَعَلُوْا مِنْ ذَالِکَ شَیْئًا کَانَ لَہٗ فِیْ صَحِیْفَتِہٖ فَاِذَا خَرَجَ مِنْ قَبْرٍ خَرَجَ آمِنًا مُطْمِئِنًّا لَا یَحْزُنُہٗ الْفَزَعُ الْاَکْبَرُ ○ (تاریخ بغداد ج 5 ص 13)

جب وہ مر جائے گا اللہ تعالیٰ اس کی قبر پر ستر ہزار فرشتے مقرر کر دے گا جو خدا کی تسبیح پڑھیں گے اور لا الہ الا اللہ کا ذکر کریں گے تکبیر کہیں گے اور اس کا ثواب صاحب قبر کے نامہ اعمال میں لکھیں گے جب وہ اپنی قبر سے نکلے گا تو امن میں ہوگا اسے اطمینان ہوگا اور اس کو فزع اکبر کا غم نہ ہوگا۔

دعا:

حدیث میں آیا ہے۔ اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ۔ (ابوداؤد شریف)

دعا عبادت ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ ۔ دعا عبادت کا مغز ہے۔

خدا فرماتا ہے۔ وَالَّذِيْنَ جَآؤُا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ۔

وہ جو ان کے بعد آئے وہ یوں دعا کرتے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو بھی بخش دے جو ہم سے پہلے باایمان گزر چکے ہیں۔

اس آیۂ کریمہ میں خدا تعالیٰ مسلمانوں کے اس مبارک فعل کو بطور استحسان وتعریف کے بیان فرمارہا ہے کہ بعد میں آنے والے مسلمان جہاں اپنے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں وہاں اپنے مسلمان بھائیوں کے لئے بھی دعا مغفرت کرتے ہیں جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں۔ جب ثابت ہو چکا کہ دعا عبادت بلکہ عبادت کا مغز ہے تو معلوم ہوا کہ زندوں کی عبادت سے مردوں کو فائدہ پہنچتا ہے یہ نہ مانا جائے تو پھر مسلمانوں کا اپنے وفات یافتہ بھائیوں کے لئے دعائے مغفرت کرنا فضول اور لغو قرار پائے گا اور پھر یہ کہنا پڑے گا کہ قرآن معاذ اللہ فضول کاموں کو بطور تعریف بیان کرتا ہے۔ ثابت ہوا کہ زندہ مسلمانوں کا مردہ مسلمانوں کے لئے دعائے مغفرت مردوں کی مغفرت اور رفع درجات کا موجب ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا ذکر بھی کیا ہے خدا فرماتا ہے۔

رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ ○

اے ہمارے پروردگار مجھے میرے والدین کو اور مومنوں کو بخش دے جس دن حساب قائم ہوگا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دعا یعنی عبادت سے اپنے والدین اور مومنوں کو فائدہ پہنچایا۔

حدیث: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مردہ کی حالت قبر میں ڈوبتے ہوئے فریاد کرنے والے کی طرح ہوتی ہے۔ وہ انتظار کرتا ہے کہ اس کے باپ یا ماں یا بھائی یا دوست کی طرف اس کو دعا پہنچے اور جب کسی کی دعا پہنچتی ہے تو وہ دعا کا پہنچنا اس کو دنیا ومافیھا سے محبوب ہوتا ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ اہل زمین کی دعا سے اہل قبور کو پہاڑوں کی مثل اجر وثواب عطا فرماتا ہے اور بے شک زندوں کا تحفہ مردوں کی طرف یہی ہے کہ ان کے لئے مغفرت کی دعا کی جائے۔ (مشکوٰۃ ص 559)

حضرت بشار بن غالب فرماتے ہیں کہ میں رابعہ کے لئے بہت دعائیں کیا کرتا تھا ایک دن میں نے ان کو خواب میں دیکھا انہوں نے کہا اے بشار تمہارے (دعاؤں کے) تحفے نور کے طبق میں رکھ ریشمی رومالوں سے ڈھکے ہوئے ہمارے پاس لائے جاتے ہیں میں نے کہا وہ کیسے رابعہ نے کہا جب زندہ مومنین مردوں کے لئے دعا مانگتے ہیں تو وہ قبول ہوتی ہے اور اسے نور کے طبق میں رکھ کر اوپر سے ریشمی رومال سے ڈھانپ دیا جاتا ہے اور مردہ سے کہا جاتا ہے یہ فلاں کی طرف سے تمہارے لئے تحفہ ہے۔ (شعب الایمان ج 7 ص 17)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

مَامِنْ رَجُلٍ مُسْلِمٍ یَمُوْتُ فَیَقُوْمُ عَلٰی جَنَازَتِهٖ اَرْبَعُوْنَ رَجُلًا لَایُشْرِكُوْنَ بِاللّٰهِ شَیْئًا اِلَّا شَفَّعَهُمُ اللّٰهُ فِیْهِ۔ (شعب الایمان ج 7 ص 5)

جب کوئی مسلمان آدمی فوت ہو جاتا اور ایسے چالیس آدمی اس کی نماز جنازہ پڑھتے ہیں جو شرک نہیں کرتے اللہ ان کی شفاعت اس کے حق میں قبول فرما لیتا ہے۔

نماز جنازہ مغفرت کی دعا ہے جب جنازہ پڑھنے والے اس میت کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں تو ان کی دعا کا فائدہ مرنے والے کو یہ ہوتا ہے کہ اس کی مغفرت ہو جاتی ہے۔

ہم اولیاء کرام کے عرسوں پر جا کر ان مقبولان بارگاہ الٰہی کے لئے دعا کرتے ہیں اور خدا کے صالح بندے کے لئے دعا ترقی درجات کا موجب بنتی ہے اور وہ خوش ہو جاتے ہیں نیز یہ اولیاء کرام خدا کے محبوب ہوتے ہیں۔ حدیث قدسی ہے۔ وَمَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اَحْبَبْتُهٗ۔ میرا بندہ بذریعہ نوافل میرا تقرب حاصل کر کے میرا محبوب بن جاتا ہے اور خدا کی رضا و خوشی ولی کامل کی رضا مندی اور خوشی میں مضمر ہے دلیل سنئے۔

صحابہ کرام اپنے ہدیے اور تحفے بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پیش کرنے کے لئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی باری کا انتظار کرتے جب ان کے ہاں تشریف لے جاتے تو سبھی اپنے ہدیے اور تحفے بھیجتے۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے عمر کے اس حصے میں ازدواجی تعلقات کی خواہش نہیں صرف یہ چاہتی ہوں کہ

قیامت کے روز آپ کی زوجہ کی حیثیت سے میرا حشر ہو میں اپنی باری حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دے دیتی ہوں۔ حضرات صحابہ اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی غرض یہ تھی کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا خوش ہو جائیں گی تو اللہ کا رسول خوش ہو جائے گا اولیاء کرام کے لئے ہماری دعا کی غرض بھی یہ ہوتی ہے یہ محبوبانِ بارگاہ خداوندی خوش ہو جائیں گے تو خدا تعالیٰ ہم سے راضی اور خوش ہو جائے گا۔

تہلیل:

ایک بزرگ حاجی حبیب صاحب جو سفر و حضر میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ رہتے تھے فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اجمیر میں آپ کی خدمت میں حاضر تھا میں نے ستر ہزار مرتبہ کلمہ شریف پڑھا اور آپ کی ملک میں دیا کہ اس کا ثواب آپ کی ملک میں دیتا ہوں آپ نے فوراً دعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے اور دعا مانگی دوسرے روز فرمایا کہ جس وقت میں نے دعا مانگی اس کلمہ کے ثواب کو لینے کے لئے اتنے فرشتے آئے کہ پاؤں رکھنے کو جگہ نہ تھی اور اس ختم نے مجھے بڑی مدد دی پھر آپ نے فرمایا ہزار دانے کی ایک تسبیح تیار کی جائے پھر آپ اس تسبیح سے کلمہ طیبہ پڑھا کرتے اور جمعرات ایک ہزار مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف پڑھتے تمام مریدین کی موجودگی میں آپ نماز تہجد کے بعد پانچ سو مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھا کرتے اور اپنی وفات یافتہ اولاد یعنی محمد عیسیٰ، محمد فرخ اور ام کلثوم کی روحوں کو اس کا ثواب ایصال کیا کرتے اور اب یہ حال ہو گیا کہ تہجد کے وقت محمد عیسیٰ کی روح آتی ہے اور مجھے بیدار کرتی ہے اور بعد ازاں جا کر محمد فرخ اور اپنی بہن ام کلثوم کو بلا کر لاتی ہے کہ والد صاحب بیدار ہو

چکے ہیں میں وضو کر کے نماز تہجد پڑھتا ہوں اور کلمہ شریف کا ختم شریف پڑھتا ہوں۔ وہ تینوں کی روحیں میرے ارد گرد بیٹھ جاتی ہیں اور کلمہ کا ثواب میں ان کو بخش دیتا ہوں تو وہ چلی جاتی ہیں۔ (حضرات القدس، ص 95)

ایک جگہ مکتوبات شریف میں آپ فرماتے ہیں۔

یاور اور دوستوں سے کہہ دیں کہ ستر ہزار مرتبہ کلمہ لا الہ الا اللہ مرجوی خواجہ محمد صادق کی روحانیت کے لئے اور ستر ہزار مرتبہ ان کی ہمشیرہ ام کلثوم کی روحانیت کے پڑھیں اور ستر ہزار کلمہ کا ثواب ایک کے لئے اور ستر ہزار کلمہ کا ثواب دوسرے کے لئے اور دوستوں سے فاتحہ اور دعا کی التماس ہے۔

(مکتوبات شریف)

شیخ ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اَنَّهٗ بَلَغَنِیْ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اَنَّ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ سَبْعِیْنَ اَلْفًا غُفِرَلَهٗ وَمَنْ قِیْلَ لَهٗ غُفِرَلَهٗ.

مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث پہنچی ہے کہ جو آدمی ستر ہزار مرتبہ کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھے اس کو بخش دیا جاتا ہے اور جس کے لئے پڑھا اس کی بھی مغفرت ہو جاتی ہے۔ فرماتے ہیں میں نے اتنی تعداد میں کلمہ پڑھا ہوا تھا ایک دعوت میں اپنے احباب کے ساتھ حاضر ہوا ان میں ایک نوجوان تھا جو اپنے کشف کی وجہ سے مشہور تھا کھانا کھانے کے دوران اس پر گریہ طاری ہوا میں نے اس کا سبب دریافت کیا کہنے لگا میں اپنی ماں کو عذاب میں دیکھ رہا ہوں میں نے ذکر کردہ کلمہ کا ثواب دل ہی دل میں اس کی والدہ کی روح کو پہنچا دیا پس وہ نوجوان ہنسنے لگا یا کہنے لگا اب دیکھ رہا ہوں کہ وہ جنت میں ہے شیخ ابن عربی فرماتے ہیں حدیث کی صحت اس کے کشف کی صحت سے معلوم ہو گئی اور اس کے

کشف کی صحت حدیث کی صحت سے معلوم ہوگئی۔ (مشکوٰۃ ج 3 ص 98)

مولوی قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند نے لکھا ہے کہ:

حضرت جنید کے کسی مرید کا رنگ متغیر ہو گیا آپ نے سبب پوچھا تو بروئے مکاشفہ اس نے کہا کہ میں اپنی ماں کو دوزخ میں دیکھ رہا ہوں۔ حضرت جنید نے ایک لاکھ پانچ ہزار مرتبہ کلمہ پڑھا تھا۔ یوں سمجھ کر کہ بعض روایتوں میں اس قدر کلمہ کے ثواب پر وعدہ مغفرت ہے اپنے جی ہی جی میں اس مرید کی ماں کو بخش دیا اور اس کی اطلاع نہ کی مگر بخشتے ہی کیا دیکھتے ہیں کہ وہ نوجوان ہشاش بشاش ہے آپ نے پھر سبب پوچھا اس نے عرض کی کہ اب اپنی والدہ کو جنت میں دیکھتا ہوں سو آپ نے اس پر فرمایا کہ اس جوان کے کشف کی صحت مجھ کو حدیث سے معلوم ہوئی اور حدیث کی تصحیح اس کے مکاشفہ سے۔ (تحذیر الناس، ص 28)

مولوی اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے۔

مولوی محمد قاسم فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جب میں گنگوہ حاضر ہوا تو حضرت کی سہ دری میں ایک کورہ بدھنا رکھا ہوا تھا میں نے اس کو اُٹھا کر کنوئیں سے پانی کھینچا اور اس میں بھر کر پیا تو پانی کڑوا پایا ظہر کی نماز کے وقت حضرت کو ملا اور یہ قصہ بیان کیا آپ نے فرمایا کنوئیں کا پانی تو کڑوہ نہیں میٹھا ہے میں نے وہ کورا بدھنا پیش کیا حضرت نے بھی پانی چکھا تو بدستور تلخ تھا آپ نے فرمایا اچھا اس کو رکھ دو نماز ظہر کے بعد حضرت نے سب نمازیوں سے فرمایا کلمہ طیبہ جس قدر ہو سکے پڑھو اور حضرت نے بھی پڑھنا شروع کیا بعد میں حضرت نے دعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے اور نہایت خشوع و خضوع سے دعا مانگ کر ہاتھ منہ پر پھیر لئے اس کے بعد بدھنا اُٹھا کر پانی پیا تو وہ شیریں تھا۔ اس وقت مسجد میں بھی جتنے نمازی تھے سب نے چکھا تو کسی قسم کی تلخی نہ تھی بعد میں حضرت نے فرمایا اس بدھنے کی

مٹی اس کی قبر کی ہے جس پر عذاب ہو رہا تھا۔ الحمد للہ کلمہ کی برکت سے عذاب رفع ہو گیا۔ (حکایات اولیاء، ص 357)

اس واقعہ پر تبصرہ ملاحظہ کیجئے۔

مولوی رشید احمد گنگوہی کے انکشاف سے پتہ چلا کہ بدھنا اس قبر کی مٹی سے بنایا گیا تھا جس کو عذاب ہو رہا تھا۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ مولوی صاحب کو کیسے پتہ چلا کہ قبر کو عذاب ہو رہا تھا ان کے پاس کونسی دور بین تھی جس سے انہوں نے قبر کے اندر کے حالات معلوم کر لئے اگر کہا جائے کہ ان کو علم غیب حاصل ہو گیا تو یہ ان کے عقیدے کے خلاف کیونکہ یہی مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''پس اثبات علم غیب غیر حق تعالیٰ کو شرک صریح ہے''۔

(فتاویٰ رشیدیہ، ص 333)

اگر ان کے لئے علم غیب کا قول کیا جائے تو یہ شرک ہو جائے گا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ قبر کے اندر کے حالات کا معلوم ہونا ایک ایسا امر ہے جس کا تعلق امور غیبیہ سے ہے گویا مولوی رشید احمد کا یہ کہنا کہ اس قبر کو عذاب ہو رہا تھا اپنی غیب دانی کا ایک خاموش دعویٰ ہے جو انہی کے فتوے سے شرک ہے لہٰذا مولوی صاحب اپنے ہی فتوے سے مشرک ہو گئے۔

''اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے''

اب تک کی کلمہ طیبہ کی بحث سے پتہ چلا کہ اگر کلمہ طیبہ پڑھ کر اس کا ثواب کسی وفات یافتہ کی روح کو بخشا جائے تو وہ پہنچتا بھی ہے اور اس کا فائدہ بھی ہوتا ہے۔

ہور دوا نہ دلدی کاری کلمہ دلدی کاری ھُو
کلمہ دور زنگار کریندا کلمے میل اتاری ھُو

کلمہ ہیرے لال جواہر کلمہ ہٹ پساری ہُو
ایتھے اوتھے دویں جہانی کلمہ دولت ساری ہُو

استغفار:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وہ فرشتے جو عرش کو اُٹھانے والے ہیں اور اس کے اردگرد ہیں وہ تسبیح وتحمید کے ساتھ ساتھ: وَیَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ آمَنُوْا۔ مومنوں کے لئے دعائے بخشش کرتے ہیں۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے ساتھ مومنوں کی مغفرت کی دعائیں بھی کرتے ہیں مقام غور ہے کہ دعائے بخشس مانگنے والے فرشتے ہیں اور اس کا فائدہ مومنوں کو پہنچے گا۔ اگر مسلمانوں کو فائدہ نہ ہوتا ہو تو فرشتوں کی دعا بیکار ہو گی حالانکہ فرشتوں کا کوئی کام بیکار نہیں ہوتا ثابت ہوا کہ ایک کی عبادت کا فائدہ دوسرے کو پہنچ سکتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ جنت میں اپنے نیک بندے کا درجہ بلند فرما دیتا ہے وہ عرض کرتا ہے اے میرے رب میرا درجہ کیسے بلند ہو گیا خدا فرماتا ہے۔ بِاسْتِغْفَارِ وَلَدِکَ تیرے بیٹے نے تری مغفرت کی دعا مانگی ہے۔ (مشکوٰۃ ص 256)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

میری امت، امت مرحومہ ہے وہ قبروں میں گناہوں کے ساتھ داخل ہو گی اور جب قبروں سے نکلے گی اس پر کوئی گناہ نہ ہو گا۔ اللہ تعالیٰ مومنوں کے استغفار کی وجہ سے اس کو گناہوں سے پاک وصاف کر دے گا۔

(طبرانی اوسط، ج 2 ص 523)

حضرت عثمان سودہ کی والدہ بڑی عابدہ تھی یہاں تک کہ لوگ اس کو راہبہ کہہ کر پکارتے تھے۔ حضرت عثمان فرماتے ہیں جب ان کی موت کا وقت آیا تو اس نے آسمان کی طرف سر اٹھایا اور کہا اے وہ ذات کہ تو میرا ذخیرہ ہے موت وحیات میں میرا سہارا تو ہے موت کے وقت مجھے رسوا نہ کرنا اور قبر کی وحشت سے محفوظ فرمانا پھر ان کا انتقال ہو گیا میں ہر جمعہ ان کے لئے استغفار کرتا اور تمام اہل قبور کے لئے بھی دعا مانگتا۔ حضرت عثمان فرماتے ہیں میں نے ان کو خواب میں دیکھا میں نے عرض کی اے ماں آپ کیسی ہیں کہنے لگی اے بیٹا موت بہت سخت ہے لیکن الحمد للہ میں عالم برزخ میں اچھی حالت میں ہوں میرے نیچے پھولوں کی سیج ہے اور سندس اور استبرق کا قیامت تک مجھے تکیہ ملا ہوا ہے۔ فرماتے ہیں میں نے عرض کی آپ کو کوئی حاجت ہے اس نے کہا ہاں میں نے عرض کی وہ کیا حاجت ہے فرمایا ہماری زیارت اور ہمارے لئے استغفار نہ چھوڑنا تو جمعہ کے دن آتا ہے تو مجھے تجھ سے انس حاصل ہوتا ہے اور جب تو آتا ہے تو ہم تمام اہل قبور تیرے آنے سے خوش ہوتے ہیں۔ (شعب الایمان ج 6 ص 203)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ قَرَءَ سُوْرَةَ الْحَشْرِ لَمْ يَبْقَ شَيْءٌ مِنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ وَالْعَرْشِ وَالْكُرْسِيِّ وَالسَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْهَوَامِ وَالرِّيْحِ وَالسَّحَابِ وَالطَّيْرِ وَالدَّوَابِّ وَالشَّجَرِ وَالْجِبَالِ وَالشَّمْسِ وَالْقَمَرِ وَالْمَلَائِكَةِ اَلَّا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَاسْتَغْفَرُوْا لَهُ فَاِنْ مَّاتَ مِنْ يَّوْمِهِ اَوْلَيْلَتِهِ مَاتَ شَهِيْدًا۔

جو شخص سورہ حشر پڑھتا ہے اس کے لئے جنت و دوزخ عرش و کرسی زمین و آسمان حشرات الارض اور ہوا بادل اور پرندے چوپائے درخت پہاڑ

آفتاب و مہتاب اور فرشتے سارے کے سارے خدا سے اس بندے کے لئے رحمت اور مغفرت کی دعا کرتے ہیں اگر وہ بندہ اس دن یا رات فوت ہو جائے تو شہید ہے۔ (تفسیر قرطبی ج 18 ص 1)

خدا تعالیٰ متذکرہ ساری مخلوق کو سورہ حشر پڑھنے والے کے لئے استغفار کا حکم دیتا ہے اگر قاری سورت کو اس استغفار کا فائدہ نہیں ہوتا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا کا حکم کرنا بیکار اور لغو ہے حالانکہ خدا تعالیٰ کا کوئی فعل لغو نہیں قرار پا سکتا نتیجہ یہ نکلا کہ ایک مخلوق دوسری مخلوق کے لئے استغفار کرے تو فائدہ ضرور ہوتا ہے۔

نماز:

ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کیا کرتا تھا جبکہ وہ زندہ تھے اب ان کی وفات کے بعد میں ان کے ساتھ نیکی کیسے کروں۔ آپ نے فرمایا۔

اِنَّ مِنَ الْبِرِّ اِنْ تُصَلِّیْ لَھُمَا مَعَ صَلٰوتِکَ وَاَنْ تَصُوْمَ لَھُمَا مَعَ صِیَامِکَ ۝ (شرح الصدور ص 122)

اب تیرا ان کے ساتھ نیکی کرنا یہ ہے کہ تو اپنی نماز کے ساتھ ان کے لئے بھی (نفلی) نماز پڑھ اور اپنے روزوں کے ساتھ ان کے لئے بھی (نفلی) روزے رکھ۔

حضرت صالح بن درہم فرماتے ہیں کہ ہم حج کے واسطے مکہ مکرمہ پہنچے تو وہاں ہمیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ملے اور فرمایا تمہارے بصرہ کے قریب ایک بستی ہے جس کا نام اُبلّہ ہے اس میں ایک مسجد عشار ہے لہٰذا تم میں سے کون

میرے ساتھ وعدہ کرتا ہے کہ اس مسجد میں میرے لئے دو یا چار رکعتیں پڑھے۔
وَيَقُوْلُ هٰذِهٖ لِاَبِیْ هُرَيْرَةَ۔ (مشکوٰۃ ص 468)
اور کہے یہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے لئے ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مسجد عشار سے شہداء کو اُٹھائے گا جو شہدائے بدر کے ساتھ ہوں گے۔

اس حدیث میں غور فرمایئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک جلیل القدر صحابی فرمارہے ہیں کہ میرے لئے نماز پڑھنا اور یوں کہنا یہ نماز ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے لئے ہے یعنی اس کا ثواب ابو ہریرہ کے لئے ہے جس سے معلوم ہوا کہ بدنی عبادت کا ثواب دوسرے کو پہنچایا جا سکتا ہے۔

حضرت مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ میں جمعرات کو قبرستان گیا میں نے دیکھا وہاں نور چمک رہا ہے میں نے خیال کیا اللہ تعالیٰ نے قبرستان والوں کو بخش دیا ہے۔ غیب سے آواز آئی اے مالک بن دینار یہ مسلمانوں کا تحفہ ہے جو انہوں نے قبروں والوں کو بھیجا ہے میں نے کہا تمہیں خدا کی قسم مجھے بتاؤ مسلمانوں نے کیا تحفہ بھیجا ہے اس نے کہا ایک مومن مرد نے اس رات اس قبرستان میں قیام کیا اس نے وضو کر کے دو رکعتیں پڑھیں ان دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے بعد پہلی رکعت میں قُلْ يَاۤاَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ دوسری رکعت میں قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ پڑھا اور کہا اے اللہ ان دو رکعتوں کا ثواب میں نے ان تمام اہل قبور کو بخشا پس اس کی وجہ سے اللہ نے ہم پر نور بھیجا ہے اور ہماری قبروں میں کشادگی اور فرحت پیدا ہوئی ہے حضرت مالک بن دینار فرماتے ہیں اس کے بعد میں ہمیشہ دو رکعتیں پڑھ کر ہر جمعرات مومنین کو ایصال ثواب کرتا ایک رات میں نے نبی کریم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا فرمایا اے مالک بن دینار جتنی مرتبہ تو نے میری امت کو نور کا ہدیہ بھیجا ہے اتنا ہی اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے ثواب کیا ہے نیز اللہ نے تیرے لئے جنت میں ایک مکان بنایا ہے جس کا نام منیف ہے میں نے عرض کی منیف کیا ہے فرمایا جس پر اہل جنت جھانکیں۔

(شرح الصدور، ص 121)

روزہ:

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک عورت آئی اس نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری ماں مرگئی ہے اور ایک ماہ کے روزے اس کے ذمے تھے کیا میں اس کی طرف سے روزے رکھوں فرمایا ہاں تو اس کی طرف سے روزے رکھ۔ (مسلم شریف کتاب الوصایا)

ایک روایت میں ہے۔

مَنْ مَّاتَ وَعَلَیْہِ صِیَامٌ صَامَ عَنْہُ وَلِیُّہٗ۔ (مسلم شریف)

جو اس حال میں مرجائے کہ اس کے ذمے روزے ہوں تو اس کا وارث اس کی طرف سے روزے رکھے جب وارث اس کی طرف سے روزے رکھے گا تو اس کو بھی ثواب ملے گا اور جس کے ذمے روزے تھے وہ بھی اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جائے گا۔

درود شریف:

ایک عورت حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی حضرت میری لڑکی فوت ہوگئی اور میں اسے خواب میں دیکھنا چاہتی

ہوں۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا چار رکعتیں اس طرح پڑھو کہ ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد سورہ اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ ایک مرتبہ پڑھو اور یہ عمل نماز عشاء کے بعد کرنا ہے پھر سونے کے لئے لیٹ جاؤ اور درود پڑھو حتیٰ کہ نیند آ جائے اس نے ایسا ہی کیا اور خواب میں دیکھا کہ اس لڑکی کو عذاب ہو رہا ہے اور اس پر تارکول کا لباس ہے اس کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں اور پاؤں میں آگ کی زنجیریں ہیں صبح کو اس نے واقعہ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کو سنایا اور انہوں نے فرمایا اس کی طرف سے صدقہ دو شاید خدا تعالیٰ اس کو معاف فرما دے۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ رات کو سوئے اور خواب دیکھا کہ آپ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ میں ہیں ایک تخت بچھا ہوا دیکھا اور اس پر ایک حسین و جمیل لڑکی جلوہ فرما ہے اس کے سر پر نور کا تاج ہے اس نے کہا اے حسن مجھے پہچانتے ہو آپ نے فرمایا نہیں اس نے کہا میں وہی لڑکی ہوں جس کی ماں کو آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھنے کا حکم دیا آپ نے فرمایا تیری ماں نے تیری حالت کچھ اور بیان کی تھی اس نے کہا ہاں ٹھیک ہے آپ نے پوچھا اب یہ مقام تجھے کیسے ملا عرض کی ہم اس قبرستان میں ستر ہزار نفوس عذاب میں مبتلا تھے جیسے کہ میری والدہ نے آپ سے بیان کیا ایک صالح آدمی ہمارے قبرستان سے گزرا اور اس نے ایک مرتبہ درود شریف پڑھا اس کا ثواب ہمیں پہنچایا خدا نے اس کے اس عمل کو قبول فرمایا اور خدا نے ہمیں عذاب سے نجات دی اس صالح مرد کی برکت سے اور اس کے نتیجے میں خدا نے مجھے یہ مقام دیا۔

(القول البدیع ص 131)

مالی عبادت:

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا انتقال ہو گیا تو انہوں نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اس کو نفع پہنچے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں پہنچے گا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا تو پھر میرا باغ اس کی طرف سے صدقہ ہے۔ (بخاری شریف)

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری ماں مرگئی ہے تو کونسا صدقہ افضل ہے۔ فرمایا پانی تو حضرت نے ایک کنواں کھدوا دیا اور کہا ھٰذِہٖ لِاُمِّ سَعْدٍ سعد کی ماں کے لئے ہے۔

اس حدیث پر ذرا غور کریں کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا ھٰذِہٖ لِاُمِّ سَعْدٍ یہ کنواں سعد کی ماں کے لئے ہے یعنی ان کی روح کو ثواب پہنچانے کی غرض سے کنواں کھدوایا گیا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ جس کی روح کو ثواب پہنچانے کی خاطر کوئی صدقہ و خیرات کیا جائے اگر اس صدقے و خیرات پر مجازی طور پر اس کا نام لے دیا جائے تو جائز ہے نام لینے سے وہ صدقہ حرام نہیں ہو جاتا ورنہ تو یہ کہنا پڑے گا کہ اس کنویں کا پانی حرام تھا حالانکہ اس کا پانی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام تابعین اور تبع تابعین نے پیا معاذ اللہ کوئی مسلمان تو ایسا تصور بھی نہیں کر سکتا لہٰذا غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ کی گیارہویں وغیرہ کا کھانا بھی حرام نہیں بلکہ جائز ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب کوئی شخص مرجاتا ہے تو اس کے مرجانے کے بعد اس کے گھر والے اس کے لئے صدقہ و خیرات کرتے ہیں تو جبریل اس صدقہ و خیرات کو ایک نورانی

طبق میں رکھ کر مرنے والے کی قبر پر لے جاتے ہیں اور کہتے ہیں اے گہری قبر والے یہ ہدیہ وتحفہ تیرے گھر والوں نے تجھے بھیجا ہے پس وہ قبر والا اس کو دیکھ کر بہت خوش ہوتا ہے اور (دوسروں کو) خوشخبری دیتا ہے اس کے ہمسایے جن کے گھر والے نے ان کوکوئی ہدیہ نہیں بھیجا وہ غمگین ہوتے ہیں۔

(مجمع الزوائد ج 3 ص 139)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ دو قربانیاں کیا کرتے تھے۔ پوچھا گیا آپ دو قربانیاں کیوں کرتے ہیں فرمایا:

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اَوْصَانِیَ اَنْ اُضَحّٰی عَنْہُ فَاَنَا اُضَحّٰی عَنْہُ.

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے وصیت فرمائی تھی کہ میں ایک قربانی ان کی طرف سے کروں لہٰذا ایک قربانی ان کی طرف سے کرتا ہوں۔

حضرت فقیہ ابواللیث نے لکھا ہے۔

ایک صالح مرد جمعہ کی رات مسجد کی طرف جا رہا تھا تا کہ نماز فجر ادا کرے اس کا گزر ایک قبرستان سے ہوا سوچا چلو طلوع فجر تک اس قبرستان میں قیام کریں پس قبرستان میں داخل ہو کر دو رکعتیں پڑھیں پھر ایک قبر کے ساتھ ٹیک لگائی تو نیند آ گئی خواب میں دیکھا کہ تمام اہل قبور اپنی قبروں سے باہر نکلے اور حلقہ باندھ کر باہم گفتگو کرنے لگے مگر ایک جوان جس کے کپڑے میلے کچیلے تھے ان سے الگ ہو کر بیٹھ گیا اور وہ غمزدہ تھا تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ ہر اہل قبر کے لئے ایک طبق رومال سے ڈھکا ہوا آیا اور وہ طبق لے کر اپنی قبر میں داخل ہو گیا باقی صرف وہ جوان رہ گیا اس کے لئے کچھ نہ آیا وہ غمگین ہو کر قبر میں جانے کے لئے اُٹھا صالح مرد فرماتے ہیں میں نے اس سے پوچھا تو کیوں غمگین ہے اور

یہ میں کیسا منظر دیکھا ہے اس نے جواب دیا اے صالح مرد کیا تو نے طبق دیکھے ہیں۔ انہوں نے کہا ہاں لیکن یہ کہا ہیں کیا زندوں کی طرف سے مردوں کا تحفہ ہے جب وہ زندہ لوگ اپنے مرنے والوں کی طرف سے صدقہ کرتے ہیں یا ان کے لئے دعا کرتے ہیں تو یہ جمعہ کی رات ان مرنے والوں کے پاس آتے ہیں اور میں اہل سند سے ایک آدمی ہوں میری والدہ حج کے لئے آئی جب ہم بصرہ پہنچے تو میری وفات ہوگئی اور میرے بعد میری ماں نے دوسری شادی کر لی اور اپنے خاوند سے میرا ذکر نہیں کیا اس نے دنیا کی طرف رغبت کی اور مجھے کبھی ایصال ثواب سے یاد نہیں کیا اس وجہ سے میں غمگین ہوں۔ صالح مرد نے اس سے پوچھا اس تیری والدہ کا پتہ کیا ہے تا کہ میں اس کے پاس جاؤں اس نے بتایا تو صالح مرد اس عورت کے ہاں پہنچا اور اس عورت سے کہا میں چاہتا ہوں کہ تیرے اور میرے کلام کو کوئی نہ سنے میں اس کے قریب ہوا درمیان میں پردہ کر لیا صالح فرماتے ہیں میں نے اس سے پوچھا کیا تیرا کوئی لڑکا بھی تھا اس نے کہا نہیں پھر پوچھا تیرا کوئی لڑکا تھا پھر اس کا سانس پھولنے لگا اور کہا ہاں میرا ایک لڑکا تھا جو فوت ہوگیا میں نے سارا واقعہ بیان کر دیا وہ روئی یہاں تک کہ اس کے آنسو اس کے رخسار پر بہنے لگے اور کہا اے صالح وہ میرا بچہ تھا پھر اس نے ایک ہزار درہم مجھے دیئے اور کہا یہ میرے بچے کی طرف سے صدقہ دے دیں۔

حضرت صالح مرد فرماتے ہیں میں نے جا کر وہ درہم بطور صدقہ دے دیئے پھر جب دوسرا جمعہ آیا تو میں نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے چلا اور پھر قبرستان میں آ کر دو رکعتیں پڑھیں اور ایک قبر کا سہارا لیا کچھ اونگھ آئی میں نے دیکھا اہل قبور قبروں سے باہر آئے اس نوجوان کے کپڑے سفید تھے اور خوش تھا پھر وہ چل کر میرے قریب آیا اور کہا اے صالح خدا تعالیٰ تمہیں میری طرف سے بہتر صلہ

دے تمہارا ارسال کردہ تحفہ مجھ تک پہنچ گیا ہے۔ (تنبیہ الغافلین، ص 143)

حضرت عبداللہ الشاعر بیان کرتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ کے زمانے میں لوگوں نے جہاد کیا ان کے سردار عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید تھے ایک مسلمان نے مال غنیمت میں سے سو دینار غبن کر لئے اور جب لشکر واپس ہو گیا اور لوگ گھروں کو چلے گئے تو اس کو ندامت نے آ گھیرا۔ اس نے یہ دینار اب امیر لشکر کے پاس پہنچائے اس نے ان کے لینے سے انکار کر دیا کہ وہ سب لوگ تو اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے جن میں یہ تقسیم کئے جا سکتے تھے اب میں تو ان کو نہیں لے سکتا۔ اب تم قیامت کے دن ان کو خدا کی بارگاہ میں پیش کر دینا اب یہ آدمی صحابہ میں سے ہر ایک سے پوچھتا رہا لیکن سب یہی کہتے رہے پھر وہ دمشق آیا اور حضرت معاویہ سے کہا آپ قبول کر لیں لیکن وہ بھی انکار کر گئے وہ وہاں سے اپنی حالت پر روتا ہوا نکلا حضرت عبداللہ بنؓ الشاعر کے قریب سے گزرا اس نے پوچھا کیوں روتا ہے اس نے سارا واقعہ کہہ سنایا کہ کوئی امیر بھی ان کو نہیں لیتا۔ عبداللہ نے کہا تم میری بات سنو گے اس نے کہا ضرور کہا تم امیر معاویہ کے پاس جاؤ اور ان سے کہا پانچواں حصہ آپ لے لیں یہ بیت المال کا حق ہے چنانچہ بیس دینار ان کے حوالے کر دو اور باقی اسی دینار ان لشکریوں کی طرف سے خیرات کر دو جو ان کے حقدار ہو سکتے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کے ناموں اور مقامات سے واقف ہے وہ انہیں اس کا ثواب پہنچا دے گا تو اس آدمی نے ایسا ہی کیا۔ امیر معاویہ نے کہا اگر میں نے اس کو ایسا فتویٰ دیا ہوتا تو یہ بات مجھے اپنی تمام مملکت سے زیادہ محبوب تھی اس نے بہت اچھی تدبیر بتائی۔ (سنن سعید بن منصور ج 2 ص 270)

مرکب عبادت:

یہ وہ عبادت ہے جس میں مال اور جسم دونوں کی شمولیت ہوتی ہے مثلاً حج یا غلام آزاد کرنا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قبیلہ جہینہ کی ایک عورت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری ماں نے حج کی نذر مانی تھی لیکن وہ بغیر حج کے مرگئی ہے کیا میں اس کی طرف سے حج کروں آپ نے فرمایا تو اس کی طرف سے حج کر۔ (بخاری شریف)

حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ حَجَّ عَنْ وَالِدَيْهِ بَعْدَ وَفَاتِهِمَا كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ عِتْقًا مِّنَ النَّارِ.

جو شخص اپنے والدین کی طرف حج کرے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جہنم سے آزادی لکھ دیتا ہے۔

اور اس کو حج کامل کا ثواب ملتا ہے اور اس کے والدین کے ثواب میں بھی کوئی کمی نہیں ہوتی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ افضل ترین صلہ رحمی میت کی طرف سے حج کرنا ہے۔ (شرح الصدور، ص 122)

حضرت ابو جعفر فرماتے ہیں۔ اِنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَانَا يُعْتِقَانِ عَنْ عَلِيٍّ بَعْدَ مَوْتِهِ۔ امام حسن و امام حسین حضرت علی کی وفات کے بعد ان کی طرف سے غلام آزاد کیا کرتے تھے۔

(شرح الصدور ج 1 ص 122)

حضرت عبدالرحمن بن عمرو انصاری کہتے ہیں میری ماں نے ایک غلام

آزاد کرنے کا ارادہ کیا اور اس کو آزاد کرنے میں تاخیر کی یہاں تک کہ وہ مرگئی میں نے قاسم بن محمد سے پوچھا اگر میں اپنی ماں کی طرف سے غلام آزاد کر دوں کیا اس سے اس کو کوئی نفع پہنچے گا۔ قاسم نے کہا سعد بن عبادہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی میری ماں مرگئی ہے اگر میں اس کی طرف کسی کو آزاد کر دوں تو اس کو کچھ نفع پہنچے گا۔ آپ نے فرمایا ہاں نفع دے گا۔ (مشکوٰۃ ج 2 ص 158)

حضرت واثلہ بن اسقع سے روایت ہے ایک مرتبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اپنے ایک ساتھی کے بارے میں حاضر ہوئے جس نے قتل کی وجہ سے اپنے اوپر جہنم کو واجب کر لیا تھا۔ آپ نے فرمایا اس کی طرف سے غلام آزاد کر دو اللہ تعالیٰ اس کے ایک عضو کے بدلے اس کا ایک ایک عضو جہنم کی آگ سے آزاد کر دے گا۔ (ابوداؤد، نسائی)

اعتراض:

منکرین ایصال ثواب کی طرف سے اعتراض کیا جاتا ہے کہ خدا فرماتا ہے۔ لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَاسَعٰی۔ انسان کو صرف اس کی کوشش کا اجر ملتا ہے یعنی ایک انسان کے عمل کا اجر دوسرے انسان کو نہیں ملتا۔

جوابات:

جواب نمبر 1۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس آیت کا حکم قرآن مجید کی اس آیت سے منسوخ ہے۔ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ ۝

اور جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی

ہم نے ان کی اولاد ان سے ملا دی۔ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ ماں باپ کی نیکیوں کے سبب اولاد جنت میں چلی جائے گی۔ یہ عمل غیر سے فائدہ ہوا۔

جواب نمبر 2.. چار ہستیوں نے مومنوں کے لئے دعا مانگی ہے یعنی اپنی دعا سے مومنوں کو فائدہ پہنچایا ہے وہ چار ہستیاں یہ ہیں۔

(ا) حضرت نوح علیہ السلام نے دعا مانگی۔

رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ.

اے میرے رب میری میرے والدین اور جو میرے گھر میں مومن ہو کر داخل ہو جائے اور مومن مردوں اور عورتوں کو بخش دے۔

(ب) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا مانگی۔

رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَالِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابِ.

اے ہمارے رب مجھے اور میرے والدین اور مومنوں کی مغفرت فرما دے جس دن حساب قائم ہو۔

(ج) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں خدا فرماتا ہے۔

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِکَ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ.

اے محبوب اپنے خاصوں اور عام مومن مردوں اور عورتوں کی مغفرت کی دعا مانگو۔

(د) فرشتوں نے دعا مانگی۔

اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَیُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَلَیَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ آمَنُوْا٥

عرش اُٹھانے والے اور جو اس کے ارد گرد فرشتے ہیں وہ اپنے رب کی

حمد کے ساتھ تسبیح پڑھتے ہیں اور اس خدا پر ایمان لاتے ہیں اور مومنوں کے لئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔

جواب نمبر 3. حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے صحابہ کرام میں تشریف فرما تھے۔ آپ مسکرائے صحابہ کرام نے اس کا سبب دریافت کیا آپ نے فرمایا مجھے تعجب ہوا اس آدمی کی حالت پر جس پر ایک اور آدمی کا حق تھا جس کا حق تھا اس نے خدا کی بارگاہ میں عرض کی میرا حق اس آدمی سے لے دے خدا نے فرمایا اس سے کہ اس کا حق ادا کر دو اس نے عرض کی یا اللہ میرے پاس تو کوئی نیکی نہیں حق والا عرض کرے گا یا اللہ میرے گناہ اس کو دے دے خدا تعالیٰ نے فرمایا اپنا سر اوپر اُٹھاؤ اور دیکھو وہ حق والا جنت کے دروازے کھلے دیکھے گا وہ اس میں موتی یاقوت اور سونے کے محل دیکھے گا اور عرض کرے گا یا اللہ یہ محل کن کے لئے ہیں خدا فرمائے جو اس کی قیمت ادا کر سکے وہ عرض کرے گا اس کی قیمت کون ادا کر سکتا ہے۔ خدا فرمائے گا اس کی قیمت تیرے پاس موجود ہے وہ عرض کرے گا وہ کیا ہے خدا فرمائے گا اپنے بھائی کو معاف کرو۔ وہ تین مرتبہ کہے گا میں نے اسے معاف کر دیا خدا فرمائے گا اس کا ہاتھ پکڑ لو وہ اس کا ہاتھ پکڑ لے گا پھر وہ دونوں داخل جنت ہو جائیں گے۔ جس پر حق تھا وہ حق والے کی معافی سے بخشا گیا۔ (تاریخ بغداد ج 9 ص 342)

عدل کریں تے تھر تھر کمبن اچیاں شاناں والے
فضل کریں تے بخشے جاون میں ورگے منہ کالے

جواب نمبر 4. خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَا اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا

كَنزَهُمَا.

ترجمہ: دیوار کا قصہ یہ ہے کہ اس شہر میں دو یتیم بچے تھے جن کا خزانہ ان کی اس دیوار کے نیچے تھا۔ ان کے باپ بڑے نیک شخص تھے تیرے رب نے چاہا کہ یہ دونوں یتیم اپنی جوانی کی عمر میں آ کر اپنا یہ خزانہ نکال لیں۔

جس خزانہ کا یہاں ذکر ہے وہ خالص سونے کی تختیاں تھیں جن پر لکھا ہوا تھا اس شخص پر جو تقدیر کا قائل ہوتے ہوئے اپنی جان کو مشقت میں ڈالتا ہے۔ تعجب ہے کہ جہنم کے عذابات کو ماننے والا ہنسی کھیل میں مشغول ہے تعجب ہے موت کا یقین رکھنے والا غفلت میں پڑا ہوا ہے اور آخر میں لکھا تھا۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

ان دونوں یتیموں کو اپنے باپ کی نیکی کا فائدہ پہنچا۔

(تفسیر ابن کثیر ج 14 ص 4)

جواب نمبر 5. فرشتے اہل زمین کی مغفرت کی دعا مانگتے ہیں یعنی فرشتوں کی دعا سے اہل زمین کو فائدہ پہنچتا ہے۔ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ۝

اور فرشتے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح پڑھتے ہیں اور زمین والوں کے لئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔

جواب نمبر 6. خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۝

جب تک آپ ان میں ہیں ان کو عذاب نہ ہوگا۔ عامۃ الناس لوگوں کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس سے یہ فائدہ پہنچا کہ وہ خدا تعالیٰ کے

عذاب سے محفوظ ہو گئے۔

جواب نمبر 7. قیامت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کا ایک گروہ ایسا ہو گا جو اپنے کبائر کی بنا پر داخل جہنم ہو چکے ہوں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے کام یوں آئیں گے۔ خدا تعالیٰ سے ان کے لئے شفاعت کی اجازت حاصل کریں گے۔ خدا تعالیٰ اجازت دے گا آپ اہل جنت کو ساتھ لے جا کر ان کو جہنم سے آزاد کرائیں گے۔ جب وہ دوزخ سے باہر آئیں گے تو ان کے جسم جل کر کوئلے کی طرح سیاہ بن چکے ہوں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کی بارگاہ میں عرض کریں گے یا اللہ ان کو جنت میں جانے کے قابل بنا دے۔ خدا تعالیٰ رضوان جنت کو حکم دے گا نہر حیات کا رُخ ان کی طرف پھیر دو پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو حکم دیں گے اس نہر میں غوطہ زن ہو جاؤ جب وہ غوطہ زن ہوں گے تو بدن جلے ہوئے ہوں گے لیکن جب غوطہ لگا کر اوپر آئیں گے تو چاند کی طرح حسین وجمیل ہوں گے اور زبان حال سے کہیں گے۔ (احسن ص 101)

نوح کو بھی موج طوفاں سے کنارہ مل گیا
حضرت موسیٰ کو بھی لطف نظارہ مل گیا
الغرض ہر ایک بے چارے کو چارہ مل گیا
ہم غریبوں کو محمد ﷺ کا سہارا مل گیا

ان گناہگاروں کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سے جنت ملے گی۔

جواب نمبر 8. امام جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے کہ:

جب مسیلمہ کذاب کے خلاف یمامہ کے مقام پر گھمسان کا رن پڑا تو مسلمانوں کے قدم ڈگمگانے لگے حضرت ثابت بن قیس اور حضرت سالم رضی اللہ عنہما نے آپس میں کہا کہ عہد رسالت میں تو ہم کفار سے اس طرح نہیں لڑا کرتے

تھے۔ دونوں نے اپنے لئے گڑھے کھود لئے اور جم کر دشمنوں کی طرف تیروں کی بوچھاڑ شروع کر دی حتیٰ کہ دونوں نے جام شہادت نوش کر لیا اس روز ثابت بن قیس نے ایک نفیس قیمتی زرع پہن رکھی تھی ایک شخص نے آپ کی وہ زرع اتاری اور جا کر چھپا دی حضرت ثابت نے ایک شخص کو خواب میں فرمایا میں تمہیں وصیت کرتا ہوں اور یہ خیال نہ کرنا کہ محض ایک خواب ہے سنو کل جب میں قتل ہو گیا تھا تو میری زرع فلاں آدمی نے اتاری تھی اس کی رہائش پڑاؤ کے آخری کنارے پر ہے اور اس کے خیمے کے قریب ایک گھوڑا چر رہا ہے جس کے پاؤں میں ایک لمبی رسی بندھی ہوئی ہے۔ اس نے میری زرع پر ایک ہنڈیا الٹی رکھی ہے اور اس کے اوپر اونٹ کا کجاوہ ہے تم صبح حضرت خالد کے پاس جاؤ اور ان سے کہو اس آدمی سے میری زرع لے لے دوسری بات یہ ہے کہ جب تم مدینہ طیبہ پہنچو تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنا ثابت پر اتنا قرض ہے وہ ادا کر دینا اور میرے فلاں فلاں غلام آزاد کر دیں جب وہ شخص بیدار ہوا تو اس نے یہ سارا واقعہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے بیان کیا انہوں نے زرع منگوالی اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان کا قرض ادا کر دیا۔

حدیث میں ہے کہ شہید کو قرض جنت میں جانے نہیں دیتا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان کا قرض ادا کر دیا اور اپنے عمل سے حضرت قیس کو فائدہ پہنچایا کہ ان کو جنت مل گئی۔

❁❁❁❁

خاموش مبلغ

پیش لفظ:

جب میں برطانیہ کے مختلف شہروں میں مذہبی اجتماعات سے خطاب کرنے کے لئے حاضر ہوا تو بعض مقامات پر احباب اہلسنت نے دریافت کیا کہ وہ کونسی وجوہات ہیں جن کی بنا پر اہل سنت و جماعت بریلوی مسلک پر چلنے والوں کی نماز دیوبندی امام کے پیچھے نہیں ہوتی؟ بنا بریں میں نے مناسب سمجھا کہ عوام اہلسنت کو ان وجوہات سے آگاہ کر دیا جائے۔

درحقیقت ہمارا کسی سے کوئی ذاتی جھگڑا نہیں، جائیداد کی تقسیم کا مسئلہ نہیں زر اور زمین کی بنا پر کوئی مخاصمت نہیں۔ بات ہے تو عظمتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جھگڑا ہے تو تحفظ مقام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا۔ جو لوگ سرور کونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غلام ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ادب و احترام کو ملحوظ رکھتے ہیں۔ اُن کے پاؤں مبارکہ کی خاک ہماری آنکھوں کا سرمہ ہے اور جو اس بے عیب ذات میں عیب جوئی کریں اُن سے ہمارا کوئی واسطہ نہیں ایسے لوگوں کو ہم اپنا امام نہیں بنا سکتے ایسے لوگوں کی چند گستاخانہ عبارات بطور نمونہ از خروارے پیش خدمت ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق بخشے۔ آمین۔

فقط

محمد صدیق ملتانی

نمبر1.

بتقضائے ظُلُمٰتٌ بَعْضُهَا فَوقَ بَعْضٍ از وسوسہ زنا خیال مجامعت زوجہ خود بہتر است وصرف ہمت بسوئے شیخ وامثال آں از معظمین گو جناب رسالت مآب باشند بچندیں مرتبہ بدتر از استغراق درصورت گاؤ خرخود است کہ خیال آں باتعظیم واجلال بسویدائے دل انسان می چسپد بخلاف گاؤ خر کہ نہ آں قدر چسپید گی می بود نہ تعظیم بلکہ مہان ومحقری بود وایں تعظیم واجلال غیر کہ درنماز ملحوظ ومقصود می شود بشرک می کشد۔ (صراط مستقیم ص 86)

ترجمہ: بعض ظلمتیں بعض ظلمتوں پر فوقیت رکھتی ہیں کہ اقتضاء کے مطابق زنا کے وسوسہ سے اپنی بی بی سے مجامعت (صحبت) کرنے کا خیال بہتر ہے اور پیر یا اس کی مثل بزرگوں کی طرف توجہ کرنا اگرچہ رسالت مآب ہوں بہت ہی زیادہ بدتر ہے اپنے بیل اور گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے اس لئے کہ ان کا خیال تعظیم و بزرگی کے ساتھ آتا ہے اور انسان کے دل سے چمٹ جاتا ہے بخلاف بیل اور گدھے کے خیال کے کہ نہ اس قدر دلچسپی ہوتی ہے نہ تعظیم بلکہ حقیر وذلیل ہوتا ہے اور یہ تعظیم واجلال غیر کہ نماز میں ملحوظ ومقصود ہوتی ہے شرک کی طرف کھینچ لے جاتی ہے۔

اس ناپاک عبارت کو غور سے پڑھیئے کہ اس میں کس قدر گستاخانہ پہلو اختیار کیا گیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خیال کو بیل، گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بدرجہا بدتر اس لئے بتایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خیال چونکہ تعظیم کے ساتھ آتا ہے اور نماز میں غیر کی تعظیم شرک کی طرف کھینچ کر لے جاتی ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مولوی اسماعیل دہلوی اور ان کے ماننے والوں کی نماز کیسے ہو گی اس لئے کہ نماز میں قرآن مجید پڑھنا فرض ہے اور اگر قرآن شریف کی ایسی آیات یا سورۃ پڑھیں گے جن میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعریف و توصیف یا اسم مبارک کا ذکر ہو گا تو آپ کا خیال ضرور آئے گا۔ خاص کر التحیات میں تو آپ پر سلام بھیجا جاتا ہے اور آپ کی رسالت کی شہادت دی جاتی ہے اور پھر آپ پر اور آپ کی آل پر درود شریف پڑھا جاتا ہے اس وقت تو آپ کا خیال ضرور آتا ہے یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آپ کو سلام کیا جائے آپ کی رسالت کی گواہی دی جائے آپ پر درود پڑھا جائے اور آپ کا خیال دل میں نہ آئے؟

اب خیال کی دو ہی صورتیں ہیں تعظیم کے ساتھ آئے گا یا تحقیر کے ساتھ اگر تعظیم کے ساتھ آئے گا تو شرک ہو جائے گا اور اگر حقارت کے ساتھ خیال آئے گا تو کفر ہو جائے گا۔ کیونکہ حضور علیہ السلام کی تحقیر یقیناً کفر ہے اب اس کفر و شرک سے بچنے کے لئے تیسری صورت یہ ہے کہ التحیات ہی نہ پڑھی جائے مگر مصیبت یہ ہے کہ اس صورت میں بھی نماز نہ ہو گی کیونکہ نماز میں التحیات پڑھنا واجب ہے اور اگر واجب کو قصداً چھوڑ دیا جائے تو نماز پوری نہیں ہوتی۔

اب بتائیے کہ ان لوگوں کی نماز کیسے درست ہو گی یعنی التحیات پڑھیں تو بھی نہیں ہوتی نہ پڑھیں تو بھی نہیں ہوتی جب ان کی اپنی نماز نہیں ہوتی تو ان کے پیچھے اہل سنت و جماعت بریلوی لوگوں کی نماز کیسے ہوسکتی ہے۔

اب ذرا صحابہ کرام رضی اللہ عنہ تعالیٰ عنہم کا عمل بھی ملاحظہ ہو!

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو نماز ظہر پڑھا رہے تھے کہ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بنی عمرو بن عوف کی طرف تشریف لے گئے واپس آئے تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ امامت کے مصلے پر کھڑے ہو کر نماز پڑھا رہے تھے پہلی رکعت تھی سرکار صفوں کو چیرتے ہوئے آگے تشریف لے گئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس صف میں پہنچتے تو صحابہ کرام تالیاں بجانا شروع کر دیتے گویا تصفیق کا سلسلہ شروع ہو جاتا حتیٰ کہ جب سرکار پہلی صف میں پہنچے تو پہلی صف میں موجود صحابہ کرام بھی تالیاں بجانے لگے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پیچھے متوجہ ہوئے تاکہ معلوم کریں یہ کیسا شور ہے تو دیکھا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لا کر پیچھے کھڑے ہو گئے ہیں تب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹنے لگے تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنی جگہ ٹھہرے رہو اور پیچھے نہ ہٹو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے باوجود حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹ گئے اور مصلّٰی خالی فرما دیا۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز پڑھائی جب نماز ختم ہوئی تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے صدیق تم نے مصلّٰی کیوں چھوڑا امامت کیوں چھوڑی، پیچھے کیوں ہٹے۔

''تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ابو قحافہ کے بیٹے کی کیا مجال کہ وہ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے کھڑے ہو کر امامت کرائے''۔ (بخاری شریف ج 1 ص 162)

اس حدیث سے پتہ چلا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ادب و احترام کی خاطر پیچھے ہٹ آئے امامت چھوڑ دی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے امامت کا مصلّٰی خالی فرما دیا اور مقتدیوں نے تالیاں بجا بجا کر اپنے امام کو خبردار کیا عین نماز کے اندر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم بجا لائی جا رہی ہے نہ نبی پاک فرماتے ہیں کہ تم نے شرک کیا

ہے کیونکہ تم نے نماز کے اندر تعظیم کی ہے یہ تم سے بُرا فعل سرزد ہوا ہے نہ صحابہ کرام کو خیال آیا کہ ہم نماز کے اندر آپ کی تعظیم کر رہے ہیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر نماز کے اندر سرکار کی طرف متوجہ ہونا گدھے اور بیل کے خیال میں مستغرق ہونے سے بُرا ہے تو پھر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیوں نہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو سمجھایا کہ نماز کے اندر غیر کی تعظیم شرک بن جاتی ہے لہٰذا ایسی تعظیم نہیں ہونی چاہیے یہ تم نے غلط کیا ہے کہ نماز میں میری تعظیم کی اور نہ ہی یہ فرمایا کہ آئندہ ایسی تعظیم نہ کرنا بلکہ یہ فرماتے ہیں کہ ''اے صحابہ! تم نے تالیاں کیوں بجائیں اگر نماز میں کسی کو ایسا معاملہ پیش آجائے تو وہ سبحان اللہ کہے جب وہ سبحان اللہ کہے گا تو لوگ اس کی طرف متوجہ ہو جائیں گے۔

اس موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے بھی نہیں ٹوکا کہ اے محبوب میں نے تمہیں اس لئے بھیجا ہے کہ تم لوگوں کو توحید سکھاؤ تم نے ان کو شرک میں مبتلا کر دیا ہے۔ نہ خدا نے ٹوکا نہ پیارے مصطفیٰ نے روکا۔ خدا و مصطفیٰ کا سکوت اور صحابہ کرام کا فعل اس بات کی دلیل ہے کہ عین نماز کی حالت میں تعظیم سے حضور علیہ السلام کا خیال شرک نہیں۔

عبارت زیر بحث میں ایک طرف سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خیال اور تصور کو رکھ کر دوسری طرف اس کے مقابلے میں گدھے اور بیل کے تصور اور خیال کو ذکر کیا گیا ہے اور ان کے درمیان موازنہ کیا گیا ہے۔ اس موازنہ اور مقابلہ کے اندر سرکار دو جہاں علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بے ادبی اور توہین نہیں ہے تو اور کیا ہے؟

اسی طرح بخاری شریف جلد اول ص 153 پر حضرت عبداللہ بن مسعود

رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ لَيْلَةً فَلَمْ يَزَلْ قَائِمًا حَتّٰى هَمَمْتُ بِاَمْرِ سَوْءٍ قُلْنَا مَاهَمَمْتَ قَالَ هَمَمْتُ اَنْ اَقْعُدَ وَاَذَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ ٥

ترجمہ: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک رات نماز تہجد باجماعت ادا کی آپ نے اتنا لمبا قیام فرمایا کہ میں نے بُرا ارادہ کر لیا حاضرین مجلس نے دریافت کیا کہ آپ نے کونسا ارادہ کیا تھا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ میں بیٹھ جاؤں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حالت قیام میں رہیں۔

علماء محدثین فرماتے ہیں کہ نماز تہجد اور دیگر نوافل باوجود قیام پر قادر ہونے کے بیٹھ کر ادا کرنے جائز ہیں تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے اس ارادے کو بُرا ارادہ کیوں قرار دیا؟

تو فرماتے ہیں کہ اس ارادہ میں بُرائی کا پہلو یہ ہے کہ بارگاہِ نبوی کا ادب و احترام ترک کرنا لازم آرہا ہے اور بظاہر مخالفت کے کہ آپ تو حالت قیامت میں ہوں اور حضرت عبداللہ حالتِ قعود میں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عین نماز کی حالت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ادب و احترام کا خیال کیا اور حالت قیام میں رہے بیٹھے نہیں۔

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز تہجد میں شامل ہو گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو دائیں جانب اپنے برابر کھڑا کر لیا مگر وہ پیچھے ہٹ گئے۔ بار بار آپ کے اپنے برابر کھڑا کرنے کے باوجود جب پیچھے ہٹتے

رہے۔ تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمہارا کیا حال ہے میں تمہیں اپنے برابر کھڑا کرتا ہوں تم فوراً پیچھے ہٹ جاتے ہو۔ تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی کس شخص کی یہ ہمت ہوسکتی ہے کہ آپ کے برابر کھڑا ہو کر نماز پڑھے۔ حالانکہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

''اے اللہ! ان کو قرآن کے اسرار و رموز کا علم دے اور دین کی سمجھ عطا کر''۔ (فتح الباری ج 1 ص 155)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے عین نماز میں سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ادب و احترام اور تعظیم کو ملحوظِ خاطر رکھا جس سے خوش ہو کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے حق میں دعائیہ کلمات ارشاد فرمائے۔ اسی دعا کا نتیجہ ہے کہ پوری امت ان کو رئیس المفسرین کے خطاب سے یاد کرتی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ نماز میں حضور علیہ السلام کی تعظیم شرک نہیں۔

مولوی عبدالغفور نے لکھا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بعض لوگوں کا فتویٰ پہنچا کہ کُتّے اور گدھے کے گذرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے اسی طرح عورت اگر آگے سے گزرے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ جب آپ نے عراق کے مفتیوں کا فتویٰ سنا تو فرمایا۔

یَآاَھْلَ الْعِرَاقِ وَالشِّقَاقِ وَالنِّفَاقِ قَدْ قَرَنْتُمُوْنَا بِالْحُمُرِ وَالْکِلَابِ ٥

ترجمہ: او عراقیو! او بدبختو! او منافقو! تم نے ہمیں کُتوں اور گدھوں سے ملا دیا ہے۔ (حاشیہ .... ہدایہ ج 1 ص 138)

یعنی جہاں تم کتوں اور گدھوں کا ذکر کرتے ہو وہاں تم عورتوں کا ذکر کرتے ہو۔ جہاں عورت کا ذکر آئے گا وہاں ازواج مطہرات کا ذکر بھی آئے گا تم اس ضمن میں گویا ازواج مطہرات کا ذکر کر کے گدھے اور کتے کے ساتھ ان کی مماثلت قائم کر رہے ہو۔ جنہوں نے عورت کے ساتھ گدھے اور کتے کا ذکر کیا تو ام المومنین نے ان کو منافق کہا تو جو لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ گدھے اور بیل کا ذکر کریں تو وہ کیوں نہ منافق ہوں گے۔ (بلکہ بدرجہ اولیٰ) اور ایسے منافقوں کے پیچھے ہم اہلِ سنت و جماعت کی نماز کیسے ہو سکتی ہے۔

نمبر2.

مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے لکھا ہے کہ:

الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہے فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔ (براہین قاطعہ ص 55)

اس عبارت میں دس کفریات ہیں ملاحظہ ہوں۔

(۱) ملک الموت کا علم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم سے زیادہ ثابت کرنا

(۲) شیطان کا علم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم سے زیادہ ثابت کرنا۔

(۳) ملک الموت کو خدا کا شریک ٹھہرانا۔

(۴) شیطان کو خدا کا شریک ٹھہرانا۔

(۵) وسعت علم میں شیطان کے شریک خداوندی ہونے کو قرآن و حدیث

سے ثابت کرنا۔

(۶) حضرت ملک الموت کے وسعتِ علم میں شریک خداوندی ہونے کو قرآن وحدیث سے ثابت کرنا۔

(۷) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم اقدس کے وسیع ماننے کو نصوص قطعیہ کے خلاف کہنا۔

(۸) سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم مبارک کو وسیع ماننے کو بلادلیل کہنا۔

(۹) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کی وسعت ماننے کو قیاس فاسدہ کا مقتضیٰ ٹھہرانا۔

(۱۰) شیطان و ملک الموت سے زیادہ حضور علیہ السلام عالم ماکان ومایکون کے علم کے وسیع ماننے کو ایمان سے بالکل خالی بتانا کہ ایمان کا کونسا حصہ ہے۔

اس عبارت پر غور فرمائیں کہ مولوی خلیل احمد نے ساری زمین کا علم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے تو شرک کہا مگر اسی شرک کو شیطان کے لئے نہایت خوشی کے ساتھ نص سے ثابت مانا۔ شیطان مردود سے ایسی خوش عقیدگی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسی سخت عداوت۔ اسی عدوات نے تو عقل کا جنازہ نکال دیا یہ بھی سمجھ نہ آیا کہ جس علم کا ثابت کرنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے شرک کا خالص ہے تو وہ شیطان کے لئے کیسے ثابت ہوسکتا ہے وہ بھی قرآن وحدیث سے۔

اس کفریہ عبارت سے آگاہ ہو کہ جو مسلمان اس کو کفریہ نہ سمجھے اور جس نے یہ کفریہ الفاظ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں کہے اس کو

کافر نہ سمجھے وہ بھی کافر ہے اس لئے علماء نے لکھا ہے کہ:

فَمَنْ شَکَّ فِیْ کُفْرِ کَافِرٍ فَھُوَ کَافِرٌ۝

ترجمہ: جو کسی کافر کے کفر میں شک کرے وہ کافر ہے۔

اور ایسے کافروں کے بارے میں قرآن مجید یوں ارشاد فرماتا ہے۔

وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا رَبَّنَا اَرِنَا الَّذِیْنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ نَجْعَلْھُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِیَکُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِیْنَ۝

ترجمہ: اور کافر کہیں گے اے ہمارے رب ان دونوں جنوں اور انسانوں کو جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا دیکھا کہ ہم انہیں پاؤں تلے روند ڈالیں تا کہ وہ ذلیل ہو جائیں۔

مولوی اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے۔

نمبر3.

پھر یہ کہ آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہوتو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ ہیں تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔ (حفظ الایمان ص 15)

اس عبارت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کو بچوں، پاگلوں اور تمام جانوروں سے تشبیہہ دے کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سخت توہین کی گئی ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین کفر ہے۔

لیکن دیوبندی کہتے ہیں کہ یہ عبارت بالکل بے غبار ہے۔ اس میں

صریح توہین تو کیا توہین کا شائبہ تک نہیں تم سمجھتے نہیں ہو وہ تو حکیم الامت تھے ان کی بات سمجھنا کوئی معمولی بات نہیں۔

ایسے لوگوں سے التماس ہے کہ اگر تمہارے نزدیک یہ عبارت بالکل بے غبار ہے اور اس میں توہین کا شائبہ تک نہیں تو ازراہِ کرم عبارت ذیل پر نہایت ٹھنڈے دل سے غور کریں۔ پھر یہ کہ مولوی اشرف علی تھانوی کی ذات پر علم کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس علم سے مراد بعض علم ہے یا کل علم اگر بعض علوم مراد ہیں تو اس میں تھانوی کی ہی کیا تخصیص ہے ایسا علم تو ایرے غیرے بلکہ ہر نابالغ بچے اور ہر پاگل بلکہ تمام جانوروں یعنی گھوڑوں، گدھوں وغیرہ اور ہر چوپائے یعنی کتوں بلوں سؤروں وغیرہ کو بھی حاصل ہے۔ کیونکہ ہر ایک کو کسی نہ کسی بات کا علم ہوتا ہے۔ اب تھانوی صاحب کے معتقدین بتائیں کہ اس عبارت میں تھانوی صاحب اور ان کے علم کی توہین ہے یا نہیں اگر ہے اور واقعی ہے تو تھانوی صاحب کی بالکل بعینہ اسی قسم کی مندرجہ بالا عبارت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے علم شریف کی توہین ہے یا نہیں؟ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کفر ہے یا نہیں؟

اگر توہین نہیں ہے تو یہی عبارت مولوی اشرف علی تھانوی کے متعلق شائع کر دیں مگر حاشا وکلا دیوبندی ہرگز تھانوی کے بارے میں ہرگز ایسا نہیں کریں گے۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اگر ایسا کریں گے تو تھانوی صاحب کی شان میں بہت بڑی گستاخی ہوگی۔

اب قابل غور بات یہ ہے کہ جب یہ عبارت تھانوی صاحب کے بارے میں گستاخی ہے تو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں گستاخی کیوں نہیں ہے؟ بہرحال تھانوی کی اس عبارت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی توہین وتنقیص بالکل ظاہر بلکہ اظہر ہے۔ دین و دیانت کا مقتضیٰ یہی تھا کہ توبہ کی جاتی مگر سخن پروری اور شخصیت پرستی کا بُرا ہو جس کی وجہ سے تھانوی صاحب اس کفرِ صریح کو ایمان بنانے کی ناکام کوشش کرتے رہے اور شب و روز اسی فکر میں مبتلا رہے اور ان کی ساری معنوی ذریت لپٹ رہی ہے۔ دانتوں کو پیس رہی ہے مگر آج تک اس کفریہ عبارت میں کوئی بعید سے بعید پہلو بھی ایمان کا نہ نکال سکے۔

مولوی اشرف علی تھانوی نے اس عبارت کی تشریح میں اپنی کتاب بسط البنان میں لکھا ہے کہ:

”یہ خبیث مضمون میں نے کسی کتاب میں نہیں لکھا اور لکھنا تو درکنار میرے قلب میں بھی اس مضمون کا خطرہ نہیں گذرا اور جو شخص ایسا عقیدہ رکھے یا بلا اعتقاد صراحۃً یا اشارۃً یہ بات کہے میں اس کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں کیونکہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوص قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور سرورِ کائنات فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی“۔

ایک طرف وہ کفریہ عبارت اور ایک طرف یہ سفید جھوٹ دونوں کو ملا کر نتیجہ یہی نکلے گا کہ:

”تھانوی صاحب خود اپنے قول سے کافر ہو گئے“۔

کسی نے کیا خوب کہا:

”اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے“

اے دیوبندیو! آنکھیں کھولو! اللہ جل شانہٗ اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گستاخوں کا دامن چھوڑو توبہ کا دروازہ کھلا ہے زندگی میں مہلت ہے۔ باز آؤ توبہ کرو ورنہ تمہارا انجام وہی ہو گا جس کے متعلق قرآن مجید یوں رطب

اللسان ہے۔

یَوۡمَ تُقَلَّبُ وُجُوۡهُهُمۡ فِی النَّارِ یَقُوۡلُوۡنَ یٰلَیۡتَنَاۤ اَطَعۡنَا اللّٰهَ وَاَطَعۡنَا الرَّسُوۡلَ وَقَالُوۡا رَبَّنَاۤ اِنَّاۤ اَطَعۡنَا سَادَتَنَا وَکُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوۡنَا السَّبِیۡلَا ۝ رَبَّنَاۤ اٰتِهِمۡ ضِعۡفَیۡنِ مِنَ الۡعَذَابِ وَالۡعَنۡهُمۡ لَعۡنًا کَبِیۡرًا ۝

ترجمہ: جس دن وہ لوگ آگ میں منہ کے بل ڈالے جائیں گے تو کہیں گے ہائے افسوس کیا اچھا ہوتا ہم خدا اور رسول کا کہا مانتے اور کہیں گے اے ہمارے رب ہم نے اپنے سرداروں اور بڑوں کا کہا مانا۔ پس انہوں نے ہمیں راستہ سے ہٹا دیا۔ اے ہمارے رب انہیں دوگنا عذاب دے اور ان پر بڑی پھٹکار فرما۔

مولوی قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند نے لکھا ہے کہ:

نمبر 4.

بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور ہی تجویز کیا جائے۔

(تحذیر الناس ص 25)

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کے بعد کسی نبی کا پیدا ہونا خاتمیت محمدی کے منافی نہ ہوا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آخری نبی نہ رہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ عبارت میں لفظ ہے اگر بالفرض لفظ خود ان کے محال ہونے پر دلالت کرتا ہے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ یہ بات محال ہے کسی طرح ممکن نہیں!

''تو اس کا جواب یہ ہے کہ ''بالفرض'' پر تو ہمارا اعتراض ہی نہیں۔ ہمارا اعتراض تو اس پر ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد کوئی اور نبی کے پیدا

ہونے سے خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا"۔
"ہم کہتے ہیں کہ ضرور فرق آئے گا کہ اس صورت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آخری نبی نہیں رہیں گے"۔
جیسے کوئی کہے کہ اگر بالفرض اللہ تعالیٰ کے بعد بھی کوئی اور خدا ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کی توحید میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔
تو بتایئے کہ آئے گا یا نہیں؟
ہم کہتے ہیں اور ہر عقلمند ہماری تائید کرے گا کہ ضرور فرق آئے گا۔ اس لئے کہ دوسرا خدا ہونے سے خدا تعالیٰ کا (واحد) ایک ہونا ختم ہو جائے گا۔
یا کوئی کہے اگر بالفرض کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ کے اِلٰہ یعنی معبود ہونے کے بعد بھی کسی اور کو اِلٰہ (معبود) مانے تو اس کے عقیدۂ توحید میں کچھ فرق نہ آئے گا تو بتایئے کہ فرق آئے گا یا نہیں؟ تو ہم کہتے ہیں کہ ضرور آئے گا!
"کیونکہ اس صورت میں اس کا عقیدۂ توحید ختم ہو جائے گا اور وہ مشرک قرار پائے گا"۔
یا کوئی کہے کہ اگر بالفرض کسی کی دونوں آنکھیں نکال لی جائیں تو اس کی بینائی میں کچھ فرق نہ آئے گا تو بتایئے کہ فرق آئے گا یا نہیں"۔
"ہم تو کہتے ہیں کہ ضرور فرق آئے گا"۔
اسی طرح کوئی کہے کہ اگر کوئی مسلمان زنا کرے تو اس کی پاکدامنی میں کچھ فرق نہیں آئے گا تو بتایئے کہ فرق آئے گا یا نہیں؟
تو ہم کہیں گے ضرور فرق آئے گا۔
اسی طرح اگر بالفرض حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیت محمدی میں ضرور فرق آئے گا۔

''بس ثابت ہوا کہ نانوتوی کی یہ عبارت کفریہ ہے''۔

اور تمام دیابنہ کو اس کفریہ عبارت سے بیزاری کا اظہار کرنا چاہیے اور انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ مولوی قاسم نانوتوی کے کفر میں شک نہ کیا جائے۔ یہی وہ ناپاک عبارت ہے جس نے مرزائیوں کی حوصلہ افزائی کی ہے۔ مرزائی اپنے دعویٰ میں جو دلائل پیش کرتے ہیں ان میں سے ایک دلیل یہی خبیث عبارت ہے۔ چنانچہ پاکستان کے سابق وزیر اعظم مسٹر بھٹو کے دورِ اقتدار میں جب پاکستان میں مرزائیوں کے خلاف تحریک چلی تو اس وقت مرزا ناصر کو قومی اسمبلی ہال میں بُلایا گیا جس نے اسمبلی میں مرزا غلام احمد قادیانی کو نبوت کے ثبوت میں دیوبندیوں کی دو عبارات پیش کیں ایک یہی زیرِ بحث عبارت اور دوسری تقویۃ الایمان کی یہ عبارت پیش کی۔

''اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کُن سے چاہے تو کروڑوں نبی، ولی اور جن فرشتے جبریل اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے۔ (تقویۃ الایمان ص 25)

اس موقعہ پر قائد اہلسنت حق وصداقت کی نشانی مولانا شاہ احمد نورانی نے مفتی محمود دیوبندی سے کہا کہ آپ اس کا جواب دیں کیونکہ یہ آپ کے بزرگوں کی عبارات ہیں تو مفتی محمود کی شرم کے مارے گردن جُھک گئی لیکن کوئی جواب نہ بن پایا۔

جس سے پتہ چلا کہ دل اس کا بھی گواہی دیتا تھا کہ یہ عبارات ناپاک ہیں لیکن ستیاناس ہو شخصیت پرستی کا توبہ کی توفیق نہ ہوئی اور نہ ہی برائیت کا اظہار کیا۔

ایک مفتی محمود کیا تمام دیوبندی اب تک اس کتاب میں اس عبارت کو چھاپتے چلے آرہے ہیں کسی کے دل میں احساس کفر کی جوں تک نہیں رینگی۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

دیوبندیوں کے امام مولوی اسماعیل دہلوی نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام "تقویۃ الایمان" جس کے متعلق مولوی رشید احمد گنگوہی نے لکھا ہے کہ "اور کتاب تقویۃ الایمان نہایت عمدہ کتاب ہے اور رد شرک و بدعت میں لاجواب ہے۔ استدلال اس کے بالکل کتاب اللہ اور احادیث سے ہیں اس کا رکھنا اور پڑھنا عین اسلام ہے"۔

اب ذرا اس کتاب کی چند عبارات ملاحظہ ہوں اور ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں کہ اس کتاب میں کس قدر نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گستاخی اور توہین کی گئی ہے۔

نمبر 5.

اللہ کی شان بہت بڑی ہے کہ سب انبیاء و اولیاء اس کے روبرو ایک ذرۂ ناچیز سے بھی کمتر ہیں۔ (تقویۃ الایمان ص 54)

اللہ کی شان بہت بڑی ہے۔ اس کا کون بدبخت منکر ہے لیکن عبارت میں یہ جملہ کہ سب انبیاء و اولیاء اس کے روبرو ایک ذرۂ ناچیز سے بھی کمتر ہیں کا صاف اور صریح مطلب یہ ہے کہ ذرۂ ناچیز اس قدر کمتر نہیں جس قدر انبیاء و اولیاء کمتر ہیں۔ (معاذ اللہ)

نمبر 6.

ہر مخلوق بڑا (نبی) یا چھوٹا (غیر نبی) وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔ (تقویۃ الایمان ص 14)

اس عبارت میں بھی جملہ ''چمار سے بھی ذلیل ہے'' کس قدر گستاخانہ اور لرزا دینے والا جملہ ہے کہ چمار اتنا ذلیل نہیں جس قدر اللہ کے نزدیک انبیاء و اولیاء ذلیل ہیں۔ (معاذ اللہ)

حالانکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ○

ترجمہ: اللہ اور اس کے رسول اور مومنوں کے لئے عزت ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان میں فرمایا۔

وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا○

ترجمہ: وہ اللہ کے نزدیک عزت والے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَجِيْهًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ○

ترجمہ: کہ وہ دنیا و آخرت میں عزت والے ہیں۔

نمبر 7.

یعنی انسان آپس میں سب بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے۔ سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے اور مالک سب کا اللہ تعالیٰ ہے بندگی اس کو چاہیے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اولیاء، انبیاء، امام و امام زادے پیر و شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی مگر ان کو اللہ تعالیٰ نے بڑائی دی ہے وہ بھی بڑے بھائی ہیں۔

(تقویۃ الایمان ص 58)

اس عبارت کا مفہوم بالکل واضح ہے کہ چونکہ تمام انبیاء و اولیاء انسان ہی ہوتے ہیں اور سب انسان آپس میں بھائی ہوتے ہیں لہٰذا انبیاء کرام ہمارے بھائی ہیں اور ان کی صرف اتنی تعظیم کی جائے جتنی بڑے بھائی کی تعظیم کی جاتی ہے۔

انبیاء کرام خصوصاً سرورِ کون و مکان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا بھائی کہنا گستاخی و بے ادبی ہے اگر یہ بے ادبی نہیں تو درج ذیل عبارت پر غور فرمائیں۔

مولوی اشرف علی تھانوی، مولوی محمد قاسم نانوتوی، مولوی رشید احمد گنگوہی انسان ہی ہیں اور فرعون و ہامان نمرود و قارون، ابوجہل، یہودی اور عیسائی بھی انسان ہی ہیں اور انسان آپس میں سب بھائی ہیں لہٰذا تھانوی، نانوتوی، گنگوہی نمرود اور ابوجہل کے بھائی ہیں۔

اب ذرا عقل سلیم کا سہارا لے کر ٹھنڈے دل سے غور کریں کہ یہ علمائے دیوبند کی توہین اور گستاخی ہے یا نہیں اگر گستاخی نہیں تو دیوبندی اعلان کر دیں اور اگر یہ گستاخی ہے تو کیا وجہ ہے کہ ایسے توہین و تحقیر کے الفاظ انبیاء علیہم السلام اور خصوصاً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق تحریر کئے جائیں اور گستاخی قرار نہ پائیں اس سے معلوم ہوا ان لوگوں کے نزدیک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقام ان کے مولویوں کے برابر بھی نہیں جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بڑا بھائی کہتے ہیں وہ ان باتوں پر غور کریں۔

اگر کوئی مسلمان اپنے بڑے بھائی کا دشمن بن جائے تو اس کے ایمان میں خلل واقع نہ ہو گا لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دشمن دائرۂ اسلام سے خارج ہے پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بڑے بھائی کیسے ہوئے۔ اگر کسی کا بڑا بھائی فوت ہو جائے تو اس کی بیوہ سے نکاح جائز ہے لیکن نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد کوئی مسلمان نبی کی زوجہ سے شادی نہیں کرسکتا کیونکہ نبی کی زوجہ

تمام مومنوں کی ماں ہے۔

اگر کوئی اپنے بڑے بھائی کے میلے کپڑوں کو اہانتاً میلا یا گندہ کہہ دے تو وہ کافر نہیں بلکہ کچھ نہیں ہوتا لیکن اگر کوئی مسلمان نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے میلے کپڑوں کو اہانتاً میلا کہہ دے تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔

اگر کسی مومن کی آواز اپنے بڑے بھائی کی آواز سے اونچی ہو جائے تو اعمال برباد نہ ہوں گے لیکن اگر نبی علیہ السلام کی آواز سے اس کی آواز اونچی ہو جائے تو اعمال ختم ہو جاتے ہیں۔

ثابت ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنا بھائی سمجھنا اور کہنا گستاخی و بے ادبی ہے۔ لیکن بعض دیوبندی کہتے ہیں کہ جب خود حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ اَکْرِمُوْا اَخَاکُمْ ۝ اپنے بھائی کی عزت کرو تو اگر ہم ان کو اپنا بھائی کہہ دیں تو کیا حرج ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر کوئی بزرگ شخصیت اپنے بارے میں کوئی لفظ تو اضعاً استعمال کرے تو خادموں اور غلاموں کو حق نہیں پہنچتا کہ وہی لفظ اس بزرگ کے بارے میں استعمال کریں مثلاً اگر کسی ملک کا صدر، وزیر اعظم یا کوئی بڑا آدمی قوم سے خطاب کرتے ہوئے یہ کہے کہ میں تو آپ لوگوں کا خادم ہوں، آپ کی خدمت کرنا چاہتا ہوں۔ تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ قوم کا ہر فرد اس صدر وغیرہ کو اپنا خادم کہنا شروع کر دے کیونکہ ایسا کہنا اس کی توہین ہو گی اگر یہ توہین نہیں تو ذیل کی عبارت پر ذرا غور کریں۔

مولانا غلام محمد دیوبندی نے اپنی کتاب ''حیات اشرف'' میں لکھا ہے کہ تھانوی صاحب خود فرماتے تھے۔

ایک بار ایک صاحب ملنے آئے ان کے پاس اس وقت بھری ہوئی

بندوق تھی بار بار جی میں آتا تھا کہ ان سے کہہ دوں کہ خدا کے لئے فیر کر کے میرے ناپاک وجود سے دنیا کو پاک کر دو کیونکہ میں فرعون و ہامان سے بھی بدتر ہوں۔ (حیات اشرف ص 86)

مولوی اشرف علی تھانوی نے کہا۔

''میں تو واقعی اپنے کو کلب اور خنزیر سے بھی بدتر سمجھتا ہوں''۔

(الافاضات الیومیہ ج 5 ص 287)

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نے ایک مرتبہ خود فرمایا کہ یہ شیخ زادوں کی قوم بڑی ہی خبیث ہوتی ہے۔ ایک طالب علم نے عرض کیا کہ حضرت آپ بھی تو شیخ زادے ہیں تو بے تکلف فرمایا میں بھی خبیث ہوں۔

(الافاضات الیومیہ ج 5 ص 287)

ان عبارات سے پتہ چلا کہ تھانوی صاحب نے اپنے آپ کو فرعون، ہامان، کتا اور خنزیر کہا اور مولوی یعقوب دیوبندی نے اپنے آپ کو خبیث کہا اب کیا دیوبندی اجازت دیں گے کہ مولوی اشرف علی تھانوی کو فرعون، ہامان، کتا اور خنزیر کہا جائے اور مولوی یعقوب کو خبیث کہا جائے اگر اجازت نہیں دیتے اور یقیناً اجازت نہ دیں گے کیونکہ ایسا کہنا توہین ہے اگرچہ انہوں نے خود اپنے متعلق یہ الفاظ استعمال کئے لیکن انہوں نے یہ الفاظ تواضعاً کہے ہیں جو الفاظ مولوی اشرف علی تھانوی اور مولوی یعقوب دیوبندی اپنے بارے میں تواضعاً کہے وہ ان کے معتقدین کو کہنے کا حق نہیں تو جو لفظ اپنے بارے میں نبی تواضعاً استعمال کرے وہ لفظ امتی کو نبی کے بارے میں کہنے کا کیا حق پہنچتا ہے۔

نمبر 8.

یعنی اللہ زبردست کے ہوتے ہوئے ایسے عاجز لوگوں کو پکارنا کہ کچھ فائدہ اور نقصان نہیں پہنچا سکتے محض بے انصافی ہے کہ ایسے بڑے شخص کا مرتبہ ایسے ناکارہ لوگوں کو ثابت کیجئے۔ (تقویۃ الایمان ص 29)

اس عبارت میں بھی بلاشبہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کی بے ادبی ہے کیونکہ اس میں کہا گیا ہے کہ جن انبیاء و اولیاء کو لوگ پکارتے ہیں وہ ناکارہ ہیں کسی کام کے نہیں علاوہ ازیں اس عبارت میں خدا تعالیٰ کو "شخص" کہا گیا ہے حالانکہ لفظ شخص کا استعمال عام طور پر آدمی کے لئے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو کوئی بھی "شخص" نہیں کہتا ہے مگر اس بے ادبی نے اللہ تعالیٰ کو بھی بڑا آدمی بنا دیا۔

نمبر 9.

مولوی حسین علی شاگرد مولوی رشید احمد گنگوہی نے لکھا ہے کہ "اور طاغوت کا معنیٰ لَهَا عَبْدٌ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَهُوَ الطَّاغُوْتُ۔

اس معنی بموجب طاغوت جن اور ملائکہ اور رسول کو بولنا جائز ہے۔

(بلغتہ الحیران فی ربط آیات القرآن)

اس سے معلوم ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو طاغوت کہہ سکتے ہیں اور طاغوت کے معنی کیا ہیں۔ یہ مولوی اشرف علی تھانوی سے سنیے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ ○ اس کا ترجمہ تھانوی صاحب نے یہ کیا ہے۔ کہ "سو جو شخص شیطان سے بداعتقاد ہو"۔

اس سے معلوم ہوا کہ طاغوت کے معنی شیطان کے ہیں جب طاغوت

کے معنی شیطان کے ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شیطان کہنا جائز ہے تو مولوی حسین علی کی تحریر کردہ عبارت کا نتیجہ یہ ہوا کہ رسولِ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شیطان کہہ سکتے ہیں۔ (مَعَاذَ اللّٰهُ ثُمَّ مَعَاذَ اللّٰهُ)

نمبر 10.

انبیاء اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں۔ باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔ (تحذیر الناس ص 5)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ امتی عمل میں نبی سے بڑھ سکتے ہیں۔ حالانکہ اہل ایمان جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک سجدہ کا جو درجہ یا مرتبہ ہے وہ امتی کی لاکھوں نمازوں کا نعم البدل نہیں ہو سکتا۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تو بڑی شان ہے مگر آپ کے صحابہ کرام کے عمل کی یہ شان ہے کہ وہ تھوڑے سے جو راہِ خدا میں دیں اور کوئی دوسرا امتی اُحد پہاڑ کے برابر سونا بھی دے تو اُن کے برابر نہیں ہو سکتا۔

نمبر 11.

غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہے کر لیجئے یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے۔ (تقویۃ الایمان ص 17)

اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ خدا تعالیٰ کا علم لازم وضروری نہ ہوا۔ بلکہ ممکن اور اختیاری ہے چاہے تو دریافت کر لے چاہے تو جاہل رہے۔ اس عبارت میں تین کفریہ باتیں ہیں۔

(ا) اللہ تعالیٰ کی طرف جہل کی نسبت کی۔

(۲) خدا تعالیٰ کے علم قدیم کو ازلی نہ ماننا۔

(۳) خدا تعالیٰ کی صفت کو اختیاری جاننا۔

جہاں تک خدا تعالیٰ کی طرف جہل کی نسبت کرنے کا تعلق ہے تو اس کے متعلق فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

یَکْفُرُ اِذَا وَصَفَ اللّٰہُ تَعَالٰی بِمَا لَا یَلِیْقُ بِہٖ اَوْنَسَبَہٗ اِلَی الْجَھْلِ اَوِ الْعِجْزِ اَوِ النَّقْصِ o (عالمگیری ج 2 ص 298)

ترجمہ: جو شخص اللہ تعالیٰ کی ایسی شان بیان کرے جو اس کے لائق نہیں یا اس کو عجز یا جہل یا نقص کی طرف نسبت کرے وہ کافر ہے۔

دوسری عبارت کے متعلق بھی اسی فتاویٰ میں یوں ہے کہ:

لوقال علم خدائے قدیم نیست یکفر o

ترجمہ: جو علم خدا کو قدیم نہ مانے کافر ہے۔ (عالمگیری ص 262)

تیسری عبارت کے بارے میں علماء نے لکھا ہے کہ:

صِفَاتُہٗ فِی الْاَزْلِ غَیْرِ مُحْدَثَۃٍ وَلَا مَخْلُوْقَۃٌ فَمَنْ قَالَ اِنَّھَا مُحْدَثَۃٌ اَوْ وَقَفَ اَوْشَکَ فَھُوَ کَافِرٌ o (شرح فقہ اکبر ص 29)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی سب صفات ازلی ہیں۔ نہ وہ نو پیدا ہیں نہ مخلوق جو انہیں مخلوق یا حادث بتائے یا اس میں توقف یا شک کرے وہ کافر ہے۔

نمبر 12.

جتنے پیغمبر آئے وہ اللہ کی طرف سے یہی حکم لائے کہ اللہ کو ماننے اور اس کے سوا کسی کو نہ مانے۔ (تقویۃ الایمان ص 12)

اللہ کے سوا کسی کو نہ مان۔ (تقویۃ الایمان ص 14)

اوروں کو ماننا محض خبط ہے۔ (تقویۃ الایمان ص 7)

”آدمی کتنا ہی گناہوں میں ڈوب جائے اور محض بے حیا ہی بن جائے اور پرایا مال کھا جانے میں کچھ قصور نہ کرے اور کچھ بھلائی برائی کا امتیاز نہ کرے مگر تو بھی شرک کرنے سے اور اللہ کے سوا اور کسی کو ماننے سے بہتر ہے“۔

(تقویۃ الایمان ص 37)

یعنی شراب، پینا چوری کرنا، ڈاکہ ڈالنا، حرام کھانا، حرام کرنا، حرام کرانا یہ سب باتیں حرام ضرور ہیں مگر انبیاء وملئکہ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ماننا ان سب سے بدتر ہے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

دیوبندیو! وہابیو! کیا تمہارا یہی اسلام ہے۔

اب دیوبندی مذہب کی ایک اور قلابازی ملاحظہ ہو کہ مولوی اسماعیل قتیل تو کہتا ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو نہ مان اور تذکیر الاخوان بقیہ تقویۃ الایمان میں لکھا ہے۔ ”اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے محبت رکھنا ایمان کی نشانی ہے۔ جو ان کو نہ مانے اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ (تذکیر الاخوان ص 66)

سبحان اللہ! ایک کہتا ہے کہ جو صحابہ کو نہ مانے وہ دوزخی دوسرا کہتا ہے صحابہ تو صحابہ جو انبیاء کو مانے وہ بھی کافر و دوزخی ہے۔

؎ اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

ماننا ترجمہ ایمان کا ہے اور نہ ماننا ترجمہ ہے کفر کا۔ ملاحظہ ہو۔

ءَ اَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ (سورہ بقرہ پ 1)

ترجمہ: تو ڈراوے یا نہ ڈراوے وہ نہ مانیں گے۔ (تفسیر موضح القرآن ص)

قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا اِنَّا بِالَّذِيْٓ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝

ترجمہ: کہنے لگے بڑائی والے جو تم نے یقین کیا سو ہم نہیں مانتے۔

(تفسیر موضح القرآن ص)

شاہ عبدالقادر کے ترجمے کی روشنی میں معلوم ہوا کہ اسماعیل قتیل کی متذکرہ بالا عبارات کا مطلب یہ ہوا کہ صرف اللہ پر ایمان لانا چاہیے اور کسی چیز پر ایمان نہ لانا چاہیے اور یہ بات قرآن مجید کے ارشاد کے خلاف ہے چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ یَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓىٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِیْدًا۝

ترجمہ: اے ایمان والو! ایمان رکھو اللہ اور اس کے رسول پر اور اس کی کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر نازل فرمائی اور اس کتاب پر جو پہلے نازل فرمائی اور جو نہ مانے اللہ اور اس کے فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں اور قیامت کو تو وہ ضرور دور کی گمراہی میں پڑا۔

اس آیت کریمہ میں اللہ کو اور رسولوں کو اور کتابوں اور قیامت کو ماننے کا حکم دیا گیا اور جو نہ مانے اس کو انتہا کا گمراہ (کافر) فرمایا مگر مولوی اسمٰعیل قتیل قرآن کے خلاف کہتا ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو نہ مانو اور پھر یہ طوفان بکتا ہے کہ ہر رسول یہی حکم لایا۔

وہابیوں میں کوئی ہے جو بتائیے کہ کون رسول یہ حکم لایا ہے جو شخص خدا اور رسول پر بہتان باندھے اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہوگا۔ پھر خود اس نے یہ کتاب تقویۃ الایمان کیوں لکھی اس کو کون مانے گا جب خدا کے سوا کسی اور کا ماننا

شرک ہے تو اسماعیل کی کتاب تقویۃ الایمان کا ماننا کب جائز ہوگا یہ بھی تو شرک ہوگا۔ جو لوگ مولوی اسماعیل قتیل اور تقویۃ الایمان کو مانتے ہیں اور ایمان کی درستگی کیلئے اکسیر اعظم جانتے ہیں وہ سب اسی تقویۃ الایمان کے حکم سے مشرک ہوئے۔

نمبر 13.

پھر بھیجے گا اللہ ایک باؤ (ہوا) اچھی سو جان نکال لے گی جس کے دل میں ہوگا۔ ایک رائی کے دانہ بھر ایمان سورہ جائیں گے وہی لوگ جن میں کچھ بھلائی نہیں سو پھر جاویں گے اپنے باپ دادوں کے دین پر (پھر اس کے فائدہ میں لکھا) پھر اللہ آپ ایسی باؤ بھیجے گا کہ سب اچھے بندے جن کے دل میں تھوڑا سا ایمان ہوگا مر جاویں گے (اس کے بعد اسی صفحہ پر لکھا ہے) کہ سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق ہوا۔ (تقویۃ الایمان ص 36)

اس کا صاف اور واضح مطلب یہ ہے کہ وہ ہوا چل گئی اور روئے زمین پر کوئی ایمان دار اتنا بھی نہ رہا کہ جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو سب بے ایمان رہ گئے اس میں اسماعیل قتیل خود بھی شامل ہے اور اس کے تمام ماننے والے بھی سارے دیوبندی وہابی تقویۃ الایمان کے حکم سے کافر بُت پرست ہوئے۔

اس قول پر دو وجہ سے کفر لازم آتا ہے۔

(۱) اپنے کفر کا اقرار کفر ہے۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

مُسْلِمٌ قَالَ اَنَا مُلْحِدٌ يَكْفُرُ وَلَوْ قَالَ مَا عَلِمْتُ اَنَّهُ كَفَرَ لَا يُعْذَرُ بِهٰذَا o (فتاویٰ عالمگیری ج 2 ص 179)

ترجمہ: مسلمان اپنے ملحد ہونے کا اقرار کرے تو کافر ہو جاتا ہے اور اگر کہے کہ میں نہ جانتا تھا کہ یہ اقرار کفر ہے تو یہ عذر نہ سنا جائے گا۔

(ب) تمام اُمت کو کافر بتانا کفر ہے۔ شفا شریف میں ہے کہ:

نَقْطَعُ بِتَکْفِیْرِ کُلِّ قَائِلٍ قَالَ قَوْلًا یَتَوَصَّلُ بِهٖ اِلٰی تَضْلِیْلِ الْاُمَّةِ○

(شفا شریف ص)

ترجمہ: جو ایسی بات کہے جس سے تمام امت کو گمراہ ٹھہرانے کی راہ نکلے اس کے کفر میں شبہ نہیں۔

فریب کاری یہ ہے کہ حدیث شریف میں وارد ہوا تھا کہ ہوا دجال کے نکلنے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نازل ہونے کے بعد آئے گی۔ تقویۃ الایمان میں بھی لکھا ہے کہ نکلے گا دجال سو بھیجے گا اللہ عیسیٰ ابن مریم کو سو وہ ڈھونڈے گا اس کو پھر تباہ کر دے گا اس کو پھر بھیجے گا اللہ ایک باؤ ٹھنڈی شام کی طرف سے تو نہ باقی رہے گا کوئی کہ اس کے دل میں ذرہ برابر ایمان ہو مگر کہ مار ڈالے گی اس کو۔ (تقویۃ الایمان ص 37)

مگر باوجود اس کے لکھ دیا:۔

"سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق ہوا"۔

یعنی وہ ہوا چل گئی نہ دجال نکلا نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوئے اور ظالم نے اس ہوا کے چل جانے کا اپنی ہی طرف سے حکم لگا کر تمام دنیا کو بے دین قرار دے دیا۔

اب ذرا اس تقویۃ الایمان کتاب کے بارے میں مولوی رشید احمد گنگوہی کی رائے سنیے۔

"کتاب تقویۃ الایمان نہایت عمدہ کتاب اور وہ رد شرک و بدعت میں لاجواب ہے۔ استدلال اس کے بالکل کتاب اور احادیث سے ہیں اس کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے۔ (فتاویٰ رشدیہ ص 352)

جب تقویۃ الایمان کا رکھنا پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہوا تو جس نے نہ رکھی نہ پڑھی وہ اسلام سے خارج ہوا تو لازم آئے گا کہ تقویۃ الایمان سے پہلے مع مصنف مولوی اسماعیل کے کوئی بھی مسلمان نہ ہوا اور اس کے بعد بھی جس کے پاس تقویۃ الایمان نہ ہو یا نہ پڑھے وہ مسلمان نہ ہوا۔ اس معیار سے دور حاضرہ میں کروڑوں مسلمان اسلام سے خارج ہو گئے۔

جب تقویۃ الایمان کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا تینوں کو عین اسلام بتایا تو دو ہی صورتیں ہیں یا تو تینوں کا مجموعہ عین اسلام ہے یا ہر ایک مستقل عین اسلام ہے۔ پہلی صورت میں تقویۃ الایمان کتاب کا گھر میں رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا تینوں چیزیں جمع ہوں گی تو اسلام پایا جائے گا۔ یعنی جس نے تقویۃ الایمان کو رکھا بھی پڑھا بھی عمل بھی کیا وہ مسلمان ہوا اور اگر نہ رکھا نہ پڑھا اور نہ عمل کیا تو اسلام نہ پایا گیا مثلاً کسی نے تقویۃ الایمان پر عمل تو کیا مگر رکھا اور پڑھا نہیں تو مسلمان نہ ہوا یا عمل کیا اور رکھا بھی مگر پڑھا نہیں تب بھی مسلمان نہ ہوا۔ یا رکھا اور پڑھا لیکن عمل نہ کیا تب بھی مسلمان نہ ہوا۔

دوسری صورت یعنی رکھنا بھی عین اسلام پڑھنا بھی عین اسلام اور عمل کرنا بھی عین اسلام یہ صورت پہلے سے بھی زیادہ قبیح ہے کیونکہ اس صورت میں جس نے تقویۃ الایمان کو نہ رکھا نہ پڑھا نہ عمل کیا وہ مسلمان نہیں جس نے رکھا اور پڑھا اور عمل کیا وہ مسلمان جس نے صرف عمل کیا مگر نہ رکھا نہ پڑھا وہ مسلمان بھی اور کافر بھی کیونکہ تقویۃ الایمان پر عمل کرنا عین ایمان تھا وہ پایا گیا لہٰذا وہ مؤمن ہوا اور رکھنا اور پڑھنا عین اسلام تھا وہ نہ پایا گیا لہٰذا اسلام نہ پایا گیا جب اسلام نہیں تو ایمان نہیں کیونکہ اسلام اور ایمان ایک شئے ہے۔

شرح عقائد میں ہے۔ اَلْاِیْمَانُ وَالْاِسْلَامُ وَاحِدٌ یعنی ایمان واسلام

ایک ہی چیز ہے جب ایمان نہیں تو کفر ہوا۔ لہٰذا ایک شخص کافر بھی ہوا اور مسلمان بھی اسی طرح جس نے عمل کیا اور رکھا بھی لیکن پڑھا نہیں وہ بھی کافر اور مسلمان دونوں ہوا یوں ہی جس نے عمل کیا اور پڑھا بھی لیکن رکھا نہیں وہ بھی کافر ہوا اور مسلمان بھی۔

دیکھا یہ ہے گنگوہی فتوے کی بہار ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہابیت اور دیوبندیت پر کفر عاشق ہو گیا ہے۔

دیو بندیت سے کفر نے پوچھا بتا تو کون ہے
ہنس کے بولی آپ ہی کی دلربا سالی ہوں میں

دیوبندیو! اس گنگوہی معیار سے ذرا مسلمانوں کو جانچو صرف اپنی ہی دیوبندی برادری کو پرکھو تو پانچ فیصدی بھی مسلمان ثابت نہ ہوں گے۔

مولوی رشید احمد گنگوہی کے فتوے سے یہ بھی لازم آیا کہ دیوبندیوں کے نزدیک تقویۃ الایمان کا مرتبہ قرآن مجید سے زیادہ ہے۔ اس لئے کہ قرآن مجید پر ایمان لانا مسلمانوں کے لئے ضروری ہے مگر قرآن مجید کا رکھنا اور پڑھنا عین اسلام نہیں اور تقویۃ الایمان کا رکھنا اور پڑھنا عین اسلام ہے۔ لہٰذا تقویۃ الایمان کا مرتبہ قرآن مجید سے بڑھ گیا۔

دیوبندی مولوی تقویۃ الایمان کے رکھنے، پڑھنے اور عمل کرنے کو عین اسلام اس لئے کہتے ہیں کہ تقویۃ الایمان نے اس کے ماننے والوں کو ہر آزادی کے ساتھ گناہ کرنے کی ترغیب دی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

سو یہ جان لینا چاہیے کہ جس کی توحید کامل ہے اس کا گناہ وہ کام کرتا ہے کہ اوروں کی عبادت وہ کام نہیں کر سکتی فاسق موحد ہزار درجہ بہتر ہے متقی مشرک سے۔ (تقویۃ الایمان ص 16)

دیوبندی مذہب میں صرف تقویۃ الایمان کے ماننے والوں کا ہی ایمان کامل ہے اور جب ایمان کامل ہوا تو اسماعیلی حکم سے ان کا گناہ وہ کام کرلے گا کہ دوسروں کی عبادت نہیں کر سکتی لہٰذا دیوبندیوں کو ترغیب ہوئی کہ اب کیا ہے توحید تمہاری کامل ہو ہی گئی اب خوب دل کھول کر گناہ کر چوری ڈاکہ زنی ولواطت، زنا اور شراب خوری وغیرہ جو چاہو کرو اور جب کوئی سُنی ہدایت کرے تو ڈانٹ کر کہہ دو یہ ہمارا ایمانی مسئلہ ہے کہ ہمارا گناہ وہ کام کرتا ہے کہ تمہاری عبادت نہیں کر سکتی یعنی ہمارے ان تمام گناہوں پر وہ ثواب مرتب ہوتے ہیں کہ تمہاری نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ پر ہرگز نہیں ہو سکتے یہ ہے دیوبندیوں کا عین اسلام۔

"اسماعیلی اس عبارت پر غور فرمائیں کہ اس نے لکھا ہے کہ یہ فاسق موحد ہزار درجہ بہتر ہے متقی مشرک سے"۔

جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ متقی بھی مشرک ہو سکتا ہے یا مشرک بھی متقی ہو سکتا ہے۔ حالانکہ شرک اور تقویٰ اجتماع ضدین ہے جو کہ محال ہے لہٰذا جو متقی ہوگا وہ مشرک نہیں ہو سکتا اور جو مشرک ہوگا وہ متقی نہیں ہو سکتا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ متقی وہ ہے جو شرک کبائر وفواحش سے بچے اور بعض علماء نے لکھا ہے کہ تقویٰ کی سات اقسام ہیں۔ کفر سے بچنا، ہر کبیرہ گناہ سے بچنا، صغائر سے بھی بچنا، شبہات سے احتراز کرنا، شہوات سے بچنا اور غیر کی طرف التفات سے بچنا۔

اس سے پتہ چلا کہ متقی ہونے کے لئے ایمان قبول کرنا شرط ہے۔ بے ایمان کافر، مشرک متقی نہیں ہو سکتا۔

خدا تعالیٰ نے متقیوں کی یہ نشانیاں بیان فرمائی ہیں۔

الٓمّٓ ٥ ذَالِکَ الْکِتَابُ لَا رَیْبَ فِیْهِ ج هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ ٥ الَّذِیْنَ

يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ٥ (البقرہ پ 1)

ترجمہ: وہ بلند مرتبہ کتاب (قرآن) میں کوئی شک کی جگہ نہیں اس میں ہدایت ہے متقیوں کے لئے وہ جو بن دیکھے ایمان لائیں اور نماز قائم رکھیں اور ہماری دی ہوئی روزی میں سے ہماری راہ میں خرچ کریں۔

اس سے معلوم ہوا کہ ایمان کے بعد نیک اعمال کرنے سے انسان متقی کہلاتا ہے نہ یہ کفر و شرک بھی کرتا رہے اور متقی بھی کہلائے لہٰذا قتیل دہلوی کا ''متقی مشرک'' کہنا عقل کا اندھا پن ہے۔ ہے کوئی دیوبندی وہابی قتیل دہلوی کی معنوی ذریت میں سے جو قرآن و حدیث سے ثابت کر سکے کہ مشرک بھی متقی ہو سکتا ہے یا تقویٰ اور شرک جمع ہو سکتے ہیں؟

نمبر 14.

مولوی اسماعیل قتیل نے اپنے پیر کے متعلق لکھا ہے کہ:

ایک دن حضرت حق جل وعلیٰ نے آپ کا داہنا ہاتھ خاص اپنے یدِ قدرت میں پکڑ لیا اور کوئی چیز امور قدسیہ سے کہ نہایت رفیع اور بدیع تھی آپ کے سامنے کر کے فرمایا کہ ہم نے تجھے ایسی چیز عنایت کی اور اَور چیزیں بھی عطا کریں گے۔ (صراط مستقیم ص 190)

ایک جگہ لکھا ہے کہ:

''جب سالک کو یہ کمال حاصل ہو جاتا ہے وہ مکالمہ کے مرتبہ پر کامیاب ہوتا اور کبھی کلام حقیقی بھی ہو جایا کرتا ہے۔ (صراط مستقیم ص 165)

ان عبارات میں صراحت اپنے پیر وغیرہ کو نبی بنانا ہے کیونکہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے لکھا ہے کہ:

ہمکلامی باخدائے عزوجل مختص است بملائکہ وانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام وغیرایشاں راہرگز میسر نمیشود۔ (تفسیر عزیزی ص سورہ بقرہ)

ترجمہ: خدا تعالیٰ کے ساتھ ہمکلامی فرشتوں اور نبیوں کے لئے خاص ہے اور ان کے علاوہ اور کسی کو یہ شرف حاصل نہیں ہوتا۔

نمبر 15.

''سو اللہ کے مکر سے ڈرا چاہیے''۔ (تقویۃ الایمان ص 37)

اس عبارت میں خدا تعالیٰ کو گویا مکار بتایا جا رہا ہے۔ اس نابکار نا ہنجار نے کیسی کھلی گستاخی کی ہے۔ جاہل سے جاہل بھی ایسی بے ادبی کی جرأت نہ کرے گا یہ ہے بے دین کا ایمان۔

تعجب یہ ہے کہ یہ گستاخیاں اور بے ادبیاں دیکھ کر بھی دل کے اندھے اسی کا اتباع کئے جا رہے ہیں اور اس گستاخ رسول کی تعریف کے خطبے پڑھتے تھکتے نہیں اور اس کی ان متذکرہ خرافات سے آگاہ ہونے کے باوجود بھی اس کے ساتھ چمٹے ہوئے ہیں ان کی مثال کچھ ایسی ہی ہے۔

کسی شہر میں کوئی حجام پہنچا ملاقات ججمان سے کر کے بولا
کہ بی بی تمہاری ہوئیں آج بیوہ میاں تم کو اس غم میں ماتم ہے زیبا
سنا جب انہوں نے بہت روئے پیٹے کہ افسوس بیوی ہوئی میری بیوہ
تو احباب نے ان کو آ کر بتایا کہ بیوہ ہوئی کیسے تم تو ہو زندہ
کہنے لگے قاصد بھی تو معتبر ہے پھر اس کو میں کس طرح سمجھوں گا جھوٹا

دیوبندیوں کے نزدیک مولوی اسماعیل دہلوی کا اعتبار اس سے بھی بڑھا ہوا ہے خدا بچائے اس اندھی تقلید سے۔

دیوبندیوں کی مذکورہ بالا ان عبارات کو بار بار پڑھیئے تا کہ آپ کو پتہ چل جائے کہ دیوبندی وہ ہیں جنہوں نے خدا تعالیٰ کی صفتِ علم کو اختیاری بتایا خدا تعالیٰ کو مکار بتایا اور نماز میں حضور علیہ السلام کے خیال کو گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بدتر بتایا ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضور علیہ السلام کے علم سے شیطان کا علم زیادہ ہے اور یہ کہ حضور علیہ السلام کا علم جانوروں اور پاگلوں کی طرح ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معاذ اللہ ذرۂ ناچیز سے کمتر، ناکارہ، چمار سے زیادہ ذلیل اور عام انسانوں کے بھائی ہیں۔ معاذ اللہ! رسول کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شیطان کہہ سکتے ہیں۔ امتی عمل میں نبی سے بڑھ جاتے ہیں اور اگر بالفرض کوئی نبی آجائے تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت میں کوئی فرق نہ آئے گا۔

ان کفریہ اور گستاخانہ عبارات سے مقامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین لازم آتی ہے اور نبی علیہ السلام کی توہین اور گستاخی کفر ہے۔ اور جو نبی علیہ السلام کی توہین کرے اس کے پیچھے علمائے ربانی نے نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

وجہ یہ ہے کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضرت ابی ابن کعب نماز پڑھ رہے تھے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو بلایا انہوں نے جلدی نماز ختم کی اور سرکار کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیر سے آنے کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے عرض کی کہ میں نماز پڑھ رہا تھا اس پر سرور کائنات فخر موجودات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ تم نے خدا تعالیٰ کا ارشاد نہیں سنا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ٥

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تمہیں اللہ اور رسول بلائیں تو ان کی آواز پر ان کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ۔

فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی نمازی کو اس حال میں یاد فرمائیں جبکہ وہ نماز پڑھ رہا ہو تو اس پر واجب ہے کہ وہ نماز کی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور حضور علیہ السلام کے ارشاد کی تعمیل کرے۔ بعد ازاں جہاں سے نماز چھوڑی تھی وہیں سے شروع کر دے کیونکہ اس کی نماز نہیں ٹوٹی وجہ یہ ہے کہ اگر چہ وہ کعبہ سے رُخ پھیر چکا ہے لیکن اس نے اس رسول کی طرف رُخ پھیرا ہے جو کعبہ کا بھی کعبہ ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ کے بھی کعبہ ہیں۔ پھر نماز کیسے ٹوٹے گی۔

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ ایک آدمی نے کعبہ کی طرف منہ کر کے تھوکا اور یہ آدمی کسی قبیلے کا امام تھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے قبیلے کے لوگوں کو بلایا اور فرمایا کہ اب یہ تمہارا امام نہ بنے کیونکہ اس نے کعبہ کی طرف منہ کر کے تھوکا ہے اور یہ کعبہ کی بے ادبی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام نے کعبہ کی بے ادبی کرنے والے کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔

اب توجہ طلب امر یہ ہے کہ جب کعبہ کے بے ادبی کرنے والے کے پیچھے نماز پڑھنا منع ہے تو جو کعبہ کا کعبہ جناب محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین و بے ادبی کرے تو اس کی اقتداء میں نماز کیسے ہو سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم اہل سنت و جماعت (دیوبندی امام کے پیچھے) نماز نہیں پڑھتے کیونکہ

ہماری نماز ایسے گستاخ رسول امام کی اقتداء میں ہوتی ہی نہیں۔

لہٰذا تمام احباب اہلسنت کی خدمت میں التماس ہے کہ کسی بھی امام کی اقتداء میں نماز پڑھنے سے پہلے اس کے عقیدے کی تحقیق کر لیا کریں اگر معلوم ہو جائے کہ امام دیوبندی ہے تو ہرگز اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں کیونکہ ایسے بدعقیدہ امام کی اقتداء میں نماز پڑھنے سے بہتر یہ ہے کہ تنہا نماز ادا کر لی جائے۔

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کفر ہے:

مولوی انور شاہ کشمیری دیوبندی کا فتویٰ:

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ سَحْنُوْنَ اَجْمَعُ الْعُلَمَاءُ عَلٰی اَنَّ شَاتِمَ النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ وَالْمُسْتَنْقِصُ لَهٗ كَافِرٌ وَمَنْ شَكَّ فِيْ كُفْرِهٖ وَعَذَابِهٖ كَفَرَ ○ (اکفار الملحدین ص 51)

ترجمہ: محمد بن سحنون فرماتے ہیں کہ تمام علماء امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں توہین و تنقیص کرنے والا کافر ہے اور جو شخص اس کے کفر و عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

پس یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہو گئی کہ دیوبندی گستاخان رسول ہیں اور نبی علیہ السلام کی گستاخی کفر ہے۔

لہٰذا ہم اہل سنت و جماعت بریلوی ان کے آئمہ کے پیچھے نماز پڑھنے کو جائز نہیں سمجھتے اور نہ ہی ہماری نمازیں ایسے آئمہ کی اقتداء میں ہوتی ہیں۔

از

خطیب پاکستان مولنا محمد صدیق ملتانی

یادِ موت

دنیا ناپائیدار ہے اس کو ثبات نہیں ہر چیز کو آخر فنا ہے۔ آخر ایک دن موت آنی ہے۔ جب یہاں سے کوچ کرنا ہی ہے تو وہاں کی تیاری کرنی چاہیے۔ جہاں ہمیشہ رہنا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا دنیا میں ایسے رہو جیسے مسافر یا راہ گزر یعنی جس طرح مسافر راستہ کے کھیل تماشہ کی طرف مائل نہیں ہوتا بلکہ اپنی منزل مقصود کی طرف متوجہ رہتا ہے اسی طرح مسلمان کو چاہیے کہ دنیا اور دنیا کے تعلقات میں اتنا نہ پھنس جائے کہ اصلی مقصد کے حصول میں ناکامی ہو اور موت کو اکثر یاد کرتا رہے کہ اس کی یاد دنیا کی آلائشوں سے دور رکھتی ہے۔ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ لذتوں کو ختم کر دینے والی چیز یعنی موت کا ذکر زیادہ کیا کرو۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کسی نے پوچھا کہ شہیدوں کے ساتھ کس کا حشر ہوگا۔ آپ نے فرمایا جو دن میں بیس مرتبہ موت کو یاد کرے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ موت کا یاد کرنا دنیا سے علیحدگی اور آخرت کی تیاری کا موجب ہے۔ جو شخص دنیا میں ڈوبا رہتا ہے اور اس کے مغالطے میں سرگرداں ہے اور اس کے خوشنما جال میں پھنس جاتا ہے اس کا دل موت سے غافل رہتا ہے۔ اس وجہ سے اس کو یاد نہیں کرتا اور اگر کوئی اس کو یاد دلائے تو نفرت کرتا ہے ایسے لوگوں کے بارے میں خدا تعالیٰ نے فرمایا۔

قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِیْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰی عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۝

ترجمہ: تم کہہ دو جس موت سے تم بھاگتے ہو وہ ضرور تم سے ملاقات کرنے والی ہے پھر پوشیدہ اور کھلا جاننے والے کی طرف تم پھیرے جاؤ گے۔ پس وہ بتادے گا تمہیں جو تم کرتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ تمام لوگوں سے زیادہ بزرگ اور دانا کون ہے۔ آپ نے فرمایا جو موت کو زیادہ یاد کرے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ہر رات علماء کو اپنے پاس بُلا کر ان سے موت کا ذکر سنتے اور اس قدر روتے کہ گویا سامنے جنازہ رکھا ہوا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے جب موت کا ذکر ہوتا تو آپ کی جلد سے خون ٹپکنے لگتا۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو شخص موت کو پہچان لیتا ہے۔ اس پر دنیا کے مصائب و آلام آسان ہو جاتے ہیں۔ حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ میں نے ہر عقلمند کو موت سے خائف اور اندوہناک پایا۔

موت کی یاد کا طریقہ:

موت کو یاد کرنے کا مؤثر طریقہ یہ ہے کہ اپنے جو ہم عمر ساتھی اس جہانِ فانی کو چھوڑ گئے ہیں ان کی موت ان کی جدائی اور ان کے فراق کا خیال کرے اور سوچے کہ وہ کتنے حسین و جمیل تھے۔ تزک و احتشام اور کروفر کے ساتھ بڑے بڑے عہدوں پر فائز تھے۔ کیسے عالی شان بنگلوں اور کوٹھیوں میں رہتے تھے۔ کیسی خوبصورت کاروں پر سفر کرتے تھے لیکن اب مٹی نے ان کی صورتیں خاک میں ملا دیں ان کے اعضائے جسمانی قبروں میں متفرق ہو گئے۔

جن کے جلوے نہ سما سکتے تھے ایوانوں میں
آج خاک ان کی پڑی اُڑتی ہے ویرانوں میں

ان کے عظیم الشان محلات پیوند زمین ہو گئے۔ کھنڈرات میں تبدیل ہو گئے جس جگہ کبھی چہل پہل اور رونق تھی وہاں ویرانوں نے ڈیرے جما لئے وہ وحشت کدہ بن گئے۔

چشم عبرت سے ذرا تو دیکھ ان ویرانوں کو
جن میں چشم فلک نے دیکھا عظیم انسانوں کو

بڑے بڑے اس دار فانی سے کوچ کر گئے ان کی بیویاں بیوہ ہو گئیں بچے یتیم ہو گئے مال و دولت اوروں کے قبضے میں چلے گئے اور اب ان کے لئے قبر کا گھٹا ٹوپ اندھیرا ہے۔ بس ایک ایک شخص کو یاد کرے اس کی موت کی کیفیت اس کی صورت کا تصور اس کی خوشی اور تردد زندگی اور بقا صحت اور مرض اس کا قوت و جوانی پر بھروسہ کرنا دنیاوی لہو ولعب میں مشغول رہنا پھر اچانک موت کا آدبوچنا غرضیکہ اس کی زندگی اور موت کا تصور ذہن میں رکھے اور یہ سوچے کہ وہ کیسے چلتا تھا لیکن اب اس کے دونوں پاؤں بلکہ سب جوڑ ٹوٹ چکے ہوں گے۔وہ کیسے بولتا تھا لیکن اب کیڑوں نے زبان کھالی ہو گی۔ ہونٹ خاک نے چاٹ لئے ہوں گے اپنی خوشحالی کے لئے بڑا لمبا چوڑا پروگرام بنایا کرتا تھا لیکن موت نے ایک ساعت کی بھی مہلت نہ دی۔ جب یہ سب باتیں ذہن میں آجائیں تو اب یہ غور کرے کہ میں بھی ویسا ہی ہوں میں بھی غفلت کا شکار ہوں انجام میرا بھی وہی ہونا ہے۔

حضرت ابو دردا رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تو مردوں کو یاد کرے تو اپنے آپ کو ان میں شمار کر۔

موت کی سختی

موت کا مزہ بڑا تلخ ہے موت بڑی ہولناک چیز ہے اس کی طرف سے غفلت انسان کے خسران اور نقصان کا موجب ہے۔ موت کے وقت انسان کو تین مصائب سے دو چار ہونا پڑتا ہے۔

(۱) جاں کنی کی سختی:

وفات کے قریب حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک پیالہ میں پانی رکھا ہوا تھا آپ اس میں اپنا ہاتھ ڈال کر اپنے منہ پر پھیرتے تھے اور فرماتے۔ اَللّٰھُمَّ ھَوِّنْ عَلَیَّ سَکَرَاتُ الْمَوْتِ ٥ الٰہی مجھ پر موت کی سختیاں آسان فرما۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتیں ہیں آہ ابا جان آپ پر کتنی سختی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جواب میں فرماتے آج کے بعد تیرے باپ پر سختی نہیں ہوگی۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے وفات پائی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے میرے خلیل تو نے موت کو کیسے پایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی جیسے لوہے کی گرم سلاخ تر روئی میں ڈال کر کھینچی جائے۔ ارشادِ ربانی ہوا کہ ہم نے تم پر آسانی فرمائی ہے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی روح بارگاہ ایزدی میں حاضر ہوئی تو خدا تعالیٰ نے پوچھا تو نے موت کو کیسے پایا عرض کیا کہ میں نے اپنے نفس کو ایسا پایا ہے کہ جیسے زندہ چڑیا کو گرم دیگچی میں ڈال دیں نہ مرتی ہے کہ چھٹی ہو نہ نجات ملتی ہے کہ اڑ جائے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حواریوں سے فرمایا کہ خدا تعالیٰ سے دعا کرو کہ مجھ پر موت کی سختی آسان فرمائے کیونکہ میں

موت سے اتنا ڈرتا ہوں کہ اس کے خوف سے جان جاتی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ بنی اسرائیل کے چند آدمی ایک قبرستان سے گزرے آپس میں کہا آؤ دعا کریں کہ ان میں سے ایک قبر والے کو خدا زندہ کر دے تا کہ اس سے حالات دریافت کریں۔ چنانچہ انہوں نے دعا مانگی تو ایک قبر سے ایک آدمی نکلا جس نے بتایا کہ موت کی سختی اور تلخی پچاس سال سے ابھی تک میرے منہ میں موجود ہے۔

ایک روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا موت کی سختی تین سو تلواروں کے زخم کی طرح ہے۔ حضرت شداد بن اوس فرماتے ہیں کہ ایماندار کے لئے دنیا اور آخرت میں موت سے بڑھ کر کوئی خوف نہیں اور وہ آروں سے چیرنے قینچیوں سے کاٹنے اور ہانڈیوں میں ابالنے کی سختی سے زیادہ ہے۔

اے غافل انسان غور کر جب انبیاء اور اولیاء کرام کا یہ حال ہے تو موت کے وقت تیری کیا کیفیت ہو گی۔ جب کہ تو دن رات خدا اور اس کے رسول کی نافرمانی کا مرتکب رہتا ہے۔ جھوٹ بولنا، غیبت کرنا، کم تولنا، کم ناپنا، اشیاء میں ملاوٹ کرنا دھوکا اور فریب دینا تیرا طرۂ امتیاز ہے۔ جب کہ تیرے پیٹ میں لقمۂ حرام کا ہے تن پر لباس حرام کا حلال وحرام کی تمیز نہیں کرتا ہر جائز و ناجائز طریقے سے کمائی کرتا ہے۔

(۲) ملک الموت کی صورت دیکھنا:

ملک الموت کی صورت ایسی خوفناک ہے کہ اگر سب سے زیادہ طاقتور اور قوی انسان ملک الموت کی وہ صورت دیکھ لے جس سے وہ گنہگاروں کی جان نکالتا ہے تو برداشت نہ کر سکے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ملک الموت سے فرمایا کہ مجھے اپنی وہ صورت دکھاؤ جس سے تم بدکار کی روح قبض کرتے ہو۔ ملک

الموت نے کہا آپ اپنا منہ دوسری طرف پھیرلیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایسا کیا اور دوبارہ جو ملک الموت کو دیکھا تو دیکھا کہ ایک سیاہ آدمی ہے سب بال کھڑے ہیں کالے کپڑے ہیں اور منہ اور نتھنوں سے آگ کے شعلے نکل رہے ہیں۔ اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو غش آ گیا پھر جو ہوش آیا تو ملک الموت اپنی پہلی صورت میں آ چکے تھے۔ آپ نے فرمایا اگر بدکار اور گنہگار کو اور کوئی عذاب نہ بھی دیا جائے تو تمہاری صورت کا دیکھ لینا ہی اس کے لئے بہت بڑی مصیبت ہے۔ ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک کھوپڑی کے قریب سے گزرے اور اس کو ٹھوکر مار کر فرمایا کہ خدا کے حکم سے بول اس نے کہا اے روح اللہ میں فلاں وقت کا بادشاہ ہوں ایک وقت تھا کہ میرے سر پر تاج شاہی تھا اور میرے تخت کے گرد نوکر چاکر موجود رہتے تھے لیکن اچانک ملک الموت کی نظر مجھ پر پڑی اور میرے سارے بند ڈھیلے پڑ گئے اور پھر میری جان اس کی طرف نکل پڑی۔

(۳) دوزخ کا دیکھنا:

گناہ گاروں کے لئے تیسری مصیبت یہ کہ مرنے سے پہلے اس کا ٹھکانہ دوزخ اس کو دکھایا جاتا ہے۔ بدکار گنہگاروں کی روح اس وقت تک قبض نہیں کی جاتی جب تک کہ اس کو دوزخ کی خبر نہ سنا دی جائے۔ اور نیکو کار کی روح اس وقت تک قبض نہیں کی جاتی جب تک اس کو جنت کی خبر نہ سنا دی جائے۔

مروان حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس نزع کے وقت میں گیا اور کہا الٰہی اس پر آسانی فرما۔ آپ نے فرمایا الٰہی سختی فرما پھر آپ روئے اور فرمایا بخدا میں اس وجہ سے نہیں روتا کہ دنیا کا غم ہے یا تمہاری جدائی کا غم ہے۔ مگر میں اپنے رب کی طرف سے دو خوشخبریوں میں سے ایک پر نظر رکھتا ہوں خواہ جنت کی ہو خواہ دوزخ کی۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے ایک آدمی کو نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

بَخُذَا وَاغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ شَبَابَکَ قَبْلَ هَرَمِکَ وَغِنَاکَ قَبْلَ فَقْرِکَ وَفَرَاغَکَ قَبْلَ شُغْلِکَ وَصِحَّتَکَ قَبْلَ سَقَمِکَ وَحَیَاتَکَ قَبْلَ مَوْتِکَ○

ترجمہ: پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت سمجھو جوانی کو بڑھاپے سے پہلے۔ امیری کو فقیری سے پہلے اور فراغت کو مصروفیت سے پہلے تندرستی کو بیماری سے پہلے اور زندگی کو موت سے پہلے۔ یہ حدیث نبی پاک علیہ السلام کی فصاحت و بلاغت کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے یہ حدیث اس حدیث کی تشریح ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے جوامع الکلم سے مشرف فرمایا گیا یعنی ایسا کلام عطا ہوا جس کے الفاظ تھوڑے لیکن معانی اور مطالب زیادہ ہوں۔ چنانچہ اس حدیث کو لیجئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جوانی کو بڑھاپے سے پہلے غنیمت سمجھو کیونکہ نیک کام جیسے احسن طریقے سے جوانی میں ہو سکتے ہیں۔ بڑھاپے میں نہیں ہو سکتے اس لئے کہ بڑھاپے میں انسان کی قوتیں جواب دے جاتی ہیں۔ ضعف اور کمزوری کا غلبہ ہو جاتا ہے اس کے برعکس جوانی میں قوائے انسانی ترقی پذیر ہوتے ہیں اس لئے ہر کام خوش اسلوبی سے سرانجام پا سکتا ہے لہٰذا جوانی کے لحات کو غنیمت جانو اور ایک لحہ بھی ضائع کئے بغیر خدا ورسول کے اوامر ونواہی کی پابندی کرو تاکہ موت کے بعد تمہیں سرخروئی حاصل ہو۔ آگے فرمایا امیری کو فقیری سے پہلے غنیمت جانو یعنی خدائے تعالیٰ نے تمہیں مال و دولت سے نوازا ہے تمہیں سیم و زر کی نعمت سے مالا مال کیا ہے اس دولت سے آخرت کے لئے نیکیوں کا ذخیرہ کرو زکوۃ، صدقات، خیرات سے غربا، مساکین،

یتامیٰ اور بے سہارا لوگوں کی امداد کرو رفاہ عامہ کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لو دین اسلام کی اشاعت میں بھر پور حصہ لو مساجد اور دینی مدارس کی تعمیر و ترقی کے لئے دل کھول کر خرچ کرو ملک وقوم کی فلاح و بہبود کے لئے حکومت سے مالی تعاون کرو۔ خود حج کرو دوسروں کو حج کراؤ غرضیکہ یہ سب نیک کام مال و دولت ہی سے ہو سکتے ہیں۔ غربت اور ناداری میں انسان ایسے کام کرنے سے قاصر رہتا ہے۔ آگے فرمایا فراغت کو مصروفیت سے پہلے غنیمت جانو یعنی خدا تعالیٰ نے تمہیں فرصت کے لحات دیئے ہیں تم پر کوئی دنیاوی بوجھ نہیں دنیا کے دھندوں سے آزاد ہو تو اس وقت کو ضائع نہ کرو بلکہ ہر قسم کی نیکی کے لئے سعی بلیغہ کرو قرآن کی تلاوت نوافل دینی علوم کی تحصیل حاجت مندوں کی امداد، معذوروں کی اعانت اور دیگر نیک کاموں میں زیادہ سے زیادہ کوشش کرو مصروفیت میں انسان مجبور ہوتا ہے۔ ان نیک کاموں کی طرف توجہ نہیں دے سکتا۔

آگے فرمایا تندرستی کو بیماری سے پہلے غنیمت جانو یعنی تندرستی ہزار نعمت ہے۔ بیماری میں انسان کمزور ہو جاتا ہے۔ چلنے پھرنے سے معذور ہو جاتا ہے۔ صحت ہے تو ہر نیک کام سرانجام دے سکتا ہے۔ لیکن اگر کسی مرض میں مبتلا ہے تو طبیعت میں ہر وقت پریشانی بے چینی اور قلق و بیقراری رہتی ہے کوئی چیز اچھی نہیں لگتی کسی کام کی طرف طبیعت راغب نہیں ہوتی خود کوئی کام کرنا تو درکنار اُلٹا دوسروں پر بوجھ بن جاتا ہے۔ اس حدیث کا آخری ٹکڑا زیر نظر موضوع سے متعلقہ ہے اور وہ یہ کہ زندگی کو موت سے پہلے غنیمت جانو یعنی جب یہ دنیا چھوڑ کر جانا ہے اور موت اٹل ہے۔ کسی دعا اور دوا سے ٹل نہیں سکتی بڑے بڑے جلیل القدر پیغمبر اولیائے کرام بڑے بڑے شہنشاہ، وزراء، امراء، روسا، حکام کبیر وصغیر کہ و مہہ اپنے پرائے، یگانے بیگانے آقا و غلام سبھی اس دنیا سے رخصت ہو گئے اور ہم

نے بھی یہاں سے ایک نہ ایک دن کوچ کرنا ہے تو پھر اس دنیا سے دل لگا کر آخرت کو کیوں بھولیں۔ بقول بہادر شاہ ظفر کیوں نہ کہیں۔

لگتا نہیں ہے دل میرا اجڑے دیار میں
کس کی بنی ہے عالم ناپائیدار میں

لہٰذا زندگی موت کی تیاری میں صرف ہونی چاہیے۔ شریعت مطہرہ کے بتائے ہوئے اصول اپنائیں رسولِ خدا کی اطاعت و اتباع کو اپنا شعار بنائیں تا کہ اس دنیا میں آنے کا مقصود و مطلوب پورا ہو جائے اور کل جب خدا و مصطفیٰ کے سامنے حاضر ہوں تو خجالت و شرمندگی اور پشیمانی اور ندامت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ یہ بھی خوب جان لو کہ زندگی خواہ کتنی ہی لمبی ہو کتنی ہی عیش و عشرت میں گزرے کتنی ہی قابل رشک ہو کتنے ہی سطوت اور دبدبے سے گزرے اس زندگی میں کتنا ہی جاہ و جلال ہو آخر کار زندگی کا انجام موت ہے یہ موت کا شیر انسان کے ہر وقت تعاقب میں ہے اس سے فرار کب تک اس سے بچنے اور چھپنے کی کوئی صورت نہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَیۡنَ مَا تَکُوۡنُوۡا یُدۡرِکۡکُّمُ الۡمَوۡتُ وَلَوۡ کُنۡتُمۡ فِیۡ بُرُوۡجٍ مُّشَیَّدَةٍ۝

ترجمہ: تم جہاں بھی ہو گے موت تمہیں آئے گی اگرچہ تم مضبوط قلعوں میں کیوں نہ ہو۔

اے دنیا کے آرام و آرائش میں محو ہو کر زندگی بسر کرنے والے یہ مت بھول کہ موت بہت قریب ہے۔

جو چمن سے گزرے تو اے صبا یہی کہنا بلبلِ زار سے
کہ خزاں کے دن بھی قریب میں نہ لگا نہ دل کو بہار سے

یکم جمادی الثانی 1400ھ بمطابق 17 اپریل 1980ء بروز جمعرات

کفر اور شرک

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَآ أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَآ أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْأَزْلَامِ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ ط اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ط اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيْنًا فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّإِثْمٍ فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ O

حرام چیزوں سے چوتھی چیز فرمایا وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ O وہ چیز بھی حرام ہے جس پر اللہ کے سوا کسی غیر کا نام پکارا گیا ہو۔ اہلال کا معنیٰ ہے۔ رفع الصوت یعنی آواز کو بلند کرنا۔ چنانچہ حاجی کے احرام باندھنے کے بعد لبیک لبیک پکارنے کو اہلال التلبیہ کہتے ہیں۔ مقصد یہ کہ جس جانور کو غیر اللہ کے نام پر پکارا گیا ہو، نامزد کیا گیا ہو، وہ حرام ہے مثلاً یوں کہا جائے کہ یہ جانور یا چیز فلاں بت، قبر یا بزرگ کی نیاز ہے، تو وہ چیز حرام ہو جائے گی اور غیر اللہ کی نیاز دینے سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ وہ بزرگ ہم سے راضی ہو کر ہماری مرادیں پوری کریں گے یا کم از کم اللہ کے ہاں ہماری سفارش ہی کر دیں گے۔ یہ شرکیہ عقائد ہیں لہٰذا غیر اللہ کے نام سے منسوب کی جانے والی چیز کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے۔

بعض لوگوں کو اس مسئلہ میں غلط فہمی ہوئی ہے۔ بعض تفسیروں میں بھی لکھا ہے کہ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ کا مطلب یہ ہے کہ جانور کو ذبح کرتے وقت اگر اللہ کے علاوہ غیر کا نام لیا جائے تو جانور حرام ہوگا اور اگر بوقت ذبح بسم اللہ کہا جائے تو ذبح حرام نہیں ہوگا۔ زمانہ جاہلیت میں لوگ لات، منات، عزیٰ وغیرہ کے نام

پر جانور ذبح کرتے تھے اور اللہ کے نام نہ لیتے تھے لہٰذا وہ حرام ہیں۔ اس مسئلہ میں حقیقت حال یہ ہے کہ وہ جانور بدعقیدگی کی وجہ سے حرام قرار دیا گیا ہے۔ جب وہ غیر اللہ کی طرف منسوب ہو گیا کہ یہ فلاں پیر یا بزرگ کا بکرا ہے تو وہ بسم اللہ کہہ کر ذبح کرنے سے بھی حرام ہی رہے گا۔ یہ تو ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص خنزیر کو بسم اللہ پڑھ کر ذبح کرے اور پھر اُسے حلال سمجھنے لگے جو چیز بنیادی طور پر حرام ہے وہ اللہ کا نام لینے سے حلال نہیں ہو جاتی ہاں اگر متعلقہ شخص اس غلط عقیدے سے تائب ہو جائے تو پھر شرعی طریقہ سے ذبح کرنے پر جانور حلال شمار ہوگا۔ جانوروں کے علاوہ دوسری اشیاء کھانا، دودھ، مٹھائی وغیرہ بھی اگر غیر اللہ کی نیاز ہے تو وہ حرام ہے اور ان کی حرمت بھی غیر اللہ کے نام پر نامزدگی کی وجہ سے ہے۔ وَمَا اُهِلَّ کا یہی مطلب ہے۔

مولانا عبیداللہ سندھیؒ فرماتے ہیں کہ تمام انبیائے کرام اور ائمہ ملت حنفیہ اس بات پر متفق ہیں کہ غیر اللہ کے نام پر کسی چیز کی نامزدگی سے اُس چیز میں روحانی نجاست پیدا ہوتی ہے۔ مشرکین جانوروں کے متعلق اہلِ اسلام پر اعتراض کرتے تھے کہ تمہارا مذہب بھی عجیب ہے۔ جس جانور کو خدا تعالیٰ مار دیتا ہے اُسے مردار سمجھ کر حرام قرار دیتے ہو اور جسے خود ذبح کر کے مار دیتے ہو وہ تمہارے لئے حلال ہے۔ فرمایا مشرک لوگ اس قسم کی تاویلات سے دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ حقیقت میں موت تو ہر حالت میں من جانب اللہ ہی ہوتی ہے خواہ کوئی جانور طبعی موت مر جائے یا اُسے ذبح کر دیا جائے مگر اللہ کا نام لے کر ذبح کرنے سے اس میں پاکیزگی آتی ہے جب کہ غیر اللہ کے نام سے اس میں نجاست آتی ہے۔ اگرچہ وہ نظر نہیں آتی۔ اس کی مثال خود مشرک ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ یعنی مشرک لوگ ناپاک ہیں اگرچہ وہ نہا دھو

کر اچھے کپڑے پہن لیں اور خوشبو لگا لیں۔ وہ بظاہر تو پاک صاف ہیں مگر ان کی بدعقیدگی کی وجہ سے ان میں روحانی نجاست پیدا ہو چکی ہے جو نظر نہیں آتی۔ اسی طرح غیر اللہ کے نام پر ذبح اور بغیر ذبح کے مرنے والا جانور بہر حال حرام ہو گا اگر چہ اس کی نجاست نظر نہیں آتی۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے اپنی تفسیر میں اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے اس سلسلہ میں ایک نہایت اہم مکتوب لکھا ہے۔ فرماتے ہیں جو جانور غیر اللہ کے نام پر اس لئے نامزد کر دیا جائے کہ وہ راضی ہو کر ہماری مرادیں پوری کریں گے، تو وہ جانور حرام ہی رہے گا، خواہ بوقت ذبح اس پر اللہ کا نام لے لیا گیا ہو۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

احباب اہل سنت کی طرف سے مجھے ایک اشتہار ملا جو کسی بدعقیدہ کی بدعقیدگی کا مظہر اُتم تھا اس کا عنوان "کفر و شرک"

اس کی چند چیدہ چیدہ عبارات حسب ذیل ہیں۔

(۱) وہ چیز بھی حرام ہے جس پر اللہ کے سوا کسی غیر کا نام پکارا گیا ہو۔

(۲) مثلاً یوں کہا جائے کہ یہ جانور یا چیز فلاں بُت، قبر یا بزرگ کی نیاز ہے تو وہ چیز حرام ہو جائے گی۔

(۳) جب وہ غیر اللہ کی طرف منسوب ہو گیا کہ یہ فلاں پیر یا بزرگ کا بکرا ہے تو وہ بسم اللہ کہہ کر ذبح کرنے سے بھی حرام ہی رہے گا۔

(۴) جانوروں کے علاوہ دوسری اشیاء مثلاً دودھ، مٹھائی وغیرہ بھی اگر غیر اللہ کی نیاز ہے تو وہ حرام ہے۔

اب ان عبارات کا جواب ملاحظہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کی ہر مخلوق کو شے یا چیز کہتے ہیں۔ انسان، جنات، ملائکہ، عرش و کرسی، لوح و قلم، شمس و قمر، نباتات، حیوانات، جمادات، مفردات اور مرکبات غرضیکہ ہر مخلوق پر شے یا چیز کا لفظ بولا جا سکتا ہے۔ جب کسی چیز پر اللہ کے سوا کسی غیر کا نام پکارنے سے وہ چیز حرام ہو جاتی ہے تو اگر کوئی یہ کہہ دے کہ فلاں نام کی عورت خان صاحب کی بیوی ہے تو وہ حرام ہو جائے گی کیونکہ خاں صاحب خدا نہیں اللہ کا غیر ہے اور غیر اللہ کا نام جس چیز پر آ جائے وہ حرام ہے اور حرام عورت سے ازدواجی تعلقات کے نتیجے میں جو اولاد ہو گی وہ کیسی ہو گی اس کا آپ لوگ بہتر فیصلہ کر سکتے ہیں۔

اسی طرح زید کا بکرا عمرو کی گائے، زید کا لڑکا، میرا گھر دیو بند کا مدرسہ،

امام بخاری وغیرہ یہ سب نسبتیں ناجائز ہوگئیں اور ان کا استعمال حرام ہو جائے گا۔

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ بعض اوقات غیر اللہ کی نسبت سے چیز کی قدرت ومنزلت اور قیمت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ مثلاً حضور علیہ السلام کا ایک چوب نضار کا پیالہ آٹھ ہزار درہم میں فروخت ہوا۔ حضور غوث پاک کا دستی لکھا ہوا قرآن حیدر آباد دکن میں موجود ہے انگریزوں نے دو لاکھ روپے میں لینا چاہا لیکن مسلمانوں نے نہ دیا۔ امریکہ میں ANTIQUES کی قیمت زیادہ ہوتی ہے اور ان میں اکثر چیزیں وہ ہوتی ہیں جن کی نسبت بڑے لوگوں کی طرف ہوتی ہے۔

کسی حلال جانور کو اگر کسی بزرگ کی نذرونیاز قرار دیا جائے تو وہ بھی حرام نہیں ہوتا تحقیق ملاحظہ ہو۔

نذر کی دو اقسام ہیں۔ نذر شرعی اور نذر عرفی۔ چنانچہ شاہ رفیع الدین نے جو کسی زمانے میں مدرسہ دیوبند میں اہم علمی منصب پر فائز تھے اپنے رسالہ ''نذور'' میں لکھا ہے۔

نذریکہ ایں جا مستعمل میشود برمعنی شرعی است چہ عرف آنست کہ آنچہ پیش بزرگاں می برند نذرونیاز گویند۔

ترجمہ: جو نذر یہاں مستعمل ہے وہ شرعی معنی پر ہے اور عرفی نذر وہ ہے جو بطور نذرونیاز بزرگوں کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ شاہ صاحب کے نزدیک نذر کی دو اقسام ہیں نذر شرعی اور نذر عرفی فتاوٰی رشدیہ میں مولوی رشید احمد گنگوہی نے لکھا ہے:

اور جو اولیاء اللہ کی نذر ہے تو اس کے اگر یہ معنی ہیں کہ اس کا ثواب ان کی روح کو پہنچے تو صدقہ ہے جو نذر بمعنی تقریب ان کے نام پر ہے تو حرام ہے۔

اس سے بھی یہ معلوم ہوا کہ نذر کی دو اقسام ہیں نذرِ شرعی اور نذرِ عرفی۔

اولیاء اللہ کی جو نذر مانی جاتی ہے وہ نذرِ شرعی نہیں نذرِ عرفی ہے جس کا معنی ہے نذرانہ جیسے کوئی اپنے استاد سے کہے یہ سو روپے آپ کی نذر ہے یہ بالکل جائز ہے۔ اولیاء اللہ کی نذر شرعی ماننا حرام ہے۔

نذر شرعی کی مثال:

ایک آدمی نے فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی:

یَارَسُوْلُ اِنِّیْ نَذَرْتُ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ اِنْ فَتَحَ اللّٰہُ عَلَیْکَ اَنْ اُصَلِّیْ فِیْ بَیْتِ الْمَقْدَسِ رَکْعَتَیْنِ قَالَ صَلِّیْ ھٰھُنَاo (مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ: اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے خدا کے لئے نذر مانی تھی کہ اگر خدا تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فتح مکہ سے سرفراز فرمائے گا تو میں مسجد اقصیٰ میں دو رکعتیں پڑھوں گا فرمایا مسجدِ حرام میں پڑھ لے۔

نذر عرفی کی مثال:

کسی غزوہ سے واپسی پر ایک سیاہ فام کنیز رسول خدا کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!

اِنْ کُنْتَ نَذَرْتُ اَنْ رَدَّکَ اللّٰہُ صَالِحًا اَنْ اَضْرِبَ بَیْنَ یَدَیْکَ بِالدَّفِo

ترجمہ: میں نے نذر مانی تھی کہ اگر خدا تعالیٰ آپ کو فتح دے گا تو میں آپ کے سامنے دف بجاؤں گی۔ (مشکوٰۃ شریف)

یہ نذر عرفی تھی نہ کہ شرعی یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں خوشی کا نذرانہ غرضیکہ نذر کے دو معنی ہیں شرعی اور عرفی معنی سے نذر

بزرگان دین کے لئے جائز ہے بمعنی نذرانہ۔

نذر شرعی عبادت ہے اور عبادت کسی غیر اللہ کے لئے جائز نہیں اس لئے شرعی معنی میں تو نذر اللہ کے ساتھ مخصوص ہے اور اس کے علاوہ اور کسی کی نذر ماننا شرک ہے لیکن عرف عام میں نذر عبادت کے معنی میں استعمال نہیں ہوتی بلکہ نیاز کے معنی میں استعمال ہوتی ہے اور یہ شرک نہیں چنانچہ شاہ عبدالعزیز نے اپنے والد شاہ ولی اللہ سے اپنے فتاویٰ میں ذیل کی عبارت نقل کی ہے۔

لیکن حقیقت ایں نذر آنست کہ اہداء ثواب طعام و انفاق و بذل مال بروحِ میت کہ امریست مسنون از روئے احادیث صحیحہ ثابت است مثل ماوردفی الصحیحین من حال ام سعد وغیرہ ایں نذر مستلزم میشود پس حال ایں نذر آنست کہ اہداء ثواب ہذا النذر الی روح فلاں و ذکر ولی برائے تعین عمل منذو راست نہ برائے مصرف ایں نذر نزد ایشاں متوسلاں آن ولی مے باشند از اقارب و خدام و ہمطریقاں و امثال ذالک وہمیں است مقصود نذر کنندگان بلا شبہ و حکمہ انہ صحیح یجب الوفاہ انہ قربۃ معتبرۃ فی الشرع۔ (فتاویٰ عزیزی ج 1 ص 121)

ترجمہ: اس نذر کی حقیقت یہ ہے کہ اس طعام وغیرہ کا ثواب میت کی روح کو پہنچایا جاتا ہے اور یہ امر مسنون ہے اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے جیسے حضرت سعد کی والدہ کے کنویں کا ذکر بخاری و مسلم میں موجود ہے اس نذر کا پورا کرنا ضروری ہوتا ہے۔ پس اس نذر کا حاصل یہ ہے کہ اس طعام وغیرہ کا ثواب فلاں ولی کو پہنچے نذر میں ولی کا نام کا ذکر اس لئے نہیں کیا جاتا کہ وہ اس نذر کا مصرف ہے اس کا مصرف تو اس ولی کے قریبی رشتہ دار و خدامِ درگاہ اور ہم مشرب لوگ ہوتے ہیں ولی کا نام صرف اس عمل کو متعین کرنے کے لئے لیا جاتا ہے۔ نذر کرنے والوں کا بلاشبہ بس یہی مقصد ہوتا ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ ایسی نذر صحیح

ہے اور اس کا پورا کرنا ضروری ہے کیونکہ یہ ایسی طاعت ہے جو شرعاً معتبر ہے۔
شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ایک اور جگہ فرماتے ہیں۔

طعامیکہ ثواب آں نیاز حضرت امامین نمایند و برآں فاتحہ وقل ودرود خوانند تبرک می شود وخوردن بسیار خوب است۔ (فتاویٰ عزیزی ج 1 ص 78)

ترجمہ: وہ کھانا جس کا ثواب حسنین کریمین کو پہنچایا جائے اور اس پر فاتحہ، قل شریف اور درود شریف پڑھا جائے وہ تبرک ہو جاتا ہے اور اس کا کھانا بہت اچھا ہے۔

پس درخوبی ایں قدر امراز امور مرسومہ فاتحہ ہادر عراس ونذر و نیاز اموات شک وشبہ نیست۔ (صراط مستقیم ص 55)

ترجمہ: مروجہ فاتحہ بزرگان دین کے عرس اور وفات کے لئے نذر و نیاز دینے کی اس قدر خوبی میں کوئی شک وشبہ نہیں۔

وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ کی وضاحت:

سلف صالحین اور علماء متقدمین کا مسلک یہ ہے کہ اگر کسی جانور کو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا نام لے کر ذبح کیا جائے تو وہ جانور حرام ہے جس طرح مشرکین باسم اللات والعزیٰ کہہ کر جانوروں کو ذبح کیا کرتے تھے چند تفاسیر کے حوالے ملاحظہ ہوں:

وَلَا خِلَافَ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ اَنَّ الْمُرَادَ بِهٖ الذَّبِيْحَةُ اِذَا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ عِنْدَ الذَّبْحِ ٥

ترجمہ: سب مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ اس سے مراد وہ ذبیحہ ہے جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا جائے۔ (تفسیر احکام القرآن)

اَیْ رَفْعِ الصَّوْتِ لِغَیْرِ اللّٰہِ بِہٖ لِقَوْلِہِمْ بِاسْمِ اللَّاتِ وَالْعُزّٰی عِنْدَ ذِبْحِہٖO

ترجمہ: اس جانور پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو جیسے کفار ذبح کرتے وقت کہتے تھے لات وعزیٰ کے نام۔ (تفسیر بیضاوی)

اَیْ ذُبِحَ بِاسْمِ غَیْرِہٖ تَعَالٰی۔ یعنی غیر خدا کے نام پر ذبح کیا جائے۔ (تفسیر جلالین)

یعنی مَاذُکِرَ عِنْدَ ذِبْحِہٖ غَیْرُ اسْمُ اللّٰہِO

ترجمہ: وہ جانور حرام ہے جس کے ذبح پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔ (تفسیر خازن)

وَکَانُوْ یَقُوْلُوْنَ عِنْدَ الذِّبْحِ بِاسْمِ اللَّاتِ وَالْعُزّٰی فَحَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی ذٰلِکَO

ترجمہ: اہل عرب ذبح کے وقت کہتے تھے باسم اللات والعزیٰ۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو حرام کر دیا۔ (تفسیر کبیر)

اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ اس کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔ مثلاً لات وعزیٰ یا نبیوں کے نام۔ (تفسیرات احمدیہ)

اَیْ ذُبِحَ لِلْاَصْنَامِ فَذُکِرَ عَلَیْہِ غَیْرُ اسْمَ اللّٰہِO

یعنی وہ جانور حرام ہے جو بتوں کے نام پر ذبح کیا جائے پس اس پر غیر اللہ کا نام نہ لیا جائے۔ (تفسیر لباب التاویل)

وآنچہ آواز براوردہ شود بغیر اللہ از برائے غیر خدا بداں درو‍قت ذبح آں یعنی بنام بتاں بکشند۔

یعنی جس جانور پر ذبح کے وقت غیر خدا یعنی بتوں کا نام لیا گیا ہو وہ حرام ہے۔ (تفسیر حسینی)

مَاذُبِحَ لِغَيْرِ اسْمَ اللّٰهِ عَمَدً اِلاَصْنَامِO

ترجمہ: وہ جانور حرام ہے جو جان بوجھ کر غیر اللہ کے نام پر بتوں کے لئے ذبح ہو کیا گیا ہو۔ (تفسیر ابن عباس تنویر المقیاس)

مَاذُكِرَ عِنْدَ ذِبْحِهٖ اِسْمُ غَيْرِ اللّٰهِO

ترجمہ: وہ جانور حرام ہے جس کے ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔ (تفسیر مظہری)

بعض لوگوں نے اسلاف اور جمہور مفسرین کی متفقہ رائے سے اختلاف کیا ہے اور اس آیتِ زیر بحث وما اھل بہ لغیر اللہ سے ایک نیا مفہوم اخذ کر کے تکفیر کا دروازہ کھول دیا ہے ایسے لوگوں نے غیروں کو اپنا بنانے کی بجائے اپنوں کو بیگانہ بنادیا ہے۔ ان لوگوں کو خدا تعالیٰ کے درج ذیل فرمان پر غور کرنا چاہیے۔ ارشادِ ربانی ہے۔

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَاتَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَاتَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيْرًا O

ترجمہ: اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بُری جگہ ہے پلٹنے کی۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ وہ چیز بھی حرام ہے جس پر اللہ کے سوا کسی غیر کا نام پکارا گیا ہو کسی پیر یا بزرگ کے نام کا بکرا بسم اللہ کہہ کر ذبح کرنے سے بھی حرام ہی رہے گا جیسے خنزیر کو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کیا جائے تو وہ ناپاک ہی رہے گا۔

لیکن جب اس قول کو تحقیق کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں تو اس کا باطل ہونا روز روشن کی طرح ظاہر ہو جاتا ہے کیونکہ بخاری و مسلم، ابوداؤد، نسائی اور مشکوۃ

میں یہ حدیث موجود ہے کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کی میری ماں کا انتقال ہو چکا ہے ان کے لئے کونسا صدقہ افضل ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا پانی، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کنواں کھدوایا۔ وَقَالَ هٰذَا لِاُمِّ سَعْدٍ۔ اور کہا یہ کنواں سعد کی ماں کا ہے۔

اگر کسی غیر کا صرف نام لے دینے سے کوئی چیز حرام اور ناپاک ہو جاتی تو کنویں کا پانی بھی حرام ہونا چاہیے حالانکہ اس کنویں کا پانی خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیا صحابہ کرام اور تابعین نے پیا کیا کوئی مخلص مومن یہ جسارت کرسکتا ہے کہ وہ کہے کہ اس مذکورہ بالا ہستیوں نے حرام پانی پیا ہرگز نہیں کوئی مومن تو ایسا تصور بھی نہیں کرسکتا۔

اور جہاں تک کسی بزرگ کے نام کا بکرا بسم اللہ کہہ کر ذبح کرنے کا تعلق ہے تو اس بارے میں تحقیق انیق یہ ہے کہ اس طرح کرنے سے بکرا حرام نہیں ہوتا حدیث میں آتا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کی طرف سے قربانی کی۔

حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

اَللّٰهُمَّ مِنْکَ وَلَکَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَاُمَّتِهٖ بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ثُمَّ ذَبَحَ ○ (ابو داؤد، مشکوٰۃ شریف)۔

ترجمہ: اے اللہ یہ قربانی تری عطا سے اور تیرے لئے ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی امت کی طرف سے بسم اللہ واللہ اکبر کہا پھر ذبح کر دیا۔

اَنَّهٗ ضَحّٰی بِکَبْشٍ فَقَالَ هٰذَا عَمَّنْ لَّمْ یُضَحِّ مِنْ اُمَّتِیْ۔

(ترمذی شریف)

ترجمہ: آپ نے ایک مینڈھا ذبح فرمایا کہ یہ قربانی میرے اس امتی کی طرف

سے ہے جس نے قربانی نہیں کی۔ (ترمذی شریف)

حضرت علی رضی اللہ عنہ دو مینڈھے ذبح کیا کرتے تھے آپ سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اَوْصَانِیْ اَنْ اُضَحِّیَ عَنْهُ فَاَنَا اُضَحِّیْ عَنْهُ۝

ترجمہ: بے شک رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنی طرف سے قربانی کا حکم دیا میں ان کی طرف سے قربانی کرتا ہوں۔ یعنی ایک مینڈھا اپنی طرف سے اور دوسرا مینڈھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے قربانی دیا کرتے۔ معلوم ہوا کہ اگر کسی کو ایصال ثواب کے لئے کسی شے پر اس کا نام مجازی طور پر لے دیا جائے تو وہ چیز حرام نہیں ہوتی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مینڈھے پر امت کا نام لیتے یا حضرت علی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لیتے غرض تو ایصالِ ثواب سے تھی اسی طرح کسی بزرگ کے نام کے بکرے کی غرض و غایت بھی اس کی روح کو ایصال ثواب ہے۔

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْ بَحِیْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِیْلَةٍ وَّلَا حَامٍ وَّلٰكِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰهِ الْكَذِبَ وَاَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ۝

ترجمہ: اللہ نے مقرر نہیں کیا کان چرا ہوا اور نہ بجار اور نہ وصیلہ نہ حامی ہاں کافر لوگ اللہ پر جھوٹا افتراء باندھتے ہیں اور ان میں اکثر نرے بے عقل ہیں۔

کافران چاروں جانوروں کو بتوں کے نام پر نامزد کرتے تھے یہ وہ جانور تھے جن کو اپنے بتوں کو نذر مانتے تھے اور ان سے کسی قسم کا فائدہ اُٹھانا اپنے اوپر حرام کر دیتے تھے حالانکہ اگر کوئی مسلمان ان کو اللہ کے نام پر ذبح کرے تو وہ

حلال ہے۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ کسی چیز کو حلال یا حرام کرنے کا اختیار اللہ تعالیٰ کو ہے یا اس کی اجازت سے اس کے رسول کو۔ اگر کوئی شخص اللہ اور رسول کی حلال کی ہوئی چیز کو حرام اور حرام کی ہوئی چیز کو حلال قرار دیتا ہے تو وہ تشریع اور قانون سازی کا حق اپنے ہاتھ میں لے رہا ہے اور حقوق ربانی میں مداخلت کرنے کا بدترین مجرم بن رہا ہے اس آیت میں ایسی مداخلت کا ذکر فرمایا جا رہا ہے اور ان کفار کو پرلے درجے کا احمق کہا جا رہا ہے جنہوں نے خدا کے حلال کردہ جانوروں کو اپنی من گھڑت تجویزوں سے اپنے اوپر حرام قرار دیا۔

فتاویٰ عالمگیری میں صراحۃً یہ بات تحریر ہے کہ اگر کسی مجوسی نے اپنے آتشکدہ کے لئے یا کسی مشرک نے اپنے باطل معبودوں کے لئے کسی جانور کو نامزد کیا ہے اور کسی مسلمان نے اللہ کا نام لے کر اسے ذبح کر دیا تو اسے کھایا جائے گا کیونکہ مسلمان نے اللہ کا نام لے کر ذبح کیا ہے۔

عربی عبارت یہ ہے:

مُسْلِمٌ ذَبَحَ شَاةَ الْمَجُوْسِيِّ لِبَيْتِ نَارِهِمْ اَوِ الْكَافِرِ لِاٰلِهَتِهِمْ تُؤْكَلُ لِاَنَّهٗ سَمَّى اللّٰهَ ٥ (فتاویٰ عالمگیری کتاب الذبائح)

اگر کافر کا بتوں کے نام پر یا آتش پرست کے آتشکدہ کے نام پر نامزد جانور مسلمان کے لئے اللہ کے نام پر ذبح کرنے سے حلال ہے تو کسی بزرگ کے نام کا جانور بھی خدا کا نام لے کر ذبح کر لینے سے حلال ہے جو لوگ ایسے جانور کو حرام قرار دیں وہ کافروں کی طرح پرلے درجے کے بے وقوف ہیں۔ نیز خدا فرماتا ہے۔

فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ٥ وَمَا لَكُمْ

اِلَّا تَأْكُلُوْ مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ○

ترجمہ: تو کھاؤ اس میں سے جس پر اللہ کا نام لیا گیا اگر تم اس کی آیتیں مانتے ہو اور تمہیں کیا ہوا ہے اس میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا۔

معلوم ہوا ذبح کے وقت جس حلال جانور پر اللہ کا نام لیا گیا ہو وہ جانور حلال ہے اور اس کا گوشت کھانا ایمان کی علامت ہے اور ایسے جانور کو اپنی قیاس آرائی سے حرام قرار دینا طریقہ کفار ہے کیونکہ جس کو اللہ نے حرام نہ کیا ہو اُسے حرام سمجھنا جہالت اور حماقت ہے۔

يَـاَيُّهَـا الَّـذِيْـنَ اٰمَـنُـوْا لَا تُـحَـرِّمُوْا طَيِّبَاتِ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَايُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ○

ترجمہ: اے ایمان والو! حرام نہ ٹھہراؤ وہ ستھری چیزیں کہ اللہ نے تمہارے لئے حلال کیں اور حد سے بڑھو بے شک حد سے بڑھنے والے اللہ کو ناپسند ہیں۔

ایک اور جگہ فرمایا:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلَالٌ وَهٰذَا حَرَامٌ لِتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَايُفْلِحُوْنَ○ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ○

ترجمہ: اور نہ کہو اسے جو تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھو بے شک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا بھلا نہ ہوگا تھوڑا برتنا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

ملا جیون نے لکھا ہے:

وَمِنْ هٰهُنَا عُلِمَ اَنَّ الْبَقَرَةَ الْمَنْذُوْرَةَ الْاَوْلِيَاءِ كَمَا هُوَ الرَّسْمُ فِیْ زَمَانِنَا حَلَالٌ طَيِّبٌ لِاَنَّهٗ لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ غَيْرِ اللّٰهِ وَقْتَ الذَّبْحِ○

ترجمہ: اس سے معلوم ہوا جس گائے کی اولیاء کے لئے نذر مانی گئی جیسا کہ ہمارے زمانے میں رواج ہے یہ حلال طیب ہے کیونکہ اس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام نہیں لیا گیا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اہلال کا معنی ہے رفع الصوت یعنی آواز کو بلند کرنا۔ چنانچہ حاجی کے احرام باندھنے کے بعد لبیک لبیک پکارنے کو اہلال التلبیہ کہتے ہیں ان کا خیال ہے کہ اہلال ذبح کے معنی میں مستعمل نہیں ہے لیکن یہ درست نہیں ہے کیونکہ .... فصاحت و بلاغت کے امام سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اَهَلَّ کو ذبح کے معنی میں استعمال کیا ہے۔ آپ کا قول بلا اختلاف و حجت سند ہے آپ ارشاد فرماتے ہیں۔

اِذَا سَمِعْتُمُ الْیَهُوْدَ وَالنَّصَارٰی یُهِلُّوْنَ لِغَیْرِ اللّٰهِ فَلَا تَاْکُلُوْا وَاِذَا لَمْ تَسْمَعُوْهُمْ فَکُلُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهَلَّ ذَبَائِحَهُمْ وَهُوَ یَعْلَمُ مَا یَقُوْلُوْنَ ○

(فتح البیان ج 1 ص 222)

ترجمہ: جب تم سنو کہ یہود و نصاریٰ غیر خدا کا نام لے کر ذبح کرتے ہیں تو ان کا ذبیحہ نہ کھاؤ اور نہ سنو تو کھا لو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذبیحہ کو حلال کیا اور وہ جانتا ہے جو کچھ وہ کہتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس قول میں یُهِلُّوْنَ بمعنی یَذْبَحُوْنَ مستعمل ہے امام فخر الدین رازی نے لکھا ہے۔

وَالذَّابِحُ مُهِلٌّ لِاَنَّ الْعَرَبَ کَانُوْا یُسَمُّوْنَ الْاَوْثَانَ عِنْدَ الذَّبْحِ وَیَرْفَعُوْنَ اَصْوَاتَهُمْ بِذِکْرِهَا ○ (تفسیر کبیر)

ترجمہ: ذبح کرنے والوں کو بھی "مهل" کہتے ہیں کیونکہ مشرکین عرب جانوروں کو ذبح کرتے وقت بلند آواز سے اپنے بتوں کا نام لیا کرتے تھے۔

علامہ علاؤ الدین نے لکھا ہے۔

حَتّٰی قِیْلَ لِکُلِّ ذَابِحٍ مُهِلٌّ۔ (تفسیر خازن)

ترجمہ: ہر ذبح کرنے والے کو مُھِل کہا جانے لگا۔

علامہ ابن منظور افریقی نے لکھا ہے۔

وَمَا اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ هُوَ مَاذُبِحَ لِاٰ لِهَةٍ۔ (لسان العرب)

یعنی وَمَا اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ کا معنیٰ یہ ہے کہ بتوں کے لئے ذبح کیا گیا۔

ہم اہل سنت و جماعت کا مسلک یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے نام کے علاوہ کسی اور کا نام لے کر کسی جانور کو ذبح کرے تو وہ ذبیحہ حرام ہوگا اور ذبح کرنے والا مشرک ہوگا۔ جس حلال جانور کو مسلمان یا اہل کتاب اللہ کا نام لے کر ذبح کرے وہ حلال اور جس حلال جانور کو مشرک یا مرتد ذبح کرے وہ مردار ہے۔ حلت و حرمت میں ذبح کرنے والے کا اعتبار ہے نہ کہ مالک کا۔

اگر مسلمان کا حلال جانور مشرک نے ذبح کر دیا۔ مردار ہو گیا، حرام ہو گیا۔ اگر مشرک نے بُت کے نام پر جانور پالا مگر اس کو مسلمان نے بسم اللہ کہہ کر ذبح کیا تو حلال ہے۔

اگر کسی شخص کے ذہن میں ایصالِ ثواب کا تصور تک نہیں بلکہ کسی ولی یا نبی کے لئے محض اس جانور کا خون بہانے کو ہی وہ درجہ قربت سمجھ کر ذبح کرتا ہے تب بھی وہ جانور حرام ہوگا۔ کیونکہ جان کا مالک وہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہے جس نے جان کو پیدا فرمایا اس لئے اسے حق نہیں پہنچتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی چیز کو کسی کے لئے قربان کرے۔

میں علی وجہ البصیرت کہہ سکتا ہوں کہ مسلمان نہ اللہ تعالیٰ کے پاک نام کے سوا کسی کا نام لے کر ذبح کرتے ہیں اور نہ وہ محض خون بہانے کو وجہ تقرب سمجھتے ہیں بلکہ ان کے پیشِ نظر صرف ایصالِ ثواب ہوتا ہے۔

بفرض محال اگر کوئی شخص اپنی جہالت کی وجہ سے ایسا کرتا ہے تو اسے فوراً تائب ہونا چاہیے مبادا اس گمراہی میں اس کی موت آ جائے نیز ان لوگوں کو بھی خدا کا خوف کرنا چاہیے جو ہر مسلمان پر کفر و شرک کا فتویٰ جڑ دیتے ہیں اور اس کو اپنی سستی شہرت کے حصول کا آسان ذریعہ سمجھتے ہیں۔

آخر میں اپنے اہل سنت و جماعت مسلمان بھائیوں سے التماس کروں گا اور مفید مشورہ دوں گا کہ ایسے گمراہ اور گمراہ کنندہ مولویوں کے دام تزویر سے بچیں اور صرف صحیح العقیدہ سنی بریلوی علمائے حق کی صحبت اختیار کریں اور ان سے اکتساب فیض کریں بوقت ضرورت اپنی مذہبی مشکلات کے حل کے لئے ان سے رجوع کریں ان کی اقتداء میں نمازِ جمعہ، عیدین اور پانچ وقت کی نماز ادا کریں ان سے دینی علم حاصل کریں۔

جو لوگ گمراہ اور گمراہ کنندہ اور بدعقیدہ مولویوں کی پیروی کرتے ہیں ان کا حال قیامت کے دن یہ ہوگا کہ:

یَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِی النَّارِ یَقُوْلُوْنَ یٰلَیْتَنَا اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَ o وَقَالُوْا رَبَّنَا اِنَّا اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَاءَ نَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِیْلَا o رَبَّنَا اٰتِهِمْ ضِعْفَیْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِیْرًا o

ترجمہ: جس دن ان کے منہ الٹ الٹ کر آگ میں تلے جائیں گے کہتے ہوں گے ہائے کسی طرح ہم نے اللہ کا حکم مانا ہوتا اور رسول کا حکم مانا ہوتا اور کہیں گے اے ہمارے رب ہم اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کے کہنے پر چلے تو انہوں نے ہمیں راہ سے بہکا دیا اے ہمارے رب انہیں آگ کا دونا عذاب دے اور ان پر بڑی لعنت کر۔

خطیب پاکستان
محمد صدیق ملتانی

علامہ مولانا محمد صدیق ملتانی صاحب مدظلہ العالی

کی دیگر بہترین کتب

باطل اپنے آئینے میں

اس کتاب کا دوسرا نام ایٹم بم ہے یہ وہ کتاب ہے جس نے باطل کے ایوانوں میں زلزلہ برپا
کردیا ہے اس کتاب کو پڑھ کر کئی بد مذہب راہ راست پر آگئے
رسول و گستاخان صحابہ و گستاخانِ اھلِ بیت پر کاری ضرب لگائی ہے
ہیں جنکا جواب آج تک نہیں دیا گیا یہ باطل فرقوں کے رد میں لاجواب کتاب ہے

بدر الکبریٰ

اس کتاب میں غزوۂ بدر بیان کیا گیا ہے نئی نسل کے
کو اجاگر کرنے کے لئے یہ کتاب ایک عظیم سرمایہ ہے
کے مجاہدانہ کارناموں سے واقف کرانے کے لئے ایک عجیب
اور ضرورت کو ذہن نشین کرانے کی سعی بلیغ ہے۔

خدا کی ہستی کے دلائل

یہ کتاب بین الاقوامی حالات کو پیشِ نظر رکھ کر لکھی گئی دنیا میں بہت سے لوگ ہیں جو
سے خدا کی ہستی کے منکر ہیں اور اس جہاں کی نمود و نمائش کو زمانے کی پیداوار سمجھتے ہیں ایسے
کے لئے یہ کتاب مشعل راہ بلکہ روشنی کا مینار ہے اس کتاب میں توحید باری تعالیٰ کے عقلی دلائل
پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں خدا تعالیٰ کی ہستی کے آفاقی، نفسی اور عقلی دلائل قابلِ ستائش ہیں

کتاب التنویر

خدا تعالےٰ نے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہترین فضائل اور خصائل عطا کئے
ہیں آپ کے خصائص کو آٹھ اقسام پر منقسم کرکے اُن پر بحث کی گی ہے مختلف ابحاث
کے جوابات دیئے گئے جن سے کتاب کی افادیت میں اضافہ ہوا ہے اس کتاب کے
سینے میں الفت رسول کا دریا موجزن ہوتا ہے

دینِ فطرت

یہ کتاب اصلاح معاشرہ کی غرض سے لکھی گئی ہے اس کتاب
پر بڑا زور دیا گیا ہے کیونکہ بے پردگی اور عریانی دعوت گناہ
معاشرے کے مختلف پہلوؤں پر تبصرہ کیا گیا ہے معاشرے
ہو چکی ہیں ان کو دور کرنے کے طریقوں پر بحث کی گئی ہے۔

مقام سجدہ

اہم رکن سجدہ ہے اکثر نمازی سجدہ خلاف سنت کرتے
سجدے کے فوائد اور حکمتوں پر حسین تبصرہ
اس میں کیا راز تھا مکمل بحث کی گئی ہے
رکن نماز ہے جو بندہ کو خدا کے قریب کر دیتا ہے

مکتبہ نوریہ رضویہ گلبرگ اے فیصل آباد

خطباتِ صدیقیہ

جلد چہارم

خطیب پاکستان

مولانا محمد صدیق ملتانی مدظلہ العالی

خطیب مرکزی سُنی رضوی جامع مسجد جھنگ بازار فیصل آباد

مکتبہ نوریہ رضویہ

خطباتِ صدیقیہ

جلد چہارم

خطیبِ پاکستان مولانا محمد صدیق ملتانی مدظلہ العالی

مکتبہ نوریہ رضویہ
گلبرگ اے فیصل آباد

111345

نام کتاب	ـــــــ	خطباتِ صدیقیہ (جلد چہارم)
مؤلف	ـــــــ	مولانا محمد صدیق صاحب ملتانی
تزئین واہتمام	ـــــــ	سید حمایت رسول قادری
پروف ریڈنگ	ـــــــ	حافظ رب نواز سیالوی (فاضل دار العلوم نوریہ رضویہ گلبرگ اے فیصل آباد)
صفحات	ـــــــ	496
اشاعت	ـــــــ	بار اوّل نومبر 2007ء
تعداد	ـــــــ	1100
کمپوزنگ	ـــــــ	غلام محمد یٰسین خاں
مطبع	ـــــــ	اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
ناشر	ـــــــ	مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد
قیمت	ـــــــ	-/150 روپے

ملنے کے پتے

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز

11 گنج بخش روڈ لاہور فون 7313885

مولانا محمد صدیق ملتانی فیصل آباد

موبائل: 0300-6608706

فہرست

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شانِ ولایت

اِنْ اَوْلِيَاءُهٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ۔ نہیں ہیں اس کے دوست مگر متقی لوگ۔

اولیاء جمع ہے ولی کی اور ولی کے کئی معنی ہیں کچھ معنی وہ ہیں جو از روئے لغت ثابت ہیں اور کچھ معنی از روئے قرآن ثابت ہیں کیونکہ اَلْقُرْآنُ يُفَسِّرُ بَعْضُهٗ بَعْضًا قرآن اپنے بعض حصوں کی خود تفسیر بیان کرتا ہے پہلے وہ معنی بیان ہوں گے جو از روئے لغت ثابت ہیں بعد میں وہ معنی بیان ہونگے جو از روئے قرآن ثابت ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

نمبر 1.

اَللّٰهُ وَلِيُّكَ اللہ تیرا نگہبان ہے یہاں ولی کے معنی ہیں نگرانی کرنے والا چنانچہ لغت کی مشہور کتاب ''المنجد'' میں یہی لکھا ہے۔

اللہ کا کامل ولی اپنے مرید کی نگرانی کرتا ہے اس کو بے راہ روی کا شکار نہیں ہونے دیتا یہ بات ذہن نشین رہے کہ بات کامل ولی کی ہو رہی ہے اور کامل کی تعریف یہ ہے سید علی الخواص فرماتے ہیں۔

لَا يَكْمُلُ الرَّجُلُ عِنْدَنَا حَتّٰى يَعْلَمَ حَرَكَاتِ مُرِيْدِهٖ فِيْ اِنْتِقَالِهٖ فِي الْاَصْلَابِ وَهُوَ نُطْفَةٌ مِنْ يَوْمِ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ اَيْ اِسْتِقْرَارُهٗ فِي الْجَنَّةِ اَوْ فِي النَّارِ۔
(کبریت رحمٰن، ص ۱۴۵)

ہمارے نزدیک تو آدمی تب تک کامل نہیں ہوتا جب تک اس کو اپنی مرید کی حرکتیں اس کے آباء کی پیٹھ میں معلوم نہ ہوں یعنی جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ

یوم الست سے کس کس کی پیٹھ میں رہا اور اس نے کس وقت حرکت کی یہاں تک کہ اس کے جنت یا دوزخ میں قرار پکڑنے تک کے حالات جانے۔

اور شیخ تاج العارفین ابوالوفا فرماتے ہیں۔

لَایَکُوْنَ الشَّیْخُ شَیْخًا حَتّٰی یَعْرِفُ مِنْ کَافٍ اِلٰی قَافٍ فَقِیْلَ لَہٗ مَاکَانَ وَمَاقَافٌ فَقَالَ یُطْلِعَہُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ عَلٰی جَمِیْعِ مَافِی الْکَوْنَیْنِ مِنْ اِبْتِدَاءِ خَلْقِہٖ بِکُنْ اِلٰی مَقَامِ وَقِفُوْھُمْ اِنَّھُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ۔ (بہجۃ الاسرار، ص ۱۴۳)

کوئی شخص اس وقت تک کامل شیخ نہیں ہوسکتا جب تک کہ کاف سے قاف تک کی معرفت حاصل نہ کرے پوچھا گیا کاف سے قاف کیا ہوتے ہیں آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس کامل کو دونوں جہانوں کی تمام مخلوق کی خبر دیتا ہے یعنی کلمہ کن سے پیدائش کی ابتداء سے لے کر دوزخ کے اس مقام تک کی اطلاع جہاں دوزخیوں کو کھڑا کر کے ان سے سوال کیا جائیگا۔

یہ کامل لوگ اپنے متوسلین اور مریدین کی نگرانی کرتے ہیں چنانچہ امام عبدالوہاب شعرانی نے میزان الشریعت میں لکھا ہے۔

اَئِمَّۃُ الْفُقَھَاءِ وَالصُّوْفِیَۃُ کُلُّھُمْ یَشْفَعُوْنَ فِیْ مُقَلَّدِیْھِمْ وَیُلَاحِظُوْنَ اَحَدُھُمْ عِنْدَ طُلُوْعِ رُوْحِہٖ وَعِنْدَ سُوَالِ مُنْکَرٍ وَّنَکِیْرٍلَہٗ وَعِنْدَ النَّشْرِ وَالْحَشْرِ وَالْحِسَابِ وَالْمِیْزَانِ وَالصِّرَاطِ وَلَایَغْفُلُوْنَ عَنْھُمْ فِیْ مَوْقِفٍ مِّنَ الْمَوَاقِفِ۔

بے شک سب پیشوا اولیاء وعلماء اپنے اپنے متبعین کی شفاعت کرتے ہیں اور جب اسکی روح نکلتی ہے جب منکر نکیر اس سے سوالات کرتے ہیں جب اس کا حشر ہوگا جب اس کا نامہ اعمال کھلے گا جب اس کا حساب لیا جائے گا جب اس کے عمل تولے جائیں گے جب وہ پل صراط سے گزرے گا ہر وقت ہر حال میں

اسکی نگرانی کرتے ہیں اصلاً کسی جگہ اس سے غافل نہیں ہوتے۔

علامہ عبد الوہاب شعرانی نے لکھا ہے کہ حضرت جنید بغدادی کے ایک شاگرد نے ایک حسین و جمیل لڑکے کو بری نظر سے دیکھا تو اس کا چہرہ نہایت سیاہ ہو گیا جنید بغدادی نے اس کے لیے تین دن تک استغفار کیا خدا نے اس کی رنگت بدل کر پہلی حالت میں کر دی۔ (الیواقیت والجواہر)

کامل مرشد ایسا ہووے جہڑا دھوبی وانگوں چھٹے ہو
نال نگاہ دے پاک کرے چاوچہ سجی میون نہ گھتے ہو
میلیاں تھیں کر دیوے چٹا وچہ ذرہ میل نہ رکھے ہو
سیاں کوہاں تے مرشد وسدا پر وچہ نگاہ دے رکھے ہو

نمبر 2.

اَلْمُؤْمِنُ وَلِیُّ اللّٰہِ مومن اللہ کی اطاعت کرنے والا ہے یہاں ولی کا معنیٰ ہے اطاعت کرنے والا (المنجد) ولی کو ولی اس لئے کہتے ہیں کہ وہ ہر وقت خدا کی اطاعت میں لگا رہتا ہے ایک آنکھ جھپکنے کے برابر بھی وہ خدا کی نافرمانی کا تصور بھی ذہن میں نہیں آنے دیتا جو لوگ خدا کی اطاعت کرتے ہیں ان کے لیے مندرجہ ذیل انعامات ہیں۔

(الف) نبی کریم ﷺ کا ارشاد عالی ہے کہ

اِنَّ اَحَبَّ الْخَلَائِقِ اِلَی اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ شَابٌّ حَدِیْثُ السِّنِّ فِیْ صُوْرَۃٍ حَسَنَۃٍ جَعَلَ شَبَابَہٗ وَجَمَالَہٗ لِلّٰہِ وَفِیْ طَاعَۃِ اللّٰہِ ذَالِکَ الَّذِیْ یُبَاھِیْ بِہِ الرَّحْمٰنُ مَلَائِکَتَہٗ یَقُوْلُ ھٰذَا عَبْدِیْ حَقًّا۔ (ابن عساکر، ج ا، ص ۳۴۹)

ساری مخلوق میں خدا کے نزدیک زیادہ وہ محبوب ہے جو نوجوان حسین و

جمیل ہے اور اس نے اپنی جوانی اور حسن و جمال خدا کے لیے اور خدا کی اطاعت میں خرچ کیا ہے اللہ تعالیٰ اس پر فرشتوں کے سامنے فخر کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ حقیقت میں میرا بندہ تو یہ ہے۔

(ب) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو ہریرہ ان لوگوں کے نقش قدم پر چلو جن کو قیامت کے دن کوئی گھبراہٹ نہ ہوگی اور نہ ان کو کوئی خوف ہوگا جب لوگ ان کو دیکھیں گے تو خیال کریں گے یہ نبی ہیں لیکن میں ان کو پہچان کر کہوں گا کہ یہ تو میرے امتی ہیں یہ نبی نہیں ہیں وہ پل صراط سے بجلی اور ہوا کی طرح گزر جائیں گے ان کے نور سے اہل محشر کی نگاہیں چکا چوند ہوں گی ابو ہریرہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ان کے اعمال سے آگاہ فرمائیں شاید میں بھی ان میں شامل ہو جاؤں فرمایا انہوں نے انبیاء کی طرح سختیاں برداشت کیں سیر ہونے کے بعد انہوں نے بھوک کو تلاش کیا لباس ملنے کے بعد انہوں نے ننگے بدن رہنا پسند کیا سیراب ہونے کے بعد انہوں نے پیاس کی طلب کی اور ان چیزوں کو خدا کی امید پر ترک کر دیا انہوں نے حساب کے خوف سے حلال کو ترک کر دیا انہوں نے دنیا میں رہ کر دنیا سے منہ موڑ لیا انکی اس اطاعت الٰہی کو دیکھ کر فرشتے حیران ہو جاتے تھے ان کے لیے خوشخبری ہے کاش مجھے اللہ ان سے ملائے پھر رسول اللہ ان کے شوق میں روئے پھر فرمایا اے ابو ہریرہ جب اللہ تعالیٰ اہل زمین پر عذاب نازل فرمانا چاہتا ہے تو ان لوگوں کی بھوک اور پیاس کو دیکھ کر آنے والا عذاب ٹال دیتا ہے۔ اے ابو ہریرہ ان کے طریقے کو اپنے اوپر لازم کر لو جو ان کے طریقے کی مخالفت کریگا وہ شدت حساب میں مبتلا ہوگا۔ حضرت مکحول فرماتے ہیں میں نے بڑھاپے میں ابو ہریرہ کو سخت بھوک اور پیاس میں دیکھا کہا اپنے بڑھاپے پر رحم کرو انہوں نے کہا میں ان

لوگوں کی مخالفت کر کے شدت عذاب میں گرفتار نہیں ہونا چاہتا۔

(کنز العمال، ج ۳، ص ۲۸۷)

(ج) سرور کائنات ﷺ نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک پکارنے والا پکارے گا میرے وہ بندے کہاں ہیں جنہوں نے میری اطاعت کی اور غیب سے میرے عہد کی حفاظت کی پس ایسے لوگ کھڑے ہو جائیں گے جن کے چہرے چودھویں رات کے چاند اور چمکتے ہوئے ستاروں کی طرح ہونگے وہ نور کی اونٹنیوں پر سوار ہونگے جن کی نکیلیں یاقوت کی ہونگی اور سب کے سامنے وہ ان کو لے کر اڑ جائیں گی یہاں تک کہ وہ عرش کے سامنے کھڑے ہو جائیں گے خدا تعالیٰ ان سے فرمائے گا میرے ان بندوں پر ہر اسلام ہو جنہوں نے میری اطاعت کی اور غیب سے میرے عہد کی حفاظت کی میں نے تمہیں چن لیا تمہیں برگزیدہ کیا جاؤ بغیر حساب جنت میں داخل ہو جاؤ آج تم پر کوئی خوف اور غم نہیں اور اچک لے جانے والی بجلی کی طرح پل صراط کو پار کر لیں گے ان کے لیے جنت کے دروازے کھولے جائیں گے میدان محشر کے کچھ لوگ ایک دوسرے سے پوچھیں گے فلاں لوگ کہاں چلے گئے ایک آواز دینے والا کہے گا۔

اِنَّ اَصۡحٰبَ الۡجَنَّةِ الۡيَوۡمَ فِىۡ شُغُلٍ فٰكِهُوۡنَ ۔

آج اہل جنت بہشت میں مسرور ہیں۔ (تفسیر قرطبی، ص ۴۳)

(د) اگر کوئی انسان خدا تعالیٰ کی کامل اطاعت کرے اور اس کی مرضی کے مطابق زندگی بسر کرے اور اس کے احکام کے مطابق شب و روز گزارے تو اسے خدا کے ہاں سے یہ اجر ملتا ہے کہ پوری کائنات اس کے تابع کردی جاتی ہے۔

ارشاد خداوندی ہے۔

وَسَخَّرَ لَكُمۡ مَّا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ جَمِيۡعًا مِّنۡهُ ۔

ترجمہ: اور جو کچھ آسمانوں میں جو کچھ زمین میں ہے سب کو اس نے اپنے حکم سے تمہارے تابع کر دیا۔

نیز اطاعت شعار بندہ خدا کا محبوب بن جاتا ہے پھر اس کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ تقدیر الٰہی بن جاتے ہیں۔

نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
جو ہو ذوق یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

ارشاد نبوی ﷺ ہے مَنْ كَانَ اللّٰهُ لَهٗ جو خدا کا ہو جاتا ہے تو خدا اسکا ہو جاتا ہے اور جس کا خدا ہو جائے خدا کی سب مخلوق اسی کی ہو جاتی ہے اللہ اس بندے کو اپنی اطاعت کی وجہ سے مقام قرب پر فائز فرما دیتا ہے۔

نمبر 3.

المنجد میں لکھا ہوا ہے کہ ولی کا ایک معنی متصرف بھی ہے یعنی تصرف کرنے والا اور تصرف کی چند اقسام ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

(الف) تصرف وجدانی:

یہ وہ تصرف ہوتا ہے جس میں جذب و سکر کی کیفیت پائی جائے مثلاً ایک مرتبہ حضرت باقی باللہ کے ہاں چند مہمان آگئے کھانا موجود نہ تھا اس لئے آپ کو مہمانوں کا فکر ہوا کھانے کی تلاش ہوئی اتفاق کی بات کہ آپ کے گھر کے قریب ایک نانبائی رہتا تھا وہ آپکی اس تشویش پر مطلع ہوا اور روٹی اور سالن حاضر خدمت کر دیا حضرت باقی باللہ اس کے اس حسن سلوک سے بڑے خوش ہوئے فرمایا مانگ کیا مانگتا ہے اس نے عرض کی مجھے آپ اپنی مثل بنا دیں آپ نے فرمایا تو اس کیفیت کو برداشت نہ کر سکے گا کچھ اور مانگ لے اس نے اسی پر اصرار کیا

خواجہ اس سے پہلو تہی کرتے رہے جب اس کا اصرار حد سے بڑھا تو آپ اسے اپنے حجرے میں لے گئے اور اس نانبائی پر توجہ ڈالی جب حجرہ سے باہر نکلے تو خواجہ باقی کی قوت تصرف کا یہ اثر ہوا کہ نانبائی کی شکل وصورت بالکل حضرت باقی باللہ جیسی ہوگئی لوگوں کے لئے دونوں میں امتیاز کرنا مشکل ہوگیا فرق صرف اتنا تھا کہ خواجہ باقی باللہ ہوش میں تھے اور نانبائی مدہوش تھا تین دن تک اسی جذب وسکر میں رہ کر انتقال کرگیا۔ (تفسیر عزیزی، ج ۳، ص ۲۲۵)

(ب) تصرف نفسی:

کسی کی فطرت بدل دینا مثلاً حضرت میاں شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی بیٹھک کے دروازے پر لکھا ہوا تھا ''یا شیخ عبد القادر جیلانی'' ایک مرتبہ ایک نام نہاد اہل حدیث میاں صاحب کی شہرت سن کر آپکی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا ان سے مل کر بہت خوش ہوا مگر جب دروازے پر نظر پڑی تو دل میں کہا یہ ٹھیک نہیں ہے حضرت قبلہ اس قلبی خطرے سے آگاہ ہوکر نیچے تشریف لائے اور بلند آواز سے پڑھنے لگے یا شیخ عبد القادر جیلانی حضرت قبلہ کا یوں فرمانا تھا کہ حضرت غوث اعظم تشریف لے آئے اور اس شخص پر وجد طاری ہوگیا ناک اور منہ سے غلاظت بہنے لگی کچھ دیر کے بعد جب ہوش آیا تو غلاظت وغیرہ صاف کی حاضرین مجلس نے اس وارفتگی کا سبب دریافت کیا اس نے حضور غوث اعظم کی آمد کا ذکر کیا نیز بتایا کہ غوث اعظم نے فرمایا کہ جسکا عقیدہ درست ہو اور وہ ہمیں پکارے تو ہم وہاں پہنچ جاتے ہیں۔

ذرا صدق دل سے پکارو تو ان کو
ابھی جلوہ گر ہوں یہاں غوث اعظم

(ج) تصرف القائی:

یہ وہ تصرف ہے جس سے اپنی کیفیت دوسرے پر واضح کی جائے۔ مثلاً حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ ملتان کے قریب جہاں رب شیر شاہ بستی موجود ہے تشریف لے گئے۔ بابا شیر شاہ ولی کے تین مرید لنگر خانے کے لیے لکڑیاں چن رہے تھے حضرت سلطان صاحب نے ان پر نگاہ ڈالی ان میں دو آدمی آپ کے قدموں میں گر کر رونے لگے اور تیسرے نے بابا شیر شاہ ولی کو سارا حال جا سنایا بابا شیر شاہ ولی آیا اور سلطان صاحب سے فرمایا بابا معلوم ہوتا ہے تیرے پاس کوئی سفلی علم ہے بہتر یہ ہے کہ میرے علاقے سے چلے جاؤ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل میں حاضری دینے والا ہوں میں نے تمہیں کبھی وہاں دیکھا نہیں سلطان صاحب نے فرمایا شاہ صاحب آج رات کو آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں تشریف لے چلیں میں بھی وہاں حاضری کی کوشش کرونگا پھر صبح اسی جگہ فیصلہ ہوجائیگا انہوں نے کہا ٹھیک ہے رات ہوئی تو بابا شیر شاہ ولی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں تشریف لے گئے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صدیق اکبر فاروق اعظم عثمان غنی اور حیدر کرار کے علاوہ امامین کریمین حضرت فاطمہ اور حضور غوث اعظم موجود ہیں لیکن وہاں سلطان صاحب نظر نہ آئے تھوڑی دیر کے بعد دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آستین سے ایک بچہ نکلا اور حضور کی آغوش میں کھیلنے لگا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ بچہ صدیق اکبر کی آغوش میں دے دیا کچھ دیر وہاں کھیلتا رہا انہوں نے فاروق اعظم انہوں نے عثمان غنی انہوں نے حیدر کرار انہوں نے امام حسن انہوں نے امام حسین اور انہوں نے حضرت فاطمہ اور انہوں نے غوث اعظم اور انہوں نے بابا شیر شاہ ولی کی آغوش میں دے دیا۔ یہاں آخر بچہ بابا شیر شاہ کی

داڑھی سے کھیلنے لگا اور اس دو دن کے بچے نے بابا شیر شاہ کی داڑھی کے دو بال نوچ لئے اور اپنے پاس رکھ لئے باب شیر شاہ ولی کو تکلیف تو ہوئی لیکن مجلس کے آداب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے خاموش رہے پھر وہ بچہ واپس جا کر نبی کریم ﷺ کی آستین میں گم ہو گیا جب صبح ہوئی تو بابا شیر شاہ ولی حضرت سلطان باہو کے پاس آ کر کہنے لگے رات میں نے بنظرِ غور دیکھا آپ نبی کریم کی مجلس میں موجود نہ تھے سلطان صاحب نے فرمایا شاہ جی کسی امر واقعہ کے لیے شریعت میں کتنے گواہوں کی ضرورت ہوتی ہے انہوں نے جواب دیا شریعت نے دو گواہ مانگے ہیں حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے بابا شیر شاہ ولی کی داڑھی کے دو بال نکال کر پیش کر دیئے اور فرمایا یہ دونوں بال اس بات کے گواہ ہیں کہ ہم بھی نبی کریم ﷺ کی مجلس میں موجود تھے۔ (سلطان باہو، ص ۸۱)

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

(د) تصرف حالی:

یہ وہ تصرف ہے جس میں حالت بدل دی جاتی ہے۔ مثلاً حضرت شیر ربانی کے ایک خادم تھے جنکا نام کرم دین تھا انکے ہاں اولاد نہ تھی حضرت قبلہ سے فرزند کی خواہش کی آپ نے فرمایا اللہ دے گا چنانچہ ان کے ہاں فرزند پیدا ہوا جب ذرا سیانا ہوا تو پتہ چلا کہ آنکھوں سے نابینا ہے اور گونگا بھی ہے حالانکہ بظاہر آنکھیں بھی تھیں حضرت قبلہ سے عرض کی بیٹا تو ہوا مگر کس کام کا نہ دیکھتا ہے اور نہ بولتا ہے حضرت خاموش رہے کچھ عرصہ کے بعد قبرستان میں ایک درخت کے نیچے بیٹھے تھے کرم دین اپنے بیٹے کو لے کر حاضر ہوا معاملہ دوبارہ پیش کیا حضرت قبلہ

نے فرمایا اے لڑکے ان کو کیوں ڈرا رہا ہے دیکھتا اور بات کیوں نہیں کرتا آپکی زبان مبارک سے ان کلمات کا نکلنا تھا کہ وہ لڑکا بولنے بھی لگا اور دیکھنے بھی لگا۔

(اولیائے نقشبند، ص ۳۷۵)

(ن) تصرف ہیئتی:

یہ وہ تصرف ہے جس میں وضع قطع بدل جائے مثلاً حضرت شیر ربانی اپنے معتقدین کو بذریعہ کشف بھی ہدایت فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ جمعہ کے روز منبر پر وعظ فرما رہے تھے اچانک ایک شخص پر نظر پڑی دوران تقریر فرمانے لگے مجھے سکھ بننا نہیں آتا دو ایک بار جو یہ فقرہ دہرایا تو شخص مذکور پھوٹ کر رونے لگا اس آدمی کو روتا دیکھ کر لوگ متوجہ ہوئے بعد نماز لوگوں نے اس سے گریہ وزاری کا سبب دریافت کیا وہ گلوگیر آواز سے بولا اس وقت دراصل قبلہ کا اشارہ میری طرف تھا واقعہ یہ ہے کہ میری ایک سکھ عورت سے آشنائی تھی بعض اوقات وہ مجھے ملاقات کے لیے اپنے گھر پر بلاتی میں جاتا تو اس کا سکھ شوہر وہاں موجود ہوتا اور میں اسے دیکھ کر بدنامی کے خوف سے پلٹ کر آجاتا حالانکہ عورت کہتی کہ اس کا شوہر باہر پردیس گیا ہوا ہے اور حقیقت بھی یہی تھی کہ وہ پردیس گیا ہوا تھا مگر جب ملاقات کے ارادے سے عورت کے پاس جاتا تو مجھے اسکا خاوند دکھائی دیتا پھر روتے ہوئے بولا اب پتہ چلا کہ اس روپ میں حضرت میاں شیر ربانی تھے۔

(اولیائے نقشبند، ص ۳۱۸)

نمبر 4.

ولی بمعنی محب از روئے لغت کی کتاب قاموس ارشاد ربانی ہوتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ۔

اور وہ جو ایمان والے ہیں اللہ سے ٹوٹ کر محبت کرتے ہیں۔

اولیائے کاملین کے نزدیک سچا محب کون ہے اس کے لیے حضرت سقطی کا یہ واقعہ سنئے۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک رات میں نے اپنے پیرو مرشد حضرت سری سقطی کے ہاں قیام کیا جب رات کا کچھ حصہ گزارا تو سری سقطی نے کہا اے جنید کیا تم سوئے ہوئے ہو عرض کی نہیں فرمایا اس وقت خدا نے مجھے اپنے سامنے کھڑا کیا اور فرمایا اے سری کیا تو جانتا ہے کہ میں نے مخلوق کو کیوں پیدا کیا میں نے عرض کی میں نہیں جانتا فرمایا میں نے جب مخلوق کو پیدا کیا تو سب نے میری محبت کا دعویٰ کیا میں نے دنیا کو پیدا کیا تو دس ہزار میں سے نو ہزار دنیا کی طرف راغب ہو گئے اور ایک ہزار باقی رہ گئے پھر میں نے جنت کو پیدا کیا تو ہزار میں سے نو سو جنت کی طرف راغب ہو گئے اور ایک سو باقی رہ گئے ان پر میں نے بلائیں نازل کیں سو میں سے نوے مصائب کی طرف مشغول ہو گئے باقی دس رہ گئے میں نے ان سے کہا تم کیا چاہتے ہو نہ تم دنیا کی طرف راغب ہوئے نہ جنت کی طرف اور نہ تم دوزخ سے خوفزدہ ہوئے انہوں نے عرض کی تو بہتر جانتا ہے جو ہم چاہتے ہیں خدا تعالیٰ نے فرمایا میں تم پر ایسے مصائب نازل کرونگا جنکی طاقت برداشت پہاڑوں میں نہ ہوگی کیا تم ان میں ثابت قدم رہوگے انہوں نے جواب دیا اے اللہ جب تو ہمارے ساتھ ایسا سلوک کرنا چاہتا ہے تو ہم اس پر راضی ہیں خدا نے فرمایا تم میرے حقیقی بندے ہو۔

(ابن عساکر، ج ۶، ص ۷۸)

نمبر 5.

ولی بمعنی صدیق از روئے لغت کی کتاب لسان العرب۔

صدیق کے معنی سچ بولنے والا اور صادق کے معنی بھی سچ بولنے والا لیکن بعض باریک بین علماء نے صادق اور صدیق میں یہ فرق بیان کیا ہے کہ صادق وہ جو جھوٹ نہ بولے صدیق وہ جو جھوٹ بول نہ سکے صادق وہ جو مخلوق سے سچ بولے صدیق وہ جو خالق سے سچ بولے صادق وہ جو نفسانیت سے پاک ہو صدیق وہ جو انانیت سے پاک ہو صادق وہ جو جیسا واقعہ دیکھے ویسا بیان کردے اور صدیق وہ کہ جس طرح وہ کہہ دے واقعہ اسی طرح ہو جائے۔ آیئے اسے قرآن و حدیث سے واضح کرتے ہیں۔

جب بادشاہ کے ساقی اور باورچی نے جیل خانے میں حضرت یوسف علیہ السلام کی خدمت میں دو بناوٹی خواب بیان کئے آپ نے تعبیر دی کہ باورچی کو سولی دی جائیگی اور ساقی اپنے عہدے پر بحال ہوگا پھر یہ دونوں بولے ہم نے تو جھوٹ کہا تھا خواب وغیرہ کچھ نہیں دیکھا تو آپ نے فرمایا تم نے خواب دیکھا ہے یا نہیں مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں اب جو کچھ میں نے کہہ دیا ہے واقعہ اسی طرح ہو کر رہے گا اس کا فیصلہ ہو چکا اس میں تبدیلی نہ ہوگی۔ چنانچہ ساقی اپنے عہدے پر بحال کردیا گیا اور باورچی کو تختہ دار پر لٹکا دیا گیا پھر کچھ عرصہ بعد بادشاہ کے پریشان کن خواب کی تعبیر پوچھنے کے لیے ساقی جیل خانے میں حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس گیا تو اس نے کہا یُوْسُفُ اَیُّهَا الصِّدِّیْقُ اَفْتِنَا اے یوسف اے صدیق ہمیں خواب کی تعبیر بتاؤ اس نے حضرت یوسف کو صدیق کہا کیونکہ وہ جان گیا تھا کہ یہ جس طرح کہہ دیتے ہیں واقعہ اسی طرح ہو جاتا ہے ثابت ہوا کہ قرآن سے واضح ثبوت ملتا ہے کہ صدیق ہوتا ہی وہ ہے کہ جس طرح وہ کہہ دے واقعہ اسی طرح ہو جائے۔

جنگ احد میں حضرت مالک بن سنان شہید ہو گئے لیکن حضرت ابوبکر

صدیق کی زبان فیض ترجمان سے نکل گیا کہ مالک پیچھے آرہے ہیں خدا تعالیٰ نے ان کو زندہ کردیا اور وہ واپس مدینہ منورہ تشریف لائے یعنی جس طرح صدیق نے کہا واقعہ اسی طرح ہوگیا۔ (تفسیر نعیمی، ج۵،ص۲۲۴)

اب اس دعوے کا ثبوت ایک اور حدیث سے سنئے۔

حضرت عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ حضرت سعید بن زید اور اروی بنت اوس کے درمیان ایک زمین پر جھگڑا ہوگیا اروی حضرت سعید کو مروان بن حکم کے پاس لے گئی جو مدینے کا حاکم تھا اور اس نے یہ دعویٰ کیا کہ سعید نے میری زمین کا کچھ حصہ دبا لیا ہے سعید نے اس دعویٰ کو سن کر کہا کہ میں اس کی زمین کا کوئی ٹکڑا کیسے لے سکتا ہوں جب کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا کہ جو شخص کسی کی ایک بالشت زمین زبردستی لے گا تو اس زمین کے ساتوں طبقات اس کے گلے میں طوق کی مانند ڈالے جائیں گے مروان نے کہا اس دلیل کے بعد میں تجھ سے کوئی گواہ طلب نہیں کرتا سعید نے یہ سن کر کہا اے اللہ اگر یہ جھوٹی ہے تو اس کو اندھا کردے اور اس کو اسی زمین میں موت دے جس کا یہ دعویٰ کرتی ہے عروہ بن زبیر کا بیان ہے کہ مرنے سے پہلے وہ عورت اندھی ہوگئی اور ایک روز اسی متنازعہ زمین میں جارہی تھی کہ ایک گہرے غار میں گر کر مر گئی۔ (مشکوۃ، ج۳،ص۲۱۴)

ہر صحابی ولی ضرور ہوتا ہے اور حضرت سعید بن زید رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں انہوں نے جیسا کہا ویسا ہی ہوگیا معلوم ہوا کہ اللہ کا ولی وہ ہوتا ہے کہ جیسا وہ کہدے واقعہ اسی طرح ہوجائے ولی ساری عمر خدا کی مانتا ہے اس کے ارشادات اور فرامین پر عمل پیرا ہوتا ہے تو پھر خدا اس کو یہ مقام دیتا ہے کہ جو یہ کہدے خدا تعالیٰ وہی کردیتا ہے۔

اب ولی کے کچھ معنی از روئے قرآن بیان کئے جاتے ہیں۔

نمبر 5.

ولی بمعنی دوست خدا فرماتا ہے۔

یَاأَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا الْکَافِرِیْنَ أَوْلِیَاءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ۔

اے ایمان والو! مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بناؤ۔

حدیث میں ہے کہ بنی اسرائیل کے نبیوں میں سے ایک نبی کی طرف خدا نے وحی کی کہ میرے بعض بندے ایسے ہوتے ہیں میں انہیں دوست رکھتا ہوں وہ مجھے دوست رکھتے ہیں وہ میرے مشتاق ہوتے ہیں میں انکا مشتاق ہوتا ہوں وہ میرا ذکر کرتے ہیں میں انکا ذکر کرتا ہوں وہ میری طرف دیکھتے ہیں میں انکی طرف دیکھتا ہوں نبی نے عرض کی انکی نشانیاں کیا ہیں فرمایا جس طرح پرندے تھکے ماندے اپنے گھونسلوں کے خواہش مند ہوتے ہیں جب رات آجاتی ہے اندھیرا چھا جاتا ہے فرش وفروش بچھ جاتے ہیں دوست اپنے دوست سے وصل کی چاشنی حاصل کرنے میں مصروف ہو جاتے ہیں تو یہ لوگ تمام خواہشات کو چھوڑ کر اور تمام آسائشوں سے منہ موڑ کر میرے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں اپنے سر جھکا لیتے ہیں چہرے پھیلا دیتے ہیں مجھے دردمندانہ یاد کرتے ہیں بعض روتے ہیں، بعض مشاہدہ کرتے ہیں بعض شکایات کرتے ہیں بعض رکوع کرتے ہیں بعض سجدہ کرتے ہیں جو وہ میرے لئے تکالیف اٹھاتے ہیں میں دیکھتا ہوں میں ان کے دل نور تجلی سے بھر دیتا ہوں پھر وہ میری خبریں دینے لگ جاتے ہیں میں ان کو ایسا علم عطا کرتا ہوں جو ان کے وہم وگمان میں بھی نہیں ہوتا۔ (نزہۃ الخاطر ص ۱۰۹)

مشائخ میں سے ایک شیخ سے روایت ہے کہ جب میں فرات کے کنارے سے گزرا ابو حبیب بن سلیم کو نماز پڑھتے دیکھا اور آپکی بکریوں کی نگرانی

بھیڑیا کر رہا تھا میں نے کہا اس بزرگ کی زیارت کرنی چاہیے اس میں علامات ولایت پائے جاتے ہیں میں ٹھہر گیا جب وہ نماز سے فارغ ہوئے میں نے سلام عرض کیا آپ نے فرمایا صاحبزادے کس کام سے اس طرف آئے ہو میں نے عرض کی حضور کی زیارت کے لیے حاضر ہوا ہوں فرمایا جزاک اللہ میں نے کہا حضرت یہ کیا بات ہے کہ بھیڑیے اور بکریوں کو ایک جگہ دیکھ رہا ہوں فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ بکریوں کا چرواہا اپنے رب کے ساتھ موافق ہو گیا ہے یعنی میری خدا کے ساتھ جب سے دوستی ہوگئی ہے بھیڑیے کی بکریوں کے ساتھ دوستی ہوگئی ہے اس کے بعد انہوں نے اپنا لکڑی کا پیالہ ایک پتھر کے نیچے رکھ دیا اس پتھر سے دو چشمے جاری ہو گئے ایک دودھ کا اور دوسرا شہد کا میں نے یہ دیکھ کر عرض کیا حضور یہ درجہ کس عمل کے بدلے حاصل ہوا فرمایا رسول اکرم ﷺ کی اتباع سے پھر فرمایا صاحبزادے حضرت موسیٰ کی قوم انکی مخالف تھی تو پتھر نے ان کو پانی دیا تھا حالانکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پیارے مصطفیٰ کے مرتبہ کے نہ تھے پھر میں جب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا پیروکار ہوں تو پتھر مجھے دودھ اور شہد کیوں نہ دے۔

(کشف المحجوب، ص ۲۰۹)

دونوں عالم میں تمہیں مقصود گر آرام ہے
ان کا دامن تھام لو جن کا محمد نام ہے

نمبر 6.

ولی بمعنی مددگار خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ○

اللہ اور اسکا رسول اور ایمان والے تمہارے مددگار ہیں۔

11345

حضرت امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں میں حج کے لیے پیدل جارہا تھا کہ دوران سفر راستہ بھول گیا میں نے یہ کہنا شروع کردیا یاعباداللّٰہ دلونی علی الطریق اے اللہ کے بندوں مجھے راستہ دکھاؤ میں متواتر یہ کہتا رہا حتی کہ مجھے صحیح راستہ نظر آ گیا۔ (شعب الایمان، ج ۶ ص ۱۲۸)

حضرت شیخ جاکیر رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد شیخ جاکیر کی خدمت میں اہل واسط میں سے ایک تاجر آیا اس تاجر کو آپ سے عقیدت و محبت تھی اس نے عرض کی مجھے اجازت دیں میں بحر ہند کے سفر کے ذریعے تجارت کی غرض سے جانا چاہتا ہوں آپ نے اس تاجر سے فرمایا راستے میں اگر کوئی شدید واقعہ پیش آئے جس کے ٹالنے کی تمہیں قدرت نہ ہو تو میرا نام لے کر پکارنا اس تاجر نے سفر شروع کیا چھ مہینے کے بعد حضرت جاکیر اچانک کھڑے ہوئے اور لوگ آپ کے چاروں طرف بیٹھے تھے آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے تالی بجائی اور فرمایا۔

سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ۔

بعدازاں آپ شمالاً جنوباً چند قدم چلے اور ہم آپکی یہ کاروائی مشاہدہ کررہے تھے پھر آپ تشریف فرما ہوئے ہم نے اس کا سبب دریافت کیا آپ نے فرمایا وہ تاجر ڈوبنے لگا تھا خدا نے اس کو بچالیا ہم نے وہ دن تاریخ نوٹ کرلی سات مہینے کے بعد وہ تاجر آیا اور آپ کے قدموں پر گر کر کہنے لگا یَاسَیِّدِیْ لَوْلَااَنْتَ لَھَلَکْنَا فِیْ ذَالِکَ الْیَوْمِ اگر اس دن آپ نہ ہوتے تو ہم ہلاک ہوجاتے اس پر میرے والد نے تبسم فرمایا پھر جب وہ تاجر علیحدگی میں ہم سے ملا تو ہم نے اس سے سارا واقعہ سنا اس نے کہا ہم گہرے سمندر میں سفر کررہے تھے کہ سمندر میں طوفانی موجیں اٹھیں ہم میں سے ہر ایک کو اپنی ہلاکت کا گمان ہوگیا ایسی

حالت میں میں نے حضرت شیخ جاگیر کا نام لے کر ان کو پکارا ہم نے دیکھا کہ وہ کشتی میں ہمارے ساتھ تشریف فرما ہیں اور انہوں نے اپنی آستین سے جانب شمال اشارہ کیا ہوا کا طوفان ختم ہوگیا پھر آپ کشتی سے اتر کر پانی کی سطح پر چلنے لگے اور تالی بجائی اور قرآن کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔

سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ۔

اور شمالاً جنوباً چلے سمندر کا طوفان فرد ہوا آپ برابر پانی کی سطح پر چلتے رہے یہاں تک کہ ہم نے طوفان سے مکمل نجات حاصل کر لی ہم نے قسم کھائی کہ اس وقت اس تاریخ کو آپ ہمارے پاس ہی موجود رہے کہیں گئے نہیں۔

(بہجۃ الاسرار، ص ۱۴۹)

سہارا دیا جب میرے ناخدا نے ہوئی ناؤ سیدھی پھرا رخ ہوا

مالی باغ دی راکھی کردا پھل ہون پکے یا کچے
پیر مریداں دے سر تے رہندے نیتوں ہون جے سچے

نمبر 7.

ولی بمعنی قریب خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وَاللّٰهُ وَلِیُّ الْمُتَّقِیْنَ اللہ تعالیٰ اہل تقویٰ کے قریب ہے حدیث میں آتا ہے۔

اِنَّ لِلّٰهِ عِبَادًا لَیْسُوْا بِاَنْبِیَاءٍ وَلَا شُهَدَاءَ یَغْبِطُهُمُ الْاَنْبِیَاءُ وَالشُّهَدَاءُ بِقُرْبِهِمْ مِنَ اللّٰهِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ۔ (شعب الایمان، ج ۶ ص ۴۸۷)

ترجمہ: بے شک اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں جو نہ تو نبی ہیں نہ ہی شہید بلکہ نبی اور شہید قیامت کے روز ان پر رشک کر رہے ہوں گے کہ ان کو خدا کی بارگاہ کا کتنا بڑا قرب حاصل ہے۔ سیدنا غوث اعظم کا ارشاد ہے۔

اَنَا الْحَسَنِیُّ وَالْمَخْدَعُ مَقَامِیْ
وَاَقْدَامِیْ عَلٰی عُنُقِ الرِّجَالِ

میں امام حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد ہوں میرا مقام مخدع ہے اور اولیاء کی گردنوں پر میرا قدم ہے۔ مخدع قرب خاص کی وہ اعلیٰ و ارفع منزل ہے کہ اکابر مشائخ اسکی جھلک بھی نہیں دیکھ پاتے غوث اعظم خدا کی بارگاہ میں کمال قرب کے مرتبے پر فائز ہیں اس کے لئے شیخ عبدالرحمٰن طفسونجی کا یہ واقعہ قابل ذکر ہے۔

ایک مرتبہ آپ اپنے شہر طفسونج میں وعظ فرمارہے تھے دوران وعظ آپ نے فرمایا جس طرح بگلا اپنی گردن کے اعتبار سے تمام پرندوں سے بلند ہے میں اسی طرح اولیاء کرام سے بلند مرتبہ ہوں اس مجلس میں غوث اعظم کے ایک مرید موجود تھے جنکا نام ابوالحسن تھا اس نے اپنی گدڑی اتار پھینکی اور کہا آؤ میرے ساتھ مقابلہ کرو اس پر شیخ عبدالرحمٰن خاموش ہوگئے اور اپنے مریدوں سے کہا اس شخص کا ہر ہر بال عنائت الٰہیہ سے معمور ہے پھر ان سے پوچھا تمہارا شیخ کون ہے آپ نے جواب دیا شیخ عبدالقادر جیلانی اس پر شیخ عبدالرحمٰن نے کہا زمین پر تو ان کا ذکر سنا ہے مگر درکات قدرت میں جو چالیس سال سے میرا مقام ہے شیخ عبد القادر جیلانی کو کبھی نہیں دیکھا پھر آپ نے اپنے چند مریدوں کو حکم دیا کہ بغداد جاکر شیخ عبدالقادر جیلانی کی خدمت میں عرض کرنا عبدالرحمٰن آپ کو سلام کہتا ہے اور پوچھتا ہے کہ چالیس سال سے میں درکات قدرت کے مقام میں ہوں مگر وہاں آپ کو کبھی نہیں دیکھا ادھر غوث پاک نے اپنے مریدوں سے فرمایا طفسونج جاؤ راستے میں تمہیں شیخ عبدالرحمٰن کے مرید ملیں گے انہیں واپس لے جانا اور شیخ کو میرا سلام کہنا اور بعازاں یہ کہنا کہ آپ درکات قدرت کے مقام میں ہیں جو اس مقام میں ہو وہ مقام حضرت والے کو نہیں دیکھ سکتا اور جو مقام حضرت میں ہو

وہ مقام مخدع والے کو نہیں دیکھ سکتا۔

وَاَنَا فِی الْمَخْدَعِ اَدْخُلُ وَاَخْرُجُ مِنْ بَابِ السِّرِّمِنْ حَیْثُ لَا تَرَانِیْ ○

اور میرا مقام مخدع ہے جہاں پوشیدہ دروازے سے میرا آنا جانا ہے بھلا آپ مجھے وہاں کیسے دیکھ سکتے ہیں۔

مزید تسلی کے لیے ایک نشانی بتاتا ہوں جس سے آپ کو میرے مرتبہ کا اندازہ ہو جائیگا آپ کو فلاں رات خلعت رضا عطا ہوئی اور فلاں رات تشریف فتح سے نوازے گئے اور فلاں رات بارہ اولیاء کرام کی موجودگی میں سبز رنگ کی منقش خلعت ولایت دی گئی یہ خلعتیں میرے ہاتھ سے آپ تک پہنچی تھیں شیخ عبد الرحمٰن نے یہ سب کچھ سنا اور فرمایا۔

صَدَقَ الشَّیْخُ عَبْدُ الْقَادِرِ سُلْطَانُ الْوَقْتِ۔ (بہجۃ الاسرار ص ۲۷)

وقت کے بادشاہ شیخ عبد القادر نے سچ فرمایا ہے۔

غوث قطب ارے اریرے عاشق جان اگیرے ہو
جہڑی منزل عاشق پہنچے اوتھے غوث نہ پوندے پھیرے ہو
عاشق وِچہ وصال دے جناں لامکانی ڈیرے ہو
میں قربان تناں توں حضرت باہو جناں ذاتو ذات بسیرے ہو

نمبر 8.

ولی بمعنی ہادی خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُھُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ۔

اللہ مومنوں کا ہادی ہے ان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جاتا ہے۔

ہمارے نبی کریم پر سلسلہ نبوت ختم ہوگیا آپ کے بعد خدا تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے دوگروہ پیدا فرمائے ظاہری اصلاح کے لیے علماء کرام کو پیدا فرمایا اور باطنی اصلاح کے لیے خدا نے اولیاء کرام کو پیدا فرمایا آجکل جو لوگ راہ ہدایت پر چل رہے ہیں تو یہ صدقہ ہے علماء کرام اور اولیاء کاملین کی تبلیغ کا حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری چشتی کے بارے میں مشہور قول ہے کہ آپ کی سینہ بسینہ تبلیغ کے نتیجے میں نوے لاکھ کفار دائرہ اسلام میں داخل ہوئے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کا ایک دلچسپ واقعہ ہے کہ آپ بیمار ہوگئے حتیٰ کے خدام کو بالکل مایوسی ہوگئی اس زمانے میں دہلی میں ایک کافر رہتا تھا جو توجہ سے مرض سلب کرلیتا تھا خدام نے آپ سے عرض کیا اگر اجازت ہو تو اس کو بلالیں حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا ہرگز نہیں اس میں سخت فتنہ ہوگا اور میرا کیا ہے زندہ رہا نہ رہا اس کے بعد آپ پر پھر بیہوشی طاری ہوگئی خدام آپ کو اس کافر کے گھر لے گئے اس کے لیے تو حضرت کا تشریف لے جانا موجب فخر ہوگیا فوراً اس نے توجہ کی اور حضرت کا تمام مرض سلب کردیا اسی وقت حضرت کو افاقہ ہوا اور آپ نے دیکھا کہ میں ایک ملحد کے مکان میں ہوں اور مرض بالکل زائل ہوگیا آپ سمجھ گئے خیال آیا اس کو بھی اس نفع کا صلہ دینا چاہیے آپ نے اس سے پوچھا میاں یہ کمال تمہیں کس بات سے حاصل ہوا اس نے کہا صرف ایک بات سے وہ یہ کہ میرے گروہ نے کہہ دیا تھا کہ جس چیز کو جی چاہے وہ نہ کرنا بس یہی مجاہدہ کرتا ہوں خواجہ صاحب نے فرمایا سچ بتانا مسلمان ہونے کو جی چاہتا ہے کہنے لگا نہیں فرمایا پھر اسی قائدے کے مطابق مسلمان ہوجانا چاہیے حضرت کی توجہ کا اثر یہ ہوا کہ وہ ایسا مغلوب ہوا کہ کچھ نہ بن پڑا اور مسلمان ہوگیا اور حضرت کے ہاتھ پر بیعت ہوکر آپ کے ساتھ ہولیا۔ (اشرف المواعظ، ص ۱۷۰)

نگاہ ولی میں وہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

نمبر 9.

ولی بمعنی کارساز خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے حضرت یوسف علیہ السلام نے خدا کی بارگاہ میں یوں عرض کی۔

اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ

تو میرا کارساز ہے دنیا اور آخرت میں مجھے مسلمان ہونے کی حیثیت میں وفات دے اور مجھے نیکوں سے ملادے خدا تعالیٰ کے برگزیدہ بندے اولیاء کرام خدا کی اجازت سے خدا کی مخلوق کے کارساز ہوتے ہیں ان کے وسیلے سے مخلوق کے بگڑے ہوئے کام درست ہوتے ہیں انکے مصائب و آلام دور ہوتے ہیں چنانچہ حدیث میں ہے کہ:

حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے بندگان خاص میں تین سو بندے زمین میں ایسے ہیں جن کے دل حضرت آدم کے دل کے مطابق ہیں چالیس ایسے ہیں جن کے دل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل کی طرح ہیں سات مقبولان بارگاہ خداوندی ایسے ہیں جن کے دل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل کے موافق ہیں پانچ محبوب خدا ہیں کہ ان کے دل حضرت جبرائیل علیہ السلام کے دل کے مطابق ہیں تین کے دل حضرت میکائیل کے دل کے مطابق ہیں اور ایک مقدس ہستی ایسی ہے جس کا دل حضرت اسرافیل کے دل کے مطابق ہے جس ایک کا وصال ہوجاتا ہے تو اسکی کمی تین میں سے پوری کی جاتی ہے اور اگر تین میں سے کسی کا وصال ہوجائے تو پانچ میں سے

ایک کو اسکا قائم مقام مقرر کیا جاتا ہے اور جب پانچ میں سے کسی کا وصال ہو جائے تو سات میں سے ایک شخص کو اسکی جگہ مقرر کیا جاتا ہے جب سات میں سے کسی کی موت ہو جاتی ہے تو چالیس میں سے ایک اسکی جگہ متعین کر دیا جاتا ہے اور اگر چالیس میں سے کوئی وفات پا جائے تو عام لوگوں سے کسی کو اسکی جگہ مقرر کر دیا جاتا ہے ان اولیاء کرام کی برکت سے موت و حیات کا سلسلہ جاری رہتا ہے انکی برکت سے بارش ہوتی ہے دنیا میں سبزہ پیدا ہوتا ہے مصائب و آلام اس امت کے دور ہوتے ہیں۔ (کنز العمال، ج ۲۱، ص ۱۹۴)

اس حدیث میں ایک نکتہ عجیبہ ہے اور وہ یہ کہ سرور کونین ﷺ نے اولیاء کرام کے قلوب کا انبیاء کرام اور ملائکہ عظام کے قلوب کے مطابق ہونا بیان فرمایا لیکن یہ نہیں فرمایا کہ کسی ولی کا دل حضرت محمد ﷺ کے دل کی طرح ہے کیونکہ خدا نے کسی کا دل ایسا نہیں بنایا جو لطافت نفاست اور نظافت آپ کے دل میں ہے وہ کسی اور کے دل میں نہیں معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو کل کائنات میں بے مثل پیدا کیا ہے۔

تیرا قد تو نادر دہر ہے کوئی مثل ہو تو مثال دے
نہیں گل کے پودوں میں ڈالیاں کہ چمن میں سرو چماں نہیں

ایک ولی کی کارسازی ملاحظہ فرمائیں۔

ایک بزرگ ابوعمر لوگوں کو قرآن پڑھایا کرتے تھے ایک دن ایک خوبصورت بچے کو دیکھ کر بدنیت ہو گئے فوراً تمام قرآن ذہن سے نکل گیا اور ایک آگ سی لگ گئی ابوعمر دوڑ کر حضرت خواجہ حسن بصری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا حال کہہ سنایا آپ نے فرمایا حج کا وقت ہے پہلے حج کرو بعد ازاں مسجد خیف میں جا کر بیٹھ جانا وہاں ایک بزرگ ہے جو محراب میں بیٹھا ہوگا اس کا وقت

ضائع نہ کرنا جب وہ عبادت سے فارغ ہو تو اس سے دعا کی التجا کرنا چنانچہ ابوعمر نے ایسا ہی کیا بصرہ سے چل کر مکہ میں آئے اور حج کر کے مسجد خفیف میں جا بیٹھے وہاں اس بزرگ کو دیکھا کچھ دیر کے بعد ایک اور سفید پوش بزرگ آئے دونوں نے ملاقات کی ظہر کی نماز کے بعد وہ سفید پوش بزرگ تشریف لے گئے اور باقی لوگ بھی چلے گئے اب وہ بوڑھا بزرگ اکیلا رہ گیا ابوعمر نے پاس جا کر سلام کہا اور اپنا حال سنایا جس کو سن کر وہ بزرگ اندوہ گیں ہو گئے اور آسمان کی طرف نگاہ کی ابھی سر نہیں جھکایا تھا کہ ابوعمر کو سارا قرآن یاد ہو گیا خوشی سے ان کے قدموں میں سر رکھ دیا بوڑھے بزرگ نے پوچھا میرا پتہ تجھے کس نے دیا عرض کی خواجہ حسن بصری نے یہ سن کر اس نے کہا حسن بصری نے مجھے رسوا کیا ہے میرا راز فاش کر دیا ہے میں بھی اس کے ساتھ ایسا ہی سلوک کروں گا پھر کہا تم نے سفید پوش بزرگ کو دیکھا تھا عرض کی ہاں فرمایا وہ حسن بصری تھے جو ہر نماز سے پہلے مجھ سے ملاقات کرتا ہے پھر بصرہ میں جا کر وقت پر ساری نمازیں ادا کرتا ہے پھر فرمایا جس کا امام حسن بصری ہو اس کو میری دعا کی کیا ضرورت ہے۔

(تذکرۃ الاولیاء، ص ۳۰)

ہر مشکل دی کنجی یارو ہتھ مرداں دے آئی
ولی نگاہ کرے اک واری مشکل رہوے نہ کائی

نمبر 11.

ولی بمعنی وارث خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ۔

انہوں نے کہا آؤ اللہ کی قسم کھاؤ کہ ہم اس پر اور اس کے اہل پر شب خون ماریں گے اور اس کے وارث سے کہہ دیں گے کہ ہم تو انکی ہلاکت کے وقت موجود نہ تھے اور ہم ضرور سچے ہیں۔

مسلم شریف کی حدیث ہے کہ

مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهٗ۔

جو مر جائے اور اس کے ذمے روزے ہوں تو اسکا وارث اسکی طرف سے روزے رکھے۔قرآن وحدیث سے معلوم ہوا کہ ولی کے معنی وارث کے بھی ہیں کامل ولی اللہ کی عطا سے اللہ کی زمین کے وارث ہوتے ہیں بلکہ خدا کی جنت کے بھی وارث ہوتے ہیں۔دلائل یہ ہیں خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُوْنَ۔

اور البتہ تحقیق ہم نے لوح محفوظ کے بعد زبور میں لکھدیا کہ زمین کے میرے نیک بندے وارث ہیں۔

دوسرے مقام پر خدا فرماتا ہے۔

اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهٖ۔

بے شک زمین اللہ کی ہے اور وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اسکا وارث بنادیتا ہے۔

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر سرکار پاکپتن کا ایک واقعہ سماعت فرمائیں۔

حضرت بابا فرید کا ایک زمین کا پلاٹ تھا کسی شخص نے دعویٰ کیا کہ یہ زمین میری ہے اور حاکم شہر کی عدالت میں مقدمہ کردیا حاکم نے آپ کو بلایا آپ

نے فرمایا شہر کے لوگوں سے پوچھ لو سب کہیں گے کہ یہ زمین بابا صاحب کی ہے لیکن حاکم شہر نے کہا یا تو کوئی تحریر دکھائیں یا گواہ پیش کریں آپ نے فرمایا نہ میرے پاس زمین کے کاغذات ہیں اور نہ ہی کوئی گواہ پھر آپ نے فرمایا اس حاکم گردن ٹوٹے اس سے کہدو کہ اگر اسے یقین نہیں آتا تو اس قطعہ زمین سے پوچھ لے کہ اس کا مالک اور وارث کون ہے وہ جسکی ملکیت میں ہوگی اسکا نام لے دے گی حاکم شہر حیران ہوا اور اسی وقت سوار ہوکر اس قطعہ زمین پر پہنچا وہاں خلقت کا ہجوم ہوگیا اس جھوٹے مدعی کو حاکم نے اشارہ کیا کہ زمین سے پوچھو اس نے بلند آواز سے پوچھا اے زمین تیرا مالک کون ہے کوئی آواز نہ آئی وہاں بابا صاحب کا ایک خادم موجود تھا اس نے کہا ہمارے پیر صاحب کا حکم ہے کہ تو بول کر جواب دے اچانک آواز آئی اے نادان کیا پوچھتا ہے میں احسن طریقے سے بابا فرید کی ملکیت میں ہوں اور مدت سے میرا تعلق آپ کے ساتھ ہے بلکہ تمام روئے زمین کے مالک بابا صاحب ہیں۔ (سیر الاقطاب، ص ۱۷۰)

اب سنئے کہ خدا کے ولی جنت کے بھی وارث ہیں خدا فرماتا ہے۔

اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْوٰرِثُوْنَ الَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ۔

وہی لوگ جنت الفردوس کے وارث ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

دوسرے مقام پر خدا فرماتا ہے۔

تِلْکَ الْجَنَّۃُ الَّتِیْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ کَانَ تَقِیًّا۔

یہ جنت ہے کہ ہم اپنے متقی بندوں کو اسکا وارث بنادیتے ہیں۔

حدیث میں ہے حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ ہر آدمی کے دو مکان ہیں ایک جنت میں اور ایک دوزخ میں اگر آدمی مرکر دوزخ میں چلا جاتا ہے تو اس کا جنتی مکان مومن کو مل جاتا ہے اللہ فرماتا ہے اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْوٰرِثُوْنَ وہ

مومن وارث ہیں۔ (شعب الایمان، ج ۱، ص ۳۴۲)

خراسان سے ایک آدمی حضرت حبیب عجمی کے پاس آیا اور کہا میں مکہ جا رہا ہوں یہ میرا مال لے لیجئے اور میرے لئے ایک مکان خرید لینا واپسی پر میں آپ سے لے لوں گا حبیب نے وہ سارا مال صدقہ کے طور پر فقیروں میں تقسیم کر دیا جب وہ آدمی مکہ سے آیا تو کہنے لگا حضرت چلئے مجھے مکان دکھا دیجئے تو آپ نے فرمایا آج تو اس مکان کو نہ دیکھ سکے گا بلکہ وفات کے بعد دیکھے گا اس خراسانی نے کہا مجھے لکھ دیں کہ وہ مکان کیسا ہوگا حبیب نے لکھ دیا کہ وہ اتنا لمبا اور اتنا اونچا ہوگا اور جنت میں ہوگا جب گھر گیا تو گھر والوں نے مکان کے بارے میں پوچھا اس نے کہا مکان خریدا تو ہے لیکن ملے گا وفات کے بعد انہوں نے کہا تو پاگل ہوگیا ہے نہ جانے کہاں سارا مال ضائع کر کے آگیا ہے جب اس خراسانی کا انتقال قریب ہوا تو اس نے گھر والوں سے کہا وہ تحریر میرے مرنے کے بعد میرے کفن میں رکھ دینا جب وہ مرگیا تو گھر والوں نے وہ تحریر اس کے کفن میں رکھ کر اس کو قبر میں دفن کر دیا جب حبیب عجمی بصرہ میں صبح بیدار ہوا تو اس نے اس تحریر کو اپنے گھر میں دیکھا اس پر لکھا ہوا تھا اے ابو محمد خدا تعالیٰ نے وہ جنت کا محل میرے حوالے کر دیا ہے حبیب صبح کو اس خراسانی کے گھر والوں کے پاس گئے اور ان سے کہا خدا تعالیٰ نے مرنے والے کو جنت میں مکان دے دیا ہے پھر وہ تحریر دکھائی انہوں نے دیکھ کر کہا یہ تو وہی تحریر ہے جو ہم نے مرنے والے کے کفن میں رکھی تھی۔ (ابن عساکر، ج ۴، ص ۳۵)

خلد تو گھر ہے غلامان محمد کے لیے
اور جہنم دشمنان مصطفیٰ کے واسطے

درجات ولایت

ولایت کے تین درجات ہیں ولایت فطری، ولایت وہبی اور ولایت کسبی

ولایت فطری:

وہ خدا کے برگزیدہ بندے جو پیدائشی ولی ہوتے ہیں ولایت فطری کے مرتبے پر فائز ہوتے ہیں مثلاً حضرت شیخ عدی بن مسافر اپنی والدہ کے شکم میں تھے اور آپکی والدہ کنویں سے پانی نکال رہی تھی اس زمانے کے دو مشہور ولی شیخ عقیل اور شیخ مسلمہ کا اس طرف سے گزر ہوا شیخ مسلمہ نے شیخ عقیل سے کہا جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں تم بھی دیکھ رہے ہو شیخ عقیل نے کہا یہ ہمارا فرزند عدی ہے آؤ ان کو سلام کرتے چلیں۔ دونوں مشائخ قریب آئے اور شیخ مسلمہ نے کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا عَدِیْ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا عَدِیْ اس کے بعد دونوں مشائخ چلے گئے اور سیاحت کرتے ہوئے سات برس کے بعد واپس آئے اور عدی بن مسافر کو لڑکوں کے ساتھ گیند کھیلتے ہوئے دیکھا اور آپ کے پاس آکر سلام کیا آپ نے انہیں تین مرتبہ جواب دیا مشائخ موصوف نے پوچھا کہ تم نے ہمیں تین مرتبہ جواب کیوں دیا آپ نے فرمایا جب میں اپنی والدہ کے شکم میں تھا آپ حضرات نے مجھے دو مرتبہ سلام کیا تھا اگر میں چاہتا تو اس وقت بھی جواب دے سکتا تھا لیکن مجھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا لحاظ مانع تھا اس لئے میں نے تمہارے سلام کا جواب تین مرتبہ دیا ہے۔ (قلائد الجواہر، ص ۲۸۸)

ولایت وہبی:

جن خوش قسمت انسانوں کو اللہ والوں کی نگاہ کی تاثیر کے صدقے

ولایت ملتی ہے وہ ولایت وہی کے مرتبے پر فائز ہوتے ہیں۔ مثلاً

شیخ ابوالحسن بیان کرتے ہیں کہ میں شیخ عبدالقادر جیلانی کی خدمت میں رہ کر تعلیم حاصل کرتا تھا اکثر رات کو جاگتا رہتا کہ کہیں آپ کا کوئی کام ہو تو سرانجام دوں ایک رات آپ اپنے گھر سے نکلے میں نے آپکی خدمت میں پانی کا لوٹا بھر کر پیش کیا مگر آپ نے لینے سے انکار کر دیا اور سیدھے مدرسہ میں تشریف لائے مدرسہ کا دروازہ خود بخود کھل گیا اور پھر بند ہو گیا آپ باہر نکل گئے میں بھی آپ کے پیچھے ہولیا اس کے بعد آپ بغداد کے دروازے پر پہنچے وہ بھی خود بخود کھل کر بند ہو گیا اس کے بعد ہم ایک شہر میں پہنچے جسے میں نے کبھی نہ دیکھا تھا اس میں پہنچ کر آپ ایک مکان میں داخل ہوئے اس مکان میں چھ افراد تھے انہوں نے آپ کو سلام کیا آپ ذرا آگے چلے اور میں ایک کھمبے کے قریب کھڑا ہو گیا میں نے ایک آدمی کے کراہنے کی آواز سنی کچھ دیر کے بعد وہ آواز بلند ہوئی اس کے بعد ایک آدمی اس کراہنے والے کی طرف گیا اور ایک شخص کو کندھے پر اٹھالایا اس کے بعد ایک اور آدمی جس کی مونچھیں لمبی تھیں آیا اور آپ کے سامنے بیٹھ گیا آپ نے اسکی مونچھیں تراشیں اور اسے ٹوپی پہنائی اور اس کا نام محمد رکھا اور ان اشخاص سے فرمایا مجھے حکم ہوا ہے کہ یہ شخص وفات یافتہ کا قائم مقام ہوگا ان سب نے کہا بسر وچشم پھر آپ وہاں سے روانہ ہوئے ہم تھوڑی دیر میں بغداد پہنچ گئے پہلے کی طرح دروازہ خود بخود کھل کر بند ہو گیا اس کے بعد آپ مدرسہ تشریف لائے اور پھر گھر چلے گئے جب صبح کو میں آپ سے پڑھنے بیٹھا تو میں نے رات والے واقعہ کے بارے میں دریافت کیا فرمایا وہ شہر نہاوند تھا وہ چھ ابدال تھے کراہنے والا ساتواں ابدال تھا جو وفات یافتہ ابدال کو کندھے پر اٹھا کر لایا وہ حضرت خضر علیہ السلام تھے مونچھوں والا قسطنطنیہ کا ایک نصرانی تھا جس کو

میں نے ابدال بنا کر وفات یافتہ کی جگہ مقرر کیا اب تم وعدہ کرو کہ میری زندگی میں یہ واقعہ کسی سے بیان نہ کرو گے۔ (قلائد الجواہر، ص ۱۵۱)

بلا کر فاسقوں کو دیتے ہیں ابدال کا مرتبہ
ہمیشہ جوشن پر رہتا ہے دریا غوث اعظم کا

ولایتِ کسبی:

یہ وہ ولایت ہے جو بندہ مومن کو عبادت ریاضت اور مجاہدے کے نتیجے میں حاصل ہوتی ہے بندہ مومن فرائض وواجبات کی پابندی کے بعد نوافل کی کثرت کرتا ہے تو خدا کی بارگاہ کا مقرب بن جاتا ہے چنانچہ حدیث قدسی ہے وَمَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کر لیتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اپنا مقرب بنالیتا ہے تو اس کو چار انعام دیتا ہے۔ جنکی تفصیل یہ ہے۔

پہلا انعام:

اس بندے کو اپنا محبوب بنالیتا ہے اور پھر فَاِذَا اَحْبَبْتُہٗ فَکُنْتُ سَمْعَہُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِہٖ وَبَصَرَہُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِہٖ وَیَدَہُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِھَا وَرِجْلَہُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِھَا۔

خدا فرماتا ہے جب میں اس بندے کو محبوب لیتا ہوں تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ وہ بندہ خدا کی صفات کا مظہر بن جاتا

ہے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر تشریف لے گئے تو ایک درخت سے آواز آئی "اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ" میں اللہ ہوں تمام جہانوں کا رب اس وقت وہ درخت خدا کے کلام کا مظہر بنا ہوا تھا اگر ایک درخت خدا کے کلام کا مظہر بن سکتا ہے تو ولی بھی خدا کی صفات کا مظہر بن سکتا ہے۔ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اَلَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا کَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُہُ الشَّیْطَانُ مِنَ الْمَسِّ۔

جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ قیامت کے دن اس طرح کھڑے ہونگے جیسے وہ آدمی جس کو شیطان نے چھو کر مخبوط الحواس بنا دیا ہو۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ انسان پر جن کا اثر ہو جاتا ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ جس انسان پر جن کا اثر ہو جائے اس کی زبان پر جن بولتا ہے پاؤں انسان کے ہوتے ہیں چلتا جن ہے ہاتھ انسان کے ہوتے ہیں پکڑتا جن ہے اگر انسان جن کی صفات کا مظہر بن سکتا ہے تو خدا کی صفات کا مظہر بھی بن سکتا ہے۔

مذکورہ بالا حدیث قدسی کے تحت امام فخر الدین رازی نے لکھا ہے کہ:

فَاِذَا صَارَ نُوْرُ جَلَالِ اللّٰہِ سَمْعًا لَّہٗ سَمِعَ الْقَرِیْبَ وَالْبَعِیْدَ وَاِذَا صَارَ ذَالِکَ النُّوْرُ بَصَرًا لَّہٗ رَاَی الْقَرِیْبَ وَالْبَعِیْدَ وَاِذَا صَارَ ذَالِکَ النُّوْرُ یَدًا لَّہٗ قَدَرَ عَلَی التَّصَرُّفِ فِی الصَّعْبِ وَالسَّھْلِ وَالْبَعِیْدِ وَالْقَرِیْبِ۔

(تفسیر کبیر زیر آیت ام حسبت)

جب اللہ کے جلال کا نور اس کی سماعت ہو جاتا ہے تو وہ دور نزدیک کی آواز سن لیتا ہے اور جب یہی نور اس کی بصر ہو گیا تو دور و نزدیک کی چیز کو دیکھ لیتا ہے اور جب یہی نور جلال اس کا ہاتھ ہو جائے تو یہ بندہ مشکل اور آسان دور اور قریب چیزوں میں تصرف کرنے پر قادر ہو جاتا ہے مثلاً:

دور سے سننا:

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر نہاوند کی طرف بھیجا اور اس پر حضرت ساریہ کو سپہ سالار مقرر فرمایا۔ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے یکا یک آپ نے بلند آواز سے کہا۔ اے ساریہ ذرا پہاڑ کا خیال کرلو اس واقعہ کے چند روز بعد لشکر سے ایک قاصد آیا اور امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ امیر المومنین ہمارے دشمن نے ہم پر حملہ کیا اور ہم کو شکست دی نا گہاں ہم نے ایک پکارنے والے کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا اے ساریہ پہاڑ کی جانب چنانچہ ہم نے پہاڑ کو اپنی پشت پناہ قرار دیا اور پھر خدا تعالیٰ نے دشمنوں کو شکست دی۔ (مشکوٰۃ باب الکرامات)

نہاوند مدینہ سے سولہ سو میل کے فاصلے پر تھا جہاں سے اہل لشکر نے فاروق اعظم کی آواز کو سنا جس نبی کے غلام دور کی آواز سن لیتے ہیں وہ نبی خود بھی دور سے دور کی آواز سن سکتا ہے۔

دور سے دیکھنا:

مولوی اشرف علی تھانوی نے حضرت محمد بن علی کا واقعہ لکھا ہے کہ ان کے ایک خادم نے افریقہ کا طویل سفر اختیار کیا۔ اس کے گھر والوں کو اطلاع ملی کہ وہ مر گیا ہے۔ وہ بہت شکستہ دل ہوئے اور حضرت محمد بن علی سے اس بات کا ذکر کیا۔ آپ نے کچھ دیر سر جھکایا اور فرمایا وہ افریقہ میں ہے عرض کیا گیا اس کے مرنے کی اطلاع آئی ہے۔ فرمایا میں نے اسے جنت میں دیکھا تو اسے وہاں نہیں پایا اور میر ادرویش دوزخ میں داخل نہ ہوگا۔ پھر اس کے زندہ ہونے کی خبر آ گئی

اور ایک عرصہ بعد وہ خود بھی آ گیا۔ (جمال الاولیاء، ص ۱۰۰)

جنت ساتویں آسمان کے اوپر ہے۔ محمد بن علی نے زمین پر رہ کر اتنی دور سے جنت کو دیکھ لیا۔

دور سے پکڑنا:

ایک مرتبہ حضور غوث اعظم وعظ فرما رہے تھے دوران وعظ آپ کے عمامہ شریف کے ایک دو پیچ کھل گئے۔ آپ نے اس طرف توجہ نہ فرمائی لوگوں نے اپنے عمامے اس مجلس میں اتار پھینکے جب آپ وعظ سے فارغ ہوئے تو آپ نے اپنا عمامہ درست فرما لیا اور ایک خادم ابو القاسم کو فرمایا لوگوں کو ان کے عمامے دے دو وہ فرماتے ہیں تمام لوگوں کے عمامے ان کو واپس کر دیئے مگر ایک دوپٹہ میرے ہاتھ میں رہ گیا اور میں نہیں جانتا تھا کہ یہ کس کا ہے۔ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ مجھے دے دو میں نے دے دیا۔ غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ منبر سے اترے اور میرے کندھے کا سہارا لیا اور فرمایا اے ابو القاسم جب لوگوں نے اپنے عمامے مجلس میں ڈال دیئے تو ہماری ایک بہن جو اصفہان میں رہتی ہے نے بھی اپنا دوپٹہ مجلس میں ڈال دیا جب لوگوں کو پگڑیاں واپس کر دی گئیں تو اس نے اصفہان سے اپنا ہاتھ لمبا کرکے میرے کندھے سے اپنا دوپٹہ لے لیا۔

(بہجۃ الاسرار، ص ۹۴)

حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ بغداد میں وعظ فرما رہے تھے اور اصفہان ایران کا شہر ہے اتنی دور سے آپ سے عقیدت رکھنے والی ایک عورت نے اپنا دوپٹہ آپ کی مجلس وعظ میں پھینک بھی دیا اور پھر اپنا ہاتھ لمبا کر دیا کہ بغداد میں حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے کندھے تک پہنچ گیا اور وہاں سے اپنا دوپٹہ لے کر اوڑھ لیا۔ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی ایک ولیہ کا ہاتھ اتنی دور تک پہنچ سکتا ہے تو نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ بھی زمین سے جنت میں پہنچ سکتا ہے۔

دوسرا انعام:

خدا تعالیٰ اس بندے کو الہام کی نعمت سے سرفراز فرماتا ہے اور الہام کی چار اقسام ہیں۔

(ا) من جانب اللہ براہ راست قلب پر القاء ہوتا ہے اسے علم لدنی کہتے ہیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ اَخْلَصَ لِلّٰہِ اَرْبَعِیْنَ صَبَاحًا اَظْھَرَ اللّٰہُ تَعَالٰی یَنَابِیْعَ الْحِکْمَۃَ مِنْ قَلْبِہٖ عَلٰی لِسَانِہٖ۔

جس نے چالیس دن اخلاص سے خدا کی عبادت کی خدا اس کے دل میں حکمت کے چشمے جاری کر دیتا ہے جس کا اظہار اس کی زبان سے ہوتا ہے۔

حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا خدا تعالیٰ نے میرے دل میں علم لدنی کے ستر دروازے کھولے ہیں۔ ہر دروازے کی چوڑائی زمین و آسمان کے فاصلے کے برابر ہے۔ (بہجۃ الاسرار، ص ۹۴)

کھلے ہفتاد در اک آن میں علم لدنی کے
خزینہ بن گیا علموں کا سینہ غوث اعظم کا

(الف) جب بغداد میں حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی شہرت عام ہوئی بغداد کے بڑے بڑے سو فقہائے کرام اور علماء عظام نے آپ کا امتحان لینا چاہا اور پروگرام یہ بنایا کہ ہر فقیہ ایک ایک سوال سوچ لے اور ہر فقیہ کا سوال دوسرے سے جداگانہ ہو پھر وہ آپ کی مجلس وعظ میں آ کر بیٹھ گئے۔ آپ نے اپنی گردن کو جھکایا اس کے بعد آپ کے سینے سے نور کا ایک شعلہ نکلا جو کسی کو نظر آیا اور کسی کو نظر نہ آیا اور ان سو فقہاء کے سینے سے جا کر ٹکرایا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ حیران و مبہوت ہو کر رہ گئے اور وہ سب چیخنے چلانے لگ گئے اور اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اپنے سر ننگے کر

لئے اور آپ کے منبر کی طرف لپکے اور آپ کے قدموں میں اپنے سر رکھ دیئے اور پوری مجلس میں ہنگامہ برپا ہو گیا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ پورا بغداد تھرتھرا رہا ہے بعد ازاں حضور اعظم نے ہر فقیہ کو اپنے سینے سے لگایا اور ہر ایک سے فرمایا تیرا سوال یہ ہے اور اس کا جواب یہ ہے۔ بعد میں ان سے ان کی کیفیت کے بارے میں پوچھا گیا انہوں نے کہا جب ہم آ کر آپ کی مجلس میں بیٹھے ہمارا سارا علم بھول گیا۔ جب آپ نے اپنے سینے سے لگایا تو ہمارا علم ہمیں واپس مل گیا اور ہمارے سوالوں کے جواب بھی مل گئے۔ (بہجۃ الاسرار، ص ۹۴)

(ب) کبھی فرشتے کے ذریعے کوئی چیز دل پر القاء ہوتی ہے۔ حدیث نبوی ہے۔

اِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ مَنْ نَفَثَ فِیْ رَوْعِیْ لَنْ تَمُوْتَ نَفْسٌ حَتّٰی تَسْتَکْمِلَ رِزْقُهَا۔

حضرت جبریل امین علیہ السلام نے یہ بات میرے دل میں ڈال دی کہ کوئی جان نہ مرے گی جب تک اپنا رزق مکمل نہ کرے۔

(ج) کبھی فرشتہ بشکل بشر آ کر کلام کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰئِکَةُ یَا مَرْیَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفَاكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفَاكِ عَلٰی نِسَاءِ الْعَالَمِیْنَ۔

ترجمہ: فرشتوں نے حضرت مریم سے کہا اے مریم بے شک اللہ تعالیٰ نے تجھے چن لیا تجھے پاک کیا اور تجھے تمام جہان کی عورتوں سے برگزیدہ کیا۔

دوسرے مقام پر خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

فَاَرْسَلْنَا اِلَیْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِیًّا۔

ترجمہ: ہم نے جبریل امین علیہ السلام کو تندرست بشر کی شکل میں مریم کے پاس بھیجا۔

جبریل امین علیہ السلام نے حضرت مریم سے فرمایا۔

قَالَ اِنَّمَا اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَکِیًّا۔

ترجمہ: فرمایا میں تیرے رب کا ایلچی ہوں تجھے پاکیزہ لڑکا دینے آیا ہوں۔

شیخ محقق نے مدارج النبوت میں لکھا ہے کہ فتح مکہ کے روز نبی کریم ﷺ نے لشکر اسلام کو عام طور پر اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو خاص طور پر فرمایا کہ اہل مکہ کو قتل نہ کرنا ہاں اگر وہ لڑائی کریں تو ان کے ساتھ ضرور لڑائی کی جائے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ عکرمہ بن ابی جہل، صفوان بن امیہ اور سہیل بن عمرو کا آمنا سامنا ہو گیا جانبین سے خوب مقابلہ ہوا۔ اس کے نتیجے میں مشرکین کے اٹھائیس آدمی واصل جہنم ہوئے اور دو مسلمان شہید ہوئے۔ نبی کریم ﷺ کو اس لڑائی کی اطلاع ہوئی۔ آپ نے فرمایا میں نے تو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو لڑنے سے منع کیا تھا۔ عرض کی گئی یا رسول اللہ ﷺ مشرکین نے لڑنے میں پہل کی جس کا جواب دینا ضروری ہو گیا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے ایک آدمی کو بھیجا جاؤ جا کر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے کہہ دو۔ ضَعْ عَنْهُمُ السَّيْفَ ان سے تلوار رکھ دو یعنی ان کو قتل نہ کرو۔ اس فرستادہ نے جا کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے کہا ضَعْ فِيهِمُ السَّيْفَ ان میں تلوار رکھو یعنی ان کو خوب قتل کرو۔ پس خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس روز مشرکین کے ستر آدمی ٹھکانے لگا دیئے۔ جب حضور ﷺ کو اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے اس کی باز پرس کی انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ کے فرستادہ نے مجھے کہا تھا کہ ضَعْ فِيهِمُ السَّيْفَ ان کو خوب قتل کرو۔ نبی کریم ﷺ نے اس فرستادہ کو بلا کر کہا میں نے تجھے کیا کہا تھا اور تو نے جا کر کیا کہہ دیا۔ اس نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ جب میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی طرف چلا تو میں نے ایک آدمی دیکھا جس کا سر آسمان سے ٹکرا رہا تھا اس کے ہاتھ میں ایک نیزہ تھا اس نے اپنا ہاتھ میرے سینے پر مارا اور کہا کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے جا کر یہ کہنا کہ ضَعْ فِيهِمُ السَّيْفَ ورنہ میں اس

نیزے سے تجھے ہلاک کر دوں گا۔ اس لئے میں نے خالد سے یہ کلمہ کہہ دیا جب نبی کریم ﷺ نے یہ بات سنی تو فرمایا اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا جب اُحد کے دن حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو میں نے کہا تھا اگر خدا تعالیٰ مجھے قریش پر غلبہ دے گا تو میں ان کے ستر قتل کر دوں گا۔ آج خدا نے چاہا کہ اس کے رسول کی بات سچی ہو جائے۔ (مدارج النبوت، ج ۲، ص ۳۸۲)

(د) کبھی الہام بذریعہ کتابت ہوتا ہے اور اس کی کتابت من جانب اللہ ہونے کی علامت یہ ہوتی ہے کہ ہر جانب سے پڑھی جاتی ہے چنانچہ:

شیخ ابن عربی فرماتے ہیں کہ بیت اللہ میں مَیں نے ایک فقیر کو دیکھا کہ مطاف میں ایک ورق نازل ہوا جس پر اس فقیر کے کے متعلق لکھا ہوا تھا کہ تو جہنم سے آزاد کر دیا گیا ہے۔ اس ورق کی عجیب شان تھی وہ یہ کہ جس جانب اس ورق کو پلٹا جاتا تھا کتابت بھی اسی جانب پلٹ جاتی تھی۔ (الیواقیت و جواہر، ص ۸۳)

شیخ ابن عربی فرماتے ہیں ایک عورت میرے تلامذہ میں سے تھی اس نے ایک مرتبہ حق تعالیٰ کو خواب میں دیکھا اس کو ایک ورق عطا کیا گیا وہ ورقہ اس کے ہاتھ میں تھا اور مٹھی بند تھی کسی طرح کھلتی نہ تھی۔ میں نے اس سے یہ کہا تو اپنے دل میں یہ نیت کر کہ اگر حق تعالیٰ اس کے ہاتھ کو کھول دے تو فوراً اس کو نگل جاؤں گی۔ اس نے یہ نیت کی اور ہاتھ کو منہ کے قریب کیا قریب کرتے ہی ہاتھ کھل گیا اور وہ ورق خود بخود منہ میں چلا گیا۔ لوگوں نے مجھ سے دریافت کیا تمہیں یہ کس طرح معلوم ہوا میں نے کہا اللہ تعالیٰ نے مجھے الہام کیا کہ ہماری مرضی یہی ہے کہ ورقہ کے مضمون پر کوئی مطلع نہ ہو اور حق تعالیٰ مجھے کتابت لوح محفوظ اور کتابت مخلوقین کے فرق پر مطلع فرما دیا ہے اور یہ عجیب علم ہے جس کا ہم مشاہدہ کرتے ہیں۔ (الیواقیت والجواہر، ص ۸۳)

تیسرا انعام:

خدا تعالیٰ جس بندے کو اپنا مقرب بنالیتا ہے اسے صاحب کشف بنا دیتا ہے اور کشف کی بہت سی اقسام ہیں چند مشہور اقسام ملاحظہ فرمائیں۔

نمبر 1.

خدا تعالیٰ کے بعض بندے وہ ہیں کہ ان کے لئے دنیائے ارواح کے دروازے کھول دیئے جاتے وہ روح کو دیکھتے ہیں اس سے باتیں بھی کرتے ہیں مثلاً عارف کبیر احمد صیاد یمنی نے آسمان کے دروازے کھلے دیکھے آسمان سے فرشتوں کی ایک جماعت سبز حلے پہنے اتری اور ایک قبر کے سرہانے آ کر رکی ایک شخص کو قبر سے نکال کر لباس فاخرہ پہنایا سواری پر سوار کیا اور یکے بعد دیگرے آسمانوں سے گزرتے گئے سب آسمانوں سے گزر کر اس شہسوار نے ستر حجابات کو بھی پار کیا کہتے ہیں میں اس پرواز پر حیران ہوا اور اس بزرگ کو پہچاننا چاہا مجھے بتایا گیا کہ یہ امام غزالی ہیں ان حجابات تک تو میں نے دیکھا لیکن مجھے اس بات کا علم نہیں کہ ان کی انتہا کہاں تک تھی۔ (جامع کرامات، ص ۵۰۲)

حضرت شیخ ابن عربی کو خدا نے یہ طاقت عطا فرما رکھی تھی کہ وہ گذشتہ زمانوں کے انبیاء اور اولیاء کی مقدس روحوں کے مل لیتے تھے اور اس ملاقات کے تین طریقے تھے۔

(۱) اگر چاہتے تو ان کی روح کو اس دنیا میں اتار کر ایسی شکل میں لے آتے جو ان کی دنیا کی صورت کے بالکل مطابق ہوتی۔

(۲) اگر چاہتے تو ان کی روحوں کو خواب میں بلا لیتے۔

(۳) اگر چاہتے تو اپنی صورت کو عالم ارواح میں بدل کر ان سے مل لیتے۔

(جامع کرامات، ص ۵۴۶)

نمبر 2.

کچھ خدا کے بندے وہ ہوتے ہیں کہ ان کے سامنے جنت و دوزخ کے حجابات اُٹھ جاتے ہیں مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حارثہ بن زید سے پوچھا تو نے کس حال میں صبح کی عرض کی مومن ہونے کی حالت میں فرمایا تیرے ایمان کی حقیقت کیا ہے عرض کی میں دنیا سے الگ ہو گیا۔ میری نظر میں پتھر اور سونا برابر ہیں۔ آج میں نے شب بیداری کی پیٹ کو بھوکا پیاسا رکھا اب حالت یہ ہے وَكَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی عَرْشِ بِاَرَزًا وَكَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی اَهْلِ الْجَنَّةِ تَیَزَاوَرُوْنَ فِیْهَا وَكَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی اَهْلِ النَّارِ یَتَضَارَعُوْنَ۔

میں خدا کے عرش کو بلا حجاب دیکھ رہا ہوں اہل جنت کو ملاقات کرتے اور اہل دوزخ کو تڑپتے دیکھ رہا ہوں۔ (کشف المحجوب، ص ۱۲۵)

نمبر 3.

بعض اولیاء کرام وہ ہوتے ہیں کہ ان کی غذا اور پانی وغیرہ فضا میں معلق ہوتے ہیں مثلاً:

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی ان کے پاس زاد راہ نہ تھا۔ جب وہ مقام روحاء کے قریب پہنچیں تو سخت پیاس لگی۔ ام ایمن نے کہا میں نے سر پر ہوا کی شدید آواز سنی میں نے اپنا سر اوپر اُٹھایا یکا یک میں نے سفید رسی سے بندھا ہوا ایک ڈول دیکھا جو آسمان سے لٹکا ہوا ہے میں نے اس ڈول کو اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ یہاں تک کہ میں نے اسے تھامے رکھا اس میں سے اتنا پانی پیا کہ میں سیراب ہو گئی۔ ام ایمن رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اس کے بعد شدید گرمی میں مَیں روزہ رکھتی اور دھوپ میں پھرتی کہ مجھے پیاس لگے لیکن

پیاس محسوس نہ ہوتی۔ (خصائص کبریٰ، ج ۲، ص ۱۸۶)

نمبر 4.

کچھ وہ شاہسواران حقیقت ہوتے ہیں جو ہواؤں میں اڑتے ہیں مثلاً:
شیخ عبداللہ فرماتے ہیں ایک دن شیخ علی حضور غوث اعظم کی خدمت میں تشریف لائے میں بھی آپ کے ساتھ تھا اس وقت ہم نے دیکھا کہ ایک نوجوان آپ کی دہلیز پر چت پڑا ہے اس نے شیخ ابوالحسن علی سے کہا حضرت آپ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں میری سفارش کیجئے پھر جب ہم آپ کی خدمت میں پہنچے تو بغیر اس کے شیخ ابوالحسن علی نے آپ سے کچھ کہا آپ نے فرمایا میں نے یہ نوجوان آپ کو دے دیا۔ شیخ موصوف باہر آئے میں بھی آپ کے ساتھ تھا آپ نے باہر اس نوجوان کو اطلاع کی کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ میری سفارش تیرے حق منظور کر لی ہے۔ یہ نوجوان اس اطلاع کے پاتے دہلیز سے نکلا اور ہوا میں اڑ کا چلا گیا۔ پھر ہم نے آپ کی خدمت میں آ کر آپ سے دریافت کیا کہ یہ کیا واقعہ تھا آپ نے فرمایا یہ نوجوان ہوا میں اڑتا ہوا بغداد سے گزرا اس نے اپنے دل میں کہا بغداد میں مجھ جیسا کوئی بھی نہیں اس لئے میں نے اس کا حال سلب کر لیا تھا اگر شیخ علی سفارش نہ کرتے تو میں اسے نہ چھوڑتا۔ (قلائد الجواہر، ص ۱۵۵)

نمبر 5.

کچھ محرمان راز وہ ہیں جن پر لوح محفوظ منکشف ہو جاتی ہے اور وہ اس کی تحریر پڑھ لیتے ہیں مثلاً بابا فرید گنج شکر، حضرت بہاؤ الدین زکریا اور شیخ نجم الدین بیعت کی نیت سے مخدوم شیخ شہاب الدین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

حضرت مخدوم نے بابا فرید سے فرمایا تمہارا حصہ خانوادہ چشت میں ہے تمہارے پیر قطب الدین بختیار ہیں جو دہلی میں مقیم ہیں اور باقی دونوں حضرات کو مرید کر لیا ایک بوڑھی دایہ جو مخدوم شہاب الدین کی ملازمہ تھی طشت اور آفتابے لائی تاکہ مہمان ہاتھ دھولیں سب سے پہلے طشت کو بابا فرید کے سامنے رکھا آپ کافی دیر تک ہاتھ دھوتے رہے حتیٰ کہ لوٹے کا پانی ختم ہو گیا پھر دیگر دونوں حضرات کے لئے اور پانی لایا گیا انہوں نے بھی ہاتھ دھوئے کھانے کے دوران بابا فرید سے دونوں حضرات نے پوچھا آپ نے آفتاب کا تمام پانی اپنے ہاتھوں پر صرف کر لیا اس کی کیا وجہ تھی۔ آپ نے فرمایا یہ بوڑھی دایہ مخدوم شہاب الدین کی خدمت میں حاضر رہتی ہے اور لوح محفوظ میں اسے دوزخی لکھا ہوا تھا۔ مجھے افسوس ہوا جو شخص ایسے بڑے پیر اور بزرگ کی خدمت کرے وہ دوزخی کیوں ہے۔ میں نے اس حرف کو لوح محفوظ سے دھو دیا ہے اور اس کا نام وہاں سے مٹا کر بہشت والوں میں لکھ دیا ہے پھر دونوں نے اپنے کشف سے تحقیق کی تو واقعہ یونہی تھا۔

(سبع سنابل، ص ۱۳۸)

چوتھا انعام:

جو مومن خدا کا مقرب بندہ بن جاتا ہے اس کو صاحب کرامات بنا دیا جاتا ہے کرامات کا تعلق انسان کے مختلف اعضاء سے ہے جب وہ اعضاء خدا کی اطاعت کرتے ہیں تو ان سے کرامات کا صدور ہونے لگ جاتا ہے مثلاً:

آنکھ کی کرامت:

جب آنکھ مسلسل خدا کی اطاعت کرتی ہے اس کے لئے جو شرعاً نامناسب مواقع ہیں ان سے بچتی رہتی ہے تو اسے یہ کرامات ملتی ہیں کہ وہ کثیف

حجابات کے پیچھے بھی دیکھ لیتی ہے دور کی چیزوں کو دیکھنے لگتی ہے اسے فرشتے نظر آنے لگتے ہیں مثلاً:

(ا) جب حضور داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے لاہور میں مسجد بنائی تو لاہور کے علماء نے اعتراض کیا کہ آپ کی مسجد کا قبلہ درست نہیں آپ نے ان تمام علماء کو بلایا اور ان کو نماز عصر پڑھائی اختتام نماز پر آپ نے فرمایا اے حضرات علماء کرام ذرا دیکھو نا میری مسجد کا قبلہ درست ہے یہ کہہ کر آپ نے قبلہ کی طرف انگلی کا اشارہ کیا سب علماء نے وہیں سے کعبہ کی زیارت کر لی۔

جب صحابہ کرام ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو ان کے چہروں پر بیت اللہ شریف کی جدائی کے آثار نمایاں تھے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد قبا میں ایک طاق (سوراخ) کے ذریعے سے صحابہ کرام کو کعبہ کی زیارت کرائی تھی۔

(مدینۃ الرسول، ص ۹۳)

(ب) حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا آپ کو اپنی ولایت کا علم کب ہوا فرمایا میں دس سال کا تھا اپنے گھر سے مکتب پہنچا تو میں نے فرشتوں کی زیارت کی ان فرشتوں نے مکتب کے لڑکوں سے کہا اللہ کے ولی کے لئے جگہ دے دو۔

(بہجۃ الاسرار، ص ۲۱)

فرشتے مدرسہ تک ساتھ پہنچانے کو جاتے ہیں
یہ دربار الٰہی میں رتبہ غوث اعظم کا

جب حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا قَدَمِیْ هٰذِهٖ عَلٰی رَقَبَةِ كُلِّ وَلِیِّ اللّٰهِ میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے تو خدا تعالیٰ نے آپ کے دل پر تجلی ڈالی اور رسول خدا نے ایک لباس فاخرہ فرشتوں کی ایک جماعت کے ذریعے آپ کے لئے بھیجا اور فرشتوں نے آپ کو وہ لباس اولیاء کرام کی موجودگی میں پہنایا۔

(بہجۃ الاسرار، ص ۸)

کان کی کرامت:

اگر کان اطاعت کیش ہو اور نا ملائم باتوں سے بچے ان آوازوں کے سننے کا عادی ہو جائے جن کے سننے سے خدا اور اس کا رسول راضی ہو جاتا ہے اور مکروہ آوازوں سے پرہیز کرے تو وہ فرشتوں کا کلام سنتا ہے دور کی آواز سن لیتا ہے مثلاً:

(۱) ایک روز امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی کنیز زائدہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آج میں ایک عجیب وغریب بات لے کر حاضر ہوئی ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ کیا عرض کی میں نے لکڑی کا گٹھا باندھ کر ایک پتھر پر رکھا اچانک میں نے ایک سوار دیکھا جو آسمان سے زمین پر آیا اور اس نے سلام کیا اور کہا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں میرا سلام کہنا اور عرض کرنا رضوان جنت نے عرض کیا ہے کہ آپ کو بشارت ہو کہ بہشت بریں میں آپ کی امت تین طریقوں سے جائے گی۔ ایک گروہ بلا حساب وکتاب دوسرا گروہ آسان حساب سے داخل جنت ہوگا تیسرا گروہ آپ کی شفاعت سے جنت میں داخل ہوگا یہ گفتگو اس نے ہوا میں معلق رہ کر کی میں گٹھے کو اٹھا نہ سکی اس نے کہا اسے چھوڑ دو پھر اس نے پتھر سے فرمایا یہ گٹھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گھر میں چھوڑ آؤ وہ پتھر وہ گٹھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گھر چھوڑ گیا۔ (کشف المحجوب، ص ۴۱۶)

ایک مرتبہ حضرت ابراہیم بن ادھم ایک جنگل میں جا رہے تھے۔ اچانک عالم غیب سے ایک بزرگ ظاہر ہوئے اور آپ کو اسم اعظم کی تعلیم دی جب آپ نے اسم اعظم سیکھ لیا تو اسی وقت عرش سے لے کر تحت الثریٰ تک ساری مخلوق کو دیکھ لیا بعد ازاں حضرت خضر علیہ السلام تشریف لائے۔ انہوں نے فرمایا اے ابراہیم اسم اعظم سکھانے والا میرا بھائی حضرت الیاس علیہ السلام تھا میں بھی تجھے اس کی اجازت دیتا ہوں اس اسم اعظم کا ورد جاری رکھو۔ عنقریب مطلوب حقیقی

تک رسائی ہو جائے گی اور آپ ان کاملین میں سے ہیں جو دور و نزدیک کی آوازیں آسانی سے سن لیتے ہیں۔ (سید الاقطاب، ص ۳۹)

زبان کی کرامت:

اگر بندہ مومن زبان سے ہر وقت ذکر الٰہی کرتا رہے جھوٹ غیبت اور فضول یا وہ گوئی سے پرہیز کرے تو زبان کو یہ کرامت ملتی ہے کہ جو وہ خدا سے مانگتی ہے خدا کی بارگاہ سے وہی مل جاتا ہے مثلاً:

حضرت ذوالنون مصری فرماتے ہیں کہ میں ایک جماعت کے ساتھ کشتی میں سوار ہو کر مصر سے جدہ روانہ ہوا ہمارے ساتھ ایک نوجوان خرقہ پوش بھی سوار ہوا۔ میرے دل میں اس کے پاس بیٹھنے کی خواہش ہوئی مگر اس کی ہیبت سے ہمت نہ پڑتی تھی۔ اس وجہ سے میں اس نے کلام بھی نہ کر سکا اس لئے کہ وہ بڑا بزرگ تھا۔ اس کی ایک ساعت بھی یادِ الٰہی سے غفلت میں نہ تھی۔ ایک روز اہل کشتی میں سے کسی کا ایک جوہر گم ہو گیا مالک نے اس کا الزام اس نوجوان بزرگ پر لگا دیا اور اس کے ساتھ بدسلوکی پر آمادہ ہوا۔ میں نے اس کاروائی سے روکا اور اس بہانے سے میں اس نوجوان کے قریب ہو گیا اور گفتگو شروع کی جب میں نے لوگوں کی بدگمانی ظاہر کی اور کہا کہ ان لوگوں کا خیال ہے کہ تھیلی سے جوہر آپ نے نکالا ہے اب آپ فرمائیں کہ کیا کرنا چاہیے یہ سن کر اس نوجوان نے آسمان کی طرف منہ کر کے زبان سے کچھ الفاظ ادا کیے میں نے دیکھا کہ سمندر کی تمام مچھلیاں سطح سمندر پر آ گئیں اور ہر ایک کے منہ میں ایک جوہر تھا۔ آپ نے ایک جوہر لے کر اس کو دے دیا جس کی تھیلی سے جوہر چوری ہوا تھا۔ کشتی کے سب لوگوں نے ان کا یہ کمال دیکھا تو عقیدت مند بن گئے۔ اس کے بعد اس نوجوان نے سطح سمندر پر چلنا شروع کر دیا یہ جوہر چرانے والا ملاحوں میں سے ایک تھا اس

نے جو ہر واپس کر دیا کشتی والے شرمندہ ہوئے۔ (کشف المحجوب، ص۴۰۲)

ہاتھ کی کرامت:

اگر بندہ مومن ہاتھ سے رزق حلال کمائے اس ہاتھ سے کسی کو ناحق اذیت نہ دے تو ہاتھ بھی صاحب کرامت ہو جاتا ہے مثلاً:

جب حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا اور آپ کا جنازہ اٹھایا گیا تو کسی نے یہ شعر پڑھا۔

اے تماشا گاہ جا نہا روئے تو

تو کجا بہر تماشا می روی

اس پر خواجہ صاحب کا ہاتھ جنازہ سے نمودار ہو کر بلند ہوا۔ امیر خسرو نے شعر پڑھنے والے کو روک دیا کہ کہیں حضرت مخدوم رحمۃ اللہ علیہ جنازہ سے اُٹھ کھڑے نہ ہوں۔ (سبع سنابل، ص۱۵۱)

پاؤں کی کرامت:

جب بندہ مومن کے قدم کثرت سے مسجد کی طرف اُٹھتے ہیں نیک محافل میں حاضری ہوتی ہے تو قدم کو یہ کرامت ملتی ہے کہ وہ پانی پر چلنے لگتا ہے اور زمین اس قدموں کے نیچے لپیٹ دی جاتی ہے مثلاً:

(۱) خلیفہ وقت کے دربار میں ہر سال روم سے خراج آیا کرتا تھا ایک مرتبہ قیصر روم نے مال کے ساتھ اپنی قوم کے مذہبی عالموں کو بھیجا اور پیغام دیا کہ تم مسلمانوں سے بحث کرو اگر مسلمان غالب آگئے تو خراج بھیج دیا جایا کرے گا اور تم غالب آگئے تو مال خراج بند کر دیا جائے گا چنانچہ حسب خواہش قیصر روم علماء کو جمع کیا گیا سب نے اس بات پر اتفاق کیا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بحث کریں گے پھر

خلیفہ کے حکم سے تمام لوگ دریائے دجلہ کے کنارے جمع ہوئے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا جائے نماز لیا اور دریا کی سطح پر چلتے ہوئے درمیان میں پہنچ کر جائے نماز بچھا دی اور فرمایا کہ جس شخص کو بحث کرنی ہے۔ وہ میرے پاس آجائے یہ حال دیکھ کر وہ سب لوگ مسلمان ہو گئے۔ جب قیصر روم کو اس بات کا علم ہوا تو کہنے لگا اچھا ہوا کہ وہ شخص یہاں نہیں آیا ورنہ سب لوگ مسلمان ہو جاتے۔

(تذکرۃ الاولیاء، ص ۱۵۰)

(ب) ایک بزرگ شیخ اسماعیل سے روایت ہے کہ ہم دریائے فرات کے کنارے حضرت شیخ محمد بن عمر کی خدمت میں موجود تھے کہ ایک آدمی ظاہر ہوا شیخ موصوف نے فرمایا یہ شخص میرے متوسلین میں سے ہے یہ ہندوستان کا رہنے والا ہے اس نے وہاں سے دریائے فرات تک کا فاصلہ ایک قدم میں طے کیا ہے اور اب میرے ادب کی وجہ سے ویسے ہی چل رہا ہے۔ تھوڑی دیر میں وہ آ گیا اس نے عرض کی حضرت مجھے بیعت کر لیں آپ نے بیعت کیا ایک رات وہ آپ کے پاس رہا صبح کو ہم شیخ موصوف کے ہمراہ اس کو ایک جنگل میں الوداع کہنے کے لئے گئے۔ حضرت موصوف نے اس کے دونوں شانوں کے درمیان اپنا ہاتھ رکھا اور اچانک اس کو دھکا دیا۔ وہ شخص ہماری نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ شیخ صاحب نے فرمایا جب میں نے دھکا دیا تو اس کا سر ہندوستان میں اس کے گھر کے دروازے سے جا ٹکرایا۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ دریائے فرات عراق میں ہے۔

(جمال الاولیاء، ص ۱۱۴)

❀❀❀

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حسن رفاقت

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا۔

ترجمہ: اور جو کوئی حکم مانے اللہ کا اور رسول کا سو وہ ان کے ساتھ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا کہ وہ نبی صدیقین اور شہید اور نیکوکار ہیں اور اچھی ہے ان کی رفاقت۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ۔

رسول خدا کی اطاعت فرض ہے کیونکہ نبی کا قول و فعل وحی کے مطابق ہوتا ہے۔ حضور ﷺ قول و فعل دونوں میں معصوم ہیں۔ اطاعت کے بارے میں چند آیات ملاحظہ فرمائیں۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ○

ترجمہ: اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس واسطے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ۔

ترجمہ: جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۔

ترجمہ: اور قائم رکھو نماز اور زکوٰۃ دیتے رہو اور رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

اس آیت میں نکتہ کی بات یہ ہے کہ رسول پاک کی اطاعت کو اقامت

نماز اور زکوۃ کی ادائیگی کے ساتھ بیان کیا گیا تاکہ معلوم ہو جائے کہ رسول اکرم ﷺ کی اطاعت کا وہی درجہ ہے جو نماز اور زکوۃ کا ہے یعنی جیسے نماز پڑھنا اور زکوۃ دینا فرض ہے۔ اسی طرح اطاعت رسول بھی فرض ہے اور جیسے نماز و زکوۃ کی فرضیت کا منکر دائرہ اسلام سے خارج ہے اسی طرح اطاعت رسول کا منکر کافر ہے چنانچہ خدا نے ارشاد فرمایا۔

قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْکٰفِرِیْنَ○

ترجمہ: آپ فرما دیجئے حکم مانو اللہ کا اور رسول کا پھر اگر اعراض کریں تو اللہ پسند نہیں کرتا کافروں کو۔

اس آیت میں واضح کر دیا گیا کہ جس نے رسول پاک کی اطاعت سے منہ موڑا وہ مسلمان نہیں کافر ہے اور خدا کافروں کو پسند نہیں کرتا۔

وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ یُدْخِلْہُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا وَ ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ○

ترجمہ: اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اللہ اسے ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔

وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ○

ترجمہ: اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اگر تم مومن ہو۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مومن وہ ہے جو خدا اور اس کے رسول کا حکم مانے کیونکہ ایمان کی شرط خدا اور اس کے رسول کی اطاعت ہے۔

جو لوگ خدا اور اس کے رسول کی اطاعت نہیں کرتے بلکہ مخالفت کرتے

ہیں ان کے انجام کے لئے آیات ملاحظہ فرمائیں۔

وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ○

ترجمہ: جو مخالفت کرے اللہ اور اس کے رسول کی تو بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے۔

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ○

ترجمہ: جنگ کرو ان لوگوں کے ساتھ جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے اور حرام نہیں جانتے وہ اس کو جس کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کیا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ رسول کریم ﷺ جس چیز کو حرام قرار دیں اس کی حرمت کا وہی حکم ہے جو خدا کی حرام کردہ چیز کا حکم اور جس طرح ان لوگوں سے جنگ کرنا ضروری ہے جو خدا کی حرام کردہ چیز کو حرام نہ جانیں۔ اسی طرح ان لوگوں سے بھی لڑنا ضروری ہے جو رسول کریم کی حرام کردہ شے کو حرام نہ جانیں بلکہ آپ کی مخالفت کریں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ○

ترجمہ: جو لوگ مخالفت کرتے ہیں اللہ کی اور اس کے رسول کی وہ ذلیل ہوئے جیسے کہ ان سے پہلے لوگ ذلیل ہوئے۔

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ○

ترجمہ: اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی وہ کھلی گمراہی میں ہے۔

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ○

ترجمہ: اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم نہ مانے اس کے لئے دوزخ کی آگ ہے وہاں ہمیشہ رہے گا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا أَطِيْعُوْا اللّٰهَ وَأَطِيْعُوْا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْا أَعْمَالَكُمْ ○

ترجمہ: اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اپنے اعمال کو ضائع نہ کرو۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اعمال اس وقت قبول ہوں گے جب رسول خدا کی اطاعت کی جائے گی۔ آپ کے اوامر و نواہی، اخلاق و اعمال پر عمل کیا جائے جو شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے گا وہ اپنے سارے اعمال ضائع اور بیکار کر دے گا۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا أَلِيْمًا ○۔

ترجمہ: جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے گا اس کو خدا باغوں میں داخل کرے گا جس کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور جو پلٹ جائے اسے دردناک عذاب دے گا۔

معلوم ہوا جنت اس کے لئے ہے جو خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اور جو نافرمان ہے اس کے لئے جہنم کا دردناک عذاب ہے۔

فَأُولٰئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ۔

ترجمہ: اس سے مراد درجہ کی معیت نہیں کیونکہ غیر نبی، نبی کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا اور نہ اس سے مراد معیت مکانی ہے کیونکہ حضرات انبیاء اعلیٰ علیین میں ہوں گے۔ امتی ان سے نیچے ہوں گے بلکہ اس معیت سے مراد ہے کہ یہ لوگ جب چاہیں گے ان حضرات کے دیدار سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر لیا کریں گے ملاقات اور گفتگو کر لیا کریں گے چنانچہ حدیث میں آتا ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

جنتی لوگ اپنے سے بلند درجہ والوں کو ان کے بالا خانوں میں اس طرح

دیکھیں گے جیسے تم کسی چمکیلے ستارے کو مشرق یا مغرب میں دیکھتے ہو ان میں فاصلہ بہت ہوگا۔ صحابہ کرام نے کہا یہ منزلیں تو نبیوں کے لئے ہی مخصوص ہوں گی کوئی اور وہاں تک کیسے پہنچ سکتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیوں نہیں اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ان منزلوں تک وہ بھی پہنچیں گے جو اللہ پر ایمان لائے اور رسولوں کو سچا جانا اور مانا۔ (ابن کثیر، ج ۵، ص ۴۱)

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بلند درجات والوں کو نیچے والے لوگ اس طرح دیکھیں گے جیسے لوگ چمکدار ستارے کو افق میں دیکھتے ہیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور فاروق اعظم ان بلند درجہ والوں میں سے ہیں۔ (تاریخ بغداد، ج ۴، ص ۶۴)

وہ کون لوگ ہیں جو ان انعام یافتہ نفوس قدسیہ کے ساتھ ہوں گے وہ لوگ یہ ہیں۔

(ا) مسلم شریف میں ہے کہ حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی فرماتے ہیں میں رات کو حضور ﷺ کی خدمت میں رہتا اور پانی وغیرہ لا کر دیا کرتا تھا ایک بار آپ نے مجھ سے فرمایا کچھ مانگ لو میں نے کہا جنت میں آپ کی رفاقت مانگتا ہوں۔ فرمایا اس کے سوا اور کچھ میں نے کہا بس یہی کافی ہے۔ فرمایا میری مدد کثرت سے سجدے کر کے کرو۔

(ب) الترغیب والترہیب میں حدیث ہے کہ ایک شخص نے رسول خدا ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی میں خدا کو بے شریک مانتا ہوں اور آپ کے رسول ہونے کی گواہی دیتا ہوں۔ پانچوں وقت کی نماز پڑھتا ہوں۔ اپنے مال کی زکوۃ دیتا ہوں۔ رمضان کے روزے رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا جو مرتے دم تک اسی پر قائم رہے گا۔ وہ قیامت کے دن نبیوں صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا لیکن

شرط یہ کہ والدین کا نافرمان نہ ہو۔ (الترغیب والترہیب، ج ۲، ص ۱۰۵)

(ج) فرمان نبوی ہے۔ من قرء الف آیۃ فی سبیل اللہ کتبہ اللہ مع النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین۔

(الترغیب والترہیب، ج ۲، ص ۲۶۷)

جس نے خدا کے راستے میں ایک ہزار آیات پڑھیں خدا اس کو نبیوں صدیقوں شہیدوں اور نیک لوگوں میں لکھ دے گا۔

(د) ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ سے اس شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا جو ایک قوم سے محبت کرتا ہے لیکن ان سے ملا نہیں۔ آپ نے فرمایا المراء مع من احب ہر انسان ان کے ساتھ ہو گا جن کے ساتھ محبت رکھتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مسلمان جتنا اس حدیث سے خوش ہوئے اتنا کسی اور چیز سے خوش نہیں ہوئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں واللہ میری محبت تو رسول پاک ﷺ، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ (شہید) سے ہے تو مجھے امید ہے کہ خدا قیامت کے روز انہی حضرات کے ساتھ مجھے اٹھائے گا۔ (ابن کثیر، ج ۵، ص ۴۱)

(ن) حضرت صخر بن زاشد فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں عبداللہ بن مبارک کو دیکھا ان کی وفات کے بعد میں نے ان سے کہا کیا آپ کی وفات نہیں ہوگئی۔ انہوں نے کہا ہاں میری وفات تو ہو چکی ہے۔ میں نے ان سے دریافت کیا پھر اللہ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔ کہا میرے تمام گناہوں کو معاف فرما کر میری مغفرت فرما دی ہے۔ میں نے پوچھا سفیان ثوری کا کیا ہوا کہا واہ واہ وہ تو مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاۗءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰۗىِٕكَ رَفِيْقًا۔ (تاریخ بغداد، ج ۱۰، ص ۱۴۹)

ترجمہ: ان لوگوں کے ساتھ ہیں جن پر اللہ نے انعام کیا نبی صدیق شہید اور

صالحین اور ان کی رفاقت کیسی اچھی ہے۔

(ی) حضرت حسن بن صالح فرماتے ہیں کہ میرے بھائی نے جس رات وفات پائی اس رات اس نے مجھ سے پانی مانگا میں اس وقت نماز پڑھ رہا تھا۔ اختتام نماز پر میں نے پانی کا پیالہ پیش کیا۔ انہوں نے کہا میں نے پانی پی لیا ہے میں نے کہا تمہیں پانی کس نے پلایا اس کمرے میں میرے اور تیرے سوا کوئی بھی نہیں۔ اس نے کہا ابھی میرے پاس جبریل امین علیہ السلام آئے اور انہوں نے مجھے پانی پلایا اور مجھے کہا۔

اَنْتَ وَاَخُوْكَ وَاُمُّكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ۔ تو تیرا بھائی تیری ماں ان کے ساتھ ہیں جن پر اللہ نے انعام فرمایا۔ (شرح الصدور، ص ۳۳)

وہ نبی صدیق شہید اور نیک لوگ ہیں۔

یہی تھے شمع دیں کے اولیں پرسوز پروانے
صداقت کیش غازی بادۂ غیرت کے مستانے
انہیں روشن چراغوں سے زمانے میں اجالا تھا
خدا کا اور محمد مصطفٰے کا بول بالا تھا

النبیین:

اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے دلائل یہ ہیں۔

(ا) ایک انصاری حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا وہ بہت غمزدہ ہے سبب دریافت کیا تو جواب ملا حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہاں تو صبح شام ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ بیٹھتے ہیں۔ دیدار بھی ہو جاتا ہے اور دو گھڑی صحبت

بھی میسر ہو جاتی ہے لیکن کل قیامت کے دن تو آپ ﷺ نبیوں کی اعلیٰ مجلس میں ہوں گے تو ہم آپ تک پہنچ نہ سکیں گے۔ حضور ﷺ نے کچھ جواب نہ دیا اس پر حضرت جبریل امین علیہ السلام آیت تلاوت لائے۔ نبی کریم ﷺ نے ایک آدمی بھیج کر انہیں یہ خوشخبری سنا دی۔ (ابن کثیر، ج ۵، ص ۶۰)

ایک شخص حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں آپ کو جان و مال اور اہل و عیال اور اپنے بچوں سے بھی زیادہ محبوب رکھتا ہوں میں گھر میں ہوتا ہوں لیکن شوق زیارت مجھے مجبور کر دیتا ہے صبر نہیں ہو سکتا دوڑتا بھاگتا آتا ہوں اور دیدار کر کے چلا جاتا ہوں لیکن جب آپ کی اور اپنی موت یاد آتی ہے اور اس بات کا یقین ہے کہ آپ جنت میں نبیوں کے ساتھ بڑے اونچے درجے میں ہوں گے تو ڈر لگتا ہے کہ پھر میں آپ کے دیدار سے محروم ہو جاؤں گا۔ آپ نے تو کوئی جواب نہ دیا لیکن تلاوت کردہ آیت نازل ہوئی۔

ان دونوں واقعات سے پتہ چلا کہ ان صحابہ کو حضور ﷺ کی جدائی اور فرقت کا تصور تڑپا رہا ہے کہ اگر جنت میں آپ ﷺ کا دیدار نہ ہوا تو ہمارا کیا بنے گا کیونکہ ہمیں تو آپ کے دیدار کے بغیر چین نہیں آتا۔ خدا تعالیٰ نے ان کے چین اور تسلی کے لئے یہ آیت نازل فرمائی وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ............ الخ اس آیت میں گویا فرمایا گیا اے میرے محبوب کے عاشقوں گھبراؤ نہیں ہم جنت میں تمہیں اپنے محبوب کے دیدار فیض آثار سے مشرف فرما دیا کریں گے اور تمہیں غمگین نہ ہونے دیں گے چونکہ ذکر پیارے مصطفےٰ کا چل رہا تھا اس لئے یہاں النبیین سے مراد آپ ہی کی ذات ہے اور جمع کا لفظ بطور تعظیم وارد ہوا ہے۔ خدا وحدہٗ لاشریک ہے لیکن اپنے بارے میں فرمایا۔ اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ جمع کا صیغہ استعمال کرنے میں مقصود تعظیم اسی طرح حضور ﷺ کے بارے میں النبیین

جمع وارد ہوا مطلوب و مقصود تعظیم ہے۔

(ب) دوسری دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ میں تمام نبیوں کے کمالات موجود ہیں تمام انبیاء کے اخلاق و صفات آپ کی ذات میں جمع کر دیئے گئے ہیں مثلاً حضرت آدم علیہ السلام کو خدا نے خلافت عطا فرمائی خدا فرماتا ہے۔ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں۔

علامہ ابن حجر نے پیارے مصطفےٰ ﷺ کے متعلق لکھا ہے کہ:

اِنَّہٗ خَلِیْفَةُ الَّذِیْ جَعَلَ خَزَائِنَ کَرَمِہٖ وَمَوَائِدَ نِعَمِہٖ طَوْعَ یَدَیْہِ وَتَحْتَ اِرَادَتِہٖ یُعْطِیْ مِنْھُمَا مَنْ یَّشَاءُ وَیَمْنَعُ مَنْ یَّشَاءُ۔

حضور سرور کونین ﷺ کے وہ خلیفہ ہیں کہ جن کے ہاتھوں کے مطیع اور ارادے کے تحت اپنے کرم کے خزانے اور نعمتوں کے دستر خوان کر دیئے ہیں ان میں سے جسے چاہتے ہیں عطا فرماتے ہیں اور جس سے چاہتے ہیں روک لیتے ہیں۔ (جوہر منظم، ص ۴۲)

ابن تیمیہ نے لکھا ہے وَقَدْ اَقَامَہُ اللّٰہُ مَقَامَ نَفْسِہٖ فِیْ اَمْرِہٖ وَنَھْیِہٖ وَاَخْبَارِہٖ بَیَانِہٖ فَلَا یَجُوْزُ اَنْ یُّفَرَّقَ بَیْنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ فِیْ شَیْءٍ مِنْ ھٰذِہِ الْاُمُوْرِ۔
(الصارم المسلول، ص ۴۱)

اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو امر و نہی اطلاع دینے اور بیان میں اپنا قائم مقام بنایا ہے ان میں سے کسی میں بھی اللہ اور رسول میں فرق کرنا جائز نہیں ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدا نے بولی تبدیل کر دی چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نار نمرود سے نجات پا کر مقام کوثی تشریف لے گئے تو اس وقت آپ کی زبان سریانی تھی۔ نمرود نے

آپ کے تعاقب میں سپاہی روانہ کیے اور ان سے کہا جو آدمی تمہیں سریانی زبان بولتا ملے اسے گرفتار کر لینا چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دریائے فرات کو عبور فرمایا تو اللہ نے آپ کی زبان عبرانی کر دی اب نمرود کے سپاہی آپ کو ملے تو آپ نے ان سے عبرانی زبان میں گفتگو فرمائی سپاہیوں نے آپ کو چھوڑ دیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبان سریانی تھی مگر آپ نے عبرانی زبان میں گفتگو فرمائی لیکن اس اعجاز کو بھی دیکھئے کہ ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کی زبانیں بدل دیں یعنی خلیل کی زبان خدا نے بدلی اور صحابہ کی زبان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبدیل کر دی چنانچہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چار صحابہ کو قیصر کسریٰ مقوقس اور نجاشی کی طرف قاصد بنا کر بھیجا۔

فَاَصْبَحَ كُلُّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ يَتَكَلَّمُ بِلِسَانِ الْقَوْمِ الَّذِیْ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ۔

(خصائص کبریٰ، ج ۲، ص ۱)

ان صحابہ نے صبح کی تو ہر صحابی جس قوم کی طرف قاصد بنا کر بھیجا گیا تھا اسی قوم کی زبان میں کلام کرنے لگا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے آپ کو ایک کنویں میں گرا دیا امام غزالی فرماتے ہیں کہ جب تک آپ اس کنوئیں میں رہے فرشتے پرندوں کی شکل میں آ کر کنوئیں کا طواف کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں حضرت یوسف علیہ السلام کے اکرام کے لئے بھیجا تھا۔ (احسن القصص، ص ۵۴)

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی والدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے شکم اطہر میں تھے تو:

وَكَانَتْ غَمَامَةُ النُّوْرِ تَظِلُّ عَلٰى رَاْسِهَا وَالطُّيُوْرُ تَتَنَزَّلُ مِنَ الْجَوِّ تَتَبَرَّكُ بِفُوَادِهَا۔ (احسن، ص ۲۲)

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے سر پر سفید بادل سایہ کرتا اور پرندے فضا سے

نازل ہو کر آپ کے دل سے برکت حاصل کرتے یہ جانور دنیا کے جانور نہ تھے بلکہ فرشتے تھے۔ جو نبی کریم ﷺ کی آمد کے منتظر تھے کہ کب شمس الانبیاء تشریف لائیں اور دنیا سے کفر و شرک کی تاریکیاں دور ہوں۔

ناریوں کا دور تھا دل جل رہا تھا نور کا
تم کو دیکھا ہو گیا ٹھنڈا کلیجہ نور کا

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کی دو شاخیں تھیں جب اندھیری رات ہوتی تو وہ دونوں روشن ہو جاتیں اور ان کی روشنی حد نگاہ تک پہنچ جاتی تھی۔

(النطق المفہوم، ص ۱۰۲)

حضرت قتادہ بن نعمان ایک اندھیری رات میں جب بارش ہو رہی تھی دیر تک حضور ﷺ کی خدمت میں بیٹھے رہے جب جانے لگے تو آپ نے ان کو کھجور کی شاخ عطا فرمائی اور فرمایا اس کو لے جاؤ یہ تمہارے دس ہاتھ آگے دس ہاتھ پیچھے روشنی کرے گی چنانچہ جب حضرت قتادہ چلے تو وہ شاخ خرما ان کے لئے روشن ہو گئی یہاں تک کہ اپنے گھر میں داخل ہو گئے۔ (مجمع الزوائد، ج ۲، ص ۴۰)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے ایک معجزہ کا ذکر اس طرح فرمایا۔

وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ۔

ترجمہ: میں تمہیں خبر دیتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور گھروں میں جمع کرتے ہو۔

اس آیت سے پتہ چلا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کے گھروں کے ذخیرے اور کھانے کی اطلاع دے دیتے تھے مگر ہمارے نبی کو خدا نے تمام علم ما کان وما یکون عطا فرما دیا چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ "فاخبرنا بما ھو کائن الی یوم القیامۃ" آپ نے قیامت تک کے تمام حالات و واقعات بیان فرما دیئے۔

عالم میں کیا ہے جس کی تجھ کو خبر نہیں
ذرہ ہے کونسا تیری جس پر نظر نہیں

والصدیقین:

یہ کون ہیں شیخ محمد عبدہ فرماتے ہیں۔

هُمُ الَّذِيْنَ زَكَتْ فِطْرَتُهُمْ وَاعْتَدَلَتْ اَمْزِجَتُهُمْ وَصَفَتْ سَرَائِرُهُمْ حَتّٰى اِنَّهُمْ يُمَيِّزُوْنَ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ وَالْخَيْرِ وَالشَّرِّ بِمُجَرَّدِ عُرُوْضِهٖ۔

جن کی فطرت پاکیزہ ہوتی ہے مزاج میں اعتدال ہوتا ہے باطن صاف ہوتا ہے یہاں تک کہ جب ان پر حق و باطل اور خیر و شر پیش ہوتے ہیں تو وہ ان میں تمیز کر لیتے ہیں۔

چنانچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں یہ اوصاف موجود تھے مثال کے طور پر دو احادیث پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور میں فتنہ ارتداد پیدا ہوا منکرین زکوٰۃ کلمہ اسلام سے منکر نہ تھے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ضروریات دین میں تاویل مقبول نہیں چونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے لڑوں یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ پڑھیں پھر انہوں نے جب یہ کلمہ پڑھ لیا تو انہوں نے اپنا خون اور مال مجھ سے بچا لیا اور ان کا حساب اللہ پر ہے اور مرتدین اس کلمہ کے قائل تھے۔ اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ کہا کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے تو ہم مرتدین سے کیوں لڑیں لیکن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نماز اور زکوٰۃ میں تفریق نہیں کر سکتا۔

وَاللّٰهِ لَاُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَیْنَ الصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ۔

ترجمہ: خدا کی قسم میں اس سے ضرور لڑوں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں تفریق کرتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آخر کار ہمیں آپ کے ساتھ مرتدین سے لڑائی لڑنی پڑی اور ایک روایت میں ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں واللہ مجھے معلوم ہو گیا کہ اللہ نے قتال مرتدین کے بارے میں آپ کا سینہ کھول دیا۔ پس میں نے جان لیا کہ آپ حق پر تھے۔ (ازالۃ الخفاء، ج ۲، ص ۵۳)

(ب) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں اگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خلیفہ نہ بنائے جاتے تو خدا کی عبادت نہ کی جاتی۔ یہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا آپ سے اس کی وجہ پوچھی گئی۔ آپ نے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شام کی طرف جیش اسامہ کو روانہ کیا جب وہ مقام ذی خشب تک پہنچا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رحلت فرمائی اور حوائی مدینہ کے کچھ قبائل مرتد ہو گئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا قسم ہے اس خدا کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں اگر بالفرض ازواج نبی کے پیروں میں بیڑیاں پڑ جائیں تب بھی اس لشکر کو واپس نہ موڑوں گا جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روانہ فرمایا ہے۔ میں اس جھنڈے کو نہ کھولوں گا جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے باندھا ہے۔ غرض جیش اسامہ کو آپ نے روانہ کیا اس کے بعد وہ لشکر جس قبیلے کے قریب سے گزرا وہ یہ سوچنے پر مجبور ہوا کہ اگر مسلمان کمزور ہوتے تو اتنا بڑا لشکر مدینہ سے باہر نہ نکالتے۔ خدا نے حضرت اسامہ کو فتح سے ہمکنار فرما دیا۔ (ازالۃ الخفا، ص ۵۴)

بعض مفسرین نے فرمایا کہ والصدیقین سے مراد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔ سب سے پہلے آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ہیں آپ کی تصدیق کی ہے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خدا تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں فرماتے ہیں۔

وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِہٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ۔

ترجمہ: اور جو سچ لایا اور جس نے سچ کی تصدیق کی وہی لوگ متقی ہیں۔

کہ سچ لانے والے نبی کریم ﷺ ہیں اور تصدیق کرنے والے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔ معلوم ہوا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے متقی ہونے کی گواہی خدا دے رہا ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ متقی ہیں اور خدا فرماتا ہے۔

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ۔ تم میں سے اللہ کے نزدیک زیادہ عزت والا وہ ہے جو متقی ہے۔ معلوم ہوا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ سے افضل ہیں چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

ہم نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں موجود تھے۔ آپ نے فرمایا تمہارے پاس ایک ایسا آدمی آنے والا ہے میرے بعد خدا نے اس سے بہتر پیدا نہیں فرمایا اور اسے انبیاء کی مثل مرتبہ شفاعت عطا کیا جائے گا۔ تھوڑی دیر کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ نبی کریم ﷺ نے کھڑے ہو کر ان کو چوما اور بغلگیر ہوئے۔ (تاریخ بغداد، ج۳، ص۱۲۳)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو عرش کے سامنے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے ایک منبر بچھایا جائے گا اور اسی طرح ایک منبر عرش کے سامنے میرے لئے بچھایا جائے گا اور ایک کرسی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لئے رکھی جائے گی ایک آواز آئے گی واہ صدیق تیری قسمت تجھے حبیب و خلیل کے درمیان جگہ ملی ہے۔

(تاریخ بغداد، ج۴، ص۳۸۶)

پس از انبیاء سب سے اونچا ہے نامی
رفیقِ نبی کا مقام اللہ اللہ

امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا صدیق وہ ہے جس نے سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی ہے اور دوسرے تصدیق کرنے والوں کا مقتدا بنا ہے اور وہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرتے ہی تبلیغ اسلام شروع کر دی جس کے نتیجے میں حضرت عثمان غنی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم ایمان لے آئے۔ اس طرح صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ان کے لئے مقتدا ثابت ہوئے۔ آپ اس امت کے پہلے مبلغ ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ اَجْرُهَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا جس نے کوئی اچھا طریقہ ایجاد کیا اسے اس کا ثواب ہو گا جو اس طریقہ پر عمل کرے گا اس کے برابر بھی موجد کو ثواب لہٰذا آپ نے تبلیغ سب سے پہلے شروع فرمائی۔ آپ کی تبلیغ کے نتیجے میں جو مسلمان ہوئے ان کا بھی آپ کو ثواب ہو گا اور انہوں نے آگے تبلیغ کی اور جتنے لوگ ان کے کہنے سے مسلمان ہوئے ان کے برابر بھی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ثواب ہو گا۔ لہٰذا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارہ سالہ دور خلافت میں جتنے لوگ مسلمان ہوئے ان کا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بھی ثواب ہو گا۔

تلاوت کردہ آیت میں نبی کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے جو اس طرف اشارہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ بلا فصل صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ایک باغ میں داخل ہو گئے۔ ایک آدمی آیا اور اس نے دروازہ کھٹکھٹایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے انس کھڑے ہو جاؤ اور دروازہ کھول دو اور آنے والے کو جنت کی بشارت دے دو اور میرے بعد خلافت کی بشارت بھی دے دو میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ان کو یہ بات بتا دوں فرمایا بتا دو میں نے دروازہ کھولا تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے میں نے کہا تمہیں بشارت ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت کی۔

(تاریخ بغداد، ج ۹، ص ۳۴۰، مسند ابی یحییٰ، ج ۷، ص ۴۵)

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سب سے پہلے ایمان لائے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت فرمائی ایک مرتبہ آپ نے گھر کا سارا مال خدا کی راہ میں قربان کر دیا۔ ہر غزوہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے اور خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ○ یُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِیْهَا نَعِیْمٌ مُّقِیْمٌ ○ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ○

ترجمہ: جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور ہجرت کی اور خدا کے راستے میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا وہ اللہ کے نزدیک درجے کے اعتبار سے بڑے ہیں۔ وہی لوگ کامیاب ہیں ان کا رب ان کو اپنی طرف سے رحمت اور رضا اور ایسے باغوں کی بشارت دیتا ہے جن میں دائمی نعمتیں ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے بے شک اللہ کے ہاں بہت بڑا اجر ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مہاجرین نے تین کام کیے ایمان قبول کیا۔ ہجرت کی اور خدا کی راہ میں اپنی جانوں اور مالوں سے جہاد کیا پھر ان کو خدا نے انعام بھی تین دیئے خدا نے ان کو اپنی رحمت سے نوازا۔ خدا نے ان کو اپنی رضا کا سرٹیفکیٹ دے دیا اور جنت کے باغوں کی بشارت دے دی اور امت میں اول مہاجر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں لہٰذا آپ بطریق اولیٰ خدا کے ان تینوں انعامات کے حقدار ہیں اور آپ کے لئے اجر عظیم ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ آسمانوں کے ستاروں کے برابر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نیکیاں ہیں اور حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ اِنَّ عُمَرَ حَسَنَةٌ مِّنْ حَسَنَاتِ اَبِیْ بَکْرٍ یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ساری نیکیاں

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ایک نیکی کے برابر ہیں۔ اس سے اندازہ لگائیں کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی کتنی نیکیاں ہوں گی اور ان کا اجر و ثواب کتنا عظیم ہوگا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کو خدا نے یہ اعزاز بخشا کہ خود نبی ہیں آپ کے باپ حضرت یعقوب علیہ السلام نبی ہیں۔ آپ کے دادا حضرت اسحاق علیہ السلام نبی ہیں اور آپ کا پردادا حضرت ابراہیم خلیل اللہ، اللہ کے نبی ہیں۔ اسی طرح خدا تعالیٰ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو یہ عزت بخشی کہ آپ خود بھی صحابی رسول ہیں۔ آپ کے والد ماجد حضرت ابو قحافہ صحابی ہیں۔ آپ کے صاحبزادے عبدالرحمٰن صحابی ہیں اور آپ کے نواسے حضرت عبداللہ بن زبیر صحابی ہیں۔

خدا ان کو کس پیار سے دیکھتا ہے
جو آنکھیں ہیں محو لقائے محمد
میسر تھی امام الانبیاء کی اقتدا ان کو
رسولوں کی تمناؤں کا حاصل مل گیا ان کو

والشہدا:

اس سے مراد حضرت فاروق اعظم، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ عنہم ہیں۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ:

ان کو ابو لولوٴ مجوسی نے شہید کیا تھا۔ ان کے فضائل بے حد و حساب ہیں۔ علامہ ابن حجر نے لکھا ہے۔ حضرت عمار بن یاسر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابھی میرے پاس حضرت جبریل امین علیہ السلام آئے میں نے ان سے کہا میرے سامنے عمر بن خطاب کے فضائل بیان کرو۔ عرض کی اگر میں اتنی دیر تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان کرتا رہو جتنی دیر تک حضرت نوح علیہ السلام

اپنی قوم میں رہے تو ان کے فضائل ختم نہ ہوں اور حضرت عمر، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہے۔ (الصواعق المحرقہ، ص ۸۰)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ:

ان کو باغیوں نے شہید کیا تھا۔ ان کے فضائل بھی کثرت سے احادیث میں آئے ہیں چنانچہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شفاعت سے ایسے ستر ہزار آدمی بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے جن پر جہنم واجب ہو چکی ہوگی۔

(الصواعق المحرقہ، ص ۱۰۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا۔

اِشْتَرٰی عُثْمَانُ الْجَنَّةَ مِنَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم مَرَّتَيْنِ حِيْنَ حَفَرَ بِئْرِ رُوْمَةَ وَحِيْنَ جَهَّزَ جَيْشَ الْعُسْرَةِ۔

ترجمہ: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے دو مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جنت خریدی ایک مرتبہ بئر رومہ کھود کر دوسری مرتبہ جیش العسرۃ کے لئے سامان دے کر۔

(الصواعق المحرقہ، ص ۱۱۰)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب مقام حدیبیہ پر بیعت رضوان منعقد ہوئی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس وقت مکہ مکرمہ میں تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عثمان خدا اور اس کے رسول کے کام میں ہے پھر اپنے ایک ہاتھ کو عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دیا اور دوسرے ہاتھ پر رکھ کر فرمایا یہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف سے بیعت ہے۔ آپ نے اپنے جس ہاتھ کو عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دیا وہ باقی صحابہ کے ہاتھوں سے افضل تھا۔ (الصواعق المحرقہ، ص ۱۱۰)

یہ بیعت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی موت کی خبر مشہور ہونے پر لی گئی اور اس کی غرض و غایت یہ تھی کہ عہد کیا جائے کہ جب تک عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا بدلہ نہ لیں گے واپس نہ جائیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم نہ تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ زندہ ہیں تبھی تو آپ نے بیعت لی اگر زندہ ہونے کا یقین ہوتا تو بیعت نہ لیتے لیکن اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ زندہ ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف سے بیعت لی اور بیعت زندوں کی طرف سے ہوتی ہے نا کہ مردوں کی طرف سے اور بیعت میں حکمت یہ تھی تا کہ پتہ چلے کہ تمام صحابہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خاطر اپنی جانیں قربان کرنے کے لئے تیار ہیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

ان کو عبدالرحمٰن بن ملجم خارجی نے شہید کیا تھا ان کے بارے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اَلنَّظرُ اِلٰی عَلِیٍّ عِبَادَۃٌ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھنا عبادت ہے۔ (الصواعق المحرقہ، ص ۱۲۳)

حضرت سیدہ ام سلمہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ اَحَبَّ عَلِیًّا اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَحَبَّنِیْ فَقَدْ اَحَبَّ اللّٰہَ وَمَنْ اَبْغَضَ عَلِیًّا فَقَدْ اَبْغَضَنِیْ وَمَنْ اَبْغَضَنِیْ فَقَدْ اَبْغَضَ اللّٰہَ۔

جس نے علی کو دوست رکھا اس نے گویا مجھے دوست رکھا اور جس نے مجھے دوست رکھا اس نے خدا کو دوست رکھا اور جس نے علی سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا اس نے خدا سے بغض رکھا۔

حضرت عمار بن یاسر اور حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہم روایت کرتے

ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

حَقُّ عَلِيٍّ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ حَقُّ الْوَالِدِ عَلَى الْوَلَدِ۔ (الریاض النضرہ)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مسلمانوں پر حق ایسا ہے جیسا باپ کا حق بیٹے پر۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں مہاجرین کی آباد کاری کا مسئلہ اس طرح حل فرمایا کہ مہاجرین اور انصار کے درمیان سلسلہ اخوت قائم فرما دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے اور رونے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رونے کا سبب دریافت فرمایا عرض کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے مجھے کسی کا بھائی نہیں بنایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَنْتَ اَخِیْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ۔ تو دنیا اور آخرت میں میرا بھائی ہے۔

(جامع ترمذی، ج ۲، ص ۲۱۳)

ایک مرتبہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ملاقات حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوئی اور آپ مسکرائے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس مسکراہٹ کی وجہ دریافت فرمائی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا۔

لَا یَجُوْزُ اَحَدُ الصِّرَاطَ مَنْ کَتَبَ لَہٗ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبِ الْجَوَازَ۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رسید کے بغیر کسی شخص کو پل صراط سے گزرنے کی اجازت نہ ہوگی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ اے ابوبکر رضی اللہ عنہ کیا میں آپ کو خوش خبری نہ سناؤں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَا یَکْتُبُ الْجَوَازَ اِلَّا لِمَنْ اَحَبَّ اَبَابَکْرٍ عَلِیٌّ۔

علی صرف اس کو پل صراط سے گزرنے کی رسید دے گا جسے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے محبت ہوگی۔ (الریاض النضرہ، ج ۱، ص ۲۰۷)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پختہ وعدہ کیا ہے۔

لَا یُحِبُّكَ اِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا یُبْغِضُكَ اِلَّا مُنَافِقٌ۔

(ابن عساکر، ج ۱۷، ص ۳۶۸)

ترجمہ: اے علی صرف ایماندار تجھ سے محبت کرے گا اور تجھ سے وہی بغض رکھے گا جو منافق ہوگا۔

یا شہداء سے مراد وہ شہید ہیں جو غزوہ اُحد میں شہید ہو گئے جن کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے فرمایا جب تمہارے بھائی اُحد کے دن شہید کیے گئے تو خدا تعالیٰ نے ان کی روحوں کو سبز پرندوں کے جسم میں داخل کر دیا۔ وہ پرندے جنت کی نہروں میں آتے ہیں جنت کے میووں کو کھاتے ہیں اور سونے کی ان قندیلوں میں آرام کرتے ہیں جو عرش الٰہی کے نیچے معلق ہیں ان شہیدوں نے جب اپنے کھانے پینے اور آرام کرنے کی مسرتوں کو حاصل کیا تو کہا کون ہے جو ہمارے بھائیوں کو ہماری طرف سے یہ پیغام پہنچائے کہ ہم جنت میں زندہ ہیں تاکہ وہ جنت کو حاصل کرنے میں بے پروائی سے کام نہ لیں اور لڑائی کے موقع پر سستی نہ کریں۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا میں تمہارے پیغام کو تمہارے بھائیوں کے پاس پہنچا دیتا ہوں چنانچہ خدا تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ۔

ترجمہ: جو اللہ کے راستے میں قتل کر دیئے جائیں ان کو مردہ گمان نہ کرو۔ وہ اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں رزق دیئے جاتے ہیں۔ (مشکوۃ، ج ۲، ص ۲۶۲)

اب غزوہ اُحد کے چند شہیدوں کی شہادت کا ذکر سماعت فرمائیں۔

حضرت حنظلہ:

غزوہ اُحد میں حضرت حنظلہ کا مقابلہ ابوسفیان کے ساتھ ہوا۔ حضرت حنظلہ نے دوڑ کر ابوسفیان پر وار کرنا چاہا لیکن پیچھے سے شداد بن اسود نے وار کیا جس سے حضرت حنظلہ شہید ہو گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں نے فرشتوں کو دیکھا کہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کو بادل کے پانی سے چاندی کے برتنوں میں غسل دے رہے ہیں۔

ان کی بیوی سے دریافت کیا گیا معلوم ہوا کہ حالت جنابت ہی میں جہاد کے لئے روانہ ہو گئے تھے اور اسی حالت میں شہید ہوئے۔ جس روز حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اسی شب ان کی بیوی نے خواب میں دیکھا کہ آسمان کا ایک دروازہ کھلا اور حنظلہ رضی اللہ عنہ اس میں داخل ہو گئے اور داخل ہونے کے بعد دروازہ بند کر دیا گیا بیوی اس خواب سے سمجھ چکی تھی کہ حنظلہ رضی اللہ عنہ اب اس عالم سے رخصت ہونے والے ہیں۔ (خصائص کبریٰ، ج۱، ص۲۱۶)

جب غزوہ اُحد ختم ہو گیا اور مشرکین واپس ہوئے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کو تلاش کرو اور یہ ارشاد فرمایا اگر ان کو کہیں دیکھ پاؤ تو میرا اسلام کہنا اور کہنا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں تم اس وقت اپنے آپ کو کیسا پاتے ہو۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کو تلاش کر لیا۔ ابھی حیات کی کچھ رمق باقی تھی جسم پر تیر اور تلوار کے ستر زخم تھے۔ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچایا۔ سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے جواب دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی سلام ہو اور تم پر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہہ دینا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس وقت جنت کی خوشبو سونگھ رہا ہوں۔ علامہ

ابن قیم نے لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے بعض برگزیدہ بندوں کو اس دنیا میں جنت کی خوشبو سونگھا دیتا ہے اور جنت کی خوشبو پانچ سو سال کی راہ تک پہنچتی ہے۔

(زرقانی، ج ۲، ص ۴۹)

عبداللہ بن جحش:

انہوں نے غزوہ اُحد میں دعا مانگی اے اللہ آج میرا ایسے دشمن سے مقابلہ ہو جو بڑا طاقتور ہو اور غضبناک ہو محض تیرے لئے اس سے قتال کرو اور وہ مجھ سے قتال کرے بالآخر وہ مجھے قتل کر دے میری ناک اور میری کان کاٹے اور اے خدا جب میں تجھ سے ملوں تو مجھ سے دریافت کرے اے عبداللہ یہ تیرے ناک اور کان کہاں کٹے تو میں عرض کروں اے اللہ تیری اور تیرے رسول کی راہ میں کٹے اور تو اس وقت کہے سچ کہا سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں شام کو میں نے دیکھا کہ ان کی ناک اور کان کٹے ہوئے ہیں۔ (زرقانی، ج ۲، ص ۵۱)

حضرت عبداللہ بن حرام:

حضرت جابر کے والد عبداللہ بن حرام بھی اس معرکہ میں شہید ہوئے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کافروں نے ان کا کان اور ناک کاٹ ڈالی جب ان کی لاش رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رکھی گئی تو میں نے باپ کے منہ سے کپڑا اُٹھا کر دیکھنا چاہا صحابہ نے مجھے منع کر دیا پھر دیکھنا چاہا پھر منع کر دیا لیکن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی میری پھوپھی فاطمہ بنت عمرو جب بہت رونے لگی تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیوں روتی ہو ان پر تو فرشتوں نے سایہ کیا ہوا ہے۔

ایک دن رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو مغموم دیکھ کر فرمایا کیا ہوا عرض کی والد ماجد شہید ہو گئے ہیں اور آل و عیال پر قرض کا بوجھ چھوڑ گئے

ہیں۔ فرمایا تجھے ایک خوشخبری سناؤں میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ کیوں نہیں فرمایا آپ نے فرمایا کسی سے بھی خدا نے کلام نہیں فرمایا مگر پس پردہ لیکن اللہ تعالیٰ نے تیرے باپ کو زندہ کیا اور بالمشافہ اس سے کلام فرمایا اور کہا اے میرے بندے کوئی تمنا کر تیرے باپ نے کہا میری تمنا یہ ہے کہ زندہ ہو کر پھر تیرے راستے میں دوبارہ مارا جاؤں خدا نے فرمایا مرنے کے بعد دوبارہ واپسی نہیں۔

(ترمذی شریف)

حضرت عمرو بن الجموح:

اسی غزوہ میں حضرت عمرو بن الجموح بھی شہید ہوئے اور ان کی شہادت کا واقعہ بھی عجیب ہے ان کے پاؤں میں شدید لنگ تھی چار بیٹے تھے جو ہر غزوہ میں رسول خدا ﷺ کے ہمرکاب رہتے اُحد میں جاتے وقت ان سے کہا میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گا بیٹوں نے کہا آپ معذور ہیں اللہ نے آپ کو رخصت دی ہے آپ گھر میں رہیں یہ رسول ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی میرے بیٹے مجھے جنگ میں شریک ہونے سے روکتے ہیں خدا کی قسم میں امید کرتا ہوں کہ میں اسی لنگ کے ساتھ جنت کی زمین کو روندوں گا۔ آپ نے فرمایا اللہ نے تمہیں معذور کیا ہے تم پر جہاد فرض نہیں اور ان کے بیٹوں سے فرمایا کیا حرج ہے اگر تم ان کو نہ روکو شاید اللہ ان کو شہادت نصیب فرمائے چنانچہ وہ جہاد کے لئے نکلے اور شہید ہو گئے۔ انہوں نے گھر سے نکلتے وقت یہ دعا مانگی۔

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ شَھَادَۃً وَّلَا تَرُدَّنِیْ اِلٰی اَھْلِیْ خَائِبًا۔ (الاستیعاب، ص ۵۰۴)

ترجمہ: اے اللہ مجھے شہادت کی موت دے اور گھر والوں کی طرف مجھے واپس نہ کر۔

اس غزوہ میں ان کے بیٹے خلاد بن عمرو بھی شہید ہوئے۔ عمرو بن الجموح

کی بیوی ہندہ جو عبداللہ بن حرام کی بہن تھی نے ارادہ کیا کہ تینوں یعنی اپنے بھائی عبداللہ بن حرام خاوند عمرو بن الجموح اور بیٹے خلاد بن عمرو کو ایک اونٹ پر سوار کر کے مدینہ لے جائیں اور وہیں لے جا کر دفن کر دیں مگر جب مدینہ کا قصد کرتی ہیں تو اونٹ بیٹھ جاتا ہے اور جب اُحد کا رُخ کرتی ہیں تو اونٹ تیز چلنے لگتا ہے۔ ہندہ نے آ کر رسول خدا ﷺ کی بارگاہ میں سارا واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا عمرو بن الجموع نے مدینے سے چلتے وقت کچھ کہا تھا۔ ہندہ نے ان کی دعا کا ذکر کیا آپ نے فرمایا یہی وجہ ہے کہ اونٹ مدینہ کی طرف چلتا اور بیٹھ جاتا ہے اور یہ فرمایا۔

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اِنَّ مِنْکُمْ مَنْ لَّوْاَقْسَمَ عَلَی اللّٰہِ لَاَبَرَّہٗ۔

قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم میں سے کوئی وہ ہیں کہ اللہ پر قسم کھا بیٹھیں تو اللہ ان کی قسم کو پورا کر دیتا ہے۔

اور ان میں سے عمرو بن الجموح بھی ہے میں نے ان کو اسی لنگ کے ساتھ جنت میں چلتا ہوا دیکھا۔ (زرقانی، ج۲، ص۵۰)

حضرت خثیمہ:

حضرت خثیمہ کے بیٹے سعد غزوہ بدر میں شہید ہو چکے تھے۔ انہوں نے رسول خدا ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی یارسول اللہ مجھے افسوس ہے کہ میں غزوہ بدر میں شریک نہ ہو سکا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ میں نے شمولیت کی سعادت حاصل کرنے کے لئے اپنے بیٹے سے قرعہ اندازی کی مگر یہ سعادت میرے بیٹے سعد کی قسمت میں تھی قرعہ اس کے نام کا نکلا اور اس کو شہادت نصیب ہوئی میں رہ گیا۔

آج شب میں نے اپنے بیٹے کو خواب میں دیکھا ہے نہایت حسین وجمیل شکل میں جنت کے باغات اور نہروں کی سیر و تفریح کرتا پھرتا ہے اور مجھ سے یہ کہتا

ہے اے باپ تم بھی یہیں آ جاؤ۔ دونوں جنت میں ایک ساتھ رہیں گے۔ میرے پروردگار نے جو مجھ سے وعدہ کیا تھا میں نے اس کو برحق پایا۔ یارسول اللہ ﷺ اس وقت اپنے بیٹے کی مرافقت کا مشتاق ہوں بوڑھا ہو گیا ہوں ہڈیاں کمزور ہو گئی ہیں۔ اب تمنا ہے کہ کسی طرح اپنے رب سے جاملوں یارسول اللہ ﷺ دعا کیجئے خدا مجھے شہادت اور جنت میں سعد کی مرافقت نصیب فرمائے۔ نبی کریم ﷺ نے دعا فرمائی اور یہ غزوہ اُحد میں شہید ہو گئے۔ (زادالمعاد، ج ۲، ص ۹۴)

شہادت پانے والے پا گئے دل کی مرادوں کو
سبق حب نبی کا دے گئے عالی نہادوں کو
وہ منزل مل گئی لائی تھی جس کی جستجو ان کو
شہادت کے لہو نے کر دیا تھا سرخرو ان کو

یا والشہداء سے مراد عام مسلمان ہیں جو جہاد میں کافروں سے لڑتے ہوئے قتل ہو جائیں خدا ان کے بارے میں فرماتا ہے۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ۔

ترجمہ: جو اللہ کے راستے میں قتل کر دیئے جائیں ان کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں شعور نہیں۔

اس آیت کے تحت تفسیر مظہری نے لکھا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُعْطِىْ لِاَرْوَاحِهِمْ قُوَّةَ الْاَجْسَادِ فَيَذْهَبُوْنَ مِنَ الْاَرْضِ وَالسَّمَاءِ وَالْجَنَّةِ حَيْثُ يَشَاءُوْنَ وَيَنْصُرُوْنَ اَوْلِيَاءَهُمْ وَيُدَمِّرُوْنَ اَعْدَاءَهُمْ اِنْشَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَمِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ الْحَيَاةِ لَا تَاْكُلُ الْاَرْضُ اَجْسَادَهُمْ وَلَا اَكْفَانَهُمْ وَقَالَ الْبَغْوِىُّ اِنَّ اَرْوَاحَهُمْ تَرْكَعُ وَتَسْجُدُ كُلَّ لَيْلَةٍ تَحْتَ الْعَرْشِ اِلٰى

یَوْمِ الْقِیَامَۃِ۔ (مظہری، ج ۱، ص ۱۴۱)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ ان کی روحوں کو جسمانی طاقت عطا فرماتا ہے وہ زمین آسمان اور جنت میں جہاں چاہتے ہیں جاتے ہیں اپنے دوستوں کی مدد کرتے ہیں۔ دشمنوں کو برباد کرتے ہیں۔ اگر اللہ چاہے ان کی اس زندگی کی وجہ سے زمین نہ تو ان کے بدن کو اور نہ کفن کو کھاتی ہے۔ اور علامہ بغوی نے کہا۔ ہر رات ان کی روحیں عرش کے نیچے رکوع و سجود کرتی ہیں اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔

چنانچہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ملک شام کے کسی شہر میں میاں بیوی رہتے تھے اور ان کا لڑکا کسی جنگ میں شہید ہو چکا تھا۔ ایک دفعہ انہوں نے دیکھا کہ ایک گھوڑ سوار آ رہا ہے جب قریب ہوا تو مرد نے اپنی بیوی سے کہا یہ تو ہمارا بیٹا ہے باپ نے پوچھا بیٹا کیا تو شہید نہ ہو گیا تھا کہا ہاں میں شہید ہو گیا تھا لیکن آج عمر بن عبدالعزیز کا انتقال ہو گیا۔ تمام شہیدوں نے خدا سے اجازت مانگی کہ ہم ان کے جنازے میں حاضر ہو جائیں۔ ہمیں اجازت مل گئی اور میں نے خدا سے والدین کو سلام کرنے کی اجازت مانگی جو مجھے مل گئی اس لئے آپ دونوں کو سلام کرنے حاضر ہو گیا۔ (شرح الصدور، ص ۹۳)

شہید اس دار فانی میں ہمیشہ زندہ رہتے ہیں
زمین پر چاند تاروں کی طرح تابندہ رہتے ہیں

حضرت مقدام بن معد یکرب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کے ہاں شہید کے لئے چھ انعام ہیں شہید کو اول مرتبہ یعنی خون کا پہلا قطرہ زمین پر گرتے ہی اس کو بخش دیا جاتا ہے۔ اس کا جنتی ٹھکانا اس کو دکھا دیا جاتا ہے وہ عذاب قبر سے محفوظ رہتا ہے۔ وہ قیامت کی گھبراہٹ سے امن میں رہتا ہے۔

اس کے سر پر وقار کا ایک ایسا تاج رکھا جائے گا جس کے ایک یاقوت کی قیمت دنیا اور تمام دنیا کی چیزوں سے بہتر ہوگی اس کے نکاح میں ستر حوریں بڑی بڑی آنکھوں والی دی جائیں گی اور اس کے عزیزوں میں سے ستر آدمیوں کے بارے میں اس کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ (مشکوٰۃ، ج ۲، ص ۲۵۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ کی راہ میں زخمی کیا جائے اور اللہ تعالیٰ خوف جانتا ہے جو اس کی راہ میں زخمی کیا جائے تو وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے زخموں سے خون جاری ہوگا خون کا رنگ تو خون کا سا ہوگا لیکن خوشبو کستوری کی ہوگی۔

(مشکوٰۃ، ج ۲، ص ۲۵۱)

حضرت فضالہ بن عبید سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر شخص کا عمل کرنے کے بعد ختم ہو جاتا ہے مگر جو خدا کی راہ میں محافظت کرتا ہوا مرے اس کا عمل قیامت تک جاری رہتا ہے اور قبر کے فتنے سے امن میں رہتا ہے۔ (مشکوٰۃ، ج ۲، ص ۲۵۶)

ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر جہاد کے لئے بھیجا بعد میں ایک عورت نے حاضر ہو کر اپنا خواب بیان کیا کہ میں نے دیکھا فلاں فلاں آدمی لائے گئے اور میں اس وقت جنت میں تھی ان کے کپڑے میلے تھے ان کی گردن کی رگوں سے خون جاری تھا پھر ان کو ایک نہر میں غوطہ دیا گیا تو وہ چودھویں رات کے چاند ہو گئے۔ ان کو جنتی پھل کھلائے گئے اتنے میں لشکر سے خبر آئی کہ فلاں فلاں شہید ہو گئے اور یہ وہی بارہ آدمی تھے جن کو عورت نے خواب میں دیکھا تھا۔ (ابن حبان، ج ۷، ص ۶۱۸، مسند امام احمد، ج ۳، ص ۱۳۵)

حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک اعرابی کے خیمے

کے قریب سے گزرے جو اپنے ساتھیوں سمیت جہاد کا ارادہ رکھتا تھا۔ اس اعرابی نے اپنے خیمے کا ایک کنارہ اٹھا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ کے ساتھ جاتے دیکھا پوچھا یہ کون ہیں کہا گیا یہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اپنے صحابہ کے ساتھ جہاد کے لئے جا رہے ہیں۔ پوچھا ان کو دنیا کا مال بھی ملتا ہے کہا گیا ہاں مال غنیمت ملتا ہے جو تقسیم کر لیا جاتا ہے وہ اعرابی اپنے اونٹ کو لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو لیا وہ اپنا اونٹ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب کرنے کی کوشش کرتا لیکن صحابہ اسے دور کر دیتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے چھوڑ دو خدا کی قسم یہ جنتی بادشاہوں میں سے ہے پس وہ دشمن سے لڑ کر شہید ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور خوش ہو کر اس کے سرہانے بیٹھ گئے پھر اس سے منہ پھیر لیا صحابہ نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا میرے خوش ہونے کا سبب یہ تھا کہ خدا نے اس کی روح پر بڑا کرم فرمایا اور اس سے اعراض کی وجہ یہ تھی کہ اس کی جنتی بیوی اس کے پاس آ گئی تھی۔

(الترغیب والترہیب، ج ۲، ص ۳۲۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے اس آیت کے بارے میں پوچھا۔

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ۔

ترجمہ: جب صور میں پھونکا جائے گا جو زمین و آسمانوں میں ہیں بے ہوش ہو جائیں گے سوائے ان کے جن کو اللہ چاہے گا۔

جبرئیل امین علیہ السلام نے کہا یہ شہید ہوں گے جن پر بے ہوشی طاری نہ ہو گی۔ اللہ ان کو اس حال میں اٹھائے گا۔ انہوں نے اپنی تلواریں لٹکائی ہوں گی اور عرش کے ارد گرد ہوں گے۔ فرشتے ان کے پاس سفید یاقوت کی اونٹنیاں لے

کر آئیں گے ان کے کجاوے سونے کے ہوں گے اور ان پر سندس استبرق اور ریشم کے کپڑے ہوں گے اور لوگوں کی حد نگاہ تک وہ اونٹنیاں نظر آئیں گی پھر وہ شہید جنت میں جنتی گھوڑوں پر سیر کریں گے۔ پھر کہیں گے آؤ دیکھیں خدا اپنی مخلوق کا کیسے فیصلہ فرماتا ہے۔ اللہ ان سے راضی ہو جائے گا اور جس سے خدا راضی ہو جائے اسے عذاب نہ دیا جائے گا۔ (النھایہ، ج۲، ص ۳۸۸)

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک بزرگ حضرت حسن کے اردگرد لوگ بیٹھے تھے کہ ایک آدمی آیا جس کی آنکھیں سبز تھیں۔ حضرت حسن نے اس سے کہا آنکھوں کا یہ رنگ پیدائشی ہے یا یہ بیماری کی وجہ سے ہے۔ اس نے کہا اے ابو سعید کیا تم نے پہچانا نہیں پوچھا تم کون ہو اس نے اپنا نام بتایا پھر سب نے پہچان لیا۔ پوچھا یہ قصہ کیا ہے کہا میں کشتی میں سوار ہو کر یمن کی طرف گیا طوفانی ہوا آئی ہماری کشتی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو گئی۔ میں ایک تختے پر بیٹھ کر ایک ساحل پر پہنچا میں چار مہینے پریشان رہا اس عرصے میں درختوں کے پتے اور زمین کی گھاس کھا کر گزر اوقات کرتا رہا اور چشموں کا پانی پیتا رہا پھر میں نے ایک طرف کو چلنا شروع کیا۔ اس نیت سے کہ یا تو ہلاک ہو جاؤں گا یا نجات پا جاؤں گا میں نے ایک محل دیکھا اس کا دروازہ کھٹکھٹایا اندر داخل ہوا تو دیکھا کہ اندر طاق بنے ہوئے ہیں اور ہر طاق میں ایک موتی کا صندوق ہے ہر صندوق مقفل ہے قریب ہی اس کی کنجی ہے میں نے ایک صندوق کھولا تو دیکھا پاکیزہ خوشبو آرہی ہے اور ریشمی کپڑے میں ایک انسان لپٹا ہوا ہے اور ہر صندوق ایسا ہی تھا میں نے ایک جسم کو حرکت دی تو وہ میت تھی۔ میں نے ان صندوقوں کو بند کر دیا اور اس محل سے باہر آ گیا اور محل کا دروازہ بند کر دیا اور وہاں سے چلا تو راستے میں دو گھوڑ سوار ملے جو بڑے حسین و جمیل تھے۔ انہوں نے میرا قصہ مجھ سے پوچھا میں نے بیان

کر دیا انہوں نے کہا یہاں سے سیدھا چلا جا ایک درخت کے نیچے ایک خوبصورت شخص نماز پڑھ رہا ہوگا تو اپنا واقعہ اس سے بیان کرنا وہ تیری رہنمائی کرے گا چنانچہ آگے گیا تو ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی۔ میں نے ان کو سلام کیا انہوں نے جواب دیا انہوں نے میرا قصہ سنا تو گھبرائے جب میں نے محل کی بات کی تو کہا تو نے صندوقوں کے ساتھ کیا کیا میں نے کہا میں نے ان کو بند کر دیا اور دروازے بھی بند کر دیئے پھر ان کی گھبراہٹ دور ہوگئی اور کہا بیٹھ جاؤ ایک بادل گزرا اس نے کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا وَلِیَّ اللّٰہِ انہوں نے کہا کہاں کا ارادہ ہے اس بادل نے کہا فلاں جگہ جا رہا ہوں۔ اسی طرح بادل کے بعد بادل گزرتے رہے یہاں تک کہ ایک بادل آیا اس سے پوچھا تو اس نے کہا میں بصرہ جا رہا ہوں اس بزرگ نے کہا نیچے اتر آؤ وہ اتر آیا کہا اس شخص کو اس کی منزل تک لے جاؤ جب میں بادل پر سوار ہو گیا تو میں نے اس بزرگ سے پوچھا اس خدا کا واسطہ دے کر آپ سے پوچھتا ہوں جس نے آپ کو یہ عزت دی ہے کہ وہ محل کیسا ہے اور دو گھوڑ سوار کون تھے اور آپ کون ہیں فرمایا اس محل میں صندوقوں میں وہ لوگ ہیں جو سمندر میں شہید ہو جاتے ہیں اللہ نے کچھ فرشتوں کو مقرر کیا ہے جو ان کو سمندر سے اٹھا کر اس محل میں صندوقوں میں بند کر دیتے ہیں اور ریشمی کفنوں میں لپیٹ دیتے ہیں اور وہ دو گھوڑ سوار خدا کے دو فرشتے ہیں جو ان شہیدوں کو صبح و شام سلام کرنے آتے ہیں اور میں خضر ہوں اور میں نے خدا سے دعا مانگی ہے کہ میرا حشر تمہارے نبی کی امت کے ساتھ ہو پھر اس آدمی نے کہا جب میں بادل پر سوار ہوا تو مجھے بڑی گھبراہٹ ہوئی اور میں اس طرح کا ہو گیا جیسا کہ تم مجھے دیکھ رہے ہو۔ (شرح الصدور، ص ۱۰۹)

حضرت شداد بن الهادی سے روایت ہے کہ ایک اعرابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

بارگاہ میں آ کر مسلمان ہوا اور آپ کی اتباع کی اور آپ کے ساتھ ہجرت کی غزدہ خیبر یا حنین کے موقع پر مال غنیمت تقسیم کیا گیا اور حضور ﷺ نے اس اعرابی کا حصہ صحابہ کے سپرد کر دیا کیونکہ وہ ان کے اونٹ چرا رہا تھا۔ صحابہ نے جب اس اعرابی کو اس کے حصے کا مالِ غنیمت دیا تو پوچھنے لگا یہ مال کیسا ہے کہا گیا خدا اور اس کے رسول کی طرف سے ہے وہ اعرابی مال لے کر حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں مال کے لئے مسلمان نہیں ہوا میں تو اس لئے مسلمان ہوا ہوں کہ مجھے یہاں تیر لگے اور اشارہ کیا اپنے گلے کی طرف اور میں جنت میں داخل ہو جاؤں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اگر تو سچا ہے تو خدا تعالیٰ تیری مراد پوری کر دے گا تھوڑی مدت کے بعد اس کا مقابلہ دشمن کے ساتھ ہوا اس کے گلے پر آ کر تیر لگا اور وہ شہید ہو گیا۔ حضور ﷺ کی بارگاہ میں لایا گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ وہی ہے صحابہ نے عرض کی ہاں پھر نبی کریم ﷺ نے اپنے جبہ میں اس کو کفن دیا اور اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور خدا کی بارگاہ میں دعا مانگی یا اللہ یہ تیرا بندہ ہے تیرے راستے میں اس نے ہجرت کی اور شہادت کی موت آئی اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں۔ (مصنف عبدالرزاق، ج ۵، ص ۲۷۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے دریافت فرمایا تم شہید کسے سمجھتے ہو۔ انہوں نے عرض کی جو خدا کے راستے میں قتل ہو جائے فرمایا پھر تو میری امت میں شہید بہت کم ہوں گے فرمایا خدا کی راہ میں قتل ہونا شہادت ہے پیٹ کی حالت میں مرنا شہادت ہے پانی میں ڈوب کر مرنا شہادت ہے طاعون کی بیماری میں مرنا شہادت ہے ایک حدیث میں ہے۔

مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ اَهْلِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ وَ مَنْ قُتِلَ دُوْنَ دَمِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ۔ (سنن کبریٰ، ج ۸، ص ۱۸۷)

ترجمہ: جو مال کی حفاظت کرتے ہوئے مرجائے وہ شہید ہے جو اپنے اہل کی حفاظت کرتا ہوا قتل ہو وہ شہید ہے اور جو اپنی جان کی حفاظت کرتا ہوا مارا جائے وہ شہید ہے۔

ایک روایت میں ہے جو ہمیشہ باوضو رہتا ہے وہ اس حال میں مرجائے تو وہ بھی شہید ہے خلوص نیت سے شہادت کی دعا کرنے والا شہید ہے۔ طلب علم میں فوت ہونے والا شہید ہے۔ (الترغیب، ج۱، ص ۹۷)

اب تک تین ہستیوں کا ذکر ہوا ہے نبی، صدیق اور شہید اور ایک حدیث میں ہے کہ خدا نے جنت میں ایک موتی کا مکان بنایا ہے جس میں ستر ہزار محل ہیں ہر محل میں ستر ہزار مکان ہیں ہر مکان میں ستر ہزار کمرے میں یہ مکان نبی، صدیق، شہید اور عادل حاکم کے لئے ہیں۔ (شعب الایمان، ج ۵، ص ۴۱۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں ایک وادی ہے سفید کستوری کی جب جمعہ کا دن ہوگا تو خدا تعالیٰ اپنی کرسی سے نزول اجلال فرمائے گا پھر کرسی نور کے منبروں کو ڈھانپ لے گی اور انبیاء علیہم السلام ان منبروں پر تشریف فرما ہوں گے پھر وہ منبر سونے کی کرسیوں کو ڈھانپ لیں گے پھر صدیق اور شہید آکر ان کرسیوں پر بیٹھ جائیں گے پھر باقی اہل جنت آکر کستوری کے ٹیلوں پر بیٹھ جائیں گے۔ پھر اللہ ان سب کو اپنے دیدار سے مشرف فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں وہ ہوں جس نے تم سے سچ فرمایا اور تم پر اپنی نعمت مکمل فرمائی۔ (النہایہ، ج ۲، ص ۳۵۸)

حضرت قیس بن ابی حازم فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ ارشاد فرمایا آپ نے فرمایا جنت عدن میں ایک محل ہے جس کے پانچ سو دروازے ہیں اور ہر دروازے پر پانچ ہزار حوریں ہیں جن کی آنکھیں موٹی ہوں گی اس محل میں نبی داخل ہوگا پھر آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی طرف متوجہ ہوئے اور

فرمایا اے قبر والے تجھے مبارک ہو یا صدیق داخل ہو گا پھر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قبر کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے ابوبکر تجھے مبارک ہو یا شہید داخل ہو گا۔ پھر اپنی ذات کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے عمر تجھے شہادت کیسے ملے گی پھر فرمایا جس اللہ تعالیٰ نے مجھے مکہ سے نکال کر مدینہ کی ہجرت کی توفیق دی وہ اس بات پر قادر ہے کہ مجھے شہادت کی موت دے۔ (کنز العمال، ج ۱۴، ص ۶۴۴)

زندہ ہو جاتے ہیں جو مرتے ہیں حق کے نام پر
اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا

والصالحین سے مراد باقی سارے صحابہ یعنی مہاجرین اور انصار۔

مہاجرین اور انصار:

خدا فرماتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْۤا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝

ترجمہ: اور جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کے راستے میں جہاد کیا اور جنہوں نے ٹھکانا دیا اور مدد کی وہ سچے مومن ہیں ان کے لئے مغفرت اور عزت کی روزی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار سے دو صفیں بنانے کو کہا پھر آپ نے حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہم کا ہاتھ پکڑا اور دونوں صفوں کے درمیان چلے اور مسکرائے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مسکرانے کی وجہ دریافت کی آپ نے فرمایا بے شک جبریل علیہ السلام نے مجھے خبر دی کہ ساتوں آسمان کے فرشتوں کے سامنے اللہ تعالیٰ نے مہاجرین اور

انصار پر فخر فرمایا اور اے علی اور عباس (رضی اللہ عنہم) تم دونوں پر خدا نے ان فرشتوں کے سامنے فخر کیا جنہوں نے اللہ کا عرش اُٹھا رکھا ہے۔

(کنزالعمال، ج ۱۱، ص ۵۳۸، تاریخ بغداد، ج ۳، ص ۳۲۸)

مہاجرین:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جانتے ہو کہ جنت میں سب سے پہلے کون داخل ہوگا وہ فقرائے مہاجرین ہیں جو قیامت کے دن جنت کے دروازے پر آئیں گے اور دروازہ کھلوائیں گے۔ خازن جنت ان سے کہے گا تمہارا حساب ہو گیا وہ کہیں گے کس چیز کا حساب دیں ہماری تلواریں خدا کے راستے میں ہمارے کندھے پر رہیں حتیٰ کہ ہم وفات پا گئے پس ان کے لئے جنت کا دروازہ کھول دیا جائے گا اور یہ لوگ چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ (کنزالعمال، ج ۱۲، ص ۲۰)

ایک حدیث میں ہے کہ مہاجرین جنت کے دروازے پر آئیں گے اور جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے خازن ان سے کہے گا تم کون ہو وہ کہیں گے ہم مہاجرین ہیں ان سے کہا جائے گا تمہارا حساب ہو گیا ہے وہ اپنے گھٹنے کے بل ہو کر خدا کی بارگاہ میں عرض کریں گے۔ اے خدا ہمارا یہ حساب ہوگا کہ ہم نے مال اور اہل و عیال چھوڑے خدا ان کو سونے کے پر عطا کرے گا جن میں زبرجد اور یاقوت جڑے ہوں گے اور وہ ان سے اڑ کر اپنے جنتی ٹھکانوں میں پہنچ جائیں گے اور وہ اپنے جنتی مکانوں کو دنیا کی نسبت زیادہ پہچانیں گے۔ (کنزالعمال، ج ۱۲، ص ۲۱)

ایک حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن ایک قوم آئے گی جس کا نور آفتاب کی مانند ہوگا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا وہ ہم ہوں گے فرمایا نہیں تمہارے لئے خیر کثیر ہے یہ وہ فقرائے مہاجرین ہوں گے جو زمین کے مختلف

حصوں سے اکٹھے ہوں گے۔ (کنز العمال، ج ۶، ص ۴۸۱)

انصار:

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انصار کا ایک قبیلہ تھا جس کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب بھی کبھی ان میں سے کوئی فوت ہو جاتا تو اس کی قبر پر بارش ہوتی تھی ایک مرتبہ ان کا ایک غلام فوت ہوا لوگوں نے کہا دیکھو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے نتیجے میں اس کی قبر پر بارش ہوتی ہے یا نہیں کیونکہ کسی قوم کا غلام اس میں سے ہوتا ہے۔ پس اسے جب دفن کیا گیا تو اس کی قبر پر بھی بارش ہوئی۔ (کنز العمال، ج ۱۴، ص ۶۵)

میسر تھی امام الانبیاء کی اقتدا ان کو
رسولوں کی تمناؤں کا حاصل مل گیا ان کو

یا والصالحین سے مراد وہ اولیاء کرام ہیں جو شریعت کی پابندی کرتے ہیں مثلاً

حضرت عمرو بن قیس:

حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عمرو بن قیس سے قرأت سیکھی انہوں نے مجھے فرائض کی تعلیم دی میں جب بازار میں آپ کو تلاش کرنے نکلتا تو آپ گھر میں قرأت قرآن میں مشغول ہوتے جب کبھی گھر میں نہ ملتے تو کوفہ کی کسی مسجد میں قیام کی حالت میں رو رہے ہوتے اور بعض اوقات کسی قبرستان میں گریہ وزاری میں مصروف ملتے جب ان کا انتقال ہوا تو تمام اہل کوفہ نے اپنے دروازے بند کر دیئے اور ان کے جنازے میں شریک ہوئے۔ انہوں نے وصیت کی تھی کہ میری نماز جنازہ ابو حیان پڑھائیں پس ابو حیان نے چار تکبیروں سے نماز جنازہ پڑھائی لوگوں نے ایک آواز سنی کہ محسن عمرو بن قیس آرہا

ہے لوگوں نے اچانک دیکھا کہ سارا میدان سفید پرندوں سے بھر گیا لوگ ان حسین وجمیل پرندوں کو دیکھ کر خوش ہوئے اور تعجب کرنے لگے ابو حیان نے کہا تعجب نہ کرو یہ فرشتے ہیں جو عمرو بن قیس کی نماز جنازہ کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔

(حلیلۃ الاولیاء، ج ۵، ص ۱۰۱)

حضرت بشر حافی:

قاسم بن منبہ فرماتے ہیں کہ میں نے بشر حافی کو خواب میں دیکھا اور پوچھا اللہ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا فرمایا خدا نے مجھے بخش دیا ہے اور فرمایا میں نے قیامت تک کے تیرے محبوں کو بخش دیا۔ احمد دورقی کہتے ہیں کہ میرا ایک ہمسایہ مر گیا میں نے خواب میں اس پر دو حلے دیکھے وجہ پوچھی تو اس نے کہا بشر حافی ہمارے قبرستان میں دفن ہوا۔ ان کی برکت سے ہر صاحب قبر کو دو حلے عنایت ہوئے۔ (شرح الصدور، ص ۱۲۱، ۱۲۰)

حضرت یزید بن ہارون:

حضرت یزید بن ہارون نے چالیس سال تک عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی ہے۔ جب ان کا انتقال ہوا تو کسی نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کیا آپ کے پاس نکیرین آئے تھے فرمایا ہاں آئے تھے اور انہوں نے مجھ سے سوال کیا۔ مَنْ رَبُّكَ مَا دِيْنُكَ مَنْ نَبِيُّكَ تیرا رب کون ہے تیرا دین کیا ہے تیرا نبی کون ہے میں نے کہا مجھ جیسے آدمی سے سوال کرتے ہو جو ساری زندگی لوگوں کو ان سوالوں کے جواب سکھاتا رہا۔ انہوں نے کہا تو نے سچ کہا ہے۔ دلہن کی طرح سو جا تجھ پر کوئی خوف نہیں۔ (تاریخ بغداد، ج ۱۴، ص ۳۴۷)

آپ کو ایک آدمی نے خواب میں دیکھا اور کہا آپ کی وفات نہیں ہوگئی تھی۔

قَالَ اَنَا فِیْ قَبْرِیْ، قَبْرِیْ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ۔

(تاریخ بغداد، ج ۱۴، ص ۳۴۷)

میں قبر میں ہوں اور میری قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

حضرت خواجہ عثمان ہارونی:

آپ جب نماز پڑھتے تو غیب سے آواز آتی مانگو کیا مانگتے ہو عرض کرتے تجھ سے تجھی کو مانگتا ہوں۔ جواب آتا تسلی رکھو تمہاری دعا قبول کی کچھ اور مانگو عرض کرتے امت مصطفٰے کی مغفرت فرما دے۔ آواز آئی میں نے تیری دعا پر تیس ہزار مسلمان بخش دیئے۔ آپ ہر نماز کے بعد دعا مانگتے تو اتنے لوگوں کی بخشش کی بشارت ملتی۔ (سید الاقطاب، ص ۹۴)

حضرت عبدالواحد بن زید:

حضرت عبدالواحد بن زید نے تین راتیں خدا کی بارگاہ میں عرض کی جو جنت میں میرا ساتھی ہوگا مجھے دنیا میں دکھا دیا جائے خدا نے آپ کے دل پر الہام کیا۔ میمونہ سودا، جنت میں تیرا ساتھی ہے عرض کیا کہاں رہتی ہے۔ فرمایا کوفہ میں انہوں نے کوفہ میں جا کر لوگوں سے دریافت کیا۔ انہوں نے کہا وہ مجنونہ ہے ہماری بکریاں چراتی ہے۔ انہوں نے پتہ پوچھا لوگوں نے بتا دیا یہ وہاں گئے تو دیکھا کہ نماز پڑھ رہی ہے اور سامنے ایک پانی کا برتن ہے اور بکریاں بھیڑیوں کے ساتھ ہیں نہ بکریوں کو بھیڑیئے کھاتے ہیں اور نہ بھیڑیوں سے بکریاں ڈرتی ہیں۔ جب میمونہ نے عبدالواحد کو دیکھا تو نماز میں اختصار کیا پھر کہا اے عبدالواحد واپس چلا جا ملاقات کی یہ جگہ نہیں بلکہ جنت ہے انہوں نے پوچھا تجھے کیسے پتہ چلا

کہ میں عبدالواحد ہوں میمونہ نے کہا روحیں خدا کا جمع شدہ لشکر ہیں جن کا عالم ارواح میں تعارف ہوتا ہے وہ دنیا میں بھی ایک دوسرے کو جان لیتے ہیں۔

(حلیۃ الاولیاء، ج ۴، ص ۱۵۸)

یا صالحین جمع ہے صالح کی اور یہ لفظ صلاحیت سے بنا ہے بمعنی قابلیت اب صالحین کا معنیٰ ہو گیا۔ خدا کے وہ برگزیدہ بندے جو قرب خداوندی کی صلاحیت و قابلیت رکھتے ہیں مثلاً:

ایک مرتبہ عبدالرحمٰن طفسونجی نے دوران وعظ اپنے بلند مرتبہ کا ذکر کیا وہاں حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید تھے جن کا نام ابوالحسن علی بن احمد تھا۔ اس نے اپنی گدڑی اتار پھینکی اور شیخ عبدالرحمٰن سے کہا آؤ میرے ساتھ مقابلہ کر لو۔ اس پر شیخ عبدالرحمٰن خاموش ہو گئے اور اپنے مریدین سے کہا اس شخص کا ہر بال عنایت الٰہیہ سے معمور ہے۔ پھر ان سے پوچھا تمہارا شیخ کون ہے اس نے جواب دیا شیخ عبدالقادر جیلانی اس پر شیخ عبدالرحمٰن نے کہا زمین پر تو میں نے ان کا ذکر سنا ہے مگر درکات قدرت میں جو چالیس سال سے میرا مقام ہے۔ شیخ عبدالقادر کو میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ پھر آپ نے چند مریدوں کو حکم دیا کہ بغداد جاؤ اور حضرت عبدالقادر سے پوچھو کہ میں چالیس سال سے مقام درکات قدرت میں ہوں مگر وہاں آپ کو کبھی دیکھا نہیں ادھر غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مریدوں سے کہا طفسونج جاؤ راستے میں تمہیں شیخ عبدالرحمٰن کے مرید ملیں گے انہیں واپس لے جانا اور شیخ کو میرا سلام کہنا اور کہنا کہ آپ درکات قدرت کے مقام میں ہیں جو اس مقام میں ہو وہ مقام الحضرت والے کو نہیں دیکھ سکتا اور جو مقام الحضرت میں ہو وہ مقام مخدع والے کو نہیں دیکھ سکتا۔

وَاَنَا فِی الْمَخْدَعِ اَدْخُلُ وَاَخْرُجُ مِنْ بَابِ السِّرِّ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَانِیْ۔

اور میرا مقام مخدع ہے جہاں مخفی دروازے سے میرا آنا جانا ہوتا ہے مجھے آپ کیسے دیکھ سکتے ہیں۔

مزید تسلی کیلئے ایک نشانی بتاتا ہوں جس سے آپ کو میرے مرتبے کا اندازہ ہو جائے گا۔ آپ کو خلدی رات خلعت رضا عطا کی گئی اور فلاں رات بارہ اولیاء کرام کی موجودگی میں سبز رنگ کی منقش خلعت ولایت دی گئی یہ خلعتیں میرے ہاتھ سے آپ تک پہنچی تھیں۔ شیخ عبدالرحمٰن نے یہ یہ پیغام سنتے ہی کہا صَدَقَ الشَّیْخُ عَبْدُالْقَادِرُ سُلْطَانُ الْوَقْتِ۔ وقت کے سلطان شیخ عبدالقادر نے سچ فرمایا ہے۔

غوث قطب ارے اریرے عاشق جان اگیرے ہو
جیہڑی منزل عاشق پہنچے اوتھے غوث نہ پوندے پھیرے ہو
عاشق وِچہ وصالِ دے رہندے جناں لا مکان ڈیرے ہو
میں قربان تنہاں توں باھُو جناں ذاتو ذات بسیرے ہو

❁❁❁

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

علامات محبت

قُلۡ اِنۡ کَانَ اٰبَآؤُکُمۡ وَاَبۡنَآؤُکُمۡ وَاِخۡوَانُکُمۡ وَاَزۡوَاجُکُمۡ وَعَشِیۡرَتُکُمۡ وَاَمۡوَالُ نِ اقۡتَرَفۡتُمُوۡهَا وَتِجَارَۃٌ تَخۡشَوۡنَ کَسَادَهَا وَمَسٰکِنُ تَرۡضَوۡنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَیۡکُمۡ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوۡلِہٖ وَجِهَادٍ فِیۡ سَبِیۡلِہٖ فَتَرَبَّصُوۡا حَتّٰی یَاۡتِیَ اللّٰہُ بِاَمۡرِہٖ وَاللّٰہُ لَا یَهۡدِی الۡقَوۡمَ الۡفٰسِقِیۡنَ۔

ترجمہ: تم فرما دو اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا کنبہ اور تمہارا وہ مال جو تم کماتے ہو اور تمہارا کاروبار جس کے نقصان کا تمہیں اندیشہ ہے اور تمہارے مکانات جو تمہیں پسند ہیں اللہ اور اس کے رسول اور اللہ کے راستے میں جہاد کرنے سے تمہیں زیادہ پیارے ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ کا امر (عذاب) آئے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا یُؤۡمِنُ اَحَدُکُمۡ حَتّٰی اَکُوۡنَ اَحَبَّ اِلَیۡهِ مِنۡ وَّالِدِہٖ وَ وَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجۡمَعِیۡنَ (بخاری)

ترجمہ: تم میں سے کوئی مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اسے باپ اور بیٹے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے سوائے میری جان کے ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی بھی مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز

نہ جانے۔ عرض کی قسم ہے مجھے اس خدا کی جس نے آپ پر کتاب نازل کی ہے۔ آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اَلْاٰنَ یَا عُمَرُ اے عمر (رضی اللہ عنہ) اب تمہارا ایمان کامل ہوا ہے۔

(شفا شریف، ج ۲، ص ۱۵)

ایک اور حدیث میں یوں فرمایا ہے۔

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ نَفْسِہٖ وَاَھْلِیْ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ اَھْلِہٖ وَ عِتْرَتِیْ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ عِتْرَتِہٖ وَذُرِّیَّتِیْ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ ذُرِّیَّتِہٖ۔

(کنز العمال، ج ۱، ص ۳۴)

ترجمہ: تم میں سے کوئی بھی مومن نہیں جب تک میں اسے اس کی جان سے عزیز تر نہ ہو جاؤں میری اہل اسی کی اہل سے میری عزت اس کی عزت سے میری اولاد اس کی اولاد سے زیادہ محبوب نہ ہو جائے۔

خدا کے ماننے والا مسلمان ہو نہیں سکتا
بجز حب نبی کامل ایماں ہو نہیں سکتا

ترجمہ: ایک آدمی حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور دریافت کیا کہ قیامت کب قائم ہوگی؟ فرمایا تو نے اس کے لئے کیا تیاری کی ہے۔ عرض کی میں نے اس کے لئے کوئی زیادہ نماز روزے اور صدقات سے تیاری نہیں کی بلکہ وَلٰکِنِّیْ اُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ قَالَ اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ۔ (بخاری)

میں خدا اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں فرمایا تو اس کے ساتھ ہے جو تجھے محبوب ہے۔

اب وہ علامات بیان کی جاتی ہیں جن سے رسول خدا ﷺ کی محبت کامل ہو جاتی ہے۔

علامات نمبر 1

اطاعت ۔ آیات قرآن

آیت نمبر 1:

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ○

ترجمہ: ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اسی واسطے کہ اللہ کے فرمانے سے اس کی اطاعت کی جائے۔

آیت نمبر 2:

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور حاکموں کی اطاعت کرو۔

آیت نمبر 3:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ○

ترجمہ: جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے وہ بڑی مراد کو پا گیا۔

آیت نمبر 4:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا۔

ترجمہ: اور جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے وہ ان کے ساتھ ہو گا جن پر اللہ نے انعام کیا وہ نبی صدیق شہید اور صالح لوگ ہیں اور اچھی ہے ان کی رفاقت۔

آیت نمبر 5:

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ○

ترجمہ: اور جو دے رسول تم کو وہ لے لو اور جس سے منع کرے اس سے رک جاؤ

احادیث

حدیث نمبر 1:

مَنْ اَطَاعَنِیْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ عَصَی اللّٰہَ۔

(ابن ماجہ، ص ۲)

ترجمہ: جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے خدا کا حکم نہ مانا۔

حدیث نمبر 2:

کُلُّ اُمَّتِیْ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ اِلَّا مَنْ اَبٰی قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَنْ یَّاْبٰی قَالَ مَنْ اَطَاعَنِیْ دَخَلَ الْجَنَّۃَ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ اَبٰی۔

ترجمہ: میری ساری امت جنت میں داخل ہوگی سوائے اس کے جس نے انکار کیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! انکار کون کرتا ہے۔

فرمایا جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگیا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا۔

محمدؐ کی محبت ہے سند آزاد ہونے کی
خدا کے دامن توحید میں آباد ہونے کی

حدیث نمبر 3:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیند کی حالت میں چند فرشتے آئے فرشتوں نے کہا تمہارے ان صاحب کی ایک مثال ہے اس مثال کو بیان کرو۔ بعض فرشتوں نے کہا آپ تو سوئے ہوئے ہیں بعض

نے کہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں سوتی ہیں دل بیدار رہتا ہے۔

دل پاک بیدار اور چشم خفتہ
نرالا تھا عالم میں سونا تمہارا

فرشتوں نے کہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال اس آدمی جیسی ہے جس نے ایک مکان بنا کر اس میں عام دعوت کے لئے دستر خوان بچھایا اور کھانا چنا اور ایک بلانے والے کو بھیجا بس جس نے بلانے والے کا کہا مانا گھر میں داخل ہوا کھانا کھایا اور جس نے بلانے والے کا کہا نہ مانا نہ گھر میں داخل ہوا اور نہ دستر خوان سے کھایا پھر فرشتوں نے کہا اس کی تفسیر آپ کے لئے بیان کرو تا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کو سمجھ لیں کسی فرشتے نے کہا آپ تو سو رہے ہیں اور کسی نے کہا آپ کی آنکھ سوتی ہے اور دل بیدار رہتا ہے۔ تب فرشتوں نے بیان کیا کہ وہ مکان جنت ہے اور بلانے والے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

فَمَنْ اَطَاعَ مُحَمَّدًا فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ عَصٰی مُحَمَّدًا فَقَدْ عَصَی اللّٰهَ

ترجمہ: پس جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔

(مشکوٰۃ، ص ۲۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنت اور جنت کی جملہ نعمتیں پیدا کرنے والا خدا ہے اور جنت کو آباد کرنے والے مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

تعجب کی جا ہے کہ فردوس اعلیٰ
بنائے خدا اور بسائے محمدؐ
تماشہ تو دیکھو کہ دوزخ کی آتش
جلائے خدا اور بجھائے محمدؐ

حدیث نمبر 4:

محیصہ اور حویصہ دو بھائی تھے۔ محیصہ مسلمان ہو چکا تھا لیکن حویصہ ابھی مسلمان نہ ہوا تھا کہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا تم میں سے جو کوئی کسی یہودی پر قابو پائے اسے قتل کر دے۔ ایک یہودی تاجر تھا جس کا نام ابن سنتینہ تھا یہ ان دونوں بھائیوں کی امداد کیا کرتا تھا جس سے ان کی تنگیٔ معاش دور ہوتی تھی۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد سن کر محیصہ نے اس یہودی کو قتل کر دیا۔ جب حویصہ کو پتہ چلا تو اس نے اپنے چھوٹے بھائی محیصہ کو مارنا شروع کیا اور کہا اے دشمن خدا تم نے اس محسن کو قتل کر دیا تھا جس کے مال سے تیرے پیٹ میں چربی پیدا ہوئی۔ اس پر محیصہ نے کہا میں نے اس کے حکم سے اس یہودی کو قتل کیا ہے کہ اگر وہ مجھے یہ حکم دیتا کہ میں تجھے قتل کر دوں تو میں یہ کام بھی کر گزرتا اس پر حویصہ نے محیصہ سے کہا اگر محمد (ﷺ) تجھے میرے قتل کا حکم کرتے تو کیا واقعی تو مجھے قتل کر ڈالتا۔ محیصہ نے کہا خدا کی قسم! واقعی میں ایسا کر ڈالتا۔ حویصہ نے کہا تعجب کی بات ہے کہ تیرا دین اس حد تک پہنچ گیا ہے پھر اسی دن حویصہ بھی مسلمان ہو گیا۔ (دلائل النبوۃ، ج ۲، ص ۲۰۰)

حدیث نمبر 5:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوۂ احزاب میں ایک رات آندھی اس قدر شدت سے آئی کہ نہ اس سے پہلے کبھی اتنی آئی او نہ اس کے بعد اندھیرا اس قدر تھا کہ اپنا ہاتھ بھی نظر نہ آتا تھا اور ہوا اتنی سخت تھی کہ اس کا شور بجلی کی طرح گرج رہا تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے لوگوں کے حالات کی تحقیق شروع کی اتنے میں آپ میرے پاس سے گزرے اس وقت میرے پاس نہ دشمن سے بچاؤ کے لئے کوئی ہتھیار تھا نہ سردی سے بچاؤ کے لئے کوئی کپڑا۔ صرف ایک چھوٹی سی

چادر تھی جو میری بیوی کی تھی میں اس کو اوڑھے ہوئے زمین سے چمٹا بیٹھا تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے دریافت فرمایا کون ہے؟ میں نے عرض کیا حذیفہ۔ مگر مجھ سے سردی کے مارے اٹھا نہ گیا اور شرم کے مارے زمین سے چمٹ گیا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اٹھ کھڑے ہو اور دشمن کے جتھے میں جا کر ان کی خبر لاؤ کہ کیا ہو رہا ہے میں اس وقت گھبراہٹ اور خوف کی وجہ سے خستہ حال تھا مگر تعمیل ارشاد کے لئے اٹھ کھڑا ہوا اور فوراً چلا گیا جب میں جانے لگا تو آپ ﷺ نے میرے لئے یہ دعا مانگی۔

اَللّٰھُمَّ اَحْفِظْهُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ وَعَنْ یَمِیْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ وَمِنْ تَحْتِهٖ وَمِنْ فَوْقِهٖ ○

ترجمہ: یا اللہ! اس کی حفاظت فرما سامنے سے پیچھے سے دائیں سے اور بائیں سے نیچے سے اور اوپر سے۔

حضور اکرم ﷺ کی اس دعا سے میرا خوف اور سردی دور ہو گئی۔ اور ہر قدم پر یوں معلوم ہوتا تھا کہ گویا میں گرم حمام میں چل رہا ہوں۔ حضور اکرم ﷺ نے چلتے وقت فرمایا تھا کہ وہاں کوئی چھیڑ چھاڑ نہ کرنا میں وہاں پہنچا تو دیکھا کہ آگ جل رہی ہے اور لوگ سینک رہے ہیں۔ اتنے میں آوازیں آنی شروع ہوئیں کہ واپس چلو واپس چلو ہوا کی تیزی کی وجہ سے چاروں طرف سے پتھر ان کے خیموں پر برس رہے تھے۔ خیموں کی رسیاں ٹوٹتی جاتی تھیں اور جانور ہلاک ہو رہے تھے۔ ابوسفیان جو اس وقت مشرکین کا سردار تھا آگ سینک رہا تھا میں نے چاہا کہ اس کو نمٹاتا چلوں لیکن نبی کریم ﷺ کا ارشاد یاد آ گیا کہ کوئی چھیڑ چھاڑ نہیں کرنی۔ مشرکین کو شبہ ہو گیا کہ ہم میں کوئی جاسوس گھس آیا ہے انہوں نے کہا کہ آپس میں ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ لو میں نے جلدی سے ایک آدمی کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا تم کون ہو اس نے کہا میں فلاں ہوں۔ میں وہاں سے واپس ہوا راستے

میں مجھے بیس سوار عمامے باندھے ملے۔ انہوں نے کہا اپنے آقا سے کہنا اللہ نے دشمنوں کا انتظام کر دیا ہے۔ بے فکر رہیں میں واپس پہنچا تو حضور اکرم ﷺ ایک چھوٹی سی چادر اوڑھے نماز پڑھ رہے تھے میں نے دشمنوں کے سارے حالات بیان کیے۔ حضور اکرم ﷺ نے مجھے اپنے پاؤں کے قریب لٹا لیا اور اپنی چادر کا کچھ حصہ مجھ پر ڈال دیا میں نے اپنے سینے کو حضور اکرم ﷺ کے قدموں کے تلوؤں سے چمٹا لیا۔ (درمنثور)

حدیث نمبر 6:

حضرت ربیعہ بن ابو عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ جمعہ کے دن حضور اکرم ﷺ منبر پر جلوہ فرما ہوئے تو فرمایا بیٹھ جاؤ۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ ابھی مسجد سے باہر ہی تھے۔ آپ ﷺ نے جب نبی کریم ﷺ کا فرمان سنا تو وہیں مسجد کے باہر ہی بیٹھ گئے۔ جب حضور اکرم ﷺ کو اس بات کا علم ہوا تو عبداللہ بن رواحہ سے فرمایا: زَادَكَ اللّٰهُ طَاعَةً اللہ تیرے جذبہ اطاعت میں اضافہ فرمائے۔ (مصنف عبدالرزاق، ج ۳، ص ۲۱۱)

جو لوگ نبی کریم صل ﷺ کا حکم نہیں مانتے آپ کی اطاعت سے روگردانی کرتے ہیں ان کا انجام یہ ہوتا ہے کہ خدا فرماتا ہے:

آیت نمبر 1:

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا۔

ترجمہ: اور جو کوئی مخالفت کرے رسول کی جب کہ کھل چکی اس پر سیدھی راہ اور چلے سب مومنوں کے راستے کے خلاف تو ہم حوالہ کریں گے اس کو وہی طرف جو اس نے اختیار کی اور ڈالیں گے ہم اس کو دوزخ میں اور وہ بہت بری جگہ پہنچا۔

آیت نمبر 2:

فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔

ترجمہ: ڈرتے رہیں وہ لوگ جو آپ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں کہیں انہیں فتنہ میں مبتلا نہ کردیا جائے یا انہیں دردناک عذاب میں گرفتار کردیا جائے۔

آیت نمبر 3:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

ترجمہ: بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ ذلیل ہوئے جیسے ان سے پہلے لوگ ذلیل ہوئے تھے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اُولٰٓئِكَ فِى الْاَذَلِّيْنَ۔

ترجمہ: بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ سب ذلیل ہیں۔

احادیث

حدیث نمبر 1

ہشام بن حجیر سے روایت ہے کہ طاؤس عصر کی نماز کے بعد دوگانہ پڑھا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس نے ان کو فرمایا کہ یہ دوگانہ ترک کردو اس پر طاؤس نے کہا کہ ممانعت ان دو رکعتوں کی اس لئے ہے کہ کہیں لوگ غروب آفتاب تک نفل پڑھنے کا انہیں ذریعہ نہ بنالیں یہ سن کر حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کے بعد نماز پڑھنے" سے منع فرمایا ہے۔ اب مجھے معلوم نہیں کہ تمہیں ان دو رکعتوں کے پڑھنے پر عذاب دیا جائے گا یا اجر

ملے گا جب خدا کا ارشاد ہے:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ أَمْرًا أَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ۔

ترجمہ: کسی مومن مرد اور مومنہ عورت کا یہ کام نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کوئی فیصلہ فرما دیں تو اس کے بعد بھی ان کو کوئی اختیار باقی رہے۔

(المستدرک، ج ۱، ص ۱۱۰)

حدیث نمبر 2:

علامہ بدر الدین عینی نے لکھا ہے کہ دو شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے جھگڑے کا فیصلہ کرانے کے لئے حاضر خدمت ہوئے جو حق پر تھا۔ آپ نے اس کے حق میں فیصلہ کر دیا جس کے خلاف ہوا اس نے کہا میں اس پر راضی نہیں تو اس کے ساتھی نے کہا پھر تم کیا چاہتے ہو اس نے کہا ہم صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس جائیں گے دونوں وہاں گئے جس کے حق میں فیصلہ ہوا تھا اس نے کہا جھگڑے کا فیصلہ کرانے ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ آپ نے میرے حق میں فیصلہ فرما دیا۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا فیصلہ وہی رہے گا جو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اس کے ساتھی نے اسے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور کہا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس چلو۔ وہاں گئے جس کے حق میں فیصلہ ہوا تھا اس نے کہا ہم نے مقدمہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا۔ آپ نے اس کے خلاف میرے حق میں فیصلہ دے دیا اس نے تسلیم نہیں کیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے پوچھا اس نے کہا ہاں اسی طرح ہوا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اندر گئے اور ننگی تلوار لے کر باہر آئے اور اس شخص کی گردن اڑا دی جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کو تسلیم نہیں کیا تھا۔

خداتعالیٰ نے یہ آیت اتاری:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْنَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ۔

(عمدۃ القاری، ج٦، ص ١٨)

ترجمہ: تیرے رب کی قسم وہ لوگ مومن نہیں جب تک کہ اپنے جھگڑوں میں تجھے حاکم تسلیم نہ کرلیں۔

خداتعالیٰ اپنی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت نہ کرنے والوں کا انجام یہاں فرماتا ہے کہ:

يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَ۔

ترجمہ: جس دن وہ اوندھے منہ آگ میں ڈالے جائیں گے تو وہ کہیں گے کہ کاش ہم اللہ کی اطاعت کرتے اور رسول کی اطاعت کرتے۔

علامت نمبر 2۔۔ ''اتباع''

حدیث نمبر 1:

حضرت حفص بن عاصم فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم عبداللہ بن عمر کے ساتھ سفر میں تھے انہوں نے ہمیں نماز پڑھائی پھر ہم ان کے ساتھ چل دیئے وہ بھی چل پڑے اب انہوں نے منہ موڑ کر دیکھا تو لوگ نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ تعجب سے پوچھنے لگے یہ لوگ کیا کر رہے ہیں میں نے عرض کیا نفل پڑھ رہے ہیں۔ فرمایا اگر مجھے نفل پڑھنا ہوتے تو (نماز قصر نہ کرتا) پوری پڑھتا اے میرے بردار زادے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا انہوں نے سفر میں دو رکعتوں سے زیادہ نماز نہیں پڑھی یہاں تک کہ وفات پاگئے پھر میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا انہوں نے بھی دو رکعتوں سے زیادہ نماز نہ پڑھی۔ پھر میں حضرت عمر

فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا انہوں نے بھی دو رکعتوں سے زائد نماز نہ پڑھی۔ پھر میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا انہوں نے بھی دو رکعتوں سے زائد نماز نہ پڑھی یہاں تک کہ یہ سب حضرات وفات پا گئے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ○

ترجمہ: تمہارے لئے اللہ کے رسول صل صلی اللہ علیہ وسلم میں بہترین نمونہ ہے۔

(ابن ماجہ، ص ۷۵)

حدیث نمبر 2:

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صل صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی ایک انگوٹھی بنوائی اور استعمال کے وقت اس کا نگینہ اندر رکھتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی انگوٹھیاں بنوالیں پھر آپ منبر پر تشریف لائے اور انگوٹھی اتار کر فرمایا میں اس انگوٹھی کو استعمال کیا کرتا تھا اور نگینہ اندر کی جانب رکھتا تھا پھر اسکو پھینک دیا اور فرمایا خدا کی قسم! اب کبھی بھی اس کو استعمال نہ کروں گا۔ لوگوں نے بھی انگوٹھیاں اتار دیں۔ (بخاری، ج ۲، ص ۹۸۴)

حدیث نمبر 3:

حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے آپ نے اپنی نعلین مبارک اتار کر اپنے بائیں جانب رکھ دیں لوگوں نے جب یہ دیکھا تو انہوں نے بھی اپنے جوتے (آپ کی اتباع میں) اتار دیئے پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ چکے تو دریافت فرمایا تم نے اپنے جوتے کیوں اتار دیئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ہم نے آپ کو جوتے اتارتے دیکھا تو خود بھی اتار دیئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے خبر دی کہ ان میں کچھ آلائش لگی ہوئی ہے۔

(مسند امام احمد، ج ۳، ص ۲۰)

حدیث نمبر 4:

صلح حدیبیہ کے موقع پر جب قریش مکہ نے مسلمانوں کو حرم میں داخل ہونے سے روک دیا تو نبی کریم ﷺ نے ان کو احرام کھولنے کا حکم دیا بعض حضرات کو عمرہ کئے بغیر احرام کھولنے میں تردد ہوا یہ بات نبی کریم صل ﷺ پر گراں گزری۔ آپ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے سارا واقعہ بیان کیا وہ چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جذبہ اتباع رسول سے واقف تھیں انہوں نے کہا آپ خود نائی کو بلوا کر حلق کرالیں بس اب کیا تھا ادھر آپ نے حلق کرانا شروع کیا ادھر سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کی اقتداء میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش شروع کر دی۔ حالت یہ ہوگئی کہ حلق کے لئے حجام نہیں ملتا تھا۔ (مسند امام احمد، ج ۴، ص ۳۲۶) (سنن کبریٰ، ج ۵، ۲۱۵)، (مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۱۴، ص ۴۳۴)

حدیث نمبر 5:

حضرت اسلم فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا سن لے خدا کی قسم میں جانتا ہوں تو پتھر ہے نہ کسی کو نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو نہ دیکھا ہوتا کہ تجھے بوسہ دے رہے ہیں تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا۔ اس کے بعد اسے بوسہ دیا پھر فرمایا کہ کعبہ کے تین چکروں میں اکڑ کر چلنے سے ہمیں کیا واسطہ یہ تو ہم لوگوں نے مشرکین کو دکھلانے کے لئے کیا تھا اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو ہلاک کر دیا اس کے بعد فرمایا مگر یہ ایسی چیز ہے جس کو سرکار دو عالم ﷺ نے کیا ہے لہذا اس کے ترک کرنے کو ہم اچھا نہیں سمجھتے۔ (البدایہ والنہایہ، ج ۵، ص ۱۵۳)

حدیث نمبر 6:

حضرت انس بن سیرین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ عرفات میں تھا۔ کوچ کا وقت آیا میں نے ان کے ساتھ کوچ کیا وہ امام کے قریب آئے اس کے ساتھ ظہر اور عصر کی نماز پڑھی اس کے بعد ٹھہرے رہے میں اور میرے ساتھی بھی۔ جب امام نے کوچ کیا تو ہم سب نے بھی ان کے ساتھ کوچ کیا یہاں تک کہ جب عبداللہ بن عمر ایک تنگ راستے پر پہنچے جو دو پہاڑیوں کے درمیان تھا اونٹ بٹھایا ہم نے بھی اونٹ بٹھایا ہمارا خیال تھا کہ عبداللہ بن عمر نماز کا ارادہ کر رہے ہیں تب اس غلام نے جو ان کی اونٹنی پکڑے ہوئے تھا بتایا کہ یہ نماز کا ارادہ نہیں کر رہے۔ بات یہ ہے کہ یہاں پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ پہنچ کر قضائے حاجت فرمائی تھی یہ قضائے حاجت کے لئے ٹھہرے ہیں۔ (الترغیب والترہیب، ج۱، ص۴۷)

حدیث نمبر 7:

حضرت امیہ بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر سے پوچھا وطن میں اور حالت جنگ میں نماز کا طریقہ قرآن میں مذکور ہے لیکن سفر میں نماز (قصر کرنے کا) طریقہ قرآن میں نہیں ملتا۔ حضرت عبداللہ بن عمر نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری طرف مبعوث فرمایا ہمیں کسی چیز کا علم نہیں تھا ہم وہی کرتے ہیں جو ہم نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھا ہے۔ (ابن ماجہ، ص۷۴)

حدیث نمبر 8:

عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عُمَرَ یُدِیْرُ نَاقَتَہٗ فِیْ مَکَانٍ فَسُئِلَ فَقَالَ لَا اَدْرِیْ اِلَّا اَنِّیْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَفْعَلُہٗ فَفَعَلْتُہٗ○ (نسیم الریاض، ج۳، ص۳۳۷)

حضرت عبداللہ ایک مقام پر اونٹنی پر سوار ہو کر دائرہ بنا رہے تھے ان سے اس کی حکمت دریافت کی گئی انہوں نے کہا مجھے کچھ پتہ نہیں میں نے تو اس مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چکر لگاتے دیکھا ہے سو میں اسی طرح چکر لگا رہا ہوں۔

حدیث نمبر 9:

حضرت عبید بن جریج کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر سے پوچھا میں نے آپ کو چار کام ایسے کرتے دیکھا ہے جو آپ کے اصحاب میں سے اور کوئی نہیں کرتا۔ حضرت ابن عمر نے پوچھا وہ کیا کام ہیں انہوں نے کہا میں نے دیکھا کہ آپ کعبہ کے چار کونوں میں سے صرف دو کونوں کو مس کرتے ہیں۔ (حجر اسود اور رکن یمانی) اور میں نے آپ کو بغیر بالوں کی کھال کی جوتی پہنے دیکھا ہے اور میں نے آپ کو زرد رنگ کا خضاب لگاتے دیکھا ہے اور میں نے دیکھا کہ آپ مکہ میں تھے لوگوں نے چاند دیکھتے ہی احرام باندھ لیا اور آپ نے یوم الترویہ (آٹھ ذوالحجہ) سے پہلے احرام نہیں باندھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ارکان کی وجہ یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف دو رکنوں (حجر اسود اور رکن یمانی) کو مس کرتے دیکھا ہے اور رہی بغیر بالوں کے کھال کی جوتی تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس چمڑے کی جوتی پہنے دیکھا جس میں بال نہیں ہوتے اور آپ اسی میں وضو کرتے تو میں بھی ایسے چمڑے کی جوتی پہننا پسند کرتا ہوں اور رہا زرد رنگ کا خضاب تو اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو زرد خضاب کرتے دیکھا ہے تو مجھے بھی زرد خضاب لگانے سے محبت ہے۔ رہا آٹھ ذوالحجہ کو احرام باندھنا تو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی روز احرام باندھتے دیکھا ہے جب آپ کی اونٹنی آپ کو لے کر چلتی۔ (بخاری، ج۱، ص ۲۸)

حدیث نمبر 10:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک سفر میں ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے ایک نہر سے گزرنے کا اتفاق ہوا اس نہر میں بارش کا پانی تھا اور لوگوں نے روزہ رکھا ہوا تھا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نہر کا پانی پی لو کسی نے بھی نہ پیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نہر کا پانی نوش فرمایا بعدازاں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس نہر کا پانی پی لیا۔ (مسند امام احمد، ج ۳، ص ۲۱)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے دیوانے تھے جو کام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھتے فوراً وہ کام کرنا شروع کر دیتے وجہ اور حکمت دریافت نہ کرتے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے کئی مرتبہ اپنی سنت کی اہمیت کی وضاحت کے ساتھ بیان فرمائی ایک مرتبہ فرمایا:

مَنْ اَحْيَا سُنَّتِيْ فَقَدْ اَحَبَّنِيْ وَمَنْ اَحَبَّنِيْ كَانَ مَعِيْ فِي الْجَنَّةِ○

ترجمہ: جس نے میری سنت کو زندہ کیا اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔

ایک جگہ فرمایا۔

مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِيْ فِيْ عَهْدِ فَسَادِ اُمَّتِيْ فَلَهٗ اَجْرُ مِائَةِ شَهِيْدٍ○

جس نے میری امت کے فساد کے دور میں میری سنت کو مضبوطی سے تھامے رکھا اسے سو شہیدوں کے برابر اجر ملے گا۔ ایک اور مقام پر فرمایا عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت کو لازم کر لو۔

دونوں عالم میں تمہیں مقصود گر آرام ہے
ان کا دامن تھام لو جن کا محمدؐ نام ہے

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ○

ترجمہ: تم فرما دو اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو یعنی میری سنت پر عمل کرو تم خدا کے محبوب بن جاؤ گے۔

پتہ چلا کہ جو نبی کریم ﷺ کی سنت پر عمل کرتا ہے اسے خدا کی طرف سے یہ انعام ملتا ہے کہ خدا اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہے اور خدا کا کسی سے محبت کرنا کوئی معمولی اعزاز نہیں وہ بندہ مومن بڑا خوش قسمت ہے جس کو خدا اپنا محبوب بنا لیتا ہے لہذا ہمیں چاہیے کہ ہر وقت نبی کریم ﷺ کی سنت کا خیال رکھیں کھانے، پینے، سونے، جاگنے، سفر و حضر میں آپ کی سنت پر عمل پیرا ہوں تاکہ اللہ کا محبوب رسول ہم سے راضی ہو جائے۔

اگر جنت میں جانے کا ارادہ ہو تمامی کا
گلے میں پہن لو کرتہ محمدؐ کی غلامی کا

علامت نمبر 3۔ دیدار کا شوق

حدیث نمبر 1:

ایک آدمی حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ مجھے اپنے اہل و عیال اور مال سے زیادہ محبوب ہیں جب بھی آپ مجھے یاد آتے ہیں تو مجھے آپ کے دیدار کے بغیر چین نہیں آتا۔ یہاں آ کر آپ کے دیدار فیض آثار سے مشرف ہو جاتا ہوں۔ آج مجھے اپنی اور آپ کی وفات کا خیال آیا تو ذہن میں یہ بات گھر کر گئی کہ آپ ﷺ تو جنت میں انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ ہوں گے اور اگر میں خدا کے فضل سے جنت میں پہنچ بھی گیا تو آپ کو دیکھ نہ پاؤں گا۔ اس وقت خدا نے یہ آیت نازل کی۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ○

ترجمہ: اور جو اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرتا ہے اسے ان لوگوں کی ہمراہی ملے گی جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا وہ نبی صدیق شہید اور نیک لوگ ہیں اور ان کی رفاقت اچھی ہے۔ (شفا شریف، ج ۲، ص ۱۶)

حدیث نمبر 2:

احد کی لڑائی میں مسلمانوں کو اذیت بھی بہت ہوئی اور شہید بھی بہت ہوئے۔ جب مدینہ میں یہ وحشت اثر خبر پہنچی تو عورتیں پریشان ہو کر تحقیق حال کے لئے گھر سے نکل پڑیں۔ ایک انصاری عورت نے مجمع کو دیکھا تو بے تابانہ پوچھا کہ حضور اکرم ﷺ کیسے ہیں اس مجمع میں کسی نے کہہ دیا کہ تمہارے والد کا انتقال ہو گیا ہے انہوں نے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اور پھر بے قراری سے حضور اکرم ﷺ کی خبر دریافت کی۔ اتنے میں کسی نے خاوند کے انتقال کی خبر سنائی اور کسی نے بیٹے کی وفات کی خبر دی ایک آدمی نے بھائی کے انتقال کی خبر دی کہ یہ سب شہید ہو گئے ہیں مگر انہوں نے پوچھا کہ حضور اکرم ﷺ کیسے ہیں؟ لوگوں نے جواب دیا حضور اکرم ﷺ خیریت سے تشریف لا رہے ہیں اس کو اطمینان نہ ہوا کہنے لگی مجھے بتاؤ وہ کہاں ہیں؟ لوگوں نے اشارہ کر کے بتایا کہ اس مجمع میں ہیں یہ دوڑی ہوئی گئی اور اپنی آنکھوں کو حضور اکرم ﷺ کی زیارت سے ٹھنڈا کیا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! آپ کی زیارت ہو جانے کے بعد ہر مصیبت ہلکی اور معمولی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا کپڑا پکڑ کر عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں جب آپ زندہ ہیں تو مجھے کسی کی ہلاکت کی پرواہ نہیں۔ (تاریخ الخمیس)

محمدؐ ہے متاعِ عالم ایجاد سے پیارا
پدر مادر برادر جان و مال املاک سے پیارا

حدیث نمبر 3:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں مجھ سے سب سے زیادہ محبت کرنے والے لوگ میرے بعد ہوں گے ان میں سے کسی ایک شخص کی یہ تمنا ہوگی کہ کاش اس کے تمام اہل اور مال کے بدلہ میں اس کو میری زیارت ہو جائے۔ (مسلم شریف، ج ۲، ص ۳۷۹)

شرابِ عشقِ احمد میں عجب پُرکیف مستی ہے
کہ جاں دے کر اگر اک بوند مل جائے تو سستی ہے

نماز میں اصل یہ ہے کہ قیام کے وقت نگاہ سجدہ گاہ پر ہو رکوع میں پیروں پر اور قعدہ میں اپنی گود میں۔ لیکن صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جب نماز کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہوتے تو ان کی نگاہیں صرف اور صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوتیں تھیں کیونکہ نماز کے آداب اپنی جگہ پر لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار وہ عبادت ہے کہ کائنات میں کسی عبادت کا یہ مرتبہ اور مقام نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلنَّظْرُ اِلٰی وَجْهِ عَلِيٍّ عِبَادَتٌ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا دیدار عبادت ہے۔ اَلنَّظْرُ اِلٰی وَجْهِ الْعَالِمِ عِبَادَةٌ عالم کا دیدار کرنا عبادت ہے۔ اَلنَّظْرُ اِلٰی وَجْهِ الْوَالِدَیْنِ عِبَادَةٌ والدین کا دیدار کرنا عبادت ہے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان امتیوں کا دیدار عبادت ہے تو پھر آپ کا دیدار کتنی بڑی عبادت ہوگی حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ نماز میں سلام پھیرتے وقت آپ کے رخ زیبا کی سفیدی دیکھتے تھے۔ حضرت خباب سے ابو معمر نے پوچھا کہ حضور ظہر اور عصر میں قرات کرتے تھے کہا ہاں کہا کیسے پتہ چلا فرمایا کہ ہم آپ کی ڈاڑھی مبارک

ہلتی دیکھتے تھے۔ معلوم ہوا عین نماز میں حضور اکرم ﷺ کی طرف دیکھتے تھے۔

حدیث نمبر 4:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ کے ایام علالت میں پیر کے دن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی۔ جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین صف باندھے کھڑے تھے ناگاہ حضور اکرم ﷺ حجرہ سے باہر نکلے آپ نے پردہ اٹھایا اور ہمیں دیکھنے لگے جس وقت آپ کھڑے تھے آپ کا چہرہ ورق قرآن کی طرح لگتا تھا پھر آپ مسکرائے آپ کے چہرے کو دیکھ کر ہم اس قدر خوش ہوئے کہ خدشہ تھا کہ ہم نماز توڑ دیں۔ (بخاری، ج ۱، ص ۹۳)

اس حدیث پر غور فرمائیں کہ مسجد نبوی میں حضور اکرم ﷺ کا حجرہ قبلہ رخ کھڑے ہوں تو بائیں جانب ہے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین قبلہ رخ کھڑے ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بجائے قبلہ کے آپ کی جانب دیکھ رہے ہیں کیونکہ وہ جانتے تھے کہ کعبہ صرف ظاہری قبلہ ہے حقیقی قبلہ تو آپ کی ذات ہے نیز ایک وجہ یہ بھی ہے کہ علامہ محمود آلوسی بغدادی نے تفسیر روح المعانی میں لکھا ہے۔ حضور سرور کائنات ﷺ کی ذات مقدمہ خدا کا قبلہ ہے کیونکہ قبلہ کا معنی ہے توجہ کا مرکز۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نماز کی حالت میں خدا کے قبلے کی طرف دیکھتے رہتے تھے کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اَلنَّظَرُ اِلَى الْكَعْبَةِ عِبَادَةٌ کعبہ کو دیکھنا عبادت ہے جب ظاہر قبلہ کو دیکھنا عبادت ہے تو خدا کے قبلہ کو دیکھنا کتنی بڑی عبادت ہوگی۔

علامت نمبر 4۔ کثرت سے ذکر کرنا

محبت کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ نبی کریم ﷺ کا اکثر ذکر زبان پر جاری رہے حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا مَنْ اَحَبَّ شَيْئًا

اَکْثَرَ ذِکْرَہٗ جو شخص کسی چیز سے محبت کرتا ہے اس کا بکثرت ذکر کرتا ہے اللہ تعالیٰ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا محب ہے اس نے قرآن میں اکثر مقامات پر آپ کا ذکر کیا ہے اور فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ○

اللہ اور اس کے سارے فرشتے آپ پر درود بھیجتے ہیں۔ فرشتے آپ کے لئے خدا سے طلب رحمت کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ آپ پر رحمت نازل فرماتا ہے نیز خدا فرماتا ہے ورفعنالك ذكرك اور ہم نے آپ کے لئے آپ کا ذکر بلند کر دیا۔

دنیا میں کسی نہ کسی جگہ آفتاب غروب ہو رہا ہے اور جہاں آفتاب غروب ہو رہا ہے وہاں اذان میں اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھا جا رہا ہے اسی طرح دنیا میں ہر وقت کسی نہ کسی جگہ طلوع فجر کا وقت ہے اور فجر کی اذان ہو رہی ہے اور بہ آواز بلند آپ کا نام پڑھا جا رہا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہر لمحہ روئے زمین پر آپ کا ذکر بلند ہو رہا ہے اور قیامت تک آپ کا ذکر بلند ہوتا رہے گا۔

آپ پر کثرت سے درود شریف پڑھنا آپ کی محبت کی علامت ہے کیونکہ اس میں آپ کا ذکر کثرت سے آتا ہے ابوبکر محمد بن عمر نے کہا میں ابوبکر بن مجاہد کے پاس بیٹھا ہوا تھا اچانک شبلی آ گئے تو ابوبکر بن مجاہد ان کے لئے کھڑے ہو گئے اور ان سے معانقہ کیا اور ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ میں نے کہا اے میرے سردار بغداد کے تمام لوگ تو شبلی کو دیوانہ کہتے ہیں اور آپ نے اس کی اس قدر تعظیم کی ہے انہوں نے کہا میں نے اس کے ساتھ وہی کیا جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے ہوئے دیکھا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے ایک دن خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں شبلی آئے اور آپ کھڑے ہو گئے اور اس کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا میں نے عرض کی یا

رسول اللہ ﷺ آپ شبلی کی اس قدر عزت افزائی فرما رہے ہیں آپ نے فرمایا یہ شخص ہر نماز کے بعد یہ آیت پڑھتا ہے۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○

ترجمہ: بے شک تمہارے پاس تم میں سے ایک شاندار رسول آئے ان پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے وہ تمہاری بھلائی بہت چاہنے والے ہیں اور مومنوں پر مہربان اور رحم کرنے والے ہیں۔

اس آیت کی تلاوت کے بعد تین مرتبہ اس طرح درود شریف پڑھتا ہے صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ پھر جب میرے پاس شبلی آئے تو میں نے ان سے پوچھا کہ آپ ہر نماز کے بعد کیا پڑھتے ہیں تو انہوں نے اسی طرح بیان کیا۔

(جلاء الافہام، ص ۲۵۷) (القول البدیع، ص ۱۷۳)

حضرت عبداللہ بن عمر کا پاؤں سن ہو گیا ان سے ایک آدمی نے کہا

اُذْكُرْ اَحَبَّ النَّاسِ اِلَيْكَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ فَانْتَشَرَتْ ○

اس کو یاد کرو جس سے تمہیں محبت ہے انہوں نے یامحمد کہا تو ان کا پاؤں درست ہو گیا۔

(القول البدیع، ص ۲۲۵) (الادب المفرد، ص ۱۴۲، شفا شریف، ج۱، ص ۱۸)

ہم عشق نبی میں ہجر کے دن اس طرح گزارہ کرتے ہیں
منہ کر کے مدینے کی جانب آقا کو پکارا کرتے ہیں

جب حضرت آدم علیہ السلام کی وفات قریب ہوئی تو آپ نے اپنے بیٹے حضرت شیث علیہ السلام کو وصیت کی۔ جب بھی تم خدا کا ذکر کرو تو ساتھ میں حضرت محمد ﷺ کا ذکر بھی ضرور کرنا اس لئے کہ میں نے ان کا نام ساق عرش پر لکھا دیکھا

اور میں اس وقت روح اور مٹی کی درمیانی منزل میں تھا پھر مجھے سیر کرائی گئی میں نے ہر آسمان پر آپ کا نام لکھا دیکھا اور جنت کے تمام محلات پر اسم محمد ﷺ لکھا دیکھا جنتی چوباروں حوروں کے سینوں پر اور شجر طوبیٰ کے پتوں پر اور سدرہ کے پتوں پر اور فرشتوں کی آنکھوں میں آپ کا نام لکھا دیکھا لہذا اکثر ان کا ذکر کرنا کیونکہ ملائکہ ہر وقت آپ ﷺ کا ذکر کرتے ہیں۔ (فتاویٰ حدیثیہ، ص ۱۵۶)

حضرت زید بن ثابت فرماتے ہیں کہ ایک صبح ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مدینہ کے ایک چوک میں کھڑے تھے کہ ہمیں ایک اعرابی دکھائی دیا جس نے اونٹ کی مہار پکڑی ہوئی ہے وہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں آکر کھڑا ہو گیا اور ہم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اردگرد کھڑے ہو گئے اس نے حضور اکرم ﷺ کو ان الفاظ میں سلام کیا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ نبی کریم ﷺ نے اس کے سلام کا جواب دیا۔ اتنے میں ایک اور آدمی آیا۔ اس نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! اس اعرابی نے اونٹ چوری کیا ہے اس پر اونٹ بولنے لگا اور آپ اس کی بات سننے کے لئے خاموش ہو گئے۔ جب آپ نے اونٹ کی بات سن لی تو آپ ﷺ نے اس آدمی سے فرمایا یہ اونٹ تیرے جھوٹا ہونے کی گواہی دے رہا ہے لہذا تم چلے جاؤ۔ یہاں سے پھر نبی کریم ﷺ اس اعرابی کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا جب تو میری طرف آیا تھا تو تو نے زبان سے کیا کہا تھا عرض کی میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں میں نے یہ دعا مانگی تھی۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ حَتّٰى لَا تَبْقٰى صَلَاةٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ حَتّٰى لَا تَبْقٰى بَرَكَةٌ اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ عَلٰى مُحَمَّدٍ حَتّٰى لَا يَبْقٰى سَلَامٌ اَللّٰهُمَّ وَارْحَمْ مُحَمَّدًا حَتّٰى لَا تَبْقٰى رَحْمَةٌ ○

آپ نے فرمایا یہی وجہ ہے کہ اونٹ نے بول کر تیری طرف سے عذر خواہی کی اور اس درود و سلام پر اتنے فرشتے آ گئے تھے کہ افق کے کنارے بھر گئے تھے۔ (طبرانی کبیر، ج ۵، ص ۱۴۱)

علامت نمبر 5۔ حضور اکرم ﷺ کے دشمنوں سے دشمنی رکھنا

حضور اکرم ﷺ کی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کے دشمنوں سے دشمنی رکھی جائے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ○

ترجمہ: جو لوگ اللہ پر اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہیں آپ ان کو اللہ اور ان کے رسول کے ساتھ عداوت رکھنے والوں کے ساتھ محبت والا نہ پائیں گے خواہ وہ ان کے باپ ہوں یا بیٹے یا بھائی یا قریبی رشتہ دار

حدیث نمبر 1:

علامہ محمود آلوسی بغدادی نے لکھا ہے کہ غزوہ بنو عبد المصطلق میں رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے ایک گستاخانہ کلمہ کہا جس کا قرآن میں ذکر ہے۔

يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ○

ترجمہ: (منافقین) کہتے ہیں اگر اب ہم مدینہ کی طرف لوٹ کر گئے تو ضرور وہاں سے عزت والا ذلت والے کو نکال دے گا۔

عبداللہ بن ابی کا بیٹا حضرت عبداللہ مخلص مومن اور صحابی تھا ان کو جب یہ علم ہوا کہ عبداللہ بن ابی نے یہ گستاخانہ کلمہ کہا ہے تو انہوں نے مدینہ کے قریب پہنچ کر اپنے باپ پر تلوار سونت لی اور کہا خدا کی قسم میں تلوار کو اس وقت تک میان میں نہ ڈالوں گا جب تک تم یہ نہ کہو گے کہ محمد رسول اللہ ﷺ عزت والے ہیں اور

میں ذلت والا ہوں اور جب تک عبداللہ بن ابی نے یہ نہیں کہا اس نے چھوڑا نہیں اور ایک روایت میں یہ ہے کہ اس نے کہا میں تمہیں مدینہ میں داخل نہ ہونے دوں گا جب تک تم رسول اللہ ﷺ سے مدینہ میں داخل ہونے کی اجازت حاصل نہیں کرو گے تاکہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ عزت والا کون ہے اور ذلت والا کون ہے اس عبداللہ بن ابی نے رسول پاک ﷺ سے اجازت حاصل کی تب وہ مدینہ میں داخل ہوا۔

جب عبداللہ بن ابی نے یہ گستاخانہ کلمہ کہا تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کی آپ مجھے اجازت دیں میں اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا چھوڑو لوگ یہ نہ کہیں کہ محمد ﷺ اپنے اصحاب کو قتل کر رہے ہیں۔ (تفسیر روح المعانی، ج ۲۸، ص ۱۱۵)

ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ جنگ بدر میں حضرت ابو عبیدہ نے اپنے باپ کو قتل کر دیا۔ حضرت مصعب بن عمیر نے اپنے بھائی کو قتل کیا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے ماموں عاص کو قتل کیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے کئی رشتہ داروں کو قتل کیا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مقابلے کے لئے اپنے بیٹے کو للکارا۔

(شرح شفاء، ج ۳، ص ۳۶۸)

حدیث نمبر 2:

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کعب بن اشرف کو قتل کرنے کے لئے کون تیار ہے۔ فانه قد آذى الله ورسوله کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو اذیت دی ہے۔ حضرت محمد بن مسلمہ کھڑے ہو گئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ! کیا آپ پسند کرتے ہیں کہ میں اسے قتل کر ڈالوں فرمایا ہاں عرض کی مجھے اجازت دیں کہ میں اس کے ساتھ ہیرا پھیری کی بات کروں۔ آپ نے فرمایا ہاں اجازت ہے محمد بن مسلمہ کعب کے

پاس آئے اور اس سے کہنے لگے اس مرد یعنی حضور نے ہم سے صدقہ طلب کیا ہے اور ہمیں مشقت میں ڈال دیا اور میں تیرے پاس قرض مانگنے آیا ہوں۔کعب نے کہا اللہ کی قسم تم اس سے اور بھی ملال میں پڑو گے محمد نے کہا چونکہ ہم ان کی اتباع کر چکے ہیں لہٰذا ہم یہ نہیں چاہتے کہ ان کو چھوڑ دیں حتیٰ کہ دیکھیں اس کا انجام کیا ہوتا ہے۔محمد نے کہا میں نے ارادہ کیا ہے کہ تو مجھے قرض دے کعب نے کہا کہ گروی کیا رکھو گے۔انہوں نے کہا تیرا کیا ارادہ ہے کعب نے کہا تم اپنی عورتیں میرے ہاں گروی رکھو۔انہوں نے جواب دیا تو تمام اہل عرب سے زیادہ حسین و جمیل ہے کیا تیرے ہاں اپنی عورتیں گروی رکھیں۔کعب نے کہا کہ اپنی اولاد میرے ہاں گروی رکھ دو محمد نے جواب دیا ہمارے بیٹوں کو طعنہ دیا جائے گا کہ فلاں کچھ کھجوروں کے بدلے گروی رکھا گیا تھا تو یہ ہم پر عار ہے ہاں ہم تیرے ہاں ہتھیار گروی رکھیں گے۔کعب نے کہا اچھا ٹھیک ہے پھر اس سے عہد باندھا کہ وہ اس کے پاس حارث ابوعبس اور عباد بن بشر کو بھی لے کے آئے گا چنانچہ یہ سب رات کو کعب کے پاس پہنچے اور اس کو بلایا وہ ان کی طرف اترا۔کعب کی بیوی نے کہا میں ایسی آوازیں سنتی ہوں گویا کہ وہ خون بہانے والے کی آواز ہے۔کعب نے جواب دیا یہ تو محمد بن مسلمہ اور اس کا دودھ شریک بھائی ابونائلہ ہے بے شک کریم کو اگر رات کے وقت نیزے کی ضرب کے لئے بھی بلایا جائے تو وہ جواب دے گا۔محمد نے اپنے ساتھیوں سے کہا جب وہ آئے گا میں اپنا ہاتھ اس کے سر کی طرف بڑھاؤں گا پھر جب میں اس پر قابو پالوں تو تم ہوشیاری سے اپنی تلواروں سے اسے قتل کر دینا کعب اس حال میں اترا کہ اس نے کپڑا بغل کے نیچے سے نکال کر کندھے پر ڈالا ہوا تھا انہوں نے اسے کہا تجھ سے خوشبو آ رہی ہے کہنے لگا مستورات عرب سے زیادہ خوشبو والیاں میرے نیچے ہیں۔محمد نے کہا مجھے اجازت دے کہ میں تیرے سر کو سونگھوں۔اس نے کہا ہاں، محمد نے اپنے ساتھیوں کو بھی

سونگھایا پھر اجازت لے کر دوبارہ سونگھا اور اس پر قابو پا لیا ساتھیوں سے کہا اسے قتل کر دو انہوں نے اسے قتل کر دیا پھر حضور اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہو کر سارے واقعہ کی خبر دی۔ (بخاری، ج ۲، ص ۵۷۶، مسلم شریف، ج ۲، ص ۱۱۰)

حدیث نمبر 3:

حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے ایک نابینا کی کنیز ام ولد تھی اور وہ حضور اکرم ﷺ کو سب و شتم کیا کرتی تھی۔ اندھے نے اسے روکا لیکن وہ باز نہ آئی۔ نابینا صحابی نے اسے جھڑکا وہ پھر بھی نہ رکی ایک رات وہ کنیز حضور کی شان میں بے ادبی کرنے لگی وہ نابینا ایک ہتھیار لے کر آیا اور اس عورت کے پیٹ میں رکھا اور خود اس کے اوپر چڑھ گیا اور اس طرح اس عورت کو قتل کر دیا۔ جب صبح ہوئی تو حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں یہ واقعہ پیش ہوا حضور اکرم ﷺ نے لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا میں اس مرد کو قسم دیتا ہوں کہ وہ کھڑا ہو جائے جس نے یہ قتل کیا ہے۔ میرا اس پر حق ہے اس پر وہ نابینا صحابی کھڑا ہو گیا اور لوگوں کو پھاندتا ہوا اس حال میں آیا کہ وہ کانپ رہا تھا حتیٰ کہ حضور ﷺ کے آگے بیٹھ گیا۔ عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! اس کنیز کا میں مالک ہوں اور میں نے اس کا کام تمام کیا ہے وہ آپ ﷺ کو گالیاں دیتی تھی میں نے اسے روکا وہ نہ رکی میں نے اسے جھڑکا وہ باز نہ آئی اس سے میرے دو بیٹے ہیں موتیوں کی طرح اور وہ میری رفیقہ تھی۔ گزشتہ رات وہ آپ کی شان میں گستاخی کرنے لگی میں نے تلوار اس کے پیٹ پر رکھ دی اور خود اوپر چڑھ گیا۔ حتیٰ کہ میں نے اسے قتل کر دیا حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اے حاضرین مجلس خبردار تم گواہ ہو جاؤ اس عورت کا خون رائیگاں گیا۔

(ابوداؤد، ج ۲، ص ۲۴۳) (نسائی، ج ۲، ص ۱۵۱)

حدیث نمبر 4:

غزوہ بدر کے بعد نبی کریم ﷺ نے اسیران بدر کے بارے میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مشورہ طلب فرمایا سب سے پہلے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے عرض کی یا رسول اللہ یہ آپ کی قوم کے لوگ ہیں ان میں سے بعض آپ کے عزیز واقارب ہیں ان کو فدیہ لے کر چھوڑ دیں شاید ان میں سے کوئی مسلمان ہو جائے اور اسلام کو تقویت پہنچے اس طرح ان کے فدیے سے بھی دین کو تقویت پہنچے گی۔

حضور ان قیدیان جنگ پر احسان فرمائیں
کہ شاید بعض ان میں سے کبھی ایمان لے آئیں

بعدازاں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ یہ اسلام کے دشمن ہیں انہوں نے آپ ﷺ کو جھٹلایا ہے۔ آپ کو آپ کے وطن مالوف سے نکالا ہے لہذا فدیہ لینے کی بجائے ان کو قتل کر دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فدیہ سے بے نیاز کر دیا ہے۔ حضرت حمزہ عباس کو حضرت علی عقیل رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اور مجھے میرا رشتہ دار دیجئے میں اس کی گردن مار دوں۔

مناسب ہے کہ مسلم دین پر ہر چیز کو وارے
کہ ہر شخص اپنے رشتہ دار کو خود ہاتھ سے مارے

علامت نمبر 6۔ صحابہ سے محبت کرنا:

نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے محبت کرنا بھی آپ کی محبت کی ایک علامت ہے۔

حدیث نمبر 1:

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خدا

تعالیٰ میرے صحابہ میں سے چار سے محبت کرتا تھا اور اس نے مجھے بھی حکم دیا ہے کہ میں ان سے محبت کروں صحابہ نے عرض کی وہ کون ہیں فرمایا علی المرتضیٰ ابوذر غفاری سلمان فارسی اور مقداد بن اسود۔ (مسند امام احمد، ج ۵، ص ۳۵۱)

حدیث نمبر 2:

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَامِنْ اَحَدٍ مِّنْ اَصْحَابِیْ یَمُوْتُ بِاَرْضٍ اِلَّا بَعَثَ قَائِدًا وَ نُوْرًا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ ○

ترجمہ: میرے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے جو شخص جس زمین میں مرے گا وہاں سے اس حال میں اٹھایا جائے گا کہ وہ وہاں کے لوگوں کے لئے جنت کی طرف قائد ہوگا اور ان کے لئے نور ہوگا۔

حدیث نمبر 3:

نبی پاک ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ فَرَضَ عَلَیْکُمْ حُبَّ اَبِیْ بَکْرٍ وَ عُمَرَ وَ عُثْمَانَ وَ عَلِیٍّ کَمَا فَرَضَ عَلَیْکُمُ الصَّلَاۃَ وَالصِّیَامَ وَالْحَجَّ وَالزَّکٰوۃَ فَمَنْ اَبْغَضَ وَاحِدًا مِنْھُمْ فَلَا صَلَاۃَ وَلَا صِیَامَ لَہٗ وَلَا حَجَّ لَہٗ وَلَا زَکٰوۃَ لَہٗ وَیُحْشَرُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مِنْ قَبْرِہٖ اِلَی النَّارِ ○

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ تم پر صدیق اکبر، حضرت عمر، حضرت عثمان، اور حضرت علی رضوان اللہ علیہم اجمعین کی محبت فرض کر دی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے تم پر نماز روزہ حج اور زکوٰۃ فرض فرما دی جو ان چاروں میں سے کسی ایک سے بغض رکھے گا اس کی نماز روزہ حج اور زکوٰۃ قبول نہیں اور وہ قیامت کے دن قبر سے سیدھا دوزخ کی طرف لے جایا جائے گا۔ (مسند الفردوس، ج ۱، ص ۱۰۱)

حدیث نمبر 4:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے جو ابو بکر رضی اللہ عنہ سے محبت کرتا ہے وہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو گا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے محبت کرتا ہے وہ آپ کے ساتھ ہو گا جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے محبت کرتا ہے وہ آپ کے ساتھ ہو گا جو میرے ساتھ محبت کرتا ہے وہ میرے ساتھ ہو گا جو ان چاروں سے محبت کرتا ہے تو یہ چاروں جنت کی طرف اس کے قائد ہوں گے۔

(کنز العمال، ج ۱۳، ص ۲۴۳)

حدیث نمبر 5:

عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ قیامت کے دن کچھ لوگ خدا کی بارگاہ میں کھڑے کئے جائیں گے اللہ فرمائے گا فرشتو ان کو دوزخ کی طرف لے جاؤ۔ فرشتے ان کو جہنم کے قریب کر دیں گے اور مالک جہنم ان کو پکڑنے لگے گا اللہ تعالیٰ رحمت کے فرشتوں سے فرمائے گا ان کو واپس لے آؤ ان کو واپس لے آؤ وہ دیر تک خدا کی بارگاہ میں کھڑے رہیں گے۔ پھر اللہ فرمائے گا اے میرے بندو گناہوں کی بنا پر تمہیں دوزخ کی طرف لے جایا گیا اور اب میں نے تمہارے سارے گناہ اس لئے معاف کئے کہ تم ابو بکر اور عمر رضوان اللہ علیہم اجمعین سے محبت کرتے تھے۔ (کنز العمال، ج ۱۳، ص ۱۷)

علامت نمبر 7۔ اہلبیت سے محبت

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلبیت سے محبت بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی نشانی ہے ان سے محبت کرنے سے خدا کا نبی خوش ہو جاتا ہے چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث نمبر 1:

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک ضرورت کے لئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ گھر سے اس حال میں آئے کہ آپ ایک چیز کے اندر لپٹے ہوئے تھے۔ جس سے میں ناواقف تھا جب میں آپ سے اپنی ضرورت عرض کر چکا اور اپنی حاجت سے فارغ ہو گیا تو میں نے پوچھا حضور ﷺ! آپ کیا چیز لئے ہوئے ہیں۔ آپ نے اس چیز کو کھول دیا تو وہ امام حسن اور امام حسین رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے جو آپ کی دونوں بغلوں میں تھے۔ پھر آپ نے فرمایا یہ دونوں میرے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں اے اللہ میں ان سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر اور جو شخص ان سے محبت کرے تو اس سے محبت کر۔ (مشکوٰۃ، ج ۳، ص ۲۷۵)

حدیث نمبر 2:

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا امام حسن اور امام حسین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں جس شخص نے ان دونوں سے محبت کی میں اس سے محبت کرتا ہوں اور جس سے میں محبت کروں اس سے اللہ محبت کرتا ہے اور جس سے اللہ تعالیٰ محبت کرے خدا اس کو جنت نعیم میں داخل کرے گا اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا اس نے اللہ تعالیٰ سے بغض رکھا اور جس نے اللہ سے بغض رکھا خدا اسے جہنم میں دائمی عذاب میں مبتلا کرے گا۔

(طبرانی کبیر، ج ۳، ص ۵۰)

حدیث نمبر 3:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِى الْقُرْبٰى ۝

ترجمہ: اے محبوب تم فرما دو میں تبلیغ پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا مگر یہ کہ میرے رشتہ داروں سے محبت کرو۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کی آپ کے رشتہ دار کون ہیں جن کی محبت ہم پر فرض ہے فرمایا وہ علی، فاطمہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ان کے دو بیٹے یعنی امام حسن اور امام حسین رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔

(طبرانی کبیر، ج ۳، ص ۴۷)

حدیث نمبر 4:

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا سے محبت کرو کہ وہ تمہیں اپنی نعمتوں سے پالتا ہے اور مجھ سے محبت کرو خدا کی محبت کی وجہ سے اور میری اہلبیت سے محبت کرو۔ میری محبت کی وجہ سے (طبرانی کبیر، ج ۳، ص ۴۶)

حدیث نمبر 5:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے حسن اور حسین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔

مَنْ اَحَبَّنِىْ وَاَحَبَّ هٰذَيْنِ وَاَبَاهُمَا وَاُمَّهُمَا كَانَ مَعِىْ فِىْ دَرَجَتِىْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۝

ترجمہ: جس نے مجھ سے اور ان دونوں سے ان کے باپ اور ان کی والدہ سے محبت کی وہ قیامت کے دن میرے درجہ میں ہوگا۔ (ترمذی)

حدیث نمبر 6:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جب شہر مدائن فتح ہوا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مسجد میں

چرمی فرش بچھا کر اس پر مال غنیمت جمع کیا سب سے پہلے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور فرمایا اے امیر المومنین اللہ تعالیٰ نے جو ہمارا حق مقرر فرمایا ہے وہ عطا کرو۔ آپ نے ان کو ایک ہزار درہم عطا فرمائے۔ ان کے جانے کے فوراً بعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ تشریف لائے ان کو بھی ایک ہزار درہم دیئے پھر ان کے جانے کے بعد ان کے اپنے صاحبزادے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ آئے ان کو پانچ سو درہم دیئے۔ انہوں نے عرض کی یا امیر المومنین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں میں جوان تھا اور آپ کے ساتھ رہ کر کافروں سے جہاد کرتا تھا۔ حسنین رضوان اللہ علیہم اجمعین اس وقت بچے تھے اور مدینہ کی گلیوں میں کھیلا کرتے تھے۔ آپ نے ان کو ہزار ہزار درہم دیئے ہیں اور مجھے پانچ سو درہم دیئے ہیں۔ آپ نے فرمایا بیٹا پہلے وہ مقام اور فضیلت حاصل کرو جو امامین کریمین کو حاصل ہے پھر ہزار درہم کا مطالبہ کرنا ان کے باپ علی المرتضیٰ ہیں ان کی ماں فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا ہیں نانا اللہ کا رسول نانی خدیجۃ الکبریٰ چچا جعفر طیار پھوپھی ام ہانی ماموں ابراہیم خالہ رقیہ ام کلثوم دختران پیغمبر اسلام یہ سن کر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے۔ اس واقعہ کی خبر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو پہنچی۔ انہوں نے فرمایا میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اہل جنت کے چراغ ہیں ان کے اس فرمانے کی خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ہوئی وہ مسلمانوں کا ایک گروہ لے کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دروازے پر آئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ باہر تشریف لائے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا اے علی رضی اللہ عنہ! تم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا عمر رضی اللہ عنہ اہل جنت کا چراغ ہیں انہوں نے کہا ہاں میں نے آپ سے سنا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ حدیث مجھے اپنے ہاتھ سے لکھ کر عطا کر دیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے لکھا۔

یہ وہ بات ہے جس کے ضامن ہوئے علی المرتضیٰ واسطے عمر بن خطاب

کے کہ رسول خدا نے فرمایا ان سے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ان سے اللہ تعالیٰ نے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اہل جنت کے چراغ ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ فرمان لے لیا اور اپنی اولاد کو وصیت کی میری وفات کے بعد یہ میرے کفن میں رکھ دینا چنانچہ آپ کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے وہ فرمان آپ کے کفن میں رکھ دیا گیا۔

(الریاض النضرۃ، ج ا، ص ۲۸۲)

اللہ اللہ نبی کا گھرانہ یہ گھرانہ وراء الوریٰ ہے
اس میں حسنین ہیں فاطمہ ہے اس گھرانے میں مشکل کشا ہے
کعبۂ عشق کا ہوں نمازی ان کی نظر عنایت پہ راضی
میری تربت پہ لکھ دینا کاتب پنج تن کا میں ادنیٰ گدا ہوں

علامت نمبر 8۔ آپ کی امت سے محبت:

نبی کریم کی امت کے افراد سے محبت بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی علامت ہے آپ کی امت کو بڑے فضائل حاصل ہیں چند احادیث پیش خدمت ہیں۔

حدیث نمبر 1:

جب قیامت کے دن اللہ ساری مخلوق کو جمع فرمائے گا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو سجدہ کرنے کی اجازت دی جائے گی وہ لمبا سجدہ کریں گے پھر ان سے کہا جائے گا اپنے سر کو اٹھاؤ میں نے تمہاری تعداد کے مطابق کافروں کو تمہارا فدیہ بنا کر ان کو دوزخ میں داخل کر دیا۔ (کنز العمال، ج ۱۲، ص ۱۵۸)

حدیث نمبر 2:

اَهْلُ الْجَنَّةِ مِائَةٌ وَّعِشْرُوْنَ صَفًّا ثَمَانُوْنَ مِنْهَا مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ وَالْاَرْبَعُوْنَ مِنْ سَائِرِ الْاُمَمِ ○

ترجمہ: اہل جنت کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی اسی صفیں اس امۃ کی باقی چالیس صفیں تمام امتوں کی ہوں گی۔ (کنز العمال ج ۱۲، ص ۱۶۷)

حدیث نمبر 3:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن ایک بڑی جماعت ظاہر ہو گی جن کے اعضاء چمک رہے ہوں گے ان کا نور مثل آفتاب ہو گا اور انہوں نے آسمان کے کناروں کو گھیر رکھا ہو گا ایک منادی ندا کرے گا اَلنَّبِیُّ الْاُمِّیُّ آواز آئے گی ہر نبی امی ہے کہا جائے گا محمد ﷺ اور ان کی امت اور یہ جماعت بغیر حساب وعذاب داخل جنت ہو جائے گی۔ پھر ایک اور بڑی جماعت ظاہر ہو گی ان کا نور مثل چاند کے ہو گا اور ان کے اعضاء چمک رہے ہوں گے اور انہوں نے آسمان کے کناروں کو گھیر رکھا ہو گا ایک منادی پکارے گا اَلنَّبِیُّ الْاُمِّیُّ آواز آئے گی ہر نبی امی ہے کہا جائے گا محمد رسول اللہ ﷺ اور ان کی امت یہ جماعت بھی بغیر حساب وعذاب جنت میں داخل ہو جائے گی پھر ایک اور بڑی جماعت ظاہر ہو گی جن کے اعضا چمک رہے ہوں گے ان کا نور بڑے ستارے کی مانند ہو گا ایک منادی ندا کرے گا اَلنَّبِیُّ الْاُمِّیُّ آواز آئے گی ہر نبی امی ہے کہا جائے گا محمد ﷺ اور ان کے امتی پھر یہ جماعت بھی بغیر حساب اور عذاب کے جنت میں داخل ہو جائے گی پھر خدا تعالیٰ نزول اجلال فرمائے گا پھر میزان رکھا جائے گا اور مخلوق کا حساب ہو گا۔ (کنز العمال، ج ۱، ص ۱۷۳)

حدیث نمبر 4:

حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا اس امت کا حشر قیامت کے دن تین اقسام پر ہو گا ایک قسم وہ ہو گی جو بغیر حساب داخل جنت ہو گی دوسری قسم وہ ہو گی جو آسان حساب کے بعد داخل جنت ہو گی اور تیسری قسم وہ ہو گی جن پر پہاڑوں کی

طرح گناہوں کا بوجھ ہوگا اور وہ اس بوجھ کی وجہ سے دبے جا رہے ہوں گے وہ گھسٹتے ہوئے چلیں گے اللہ تعالیٰ علم ہونے کے باوجود فرشتوں سے پوچھے گا یہ کون ہیں وہ کہیں گے اے ہمارے رب یہ تیرے وہ بندے ہیں جو تیری عبادت کرتے تھے اور تیرا شریک نہ ٹھہراتے تھے اللہ فرمائے گا ان کے گناہ یہود ونصاریٰ پر لاد دو اور ان کو میری رحمت سے جنت میں داخل کر دو۔ (کنز العمال، ج ۱۲، ص ۱۶۹)

حدیث نمبر 5:

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی مخلوق میں تین سو آدمی (اولیاء کرام) ایسے ہیں جن کے دل مثل قلب آدم علیہ السلام ہیں چالیس ایسے ہیں جن کے دل مثل قلب حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں سات ایسے ہیں جن کے دل مثل قلب حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں پانچ ایسے ہیں جن کے دل مثل قلب حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں اور تین ایسے ہیں جن کے دل مثل قلب حضرت میکائیل علیہ السلام ہیں اور ایک ایسا ہے جس کا دل مثل قلب حضرت اسرافیل علیہ السلام ہے جب ایک کا انتقال ہو جاتا ہے تو اس کی کمی تین میں سے پوری کی جاتی ہے اور جب تین میں سے کوئی فوت ہو جائے تو اس کی کمی پانچ میں سے پوری کی جاتی ہے اور اگر پانچ میں سے کوئی فوت ہو جائے تو اس کی کمی سات میں سے پوری کی جاتی ہے اور اگر سات میں سے کوئی فوت ہو جائے تو اس کی کمی چالیس میں سے پوری کی جاتی ہے اور چالیس میں سے کوئی فوت ہو جائے تو اس کی کمی تین سو میں سے پوری کی جاتی ہے اور اگر تین سو میں سے کوئی فوت ہو جائے تو اس کی کمی عوام الناس سے پوری کی جاتی ہے انہیں کی برکت سے موت وحیات کا سلسلہ جاری ہے بارش برستی ہے سبزہ پیدا ہوتا ہے اور مصائب وآلام دور ہوتے ہیں۔ (کنز العمال، ج ۱۲، ص ۱۹۴)

حدیث نمبر 6:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَکْرِمُوا الْعُلَمَاءَ فَاِنَّھُمْ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ فَمَنْ اَکْرَمَھُمْ فَقَدْ اَکْرَمَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ ○

علماء کی عزت کرو یہ انبیاء کے وارث ہیں جس نے ان کی عزت کی اس نے اللہ اور رسول کی عزت کی۔ (مسند الفردوس)

اس امت کے اولیاء کرام علماء عظام صدیقین اور شہداء اور صلحا وہ مقدس ہستیاں ہیں جن کی زیارت عبادت ہے خدا اور رسول کی بارگاہ کے مقبول ہیں ان سے محبت کرنے والا خوش نصیب ہے ان کے فیوض و برکات سے بے شمار لوگ مستفید اور مستفیض ہو جاتے ہیں اتنے نیک لوگ کسی اور نبی کی امت میں نہیں یہ امت بے مثل ہے کیونکہ ان کا رسول بے مثل ہے۔

علامت نمبر 9:

روزانہ قرآن کی تلاوت کرنا اور اس کے احکامات پر عمل کرنا بھی نبی کریم ﷺ کی محبت کی علامت ہے چند احادیث پیش خدمت ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث نمبر 1:

اِذَا خَتَمَ الْعَبْدُ الْقُرْآنَ صَلّٰی عَلَیْہِ عِنْدَ خَتْمِہٖ سِتُّوْنَ اَلْفُ مَلَکٍ ○

(کنز العمال، ج۱، ص ۵۱۰)

ترجمہ: جب بندہ قرآن ختم کرتا ہے تو ساٹھ ہزار فرشتے اس کے لئے دعائے رحمت کرتے ہیں۔

حدیث نمبر 2:

صاحب قرآن جب قرآن ختم کرتا ہے تو اس کی ایک دعا خدا کی بارگاہ

میں قبول ہوتی ہے اور اس کے لئے جنت میں ایک درخت لگا دیا جاتا ہے جو اتنا بلند ہوگا کہ اس کی جڑ سے ایک کوا اڑنا شروع کرے تو بڑھاپے تک اس کی شاخ تک نہیں پہنچ سکتا۔ (کنز العمال، ج ۱، ص ۵۱۳)

حدیث نمبر 3:

جو آدمی دن کے شروع میں قرآن ختم کرے تو شام تک فرشتے اس کے لئے دعائے رحمت کرتے ہیں اور اگر دن کے آخری حصہ میں قرآن ختم کرے تو صبح تک فرشتے دعائے رحمت کرتے ہیں۔ (کنز العمال، ج ۱، ص ۵۱۴)

حدیث نمبر 4:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے جو قرآن اور میرے ذکر میں مشغول رہا اسے میں مانگنے والوں سے زیادہ دیتا ہوں اور اللہ کے کلام کی فضیلت تمام کلاموں پر ایسی ہے جیسے اللہ کی فضیلت تمام مخلوق پر۔ (کنز العمال، ج ۱، ص ۵۲۰)

حدیث نمبر 5:

مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فَحَفِظَهٗ فَاسْتَظْهَرَهٗ وَاَحَلَّ حَلَالَهٗ وَحَرَّمَ حَرَامَهٗ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ وَشَفَّعَهٗ فِيْ عَشَرَةٍ مِّنْ اَهْلِ بَيْتِهٖ كُلُّهُمْ قَدِ اسْتَوْجَبَ النَّارَ ○

(کنز العمال، ج ۱، ص ۵۲۱)

جس نے قرآن پڑھا حفظ کیا اور یاد رکھا اور اس کے حلال کو حلال جانا اور حرام کو حرام جانا اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا اور اس کے گھر والوں میں سے دس ایسے آدمیوں پر اس کی شفاعت قبول فرمائے گا جن پر جہنم واجب ہو چکی ہوگی۔

حدیث نمبر 6:

مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ وَ عَمِلَ بِمَا فِيْهِ اُلْبِسَ وَالِدَاهُ تَاجًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ضَوْءُهٗ

اَحْسَنَ مِنْ ضَوْءِ الشَّمْسِ فِیْ بُیُوْتِ الدُّنْیَا لَوْ کَانَ فِیْکُمْ فَمَا ظَنُّکُمْ بِالَّذِیْ عَمِلَ بِھٰذَا۔ (کنز العمال، ج۱،ص ۵۲۱)

جس نے قرآن پڑھا اور اس کے احکام پر عمل کیا اس کے والدین کو ایسا تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی آفتاب سے بہتر ہوگی اگر وہ آفتاب تمہارے گھروں میں۔ پس کیا خیال تمہارا اس کے متعلق جو خود عامل ہے۔

حدیث نمبر 7:

اَفْضَلُ عِبَادَۃُ اُمَّتِیْ قِرَاۃُ الْقُرْآنَ نَظْرًا (کنزل العمال، ج۱،ص ۵۲۶)

ترجمہ: میری امت کی زیادہ فضیلت والی عبادت قرآن کو دیکھ کر پڑھنا ہے۔

حدیث نمبر 8:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا۔

یَا عَلِیُّ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَہُ النَّاسَ فَاِنْ مِتَّ حَجَّتِ الْمَلَائِکَۃُ اِلٰی قَبْرِکَ کَمَا تَحُجُّ النَّاسُ اِلٰی بَیْتِ اللّٰہِ ○ (کنزل العمال، ج۱،ص ۵۳۱)

ترجمہ: اے علی (کرم اللہ وجہہ)! قرآن پڑھو اور لوگوں کو پڑھاؤ جب تمہاری وفات ہوگی فرشتے تمہاری قبر کا اس طرح حج کریں گے جس طرح کعبہ کا حج کرتے ہیں۔

حدیث نمبر 9:

مَنْ تَلَا آیَۃً مِنْ کِتَابَ اللّٰہِ کَانَتْ لَہٗ نُوْرًا یَوْمَ الْقِیَامَۃَ وَمَنِ اسْتَمَعَ الْاٰیَۃَ مِنْ کِتَابَ اللّٰہِ کُتِبَتْ لَہٗ حَسَنَۃً مُضَاعِفَۃً ○ (کنز العمال، ج۱،ص ۵۳۴)

ترجمہ: جس نے کتاب اللہ سے ایک آیت کی تلاوت کی قیامت کے دن اس کے لئے نور ہوگا اور جس نے کتاب اللہ سے ایک آیت سنی اس کے لئے دگنی نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

حدیث نمبر 10:

مَنْ قَرَاَ مِائَتَیْ آیَةٍ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ نَظْرًا شَفَعَ فِیْ سَبْعَةِ قُبُوْرٍ حَوْلَ قَبْرِهٖ

(کنزالعمال، ج ۱، ص ۵۳۷)

ترجمہ: جو روزانہ دو سو آیات دیکھ کر پڑھے اس کی قبر کے اردگرد سات اہل قبور کے حق میں اس کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

حدیث نمبر 11:

مَنْ قَرَاَ اَلْفَ آیَةٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ کُتِبَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مَعَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِیْقًا ○

(کنزالعمال، ج ۱، ص ۵۳۷)

ترجمہ: جس نے فی سبیل اللہ ایک ہزار آیات تلاوت کیں اسے قیامت کے دن نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور صالحین کی ہمراہی میں لکھ دیا جائے گا اور ان کی رفاقت بہت اچھی ہے۔

حدیث نمبر 12:

قرآن اپنے پڑھنے والے کے لئے بہترین شفیع ہے۔ قیامت کے دن قرآن کہے گا اے میرے رب اسے تاج کرامت سے مشرف فرما اسے عزت کا تاج پہنا دیا جائے گا پھر کہے گا یا اللہ اس میں زیادتی کر خدا اسے عزت کا لباس پہنا دے گا پھر کہے گا یاالٰہی زیادتی فرما اس سے اس طرح راضی ہو جا کہ اس کے بعد کوئی شے اس کو نقصان نہ دے۔ (کنزالعمال، ج ۱، ص ۵۴۰)

حدیث نمبر 13:

جو نماز میں کھڑے ہو کر قرآن پڑھے اسے ہر حرف کے بدلے سو نیکیاں

ملتی ہیں جو نماز میں بیٹھ کر پڑھے اسے پچاس نیکیاں ملتی ہیں اور جو نماز کے علاوہ پڑھے اسے ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں ملتی ہیں۔ (کنز العمال، ج ا، ص ۵۴۱)

حدیث نمبر 14:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے معاذ اگر تو سعادت کی زندگی بسر کرنا چاہتا ہے اور شہادت کی موت چاہتا ہے حشر کے دن نجات، خوف کے دن امن، تاریکی کے دن روشنی، گرمی کے دن سایہ، پیاس کے دن سیرابی، قیامت کے دن اپنا میزان بھاری اور گمراہی کے دن ہدایت چاہتا ہے۔

فَادْرِسُ الْقُرْآنَ فَاِنَّهٗ ذِكْرُ الرَّحْمٰنِ وَحِرْزٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ وَرُجْحَانٌ فِي الْمِيْزَانِ ○

ترجمہ: قرآن پڑھو یہ رحمٰن کا ذکر ہے شیطان سے بچاتا ہے اور میزان کو بھاری کرتا ہے۔ (کنز العمال، ج ا، ص ۵۴۵)

حدیث نمبر 15:

مومنوں کے گھر عرش کی طرف چراغ کی مانند ہیں اور ساتوں آسمان کے مقرب فرشتے ان کو پہچانتے ہیں اور کہتے ہیں هٰذَا النُّوْرُ مِنْ بُيُوْتَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّتِيْ يُتْلٰى فِيْهَا الْقُرْآنَ ○ (ج ا، ص ۵۵۴)

ترجمہ: یہ روشنی مومنوں کے ان گھروں کی ہے جن میں قرآن پڑھا جاتا ہے۔

ان احادیث کے پڑھنے سے آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ قرآن کی تلاوت کے کس قدر فائدے ہیں لیکن لوگوں کی اکثریت غفلت کا شکار ہے وہ دن رات دنیا کمانے کی فکر میں رہتے ہیں اور اس کے لئے ہر جائز اور ناجائز طریقہ استعمال کرتے ہیں۔ آخرت کی فکر بہت کم لوگوں کو ہے قرآن میں دین و دنیا کی کامیابی کا راز مضمر ہے لیکن ہم روزانہ اخبار تو پڑھ لیتے ہیں ٹی۔ وی پر خبروں کا

پروگرام تو دیکھ لیتے ہیں مگر یہ کبھی کسی کے حاشیہ خیال میں بھی نہیں کہ ہمارے دن کی ابتداء قرآن کی تلاوت سے ہونی چاہیے۔ قرآن کی تلاوت تمام دنیاوی تفکرات کا علاج ہے سکون و اطمینان کا ذریعہ ہے۔ معاشی بدحالی کا مداوا ہے ذرا ماضی کے آئینے میں جھانک کر دیکھو جن خوش نصیب لوگوں نے قرآن کو پڑھا، سمجھا اور اس کے احکامات کی پابندی کی دنیا کے ہر میدان میں کامیابی نے ان کے قدم چومے اور آج ہم نے قرآن سے منہ موڑ لیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کفار، یہود، ہنود مسلمانوں کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہیں۔

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر
ہم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر

خدا تعالیٰ مسلمانوں کو توفیق عطا فرمائے کہ وہ قرآن کو پڑھیں سمجھیں اور اس کے رہنما اصولوں کے مطابق زندگی بسر کریں۔

علامت نمبر 10۔ رسول خدا کی تعظیم و توقیر کرنا:

رسول اللہ ﷺ کی تعظیم و توقیر بھی آپ سے محبت کی علامت ہے۔ قرآن کے انداز بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان کے بعد نبی کریم ﷺ کی تعظیم کا حکم دیا گیا ہے چند آیات ملاحظہ فرمائیں۔

آیت نمبر 1:

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ○

ترجمہ: تاکہ تم لوگ ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر اور تعظیم و توقیر کرو رسول اللہ ﷺ کی۔

آیت نمبر 2:

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے ان پر اور ان کی تعظیم کی اور ان کی مدد کی اور پیروی کی اس نور کی جو ان کے ساتھ اتارا گیا یہی لوگ نجات یافتہ ہیں۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ نبی کریم ﷺ کی تعظیم و توقیر کے بغیر نجات ممکن نہیں۔

آیت نمبر 3:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ ......الخ

ترجمہ: اے ایمان والو! نبی کریم ﷺ کی آواز سے اپنی آوازوں کو اونچا نہ کرو۔

اس آیت میں ادب سکھایا گیا کہ اپنی آوازوں کو نبی کی آواز سے اونچا نہ کرو ورنہ تمہارے عمل ضائع ہو جائیں گے۔

آیت نمبر 4:

وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ ○

ترجمہ: اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور ان کی تعظیم کرو۔

آیت نمبر 5:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ○

ترجمہ: اے ایمان والو! پیش دستی نہ کرو اللہ اور اس کے رسول کے روبرو اور اللہ سے ڈرو۔

مقصود اس آیت سے یہ ہے کہ مسلمانوں کو ادب سکھایا جائے کہ کسی قول

وفعل میں رسول خدا سے پہل نہ کریں۔

آیت نمبر 6:

یَـٰٓأَیُّهَا ٱلَّذِینَ ءَامَنُوا۟ لَا تَقُولُوا۟ رَٰعِنَا وَقُولُوا۟ ٱنظُرْنَا وَٱسْمَعُوا۟ وَلِلْكَـٰفِرِینَ عَذَابٌ أَلِیمٌ ○

ترجمہ: اے ایمان والو! راعنا نہ کہو اور یوں عرض کرو کہ حضور اکرم ﷺ ہم پر نظر رکھیں اور پہلے ہی سے بغور سنو اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نبی کریم ﷺ کی مجلس میں بیٹھ کر آپ ﷺ کا وعظ سنا کرتے جب کوئی بات اچھی طرح سمجھ میں نہ آتی تو عرض کرتے راعنا یعنی ہماری رعایت کیجئے اور مکرر فرمایئے لیکن یہودی کہتے راعینا یعنی اے ہمارے چرواہے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اس بات کو سمجھ گئے اور ان گستاخوں سے کہنے لگے اے دشمنان خدا اب اگر میں نے تم سے یہ لفظ سنا تو بخدا میں تم کو قتل کر دوں گا وہ بولے تم خود بھی تو یہی کہتے ہو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی جس کے معنے ہیں کہ اے مسلمانو! تم یہ لفظ راعنا چھوڑ دو اور اس کی جگہ انظرنا کہا کرو اور اول ہی سے غور سے سنا کرو تا کہ تمہیں مکرر کہنے کی ضرورت محسوس نہ ہو اور یہودی جو بری نیت سے اور گستاخی کی غرض سے راعینا کہتے ہیں وہ کافر ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کے نزدیک نبی کریم ﷺ کی تعظیم کو ملحوظ خاطر نہ رکھنے والا گستاخ واجب القتل ہے۔ اس آیت میں بھی پہلے ایمان کا ذکر ہوا بعد میں نبی کی بارگاہ کا ادب و احترام سکھایا گیا۔

حضور سرور کائنات اعظم شعائر اللہ ہیں اور خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَن یُعَظِّمْ شَعَـٰٓئِرَ ٱللَّهِ فَإِنَّهَا مِن تَقْوَى ٱلْقُلُوبِ ○

ترجمہ: جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرتا ہے تو یہ دلوں کا تقویٰ ہے۔

حدیث:

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا ایک بار میں مسجد نبوی میں کھڑا تھا کسی نے مجھے کنکری ماری میں نے دیکھا تو وہ عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب تھے انہوں نے کہا جاؤ ان دو آدمیوں کو لے آؤ۔ جب میں ان دونوں کو آپ کے پاس لے گیا تو پوچھا تم کون ہو انہوں نے کہا ہم طائف کے رہنے والے ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر تم اس شہر کے رہنے والے ہوتے تو میں تمہیں سزا دیتا اس لئے کہ تم مسجد نبوی میں آواز بلند کرتے ہو۔ (بخاری)

اس حدیث سے پتہ چلا کہ مسجد نبوی میں بلند آواز سے بات کرنا بے ادبی ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کو کنکری مار کر اپنی طرف متوجہ کیا۔ آواز نہیں دی اس لئے کہ وہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحیات ابدی تشریف رکھتے ہیں۔ اندازہ لگایئے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کتنا ادب واحترام کرتے ہیں۔

ادب نبی تھیں تو مومن ہوویں بے ادب سدون کمینے
بے ادباں دی بخشش ناہیں توڑے مرن او وچہ مدینے

جب ملائکہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا اور شیطان نے انکار کر دیا شیطان تھا ناری رہتا تھا نوریوں میں، تھا دوزخی رہتا تھا جنتیوں میں تھا مردود رہتا تھا مقبولوں میں اس کا ناری دوزخی اور مردود ہونا اس وقت معلوم ہوا جب اس نے نبی کی تعظیم کا انکار کیا۔ اب یہاں سے دو گروہ شروع ہو گئے ایک گروہ مقبولوں کا جنہوں نے نبی کی تعظیم کی دوسرا گروہ مردود شیطان کا جس نے نبی کی تعظیم کا انکار کیا نتیجہ یہ نکلا جو نبی کی تعظیم کرے وہ مقبول اور جنتی اور جو نبی کی تعظیم وتوقیر نہ کرے وہ مردود اور دوزخی ہے۔ ہمیں چاہیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب واحترام ملحوظ خاطر رکھیں اور آپ کی بے ادبی کرنے والے شیطانوں سے دور رہیں یہی ایمان کا تقاضا ہے۔

علامت نمبر 11۔ تبرکات کا ادب واحترام:

نبی کریم ﷺ کے تبرکات کا ادب واحترام بھی نبی کریم ﷺ سے محبت کی ایک علامت ہے چند احادیث سنئے۔

حدیث نمبر 1:

حضرت سہل بن سعد فرماتے ہیں ایک عورت ایک چادر لے کر حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! یہ چادر میں نے اپنے ہاتھوں سے بنی ہے اور آپ کے لئے لائی ہوں۔ آپ ﷺ نے قبول فرمائی پھر اسے بطور تہبند باندھ کر ہماری طرف تشریف لائے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے ایک نے دیکھ کر عرض کی کیا ہی اچھی چادر ہے یا رسول اللہ ﷺ یہ مجھے پہنا دیجئے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا بہت اچھا۔ چنانچہ کچھ دیر کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مجلس سے اٹھ کر چلے گئے پھر واپس آئے تو چادر لپٹی ہوئی آپ کے پاس تھی وہ آپ نے اس سائل صحابی کے پاس بھیج دی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس سے کہا کہ تو نے چادر کا سوال کر کے اچھا نہیں کیا حالانکہ تجھے معلوم ہے کہ آپ کسی کا سوال رد نہیں فرماتے اور اس وقت حضور اکرم ﷺ کو اس کی ضرورت تھی۔ اس آدمی نے کہا:

وَاللهِ مَا سَأَلْتُهَا اِلَّا لِتَكُوْنَ كَفَنِيْ يَوْمَ اَمُوْتُ ○

(بخاری، ج ۱، ص ۲۲۱)

ترجمہ: خدا کی قسم! میں نے یہ سوال اس لئے کیا ہے کہ جب میری وفات ہوگی تو اس کو بطور کفن لوں گا۔

حضرت سہل فرماتے ہیں وہی چادر اس کا کفن بنی۔

حدیث نمبر 2:

علامہ جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس حضور نبی کریم ﷺ کے کچھ موئے مبارک اور کچھ ناخن کے تراشے تھے جب ان کی وفات قریب ہوئی تو آپ نے وصیت فرمائی کہ یہ چیزیں میرے منہ اور آنکھوں پر رکھ دینا اور پھر میرا معاملہ ارحم الراحمین کے سپرد کر دینا۔ (تاریخ الخلفاء، ص ۱۵۲)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ان تبرکات کو اپنے ساتھ اس لئے لے گئے کہ ان کی برکت سے خدا میری تقصیرات کو معاف فرما دے گا اور میری قبر میں خدا کی رحمت نازل ہوگی کیونکہ جہاں انبیاء علیہم السلام کے تبرکات ہوں وہاں خدا کی رحمت نازل ہوتی ہے چنانچہ خطیب بغدادی نے لکھا ہے کہ:

حضرت تمیم داری نے حضور ﷺ سے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! میں نے روم کے شہر انطاکیہ میں جتنی بارش ہوتی دیکھی ہے اتنی کسی شہر میں نہیں دیکھی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس شہر میں ایک غار میں تورات، عصائے موسیٰ علیہ السلام، الواح کے ٹکڑے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا دستر خوان موجود ہے۔ جب بادل ان تبرکات کے بالمقابل آتا ہے تو اپنی تمام برکات وہاں نازل کر دیتا ہے۔ (تاریخ بغداد، ج ۹، ص ۴۷۱)

لہٰذا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نبی کریم ﷺ کے تبرکات اس لئے قبر میں اپنے ساتھ لے جاتے تاکہ ان تبرکات کی برکات قبر میں نصیب ہوں۔

حدیث نمبر 3:

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے مجھے خالد بن سفیان کو قتل کرنے کے لئے بھیجا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب میں اسے قتل کر کے واپس آیا۔ آپ نے مجھے ایک عصا مبارک عطا فرمایا اور ارشاد

فرمایا اس کے ساتھ جنت میں چلے جانا وہ عصا حضرت عبداللہ کے پاس رہا جب ان کی وفات ہوئی تو ان کی وصیت کے مطابق وہ عصا ان کے کفن میں رکھ دیا گیا پھر ان کو دفن کر دیا گیا۔ (مجمع الزوائد، ج ٦، ص ٢٠٣)

حدیث نمبر 4:

حضرت ابو عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ احمد بن فضلویہ بڑے زاہد اور غازی تھے اور بڑے تیر انداز تھے ان کے پاس ایک کمان تھی جس کو حضور اکرم ﷺ نے اپنے ہاتھ مبارک میں پکڑا تھا فرماتے ہیں۔

مَامَسَسْتُ الْقَوْسَ بِيَدِیْ اِلَّا عَلٰی طَهَارَةٍ مُنْذُ بَلَغَنِیْ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ اَخَذَا لْقَوْسَ بِيَدِهٖ۔ (شفا شریف، ج ٢، ص ٤٤)

ترجمہ: جب سے مجھ کو یہ معلوم ہوا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس کمان کو ہاتھ میں لیا ہے میں نے اس کو بے وضو نہیں چھوا۔

اس عظیم الشان مجاہد کی عقیدت و محبت کا اندازہ کیجئے کہ اس کمان کو بغیر وضو ہاتھ نہیں لگاتے جس کو نبی کریم ﷺ کا ہاتھ لگ چکا تھا اسی ادب و احترام کا نتیجہ تھا کہ وہ اس فن میں مشہور اور نیک نام ہو گئے۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس حضور ﷺ کے کچھ تبرکات تھے انہوں نے ان کو ایک کمرے میں محفوظ رکھا تھا اور ہر روز ایک بار ان کی زیارت کیا کرتے تھے۔ اگر کوئی نیک اور شریف آدمی ان کے پاس آتا تو اس کو بھی ان کی زیارت کراتے تھے اور فرماتے تھے کہ میری میراث یہی ہے اللہ ان کی برکات سے تمہیں بھی عزت دے۔ کہتے ہیں کہ اس کمرے میں ایک چارپائی، چمڑے کا تکیہ جس میں خرما کی چھال بھری ہوئی تھی

ایک جوڑہ موزہ، لحاف اور چکی اور ایک ترکش جس میں چند تیر تھے لحاف میں حضور علیہ السلام کے سر کی چکنائی کا اثر تھا ایک شخص کو سخت بیماری لاحق ہوگئی۔ جس سے شفا نہ ہوتی تھی حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خدمت میں التماس کی گئی تو آپ کی اجازت سے اس کی چکنائی میں سے کچھ دھو کر بیمار کی ناک میں ٹپکا دیا گیا وہ شفایاب ہوگیا۔ (مدارج النبوت)

حدیث نمبر 5:

حضرت اسماء بنت صدیق اکبر رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پاس حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک جبہ تھا وہ فرماتی ہیں کہ اس جبہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پہنا کرتے تھے ہم اسے دھو کر بیماروں کو وہ پانی پلاتے ہیں تو ان کو شفا ہو جاتی ہے۔

(مسلم۔ ابن ماجہ)

الغرض نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات کا ادب واحترام باعث سعادت ہے اور آپ کی محبت کی علامت ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

"بے مثل رسول" (حصہ اول)

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰٓی اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰـھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ ○

ترجمہ: تم فرما دو کہ ظاہری صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں مجھے وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہے۔

مخلوق کی دو اقسام میں مکلف اور غیر مکلف، مکلف مخلوق غیر مکلف سے افضل ہے۔ مکلف مخلوق چار طرح کی ہیں۔ ملائکہ، انسان، جن اور شیطان اور باقی مخلوق غیر مکلف ہے۔

ملائکہ:

ان کے اجسام ہواتی ہیں اور روحیں نورانی ہیں اس لئے یہ ہوا میں تیزی سے اڑتے ہیں ان میں عرش کو اٹھانے کی طاقت ہے اس لئے کہ ہوا چیزوں کو اٹھا لیتی ہے۔ یہ عالم سموات کے ساکن ہیں۔

شیاطین:

یہ کافر ہیں خدا فرماتا ہے۔ وَکَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ ○ وہ یعنی شیطان کافروں میں سے تھا یہ انسان کے دشمن ہیں خدا فرماتا ہے:

وَکَذٰلِکَ جَعَلْنَا لِکُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا شَیٰطِیْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ ○

اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن بنائے انسان اور جن شیطان میں سے اور یہ ناری مخلوق ہے۔ ابلیس نے کہا تھا خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَہٗ مِنْ طِیْنٍ تو نے مجھے آگ سے اور اسے مٹی سے پیدا فرمایا۔

جن:

ان میں سے بعض مومن اور بعض کافر ہیں۔

انسان:

انسان کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی ہے۔ یہ پہلے انسان، پہلے آدمی اور پہلے خلیفہ ہیں۔ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ انسان جن اور شیطانوں سے افضل ہیں اور جہاں تک انسانوں اور فرشتوں کا تعلق ہے اس کے بارے میں امام فخر الدین رازی نے لکھا ہے ایک مخلوق وہ ہے جس کو خدا نے نہ عقل دی ہے نہ شہوت مثلاً نباتات اور دوسری مخلوق وہ ہے جس کو خدا نے شہوت تو دی ہے عقل نہیں مثلاً حیوانات اور تیسری مخلوق وہ جس کو خدا نے عقل دی ہے شہوت نہیں۔ مثلاً فرشتے اور چوتھی مخلوق ہے جس کو خدا نے عقل اور شہوت دونوں دی ہیں مثلاً اگر انسان کی شہوت عقل پر غالب آ جائے تو یہ حیوانات سے بدتر ہو جاتا ہے۔ خدائے تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ○

ترجمہ: ہم نے بہت سے جنوں اور انسانوں کو جہنم کے لئے پیدا کیا ہے ان کے دل ہیں لیکن فقاہت نہیں۔ آنکھیں ہیں ان سے دیکھتے نہیں، کان ہیں لیکن ان سے سنتے نہیں، وہ حیوانات کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں وہی لوگ غافل ہیں۔

اور اگر انسان کی عقل شہوت پر غالب آ جائے تو یہ فرشتوں سے افضل ہو

جاتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام انسانیت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوتے ہیں ان کی عقل کا شہوت پر غلبہ ہوتا ہے اس لئے وہ فرشتوں سے افضل ہوتے ہیں۔ دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

انبیاء فرشتوں سے افضل ہیں

دلیل اول:

خدا فرماتا ہے وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا آدم (علیہ السلام) کو سجدہ کرو سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہ کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو مسجود ملائکہ بنانا حضرت آدم علیہ السلام کے افضل ہونے کی دلیل ہے۔

دلیل دوم:

خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں خلافت الٰہیہ کیلئے آدم علیہ السلام کا انتخاب ہوا، نا کہ فرشتہ کا جو اس بات کی بین دلیل ہے۔ خدا کا نبی حضرت آدم علیہ السلام تمام فرشتوں سے افضل ہے۔

دلیل سوم:

خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کا علم سکھا دیا۔

خدا تعالیٰ نے جو علم حضرت آدم علیہ السلام کو دیا وہ فرشتوں کو نہ دیا اور یہ بھی حضرت آدم علیہ السلام کی دلیل افضلیت ہے۔

دلیل چہارم:

خدا تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰی آدَمَ وَ نُوْحًا وَّ آلَ اِبْرَاهِیْمَ وَ آلَ عِمْرَانَ عَلَی الْعَالَمِیْنَ○ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام، نوح علیہ السلام اور آل ابراہیم (علیہ السلام) اور آل عمران (علیہ السلام) کو تمام عالمین سے چن لیا۔

عالم ماسوا اللہ کو کہتے ہیں معلوم ہوا کہ ان متذکرہ انبیاء کا انتخاب دلیل افضلیت بر ملائکہ ہے۔

پس ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام تمام فرشتوں سے افضل ہیں۔

انبیاء تمام انسانوں سے افضل ہیں

انبیاء علیہم السلام قوت جسمانیہ اور قوت روحانیہ کے اعتبار سے دیگر تمام انسانوں سے افضل ہوتے ہیں۔ قوت جسمانیہ میں دو چیزیں ہیں مدرکہ اور متحرکہ پھر قوت مدرکہ کی دو اقسام ہیں۔ ظاہری حواس اور باطنی حواس

قوت باصرہ:

خدا تعالیٰ ارشاد فرمایا ہے:

وَكَذٰلِكَ نُرِیْ اِبْرَاهِیْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ○

اور اسی طرح ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) کو زمین و آسمانوں کی سلطنت دکھلا دی اس کے تحت علامہ علاؤ الدین نے لکھا ہے۔

اُقِیْمَ عَلٰی صَخْرَةٍ وَكُشِفَ لَهٗ عَنِ السَّمٰوٰتِ حَتّٰی رَاَی الْعَرْشَ وَالْكُرْسِیَّ وَمَا فِی السَّمٰوٰتِ وَكُشِفَ لَهٗ عَنِ الْاَرْضِ حَتّٰی نَظَرَ اِلٰی اَسْفَلِ الْاَرْضِیْنَ وَرَاٰی مَا فِیْهَا مِنَ الْعَجَائِبِ ○

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک پتھر پر کھڑا کیا گیا اور ان کے لئے آسمان

کھول دیئے گئے یہاں تک کہ انہوں نے عرش و کرسی اور جو کچھ آسمانوں میں ہے دیکھ لیا اور آپ کے لئے زمین کھولی گئی یہاں تک تمام زمینوں کے نیچے کو دیکھ لیا اور ان عجائبات کو دیکھا جو زمینوں میں ہیں۔

قوت سامعہ:

حضرت سلیمان علیہ السلام نے تین میل کے فاصلے سے چیونٹی کی آواز کو سن لیا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

حَتّٰٓی اِذَآ اَتَوْا عَلٰی وَادِ النَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰٓاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ○ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا ○

یہاں تک کہ وادی نمل میں آئے ایک چیونٹی نے کہا اے چیونٹیو اپنے بلوں میں چلی جاؤ کہیں سلیمان (علیہ السلام) اور اس کا لشکر تمہیں بے خبری میں روند نہ ڈالیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اس کی اس بات سے مسکرائے۔

قوت شامہ:

جب حضرت یوسف علیہ السلام کا کرتہ مصر سے چلا تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے کنعان میں موجود ہو کر اس کرتے کی خوشبو کو سونگھ لیا اور کہا کہ مجھے یوسف علیہ السلام کے کرتے کی خوشبو آ رہی ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّیْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ ان کے باپ نے کہا مجھے یوسف (علیہ السلام) کی خوشبو آتی ہے۔

قوت ذائقہ:

حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ ایک یہودیہ نے خیبر کے مقام

پر ایک بکری کا گوشت بھون کر اس میں مہلک زہر ملا دیا اور حضور ﷺ کی بارگاہ میں بطور ہدیہ پیش کیا۔ حضور اکرم ﷺ نے اس کی دستی لے کر کھائی اور آپ ﷺ کے ساتھ کچھ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی وہ زہر آلو گوشت کھایا پھر رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کھانے سے ہاتھ اٹھالو اور اس یہودیہ کو بلا بھیجا۔ آپ ﷺ نے اس یہودیہ سے کہا کیا تم نے اس گوشت میں زہر ڈالا اس نے دریافت کیا آپ ﷺ کو کس نے بتایا ہے۔ فرمایا میرے ہاتھ کی دستی نے مجھے خبر دی ہے۔ اس نے اقرار کیا کہ ہاں میں نے اس میں زہر ملایا ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا کیوں؟ کہا اس لئے کہ اگر آپ ﷺ نبی ہیں تو یہ آپ ﷺ کو نقصان نہ دے گا اور اگر نبی نہیں تو ہمیں آپ ﷺ سے امن مل جائے گا۔ آپ ﷺ نے اسے معاف فرما دیا۔ (سنن کبریٰ، ج ۸، ص ۴۶)

قوت لامسہ:

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نار نمرود میں ڈالا گیا تو نار نمرود گلزار ہو گئی اور اس نے آپ کو جلایا نہیں بلکہ سلامتی کے ساتھ ٹھنڈی ہو گئی۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ یَانَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلَامًا عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ ○

اے آگ سلامتی کے ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ٹھنڈی ہو جا۔

پس ثابت ہوا کہ خدا کا نبی حواس خمسہ کے اعتبار سے دیگر انسانوں سے افضل ہوتا ہے۔

باطنی حواس:

نبی کے باطنی حواس میں سے عقل روح اور دل کا ذکر کیا جاتا ہے۔

عقل:

اگر دنیا بھر کی ریت کا ایک جگہ ڈھیر لگا دیا جائے اور اس میں سے ایک ذرہ الگ کر دیا جائے تو ایک ذرے کے برابر تمام انسانوں کی عقل ہے اور باقی تمام دنیا کی ریت کے ڈھیر کے برابر رسول اکرم ﷺ کی عقل ہے۔

شیخ محقق نے لکھا ہے کہ عقل کے سو حصے ہیں ایک حصہ عقل تمام انسانوں کو دیا گیا ہے اور باقی ننانوے حصے عقل حضور ﷺ کو عطا کی گئی ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کے غلاموں کی عقل ملاحظہ فرمائیں۔

امام احمد بن حنبل کو نبی کریم ﷺ کی دس لاکھ احادیث زبانی یاد تھیں۔

امام ابوزرعہ کو سرور کائنات ﷺ کی سات لاکھ احادیث زبانی یاد تھیں۔

امام بخاری کو رسول اکرم ﷺ کی چھ لاکھ احادیث زبانی یاد تھیں۔

امام محمد الجعابی کو نبی الانبیاء ﷺ کی چار لاکھ احادیث زبانی یاد تھیں۔

امام مسلم کو حضور سرور کونین ﷺ کی تین لاکھ احادیث زبانی یاد تھیں۔

امام عبدالغنی کو رسول پاک ﷺ کی ایک لاکھ احادیث زبانی یاد تھیں۔

امام ابن النباری کو تیرہ صندوق کتابوں کے بھرے ہوئے زبانی یاد تھے۔

امام زہری نے اسی دن میں سارا قرآن حفظ کر لیا تھا۔

امام شافعی نے پانچ دن میں سارا قرآن یاد کر لیا تھا۔

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی نے مکہ مکرمہ میں فتوحات مکیہ لکھی اور عراق تشریف لائے۔ لوگوں نے فتوحات کے بارے میں آپ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا اس کا نسخہ مکہ مکرمہ میں ہے۔ لوگوں نے کہا فتوحات مکیہ کے بغیر ہمارا گزارہ نہیں۔ آپ نے اپنے حافظہ کی بنا پر ساری فتوحات ان کو لکھوا دیں جب اس

کتاب کو مکہ مکرمہ والے نسخہ سے ملایا گیا تو من وعن کتاب پہلی کتاب سے ملتی جلتی تھی۔

حضرت محمد بن یوسف یمنی نے فقہ حنفی کی ضخیم کتاب ہدایہ شریف سن کر یاد کر لی۔ (جامع کرامات، ص ۵۳۴)

اندازہ لگا لیجئے کہ جس نبی کے امتیوں کی قوت عقلیہ کا یہ کمال ہے اس نبی کی اپنی عقل کا کمال کیا ہوگا۔ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)

روح:

شیخ محی الدین عربی نے فتوحات مکیہ میں لکھا ہے کہ:

اَلْقُطْبُ الْوَاحِدُ فَهُوَ رُوْحُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَهُوَ الْمُمِدُّ لِجَمِيْعِ الْاَنْبِيَاءِ وَالرُّسُلِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَالْاَقْطَابِ مِنْ حِيْنَ النَّشْءِ الْاِنْسَانِيِّ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ○

قطب واحد حضرت محمد ﷺ کی روح ہے اور وہ ابتدائے انسانیت سے قیامت تک تمام انبیاء مرسلین اور تمام اقطاب کی مدد کرنے والی ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی نے مکتوبات شریف میں لکھا ہے کہ عالم ارواح میں حضور علی السلام کی روح تمام نبیوں کی ارواح کی تربیت کرتی رہی ہے اور حضرت علی المرتضی کی روح تمام اولیاء کی روحوں کی تربیت کرتی رہی ہے۔

قلب:

خدا تعالیٰ ارشاد فرمایا ہے:

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ○

اگر یہ قرآن ہم پہاڑ پر نازل کرتے تو ضرور دیکھتا جھکا ہوا پاش پاش ہوتا اللہ کے خوف سے۔ اگر قرآن پہاڑ پر نازل ہوتا تو وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا لیکن وہی قرآن نبی کریم کے دل پر نازل کیا گیا خدا فرماتا ہے۔

فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ○

ترجمہ: اس نے خدا کے اذن سے قرآن آپ کے دل پر نازل کیا۔

قوت متحرکہ:

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب میں حجاب کبریا کے نزدیک پہنچا تو آواز آئی اے میرے حبیب گزر جایئے میں نے خیال کیا تو میں حجاب سے پار تھا۔ پھر میں خطاب سنتا تھا اُدْنُ مِنِّیْ میرے نزدیک آ جاؤ اس پر میں ایک قدم اٹھاتا تھا تو ہر قدم پر اتنا فاصلہ طے کر لیتا تھا جتنا کہ زمین سے اب تک طے کیا تھا ایک ہزار بار اُدْنُ مِنِّیْ کا خطاب سنا اور ہر قدم پر اتنا ہی فاصلہ طے ہوتا گیا یہاں تک کہ خدا کی بارگاہ خاص میں حاضری ہوئی۔

ادھر سے پیہم تقاضے آیا ادھر تھا مشکل قدم بڑھانا
جلال و ہیبت کا سامنا جمال و رحمت ابھارتے تھے

قوت روحانیہ:

انبیاء کا باطن نہایت پاکیزہ ہوتا ہے وہ گناہ کے تصور سے بھی پاک ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَاۤ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ○

اور اس عورت نے اس کا ارادہ کیا اور وہ بھی ارادہ کر لیتا اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھتا حضرت یوسف علیہ السلام کو زلیخا جب ساتویں کوٹھڑی میں لے گئی

اور برے ارادے کا اظہار کیا تو آپ نے اپنے رب کی دلیل دیکھی اور اس دلیل کے بارے میں امام فخر الدین رازی نے کہا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے۔

اِنَّهٗ تَمَثَّلَ يَعْقُوْبُ فَرَاٰهُ عَاضًّا اَصَابِعَهٗ وَيَقُوْلُ اَتَعْمَلُ عَمَلَ الْفُجَّارِ وَاَنْتَ مَكْتُوْبٌ فِيْ زُمْرَةِ الْاَنْبِيَاءِ ○

حضرت یوسف علیہ السلام پر حضرت یعقوب علیہ السلام متمثل ہوئے اور منہ میں انگلی ڈالے ہوئے ہیں اور کہہ رہے ہیں کیا تو فاجروں کی طرح عمل کرے گا حالانکہ تو زمرہ انبیاء میں لکھا ہوا ہے۔

اس سے پتہ چلا کہ اللہ کے نبی فواحش ومنکرات سے متنفر ہوتے ہیں ان کا دامن گناہ کے تصور سے پاک ہوتا ہے۔

ایک روایت میں ہے تَمَثَّلَ لَهٗ يَعْقُوْبُ فَضَرَبَ فِيْ صَدْرِهٖ فَخَرَجَتْ شَهْوَتُهٗ مِنْ اَنَامِلِهٖ ○ حضرت یعقوب علیہ السلام نے متمثل ہو کر حضرت یوسف علیہ السلام کے سینے پر ہاتھ مارا تو انگلیوں کے راستے سے شہوت خارج ہوگئی۔

نظر پیا یعقوب پیغمبر منہ وچہ انگلی پائی
نال دہائیاں منع کریندا روندا نال جدائی

الشیخ من عبدہ نے صدیقین کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے۔

هُمُ الَّذِيْنَ زَكَتْ فِطْرَتُهُمْ وَاعْتَدَلَتْ اَمْزِجَتُهُمْ وَصَفَتْ سَرَائِرُهُمْ حَتّٰى اِنَّهُمْ يُمَيِّزُوْنَ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ وَالْخَيْرِ وَالشَّرِّ بِمُجَرَّدِ عُرُوْضِهٖ ○

ان کی فطرت پاکیزہ ہوتی ہے مزاج میں اعتدال ہوتا ہے ان کا باطن پاکیزہ ہوتا ہے یہاں تک کہ جب ان کے سامنے حق و باطل نیکی اور برائی پیش ہوتی ہے تو فوراً تمیز کر لیتے ہیں۔

جب صدیقین کی فطرت اس قدر پاکیزہ ہوتی ہے تو پھر انبیاء کی باطنی طہارت کا کیا کمال ہوگا۔

افضل الانبیاء

ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء سے افضل ہیں۔ سید المرسلین ہیں۔ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

دلیل اول:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ○

ترجمہ: اس آیت کے تحت امام فخر الدین رازی نے لکھا ہے۔

فَلَمَّا كَانَ رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ لَزِمَ اَنْ يَّكُوْنَ اَفْضَلُ مِنْ كُلِّ الْعٰلَمِيْنَ ○

جب آپ تمام جہانوں کے لئے رحمت ہیں تو لازم ہوا کہ آپ تمام جہانوں سے افضل ہیں۔ (کبیر، ج ۲، ص ۳۰۰)

آپ تمام جہانوں سے افضل ہیں۔

اور جہانوں میں انبیاء علیہم السلام بھی ہیں اس لئے آپ تمام انبیاء سے افضل ہیں۔

دلیل دوم:

انبیاء علیہم السلام کو جو کچھ مانگنے سے ملا ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بن مانگے عطا ہوا مثلاً

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا سے مانگا وَلَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ یا اللہ قیامت کے دن مجھے رسوا نہ کرنا، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ نعمت بن مانگے عطا ہوئی۔ خدا

فرماتا ہے۔ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا مَعَهٗ۝ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نبی اور ایمانداروں کو رسوا نہ کرے گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا کی رضا چاہی خدا فرماتا ہے۔ وَعَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى میں نے تیری طرف اس لئے جلدی کی تا کہ تو راضی ہو جائے اور حبیب کی رضا خدا چاہتا ہے ارشاد ہوتا ہے وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى اور عنقریب تیرا رب تجھے اتنا دے گا کہ تو راضی ہو جائے گا۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں فرمایا گیا لَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۝ خواہش کی پیروی نہ کر کہ تجھے بہکا دے خدا کی راہ سے اور حبیب کے بارے میں فرمایا وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتا مگر جو وحی ہوتی ہے۔

نبی کے لبوں پر خدا بولتا ہے
کلام خدا ہے کلام محمد

بے مثل رسول:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال کے روزوں سے منع فرمایا۔ ایک صحابی نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ بھی تو وصال کے روزے رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اَيُّكُمْ مِثْلِيْ تم میں سے میری مثل کون ہے اِنِّيْ اَبِيْتُ يُطْعِمُنِيْ رَبِّيْ وَيَسْقِيْنِيْ میں اس حال میں رات گزارتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔ (مسلم شریف)

خدا تعالیٰ نے اپنے بارے میں ارشاد فرمایا لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ کون ہے جو اس کی مثل ہو اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَيُّكُمْ مِثْلِيْ معلوم ہوا خدا بھی بے

مثل اور مصطفےٰ ﷺ بھی بے مثل۔ وہ خدائی میں بے مثل یہ رسالت و نبوت میں بے مثل لیکن اسماعیل دہلوی نے لکھا ہے۔

اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی ولی اور جن و فرشتہ جبریل اور محمد ﷺ کے برابر پیدا کر ڈالے۔

(تقویۃ الایمان، ص ۲۱)

حضور اکرم ﷺ کے برابر کا موجود ہونا کذب الٰہی کو مستلزم ہے یعنی اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ خدا تعالیٰ دوسرا محمد پیدا کر سکتا ہے تو خدا کا کلام جھوٹ ہو جائے گا۔ خدا فرماتا ہے مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ○ حضرت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) تم میں سے کسی کے باپ نہیں وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔

کیونکہ دوسرا محمد پیدا ہونے سے پھر حضور خاتم النبیین نہیں رہیں گے۔ لہذا اسماعیل کا یہ دعویٰ سراسر باطل اور بے بنیاد ہے کہ خدا دوسرا محمد پیدا کر سکتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ آپ بے مثل نبی ہیں آپ کی نظیر ناممکن ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا: میرا رب مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مجھے جنت کے کھانے کھلائے جاتے ہیں۔ امام رازی نے لکھا ہے کہ آپ کو جمال رب کا دیدار ہوتا ہے جو آپ کو کھانے پینے کی ضرورت سے بے نیاز کر دیتا تھا حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں قحط کے ایام میں لوگ آپ کا دیدار کرتے تو چوبیس گھنٹے تک بھوک اور پیاس سے بے نیاز ہو جاتے جب نبی کے دیدار فیض آثار کا یہ کمال ہے تو جو خدا کا دیدار کرتا ہوگا اس کو بھوک اور پیاس کیسے لگ سکتی ہے۔ اس قول کا ایک مطلب یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ مجھ میں کھانے پینے والے آدمی جیسی قوت و طاقت حاصل ہو جاتی ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے بھی دو ہاتھ نبی کے بھی دو ہاتھ ہماری بھی دو آنکھیں نبی کی بھی دو آنکھیں ہمارے بھی دو کان نبی کے بھی دو کان لہذا ہم نبی کی مثل ہیں۔ ایسے ظالم لوگوں سے کہو تم ہاتھ تو دو دکھا دو گے لیکن وہ ہاتھ کہاں سے لاؤ گے جو چاند کو شق کر دے دو آنکھیں تو دکھا دو گے لیکن وہ آنکھ کہاں سے لاؤ گے جو بلا حجاب خدا کا دیدار کرے تم دو کان تو دکھا دو گے لیکن وہ کان کہاں سے لاؤ گے جو خالق کائنات کا کلام سن سکیں۔

بعض لوگ یہ آیت پیش کرتے ہیں قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ۔ یُوْحٰی اِلَیَّ کہہ دو کہ میں تمہاری مثل بشر ہوں۔ میری طرف وحی کی جاتی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ امام فخر الدین رازی نے اس آیت کے تحت لکھا ہے۔

وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی لَمَّا بَیَّنَ کَمَالَ کَلَامِ اللّٰہِ اَمَرَ مُحَمَّدًا بِاَنْ یَّسْلُکَ طَرِیْقَۃَ التَّوَاضُعِ فَقَالَ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ ○

جب اللہ تعالٰی نے اپنے کلام کے کمال کو ظاہر کرنا چاہا تو عاجزی کے راستے پر چلنے کا حکم دیا اور فرمایا کہہ دو میں تم جیسا بشر ہوں۔

معلوم ہوا قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ بطور عاجزی آپ سے کہلوایا گیا اور جو کلام نبی بطور انکساری کہے وہ امتی کو کہنے کا حق نہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

(ا) حضرت آدم علیہ السلام نے کہا رَبَّنَا ظَلَمْنَا اے ہمارے رب ہم نے ظلم کیا اب ہم ان کو ظالم نہیں کہہ سکتے۔

(ب) حضرت یونس علیہ السلام نے کہا اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ میں ظالموں میں سے ہوں ہم حضرت یونس علیہ السلام کو ظالم نہیں کہہ سکتے۔

(ج) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے فرمایا فَعَلْتُهَا اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّالِّیْنَ

جب میں نے فرعونی کو مار ڈالا تو اس وقت میں ضالین میں سے تھا۔

کیا ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام کو گمراہ کہہ سکتے ہیں ہرگز نہیں۔

جب ہم حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت یونس علیہ السلام کو ظالم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو گمراہ نہیں کہہ سکتے اگر کہیں تو دائرہ اسلام سے خارج۔ اسی طرح قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ حضور ﷺ سے بطور انکساری کہلوایا گیا ہمیں کہنے کا حق نہیں۔ لیکن اگر کوئی کہے کہ ہمیں حق حاصل ہے اور ہم حضور ﷺ کو اپنی مثل کہہ سکتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ مولوی اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے۔

ایک بار ایک صاحب ملنے کے لئے آئے ان کے پاس اس وقت بھری ہوئی بندوق تھی۔ بار بار جی میں آتا تھا کہ ان سے کہہ دوں کہ خدا کے لئے خیر کر کے میرے وجود سے دنیا کو پاک کر دو کیونکہ فرعون و ہامان سے بھی بدتر ہوں۔ (حیات اشرف، ص ۸۶)

نیز مولوی اشرف علی تھانوی نے کہا ہے۔

میں تو واقعی اپنے کو کلب (کتا) اور خنزیر سے بدتر سمجھتا ہوں۔

(الافاضات، ج ۴، ص ۷۹)

ایک مرتبہ مولانا محمد یعقوب دیوبندی نے کہا۔

یہ شیخ زادے کی قوم بڑی ہی خبیث ہوتی ہے ایک طالب علم نے عرض کیا حضرت آپ بھی تو شیخ زادے ہیں تو بے تکلف فرمایا میں بھی خبیث ہوں۔ (الافاضات، ج ۵، ص ۲۸۷)

مولوی اشرف تھانوی نے مولوی قاسم نانوتوی کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ:

''دنیا میں اس سے زیادہ ذلیل وخوار کوئی ہستی نہیں۔''

(ارواح ثلاثہ، ص ۲۸۰)

ان عبارات پر غور کریں کہ مولوی اشرف علی نے کہا میں فرعون و ہامان کتے اور خنزیر سے بھی بدتر ہوں مولوی یعقوب نے کہا میں بھی خبیث ہوں اور قاسم نانوتوی ذلیل وخوار تھا۔ اب اگر ہم اہلسنت و جماعت ان مولویوں کے بارے میں یہ الفاظ استعمال کریں تو دیوبندی ناراض ہوں گے اور کہیں گے کہ انہوں نے بطور عجز و انکساری یہ الفاظ استعمال کئے ہیں ہم یہ الفاظ ان کے بارے میں استعمال کرنے کا تمہیں حق نہیں دیتے تو ہم اہل سنت و جماعت جواباً کہیں گے قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ حضور اکرم ﷺ سے تواضعاً کہلوایا گیا ہم بھی تمہیں حق نہیں دیتے کہ تم آیت سے یہ نتیجہ نکالو کہ حضور اکرم ﷺ ہماری مثل ہیں۔

جب ہم قرآن کا مطالعہ کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو اپنی مثل بشر کہنا طریقہ کفار ہے چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے،

(ا) فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا ۝

ترجمہ: حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے کافروں نے کہا ہم تو تجھے اپنی مثل بشر دیکھتے ہیں۔

(ب) مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝

ترجمہ: قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام سے کہا تو تو ہم جیسا بشر ہے کوئی نشانی لے آ اگر تو سچا ہے۔

(ج) وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝

اہل مدین نے حضرت شعیب علیہ السلام سے کہا۔

تو ہماری مثل بشر ہے اور ہم تمہیں جھوٹا گمان کرتے ہیں۔

(د) فَقَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ ○

فرعون اور اس کی قوم نے حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے بارے میں کہا۔ کیا ہم اپنی مثل دو بشروں پر ایمان لے آئیں ان کی قوم تو ہماری بندی کرنے والے ہیں انہوں نے ان دونوں کو جھٹلایا اور وہ ہلاک ہو گئے۔

(ن) قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ○

کافروں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا تم تو ہماری مثل بشر ہو۔

(ی) وَاَسَرُّوا النَّجْوَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ○

ابو جہل اور اس کے ساتھیوں نے حضور علیہ السلام کے بارے میں کہا اور ظالموں نے سرگوشی کی کہ نہیں ہے یہ مگر تمہاری مثل بشر۔

ان آیات بینات سے پتہ چلا کہ بعض انبیاء علیہم السلام کے زمانے کے کفار نے ان کو اپنی مثل بشر کہا نتیجہ یہ نکلا کہ نبیوں کو اپنی مثل بشر کہنا کافروں کا طریقہ فرعونیوں کا شعار ہے کسی مومن امتی نے آج تک اپنے نبی کو اپنی مثل بشر نہیں کہا۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ نبی کو بشر یا اپنی مثل بشر خدا نے خود یا انبیاء نے یا کفار نے کہا ہے یا پھر شیطان نے کہا۔

خدا نے فرمایا: اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ ○

جب کہ تیرے رب نے فرشتوں سے فرمایا میں مٹی سے بشر (آدم) کو پیدا کرنے والا ہوں۔

انبیاء نے کہا: قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ○

ان کو ان کے رسولوں نے کہا ہم تو تمہاری مثل بشر ہیں۔

کافروں نے کہا: قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ○

کافروں نے کہا تم تو ہماری مثل بشر ہو۔

شیطان نے کہا: جب شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا تو خدا نے اس سے وجہ پوچھی اس نے جواب دیا۔ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ میں بشر کو سجدہ کیوں کروں۔

جو لوگ نبی کو صرف بشر یا اپنی مثل بشر کہتے اور سمجھتے ہیں وہ بتائیں کیا وہ خدا ہیں؟ ہرگز نہیں۔ کیا وہ رسول ہیں؟ بالکل نہیں۔ اب باقی کافر رہ جاتے ہیں کافر یا شیطان اب وہ خود فیصلہ کریں اگر کافروں میں ہونا چاہتے ہیں تو ان کی مرضی اور اگر شیطان بننا چاہتے ہیں تو ان کو مبارک ہو کیسا اچھا ساتھی تلاش کیا ہے۔ لیکن ذرا اس بات پر غور فرمالیں کہ شیطان نے جنت میں رہ کر نبی کو صرف بشر کہا خدا نے اسے جنت سے نکال دیا تو جو دنیا میں رہ کر نبی کو صرف بشر یا اپنی مثل بشر کہے گا خدا اس کو جنت میں کیسے جانے دے گا۔

خدا تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کا سایہ پیدا نہیں کیا کیونکہ سایہ اصل کی مثل ہوتا ہے اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ ہوتا تو وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل ہوتا اور خدا کو یہ منظور ہی نہیں کہ کوئی چیز حضور کی مثل ہو اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا۔

نظر آیا اسے سایہ میں بھی محبوب کا ثانی
خدا نے اس لئے رکھا نہیں سایہ محمدؐ کا

خدا تعالیٰ کا ذاتی نام: اللہ ہے اور اس لفظ کے اوپر یا نیچے کوئی نکتہ نہیں جو اس طرف اشارہ ہے کہ نہ اوپر والی مخلوق میں خدا کا شریک اور نہ نیچے والی مخلوق میں خدا کا شریک ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذاتی نام ''محمد'' ہے اس لفظ کے بھی نہ اوپر کوئی نکتہ ہے نہ نیچے جو اس طرف اشارہ ہے کہ نہ اوپر والی مخلوق میں آپ کی مثل

ہے اور نہ نیچے والی مخلوق میں کوئی آپ کی مثل ہے۔ خدا کی ساری مخلوق میں آپ بے مثل ہیں۔

تیرا مسند ناز ہے عرش بریں تیرا محرم راز ہے روح امین
تو ہی سرور ہر دو جہاں ہے شہا تیرا مثل نہیں ہے خدا کی قسم

خالق کائنات کا بھی ذاتی نام ایک ہے اور ساری مخلوق میں ہر انسان کا ذاتی نام ایک ہوتا ہے لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو ذاتی نام ہیں۔ زمین پر آپ کا ذاتی نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ آپ ہی کی ایک ذات اقدس ہے جس کے دو ذاتی نام ہیں جو اس طرف اشارہ ہے۔ آپ خدا کی وہ مخلوق ہیں جس کی مثل کوئی مخلوق نہیں۔

محبوب خدا کا کوئی ہم پایہ نہیں ہے
اس شان کا مرسل کوئی آیا نہیں ہے
بے مثل نے محبوب بھی بے مثال بنایا
واں جسم نہیں ہے تو یہاں سایہ نہیں ہے

عقلی دلائل:

نمبر 1:

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی تو آپ نے دنیا میں آتے ہی سجدہ کیا اور سجدہ سے سر اٹھا کر انگشت شہادت آسمان کی طرف کی اور کہا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ یہ کلمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ ہے اگر آپ کے سوا کوئی اور اس اعتقاد سے یہ کلمہ پڑھے تو کافر ہو جائے۔ معلوم ہوا ہمارا کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ہے اور نبی کا کلمہ اور ہے۔

نمبر 2:

امام فخر الدین رازی نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ مسجد میں داخل ہوئے۔ آپ نے ایک آدمی کو سوتے ہوئے دیکھا۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ اسے وضو کے لئے جگا دو۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اسے بیدار کر دیا۔ پھر عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! آپ تو اعمال صالحہ میں سبقت کرنے والے ہیں۔ آپ نے خود کیوں نہ جگایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر میرے جگانے پر بیدار نہ ہوتا تو کافر ہو جاتا اور تیرے جگانے پر یہ بیدار نہ ہوتا تو کافر نہ ہوتا۔ جب نبی ﷺ اور علی کرم اللہ وجہہ میں اتنا فرق ہے تو پھر کون ہے جو نبی کی مثلیت کا دعویٰ کرے۔

نمبر 3:

نبی اگر اذان دے اور کوئی مسلمان نماز کے لئے نہ آئے تو وہ کافر ہو جائے جبکہ عام آدمی کا یہ حکم نہیں تو مثلیت کیسی؟ یہی وجہ ہے نبی کریم ﷺ نے کسی شہر یا آبادی میں اذان نہیں دی۔ صرف ایک مرتبہ سفر میں اذان کہی ہے۔

وہ رحمۃ للعالمیں اور تو سراپا بغض و کیں
پھر کس طرح آئے یقین تو بھی بشر وہ بھی بشر

نمبر 4:

عام مسلمانوں پر پانچ نمازیں فرض تھیں اور علامہ شامی نے لکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ پر تہجد کی نماز بھی فرض تھی۔ گویا آپ پر چھ نمازیں فرض تھیں پھر مثلیت کیسی؟

نمبر 5:

نماز عصر کے بعد نفل نماز ہمارے لئے جائز نہیں لیکن علامہ یعقوب شیرازی نے لکھا ہے وَكَانَ يُدَاوِمُ عَلٰى رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ آپ عصر کے بعد دو رکعتیں ہمیشہ پڑھا کرتے تھے لیکن وَيُكْرَهُ فِيْ حَقِّ غَيْرِهٖ (سفر السعادت، ج۱، ص ۸۱) لیکن دوسروں کے لئے مکروہ ہیں لہذا مثلیت کیسی؟

نمبر 6:

نماز پڑھتے ہوئے ہم اگر کسی کو سلام کریں تو نماز فاسد ہو جاتی ہے اور ہم نماز میں نبی کریم ﷺ کو سلام نہ کریں تو نماز ناقص ہے۔ التحیات پڑھتے ہوئے ہم کہتے ہیں اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ ○

تو بشر ہے وہ خیر البشر یکساں کہاں ہیں خیر و شر
ہے فرق ان میں کس قدر تو بھی بشر وہ بھی بشر

نمبر 7:

ہم اگر کسی نمازی کو نماز کی حالت میں بلائیں تو اس کا نہ آنا واجب ہے اور حضور اکرم ﷺ اگر کسی نمازی کو بلائیں تو اس کا آنا واجب ہے۔ ایک مرتبہ حضرت سعید بن معلی نماز پڑھ رہے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے ان کو بلایا انہوں نے نماز جلدی سے ختم کی اور حاضر خدمت ہوئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اب تک کہاں تھے عرض کی نماز پڑھ رہا تھا۔ فرمایا کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا۔ قرآن میں ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ○

اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بلانے پر حاضر ہو جاؤ۔ جب رسول اللہ ﷺ تمہیں اس چیز کے لئے بلائیں جو تم کو زندگی بخشے۔۔۔۔ مقام

غور ہے اتنے فرق کے ہوتے ہوئے مثلیت کا دعویٰ درست کیسے ہو سکتا ہے؟

نمبر 8:

ایک دفعہ نبی کریم ﷺ نے بھول کر پانچ رکعتیں پڑھا دیں جب سلام پھیرا تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کی کیا نماز میں اضافہ ہو گیا ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔عرض کی آپ ﷺ نے پانچ رکعتیں پڑھائی ہیں اس پر قبلہ کی جانب ہوئے اور دو سجدے کیئے پھر سلام پھیر دیا۔

(طبرانی صغیر ج ۱،ص ۱۰۵) (مسلم، ج ۱،ص ۲۱۳)

اس سے دو باتوں کا پتہ چلا۔

(۱) حضور اکرم ﷺ نے پانچ رکعتیں پڑھانے پر اپنا رخ کعبہ سے پھیر لیا پھر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے یاد دلانے پر قبلہ رخ ہو کر دو سجدے کیئے اور سلام پھیرا اس سے آپ کی نماز فاسد نہیں ہوتی اور نماز کی حالت میں ہمارا رخ اگر قبلہ سے پھر جائے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے پھر مثلیت کیسی؟

(۲) نماز کی حالت میں نبی کریم ﷺ سے کلام کیا جائے تو نماز ٹوٹتی نہیں اگر غیر نبی سے کلام کیا جائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے۔پھر مثلیت کیسی؟

نمبر 9:

کوئی آدمی احرام کی حالت میں نکاح نہیں کر سکتا۔حضور اکرم ﷺ کی حدیث ہے:

نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ اَنْ يَّتَزَوَّجَ اَوْ يُزَوِّجَ اَوْ يَنْحَرَ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْ اِحْرَامِهٖ۔

نبی کریم ﷺ نے احرام کی حالت میں نکاح اور قربانی کرنے سے منع فرمایا۔(طبرانی کبیر، ج ۱۲،ص ۱۹۵)

لیکن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

تَزَوَّجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم وَھُوَ مُحْرِمٌ ○ (طبرانی کبیر، ج ۱۲، ص ۶۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام کی حالت میں نکاح کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے اسی حال میں نکاح کیا۔

نمبر 10:

عام مسلمان کی وفات کے بعد اس کی بیوی عدت گزارنے کے بعد دوسرے مسلمان سے شادی کرسکتی ہے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ آپ کے وصال کے بعد کسی دوسرے مسلمان سے شادی نہیں کرسکتی۔ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ○

ترجمہ: ور نبی کے بعد اس کی بیویوں سے کبھی بھی نکاح نہ کرو۔

ایک اور وجہ یہ بھی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات مومنوں کی مائیں ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے۔ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔

اتنے بڑے فرق کے ہوتے ہوئے مثلیت کا دعویٰ بے بنیاد ہے۔

نمبر 11:

ہمارے لئے شادیوں میں قید ہے۔ کوئی مومن چار سے زائد شادیاں نہیں کرسکتا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ جن عورتوں کو تم پسند کرتے ہو ان سے نکاح کرو دو سے تین سے اور چار سے۔

جو آدمی چار سے زائد شادیاں جائز سمجھ کر کرتا ہے وہ دائرہ اسلام سے

خارج ہے۔ لیکن نبی کریم ﷺ کے لئے شادیوں میں کوئی قید نہیں۔ حضور اکرم ﷺ کے نکاح میں بیک وقت نو ازواج مطہرات رہی ہیں پھر مثلیت کا دعویٰ کیسے درست ہوسکتا ہے۔

نمبر 12:

اگر نبی کریم ﷺ کسی عورت سے نکاح کی رغبت کریں اور وہ عورت بے شوہر کے ہے تو اس پر واجب ہے کہ وہ اپنے آپ کو آپ ﷺ کے نکاح میں دے دے اور سر تسلیم خم کر دے اور اس کے ساتھ کسی دوسرے مومن کو منگنی کرنا حرام ہے اور اگر وہ عورت شوہر والی ہے تو شوہر پر طلاق دینا فوری واجب ہے تاکہ آپ ﷺ اس سے نکاح کر سکیں۔ (خصائص کبریٰ، ج ۲، ص ۶۳۹)

مگر ہم میں سے کسی کا یہ حکم نہیں پھر مثلیت کیسی۔

وہ مظہر صدق و صفا تو پیکر مکر و دغا
کچھ سوچ بھی بہر خدا تو بھی بشر وہ بھی بشر

نمبر 13:

کوئی بھی مسلمان اہل کتاب یعنی یہودی اور عیسائی عورت سے شادی کر سکتا ہے لیکن یہ بات حضور علیہ السلام کے اختصاص میں ہے کہ کتابیہ کا نکاح آپ ﷺ کو حرام ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی کی زوجہ مومنوں کی ماں بن جاتی ہے اور یہودی اور عیسائی عورتیں یہ صلاحیت نہیں رکھتیں کہ وہ مومنوں کی مائیں بنیں اور نہ ہی ان کو یہ سزاوار ہے کہ وہ جنت میں آپ کی بیویاں بنیں۔

(خصائص، ج ۲، ص ۶۲۱)

نمبر 14:

بغیر ولی گواہ اور مہر کے نکاح جائز نہیں لیکن حضور اکرم ﷺ نے ان تینوں شرطوں کے بغیر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا ہے۔ حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ جب آپ ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو صحابہ نے کہا ہم نہیں جانتے کہ آپ ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی ہے یا ام ولد یعنی کنیز کی حیثیت سے رکھا ہے۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا اگر آپ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو پردہ کرائیں گے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ ﷺ نے شادی کی ہے اور اگر پردہ نہ کرائیں گے تو مطلب یہ ہوگا کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی کنیز ہیں۔ جب آپ ﷺ سوار ہوئے تو آپ ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو پردہ کرایا جس کا صاف مطلب یہ تھا کہ آپ ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کی ہے اور شادی ولی، گواہ اور مہر کے بغیر تھی۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی آزادی آپ کا مہر قرار پایا اور گواہ اس کے لئے ہوتے ہیں کہ بوقت انکار نکاح کام آئیں اور نبی نکاح کر کے انکار نہیں کرتا اور جس عورت سے نبی نکاح کرنے اگر وہ آپ کی تکذیب کرے تو کافر ہو جائے اور ولی کی ضرورت اس لئے نہ تھی کہ نبی امت کے حق میں تمام اولیاء سے بڑھ کر ولی ہے۔ (خصائص کبریٰ، ج ۲، ص ۲۴۲)

نمبر 15: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ اَنْ اُزَوِّجَ وَاَتَزَوَّجَ اِلَّا اَهْلُ الْجَنَّةِ (زرقانی، ج ۳، ص ۲۱۰)

اللہ تعالیٰ نے انکار کیا کہ میں اپنی کسی بیٹی اور اپنا نکاح کروں مگر یہ کہ وہ جنتی ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کی جملہ ازواج مطہرات اور آپ ﷺ کے داماد تمام جنتی ہیں اور آپ ﷺ کی صاحبزادیاں یقیناً جنتی ہیں جبکہ عام مسلمان کا یہ حکم نہیں ہے۔

نمبر 16:

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

مَاتَزَوَّجْتُ شَیْئًا مِنْ نِسَائِیْ وَلَا زَوَّجْتُ مِنْ بَنَاتِیْ اِلَّابِوَحْیٍ جَاءَ نِیْ بِہٖ جِبْرِیْلُ عَنْ رَبِّیْ عَزَّوَجَلَّ۔ (زرقانی، ج ۳، ص ۲۱۹)

میں نے اپنی اور اپنی کسی بیٹی کی شادی بذریعہ وحی کی ہے جو جبریل علیہ السلام میرے رب کی طرف سے لائے۔

ہے کوئی مسلمان جو یہ دعویٰ کرے کہ میری یا میری کسی بیٹی کی شادی وحی الٰہی سے ہوئی ہے۔ ہرگز کوئی نہیں پھر مماثلت کیسی؟

نمبر 17:

بغیر ولی ایجاب وقبول بغیر مہر اور گواہوں کے نکاح منعقد نہیں ہوتا لیکن جب حضرت زید رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی اور عدت پوری ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا تم جا کر زینب رضی اللہ عنہا کو میری طرف سے نکاح کا پیغام دے دو۔ انہوں نے یہ پیغام حضرت زینب رضی اللہ عنہا تک پہنچایا۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں خدا سے استخارہ کرلوں یہ کہہ کر وہ نماز پڑھنے کھڑی ہوئیں ادھر حضور اکرم ﷺ پر یہ وحی نازل ہوئی فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْھَا وَطَرًا زَوَّجْنٰکَھَا جب زید رضی اللہ عنہ نے اس سے غرض پوری کرلی تو ہم نے اس کی شادی آپ ﷺ سے کردی۔

چنانچہ اسی وقت حضور اکرم ﷺ بغیر اطلاع کئے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے آئے۔ یہاں پر طبرانی نے لکھا ہے کہ اس وقت حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے بال کھلے تھے فرماتی ہیں میں نے دل میں اِنَّہٗ اَمْرٌ مِّنَ السَّمَاءِ آسمان سے حکم نازل ہوا ہے فرماتی ہیں میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! بغیر منگنی اور گواہوں کے؟ آپ ﷺ نے فرمایا شادی اور نکاح کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے اور گواہ جبریل علیہ السلام ہیں۔ (طبرانی کبیر، ج ۲۴، ص ۳۹)

کیا پوری دنیا کے مسلمانوں میں کوئی ایسا ہے جس کی شادی اس طرح ہوئی؟ ہرگز نہیں۔ لہٰذا مثلیت کا دعویٰ غلط ہے۔

نمبر 18:

جب حضور علیہ السلام مدینہ طیبہ تشریف لائے تو حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے ہاں ٹھہرے۔ اس قیام کے دوران جب آپ کھانا تناول فرماتے تھے تو بچا ہوا کھانا ابو ایوب رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیتے تھے وہ کھاتے وقت آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک کا نشان دیکھ لیتے تھے کہ آپ ﷺ نے یہاں سے کھانا کھایا ہے۔ ایک دن ابو ایوب حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں آئے اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ! میں نے اس کھانے پر آپ ﷺ کی انگلیوں کا نشان نہیں دیکھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کھانے میں لہسن تھا۔ عرض کی کیا لہسن حرام ہے؟ فرمایا نہیں تم میری مثل نہیں میرے پاس فرشتہ آتا ہے۔ (خصائص کبریٰ، ج ۲، ص ۶۱۳)

نمبر 19:

حضرت مسور بن مخرمہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بنی ہشام بن مغیرہ نے مجھ سے اجازت مانگی ہے کہ وہ اپنی

لڑکی کی شادی حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کر دیں۔ آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا کہ میں ان کو ہرگز اجازت نہ دوں گا مگر ہاں جبکہ علی رضی اللہ عنہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دیں۔ میری بیٹی میرے گوشت کا ٹکڑہ ہے جو چیز اس کو ناپسند اور اذیت دیتی ہے وہ مجھے بھی ناپسند اور اذیت دیتی ہے۔ دنیا کے کسی مسلمان کی بیٹی کا یہ حکم نہیں لہذا مماثلت نہ ہوئی۔

عجیب استدلال:

نمبر 1:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ گھوڑے سے گر پڑے جس سے آپ ﷺ کی دائیں جانب زخمی ہو گئی اور آپ ﷺ نے کئی دن بیٹھ کر نماز پڑھائی۔ (مسلم شریف)

لیکن معراج کی رات آپ براق پر سوار تھے جس کا قدم حد نگاہ پر پڑتا تھا۔ اتنی تیز رفتار سواری سے تو حضور اکرم ﷺ گرے نہیں لیکن گھوڑے سے گر پڑے اس میں حکمت یہ تھی کہ گھوڑے سے گر پڑے اس طرف اشارہ تھا کہ میں صاحب کمالات ہونے کے باوجود خدا نہیں اور براق سے نہ گرے یہ اس طرف اشارہ تھا کہ اے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تمہارے جیسا بھی نہیں۔

نمبر 2:

حضور سرورِ کونین ﷺ اخیر عمر میں دردِ سر اور بے ہوشی کے مرض میں مبتلا ہوئے اور اس مرض کے دوران خالقِ حقیقی سے جا ملے اس کے باوجود آپ نے کئی بیماروں کو شفایاب کیا مثلاً جب سانپ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ایڑھی پر ڈس لیا تو آپ ﷺ نے اپنا لعابِ دہن لگا کر ٹھیک کر دیا۔ (مشکوۃ، ص ۵۶۲)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی آنکھیں دکھنے آ گئیں آپ ﷺ نے اپنا لعاب دہن لگایا وہ ٹھیک ہو گئیں۔ (مشکوٰۃ، ج ۳، ص ۴)

حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی آنکھ کا ڈھیلا نکل گیا اور وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔ آپ ﷺ نے اپنا لعاب دہن لگا کر ڈھیلا ان کی آنکھ میں رکھ دیا تو وہ پہلے سے بھی زیادہ روشن ہو گئی۔ (کتاب الاصابہ، ج ۳، ص ۲۲۵)

رسول اللہ ﷺ نے ان بیماروں کو لعاب دہن سے ٹھیک کر دیا اور گویا اس طرف اشارہ فرما دیا کہ میں تم جیسا نہیں اور خود بے ہوشی کے مرض میں مبتلا رہ کر یہ سمجھا دیا کہ میں خدا جیسا نہیں۔

ممکن میں یہ قدرت کہاں واجب میں عبدیت کہاں
برزخ ہیں وہ سر نہاں یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

نمبر 3:

غزوۂ احد میں عتبہ بن ابی وقاص نے سنگ باری کی جس سے رسول اکرم ﷺ کے دانت کو صدمہ پہنچا اور آپ کا ہونٹ زخمی ہوا جس سے خون نکلا۔ لیکن معراج کی رات آپ کا شق صدر ہوا تو خون نہیں نکلا۔ لَمْ یَسِلِ الدَّمَ خون نہ نکلا۔ غزوۂ احد میں ہونٹ سے خون کا نکلنا اس طرف اشارہ تھا کہ میں خدا نہیں اور شق صدر کے وقت خون کا نہ نکلنا اس طرف اشارہ تھا کہ میں تم جیسا بھی نہیں ہوں۔

نمبر 4:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہود عالم تھا اس کے رسول خدا پر چند دینار تھے اس نے آپ سے تقاضا کیا۔ آپ نے اس سے فرمایا

اے یہودی! میرے پاس کچھ نہیں کہ میں تجھے دوں اس نے کہا اے محمد ﷺ! میں اس وقت تک تجھ سے جدا نہ ہوں گا جب تک آپ میرا قرض ادا نہ کر دیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اچھا میں تیرے پاس بیٹھ جاتا ہوں چنانچہ آپ ﷺ اس کے سامنے بیٹھ گئے اور اسی مقام پر آپ نے ظہر، عصر، مغرب عشاء اور فجر نماز ادا فرمائی۔ رسول خدا ﷺ کے صحابی اسے دھمکاتے اور نکال دینے کا خوف دلاتے تھے جب رسول خدا ﷺ نے اس بات کو محسوس کیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کو دھمکاتے ہیں تو آپ ﷺ نے ان کو منع کیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! ایک یہودی آپ کو روک سکتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: خدا تعالیٰ نے مجھے منع فرمایا ہے کہ میں اس شخص پر ظلم کروں جو ہماری پناہ اور ذمہ میں ہے پھر جب دن چڑھ گیا تو یہودی نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ خدا کے رسول ہیں۔ اور میرے مال کا آدھا حصہ خدا کی راہ میں صدقہ ہے اور خدا کی قسم میں نے آپ ﷺ کے ساتھ جو سلوک کیا ہے صرف اس لئے کہ دیکھوں جو صفات تورات میں مذکور ہیں آپ میں پائی جاتی ہیں کہ نہیں۔ تورات میں لکھا ہے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) بن عبداللہ مکہ میں پیدا ہوں گے۔ طیبہ کی طرف ہجرت کریں گے ان کی حکومت شام میں ہوگی۔ (مشکوٰۃ، ج ۳، ص ۱۵۳)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرا باپ عبداللہ بن عمرو شہید ہوگیا اور ان پر قرض تھا میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ آپ ﷺ قرض خواہوں سے کہہ دیں کہ کچھ قرض معاف کر دیں ان سے کہا گیا وہ نہ مانے۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا ہر قسم کی کھجور اتار کر اس کا ڈھیر لگا لو اور مجھے اطلاع کر دو۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے ایسا ہی کیا اور بارگاہ

نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے ڈھیر پر تشریف فرما ہو گئے۔ پھر فرمایا اب تول تول کر قرض خواہوں کو دیتے جاؤ۔ میں نے سب کا قرض ادا کر دیا جو کھجوریں باقی بچیں ان کو دیکھا گیا تو یوں محسوس ہوا کہ ڈھیر میں سے کچھ بھی کم نہ ہوا۔

(مسند ابی یعلیٰ، ج ۳، ص ۴۳۱، مسند امام احمد، ج ۳، ص ۳۶۵)

یہودی کو قرض بروقت ادا نہ کر سکنا اس طرف اشارہ تھا کہ میں خدا نہیں اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا قرض ادا کر دینا اس طرف اشارہ تھا کہ میں تم جیسا بھی نہیں۔

نمبر 5:

تاریخ بغداد میں لکھا ہے کہ ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پیاس کا غلبہ ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابی ابن ملکان سے کہا جاؤ کہیں سے پانی تلاش کر کے لاؤ۔ وہ گئے دیکھا کہ آسمان سے ایک پرندہ اترا اس نے ریت کے چھوڑے سے ٹیلے پر بیٹھ کر اپنی چونچ سے ریت کو کریدا پھر اڑ گیا۔ حضرت ابن ملکان نے اسی جگہ سے ریت کریدی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہاں سے میٹھے پانی کا چشمہ جاری ہو گیا۔ آپ نے خود بھی پیا اور رسول خدا کے لیئے برتن میں پانی بھر لیا اور آپ کی بارگاہ میں پیش کر دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابن ملکان پانی والا ہاتھ میرے دل پر رکھ دو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا تو ان کا ہاتھ اندھیرے میں چمکتا تھا۔ (تاریخ بغداد)

غزالی زماں مولانا احمد سعید کاظمی نے لکھا ہے کہ معراج کی رات خدا تعالیٰ نے اٹھارہ سال کی لمبی کر دی اب مقام غور ہے کہ اتنے عرصہ میں آپ کو پیاس نہ لگی۔ پیاس محسوس ہونا اس طرف اشارہ ہے کہ میں خدا نہیں اور اٹھارہ سال تک کے عرصہ میں پیاس نہ لگنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ میں تم جیسا نہیں۔

نمبر 6:

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خیبر سے واپسی پر رات کا وقت تھا میں حضور اکرم ﷺ کی سواری کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ آپ کو اونگھ آ گئی جب آپ ﷺ اپنی سواری پر جھکے تو میں نے جگائے بغیر آپ کو سہارا دیا حتیٰ کہ آپ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔ پھر چلتے رہے یہاں تک کہ رات ڈھل گئی۔ پھر آپ ﷺ سواری پر جھک گئے تو میں نے جگائے بغیر آپ ﷺ کو سہارا دیا حتیٰ کہ آپ ﷺ سیدھے ہو کر سواری پر بیٹھ گئے۔ یہاں تک کہ رات کا آخری حصہ آ گیا۔ آپ ﷺ پھر سواری پر پہلی دو بار سے زیادہ جھک گئے۔ قریب تھا کہ گر پڑتے میں نے آپ ﷺ کو سہارا دیا۔ آپ ﷺ نے سر اقدس اٹھا کر پوچھا۔ تم کون ہو؟ میں نے عرض کی ابو قتادہ (رضی اللہ عنہ)۔ پوچھا کب سے میرے ساتھ چل رہے ہو؟ میں نے عرض کی پوری رات آپ ﷺ کے ساتھ چلتا آ رہا ہوں۔ فرمایا خدا تمہاری حفاظت کرے جس طرح تم نے اپنے نبی کی حفاظت کی ہے۔

(مسلم کتاب المساجد)

لیکن معراج کی رات اٹھارہ سال لمبی رات میں آپ ﷺ کو نیند نہیں آئی۔ آپ ﷺ پر نیند کا غلبہ ہونا اس طرف اشارہ ہے کہ آپ ﷺ خدا نہیں ہیں اور اٹھارہ سال لمبی رات نیند نہ آنا اس طرف اشارہ ہے کہ میں تم جیسا نہیں ہوں بلکہ بے مثل ہوں۔

تیرا قد تو نادر دہر ہے کوئی مثال ہو تو مثال دے
نہیں گل کے پودوں میں ڈالیاں کہ چمن میں سرو چماں نہیں

(حصہ دوم)

بے مثل رسول

حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم بے مثل رسول ہیں مسند امام احمد میں حدیث ہے:

اُعْطِیْتُ مَالَمْ یُعْطَ اَحَدٌ مِّنَ الْاَنْبِیَاءِ قَبْلِیْ ○

ترجمہ: مجھے جو کچھ بھی عطا کیا گیا وہ پہلے کسی نبی کو عطا نہ ہوا۔

یعنی ہر وہ چیز جو مجھے عطا کی گئی اس کی پہلے انبیاء میں مثال نہیں ملتی۔

نتیجہ یہ نکلا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ذات و صفات کے اعتبار سے، رسالت کے اعتبار سے بے مثل ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کتاب قرآن ملا تو بے مثل، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوا تو بے مثل، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات بے مثل ہیں، آل و اصحاب ملے تو بے مثل، اولیاء علم ملے تو بے مثل اور امت ملی تو بے مثل غرضیکہ ہر وہ چیز جس کا بالواسطہ یا بلا واسطہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق ہو گیا وہ بے مثل ہو گئی۔ تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

ذات بے مثل:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قامت زیبا کا سایہ نہ تھا خدا تعالیٰ نے آپ کے جسد اقدس کو ایسا لطیف و نظیف اور پاکیزہ و برگزیدہ بنایا تھا کہ اس میں مادی کثافت بالکل نہ تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مادی کثافتوں سے پاک اور سراپا نور تھے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے: "وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا" ایک اور جگہ فرمایا "قَدْ جَاءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ" چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نور تھے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيْ نُوْرًا فِيْ قَلْبِيْ وَنُوْرًا فِيْ قَبْرِيْ وَنُوْرًا مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ وَنُوْرًا مِنْ خَلْفِيْ وَنُوْرًا عَنْ يَمِيْنِيْ، وَنُوْرًا عَنْ شِمَالِيْ وَنُوْرًا مِنْ فَوْقِيْ وَنُوْرًا مِنْ تَحْتِيْ وَنُوْرًا فِيْ سَمْعِيْ وَنُوْرًا فِيْ بَصَرِيْ وَنُوْرًا فِيْ شَعْرِيْ وَنُوْرًا فِيْ بَشَرِيْ وَنُوْرًا فِيْ لَحْمِيْ وَنُوْرًا فِيْ دَمِيْ وَنُوْرًا فِيْ عِظَامِيْ اَللّٰهُمَّ اَعْظِمْ لِيْ نُوْرًا وَاَعْطِنِيْ نُوْرًا وَاجْعَلْ لِيْ نُوْرًا ○ (ترمذی شریف)

ترجمہ: اے اللہ میرے لئے میرے دل میں نور کر دے اور میری قبر میں نور کر دے، میرے آگے نور میرے پیچھے نور میرے دائیں اور بائیں نور، میرے اوپر نیچے نور اور میرے کانوں میں نور، میری آنکھوں میں نور، میرے بالوں میں نور، میری جلد میں نور میرے گوشت میں نور، میرے خون میں نور، میری ہڈیوں میں نور کر دے اے اللہ میرے لئے بہت زیادہ نور کر دے اور مجھ کو نور عطا کر اور میرے لئے نور کر دے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ:

(ا) آپ ﷺ کا ہر ہر عضو نور ہے۔ اندر باہر، اوپر نیچے، دائیں بائیں، آگے پیچھے نور ہی نور ہے تو پھر سایہ کیسے ہو سکتا ہے کیونکہ یہ ایک امر مسلمہ ہے کہ جو چیز ہر جہت سے نور ہو اس کا سایہ نہ ہوگا۔

تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑہ نور کا
سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا

(ب) شیطان انسان کے پاس چھ اطراف سے آ کر حملہ کرتا ہے۔ آگے پیچھے، دائیں بائیں اور اوپر نیچے سے اور حضور ﷺ ان چھ اطراف سے نور ہیں اور نور میں ٹھنڈک ہوتی ہے اور شیطان آگ سے پیدا ہوا ہے اور ٹھنڈک سے آگ بجھ جاتی ہے لہذا یہی وجہ ہے کہ شیطان حضور اکرم ﷺ کے قریب آنے سے ڈرتا ہے۔

(ج) جب آپ کے کان میں نور آ گیا تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ ﷺ دور کی آواز کو سن لیتے ہیں چنانچہ حدیث میں ہے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

لَيْسَ مِنْ عَبْدٍ يُصَلِّي عَلَيَّ إِلَّا بَلَغَنِي صَوْتُهُ حَيْثُ كَانَ قُلْنَا وَبَعْدَ وَفَاتِكَ قَالَ وَبَعْدَ وَفَاتِي إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَامَ الْأَنْبِيَاءِ ○ (جلاء الافہام، ص ۶۳)

کہیں سے بھی کوئی بندہ مجھ پر درود شریف پڑھے تو اس کی آواز مجھ تک پہنچ جاتی ہے۔

ہم نے عرض کی وفات کے بعد بھی؟ فرمایا ہاں وفات کے بعد بھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھائے۔

(د) آپ کی آنکھوں میں نور آ گیا تو آپ دور کی چیزوں کو دیکھ سکتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ○

ترجمہ: تو ان فرشتوں کو دیکھ رہا ہے جو فرش کے گرد جمع ہو کر اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح پڑھتے ہیں۔

جو نگاہ فرش سے عرش تک پہنچ جاتی ہے اس سے دنیا کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہ سکتی چنانچہ حدیث میں ہے کہ

مَا مِنْ شَيْءٍ لَمْ أَكُنْ أُرِيْتُهُ إِلَّا قَدْ رَأَيْتُهُ فِيْ مَقَامِيْ هٰذَا حَتَّى الْجَنَّةَ وَالنَّارَ ○

ترجمہ: کوئی شے ایسی نہیں جو مجھ کو نہ دکھائی گئی ہو مگر میں نے اسے اس مقام پر دیکھ لیا یہاں تک کہ جنت اور دوزخ کو بھی۔

جنت ساتویں آسمان کے اوپر اور دوزخ ساتویں زمین کے نیچے ہے۔
پتہ چلا کہ تحت الثریٰ سے لے کر ساتویں آسمان کے اوپر جنت تک کوئی چیز آپ ﷺ پر پوشیدہ نہیں۔

سر عرش پر ہے تری گزر دل فرش پر ہے تری نظر
ملکوت و ملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پر عیاں نہیں

(ن) ملا علی قاری نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے:
نُوْرُ الْقَلْبِ كَاشِفٌ عَنِ الْمَعْلُوْمَاتِ ○
یعنی دل میں نور آنے سے آپ ﷺ کے علم میں اضافہ ہوا۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عائش سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:
رَأَيْتُ رَبِّيْ عَزَّوَجَلَّ فِيْ أَحْسَنِ صُوْرَةٍ فَوَضَعَ كَفَّهُ بَيْنَ كَتِفَيَّ فَوَجَدْتُ بَرْدَهَا بَيْنَ ثَدْيَيَّ فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ○ (مشکوٰۃ)
میں نے اپنے رب کو اچھی صورت میں دیکھا۔ رب تعالیٰ نے اپنا دست قدرت میرے سینے پر رکھا جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں محسوس کی پس میں نے زمین و آسمان کی تمام چیزوں کو جان لیا۔

خدا نے کیا تجھ کو آگاہ سب سے
دو عالم میں جو کچھ خفی و جلی ہے

(ی) حدیث زیر بحث سے یہ نتیجہ نکالنا کہ نبی کریم ﷺ اس دعا سے پہلے نور نہ تھے سراسر غلط ہے اس لئے کہ خدا فرماتا ہے:
اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○
بے شک تو صراط مستقیم پر ہے۔

اِنَّكَ لَتَهْدِيْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○

بے شک تو سیدھے راستے کی ہدایت دیتا ہے۔

معلوم ہوا کہ آپ ﷺ صراط مستقیم کے مرتبے پر فائز تھے اس کے باوجود آپ ﷺ ہر نماز میں پڑھتے تھے۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ معلوم ہوا صراط مستقیم پر رہ کر صراط مستقیم کی دعا مانگتے تھے اسی طرح نور ہو کر نور کی دعا مانگی۔

صفات بے مثل:

قوت باصرہ:

امام بخاری نے روایت کی ہے کہ:

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِيْ هٰهُنَا وَاللّٰهِ مَا يَخْفٰى عَلَيَّ رُكُوْعُكُمْ وَلَا خُشُوْعُكُمْ وَاِنِّيْ لَاَرَاكُمْ مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِيْ ○

(بخاری، ج ا، ص ۱۰۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں صرف سامنے دیکھتا ہوں۔ قسم بخدا نہ مجھ پر تمہاری نماز کی ظاہری حالت پوشیدہ ہوتی ہے اور نہ باطنی خشوع وخضوع۔ بیشک میں تمہیں پیٹھ کے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔

حضور اکرم ﷺ کی قوت باصرہ کی یہ صفت دائمی ہے عارضی نہیں اس لئے کہ۔

(ا) نماز کے اندر یا باہر تمام کائنات کو دیکھنا خدا کی ایک عظیم نعمت ہے اور قانون خدا یہ ہے کہ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہاری

نعمتوں میں اضافہ کروں گا اور رسول پاک ﷺ سے بڑھ کر کوئی شکر گزار نہیں۔
لہذا آپ کی نعمت قوت باصرہ میں روز افزوں ترقی تو ممکن ہے کمی نہیں ہو سکتی۔
(ب) خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا آپ دعا فرمائیں اے اللہ میرے علم میں زیادتی عطا فرما۔

مقام غور ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا مقصود یہ ہے کہ رسول خدا کے علم میں اضافہ ہو اور کائنات کو ہر طرف سے دیکھنا علم کا سبب ہے اور ہمیشہ دیکھنا علم میں زیادتی کا سبب ہے تو اللہ تعالیٰ رسول پاک ﷺ کے علم میں زیادتی کا خواہاں ہے لہذا آپ ﷺ کا دائمی طور پر دیکھنا زیادتی علم کے لئے ضروری ہے۔
(ج) کوئی نعمت ہمیشہ کے لئے نہ دینے کی چار وجوہات ہو سکتی ہیں۔

پہلی وجہ:

دینے والے میں نعمت دینے سے کوئی کمی آجاتی ہے۔
اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں کسی بھی وقت کسی نعمت میں کمی کا تصور بھی جائز نہیں کیونکہ کمی متصور ہوتی تو اللہ نعمت دیتا ہی نہیں۔

دوسری وجہ:

نعمت لینے والا اس کا اہل نہیں۔
رسول خدا سے بڑھ کر کون ہے جو خدا کی نعمت کا اہل ہو۔

تیسری وجہ:

نعمت لینے والا نعمت دینے والے کی مرضی کے خلاف کر دیتا ہے اور وہ ناراض ہو جاتا ہے اور نعمت واپس لے لیتا ہے۔
یہ وجہ بھی درست نہیں اس لئے کہ رسول کا مقام تو یہ ہے کہ:

قُلۡ اِنۡ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوۡحٰۤی اِلَیَّ ○

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں کہ میں تو اللہ کی وحی کے بغیر کام نہیں کرتا نیز خدا خود اپنے محبوب کی رضا چاہتا ہے۔

وَلَسَوۡفَ یُعۡطِیۡکَ رَبُّکَ فَتَرۡضٰی ○

عنقریب آپ کا خدا آپ کو اتنا دے گا کہ آپ کو راضی کرے گا۔

فَتَرۡضٰی نے ڈالی ہیں باہیں گلے میں
کہ ہو جائے راضی طبیعت کسی کی
فترضیٰ کی یہ پیاری پیاری صدا ہے
کہ ہو گا . قیامت میں چاہا تمہارا

چوتھی وجہ:

نعمت لینے والے سے زیادہ کوئی اور محبوب ہے۔

یہ وجہ بھی درست نہیں اس لئے آپ سے بڑھ کر خدا کا اور کوئی محبوب ہے ہی نہیں۔ ان کی محبوبی کا تو یہ حال ہے کہ خدا فرماتا ہے:

قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ ○

آپ فرمادیں اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو۔ خدا کے محبوب بن جاؤ گے۔

جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنے والے خدا کے محبوب ہیں تو خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے کتنے محبوب ہوں گے۔

(د) معراج کی رات حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!

قَلۡبٌ سَدِیۡدٌ فِیۡہِ عَیۡنَانِ تُبۡصِرَانِ وَاُذُنَانِ تَسۡمَعَانِ ○

دل مبارک ہر قسم کی کجی سے پاک ہے اس میں دو آنکھیں ہیں جو دیکھتی ہیں اور دو کان ہیں جو سنتے ہیں۔

یہ آنکھیں دور کی چیزوں کو دیکھنے کے لئے اور کان دور کی آوازوں کو سننے کے لئے ہیں جس طرح ظاہری آنکھوں کا دیکھنا دائمی ہے اور ظاہر کانوں کا سننا دائمی ہے اسی طرح دل کی آنکھوں کا دیکھنا اور کانوں کا سننا دائمی ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ:

اِنِّیْ اَرٰی مَالَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَالَا تَسْمَعُوْنَ ○

ترجمہ: میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے۔

قوت سامع:

خدا تعالیٰ نے اپنے محبوب کو قوت سامعہ بھی بے مثال عطا فرمائی ہے اس وقت ساری دنیا میں مسلمان موجود ہیں اور اپنے اپنے ملک میں اپنی اپنی مساجد میں نمازیں ادا کرتے ہیں اور نماز میں جب التحیات پڑھتے ہیں تو کہتے ہیں:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ ○

ترجمہ: اور سلام کا جواب دینا فرض ہے کیونکہ خدا فرماتا ہے:

وَاِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّةٍ فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْھَا اَوْ رُدُّوْھَا ○

ترجمہ: اور جب تمہیں کوئی کسی لفظ سے سلام کرے تو تم اس سے بہتر لفظ جواب میں کہو یا وہی کہہ دو۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ حضور اکرم ﷺ ہر سلام کرنے والے کا جواب دیتے ہیں اور سلام کے جواب سے پہلے سلام کا سننا ضروری ہے اس لئے پتہ چلا کہ حضور اکرم ﷺ ساری دنیا کے مسلمانوں کے درود و سلام کو سنتے ہیں اور اس کا

جواب بھی دیتے ہیں۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول خدا کی بارگاہ میں عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی نبوت کی نشانی جس وجہ سے میں آپ کے دین میں داخل ہوا ہوں یہ ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھولے میں دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاند سے باتیں کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاند کو انگلی کا جدھر اشارہ کرتے تھے وہ ادھر ہو جاتا تھا۔ فرمایا: میں اس سے باتیں کرتا تھا اور وہ مجھ سے باتیں کرتا تھا اور وہ مجھے رونے سے منع کرتا تھا اور جب وہ عرش کے نیچے سجدہ میں گرتا تھا تو میں اس کی آواز سنتا تھا۔ (تفسیر مظہری، ج ۶، ص ۵۱۲)

کھیلتے تھے چاند سے بچپن میں آقا اس لئے
وہ سراپا نور تھے یہ تھا کھلونا نور کا
چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں
کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا

رسالت بے مثل:

حضور سرور کائنات تمام انسانوں کے رسول ہیں۔ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا ○

ترجمہ: تم فرما دو اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سارے انبیاء کے بھی رسول ہیں۔ خدا فرماتا ہے۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَاۤ اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ ○

یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب و

حکمت دوں پھر ایسا رسول آئے جو اس کی تصدیق کرنے والا ہو جو تمہارے ساتھ ہے تو تم ضرور اس پر ایمان لانا۔

معلوم ہوا کہ انبیاء کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہمارے رسول اکرم ﷺ پر ایمان لائیں کیونکہ آپ ان کے لئے بھی رسول بن کر آئے ہیں۔

انبیاء سے کروں عرض کیوں مالکو
کیا نبی ہے تمہارا ہمارا نبی

آپ ﷺ تمام فرشتوں کے بھی رسول بن کر آئے ہیں۔ دلائل یہ ہیں۔

دلیل اول:

حضرت اسرافیل علیہ السلام اہل آسمان کے مؤذن ہیں جب آپ اذان دیتے ہیں تو ساتوں آسمانوں کے فرشتے آپ کی اذان سنتے ہیں۔ حضرت میکائیل علیہ السلام بیت المعمور میں تمام فرشتوں کی امامت کراتے ہیں۔

(الحاوی، ج ۲، ص ۱۴۲)

اس سے معلوم ہوا کہ فرشتے وہی اذان دیتے ہیں جو ہماری اذان ہے اور ہماری طرف امامت کراتے ہیں اس لئے کہ وہ بھی ہمارے نبی کے امتی ہیں۔

دلیل دوم:

حضرت سلمان فارسی سے روایت ہے کہ:

اِذَا کَانَ الرَّجُلُ فِی اَرْضٍ فَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ صَلّٰی خَلْفَہٗ مَلَکَانِ فَاِنْ اَذَّنَ وَاَقَامَ صَلّٰی خَلْفَہٗ مِنَ الْمَلَائِکَۃِ مَالَا یَرٰی طَرْفَاہُ یَرْکَعُوْنَ بِرُکُوْعِہٖ وَیَسْجُدُوْا بِسُجُوْدِہٖ وَیُؤْمِنُوْنَ عَلٰی دُعَائِہٖ○ (الحاوی، ج ۲، ص ۱۴۳)

جب کوئی آدمی کسی زمین میں ہوتا ہے اور نماز قائم کرتا ہے تو اس کے

پیچھے دو فرشتے نماز ادا کرتے ہیں۔ اگر وہ اذان کہہ کر نماز قائم کرتا ہے تو دونوں طرف حد نگاہ تک فرشتے اس کے پیچھے نماز ادا کرتے ہیں۔ اس کے رکوع کے ساتھ رکوع سجدے کے ساتھ سجدہ کرتے ہیں اور اس کی دعا پر آمین کہتے ہیں۔

دلیل سوم:

حضرت آدم علیہ السلام ہندوستان میں نازل ہوئے۔ آپ پر وحشت طاری ہوئی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام امین نازل ہوئے انہوں نے اذان کہی اور اذان میں دو مرتبہ کہا اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ حضرت جبرائیل علیہ السلام امین کی یہ شہادت اس بات کی دلیل ہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرائیل علیہ السلام کے بھی رسول بن کر آئے ہیں۔

دلیل چہارم:

حدیث میں آیا ہے:

فَاَمَّا وَزِیْرَایَ مِنْ اَهْلِ السَّمَاءِ فَجِبْرَائِیْلُ وَ مِیْکَائِیْلُ وَ اَمَّا وَزِیْرَایَ مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ فَاَبُوْبَکْرٍ وَّ عُمَرُ ○ (مشکوٰۃ)

میرے دو وزیر اہل آسمان سے حضرت جبرائیل امین علیہ السلام اور حضرت میکائیل علیہ السلام ہیں اور دو وزیر اہل زمین سے صدیق اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہم ہیں۔

وزیر بادشاہ کے ہوتے ہیں اور اس کے متبعین سے ہوتے ہیں لہذا جس طرح حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں حضرت جبرائیل امین اور میکائیل علیہم السلام بھی آپ کے امتی ہیں۔

اللہ اللہ شہ کونین جلالت تیری
فرش کیا عرش پہ جاری ہے حکومت تیری

بلکہ حضور علیہ السلام ساری مخلوق کے رسول ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

تَبَارَكَ الَّذِىْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ○

پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے پر وہ کتاب نازل فرمائی جو حق و باطل کے درمیان فرق کرتی ہے تاکہ وہ تمام جہانوں کا نذیر یعنی نبی بن جائے۔

جیسے سب کا خدا ایک ہے ویسے ہی
ان کا ان کا تمہارا ہمارا نبی

جب ساری مخلوق کے رسول ہیں تو سب کی زبان جانتے ہیں خدا فرماتا ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ ○

ہم نے ہر رسول کو اس کی قوم کی زبان دے کر بھیجا ہے۔

دلیل اول:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہء انور پر ہر ملک کا باشندہ اپنی اپنی زبان میں بات کرتا ہے اور آپ سب کے سنتے ہیں۔ کوئی فرشتہ ترجمان نہیں ہوتا۔

دلیل دوم:

مختلف زبانیں بولنے والے خدا کے برگزیدہ بندے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک کی زبان میں کلام فرماتے ہیں جس سے پتہ چلا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک کی زبان جانتے ہیں۔

ازواج بے مثل:

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يٰنِسَآءَ النَّبِىِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ ○

اے نبی کی عورتو تم دوسری عورتوں کی طرح نہیں ہو۔

چند ازواج مطہرات کا ذکر ملاحظہ ہو۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ:

(ا) جب حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کی آمد شروع ہوئی تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا اگر ممکن ہو تو جس وقت وہ فرشتہ آپ کے پاس آئے مجھے ضرور مطلع فرمائیں چنانچہ حضرت جبرائیل علیہ السلام امین آپ کے پاس آئے تو آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو مطلع فرمایا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی آپ میری آغوش میں آ جائیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی آغوش میں آ گئے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنا سر کھول دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کیا آپ اس وقت بھی حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت ہو خدا کی قسم! یہ فرشتہ ہے۔ شیطان نہیں۔ اگر شیطان ہوتا تو نہ شرماتا۔

(فتح الباری، ج ۸، ص ۵۵۳)

اس واقعہ سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا وفور عقل ثابت ہوتا ہے۔

(ب) جاہلیت کے ایک عہد میں مکہ کی عورتیں جمع ہوئیں ان میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی موجود تھیں یکایک ایک آدمی ظاہر ہوا اور بلند آواز سے ندا دی۔

اے عورتو! تمہارے شہر میں عنقریب ایک نبی ظاہر ہوگا جس کا نام احمد ہو گا جو عورت تم میں سے اس کی بیوی بن سکے تو ضرور ایسا کر گزرے۔ سب عورتوں نے اس ندا دینے والے کو سنگریزے مارے مگر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ایسا نہیں کیا اور خاموش ہو گئیں۔ بعد میں آپ کا نکاح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا۔

(کتاب الاصابہ، ج ۴، ص ۲۸۳)

(ج) بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کے لئے کھانا لا رہی ہیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں تو ان کو پروردگار کی طرف سے اور پھر میری طرف سے سلام کہہ دیں اور ان کو جنت کے ایک محل کی بشارت دے دیں جس میں کوئی شور وغل نہ ہو گا اور نہ ہی اس میں کسی قسم کی مشقت اور تکلیف ہو گی۔

نسائی کی روایت میں ہے کہ آپ نے جواب میں فرمایا:

بے شک اللہ تعالیٰ خود ہی سلام ہے البتہ جبرائیل علیہ السلام پر سلام ہو اور خدا کی برکتیں اور رحمتیں ہوں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا:

آپ کی خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ (رضی اللہ عنہا)! یہ جبرائیل (علیہ السلام) تمہیں سلام کہتے ہیں۔ میں نے عرض کی: ان پر بھی سلام رحمتیں اور برکتیں ہوں۔

(۲) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مردوں میں سے بہت لوگ کمال کو پہنچے اور عورتوں میں سے سوائے حضرت مریم علیہا السلام اور آسیہ زوجہ فرعون کے سوا کوئی عورت کمال کو نہیں پہنچی اور عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی فضیلت تمام عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر۔

(۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سوا کسی باکرہ سے نکاح نہ فرمایا۔

(۴) نکاح سے پیشتر فرشتہ میری تصویر لے کر نازل ہوا اور آپ ﷺ کو دکھلا کر کہا یہ آپ ﷺ کی بیوی ہے۔

(۵) رسول خدا ﷺ سب سے زیادہ مجھ سے محبت کرتے تھے۔

(۶) جو شخص سب سے زیادہ نبی کو محبوب تھا میں اس کی بیٹی ہوں۔

(۷) میری براءت کی آیات آسمان سے نازل ہوئیں۔

(۸) میں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا میرے سوا کسی نے نہ دیکھا۔

(۹) جب حضرت جبرائیل علیہ السلام وحی لے کر آتے تو میں اور آپ ﷺ ایک لحاف میں ہوتے۔

(۱۰) میری باری کے دو دن اور دو راتیں تھیں۔

(۱۱) انتقال کے وقت آپ ﷺ کا سر اقدس میری گود میں تھا۔

(۱۲) آپ ﷺ میرے حجرے میں مدفون ہوئے۔

(مجمع الزوائد، ج۹، ص ۲۴۱)

آل رسول بے مثل:

(ا) حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہم کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا:

مَنْ اَحَبَّنِیْ وَاَحَبَّ هٰذَیْنِ وَاَبَاهُمَا وَاُمَّهُمَا كَانَ مَعِیْ فِیْ دَرَجَتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ ○

جس نے مجھ سے اور ان دونوں سے ان کے باپ اور ماں سے محبت کی وہ قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجہ میں ہوگا۔ (اسد الغابہ، ج۴، ص ۲۹)

(ب) حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ ہمیں

ملنے کے لئے تشریف لائے اور رات ہمارے ہاں قیام فرمایا اور امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہم دونوں سوئے ہوئے تھے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے پانی مانگا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور مشکیزے سے پانی لائے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے ہاتھ بڑھا کر پانی پینا چاہا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نہ دیا بلکہ امام حسن رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔ آپ سے کہا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شاید آپ امام حسن رضی اللہ عنہ سے زیادہ محبت کرتے ہیں فرمایا نہیں بلکہ امام حسن رضی اللہ عنہ نے پہلے پانی مانگا تھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے فاطمہ (رضی اللہ عنہا)!

اِنِّیْ وَاِیَّاکَ وَھٰذَانِ وَھٰذَا الرَّاقِدُ یَعْنِیْ عَلِیًّا فِیْ مَکَانٍ وَّاحِدٍ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ ○

میں اور تو اور یہ دونوں اور یہ سونے والے علی (رضی اللہ عنہ) قیامت کے دن ایک جگہ ہوں گے۔ (اسد الغابہ، ج ۵، ص ۲۶۹)

اللہ اللہ نبی کا گھرانہ یہ گھرانہ وراء الوراء ہے
اس میں حسنینؓ ہیں فاطمہؓ ہے اس گھرانے میں مشکل کشا ہے
کعبہ عشق کا ہوں نمازی ان کی نظر عنایت پر راضی
میری تربت پہ لکھ دینا کاتب پنجتن کا یہ ادنیٰ گدا ہے

(ج) سترہ ہجری کا سال تباہی و بربادی کا سال کہلاتا ہے۔ لوگوں نے کئی مرتبہ نماز استسقیٰ ادا کی لیکن بارش نہ ہوئی۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کل میں ان لوگوں کے وسیلے سے بارش کی دعا کروں گا جن کے وسیلے سے ضرور بارش ہو گی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جا کر حضرت عباس کا دروازہ کھٹکھٹایا، انہوں نے کہا کون؟ فرمایا عمر ہوں۔ پوچھا کیا کام ہے فرمایا بارش کی دعا کرنی ہے انہوں نے کہا ذرا ٹھہرو بنی ہاشم سے کہہ دو بہترین لباس زیب تن کر کے باہر نکلیں اور خوشبو لگائیں

پھر اس طرح باہر نکلے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے آگے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ دائیں بائیں حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے پیچھے باقی بنو ہاشم۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا اے عمر رضی اللہ عنہ ہمارے ساتھ کوئی اور شامل نہ ہو پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نماز کی جگہ پہنچ کر خدا کی حمد وثناء بیان کی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ موسلادھار بارش ہونے لگی اور لوگ بھیگتے ہوئے اپنے گھروں کو واپس ہوئے۔ (صواعق محرقہ، ص ۱۷۸)

جب ہجرت کی رات حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کے بستر پر سوئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں گئے اور مکہ سے باہر ایک غار میں ٹھہرے اس شب کفار کا ارادہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کا تھا۔ خدا تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام اور حضرت میکائیل علیہ السلام سے فرمایا میں نے تمہارے درمیان بھائی چارہ قائم کیا ہے اور تمہاری زندگی ایک دوسرے سے دراز کی ہے بتاؤ تم میں سے کون ہے جو اپنے بھائی پر اپنی زندگی کا ایثار کرے اور مرنے کو تیار ہو دونوں اپنی اپنی زندگی بارگاہ الٰہی سے طلب کرنے لگے۔ خدا کی طرف سے ارشاد ہوا اے جبرائیل علیہ السلام و میکائیل علیہ السلام دیکھو علی المرتضیٰ اپنی زندگی کی قربانی کے لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر لیٹ گیا ہے کیونکہ ان دونوں کے درمیان سلسلہء اخوت قائم ہوا ہے۔

اب تم دونوں جاؤ اور دشمنوں سے ان کی حفاظت کرو چنانچہ دونوں آپ کی حفاظت کے لئے آئے ایک سرہانے کی طرف اور ایک پاؤں کی طرف کھڑا ہو گیا اور زبان حال سے کہنے لگے۔

مَنْ مِثْلُكَ يَا ابْنَ اَبِيْ طَالِبٍ اِنَّ اللّٰهَ يُبَاهِيْ بِكَ عَلٰى مَلٰئِكَتِهٖ ○

اے علی (کرم اللہ وجہہ)! تمہاری مثل کون ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ تم

پر فرشتوں کے سامنے فخر کر رہا ہے۔

اس وقت یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ○

اللہ کے بعض بندے وہ ہیں جو اس کی رضا جوئی میں اپنی جان بیچتے ہیں اور اللہ اپنے بندوں پر شفقت کرنے والا ہے۔

اس واقعہ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ایثار کی ایک عظیم مثال ہے کہ انہوں نے یہ جانتے ہوئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر لیٹنا خطرے سے خالی نہیں پھر بھی اپنی جان کی قربانی پیش کر دی کیونکہ:

حوصلہ ہارے نہ انسان پریشانی میں
ہر بنا کام بگڑ جاتا ہے نادانی میں
ڈوب سکتی نہیں کبھی موجوں کی طغیانی میں
جن کی کشتی ہو محمدؐ کی نگہبانی میں

صحابہ بے مثل:

صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان میں نازل شدہ چند آیات ملاحظہ فرمائیں۔

آیت نمبر 1:

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ○

ترجمہ: اور وہ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کے راستے میں جہاد کیا اور جنہوں نے ٹھکانہ دیا اور مدد کی وہی لوگ سچے مومن ہیں ان کے لئے مغفرت ہے

اور عزت کی روزی ہے۔

آیت نمبر 2:

وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○

ترجمہ: مہاجرین اور انصار میں سے سبقت لے جانے والے پہلے اور وہ جنہوں نے نیکی کے ساتھ ان کی اتباع کی اللہ ان سے اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے اور ان کے لئے باغات تیار کئے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔

آیت نمبر 3:

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرَّاشِدُوْنَ ○

ترجمہ: اللہ نے تمہارے لئے ایمان محبوب کر دیا اور اسے دلوں میں مزین کر دیا اور تمہارے لئے کفر فسق اور نافرمانی مکروہ کر دی۔ وہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

حضور سرور کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

مَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْ اَصْحَابِيْ يَمُوْتُ بِاَرْضٍ اِلَّا بُعِثَ قَائِدًا وَنُوْرًا لَّهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ○

ترجمہ: میرا اصحابی جس زمین میں فوت ہوگا اس زمین والوں کے لئے قائد اور نور ہوگا قیامت کے دن۔ (مشکوٰۃ)

چند بے مثل صحابہ

حضرت مصعب بن عمیر:

یہ وہ صحابی رسول تھے کہ مینڈھے کی کھال کی پوستین پہنتے تھے جوان سے ہمکلام ہوتی تھی۔ چنانچہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

نَظَرَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم اِلٰی مُصْعَبَ بْنِ عُمَیْرٍ مُقْبِلًا وَعَلَیْهِ اَهَابَ كَبْشٍ قَدْ تَنْطِقُ بِهٖ فَقَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم اُنْظُرُوْا اِلٰی هٰذَا الَّذِیْ قَدْ نَوَّرَ اللّٰهُ قَلْبَهٗ ○

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو آتے ہوئے دیکھا ان پر ایک مینڈھے کی کھال تھی جو ان سے باتیں کرتی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس آدمی کو دیکھو۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے دل کو نور سے منور کر دیا ہے۔

(حلیۃ الاولیاء، ج ۴، ص ۱۰۸)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ:

ان کے بارے میں علامہ ابن حجر نے لکھا ہے کہ ابو عمر بن عبد البر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ مِنْ فُضَلَاءِ الصَّحَابَةِ وَفُقَهَائِهِمْ يَقُوْلُ عَنْهُ اَهْلُ الْبَصْرَةِ اِنَّهٗ كَانَ يَرَى الْحَفَظَةَ وَكَانَتْ تُكَلِّمُهٗ ○

(کتاب الاصابہ، ج ۳، ص ۲۶)

حضرت عمران بن حصین بڑے جلیل القدر تھے اور فقہاء صحابہ میں سے تھے۔ اہل بصرہ خود حضرت عمران سے ناقل ہیں کہ وہ کراماً کاتبین کو دیکھا کرتے تھے اور ان سے باتیں کرتے تھے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ:

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی قوم کی طرف بھیجا کہ میں ان کو خدا اور رسول کی طرف بلاؤں اور احکام اسلام ان کے سامنے پیش کروں میں وہاں پہنچ کر اپنے کام میں مشغول ہو گیا۔ اتفاقاً ایک خون سے بھرا پیالہ لے کر میرے سامنے آ بیٹھے اور حلقہ باندھ کر کھانے کے ارادے سے بیٹھے اور مجھ سے کہنے لگے آؤ تم بھی کھاؤ میں نے کہا تم کیا غضب کر رہے ہو میں تو ان کے پاس سے آ رہا ہوں جو اس کا کھانا ہم سب پر حرام کرتے ہیں۔ تب وہ سب میری طرف متوجہ ہوئے اور کہا پوری بات کہو۔ میں نے یہ آیت پڑھ دی حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ۔۔۔ الخ یعنی تم پر مردار اور خون حرام کر دیا گیا ہے۔ میں بہت دنوں تک وہاں رہا اور انہیں پیغام اسلام پہنچاتا رہا لیکن وہ ایمان نہ لائے۔ ایک دن میں سخت پیاسا ہوا میں نے ان سے پانی مانگا اور کہا پیاس کے مارے میرا برا حال ہو رہا ہے مجھے تھوڑا سا پانی پلا دو۔ لیکن کسی نے مجھے پانی نہ دیا بلکہ کہا ہم تجھے یونہی پیاس سے تڑپا تڑپا کر ماریں گے میں غمناک ہو کر دھوپ میں تپتے ہوئے سنگریزوں پر اپنا کمبل اوڑھے پڑا رہا۔ اتفاقاً میری آنکھ لگ گئی تو خواب میں دیکھتا ہوں کہ ایک شخص بہترین جام لئے میرے پاس آیا اس میں خوش ذائقہ مزیدار پینے کی چیز تھی۔ وہ جام اس نے میرے ہاتھ میں دے دیا میں نے خوب پیٹ بھر کر پی لیا پھر میری آنکھ کھل گئی۔ خدا کی قسم مجھے مطلق پیاس نہ تھی بلکہ بعد میں بھی پیاس نے کبھی ستایا نہیں۔ میرے جاگنے کے بعد وہ آپس میں کہنے لگے آخر تو یہ تمہاری قوم کا سردار ہے تمہارا مہمان بن کر آیا ہے۔ اتنی بے رخی بھی ٹھیک نہیں کہ اسے ایک گھونٹ پانی بھی نہ دیں چنانچہ اب یہ لوگ میرے پاس

کچھ پانی لے کر آئے میں نے کہا اب مجھے حاجت نہیں میرے رب نے مجھے پلا دیا ہے یہ کہہ کر میں نے ان کو اپنا پیٹ بھرا دکھا دیا اس کرامت کو دیکھ کر وہ سارے مسلمان ہو گئے۔ (ابن کثیر، ج ۶، ص ۳۹)

حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ:

ایک مرتبہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر تیار فرمایا۔ اس کا افسر حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔ حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں میں بھی اس لشکر میں موجود تھا جب ہم جنگ کے لئے آگے بڑھے تو دشمن کو ہماری اطلاع ہو گئی۔ انہوں نے پانی کے تمام آثار مٹا دیئے۔ گرمی بہت سخت تھی ہمیں اور ہماری سواریوں کو پیاس نے نڈھال کر دیا تھا۔ جب سورج ڈھلا تو علاء بن حضرمی نے دو رکعت نماز پڑھائی پھر دعا کے لئے ہاتھ پھیلا دیئے۔ آسمان پر بادل کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ ابھی انہوں نے ہاتھ ہٹائے بھی نہ تھے کہ سہانی ہوا چلنے لگی۔ بادل اٹھے اور موسلا دھار بارش ہونے لگی۔ تالاب جوہڑ اور وادیاں پانی سے لبریز ہو گئیں۔ ہم نے خوب سیر ہو کر پانی پیا اور جانوروں کو بھی پلایا۔ پھر ہم دشمن سے مقابلہ کے لئے آگے بڑھے جو سمندری خلیج سے ایک جزیرے کی طرف بڑھ چکا تھا۔ حضرت علاء بن حضرمی نے اس خلیج پر آ کر کہا یَا عَلِیُّ یَا عَظِیْمُ یَا کَرِیْمُ اور فرمایا خدا کا نام لے کر اتر پڑو۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پانی صرف سواریوں کے پاؤں تر کر رہا تھا۔

پھر حضرت علاء کا وصال ہو گیا ہم نے ان کو دفن کر دیا کسی نے ہم سے کہا یہ زمین مردوں کو قبول نہیں کرتی ہم نے کہا یہ بات تو اچھی نہیں کہ ان کو درندے کھائیں۔ ہم نے ان کو نکالنے کے لئے قبر کھودی تو وہ حد نگاہ تک نور سے

معمور تھی ہم نے دوبارہ قبر پر مٹی ڈال دی۔ (جامع کرامات، ص ۴۳۶)

اوس اور خزرج کا باہمی تفاخر:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ انصار کے دو قبیلوں اوس اور خزرج نے باہمی تفاخر کیا۔ قبیلہ اوس کے لوگوں نے کہا ہمارا قبیلہ وہ ہے کہ اس میں غسیل ملائکہ حضرت حنظلہ ہیں اس میں حضرت سعد بن معاذ ہیں جن کی وفات پر اللہ کا عرش لرزہ براندام ہو گیا۔ حضرت عاصم بن ثابت بھی اس قبیلے سے تعلق رکھتے تھے جن کی لاش کی حفاظت بھڑوں نے کی۔ حضرت خزیمہ بن ثابت ہمارے قبیلے کے وہ شخص ہیں جن کی ایک کی شہادت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو کے برابر کر دی۔

اہل خزرج نے کہا ہمارے قبیلے کے چار حضرات وہ ہیں کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قرآن جمع کیا تھا اور وہ یہ ہیں۔

حضرت زید بن ثابت۔ ابوزید۔ ابی بن کعب اور حضرت معاذ بن جبل (ابن عساکر، ج ۵، ص ۱۳۶)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی اٰدَمَ فِیْ عِلْمِہٖ وَاِلٰی نُوْحٍ فِیْ فَهْمِہٖ وَاِلٰی اِبْرَاهِیْمَ فِیْ حِلْمِہٖ وَاِلٰی یَحْیٰی فِیْ زُهْدِہٖ وَاِلٰی مُوْسٰی وَ بَطْشَہٗ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ ○ (الریاض النضرہ، ج ۲، ص ۲۹۰)

جو حضرت آدم علیہ السلام کے علم کو حضرت نوح علیہ السلام کی عقل کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بردباری کو حضرت یحییٰ علیہ السلام کے زہد کو اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی

قوت کو دیکھنا چاہے وہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غار ثور میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر پیاس کا غلبہ ہوا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ غار کے دروازے پر چلے جاؤ اور پانی پی لو۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وہاں آ کر شہد سے میٹھا دودھ سے زیادہ سفید اور کستوری سے زیادہ خوشبو دار پانی پیا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تجھے بشارت دوں کہ یہ پانی وہ ہے خدا نے جنتی نہروں کے متوکل فرشتے سے فرمایا جنت الفردوس سے ایک نہر کا رخ غار کے دروازے کی طرف کر دو تا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ پانی پی لیں عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! خدا کی بارگاہ میں میرا یہ مقام ہے فرمایا ہاں۔ بلکہ اس سے بھی افضل وَالَّذِیْ بَعَثَنِیْ بِالْحَقِّ لَایَدْخُلُ الْجَنَّۃَ مُبْغِضُکَ وَلَوْ کَانَ لَہٗ عَمَلُ سَبْعِیْنَ نَبِیًّا قسم ہے اس ذات کی جس نے حق کے ساتھ مجھے بھیجا تجھ سے دشمنی رکھنے والے کے عمل ستر انبیاء کے برابر نہ ہوں وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔ (الریاض النظرۃ، ج ۱، ص ۹۵)

اولیاء بے مثل:

خواجہ ناصر الدین ابو محمد چشتی:

آ[illegible] ہی میں اہل نعمت ہو گئے تھے۔ ان کی والدہ فرماتی ہیں کہ ابو محمد چار مہینے کے میرے پیٹ میں [illegible] میرے پیٹ میں حرکت کرتے تھے اور میرے پیٹ سے میرے کان میں ذکر لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ کی آواز آتی تھی۔ خواجہ ناصر الدین کے پیر و مرشد خواجہ ابو احمد نے فرمایا کہ جس رات ابو محمد پیدا ہوئے میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ

فرما رہے ہیں کہ اے ابو احمد تمہیں بشارت ہو آج تمہارا ایک مرید دنیا میں آ رہا ہے جو پیدائش کے وقت سات مرتبہ بلند آواز سے کہے گا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ جسے تمام حاضرین مجلس سنیں گے تم انہیں روزانہ دیکھنے جانا اور کہنا کہ پیارے مصطفےٰ ﷺ نے تمہیں سلام فرمایا ہے۔ خواجہ ابو احمد بیدار ہوئے اتنے میں ابو محمد چشتی کی والدہ کی طرف سے ایک آدمی آیا، اور خبر دی کہ اسی ساعت ایک لڑکا پیدا ہوا ہے جس نے تمام حاضرین کے سامنے بلند آواز سے سات مرتبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا ہے۔ شیخ ابو احمد چشتی نے وضو کیا اور شیخ ابو محمد چشتی کے مکان پر تشریف لے گئے۔ ابو محمد کی والدہ نے آپ کو شیخ ابو احمد کے پاس بھیج دیا ابو احمد چشتی نے کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا مُحَمَّدُ وَلِیَّ اللّٰہِ انہوں نے جواب دیا وَعَلَیْکَ السَّلَامُ یَا شَیْخُ اَبُوْ اَحْمَدَ آج رات کا خواب بیان کیجئے۔ شیخ ابو احمد نے کہا کہ مصطفےٰ علیہ السلام نے آپ کو سلام بھیجا ہے۔ آپ نے سنا تو یوں جواب دیا وَالسَّلَامُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ○

شیخ ابو محمد چشتی روزانہ چند مرتبہ ہنستے تھے۔ آپ کی والدہ نے یہ بات خواجہ ابو احمد چشتی سے کہی انہوں نے فرمایا کہ شیطان ملعون کی یہ عادت ہے کہ وہ بچوں کے کان مسل دیتا ہے اور وہ روتے ہیں جب شیطان تمہارے بچے کے پاس آتا ہے تو ایک فرشتہ اسے طمانچہ مارتا ہے تمہارا بچہ مادر زاد سعید ہے اسے دیکھتا ہے تو ہنسنے لگتا ہے۔ (سبع سنابل، ص ۲۲۵)

خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

جب آپ کی عمر چار سال چار مہینے چار دن کی ہوئی تو آپ کی والدہ نے آپ کو خواجہ معین الدین کے پاس بغرض تعلیم بھیج دیا۔ انہوں نے آپ کی تختی

لے کر لکھنا چاہا تو غیب سے آواز آئی کہ ٹھہر و حمید الدین ناگوری آ رہے ہیں وہی ہمارے قطب الدین کی تختی لکھیں گے۔ دوسرے ہی لمحے میں خواجہ حمید الدین ناگوری تشریف لے آئے خواجہ معین الدین نے دیکھا تو تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے اور تختی آپ کے ہاتھ میں دی۔ حضرت قاضی حمید الدین ناگوری نے حضرت قطب الدین بختیار کا کی سے پوچھا کہ کہاں سے لکھوں انہوں نے جواب دیا لکھیے۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ـــــ الخ

قاضی حمید الدین نے فرمایا یہ تو پندرھواں پارہ ہے تم نے قرآن کہاں سے پڑھا ہے جواب دیا میری والدہ کو پندرہ پارے یاد ہیں میں نے توفیق الٰہی سے وہاں سے دیکھ کر یاد کر لئے۔

حمید الدین ناگوری نے آپ کو چار روز میں قرآن پڑھایا اور چلے گئے۔

(سبع سنابل، ص ۴۳۹)

حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

حضور داتا صاحب نے لکھا ہے کہ آپ کا درجہ یہاں تک بلند ہوا کہ ایک مرتبہ حضرت حسن بصری آپ کی عبادت گاہ میں آئے نماز عشاء کی تکبیر ہو رہی تھی اور جماعت کھڑی ہو چکی تھی حضرت حسن بصری نے آپ کی اقتداء میں نماز کی نیت باندھ لی مگر جب دیکھا کہ حضرت حبیب عجمی کی زبان سے مخارج قرآن صحیح نہیں نکل رہے نماز تو آپ نے پڑھ لی مگر یہ محسوس ہوا کہ ان کے مخارج صحیح نہیں ہیں شام کو جب سوئے تو خواب میں جمال الٰہی سے مشرف ہوئے عرض کی الٰہی تیری رضا کس چیز میں ہے جواب ملا اے حسن اگر میرے حبیب کے پیچھے

نماز اس طرح پڑھتا کہ تیری نیت درست ہوتی تو میں تجھ سے راضی ہو جاتا۔

(کشف المحجوب، ص ۲۰۶)

محمد بن علی حکیم ترمذی:

حضرت ابوبکر وراق روایت کرتے ہیں کہ ایک روز محمد بن علی حکیم ترمذی نے اپنی تصانیف میں سے چند جز مجھے دیئے اور فرمایا یہ دریائے جیحوں میں ڈال دو جب میں باہر آیا تو میں نے دیکھا کہ وہ خبر نہایت عمدہ علمی جواہر پارے ہیں۔ میرے دل نے نہ چاہا کہ ان کو دریا میں ڈال دوں میں نے وہ جز دریا میں ڈالنے کی بجائے اپنے پاس رکھ لئے اور واپس آ کر عرض کی آپ کے ارشاد کی تعمیل کر دی ہے انہوں نے مجھ سے پوچھا جب تو نے وہ جز دریا میں ڈالے تو تو نے کیا دیکھا میں نے جواب دیا کچھ نہیں دیکھا۔ فرمایا تو پھر تو نے وہ جز دریا برد نہ کیا۔ میں حیران ہوا کہ دریا میں جز ڈالنے سے کیا نظر آنا تھا جس کی وجہ سے مجھ پر حکم لگا دیا گیا کہ تو نے وہ جز دریا میں نہ ڈالے۔ آخر کار میں نے وہ جز دریا برد کر دیئے۔ ان اجزاء کا دریا میں ڈالنا تھا کہ دریا پھٹا اور ایک صندوق برآمد ہوا اور اس کا ڈھکنا کھلا اور اس میں جز داخل ہو گئے پھر صندوق کا منہ بند ہو گیا اور وہ دریا میں چلا گیا اور پانی کی سطح ہموار ہو گئی۔ میں حاضر ہوا اور اطلاع دی کہ وہ اجزاء دریا برد کر آیا ہوں۔ اس کے بعد جو دیکھا وہ بھی بیان کر دیا پھر میں نے اس راز کے بارے میں دریافت کیا فرمایا۔ ہم نے علم طریقت میں ایک کتاب لکھی تھی جو عقول انسانی [illegible] حضرت خضر علیہ السلام نے کہا کہ یہ کتاب ہمیں دے دو چنانچہ انہیں کے حکم سے وہ صندوق [illegible] حکم الٰہی سے وہ کتاب ان کے پاس پہنچ گئی۔ (کشف المحجوب، ص ۲۲۳)

امت بے مثل:

(ا) حدیث میں آیا ہے کہ ایک دفعہ رسول اکرم ﷺ مسجد میں بیٹھے تھے ایک پرندہ آ کر مسجد کی دیوار پر بیٹھ گیا۔ اس کی چونچ میں رائی کے برابر مٹی تھی وہ پرندہ چیخنے لگا اور رسول اکرم ﷺ سن کر مسکرانے لگے لوگوں نے وجہ دریافت کی آپ نے فرمایا: یہ پرندہ کہتا ہے جس طرح میری چونچ کی یہ مٹی دریائے قلزم کو گدلا نہیں کر سکتی اسی طرح آپ کی امت کے گناہ خدا کی رحمت کو متغیر نہیں کر سکتے کیونکہ اللہ کی رحمت سمندر سے بہت بڑی ہے اور اللہ کے نزدیک گناہ اس مٹی سے بہت کم ہیں۔ (احسن القصص، ص ۱۷۸)

(ب) حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے امت احمد کو آواز دی تو انہوں نے اپنے آباؤ اجداد کی پشتوں اور اپنی ماؤں کے رحموں سے لبیک کہہ کر جواب دیا۔ خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِشَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدِیْ وَرَسُوْلِیْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَاِنْ ذُنُوْبُهٗ اَكْثَرُ مِنْ زُبَدِ الْبَحْرِ ○

(مظہری، ج ۷، ص ۱۶۸)

جو قیامت کے دن اس گواہی کے ساتھ میرے پاس آئے گا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ میرے بندے اور میرے رسول ہیں وہ جنت میں داخل ہو گا اگرچہ اس کے گناہ سمندر کی جھاگ کے برابر کیوں نہ ہوں۔

(ج) حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا کی بارگاہ میں عرض کی یا رب میں الواح میں لکھا ہوا پاتا ہوں کہ ایک امت ہو گی جو ہمیشہ

اچھی باتیں سکھائے گی اور بری باتوں سے روکتی رہے گی۔ اے خدا وہ امت میری امت کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ امت احمد کی امت ہے پھر کہا اے اللہ ان الواح سے ایک ایسی امت کا پتہ چلتا ہے جو سب سے آخری امت ہو گی لیکن سب سے پہلے جنت میں داخل ہو گی وہ میری امت کر دے۔ اللہ نے فرمایا وہ احمد کی امت ہے پھر عرض کی الواح میں ایک ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں جو کتاب کو حفظ کرے گی اور زبانی اس کی تلاوت کرے گی۔ وہ امت مجھے عطا کر دے فرمایا وہ تو احمد کی امت ہے۔ پھر عرض کی ایک ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں جو تیری ہر کتاب پر ایمان لائے گی اور گمراہوں کافروں حتیٰ کہ کانے دجال سے بھی لڑیں گے وہ امت مجھے عطا کر دے فرمایا وہ تو احمد کی امت ہے پھر عرض کی الٰہی الواح میں ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں وہ اپنے نذرانے اور صدقات آپس میں کھائیں گے حالانکہ اس امت سے پہلے لوگوں کے صدقات کی قبولیت کی نشانی یہ ہوتی تھی کہ آسمان سے آگ آکر اسے کھا جاتی تھی اللہ ان کے صدقات امیروں سے لے کر غریبوں کو دے گا۔ یا رب وہ میری امت کر دے فرمایا یہ احمد کی امت ہے پھر کہا یا رب میں الواح میں ایک ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں جو صرف نیکی کا ارادہ کرے گی تو نیکی مل جائے گی اور اگر وہ نیک کام کرے گی تو دس سے لے کر سات سو تک نیکیاں مل جائیں گی۔ اے رب وہ میری امت بنا دے فرمایا وہ احمد کی امت ہے پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی الٰہی میں الواح میں ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں جو مرتبہ شفاعت پر فائز کی جائے گی خدایا وہ میری امت بنا دے فرمایا وہ تو احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وہ الواح ہاتھ سے رکھ دیئے اور بارگاہ خداوندی میں عرض کی الٰہی مجھے اس احمد کی امت سے بنا دے۔ (ابن کثیر، ج ۹، ص ۲۵)

(د) حضرت زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو خریدا پھر قید خانے بھیجا پھر قید خانے سے نکال کر مصر کی بادشاہت دی اس طرح خدا نے مومن کی جان و مال کو خریدا اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ○ پھر دنیا کے قید خانے میں قید کیا اَلدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ اور قیامت کے روز دنیا کے قید خانے سے نکال کر جنت کی بادشاہت عطا فرمائے گا۔

(ع) جب حضرت نوح علیہ السلام کی قوم آپ پر ایمان نہ لائی تو آپ نے خدا تعالیٰ سے یوں دعا مانگی رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا○

ترجمہ: یا اللہ! زمین پر کافروں کو بستا ہوا نہ چھوڑ۔

اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور عرض کی آپ نے کافروں کے لئے عذاب کی دعا مانگی ہے تو مومنوں کی مغفرت کی دعا بھی کریں۔آپ نے دعا مانگی۔ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا○

اے میرے رب میری میرے والدین کی اور جو میرے گھر میں مومن ہو کر داخل ہو جائے اس کی مغفرت فرمادے۔

پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور کہا۔

اُدْعُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ يَكُوْنُوْنَ مِنْ بَعْدِكَ مِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ○

ان مومن مردوں اور عورتوں کے لئے بھی دعا کرو جو آپ کے بعد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے ہوں گے۔

آپ نے پھر مانگی رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ○

اے میرے رب! میری اور میرے والدین کی اور جو میرے گھر میں

مومن ہو کر داخل ہو جائے اور مومن مردوں اور عورتوں کی مغفرت فرمادے۔

حضرت نوح علیہ السلام نے جو دعا کافروں کی ہلاکت کی مانگی خدا نے وہ قبول فرمائی اور اللہ کی رحمت سے قوی امید ہے کہ جو دعا آپ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی مغفرت کی مانگی ہے وہ بھی خدا تعالیٰ اپنے کرم سے ضرور قبول فرمائیں گے۔ (معارج، ج ۱، ص ۷۸)

(غ) جب حضرت نوح علیہ السلام کشتی میں سوار ہوئے تو آپ نے کہا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰهَا جب اس نام کی برکت سے کشتی چلنے لگی تو آپ نے کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ نَجّٰنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ پھر جب کشتی سے باہر تشریف لائے تو فرمایا یٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَکٰتٍ عَلَیْكَ گویا خدا تعالیٰ حضرت نوح علیہ السلام کو تین چیزیں عطا فرمائیں جن سے وہ اور ان کے امتی طوفان آب سے نجات پا گئے خدا نے اپنے فضل سے مسلمانوں کو بھی بسم اللہ، الحمد للہ اور سلام تینوں چیزیں عطا فرمائیں تاکہ یہ طوفان عذاب سے نجات پا جائیں۔

(معارج، ج ۱، ص ۸۰)

(ف) پانچ پیغمبروں کو ان کی قوم کا بھائی کہا گیا تفصیل یہ ہے:

وَقَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ ۝

ترجمہ: ان کے بھائی نوح علیہ السلام نے ان سے کہا۔

وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ۝

ترجمہ: اور قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود علیہ السلام کو بھیجا۔

وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۝

ترجمہ: اور قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح علیہ السلام کو بھیجا۔

وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا ۝

ترجمہ: اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب علیہ السلام کو بھیجا۔

وَاِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ لُوْطٌ ۝

ترجمہ: اور جب ان کے بھائی لوط علیہ السلام نے ان سے کہا۔

لیکن سرور کائنات کو مسلمانوں کا بھائی نہ کہا گیا بلکہ قوم مسلم کا تن و جان کہا گیا۔ خدا فرماتا ہے لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ البتہ تحقیق آیا رسول تمہاری جانوں میں سے۔

وجہ یہ ہے کہ بھائی بھائی کا دشمن ہوسکتا ہے جیسے کہ قابیل ہابیل کا اور حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی ان کے دشمن ہو گئے لیکن کوئی اپنی جان کا دشمن نہیں ہوتا بلکہ اپنی جان کی خیر مانگتا ہے اس لئے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کی ہمیشہ مغفرت کے لئے دعا مانگی ہے۔ (معارج، ج۱، ص ۸۵)

(ن) جب قوم عاد پر ہوا کا عذاب آیا تو حضرت ہود علیہ السلام نے اپنے مومن امتیوں کے گرد ایک دائرہ کھینچ لیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ دائرہ ایک عظیم قلعہ ثابت ہوا اور تمام مومن مرد اور عورتیں ہوا کے طوفان سے نجات پا گئے۔ خدا تعالیٰ نے ہم مسلمانوں کو بھی ایک عظیم قلعہ عطا فرمایا ہے اور وہ یہ کہ:

جب حضرت امام علی رضا بن امام موسیٰ کاظم خچر پر سوار ہو کر نیشا پور سے گزرے تو ان کے چہرے پر نقاب تھا جب نیشا پور کے بازار سے آپ کی سواری گزری تو دو عظیم محدث امام ابو زرعہ رازی اور امام اسلم طوسی آئے اور آپ کی رکابیں تھامیں اور عرض کی۔ آپ اپنے رخ انور کی زیارت بھی کرائیں اور کوئی ایسی حدیث سنائیں جس کی تمام سندیں آپ کے خاندان سے ہوں۔ آپ نے اپنے رخ زیبا کو بے نقاب بھی کیا اور یوں گویا ہوئے کہ مجھ سے میرے والد امام موسیٰ کاظم نے بیان کیا ان سے ان کے والد امام جعفر صادق نے روایت کیا ان سے

ان کے والد امام باقر نے بیان کیا ان سے ان کے والد زین العابدین نے بیان کیا ان سے ان کے والد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ان سے ان کے والد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا ان سے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے روایت کی ان سے رب العالمین نے فرمایا:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ حِصْنِیْ فَمَنْ قَالَهَا دَخَلَ حِصْنِیْ وَاَمِنَ مِنْ عَذَابِیْ ○

لا الہ الا اللہ میرا قلعہ ہے جس نے اس کلمہ کو اپنی زبان سے ادا کیا وہ میرے قلعہ میں داخل ہو گیا اور میرے عذاب سے بچ گیا۔ (احسن، ص ۹۴)

معراج بے مثل:

کئی انبیاء علیہم السلام کو معراج جیسی عظیم نعمت سے سرفراز فرمایا گیا لیکن ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج بے مثل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات بے حجاب خدا تعالیٰ کا دیدار کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ کی روایت میں ہے کہ:

اَنَّ مُحَمَّدًا رَاٰی رَبَّهٗ مَرَّتَیْنِ مَرَّةً بِبَصَرِهٖ وَمَرَّةً بِفُؤَادِهٖ ○ (طبرانی)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ خدا کا دیدار کیا ہے ایک مرتبہ سر کی آنکھ سے اور ایک مرتبہ دل کی آنکھ سے۔

دیدار خدا کے لئے کتنی طاقتور آنکھ کی ضرورت ہے اس کے لئے حضرت عکرمہ شاگرد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ تمام انسانوں جنوں چوپایوں اور پرندوں کی بصارت ایک ہی شخص کی آنکھوں میں کر دی جائے پھر سورج کے سامنے جو ستر پردے ہیں اگر ان میں سے ایک پردہ ہٹا دیا جائے تو ناممکن ہے کہ یہ آدمی دیکھ سکے حالانکہ

سورج کا نور کرسی کے نور کا سترواں حصہ ہے اور کرسی کا نور عرش کے نور کا سترواں حصہ ہے اور عرش کا نور جو پردے خدا کے سامنے ہیں ان میں سے ایک پردے کے نور کا سترواں حصہ ہے اندازہ لگالو کہ معراج کی رات خدا نے حضور اکرم ﷺ کی آنکھ کو کتنا طاقتور بنا دیا ہوگا۔

خدا تعالیٰ کے دیدار کے اسرار:

نمبر 1:

نبی کریم ﷺ نے معراج کی رات خدا تعالیٰ کا دیدار کیا اور یہ بڑے حوصلے کی بات ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایک صفت کی تجلی کی گئی تو وہ بے ہوش ہو گئے اور طور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا اور آپ ﷺ نے عین ذات کو اس طرح دیکھا کہ دکھانے والے نے بھی داد دی اور فرمایا مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی۔ اللہ تعالیٰ کا کلام ایسا پر جلال ہے کہ اگر اس کو وہ پہاڑ پر نازل کرتا تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جاتا اور آپ کے سینہ پر تیئیس سال تک لگاتار کلام الٰہی نازل ہوتا رہا اور آپ ﷺ کے اطمینان اور استقامت میں کوئی فرق نہیں آیا، سلام ہو ان آنکھوں پر جنہوں نے اس ذات کے جلوؤں کو محویت سے دیکھا جس کی صفت کے جلوؤں کو بھی کوئی سہار نہیں سکتا اور آفرین ہو اس دل پر جس پر تیئیس سال کلام الٰہی نازل ہوتا رہا اور اس کی استقامت میں فرق نہیں آیا۔

نمبر 2:

علماء نے بیان کیا ہے کہ دنیا میں ہم اللہ تعالیٰ کو اس لئے نہیں دیکھ سکتے کہ ہماری آنکھیں فانی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات باقی ہے اور فانی آنکھوں سے باقی ذات کو نہیں دیکھا جا سکتا اور جنت میں (اگر خدا کے فضل وکرم سے جنت

میں چلے گئے) اللہ تعالیٰ کو دیکھ لیں گے کیونکہ وہاں ہم باقی ہوں گے اور باقی آنکھوں سے باقی ذات کو دیکھا جا سکتا ہے، اور نبی کریم ﷺ نے دنیا میں اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو جو آنکھیں جنت میں عطا فرمائے گا وہ آنکھیں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو دنیا میں عطا کر دی ہیں۔

نمبر 3:

کسی واقعہ کو سچوں سے سن کر بیان کرنا یہ بھی سچ ہے اور کسی واقعہ کو دیکھ کر بیان کرنا یہ بھی سچ ہے اور یہ اس سے اعلیٰ درجہ کا سچ ہے، تمام فرشتوں، نبیوں اور ولیوں نے کہا اللہ موجود ہے اور ایک ہے اور سچ کہا لیکن کسی نہ کسی سے سن کر کہا اور سیدنا محمد مصطفےٰ ﷺ نے کہا اللہ ہے اور ایک ہے۔ آپ نے بھی سچ کہا لیکن آپ کا سچ اعلیٰ درجہ کا ہے کیونکہ آپ ﷺ نے دیکھ کر کہا ہے۔ معلوم ہوا سارے انبیاء صادق ہیں لیکن آپ ﷺ ایسا صادق پوری کائنات میں نہیں ہے۔

نمبر 4:

زیارت بھی ایک عبادت ہے، ماں باپ، علماء اور صالحین کی زیارت عبادت ہے۔ کعبۃ اللہ کی زیارت عبات ہے، قرآن مجید کی زیارت عبادت ہے اور سب سے افضل عبادت سیدنا محمد مصطفےٰ ﷺ کی زیارت ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ کو حالت ایمان میں ایک نظر دیکھنے سے انسان صحابی بن جاتا ہے، اور کوئی بڑی سے بڑی عبادت بھی مرتبہ صحابیت کو نہیں پا سکتی تو جب نبی کی زیارت کا یہ مرتبہ ہے تو خدا کی زیارت کا کیا مقام ہوگا! اس لئے سارے انبیاء علیہم السلام نے اللہ کی عبادت کی ہے لیکن جیسی عبادت سیدنا محمد مصطفےٰ ﷺ نے کی ہے ایسی عبادت کسی نے نہیں کی، کیونکہ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی زیارت کی ہے، انسان،

جن، فرشتے اور سارے نبی عابد ہیں لیکن جیسے آپ ﷺ عابد ہیں، ایسا کوئی عابد نہیں ہے۔

نمبر 5:

شہادت دو قسم کی ہوتی ہے، سن کر اور دیکھ کر، جو شہادت سن کر دی جائے وہ فرع ہے اور شہادت دیکھ کر دی جائے وہ اصل ہے، جو شہادت سن کر دی جائے وہ تب مقبول ہوتی ہے جب اس کی انتہا اس شہادت پر ہو جو دیکھ کر شہادت دے، اور اگر سب سن کر شہادت دیں اور کوئی دیکھ کر شہادت دینے والا آخر میں نہ ہو تو سب شہادتیں ناتمام ہوں گی، حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام نبیوں اور رسولوں نے اللہ تعالیٰ کی شہادت دی اور سن کر شہادت دی۔ اگر آخر میں کوئی ایسا گواہ نہ آتا جو دیکھ کر شہادت دیتا تو یہ تمام شہادتیں نامکمل اور ناتمام ہوتیں، سیدنا محمد مصطفےٰ ﷺ نے شب معراج اللہ تعالیٰ کو دیکھا اور دیکھ کر اللہ کی شہادت دی، اگر آپ ﷺ اللہ کا دیدار نہ کرتے تو تمام سابق نبیوں اور رسولوں کی شہادتیں ناتمام رہتیں، آپ ﷺ نے شب معراج اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔ تو تمام انبیاء کی شہادتیں مکمل ہوگئیں۔ اللہ تعالیٰ کی گواہی تو سب نبیوں نے دی لیکن آپ ﷺ جیسا گواہ کوئی نہیں۔ تمام نبیوں کی گواہی فرع ہے اور آپ ﷺ کی گواہی اصل ہے اور شب معراج اللہ کا دیدار کرنے سے واضح ہوگیا کہ پوری کائنات میں آپ ﷺ جیسا صادق کوئی نہیں نہ آپ ﷺ جیسا شاہد اور عابد ہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

''فضائل حرمین شریفین''

لَاۤ اُقۡسِمُ بِهٰذَا الۡبَلَدِ وَاَنۡتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الۡبَلَدِ ○

ترجمہ: مجھے اس شہر کی قسم کہ اے محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو۔

اس شہر سے مراد مکہ معظمہ کا شہر ہے جس کی قسم یاد فرمائی گئی ہے اور قسم یاد فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ س شہر میں اللہ کا محبوب جلوہ فرما ہے معلوم ہوا کہ مکہ مکرمہ کو جو عزت ملی ہے تو یہ نبی کریم ﷺ کے قدموں کی برکت ہے جب نبی کریم ﷺ نے ہجرت فرمائی اور آپ مدینہ طیبہ چلے گئے تو پھر وہ شہر آپ کے قدموں کی برکت سے مشرف ہوگا اور خدا تعالیٰ نے مدینہ کی زمین کو ارض اللہ یعنی اللہ کی زمین کہا ہے خدا تعالیٰ فرماتا ہے اَلَمۡ تَكُنۡ اَرۡضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوۡا فِيۡهَا کیا اللہ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے۔

ہے جمال حکمت و عرفاں مدینۃ الرسول
حسن افزا ہے رخ ایماں مدینۃ الرسول

ایک حدیث میں آیا ہے کہ مکۃ خیر بلاد اللہ مکہ تمام شہروں سے افضل ہے ایک روایت میں آیا ہے کہ

اَحَبُّ اَرۡضُ اللّٰهِ مَكَّةُ اللہ کی تمام زمین سے زیادہ محبوب مکہ ہے جب نبی کریم ﷺ ہجرت فرما کر مکہ سے باہر نکلے تو فرمایا اے بلد کریمہ تو سب شہروں سے میرے نزدیک محبوب ہے اگر میری قوم مجھے اس شہر سے باہر نہ نکالتی تو میں اس زمین سے باہر نہ جاتا۔ یہ بات دلالت کرتی ہے کہ مکہ مدینہ سے افضل ہے اس کی محبوبیت رسول اللہ ﷺ کے نزدیک مسلم ہے اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ہجرت کے وقت فرمایا تھا۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ اَخْرَجْتَنِیْ مِنْ اَحَبِّ الْبِقَاعِ اِلَیَّ فَاسْکُنِّیْ فِیْ اَحَبِّ الْبِقَاعِ اِلَیْکَ ○

ترجمہ: یا اللہ تو نے مجھے اس جگہ سے نکالا جو مجھے محبوب تھی اب مجھے وہ جگہ رہنے کے لئے دے جو تجھے محبوب ہے۔

خدا نے آپ ﷺ کو مدینہ عطا فرمایا معلوم ہوا کہ مکہ اگر نبی کا محبوب ہے تو مدینہ خدا کا محبوب ہے خدا کی محبوب جگہ نبی کی محبوب جگہ سے افضل ہے لہٰذا مدینہ مکہ سے افضل ہے۔ (جذب القلوب، ص ۳۲)

حضرت سلیمان بن زہیر فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا یمن فتح ہو گا تو بعض لوگ وہاں کے حالات سنیں گے اور پھر اپنے اہل وعیال اور ان کو جوان کے کہنے میں آجائیں لے کر وہاں چلے جائیں گے وَالْمَدِیْنَۃُ خَیْرٌ لَّھُمْ لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ حالانکہ مدینہ ان کے لئے بہتر ہے اگر وہ جانیں اسی طرح شام فتح ہو گا لوگ وہاں کے حالات سن کر اپنے اہل وعیال سمیت وہاں چلے جائیں گے۔ وَالْمَدِیْنَۃُ خَیْرٌ لَّھُمْ لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ حالانکہ مدینہ ان کے لئے بہتر ہے اگر وہ جانیں اور عراق فتح ہو گا لوگ وہاں کے حالات سنیں گے اور اپنے اہل و عیال کو لے کر وہاں چلے جائیں گے وَالْمَدِیْنَۃُ خَیْرٌ لَّھُمْ لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ حالانکہ ان کے لئے مدینہ بہتر ہے اگر وہ جانیں۔ (مسلم، ص ۴۴۵)

مکہ معظمہ وہ مقدس شہر ہے جس کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعائیں مانگی ہیں خدا فرماتا ہے:

وَاِذْ قَالَ اِبْرَاھِیْمُ رَبِّ اجْعَلْ ھٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَھْلَہٗ مِنَ الثَّمَرَاتِ ○

اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا اے میرے رب تو اس شہر کو امن والا بنا دے اور اس شہر کے رہنے والوں کو پھلوں سے روزی دے اس دعا کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حکم ہوا وہ اپنے پروں پر شام سے کچھ زمین اٹھا لائے اور سات مرتبہ اسے خانہ کعبہ کا طواف کرا دیا پھر اسے مکہ سے کچھ فاصلے پر رکھ دیا اسی لئے اس کا نام طائف ہوگیا۔ یہاں ہر قسم کے نفیس پھل پیدا ہوتے رہتے ہیں جس سے مکہ معظمہ کی منڈی پھلوں سے بھری رہتی ہے۔ (تفسیر عزیزی)

ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے۔

رَبَّنَا اِنِّیْ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْ اِلَیْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ یَشْكُرُوْنَ ○

اے ہمارے رب میں نے اپنی بعض اولاد کو ایسی وادی میں آباد کیا جس میں زراعت نہیں ہوتی تیرے عزت والے گھر کے پاس اے ہمارے رب تا کہ وہ نماز قائم کریں لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر دے اور ان کو رزق دے پھلوں کا تا کہ وہ تیرا شکر ادا کریں۔

کہ اے مالک عمل کو تابع ارشاد کرتا ہوں
میں بیوی اور بچے کو یہاں آباد کرتا ہوں
اسی سنسان وادی میں انہیں روزی کا ساماں دے
اسی بے برگ سامانی کو شان صد بہاراں دے

مدینے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی ہے ارشاد ہوتا ہے:

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْ مَدِیْنَتِنَا وَبَارِكْ لَنَا فِیْ مُدِّنَا وَبَارِكْ لَنَا فِیْ صَاعِنَا اَللّٰهُمَّ اِنَّ اِبْرَاهِیْمَ عَبْدُكَ خَلِیْلُكَ وَنَبِیُّكَ وَاِنِّیْ عَبْدُكَ وَنَبِیُّكَ وَاَنَّهٗ دَعَاكَ

لِمَكَّةَ وَاَنَا اَدْعُوْكَ لِمَدِيْنَةِ بِمِثْلِ مَا دَعَاكَ لِمَكَّةَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ ○

(مشکوٰۃ، ص ۲۳۱)

ترجمہ: یا اللہ ہمارے مدینہ میں برکت دے ہمارے مد اور صاع میں برکت دے اے اللہ بے شک ابراہیم علیہ السلام تیرا بندہ تیرا خلیل اور تیرا نبی ہے اور میں بھی تیرا بندہ اور نبی ہوں اس نے مکہ کے لئے دعا کی اور میں مدینہ کے لئے دعا کرتا ہوں۔ جیسے کہ اس نے مکہ کے لئے دعا کی اور اس کے ساتھ اس کی مثل اور

اجابت نے بڑھ کر گلے سے لگایا
بڑی ناز سے جب دعائے محمدؐ

مکہ میں چند مقامات پر دعائیں قبول ہوتی ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

کعبہ کے اندر۔ حجر اسود اور کعبہ کے دروازے کے درمیان ملتزم پر۔ حجر اسود کے پاس۔ مقام ابراہیم علیہ السلام کے پاس۔ صفا اور مروہ پر آپ زمزم پیتے وقت۔ زمزم کے کنویں کے پاس۔ میزاب کے نیچے۔ مزدلفہ میں۔ عرفات میں۔ منیٰ میں۔ جمرات کے پاس۔ رکن یمانی کے پاس آپ زمزم پیتے وقت، مدینہ میں مندرجہ ذیل مقامات پر دعا قبول ہوتی ہے۔

مسجد الاجابت:

مسلم شریف میں ہے کہ ایک مرتبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا گزر اس مسجد کی طرف ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے اس میں نماز پڑھی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طویل دعا مانگی جب وہاں سے واپس ہوئے تو فرمایا میں نے اپنے پروردگار سے تین دعائیں کی ہیں ایک یہ کہ میری امت کو قحط میں مبتلا کر کے نہ مار اور دوسرا یہ کہ ان کو عذاب قبر میں مبتلا نہ کرنا اور تیسری یہ کہ میری امت آپس میں قتال نہ کرے

پہلی دو دعائیں قبول ہوئیں۔ تیسری دعا سے منع کر دیا گیا اور فرمایا تیری امت کی ہلاکت تلوار سے ہو گی چونکہ اس مسجد میں آپ ﷺ کی دعائیں قبول ہوئی ہیں اس لئے اس مسجد کا نام مسجد الاجابت ہے۔

مسجد فتح:

غزوہ احزاب کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے اس مسجد میں تین دن اتوار پیر اور منگل دعا مانگی ہے۔ خدا نے آپ ﷺ کو فتح کی بشارت دی۔ حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں مجھے جب کوئی مشکل پیش آتی ہے میں اس مسجد میں جا کر دعا مانگتا ہوں میری مشکل حل ہو جاتی ہے۔

روضہء انور:

حضرت ابو جوزا کہتے ہیں مدینہ والے قحط میں مبتلا کر دیئے گئے انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر شکایت کی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا تم نبی کریم ﷺ کی قبر شریف پر جاؤ اور حجرۂ قبر کی چھت میں کئی روشندان کھول دو تاکہ قبر شریف اور آسمان کے درمیان کوئی حجاب نہ رہے چنانچہ لوگوں نے ایسا ہی کیا اور خوب بارش ہوئی۔ یہاں تک کہ گھاس اگ آئی اور اونٹ فربہ ہو گئے اس سال کا نام ارزانی کا سال رکھا گیا۔ (مشکوٰۃ، ج ۳، ص ۲۱۶)

نہ انکار کریں اج ساقی موسم بڑا سہانا
مستی در رج مینہ برسا دے نہیں پیاس دا کوئی ٹھکانہ
تیرے کول شراب پرانی میرا روگ وی بہت پرانا
ساقی ہس ہس ٹال نہ سانوں اساں رساں پیتیاں باجھ نہیں جانا

مکہ معظمہ میں اگر ایک نماز پڑھی جائے تو اس کا ثواب ایک لاکھ کے برابر ہوتا ہے۔ ابن ماجہ کی ایک روایت میں ہے کہ گھر میں نماز پڑھیں تو ثواب ایک کے برابر ہوتا ہے محلہ کی مسجد میں نماز پڑھیں تو ثواب پچیس کے برابر ہوتا ہے اور جامع مسجد میں نماز پڑھیں تو ثواب پانچ سو کے برابر ہوتا ہے اور مسجد اقصیٰ اور مدینہ میں نماز پڑھیں تو ثواب پچاس ہزار کے برابر ہوتا ہے اور مکہ میں نماز پڑھیں تو ثواب ایک لاکھ کے برابر ہوتا ہے۔

اب سنئے کہ مدینہ میں مسجد نبویؐ میں نماز پڑھنے کا ثواب کتنا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ بِالْمَدِیْنَۃِ ضِعْفَیْ مَاجَعَلْتَ بِمَکَّۃَ مِنَ الْبَرَکَتِ (بخاری)

اے اللہ جتنی برکت تو نے مکہ میں رکھی ہے اس سے دو ضعف برکت مدینہ میں کر دے۔

عربی میں ضعف کہتے ہیں دگنے کو اور دو ضعف چوگنا ہو گیا۔

اس دعا میں برکت مطلق ہے برکت میں کوئی قید نہیں لگائی گئی۔ مطلب یہ کہ یہ برکت کھانے میں ہو سکتی ہے مشروبات میں پھلوں میں بھی اور عبادت کے ثواب میں بھی ہو سکتی ہے اگر ثواب کی برکت مراد لی جائے تو اب اس حدیث کا معنیٰ یہ ہو جائے گا کہ یا اللہ جتنی ثواب کی برکت مکہ میں رکھی ہے اس سے چار گنا برکت مدینہ میں رکھ دے اور مکہ میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ کے برابر ہے لہٰذا اس کا چار گنا ثواب مدینہ میں ہو گیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مدینہ میں مسجد نبویؐ میں ایک نماز پڑھیں تو چار لاکھ نمازوں کا ثواب ہوتا ہے۔

نیز مکہ میں اگر ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ کے برابر ہے تو مکہ میں ایک

گناہ کا وبال بھی ایک لاکھ کے برابر ہوگا اور جہاں تک مدینہ کا تعلق ہے مدینہ میں ایک بدی کا گناہ بھی ایک ہے اور وہ بھی امید ہے کہ حضور ﷺ کی شفاعت سے معاف ہو جائے گا کیونکہ آپ کی حدیث ہے حَیَاتِیْ خَیْرٌ لَّکُمْ وَ مَمَاتِیْ خَیْرٌ لَّکُمْ میری حیات بھی تمہارے لئے بہتر ہے اور وفات بھی بہتر ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے عرض کی حیات تو ظاہر ہے کہ ہمارے لئے بہتر ہے لیکن موت کیسے بہتر ہے فرمایا:

اَعْمَالُکُمْ تُعْرَضُ عَلَیَّ فَاِنْ رَاَیْتُ خَیْرًا حَمِدْتُ اللّٰهَ وَاِنْ رَاَیْتُ غَیْرَ ذَالِكَ اَسْتَغْفَرْتُ لَکُمْ ○

تمہارے اعمال مجھ پر پیش ہوں گے اگر ان میں بھلائی ہوگی تو خدا کی حمد بیان کروں گا اور اگر کچھ اور ہوا یعنی گناہ ہوئے تو تمہارے لئے گناہوں کی معافی کی دعا کروں گا۔

محمد بن حرب ہلالی کہتے ہیں میں نے مدینہ میں حاضر ہو کر زیارت قبر شریف کا شرف حاصل کیا اور اس کے مقابل بیٹھ گیا اچانک ایک اعرابی آیا اور زیارت کی اور عرض کی اے خیر رسل حق تعالیٰ نے آپ ﷺ پر ایک کتاب نازل کی اور اس میں فرمایا وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا اور وہ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو تیرے پاس آ جائیں اللہ سے معافی مانگیں اور رسول ان کے لئے استغفار کریں تو اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا پالیں گے۔

میں آپ کے حضور اپنے گناہوں کا استغفار کرنے اور آپ کی شفاعت حاصل کرنے آیا ہوں پھر وہ اعرابی چلا گیا۔ میں نے حضور اکرم ﷺ کو خواب میں

دیکھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس اعرابی کے پاس جا کر اس کو بشارت دے دو کہ حق تعالیٰ نے میری شفاعت سے اس کی مغفرت کی اور اس کے گناہ بخش دیئے گئے۔

(جذب القلوب، ص ۳۲۹)

ادھر آؤ خدا کے ڈھونڈنے والو ادھر آؤ
خدا ملتا ہے جس منزل پہ وہ منزل مدینہ ہے
مجرم بلائے آئے ہیں جاؤ اک ہے گواہ
پھر رد ہو کب یہ شان کریموں کے در کی ہے

مکہ میں کعبہ ہے کعبہ سے متعلقہ چند مفید معلومات ملاحظہ فرمائیں۔

کعبہ کی بنیاد:

جب حضرت آدم علیہ السلام زمین پر نازل ہوئے تو عرض کی الٰہی کیا وجہ ہے کہ میں فرشتوں کی آواز نہیں سنتا خدا نے فرمایا اس کی وجہ تمہاری لغزش ہے اب تو زمین پر میرے لئے ایک گھر بنا اور اس کا طواف کر جس طرح آسمان کے فرشتے بیت المعمور کا طواف کرتے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے پانچ پہاڑوں کے پتھروں سے کعبہ تعمیر کیا وہ پانچ یہ تھے۔ حراء۔ لبنان۔ جودی۔ طور سینا۔ طور زیتا۔

ایک حدیث میں چار پہاڑ جنتی ہیں احد۔ ورقان۔ طور۔ لبنان
چار دریا جنتی ہیں نیل۔ فرات۔ سیحان۔ جیحان
چار جنگیں جنتی ہیں بدر۔ احد۔ خندق۔ حنین (جذب القلوب، ص ۳۹۲)

کعبہ کی تعمیر میں پانچ پیغمبروں نے حصہ لیا ہے حضرت آدم علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

کعبہ کا دیدار:

مَنْ نَظَرَ اِلَى الْكَعْبَةِ اِيْمَانًا وَّ تَصْدِيْقًا تَحَاتَتْ عَنْهُ الذُّنُوْبُ كَمَا يَتَحَاتُ الْوَرَقُ مِنَ الشَّجَرِ ○

جو ایمان اور تصدیق سے کعبہ کی طرف دیکھے اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح درخت سے پتے جھڑ جاتے ہیں۔

(شفاء الغرام، ج ۱، ص ۱۸۳)

مَنْ نَظَرَ اِلَى الْكَعْبَةِ اِيْمَانًا وَّ تَصْدِيْقًا خَرَجَ مِنْ ذُنُوْبِهٖ كَيَوْمَ وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ

ترجمہ: جو ایمان اور تصدیق سے کعبہ کو دیکھے وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے جیسے آج ماں کے بطن سے پیدا ہوا۔

اَلنَّظَرُ اِلَى الْبَيْتِ عِبَادَةٌ وَّتُكْتَبُ لَهٗ بِهَا حَسَنَةٌ وَّ تُصَلِّىْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ مَادَامَ يَنْظُرُ اِلَيْهِ ○ (مصنف، ج ۵، ص ۱۳۵)

کعبہ کو دیکھنا عبادت ہے اس کے لئے ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے جب بندہ کعبہ کو دیکھتا رہتا ہے فرشتے اس کے لئے رحمت کی دعا مانگتے رہتے ہیں۔

کعبہ کی طرف دیکھنے سے ایک سال کے قیام، رکوع اور سجود کا ثواب ملتا ہے۔ (عزیزی، ج ۱، ص ۴۶۲)

جو زیارت کعبہ کے شوق میں روتا ہے اس کے لئے خدا فرشتوں سے فرماتا ہے دیکھو میرا یہ بندہ میرے گھر کے شوق میں کیسے روتا ہے میں نے اس کے سارے گناہ معاف کر دیئے۔

اَلنَّظَرُ اِلَى الْبَيْتِ اَفْضَلُ مِنْ عِبَادَةِ الصَّائِمِ الْقَائِمِ الدَّائِمِ الْمُجَاهِدِ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ○

ترجمہ: کعبہ کی طرف نظر اس آدمی کی عبادت سے افضل ہے جس نے ساری زندگی دن کو جہاد کیا روزہ رکھا۔

ایک حدیث میں آیا کہ روزانہ کعبہ پر ایک سو بیس رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔(ص عزیزی)

ساٹھ رحمتیں طواف کرنے والوں کے لئے چالیس رحمتیں نماز پڑھنے والوں کے لئے اور بیس رحمت ان کے لئے جو کعبہ کا دیدار کرتے ہیں۔

کعبہ کا طواف:

حضرت کعب احبار فرماتے ہیں قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے بیت اللہ سے افضل کوئی جگہ نہیں اس کی ایک زبان دو ہونٹ ہیں اور وہ کلام کرتا ہے اس کا ایک دل ہے جس سے وہ سمجھتا ہے ایک آدمی نے کہا بھلا پتھر بھی کلام کرتا ہے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کعبہ نے خدا کی بارگاہ میں شکایت کی یا اللہ میری زیارت کرنے والے لوگ بہت تھوڑے ہیں اللہ نے کعبہ کی طرف وحی کی میں ایسے تہجد گزار بندے پیدا کروں گا جو تیری طرف اس طرح لپکیں گے جیسے کبوتری اپنے انڈوں کی طرف لپکتی ہے جو تیرا سات مرتبہ طواف کرے گا اس کو ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ہوگا۔

(مصنف، ج ۵، ص ۱۴)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یُبَاهِیْ بِالطَّائِفِیْنَ اللہ طواف کرنے والوں پر فخر کرتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَکْرَمُ سُکَّانُ الْاَرْضِ الَّذِیْنَ یَطُوْفُوْنَ حَوْلَ بَیْتِہٖ○

(شفاء الغرام، ج ۱، ص ۱۸۰)

زمین کے زیادہ باعزت لوگ وہ ہیں جو اللہ کے گھر کا طواف کرتے ہیں۔

ایک حدیث میں ہے جو گھر سے بیت اللہ کا ارادہ کر کے نکلا تو ہر قدم رکھنے اور اٹھانے سے ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے جب غسل کر کے احرام کا ارادہ کرتا ہے تو گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسے آج ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا اور جب لَبَّیْکَ کہتا ہے تو خدا اس کے گناہوں کو بخش دیتا ہے جب مسجد حرام میں داخل ہو کر طواف کرتا ہے تو ہر طواف کے بدلے ستر برس کی عبادت کا ثواب ہوتا ہے جب حجر اسود کو چومتا ہے تو گویا جنت کے دروازے کو چومتا ہے جب صفا اور مروہ کی سعی کرتا ہے تو ستر ہزار فرشتے اس کی نیکیاں لکھتے ہیں جب عرفات میں کھڑا ہوتا ہے تو خدا اسے دوزخ سے آزاد کر دیتا ہے اور اس کے گناہ نیکیوں میں تبدیل کر دیتا ہے۔

گھر سے طواف کی نیت سے نکلنے والا ایسا ہے جیسے دریائے رحمت میں جانے والا اور طواف کرنے والا ایسا ہے جیسے دریائے رحمت میں غوطے لگانے والا۔ دوران طواف قدم اٹھانے پر پانچ سو نیکیاں ملتی ہیں اور قدم زمین پر رکھنے سے پانچ سو گناہ معاف ہو جاتے ہیں طواف کر کے مقام ابراہیم کے سامنے دو رکعتیں پڑھنے والا ایسا ہے جیسے آج ماں کے بطن سے پیدا ہوا ایک فرشتہ کہتا ہے ازسرنو عمل شروع کر پہلے گناہ معاف ہو گئے ہیں اور اس کے عزیز و اقارب میں سے ستر کے حق میں اس کی شفاعت قبول ہو گی۔ (عزیزی، ج ۱، ص ۴۶۰)

حضرت امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد ماجد امام محمد باقر

کے ساتھ مکہ میں موجود تھا میرے والد حجر اسود کے قریب نماز پڑھ رہے تھے اتنے میں ایک آدمی آیا جس کے سر کے بال سفید تھے وہ میرے والد کے پہلو میں بیٹھ گیا میرے والد نے نماز ختم کی تو اس آدمی نے کہا اللہ آپ پر رحم فرمائے مجھے بتائیے کہ بیت اللہ کی تعمیر کا سبب کیا ہے میرے والد نے پوچھا آپ کون ہیں اس نے کہا میں اہل مغرب سے ایک آدمی ہوں۔ میرے والد نے فرمایا بیت اللہ کی تعمیر کا سبب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں انہوں نے کہا وہ خونریز ہوگا فسادی ہوگا اس پر خدا ان سے ناراض ہوگیا انہوں نے خدا کے عرش کا طواف کیا وہ راضی ہوگیا پھر اللہ نے فرمایا زمین پر میرے لئے ایک گھر بناؤ تا کہ میرے وہ بندے اس کا طواف کریں جن سے میں ناراض ہو جاؤں جب وہ اس کا طواف کریں گے تو میں ان سے راضی ہو جاؤں گا پھر میرے والد نے کہا یہ آنے والا خضر تھا۔

(شفاء العزام، ص ۱۸۱، کتاب الاصابہ، ج ۱، ص ۴۴۱)

ایک حدیث میں ہے جو نماز فجر اور عصر کے بعد طواف کرے خَرَجَ مِنْ ذُنُوْبِہٖ کَیَوْمِ وَلَدَتْہُ اُمُّہٗ (مسند الفردوس، ج ۲، ص ۵۱) وہ گناہوں سے ایسے پاک ہو جاتا ہے جیسے آج ماں کے بطن سے پیدا ہوا۔

ایک حدیث میں ہے جو بیت اللہ کا طواف کرے اسے ہر قدم کے بدلے ایک نیکی ملتی ہے ایک گناہ معاف ہو جاتا ہے اور جنت میں ایک درجہ بلند ہو جاتا ہے۔ (شفاء الغرام، ج ۱، ص ۱۷۵)

جو شخص بارش میں طواف کرے اس کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

کعبہ کی نشانیاں:

جو پرندے بیمار ہوتے مثلاً کبوتر وہ اپنے آپ کو کعبہ کی چھت پر گرا دیتے ہیں تو ان کو شفا مل جاتی ہے۔

صحت یافتہ پرندہ کعبہ کے اوپر سے نہیں گزرتا بلکہ ایک طرف سے ہو کر گزر جاتا ہے کعبہ پر بیٹ نہیں کرتا جو چھوٹا بچہ بولتا نہ ہو اس کی زبان کے ساتھ کعبہ کے تالے کی کنجی لگا دو وہ بولنے لگ جائے گا بیمار جانور اپنے آپ کو کعبہ کے محاذ میں کھڑا کر دیتے ہیں تو شفایاب ہو جاتے ہیں۔ کعبہ جب سے بنا ہے کبھی طواف سے خالی نہیں ہوا۔

گنجائش سے زیادہ آدمی کعبہ کے کمرے میں داخل ہو جائیں تو گنجائش ہو جاتی ہے۔ کعبہ ہمیشہ جابر بادشاہوں کی زیادتی سے محفوظ رہا۔

(شفاء الغرام، ج۱،ص ۱۸۵)

کعبہ کے اندر:

جو کعبہ کے اندر داخل ہو اور نماز پڑھے وہ نیکی میں داخل ہو گیا اس کے گناہ بخش دیئے گئے کعبہ کے اندر نماز پڑھنے سے گناہ سے ایسے پاک جیسے آج ماں کے بطن سے پیدا ہوا۔ جو کعبہ کے اندر داخل ہو گیا وہ خدا کی حفاظت میں آ گیا اور جو خدا کی امان میں آ گیا بخشا گیا۔ (شفاء الغرام، ج۱،ص ۱۵۷)

مدینہ میں اگرچہ کعبہ نہیں لیکن وہ امام الانبیاء ہیں جنہوں نے کعبہ کو کعبہ بنایا ہے اگر آپ نہ ہوتے تو کعبہ بھی نہ بنتا۔ اعلحضرت فرماتے ہیں:

ہوتے کہاں خلیل و بنا کعبہ و منیٰ
لولاک والے صاحبی سب تیرے گھر کی ہے

بلکہ اگر مکہ میں کعبہ ہے تو مدینہ میں کعبے کا بھی کعبہ سرور کونین ہیں دلائل سنئے۔

(۱) فتح مکہ کے موقع پر حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ نے کعبہ کی چھت پر چڑھ کر بحکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذان کہی اور دوران اذان حضور کعبہ کا طواف کر رہے تھے۔ طواف کی حالت میں جدھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوتے ہیں بلال رضی اللہ عنہ کا رخ بھی دوران اذان ادھر ہی مڑتا جاتا ہے اس لئے کہ آپ کعبہ کے بھی کعبہ ہیں۔

(طبقات ابن سعد)

(۲) حضرت سعید بن معلیٰ نماز پڑھ رہے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا وہ نماز کے اختتام پر حاضر خدمت ہوئے فرمایا اب تک کہاں تھے عرض کی نماز پڑھ رہا تھا فرمایا کیا تم نے یہ آیت نہیں پڑھی کہ:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ ○

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ اور رسول کے بلانے پر حاضر ہو جاؤ۔

اس سے معلوم ہوا کہ نمازی پر لازم ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے پر نماز چھوڑ کر حاضر ہو جائے بہت سے فقہاء نے لکھا ہے کہ نمازی حالت نماز میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے پر حاضر ہو جائے جو خدمت فرمائیں اس کو پورا کرے وہ پھر بھی نماز ہی میں ہے کیونکہ اگرچہ اس کا رخ کعبہ سے پھر گیا ہے مگر اس نبی کی طرف پھرا ہے جو کعبہ کا بھی کعبہ ہے۔

(۳) کعبہ قیامت کے دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرے گا جو اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کعبہ کے بھی کعبہ ہیں۔ چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن فرشتے کعبہ کو دلہن کی مانند سجا کر محشر کی طرف لے چلیں گے راستے میں نبی

کریم ﷺ کی قبر انور آئے گی کعبہ بزبان فصیح کہے گا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ و حضور اکرم ﷺ جواب دیں گے وَعَلَيْكَ السَّلَامُ يَا بَيْتَ اللّٰهِ تیرے ساتھ میری امت نے کیا سلوک کیا اور اب تو ان کے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔ کعبہ عرض کرے گا۔ اے محمد ﷺ! تیری امت میں سے جو میری زیارت کے لئے آیا میں اس کے لئے کافی ہوں میں اس کی شفاعت کروں گا آپ ﷺ اس کی طرف سے بے فکر ہو جائیں اور جو میری زیارت کے لئے نہیں پہنچ سکے ان کی شفاعت آپ ﷺ فرما دیں۔ (عزیزی، ج ۱، ص ۴۶۳)

(۴) حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اے کعبہ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَحُرْمَةُ الْمُؤْمِنِ اَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ حُرْمَةً مِّنْكَ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اللہ کے نزدیک مومن کی عزت تجھ سے زیادہ ہے۔

(ابن ماجہ، ص ۲۸۲)

جب حضور اکرم ﷺ کے ایک مومن امتی کی عزت خدا کے نزدیک کعبہ سے زیادہ ہے تو پھر نبی کریم ﷺ تو یقیناً کعبہ سے کہیں افضل ہیں۔

(۵) کعبہ نے حضور غوث اعظم، خواجہ معین الدین چشتی، خواجہ مودود چشتی، حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی کا طواف کرنے کے لئے ان کے پاس آیا ہے کعبہ جس نبی کے غلاموں کا طواف کرتا ہے وہ نبی کیوں نہ کعبہ کا بھی کعبہ ہو گا اعلحضرت فرماتے ہیں اے غوث اعظم:

سارے اقطاب جہاں کرتے ہیں کعبہ کا طواف
کعبہ کرتا ہے طواف در والا تیرا
اور پروانے ہیں جو ہوتے ہیں کعبے پہ نثار
شمع اک تو ہے کہ پروانہ کعبہ تیرا

مکہ میں حج ہوتا ہے جس کا ثواب یہ ہے کہ:

(ا) پیدل حج کا ثواب یہ ہے کہ ہر قدم کے بدلے سات سو نیکیاں اور سوار کا ثواب یہ ہے کہ سواری کے ہر قدم پر ستر نیکیاں ہیں۔ (کنز العمال، ج ۵، ص ۵)

(ب) جس نے خدا کے لئے حج کیا اور عورت کی طرف مائل نہ ہوا اور نہ ہی فسق و فجور کی طرف مائل ہوا وہ گناہ سے ایسے پاک ہو گیا جیسے آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ (کنز العمال، ج ۵، ص ۷)

(ج) حاجی کو اگر آتے جاتے کوئی تکلیف پہنچے تو گناہ کا کفارہ بن جاتی ہے اور ہر قدم کے بدلے دس لاکھ نیکیاں ملتی ہیں اور اگر بارش کا سامنا ہو تو بارش کے ہر قطرے کے بدلے ایک شہید کا ثواب ملتا ہے۔

(د) جو مکہ سے پیدل حج کے لئے جائے تو خدا تعالیٰ ہر قدم کے بدلے سات سو نیکیاں لکھ دیتا ہے اور ایک نیکی حرم کی نیکی کے برابر اور حرم کی ایک نیکی ایک لاکھ نیکی کے برابر۔ (کنز العمال، ج ۵، ص ۱۵)

(ن) تین کاموں کے اختتام پر مرنے والا جنتی رمضان کے روزے رکھ کر مرنے والا حج کے بعد مرنے والا اور عمرہ کے بعد مرنے والا۔

(مصنف، ج ۵، ص ۹)

(و) جو مکہ سے آتے جاتے فوت ہو جائے تو خدا تعالیٰ ہر سال ستر حج اور ستر عمرے کا ثواب دیتا ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ اس کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور اپنے گھر والوں میں سے ستر کی شفاعت کرے گا تو خدا اس کی شفاعت کو قبول فرما کر ان سب کو جنت میں داخل فرما دے گا۔

(ی) ایک انصاری آپ سے کچھ پوچھنے آیا آپ نے فرمایا سَلْ عَنْ حَاجَتِكَ

وَاِنْ شِئْتَ اَخْبَرْتُکَ اپنی حاجت کے بارے میں سوال کرو اور اگر تم چاہو تو میں بتا دوں تم کیا پوچھنا چاہتے ہو عرض کی یہ بات تو میرے لئے تعجب کی ہو گی حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تو یہ پوچھنے آیا ہے کہ جب تو گھر سے بیت اللہ کے ارادے سے نکلے تو تیرے لئے کیا ثواب ہے۔ وقوف عرفہ اور رمی جمار کا کیا ثواب ہے۔ انصاری نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے میرے آنے کا یہی مقصد ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جب تو گھر سے بیت اللہ کے ارادے سے نکلے تو تیری سواری کے ہر قدم پر ایک نیکی ملتی ہے ایک گناہ معاف ہو جاتا ہے جہاں تک وقوف عرفہ کا تعلق ہے اس دن خدا آسمان دنیا پر نزول اجلال فرماتا ہے اور فرشتوں کے سامنے اہل عرفہ پر فخر فرماتا ہے اور فرماتا ہے میرے بندے دور دراز سے میری رحمت کی امید پر آئے ہیں اور میرے عذاب سے ڈر کر آئے ہیں حالانکہ انہوں نے مجھے دیکھا نہیں اگر دیکھ لیں تو ان کی کیا کیفیت ہو اگر اہل عرفہ مثل ریت کے ذروں کے ہوں۔ اور ان کے ایام دنیا کے برابر یا بارش کے قطروں کے برابر گناہ ہوں۔ میں نے گناہوں کو معاف کر دیا رمی جمار سے سات ہلاکت میں ڈالنے والے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اور سر منڈانے سے ہر بال کے بدلے میں نیکی ملتی ہے۔ طواف کرنے سے گناہ سے اس طرح پاک جیسے آج ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ (مصنف، ج۵، ص۱۶)

مدینہ طیبہ میں اگرچہ حج نہیں ہوتا مگر حج کا ثواب ضرور مل جاتا ہے چنانچہ حدیث میں ہے مَنْ خَرَجَ لَا یُرِیْدُ اِلَّا الصَّلٰوۃَ فِیْ مَسْجِدِیْ حَتّٰی یُصَلِّیْ فِیْهِ کُنْ بِمَنْزِلَةِ حَجَّةٍ○ (وفاء الوفا، ص ۳۰۱)

جو گھر سے میری مسجد میں نماز کے ارادے سے نکلا اور آ کر نماز ادا کی تو اس کو ایک حج کے برابر ثواب ملے گا۔

ایک حدیث میں مَنْ حَجَّ اِلٰی مَكَّةَ ثُمَّ قَصَدَنِیْ فِیْ مَسْجِدِیْ كُتِبَ لَهٗ حَجَّتَانِ مَبْرُوْرَتَانِ ○ (جذب القلوب، ص ۳۰۱)

جس نے مکہ میں حج کیا پھر میری مسجد کا ارادہ کیا اس کے لئے دو حج لکھ دیئے جاتے ہیں۔

اگر مکہ میں فرشیوں کا حج ہوتا ہے تو مدینہ میں عرشیوں کا حج ہوتا ہے حدیث میں ہے۔

حضرت کعب احبار فرماتے ہیں روزانہ صبح ستر ہزار فرشتے نازل ہوتے ہیں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کو گھیر لیتے ہیں اور انوار قبر سے برکت حاصل کرنے کے لئے بازوؤں کو پھیلا دیتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتے ہیں یہاں تک کہ جب شام ہو جاتی ہے تو یہ فرشتے آسمان پر چلے جاتے ہیں اور اتنے ہی فرشتے دوسرے آ جاتے ہیں اور صبح تک اسی طرح حاضری دیتے ہیں۔ یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا جب کہ قیامت کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کھلے گی اور آپ ستر ہزار فرشتوں کے جھرمٹ میں خدا تعالیٰ کے پاس چلے جائیں گے۔

(مشکوٰۃ، ج ۳، ص ۷۱۹)

ستر ہزار صبح ہیں ستر ہزار شام
یوں بندگیء زلف رخ آٹھوں پہر کی ہے
جو ایک بار آئے دوبارہ نہ آئیں گے
رخصت ہی بارگاہ سے بس اس قدر کی ہے

کعبہ کی حفاظت:

(۱) یمن کا بادشاہ تبع اول ایک مرتبہ ایک لشکر جرار لے کر یمن سے نکلا اس کا

لشکر ایک لاکھ تیس ہزار گھوڑ سواروں اور ایک لاکھ تیرہ پیدل فوج پر مشتمل تھا اپنے وزراء میں سے ایک وزیر کو اپنے ساتھ لیا وہ جس شہر سے گزرتا وہاں کے لوگ اس کی بڑی تعظیم کرتے اور اس شہر کے دس صاحب فراست حکماء کا انتخاب کر کے ان کو ساتھ لے لیتا جب وہ مکہ کے قریب پہنچا تو وہاں کے لوگوں نے اس کی کوئی قدر ومنزلت نہ کی اس نے اپنے کسی ساتھی سے اس کی وجہ دریافت کی۔ اس نے کہا یہ لوگ جاہل عربی ہیں اور ان کے ہاں بیت اللہ ہے جس کو کعبہ کہتے ہیں اس پر یہ لوگ فخر کرتے ہیں اور یہ لوگ بتوں کے پجاری ہیں۔ تبع نے اپنے لشکر سمیت مکہ کے قریب پڑاؤ ڈالا اور تبع نے دل میں خیال کیا کہ کعبہ کو منہدم کر دیا جائے۔ یہاں کے مردوں کو قتل کر دیا جائے اور ان کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنا لیا جائے بس یہ سوچنا تھا کہ اس کی آنکھوں، کانوں اور ناک سے گندہ پانی بہنا شروع ہو گیا اس سے اس قدر بدبو آنے لگی کہ کوئی اس کے قریب نہ جاتا اس نے اپنے وزیر کو کہا کہ تمام حکماء کو اکٹھا کرو اور میری بیماری کے بارے میں ان سے مشورہ کرو سب کو جمع کیا گیا انہوں نے کہا یہ کوئی آسمانی آفت ہے اس کا علاج ہم نہیں کر سکتے بادشاہ کی حالت زیادہ خراب ہونے لگی۔ یہاں تک کہ رات آ گئی اس کے لشکر میں سے ایک عالم اس کے وزیر کے پاس آیا اور کہا اگر بادشاہ میرے سامنے سچ بولے تو میں اس کا علاج کر سکتا ہوں وزیر خوش ہو گیا اور اسے بادشاہ کے پاس لے گیا عالم نے بادشاہ سے پوچھا آپ سچ بتائیں کہ آپ نے دل میں کیا ارادہ کیا ہے۔ بادشاہ نے کہا بیت اللہ کو منہدم کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ ان کے مردوں کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ عورتوں بچوں کو غلام بنانے کا ارادہ کیا تھا۔ اس عالم نے کہا بس تیری بیماری کی یہی وجہ ہے۔ بادشاہ نے کہا میں نے یہ سارے مکروہ خیال دل سے نکال دیئے۔ اسی وقت بادشاہ صحت یاب ہو گیا۔ پھر اس نے

کعبہ کو غلاف پہنایا۔ (ابن عساکر، ج ۳، ص ۳۳۲)

(ب) ابرہہ ایک لاکھ فوج لے کر کعبہ کو منہدم کرنے کی غرض سے مکہ پر حملہ آور ہوا۔ لیکن اس کا لشکر بیت اللہ کے قریب پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے ابابیلوں کا لشکر بھیجا۔ ہر پرندے کے پاس تین تین کنکریاں تھیں۔ ایک ایک چونچ میں اور دو دو پنجوں میں۔ انہوں نے کنکریوں کا مینہ برسا دیا۔ جس پر وہ کنکری گرتی وہ ہلاک ہو جاتا۔ ہزاروں اسی جگہ ڈھیر ہو گئے اور ہزاروں اس ہولناک عذاب کو دیکھ کر بھاگ گئے اور راستے میں گر گر کر مر گئے ابرہہ کے جسم میں آگ سی لگ گئی اس کا دل پھٹ گیا اور واصل جہنم ہو گیا اس طرح لشکر کو خدا نے ہلاک کیا اور اپنے گھر کی حفاظت کی۔

بلندی سے ابابیلوں نے پھینکے اس طرح پتھر
کہ چھلنی کی طرح سے چھد گئی وہ فوج بد اختر

(ج) جب یزید کی فوج کے سپہ سالار نے کعبہ کو نقصان پہنچانے کی غرض سے منجنیق نصب کی تو ایک سفید بادل اٹھا کوہ ابوقبیس کی طرف سے اس میں سے بجلی نکلی جس نے اس منجنیق اور اس کے ساتھ ستر آدمیوں کو جلا دیا۔

(مصنف، ج ۵، ص ۱۳۸)

مدینہ میں روضہءِ انور کی حفاظت:

(ا) ۵۵۷ھ کا واقعہ ہے کہ سلطان نور الدین نے ایک رات تین مرتبہ خواب دیکھا کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے سامنے کھڑے دو آدمیوں کی طرف اشارہ فرما کر ارشاد فرمایا ان دو شریر انسانوں کا انتظام کرو سلطان نے اپنی خواص میں سے بیس آدمی ساتھ لئے بہت سا مال لیا اور سولہ دن کے بعد شام سے مدینہ پہنچ گئے تو لوگوں میں صدقات و خیرات اور انعامات تقسیم کرنے شروع کئے سبھی لوگ آئے

لیکن وہ دو شریر حاضر نہ ہوئے۔ تجسس کرنے سے وہ بھی مل گئے۔ سلطان دیکھتے ہی پہچان گیا ان سے پوچھا کہاں رہتے ہو انہوں نے جگہ بتائی سلطان وہاں گیا دیکھا کہ ایک جگہ مال کا ڈھیر لگا ہوا ہے اور ایک چٹائی بچھائی ہوئی ہے سلطان نے چٹائی اٹھائی تو روضہ شریف تک ایک سرنگ نظر آئی ان دونوں کو سزا دی پھر انہوں نے بتایا کہ وہ نصرانی ہیں نبی کریم ﷺ کے جسد شریف سے گستاخی کرنے کی نیت سے یہ سرنگ لگائی ہے سلطان نے ان دونوں کو قتل کر دیا بعد میں جلا دیا اور روضہ کے گرد ایک خندق کھود کر اس میں سیسہ پگھلا کر ڈال دیا تا کہ آئندہ کسی کو ایسی جرات نہ ہو۔ (جذب القلوب، ص ۱۸۳)

(ب) بعض زندیق حکام مصر نے یہ پروگرام بنایا کہ نبی کریم ﷺ صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے جسم مبارک مدینہ سے مصر منتقل کر دیئے جائیں اس کام کے لئے انہوں نے ایک آدمی کی ڈیوٹی لگائی جس کا نام ابو الفتوح تھا یہ آدمی اس غرض سے مدینہ طیبہ پہنچا۔ اہل مدینہ کو اس بات کی خبر ہو گئی ان میں سخت ہیجان پیدا ہوا قریب تھا کہ اس ابو الفتوح کو قتل کر دیا جاتا لیکن کسی وجہ سے ایسا نہ کر سکے جس رات ابو الفتوح کا منصوبہ تھا کہ ان مقدس بزرگوں کے جسم نکالے جائیں اس رات سخت آندھی آئی اس طوفان میں اونٹوں اور گھوڑوں کے پالان زمین پر گیند کی طرح لڑھکتے پھرتے تھے۔ ابو الفتوح اس طوفانی آندھی سے خوفزدہ ہو کر بھاگ گیا۔ (جذب القلوب، ص ۱۸۵)

(ج) حلب کے رافضیوں کا گروہ امیر مدینہ سے ملا اور اس کو بہت سا مال و دولت دے کر اس بات پر رضامند کر لیا کہ وہ صدیق اور فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے اجسام مبارک روضہ انور سے نکالنے کی اجازت دے اس نے حرم

شریف کے دربان سے کہا کہ یہ لوگ رات کو مسجد میں آئیں گے ان سے تعرض نہ کرنا جب نماز عشاء ہو گئی اور سب نمازی چلے گئے تو چالیس آدمی مع ضروری سامان آپہنچے دربان نے دروازہ کھول دیا اور خود ایک کونے میں بیٹھ کر رونے لگا جب یہ رافضی منبر شریف تک پہنچے تو مع اپنے سامان کے زمین میں دھنس گئے۔

(جذب القلوب، ص ۱۸۶)

دو جنتی پتھر:

مکہ معظمہ میں دو پتھر ایسے ہیں جو جنتی ہیں حدیث میں ہے کہ:

اَلرُّكْنُ وَالْمَقَامُ يَا قُوْتَتَانِ مِنْ يَوَاقِيْتِ الْجَنَّةِ طَمَسَ اللّٰهُ نُوْرَهُمَا وَلَوْلَمْ يَطْمِسْ نُوْرًا هِيَ لِاِضَاءِ تَامًّا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ ○

ترجمہ: حجر اسود اور مقام ابراہیم جنتی پتھروں میں سے دو پتھر ہیں اللہ نے ان کے نور کو محو کر دیا اگر اللہ ان کے نور کو محو نہ کرتا تو یہ مشرق اور مغرب کے درمیان تمام چیزوں کو روشن کر دیتے۔

حجر اسود:

ایک حدیث میں ہے۔

نَزَلَ الْحَجَرُ الْاَسْوَدُ مِنَ الْجَنَّةِ وَهُوَ اَشَدُّ بِيَاضًا مِّنَ اللَّبَنِ وَاِنَّمَا سَوَّدَتْهُ خَطَايَا بَنِيْ آدَمَ ○ (ترمذی)

حجر اسود جنت سے نازل ہوا اور وہ دودھ سے زیادہ سفید تھا انسان کے گناہوں نے اسے سیاہ کر دیا ایک حدیث میں ہے حجر اسود کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وَاللّٰهِ لَيَبْعَثَنَّهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَهٗ عَيْنَانِ يُبْصِرُ بِهِمَا وَلِسَانٌ يَنْطِقُ

بِهٖ يَشْهَدُ عَلٰى مَنِ اسْتَلَمَهٗ بِحَقٍّ ○ (مرقاۃ، ج۵، ص ۳۲۰)

خدا تعالیٰ کی قسم اللہ حجر اسود کو قیامت کے دن اس حال میں اٹھائے گا کہ اس کی دو آنکھیں ہوں گی جن سے یہ دیکھے گا ایک زبان ہو گی جس سے یہ کلام کرے گا جس نے اس کو حق کے ساتھ چوما ہو گا اس کے حق میں گواہی دے گا۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو بوسہ دیا اور فرمایا:

اِنِّىْ لَاَعْلَمُ اَنَّكَ حَجَرٌ مَا تَنْفَعُ وَلَا تَضُرُّ وَلَوْلَا اِنِّىْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يُقَبِّلُكَ مَاقَبَّلْتُكَ ○

میں جانتا ہوں تو ایک پتھر ہے نہ نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے چومتے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے کبھی نہ چومتا۔

اس پر حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے فرمایا یا امیر المومنین یہ پتھر نقصان بھی دے سکتا ہے اور نفع بھی انہوں نے پوچھا آپ کو کیسے معلوم ہے فرمایا کتاب اللہ سے اور وہ اس طرح کہ جب خدا نے عالم ارواح میں تمام روحوں سے فرمایا اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ تو سب نے قَالُوْا بَلٰى کہہ کر رب کی ربوبیت کا اقرار کیا خدا نے اس عہد و پیمان کو ایک ورق پر لکھا اور حجر اسود سے فرمایا اپنا منہ کھولو اس نے منہ کھولا خدا نے وہ تحریر اس کے منہ میں ڈال دی وہ نگل گیا اللہ نے فرمایا اے پتھر قیامت کے دن ان کی گواہی دینا جو تیرے پاس اس عہد کو پورا کرتے ہوئے آئیں گے میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا قیامت کے دن حجر اسود آئے گا اور اس کی زبان بہت تیز ہو گی اور یہ ہر آدمی کی گواہی دے گا جس نے ایمان کے ساتھ چوما ہو گا لہذا یہ نفع بھی دے سکتا ہے اور نقصان بھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اس قوم میں نہیں رہنا چاہتا جس میں علی رضی اللہ عنہ نہ ہوں۔

(مرقاۃ، ج۵، ص ۳۲۵، نسیم الریاض، ج۳، ص ۳۳۶)

جب قوم قرامطہ مکہ پر غالب آ گئی تو انہوں نے مسجد حرام اور چاہ زمزم کو لوگوں کی لاشوں سے بھر دیا اور ان میں سے ایک آدمی نے حجر اسود کو گرز ماری اور کہا تو کب تک خدا کے علاوہ پوجا جاتا رہے گا وہ لوگ حجر اسود کو اپنے ساتھ لے گئے اور یہ حجر اسود ان کے پاس بیس سال سے زیادہ عرصہ تک رہا پھر جب اہل مکہ اور ان کے درمیان صلح ہو گئی اور قرامطہ مال کثیر لے کر حجر اسود واپس دینے پر تیار ہو گئے لیکن انہوں نے کہا حجر اسود ہمارے ہاں کے بہت سے پتھروں میں مل گیا ہے اس کی تمیز مشکل ہے اگر تمہیں کوئی نشانی یاد ہو تو پہچان کر لے جاؤ۔ یہ بات اہل علم کے سامنے پیش کی گئی انہوں نے کہا اس کی پہچان کا ایک طریقہ ہے کہ چونکہ یہ جنتی پتھر ہے لہذا اس پر آگ اثر نہ کرے گی چنانچہ انہوں نے تمام پتھروں کو آگ میں ڈال دیا حجر اسود پر آگ نے اثر نہ کیا اور باقی پتھر آگ کے اثر سے شکستہ ہو گئے اس طرح حجر اسود کی پہچان ہو گئی اور اسے دوبارہ لا کر اپنے مقام پر رکھ دیا گیا۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ جب قرامطہ اسے لے کر گئے تو کئی اونٹ اس کا بوجھ برداشت نہ کرنے کی بنا پر مر گئے اور جب اسے واپس مکہ لایا گیا تو ایک اونٹ اسے آسانی سے مکہ لے آیا۔ (مرقاۃ، ج ۵، ص ۳۲۰)

جب حضرت حلیمہ حضور علیہ السلام کو لے کر اپنے گھر جانے لگی تو آپ کو حرم شریف میں لائی۔ قاضی ثناء اللہ نے لکھا ہے:

وَجَاءَتْ بِهٖ اِلَى الْحَجَرِ الْاَسْوَدِ لِيُقَبِّلَهٗ فَخَرَجَ الْاَسْوَدُ مِنْ مَّكَانِهٖ حَتّٰى الْتَصَقَ بِوَجْهِهِ الْكَرِيْمِ ○

حضرت حلیمہ آپ کو حجر اسود کے پاس لے کر آئیں تا کہ آپ بوسہ دیں تو حجر اسود باہر آ کر آپ کے چہرے کے ساتھ لگ گیا۔ (مظہری، ج ۶، ص ۵۱۴)

حجر اسود اس مقام پر نازل ہوا جہاں آج کعبہ کی عمارت ہے تا کہ حضرت

آدم علیہ السلام کو اس سے انس حاصل ہو جب حجر اسود نازل ہوا تو اسے فرشتوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا تاکہ اسے جن وانس نہ دیکھ سکیں۔ کیونکہ یہ جنتی پتھر ہے تو جو اسے دیکھ لے وہ جنتی ہو جاتا ہے۔ (مرقاۃ، ج ۲، ص ۱۹۲)

ایک روایت میں ہے کہ جب طوفان نوح آیا تو خدا نے حجر اسود کو بطور امانت کوہ ابوقبیس میں رکھ دیا اور فرمایا اے پہاڑ جب میرا خلیل کعبہ تعمیر کرے تو یہ پتھر اس کے لئے نکال دینا پھر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ تعمیر کیا اور حجر اسود کی ضرورت محسوس ہوئی تو کوہ ابوقبیس سے آواز آئی اے ابراہیم علیہ السلام مجھ میں حجر اسود ہے اسے نکال لو تو آپ نے نکال لیا۔ (انسان العیون، ج ۱، ص ۱۸۷)

حضرت وہب بن منبہ نے فرمایا خدا تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے زمین پر نازل فرمایا تو انہوں نے جنتی پتھر حجر اسود کو اٹھا لیا جب زمین پر آ کر روئے تو اس پتھر سے اپنے آنسو پونچھتے تھے ان کے آنسو لگنے سے پتھر سیاہ ہو گیا حضرت جبرائیل علیہ السلام کے فرمانے کے مطابق حجر اسود کو کعبہ کی دیوار میں لگا دیا گیا لیکن کشاف نے کہا ہے کہ ایک حائضہ عورت کا ہاتھ لگنے سے پتھر سیاہ ہو گیا اور یہ بھی ہے کہ عبداللہ بن زبیر کے زمانے میں کعبہ کو آگ لگ گئی جس کی وجہ سے حجر اسود زیادہ سیاہ ہو گیا۔ (حلبیہ، ص ۱۸۷)

مقام ابراہیم:

یہ وہ پتھر ہے جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام تین مرتبہ کھڑے ہوئے ہیں پہلی مرتبہ جبکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیل کو دیکھنے مکہ میں آئے جب ان کے گھر کے دروازہ پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام شکار کو گئے ہوئے ہیں ان کی بیوی نے آپ کو دیکھ کر کہا حضرت تشریف لائیے ہمارے ہاں قیام

فرمائیں آپ کے سر مبارک میں کچھ گرد و غبار ہے مجھے اجازت دیں کہ میں دھو دوں حضرت نے فرمایا مجھے سواری سے اترنے کی اجازت نہیں وہ نیک بی بی ایک بڑا اور اونچا پتھر اٹھا لائیں یعنی مقام ابراہیم اور ان کی رکاب کے پاس رکھ دیا عرض کی اس پر قدم رکھ کر ایک طرف کو اپنا سر مبارک جھکا دیں آپ نے ایسا کیا تو اس نیک بی بی نے آپ کے ایک طرف بالوں کو دھو دیا پھر پتھر دوسری طرف رکھ دیا آپ نے دوسری جانب سے سر جھکا دیا تو اس نے اس طرف کے بالوں کو بھی دھو دیا اس طرح خدمت کا موقع بھی مل گیا اور آپ سواری سے بھی نیچے نہ اترے۔

دوسری مرتبہ جب کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کی دیواریں بلند کیں تو اب ایک پتھر کی ضرورت محسوس ہوئی جس پر کھڑے ہو کر آپ کعبہ کی تعمیر کرتے۔آپ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے فرمایا ایک پتھر تلاش کر کے لاؤ وہ یہی پتھر مقام ابراہیم علیہ السلام اٹھا لائے آپ اس پر چڑھ کر تعمیر کرتے رہے جوں جوں دیوار اونچی ہوتی جاتی تھی پتھر بھی اونچا ہوتا جاتا ہے اور جب شام کو اترنا ہوتا تو پتھر خود بخود نیچے ہو جاتا تھا۔

تیسری مرتبہ جب کعبہ تعمیر ہو گیا تو خدا کا حکم ہوا کہ لوگوں میں حج کی آواز دو آپ نے مقام ابراہیم کو لیا ابوقبیس پہاڑ پر چڑھ گئے اور مقام ابراہیم پر کھڑے ہوئے یہ پتھر بلند ہو گیا آپ نے آواز لگائی اے لوگو! تم پر حج فرض کر دیا گیا ہے۔سب سے پہلے آپ نے یمن کی طرف منہ کر کے آواز دی۔یہی وجہ ہے کہ یمن کے لوگ کثرت سے حج کرنے آتے ہیں۔

مکہ میں اگر دو پتھر جنتی ہیں تو مدینہ میں ایک پہاڑ جنتی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُحُدٌ عَلٰی رُکْنٍ مِنْ اَرْکَانِ الْجَنَّةِ احد جنت کے کونوں میں سے ایک کونے پر ہے ایک روایت میں آیا ہے کہ چار پہاڑ جنتی ہیں احد، ورقان، طور اور

لبنان ایک روایت میں ہے کہ آپ نے احد کی طرف اشارہ فرما کر ارشاد فرمایا:

هٰذَا جَبَلٌ يُّحِبُّنَا وَنُحِبُّهٗ عَلٰى بَابٍ مِّنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ ۝

یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر ہے۔ (جذب القلوب، ص ۲۱۱)

ایک حدیث میں آیا ہے:

مَابَيْنَ مِنْبَرِيْ وَحُجْرَتِيْ رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ ۝

میرے منبر اور حجرے کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

اس طرف روضے کا نور اس سمت منبر کی بہار
بیچ میں جنت کی کیاری پیاری پیاری واہ واہ

بلکہ عشاق مدینہ تو کہتے ہیں اَلْمَدِيْنَةُ كُلُّهٗ جَنَّتُ الْفِرْدَوْسِ مدینہ سارے کا سارا جنت الفردوس ہے۔

مدینے کے نقش و نگار اللہ اللہ
ہے دامان غم تار تار اللہ اللہ
مدینے کی گلیاں بیابان و گلشن
ہیں جنت کی آئینہ دار اللہ اللہ

آب زم زم:

حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت ہاجرہ اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بے آب و گیاہ جنگل میں چھوڑ کر واپس آ گئے کچھ کھجوریں اور پانی ان کے پاس تھا جب تک یہ دونوں پاس رہیں گزر اوقات ہوتی رہی جب پانی ختم ہو گیا اور پیاس نے ستایا تو لختِ جگر اسماعیل علیہ السلام نے بے اختیار رونا شروع کر دیا

نورِ نظر کی بے قراری دیکھی نہ گئی اٹھیں اور صفا پہاڑی پر چڑھ گئیں شاید کہیں پانی کا نام و نشان نظر آئے مگر نہ ملا نیچے اتر آئیں مروہ پہاڑی کی طرف روانہ ہوئیں مگر نظر فرزند پر تھی راہ کے کچھ حصہ میں فرزند سے آڑ ہو گئی تو آپ دوڑیں اس آڑ سے نکل جانے پر پھر آہستہ ہو گئیں یہاں تک کہ مروہ پر پہنچ گئیں۔ وہاں چڑھ کر بھی پانی کہیں نہ دیکھا پھر صفا کی طرف روانہ ہوئیں اسی طرح سات چکر لگائے صفا و مروہ کی سعی اسی واقعہ کی یادگار ہے۔ آخری بار مروہ پر چڑھیں تو ایک خوفناک آواز سنائی دی ڈر کر فرزند کے پاس پہنچیں دیکھا فرزند روتے ہیں اور زمین پر ایڑیاں رگڑتے ہیں جس سے میٹھے پانی کا چشمہ جاری ہوا اسی کا نام آب زم زم ہے۔

قریب آئیں تو پر کھولے ہوئے جبریل کو پایا
انگوٹھا چوستے سایے میں اسماعیل کو پایا
ٹھٹک کر رہ گئیں اک اور نظارہ نظر آیا
قریب پائے اسماعیل فوارہ نظر آیا

حدیث میں مَاءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ آب زم زم پیتے وقت جو دعا مانگی جائے قبول ہوتی ہے۔ چنانچہ خطیب بغدادی نے آب زمزم پیتے وقت یہ تین دعائیں مانگیں ایک یہ ہے بغداد میں مجھے تاریخ بغداد پڑھانے کا موقع ملے دوسری یہ کہ جامع منصور میں حدیث املاء کرانے کا موقع ملے اور تیسری یہ کہ وفات کے بعد ان کی قبر بشر حافی کے پاس بنائی جائے۔ خدا نے یہ تینوں دعائیں قبول فرمالیں جب آپ کا انتقال ہوا اور آپ کو بشر حافی کے پہلو میں دفن کرنے کا پروگرام ہوا تو پتہ چلا وہاں ایک اور آدمی نے اپنے لئے قبر تیار کر رکھی ہے اور اس نے وہاں کئی مرتبہ قرآن مجید ختم کر رکھا ہے اس سے کہا گیا کہ یہ قبر خطیب بغدادی

کو دے دو اس نے انکار کیا ایک بزرگ ابو سعید صوفی تھے انہوں نے اس شخص سے کہا اگر بشر حافی زندہ ہوتے اور تو اور خطیب بغدادی اسے ملنے جاتے تو وہ اپنے قریب جگہ کس کو دیتے اس نے کہا خطیب کو انہوں نے فرمایا تو پھر جان لو کہ وفات کے بعد بھی وہ اپنے قریب خطیب کو ہی پسند کریں گے اب اس کی سمجھ میں بات آ گئی اور اس نے خطیب بغدادی کے لئے وہ قبر دے دی اس طرح خطیب بشر حافی کے نزدیک دفن ہو گئے۔

(ابن عساکر، ج۱،ص ۴۰۰) (تذکرۃ الحفاظ، ص ۷۶۰)

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جب آب زمزم پیتے تو یہ دعا مانگتے یا اللہ! مجھے قیامت کے دن پیاس سے محفوظ فرمانا۔

آب زمزم کوثر سے افضل ہے کیونکہ معراج کی رات آب زمزم سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو دھویا گیا ہے۔

آب زمزم دل کو قوی کرتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دوستوں کو آب زمزم کا تحفہ دیا کرتے تھے۔

آب زمزم شب برات بڑھ جاتا ہے اور میٹھا ہو جاتا ہے۔

آب زمزم کے تین لپ سر میں ڈالنے سے آدمی باعزت ہو جاتا ہے۔

آب زمزم کو دیکھنا عبادت ہے۔

زمزم کے کنویں میں جھانکنے سے نظر تیز ہو جاتی ہے۔

آب زمزم بھوک اور پیاس دونوں کا علاج ہے چنانچہ حضرت الیاس و خضر اختتام حج پر زمزم پیتے ہیں سارا سال ان کو بھوک پیاس نہیں لگتی۔

(شفاء الغرام، ج۱،ص ۲۵۲ تا ج۱،ص ۲۵۷)

مکہ میں اگر آب زمزم ہے تو مدینہ طیبہ میں حوض کوثر ہے حدیث میں

ہے منبری علی حوضی میرا منبر میرے حوض کوثر کے اوپر ہے۔

اس میں زمزم ہے کہ تھم تھم اس میں جم جم ہے کہ بیش کثرت کوثر میں زمزم کی طرح کم کم نہیں۔ مکہ میں حجر اسود مقام ابراہیم اور چاہ زمزم کے درمیان ننانوے نبیوں کی قبریں ہیں حجر اسود اور رکن یمانی کے درمیان ستر انبیاء کی قبور ہیں کعبہ کے گرد تین سو نبیوں کی قبریں ہیں جب انبیاء کو ان کی قومیں جھٹلاتی تھیں تو وہ ان کو چھوڑ کر مکہ آجاتے اور بقیہ زندگی یہیں گزار دیتے تھے۔ (سیرت حلبیہ)

میزاب رحمت کے نیچے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قبریں ہیں۔

مدینہ طیبہ میں امام الانبیاء کی قبر انور ہے جو عرش اعظم سے بھی افضل ہے دلیل یہ ہے کہ خدا کا ہر نبی خدا کا شکر گزار بندہ ہوتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی خدا کے نبی ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ اگر تم شکر کرو گے تو ہم اضافہ کریں گے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خدا کا شکر کیا تو ان کو چوتھا آسمان ملا اب بھی وہ شکر کر رہے ہیں تو ان کو اس شکریہ کے صلہ میں چوتھے آسمان سے بلند جگہ حضور کا روضہ ملے گا نہ پانچواں آسمان نہ چھٹا اور ساتواں آسمان اور نہ عرش اعظم معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ عرش اعظم سے بھی افضل ہے۔

علماء نے لکھا ہے کہ جس مچھلی کے پیٹ میں حضرت یونس علیہ السلام چالیس دن رہے ہیں اس مچھلی کا پیٹ اللہ کے عرش سے افضل ہے اس لئے کہ وہ نبی کا مسکن رہا ہے جہاں حضرت یونس علیہ السلام چالیس دن رہیں وہ اللہ کے عرش سے افضل تو جس قبر انور میں امام الانبیاء قیامت تک استراحت فرما رہے ہیں وہ یقیناً اللہ کے عرش سے افضل ہے۔

ہے بے تاب جس کے لئے عرش اعظم
وہ اس رہرو لامکاں کی گلی ہے
یہاں کے لاکھوں ذرے عرش اعظم سے افضل ہیں
تعالی اللہ یہ عزو وقار گنبد خضریٰ

یہی وہ قبر انور ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ جس نے میری قبر کی زیارت کی اس پر میری شفاعت واجب ہوگئی۔

ایک اور حدیث میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ حَجَّ فَزَارَ قَبْرِیْ بَعْدَ وَفَاتِیْ کَانَ کَمَنْ زَارَنِیْ فِیْ حَیَاتِیْ ○

جس نے حج کیا پس میری قبر کی زیارت کی میری وفات کے بعد وہ ایسا ہے جیسا کہ اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔

ایک جگہ فرمایا مَنْ زَارَ قَبْرِیْ کُنْتُ لَهٗ شَفِیْعًا وَشَهِیْدًا جس نے میری قبر کی زیارت کی میں اس کے لئے شفیع ہوں گا اور اس کے نیک اعمال پر گواہ ہوں گا۔ (جذب القلوب، ص ۲۹۸ تا ص ۳۰۰)

حضور نبی کریم ﷺ کی قبر انور خانہ کعبہ سے بھی افضل ہے اور کعبہ حضور کی قبر کے علاوہ باقی مدینہ سے افضل ہے اور امام مالک فاروق اعظم اور عبداللہ بن عمر کا مسلک یہ ہے کہ مدینہ کا شہر مکہ سے افضل ہے کیونکہ یہاں پر اجلہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور بڑے اکابرین امت کی قبور ہیں صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی قبریں ہیں حضرت عثمان غنی حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی قبریں ہیں امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن اجمعین کی قبور بھی مدینہ میں ہیں۔

مکہ مکرمہ میں حضور اکرم ﷺ ۵۳ سال رہے ہیں ۴۰ سال قبل از دعوائے

نبوت اور ۱۳ سال بعد از دعوائے نبوت لیکن مدینہ میں قیامت تک ہیں آیت تلاوت میں قیام کی وجہ قیام حضور ہے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تھے تو وہ افضل تھا جب مدینہ میں آ گئے تو یہ افضل ہو گیا جیسے ایک ہیرا ایک لاکھ کا ہو قمیص میں رکھ دیا جائے تو اس کی قیمت ایک لاکھ ہو جاتی ہے۔ ہیرا پگڑی میں رکھ لیا جائے تو اس کی قیمت ایک لاکھ ہو جاتی ہے جہاں ہیرا وہاں قیمت لہذا جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں افضلیت۔

مکاں کو ہے زینت مکیں کے قدم سے
ہے مکہ سے افضل مدینہ تمہارا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے جو آدمی مکہ کی گرمی برداشت کرے وہ دوسو سال کی راہ کے برابر دوزخ سے دور ہو جاتا ہے اور مدینہ کے بارے میں فرمایا

مَنْ صَبَرَ عَلٰى اَذَاهَا وَشِدَّتِهَا كُنْتُ لَهٗ شَهِيْدًا وَشَفِيْعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ○

(جذب، ص ۳۷)

جس نے مدینہ کی کسی اذیت اور شدت پر صبر کیا میں اس کا گواہ اور شفیع ہوں گا قیامت کے روز مکہ کے بارے میں فرمایا مَنْ مَاتَ بِمَكَّةَ فَكَاَنَّمَا مَاتَ فِي سَمَاءِ الدُّنْيَا۔

جو مکہ میں فوت ہوا وہ ایسا ہے جیسے آسمان دنیا میں فوت ہوا۔

مَنْ مَاتَ بِمَكَّةَ بَعَثَهُ اللّٰهُ فِي الْاٰمِنِيْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ○

جو مکہ میں فوت ہوا قیامت کے دن اللہ اسے امن والوں میں اٹھائے گا۔

مدینہ کے بارے میں فرمایا مَنْ مَاتَ بِالْمَدِيْنَةِ كُنْتُ لَهٗ شَفِيْعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ○ (جذب القلوب، ص ۳۷)

جو مدینہ میں فوت ہوا میں قیامت کے دن اس کا شفیع ہوں گا۔

مکہ کے قبرستان جنت المعلیٰ سے بروز قیامت ستر ہزار آدمی ایسے اٹھیں گے جن سے حساب نہ لیا جائے گا مدینہ کے قبرستان جنت البقیع سے بھی قیامت کے دن ستر ہزار آدمی ایسے اٹھیں گے جن سے حساب نہ لیا جائے گا۔

کعبہ پر روزانہ ستر ہزار فرشتے نازل ہوتے ہیں امام فخر الدین رازی نے لکھا ہے کہ عرش کے نیچے ایک نہر ہے جس میں حضرت جبرائیل امین علیہ السلام روزانہ غوطہ زن ہوتے ہیں پھر نہر سے باہر آ کر اپنے پروں کو جھاڑتے ہیں بے شمار پانی کے قطرے گرتے ہیں ہر قطرے سے اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ پیدا فرماتا ہے ان میں سے ستر ہزار فرشتے کعبہ پر نازل ہوتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور پر ستر ہزار فرشتے صبح کو اور ستر ہزار شام کو نازل ہوتے ہیں اور جو ایک بار آتے ہیں پھر قیامت تک ان کی باری نہ آئے گی۔

ملائک لگاتے ہیں آنکھوں پہ اپنی
شب و روز خاک مزار مدینہ

ایک مرتبہ مکہ میں سیلاب آ گیا جس سے ایک عالم کی قبر کھل گئی مگر دیکھا کہ بجائے اس عالم کے ایک حسین و جمیل عورت اس قبر میں موجود ہے تعجب ہوا کہ دفن تو مرد ہوا تھا یہ عورت اس قبر میں کیسے آ گئی ایک لندن کا آدمی وہاں موجود تھا اس نے اس عورت کو پہچان لیا اور کہا میں اس کو جانتا ہوں یہ مجھ سے تعلیم حاصل کرتی تھی اور خفیہ مسلمان ہو کر مر گئی تھی لوگوں نے اس شخص کے ساتھ دو مکی مسلمان بھیجے انہوں نے اس کی قبر کھول کر دیکھی تو وہ عالم اس قبر میں موجود ان دو آدمیوں نے اسے پہچان لیا مکہ میں آ کر اس کی بیوی سے معلوم کیا کہ آخر وہ کونسا ایسا کام کرتا تھا جس کی اس کو یہ سزا ملی اس نے کہا کہ جب وہ مجھ سے مقاربت کرتا تھا تو یہ کہتا کہ عیسائیوں کا مذہب بڑے آرام کا ہے کہ اس میں غسل جنابت

نہیں ہے۔ (الافاضات، ج ۴، ص ۹۸)

کسی انگریز افسر کے ہاں ایک مسلمان ملازم تھا وہ جب کبھی انگریز کے بنگلے پر جاتا تو اس انگریز کی لڑکی مسلمان سے کہتی مجھے قرآن پڑھاؤ یہ اچھا کہہ کر ٹال دیتا ایک روز جب وہاں پہنچا تو اس انگریز لڑکی نے کہا تم مجھے قرآن نہیں پڑھاتے یاد رکھو قیامت کے دن میں اس سے شکایت کروں گی جس پر یہ قرآن اترا ہے کہ میں تو قرآن پڑھنا چاہتی تھی لیکن اس مسلمان نے مجھے نہیں پڑھایا وہ لرز گیا اور کہنے لگا میں تجھے ضرور پڑھاؤں گا اس لڑکی نے کہا میں تمہارے گھر آجایا کروں گی بلاناغہ جاتی اور پڑھ کر آجاتی کچھ عرصہ کے بعد ایک روز وہ نہ آئی اسی طرح وہ متواتر تین روز نہ آئی۔ یہ تجسس حال کے لئے انگریز کے گھر پہنچا پتہ چلا لڑکی بیمار ہے اور قریب المرگ ہے یہ اس لڑکی کے پاس گیا لڑکی نے کہا اے مسلمان میرا وقت قریب ہے میں صدق دل سے مسلمان ہوتی ہوں اور آپ کے سامنے پڑھتی ہوں اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ آپ اس کے گواہ ہو جائیں اور آپ کو ایک وصیت کرتی ہوں کہ جب میرا انتقال ہو جائے تو آپ بھی جنازہ میں شرکت کریں اور ان لوگوں کو اپنے طریقہ پر دفن کر لینے دیں اس کے بعد میری لاش کو نکال کر اسلامی طریقے پر دفن کر دینا وہ مسلمان رونے لگا اور وعدہ کرلیا کہ میں وصیت پر عمل کروں گا جب وہ مرگئی تو یہ جنازہ میں شریک ہوا رات کو جا کر قبر کھودی تو دیکھا اس کا ایک دوست اس قبر میں آیا ہوا تھا چھٹی لے کر اپنے شہر گیا پتہ چلا کہ وہ دوست انتقال کر گئے اس کی قبر کا پتہ لگا کر رات کو اس کی قبر کھودی دیکھا اس کی قبر میں ایک عربی آیا ہوا ہے بڑا حیران ہوا کہ کیا کیا جائے۔ رات کو خواب میں وہ لڑکی ملی اور کہا اے مسلمان تیرا شکریہ کہ تو نے میری وصیت پر عمل کرنے کی امکانی کوشش کی اس نے پوچھا یہ راز کیا ہے لڑکی

نے کہا میری قبر میں تیرا دوست آیا ہوا تھا اس لئے کہ وہ عیسائیوں سے محبت کرتا تھا اور اس کی قبر میں ایک عربی تھا وہ کہا کرتا تھا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں ہندوستان چلا جاؤں اس لئے خدا نے اسے مرنے کے بعد ہندوستان بھیج دیا اور میں نے مرتے وقت آرزو کی تھی کہ مجھے نبی کریم ﷺ کا مدینہ طیبہ مل جائے مجھے خدا نے مدینہ عطا فرمادیا۔ (حیات اعلحضرت، ص ۲۲۱)

تمنا ہے الٰہی موت یوں آئے مدینہ میں
نظر کے سامنے خیر الوریٰ کا آستانہ ہو

ایک بزرگ جن کا نام صوفی محمد حسین تھا مدینہ طیبہ میں ایک بار شاہ عبدالحق مہاجر الہ آبادی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی حدیث شریف میں تو آتا ہے ہمارا مدینہ بھٹی ہے جیسے بھٹی لوہے کی میل کو دور کر دیتی ہے اسی طرح زمین مدینہ نااہل کو اپنے سے نکال دیتی ہے حالانکہ منافق بھی مر کر مدینہ میں دفن ہوئے ہیں پھر اس حدیث کا مطلب کیا ہوا شاہ صاحب نے انہیں کان سے پکڑ کر وہاں سے نکال دیا یہ حیران تھے کہ میں نے تو مسئلہ پوچھا ہے مجھے کس قصور میں نکالا گیا انہوں نے رات کو خواب میں دیکھا کہ مدینہ کے قبرستان جنت البقیع میں کھدائی ہو رہی ہے اور اونٹوں پر باہر سے لاشیں آ رہی ہیں اور یہاں سے باہر جا رہی ہیں یہ ان لوگوں کے پاس گئے اور پوچھا کہ کیا کر رہے ہو بولے جو نااہل یہاں دفن ہو گئے ہیں ان کو نکال کر باہر لے جا رہے ہیں اور عشاق مدینہ جو اور جگہ دفن ہو گئے تھے ان کو مدینہ لا رہے ہیں دوسرے دن شاہ عبدالحق کی خدمت میں پیش ہوئے آپ نے دیکھتے ہی فرمایا اب سمجھے حدیث کا مطلب۔

(تفسیر نعیمی، ج ۱، ص ۷۵۷)

فضائلِ مدینہ منورہ:

نمبر 1:

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک سے واپس ہوئے تو حاضرین میں سے
کسی نے مدینہ منورہ کے غبار سے منہ ڈھانپا آپ نے فرمایا:

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اِنَّ فِیْ غُبَارِھَا شِفَآءٌ مِّنْ کُلِّ دَاءٍ○

(خلاصۃ الوفا، ص ۴۸)

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے مدینہ کے گرد و
غبار میں ہر مرض کی شفا ہے۔

نمبر 2:

مَنْ جَاءَنِیْ زَائِرًا لَا تَعْمِدُہٗ حَاجَۃٌ اِلَّا زِیَارَتِیْ کَانَ حَقًّا عَلَیَّ اَنْ اَکُوْنَ
لَہٗ شَفِیْعًا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔ (جذب القلوب، ص ۲۹۹)

جو میری زیارت کے لئے (مدینہ) آئے میرے پاس اسے اور کوئی کام
نہیں مجھ پر لازم ہے کہ میں قیامت کے روز اس کی شفاعت کروں۔

نمبر 3:

مَنْ زَارَنِیْ مُتَعَمِّدًا کَانَ فِیْ جِوَارِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ○

جو ارادہ کر کے میری زیارت کے لئے آیا وہ قیامت کے دن میرا پڑوسی
ہوگا۔

نمبر 4:

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے یہ دعا کی اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ شَھَادَۃً فِیْ سَبِیْلِکَ وَاجْعَلْ مَوْتِیْ فِیْ بَلَدِ حَبِیْبِکَ ○

اے اللہ! مجھے اپنے راستے میں شہادت کی موت دے اور مجھے موت تیرے حبیب کے شہر میں آئے۔ (بخاری، ج ا، ص ۲۵۳)

نمبر 5:

مَنِ اسْتَطَاعَ اَنْ یَّمُوْتَ بِالْمَدِیْنَۃِ فَلْیَمُتْ فَمَنْ مَّاتَ بِالْمَدِیْنَۃِ کُنْتُ لَہٗ شَفِیْعًا وَّ شَھِیْدًا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ ○

ترجمہ: جس کسی سے ہو سکے وہ مدینہ میں مرے جو مدینہ میں مرے گا میں قیامت کے دن اس کا شفیع و گواہ ہوں گا۔

نمبر 6:

اَلْمَدِیْنَۃُ مُھَاجِرِیْ فِیْھَا مَضْجَعِیْ وَمِنْھَا مَبْعَثِیْ حَقِیْقٌ عَلٰی اُمَّتِیْ حِفْظَ جِیْرَانِیْ مَا اجْتَنَبُوا الْکَبَائِرَ ○ (وفاء الوفا، ص ۴۷)

مدینہ منورہ میرا مقام ہجرت ہے۔ یہیں میری قبر ہوگی یہیں سے قیامت کے روز اٹھوں گا۔ میری امت پر لازم ہے کہ میرے پڑوسیوں کی حفاظت کریں جب تک کبائر سے بچیں۔

نمبر 7:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی:

اَللّٰھُمَّ مَنْ اَرَادَنِیْ وَاَھْلَ بَلَدِیْ بِسُوْءٍ فَعَجِّلْ ھَلَاکَہٗ ○

(جذب القلوب، ص ۵۰)

ترجمہ: اے اللہ! جو اہل مدینہ اور میرے بارے میں برا ارادہ رکھتا ہے اسے جلد ہلاک کردے

نمبر 8:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ فَنَظَرَ اِلٰى جُدْرَانَ الْمَدِيْنَةِ اَوْضَعَ رَاحِلَتَهٗ○

ترجمہ: جب رسول پاک ﷺ سفر سے واپس آتے اور مدینہ کے در و دیوار کو دیکھتے تو (شوق مدینہ میں) اپنی سواری کو تیز کر دیتے۔

نمبر 9:

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔

مَنْ اَخَافَ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ ظَالِمًا اَخَافَهُ اللّٰهُ وَكَانَتْ عَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ○ (جذب القلوب، ص ۵۱)

ترجمہ: جو اہل مدینہ کو ظلم سے ڈرائے تو اس کو اللہ ڈرائے گا اس پر خدا تمام فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔

نمبر 10:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

عَلٰى اَنْقَابِ الْمَدِيْنَةِ مَلَائِكَةٌ تَحْرُسُوْنَهَا لَا يَدْخُلُهَا الطَّاعُوْنُ وَالدَّجَّالُ○

ترجمہ: مدینہ کے دروازوں پر فرشتے مقرر ہیں اس شہر میں طاعون و دجال داخل نہیں ہو سکتے۔ (بخاری، ج ۱، ص ۲۵۲)

نمبر 11:

اِنَّہٗ کَانَ اِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ مِنْ اَسْفَارِہٖ فَاَقْبَلَ عَلَی الْمَدِیْنَۃِ یَسِیْرًا وَیَقُوْلُ اللّٰھُمَّ اجْعَلْ لَنَابِھَا قِرَارًا وَرِزْقًا حَسَنًا ○ (خلاصۃ الوفا، ص ۲۱)

جب رسول پاک ﷺ سفر سے واپس تشریف لاتے تو مدینہ کے قریب ہو جاتے اور یہ دعا فرماتے اے اللہ! مدینہ کو ہمارے لئے تسکین اور رزق حسنہ بنا دے۔

تخت سکندری پر وہ تھوکتے نہیں ہیں
بستر لگا ہوا ہے جن کا تری گلی میں
ایسے جلوے پر کروڑوں لاکھ حوروں کو نثار
کیا غرض کیوں جاؤں جنت کو مدینہ چھوڑ کر

نمبر 12:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ اَرَادَ اَھْلَ ھٰذِہِ الْبَلْدَۃِ بِسُوْءٍ اَذَابَہُ اللّٰہُ کَمَا یَذُوْبُ الْمِلْحُ فِی الْمَاءِ

ترجمہ: جس شخص نے اہل مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ بھی کیا وہ مصائب میں اس طرح پگھل جائے گا جس طرح نمک پانی میں پگھل جاتا ہے۔

افضلیت مدینہ:

عشاق مدینہ طیبہ کو شہر مکہ سے افضل قرار دیتے ان کے دلائل یہ ہیں:

نمبر 1:

اَلْمَشْیُ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ لِزِیَارَۃِ قَبْرِ النَّبِیِّ ﷺ اَفْضَلُ مِنَ الْکَعْبَۃِ ○

قبر انور کی زیارت کے لئے مدینہ کا سفر کرنا (زیارت) کعبہ سے افضل ہے۔ (خلاصۃ الوفا، ص ۴۴)

نمبر 2:

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر آپ کے دفن کے سلسلے کے بارے میں رائے کا اختلاف ہوا کہ حضور علیہ السلام کو کس جگہ دفن کیا جائے تو سیدنا علی المرتضیٰ نے فرمایا:

لَيْسَ فِي الْاَرْضِ بُقْعَةٌ اَكْرَمُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ بُقْعَةٍ قُبِضَ نَفْسُ نَبِيِّهٖ ○

(خلاصۃ الوفا، ص ۱۲)

ترجمہ: وہ جگہ جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اس خطہ زمین سے افضل کوئی جگہ نہیں۔

نمبر 3:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ اِلَيْنَا الْمَدِيْنَةَ كَحُبِّنَا مَكَّةَ اَوْ اَشَدَّ (بخاری، ج ۱، ص ۲۵۳)

اے اللہ! ہمیں مدینہ منورہ محبوب بنا دے جس طرح مکہ مکرمہ بلکہ اس سے زیادہ خدا نے یقیناً مدینہ مکہ سے زیادہ محبوب بنا دیا جو مدینہ کی افضلیت کی دلیل ہے۔

نمبر 4:

ارشاد نبوی ہے۔

مَا عَلَى الْاَرْضِ بُقْعَةٌ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ يَّكُوْنَ قَبْرِيْ بِهَا مِنْهَا ○

میری قبر کی جگہ مجھے روئے زمین سے زیادہ محبوب ہے۔

(خلاصۃ الوفا، ص ۱۷)

نمبر 5:

حضور اکرم ﷺ نے مکہ سے ہجرت کے وقت دعا مانگی:

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ اَخْرَجْتَنِيْ مِنْ اَحَبِّ الْبِقَاعِ اِلَيَّ فَاَسْكِنِّيْ فِيْ اَحَبِّ الْبِقَاعِ اِلَيْكَ ○ (المستدرک)

ترجمہ: اے اللہ! تو نے مجھے اس جگہ سے نکالا جو مجھے محبوب تھی۔ اب اس جگہ پر ٹھہرا جو تجھے محبوب ہے۔

خدا نے آپ ﷺ کو مدینہ جائے قیام دیا معلوم ہوا کہ اگر مکہ مصطفےٰ ﷺ کا محبوب شہر ہے تو مدینہ خدا کا محبوب شہر ہے۔

نمبر 6:

حضرت رافع بن خدیج فرماتے ہیں میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا:

اَلْمَدِيْنَةُ خَيْرٌ مِّنْ مَّكَّةَ ○

مدینہ مکہ سے افضل ہے (وفاء الوفا، ج۱، ص ۳۷)

نمبر 7:

حضور اکرم ﷺ نے دعا مانگی:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ بِالْمَدِيْنَةِ ضِعْفَيْ مَا جَعَلْتَ بِمَكَّةَ مِنَ الْبَرَكَةِ ○

ترجمہ: اے اللہ مدینہ میں مکہ کی نسبت چار گنا برکت عطا فرما۔

مکہ مکرمہ میں ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ ہے تو مدینہ میں چار گنا چار لاکھ ہوگا۔

نمبر 8:

سیدنا امام مالک فرماتے ہیں ایک دن مروان نے خطبہ دیا اور دوران

خطبہ مکہ کے فضائل بیان کئے مدینہ منورہ کے بارے میں کچھ بیان نہ کیا اس پر حضرت رافع بن خدیج کھڑے ہو گئے اور فرمایا مروان تجھے کیا ہو گیا ہے کہ تو نے مدینہ منورہ کے بارے میں کچھ کہا نہیں سنو میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا وَالْمَدِیْنَۃُ خَیْرٌ لَّھُمْ لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ مدینہ ان سب کے لئے بہتر ہے اگر وہ جان لیتے۔ (جواہر البحار، ص ۲۱۰)

اس واقعہ سے ظاہر ہوا کہ رافع بن خدیج کے نزدیک مدینہ مکہ سے افضل ہے۔

سیر گلشن کون دیکھے دشت طیبہ چھوڑ کر
سوئے جنت کون جائے در تمہارا چھوڑ کر
سایۂ دیوار جاناں میں ہو بستر خاک پر
آرزوئے تاج و تخت خسروی اچھی نہیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حکمت کی تشریح

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: وَاَنۡزَلَ اللّٰہُ عَلَیۡکَ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَۃَ۝
اور خدا نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل فرمائی۔

حکمت کے مختلف معنے ہیں بعض معنوں پر بحث کی جاتی ہے ملاحظہ فرمائیں۔

نمبر 1 الحکمۃ:

توازن و اعتدال یعنی عمل اور کردار کا ایسا انداز جو افراط و تفریط سے پاک ہو مثلاً:

(۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تین آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان پر آئے۔ آپ کی عبادت کی کیفیت دریافت کی جب ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے بارے میں بتایا گیا تو انہوں نے اپنے عمل کو قلیل سمجھا اور کہنے لگے ہماری حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا حقیقت ہے۔ آپ کی لغزشوں کو تو خدا نے معاف کر دیا ہے ان میں سے ایک نے کہا میں تو ساری رات عبادت کروں گا دوسرے نے کہا میں ہمیشہ روزے رکھوں گا اور کبھی افطار نہ کروں گا۔ تیسرے نے کہا میں عورتوں سے علیحدگی اختیار کر لوں گا اور کبھی شادی نہ کروں گا۔ اتنے میں حضور علیہ السلام تشریف لے آئے اور ان سے فرمایا تم نے ایسا ایسا کہا ہے میں تم سے زیادہ خدا سے ڈرتا ہوں اس کے باوجود میں روزے بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں رات کو نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔

فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي جس نے میری سنت سے منہ موڑا اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔ (بخاری ومسلم)

(ب) حضرت وہیب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی اور حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے درمیان بھائی چارہ کرا دیا۔ حضرت سلمان، حضرت ابودرداء (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کی ملاقات کو گئے تو ابو درداء رضی اللہ عنہ کی بیوی کو خراب کپڑے پہنے دیکھا۔ سلمان نے وجہ دریافت کی۔ اس نے جواب دیا تمہارے بھائی ابو درداء رضی اللہ عنہ کو دنیا اور عورت کی حاجت نہیں۔ اتنے میں ابو درداء رضی اللہ عنہ بھی آ گئے۔ انہوں نے کھانا تیار کرایا اور ان سے کہا کھاؤ میں تو روزہ دار ہوں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا میں اس وقت نہ کھاؤں گا جب تک آپ نہ کھائیں۔ چنانچہ ابو درداء رضی اللہ عنہ نے بھی کھانا کھا لیا جب رات ہوئی تو ابو درداء رضی اللہ عنہ نماز کے لئے جانے لگے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا سو جاؤ چنانچہ وہ سو گئے پھر کھڑے ہونے لگے سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا سو جاؤ حتیٰ کہ رات کا آخری حصہ ہو گیا تو سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا اب کھڑے ہو جاؤ چنانچہ دونوں نے نماز پڑھی پھر سلمان رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا:

اِنَّ لِرَبِّكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَاِنَّ لِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَلِاَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا۝

تمہارے پروردگار کا تم پر حق ہے تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے اور تمہارے گھر والوں کا بھی تم پر حق ہے ہر حق والے کو اس کا حق دو پھر یہ معاملہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سلمان رضی اللہ عنہ نے سچ بیان کیا۔ (بخاری)

نمبر 2۔ الحکمۃ:

سنۃ رسول اللہ ﷺ یعنی حکمت سے مراد نبی کریم ﷺ کی سنت ہے۔
حدیث میں آیا ہے:

كَانَ جِبْرِيْلُ يَنْزِلُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ بِالسُّنَّةِ كَمَا يَنْزِلُ بِالْقُرْآنِ ○
(دارمی، ص ۷۷)

حضرت جبرائیل امین علیہ السلام جس طرح قرآن نازل کرتے تھے اسی طرح سنت بھی نازل کرتے تھے۔

مقام سنت حضور ﷺ کی نظر میں:

نبی کریم ﷺ کو اپنی سنت کس قدر عزیز تھی اس کا انداز ترمذی کی اس حدیث سے لگایئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا:

اے بیٹے! اگر تم سے ہو سکے تو اس حال میں صبح و شام کرو کہ تمہارے دل میں کسی کے خلاف کھوٹ اور کینہ نہ ہو اے بیٹے یہ میری سنت ہے۔

وَمَنْ اَحَبَّ سُنَّتِيْ فَقَدْ اَحَبَّنِيْ وَمَنْ اَحَبَّنِيْ كَانَ مَعِيْ فِي الْجَنَّةِ○
(ترمذی، ج ۲، ص ۹۷)

اور جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں ہو گا۔

ایک جگہ ارشاد نبوی ہے:

مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِيْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِيْ فَلَهٗ اَجْرُ مِائَةِ شَهِيْدٍ○ (مشکوٰۃ، ص ۲۷)

جس نے میری امت کے فساد کے دور میں میری سنت کو مضبوطی سے

تھامے رکھا اسے سو شہیدوں کے برابر ثواب ملے گا۔

ایک حدیث میں یوں فرمایا:

اِنِّیْ تَرَکْتُ فِیْکُمْ اَمْرَیْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّکْتُمْ بِھِمَا کِتَابُ اللّٰہِ وَسُنَّۃُ رَسُوْلِہٖ ○ (موطا امام مالک، ص ۷۰۲)

میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں جب تک ان کو مضبوطی سے تھامے رہو گے گمراہ نہ ہو گے ان میں ایک تو اللہ کی کتاب ہے اور دوسری اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت۔

مقام سنت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نظر میں:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے جب کوئی معاملہ پیش کیا جاتا تو اولاً کتاب اللہ میں اس کا حل تلاش کرتے وہاں نہ ملتا تو سنت نبوی میں غور کرتے وہاں سے اگر معلوم ہو جاتا اس کے مطابق فیصلہ فرما دیتے اور اگر سنت میں بھی آپ کو حل نہ ملتا تو پھر مجلس شوریٰ سے پوچھتے کہ میرے پاس فلاں معاملہ فیصلے کے لئے آیا ہے۔ میں نے کتاب وسنت میں غور کیا ہے لیکن اس کا حل نہیں ملا کیا تمہیں معلوم ہے کہ حضور علیہ السلام نے اس بارے میں کوئی فیصلہ فرمایا ہے اس پر بعض اوقات لوگ بتا دیتے کہ ہاں اس بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فیصلہ فرمایا ہے۔ آپ اس فیصلہ کو نافذ کر دیتے اور یہ کہتے کہ:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَ فِیْنَا مَنْ یَّحْفَظُ عَنْ نَبِیِّنَا ○

خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہم میں ایسے لوگ موجود ہیں جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات یاد ہیں۔

پھر اگر اس معاملے میں کوئی صورت نظر نہ آتی تو سرکردہ مسلمانوں اور

علماء کو بلا کر ان سے مشورہ فرماتے جب وہ اجتماعی طور پر ایک رائے پر جمع ہو جاتے تو آپ اس کے مطابق فیصلہ فرما دیتے۔ (کنز العمال، ج ۸، ص ۳۴۸)

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

فَإِنَّ أَصْحَابَ السُّنَنِ أَعْلَمُ بِكِتَابِ اللهِ ○ (کشف الغمہ، ج ۱، ص ۲۱)

سنت کے جاننے والے ہی اللہ کی کتاب کو زیادہ جاننے والے ہیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں أَعْمَلُ بِكِتَابِ اللهِ وَسُنَّةِ نَبِيِّهِ میں اللہ کی کتاب اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرتا ہوں۔

لہٰذا ہمیں بھی چاہئے کہ ہم ہر حال میں سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کریں اس میں ہماری نجات ہے۔

دیباچہء نجات ہے سنت رسولؐ کی
سرمایہء حیات ہے حکمت رسولؐ کی

ایک حدیث میں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن عرش کا سایہ تین آدمیوں پر ہوگا اور اس دن عرش کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا عرض کی گئی وہ کون لوگ ہیں فرمایا:

مَنْ فَرَّجَ عَنْ مَكْرُوْبٍ مِّنْ أُمَّتِيْ وَأَحْيَاءُ سُنَّتِيْ وَأَكْثَرُ الصَّلٰوةِ عَلَيَّ ○

جس نے میرے کسی مصیبت زدہ امتی کی پریشانی دور کی۔

دوسرا وہ جس نے میری سنت کو زندہ کیا۔

تیسرا وہ جس نے کثرت سے مجھ پر درود شریف پڑھا۔

(القول البدیع، ص ۱۲۳)

حضرت علی بن اسماعیل فرماتے ہیں کہ میں نے طرسوس میں متوکل کو خواب میں دیکھا کہ نور میں بیٹھا ہوا ہے میں نے پوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ کے

ساتھ کیا سلوک کیا جواب دیا خدا تعالیٰ نے مجھے بخش دیا ہے میں نے پوچھا کس سبب سے مغفرت ہوئی اس نے جواب دیا قَلِیْلٌ مِنَ السُّنَّةِ اَحْیَیْتُهَا میں نے نبی کریم ﷺ کی ایک چھوٹی سی سنت کو زندہ کیا تھا۔

(تاریخ بغداد، ج ۷، ص ۱۷۰)

اگر جنت میں جانے کا ارادہ ہو تمامی کا
گلے میں پہن لو کرتہ محمدؐ کی غلامی کا

نمبر 3۔ الحکمۃ۔ عقل اور علم کے ذریعے حق بات تک پہنچنا:

مثلاً حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور اکرم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو لوگ کام کاج چھوڑ کر جلد جلد آپ کو دیکھنے آ رہے تھے میں بھی آیا جب میں نے آپ ﷺ کا چہرہ دیکھا تو میں نے یقین کر لیا کہ یہ چہرہ جھوٹوں کا چہرہ نہیں۔ آپ ﷺ اس وقت فرما رہے تھے:

"یَا اَیُّهَا النَّاسُ اَفْشُوا السَّلَامَ وَصِلُوا الْاَرْحَامَ وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصَلُّوا بِاللَّیْلِ وَالنَّاسُ نِیَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ ○

اے لوگو! سلامی پھیلاؤ رشتہ داروں سے محبت کرو، بھوکوں کو کھانا کھلاؤ اور رات کو نماز پڑھو جب کہ لوگ سو رہے ہوں اور سلامتی سے جنت میں جاؤ۔ اس کلام سے متاثر ہو کر میں نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ (سنن کبریٰ، ج ۲، ص ۵۰۴، مسند امام احمد، ج ۵، ص ۴۵۱)

اس حدیث میں چار چیزوں کو جنت میں دخول کا سبب قرار دیا گیا ہے۔

(۱) سلام:

ایک حدیث میں ہے کہ ایک آدمی نے آ کر یوں سلام کیا اَلسَّلَامُ

عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ وَمَغْفِرَتُهٗ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے لئے چالیس نیکیاں ہیں۔ (ابوداؤد، ج۲، ص۳۵۹)

اور ایک حدیث میں یوں آیا ہے کہ:

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم جنت میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک ایمان نہ لاؤ اور تمہارا ایمان کامل نہیں جب تک ایک دوسرے سے محبت نہ کرو میں تمہیں ایسا عمل بتاؤں جس سے محبت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ آپس میں سلام کو عام کرو۔ (ابوداؤد، ج۲، ص۳۵۹)

ایک جگہ فرمایا مَامِنْ مُسْلِمِيْنَ يَلْتَقِيَانِ فَيَتَصَافَحَانِ اِلَّا غُفِرَ لَهُمَا قَبْلَ اَنْ يَّفْتَرِقَا جب دو مسلمان آپس میں مصافحہ کرتے ہیں تو ان کے جدا ہونے سے پہلے ان کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ (ابوداؤد، ج۱، ص۳۶۱)

(ب) رشتہ دار سے حسن سلوک:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يُّبْسَطَ عَلَيْهِ فِيْ رِزْقِهٖ وَيُنْسَاَ فِيْ اَثَرِهٖ فَلْيَصِلْ رَحِمَهٗ ○

جس کو یہ بات اچھی لگتی ہے کہ اس کے رزق میں وسعت ہو عمر لمبی ہو وہ رشتہ دار کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے۔ (ابوداؤد، ج۱، ص۲۴۵)

(ج) کھانا کھلانا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَيُّمَا مُسْلِمٍ اَطْعَمَ مُسْلِمًا عَلٰى جُوْعٍ اَطْعَمَهُ اللّٰهُ مِنْ ثِمَارِ الْجَنَّةِ ○

(ابوداؤد، ج۱، ص۲۴۳)

ایک اور حدیث میں آیا جو اپنے بھائی کو پیٹ بھر کے روٹی کھلا دے اور

پانی سے سیراب کر دے خدا تعالیٰ اس کو جہنم سے سات خندق دور کر دیتا ہے اور ہر خندق سات سو سال کی راہ کے برابر چوڑی ہوگی۔

(ابن عساکر، ج ۵، ص ۳۱۴)

ایک حدیث میں ارشاد نبوی اس طرح ہے جو کسی پیاسے کو پانی سے سیراب کر دے اس کے لئے جنت کا ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور جو کسی بھوکے کو پیٹ بھر کے کھانا کھلا دے اس کے لئے جنت کے سارے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں جس دروازے سے چاہے داخل جنت ہو جائے۔

(اسد الغابہ، ج ۵، ص ۱۸۲)

(د) نمازِ تہجد:

سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میدانِ محشر میں آواز آئے گی۔

أَيْنَ الَّذِيْنَ كَانُوْا تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ فَيَقُوْمُوْنَ وَهُمْ قَلِيْلٌ فَيَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ○ (الترغیب والترہیب، ج ۱، ص ۴۲۵)

ترجمہ: وہ لوگ کہاں ہیں جن کے پہلو بستروں سے الگ رہتے تھے تہجد گزار کھڑے ہو جائیں گے وہ جنت میں بغیر حساب کے داخل ہو جائیں گے۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تورات میں لکھا ہوا ہے جن کے پہلو رات کے وقت بستروں سے الگ رہتے تھے ان کے لئے اللہ نے جنت میں نعمتیں تیار کی ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہیں نہ کسی کان نے سنی ہیں اور نہ کسی بشر کے دل میں ان کا خیال آیا ہے نہ ان کو کوئی مقرب فرشتہ اور نبی مرسل جانتا ہے۔ (الترغیب، ج ۱، ص ۴۳۶)

حضرت ابو مالک اشعری سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ فِی الْجَنَّةِ غُرَفًا يُرٰى ظَاهِرُهَا مِنْ بَاطِنِهَا مِنْ ظَاهِرِهَا اَعَدَّ اللّٰهُ تَعَالٰى لِمَنْ اَطْعَمَ الطَّعَامَ وَاَفْشَى السَّلَامَ وَ صَلّٰى بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ ○

(الترغیب، ج۲، ص ۶۳)

ترجمہ: جنت میں ایک چوبارہ ہے جس کا ظاہر باطن سے باطن ظاہر سے دیکھا جاتا ہے اور اللہ نے یہ چوبارہ ان کے لئے تیار کیا ہے جو کھانا کھلاتے ہیں سلام کو عام کرتے ہیں اور نماز تہجد ادا کرتے ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے پہچانا فرمایا یا امیر المومنین مجھے اپنے بیٹے میں تو شک ہوسکتا ہے کہ شاید اس کی ماں نے خیانت کی ہو لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں ہرگز شک نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے سر کو چوم لیا۔ (تفسیر عزیزی، ج۱، ص ۵۳۷)

نمبر 4: الحکمۃ۔ علم الاسرار:

حدیث نبوی میں علم الاسرار کا ثبوت موجود ہے چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

حَفِظْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وِعَائَيْنِ فَاَمَّا اَحَدُهُمَا فَبَثَثْتُهٗ فِيْكُمْ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَلَوْ بَثَثْتُهٗ قُطِعَ هٰذَا الْبُلْعُوْمُ ○ (مشکوۃ کتاب العلم)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علم کے دو برتن یاد کر لئے ان میں سے ایک کو میں نے ظاہر کر دیا اور دوسرا اگر میں ظاہر کر دوں تو میرا یہ گلا کاٹ ڈالا جائے۔

جس علم کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ظاہر کر دیا وہ شریعت کا علم تھا اور جس کو چھپایا وہ علم الاسرار تھا۔

فلسفہ ارکان اسلام ۔ وضو کا فلسفہ:

وضو کے چار فرض ہیں۔ چہرہ دھونا کہنیوں تک ہاتھ دھونا چوتھائی سر کا مسح کرنا اور پاؤں دھونا۔

ان چار کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ جنت میں حضرت آدم علیہ السلام شجر ممنوعہ کے قریب پاؤں سے چل کر گئے۔ آنکھ سے درخت کا پھل دیکھا اور آنکھ چہرے میں ہوتی ہے سر کو درخت کی شاخوں نے چھوا اور ہاتھ سے پھل توڑا اس لئے وضو میں ان چار اعضاء کی طہارت فرض قرار پائی۔

مسئلہ یہ ہے کہ اس پانی سے وضو کیا جائے جس کا رنگ نہ بدلا ہو مزہ نہ بدلا ہو اور اس میں بدبو پیدا نہ ہوئی ہو۔ وضو کرتے کرتے وقت سب سے پہلے ہاتھ میں پانی لیا جاتا ہے تاکہ دیکھیں کہ اس کا رنگ تو نہیں بدلا۔ پانی منہ میں ڈالتے ہیں تاکہ دیکھیں کہ اس کا مزہ تو نہیں بدلا پھر ناک میں پانی ڈالتے ہیں تاکہ دیکھا جائے کہ اس میں بدبو تو پیدا نہیں ہوئی یہ راز ہے ہاتھ میں پانی لینے، منہ میں کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کا۔

فلسفہ اذان:

اذان ہجرت کے پہلے سال شروع ہوئی اذان امت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے اذان کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی تعظیم و تکریم اور شعائر اسلام کا اظہار ہوتا ہے اذان میں خدا کی الوہیت کا اظہار ہوتا ہے خدا کے استحقاق عبادت کا اعتراف ہے توحید کی شہادت اور رسالت کی گواہی کا اعلان ہے اذان کے ذریعے مسلمانوں کو مسجد میں آنے کی دعوت دی جاتی ہے جو مسلمان اپنے گھروں دکانوں اور کارخانوں سے اٹھ کر مساجد کی طرف آتے ہیں وہ خدا کے فرمانبردار

بندے ہیں اور جو مساجد کی طرف اذان سن کر نہ آئیں وہ خدا کی اطاعت سے غافل ہیں تو اذان گویا اطاعت شعاروں اور نافرمانوں کے امتیاز کا ذریعہ ہے۔

زکوٰۃ کا فلسفہ:

نمبر1:

مال کی کثرت اور زیادتی سے انسان میں غرور و تکبر سرکشی اور فسق و فجور پیدا ہو جاتا ہے زکوٰۃ کی فرضیت اس کے فسق و فجور کو کم کر دیتی ہے اور انسان کو خدا کی رضاجوئی کے حصول کی طرف متوجہ کرتی ہے۔

نمبر2:

زکوٰۃ کی ادائیگی کے ذریعے مسلمان دوسرے مسلمانوں پر شفقت کرتا ان کی ضروریات پوری کر کے ان کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے اور حقوق العباد کا خیال رکھتا ہے۔

نمبر3:

فقراء اور مساکین زکوٰۃ وصول کر کے زکوٰۃ دینے والے کے حق میں دعائے خیر کرتے ہیں اور اس کی جان و مال کی بقا چاہتے ہیں۔

نمبر4:

ادائیگی زکوٰۃ کے ذریعے امیروں اور غریبوں کے درمیان رشتہ اخوت قائم رہتا ہے اور طبقاتی منافرت پیدا نہیں ہوتی۔

نمبر5:

مال سے دنیاوی لذتوں اور آسائشوں کا حصول ہوتا ہے اس لئے انسان

فطری طور پر مال کی طرف مائل ہوتا ہے مال کو جمع کرنے پر حریص ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ فرض کی تاکہ بندہ خدا کی راہ میں مال خرچ کر کے اس حرص کو ختم کرنے کی کوشش کرے۔

روزہ کا فلسفہ:

ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے اسی طرح کھانے پینے کی ممانعت کی قدر بھی روزہ رکھنے سے ہوتی ہے۔ شکم سیر ہو کر کھانا کھانے والے امیروں کو پتہ چلتا ہے کہ فاقہ میں کیسی اذیت اور بھوک اور پیاس کی تکلیف ہوتی ہے حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام قحط کے دنوں میں زیادہ کھانا ہونے کے باوجود اس لئے شکم سیر ہو کر نہ کھاتے تھے کہ کہیں بھوکوں کا حال بھول نہ جائیں اور ان کے ساتھ مشابہت قائم رہے اس لئے روزوں کی فرضیت سے ہر مسلمان شخص کو اپنے فاقہ والے مسلمان بھائیوں کی بھوک اور پیاس کا اندازہ ہوگا اس سبب سے اس کا دل اس کی امداد کے لئے آمادہ ہوگا۔ نیز غریب سارا سال بھوک سے دوچار رہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ مشابہت رکھنے کو رمضان کا روزہ فرض فرما دیا۔

نماز کا فلسفہ:

دنیا کی زندگی ختم ہونے کے بعد پانچ مصائب کا سامنا ہوتا ہے اول موت کی سختی، دوسری عذاب قبر، تیسری میدان حشر کی گھبراہٹ، چوتھی مصیبت پل صراط کو پار کرنا اور پانچویں جنت کا دروازہ بند ہونا۔ خدا تعالیٰ نے ان مصائب کے رفع کرنے کو پانچ نمازیں فرض فرمائی ہیں حدیث میں آیا ہے۔

مَنْ حَفِظَ عَلَى الصَّلَوَاتِ اَكْرَمَ اللّٰهُ بِخَمْسِ خِصَالٍ يَرْفَعُ عَنْهُ ضِيقَ الْمَوْتِ وَعَذَابَ الْقَبْرِ يُعْطِي اللّٰهُ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ وَ يَمُرُّ عَلَى الصِّرَاطِ كَالْبَرْقِ

الْخَاطِفِ وَيَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ ○

جس نے پانچوں نمازوں کی حفاظت کی خدا کی طرف سے اس کے پانچ انعام ہیں۔ اس سے موت کی سختی اٹھا دی جاتی ہے۔ عذاب قبر معاف ہو جاتا ہے۔ اس کا نامہ دائیں ہاتھ میں آتا ہے۔ اچک لے جانے والی بجلی کی طرح پل صراط کو پار کرے گا اور جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوگا۔

حج کا فلسفہ:

اسلامی عبادات کے فوائد میں مساوات ایک اہم سنگ بنیاد ہے ہر چند کہ نماز سے بھی مساوات حاصل ہوتی ہے لیکن پوری وسعت اور ہمہ گیری کے ساتھ مساوات کا اظہار صرف حج میں ہوتا ہے۔ جب امیر و غریب عالم اور جاہل حکام اور عوام بادشاہ اور رعایا ایک لباس ایک صورت ایک حالت اور ایک میدان میں کھلے آسمان کے نیچے رب ذوالجلال کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں۔ تمام ملکوں کے باشندے بلا امتیاز رنگ و نسل جمع ہو کر اپنے رب کی یاد میں محو ہو جاتے ہیں۔

حج کے مصارف کے لئے مال حلال کی ضرورت ہوتی ہے مال حرام اس میں خرچ کرنا جائز نہیں اس میں لامحالہ انسان کو حلال اور حرام کا فرق کرنا پڑتا ہے اس سے انسان کی روحانی اور اخلاقی حالت سدھر جاتی ہے فریضہ حج انسان کی اخروی مساوات اور مغفرت کا ذریعہ ہے اخلاقی، معاشرتی، سیاسی، سماجی زندگی میں بھی اہم کردار ادا کرتا ہے۔

نمبر 5۔ الحکمۃ۔ العلم اللدنی:

جو علم براہ راست قلب پر القاء ہو اسے علم لدنی کہتے ہیں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا اور ہم نے اسے یعنی حضرت خضر علیہ السلام کو علم

لدنی عطا فرمایا۔ امام غزالی فرماتے ہیں علم لدنی وہ ہے کہ جس کے حصول میں نفس اور حق تعالیٰ کے درمیان کوئی واسطہ نہ ہو۔

حجۃ الاسلام امام غزالی فرماتے ہیں حوض میں پانی لانے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ نہر وغیرہ سے پانی لایا جائے دوم یہ کہ اس حوض کو کھود کر اور اس کو آلات سے صاف کر کے اس میں کوئی چشمہ جاری کر دیا جائے اور یہ پانی نہر کے پانی سے صاف لذیذ اور شیریں ہو گا اسی طرح قلب بھی بمنزلہ حوض کے ہے کبھی اس میں علم حواس خمسہ کی نہر سے لایا جاتا ہے اور کبھی بذریعہ خلوت و عزلت مجاہدہ اور ریاضت قلب کو کھود کر صاف کر دیا جاتا ہے اس وقت خود قلب کے اندر سے علم کے چشمے جاری ہو جاتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ اَخْلَصَ لِلّٰهِ اَرْبَعِيْنَ صَبَاحًا اَظْهَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى يَنَابِيْعَ الْحِكْمَةِ مِنْ قَلْبِهٖ عَلٰى لِسَانِهٖ ○

ترجمہ: جو چالیس روز اخلاص کے ساتھ عبادت کرے اللہ تعالیٰ علم لدنی کے چشمے اس کے قلب سے اس کی زبان پر جاری کر دیتا ہے۔

(رسالہ علم لدنی، ص ۴۷)

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام سے ملنے کے لئے گئے تو آپ نے تین کام ایسے کئے جن پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اعتراض کئے پہلا کام یہ تھا جب دونوں کشتی میں سوار ہوئے تو حضرت خضر علیہ السلام نے کشتی کا ایک تختہ توڑ دیا، دوسرا کام یہ کہ آپ نے ایک لڑکے کو قتل کر دیا، تیسرا کام یہ کہ ایک خستہ سی دیوار کو اپنی کرامت سے سیدھا کر دیا جو گرنے کے قریب تھی۔ حضرت خضر علیہ السلام نے ان تینوں کاموں کی حکمتیں بیان فرما کر اپنا علم لدنی ظاہر کر دیا خدا فرماتا ہے:

اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا

وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَلِكٌ يَأْخُذُ كُلَّ سَفِينَةٍ غَصْبًا ○

ترجمہ: کشتی چند مسکینوں کی تھی جو دریا میں کام کرتے رہتے تھے میں نے اسے عیب دار کرنے کا ارادہ کیا کیونکہ ان کے آگے ایک بادشاہ تھا جو ہر کشتی کو جبراً ضبط کر لیتا تھا۔

دوسرے کام کی حکمت حضرت خضر علیہ السلام نے یہ بیان فرمائی کہ:

وَأَمَّا الْغُلَامُ فَكَانَ أَبَوَاهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِينَا أَنْ يُرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّ كُفْرًا فَأَرَدْنَا أَنْ يُبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّأَقْرَبَ رُحْمًا ○

اور اس لڑکے کے ماں باپ مومن تھے ہمیں خوف ہوا کہ کہیں انہیں اپنی سرکشی اور کفر سے عاجز و پریشان نہ کر دے اس لئے ہم نے چاہا کہ انہیں ان کا پروردگار اس کے بدلے میں اس سے بہتر پاکیزگی والا اور اس سے زیادہ محبت و پیار والا بچہ عنایت فرما دے۔

اور تیسرے کام کی حکمت آپ نے یہ بیان فرمائی کہ:

وَأَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلَامَيْنِ يَتِيمَيْنِ فِي الْمَدِينَةِ وَكَانَ تَحْتَهُ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا فَأَرَادَ رَبُّكَ أَنْ يَبْلُغَا أَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا ○

اور دیوار کا قصہ یہ ہے کہ اس شہر میں دو یتیم بچے ہیں جن کا خزانہ ان کی دیوار کے نیچے دفن ہے ان کے باپ بڑے نیک شخص تھے تیرے رب نے چاہا کہ یہ دونوں اپنی جوانی کی عمر میں آ کر اپنا یہ خزانہ نکال لیں۔

ان تین کاموں میں مندرجہ ذیل باتیں وہ تھیں جن کا تعلق علم لدنی سے تھا۔

(۱) حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ دریا کے اس پار ایک ظالم بادشاہ ہے جو ہر سالم کشتی کو تو چھین لیتا ہے اور عیب دار کشتی کو چھوڑ دیتا ہے اس لئے میں نے

کشتی کو عیب دار کر دیا تاکہ ان مسکینوں کا ذریعہ چھن نہ جائے۔

(ب) حضرت خضر علیہ السلام جانتے تھے کہ یہ لڑکا جب بڑا ہوگا تو اپنی سرکشی اور کفر سے اپنے والدین کو پریشان کرے گا اپنے ماں باپ کو ذہنی اذیت میں مبتلا کرے گا نیز آپ یہ بھی جانتے تھے کہ اس قتل شدہ لڑکے کے عوض خدا تعالیٰ ان کو ایسی پاکیزہ اور پیار ومحبت والی اولاد عطا فرمائے گا جو اپنے والدین کے لئے ذہنی سکون کا موجب ہوگی اور وہ اولاد کفر وطغیان سے احتراز کرے گی اور خدا کے صراط مستقیم پر چل کر اپنے خدا کو راضی کرے گی۔

(ج) حضرت خضر علیہ السلام کو علم تھا کہ اس دیوار کے نیچے خزانہ ہے جس کے مالک دو یتیم ہیں ان کا والد نیک انسان تھا وہ بڑے ہو کر اپنا خزانہ نکال لیں گے۔

مقام غور ہے کہ جب حضرت خضر علیہ السلام کے علم لدنی کا یہ کمال ہے تو اس نبی مکرم کے علم لدنی کا کیا کمال ہوگا جو حضرت خضر علیہ السلام کے بھی نبی ہیں۔

نور مجسم نیر اعظم سرور عالم مونس آدم
نوح کے ہمدم خضر کے رہبر صلی اللہ علیہ وسلم
کفر کی ظلمت جس نے مٹائی دین کی دولت جس نے لٹائی
لہرایا توحید کا پرچم صلی اللہ علیہ وسلم
وہم کی ہر زنجیر کو توڑا ایک خدا سے رشتہ جوڑا
شرک کی محفل کر دی برہم صلی اللہ علیہ وسلم

امام الانبیاء کا علم لدنی:

سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ قَدْ رَفَعَ لِيَ الدُّنْيَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَيْهَا وَاِلٰى مَا هُوَ كَائِنٌ فِيْهَا اِلٰى

يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَأَنَّمَا أَنْظُرُ إِلَى كَفِّي هٰذِهٖ ○ (مجمع الزوائد، ج ۸، ص ۲۸۷)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے ساری دنیا کو پیش کر دیا پس میں دنیا کو اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے اس طرح دیکھ رہا ہوں جیسے اپنے ہاتھ کو دیکھ رہا ہوں۔

ایک حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا:

رَأَيْتُ رَبِّي عَزَّوَجَلَّ فِي أَحْسَنِ صُوْرَةٍ فَوَضَعَ كَفَّهٗ بَيْنَ كَتِفَيْ فَوَجَدْتُ بَرْدَهَا بَيْنَ شَرِيْعِي فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ ○ (مشکوٰۃ)

ترجمہ: میں نے اپنے رب کو اچھی صورت میں دیکھا اس نے اپنا دست قدرت میرے سینے میں رکھا جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے دل میں پائی میں نے زمین و آسمان کی تمام چیزوں کو جان لیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ معراج کی رات عرش سے ایک قطرہ ٹپکا میں نے اسے منہ میں لے لیا وہ بہت ہی میٹھا تھا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ:

فَأَنْبَأَنِيَ اللّٰهُ بِهَا نَبَأَ الْأَوَّلِيْنَ وَالْآخِرِيْنَ وَنَوَّرَ قَلْبِيْ ○

(زرقانی، ج ٦، ص ٩٥)

مجھے خدا تعالیٰ نے اولین و آخرین کا علم عطا کر دیا۔

ایک جگہ فرمایا عَلَّمَنِيْ عُلُوْمًا شَتّٰى فَعِلْمٌ أُخِذَ إِلَى كِتْمَانِهٖ وَعِلْمٌ خَيَّرَنِيْ فِيْهِ وَعِلْمٌ أَمَرَ بِتَبْلِيْغِهٖ أَيِ الْعَامِ وَالْخَاصِ مِنْ أُمَّتِيْ ○

(زرقانی، ج ٦، ص ٩٣)

خدا تعالیٰ نے مجھے مختلف علوم سکھائے ایک علم وہ جس کو چھپانے کا حکم دیا اور دوسرا وہ علم جس میں مجھے اختیار دیا گیا کہ چاہوں تو کسی کو بتا دوں اور اگر چاہوں تو نہ بتاؤں اور تیسرا وہ علم جس کے بارے میں مجھے حکم دیا گیا کہ اپنے ہر

امتی کو بتا دو۔

چنانچہ جس میں آپ کو اختیار دیا گیا وہ علم آپ نے اپنے بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو عطا فرمایا مثلاً حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ میں جب تک زندہ ہوں مجھ سے وہ علم سیکھ جس کو نہ جبرائیل علیہ السلام جانتے ہیں نہ میکائیل علیہ السلام اور وہ علم مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو منجنیق میں بٹھا کر آگ میں ڈالا جانے لگا تو اس وقت میرا نور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پشت میں موجود تھا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس وقت کہا هَلْ لَكَ مِنْ حَاجَةٍ يَا خَلِيْلَ الرَّحْمٰنِ○ اے خلیل اللہ علیہ السلام! کوئی حاجت ہو تو بتاؤ فرمایا تم سے کوئی حاجت نہیں۔ تیسری مرتبہ کہا کوئی خدا سے حاجت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ دوست کا کام یہ ہے کہ وہ دوست کی مرضی کو مقدم سمجھے اس وقت خدا نے میرے نور کو بولنے کی طاقت دی اور میں نے کہا حضرت جبرائیل علیہ السلام اگر خدا نے مجھے نبوت سے سرفراز فرمایا تو میں اس فعل کی خبر دے دوں گا۔ چنانچہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرایا گیا تو آپ نے سدرۃ المنتہیٰ پر حضرت جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا يَا جِبْرِيْلُ هَلْ لَكَ مِنْ حَاجَةٍ إِلٰى رَبِّكَ اے جبرائیل علیہ السلام رب کی بارگاہ میں کوئی حاجت ہو تو بتاؤ یہ کہہ کر آپ نے اپنے دادا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بدلہ اتار دیا۔

(زرقانی، ج ۶، ص ۹۳)

❀❀❀

صحابہ کرام رضی اللہ عنہ اور اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کا علم لدنی

حارث بن مالک کا علم لدنی:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے۔ حارث بن مالک رضی اللہ عنہ سوئے ہوتے تھے۔ آپ نے پاؤں کی ٹھوکر سے اسے جگایا۔ حارث نے سر اٹھا کر عرض کی میرے ماں باپ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ پر قربان ہو جائیں۔ آپ نے فرمایا اے حارث تم نے صبح کیسے کی عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مومن ہونے کی حیثیت سے۔ آپ نے فرمایا تیرے اس کہنے کی حقیقت کیا ہے۔ عرض کی میں نے دنیا سے منہ موڑ لیا دن کو پیاسا رہا رات کو بیداری کی۔

وَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى عَرْشِ رَبِّي بَارِزٌ فَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى أَهْلِ الْجَنَّةِ فِيهَا يَتَزَاوَرُونَ وَأَهْلُ النَّارِ يَتَعَادُونَ فَقَالَ النَّبِيُّ أَنْتَ امْرُءٌ نَوَّرَ اللهُ لُبَّهُ عَرَفْتَ فَالْزَمْ۔ (کنز العمال، ج ۱۳، ص ۳۵۲)

میں اپنے رب کے عرش کو دیکھتا ہوں اہل جنت کو دیکھتا ہوں وہ باہمی زیارت کرتے ہیں دوزخیوں کو چیختے ہوئے دیکھتا ہوں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو وہ آدمی ہے اللہ نے تیرا دل منور کر دیا ہے تو نے اپنے آپ کو پہچان لیا۔ اب اس منصب کی حفاظت کر۔

بال چراغ عشقدا میرا روشن کر دے سینہ
دل دے دیوے دی روشنائی جاوے وچہ زیناں

پاک ہوویں تے پاک ملے بن پاکیوں پاک نہ ملدا
سارے جسم دے دھوون کولوں اکو دھولے ٹکڑا دل دا

ایک ولی کا علم لدنی:

حضرت ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ امام الحرمین امام ابو المعالی ابن امام ابو محمد صبح کی نماز کے بعد مسجد میں درس دینے کے لئے بیٹھے ان کے قریب سے ایک صوفی صاحب اپنے مریدوں کے ساتھ گزرے امام ابو المعالی نے ان کی طرف دیکھ کر کہا ان لوگوں کو سوائے کھانے پینے اور رقص کے کوئی دوسرا کام نہیں۔ جب شیخ دعوت کھا کر واپس ہوئے تو اس امام ابو المعالی کے پاس گئے اور کہا امام صاحب اس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے جس نے صبح کی نماز اس حال میں پڑھی ہو کہ وہ جنبی تھا اور اسی حالت میں مسجد میں بیٹھ کر درس بھی دے اور لوگوں کی غیبت بھی کرے اب امام ابو المعالی کو خیال آیا کہ مجھ پر غسل واجب تھا میں نے غسل نہ کیا تھا پھر امام ابو المعالی کا اس صوفی صاحب کے بارے میں خیال درست ہو گیا۔ (مرقاۃ، ج ۳، ص ۱۹)

حضرت علی الخواص کا علم لدنی:

حضرت علی الخواص مسجد کے طہارت خانوں میں وضو نہ فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ پانی ہم جیسے لوگوں کے جسموں کو پاک نہیں کرتا کیونکہ یہ ان گناہوں سے آلودہ ہے جو اس میں مل گئے ہیں اور وہ گناہوں کے دھوون میں یہ فرق بھی کر لیتے تھے کہ یہ حرام کا ہے یا مکروہ کا۔

امام عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت علی الخواص کے ساتھ تھا آپ مدرسہ الازہر کے وضو خانے میں داخل ہوئے انہوں نے حوض

سے استنجا کرنے کا ارادہ کیا تو اس کو دیکھ کر لوٹ آئے میں نے دریافت کیا کہ کیا ہو گیا انہوں نے جواب دیا کہ میں نے اس میں گناہ کبیرہ کا دھوون دیکھا ہے جس نے اس کو متغیر کر دیا ہے اور میں نے اس شخص کو بھی دیکھا تھا جو آپ سے پہلے وضو خانہ میں داخل ہوا تھا پھر میں اس کے پیچھے گیا اور اس کو حضرت شیخ کے ارشاد سے آگاہ کیا اس نے تصدیق کی اور کہا مجھ سے زنا سرزد ہو گیا تھا پھر آ کر حضرت کے ہاتھ پر تائب ہوا۔ (فتاوی رضویہ، ج۲،ص ۶۵)

امام اعظم کا علم لدنی:

ایک مرتبہ آپ جامع کوفہ کے طہارت خانے میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ ایک جوان وضو کر رہا ہے۔اور پانی کے قطرات اس سے ٹپک رہے ہیں آپ نے فرمایا اے میرے بیٹے! والدین کی نافرمانی سے توبہ کر اس نے فوراً کہا میں نے توبہ کی ایک دوسرے شخص کے پانی کے قطرات دیکھے تو فرمایا اے میرے بھائی زنا سے توبہ کرو اس نے کہا میں نے توبہ کی ایک اور شخص کے وضو کا پانی گرتا ہوا دیکھا تو فرمایا شراب نوشی اور فحش گانے بجانے سے توبہ کرو اس نے کہا میں نے توبہ کی۔ (الیواقیت، ج ۲، ص ۶۳، فتاوی رضویہ، ج ۲، ص ۶۵)

نمبر 6: الحکمۃ ۔ فہم القرآن:

بعض اوقات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین فہم قرآن کے بارے میں الجھنوں کا شکار ہو جایا کرتے تھے۔ پھر رسول پاک ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتے تو آپ ان الجھنوں کا حل بیان فرما دیتے جس سے ان کو تسلی ہو جاتی چند امثلہ ملاحظہ فرمائیں۔

مثال نمبر 1:

بخاری شریف میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔

وَالَّذِیْنَ آمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ○

ترجمہ: وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان میں کوئی ظلم شامل نہیں کیا یہی لوگ ہیں جن کو امن ملے گا اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

یہ سن کر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین گھبرا گئے اور عرض کرنے لگے ہم میں سے ایسا کون ہے جس نے اپنے نفس پر کوئی نہ کوئی ظلم نہ کیا ہو۔ پس آیت کے بموجب ہم بھی امن میں نہ رہیں گے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہاں ظلم سے مراد عام ظلم نہیں بلکہ شرک مراد ہے جب کہ سورہ لقمان میں ارشاد ہے۔ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ ○

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے ساتھ جنگل کی سیر کو تشریف لے گئے ایک ناقہ سوار ملا اس سے پوچھا تو کہاں سے آیا ہے اس نے کہا میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیعت اسلام کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) ہوں اللہ کا رسول۔ اس نے کہا مجھے اسلام کی تعلیم دیجئے آپ نے اسے کلمہء شہادت پڑھا کر نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کی تعلیم دی۔ پھر وہ واپس ہوا اچانک اس کی اونٹنی کا پاؤں چوہوں کے بل میں گھس گیا۔ پاؤں لڑکھڑا گیا اور وہ اونٹنی سے نیچے گر پڑا۔ اس کی گردن ٹوٹ گئی۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے فرمایا اس کو میرے قریب لاؤ ہم لائے تو وہ فوت ہو

چکا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے اسے دیکھا تو اس کی طرف سے رخ موڑ لیا اور فرمایا اسے پانی کے قریب لے چلو۔ پھر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین فرماتے ہیں کہ ہم نے غسل دیا۔ کفن دیا حنوط لگایا پھر اس کو سپرد خاک کر دیا پھر فرمایا اس شخص کے بارے میں میں تم سے ایک حدیث نہ بیان کروں اس نے عمل تھوڑا کیا لیکن اجر و ثواب کثیر پایا۔ خدا تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا ہے:

اَلَّذِيْنَ آمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ ــــ الخ

میں نے اس سے اس لئے پہلوتہی کی کہ دو فرشتے اس کے منہ میں جنتی پھل دے رہے تھے۔ (طبرانی کبیر، ج ۲، ص ۳۱۹)

مثال نمبر 2:

جب یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝

ترجمہ: جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خبر سنا دیجئے۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو یہ سن کر فکر لاحق ہوئی کیونکہ ان میں بعض اہل ثروت بھی تھے انہوں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کی۔ آپ نے فرمایا یہ وعید ان لوگوں کے لئے ہے جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتے کیونکہ شرعی طور پر کنز اس مال کو کہتے ہیں جس کی زکوٰۃ ادا نہ کی جائے۔

(ابن کثیر، ج ۲، ص ۳۵۱)

مثال نمبر 3:

ایک مرتبہ آپ نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن جس کا حساب لیا گیا سمجھ لو کہ وہ ہلاک ہو گیا اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی خدا تو فرماتا ہے:

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا۔

ترجمہ: جن کو دائیں ہاتھ میں نامہء اعمال دیا گیا اس کا حساب آسان ہوگا۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ حساب کے باوجود ہلاک نہ ہوں گے۔ آپ نے فرمایا آسان حساب سے مراد یہ ہے کہ نامہء اعمال ان کے سامنے رکھ کر ان کو صرف جتلا دیا جائے گا مگر اس پر باز پرس نہ ہوگی ہلاک وہ ہوگا جس سے مناقشہ کیا گیا۔ (بخاری، ج ا، ص ۳۷)

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سورہ بقرہ شریف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بارہ سال لگا کر پڑھی ہے اور ان کے فرزند عبداللہ بن عمر نے آٹھ سال صرف کر کے سیکھی ہے ان سالوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کیا علوم سکھائے ہوں گے۔

ابن قیم نے مدارج السالکین میں لکھا ہے کہ فہم، اللہ کے بندہ پر ایک عظیم انعام ہے اور وہ ایک نور ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے دل میں ڈال دیتا ہے جس کی وجہ سے اس کو ان امور کا ادراک اور فہم ہونے لگتا ہے جو دوسرے کو نہیں ہوتا مثلاً:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے فہم کو دیکھو کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ اور دیگر صحابہ بدریین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ کی تفسیر دریافت فرمائی تو صرف حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا

کہ میری سمجھ میں یہ آتا ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے رسول کو وفات کی خبر دی ہے اور یہ بتایا ہے کہ تمہاری وفات کا زمانہ قریب آ گیا ہے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس معاملے میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ موافقت فرمائی اور یہ معنی دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر مخفی رہے حالانکہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ تمام صحابہ سے کم عمر تھے اور ظاہراً آیت میں کوئی ایسا اشارہ بھی موجود نہیں۔ وفات پر دلالت کرتا ہو یہ تھا فہم القرآن کا ملکہ جو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو حاصل تھا۔

(مدارج السالکین، ج ۱، ص ۲۲، الاتقان، ص ۲)

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے لیلۃ القدر کے بارے میں سوال کیا آپ نے عجیب طریقہ سے جواب دیا فرمایا کہ آسمانوں کی تعداد سات ہے زمینیں بھی سات ہیں سورہ فاتحہ کی آیات بھی سات ہیں۔ قرآن نے سات قرابت داروں سے نکاح ممنوع قرار دیا ہے میراث کو سات وارثوں پر تقسیم کیا گیا ہے کعبہ کے طواف کے سات چکر ہیں سجدہ کی حالت میں سات ہڈیاں زمین پر لگتی ہیں صفا اور مروہ کے درمیان سات چکر لگائے جاتے ہیں شیطان کو سات سات کنکریاں ماری جاتی ہیں۔ لہذا میرا خیال ہے کہ لیلۃ القدر رمضان کی آخری راتوں ہی میں ہے۔ اس پر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے آپ کی تعریف کی۔ (الاتقان، ج ۲، ص ۵۹۹)

حضرت ابن عباس سے سوال ہوا کہ اس آیت کا معنی کیا ہے۔ اِنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا آپ نے فرمایا آسمان بستہ تھے ان سے بارش نہ برستی تھی اور زمین بستہ تھی اس سے سبزہ پیدا نہ ہوتا تھا خدا تعالیٰ نے آسمانوں کو بارش کے ساتھ اور زمین کو روئیدگی کے ساتھ کشادہ فرما دیا۔

(الاتقان، ج ۲، ص ۵۹۷)

حضرت فاروق اعظم ایک سفر میں کچھ لوگوں کی جماعت سے ملے جس میں عبداللہ بن مسعود تھے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی سے کہا کہ ان سے پوچھو کہ وہ کہاں سے آ رہے ہیں قافلہ کے لوگوں نے جواب دیا:

اَقْبَلْنَا مِنَ الْفَتْحِ الْعَمِيْقِ نُرِيْدُ الْبَيْتَ الْعَتِيْقِ ○

ترجمہ: ہم لوگ دور دراز منزل سے آ رہے ہیں اور بیت اللہ شریف کو جاتے ہیں۔

اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بے شک ان میں ضرور کوئی عالم ہے پھر آپ نے فرمایا ان سے دریافت کرو قرآن کا کونسا حصہ عظیم تر ہے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ○

پھر آپ سے پوچھا گیا کہ قرآن کا کونسا حصہ جامع تر ہے آپ نے جواب دیا

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ○

پھر آپ سے دریافت کیا گیا قرآن کا کونسا حصہ زیادہ رنجیدہ کرنے والا ہے فرمایا:

مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ○

پھر آپ سے سوال ہوا کہ قرآن کا کونسا حصہ زیادہ امید دلانے والا ہے فرمایا:

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ ○

یہ جوابات سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا اس جماعت میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی ہیں انہوں نے کہا ہاں موجود ہیں۔

(الاتقان، ج۲، ص ۴۹۵)

ابو بکر بن مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے کہا کہ دنیا کی کوئی چیز ایسی نہیں جو کتاب اللہ میں نہ ہو لوگوں نے کہا قرآن میں سرائے کا ذکر کہاں ہے فرمایا:

لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ مَسْکُوْنَةٍ فِیْهَا مَتَاعٌ لَّکُمْ ○

امام جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے کہ ایک عالم دین نے رسول خدا ﷺ کی عمر قرآن سے نکالی ہے سورہ منافقون قرآن کی ۶۳ ویں سورت ہے جس کی آخرت آیت میں موت کی خبر ہے خدا فرماتا ہے:

وَلَنْ یُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ○

پس پتہ چل گیا کہ نبی کریم ﷺ کی عمر شریف تریسٹھ سال ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر میں چاہوں تو سورہ فاتحہ کی تفسیر میں اتنی کتابیں لکھ دوں کہ ستر اونٹوں کا بوجھ بن جائے۔

(الاتقان، ج ۲، ص ۵۹۱)

ایک یہودی کے چہرے پر داڑھی کے چند بال تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ جب گردن جھکاتے تو آپ کی داڑھی آپ کے سینے کو ڈھانپ لیتی تھی اس یہودی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے سوال کیا اے علی (کرم اللہ وجہہ)! تم لوگوں کا دعویٰ ہے کہ قرآن میں ہر چیز کا علم ہے بتاؤ تمہاری اور میری داڑھی کا ذکر قرآن میں کہاں ہے۔ آپ نے فرمایا ارشاد خداوندی ہے:

وَالْبَلَدُ الطَّیِّبُ یَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ وَالَّذِیْ خَبُثَ لَا یَخْرُجُ اِلَّا نَکِدًا ○

ترجمہ: پاکیزہ زمین خوب سبزہ نکالتی اور ناکارہ زمین تھوڑا سبزہ نکالتی ہے۔

کس کی حکمت نے یتیموں کو کیا در یتیم
اور غلاموں کو زمانے بھر کا مولا کر دیا

نمبر 7: الحکمۃ ۔ الفقہ:

فقہ کے بارے میں چند احادیث پیش کی جاتی ہیں۔

حدیث نمبر 1:

اَلْمُجْتَهِدُ بِغَيْرِ فِقْهٍ كَالْحِمَارِ فِي الطَّاحُونِ ○ (ابن ماجہ، ص ۲۰)

بغیر فقہ کے عبادت کرنے والا ایسا ہے جیسے چکی میں (جوتا ہوا) گدھا۔

حدیث نمبر 2:

فَقِيْهٌ وَّاحِدٌ اَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ عَنْ اَلْفِ عَابِدٍ ○ (کنز العلوم)

ایک فقیہ شیطان پر ایک ہزار عابد سے زیادہ بھاری ہے۔

حدیث نمبر 3:

مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ ○ (کنز العلوم)

اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہے اسے دین میں فقاہت عطا فرمادیتا ہے۔

حدیث نمبر 4:

مَنْ تَفَقَّهَ فِي دِيْنِ اللّٰهِ كَفَاهُ اللّٰهُ هَمَّهٗ وَرَزَقَهٗ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ○
(مناقب للموفق، ص ۲۹)

جو اللہ کے دین میں تفقہ اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا غم دور کر دیتا ہے اور اسے وہاں سے رزق دیتا ہے جو جگہ اس کے وہم وگمان میں بھی نہیں ہوتی۔

حضرت کعب بن اسود کی فقاہت:

ایک مرتبہ کعب بن اسود حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر

تھے ایک عورت آئی اور کہنے لگی میں نے اپنے شوہر سے افضل کسی کو نہ پایا وہ شب بھر قیام کرتا ہے اور دن کو روزہ رکھتا ہے وہ سخت سے سخت گرمی کے دن بھی روزہ افطار نہیں کرتا۔ آپ نے اس عورت کے لئے دعائے مغفرت مانگی اور اس کی تعریف کی کہ تو نے اپنے شوہر کی تعریف کی ہے بعد ازاں یہ عورت شرم وحیا سے اٹھ بیٹھی اور اپنا مطلب صاف لفظوں میں بیان نہیں کیا کعب بن اسود نے عرض کی یا امیر المومنین آپ نے اس عورت کے شوہر کے معاملہ میں اس کی مدد نہ فرمائی کیونکہ وہ اس غرض سے آئی تھی۔ آپ نے فرمایا کیا واقعی وہ اس لئے آئی تھی کہا ہاں یہی بات ہے فرمایا اچھا اسے بلاؤ۔ پھر آپ نے اسے بلا کر فرمایا حق بات سے شرمانا نہیں چاہئے اس کا خیال ہے کہ تم اپنے شوہر کی شکایت لے کر آئی ہو کہ وہ تمہارے پاس نہیں سوتا۔ عورت نے کہا ہاں یہی بات ہے چونکہ میں جوان عورت ہوں اس لئے وہی چاہتی ہوں جو عورتوں کو چاہنا چاہئے۔ آپ نے اس کے شوہر کو بلایا اور کعب بن اسود سے فرمایا ان کے درمیان فیصلہ کرو عرض کیا میں کون ہوں جو ان کے درمیان فیصلہ کروں آپ نے فرمایا میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ تم ان کا فیصلہ کرو کیونکہ تم نے انکا مقصود سمجھ لیا ہے اور میں نہیں سمجھ سکا کعب بن اسود نے کہا میرا فیصلہ یہ ہے کہ ایک دن اور رات اس عورت کا اور تین دن اس کے شوہر کے لئے ان تین دنوں میں یہ قیام وصیام کیا کرے کیونکہ اگر اس کی چار بیویاں ہوتیں تب بھی اس کے پاس زیادہ سے زیادہ ایک دن جا سکتا تھا لہذا اس کی زوجہ کا حق ایک دن اور ایک رات ہے اور تین دن اور تین راتیں اس کا حق ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہاری یہ رائے پہلی رائے سے زیادہ عجیب تر ہے۔ معلوم ہوتا ہے تم میں فیصلہ کرنے کی صلاحیت موجود ہے لہذا

میں نے تجھے بصرہ کا حاکم مقرر کر دیا۔

(طبقات ابن سعد، ج ۷، ص ۹۲، الاستیعاب، ج ۳، ص ۳۰۳) (ازالۃ الخفا، ص ۱۲۴)

امام اعظم کی فقاہت:

(۱) آپ کے مخالفین میں سے ایک آدمی نے آپ سے پوچھا آپ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو جنت کا امیدوار ہو، نہ دوزخ سے ڈرتا ہو، نہ پروردگار سے ڈرتا ہے، مردار کھاتا ہے، بے رکوع و سجود نماز پڑھتا ہے، بن دیکھی بات پر گواہی دیتا ہے اور سچی بات کو ناپسند کرتا ہے، فتنہ کو دوست رکھتا ہے، رحمت سے بھاگتا ہے۔ یہود و نصاریٰ کی تصدیق کرتا ہے۔آپ نے فرمایا کیا تجھے اس شخص کا علم ہے اس نے کہا نہیں مگر میں نے اس سے زیادہ کسی کو برا نہ دیکھا اس لئے آپ سے سوال کیا ہے۔ امام صاحب نے اپنے شاگردوں سے پوچھا کہ ایسے آدمی کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ ان لوگوں نے کہا ایسا شخص بہت ہی برا ہے یہ صفت کافر کی ہے آپ نے تبسم فرمایا اور ارشاد فرمایا ایسا شخص خدا کا سچا دوست ہے اس کے بعد اس سائل سے کہا اگر اس کا جواب بتا دوں تو تم میری بدگوئی سے باز رہو گے اس نے کہا ہاں آپ نے فرمایا وہ شخص رب جنت کی امید رکھتا ہے اور رب نار سے ڈرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے اس بات کا خوف نہیں کرتا کہ وہ اپنی بادشاہت میں اس پر ظلم کرے گا۔ مردہ مچھلی کھاتا ہے جنازہ کی نماز پڑھتا ہے بن دیکھی بات کی گواہی کا مطلب یہ ہے کہ وہ گواہی دیتا ہے کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے ہیں وہ موت جو حق ہے اس کو ناپسند کرتا ہے بارش رحمت ہے اس سے بھاگتا ہے۔ مال و اولاد فتنہ ہے اس کو دوست رکھتا ہے اور یہود کی اس بات میں تصدیق کرتا ہے: لَيْسَتِ النَّصَارٰى عَلٰى شَىْءٍ

عیسائیوں کی کچھ حقیقت نہیں اور نصاریٰ کی اس بات میں تصدیق کرتا ہے لَیْسَتِ الْیَھُوْدُ عَلٰی شَیْءٍ یہودیوں کی کچھ حقیقت نہیں اس سائل نے جب یہ پر مغز جواب سنا تو اس نے امام صاحب کا سر چوم لیا۔ (الخیرات الحسان، ص ۱۰۶)

(ب) ایک مرتبہ امام ابو یوسف بیمار ہو گئے تو امام صاحب نے فرمایا اگر یہ لڑکا مر جائے تو روئے زمین پر کوئی اس کا قائم مقام نہ ہوگا جب امام ابو یوسف کو صحت ہوئی تو ان میں خود پسندی آ گئی اور فقہ پڑھانے کے لئے اپنی مجلس الگ قائم کر لی لوگ ان کی طرف متوجہ ہوئے امام اعظم صاحب کو اس بات کی خبر ہوئی تو ایک آدمی سے فرمایا کہ ابو یوسف کی مجلس میں جاؤ اور ان سے پوچھو کہ آپ کیا فرماتے ہیں اس صورت میں کہ ایک شخص نے دھوبی کو میلا کپڑا دیا کہ دو درہم میں دھو دے کچھ دنوں کے بعد اس نے کپڑا مانگا۔ دھوبی نے انکار کیا اس کے بعد اس شخص نے پھر مانگا دھوبی نے دھلا ہوا کپڑا اس کو دے دیا تو کپڑے کی دھلائی اس شخص کے ذمے واجب ہو گی یا نہیں اگر جواب دیں کہ ہاں اس دھوبی کو اجرت ملنی چاہئے تو کہنا آپ نے غلطی کی ہے اور اگر کہیں کہ اجرت نہیں ملنی چاہئے تو کہنا آپ نے غلطی کی ہے۔ پس وہ آدمی امام ابو یوسف کی خدمت میں آیا اور وہی مسئلہ دریافت کیا امام ابو یوسف نے کہا ہاں اس شخص نے کہا کہ آپ سے غلطی ہوئی ہے اس کے بعد کچھ سوچ کر فرمایا نہیں اس شخص نے کہا آپ سے غلطی ہوئی ہے اسی وقت امام ابو یوسف امام اعظم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ امام صاحب نے فرمایا شاید دھوبی والے مسئلے کی وجہ سے آئے ہو آپ نے عرض کی ہاں فرمایا سبحان اللہ ایک آدمی مفتی بن کر بیٹھ جائے دین الٰہی کا ہادی بن جائے اور رتبہ اس کا اتنا ہو کہ ایک مسئلہ اجارہ کا بھی معلوم نہ ہو۔ امام ابو یوسف نے عرض کی مجھے بتائیے فرمایا اگر اس نے غصب سے قبل دھویا تو اجرت واجب ہے اس لئے کہ اس

نے مالک کے لئے دھویا ہے اور اگر بعد غصب دھویا اجرت کا مستحق نہیں کیونکہ اس نے اپنے لئے دھویا ہے۔ (مناقب للموفق، ج ۱، ص ۱۰۶)

غوث اعظم کی فقاہت:

آپ کے صاحبزادے سید عبدالرزاق بیان کرتے ہیں ایک مرتبہ بلاد عجم سے ایک فتویٰ آپ کے پاس آیا اس سے قبل یہ فتویٰ علمائے عراق پر بھی پیش ہو چکا تھا مگر کسی نے بھی اس کا شافی جواب نہ دیا۔

صورت مسئلہ یہ ہے کہ اکابر علمائے شریعت مندرجہ ذیل مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے طلاق ثلاثہ کے ساتھ اس بات کی قسم کھائی ہے کہ وہ ایک ایسی عبادت کرے گا جس میں وہ یہ عبادت کرتے وقت منفرد ہوگا۔

جب آپ کے پاس یہ فتویٰ آیا تو آپ نے یہ فتویٰ پڑھ کر فوراً لکھ دیا کہ یہ شخص مکہ مکرمہ جا کر مطاف خالی کرا لے اور سات دفعہ کعبہ کا طواف کرے اس طرح اس کی قسم اتر جائے گی اس جواب پر وہ فتویٰ پوچھنے والا مکہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

(قلائد الجواہر، ص ۶۹)

علامہ قرطبی نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ عیسیٰ بن موسیٰ ہاشمی کی اپنی بیوی کے ساتھ شدید محبت تھی ایک دن اس نے اس سے کہا اگر تو چاند سے زیادہ خوبصورت نہ ہو تو تجھے تین طلاقیں اس نے جب اپنے خاوند کی زبان سے یہ الفاظ سنے تو اٹھ کھڑی ہوئی اور عیسیٰ سے پردہ کر لیا اور کہا تو نے مجھے طلاق دے دی ہے اب ہمارا ازدواجی تعلق ختم ہو گیا ہے عیسیٰ نے بڑی مشکل سے رات بسر کی صبح سویرے خلیفہ منصور کے پاس پہنچا اسے اس واقعہ کی اطلاع دی اور بڑی گھبراہٹ ظاہر کی۔ خلیفہ نے فقہاء کو اپنے دربار میں بلایا اور ان سے فتویٰ پوچھا سب نے کہا

طلاق ہو گئی ہے ایک فقیہ خاموش بیٹھا رہا۔ منصور نے پوچھا تم کیوں نہیں بولتے یہ امام اعظم کا شاگرد تھا اس نے کہا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ○

قسم ہے انجیر اور زیتون کی قسم ہے طور سینا کی اور اس امن والے شہر کی بے شک ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اچھی صورت میں۔

اس ارشاد الٰہی کے مطابق انسان سب چیزوں سے زیادہ حسین ہے اور کوئی چیز اس سے زیادہ حسین نہیں منصور نے عیسیٰ سے کہا اس شخص نے بالکل درست کہا ہے تم اپنی بیوی کے ساتھ رہ سکتے ہو اور اس کی بیوی کو پیغام بھیجا کہ تم اپنے خاوند کے ساتھ رہ سکتی ہو طلاق نہیں ہوئی۔ (تفسیر قرطبی، ج ۲۰، ص ۱۱۴)

اس صورت تے عاشق ہونا نہیں تیری دانائی
عاشق ہو اس کاریگر تے جس ایہہ شکل بنائی

نمبر 8: الحکمۃ۔ دانائی کی باتیں:

خدا تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ ہم نے لقمان کو دانائی کی باتیں دیں۔

حدیث میں آیا ہے: مَنْ اَخْلَصَ لِلّٰهِ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا ظَهَرَتْ يَنَابِيْعُ الْحِكْمَةِ مِنْ قَلْبِهٖ عَلٰى لِسَانِهٖ ○

جس نے چالیس روز اخلاص سے عبادت کی خدا تعالیٰ اس کے دل سے دانائی کی باتوں کے چشمے جاری فرما دیتا ہے جس کا اظہار زبان سے ہونے لگتا ہے۔ (کنز العمال، ج ۳، ص ۲۴)

لقمان کی دانائی سے لبریز باتیں:

(۱) آپ نے اپنے بیٹے سے فرمایا دنیا ایک گہرا سمندر ہے جس میں بے شمار آدمی ڈوب گئے تو اس میں خوف الٰہی کو اپنا سفینہ بنا لے اور اس میں ایمان کی دولت بھر لے اور خدا پر توکل کرتا کہ تو نجات پا جائے۔

(۲) مَنْ كَانَ لَهٗ مِنْ نَفْسِهٖ وَاعِظٌ كَانَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ حَافِظٌ ○

جس کا نفس اس کو نصیحت کرنے والا ہے اس کا اللہ حافظ ہے۔

(۳) يَا بُنَيَّ اِيَّاكَ وَالدَّيْنِ فَاِنَّهٗ ذُلُّ النَّهَارِ هَمُّ اللَّيْلِ ○

اے بیٹے! قرض سے دور رہو یہ دن کی ذلت اور رات کا غم ہے۔

(۴) ضَرْبُ الْوَالِدِ لِوَلَدِهٖ كَالسَّمَادِ لِلزَّرْعِ ○

باپ کا بیٹے کو تنبیہ کے لئے مارنا ایسا ہے جیسے کھیتی کے لئے کھاد۔

(۵) مَنْ كَذَبَ ذَهَبَ مَاءُ وَجْهِهٖ وَمَنْ سَاءَ خُلُقُهٗ كَثُرَ غَمُّهٗ ○

جس نے جھوٹ بولا اس کے چہرے کی رونق دور ہوگئی اور بد خلق کا غم زیادہ ہو گیا۔

(۶) يَا بُنَيَّ اِحْضَرِ الْجَنَائِزَ وَلَا تَحْضُرِ الْعُرْسَ فَاِنَّ الْجَنَائِزَ تَذْكِرُ الْاٰخِرَةَ وَالْعُرْسَ يُشْهِيْكَ الدُّنْيَا ○

اے بیٹا جنازوں میں شرکت کرنا شادی میں شرکت نہ کرنا جنازے آخرت کو یاد دلاتے ہیں اور شادی دنیا کی خواہش پیدا کرتی ہے۔

(۷) آپ نے اپنے بیٹے سے فرمایا:

لَا يَاكُلْ طَعَامَكَ اِلَّا الْاَتْقِيَاءَ وَشَاوِرْ فِيْ اَمْرِكَ الْعُلَمَاءَ ○

تیرا کھانا پرہیزگار لوگ کھائیں اور تم اپنے کام کے بارے میں علماء سے

مشورہ کر۔

(۸) يَا بُنَىَّ إِذَا أَرَدْتَ أَنْ تَوَاخِيْ رَجُلًا فَأَغْضِبْهُ قَبْلَ ذَالِكَ فَإِنْ إِنْصِفْكَ وَإِلَّا فَاحْذَرْهُ ○

اے بیٹا! اگر تو کسی سے بھائی چارہ کرنا چاہے تو پہلے اسے غصہ دلاؤ اگر وہ غصے میں تمہارے ساتھ انصاف کرے تو بھائی چارہ قائم کرو ورنہ اس سے بچو۔

(۹) مَنْ إِنْصَفَ النَّاسَ مِنْ نَفْسِهٖ زَادَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى بِذَالِكَ عِزًّا وَالذِّلُّ فِي طَاعَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى أَقْرَبُ مِنَ الْعِزِّ بِالْمَعْصِيَةِ ○

جو اپنے نفس سے لوگوں کے لئے انصاف کرتا ہے اللہ اس کی عزت میں اضافہ فرما دیتا ہے اور خدا کی اطاعت میں ذلت بہتر ہے اس سے کہ خدا کی نافرمانی میں عزت ہو۔

(۱۰) لقمانؑ نے اپنے بیٹے سے فرمایا:

إِنَّ مِثْلَ أَهْلَ الذِّكْرِ وَالْغَفْلَةِ كَمَثَلِ النُّوْرِ وَالظُّلْمَةِ ○

اہل ذکر کی مثال نور کی سی ہے اور غافلوں کی مثال اندھیرے جیسی ہے۔ (تفسیر روح المعانی، ج ۱۱، ص ۸۳، حلیہ، ج ۴، ص ۳۸)

تلك عشرة كاملة:

یہ اس لقمان کے اقوال ہیں جن کے بارے میں آیا ہے کہ تین خیر الناس ہیں۔ بلال۔ لقمان اور مھجع جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے غلام تھے۔

(تفسیر قرطبی، ج ۲۱، ص ۴۳)

ایک روایت میں آیا ہے کہ تین حبشی جنتی ہیں حضرت لقمان۔ حضرت بلال اور نجاشی بادشاہ۔ (ابن عساکر، ج ۳، ص ۳۱۳)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی حکمت آمیز باتیں:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی چند حکمت آمیز باتیں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) جس کی بات میں نرمی ہوگی اس کے دل میں محبت کا مادہ ضرور ہوگا۔

(۲) جس بندہ نے اپنے نفس کی قدر پہچانی وہ کبھی ہلاک نہ ہوا۔

(۳) جس سے چاہے مانگ لے تو یقین کرے کہ اس کا قیدی ہو گیا اور جس کو چاہو عطا کر دو تو اس کا حاکم اور امیر ہو گیا۔

(۴) جب کسی عابد کو دیکھے کہ وہ اپنی عبادت کی وجہ سے علماء سے بے پرواہ ہے تو اچھی طرح جان لے کہ شیطان نے اسے شکار کر لیا ہے۔

(۵) جو آدمی کسبِ حلال کی وجہ سے تھک کر سوتا ہے خدا تعالیٰ اس سے راضی ہو جاتا ہے۔

(۶) دس چیزیں مورث نسیان ہیں رنج وغم بکثرت کرنا۔ پچھنے لگانا۔ ٹھہرے پانی میں پیشاب کرنا۔ ترش سیب کھانا۔ ہرا دھنیہ زیادہ کھانا۔ چوہوں کا جھوٹا کھانا۔ قبروں کے کتبے پڑھنا۔ فارسی اونٹوں کے درمیان چلنا۔ زندہ جوئیں آگ میں ڈالنا۔

نمبر 9: الحکمۃ۔ عدل

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ بے شک اللہ عدل واحسان کا حکم دیتا ہے۔ ایک جگہ فرمایا گیا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی عدل کرو یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔

عدل وانصاف کی فضیلت۔ حدیث نمبر 1:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سلطان زمین پر اللہ کا سایہ ہے جس کی طرف

اس کے مظلوم بندے پناہ لیتے ہیں اگر سلطان عدل کرے تو اس کے لئے اجر و ثواب ہے اور رعیت پر لازم ہے کہ شکر ادا کرے اور اگر سلطان ظلم کرے تو اس پر بوجھ ہے اور رعیت پر لازم ہے کہ صبر کرے۔ (کنز العمال، ج ۵، ص ۶)

حدیث نمبر 2:

اَلسُّلْطَانُ الْعَادِلُ الْمُتَوَاضِعُ ظِلُّ اللّٰهِ وَرُمْحُهُ فِی الْاَرْضِ وَ یُرْفَعُ لَهٗ عَمَلَ سَبْعِیْنَ صِدِّیْقًا۔ (کنز العمال، ج ۶، ص ۶)

ترجمہ: عادل متواضع بادشاہ زمین میں اللہ کا سایہ اور اس کا نیزہ ہے اور اس کے عمل ستر صدیقوں کی طرح اٹھائے جاتے ہیں۔

حدیث نمبر 3:

ارشاد نبوی ہے اِنَّ الْمُقْسِطِیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ عَلٰی مَنَابِرِ مِنْ نُوْرٍ ○ بے شک عدل کرنے والے قیامت کے روز خدا کے ہاں نور کے منبروں پر ہوں گے۔ (کنز العمال، ج ۶، ص ۸)

حدیث نمبر 4:

اَلْاِمَامُ الْعَادِلُ لَا تُرَدُّ دَعْوَتُهٗ○

عادل حاکم کی دعا رد نہیں کی جاتی۔ (کنز العمال، ج ۶، ص ۱۰)

حدیث نمبر 5:

عَدْلُ یَوْمٍ اَفْضَلُ مِنْ عِبَادَةِ سِتِّیْنَ سَنَةً۔ (کنز العمال، ج ۶، ص ۱۲)

ایک دن کا عدل ساٹھ سال کی عبادت سے افضل ہے۔

حدیث نمبر 6:

بنی اسرائیل میں دو بھائی دو شہروں پر بادشاہ تھے ان میں سے ایک

بادشاہ اپنی رعایا پر نیک اور عادل تھا اور دوسرا رعایا پر ظلم کرتا تھا ان دونوں کے زمانے میں ایک نبی تھا۔ خدا نے اس نبی کی طرف وحی کی کہ نیک بادشاہ کی عمر کے صرف تین سال رہ گئے ہیں اور ظالم بادشاہ کی عمر کے تیس سال باقی رہتے ہیں۔ اللہ کے نبی نے دونوں بادشاہوں کی رعایا کو اس وحی سے آگاہ کر دیا۔ دونوں کی رعایا غمزدہ ہوئی انہوں نے بچوں اور ان کی ماؤں کے درمیان تفریق کر دی کھانا پینا چھوڑ دیا اور جنگل کی طرف نکل گئے اور اللہ سے دعا مانگی کہ عادل بادشاہ کی عمر زیادہ کر دے اور ظالم بادشاہ کی عمر کوتاہ کر دے تین دن تک وہ یہ دعائیں مانگتے رہے پھر خدا نے اس نبی کی طرف وحی کی کہ میرے بندوں کو اطلاع کر دو کہ میں نے ان پر رحم کیا اور ان کی دعا قبول کر لی۔ میں نے نیک بادشاہ کی عمر تیس سال کر دی اور ظالم بادشاہ کی عمر تین سال کر دی پھر وہ لوگ اپنے گھروں کو واپس ہوئے تین سال کے بعد وہ ظالم بادشاہ مر گیا اور عادل بادشاہ تیس سال تک زندہ رہا۔

پھر نبی کریم ﷺ نے اس آیت کو تلاوت فرمایا:

وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ اِلَّا فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ ○

اور جس بڑی عمر والے کو عمر دی جائے یا جس کی عمر کم رکھی جائے یہ سب ایک کتاب میں ہے۔ (کنز العمال، ج ٦، ص ١٢)

نبی کریم ﷺ کا عدل:

ایک عورت جس کا تعلق بنو مخزوم سے تھا، نے فتح مکہ کے دوران چوری کی۔ لوگ اس عورت کو لے کر حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے چونکہ یہ ایک بڑے قبیلے کی عورت تھی اس لئے بنو مخزوم کے لوگ جو اس عورت کے رشتہ دار تھے۔ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تاکہ وہ حضور اکرم ﷺ کے پاس

جائیں اور اس عورت کی سفارش کریں۔ ان کا خیال تھا کہ رسول اللہ ﷺ اسامہ رضی اللہ عنہ کی سفارش پر اس عورت کو معاف فرما دیں گے جب سفارش کرنے کے لئے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ سخت جلال میں آ گئے اور فرمایا اے اسامہ بنی اسرائیل اس لئے تباہ ہو گئے کہ ان کا بڑا کوئی آدمی جب قابل حد جرم کا ارتکاب کرتا تو وہ اس سے درگزر کرتے لیکن اگر کسی مفلس اور بے سہارا آدمی سے کوئی ایسا جرم ہو جاتا تو اس پر حد جاری کرتے کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ کی قائم کردہ حدود میں سے ایک حد تمہارے لئے توڑ دی جائے اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ اختیار میں میری جان ہے اگر فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت محمد ﷺ سے چوری کا ارتکاب ہو جائے تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دوں پھر آپ نے اس عورت کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا اور آپ ﷺ کے حکم کے مطابق اس عورت کا ہاتھ کاٹا گیا۔ (نسائی شریف، ج ۲، ص ۲۵۶)

عدل صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

یمن کے ایک شخص پر چوری کا الزام تھا تفتیش اور شہادت پر غور کرنے کے بعد متعلقہ ضلع کے جج نے حکم دیا اس کا ایک ہاتھ اور ایک پیر کاٹ دیا جائے ملزم نے یمنی جج کے فیصلے کے خلاف مدینہ میں خلیفۃ المسلمین کے حضور اپیل دائر کر دی۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فریادی کو طلب فرمایا اور اس کا بیان سنا اور فیصلہ محفوظ رکھا جس کا اعلان بعد میں ہونا تھا۔ مقدمہ آپ کے سامنے زیر تجویز تھا اور وہ شخص مدینہ میں مقیم تھا۔ رات کو اس نے ایسی جگہ نماز ادا کی کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھ کر کہا ان کا چوری کی بات سے کیا تعلق بعد میں حضرت صدیق

اکبر رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے زیورات چوری ہو گئے۔ تحقیقات اور تفتیش ہوئی وہ آدمی بھی تلاش کرنے والوں میں شامل ہو گیا وہ ادھر ادھر گھوم رہا تھا اور کہہ رہا تھا اے اللہ! جس شخص کو اس نیک گھر والوں نے پناہ دی ہے اس کی حفاظت کرنا۔ تفتیش کے نتیجے میں زیورات ایک سنار کے پاس مل گئے سنار پر مقدمہ چلایا گیا اس نے کہا ایک ہاتھ کٹا آدمی ان کے پاس زیورات لایا تھا اور اس کے ہاتھ فروخت کئے تھے ملزم پر مقدمہ چلایا گیا مقدمہ کے دوران اس نے اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا اور اقبال جرم کر لیا اس چوری نے اس کے کردار پر روشنی ڈالی اور وہ شکایت جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس زیر غور تھی کا بھی فیصلہ ہو گیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فیصلہ سنا دیا کہ چور کا دوسرا ہاتھ بھی کاٹ دیا جائے چنانچہ اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا پھر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے تبصرہ کیا کہ خدا کی قسم! اس شخص کی اللہ سے حفاظت کی دعا مجھ پر اس کی چوری سے بھی زیادہ گراں بار ہے۔ (مسند امام احمد، ج۲، ص ۸۵)

عدل فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

ایک مصری امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی یا امیر المومنین ظلم سے آپ کی پناہ لیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا تو نے بچی جائے پناہ لی۔ واقعہ یہ تھا کہ عمرو بن العاص مصر پر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف سے گورنر تھے یہ فریادی مصری عرض کرتا ہے کہ میں نے اس کے صاحبزادے کے ساتھ دوڑ کی میں آگے نکل گیا صاحبزادے نے مجھے کوڑے مارے اور کہا میں دو معزز کریم والدین کا بیٹا ہو۔ اس فریاد پر امیر المومنین نے حکم دیا کہ عمرو بن العاص اپنے بیٹے کے ساتھ حاضر ہو۔ وہ حاضر ہوئے۔ امیر المومنین نے مصری کو حکم دیا

کوڑا لے اور مار اس نے بدلہ لینا شروع کیا۔ امیر المومنین رضی اللہ عنہ فرماتے جاتے تھے مار دو لئیموں کے بیٹے کو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب اس فریادی نے مارنا شروع کیا تو ہمارا جی چاہتا تھا کہ یہ مارے اور اپنا بدلہ لے اس نے یہاں تک مارا کہ ہم تمنا کرنے لگے کہ کاش اب یہ ہاتھ اٹھا لے۔ جب مصری فارغ ہوا تو امیر المومنین نے کہا اب یہ کوڑا عمرو بن العاص کی پشت پر بھی رکھ۔ یعنی یہ وہاں کے حاکم تھے انہوں نے کیوں نہ دادرسی کی۔ مصری نے عرض کی یا امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ! مجھے ان کے بیٹے ہی نے مارا تھا اور اس سے میں بدلہ لے چکا۔ پھر امیر المومنین نے فرمایا تم نے بندگان خدا کو کب سے اپنا غلام بنا لیا ہے حالانکہ وہ ماں کے پیٹ سے آزاد پیدا ہوئے۔ عرض کی یا امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ! نہ مجھے اس واقعہ کی خبر ہوئی نہ فریادی میرے پاس آیا۔

(الامن والعلی، ص ۲۴۴)

عدل حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ:

حضرت زر بن حبیش فرماتے ہیں کہ دو آدمی کھانا کھانے بیٹھے ایک کے پاس پانچ روٹیاں تھیں اور دوسرے کے پاس تین روٹیاں تھیں اتنے میں ایک تیسرا شخص آ گیا وہ تینوں آٹھ روٹیاں کھا گئے۔ تیسرے کو انہوں نے کھانے میں شریک ہونے کی دعوت دی تھی۔ اس تیسرے نے چلتے وقت آٹھ درہم دیئے اور کہا یہ تمہارے کھانے کا عوض ہے۔ پانچ روٹیوں والے نے کہا میری پانچ روٹیاں تھیں اور تیری تین لہذا تو تین درہم لے لے اور میں پانچ لے لیتا ہوں تین والے نے کہا میں تو آدھے درہم لوں گا چار تو اور چار میں۔ اس پر ان میں جھگڑا ہو گیا۔ فیصلے کے لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس حاضر ہوئے اور تمام قصہ بیان

کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے تین روٹیوں والے سے کہا جو کچھ تیرا دوست تجھ کو دیتا ہے لے لو اس میں تجھے فائدہ ہے کیونکہ اس کی روٹیاں زیادہ تھیں اس نے کہا جب تک میرا حق معلوم نہ ہو جائے میں راضی نہ ہوں گا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تیرا حق تو ایک درہم سے زیادہ نہیں اس نے کہا وہ کیسے؟ فرمایا آٹھ روٹیوں کی چوبیس تہائیاں ہوتی ہیں تم تین کھانے والے تھے یہ تو معلوم نہیں ہو سکتا کہ تم میں کون زیادہ کھانے والا ہے اور کون کم کھانے والا ہے اس لئے احتمال کیا جاتا ہے کہ تم نے برابر کھایا پس تو نے آٹھ تہائیاں کھائیں اور تیری تین روٹیوں کی نو تہائیاں تھیں تیری ایک تہائی بچی اور تیرے دوست کی پانچ روٹیوں کی پندرہ تہائیاں تھیں آٹھ اس نے کھائیں اور اس کی سات تہائیاں باقی بچیں ایک تہائی تیری اور سات تیرے دوست کی آٹھ وہ کھا گیا اور آٹھ درہم دیئے فی تہائی ایک درہم ہوا لہٰذا تیرا ایک درہم ہوا اور اس کے سات درہم اس نے عرض کی اب میں ایک درہم پر راضی ہو گیا۔

(تاریخ الخلفاء، ص ۱۷۹) (الریاض النضرہ، ص ۲۶۳) (الصواعق المحرقۃ، ص ۱۲۷)

سبق پڑھ پھر صداقت کا عدالت کا امانت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

نمبر 10: الحکمۃ۔ نورِ قلب:

حضرت علامہ قرطبی نے لکھا ہے وَاِذَا دَخَلَ النُّوْرُ فِی الْقَلْبِ اُنْفُسِحَ وَاسْتَوْسَعَ۝ (قرطبی سورہ زمر، ص ۲۴۷)

جب دل میں نور داخل ہو جاتا ہے تو اس میں وسعت پیدا ہو جاتی ہے یہاں تک کہ وہ دل عرش اللہ بن جاتا ہے جیسے کہ حدیث میں آیا ہے قَلْبُ

اَلْمُؤْمِنِ عَرْشُ اللّٰهِ مومن کا دل اللہ تعالیٰ کے انوار وتجلیات کا عرش ہو جاتا ہے اور حدیث قدسی میں آتا ہے۔ لَا یَسَعُنِیْ اَرْضِیْ وَلَا سَمَائِیْ وَلٰکِنْ یَسَعُنِیْ قَلْبُ عَبْدِالْمُؤْمِنِ ○ میری گنجائش نہ زمین میں ہے نہ آسمان میں، میں کسی مکان میں نہیں سما سکتا اگر کہیں میری جلوہ گری کی گنجائش ہے تو وہ بندہ مومن کا دل ہے۔

(مرقاۃ، ج ا، ص ۵۹)

ارض و سما کہاں تری وسعت کو پا سکے
میرا ہی دل ہے وہ کہ جہاں تو سما سکے

خدا تعالیٰ غیر محدود ہے لہذا جو دل اس کی جلوہ گاہ بن جاتا ہے وہ بھی پھر محدود نہیں رہتا وہ کتنا وسیع ہو جاتا ہے۔ حضرت ابو یزید فرماتے ہیں:

اگر عرش عظیم اور جو کچھ اس کے اندر ہے یعنی سارے زمین و آسمان اور جو کچھ مخلوق اس کے اندر ہے اس کا دس کروڑ گنا عارف کے دل کے گوشوں میں سے ایک گوشہ میں رکھ دیا جائے تو اسے اس کی عظمت ذرہ بھر محسوس نہ ہو۔

امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں جب انسان مجاہدہ ریاضت کے ذریعے سے اپنے دل پر سے حجابات غیر کو ہٹا دیتا ہے تو پوری کائنات اس کے آئینہ قلب میں نظر آنے لگتی ہے بلکہ خدا تعالیٰ کا نور جلال بھی دل میں جلوہ گر ہو جاتا ہے۔

(کبیر، ج ۴، ص ۲۷)

جب ولی کامل کے دل کی وسعت کا یہ کمال ہے تو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب کتنا وسیع ہوگا۔

دل دریا سمندروں ڈونگے کون دلاں دیاں جانے ہو
وچہ بیڑے وچہ جھیڑے وچہ ونج مہانے ہو

دل میں نور آ جائے تو دوسرا فائدہ یہ حاصل ہوتا ہے کہ شیطان ڈرنے

لگتا ہے۔

چنانچہ امام ابن عساکر نے لکھا ہے کہ حضرت ابو سعید خراز فرماتے ہیں کہ میرے ہاتھ میں عصا تھا اور میں خواب کی حالت میں تھا میں نے شیطان کو دیکھا اور اس کو ڈرانے کے لئے اپنا عصا اٹھایا اور ارادہ کیا کہ اس عصا سے اسے ماروں مجھے کسی کہنے والے نے کہا یہ عصا سے نہیں ڈرتا بلکہ یہ اس سے ڈرتا ہے جس کے دل میں نور ہوتا ہے۔ (ابن عساکر، ج ۱، ص ۴۲۹)

چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں حدیث ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول خدا بیٹھے ہوئے تھے کہ ہم نے ایک سخت آواز سنی پھر بچوں کا شور وغل سنائی دیا رسول اللہ ﷺ یہ سن کر کھڑے ہو گئے اور باہر تشریف لے جا کر دیکھا کہ ایک حبشی عورت اچھل کود رہی ہے اور بچے اس کے گرد جمع تھے۔ نبی کریم ﷺ نے یہ دیکھ کر فرمایا عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)! ادھر آؤ تم بھی دیکھو چنانچہ میں گئی اور آپ کے پیچھے کھڑی ہو کر اپنی ٹھوڑی رسول خدا ﷺ کے کندھے پر رکھ لی میں نے کندھے اور سر کے درمیان سے اس عورت کو دیکھنا شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابھی دیکھنے سے جی نہیں بھرا۔ تھوڑی دیر بعد آپ ﷺ نے پھر یہی فرمایا میں نے ہر دفعہ یہی کہا ابھی نہیں۔ اس سے میرا منشاء یہ تھا کہ میں یہ معلوم کروں کہ رسول خدا ﷺ کے دل میں میرا کیا مرتبہ ہے اور مجھ سے کتنی محبت ہے۔ اچانک حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے اور جو لوگ عورت کا تماشہ دیکھ رہے تھے وہ ان کو دیکھ کر منتشر ہو گئے اس پر رسول اکرم ﷺ نے فرمایا اِنِّیْ لَاَنْظُرُ اِلٰی شَیَاطِیْنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ قَدْ فَرُّوْا مِنْ عُمَرَ ○ (مشکوٰۃ، ج ۳، ص ۲۴۵)

میں دیکھتا ہوں کہ جن اور انسان، شیطان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خوف سے

بھاگ جاتے ہیں۔

دل میں نور آنے کا تیسرا فائدہ یہ ہے کہ جس کے دل میں نور آجائے اس سے بے جان چیزیں باتیں کرنے لگ جاتی ہیں مثلاً:

مِنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ نَظَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى مُصْعَبِ بْنِ عُمَيْرٍ مُقْبِلًا وَعَلَيْهِ إِهَابُ كَبْشٍ قَدْ تَنْطِقُ بِهٖ فَقَالَ النَّبِيُّ انْظُرُوْا إِلٰى هٰذَا الرَّجُلِ الَّذِيْ قَدْ نَوَّرَ اللّٰهُ قَلْبَهٗ ○ (حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۱۰۸)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو آتے دیکھا اور اس نے مینڈھے کی کھال پہنی ہوئی تھی جو اس مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ سے باتیں کر رہی تھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس آدمی کو دیکھو اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں نور پیدا کر دیا ہے۔

کرامت حضرت مجدد الف ثانیؒ:

ایک مرتبہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ بیمار ہو گئے کافی کمزور ہو گئے آپ نے منقیٰ کے پندرہ دانے ایک خادم سے منگوائے پھر مراقبہ کیا کہ آیا یہ دانے میرے لئے مفید ہیں یا نہیں۔ بعد ازاں فرمایا عجیب بات ظاہر ہوئی میں نے سنا کہ ان دانوں نے خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں مناجات کی کہ یا اللہ! تیرا ایک بندہ ہمیں تناول فرمانا چاہتا ہے اس لئے ہمارے اندر نفع اور اثر صحت پیدا فرما دے پس ہر دانے کے کھانے سے بیماری سے صحت ہوتی چلی گئی۔ خدا تعالیٰ نے ان دانوں کی دعا قبول کر لی۔ (حضرات القدس، ص ۱۶۵)

ایک حدیث میں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت حارثہ بن زید رضی اللہ عنہ کے متعلق دریافت کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا نَوَّرَ اللّٰهُ قَلْبَهٗ بِالْاِیْمَانِ○ (کشف المحجوب، ص ۱۲۴)

اللہ تعالیٰ نے اس کا دل ایمان سے منور کر دیا ہے اور اس کا فائدہ یہ ہوا کہ آپ فرماتے ہیں۔ كَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی عَرْشِ رَبِّیْ بَارِزًا وَكَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی اَهْلِ الْجَنَّةِ يَتَزَاوَرُوْنَ فِيْهَا وَكَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی اَهْلِ النَّارِ يَتَضَارَعُوْنَ○

(کشف المحجوب، ص ۱۲۶)

میں ظاہری طور پر عرش کو دیکھتا ہوں۔ اہل جنت کو دیکھتا ہوں کہ ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں اور اہل دوزخ کو دیکھتا ہوں کہ وہ تڑپ رہے ہیں۔

معلوم ہوا جس کا دل منور ہو جائے اس کی نگاہ عرش تک پہنچ جاتی ہے۔

جب حضرت خواجہ معین چشتی بیعت ہونے کے لئے حضرت خواجہ عثمان ہارونی کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے فرمایا جاؤ آج کا دن اور آج کی رات ذکر میں مشغول رہو۔ دوسرے روز فرمایا ایک ہزار مرتبہ سورہ اخلاص پڑھو۔ بعدازاں فرمایا آسمان کی طرف دیکھو۔ آپ نے دیکھا تو عرض کی عرش اعظم تک دیکھ رہا ہوں پھر فرمایا زمین کی طرف دیکھو دیکھا اور عرض کی تحت الثریٰ تک دیکھ رہا ہوں۔ (انیس الارواح، ص ۱۲)

جب ولی کی نگاہ کا یہ کمال ہے تو نبی کریم ﷺ کی نگاہ کا کیا کمال ہوگا۔

سر عرش پر تری گزر دلِ فرش پر تیری نظر
ملکوت و ملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پر عیاں نہیں

❀❀❀

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خلیفہ اعظم نائب مطلق

وَمَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَۃٍ اِذَا قَضَی اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَمْرًا اَنْ یَّکُوْنَ لَھُمُ الْخِیَرَۃُ مِنْ اَمْرِھِمْ ۝

اور نہ کسی مرد اور نہ کسی مسلمان عورت کو حق حاصل ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کچھ فیصلہ فرما دیں تو انہیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار رہے۔

اس کا شان نزول یہ ہے کہ حضرت زید بن حارثہ حضور علیہ السلام کے آزاد کردہ غلام تھے اور وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی خدمت میں رہتے تھے۔ حضور علیہ السلام نے ان کے نکاح کا پیغام حضرت زینب بنت جحش کے لئے دیا۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپی امیمہ بنت عبدالمطلب کی صاحبزادی تھیں اس پیغام کو حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کے بھائی عبداللہ نے نامنظور کیا کیونکہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا قریش میں عالی خاندان کی لڑکی تھیں اور حضرت زید رضی اللہ عنہ اس درجہ کے خاندانی نہ تھے اس پر یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی اس آیت کو سن کر حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کے بھائی نکاح کے لئے تیار ہو گئے۔

مقام غور ہے کہ نکاح کا فیصلہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا لیکن خدا نے فرمایا جب خدا اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم فیصلہ فرما دیں پس۔

نتیجہ: یہ نکلا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ خدا کا فیصلہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میدان بدر میں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ مشرکین کی تعداد ایک ہزار اور مسلمان صرف تین سو تیرہ

ہیں تو خدا تعالیٰ سے دعا مانگی۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ اِنْ تُھْلِکَ ھٰذِہِ الْعِصَابَةَ مِنْ اَھْلِ الْاِسْلَامِ لَا تُعْبَدُ فِی الْاَرْضِ○

الٰہی! اگر تو نے اسلام کے اس گروہ کو ہلاک کر دیا تو پھر زمین پر تیری پوجا نہ ہوگی۔

اگر اغیار نے ان کو جہاں سے محو کر ڈالا
قیامت تک نہیں پھر کوئی تجھ کو پوجنے والا

آپ روبقبلہ ہو کر اس دعا میں مشغول ہوئے اور ہاتھوں کو اتنا بلند کیا کہ آپ کے کندھوں کی چادر گر پڑی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر چادر آپ کے کندھوں پر ڈال دی اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کو خدا کی بارگاہ میں اتنا کہہ دینا کافی ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قبہ سے نکلے اور آپ زرع پہنے ہوئے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت فرمائی:

سَیُھْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ○

لشکر کفار عنقریب پسپا ہوگا اور پیٹھ دکھا جائے گا۔

اور ایک مٹھی ریت کی بھر کر مشرکین کی طرف پھینکی اور کہا شَاھَتِ الْوُجُوْہُ یعنی بگڑ گئے چہرے اس کا اثر یہ ہوا کہ مشرکین کے کان، آنکھیں اور چہرے ریت سے بھر گئے۔ اس سے خوفزدہ ہو کر مشرکین نے راہ فرار اختیار کی خدا فرماتا ہے:

وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی○

اور اے محبوب وہ خاک جو تو نے پھینکی تم نے نہ پھینکی بلکہ اللہ نے پھینکی۔

میں تیرے ہاتھوں کے صدقے کیسی کنکریاں تھیں وہ
جن سے اتنے کافروں کا دفعۃً منہ پھر گیا

جب حضور اپنے قبہ سے باہر تشریف لائے تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین بہت خوش ہوئے ان کے دل خوشی سے باغ باغ ہو گئے۔

مگر جب کملی والا آ گیا اٹھ کر مصلے سے
خدائی ہو گئی محفوظ شیطانوں کے ہلے سے
صدائے نعرۂ تکبیر سے تھرا اٹھی وادی
کہ امت کے ضعیفوں کی مدد کو آ گیا ہادی

ریت تو حضور اکرم ﷺ نے پھینکی تھی لیکن خدا فرماتا ہے وہ اللہ نے پھینکی۔ پس

نتیجہ: یہ نکلا کہ نبی کریم ﷺ کا پھینکنا خدا کا پھینکنا ہے۔

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ○

جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور حدیث میں ہے کہ حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ فرشتوں کی ایک جماعت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی جبکہ آپ سو رہے تھے وہ آپس میں باتیں کرنے لگے بعض نے کہا تمہارے اس دوست کے متعلق ایک مثال ہے اس کو اس کے سامنے بیان کرو دوسرے فرشتوں نے کہا وہ تو سوئے ہوئے ہیں بعض نے کہا بے شک ان کی آنکھیں سوتی ہیں لیکن دل جاگتا ہے۔

دل پاک بیدار اور چشم خفتہ
نرالا تھا عالم میں سونا تمہارا

پھر اس نے کہا اس شخص کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے گھر بنایا اور لوگوں کو کھانا کھلانے کے لئے دستر خوان چنا اور پھر لوگوں کو بلانے کے لئے

آدمی بھیجا پس جس شخص نے اس بلانے والے کی آواز کو مان لیا وہ گھر میں داخل ہو گیا اور دستر خوان سے کھانا کھا لیا اور جس نے نہ مانا وہ نہ گھر میں داخل ہوا اور نہ دستر خوان سے کھانا کھایا فرشتوں نے یہ مثال سن کر کہا اس کی تاویل بیان کرو تا کہ یہ شخص اس کو سمجھ لے۔ بعض فرشتوں نے کہا کہ یہ تو سوئے ہوئے ہیں دوسروں نے کہا بے شک ان کی آنکھیں سوتی ہیں اور دل جاگتا ہے پھر انہوں نے اس کی تاویل بیان کی اور کہا گھر سے مراد تو جنت ہے اور بلانے والے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

فَمَنْ اَطَاعَ مُحَمَّدًا فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ عَصٰی مُحَمَّدًا فَقَدْ عَصَی اللّٰهَ○

پس جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی اور جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی اس نے خدا کی نافرمانی کی۔

(مشکوٰۃ، ج۱، ص ۴۵)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنت کا پیدا کرنے والا خدا تعالیٰ اور اس کو آباد کرنے والے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

تعجب کی جا ہے کہ فردوس اعلیٰ بنائے خدا اور بسائے محمدؐ
تماشہ تو دیکھو کہ دوزخ کی آتش جلائے خدا اور بجھائے محمدؐ

اس آیت اور اس حدیث سے۔

نتیجہ: یہ نکلا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے۔

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ ادا کرنے کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی ایک عظیم جماعت کے ساتھ مقام حدیبیہ پہنچے تو مشرکین آپ کو عمرہ ادا کرنے سے روکا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو دس صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے ساتھ مکہ بھیجا کہ وہ مشرکین

سے بات چیت کریں کہ ہم عمرہ ادا کرنے آئے ہیں۔ لڑائی کے ارادے سے نہیں آئے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے مشرکین مکہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچایا مگر وہ نہ مانے اور اس بات پر بضد رہے کہ ہم عمرہ ادا نہ کرنے دیں گے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تین دن تک وہاں رہے۔ ان سے کفار نے کہا آپ اگر چاہیں تو کعبہ کا طواف کرلیں۔ مگر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں حضور علیہ السلام سے پہلے طواف نہیں کرسکتا۔

ادھر مسلمانوں میں یہ بات مشہور ہوگئی کہ کفار نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کردیا ہے اس خبر پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کیکر کے درخت کے نیچے تمام مسلمانوں سے بیعت لی کہ جب تک عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا بدلہ نہ لیں گے واپس نہ جائیں گے جب تمام حاضرین نے اپنے ہاتھ نبی کے ہاتھ میں دے دیئے تو آخر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بائیں ہاتھ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا یہ عثمان کا ہاتھ ہے اور دائیں ہاتھ کو فرمایا کہ یہ ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور میں خود عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف سے بیعت لیتا ہوں۔ خدا نے قرآن نازل فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْہِمْ ۝

بے شک وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھ پر ہے۔

نکتہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ خدا کا ہاتھ تو نتیجہ یہ نکلا کہ عثمان کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے اور قرآن اللہ کا کلام ہے تو اللہ کے کلام کو اللہ نے ہاتھ یعنی عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جمع کیا ہے اسی لئے عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو جامع القرآن کہا جاتا ہے۔

اعتراض:

مخالفین کی طرف سے اعتراض ہوتا ہے کہ اے سنیو! تمہارا عقیدہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب عطا فرمایا ہے اگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب ہوتا تو آپ کو پتہ ہونا چاہئے تھا کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ زندہ ہیں شہید نہیں ہوئے اور اگر زندہ جانتے تھے تو بیعت کیوں کی۔

الجواب:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ زندہ ہیں اور اس پر دلیل یہ ہے کہ آپ نے ان کی طرف سے بیعت لی اور بیعت زندوں کی طرف سے لی جاتی ہے مُردوں کی طرف سے نہیں اور بیعت لینے میں حکمت یہ تھی کہ بیعت کرنے والوں میں حضرت علی المرتضیٰ بھی شامل تھے گویا حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنے کردار سے ثابت کر رہے ہیں کہ مجھے عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے اتنی محبت ہے کہ میں ان کی خاطر اپنی جان قربان کرنے کے لئے تیار ہوں لہذا اے میرے ماننے والو اگر تمہیں واقعی مجھ سے محبت ہے تو تم بھی عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے جاں نثار بن جاؤ۔

علامہ ابن حجر نے لکھا ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف سے بیعت لی تو فرمایا:

فَقَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم اَنَّ عُثْمَانَ فِیْ حَاجَةِ اللّٰهِ وَ حَاجَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ۝

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک عثمان رضی اللہ عنہ خدا اور رسول خدا کے کام میں گیا ہوا ہے۔ (صواعق محرقہ، ص ۱۱۰)

حالانکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کام کو گئے ہوئے تھے پس:

نتیجہ: یہ نکلا کہ حضور اکرم ﷺ کا کام خدا کا کام ہے اور حضور اکرم ﷺ سے بیعت خدا سے بیعت ہے۔

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۝

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر حاضر ہو رسول تمہیں اس چیز کے لئے بلائیں جو تم کو زندگی بخشے۔

اس آیت میں خدا تعالیٰ اپنے بندوں کو رسول اکرم ﷺ کے دربار عالی کا ادب سکھا رہا ہے کہ اگر تمہیں کسی وقت ہمارے محبوب پکاریں تو تم کسی حال میں بھی ہو نماز میں ہو کسی وظیفہ مین مشغول ہو یا گھر کے کسی کام میں بھی ہو تمام کاروبار چھوڑ کر فوراً بارگاہ مصطفےٰ ﷺ میں حاضر ہو جاؤ ہرگز دیر نہ کرو۔

حضرت سعید بن معلی نماز پڑھ رہے تھے حضور علیہ السلام نے آواز دی جلدی سے نماز کو پورا کر کے حاضر خدمت ہوئے ارشاد فرمایا کہ تمہیں حاضری میں دیر کیوں ہوئی عرض کی نماز میں تھا فرمایا کیا تم نے یہ آیت نہیں پڑھی اِسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ ۝

علما نے فرمایا کہ:

نمازی حضور ﷺ کے بلانے پر حاضر خدمت ہو جائے جو خدمت فرمائیں اس کو پورا کرے پھر بھی نماز ہی میں ہے کیونکہ اگر اس نے کلام کیا تو اس نبی سے جس کو نماز میں سلام کرنا واجب ہے۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ اور کعبہ سے سینہ پھرا تو کس طرف پھرا ادھر جو کعبہ کا بھی کعبہ ہے۔

سارے اقطاب جہاں کرتے ہیں کعبے کا طواف
کعبہ کرتا ہے طواف در والا تیرا

اور پروانے ہیں جو ہوتے ہیں کعبہ پہ نثار
شمع اک تو ہے کہ پروانہ ہے کعبہ تیرا

مقام غور ہے کہ اس آیت میں دو بلانے والوں کا ذکر ہوا اللہ اور اس کا رسول۔ اور ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ بلاواسطہ کسی کو بلاتا نہیں اور نہ کسی کے کان میں اللہ کی آواز آئے۔ لامحالہ جس کو بھی بلائیں گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی بلائیں گے پس اس سے:

نتیجہ: یہ نکلا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بلانا خدا کا بلانا ہے۔ اسی لئے آگے فرمایا اِذَا دَعَاکُمْ یہاں واحد کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ نے لیلۃ العقبہ کے موقع پر عرض کی یا رسول اللہ آپ خدا کے لئے اور خود اپنے لئے جو شرط چاہیں ہم سے منوا سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا خدا کے لئے شرط یہ ہے کہ اس کے بندے بنے رہو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور خود اپنے لئے شرط یہ ہے کہ جن باتوں میں اپنی جان و مال کی حفاظت کرتے ہو میرے لئے بھی اسی طرح خیر خواہ بنے رہو اس پر عبداللہ بن رواحہ نے عرض کی پھر ہمیں ملے گا کیا فرمایا اس کے عوض جنت ہے خدا تعالیٰ نے قرآن نازل فرمایا۔

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ○

بے شک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں اور مالوں کو اس بات کے بدلے خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی۔

مقام غور ہے کہ یہ سودا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا تھا اور خدا فرماتا ہے کہ خدا نے خرید لیا۔ پس

نتیجہ: یہ نکلا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خریدنا خدا تعالیٰ کا خریدنا ہے۔

جب نبی کریم ﷺ نے حضرت صفیہ سے نکاح کیا تو بعض لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں نازیبا کلمات استعمال کر کے آپ کو اذیت دی اس پر خدا تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (ابن کثیر، ۲۲، ص ۳۵)

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّلَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا ○

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں خدا کی لعنت ہے اور ان کے لئے نہایت ذلیل عذاب ہے۔

نتیجہ: یہ نکلا کہ حضور اکرم ﷺ کو اذیت دینا خدا کو اذیت دینا ہے۔

جب بنو نضیر قلعہ بند ہوئے تو نبی کریم ﷺ نے ابو لیلیٰ اور عبداللہ بن سلام کو کھجوروں کے درخت کاٹنے کا حکم دیا کیونکہ یہ لڑائی کے دوران مزاحمت کر سکتے تھے۔ نیز یہ حکمت بھی تھی کہ یہودی جب اپنے پھلدار درختوں کو کٹتا ہوا دیکھیں گے تو غصہ میں بھر کر لڑائی پر آمادہ ہوں گے اور قلعہ سے باہر آ جائیں گے۔ خدا فرماتا ہے۔

مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِّیْنَۃٍ اَوْ تَرَکْتُمُوْھَا قَآئِمَۃً عَلٰٓی اُصُوْلِھَا فَبِاِذْنِ اللّٰہِ ○

جن درختوں کو تم نے کاٹا یا ان کو ان کی جڑوں پر چھوڑ دیا تو یہ اللہ کی اجازت سے ہے۔

درخت کاٹنے کا حکم نبی کریم ﷺ نے دیا تھا لیکن خدا فرماتا ہے یہ اللہ نے حکم دیا پس

نتیجہ: یہ نکلا کہ نبی کریم ﷺ کا درخت کاٹنے کا حکم خدا کا حکم ہے۔

مخالفین کے سرکردہ مولوی ابن تیمیہ نے لکھا ہے۔

وَقَدْ اَقَامَہُ اللّٰہُ مَقَامَ نَفْسِہٖ فِیْ اَمْرِہٖ وَ نَھْیِہٖ وَاَخْبَارِہٖ وَ بَیَانِہٖ فَلَا یَجُوْزُ

اَنْ یُّفَرِّقَ بَیْنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ فِیْ شَیْءٍ مِّنْ ھٰذِہِ الْاُمُوْرِ ○

(الصارم المسلول، ص ۴۱)

تحقیق اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو اپنا قائم مقام بنایا ہے امر و نہی میں اخبار و بیان میں لہذا یہ جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے درمیان ان امور میں سے کسی امر میں تفریق کی جائے۔

اور علامہ ابن حجر نے لکھا ہے۔

وَاَنَّہٗ خَلِیْفَۃُ اللّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَ خَزَائِنَ کَرَمِہٖ وَمَوَائِدَ نِعَمِہٖ طَوْعَ یَدَیْہِ وَ تَحْتَ اِرَادَتِہٖ یُعْطِیْ مِنْھُمَا مَنْ یَّشَاءُ وَیَمْنَعُ مَنْ یَّشَاءُ ○ (جوہر منظم، ص ۴۲)

رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے وہ خلیفہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی بخشش کے خزانے اور نعمتوں کے دستر خوان آپ کے ہاتھوں کے مطیع اور آپ کے ارادے کے ماتحت کر دیئے ہیں ان میں سے حضور اکرم ﷺ جس کو چاہیں عطا کر دیں اور جس کے لئے چاہیں منع کر دیں۔

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْحَقُّ یہ اس لئے کہ خدا تعالیٰ حق ہے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ جس نے مجھے دیکھا اس نے حق تعالیٰ کو دیکھا۔

نتیجہ: یہ نکلا کہ حضور اکرم ﷺ کا دیدار خدا کا دیدار ہے۔

جسے حق کے دیدار کی آرزو ہو
وہ دیکھے میری جان چہرہ تمہارا
تیرا وصل جنت ترا ہجر دوزخ
تری دید، دید خدا ہے محمدؐ

اب اس سلسلے کی چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث نمبر 1:

حضرت شداد بن ہادی سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر ایمان لایا اور آپ کی اتباع کی اور آپ کے ساتھ ہجرت کی۔ غزوہ حنین یا غزوہ خیبر میں شامل ہوا اور اس کے ذمے یہ کام لگا کہ وہ لشکر اسلام کی سواریاں چرائے جب خدا نے لشکر اسلام کو فتح سے ہمکنار فرمایا اور مال غنیمت تقسیم ہوا تو حضور علیہ السلام نے اس کا حصہ اسے پہنچا دیا اس نے پوچھا۔

مَا هٰذَا فَقَالُوْا قَسْمٌ قَسَمَهُ اللّٰهُ لَكَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ ○

یہ کیا ہے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے کہا یہ تیرے حصے کا مال غنیمت ہے جو اللہ اور رسول اللہ ﷺ نے تقسیم کیا ہے۔ وہ یہ حصہ لے کر رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور کہا کہ میں اس لئے تو مسلمان نہیں ہوا۔ میں تو اس لئے مسلمان ہوا ہوں کہ میرے یہاں تیر لگے اور اشارہ کیا اپنے حلق کی طرف اور میں جنت میں داخل ہو جاؤں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اگر تو سچا ہے تو خدا تیری یہ آرزو پوری کرے گا بعد میں وہ ایک جنگ میں شہید ہو گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اسے اٹھا کر حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں لائے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا یہ وہی ہے عرض کی ہاں پھر آپ ﷺ نے اسے اپنے جبے میں کفن دیا پھر نماز جنازہ پڑھائی پھر حضور اکرم ﷺ نے دعا مانگی۔

اَللّٰهُمَّ هٰذَا عَبْدُكَ خَرَجَ مُهَاجِرًا فِيْ سَبِيْلِكَ فَقُتِلَ شَهِيْدًا اَنَا عَلَيْهِ شَهِيْدٌ ○

یا اللہ! یہ تیرا بندہ ہے اس نے تیرے راستے میں ہجرت کی ہے اس نے شہادت کی وفات پائی ہے اور میں اس پر گواہ ہوں۔

(مصنف عبدالرزاق، ج ۵، ص ۲۷۶)

مال غنیمت تو رسول اللہ ﷺ نے تقسیم کیا تھا لیکن یہاں کہا گیا یہ خدا اور رسول خدا ﷺ نے تقسیم کیا ہے پس

نتیجہ: یہ نکلا کہ مال غنیمت رسول خدا ﷺ کا تقسیم کرنا خدا کا تقسیم کرنا ہے۔

حدیث نمبر 2:

حضرت مالک فرماتے ہیں کہ میں نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ کو سونے کی انگوٹھی پہنے دیکھا لوگ ان سے کہتے آپ سونے کی انگوٹھی کیوں پہنتے ہیں حالانکہ رسول خدا ﷺ نے اس سے منع کیا ہے۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ نے کہا ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے۔ حضور اکرم ﷺ کے سامنے مال غنیمت، غلام و متاع حاضر تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے مال تقسیم کیا سب کچھ بانٹ دیا۔ یہ انگوٹھی باقی رہ گئی حضرت رسول پاک ﷺ نے نظر اٹھا کر اپنے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو دیکھا پھر نگاہ نیچی کر لی پھر نظر اٹھا کر ملاحظہ فرمایا پھر نگاہ نیچی کر لی پھر نگاہ اٹھا کر دیکھا اور مجھے بلایا میں حاضر ہو کر آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ سید اکرم نے یہ انگوٹھی لے کر میرے کلائی تھامی اور فرمایا۔

اِلْبَسْ مَا كَسَاكَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ○

پہن لو جو تمہیں اللہ اور اس کا رسول پہناتے ہیں۔ میں اسے کیسے اتار دوں جس کو رسول خدا ﷺ نے پہنایا ہے۔ (مسند امام احمد، ج ۴، ص ۲۹۴)

مقام غور ہے کہ انگوٹھی تو رسول خدا ﷺ نے پہنائی تھی لیکن فرمایا گیا جو خدا اور اس کا رسول پہناتے ہیں پس۔

نتیجہ: یہ نکلا کہ حضور اکرم ﷺ کا انگوٹھی پہنانا خدا کا پہنانا ہے۔

حدیث نمبر 3:

حضرت اسماء بنت عمیس فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مقام صہبا پر

ظہر کی نماز ادا فرمائی اور حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کو کسی کام کے لئے بھیج دیا جس وقت وہ واپس آئے رسول خدا نماز عصر ادا فرما چکے تھے۔ آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی گود میں سر رکھا اور آرام فرمانے لگے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جنبش تک نہ کی یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے تو فرمایا اے علی (رضی اللہ عنہ)! کیا تم نے نماز عصر ادا کر لی ہے انہوں نے عرض کی نہیں اس پر حضور علیہ السلام نے دعا مانگی۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّہٗ کَانَ فِیْ طَاعَتِکَ وَطَاعَتِ رَسُوْلِکَ فَارْدُدْ عَلَیْہِ الشَّمْسَ ○

اے اللہ! علی رضی اللہ عنہ تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھا اس پر سورج کو واپس لوٹا دے۔

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں نے دیکھا کہ سورج غروب ہونے کے بعد پھر طلوع ہو گیا۔ یہاں تک کہ پہاڑوں اور زمین پر دھوپ چمکنے لگی حضرت علی کرم اللہ وجہہ اٹھے اور وضو کر کے نماز پڑھی پھر سورج غروب ہو گیا۔ (زرقانی شریف، ج ۵، ص ۱۱۶)

زمیں پر عرش اعلیٰ کے نشاں معلوم ہوتے تھے
علیؓ کی گود میں دونوں جہاں معلوم ہوتے تھے
مے روحانیت کے جام سے مخمور بیٹھا تھا
چھپا کر آج پہلو میں خدا کا نور بیٹھا تھا

اس حدیث سے پتہ چلا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں مصروف کار تھے لیکن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ! علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھا پس:

نتیجہ: یہ نکلا کہ رسول خدا کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے۔

حدیث نمبر 4:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تورات کا ایک نسخہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں لائے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ یہ تورات کا نسخہ ہے۔ رسول خدا خاموش رہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تورات کو پڑھنا شروع کر دیا اور رسول اللہ ﷺ کا چہرہ متغیر ہونا شروع ہوا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھ کر کہا اے عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! گم کریں تجھے گم کرنے والیاں کیا تم حضور اکرم ﷺ کے چہرے کو نہیں دیکھتے۔

فَنَظَرَ عُمَرُ اِلٰی وَجْهِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ غَضَبِ اللّٰهِ وَغَضَبِ رَسُوْلِهٖ رَضِيْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَّ بِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَوْ بَدَا لَكُمْ مُوْسٰی فَاتَّبَعْتُمُوْهُ وَتَرَكْتُمُوْنِيْ لَضَلَلْتُمْ عَنْ سَوَاءِ السَّبِيْلِ ۝ (دارمی، ج۱، ص ۸۵)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے رخ انور کو دیکھا اور کہا میں اللہ سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ناراضگی سے پناہ مانگتا ہوں ہم اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور محمد مصطفےٰ ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہو گئے۔ رسول خدا ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں حضرت محمد ﷺ کی جان ہے اگر تمہارے سامنے حضرت موسیٰ علیہ السلام ظاہر ہو جائیں اور تم مجھے چھوڑ کر ان کی پیروی کرنے لگو تو تم سیدھے راستے سے بھٹک جاؤ۔

اس حدیث پر غور کریں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے تورات پڑھنے سے نبی کریم ﷺ ناراض ہوئے تھے لیکن فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں خدا اور مصطفےٰ ﷺ کی ناراضگی سے پناہ مانگتا ہوں پس

نتیجہ: یہ نکلا کہ رسول خدا ﷺ کی ناراضگی خدا کی ناراضگی ہے۔

حدیث نمبر 5:

غزوہ احد کے موقع پر عتبہ بن ابی وقاص نے پتھر مار کر دائیں طرف کا نچلا دانت توڑ ڈالا اور نچلا ہونٹ زخمی کر دیا۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے یوں دعا مانگی یا اللہ! ایک سال نہ گزرنے پائے کہ عتبہ بن ابی وقاص کفر کی حالت میں مر جائے۔ خدا تعالیٰ نے آپ ﷺ کی دعا کو قبول فرمایا اور اسی دن وہ واصل جہنم ہوا اور وہ اس طرح کہ حاطب بن ابی بلتعہ نے عتبہ بن ابی وقاص کی یہ ساری کارروائی دیکھی تھی۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! عتبہ کس طرف گیا ہے نبی پاک علیہ السلام نے اشارہ کر کے فرمایا اس طرف۔ حضرت حاطب نے اس کو جا لیا اور اس پر حملہ کر کے اسے واصل جہنم کر دیا اس کا گھوڑا اور تلوار لا کر آپ کی بارگاہ میں پیش کر دی۔ آپ نے حاطب بن ابی بلتعہ سے فرمایا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْکَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْکَ خدا تجھ سے راضی ہو گیا خدا تجھ سے راضی ہو گیا۔ (سیرت حلبیہ، ج ۲، ص ۲۴۶)

عتبہ کے قتل پر حضور اکرم ﷺ راضی ہوئے لیکن حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تجھ سے خدا راضی ہو گیا پس۔

نتیجہ: یہ نکلا کہ نبی کریم ﷺ کے راضی ہونے سے خدا راضی ہو جاتا ہے۔ نبی کا راضی ہونا خدا کا راضی ہونا ہے۔

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ○

اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں اس آیت کریمہ سے پتہ چلا کہ خدا تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنا خلیفہ بنایا ایک اور مقام پر ارشاد خداوندی ہے۔

یَا دَاوُدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ ○

اے داؤد علیہ السلام! ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت داؤد علیہ السلام زمین میں خدا کے خلیفہ ہیں ہمارے نبی کریم سید المرسلین ہیں لہذا آپ خدا تعالیٰ کے زمین پر سب سے بڑے خلیفہ ہیں۔

قرآن وحدیث کے ان متذکرہ دلائل سے روز روشن کی طرح ظاہر ہو گیا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے۔ آپ کا فیصلہ خدا کا فیصلہ ہے۔ حضور کا کنکریاں پھینکنا خدا کا کنکریاں پھینکنا ہے۔ آپ سے بیعت خدا سے بیعت ہے۔ آپ کا بلانا خدا تعالیٰ کا بلانا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خریدنا خدا کا خریدنا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت خدا کو اذیت ہے۔ آپ کا درخت کاٹنے کا حکم خدا کا حکم ہے۔ آپ کا دیدار خدا کا دیدار ہے۔ آپ کا مال غنیمت تقسیم کرنا خدا کا تقسیم کرنا ہے۔ آپ کا انگوٹھی پہنانا خدا کا پہنانا ہے۔ آپ کا ناراض ہونا خدا کا ناراض ہونا ہے اور آپ کا راضی ہونا خدا کا راضی ہونا ہے پس ثابت ہوا کہ آپ خدا تعالیٰ کے خلیفہ اعظم نائب مطلق اور خدا تعالیٰ کے بنانے سے خدا تعالیٰ کے قائم مقام ہیں اور نائب میں اصل کے کمالات کی جھلک موجود ہوتی ہے لہذا آپ خدا تعالیٰ کی عطا سے مشکل کشا بھی ہیں حاجت روا بھی ہیں مددگار بھی ہیں اور خدا کی عطا سے عِلْمِ مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ کا کل علم بھی جانتے ہیں تفصیل ملاحظہ ہو۔

مشکل کشا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم:

خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ○

نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر

رحمت سبب ہے دفع بلا و زحمت اور حل مشکلات کا اس لئے آپ ہر مخلوق کے لئے مشکل کشا ہیں مثلاً چار ہزار سال سے اور دوسری روایت میں ایک ہزار سال سے چار مقرب فرشتوں میں چار مسائل میں بحث ہو رہی تھی لیکن اس کو حل نہ کر سکے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی ان فرشتوں کو یقین ہوا کہ یہ مشکل مسائل آپ ہی سے حل ہو سکیں گے تو ان سب نے مشکل کشائی کے لئے نیاز و زاری سے استدعا کی پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو اپنی طرف بلایا اور فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَاۤ اَوْحٰی کے مقام سے مشرف فرمایا اور وہاں جو وحی ہوئی ان میں سے ایک یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے رب کو احسن صورت میں دیکھا پھر فرمایا وہ کون سے مسائل ہیں جن میں مقرب فرشتے بحث کر رہے ہیں میں نے کہا اے میرے رب تو بہتر جانتا ہے پس اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا۔ حتیٰ کہ ان کی ٹھنڈک کا اثر میں نے اپنے سینے میں پایا اس کے بعد فرمایا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ جانتے ہیں کہ مقرب فرشتے کن مسائل میں بحث کر رہے ہیں میں نے عرض کی ہاں وہ کفارات منجیات درجات اور مہلکات ہیں۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا تو نے سچ کہا اے پیارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے خطاب کر کے فرمایا:

یَا مَلَآئِکَتِیْ وَجَدْتُّمْ حَلَّالَ الْمُشْکِلَاتِ فَاسْئَلُوْٓا اَشْکَالَکُمْ ○

اے میرے فرشتو! تم نے مشکلات کا حل پالیا پس تم اپنے اشکال حل کرالو۔

اس پر حضرت اسرافیل علیہ السلام نے عرض کی کفارات کیا ہیں؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ تین کام ہیں ایک سخت سردی میں مکمل وضو کرنا۔ دوسرا نماز باجماعت کے لئے پیدل چل کر جانا۔ تیسرا ایک نماز کی ادائیگی کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا پھر حضرت میکائیل علیہ السلام نے عرض کی درجات کیا ہیں؟ حضور

اکرم ﷺ نے فرمایا بھوکوں کو کھانا کھلانا اور سلام لوگوں میں عام کرنا اور رات کے وقت نماز پڑھنا جب کہ لوگ محو خواب ہوں۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی منجیات کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ظاہری اور پوشیدہ خوف خدا اور امیری و غربت میں میانہ روی اور غصہ اور خوشی میں انصاف کرنا پھر حضرت عزرائیل علیہ السلام نے عرض کی مہلکات کیا ہیں فرمایا بخل کی اطاعت کی جائے نفسانی خواہشات کی پیروی کرنا اور خود پسندی۔

(خرپوتی، ص ۱۷۱)(بریقہ محمدیہ شرح طریقہ محمدیہ، ج ۲، ص ۲۳۷)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ:

(۱) ہمارے نبی کریم ﷺ نوری فرشتوں کے لئے مشکل کشا ہیں جو رسول نوریوں کے لئے مشکل کشا ہیں وہ ہم خاکیوں کے لئے بھی مشکل کشا ہو سکتے ہیں۔

یاخدا یا مصطفیٰ مشکل میں دونوں نام لو
حاجتیں بر آئیں گی تاثیر ہے دونوں کی ایک
اس نے پھیرا دل تو اس نے دولت ایمان دی
یہ خدا وہ مصطفیٰ تدبیر ہے دونوں کی ایک

(۲) حقیقی مشکل کشا اللہ تعالیٰ ہے لیکن اس کی عطا سے رسول اللہ ﷺ بھی مشکل کشا ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا اے فرشتو! میرے محبوب سے اپنی مشکلات حل کرالو اور پھر حضور اکرم ﷺ نے ان مقرب ملائکہ کی مشکل بحث کا حل پیش فرمایا۔

(۳) مقرب فرشتے چار ہزار سال تک ان مسائل میں بحث کرتے رہے تھے انہوں نے اس عرصے میں یہ نہیں کہا کہ یا اللہ! ہماری ان مشکلات کو حل فرما دے اگر وہ اللہ کی بارگاہ میں عرض کرتے تو خدا تعالیٰ یقیناً ان کی مشکل باتوں کو حل فرما

دیتا لیکن انہوں نے اپنی مشکلات امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے حل کرائیں جس سے معلوم ہوا کہ ان نوریوں کا عقیدہ تھا کہ خدا تعالیٰ نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مشکل کشا بنایا ہے اور یہی ہمارا عقیدہ ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشکل کشا ہونے میں ہمارا عقیدہ نوریوں والا ہے ناریوں والا نہیں ہے ہمیں اس عقیدے پر ناز کرنا چاہئے۔ مخالفین کے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے بھی ہماری تائید میں کہا ہے۔

سخت مشکل میں پھنسا ہوں آج کل
اے میرے مشکل کشا فریاد ہے

اہل قبور کے لئے مشکل کشا:

مثال نمبر 1:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں پر گزرے جن میں عذاب ہو رہا تھا فرمایا ان دونوں آدمیوں کو عذاب دیا جا رہا ہے اور عذاب کسی دشوار بات میں نہیں ہے ان میں سے ایک تو پیشاب سے نہ بچتا تھا اور دوسرا چغلی کیا کرتا تھا پھر ایک تر شاخ لے کر اس کو آدھا آدھا چیرا ہر قبر پر ایک ایک کو گاڑ دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے یہ کیوں کیا فرمایا کہ جب تک یہ ٹکڑے خشک نہ ہوں گے ان دونوں کے عذاب میں کمی کی جائے گی۔ (بخاری و مسلم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ:

(ا) وہ دونوں اہل قبور عذاب میں گرفتار تھے حضور علیہ السلام نے اپنے فعل سے ان کی مشکل کو حل فرما دیا جو اس بات کی بین دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اہل قبور کے

لئے بھی مشکل کشا ہیں۔

(۲) آپ نے منوں مٹی کے نیچے قبروں میں دیکھ لیا کہ ان کو عذاب ہو رہا ہے معلوم ہوا کہ مٹی کی کثافت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ کے لئے رکاوٹ نہیں بن سکتی۔

(۳) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسباب عذاب بیان فرما دیئے جو اس بات کی دلیل ہے کہ امت کے اعمال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوشیدہ نہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے اعمال سے مکمل واقف ہیں۔

مثال نمبر 2:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ هٰذِهِ الْقُبُوْرَ مَمْلُوْءَةٌ عَلٰى اَهْلِهَا ظُلْمَةٌ وَاِنِّىْ اُنَوِّرُهَا بِصَلَاتِىْ عَلَيْهِمْ ○ (مسلم شریف)

بے شک یہ قبریں اپنے ساکنوں پر اندھیرے سے بھری ہوئی ہیں اور میں اپنی نماز سے انہیں روشن کرتا ہوں۔

اس حدیث سے پتہ چلا کہ:

(۱) قبروں کی تاریکی کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز سے دور فرما کر ان کو نور علی نور کر دیتے ہیں جو آپ کے مشکل کشا ہونے کی واضح دلیل ہے۔

(۲) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت باصرہ کا یہ کتنا بڑا کمال ہے کہ منوں مٹی کے نیچے قبر کی کیفیت کو جانتے ہیں کہ کس قبر میں تاریکی ہے اور کس میں روشنی ہے۔

(۳) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ امتی کے لئے قبر میں باعث نور و ضیاء ہے امتی کی قبر روشن ہو جاتی ہے تاریکیاں دور ہو جاتی ہیں۔

مثال نمبر 3:

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابو طالب کو کیا نفع پہنچایا۔ خدا کی قسم وہ آپ کی حمایت کرتا تھا۔ آپ کے لئے لوگوں سے لڑتا جھگڑتا تھا۔ آپ نے فرمایا:

وَجَدْتُهُ فِي غَمَرَاتٍ مِّنَ النَّارِ فَأَخْرَجْتُهُ إِلَى ضَحْضَاحٍ○

(بخاری مسلم)

میں نے اسے سراپا آگ میں ڈوبا ہوا پایا تو اسے میں نے کھینچ کر پاؤں تک کی آگ میں کر دیا اس حدیث سے معلوم ہوا:

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابو طالب کی یہ مشکل کشائی فرمائی کہ ان کے عذاب میں خاصی تخفیف کر دی کیونکہ کہاں سرتاپا آگ اور کہاں پاؤں تک کی آگ۔

(۲) اس حدیث سے پتہ چلا کہ ابو طالب کا خاتمہ ایمان پر نہیں ہوا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر کرم فرمایا اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کافروں کے لئے بھی رحمت بن کر آئے ہیں۔

(۳) خدا تعالیٰ نے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مختار بنا کر بھیجا ہے جس کی بنا پر آپ نے ابو طالب کو سرتاپا آگ سے نکالا۔

کھول دے دل میں در علم حقیقت میرے رب
ہادی عالم علیؓ مشکل کشا کے واسطے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرشتوں کے بھی رسول ہیں:

آپ یقیناً ملائکہ کے بھی رسول بن کر آئے ہیں دلائل ملاحظہ ہوں۔

دلیل نمبر 1:

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

تَبَارَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا ۝

پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے پر فرقان نازل فرمایا تاکہ وہ تمام جہانوں کا نذیر ہو جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ تمام جہانوں کے نبی ہیں کیونکہ نذیر ہونا نبی کی صفت ہے اور تمام جہانوں میں فرشتے بھی ہیں لہذا آپ فرشتوں کے بھی رسول ہیں۔

دلیل نمبر 2:

حضرت اسرافیل علیہ السلام آسمانوں پر اذان دیتے ہیں اور حضرت میکائیل علیہ السلام بیت المعمور میں امامت کراتے ہیں اور باقی فرشتے نماز پڑھتے ہیں معلوم ہوا کہ وہ ہماری طرح اذان دیتے ہیں اور ہماری طرح نماز پڑھتے ہیں اس لئے جیسے ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں وہ بھی آپ کے امتی ہیں لہذا ثابت ہوا کہ آپ فرشتوں کے بھی نبی ہیں۔

دلیل نمبر 3:

اگر کوئی آدمی جنگل میں اکیلا نماز پڑھتا ہے تو اس کے پیچھے دو فرشتے نماز پڑھتے ہیں اور اگر وہ آدمی:

فَاِنْ اَذَّنَ وَ اَقَامَ صَلّٰی خَلْفَهٗ مِنَ الْمَلَآئِكَةِ مَالَا یَرٰی طَرْفَاهُ یَرْكَعُوْنَ بِرُكُوْعِهٖ وَ یَسْجُدُوْنَ بِسُجُوْدِهٖ وَ یُؤَمِّنُوْنَ عَلٰی دُعَائِهٖ ۝

اذان اور اقامت کہہ کر نماز پڑھتا ہے تو اس کے پیچھے دونوں طرف حد نگاہ تک فرشتے نماز پڑھتے ہیں جو اس کے رکوع کے ساتھ رکوع اور سجدے کے

ساتھ سجدہ کرتے ہیں اور اس کی دعا پر آمین کہتے ہیں۔

اس حدیث سے بھی پتہ چلا فرشتے ہماری طرح نماز ادا کرتے ہیں کیونکہ وہ ہماری طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں۔

دلیل نمبر 4:

حضور علیہ السلام نے فرمایا:

فَاَمَّا وَزِیْرَایَ مِنْ اَھْلِ السَّمَاءِ فَجِبْرِیْلُ وَ مِیْکَائِیْلُ وَاَمَّا وَزِیْرَایَ مِنْ اَھْلِ الْاَرْضِ فَاَبُوْبَکْرٍ وَّ عُمَرَ ○

میرے آسمانوں کے دو وزیر جبرائیل اور میکائیل علیہم السلام ہیں اور زمین کے دو وزیر صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ہیں اور وزیر بادشاہ کی اتباع کرنے والے ہوتے ہیں لہذا جبرائیل و میکائیل علیہم السلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں یا یوں کہئے کہ حضور علیہ السلام ان کے بھی رسول ہیں۔

دلیل نمبر 5:

حضرت عبادہ بن صامت اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین فرماتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی کا نقش "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" تھا جس سے ثابت ہوا کہ آپ انبیاء کے بھی رسول ہیں اور انبیاء علیہم السلام فرشتوں سے افضل ہیں لہذا آپ فرشتوں کے بھی رسول ہیں پھر مسلم شریف کی حدیث ہے اُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَافَّۃً میں ساری مخلوق کا رسول ہوں اور فرشتے بھی مخلوق ہیں لہذا فرشتوں کے بھی رسول ہیں۔

(الحاوی للفتاویٰ، ج ۲، ص ۱۴۱ تا ج ۲، ص ۱۴۶)

جیسے سب کا خدا ہے ویسے ہی
ان کا ان کا تمہارا ہمارا نبی

جب یہ ثابت ہوا کہ فرشتے ہمارے نبی کریم ﷺ کے امتی ہیں تو اب سنئے کہ بعض فرشتے بھی مشکل کشا ہیں۔ مثلاً جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو زخمی کر دیا گیا تو آپ نے فرمایا ان چھ میں سے کسی کو خلیفہ مقرر کر لو۔ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی ابا جان لوگ ان چھ آدمیوں کو پسند نہیں کرتے۔ آپ نے فرمایا مجھے سہارا دے کر بٹھا دو پھر فرمایا لوگ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں میں نے رسول اکرم ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا جب عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی وفات ہو گی تو ان کی نماز جنازہ فرشتے پڑھیں گے میں نے عرض کی یہ عثمان رضی اللہ عنہ کی خاصیت ہے یا یہ حکم عام لوگوں کے لئے ہے۔ فرمایا یہ صرف عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے ہے۔ پھر فرمایا لوگ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ حضور علیہ السلام کو شدت کی بھوک تھی۔ عبدالرحمٰن بن عوف دو روٹیاں گھی والی لائے اور آپ کی خدمت میں پیش کر دیں۔ آپ نے فرمایا یا اللہ تعالیٰ! تیری دنیا کے لئے کافی ہے اور تیری آخرت کا میں ضامن ہوں پھر فرمایا حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں لوگ کیا کہتے ہیں ایک سخت سرد رات میں نبی کریم ﷺ کی سواری کا کجاوہ گر پڑا۔ آپ نے فرمایا جو اس کجاوہ کو درست کر دے اس کے لئے جنت ہے۔ حضرت طلحہ نے وہ کجاوہ درست کر دیا نبی کریم ﷺ نے فرمایا لَكَ الْجَنَّةُ عَلَيَّ يَا طَلْحَةُ اے طلحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! تیرے لئے جنت میرے ذمے ہے۔

اور ایک روایت میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے طلحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! یہ جبرائیل علیہ السلام تمہیں سلام کہتے ہیں اور کہتے ہیں اَنَا مَعَكَ فِيْ اَهْوَالِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ حَتّٰى اُنْجِيَكَ مِنْهَا○

میں قیامت کے دن ہولناک مناظر میں تمہارے ساتھ ہوں گا یہاں

تک کہ میں ان سے تمہیں نجات دوں گا پھر فرمایا لوگ زبیر بن العوام کے بارے میں کیا کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ محو خواب ہیں اور حضرت زبیر بیدار ہونے تک آپ کو پنکھا جھلتے رہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کب سے پنکھا جھل رہے ہو عرض کی جب سے آپ ﷺ سوئے ہوئے ہیں آپ نے فرمایا یہ جبرائیل علیہ السلام تمہیں سلام کہتے ہیں۔ اور کہتے ہیں اَنَا مَعَكَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ حَتّٰی اَذُبَّ عَنْ وَجْهِكَ جَهَنَّمَ ○

میں قیامت کے دن تمہارے ساتھ رہوں گا یہاں تک کہ تیرے چہرے سے جہنم کو دور کر دوں گا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں لوگ کیا کہتے ہیں میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا اے علی (کرم اللہ وجہہ)! اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دو قیامت کے دن جہاں میں داخل ہوں گا تو بھی میرے ساتھ داخل ہو گا پھر فرمایا لوگ سعد بن ابی وقاص کے بارے میں کیا کہتے ہیں میں نے بدر کے دن دیکھا کہ نبی کریم ﷺ نے چودہ مرتبہ تیر کمان میں رکھ کر سعد بن ابی وقاص کو دیا اور فرمایا میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہو جائیں تیر چلاؤ۔

(کنز العمال، ج ۱۳، ص ۲۴۶) (طبرانی اوسط، ج ۴، ص ۱۲۳)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ:

(۱) قیامت کے دن حضرت جبرائیل امین علیہ السلام حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے ہولناک مناظر دور کر کے اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے شر جہنم دور کر کے ان کی مشکل کشائی فرمائیں گے اور علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی نے جواہر البحار میں لکھا ہے کہ اِنَّمَا جِبْرِیْلُ خُلِقَ لِخِدْمَةِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام کی تخلیق ہمارے نبی کی خدمت کے لئے ہوئی ہے۔

محمدؐ کا اعلیٰ مقام اللہ اللہ
ہے جبریل ان کا غلام اللہ اللہ

جب حضور اکرم ﷺ کا غلام جبرائیل علیہ السلام مشکل کشا ہے تو آقا حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ یقیناً مشکل کشا ہیں۔

(۲) حضور علیہ السلام نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تیرے لئے جنت میرے ذمے ہے پتہ چلا کہ خدا تعالیٰ نے جنت آپ کی ملکیت میں دے دی ہے۔آپ جس کو چاہیں جنت عطا فرما دیں بلکہ امام ابن سبع نے لکھا ہے کہ:

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی اَقْطَعَہٗ اَرْضَ الْجَنَّۃِ یُعْطِی مِنْھَا مَاشَاءَ لِمَنْ یَّشَاءَ ○

خدا تعالیٰ نے جنت حضور اکرم ﷺ کی جاگیر بنا دی ہے۔آپ جنتی جنت جس کو چاہیں عطا کر دیں۔

تجھ سے اور جنت سے کیا مطلب وہابی دور ہو
ہم رسول اللہؐ کے جنت رسول اللہؐ کی

(۳) علماء کرام فرماتے ہیں جو آدمی جس نعمت الٰہی کا منکر ہوتا ہے وہ اس نعمت سے محروم کر دیا جاتا ہے مثلاً حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

شَفَاعَتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ حَقٌّ فَمَنْ لَّمْ یُؤْمِنْ بِھَا لَمْ یَکُنْ مِنْ اَھْلِھَا○

میری شفاعت قیامت کے دن حق ہے جو اس پر ایمان نہیں رکھتا وہ میری شفاعت کا مستحق نہیں۔لہٰذا جن کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ دافع البلاء اور مشکل کشا نہیں حضور اکرم ﷺ واقعی ان کے مشکل کشا نہیں۔ حضور اکرم ﷺ صرف ان کے لئے مشکل کشا ہیں جن کا عقیدہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو مشکل کشائی کا وصف عطا کیا ہے۔

حضور اکرم ﷺ کی حدیث ہے کہ جب مسلمان کسی مسلمان کا دل خوش

کرتا ہے تو اللہ اس خوشی سے ایک فرشتہ پیدا فرماتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت تمجید اور توحید بیان کرتا ہے جب وہ مسلمان اپنی قبر میں جاتا ہے اس کے پاس آ کر کہتا ہے کیا تو مجھے نہیں پہچانتا وہ مسلمان کہتا ہے تو کون ہے یہ فرشتہ کہتا ہے میں وہ خوشی ہوں جو تو نے فلاں مسلمان کے دل میں داخل کی تھی۔

اَنَا الْیَوْمَ اُوْنِسُ وَحْشَتَکَ وَاُلَقِّنُکَ حُجَّتَکَ وَاُثَبِّتُکَ بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ اَشْهَدُکَ مُشَاهِدَکَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَاُرِیْکَ مَنْزِلَکَ مِنَ الْجَنَّةِ ○

میں تیرا جی بہلا کر تیری وحشت دور کروں گا میں تجھے تیری حجت سکھاؤں گا تجھے محشر کی بارگاہ میں لے جاؤں گا میں تیرے رب کے حضور تیری شفاعت کروں گا میں تجھے جنت میں تیرا مکان دکھاؤں گا۔

(الامن والعلیٰ، ص ۲۵۳)

مقام غور ہے کہ وہ فرشتہ قبر کی تنہائی میں اس مسلمان کی گھبراہٹ دور کرے گا اور قبر میں نکیرین کے سوالات کے وقت اس کی مدد کرے گا تا کہ وہ ان سوالات کے جوابات درست دے سکے۔ پھر قیامت کی فزع اکبر اور ہولناک منظر سے اس کی نجات کا سبب بنے گا یہ سب باتیں اس بات کی دلیل ہیں کہ وہ فرشتہ اس مسلمان کے لئے مشکل کشا ثابت ہو گا جب حضور اکرم ﷺ کا امتی مشکل کشا ثابت ہوسکتا ہے تو آقا محمد ﷺ تو یقیناً مشکل کشا ہیں۔

ایک مرتبہ امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ حضرت ام کلثوم دختر امیر المومنین مولا علی کرم اللہ وجہہ کو بلایا اور ان کو روتے ہوئے پایا سبب پوچھا کیا امیر المومنین یہ یہودی بنی کعب احبار کہتا ہے کہ آپ جہنم کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر ہیں۔ امیر المومنین نے فرمایا جو خدا چاہے خدا کی قسم! بے شک مجھے امید ہے کہ مجھے میرے رب نے سعید پیدا فرمایا ہے۔

پھر حضرت کعب احبار کو بلا بھیجا انہوں نے حاضر ہو کر عرض کی مجھ پر جلدی نہ فرمائیں قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ذی الحجہ کا مہینہ گزرنے نہ پائے گا کہ آپ جنت میں تشریف لے جائیں گے فرمایا یہ کیا بات ہوئی کبھی جنت میں کبھی دوزخ میں عرض کی یا امیر المومنین قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے آپ کو کتاب اللہ میں جہنم کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر پاتے ہیں کہ آپ لوگوں کو جہنم میں گرنے سے روکے ہوئے ہیں جب آپ کا انتقال ہوگا تو لوگ قیامت تک جہنم میں گریں گے۔ (طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۳۳۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا وجود اقدس مسلمانوں کیلئے ایک نعمت غیر مترقبہ تھا کہ لوگوں کو جہنم میں گرنے سے روکے ہوئے تھا گویا ان کے حق میں مشکل کشا تھا دافع البلاء تھا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے ایک خلیفہ مشکل کشا ہیں تو آپ بطریق اولیٰ اس وصف سے متصف ہیں۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے آپ نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں تین سو اولیاء کرام ہیں کہ ان کے دل قلب حضرت آدم علیہ السلام پر ہیں اور چالیس کے دل قلب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور سات کے دل قلب حضرت ابراہیم علیہ السلام اور پانچ کے دل قلب حضرت جبرائیل علیہ السلام اور تین کے دل قلب حضرت میکائیل علیہ السلام اور ایک کا دل قلب حضرت اسرافیل علیہ السلام پر ہے۔ جب وہ ایک مرتا ہے تو تین میں سے اس کا قائم مقام بنا دیا جاتا ہے اور جب ان تین میں سے کوئی مرتا ہے تو پانچ میں سے اس کا بدل کر دیا جاتا ہے اور پانچ کا عوض سات اور سات کا عوض چالیس میں سے اور چالیس کا تین سو میں اور تین سو کا بدل عام مسلمانوں سے کر دیا جاتا ہے۔

فِيهِمْ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَيُمْطِرُ وَيُنْبِتُ وَيَدْفَعُ الْبَلَاءَ ○

ترجمہ: اور ان تین سو چھپن اولیاء سے موت و حیات بارش کا ہونا نباتات کا اگنا اور بلاؤں کا دفع ہونا ہوا کرتا ہے۔

(حلیۃ الاولیاء۔ابن عساکر۔ج ۲،ص ۲۴۷ الحاوی للفتاویٰ)

اس حدیث سے پتہ چلا کہ ان تین سو چھپن اولیاء کرام کی برکت اور وسیلے سے لوگوں کو موت اور زندگی عطا ہوتی ہے ان پر بارش نازل ہوتی ہے نباتات گندم وغیرہ اگتی ہے لوگوں کی بلائیں دور ہوتی ہیں ان کی مشکلات دور ہوتی ہیں۔

ہر مشکل دی کنجی یارو اپناں ہتھ مرداں دے آئی
مرد نگاہ کرے اک واری تے مشکل روے نہ کائی

ایک حدیث قدسی میں ہے خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنِّی لَاَهُمُّ بِاَهْلِ الْاَرْضِ عَذَابًا فَاِذَا انْظُرْتُ اِلٰی عِمَارِ بُیُوْتِی وَالْمُتَحَابِیْنَ فِیَّ وَالْمُسْتَغْفِرِیْنَ بِالْاَسْحَارِ صُرِفْتُ عَذَابِیْ عَنْهُمْ بِهِمْ ○

(شعب الایمان)

میں اہل زمین پر عذاب نازل کرنے کا ارادہ کرتا ہوں لیکن جب میں ان لوگوں کو دیکھتا ہوں جو میرے گھر آباد کرتے ہیں اور میرے لئے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اور سحری کے وقت استغفار کرتے ہیں تو ان سے اپنا عذاب پھیر لیتا ہوں ان لوگوں کے وسیلے سے۔

معلوم ہوا کہ مساجد کو آباد کرنے والے خدا کے لئے ایک دوسرے سے محبت کرنے والے اور رات کے وقت استغفار کرنے والے وہ بابرکت لوگ ہیں جن کی وجہ سے آنے والا عذاب ٹل جاتا ہے اور لوگوں کو مشکلات کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔

مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کا

واقعہ لکھا ہے کہ:

فرمایا ایک بار مجھے ایک مشکل پیش تھی اور حل نہ ہوتی تھی میں نے حطیم میں کھڑے ہو کر کہا تم لوگ تین سو ساٹھ یا کم زیادہ اولیاء اللہ یہاں رہتے ہو اور تم سے کسی غریب کی مشکل حل نہیں ہوتی تو پھر تم کس مرض کی دوا ہو یہ کہہ کر میں نے نماز نفل شروع کر دی میرے نماز شروع کرتے ہی ایک آدمی کالا سا آیا اور وہ بھی پاس ہی نماز میں مصروف ہو گیا اس کے آنے سے میری مشکل حل ہو گئی جب میں نے نماز ختم کی تو وہ بھی سلام پھیر کر چلا گیا۔ (امداد المشتاق، ص ۱۲۱)

حضور اکرم ﷺ حاجت روا ہیں:

خدا تعالیٰ کی عطا سے آپ ﷺ مخلوق کے حاجت روا ہیں۔ مثلاً حضرت عثمان بن حنیف سے روایت ہے کہ ایک نابینا آدمی نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ عرض کی آپ دعا کریں۔ خدا تعالیٰ مجھے عافیت دے آپ نے فرمایا اگر تو چاہے تو میں تیرے لئے تاخیر کروں اور یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور اگر تو چاہے تو میں دعا کر دوں اس نے عرض کی آپ دعا کر دیں فرمایا جاؤ اچھی طرح وضو کرو پھر دو رکعتیں پڑھ کر یہ دعا مانگو:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَیْكَ بِمُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَةِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ قَدْ تَوَجَّھْتُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ ھٰذِہٖ لِتُقْضٰی لِیْ اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ ـــــ ھٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ (ابن ماجہ، ص ۹۹)

اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور حضرت محمد ﷺ کے وسیلے سے میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں جو رحمت کے نبی ہیں اے محمد ﷺ! میں آپ کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف رجوع کرتا ہوں اس حاجت کے

بارے میں کہ یہ میرے لئے پوری کر دی جائے اے اللہ! ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔

اس حدیث سے پتہ چلا کہ وہ نابینا صحابی حضور اکرم ﷺ کو حاجت روا سمجھ کر اپنی حاجت آپ ﷺ کی بارگاہ میں لایا تھا بلکہ حصن حصین کی ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ لِتُقْضٰی لِیْ صیغہ معروف بھی آیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یا رسول اللہ ﷺ! میری حاجت دور فرمائیں اس صیغہ سے روایت کا مطلب یہ ہوا کہ اس صحابی نے آپ کو حاجت روا سمجھا اور ہمارا بھی یہی عقیدہ ہے معلوم ہوا کہ ہمارا عقیدہ وہی ہے جو صحابیء رسول کا عقیدہ ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی ماں سے کہا کہ مجھ کو اجازت دیجئے کہ میں جا کر حضور اکرم ﷺ کے ساتھ مغرب کی نماز ادا کروں اور پھر آپ کی خدمت میں اپنی اور تمہاری بخشش کی دعا کی درخواست کروں۔ والدہ نے اجازت دی اور میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مغرب کی نماز آپ کے ساتھ ادا کی پھر نوافل پڑھے اس کے بعد عشاء کی نماز پڑھی۔ جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہو کر چلے تو میں بھی آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے چلا آپ نے میرے قدموں کی آہٹ سن کر فرمایا کیا تو حذیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہے؟ میں نے عرض کی ہاں!

قَالَ مَا حَاجَتُكَ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ وَلِاُمِّكَ ○

تیری کیا حاجت ہے خدا تجھے اور تیری والدہ کو بخشے۔

(پھر فرمایا) یہ ایک فرشتہ ہے جو اس رات سے پہلے کبھی زمین پر نازل نہیں ہوا۔

اِسْتَاذَنَ رَبَّهٗ اَنْ يُّسَلِّمَ عَلَيَّ وَيُبَشِّرَنِيْ بِاَنَّ فَاطِمَةَ سَيِّدَةُ نِسَاءِ اَهْلِ

الْجَنَّةِ وَاَنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ○

(مشکوٰۃ، ترمذی، ص ۵۷۰)

اس نے اپنے رب سے اجازت لی کہ وہ مجھ پر سلام پیش کرے اور مجھے بشارت دے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تمام جنتی عورتوں کی سردار ہے اور امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔

اس حدیث سے پتہ چلا کہ

(۱) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دل کے پوشیدہ رازوں سے بھی واقف ہیں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنے آنے کا مقصد ابھی بیان نہیں کیا تھا کہ آپ نے خود ہی بیان فرما دیا کہ خدا تعالیٰ تجھے اور تیری ماں کو بخشے اور یہی ان کے آنے کا مقصد ہے۔

(۲) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا حَاجَتُكَ معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ یہ کوئی حاجت لے کر آیا اور ظاہر ہے کہ حاجت آدمی اس کے پاس لے کر جاتا ہے جسے وہ حاجت روا سمجھتا ہے پتہ چلا حضرت حذیفہ حضور علیہ السلام کو حاجت روا سمجھ کر آپ کی بارگاہ میں آئے تھے۔

(۳) فرشتے نوری مخلوق ہیں فرشتے نے خدا تعالیٰ سے اجازت لی کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام پیش کرے پتہ چلا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہدیہ سلام پیش کرنا نوریوں کا طریقہ ہے ناریوں کا نہیں۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام پڑھتے ہیں خدا فرماتا ہے وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ اور رسولوں پر سلام ہو ثابت ہوا رسولوں پر سلام پڑھنا سنت الٰہیہ بھی ہے۔

(۴) حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تمام جنتی عورتوں کی سردار ہیں اور ان کے شہزادے جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ مومن جب اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے تو

رب تعالیٰ حضرت جبرائیل علیہ السلام سے فرماتا ہے اس کی دعا قبول نہ کرو میں اس کی آواز سننا پسند کرتا ہوں اور جب فاجر دعا کرتا ہے تو خدا حضرت جبرائیل علیہ السلام سے فرماتا ہے:

اِقْضِ حَاجَتَهٗ فَاِنِّیْ لَا اُحِبُّ اَنْ اَسْمَعَ صَوْتَهٗ ○

(مجمع الزوائد، ج ۱۰، ص ۱۵۱)

اس کی حاجت پوری کر دے میں اس کی آواز سننا پسند نہیں کرتا۔

اس حدیث سے پتہ چلا کہ:

(۱) حضرت جبرائیل امین علیہ السلام خدا کی عطا سے حاجت رُوا ہیں کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے اس کی حاجت پوری کر دے جب نبی کریم ﷺ کا امتی حاجت روا ہوسکتا ہے تو نبی کریم ﷺ بطریق اولیٰ حاجت روا ہوسکتے ہیں۔

اب ذرا مخالفین کے گھر کا ایک حوالہ ملاحظہ فرمائیں جو قبر سے حاجت روائی کے بارے میں ہے۔

مولوی اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے کہ:

مولوی معین الدین حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کے سب سے بڑے صاجزادے تھے وہ حضرت مولانا (محمد یعقوب) کی ایک کرامت جو بعد وفات واقع ہوئی بیان فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ ہمارے نانوتہ میں جاڑہ بخار کی بہت کثرت ہوئی سو جو شخص مولانا کی قبر سے مٹی لے کر باندھ لیتا اسے آرام آجاتا بس اس کثرت سے مٹی لے گئے کہ جب بھی قبر پر مٹی ڈالی جائے تب ہی ختم۔ کئی مرتبہ ڈال چکا پریشان ہو کر ایک دفعہ مولانا کی قبر پر جا کر کہا آپ کی تو کرامت ہو گئی اور ہماری مصیبت ہو گئی۔ یاد رکھو اب کوئی اچھا ہوا تو ہم مٹی نہ ڈالیں گے ایسے ہی پڑے رہیو لوگ جوتا پہنے تمہارے اوپر سے گزریں گے بس اسی دن سے

پھر کسی کو آرام نہ ہوا جیسے شہرت آرام کی ہوئی تھی ویسے ہی یہ شہرت ہو گئی کہ اب آرام نہیں ہوتا پھر لوگوں نے مٹی لے جانا بند کر دی۔ (حکایات اولیاء، ص ۳۷۵)

اس واقعہ سے پتہ چلا کہ:

(۱) مولوی یعقوب صاحب کی قبر کی مٹی سے بیماروں کی یہ حاجت روائی ہوتی تھی کہ ان کا بخار اتر جاتا ان کو آرام آ جاتا اگر ایک دیوبندی مولوی کی قبر کی مٹی میں تاثیر ہے تو پھر نبی کریم ﷺ میں کیا تاثیر ہوگی۔

(۲) صاحبزادے نے اپنے باپ کو خطاب کیا معلوم ہوا کہ وہ اپنے باپ کو قبر میں زندہ تصور کرتے تھے پھر نبی کی حیات کا کیا کمال ہوگا۔

(۳) صاحب مزار کا اختیار دیکھئے کہ پہلے اپنی قبر کی مٹی میں تاثیر شفا پیدا کر دی اور جب بیٹے کی ناراضگی دیکھی تو تاثیر شفا سلب کر لی لیکن نبی کے بارے میں ان کا عقیدہ ہے کہ:

''جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں''

یہ ہے دیوبندیوں کے ہاں عقیدہ۔

(۴) اگر دیوبندی مولوی یعقوب کی قبر سے فیض جاری ہو سکتا ہے تو حضور داتا صاحب۔ بابا فرید۔ خواجہ معین الدین چشتی۔ اور حضور غوث اعظم کے مزارات سے فیض کیوں نہیں مل سکتا۔

دیو بندیوں میں شرم کا کچھ بھی اثر نہیں
ہے اعتراض غیروں پر اپنی خبر نہیں

اسماعیل دہلوی کے پیر و مرشد سید احمد بریلوی کے بھانجے اور خلیفہ سید محمد علی نے سفر حج کے دوران کا ایک واقعہ لکھا ہے کہ:

اسی اثناء میں آدھی رات کے وقت ہم لوگ وادی سرف میں جہاں ام

المومنین حضرت سیدہ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مزار ہے پہنچے۔ اتفاق کی بات کہ اس دن میں بالکل بھوکا تھا اور جب صبح آنکھ کھلی تو بھوک سے بالکل بے دم ہو چکا تھا۔ میرے چہرے کا چاند گہنا چکا تھا صرف ایک روٹی کے حصول کے لئے ہر کسی کے پاس دوڑا مگر کہیں سے مطلوب حاصل نہ ہوا۔ مجبور ہو کر ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے روضہ پر حاضری دی اور آپ کی قبر انور سے رزق کی بھیک مانگی اور کہا اے میری دادی جان! میں آپ کا مہمان ہوں کھانے کے لئے کوئی چیز عنایت فرمائیں پھر میں نے سلام عرض کیا سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص پڑھ کر اس کا ثواب آپ کی روح کو پہنچایا میں نے آپ کی قبر انور پر سر رکھا ناگاہ اللہ تعالیٰ نے تازہ انگوروں کے دو خوشے میرے ہاتھوں پر ڈال دیئے عجب تماشہ یہ کہ ان دنوں موسم سرما تھا اور کسی جگہ تازہ انگور دستیاب نہ تھے انتہائی حیرت ہوئی ان انگوروں میں سے کچھ وہیں کھائے اور کچھ حجرہ مقدسہ سے باہر جا کر تقسیم کئے۔

(مخزن احمدی، ص ۹۹)

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ:

قضائے حاجت کے لئے قبر پر جانا اور صاحب قبر سے مطلب برآری کی درخواست کرنا جائز ہے۔ جب کہیں سے کھانا میسر نہ ہوا تو ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر سے ملا نیز قبر پر جا کر فاتحہ پڑھنا ایصال ثواب کرنا صاحب قبر سے خطاب کرنا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ صاحب قبر آواز کو سن کر مدد فرما سکتا ہے حاجت روائی کر سکتا ہے یہ سب امور جائز ہیں شرک نہیں۔ یہ ہے ہماری حقانیت کی بین دلیل کہ عقائد ہمارے ہیں اور ثابت ہو رہے ہیں مخالفوں کی کتابوں سے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مددگار ہیں:

علامہ محمود آلوسی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن سلام اور ان کی ایک جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے گھر دور ہیں اور اس مجلس کے سوا ہماری اور کوئی مجلس نہیں ہماری قوم کو جب علم ہوگا کہ ہم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لا چکے ہیں تو وہ ہم سے قطع تعلق کر لیں گے ہمارے ساتھ بات چیت اٹھنا بیٹھنا سلسلہ مناکحت وغیرہ تمام تعلقات منقطع کر لیں گے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ تمہارے مددگار اللہ اور اس کا رسول ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لے گئے کچھ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین قیام میں تھے اور کچھ رکوع میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں میں سے ایک سائل کو دیکھا آپ نے اس سے پوچھا تمہیں کسی شخص نے کچھ دیا ہے سائل نے کہا ہاں چاندی کی ایک انگوٹھی۔ فرمایا کس نے دی ہے وہاں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نماز پڑھ رہے تھے ان کی طرف اشارہ کر کے کہا انہوں نے دی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کس حالت میں؟ سائل نے کہا حالت رکوع میں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشی سے نعرۂ تکبیر بلند فرمایا پھر یہ آیت تلاوت فرمائی:

اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رٰکِعُوْنَ ○

اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اور ایمان والے تمہارے مددگار ہیں جو نماز پڑھتے ہیں اور حالت رکوع میں صدقہ دیتے ہیں۔

(روح المعانی، ج ۴، ص ۱۶۷)

اس آیت سے پتہ چلا کہ:

(۱) خدا تعالیٰ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ مومنوں کے مددگار ہیں اور قیامت تک کے مسلمانوں کے مددگار ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مشکل کشا کہا جاتا ہے۔

بانوئے آں تاجدار ھل اتی
مرتضیٰؓ مشکل کشا شیر خدا

جب وفد ہوازن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے اموال وعیال جو مسلمان غنیمت میں لائے تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگے اور طالب احسان ہوئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

اِذَا صَلَّيْتُ الظُّهْرَ فَقُوْمُوْا فَقُوْلُوْا اِنَّا نَسْتَعِيْنُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ نِسَائِنَا وَاَبْنَائِنَا ○ (نسائی شریف، ج ۲، ص ۱۳۶)

جب میں ظہر کی نماز پڑھ لوں تو تم کھڑے ہو جانا اور کہنا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد مانگتے ہیں۔ مومنین پر اپنی عورتوں اور بچوں کے بارے میں۔

اس حدیث میں غور کرو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ان کو تعلیم فرمائی کہ مجھ سے مدد مانگو اگر آپ مددگار نہ ہوتے تو یہ تعلیم ارشاد نہ فرماتے۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علم مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ کلی طور پر جانتے ہیں۔''

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَا اَصْغَرَ مِنْ ذَالِكَ وَلَا اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ ○

کوئی چیز ذرہ سے چھوٹی ہو یا بڑی لوح محفوظ میں مذکور ہے۔

وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ ○

کوئی تر اور خشک چیز ایسی نہیں جو لوح محفوظ میں نہ ہو۔

كُلُّ صَغِيرٍ وَّ كَبِيرٍ مُّسْتَطَرٌ ○

ہر چھوٹی بڑی چیز لوحِ محفوظ میں لکھی ہوئی ہے۔

وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنَاهُ فِيْ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ○

ہم نے ہر شیء کو لوحِ محفوظ میں محفوظ کر رکھا ہے۔

وَمَا مِنْ غَائِبَةٍ فِي السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِيْ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ ○

زمین و آسمان کا کوئی غیب نہیں جو لوحِ محفوظ میں نہ ہو۔

معلوم ہوا کہ کل شیء کا علم لوحِ محفوظ میں موجود ہے اور لوحِ محفوظ کا علم قرآن میں ہے ارشادِ خداوندی ہے:

وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْآنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتَابِ لَارَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعَالَمِيْنَ ○

یہ قرآن ایسا نہیں کہ اس کو خدا کے سوا کوئی بنا لے وہ اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق ہے اور بلاشبہ تمام جہانوں کے پروردگار کی طرف سے لوحِ محفوظ کی تفصیل ہے۔

ہر چیز کا علم لوحِ محفوظ میں اور لوحِ محفوظ کا علم قرآن اور اب سنئے قرآن کا علم سینہء مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے خدا فرماتا ہے۔ اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ رحمان نے اپنے رسول کو قرآن سکھایا۔ قرآن کریم خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ○

اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ کتاب نازل فرمائی جس میں ہر شے کا بیان ہے۔

ایک اور جگہ خدا تعالیٰ کا فرمان ذیشان اس طرح ہے۔

مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ ○

یہ کوئی گھڑی ہوئی بات نہیں بلکہ پہلی کتابوں کی تصدیق اور کل شیء کی تفصیل ہے۔

پتہ چلا کہ ہر چیز کا علم قرآن کریم میں اور قرآن کریم کا علم سینۂ مصطفےٰ ﷺ میں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ خدا نے کل شیء کا علم حضور اکرم ﷺ کو عطا فرمایا ہے۔

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول فرما کر حضور اکرم ﷺ کی نعت پڑھی جس میں ایک شعر یہ بھی تھا:

فَاَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ لَا رَبَّ غَيْرُهٗ وَاَنَّكَ مَامُوْنٌ عَلٰى غَائِبٍ ○

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی پروردگار نہیں اور خدا کے کل غیب پر آپ ﷺ امین ہیں۔ یہ شعر سن کر حضور اکرم ﷺ بڑے خوش ہوئے۔

(دلائل النبوت، ج ۲، ص ۳۱، دلائل النبوت، ج ۱، ص ۳۳،
خصائص کبریٰ، ج ۱، ص ۳۵۵)

معلوم ہوا کہ یہ عقیدہ رکھنا کہ حضور اکرم ﷺ کل غیب جانتے ہیں ایسا عقیدہ ہے جس سے رسول اکرم ﷺ خوش ہوتے ہیں. الحمد للہ ہمارا بھی یہی عقیدہ ہے لہذا اللہ کا رسول ہم سے خوش ہے۔

تیری نظر میں رائی رائی علم میں ترے ساری خدائی
تجھ کو خدا نے آپ پڑھایا صلی اللہ علیہ وسلم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

خلق عظیم

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ○

ترجمہ: آپ خلق عظیم پر فائز ہیں۔

انسان کے باطنی اوصاف کا نام خلق ہے۔ رسول اللہ ﷺ پر چالیس سال کی عمر میں قرآن نازل ہونا شروع ہوا اور بقیہ پوری زندگی میں ۲۳ سال تک قرآن نازل ہوتا رہا جو اخلاق اور اوصاف حمیدہ قرآن نے آپ ﷺ کی پیدائش کے چالیس سال بعد بیان کرنے شروع کیے اور ۲۳ سال تک جن احکام کا نزول ہوتا رہا رسول خدا ﷺ اس کے نزول سے بہت عرصہ پہلے ان اوصاف سے متصف تھے۔ قرآن کریم کے بیان کردہ اوصاف جن کو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بعثت کے بعد آپ کے سینے پر نازل کیا وہ تمام اوصاف قبل از بعثت آپ کے اندر موجود تھے کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے کَانَ خُلُقُہُ الْقُرْآن آپ کا خلق قرآن ہے۔

امام رازی نے آیت تلاوت وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ کے بارے میں فرمایا کہ کمال انسانی علم اور عمل کے اعتبار سے ظاہر ہوتا ہے رسول خدا ﷺ کے کمال علمی کو خدا نے اس طرح بیان فرمایا وَعَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا اور آپ جو کچھ نہیں جانتے تھے اللہ نے آپ ﷺ کو سکھا دیا اور یہ اللہ تعالیٰ کا آپ پر فضل عظیم ہے اور کمال عملی اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے۔ وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ آپ کے علم اور عمل دونوں کو خدا نے عظیم قرار دیا ہے اور جس چیز کو اللہ عظیم کہہ دے اس کی عظمتوں کا کون اندازہ کرسکتا ہے۔ امام

رازی فرماتے ہیں کہ تمام انبیاء میں اجتماعی طور پر جس قدر اخلاق حمیدہ اور اوصاف کریمہ پائے جاتے تھے ہمارے نبی کریم ﷺ ان تمام اوصاف کے حامل تھے۔

عام طور پر لوگ اچھا کہلانے میں اچھائی کے تابع ہوتے ہیں لیکن آپ کا معاملہ ایسا نہیں ہے یہاں اچھائی اور نیکی آپ کے عمل کے تابع ہے۔ جس کام کو آپ نے کرلیا وہ اچھا ہو گیا اور جس کام سے روک دیا وہ برا ہو گیا نماز اچھا کام ہے لیکن اگر کوئی ان اوقات میں نماز پڑھے جن میں نماز پڑھنے میں آپ نے روک دیا ہے تو ناجائز اور گناہ ہے اگر کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز نہ پڑھی جائے تو قبول نہیں خواہ کتنے ہی خشوع وخضوع سے ادا کی جائے اس نماز میں رکوع اور سجود قیام سب کچھ ہے لیکن اس لئے قبول نہیں کہ نمازی نے اس طرف منہ نہیں کیا جدھر آپ منہ کرتے تھے۔ جب آپ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے اس وقت اگر کوئی کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتا تو اس کی نماز نہ ہوتی اور پھر آپ کی برکت سے کعبہ قبلہ بن گیا تو اب بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے والے کی نماز نامقبول ہے۔ کیونکہ مقصود نہ کعبہ ہے اور نہ بیت المقدس بلکہ مقصود آپ ﷺ کی اقتداء ہے۔ اب تفصیل سے آپ کا اخلاق بیان کیا جاتا ہے سماعت فرمائیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ میں محاسن اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں۔

ایک حدیث میں فرمایا: اَکْمَلُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِیْمَانًا اَحْسَنُھُمْ خُلُقًا ○

(شعب الایمان، ج ٦، ص ٢٣٠)

کامل مومن وہ ہے جس کا اخلاق اچھا ہے۔ ایک حدیث میں یوں آیا کہ

مَا مِنْ شَیْءٍ اَثْقَلَ فِی الْمِیْزَانِ مِنْ حُسْنِ الْخُلُقِ ○

میزان میں سب سے زیادہ بھاری اچھا اخلاق ہے۔

ایک جگہ فرمایا: حُسْنُ الْخُلُقِ يُذِيبُ الْخَطَايَا كَمَا تُذِيبُ الشَّمْسُ الْجَلِيْدَ○ (شعب الایمان، ج۶، ص ۲۴۷)

اچھا اخلاق گناہوں کو اس طرح ختم کر دیتا ہے جس طرح سورج منجمد چیز کو پگھلا دیتا ہے۔

ایک حدیث ہے کہ حسن خلق خدا کی رحمت کی نکیل ہے جو خلیق کی ناک میں ہے اور نکیل بادشاہ یعنی خدا کے ہاتھ میں ہے۔ خدا اسے نیکی کی طرف کھینچتا ہے نیکی اسے جنت کی طرف لے جاتی ہے برا اخلاق خدا کے عذاب کی نکیل ہے جو بدخلق کی ناک میں ہے اور نکیل شیطان کے ہاتھ میں ہے۔ شیطان اس کو برائی کی طرف لے جاتا ہے اور برائی دوزخ کی طرح لے جاتی ہے۔

(شعب الایمان، ج۶، ص ۲۴۸)

عفو و درگزر:

خدا فرماتا ہے: فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ پس ان کو معاف کر اور درگذر کر بیشک اللہ نیکی کرنے والوں کو پسند کرتا ہے ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے۔

وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ○

غصہ کو پی جانے والے لوگوں کو معاف کرنے والے اور اللہ نیک کام کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

اب اس موضوع پر چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث نمبر 1:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ كَظَمَ غَيْظًا وَهُوَ قَادِرٌ عَلٰى اِنْفَاذِهٖ خَيَّرَهُ اللّٰهُ مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ○ جو غصہ کو پی گیا حالانکہ غصہ کے نفاذ پر قادر تھا تو اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) اسے حورعین پر اختیار دے گا۔

(طبرانی صغیر، ج ۲، ص ۱۲۳) (شعب الایمان، ج ۶، ص ۳۱۳)

حدیث نمبر 2:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور علیہ السلام نے اپنی ذات کے لئے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا ہاں جب کبھی حرمت اللہ کی بے حرمتی ہوئی تو اللہ کے واسطے اس کا انتقام لیا۔ (بخاری شریف)

حدیث نمبر 3:

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ کے لئے طائف تشریف لے گئے وہاں مشرکوں نے آپ پر اتنی سنگ باری کی کہ آپ کی نعلین مبارک خون سے بھر گئی۔ جب آپ وہاں سے واپس ہوئے تو پہاڑوں کا فرشتہ حاضر خدمت ہوا اور عرض کی یا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) اگر آپ چاہیں تو میں پہاڑوں کو ان پر الٹ دوں۔ اس کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نہیں چاہتا کہ وہ ہلاک ہوں بلکہ مجھے اس بات کی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں سے ایسے بندے پیدا کرے گا جو صرف خدا کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے۔ (مشکوٰۃ)

الٰہی فضل کر کہسار طائف کے مکینوں پر
الٰہی پھول برسا پتھروں والی زمینوں پر

جناب رحمۃ للعالمین نے ہنس کے فرمایا
کہ میں اس دہر میں قہر و غضب بن کر نہیں آیا

حدیث نمبر 4:

جب نبی کریم ﷺ قبیلہ غطفان کے ساتھ جنگ کے لئے تشریف لے گئے تو اس سفر میں یہ واقعہ پیش آیا کہ راستہ میں بارش ہوگئی اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے کپڑے بھیگ گئے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے بھیگے ہوئے کپڑے ایک درخت پر سوکھنے کے لئے ڈال دیئے اور خود اس درخت کے نیچے لیٹ گئے قبیلہ غطفان کے لوگ جو آپ کی خبر سن کر پہاڑوں میں منتشر ہو گئے تھے ان میں سے ایک آدمی نے آپ کو دیکھ لیا اور اپنے سردار دعثور سے کہا کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) اس وقت درخت کے نیچے تنہا ہیں اور ان کے اصحاب منتشر ہیں تو جا کر ان کو قتل کر دے۔ دعثور نے ایک تیز تلوار لی اور ننگی تلوار لے کر آپ ﷺ کے پاس کھڑا ہو گیا اور کہا اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)! آج تجھ کو میری تلوار سے کون بچائے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ بچائے گا۔ آپ ﷺ کا یہ فرمانا تھا کہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے دعثور کے سینے پر مکہ مارا اسی وقت تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی اور نبی کریم ﷺ نے اس تلوار کو اٹھا لیا اور فرمایا اب تم بتاؤ تمہیں میرے ہاتھ سے کون بچائے گا اس نے کہا کوئی نہیں اور اسلام لے آیا اور پڑھ لیا۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ اور یہ وعدہ کیا کہ اب میں آپ کے مقابلے کے لئے کوئی لشکر جمع نہیں کروں گا۔ آپ ﷺ نے دعثور کو اس کی تلوار واپس کر دی۔

(زرقانی، ج ۲، ص ۱۴)

حدیث نمبر 5:

ثمامہ بن اثال یمامہ کا سردار تھا اور رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنا چاہتا تھا۔ آپ نے دعا فرمائی اے خدا اس کو میرے قابو میں کر دے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے سواروں کا ایک دستہ یمامہ کی طرف بھیجا۔ وہ ثمامہ بن اثال کو پکڑ کر لے آئے اور اسے مسجد کے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا۔ نبی پاک ﷺ تشریف لائے اور فرمایا ثمامہ کیا کہتے ہو۔ ثمامہ نے کہا یا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)! اگر آپ مجھے قتل کریں گے تو ایک خونی کو قتل کریں گے اور اگر احسان کریں گے تو ایک شکر گزار پر احسان کریں گے اور اگر آپ زر فدیہ لینا چاہتے ہیں تو جس قدر مانگیں گے دے دوں گا۔ آپ ﷺ نے یہ سن کر کچھ جواب نہ دیا۔ دوسرے روز بھی یہی گفتگو ہوئی تیسرے روز آپ نے اس کا یہی جواب سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا ثمامہ کو کھول دو۔ یہ عنایت دیکھ کر اس نے مسجد کے قریب ایک درخت کی آڑ میں غسل کیا اور مسجد میں آ کر کلمہء شہادت پڑھا اور کہنے لگا اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)! خدا کی قسم میرے نزدیک روئے زمین پر آپ ﷺ کے چہرہ سے بڑھ کر کوئی مبغوض نہ تھا اب وہی چہرہ تمام چہروں سے زیادہ مجھے محبوب ہے۔ اللہ کی قسم! میرے نزدیک کوئی دین آپ ﷺ کے دین سے بڑھ کر مبغوض نہ تھا مگر اب وہ دین تمام ادیان سے زیادہ محبوب ہے۔ اللہ کی قسم! میرے نزدیک تمام شہروں سے زیادہ مبغوض آپ ﷺ کا شہر تھا لیکن اب آپ ﷺ کا شہر تمام شہروں سے زیادہ محبوب ہے۔

(بخاری کتاب المغازی)

سلام اس پر کہ جس نے خوں کے پیاسوں کو قبائیں دیں
سلام اس پر کہ جس نے گالیاں سن کر دعائیں دیں

حدیث نمبر 6:

فتح مکہ کے موقع پر حضرت عباس ابوسفیان کو لے کر حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔آپ نے کلمہ پڑھایا پھر فرمایا اپنے مہمان کو لے جاؤ اور صبح ان کو لے آنا۔ جب صبح کو لے کر حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! ابوسفیان شرف کو پسند کرتا ہے ان کو کسی شرف سے مشرف فرما دیں۔آپ ﷺ نے فرمایا جو آج ابوسفیان کے گھر داخل ہو جائے اس کے لئے امان ہے۔ عرض کی میرے گھر میں گنجائش ہی کتنی ہے۔ فرمایا جو کعبہ میں داخل ہو جائے اس کے لئے امان ہے عرض کی کعبہ میں بھی بھلا کتنی گنجائش ہے فرمایا جو مسجد حرام میں داخل ہو جائے اس کے لئے امان ہے عرض کی اس میں بھی اتنی گنجائش نہیں فرمایا جو اپنے گھر کا دروازہ بند کرے اس کے لئے امان ہے کہا ہاں! یہ ٹھیک ہے۔

(دلائل النبوت، ج ۲۴، ص ۳۲)

رسول خدا ﷺ کا حلم

حدیث نمبر 1:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن وعظ فرما رہے تھے اچانک اٹھے ایک دیہاتی کو دیکھا اس کے پاس ایک چادر تھی جو سرخ رنگ کے موٹے حاشیے والی تھی اس نے وہ چادر آپ ﷺ کے گلے میں ڈال کر بل دیا کہ حضور اکرم ﷺ کی گردن میں نشان پڑ گئے۔ اس اعرابی نے کہا میرے یہ دو اونٹ ہیں ان پر خوراک کا بوجھ لاد دو۔آپ کے پاس جو مال ہے نہ

وہ آپ کا ہے نہ آپ کے باپ کا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا نہیں اللہ سے استغفار کرو یہ تین مرتبہ فرمایا اور فرمایا پہلے مجھے بدلہ دو اس اعرابی نے کہا نہیں بدلہ نہیں دوں گا۔ حضور اکرم ﷺ نے ایک آدمی کو بلا کر فرمایا ایک اونٹ پر جو اور دوسرے پر کھجوریں لا دو پھر آپ ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا چلو چلیں۔

(شعب الایمان بخاری و مسلم، ج ۶، ص ۳۵۰)

حدیث نمبر 2:

حضرت زید بن سعنہ ایک یہودی عالم تھا وہ کہتا ہے کہ میں نے تورات میں نبی آخر الزماں کی جو علامات پڑھی تھیں وہ سب میں نے روئے محمد ﷺ کو دیکھتے ہی پہچان لیں صرف دو خصائل ایسے تھے جن کا آزمانا باقی تھا۔ آپ کا حلم آپ کے غضب پر سبقت لے جاتا ہے ایک اور دوسری یہ کہ شدت جہالت آپ کے حلم میں اضافہ کر دیتی ہے ان دونوں کو آزمانے کے لئے میں موقع کا منتظر تھا اور آپ ﷺ سے نرمی سے پیش آتا تھا ایک روز رسول خدا ﷺ اپنے گھر سے نکلے آپ کے ساتھ حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھے ایک بادیہ نشین سوار آپ کی خدمت میں آیا اور یوں عرض کرنے لگا یا رسول اللہ ﷺ! قبیلے کے لوگ ایمان لائے ہیں میں ان سے کہا کرتا تھا کہ اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو تمہیں رزق بکثرت ملے گا اب ان کے ہاں بارش نہ ہونے کی وجہ سے قحط سالی ہے۔ یا رسول اللہ ﷺ مجھے اندیشہ ہے کہیں وہ طمع کے سبب سے اسلام سے برگشتہ نہ ہو جائیں کیونکہ طمع کے لئے ہی وہ اسلام لائے تھے۔ اگر آپ ﷺ کی رائے مبارک ہو تو ان کی امداد فرمایئے یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف دیکھا انہوں نے عرض کی اس میں سے تو کچھ باقی نہیں بچا۔ یہ دیکھ کر زید بن سعنہ کہتے ہیں

میں آگے بڑھا اور آپ ﷺ سے کھجوروں کی مقدار میعاد معین پر خرید کی اور اس کی قیمت اسی ۸۰ مثقال سونا پیشتر دے دیا اور آپ ﷺ نے وہ سونا اس سوار کو دے دیا اور فرمایا جلدی جا کر ان میں تقسیم کر دو جب میعاد ختم ہونے میں دو تین دن باقی رہ گئے تو رسول پاک ﷺ ایک انصاری کے جنازے کے ساتھ نکلے۔آپ کے ہمراہ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم بھی تھے جب آپ جنازے سے فارغ ہوئے اور بیٹھنے کے لئے ایک دیوار کے قریب پہنچے تو میں نے آگے بڑھ کر آپ کی قمیض اور چادر کے دامن پکڑ گئے اور تند نگاہ سے آپ کی طرف دیکھ کر یوں کہا اے محمد ﷺ! تو میرا حق ادا نہیں کرتا۔اے عبدالمطلب کے خاندان والو! قسم خدا کی! تم ادائے حق سے گریز کرنے کے حیلے تلاش کرتے رہتے ہو۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تیز نگاہ سے میری طرف دیکھا اور کہا۔ او دشمن خدا! کیا تو رسول کریم ﷺ سے یہ کہتا ہے جو میں سن رہا ہوں اور آپ کے ساتھ یہ سلوک کر رہا ہے جو میں دیکھ رہا ہوں قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے اگر مجھے مسلمانوں اور تیری قوم کے درمیان صلح فوت ہو جانے کا ڈر نہ ہوتا تو اپنی تلوار سے تیرا سر اڑا دیتا۔ رسول خدا ﷺ نے آرام اور تبسم کی حالت میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا اور فرمایا عمر (رضی اللہ عنہ)! مجھے اور اسے بجائے اس سختی کے اس بات کی زیادہ ضرورت تھی کہ مجھے حسن ادائے حق اور اسے حسن تقاضا کا امر کرتا۔ اے عمر رضی اللہ عنہ! اس کو لے جاؤ اور اس کا حق ادا کر دو اور اسے جو تم نے دھمکایا ہے اس کے عوض بیس صاع کھجوریں اور زیادہ دے دو۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مجھے اپنے ساتھ لے گئے اور میرا حق ادا کر دیا اور بیس صاع کھجوریں زائد دیں میں نے اس کی وجہ معلوم کی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کا جواب دیا پھر میں نے کہا عمر

(رضی اللہ عنہ)! تم مجھے پہچانتے ہو۔ جواب دیا نہیں۔ میں نے کہا میں زید بن سعنہ ہوں۔ فرمایا وہی جو یہودیوں کا عالم ہے کہا ہاں پھر پوچھا تو نے رسول کے ساتھ ایسا سلوک کیوں کیا۔ کہا اے عمر جس وقت میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کیا وہ تمام علامات جو میں تورات میں پڑھا کرتا تھا موجود پائیں ان میں سے صرف دو علامات باقی تھیں جو میں نے اب آزمالیں اے عمر! میں تجھ کو گواہ بناتا ہوں۔

رَضِيتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْإِسْلَامِ دِيْنًا وَّ بِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا میں خدا کے رب ہونے اسلام کے دین ہونے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر راضی ہو گیا اور میں تجھے گواہ بناتا ہوں کہ میرا آدھا مال امت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے صدقہ ہے پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور زید دونوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت زید نے بارگاہ رسالت میں اظہار اسلام کیا۔

(طبرانی کبیر، ج ۵، ص ۲۲۲)

تیرے خلق کو حق نے عظیم کیا تری خلق کو حق نے جمیل کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا تیرے خالق حسن و ادا کی قسم
تیری عظمتوں کی ہو تعریف مجھ سے
میں لاؤں کہاں سے زبان اللہ اللہ

امت پر شفقت:

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○

البتہ تحقیق تمہاری جانوں میں سے ایک شاندار رسول آیا۔ تمہاری تکلیف اس پر شاق گزرتی ہے۔ اس کو تمہاری اصلاح کی حرص ہے۔ وہ ایمان والوں پر

شفقت رکھنے والا اور مہربان ہے۔

اس آیت کریمہ میں آپ ﷺ کے اوصاف حمیدہ بیان کیے گئے کہ امت کی تکلیف ان پر ناگوار گزرتی ہے اور ان کو شب و روز یہی خواہش ہے کہ امت راہ راست پر آ جائے۔ آپ ﷺ امت پر کتنے شفیق ہیں اس کے لئے چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث نمبر 1:

حضرت عباس بن مرداس فرماتے ہیں کہ عرفہ کی شام حضور اکرم ﷺ نے امت کی مغفرت اور رحمت کے لئے دعا مانگی اور دعا بھی کثرت سے مانگی۔ خدا نے آپ کی طرف وحی کی میں نے ظالم کے علاوہ سب کی مغفرت کی عرض کی یا اللہ تو اس بات پر قادر ہے کہ مظلوم کو بہتر بدلہ دے اور ظالم کو معاف کر دے اس شام اس کی قبولیت نہ ہوئی جب مزدلفہ میں صبح ہوئی تو آپ نے پھر یہی دعا مانگی۔ خدا نے قبول فرمائی۔ حضور اکرم ﷺ مسکرائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے وجہ دریافت فرمائی۔ آپ نے فرمایا میں نے امت کی مغفرت کی دعا مانگی خدا نے قبول فرمائی اس پر شیطان نے واویلا کیا اور اپنے سر میں خاک ڈالی۔

(شعب الایمان، ا، ص ۳۰۵)

حدیث نمبر 2:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قیامت کے دن انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے منبر بچھائے جائیں گے سب نبی ان پر جلوہ فرما ہوں گے لیکن میں منبر پر نہ بیٹھوں گا میں خدا کی بارگاہ میں کھڑا رہوں گا اس خوف سے کہ کہیں یہ منبر مجھے جنت میں نہ لے جائے اور میری امت روتی رہ جائے میں

کہوں گا امتی امتی خدا فرمائے گا۔ اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) تو کیا چاہتا ہے۔ میں کہوں گا ان کا حساب شروع کیا جائے وہ حساب کے لئے بلائے جائیں گے ان میں سے بعض خدا کی رحمت سے جنت میں داخل ہو جائیں گے بعض میری شفاعت سے میں یہاں تک شفاعت کروں گا کہ صرف وہ لوگ رہ جائیں گے جو دوزخی ہوں گے مالک جہنم کہے گا اے محمد ﷺ! آپ نے تو خدا کے غضب کے لئے اپنی امت میں سے کچھ بھی نہیں چھوڑا۔

(طبرانی کبیر، ج ۱۰، ص ۳۱۷)

حدیث نمبر 3:

نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تین دن تک نماز تراویح پڑھائی ہے۔ چوتھی رات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کثرت سے مسجد میں جمع ہونا شروع ہوئے اور انتظار کرتے رہے لیکن آپ تشریف نہ لائے صبح کی نماز کے بعد آپ نے فرمایا تمہارا مسجد میں جمع ہونا، مجھ پر پوشیدہ نہ تھا لیکن میں خوفزدہ ہوا کہ کہیں تم پر یہ نماز فرض نہ ہو جائے اور تم اس کے ادا کرنے سے عاجز آ جاؤ۔ (بخاری شریف)

یہ آپ ﷺ کی شفقت تھی کہ دین و دنیا میں امت کے لئے تخفیف اور آسانی مدنظر رہی۔

حدیث نمبر 4:

جب شب معراج مقام قاب قوسین میں پہنچے تو خدا تعالیٰ نے آپ پر یوں سلام بھیجا۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ ○ اے نبی تم پر سلام اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں۔ اس کے جواب میں آپ ﷺ نے یہ جواب دیا۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ○ سلام ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر اس جواب میں نبی کریم نے عِبَادِ الصَّالِحِیْنَ کو الگ ذکر کیا اور گنہگاران امت کو غایت کرم کی بنا پر سلام میں اپنے ساتھ شامل کرلیا۔

حدیث نمبر 5:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا قول حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسبت قرآن سے پڑھا فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّہٗ مِنِّیْ وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّکَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ○

اور خدا کا قول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت قرآن سے پڑھا۔ اِنْ تُعَذِّبْھُمْ فَاِنَّھُمْ عِبَادُکَ وَاِنْ تَغْفِرْلَھُمْ فَاِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ پھر اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر یوں دعا فرمائی۔ اَللّٰھُمَّ اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ اور گریہ وزاری فرمائی اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ میرے محبوب کے پاس جاؤ اور ان سے رونے کا سبب پوچھو۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حاضر ہو کر رونے کا سبب دریافت فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتا دیا اللہ تعالیٰ نے پھر فرمایا اے جبرائیل علیہ السلام میرے محبوب کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ ہم آپ کو آپ کی امت کے بارے میں راضی کرلیں گے اور غمگین نہ ہونے دیں گے۔ (مسلم شریف)

محمدؐ کی مرضی رضائے خدا ہے
رضائے خدا ہے رضائے محمدؐ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زہد

حدیث نمبر 1:

ایک مرتبہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

حاضر ہوئے دیکھا کہ آپ ﷺ ایک چٹائی پر آرام فرما ہیں فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ کے بدن پر چٹائی کے نشانات ہیں۔ میں نے آپ ﷺ کے قریب ایک صاع جو اور ایک کھال دیکھی میں یہ حال دیکھ کر رونے لگا۔ حضور اکرم ﷺ نے وجہ دریافت کی عرض کی شاہان قیصر وکسریٰ کے لئے نہریں ہیں پھل ہیں اور آپ ﷺ خدا کے رسول ہیں آپ ﷺ کا یہ حال ہے جو میں دیکھ رہا ہوں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اے خطاب کے بیٹے!

اَمَا تَرْضٰی اَنْ تَکُوْنَ لَنَا فِی الْاٰخِرَۃِ وَلَهُمُ الدُّنْیَا قَالَ بَلٰی ○

(شعب الایمان، ج ۲، ص ۱۶۶)

کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ ہمارے لئے آخرت ہے اور ان کے لئے دنیا۔ عرض کی۔ ہاں! میں راضی ہوں۔

حدیث نمبر 2:

حضور اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ دعا مانگی:

اَللّٰهُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَّلَا اَمِتْنِیْ مِسْکِیْنًا وَاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْنِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ ○

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کی وجہ پوچھی فرمایا: یہ لوگ امیروں سے ۴۰ خریف پہلے جنت میں داخل ہوں گے اے عائشہ (رضی اللہ عنہا)! مسکین کو دروازے سے خالی نہ پھیرا کر چاہے کھجور کا ایک حصہ ہی دے دو۔ اے عائشہ (رضی اللہ عنہا)! مساکین سے محبت کر اور ان سے قرب حاصل کر خدا تجھے اپنے قریب کر لے گا۔

(شعب الایمان، ج ۲، ص ۱۶۷)

حدیث نمبر 3:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک مہینہ گزر جاتا گھر میں آگ نہ جلتی تھی پانی اور کھجوروں پر گزارہ ہوتا تھا اور ایک روایت میں ہے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے متواتر تین دن آل محمد نے گندم کی روٹی نہ کھائی۔

حدیث نمبر 4:

ایک انصاری حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ پر بھوک کے آثار ملاحظہ کئے گھر گیا کھانے کو کوئی چیز نہ ملی۔ گھر سے نکلا دیکھا کہ ایک یہودی اپنے باغ کو پانی دے رہا ہے۔ اس سے کہا تیرے باغ کو پانی میں دیتا ہوں اس شرط پر کہ ہر ڈول پر ایک اچھی کھجور لوں گا اس نے منظور کر لیا اس طرح انصاری نے دو صاع کھجوریں اکٹھی کر لیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں وہ کھجوریں پیش کر دیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صاع کھجوریں اپنی ازواج کو دیں اور باقی ایک صاع صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ مل کر تناول فرمائیں پھر فرمایا اے انصاری کیا تجھے مجھ سے محبت ہے اس نے عرض کی ہاں فرمایا تو پھر مصیبت کے لئے تیار ہو جاؤ جو مجھ سے محبت کرتا ہے اس کی طرف مصیبت اس سے بھی زیادہ تیزی سے آتی ہے کہ بارش کا پانی پہاڑ کی چوٹی سے نیچے کی طرف آئے۔ (شعب الایمان، ۲، ص ۱۷۴)

حدیث نمبر 5:

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا۔ حضرت

سیدہ نے اپنے گلے سے سونے کی زنجیر اتاری اور حضور اکرم ﷺ کو دکھا کر عرض کی ابا جان! یہ ابوحسن علی المرتضیٰ نے مجھے تحفہ دیا ہے اس پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اے بیٹی! کیا تجھے یہ اچھا لگتا ہے کہ لوگ کہیں کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت محمد ﷺ کے ہاتھوں میں جہنم کی زنجیر ہے۔ یہ فرما کر آپ ﷺ تشریف لے گئے اور وہاں نہ بیٹھے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اسی وقت اس زنجیر کو فروخت کر دیا جو قیمت وصول ہوئی اس سے ایک غلام خرید کر آزاد کر دیا نبی کریم ﷺ کو جب یہ خبر پہنچی تو فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ نَجّٰی فَاطِمَةَ مِنَ النَّارِ ○

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جہنم سے آزاد کر دیا۔ (المستدرک، ج ۳، ص ۱۵۴)

باوجودیکہ آپ ﷺ تمام نعمتوں کے خزانوں کے مالک و مختار تھے لیکن آپ نے دنیا کی چیزوں کی طرف رغبت نہیں فرمائی اور فقر و فاقہ کو ترجیح دی اور اپنے غلاموں کو بھی دنیا اور اس کی نعمتوں سے دور رہنے کی تلقین کی۔

مالک دین و دنیا ہو کر سارے جہاں کے داتا ہو کر
فاقے سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم
کھانا تو دیکھو جو کی روٹی ان چھنا آٹا روٹی موٹی
وہ بھی شکم بھر روز نہ کھانا صلی اللہ علیہ وسلم
اپنے کپڑے خود دھو لینا خاک کے بستر پر سو لینا
سیدھی سادھی نیک طبیعت صلی اللہ علیہ وسلم

زہد کا انجام:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تین دن میں خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ایک لاکھ چالیس ہزار بار کلام فرمایا چونکہ آپ کے کانوں میں کلام الٰہی کی لذت کا احساس تھا اس لئے جب آدمیوں کا کلام سنا تو کچھ بھلا معلوم نہ ہوا۔ اس کلام میں خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا اے موسیٰ علیہ السلام! دنیا میں زہد سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں اور پرہیز گاروں سے بڑھ کر میرا کوئی مقرب نہیں۔ کیونکہ وہ میری حرام کردہ چیزوں سے پرہیز کرتے ہیں اور میرے خوف سے رونے والوں سے بڑھ کر میرا کوئی عبادت گزار نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی اے ساری خشکی کے پروردگار! اے قیامت کے دن کے مالک! اے عزت و جلال والے! تو نے ان کے لئے کیا تیار کیا ہے اور ان کی کیا جزا ہے۔ فرمایا جو دنیا میں زہد اختیار کرتے ہیں۔ میں نے ان کے لئے جنت حلال کر دی وہ جہاں چاہیں رہیں اور جہاں تک پرہیز گاروں کا تعلق ہے میں ان کے علاوہ سب سے حساب لوں گا۔ مجھے ان سے شرم آئے گی، انہیں عزت دوں گا اور بغیر حساب ان کو داخل جنت کر دوں گا اور اپنے خوف سے رونے والوں کو وہ بلند مقام دوں گا کہ اس بلندی میں ان کا کوئی شریک نہ ہوگا۔ (طبرانی کبیر، ج ۱۲، ص ۴۴)

عورتوں پر شفقت:

اسلام سے پہلے یہ صنف نازک قعر مذلت میں گری ہوئی تھی اور مردوں کے ظلم و استبداد کا تختہ مشق تھی۔ عرب میں ازواج کی کوئی حد نہ تھی چنانچہ حضرت غیلان ثقفی جب ایمان لائے تو ان کی دس بیویاں تھیں جب کوئی شخص مر جاتا تو

اس کا بڑا بیٹا اپنی سوتیلی ماں کا وارث ہوتا وہ خود اس سے شادی کر لیتا یا اپنے قریبی بھائی کو شادی کے لئے دے دیتا اسی طرح اور خرابیاں بھی تھیں۔

ہندوستان میں یہ رواج تھا کہ جب کوئی آدمی مر جاتا تو اس کی بیوی زندہ اس کے ساتھ جل مرتی۔ تبت میں یہ رواج تھا کہ ایک عورت سے اگر کوئی شادی کرتا تو وہ عورت اس کے باقی بھائیوں کی بھی بیوی ہوتی۔

کوئی معیار ہی باقی نہ تھا شرم و شرافت کا
کہ رتبہ بھیڑ بکری سے بھی کم تھا ایک عورت کا

جب پیغمبر اسلام اس دنیا میں تشریف لائے تو آپ ﷺ نے عورت کا معیار بلند فرمایا اسے اسلامی معاشرے میں ایک باعزت مقام دیا اسلام نے کہا عورت ماں کی حیثیت میں ہو تو اس کے قدموں کے نیچے جنت ہے بیٹی اور بہن ہو تو اس کی پرورش دخول جنت کا ذریعہ ہے بیوی ہو تو اس کے ساتھ گھر میں احسن سلوک کرنے کی تاکید کی گئی۔

ایک عورت حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! عورت کے لئے دین میں بھی نقصان ہیں اور دنیا میں بھی نقصان ہیں دین کا نقصان تو یہ ہے کہ مہینے کے بعض ایام میں وہ نماز نہیں پڑھ سکتی اور دنیا کا نقصان یہ ہے کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہے ہمارے لئے نقصان ہی نقصان ہے۔ ہمارے کوئی فضائل بھی ہیں؟ فرمایا: ہاں! تمہارے فضائل بھی ہیں۔ عرض کی وہ کیا ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جب کوئی حاملہ ہو جائے تو اسے جہاد کی تیاری کرنے والے کا ثواب ملتا ہے جب بچے کی ولادت ہوتی ہے تو عورت کو اس ایک شہید کا رتبہ مل جاتا ہے جو اپنے خون میں لوٹے اور دودھ پلانے کے زمانے میں بچہ کے ہر گھونٹ پر ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا

ہے اور بچہ کی پرورش میں راتوں کو جاگنے پر شب بیداری کا ثواب ملتا ہے۔ شرط یہ ہے کہ عورت خاوند کی فرمانبردار ہو۔ (روح المعانی)

لڑکیوں پر شفقت:

زمانہء جاہلیت میں لوگ اپنی لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے چنانچہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عاصم بن قیس رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی میں نے جاہلیت میں آٹھ لڑکیوں کو زندہ درگور کیا تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر ایک کی طرف سے ایک غلام آزاد کر دو عرض کی میں اونٹوں کا مالک ہوں فرمایا ہر ایک کی طرف سے ایک اونٹ ذبح کر دو۔

(طبرانی کبیر، ج ۱۸، ص ۳۳۷)

حضرت صعصعہ بن ناجیہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا اور عرض کی اگر میں نے زمانہء جاہلیت میں کوئی اچھا کام کیا ہو کیا اس کی مجھے جزا ملے گی؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ کیا کام ہے عرض کی ایک مرتبہ میری دو اونٹنیاں گم ہو گئیں میں ایک اونٹ پر سوار ہو کر ان کی تلاش میں نکلا میں نے کھلی فضا میں جنگل میں دو مکان دیکھے میں ان میں گیا تو میں نے دیکھا ایک بوڑھا آدمی ہے میں نے اس سے اپنی دو اونٹنیوں کے بارے میں سوال کیا اس نے کہا تمہاری دونوں اونٹنیاں ہمارے پاس موجود ہیں۔ اسی گفتگو کے دوران ایک عورت کی آواز آئی کہ بچہ پیدا ہوا ہے بوڑھے نے کہا اگر لڑکا ہے تو ہماری قوم میں اضافہ ہو گا اگر لڑکی ہے تو زمین میں دفن کر دیں گے۔ اس نے کہا لڑکی ہے میں نے اس بوڑھے سے کہا میں لڑکی کو تم سے خریدنا چاہتا ہوں اس نے کہا ہم قبیلہ مضر کے لوگ لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیتے ہیں میں نے دوبارہ خریدنے کو کہا اس نے کہا کیا قیمت دو گے میں نے کہا میری دو اونٹنیاں تمہارے پاس ہیں وہ

دونوں بچوں سمیت اس کی قیمت ہے۔ اس بوڑھے نے کہا جس اونٹ پر سوار ہو یہ بھی دے دو میں نے کہا مجھے منظور ہے میرے ساتھ کسی کو بھیج دو میں گھر پہنچ کر اونٹ اسے دے دوں گا اس نے میرے ساتھ ایک آدمی کر دیا میں نے گھر پہنچ کر اونٹ اس کو دے دیا اور اسی قیمت پر میں نے ۳۶۰ لڑکیوں کو زندہ درگور ہونے سے بچایا ہے کیا میرے لئے کوئی اجر ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جب کہ اللہ نے تجھ پر اسلام کے ساتھ احسان فرمایا ہے تو تجھے اجر وثواب بھی ہوگا۔

(طبرانی کبیر، ج ۸، ص ۷۶)

گڑھا اک کھود کر دختر کو زندہ گاڑ دیتے تھے
کوئی بچھو تھا دامن میں کہ دامن جھاڑ دیتے تھے
وہ اپنی بیٹیوں کو سانپ سے بدتر سمجھتے تھے
وہ ان کے قتل کو عزت کا اک جوہر سمجھتے تھے

اسلام نے اس رسم بد کا خاتمہ کر دیا اور نوزائیدہ بچی کی عظمت اس طرح بیان فرمائی کہ جب کسی آدمی کے ہاں لڑکی پیدا ہوتی ہے تو اللہ کچھ فرشتے بھیجتا ہے جو آ کر اہل خانہ کو سلام کرتے ہیں اور اس کی ولادت پر وہ فرشتے اس کو چاروں طرف سے گھیر لیتے ہیں اور اپنے ہاتھ اس کے سر پر رکھ دیتے ہیں اور کہتے ہیں ایک ضعیفہ دوسری ضعیفہ سے پیدا ہوئی ہے جو اس کی پرورش کرے گا قیامت تک اس کی مدد کی جائے گی۔ (طبرانی صغیر، ج ۱، ص ۳۰)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں میرے پاس ایک مسکین عورت آئی اس کے ہمراہ اس کی دو لڑکیاں تھیں میں نے ان کو تین کھجوریں دیں اس عورت نے ایک ایک کھجور لڑکیوں کو دے دی اور ایک خود لے لی۔ لڑکیوں نے اپنی کھجوریں کھا کر ماں والی کھجور بھی مانگی۔ اس عورت نے اس کے دو ٹکڑے کر

کے ایک ایک ٹکڑا دونوں کو دے دیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو یہ بات اچھی لگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو ان سے یہ ساری بات بیان کی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا تعالیٰ نے اس عورت پر جنت واجب کر دی اور اسے جہنم سے آزاد کر دیا۔ (ریاض الصالحین، ج۱، ص ۲۰۵)

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر موجود تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس حال میں تشریف لائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیمہ بنت زینب کو اپنے کندھے پر اٹھایا ہوا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی اور وہ بچی آپ کے کندھے پر بھی۔ جب رکوع کرتے اسے زمین پر بٹھا دیتے پھر کندھے پر لے لیتے اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ختم کی۔

(شعب الایمان، ج ۷، ص ۴۶۶)

بچوں پر شفقت:

حدیث نمبر 1:

ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے امامین کریمین سرخ لباس میں ملبوس افتاں و خیزاں تشریف لا رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دیکھ کر منبر سے نیچے اترے اور ان دونوں کو اٹھا لیا اور منبر پر تشریف فرما ہوئے اور ایک کو ایک طرف اور دوسرے کو دوسری جانب بٹھا لیا اور فرمایا خدا نے سچ فرمایا ہے:

إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۝

تمہارے مال اور اولاد آزمائش ہیں۔ میں نے جب ان کو دیکھا کہ یہ افتاں و خیزاں چلے آرہے ہیں تو مجھ سے رہا نہ گیا اور میں خطبہ موقوف کر کے منبر سے اترا اور ان کو لے لیا۔ (مشکوٰۃ، ج ۳، ص ۲۷۶)

حدیث نمبر 2:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے امام حسن رضی اللہ عنہ کو کندھے پر اٹھایا ہوا تھا ایک آدمی نے کہا نِعْمَ الْمَرْکَبُ رَکِبْتَ یَا غُلَامُ لڑکے تم کیسی اچھی سواری پر سوار ہو۔ فرمایا وَنِعْمَ الرَّاکِبُ ھُوَ سوار بھی کتنا اچھا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حسنین کریمین رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اپنے دونوں کندھوں پر بٹھا کر مدینہ کے بازاروں کی سیر کراتے۔
(مشکوٰۃ، ج ۳، ص ۲۷۷)

جندا صلی علی حسنینؓ کاندھے پر سوار
مرحبا دوش نبی پر ہے دو شالہ نور کا

حدیث نمبر 3:

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو اپنی گود میں لے لیتے یا اپنے پاس بٹھاتے اور فرماتے اے خدا! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما اور ایک روایت میں ہے کہ اسامہ کو ایک ران پر اور امام حسن رضی اللہ عنہ کو دوسری ران پر بٹھاتے اور فرماتے اے خدا! ان دونوں پر رحم فرما اس لئے کہ میں ان پر مہربانی کرتا ہوں (مشکوٰۃ، ج ۳، ص ۲۷۲)۔

حدیث نمبر 4:

حضرت انس بن مالک نے دس سال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی ہے فرماتے ہیں اس عرصے میں اگر مجھ سے کوئی کام خراب ہو جاتا تو بعض ازواج کہتیں یہ کام تمہیں یوں کرنا چاہئے تھا یا یہ کام تم نے یوں کیوں کیا۔ لیکن حضور

اکرم ﷺ فرماتے یہ کام خدا کے ارادے کے مطابق ہوا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے کبھی اپنی ذات کے لئے کسی سے انتقام نہیں لیا۔ (طبرانی صغیر، ج ۲، ص ۱۱۸)

حدیث نمبر 5:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ نے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! انس رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کا خادم ہے اس کے لئے دعا فرما دیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے چار دعائیں مانگیں۔

اَللّٰھُمَّ اَکْثِرْ مَالَہٗ وَوَلَدَہٗ وَاَطِلْ عُمُرَہٗ وَاغْفِرْ لَہٗ ○

اے اللہ اس کے مال و اولاد میں کثرت کر، اس کی عمر لمبی کر اور اس کی مغفرت فرما دے۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا باغ سال میں دو مرتبہ پھل لاتا آپ کی اولاد در اولاد کی تعداد اسی تک پہنچی ہے اور آپ کی عمر ایک سو بیس سال ہوئی ہے۔ آخری وقت گھر کے ایک کمرے میں تھے خیال آیا خدا نے اپنے محبوب کی تین دعائیں قبول فرمالی ہیں چوتھی مغفرت کی دعا تھی نہ جانے خدا نے وہ قبول کی ہے یا نہیں۔ ایک کونے سے آواز آئی ہم نے چوتھی دعا بھی قبول کر لی اور تمہاری مغفرت فرمادی۔ (عمدۃ القاری)

حدیث نمبر 6:

آپ ﷺ بچوں کو چومتے اور پیار کرتے تھے ایک دن آپ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو چوم رہے تھے۔ اقرع بن حابس آپ کے پاس بیٹھے تھے دیکھ کر کہنے لگے کہ میرے دس لڑکے ہیں میں نے ان میں سے کسی کو کبھی نہیں چوما۔ آپ ﷺ نے فرمایا جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔ ایک بدو رسول اللہ ﷺ کے

پاس آ کر کہنے لگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کو چومتے ہیں ہم نہیں چومتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تمہارے دل سے رحمت نکال دے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔

(بخاری شریف)

حدیث نمبر 7:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی پھل پک جاتا تو لوگ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لاتے آپ اس پر دعا پڑھا کرتے خدا ہمیں اپنے مدینے میں، اپنے پھل میں، اپنے صاع اور اپنے مد میں برکت دے۔ اس کے بعد جو بچے حاضر خدمت ہوا کرتے ان میں سے سب سے چھوٹے کو وہ پھل عنایت فرما دیتے۔ (مسلم شریف)

یتیموں پر شفقت:

حدیث نمبر 1:

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے شکایت کی میرا دل بڑا سخت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تو اپنے دل میں نرمی پیدا کرنا چاہتا ہے تو یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا کر اور اسے کھانا کھلایا کر۔

(شعب الایمان، ج ۷، ص ۴۷۳)

حدیث نمبر 2:

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا تو ہر بال جو اس کے ہاتھ کو لگا اس کے عوض ایک نیکی ہے اور جس نے کسی یتیم کے ساتھ اچھا سلوک کیا وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔ (شعب الایمان، ج ۷، ص ۴۷۳)

حدیث نمبر 3:

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی سے روایت ہے کہ ہم رسول خدا کی بارگاہ میں بیٹھے تھے کہ ایک لڑکا آیا اور کہا میں ایک یتیم لڑکا ہوں میری ایک ہمشیرہ ہے اور ایک بیوہ ماں ہے مجھے اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ رزق سے کھلایئے خدا آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ حضور نے اسے اکیس کھجوریں عطا کیں فرمایا سات تیری ہمشیرہ کی اور سات تیری والدہ کی۔ حضرت معاذ بن جبل اس یتیم کی طرف کھڑے ہوئے اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا خدا تعالیٰ تجھے اپنے باپ کا بہترین جانشین بنائے وہ لڑکا مہاجرین کی اولاد سے تھا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاذ جو سلوک تو نے اس لڑکے کے ساتھ کیا ہے اس کے بارے میں جانتے ہو۔ عرض کی مجھے اس پر رحم آ گیا فرمایا جو یتیم سے ملے اور اس سے احسن سلوک کرے اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرے تو خدا تعالیٰ اس کے سر کے ہر بال کے بدلے ایک نیکی دے گا اور ایک گناہ ختم کر دے گا اور ایک درجہ جنت میں بلند فرما دے گا۔ (شعب الایمان، ج ۷، ص ۴۷۴)

حدیث نمبر 4:

حضرت بشر کے والد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی غزوہ میں شہید ہو گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن بشر کے قریب سے گزرے وہ رو رہے تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خاموش ہو جاؤ۔

اَمَا تَرْضٰى اَنْ اَكُوْنَ اَنَا اَبُوْكَ وَ عَائِشَةُ اُمُّكَ قَالَ بَلٰى بِاَبِىْ اَنْتَ وَاُمِّىْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ○

کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ میں تیرا باپ اور عائشہ رضی اللہ عنہا تیری ماں

ہو جائے اس نے عرض کی میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں۔ یارسول اللہ ﷺ! میں اس پر راضی ہوں۔ (شعب الایمان، ج ۷، ص ۴۷۵)

حدیث نمبر 5:

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب حضرت جعفر اور ان کے ساتھی شہید ہو گئے تو رسول خدا ﷺ میرے گھر تشریف لائے۔ میں آٹا گوند چکی تھی اور بچوں کو غسل کرا کے ان کو تیل لگا کر صاف ستھرا کر چکی تھی کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا جعفر کے بیٹوں کو لاؤ میں نے اپنے بیٹے حاضر خدمت کیے۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کو سونگھا اور آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے میں نے عرض کی میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں کیا جعفر اور ان کے ساتھیوں کی کوئی خبر آئی ہے فرمایا ہاں! وہ آج شہید ہو گئے ہیں فرماتی ہیں میں رونے لگی اور عورتیں اکٹھی ہو گئیں اور حضور اکرم ﷺ تشریف لے گئے اور جاتے ہوئے فرما گئے کہ آل جعفر کے لئے کھانا تیار کرنے میں غفلت سے کام نہ لینا وہ جعفر کی شہادت کی بنا پر مشغول کر دیئے گئے ہیں۔ (طبرانی کبیر، ج ۲۴، ص ۱۴۲)

غلاموں پر شفقت:

حدیث نمبر 1:

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول خدا نے ایک کپڑے کی دکان سے چار درہم میں ایک قمیص خریدی اس کو پہن کر آپ باہر تشریف لائے ایک انصاری نے عرض کی یہ مجھے پہنا دیں خدا آپ کو جنتی لباس عطا فرمائے حضور اکرم ﷺ نے وہ قمیص اس کو دے دی خود پھر چار درہم میں ایک اور قمیص خریدی آپ کے پاس دو درہم بچ گئے۔ آپ نے دیکھا ایک کنیز رو رہی

ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے وجہ پوچھی عرض کی گھر والوں نے آٹا خرید نے کے لئے دو درہم دیئے تھے وہ گم ہو گئے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دو درہم دے دیئے واپسی پر دیکھا پھر رو رہی ہے پھر پوچھا مجھے خوف ہے گھر والے کہیں ماریں نہ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ساتھ اس کے گھر تک تشریف لے گئے گھر والوں کو تین مرتبہ سلام کیا انہوں نے پہچاننے کے باوجود تیسری مرتبہ جواب دیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وجہ پوچھی عرض کی ہماری خواہش تھی کہ آپ کی زبان سے ہمارے لئے سلامتی میں اضافہ ہو۔ عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے آنا ہوا؟ فرمایا اس کنیز کو نہ مارنا اس پر شفقت کرنا اس کے مالک نے کہا میں نے آپ کی آمد کی برکت سے اس کنیز کو رضائے الٰہی کے لئے آزاد کر دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو خیر اور جنت کی بشارت دی پھر فرمایا خدا نے دس درہموں میں برکت دی اپنے نبی کو قمیض پہنایا انصاری کو قمیض پہنایا باقی دو سے کنیز آزاد ہوئی میں خدا کی حمد بیان کرتا ہوں جس نے اپنی قدرت سے یہ سب کچھ عطا فرمایا۔

(طبرانی کبیر، ج ۱۲، ص ۳۳۷)

مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا
وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا

حدیث نمبر 2:

حضرت ابو مسعود انصاری بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے غلام کو مار رہا تھا کہ میں نے اپنے پیچھے یہ آواز سنی اے ابو مسعود جان لو کہ تم کو جس قدر اس غلام پر اختیار ہے اس سے زیادہ خدا کو تم پر اختیار ہے میں نے جو مڑ کر دیکھا تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے اس کو رضائے الٰہی کے

لئے آزاد کر دیا آپ نے فرمایا اگر تم ایسا نہ کرتے تو دوزخ کی آگ تمہیں جلاتی۔ (ص مشکوٰۃ)

نہ کر سختیاں زیر دستوں کے ساتھ
کہ تیرے بھی ہے ہاتھ پر کوئی ہاتھ

حدیث نمبر 3:

رسول پاک ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنے غلام کے منہ پر تھپڑ مارے اس کا کفارہ یہ ہے کہ اس کو آزاد کر دے۔ حضرت سوید بن مقرن بیان کرتے ہیں کہ ہم سات بھائی تھے ہمارے ہاں صرف ایک خادمہ تھی ہم میں سے ایک نے اس کے منہ پر تھپڑ مارا رسول خدا ﷺ نے اس سے کہا اسے آزاد کر دو انہوں نے کہا ہمارے ہاں صرف یہی ایک خادمہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ خدمت کرتی رہے جب تم اس کی خدمت سے بے نیاز ہو جاؤ تو اسے آزاد کرنا۔ (مشکوٰۃ)

حدیث نمبر 4:

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے میں نے ایک عجمی غلام کو برا بھلا کہا اس نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں شکایت کر دی آپ نے فرمایا ابو ذر (رضی اللہ عنہ)! تم میں جاہلیت ہے وہ تمہارے بھائی ہیں۔ خدا نے تم کو ان پر فضیلت دی ہے ان میں سے جو تمہارے موافق نہ ہو اسے فروخت کر دو اور خلق خدا کو عذاب نہ دو۔ (ابو داؤد)

حدیث نمبر 5:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ اَعْتَقَ رَقَبَةً مُّسْلِمَةً اَعْتَقَ اللّٰهُ بِكُلِّ عُضْوٍ مِّنْهُ عُضْوًا مِّنَ

النَّارِ○ (مسلم)

جس نے کسی مسلمان غلام کو آزاد کیا تو اس غلام کے ہر عضو کے بدلے اس آزاد کرنے والے کا ہر عضو دوزخ سے آزاد ہو جاتا ہے۔

چوپاؤں پر شفقت:

حدیث نمبر 1:

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری کے باغ میں داخل ہوئے دیکھا کہ وہاں ایک اونٹ ہے جب اس اونٹ نے آپ کو دیکھا تو رونے لگا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے آپ اس کے پاس تشریف لائے اور اس کے پس گوش پر اپنا ہاتھ پھیرا وہ چپ ہو گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا اونٹ کا مالک کون ہے؟ ایک انصاری نے عرض کی کہ یہ اونٹ میرا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو اس چوپائے کے بارے میں جس کا اللہ نے تجھے مالک بنایا ہے خدا سے نہیں ڈرتا۔ اس نے میرے پاس شکایت کی ہے کہ تو اسے بھوکا رکھتا ہے اور کثرت سے تکلیف دیتا ہے۔ (تیسیر الاصول)

حدیث نمبر 2:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شخص راستے میں چل رہا تھا اسے سخت پیاس لگی ایک کنواں نظر آیا تو اس میں اتر کر اس نے پانی پیا پھر نکل آیا ناگاہ اس نے ایک کتا دیکھا جو پیاس کے مارے زبان نکالے ہوئے تھا اور مٹی کھا رہا تھا اس شخص نے سوچا اس کتے کو بھی ویسی ہی تکلیف ہے جیسی مجھے تھی اس لئے وہ کنویں میں اترا اور اپنا موزہ پانی سے بھرا پھر اسے اپنے منہ میں پکڑا۔ یہاں تک کہ اوپر چڑھ آیا اور کتے کو پانی پلایا خدا نے

اس کی قدر دانی کی اور اسے بخش دیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا چوپایوں میں ہمارے واسطے کوئی اجر ہے۔ آپ نے فرمایا ہر ذی روح میں اجر ہے۔ (بخاری)

حدیث نمبر 3:

حضرت تمیم داری سے روایت ہے کہ ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک اونٹ دوڑتا آیا اور آپ کے سر کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اونٹ! ٹھہر! اگر تو سچا ہے تو تیرے سچ کا پھل تیرے لئے ہے اگر تو جھوٹا ہے تو تیرے جھوٹ کا وبال تجھ پر ہے۔ اس کے ساتھ یہ بات بھی بے شک برحق ہے جو ہماری پناہ میں آیا۔ اللہ نے اس کے لئے پناہ رکھی ہے جو ہمارے حضور التجا لائے وہ نامرادی سے بری ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ اونٹ کیا عرض کرتا ہے فرمایا اس کے مالک نے اسے ذبح کر کے کھا لینا چاہا یہ اس کے پاس سے بھاگ آیا اور تمہارے نبی کے حضور فریاد لایا۔ ہم یوں ہی بیٹھے تھے کہ اس کا مالک بھی آ گیا اونٹ نے جب اسے دیکھا پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر انور کے پاس آیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ پکڑی۔ مالک نے کہا ہمارا یہ اونٹ تین دن سے دوڑا ہوا ہے آج آپ کے پاس ملا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جانتے ہو اس نے میرے حضور کیا فریاد کی ہے اور وہ بہت بری فریاد ہے وہ بولا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیا کہتا ہے فرمایا یہ کہتا ہے یہ برسوں تمہاری امان میں پلا، تم گرمی میں اس پر سامان لاد کر سبزہ ملنے کی جگہ تک جاتے اور جاڑے میں گرم سیر مقام تک کوچ کرتے، جب وہ بڑا ہوا تم نے اسے سانڈ بنا لیا اللہ تعالیٰ نے اس کی نسل سے بہت سے اونٹ پیدا کیے جو

چرتے پھرتے ہیں اب جب یہ شاداب برس آیا تم نے ذبح کر کے کھا لینا چاہا وہ بولا یا رسول اللہ ﷺ! خدا کی قسم یہی بات ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا نیک مخلوق کا بدلہ اس کے مالک کی طرف سے یہ نہیں وہ بولا یا رسول اللہ ﷺ میں نہ اسے فروخت کروں گا اور نہ ہی اسے ذبح کروں گا۔ فرمایا تم غلط کہتے ہو اس نے تم سے فریاد کی تم اس کی فریاد کو نہ پہنچے اور میں تم سے زیادہ مستحق ہوں کہ فریادی پر رحم کروں۔ اللہ نے منافقوں کے دلوں سے رحمت نکال لی ہے اور ایمان والوں کے دلوں میں رکھی ہے پھر آپ ﷺ نے وہ اونٹ اس سے سو روپے میں خرید لیا اور فرمایا اے اونٹ تو آزاد ہے یہ سن کر اونٹ نے آواز نکالی حضور ﷺ نے آمین کہی اس نے پھر آواز نکالی آپ ﷺ نے پھر آمین کہی پھر آواز نکالی آپ ﷺ نے پھر آمین کہی اس نے چوتھی بار آواز نکالی حضور اکرم ﷺ نے گریہ فرمایا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کی۔ یا رسول اللہ ﷺ یہ کیا کہتا ہے فرمایا یہ کہتا ہے خدا آپ ﷺ کو اسلام اور قرآن کی طرف سے بہتر جزا دے۔ میں نے کہا آمین۔ پھر اس نے کہا خدا قیامت کے دن آپ ﷺ کی امت کا خوف دور کرے۔ میں نے کہا آمین۔ پھر اس نے کہا خدا آپ ﷺ کی امت کا خون ان کے دشمنوں کے ہاتھوں محفوظ رکھے۔ میں نے کہا آمین۔ پھر کہا خدا آپ ﷺ کی امت میں خونریزی نہ کرے یعنی آپس میں جنگ نہ کریں۔ اس پر میں نے گریہ فرمایا یہ سب مرادیں میں اپنے رب سے مانگ چکا اور اس نے مجھے عطا کر دیں مگر آخری سے منع کر دیا گیا اور مجھے جبرائیل علیہ السلام نے خبر دی کہ میری امت کی فنا تلوار سے ہوگی۔ (الترغیب والترہیب)

ہاں یہیں کرتی ہیں چڑیاں فریاد یہیں سے چاہتی ہے ہرنی فریاد
اسی در پہ شتران ناشاد گلہء رنج و عنا کرتے ہیں

تواضع

رسول اللہ ﷺ عجز و انکساری اور تواضع کا پیکراتم تھے آپ ﷺ نے ساری زندگی عاجزی کو اپنایا اور اس کا درس بھی دیا اس سلسلے کی چند احادیث پیش خدمت ہیں۔

حدیث نمبر 1:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضور علیہ السلام حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ کوہ صفا پر موجود تھے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے شام کو آل محمد ﷺ کے پاس ایک مٹھی بھر آٹا اور ہتھیلی بھر جو بھی نہیں ہوتے اس پر آسمان سے سخت آواز آئی حضور ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا یہ آواز کیسی ہے؟ عرض کی اسرافیل علیہ السلام کو آپ کے پاس حاضر ہونے کا حکم ہوا ہے وہ حاضر ہوئے عرض کی آپ ﷺ کے کلام کو خدا نے سنا ہے مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں دے کر بھیجا ہے اور حکم دیا ہے کہ وہ چابیاں آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دوں۔ تہامہ کے پہاڑوں کو زمرد یاقوت اور سونے چاندی کا بنا دوں اگر آپ چاہیں تو میں یہ کام ابھی کر دوں آپ کو اختیار ہے چاہے نبی بادشاہ بنیں یا نبی بندے۔ فَاَشَارَ جِبْرِیْلُ اِلَیْہِ اَنْ تَوَاضَعْ فَقَالَ نَبِیًّا عَبْدًا ثَلَاثًا حضرت جبرائیل علیہ السلام نے تواضع کا اشارہ کیا آپ نے تین مرتبہ فرمایا میں نبی بندہ بننا چاہتا ہوں۔ (طبرانی کبیر، ص   )(زرقانی، ص ۳۲۲)

عجز تو دیکھو اللہ اکبر تکیے کے بدلے اینٹ یا پتھر

اور سر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

حدیث نمبر 2:

غزوہ بدر میں تین تین مجاہدوں کے لئے ایک ایک اونٹ تھا چنانچہ حضرت علی المرتضیٰ اور ابولبابہ انصاری رسول اللہ ﷺ کے عدیل تھے جب حضور اکرم ﷺ کے اترنے کی باری آتی تو دونوں عرض کرتے کہ آپ نہ اتریں ہم آپ کے بدلے پیدل چلتے ہیں مگر رسول خدا ﷺ فرماتے تم مجھ سے زیادہ قوی نہیں اور میں تمہاری نسبت اجر وثواب سے زیادہ بے نیاز نہیں۔ (طبقات ابن سعد ص)

حدیث نمبر 3:

عدی بن حاتم طائی پہلے عیسائی تھے جو اپنی قوم کے سردار تھے اور غنیمت میں سے حسب قاعدۂ جاہلیت چوتھا حصہ لیا کرتے تھے جب ان کو رسول خدا ﷺ کی بعثت کی خبر پہنچی تو وہ بھاگ کر ملک شام چلے گئے ان کی بہن پیچھے رہ گئی اور گرفتار ہو کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئی اس نے عرض کی آپ مجھ پر احسان کریں۔ خدا تعالیٰ آپ ﷺ پر احسان کرے گا چنانچہ نبی کریم ﷺ نے اسے خوراک، پوشاک دے کر ایک قافلے کے ساتھ جو کہ اس کی قوم سے تعلق رکھتا تھا روانہ کر دیا وہ شام میں اپنے بھائی کے پاس پہنچ گئی۔ عدی کو شک تھا کہ رسول اللہ ﷺ پیغمبر ہیں یا بادشاہ ہیں۔ بہن نے مشورہ دیا کہ تم خود حاضر خدمت ہو کر دیکھ آؤ چنانچہ عدی بیان کرتے ہیں کہ جب میں مدینہ پہنچا تو نبی کریم ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے میں نے سلام عرض کیا آپ ﷺ نے پوچھا تم کون ہو میں نے عرض کیا میں عدی بن حاتم طائی ہوں یہ سن کر آپ ﷺ کھڑے ہو گئے اور مجھے اپنے گھر لے چلے ناگاہ ایک بڑھیا کسی حاجت کے لئے حاضر خدمت ہوئی وہ کہنے لگی ٹھہریئے چنانچہ آپ ٹھہر گئے اور وہ دیر تک کچھ عرض کرتی رہی یہ دیکھ کر میں

نے اپنے دل میں کہا یہ بادشاہ نہیں پھر آپ مجھے اپنے گھر لے گئے۔آپ نے ایک تکیہ جو کھجور کی چھال کا بھرا ہوا تھا میری طرف پھینک دیا اور فرمایا کہ اس پر بیٹھ جاؤ میں نے کہا نہیں آپ اس پر تشریف رکھئے۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم ہی اس پر بیٹھو چنانچہ حسب الارشاد میں اس پر بیٹھ گیا اور آپ ﷺ زمین پر بیٹھ گئے یہ دیکھ کر میں نے اپنے دل میں کہا یہ بادشاہ نہیں۔آپ نے فرمایا کیا تم غنیمت کا چوتھا حصہ نہیں لیتے میں نے عرض کیا ہاں۔آپ ﷺ نے فرمایا یہ تمہارے دین میں جائز نہیں میں اس سے پہچان گیا کہ آپ ﷺ خدا کے رسول ہیں اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا عدی شاید تم اس لئے دین اسلام میں داخل نہیں ہوتے کہ مسلمان غریب ہیں اور تعداد میں تھوڑے ہیں اور ان کے دشمن بہت اور صاحب ملک وسلطنت ہیں مگر عنقریب مسلمانوں میں مال کی وہ کثرت ہوگی کہ کوئی صدقہ لینے والا نہ ہوگا اور تم عنقریب سن لوگے کہ ایک عورت اونٹ پر سوار ہو کر قادسیہ سے چل کر مکہ میں پہنچ کر بیت اللہ کا حج کرے گی اور اسے کسی کا ڈر نہ ہوگا اور تم عنقریب بابل میں سفید محلات پر مسلمانوں کے قبضے کی خبر سن لوگے یہ سن کر میں اسلام لے آیا حضرت عدی فرمایا کرتے تھے ان تین پیشنگوئیوں میں دوسری اور تیسری پوری ہو چکی اور پہلی پوری ہو کر رہے گی۔ (سیرت ابن ہشام)

حدیث نمبر 4:

ایک سفر میں آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے فرمایا کھانے کے لئے ایک بکری درست کرلو ایک نے کہا اس کی کھال اتارنا میرے ذمے ہے۔ ایک بولا پکانا میرے ذمے۔آپ ﷺ نے فرمایا لکڑیاں اکٹھی کرنا میرے ذمے ہے۔صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کی یہ کام ہم خود کر

لیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں جانتا ہوں کہ تم کر سکتے ہو لیکن مجھے یہ بات پسند نہیں کہ میں اپنے آپ کو تم سے ممتاز کر دوں۔ خدا تعالیٰ اس آدمی کو پسند نہیں کرتا جو اپنے ساتھیوں سے ممتاز بن جاتا ہے اس کے بعد آپ لکڑیاں اکٹھی کر کے لائے۔ (ابن ماجہ)

حدیث نمبر 5:

حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ ہمارے غریب خانے پر تشریف لائے۔ میرے والد نے آپ کی خاطر تواضع کی کھانا تناول فرمانے کے بعد جب آپ واپس آنے لگے تو میرے والد نے آپ کے لئے ایک دراز گوش تیار کیا جس پر کمبل کا پالان تھا۔ آپ اس پر سوار ہو گئے جب چلنے لگے تو میرے والد نے فرمایا اے قیس تو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جا میں آپ کے ساتھ ہو لیا حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تو میرے ساتھ سوار ہو جا میں نے بپاس ادب انکار کر دیا مگر آپ ﷺ نے فرمایا تو سوار ہو جا یا لوٹ جا اس لئے میں واپس ہو گیا۔ (ص مشکوٰۃ)

مزاح:

رسول اللہ ﷺ کبھی کبھار پاکیزہ مزاح بھی فرمالیا کرتے تھے مگر اس میں جھوٹ کی آمیزش نہ ہوتی۔

حدیث نمبر 1:

ایک روز ایک آدمی نے درخواست کی کہ مجھے سواری عنایت کیجئے تا کہ میں اس پر سوار ہو جاؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں تجھے اونٹنی کے بچے پر سوار کروں گا وہ بولا میں اونٹنی کے بچے کو کیا کروں گا اس پر آپ ﷺ نے فرمایا

اونٹنیاں ہی اونٹ جنتی ہیں یعنی ہر اونٹ اونٹنی کا بچہ ہوتا ہے اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔

حدیث نمبر 2:

ایک مرتبہ ایک عورت جو قرآن پڑھا کرتی تھی نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی آپ دعا کریں میں بہشت میں داخل ہو جاؤں آپ نے فرمایا کوئی بوڑھی عورت جنت میں داخل نہ ہوگی۔ اس نے اس کا سبب پوچھا آپ ﷺ نے فرمایا کیا تو قرآن نہیں پڑھتی اس میں اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے:

اِنَّا اَنْشَاْنٰھُنَّ اِنْشَآءً فَجَعَلْنٰھُنَّ اَبْکَارًا ہم نے ان عورتوں کو خاص طور پر پیدا کیا اور ان کو کنواریاں بنایا۔

حدیث نمبر 3:

حضور اکرم ﷺ کا ایک بدوی صحابی تھا جو شکل کا اتنا خوبصورت نہ تھا نام اس کا زاہر تھا جنگل کے پھل اور سبزیاں نبی کریم ﷺ کے لئے بطور ہدیہ لایا کرتا تھا جب وہ آپ سے رخصت ہوتا تو آپ اس کو شہر کی چیزیں کپڑے وغیرہ دے دیا کرتے تھے۔ آپ کو اس سے محبت تھی اور فرمایا کرتے تھے کہ زاہر ہمارا دیہاتی ہے اور ہم اس کے شہری ہیں۔ ایک روز آپ بازار کی طرف نکلے تو دیکھا کہ زاہر اپنا سامان بیچ رہا ہے آپ نے پیٹھ کی طرف سے جا کر اس کی آنکھوں پر اپنا ہاتھ مبارک رکھ دیا اور اسے گود میں لے لیا وہ بولا کون ہے مجھے چھوڑ دے پھر انہوں نے مڑ کر دیکھا تو وہ رسول کریم ﷺ تھے پھر اپنی پیٹھ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ لپٹانے لگ گئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا! ہے کوئی! جو ایسے غلام کو خریدے۔ اس نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! اگر آپ بیچنا چاہتے ہیں تو میری تو

قیمت نہایت کم ہو گی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو خدا کے نزدیک گراں قیمت ہے یعنی جو ہمارا ہو جاتا ہے وہ انمول ہو جاتا ہے اس لئے کہ:

خدا ان کو کس پیار سے دیکھتا ہے
جو آنکھیں ہیں محو لقائے محمدؐ

سخاوت وایثار:

حدیث نمبر 1:

تمام انسانوں میں سب سے زیادہ سخاوت کرنے والے ہمارے نبی کریم علیہ السلام تھے۔ حدیث میں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سائل کو لایعنی نہیں سے جواب نہیں دیا اگر پاس نہ ہوتا تو قرض لے کر عطا فرما دیتے یا پھر وعدۂ عطا فرماتے۔ ایک دفعہ ایک سائل آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس کوئی چیز نہیں مگر یہ کہ تو مجھ پر قرض کرے جب ہمارے پاس کچھ آجائے گا ہم اسے ادا کر دیں گے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ نے آپ کو اس چیز کی تکلیف نہیں دی جو آپ کی قدرت میں نہیں ان کی یہ بات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند نہ آئی انصار میں سے ایک شخص بولا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! عطا کیجئے اور عرش کے مالک سے قلت کا خوف نہ کیجئے یہ سن کر آپ نے تبسم فرمایا اور آپ کے چہرے پر تازگی آگئی فرمایا اسی کا امر کیا گیا ہے۔ (شمائل ترمذی)

حدیث نمبر 2:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بحرین سے مال آیا اور یہ زیادہ سے زیادہ مال تھا جو آپ کے پاس لایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو مسجد میں ڈال دو جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو اس مال

کے پاس بیٹھ گئے اور تقسیم فرمانے لگے۔ آپ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آئے اور عرض کرنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اس مال میں سے دیجئے کہ غزوہ بدر کے دن میں نے اپنا اور عقیل کا فدیہ دیا تھا آپ نے فرمایا لے لو۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے دونوں ہاتھوں سے اپنے کپڑے میں ڈال لیا۔ پھر اٹھانے لگے تو نہ اٹھا سکے۔ عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کسی سے کہہ دیں کہ اٹھا کر میرے اوپر رکھ دیں۔ آپ نے فرمایا میں نہیں کہتا۔ عرض کی آپ اٹھوا دیں۔ فرمایا یہ بھی نہیں کرتا۔ انہوں نے تھوڑا سا مال نکال دیا پھر اٹھانا چاہا نہ اٹھا سکے عرض کی کسی سے کہہ دیں وہ اٹھا کر میرے اوپر رکھ دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نہیں کہتا۔ عرض کی آپ اٹھوا دیں فرمایا میں یہ بھی نہیں کرتا۔ پس حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اس میں سے کچھ اور کم کر دیا پھر اسے کندھے پر اٹھا لیا اور روانہ ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف دیکھتے رہے یہاں تک کہ وہ غائب ہو گئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طمع پر تعجب فرماتے تھے جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے اٹھے تو ایک درہم بھی باقی نہ تھا۔ (بخاری)

اٹھا . جب بھی دست عطائے محمدؐ
غنی بن گئے ہیں گدائے محمدؐ

حدیث نمبر 3:

آپ کی سخاوت زیادہ تر مؤلفۃ القلوب کے لئے ہوتی تھی چنانچہ صفوان بن امیہ نے ایک مرتبہ بکریوں کا سوال کیا جن سے دو پہاڑوں کے درمیان پوری وادی بھری ہوئی تھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ تمام بکریاں اسے دے دیں اس نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم تم اسلام لے آؤ اللہ کی قسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایسی سخاوت کرتے

ہیں کہ فقر سے نہیں ڈرتے۔ (مشکوٰۃ)

بیٹھا ہے سکہ تمہاری عطا کا
کبھی ہاتھ اٹھنے نہ پایا گدا کا

حدیث نمبر 4:

ایک روز نماز عصر کا سلام پھیرا اور جلدی سے دولت خانہ میں تشریف لے گئے پھر جلدی نکل آئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو تعجب ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے نماز میں خیال آیا کہ صدقہ کا کچھ سونا گھر میں پڑا ہے مجھے پسند نہ آیا کہ رات ہو جائے اور وہ گھر میں پڑا رہے اس لئے جا کر اسے تقسیم کرنے کے لئے کہہ آیا ہوں۔ (بخاری)

زمانے کی دولت نہیں پاس پھر بھی
زمانے میں بٹتی ہے دولت کسی کی

حدیث نمبر 5:

حضرت بلال رضی اللہ عنہ مؤذن رسول پاک ﷺ کے خزانچی تھے ایک دن عبداللہ ہوازنی نے ان سے رسول خدا ﷺ کے خزانے کا حال پوچھا انہوں نے بیان کیا کہ رسول کریم ﷺ کے پاس کچھ نہ رہتا تھا۔ بعثت سے وفات تک یہ کام میری تحویل میں رہا جب کوئی ننگا بھوکا مسلمان آپ کے پاس آتا آپ مجھے حکم دیتے میں کسی سے قرض لیتا اور چادر خرید کر اسے اڑھاتا اور کھانا کھلاتا ایک روز ایک مشرک مجھ سے ملا کہنے لگا بلال میرے ہاں گنجائش ہے میرے سوا کسی اور سے قرض نہ لیا کرو۔ میں نے ایسا ہی کیا ایک روز میں وضو کر کے اذان دینے لگا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ مشرک تاجروں کی ایک جماعت کے ساتھ آ رہا ہے اس نے مجھے

دیکھ کر کہا او حبشی میں نے کہا لبیک پھر اس نے ترش رو ہو کر میرے متعلق کچھ کہا اور بولا کچھ معلوم ہے وعدے میں کتنے دن باقی ہیں میں نے کہا وقت وعدہ قریب آ گیا ہے اس نے کہا صرف چار دن باقی ہیں اگر اس مدت میں تو نے قرض ادا نہ کیا تو تجھے غلام بنا کر بکریاں چرواؤں گا جیسا کہ تو پہلے چرایا کرتا تھا۔ یہ سن کر مجھے فکر دامن گیر ہوا رسول خدا ﷺ نماز عشاء پڑھ کر گھر تشریف لے گئے میں حاضر خدمت ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں وہ مشرک جس سے میں قرض لیا کرتا تھا اس نے مجھ سے ایسا کہا ہے اور آپ کے پاس ادائے قرض کے لئے کچھ موجود نہیں اور نہ میرے پاس ہے وہ مجھ کو رسوا کرے گا اگر آپ اجازت دیں تو میں بھاگ کر مسلمانوں کے کسی قبیلے میں جا رہوں جب ادائے قرض کے لئے خدا کچھ سامان کر دے گا تو واپس آ جاؤں گا غرض میں اپنے گھر گیا اور تلوار جوتا تھیلا اور ڈھال اپنے سرہانے رکھ لئے صبح کاذب ہوتے ہی میں چلنے لگا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص دوڑتا آ رہا ہے اور کہتا ہے بلال (رضی اللہ عنہ)! رسول پاک ﷺ نے تجھے یاد فرمایا ہے وہاں پہنچا تو دیکھا کہ چار اونٹ لدے ہوئے بٹھائے ہوئے ہیں میں اجازت لے کر حاضر خدمت ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے ادائے قرض کا سامان کر دیا تم نے چار اونٹ بیٹھے دیکھے ہوں گے۔ میں نے عرض کی۔ ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا یہ اونٹ حاکم فدک نے بھیجے ہیں۔ غلہ اور کپڑے جو ان پر ہیں وہ سب تمہاری تحویل میں ہیں ان کو بیچ کر قرض ادا کر دو میں نے تعمیل ارشاد کی پھر میں مسجد میں آیا اور رسول اکرم ﷺ کو سلام کیا۔ آپ ﷺ نے ادائے قرضہ کا حال پوچھا میں نے عرض کی قرض سارا ادا ہو گیا ہے آپ ﷺ نے پوچھا کچھ باقی بچا میں نے عرض کی کچھ بچ رہا ہے فرمایا مجھے اس سے سبکدوش کر دو جب تک یہ کسی

ٹھکانے نہ لگے گا میں گھر نہ جاؤں گا۔ آپ ﷺ نمازِ عشاء سے فارغ ہوئے مجھے بلا کر اس بقیہ کا حال پوچھا میں نے عرض کی وہ میرے پاس ہے کوئی سائل نہیں ملا رسول خدا ﷺ رات کو مسجد میں رہے دوسرے روز نماز عشاء کے بعد مجھ سے پوچھا میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! خدا نے آپ کو سبکدوش کر دیا ہے یہ سن کر آپ ﷺ نے تکبیر کہی اور خدا کا شکر ادا کیا کیونکہ آپ کو ڈر تھا کہ ایسا نہ ہو کہ موت آ جائے اور وہ مال میرے پاس ہو پھر آپ ﷺ اپنے گھر تشریف لے گئے۔ (ابوداؤد، ج ا، ص ۳۶۳)

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا

دریا بہا دیئے ہیں در بے بہا دیئے ہیں

صداقت:

رسول خدا ﷺ ہمیشہ سچ بولتے اپنے تو درکنار بیگانے بھی آپ کی صداقت کے قائل تھے۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول خدا ﷺ مدینہ طیبہ میں تشریف لائے لوگ کام کاج چھوڑ کر آپ ﷺ کو دیکھنے کے لئے آ رہے تھے۔ میں بھی آیا جب میں نے آپ کا چہرہ مبارک دیکھا۔ میں نے پہچان لیا کہ یہ چہرہ جھوٹوں کا چہرہ نہیں آپ اس وقت فرما رہے تھے۔

اَیُّھَا النَّاسُ اَفْشُوا السَّلَامَ وَصِلُوا الْاَرْحَامَ وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصَلُّوْا بِاللَّیْلِ وَالنَّاسُ نِیَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّۃَ بِسَلَامٍ ○

اے لوگو! سلامتی پھیلاؤ، اپنوں سے محبت کرو، بھوکوں کو کھانا کھلاؤ، رات کو جبکہ لوگ سو رہے ہوں اللہ کی عبادت کرو اور سلامتی سے جنت میں داخل ہو جاؤ۔

یہ کلام سن کر میں نے کہا اَشْھَدُ اَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ حَقًّا وَّاَنَّکَ جِئْتَ

بِالْحَقِّ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ سچے رسول ہیں اور حق لے کر آئے ہیں۔

(سنن کبریٰ، ص ۵۰۲، مسند امام احمد، ج ۵، ص ۴۵۱)

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ ابوجہل نے رسول اللہ ﷺ سے کہا ہم تمہیں جھوٹا نہیں کہتے لیکن جو کتاب و شریعت تم لائے ہو اس سے ہم انکار کرتے ہیں اس پر ابوجہل اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَٰكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ ○

وہ تجھ کو جھوٹا نہیں کہتے لیکن ظالم خدا کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔

جب نبی کریم ﷺ نے اعلانِ نبوت فرمایا تو آپ نے کوہ صفا پر چڑھ کر قریش کو پکارا وہ جمع ہو گئے۔ آپ نے ان سے پوچھا بتاؤ اگر میں یہ کہہ دوں کو وادیء مکہ سے ایک لشکر تم پر تاخت و تاراج کرنا چاہتا ہے تو یقین کر لو گے؟ وہ بولے ہاں! کیونکہ ہم نے آپ کو سچ بولتے ہی دیکھا ہے۔ (بخاری)

ایک روز مشرکوں نے عتبہ بن ربیعہ کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گفتگو کرنے کے لئے بھیجا اس نے حضور اکرم ﷺ پر چند امور پیش کئے کہ ان میں سے جو چاہیں قبول کر لیں اور نئے مذہب سے باز آئیں اس کے جواب میں آپ نے سورہ حم السجدہ کی تلاوت کی جب آپ ﷺ فَإِنْ أَعْرَضُوا پر پہنچے تو عتبہ نے آپ ﷺ کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور قرابت کی قسم دے کر کہا آپ ﷺ آگے نہ پڑھیں اس کے بعد عتبہ نے واپس جا کر مشرکین مکہ پر یہ ماجرا بیان کیا اور کہا کہ اس نے مجھے قرآن سنایا جب وہ اس آیت پر پہنچا فَإِنْ أَعْرَضُوا فَقُلْ أَنذَرْتُكُمْ صَاعِقَةً مِّثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَثَمُودَ ○

اگر وہ منہ پھیریں تو کہہ دیں کہ میں نے تمہیں ایک کڑاکے سے ڈرایا

جیسا کہ عاد و ثمود پر آیا۔

تو میں نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور قرابت قریبہ کی قسم دے کر کہا کہ بس آگے نہ پڑھیے تمہیں معلوم ہے کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) جب کچھ کہہ دیتا ہے تو جھوٹ نہیں بولتا اس لئے میں ڈر گیا کہ کہیں تم پر وہ عذاب نازل ہو جائے جس سے اس نے ڈرایا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

عدل وانصاف:

ایک صحابی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مجھ پر ایک یہودی کا چار درہم قرض تھا یہ وہ زمانہ تھا کہ رسول اکرم غزوۂ خیبر کا ارادہ فرما رہے تھے اس نے مجھ سے تقاضا کیا میں نے مہلت مانگی تو وہ نہ مانا اور مجھے پکڑ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں لے گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دو دفعہ فرمایا کہ اس کا قرض ادا کر دو۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ خیبر کی مہم کا ارادہ فرما رہے ہیں شاید وہاں سے کچھ غنیمت ہاتھ لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا کہ اس کا حق ادا کر دو۔ یہ قاعدہ تھا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی بات کے لئے تین مرتبہ فرما دیتے تو پھر کوئی عذر نہ کیا جاتا میرے پاس ایک تہ بند اور ایک عمامہ تھا میں نے اس یہودی سے کہا اس تہ بند کو مجھ سے خرید لو چنانچہ اس نے چار درہم میں مجھ سے خرید لیا میں نے عمامہ سر سے اتار کر کمر سے لپیٹ لیا ایک عورت میرے پاس سے گزری اس نے اپنی چادر مجھے اڑھا دی۔ (ص طبرانی صغیر)

سرق ایک صحابی رضی اللہ عنہ تھے ان سے اس نام کی وجہ تسمیہ پوچھی گئی تو کہنے لگا ایک بدوی دو اونٹ لے کر آیا میں نے خرید لئے اور قیمت لانے کے بہانے اپنے گھر میں داخل ہوا اور عقب خانے سے نکل گیا اور ان اونٹوں کو بیچ کر اپنی

حاجت پوری کی۔ میں نے خیال کیا بدوی چلا گیا ہوگا میں واپس آیا تو وہ کھڑا تھا وہ مجھے پکڑ کر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں لے گیا اور واقعہ عرض کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا تو نے ایسا کیوں کیا میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے اونٹوں کو بیچ کر اپنی حاجت پوری کی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بدوی کو قیمت ادا کر دو میں نے عرض کی میرے پاس کچھ نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو سرق ہے پھر بدوی سے فرمایا اس کو فروخت کر کے اپنی قیمت پوری کر لو چنانچہ لوگ اس سے میری قیمت پوچھنے لگے وہ ان سے کہتا تم کیا چاہتے ہو وہ کہتے کہ ہم خرید کر آزاد کرنا چاہتے ہیں یہ سن کر بدوی نے کہا میں تمہاری نسبت ثواب کا زیادہ حقدار ہوں پھر اس نے کہا جاؤ میں نے تم کو آزاد کر دیا۔ (المستدرک)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین مکہ امین کے لقب سے پکارتے تھے جب قریش مکہ نے کعبہ کو از سرِ نو بنانا چاہا اور حجر اسود کی جگہ تیار ہو گئی تو قبائل میں جھگڑا ہوا۔ ہر قبیلہ یہی چاہتا تھا کہ حجر اسود کو نصب کرنا ہمارے حصے میں آئے۔ آخر یہ قرار پایا کہ جو شخص کل صبح باب بنی شیبہ سے حرم میں داخل ہو وہ ثالث بنے اتفاقاً اس دروازے سے جو پہلے داخل ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ آپ کو دیکھتے ہی سب پکار اٹھے یہ امین ہے ہم راضی ہیں۔ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جب انہوں نے آپ سے معاملہ ذکر کیا تو آپ نے ایک چادر بچھا کر حجر اسود کو اس میں رکھا اور فرمایا ہر طرف والے ایک سردار کا انتخاب کر لیں اور وہ چاروں سردار چادر کے چاروں کونے تھام لیں اور اوپر کو اٹھائیں اس طرح جب وہ چادر مقام نصب تک پہنچ گئی تو آپ نے اپنے دست مبارک سے حجر اسود کو اس کے مقام پر نصب کر دیا اور وہ سب خوش ہو گئے۔

غزوہ بدر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صف آرائی فرما رہے تھے حضرت سواد صف

سے آگے نکلے ہوئے تھے آپ نے ان کے سینے پر چھڑی ماری اور فرمایا سواد سیدھے ہو کر صف میں کھڑے ہو جاؤ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی چھڑی سے مجھے اذیت ہوئی ہے مجھے بدلہ دیں۔ خدا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عدل و انصاف کا پیکر بنا کر بھیجا ہے۔ آپ نے اپنے سینے سے کپڑا اٹھا کر فرمایا سواد! لو! بدلہ لے لو انہوں نے دوڑ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے کو چوم لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سواد یہ تم نے کیا کیا ہے عرض کی میرا آخری وقت قریب ہے میں نے چاہا کہ وفات سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اقدس کا مساس حاصل ہو جائے۔

ایک دفعہ خاندان بنو مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی۔ قریش نے چاہا کہ وہ حد سے بچ جائے۔ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب اسامہ بن زید سے درخواست کی کہ آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سفارش کر دیں۔ چنانچہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سفارش کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم حد میں سفارش کرتے ہو۔ تم سے پہلے لوگ (بنی اسرائیل) اسی سبب سے تباہ ہوئے کہ وہ غریبوں پر حد جاری کرتے تھے اور امیروں کو چھوڑ دیتے تھے۔ خدا کی قسم! اگر فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا کرتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا۔ (ابوداؤد)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نضر کی بیٹی ربیع نے ایک لڑکی کے دانت توڑ دیئے ربیع کے گھر والوں نے اس لڑکی سے درگذر کی درخواست کی لیکن اس کے گھر والوں نے معاف کرنے سے انکار کر دیا انہوں نے معاوضہ دے کر صلح کرنی چاہی لیکن یہ کوشش بھی ناکام رہی۔ بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں آ کر انہوں نے فریاد کی اور عرض کی ہم تو ربیع سے اپنی بچی کا قصاص ہی لیں گے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ربیع، اس کے باپ، اس کے خاندان کی وجاہت اور وقار کو نظر انداز کرتے ہوئے فیصلہ فرمایا کہ ربیع سے قصاص لیا جائے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ربیع جیسی شریف زادی کے دانت توڑے جائیں گے۔

فرمایا قصاص لینا اللہ کا حکم ہے اس میں ہیر پھر نہیں ہو سکتا لیکن اس عورت کے خاندان نے یہ عدل و انصاف دیکھا تو معاف کر دیا۔

عہد فاروقی میں عمرو بن عاص نے مصر فتح کیا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کو وہاں کا گورنر مقرر کیا ان کے لڑکے کو گھوڑ دوڑ کا بہت شوق تھا ایک مصری نے ان کے ساتھ گھوڑا دوڑایا اور جیت گیا۔ مصر کے فاتح اور گورنر کے بیٹے کو بڑا غصہ آیا اور اسے کئی بید رسید کیے اور کہا اور بید کھاؤ میں دو کریموں کا بیٹا ہوں۔ مصری مار کھانے کے بعد مدینہ منورہ آیا اور عدالت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ اس کی فریاد سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنا قاصد مصر روانہ کیا۔ چند روز کے بعد قاصد باپ بیٹے کو لے کر مدینہ حاضر ہوا اور عدالت فاروقی میں پیش کیا۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مقدمہ سماعت فرمایا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے فرمایا مصری کہاں ہے۔ وہ حاضر ہوا آپ نے اس کے ہاتھ میں درہ دیا اور فرمایا مارو! دو لئیموں کے بیٹے کو۔ جس طرح اس نے تمہیں مارا تھا۔ وہ کوڑے لگا رہا ہے اور عمرو بن عاص اپنے بیٹے کو پٹتا ہوا دیکھ رہے ہیں لیکن کسی کو مجال دم زدن نہیں۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے جاتے ہیں مارو! اے مصری! اور مارو! جب مصری اپنے دل کی بھڑاس نکال چکا تو آپ نے فرمایا اب ذرا فاتح مصر کی بھی خبر لو ان کے بیٹے نے تجھے مارنے کی جرات اس لئے کی کہ وہ اپنے باپ کو مصر کا فاتح اور گورنر سمجھتا تھا۔ مصری اس نرالے عدل و انصاف کو دیکھ کر حیران ہو رہا تھا عرض کرنے لگا یا امیر المومنین (رضی اللہ عنہ)! جس نے مجھے مارا اس سے میں نے بدلہ لے لیا۔ اس میں عمرو بن عاص کا کوئی قصور نہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے غصہ سے حضرت عمرو بن عاص کی طرف دیکھا اور اپنی زبان سے ایک ایسا جملہ نکالا جس میں اسلامی فتوحات کا فلسفہ اور روح سمٹ کر آ گئی ہے فرمایا:

اے عمرو! جن لوگوں کو ان ماؤں نے آزاد جنا ان کو تم نے کب سے اپنا

غلام سمجھ رکھا ہے۔ (مقالات)

اسی طرح کا ایک اور واقعہ عہد فاروقی میں وقوع پذیر ہوا اور وہ یہ کہ غسان کا آخری بادشاہ جبلہ بن ایہم مسلمان ہو گیا اور فریضہء حج ادا کرنے کے لئے مکہ مکرمہ حاضر ہوا۔ وہ بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا اس کی قیمتی چادر پر ایک بدو نے اپنا پاؤں رکھ دیا۔ جبلہ نے مڑ کر دیکھا غصہ سے بے قابو ہو گیا اور اس بدو کو زور سے طمانچہ رسید کیا جس سے اس کی ناک زخمی ہو گئی اور اس کے اگلے دو دانت ٹوٹ گئے اس بدو نے امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر فریاد کی آپ نے جبلہ کو بلایا اور اسے کہا کہ یا تو اس بدو سے معافی مانگو اور اسے راضی کر لو ورنہ قصاص کے لئے تیار ہو جاؤ۔ جبلہ یہ سن کر حیران ہو گیا اور فرط حیرت سے پوچھنے لگا ایک معمولی بدو کے لئے مجھ جیسے بادشاہ سے بدلہ اور قصاص لیا جائے گا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اسلام قبول کر لینے کے بعد اب تم دونوں برابر ہو۔ اب برتری کا معیار صرف تقویٰ ہے۔ جبلہ کہنے لگا میں نے تو اسلام اس لئے قبول کیا تھا کہ مجھے پہلے سے زیادہ عزت حاصل ہو گی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جبلہ یہ نادانوں کی سی باتیں چھوڑو اس نے جب دیکھا کہ امیر المومنین قصاص پر مصر ہیں تو اس نے عرض کی مجھے ایک رات سوچنے کی مہلت دی جائے رات کو اپنے ساتھیوں سمیت قسطنطنیہ چلا گیا اور عیسائی ہو گیا۔ (مقالات)

یہ تھا عدل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگرد رشید کا کہ ایک بادشاہ کا مرتد ہونا قبول کر لیا لیکن قرآن کی تعلیمات پر حرف نہیں آنے دیا اور ثابت کر دیا کہ جس قرآن کی روشنی سے میرا عرصہ حیات منور ہے وہاں شاہ و گدا میں کوئی فرق نہیں کسی بادشاہ کی عظمت عدل و انصاف کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈال سکتی۔

اب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے ایک سلطان کا عدل و انصاف ملاحظہ فرمائیں۔

ایک دن سلطان محمود غزنوی اپنے دیوان میں بیٹھا تھا اس کی رعایا کا ایک غریب آدمی اس کے تخت کے سامنے آ کر ادب سے کھڑا ہو گیا اور شکایت کی کہ ایک ترکی سپاہی نے اس کو گھر سے نکال دیا ہے اور اس کی بیوی پر قبضہ کر لیا ہے محمود نے اس کی شکایت سن کر کہا اب صبر سے کام لو اور رونا چلانا چھوڑ دو جب وہ دوبارہ آئے تو مجھے اطلاع دو میں خود وہاں پہنچ کر تمہاری دادرسی کروں گا تین روز کے بعد مجرم دوبارہ اس کے گھر میں داخل ہوا وہ بھاگا ہوا سلطان محمود کے پاس حاضر ہوا۔ سلطان چند سپاہیوں کو ساتھ لے کر اس کے ہمراہ اس کے پیچھے پیچھے چل پڑا وہاں پہنچ کر سلطان نے مکان کے چاروں طرف پہریدار متعین کر دیئے تمام روشنیاں بجھا دی گئیں اور اعلان کر دیا کہ یہ نابکار گردن زدنی ہے کیونکہ یہ موقع پر بدکاری کرتا ہوا پکڑا گیا ہے جب اسے کیفر کردار تک پہنچا دیا گیا تو پھر چراغ روشن کر دیئے گئے۔ مقتول کو دیکھ کر محمود نے سجدۂ شکر ادا کیا۔ سجدے سے سر اٹھانے کے بعد اس نے کہا اگر گھر میں کچھ کھانے کو ہے تو پیش کرو۔ اس غریب نے روکھی سوکھی روٹی لا کر سامنے رکھ دی جس کو سلطان نے بڑی رغبت سے کھایا پھر محمود سے اس حیرت انگیز طریق کار کے بارے میں پوچھا گیا تو سلطان نے کہا میرے دل میں خیال گزرا مبادا میرے کسی لڑکے نے ایسی جرات کی ہو میں نے چراغ گل کرنے کا حکم دیا تاکہ اگر اس حرامکاری کا مرتکب میرا کوئی بیٹا ہو تو شفقت پدری قیام عدل میں رکاوٹ نہ بنے میرے انصاف کو نابینا اور بے رحم ہونا چاہئے جب سے اس غریب نے اپنی داستان غم سنائی تھی مجھے اتنا دکھ ہوا کہ میں نے تین دن سے کچھ نہیں کھایا۔ (مقالات)

سبق پڑھ پھر صداقت کا عدالت کا شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

شمشیر بے نیام قادر الکلام مقرر اسلام خطیب پاکستان

علامہ مولانا محمد صدیق ملتانی صاحب

مدظلہ العالی

کی دیگر بہترین کتب

باطل اپنے آئینے میں

اس کتاب کا دوسرا نام ایٹم بم ہے یہ وہ کتاب ہے جس نے باطل کے ایوانوں میں زلزلہ برپا کردیا ہے اس کتاب کو پڑھ کر کئی بد مذہب راہ راست پر آگئے ہیں اس کتاب میں گستاخانِ رسول وگستاخان صحابہ وگستاخانِ اھلِ بیت پر کاری ضرب لگائی ہے ان پر ایسے سوالات کئے گئے ہیں جنکا جواب آج تک نہیں دیا گیا یہ باطل فرقوں کے رد میں لاجواب کتاب ہے

بدر الکبری

اس کتاب میں غزوۂ بدر بیان کیا گیا ہے نئی نسل کے ذہنوں میں جہاد کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لئے یہ کتاب ایک عظیم سرمایہ ہے مسلمانوں [illegible] کے اسلاف کے مجاہدانہ کارناموں سے واقف کرانے کے لئے ایک عجیب کوشش ہے جہاد کی فضیلت اور ضرورت کو ذہن نشین کرانے کی سعی بلیغ ہے۔

خدا کی ہستی کے دلائل

یہ کتاب بین الاقوامی حالات کو پیشِ نظر رکھ کر لکھی گئی دنیا میں بہت سے لوگ ہیں جو سرے سے خدا کی ہستی کے منکر ہیں اور اس جہان کی نمود و نمائش کو زمانے کی پیداوار سمجھتے ہیں ایسے لوگوں کے لئے یہ کتاب مشعل راہ بلکہ روشنی کا مینار ہے اس کتاب میں توحید باری تعالیٰ کے عقلی دلائل پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں خدا تعالیٰ کی ہستی کے آفاقی، نفسی اور عقلی دلائل قابلِ ستائش ہیں

کتاب التنویر

خدا تعالےٰ نے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہترین فضائل اور خصائل عطا کے ان کے علاوہ [illegible] خصوصیات ہیں آپ کے خصائص کو آٹھ اقسام پر منقسم کر کے اُن پر بحث کی گی ہے مختلف ابحاث میں معترضین کے اعتراضات کے جوابات دیئے گیے جن سے کتاب کی افادیت میں اضافہ ہوا ہے اس کتاب کے پڑھنے سے [illegible] کے سینے میں الفت رسول کا دریا موجزن ہوتا ہے

دین فطرت

یہ کتاب اصلاح معاشرہ کی غرض سے لکھی گئی ہے اس کتاب میں پردے کی اہمیت پر بڑا زور دیا گیا ہے کیونکہ بے پردگی اور عریانی دعوت گناہ کا سبب ہے اس کتاب میں معاشرے کے مختلف پہلوؤں پر تبصرہ کیا گیا ہے معاشرہ میں جو برائیاں پیدا ہوچکی ہیں ان کو دور کرنے کے طریقوں پر بحث کی گئی ہے

مقام سجدہ

[illegible] میں سے اہم رکن سجدہ ہے اکثر نمازی سجدہ خلاف سنت کرتے ہیں اس کتاب میں [illegible] بیان کیا گیا ہے سجدے کے فوائد اور حکمتوں پر حسین تبصرہ ہے حضور [illegible] تھے اس میں کیا راز تھا مکمل بحث کی گئی ہے سجدہ کی ابتداء [illegible] ایسا رکن نماز ہے جو بندہ کو خدا کے قریب کر دیتا ہے پاکستان میں [illegible]

مکتبہ نوریہ رضویہ گلبرگ اے فیصل آباد

خطباتِ صدیقیہ

جلد پنجم

خطیبِ پاکستان

مولانا محمد صدیق ملتانی مدظلہ العالی

خطیب مرکزی سُنّی رضوی جامع مسجد جھنگ بازار۔ فیصل آباد

مکتبہ نوریہ رضویہ

خطباتِ صدیقیہ

جلد پنجم

خطیبِ پاکستان مولانا محمد صدیق ملتانی مدظلہ العالی
خطیب مرکزی سُنی رضوی جامع مسجد جھنگ بازار۔ فیصل آباد

مکتبہ نوریہ رضویہ
گلبرگ اے۔ فیصل آباد

111346

نام کتاب	ـــــــــ	خطباتِ صدیقیہ (جلد پنجم)
مؤلف	ـــــــــ	مولانا محمد صدیق صاحب ملتانی
تزئین واہتمام	ـــــــــ	سید حمایت رسول قادری
پروف ریڈنگ	ـــــــــ	حافظ رب نواز سیالوی
		(فاضل دارالعلوم نوریہ رضویہ گلبرگ اے فیصل آباد)
صفحات	ـــــــــ	384
اشاعت	ـــــــــ	بار اوّل، مارچ 2009ء
تعداد	ـــــــــ	1100
کمپوزنگ	ـــــــــ	غلام محمد یٰسین خاں
مطبع	ـــــــــ	اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
ناشر	ـــــــــ	مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد
قیمت	ـــــــــ	/- روپے

ملنے کے پتے

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز

11 گنج بخش روڈ لاہور فون 7313885

مولانا محمد صدیق ملتانی فیصل آباد

موبائل: 0300-6608706

فہرست

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سراجاً منیرا

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًاO وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًاO

ترجمہ: اے غیب کے خبر دینے والے ہم نے تمہیں حاضر و ناظر بنا کر بشارت سنانے والا بنا کر ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا اور اللہ کی اجازت سے اللہ کی طرف بلانے والا بنا کر بھیجا اور نور دینے والا چراغ یا آفتاب بنا کر بھیجا۔

حدیث:

حضرت ابومریم فرماتے ہیں ایک دیہاتی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے پاس اس وقت لوگوں کا ہجوم تھا اس نے عرض کی مجھے کسی ایسی چیز کی تعلیم دیں جس سے مجھے فائدہ ہو لوگوں نے اس سے کہا خاموش رہو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو چھوڑ دو یہ آدمی کچھ سیکھنا ہے۔ اس کے لئے کچھ جگہ بنا دو تا کہ یہ بیٹھ جائے اس اعرابی نے سوال کیا آپ کی نبوت کی اول نشانی کیا ہے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے نبیوں کی طرح مجھ سے بھی عہد لیا خدا فرماتا ہے۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًاO

ترجمہ: اور یاد کرو جبکہ ہم نے نبیوں سے عہد لیا اور اے محبوب تجھ سے عہد لیا اور نوح اور ابراہیم سے موسیٰ اور عیسیٰ بن مریم سے اور ہم نے ان سے مضبوط عہد لیا۔

اس کے علاوہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے میری بشارت دی اور تیسری نشانی یہ ہے کہ میری والدہ نے خواب میں دیکھا کہ ان کے دونوں پاؤں کے درمیان سے ایک ''سراج'' ظاہر ہوا جس سے میری والدہ کے لئے ملک شام کے محلات

روشن ہو گئے۔ (ج ۸،ص ۲۲۴، مجمع الزوائد۔ ج ۲۲،ص ۳۳۴، طبرانی کبیر)

سراج کا لفظی معنی چراغ کا ہے اور مرادی معنی آفتاب کا ہے۔ خدا فرماتا ہے۔ وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا خدا نے سورج کو سراج بنایا ایک اور جگہ فرمایا۔

تَبَارَكَ الَّذِیْ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِیْهَا سِرَاجًا وَّ قَمَرًا مُّنِیْرًا○

ترجمہ: پاک ہے وہ جس نے آسمان میں برج بنائے اور اس میں سورج اور روشنی دینے والا چاند بنایا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ آپ کو سراج یعنی چراغ کیوں کہا گیا۔

سراج بمعنی چراغ:

(۱) چراغ کی روشنی چاروں طرف پھیلتی ہے اور حضور ﷺ کا اسلام بھی دنیا میں چاروں طرف پھیلا ہے۔ دنیا کے اکثر ممالک اسلام کی روشنی سے منور ہو چکے ہیں براعظم ایشیا یورپ شمالی امریکہ جنوبی امریکہ اور براعظم افریقہ میں اسلام خوب پھیل رہا ہے۔

(۲) چراغ کی لو اوپر کو اٹھتی ہے۔ سرور کائنات ﷺ بھی معراج کی رات زمین سے آسمانوں کی طرف تشریف لے گئے تھے۔ اس لئے آپ ﷺ کو سراج کہا گیا ہے۔

بنا آسمان منزل ابن مریم
گئے لا مکاں تاجدار مدینہ

(۳) چراغ سے تاریکی دور ہوتی ہے۔ حضور ﷺ سے بھی تاریکی دور ہوتی تھی۔ حدیث میں ہے۔

كَانَ النَّبِیُّ ﷺ یُضِیْئُ الْبَیْتَ اَعْظَمَ مِنْ نُوْرِهٖ○

(ص ۳۹۳، مطالع المسرات)

نبی کریم ﷺ اپنے نور سے اندھیرے کمرے میں روشنی کر دیتے تھے۔

حضرت خالد بن سعید نے خواب دیکھا کہ سارے مکہ میں اتنی تاریکی چھا گئی ہے کہ ہاتھ سوجھائی نہ دیتا تھا پھر اچانک زمزم کے کنویں سے ایک نور نکلا جس سے سارے مکہ کی تاریکی دور ہو گئی۔ انہوں نے اپنے بھائی کے سامنے یہ خواب بیان کیا انہوں نے کہا چونکہ آب زمزم عبدالمطلب نے کھودا ہے لہٰذا انہیں کے خاندان سے ایک امرِ عظیم ظاہر ہو گا۔ حضور ﷺ کی بعثت کے بعد انہوں نے یہ خواب آپ کے سامنے بیان کیا آپ نے فرمایا۔

اَنَا وَاللّٰهِ ذَالِكَ النُّوْرُ وَاَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ۝

خدا کی قسم وہ نور میں ہوں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔

(ج ۱۳، ص ۳۷۸، کنز العمال)

خدا فرماتا ہے۔

الٓمّٓ ۝ كِتَابٌ اَنْزَلْنَاهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ ۝

ترجمہ: اے محبوب یہ کتاب ہم نے تجھ پر اس لئے نازل فرمائی کہ آپ لوگوں کو اندھیروں سے نور کی طرف نکال لے جائیں۔

جہاں تاریک تھا ظلمتکدہ اور کالا تھا
کوئی پردے سے کیا نکلا کہ گھر گھر میں اجالا تھا

(۴) چراغ سے گمشدہ چیز تلاش کر لی جاتی ہے۔ حضور ﷺ سے بھی گمشدہ چیز تلاش کی گئی چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رات کے وقت اندھیرے کمرے میں سوئی دھاگے سے کوئی کپڑا سی رہی تھیں کہ اچانک ان کے ہاتھ سے سوئی گر پڑی ہر چند تلاش کیا لیکن سوئی نہ ملی۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ اس کمرے میں تشریف لے آئے تو:

فَتَبَيَّنَتِ الْاِبْوَةُ بِشُعَاعِ نُوْرِ وَجْهِهٖ ○ (ص خصائص کبریٰ)
آپ کے چہرہ انور سے ایسا نور ظاہر ہوا کہ گمشدہ ہوئی نظر آ گئی۔

(۵) چراغ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جا سکتا ہے۔ حضور ﷺ نے بھی مکہ معظمہ سے ہجرت فرمائی اور مدینہ طیبہ تشریف لائے۔

(۶) ایک چراغ سے ہزاروں چراغ روشن کر لئے جائیں تو پہلے چراغ کی روشنی میں کوئی فرق نہیں آتا مثلاً ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا کی بارگاہ میں عرض کی یا اللہ میں تیرے خزانوں کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔ خدا نے فرمایا اپنے گھر کے سامنے چراغ روشن کر کے رکھ لو اور تمام ہمسایوں سے کہو کہ وہ تمہارے چراغ سے اپنے چراغ روشن کر لیں چنانچہ سب نے اپنے اپنے چراغ روشن کر لئے خدا نے فرمایا دیکھو تمہارے چراغ سے کتنے چراغ روشن ہو گئے لیکن تمہارے چراغ کی روشنی میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔ بس یہی حال میرے خزانوں کا ہے۔ (ج ۲، ص ۲۲۶، جواہر البحار)

حضور ﷺ نے فرمایا۔ اَنَا مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ وَالْخَلْقُ كُلُّهُمْ مِنْ نُوْرِيْ ○ کہ میں اللہ کے نور سے ہوں اور ساری مخلوق میرے نور سے ہے یعنی میرے ظہور کا سبب اللہ کا نور ہے اور ساری مخلوق کے ظہور کا سبب میرا نور ہے اللہ کا نور نہ ہوتا تو میں نہ ہوتا اور میرا نور نہ ہوتا تو مخلوق نہ ہوتی۔

اسلام ہے نور محمد وہ خدا کے نور سے
اس نور سے مخلوق سب پایا یہ نکتہ دور سے

(۷) پروانے دو طرح کے ہوتے ہیں کچھ پروانے وہ ہوتے ہیں جو چراغ کے منہ لگتے ہیں وہ جل جاتے ہیں بھسم ہو جاتے ہیں اور کچھ پروانے وہ ہوتے ہیں جو چراغ کے قدموں میں رینگتے رہتے ہیں ان کو زندگی مل جاتی ہے ہمارے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بھی دو طرح کے لوگ آئے ابوجہل، ابولہب آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ لگے وہ جہنم کا ایندھن بن گئے۔ صدیق اکبر، فاروق، عثمان غنی، حیدر کرار رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین آپ کے قدموں میں آ بیٹھے وہ ہمیشہ کے لئے زندہ ہو گئے بلکہ آپ کی امت کا ایک گروہ ایسا ہے کہ وہ بظاہر قتل ہو جاتا ہے فوت ہو جاتا ہے لیکن حقیقت میں ان کو زندگی مل جاتی ہے وہ کون لوگ ہیں وہ شہید ہیں۔ خدا فرماتا ہے۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ○

ترجمہ: جو اللہ کے راستے میں قتل کر دیئے جائیں ان کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں ان کی زندگی کا شعور نہیں۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک میاں بیوی کا جوڑا ملک شام میں رہتا تھا۔ ان کا ایک بیٹا کسی جنگ میں شہید ہو چکا تھا اس کی شہادت کے بعد انہوں نے دیکھا کہ ایک گھوڑ سوار سرپٹ گھوڑا دوڑاتا آ رہا ہے۔ باپ نے اسے دیکھ کر کہا ہمارا بیٹا آ رہا ہے ماں نے کہا یہ شیطانی وسوسہ ہے وہ تو مدت سے شہید ہو چکا ہے وہ کہاں سے آئے گا اتنے میں وہ لڑکا اور بھی قریب ہو گیا باپ نے کہا خدا کی قسم یہ ہمارا بیٹا ہے اس پر لڑکے کی ماں نے بھی دیکھا اور کہا خدا کی قسم واقعی یہ تو وہی ہے وہ لڑکا اپنے والدین کے قریب کھڑا ہوا اس کے باپ نے کہا کیا تو شہید نہ ہو گیا تھا اس نے کہا ہاں لیکن آج عمر بن عبدالعزیز کا انتقال ہو گیا ہے تو شہیدوں نے اپنے رب سے اُن کے جنازہ میں شریک ہونے کی اجازت مانگی ہے۔ میں بھی ان میں شامل ہو گیا اور میں نے ماں باپ کو سلام کرنے کی اجازت مانگی پھر اس نے اپنے باپ اور ماں کے لئے دعا کی اور واپس چلا گیا۔ (ص ۹۳، شرح الصدور)

شہید اس دار فانی میں ہمیشہ زندہ رہتے ہیں
زمین پر چاند تاروں کی طرح تابندہ رہتے ہیں

(۸) ایک چراغ سے دوسرے چراغ کو روشن کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جلتے ہوئے چراغ کے پاس لا کر اس چراغ کی گردن جھکا دیتے ہیں تو اس کو بھی روشنی مل جاتی ہے۔ حضور ﷺ کی خدمت میں آ کر جس نے اپنی گردن جھکا دی اس کو ایمان کی روشنی مل گئی مثلاً حضرت طفیل بن عمرو دوسی فرماتے ہیں کہ میں مکہ شریف حاضر ہوا اور اس وقت تک رسول پاک ﷺ مکہ ہی میں تھے لوگ طفیل بن عمرو کے پاس آئے اور یہ ایک شریف انسان اور بہترین شاعر تھے۔ لوگوں نے کہا اے طفیل تو مکہ میں نو وارد ہے اور ہمارے ہاں ایک آدمی ظاہر ہوا ہے جس نے ہماری جماعت کا شیرازہ بکھیر دیا ہے اور ہم میں اختلاف پیدا کر دیا ہے اس کے کلام میں جادو کا اثر ہے کہ اولاد کو ماں باپ سے جدا کر دیتا ہے بھائی کو بھائی سے بیوی کو میاں سے جدا کر دیتا ہمیں خوف ہے کہ کہیں تو اپنی قوم سے جدا نہ ہو جائے۔ اگر تیری اس شخص سے ملاقات ہو جائے تو اس سے بات چیت نہ کرنا ان کے کہنے سے میں نے تہیہ کر لیا کہ میں اس سے نہ کلام کروں گا اور نہ اس کی بات سنوں گا میں نے اپنے کان میں روئی ٹھونس لی اور مسجد حرام میں چلا گیا۔ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کعبہ کے قریب نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں ان کے قریب کھڑا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے یہی چاہا کہ میں آپ کا کلام سنوں میں نے ان سے عمدہ کلام سنا میں نے دل میں خیال کیا میں ایک نفیس شاعر ہوں اچھے برے کلام کو سمجھتا ہوں لہٰذا اس شخص کا کلام مجھے سننا چاہیے اگر کلام اچھا ہوا تو میں قبول کر لوں گا اور اگر کلام برا ہوا تو ترک کر دوں گا۔ میں کچھ دیر آپ کے پاس ٹھہرا پھر حضور ﷺ اپنے گھر جانے لگے تو میں نے بھی آپ کا پیچھا کیا یہاں تک کہ آپ اپنے گھر میں

داخل ہوئے میں نے اپنے آپ کو آپ پر پیش کیا میں نے عرض کی اے محمد ﷺ آپ کی قوم نے تو مجھے آپ کے پاس آنے سے ہر چند روکا یہاں تک کہ میں نے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی تا کہ میں آپ کا کلام نہ سن پاؤں لیکن اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ میں آپ کا کلام سنوں میں نے آپ سے عمدہ کلام سنا آپ اپنا پیغام مجھ پر پیش فرمائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھ پر اسلام پیش فرمایا اور مجھ پر قرآن کی تلاوت فرمائی خدا کی قسم میں نے اس سے بڑھ کر اچھا کلام کبھی نہ سنا۔ میں نے اسلام قبول کر لیا میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں اپنی قوم کا سردار ہوں میں ان کی طرف جا رہا ہوں۔ آپ خدا سے دعا کریں وہ مجھے کوئی ایسی نشانی عطا کرے جو ان کے اسلام لانے پر مدد و معاون ہو نبی کریم ﷺ نے دعا مانگی خدا نے میری پیشانی روشن کر دی میں نے دعا مانگی تو وہ نور میرے کوڑے کے سرے پر آ گیا اور ایک معلق قندیل کی طرف چمکنے لگا میں نے اپنے والد کو تبلیغ دین کی وہ مسلمان ہو گئے پھر میں نے اپنی بیوی پر اسلام پیش کیا وہ بھی مسلمان ہو گئی۔

(ج ۵، ص ۳۶۰، دلائل النبوت)، (مدارج النبوت، ج ۲، ص ۵۹۰-۵۹۱)

(۹) چراغ سے روشنی حاصل کرنے کے لئے اب تک سات چیزیں ہمارے سامنے آئی ہیں۔ چراغدان، بتی، تیل، دیا سلائی۔ پہلے زمانے میں پتھر کو پتھر پر مارتے چنگاری پیدا ہوتی تھی پھر ایک ہی کپڑا کو دونوں پتھروں کے درمیان رکھتے اس کو آگ لگ جاتی۔ پھر ایک زمانہ آیا لکڑی کو لکڑی پر رگڑتے اور اس طرح آگ پیدا ہو جاتی ان سات چیزوں کی مدد سے چراغ کی روشنی معرض وجود میں آئی۔ ہمارے نبی کریم ﷺ کی شریعت میں بھی کئی چیزیں سات سات کی تعداد میں موجود ہیں مثلاً کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں سات کلمات ہیں۔ سجدے میں سات ہڈیاں زمین پر لگائی جاتی ہیں۔ وحی کی سات اقسام ہیں۔

جہنم کے سات دروازے ہیں۔ انسان کا جسم سات چیزوں سے بنا ہے اور نماز میں سات چیزیں فرض ہیں۔

اب اگر کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ کیا حضور ﷺ چراغ کی طرح ہیں کیونکہ آپ نے ان کو چراغ کی مانند ثابت کر دیا تو اس کے جواب کے لئے حضور ﷺ اور چراغ میں فرق ملاحظہ فرمائیں۔

نبی کریم اور چراغ میں فرق:

(۱) ہر چراغ میں دھواں ہوتا ہے چنانچہ چراغ کی لو پر اگر کوئی برتن رکھا جائے تو وہ سیاہ ہو جاتا ہے مگر حضور ﷺ کو سراجا منیرا کہہ کر یہ اعلان فرما دیا کہ یہ چراغ دھوئیں سے خالی ہے صرف نور سے معمور ہے۔

وہ کمالِ حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

(۲) چراغ ہوا کی تاب نہ لا کر بجھ جاتے ہیں لیکن سراج منیر کسی باد مخالف سے بجھ نہ سکا مخالفتوں کے جھکڑ چلے سینکڑوں طوفان اُٹھے مشرکین مکہ نے ہر حربہ استعمال کیا لیکن اس نور کو بجھا نہ سکے، خدا فرماتا ہے۔

يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ○

ترجمہ: وہ اپنے مونہوں سے اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں اور اللہ اپنے نور کو مکمل کرنے والا ہے اگرچہ کافر برا منائیں۔

کروٹیں دنیا کی تیرا قصر ڈھا سکتی نہیں
آندھیاں تیرے چراغوں کو بجھا سکتی نہیں

جب نبی کریم ﷺ کی تبلیغ دن دُگنی رات چوگنی ترقی کرنے لگی تو ابوجہل

اور اس کے ساتھیوں کو بڑا فکر ہوا انہوں نے ایک وفد ترتیب دے کر ابو طالب کے پاس بھیجا اس وفد نے ابو طالب سے کہا اے ابو طالب تیرا بھتیجا ہمارے آباؤ اجداد کو گمراہ کہتا ہے ہمارے معبودوں کی توہین کرتا ہے اس کو منع کر لو یا پھر ہمارے حوالے کر دو ہم خود ان سے نپٹ لیں گے۔ ابو طالب نے آپ کو بلا کر سمجھایا کہ میں اکیلا ان تمام سرداروں سے لڑ نہیں سکتا تم اپنی تبلیغ کو اپنے سینے تک محدود رکھو کیا ضرورت ہے کسی کے مذہبی معاملات میں مداخلت کرنے کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا چچا کیا یہ آپ کا آخری فیصلہ ہے انہوں نے کہا ہاں یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرا بھی آخری فیصلہ سن لو میرا فیصلہ یہ ہے کہ:

جفا و ظلم کی آندھی چلے طوفان آجائیں
مٹانے کو میرے شداد اور ہامان آجائیں
میرے ہاتھوں میں لا کر چاند سورج بھی اگر رکھ دیں
میرے پیروں تلے روئے زمیں کا مال و زر رکھ دیں
خدا کے کام سے میں باز ہرگز رہ نہیں سکتا
یہ بت جھوٹے ہیں یہی جھوٹوں کو سچا کہہ نہیں سکتا

(۳) چراغ کی لو دو ڈھائی انچ اوپر اُٹھتی ہے لیکن سراجاً منیراً معراج کی رات عرش سے بھی آگے لامکاں کی بلندیوں تک تشریف لے گئے ہیں۔

یوں کون پیغمبر گیا ساتوں فلک طے کر گیا
بالا سے بالاتر گیا کیا کیا کہوں کیا کر گیا
اشرف تیرا فرفر گیا اوپر سے بھی اوپر گیا
پر والا تو سدرہٰ رہا تو عرش پر بے پر گیا

(۴) چراغ تھوڑے سے ماحول کو روشن کرتا ہے اور حضور ﷺ نے کتنی جگہ کو روشن کیا۔ ملاحظہ فرمائیں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ الم نشرح لک صدرک کیا ہم نے

تیرا سینہ نہ کھولا یا اس آیت کے تحت صاحب روح المعانی نے لکھا ہے۔

اَلَمْ نَفْسَحْ صَدْرَكَ حَتّٰى حَوٰى عَالِمِيْ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَتِ○

ہم نے آپ کے سینے کو اتنا وسیع کر دیا کہ عالم الغیب (ساتویں آسمان سے عرش تک) اور عالم شہادت (ساتویں زمین سے ساتویں آسمان تک) کو محیط ہو گیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ عرش سے لے کر فرش تک ساری کائنات کو حضور ﷺ کے سینے نے گھیر رکھا ہے۔ اب دلیل سنئے کہ آپ کے سینے میں کیا وسعت ہے۔ خدا فرماتا ہے۔ وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ○ معلوم ہوا کہ آپ خدا کی رحمت ہیں اور دوسرے مقام پر خدا فرماتا ہے۔

رَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ○ میری رحمت نے ہر چیز کو اپنے گھیرے میں لیا ہوا ہے۔

اور آپ کے سینے میں کیا ہے۔ خدا فرماتا ہے۔

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ○

ترجمہ: اللہ تمام آسمانوں اور زمینوں کو روشنی عطا فرمانے والا ہے۔ اس کے نور کی مثال یوں ہے جیسے ایک طاق میں ایک بتی اور دیا روشن کر کے رکھا ہو اور بتی ایک ایسے شیشے میں ہے جو اپنی صفائی کی وجہ سے چمکتے ستارے کی مانند ہے۔

اس کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عمر کا یہ قول ہے کہ مشکوٰۃ سے مراد نبی کریم ﷺ کا سینہ مبارک ہے اور زجاجہ سے مراد آپ کا قلب مبارک ہے اور مصباح سے مراد وہ نور ہے جو خدا نے اس دل میں رکھا ہے اور یہی وہ نور ہے جس نے عالم شہادت اور عالم غیب کو منور کر رکھا ہے عرش سے لے کر تحت الثریٰ تک ساری کائنات اس نور سے روشنی لے رہی ہے لہٰذا چاند سورج ستارے انبیاء، علماء اور اولیاء آپ ہی سے منور ہیں۔

لامکاں تک اجالا ہے جس کا وہ ہے
ہر مکاں کا اجالا ہمارا نبی

یہ جو مہر و ماہ پہ ہے اطلاق آتا نور کا
بھیک تیرے نام کی ہے استعارہ نور کا

سراج بمعنی آفتاب:

رسول اللہ ﷺ کو سراج یعنی آفتاب کہنے کی وجوہات مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) آفتاب خود روشن ہے اور حضور ﷺ بھی خود روشن ہیں۔ حدیث میں آتا ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

مَارَاَیْتُ شَیْئًا اَحْسَنَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِصَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ کَاَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِیْ فِیْ وَجْهِهٖ○ (مشکوٰۃ، ص ۵۱۸)

میں نے حضور ﷺ سے زیادہ کسی کو خوبصورت نہیں دیکھا یوں معلوم ہوتا تھا کہ آفتاب آپ کے چہرہ میں سیر کر رہا ہے۔

(۲) آفتاب دوسروں کو روشن بھی کرتا ہے چاند اور سبھی ستارے اس سے روشنی لیتے ہیں۔ حضور ﷺ بھی دوسروں کو روشن کرتے ہیں مثلاً:

(الف) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک تاریک رات میں حضرت قتادہ بن نعمان بارش کی وجہ سے دیر تک حضور ﷺ کی خدمت میں بیٹھے رہے جب جانے لگے تو آپ ﷺ نے ان کو کھجور کی شاخ عطا فرمائی اور فرمایا اس کو لے جاؤ۔ یہ تمہارے لئے دس ہاتھ آگے اور دس ہاتھ پیچھے روشنی کرے گی اور جب تم اپنے گھر میں داخل ہو گے تو تم ایک سیاہی دیکھو گے اس کو مار مار کر نکال دینا وہ شیطان ہے جب حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ وہاں سے چلے تو وہ شاخ ان کے لئے روشن ہوگئی۔ یہاں تک کہ وہ اپنے گھر پہنچ گئے اور اندر جاتے ہی اس سیاہی کو مار مار کر

باہر نکال دیا۔ (مجمع الزوائد، ج ۲، ص ۴۰)

(ب) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عباد بن بشر اور اسید بن حضیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے اپنے مطلب کی باتیں کرتے رہے کہ رات ہوگئی اور سخت تاریکی چھا گئی پھر یہ دونوں اُٹھے اور اپنے گھر کو جانے لگے تو ایک صحابی کی لاٹھی روشن ہوگئی جب دونوں کی راہیں جدا ہوئیں تو دوسرے صحابی کی لاٹھی بھی روشن ہوگئی اور دونوں صحابی اپنی اپنی لاٹھیوں کی روشنی میں اپنے اپنے گھر پہنچ گئے۔ (مشکوۃ، ص ۵۴۴۔ حجۃ اللہ، ص ۱۷)

(ج) حضرت ابن ملکان فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے گرمی کا موسم تھا ریگستانی علاقہ تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیاس محسوس ہوئی آپ نے مجھے پانی تلاش کرنے کا حکم دیا میں ایک برتن لے کر پانی کی تلاش میں نکلا کیا دیکھا کہ ایک چھوٹے سے ریت کے ٹیلے پر ایک پرندہ آکر بیٹھا اور اپنی چونچ سے ریت کو کریدا اور اڑ گیا یہ اشارہ تھا اس طرف کہ یہاں سے کھودو پانی نکلے گا۔ میں نے وہاں سے کھودنا شروع کیا کچھ دیر کے بعد وہاں سے ٹھنڈا اور میٹھا پانی جاری ہوا میں نے خود بھی پیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے برتن بھر لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی پیا اور مجھے فرمایا اپنا پانی والا ہاتھ میرے دل پر رکھ دو۔ میں نے ارشاد کی تعمیل کی جب ہاتھ اُٹھایا تو وہ چمکنے لگا میں نے اسی پر کپڑا لپیٹ لیا رات کی تاریکی میں وہ خوب روشنی دیتا تھا۔ (تاریخ بغداد)

(د) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشاء کی نماز ادا کر رہے تھے۔ حالت نماز میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا تو حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم آپ کی پشت پر چڑھ گئے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک اُٹھایا ان دونوں کو پکڑا اور آرام سے رکھ دیا پھر جب سجدے کی طرف رجوع فرمایا تو پھر وہ اوپر چڑھ گئے پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھ لی تو دونوں کو اپنی رانوں پر بٹھا لیا میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں

ان دونوں کو ان کی والدہ کے پاس نہ لے جاؤں تو اچانک ایک عظیم الشان نور چمکا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ان دونوں کو ان کی والدہ کے پاس لے جاؤ دونوں کے گھر میں داخل ہونے تک وہ نور بدستور روشنی دیتا رہا۔

(طبرانی کبیر، ج ۳، ص ۵۱۔ البھد ایہ والنھایہ، ج ۶، ص ۱۵۶)

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

(۳) آفتاب کا اپنا کوئی سایہ نہیں اسی طرح امام الانبیاء کا بھی سایہ نہ تھا دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

دلیل نمبر (۱): حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے انہوں نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی۔ اِنَّ اللّٰہُ لَاوَقَعَ ظِلُّكَ عَلَى الْاَرْضِ لِئَلَّا یَضَعُ اِنْسَانٌ قَدَمَیْهِ عَلٰی ظِلِّكَ۝ (تفسیر مدارک، ص ۳۲۱)

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا سایہ زمین پر نہ پڑنے دیا کہ کہیں کوئی انسان آپ ﷺ کے سایہ پر اپنے قدم نہ رکھ دے۔

دلیل نمبر (۲): سایہ سائے والے سے لطیف ہوتا ہے اور حضور ﷺ کے جسم مبارک سے بڑھ کر کوئی چیز لطیف نہ تھی اس لئے آپ کا سایہ نہ تھا۔

دلیل نمبر (۳): سایہ اصل کی مثل ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ کو حضور ﷺ کی مثل بنانا منظور ہی نہیں اس لئے آپ کا سایہ نہ تھا۔

نظر آیا اسے سایہ میں بھی محبوب کا سایہ
خدا نے اس لئے رکھا نہیں سایہ محمد کا

دلیل نمبر (۴): حضور ﷺ ظل الٰہی ہیں اور ظل کا سایہ نہیں ہوتا اس لئے آپ ﷺ کا سایہ نہ تھا۔

تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا
سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا

دلیل نمبر(۵): سایہ آفتاب مہتاب اور چراغ وغیرہ بناتے ہیں لیکن حضور ﷺ کا نوران سب سے زیادہ تھا کیونکہ آپ ﷺ کے بارے میں اہل سیر نے لکھا ہے کہ:

لَمْ يَقُمْ مَعَ شَمْسٍ قَطُّ اِلَّا غَلَبَ ضَوْؤُهٗ عَلٰی ضَوْءِ الشَّمْسِ ○

یعنی جب آپ آفتاب کی روشنی میں کھڑے ہوتے تو آپ کا نور سورج کے نور پر غالب آجاتا تھا۔

وَلَمْ يَقُمْ مَعَ سِرَاجٍ قَطُّ اِلَّا غَلَبَ ضَوْؤُهٗ عَلٰی ضَوْءِ السِّرَاجِ ○

یعنی جب آپ چراغ کے سامنے ہوتے تو آپ کا نور چراغ کے نور پر غالب آجاتا تھا۔ (جواہر البحار۔ زرقانی، ج۴، ص ۲۲۰)

خورشید تھا کس زور پر کیا بڑھ کے چمکا تھا قمر
بے پردہ جب وہ رُخ ہوا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب سے حضور ﷺ ہمارے گھر میں تشریف لائے ہیں۔

مَا كُنَّا نَحْتَاجُ اِلَى السِّرَاجِ مِنْ يَوْمِ اَخَذْنَاهُ لِاَنَّهٗ نُوْرُ وَجْهِهٖ كَانَ اَنْوَرُ مِنَ السِّرَاجِ ○

جب سے ہم آپ کو اپنے گھر لائے ہیں ہمیں چراغ کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔ اس لئے کہ آپ ﷺ کے رُخ انور کا نور چراغ کی روشنی سے زیادہ تھا۔ (تفسیر مظہری)

دلیل نمبر(۶): سایہ تاریکی اور سیاہی سے خالی نہیں ہوتا اور آپ کا جسم نورانی تھا۔ خدا فرماتا ہے۔ قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ ○ تحقیق تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آیا ہے۔

وہ خورشید رسالت نور کا سایہ کہاں
اس سبب سے سایہ خیرالوریٰ ملتا نہیں

دلیل نمبر(۷): حضور ﷺ ہر جہت سے نور ہیں چنانچہ حدیث میں آیا ہے۔
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے دعا مانگی۔

اے اللہ میرے دل میں نور کردے اور میری قبر میں نور میرے آگے نور میرے پیچھے نور اور میرے دائیں نور میرے بائیں نور میرے اوپر نور میرے نیچے نور میرے کانوں میں نور میری آنکھوں میں نور میرے بالوں میں نور میری جلد میں نور میرے گوشت میں نور میرے خون میں نور میری ہڈیوں میں نور اے اللہ تعالیٰ میرے لئے بہت زیادہ نور کردے اور مجھ کو نور عطا کر اور مجھ کو نور کردے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ کے جسم کا ہر عضو نور ہے آگے پیچھے دائیں بائیں اوپر نیچے اور باہر نور ہی نور ہے اس لئے آپ کا سایہ نہ تھا۔

دلیل نمبر(۸): حضرت ذکوان تابعی فرماتے ہیں۔

اَنَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ لَمْ یَکُنْ یُرٰی لَہٗ ظِلٌّ فِیْ شَمْسٍ وَّلَا قَمَرٍO (زرقانی، ج۴، ص۲۴۰)

رسولِ خدا کا سایہ نہ دھوپ میں نہ چاند کی چاندنی میں دیکھا جاتا تھا۔

دلیل نمبر(۹): حضرت ابی بن کعب سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی نازل فرمائی کہ میں قرآن کو ایک قرأت پر پڑھوں میں نے اللہ تعالیٰ سے مراجعت کی اور اپنی امت پر آسانی فرمانے کی درخواست کی دوبارہ حکم ہوا دو قرأتوں پر پڑھو میں نے پھر مراجعت کی اور امت پر سہولت فرمانے کی درخواست کی۔ تیسری بار وحی ہوئی سات قرأتوں پہ پڑھو اور ساتھ ہی حکم ہوا کہ ہر بار مراجعت کرنے کے بدلے تمہیں ایک دعا مانگنے کا حکم دیا

گویا تمہیں تین دعائیں مانگنے کا حکم ہے جنہیں رد نہ کیا جائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں نے دو دعائیں دنیا میں مانگ لیں اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّتِیْ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّتِیْ ○

وَاَخَّرْتُ الثَّالِثَۃَ لِیَوْمٍ یَرْغَبُ اِلَیَّ الْخَلْقُ کُلُّھُمْ حَتّٰی اِبْرَاھِیْمُ ○

(مسلم شریف)

اور تیسری دعا کو میں نے اس دن کے لئے محفوظ رکھا جبکہ ساری مخلوق یہاں تک کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی میری شفاعت کے لئے راغب ہوں گے۔

وہ جہنم میں گیا جو ان سے مستغنیٰ ہوا
ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی

جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تیسری دعا آخرت میں شفاعت کے لئے بطور ذخیرہ باقی رکھی گئی اسی طرح آپ کا سایہ آخرت میں بطور ذخیرہ باقی رکھا گیا۔

دلیل نمبر (۱۰): علم الٰہی میں لوگوں کے دو گروہ ہیں خدا فرماتا ہے۔

فَرِیْقٌ فِی الْجَنَّۃِ وَفَرِیْقٌ فِی السَّعِیْرِ ○

یعنی: ایک گروہ جنت میں ایک گروہ جہنم میں۔

پس مناسب نہ تھا کہ کوئی شخص آپ کے سائے کے نیچے آ کر دوزخی ہو جائے۔

دلیل نمبر (۱۱): ہر شخص کا سایہ زمین پر سجدہ کرتا ہے اور اکثر لوگ خود سجدے سے محروم ہوتے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کرنے والوں کے سردار ہیں۔ پس سائے کے سجدے کی حاجت نہ تھی۔

دلیل نمبر (۱۲): حضور صلی اللہ علیہ وسلم جہان بھر کے پیشوا ہیں اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ ہوتا تو کبھی وہ آپ کے آگے آ جاتا اور آپ کی پیشوائی میں فرق آ جاتا اس لئے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا۔

دلیل نمبر (۱۳): خدا تعالیٰ مومنوں کو تاریکی سے نکال کر روشنی کی طرف لے جاتا ہے خدا فرماتا ہے۔

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ○

ترجمہ: اللہ مومنوں کو تاریکیوں سے روشنی کی طرف نکالتا ہے۔

اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ ہوتا تو معاملہ برعکس ہوتا اس لئے آپ کا سایہ نہ تھا

دلیل نمبر (۱۴): صاف چیز پر سایہ صاف نظر آتا ہے اور ناپاک چیز پر سایہ بھی ناپاک نظر آتا ہے۔ پس مناسب نہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ ناپاک چیز پر نظر آئے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا۔

دلیل نمبر (۱۵): سایہ جسم سے جدا ہو جاتا ہے اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ ہوتا تو وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا ہوتا۔ خدا نے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ رکھا کہ سایہ کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی برداشت نہ تھی۔

کون ہے کس کو گوارا ہے جدائی تیری
کیوں جدا ہوتا تیرے جسم سے سایہ تیرا

دلیل نمبر (۱۶): شیشہ کے اندر بتی جل رہی ہو تو اس کا سایہ نظر نہیں آتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سارا جسد اقدس شیشے کی مانند ہے اور دل میں نور نبوت چمک رہا ہے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم پاک کا سایہ نہ تھا۔

دلیل نمبر (۱۷): فرشتوں کے بارے میں حدیث ہے۔ خُلِقَتِ الْمَلَائِكَةُ مِنْ نُّوْرٍ۔ فرشتے نور سے پیدا ہوئے ہیں اور یہ فرشتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے پیدا ہوئے ہیں اور ان کا سایہ نہیں کیونکہ حدیث میں آسمان میں چار انگل بھی جگہ ایسی

نہیں جہاں کوئی فرشتہ موجود نہ ہو لہٰذا اگر ملائکہ کا سایہ ہوتا تو آفتاب کی روشنی ہم تک نہ پہنچ پاتی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے پیدا ہونے والے فرشتے کا سایہ نہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ کیسے ہوتا۔

(۴) ایک آدمی آفتاب کی ہستی کو نہیں مانتا تو پھر آفتاب یہ کرتا ہے کہ اپنی دھوپ اس کے پیچھے لگا دیتا ہے وہ منکر اگر سفر میں ہے تو دھوپ اس کے ساتھ ہے اگر حضر میں ہے تو دھوپ اس کے ساتھ ہے وہ اگر ہوائی جہاز میں ہے تو دھوپ اس کے ساتھ ہے اگر وہ سمندر میں سفر کر رہا ہے تو دھوپ اس کے ساتھ ہے حتیٰ کہ اگر وہ کمرے میں بند ہو جائے تو بھی آفتاب کسی نہ کسی سوراخ سے روشنی کمرے کے اندر پہنچا دیتا ہے اور اس منکر کو ماننا پڑتا ہے کہ سورج کی ہستی برحق ہے اسی طرح اگر کوئی کافر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت کا منکر ہو تو آپ کی حقانیت اس کا پیچھا کرتی ہے اور اس کو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کے برحق رسول ہیں، اس کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں ملاحظہ فرمائیں:

مثال نمبر۱:

ایک رات ابوجہل چھپ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن سننے گیا اسی طرح ابوسفیان اور اخنس بن شریق بھی، ایک کو دوسرے کی خبر نہ تھی۔ صبح تک تینوں چھپ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن سنتے رہے دن کا اجالا ہونے لگا تو واپسی میں ایک سنگم پر تینوں کی ملاقات ہوگئی ہر ایک نے دوسرے سے کہا تم کیسے آئے اب سب نے یہ معاہدہ کر لیا کہ ہمیں قرآن سننے نہ آنا چاہیے کیونکہ ایسا نہ ہو ہمیں دیکھ کر قریش کے نوجوان بھی آنے لگیں اور آزمائش میں پڑ جائیں۔ جب دوسری رات ہوئی ہر ایک نے یہی گمان کیا کہ وہ دونوں تو نہیں آئے ہوں گے چلو قرآن

سن لیں غرضیکہ صبح کے وقت پھر تینوں کا سنگم ہوا اور خلاف معاہدہ کرنے پر پھر ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے اور دوبارہ معاہدہ کرلیا کہ اب کے نہ آئیں گے اور جب تیسری رات ہوئی تو پھر تینوں قرآن سننے گئے پھر صبح کو وعدہ کرلیا کہ اب ہرگز نہ آئیں گے۔ اب اخنس بن شریق ابوسفیان کے پاس گیا اور اس سے پوچھا کہ قرآن کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے اس نے کہا میں نے جو باتیں سنی ہیں ان کو خوب پہچانتا ہوں اور ان کا مطلب بھی جانتا ہوں لیکن بعض باتوں کا مقصد نہ سمجھ سکا اخنس نے کہا میرا بھی یہی حال ہے پھر اخنس ابوجہل کے پاس گیا اور اس سے قرآن کے بارے میں پوچھا اس نے کہا ہم اور عبد مناف مقام شرف حاصل کرنے میں ہمیشہ ایک دوسرے سے دست و گریبان رہے۔ انہوں نے دعوتیں کیں تو ہم نے بھی، انہوں نے خیر وسخاوت کی تو ہم نے بھی کیں حتیٰ کہ ہم تو پاؤں جوڑے بیٹھے رہے اور انہوں نے کہا ہم میں خدا کا ایک پیغمبر ہے اس پر آسمان سے وحی آتی ہے۔ اب ہم یہ بات کہاں سے لائیں خدا کی قسم ہرگز ہم اس پر ایمان نہ لائیں گے یہ سن کر اخنس چلا گیا۔ (ابن کثیر، ج ۷، ص ۵۶)

ان تینوں کا بار بار قرآن سننے کے لئے آنا اور قرآن کا انکار نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ قرآن اور صاحب قرآن کو سچا تصور کرتے تھے اور نبی کریم ﷺ کی حقانیت کے دل سے قائل تھے۔

مثال نمبر ۲:

فقیر احقر العباد فی الاقطار الجھانی محمد صدیق ملتانی جب پہلی مرتبہ امریکہ کے تبلیغی دورے پر گیا تو وہاں شکاگو شہر میں ایک مجلس میں ''فلسفہ نماز'' کے عنوان سے وعظ ہوا ایک پشاوری خان صاحب تھے جن کو کوئی بات پسند آئی اور میرے

میزبان مرزا لئیق بیگ سے کہنے لگے میں ملتانی صاحب کی دعوت کرنا چاہتا ہوں اپنے میزبان کی اجازت سے میں (ملتانی) ان کے ہاں گیا دعوت کے بعد ان خان صاحب کے ذاتی کتب خانے میں ایک کتاب انگریزی کی دیکھی جس کا نام The Hundreds تھا اس کا لکھنے والا ایک عیسائی آدمی تھا اس نے اس کتاب میں دنیا کے سو مشاہیر لوگوں کا ذکر کیا ہے لیکن عیسائی ہونے کے باوجود اس نے اس کتاب میں سب سے پہلے ہمارے نبی کریم ﷺ کا تذکرہ کیا ہے اس سے اس کی وجہ پوچھی گئی اس نے کہا میں نے حضرت محمد ﷺ کی سیرت میں ایک ایسا واقعہ دیکھا جو یہ ہے کہ ایک مرتبہ عصر کے بعد نبی کریم ﷺ مسجد سے باہر مسجد کی دیوار سے ٹیک لگا کر چھوٹے بچوں کو کھیلتے دیکھ رہے تھے۔ جب شام قریب ہوئی تو ایک بچے کا باپ آیا اور کہا بیٹا شام ہوگئی ہے چلو گھر چلیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ذرا ٹھہر جاؤ تھوڑی دیر کے بعد پھر اس نے اپنے بیٹے کو کہا آؤ گھر چلیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ذرا ٹھہر جاؤ جب سارے بچے کھیل چکے تو آپ ﷺ نے فرمایا اب اپنے بچے کو لے جاؤ اس نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی آپ ﷺ نے دو مرتبہ فرمایا ہے ذرا ٹھہر جاؤ اس میں حکمت کیا تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا ان بچوں میں ایک ایسا بچہ کھیل رہا تھا جس کا باپ ایک جنگ میں شہید ہو گیا تھا اگر تم اپنے بیٹے کو لے جاتے تو اس کے دل میں خیال آتا اگر میرا بھی باپ ہوتا تو مجھے لینے آتا اور اس بچے کا دل ٹوٹ جاتا اس مصنف کا یہ کہنا ہے جو نبی ایک بچے کا دل توڑنا نہیں چاہتا وہ کسی بڑے کا دل کیسے توڑے گا۔

مثال نمبر ۳:

ــــ گر شمس و قمر کو کوئی ہاتھوں پہ اُٹھا لے

اور فلک کے تاروں کو اشاروں سے بلا لے
اور خاک کے ذروں کو کوئی لعل بنا لے
پھر کالکا پرشاد سے پوچھے کہ تو کیا لے
نعلین محمد کو وہ آنکھوں سے لگا لے

جگن ناتھ آزاد کہتا ہے:

سلام اس پر جلائی شمع عرفاں جس نے سینوں میں
کیا حق کے لئے بیدار سجدوں کو جبینوں میں

بال مکند عرش کہتا ہے:

رخ مصطفےٰ کا جمال اللہ اللہ
زباں کا وہ حسن مقال اللہ اللہ

نند کشور یکتا کہتا ہے:

لگا دو پار کشتی کو ہماری یارسول اللہ
مصیبت میں کرو یاری ہماری یارسول اللہ

بہاری لال صبا کہتا ہے:

تصور باندھ کر دل میں تمہارا یارسول اللہ
خدا کا کر لیا ہم نے نظارہ یارسول اللہ

ہری چند اختر کہتا ہے:

اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا
خاک کے ذروں ہمدوش ثریا کر دیا
خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے

کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

دلورام کوثری کہتا ہے:

رحمۃ للعالمین کے حشر میں معنے کھلے
خلق ساری شافع روز جزاء کے ساتھ ہے
لے کے دلورام کو جنت میں خود حضرت گئے
غل ہوا ہندو بھی محبوب خدا کے ساتھ ہے

نوٹ:۔ دلورام مرتے وقت مسلمان ہو گیا تھا۔

(۵) جب آدمی مر کر قبر میں جاتا ہے اور اس کے پاس نکیرین آتے ہیں تو آدمی کو قبر میں آفتاب ایسے نظر آتا ہے کہ عصر کے مقام پر کھڑا ہے اور ابھی غروب ہونے والا ہے نکیرین اس مرنے والے سے سوال کرتے ہیں۔ من ربک تیرا رب کون ہے وہ کہتا ہے کہ دیکھو سورج غروب ہونے والا ہے اور میں نے ابھی نماز عصر ادا نہیں کی پہلے مجھے نماز عصر پڑھنے دو پھر تمہارے سوالوں کا جواب دوں گا فرشتے کہتے ہیں یہ عالم برزخ ہے عالم دنیا نہیں تم ہمارے سوالات کا جواب دو وہ کہتا ہے پہلے نماز عصر ادا کروں گا پھر سوللات کے جوابات دوں گا۔ فرشتے خدا کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں الٰہی ہم تیرے اس بندے سے سوالات کر رہے ہیں لیکن اس کو نماز عصر کا فکر دامن گیر ہے۔ خدا فرماتا ہے میرا یہ بندہ نماز عصر پابندی سے ادا کرنے کا خوگر اور عادی ہے اس لئے اس کو نماز عصر یاد آ رہی ہے اب تم یوں کرو کہ حساب قبر تم معاف کر دو تو حساب حشر میں معاف کر دوں گا جس طرح آسمان دنیا کا آفتاب قبر میں نظر آتا ہے اسی طرح آسمان نبوت کا آفتاب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی قبر میں اپنی زیارت سے مشرف فرماتے ہیں جب نکیرین صاحب قبر سے سوال کرتے ہیں کہ اس امام الانبیاء کے بارے میں تو کیا کہتا تھا تو

وہ زبان حال سے کہتا ہے۔

آج حسرت ہوئی دل کی پوری کیوں نہ جی بھر کے کرلوں زیارت
اے فرشتو قبر میں نہ آنا میری سرکار آئے ہوئے ہیں

خدا تعالیٰ مسلمانوں کو قبر کے امتحان کی تیاری کی توفیق عطا فرمائے جنہوں نے اس امتحان کی تیاری کی ہے ان کی عجیب شان ہے مثلاً حضرت ابوہمام فرماتے ہیں میں نے یزید بن ہارون کو ان کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا میں نے کہا مافعل بک الرب تعالیٰ خدا تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا انہوں نے کہا جب مجھے قبر میں رکھا گیا تو نکیرین نے مجھ سے اسلام کے بارے میں سوال کیا میں نے ان سے کہا میں پچاس سال تک لوگوں کو اسلام کے بارے میں تعلیم دیتا رہا اور تم مجھ سے پوچھنے آ گئے ہو۔

أَشْهَدُ أَنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمَا وَرَبُّ كُلِّ شَيْءٍ قَالَ فَخَرَجَا مِنْ عِنْدِيْ○

میں گواہی دیتا ہوں میرا تم دونوں کا اور ہر شئے کا رب اللہ تعالیٰ ہے وہ دونوں میری قبر سے نکل کر چلے گئے۔ (تاریخ بغداد، ج۵، ص۱۳۹)

حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب آدمی کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کے پاس نکیرین آتے ہیں اور وہ دونوں فرشتے بڑے سخت دل سیاہ رنگ نیلی آنکھوں والے رنگ کے اتنے سیاہ جیسے کالی رات ان کی آواز بجلی کی کڑک کی طرح آنکھیں ستاروں کی طرح چمکدار ان کے دانت نیزوں کی طرح ہر ایک کے ہاتھ میں ایک ایسی گرز جس کو جن وانس مل کر نہ اُٹھا سکیں وہ بندے سے رب تعالیٰ اور اس کے نبی اور دین کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کی جب وہ میرے پاس آئیں تو میں اسی حال میں ہوں گا فرمایا ہاں عرض کی پھر میں ان کے لئے کافی ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا قسم

ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ جبرئیل امین علیہ السلام نے مجھے خبر دی کہ جب یہ دونوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر سوال کریں گے تو اے عمر تیری طرف سے جواب یہ ہو گا اَللّٰہُ رَبِّیْ فَمَنْ رَّبُّکُمَا میرا رب تو اللہ ہے تم دونوں کا رب کون ہے۔ مُحَمَّدٌ نَبِیِّ فَمَنْ نَبِیُّکُمَا میرا نبی تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے تم دونوں کا نبی کون ہے۔ وَالْاِسْلَامُ دِیْنِیْ فَمَا دِیْنُکُمَا اسلام میرا دین ہے تم دونوں کا دین کیا ہے وہ فرشتے کہیں گے ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہمیں امتحان لینے کے لئے بھیجا گیا ہے یا امتحان دینے کے لئے بھیجا گیا ہے۔

(الریاض النضرۃ، ج۲، ص۳۴)

قبر کی تیاری کا مطلب ہے کہ صحت عقیدہ کے ساتھ نماز و زکوٰۃ کی پابندی روزوں کی پابندی غرضیکہ تمام اعمال صالحہ کی طرف راغب شریعت کی پابندی کا خاص خیال رکھے صغائر اور کبائر سے اجتناب کرے سنت مصطفیٰ کا خاص خیال رکھے کوئی کام ایسا نہ کرے جو خدا اور رسول کی ناراضگی کا سبب بنے موت کو ہر وقت یاد رکھے۔

(۶) آفتاب کی ایک تو عادی شان ہے کہ وہ طلوع ہو کر اہل دنیا کو روشنی دیتا ہے اور حرارت پہنچاتا ہے لیکن اس کے ساتھ اس کی ایک غیر عادی شان ہے کہ اگر آتشی شیشے کے ذریعے اس کی حرارت کو سمیٹ کر کسی چیز پر ڈالا جائے تو وہ کپڑے اور کاغذ وغیرہ کو آگ لگا دیتا ہے بعض سائنسدانوں نے آفتاب کی خاص شعاعوں سے خاص درجہ حرارت جذب کر کے ایک چولھا تیار کیا ہے جس پر صرف آفتاب کی شعاعوں سے کھانا پکایا جا سکتا ہے۔

روس نے سورج کی شعاعوں سے ایک ایسا بم تیار کیا ہے کہ اسے روانہ کر دیا جائے تو مقررہ مقام پر پہنچ کر لاکھوں کے لئے جان لیوا ثابت ہوگا۔

حضرت یوشع بن نون کے لئے آفتاب روک دیا گیا جب تک ان کو کفار پر فتح نہیں ہوئی سورج غروب نہیں ہوا۔

قیامت کے قریب آفتاب مغرب سے طلوع کرے گا نصف النہار پر پہنچ کر پھر مغرب میں غروب کر جائے گا۔

دجال کے خروج کے وقت ایک دن چالیس دن کے برابر ہو گا یعنی چالیس دن کے برابر آفتاب اپنی حرکت سے رُکا رہے گا۔

اسی طرح آفتاب نبوت کی ایک عادی شان ہے کہ عادت کے مطابق کفار کو کلمہ پڑھا کر دارِ اسلام میں داخل کرتا ہے۔ مسلمانوں کو شریعت کے احکام کی تعلیم دیتا ہے لیکن اس کے ساتھ ان کی ایک غیر عادی شان ہے جسے معجزہ کہا جاتا ہے مثلاً حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے غزوہ خندق کے موقع پر تھوڑا سا کھانا پکایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑا سا کھانا تیار کیا ہے چند صحابہ کو ہمراہ لے کر تشریف لائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ اپنی بیوی سے کہہ دو جب تک میں نہ آؤں ہنڈیا چولھے سے نہ اتارے اور روٹیاں نہ پکائے اور بلند آواز سے اعلان کر دیا اے اہل خندق جابر نے ہماری دعوت کی ہے سب چلو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے آ کر بیوی کو ساری بات بتا دی انہوں نے کہا تم نے یہ کہہ دیا تھا کہ کھانا تھوڑا سا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں کہہ دیا تھا۔ بیوی نے کہا پھر فکر کی بات نہیں کیونکہ:

ہمارے مصطفیٰ کے سر پہ تو اللہ کا سایہ ہے
وہی ان کو کھلائے گا جو ان کو ساتھ لایا ہے

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعاب دہن آٹے اور ہنڈیا میں ڈال دیا اور برکت کی دعا کی۔ جب کھانا تیار ہوا تو تقسیم شروع ہوئی۔ حضرت

جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک ہزار صحابہ تھے سب نے سیر ہو کر کھایا پھر بھی کھانا ویسے کا ویسا رہا۔ (خصائص کبریٰ، ج ۱، ص ۲۲۷)

(۷) آفتاب کا نور ذاتی ہے اور چاند اور ستاروں کا نور ذاتی نہیں بلکہ یہ سورج سے نور لے کر آگے مخلوقات کو روشن کرتے ہیں اسی طرح جب قیامت کا دن ہو گا تو لواء الحمد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہو گا اور لواء الحمد وہ نور ایمان ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ضوفشاں ہو گا اور ایک بلند جھنڈے کی شکل میں نمودار ہو گا آپ آگے آگے قائدانہ حیثیت سے تشریف لے جا رہے ہوں گے اور تمام مخلوق بمعہ انبیاء کرام کے آپ کے پیچھے مقتدی کی حیثیت سے چل رہے ہوں گے ہر امت اپنے نبی کے جھنڈے تلے ہو گی اور ان کے نبی کا جھنڈا ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے سے نور حاصل کرے گا اور اس سے مستفید اور روشن ہو گا۔

تمام انبیاء کرام اپنی امتوں سمیت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ایک جانب ہوں گے اور آپ کی امت دوسری جانب ہو گی اس امت میں اتنے ہی اولیاء کرام ہوں گے جتنے کہ انبیاء کرام ہوں گے ان میں سے ہر ولی کے ہاتھ میں نور کا جھنڈا ہو گا اور ان کے ساتھ اپنے ہی مزیدین ہوں گے جتنے نبی کے ساتھ امتی ہوں گے تمام نبیوں اور ولیوں کے جھنڈے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند جھنڈے سے نور لے کر اپنے امتیوں اور اپنے مریدوں کو نور عطا کر رہے ہوں گے۔ (الابریز)

تیرے ہی ماتھے رہا اے جان سہرا نور کا
بخت جاگا نور کا چمکا ستارا نور کا

بنی پُر نور رخشاں ہے بقعہ نور کا
ہے لواء الحمد پر اڑتا پھریرا نور کا

(۸)(الف) ناروے میں ایک مقام ہے جہاں ۲۴ جون اور ۲۵ جون کی درمیانی رات نہیں ہوتی وہاں پوزیشن یہ ہوتی ہے کہ دو سورج نظر آتے ہیں ایک غروب ہو رہا ہوتا ہے اور دوسرا طلوع ہو رہا ہوتا ہے ایک جتنا غروب ہوتا ہے دوسرا اتنا ہی طلوع ہو کر آتا ہے ایک بالکل غروب ہو جاتا ہے دوسرا مکمل طلوع ہو کر آتا ہے۔

(ب) سورج غروب ہو کر خدا کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوتا ہے لیکن سورج کی حالت یہ ہے کہ ایک ملک میں اگر غروب ہوا تو دوسرے ملک میں نظر آ رہا ہوتا ہے دوسرے ملک میں اگر غروب ہو گیا تو تیسرے ملک میں نظر آ رہا ہے مثلاً اگر پاکستان میں غروب ہو گیا تو سعودی عرب میں نظر آ رہا ہے اگر سعودی عرب میں غروب ہو گیا تو برطانیہ میں نظر آ رہا ہے اگر برطانیہ میں غروب ہو گیا تو امریکہ میں نظر آ رہا ہے اگر امریکہ میں غروب ہو گیا تو انڈونیشیا میں نظر آ رہا ہے گویا آن واحد میں سورج غروب ہو کر خدا کی بارگاہ میں سجدہ ریز بھی ہے اور آسمان میں نظر بھی آ رہا ہے یعنی آفتاب بیک وقت دو مقامات پر موجود ہوتا ہے۔ آفتاب نبوت آن واحد میں ہزاروں جگہوں پر موجود ہوتا ہے مثلاً جب میت کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے کہ اس کے پاس نکیرین آ کر یہ سوال کرتے ہیں۔

مَاكُنْتَ تَقُوْلُ فِي حَقِّ هٰذَا الرَّجُلْ○

اس سے معلوم ہوا کہ مرنے والے کو قبر میں حضور ﷺ کی زیارت ہوتی ہے قبر میں ہر مدفون کے سامنے موجود ہوتے ہیں دنیا میں ہزاروں جگہ لوگ دفن ہوتے ہیں اور نبی کریم ﷺ ہر ایک کی قبر میں موجود ہوتے ہیں۔

بحکم خدا تم ہو موجود ہر جا
بظاہر ہے طیبہ ٹھکانہ تمہارا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور سورج میں فرق:

(ا) آفتاب کو گرہن لگ جاتا ہے جس سے وہ اپنی روشنی کھو بیٹھتا ہے لیکن آفتاب نبوت اس نقص اور عیب سے پاک ہے آپ کا نور ہر آن ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔

(ب) قیامت کے روز آفتاب جہنم میں داخل ہو جائے گا یہ دوزخ میں ان لوگوں کو عذاب دے گا جو دنیا میں اس کی پوجا کرتے تھے لیکن آفتاب نبوت سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔

(ج) لَمْ یَقُمْ مَعَ شَمْسٍ قَطُّ اِلَّا غَلَبَ ضَوْؤُہٗ عَلٰی ضَوْءِ الشَّمْسِ○ یعنی جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سورج کے سامنے کھڑے ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور سورج کی روشنی پر غالب آ جاتا تھا۔

(د) امام غزالی نے اپنی کتاب ''دقائق الاخبار'' میں لکھا ہے کہ آفتاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے بنا ہے فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو طاؤس یعنی مور کی شکل دے کر اس کی طرف نظر رحمت سے دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسینہ آ گیا اور:

مِنْ عَرَقِ وَجْھِہٖ خَلَقَ الْعَرْشَ وَالْکُرْسِیَّ وَالْقَلَمَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ وَمَا فِی السَّمَاءِ○

آپ کے چہرے کے پسینے سے عرش و کرسی قلم آفتاب اور مہتاب ستارے اور آسمان کی چیزیں پیدا کی گئیں۔

یہ جو مہر و ماہ پہ ہے اطلاق آتا نور کا
بھیک تیرے نام کی ہے استعارہ نور کا

گذشتہ سطور میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا سراجاً منیراً اور چاند کو قمراً منیراً فرمایا ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم بھی منیر ہیں اور چاند بھی منیر ہے یعنی منیر دونوں کی مشترکہ صفت ہے لہٰذا اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نور دینے والے ہیں تو چاند بھی نور دینے والا ہے لہٰذا آپ کو چاند بھی کہا جا سکتا ہے دلائل ملاحظہ ہوں۔

دلیل نمبر ۱: جب آپ کی ولادت ہوئی تو حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے آپ کی طرف دیکھا تو آپ کو چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا پایا آپ کے جسم سے نہایت پاکیزہ اور تیز خوشبو آ رہی تھی۔ (زرقانی، ج ۱، ص ۱۱۳)

دلیل نمبر ۲: امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

لَمْ يَصِفْهُ وَاصِفٌ قَطُّ اِلَّا شَبَّهَ وَجْهَهٗ بِالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ○

(خصائص، ج ۱، ص ۴۷)

جو بھی آپ کا وصف بیان کرتا آپ کو چودھویں کے چاند سے تشبیہ دیتا تھا۔

دلیل نمبر ۳: حضرت ہمدان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے لوگوں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی چیز سے تشبیہ دو میں نے کہا۔

كَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ لَمْ اَرٰى قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ ○ (حجۃ اللہ، ص ۶۷۹)

ترجمہ: حضور کا چہرہ چودھویں کا چاند تھا میں نے آپ جیسا کہیں نہ دیکھا۔

دلیل نمبر ۴: حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے خواب میں آسمان میں چاند دیکھا پھر میں نے یہ خواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا آپ نے فرمایا اس سے مراد تمہارا بھتیجا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ (دارمی، ج ۲، ص ۹۱)

دلیل نمبر ۵: ابونہد بن ابی صالہ نے بیان کیا۔

يَتَلَألَوُّ وَجْهُهٗ تَلَأ لُؤَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ ○ (شمائل ترمذی)

ترجمہ: آپ کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن تھا۔

دلیل نمبر ۶: حضرت طارق بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم مدینہ کے باہر اترے ہوئے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اس وقت ہم آپ کو پہچانتے نہ تھے ہمارے پاس ایک سرخ رنگ کا اونٹ تھا آپ نے اس اونٹ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کیا تم اس کو بیچنا چاہتے ہو ہم نے کہا ہاں فرمایا کیا قیمت ہے ہم نے قیمت (کھجوروں کی مقدار) بتائی۔ آپ نے فرمایا منظور ہے اور اونٹ کی مہار پکڑ کر چل پڑے اور ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے شہر میں داخل ہو گئے۔ ہم نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا ہم نے بہت بُرا کیا ایک ناواقف کو بغیر قیمت وصول کئے اونٹ دے دیا۔ ایک عورت ہمارے ساتھ .... بیٹھی تھی بولی۔

وَاللّٰهُ لَقَدْ رَأَيْتُ رَجُلاً كَانَ وَجْهُهٗ قِطْعَةَ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ○

ترجمہ: خدا کی قسم میں نے اس شخص کو دیکھا کہ اس کا چہرہ چودہویں رات کے چاند کی مثل تھا۔

تمہارے اونٹ کی قیمت کی میں ضامن ہوں وہ تمہارے ساتھ دھوکا نہ کرے گا جب شام کا وقت ہوا تو ایک آدمی کہنے لگا میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا بھیجا ہوا ہوں یہ کھجوریں ہیں ان میں سے خوب پیٹ بھر کر کھا لو اور اپنی قیمت بھی پوری کر لو ہم نے پیٹ بھر کر کھا بھی لیں اور قیمت بھی وصول کر لی۔

(سنن کبریٰ، ج ۶، ص ۲۱، طبرانی کبیر، ج ۸، ص ۳۱۴)

دلیل نمبر ۷: حضرت کعب مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام پیش کیا اس وقت آپ کا رُخ انور چمکتا تھا اور جب آپ خوش ہوتے تھے تو آپ کا چہرہ مبارک منور ہوتا تھا۔ كَاَنَّهٗ قِطْعَةُ قَمَرٍ گویا وہ چاند کا ٹکڑا تھا۔

(المستدرک، ج۲، ص ۶۰۵)

دلیل نمبر۸: ہجرت کے قریب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خواب دیکھا کہ آسمان سے چاند اترا اور مکہ میں آیا اور اس کی روشنی سے تمام دشت و بیابان روشن ہو گئے بعد ازاں چاند آسمان کی طرف چلا گیا اور پھر مدینہ میں اترا اور بہت سے ستارے بھی اس کے ساتھ متحرک ہوئے اس کے بعد چاند نے پھر مکہ کی طرف رجوع کیا اور بجز تین سو ساٹھ گھروں کے زمین مدینہ اسی طرح روشن رہی اور چاند کے آنے سے زمین حرم پھر روشن ہو گئی اور آخر میں پھر وہ چاند مدینہ کی طرف روانہ ہوا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں ایک شگاف میں پوشیدہ ہو گیا اور ہوا بھی اسی طرح کہ پہلے چاند یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں اعلان نبوت فرمایا پھر صحابہ کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی پھر فتح مکہ کے لئے مکہ آئے پھر مدینہ چلے گئے پھر وفات کے بعد آپ کی قبر انور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں بنی۔ (ازالۃ الخفاء، ج۲، ص ۳۹)

دلیل نمبر۹: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے خواب میں تین چاند دیکھے جو میرے حجرے میں آئے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اور میرے حجرے میں آپ کی قبر بنی تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اے عائشہ (رضی اللہ عنہا) تمہارے ان تین چاندوں میں سے ایک بہتر چاند نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

(ازالۃ الخفاء، ج۳، ص ۳۹)

دلیل نمبر۱۰: حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ہمارے علاقے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے تین دن پہلے میں نے خواب دیکھا کہ مدینہ سے چاند آیا اور میری آغوش میں آ گیا میں نے یہ خواب کسی کو بتانا مناسب نہ سمجھا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے علاقے میں تشریف لائے تو ہم قیدی بنا لئے گئے میں نے اپنا خواب

رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیا آپ نے مجھے آزاد کر کے میرے ساتھ نکاح کرلیا۔ (دلائل النبوت، ج ۴، ص ۵۰)

دلیل نمبر ۱۱: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سودہ بنت زمعہ پہلے مسکران بن عمرو کی بیوی تھی۔ اس نے خواب میں دیکھا کہ نبی کریم ﷺ سامنے سے تشریف لائے آپ نے سودہ کی گردن پر پاؤں رکھا اس نے یہ خواب اپنے خاوند کو بتایا اس نے کہا اگر تمہارا خواب سچا ہے تو میں مر جاؤں گا اور تو میرے بعد حضرت محمد ﷺ سے نکاح کرے گی پھر ایک اور رات اس نے خواب میں دیکھا کہ آسمان پر سے اس کے اوپر چاند گرا ہے اور وہ لیٹی ہوئی تھی اس نے پھر اپنے خاوند کو یہ خواب سنایا اس نے کہا اگر تمہارا یہ خواب سچا ہے تو میں چند دن کا مہمان ہوں میں مر جاؤں گا اور تو میرے بعد شادی کرے گی مسکران اسی دن بیمار ہو گیا اور تھوڑے دنوں کے بعد فوت ہو گیا اور سودہ نے رسول اللہ ﷺ سے شادی کر لی۔ (حجۃ اللہ، ص ۵٦٧)

دلیل نمبر ۱۲: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی زوجہ حضرت صفیہ کی آنکھ میں سبز نشان دیکھا فرمایا یہ سبز نشان کیسا ہے کہا میرے سابق شوہر ابن ابی حقیق کی گود میں میرا سر تھا اور میں خواب میں تھی میں نے دیکھا کہ میری آغوش میں چاند آ گیا میں نے اپنے خاوند کو اسکی خبر دی اس نے مجھے طمانچہ مارا اور کہا کیا تو مدینے کے بادشاہ یعنی محمد ﷺ کی تمنا رکھتی ہے۔

(دلائل النبوت، ج ۴، ص ۲۳۲)

ان دلائل سے پتہ چلا کہ رسول خدا ﷺ آسمان نبوت کے چاند ہیں۔

سراجاً منیراً اور چاند میں فرق:

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ چودھویں کا چاند اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ نکلا ہوا تھا اور مدینہ کے چاند سرخ رنگ کا دھاری دار حلہ مبارک زیب تن کئے تشریف فرما تھے تو میں مقابلہ کے لئے ایک نظر آسمان پر ڈالی اور ایک نظر مدنی چاند پر اور موازنہ کیا کہ کون زیادہ خوبصورت ہے۔

فَإِذَا هُوَ أَحْسَنَ عِنْدِي مِنَ الْقَمَرِ ○ (شمائل ترمذی)

مجھے یقین ہو گیا کہ آپ چاند سے زیادہ حسین ہیں۔

یار میرا ایہہ چن تو سوہنا چلے کون تجلیاں
مکھڑا چن بدر نورانی دند چنبے دیاں کلیاں
خوش گفتار کرے اوہ مٹھی جیویں مصری دیاں ڈلیاں
یار فریدا جنت کہڑی جنت اوہدیاں گلیاں

دوسرا فرق یہ ہے کہ چاند میں دھبے ہیں اور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ صاف ہے۔

چاند سے تشبیہ دوں یہ بھی کوئی انصاف ہے
چاند میں دھبے ہیں اور مدنی کا چہرہ صاف ہے

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے الاتقان میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے سورج اور چاند کو یکساں روشن فرمایا تھا پھر دن اور رات میں پہچان مشکل ہو گئی تب اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کو بھیجا اس نے چاند پر اپنا پر مارا جس سے چاند کی روشنی زائل ہو گئی اور چاند میں ایک داغ نظر آنے لگا حتیٰ کہ چاند کی روشنی سورج کے مقابلے میں کمزور ہو گئی تب دن اور رات میں فرق

واضح ہو گیا۔ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ آيَتَيْنِ فَمَحَوْنَا آيَةَ اللَّيْلِ وَجَعَلْنَا آيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً ○

ترجمہ: اور ہم نے رات اور دن کو قدرت کی دو نشانیاں بنایا پھر ہم نے رات کی نشانی کو قدرے مٹا دیا اور دن کی نشانی کو باقی روشن رکھا۔

تیسرا فرق یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند کے دو ٹکڑے کر دیئے اور پھر چاند مکمل ہو گیا اس پر تفصیلی بحث خرپوتی شرح قصیدہ بردہ شریف میں دیکھو۔

چوتھا فرق یہ ہے کہ چاند بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے بنا ہے یعنی چاند کا نور ایک جزو ہے اور آپ کا نور کل ہے اور کل جزو پر فوقیت رکھتا ہے۔

(دقائق الاخبار، ص۱)

پانچواں فرق یہ ہے کہ چاند نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک نورانی کھلونا ہے۔ امام اہلسنت نے فرمایا۔

کھیلتے تھے چاند سے بچپن میں آقا اس لئے
یہ سراپا نور تھے وہ تھا کھلونا نور کا

چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں
کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا

❀❀❀

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

ختم نبوت

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر قسم کی نبوت اور وحی کا اختتام ہو گیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو نبوت کا دعویٰ کرتا ہے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کا آنا جائز مانتا ہے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔مرتد ہے۔ کافر ہے بلکہ جو شخص ایسے آدمی کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔ہم عقیدہ ختم نبوت کی وضاحت پہلے قرآن سے اور پھر احادیث سے کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

آیات قرآن:

مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ وَکَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ○

محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں بلکہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور تمام انبیاء کے آخر میں آنے والے ہیں اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

تفسیر خازن میں اس آیت کے تحت لکھا ہے:

خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ خَتَمَ اللّٰہُ بِہِ النُّبُوَّۃَ۔ (خازن، ج۳،ص۴۷۰)

خاتم النبیین کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر نبوت ختم کر دی۔

امام جلال الدین سیوطی نے اس آیت کے تحت یہ لکھا ہے۔

خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ قَالَ خَتَمَ اللّٰہُ النَّبِیّٖنَ بِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ ○ (درمنثور، ج۵،ص۲۰۴)

خاتم النبیین کا مطلب یہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ پر تمام انبیاء کو ختم کر دیا۔

علامہ ابن جریر نے اس آیت کے تحت لکھا ہے:

خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ الَّذِيْ خَتَمَ النُّبُوَّةَ فَطَبَعَ عَلَيْهَا فَلَا تُفْتَحُ لِاَحَدٍ بَعْدَهٗ اِلٰى قِيَامِ السَّاعَةِ ۝

خاتم النبیین وہ شخص ہے جس نے نبوت کو ختم کر دیا اور اس پر مہر لگا دی پس وہ آپ ﷺ کے بعد قیامت تک کسی کے لئے نہ کھولی جائے گی۔

تفسیر مدارک میں اس آیت کے تحت لکھا ہے خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ اَیْ آخِرُهُمْ ۝

خاتم النبیین کا مطلب یہ کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی شخص نبی نہ بنایا جائے گا۔

غرضیکہ تمام مفسرین کی اس آیت کے بارے میں یہی رائے ہے کہ حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے بعد قیامت تک کوئی نیا نبی نہیں آ سکتا ہے آپ ﷺ آخری نبی اور رسول ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد جو بھی نبوت کا دعویٰ کرے وہ کافر ہے واجب القتل ہے۔

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝

ہم نے آپ کو تمام عالم والوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

خدا تعالیٰ فرماتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ جس طرح یہاں عالمین فرمایا گیا اسی طرح آیت مذکور میں بھی عالمین فرمایا۔ جس طرح خدا تعالیٰ تمام عالمین کا پالنے والا ہے اسی طرح حضور اکرم ﷺ تمام عالمین کے لئے رحمت بن کر آئے ہیں اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ کی نبوت و رسالت عام ہو اور آپ ﷺ کے بعد کسی اور نبی کی ضرورت نہ ہو ورنہ اگر آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی مبعوث ہو تو اس پر ایمان لانا بھی ضروری ہو جائے گا اور اگر حضور اکرم ﷺ کا

کوئی امتی اس پر ایمان نہ لائے گا تو اس کے سارے عمل ضائع ہو جائیں گے کیونکہ یہ قرآن کا فیصلہ ہے کہ جو بعض انبیاء پر ایمان لائیں اور بعض پر ایمان نہ لائیں تو اُولٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُوْنَ حَقًّا وہ پکے کافر ہیں اور یہ بات سرورِ کونین ﷺ کے رحمۃ للعالمین ہونے کے خلاف ہے لہٰذا آیت زیرِ بحث کا مفہوم بھی یہی ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ○

آج میں نے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام ہی پسند کیا اس آیت کے تحت علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے۔

پس امت پر اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ اس نے ان کے لئے دین کامل کر دیا لہٰذا امت محمدیہ ﷺ نہ کسی اور دین کی محتاج ہے اور نہ کسی اور نبی کی اور اسی لئے حضور اکرم ﷺ کو خاتم الانبیاء بنایا اور تمام جن و بشر کی طرف مبعوث فرمایا۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتَابٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ○

اور جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے عہد لیا کہ جب تم کو کتاب و حکمت دوں اور پھر ایسا رسول تمہارے پاس آئے جو تمہاری آسمانی کتابوں کی تصدیق کرے تو تم سب اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا۔

اس آیت میں فرمایا گیا ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ اور لفظ ثم لغت عرب میں تراخی یعنی مہلت کے لئے آتا ہے مثلاً کوئی کہے جَآئَنِي الْقَوْمُ ثُمَّ عُمَرُ تو لغت عرب میں اس کے معنے یہ ہوں گے کہ پہلے تمام قوم آ گئی اور پھر کچھ مہلت کے

بعد سب سے آخر میں عمر آیا۔ اب یہاں النبیین کے بعد ثُمَّ جَاءَ کُمْ رَسُوْلٌ آیا جس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ سب انبیاء کرام علیہم السلام کے آنے کے بعد سب سے آخر میں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں گے۔

اور دوسری وجہ استدلال یہ ہے کہ ایک ہے مصدق (تصدیق کرنے والا) ہونا اور دوسرا ہے مبشر (بشارت سنانے والا) ہونا تصدیق پہلے کی ہوتی ہے اور بشارت ہوتی ہے بعد والے کی۔ حضرت آدم علیہ السلام تمام نبیوں کے مبشر ہیں کسی کے مصدق نہیں کیونکہ ان سے پہلے کوئی نبی نہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تمام پہلے نبیوں کے مصدق ہیں اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبشر ہیں انہوں نے فرمایا: وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّأْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗ أَحْمَدُ ○

اور میں بشارت دینے والا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا جس کا نام احمد ہے۔

اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام پہلے نبیوں کے مصدق ہیں کسی کے مبشر نہیں جو اس بات کی بین دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

قُلْ يَآأَيُّهَا النَّاسُ إِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ إِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ○

ترجمہ: تم فرما دو اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔

وَأَرْسَلْنَاكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ○

ترجمہ: ہم نے تجھے تمام انسانوں کا رسول بنا کر بھیجا۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ○

ترجمہ: ہم نے تجھے تمام انسانوں کا بشیر و نذیر بنا کر بھیجا لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں۔

تَبَارَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعَالَمِیْنَ نَذِیْرًا ○

ترجمہ: مبارک ہے وہ ذات جس نے قرآن مجید اپنے بندے پر نازل کیا تاکہ وہ تمام جہانوں کا نذیر ہو جائے۔

ان چاروں آیات کا مفہوم یہ ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں بلکہ تمام مخلوق کے رسول بن کر آئے ہیں وہ تمام انسان خواہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں موجود ہوں یا آپ کے زمانے کے بعد آنے والے ہوں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

اَنَا رَسُوْلُ مَنْ اَدْرَكَ حَیًّا وَّمَنْ یُّوْلَدُ بَعْدِیْ ○

(طبقات ابن سعد، ج ۶، ص ۱۰۱)

میں ان لوگوں کے لئے بھی رسول ہوں جن کو اپنی زندگی میں پاؤں اور ان کے لئے بھی جو میرے بعد پیدا ہوں گے۔

اس سے پتہ چلا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام اقوام عالم کے لئے نبی بن کر آئے ہیں۔ خواہ وہ آپ کے زمانے میں ہوں یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہوں چونکہ آپ قیامت تک پیدا ہونے والے انسانوں کے رسول ہیں۔ لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کی ضرورت نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔

وَاُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ○

میری طرف اس قرآن کی وحی کی گئی تاکہ اس کے ذریعے سے تم کو ڈراؤں اور تمام ان لوگوں کو جن کو یہ قرآن پہنچے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ قرآن کی شریعت صرف ان لوگوں کے لئے نہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں موجود تھے بلکہ ان تمام انسانوں کے لئے ہے جن تک یہ قرآن پہنچے۔ اب مرزائی بتائیں کہ ان کو قرآن پہنچا ہے یا نہیں اگر پہنچا ہے اور یقیناً پہنچا ہے تو پھر قرآن کی شریعت ان کے لئے بھی ثابت ہو گئی جب

قرآن کی شریعت ان کے لئے بھی ہے تو صاحب شریعت نبی بھی ان کے لئے کافی ہے کسی نئے نبی کی ضرورت نہیں۔ ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کے بعد کسی نئے نبی کی ضرورت نہیں۔

جب یہ آیت نازل ہوئی ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ○
خدا کی مقرب بڑی جماعت سے پہلوں سے اور تھوڑی پچھلوں سے
اس سے ثابت ہوا کہ پہلے لوگ جنت میں زیادہ داخل ہوں گے اور اس امت کے تھوڑے لوگ اس پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو کچھ غم ہوا کہ پہلے لوگ ہم سے زیادہ داخل ہوں گے خدا نے بعد ازاں یہ آیت نازل فرمائی۔
ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ○
یعنی جنتی جماعت کثیر ہے پہلوں میں سے اور جماعت کثیر ہے پچھلوں میں سے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ تمام اہل جنت کے آدھے تم ہو گے۔
ایک اور حدیث میں ہے: اَهْلُ الْجَنَّةِ عِشْرُوْنَ وَمِائَةُ صَفٍّ ثَمَانُوْنَ مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ وَالْاَرْبَعُوْنَ مِنْ سَائِرِ الْاُمَمِ ○
اہل جنت کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی، اسی صفیں اس امت کی اور چالیس صفیں باقی ساری امتوں کی۔

ان دونوں آیات میں اس امت کو آخری امت کہا گیا جب یہ امت آخری امت ہے اور اس امت کے بعد کوئی اور امت نہ ہو گی تو اس امت کا نبی حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ ہی آخری نبی ہیں ان کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔
هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ○

اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اس کو تمام ادیان پر غالب کر دے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو دین اسلام دے کر بھیجا اور اس دین کو تمام دینوں پر غلبہ دیا۔ ظاہر ہے تمام مذاہب پر کسی کا غلبہ جب ہی ثابت ہوتا ہے جب کہ یہ شخص تمام ادیان کے عالم میں آ جانے کے بعد پیدا ہوا ہو۔ ثابت ہوا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کے بعد دنیا میں تشریف لائے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نیا دین اور نیا نبی اس دنیا میں نہ آئے گا۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ○

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اور ان لوگوں کی اطاعت کرو جو تم میں سے اولی الامر ہیں۔

اس آیت میں ختم نبوت کی دو دلیلیں ہیں۔ پہلی یہ کہ خدا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی نجات کے لئے صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو کافی قرار دیا حالانکہ اگر کوئی اور نبی پیدا ہونے والا ہوتا تو اس کی اطاعت کا بھی ذکر کیا جاتا اور اس کی اطاعت کو بھی نجات کی شرط بنایا جاتا لیکن ایسا نہیں کیا گیا۔ ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہ پیدا ہوگا۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ اولی الامر یعنی خلفائے اسلام اور ائمہ امت کی اطاعت کو تیسرے نمبر پر رکھا گیا اگر ہمارے نبی کے بعد کوئی اور نبی آنا ہوتا تو چاہئے تھا کہ خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے بعد اس کی اطاعت کا ذکر کیا جاتا لیکن ایسا نہیں کیا گیا کیوں؟ اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی اور رسول یا نبی آنا ہی نہ تھا۔ اس لئے اس کا ذکر نہ کیا گیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ

النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰئِكَ رَفِيْقًا ○

اور جو شخص اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرے وہ قیامت کے دن ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے یعنی نبیین، صدیقین، شہداء اور صالحین اور یہ لوگ اچھے رفیق ہیں۔

اس میں خدا کے مقرب بندے چار گروہ قرار پائے۔انبیاء، صدیق، شہید اور صالحین اور ان کی ہمراہی اور سنگت ان لوگوں کو نصیب ہوگی جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرے گا یہ آیت اس بات کی وضاحت کے لئے کافی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا ورنہ مقربین خداوندی کے ساتھ ہونے کے لئے اس کی اطاعت بھی لازمی ہوتی۔

آمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ آمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ○

ایمان لائے رسول جو کچھ اترا اس کے رب کی طرف سے اور مسلمان سب ایمان لائے۔ اللہ پر اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ہم جدا نہیں کرتے کسی کو اس کے رسولوں میں سے۔

اس آیت میں دو وجہ سے ختم نبوت کا ثبوت ملتا ہے۔

وجہ اول: یہ آیت مسلمانوں کو صرف اس وحی پر ایمان لانے کو کافی بتلاتی ہے جو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی اور آپ سے پہلے رسولوں پر نازل ہوئی۔ اگر آپ کے بعد بھی سلسلہ وحی جاری ہوتا تو لازمی تھا کہ اس پر بھی ایمان لانا واجب ہوتا۔

وجہ دوم:

اس آیت نے یہ بھی ثابت کیا کہ خدا کے رسولوں میں سے کسی ایک کو

بھی ایمان سے جدا نہیں کیا جا سکتا بلکہ سب پر ایمان واجب ہے۔ پس اگر آپ کے بعد کوئی اور نبی ہوتا تو یقیناً قرآن کریم اس کی اطلاع دے کر اس پر ایمان لانے کی تاکید کرتا۔

فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○

پس جو لوگ آپ ﷺ پر ایمان لائے اور جنہوں نے آپ ﷺ کی تعظیم کی اور آپ کی مدد کی اور اس نور کی اتباع کی جو اس کے ساتھ اتارا گیا وہی لوگ فلاح یافتہ ہیں۔

ہر مسلمان کی تمنا ہے کہ میں فلاح پا جاؤں۔ اس دنیا کی زندگی میں کامیاب ہو جاؤں اور اس کامیابی کی شرط قرار دیا گیا۔ حضرت محمد ﷺ پر ایمان لانے کو۔ آپ کی تعظیم و توقیر اور قرآن کے احکامات پر کاربند رہنے کو۔ پس جو آپ پر ایمان لایا اور قرآن کے احکامات پر عمل کیا وہ زندگی میں کامیاب ہو گیا۔ اس کو کسی اور نبی کے احکامات ماننے کی ضرورت نہیں حالانکہ اگر کوئی اور نبی آنا ہوتا تو اس پر ایمان لانا بھی ضروری ہوتا کیونکہ کسی بھی نبی کا انکار کفر ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے: اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا نبیوں کا انکار کرنے والے پکے کافر ہیں۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰی تِجَارَةٍ تُنْجِیْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○

اے ایمان والو میں تمہیں ایک تجارت بتاؤں جو تمہیں دردناک عذاب سے بچا لے ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر اور اپنے مال اور جان سے اللہ کی راہ میں جہاد کرو اور یہ تمہارے لئے بہت بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ دردناک عذاب سے نجات وہ پائے گا جو حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ پر ایمان لائے گا اور اپنی جان اور مال سے خدا کی راہ میں جہاد کرے گا اگر آپ ﷺ کے بعد کوئی اور نبی آنا ہوتا تو دردناک عذاب سے نجات پانے کے لئے اس پر ایمان لانا بھی لازمی ہوتا مگر ایسا نہیں ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ حضور اکرم ﷺ کے بعد کوئی اور نبی نہیں ہے۔

اِقۡتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانۡشَقَّ الۡقَمَرُ○

قریب آ پہنچی قیامت اور شق ہو گیا چاند۔

اس آیت میں دو چیزیں ختم نبوت پر دلالت کرتی ہیں۔

ایک یہ کہ قیامت کا قریب ہونا اس طرف اشارہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ اور قیامت کے درمیان کوئی نبی نہیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے انگشت شہادت اور بڑی انگلی کو ملا کر اشارہ فرمایا کہ جس طرح ان دو انگلیوں کے درمیان کوئی تیسری انگلی نہیں اسی طرح میرے اور قیامت کے درمیان کوئی نبی نہیں۔

اور دوسری یہ کہ چاند کا شق ہونا قرب قیامت کی نشانی ہے جب چاند شق ہو گیا تو اس کے بعد قیامت آئے گی۔ ایک حدیث میں ہے کہ ابو زمل نے خواب دیکھا کہ حضور علیہ السلام ایک اونٹنی کو چلا رہے ہیں۔ یہ خواب آپ کے سامنے بیان کیا گیا۔ آپ نے فرمایا وہ اونٹنی جس کو تم نے دیکھا کہ میں اسے چلا رہا ہوں وہ قیامت ہے جو ہم پر قائم ہوگی نہ میرے بعد کوئی نبی ہے اور نہ میری امت کے بعد کوئی اور امت ہے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پر آپ ﷺ کا معجزہ شق القمر بیان کر دیا جائے۔

شق القمر:

جب ابوجہل اور اس کے رفقاء نبی کریم ﷺ کے مقابلے سے عاجز آ

گئے اور شریعت مطہرہ کا آفتاب دن بدن بلند ہونا شروع ہوا تو لوگ جوق در جوق حلقہ بگوش اسلام ہونے لگے تو اس وقت ابوجہل نے امیر شام حبیب بن مالک کو خط لکھا کہ ہمارے ہاں ایک جادوگر ظاہر ہوا ہے جو ایک خدا کا قائل ہے اور اس نے نیا دین ایجاد کیا ہے اور وہ ہمارے معبودوں کو گالیاں دیتا ہے جب بھی ہمارا اور اس کا مقابلہ ہوا تو وہ دلائل سے ہم پر غالب آ گیا۔ اب تیرا اور تیرے آباء کا دین کمزور ہو گیا ہے۔ اس سے پہلے کہ اس کا دین پھیل جائے آ کر اس کی خبر لے۔ حبیب بن مالک بارہ گھوڑ سواروں کے ساتھ آیا۔ ابوجہل نے بڑے تحائف سے اس کا استقبال کیا۔ حبیب نے ابوجہل کو اپنے دائیں طرف بٹھا کر آپ ﷺ کے حالات دریافت کئے۔ ابوجہل نے کہا اے سردار! بنی ہاشم سے اس کے حالات پوچھ لیجئے۔ حبیب نے ان سے حالات پوچھے انہوں نے کہا ہم اس کے بچپن ہی سے اسے سچا جانتے ہیں جب وہ چالیس سال کا ہوا تو ہمارے معبودوں کو گالیاں دینے لگا اور ہمارے آباء کے دین کے علاوہ ایک اور دین ایجاد کیا۔ حبیب نے کہا حضرت محمد ﷺ کو حاضر کیا جائے۔ حضور اکرم ﷺ کو بلا بھیجا گیا۔ آپ ﷺ سرخ لباس میں ملبوس سیاہ عمامہ پہنے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دائیں اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اپنے عقب میں لے کر تشریف لائے۔ جب حبیب نے آپ ﷺ کو دیکھا تو تعظیماً آپ ﷺ کے لئے کھڑا ہو گیا۔ جب آپ ﷺ تشریف فرما ہوئے تو آپ ﷺ کے چہرے سے نور ظاہر ہوا۔ مشرکین کی زبانیں خاموش ہو گئیں اور ان پر آپ ﷺ کی ہیبت طاری ہو گئی۔ حبیب نے کہا اے محمد ﷺ! تو جانتا ہے کہ انبیاء کے معجزات ہوتے ہیں کیا تیرا بھی کوئی معجزہ ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا حبیب تو کیا چاہتا ہے؟ اس نے کہا میں یہ چاہتا ہوں کہ سورج غروب ہو جائے اور چاند نکل آئے اور زمین پر اتر آئے اور آپ ﷺ اس کے دو ٹکڑے کر

دیں پھر وہ آسمان پر آ کر مکمل روشنی دینے والا چاند بن جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر میں ایسا کر دکھاؤں تو کیا تو ایمان لے آئے گا؟ اس نے کہا ہاں لیکن شرط یہ ہے کہ آپ ﷺ میرے دل کی بات بتا دیں۔ رسول خدا ﷺ کوہ ابوقبیس پر چڑھ گئے اور وہاں دو رکعتیں ادا فرمائیں۔ خدا سے دعا مانگی پس حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا اِنَّ اللّٰہَ سَخَّرَلَکَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَاللَّیْلَ وَالنَّھَارَ○

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے لئے سورج چاند رات اور دن مسخر کر دیئے۔

اور حبیب بن مالک کی ایک لڑکی ہے کہ جس کے ہاتھ پاؤں اور آنکھیں نہیں اور خدا تعالیٰ نے اس کے یہ اعضاء درست فرما دیئے۔ رسول خدا ﷺ پہاڑ سے اترے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام اور فرشتے ہوا میں معلق تھے۔ نبی کریم ﷺ نے سورج کو اشارہ فرمایا وہ غائب ہو گیا اور رات کی تاریکی چھا گئی اور چاند طلوع ہو گیا وہ بھی چودھویں رات کا۔ پھر آپ ﷺ نے چاند کو اشارہ کیا وہ زمین پر نازل ہوا اور اس کے دو ٹکڑے ہو گئے۔

عقل والے زمیں پر ہیں ششدر چاند ٹکڑے ہوا ہے فلک پر
ساری دنیا ہے محو تماشہ آپؐ انگلی اٹھائے ہوئے ہیں

پھر چاند آسمان پر جا کر مکمل اور منیر ہو گیا اور پہلے کی طرح سورج ظاہر ہو گیا پھر حبیب نے کہا ایک شرط باقی رہ گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا خدا نے تیری لڑکی کے اعضاء درست فرما دیئے ہیں۔ حبیب نے کھڑے ہو کر کہا اے اہل مکہ! ایمان کے بعد کفر نہیں یعنی میں ان کی نبوت پر ایمان لے آیا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ ابوجہل نے کہا آپ ایک جادوگر پر ایمان لے آئے پھر حبیب مسلمان ہو کر شام چلا گیا۔ اپنے محل میں داخل ہوا اس کی لڑکی نے اس کا استقبال کیا اور کہا اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ حبیب نے کہا تجھے اس کلمہ کا علم کہاں سے ہوا اس نے کہا ایک ہستی مجھے خواب میں نظر آئی اس نے کہا تیرے باپ نے اسلام قبول کر لیا ہے اگر تو بھی ایمان لے آئے تو ہم تیرے اعضاء درست کر دیں گے۔ میں خواب میں ایمان لے آئی اور میرے اعضاء درست ہو گئے۔ (خرپوتی، ص ۱۳۴)

تھوڑی دیر ہوئی اک آیا کالیاں زلفاں والا
دو گھڑیاں میرے من وچہ بیٹھا کر گیا نور اجالا

یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَةِ ○

مضبوط کرتا ہے اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو مضبوط بات سے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔

یہ آیت کریمہ عذاب قبر کے بارے میں نازل ہوئی ہے جس کی تفسیر احادیث میں اس طرح ہے جب مومن قبر میں بٹھایا جائے گا تو اس کے پاس فرشتے آئیں گے تو وہ صاحب قبر شہادت دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ یہی قول ثابت ہے اور درمنثور میں ہے کہ جب صاحب قبر سے نکیرین پوچھتے ہیں تیرا نبی کون ہے تو وہ کہتا ہے۔

''میرے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں جو خاتم النبیین ہیں۔''

(درمنثور، ج ۶، ص ۱۶۵)

آج حسرت ہوئی دل کی پوری کیوں نہ جی بھر کے کرلوں زیارت
اے فرشتو قبر میں نہ آنا میری سرکار آئے ہوئے ہیں

وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ○

اور متقی وہ ہیں جو اس پر ایمان لاتے ہیں جو اے محبوب آپ کی طرف

نازل کیا گیا اور جو آپ ﷺ سے پہلے نازل کیا گیا۔

اور اہل تقویٰ کے بارے میں ارشاد ربانی ہے۔

وَسَارِعُوْا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ○

اپنے پروردگار کی طرف سے مغفرت اور اس جنت کی طرف جلدی کرو جس کی چوڑائی آسمان و زمین کے فاصلے کے برابر ہے جو اہل تقویٰ کے لئے تیار کی گئی ہے۔

دونوں آیات کے ملانے سے نتیجہ نکلا جو سرور کونین اور پہلے انبیاء پر وحی نازل ہوتی تھی اس کے ماننے والے جنتی ہیں وہی لوگ کامیاب و کامران ہیں۔ ان متذکرہ دو اقسام کے علاوہ وحی کو ماننے والا ہرگز متقی نہیں نہ وہ جنتی ہوسکتا ہے کیونکہ اس تیسری قسم کی وحی کے لئے ایک اور نبی ماننا پڑے گا جو بالکل محض ہے اور نہ قرآن نے اس تیسری وحی جو حضرت محمد ﷺ کے بعد آنے والی تھی کی کوئی خبر دی ہے۔ لہذا ثابت ہوا حضور اکرم ﷺ سے پہلے تمام انبیاء اور خود حضور خدا کے برحق نبی ہیں ان کے علاوہ باقی دجال اور کذاب ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی بھی انہیں کذابوں میں سے ایک احمق کذاب ہے۔

نوٹ: مرزا غلام احمد قادیانی کا اصل روپ دیکھنا درکار ہو تو ہماری کتاب

''باطل اپنے آئینے میں''

کا مطالعہ کریں۔ آپ کو پتہ چل جائے گا کہ اس جھوٹے مدعی نبوت نے خدا و رسول اور پہلے انبیاء علیہم السلام کی شان میں کیا کیا گستاخیاں کی ہیں۔ اہلبیت اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں کن کن برے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ مرزا نے انگریزوں کی نمک خواری کا کس طرح حق ادا کیا ہے۔

احادیث

ختم نبوت کے دلائل ازروئے احادیث نبویہ پیش کیے جاتے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

دلیل نمبر 1:

حضرت امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش واقع ہوئی تو خدا کی بارگاہ میں عرض کی الٰہی! میں تجھے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں میری مغفرت فرما دے۔ ارشاد ہوا اے آدم علیہ السلام تو نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے جانا حالانکہ میں نے اسے ابھی پیدا نہیں کیا۔ عرض کی الٰہی! جب تو نے مجھے اپنی قدرت سے پیدا کیا اور مجھ میں اپنی روح پھونکی میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو عرش کے پایوں پر لکھا ہوا پایا۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ تو میں نے جانا تو نے اسی نام کو اپنے نام کے ساتھ ملایا ہے جو تجھے جہاں سے زیادہ پیارا ہے۔ فرمایا اے آدم علیہ السلام تو نے سچ فرمایا۔ بے شک وہ مجھے تمام جہان سے زیادہ پیارا ہے جب تو نے مجھے اس کا واسطہ دے کر سوال کیا تو میں نے تیری مغفرت فرما دی۔

لَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُكَ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتا تو میں تجھے پیدا نہ کرتا۔

محمد کی جلوہ نمائی نہ ہوتی ۔۔۔ تو کونین میں روشنائی نہ ہوتی

اور امام طبرانی نے اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے مزید لکھا کہ:

وَهُوَ آخِرُ الْاَنْبِيَاءِ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ اور وہ تیری اولاد میں آخری نبی ہے۔

(دلائل النبوت + طبرانی کبیر) (ابن عساکر، ج ۲، ص ۳۵۹)

دلیل نمبر 2:

امام ابن عساکر نے لکھا ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ

قَالَ بَیْنَ کَتِفَیْ آدَمَ مَکْتُوْبٌ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہِ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ ○

فرمایا حضرت آدم علیہ السلام کے دونوں شانوں کے درمیان لکھا ہوا ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور تمام نبیوں کے بعد آنے والے ہیں۔(ابن عساکر)

دلیل نمبر 3:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام ہندوستان میں نازل ہوئے ان کو وحشت ہوئی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور اذان کہی۔ دومرتبہ اللہ اکبر اور دومرتبہ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہا اس پر حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہے فرمایا: آخِرُ وَلَدُكَ مِنَ الْاَنْبِیَاءِ انبیاء میں سے آپ کے سب سے آخری بیٹے ہیں۔

(کنز العمال، ج٦، ص١١٤) (ابن عساکر، ج٢، ص٣٦٠)

سلام اس پر کہ جس کے ذکر سے دل چین پاتے ہیں
سلام اس پر فرشتے ذکر جس کا سننے آتے ہیں

دلیل نمبر 4:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو ان کو اپنی اولاد پر مطلع فرمایا۔ حضرت آدم علیہ السلام ان کو دیکھ رہے تھے۔ بعض کو بعض پر فضیلت ہے پھر ان سب سے نیچے کی جانب میں ایک نور دیکھا تو عرض کی اے میرے پروردگار یہ کون ہے؟ ارشاد ہوا آپ کے بیٹے احمد ہیں۔ ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وہی سب سے اول ہیں اور وہی سب سے آخر ہیں۔ قیامت کے دن سب سے پہلے شفاعت کرنے والے ہیں اور وہی مقبول الشفاعت ہیں۔ (حلیۃ الاولیا + ابن عساکر) (خصائص کبریٰ، ج١، ص٣٩)

دلیل نمبر 5:

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ جب امام الانبیاء معراج کی رات سفر میں تھے تو آپ نے ایک جماعت پر گزر فرمایا جنہوں نے آپ ﷺ کو دیکھ کر کہا۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَوَّلُ ○ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا آخِرُ ○ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حَاشِرُ ○

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی جن لوگوں نے آپ ﷺ کو سلام کیا ہے وہ حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام ہیں۔

(دلائل النبوت) (درمنثور، ج۴، ص ۱۲۹) (جواہر الجار، ج۳، ص۴۰۲)

دلیل نمبر 6:

حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان الفاظ میں حضور پر سلام پیش کیا۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَوَّلُ ○ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا آخِرُ ○ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا ظَاهِرُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا بَاطِنُ ○

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا یہ تو اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں اسی کے لائق ہیں یہ صفات میری کیسے ہو سکتی ہیں؟ عرض کی اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی اَمَرَنِیْ اَنْ اُسَلِّمُ بِهَا عَلَیْکَ خدا نے مجھے انہی صفات سے آپ ﷺ پر سلام کرنے کا حکم دیا ہے۔ آپ ﷺ کا نام اول اس لئے ہے کہ آپ ﷺ تخلیق میں تمام انبیاء پر مقدم ہیں۔

وَسَمَّاکَ بِالْآخِرِ لِاَنَّکَ آخِرُ الْاَنْبِیَاءِ فِی الْعَصْرِ وَ خَاتَمُ الْاَنْبِیَاءِ اِلٰی آخِرِ الْاُمَمِ ○

اور آپ ﷺ کا نام آخر اس لئے رکھا کہ آپ ﷺ تمام نبیوں سے

زمانے میں آخری ہیں اور آپ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں۔ آخری امت کے لئے اور آپ ﷺ کا نام باطن اس لئے رکھا کہ آپ ﷺ کا نام سنہرے نور سے ساق عرش پر حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے لکھا پھر مجھے درود بھیجنے کا حکم دیا میں نے آپ ﷺ پر ہزاروں سال درود پڑھا یہاں تک کہ خدا نے آپ ﷺ کو بشیر و نذیر بنا کر مبعوث فرمایا اور آپ ﷺ کا نام ظاہر اس لئے رکھا کہ آپ ﷺ کے دین کو تمام دینوں پر غلبہ دیا۔ آپ ﷺ کی شریعت کو تمام زمین و آسمان پر ظاہر کر دیا اس پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ فَضَّلَنِیْ عَلٰی جَمِیْعِ النَّبِیِّیْنَ حَتّٰی فِیْ اِسْمِیْ وَصِفَتِیْ ○ (جواہر الجار، ج ۲، ص ۲۱۶)

دلیل نمبر 7:

حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا کی بارگاہ میں عرض کی یا رب میں الواح میں لکھا ہوا پاتا ہوں کہ ایک امت ہو گی جو ہمیشہ اچھی باتیں سکھائے گی اور بری باتوں سے روکتی رہے گی۔ اے خدا وہ امت میری امت کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ امت احمد کی امت ہے پھر کہا اے اللہ ان الواح سے ایک ایسی امت کا پتہ چلتا ہے جو سب سے آخری امت ہو گی لیکن سب سے پہلے جنت میں داخل ہو گی۔ وہ میری امت کر دے۔ اللہ نے فرمایا وہ احمد کی امت ہے۔ پھر عرض کی الواح میں ایک ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں جو کتاب کو حفظ کرے گی اور زبانی اس کی تلاوت کرے گی۔ وہ امت مجھے عطا کر دے فرمایا وہ تو احمد کی امت ہے۔ پھر عرض کی ایک ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں جو تیری ہر کتاب پر ایمان لائے گی اور گمراہوں کافروں حتیٰ کہ کانے دجال سے بھی لڑیں گے وہ امت مجھے عطا کر دے۔ فرمایا وہ تو احمد کی امت ہے پھر عرض کی الٰہی

الواح میں ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں وہ اپنے نذرانے اور صدقات آپس میں کھائیں گے حالانکہ اس امت سے پہلے لوگوں کے صدقات کی قبولیت کی نشانی یہ ہوتی تھی کہ آسمان سے آگ آ کر اسے کھا جاتی تھی اللہ ان کے صدقات امیروں سے لے کر غریبوں کو دے گا۔ یا رب وہ میری امت کر دے۔ فرمایا یہ احمد کی امت ہے پھر کہا یا رب میں الواح میں ایک ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں جو صرف نیکی کا ارادہ کرے گی تو نیکی مل جائے گی اور اگر وہ نیک کام کرے گی تو دس سے لے کر سات سو تک نیکیاں مل جائیں گی۔ اے رب وہ میری امت بنا دے۔ فرمایا وہ احمد کی امت ہے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی الٰہی میں الواح میں ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں جو مرتبہء شفاعت پر فائز کی جائے گی۔ خدایا! وہ میری امت بنا دے فرمایا وہ تو احمد ﷺ کی امت ہے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وہ الواح ہاتھ سے رکھ دیئے اور بارگاہ خداوندی میں عرض کی الٰہی مجھے اس احمد کی امت سے بنا دے۔ (دلائل النبوت، ج ا، ص ۹ کے ۳، ابن کثیر، ج ۹، ص ۲۵)

اس حدیث میں حضور اکرم ﷺ کی امت کو آخری امت کہا گیا جب آپ ﷺ کی امت آخری ہے تو آپ ﷺ بھی آخری امت کے آخری نبی ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد اور کوئی نبی نہ آئے گا۔

دلیل نمبر 8:

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ بنی اسرائیل کو خبر دے دو کہ جو احمد کو نہ مانے گا اسے دوزخ میں ڈالوں گا۔ عرض کی اے میرے رب احمد کون ہے؟ فرمایا:

مَاخَلَقْتُ خَلْقًا کَرُمَ عَلَیَّ مِنْهُ کَتَبْتُ اِسْمَهٗ مَعَ اِسْمِیْ فِی الْعَرْشِ قَبْلَ

اَنْ اَخْلُقَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ اَنَّ الْجَنَّةَ مُحَرَّمَةٌ عَلٰی جَمِيْعِ خَلْقِيْ حَتّٰى يَدْخُلَهَا هُوَ وَاُمَّتُهٗ○

میں نے کوئی مخلوق اس سے بڑھ کر معزز پیدا نہ فرمائی میں نے زمین و آسمان کی پیدائش سے پہلے اس کا نام اپنے نام کے ساتھ عرش پر لکھا جنت میری ساری مخلوق پر حرام ہے جب تک وہ اور اس کی امت داخل نہ ہو جائے۔ عرض کی الٰہی اس کی امت کون ہے؟ فرمایا وہ بڑی حمد کرنے والی ہو گی اور اس امت کے اور بھی اوصاف بیان فرمائے عرض کی الٰہی مجھے اس نبی کا امتی بنا دے فرمایا تو زمانے میں مقدم اور وہ متاخر ہے لیکن میں تم کو ان کے ساتھ ہیشگی کے گھر جنت میں جمع کر دوں گا۔ (حلیۃ الاولیاء، ج ۳، ص ۳۷۵)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسا جلیل القدر رسول بھی اس امت کا نبی نہیں ہو سکتا تو پھر اور کون ہے کہ حضرت محمد مصطفٰے ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے۔ نیز اس حدیث میں فرمایا نبیھا منھا ان کا نبی انہیں میں سے ہو گا اگر حضور اکرم ﷺ کے بعد کوئی اور نبی آنا ہوتا تو فرمایا جاتا ان کے نبی یعنی جمع کا صیغہ استعمال ہوتا نہ کہ واحد کا صیغہ استعمال ہوتا۔

نہ پہنچیں گے جنت تک گنہگار ان کے
نہ جائے گی جنت میں امت کسی کی

دلیل نمبر 9:

حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ قیامت کے دن جب تمام لوگ شفاعت کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے تو وہ فرمائیں گے میں یہ کام نہیں کر سکتا کیونکہ دنیا میں میری اور میری ماں کی پرستش کی گئی ہے لیکن کیا تم جانتے ہو اگر کسی برتن کو بند کر کے اس پر مہر لگا دی جائے تو کیا اس

برتن کی چیز کو اس وقت تک لے سکتے ہیں جب تک کہ اس کی مہر نہ توڑی جائے لوگ کہیں گے ایسا تو نہیں ہو سکتا پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے:

اَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ قَدْ حَضَرَ الْيَوْمَ ○

بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین آج موجود ہیں (جو انبیاء کے خاتمہ پر بمنزلہ مہر کے ہیں)

ان کی اگلی پچھلی سب لغزشیں معاف کر دی گئی ہیں ان کے پاس جاؤ پھر لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے ہاں اس کام کے لئے میں ہوں۔ ہم سب سے آخر ہیں اور سب سے پہلے میری امت کا حساب ہو گا امتیں ہمارا راستہ چھوڑ دیں گی اور سب امتیں کہیں گی یہ امت تو قریب ہے کہ سب ہی انبیاء میں شمار ہو۔ (مسند ابو داؤد طیالسی، ص ۳۵۴)

شفاعت کرے حشر میں جو رضا کی
سوا تیرے کس کو یہ قدرت ملی ہے

دلیل نمبر 10:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب لوگ قیامت کے روز حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے شفاعت کے بارے میں کہیں گے تو وہ کہیں گے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ لوگ میرے پاس آئیں گے اور کہیں گے۔

يَا مُحَمَّدُ اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ ○

• اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ خدا کے رسول اور تمام نبیوں کے بعد آنے والے ہیں۔ (مسلم شریف، ج ۱، ص ۱۱۱)

پیش حق مژدہ شفاعت کا سناتے جائیں گے
آپ روتے جائیں گے ہم کو ہنساتے جائیں گے

وسعتیں دی ہیں خدا نے دامن محبوب کو
جرم کھلتے جائیں گے اور وہ چھپاتے جائیں گے

دلیل نمبر 11:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری مثال مجھ سے پہلے انبیاء کے ساتھ ایسی ہے جیسے کسی شخص نے گھر بنایا اور اس کو بہت عمدہ آراستہ بنایا مگر اس کے ایک گوشے میں ایک اینٹ کی جگہ تعمیر سے چھوڑ دی پس لوگ اسے دیکھنے کو جوق در جوق آتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں اور کہتے جاتے ہیں یہ ایک اینٹ بھی کیوں نہ رکھ دی گئی چنانچہ میں نے اس جگہ کو پر کر دیا اور مجھ سے نبوت کا محل مکمل ہو گیا۔ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ ○

اور میں خاتم النبیین ہوں (مسلم شریف، ج ۲، ص ۲۴۸)

دلیل نمبر 12:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کی سیاست خود ان کے انبیاء کرتے تھے جب کسی نبی کی وفات ہو جاتی تو دوسرے نبی کو ان کا خلیفہ بنا دیا جاتا وَاِنَّہٗ لَانَبِیَّ بَعْدِیْ لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں البتہ خلیفہ ہوں گے اور وہ بہت ہوں گے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کی ان خلفاء کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیا حکم دیتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر ایک کے بعد دوسرے کی بیعت پوری کرو اور ان کے حق اطاعت کو پورا کرو۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ان کی رعیت کے بارے میں ان سے سوال کرے گا۔

(مسند امام احمد، ج ۲، ص ۲۹۷)

دلیل نمبر 13:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کے دو وزیر آسمان میں اور دو وزیر زمین میں ہوتے ہیں۔

فَاَمَّا وَزِيْرَ ایَ مِنْ اَهْلِ السَّمَاءِ فَهُوَ جِبْرَائِيْلُ وَ مِيْكَائِيْلُ وَاَمَّا وَزِيْرَ ایَ مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ اَبُوْ بَكْرٍ وَّ عُمَرَ ○

میرے دو وزیر آسمان کے جبرائیل اور میکائیل علیہم السلام ہیں اور زمین کے دو وزیر ابوبکر اور عمر رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔ (مشکوٰۃ، ج ۳، ص ۲۵۰)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضوان اللہ علیہم اجمعین دونوں رسول خدا کے وزیر ہیں لیکن اس کے باوجود وہ نبی نہیں حالانکہ پہلے نبیوں کے وزیر بھی نبی ہوتے تھے خود قرآن پاک میں موجود ہے۔

وَجَعَلْنَا مِنْهُ اَخَاهُ هَارُوْنَ وَزِيْراً ○

اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اس کے بھائی ہارون علیہ السلام کو وزیر بنا دیا۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر نبی نہیں ہو سکتے کہ آپ پر سلسلہء نبوت ختم ہو گیا تو اور کوئی نبی کیسے بن سکتا ہے؟

وزیر بادشاہوں کے ہوتے ہیں اور چونکہ آپ کے آسمانوں میں بھی وزیر ہیں اور زمین میں بھی وزیر ہیں اس لئے آپ زمین و آسمان کے بادشاہ ہیں۔ زمین و آسمان پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت جاری ہے۔

اللہ اللہ شہ کونین جلالت تیری
فرش کیا عرش پہ جاری ہے حکومت تیری

دلیل نمبر 14:

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ساری امت میں سب سے افضل ہیں۔
قرآن کریم نے آپ کو اتقیٰ کہا ہے خدا تعالیٰ فرماتا ہے: وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى اور عنقریب اتقیٰ جہنم سے دور رکھا جائے گا۔

اور دوسرے مقام پر خدا تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ○

اور تم میں سے خدا کے نزدیک عزت والا اتقیٰ ہے

اور اتقیٰ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں لہذا معلوم ہوا صدیق رضی اللہ عنہ تمام صحابہ سے افضل ہیں۔

امام جعفر صادق اپنے باپ امام محمد باقر وہ اپنے باپ امام زین العابدین وہ اپنے باپ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور وہ اپنے باپ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ بعد از انبیاء صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر سورج کی آنکھ نے کسی کو دیکھا ہی نہیں۔ (تفسیر عزیزی، ج۳، ص۲۱۳)

پس از انبیاء سب سے اونچا ہے نامی
رفیق نبی کا مقام اللہ اللہ

پتہ چلا کہ صدیق اکبر تمام امت سے افضل ہیں اور جب وہ نبی نہیں ہو سکتے تو اور کوئی کیسے نبی بن سکتا ہے۔

دلیل نمبر 15:

حضرت عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
لَوْ كَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ○ (ترمذی شریف)

اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ بن خطاب ہوتا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ میں کمالات نبوت موجود تھے اس کے باوجود ان کو عہدۂ نبوت نہیں دیا گیا کیونکہ سلسلہء نبوت ختم کر دیا گیا ہے۔

دلیل نمبر 16:

حضرت عبداللہ بن ثابت فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں بنی قریظہ میں سے ایک بھائی کے پاس سے گزرا اس نے تورات کے کچھ جامع کلمات لکھ کر مجھے دیئے تا کہ وہ آپ کے سامنے پیش کروں۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ بدل گیا اور فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے اگر خود حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی تمہارے اندر آ جائیں اور تم ان کی اتباع کرنے لگو تو تم گمراہ ہو جاؤ اس لئے کہ۔

اِنَّکُمْ حِظِّیْ مِنَ الْاُمَمِ وَاَنَا حِظُّکُمْ مِنَ النَّبِیّٖنَ○

تم تمام امتوں سے میرا حصہ ہو اور تمام نبیوں میں سے تمہارا حصہ میں ہوں۔ (کنز العمال، ج ۱، ص ۵۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیروی کرے تو وہ یقیناً گمراہ ہے اور جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع چھوڑ کر مرزا کذاب کی پیروی کرے تو وہ بھی یقیناً گمراہ ہے۔

دلیل نمبر 17:

حضرت مکحول سے روایت ہے کہ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے

ایک یہودی سے کچھ رقم لینی تھی اس سے لینے تشریف لے گئے اور فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس نے حضرت محمد ﷺ کو تمام آدمیوں سے برگزیدہ کیا ہے میں تجھے نہیں چھوڑوں گا۔ یہودی بولا واللہ خدا نے انہیں تمام انسانوں سے افضل نہیں کیا۔آپ نے اسے طمانچہ دے مارا وہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا۔حضور ﷺ نے فرمایا اے عمر رضی اللہ عنہ! طمانچہ کے بدلے اس کو راضی کرلو اور فرمایا اے یہودی! حضرت آدم علیہ السلام صفی اللہ ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام نجی اللہ ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ ہیں اور میں حبیب اللہ ہوں۔ اے یہودی! اللہ نے اپنے دو ناموں سے میری امت کے دو نام رکھے۔ اللہ سلام ہے میری کا نام مسلمان رکھا۔ اللہ مومن ہے میری امت کا لقب مومنین رکھا اے یہودی تم زمانے میں پہلے وَنَحْنُ الْآخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اور ہم زمانے میں آخر اور قیامت میں سب سے پہلے ہیں اے یہودی:

اِنَّ الْجَنَّةَ مُحَرَّمَةٌ عَلَی الْاَنْبِیَاءِ حَتّٰی اَدْخُلَهَا وَهِیَ مُحَرَّمَةٌ عَلَی الْاُمَمِ حَتّٰی تَدْخُلَهَا اُمَّتِیْ○

جنت تمام نبیوں پر حرام ہے جب تک میں داخل نہ ہو جاؤں اور تمام امتوں پر حرام ہے جب تک میری امت داخل نہ ہو جائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۱۱، ص ۵۱۰)

اسی حدیث میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہم آخری ہیں یعنی نہ میرے بعد کوئی نبی ہے اور نہ میری امت کے بعد کوئی امت ہے۔

دلیل نمبر 18:

حضرت سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں جب رسول خدا ﷺ غزوہ

تبوک کے لئے جانے لگے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عورتوں اور بچوں پر محافظ چھوڑا۔ انہوں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ مجھے عورتوں اور بچوں کے ساتھ چھوڑ کر جارہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے علی (رضی اللہ عنہ)!

اَمَا تَرْضٰی اَنْ تَکُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی اِلَّا اَنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ○

کیاتم اس بات پر راضی نہیں کہ تم میرے ساتھ ایسے ہو جاؤ جیسے حضرت ہارون حضرت موسیٰ علیہم السلام کے نزدیک تھے مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اس حدیث پر غور کریں یہاں نبی نکرہ ہے جو نفی لا کے تحت آیا ہے اور اصول یہ ہے کہ اگر نکرہ نفی کے تحت واقع ہو تو فائدہ عموم کا دیتا ہے۔ اب لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کا مطلب یہ ہوا کہ کسی قسم کا نبی خواہ تشریعی ہو یا غیر تشریعی میرے بعد نہیں آسکتا۔

نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو راضی کرنا چاہتے ہیں۔ اے علی رضی اللہ عنہ کیا تو راضی نہیں یعنی میں خدا کا رسول تجھے راضی کرنا چاہتا ہوں اور خدا تعالیٰ اپنے محبوب کی رضا کا طالب ہے ارشاد ربانی ہے وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی عنقریب تیرا خدا تجھے اتنا دے گا کہ تو راضی ہو جائے گا۔

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمدؐ

کیا مقام ہے حضرت علی المرتضیٰ کا کہ خدا اپنے رسولؐ کو راضی کرنا چاہتا ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو راضی کرنا چاہتے ہیں۔

دلیل نمبر 19:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ مجھے سخت درد ہوا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی جگہ کھڑا کر دیا اور خود

نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہو گئے اور آپ ﷺ نے کپڑے کا ایک کنارہ مجھ پر ڈال دیا پھر فرمایا اے علی (کرم اللہ وجہہ) تم شفایاب ہو گئے۔ اب تم میں کوئی مرض نہیں رہا جو کچھ تم میرے لئے دعا کرو گے میں تمہارے لئے وہی دعا کروں گا اور میں جو کچھ دعا کروں گا اللہ قبول فرمائے گا سوائے اس کے کہ مجھے یہ کہہ دیا گیا ہے اِنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں اس کے بعد میں وہاں سے ایسا تندرست ہو کر اٹھا گویا بیمار ہی نہ تھا۔

(طبرانی اوسط)

دلیل نمبر 20:

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے مکہ معظمہ سے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں خط بھیجا کہ اگر آپ کی اجازت ہو تو میں مکہ سے ہجرت کر مدینہ چلا آؤں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے چچا! اطمینان سے رہو تم ہجرت میں خاتم المہاجرین ہونے والے ہو۔

كَمَا خَتَمَ بِيَ النُّبُوَّةَ جس طرح میں نبوت میں خاتم النبیین ہوں۔

دلیل نمبر 21:

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ کی وفات ہوئی تو ایک روز حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرمایا چلو ام ایمن کی زیارت کر آئیں کیونکہ نبی کریم ﷺ بھی ان کی زیارت کے لئے جایا کرتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم تینوں وہاں گئے۔ ام ایمن ہمیں دیکھ کر رونے لگیں۔ ان دونوں حضرات نے فرمایا دیکھو ام ایمن رسول اللہ ﷺ کے لئے وہی بہتر ہے جو اللہ کے نزدیک آپ کے واسطے مقدر ہے۔ انہوں

نے کہا یہ تو میں بھی جانتی ہوں کہ آپ کے لئے وہی بہتر ہے جو اللہ کے نزدیک ہے لیکن میں اس لئے روتی ہوں کہ آسمانی خبریں ہم سے منقطع ہو گئیں۔ یہ بات سن کر دونوں حضرات بھی رونے لگے۔ (کنزالعمال، ج ۴، ص ۴۸)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شیخین حضرات اور حضرت ام ایمن اس لئے روئے کہ اب آئندہ کے لئے وحی کا سلسلہ بند ہو گیا ہے۔ نہ دنیا میں کوئی نبی آئے گا اور نہ وحی نازل ہو گی اس لئے کہ امام الانبیاء اس دنیا میں آخری نبی تھے۔آپ ﷺ پر سلسلہء نبوت ختم ہو گیا۔

دلیل نمبر 22:

حضرت سہل بن صالح فرماتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر سے عرض کی کہ نبی کریم ﷺ تو سب انبیاء کے بعد مبعوث ہوئے حضور ﷺ کو سب پر تقدم کیسے حاصل ہوا فرمایا جب روز میثاق تمام روحوں سے پوچھا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تو سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے کلمہء بلیٰ عرض کیا اس لئے آپ ﷺ کو تمام انبیاء پر تقدم حاصل ہوا حالانکہ آپ سب کے بعد مبعوث ہوئے۔

(ختم النبوۃ، ص ۳۵)

کن فیکون تے کل دی گل ایہہ اسی پہلے دی پریت لگائی
تیں میں حرف نشان نہ آہا دتی میم گواہی

دلیل نمبر 23:

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں جب سورہ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ نازل ہوئی تو اس وقت نبی کریم ﷺ مرض وصال شریف میں تھے جمعرات کا دن تھا۔منبر شریف پر جلوہ فرما ہوئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ مدینے میں

ندا کر دو کہ لوگو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت سننے آؤ یہ آواز سنتے ہی بڑے چھوٹے سب گھروں سے نکلے گھروں کے دروازے کھلے چھوڑ دیئے یہاں تک کہ کنواری لڑکیاں پردوں سے باہر آ گئیں۔ مسجد تنگ ہو گئی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے بعد میں آنے والوں کے لئے جگہ کر دو پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کی حمد و ثنا بیان کی اور نبیوں پر درود بھیجا۔ پھر ارشاد فرمایا میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم ہوں۔ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

(تنبیہ الغافلین)

دلیل نمبر 24:

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معراج کی رات خدا نے مجھے اپنے نزدیک کیا۔ یہاں تک کہ دو کمانوں سے بھی کم فاصلہ رہ گیا اور مجھ سے فرمایا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا تجھے اس بات کا غم ہے کہ میں نے تجھے تمام نبیوں کے بعد بھیجا میں نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا کیا تیری امت کو یہ غم ہے کہ ان کو تمام امتوں کے بعد دنیا میں بھیجا۔ میں نے عرض کی نہیں فرمایا میں نے ان کو سب کے بعد اس لئے بھیجا کہ اور امتوں کو ان کے سامنے رسوا کروں اور انہیں کسی کے سامنے رسوائی سے محفوظ رکھوں۔ (تاریخ بغداد)

دلیل نمبر 25:

حضرت نعمان بن بشیر فرماتے ہیں کہ زید بن خارجہ انصار کے سرداروں میں سے تھے۔ ایک دن مدینہ کے کسی راستے میں چل رہے تھے یکا یک زمین پر گرے اور فوراً فوت ہو گئے۔ انصار کو اس کی خبر ہوئی ان کو وہاں سے اٹھا لائے اور چاروں طرف سے ڈھانپ دیا گھر میں کچھ انصار عورتیں تھیں جو ان کی وفات

پر رو رہی تھیں اور کچھ مرد جمع تھے جب مغرب اور عشاء کا درمیانی وقت آیا تو اچانک ایک آواز سنائی دی چپ رہو چپ رہو لوگ حیران ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ آواز اسی چادر کے نیچے سے آ رہی ہے جس کے نیچے میت ہے۔ یہ دیکھ کر لوگوں نے منہ کھول دیا دیکھا کہ زید بن خارجہ کی زبان سے یہ الفاظ جاری ہیں۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ لَانَبِیَّ بَعْدِیْ ○

پھر کہا یہ مضمون تورات و انجیل میں بھی موجود ہے سچ کہا سچ کہا۔

(طبرانی اوسط، ج ۵، ص ۲۱۸)

دلیل نمبر 26:

حضرت زید بن حارثہ فرماتے ہیں میں جب نبی کریم ﷺ پر ایمان لے آیا تو میرا قبیلہ مجھے تلاش کرتے ہوئے آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچا اور مجھے آپ ﷺ کے پاس دیکھ کر کہا اے زید اٹھو ہمارے ساتھ چلو میں نے جواب دیا میں رسول اللہ ﷺ کے بدلے ساری دنیا کو کچھ نہیں سمجھتا اور نہ آپ کے سوا کسی اور کا ارادہ رکھتا ہوں۔ پھر انہوں نے آپ ﷺ سے خطاب کر کے کہا اے محمد ﷺ! ہم آپ کو اس لڑکے کے بدلے بہت سا مال دینے کو تیار ہیں آپ جو چاہیں ہم ادا کر دیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں تم سے یہ چیز مانگتا ہوں۔

اَنْ تَشْهَدُوْا اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّیْ خَاتَمُ اَنْبِیَائِهٖ وَرُسُلِهٖ وَاَرْسِلَهٗ مَعَکُمْ ○

تم یہ گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں تمام نبیوں اور رسولوں کے بعد آنے والا ہوں تو میں زید کو تمہارے ساتھ بھیج دوں گا۔

(المستدرک، ج ۳، ص ۲۱۴)

دلیل نمبر 27:

حضرت عامر بن ربیعہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت زید بن عمرو کو اس وقت ملا جب کہ وہ مکہ معظّمہ سے کوہ حرا کی طرف جارہے تھے انہوں نے قریش کی مخالفت کی اور ان کے معبودان باطلہ سے جدائی کی تھی اس پر قریش اور ان کے درمیان کچھ رنجش ہوگئی تھی مجھے دیکھ کر کہنے لگے اے عامر میں اپنی قوم کا مخالف ہوں اور ملت ابراہیمی کا پیروکار ہوں۔ میں اسی خدا کو مانتا ہوں جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام پوجتے تھے میں ایک نبی کا منتظر ہوں جو بنی اسماعیل اور اولاد عبدالمطلب سے ہوں گے۔ان کا نام پاک احمد ہے۔ میرا خیال ہے کہ میں ان کا زمانہ نہ پاؤں گا میں ابھی ان پر ایمان لاتا ہوں ان کی تصدیق کرتا ہوں ان کی نبوت کی گواہی دیتا ہوں تمہیں اگر اتنی عمر ملے کہ ان کو پاؤ تو ان تک میرا سلام پہنچانا اے عامر میں تمہیں ان کی نعت اور صفت بیان کیے دیتا ہوں تاکہ تم ان کو پہچان لو قد درمیانہ سر میں بال معتدل آنکھوں میں ہمیشہ سرخی رہے گی ان کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی ان کا نام احمد ہے۔ ان کی ولادت مکہ میں ہوگی وہ ہجرت فرما کر مدینہ جائیں گے وہاں سے ان کا دین غالب ہوگا تم کسی کے دھوکے میں نہ آنا اور ان کی اطاعت سے محروم نہ رہنا میں دین ابراہیمی کی تلاش میں کئی شہروں میں پھرا ہوں۔ یہود و نصاریٰ اور مجوسیوں سے پوچھا انہوں نے جواب دیا یہ دین بعد میں آئے گا اور انہوں نے اس نبی کی وہی صفت بیان کی جو میں تم سے بیان کر چکا ہوں اور انھوں نے کہا لَمْ یَبْقَ نَبِیٌّ غَیْرُہٗ ان کے سوا کوئی نبی باقی نہ رہا۔ حضرت عامر فرماتے ہیں جب حضور خاتم الانبیاء ﷺ کی نبوت ظاہر ہوئی تو میں نے زید بن عمرو کی ساری باتیں رسول خدا ﷺ سے عرض کیں آپ ﷺ نے فرمایا میں نے زید کو جنت میں دامن کشاں دیکھا۔

(دلائل النبوۃ، ص ۶۱)

دلیل نمبر 28:

حضرت حسان بن ثابت سے مروی ہے کہ میں سات برس کا تھا ایک دن پچھلی رات کو سخت آواز آئی ایسی زور کی آواز میں نے پہلے کبھی نہ سنی تھی اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ مدینہ کے ایک ٹیلہ پر ایک یہودی ہاتھ میں آگ کا شعلہ لئے چیخ رہا تھا لوگ اس کی آواز پر جمع ہو گئے وہ کہنے لگے کہ احمد کا ستارہ طلوع ہوا ہے اور یہ ستارہ کسی نبی کی پیدائش پر ہی طلوع ہوا کرتا ہے۔ وَلَمْ یَبْقَ مِنَ الْاَنْبِیَاءِ اِلَّا اَحْمَدُ اور احمد کے سوا اور کوئی نبی باقی نہیں رہا۔

(دلائل النبوت حافظ ابونعیم)

آج میلاد النبی ہے کیا سہانا نور ہے
آ گیا وہ نور والا جس کا سارا نور ہے

دلیل نمبر 29:

حضرت بلال بن حارث فرماتے ہیں کہ میں زمانہء جاہلیت میں تجارت کی غرض سے ملک شام گیا مجھے اہل کتاب میں سے ایک شخص ملا اس نے مجھ سے پوچھا تمہارے ہاں کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے میں نے کہاں ہاں اس نے کہا اگر تم ان کی تصویر دیکھو تو پہچان لو گے میں نے کہا ہاں وہ مجھے ایک مکان میں لے گیا جس میں تصاویر تھیں وہاں ان تصاویر میں مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر نہ ملی اتنے میں ایک اور کتابی آ کر بولا کس شغل میں ہو ہم نے حال بیان کیا وہ مجھے اپنے گھر لے گیا وہاں جاتے ہی مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر دکھائی دی کہ ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے آپ کے قدم مبارک پکڑ کر کھڑا ہے۔ میں نے کہا یہ دوسرا شخص کون ہے وہ کہنے لگا بے شک کوئی نبی ایسا نہ ہوا کہ جس کے بعد نبی نہ آیا ہو سوائے اس نبی کے اس لئے کہ لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ اس کے بعد کوئی اور نبی نہیں اور

دوسرا شخص اس کا خلیفہ ہے۔ میں نے غور سے دیکھا تو وہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے۔ (طبرانی کبیر)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہودی بھی جانتے تھے کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے آخری رسول ہیں جو آپ کو خاتم الانبیاء نہ مانے وہ یہودیوں سے بھی بدتر ہے۔

دلیل نمبر 30:

حضرت کعب احبار فرماتے ہیں کہ علمائے توریت میں سے سب سے بڑے عالم میرے باپ تھے اللہ تعالیٰ نے جو کچھ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اتارا تھا اس کا علم ان کے برابر کسی اور کو نہ تھا وہ اپنے میں سے کوئی شے مجھ سے نہ چھپاتے تھے جب مرنے لگے تو مجھے بلا کر کہا اے میرے بیٹے تجھے معلوم ہے کہ میں نے اپنے علم میں سے کوئی شے تم سے چھپائی نہیں مگر ہاں دو ورق روک رکھے ہیں ان میں ایک نبی کا بیان ہے جس کی بعثت کا زمانہ قریب آ پہنچا ہے میں نے اس اندیشے سے تجھے ان دو ورقوں کی خبر نہ دی کہ شاید کوئی جھوٹا مدعی نبوت اٹھ کھڑا ہو اور تو اس کی پیروی کرے یہ طاق تیرے سامنے ہے میں نے اس میں وہ اوراق رکھ کر اوپر سے مٹی لگا دی ہے ابھی ان سے تعرض نہ کرنا نہ انہیں دیکھنا جب وہ نبی جلوہ فرما ہو اگر اللہ تیرا بھلا چاہے گا تو تو آپ ہی اس کا پیرو ہو جائے گا یہ کہہ کر وہ مر گئے ہم ان کے دفن سے فارغ ہوئے مجھے ہر چیز سے زیادہ شوق یہ تھا کہ دیکھوں ان دو اوراقوں میں کیا ہے میں نے طاق کھولے اور ورق نکالے دیکھا تو ان پر یہ عبارت لکھی تھی۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ خَاتَمُ النَّبِيّٖنَ لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ مَوْلِدُهٗ بِمَكَّةَ وَ مُهَاجِرُهٗ بِطَيْبَةَ ○

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں خاتم النبیین ہیں مکہ ان کی ولادت کی جگہ

ہے۔ اور مدینہ طیبہ ان کی ہجرت گاہ ہے۔ (ابن عساکر)

ہوگئی ان پر ختم رسالت دیتے گئے ہیں جس کی شہادت

موسیٰ عمراں عیسیٰ مریم صلی اللہ علیہ وسلم

دلیل نمبر 31:

حضرت عمرو بن الحکم فرماتے ہیں کہ میرے آباؤ اجداد سے ایک ورق محفوظ چلا آتا تھا جو زمانہء جاہلیت میں نسلاً بعد نسل وراثت میں منتقل ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ دین اسلام ظاہر ہوا پھر جب نبی کریم ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو آپ کی خدمت میں وہ ورق لا کر پڑھا گیا تو اس میں یہ عبارت لکھی تھی۔

اللہ کے نام سے شروع اور اسی کا قول حق ہے۔ یہ ذکر اس امت کا کہ تَاتِیْ فِیْ آخِرِ الزَّمَانِ جو آخری زمانے میں آئے گی جن کے لباس کے اطراف چھوئے ہوئے ہوں گے اور اپنی کمروں پر تہبند باندھیں گے اور دشمنوں کے مقابلے کے لئے دریاؤں میں گھس پڑیں گے ان میں ایسی نماز ہوگی کہ اگر وہ نماز قوم نوح میں ہوتی تو وہ غرق نہ ہوتی اگر قوم عاد میں ہوتی تو وہ ہوا کے عذاب میں گرفتار نہ ہوتی اور اگر قوم ثمود میں وہ نماز ہوتی تو وہ قوم ہولناک آواز سے ہلاک نہ ہوتی۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ یہ امت آخری ہے جب امت آخری ہے تو ان کا نبی بھی آخری ہوگا۔ (خصائص کبریٰ، ج ۱، ص ۶۱)

دلیل نمبر 32:

خلیفہ بن عبدہ سے روایت ہے کہ میں نے محمد بن عدی سے پوچھا کہ زمانہء جاہلیت میں جب کہ ابھی اسلام ظاہر نہ ہوا تھا تمہارے باپ نے تمہارا نام محمد کیوں رکھا تھا اس نے کہا میں نے اپنے باپ سے اس کا سوال کیا تھا۔ اس نے جواب دیا کہ بنی تمیم سے ہم چار آدمی سفر کو گئے ایک میں سفیان بن مجاشع عمر بن

ربیعہ اور اسامہ بن مالک ہم سب ملک شام پہنچے ایک تالاب پر اترے اس تالاب کے کنارے درخت تھے ایک راہب نے ہمیں اپنی عبادت گاہ سے جھانک کر دیکھا اور کہا تم کون ہو۔ ہم نے کہا ہم اولاد مضر سے کچھ لوگ ہیں اس نے کہا عنقریب بہت جلد تم میں ایک نبی مبعوث ہونے والا ہے تم اس کی طرف دوڑنا اور اس کی اطاعت کرنا اس لئے کہ:

فَاِنَّہٗ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ وہ آخری نبی ہے۔ اس کا نام پاک محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) ہوگا پھر جب ہم اپنے گھروں کو واپس ہوئے تو چاروں کے ہاں ایک ایک لڑکا ہوا اور اس کا نام محمد رکھا۔ (دلائل النبوۃ، ج۲، ص۱۱۴)

دلیل نمبر 33:

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مجمع اصحاب میں موجود تھے کہ ایک دیہاتی قبیلہ بنی سلیم سے آیا اس کی آستین میں ایک گوہ تھی جسے وہ شکار کر کے لایا تھا اس نے یہ گوہ آپ کے سامنے ڈال دی اور بولا قسم ہے لات وعزیٰ کی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لاؤں گا جب تک یہ گوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جانور کو پکارا وہ بڑی فصیح زبان سے بولا جسے تمام حاضرین نے سنا اور اس نے کہا میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرا معبود کون ہے؟ اس نے عرض کی اَلَّذِیْ فِی السَّمَاءِ عَرْشُہٗ وَفِی الْاَرْضِ سُلْطَانُہٗ وَفِی الْبَحْرِ سَبِیْلُہٗ وَفِی الْجَنَّۃِ رَحْمَتُہٗ وَفِی النَّارِ عَذَابُہٗ ○

وہ جس کا عرش آسمان میں ہے اور سلطنت زمین میں اور راہ سمندر میں اور رحمت جنت میں اور عذاب دوزخ میں۔

پھر آپ نے اس گوہ سے پوچھا میں کون ہوں اس نے جواب دیا۔

اَنْتَ رَسُوْلُ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ صَدَّقَکَ وَقَدْ

خَابَ مَنْ كَذَّبَكَ ○

آپ پروردگار عالم کے رسول ہیں تمام نبیوں کے خاتم ہیں جس نے آپ کی تصدیق کی وہ کامیاب ہو گیا اور جس نے آپ ﷺ کو جھٹلایا وہ نامراد ہو گیا۔

یہ سن کر وہ اعرابی کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ (دلائل النبوت، ص ۳۲۱)

دلیل نمبر 34:

حضرت معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ جب خیبر فتح ہوا تو رسول خدا ﷺ نے ایک سیاہ رنگ کا دراز گوش دیکھا۔ آپ نے اس سے کلام فرمایا وہ جانور بھی بولنے لگا۔ آپ نے اس سے پوچھا تیرا نام کیا ہے اس گدھے نے جواب دیا یزید بن شہاب اللہ تعالیٰ نے میرے دادا کی نسل سے ساٹھ گدھے پیدا فرمائے ان سب پر انبیاء سوار ہوئے مجھے یقین ہے کہ آپ ﷺ مجھ پر سوار ہوں گے اس لئے کہ:

لَمْ يَبْقَ مِنْ نَسْلِ جَدِّيْ غَيْرِيْ وَلَا مِنَ الْاَنْبِيَاءِ غَيْرُكَ ○

میرے دادا کی نسل میں سوائے میرے کوئی باقی نہیں اور انبیاء میں سوائے آپ ﷺ کے کوئی باقی نہیں۔

میں پہلے ایک یہودی کے پاس تھا وہ مجھے بھوکا رکھتا تھا اور مارتا تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے اس کا نام یعفور رکھا جس صحابی کو بلانا ہوتا اس دراز گوش کو بھیج دیتے وہ چوکھٹ پر سر مارتا جب صاحب خانہ باہر آتے اسے اشارہ سے سمجھاتا کہ تجھے حضور اکرم ﷺ نے بلایا ہے جب نبی کریم ﷺ کی وفات ہوئی تو وہ جدائی کا صدمہ برداشت نہ کر سکا اور ایک کنویں میں گر کر مر گیا۔

(طبرانی کبیر، ج۵، ص ۲۱۸)

جد محبوب پیارے وچھڑن کون رووے مڑ تھوڑا
سب روگاں دا روگ محمدؐ جسدا نام وچھوڑا

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَافِرِينَ ○

اور اس سے پہلے وہ اسی نبی کے وسیلے سے کافروں پر فتح مانگتے تھے تو جب وہ تشریف لایا ان کے پاس جانا پہچانا اس سے منکر ہو بیٹھے تو اللہ نے لعنت کی کافروں پر۔

جب یہودی مشرکوں کے ساتھ برسر پیکار ہوتے تو یوں دعا مانگتے۔

اَللّٰهُمَّ انْصُرْنَا عَلَيْهِمْ بِالنَّبِيِّ الْمَبْعُوثِ فِيْ آخِرِ الزَّمَانِ نَجِدُ صِفَتَهٗ فِي التَّوْرَاتِ○

اے اللہ ہمیں ان مشرکین پر فتح دے بوسیلہ اس نبی کا جو آخری زمانے میں مبعوث ہوگا جس کی صفت ہم تورات میں پاتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہودی بھی جانتے اور مانتے تھے کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں ان کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا اور جن کا یہ عقیدہ ہے کہ مرزا غلام احمد نبی ہے وہ یہودیوں سے بھی بدتر ہیں۔

دلیل نمبر 35:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(۱) اِقْتَدُوْا بِالَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِيْ اَبِيْ بَكْرٍ وَّ عُمَرَ○ (بخاری ومسلم)

میرے بعد ان شخصوں ابوبکر اور عمر کی اقتدا کرو۔

(۲) عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ ○

میرے اور میرے خلفائے راشدین کے طریقوں کو لازم کرلو۔

(۳) اِنِّيْ تَرَكْتُ فِيْكُمْ مَا اِنْ اَخَذْتُمْ بِهٖ لَنْ تَضِلُّوْا كِتَابُ اللّٰهِ وَ

عِتْرَتِیْ ○ (نسائی)

میں تمہارے لئے دو ایسی چیزیں چھوڑتا ہوں اگر تم نے ان کی اتباع کو لازم پکڑا تو کبھی گمراہ نہ ہو گے ایک اللہ کی کتاب اور دوسری میری عترت و اہلبیت

(۴) اِنَّ اللّٰہَ یَبْعَثُ لِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ عَلٰی رَأْسِ کُلِّ مَائَۃِ سَنَۃٍ مَنْ یُّجَدِّدُلَھَا دِیْنَھَا ○

خدا تعالیٰ اس امت کے لئے ہر سو ل سال بعد ایک مجدد پیدا فرمائے گا جو اس کے دین کی تجدید کرے گا۔ (ابو داؤد)

(۵) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے نکاح کریں گے ان کی اولاد ہو گی وہ ۴۵ برس دنیا میں رہیں گے پھر وہ وفات پا جائیں گے اور میری قبر کے قریب دفن کئے جائیں گے اور قیامت کے دن میں اور حضرت عیسی علیہ السلام ابو بکر وعمر رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان اٹھیں گے۔ (مشکوٰۃ)

قابل توجہ بات یہ ہے کہ اگر اس امت میں کوئی ظلی یا بروزی نبی آنے والا ہوتا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ اس کا ذکر فرماتے اور اس کی اتباع کی تاکید فرماتے تاکہ ان کی تکذیب سے امت کافر نہ ہو جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خلفاء کا ذکر تو فرمایا لیکن کسی نبی کی آمد کا تذکرہ نہ فرمایا جس سے واضح ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی آنے والا نہ تھا وگرنہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا ذکر بھی ضرور فرماتے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تو فرمایا کہ ہر سو سال کے بعد ایک مجدد آئے گا لیکن یہ کہیں نہیں فرمایا کہ میرے بعد ایک نبی آئے گا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا تو ذکر فرمایا لیکن مرزا غلام احمد قادیانی کا ذکر کسی حدیث میں نہیں آیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سلسلہء نبوت ختم ہے۔ مرزا غلام احمد اپنے دعویٰ نبوت میں کذاب اور دجال ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

ندائے یا رسول اللہ

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ○

رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔

امام فخر الدین رازی نے یہاں چند تفسیریں بیان کی ہیں۔

(۱) جب تمہیں رسول خدا ﷺ کوئی حکم دیں تو اس کو آپس میں ایک دوسرے کے بلانے کی طرح قرار نہ دو کیونکہ آپ کے حکم پر عمل کرنا فرض ہے اس معنے پر دلیل یہ ہے کہ آیت کے آخر میں ہے۔

فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○

تو ڈریں وہ لوگ جو رسول کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں کہ انہیں کوئی فتنہ پہنچے یا ان پر دردناک عذاب پڑے۔

مثال:

حضرت سعید بن معلٰی نماز پڑھ رہے تھے کہ حضور اکرم ﷺ نے ان کو آواز دی وہ جلدی سے نماز پوری فرما کر حاضر خدمت ہوئے ارشاد فرمایا کہ تمہیں حاضری میں دیر کیوں ہوئی عرض کیا نماز میں تھا فرمایا کیا تم نے یہ آیت نہیں پڑھی۔

يَـٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا

يُحْيِيكُمْ ۝

اے ایمان والو! اللہ اور رسول کے بلانے پر حاضر ہو جب رسول تمہیں بلائیں اس چیز کے لئے جو تمہیں زندگی بخشے۔

(۲) نبی کریم ﷺ کو بلند آواز سے نہ پکارو اس لئے کہ خدا فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ۝

اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اونچی نہ کرو اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلا کر کرتے ہو کہیں تمہارے عمل برباد نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔

مثال:

حضرت نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آنے کی اجازت چاہی اور اتفاقاً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بلند آواز سے بولتے سنا آپ نے گھر میں جا کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو طمانچہ مارنے کے لئے پکڑا اور یہ کہا میں تم کو دیکھتا ہوں کہ اپنی آواز رسول اللہ ﷺ کی آواز سے اونچی رکھتی ہو اس وقت رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو روکتے رہے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ خفا ہو کر چلے گئے۔ رسول خدا ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے چلے جانے کے بعد فرمایا کیوں دیکھا میں نے تمہیں ایک مرد کے ہاتھ سے بچالیا۔ نعمان کا قول ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے چند روز توقف فرمایا اور ایک دن پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس آنے کی اجازت چاہی اور یہ دیکھا کہ دونوں نے صلح

کر لی ہے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا جس طرح تم دونوں نے اپنی لڑائی میں شامل کر لیا تھا صلح میں بھی شامل کر لو رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اچھا ہمیں منظور ہے اچھا ہمیں منظور ہے۔ (ابوداؤد، ج ۲، ص ۳۳۴)

ادب نبی تھیں توں مومن ہوویں بے ادب سدون کمینے
بے ادباں دی بخشش ناہیں توڑے مرن او وچہ مدینے

(۴) جب تم کبھی نبی کو ناراض کر بیٹھو تو اپنے خلاف آپ کی دعا سے ڈرو کیونکہ آپ کی دعا عام لوگوں کی دعا کی طرح نہیں وہ قبولیت کو واجب کرتی ہے۔

مثال:

قبل از دعوائے نبوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو بیٹیوں حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنھنکی شادی ابولہب کے دو بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے کر دی تھی جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا اور قرآن کی سورت تَبَّتْ یَدَا اَبِیْ لَهَبٍ نازل ہوئی تو ابولہب اور اس کی بیوی ام جمیل نے اپنے ان دونوں بیٹوں سے کہا کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کی دونوں بیٹیوں کو طلاق دے دوان دونوں نے طلاق دے دی لیکن عتیبہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر کہا میں تمہارے دین کے ساتھ کفر کرتا ہوں اور آپ سے الجھ پڑا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص پھاڑ ڈالی اور انہیں دنوں وہ ایک تجارتی قافلے کے ساتھ ملک شام کی طرف جانے والا تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی میں خدا سے سوال کرتا ہوں کہ وہ اپنا ایک کتا تم پر مسلط کر دے بعد میں وہ ایک تجارتی قافلے کے ساتھ ملک شام کی طرف روانہ ہوا۔ قافلہ نے ملک شام کے ایک مقام الذرقاء پر پڑاؤ ڈالا ابولہب نے قافلے والوں سے کہا اپنا سامان درمیان میں رکھ کر اردگرد اپنے بستر لگا لو اور

سامان پر عتیبہ کا بستر لگاؤ کیونکہ اس کے بارے میں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کی دعا سے خوفزدہ ہوں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا جب رات کو سبھی سو گئے تو ایک شیر آیا اس نے سامان کے گرد تمام سونے والوں کو سونگھا پھر سامان پر سونے والے عتیبہ کو سونگھا اور اسے چیر پھاڑ کر ہلاک کر دیا۔

(طبرانی کبیر، ج ۲۴، ص ۴۳۵)

اجابت نے جھک کر گلے سے لگایا
بڑھی ناز سے جب دعائے محمد
اجابت کا سہرا عنایت کا جوڑا
دلہن بن کے نکلی دعائے محمدؐ

(۵) رسول خدا ﷺ کو اس طرح نہ پکارو جیسے ایک دوسرے کا نام لے کر پکارتے ہو فَلَا تَقُوْلُوْا یَا مُحَمَّدُ وَلٰکِنْ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ یعنی ان کو یا محمد ﷺ نہ کہو بلکہ یا نبی اللہ یا رسول اللہ کہو۔

(تفسیر ابن جریر، ج ۱۸، ص ۱۲۱، تفسیر نیشا پوری + ص ۱۲۱ + تفسیر جلالین ص ۳۰۲ + تفسیر خازن ص ۴۳۲، تفسیر مدارک ص ۴۳۲ + تفسیر ابن عباس ص ۴۳۳ + تفسیر روح المعانی ص ۲۲۵)

قرآن کے ان کلمات طیبات سے پہلے خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ آمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ○ جس سے معلوم ہوا کہ یا رسول اللہ کہنے کا حکم خدا تعالیٰ نے ایمان والوں کو دیا ہے بے ایمانوں کو نہیں نتیجہ یہ نکلا کہ یا رسول اللہ کہنا ایمان کی نشانی ہے۔

عہد رسالت میں قریب سے ندائے یا رسول اللہ:

حضرت برہ بنت تجرات فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو ان کے پروردگار نے نبوت سے سرفراز فرمانا چاہا اور نبوت کی ابتداء ہوئی تو آپ ضروریات کے لئے آبادی سے دور چلے جاتے اور گھاٹیوں اور وادیوں سے گزرتے۔

فَلَا یَمُرُّ بِحَجَرٍ وَّلَا شَجَرٍ اِلَّا قَالَتْ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ یعنی کسی درخت اور پتھر کے قریب سے گزرتے تو وہ کہتا سلام ہو آپ پر یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔ آپ دائیں بائیں پیچھے دیکھتے مگر کوئی نظر نہ آتا۔ (المستدرک، ج۴، ص۷۰)

عہد رسالت میں دور سے ندائے یا رسول اللہ:

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب تم میں سے کوئی نماز میں قعدہ کرے تو کہے۔

اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّیِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ ○ (مشکوٰۃ، ص۸۵)

اس حدیث میں عہد صحابہ (خواہ دور کے رہنے والے ہوں) سے لے کر اختتام دنیا تک ہر زمانے کے لئے مسلمانوں کو ایک عام حکم ہے کہ خاص نماز میں تمام دنیا کے کسی گوشے سے بھی رات دن میں پانچ مرتبہ اپنے رسول پاک کو یا نبی کہہ کر پکاریں اور ان پر سلام بھیجیں جب عین عبادت الٰہی میں رسول خدا کو پکارنا جائز ہے تو نماز سے باہر یا رسول اللہ کہنا کیوں نہ جائز ہوگا۔

تصور باندھ کر دل میں تمہارا یا رسول اللہ
خدا کا کر لیا گویا نظارہ یا رسول اللہ

حجۃ الاسلام امام غزالی نے التحیات کے بیان میں فرمایا۔

وَاحْضُرْ فِیْ قَلْبِكَ النَّبِیَّ ﷺ وَشَخْصَهُ الْكَرِیْمَ وَقُلْ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَکَاتُهٗ۔ (احیاء العلوم، ج۱،ص ۱۰۷)

اے نمازی التحیات میں السلام علیك ایها النبی پڑھنے کے وقت حضور ﷺ کو اپنے دل میں حاضر کر کے اور آپ کی صورت مبارک کا تصور کر کے عرض کر۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَکَاتُهٗ ○

اور امام عبدالوہاب شعرانی نے لکھا ہے۔

میں نے حضرت علی خواص کو یہ فرماتے سنا کہ شارع حقیقی نے نمازی کو رسول خدا پر صلاۃ وسلام پڑھنے کا حکم صرف اس لئے دیا ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے دربار میں بیٹھنے والے غافلوں کو تنبیہ فرما دے کہ جس دربار میں تم موجود ہو وہاں رسول اللہ بھی تشریف فرما ہیں۔

فَاِنَّهٗ لَا یُفَارِقُ حَضْرَةَ اللهِ اَبَدًا ○

کہ آپ دربار خداوندی سے کبھی جدا نہیں ہوتے۔

(کتاب المیزان،ص ۱۴۵)

بحکم خدا تم ہو موجود ہر جا
بظاہر ہے طیبہ ٹھکانہ تمہارا

بعد وصال قبر انور کے پاس ندائے یارسول اللہ:

حافظ ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں۔

مالک الدار جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے وزیر خوراک تھے وہ بیان

کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک مرتبہ قحط آ گیا ایک شخص (حضرت بلال بن حارث مزنی) رسول خدا کی قبر مبارک پر گیا اور عرض کی۔

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِسْتَسْقِ لِاُمَّتِکَ فَاِنَّھُمْ قَدْ ھَلَکُوْا○

یا رسول اللہ اپنی امت کے لئے بارش کی دعا کیجئے کیونکہ وہ ہلاک ہو رہے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا عمر کے پاس جاؤ ان کو سلام کہو اور تم یہ خبر دو کہ یقیناً بارش ہو گی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۱۲، ص ۳۲)

لگا دو پار کشتی کو ہماری یا رسول اللہ
مصیبت میں کرو یاری ہماری یا رسول اللہ

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ:

(۱) مصیبت کے وقت خدا کے برگزیدہ بندوں کی قبور پر جا کر ان سے دعا کی التجا کرنا جائز ہے۔

(۲) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بارش ہو گی معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے بارش کا علم دیا ہے۔

(۳) حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد آپ کو یا رسول اللہ کہنا جائز ہے شرک نہیں اگر شرک ہوتا تو حضور علیہ السلام بلال بن حارث کو اپنی زیارت سے مشرف نہ فرماتے۔

(۴) خدا تعالیٰ کے برگزیدہ بندے خدا کی عطا سے مشکل کشا ہوتے ہیں خواہ وہ عالم دنیا میں ہوں خواہ عالم برزخ میں ہوں۔

بعد از وصال دور سے ندائے یا رسول اللہ:

حضرت نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہ حضرت زید بن خارجہ اچانک مدینہ کی کسی گلی میں گرے اور روح پرواز کر گئی۔ اٹھا کر گھر لائے گئے اور کپڑے سے ڈھک دیئے گئے۔ مغرب اور عشاء کے درمیان عورتیں ان کے اردگرد بیٹھ کر رو رہی تھیں کہ اچانک آواز آئی چپ رہو چپ رہو پھر چادر الٹ دی اور بولے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ النَّبِیُّ الْاُمِّیُّ وَخَاتَمُ النَّبِیّٖنَ یہ بات پہلی کتاب میں مذکور ہے پھر بولے سچ کہا سچ کہا پھر ابوبکر اور عمر رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ذکر کیا پھر کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ پھر مردہ ہو گئے۔

(شرح شفا، ج ا، ص ۶۴۹)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ

(۱) قبض روح کے بعد حیات ممکن ہے۔

(۲) حضور سرورِ کونین خاتم الانبیاء ہیں آپ کے بعد کوئی نیا نبی نہ آئے گا۔

(۳) حضور علیہ السلام کے وصال کے بعد دور سے آپ کو یا رسول اللہ کہنا جائز ہے شرک نہیں ہے۔

حضور سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفٰی ﷺ کی پھوپھی نے آپ کے درد فراق میں فرمایا:

اَلَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کُنْتَ رَجَاءَنَا
وَکُنْتَ بِنَا بِرًّا وَّلَمْ تَکُ جَافِیَا

(انوار ساطعہ، ص ۲۴۱)

یا رسول اللہ ﷺ! آپ ہماری امیدوں کی آماجگاہ تھے۔ آپ ہمارے

محسن تھے اور ہمارے ساتھ سختی کرنے والے نہ تھے۔

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی پیر و مرشد مولوی قاسم نانوتوی نے فرمایا:

جہاز امت کا حق نے کر دیا ہے آپ کے ہاتھوں
بس اب چاہو ڈباؤ یا تراؤ یا رسول اللہ

(گلزار معرفت)

مولوی حسین احمد ٹانڈوی دیو بندی نے اپنی کتاب الشہاب الثاقب میں یارسول اللہ کہنے کے مندرجہ ذیل پانچ مواقع بیان کئے ہیں۔

نمبر 1:

بوقت مصیبت جیسے ماں باپ کو پکارتے ہیں ایسے پکارنا جائز ہے۔

مثال نمبرا:

امام ابو بکر بن مقری فرماتے ہیں کہ میں طبرانی اور ابو الشیخ تینوں حرم نبویؐ میں تھے بھوک نے ہم پر غلبہ کیا اسی حال میں دو دن گزر گئے جب عشاء کا وقت ہوا تو میں نے قبر مبارک کے سامنے ہو کر عرض کی یارسول اللہ الجوع اے اللہ کے رسول ﷺ بھوک۔ بس اس کے سوا اور کچھ نہ کہا پھر واپس چلا آیا میں اور ابو الشیخ سو رہے اور طبرانی بیٹھے رہے جیسے کسی چیز کے آنے کا انتظار کر رہے ہیں۔ اچانک ایک مرد علوی نے آ کر دروازہ کھٹکھٹایا اور اس کے ساتھ دو غلام تھے ہر ایک کے ساتھ ایک زنبیل کھانے سے بھری تھی ہم نے دروازہ کھول دیا وہ آ کر ہمارے ساتھ بیٹھ گئے انہوں نے ہمارے ساتھ کھانا کھایا بچا ہوا کھانا وہ ہمارے پاس چھوڑ گئے اور کہا اے قوم شاید تم نے اپنی بھوک کی شکایت رسول پاک ﷺ سے کی ہے کیونکہ اس وقت میں نے رسول پاک ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے آپ

نے فرمایا کہ ان کو کھانا کھلاؤ۔ (جذب القلوب، ص ۳۵۰)

فریاد امتی جو کرے حال زار میں
ممکن نہیں کہ خیر بشر کو خبر نہ ہو

مثال نمبر ب:

حضرت ابو بکر اقطع کہتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ آیا پانچ دن تک مجھے کھانا میسر نہ ہوا چھٹے روز میں قبر شریف پر حاضر ہوا اور عرض کی اَنَـا ضَیْـفُکَ یَـا رَسُوْلَ اللّٰہِ اے اللہ کے رسول میں آپ کا مہمان ہوں اس کے بعد میں نے خواب میں دیکھا کہ حضور علیہ السلام تشریف لا رہے ہیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دائیں طرف فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بائیں اور حیدر کرار کرم اللہ وجہہ سامنے ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا اٹھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تیرے لئے کھانا لا رہے ہیں میں اٹھ کر چلا اور آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ آپ نے مجھے روٹی عنایت فرمائی میں نے کھائی جب بیدار ہوا تو ابھی تک اس کا ایک ٹکڑا میرے ہاتھ میں باقی تھا۔ (جذب القلوب، ص ۳۵۱)

غریبو سوائے در مصطفیٰ کے
کہیں بھی نہ ہو گا ٹھکانہ تمہارا

نمبر 2:

درود کے ضمن میں یارسول اللہ کہنا جائز ہے۔

مثال ا:

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے لکھا ہے کہ جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شوق ہو وہ عشاء کی نماز کے بعد صاف کپڑے پہن کر خوشبو لگائے اور ادب

سے مدینہ منورہ کی طرف منہ کر کے بیٹھے اور بارگاہ الٰہی میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی التجا کرے اور دل کو تمام خیالات اور وساوس سے خالی کرے اور یہ تصور کرے کہ حضور اکرم ﷺ نہایت سفید کپڑے زیب تن فرما کر اور سبز عمامہ باندھ کر کرسی پر چودھویں کے چاند کی طرح جلوہ فرما ہیں اور دائیں طرف اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ بائیں طرف اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ اور دل پر اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ کی ضربیں لگائے اور جس قدر ہو سکے درود شریف پڑھے انشاء اللہ رسول خدا کی زیارت ہو جائے گی۔

(ضیاء القلوب، ص ۸۳)

سنا ہے آپ ہر عاشق کے گھر تشریف لاتے ہیں
میرے گھر میں بھی ہو جائے چراغاں یا رسول اللہ

مثال ب:

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ پھر صبح کے فرض پڑھے جب سلام پھیرے پھر اورادفتحیہ پڑھنے میں مشغول ہو جائے وہ چودہ سو ولیوں کے کلام سے جمع ہوا ہے اور فتح ہر ایک ولی کی اس کے ایک کلمے سے ہوئی ہے جو حضوری کے ساتھ اس کا پڑھنا اپنے اوپر لازم کر لے اس کی برکت او رصفائی کا مشاہدہ کرے گا اور چودہ سو ولیوں کی ولایت کا حصہ پائے گا اور فیض یاب ہوگا اور یہ اور ادفتحیہ ان وظائف کا مجموعہ ہے کہ جب حضرت علی امیر کبیر ہمدانی علیہ الرحمۃ بیت المقدس کی زیارت کو گئے تو وہاں ان کو خواب میں حضور پر نور کی زیارت ہوئی۔ آپ نے ان کو اورادفتحیہ پڑھنے کا حکم دیا۔ (انتہائی سلاسل اولیا، ص ۱۲۴)

شاہ صاحب کے ارشاد سے پتہ چلا:

(۱) جو شخص ہر روز اورادفتحیہ پڑھے گا اس کو چودہ سو ولیوں کی ولایت کا حصہ ملے گا اور اس کی برکتوں کا مشاہدہ کرے گا۔

(۲) حضور سید عالم ﷺ نے سید علی امیر کبیر علیہ الرحمۃ کو اس اورادفتحیہ کے پڑھنے کا حکم دیا۔

اور ان اوراد میں یہ درود شریف بھی ہے

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ

مقام غور ہے کہ اگر اس طرح درود شریف پڑھنا شرک ہوتا تو کیا حضور اکرم ﷺ نے سید علی امیر کبیر ہمدانی کو شرک کرنے کا حکم دیا تھا اور کیا شرک کرنے والے کو بھی چودہ سو ولیوں کی ولایت کا حصہ مل سکتا ہے۔

زمیں پر آ لگے خورشید محشر تو ہمیں کیا غم
ہمارے ہاتھ میں دامن تمہارا یا رسول اللہ

نمبر 3:

غلبہ محبت سے سرشار ہو کر یا رسول اللہ کہنا جائز ہے۔

مثال:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بوقت وفات مجھے بلایا اور اپنے سر انور کے قریب بٹھایا اور مجھے فرمایا اے علی جب میرا انتقال ہو جائے تو مجھے بھی ان ہاتھوں سے غسل دینا جن ہاتھوں سے آپ نے رسول اللہ ﷺ کو غسل دیا تھا اور مجھے حضور اکرم ﷺ کے دربار گہربار میں لے جانا اور میرے دفن کی اجازت مانگنا پھر اگر تم دیکھو کہ دروازہ کھل گیا ہے

تو مجھے میرے آقا کے پاس پہنچا دینا ورنہ مجھے عام مسلمانوں کے قبرستان میں لے جانا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ فرما دے حضرت علی فرماتے ہیں میں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وفات پر ان کو غسل دیا پھر آپ کو کفن پہنایا گیا میں سب سے پہلے جلدی کر کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے در اقدس پر حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ ابوبکر رضی اللہ عنہ حاضر دربار ہیں روضہ منورہ میں حاضری کی اجازت چاہتے ہیں مولائے کائنات فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ دروازہ کھل گیا میں نے سنا کوئی کہہ رہا ہے۔

اُدْخُلُوا الْحَبِیْبَ اِلٰی حَبِیْبِہٖ فَاِنَّ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ مُشْتَاقٌ ○

دوست کو دوست کے پاس داخل کر دو کیونکہ دوست دوست کا مشتاق ہے۔(خصائص کبریٰ، ج ۲، ص ۲۸۲)

اس حدیث سے پتہ چلا کہ:

(۱) حضور علیہ السلام اپنی قبر انور میں زندہ ہیں کیونکہ اجازت زندوں سے لی جاتی ہے نہ کہ مردوں سے نیز آواز کا آنا کہ دوست کو دوست کے پاس داخل کر دو یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ حضور علیہ السلام اپنی قبر انور کے اندر زندہ ہیں۔

(۲) آپ کی وفات کے بعد آپ کو یا رسول اللہ کہنا شرک نہیں بلکہ جائز ہے اور یہ صحابہ کا طریقہ ہے اور یہی ہم اہل سنت کا مسلک ہے معلوم ہوا ہمارا مسلک وہی ہے جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ہے۔

(ج) معلوم ہوا کہ اہل بیت رسول اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے باہمی تعلقات خوشگوار تھے ان کے درمیان کوئی ناراضگی وغیرہ نہ تھی بلکہ ایک دوسرے کے ہاں آنا جانا تھا ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہوتے تھے۔

خدا کا وہ نہیں ہوتا خدا اس کا نہیں ہوتا
جسے آتا نہیں ہونا تمہارا یا رسول اللہ

نمبر 4:

اگر یہ عقیدہ ہو کہ خدا تعالیٰ ہماری ندائے یارسول اللہ کو حضور علیہ السلام تک پہنچا دے گا تو یارسول اللہ کہنا جائز ہے۔

مثال:

امام بخاری نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ حضرت عمار فرماتے ہیں میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ:

اِنَّ لِلّٰہِ مَلِکًا اَعْطَاہُ اَسْمَاءَ الْخَلَائِقَ قَائِمٌ عَلٰی قَبْرِیْ فَمَا مِنْ اَحَدٍ یُّصَلِّیْ عَلَیَّ صَلٰوۃً اِلَّا بلغنیھا○ (کشف الغمہ، ج ۱، ص ۲۷۰ + تاریخ کبیر)

بے شک اللہ تعالیٰ کا ایک خاص فرشتہ ہے اور وہ میری قبر انور پر کھڑا ہے پس کوئی شخص نہیں جو مجھ پر درود بھیجے مگر وہ فرشتہ اس کا درود مجھ تک پہنچا دیتا ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ:

(۱) اس فرشتے کو خدا تعالیٰ نے تمام مخلوقات یعنی انسان جن فرشتے چرند پرند حیوانات وغیرہ کے برابر قوت سامعہ عطا فرمائی ہے وہ تمام مخلوق کی آوازوں کو سنتا ہے خواہ مخلوق قریب ہو یا دور ہو اور یہ فرشتہ ہمارے نبی کریم ﷺ کا امتی ہے کیونکہ مسلم شریف کی حدیث ہے اُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَافَّۃً میں ساری مخلوق کا رسول ہوں۔ معلوم ہوا کہ وہ فرشتہ حضور اکرم ﷺ کا امتی ہے جب آپ کا امتی تمام دور کی آوازوں کو سن سکتا ہے تو پھر آپ کی سننے کی قوت کا کیا کمال ہوگا۔

(۲) وہ فرشتہ لوگوں کے درود کو حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں بطور تحفہ پیش کرتا

ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ حضور درود پڑھنے والے کا درود بلا واسطہ نہیں سنتے اس لئے فرشتہ مقرر ہے بلکہ حضور اکرم ﷺ ہر قریب و بعید والے کا درود سنتے ہیں اور اس پر دلیل یہ ہے کہ علامہ ابن قیم نے جلاء الافہام ص ۷۳ پر یہ حدیث نقل کی ہے:

لَيْسَ مِنْ عَبْدٍ يُّصَلِّيْ عَلَيَّ اِلَّا بَلَغَنِيْ صَوْتُهٗ حَيْثُ كَانَ قُلْنَا وَبَعْدَ وَفَاتِكَ قَالَ وَبَعْدَ وَفَاتِيْ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ۝

کوئی بندہ کسی جگہ سے مجھ پر درود نہیں پڑھتا مگر اس کی آواز مجھ تک پہنچ جاتی ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کی حضور آپ کی وفات کے بعد بھی فرمایا ہاں میری وفات کے بعد بھی بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ نبیوں کے جسموں کو کھائے۔

کون کہتا ہے کہ مر کر مل گئے مٹی میں آپ
ہو پس پردہ بھی ہر سو جلوہ گر یا مصطفیٰ

نمبر 5:

جس ولی کامل کی روح پاک اور نفس پاکیزہ ہو جاتا ہے وہ اگر یارسول اللہ کی نداء سے پکارے تو جائز ہے۔

مثال:

حضرت شمس العارفین شمس تبریزی ایک مرتبہ حضرت مولانا جلال الدین رومی کے پاس تشریف لائے دیکھا کہ آپ ایک حوض کے کنارے طلباء کو درس دے رہے ہیں حضرت شمس تبریزی نے مولانا روم سے فرمایا کہ ایں چیست یہ کیا ہے۔ مولانا نے جواب دیا کہ ایں قال است کہ تو نمی دانی یہ وہ قیل وقال ہے

جس سے آپ ناواقف ہیں۔ حضرت شمس تبریزی نے وہ تمام کتابیں پانی کے حوض میں ڈال دیں چونکہ اس زمانے میں کتابیں ہاتھ کی لکھی ہوتی تھیں اس لئے مولانا روم کو بڑا صدمہ ہوا کہ اتنا بڑا علمی سرمایہ ضائع ہو گیا۔ آپ بڑے ناراض ہوئے اور آپ کے طلباء نے حضرت شمس تبریزی کو مارنا شروع کر دیا۔ حضرت شمس تبریزی نے فرمایا مولانا ان طلباء کو روکیں یہ مجھے مار رہے ہیں۔ مولانا نے فرمایا آپ نے کام ہی ایسا کیا ہے۔ پھر آپ نے طلباء کو روکا حضرت شمس تبریزی نے ہاتھ حوض میں ڈال کر کتابوں کو پانی سے نکالا اور ان کو جھاڑا تو ان سے گرد و غبار برآمد ہوا اور ان کا ایک حرف بھی نہ مٹا تھا مولانا روم نے فرمایا ایں چیست یہ کیا ہے فرمایا ایں حال است کہ تو نمی دانی یہ وہ حال ہے جس سے آپ ناواقف ہیں اس پر مولانا روم سب کچھ درس تدریس کا سلسلہ چھوڑ کر آپ کے ساتھ ہو لئے اور آپ کی صحبت کے فیض سے کامل ولی بن گئے۔

یہی حضرت شمس تبریزی فرماتے ہیں۔

یا رسول اللہ حبیب خالق یکتا توئی
برگزیدہ ذوالجلال پاک بے ہمتا توئی

حضور اکرم ﷺ کو "یا محمد" کہہ کر پکارنے کو علماء نے منع فرمایا ہے کیونکہ یہ آپ کی تعظیم و توقیر کے خلاف ہے چنانچہ ایک مرتبہ بنی تمیم کے چند لوگ دوپہر کے وقت حضور سے ملنے کے لئے آئے آپ اس وقت خواب استراحت میں جلوہ فرما تھے انہوں نے آپ کو اس طرح پکارنا شروع کیا۔ اُخْرُجْ اِلَيْنَا يَا مُحَمَّدُ اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)! ہماری طرف آؤ اس پر خدا تعالیٰ نے قرآن نازل فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرَاتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ○

ترجمہ: جولوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں وہ اکثر بیوقوف ہیں۔

ان کو بے وقوف اس لئے کہا گیا کہ ''یا محمد'' کہہ کر پکارنے سے ترک ادب لازم آتا تھا اس سے علماء کرام نے ''یا محمد'' کہہ کر پکارنے کی ممانعت ثابت کی ہے۔ لیکن محققین علماء نے ''یا محمد'' کہنے کے جواز کی مندرجہ ذیل صورتیں نکالی ہیں۔

یا محمد کہنے کے جواز کی صورتیں

نمبر 1:

اظہار مسرت کے لئے ''یا محمد'' کہہ کر پکارا جائے تو یہ جائز ہے۔

مثال:

جب حضور علیہ السلام نے مکہ سے ہجرت فرمائی تو مشرکین مکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گرفتاری پر سو اونٹ دینے کا اعلان کر دیا اس انعام کو حاصل کرنے کے لئے بریدہ اسلمی ستر سواروں کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں نکلے آپ سے ملاقات ہوئی ہمکلامی کا شرف حاصل ہوا اس کے نتیجے میں بریدہ اپنے ساتھیوں سمیت مسلمان ہو گئے۔

شرف پایا جو اس نطاق خدا سے ہمکلامی کا
تہیہ کر لیا سب نے محمدؐ کی غلامی کا
بتوں کو توڑ کر دنیائے باطل سے جدا ہو کر
چلے طیبہ کی جانب ہمرکاب مصطفیٰؐ ہو کر

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور بریدہ اسلمی اپنے ساتھیوں سمیت ایک جلوس کی شکل میں مدینہ کی طرف چلے جب اہل مدینہ نے

اس مقدس جلوس کو دیکھا تو:

فَصَعِدَ الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ فَوْقَ الْبُيُوْتِ وَتَفَرَّقَ الْغِلْمَانُ وَالْخُدَّامُ فِی الطُّرُقِ يُنَادُوْنَ يَا مُحَمَّدُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ يَا مُحَمَّدُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ○

(مسلم شریف، ج ۲، ص ۴۱۹)

مرد اور عورتیں گھروں کی چھتوں پر چڑھ گئے اور بچے اور خادم گلیوں میں متفرق ہو گئے اور سب کے سب ندا کرتے تھے یَا مُحَمَّدُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ یَا مُحَمَّدُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ○

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ:

(ا) خوشی کے وقت نعرہ رسالت یا محمد یا رسول اللہ لگانا انصار مدینہ کی سنت ہے اور انصار کے بارے میں خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ آوَوْا وَّنَصَرُوْا أُولٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ○

اور وہ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جنہوں نے جگہ دی اور مدد کی وہ سچے ایمان والے ہیں ان کے لئے بخشش اور عزت کی روزی ہے۔

نتیجہ یہ نکلا کہ نعرہ رسالت لگانا سچے مومنوں کا طریقہ ہے بے ایمانوں کا طریقہ نہیں ابوجہل نے کبھی نعرہ رسالت نہیں لگایا۔

(ب) خوشی کے موقع پر پاکیزہ جلوس نکالنا یہ بھی مومنوں کا طریقہ ہے جیسے کہ اس موقع پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت بریدہ اسلمی اپنے ساتھیوں کے ساتھ جلوس کی شکل میں مدینہ میں داخل ہوئے۔

نمبر 2:

اگر نبی کریم ﷺ کو اپنی طرف متوجہ کرنا مقصود ہو تو اس وقت بھی ''یا محمد'' کہنا جائز ہے۔

مثال:

حضرت عثمان بن حنیف فرماتے ہیں ایک نابینا نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی آپ ﷺ دعا کریں اللہ مجھے عافیت دے آپ نے فرمایا اگر تو چاہے تو اس میں تاخیر کر یعنی صبر کر یہ تیرے لئے بہتر ہے اور اگر تو چاہے تو یہی دعا کر دوں اس نے عرض کی آپ دعا کر دیں آپ ﷺ نے فرمایا تو اچھی طرح وضو کر اور دو رکعتیں پڑھ اور یہ دعا مانگ:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَیْكَ بِنَبِیِّكَ مُحَمَّدٍ ﷺ نَبِیِّ الرَّحْمَةِ یَا مُحَمَّدُ وَاَتَوَجَّهُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ هٰذِهٖ فَیَقْضِیْ لِیْ اَللّٰھُمَّ شَفِّعْهُ فِیَّ ○

(ابن ماجہ، ص ۹۹) (ترمذی، ج ۲، ص ۱۹۲) (طبرانی کبیر، ج ۹، ص ۳۱)

الٰہی! میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں تیرے نبی حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے وسیلے سے جو رحمت کے نبی ہیں۔ اے محمد ﷺ میں آپ کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف اپنی اس حاجت میں توجہ کرتا ہوں تاکہ میری حاجت روا ہو الٰہی ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔

اس دعا میں حضور اکرم ﷺ کی توجہ کو اپنی طرف مبذول کرانے کے لئے ''یا محمد'' کا استعمال کیا گیا جو اس بات کی دلیل ہے کہ ایسے موقع پر ''یا محمد'' کہنا جائز ہے۔

نمبر 3:

اگر بطور وظیفہ یا محمد کا ذکر کیا جائے تو جائز ہے۔

مثال:

ابو بکر محمد بن عمر نے بیان کیا ہے ابو بکر بن مجاہد کے پاس بیٹھا تھا کہ شیخ شبلی تشریف لائے ابو بکر بن مجاہد نے اٹھ کر ان کے ساتھ معانقہ کیا اور ان کی پیشانی پر بوسہ دیا میں نے عرض کی اے آقا آپ شبلی کی اس قدر تعظیم کر رہے ہیں اور تمام بغداد کے لوگوں کی نظر میں یہ مجنون ہیں انہوں نے مجھ سے کہا میں نے ان کے ساتھ وہی سلوک کیا جو میں نے ان کے ساتھ رسول کریم ﷺ کو کرتے دیکھا ہے کیونکہ میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی شبلی آپ کے پاس آئے آپ نے کھڑے ہو کر ان کی پیشانی کو بوسہ دیا میں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ شبلی کو اس قدر نواز رہے ہیں آپ نے فرمایا یہ نماز کے بعد سورہ توبہ کی آخری دونوں آیات پڑھتا ہے اس کے بعد تین مرتبہ کہتا ہے ''صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْكَ یَا مُحَمَّدُ'' ابو بکر کہتے ہیں میں بعد میں شبلی سے ملا ان سے پوچھا آپ نماز کے بعد کیا پڑھتے ہیں تو انہوں نے یہی بیان کیا۔

(تاریخ بغداد، ج ۴، ص ۴۹۵، جلاء الافہام، ص ۲۵۸، القول البدیع، ص ۱۷۳)

خدا کا بحر رحمت اس قدر کیوں جوش میں آیا
کسی بیکس نے جب تم کو پکارا یا رسول اللہ

نمبر 4:

یا محمد کہنے کے جواز کی ایک صورت یہ ہے کہ ندائے ''یا محمد'' پر اعتراض اس وقت ہو گا جب اس لفظ کو بطور علم استعمال کیا جائے اور اس سے مراد آپ کا

نام ہو اور اگر اس سے مراد آپ کی صفت ہو یعنی محمد بمعنی تعریف کیا ہوا مراد ہو تو پھر یا محمد کہنا جائز ہے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) جس طرح آپ کا نام ہے اسی طرح آپ کی صفت بھی ہے۔

مثال:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا آپ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ضرور نازل ہوں گے وہ انصاف کرنے والے امام حاکم ہوں گے وہ صلیب کو توڑیں گے خنزیر کو قتل کریں گے لوگوں میں صلح کرائیں گے بغض دور کریں گے ان پر مال پیش ہوگا قبول نہ کریں گے۔

ثُمَّ لَئِنْ قَامَ عَلٰی قَبْرِیْ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ لَاَ جِبْتُہٗ○

(مسند ابی یعلیٰ، ج ۱۱، ص ۴۶۲)

پھر اگر وہ میری قبر پر کھڑے ہو کر پکاریں گے تو میں ان کو جواب دوں گا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ:

(ا) خدا تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب عطا فرمایا آپ نے نزول عیسیٰ علیہ السلام بن مریم کی خبر دی۔

(ب) حضور علیہ السلام اپنی قبر انور کے اندر زندہ ہیں کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ کو اگر پکاریں گے تو آپ جواب دیں گے اور جواب دینا زندوں کا کام ہے۔

(ج) جب یہ نیت ہو کہ محمد حضور کی صفت ہے تو آپ کو یا محمد کہنا جائز ہے۔

نمبر 5:

یا حرف نداء تلاش کے لئے ہے اگر کہیں حضور کو تلاش کرنے کی نوبت آ جائے تو حضور علیہ السلام کو یا محمد کہہ سکتے ہیں۔

مثال:

معراج کی رات بنو عبدالمطلب نے آپ کی تلاش میں ادھر ادھر سرگرداں رہے حضرت عباس نے آپ کو تلاش کرتے ہوئے کہا یا محمد یا محمد آپ نے جواب دیا لبیک لبیک حضرت عباس نے کہا آپ نے اپنی قوم کو تھکا دیا۔ آپ کہاں تھے؟ آپ ﷺ نے فرمایا میں بیت المقدس کی طرف گیا تھا انہوں نے عرض کی آج کی رات وہاں گئے تھے؟ آپ ﷺ نے فرمایا آج ہی رات وہاں گیا تھا پھر حضرت عباس نے عرض کی آپ خیریت سے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں بالکل خیریت سے ہوں معراج کی رات آپ نے براق سے اتر کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مقام ذی طوی پر بات چیت کی۔ (حلبیہ، ج۲، ص ۳۰۵)

(ا) حضور علیہ السلام کو معراج جسمانی ہوا ورنہ رات کو آپ کو تلاش نہ کیا جاتا۔

(ب) تلاش کے موقع پر آپ کو یا محمد کہہ کر بلانا جائز ہے جیسے حضرت عباس نے آپ کو تلاش کرتے وقت یا محمد کہا۔

نمبر 6:

نبی کریم ﷺ کو یاد کرنے کی غرض سے اگر یا محمد کہا جائے تو یہ بھی جائز ہے۔

مثال:

حضرت عبدالرحمٰن بن سعد فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر کا پاؤں

ٹن ہو گیا تو کسی نے ان سے کہا اُذْکُرْ اَحَبَّ النَّاسَ اِلَیْکَ فَقَالَ یَا مُحَمَّدَاہُ (ادب مفرد، ص ۱۴۱) اس کو یاد کرو جو تمہیں سب سے زیادہ محبوب ہو انہوں نے یا محمداہ کہا پاؤں درست ہو گیا۔

ہم عشق نبی میں ہجر کے دن اس طرح گزارا کرتے ہیں
منہ کر کے مدینے کی جانب آقا کو پکارا کرتے ہیں

نمبر 7:

جب حق و باطل کے درمیان تفریق اور تمیز مقصود ہو تو اس وقت بھی بطور شعار ''یا محمد'' کہا جا سکتا ہے۔

مثال:

جنگ یمامہ مسلیمہ کذاب کے ساتھ لڑی گئی۔ مسلیمہ کذاب نبوت کا مدعی تھا اور حضور اکرم ﷺ کی ختم نبوت کا منکر تھا اس جنگ میں مسلیمہ کذاب کی فوج ساٹھ ہزار تھی اور مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی اس جنگ میں لشکر اسلام کا شعار ''یا محمداہ'' تھا جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو سخت مقابلہ ہوا۔ مسلمانوں کو اس جنگ میں سخت مصائب و آلام کا سامنا پڑا۔ پے در پے سخت حملے مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اس جنگ میں سارے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے جو لشکر اسلام میں شامل تھے اس جنگ میں سات سو حفاظ قرآن شہید ہوئے۔ یہ ان لوگوں سے لڑی گئی جو ختم نبوت کے منکر تھے آخر کار مسلیمہ مارا گیا اور مسلمانوں کو خدا نے فتح سے ہمکنار فرمایا۔ (البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۳۲۴)

معلوم ہوا کہ ختم نبوت کے ماننے والے وہ ہیں جو یا رسول اللہ یا محمد کو مانتے ہیں اور جو یا رسول اللہ یا محمد کو نہیں مانتے ان کا ختم نبوت کے عقیدے سے

دور کا واسطہ نہیں لہذا دیوبندیوں کا ختم نبوت سے دور کا بھی تعلق نہیں کہ وہ نعرہ رسالت کے منکر ہیں۔

یا محمد کہہ کے اٹھتا ہے وہ اپنے کام سے
ہائے کیا تسکین اسے ملتی ہے تیرے نام سے

نمبر 8:

حاجت روائی کے وقت بھی یا محمد کہنا جائز ہے۔

مثال:

حضرت عثمان بن حنیف بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس اپنے کسی کام کے لئے جاتا تھا لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اس کی طرف متوجہ نہ ہوتے تھے اور اس کے کام کی طرف دھیان نہ دیتے تھے ایک دن اس شخص کی حضرت عثمان بن حنیف سے ملاقات ہوئی اس شخص نے ان سے اس بات کی شکایت کی۔ حضرت عثمان بن حنیف نے اس سے کہا تم وضو خانہ جا کر وضو کرو پھر مسجد میں جا کر دو رکعت ادا کرو پھر کہو۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّہُ بِکَ اِلٰی رَبِّکَ فَیَقْضِیْ لِیْ حَاجَتِیْ○

پھر اپنی حاجت کا ذکر کرنا اور پھر میرے پاس آنا حتیٰ کہ میں تمہارے ساتھ جاؤں۔ وہ شخص گیا اور اس نے عثمان بن حنیف کے بتائے ہوئے طریقے پر عمل کیا پھر وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا دربان نے ان کے لئے دروازہ کھول دیا اور اس کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس لے گیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس کو اپنے ساتھ مسند پر بٹھایا اور پوچھا تمہارا کام کیا ہے اس نے اپنے کام کا

ذکر کیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس کا کام کر دیا اور فرمایا تم نے اس سے پہلے اپنے کام کا ذکر نہیں کیا تھا اور فرمایا تمہیں جب بھی کوئی کام ہو تو ہمارے پاس آجانا پھر وہ شخص چلا گیا اور حضرت عثمان بن حنیف سے ملاقات کی اور کہا اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میری طرف متوجہ نہ ہوتے تھے اور میرے معاملے میں غور نہ کرتے تھے حتیٰ کہ آپ نے ان سے میری سفارش کی۔ حضرت عثمان بن حنیف نے کہا بخدا میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کوئی بات نہیں کی۔ میں ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھا۔ آپ کے پاس ایک نابینا شخص آیا اس نے اپنی نابینائی کی آپ سے شکایت کی رسول خدا نے فرمایا تم اس پر صبر کرو گے اس نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے راستہ دکھانے والا کوئی نہیں اور مجھے بڑی مشکل ہوتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا تم وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کرو پھر ان کلمات سے دعا کرو حضرت عثمان بن حنیف نے فرمایا زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ وہ شخص اس حال میں ہمارے پاس آیا کہ وہ نابینا نہ تھا۔ (طبرانی صغیر، ص۱۸۳) (طبرانی کبیر، ج۹، ص۳۱)

اس حدیث سے پتہ چلا کہ:

(ا) حضور علیہ السلام کا وسیلہ خدا کی بارگاہ میں مقبول ہے اب بھی اگر کسی کو کوئی حاجت ہو اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق کرے تو خدا اس کی حاجت پوری فرما دے گا چنانچہ امام جلال الدین سیوطی شاہ ولی اللہ محدث دہلوی شاہ عبدالعزیز نے یہی فرمایا ہے مجربات عزیز میں یہی لکھا ہے۔

(ب) اس میں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نابینا صحابی کو یہ تعلیم دی کہ مجھے یا محمد کہہ کر پکارو اگر حضور کو یارسول اللہ یا محمد کہہ کر پکارنا شرک ہوتا تو آپ یہ دعا تعلیم نہ فرماتے کیونکہ اللہ کا رسول شرک مٹانے آتا ہے شرک کو رواج دینے نہیں آتا۔

یا محمد پکارا جو منجدھار میں خود ہی موجوں نے ساحل پہ پہنچا دیا
جو سمجھتا نہیں ان کو مختار کل وہ اگر ڈوب جائے تو میں کیا کروں

نمبر 9:

اگر درود شریف پڑھنے کے دوران "یا محمد" کہا جائے تو تب بھی جائز ہے۔

مثال:

حضرت ابی فدیک سے روایت ہے کہ مجھے جن حضرات کا شرف ملاقات ہوا ان میں سے بعض کو یہ فرماتے سنا کہ جو شخص آپ کے مزار اقدس پر حاضری دے تو اس آیت کی تلاوت کرے۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ○

پھر ستر مرتبہ کہے "صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ" تو اس کو فرشتہ پکار کر کہتا ہے تجھ پر بھی صلوٰۃ ہو اے فلاں اور اس کی جملہ حاجات پوری کر دی جائیں گی۔ (فتح القدیر، ج ۳، ص ۹۵ + شواہد الحق، ص ۱۴۱)

یا محمد مصطفیٰ فریاد ہے
اے حبیب کبریا فریاد ہے
سخت مشکل میں پھنسا ہوں آج کل
اے میرے مشکل کشا فریاد ہے

نمبر 10:

مصائب کے وقت مدد کے لئے یا محمد پکارنا بھی جائز ہے۔

مثال ۱:

حلب ایک مستقل سلطنت تھی اس میں دو بھائی تھے ایک کا نام یوحنا تھا جو عابد اور زاہد تھا دوسرے کا نام یوقنا تھا جو ایک بہادر سپاہی تھا جب حضرت ابوعبیدہ نے حلب کی طرف رخ کیا تو یوقنا پانچ ہزار فوج کے ساتھ مسلمانوں کے ساتھ مقابلے کے لئے تیار ہوا۔ یوحنا نے اس کو روکا اور صلح کی رائے دی۔ یوقنا نہ مانا اور اپنی بہادری اور کثرت پر ناز کرنے لگا کیونکہ مسلمان صرف ایک ہزار تھے یوحنا نے کہا بھائی شاید تمہاری موت قریب آ پہنچی ہے جو مسلمانوں سے لڑنا چاہتے ہو۔ بہرحال یوقنا پانچ ہزار فوج لے کر شہر سے باہر نکلا اور مسلمانوں پر اچانک حملہ کر دیا باوجود اس کے کہ مسلمان سنبھلنے بھی نہ پائے تھے اور قلیل تھے پھر بھی نہایت ہی استقلال اور جرانمردی سے مقابلہ کرتے رہے مقابلہ جاری تھا کہ دشمن کی مدد کے لئے اور فوج آ گئی اور آتے ہی حملہ کر دیا جب مسلمانوں نے اس کثیر فوج کو دیکھا تو یقین کر لیا کہ اب بچنے کی امید نہیں اس وقت کعب بن جمرہ نے نہایت اضطرار کی حالت میں پکارا۔

"یَا مُحَمَّدُ یَا مُحَمَّدُ" یَا نَصْرَ اللّٰہِ انْزِلْ.

اور مسلمانوں کو تسلی دی اور کہا گھبراؤ نہیں ابھی خدا کی مدد آنے والی ہے۔ ایک دن اور ایک رات اسی طرح میدان کارزار گرم رہا اسی اثناء میں اہل حلب نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح کے پاس آ کر صلح کر لی اور ان کے طرفدار ہو گئے۔ یوقنا کو خبر ہوئی تو اس نے اہل شہر پر اپنی کثیر فوج کے ساتھ حملہ کر دیا اور قتل عام شروع کر دیا جس سے شہر میں کہرام مچ گیا۔ یوحنا نے آ کر بھائی کو سمجھایا اور صلح کی رائے دی اور اس قسم کی باتیں کیں جن سے مسلمانوں کی طرفداری معلوم

ہوتی تھی۔ یوقنا پہلے ہی بہت غصہ میں تھا کہ اہل شہر نے دشمن کے ساتھ صلح کر لی ہے مزید برآں بھائی کی حالت دیکھ کر اور غصہ میں آ گیا اور بھائی سے کہا تم بھی واجب القتل ہو یوحنا نے آسمان کی طرف منہ کر کے کہا اے خدا تو گواہ ہو جا میں اس قوم کے دین سے بیزار ہوں اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ پھر اپنے بھائی سے کہا اب جو تمہاری مرضی ہو کرو یوقنا نے تلوار سے اس کا سر قلم کر دیا اور اہل شہر کا پھر قتل عام شروع کر دیا تین سو آدمی قتل ہو گئے۔ اتنے میں حضرت ابو عبیدہ بن جراح وہاں آ پہنچے اور یوقنا سے سخت لڑائی کی یہاں تک کہ یوقنا تاب نہ لا سکا اور فوج کے ساتھ قلعہ میں پناہ گزیں ہوا پانچ ماہ تک مسلمانوں نے قلعہ کا محاصرہ جاری رکھا بہت تکالیف اٹھائیں ایک روز یوقنا نے ابو عبیدہ کو اطلاع دی کہ میں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ اب میں تمہارا بھائی ہوں اور قلعہ کا دروازہ کھول دیا اور کلمہ توحید پڑھتا ہوا باہر آیا اور ابو عبیدہ بن جراح سے ملاقات کی۔

جیت گئے اسلام کے غازی ہو گئی آخر کفر کی بازی
جھک نہ سکا توحید کا پرچم صلی اللہ علیہ وسلم
ہو گئی اس پر ختم رسالت دیتے ہیں جس کی شہادت
موسیٰ عمراں عیسیٰ مریم صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابو عبیدہ بن جراح حیران ہوئے کہ یوقنا کل تک ہمارا سخت دشمن تھا آج مسلمان کیسے ہو گیا۔ اس سے وجہ پوچھی اس نے جواب دیا کہ کل میں اس امر میں متفکر تھا کہ ہمارے نزدیک کوئی قوم عرب سے زیادہ کمزور نہیں سمجھی جاتی تم لوگ ہمارے قلعے تک کیسے پہنچ گئے اسی فکر میں میری آنکھ لگ گئی۔ خواب میں دیکھا کہ ایک شخص تشریف فرما ہے جس کا چہرہ چاند سے زیادہ حسین وجمیل اور ان کی خوشبو مشک سے زیادہ ہے میں نے لوگوں سے پوچھا یہ کون ہیں۔ لوگوں نے کہا

یہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں میں نے ان سے عرض کی اگر آپ نبی برحق ہیں تو دعا کریں مجھے عربی آ جائے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اے یوقنا میں اللہ کا رسول ہوں۔ عیسیٰ علیہ السلام نے میری ہی بشارت دی تھی میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں پڑھ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ یہ سنتے ہی میں کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا اور آپ کے ہاتھ کو بوسہ دیا جب بیدار ہوا تو منہ سے کستوری سے بڑھ کر خوشبو آ رہی تھی۔

جو خیال آیا تو خواب میں وہ جمال اپنا دکھا گئے
یہ مہک لہک تھی لباس میں کہ مکان سارا بسا گئے

اے ابو عبیدہ جس طرح اب تک اطاعت شیطان میں جنگ کرتا رہا اب خدا کی راہ میں جنگ کروں گا یہاں تک کہ اپنے بھائی یوحنا سے جا ملوں۔ اب میرے دل میں اللہ اور اس کے رسول کے سوا کسی کی محبت نہیں ہے۔ (فتوح الشام)

مثال ب:

امام جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے ملک شام میں تین بھائی مجاہد تھے جو راہ خدا میں جہاد کیا کرتے تھے ایک دفعہ رومیوں نے ان کو گرفتار کر لیا اور بادشاہ نے ان سے کہا میں تمہیں ملک دوں گا اور اپنی بیٹیوں سے تمہاری شادی کر دوں گا تم لوگ نصرانی ہو جاؤ انہوں نے انکار کیا اور پکارا "یَا مُحَمَّدَاہُ"

بادشاہ کے حکم سے تین دیگیں آگ پر رکھ دی گئیں اور ان میں روغن زیتون ڈالا گیا جو تین دن کھولتا رہا اور انہیں روزانہ دکھایا جاتا اور نصرانیت کی دعوت دی جاتی اور وہ انکار کرتے اس پر بڑے بھائی کو اس کھولتے تیل میں ڈال دیا گیا پھر دوسرا بھی ڈال دیا گیا تیسرا جو چھوٹا تھا وہ بھی قریب لایا گیا تو اس کو

بادشاہ نے دین سے منحرف کرنے کی ہر طرح کوشش کی اس پر ایک درباری نے عرض کی اے بادشاہ اس کو میں اپنی تدبیر سے دین سے منحرف کرلوں گا بادشاہ نے پوچھا کس طرح ؟ کہا میں جانتا ہوں۔ عرب عورتوں کی طرف جلد مائل ہو جاتے ہیں۔ اور روم میں میری بیٹی سے بڑھ کر کوئی حسین نہیں میں اس کو اس کے ساتھ چھوڑ دوں گا وہ اس کو بہکا لے گی۔ چالیس روز کی میعاد مقرر کر کے بادشاہ نے اس کو درباری کے سپرد کیا اور اس کو اپنے مکان پر لایا اور اپنی بیٹی کے ساتھ رکھا اور اسے واقعہ کی اطلاع دی۔ لڑکی نے کہا تم بے فکر رہو یہ میرا کام ہے اب وہ مجاہد دن بھر روزہ رکھتا اور تمام شب عبادت کرتا اور لڑکی کی طرف نظر نہ کرتا یہاں تک کہ مقررہ میعاد ختم ہو گئی۔ اب اس درباری نے اپنی بیٹی سے دریافت کیا کہ تو نے کیا کیا اس نے کہا کچھ نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اس شہر میں اس کے دو بھائی مارے گئے ہیں میرا یہ گمان ہے کہ یہ ان کے صدمے کی وجہ سے باز رہا ہے۔ اس لئے مناسب ہے کہ بادشاہ سے میعاد میں توسیع کرائی جائے اور مجھے اور اس کو کسی دوسرے شہر میں بھیج دیا جائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا لیکن اس شامی مجاہد کی وہاں بھی یہی حالت رہی دن بھر کا روزہ ساری رات کی عبادت یہاں تک کہ یہ دوسری میعاد بھی ختم ہو گئی ایک شب اس لڑکی نے کہا اے شخص میں تجھے رب عظیم کی عبادت میں مشغول دیکھتی ہوں اس سے میرے دل پر یہ اثر ہوا ہے کہ میں نے اپنا آبائی دین ترک کر کے تیرا دین اختیار کر لیا اس کے بعد دونوں مشورہ کر کے ایک سواری پر وہاں سے نکلے دن کو چھپ جاتے رات کو سفر کرتے ایک شب یہ دونوں جا رہے تھے کہ گھوڑوں کے آنے کی آواز آئی دیکھا تو وہ اس شامی مجاہد کے دونوں بھائی تھے جن کو تیل میں ڈالا گیا تھا اور ان کے ساتھ فرشتوں کی ایک جماعت تھی شامی نے ان دونوں کو سلام کیا اور ان کا حال دریافت کیا تو وہ کہنے

لگے کہ وہ ایک غوطہ ہی تھا جو تم نے دیکھا کہ ہم نے کھولتے تیل میں مارا اس کے بعد ہم جنت الفردوس میں جا نکلے اب خدا نے ہمیں اس لئے بھیجا ہے کہ اس صالح لڑکی سے تمہاری شادی کر دی جائے چنانچہ وہ ان دونوں کی شادی کر کے واپس چلے گئے۔ (شرح الصدور ص ۸۹)

اس واقعہ سے پتہ چلا کہ مشکل کے وقت ''یا محمد'' پکارنا جائز ہے جن مجاہدوں نے پکارا خدا تعالیٰ نے ان کو جنت الفردوس عطا فرمائی اگر یا محمد کہنا شرک ہوتا تو جنت کا اعلیٰ مقام ان کو نہ ملتا اور ان کے ساتھ فرشتوں کی ایک جماعت کو بھائی کی شادی میں نہ بھیجا جاتا۔

یا رسول اللہ کے کہنے سے ہمیں بھی پیار ہے
جس نے یہ نعرہ لگایا اس کا بیڑہ پار ہے

زندہ ہو جاتے ہیں جو مرتے ہیں حق کے نام پر
اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا

نعرہ رسالت لگانا قرآن سے بھی ثابت ہے۔
خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ يَاۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعاً ○

اے میرے حبیب فرما دیجئے اے لوگو بے شک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔ اس آیت پر غور کریں کہ حضور اکرم ﷺ نے انسانوں کو یا کہہ کر پکارا اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس خطاب کے مخاطب کون ہیں کیا مکے کے وہ چند افراد ہیں جو اس وقت آپ کے سامنے تھے اگر جواب ہاں ہو تو پھر کہنا پڑے گا کہ آپ انہی کی طرف رسول بن کر آئے تھے اور آگے جو حکم ہے فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ

وَرَسُوْلِہٖ کہ ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر یہ انہیں کے لئے تھا نہیں نہیں بلکہ یہ خطاب دنیا کے تمام انسانوں کو ہے جو قیامت تک ہونے والے ہیں کیونکہ یہ خطاب عام ہے اور لفظ جمیعا اس پر قرینہ عموم ہے۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ لوگوں میں حج کی آواز دو اس حکم الٰہی کو سن کر آپ نے پہاڑ پر کھڑے ہو کر فرمایا یَآاَیُّھَا النَّاسُ کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْحَجَّ ○ اے لوگو! تم پر حج فرض کر دیا گیا لہذا تم حج کو آؤ آپ کی یہ آواز ہر روح نے سن لی جو ماں باپ کی پشتوں اور رحم میں تھی جس کی تقدیر میں حج تھا۔ اس نے لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ کہا (تفسیر خازن، ج ۳، ص ۲۸۶)

مقام غور ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تمام انسانوں یا کہہ کر پکارا حالانکہ وہ تمام انسان آپ کے پاس موجود نہ تھے بلکہ ابھی پیدا بھی نہ ہوئے تھے اور لطف یہ کہ تمام روحوں نے آواز سن لی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تمام لوگوں کو حج کے لئے پکارا اور حضور علیہ السلام نے تمام لوگوں کو اپنی رسالت کے لئے پکارا پیارے خلیل کی آواز پر لبیک کہنے والا حاجی ہوا اور حضور اکرم ﷺ کی آواز پر لبیک کہنے والا مومن ہوا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یا کہہ کر حاضر کو پکارا جاتا ہے جو حاضر نہ ہو۔ اس کو یا کہہ کر پکارنا شرک ہے ان سے پوچھو جن کو حضرت خلیل اللہ و حبیب علیہم السلام نے پکارا وہ سب حاضر تھے یا غائب۔ یقیناً وہ غائب تھے جب وہ غائب تھے تو ان جلیل القدر پیغمبروں نے کہا ان کو پکار کر شرک کیا۔ کیا اللہ نے ان کو شرک کا حکم دیا تھا۔ بہرحال نتیجہ یہ نکلا کہ ندائے یا رسول اللہ قریب و بعید سے یقیناً جائز ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

سچوں کا ساتھ

یَا اَیُّھَا الَّذِیۡنَ آمَنُوۡا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوۡنُوۡا مَعَ الصَّادِقِیۡنَ ○

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

اس کی تشریح میں دو چیزوں پر بحث ہو گی تقویٰ اور صادقین۔

"تقویٰ"

تقویٰ قرآن میں چند معنوں میں استعمال ہوا ہے بعض معنوں پر بحث کی جاتی ہے۔

نمبر 1۔ ایمان:

تقویٰ قرآن میں ایمان کے معنوں میں استعمال ہوا ہے خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَغُضُّوۡنَ اَصۡوَاتَھُمۡ عِنۡدَ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُوۡلٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ امۡتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوۡبَھُمۡ لِلتَّقۡوٰی ○

بے شک وہ لوگ جو اپنی آوازیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور دھیمی رکھتے ہیں وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو خدا نے ایمان کے لئے پرکھ لیا ہے۔

ایمان نام ہے تصدیق قلبی کا خدا فرماتا ہے۔ وَمَا اَنۡتَ بِمُؤۡمِنٍ لَّنَا وَلَوۡ کُنَّا صَادِقِیۡنَ ○

آپ ہماری تصدیق کرنے والے نہیں اگرچہ ہم سچے ہوں۔

ہم ایمان کی صفت میں کہتے ہیں۔

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ کَمَا ھُوَ بِاَسْمَائِہٖ وَصِفَاتِہٖ وَقَبِلْتُ جَمِیْعَ اَحْکَامِہٖ اِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ وَ تَصْدِیْقٌ بِالْقَلْبِ O

ایمان لایا میں اللہ پر جیسے وہ اپنے ناموں کے ساتھ ہے میں نے اس کے تمام احکام کو قبول کیا اقرار زبان سے اور دل کی تصدیق سے۔

خدا تعالیٰ نے پہلے پارے میں متقیوں کی نشانی بیان فرمائی:

الٓمٓ ذَالِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ O

اس کتاب میں کوئی شک نہیں پرہیز گاروں کے لئے ہدایت ہے اور متقی وہ لوگ ہیں جو غیب کی تصدیق کرتے ہیں۔

اور تصدیق کے لئے علم کا ہونا ضروری ہوتا ہے بغیر علم کے تصدیق نہیں ہوسکتی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ متقی لوگ خدا کی عطا سے علم غیب جانتے ہیں مثلاً۔

حضرت جنید بغدادی کے پیر بھائیوں نے کہا ہمیں کچھ فرمایئے تا کہ ہمارے دل سکون اور راحت پائیں۔ آپ نے صاف انکار کر دیا کہ میں اپنے پیرو مرشد سری سقطی کے ہوتے وعظ کہنے کا مجاز نہیں۔ ایک مرتبہ خواب استراحت میں تھے کہ سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جنید! لوگوں کو کچھ سنایا کرو اس لئے کہ تیرے بیان سے اللہ تعالیٰ ایک عالم کی نجات فرمائے گا۔

جب بیدار ہوئے تو دل میں خیال پیدا ہوا کہ میں اپنے پیر و مرشد کے درجہ سے اس قدر بلند ہو گیا ہوں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دعوت دیا ہے جب صبح ہوئی تو حضرت سری سقطی نے ایک مرید بھیجا اور حکم دیا کہ جب جنید نماز سے فارغ ہوں تو کہنا کہ میرے مریدوں نے کہا تم نے ان کی درخواست رد کر دی اور انہیں کچھ نہ سنایا بغداد کے مشائخ کی درخواست پر بھی تم نے توجہ نہ کی میں

نے پیغام بھیجا تم وعظ پر آمادہ نہ ہوئے اب تمہیں خود سرور کونین ﷺ نے حکم دیا ہے لہذا اس حکم کی تعمیل کرو۔

جنید نے عرض کی حضور میرے سر میں جو افضلیت کا سودا سمایا تھا وہ جاتا رہا اور میں نے اچھی طرح سمجھ لیا کہ میرا پیر میرے تمام ظاہر اور باطنی حالات سے واقف ہے۔آپ کا درجہ ہر حال میں مجھ سے بلند ہے میں آپ کے منصب جلیلہ سے محض بے خبر ہوں اور اپنی غلطی سے استغفار کرتا ہوں۔

پھر جنید بغدادی نے عرض کی آپ کو میرے خواب کا کیسے علم ہو گیا۔ فرمایا خواب میں، میں نے خدا کی زیارت کی مجھے خدا کی طرف سے ارشاد ہوا کہ میں نے اپنے حبیب کو جنید کے پاس بھیجا ہوا ہے کہ اسے حکم دیں کہ وہ وعظ کیا کرے تاکہ اہل بغداد کی مراد پوری ہو جائے۔ (کشف المحجوب، ص ۲۶۸)

لیکن مولوی رشید احمد گنگوہی نے لکھا ہے۔

یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ (نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کو علم غیب تھا صریح شرک ہے۔ (فتاوی رشیدیہ، ج ۲، ص ۱۴۱)

یہ ہے علماء دیوبند کا نبی کریم ﷺ کے بارے میں عقیدہ اور جب اپنے مولوی کی باری آئی تو یہی کفر وشرک اسلام وایمان بن گیا ملاحظہ فرمائیں۔

ایک مرتبہ مدرسہ دیوبند میں مولوی احمد حسن امروہی اور مولوی فخر الحسن گنگوہی کے درمیان جھگڑا ہو گیا مولوی محمود الحسن بھی اس میں شریک ہو گئے یہ واقعہ کچھ طول پکڑ گیا۔

ایک دن علی الصبح مولوی رفیع الدین نے مولوی محمود الحسن کو اپنے حجرے میں بلایا مولانا حاضر ہوئے اور بند حجرے کے کواڑ کھول کر اندر داخل ہوئے۔موسم سخت سردی کا تھا مولانا رفیع الدین نے فرمایا پہلے میرا یہ روئی کا لبادہ دیکھ لو۔

مولانا نے لبادہ دیکھا تو تر تھا اور خوب بھیگ رہا تھا فرمایا واقعہ یہ ہے کہ ابھی ابھی مولانا نانوتوی جسد عنصری کے ساتھ میرے پاس تشریف لائے تھے جس سے میں ایک دم پسینہ پسینہ ہو گیا اور میرا لبادہ تر بتر ہو گیا اور یہ فرمایا کہ محمود الحسن کو کہہ دو کہ وہ اس جھگڑے میں نہ پڑے بس میں نے یہ کہنے کے لئے بلایا ہے۔ مولانا محمود حسن نے عرض کی حضرت میں آپ کے ہاتھ پر توبہ کرتا ہوں۔

(ارواح ثلاثہ، ص ۲۸۸)

اس واقعہ پر غور کریں کہ اگر مولوی قاسم نانوتوی کو علم غیب نہیں تھا تو ان کو کیسے پتہ چل گیا کہ مدرسہ دیوبند میں جھگڑا پیدا ہو گیا ہے اور محمود حسن بھی اس میں ملوث ہو گیا ہے۔ چل کر اسے منع کرنا چاہئے کیا یہ مشرکانہ عقیدہ نہیں جو اپنے مولوی کے لئے ثابت کیا جا رہا ہے۔

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

نمبر 2۔ توبہ:

تقویٰ توبہ کے معنوں میں بھی قرآن میں استعمال ہوا ہے خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰى آمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ ○

اور اگر اہل شہر ایمان لاتے اور توبہ کرتے تو ہم ان پر زمین و آسمان کی برکتیں کھول دیتے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پانچ اندھیرے ہیں جن کے لئے خدا نے پانچ چراغ مقرر کئے ہیں۔

(ا) قبر اندھیری ہے اس کا چراغ نماز ہے۔حضور علیہ السلام نے فرمایا جو چاہتا ہے کہ میری قبر روشن رہے وہ رات کی تاریکی میں نماز پڑھا کرے یعنی نماز تہجد قبر کو روشن کرتی ہے ایک حدیث میں ہے۔

عَلَيْكُمْ بِقِيَامِ اللَّيْلِ فَإِنَّهُ دَابُ الصَّالِحِيْنَ قَبْلَكُمْ وَ مُقَرِّبَةٌ لَّكُمْ اِلٰى رَبِّكُمْ وَ مُكَفِّرَةٌ لِلسَّيِّاٰتِ مُنْهَاةٌ عَنِ الْاِثْمِ وَ مُطْرَدَةٌ لِلدَّاءِ عَنِ الْجَسَدِ○

(الترغیب والترہیب، ج۱،ص ۴۲۸)

رات کی نماز اپنے اوپر لازم کرلو یہ تم سے پہلے لوگوں کا طریقہ ہے یہ تمہیں رب کے قریب کر دیتی ہے گناہوں کو ختم کر دیتی ہے گناہوں سے روکتی ہے اور جسم سے بیماری دور کر دیتی ہے۔

جناں ہل سویرے جتے اوہ یالی ہو گئے پکے
تو ویں اٹھ محمد بخشا متاں یار تیرے ول تکے

(ب) میزان پر تاریکی ہوگی اس کا چراغ ہے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اس کلمہ طیبہ کے سات کلمات ہیں اور جہنم کے دروازے بھی سات ہیں جو یہ کلمہ پڑھے گا اس کے لئے جہنم کے ساتوں دروازے بند ہو جائیں گے۔اس کلمہ کے چوبیس حروف ہیں رات دن کے گھنٹے بھی چوبیس ہیں جو یہ کلمہ ایک مرتبہ پڑھے گا خدا تعالیٰ اس کے چوبیس گھنٹے کے گناہ معاف کر دے گا۔

(ج) میدان قیامت میں تاریکی ہوگی اس کا چراغ ہے نیک اعمال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ الصَّالِحَةِ ○

نیک کاموں میں جلدی کرو۔

(د) پل صراط پر اندھیرا ہوگا اس کا چراغ ہے یقین کامل۔

(ی) گناہ بہت بڑی تاریکی ہے اس کا چراغ ہے توبہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّاذَنْبَ لَهٗ○

گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہوتا ہے جیسے گناہ کیا ہوا نہ ہو مثلاً امام بیہقی نے لکھا ہے۔

ایک قصاب اپنے ہمسایہ کی کنیز پر عاشق تھا ایک دن کنیز کے مالک نے اسے دوسرے گاؤں کسی کام کے لئے بھیجا۔ یہ بھی اس کے تعاقب میں گیا اس کو ورغلایا اس کنیز نے کہا میرے دل میں تمہاری محبت کا دریا موجزن ہے لیکن میں خدا سے ڈرتی ہوں۔ اس قصاب نے کہا تو خدا سے ڈرتی ہے اور میں خدا سے نہ ڈروں۔ پس اس نے توبہ کی اور واپس ہولیا اس پر پیاس کا غلبہ ہوا یہاں تک کہ قریب تھا کہ وہ ہلاک ہو جائے اس کی ملاقات بنی اسرائیل کے ایک رسول سے ہوئی انہوں نے اس قصاب کا حال پوچھا کہا مجھ پر پیاس کا غلبہ ہے۔ رسول نے فرمایا آؤ دعا کریں کہ بادل ہم پر سایہ فگن ہو تا کہ ہم گاؤں میں داخل ہو جائیں اس قصاب نے کہا کہ میرا تو عمل ایسا نہیں ہے کہ میں دعا کروں۔ رسول نے فرمایا میں دعا کرتا ہوں تو آمین کہہ دے پس رسول نے دعا کی اور اس قصاب نے آمین کہی تو بادل سایہ فگن ہوا یہاں تک کہ گاؤں آ گیا۔ قصاب اپنے مکان کی طرف چلا تو سایہ اس کے ساتھ ہو گیا۔ رسول نے کہا تو تو کہتا تھا کہ میرا ایسا عمل نہیں اب سایہ تیرے ساتھ ہو گیا ہے اس کی وجہ کیا ہے اس نے اپنی توبہ کا ذکر کیا اللہ کے رسول نے کہا تائب کو خدا وہ مرتبہ دیتا ہے جو کسی اور کو نہیں ملتا۔

(شعب الایمان، ج ۵، ص ۴۳۱)

کتنی بار تو توبہ کیتی کتنی بار توڑی
اے پر نفس کمینے میرے تو اجے وی بدی نہ چھوڑی

نمبر 3۔ اطاعت:

قرآن میں تقویٰ اطاعت کے معنوں میں بھی استعمال ہوا ہے۔ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ اَنَا رَبُّکُمْ فَاتَّقُوْنَ میں تمہارا پروردگار ہوں۔ میری اطاعت کرو۔

حدیث میں ہے:

اِنَّ اَحَبَّ الْخَلَائِقِ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی شَابٌّ حَدِیْثُ السِّنِّ فِیْ صُوْرَۃٍ حَسَنَۃٍ جَعَلَ شَبَابَہٗ وَ جَمَالَ لِلّٰہِ وَفِیْ طَاعَۃِ اللّٰہِ ذَالِکَ الَّذِیْ یُبَاھِیْ بِہِ الرَّحْمٰنُ مَلَائِکَتَہٗ یَقُوْلُ ھٰذَا عَبْدِیْ حَقًّا ○ (ابن عساکر، ج ۴، ص ۳۴۹)

خدا کو ساری مخلوق سے وہ خوبصورت نوجوان پسند ہے جس نے اپنی جوانی اور حسن خدا کے لئے اس کی اطاعت میں صرف کر دیا ہو۔ خدا اس پر فرشتوں کے سامنے فخر سے کہتا ہے کہ میرا سچا بندہ یہ ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے:

مَامِنْ شَابٍ یَدَعُ لَذَّۃَ الدُّنْیَا وَلَھْوَھَا وَیَسْتَقْبِلَ بِشَبَابِہٖ طَاعَۃَ اللّٰہِ اِلَّا اَعْطَاہُ اللّٰہِ اَجْرَ اِثْنَیْنِ وَسَبْعِیْنَ صَدِّیْقًا○ (کنز العمال، ج ۱۵، ص ۷۸۵)

جو نوجوان دنیا کی لذت اور لہو ولعب کو چھوڑ دیتا ہے اور اپنے شباب سے خدا کی اطاعت کا استقبال کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بہتر صدیقوں کا ثواب عطا فرماتا ہے۔

اطاعت خداوندی کا فائدہ یہ ہے کہ:

وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاُوْلٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُوْلٰٓئِکَ رَفِیْقًا ○

جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرتا ہے اسے ان لوگوں کی معیت حاصل ہو گی جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا اور وہ انبیاء علیہم السلام، صدیقین، شہداء اور نیک لوگ ہیں اور ان کا ساتھ کیسا اچھا ہے۔

جو اطاعت نہیں کرتے ان کا انجام یہ ہوگا خدا فرماتا ہے:

یَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْھُھُمْ فِی النَّارِ یَقُوْلُوْنَ یٰلَیْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰہَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ○

جس دن ان کے چہرے جہنم میں پھیر دیئے جائیں گے تو وہ کہیں گے کاش ہم اللہ اور رسول کی اطاعت کرتے۔

نمبر 4۔ اخلاص:

تقویٰ قرآن میں اخلاص کے معنوں میں بھی استعمال ہوا ہے خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰہِ فَاِنَّھَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ ○

اور جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرتا ہے تو یہ اس کا قلبی اخلاص ہے۔

ایک اور جگہ فرمایا گیا لَنْ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوْمُھَا وَلَا دِمَآؤُھَا وَلٰکِنْ یَّنَالُہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ ○

اللہ تعالیٰ کو قربانی کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا بلکہ اس کو تمہارا اخلاص پہنچتا ہے۔

ایک حدیث میں ہے:

مَنْ اَخْلَصَ لِلّٰہِ اَرْبَعِیْنَ یَوْمًا ظَھَرَتْ یَنَابِعُ الْحِکْمَۃِ مِنْ قَلْبِہٖ عَلٰی لِسَانِہٖ ○ (الترغیب، ج ۱، ص ۵۶)

جو چالیس دن تک اخلاص کا اظہار کرے تو اس کے دل سے حکمت کے چشمے زبان پر جاری ہونے لگتے ہیں۔

ایک اور حدیث میں ہے اس عالم کی مجلس میں بیٹھو جو پانچ چیزوں سے پانچ چیزوں کی طرف بلاتا ہے شک سے یقین کی طرف، عداوت سے نصیحت کی طرف، تکبر سے تواضع کی طرف، ریا سے اخلاص کی طرف، رغبت سے رہبت (خوف) کی طرف۔ (حلیۃ الاولیاء، ج ۸، ص ۷۶)

اخلاص کے لئے تین چیزوں کا ہونا ضروری ہے جن کے بغیر اخلاص مکمل نہیں ہوتا۔

(ا) خدا کی رضا کے لئے کام کیا جائے حدیث میں ہے:

مَامِنْ قَوْمٍ اِجْتَمَعُوْا یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ لَا یُرِیْدُوْنَ بِذَالِکَ اِلَّا وَجْھَہٗ اِلَّا نَادَاھُمْ مُنَادٍ مِّنَ السَّمَاءِ اَنْ قُوْمُوْا مَغْفُوْرًا لَّکُمْ قَدْ بَدَلَتْ سَیِّاٰتِکُمْ حَسَنَاتٍ ○

جب کوئی قوم جمع ہو کر اللہ کا ذکر صرف اس کی رضا کے لئے کرتی ہے تو آسمان سے ایک منادی ندا کرتا ہے کھڑے ہو جاؤ تمہارے گناہ معاف کر دیئے گئے اور تمہارے گناہ نیکیوں میں تبدیل کر دیئے گئے۔

(ب) سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کیا جائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ تَمَسَّکَ بِسُنَّتِیْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِیْ فَلَہٗ اَجْرُ مِائَۃِ شَھِیْدٍ ○

جب میری امت میں فساد پیدا ہو جائے اس وقت جو میری سنت پر قائم رہے گا اس کو سو شہیدوں کا ثواب ہوگا۔

محمد بن نصر فرماتے ہیں کہ میرے والد نصر الصائغ وفات یافتہ لوگوں کی

نماز جنازہ پڑھنے کے بڑے حریص تھے خواہ صاحب جنازہ سے جان پہچان ہو یا نہ ہو انہوں نے ایک دفعہ فرمایا اے بیٹا ایک دن میں ایک جنازہ پر حاضر ہوا۔ جب اس کو دفن کیا تو دو نفوس قبر میں داخل ہوئے پھر ایک نکل گیا اور ایک باقی رہ گیا لوگوں نے قبر میں مٹی ڈال دی۔ میں نے کہا اے لوگو! تم نے مردہ کے ساتھ ایک زندہ کو بھی دفن کر دیا انہوں نے اس بات سے انکار کیا میں نے کہا شاید مجھے شبہ ہوا ہے جب لوگ فارغ ہو کر چلے گئے تو خیال آیا میں نے دو آدمی دیکھے ایک نکل گیا اور ایک باقی رہ گیا میں واپس نہ جاؤں گا جب تک کہ خدا تعالیٰ اس حقیقت کو مجھ پر کھول نہ دے میں قبر کے قریب بیٹھ گیا اور دس مرتبہ سورہ یٰسین اور سورہ ملک پڑھی اور خوب رویا اور میں نے عرض کی الٰہی! یہ حقیقت مجھ پر کھول دے میں اپنی عقل اور دین کے لئے خائف ہوں۔ پس قبر پھٹ گئی اور ایک آدمی قبر سے نکلا اور پیٹھ موڑ کر جانے لگا میں نے کہا تجھے تیرے معبود کا واسطہ ذرا ٹھہر جا تا کہ میں تجھ سے دریافت کروں اس نے میری طرف توجہ نہ کی میں نے دوسری اور پھر تیسری بار کہا اس نے کہا کیا تو نصر الصانع ہے میں نے کہا ہاں اس نے کہا کیا تو مجھے پہچانتا نہیں میں نے کہا نہیں اس نے کہا ہم فرشتوں میں سے دو فرشتے ہیں ہم اہل سنت کی قبروں میں آتے ہیں اور قبر میں ان کو حجت کی تلقین کرتے ہیں۔ (شرح الصدور، ص ۵۸)

محمدؐ کی غلامی ہے سند آزاد ہونے کی
خدا کے دامن توحید میں آباد ہونے کی

(ج) نیکی کرنے میں کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ نہ کرنا مثلاً

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فارس کے کسی مقام پر بطور دورۂ حکام تشریف لے گئے بڑے بڑے رئیس کفار ملاقات کے لئے آئے

ہوئے تھے اور آپ کے پاس بیٹھے تھے۔ آپ اس وقت کھانا کھا رہے تھے آپ کے ہاتھ سے لقمہ چھوٹ گیا۔ آپ نے اٹھا کر صاف کیا اور کھالیا ایک خادم نے چپکے سے عرض کی حضرت اس وقت یہاں بڑے بڑے دنیادار کفار کا مجمع ہے اور یہ ایسی بات کو تحقیر کی نظر سے دیکھتے ہیں انہوں نے تو پست آواز سے کہا مگر انہوں نے بلند آواز سے فرمایا میں ان احمقوں کی وجہ سے اپنے خلیل اور اپنے محبوب کے طریقہ اور سنت کو کیسے چھوڑ دوں۔

(طبرانی کبیر، ج ۲۰، ص ۲۰۰، سنن دارمی، ج ۲، ص ۶۸)

محمدؐ کی غلامی دین حق کی شرط اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

نمبر 5۔ ترک معصیت:

تقویٰ قرآن میں ترک معصیت کے معنوں میں بھی استعمال ہوا ہے خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ○

گھروں میں دروازوں سے آؤ اور گناہ چھوڑ دو تا کہ تم فلاح پا جاؤ۔

مثال:

حضرت ابو زمعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بنی اسرائیل کے ایک آدمی نے ستانوے آدمی قتل کیے ایک راہب سے جا کر کہا میں نے ستانوے آدمی قتل کیے ہیں کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے اس نے کہا نہیں اس نے اس کو بھی قتل کر دیا پھر ایک اور راہب کے پاس گیا۔ اس سے کہا میں نے اٹھانوے آدمی قتل کیے ہیں کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے اس نے کہا نہیں۔ اس نے اس کو بھی قتل کر دیا پھر

ایک تیسرے راہب کے پاس گیا اور اس سے کہا میں نے ستانوے آدمی اور دو راہب قتل کیے ہیں کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے اس نے کہا تو نے بہت برا کام کیا ہے اگر میں کہوں کہ خدا تعالیٰ غفور و رحیم نہیں ہے تو میں جھوٹا ہوں اس قاتل نے کہا آپ کے اس ارشاد کے بعد میں آپ سے جدا نہ ہوں گا اور اس عہد کے ساتھ اس راہب سے وابستہ ہو گیا کہ اب آئندہ گناہ نہ کرے گا اب اس راہب کی خدمت کرنے لگا ایک دن ایک آدمی مر گیا لوگوں نے اس مرنے والے کی برائیاں بیان کیں یہ اس کی قبر پر بیٹھ گیا اور بہت رویا پھر ایک اور مر گیا تو لوگوں نے اس کی بہت تعریف کی یہ اس کی قبر پر بیٹھ کر خوب ہنسا لوگوں کو یہ باتیں بری لگیں انہوں نے راہب سے شکایت کی کہ آپ نے ایک قاتل کو پناہ دے رکھی ہے۔آپ نے دیکھا کہ اس نے کیا کیا اس تائب کو بھی لوگوں کی شکایت کا پتہ چل گیا اس نے آ کر راہب سے کہا آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں راہب نے کہا تنور میں آگ جلاؤ اس نے آگ جلا کر خبر دی اور کہا کہ اب آپ مجھے کس بات کا حکم دیتے ہیں۔ راہب نے کہا جا جلتے ہوئے تنور میں بیٹھ جا وہ جا کر بیٹھ گیا پھر راہب نے لوگوں سے کہا اس آدمی نے اپنے آپ کو جلتی ہوئی آگ میں ڈال دیا ہے میرا یہی خیال ہے۔ جب راہب نے جا کر دیکھا تو وہ تنور میں زندہ تھا اور اسے پسینہ آیا ہوا تھا راہب نے اس کے ہاتھ سے پکڑ کر اسے تنور سے نکالا اور کہا کہ یہ لائق نہیں کہ تو میری خدمت کرے اب میں تیری خدمت کروں گا اب مجھے بتاؤ کہ ایک مرنے والے کی قبر پر تم روئے کیوں اور دوسرے مرنے والے کی قبر پر تم ہنسے کیوں۔ اس نے کہا پہلا گناہگار تھا اس کی طرف دیکھ کر مجھے اپنے گناہ یاد آ گئے اس لئے میں رونے لگ گیا اور دوسرا نیکوکار تھا اس لئے میں اس کی نیکیوں کو یاد کر

کے بنس دیا بعد میں یہ تائب بنی اسرائیل کا ایک عظیم آدمی بن گیا۔

(کنز العمال، ج ۴، ص ۲۶۳)

خدا تعالیٰ متقیوں کی شان بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ إِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ○

جس دن متقیوں کو رحمٰن کی طرف سواریوں پر اٹھائیں گے قیامت کے روز جب مومن اپنی قبر سے منہ اٹھا کر دیکھے گا تو اس کے سامنے ایک حسین خوبصورت شخص پاکیزہ پوشاک پہنے خوشبو سے مہکتا چمکتا دمکتا چہرہ لئے کھڑا ہوگا۔ مومن پوچھے گا تو کون ہے وہ کہے گا آپ نے پہچانا نہیں میں تو آپ کے نیک اعمال کا مجسمہ ہوں۔ آپ کے عمل نورانی حسین اور مہکتے ہوئے تھے آیئے آپ کو میں اپنے کندھوں پر بٹھا کر عزت اور اکرام کے ساتھ میدان محشر میں لے چلوں کیونکہ دنیا کی زندگی میں میں آپ پر سوار تھا پس مومن اس پر سوار ہو جائے گا۔

مومن متقی کی سواری کے لئے نورانی اونٹ بھی مہیا ہوں گے حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں وفد کا دستور یہ نہیں کہ وہ پیدل آئے متقی حضرات ایسی نورانی اونٹنیوں پر سوار ہوں گے کہ مخلوق کی نگاہوں میں ان سے بہتر کوئی سواری نہ ہوگی ان کے پالان سونے کے ہوں گے ان کی نکیلیں زبرجد کی ہوں گی متقی جنت کے دروازوں تک انہیں سواریوں پر جائیں گے۔

تقویٰ کے فوائد:

جو متقی اور پرہیز گار بن جاتا ہے تو اسے مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

(۱) اصلاح اعمال اور بخشش

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا يُّصْلِحْ لَكُمْ

اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ○

(۲) عزت

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَاللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ○

(۳) قبولیت اعمال

اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ○

(۴) اللہ تعالیٰ کی دوستی

اِنَّ اَوْلِيَاءُهٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ ○

(۵) قربِ الٰہی

اِنَّ اللّٰهَ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ ○

(۶) محبت

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ○

(۷) نخوت سے نجات

فَلَا تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ○

(۸) معیت خداوندی

وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ○

(۹) حصول آخرت

وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ○

(۱۰) اچھا ٹھکانہ

وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ ○

(۱۱) حصول جنت

وَسَارِعُوْا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ

أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ○

(۱۲) سلام

وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا حَتّٰى اِذَا جَاؤُا وَ فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ ○

(۱۳) نجات نار

ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا ○

(۱۴) بشارت بوقت موت

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ○

(۱۵) حفاظت از دشمن

وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا ○

(۱۶) شدائد سے نجات اور حصول رزق

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ○

(۱۷) اہل تقویٰ جنت کے وارث

تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ○

(۱۸) تقویٰ کفارہ گناہ

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ○

(۱۹) تقویٰ کامیابی کا سبب

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ○

صادقین کی تفسیر میں بعض اقوال

نمبر 1۔ ھم الانبیاء:

صادقین سے مراد انبیاء علیھم السلام ہیں خدا فرماتا ہے:

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَإِذَاهُمْ مِنَ الْاَجْدَاثِ إِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ قَالُوْا يَاوَيْلَنَا مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ○

ترجمہ: اور پھونکا جائے گا صور جبھی وہ قبروں سے اپنے رب کی طرف دوڑتے چلیں گے کہیں گے ہائے ہماری خرابی کس نے ہمیں قبروں سے جگا دیا یہ ہے وہ جس کا رحمٰن نے وعدہ کیا تھا اور رسولوں نے سچ فرمایا:

اب آیت کا معنیٰ یہ ہو گیا کہ نبیوں کا ساتھ ہو گا کیونکہ نبیوں کا ساتھ نجات کا سبب ہے۔ خدا ارشاد فرماتا ہے:

حضرت نوح علیہ السلام کی معیت:

فَإِذَا اسْتَوَيْتَ أَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ نَجّٰنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ○

اے نوح (علیہ السلام)! جب تو اور تیرے ساتھی کشتی میں بیٹھ جاؤ تو کہو سب تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے ہمیں ظالموں کی قوم سے نجات دی۔

حضرت صالح علیہ السلام کی معیت:

خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

فَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا نَجَّيْنَا صَالِحاً وَّالَّذِيْنَ آمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا○

جب ہمارے عذاب کا حکم آیا تو ہم نے صالح علیہ السلام اور ان کے

ساتھ ایمان لانے والے لوگوں کو اپنی رحمت سے بچا لیا۔

حضرت ہود علیہ السلام کی معیت:

خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

فَلَمَّا جَاءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُوْدًا وَّالَّذِيْنَ آمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا○

اور جب ہمارے عذاب کا حکم آیا تو ہم نے اپنی رحمت سے ہود علیہ السلام اور ان کے ساتھ ایمان والوں کو نجات دی۔

حضرت شعیب علیہ السلام کی معیت:

وَلَمَّا جَاءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ آمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا○

اور جب ہمارا عذاب کا حکم آیا تو ہم نے اپنی رحمت سے شعیب علیہ السلام اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کو نجات دی۔

ان آیات سے پتہ چلا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ رہنے والوں کو خدا نے عذاب سے بچا لیا اور وہ خوش نصیب لوگ جن کو امام الانبیاء کی معیت حاصل ہو جو آپ کے امتی بنے۔ جنہوں نے آپ کے دامن سے وابستگی حاصل کی ان کا کیا مقام ہے۔ اس کے لئے حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے تین ثلث ہوں گے۔ ایک ثلث ایسا ہوگا جو بغیر حساب و کتاب داخل جنت ہوگا اور دوسرا ثلث وہ ہوگا جس کا آسان سا حساب ہوگا تیسرا ثلث وہ ہوگا جن کے بارے میں فرشتے گواہی دیں گے کہ اے اللہ یہ لوگ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ کہتے تھے اس کلمہ کی برکت سے ان کو جنت میں داخل کر دیا جائے گا اور ان کے گناہ اہل تکذیب پر لاد دیئے جائیں گے چنانچہ خدا فرماتا ہے وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ وہ کافر اپنا

اور دوسروں کا بوجھ اٹھائیں گے۔ (طبرانی کبیر، ج ۱۸، ص ۸۰)

اور ایک روایت میں ہے کہ ایک ثلث امت بغیر حساب و کتاب جنت میں داخل ہوگی دوسرا ثلث آسان حساب و کتاب کے ساتھ اور تیسرا ثلث حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے جنت میں داخل ہوگا۔ (کشف المحجوب، ص ۴۱۶)

انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ہونے کا طریقہ یہ بھی ہے کہ:

(ا) مَنْ قَرَءَ اَلْفُ آيَةٍ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَتَبَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ○ (طبرانی کبیر، ج ۲۰، ص ۱۸۴)

جس نے خدا کے راستے میں ایک ہزار آیات تلاوت کیں اسے قیامت کے دن نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور نیک لوگوں میں لکھ دیا جائے گا۔

(ب) ایک اور حدیث میں یوں آیا ہے کہ:

اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ الْاَمِيْنُ مَعَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ○ (دارمی، ج ۲، ص ۱۷۰)

سچا امین تاجر نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور نیک لوگوں کے ساتھ ہوگا۔

(ج) نیک کام کرنا اور کثرت سے نوافل ادا کرنا بھی انبیاء کی معیت کا موجب ہے چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے کہ:

حضرت حسن بن صالح فرماتے ہیں کہ میرے بھائی نے جس رات وفات پائی اس رات اس نے مجھ سے پانی مانگا میں اس وقت نماز پڑھ رہا تھا اختتام نماز پر میں نے اسے پانی کا پیالہ پیش کیا تو اس نے کہا میں نے ابھی پیا ہے میں نے کہا تجھے پانی کس نے دیا حالانکہ اس کمرے میں میرے اور تیرے سوا تیسرا کوئی نہیں اس نے کہا ابھی میرے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے مجھے پانی پلایا اور کہا:

اَنْتَ وَاَخُوْكَ وَاُمُّكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَاءِ وَالصَّالِحِیْنَ○ (ص 33 شرح الصدور)

تو تیرا بھائی اور تیری ماں ان لوگوں کے ساتھ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا اور وہ انبیاء، صدیقین، شہداء اور نیک لوگ ہیں۔

ایک اور روایت میں یہ واقعہ اس طرح آیا ہے کہ ابونعیم بیان کرتے ہیں کہ:
میں حسن بن صالح کے پاس ان کے بھائی کے مرنے کے بعد گیا وہ کچھ لے کر کھا رہے تھے اور ہنس رہے تھے میں نے ان سے کہا آج صبح تم نے اپنے بھائی علی کو دفن کیا ہے اور اب شام کو تم ہنس رہے ہو انہوں نے کہا میرے بھائی پر کوئی زحمت نہیں میں نے کہا یہ کس طرح انہوں نے کہا میں اپنے بھائی کے پاس گیا اور ان سے کہا تم کیسے ہو انہوں نے کہا:

اَنَا مِنَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَاءِ وَالصَّالِحِیْنَ○

میں ان افراد کے ساتھ ہوں جن پر اللہ کا انعام ہوا اور وہ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں۔

میں نے خیال کیا وہ آیت کریمہ پڑھ رہے ہیں میں نے ان سے کہا کیا تم تلاوت کر رہے ہو یا تم کچھ دیکھ رہے ہو۔ انہوں نے کہا کیا تم نہیں دیکھ رہے ان کو جن کو میں دیکھ رہا ہوں میں نے کہا میں نہیں دیکھ رہا پھر انہوں نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور کہا یہ اللہ کے رسول ہیں اور آپ ہنس رہے ہیں اور مجھ کو جنت کی مبارک باد دے رہے ہیں اور یہ فرشتے بھی آپ کے ساتھ ہیں ان کے ہاتھوں میں سندس اور استبرق کے جوڑے ہیں اور یہ حورعین ہیں جو بناؤ سنگھار کئے ہوئے ہیں اور میرا انتظار کر رہی ہیں کہ میں کب ان کے پاس جاؤں گا یہ کہہ کر وہ وفات پا گئے

اب جبکہ میرا بھائی نعمتوں میں ہے تو پھر میں غمگین کیوں ہوں۔

ابو نعیم نے کہا میں چند روز کے بعد حسن بن صالح کے پاس گیا انہوں نے مجھے دیکھ کر کہا میں نے کل اپنے بھائی کو خواب میں دیکھا وہ سبز کپڑے پہنے ہوئے تھے میں نے ان سے کہا تم مرے نہیں انہوں نے کہا میں مرا ہوا ہوں میں نے کہا یہ لباس کیسا؟ انہوں نے کہا یہ سندس اور استبرق ہے اور اسی طرح کا لباس میرے پاس تمہارے لئے بھی ہے میں نے ان سے کہا اللہ نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا اس نے کہا اللہ نے میری مغفرت فرمادی اور میرا اور ابو حنیفہ کا فرشتوں سے مقابلہ کیا میں نے پوچھا ابو حنیفہ کا مقام کیا ہے۔ انہوں نے کہا ہم اعلیٰ علیین کے جوار میں ہیں۔ (سوانح بے بہا، ص ۳۰۹)

نمبر 2۔ ھم المھاجرون:

صادقین سے مراد مہاجرین ہیں خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِيْنَ الَّذِيْنَ أُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ أُولٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُوْنَ ○

ان فقیر ہجرت کرنے والوں کے لئے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں وہی سچے ہیں۔

ان مہاجروں کی شان میں خدا فرماتا ہے:

اَلَّذِيْنَ آمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ أَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُوْنَ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنَّاتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ خَالِدِيْنَ فِيْهَا أَبَدًا إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ أَجْرٌ

عَظِیْمٌ ○

ترجمہ: وہ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مالوں سے جہاد کیا اللہ کے یہاں ان کا درجہ بڑا ہے اور وہی مراد کو پہنچے ان کا رب ان کو خوشی سناتا ہے اپنی رحمت اور اپنی رضا کی اور ان باغوں کی جن میں دائمی نعمت ہے ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے بے شک اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے۔

حدیث نمبر 1:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لِلْمُهَاجِرِیْنَ مَنَابِرَ مِنْ ذَهَبٍ یَجْلِسُوْنَ عَلَیْهَا یَوْمَ الْقِیَامَةِ قَدْ اٰمِنُوْا مِنَ الْفَزَعِ ○

قیامت کے دن مہاجرین کے سونے کے منبر ہوں گے جن پر وہ بیٹھیں گے اور قیامت کی گھبراہٹ سے امن میں ہوں گے۔

(المستدرک، ج ۴، ص ۷۷)

حدیث نمبر 2:

قیامت کے دن سب سے پہلے فقراء مہاجرین کا ایسا گروہ جنت میں داخل ہوگا جن کو جو حکم دیا جاتا تھا اس کی تعمیل کرتے تھے ان میں سے اگر کسی کو کوئی حاجت حاکم وقت سے ہوتی تو اس کی موت تک وہ حاجت پوری نہ ہوتی قیامت کے روز اللہ تعالیٰ جنت کو حکم دے گا خوب زیب و زینت کے ساتھ آ جا اور خدا تعالیٰ مہاجرین سے فرمائے گا میرے وہ بندے کہاں ہیں جو میرے راستے میں لڑتے تھے اور میرے راستے میں شہید ہوتے تھے اور میرے راستے میں ستائے گئے اور انہوں نے میرے راستے میں جہاد کیا جنت میں داخل ہو جاؤ وہ بغیر

حساب جنت میں داخل ہو جائیں گے فرشتے کہیں گے یا اللہ! ہم دن رات تیری تسبیح و تقدیس بیان کرتے ہیں یہ کون ہیں جن کو تو نے ہم پر ترجیح دی ہے خدا فرمائے گا یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے میرے راستے میں جہاد کیا میرے راستے میں ستائے گئے۔ فرشتے جنت کے دروازے پر ان کو سلام کریں گے۔

(مسند امام احمد، ج۲، ص ۱۶۸)

حدیث نمبر 3:

حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر تھے کہ سورج طلوع ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن کچھ لوگ آئیں گے ان کا نور آفتاب کی مانند ہوگا میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! وہ ہم ہوں گے فرمایا تمہارے لئے خیر کثیر ہے لیکن وہ فقیر مہاجرین ہوں گے جن کا زمین کے مختلف اطراف سے حشر ہوگا۔ (طبرانی اوسط، ج۹، ص۴۵۴)

ہجرت مدینہ تو عرصہ ہوا ختم ہوگئی اب اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک مہاجر وہ ہے جو خدا و رسول ﷺ کی حرام کردہ چیزوں سے باز رہے جن کاموں سے خدا اور اس کے رسول نے منع کیا ہے ان سے اجتناب کرے مثلاً قتل و غارت، چوری، شراب خوری، والدین کی نافرمانی، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا وغیرہ۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اَلْمُهَاجِرُ مِنْ هَجَرَ السُّوْءَ مہاجر وہ ہے جو برائی چھوڑ دے۔ (مسند امام احمد، ج۳، ص۱۵۴)

ایک اور حدیث میں فرمایا گیا:

اَلْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ○ (ابو داؤد، ج۱، ص۳۴۴)

مہاجر وہ ہے جو اس کام سے باز رہے جس سے خدا نے روکا ہے۔

ایک جگہ یوں فرمایا: اَلْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ الْخَطَايَا وَالذُّنُوبَ ○

(مسند امام احمد، ج٦، ص ٢١)

مہاجر وہ ہے جو برائی اور گناہ کو چھوڑ دے۔

اب آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ مہاجرین کے ساتھ ہو جاؤ یعنی تمام گناہ چھوڑ دو اور تمام حرام کردہ چیزوں سے بچو کیونکہ برے کاموں کا انجام برا ہوتا ہے مثلاً

قتل ناحق:

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاۤؤُهٗ جَهَنَّمُ ○

جس نے جان بوجھ کر کسی مومن کو قتل کیا اس کا بدلہ دوزخ ہے۔

والدین کی نافرمانی:

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا

والدین کو مت جھڑکو اور ان کے ساتھ نرمی سے کلام کرو۔

مال یتیم کھانا:

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِىْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ○

جو زیادتی سے یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ کھاتے ہیں۔

سود کھانا:

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِىْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ○

جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ قیامت کے دن اس طرح کھڑے ہوں گے
جیسے وہ کھڑا ہوتا ہے جس کو شیطان نے چھو کر مخبوط الحواس کر دیا ہو۔

بھلائے رکھے گا اپنے دل سے تو یاد موت و مزار کب تک
قریب تر ہے حساب کا دن کرے گا اس سے فرار کب تک
معاشرے میں شرات خوری و سود و رشوت کا زہر پھیلا
فواحش اور بے حیائیوں کا یہ زور پروردگار کب تک

نمبر 3۔اولیاء کرام:

صادقین سے مراد اولیاء کرام ہیں خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اُولٰئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ○

وہی لوگ سچے ہیں اور وہی لوگ متقی ہیں،

ایک اور جگہ ارشاد ہوا:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُوْنَ ○

جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر شک نہ کیا اور اپنی جانوں اور مالوں سے خدا کی راہ میں جہاد کیا وہ لوگ سچے ہیں۔

مقاماتِ اولیائے کرام

زندگی میں مقام:

حضرت ذوالنون مصری فرماتے ہیں ایک مرتبہ میں ایک جماعت کے ساتھ ایک کشتی میں سوار ہوا اور مصر سے جدہ روانہ ہوا ہمارے ساتھ ایک نوجوان

خرقہ پوش بھی سوار ہوا۔ میرے دل میں اس کے آس پاس بیٹھنے کی خواہش ہوئی مگر اس کی ہیبت سے ہمت نہ پڑتی تھی اس وجہ سے میں اس سے کلام نہ کر سکا اس لئے کہ وہ بڑا بزرگ تھا اس کی ایک ساعت بھی یاد الٰہی سے غفلت میں نہ تھی۔ ایک کشتی میں لوگوں میں سے کسی کی تھیلی میں سے ایک جوہر گم ہو گیا تھیلی والے نے اس کا الزام خرقہ پوش جوان کے سر لگایا اور اس کے ساتھ بدسلوکی کرنے پر آمادہ ہوا۔ میں نے لوگوں کو روکا اس بہانے میں اس کے قریب ہو گیا گفتگو شروع کی جب میں نے ان پر لوگوں کی بدگمانی ظاہر کی اور بتایا کہ ان کا گمان یہ ہے کہ وہ جوہر تھیلی سے آپ نے چرایا ہے اب آپ فرمائیں کیا کرنا چاہئے۔ یہ سن کر اس جوان نے آسمان کی طرف منہ کر کے کچھ فرمایا میں نے دیکھا کہ سمندر کی تمام مچھلیاں سطح سمندر پر آ گئیں اور ایک ایک جوہر منہ میں لئے ہوئے تھیں۔ آپ نے ایک جوہر لے کر اس کو دے دیا جس کی تھیلی کا جوہر گم ہوا تھا۔ اہل کشتی نے یہ دیکھ کر آپ کی طرف عقیدت مندی کا مظاہرہ شروع کر دیا اس جوان نے کشتی سے باہر قدم سطح آب پر رکھا اور چلنے لگا یہ جوہر چرانے والا ملاحوں میں سے ایک تھا اس نے گھبرا کر وہ جوہر مالک کے حوالے کر دیا اور اہل کشتی بہت شرمندہ ہوئے۔ (کشف المحجوب، ص ۴۲۰)

موت کے وقت مقام:

(۱) جب محمد بن اسماعیل خیر نساج کی موت کا وقت قریب ہوا تو نماز مغرب کا وقت تھا آپ کو غش کی کیفیت سے ذرا ہوش آیا آنکھیں کھولیں تو ملک الموت کھڑا ہے آپ نے اس سے فرمایا ٹھہر اللہ تجھے معاف فرمائے بیشک تو بھی مامور من اللہ ہے اور میں بھی مامور من اللہ ہوں جو تجھے حکم ملا ہے وہ ٹل نہیں سکتا یعنی

جان لینا لازمی ہے اور جو مجھے حکم ملا ہے وہ میری فروگزاشت کی وجہ سے ٹل رہا ہے یعنی میری نماز کا وقت جا رہا ہے مجھے نماز پڑھ لینے دو تا کہ میں اس حکم سے سبکدوش ہو جاؤں جو مجھے ملا ہے پھر میں اجازت دوں گا کہ تو اپنا کام کر لے پھر آپ نے پانی طلب کیا اور وضو فرمایا اور مغرب کی نماز ادا فرمائی اس کے بعد جان جان آفرین کے سپرد کی اسی شب لوگوں نے آپ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ فرمایا مجھ سے یہ نہ پوچھو مگر اتنا بتائے دیتا ہوں کہ تمہاری دنیا سے بہت راحت میں ہوں۔ (کشف المحجوب، ص ۲۹۳)

(ب) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا ملک الموت سے فرماتا ہے میرے ولی کے پاس جا اور اسے میرے پاس لے آ میں نے اسے تکالیف و آسائش میں ہر طرح آزمایا اس کا سینہ میری محبت کا گنجینہ ہے اسے میرے پاس لے آ میں اسے دنیاوی رنج و غم سے آزاد کرنا چاہتا ہوں عزرائیل پانچ صد فرشتوں کو لے کر جاتا ہے ان کے ساتھ جنتی خوشبو کفن سفید ریشم اور ایک جنتی شاخ ہوتی ہے جس میں بیس رنگ ہوتے ہیں ہر رنگ سے ایک جداگانہ خوشبو آتی ہے ملک الموت اس کے سرہانے بیٹھ جاتا ہے۔ پانچ سو فرشتوں میں سے ہر فرشتہ اپنا ہاتھ ولی کے ہر عضو پر رکھ دیتا ہے وہ سفید ریشم اور خوشبو اس کی ٹھوڑی کے نیچے رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے لئے جنت کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے وہ جنت میں اپنی ازواج اپنے لباس اور جنتی پھلوں کو دیکھتا ہے اسے ان چیزوں سے اس طرح بہلایا جاتا ہے جیسے بچے کو۔ ملک الموت روح کو کہتا ہے اے پاک روح جنتی نعمتوں کی طرف نکل روح ایسے نکلتی ہے جیسے آٹے سے بال۔ فرشتے اسے سلام کرتے ہیں جب ملک الموت روح قبض کرتا ہے تو روح جسم سے کہتی ہے تجھے خدا بہتر جزا دے مجھے تو خدا کی اطاعت کی طرف چلا لے جاتا مصیبت کی جگہ سے احتراز کرتا۔ یہ بات جسم روح

سے کہتا ہے پھر زمین جہاں وہ خدا کی اطاعت کرتا تھا روتی ہے آسمان کے دو دروازے ایک سے رزق اترتا دوسرے نیک اعمال چڑھتے روتے ہیں وہ پانچ سو فرشتے اس کے پاس کھڑے ہو جاتے ہیں لوگوں کے کفن پہنانے سے پہلے اسے جنتی کفن پہنا دیتے ہیں۔ خوشبو لگا دیتے ہیں اس کے گھر کے دروازے سے قبر تک فرشتے دو قطاروں میں کھڑے ہو کر استغفار سے اس کا استقبال کرتے ہیں۔

فَاِذَا صَعِدَ مَلَکُ الْمَوْتِ بِرُوْحِهٖ اِلَی السَّمَاءِ یَسْتَقْبِلُهٗ جِبْرِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ فِیْ سَبْعِیْنَ اَلْفًا مِّنَ الْمَلَائِکَةِ کُلُّهُمْ یَاْتِیْهِ بِبَشَارَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ○

عرش کے قریب جا کر روح خدا کی بارگاہ میں سجدہ کرتی ہے۔ خدا کے حکم کے مطابق روح کو جنت میں داخل کر دیا جاتا ہے پھر اسے قبر میں رکھ دیا جاتا ہے۔اس کے دائیں نماز بائیں روزہ سرہانے قرآن کریم پاؤں کی طرف مسجد کی طرف چلنا آ کر اسے ہر طرف سے عذاب سے بچاتے ہیں۔ عذاب دور ہونے پر صبر کہتا ہے اگر تم کامیاب نہ ہوتے تو میں آگے بڑھتا اب میں صراط اور میزان پر اس کے کام آؤں گا پھر دو خوفناک شکلوں والے لمبے لمبے دانتوں والے فرشتے منکر نکیر قبر میں آتے ہیں اس سے مشہور تین سوال کرتے ہیں وہ ان سوالات کے جواب درست دیتا ہے تو فرشتے اس کی قبر کو چاروں طرف سے فراخ کر دیتے ہیں۔ پھر فرشتے کہتے ہیں اوپر دیکھو اسے جنت نظر آتی ہے۔ فرشتے کہتے ہیں هٰذَا مُنْزِلُكَ یَا وَلِیَّ اللّٰهِ۔

پھر فرشتے کہتے ہیں نیچے دیکھو اسے دوزخ نظر آتی ہے فرشتے کہتے ہیں تو دوزخ سے نجات پا گیا پھر اس کی قبر کی طرف جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں ان دروازوں سے قیامت تک اس کے لئے جنتی خوشبوئیں اور سرد ہوائیں آتی رہیں گی۔ (شرح الصدور، ص ۲۴)

جو چمن سے گزرے تو اے صبا تو کہنا بلبل زار سے
کہ خزاں کے دن بھی قریب ہیں نہ لگانا دل کو بہار سے
چشم عبرت سے ذرا تو دیکھ ان ایوانوں کو
جن میں چشم فلک نے دیکھا عظیم انسانوں کو

قبر میں مقام:

قاضی حمید الدین نے اپنی کتاب ''وفات نامہ قطب الدین'' میں لکھا ہے کہ قطب الدین نے فرمایا کہ قبر میں منکر نکیر آئے اور ادب سے بیٹھ گئے اس دوران دو فرشتے اور آ گئے اور حق تعالیٰ کا سلام پہنچایا پھر ایک وثیقہ لکھا ہوا نکالا اور خواجہ کو دے دیا اس میں لکھا تھا اے قطب الدین ہم تم سے راضی ہیں اور تمہاری برکت سے تمام گناہگاران امت مصطفیٰ ﷺ کی قبروں سے عذاب اٹھا لیا اس لئے کہ زندوں نے تم سے بہت فیض اٹھایا۔ مردے بھی تم سے فائدہ اٹھائیں اور تمہاری قدر جانیں اس کے بعد دو فرشتے پہنچے اور خواجہ قطب الدین کو خدا تعالیٰ کا سلام مغفرت پہنچایا اور منکر نکیر کو کہا کہ فرمان الٰہی ہے کہ ہمارے قطب سے سوال مت کرو ہم نے خود ہی ان سے سوال کر لیا ہے اور انہوں نے جواب دے دیا ہے تم واپس چلے جاؤ۔ (سبع سنابل، ص ۴۴۸)

حضرت حوثرہ بن محمد بصری فرماتے ہیں کہ میں نے یزید بن ہارون کو ان کی وفات کے چار دن بعد خواب میں دیکھا اور پوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا انہوں نے جواب دیا خدا نے میری نیکیاں قبول کیں اور میرے گناہوں سے درگذر کیا میں نے پوچھا اس کے بعد کیا ہوا فرمایا کریم سے کرم کی توقع ہو سکتی ہے۔ خدا نے میرے گناہ معاف فرما دیئے اور مجھے داخل

جنت کر دیا۔ پوچھا گیا کہ آپ کو یہ مقام کیسے ملا فرمایا مجلس ذکر سے سچ بولنے سے نماز میں طول قیام سے اور فقر پر صبر سے اور پھر پوچھا گیا کہ منکر نکیر کے ساتھ کیا معاملہ ہوا فرمایا قسم ہے اس خدا کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں انہوں نے مجھے بٹھایا اور سوال کئے تیرا رب کون ہے، تیرا دین کیا ہے اور تیرا نبی کون ہے میں نے اپنی داڑھی سے مٹی جھاڑی اور میں نے کہا میں یزید بن ہارون ہوں میں نے ساٹھ سال تک لوگوں کو ان سوالوں کے جواب سکھائے ہیں اور تم مجھی سے پوچھنے آ گئے ہو ان میں سے ایک نے کہا اس نے سچ کہا یہ واقعی یزید بن ہارون ہے پھر کہا دلہن کی سی نیند سو جا آج کے بعد تجھ پر کوئی گھبراہٹ نہیں۔

(الحاوی للفتاویٰ، ج ۲، ص ۱۹۵)

قبر میں سرکار آئیں تو میں قدموں پر گروں
اور فرشتے مجھ سے پوچھیں تو میں ان سے یوں کہوں
کہ میں پائے ناز سے اے فرشتو کیوں اٹھوں
مر کے پہنچا ہوں یہاں اس دلربا کے واسطے

قیامت کے دن مقام:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جب قیامت کا دن ہوگا ایک منادی ندا کرے گا میرے وہ بندے کہاں ہیں جنہوں نے میری اطاعت کی اور غیب سے میرے عہد کی حفاظت کی۔ خدا کے وہ بندے اس حال میں کھڑے ہو جائیں گے ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند اور چمکتے ستاروں کی طرح ہوں گے اور نور کی اونٹنیوں پر سوار ہوں گے ان کی مہار یاقوت کی ہوگی اور وہ مخلوق کے سامنے اڑیں گی یہاں تک کہ عرش کے

سامنے کھڑی ہوں گی خدا تعالیٰ فرمائے گا میرے ان بندوں پر سلام ہو جنہوں نے میری اطاعت کی اور غیب سے میرے عہد کی حفاظت کی میں نے تمہیں برگزیدہ کیا چن لیا۔ جاؤ بغیر حساب کے جنت میں داخل ہو جاؤ تم پر کوئی خوف اور کوئی غم نہیں وہ پل صراط کو اس طرح پار کر لیں گے جس طرح بجلی گزر جاتی ہے ان کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے مخلوق اس وقت میدان محشر میں کھڑی ہو گی لوگ ایک دوسرے سے کہیں گے فلاں فلاں کہاں چلے گئے اس وقت ایک منادی ندا کرے گا۔

اِنَّ اَصۡحٰبَ الۡجَنَّةِ الۡيَوۡمَ فِىۡ شُغُلٍ فٰكِهُوۡنَ هُمۡ وَاَزۡوَاجُهُمۡ فِىۡ ظِلٰلٍ عَلَى الۡاَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوۡنَ ○

بے شک جنت والے آج دل کے بہلاووں میں چین کرتے ہیں وہ اور ان بیبیاں سایوں میں ہیں تختوں پر تکیہ لگائے۔ (تفسیر قرطبی، ج ۱۵، ص ۴۳)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ لِلّٰهِ عِبَادًا يَجۡلِسُهُمُ اللّٰهُ يَوۡمَ الۡقِيَامَةِ عَلٰى مَنَابِرَ وَ يَغۡشٰى وُجُوۡهَهُمُ النُّوۡرُ حَتّٰى يَفۡرُغَ مِنۡ حِسَابِ الۡخَلَائِقِ ○ (طبرانی کبیر، ج ۸، ص ۱۱۲)

بے شک خدا کے کچھ بندے ایسے ہوں گے کہ قیامت کے دن اللہ ان کو منبروں پر بٹھائے گا اور نور نے ان کے چہروں کو ڈھانپ رکھا ہو گا یہاں تک کہ لوگ حساب سے فارغ ہو جائیں گے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا تعالیٰ کی ایک سو رحمتیں ہیں ایک رحمت تمام اہل زمین کے لئے ہے اور باقی ننانوے رحمتیں قیامت کے دن اولیاء کرام کے لئے ہوں گی۔ (مسند امام احمد، ج ۲، ص ۵۱۴)

سرکار دو عالم کا ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَقُوْلُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اَیْنَ الْمُتَحَابُّوْنَ بِجَلَالِیِ الْیَوْمَ اَظَلُّھُمْ فِیْ ظِلِّیْ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّاظِلِّیْ ○ (مشکوٰۃ، ج ۲، ص ۵۱۵)

خدا تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا وہ لوگ کہاں ہیں جو میری بزرگی کی وجہ سے ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے آج میں ان کو سایہ سے سرفراز کروں گا اور آج کے دن میرے سایہ کے علاوہ کوئی اور سایہ نہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں کہ ان پر قیامت کے دن نبی اور شہید رشک کریں گے کہا وہ کون ہیں شاید ہم ان سے محبت کرسکیں۔ فرمایا یہ وہ لوگ ہوں گے جو اللہ کے نور سے ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے حالانکہ ان میں آپس میں کوئی رشتہ داری نہ ہوگی ان کے چہروں پر نور ہوگا وہ نور کے منبروں پر جلوہ گر ہوں گے جب لوگ خوفزدہ ہوں گے تو ان پر کوئی خوف نہ ہوگا جب لوگ حزن و ملال میں مبتلا ہوں گے تو ان کو کوئی غم نہ ہوگا پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی:

اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْنَ ○

(مسند ابی یعلیٰ، ج ۱۰، ص ۴۹۵)

قیامت کے دن ایک ایسا آدمی اٹھایا جائے گا جس نے کوئی گناہ نہ کیا ہو گا۔ خدا تعالیٰ فرمائے گا اے بندے! تجھے کونسی بات پسند ہے کہ تجھے تیرے عمل کی جزا دوں یا اپنی نعمت کا حساب لوں وہ عرض گا یا اللہ! میں نے تو تیری نافرمانی نہیں کی اللہ اپنی ایک نعمت کا حساب لے گا اس کی تمام نیکیاں ایک نعمت کے بدلے ختم ہو جائیں گی۔ بندہ عرض کرے گا یا اللہ! تیری نعمت اور رحمت درکار ہے اللہ فرمائے گا میری رحمت اور نعمت میں داخل ہو جاؤ۔

پھر ایک اور بندہ لایا جائے گا اللہ اس سے فرمائے گا کیا تو میرے ولیوں سے محبت کرتا تھا وہ کہے گا میرا کسی سے کوئی معاملہ نہ تھا پھر اللہ فرمائے گا کیا تو میرے ولیوں سے عداوت رکھتا تھا یہ عرض کرے گا یا اللہ! میرے اور کسی کے درمیان کوئی معاملہ نہ تھا خدا فرمائے گا میری رحمت صرف اس کے لئے ہے جو میرے ولیوں سے محبت کرتا ہے ان سے عداوت نہیں رکھتا۔

(طبرانی کبیر، ج ۲۲، ص ۵۹)

جنت میں مقام اولیاء

نمبر 1:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے:

أُعِدْدَتْ لِعِبَادِي الصَّالِحِينَ مَالَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ ○

میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ چیزیں تیار کی ہیں جو نہ کسی کان نے سنی نہ کسی آنکھ نے دیکھیں اور نہ کسی بشر کے دل میں ان کا خیال پیدا ہوا۔

(طبرانی صغیر، ج ۱، ص ۲۶)

نمبر 2:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بیان کیا جب خدا کا ولی جنت میں داخل ہوگا تو ایک حور مصافحہ اور معانقہ سے استقبال کرے گی اگر حور کی ایک انگلی ظاہر ہو جائے تو اس کی روشنی شمس وقمر پر غالب آ جائے اور اگر اس کے بالوں کا کچھ حصہ ظاہر ہو جائے تو مشرق سے مغرب تک ساری دنیا خوشبو

سے لبریز ہو جائے وہ ولی اپنی زوجہ حور کے ساتھ تکیہ پر سہارا لئے بیٹھا ہو گا کہ اس کے اوپر سے ایک نور کی جھلک ظاہر ہو گی وہ سمجھے گا شاید اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر تجلی فرما رہا ہے اچانک ایک حور کی آواز آئے گی یا ولی اللہ! کیا تجھ میں ہمارا حصہ نہیں وہ کہے گا تو کون ہے؟ وہ حور کہے گی میں ان میں سے ہوں جن کے بارے میں خدا نے فرمایا ہے وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ ہمارے پاس مزید ہے وہ ولی اس کی طرف راغب ہو گا یہ حور پہلی حور سے زیادہ حسین و جمیل ہو گی یہ اس حور کے ساتھ تکیہ پر سہارا لگائے بیٹھا ہو گا کہ اوپر سے پھر ایک نور کی جھلک ظاہر ہو گی پھر ایک اور حور آواز دے گی کیا تجھ میں ہمارا حصہ نہیں وہ ولی کہے گا تو کون ہے وہ کہے گی میں ان میں سے ہوں جن کے بارے میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ○

کوئی آدمی نہیں جانتا جو ہم نے ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا رکھی ہے بدلہ ان کے اعمال کا۔ (طبرانی اوسط، ج۹، ص ۴۰۵)

نمبر 3:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں ایک درخت ہے جس کے بالائی حصے سے حلے نکلیں گے اور نیچے والا حصہ سونے کا ایک گھوڑا ہو گا جس پر زین اور لگام ہو گی جو موتی اور یاقوت سے بنی ہو گی وہ گھوڑا نہ لید کرے گا نہ پیشاب۔ اس کے پر ہوں گے اس کا قدم حد نگاہ تک جائے گا اس پر اہل جنت سوار ہوں گے وہ گھوڑا وہاں تک اڑ کر جائے گا جہاں جنتی چاہے گا نیچے والے لوگ کہیں گے یا اللہ! تیرا یہ بندہ اس مقام تک کیسے پہنچا ہے ان سے کہا جائے گا۔

كَانُوا يُصَلُّونَ بِاللَّيْلِ وَكُنْتُمْ تَنَامُوْنَ وَكَانُوا يَصُوْمُوْنَ وَكُنْتُمْ

تاکلون و کانوا یتفقون و کنتم تبخلون و کانوا یقاتلون و کنتم تجبنون۔

وہ نماز پڑھتے تھے اور تم سویا کرتے تھے وہ روزے رکھتے تھے اور تم کھایا کرتے تھے وہ مال خرچ کرتے تھے اور تم بخل سے کام لیتے تھے وہ خدا کی راہ میں لڑتے تھے اور تم بزدلی کا مظاہرہ کرتے تھے۔

نمبر 4:

حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان اللہ عبادا یسوا بانبیاء ولاشھداء یغبطھم النبیون والشھداء بقربھم ومقعدھم من اللہ عزوجل یوم القیامۃ

اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں جو نہ نبی ہوں گے اور نہ شہید بلکہ نبی اور شہید ان کے قرب خداوندی کو دیکھ کر ان پر رشک کر رہے ہوں گے قیامت کے دن۔

ایک اعرابی نے گھٹنوں کے بل ہو کر عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کون ہوں گے فرمایا وہ اللہ کے وہ بندے ہوں گے جو مختلف شہروں سے تعلق رکھتے ہوں گے وہ مختلف قبیلوں اور خاندانوں سے ہوں گے ان میں آپس میں کوئی رشتہ داری نہ ہو گی صرف ایک دوسرے سے خدا کے لئے محبت کرتے ہوں گے ان کے چہرے نورانی ہوں گے موتی کے منبروں پر جلوہ گر ہوں گے۔لوگ گھبراہٹ میں ہوں گے۔ ان پر کوئی گھبراہٹ نہ ہو گی لوگ خوفزدہ ہوں گے ان کو کوئی خوف نہ ہوگا خدا فرماتا ہے:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ○

(مسند امام احمد، ج ۵، ص ۳۴۳، طبرانی کبیر، ج ۳، ص ۲۹۰، مسند ابی یعلیٰ، ج ۱۰، ص ۴۹۵)

❀❀❀

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عالم انوار میں عظمتِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم

وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمْ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا○

ترجمہ: اور آپ جو کچھ نہ جانتے تھے وہ اللہ نے آپ کو بتا دیا اور یہ اللہ کا آپ پر فضل عظیم ہے۔

امام غزالی نے دقائق الاخبار اور امام عبدالرزاق نے مصنف کی پہلی جلد میں لکھا ہے۔ خدا تعالیٰ نے ایک درخت پیدا کیا جس کا نام شجرۃ الیقین رکھا اس پر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو رکھا حور کی شکل میں اس نور نے ستر ہزار سال تک خدا تعالیٰ کی تسبیح کہی بعد ازاں حیا کا آئینہ بنا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نوری وجود کے سامنے رکھا تو آپ کے نوری وجود کو حیاء آ گئی اور آپ کے نور نے عالم انوار میں پانچ سجدے کئے جو بعد میں پانچ نمازوں کی صورت میں فرض ہوئے پھر خدا نے اس نور کی طرف دیکھا تو وہ پسینہ پسینہ ہو گیا۔

وَمِنْ عَرَقِ رَأْسِهٖ خَلَقَ الْمَلَائِكَةِ وَمِنْ عَرَقِ وَجْهِهٖ خَلَقَ الْعَرْشَ وَالْكُرْسِيَّ وَاللَّوْحَ وَالْقَلَمَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ وَمَا فِي السَّمَاءِ○

اور سر کے پسینے سے فرشتے پیدا کئے گئے اور چہرے کے پسینے سے عرش و کرسی لوح و قلم سورج چاند ستارے اور آسمان کی چیزیں پیدا کی گئیں۔

یہ جو مہر و ماہ پہ ہے اطلاق آتا نور کا
بھیک تیرے نام کی ہے استعارہ نور کا

وَمِنْ عَرَقِ صَدْرِهٖ خَلَقَ الْاَنْبِيَاءِ وَالرُّسُلِ وَالْعُلَمَاءِ وَالشُّهَدَاءِ والصلحاء○

اور سینے کے پسینے سے انبیاء و رسل علماء شہداء اور نیک لوگ پیدا کئے گئے۔

انبیاء اجزا ہیں تو بالکل ہے جملہ نور کا
اس علاقے سے ان پر نام سچا نور کا

پھر اس نور کو شکل مصطفےٰ میں ایک نورانی قندیل میں رکھا تمام انسانی ...روحوں نے اس کے گرد طواف کیا اور ستر ہزار سال تک تسبیح کہی پھر خدا نے تمام ...روحوں کو حکم دیا کہ اس نور کو دیکھو۔

جس نے سر کو دیکھا وہ خلیفہ اور سلطان ہوا
جس نے پیشانی کو دیکھا وہ امیر عادل ہو گیا
جس نے کانوں کو دیکھا وہ صاحب اقبال ہوا
جس نے آنکھوں کو دیکھا وہ حافظ قرآن ہوا
جس نے رخساروں کو دیکھا وہ سخی اور عاقل ہوا
جس نے ناک کو دیکھا وہ طبیب و عطار ہوا
جس نے ہونٹوں کو دیکھا وہ خوبصورت ہوا
جس نے منہ کو دیکھا وہ روزہ دار ہوا
جس نے زبان کو دیکھا وہ بادشاہ کا قاصد ہوا
جس نے خلق کو دیکھا وہ واعظ ہوا
جس نے داڑھی کو دیکھا وہ مجاہد ہوا
جس نے گردن کو دیکھا وہ تاجر ہوا
جس نے بازو کو دیکھا کہ وہ تیغ زن اور نیز باز ہو گیا
جس نے سینہ کو دیکھا وہ عالم مجتہد ہوا
جس نے شکم کو دیکھا وہ قانع و زاہد ہوا

جس نے زانوں کو دیکھا وہ راکع و ساجد ہوا
اور جس نے پاؤں کو دیکھا وہ شکاری ہو گیا

معلوم ہوا جو بھی کسی صاحب کمال کو وصف اور فن ملا ہے یہ برکت ہے رسول اکرم ﷺ کی۔

جو گدا دیکھو لئے جاتا ہے توڑا نور کا
نور کی سرکار ہے کیا اس میں توڑا نور کا
میں گدا تو بادشاہ بھر دے پیالہ نور کا
نور دن دوناں تیرا دے ڈال صدقہ نور کا

قبل از ولادت عظمت مصطفےٰ ﷺ:

(ا) جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمانا چاہا تو فرشتوں کو حکم دیا کہ زمین سے ہر قسم کی مٹی لاؤ انہوں نے ارشاد خداوندی کی تعمیل کی خدا تعالیٰ نے اس مٹی سے حضرت آدم علیہ السلام کا وجود تیار کیا پھر اس میں روح پھونکی اور اپنے حبیب کا نور ان کی پشت میں رکھا جس کی وجہ سے ان کی پیشانی آفتاب و مہتاب کی طرح چمکتی تھی پھر خدا نے حکم دیا کہ اے فرشتو آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو۔ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اِنَّ الْمَلَائِکَۃَ اُمِرُوْا بِالسُّجُوْدِ لِآدَمَ لِاَجْلِ اَنَّ نُوْرَ مُحَمَّدٍ ﷺ کَانَ فِیْ جَبْهَةِ آدَمَ ○ (تفسیر کبیر، ج ۲، ص ۳۱۸)

آدم کو سجدہ کرنے کا جو حکم فرشتوں کو ہوا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کی پیشانی میں حضرت محمد ﷺ کا نور تھا۔

یہ سجدہ درحقیقت تعظیم تھی نور مصطفےٰ ﷺ کی فرشتوں نے تعظیم کی لیکن شیطان نے انکار کیا شیطان تھا ناری رہتا تھا نوریوں میں تھا مردود رہتا تھا مقبولوں

میں تھا دوزخی رہتا تھا جنتیوں میں اس کا ناری مردود اور دوزخی ہونا اس وقت ظاہر ہوا جب کہ تعظیم مصطفیٰ کا وقت آیا معلوم ہوا کہ کسی کے مردوذ اور دوزخی ہونے کا پتہ اس وقت چلتا ہے جب تعظیم مصطفیٰ ﷺ کا وقت آتا ہے اگر وہ تعظیم مصطفیٰ نہ کرے تو سمجھ لو کہ وہ مردود ناری اور دوزخی ہے اور اگر وہ تعظیم کرے تو جان لو کہ وہ مقبول اور جنتی ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ابتداء ہی سے دو گروہ معرض وجود میں آ گئے۔ ایک جماعت مصطفیٰ ﷺ کی تعظیم کرنے والوں کی اور دوسرا گروہ نبی کی تعظیم کے منکروں کا اب جس کا دل چاہے تعظیم مصطفیٰ کر کے جنتی جماعت میں شامل ہو جائے اور جس کا دل چاہے تعظیم مصطفیٰ سے روگردانی کر کے دوزخی فرقہ میں ہو جائے۔

(۲) جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا وہ ان کو الہام فرمایا تو انہوں نے عرض کی اے پروردگار تو نے میری کنیت ابو محمد (ﷺ) کس لئے رکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم ﷺ اپنا سر اٹھاؤ تو انہوں نے اپنا سر اٹھانا تو ان کو عرش کے پاؤں پر نور محمد نظر آیا عرض کی۔

مَاھٰذَا النُّوْرُ قَالَ ھٰذَا نُوْرُ نَبِیٍّ مِنْ ذُرِّیَّتِكَ اِسْمُهٗ فِی السَّمَاءِ اَحْمَدُ وَفِی الْاَرْضِ مُحَمَّدٌ لَوْلَاهُ مَاخَلَقْتُكَ وَلَا خَلَقْتُ سَمَاءً وَّلَا اَرْضًا ○

(زرقانی، ج ۱، ص ۴۴)

یہ نور کیسا ہے فرمایا یہ تیری اولاد میں سے ایک نبی کا نور ہے۔ آسمان میں اس کا نام احمد ہے اور زمین میں محمد ﷺ ہے اگر وہ نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا نہ کرتا اور نہ آسمان کو پیدا کرتا اور نہ زمین کو پیدا کرتا۔

تو نہ ہوتا تو نہ ہوتا دو جہاں کا انتظام
تو زمین کا نور ہے تو آسمان کا نور ہے

(۳) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت

عیسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ محمد ﷺ پر ایمان لاؤ اور اپنی امت کو بھی حکم دو کہ وہ آپ پر ایمان لائیں اس لئے کہ اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں آدم اور جنت و دوزخ کو پیدا نہ کرتا۔

وَلَقَدْ خَلَقْتُ الْعَرْشَ عَلَى الْمَاءِ فَاضْطَرَبَ فَكَتَبْتُ عَلَيْهِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَسَكَنَ ○ (سیرت نبویہ، ج۱، ص۶)

میں نے عرش کو پانی پر پیدا کیا وہ ہلنے لگا میں نے اس پر لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ لکھا تو عرش کو سکون آ گیا۔

تمام انسانات اور جنات عرش کے سائے میں رہتے ہیں جب عرش کو سکون نبی کریم ﷺ کے ذکر سے آتا ہے تو سب انسانوں اور جنوں کے سکون قلب کا ذریعہ بھی امام الانبیاء کا ذکر خیر ہے۔

سلام اس پر کہ جس کے ذکر سے دل چین پاتے ہیں
سلام اس پر فرشتے ذکر جس کا سننے آتے ہیں
سلام اس پر کہ جس کا تذکرہ قرآن کرتا ہے
سلام اس پر کہ جس کا ذکر خود رحمٰن کرتا ہے

(۴) جب یہود کفار سے برسرپیکار ہوتے تو حضور سرور کائنات ﷺ کے توسل سے فتح و نصرت کی دعا مانگتے تھے چنانچہ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَافِرِيْنَ ○

کہ وہ یہودی اس نبی کے آنے سے پہلے اس نبی کے وسیلے سے فتح طلب کرتے تھے جب وہ آ گیا جس کو وہ پہچانتے تھے تو اس کا انکار کر بیٹھے کافروں پر خدا کی لعنت ہے۔

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ جب یہود عرب کے بت پرستوں سے جنگ کرتے تو ہمیشہ مغلوب اور شکست خوردہ ہوتے تھے۔ انہوں نے اپنے علماء کی طرف رجوع کیا اور فتح کی تدبیر پوچھی علماء نے بہت غور و فکر کر کے ان کو یہ دعا تعلیم کی۔

اَللّٰھُمَّ انْصُرْنَا عَلَیْھِمْ بِالنَّبِیِّ الْمَبْعُوْثِ فِیْ آخِرِ الزَّمَانِ الَّذِیْ نَجِدُ صِفَتَہٗ فِی التَّوْرَاتِ○

ترجمہ: اے اللہ ہمیں اس نبی آخر الزمان کے وسیلے سے فتح دے جس کی صفت ہم تورات میں پاتے ہیں۔

اس دعا کے نتیجے میں خدا تعالیٰ ان کو فتح سے ہمکنار فرما دیتا۔

کتنے احسان فراموش ہیں یہودی کہ جس نبی کی یمن و برکت سے ان کو مشرکوں کے مقابلے میں فتح و نصرت ہوتی تھی اسی نبی مکرم کی مخالفت کرتے ہیں اور اس کی امت کے خلاف آئے دن زہر اگلتے رہتے ہیں۔

قبل از دعوائے نبوت عظمت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم:

(۱) جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف بارہ سال کی ہوئی تو آپ اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ ایک تجارتی قافلے کے ساتھ ملک شام کی طرف تشریف لے گئے جب یہ قافلہ سرزمین شام کے مقام بصریٰ میں پہنچا تو وہاں بحیرہ نامی ایک راہب ایک کنیسہ میں رہتا تھا جو کتب سماویہ تورات اور انجیل کا عالم تھا اس نے جب اس قافلے کو آتے دیکھا تو حیران رہ گیا کہ ایک بادل کے ٹکڑے نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کیا ہوا ہے وہ آیا اور آپ کا ہاتھ مبارک پکڑ کر بولا۔

ھٰذَا سَیِّدُ الْعَالَمِیْنَ ھٰذَا رَسُوْلُ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ھٰذَا یَبْعَثُہُ اللّٰہُ رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ○

ترجمہ: یہ سارے جہانوں کے سردار ہیں یہ رب العالمین کے رسول ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے رحمۃ اللعالمین بنا کر بھیجا ہے۔

تاجروں نے بحیرہ سے پوچھا تجھے کیسے پتہ چلا کہنے لگا جب تم لوگ اس گھاٹی کے پیچھے سے نکلے۔

لَمْ يَبْقَ شَجَرٌ وَلَا حَجَرٌ اِلَّا خَرَّسَا جِدًا وَلَا يَسْجُدُ اِلَّا لِنَبِيٍّ ○

ترجمہ: کوئی درخت اور پتھر نہ رہا جس نے سجدہ نہ کیا ہوا اور یہ صرف نبی کے لئے سجدہ کرتے ہیں۔ (زرقانی، ج ۱، ص ۱۹۴)

پڑھا بے زبانوں نے کلمہ تمہارا
ہے سنگ و شجر میں بھی چرچا تمہارا

(۲) جب نبی کریم ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مال تجارت لے کر ملک شام کی طرف جانے لگے تو انہوں نے اپنے غلام میسرہ کو بھی آپ کے ہمراہ کر دیا جب یہ تجارتی قافلہ بصریٰ پہنچا تو نبی کریم ﷺ وہاں ایک درخت کے نیچے اترے اور یہ درخت کلیسا کے قریب تھا اس کنیسہ میں ایک راہب رہتا تھا جس کا نام نسطورا تھا اس نے آ کر میسرہ سے پوچھا یہ درخت کے نیچے کون شخص ہے میسرہ نے کہا یہ قریش حرم میں سے ہے اس راہب نے کہا:

مَانَزَلَ تَحْتَ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّا نَبِيٌّ ○

اس درخت کے نیچے سوائے نبی کے کوئی نہیں اترتا۔

پھر اس نے میسرہ سے آپ کی آنکھوں کی سرخی کے بارے میں پوچھا میسرہ نے کہا یہ سرخی ہمیشہ ایسی رہتی ہے اس نے کہا کہ پھر تو یہ خاتم الانبیاء ہے۔
(زرقانی، ج ۱، ص ۱۹۸)

جب آپ مکہ واپس ہوئے تو دوپہر کا وقت تھا حسن اتفاق سے حضرت

خدیجہ رضی اللہ عنہا قریشی عورتوں کے ساتھ اپنے بالا خانے پر تشریف فرما تھیں۔ انہوں نے آپ کو اس شان سے آتے دیکھا کہ آپ اونٹ پر سوار ہیں اور دو فرشتوں نے آپ پر سایہ کیا ہوا ہے۔ (طبقات ابن سعد، ج ا،ص ۸۴)

مکان عرش ان کا فلک فرش ان کا

ملک خادمانِ سرائے محمد

بعثت کے بعد عظمت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم:

(۱) علامہ حافظ ابو نعیم نے لکھا ہے کہ جب آپ کا کوئی دشمن آپ کو کوئی ضرر پہنچانے کی کوشش کرتا تو اللہ تعالیٰ آپ کے اور آپ کے دشمن اور مخالف کے درمیان پانچ حجابات پیدا فرما دیتا تھا۔ ایک حجاب یہ تھا خدا فرماتا ہے۔

وَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْآخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا○

ترجمہ: اے محبوب جب تم نے قرآن پڑھا ہم نے تم میں اور ان میں جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ایک پوشیدہ پردہ کر دیا۔

اس کا شان نزول یہ ہے کہ جب سورہ تبت یدا نازل ہوئی تو ابولہب کی بیوی ام جمیل ایک پتھر لے کر حرم کعبہ میں داخل ہوئی جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ آپ سے بولی کہ تمہارا نبی کہاں ہے وہ میری ہجو کرتے ہیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا وہ شعر گوئی نہیں کرتے وہ یہ کہتی ہوئی واپس ہوئی کہ میں ان کا سر کچلنے کے لئے یہ پتھر لائی تھی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اس نے آپ کو کیوں نہ دیکھا۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رب تعالیٰ نے میرے اور اس کے درمیان ایک فرشتہ حائل کر دیا اس فرشتے نے مجھے

اپنے پروں کے اندر چھپا لیا تھا۔

اور چار حجابات کا ذکر ان دو آیات میں ہے۔ خدا فرماتا ہے۔

اِنَّا جَعَلْنَا فِیْ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِیَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ○ وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ سَدًّا وَّ مِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَیْنٰهُمْ فَهُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ○

ترجمہ: ہم نے ان کی گردنوں میں طوق کر دیئے ہیں کہ وہ ٹھوڑیوں تک ہیں تو یہ اوپر کو منہ اٹھائے ہوئے ہیں اور ہم نے ان کے آگے دیوار بنا دی اور ان کے پیچھے ایک دیوار اور انہیں اوپر سے ڈھانک دیا تو انہیں کچھ سجھائی نہیں دیتا۔

ان آیات کا شان نزول یہ ہے کہ ابوجہل اور اس کے دو مخزومی دوست حرم کعبہ میں بیٹھے تھے۔ ابوجہل نے قسم کھائی اگر میں محمد (ﷺ) کو نماز پڑھتے دیکھ لوں گا تو اس کا سر کچل دوں گا۔ اس نے آپ کو حرم کعبہ میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لیا ایک بڑا پتھر لے کر حضور ﷺ کی طرف چلا جب آپ کے قریب پہنچا تو اس کے ہاتھ گردن سے چپک گئے اور پتھر ہاتھ میں لپٹ گیا۔ اس کا یہ حال دیکھ کر ولید بن مغیرہ بولا یہ کام میں کروں گا جب وہ پتھر لے کر چلا تو اندھا ہو گیا۔ حضور ﷺ کو نہ دیکھ سکا تیسرا بولا پتھر مجھے دو وہ لے کر چلا تو اچانک بدحواس ہو کر الٹا بھاگا اور کہنے لگا ایک بڑا سانڈ بیل میرے سامنے تھا اگر میں آگے بڑھتا تو مجھے مار ڈالتا۔

خدا فرماتا ہے۔

وَاللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ○

ترجمہ: تیرا اللہ تجھے لوگوں سے بچائے گا۔

ایک اور مقام پر ارشاد خداوندی ہے۔

یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ○

ترجمہ: وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے مونہوں سے بجھا دیں اور اللہ کو اپنا نور پورا کرنا ہے اگرچہ کافر برا منائیں۔

دشمن نے تیرے جو کچھ بھی کہا اللہ نے اس کا جواب دیا

پر تو نے پلٹ کر کچھ نہ کہا تیری شرم و حیا کا کیا کہنا

(۲) امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ کمال انسانی علم اور عمل کے اعتبار سے ظاہر ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے حضور ﷺ کے علمی کمال کو یوں ظاہر فرمایا:

وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا○

ترجمہ: اور آپ جو کچھ نہ جانتے تھے وہ اللہ نے آپ کو بتا دیا اور یہ اللہ کا آپ پر فضل عظیم ہے اور کمال عملی کو اس آیت سے ظاہر فرما دیا۔

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ○ (تفسیر کبیر، ج ۸، ص ۱۸۶)

ترجمہ: اور بے شک آپ خلق عظیم کے مرتبے پر فائز ہیں۔

آپ کے علم اور عمل دونوں کو عظیم کہا گیا ہے اور جس چیز کو اللہ عظیم کہہ دے اس کی عظمتوں کا اندازہ کون کرسکتا ہے۔ اسی لئے کسی عاشق مصطفےٰ ﷺ نے کہا ہے۔

تری عظمتوں کی ہو تعریف مجھ سے

میں لاؤں کہاں سے زبان اللہ اللہ

(۳) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہی کہ رسول اللہ ﷺ نے قرآن میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس قول کی تلاوت کی۔

فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ○

ترجمہ: اگر تو ان کو عذاب دے تو تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو

تو غالب حکمت والا ہے۔

پھر رسول اللہ ﷺ پر گریہ طاری ہو گیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے جبرئیل محمد علیہ السلام کے پاس جاؤ اور ان سے معلوم کرو کہ ان پر گریہ کیوں طاری ہوا ہے۔ (حالانکہ وہ جانتا ہے) رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور حضور ﷺ سے معلوم کر کے اللہ تعالیٰ کو خبر دی اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا اے جبرئیل محمد ﷺ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو۔

اِنَّا سَنُرْضِيْكَ فِيْ اُمَّتِكَ وَلَا نَسُوْكَ ۝

ہم تمہیں راضی کریں گے اور تمہیں رنجیدہ نہ کریں گے۔

تیری مرضی سے تیرے خدا کی رضا تو نے جو کچھ کہا بس وہی ہو گیا
منتظر رہتی ہے رحمت حق شدا کب اسے آقا تیرا اشارہ ملے

اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کے ذریعے اپنے حبیب پاک صاحب لولاک کو صرف یہ پیغام نہیں بھیجا کہ امت کے بارے میں ہم آپ کو راضی کر لیں گے بلکہ یہ پیغام بھی بھیجا کہ ہم آپ کو رنجیدہ نہ ہونے دیں گے۔ اس میں یہ تسلی دینا مطلوب ہے کہ راضی کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ بعض امتیوں کو ہم معاف کر دیں گے اور باقی گنہگاروں کو دوزخ میں ڈالدیں گے کیونکہ بعض کے عذاب سے بھی آپ رنجیدہ ہوں گے بلکہ ہم آپ کی تمام امت کو معاف کر دیں گے اور امت کے کسی فرد کو جہنم نہ رہنے دیں گے تا کہ آپ رنجیدہ نہ ہوں۔

خدا کی بارگاہ میں رسول پاک ﷺ کی کتنی بڑی وجاہت ہے کہ جب محبوب امت کے گناہ کے تصور سے غمگین ہوتے ہیں تو جبرئیل امین علیہ السلام کو فوراً بھیج کر تسلی دیتا ہے اور آپ کا غم دور کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خدا نے آپ سے وعدہ فرمایا ہے۔ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۝

فترضی نے ڈالی ہیں باہیں گلے میں
کہ ہو جائے راضی طبیعت کسی کی

(۴) امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند کے اندر ایک حدیث نقل کی ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِنَّ رَبِّیْ اِسْتَشَارَنِیْ فِیْ اُمَّتِیْ مَاذَا اَفْعَلُ بِهِمْ○ بے شک میرے رب کریم نے میری امت کے بارے میں مجھ سے مشورہ طلب فرمایا کہ میں ان کے ساتھ کیا کروں میں نے عرض کی اے میرے رب جو کچھ تو چاہے وہی کر وہ تیری مخلوق اور تیرے بندے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دوبارہ مجھ سے مشورہ کیا میں نے وہی جواب دیا اس نے تیسری مرتبہ مجھ سے مشورہ طلب فرمایا میں نے وہی جواب دیا پھر میرے رب کریم نے مجھ سے فرمایا اے احمد میں تیری امت کے بارے میں تجھے ہرگز رسوا نہ کروں گا اور مجھے بشارت دی کہ میرے ستر ہزار امتی سب جنتیوں سے پہلے میری ہمراہی میں داخل جنت ہوں گے ان میں سے ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار اور ہوں گے جن سے حساب تک نہ لیا جائے گا۔

(مسند احمد بن حنبل، ج ۵، ص ۳۹۳۔ کنز العمال، ج ٦، ص ۱۱۲)

اس حدیث سے معلوم ہوا ہے کہ:

(۱) خدا تعالیٰ نے اپنے حبیب سے امت کے بارے میں مشورہ طلب فرمایا تا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی علوشان اور رفعت قدر ومنزلت کا پتہ چل جائے کہ وہ رسول کس قدر ومنزلت کا مالک ہے جس سے خدا تعالیٰ مشورہ طلب فرما رہا ہے۔

(۲) خدا تعالیٰ نے مشورہ طلب فرمانے کے بعد فرمایا اِنِّیْ لَنْ اُخْزِیْكَ فِیْ اُمَّتِكَ یَا اَحْمَدُ○ اے احمد میں تجھے تیری امت کے بارے میں ذلیل نہ کروں گا بلکہ تیری امت کے بارے میں وہی سلوک کروں گا جس سے تو راضی ہو جائے گا

جیسا کہ خدا نے فرمایا۔ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى اور عنقریب تیرا رب اتنا دے گا کہ تو راضی ہو جائے گا اس پر آپ نے فرمایا اِذًا لَا اَرْضٰى اَحَدٌ مِنْ اُمَّتِىْ فِى النَّارِ○ میں راضی نہ ہوں گا جب کہ میرا ایک امتی بھی دوزخ میں رہے گا۔

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد

(۳) اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کرنے کے لئے ایک اور بشارت دی گئی کہ آپ کے ستر ہزار امتی آپ کی معیت میں آپ کے ساتھ داخل جنت ہوں گے اور ان میں سے ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار امتی بغیر حساب و کتاب داخل جنت ہوں گے غرض وغایت صرف یہ ہے کہ:

فترضٰی کی یہ پیاری پیاری صدا ہے
کہ ہو گا قیامت میں چاہا تمہارا

(۴) حضرت معاذ بن جبل رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے آئے آپ کو مساجد مدینہ اور حجرات امہات المومنین میں تلاش کیا لیکن نہ پایا لوگوں سے دریافت کیا انہوں نے کہا کبھی کبھی سلع پہاڑ کی جانب تشریف لے جایا کرتے تھے۔ حضرت معاذ فرماتے ہیں میں آپ کی تلاش میں چل نکلا جب پہاڑ کے اوپر چڑھ کر ادھر اُدھر نظر کی تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ ایک غار میں سربسجود ہیں۔ ہیبت کی وجہ سے غار کے اندر نہ گیا اور نیچے اتر آیا کافی دیر کے بعد پھر چڑھ کر دیکھا تو آپ بدستور سجدے میں تھے۔ مجھے گمان ہوا کہ کہیں آپ کی وفات نہ ہوگئی ہو۔ جب قریب گیا تو آپ نے سجدے سے سر اٹھایا اور فرمایا میرے پاس جبرئیل امین علیہ السلام آئے تھے اور خدا کا سلام پہنچایا اور کہا کہ آپ کا رب فرماتا ہے۔ اے حبیب امت کے بارے میں غمگین نہ رہا کرو بلکہ اپنا

دل خوش رکھا کرو ہم تمہاری امت کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کریں گے جس سے تمہارا دل دُکھے بلکہ ہم تمہیں راضی کرلیں گے تو میں اس نعمت کے حصول پر سجدہ شکر ادا کر رہا تھا اے معاذ سجدے سے بڑھ کر کوئی چیز بندہ کو خدا کے قریب کرنے والی نہیں۔ (طبرانی اوسط، ج ۱۰، ص ۴۴)

تیری مرضی خدا کی مرضی ہے تیری مرضی
تیری مرضی پہ ہو رہا ہے تیری مرضی پہ کام ہو گا

(۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر سے واپسی پر ساری رات سفر کرتے رہے حتیٰ کہ رات کے آخری حصے میں آپ پر نیند کا غلبہ ہوا۔ آپ اس وقت ٹھہر گئے اور حضرت بلال سے فرمایا تم آج رات ہماری حفاظت کرو۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ بقدر استطاعت نماز پڑھتے رہے اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور باقی صحابہ سو گئے۔ فجر کے قریب حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے مطلع فجر کی طرف متوجہ ہو کر اپنی اونٹنی سے ٹیک لگائی اور انہیں نیند آ گئی پھر نہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کھلی نہ بلال کی اور نہ کسی اور صحابی کی یہاں تک کہ ان پر دھوپ آ گئی۔ سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور گھبرا گئے اور فرمایا اے بلال۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں میری روح کو بھی اس ذات نے خوابیدہ کر دیا جس نے آپ کی روح کریم کو سلا دیا آپ نے فرمایا یہاں سے کوچ کرو تھوڑی دیر چلنے کے بعد آپ نے وضو کیا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اقامت کا حکم دیا۔ انہوں نے اقامت کہی۔ آپ نے نماز پڑھائی بعد ازاں فرمایا جب تم میں سے کوئی سو جائے تو یاد آنے پر نماز پڑھ لے۔ (کتاب المساجد مسلم شریف)

حضرت امام مالک نے حضرت زید بن اسلم سے روایت کیا ہے کہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قضا نماز پڑھانے کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف توجہ کی اور فرمایا۔ بلال نماز کے اندر مصروف تھے اس وقت شیطان ان کے پاس آیا اور انہیں سلا دیا اور پھر انہیں تھپکیاں دیتا رہا جیسے کہ بچے کو سلانے کے وقت تھپکی دی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ گہری نیند سو گئے پھر آپ نے بلال رضی اللہ عنہ کو بلا لیا تا کہ وہ اپنی زبانی اپنا عذر بیان کریں تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے وہی کچھ عرض کیا جو آپ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بیان فرما چکے تھے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس معجزہ کا مشاہدہ کرنے کے بعد عرض کیا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ یقیناً اللہ کے رسول ہیں۔ (مؤطا امام مالک)

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا سارا واقعہ دیکھ رہے تھے تو آپ پر نماز فجر کا وقت کیسے مخفی رہ سکتا ہے لیکن اس کی وجوہات حسب ذیل تھیں۔

(۱) اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز قضا نہ ہوتی تو ہماری قضا نمازوں کو کس کے دامن میں پناہ ملتی۔ خدا تعالیٰ نے آپ کی توجہ طلوع فجر سے ہٹائی اور آپ پر عدم التفات کی کیفیت طاری کر دی تا کہ آپ کی نماز فجر قضا ہو جائے اور بعد میں آنے والوں مسلمانوں کو نماز قضا پڑھنے کا طریقہ معلوم ہو جائے۔

(۲) نیند کی حالت میں آپ کا دل یاد الٰہی میں مشغول رہتا ہے اور جب آپ کا دل کلی طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو کائنات سے توجہ ہٹ جاتی ہے پھر ایسے میں طلوع فجر کی طرف توجہ کیسے رہ سکتی ہے اور نماز خدا کی بارگاہ میں حضوری کا نام ہے اس لئے کہا جا سکتا ہے آپ اس وقت بھی نماز ہی میں تھے۔

(۳) محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد نے فرمایا۔

اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ مُسْتَغْرِقًا فِیْ مُشَاہِدَۃِ الْاَنْوَارِ

الْمَلَكُوْتِيَّةِ وَالتَّجَلِّيَاتِ الرَّبَّانِيَةِ○

خدا تعالیٰ نے اس وقت آپ کے دل کو انوار وتجلیات میں مستغرق کر دیا تھا تا کہ امت کو قضاء نماز کی مشروعیت حاصل ہو جائے۔

(۴) بعض اوقات نبی کریم ﷺ اپنی بشریت سے غائب ہو جاتے تھے چنانچہ ملا علی قاری نے ایک حدیث کی شرح بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔ لِاَنَّهٗ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ كَانَ غَائِبًا عَنْ بَشَرِيَّتِهٖ○

نبی کریم ﷺ اس وقت اپنی بشریت سے غائب تھے ایک اور موقع پر ملا علی قاری فرماتے ہیں۔

سرور کونین ﷺ نے فرمایا۔

لِیْ مَعَ اللّٰهِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْهِ مَلَكٌ مُقَرَّبٌ وَّلَا نَبِیٌّ مُّرْسَلٌ○

مجھے خدا کی بارگاہ میں وہ قرب حاصل ہوتا ہے کہ وہاں کسی مقرب فرشتے اور نبی مرسل کی گنجائش نہیں اس کی تشریح میں فرماتے ہیں۔

اِذْ فِیْهِ اِشَارَةٌ اِلٰی تَمْكِیْنِهٖ فِیْ وَقْتِ كُشُوْفِ الْمُشَاهَدَةِ وَاسْتِغْرَاقِهٖ فِیْ بَحْرِ الْوَاحِدَةِ حَیْثُ لَا یَبْقٰی فِیْهِ اَثَرُ الْبَشَرِیَّةِ وَالْكَوْنَیْنِ○

(مرقاۃ، ج۱، ص ۵۷)

اس عبارت کا مفہوم بھی یہ ہے کہ جب آپ کو خدا کی بارگاہ میں کمال قرب کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے تو اس وقت آپ پر بشریت کا اثر نہیں رہتا جب بشریت کا اثر نہ رہا تو عالم بشریت کی طرف توجہ نہ رہی لہٰذا طلوع فجر کی طرف توجہ نہ رہی اس لئے نماز قضا ہو گئی۔

(۶) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے شفقت کے طور پر صحابہ کو وصال کے روزوں سے منع فرمایا صحابہ نے عرض کیا یا رسول

اللہ ﷺ آپ بھی تو وصال کے روزے رکھتے ہیں آپ نے فرمایا۔

اِنِّیْ لَسْتُ کَھَیْئَتِکُمْ اِنِّیْ یُطْعِمُنِیْ رَبِّیْ وَیَسْقِیْنِیْ ○

ترجمہ: میں تمہاری مثل نہیں ہوں مجھے میرا رب کھلاتا اور پلاتا ہے۔

(کتاب الصیام، مسلم شریف)

اس حدیث سے پتہ چلا کہ:

(ا) حضور ﷺ کی مثل کوئی نہیں ہوسکتا امت کی بہترین جماعت صحابہ کرام ہیں جن کی شان میں قرآن کی متعدد آیات نازل ہوئی ہیں پھر صحابہ میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی موجود ہیں جنکی مثل کوئی صحابی بھی نہیں وہ بھی نبی کی مثل نہیں ہو سکتے پھر دوسرا کوئی کون ہے جو آپ کی مثل ہو سکے۔

کچ وی منکا لعل وی منکا اکو رنگ دوہاندا
جے کر پاس صرافاں جایئے فرق لکھاں کو ہاندا

(ب) حضور ﷺ کے صوم وصال کے بارے میں علماء نے تین قول نقل کئے ہیں ایک یہ کہ آپ میں کھانا کھانے والے کی قوت پیدا کر دی جاتی تھی دوسرا یہ کہ آپ کو جنتی پھل اور جنت کے کھانے کھلائے جاتے تھے اور تیسرا قول یہ ہے کہ لَایُفَارِقُ حَضْرَةَ اللّٰہِ اَبَدًا ○ آپ کو کھانے سے بے نیاز کر دیتی جب قحط کے زمانے میں لوگ حضرت یوسف علیہ السلام کا دیدار کرتے تو ان کی بھوک پیاس دور ہو جاتی پھر دیدار خدا کرنے والے کو بھوک کیسے لگے۔

برقعہ کھول زیارت بخشو جو بھکھا وی آئے
ویکھ جمال مبارک تیرا بھکھ تمامی جائے
تن مہینے خلقت رجی ویکھ یوسف کنعانی
جناں محمد عربی ڈٹھا اوہ رج گئے دوہیں جہانی

موت کے وقت عظمتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار دیا گیا کہ آپ اگر چاہیں تو دنیا میں رہیں اور اگر چاہیں تو رفیق اعلیٰ کی طرف تشریف لے جائیں چنانچہ ایک مرتبہ آپ نے عام صحابہ کے مجمع میں فرمایا۔

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی خَيَّرَ عَبْدًا بَيْنَ مَا عِنْدَاللّٰهِ وَبَيْنَ الدُّنْيَا فَاخْتَارَ ذَالِكَ الْعَبْدُ مَا عِنْدَاللّٰهِ ○ (طبرانی کبیر، ج ۲۲، ص ۳۲۸)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو دنیا اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے کے درمیان اختیار دیا ہے۔ پس اس بندے نے اسی چیز کو پسند کیا جو کچھ اللہ کے پاس ہے۔

آپ کے اس ارشاد کو سن کر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رونے لگے صحابہ نے آپ کے رونے پر تعجب کیا بعد میں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اب صحابہ کرام سمجھے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہم سب سے زیادہ عالم تھے کہ وہ آپ کے ارشاد کو سن کر رونے لگے کہ اس بندے سے مراد خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تھی۔

دل دی پیاس بجھاون کارن میں کھوہ اکھیاں دا گیڑاں
جی کردا اج سامنے بہہ کے درد پرانے چھیڑاں

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جس دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی میں نے اپنا ہاتھ آپ کے سینے پر رکھا کئی جمعوں تک میرے ہاتھ سے خوشبو آتی رہی حالانکہ کھانا کھاتی تھی وضو کرتی تھی لیکن میرے ہاتھ سے کستوری کی خوشبو زائل نہیں ہوئی۔ (خصائص کبریٰ، ج ۲، ص ۷۱۵)

میت کو غسل دیتے وقت اس کے پیٹ پر ہاتھ پھیرتے ہیں تاکہ اگر کوئی غلاظت ہو تو وہ باہر نکل آئے اگر ایسا نہ کیا جائے تو غلاظت وغیرہ سے کفن خراب ہو جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیتے وقت حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے

پیٹ پر ہاتھ پھیرا لیکن کچھ نہ نکلا عرض کی آپ حیات و وفات میں پاکیزہ ہیں بلکہ آپ سے کستوری کی خوشبو پھیلی اور سارا گھر معطر ہو گیا۔ (المبسوط، ج ۲، ص ۵۹)

آپ کی نماز جنازہ پر پہلے جبرئیل امین علیہ السلام پھر میکائیل پھر اسرافیل پھر عزرائیل نے درود شریف پڑھا پھر عام فرشتوں پھر اہل بیت عظام پھر صحابہ کرام نے بغیر امام الگ الگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز پڑھی اور معروف دعائیں نہ پڑھی گئیں بلکہ تعریف و توصیف کے کلمات عرض کیے گئے اور درود شریف پڑھا گیا۔

(طبرانی اوسط، ج ۵، ص ۹)

ایک روایت میں ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو صحابہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع ہو کر رونے لگے ان کے رونے میں آواز نہ تھی اتنے میں ایک لمبے بالوں والا آدمی آیا اس کی چادر اس کے کندھے پر تھی اس نے آکر دروازے کی چوکھٹ کو پکڑ لیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر رویا اور صحابہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا ہر مصیبت پر تعزیت ہے بعد ازاں چلا گیا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا اس آدمی کو واپس لاؤ۔ لوگوں نے اسے دائیں بائیں دیکھا مگر نظر نہ آیا۔ فرمایا یہ حضرت خضر علیہ السلام تھے جو تعزیت کے لئے آئے تھے۔ (زرقانی، ج ۸، ص ۲۷۶)

جد محبوب پیارے وچھڑن کون رووے مڑ تھوڑا
سب روگاں دا روگ محمد جس دا نام وچھوڑا

ایک روایت میں ہے کہ وفات کے وقت ملک الموت ایک اعرابی شکل میں آیا اور اندر آنے کی اجازت لی اسے اجازت دی گئی اس نے عرض کی اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ خدا تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور مجھے اس نے حکم دیا ہے کہ میں آپ کی اجازت سے آپ کی روح قبض کروں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ملک الموت جب تک میرا بھائی جبرئیل امین علیہ السلام نہ آئے اس وقت تک میری روح

قبض نہ کرنا اسی وقت جبرئیل امین علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جبرئیل امین علیہ السلام اس وقت مجھے تنہا چھوڑتے ہو۔ جبرئیل امین علیہ السلام نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کے لئے بشارت لایا ہوں خدا نے مالک جہنم سے فرمایا ہے آج آتش دوزخ سرد کردو کہ میرے محبوب کی روح آسمان پر آرہی ہے حوروں کو حکم دیا گیا کہ وہ خوب آراستہ پیراستہ ہو کر تیار ہو جائیں۔ فرشتوں کو حکم ہوا کہ وہ صف بستہ کھڑے ہو جائیں کہ روح محمد صلی اللہ علیہ وسلم آرہی ہے اور مجھے خدا نے حکم دیا ہے کہ زمین پر جاؤ اور میرے محبوب سے کہو جنت تمام نبیوں اور امتوں پر حرام ہے جب تک آپ اور آپ کی امت داخل جنت نہ ہو جائے۔ قیامت کے دن خدا آپ کی امت کے بارے میں آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے اس کے بعد آپ نے ملک الموت سے فرمایا اے ملک الموت اور جس بات کا آپ کو حکم ہوا ہے اس کی تعمیل کرو۔ پس ملک الموت نے آپ کی روح کو قبض کیا اور اعلیٰ علیین کی طرف یہ کہتے ہوئے لے گئے۔ یا محمداہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آسمان سے فرشتوں کی آواز سنتا تھا جو کہتا تھا یا محمداہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آپ کی روح مقدسہ قبض ہوئی میں نے ایسی خوشبو محسوس کی کہ اس سے بہتر میں نے کوئی خوشبو محسوس نہیں کی۔

(مدارج النبوت، ج ۲، ص ۵۵۵)

عالم برزخ میں عظمت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم:

حضرت محمد بن احمد بلخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں بلخ سے بغداد حاضر ہوا تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کروں میں نے ان کو اور انہوں نے مجھے پہلے کبھی دیکھا نہ تھا میں نے دیکھا کہ لوگ آپ کو مصافحہ کرنے کے لئے لپکے میں نے بھی آپ کے ساتھ مصافحہ کیا آپ میری طرف دیکھ کر مسکرائے اور

فرمایا اللہ تعالیٰ نے تیرے مرتبے اور نیت کو جان لیا آپ کا یہ کلام میرے زخمی دل کے لئے مرہم ثابت ہوا میں رونے لگا میں تنہائی پسند ہو گیا ایک رات میں اپنے وظائف کے لئے کھڑا ہوا رات بڑی تاریک تھی میرے دل سے دو آدمی ظاہر ہوئے ایک کے ہاتھ میں پیالہ تھا اور دوسرے کے ہاتھ میں لباس فاخرہ صاحب لباس نے کہا میرا نام علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہے۔ دوسرے کے ہاتھ میں ایک پیالہ تھا جس میں شراب محبت تھی اور وہ ایک فرشتہ تھا اور لباس فاخرہ خلقت رہنما تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وہ لباس مجھے پہنا دیا اور صاحب پیالہ نے وہ پیالہ مجھے دیا۔ میں نے پی لیا اس لباس سے ایک نور ظاہر ہوا جس سے مغرب و مشرق چمک اُٹھے اور جب میں نے پیالہ پی لیا تو مجھ پر مقامات اولیاء ظاہر ہوئے اور میرے سامنے ایک مقام ظاہر ہوا جس میں مَیں نے دیکھا کہ کرو بیان روحانیوں اور مقرب فرشتے رکوع کی حالت میں ہیں میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں آپ کے دائیں طرف حضرت آدم، جبرئیل اور حضرت ابراہیم علیہم السلام ہیں اور بائیں جانب حضرت نوح، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام ہیں اور آپ کے سامنے دو قطاریں ہیں ایک قطار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جن میں حضرت سیدنا صدیق اکبر، حضرت سیدنا عمر فاروق، حضرت سیدنا عثمان غنی، حضرت سیدنا حیدر کرار، حضرت سیدنا حمزہ اور حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہم تھے اور دوسری قطار میں حضور غوث اعظم، معروف کرخی، سری سقطی، جنید بغدادی، سہل بن عبداللہ، تستری تاج العارفین، ابو الوفا شیخ عدی بن مسافر اور احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہم ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب صحابہ میں سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور اولیاء کرام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے مشتاق ہوتے ہیں تو آپ اپنے اعلیٰ مقام سے نزول فرماتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ آپ کی زیارت سے فرشتوں، رسولوں اور ولیوں کے چہرے پہلے سے زیادہ نورانی ہو گئے۔ (جواہر البحار، ج ۲، ص ۳۴۹)

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

امام شاذلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ میں مسجد اقصیٰ میں سو گیا خواب میں دیکھتا ہوں کہ مسجد کے باہر وسط حرم میں ایک تخت بچھا ہوا ہے اور فوج در فوج مخلوق کا اژدھام ہونا شروع ہوا میں نے دریافت کیا کہ یہ کیسا اجتماع ہے۔ معلوم ہوا کہ تمام رسل اور انبیاء علیہم السلام حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں منصور حلاج کی سوء ادبی کے بارے میں شفاعت کے لئے حاضر ہو رہے ہیں۔ میں نے جو تخت دیکھا تو اس پر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تنہا جلوہ افروز ہیں اور تمام انبیاء جیسے حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ اور حضرت نوح علیہم السلام سب فرش زمین پر بیٹھے ہیں۔ میں وہاں ٹھہر گیا اور ان مقدس حضرات کی باتیں سننے لگا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا آپ نے فرمایا ہے کہ میری امت کے علماء کرام بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں۔ آپ ان میں سے ایک عالم دکھائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے ایک سوال کیا۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے دس جوابات دیئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا جواب سوال کے مطابق ہونا چاہیے۔ آپ نے دس جواب کیوں دیئے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا حضور اللہ تعالیٰ نے آپ سے ایک سوال کیا تھا۔ وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى ۝ اے موسیٰ (علیہ السلام) تمہارے داہنے ہاتھ میں کیا ہے۔ آپ نے اس کے کئی جواب دیئے تھے۔ یہ میری لاٹھی ہے میں اس سے ٹیک لگاتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں کے لئے پتے جھاڑتا ہوں اور اس کے علاوہ اس سے اور کام بھی لیتا ہوں حالانکہ اللہ تعالیٰ کے سوال کا ایک جواب کافی تھا کہ "یہ میری لاٹھی ہے"۔

امام شاذلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں یہ منظر دیکھ کر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے تخت پر جلوہ فرما ہیں اور تمام رسل اور انبیاء بالخصوص حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ اور حضرت نوح علیہم السلام جیسے اولوالعزم رسول سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے فرش زمین پر بیٹھے ہیں یہ کتنی بڑی عظمت اور جلالت محمدی کا مظاہرہ ہے۔ میں اسی سوچ و بچار میں لگا ہوا تھا کہ ناگہاں کسی نے مجھے پاؤں کی ٹھوکر مار کر بیدار کر دیا میں نے جو دیکھا تو وہ مسجد کا منتظم تھا اور مسجد کی قندیلیں روشن کر رہا تھا۔ اس نے مجھے کہا کیا تعجب کرتا یہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے پیدا ہوئے ہیں۔ یہ سن کر مجھ پر بے ہوشی طاری ہوگئی نماز کے لئے جماعت کھڑی ہوگئی مجھے ہوش آ گیا میں نے اس منتظم کو تلاش کیا مگر آج تک اس کا کوئی پتہ نہ چلا۔

(روح البیان، ج۵، ص۷۵)

اسلام ہے نور محمد وہ خدا کے نور سے
اس نور سے مخلوق سب پایا یہ نکتہ دور سے

مولوی اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے کہ حضرت سید احمد رفاعی معاصر حضرت جیلانی تھے بہت بڑے اولیاء کبار سے گزرے ہیں ایک مرتبہ روضہ مبارک پر حاضر ہوئے اور عرض کی السلام علیکم یا جدی اے میرے نانا آپ کو سلام ہو جواب آیا اے میرے بیٹا وعلیکم السلام اس پر ان کو وجد آ گیا اور بے اختیار زبان پر جاری ہوا میں دوری کی حالت میں اپنی روح کو بھیجا کرتا تھا کہ وہ میری طرف سے نائب بن کر زمین بوسی کیا کرتی تھی اور اب جسم کی باری ہے جو خود حاضر ہے ہاتھ بڑھا دیجئے تاکہ میرا لب اس سے بہرہ ور ہو جائے فوراً ایک نورانی ہاتھ ظاہر ہوا جس کی روشنی آفتاب سے زیادہ تھی انہوں نے بیساختہ دوڑ کر بوسہ لیا اور وہیں گر گئے۔ نوے ہزار مسلمانوں نے آپ کے دست مبارک کی زیارت کی

اور ان میں حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ بھی موجود تھے۔ جب حضرت سید احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ لوگ مجھے نظر قبول سے دیکھ رہے ہیں تو دروازے پر جا لیٹے اور لوگوں سے کہا میری گردن پر پاؤں رکھ کر گزرو تا کہ انانیت اور تکبر پیدا نہ ہو۔ (الافاضات، ج۲،ص۱۳۷)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی قبرانور سے ہاتھ نکالنا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ اپنی قبر میں زندہ ہیں آپ کو حیات حقیقی حاصل ہے۔

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
میرے چشم عالم سے چھپ جانے والے

جب یزید کے لشکر نے ایام حرہ میں مدینہ میں قتل و غارت کا بازار گرم کیا تو تین دن تک مسجد نبوی میں اذان نہ ہوئی۔ حضرت سعید بن مسیّب مسجد نبوی میں موجود تھے فرماتے ہیں جب ظہر کی نماز کا وقت ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرانور سے اذان کی آواز سنائی دی پھر نماز کے وقت قبرانور سے اقامت کی آواز آئی اس پر میں نے نماز ادا کی۔ (جواہر البحار، ج۲،ص۱۹)

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ آپ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور اذان اور اقامت کے ساتھ نماز باجماعت ادا فرماتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات کے قریب مجھے بلایا انہوں نے مجھے اپنے سرہانے بٹھایا اور مجھ سے کہا اے علی جس وقت میرا وصال ہو جائے تو مجھے بھی اس ہاتھ سے غسل دینا جس ہاتھ سے آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا تھا۔ میرے جنازے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں لے جانا اور اجازت مانگنا اگر تم دیکھو کہ دروازہ کھل گیا ہے تو آپ لوگ مجھے اندر داخل کر دینا ورنہ مجھے مسلمانوں کے قبرستان میں لے جانا یہاں تک کہ اللہ اپنے

بندوں کے درمیان فیصلہ فرما دے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو غسل دیا گیا اور کفن پہنایا گیا۔ میں سب سے پہلے روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہوا میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر رضی اللہ عنہ اجازت چاہتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ دروازہ کھل گیا میں نے کسی کی آواز سنی۔

اُدْخُلُوا الْحَبِيْبَ اِلٰى حَبِيْبِهٖ فَاِنَّ الْحَبِيْبَ اِلَى الْحَبِيْبِ مُشْتَاقٌ ○

دوست کو دوست کے پاس لے آؤ دوست دوست کا مشتاق ہے۔

(خصائص کبریٰ، ج ۲، ص ۲۳۵)

اس حدیث سے پتہ چلا کہ:

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر انور کے اندر زندہ ہیں کیونکہ اجازت زندوں سے مانگی جاتی ہے مردوں سے نہیں نیز دروازے کا کھلنا بھی اس طرف اشارہ ہے کہ آپ زندہ ہیں۔ آپ نے خود دروازہ کھولا علاوہ ازیں قبر سے آواز آنا کہ دوست کو دوست کے پاس لے آؤ بھی اس بات کا بین ثبوت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حیات حقیقی جسمانی کے ساتھ آپ اپنی قبر میں زندہ ہیں۔

آخرت میں عظمت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم:

ہر حاکم اور قائد کا ایک جھنڈا ہوتا ہے جو اس کی سعادت، قیادت اور امامت کی علامت ہوتا ہے محبوب خدا قیامت کے دن قائد المرسلین ہوں گے لہٰذا ان کے لئے بھی ایک جھنڈا ہوگا جس کا نام لواء الحمد ہوگا۔

جبینِ پر نور پر رخشاں ہے بقعہ نور کا
ہے لواء الحمد پر اڑتا پھریرا نور کا

سید عبدالعزیز مصری نے لواء الحمد کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرمایا۔
لواء الحمد وہ نور ایمان ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ضوفشاں ہوگا اور ایک بلند

جھنڈے کی شکل میں نمودار ہوگا۔ آپ آگے آگے قائدانہ شان سے تشریف لے جا رہے ہوں گے اور امتیں اپنے نبیوں کے ساتھ آپ کے پیچھے چل رہی ہوں گی۔ ہر امت اپنے نبی کے جھنڈے کے نیچے ہو گی اور ان کے نبی کا جھنڈا قائدالمرسلین کے جھنڈے سے نور لے رہا ہوگا۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنی امتوں کے ساتھ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ایک جانب ہوں گے اور آپ کی امت دوسری جانب اس امت میں اتنے ہی اولیاء کرام ہوں گے جتنی انبیاء کی تعداد ہو گی۔ ان میں سے ہر ولی کے ساتھ جھنڈا ہوگا اور اتنے ہی اس کے پیروکار ہوں گے جتنے ہر نبی کے ساتھ اس کے امتی ان کے جھنڈے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے سے نور لے رہے ہوں گے جیسے کہ نبیوں کے جھنڈے لواء الحمد سے نور حاصل کر رہے ہوں گے۔

تیرے ہی ماتھے رہا اے جان سہرا نور کا
بخت جاگا نور کا چمکا ستارہ نور کا
تاج والے دیکھ کر تیرا عمامہ نور کا
سر جھکاتے ہیں الٰہی بول. بالا نور کا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی نازل فرمائی کہ میں قرآن کو ایک قرأت پر پڑھوں میں نے اللہ تعالیٰ سے مراجعت کی اور اپنی امت پر آسانی فرمانے کی درخواست کی دوبارہ حکم ہوا کہ دو قرأتوں پر پڑھو میں نے پھر مراجعت کی اور امت پر آسانی فرمانے کی درخواست کی۔ تیسری بار وحی نازل فرمائی کہ سات قرأتوں پر پڑھو اور ساتھ ہی حکم ہوا کہ ہر بار مراجعت کرنے کے بدلے تمہیں ایک دعا مانگنے کا اختیار دیا جاتا ہے گویا تین دعائیں مانگنے کا تمہیں اختیار ہے جنہیں رد نہ کیا جائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں نے اپنی امت کے صغائر و کبائر کی مغفرت کے لئے دو دعائیں دنیا ہی میں مانگ لیں۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّتِیْ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّتِیْ وَاَخَّرْتُ الثَّالِثَۃَ لِیَوْمٍ یَرْغَبُ اِلَیَّ الْخَلْقُ کُلُّھُمْ حَتّٰی اِبْرَاھِیْمَ ○ (مسلم شریف)

اے اللہ میری امت کی مغفرت فرما دے اے اللہ میری امت کی مغفرت فرما دے اور تیسری دعا کو میں نے اس دن کے لئے محفوظ کر رکھا ہے جبکہ ساری مخلوق حتیٰ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی میری شفاعت کے لئے راغب ہوں گے۔

ما و شما تو کیا خلیل جلیل کو
کل دیکھنا کہ ان سے تمنا نظر کی ہے
وہ جہنم میں گیا جو ان سے مستغنیٰ ہوا
ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن ہر نبی کا ایک منبر ہو گا اور میں سب سے زیادہ بلند اور نورانی منبر پر جلوہ گر ہوں گا۔ منادی آ کر ندا کرے گا نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہے انبیاء کہیں گے ہم سب نبی امی ہیں کسے یاد فرمایا گیا ہے منادی واپس جائے گا دوبارہ آ کر یوں ندا کرے گا کہاں ہے نبی امی عربی صلی اللہ علیہ وسلم اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے منبر سے اُتر کر جنت کی طرف تشریف لے جائیں گے جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے پوچھا جائے گا کون حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے احمد صلی اللہ علیہ وسلم پھر پوچھا جائے گا وہ بلائے گئے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے ہاں آپ کے لئے دروازہ کھولا جائے گا اور رب تعالیٰ ان پر تجلی فرمائے گا اور آپ سے پہلے کسی پر تجلی نہ فرمائے گا۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم رب کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوں گے اور خدا کے ان کلمات سے حمد بیان کریں گے جن سے پہلے کسی نے تعریف نہ کی ہو گی اور نہ بعد میں کوئی تعریف کرے گا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا جائے گا۔

اِرْفَعْ رَأْسَكَ تَكَلَّمْ تُسْمَعْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ وَسَلْ تُعْطَهْ○

(ابن حبان، ج ۸، ص ۱۳۷)

سر اقدس اٹھایئے بات کریں سنی جائے گی شفاعت کریں قبول ہو گی سوال کریں پورا کیا جائے گا۔

کہا مصطفےٰ نے کہ اے رب العزت
گناہوں سے لبریز ہے میری امت
تو غفار ہے بخشدے میرے مولا
یہی آپ سے ہے سوال محمد
کہا سن کے حق نے کہ اے کملی والے
حقوق شفاعت ہیں تیرے حوالے
جسے تو کہے گا اسے بخش دوں گا
خدا ہو گیا ہم خیال محمد

جب اللہ تعالیٰ اولین و آخرین کو جمع فرمائے گا تو ان کے درمیان فیصلہ فرمائے گا اور جب رب کریم فیصلے سے فارغ ہو گا تو مومن کہیں گے خدا تعالیٰ نے بیشک ہمارے درمیان فیصلہ تو فرما دیا اب دربار خداوندی میں ہماری سفارش کون کرے گا۔ ان میں سے بعض کہیں گے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی طرف چلو اللہ نے ان کو اپنے ید قدرت سے پیدا کیا اور ان سے ہمکلام بھی ہوا ہے۔ پس لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے خدا تعالیٰ نے ہمارے درمیان فیصلہ تو فرما دیا اور وہ فیصلہ سے فارغ ہو گیا اب آپ ہماری سفارش فرمائیں۔ وہ فرمائیں گے حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ ان کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس بھیجیں گے، حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس اور وہ ان

کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیج دیں گے جب تمام لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے تو وہ کہیں گے میں تمہیں نبی امی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سب لوگ میرے پاس آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اجازت دے گا میں دربار خداوندی میں کھڑا ہوں گا میری مجلس خوشبو سے بے حد معطر ہو جائے گی میں شفاعت کروں گا۔

وَيَجْعَلُ لِيْ نُوْرًا مِّنْ شَعْرِ رَأْسِيْ اِلٰى ظُفُرِ قَدَمِيْ ○

اور مجھے سر کے بالوں سے قدموں کے ناخنوں تک نور بنا دیا جائے گا۔

سر سے لے کر پاؤں تک تنویر ہی تنویر ہے
جیسے منہ سے بولتا قرآن وہ تفسیر ہے
سوچتی ہے دل میں دنیا مصطفیٰ کو دیکھ کر
وہ مصور کیسا ہو گا جس کی یہ تصویر ہے

پھر کفار کہیں گے مومنوں نے تو اپنا سفارشی پا لیا اب ہماری سفارش کون کرے گا سوائے ابلیس کے اور کون ہے جو ہماری سفارش کرے وہ اس کے پاس آ کر کہیں گے مومنوں نے تو اپنا سفارشی پا لیا اب تو ہماری سفارشی کر تو نے ہی ہمیں گمراہ کیا ہے۔ ابلیس کھڑا ہو گا اس کی مجلس نہایت بدبو دار ہو گی پھر ابلیس اونچا کر کے جہنم میں ڈالا جائے گا اور شیطان کہے گا فیصلہ ہو چکا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ○

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے سچا وعدہ کیا اور اس کو پورا کر دیا اور میں نے وعدہ کیا تو خلاف کیا۔ (طبرانی کبیر، ج ۱۷، ص ۳۲۰۔ دارمی، ج ۲، ص ۲۲۴)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مومن جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آئیں گے تو ان کو نہایت پاکیزہ خوشبو محسوس ہو گی۔ ایسی خوشبو انہوں نے دنیا میں

محسوس نہ ہوگی۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آ کر ایسے متنیز ہوں گے کہ:

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ ○

ترجمہ: قیامت کے دن دیکھے گا مومن مردوں اور عورتوں کا نور ان کے آگے اور ان کے دائیں طرف دوڑ رہا ہوگا۔

یہ انجام ہوگا ان لوگوں کا جو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو نور مانتے اور جانتے تھے اور نور کے منکرین کا یہ حال ہوگا کہ خدا فرماتا ہے۔

يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنَافِقُوْنَ وَالْمُنَافِقَاتُ لِلَّذِيْنَ آمَنُوْا اُنْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآئَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ○

قیامت کے دن منافق مرد اور عورتیں مومنوں سے کہیں گے ہماری طرف دیکھو تاکہ ہم بھی تمہارے نور سے روشنی حاصل کریں ان کو جواب ملے گا تم واپس لوٹ جاؤ پھر وہاں سے روشنی تلاش کرو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کے قائل کو آپ سراپا نور نظر آئیں گے اور ان کو بھی خدا کی طرف سے نور عطا ہوگا جو ان کے ماحول کو منور کر دے گا منکرین تاریکیوں میں مستغرق ہوں گے اور وہ قیامت کے دن نور کی تمنا کریں گے لیکن بیکار۔

❁❁❁

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رحمت کے تقاضے

وَمَا اَرْسَلْنَاکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ۝

ترجمہ: اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر رحمت بنا کر تمام جہانوں کے لئے۔

رحمۃ للعالمین ہونا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف خاص ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی دوسرا رحمۃ للعالمین نہیں ہو سکتا علامہ محمود آلوسی بغدادی نے تفسیر روح المعانی میں لکھا ہے۔ یہاں رحمت بمعنی راحم ہے اور تقدیر عبارت یوں ہو گی کہ

وَمَا اَرْسَلْنَاکَ فِیْ حَالٍ مِنَ الْاَحْوَالِ اِلَّا حَالَ کَوْنِکَ رَاحِمًا لِّلْعَالَمِیْنَ۝

ترجمہ: اے محبوب نہیں بھیجا ہم نے آپ کو کسی حال میں مگر صرف اس حال میں کہ آپ تمام جہانوں کے لئے رحم کرنے والے ہیں۔

نتیجہ یہ نکلا کہ آپ تمام کائنات کل مخلوقات پر رحم فرمانے والے ہیں۔

جب آپ کا راحم ہونا ثابت ہو گیا تو راحما للعالمین کے لوازمات بھی ثابت ہو گئے کیونکہ قاعدہ کلیہ ہے کہ اِذَا ثَبَتَ الشَّیْئُ ثَبَتَ بِجَمِیْعِ لَوَازِمِہٖ ۝جب کوئی چیز ثابت ہوتی ہے تو اپنے تمام لوازمات کے ساتھ ثابت ہوتی ہے۔

کسی پر رحم کرنے کے لئے چار باتیں لازم ہیں۔

اول:

سب سے پہلے تو یہ امر لازم ہے کہ رحم کرنے والا زندہ ہو مردہ نہ ہو کیونکہ مردہ رحم نہیں کر سکتا وہ خود رحمت کا طالب و مستحق ہوتا ہے لہٰذا اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم معاذ اللہ زندہ نہ ہوں تو راحما للعالمین نہیں ہو سکتے جب آیت قرآنیہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا راحما للعالمین ہونا ثابت ہو گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زندہ ہونا بھی ثابت ہو گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں حیات حقیقی کے ساتھ زندہ ہیں دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

دلیل نمبر ۱:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ ہیں جنہوں نے شہادت کو ہمارے لئے مسنون بنایا اور ہمیں اس کی طرف بلایا اور اللہ کے اذن اور توفیق سے اس کی ہدایت فرمائی آپ کا ارشاد گرامی ہے۔

مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ اَجْرُهَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ○

ترجمہ: جس شخص نے کوئی نیک کام جاری کیا تو اسے اس کا اجر ملے گا اور قیامت تک جو بھی اس پر عمل کرے گا جاری کرنے والے کو برابر اجر ملتا رہے گا۔

اور جو اجر و ثواب شہید کو ملتا ہے لازماً وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ملے گا لہٰذا شہید کو جو حیات ملتی ہے وہ حیات آپ کو بھی ضرور ملے گی کیونکہ حیات بطور اجر شہید کو ملتا ہے لہٰذا آپ کو بھی بطور اجر حیات ملے گی۔

دلیل نمبر ۲:

امام زرقانی نے لکھا ہے کہ:

وَقَدْ ثَبَتَ اَنَّ نَبِیَّنَا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَاتَ شَهِیْدًا لِاَ كْلِهٖ یَوْمِ خَیْبَرَ مِنْ شَاةٍ مَسْمُوْمَةٍ○

اور بیشک یہ بات ثابت ہو گئی کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت کی وفات پائی۔ اس لئے کہ آپ نے خیبر کے دن زہر ملائی ہوئی بکرے کے گوشت کا لقمہ کھایا جس سے آپ کی شہادت ہوئی۔ (زرقانی، ج ۸، ص ۳۱۴)

دلیل نمبر ۳:

امام ابو یعلیٰ نے لکھا ہے کہ عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ انہوں

نے فرمایا اگر میں نو مرتبہ قسم کھا کر یہ بات کہوں کہ رسول اللہ ﷺ قتل کیے گئے ہیں تو یہ بات مجھے اس بات سے زیادہ محبوب ہے کہ میں ایک دفعہ قسم کھا کر یہ کہہ دوں کہ حضور ﷺ قتل نہیں کیے گئے اور یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبی بھی بنایا ہے اور شہید بھی۔ (مسند ابی یعلی، ج۹، ص۱۳۲)

عبداللہ بن مسعودؓ کے اس بیان سے ثابت ہوا کہ کیونکہ آپ ''مَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ'' کے عموم میں داخل ہیں لہٰذا آپ کا زندہ ہونا نص قطعی سے ثابت ہے۔

دلیل نمبر۴:

قرآن نے انعام یافتہ چار گروہ بیان کیے ہیں انبیاء کرام صدیقین شہداء اور صالحین اور نبیوں کو نبوت صدیقوں کو صدیقیت اور شہیدوں کو شہادت اور صالحین کو صالحیت اس لئے ملی کہ یہ نعمتیں دامن مصطفےٰ میں موجود ہیں کیونکہ جس جس کو جو نعمت ملی تو اس کو یہ نعمت حضور ﷺ سے ملی۔

لاؤ رب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

لہٰذا شہداء کو شہادت ملی تو حضور ﷺ کے دربار گہر بار سے اور اگر یہ کہا جائے کہ حضور ﷺ شہید نہیں تو پھر سوال پیدا ہوگا کہ شہیدوں کو شہادت کہاں سے ملی اس لئے ماننا پڑے گا کہ آپ شہید ہیں اور شہید زندہ ہوتا ہے لہٰذا آپ زندہ ہیں۔

دلیل نمبر۵:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا۝

ترجمہ: جو ایک نیکی کرے اسے اس کی مثال دس نیکیاں ملیں گی۔

لہٰذا ایک جان دینے والے کو دس جانیں عطا کیا جانا ثابت ہوا دنیا میں جس کے پاس ایک جان ہے اس کو لوگ زندہ کہتے ہیں تو جس شہید کو ایک کے بدلے دس جانیں مل جائیں وہ کیوں نہ زندہ ہو گا یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ○

اور نہ کہو ان لوگوں کے لئے جو قتل کیے گئے اللہ کی راہ میں مردہ بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم نہیں جانتے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ○

ترجمہ: جو اللہ کے راستے میں قتل کیے گئے ان کو مردہ خیال نہ کرو بلکہ وہ زندہ ہیں ان کو رزق دیا جاتا ہے۔

اور چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی شہادت کی وفات نصیب ہوئی ہے لہٰذا آپ بھی زندہ ہیں۔

شہید اس دارفانی میں ہمیشہ زندہ رہتے ہیں
زمیں پر چاند تاروں کی طرح تابندہ رہتے ہیں

دلیل نمبر ۶:

قانون قدرت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مقدسہ کو بھی قبض کیا گیا۔ قبض روح کے بعد اگر روح اقدس کا استقرار جسم اقدس کے علاوہ کسی اور

مقام میں ہوتو وہ لَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی - آپ کی آخری گھڑی پہلی گھڑی سے بہتر ہے۔

کے خلاف آئے گا۔ اس لئے کہ جسم اقدس سے روح مبارک قبض ہونے کے بعد اسے کوئی ایسی جگہ نہیں مل سکتی جو جسم مبارک سے افضل ہو زیادہ تو درکنار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم جیسی فضیلت والی کوئی چیز کائنات میں نہیں ہے کیونکہ علمائے محققین نے تصریح فرمائی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کا وہ حصہ جو آپ کے جسد اقدس سے لگا ہوا ہے وہ اللہ کے عرش سے بھی افضل ہے اسی لئے کسی نے کہا:

جی کردا پیا اوہ وطن ویکھاں جتھے ماہی نے زندگی گزارنی اے
اوہ حجرہ بھی عرش معلیٰ ہے جتھے رب نے کتاب اتاری اے

جب زمین کا وہ حصہ عرش سے افضل ہے تو پھر آپ کے جسد اقدس کا کیا کہنا اب اگر آپ کی روح کسی اور جگہ رکھدی جاتی تو آپ کی فضیلت پہلے سے کم ہو جاتی لہٰذا یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ آپ کی روح واپس جسم میں لوٹا دی گئی جس سے آپ کی جسمانی حیات ثابت ہو گئی۔

دلیل نمبر ۷:

شہید کو اس لئے زندہ کہا گیا کہ اس کی موت فی سبیل اللہ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت و حیات دونوں فی سبیل اللہ ہیں لہٰذا آپ بطریق اولیٰ زندہ ہیں خدا فرماتا ہے۔

اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ○

ترجمہ: آپ فرما دیجئے بے شک میری نماز میری قربانیاں اور میرا جینا اور میری وفات سب اللہ کے لئے ہے۔

دلیل نمبر ۸:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی خدا کا بندہ مجھ پر درود نہیں پڑھتا مگر ایک فرشتہ اسے لے جا کر خدا کی بارگاہ میں پیش کرتا ہے اور اللہ فرماتا ہے۔

اِذْهَبُوْا بِهَا اِلٰى قَبْرِ عَبْدِىْ يَسْتَغْفِرْ لِصَاحِبِهَا ○ (القول البدیع، ص ۱۱۸)

ترجمہ: اسے میرے بندے کی قبر پر لے جاؤ تا کہ وہ درود پڑھنے والے کے لئے دعائے مغفرت کریں۔

دعائے مغفرت کرنا زندوں کا کام ہے لہٰذا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں۔

دلیل نمبر ۹:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَرَرْتُ عَلٰى مُوْسٰى لَيْلَةَ اُسْرِىَ بِىْ عِنْدَ الْكَثِيْبِ الْاَحْمَرِ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّىْ فِىْ قَبْرِهٖ ○ (مسلم شریف، ج ۲، ص ۲۶۸)

ترجمہ: میں معراج کی رات حضور موسیٰ علیہ السلام کی قبر کے قریب سے گزرا جو ایک سرخ رنگ کے ٹیلے کے قریب ہے اور وہ اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام ہزاروں سال گزرنے کے بعد بھی زندہ ہیں اور اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے ہیں جب کلیم اللہ کی حیات بعد الممات کا یہ کمال ہے تو پھر حبیب اللہ کی حیات بعد الوفات کا کیا کمال ہو گا۔

دلیل نمبر ۱۰:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

سنا آپ ﷺ نے فرمایا:

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَیَنْزِلَنَّ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ ثُمَّ لَإِنْ قَامَ عَلٰی قَبْرِیْ فَقَالَ یَامُحَمَّدُ لَاَ جِیْبَنَّہٗ ○

ترجمہ: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے عیسیٰ بن مریم ضرور نازل ہوں گے پھر اگر وہ میری قبر پر کھڑے ہو کر یا محمد کہہ کر پکاریں گے تو میں انہیں ضرور جواب دوں گا۔ (مسند ابی یعلیٰ، ج ۶، ص ۱۰۱)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پکارنا اور حضور ﷺ کا جواب دینا اس بات کی بین دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں۔

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
میرے چشم عالم سے چھپ جانے والے

دلیل نمبر ۱۱:

جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو صدیق مدینہ میں نہ تھے ایک گاؤں سخ تھا وہاں تھے۔ جب آپ مدینہ تشریف لائے تو آپ نے حضور ﷺ کے چہرے سے کپڑا اٹھایا اور آپ پر جھک گئے بوسہ دیا اور رونے لگے اور عرض کی میرے ماں باپ آپ پر قربان۔

وَاللّٰہِ لَا یَجْمَعُ اللّٰہُ عَلَیْکَ مَوْتَتَیْنِ ○ (بخاری، ج ۲، ص ۶۴۰)

ترجمہ: خدا کی قسم اللہ آپ پر دو موتیں جمع نہ کرے گا۔

دو موتوں سے مراد ایک دنیا کی موت ہے اور دوسری قبر کی موت ہے یہ دونوں موتیں انبیاء کے سوا باقی ہر انسان کو پیش آتی ہیں۔ انبیاء کو اپنی قبور میں دوسری موت نہیں بلکہ وہ وہاں زندہ ہوتے ہیں۔

دلیل نمبر ۱۲:

حضرت سائب بن یزید فرماتے ہیں میں مسجد میں کھڑا تھا کسی شخص نے مجھے کنکری ماری کیا دیکھتا ہوں کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ نے فرمایا جاؤ ان دونوں آدمیوں کو میرے پاس لے آؤ میں انہیں آپ کے پاس لے آیا۔ آپ نے ان سے پوچھا تم کہاں کے رہنے والے ہو انہوں نے کہا ہم اصل طائف سے ہیں اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تم اہل مدینہ سے ہوتے تو تمہیں سزا دیتا اس لئے کہ تم مسجد نبوی میں اپنی آوازیں بلند کر رہے ہو۔ (مرقاۃ، ج ۲، ص ۲۲۳)

اس کی وجہ ملا علی قاری نے یہ لکھی ہے کہ: اَنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ فِیْ قَبْرِہٖ حَیٌّ آواز بلند کرنے سے اس لئے روکا گیا کہ آپ اپنی قبر انور میں زندہ ہیں۔ معلوم ہوا کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر انور میں زندہ ہیں۔

دلیل نمبر ۱۳:

علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ سے ملک شام واپس ہونے کا ارادہ کیا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان کو الوداع کہی تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ کے سامنے ایک تجویز پیش کی کہ آپ بھی ہمارے ساتھ ملک شام چلیں وہاں کے لوگ امراء کے بہت تابع فرمان ہیں۔ آپ نے فرمایا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب وجوار پر اور کسی چیز کو ترجیح نہیں دیتا۔

(البدایہ والنہایہ، ج ۷، ص ۱۶۹)

حضرت عثمان نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمسائیگی کو پسند فرمایا۔ معلوم ہوا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے نزدیک حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قبر میں زندہ سمجھتے ہیں کیونکہ زندوں کی ہمسائیگی مفید و کارآمد ہوتی ہے نہ کہ مردوں کی۔

دلیل نمبر ۱۴:

ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دروازہ کے کواڑ بنوانے چاہے تو درکھان سے فرمایا مدینہ سے باہر جاؤ تا کہ کواڑ بننے کا کہیں شور برپا نہ ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت نہ ہو۔ (شفاء السقام، ص ۱۷۳)

اذیت زندوں کو ہوتی ہے معلوم ہوا کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا عقیدہ تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر انور میں زندہ ہیں۔

دلیل نمبر ۱۵:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد اپنے گھر میں چادر وغیرہ اتار کر رکھ دیتیں اور بے تکلف گھر میں رہتیں اور اسی طرح حجرہ مقدسہ میں بھی داخل ہو جاتیں اور دل میں یہ خیال فرماتیں کہ یہاں کوئی غیر محرم نہیں بلکہ ایک میرے والد اور دوسرے میرے خاوند گرامی ہیں لیکن جب وہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ دفن ہوئے تو اب میں چادر سے اچھی طرح پردہ کر کے جاتی ہوں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حیاء کرتی ہوں۔ (مشکوٰۃ، ص ۱۵۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پردہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو زندہ سمجھتی ہیں اس لئے کہ پردہ زندوں سے کیا جاتا ہے مردوں سے نہیں اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ زندہ ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بطریق اولیٰ زندہ ہیں۔

دوم:

لوازمات میں سے دوسری بات یہ ہے کہ صرف زندہ ہونے سے کسی پر رحم نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ رحم کرنے والا مرحوم کے حال کا عالم نہ ہو کیونکہ بے

خبر کسی پر رحم نہیں کر سکتا اس کی مثال ایسی ہے فرض کیجئے زید انتہائی مظلوم ہے اور چاہتا ہے کہ کوئی شخص اس پر رحم کر کے اس کو ظالم کے ظلم سے نجات دے اسی خواہش کو دل میں لے کر وہ عمرو کے پاس جاتا ہے اور اس سے رحم کی درخواست کرتا ہے عمرو اس کی درخواست سن لیتا ہے مگر وہ اس کے حال سے بے خبر ہے وہ نہیں جانتا کہ یہ کس مصیبت میں گرفتار ہے یہ کس قسم کے رحم کا طالب ہے۔ وہ اس سے دریافت کرتا ہے کہ تمہیں کیا تکلیف ہے اور تم کس طرح کی مہربانی چاہتے ہو اب اگر زید اپنا حال نہ بتائے اور یہی کہتا رہے کہ آپ میرا حال نہ پوچھئے بس مجھ پر رحم کر دیجئے تو کیا عمر رحم کر سکتا ہے ہرگز نہیں۔ آیت قرآنیہ کی روشنی میں راحما للعالمین ہیں۔ جب تک آپ تمام مخلوقات کے حالات نہ جانیں آپ رحم نہیں کر سکتے۔ معلوم ہوا کہ آپ کے لئے جمیع ماکان وما یکون کا عالم ہونا ضروری ہے۔

عالم مَاکَانَ وَمَایَکُوْنُ:

اس عنوان سے متعلق چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث نمبر ا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک بھیڑیا آیا اور چرواہے کے ریوڑ میں سے ایک بکری اٹھا لے گیا چرواہے نے اس کا تعاقب کیا اور بکری کو اس سے چھین لیا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر وہ بھیڑیا ایک ٹیلے پر چڑھ گیا اور وہاں بیٹھ گیا اور کہا میں نے اپنے رزق کا ارادہ کیا تھا۔ جو مجھ کو خدا نے دیا تھا میں نے اس پر قبضہ کیا تھا لیکن تو نے اس کو مجھ سے چھین لیا چرواہے نے کہا: فَاللّٰہِ اِنْ رَأَیْتُ کَالْیَوْمِ ذِئْبٌ یَتَکَلَّمُ فَقَالَ الذِّئْبُ اَعْجَبُ مِنْ هٰذَا رَجُلٌ فِی النَّخَلَاتِ بَیْنَ

الْحَرَّتَيْنِ يُخْبِرُكُمْ بِمَا مَضٰى وَمَا هُوَ كَائِنٌ بَعْدَكُمْ ○

خدا کی قسم ایسی عجیب بات میں نے کبھی نہ دیکھی جو آج کے دن دیکھی ہے بھیڑیا بولتا ہے بھیڑیئے نے کہا اس سے زیادہ عجیب اس شخص کا حال ہے جو درختوں میں وہ کھجور کے درخت جو دو سنگستانوں کے درمیان ہیں وہ شخص گزری ہوئی باتوں کی خبریں دیتا ہے اور جو واقعات تمہارے بعد ہونے والے ہیں ان کی خبر دیتا ہے وہ چرواہا یہودی تھا بھیڑیئے سے یہ بات سن کر وہ نبی کی خدمت میں حاضر ہوا اور واقعہ سے آگاہ کیا اور مسلمان ہو گیا رسول اللہ ﷺ نے اس بات کو تسلیم کیا۔ (مشکوٰۃ، ج۳،ص ۲۰۵)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ:

(ا) نبی کریم ﷺ ما کان جو ہو چکا وما یکون اور جو قیامت تک ہوگا سب کچھ جانتے ہیں کیونکہ اس خبر کو سن کر آپ نے انکار نہیں فرمایا بلکہ تسلیم کر لیا ہے۔ معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کا یہ عقیدہ تھا کہ نبی عالم ما کان وما یکون ہوتا اور ہمارا بھی یہی عقیدہ ہے نتیجہ یہ نکلا ہمارا عقیدہ نبی والا ہے۔

(ب) بھیڑیا جانور تھا اس نے کہا اللہ کا رسول عالم ما کان وما یکون ہے اور جس کا یہ عقیدہ نہ ہو وہ جانوروں سے بھی بدتر ہے۔

(ج) چرواہا یہودی تھا اس نے جب بھیڑیئے سے سنا کہ پیغمبر عالم ما کان وما یکون ہے تو اس کو یقین ہو گیا کہ واقعی یہ بات برحق ہے اسی لئے بعد میں وہ مسلمان ہو گیا اور جس کا یہ عقیدہ نہ ہو وہ یہودی سے بھی بدتر ہے ہر مسلمان کا سچا عقیدہ یہی ہونا چاہیے کہ خدا نے اپنے محبوب کو علم ما کان وما یکون عطا فرمایا ہے۔

تو دانائے ما کان وما یکون ہے
مگر بے خبر بے خبر جانتے ہیں

حدیث نمبر ۲:

حضرت ابوزید فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نماز فجر پڑھائی پھر منبر پر جلوہ فرما ہوکر خطاب فرمایا۔ یہاں تک کہ نماز ظہر کا وقت ہو گیا پھر نماز پڑھی پھر منبر پر تشریف فرما ہوکر خطاب فرمایا۔ یہاں تک کہ نماز عصر کا وقت ہو گیا پھر نماز ادا فرمائی پھر منبر پر تشریف لے جا کر خطبہ ارشاد فرمایا یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا اس عرصے میں آپ نے:

فَاَخْبَرَنَا بِمَا كَانَ وَبِمَا هُوَ كَائِنٌ ○ (مسلم شریف، ج ۲، ص ۳۹۰)

پس ہمیں خبر دی جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہونے والا تھا۔

اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو علم ما کان وما یکون سے سرفراز فرمایا ہے۔

حدیث نمبر ۳:

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَقَامًا فَاَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰى دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَاَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ ○ (بخاری کتاب بدء الخلق)

رسول خدا ﷺ نے ایک جگہ ہم میں قیام فرمایا پس ہمیں مخلوق کے ابتدائے پیدائش کی خبر دی یہاں تک کہ جنتی لوگ جنت میں اور دوزخی لوگ دوزخ میں داخل ہو گئے۔

اس حدیث میں شرح کی علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں لکھا ہے۔

فِيْهِ دَلَالَةٌ عَلٰى اَنَّهٗ اَخْبَرَ فِى الْمَجْلِسِ الْوَاحِدِ بِجَمِيْعِ اَحْوَالِ الْمَخْلُوْقَاتِ مِنْ اِبْتِدَائِهَا اِلٰى اِنْتِهَائِهَا○

اس حدیث میں دلالت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی مجلس میں ساری مخلوق کے سارے حالات کی از ابتداء تا انتہا خبر دے دی۔

اس حدیث میں دو چیزیں بیان ہوئیں ایک مخلوق کی پیدائش سے لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک سارے حالات اور دوسرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر مخلوق کے جنت و دوزخ میں داخل ہونے تک کے سارے حالات اور یہی علم مان وما یکون ہے۔
معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ نے اپنے محبوب کو عالم ما کان وما یکون بنایا ہے اور یہ عقیدہ حضرت امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا عقیدہ ہے کیونکہ وہ اس حدیث کے راوی ہیں اگر یہ عقیدہ درست نہ ہوتا تو آپ اس کی تبلیغ نہ فرماتے اور ہم اہل سنت کا بھی یہی عقیدہ ہے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے بارے میں ہمارا وہی عقیدہ ہے جو فاروق کا عقیدہ ہے اور ان کا عقیدہ غلط نہیں ہو سکتا لہٰذا ہمارا عقیدہ بھی غلط نہیں ہو سکتا نتیجہ یہ نکلا کہ الحمد للہ ہمارے عقیدے صحابہ والے ہیں۔

اب چند احادیث ما کان (جو کچھ ہو چکا) کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں

حدیث نمبرا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (عالم ارواح) میں حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام نے اپنے رب کے سامنے جھگڑا کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام سے کہا تم وہی آدم ہو جن کو خدا نے اپنے ہاتھ سے بنایا تھا اپنی روح تمہارے اندر پھونکی تھی۔ ملائکہ سے تم کو سجدہ کرایا تھا اور تمہیں جنت میں رکھا تھا۔ پھر تم نے اپنی لغزش کی بنا پر لوگوں کو زمین پر اتارا حضرت آدم علیہ السلام نے کہا تم وہی موسیٰ ہو جن کو خدا نے اپنی رسالت کا منصب دے کر برگزیدہ کیا اپنے کلام سے نوازا اور تم کو تختیاں دیں جن میں ہر

چیز کا بیان تھا پھر تم کو خدا نے سرگوشی کی عزت بخشی۔ پس تم نے تورات کو میرے پیدا ہونے سے کتنا عرصہ پہلے لکھا ہوا پایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا تورات تیرے پیدا ہونے سے چالیس سال پہلے لکھی گئی تھی۔ آدم علیہ السلام نے پوچھا تم نے تورات میں یہ بھی لکھا ہوا پایا آدم علیہ السلام نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور وہ بہک گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا ہاں حضرت آدم علیہ السلام نے کہا تم مجھ کو ایسی بات پر ملامت کیوں کرتے ہو جس کے کرنے پر خدا کے لکھنے سے مجبور تھا اور خدا نے میرے پیدا کرنے سے چالیس سال پہلے لکھ دیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس طرح حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غلبہ حاصل کر لیا۔

(مشکوٰۃ باب الایمان القدر)

حدیث نمبر۲:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ میں آج رات اپنی ستر عورتوں سے ہمبستری کروں گا اس نتیجے میں ہر ایک کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو اللہ کے راستے میں جہاد کرے گا ان کے ایک صحابی نے کہا آپ انشاء اللہ کہیں لیکن آپ نے نہ کہا اور آپ ان عورتوں کے ہاں تشریف لے گئے۔ صرف ایک کے ہاں ناقص لڑکا پیدا ہوا باقی کسی کے ہاں کچھ بھی پیدا نہ ہوا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ انشاء اللہ کہہ لیتے تو ہر ایک کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوتا جو خدا کے راستے میں جہاد کرتا۔

(مسلم شریف، ج۲، ص۴۹)

حدیث نمبر۳:

حضرت صہیب رومی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلے لوگوں میں ایک بادشاہ تھا اور اس کا ایک جادوگر تھا جب وہ جادوگر بوڑھا ہو گیا

تو اس نے بادشاہ سے کہا اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔ آپ میرے پاس کوئی لڑکا بھیج دیں میں اس کو جادو کی تعلیم دے دوں بادشاہ نے اس سے جادو سیکھنے کے لئے ایک لڑکا بھیج دیا جب وہ جاتا تو اس کے راستے میں ایک راہب پڑتا تھا وہ اس کے پاس بیٹھ کر اس کی باتیں سنتا تھا اور اسے اس کی باتیں اچھی لگتی تھیں اور وہ جادوگر کے پاس پہنچتا تھا تو جادوگر اس کو مارتا تھا لڑکے نے راہب سے اس کی شکایت کی راہب نے اس سے کہا جب تم کو ساحر سے خوف ہو تو کہہ دینا گھر والوں نے مجھے روک لیا تھا اور جب گھر والوں سے خوف ہو تو کہہ دینا کہ ساحر نے مجھے روک لیا تھا۔ یہ سلسلہ یونہی چلتا رہا اسی اثناء میں ایک بڑے درندے نے لوگوں کا راستہ روک لیا لڑکے نے سوچا آج میں آزماؤں گا کہ ساحر افضل ہے یا راہب اس نے ایک پتھر اٹھایا اور کہا اے اللہ اگر تجھ کو راہب کا کام ساحر سے زیادہ پسند ہے تو اس جانور کو قتل کر دے تاکہ لوگ گزرنے لگیں اس نے پتھر مار کر اس جانور کو قتل کر ڈالا اور لوگ گزرنے لگے پھر اس نے راہب کے پاس جا کر اس کی خبر دی راہب نے اس سے کہا اے بیٹے آج تم مجھ سے افضل ہو گئے ہو اور تمہارا مرتبہ وہاں تک پہنچ گیا ہے جس کو میں دیکھ رہا ہوں عنقریب تم مصیبت میں گرفتار ہوں گے۔ جب تم مصیبت میں گرفتار ہو تو کسی کو میرا پتہ نہ بتانا یہ لڑکا مادر زاد اندھے اور برص والے کو شفایاب کر دیتا تھا اور لوگوں کی تمام بیماریوں کا علاج کرتا تھا بادشاہ کا ایک درباری تھا اور وہ اندھا تھا اسنے جب یہ خبر سنی تو اس کے پاس بہت سے ہدیے لے کر حاضر ہوا اور کہا اگر تم نے مجھے شفا دے دی تو یہ سب چیزیں میں تمہیں دے دوں گا لڑکے نے کہا میں کسی کو شفا نہیں دیتا شفا تو اللہ دیتا ہے اگر تم اللہ پر ایمان لے آؤ تو میں اللہ سے دعا کروں گا اللہ تم کو شفا دے گا۔ وہ اللہ پر ایمان لے آیا اور اللہ نے اس کو شفا دی وہ بادشاہ کے پاس گیا

اور پہلے کی طرح اس کے پاس بیٹھا بادشاہ نے اس سے پوچھا تمہاری بینائی کس نے لوٹائی ہے اس نے کہا میرے رب نے بادشاہ نے کہا کیا میرے سوا کوئی تیرا رب ہے اس نے کہا میرا اور تمہارا رب اللہ ہے بادشاہ نے اس کو گرفتار کر لیا اور اس وقت تک اس کو اذیت دیتا رہا جب تک کہ اس نے اس لڑکے کا پتہ نہ بتا دیا۔ پھر اس لڑکے کو لایا گیا بادشاہ نے اس سے کہا اے بیٹے تمہارا جادو یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ تم مادرزاد اندھوں کو ٹھیک کرتے ہو برص کی بیماری والوں کو شفایاب کرتے ہو اس لڑکے نے کہا میں کسی کو شفا نہیں دیتا شفا تو صرف اللہ دیتا ہے۔ بادشاہ نے اس کو گرفتار کر لیا اور اس کو یہاں تک اذیت دی کہ اس نے راہب کا پتہ بتا دیا پھر راہب کو لایا گیا۔ اس سے کہا گیا کہ اپنے دین سے پھر جاؤ اس نے انکار کیا اس نے اس کے سر پر آرا رکھا اور چیر کر اس کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ پھر اس لڑکے کو بلایا اور اس سے کہا اپنے دین سے پھر جاؤ اس لڑکے نے انکار کیا بادشاہ نے اس لڑکے کو اپنے چند اصحاب کے حوالے کیا اور کہا اس لڑکے کو فلاں پہاڑ پر لے جاؤ اور اس کو لے کر پہاڑ کی چوٹی پر چڑھو اگر یہ اپنے دین سے پلٹ آئے تو فبہا ورنہ اس کو اس چوٹی سے پھینک دینا۔ وہ لوگ اس لڑکے کو لے کر گئے اور پہاڑ پر چڑھ گئے اس لڑکے نے دعا کی اے اللہ تو جس طرح چاہے ان سے مجھے بچا لے۔ اسی وقت ایک زلزلہ آیا اور وہ سب پہاڑ سے گر گئے وہ لڑکا بادشاہ کے پاس چلا گیا۔ بادشاہ نے پوچھا جو تمہارے ساتھ گئے تھے ان کا کیا ہوا اس نے کہا اللہ نے مجھے ان سے بچا لیا ہے۔ بادشاہ نے پھر اپنے اصحاب کے حوالے کیا اور کہا اس کو ایک کشتی میں سوار کرو جب کشتی سمندر کے درمیان پہنچے تو اگر یہ اپنے دین سے لوٹ آئے تو فبہا ورنہ اس کو سمندر میں پھینک دینا وہ لوگ اس کو لے گئے۔ اس نے دعا کی اے اللہ تو جس طرح چاہے ان سے مجھے بچا لے وہ

کشتی فوراً الٹ گئی وہ سب غرق ہو گئے وہ لڑکا بادشاہ کے پاس چلا گیا بادشاہ نے پوچھا جو لوگ تیرے ساتھ گئے ان کا کیا ہوا اس نے کہا اللہ نے مجھے ان سے بچالیا پھر اس نے بادشاہ سے کہا تم مجھے اس وقت تک نہیں قتل کر سکتے جب تک میرے کہنے کے مطابق عمل نہ کرو۔ بادشاہ نے کہا وہ کیا عمل ہے لڑکے نے کہا تمام لوگوں کو ایک میدان میں جمع کرو اور مجھے درخت پر سولی کے لئے لٹکا دو پھر میرے ترکش سے ایک تیر نکالو اور تیر کو کمان کے چلہ میں رکھ کر کہو اس اللہ کے نام سے جو اس لڑکے کا رب ہے پھر مجھے تیر مارو جب تم ایسا کرو گے تو مجھے ہلاک کر دو گے۔ بادشاہ نے تمام لوگوں کو ایک میدان میں جمع کیا اور اس کو ایک درخت کے تنے میں لٹکا دیا پھر اس کے ترکش سے ایک تیر لیا۔ پھر اس تیر کو کمان کے چلے میں رکھا پھر کہا اللہ کے نام سے جو اس لڑکے کا رب ہے تب وہ تیر اس لڑکے کی کنپٹی پر پیوست ہو گیا۔ اس لڑکے نے تیر کی جگہ کنپٹی پر اپنا ہاتھ رکھا اور مر گیا۔ تمام لوگوں نے کہا ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے یہ خبر بادشاہ کو پہنچی اور اس سے کہا گیا تم جس بات سے ڈرتے تھے اللہ نے تمہارے ساتھ وہی کر دیا تمام لوگ ایمان لے آئے۔ بادشاہ نے گلیوں کے دہانے پر خندقیں کھودنے کا حکم دیا۔ خندقیں کھودی گئیں اور ان میں آگ جلائی گئی اور کہا گیا جو اپنے دین سے پھرے اس کو اس جلتی آگ میں ڈالو لوگ آگ کی خندقوں میں داخل ہو گئے۔ آخر میں ایک عورت آئی اس کے ساتھ ایک بچہ تھا وہ عورت اس آگ میں داخل ہونے سے جھجکی اس کے بچے نے کہا اے ماں ثابت قدم رہو تم حق پر ہو۔

(مسلم شریف، ج ۲، ص ۴۱۵)

اب چند احادیث ما یکون (کیا ہو گا) کے متعلق ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث نمبر ۱:

عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ مَقَامًا مَا تَرَكَ شَيْئًا يَكُوْنُ فِيْ مَقَامِهٖ ذَالِكَ اِلٰى قِيَامِ السَّاعَةِ اِلَّا حَدَّثَ بِهٖ حَفِظَهٗ مَنْ حَفِظَهٗ وَنَسِيَهٗ مَنْ نَسِيَهٗ ○ (مشکوٰۃ کتاب الفتن، مسلم شریف، ج۲،ص۳۹۰)

حضرت حذیفہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور خطبہ ارشاد فرمایا اور جو باتیں اس وقت سے قیامت تک ہونے والی تھیں سب کا ذکر فرمایا جن لوگوں نے ان باتوں کو یاد رکھا، یاد رکھا اور جو بھول گئے، بھول گئے۔

حدیث نمبر ۲:

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ رَفَعَ لِيَ الدُّنْيَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَيْهَا وَاِلٰى مَاهُوَ كَائِنٌ فِيْهَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ كَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰى كَفِّيْ هٰذِهٖ ○ (مجمع الزوائد، ج۸،ص ۲۸۷)

اللہ تعالیٰ نے ہمارے سامنے ساری دنیا کو پیش فرما دیا پس ہم نے اس دنیا کو اور جو اس میں قیامت تک ہونے والا ہے۔ اس طرح دیکھ رہے ہیں جیسے اپنے ہاتھ کو دیکھتے ہیں۔

حدیث نمبر ۳:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عُرِضَتْ عَلَيَّ اُمَّتِيْ فِيْ صُوَرِهَا فِي الطِّيْنِ كَمَا عُرِضَتْ عَلٰى آدَمَ وَاُعْلِمْتُ مَنْ يُّؤْمِنُ بِيْ وَمَنْ يَّكْفُرُ بِيْ ○

ترجمہ: ہم پر ہماری امت پیش کی گئی اپنی اپنی صورتوں میں مٹی میں جس طرح

کہ حضرت آدم علیہ السلام پر پیش ہوئی تھی۔ ہمیں بتا دیا گیا کہ کون ہم پر ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا۔

جب یہ خبر منافقین کو پہنچی تو وہ ہنس کر کہنے لگے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ان کو لوگوں کی پیدائش سے پہلے ہی مومن و کافر کی خبر ہوگئی ہے ہم تو ان کے ساتھ ہیں اور ہم کو پہچانتے نہیں۔ یہ خبر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی آپ منبر پر کھڑے ہوئے اور خدا کی حمد و ثناء بیان فرمائی پھر فرمایا۔

مَابَالُ اَقْوَامٍ طَعَنُوْا فِیْ عِلْمِیْ لَا تَسْئَلُوْنِیْ عَنْ شَیْءٍ فِیْمَا بَیْنَکُمْ وَبَیْنَ السَّاعَةِ اِلَّا اَنْبَأْتُکُمْ بِهٖ ○

(تفسیر معالم التنزیل، ج۱، ص ۳۸۱۔ تفسیر خازن، ج۱، ص ۳۸۲)

ان لوگوں کا کیا حال ہے جو ہمارے علم میں زبان طعن دراز کرتے ہیں اب سے قیامت تک کسی چیز کے بارے میں جو بھی تم ہم سے پوچھو گے ہم تمہیں خبر دیں گے۔

اس حدیث سے پتہ چلا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا انکار کرنا یہ منافقوں کا طریقہ ہے اور منافقوں کے بارے میں قرآن نے فرمایا۔ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ○ بے شک منافق جہنم کے سب سے نچلے گڑھے میں ہوں گے۔

علاوہ ازیں یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک کے سارے حالات کو جانتے ہیں۔

سوم:

راحم کے لوازمات میں سے تیسری بات یہ ہے کہ صرف عالم ہونے سے بھی کسی پر رحم نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ رحم کرنے والا مرحوم تک اپنی رحمت پہنچانے کی قدرت و اختیار نہ رکھتا ہو۔ مثال کے طور پر ایک شخص شب و روز ہمارے پاس مقیم ہے وہ دن رات خدا تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت میں مشغول

رہتا ہے اور عبادت و ریاضت کرتے اس قدر کمزور ہو گیا ہے کہ اس کا چلنا پھرنا اور اٹھنا بیٹھنا اس کے لئے دشوار ہو گیا۔ اگر ایسے شخص کو ڈاکہ زنی اور قتل و غارت کے الزام میں پکڑ کر تختہ دار پر لٹکا دیا جائے اور وہ بیگناہ اس وقت ہم سے رحم کی درخواست کرتے ہوئے کہے کہ آپ خوب جانتے ہیں کہ میں بیگناہ ہوں۔ آپ مجھ پر رحم کیوں نہیں کرتے تو ہم اسے یہی جواب دیں گے کہ واقعی ہم آپ کے حالات سے اچھی طرح واقف ہیں اور خوب جانتے ہیں کہ آپ بے گناہ ہیں مگر فقط جاننے سے کیا ہوتا ہے ہمارے پاس اختیار نہیں کہ آپ کو تختہ دار سے بچالیں جب تک اپنی رحمت آپ تک پہنچانے کا ہمیں اختیار نہ ہو ہم آپ پر رحم کر نہیں سکتے۔ معلوم ہوا کہ قدرت و اختیار کا ہونا بھی ضروری ہے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوقات کے لئے راحم ہیں تو ہر ذرہ کائنات تک رحمت پہنچانے کا اختیار بھی آپ کو حاصل ہے اس لئے کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو مختار بنا کر بھیجا ہے دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

دلیل اول:

ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ربیعہ بن کعب سے فرمایا سَلْ کچھ مانگ لو انہوں نے عرض کی اَسْئَلُكَ مَرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ میں آپ سے یہ مانگتا ہوں کہ جنت میں آپ کے ساتھ رہوں۔ ارشاد فرمایا کچھ اور مانگ لو عرض کی بس یہی کافی ہے۔ (مشکوۃ باب السجود)

اس حدیث سے تین طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اختیار ثابت ہوا۔

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم سے مانگ لو اور مانگا اس سے جاتا ہے جس کے پاس مطلوبہ چیز موجود ہو اور اسے عطا کرنے کا اختیار ہو۔

(۲) حضرت ربیعہ نے عرض کی میں آپ سے مانگتا ہوں۔ معلوم ہوا کہ صحابی رسول کا یہ عقیدہ ہے کہ میری مطلوبہ چیز مجھے عطا کرنے کا ان کو اختیار

حاصل ہے۔

(۳) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کچھ اور مانگ لو معلوم ہوا کہ جنت کے علاوہ بھی نعمتیں عطا کرنے کا اختیار آپ کو کلی طور پر حاصل ہے۔

کون دیتا ہے دینے کو منہ چاہیے
دینے والا ہے سچا ہمارا نبی

دلیل دوم:

حضرت بشیر سے روایت ہے کہ جب مہاجرین ہجرت فرما کر مدینہ آئے تو یہاں کا پانی ان کو راس نہ آیا ایک چشمہ تھا میٹھے پانی کا جو نبی غفار کے ایک آدمی کی ملکیت میں تھا اور وہ من مرضی کی قیمت پر اس پانی کو فروخت کرتا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا یہ چشمہ جنت کے چشمے کے عوض فروخت کر دو۔ اس نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا اور میرے اہل وعیال کا گزر اوقات اسی پر ہے لہٰذا میں اسے فروخت نہیں کر سکتا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اس بات کی خبر پہنچی آپ نے وہ چشمہ پینتیس ہزار درہم میں خرید لیا اور پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کی۔

يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَتَجْعَلُ لِيْ مِثْلَ الَّذِيْ جَعَلْتَ لَهٗ عَيْنًا فِي الْجَنَّةِ اِنِ اشْتَرَيْتُهَا قَالَ نَعَمْ ○

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ میرے لئے بھی ایسا ہی جنتی چشمہ دینے کا وعدہ کرتے ہیں اگر میں اسے خریدوں فرمایا ہاں پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کی میں نے چشمہ رومہ خرید کر مسلمانوں پر وقف کر دیا۔ (مجمع الزوائد، ج ۳، ص ۱۲۹)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مختار جان کر آپ سے جنتی چشمہ خریدا۔ معلوم ہوا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا عقیدہ تھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جنت کی

نعمتیں عطا کرنے کا اختیار رکھتے ہیں۔

دلیل سوم:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی موجودگی میں دوسرا نکاح کرنے کا ارادہ کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کی اجازت نہیں ہاں اگر وہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دیں تو پھر وہ دوسرا نکاح کر سکتے ہیں۔ مقام غور ہے قرآن فرماتا ہے۔

فَانْكِحُوْا مَاطَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ○

ترجمہ: جن عورتوں کو تم پسند کرتے ہو ان سے نکاح کرو، دو سے تین سے اور چار سے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ عرض نہیں کی خدا تو چار تک کی اجازت دیتا ہے اور آپ مجھے دوسرے نکاح سے کیوں روک رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عقیدہ تھا کہ خدا تعالیٰ نے ہمارے نبی کو اختیار دیا ہے کہ جو حکم جس کے ساتھ چاہیں خاص کر دیں اور جس سے چاہیں ساقط کر دیں۔

دلیل چہارم:

حدیث میں آتا ہے کہ ایک آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔

فَاَسْلَمَ عَلٰٓى اَنَّهٗ لَا يُصَلِّىْٓ اِلَّا صَلَاتَيْنِ فَقَبِلَ ذَالِكَ مِنْهُ○

(مسند امام احمد، ج۵، ص۲۴)

وہ اس شرط پر آپ پر ایمان لایا کہ وہ صرف دو نمازیں پڑھے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ شرط قبول فرما لی حالانکہ خدا نے پانچ نمازیں فرض فرمائی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین نمازیں اپنے اختیار سے معاف فرما دیں۔

دلیل پنجم:

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے۔

اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اَمَرَ الشَّمْسَ فَتَاَخَّرَتْ سَاعَۃً مِّنَ النَّھَارِ○ (طبرانی کبیر)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آفتاب کو حکم دیا کہ کچھ دیر کے لئے چلنے سے باز رہے وہ رُک گیا۔ (الامن، ص ۱۱۶)

دلیل ششم:

حضرت محمد بن مالک فرماتے ہیں کہ میں نے براء کو سونے کی انگوٹھی پہنے دیکھا لوگ ان سے کہتے تھے آپ سونے کی انگشتری کیوں پہنتے ہیں حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ممانعت فرمائی ہے۔ حضرت براء نے فرمایا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپ کے سامنے مال غنیمت غلام و متاع حاضر تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تقسیم فرما رہے تھے۔ سب مال بانٹ چکے یہ انگوٹھی باقی بچ گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر مبارک اُٹھا کر اپنے اصحابہ کرام کو دیکھا پھر نگاہ نیچی کر لی پھر نظر اٹھا کر ملاحظہ فرمایا پھر نیچی کر لی پھر نظر اُٹھا کر دیکھا اور مجھے بلایا اے براء میں حاضر ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گیا۔ سید اکرم نے انگوٹھی لے کر میری کلائی تھامی پھر فرمایا۔ ''اِلْبَسْ مَا کَسَاکَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ'' جو کچھ تمہیں اللہ اور اس کا رسول پہناتے ہیں وہ پہن لو حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تم لوگ کیونکر مجھے کہتے ہو کہ میں وہ چیز اتار دوں جسے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لے پہن لے جو اللہ اور اس کا رسول پہنائے۔ (الامن، ص ۱۶۸۔ مسند امام احمد)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے حُرِّمَ لِبَاسُ الْحَرِیْرِ وَالذَّھَبِ عَلٰی ذُکُوْرِ اُمَّتِیْ

ریشمی لباس اور سونا میری امت کے مردوں پر حرام کر دیا گیا ہے لیکن حضور ﷺ نے اپنے اختیار سے کام لیتے ہوئے حضرت براء رضی اللہ عنہ کے لئے جائز قرار دے دیا۔

دلیل ہفتم:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت سبعہ بنت سہیل رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ عرض کی یارسول اللہ ﷺ سالم میرے خاوند ابو حذیفہ کا غلام میرے پاس آتا ہے تو ابو حذیفہ کو یہ بات ناپسند ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اس کو اپنا دودھ پلا دو عرض کی کیسے دودھ پلاؤں وہ تو بڑی عمر کا ہے۔ حضور ﷺ نے تبسم فرمایا اور ارشاد فرمایا میرے علم میں ہے کہ وہ بڑی عمر کا ہے سہلہ نے سالم کو اپنا دودھ پلا دیا۔ پھر حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کی اب حذیفہ کراہت نہیں کرتا حالانکہ سالم بدری صحابی تھا۔ (ابن ماجہ، ص ۱۳۹)

کوئی عورت اپنے بچے کو بھی دو سال سے زیادہ دودھ نہیں پلا سکتی لیکن نبی کے حکم سے ایک غیر مرد کو سہلہ نے اپنا دودھ پلا کر اپنا رضاعی بیٹا بنا لیا۔ یہ حضور ﷺ کا اختیار تھا۔

یا محمد پکارا جو منجدھار میں خود ہی موجوں نے ساحل پہ پہنچا دیا
جو سمجھتا نہیں ان کو مختار کل وہ اگر ڈوب جائے تو میں کیا کروں

چہارم:

راحم کے لوازمات کے لئے چوتھی بات یہ ہے کہ صرف قدرت و اختیار سے بھی کام نہیں چلتا کسی پر رحم کرنے کے لئے یہ بات بھی ضروری ہے رحم کرنے والا مرحوم کے قریب ہو اسکی مثال یوں ہے کہ مثلاً آپ تین فرلانگ کے فاصلے پر کھڑے ہیں۔ اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ ایک خونخوار دشمن نے آپ کے مخلص

دوست پر حملہ کر دیا وہ چلا کر آپ سے رحم کی درخواست کرنے لگا آپ اس کی مدد کے لئے دوڑے اور خلوص قلب سے اس پر رحم کرنے کے لئے آگے بڑھے مگر آپ کے پہنچنے سے پہلے ہی دشمن نے اسے ہلاک کر دیا۔ اب غور کریں آپ زندہ بھی ہیں اور اس دوست کے حال کے عالم بھی ہیں رحم کرنے کی قدرت اور طاقت بھی ہے آپ اپنے اختیار سے رحم کر سکتے ہیں لیکن صرف اس وجہ سے اس پر رحم نہ کر سکے آپ اس سے دور ہیں قریب نہیں۔ معلوم ہوا کہ رحم کرنے کے لئے قریب ہونا بھی ضروری ہے جب آپ کا راحم ہونا ثابت ہے تو یہ بات بھی ثابت ہو گئی کہ آپ روحانیت اور نورانیت کے اعتبار سے کائنات کے قریب ہیں اور ساری مخلوقات آپ کے قریب ہے۔ دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

دلیل نمبرا:

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے جب کنوارے زانی اور زانیہ کو کوڑوں کی سزا مل رہی ہو تو:

وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ○

ترجمہ: اور چاہیے کہ انکی سزا کے وقت مسلمانوں کا ایک گروہ حاضر ہو۔

جب حضرت سلیمان کا خط بلقیس کو پہنچا تو اس نے اپنے سرداروں سے کہا:

قَالَتْ يٰاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ فِيْ اَمْرِيْ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنَ○

ترجمہ: بولی اے سردارو میرے اس معاملے میں مجھے مشورہ دو میں کسی معاملے میں کوئی قطعی فیصلہ نہیں کرتی جب تک تم میرے پاس حاضر نہ ہو۔

مشرکین کہتے تھے کہ فرشتے رب تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ خدا فرماتا ہے:

اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ شَاهِدُوْنَ○

ترجمہ: یا ہم نے ملائکہ کو عورتیں پیدا کیا ہے اور وہ حاضر تھے۔

يَا اَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا○

ترجمہ: اے نبی ہم نے آپ کو حاضر و ناظر بنا کر بھیجا۔

ان آیات میں شَهِدَ يَشْهَدُ سے بنے جتنے الفاظ استعمال ہوئے ہیں ان کے معنے ہیں حاضر و ناظر چنانچہ مفردات امام راغب میں ہے۔

اَلشُّهُوْدُ وَالشَّهَادَةُ الْحُضُوْرُ مَعَ الْمُشَاهِدَةِ اِمَّا بِالْبَصَرِ اَوْ بِالْبَصِيْرَةِ○

شھود اور شہادت کے معنی ہیں حاضر ہونا مع ناظر ہونے کے بصر کے ساتھ ہو یا بصیرت کے ساتھ اور تفسیر روح المعانی اور تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے۔

اِنَّآ اَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا عَلٰى مَنْ بُعِثْتَ اِلَيْهِمْ○

ترجمہ: ہم نے آپ کو بھیجا حاضر و ناظر بنا کر ان سب پر جن کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے۔

اب دیکھنا ہے کہ آپ کن کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ خدا فرماتا ہے۔

تَبَارَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعَالَمِيْنَ نَذِيْرًا○

ترجمہ: برکت والا ہے وہ جس نے اپنے بندے پر فرقان نازل کیا تاکہ وہ تمام جہانوں کا نذیر ہو جائے اور نذارت صفت نبوت ہے اب معنی یہ ہوئے کہ سارے جہانوں کا نبی اور مسلم شریف کی حدیث ہے۔

اُرْسِلْتُ اِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً○

ترجمہ: میں تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

پس ثابت ہوا کہ آپ ساری مخلوق پر حاضر و ناظر ہیں اور ساری کائنات آپ کے قریب ہے۔

دلیل نمبر ۲:

علامہ یوسف بن اسماعیل نبھانی نے لکھا ہے۔

اِنَّ جَسَدَہٗ الشَّرِیْفَ لَا یَخْلُوْا مِنْہُ زَمَانٌ وَلَا مَکَانٌ وَلَا مَحَلٌّ وَلَا اِمْکَانٌ وَلَا عَرْشٌ وَلَا لَوْحٌ وَلَا کُرْسِیٌّ وَلَا قَلَمٌ وَلَا بِرٌّ وَلَا بَحْرٌ وَلَا سَھْلٌ وَلَا وَعْرٌ وَلَا بَرْزَخٌ وَلَا قَبْرٌ ○ (جواہر البحار، ج ۲، ص ۱۱۵)

بے شک آپ کے وجود سے کوئی زمانہ، مکان محل عرش لوح کرسی قلم خشکی تری میدان اور پہاڑ برزخ اور قبر خالی نہیں۔

بحکم خدا تم ہو موجود ہر جا
بظاہر ہے طیبہ ٹھکانہ تمہارا

دلیل نمبر ۳:

وصال کے بعد حضرات انبیاء کرام کی حالت ملائکہ جیسی ہوتی ہے اور ان کا مزاج ان کی طرح ہو جاتا ہے۔ فرشتے آن کی آن میں کہیں سے کہیں پہنچ جاتے ہیں۔ وفات کے بعد یہی حال نبیوں کا ہو جاتا ہے مثلاً معراج کی رات حضرت آدم علیہ السلام نے ایک آن ہی ایک ہزار سال کا راستہ طے کرلیا۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آن کی آن میں دو ہزار سال کا راستہ طے کرلیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے تین ہزار سال کا راستہ طے کرلیا۔ حضرت ادریس علیہ السلام نے چار ہزار سال کا راستہ طے کرلیا۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے پانچ ہزار سال، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چھ ہزار سال اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سات ہزار سال کا راستہ طے کرلیا۔ اسی طرح اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی تھوڑی دیر میں زمین و آسمان کی سیر فرمالیں تو آپ کے لئے کوئی مشکل نہیں کیونکہ آپ تمام نبیوں سے افضل ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ آپ سرعت سیر کے ذریعے تمام مخلوق کے قریب ہیں۔

دلیل نمبر ۴:

آن واحد میں متعدد مقامات پر موجود ہونا نہ صرف ممکن ہے بلکہ امر واقعہ ہے مثلاً ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش ہوتا تھا اور اس کے ساتھ اس کا بیٹا بھی ہوتا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے اس سے پوچھا کیا تم اس سے محبت کرتے ہو اس نے کہا اللہ بھی آپ سے اتنی محبت کرے جتنی میں اس سے محبت کرتا ہوں۔ پھر نبی کریم ﷺ نے اس کے بیٹے کو نہیں دیکھا۔ آپ نے دریافت فرمایا فلاں شخص کے بیٹے کو کیا ہوا صحابہ نے عرض کی وہ فوت ہو گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس کے باپ سے فرمایا۔

اَمَا تُحِبُّ اَنْ لَّا تَأْتِیَ بَابًا مِّنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ اِلَّا وَجَدْتَّهٗ یَنْتَظِرُكَ ۝

کیا تم یہ بات پسند نہیں کرتے کہ تم جنت کے جس دروازے سے بھی داخل ہو تمہارا بیٹا اس دروازہ پر موجود ہو کر تمہارا انتظار کر رہا ہو۔

ایک شخص نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ آیا یہ بشارت اس کے لئے خاص ہے یا ہم سب کے لئے ہے۔ آپ نے فرمایا تم سب کے لئے ہے۔

(مسند احمد، ج ۳، ص ۴۳۶)

ملا علی قاری نے اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے۔

اِنَّ الْوَلَدَ مَوْجُوْدٌ فِیْ كُلِّ بَابٍ مِّنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ ۝

(مرقاۃ، ج ۴، ص ۱۰۹)

جب حضور ﷺ کے صحابی کے چھوٹے لڑکے کا یہ کمال ہے کہ وہ آن واحد میں جنت کے آٹھوں دروازوں پر موجود ہو گا تو پھر اگر نبی پاک ﷺ خود آن واحد میں کئی مقامات پر موجود ہو جائیں تو کوئی مشکل نہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تھے

نا گہاں ہم نے ایک چادر اور ایک ہاتھ دیکھا ہم نے عرض کی یارسول یہ چادر اور یہ ہاتھ کیسا ہے جو ہم نے دیکھا ہے۔ فرمایا کیا تم نے دیکھا عرض کی ہاں ہم نے دیکھا ہے۔ فرمایا یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے جنہوں نے مجھے سلام کیا ہے۔

ایک اور روایت میں یوں آیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کعبہ کا طواف کر رہا تھا نا گہاں میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے کسی سے مصافحہ کیا اور میں نے اسے دیکھا نہیں ہم نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے کسی سے مصافحہ کیا ہے اور ہم نے اسے دیکھا نہیں فرمایا وہ میرے بھائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے میں ان کا انتظار کر رہا تھا یہاں تک کہ وہ اپنے طواف سے فارغ ہو گئے پھر میں نے ان پر سلام پیش کیا۔

(روح المعانی، ج ۲۲، ص ۳۵)

دیکھئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر بھی جلوہ افروز ہیں اور زمین پر کعبہ کے گرد طواف بھی کر رہے ہیں۔

جب معراج کی رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام نبیوں کی امامت کرائی تو پھر آسمان پر تشریف لے گئے اور حضرت آدم، حضرت عیسیٰ، حضرت یوسف، حضرت ادریس، حضرت ہارون، حضرت موسیٰ اور حضرت ابراہیم علیہم السلام کو دیکھا۔

یہاں قابل غور یہ امر ہے کہ ان میں سے جو نبی وفات پا چکے تھے وہ اپنی قبروں میں عالم برزخ میں بھی موجود تھے جو مستقل ایک جہان ہے اور اس جہان دنیا مسجد اقصیٰ میں بھی موجود تھے اور انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کی اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم آسمانوں پر جلوہ افروز ہوئے۔ جسے عالم آخرت کہا جا سکتا ہے تو وہاں بھی اپنے اپنے مقامات پر یہ حضرات موجود تھے۔ معلوم ہوا تمام انبیاء علیہم السلام بیک وقت عالم دنیا یعنی مسجد اقصیٰ عالم برزخ اپنی قبور میں اور عالم آخرت

آسمانوں پر موجود تھے جب ان کا ہر عالم میں موجود ہونا ثابت ہے تو امام الانبیاء کا ہر مکان میں موجود ہونا کیونکر ناممکن ہوسکتا ہے۔ یقیناً آپ بھی عالم دنیا میں عالم برزخ میں اور عالم آخرت میں بیک وقت موجود ہو سکتے ہیں اس سے انکار کرنا جہالت کا نتیجہ تو ہوسکتا ہے علم کا نہیں۔

بحکم خدا تم ہو موجود ہر جا
بظاہر ہے طیبہ ٹھکانہ تمہارا

امام عبدالوہاب شعرانی نے لکھا ہے کہ:

معراج کے فائدوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جسم واحد آن واحد میں دو مکانوں میں موجود ہو گیا جیسا کہ حضور ﷺ نے نیک بخت اولاد آدم کے افراد میں خود اپنی ذات کریمہ کو بھی ملاحظہ فرمایا۔ حضور ﷺ نے پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات کی اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ ملاقات ہوئی حالانکہ وہ اپنی اپنی قبروں میں موجود تھے۔ حضور ﷺ نے ان کے بارے میں اس طرح فرمایا کہ میں نے حضرت آدم علیہ السلام کو دیکھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا اس طرح نہ فرمایا کہ میں نے حضرت آدم علیہ السلام کی روح کو دیکھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی روح کو دیکھا ثابت ہوا کہ آپ ﷺ نے ان روح مع الجسد دیکھا یعنی جس حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اسی کو مسجد اقصیٰ میں اور پھر اسی کو چھٹے آسمان پر دیکھا۔ (الیواقیت والجواہر، ج ۲، ص ۳۶)

حضرت عتبہ بن عبد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ:

مَامِنْ مُسْلِمٍ يَتَوَفّٰى لَهٗ ثَلَاثَةٌ مِّنَ الْوَلَدِ لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ اِلَّا تَلَقَّوْهُ مِنْ

اَبْوَابِ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةِ مِنْ اَيُّهَا شَاءَ دَخَلَ ○

(مسند امام احمد، ج ۴، ص ۱۸۳۔ طبرانی کبیر، ج ۱۷، ص ۱۱۹)

جس مسلمان کے تین نابالغ بچے فوت ہو جائیں وہ جنت کے آٹھوں دروازوں میں سے جس دروازے سے بھی داخل جنت ہوگا وہ بچے اس سے ملاقات کریں گے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وہ تینوں بچے آن واحد میں جنت کے آٹھوں دروازوں پر موجود ہوں گے اور اپنے باپ سے ملاقات کریں گے جب آپ کی امت کے بچوں کو یہ کمال ہے تو پھر خود امام الانبیاء کیونکہ آن واحد میں کئی مقامات موجود نہیں ہو سکتے۔

وہ شرف کہ قطع ہیں نسبتیں وہ کرم کہ سب کے قریب ہیں
کوئی کہدو یاس و امید سے وہ کہیں نہیں وہ کہاں نہیں

علاوہ محمود آلوسی بغدادی نے لکھا ہے کہ:

جب حضرت جبرائیل امین علیہ السلام، حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی شکل صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے تو اسی وقت اپنے مقام سدرۃ المنتہیٰ سے جدا نہ ہوتے تھے یعنی آن واحد میں دو مقامات پر موجود ہوتے تھے۔ (روح المعانی، ج ۲۲، ص ۳۵)

علامہ نبہانی نے لکھا ہے کہ اِنَّمَا جِبْرِيْلُ خُلِقَ لِخِدْمَةِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم ○

جبریل تو پیدا ہی ہمارے نبی کی خدمت کے لئے ہوئے ہیں جب خادم اور غلام کا یہ کمال ہے کہ آن واحد میں دو مقامات پر موجود ہو سکتے ہیں تو آقا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا کمال ہوگا۔

محمد کا اعلیٰ مقام اللہ اللہ
ہے جبریل ان کا غلام اللہ اللہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مقامِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم

عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا○

ترجمہ: عنقریب تمہارا رب تمہیں مقام محمود پر کھڑا کرے گا۔

حضرت شیث علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام سے سوال کیا کہ آپ کا رتبہ زیادہ ہے یا پیغمبر آخرالزماں کا جن کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے جواب دیا کہ ان کا مرتبہ مجھ سے زیادہ ہے کیونکہ ان کی امت کو اللہ تعالیٰ نے چھ باتیں ایسی عطا فرمائیں ہیں جو کہ مجھ کو نہیں ملیں اور وہ یہ ہیں۔

(۱) مجھے ایک خطا سے جنت سے نکالا گیا اور اس کی امت بڑے بڑے گناہ کے باوجود بہشت میں جائے گی۔

(۲) ایک خطا کے بدلے میرا پردہ فاش ہوا اور اللہ نے فرمایا فَعَصٰی اٰدَمُ رَبَّہٗ فَغَوٰی اور امت نبی آخرالزماں ہزاروں گناہ کرے گی اور ان کا پردہ چاک نہ کیا جائے گا۔

(۳) مجھے ایک بھول پر برہنہ کیا گیا لیکن آپ کی امت کے گنہگاروں کو ننگا نہ کیا جائے گا بلکہ ہر ایک شخص پر موت اور زندگی میں ستر پوشی ہوگی وہ ننگے ہو کر گناہ کریں گے مگر گناہ کے بعد انہیں لباس پہنایا جائے گا۔

(۴) مجھے گناہ کی معافی کے لئے گھر سے باہر جانا پڑا اور مکہ پہنچ کر میری توبہ قبول ہوئی وہ لوگ گھر سے باہر گناہ کریں گے اور گھر آ کر توبہ کرلیں گے خدا ان کی توبہ کو قبول کرلے گا اور سارے گناہ بخش دے گا۔

(۵) مجھ سے لغزش سرزد ہوئی اس کے بدلے میں میری بیوی مجھ سے جدا کر

دی گئی لیکن ان کے گناہوں پر ان کی بیویاں ان سے جدا نہ کی جائیں گی۔

(۶) مجھے ایک لغزش کی وجہ سے تین سو سال تک رلایا اور اس کے بعد میری توبہ قبول ہوئی اور ان کی امت کو خالی ندامت اور پشیمانی کی وجہ سے توبہ کی قبولیت کا درجہ ملے گا۔ (تنبیہ الغافلین)

کتنی بار توں توبہ کیتی کتنی بار تروڑی
اے پُر نفس کمینے میرے توں اجے وی بدی نہ چھوڑی

حضور قبلہ عالم پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری نے فرمایا کہ عام بشر اور مقام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ستائیس درجوں کا فرق ہے سب سے نیچے بشر کا مقام ہے اس کے اوپر مومن کا مقام ہے اس کے اوپر صالح کا مقام ہے بعد ازاں شہید کا مرتبہ ہے اس کے اوپر متقی کا مقام ہے اس پر مجتہد کا رتبہ ہے اس پر اوتاد کا مقام ہے بعد ازاں ابدال کا مرتبہ ہے اس کے اوپر قطب کا مقام ہے اس پر قلب الاقطاب کا مقام ہے پھر مرتبہ ہے غوث کا اس پر مقام ہے غوث اعظم کا پھر تبع تابعین کا اس کے اوپر مقام ہے تابعی کا پھر صحابی کا مرتبہ ہے اس کے اوپر مقام ہے انصاری کا بعد ازاں اس پر رتبہ ہے مہاجر کا اس کے اوپر مقام ہے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا پھر اس کے اوپر مقام ہے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا اس کے اوپر مقام ہے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا اس پر رتبہ ہے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا اس کے اوپر مرتبہ نبی کا پھر ان پر رتبہ ہے رسول کا اس پر مقام ہے اولوالعزم رسول کا پھر ان پر رتبہ بلند ہے خلیل کا اس کے اوپر مقام ہے خاتم النبیین رضی اللہ عنہ کا پھر اس وصف پر رحمتہ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ہے اس پر مقام ہے حبیب کا اور پھر اس پر درجہ ہے مقام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (شان حبیب الرحمٰن، ص۱۰۲)

کیا عاشقوں کو گرفتار گیسو
حسینوں کی بانکی ادا بن کے آیا

بڑے گل کھلے تھے مگر اس چمن میں
بہار آئی جب مصطفیٰ بن کے آیا

حضرت نوح علیہ السلام:

جب حضرت نوح علیہ السلام قوم کے ایمان لانے سے ناامید ہو گئے تو انہوں نے خدا تعالیٰ سے قوم کی ہلاکت کی دعا مانگی۔ خدا فرماتا ہے۔

وَقَالَ نُوحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكَافِرِيْنَ دَيَّارًا○

ترجمہ: اور نوح (علیہ السلام) نے عرض کی اے میرے رب زمین پر کافروں میں سے بسنے والا نہ چھوڑ۔

اس وقت حضرت جبریل امین علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کی۔ اے نوح (علیہ السلام) آپ نے کافروں پر عذاب کی دعا مانگی مومنوں کی مغفرت کی دعا بھی مانگیں آپ نے مومنوں کے لئے اس طرح دعا مانگی۔

رَبِّ اغْفِرْلِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا○

ترجمہ: اے میرے رب مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ اور جو ایمان کے ساتھ میرے گھر میں ہے۔

پھر جبریل امین علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی۔

اُدْعُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ الَّذِيْنَ يَكُوْنُوْنَ مَنْ بَعْدَكَ مِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ○

ان مومن مردوں اور عورتوں کے لئے دعا مانگو جو آپ کے بعد محمد ﷺ کی امت سے ہوں گے اس پر حضرت نوح علیہ السلام نے دعا مانگی وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ اور سب مسلمان مردوں اور عورتوں کی مغفرت فرمادے۔

جب حضرت نوح علیہ السلام کی دعا برائے ہلاکت کافراں قبول ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے مومن مردوں اور عورتوں کی مغفرت کی دعا بھی بفضلہٖ تعالیٰ ضرور قبول ہوگی۔ (رکن اول باب پنجم فصل ہفتم، ص ۷۸)

خدا تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو تین چیزیں عطا فرمائیں تاکہ وہ طوفان آب سے نجات پا جائیں مثلاً جب آپ کشتی میں سوار ہوئے تو پڑھا بسم اللہ مجریھا ومرسھا اس کی برکت سے آپ کی کشتی پانی پر تیرنے لگی بعد ازاں آپ نے کہا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ نَجّٰنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ○

ترجمہ: اس کی برکت سے آپ اور آپ کے امتی کافروں کی طرف سے کسی قسم کے نقصان سے محفوظ رہے۔ پھر طوفان کے اختتام پر سلامتی سے کشتی سے اترے خدا فرماتا ہے۔

يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَيْكَ○

ترجمہ: خدا تعالیٰ نے ہمیں بھی تین چیزیں عطا فرمائی ہیں۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور الحمد شریف اور سلام ہم نماز میں پڑھتے ہیں۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِىُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ○ حضرت نوح علیہ السلام کو خدا نے بسم اللہ+ الحمد للہ اور سلام تین چیزیں دیں تاکہ وہ طوفانِ آب سے محفوظ رہیں اور یہ تینوں چیزیں ہمیں یعنی امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائیں تاکہ ہم طوفان عذاب سے محفوظ و مامون رہیں۔

(معارج، ج ا، ص ۸۰)

حضرت ہود علیہ السلام:

قوم عاد ہوا کے عذاب سے ہلاک ہوگئی جب خدا نے ہوا کا عذاب بھیجنا چاہا تو حضرت ہود علیہ السلام کو حکم ہوا کہ تم مسلمانوں کو شہر سے باہر لے جاؤ اور اپنے

اور ان کے گرد ایک خط دائرہ کھینچ لو اور کوئی اس دائرے سے باہر قدم نہ رکھے۔
حسب الارشاد رب العباد حضرت ہود علیہ السلام نے اپنے اور مومنوں کے گرد ایک گول لکیر کھینچ لی اور سب لوگ لکیر کے اندر بیٹھ گئے اب ہوا کا زبردست طوفان آیا لیکن خدا کی قدرت ہوا دائرہ کے باہر قلعوں کو ڈھاتی اونٹوں کو میلوں اونچا اڑاتی درختوں کو جڑ سے اکھیڑتی وہ ہوا دائرے میں مسلمانوں کے ماتھے کا پسینہ بھی خشک نہ کرتی۔ خدا تعالیٰ نے اپنے محبوب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ایک قلعہ عطا فرمایا جو اس قلعے میں داخل ہو گیا وہ خدا کے عذاب سے محفوظ ہو گیا اور وہ یہ ہے کہ:

جب حضرت امام علی رضا بن امام موسیٰ کاظم خچر پر سوار ہو کر نیشاپور پہنچے تو آپ کے چہرے مبارک پر نقاب تھا جس وقت نیشاپور بازار میں آپ کی سواری پہنچی تو امام ابوزرعہ اور محمد اسلم طوسی آپ سے آکر ملے ان دونوں محدثوں کے ساتھ کئی ہزار سامعین اور طالبین حدیث لگے ہوئے تھے۔ ان حضرات نے جب امام علی رضا کی سواری آتی دیکھی تو دوڑ کر آپ کی رکابیں پکڑیں اور عرض کی اے سید ابن السادات للہ ہمیں اپنا جمال مبارک دکھا دیجئے۔ یہ کلام سن کر حضرت امام علی رضا نے اپنے چہرے سے نقاب الٹ دیا پھر ان محدثین نے عرض کی حضرت ہمیں کوئی ایسی حدیث سنا دیجئے جس کی تمام اسناد آپ کے خاندان سے ہوں آپ نے فرمایا۔

میں نے اپنے باپ امام موسیٰ کاظم سے سنا انہوں نے اپنے والد امام جعفر صادق انہوں نے اپنے والد امام محمد باقر سے سنا انہوں نے اپنے والد امام زین العابدین سے سنا انہوں نے اپنے باپ امام حسین سے سنا انہوں نے اپنے والد ماجد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے سنا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھ سے یہ حدیث

حضرت جبریل امین علیہ السلام نے بیان کی اور حضرت جبریل علیہ السلام فرماتے ہیں میں نے خدا تعالیٰ سے سنا کہ ارشاد خداوندی ہوا۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ حِصْنِیْ فَمَنْ قَالَهَا دَخَلَ حِصْنِیْ فَمَنْ دَخَلَ حِصْنِیْ اَمَنَ مِنْ عَذَابِیْ ○

لا الہ الا اللہ میرا قلعہ ہے جس نے یہ کہا وہ میرے قلعہ میں داخل ہو گیا اور جو میرے قلعے میں داخل ہو گیا وہ میرے عذاب سے نجات پا گیا۔

بعد ازاں امام علی رضا نے اپنے چہرے پر نقاب ڈال دی اس حدیث کو لکھنے والوں کا شمار کیا گیا تو وہ بیس ہزار تھے۔ (الصواعق المحرقہ، ص ۲۰۵)

حاکم سامانہ نے اس حدیث کو مع اسناد کے سونے کے پانی سے لکھ کر بہت تعظیم سے اپنے پاس رکھا ان کی وفات کے بعد کسی نے خواب میں دیکھ کر پوچھا کہو کیا گزری کہا حدیث کے ادب سے بخشا گیا۔

ہور دوا نہ دلدی کاری کلمہ دلدی کاری ہو
کلمہ دور زنگار کریندا کلمے میں اتاری ہو
کلمہ ہیرے لعل جواہر کلمہ پٹ پساری ہو
اتھے اوتھے دونویں جہانیں باہو کلمہ دولت ساری ہو

بن مانگے ملنا:

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ سے نعمتیں مانگتے تو خدا تعالیٰ ان کو وہ نعمتیں عطا فرما دیتا لیکن ہمارے رسول وہ ہستی ہیں کہ خدا تعالیٰ وہ نعمتیں آپ کو بن مانگے عطا فرما دیتا تھا چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے دعا مانگی:

وَلَا تُخْزِنِیْ یَوْمَ یُبْعَثُوْنَ○ اے اللہ قیامت کے دن مجھے رسوا نہ کرنا۔
اور حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا سے دعا نہیں مانگی لیکن خدا فرماتا ہے
یَوْمَ لَایُخْزِی اللّٰهُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ آمَنُوْا مَعَهٗ○
ترجمہ: قیامت کے دن خدا نبی اور مومنوں کو رسوا نہ کرے گا۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے دعا مانگی۔
رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ○ میرے رب میرا سینہ کھول دے۔
حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا نہیں مانگی بن مانگے اللہ نے یہ نعمت عطا کر دی خدا ارشاد فرماتا ہے۔
اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ○ کیا ہم نے تیرے لئے تیرا سینہ نہیں کھول دیا۔
حضرت سلیمان علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے دعا مانگی۔
وَقَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ○
ترجمہ: اور عرض کی اے میرے رب مجھے توفیق دے کہ میں تیرے احسان کا شکر کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کئے اور یہ کہ میں ایسا نیک کام کروں جس سے تو راضی ہو جائے۔
اور ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا نہیں مانگی مگر خدا فرماتا ہے۔
فَاصْبِرْ عَلٰی مَایَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا وَمِنْ آنَاءِ اللَّیْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰی○
ترجمہ: تو ان کی باتوں پر صبر کرو اور اپنے رب کو سراہتے ہوئے اس کی پاکی بولو سورج نکلنے سے پہلے اور اس کے ڈوبنے سے پہلے اور رات کی گھڑیوں میں اس کی پاکی بولو اور دن کے کناروں پر اس امید پر کہ تم راضی ہو جاؤ۔

فرشتوں نے ڈالی ہیں باہیں گلے میں
کہ ہو جائے راضی طبیعت کسی کی

دعائے خلیل نوید مسیحا:

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ خدا تعالیٰ کے وہ برگزیدہ رسول ہیں کہ جن کے لئے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے یوں دعا مانگی ہے۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ○

ترجمہ: اے ہمارے رب اور بھیج ان میں سے ایک رسول کہ ان پر تری آیات تلاوت فرمائے اور انہیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے اور انہیں خوب ستھرا فرمائے۔ بے شک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَابَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ ○

ترجمہ: اور یاد کرو جب عیسیٰ بن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں اپنے سے پہلی کتاب تورات کی تصدیق کرتا ہوں اور اس رسول کی بشارت سناتا ہوں جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد ہے۔

وہ حاصل برگزیدہ ہستیوں کی التجاؤں کا
فرشتوں کی تمناؤں رسولوں کی دعاؤں کا

گواہی:

شہادت دو قسم کی ہوتی ہے سن کر اور دیکھ کر جو شہادت سن کر دی جائے وہ فرع ہے اور جو شہادت دیکھ کر دی جائے وہ اصل ہے جو شہادت سن کر دی جائے وہ تب قبول ہوتی ہے جب اس کی انتہا اس شہادت پر ہو جو دیکھ کر دی جائے اور اگر سب سن کر شہادت دیں اور کوئی دیکھ کر شہادت دینے والا آخر میں نہ ہو تو سب شہادتیں نا تمام ہوں گی۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام نبیوں اور رسولوں نے اللہ کی شہادت دی اور سن کر شہادت دی اگر آخر میں کوئی ایسا گواہ نہ ہوتا جو دیکھ کر شہادت دیتا تو یہ تمام شہادتیں نامکمل اور نا تمام ہوتیں سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات خدا کو دیکھا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اَنَّ مُحَمَّدًا رَأَى رَبَّهٗ مَرَّتَيْنِ مَرَّةً بِبَصَرِهٖ مَرَّةً بِفُوَادِهٖ ○ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ خدا کا دیدار کیا ایک مرتبہ سر کی آنکھ سے اور ایک مرتبہ دل کی آنکھ سے اور آپ نے خدا کو دیکھ کر شہادت دی اگر خدا کا دیدار نہ کرتے تو سب کی شہادتیں ناتمام رہ جاتیں۔

رکے شاہ تو پردہ سے آواز آئی
کہ پردے میں آ تجھ سے پردہ نہیں ہے

دو چیزوں کا اجتماع .... دو قبلے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو قبلوں کو جمع فرمایا ہجرت سے پہلے اسلام کا قبلہ بیت المقدس تھا اس پر مشرکین کو اعتراض تھا یہ اپنے آپ کو ابراہیمی کہلاتے ہیں مگر قبلہ میں ان کی مخالفت کرتے ہیں۔ ہجرت کے بعد سترہ ماہ تک وہی قبلہ رہا تو یہود و نصاریٰ نے اعتراض کیا کہ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم ہر بات میں ہماری مخالفت

کرتے ہیں لیکن قبلہ تو ہمارا ہی استعمال کرتے ہیں۔ امام الانبیاء کی تمنا تھی کہ ہمارا قبلہ کعبہ بن جائے۔ خدا تعالیٰ نے آپ کی رضا کے پیش نظر کعبہ کو قبلہ بنا دیا اور کعبہ کو آپ کی برکت سے قیامت تک سارے مسلمانوں کی سجدہ گاہ بنا دیا گیا۔

تری مرضی ہے تیرے خدا کی رضا تو نے جو کچھ کہا بس وہی ہو گیا
منتظر رہتی ہے رحمت حق سدا کب اسے آقا تیرا اشارہ ملے

دو ہجرتیں:

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح دو ہجرتوں کو اکٹھا کر دیا جب معراج کی رات آئی آپ براق پر بیٹھ کر جبریل امین علیہ السلام کے ہمراہ مسجد اقصیٰ کی طرف تشریف لے گئے۔ بیت المقدس اکثر انبیاء کی ہجرت گاہ ہے۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو براق پر بٹھا کر بیت المقدس کا سفر طے کرایا تاکہ بیت المقدس کی طرف ہجرت کی سرفرازی آپ کو حاصل ہو جائے۔ دوسری ہجرت آپ نے مکہ سے مدینہ کی طرف کی جبکہ مشرکین نے مسلمانوں کو طرح طرح کی تکالیف میں مبتلا کیا۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خون کے پیاسے ہو گئے۔ یہاں تک کہ ایک رات تمام قبائل کے نوجوان اپنی تلواریں لے کر آپ کے حجرے کے گرد جمع ہو گئے تاکہ آپ کو شہید کر دیا جائے۔ اس وقت خدا تعالیٰ نے جبریل امین علیہ السلام کو بھیج کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کا حکم دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر مکہ سے ہجرت کر گئے۔

وہ ڈراتا ہوا وحدت کا دم بھرتا ہوا نکلا
تلاوت سورہ یٰسین کی کرتا ہوا نکلا

اجتماع شریعت وطریقت:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شریعت وطریقت دونوں کو جمع فرما دیا۔ شریعت سے مراد وہ حکم ہے جو ظاہر میں ہے اور طریقت کا حکم باطن میں ہے۔ اکثر انبیاء اس لئے مبعوث ہوئے کہ وہ ظاہر کے ساتھ حکم نافذ فرمائیں نہ کہ باطن کے ساتھ باطنی امور پر حکم نافذ کرنے والے سب سے پہلے حضرت خضر علیہ السلام ہیں۔ لیکن حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دونوں چیزیں شریعت اور طریقت کو جمع فرما دیا چنانچہ مشکوٰۃ شریف کی حدیث ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

حَفِظْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَعَائَيْنِ فَاَمَّا اَحَدُهُمَا فَبَثَثْتُهٗ فِيْكُمْ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَلَوْ بَثَثْتُهٗ قَطَعَ هٰذَا الْبَلْعُوْمَ ○ (مشکوٰۃ کتاب العلم)

ترجمہ: میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے علم کے دو برتن سیکھے ان میں سے ایک کو میں نے ظاہر کر دیا اور دوسرا یعنی باطنی علم اگر میں ظاہر کر دوں تو میرا یہ گلا کاٹ ڈالا جائے۔

جس علم کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے عوام میں ظاہر کر دیا وہ شریعت کا علم ہے اور جس علم کو چھپایا اور ظاہر نہیں کیا وہ طریقت کا علم ہے۔ پس ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ نے محبوب کے لئے شریعت اور طریقت دونوں کو جمع فرما دیا۔

شریعت دیکھتا ہے دیکھ اقوال محمد کو
طریقت چاہتا ہے دیکھ افعال محمد کو
زمین و آسمان کے خود بخود اٹھ جائیں گے پردے
حجابات محمد میں نظر آجائیں گے جلوے

اجتماع محبت اور خلت:

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا اللہ فرماتا ہے۔ وَاتَّخَذَ اللّٰہُ اِبْرَاھِیْمَ خَلِیْلًا○ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس خلت سے سرفراز فرمایا اور سردار دوجہاں کو خدا نے اپنا حبیب بنایا چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

ایک جگہ صحابہ کرام بیٹھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کر رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ان کے قریب ہو کر بیٹھ گئے اور سنا کہ وہ آپس میں گفتگو کر رہے ہیں۔ بعض نے کہا اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا ہے بعض نے کہا اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلیم بنایا ہے۔ بعض نے کہا حضرت عیسیٰ کلمۃ اللہ ہیں اور بعض نے کہا حضرت آدم صفی اللہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو سلام کیا اور فرمایا میں نے تمہاری گفتگو کو سنا اور تمہارے تعجب کو بھی ملاحظہ کیا یہ ٹھیک ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ ہیں۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ ہیں۔ حضرت عیسیٰ کلمۃ اللہ ہیں اور حضرت آدم صفی اللہ ہیں لیکن اِلَّا وَاَنَا حَبِیْبُ اللّٰہِ آگاہ ہو جاؤ کہ میں اللہ کا حبیب ہوں۔ (ترمذی شریف، ج ۲، ص ۲۰۲)

اب سنیئے حبیب اور خلیل میں فرق۔

(۱) خلیل وہ ہے جو لوگوں کا امام ہے خدا فرماتا ہے۔ اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا○ میں تجھے لوگوں کا امام بنانے والا ہوں اور حبیب وہ جو مسجد اقصیٰ میں تمام انبیاء کا امام بنا اور بیت المعمور میں تمام فرشتوں کا امام بنایا گیا۔

یہ کہتے تھے جبریل سب انبیاء سے
صفیں ٹھیک کر لو امام آ گیا ہے

(۲) خلیل وہ ہے جس پر نار نمرود گلزار ہوگئی۔ خدا فرماتا ہے۔ یَانَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلَامًا عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ ○ اور حبیب بندہ مومن پلصراط پر سے گزرے گا تو دوزخ پکار کر کہے گی۔ جُزْیَا مُؤْمِنُ فَاِنَّ نُوْرَكَ اَطْفَاءَ قَصْبِیْ ○ اے مومن جلدی سے گزر جا تیرے نور نے میری نار کو بجھا دیا ہے۔

(۳) خلیل وہ کہ خدا کی بارگاہ میں عرض کرے۔ اے مولا اپنے بندوں سے کہہ دے وہ مجھے نیکی سے یاد کریں۔ وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ ○ پچھلے مجھے نیکی سے یاد کریں اور حبیب وہ ہے جس کے لئے فرمایا گیا۔ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ○ ہم نے تیری خاطر تیرا ذکر بلند کر دیا۔

رفعنا کا جلوہ دکھانے کو حق نے

لکھا عرش پر نام والا تمہارا

(۵) خلیل وہ جو مطیع لوگوں کو اپنے دامن میں لے لے اور عاصیوں کو چھوڑ دے چنانچہ خدا فرماتا ہے۔

فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○

ترجمہ: جو میری اتباع کرے وہ تو میرا اور جو میری نافرمانی کرے اس کو تو بخشنے والا رحم کرنے والا ہے اور حبیب وہ جو ارشاد فرمائے۔ شَفَاعَتِیْ لِاَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِیْ ○ میری شفاعت میری امت کے بڑے بڑے گنہگاروں کے لئے ہوگی۔

سلام اس پر کہ جس نے فضل کے موتی بکھیرے ہیں

سلام اس پر بروں کو جس نے فرمایا یہ میرے ہیں

اس بحث سے معلوم ہوا کہ حبیب کا مرتبہ خلیل سے زیادہ ہے لیکن اس کے باوجود خدا نے اپنے حبیب کو خلیل بھی بنایا ہے چنانچہ ارشاد نبوی ہے۔

فَاِنَّ اللّٰہَ اتَّخَذَنِیْ خَلِیْلًا کَمَا اتَّخَذَ اِبْرَاھِیْمَ خَلِیْلًا ۝
(مسلم شریف، ج ا، ص ۲۰۱)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے مجھے خلیل بنایا جیسے ابراہیم کو خلیل بنایا۔

اجتماعِ کلام و رؤیت:

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور پر خدا سے ہمکلامی کا شرف حاصل کیا چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چالیس دن اس طرح گزارے کہ رات کو نوافل پڑھے اور دن کو روزہ رکھا بعد ازاں وضو کیا پاکیزہ لباس زیب تن فرمایا اور کوہ طور پر پہنچے اللہ تعالیٰ نے ایک بادل کا ٹکڑا نازل فرمایا جس نے کوہ طور کو لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ کر دیا پھر پہاڑ کی چاروں طرف سے اکیس اکیس میل تک تمام جانوروں حتیٰ کہ فرشتوں کو دور کر دیا گیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا۔ کلام ربانی کی لذت نے اس کے دیدار کا آرزومند بنا دیا۔

پس پردہ سن کے تیری صدا میرا شوق دید جو بڑھ گیا
مجھے اضطراب کمال تھا یہی وجد تھا یہی حال تھا

اس لئے عرض کی رَبِّ اَرِنِیْ الٰہی مجھے اپنا دیدار کرا دے۔ خدا نے فرمایا لَنْ تَرَانِیْ تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتا اس لئے کہ:

نہ تیری آنکھ دیکھے اور نہ چشم انبیاء دیکھے
مجھے دیکھے تو اے موسیٰ نگاہِ مصطفیٰ دیکھے

لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو معراج کی رات اپنے دیدار اور کلام دونوں سے سرفراز فرمایا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

اِنَّ مُحَمَّدًا رَاٰی رَبَّہٗ مَرَّتَیْنِ مَرَّۃً بِبَصَرِہٖ وَمَرَّۃً بِفُوَادِہٖ ○

(خصائص کبریٰ، ج ۱، ص ۱۶۱)

ترجمہ: بلاشبہ حضرت محمد ﷺ نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا ایک بار سر کی آنکھ سے اور ایک مرتبہ دل کی آنکھ سے۔

نگاہ نبوت:

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَکَذَالِکَ نُرِیْ اِبْرَاھِیْمَ مَلَکُوْتَ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ ○

ترجمہ: اور اسی طرح ہم ابراہیم علیہ السلام کو دکھاتے ہیں ساری بادشاہی آسمانوں اور زمین کی۔

اس آیت کے تحت تفسیر خازن نے لکھا ہے............ اُقِیْمَ عَلٰی صَخْرَۃٍ وَ کُشِفَ لَہٗ عَنِ السَّمَاوَاتِ حَتّٰی رَاٰی الْعَرْشَ وَالْکُرْسِیَّ وَمَا فِی السَّمٰوَاتِ وَ کُشِفَ لَہٗ عَنِ الْاَرْضِ حَتّٰی نَظَرَ اِلٰی اَسْفَلِ الْاَرْضِیْنَ وَرَاٰی مَافِیْھَا مِنَ الْعَجَائِبِ ○

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک صخرہ پر کھڑا کیا گیا اور ان کے لئے آسمان کھول دیئے گئے یہاں تک کہ عرش و کرسی اور جو کچھ آسمانوں میں سب کچھ دیکھ لیا اور آپ کے لئے زمین کھول دی گئی یہاں تک کہ انہوں نے زمینوں کے نیچے زمین اور ان عجائبات کو دیکھ لیا جو زمینوں میں ہیں۔

یہ مقام خلیل ہے کہ کھڑے ہیں فرش پر اور دیکھ رہے ہیں عرش پر اور حبیب خدا معراج کی رات عرش پر کھڑے آپ کی نگاہ کہاں تک پہنچ گئی ہو گی۔

مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی نے بیضاوی کے حاشیے میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ قندیل پیدا فرمائی ہیں اور ان کو اپنے عرش کے ساتھ لٹکایا سارے

آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے حتیٰ کہ جنت اور دوزخ صرف ایک قندیل میں ہے اور باقی میں جو کچھ ہے وہ صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔

(حاشیہ بیضاوی، ص ۵۹)

اس سے اندازہ لگا لیجئے کہ خدا تعالیٰ کا عرش کتنا بڑا ہے اور اس کی گولائی کتنی بڑی ہوگی اب سنیے خدا فرماتا ہے۔

وَتَرَى الْمَلَائِكَةَ حَافِّينَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ○

ترجمہ: اور تم فرشتوں کو دیکھتے ہو عرش کے آس پاس حلقہ کئے اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بولتے۔

یہ مقام حبیب کہ فرش زمین پر کھڑے ہو کر ان تمام فرشتوں کو دیکھ رہے ہیں جو عرش الٰہی کے ارد گرد جمع ہو کر خدا تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کر رہے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَامِنْ شَيْءٍ لَمْ اَكُنْ اُرِيْتُهُ اِلَّا قَدْ رَاَيْتُهُ فِي مَقَامِيْ هٰذَا حَتّٰى الْجَنَّةَ وَالنَّارَ ○ (بخاری کتاب العلم)

ترجمہ: کوئی چیز ایسی نہیں جو مجھ کو نہ دکھائی گئی ہو مگر میں نے اس کو اس مقام پر دیکھ لیا یہاں تک کہ جنت اور دوزخ کو بھی۔

یہاں بات ذہن نشین رہے کہ جنت ساتویں آسمان کے اوپر ہے اور دوزخ ساتویں زمین کے نیچے معلوم ہوا فرش سے لے کر عرش تک کوئی چیز نگاہ مصطفیٰ سے پوشیدہ نہیں کیونکہ جن نگاہوں سے خالق پوشیدہ نہ رہا ان سے مخلوقات کیسے پوشیدہ رہ سکتی ہے۔

سر عرش پر ہے تیری گزر دل فرش پر تیری نظر
ملکوت و ملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پر عیاں نہیں

شہنشاہ زمانہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات عرش پر جلوہ گر ہوئے اور عرش کے معنی تخت کے ہیں پرانے زمانے میں بادشاہ تخت پر بیٹھ کر حکومت کرتے تھے اللہ تعالیٰ بیٹھنے سے پاک ہے بیٹھتا وہ ہے جو کھڑے کھڑے تھک جائے اللہ تعالیٰ تھکنے سے پاک ہے جب تخت بیٹھنے کے لئے ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ بیٹھتا نہیں تو پھر خدا نے اپنا عرش کیوں پیدا فرمایا اور ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ اس نے تخت بے فائدہ پیدا کیا ہے کیونکہ وہ بہت بڑا حکیم اور فَعَلَ الْحَكِيْمِ لَايَخْلُوْ عَنِ الْحِكْمَةِ حکیم کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا اور عرش کے پیدا کرنے میں حکمت یہ تھی کہ معراج کی رات میرا محبوب آ کر عرش پر جلوہ گر ہوتا کہ وہ زمین و آسمان کی حکومت کا مالک بن جائے۔

محترم یوں تو سارے نبی ہیں پر کسی کا یہ رتبہ نہیں ہے
تاجدار حرم کے علاوہ عرش پر کوئی پہنچا نہیں ہے

اللہ اللہ شہ کونین جلالت تیری
فرش کا عرش پہ جاری ہے حکومت تیری

رب اس دعویٰ کی ایک حدیث سماعت فرمائیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فَاَمَّا وَزِيْرَاىَ مِنْ اَهْلِ السَّمَاءِ فَجِبْرِيْلَ وَمِيْكَائِيْلُ وَاَمَّا وَزِيْرَاىَ مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ فَاَبُوْبَكْرٍ وَّ عُمَرَ○

میرے دو وزیر آسمان جبریل اور میکائیل ہے اور میرے زمین کے دو وزیر ابوبکر اور عمر ہیں اور وزیر بادشاہوں کے ہوتے ہیں اور چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آسمانوں میں بھی وزیر ہیں اور زمین کے بھی وزیر ہیں لہٰذا زمین و آسمان کے بادشاہ ہیں۔

وہی نورِ حق وہی ظل رب ہے انہیں سے سب ہے انہیں کا سب
نہیں ان کی ملک میں آسمان کے زمیں نہیں کہ زماں نہیں

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ○

ترجمہ: جو کوئی دشمن ہو اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں کا اور جبریل اور میکائیل کا تو اللہ دشمن ہے کافروں کا۔

اس آیت سے پتہ چلا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آسمانی وزیروں کا دشمن کافر ہے دائرہ اسلام سے خارج ہے لہٰذا آپ کے زمین کے دونوں وزیر صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہم کا دشمن بھی یقیناً دائرہ اسلام سے خارج ہے کیونکہ جس طرح جبریل و میکائیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر ہیں اسی طرح صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر ہیں۔

تواضع سے بلندی:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جبریل امین علیہ السلام کے ساتھ کوہ صفا پر موجود تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جبریل (علیہ السلام) قسم ہے اس ذات اقدس کی جس نے تجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے شام کو آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مٹھی بھر آٹا اور ایک ہتھیلی بھر ستو بھی نہیں ہوتے۔ بس یہ فرما ہی رہے تھے کہ آسمان سے ایک سخت آواز آئی فرمایا جبریل (علیہ السلام) یہ کیا عرض کیا اسرافیل علیہ السلام کو آپ کے پاس حاضر ہونے کا حکم ہوا ہے چنانچہ وہ حاضر ہو گئے اور عرض کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ابھی کلام فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے سنا ہے۔

فَبَعَثَنِیْ اِلَیْکَ بِمَفَاتِیْحِ خَزَائِنِ الْاَرْضِ○

ترجمہ: مجھے آپ کے پاس زمین کے خزانوں کی کنجیاں دے کر بھیجا ہے۔

اور فرمایا ہے کہ میں وہ آپ کی خدمت میں پیش کردوں اور تہامہ کے پہاڑوں کو زمرد یاقوت سونا اور چاندی بنادوں اگر آپ یہ چاہتے ہیں تو میں ابھی یہ کام کر دیتا ہوں۔ آپ کو اختیار ہے کہ چاہے نبی بادشاہ بنیں یا نبی بندے جبریل علیہ السلام نے آپ کی طرف تواضع اختیار کرنے کا اشارہ کیا اور آپ نے تین مرتبہ فرمایا ''میں نبی بندہ بننا چاہتا ہوں''۔ (طبرانی اوسط، ج ۷، ص ۴۷۴)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فقر و فاقہ خود اختیار فرمایا تھا ورنہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مالک کونین تھے۔

مالک دین و دنیا ہو کر دونوں جہاں کے داتا ہو کر
فاقے سے ہیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

عجز تو دیکھو اللہ اکبر تکیے کے بدلے اینٹ یا پتھر
اور سر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے۔ مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَہُ اللّٰہُ○ جس نے عاجزی کی اللہ تعالیٰ نے اس کو بلند فرمادیا چونکہ آپ نے سب سے زیادہ تواضع کی ہے لہٰذا اللہ نے آپ کو سب سے زیادہ بلند فرمادیا چنانچہ معراج کی رات جب آپ آسمانوں کی طرف گئے تو ساتوں آسمان نیچے ساتوں زمینیں نیچے بیت اللہ نیچے بیت المقدس نیچے بیت المعمور نیچے بیت العزت نیچے آٹھوں جنتیں نیچے سدرۃ المنتہیٰ نیچے کرسی نیچے لوح و قلم حتیٰ کہ عرش نیچے اور پیارے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم اونچے۔

زہے عزت و اعتلائے محمد
کہ ہے عرش حق زیر پائے محمد

ان کی رفعت کا اندازہ کیا ہو عرش ہے جن کے قدموں کے نیچے
عرش و کرسی بھی نعلین پا کو تاج اپنا بنائے ہوئے ہیں

اصول امامت یہ ہے کہ امامت وہ کرائے جو قرآن کو اچھی قرأت میں پڑھے پھر جو زیادہ عالم ہو پھر جو زیادہ حسین ہو معراج کی رات مسجد اقصیٰ میں بہترین خوش الحان حضرت داؤد علیہ السلام موجود تھے۔ بہت بڑے عالم حضرت آدم علیہ السلام موجود تھے اور حسن و جمال کے شہنشاہ حضرت یوسف علیہ السلام موجود تھے مگر ان سب کی موجودگی میں امام سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کو بنایا گیا معلوم ہوا آپ سب سے زیادہ خوش الحان سب سے زیادہ عالم اور سب سے زیادہ حسین و جمیل تھے۔

طالب دیدار:

علامہ اسماعیل حقی نے تفسیر روح البیان میں لکھا ہے کہ انسان جنات کا دسواں حصہ ہیں اور جن و انس خشکی کے جانوروں کا دسواں حصہ ہیں اور یہ سب مل کر پرندوں کا دسواں حصہ اور یہ سب مل کر زمین کے فرشتوں کا دسواں حصہ ہیں اور یہ سب مل کر پہلے آسمان کے فرشتوں کا دسواں حصہ اور وہ سب مل کر دوسرے آسمان کے فرشتوں کا دسواں حصہ اور یہ سب مل کر تیسرے آسمان کے فرشتوں کا دسواں حصہ اور یہ سب مل کر چوتھے آسمان کے فرشتوں کا دسواں حصہ اور یہ سب مل کر پانچویں آسمان کے فرشتوں کا دسواں حصہ اور یہ سب مل کر چھٹے آسمان کے فرشتوں کا دسواں حصہ اور یہ سب مل کر ساتویں آسمان کے فرشتوں کا دسواں حصہ پھر یہ سب فرشتے کرسی کے فرشتوں کے مقابلے میں کم ہیں اور یہ سب مل کر عرش کے ایک پردے پر رہنے والے فرشتوں کے مقابلے میں بہت کم ہیں اور عرش کے چھ لاکھ پردے ہیں اور ہر پردے پر اتنے ہی فرشتے ہیں پھر یہ سب فرشتے ان

فرشتوں کے مقابلے میں جو عرش کے گرد گھومتے ہیں۔ ایسے ہیں جیسے دریا کے سامنے ایک قطرہ اس سے اندازہ لگائیں آسمانوں پر اور عرش تک کتنے فرشتے رہتے ہیں۔ (نعیمی، ج۱، ص ۲۴۷)

اور ان تمام فرشتوں نے معراج کی رات خدا سے التجا کی کہ ہمیں دیدار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے سرفراز فرمایا جائے۔ خدا تعالیٰ نے فرشتوں کی آرزو کو پورا فرمایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کی رات بلایا تاکہ متذکرہ فرشتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کر لیں۔ غور فرمائیں جن کی زیارت کے یہ تمام متمنی ہوں وہ کتنے حسین وجمیل ہوں گے۔

مکھ چن بدر شعشانی ایہہ متھے چمکدی لاٹ نورانی ایہہ
کالی زلف تے اکھ مستانی ایہہ مخمور اکھیں ہین مدھ بھریاں

تجلی طور:

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور پر تجلی دیکھی نیز خدا سے ہمکلامی کا شرف ہوا تو آپ کو خصوصیت سے تین چیزیں عطا کی گئیں۔

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خدا سے ہمکلامی کا شرف حاصل ہوا تو آپ تیس میل کے فاصلے سے سیاہ رات میں ایک چیونٹی کو پتھر پر چلتے دیکھ لیتے تھے۔

(طبرانی صغیر، ج۱، ص ۳۲)

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خدا تعالیٰ سے ہمکلامی کا شرف حاصل ہوا تو آپ تیس میل کے فاصلے سے سیاہ رات میں ایک چیونٹی کے پاؤں کی آہٹ سن لیا کرتے تھے۔

(انسان العیون، ج۱، ص ۴۳۸)

(۳) علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام خداتعالیٰ سے ہمکلام ہوتے تو آپ کے چہرے پر ایک بہت ہی چمکدار نور کی بارش ہوتی تھی۔ کوئی آدمی آپ کے چہرے کو دیکھ نہ سکتا تھا۔ اس لئے آپ اپنے چہرے پر نقاب ڈال لیتے۔ (تفسیر ابن کثیر، ج ۹، ص ۲۷)

اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام تاریک رات میں دیکھ لیتے تھے تو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اللہ تعالیٰ نے یہ کمال عطا فرمایا تھا کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ يَرٰىْ فِي اللَّيْلِ فِيْ الظُّلْمَةِ كَمَا يَرٰى فِي النَّهَارِ فِي الضَّوْءِ ○ (زرقانی، ج ۴، ص ۸۳)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کی تاریکی میں اس طرح دیکھ لیتے جس طرح دن کی روشنی میں اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام دور کی آواز سن لیتے تھے ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّىْ اَرٰى مَالَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَالَا تَسْمَعُوْنَ ○ (ابن ماجہ)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے۔

اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چہرے پر نور کی بارش ہوتی تھی لیکن معراج کی رات جب ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کا دیدار کیا اور ہمکلامی کا شرف حاصل ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر کتنا نور برسا ہوگا لیکن اس کے باوجود ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چہرے پر نقاب نہ ڈالا اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ کر دیا گیا۔ علامہ زرقانی فرماتے ہیں۔

لَمْ يَظْهَرْ لَنَا تَمَامُ حُسْنِهٖ لِاَنَّهٗ لَوْظَهَرَ لَنَا تَمَامُ حُسْنِهٖ لَمَا اَطَاقَتْ

اَعْیُنُنَا رُؤْیَتَہٗ○ (زرقانی، ج ۴، ص ۷۱)

ترجمہ: حضور ﷺ کا سارا حسن ہم پر ظاہر نہ کیا گیا اگر آپ ﷺ کا پورا حسن ظاہر کر دیا جاتا تو ہماری آنکھیں آپ ﷺ کے دیدار کی طاقت نہ رکھتیں۔

نہ رہتی جو پردوں میں صورت کسی کی
نہ ہوتی کسی کو زیارت کسی کی

صخرہ بیت المقدس:

معراج کی رات جب رسول خدا ﷺ نے مسجد اقصیٰ میں براق پر سوار ہونا چاہا تو آپ ﷺ نے اپنا قدم مبارک صخرہ شریف پر رکھا جو جنت کے پتھروں میں سے ایک پتھر ہے اور وہ پتھر خدا کی قدرت کے عجائبات میں سے ہے اس لئے کہ وہ پتھر اس وقت مسجد اقصیٰ میں زمین و آسمان کے درمیان معلق ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو بغیر کسی سہارے کے ہوا میں محفوظ رکھا ہے جس طرح آسمان بغیر ستون کے موجود ہے اور اس پتھر کے جنوبی حصہ میں حضور ﷺ کے قدم مبارک کا نقش موجود ہے جو براق پر سوار ہوتے وقت ظاہر ہوا تھا اب وہ پتھر بوجہ ادب نقش پاشریف کے اس طرف جھکا ہوا ہے۔ (شرح شفاء، ج ۱، ص ۳۹۰)

علامہ علی بن برہان الدین نے لکھا ہے۔

قَالَ اُبَیُّ بْنِ کَعْبٍ مَامِنْ مَاءٍ عَذْبٍ اِلَّا وَیَنْبَعُ مِنْ تَحْتِ الصَّخْرَۃِ بِبَیْتِ الْمُقَدَّسِ ثُمَّ تَفَرَّقَ فِی الْاَرْضِ○ (انسان العیون، ج ۱، ص ۴۱۲)

حضرت ابی بن کعب فرماتے ہیں ہر میٹھے پانی کا مرکز اس بیت المقدس کے پتھر کے نیچے ہے وہاں سے ساری زمین میں پھیل جاتا ہے۔

میرا ذوق سلیم یہ کہتا ہے کہ یہ سب برکتیں آپ قدم مبارک کی ہیں کہ

قدم آیا پتھر پر وہاں سے برکات زمین کے اندر منتقل ہو کر پانی پر اس طرح اثر انداز ہوئیں کہ اس کو میٹھے پانی کا منبع بنا دیا۔

زیارت:

علماء نے بیان کیا ہے کہ دنیا میں ہم اللہ تعالیٰ کو اس لئے نہیں دیکھ سکتے کہ ہماری آنکھیں فانی ہیں اور اللہ کی ذات باقی ہے اور فانی آنکھ سے باقی ذات کو نہیں دیکھا جا سکتا اور جب اللہ کے فضل سے ہم جنت میں جائیں گے تو خدا تعالیٰ کو دیکھ سکیں گے کیونکہ وہاں ہم باقی ہوں گے اور باقی آنکھوں سے باقی ذات کو دیکھا جا سکتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کی آنکھوں سے خدا کا دیدار کیا معلوم ہوا جو آنکھیں اہل جنت کو اللہ جنت میں دے گا وہ آنکھیں خدا نے آپ کو دنیا ہی میں عطا فرما دیں۔

اور اہل جنت کی آنکھوں میں کتنا نور ہو گا اس کا اندازہ اس سے لگا لیجئے کہ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تمام انسانوں کی جنات کی چوپایوں کی اور پرندوں کی آنکھوں کی بصارت کو ایک شخص کی آنکھوں میں کر دیا جائے پھر سورج کے سامنے جو ستر پردے ہیں ان میں سے ایک پردہ ہٹا دیا جائے تو ناممکن ہے کہ یہ شخص اس کی طرف دیکھ سکے باوجودیکہ سورج کا نور کرسی کے نور کا سترواں حصہ ہے اور کرسی کا نور عرش کے نور کا سترواں حصہ ہے اور عرش کا نور جو پردے خدا کے سامنے ہیں ان میں سے ایک پردے کے نور کا سترواں حصہ ہے۔ پس خیال کر لو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے جنتی بندوں کو کتنا نور عطا کر رکھا ہو گا کہ وہ اپنے رب تعالیٰ کو بے حجاب اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے اور اتنا عظیم نور خدا تعالیٰ نے اپنے محبوب کو دنیا میں عطا فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بے روک ٹوک خدا کا دیدار کیا۔

(ابن کثیر، ج ۲۷، ص ۵۳)

رکے شاہ تو پردے سے آواز آئی

کہ پردے میں آ تجھ سے پردہ نہیں ہے

زیارت بھی ایک عبادت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَلنَّظْرُ اِلٰی وَجْهِ عَلِیٍّ عِبَادَةٌ○

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھنا عبادت ہے۔

اَلنَّظْرُ اِلَی الْکَعْبَةِ عِبَادَةٌ اَلنَّظْرُ اِلٰی وَجْهِ الْوَالِدَیْنِ عِبَادَةٌ وَالنَّظْرُ اِلٰی کِتَابِ اللّٰهِ عِبَادَةٌ اَلنَّظْرُ اِلٰی وَجْهِ الْعَالِمِ عِبَادَةٌ○ (مسند الفردوس، ج۲،ص۳۷۵)

کعبہ کو دیکھنا عبادت ہے ماں باپ کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے۔ قرآن کو دیکھنا عبادت ہے عالم دین کو دیکھنا عبادت ہے اور سب سے افضل عبادت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنا ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حالت ایمان میں دیکھنے والا صحابی بن جاتا ہے۔

خدا ان کو کس پیار سے دیکھتا ہے

جو آنکھیں ہیں محو لقائے محمد

اور کوئی بڑی سے بڑی عبادت صحابیت کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا یہ مرتبہ ہے تو خدا کی زیارت کا کیا مرتبہ ہوگا۔ اس لئے سارے نبیوں نے خدا کی عبادت کی لیکن جیسی عبادت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ایسی عبادت کسی اور نے نہیں کی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی زیارت کی ہے انسان جن فرشتے سب خدا کے عابد بندے ہیں لیکن جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم عابد ہیں ایسا کوئی نہیں۔

تری عظمتوں کی ہو تعریف مجھ سے

میں لاؤں کہاں سے زباں اللہ اللہ

عبد خاص:

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جہاں بھی ذکر فرمایا ہے اپنی طرف اضافت کر کے فرمایا ہے مثلاً خدا فرماتا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْكِتَابَ۝

ترجمہ: اللہ ہی کے لئے سب تعریفیں ہیں جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل فرمائی

فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰی۝

ترجمہ: پس اللہ نے اپنے بندے کی طرف وحی کی وہ جو اس نے وحی کی۔

اور جب اپنا ذکر فرمایا تو اپنی اضافت آپ کی طرف کی مثلاً خدا فرماتا ہے:

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰۤئِكَةِ۝

جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا۔

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا۝

ترجمہ: اپنے رب کا ذکر کثرت سے کرو۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی نسبت آپ کی طرف اور آپ کی نسبت اپنی طرف کر کے ظاہر فرما دیا کہ پیارے تم ہمارے ہو اور ہم تمہارے ہیں۔

محمد برائے جناب الٰہی

جناب الٰہی برائے محمد

علامہ محمود آلوسی بغدادی نے لکھا ہے کہ ہر ایک کا الگ الگ قبلہ ہے مقربین کا قبلہ عرش ہے روحانین کا قبلہ کرسی ہے کروبین کا قبلہ بیت المعمور ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے انبیاء کا قبلہ بیت المقدس ہے اور آپ کا قبلہ کعبہ ہے اور یہ آپ کے جسم کا قبلہ ہے اور اے محبوب آپ کی روح کا قبلہ میری ذات ہے

یعنی اللہ ہے اور میرا قبلہ آپ کی ذات ہے۔ (روح المعانی، ج ۲، ص ۱۵)

قبلہ توجہ کے مرکز کو کہتے ہیں یعنی آپ کی روح میری ذات کی طرف متوجہ رہتی ہے اور میں ہمیشہ آپ کی طرف متوجہ رہتا ہوں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ جب آپ کا ذکر کرتا ہے تو اپنی طرف اضافت کرتا ہے اور جب اپنا ذکر فرماتا ہے تو آپ کی طرف اضافت کرتا ہے۔

اظہار مرتبہ:

انبیاء سابقین نے مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھی اور امام الانبیاء نے مسجد اقصیٰ میں تمام نبیوں کی امامت کرائی علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے۔

صَلّٰی خَلْفَکَ کُلُّ نَبِیٍّ بَعَثَہُ اللّٰہُ ○

ترجمہ: ہر مبعوث نبی نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی آپ کی امامت میں آپ کی شان ظاہر فرمائی گئی اور وہ اس طرح کہ جب ہر نبی نے مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھی تو اس کو ایک نماز پر ایک ہی نماز کا اجر ملتا تھا مگر جب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسجد میں نماز ادا فرمائی تو اس مسجد میں نماز پڑھنے کا اجر و ثواب پچاس ہزار گنا زائد ہو گیا۔ اب جو آدمی بھی ایک نماز اس مسجد میں پڑھتا ہے اس کو پچاس ہزار گنا زائد ثواب ملتا ہے چنانچہ ابن ماجہ میں حدیث موجود ہے۔ اگر کوئی گھر میں نماز پڑھتا ہے تو ایک نماز کا ثواب ملتا ہے جو محلے کی مسجد میں نماز ادا کرتا ہے تو اس پچیس نمازوں کا ثواب ملتا ہے اور جو جامع مسجد میں نماز پڑھتا ہے اس کو پانچ سو نمازوں کا ثواب ہوتا ہے اور جو مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھتا ہے یا مسجد نبوی میں نماز پڑھتا ہے اس کو پچاس ہزار نمازوں کا ثواب ملتا ہے اور جو مسجد حرام میں ایک نماز پڑھتا ہے اسے ایک لاکھ نماز کا ثواب ملتا ہے۔

لیکن بعض محققین نے لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد نبوی میں ایک نماز پڑھنے سے چار لاکھ نمازوں کا اجر وثواب ہوتا ہے وہ اس طرح کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ بِالْمَدِیْنَۃِ ضِعْفَیْ مَا جَعَلْتَ بِمَکَّۃَ مِنَ الْبَرَکَۃِ○

ترجمہ: یااللہ جتنی برکت تو نے مکہ میں رکھی ہے اس سے چوگنی برکت مدینے میں کردے۔

اور عربی میں ضعف کہتے ہیں دگنے کو اور یہاں اس حدیث میں ضِعْفَیَّ یعنی دوضعف کا ذکر ہے اب اس کا معنی ہوگیا چوگنا اور حدیث میں برکت مطلق ذکر ہوئی ہے اور علماء نے لکھا ہے اَلْمُطْلَقُ یَجْرِیْ عَلٰی اِطْلَاقِھَا یعنی مطلق اپنے اطلاق پر جاری رہتا ہے تو اس برکت سے مراد پھلوں کی برکت بھی ہوسکتی ہے، مشروبات کی برکت بھی ہوسکتی ہے اجروثواب کی برکت بھی ہوسکتی ہے اگر یہاں اس حدیث میں برکت سے مراد اجر وثواب لیا جائے تو حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ اے اللہ جتنی برکت تو نے مکہ میں رکھی ہے اس سے چوگنی برکت تو مدینے میں کردے اور مکہ کی برکت یہ ہے کہ ایک نماز پڑھی جائے تو ایک لاکھ نماز کا ثواب ملتا ہے اور اس کا چوگنا چار لاکھ ہوگا لہٰذا ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد نبوی میں ایک نماز پڑھی جائے تو اس کا اجروثواب چار لاکھ کے برابر ہوتا ہے۔

علامہ ابن الحاج نے لکھا ہے۔ اَنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ تَتَشَرَّفُ الْاَشْیَاءَ بِہٖ لَاھُوَ یَتَشَرَّفُ بِھَا○ یعنی چیزوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عزت ملتی ہے نہ یہ کہ چیزوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عزت ملے۔

تو مساجد ثلاثہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عزت ملی کہ مسجد اقصیٰ میں ایک نماز کے بدلے پچاس ہزار مسجد حرام میں ایک نماز کے بدلے ایک لاکھ اور مسجد نبوی

میں ایک نماز کے بدلے چار لاکھ نمازوں کا ثواب ملتا ہے۔

بے مثل نبی صلی اللہ علیہ وسلم:

سدرۃ المنتہیٰ کو منتہیٰ اس لئے کہتے ہیں کہ وہ سدرہٰ سے نیچے والوں کی منتہیٰ ہے اور نیچے والے اس سے اوپر نہیں جا سکتے اور سدرہ سے اوپر والوں کی بھی انتہا ہے اوپر والے سدرہ سے نیچے نہیں آ سکتے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات سدرہ سے اوپر بھی گئے ہیں اور اوپر سے نیچے بھی آئے ہیں معلوم ہوا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر حد سے آگے گزر گئے ہر چیز کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک حد مقرر کی ہے وہ اس حد سے آگے نہیں جا سکتی اور صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسی مخلوق ہیں جن کے لئے اللہ نے کوئی حد مقرر نہیں کی جس چیز کی بھی حد مقرر ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس حد سے آگے گزر گئے۔

چلے ملکیوں رل کے دوراہی جبریل تے رب دا اک ماہی
اک سدرہٰ تے رہ جانا اے اک کول بلایا جانا اے

نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بے مثل ہیں اور کائنات میں کوئی آپ کی مثل نہیں کیونکہ آپ سدرہ سے اوپر بھی گئے اور سدرہ سے نیچے بھی آئے اگر آپ نیچے والوں کی طرح ہوتے تو اوپر نہ جاتے اور اگر اوپر والوں کی طرح ہوتے تو سدرہ سے نیچے نہ آتے۔ معلوم ہوا کہ نہ سدرہ کے اوپر کوئی آپ کی مثل ہے اور نہ سدرہ سے نیچے کوئی آپ کی مثل ہے۔

تیرا مسند ناز ہے عرش بریں تیرا محرم راز ہے روح امیں
تو ہی سرور ہر دو جہاں ہے شہا تیرا مثل نہیں ہے خدا کی قسم

حضرت جبریل علیہ السلام کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سدرہٰ سے آگے چلنے کو کہا

انہوں نے عرض کی اگر ایک پورے کے برابر بھی آگے گیا تو جل جاؤں گا اس مقام پر بھی یہی نکتہ ہے کہ جبریل علیہ السلام نے نہ تو اپنے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل سمجھا اور نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی مثل تصور کیا اگر اپنے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل سمجھتے تو کہتے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ میری مثل ہیں جب میں سدرہٰ سے آگے نہیں جا سکتا تو آپ کیسے جا سکتے ہیں اور اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی مثل تصور کرتے تو کہتے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سدرہٰ سے آگے جا سکتے ہیں تو میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل ہوں میں بھی سدرہ سے آگے جا سکتا ہوں۔ معلوم ہوا جبریل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بے مثل سمجھا اور جبریل امین علیہ السلام نوریوں کے سردار ہیں لہٰذا پتہ چلا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بے مثل سمجھنا نوریوں کا طریقہ ہے۔ الحمد للہ ہم اہل سنت کا عقیدہ نوریوں والا ہے ناریوں والا نہیں۔ خدا تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اسی عقیدے پر قائم رکھے آمین ثم آمین۔

تیرا قد تو نادر دہر ہے کوئی مثل ہو تو مثال دے
نہیں گل کے پودوں میں ڈالیاں کہ چمن میں سرو چماں نہیں

عظمت:

خدا تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتا ہے۔

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝

ترجمہ: آپ خلق عظیم پر فائز ہیں۔

امام رازی نے اس آیت کے تحت لکھا ہے انسان کا کمال عمل اور علم کے اعتبار سے ظاہر ہوتا ہے اس آیت میں آپ کے عملی کمال کو عظیم کہا گیا ہے اور جہاں تک علمی کمال کا تعلق ہے۔ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا○

ترجمہ: اور آپ جو کچھ نہیں جانتے تھے وہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سکھا دیا اور اللہ کا آپ پر فضل عظیم ہے۔

پس ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے عمل اور علم دونوں کو عظیم کہا ہے اور جس چیز کو اللہ عظیم کہہ دے اس کی عظمتوں کا اندازہ کون کرسکتا ہے۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ ہر خلق کی عظمت کا مدار ذات مصطفیٰ ﷺ ہے اور وہ اس طرح کہ عام طور پر لوگ اچھا کہلانے میں اچھائی کے تابع ہوتے ہیں لیکن نبی کریم ﷺ کا معاملہ ایسا نہیں بلکہ جس کام کو آپ نے کرلیا وہ اچھا ہو گیا اور جس کام سے آپ نے روک دیا وہ برا ہو گیا یعنی اچھائی اور نیکی آپ کے عمل کے تابع ہے نماز اچھا کام ہے مگر اوقات ممنوعہ میں نماز پڑھنا برا ہے۔ کیونکہ آپ نے ان اوقات میں نماز پڑھنے سے منع فرما دیا اب اگر کوئی بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے تو نامقبول ہو گی کیونکہ آپ نے کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی۔

قبر انور عرش سے افضل............ دلیل اول:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام چوتھے آسمان پر ہیں اور وہ اللہ کے شکر گزار بندے ہیں کیونکہ تمام انبیاء شاکرین ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ○

ترجمہ: اگر تم شکر کرو گے میں تمہاری نعمتوں میں زیادتی کروں گا۔

اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زمین سے چوتھے آسمان پر لے گیا اگر اس سے زیادہ بلندی اور عظمت عرش پر ہوتی تو اللہ تعالیٰ آپ کو عرش پر لے جاتا

کیونکہ شکر سے نعمت میں اضافہ ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ آپ کو قرب قیامت زمین پر لاکر نبی کریم ﷺ کے جوار میں دفن کرائے گا۔ معلوم ہوا کہ عظمت اور بلندی عرش پر نہیں بلکہ امام الانبیاء کے قرب اور جوار میں ہے اور اس جگہ ہے جہاں آپ مدفون ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ آپ کی قبر انور عرش سے افضل ہے۔

دلیل نمبر۲:

خدا تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔

لَا اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ○

ترجمہ: میں اس شہر کی قسم صرف اس لئے کھاتا ہوں کہ آپ اس شہر میں چلتے ہیں۔

مکہ مکرمہ کو اللہ تعالیٰ کی وجہ قسم بننے کی عزت و کرامت صرف اس وجہ سے ملی کہ آپ اس شہر میں جلوہ فرمائیں اور جب آپ مدینہ منورہ گئے تو وہ فضیلت مدینہ کو حاصل ہوگئی۔ جب آسمانوں پر گئے تو آسمان کو عزت ملی عرش پر پہنچے تو عرش کو کرامت ملی اور اب جس جگہ آرام فرما ہیں وہ جگہ سب سے افضل ہے۔

دلیل سوم:

جس جگہ نبی کریم ﷺ مدفون ہیں وہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور جنت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔

مَوْضِعُ سَوْطٍ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا○

(بخاری، ج۱، ص۲۶۰)

ترجمہ: ایک چابک کے برابر بھی جنت کی جگہ دنیا اور مافیھا سے بہتر ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جس جگہ آپ آرام فرما ہیں وہ جگہ کعبہ اور بیت المقدس سے افضل ہے۔

❁❁❁

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عقائد صحابہ

وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ اٰمِنُوْا کَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ کَمَآ اٰمَنَ السُّفَھَآءُ اَلَآ اِنَّھُمْ ھُمُ السُّفَھَآءُ وَلٰکِنْ لَّا یَعْلَمُوْنَ○

ترجمہ: اور جب ان سے کہا جائے ایمان لاؤ جیسے اور لوگ ایمان لائے تو کہیں کیا ہم احمقوں کی طرح ایمان لے آئیں۔ سنتا ہے وہی احمق ہیں مگر جانتے نہیں۔

اس آیت میں آمن الناس سے مراد صحابہ کرام ہیں معلوم ہوا کہ کل قیامت کے روز ایمان صرف ان لوگوں کا خدا کی بارگاہ میں مقبول ہو گا جن کا صحابہ کرام کے مطابق ایمان ہو گا اور علامہ بدر الدین عینی نے عمدۃ القاری شرح بخاری میں لکھا ہے کہ:

اَلْاِیْمَانُ اِسْمٌ لِمَا بَطَنَ مِنَ الْاِعْتِقَادِ○

ترجمہ: ایمان نام ہے پوشیدہ عقیدے کا۔

معلوم ہوا ہر مومن کا عقیدہ صحابہ کے عقیدے کے مطابق ہونا چاہیے اور اسی چیز کا خدا نے مطالبہ کیا فرمایا کما آمن الناس جیسے صحابہ ایمان لائے یعنی جیسے صحابہ کا عقیدہ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا بنی اسرائیل میں بہتر فرقے ہوئے اور میری امت میں تہتر فرقے ہوں گے سوائے ایک کے باقی سب دوزخی ہیں صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ وہ ناجی (جنتی) جماعت کونسی ہے فرمایا مَآ اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔ (مشکوۃ، ص ۳۰)

نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد کے مطابق ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ صحابہ کے مطابق اپنے عقیدے رکھے تاکہ وہ نجات یافتہ جماعت میں شامل

ہو سکے۔ صحابہ کرام وہ خوش قسمت لوگ ہیں جن کو خدا نے اپنی جماعت قرار دیا ہے خدا فرماتا ہے۔

رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ اُولٰئِکَ حِزْبُ اللّٰہِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ○

ترجمہ: اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے یہ اللہ کی جماعت ہے سنتا ہے اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے۔

صحابہ کے لئے دنیا میں مغفرت کا مژدہ ہے خدا فرماتا ہے۔

وَالَّذِیْنَ آمَنُوْا وَھَاجَرُوْا وَجَاھَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ آوَوْا وَّنَصَرُوْا اُوْلٰئِکَ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَھُمْ مَغْفِرَۃٌ وَّ رِزْقٌ کَرِیْمٌ○

ترجمہ: اور وہ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں لڑے اور جنہوں نے جگہ دی اور مدد کی وہی سچے ایمان والے ہیں اور ان کے لئے بخشش ہے اور عزت کی روزی۔

اور مقام پر صحابہ کے انعامات یوں بیان کئے گئے، خدا فرماتا ہے۔

اَلَّذِیْنَ آمَنُوْا وَھَاجَرُوْا وَجَاھَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ اَعْظَمُ دَرَجَۃً عِنْدَ اللّٰہِ وَاُوْلٰئِکَ ھُمُ الْفَائِزُوْنَ○ یُبَشِّرُھُمْ رَبُّھُمْ بِرَحْمَۃٍ مِّنْہُ وَرِضْوَانٍ وَّ جَنّٰتٍ لَّھُمْ فِیْھَا نَعِیْمٌ مُّقِیْمٌ○ خَالِدِیْنَ فِیْھَا اَبَدًا اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ اَجْرٌ عَظِیْمٌ○

ترجمہ: وہ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنے مال اور جان سے اللہ کی راہ میں لڑے اللہ کے ہاں ان کا درجہ بڑا ہے اور وہی مراد کو پہنچے ان کا رب ان کو خوشی سناتا ہے اپنی رحمت اور اپنی رضا کی اور ان باغوں کی جن میں ان کے لئے دائمی نعمت ہے۔ ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ بے شک اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے۔

ایک مقام پر صحابہ کی شان یوں بیان ہوئی، خدا فرماتا ہے۔

وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّلَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ذَالِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمِ ○

ترجمہ: اور سب میں پہلے اگلے مہاجر اور انصار اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے اللہ ان سے راضی وہ اللہ سے راضی ان کے لئے تیار کر رکھے ہیں باغ جن کے نیچے نہریں جاری ہیں ہمیشہ ان میں رہیں گے یہی بڑی کامیابی ہے۔

ایک مقام پر صحابہ کے اوصاف یوں بیان ہوئے، ارشاد خداوندی ہے۔

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ اُولٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُوْنَ ○

ترجمہ: لیکن اللہ نے ہمارے دلوں میں تمہیں ایمان پیارا کر دیا اور اسے تمہارے دلوں میں آراستہ کر دیا اور کفر اور حکم عدولی اور نافرمانی تمہیں ناگوار کر دی ایسے ہی لوگ راہ پر ہیں۔

ان آیات بینات سے پتہ چلا کہ صحابہ کرام کے سچے مومن ہونے کی گواہی خدا دے رہا ہے خدا نے ان کے سینوں میں ایمان مزین کر دیا ہے ان کو کفر و شرک نافرمانی اور فسق و فجور سے متنفر کر دیا۔ خدا ان سے راضی ہو گیا ہے ان کے ساتھ خدا نے مغفرت اور عزت کی روزی کا وعدہ کیا ہے وہ خدا کی جماعت ہیں لہٰذا انہیں کے عقیدے درست اور پاکیزہ ہیں اور انہیں کے عقائد عام مسلمانوں کو اپنانے چاہئیں تاکہ وہ بھی خدا کی جماعت میں شامل ہو جائیں۔

اب چند احادیث ملاحظہ فرمائیں حدیث میں ہے خدا فرماتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ فَرَضَ عَلَيْكُمْ حُبَّ اَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِيٍّ

كَمَا فَرَضَ عَلَيْكُمُ الصَّلٰوةَ وَالصِّيَامَ وَالْحَجَّ وَالزَّكٰوةَ فَمَنْ اَبْغَضَ وَاحِدًا مِّنْهُمْ فَلَا صَلٰوةَ لَهٗ وَلَا صِيَامَ لَهٗ وَلَا حَجَّ لَهٗ وَلَا زَكٰوةَ لَهٗ وَيُحْشَرُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ قَبْرِهٖ اِلَى النَّارِ ○ (مسند الفردوس، ج ا ص ۱۰۱)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے تم پر ابوبکر، عمر، عثمان اور علی المرتضیٰ کی محبت فرض کر دی ہے جیسے اس نے تم پر نماز روزہ حج اور زکوٰۃ فرض کر دی ہے۔ جس نے ان میں سے کسی ایک سے دشمنی رکھی اس کی نماز روزہ حج اور زکوٰۃ قبول نہیں اور قیامت کے دن قبر سے نکال کر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ کسی کام کے لئے ایک باغ کی طرف تشریف لے گئے جو کہ مدینہ میں تھا اور میں بھی آپ کے پیچھے ہو لیا آپ باغ میں داخل ہو گئے۔ میں دروازے پر بیٹھ گیا میں نے کہا آج میں دروازے پر چوکیداری کروں گا حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حاجت سے فارغ ہوئے اور کنویں کے کنارے اپنی پنڈلیاں کنویں میں لٹکا کر بیٹھ گئے۔ اتنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور اندر آنے کی اجازت مانگی میں نے کہا ٹھہرو میں آپ کے لئے اجازت لے لوں وہ ٹھہر گئے۔ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ سے اجازت مانگتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اسے اجازت دے دو وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ اور اسے جنت کی بشارت دے دو چنانچہ وہ آئے اور اپنی پنڈلیاں کھول کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں طرف کنویں میں پاؤں لٹکا کر بیٹھ گئے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے میں نے کہا ٹھہرو میں آپ کے لئے اجازت حاصل کر لوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے اجازت دے دو اور بشرہ بالجنۃ اسے جنت کی بشارت دے دو وہ آئے اور اپنی پنڈلیاں کھول کر کنویں میں لٹکا کر نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں طرف بیٹھ گئے۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے میں نے کہا ٹھہرو میں آپ کے لئے اجازت لے لوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے اجازت دے دو اور بلوے کے بعد بَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ اسے جنت کی بشارت دے دو وہ آئے اور ان حضرات کے ساتھ نہ بیٹھے بلکہ سامنے اپنی پنڈلیاں کھول کر کنویں میں لٹکا کر بیٹھ گئے۔ (الادب المفرد، ص ۱۶۸)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھا کہ حضرت ابوبکر الصدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم تشریف لائے۔

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم هٰذَانِ سَيِّدَا كُهُوْلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ اِلَّا النَّبِيِّيْنَ وَالْمُرْسَلِيْنَ يَا عَلِيُّ لَا تُخْبِرْهُمَا۝ (ترمذی شریف)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ دونوں اولین وآخرین ادھیڑ عمر کے اہل جنت کے سردار ہیں سوائے نبیوں اور رسولوں کے اے علی ان کو خبر نہ کرنا۔

صحابہ وہ جن کی ہر صبح عید ہوتی تھی
نبی کا قرب حاصل تھا نبی کی دید ہوتی تھی
میسر تھی امام الانبیاء کی اقتداء ان کو
رسولوں کی تمناؤں کا حاصل مل گیا ان کو

قرآن وحدیث میں صحابہ کرام کی عظمت وشان آپ نے ملاحظہ فرمائی اب ان کے عقائد سنیئے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عقائد:

عقیدہ نمبرا:

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تشریف لائے

اور آپ پر جھک گئے آپ کو بوسہ دیا اور کہا۔

بِأَبِیْ أَنْتَ وَأُمِّیْ وَاللّٰهِ لَا یَجْمَعُ اللّٰهُ عَلَیْكَ مَوْتَتَیْنِ○

(بخاری شریف، ج ۱، ص ۹۵)

میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں خدا کی قسم اللہ آپ پر دو موتوں کو جمع نہ فرمائے گا۔

دو موتیں کونسی ہیں ایک وہ کہ جب انسان اس دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے اور دوسری موت قبر میں آتی ہے جب نکیرین کے سوالات کے جواب دے دیئے جاتے ہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ پہلی موت تو آپ پر قانون قدرت کے مطابق طاری ہو گئی لیکن پھر قبر میں آپ پر موت طاری نہ ہو گی لہٰذا آپ اپنی قبر میں زندہ رہیں گے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا عقیدہ یہ ہے کہ آپ اپنی قبر میں زندہ ہیں۔

خدا تعالیٰ نے شہید کے بارے میں فرمایا۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ○

ترجمہ: اور جو اللہ کی راہ میں قتل کر دیئے جائیں ان کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں ان کی زندگی کا شعور نہیں۔

زندہ ہو جاتے ہیں جو مرتے ہیں حق کے نام پر
اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا

غور کیجئے شہید کو زندہ کیوں کہا گیا محض اس لئے کہ اس کی موت فی سبیل اللہ ہے تو جن کی موت فی سبیل اللہ ہو وہ تو زندہ کہلائیں تو جس نبی کی موت و حیات دونوں فی سبیل اللہ ہوں وہ مردہ کیسے ہو سکتا ہے۔ خدا تعالیٰ ارشاد

فرماتا ہے۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ○

ترجمہ: آپ فرما دیجئے کہ میری نماز اور قربانی میری زندگی اور موت سب کچھ اللہ کے لئے ہے۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ اپنی قبر انور کے اندر زندہ ہیں۔

نیز قرآن میں ہے کہ:

وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَہِیْدًا ○

ترجمہ: اور رسول تم پر گواہ ہوگا۔

اور گواہ وہ ہوسکتا ہے جو زندہ ہو مردہ گواہ نہیں بن سکتا ہے۔

لہٰذا غیر مقلدوں دیوبندیوں اور مودودیوں کے امام الطائفہ اسماعیل دہلوی کا یہ کہنا کہ ''میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں'' سراسر غلط اور مبنی بر جہالت ہے۔

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
میرے چشم عالم سے چھپ جانے والے

عقیدہ نمبر ۲:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خدا تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ میری امت میں سے چار لاکھ آدمیوں کو بلاحساب جنت میں داخل فرمائے گا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ ذرا ہماری تعداد اور زیادہ کیجئے۔ آپ نے فرمایا اتنا اور یہ کہہ کر آپ نے دونوں ہاتھ ملا کر لپ بنائے اور لوگوں کو دکھائے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پھر عرض کی یارسول اللہ ﷺ ہماری تعداد میں اور اضافہ فرمادیں۔ آپ نے پھر لپ

بنا کر فرمایا اتنا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے ابوبکر رضی اللہ عنہ ہمیں ہمارے حال چھوڑ دیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا اے عمر رضی اللہ عنہ تمہارا کیا نقصان ہے اگر خدا ہم سب کو جنت میں داخل کر دے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اگر خدا تمام مخلوق ایک مٹھی بھر کر یا ایک ہی مرتبہ داخل کرنا چاہے تو داخل کر سکتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمر رضی اللہ عنہ نے سچ کہا ہے۔ (مشکوٰۃ، ج ۳، ص ۸۷)

اس حدیث سے پتہ چلا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا عقیدہ ہے کہ رسول خدا کو اللہ نے یہ اختیار دیا ہے کہ جتنے آدمیوں کو چاہیں بلا حساب و کتاب داخل جنت کر سکتے ہیں کیونکہ خدا نے آپ کو جنت کا مالک بنا دیا ہے۔ امام ابن سجع فرماتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی اَقْطَعَہٗ اَرْضُ الْجَنَّۃِ یُعْطِی مِنْھَا مَاشَاءَ لِمَنْ یَّشَاءَ○

(مرقاۃ، ج ۲، ص ۳۲۳)

اللہ تعالیٰ نے جنت کی زمین آپ کو بطور جاگیر عطا فرما دی ہے اس میں سے جس کو چاہیں جس قدر چاہیں عطا فرما دیں۔

مسلم شریف میں حدیث ہے ایک مرتبہ سورج کو گرہن لگ گیا آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی اسی دوران آپ نے اپنا ہاتھ بلند کیا اور کچھ لینا چاہا لیکن پھر رک گئے اختتام نماز پر صحابہ نے اس کی وجہ دریافت کی فرمایا۔

اِنِّیْ رَاَیْتَ الْجَنَّۃَ فَتَنَا وَلْتُ مِنْھَا عُنْقُوْدًا وَلَوْ اَخَذْتُہٗ لَاَ کَلْتُمْ مِنْہُ مَا بَقِیَتِ الدُّنْیَا○

ترجمہ: میں نے جنت کو دیکھا میں اس میں سے خوشہ توڑنے لگا اگر میں اس خوشہ کو توڑ لیتا تو تم رہتی دنیا تک کھاتے رہتے۔

اس حدیث سے پتہ چلا کہ خدا کی عطا سے آپ جنت کے مالک ہیں اگر ایسا نہ ہوتا تو آپ خوشہ توڑنے کا ارادہ نہ کرتے اس لئے کہ غیر کی ملکیت میں

مالک کی اجازت کے بغیر تصرف جائز نہیں۔

تجھ سے اور جنت سے کیا مطلب وہابی دور ہو
ہم رسول اللہ کے جنت رسول اللہ کی

اگر کوئی اعتراض کرے کہ نبی کریم ﷺ کا ہاتھ اتنا لمبا کیسے ہو گیا کہ جنت تک پہنچ گیا کیونکہ جنت ساتویں آسمان کے اوپر ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث قدسی ہے کہ یَدَہُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِھَا خدا فرماتا ہے میں اپنے ولی کے ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اس کی تشریح میں امام فخر الدین رازی نے لکھا ہے۔

وَاِذَا صَارَ ذَالِکَ النُّوْرُ یَدًالَّہٗ قَدَّرَ عَلَی التَّصَرُّفِ فِی الصَّحْبِ وَالسَّھَلِ وَالْبَعِیْدِ وَالْقَرِیْبِ○

ترجمہ: اور جب اللہ کا نور جلال ولی کا ہاتھ ہو جائے تو بندہ مشکل اور آسان دور اور قریب تصرف کرنے پر قادر ہو جاتا ہے یعنی خدا کا بندہ اپنا ہاتھ دور تک لمبا کر کے جس چیز کو چاہے پکڑ سکتا ہے مثلاً

جب مکہ معظمہ فتح ہوا تو رسول کریم ﷺ نے اپنے ہاتھ کی چھڑی سے کعبہ کے اوپر رکھے ہوئے بتوں کو اشارہ فرما کر فرمایا حق آ گیا اور باطل مٹ گیا اس پر بت نیچے گر گئے ایک بت مضبوطی سے کعبہ کی چھت پر نصب تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے علی میرے کندھوں پر چڑھ کے اسے نیچے گرا دو۔ عرض کی میں آپ کے کندھوں پر پاؤں نہیں رکھ سکتا۔ آپ میرے کندھوں پر چڑھ کر اسے گرا دیں فرمایا اے علی تم نبوت کا بوجھ برداشت نہیں کر سکتے۔ عرض کی خدا نے مجھے شیر بنایا ہے مجھے اپنی قوت آزما کر تو دیکھ لینے دیجئے۔ آپ نے اپنا دایاں پاؤں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کندھے پر رکھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ پکار اُٹھے یارسول اللہ ﷺ میں آپ

کا بوجھ برداشت نہیں کر سکتا۔ حضور ﷺ نے فرمایا لو میرے کندھوں پر چڑھ جاؤ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضور ﷺ کے کندھوں پر چڑھ گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کَیْفَ رَاَیْتَ نَفْسَکَ یَا عَلِیُّ ○ اے علی تیرا کیا حال ہے عرض کی یارسول اللہ ﷺ تمام حجابات اٹھ گئے ہیں اور گویا میرا سر ساق عرش تک جا پہنچا ہے اور میں جس چیز کو چاہوں پکڑ سکتا ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بُت کو گرادیا اور نیچے چھلانگ لگا دی اور مسکرانے لگے۔ حضور ﷺ نے مسکرانے کا سبب دریافت کیا عرض کی میں نے اتنی بلندی سے چھلانگ لگائی ہے لیکن مجھے چوٹ نہیں لگی۔ حضور ﷺ نے فرمایا جب کندھے نبی کے ہوں اور تجھے اتارنے والا جبریل علیہ السلام ہو تو تجھے چوٹ کیسے لگ سکتی ہے۔ (مدارج النبوت، ج ۲، ص ۳۸۵)

تیرے آنے سے اصنام حرم ٹوٹ گئے
تیرا وہ رعب کہ شہ زوروں کے دم ٹوٹ گئے

تیرے اوصاف کا اک باب بھی پورا نہ ہوا
ہو گئیں زندگیاں ختم قلم ٹوٹ گئے

اگر حضور ﷺ کی برکت سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا قد اتنا لمبا ہو سکتا ہے کہ وہ عرش تک جا پہنچے اور ان کا ہاتھ لمبا ہو سکتا ہے کہ وہ دنیا کی جس چیز کو چاہیں پکڑ لیں تو پھر نبی کریم ﷺ کا ہاتھ بھی اتنا لمبا ہو سکتا ہے کہ جنت میں جا پہنچے۔

اب تک صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دو عقیدے بیان ہوئے حیات النبی اور نبی کا اختیار ہم اہلسنت کا عقیدہ بھی یہی ہے کہ خدا کا نبی اپنی قبر میں حیات حقیقی کے ساتھ زندہ ہے اور خدا نے اپنے نبی کو مختار بنا کر بھیجا ہے۔ معلوم ہوا ہمارے دونوں عقیدے وہی ہیں جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہیں اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وہ ہے کہ علامہ طبری نے لکھا ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہجرت کی

رات صدیق اکبر رضی اللہ عنہ غار میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ ان پر پیاس کا غلبہ ہوا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں شکایت کی آپ نے فرمایا غار کے دروازے پر جا کر پانی پی لو۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں گیا میں نے وہاں ایسا پانی پیا جو شہد سے زیادہ میٹھا دودھ سے زیادہ سفید اور کستوری سے زیادہ خوشبودار تھا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں خاضر ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا پانی پی لیا عرض کی ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جنت کی نہروں پر مؤکل فرشتے سے فرمایا جنت الفردوس سے ایک نہر کا رُخ غار کے دروازے کی طرف پھیر دو تاکہ ابوبکر رضی اللہ عنہ پانی پی لے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول خدا کی بارگاہ میں میرا اتنا بلند مقام ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں پھر فرمایا۔

وَالَّذِیْ بَعَثَنِیْ بِالْحَقِّ نَبِیًّا لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ مُبْغِضُكَ وَلَوْ كَانَ لَهٗ عَمَلَ سَبْعِیْنَ نَبِیًّا۝

ترجمہ: قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے تمہارا دشمن جنت میں داخل نہ ہوگا۔ اگرچہ اس کے عمل ستر نبیوں کے برابر ہوں۔

(الریاض النضرۃ، ج ا، ص ۹۵)

بھلا کون رتبے میں ہمسر ہو ان کا
ملا جن کو صدیق نام اللہ اللہ

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عقائد:

آپ کا تعارف:

حضرت عمار بن یاسر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے عمار ابھی میرے پاس جبریل امین علیہ السلام آئے میں نے اس سے کہا اے

جبریل علیہ السلام مجھے آسمان میں عمر بن خطاب کے فضائل بتاؤ۔ عرض کی اگر میں حضرت نوح علیہ السلام کی طرح ساڑھے نو سو سال تک فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان کرتا رہوں تو عمر بن خطاب کے فضائل ختم نہ ہوں۔ وَاِنَّ عُمَرَ لَحَسَنَةٌ مِّنْ حَسَنَاتِ اَبِیْ بَکْرٍ○ اور حضرت عمر، صدیق اکبر رضی اللہ عنہم کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہیں۔ (مسند ابی یعلی، ج ۳، ص ۱۷۹۔ مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۶۸)

عقیدہ نمبر ا:

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

قَامَ فِیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَقَامًا فَاَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰی دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَاَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ○ (بخاری، ج ۱، ص ۴۵۳)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مقام میں ہم میں ٹھہرے آپ نے ہمیں ابتدائے آفرینش خلق سے خبر دینی شروع کی یہاں تک کہ جنتی جنت میں دوزخی دوزخ میں داخل ہو گئے۔

اس حدیث کی شرح میں علامہ بدر الدین عینی نے لکھا ہے۔

فِیْهِ دَلَالَةٌ عَلٰی اَنَّهٗ اَخْبَرَ فِی الْمَجْلِسِ الْوَاحِدِ بِجَمِیْعِ اَحْوَالِ الْمَخْلُوْقَاتِ مِنْ اِبْتِدَائِهَا اِلٰی اِنْتِهَائِهَا○ (عمدۃ القاری، ج ۷، ص ۲۱۴)

اس حدیث میں اس بات پر دلالت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی مجلس میں مخلوقات کے تمام حالات ابتداء سے انتہاء تک بیان فرما دیئے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا عقیدہ تھا کہ خدا تعالیٰ نے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کل مخلوقات کا علم غیب عطا فرما دیا ہے اور یہی ہم اہل سنت کا عقیدہ ہے۔

علوم اولین و آخرین کا کر دیا مالک
خدا نے عرش پر کی دھوم سے دعوت محمد کی

علوم غیبیہ کے بارے میں چند اور صحابہ کے عقائد ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ:

تعارف:

ایک دفعہ ایک نصرانی بادشاہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس چار سوالات ارسال کیے۔ آپ نے ان کے جوابات حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے لکھوا کر اس کو بھیج دیئے سوالات اور جوابات ملاحظہ فرمائیں۔

سوال نمبر۱: دو بھائی ایک ہی دن پیدا ہوئے ایک ہی دن ان کا انتقال ہوا مگر ایک کی عمر دوسرے سے سو سال زیادہ ہے ایسا کیونکر ہو سکتا ہے؟

جواب: یہ دونوں بھائی حضرت عزیر اور عزیز تھے جو ایک دن پیدا ہوئے اور ایک ہی دن دونوں کا انتقال ہوا لیکن عزیر علیہ السلام پر خدا نے ایک سو سال تک موت طاری رکھی پھر زندہ کیا جب زندہ ہوئے تو آپ کی عمر وہی تھی جو وفات کے وقت تھی جبکہ عزیز کی عمر سو سال زائد ہو چکی تھی۔ اس لئے حضرت عزیر علیہ السلام سو سال چھوٹے اور عزیز سو سال بڑے تھے۔

سوال نمبر۲: وہ کونسی زمین ہے جس نے صرف ایک مرتبہ سورج کو دیکھا ہے؟

جواب: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریائے قلزم میں اپنا عصا مارا دریا میں بارہ راستے پیدا ہو گئے۔ سورج کی دھوپ نے ان راستوں کو خشک کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو لے کر گزر گئے جب فرعون کا لشکر آیا اور راستوں پر ہو لیا تو دریا نے ان کو غرق کر دیا یہ وہ راستے تھے جن پر سورج صرف ایک بار چمکا۔

سوال نمبر۳: وہ کونسی قبر ہے جو خود بھی زندہ ہے اور اس کا ساکن بھی زندہ ہے۔ پھر وہ ساکن قبر سے باہر آ کر فوت ہوا تھا۔

جواب: وہ حضرت یونس علیہ السلام کی مچھلی ہے جس کے پیٹ میں آپ چالیس روز تک رہے پھر اس کے پیٹ سے باہر آ کر فوت ہوئے۔

سوال نمبر۴: وہ کونسا قیدی ہے جس کو قید خانے میں سانس لینے کی اجازت نہیں اور وہ قیدی بغیر سانس لئے زندہ ہے۔

جواب: وہ ماں کے پیٹ کا بچہ ہے جو سانس لیے بغیر زندہ رہتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

مَرَّ النَّبِیُّ بِقَبْرَیْنِ یُعَذِّبَانِ فَقَالَ اِنَّھُمَا یُعَذِّبَانِ وَمَا یُعَذِّبَانِ فِیْ کَبِیْرٍ اَمَّا اَحَدُھُمَا فَکَانَ لَا یَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ وَاَمَّا الْآخَرُ فَکَانَ یَمْشِیْ بِالنَّمِیْمَۃِ ثُمَّ اَخَذَ جَرِیْدَۃً رَطْبَۃً فَشَقَّھَا بِنِصْفَیْنِ ثُمَّ غَرَزَ فِیْ کُلِّ قَبْرٍ وَاحِدَۃً فَقَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ لِمَ صَنَعْتَ ھٰذَا فَقَالَ لَعَلَّہٗ اَنْ یُّخَفِّفَ عَنْھُمَا مَالَمْ یَیْبَسَا ○

(بخاری شریف)

نبی کریم دو قبروں پر سے گزرے جن میں عذاب ہو رہا تھا فرمایا ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے اور عذاب کسی دشوار بات میں نہیں ہو رہا ان میں سے ایک تو پیشاب سے نہ بچتا تھا اور دوسرا چغلی کرتا تھا پھر ایک تر شاخ لے کر اس کو آدھا آدھا چیرا ہر قبر پر ایک ایک گاڑ دیا۔ صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے یہ کیوں کیا فرمایا کہ جب تک یہ ٹکڑے خشک نہ ہوں گے ان دونوں کے عذاب میں کمی ہو گی۔

اس حدیث میں زمانہ حال ماضی اور استقبال تینوں زمانوں سے متعلقہ غیب کی خبریں ثابت ہیں ان کو عذاب ہو رہا ہے۔ زمانہ حال کی خبر ہے ایک

پیشاب سے نہ بچتا تھا دوسرا چغلی کرتا تھا۔ زمانہ ماضی کی خبر ہے ان کو عذاب میں تخفیف ہوگی زمانہ استقبال کی خبر ہے۔ معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا عقیدہ تھا کہ خدا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تینوں زمانوں سے متعلق علم غیب عطا فرمایا اسی لئے آپ نے اس حدیث کی دوسروں تک تبلیغ فرمائی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ:

تعارف: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حافظ الحدیث ہیں اور حافظ الحدیث وہ محدث ہوتا ہے جس کو کم از کم ایک لاکھ احادیث زبانی یاد ہوں۔ آپ اپنی رات کے تین حصے کرتے تھے اول میں سوتے تھے دوسرے حصے میں نماز تہجد پڑھتے تھے۔

جناں ھل سویرے جتے اوہ ہالی ہو گئے پکے
تو ویں اُٹھ محمد بخشا متاں یار تیرے ول تکے

اور رات کے تیسرے حصے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث یاد کیا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے پانچ ہزار سے زائد احادیث روایت کی ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بھیڑیا کسی بکریوں کے چرواہے کی طرف گیا اس نے ایک بکری پکڑی چرواہے نے اس سے بکری کو چھڑا لیا بھیڑیا ٹیلے پر چڑھ گیا اور بولا میں نے روزی کا ارادہ کیا تھا جو اللہ نے دی پھر تو نے وہ مجھ سے چھین لی اس چرواہے نے بھیڑیے کو کلام کرتے سنا تو کہا اللہ کی قسم میں نے آج جیسا واقعہ کبھی نہیں دیکھا کہ بھیڑیا باتیں کر رہا ہے تو بھیڑیے نے کہا:

اَعْجَبُ مِنْ هٰذَا رَجُلٌ فِي النَّخِلَاتِ بَيْنَ الْحَرَّتَيْنِ يُخْبِرُكُمْ بِمَا مَضٰى وَمَا هُوَ كَائِنٌ بَعْدَكُمْ ○

اس سے عجیب تر بات یہ ہے کہ ایک صاحب دو پہاڑوں کے درمیان کھجوروں کے جھنڈ میں (مدینہ منورہ میں) تمہیں گزری ہوئی اور بعد میں ہونے والی باتوں کی خبر دے رہے ہیں وہ چرواہا یہودی تھا۔ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گیا۔ (مشکوٰۃ، ص ۵۴۱)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ہمارے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم علم ماکان وما یکون کی خبر رکھتے ہیں اور اس بات کو بھیڑیا جانور بھی مانتا ہے لیکن جو آدمی حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے علم غیب کا منکر ہے وہ جانور سے بھی بدتر ہے ایسے ہی لوگوں کے لئے فرمایا گیا۔

اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ○

ترجمہ: یہی لوگ جانوروں کی طرح ہے بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔

تو دانائے ماکان وما یکون ہے
مگر بے خبر بے خبر جانتے ہیں

یہ تھا حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کا علم غیب کے بارے میں عقیدہ جو انہوں نے اس حدیث کے ذریعے لوگوں تک پہنچایا اور یہی ہم اہل سنت کا عقیدہ ہے۔

حضرت حذیفہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ:

عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مَقَامًا مَاتَرَكَ شَيْئًا يَكُوْنُ فِيْ مَقَامِهٖ ذٰلِكَ اِلٰى قِيَامِ السَّاعَةِ اِلَّا حَدَّثَ بِهٖ ○ (مشکوٰۃ کتاب الفتن)

حضرت حذیفہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور خطبہ فرمایا اور جو باتیں اس وقت سے قیامت تک ہونے والی تھیں سب کا ذکر فرمایا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم قیامت تک کے تمام

واقعات کو جانتے ہیں اور یہی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا عقیدہ تھا جس کی انہوں نے تبلیغ فرمائی۔

اس قسم کے ایک اور عقیدے کو حدیث کی صورت میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے یوں بیان فرمایا:

مَاتَرَکَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مِنْ قَائِدِ فِتْنَةٍ اِلٰی اَنْ تَنْقَضِیَ الدُّنْیَا یَبْلُغُ مَنْ مَّعَهٗ ثَلَاثَ مِائَةٍ فَصَاعِداً اِلَّا قَدْ سَمَّاهُ لَنَا بِاِسْمِهٖ وَاسْمُ قَبِیْلَتِهٖ۝

(مشکوٰۃ کتاب الفتن)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی ایسے شخص کا ذکر نہیں چھوڑا جو آج سے قیامت تک فتنہ کا باعث ہو جس کے ساتھیوں کی تعداد تین سو تک یا تین سو سے زائد ہو یہاں تک کہ ہمیں اس کے نام اور اس کے قبیلے کے نام بتا دیئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا:

تعارف: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر دین کے تین حصے کئے جائیں تو دو حصے دین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا وہ خوش قسمت ہستی ہیں جن کی بارگاہ میں جبریل امین علیہ السلام سلام پیش کرتے ہیں آپ فرماتی ہیں۔

ایک چاندنی رات میں جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر اقدس میری آغوش میں تھا۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کسی کی اتنی نیکیاں بھی ہیں جتنے آسمان پر ستارے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نیکیاں اتنی ہیں پھر میں نے پوچھا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نیکیوں کا کیا حال ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمر رضی اللہ عنہ کی ساری نیکیاں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایک نیکی کے برابر ہیں۔ (مشکوٰۃ، ج۳، ص۲۵۱)

اس حدیث پر غور فرمائیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سوال کا جواب دینے کے لئے ضروری ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہو کہ تمام آسمانوں پر ستارے کتنے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے ہر مومن کی نیکیاں کتنی ہیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ہر آسمان پر بے شمار ستارے موجود ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی مختلف مقامات پر نیکیاں کرتے ہیں میدانوں میں پہاڑوں میں سمندری جزیروں میں پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال علم پر غور کریں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سوال پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ اے عائشہ جبریل کو آنے دو ان کو خدا کی بارگاہ بھیج کر پوچھتے ہیں کہ آسمانوں پر ستارے کتنے ہیں اور میرے جملہ امتیوں کی نیکیاں کتنی اور یہ بھی نہیں فرمایا ٹھہر ذرا حساب لگالیں ہر آسمان پر کتنے ستارے ہیں پھر ان کا میزان لگالیں نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا سوال کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آپ کا یہ عقیدہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تمام آسمانوں کے ستاروں کی تعداد کو بھی جانتے ہیں اور تمام امتیوں کے اعمال اور ان کی نیکیوں کو بھی جانتے ہیں اور یہی ہم اہل سنت کا عقیدہ ہے۔

تیری نظر میں رائی رائی علم میں تیرے ساری خدائی
تجھ کو خدا نے آپ پڑھایا صلی اللہ علیہ وسلم

آپ اگر مقصود نہ ہوتے کون و مکاں موجود نہ ہوتے
اور مسجود نہ ہوتے آدم صلی اللہ علیہ وسلم

ہوگئی ان پر ختم رسالت دیتے گئے ہیں جس کی شہادت
موسیٰ عمراں عیسیٰ مریم صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

اِنَّ اَرْفَعَ الصَّوْتَ بِالذِّکْرِ حِیْنَ یَنْصَرِفُ النَّاسَ مِنَ الْمَکْتُوْبَۃِ کَانَ

عَلٰی عَهْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ○ (بخاری، ج ۱، ص ۱۱۴۔ مسلم، ج ۱، ص ۲۱۷)

فرض نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں تھا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا سَلَّمَ مِنْ صَلٰوتِهٖ یَقُوْلُ بِصَوْتِهِ الْاَعْلٰی لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ○ (مشکوٰۃ، ص ۸۸)

رسول اللہ ﷺ جب نماز کا سلام پھیرتے تو بلند آواز سے کہتے لا الہ الا اللہ○

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا یہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کی سنت ہے اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اس عقیدے کی تبلیغ فرمائی۔ الحمد للہ اہل سنت کی مساجد میں بعد از نماز بلند آواز سے ذکر ہوتا ہے کیونکہ ہمارا بھی وہی عقیدہ ہے جو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا عقیدہ ہے۔

ذکر حق جوان سے جدا چاہو نجدیو
واللہ ذکر حق نہیں کنجی سقر کی ہے
بے واسطے ان کے خدا کچھ کرے عطا
حاشا غلط غلط یہ ہوس بے بصر کی ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول خدا ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے۔ اچانک ایک آہٹ سنی نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم جانتے ہو یہ آہٹ کیسی ہے تو ہم نے عرض کی اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ آہٹ ایک پتھر کی ہے جو کہ آج سے ستر سال پہلے جہنم میں پھینکا گیا تھا اور اب وہ دوزخ کی تہ تک پہنچا ہے۔ قربان جائیں رسول اللہ ﷺ کی قوت سماعت پر کہ کروڑوں میل دور سے آپ نے پتھر کے گرنے کی آواز کو سن لیا جو نبی

اتنی دور سے پتھر کے گرنے کی آواز سن سکتا ہے وہ دنیا کے ہر حصے سے اپنے امتی کے درود وسلام کی آواز کو بھی سن سکتا ہے۔ (مسلم، ج ۲، ص ۳۸۱)

اس کی تائید حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے، آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس چیز نے مجھے آپ کے دین میں شامل کیا اور جو آپ کی نبوت کی نشانی ہے وہ یہ ہے کہ میں نے دیکھا کہ آپ جھولے میں تھے چاند سے باتیں کرتے تھے جدھر آپ انگلی کا اشارہ کرتے تھے چاند ادھر ہی جھک جاتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں چاند سے اور چاند مجھ سے باتیں کرتا تھا اور مجھے رونے سے منع کرتا تھا اور میں اس کی آواز سنتا تھا جب کہ وہ عرش کے نیچے سجدہ کرتا تھا۔

(تفسیر مظہری، ج ۴، ص ۵۱۲)

کھیلتے تھے چاند سے بچپن میں آقا اس لئے
وہ سراپا نور تھے یہ تھا کھلونا نور کا

چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں
کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا

زمین سے پہلا آسمان پانچ سو سال کی راہ کے فاصلے پر ہے ایک آسمان کی موٹائی بھی اتنی ہے۔ ایک آسمان سے دوسرے آسمان کا فاصلہ بھی اتنا ہی ہے سات آسمان ہیں اوپر جنت ہے۔ جنت کے سو درجے ہیں ایک درجے سے دوسرے درجے کا فاصلہ بھی اتنا ہی ہے جنت کے اوپر سدرۃ المنتہٰی ہے پھر عرش تک ستر ہزار پردے ہیں ایک پردے سے دوسرے پردے کا فاصلہ بھی پانچ سو سال کی راہ ہے اس کے بعد اللہ کا عرش جس کے نیچے چاند کے گرنے کی آواز رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سن لیتے ہیں اندازہ لگایئے کتنی دور کی آواز آپ صلی اللہ علیہ وسلم سن سکتے

ہیں لہٰذا آپ کے لئے دور کا درود وسلام سننا ناممکن نہیں بلکہ ممکن ہے۔

علامہ کاسانی نے لکھا ہے کہ:

اِنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم صَلّٰی عَلٰی جَنَازَۃٍ فَلَمَّا فَرَغَ جَاءَ عُمَرُ وَ مَعَہٗ قَوْمٌ فَاَرَادَ اَنْ یُّصَلِّیَ ثَانِیًا فَقَالَ لَہُ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم اَلصَّلٰوۃُ عَلَی الْجَنَازَۃِ لَا تُعَادُ وَلٰکِنْ اُدْعُ لِلْمَیِّتِ وَاسْتَغْفِرْلَہٗ ○ (بدائع الصنائع، ج۱، ص۳۱۱)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازہ پر نماز پڑھی جب نماز سے فارغ ہوئے تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ آ گئے اور ان کے ساتھ ایک قوم تھی عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ دوبارہ نماز جنازہ پڑھیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنازہ پر جب ایک مرتبہ نماز پڑھ لی جائے تو دھرائی نہیں جاتی مگر تم میت کے لئے دعا کرلو اور استغفار کرلو۔

اس حدیث پر غور کریں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھ لی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کچھ لوگوں کے ساتھ بعد میں آئے ہیں ان کا ارادہ ہے کہ میں بھی نماز جنازہ پڑھ لوں لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اب تم اور تمہارے ساتھی لوگ میت کے لئے دعا کرو اور استغفار کرو معلوم ہوا کہ نماز جنازہ پڑھ لینے کے بعد دعا مانگنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے جو نماز جنازہ ہو چکنے کے بعد دعا مانگنے کے منکر ہیں وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نافرمان ہیں حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِنَّ الدُّعَا ھُوَا لْعِبَادَۃُ ○ بے شک دعا عبادت ہے۔

(المستدرک، ج۲، ص۱۷۸)

اَفْضَلُ الْعِبَادَۃِ ھُوَالدُّعَا ○ بہترین عبادت دعا ہے۔

(المستدرک، ج۱، ص۴۹۱)

اَلدُّعَا مُخُّ الْعِبَادَۃِ ○ دعا عبادت کا مغز ہے۔ (ترمذی، ج۲، ص۱۷۸)

اَشْرَفُ الْعِبَادَۃِ الدُّعَا ○ اشرف عبادت دعا ہے۔ (الادب المفرد، ص۲۴۹)

علامہ عسقلانی نے لکھا ہے۔

اَجَابَ الْجُمْهُوْدُ اِنَّ الدُّعَا مِنْ اَعْظَمِ الْعِبَادَةِ○

(فتح الباری، ج۱۱، ص۹۷)

پس ثابت ہوا کہ دعا عبادت ہے اور خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْ خُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِیْنَ○

ترجمہ: بے شک جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں وہ ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔

معلوم ہوا جو لوگ دعا بعد نماز جنازہ سے روکتے ہیں یا اس دعا کے منکر ہیں ان کا انجام دوزخ ہے۔

رہا یہ اعتراض کہ نماز جنازہ خود دعا ہے دعا کے بعد دعا نہیں کرنا چاہیے تو اس کے متعلق گزارش ہے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا جنازہ رکھا اور ان پر نماز پڑھی پھر انصار میں سے ایک شخص کا جنازہ لایا گیا اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے پہلو میں رکھ دیا گیا آپ نے اس پر نماز پڑھی انصاری کا جنازہ اٹھا لیا گیا اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو وہیں رہنے دیا گیا۔ پھر ایک اور جنازہ لایا گیا اسے بھی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے پہلو میں رکھ دیا گیا۔ آپ نے اس کی بھی نماز جنازہ پڑھی اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو وہیں رہنے دیا گیا اور اس جنازہ کو اٹھا لیا گیا۔

حَتّٰی صَلّٰی عَلَیْهِ یَوْمَئِذٍ سَبْعِیْنَ صَلٰوةً○

اس دن حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر ستر مرتبہ صلوٰۃ پڑھی گئی۔

(مسند امام احمد، ج۱، ص۴۶۳)

یہ بات ذہن میں رہے کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو دس لاکھ احادیث

زبانی یاد تھیں۔آپ کی وفات پر آٹھ لاکھ مردوں اور ساٹھ ہزار عورتوں نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی ہے اور آپ کی نماز جنازہ کے منظر کو دیکھ کر بیس ہزار یہودی اور عیسائی مسلمان ہوئے ہیں۔علامہ بدرالدین عینی نے لکھا ہے کہ اَنَّہٗ دَعَا سَبْعِیْنَ مَرَّۃً حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر مرتبہ دعا مانگی۔

(البنایہ شرح الھدایہ، ج۲،ص۹۸۴)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

وَکَانَ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا دَعَا دَعَا ثَلَاثًا وَاِذَا سَأَلَ سَأَلَ ثَلَاثًا۝

(مسلم، ج۲،ص۱۰۸)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا مانگتے تو تین مرتبہ دعا مانگتے اور سوال کرتے تو تین مرتبہ سوال کرتے یہی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کَانَ یُعْجِبُہٗ صلی اللہ علیہ وسلم اَنْ یَّدْعُوْ ثَلَاثًا وَیَسْتَغْفِرُ ثَلَاثًا۝

(ابوداؤد، ج۱،ص۲۱۳)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات پسند تھی کہ آپ تین مرتبہ دعا مانگتے اور تین مرتبہ استغفار کرتے۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

دَعَا ثُمَّ دَعَا ثُمَّ دَعَا یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی پھر دعا فرمائی پھر دعا فرمائی۔(مسلم، ج۱،ص۲۲۱)

ایک حدیث میں ہے۔

رَفَعَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھَدْیَہٗ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ۝

(نسائی، ج۱،ص۲۸۴)

ان دلائل سے پتہ چلا کہ بار بار دعا مانگنا جائز ہے لہٰذا نماز جنازہ اگرچہ

دعا ہے لیکن اس کے بعد بھی دعا مانگنا جائز ہے۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی کی لڑکی کا انتقال ہوا تو آپ نے اس کی نماز جنازہ اس طرح پڑھی کہ:

فَكَبَّرَ عَلَيْهَا أَرْبَعًا ثُمَّ قَامَ بَعْدَ الرَّابِعَةِ قَدْرَ مَا بَيْنَ التَّكْبِيرَتَيْنِ يَسْتَغْفِرُ لَهَا وَيَدْعُو وَقَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ هٰكَذَا ○ هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ ○

(سنن کبریٰ، ج ۴، ص ۴۲۔ المستدرک، ج ۱، ص ۳۶۰)

آپ نے اس پر چار تکبیر کہیں پھر چوتھی تکبیر کے بعد آپ دو تکبیروں کے درمیانی وقفہ کے برابر کھڑے رہے اور صاحبزادی کے لئے دعا و استغفار کی اور دعا کے بعد فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ اسی طرح کیا کرتے تھے۔

رسول خدا ﷺ کے ارشاد سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور نبی کریم ﷺ کے فعل سے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ کا یہ عقیدہ ہو گیا کہ نماز جنازہ کے بعد میت کے لئے دعا مانگنا جائز ہے اور یہی عقیدہ ہم اہل سنت و جماعت کا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ:

تعارف: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو ان کی والدہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں لائیں اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ انس آپ کا خادم ہے اس کے لئے دعائے خیر فرمائیں۔ آپ نے دعا فرمائی۔

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ مَالَهُ وَ وَلَدَهُ وَاَطِلْ عُمْرَهُ وَاغْفِرْلَهُ ○

اے اللہ انس کے مال و اولاد میں برکت دے اس کی عمر لمبی فرما اور اس کی مغفرت فرما۔ اس دعا کا اثر یہ ہوا کہ آپ کے باغات سال میں دو مرتبہ پھل

دیتے تھے۔ ایک پودے سے کستوری کی خوشبو آتی تھی آپ کی اولاد کی تعداد اسی ہے آپ کی عمر ایک سو بیس سال ہوئی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کی دعا کے نتیجے میں ایسی خوشحال زندگی بسر کر رہا ہوں کہ کسی دوسرے کو ایسی خوشحالی نصیب نہیں۔

جب مرض وفات میں تھے تو خیال آیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے چار دعائیں مانگی تھیں تین کی قبولیت کا اثر ظاہر ہوگیا ہے چوتھی دعا مغفرت کی نہ جانے قبول ہوئی یا نہیں مکان کے کونے سے آواز آئی ہم نے چوتھی دعا بھی قبول فرمالی اور تمہاری مغفرت ہوگئی۔ (عمدۃ القاری، ج۱، ص۱۴۰)

اجابت نے جھک کر گلے سے لگایا
پڑھی ناز سے جب دعائے محمد
اجابت کا سہرا عنایت کا جوڑا
دلہن بن کے نکلی دعائے محمد

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک عورت کی عقل میں کچھ فتور تھا وہ کہنے لگی۔ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ لِیْ اِلَیْکَ حَاجَۃً اے رسول خدا مجھے آپ سے کچھ حاجت ہے تو آپ نے فرمایا اے ام فلاں جس گلی میں چاہو انتظار کرو میں تمہاری حاجت پوری کر دوں گا پھر آپ نے راستے میں اس سے بات کی اور اس کی حاجت پوری کر دی۔ (مسلم، ج۲، ص۲۵۶)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کی عطا سے حاجت روا سمجھ کر آپ کی بارگاہ میں اپنی حاجات پیش کرتے اور آپ ان کی حاجت روائی فرماتے جب اس عورت نے کہا مجھے آپ سے حاجت ہے تو آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ حاجت روا تو اللہ تعالیٰ ہے۔ اس سے حاجت طلب کرو بلکہ

فرمایا میں تیری حاجت پوری کروں گا۔ معلوم ہوا کہ آپ کو حاجت روا سمجھنا ایک ایسا درست عقیدہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں مقبول ہے۔ الحمد للہ ہم اہلسنت کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ معراج کی رات سدرۃ المنتہیٰ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل امین علیہ السلام سے فرمایا۔ هَلْ لَكَ مِنْ حَاجَةٍ يَاجِبْرِيْلُ ○ اے جبریل علیہ السلام کوئی حاجت ہو تو بتاؤ عرض کی میری حاجت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ قیامت کے دن مجھے اجازت دے کے میں پلصراط پر آپ کی امت کے قدموں کے نیچے اپنے نوری پر بچھا دوں۔ جبریل علیہ السلام نوریوں کا سردار ہے اس نے خدا کی عطا سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاجت روا سمجھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ آپ کو حاجت روا سمجھنا نوریوں کا عقیدہ ہے۔ الحمد للہ ہمارا عقیدہ نوریوں والا ہے ناریوں والا نہیں خدا ایسے لوگوں سے محفوظ رکھے جن کا یہ عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاجت روا سمجھنا شرک ہے۔

نال کسنگی سنگ، نہ کریئے کل نوں لاج نہ لایئے ہو
تمے تربوز مولی نہ ہوندے توڑے توڑ مکے لے جایئے ہو
کانواں دے بچے کدی ہنس نہ تھیندے توڑے موتی چوگ چگایئے ہو
کوڑے کھوہ کدی مٹھے نہ ہوندے حضرت باہو بھانویں سہ مناں کھنڈ پایئے ہو

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معراج کی رات میرا گزر سرخ ریت کے ٹیلے کے قریب سے ہوا میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا۔ هُوَ قَائِمٌ يُّصَلِّيْ فِيْ قَبْرِهٖ ○ کہ وہ اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے ہیں۔ (مسلم، ج۲، ص ۲۶۸)

معلوم ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام جن کو وفات پائے ہزاروں برس گزر گئے وہ اپنی قبر میں زندہ ہیں۔ جب کلیم اللہ کی حیات کا یہ کمال ہے تو پھر حبیب اللہ کی حیات کا کیا کمال ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے حالات سے باخبر ہیں۔

سرِ عرش پر ہے تیری گزر دل فرش پر ہے تیری نظر
ملکوت و ملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پر عیاں نہیں

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

تعارف: جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر ہجرت فرمائی تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آپ کے حکم سے آپ کے بستر پر لیٹ گئے۔ اس رات مشرکین مکہ کا منصوبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شہید کرنے کا تھا۔ خدا تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام سے فرمایا میں نے تم دونوں کے درمیان بھائی چارہ بنایا ہے اور تمہاری زندگی ایک دوسرے سے دراز کی ہے۔ بتاؤ تم میں سے کون ہے جو اپنی زندگی اپنے بھائی پر ایثار کر دے اور مرنے کو تیار ہو۔ دونوں اپنی زندگی بارگاہ الٰہی سے طلب کرنے لگے۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا اے جبریل و میکائیل علیہما السلام دیکھو علی کی بزرگی و شرافت تم دونوں سے زیادہ ہے ہم نے اپنے محبوب اور علی کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا ہے تو علی اپنی موت اور قتل کو قبول کر کے ان کے بستر پر سو گئے ہیں اور اپنی جان ہمارے حبیب پر فدا کر دی ہے۔

حوصلہ ہارے نہ انسان پریشانی میں
ہر بنا کام بگڑ جاتا ہے نادانی میں
اور ڈوب سکتی نہیں کبھی موجوں کی طغیانی میں
جنکی کشتی ہو محمد کی نگہبانی میں

اب تم دونوں جاؤ اور دشمنوں سے ان کی حفاظت کرو چنانچہ جبریل و میکائیل علیہما السلام حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے ایک سرہانے بیٹھ گئے اور ایک پاؤں کی طرف بیٹھ گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں زبان حال سے کہا ؂

بَخٍ بَخٍ مَنْ مِثْلُكَ يَا ابْنَ اَبِی طَالِبٍ اِنَّ اللّٰهَ يُبَاهِي بِكَ عَلٰى مَلَائِكَتِهٖ○ زندہ باد اے علی ایثار میں تیری مثل کون ہے بے شک اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے تجھ پر فخر کر رہا ہے اور آپ اپنی خوابگاہ میں آرام سے سو رہے ہیں۔

(کشف المحجوب، ص ۳۵۸)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

لَمْ اَرٰى قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ○

میں نے آپ سے پہلے اور آپ کے بعد کوئی آپ کی مثل نہ دیکھا۔

(شمائل ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ لم اری بعده مثله○

(طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۴۱۴)

میں نے آپ کے بعد آپ کی مثل نہ دیکھا۔

تیرا قد تو نادر دہر ہے کوئی مثل ہو تو مثال دے
نہیں گل کے پودوں میں ڈالیاں کہ چمن میں سرو چماں نہیں

جب جنگ حنین میں مالک بن عوف بھاگ کر طائف میں پناہ گزیں ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ ایمان لا کر ہماری خدمت میں حاضر ہو جائے تو ہم اس کے اہل و عیال اور مال واپس کر دیں گے۔ جب یہ خبر مالک کو پہنچی تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا مال اور اہل و عیال واپس کر دیئے اور سو اونٹ اپنے خزانہ کرم سے عطا کئے اس پر مالک بن عوف نے کہا:

مَا اِنْ رَاَيْتُ وَلَا سَمِعْتُ بِوَاحِدٍ
فِي النَّاسِ كُلِّهِمْ كَمِثْلِ مُحَمَّدٍ

(الاصابہ)

میں نے تمام جہان کے لوگوں میں حضرت محمد ﷺ کی مثل نہ دیکھا نہ سنا

تیرا مسند ناز ہے عرش بریں تیرا محرم راز ہے روح امیں
تو ہی سرور ہر دو جہاں ہے شہا تیرا مثل نہیں ہے خدا کی قسم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

مَنْ رَاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِیْ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ لَا یَتَمَثَّلُ بِیْ ○

(مسلم، ج ۲، ص ۲۴۲)

جس شخص نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا کوئی شیطان میری مثل نہیں ہو سکتا۔

شیطان ہر ایک کی شکل اور مثل بن سکتا ہے مگر نبی آخر الزماں کی مثل نہیں بن سکتا۔ اس سے وہ عاجز ہے جو لوگ اپنے آپ کو نبی کی مثل قرار دیتے ہیں وہ شیطان سے بھی دو قدم آگے ہیں اللہ ایسے لوگوں سے محفوظ فرمائے۔

کچ وی منکا تے لعل وی منکا اکو رنگ دوہاندا
جے کر پاس صرافاں جایئے فرق لکھاں کوہاندا

جو لوگ حضور ﷺ کو اپنی مثل سمجھتے ہیں وہ آپ کے ان ارشادات پر غور کریں

لَسْتُ مِثْلُکُمْ اِنِّیْ اُطْعِمُ وَاُسْقٰی ○

میں تمہاری مثل نہیں میں کھلایا پلایا جاتا ہوں۔ (ترمذی، ج ۱، ص ۹۷)

لَسْتُ کَاَحَدٍ مِّنْکُمْ ○ میں تم میں سے کسی کی طرح نہیں۔

اَیُّکُمْ مِثْلِیْ اِنِّیْ اَبِیْتُ یُطْعِمُنِیْ رَبِّیْ وَیَسْقِیْنِیْ ○

تم میں میرا مثل کون ہے میرا خدا مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔ (مسلم، ص ۳۵۱)

یہ ارشادات نبی کریم ﷺ نے ان صحابہ سے فرمائے جو ہدایت کے ستارے تھے ان میں صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہم جیسی عظیم ہستیاں موجود

ہیں جب ان میں سے کوئی حضور ﷺ کی مثل نہیں ہو سکتا تو بعد والوں میں کون ہے جو آپ کی مثلیت کا دعویٰ کرے۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ:

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ خیبر میں حضور ﷺ نے فرمایا۔

لَأُعْطِيَنَّ هٰذِهِ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَى يَدَيْهِ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ○

(بخاری، مسلم شریف، ج ۲، ص ۲۷۹۔ مشکوٰۃ، ج ۳، ص ۲۵۹)

کل یہ جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا کہ اللہ اس کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائے گا وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔

تمام صحابہ نے بے چینی سے رات بسر کی دیکھئے یہ سعادت کس کو نصیب ہوتی ہے صبح آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اس وقت ان کی آنکھیں دکھتی تھیں۔ آپ ﷺ نے اپنا لعاب دہن لگا کر آنکھیں ٹھیک فرما دیں اور پرچم اسلام ان کے ہاتھ میں دے دیا۔

مقام غور ہے کہ کسی صحابی کے دل میں یہ خیال نہیں گزرا کہ کل کا علم تو صرف خدا جانتا ہے۔ حضور ﷺ کو کیا خبر بلکہ سب کو یقین ہو گیا کہ قلعہ قموص کل فتح ہو جائے گا اور ہر صحابی کی خواہش ہوئی کہ جھنڈا مجھے مل جائے اور یہ سعادت مجھے نصیب ہو۔ معلوم ہوا کہ صحابہ کا عقیدہ تھا کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کو کل کا علم جانتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو کل کا علم عطا فرمایا ہے اور یہی ہمارا عقیدہ ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم کَانَ یُرِیْنَا مَصَارِعَ اَھْلِ بَدْرٍ بِالْاَمْسِ وَیَقُوْلُ هٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ غَدًا اِنْشَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی ۞

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر سے ایک روز پہلے ہی ہمیں وہ تمام مقامات دکھا دیئے جہاں مشرک قتل کیے جائیں گے چنانچہ آپ نے فرمایا کل انشاء اللہ یہاں فلاں شخص مرا پڑا ہوگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قسم ہے اس ذات کی جس نے رسول خدا کو حق کے ساتھ بھیجا ہے جو مقامات رسول خدا نے مقرر فرمائے تھے ان سے ذرا بھی تجاوز نہیں یعنی وہ کافر اسی جگہ مارے گئے۔

(مشکوٰۃ، ج ۳، ص ۲۱۰)

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم حنین کے دن صحابہ کے ساتھ روانہ ہوئے اور لمبا سفر کیا چلتے چلتے شام ہو گئی۔ ایک سوار حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک پہاڑ پر چڑھا میں نے دیکھا کہ قبیلہ ہوازن اپنی عورتوں اور اونٹوں سمیت حنین کی جانب روانہ ہوئے۔

فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم وَقَالَ تِلْكَ غَنِیْمَةُ الْمُسْلِمِیْنَ غَدًا اِنْشَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی ۞

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا کل انشاء اللہ یہ مسلمانوں کا مال غنیمت ہوگا۔ (مشکوٰۃ، ج ۳، ص ۲۰۷)

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ:

حضرت محمد بن کعب القرظی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے کہ ایک آدمی مسجد کے قریب

سے گزرا۔ ایک شخص نے عرض کی یا امیرالمومنین آپ اس گزرنے والے آدمی کو جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ کون ہے اس نے عرض کی یہ سواد بن قارب ہے اور یہ یمن کا ایک آدمی ہے اور اہل یمن میں یہ ایک ممتاز آدمی ہے اور یہ وہی ہے جس کے پاس ایک جن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی خبر لایا تھا۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس کو میرے پاس لے کر آؤ اس کو بلایا گیا۔ جب وہ آیا تو آپ نے فرمایا کیا تو سواد بن قارب ہے اس نے کہا ہاں فرمایا کیا تو وہی ہے کہ تیرے پاس جن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی خبر لایا تھا۔ اس نے کہا ہاں کہا کیا تو اب بھی کاہن ہے وہ بہت ناراض ہوا اور کہا جب سے اسلام قبول کیا ہے مجھے کسی نے کاہن نہیں کہا۔ آپ نے فرمایا سبحان اللہ ہمارا شرک تو تمہاری کہانت سے بڑھا ہوا تھا۔ اب مجھے بتاؤ کہ وہ جن تمہارے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی خبر کیسے لایا تھا۔ اس نے کہا اے امیرالمومنین ایک رات میں نیند اور بیداری کی حالت میں تھا کہ میرے پاس میرا جن آیا اور مجھے پاؤں کی ٹھوکر ماری اور کہا اے سواد بن قارب کھڑے ہو جاؤ سمجھو اور غور کرو اگر تم عقلمند ہو لوئی بن غالب سے ایک نبی مبعوث ہوا ہے جو اللہ اور اس کی عبادت کی طرف بلاتا ہے۔ میں نے اس کے اس کہنے کی طرف کوئی توجہ نہ کی اور کہا مجھے سونے دو دوسری رات آ کر اس نے پھر پاؤں کی ٹھوکر ماری اور کہا اے سواد میں نے تجھے کہا نہیں اگر تجھے عقل ہے تو سمجھ لوئی بن غالب سے ایک نبی مبعوث ہوا ہے جو خدا اور اس کی عبادت کی طرف بلاتا ہے۔ پھر بھی میں نے اس کے کہنے پر سر نہ اٹھایا تیسری رات اس نے پھر آ کر پاؤں کی ٹھوکر ماری اور کہا اے سواد بن قارب ہوش کر اگر تجھے عقل ہے لوئی بن غالب سے ایک نبی مبعوث ہوا ہے جو خدا اور اس کی عبادت کی طرف بلاتا ہے اب میرے دل میں اسلام کی محبت پیدا ہوئی اور میں نے اسلام کی طرف رغبت کی جب صبح ہوئی تو میں

اپنی سواری پر مکہ کی طرف چلا ابھی میں راستے ہی میں تھا کہ مجھے پتہ چلا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کر گئے ہیں اور مدینہ چلے گئے ہیں۔ میں مدینہ منورہ حاضر ہوا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں لوگوں سے دریافت مجھے کہا گیا آپ مسجد میں ہیں میں مسجد میں حاضر ہوا میں نے اپنی اونٹنی کو باندھا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے دیکھا آپ صحابہ کے درمیان تشریف فرما ہیں میں نے عرض کی میری بات سماعت فرمائیں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا تو فرمایا:

مَرْحَبًا بِکَ یَا سَوَادُ قَدْ عَلِمْنَا مَاجَاءَ بِکَ ○

اے سواد ہم جانتے ہیں تجھے کونسی چیز لائی ہے۔

میں نے عرض کی میرے اشعار سماعت فرمائیں پھر اشعار پیش کیے ان میں سے ایک شعر یہ تھا۔

فَاَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ لَا رَبَّ غَیْرُهٗ

وَاَنَّکَ مَامُوْنٌ عَلٰی کُلِّ غَائِبٖ

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی پروردگار نہیں اور آپ کل غیب پر امین ہیں۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشعار سنے تو:

فَفَرِحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهِ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهٗ بِاِسْلَامِیْ فَرْحًا شَدِیْدًا حَتّٰی رَاٰی فِیْ وُجُوْهِهِمْ قَالَ فَوَثَبَ اِلَیْهِ عُمَرُ فَالْتَزَمَهٗ○

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ بہت خوش ہوئے حتیٰ کہ خوشی کے آثار ان کے چہروں پر نظر آئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جلدی سے اُٹھ کر سواد قارب کو گلے سے لگا لیا اور علامہ بیہقی نے لکھا ہے۔

فَضَحِکَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهِ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ حَتّٰی بَدَتْ نَوَاجِذَهٗ وَقَالَ لِیْ اَفْلَحْتَ یَا سَوَادُ ○

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ مسکرائے حتیٰ کہ آپ کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے اور آپ ﷺ نے مجھے فرمایا اے سواد تو کامیاب ہو گیا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ:

(۱) نبی کریم ﷺ نے سواد کو دیکھتے ہی فرمایا کہ میں جانتا ہوں تجھے کونسی چیز لائی ہے جن کا تین راتیں سواد کو جگانا حضور ﷺ کی بعثت کی خبر دینا حضور ﷺ کی تعلیم سے آگاہ کرنا سواد کے دل میں اسلام کی محبت پیدا ہونا ان تمام باتوں کو حضور ﷺ جانتے تھے اور یہ آپ کا علم غیب تھا۔

(۲) سواد بن قارب رضی اللہ عنہ کا یہ عقیدہ سن کر کہ محبوب خدا کل غائب جانتے ہیں اللہ کے نبی کا مسکرانا خوشی کی غلامت ہے یہ عقیدہ نبی کریم ﷺ کو پسند ہے اور عین اسلام کے مطابق ہے۔

(۳) اس عقیدہ کو سن کر حضور ﷺ اور صحابہ کا شدید خوشی محسوس کرنا حتیٰ کہ ان کے چہروں کا خوشی سے ٹمٹمانا اس بات کی دلیل ہے کہ صحابہ کرام کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے رسول پاک ﷺ کو علم مَاکَانَ وَمَایَکُوْنَ کلی طور پر عطا فرمایا ہے۔

(۴) فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ عقیدہ سن کر سواد بن قارب رضی اللہ عنہ کو گلے سے لگانا اس بات کی روشن دلیل ہے کہ ان کو وہ آدمی بڑا پیارا لگتا ہے جس کا ایسا عمدہ عقیدہ ہو الحمد للہ ہم اہل سنت کا بھی یہی عقیدہ ہے اور اس پر ہمیں رسول کریم ﷺ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام کی مکمل حمایت حاصل ہے۔

(۵) حضور ﷺ نے سواد بن قارب رضی اللہ عنہ سے فرمایا تو کامیاب ہو گیا فلاح پا گیا۔ معلوم ہوا نجات یافتہ اور زندگی میں کامیاب وہ ہے جس کا یہ عقیدہ ہے کہ خدا نے نبی کریم ﷺ کو کل شئی کا علم عطا فرمایا ہے۔

(۶) اگر غیر مقلدوں اور دیوبندیوں کے عقیدے کے مطابق حضور ﷺ کے

لئے کل غیب جاننے کا عقیدہ رکھنا کفر ہے تو کیا وہ محدثین اور علماء کرام جنہوں نے اس حدیث کو اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے سب کافر ہیں۔

جن علماء نے اس حدیث کو نقل کیا:۔

(۱) امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی۔ (طبرانی کبیر، ج ۷، ص ۹۴)

(۲) علامہ بدرالدین عینی۔ (عمدۃ القاری شرح بخاری، ج ۸، ص ۶۷)

(۳) علامہ قسطلانی۔ (ارشاد الساری شرح بخاری، ج ۶، ص ۱۸۵)

(۴) علامہ ملا علی قاری۔ (شرح شفا قاضی عیاض، ج ۱، ص ۷۴۸)

(۵) علامہ علی بن برہان الدین۔
(انسان العیون فی سیرت الامین والمامون، ج ۱، ص ۳۲۴)

(۶) علامہ ابن کثیر۔ (السیرۃ النبویہ، ج ۱، ص ۳۴۶)

(۷) عبدالرحمٰن بن الجوزی۔ (الوفاء باحوال المصطفیٰ، ج ۱، ص ۱۵۳)

(۸) امام جلال الدین سیوطی۔ (خصائص کبریٰ، ج ۱، ص ۲۵۵)

(۹) حافظ ابونعیم۔ (دلائل النبوۃ، ص ۴۳)

(۱۰) امام بیہقی ابوبکر بن احمد۔ (دلائل النبوۃ، ج ۲، ص ۲۴۸)

(۱۱) حافظ ابن عبداللہ قرطبی۔ (الاستیعاب، ج ۲، ص ۱۲۳)

(۱۲) عبداللہ بن محمد عبدالوہاب۔ (مختصر سیرت الرسول، ص ۶۹)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وحی خدا

فَاَوۡحٰۤی اِلٰی عَبۡدِهٖ مَاۤ اَوۡحٰی ○

ترجمہ: پس وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔

وحی کے کئی معنے ہیں۔

(۱) وحی کے معنی خبر دریافت کرنا خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

بِاَنَّ رَبَّكَ اَوۡحٰى لَهَا ○

ترجمہ: اس سبب سے کہ اللہ نے زمین سے خبر دریافت کی۔

(۲) وحی کے معنی الہام خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

فَاَوۡحٰی رَبُّكَ اِلَى النَّحۡلِ اَنِ اتَّخِذِیۡ مِنَ الۡجِبَالِ بُیُوۡتًا ○

ترجمہ: پس اللہ نے شہد کی مکھی پر الہام کیا کہ پہاڑوں میں گھر بنا۔

(۳) وحی کے معنی کسی کو رسول بنانا خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اِنَّاۤ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡكَ كَمَاۤ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰی نُوۡحٍ ○

ترجمہ: ہم نے تجھے رسول بنایا جس طرح نوح کو رسول بنایا۔

(۴) وحی کے معنی خبر ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمۡ بِاَمۡرِهِمۡ هٰذَا وَهُمۡ لَا یَشۡعُرُوۡنَ ○

ترجمہ: اور ہم نے اسے (یوسف کو) خبر دی کہ ضرور تو ان کو ان کا کام جتائے گا۔ ایسے وقت کہ وہ نہ جانتے ہوں گے۔

(۵) وحی کے معنی ہیں مناجات کرنا خدا فرماتا ہے۔

فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰی ○

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ سے مناجات کی۔

پہلی وحی:

حضرت عائشہ الصدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

حُبِّبَ اِلَیْهِ الْخَلَاءُ کَانَ یَخْلُوْ بِغَارِ حِرَاءَ ○

آپ کے لئے خلوت اور تنہائی محبوب بنا دی گئی آپ غار حرا میں خلوت فرماتے اور کھانے پینے کا سامان ساتھ لے جاتے وہاں رہ کر ذکر الٰہی، مراقبہ اور تفکر میں مشغول رہتے علاوہ ازیں اس طرح خلوت سے ایک فائدہ یہ بھی ہوتا کہ فساق و فجار اور مشرکین و کفار سے علیحدگی میسر آ جاتی جو کہ ایک مستقل عبادت ہے۔

جب آپ کی عمر چالیس سال کو پہنچی تو حسب معمول آپ ایک روز غار حراء میں تشریف فرما تھے کہ اچانک ایک فرشتہ غار میں آیا اور آپ کو سلام کیا اور کہا اقرا پڑھیے آپ نے فرمایا۔ ماانا بقاری میں پڑھنے والا نہیں فرشتے نے آپ کو پکڑ کر شدت سے دبایا اور اس کے بعد چھوڑ دیا اور کہا اقراء آپ نے پھر وہی جواب دیا فرشتے نے پھر اسی شدت سے دبایا اور اس کے بعد چھوڑ دیا اور کہا اقراء آپ نے پھر وہی جواب دیا فرشتے نے پھر اسی شدت سے دبایا اور کہا پڑھیے آپ نے پھر فرمایا ماانا بقاری میں پڑھنے والا نہیں۔ بعض لوگ اس کا ترجمہ یہ کرتے ہیں کہ میں ان پڑھ ہوں یہ معنی غلط ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ معلم کائنات بن کر تشریف لائے ہیں۔ آپ بغیر پڑھے عالم ہیں آپ بلا واسطہ خدا تعالیٰ کے شاگرد ہیں خدا فرماتا ہے۔

وَعَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ وَکَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا ○

ترجمہ: اے محبوب جو تو نہیں جانتا تھا اللہ نے وہ سب کچھ آپ کو سکھا دیا اور

آپ پر اللہ کا بہت بڑا فضل ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ سرور کونین ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں پڑھا اب حضرت جبریل علیہ السلام کا کہنا کہ پڑھ اور نبی پاک ﷺ کا یہ کہنا کہ میں پڑھنے والا نہیں ہوں اس کا مطلب یہ نہیں کہ میں ان پڑھ ہو بلکہ معنی یہ ہیں کہ میں پڑھنے والا نہیں ہوں بلکہ پڑھانے والا ہوں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ خدا فرماتا ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا ○

ترجمہ: بڑی برکت والا ہے وہ جس نے قرآن اتارا اپنے بندے پر جو سارے جہاں کو ڈرانے والا ہے۔

عالمین میں حضرت جبریل علیہ السلام بھی ہیں حضور ﷺ تمام عالمین کے نذیر یعنی نبی ہیں اور حضرت جبریل علیہ السلام بھی آپ کے امتی ہیں۔ مسلم شریف کی حدیث ہے۔ اُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ كَافَّةً میں ساری مخلوق کا رسول ہوں۔ حضرت جبریل علیہ السلام بھی مخلوق ہیں لہٰذا وہ بھی رسول کریم ﷺ کے امتی ہیں۔ علامہ یوسب بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔ اِنَّمَا جِبْرِیْلُ خُلِقَ لِخِدْمَةِ النَّبِیِّ ﷺ کہ جبریل علیہ السلام تو پیدا ہی نبی کی خدمت کے لئے ہوئے ہیں۔

محمد کا اعلیٰ مقام اللہ اللہ

ہے جبریل انکا غلام اللہ اللہ

اور یہ امر مسلمہ ہے کہ امتی کا علم نبی سے زیادہ نہیں ہوسکتا لہٰذا نبی کا علم حضرت جبریل علیہ السلام سے زیادہ ہے اس لئے یہ بات برحق ہے کہ پڑھانا امتی کا کام نہیں بلکہ نبی کا کام ہے۔ اس لیے نبی کریم ﷺ نے فرمایا ما انا بقاری میں پڑھنے والا نہیں بلکہ پڑھانے والا ہوں۔ پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اس وقت نبی کریم ﷺ یاد الٰہی میں مستغرق تھے اس وقت آپ کا ذہن حسن الوہیت

کی تجلیات میں کھویا ہوا تھا جس کی آنکھیں ذوق نظارہ میں مخمور ہوں اسے کب گردو پیش کا ہوش رہتا ہے چنانچہ علماء نے تو یہ لکھا ہے کہ۔

اِنَّہٗ کَانَ مُسْتَغْرِقًا فِیْ مُشَاھِدَۃِ الْاَنْوَارِ الْمَلَکُوْتِیَّۃِ وَالتَّجَلِّیَاتِ الرَّبَّانِیَّۃِ○

آپ خدا تعالیٰ کے انوار و تجلیات میں مستغرق تھے۔

آپ نے بیخودی کے عالم میں فرمایا۔ مَا اَنَا بِقَارِیٍ میں نہیں پڑھتا پھر حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کو سینے سے لگا کر بھینچا اور پھر کہا اقراء آپ نے پھر فرمایا مَا اَنَا بِقَارِیٍ پھر سینہ سے لگا کر حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا اقراء پھر وہی جواب ملا چوتھی بار حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا۔ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ○ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رب کا نام سنا تو آپ متوجہ ہوئے کہ یہ بھی تو اسی ذات کا نام لے رہا ہے۔ جس کے جلووں میں میں محو ہوں یہ سنتے ہی آپ نے پڑھا اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ○

غار حرا کے انتخاب میں اسرار:

پہلی حکمت: یہ غار کعبہ سے مشرقی جانب ہے اور آسمان نبوت اور آسمان دنیا کے آفتاب دونوں کو خدا تعالیٰ نے ایک لقب دیا ہے۔ خدا فرمایا ہے۔

وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا○ خدا تعالیٰ نے آسمان دنیا کے سورج کو سراج بنایا ہے اور آسمان نبوت کے آفتاب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے فرمایا وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا اور روشنی دینے والا آفتاب بنایا۔

پس ثابت ہوا کہ آفتاب دنیا اور آسمان نبوت دونوں سورج ہیں اور جس طرح آسمان دنیا کا سورج مشرق سے طلوع کرتا ہے۔ اسی طرح روحانی آفتاب نے بھی مشرقی جانب غار حرا کو پسند فرمایا۔

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

دوسری حکمت: آپ کو کعبہ سے بڑی محبت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ہجرت کی رات آپ نے کعبہ کو مخاطب کر کے فرمایا اے کعبہ میرا دل تو نہیں چاہتا کہ تجھ سے جدائی اختیار کروں لیکن تیرے باشندوں کو میرا یہاں رہنا پسند نہیں اس لئے میں تجھ سے جدا ہو رہا ہوں۔

تیرے فرزند اب مجھ کو یہاں رہنے نہیں دیتے
تیری پاکیزگی کا وعظ تک کہنے نہیں دیتے

اس لئے آپ نے غارحرا کو پسند فرمایا کہ وہ بلندی پر واقعہ ہے جہاں سے بیت اللہ شریف کی زیارت بھی ہوتی رہتی تھی نیز چونکہ یہ غار بلندی پر تھی جہاں لوگوں سے اختلاط سے محفوظ رہا جا سکتا تھا اس لئے آپ نے اس غار کو پسند فرمایا۔

غطات ثلاثہ میں اسرار:

(ا) حکمت: علامہ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ پہلی مرتبہ دبانے میں یہ حکمت تھی کہ مکہ میں کی جانے والی سازش کی طرف اشارہ تھا کہ اے رسول اہل مکہ آپ کے قتل سے گریز نہ کریں گے اور ہر ممکن طریقہ سے اس منصوبہ کو کامیاب بنانے کی کوشش کریں گے لیکن آپ بے فکر رہیں خدا آپ کا حامی و مددگار ہے۔

دوسری مرتبہ دبانے میں اہل مکہ کے سوشل بائیکاٹ کی طرف اشارہ ہے کہ وہ لوگ بائیکاٹ کر کے دیرینہ تعلقات کو پس پشت ڈالدیں گے اور شعب ابی طالب میں محصور کر دیں گے آپ اپنے رب جلیل پر بھروسہ رکھیں۔

تیسری مرتبہ دبانے میں حکمت یہ تھی کہ مکہ میں تو صرف مشرکین مکہ کی عداوت تھی لیکن مدینہ میں مشرکین اور یہود و نصاریٰ تینوں آپ کے خلاف محاذ

آرائی کریں گے مگر آپ کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔

(۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں مخلوق کو فیض دینے کے لئے آئے ہیں اور جبریل علیہ السلام، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سینے سے لگا کر فیض دینا نہیں بلکہ فیض لینا چاہتے تھے چنانچہ سینے سے سینہ ملا تو یہ راز کھلا بارگاہ رسالت میں فقط اقراء نہ کہو بلکہ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ کہو یعنی جس کا کلام پڑھوانا ہے اس کا نام بھی لو یہ فیض پہنچا تو جبریل علیہ السلام نے پوری آیت پڑھی ورنہ پہلے ہی پڑھ دیتے۔

فیض پہنچا رضا احمد پاک سے
ورنہ تم کیا سمجھتے خدا کون ہے

(۳) حکمت: حضرات عارفین کا سینے سے لگا کر فیض پہنچانا بطریق تواتر ثابت ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے سینے سے لگایا اور یہ دعا فرمائی۔

اَللّٰھُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ ○ اے اللہ اس کو اپنی کتاب کا علم عطا فرما۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بسا اوقات آپ سے حدیث سنتا ہوں اور بھول جاتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی چادر بچھاؤ میں نے چادر بچھائی آپ نے دست مبارک سے کچھ اشارہ فرمایا جیسے کوئی دولپ بھر کر ڈالتا ہو فرمایا اب اس چادر کو سینے سے لگا لو میں نے چادر کو سینے سے لگا لیا اس کے بعد کوئی حدیث نہ بھولا۔

(بخاری، ج۱، ص۲۲)

(۴) حکمت: قطب العارفین عبدالعزیز دباغ مصری نے فرمایا حضرت جبریل علیہ السلام کا پہلا بغلگیر ہونا اس لئے تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بارگاہ الٰہی میں وسیلہ بنائیں کہ اللہ کی وہ دائمی خوشنودی حاصل ہو جائے جس کے بعد ناراضگی کا وجود ہی

نہ ہو اور دوبارہ بغلگیر ہونا اس غرض سے تھا کہ جاہ محمدی میں داخل ہو اور آپ کے جمال مبارک کی پناہ میں آجائے اور تیسری بار بغلگیر ہونے میں حکمت یہ تھی کہ آپ کی امت میں شامل ہو جائے۔ (الابریز، ج۱، ص ۲۱۰)

(۵) حکمت: حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم سے پونے چھ سو سال پہلے ہوئے ہیں ان دونوں رسولوں کے درمیان کوئی نبی نہیں آیا اس عرصے میں وحی کا سلسلہ منقطع رہا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت کا زمانہ آیا اور جبریل علیہ السلام کو وحی لے کر نازل ہونے کا حکم ہوا تو وہ اتنے خوش ہوئے کہ انہوں نے تین مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی سینے سے لگا کر مسرت کا اظہار کیا کہ خدا کا شکر ہے کہ انبیاء کے سردار کی زیارت سے مشرف ہونے کا موقع ملا اور حضرت جبریل علیہ السلام کو آپ کی زیارت کا کتنا اشتیاق رہتا تھا۔ اس بات کا اندازہ آپ اس بات سے لگائیے کہ حضرت جبریل امین علیہ السلام، حضرت آدم علیہ السلام پر بارہ مرتبہ نازل ہوئے، حضرت نوح علیہ السلام پر پچاس مرتبہ نازل ہوئے۔ حضرت ابرہیم علیہ السلام پر بیالیس مرتبہ نازل ہوئے، حضرت ادریس علیہ السلام پر چار مرتبہ نازل ہوئے، حضرت موسیٰ علیہ السلام پر چار سو مرتبہ نازل ہوئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر دس مرتبہ نازل ہوئے اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر چوبیس ہزار مرتبہ نازل ہوئے۔ مولانا حسن رضا اس کی وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے بغیر چین نہ آتا تھا۔ (زرقانی، ج۱، ص ۲۳۴)

بے لقائے یار ان کو چین آ جاتا اگر
بار بار آتے نہ یوں جبریل سدرہٰ چھوڑ کر

اقسام وحی:

وحی کی بہت سی اقسام ہیں ان میں چند مشہور کا ذکر کیا جاتا ہے سماعت فرمایئے

یکم "مکالمہ الٰہی بلا واسطہ":

خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی ○ پس اللہ نے اپنے بندے کی طرف وحی کی جو وحی کی اس وحی کے متعلق مندرجہ ذیل شواہد قابل ذکر ہیں۔

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے شمار خصوصیات میں سے ایک بڑی خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو بے حجاب دیکھا ہے اور بلاواسطہ کلام کیا ہے چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن بن عائش فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

رَاَیْتُ رَبِّیْ عَزَّوَجَلَّ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَۃٍ قَالَ فِیْمَا یَخْتَصِمُ الْمَلَاءُ الْاَعْلٰی قُلْتُ اَنْتَ اَعْلَمُ قَالَ فَوَضَعَ کَفَّہٗ بَیْنَ کَتِفَیَّ فَوَجَدْتُّ بَرْدَھَا بَیْنَ ثَدْیَیَّ فَعَلِمْتُ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ○ (مشکوٰۃ، ص ۶۹)

میں نے اپنے رب کو احسن صورت میں دیکھا مجھ سے فرمایا ملائکہ مقربین کس بات میں جھگڑتے ہیں۔ میں نے عرض کی مولیٰ تو ہی بہتر جانتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے رب نے اپنی رحمت کا ہاتھ میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا میں نے اس کے وصول فیض کی سردی کو اپنی دونوں چھاتیوں کے درمیان پایا۔ پس مجھے ان تمام چیزوں کا علم ہو گیا جو زمین آسمان میں تھیں۔

(۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

اَنَّ مُحَمَّدًا رَاٰی رَبَّہٗ مَرَّتَیْنِ مَرَّۃً بِبَصَرِہٖ وَمَرَّۃً بِفُوَادِہٖ ○

(طبرانی کبیر، خصائص کبریٰ)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ رب کا دیدار کیا ایک مرتبہ سر کی آنکھ سے اور ایک مرتبہ دل کی آنکھ سے۔

(۳) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِنَّ رَبِّی اِسْتَشَارَنِی فِی اُمَّتِی مَاذَا فعَلَ بِھِمْ فَقُلْتُ مَاشِئْتَ یَارَبِّ ھُمْ خَلْقُكَ وَعِبَادُكَ فَاسْتَشَارَنِی الثَّانِیَۃَ فَقُلْتُ لَهٗ کَذَالِكَ فَاسْتَشَارَنِی الثَّالِثَۃَ فَقُلْتُ لَهٗ کَذَالِكَ فَقَالَ تَعَالٰی اِنِّی لَنْ اُخْزِیْكَ فِی اُمَّتِكَ یَا اَحْمَدُ وَبَشَّرَنِی اِنَّ اَوَّلَ مَنْ یَّدْخُلُ الْجَنَّۃَ مَعِی مِنْ اُمَّتِی سَبْعُوْنَ اَلْفًالَیْسَ عَلَیْھِمْ حِسَابٌ○

(مسند امام احمد، ج۵،ص۳۹۳۔ کنز العمال، ج۴، حدیث نمبر۱۷۳۵)

بے شک میرے رب نے مجھ سے مشورہ طلب فرمایا میری امت کے بارے میں کہ میں ان کے ساتھ کیا سلوک کروں میں نے عرض کی اے میرے رب جو چاہے ان کے ساتھ سلوک کر وہ تیری مخلوق اور تیرے بندے ہیں رب نے پھر دوسری مرتبہ مشورہ طلب فرمایا میں نے وہی جواب دیا۔ رب نے تیسری مرتبہ مشورہ طلب کیا میں نے پھر وہی جواب دیا۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا اے احمد میں تیری امت کے بارے میں تجھے رسوا نہ کروں گا اور مجھے بشارت دی کہ میرے ستر ہزار امتی بغیر حساب جنت میں داخل ہوں گے۔

(۴) اس وحی کے بارے میں علامہ قرطبی کا ایک قول یہ بھی ہے کہ خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے محبوب جنت تمام نبیوں پر حرام ہے جب تک تو اس میں داخل نہ ہو جائے اور جنت تمام امتوں پر حرام ہے جب تک آپ کی امت اس میں داخل نہ ہو جائے۔ اب اس ارشاد خداوندی کی تائید میں ایک حدیث سماعت فرمائیں۔

حدیث: امام مکحول سے مروی ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی سے کچھ رقم لینی تھی۔ آپ نے اس سے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام نوع بشر پر فضیلت بخشی میں تجھے نہ چھوڑوں گا۔ یہودی نے قسم کھا کر آپ کی افضلیت مطلقہ کا انکار کیا امیر المومنین نے اس کو طمانچہ دے مارا یہودی نے بارگاہ رسالت میں فریاد کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر المومنین کو حکم دیا تم نے

اس کو تھپڑ مارا ہے اسے راضی کر لو اور یہودی کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا اے یہودی آدم صفی اللہ، ابراہیم خلیل اللہ، حضرت موسیٰ کلیم اللہ اور عیسیٰ روح اللہ اور میں حبیب اللہ ہوں بلکہ اے یہودی جنت تمام نبیوں پر حرام ہے جب تک میں جنت میں داخل نہ ہو جاؤں اور جنت تمام امتوں پر حرام ہے جب تک میری امت جنت میں داخل نہ ہو جائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

نہ پہنچیں جب تک گنہگار ان کے
نہ جائے گی جنت میں امت کسی کی

(۵) حافظ جمال اللہ ملتانی نے لکھا کہ خدا تعالیٰ نے معراج کی رات حضور ﷺ کو کئی قسم کے علوم تعلیم فرمائے اور فرمایا کہ ان کو پوشیدہ رکھنا جب آپ معراج شریف سے واپس تشریف لائے تو ایک دن کسی دیوانے کو دیکھا کہ وہی علوم بازاروں اور کوچوں میں اعلانیہ بیان کر رہا ہے۔ آپ نے خدا کی بارگاہ میں عرض کی یا اللہ مجھے تو ان علوم کے چھپانے کا حکم دیا ہے اور یہ اعلانیہ بیان کر رہا ہے۔ اللہ نے وحی کی یہ ہمارے اسرار ہیں اگر آپ ان کو لوگوں پر ظاہر فرما دیتے تو لوگ فتنہ میں مبتلا ہو جاتے اس دیوانے کی باتوں کا کون اعتبار کرے گا۔

(۶) علامہ حسین بن علی بن افراسیاب نے اپنی کتاب اخبار القرآن میں اس وحی کے بارے میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے ید قدرت سے بنایا اور فرشتوں سے ان کو سجدہ کرایا پس اگر اے محبوب تو نہ ہوتا تو نہ میں آدم علیہ السلام کو پیدا کرتا اور نہ دنیا کو۔ میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا جبکہ وہ زمین پر تھے اور تجھے اپنے سامنے بٹھا کر کلام کر رہا ہوں اور میں نے ادریس علیہ السلام کو بلند مقام پر اٹھا لیا اور تجھے قاب قوسین اَوْ اَدنیٰ کا درجہ عطا فرمایا میں نے حضرت داؤد علیہ السلام کو زبور عطا فرمائی اور تجھے قرآن عظیم عطا کیا اور اس

میں دو سورتیں ہیں کہ ان میں سے ہر ایک دنیا اور آخرت سے بہتر ہے جو کوئی ان کو دن رات میں تلاوت کرے گا اس کے لئے دنیا میں مغفرت اور آخرت میں بہشت کا دخول ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کی وہ کونسی سورتیں ہیں خدا نے فرمایا وہ سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران ہے۔ پھر فرمایا اے احمد جو شخص تیری امت میں سے رمضان کا مہینہ پا کر دن کو روزہ رکھے گا اور رات کو نوافل پڑھے گا میں رمضان کی پہلی تہائی میں اس کو اپنی خوشنودی عطا کروں گا اور دوسری میں اپنی مغفرت عطا کروں گا اور تیسری تہائی میں دوزخ سے آزاد کر دوں گا۔ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے ہوا اور پرندوں کو مسخر کر دیا تیرے لئے زمین کو مسجد اور پاک کر دینے والی بنا دیا اور تیرے لئے بادشاہوں کی گردنوں کو جھکا دیا میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں روح پھونکی اور تیرا نام اپنے نام سے مشتق کیا میں محمود ہوں اور تیرا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم رکھا میں کسی موذن کی دعا قبول نہیں کرتا جب تک کہ وہ میرے معبود ہونے اور تیرے رسول ہونے کی گواہی نہ دے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ الٰہی یہ سب کچھ تو میرے لئے ہے میری امت کے لئے کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تیری امت سے ایسے ستر ہزار لوگ بخش دوں گا جن پر عذاب واجب ہو چکا ہوگا۔ میں نے عرض کی الٰہی اس میں اضافہ فرما۔ خدا نے فرمایا تیری امت سے کوئی موت سے ایک سال پہلے توبہ کرے گا تو اس کی توبہ قبول کر لوں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں نے عرض کی مولیٰ اس میں زیادتی فرما۔ فرمایا جو اپنی موت سے ایک مہینہ پہلے توبہ کر لے گا اس کی توبہ قبول کر لوں گا پھر عرض کی اس میں اضافہ کیا جائے فرمایا جو ایک جمعہ پہلے توبہ کرے گا اس کی توبہ قبول کر لوں گا عرض کی اس پر اضافہ فرمایا جائے فرمایا جو موت سے ایک ساعت پہلے توبہ کر لے گا قبول ہوگی۔ عرض کی اس میں اضافہ کیا جائے فرمایا توبہ کا دروازہ کھلا ہے جب تک جسم میں روح باقی ہے عرض کی اس میں

اضافہ ہو فرمایا میں نے تیری امت سے ایک لاکھ ہر جمعہ دوزخ سے آزاد کئے پھر اضافے کی درخواست کی فرمایا رمضان کی ہر رات جہنم سے تیرے ایک لاکھ آدمی آزاد کئے۔ پھر اضافہ کے لئے عرض کی فرمایا رمضان کی آخری رات رمضان کی کل تعداد کے برابر جہنم سے آزاد کئے۔ پھر اضافہ کے لئے کہا خدا نے فرمایا یہ تین چلو لے لو ایک میرا اکرم دوسرا میرا عفو اور تیسری میری رحمت ہے میں نے عرض کی اے میرے رب تیری حمد ہے اور شکر ہے۔

(۷) علامہ ملا معین کاشفی نے معارج النبوت میں لکھا ہے کہ معراج کی رات نبی کریم ﷺ نے خدا کی بارگاہ میں عرض کی الٰہی تو نے جبریل علیہ السلام کو چھ سو پَر عطا کئے مجھے کیا دیا ہے۔ ارشاد خداوندی ہوا جبریل علیہ السلام کو میں نے چھ سو پَر دیئے ہیں اور تیرے سر میں مَیں نے چھ لاکھ بال اگائے ہیں۔ جبریل علیہ السلام اپنے چھ سو پر کھولتے ہیں تو ساری دنیا پر چھا جاتے ہیں اور اے محبوب تو قیامت کے روز اپنے چھ لاکھ بال میری بارگاہ میں بکھیرے گا اور امت کی شفاعت کرے گا تو تیری امت بخش دوں گا۔

کہا مصطفٰے نے کہ اے رب العزت گناہوں سے لبریز ہے میری امت
تو غفار ہے بخش دے میرے مولیٰ یہی آپ سے سوال محمد
کہا حق نے کہ اے کملی والے حقوق شفاعت ہیں تیرے حوالے
جسے تو کہے گا اسے بخش دوں گا خدا ہو گیا ہم خیال محمد

دوم تکلیم الٰہی من وراء حجات:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا۝ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چالیس دن اس طرح گزارے کہ دن کو روزہ رکھا اور رات کو نوافل ادا کئے بعد ازاں وضو کیا پاکیزہ

لباس زیب تن فرمایا اور کوہ طور پر پہنچے اللہ تعالیٰ نے ایک بادل کا ٹکڑا بھیجا جس نے کوہ طور کو لوگوں کی نظروں سے غائب کر دیا پھر پہاڑ کے چاروں طرف اکیس اکیس میل تک تمام جانوروں حتیٰ کہ فرشتوں کو بھی روک دیا گیا اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا اندریں حالات حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلام ربانی کی لذت نے دیدار کا آرزومند بنا دیا۔

پس پردہ سن کے تیری صدا میرا شوق دید جو بڑھ گیا
مجھے اضطراب کمال تھا یہی وجد تھا یہی حال تھا

اس لئے عرض کی رَبِّ اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْکَ الٰہی مجھے اپنا دیدار کرا دے خدا نے فرمایا لن ترانی تو مجھے ہرگز نہ دیکھے گا اس لئے کہ:

نہ تیری آنکھ دیکھے اور نہ چشم انبیاء دیکھے
مجھے دیکھے تو اے موسیٰ نگاہ مصطفےٰ دیکھے

رب تعالیٰ نے پہاڑ پر اپنی تجلی ڈالی حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو گئے۔ اس کلام اور تجلی کا حضرت موسیٰ علیہ السلام پر یہ اثر ہوا کہ آپ:

(۱) تیس میل کے فاصلے سے سیاہ رات میں سیاہ پتھر پر سیاہ چیونٹی کو چلتے دیکھ لیتے تھے۔ (طبرانی صغیر، ج۱، ص۳۲)

(۲) تیس میل کے فاصلے سے ایک چیونٹی کے پاؤں کی آہٹ سن لیتے تھے۔ (انسان العیون، ج۱، ص۴۳۸)

(۳) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چہرے پر نور کی بارش ہوتی رہتی تھی۔ (ابن کثیر، ج۹، ص۲۷)

سوم فرشتے کا متمثل ہونا:

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

فَاَرْسَلْنَا اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا۝

ترجمہ: ہم نے جبریل امین علیہ السلام کو مریم کے پاس بھیجا تو وہ تندرست بشر کی صورت میں متمثل ہو کر اس کے پاس آئے۔

جب جبریل علیہ السلام بشری شکل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تو صحابہ کرام ان کا دیدار کر لیتے۔

مثال نمبر ۱:

جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ احزاب سے فارغ ہوئے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے اور آپ نے سنا کہ دروازے پر کسی نے سلام کیا ہے آپ دروازے کی طرف تشریف لے گئے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں بھی آپ کے پیچھے ہولی میں نے دیکھا تو وہ حضرت دحیہ تھے کہ ان کے چہرے اور دانتوں پر غبار جما ہوا تھا اور وہ اونٹ پر سوار تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر سے ان کا گردوغبار صاف فرمایا۔ جبریل امین علیہ السلام نے عرض کی خدا کا فرمان ہے کہ اسی وقت بنو قریظہ کی طرف روانہ ہو جاؤ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں آئے تو فرمایا یہ جبریل امین تھے۔ جبریل علیہ السلام نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے ہتھیار اتار دیئے ہیں لیکن ہم نے ہتھیار نہیں اتارے میں، جا کر بنو قریظہ کے قلعہ میں زلزلہ پیدا کرتا ہوں آپ اپنے صحابہ کو لے کر وہاں پہنچ جائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال کو حکم فرمایا مدینہ میں اعلان کر دو سب لوگ تیار ہو جائیں چنانچہ تین ہزار کا لشکر تیار ہو کر بنو قریظہ کی طرف روانہ ہوا راستے میں بنی نجار قبیلہ کو دیکھا کہ تیار ہو کر آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں کس نے تیاری کا حکم دیا ہے عرض کی دحیہ کلبی نے تیار ہونے کا حکم دیا تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ جبریل امین علیہ السلام تھے۔ (مدارج النبوت، ج ۲، ص ۲۳۹)

مثال نمبر۲:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اپنے باپ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب موجود تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی تھا جس سے گفتگو فرما رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے باپ کی طرف توجہ نہ فرمائی ہم دونوں باپ بیٹا وہاں سے چل دیئے میرے باپ نے مجھ سے کہا دیکھا تو نے تیرے چچازاد نے میری طرف توجہ نہیں فرمائی۔ میں نے عرض کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک آدمی سے گفتگو فرما رہے تھے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آ کر یہ ساری بات بیان کی اور عرض کی کیا آپ کسی آدمی سے گفتگو فرما رہے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا تم نے میرے پاس کسی کو دیکھا تھا عرض کی ہاں فرمایا وہ جبریل امین علیہ السلام تھے۔

(الحاوی، ج۲، ص۲۶۴)

چہارم رویائے صالحہ:

انبیاء علیہم السلام کے خواب بھی وحی الٰہی ہوتے ہیں چنانچہ قرآن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

یَابُنَیَّ اِنِّیْ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی قَالَ یَا اَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْ اِنْشَاءَ اللّٰهُ مِنَ الصَّابِرِیْنَ○

ترجمہ: اے میرے بیٹے میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کرتا ہوں اب تو بتا تیری کیا رائے ہے۔ عرض کی اے میرے باپ جس کام کا آپ کو حکم ہوا ہے آپ وہ کر گزریئے۔ انشاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔

اس آیہ کریمہ میں غور فرمایئے حضرت ابراہیم علیہ السلام فرما رہے ہیں کہ میں نے خواب دیکھا ہے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام فرما رہے ہیں کہ وہ کام کر دیجئے جس کا آپ کو حکم ہوا ہے۔ معلوم ہوا حضرت اسماعیل علیہ السلام اس حقیقت کو جانتے تھے کہ نبی کا خواب وحی ہوتا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی اس کے حکم الٰہی ہونے میں کوئی شک نہیں کیا بلکہ اس کی تعمیل اسی طرح ضروری سمجھی جس طرح اس حکم الٰہی کی جو بیداری میں انہیں خدا کی طرف سے ملتا ہے۔ یہی حال دوسرے نبیوں کا ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

رُوْیَا الْاَنْبِیَاءِ وَحْیٌ ○ نبیوں کے خواب وحی ہوتے ہیں۔

حضرت عائشہ الصدیقہ فرماتی ہیں۔

اَوَّلُ مَابُدِیَ بِہٖ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم مِنَ الْوَحْیِ الرُّوْیَاءُ الصَّالِحَۃُ فِی النَّوْمِ فَکَانَ لَایَرٰی رُوْیَا اِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ○ (بخاری شریف)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کی ابتداء نیک خوابوں سے ہوئی جو کچھ آپ خواب میں دیکھتے وہ صبح کی روشنی کی طرح ظہور میں آجاتا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ ان کو گیارہ ستاروں چاند اور آفتاب نے سجدہ کیا ہے چنانچہ خدا فرماتا ہے۔

اِذْ قَالَ یُوْسُفُ لِاَبِیْہِ یٰاَبَتِ اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ کَوْکَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَیْتُھُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ○

یاد کر جب یوسف نے اپنے باپ سے کہا کہ اے میرے باپ میں نے گیارہ تارے اور سورج اور چاند دیکھے انہیں اپنے لئے سجدہ کرتے دیکھا۔

پھر جب سب مصر میں آگئے تو حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں اور آپ کے ماں باپ نے آپ کو سجدہ کیا اور آپ کا خواب یوں سچا ثابت ہوگیا۔

پنجم صلصلة الجرس:

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حارث بن ہشام نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے پاس وحی کیسے آتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کبھی میرے پاس گھنٹی کی آواز کی طرح وحی آتی ہے اور وہ مجھ پر زیادہ سخت ہوتی ہے پھر وہ مجھ سے جدا ہو جاتی ہے اس حال میں کہ میں اس کو یاد کر لیتا ہوں۔ (بخاری، ص۲)

ام المومنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نزول وحی کی کیفیت جب ختم ہو جاتی تو سخت سردی کے دنوں میں آپ کی پیشانی پر پسینہ آجاتا۔ (بخاری)

کاتب وحی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہی ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اس حال میں وحی آئی کہ میرا زانو آپ کے زانو مبارک کے نیچے تھا پس مجھے یہ معلوم ہوتا تھا کہ میرا زانو بوجھ سے ٹوٹ جائے گا۔

اگر سواری کی حالت میں وحی آجاتی تو سواری کا اونٹ بیٹھ جاتا اور اپنی گردن زمین کے ساتھ لگا دیتا۔ (زرقانی، ج۱، ص ۲۲۹)

ششم تفہیم غیبی:

من جانب اللہ کسی کی نظر اور فکر میں ایسی برکت کا آجانا کہ قوت نظر ہی رشد کی طرف لے جائے اسے تفہیم غیبی کہتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَدَاوُدَ وَ سُلَيْمَانَ اِذْ يَحْكُمَانِ فِي الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيهِ غَنَمُ الْقَوْمِ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شَاهِدِينَ فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ ○

ترجمہ: اور جب کہ داؤد اور سلیمان علیہما السلام اس کھیتی کا فیصلہ کرنے لگے جس کو قوم کی بکریاں رات میں روند گئی تھیں اور ہم ان کے فیصلے کو دیکھ رہے تھے پس وہ فیصلہ

ہم نے سلیمان کو سمجھا دیا۔

ابن قیم نے مدارج السالکین میں لکھا ہے کہ:

فہم اللہ کا بندے پر عظیم انعام ہے اور وہ ایک نور ہے جس کو اللہ اپنے بندہ کے دل میں ڈال دیتا ہے جس کی وجہ سے اس کو ان امور کا ادراک ہونے لگتا ہے کہ جو دوسروں کو نہیں ہوتا مثلاً حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے فہم کو دیکھو کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابن عباس اور دیگر صحابہ بدر سے اذا جاء نصر اللہ کی تفسیر دریافت فرمائی تو صرف ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا میری سمجھ میں یہ بات آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو وفات کی خبر دی ہے اور یہ بتایا ہے کہ تمہاری وفات کا زمانہ قریب آ گیا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اس جواب سے موافقت فرمائی اور یہ معنی دوسرے صحابہ پر مخفی رہے حالانکہ ابن عباس تمام صحابہ سے کم عمر تھے اور ظاہراً کوئی اشارہ موت کی جانب نہیں اگر تفہیم الٰہی نہ ہوتی تو یہ مطلب نہ سمجھ میں آتا۔

ہفتم فرشتے کا اصلی شکل میں آنا:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جبریل امین علیہ السلام کو ان کی اصلی شکل میں دیکھتے تھے وہ آپ پر وحی لاتے تھے جو اللہ چاہتا تھا ان کی اصلی صورت میں ان کے چھ سو پَر ہیں دو مرتبہ آپ نے ان کو اصلی صورت میں دیکھا ہے ایک مرتبہ زمانۂ بعثت میں دوسری مرتبہ معراج کی رات سدرئی کے پاس۔

ایک مرتبہ آپ غار حرا سے تشریف لا رہے تھے کہ ناگاہ آسمان سے ایک آواز آئی آپ نے دیکھا تو وہی فرشتہ تھا جو غار حرا میں آیا تھا زمین و آسمان کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہوا ہے اور کہہ رہا ہے کہ اے محمد آپ اللہ کے رسول ہیں اور میں جبریل ہوں۔

ہشتم اسرافیل کا کلام کرنا:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور جبریل امین علیہ السلام مکہ معظمہ میں کوہ صفا پر موجود تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جبریل قسم ہے اس ذات اقدس کی جس نے تجھ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے شام کو آل محمد کے پاس ایک مٹھی بھر آٹا اور ہتھیلی بھر ستو بھی نہیں ہوتے۔ بس یہ فرمانا تھا کہ آسمان سے ایک سخت آواز آئی آپ نے فرمایا جبریل یہ کیا ہے عرض کی اسرافیل کو آپ کے پاس حاضر ہونے کا حکم ہوا ہے چنانچہ وہ حاضر ہو گئے اور کہا آپ نے جو کلام کیا ہے اللہ تعالیٰ نے وہ سنا ہے۔

فَبَعَثَنِیْ اِلَیْكَ بِمَفَاتِیْحِ خَزَائِنِ الْاَرْضِ ○

ترجمہ: مجھے اس نے زمین کے خزانوں کی کنجیاں دے کر آپ کے پاس بھیجا ہے۔

کہ میں وہ آپ کی خدمت میں پیش کر دوں اور مکہ کے پہاڑوں کو زمرد یاقوت سونا اور چاندی بنا دوں اگر آپ چاہتے ہیں میں یہ کام ابھی کر دیتا ہوں۔ آپ کو اختیار ہے کہ آپ نبی بادشاہ بنیں یا نبی بندے جبریل نے تواضع کی طرف اشارہ کیا آپ نے تین مرتبہ فرمایا میں نبی بندہ بننا چاہتا ہوں۔

(طبرانی اوسط، ج ۷، ص ۴۷۴)

نہم رضوان جنت کی آمد:

ایک مرتبہ داروغہ جنت رضوان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک نوری ٹوکری لائے جو جگمگا رہی تھی۔ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی یہ خزائن دنیا کی چابیاں ہیں یہ آپ لے لیں اس کے باوجود جو آپ کے لئے میرے پاس آخرت میں ہے اس سے ذرہ برابر کم نہ کیا جائے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے جبریل علیہ السلام کی طرف دیکھا جبریل امین علیہ السلام نے اپنا ہاتھ زمین کی طرف مارا اور عرض کی اللہ کے سامنے تواضع کریں آپ نے فرمایا اے رضوان دنیا میں میری کوئی حاجت نہیں۔ رضوان نے کہا آپ نے درست فرمایا اللہ آپ کے ساتھ درستی فرمائے اس لئے مفسرین کا یہ نظریہ ہے کہ یہ آیت رضوان جنت لے کر نازل ہوتے ہیں۔

تَبَارَكَ الَّذِیْ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَیْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَ یَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ○ (الحبائک فی اخبار الملائک، ص ۱۲۸)

دہم الہام:

الہام کی چار اقسام ہیں۔

(۱) علم لدنی:

ایسا علم جو براہ راست من جانب اللہ قلب پر القا ہوتا ہے۔ خدا فرماتا ہے۔

كُلَّمَا دَخَلَ عَلَیْهَا زَكَرِیَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ یٰمَرْیَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ○

ترجمہ: جب زکریا اس کے پاس اس کی نماز پڑھنے کی جگہ جاتے اس کے پاس نیا رزق پاتے کہا اے مریم یہ تیرے پاس کہاں سے آیا ہے بولیں وہ اللہ کے پاس سے ہے بے شک اللہ جسے چاہے بے گنتی دے۔

دوسرے مقام پر خدا فرماتا ہے۔

وَاَوْحَیْنَاۤ اِلٰۤى اُمِّ مُوْسٰۤى اَنْ اَرْضِعِیْهِ فَاِذَا خِفْتِ عَلَیْهِ فَاَلْقِیْهِ فِی الْیَمِّ وَلَا تَخَافِیْ وَلَا تَحْزَنِیْ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَیْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ○

ترجمہ: ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو الہام فرمایا کہ اسے دودھ پلا پھر جب تجھے اس سے اندیشہ ہو تو اسے دریا میں ڈال دے اور نہ ڈر اور نہ غم کر بے شک ہم اسے تیری طرف پھیر لائیں گے اور اسے رسول بنائیں گے۔

حضرت خضر علیہ السلام کے بارے میں خدا نے فرمایا۔

وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا○

ترجمہ: ہم نے اسے علم لدنی عطا کیا۔

(ب) کبھی فرشتہ دل میں بات ڈال دیتا ہے اس الہام کو القاء فی القلب اور نفث فی الروع کہتے ہیں۔ حضور فرماتے ہیں۔

اِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ نَفَثَ فِيْ رُوْعِيْ لَنْ تَمُوْتَ نَفْسٌ حَتّٰى تَسْتَكْمِلَ رِزْقَهَا○

ترجمہ: جبریل علیہ السلام نے میرے دل میں یہ بات ڈالدی کہ کوئی نفس اس وقت تک ہرگز نہ مرے گا جب تک کہ وہ اپنا رزق پورا نہ کر لے۔

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ آمَنُوْا○

ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ فرشتوں کی طرف وحی بھیجتا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں سو تم مومنوں کو ثابت قدم رکھو۔

ایک اور مقام پر خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ عَلٰى قَلْبِكَ○

ترجمہ: نازل کیا اس کو روح الامین نے آپ کے دل پر۔

ایک اور جگہ فرمایا۔

فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ○

ترجمہ: بلاشبہ جبریل علیہ السلام نے اسے نازل کیا آپ کے دل پر اللہ کے حکم سے۔

(ج) بعض اوقات فرشتہ بشر کی شکل میں آ کر کلام کرتا ہے مثلاً خدا فرماتا ہے۔

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ

عَلٰی نِسَآءِ الْعٰلَمِیْنَ○

ترجمہ: اور جس وقت فرشتوں نے کہا اے مریم اللہ نے تجھ کو پسند کیا اور تجھ کو پاک کیا اور جہاں کی عورتوں پر تجھے فضیلت دی۔

ایک اور جگہ فرمایا۔

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِکَةُ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰہَ یُبَشِّرُکِ بِکَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِیْحُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ وَجِیْهًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ○

ترجمہ: جب فرشتوں نے کہا اے مریم اللہ تجھ کو بشارت دیتا ہے اپنے ایک خاص کلمہ کی جس کا نام مسیح عیسیٰ بن مریم ہے جو دنیا اور آخرت میں صاحب وجاہت ہوگا۔

کتاب الاصابہ میں لکھا ہے کہ:

عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ مِنْ فُضَلَاءِ الصَّحَابَةِ وَفُقَهَائِهِمْ یَقُوْلُ عَنْهُ اَهْلُ الْبَصْرَةِ اَنَّهٗ کَانَ یَرَی الْحَفَظَةَ وَکَانَتْ تُکَلِّمُهٗ حَتّٰی اکْتَوٰی○

(کتاب الاصابہ، ج ۳، ص ۲۴)

عمران بن حصین بڑے جلیل القدر تھے اور فقہاء صحابہ میں سے تھے اہل بصرہ خود حضرت عمران سے ناقل ہیں کہ وہ کراماً کاتبین کو دیکھا کرتے تھے اور ان سے باتیں کرتے تھے یہاں تک کہ انہوں نے داغ لیا۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حوض میں پانی لانے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ نہر سے پانی لایا جائے۔ دوم یہ کہ اس حوض کو کھود کر آلات سے صاف کر کے اس میں کوئی چشمہ جاری کر لیا جائے اور یہ پانی نہر کی نسبت زیادہ لذیذ صاف اور شیریں ہوگا۔ اسی طرح قلب بھی بمنزلہ حوض کے ہے کبھی اس میں حواس خمسہ کی نہر سے علم لایا جاتا ہے اور کبھی بذریعہ خلوت و عزلت اور مجاہدہ اور ریاضت

قلب کو کھود کر صاف کر دیا جاتا ہے اس وقت خود قلب کے اندر سے ہی علم کے چشمے جاری ہو جاتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ اَخْلَصَ لِلّٰهِ اَرْبَعِيْنَ صَبَاحًا اَظْهَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى يَنَابِيْعَ الْحِكْمَةِ مِنْ قَلْبِهٖ عَلٰى لِسَانِهٖ○

جو چالیس روز اخلاص کے ساتھ عبادت کرے اللہ تعالیٰ علم وحکمت کے چشمے اس کے قلب سے اس کی زبان پر جاری فرما دیتا ہے۔

(د) کبھی وحی الہام بذریعہ کتابت بھی ہوتی ہے کہ من جانب کوئی چیز لکھی ہوئی عطا ہوتی ہے۔ شیخ اکبر فتوحات کے ایک باب میں فرماتے ہیں کہ اس کتابت کے من جانب اللہ ہونے کی یہ نشانی ہوتی ہے کہ وہ ہر جانب سے پڑھی جا سکتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں میں نے بیت اللہ شریف میں ایک فقیر کو دیکھا کہ مطاف میں ایک ورق اترا جس میں اس فقیر کے متعلق لکھا ہوا تھا کہ تو جہنم سے آزاد کر دیا گیا۔ اس ورق کی عجیب شان تھی وہ یہ کہ جس جانب اس ورق کو پلٹا جاتا تھا کتابت بھی اسی جانب پلٹ جاتی تھی۔ شیخ ابن عربی فرماتے ہیں:

اسی طرح ایک مسکین عورت میرے تلامذہ میں تھی اس نے ایک مرتبہ حق کو خواب میں دیکھا خدا نے اس کو ایک ورق عطا فرمایا وہ ورقہ اس کے ہاتھ میں تھا مٹھی بند تھی کسی طرح کھلتی نہ تھی میں نے اس سے کہا تو اپنے دل سے یہ نیت کر کہ اگر حق تعالیٰ اس ہاتھ کو کھولدے تو فوراً نگل جاؤں گی۔ اس نے یہ نیت کی اور ہاتھ کو منہ کے قریب کیا قریب کرتے ہی ہاتھ کھل گیا اور وہ ورق خود بخود منہ کے اندر چلا گیا۔ لوگوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا میں نے کہا اللہ تعالیٰ نے مجھ کو الہام کیا ہماری مرضی یہ ہے کہ اس ورق کے مضمون پر کوئی آگاہ نہ ہو۔ (الیواقیت والجواہر، ج ۲، ص ۸۳)

وحی کا طریقہ:

حضرت ابوسفیان سے روایت ہے کہ لوح محفوظ عرش الٰہی سے معلق ہے۔ جب اللہ تعالیٰ وحی کا ارادہ فرماتا ہے تو پہلے وحی لوح محفوظ پر لکھ دیتا ہے پھر لوح محفوظ آ کر اسرافیل کی پیشانی سے ٹکراتی ہے۔ اسرافیل اس کو دیکھتا ہے اگر وحی کا تعلق اہل آسمان سے ہے تو اسرافیل اسے میکائیل کے سپرد کر دیتا ہے اور اگر اس کا تعلق اہل زمین سے ہے تو وہ اسے جبریل امین علیہ السلام کے سپرد کر دیتا ہے۔ قیامت کے دن سب سے پہلے لوح محفوظ سے حساب لیا جائے گا۔ اس کو خدا کی بارگاہ میں بلایا جائے گا۔ وہ لرزہ براندام ہو جائے گا۔ کیا تو نے میرا پیغام پہنچا دیا وہ کہے گی ہاں۔ اللہ فرمائے گا اس بات کی کون گواہی دے گا۔ لوح کہے گی اسرافیل۔ پھر اسرافیل سے پوچھا جائے گا، وہ لرزہ براندام ہو جائے گا کیا لوح محفوظ نے تجھ تک میرا حکم پہنچایا وہ کہیں گے ہاں اس پر لوح محفوظ کہے گی تعریف ہے اس خدا کی جس نے مجھے بُرے حساب سے محفوظ فرمایا پھر اسرافیل سے پوچھا جائے گا تو نے میرے احکام کا کیا کیا وہ لرزہ براندام ہو کر عرض کریں گے میں نے جبریل علیہ السلام تک پہنچا دیئے۔ پھر جبریل علیہ السلام کو بلایا جائے گا وہ لرزہ براندام ہوں گے ان سے پوچھا جائے گا تو نے اسرافیل سے موصول ہونے والے احکام کا کیا کیا وہ عرض کریں گے میں نے تیرے احکام تیرے رسولوں تک پہنچا دیئے۔ پھر رسول سے پوچھا جائے گا تم نے جو احکام جبریل علیہ السلام سے وصول کئے ان کا کیا کیا وہ کہیں گے ہم نے وہ احکام لوگوں تک پہنچا دیئے۔ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ○

ترجمہ: پس ہم ضرور پوچھیں گے ان سے جن کی طرف پیغام خدا بھیجا اور رسولوں سے ضرور پوچھیں گے۔ (الحاوی للفتاویٰ، ج ۲، ص ۱۶۴)

وحی کے فوائد

(۱) وحی ذریعہ علم ہے:

بعض اوقات اہل کتاب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی سے جوابات دیئے اور وہ مسلمان ہو گئے مثلاً

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو عبداللہ بن سلام آئے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ سے تین سوال پوچھتا ہوں جن کو نبی کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ آپ نے فرمایا پوچھ اس نے کہا قیامت کی نشانیوں سے پہلی نشانی کیا ہے۔ اہل جنت سب سے پہلے کیا کھائیں گے کیا وجہ ہے کہ کبھی بچہ باپ کی شکل میں ہوتا ہے اور کبھی ماں کی شکل میں ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا ابھی جبریل علیہ السلام ان تینوں سوالوں کے جوابات بتا کر گئے ہیں۔ عبداللہ بن سلام نے کہا وہ جبرئل علیہ السلام جو یہودیوں کا دشمن ہے فرشتوں میں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کی پہلی نشانی وہ آگ ہے جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف لے جائے گی اور اہل جنت سب سے پہلے مچھلی کا جگر کھائیں گے اور بچے کے ماں باپ کی شکل میں ہونے کی وجہ یہ ہے جب مرد کا مادہ منویہ عورت کے مادے پر غالب ہو جائے تو بچہ باپ کی شکل میں ہوتا ہے اور اگر عورت کا مادہ مرد کے مادے پر غالب ہو جائے تو بچے عورت کا ہمشکل ہوتا ہے اس پر عبداللہ بن سلام نے کہا:

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ○

(ابن عساکر، ج ۷، ص ۴۴۷)

خدا نے کیا تجھ کو آگاہ سب سے
دو عالم میں جو کچھ خفی و جلی ہے

(۲) وحی ذریعہ ہدایت ہے:

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بہنوئی اور بہن کو مارا کہ تم نے اسلام کیوں قبول کیا ہے تو انہوں نے کہا ہم اسلام لا چکے ہیں۔ خدا اور سول کا انکار نہیں کر سکتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اچھا مجھے وہ کتاب دکھاؤ جو تم پڑھ رہے تھے۔ یہ سنتے ہی حضرت خباب جو وہاں چھپے ہوئے باہر آ گئے اور اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بہن نے کہا:

اِنَّكَ رِجْسٌ وَّاِنَّهٗ لَا يَمَسُّهٗ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ فَقُمْ فَتَوَضَّأْ ○

ترجمہ: تو ناپاک ہے اور قرآن کریم کو پاک لوگ چھو سکتے ہیں جاؤ وضو کرو۔

عمر اُٹھے اور وضو یا غسل کیا اور قرآن ہاتھ میں لیا سورہ طٰہٰ کی تلاوت کی جب اس آیت پر پہنچے۔

اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ○

ترجمہ: میں ہی معبود برحق ہوں میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ پس میری ہی عبادت کرو اور نماز کو میری یاد کے لئے قائم کرو۔

بے ساختہ آپ کی زبان سے نکلا کیا ہی اچھا اور بزرگ کلام ہے۔ حضرت خباب نے آپ سے یہ کلام سن کر کہا اے عمر تم کو بشارت ہے امید ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا تمہارے حق میں قبول ہو گئی ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے خباب مجھے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے چل۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لے کر دار ارقم کی طرف چلے جہاں آپ صحابہ کے ساتھ موجود تھے۔

دروازہ بند تھا دستک دی اور اندر آنے کی اجازت چاہی جب یہ معلوم ہوا کہ عمر آئے ہیں کوئی آدمی دروازہ کھولنے کی جرأت نہ کرتا تھا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا دروازہ کھول دو اور آنے دو اگر اللہ نے عمر کے ساتھ خیر اور بھلائی کا ارادہ فرمایا تو اللہ اس کو ہدایت دے گا اور اسلام لے آئے گا اور اللہ کے رسول کا اتباع کرے گا ورنہ تم اللہ کے حکم سے اس کے شر سے محفوظ رہو گے۔ اگر عمر رضی اللہ عنہ کا ارادہ خیر ہے تو فبہا ورنہ اسے اسی کی تلوار سے قتل کر دوں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دروازہ کھولنے کی اجازت دے دی دروازہ کھول دیا گیا۔ دو شخصوں نے عمر رضی اللہ عنہ کے دونوں بازو پکڑے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لا کھڑا کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر رضی اللہ عنہ کا کرتہ پکڑ کر کہا کیسے آئے اے عمر اسلام لے آؤ دعا مانگی اَللّٰھُمَّ اھْدِہٖ اللہ اسے ہدایت دے۔

ادب سے عرض کی حاضر ہوا سر جھکانے کو
خدا پر اور رسول پاک پر ایمان لانے کو

پھر آپ نے پڑھ لیا۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ○

اور اس طرح وحی خدا سورہ طٰہٰ کی تلاوت آپ کے مسلمان ہونے کا موجب وسبب بنی۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بآواز بلند فرط مسرت سے تکبیر کہی جس سے تمام حاضرین کو آپ کے مسلمان ہونے کا علم ہو گیا۔

(۳) وحی ایک معجزہ ہے:

معجزہ ایسے خارق عادت امر کو کہتے ہیں جس کے ساتھ دعوت مقابلہ بھی کی گئی ہو اور وہ معارضہ سے سالم رہا ہو معجزہ کی دو اقسام ہیں حسی اور عقلی بنی اسرائیل کے اکثر معجزات حسی تھے جس کی وجہ یہ تھی کہ وہ قوم بڑی کند ذہن تھی اور

کم فہم تھی اور امت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اکثر معجزات عقلی ہیں جس کا سبب یہ ہے کہ اس امت کے افراد کی ذکاوت اور عقل حد کمال کو پہنچی ہوئی ہے۔

دوسرا سبب یہ ہے کہ شریعت مصطفےٰ قیامت تک صفحہ دہر پر باقی رہنے والی شریعت ہے اس واسطے اس کو یہ خصوصیت عطا ہوئی کہ اس کے شارع کو ہمیشہ رہنے والا عقلی معجزہ قرآن دیا گیا تاکہ اہل بصیرت اسے ہر وقت اور ہر زمانے میں دیکھ سکیں۔

تمام نبیوں کے معجزات ان کے زمانوں کے ختم ہونے کے ساتھ ہی مٹ گئے اس لئے ان معجزوں کو صرف ان لوگوں نے دیکھا جو کہ اس زمانے میں حاضر تھے اور قرآن کا معجزہ قیامت تک کے لئے ہے۔ جس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کو عربوں کے پاس لے کر آئے وہ ایسا وقت تھا کہ اہل عرب اپنی فصاحت و بلاغت پر ناز کرتے تھے اور قرآن کے بارے میں انہوں نے کہا:

لَوْنَشَاءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَا اِنْ هٰذَا اِلَّا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ○

ترجمہ: اگر ہم چاہیں تو ایسا کلام ہم بھی کر سکتے ہیں یہ تو محض پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں۔

قرآن نے ان کو چیلنج دیا کہ:

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ○

ترجمہ: آپ فرما دیجئے اگر تمام انسان اور جن جمع ہو کر اس قرآن کی مثل لانا چاہیں تو نہیں لا سکتے اگرچہ ایک دوسرے کے مددگار بن جائیں۔

مشرکین مکہ نے ہر چند کوشش کی کہ قرآن جیسی کوئی کتاب بنا لیں لیکن وہ اپنے مقصد میں بُری طرح ناکام رہے قرآن نے اپنے چیلنج کو آسان صورت

میں مشرکین پر پیش کیا اور وہ یہ کہ:

قُلْ فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهِ مُفْتَرَيَاتٍ وَّادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ○

ترجمہ: تم فرماؤ قرآن جیسی دس سورتیں بنا کر لے آؤ اور اللہ کے سوا جس کو چاہو بلا لو اگر تم سچے ہو۔

قرآن کا یہ چیلنج بھی مشرکین قبول نہ کر سکے۔ قرآن نے اس سے بھی آسان چیلنج دیا اور وہ یہ کہ:

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَ كُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ○

ترجمہ: اگر تمہیں کچھ شک ہے اس میں جو ہم نے اپنے خاص بندے پر اتارا تو اس جیسی ایک سورت لے آؤ اور اللہ کے سوا اپنے تمام حمائتیوں کو بلا لو اگر تم سچے ہو۔

جب اس چیلنج کو قبول کرنے کی بھی مشرکین میں ہمت نہ ہوئی تو قرآن نے آسان ترین چیلنج دیا اور وہ یہ کہ:

فَلْيَأْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖ اِنْ كَانُوْا صَادِقِيْنَ○

ترجمہ: قرآن جیسی ایک آیت ہی لے آئیں اگر وہ سچے ہیں۔

اس چیلنج کو قبول کرنے کے لئے بھی کوئی آواز بلند نہ ہوئی۔

آخر وجہ کیا تھی جب اہل عرب کی زبان بھی عربی ہے قرآن کی زبان بھی عربی ہے ان کی زبان میں بھی یعلمون تعلمون موجود ہے۔ قرآن میں بھی موجود ہے پھر قرآن جیسا کلام کیوں نہ پیش کر سکے وجہ یہ ہے کہ قرآن جیسا کلام تو وہ پیش کرے جس کی زبان محمد مصطفےٰ ﷺ جیسی ہو۔ نبی کی زبان ایک اس پر کلام دو طرح کا جاری ہوتا ہے۔ اسی زبان پر کبھی خدا بولتا تھا جسے قرآن کہا گیا

اسی زبان پر کبھی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بولتا جسے حدیث کہا گیا۔ مشرکین مکہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں ہر حربہ استعمال کیا ان کے امراء نے اپنی تجوریوں کے منہ کھولدیئے جوانوں نے اپنی جوانیاں داؤ پر لگا دیں غرضیکہ انہوں نے سب کچھ کیا لیکن قرآن جیسا کلام پیش نہ کر سکے کیونکہ قرآن کی ایک ایک سورت ایک ایک آیت ایک ایک لفظ اور ایک ایک حرف نبی کی زبان فیض ترجمان سے نکلا تھا۔

سپارے صفحے سورتاں بن دے جاندے
زباں پاک تھیں جو جو بولے محمد

خدا تعالیٰ گلے پھیپھڑے سے پاک ہے زبان سے پاک، انسانی طرز تکلم سے پاک ہے وہ انسانوں کی طرح کلام نہیں کرتا لیکن جب اس نے بولنا ہوتا ہے تو اپنے محبوب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان استعمال کرتا ہے زبان رسول کی کلام خدا تعالیٰ کا:

اوہ نہیں بولدا اوہ تے بے مثل ذات اے
اوہ اوہو بولدا جو جو بولے محمد

(۴) وحی روح کی غذا:

انسان روح اور جسم کا مجموعہ ہے جسم زمین کی مٹی سے بنا ہے۔ اس کی غذا بھی زمین سے پیدا ہوتی ہے روح آسمانی الاصل ہے اس کی غذا بھی آسمانی ہونی چاہیے اور وہ ہے وحی خدا جس طرح انسانی جسم اپنی غذا سے موٹا ہوتا ہے اور خوبصورت بن جاتا ہے۔ اسی طرح روح بھی اپنی غذا سے کمال طہارت حاصل کر کے ولایت کے اعلیٰ مرتبے پر فائز ہوتی ہے مثلاً:

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں اپنے

پیرومرشد حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں رات گزاری جب رات کا بعض حصہ گزر گیا تو پیرومرشد نے فرمایا جنید کیا تو سو گیا ہے میں نے عرض کی نہیں فرمایا اس وقت حق تعالیٰ نے مجھے اپنی بارگاہ میں کھڑا کیا اور فرمایا اے سری کیا تو جانتا ہے کہ میں نے مخلوق کو کیوں پیدا کیا میں نے عرض کی نہیں جانتا فرمایا میں نے مخلوق کو پیدا فرمایا سب نے میری محبت کا دعویٰ کیا میں نے دنیا کو پیدا کیا تو دس ہزار میں سے نو ہزار دنیا کی طرف راغب ہو گئے اور ایک ہزار باقی رہ گئے میں نے جنت کو پیدا کیا تو ہزار میں سے نو سو جنت کی طرف راغب ہو گئے اور ایک سو باقی رہ گئے میں نے ان پر مصائب و آلام نازل کئے سو میں سے نوے ان میں مشغول ہو گئے اور دس باقی رہ گئے میں نے ان دس سے کہا تم کون ہو نہ تم دنیا چاہتے ہو نہ جنت کی طرف راغب ہوئے اور نہ دوزخ سے خوف کھاتے ہو۔ انہوں نے عرض کی یا اللہ تو خوب جانتا ہے کہ ہم کیا چاہتے ہیں خدا نے فرمایا میں تم پر ایسی بلائیں نازل کروں گا جن کی برداشت کی طاقت پہاڑوں میں نہ ہو گی۔ انہوں نے عرض کیا یا اللہ ہم راضی ہیں خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا تم میرے سچے بندے ہو۔

(ابن عساکر، ج ۶، ص ۷۸)

(۵) وحی ذریعہ سکون ہے:

جس طرح جسم کو سکون اور آرام کی ضرورت ہوتی ہے روح کو بھی سکون کی ضرورت ہوتی ہے اور روح کے سکون کا ذریعہ وحی ہے جو قرآن کی صورت میں ہے۔ قرآن نے کہا: اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ○ اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ما اجتمع قوم فی بیت من بیوت اللہ یتلون کتاب اللہ

ویتدارسون فیما بینھم الانزلت علیھم السکینۃ وغشیتھم الرحمۃ و حفتھم الملائکۃ وذکرھم اللہ فیمن عندہ ○

اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جمع ہو کر لوگ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو قرآن کا درس دیتے ہیں تو ان پر سکینہ نازل ہوتا ہے رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں اور خدا ان کا ذکر ملائکہ میں کرتا ہے۔

(۶) کائنات میں دو چیزیں ہیں حسیات اور معقولات انسان کو ہمیشہ ان دونوں کی ضرورت رہی ہے حسیات کے لئے دونوں کی ضرورت ہے داخلی نور اور خارجی نور اسی طرح معقولات کے لئے بھی دونوں کی ضرورت ہے داخلی نور عقل ہے اور خارجی نور وحی ہے صرف عقل ہو وحی نہ ہو تو لوگ گمراہ ہو جاتے ہیں جیسے مغربی دنیا کے سائنسدان اور دونوں ہوں تو سراسر کامیابی ہے۔ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ○

ترجمہ: تو وہ جو اس پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اسے مدد دیں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ نازل ہوا وہی لوگ کامیاب ہیں۔

(۷) ہم عالم کثافت میں رہتے ہیں اس میں کچھ چیزیں مفید ہیں اور کچھ مضر ہیں مثلاً گھی مکھن اور دودھ مفید ہیں اور زہر مضر ہے اسی عالم لطافت میں ایمان مفید ہے اور کفر مضر ہے وحی اس مضر کفر سے حفاظت کا ذریعہ ہے جو کافر وحی خدا اور خدا ورسول پر ایمان لے آتا ہے وہ کفر کے نقصان یعنی عذاب آخرت سے بچ جاتا ہے مثلاً:

یسار نامی ایک حبشی ایک یہودی کا غلام تھا وہ اپنے آقا یہودی کی بکریاں چرایا کرتا تھا جب نبی کریم ﷺ نے خیبر کے ایک قلعے کا محاصرہ کیا تو بکریاں لے کر حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کر لیا پھر عرض کی یارسول اللہ ﷺ یہ بکریاں میرے پاس مالک کی امانت ہیں ان کا کیا کروں۔ آپ نے فرمایا ان کے چہرے پر مٹی مارو یہ اپنے مالک کے گھر پہنچ جائیں گی۔ اس نے زمین سے مٹی کی مٹھی لے کر اس ریوڑ کے چہروں پر ماری بکریاں اپنے مالک کے گھر چلی گئیں۔ پھر وہ نومسلم حبشی غلام مسلمانوں کے ساتھ ہو کر یہودیوں سے لڑنے لگا اس کو ایک پتھر لگا اور وہ شہید ہو گیا۔ اسے حضور ﷺ کی بارگاہ میں لایا گیا اسے اس کی چادر سے ڈھانپ دیا گیا۔ نبی کریم ﷺ اور آپ کے کچھ صحابہ نے اس کی طرف توجہ فرمائی پھر اچانک اس سے نبی کریم ﷺ نے منہ پھیر لیا صحابہ نے اس اعراض کی وجہ دریافت کی فرمایا حورالعین میں سے اس کی دو بیویاں اس کے پاس آئی ہوئی ہیں۔ (اسد الغابہ، ج۵، ص۱۲۳)

حرام اس پہ ہو جائے نار جہنم
پڑے صدق دل سے جو کلمہ تمہارا

❀❀❀

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فلسفہ موت

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ○ ہر جان نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔

انسان دو چیزوں سے مرکب ہے جسم اور روح جسم زمین الاصل ہے اور روح ایک لطیف جسم ہے۔ دلائل ملاحظہ ہوں۔

دلیل اول:

حضرت خدیجہ کا بیان ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا جیسے رحمت عالم ﷺ کی پیشانی میں سجدہ کر رہی ہوں۔ میں نے آپ کو خواب سنایا آپ نے فرمایا روح، روح سے ملاقات کرتی ہے پھر آپ نے اپنا سر اُٹھایا اور میں نے آپ کی پیشانی پر اپنی پیشانی رکھدی۔ (نسائی شریف)

دلیل دوم:

قیامت کے دن حضرت اسرافیل روحوں کو آواز دیں گے تو تمام روحیں آجائیں گی۔ مومنوں کی روحیں نورانی ہوں گی اور کافروں کی روحیں تاریک ہوں گی۔ آپ تمام روحیں صور میں رکھ لیں گے پھر اس میں پھونک ماریں گے حق تعالیٰ فرمائے گا میری عزت کی قسم ہر روح اپنے اپنے جسم میں چلی جائے۔ روحیں صور سے شہد کی مکھیوں کی طرح نکلیں گی جن سے زمین و آسمان کی درمیانی فضا بھر جائے گی اور ہر روح اپنے جسم میں پہنچ کر اس میں داخل ہو جائے گی پھر اللہ کے حکم سے زمین پھٹ جائے گی اور لوگ قبروں سے نکل کر اپنے رب کی طرف دوڑیں گے اور بلانے والے کی طرف بھاگ کھڑے ہوں گے۔ خدا تعالیٰ ان

کے بدن پیدا فرما کر روحوں کو ان میں لوٹا دے گا۔ (کتاب الروح، ص۲۰۳)

دلیل سوم:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن خدا تعالیٰ کے سامنے روح اور جسم جھگڑا کریں گے روح کہے گی اے میرے رب میں تیری روح تھی تو نے مجھے اس جسم میں مقرر فرما دیا تھا۔ میرا کوئی قصور نہیں جسم کہے گا اے میرے رب میں ایک جسم تھا جسے تو نے پیدا کیا اور یہ آگ جیسی روح مجھ میں داخل ہوگئی تھی اس کی وجہ سے میں اٹھتا بیٹھتا کھڑا ہوتا اور آتا جاتا تھا میرا کوئی گناہ نہیں۔ خدا فرمائے گا میں تم دونوں میں فیصلہ کئے دیتا ہوں ایک اندھا اور ایک اپاہج دونوں باغ میں جاتے ہیں اپاہج اندھے سے کہتا ہے کہ مجھے پھل نظر آ رہے ہیں اگر میرے پاؤں ہوتے تو انہیں توڑتا اندھا کہتا ہے میں تجھے اپنے کندھے پر اٹھا لیتا ہوں۔ چنانچہ اپاہج اندھے کو کندھے پر اٹھا کر لے جاتا ہے پھر اپاہج پھل توڑ لیتا ہے اور دونوں کھا لیتے ہیں قصور کس کا ہوا، بولے دونوں کا فرمایا تم نے خود فیصلہ کر دیا۔ (کتاب الروح، ص۲۰۳)

دلیل چہارم:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مومن کی موت کے وقت اس کے پاس دو فرشتے بھیجے جاتے ہیں جن کے ہاتھوں جنت کے پھل اور کفن ہوتے ہیں۔ روح اسی کفن میں قبض کی جاتی ہے اس سے اس قدر خوشبو آتی ہے کہ ایسی خوشبو کسی نے نہ سونگھی ہوگی۔ یہاں تک کہ اسے خدا تعالیٰ کے پاس لایا جاتا ہے پہلے فرشتے سجدہ کرتے ہیں پھر روح سجدہ کرتی ہے پھر حضرت میکائیل علیہ السلام کو بلایا جاتا ہے اور ان سے کہا جاتا ہے اس کو مومنوں کی روحوں میں جا کر

رکھدو جب تک میں تم سے اس کے بارے میں قیامت کے دن نہ پوچھوں۔
(کتاب الروح، ص ۲۱۵)

روح جسم سے پہلے ہے دلائل ملاحظہ ہوں۔

دلیل اول:

خدا تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرما کر ان کی پشت پر اپنا ید قدرت پھیرا تو قیامت تک پیدا ہونے والے انسانوں کی روحیں ان کی پشت سے نکالیں اور ان کی شکلیں چیونٹیوں کی طرح تھیں پھر اللہ نے ان کی پیشانی پر نور کی چمک رکھی پھر انہیں حضرت آدم علیہ السلام نے ان میں ایک شخص کی پیشانی پر نور دیکھ کر تعجب سے پوچھا یہ کون ہے فرمایا یہ تمہارا بیٹا داؤد ہے جو آخری قوموں میں ہوگا پوچھا ان کی عمر کیا ہے فرمایا ساٹھ سال عرض کی ان کو میری عمر سے چالیس سال اور دے دیئے جائیں فرمایا پھر تو لکھ کر مہر لگا دی جائے گی اور تبدیلی نہ ہوگی پھر جب حضرت آدم علیہ السلام کی عمر پوری ہوگئی تو ملک الموت ان کے پاس آئے۔ حضرت آدم علیہ السلام بولے ابھی تو میری عمر کے چالیس سال باقی ہیں فرشتے نے کہا وہ آپ اپنے بیٹے داؤد کو دے چکے ہیں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت آدم علیہ السلام بھول گئے تو ان کی اولاد بھی بھول جاتی ہے۔ (مشکوٰۃ، ج ۱، ص ۳۵)

دلیل دوم:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (عالم ارواح میں) حضرت آدم و حضرت موسیٰ علیہما السلام کا مناظرہ ہوا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام سے کہا تم وہی آدم ہو جن کو خدا نے اپنے ہاتھ سے بنایا تھا اپنی روح تمہارے اندر پھونکی تھی ملائکہ سے تم کو سجدہ کرایا تھا اور تمہیں جنت میں

رکھا۔ پھر تم نے اپنی لغزش کی بنا پر لوگوں کو زمین پر اتارا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا اور تم وہی موسیٰ ہو جس کو خدا نے اپنی رسالت کا منصب دے کر برگزیدہ کیا اپنے کلام سے نوازا اور تم کو تورات کی تختیاں دیں جن میں ہر چیز کا بیان تھا پھر تم کو خدا نے اپنی ہمکلامی کا شرف بخشا پس تم نے تورات کو مجھ سے کتنا عرصہ پہلے لکھا پایا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا تورات تمہارے پیدا ہونے سے چالیس سال پہلے لکھی گئی تھی۔ حضرت آدم علیہ السلام نے پوچھا کہ تم نے تورات میں یہ لکھا دیکھا تھا کہ آدم نے حکم خداوندی میں لغزش کی۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا ہاں یہ بات تورات میں لکھی تھی۔ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا پھر تم مجھے ایسی بات میں کیوں ملامت کرتے ہو جو میری تقدیر میں لکھ دی گئی تھی اور خدا نے میرے پیدا کرنے سے چالیس سال پہلے میری قسمت میں اسی طرح لکھ دیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس طرح حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غلبہ حاصل کیا۔

(مشکوٰۃ، ج ۱، ص ۲۵)

دلیل سوم:

جب معراج کی رات حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے آسمان پر پہنچے تو آپ نے دیکھا کہ وہاں ایک بزرگ دراز قد تشریف فرما ہیں ان کے داہنے طرف ایک دروازہ ہے جس میں سے نہایت پاکیزہ خوشبو آ رہی ہے بائیں جانب دوسرا دروازہ ہے جس میں سے بدبو آ رہی ہے اور دائیں طرف سفید چیونٹیاں ہیں اور بائیں طرف سیاہ چیونٹیاں ہیں جس وقت یہ بزرگ دائیں جانب دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور بائیں جانب دیکھتے ہیں تو روتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبریل یہ کون ہیں اور یہ دروازے کیسے ہیں یہ ہنستے کیوں ہیں اور روتے کیوں ہیں۔ یہ سفید اور سیاہ چیونٹیاں کیا ہیں؟ جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی یہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں

سفید چیونٹیاں یہ مومنوں کی روحیں ہیں سیاہ چیونٹیاں کافروں کی روحیں ہیں اور دائیں طرف خوشبودار جنت کا دروازہ ہے اور بائیں جانب بدبو دار دوزخ کا دروازہ ہے۔ جب اہل جنت کو دیکھتے ہیں تو ہنستے ہیں اہل دوزخ کو دیکھتے ہیں تو روتے ہیں۔ علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنتی روحوں میں اپنی روح کو بھی دیکھا۔ (الیواقیت والجواہر، ج ۲، ص ۳۴)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دائیں طرف والے جنتی ہیں اور دائیں طرف والوں کو عربی زبان میں اصحاب یمین کہا جاتا ہے اور خدا فرماتا ہے۔
فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ○ اے محبوب آپ کو دائیں طرف والوں کی طرف سے سلام ہو اور دائیں طرف والے جنتی ہیں۔ معلوم ہوا آپ پر سلام بھیجنا اہل جنت کا کام ہے نہ کہ اہل دوزخ ہے۔

سلام اس پر کہ جس نے فضل کے موتی بکھیرے ہیں
سلام اس پر بروں کو جس نے فرمایا یہ میرے ہیں

موت کی تعریف:

علامہ محمود آلوسی بغدادی نے لکھا ہے۔
وَالْمَوْتُ عَلٰى مَاذَهَبَ اِلَيْهِ الْكَثِيْرُ مِنْ اَهْلِ السُّنَّةِ صِفَةٌ وُجُوْدِيَّةٌ تَضَادُ الْحَيَاةَ ○ (روح المعانی، ج ۲۹، ص ۴)

ترجمہ: جمہور اہل سنت کے نزدیک موت ایک صفت وجودی ہے جو حیات کے مقابل ہے۔

دلیل:

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن لوگوں کو ایک جگہ اکٹھا کرے گا خدا تعالیٰ ان

سے کچھ سوال و جواب کرے گا اور نیک لوگ پل صراط کو عبور کر کے جنت میں پہنچ جائیں گے اور اہل جہنم دوزخ میں گر جائیں گے۔ پھر وہاں موت کو لایا جائے گا اور اسے اس دیوار پر کھڑا کیا جائے گا جو اہل جنت اور اہل دوزخ کے درمیان ہو گی۔ پھر خدا فرمائے گا دیکھتے ہو یہ کیا ہے دونوں کہیں گے ہم جانتے ہیں یہ موت ہے جو ہم پر طاری ہوئی تھی اس وقت اسے لٹایا جائے گا اور اسے ذبح کیا جائے گا اس کے بعد کسی کو موت نہ آئے گی۔ (ترمذی، ج ۲، ص ۷۹)

اچھی موت کے لئے چند ضروری چیزیں

(۱) جگہ:

دنیا کے تمام شہروں میں دو شہر افضل ہیں ایک مکہ معظمہ اور دوسرا مدینہ منورہ۔ اور مکہ سے مدینہ افضل ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہجرت فرمائی تو فرمایا:

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ اَخْرَجْتَنِیْ مِنْ اَحَبِّ الْبِقَاعِ اِلَیَّ فَاسْکُنِّیْ فِیْ اَحَبِّ الْبِقَاعِ اِلَیْکَ○ (جذب القلوب، ص ۳۴)

ترجمہ: اے اللہ تو نے مجھے اس جگہ سے نکالا ہے جو مجھے محبوب تھی اب مجھے وہ جگہ دے جو تجھے محبوب ہو۔

خدا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ کا شہر رہنے کو دیا معلوم ہوا اگر مکہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب ہے تو مدینہ خدا کو محبوب ہے اور خدا مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل لہٰذا اس کی پسندیدہ جگہ مدینہ مکہ سے افضل ہے۔

ایک اور روایت میں یوں آیا ہے۔ اَلْمَدِیْنَۃُ خَیْرٌ مِّنْ مَّکَّۃَ○ مدینہ مکہ سے بہتر ہے۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ

شَهَادَةً فِيْ سَبِيْلِكَ وَاجْعَلْ مَوْتِيْ فِيْ بَلَدِ حَبِيْبِكَ ○ اے اللہ مجھے اپنے راستے میں شہادت دے اور اپنے رسول کے شہر میں موت نصیب فرما۔

حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ نے صرف ایک حج کیا ہے۔ سوائے فرض حج کے پھر مکہ نہیں گئے کہ کہیں میری موت مدینہ کے علاوہ مکہ میں نہ آ جائے ساری عمر مدینہ میں گزاری اور وہیں مدفون ہوئے۔

جان و دل ہوش خرد سب تو مدینے پہنچے
تم نہیں چلتے رضا سارا تو سامان گیا

ایک حدیث میں ہے۔

مَنِ اسْتَطَاعَ اَنْ يَّمُوْتَ بِالْمَدِيْنَةِ فَلْيَمُتْ فَمَنْ مَّاتَ بِالْمَدِيْنَةِ كُنْتُ لَهٗ شَهِيْدًا وَّ شَفِيْعًا○

جس کسی سے ہو سکے وہ مدینہ میں مرے جو شخص مدینہ مرے گا قیامت کے دن میں اس کا گواہ اور شفاعت کرنے والا ہوں گا۔ (جذب القلوب، ص ۴۷)

دنیا کے سات مقامات میں مر کر دفن ہونا باعث سعادت ہے۔ تفصیل ملاحظہ ہو۔

(ا) ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ کے قبرستان جنت المعلیٰ میں کھڑے ہوئے اور فرمایا اس جگہ سے ستر ہزار لوگ بلا حساب جنت میں داخل ہوں گے اور ان میں سے ہر ایک ستر ہزار کی شفاعت کرے گا ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہوں گے۔ (شفاء الغرام، ج ۱، ص ۲۸۴)

(ب) حضرت ام قیس بنت محصن فرماتی ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنت البقیع گئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس قبرستان سے ستر ہزار آدمی بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہے

ہوں گے۔ (وفاء الوفاء، ج ۳، ص ۸۸۶)

(ج) شام کے شہر دمشق کے قبرستان باب الفرادیس سے ستر ہزار شہداء، بغیر حساب جنتی ہوں گے ان میں سے ہر آدمی ستر ہزار کی شفاعت کرے گا۔

(ابن عساکر، ج ۱، ص ۲۶۴)

(د) کوفہ کے ایک بزرگ عمر کہتے ہیں کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ کوفہ سے ستر ہزار لوگ بلا حساب جنت میں داخل ہوں گے اس لئے مجھے یہ محبوب ہے کہ میں کوفہ میں دفن کیا جاؤں۔ (تاریخ بغداد، ج ۱۲، ص ۱۹۰)

(ن) شام کے شہر حمص سے ستر ہزار لوگ بلا حساب داخل جنت ہوں گے۔

(کنز العمال، ج ۱۲، ص ۲۷۴)

(و) عسقلان کے شہر سے ستر ہزار لوگ بلا حساب داخل جنت ہوں گے۔

(کنز العمال، ج ۱۲، ص ۲۷۲)

(ی) کربلا سے ستر ہزار لوگ بغیر حساب جنت میں داخل ہوں گے۔

(کنز العمال، ج ۱۳، ص ۲۷۲)

اگر کسی کے ذہن میں یہ اعتراض پیدا ہو کہ مدینہ کے قبرستان میں تو منافق بھی مر کر دفن ہوئے ہیں تو ان کی تو مغفرت ناممکن ہے تو پھر اس حدیث کا کیا مطلب ہوا کہ قیامت کے دن فرشتے جنت البقیع کے کونے سے پکڑ کر جھاڑیں گے تو تمام مدفون جنت میں پہنچ جائیں گے اس کے جواب کے لئے ایک حکایت سماعت فرمایئے۔

ایک مرتبہ شاہ عبدالحق الہ آبادی مدینہ منورہ میں اپنے مریدین میں موجود تھے ایک آدمی محمد حسین نامی حاضر ہو کر کہنے لگا حدیث شریف میں آتا ہے کہ ہمارا مدینہ بھٹی ہے جیسے بھٹی لوہے کی میل کو دور کر دیتی ہے ایسے ہی زمین

مدینہ نا اہل کو اپنے سے نکال دیتی ہے حالانکہ مرتد اور منافق بھی مر کر یہیں دفن ہوئے ہیں پھر اس حدیث کا کیا مطلب ہوا شاہ عبدالحق نے ان کو کان سے پکڑ کر اپنی مجلس سے باہر نکال دیا انہوں نے رات کو خواب میں دیکھا کہ جنت البقیع میں کھدائی ہو رہی ہے اور اونٹوں پر باہر سے لاشیں آ رہی ہیں اور یہاں سے باہر جا رہی ہیں۔ ان لوگوں کے پاس جا کر ان سے حقیقت حال معلوم کی وہ بولے جو نا اہل یہاں دفن ہو گئے ہیں ان کو نکال کر باہر لے جا رہے ہیں اور جو عشاق مدینہ باہر فوت ہو گئے ہیں ان کو لا کر مدینہ میں دفن کر رہے ہیں۔ دوسرے دن شاہ صاحب کی خدمت میں وہ آدمی حاضر ہوا آپ نے فرمایا اب سمجھے حدیث کا مطلب۔ (نعیمی، ج ۱، ص ۷۵۷)

ادب نبی تھیں تو مومن ہوویں بے ادب سدون کمینے

بے ادباں دی بخشش ناہیں توڑے مرن اوہ وچہ مدینے

مثال:

کسی کلکٹر ضلع کے ایک مسلمان پیشکار تھے وہ جب ملاقات کے لئے اس کے بنگلہ پر جاتے تو اس انگریز کی لڑکی مسلمان سے کہتی مجھے قرآن پڑھا دو لیکن یہ اچھا کہہ کر ٹال دیتے ایک دن اس لڑکی نے کہا اگر آپ مجھے قرآن نہ پڑھائیں گے تو میں قیامت کے دن تمہارے نبی کی بارگاہ میں شکایت کروں گی یہ مسلمان لرز گیا اور اس لڑکی کو قرآن پڑھانے کا پکا ارادہ کر لیا اب وہ لڑکی اس مسلمان کے گھر جا کر قرآن پڑھنے لگی ایک روز وہ نہ آئی انہوں نے سمجھا کوئی کام پڑ گیا ہوگا اسی طرح تین دن نہ آئی یہ پتہ کرنے کے لئے اس انگریز کے گھر گئے معلوم ہوا کہ بیمار ہے اس لڑکی کے کمرے میں گئے دیکھا کہ واقعی حالت بہت

نازک ہے اس وقت اس لڑکی نے اس مسلمان سے کہا اے پیشکار میرا آخری وقت ہے میں صدق دل سے مسلمان ہوتی ہوں اور آپ کے سامنے پڑھتی ہوں۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ○

آپ اس کے گواہ رہیں اور آپ کو ایک وصیت کرتی ہوں کہ جب میرا انتقال ہو جائے تو آپ بھی جنازہ میں شریک ہوں اور ان لوگوں کو اپنے طریقے سے دفن کر لینے دیں۔ اس کے بعد میری میت کو نکال کر دوبارہ اسلامی طریقے سے دفن کر دینا پیشکار یہ سن کر آبدیدہ ہو گئے اور وصیت پر عمل کرنے کا وعدہ کر لیا اس کے بعد اس لڑکی کا انتقال ہو گیا یہ مسلمان جنازہ میں شریک ہوئے اور دیکھا کہ قبر کہاں بنتی ہے پھر رات کو جا کر قبر کھودی تو اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ اس لڑکی کی قبر میں اس کا ایک دوست آیا ہوا ہے قبر کو بند کر کے دوسرے دن چھٹی لے کر اپنے وطن پہنچا اور اس دوست کے گھر گیا اس کے لڑکے سے پتہ چلا کہ وہ مر گیا ہے یہ اس کے لڑکے کے ساتھ قبرستان میں اس کی قبر دیکھنے گیا رات کو اس کی قبر کھودی تو پتہ چلا کہ اس کی قبر میں ایک مدنی مسلمان آیا ہوا ہے اب یہ بہت حیران ہوا رات کو سویا تو خواب میں وہ لڑکی ملی اور کہا حیران ہونے کی ضرورت نہیں میں اس راز سے پردہ اُٹھا دیتی ہوں میری قبر میں تمہارا دوست آیا ہوا تھا کہ وہ عیسائیوں سے محبت کرتا تھا اور اس کی قبر میں مدنی عرب آیا ہوا تھا کیونکہ وہ کہا کرتا تھا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں ہندوستان چلا جاؤں اور مجھے خدا نے مدینہ میں جگہ دی کیونکہ مجھے دیار حبیب کی آرزو تھی۔ (حیات اعلیٰ حضرت، ص ۲۲۱)

نہیں یہ کہ خلد نہ ہو نکو وہ نکوئی کی بھی ہے آبرو
مگر اے مدینے کی آرزو جسے چاہے تو وہ سماں نہیں

صحت عقیدہ:

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں قرآن کو مخلوق کہنے کا فتنہ پیدا ہوا۔ آپ سے بھی مطالبہ ہوا کہ آپ کہہ دیں کہ قرآن مخلوق ہے۔ آپ نے فرمایا کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے خلیفہ وقت کے حکم سے آپ پر ایک سو پچاس جلاد مقرر کیے گئے جو باری باری آپ کو کوڑے مارتے تھے لیکن آپ ثابت قدم رہے اور اس مؤقف پر ڈٹے رہے کہ قرآن خدا کا کلام ہے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ:

سلمہ بن شبیب فرماتے ہیں کہ ہم امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک بوڑھا آدمی آیا اور اس نے پوچھا تم میں احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کون ہے امام صاحب نے فرمایا میں یہاں ہوں تجھے کیا کام ہے اس نے کہا میں بارہ سو میل کی مسافت طے کر کے آیا ہوں میں جمعہ کی رات سویا ہوا تھا کہ ایک آدمی خواب میں آیا اور مجھ سے کہا کیا تو احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو جانتا ہے میں نے کہا نہیں اس نے کہا بغداد چلا جا اور ان کے بارے میں لوگوں سے دریافت کر جب تو ان کو دیکھے تو کہنا کہ حضرت خضر علیہ السلام تجھے سلام کہتے ہیں اور تجھے کہتے ہیں کہ:

اِنَّ سَاكِنَ السَّمَاءَ الَّذِیْ عَلٰی عَرْشِهٖ رَاضٍ عَنْكَ وَالْمَلَائِكَةُ رَاضُوْنَ عَنْكَ بِمَا صَبَرْتَ نَفْسَكَ لِلّٰهِ○

آپ نے جو صبر کا مظاہرہ کیا ہے اس پر عرش والا اور فرشتے تم سے راضی ہیں۔ (ابن عساکر، ج ۲، ص ۴۵)

اور خطیب بغدادی نے لکھا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ عَنْكَ رَاضٍ وَمَلَائِكَةُ سَمٰوَاتِهٖ عَنْكَ رَاضُوْنَ وَمَلَائِكَةُ اَرْضِهٖ عَنْكَ رَاضُوْنَ○ (تاریخ بغداد، ج ۴، ص ۴۲۱)

ایک بزرگ احمد بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی

وفات کے بعد میں نے ان کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ خدا نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا فرمایا خدا نے میری مغفرت فرما دی اور فرمایا اے احمد تجھے میرے راستے میں مارا گیا ہے میں نے عرض کی ہاں یا اللہ۔ خدا نے فرمایا یہ میرا چہرہ ہے میں نے اسے تیرے لیے مباح کر دیا جب تو چاہے میرا دیدار کر لیا کر۔
(تاریخ بغداد، ج ۴، ص ۴۲۱)

حضرت ابوبکر مروزی فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں امام احمد بن حنبل کی زیارت کی اور دیکھا کہ ان کے بدن میں دو کپڑے ہیں اور سر پر ایسا تاج ہے جس کے آٹھ کونے ہیں اور ہر کونے پر ایک یاقوت چمک رہا ہے اور موتی کا جوتا پہن رکھا ہے جس کے تسمے سبز زبرجد کے ہیں میں نے پوچھا اے احمد خدا نے یہ مقام کس وجہ سے عطا فرمایا۔ انہوں نے جواب دیا کہ اس وجہ سے کہ میں نے قرآن کو خدا کا کلام کہا مخلوق نہیں کہا۔ (ابن عساکر، ج ۲، ص ۴۵)

ایک بزرگ ابوبکر کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت کی اور آپ کے ساتھ امام احمد بن حنبل تھے میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ یہ کون ہے؟

فَقَالَ هٰذَا اَحْمَدُ وَلِيُّ اللّٰهِ وَوَلِيُّ رَسُوْلِهٖ عَلَى الْحَقِيْقَتِ وَاَنْفَقَ عَلَى الْحَدِيْثِ اَلْفَ دِيْنَارٍ ثُمَّ قَالَ مَنْ يَّزُوْرُهٗ غَفَرَاللّٰهُ لَهٗ وَمَنْ يُّبْغِضُ اَحْمَدُ فَقَدْ اَبْغَضَنِيْ وَمَنْ اَبْغَضَنِيْ فَقَدْ اَبْغَضَ اللّٰهَ○ (ابن عساکر، ج ۲، ص ۴۹)

یہ احمد خدا اور اس کے رسول کا دوست ہے۔ حقیقت میں اس نے حدیث پر ایک ہزار دینار خرچ کئے ہیں جس نے اس کا دیدار کیا خدا نے اس کی مغفرت فرما دی اور جس نے احمد کے ساتھ بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا اس نے خدا سے بغض رکھا۔

ایک بزرگ مجمع بن مسلم کہتے ہیں کہ میرے ایک ہمسائے نے کہا کہ میرے بھائی نے خواب دیکھا کہ جس رات امام احمد بن حنبل کی وفات ہوئی اس رات میں نے ایک حسین وجمیل گھوڑ سوار دیکھا میں نے اس سے کہا اے بھائی تُو تو شہید ہو گیا تھا۔ اب کیسے آئے ہو اس نے کہا خدا تعالیٰ نے تمام شہداء اور آسمان والوں کو حکم دیا ہے کہ وہ احمد بن حنبل کے جنازہ میں شریک ہو جائیں۔

(ابن عساکر، ج۲، ص۴۸)

ایک بزرگ بندار کہتے ہیں کہ میں نے عبدالرحمٰن بن مھدی سے کہا کہ مجھ سے سفیان ثوری کا وصف بیان کرو۔ انہوں نے ان کے اوصاف بیان کئے اور کہا کہ میں نے ان کو خواب میں دیکھ کر پوچھا خدا نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا فرمایا خدا نے مجھے بخش دیا ہے میں نے ان کی آستین میں کوئی چیز دیکھی پوچھا یہ کیا ہے انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے پاس حضرت امام بن حنبل کی روح لائی گئی۔

فَاَمَرَ اللّٰهُ جِبْرِيْلُ اَنْ يَّنْثُرَ عَلَيْهَا الدُّرَّ وَالْجَوْهَرَ وَالزَّبَرْجَدَ وَهٰذَا نَصِيْبِيْ مِنْهُ○ (ابن عساکر، ج۲، ص۵۰)

اللہ نے جبرئیل کو حکم دیا کہ ان پر موتیوں جواہرات اور زبرجد نچھاور کئے جائیں اور یہ حصہ ہے۔

امام احمد بن حنبل کی نماز جنازہ آٹھ لاکھ مرد اور ساٹھ ہزار عورتوں نے ادا کی ہے۔ (ابن عساکر، ج۲، ص۴۸۔ تاریخ بغداد، ج۴، ص۴۲۲)

آپ کے جنازے کو دیکھ کر بیس ہزار یہودی اور عیسائی مسلمان ہوئے ہیں۔

(تاریخ بغداد، ج۴، ص۴۲۳۔ ابن عساکر، ج۲، ص۴۹)

ابر رحمت تیری مرقد پر گوہر باری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

قصہ توبہ

حضرت ابو سعید خدری بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا پہلی امتوں میں سے ایک شخص نے ننانوے قتل کئے پھر اس نے زمین والوں سے پوچھا سب سے بڑا عالم کون ہے اسے ایک بڑے عالم کا پتہ بتایا گیا وہ شخص اس عالم کے پاس گیا اور کہا کہ اس نے ننانوے قتل کئے ہیں کیا اس کی توبہ قبول ہو سکتی ہے۔ اس نے کہا نہیں اس شخص نے اس راہب کو بھی قتل کر کے پورے سو قتل کر دیئے۔ پھر اس نے سوال کیا سب سے بڑا عالم کون ہے تو اس کو ایک عالم کا پتہ بتایا گیا اس شخص نے اس سے جا کر کہا اس نے سو قتل کئے ہیں کیا اس کی توبہ ہو سکتی ہے۔ عالم نے کہا ہاں توبہ کی قبولیت میں کیا چیز حائل ہو سکتی ہے جاؤ فلاں جگہ جاؤ وہاں کچھ لوگ اللہ کی عبادت کر رہے ہیں تم ان کے ساتھ اللہ کی عبادت کرو اور اپنی زمین کی طرف واپس نہ جاؤ کیونکہ وہ بُری جگہ ہے۔ وہ شخص روانہ ہوا جب آدھے راستے میں پہنچا تو اس کو موت نے آلیا اور اس کے متعلق رحمت اور عذاب کے فرشتوں میں اختلاف ہو گیا رحمت کے فرشتوں نے کہا یہ شخص توبہ کرتا ہوا اور دل سے اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہوا آیا تھا اور عذاب کے فرشتوں نے کہا اس نے بالکل کوئی نیک عمل نہ کیا تھا۔ پھر ان کے پاس آدمی کی صورت میں ایک فرشتہ آیا۔ انہوں نے اس کو اپنے درمیان منصف بنا لیا اس نے کہا دونوں زمینوں کی پیمائش کرو وہ جس زمین کے زیادہ قریب ہو اسی کے مطابق اس کا حکم ہو گا۔ جب انہوں نے پیمائش کی تو وہ اس زمین کے زیادہ قریب تھا جہاں اس نے جانے کا ارادہ کیا تھا پھر رحمت کے فرشتوں نے اس پر قبضہ کر لیا۔ ایک روایت میں ہے کہ جب اس پر موت آئی تو اس نے اپنا سینہ پہلی جگہ سے دور کر لیا۔ اور ایک روایت

میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا کہ تو دور ہو جا اور دوسری زمین سے کہا کہ تو قریب ہو جا۔ (مسلم شریف، باب توبہ)

اس حدیث سے پتہ چلا کہ:

(۱) خدا تعالیٰ کے ہاں اولیاء کرام کی بڑی وجاہت ہے اگر کوئی گنہگار توبہ کے ارادے سے ان کی طرف جائے اور ان کے قریب نہ بھی پہنچے تو بھی اللہ تعالیٰ بخش دیتا ہے تو جو لوگ ان کے پاس جا کر ان کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ ان کے وظائف پڑھیں ان کے مقام اور مرتبے کا کیا عالم ہوگا۔

(۲) یہ وجاہت تو پہلی امتوں کے اولیاء کرام کی ہے۔ اس امت کے اولیاء کرام خصوصاً حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی کیا وجاہت ہوگی اور آپ کے بغداد کی طرف جانے والے کا کیا مقام ہوگا۔

بغداد شہر دی کی اے نشانی اوچیاں لمیاں چیراں ہُو
تن میرا پرزے پرزے جیوں درزی دیاں لیراں ہُو
ایہناں لیراں دی گل کفنی پا کے میں رلساں سنگ فقیراں ہُو
بغداد شہر دے میں ٹکڑے منکساں کرساں میراں میراں ہُو

(۳) لیلۃ القدر کی ایک رات کی عبادت ہزار مہینوں سے زیادہ ثواب رکھتی ہے لیکن اگر کسی نے وہ لیلۃ القدر کی رات پا کر عبادت نہ کی تو ثواب نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر کوئی کعبہ جا کر اس کی زیارت اور وہاں عبادت کرے اس کو ثواب ہوگا لیکن اگر کوئی کعبہ تک نہیں پہنچا تو ثواب نہ ہوگا پھر یہ بات بھی ہے کہ لیلۃ القدر اور کعبہ میں عبادت کا ثواب زیادہ ہوتا ہے۔ مغفرت کی ضمانت نہیں لیکن جو شخص اللہ والوں کی طرف جاتا ہے

اور توبہ کی نیت کرتا ہے اسے بخش دیا جاتا ہے۔

کتنی بار توں توبہ کیتی کتنی بار تروڑی
اے پرنفس کمینے میرے توں اجے وی بدی نہ چھوڑی

خوف خدا:

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک نوجوان سارا دن مسجد میں رہ کر خدا کی عبادت کیا کرتا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی عبادت سے بڑا تعجب ہوتا تھا اور اس لڑکے کا ایک بوڑھا باپ تھا عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد وہ اپنے باپ کے پاس جاتا تھا اور اس کا راستہ ایک عورت کے گھر کے دروازے سے قریب سے گزرتا تھا۔ وہ عورت اس نوجوان کو ورغلاتی تھی لیکن یہ بچ کر گزر جاتا تھا۔ ایک دن اس نوجوان نے لغزش کھائی اور اس عورت کے ورغلانے میں آ کر اس کے ساتھ ہولیا اور اس کے گھر میں داخل ہو گیا۔ جب عورت نے دست درازی کرنی چاہی تو اس نوجوان کو یہ آیت یاد آ گئی۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّھُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَکَّرُوْا فَاِذَا ھُمْ مُّبْصِرُوْنَ ○

ترجمہ: جب ڈر والوں کو شیطان کی طرف سے ڈپٹ پہنچتی ہے تو وہ یاد کرنے لگتے پس دیکھنے لگتے ہیں۔

نوجوان بے ہوش ہو کر گر پڑا عورت نے اپنی کنیز کو بلایا اور ان دونوں نے اسے سہارا دے کر اس نوجوان کے گھر کے دروازے پر ڈال دیا۔ رات گئے باپ تلاش کے لئے نکلا دیکھا کہ وہ دروازے پر بیہوش پڑا ہے اپنے گھر والوں کو بلایا اور اسے گھر لے گئے۔ رات گئے اسے ہوش آیا باپ نے وجہ پوچھی بیٹے نے

باپ کو حقیقت حال سے آگاہ کیا باپ نے پوچھا وہ کونسی آیت تھی۔ نوجوان نے دوبارہ آیت پڑھی اور پھر ایسے بے ہوش کہ فوت ہو گیا۔ باپ نے رات ہی کو دفن کر دیا صبح کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر ہوئی باپ سے کہا تم نے ہمیں خبر کیوں نہ کی عرض کی رات تھی۔ آپ نے فرمایا چلو مجھے اس کی قبر پر لے چلو وہ آپ کو اس نوجوان کی قبر پر لے گیا۔ آپ نے اس کی قبر پر کھڑے ہو کر فرمایا۔

اے فلاں وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ فَاَجَابَهُ الْفَتٰى مَنْ دَخَلَ الْقَبْرَ يَاعُمَرُ قَدْ اَعْطَانِيْ رَبِّيْ فِي الْجَنَّةِ مَرَّتَيْنِ ○ (شرح الصدور، ص ۸۸)

اے فلاں خدا فرماتا ہے جو اللہ کے سامنے سے کھڑا ہونے سے ڈر گیا اس کے لئے دو جنتیں ہیں قبر سے آواز آئی اے عمر خدا نے مجھے دو جنتیں عطا فرمائی ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ:

(۱) حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا عقیدہ تھا کہ اہل قبور ہماری آوازوں کو سن سکتے ہیں اور یہی ہمارا عقیدہ ہے۔ معلوم ہوا کہ ہمارا عقیدہ وہی ہے جو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا عقیدہ ہے۔

(۲) منوں مٹی کے نیچے پڑے اس نوجوان نے دیکھ کر پہچان لیا کہ میری قبر پر آنے والا فاروق اعظم حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہے۔

(۳) اس نوجوان کو خدا نے دو جنتیں عطا فرمائیں۔ صرف خوف خدا کی بنا پر خوف خدا اعلیٰ موت کے حصول کا موجب ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک آدمی نے ساری زندگی اپنے آپ کو صغیرہ اور کبیرہ گناہوں کی آلودگی میں ملوث رکھا۔ جب اس کی موت قریب ہوئی تو اس نے اپنے اہل وعیال کو وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد میری لاش کو جلا کر اس کی راکھ آدھی ہوا میں بکھیر دینا اور

آدھی دریا کی لہروں کے سپرد کر دینا کیونکہ خدا تعالیٰ اگر مجھ پر قادر ہو گیا تو وہ مجھے ضرور عذاب دے گا اور عذاب بھی ایسا کہ جو پہلے کسی کو نہ دیا ہو۔ اس کے گھر والوں نے ایسا ہی کیا۔ خدا تعالیٰ نے ہوا اور دریا کو راکھ واپس کرنے کا حکم دیا۔ خدا تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے اسے زندہ کر کے پوچھا تو نے ایسا کیوں کیا عرض کی تیرے خوف سے پس خدا تعالیٰ نے اسے بخش دیا۔

(ابن عساکر، ج ۲، ص ۱۱۱)

جے میں ویکھاں عملاں ولے کچھ نہیں میرے پلے
جے ویکھاں تیری رحمت ولے بلے بلے

حسن ظن:

ایک بزرگ ابو غالب فرماتے ہیں میں ملک شام میں تھا۔ ایک نیک مرد سے ملاقات ہوئی اس نیک آدمی کا ایک بھتیجہ تھا جو اپنے چچا کا نافرمان تھا اور بُرے کاموں میں مشغول رہتا تھا۔ چچا اسے مارتا بھی تھا لیکن یہ اس کی بات نہ مانتا تھا کچھ عرصہ بعد یہ لڑکا بیمار ہو گیا اور اس نے اپنے بھتیجے کو بُرا بھلا کہا۔ اس لڑکے نے کہا اے چچا اگر مجھے میری ماں کے سپرد کر دیا جائے تو وہ میرے ساتھ کیا سلوک کرے گی چچا نے کہا وہ تجھے جنت میں داخل کر دے گی۔ لڑکے نے کہا یقین کر لو کہ میرا خدا میری ماں سے زیادہ مجھ پر رحیم ہے اس کے بعد وہ لڑکا فوت ہو گیا اس کے چچا نے اسے دفن کیا جب لحد کی اینٹیں چن رہا تھا تو ایک اینٹ لحد میں گر گئی تو وہ جلدی سے پیچھے ہٹ گیا اس سے اس کا سبب پوچھا گیا اس نے کہا قبر نور سے معمور ہے اور حد نگاہ تک وسیع ہے۔ (شرح الصدور، ص ۱۰)

عدل کریں تے تھر تھر کنبن اوچیاں شاناں والے
فضل کریں تے بخشے جاون میں ورگے منہ کالے

نماز پنجگانہ:

علامہ ابن حجر نے لکھا ہے:۔

مَنْ حَافَظَ عَلَى الصَّلَوَاتِ اَكْرَمَهُ اللّٰهُ بِخَمْسِ خِصَالٍ يَرْفَعُ عَنْهُ ضَيْقَ الْمَوْتِ وَعَذَابَ الْقَبْرِ وَيُعْطِيْهِ اللّٰهُ كِتَابَهُ بِيَمِيْنِهٖ وَيَمُرُّ عَلَى الصِّرَاطِ كَالْبَرْقِ الْخَاطِبِ وَيَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ○ (احسن، ص ۱۴۳)

جس نے پنجگانہ نماز کی حفاظت کی اسے خدا تعالیٰ پانچ انعام دیتا ہے خدا اسے موت کی سختی سے بچائے گا عذاب قبر سے محفوظ فرمائے گا نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دے گا پلصراط پر بجلی کی طرح گزر جائے گا اور جنت میں بلاحساب داخل ہو جائے گا۔

کافر کی موت:

جب کافر کی موت قریب ہوتی ہے تو کالے چہروں والے فرشتے آسمان سے اتر کر اس کے پاس آتے ہیں اور ان کے ہاتھوں میں ٹاٹ کا لباس ہوتا ہے یہ کافر کی حدنگاہ تک پھیلے ہوتے ہیں پھر ملک الموت اس کے سرہانے بیٹھ کر کہتا ہے اے گندی روح اللہ کے قہر و غضب کی طرف نکل مگر روح کافر کے جسم کے گوشے گوشے میں پھیل جاتی ہے۔ پھر ملک الموت اسے کھینچتے ہیں جیسے تر روئی سے سلاخ کھینچی جاتی ہے اور اسے پکڑ لیتے ہیں مگر فرشتے ایک سیکنڈ کے لئے بھی اس کے ہاتھ میں نہیں رہنے دیتے اور ان سے لے کر ٹاٹ میں لپیٹ لیتے ہیں اس سے انتہائی سڑی ہوئی لاش کی سی بدبو آتی ہے پھر اسے لے کر آسمان کی طرف چڑھتے ہیں اور فرشتوں کی جس جماعت کے قریب سے گزرتے ہیں وہی پوچھتی ہے کہ یہ گندی روح کس کی ہے یہ اس کا سب سے برا دنیاوی نام بتاتے ہیں۔ پہلے آسمان پر پہنچ کر اس کا دروازہ کھلواتے ہیں مگر دروازہ کھولا نہیں جاتا پھر

خدا تعالیٰ فرماتا ہے اس کا اعمالنامہ سجین میں لکھ لو پھر اس کی روح اوپر ہی سے پٹخ دی جاتی ہے۔ پھر اس کی روح جسم میں لوٹائی جاتی ہے پھر نکیرین اس سے سوال کرتے ہیں تیرا رب کون ہے کافر جواب دیتا ہے ہائے ہائے مجھے پتہ نہیں پھر پوچھتے ہیں وہ کون ہیں جو تم میں مبعوث ہوئے یہ کہتا ہے ہائے ہائے مجھے پتہ نہیں پھر آسمان سے آواز آتی ہے میرا بندہ جھوٹا ہے اس کے نیچے آگ کا فرش بچھا دو اور جہنم کی کھڑکی کھولدو پھر اس کی قبر میں جہنم کی لپٹیں آنے لگتی ہیں اور سخت گرم لو آنے لگتی ہے اور اسے قبر اس طرح دبوچتی ہے کہ ادھر کی پسلیاں اُدھر اور اُدھر کی پسلیاں اِدھر آجاتی ہیں اور اس کے پاس ایک بدصورت اور بدبودار بُرے کپڑوں میں ملبوس ایک آدمی آکر کہتا ہے ایک بُری خبر سن آج کا دن وہ ہے جس کا تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا۔ یہ پوچھتا ہے تو کون ہے تیرے چہرے سے بُرائی ٹپک رہی ہے یہ جواب دیتا ہے میں تیرا گندہ عمل ہوں یہ دعا مانگتا ہے اے رب قیامت قائم نہ کر۔ (کتاب الروح، ص ۶۵)

مومن کی موت:

جب مومن کی موت قریب ہوتی ہے تو اس کے پاس خورشید جیسے چمکیلے چہروں والے فرشتے آسمان سے اترتے ہیں جو اس کی حدنگاہ تک پھیلے ہوتے ہیں پھر ملک الموت اس کے سرہانے بیٹھ کر کہتے ہیں اے پاکیزہ روح اللہ کی بخشش اور رضا کی طرف نکل چنانچہ وہ اس طرح آسانی سے نکل آتی ہے جیسے مشک کے منہ سے قطرہ نکل آتا ہے۔ ملک الموت اسے لے لیتے ہیں پھر ان سے فرشتے لے لیتے ہیں اور اس روح کو جنتی کفن اور خوشبو میں لپیٹ لیتے ہیں اس روح سے مشک سے زیادہ پیاری خوشبو آنے لگتی ہے پھر فرشتے اسے لے کر آسمان کی طرف چڑھتے ہیں اور فرشتوں کی جس جماعت سے گزرتے ہیں وہی پوچھتے ہیں یہ

پاکیزہ روح کس کی ہے فرشتے اس کا اچھا دنیاوی نام لیتے ہیں پھر پہلے آسمان تک لے جاتے ہیں اور اس کے لئے دروازہ کھلواتے ہیں آخر دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور آسمان کے تمام مقرب فرشتے اسے دوسرے آسمان تک رخصت کرتے ہیں اسی طرح تمام آسمانوں میں فرشتے اسے رخصت کرتے ہیں۔ پھر خدا تعالیٰ کی طرف سے آواز آتی ہے میرے بندے کی کتاب علیین میں رکھدو اور اسے زمین کی طرف لوٹا دو کیونکہ میں نے اسے مٹی سے پیدا کیا ہے اور اسی میں لوٹا دوں گا اور دوسری بار اسی سے پیدا کروں گا پھر اس کی روح اس کے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے پھر اس کے پاس دو فرشتے آکر پوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے پھر اس سے پوچھتے ہیں تمہارا دین کیا ہے یہ جواب دیتا ہے کہ میرا دین اسلام ہے پھر پوچھتے ہیں کہ وہ کون ہیں جو تم میں مبعوث ہوئے یہ کہتا ہے وہ اللہ کے رسول ہیں پھر پوچھتے ہیں تمہیں کیسے معلوم ہوا وہ جواب دیتا ہے میں نے اللہ کی کتاب پڑھی اور اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی مجھے اس سے آپ کی رسالت کا علم ہوا پھر آواز آتی ہے میرے بندے نے سچ کہا ہے اس کے نیچے جنتی فرش بچھا دو اور جنت کی کھڑکی کھولدو پھر اس کی قبر میں جنت کی خوشبو آنے لگتی ہے۔ اس کی قبر حد نگاہ تک کھلی کر دی جاتی ہے پھر اس کے پاس ایک حسین وجمیل خوبصورت لباس میں آدمی آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں تیرا نیک عمل ہوں یہ کہتا ہے یا اللہ قیامت جلد قائم کر۔ (التذکرہ، ص ۱۰۹)

دشمن مرے تے خوشی نہ کریئے سجناں وی مر جاناں
دیگر تے دن آیا محمد اوڑک نوں ڈُب جاناں

جب مومن کی موت کا وقت قریب ہوتا ہے تو اس کے پاس چار فرشتے آتے ہیں پہلا فرشتہ کہتا ہے اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عَبْدَ اللهِ اے خدا کے بندے تجھ پر

سلام ہو میں نے زمین کے تمام مشارق و مغارب کو الٹ مارا مگر تیرے قدم رکھنے کی جگہ نہ پائی دوسرا فرشتہ کہتا ہے اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَاعَبْدَاللّٰہِ میں نے تمام جہان کی تمام نہروں کو دیکھ مارا مگر تیرے پینے کے لئے ایک گھونٹ پانی نہ ملا پھر تیسرا فرشتہ کہتا ہے السلام علیک یا عبداللہ میں نے زمین کی تمام اطراف کو دیکھا مگر تیرے کھانے کو ایک لقمہ نہ ملا پھر چوتھا فرشتہ کہتا ہے اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا عَبْدَاللّٰہِ میں نے ساری زمین کو ٹٹول مارا لیکن تمہارے سانس لینے کی گنجائش نظر نہ آئی۔ اس کے بعد اس بندہ مومن کی روح پرواز کر جاتی ہے۔

(خیرالموانس، ج۱، ص۱۲۷)

حضرت جعفر بن محمد اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک انصاری کے سر کے پاس ملک الموت کو دیکھا اور فرمایا میرے صحابی کے ساتھ نرمی کرنا یہ مومن ہے ملک الموت نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ خوش ہو جائیں اور اپنی آنکھیں ٹھنڈی رکھیں۔ میں ہر مومن کے ساتھ نرمی کرتا ہوں۔

(التذکرہ، ص۴۷)

حضرت عبادہ بن صامت سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰہِ اَحَبَّ اللّٰہُ لِقَاءَہٗ وَمَنْ کَرِہَ لِقَاءَ اللّٰہِ کَرِہَ اللّٰہُ لِقَاءَہٗ○

ترجمہ: جو اللہ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے خدا اس کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اور جو خدا کی ملاقات سے کراہت کرتا ہے خدا اس کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ ہم تو موت کو ناپسند کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا بات یہ نہیں بلکہ جب مومن کی موت قریب ہوتی ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی اور اس کی نعمتوں کی بشارت دی جاتی ہے۔ اس وقت مومن کو خدا کی ملاقات کا شوق ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو

اس مومن کی ملاقات پسند ہوتی ہے اور جب کافر کی موت قریب ہوتی ہے تو اس کو خدا کی ناراضگی اور اس کے عذاب کی خبر دی جاتی ہے اس وقت کافر خدا کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اور خدا اس کافر کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔

(تاریخ بغداد، ج ۶، ص ۲۷۲)

وھب بن منبہ فرماتے ہیں کہ ساتویں آسمان میں خدا نے ایک مکان بنایا ہے جسے ''البیضاء'' کہا جاتا ہے اس مکان میں مومنوں کی روحیں رہتی ہیں جب دنیا میں کوئی آدمی مرجاتا ہے یہ روحیں اس کی روح سے دنیا کے حالات دریافت کرتی ہیں۔ (حلیۃ الاولیاء، ج ۴، ص ۶۰)

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَا مِنْ اِنْسَانَ اِلَّا لَهٗ بَابَانِ فِي السَّمَاءِ يَصْعَدُ عَمَلُهٗ فِيْهِ وَيَنْزِلُ رِزْقُهٗ فَإِذَا مَاتَ الْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ بَكَيَا عَلَيْهِ○ (حلیۃ الاولیاء، ج ۳، ص ۵۳)

ہر انسان کے لئے آسمان میں دو دروازے ہیں جن سے اس کے عمل اوپر چڑھتے ہیں اور اس کا رزق نازل ہوتا ہے جب بندہ مومن فوت ہو جاتا ہے تو وہ دونوں دروازے اس پر روتے ہیں۔

حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ مومن کی روح قبض کر لیتا ہے تو اس پر مقرر کراماً کاتبین آسمان پر چلے جاتے ہیں اور خدا کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں یا اللہ جس بندے پر تو نے ہمیں مقرر کیا تھا اس کو تو نے موت دے دی ہے اب ہمیں آسمان پر رہنے کی اجازت دے خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ میرے آسمان میرے فرشتوں سے بھرے پڑے ہیں اور وہ میری تسبیح بیان کر رہے ہیں۔ یہ دونوں عرض کرتے ہیں الٰہی ہمیں زمین پر رہنے کی اجازت دے خدا فرماتا ہے میری زمین میری تسبیح بیان کرنے والوں

سے لبریز ہے تم دونوں اس میرے مومن بندے کی قبر پر کھڑے ہو جاؤ اور قیامت تک میری تسبیح تہلیل اور تکبیر کہتے رہو اور اس بندے کے نامۂ اعمال میں لکھتے رہو۔

(حلیۃ الاولیاء، ج ۷، ص ۲۵۳)

حضرت کعب بن مالک سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَنَّ نَسْمَةَ الْمُوْمِنِ طَائِرٌ فِیْ شَجَرَةِ الْجَنَّةِ حَتّٰی یَبْعَثَهُ اللّٰهُ اِلٰی جَسَدِهٖ یَوْمَ الْقِیَامَةِ○ (نسائی شریف، ج ۱، ص ۲۹۲)

مومن کی روح باغ جنت میں ایک پرندے کی صورت میں رہتی ہے یہاں تک کہ اللہ اسے اس کے بدن میں قیامت کے دن لوٹا دے گا۔

حضرت روح الامین بھی حضرت دحیہ کلبی کی صورت میں متجسد ہوئے پھر اگر کاملین کی روحیں بھی کسی اور صورت میں تجسد کریں تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن عباس دونوں سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا تو ملک الموت نے خدا کی بارگاہ میں عرض کی یا اللہ مجھے اجازت دے کہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس بات کی بشارت دوں خدا نے اجازت دی اور ملک الموت نے آپ کو بشارت دی۔ آپ نے فرمایا الحمد للہ پھر ملک الموت سے کہا کہ مجھے اپنی وہ شکل دکھا دے جس میں تو کافر کی روح قبض کرتا ہے۔ انہوں نے کہا اے ابراہیم (علیہ السلام) آپ دیکھنے کی تاب نہ لاسکیں گے فرمایا کیوں نہیں آپ دکھائیں تو ملک الموت نے کہا منہ پرلی طرف کرلیں اور پھر دیکھیں اب جو آپ نے دیکھا تو ایک سیاہ فام آدمی ہے جس کا سر آسمان پر ہے اور اس کے منہ سے آگ کے شعلے نکل رہے ہیں اور مساموں سے بھی آگ نکل رہی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بے ہوش ہو گئے جب

ہوش آیا تو ملک الموت اپنی پہلی شکل میں آ چکے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا اگر کافر کو کوئی اور عذاب نہ بھی دیا جائے تو تیری اس شکل کا دیکھنا اس کے لئے کافی ہے۔ اب مجھے بتا دے کہ تو مومنوں کی روح کس شکل میں قبض کرتا ہے کہا منہ پرلی طرف کر کے مجھے دیکھو آپ نے ایسا کیا تو دیکھا کہ سفید لباس میں ملبوس ایک نوجوان ہے جو نہایت حسین وجمیل ہے اور اس سے پاکیزہ خوشبو آ رہی ہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا اے ملک الموت اگر مومن کو کوئی اور نعمت نہ بھی دی جائے تو تیری اس صورت کو دیکھ لینا اس کے لئے بہت بڑی نعمت ہے۔

(شرح الصدور، ص ۱۸۔ التذکرہ، ص ۶۵)

شہید کی موت:

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ○

ترجمہ: جو اللہ کے راستے میں قتل کر دیئے جائیں ان کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم کو شعور نہیں۔

اس آیت کے تحت قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے لکھا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُعْطِىْ لِاَرْوَاحِهِمْ قُوَّةَ الْاَجْسَادِ فَيَذْهَبُوْنَ مِنَ الْاَرْضِ وَالسَّمَاءِ وَالْجَنَّةِ حَيْثُ يَشَاؤُوْنَ وَيَنْصُرُوْنَ اَوْلِيَاءَ هُمْ وَيُدَمِّرُوْنَ اَعْدَاءَ هُمْ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَمِنْ اَجْلِ ذَالِكَ الْحَيَاةِ لَا تَاْكُلُ الْاَرْضُ اَجْسَادَهُمْ وَلَا اَكْفَانَهُمْ ○ (تفسیر مظہری، ج ۱، ص ۱۴۱)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ ان کی روحوں کو جسمانی قوت عطا فرماتا ہے وہ زمین و آسمان اور جنت جہاں چاہتے ہیں جاتے ہیں اپنے دوستوں کی امداد کرتے ہیں

اور دشمنوں کو تباہ کرتے ہیں اور اسی زندگی کی بنا پر زمین نہ ان کے جسموں کو کھاتی ہے اور نہ ان کے کفنوں کو کھاتی ہے۔

چنانچہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ شام کے ملک میں ایک میاں بیوی جوڑا رہتا تھا ان کا لڑکا کسی جنگ میں شہید ہو گیا۔ ایک دن آدمی نے دیکھا کہ ایک گھوڑ سوار سرپٹ گھوڑا دوڑاتا ہوا آرہا ہے جب قریب ہوا تو اس نے اپنی بیوی سے کہا یہ ہمارا بیٹا آرہا ہے۔ بیوی نے کہا یہ شیطان کا دھوکا ہے وہ تو کب کا شہید ہو چکا ہے اتنے میں وہ اور بھی قریب ہوا۔ انہوں نے دیکھا کہ واقعی وہ ان کا بیٹا ہے اس سے پوچھا تُو تو شہید ہو چکا تھا۔ اس نے کہا آج عمر بن عبدالعزیز کا انتقال ہو گیا ہے۔ شہیدوں نے ان کے جنازے میں شرکت کی خدا سے اجازت لی میں بھی ان میں سے ایک ہوں میں نے آپ کو سلام کرنے کی اجازت بھی حاصل کی اس لئے آپ کو سلام کرنے کی غرض سے حاضر ہوا۔

(شرح الصدور، ص ۹۴)

زندہ ہو جاتے ہیں جو مرتے ہیں حق کے نام پر
اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا

قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے لکھا ہے:

اِنَّ اَرْوَاحَهُمْ تَرْكَعُ وَتَسْجُدُ كُلَّ لَيْلَةٍ تَحْتَ الْعَرْشِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ○

ترجمہ: شہیدوں کی روحیں قیامت تک ہر رات کو عرش کے نیچے رکوع کرتی ہیں اور سجدہ کرتی ہیں۔ (تفسیر مظہری، ج ۱، ص ۱۴۱)

حضرت مقدام بن معدیکرب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شہید کے لئے چھ انعام ہیں۔

(۱) شہید کے خون کا قطرہ زمین پر گرتے ہی اس کے سارے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

(۲) اس کی روح اس وقت تک قبض نہیں ہوتی جب تک کہ وہ اپنا جنتی ٹھکانا نہیں دیکھ لیتا۔

(۳) شہید کو اس کی قبر میں عذاب نہیں ہوتا۔

(۴) قیامت کے دن وہ بڑی گھبراہٹ سے محفوظ رہے گا۔

(۵) اس کے سر پر وقار کا ایسا تاج رکھا جائے گا جس کا ایک یاقوت دنیا کی تمام چیزوں سے بہتر ہوگا۔

(۶) بہتر حوریں اس کے نکاح میں آئیں گی وہ عزیزوں سے ستر کی شفاعت کرے گا۔ (مشکوٰۃ، ج۲،ص ۲۵۸)

حضرت عتبہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ جہاد میں قتل کئے جائیں ان کی تین اقسام ہیں۔

(۱) ایک وہ جو اپنی جان اور مال سے خدا کی راہ میں جہاد کرے دشمن سے مقابلہ کرے اور لڑے یہاں تک کہ مارا جائے اس شہید کے بارے میں فرمایا یہ وہ شہید ہے کہ عرش کے نیچے خدا کے خیمے میں ہوگا اور انبیاء اس سے صرف ایک درجہ زیادہ ہوں گے۔

(۲) دوسرا وہ مومن جس کے اعمال مخلوط ہیں یعنی نیکیاں بھی ہیں گناہ بھی ہیں وہ اپنی جان اور مال کے ساتھ جہاد کرتا ہے یہاں تک کہ مارا جائے یہ شہادت گناہ مٹانے والی ہے کیونکہ تلوار گناہوں کو بہت زیادہ مٹانے والی ہے۔ یہ شہید جنت کے جس دروازے سے چاہے گا داخل ہو جائے گا۔

(۳) تیسرا آدمی منافق ہے جو لڑتا ہوا مارا جائے وہ دوزخ میں جائے گا

کیونکہ تلوار نفاق کو نہیں مٹا سکتی۔ (مشکوٰۃ، ج ۲، ص ۲۶۵)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہارے بھائی اُحد کے دن شہید کئے گئے تو خدا تعالیٰ نے ان کی روحوں کو سبز پرندوں کے جسم میں داخل کر دیا وہ پرندے جنت کی نہروں میں آتے ہیں جنت کے میوے کھاتے ہیں اور سونے کی ان قندیلوں میں آرام کرتے ہیں جو عرش الٰہی کے نیچے معلق ہیں ان شہیدوں نے جب ان کے کھانے پینے اور آرام کرنے کی مسرتوں کو حاصل کیا تو کہا کون ہے جو ہماری طرف سے ہمارے بھائیوں کو پیغام پہنچائے کہ ہم جنت میں زندہ ہیں تاکہ وہ جنت کو حاصل کرنے میں بے پروائی سے کام نہ لیں اور لڑائی کے موقع پر سستی نہ کریں۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا میں تمہارے پیغام کو تمہارے بھائیوں تک پہنچا دیتا ہوں۔ خدا تعالیٰ نے قرآن کی یہ آیت نازل کی۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ○

ترجمہ: جو اللہ کے راستے میں قتل کر دیئے جائیں ان کو مردہ گمان نہ کرو بلکہ وہ اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں ان کو رزق دیا جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ، ج ۲، ص ۲۶۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلشَّهِيْدُ لَا يَجِدُ اَلَمَ الْقَتْلِ اِلَّا كَمَا يَجِدُ اَحَدُكُمْ اَلَمَ الْقَرْصَةِ○

(مشکوٰۃ، ج ۲، ص ۲۵۹)

شہید کو اپنے قتل کا صرف اتنا درد ہوتا ہے جتنا تم میں سے کسی کو چیونٹی کے کاٹنے کا درد ہوتا ہے۔ اس کی وجہ بعض علماء نے یہ لکھی ہے کہ جب شہید اپنے زخموں میں چور چور ہوتا ہے تو اس وقت خدا تعالیٰ کا اس پر کرم ہوتا ہے کہ اس کو

دیدار مصطفیٰ ہوتا ہے اس لئے اس کو زخموں کا درد نہیں ہوتا اور اس کی تائید قرآن سے ہوتی ہے اور وہ اس طرح کہ زلیخا کو مصر کی عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی محبت کا طعنہ دیا زلیخا نے ان عورتوں کی ضیافت کا انتظام کیا جب وہ آئیں تو زلیخا نے دستر خوان بچھایا اس پر کھانا اور پھل چن دیئے پھر حضرت یوسف علیہ السلام کو کہا کہ ان عورتوں کے سامنے بے نقاب ہو جاؤ۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے ایسا ہی کیا اِدھر زلیخا نے ان عورتوں کو حکم دیا کہ پھل کاٹو اس پر انہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے۔ خدا فرماتا ہے۔

فَلَمَّا رَأَيْنَهُ أَكْبَرْنَهُ وَقَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ۝ إِنْ هٰذَا إِلَّا مَلَكٌ كَرِيمٌ ۝

ترجمہ: جب انہوں نے یوسف (علیہ السلام) کو دیکھا اس کی بڑھائی بیان کی اور اپنے ہاتھوں کو کاٹ ڈالا اور کہنے لگیں واللہ یہ کوئی بشر نہیں یہ تو کوئی عزت والا فرشتہ ہے۔

بے خودیاں وچہ کرن پکاراں جان جناں کچھ باقی
قسم خدا دی ایہہ خاکی نہیں ایہہ کوئی ملک افلاکی

انہوں نے اپنے ہاتھوں کو کاٹ ڈالا لیکن درد نہ ہوا اگر درد ہوتا تو کاٹتی نہ۔ وجہ یہ تھی کہ ان کے سامنے جلوہ یوسف تھا۔ جن کے سامنے حسن یوسف ہو ان کو زخموں کا درد نہیں ہوتا تو جس شہید کے سامنے حسن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہو اس کو زخموں کا درد کیوں ہو۔

سمندری شہداء:

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک بزرگ حسن نامی تشریف

فرماتے تھے کہ آدمی آئے جن کی آنکھیں سبز رنگ کی تھیں۔ حسن نے ان سے پوچھا کیا آنکھوں کا یہ رنگ پیدائشی ہے یا یہ کسی بیماری کی وجہ سے ہے۔ اس نے کہا اے ابو سعید آپ نے مجھے پہچانا نہیں حسن نے پوچھا تم کون ہو اس نے اپنا تعارف کرایا اب مجلس میں بیٹھنے والے ہر آدمی نے اس کو پہچان لیا۔ انہوں نے پوچھا یہ قصہ کیا ہے۔ اس نے کہا میں اپنا مال تجارت لے کر کشتی میں لاد کر یمن کی طرف گیا سمندر میں طوفان برپا ہوا کشتی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوگئی۔ میں ایک تختے پر بیٹھ کر ایک ساحل پر اترا میں چار مہینے حیران و پریشان پھرتا رہا اس عرصہ میں مَیں گھاس اور درختوں کے پتے کھا کر اور چشموں کا پانی پی کر گزر اوقات کرتا رہا۔ پھر میں نے ایک طرف کو یہ سوچ کر چلنے لگا کہ تخت یا تختہ ایک محل نظر آیا میں نے اس کا دروازہ کھٹکھٹایا اندر سے کوئی آواز نہ آئی۔ بہرحال میں اس کے اندر داخل ہوا دیکھا کہ اس میں کئی طاق بنے ہوئے ہیں اور ہر طاق میں ایک صندوق رکھا ہوا ہے جو موتی کا بنا ہوا ہے اور اس پر قفل لگا ہوا ہے اور پاس ہی چابیاں رکھی ہوئی ہیں میں نے ایک صندوق کھولا تو اس میں سے نہایت پاکیزہ خوشبو نکلی میں نے اس میں ایک لاش دیکھی جو ریشمی کپڑے میں لپٹی ہوئی تھی۔ میں نے اسے ہلایا تو وہ میت تھی لیکن زندہ معلوم ہوتی تھی۔ پھر میں نے صندوق کو بند کر دیا اور باہر نکل کر محل کا دروازہ بند کر دیا پھر چلنے لگا مجھے دو گھوڑ سوار ملے جو بہت حسین و جمیل تھے۔ انہوں نے مجھ سے میرا حال پوچھا میں نے سارا واقعہ بیان کر دیا۔ انہوں نے کہا یہاں سے سیدھے چلے جاؤ آگے ایک درخت کے نیچے تمہیں ایک بزرگ ملیں گے ان سے کہنا وہ تمہیں تمہاری منزل تک پہنچا دیں گے۔ چنانچہ مجھے وہ بزرگ ملے میں نے ان کو سلام کیا۔ انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا پھر انہوں نے مجھ سے میرا واقعہ سنا میں نے سارا قصہ سنایا جب میں نے محل کا ذکر کیا

تو ان کو کچھ گھبراہٹ ہوئی میں نے ان سے کہا کہ میں نے صندوق بند کر دیا تو پھر ان کو کچھ سکون سا آ گیا اور مجھے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ ایک بادل اوپر سے گزرا اس سے آواز آئی السلام علیک یا ولی اللہ انہوں نے پوچھا کہاں جا رہے ہو اس نے کہا فلاں مقام کی طرف اسی طرح یکے بعد دیگرے بادل گزرتے رہے ایک بادل آیا اس سے اس بزرگ نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے اس نے کہا بصرہ کا انہوں نے اس سے کہا اس آدمی کو اٹھا کر وہاں پہنچا دو جب میں بادل میں سوار ہو گیا تو میں نے اس بزرگ سے پوچھا کہ وہ محل کیسا ہے اور گھوڑ سوار کون ہیں اور آپ کون ہیں انہوں نے جواب دیا اس محل میں سمندری شہید ہیں جو سمندر میں مسلمان شہید ہو جاتے ہیں خدا کے فرشتے ان کو اس محل میں لا کر رکھ دیتے ہیں اور وہ دو سوار دو فرشتے ہیں جو صبح و شام ان شہیدوں کو سلام کرنے آتے ہیں اور میرا نام خضر ہے میں نے دعا مانگی تھی کہ میرا حشر امت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو۔

(شرح الصدور، ص ۱۰۹، کتاب الاصابہ، ج ۱، ص ۴۴۷)

کامل ولی کی موت:

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ولی کی موت کا وقت آتا ہے تو خدا تعالیٰ حضرت ملک الموت سے فرماتا ہے میرے دوست کے پاس جا اسے میرے پاس لے آ میں نے اسے راحت اور تکلیف میں آزما کر دیکھ لیا ہے وہ ہر حال میں مجھ سے محبت کرنے والا ہے اسے میری بارگاہ میں لے آؤ میں اسے دنیاوی غموں اور پریشانیوں سے راحت دینا چاہتا ہوں ملک الموت پانچ سو فرشتوں کے ساتھ جاتا ہے ان کے پاس جنتی کفن اور خوشبو ہوتی ہے اور ان کے ساتھ پھولوں کی ایک شاخ ہوتی ہے جس کے بیس رنگ ہوتے ہیں اور ہر رنگ سے الگ الگ خوشبو آتی ہے اور ان کے ساتھ سفید

ریشم ہوتا ہے اور اس میں کستوری کی خوشبو ہوتی ہے ملک الموت آ کر ولی کے سرہانے بیٹھ جاتا ہے اور تمام فرشتے اپنا ہاتھ اس وفات پانے والے کے کسی عضو پر رکھ دیتے ہیں اور وہ سفید ریشم اور کستوری اس کی ٹھوڑی کے نیچے رکھ دیتے ہیں اور اس ولی کے لئے جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے وہ جنت میں کبھی اپنی بیویوں کو کبھی اپنے لباس کو اور کبھی جنتی پھولوں کو دیکھتا ہے اور اسے اس طرح بہلایا جاتا ہے جس طرح بچے کو بہلایا جاتا ہے اس کے گھر والوں کی طرف سے جبکہ وہ رو رہا ہوتا ہے اور اس کی جنتی بیویاں خوشی کا اظہار کرتی ہیں اور ملک الموت کہتا ہے اے پاکیزہ روح نکل آ بغیر کانٹوں والی بیریوں اور تہ بہ تہ کیلوں اور لمبے لمبے سایوں اور بہتے ہوئے پانی کی طرف اور ملک الموت اس پر اس طرح لطف و کرم کرتا ہے جس طرح ماں بچے پر نظر کرم کرتی ہے کیونکہ وہ جان لیتا ہے کہ یہ روح خدا تعالیٰ کی بڑی محبوب ہے اور ملک الموت اس روح پر نرمی اس لئے کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ راضی ہو جائے اس کی روح کو ملک الموت اس طرح نکالتا ہے جیسے آٹے سے بال نکال لیا جاتا ہے۔ جب روح جسم سے باہر آ جاتی ہے تو فرشتے اس کے اردگرد ہو کر اس طرح سلام کرتے ہیں تم پر سلام ہو اپنے عملوں کی بنا پر جنت میں داخل ہو جا جب ملک الموت روح کو قبض کرتا ہے تو روح جسم سے کہتی ہے اللہ تعالیٰ تجھے میری طرف سے بہتر بدلا دے تو مجھے اطاعت خدا کی طرف جلدی لے جاتا تھا اور اس کی نافرمانی سے بچاتا تھا۔ آج تجھے مبارک ہو میں نجات پا گئی اور تو بھی نجات پا گیا اور ایسا ہی کلام جسم روح سے کرتا ہے پھر زمین کا وہ حصہ اس وفات پانے والے ولی پر روتا ہے جس پر وہ خدا کی اطاعت کرتا رہا ہو اور آسمان کا وہ دروازہ بھی روتا ہے جس سے اس کا عمل آسمان پر چڑھتا تھا اور اس کا رزق نازل ہوتا تھا اور یہ رونے کا سلسلہ چالیس روز تک جاری رہتا ہے جب جسم سے روح نکل جاتی ہے تو پانچ سو فرشتے اس کے قریب کھڑے

ہو جاتے ہیں جب لوگ غسل دیتے ہوئے اس وفات پانے والے کے پہلو کو بدلتے ہیں تو ان سے پہلے فرشتے اس کا پہلو بدلتے ہیں اور لوگوں سے پہلے فرشتے اسے کفن پہنا دیتے ہیں خوشبو لگا دیتے ہیں اور اس کے گھر کے دروازے سے لے کر قبر تک فرشتے کھڑے ہو جاتے ہیں اور ان کی دو قطاریں ہوتی ہیں اور استغفار سے اس کی روح کا استقبال کرتے ہیں اور اس موقع پر شیطان واویلا کرتا ہے اور اپنے لشکر سے کہتا ہے تمہاری خرابی ہو یہ آدمی تمہارے مکر سے کیسے رہائی پا گیا وہ کہتے ہیں کہ یہ گناہ سے محفوظ تھا جب ملک الموت اس کی روح کو لے کر آسمان کی طرف چڑھتا ہے تو جبرئیل امین ستر ہزار فرشتے ساتھ لے کر اس کا استقبال کرتے ہیں ہر فرشتہ اس کو رب کی طرف بشارت دیتا ہے جب ملک الموت عرش تک پہنچ جاتا ہے تو روح اپنے رب کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ملک الموت سے فرماتا ہے اس میرے بندے کی روح کو لے جاؤ اور اس کو بغیر کانٹوں والی بیریوں اور تہ بہ تہ کیلوں اور لمبے لمبے سایوں اور بہتے ہوئے پانی کی طرف رکھ دو پھر جب اسے قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو اس کے دائیں طرف نماز بائیں طرف روزہ اور قرآن اور ذکر سر کی طرف سے آ جاتا ہے اور نماز کے لئے پیدل مسجد کی طرف چلنا پاؤں کی طرف آ جاتا ہے اور اس کا صبر قبر کے ایک کونے میں آ جاتا ہے پھر عذاب اس میت کے قریب آتا ہے تو چاروں طرف کے اعمال اسے قریب نہیں آنے دیتے۔ خدا کی اطاعت کی بنا پر وہ ولی عذاب سے محفوظ رہتا ہے۔ عذاب قبر سے باہر نکل جاتا ہے اب صبر ان اعمال سے کہتا ہے تمہاری وجہ سے آگے نہیں بڑھا اگر تم عاجز ہو جاتے تو میں اس ولی کی مدد کرتا۔ اب میں پل صراط پر اس کے کام آؤں گا میزان پر کام آؤں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ دو فرشتوں کو بھیجتا ہے ان کی آنکھیں اچک لے جانے والی بجلی کی طرح ہوتی ہیں اور ان کی آواز بجلی کی کڑک کی طرح ہوتی ہے اور ان کے دانت سینگوں کی طرح ہوتے ہیں

اور ان کے سانس شعلے کی طرح ہوتے ہیں اور ان کے بال کندھوں پر ہوتے ہیں اور دونوں کندھوں کے درمیان بڑا فاصلہ ہوتا ہے اور ان کے دلوں سے رحمت اور رافت نکال دی جاتی ہے۔ صرف مومنوں پر مہربان ہوتے ہیں ان کو منکر نکیر کہتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک گرز ہوتی ہے اگر تمام جن وانس مل کر بھی اسے اٹھانا چاہیں تو اٹھا نہ سکیں وہ آ کر وفات پانے والے کو قبر میں بٹھاتے ہیں اور کفن اس کی کمر تک اتر جاتا ہے وہ پوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے تیرا دین کیا ہے اور تیرا نبی کون ہے وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور اسلام میرا دین ہے اور محمد ﷺ میرا نبی ہے اور وہ خاتم النبیین ہے وہ دونوں کہتے ہیں تو نے سچ کہا پھر وہ دونوں اس کی قبر کو آگے پیچھے دائیں بائیں سرہانے اور پاؤں کی طرف سے وسیع کر دیتے ہیں پھر کہتے ہیں اپنے اوپر دیکھو وہ دیکھتا ہے پس اس کو جنت نظر آتی ہے وہ کہتے ہیں اے اللہ کے ولی تو نے خدا کی اطاعت کی اس کی بنا پر یہ جنت تیرا ٹھکانہ بنی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس کو اتنی خوشی ہوتی ہے جس کی کوئی انتہا نہیں پھر کہا جاتا ہے اپنے نیچے دیکھو وہ دیکھتا ہے تو اسے دوزخ نظر آتی ہے وہ دونوں فرشتے کہتے ہیں اے اللہ کے ولی تو نے اس سے نجات پائی وہ پھر بہت خوش ہوتا ہے پھر اس کی قبر میں جنت کی طرف ستر دروازے کھول دیئے جاتے ہیں جن سے اس کی قبر میں ہوا اور ٹھنڈک آتی رہتی ہے اور یہ راحت وہ حشر تک محسوس کرتا ہے۔ (شرح الصدور، ص ۲۳)

کامل ولی مرتا نہیں:

کامل ولی مرنے کے بعد بھی زندہ ہوتا ہے۔ دلائل ملاحظہ ہوں۔

دلیل اول:

اما فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ حدیث میں آیا ہے۔

اَلَآاِنَّ اَوْلِيَاءَ اللهِ لَا يَمُوْتُوْنَ بَلْ يَنْتَقِلُوْنَ مِنْ دَارٍ اِلٰى دَارٍ○

(انوار القرآن، ص ۳۵۱)

ترجمہ: خبر دار بے شک اللہ کے ولی مرتے نہیں بلکہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو جاتے ہیں۔

مثال:

امام بیہقی نے لکھا ہے کہ حضرت ربعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم چار بھائی تھے اور میرا بھائی ربیع ہم سب سے زیادہ نماز روزہ کی کثرت کرنے والا تھا اس کی وفات ہوگئی اس کے مرنے کے بعد ہم سب اس کے پاس بیٹھے تھے یکدم اس نے اپنے منہ سے کپڑا ہٹا دیا اور کہا السلام علیکم ہم نے کہا وعلیکم السلام مرنے کے بعد کلام۔ اس نے کہا ہاں موت کے بعد میں نے اپنے رب سے ایسے حال میں ملاقات کی کہ وہ غضبناک نہ تھا۔ میرے رب نے اعلیٰ درجے کی نعمتوں اور ریشمی لباس کے عطیہ کے ساتھ میرا استقبال کیا۔ خبردار ہو جاؤ کہ بے شک ابوالقاسم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر نماز جنازہ پڑھنے کا انتظار فرما رہے ہیں تم میرا جنازہ جلدی لے کر چلو میرے لے جانے میں دیر نہ کرو پھر سکوتِ موت کے ساتھ خاموشی اختیار کر لی۔ انہوں نے اس حدیث کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تک پہنچایا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا بے شک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ میری امت میں سے ایک آدمی مرنے کے بعد کلام کرے گا۔

(دلائل النبوت، ج ۴، ص ۴۵۴)

جناں عشق نمازاں پڑھیاں اوہ کدی نہیں مردے
شک ہووے تے دیکھ لے جا کے قبراں تے دیوے بلدے

دلیل دوم:

ایک ہے جہاد اصغر اور وہ یہ ہے کہ کافروں کے ساتھ جنگ کی جائے

اس جہاں میں جو اپنی گردن کٹا دے اس کے بارے میں خدا نے فرمایا ہے۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ○

ترجمہ: اور جو اللہ کے راستے میں قتل کر دیئے جائیں ان کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم نہیں سمجھتے۔

دوسرا جہاد اکبر ہے اور وہ یہ ہے کہ خالق حقیقی کے لئے اپنے نفس کی خواہشات کو پامال کر دیا جائے نفس امارہ کو کچل کر رکھ دیا جائے اس مغرور اور متکبر کو احکام خداوندی کے سامنے جھکا دیا جائے اور حقیقت میں یہ بہت بڑا جہاد ہے کیونکہ گردن کے کٹنے میں تو ایک سیکنڈ کے اندر موت طاری ہو جاتی ہے ہاں زندہ رہ کر مر جانا بہت بڑا جہاد ہے۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے۔

رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ○

ہم چھوٹے جہاد جو کہ کفار سے جنگ ہے سے بڑے جہاد یعنی نفس سے مجاہدہ کی طرف لوٹے۔

اولیاء کرام اپنے نفس کو بھوک اور پیاس کی شدت برداشت کر کے اتنا کمزور کر دیتے ہیں کہ اس کی خواہشات پامال ہو جاتی ہیں لہٰذا اولیاء کرام شہدائے اکبر ٹھہرے اور جب جہاد اصغر میں شہید ہونے والے زندہ ہیں تو جہاد اکبر میں شہید ہونے والے بطریق اولیٰ زندہ ہیں۔

شہید اس دار فانی میں ہمیشہ زندہ رہتے ہیں
زمین پر چاند تاروں کی طرح تابندہ رہتے ہیں

دلیل سوم:

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً○

ترجمہ: جس مرد مومن اور عورت مومنہ نے نیک عمل کیا ہم اسے پاکیزہ زندگی سے زندہ رکھیں گے۔

مثال:

حضرت جسر اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں قسم ہے اس خدا کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں میں ثابت بنانی کی موت پر ان کو ان کی لحد میں رکھا اور میرے ساتھ حمید طویل تھے جب ہم نے لحد کی اینٹیں چنیں تو ایک اینٹ گر پڑی میں نے دیکھا تو ثابت بنانی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے میں نے ساتھیوں سے اس کا ذکر کیا انہوں نے کہا خاموش رہو جب ہم نے ان پر قبر برابر کر دی تو ہم اس کی بیٹی کے پاس گئے اور اس سے پوچھا تمہارا باپ کیا عمل کرتا تھا ہم نے ان کو قبر میں نماز پڑھتا ہوا دیکھا ہے۔ اس نے کہا وہ پچاس سال تک ساری رات نماز پڑھتے رہے اور جب سحری کا وقت ہوتا تو وہ یہ دعا مانگا کرتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ اَعْطَیْتَ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ اَنْ یُّصَلِّیْ لَكَ فِیْ قَبْرِہٖ فَاَعْطِنِیْ ذَالِكَ ○

ترجمہ: اے اللہ اگر تو نے کسی کو یہ مرتبہ عطا کیا ہے کہ وہ اپنی قبر میں تیرے لئے نماز پڑھے تو یہ مرتبہ مجھے بھی عطا فرما۔ (حلیۃ الاولیاء، ج ۲، ص ۳۱۹)

زندہ ہو جاتے ہیں جو مرتے ہیں حق کے نام پر
اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا

دلیل چہارم:

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ ○

ترجمہ: اور دور نہ کر انہیں جو اپنے رب کو پکارتے ہیں صبح اور شام اس کی رضا

(وجہ) چاہتے ہیں۔

ایک اور جگہ فرمایا:

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ○

ترجمہ: اور اپنی جان ان سے مانوس رکھو جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور اس رضا (وجہ) چاہتے ہیں۔

ان دونوں آیات سے معلوم ہوا کہ خدا کے مقبول اور صالح بندے اولیاء کرام خدا کا وجہ چاہتے ہیں جب وہ خدا سے اس کا وجہ چاہتے ہیں تو خدا بھی ان کی مطلوبہ چیز ان کو عطا فرما دیتا ہے کیونکہ اس نے ان سے وعدہ کیا ہے۔ لِاَنْ سَاَلَنِیْ لَاُعْطِیْنِیْهِ○ اگر وہ مجھ سے کچھ مانگیں تو میں ان کو ضرور عطا کرتا ہوں۔

جب اولیاء کرام کو خدا کا وجہ مل جاتا ہے تو پھر وہ باقی باللہ ہو جاتے ہیں کیونکہ خدا کے وجہ کو فنا نہیں خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ○ اس کے وجہ کے علاوہ ہر چیز کو فنا ہے۔ ایک اور جگہ فرمایا كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ○ زمین کی ہر چیز فنا ہے اور باقی ہے تیرا رب کا وجہ جب خدا تعالیٰ کے وجہ کو فنا نہیں تو خدا کے جن اولیاء کرام کو خدا کا وجہ مل جاتا ہے وہ وفات کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں۔

صحابی کی موت:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں لشکر اسلام نے قسطنطنیہ پر حملہ کیا اس لشکر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ آپ بیمار ہو گئے اور وہیں وفات پائی۔ آپ رات کے وقت قلعہ کے دامن میں دفن کئے گئے جب ان کو رات کے وقت ان کی قبر میں اتارا گیا تو آپ کی قبر سے ایک نور کا شعلہ بلند ہوا اور اس منظر کو دوسری طرف کفار نے بھی دیکھا جو سرحد کے

قریب تھے۔ صبح ہوئی تو ان کا ایک قاصد آیا اور اس نے پوچھا یہ مرنے والا کون تھا انہوں نے کہا یہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے۔ تو وہ سب کافر جنہوں نے یہ نور کا شعلہ دیکھا دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ (مقام حیات، ص ۵۴۱)

جو گدا دیکھو لئے جاتا ہے توڑا نور کا
نور کی سرکار ہے کیا اس میں توڑا نور کا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم تبوک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موجود تھے کہ آفتاب جیسی چمک اور روشنی کے ساتھ طلوع ہوا کہ پہلے کبھی سورج کی ایسی شعاعیں نہ دیکھی گئی تھیں۔ اتنے میں جبرئیل امین علیہ السلام حاضر ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا وجہ ہے کہ آج آفتاب ایسی چمک اور شعاع کے ساتھ طلوع ہوا ہے کہ پہلے کبھی ایسا نہ دیکھا گیا۔ جبرئیل امین علیہ السلام نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں معاویہ بن معاویہ مزنی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ستر ہزار فرشتے ان کی نماز جنازہ پڑھنے کے لئے بھیجے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اس کو یہ مقام کس وجہ سے ملا ہے۔ جبرئیل امین علیہ السلام نے عرض کی کثرت سے سورہ اخلاص پڑھنے کی وجہ سے وہ چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے ہر وقت قل شریف پڑھتے رہتے تھے۔ جبرئیل امین علیہ السلام نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اس کی نماز جنازہ پڑھنا چاہتے ہیں فرمایا ہاں جبرئیل امین علیہ السلام نے اپنا پَر مارا تو درخت اور ٹیلے جھک گئے پس۔

فَصَلّٰی عَلَیْهِ وَخَلْفَهٗ صَفَّانِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ فِیْ كُلِّ صَفٍّ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ۝ (دلائل النبوت، ج ۵، ص ۲۴۵)

پس آپ نے اس پر نماز جنازہ پڑھی اور آپ کے پیچھے فرشتوں کی دو صفیں تھیں اور ہر صف میں ستر ہزار فرشتے تھے۔

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

ایک صحرا میں گئے ہم نے ایک شتر سوار کو دیکھا جو تیزی سے آ رہا تھا۔ رسول خدا ﷺ نے اس سے پوچھا تو کہاں سے آیا ہے اس نے کہا میں اپنے مال و اولاد اور کنبہ کے پاس سے آیا ہوں۔ آپ نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے عرض کی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضری کے لئے جا رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا تو پہنچ گیا پھر آپ نے اسے اسلام سکھایا جب وہ جانے لگا تو اس کے اونٹ کا پاؤں چوہوں کے سوراخ میں واقع ہو گیا اور وہ سر کے بل اونٹ پر سے گرا اور اسی وقت مر گیا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ دو فرشتے اس کے منہ میں جنتی پھل ڈال رہے ہیں پھر آپ نے اس کو قبر میں اتارا اور آپ دیر تک اس کی قبر میں ٹھہرے رہے پھر آپ باہر نکل کر آئے اور فرمایا کل حور العین اتر کر آئیں اور ہر حور یہ کہتی تھی کہ میری شادی اس سے کر دیں اور میں نے ستر حوریں اس کے نکاح میں دے دیں۔ (خصائص کبریٰ، ج ۲، ص ۲۲۸)

حرام اس پہ ہو جائے نار جہنم
پڑھے صدق دل سے جو کلمہ تمہارا
قیامت میں چھوٹیں گے سستے وہ تاجر
جنہوں نے خریدا ہے سودا تمہارا

نبی کی وفات:

خدا تعالیٰ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں فرماتا ہے۔

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلَىٰ مَوْتِهِ إِلَّا دَابَّةُ الْأَرْضِ تَأْكُلُ مِنسَأَتَهُ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ أَن لَّوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوا فِي الْعَذَابِ الْمُهِينِ○

ترجمہ: پھر ہم نے جب ان پر موت واقع کر دی تو جنات کو ان کی موت پر کسی نے رہنمائی نہ کی سوائے دیمک کے کیڑوں کے کہ وہ دیمک کے کیڑے ان کے عصا کو کھاتے رہے جب اعصا کے دیمک خوردہ ہونے کی وجہ سے سلیمان

علیہ السلام گر گئے تو جنہوں کو معلوم ہوا کہ اگر وہ غیب جانتے تو ذلت کے عذاب میں مبتلا نہ رہتے۔

جب بیت المقدس کی تعمیر مکمل ہو گئی تو حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات قریب آ گئی۔ آپ نے دعا کی کہ مولیٰ مسجد کا رنگ روغن ابھی باقی ہے تب آپ کو حکم ہوا کہ نماز کی نیت باندھ لیں۔ آپ نماز میں کھڑے ہو گئے لاٹھی کی ٹیک لگا لی اسی حال میں روح شریف قبض کر لی گئی اور آپ لاٹھی کے سہارے ایک سال کھڑے رہے۔ جنات کو اس لئے شبہ نہ ہوا کہ آپ پہلے بھی کئی کئی دن تک نماز پڑھتے رہتے تھے۔ اس لئے وہ برابر کام میں لگے رہے۔ ایک سال کے بعد دیمک نے لاٹھی کھالی جس سے لاٹھی گر گئی اور آپ کا جسم زمین پر آ گیا۔ تب جنات بھاگ گئے اس سے پتہ چلا کہ انبیاء کرام کے جسم وفات کے بعد گلنے مٹنے سے محفوظ رہتے ہیں ان کو زمین کی مٹی نہیں کھاتی چنانچہ حدیث میں آیا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ ○ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ نبیوں کے جسموں کو کھائے۔

علامہ ابن کثیر نے البدایہ والنھایہ میں لکھا ہے کہ جب لشکر اسلام نے قلعہ تستر فتح کیا تو ہرمزان کے گھر کے مال و متاع میں ایک تخت پایا جس پر ایک آدمی کی میت رکھی ہوئی تھی اور اس کے سر کے قریب ایک مصحف تھا ہم نے اس مصحف کو اٹھا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف بھیج دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ کو بلایا انہوں نے اس کو عربی میں لکھدیا ابوالعالیہ فرماتے ہیں میں نے اسے قرآن کی طرح پڑھا ابو خالد بن دینار فرماتے ہیں میں نے ابوالعالیہ سے پوچھا اس میں کیا لکھا تھا۔ انہوں نے کہا تمہارے احوال امور اور تمہارے کلام کے لہجے اور آئندہ ہونے والے واقعات میں نے کہا تم نے اس آدمی کا کیا کیا۔ انہوں نے جواب دیا ہم نے دن کے وقت متفرق طور پر تیرہ قبریں کھودیں

جب رات آئی تو ہم نے انہیں دفن کر دیا اور تمام قبروں کو برابر کر دیا تا کہ وہ لوگوں سے پوشیدہ رہیں اور کوئی ان کو قبر سے نہ نکالے میں نے ان سے کہا ان سے لوگوں کی کیا امیدیں وابستہ تھیں انہوں نے کہا جب بارش رک جاتی تو لوگ ان کے تخت کو باہر لے آتے تھے تو بارش ہو جاتی تھی میں نے کہا تمہارا کیا گمان تھا کہ وہ مبارک آدمی کون تھے انہوں نے کہا انہیں دانیال علیہ السلام کہا جاتا تھا۔

(البدایہ والنہایہ، ج ۲،ص ۴۰)

علامہ ابن کثیر نے ایک حدیث نقل کی ہے کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت دانیال علیہ السلام نے اپنے رب سے یہ دعا کی تھی کہ انہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت دفن کرے جب حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے قلعہ تستر فتح کیا تو انہیں ان کے تابوت میں اس حال میں پایا کہ ان کے تمام جسم اور گردن کی رگیں برابر چل رہی تھیں۔

ان دونوں روایت سے پتہ چلا کہ:

(۱) حضرت دانیال علیہ السلام کا جسم سینکڑوں سال گزرنے کے بعد بھی صحیح سالم تھا۔

(۲) انبیاء کرام کا توسل برحق ہے کہ حضرت دانیال علیہ السلام کے توسل سے بارش ہوتی تھی۔

(۳) . اللہ کا نبی وفات کے بعد زندہ ہوتا ہے کہ حضرت دانیال علیہ السلام کی رگیں برابر چل رہی تھیں چنانچہ حدیث میں ہے کہ:

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَلْاَنْبِيَاءُ اَحْيَاءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ ○ (مجمع الزوائد، ج ۸،ص ۲۱۱)

اعتراض:

اگر انبیاء علیہم السلام کی زندگی حقیقی اور جسمانی ہو تو اس کے لوازمات کا

پایا جانا بھی ضروری ہے قاعدہ ہے کہ اِذَا ثَبَتَ الشَّئُیُ ثَبَتَ بِجَمِیْعِ لَوَازِمِہٖ لیکن یہ حقیقت ناقابل انکار ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے لئے جسمانی غذا پانی اور سانس لینا ثابت نہیں اور نہ ہی ان کے بدن میں کوئی حرکت ہوتی ہے ایسی صورت میں حقیقی اور جسمانی حیات کیسے تسلیم کی جائے۔

الجواب:

ہم یہ مانتے ہیں کہ اللہ کے نبی عالم برزخ میں حیات حقیقی جسمانی کے ساتھ زندہ ہیں اور حیات حقیقی جسمانی کے لوازمات ہر عالم میں یکساں نہیں ہوا کرتے عالم کے بدلنے سے لوازمات کی نوعیت بدل جاتی ہے۔ دیکھئے بچہ پیدا ہونے سے پہلے ماں کے پیٹ میں جسمانی حقیقی حیات کے ساتھ زندہ ہوتا ہے اور پیدا ہونے کے بعد بھی وہ زندہ ہوتا ہے لیکن دونوں حالتوں میں لوازمات حیات یکساں نہیں حالانکہ حیات ہر حال میں یکساں ہے اسی طرح اللہ کے نبی دنیا اور برزخ دونوں میں زندہ ہیں لیکن لوازمات حیات یکساں نہیں اللہ کے نبی اور شہید رزق دیئے جاتے ہیں اور وہ کھاتے پیتے ہیں اور فرحت اور سرور پاتے ہیں۔ تمام لوازمات حیات حقیقی انہیں حاصل ہیں لیکن ان کی نوعیت اس طرح بدلی ہوئی ہے جس طرح پیدا ہونے والے کے بچے کے لوازمات حیات کی نوعیت ماں کے پیٹ اور پیدائش کے بعد اس عالم میں بدلی ہوئی ہے۔

اس سے بھی زیادہ روشن مثال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وجود گرامی ہے وہ آسمانوں میں اب تک زندہ ہیں اور جسمانی حقیقی حیات کے ساتھ زندہ ہیں جیسے کہ دنیا میں زندہ تھے لیکن آسمان پر وہ لوازمات حیات مفقود ہیں جو اس عالم میں حاصل تھے مثلاً غذا پانی اور سانس لینا اور جب وہ قریب قیامت پھر اس عالم میں آجائیں گے تو ان کی زندگی کے لوازمات پھر وہی ہو جائیں گے۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس عالم دنیا کے لوازمات کے بغیر آسمان پر حقیقی جسمانی حیات

حاصل ہے تو نبیوں اور شہیدوں کو بھی عالم برزخ میں دنیاوی لوازمات کے بغیر جسمانی حقیقی حیات حاصل ہو سکتی ہے۔

امام الانبیاء ﷺ کی وفات:

حضور نبی کریم ﷺ کی وفات سے تین دن پہلے جبرئیل امین علیہ السلام آپ کے پاس تیمارداری کے لئے حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ، اللہ تعالیٰ نے مجھے خاص طور پر آپ ہی کے لئے بھیجا ہے اور اللہ تعالیٰ آپ سے پوچھتا ہے کہ آپ کا کیا حال ہے اور آپ اپنے آپ کو کیسا پاتے ہیں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنے آپ کو مغموم اور مکروب پاتا ہوں، دوسرا دن ہوا تو جبرئیل امین علیہ السلام نے پھر یہی آ کر عرض کی آپ نے پھر وہی جواب دیا جب تیسرا دن ہوا تو جبرئیل امین علیہ السلام ملک الموت کو لے کر آپ کے درِ دولت پر حاضر ہوئے اور ان دونوں کے ساتھ وہ فرشتہ بھی تھا جو ہوا میں معلق رہتا ہے جو نہ کبھی زمین پر اترا اور نہ کبھی آسمان پر چڑھا ہے اس فرشتے کا نام اسماعیل ہے اور وہ ستر ہزار فرشتوں پر حکمران ہے اور ان ستر ہزار میں سے ہر فرشتہ ستر ہزار فرشتوں پر حاکم ہے ان سب فرشتوں سے پہلے جبرئیل امین علیہ السلام نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپ اپنے آپ کو کس طرح پاتے ہیں آپ نے فرمایا میں اپنے آپ کو مغموم اور مکروب پاتا ہوں پھر ملک الموت نے دروازے پر آ کر اجازت طلب کی، جبرئیل امین علیہ السلام نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ ملک الموت آپ کے پاس آنے کی اجازت مانگتے ہیں۔ انہوں نے آپ سے پہلے کبھی کسی سے اجازت طلب نہیں کی اور نہ آپ کے بعد کسی سے اجازت طلب کریں گے۔ آپ نے جبرئیل امین علیہ السلام سے فرمایا ان کو اندر آنے کی اجازت دے دو، ملک الموت مکان میں داخل ہوئے اور رسول اکرم ﷺ کے

سامنے کھڑے ہو گئے اور عرض کی کہ خدا تعالیٰ نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے اور حکم فرمایا ہے کہ میں آپ کی اطاعت کروں، اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ کی روح قبض کروں، اور اگر آپ اجازت نہ دیں تو میں روح قبض نہ کروں۔ آپ نے ملک الموت سے فرمایا کیا تم یہ کرسکو گے اس نے عرض کی ہاں مجھے یہی حکم ہوا ہے۔ حضور ﷺ نے جبرئیل امین علیہ السلام کی طرف دیکھا تو جبرئیل امین علیہ السلام نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ اِنَّ اللّٰهَ قَدِ اشْتَاقَ اِلٰى لِقَائِكَ بے شک اللہ تعالیٰ آپ کی ملاقات کا مشتاق ہے آپ نے فرمایا اے ملک الموت تجھے جس بات کا حکم ہوا ہے اس کو پورا کرو، جبرئیل امین علیہ السلام نے عرض کی السلام علیک یارسول اللہ زمین پر میرا یہ آخری پھیرا ہے، شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ جبرئیل امین علیہ السلام نے عرض کی بودی حاجت من از دنیا وبرائے تو می آمدم بدنیا یعنی میرے دنیا میں آنے کا مقصود اور مطلوب آپ تھے میں آپ ہی کے لئے دنیا میں آتا تھا۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے وفات پائی اور اہل بیت کے پاس ایک آنے والا آیا جس کی آواز سنائی دیتی تھی لیکن جسم نظر نہ آتا تھا اس نے آکر کہا السلام علیکم یا اہل البیت ورحمۃ اللہ وبرکاتہ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ○ ہر نفس کے لئے موت ہے اور قیامت کے دن تمہیں پورا پورا اجر ملے گا اور ہر مصیبت سے صبر ہے آپ اللہ کے ساتھ بھروسہ رکھیں اور اللہ ہی سے امید رکھیں، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا جانتے ہو کہ یہ کون ہیں یہ خضر علیہ السلام ہیں۔ (طبرانی کبیر، ج ۳، ص ۱۲۹)

حضرت جبرئیل امین علیہ السلام نے جو یہ فرمایا کہ میرا یہ دنیا میں آخری پھیرا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یارسول اللہ ﷺ چونکہ آپ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔ لہٰذا میں کسی نئی شریعت کے احکام لے کر نازل نہیں ہوں گا۔ اگر یہ مطلب لیا جائے کہ حضور ﷺ کے بعد جبرئیل امین علیہ السلام زمین پر نازل نہیں ہوئے

تو قرآن کی تکذیب لازم آتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ تَنَزَّلُ الْمَلٰئِكَةُ وَالرُّوْحُ ○ شب قدر میں فرشتے اور روح الامین نازل ہوتے ہیں، جبرئیل امین لیلۃ القدر میں بعض خوش نصیب لوگوں سے مصافحہ بھی کرتے ہیں۔ اور اس کی نشانی یہ ہے کہ جس کے ساتھ وہ مصافحہ کرتے ہیں اس پر رقت طاری ہو جاتی ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت حسن بن صالح فرماتے ہیں کہ میرے بھائی نے جس رات وفات پائی، اس رات اس نے مجھ سے پانی مانگا میں اس وقت نماز پڑھ رہا تھا اختتام نماز پر میں نے اسے پانی کا پیالہ پیش کیا تو اس نے کہا میں نے ابھی پیا ہے میں نے کہا تجھے پانی کس نے دیا حالانکہ اس کمرے میں میرے اور تیرے سوا کوئی تیسرا آدمی نہیں۔ اس نے کہا کہ ابھی میرے پاس جبرئیل امین علیہ السلام آئے اور انہوں نے مجھے پانی پلایا۔

وَقَالَ بِیْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ وَاُمُّكَ مَعَ الَّذِیْنِ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِیْنَ ○ (شرح الصدور، ص۳۳)

ترجمہ: اور مجھ سے کہا تو تیرا بھائی اور تیری والدہ ان لوگوں میں سے ہیں جن پر اللہ نے انعام کیا یعنی نبیوں صدیقوں شہیدوں اور نیکوں میں سے بعد ازاں میرے بھائی نے وفات پائی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ملک الموت آپ کے پاس مرضِ وفات میں اس حال میں آئے کہ آپ کا سر مبارک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آغوش میں تھا۔ ملک الموت نے اذن چاہا اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ تم واپس چلے جاؤ، ہم لوگ تمہاری طرف متوجہ نہیں ہو سکتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوالحسن جانتے ہو یہ کون ہے یہ ملک الموت ہے۔ آپ نے فرمایا (اے ملک الموت) رشد کی حالت میں داخل ہو

جاؤ۔ جب ملک الموت داخل ہوئے تو انہوں نے کہا آپ کا رب آپ پر سلام کہتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھ کو یہ خبر پہنچی ہے کہ آپ سے پہلے ملک الموت نے کسی اہل بیت کو سلام نہیں کیا اور نہ آپ کے بعد کسی اہل بیت کو سلام کرے گا۔ (خصائص کبریٰ، ج ۲، ص ۲۷۱۔ مدارج النبوت، ج ۲، ص ۵۵۲)

ایک روایت میں ہے کہ جبرئیل امین علیہ السلام نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ آپ کا رب آپکو السلام علیک ورحمۃ اللہ کہتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کہ اگر آپ چاہیں تو آپ کو شفائے کاملہ دوں اور کفایت کروں اور اگر آپ چاہیں تو آپ کو وفات دوں اور بخشدوں، آپ نے فرمایا میرا رب جو چاہے میرے ساتھ کرے اور ایک روایت میں ہے کہ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ دنیا میں آپ ہمیشہ رہیں اور پھر جنت میں تشریف لے جائیں یا آپ یہ چاہتے ہیں کہ آپ رب کی ملاقات کریں اور پھر جنت میں تشریف لے جائیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں رب العزت کی ملاقات اور پھر جنت کو پسند کرتا ہوں۔ (حلبیہ، ج ۳، ص ۳۹۱)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا دن آیا تو اللہ تعالیٰ نے ملک الموت سے فرمایا کہ زمین پر میرے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا اور بغیر اجازت ان کے ہاں داخل نہ ہونا اور بے اجازت ان کی روح قبض نہ کرنا۔ پس ملک الموت ایک اعرابی کی صورت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر آیا اور کہا السلام علیک اہل بیت نبوت و معدن الرسالت ومختلف الملائکہ مجھے اجازت دو کہ میں تم پر خداوند تعالیٰ کی رحمت لاؤں اس وقت حضرت فاطمۃ الزہرا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سرہانے تشریف فرماتھیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ پیغمبر علیہ السلام کی طبیعت ناساز ہے لہٰذا اس وقت ملاقات نہیں ہوسکتی، ملک الموت نے دوبارہ اجازت طلب کی وہی جواب سنا، تیسری مرتبہ اجازت طلب کی اور اس مرتبہ بلند آواز سے اجازت طلب کی اس آواز سے گھر کا ہر فرد لرزہ براندام ہوگیا

اس اثناء میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ذرا ہوش آیا اور آپ نے اپنی آنکھیں کھولیں اور دریافت فرمایا کہ یہ کیا ہو رہا ہے، ساری صورتِ حال آپ کے سامنے پیش کی گئی، آپ نے فرمایا اے فاطمہ جانتی ہو یہ کون ہے یہ لذت اور شہوات کو قطع کرنے والا، جماعتوں کو جدا کرنے والا ہے عورتوں کو بیوہ کرنے والا اور بچوں کو یتیم کرنے والا ملک الموت ہے۔ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے یہ سنا تو گریہ وزاری شروع کر دی۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیٹی روؤ نہیں تمہارے رونے سے عرش الٰہی کے اٹھانے والے فرشتے بھی رو رہے ہیں۔ پھر اپنے ہاتھوں سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اشک شوئی فرمائی اور آپ کو بشارت دی کہ میرے اہل بیت میں سے سب سے پہلے تو مجھے آ کر ملے گی اور تو جنتی عورتوں کی سردار ہے۔ پھر فرمایا کہ اے فاطمہ اپنے فرزندوں کو لاؤ آپ نے حسنین کریمین کو آپ کی بارگاہ میں پیش فرمایا۔ انہوں نے جب اپنے نانا جان کو شدید درد و کرب میں مبتلا دیکھا تو رونا شروع کر دیا اور ان کے رونے سے گھر کا ہر فرد رونے لگا۔

(مدارج النبوت، ج۲، ص۵۵۴)

جد محبوب پیارے وچھڑن کون رووے مڑ تھوڑا
سب روگاں دا روگ محمد جس دا نام وچھوڑا
پناہ خدا دی قسم خدا دی بُرے نہیں وقت جدائیاں
اگلے لوگ جدائیاں کولوں دیندے گئے نیں دہائیاں

ایک روایت میں ہے کہ جب ملک الموت اعرابی کی شکل میں آیا تو اس نے اندر آنے کی اجازت طلب کی پس اسے اجازت دی گئی اس نے عرض کی السلام علیک ایہا النبی خدا تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور مجھے اس نے حکم دیا ہے کہ میں آپ کی اجازت سے آپ کی روح قبض کروں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ملک الموت جب تک میرے پاس میرے بھائی جبرئیل امین علیہ السلام نہ آئیں اس

وقت تک میری روح کو قبض نہ کرنا اسی وقت جبرئیل امین علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے۔ آپ نے فرمایا اے جبرئیل ایسے وقت میں مجھے تنہا چھوڑتے ہو۔ جبرئیل امین علیہ السلام نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کے لئے بشارت لایا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے مالک جہنم سے فرمایا کہ آج آتش دوزخ کو سرد کر دو کہ میرے محبوب کی روح مقدسہ آسمان پر آرہی ہے، حوروں کو حکم دیا گیا کہ وہ خوب آراستہ پیراستہ ہو جائیں فرشتوں کو حکم ہوا کہ صف بستہ کھڑے ہو جائیں کہ روح محمد صلی اللہ علیہ وسلم آرہی ہے اور مجھے خدا نے حکم دیا کہ زمین پر جاؤ اور میرے محبوب سے کہو کہ جنت تمام نبیوں اور امتوں پر حرام ہے جب تک آپ اور آپ کی امت اس میں داخل نہ ہوں اور قیامت کے دن آپ کی امت کے بارے میں خدا آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ملک الموت جس بات کا تمہیں حکم ہوا ہے اس کی تعمیل کرو پس ملک الموت نے آپ کی روح کو قبض کیا اور اعلیٰ علیین میں لے گئے اور یہ کہتے ہوئے گئے کہ یا محمداہ یارسول رب العالمین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آسمان سے فرشتے کی آواز سنتا تھا جو کہتا تھا وامحمداہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آپ کی روح مقدسہ قبض ہوئی تو میں نے ایک ایسی خوشبو محسوس کی کہ اس سے بہتر خوشبو مجھے کبھی محسوس نہیں ہوئی۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ قبض روح کے بعد میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے پر ہاتھ رکھا تو کئی جمعوں تک میرے ہاتھ سے کستوری کی خوشبو آتی رہی حالانکہ میں نے اپنے ہاتھوں کو کئی بار دھویا اور ان کے ساتھ کھانا بھی تناول فرمایا۔ (مدارج النبوت، ج ۲، ص ۵۵۵۔ معارج النبوت رکن چہارم، ص ۲۳۵)

❁❁❁

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

مسلک ائمہ اربعہ

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

يَرۡفَعُ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡكُمۡ وَالَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ دَرَجٰتٍ○

ترجمہ: اللہ تم میں سے ایمان والوں اور اہل علم کو درجوں بلند فرماتا ہے۔

ائمہ اربعہ میں امام اعظم ابوحنیفہ، نعمان بن ثابت، امام مالک بن انس، امام محمد بن ادریس شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم شامل ہیں۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ:

تعارف: بعض اہل مناقب نے لکھا ہے کہ جب آپ نے اپنی زندگی کا آخری حج کیا تو خدام کعبہ کو آدھا مال دے کر اس بات پر راضی کر لیا کہ وہ آپ کو اندرون کعبہ نماز پڑھنے کی اجازت دیں۔ آپ نے وہاں نصف قرآن ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر پڑھا پھر دوسرا نصف دوسرے پاؤں پر اور عرض کی یا اللہ میں نے تجھے پہچانا نہیں جیسے کہ پہچاننے کا حق ہے لیکن مجھ سے عبادت کا حق ادا نہ ہوا۔ الٰہی میری مغفرت فرما دے گوشہ بیت اللہ سے آواز آئی تو نے مجھے خوب پہچانا اور خالص عبادت کی میں نے تجھے بخش دیا اور ہر اس شخص کو بخش دیا جو قیامت تک تیرے مذہب پر ہوگا۔ (الخیرات الحسان، ص ۸۴)

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت حسن بن صالح فرماتے ہیں کہ میرے بھائی نے جس رات وفات پائی اس رات اس نے مجھ سے پانی مانگا میں اس وقت نماز پڑھ رہا تھا۔ اختتام نماز پر میں نے اس کو پانی کا پیالہ پیش کیا اس نے کہا میں نے ابھی پیا ہے میں نے کہا تجھے پانی کس نے دیا ہے

حالانکہ اس کمرے میں میرے اور تیرے سوا تیسرا کوئی نہیں اس نے کہا میرے پاس جبرئیل امین علیہ السلام آئے اور انہوں نے مجھے پانی پلایا ہے اور مجھ سے کہا۔

اَنْتَ وَاَخُوْكَ وَاُمُّكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ○

تو تیرا بھائی تیری والدہ ان لوگوں میں سے ہیں جن پر اللہ نے انعام کیا یعنی نبیوں صدیقوں شہیدوں اور نیک لوگوں کے ساتھ بعد ازاں میرے بھائی نے وفات پائی۔ (شرح الصدور، ص ۳۲)

ایک اور روایت میں ہے کہ ابو نعیم فرماتے ہیں کہ میں حسن بن صالح کے پاس ان کے بھائی کے مرنے کے دن گیا وہ کچھ لے کر کھا رہے تھے اور ہنس رہے تھے۔ میں نے ان سے کہا آج صبح تم نے اپنے بھائی کو دفن کیا ہے اور اب شام کو تم ہنس رہے ہو۔ انہوں نے کہا میرے بھائی پر کوئی زحمت نہیں ہے میں نے کہا وہ کیسے انہوں نے کہا میں وفات کے وقت اپنے بھائی کے پاس گیا ان سے پوچھا تم کیسے ہو انہوں نے کہا میں ان افراد میں سے ہوں جن پر اللہ نے انعام کیا اور وہ انبیاء صدیقین شہداء اور صالحین ہیں اور یہ اچھے رفیق ہیں میں نے خیال کیا کہ وہ آیت مبارکہ کی تلاوت کر رہے ہیں میں نے ان سے کہا کیا تم آیت کی تلاوت کر رہے ہو یا تمہیں کچھ نظر آ رہا ہے۔ انہوں نے کہا کیا تم ان کو نہیں دیکھ رہے میں نے کہا میں نہیں دیکھ رہا۔ انہوں نے کہا اچھا پھر انہوں نے اپنا ہاتھ اُٹھایا اور کہا یہ اللہ کے نبی ہیں۔ آپ مسکرا رہے ہیں اور مجھ کو جنت کی مبارکباد دے رہے ہیں اور یہ فرشتے ہیں جو آپ کے ساتھ ہیں اور ان کے ہاتھوں میں سندس اور استبرق کے جوڑے ہیں اور یہ حور عین ہیں جو بناؤ سنگھار کئے ہوئے ہیں اور میرا انتظار کر رہی ہیں کہ میں کب ان کے پاس جاؤں یہ کہہ کر وہ

رحلت کر گئے اب جبکہ میرا بھائی اللہ کی نعمتوں میں ہے تو پھر میں غمگین کیوں ہوں۔

ابو نعیم نے کہا چند روز کے بعد میں حسن بن صالح کے پاس گیا انہوں نے مجھے دیکھ کر کہا کل میں نے اپنے بھائی کو خواب میں دیکھا وہ سبز کپڑے پہنے ہوئے تھے میں نے ان سے کہا کیا تم مرے نہیں انہوں نے کہا میں مرا ہوا ہوں میں نے کہا پھر یہ لباس کیسا انہوں نے کہا یہ سندس اور استبرق ہے اور اسی طرح کا لباس میرے پاس تمہارے واسطے موجود ہے میں نے ان سے کہا اللہ نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔ انہوں نے کہا خدا نے میری مغفرت فرما دی ہے اور میرا اور ابو حنیفہ کا فرشتوں سے مقابلہ کیا میں نے کہا کیا ابو حنیفہ نعمان بن ثابت انہوں نے کہا ہاں میں نے پوچھا ان کی منزل کہاں ہے انہوں نے کہا ہم اعلیٰ علیین کے جوار میں ہیں یہی وجہ ہے کہ ابو نعیم کہا کرتے تھے کہ امام ابو حنیفہ تو اعلیٰ علیین میں ہیں۔

امام ابو حنیفہ کا مسلک:

آپ نے حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایک قصیدہ لکھا ہے جس کا نام ہے ''قصیدہ نعمانیہ'' اس میں آپ نے یہ شعر لکھا ہے۔

أَنْتَ الَّذِیْ مِنْ نُوْرِكَ الْبَدْرُ اكْتَسٰی
وَالشَّمْسُ مُشْرِقَةٌ بِنُوْرِ بَهَاكَ

شعر میں اس کا ترجمہ یہ ہے۔

آپ ہی کے نور سے روشن ہیں یہ شمس و قمر
آپ ہی سے سارا عالم مطلع انوار ہے

اس شعر سے معلوم ہوا کہ امام اعظم کا مسلک یہ ہے کہ آفتاب اور چاند بلکہ سارا عالم آپ کے نور سے معرض وجود میں آیا ہے۔ اب سنئے کہ آپ کے اس عقیدے کی اصل کیا ہے یہ عقیدہ درج ذیل حدیث سے ثابت ہے۔

حدیث:

حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ میرے باپ آپ پر قربان ہو جائیں مجھے خبر دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء کے پیدا کرنے سے پہلے کس چیز کو پیدا فرمایا آپ نے فرمایا اے جابر بیشک اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کے پیدا کرنے سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا پھر وہ نور قدرت الٰہیہ سے جہاں اللہ نے چاہا سیر کرتا رہا اس وقت نہ جنت نہ لوح نہ قلم نہ دوزخ نہ فرشتہ نہ آسمان نہ زمین نہ سورج نہ چاند نہ جن نہ انس کچھ بھی نہ تھا پھر جب اللہ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے کئے پہلے حصہ سے قلم دوسرے سے لوح اور تیسرے سے عرش پیدا کیا اور چوتھے حصے کے پھر چار حصے کر دیئے۔ پہلے حصے سے حاملین عرش دوسرے سے کرسی تیسرے حصے سے باقی فرشتے پیدا کئے چوتھے حصے کے پھر چار حصے کر دیئے۔ پہلے حصے سے ساتوں آسمان دوسرے حصے سے ساتوں زمینیں تیسرے حصے سے جنت و دوزخ پیدا کر دیئے چوتھے حصے کے چار حصے کر دیئے۔ پہلے حصے سے مومنوں کی آنکھوں کا نور دوسرے حصے سے ان کے دلوں کا نور جس سے وہ اللہ کی معرفت حاصل کرتے ہیں تیسرے سے ان کے انس و محبت کا نور اور وہ توحید ہے۔ (زرقانی، ج ا، ص ۴۶)

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا عقیدہ تھا کہ ہمارے نبی کریم ﷺ تمام اشیاء کی پیدائش سے پہلے پیدا ہونے والی چیز کا علم جانتے ہیں اور یہ علم غیب ہے نتیجہ یہ نکلا کہ صحابی رسول کا عقیدہ ہے کہ ہمارے رسول کریم ﷺ خدا کی عطا سے علم غیب جانتے ہیں اور یہی ہمارا عقیدہ معلوم ہوا کہ ہمارا عقیدہ خود ساختہ نہیں بلکہ

ہمارا عقیدہ وہی ہے جو صحابی کا عقیدہ ہے۔

معلوم ہوا کہ عرش و کرسی لوح و قلم شمس و قمر زمین آسمان فرشتے جنت و دوزخ سب مخلوق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے پیدا ہوئی ہے اور یہی امام اعظم کا عقیدہ ہے۔

اسلام ہے نور محمد وہ خدا کے نور سے
اس نور سے مخلوق سب پایا یہ نکتہ دور سے

قصیدہ نعمانیہ میں ایک شعر یہ بھی ہے۔

يَا اَكْرَمَ الثَّقَلَيْنِ يَا كَنْزَ الْوَرٰى
جُدْلِي بِجُوْدِكَ وَارْضِنِي بِرِضَاكَ

اے جن و انس سے زیادہ عزت والے اے زمانے کے خزانے
مجھے اپنی سخاوت سے کچھ عطا کیجئے اور مجھے راضی کر دیجئے

اس شعر سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یا سے خطاب کرنا یعنی یا محمد یارسول اللہ یا نبی اللہ کہہ کر پکارنا جائز ہے شرک نہیں ہے اور اگر اس عقیدے کی اصل معلوم کرنی ہو تو درج ذیل احادیث پر غور کریں۔

حدیث نمبر ۱:

محدث ابن جوزی نے لکھا ہے کہ:

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پھر میرے سامنے ایک پرندہ ظاہر ہوا اور ایک نرم و نازک نوجوان کی صورت اختیار کر لی (اور وہ جبرئیل امین علیہ السلام تھے) اور ان کے ہاتھ میں ایک پیالہ تھا جس میں دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ شیریں اور مشک سے زیادہ خوشبودار شربت تھا۔ اس نے مجھے وہ پیالہ دے کر کہا اسے پی لو میں نے اسے پی لیا پھر اس نے مجھ سے کہا سیر ہو کر پیو میں نے خوب سیر ہو کر پیا پھر اس نے کہا اور پیو میں نے اور پیا پھر اس نے اپنا ہاتھ مبارک نکال

کر میرے شکم پر پھیرا اور عرض کیا یا سید المرسلین ظہور فرمایئے یا خاتم النبیین تشریف لایئے یا رحمۃ اللعالمین قدم رنجہ فرمایئے یا نبی اللہ رونق افروز ہو جایئے یا رسول اللہ تشریف لایئے یا خیر الخلق جہاں کو منور فرمایئے پھر حضور اکرم ﷺ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتے ہوئے جہاں میں رونق افروز ہوئے اس وقت جبرئیل امین علیہ السلام نے عرض کی۔

الصلوٰۃ والسلام علیك یارسول اللہ (المیلاد النبوی، ص۳۴)

معلوم ہوا کہ جبرئیل امین علیہ السلام جو کہ نوری فرشتوں کے سردار ہیں۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو الصلوٰۃ والسلام علیك یارسول اللہ کہا اگر یہ جملہ شرکیہ ہوتا تو جبرئیل امین علیہ السلام کبھی بھی آپ کی شان میں یہ جملہ استعمال نہ کرتے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ حضور ﷺ کو الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ کہنا نوریوں کا طریقہ ہے ناریوں کا نہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی دعوت کا انتظام فرمایا اور ایک بکری ذبح فرمائی ان کے دونوں چھوٹے لڑکوں نے بکری کو ذبح ہوتے دیکھا پھر ایک مکان کی چھت پر ایک نے دوسرے کو ذبح کر دیا ماں ذبح کرنے والے کے پیچھے دوڑی وہ بھی چھت سے گر کر فوت ہو گیا جب کھانا پک کر حضور ﷺ کے سامنے پیش ہوا تو جبرئیل امین علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے بچوں کی داستان حضور ﷺ کے سامنے بیان کر دی اور کہا جب تک جابر کے دونوں بیٹے نہ آ جائیں کھانا تناول نہ فرمائیں۔ حضور ﷺ کو سخت صدمہ ہوا آپ نے جابر سے فرمایا اپنے دونوں بیٹوں کو بلاؤ تا کہ وہ ہمارے ساتھ بیٹھ کر کھانا تناول کریں۔ اس رزق میں ان کا بھی حصہ ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ یہ سن کر تذبذب میں پڑ گئے انہوں نے جھوٹ سے احتراز کرتے ہوئے دونوں لاشوں کا ٹوکرہ آپ کے سامنے لا رکھا

آپ نے بچوں کی مسخ شدہ لاشیں دیکھیں تو رونے لگے آپ نے اپنی چادر ان دونوں پر ڈالدی اور آسمان کی جانب ہاتھ اُٹھا کر عرض کی اے کائنات کو عدم سے وجود میں لانے والے تیرے لطف اور کرم سے بھیک مانگتا ہوں کہ جابر کے مردہ بچوں کو زندگی عطا کر۔ حضور ﷺ نے دعا مانگی اور صحابہ نے آمین کہی ادھر دعا سے فارغ ہو کر حضور ﷺ نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے دونوں کو زندہ کر دیا صحابہ کی زبان سے بے ساختہ نکلا۔

الصلوٰۃ والسلام علیك یارسول اللہ○ (جامع المعجزات، ص۲۵۵)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ:

حضور ﷺ کی بارگاہ میں الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ ﷺ کے الفاظ استعمال کرنا یہ صحابہ کرام کا طریقہ تھا ہم بھی آپ کو الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ کہتے ہیں کیونکہ ہمارا عقیدہ وہی ہے جو صحابہ کرام کا عقیدہ تھا۔

تصور باندھ کر دل میں تمہارا یارسول اللہ
خدا کا کر لیا گویا نظارا یارسول اللہ

دیوبندی مولوی ڈاکٹر خالد محمود مقیم مانچسٹر انگلستان نے اپنی کتاب مقام حیات میں لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا طریقہ یہ تھا کہ حضور ﷺ کی قبر انور پر آ کر یوں پڑھتے۔

الصلوٰۃ والسلام علیك یارسول اللہ○ (مقام حیات، ص۶۱۱)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بذریعہ وحی اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اے موسیٰ علیہ السلام کیا تیری یہ خواہش ہے کہ میں تیری زبان پر تمہارے کلام سے تمہارے دل میں خیالات سے تمہارے بدن میں تمہاری روح سے تمہاری آنکھوں میں نور بصارت سے تمہارے کانوں میں قوت سماع سے زیادہ قریب ہو جاؤں۔ تو اس کے لئے

کثرت سے درود یوں پڑھا کرو۔

الصلوٰۃ والسلام علیك یارسول الله○ (مکاشفۃ القلوب، ص ۳۶)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ:

الصلوٰۃ والسلام علیك یارسول الله پڑھنا حضرت کلیم اللہ کی سنت ہے اور ہم بھی اسی طرح پڑھتے ہیں لہٰذا ہم خدا کے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سنت پر عمل کرتے ہیں۔

حضرت ابن ابی فدیک سے مروی ہے مجھے جن حضرات سے شرف ملاقات ہوا ان میں سے بعض کو یہ فرماتے سنا کہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار اقدس پر حاضری دے اور یہ آیہ کریمہ تلاوت کرے۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا○

پھر ستر مرتبہ کہے۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَامُحَمَّدُ○

تو اس کو فرشتہ پکار کر کہے گا اے فلاں تجھ پر بھی اللہ کی رحمت ہو اور اس کی جملہ حاجات پوری کر دی جاتی ہیں۔ (شواہد الحق، ص ۱۴۱)

یا محمد کہہ کے اٹھتا ہے وہ اپنے کام سے
ہائے کیا تسکین اسے ملتی ہے تیرے نام سے

معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یا خطاب سے پکارنا جائز ہے اور یہ عقیدہ موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کا ہے صحابہ کرام کا ہے بلکہ نوریوں کے سردار جبرئیل امین علیہ السلام کا عقیدہ ہے۔ الحمد للہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ کے صحابہ کرام اور جبرئیل امین علیہ السلام کی سنت پر عمل کرتے ہیں۔

خدا کا بحرِ رحمت اس قدر کیوں جوش پہ آیا
کسی بیکس نے جب تم کو پکارا یا رسول اللہ

امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ:

تعارف: حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

مَابِتُّ لَيْلَةً اِلَّا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ ○

میں رات کو جب بھی سویا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔

(حلیۃ الاولیاء، ج٦ ص٣١٧)

ایک بزرگ فرماتے ہیں میں نے خواب دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں کھڑے ہیں اور آپ کے سامنے کستوری کا ڈھیر لگا ہوا ہے لوگ آپ کے گرد جمع ہیں اور امام مالک آپ کے سامنے ہیں آپ کستوری کے ڈھیر سے ایک مٹھی بھر کر امام مالک کو دیتے جاتے ہیں اور امام مالک آگے لوگوں میں تقسیم کرتے جا رہے ہیں۔ حضرت مطرف فرماتے ہیں میں نے اس خواب کی تعبیر یہ نکالی کہ کستوری سے مراد علم ہے جو امام مالک لوگوں میں تقسیم کر رہے ہیں۔

(حلیۃ الاولیاء، ج٦ ص٣١٧)

مسلک امام مالک رحمۃ اللہ علیہ:

امیر المومنین ابو جعفر منصور نے جو خلفائے عباسیہ سے دوسرے خلیفہ ہے۔ امام مالک کے ساتھ مسجد نبوی میں کسی مسئلے میں مباحثہ کیا جس میں ان کی آواز کچھ بلند ہوگئی اس پر امام مالک نے کہا اے امیر المومنین اس مسجد میں آواز بلند نہ کیجئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کی اس آیت میں تادیب کی ہے۔ خدا فرماتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ ○

ترجمہ: اے ایمان والو اپنی آواز نبی کی آواز سے بلند نہ کرو۔

اور تعریف کی ہے ان لوگوں کو جو حضور ﷺ کے پاس آواز پست کرتے ہیں ارشاد ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰی لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ ○

ترجمہ: جو لوگ دبی آواز سے بولا کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس وہی لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جانچ لیا ہے ان کے دلوں کو پرہیز گاری کے لئے ان کے لئے مغفرت اور اجر عظیم ہے۔

اور مذمت کی ہے اس قوم کی جو حجرہ کے باہر سے حضور ﷺ کو پکارتے ہیں چنانچہ ارشاد خداوندی ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰی تَخْرُجَ اِلَیْهِمْ لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْ ○

ترجمہ: اور جو لوگ آپ کے حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں وہ اکثر بیوقوف ہیں اور اگر وہ لوگ صبر کرتے یہاں تک کہ ان کی طرف خود نکلتے تو ان کے حق میں بہتر تھا۔

اور حضور ﷺ کی حرمت وصال کے بعد بھی وہی ہے جو قبل وصال کے تھی امیر المومنین یہ سنتے ہی متادب اور متذلل ہو گئے پھر انہوں نے امام سے پوچھا میں قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر دعا کروں یا رسول اللہ ﷺ کی طرف متوجہ ہو کر آپ نے فرمایا کہ رسول اکرم ﷺ کی طرف سے کیوں منہ پھیرتے ہو وہ تو وسیلہ ہیں قیامت کے روز تیرا اور تیرے باپ حضرت آدم علیہ السلام کا آپ نبی کریم ﷺ کی طرف متوجہ ہو کر دعا کریں اور شفاعت طلب کریں اللہ حضور ﷺ کی شفاعت قبول فرمائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآؤُكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَلَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا○

اور اگر یہ لوگ جب انہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا تھا تو تیرے پاس آجاتے پھر اللہ سے معافی مانگتے اور رسول ان کے واسطے معافی چاہتے تو ضرور اللہ کو توبہ قبول کرنے والا رحم فرمانے والا پاتے۔

(جوہر منظّم، ص ۶۰، ۴۶۔ الشفاء، ج ۲، ص ۳۲)

اس واقعہ سے پتہ چلا کہ:

امام مالک کا عقیدہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ برحق ہے قیامت کے دن آپ کے وسیلے سے ہماری نجات ہوگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس کے دلائل بکثرت موجود ہیں بلکہ خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وسیلے سے دعا مانگی ہے مثلاً:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسد کا انتقال ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا کر اس کے سرہانے بیٹھ گئے اور فرمانے لگے اے فاطمہ بنت اسد آپ میرے لئے میری والدہ کے بعد والدہ کے قائم مقام تھیں پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا قمیص مبارک اتار کر کفن کے ساتھ اس کو پہنا دیا پھر آپ نے اسامہ، ابو ایوب انصاری، عمر بن خطاب اور غلام اسود کو بلا کر قبر کھودنے کے لئے ارشاد فرمایا۔ ان حضرات نے قبر کھودی جب لحد بنانے لگے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے لحد تراش کر اس کی مٹی باہر نکالی جب قبر تیار ہوگئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں اتر کر لیٹ گئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے خود زندہ ہے اس پر موت نہیں آتی اے اللہ فاطمہ بنت اسد کی مغفرت فرما دے اس کا صحیح جواب حضرت سہل بن عبداللہ تستری

فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ اہل بغداد کی نظروں سے عرصہ تک غائب رہے لوگوں نے آپ کو تلاش کیا۔ معلوم ہوا کہ آپ کو دجلہ کی طرف جاتے ہوئے دیکھا گیا تھا لوگ آپ کو تلاش کرتے ہوئے دجلہ کی طرف گئے ہم نے دیکھا کہ آپ پانی پر چلتے ہوئے ہماری طرف آ رہے ہیں اور کثرت سے مچھلیاں آپ کو سلام کرتی ہیں اور آپ کے ہاتھ کو چومتی ہیں۔ اس وقت نماز ظہر کا وقت ہو گیا ہم نے ایک بھاری جائے نماز دیکھا وہ تخت سلیمانی کی طرح ہوا میں معلق ہو کر بچھ گیا یہ جائے نماز سبز رنگ کا تھا اور سونے چاندی سے مرصع تھا۔ اس کے اوپر دو سطریں لکھی تھیں پہلی سطر میں لکھا تھا۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ○

اور دوسری سطر میں لکھا تھا۔

سَلَامٌ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ○

جب یہ جائے نماز بچھ چکی تو ہم نے دیکھا بہت سے لوگ آئے اور جائے نماز کے برابر کھڑے ہو گئے ان لوگوں کے چہروں سے بہادری اور شجاعت عیاں تھی یہ لوگ سرنگوں تھے ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نماز پڑھانے کے لئے آگے بڑھے اس وقت تمام حاضرین نے آپ کی اقتدا میں نماز ادا کی جب آپ تکبیر کہتے تو حاملین عرش بھی آپ کے ساتھ تکبیر کہتے اور جب آپ تسبیح پڑھتے تو آسمان کے فرشتے آپ کے ساتھ تسبیح پڑھتے تھے جب آپ سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو آپ کے لبوں سے سبز رنگ کا نور نکل کر آسمان کی طرف چلا جاتا جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے یہ دعا مانگی:

اے پروردگار میں تیری بارگاہ میں تیرے حبیب اور بہترین خلائق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ بنا کر دعا مانگتا ہوں کہ تو میرے مریدوں کی اور میرے

مریدوں کے مریدوں کی جو کہ میری طرف منسوب ہوں روح قبض نہ کرنا جب تک وہ توبہ نہ کرلیں۔

سہل بن عبداللہ فرماتے ہیں ہم سنتے تھے کہ فرشتوں کا ایک بہت گروہ آپ کی دعا پر آمین کہتا ہے جب آپ دعا ختم کر چکی تو ہم نے یہ ندا سنی تم خوش ہو جاؤ ہم نے تیری دعا قبول کر لی ہے۔

دعا کیونکر نہ ہو مقبول حضرت کے وسیلے
خدا نے آج تک ٹالا نہیں کہنا محمد کا

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ:

تعارف: حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا انہوں نے مجھے سلام کیا اور مصافحہ کیا اور اپنی انگوٹھی اتار کر مجھے پہنا دی۔ میرے چچا نے اس خواب کی تعبیر یہ بیان کی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا آپ سے مصافحہ کرنا اس طرف اشارہ ہے کہ تم عذاب سے امن میں رہو گے ان کا اپنی انگوٹھی تمہاری انگلی میں پہنانا اس طرف اشارہ ہے کہ مشرق و مغرب میں جہاں تک حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام پہنچا ہے تمہارا نام بھی وہاں تک پہنچے گا۔

(تاریخ بغداد، ج۲،ص۶۰)

حضرت مزنی فرماتے ہیں میں نے خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور آپ سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں دریافت کیا آپ نے فرمایا:

مَنْ اَرَادَ مَحَبَّتِیْ وَ سُنَّتِیْ فَعَلَیْهِ بِمُحَمَّدِ بْنِ اِدْرِیْسِ الشَّافِعِیِّ الْمُطَّلَبِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْهُ ○ (تاریخ بغداد، ج۲،ص۴۹)

جو میری محبت اور میری سنت کا ارادہ رکھتا ہے وہ محمد بن ادریس کی صحبت کو لازم کر لے وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔

حضرت ربیع بن سلیمان فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی وفات کے بعد دیکھا اور دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ انہوں نے فرمایا خدا تعالیٰ نے مجھے سونے کی کرسی پر بٹھا کر موتیوں کی بارش کی۔ (التاریخ بغداد، ج۲،ص ۷۰)

ایک مرتبہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک آدمی آیا اور آپ سے پوچھا کہ خدا کے دین میں حجت اور دلیل کیا چیز ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی کتاب سائل نے کہا اس کے علاوہ کوئی اور چیز فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور احادیث سائل نے اس کے بعد پھر دریافت کیا اس کے علاوہ کوئی اور چیز فرمایا امت کا کسی چیز پر اجماع سائل نے پوچھا قرآن میں اس کی کوئی دلیل ہے امام صاحب کچھ سوچ میں پڑ گئے سائل نے کہا میں اس وقت جا رہا ہوں آپ خوب سوچ لیں میں تین دن کے بعد آؤں گا آپ اس وقت مجھے بتلا دیں ورنہ تو اپنے قول سے رجوع فرمالیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے گھر آ کر نو مرتبہ قرآن ختم کیا پھر آپ کے ذہن میں ایک آیت آئی آپ مجلس میں تشریف لے آئے تیسرے دن کے بعد وہ سائل بھی آ گیا اور کہا امید ہے آپ نے دلیل تلاش کر لی ہوگی۔ فرمایا ہاں سنو خدا فرماتا ہے۔

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا○

ترجمہ: اور جو مخالفت کرے رسول کی جب کہ کھل چکی اس پر سیدھی راہ اور چلے سب مسلمانوں کے راستے کے خلاف تو ہم حوالہ کریں گے اس کو وہی طرف جو اس نے اختیار کی اور ڈالیں گے اس کو دوزخ میں اور وہ بہت بُری جگہ پہنچا۔

دیکھئے وہ آگ میں اس لئے داخل ہوگا کہ اس نے ایک فرض کو چھوڑ دیا

اور اجماع امت کے خلاف کیا سائل یہ جواب سن کر مطمئن ہو کر چلا گیا۔

(مفتاح الجنۃ، ص ۲۸)

مسلک امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت علی بن میمون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے سنا کہ میں امام ابو حنیفہ (کی قبر) سے برکت حاصل کرتا ہوں جب میں بغداد میں قیام پذیر ہوتا ہوں تو روزانہ آپ کی قبر کی زیارت کرتا ہوں اور جب مجھے کوئی حاجت پیش آتی ہے تو میں دو رکعت نماز پڑھتا ہوں اور آپ کی قبر پر حاضری دیتا ہوں اور اللہ سے حاجت کا سوال کرتا ہوں تو جلد میری حاجت پوری ہو جاتی ہے۔ (مناقب کراری، ص ۱۹۹)

آپ کے اس عمل سے دو باتوں کا پتہ چلا:

(۱) بزرگان دین کی قبور کی زیارت کرنا۔

(۲) بزرگان دین کی قبور پر حاضری سے حاجات کا پورا ہونا۔

جہاں تک قبور پر حاضری کا تعلق ہے اس کی اصل درج ذیل احادیث ہیں۔

حدیث نمبر ۱:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کے جاتی تو بغیر پردہ کے چلے جاتی کہ ایک میرے خاوند ہیں اور دوسرے میرے والد ہیں لیکن جب وہاں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دفن ہوئے تو اب میں باقاعدہ چادر سے پردے کا اہتمام کر کے جاتی ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حیا کرتے ہوئے پتہ چلا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو قبر میں زندہ سمجھتی ہیں لیکن پردہ نہ کرنے کی وجہ یہ ہے ایک شوہر ہے اور دوسرا باپ ہے اور دونوں سے پردہ نہیں اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے

پردہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ ان کو بھی زندہ تصور کرتی ہیں کیونکہ پردہ زندوں سے کیا جاتا ہے مردوں سے نہیں۔

ابن عساکر نے بسند جید حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ میں ملک شام اپنے گھر میں سویا ہوا تھا کہ خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلال یہ کیا جفا ہے کہ تو ہماری زیارت کو نہیں آتا۔ آپ غمزدہ ہو کر بیدار ہوئے اپنی سواری پر سوار ہوئے اور عازم مدینہ ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور پر حاضری دی اور زاروقطار رونے لگے اور اپنے رخسار قبر شریف پر ملتے تھے۔ اتنے میں امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہم تشریف لے آئے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ان کو سینے سے لگایا اور چوما ان دونوں نے کہا ہم آپ سے وہ اذان سننا چاہتے ہیں جو آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں دیا کرتے تھے۔ مسجد کی چھت پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ اسی مقام پر کھڑے ہوئے اور اللہ اکبر کہا تو مدینہ میں گونج پیدا ہوئی جب اشھد ان لا الہ الا اللہ کہا تو اس گونج میں اور بھی اضافہ ہوا جب کہا اشھد ان محمد رسول اللہ تو پردہ دار خواتین باہر نکل آئیں اور کہنے لگیں کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس دن سے زیادہ لوگ کبھی نہیں روئے۔ (نور الایمان، ص ۱۵۔ ابن عساکر، ج ۲، ص ۲۵۹)

تین مقامات ایسے ہیں جہاں روزانہ ستر ستر ہزار فرشتے نازل ہوتے ہیں چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں عرش کے دائیں طرف نور کی ایک نہر ہے جو ساتوں آسمانوں ساتوں زمینوں اور ساتوں سمندروں کے برابر ہے ہر صبح جبریل امین علیہ السلام اس میں داخل ہوتے ہیں اور غسل کرتے ہیں ان کے نور میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ حسن و جمال بڑھ جاتا ہے پھر نہر سے باہر آ کر اپنے پروں کو جھاڑتے ہیں جن سے ہزاروں قطرے گرتے ہیں اور ہر قطرے سے خدا

تعالیٰ فرشتہ پیدا فرماتا ہے۔ ان میں ستر ہزار فرشتے بیت المعمور میں داخل ہوتے ہیں اور ستر ہزار فرشتے کعبہ پر نازل ہوتے ہیں اور قیامت تک وہ واپس لوٹ کر نہیں آتے۔ (تفسیر کبیر، ج ۵، ص ۲۹۳)

ایک مرتبہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہوا کعب نے کہا کوئی دن ایسا نہیں گزرتا کہ اس میں آفتاب طلوع کرتا ہو اور ستر ہزار فرشتے نہ اترتے ہوں یعنی روزانہ صبح کے وقت اتنے فرشتے نازل ہوتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کو گھیر لیتے ہیں اور انوار قبر سے برکت حاصل کرتے ہیں اور بازو پھیلا دیتے ہیں اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتے ہیں یہاں تک کہ جب شام ہو جاتی ہے تو یہ فرشتے آسمان پر چلے جاتے ہیں اور اتنے ہی فرشتے اور آ جاتے ہیں اور صبح تک یہی کام کرتے ہیں اور قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ قیامت کے دن آپ اپنی قبر سے باہر تشریف لائیں گے اور ستر ہزار فرشتوں کے ساتھ خدا کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے۔ (باب الکرامات، مشکوٰۃ)

ستر ہزار صبح ہیں ستر ہزار شام
یوں بندگی زلف و رخ آٹھوں پہر کی ہے
جو ایک بار آئے دوبارہ نہ آئیں گے
رخصت ہی بارگاہ سے بس اس قدر کی ہے

اب جہاں تک بزرگان دین کی قبور سے حاجات کے پورا ہونے کا تعلق ہے اس کے متعلق گزارش ہے کہ حدیث میں آتا ہے کہ:

مالک الدار جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وزیر خوراک تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگوں پر قحط آ گیا ایک شخص یعنی بلال بن حارث

مزنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر گیا اور عرض کی:

یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِسْتَسْقِ لِاُمَّتِكَ فَاِنَّھُمْ قَدْ ھَلَکُوْا○

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے لئے بارش کی دعا کیجئے کیونکہ وہ ہلاک ہورہے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس آدمی کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا عمر کے پاس جاؤ ان کو سلام کہو اور یہ خبر دو کہ تم پر یقیناً بارش ہوگی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، ج:۱۲، ص۳۲)

اس حدیث کو حافظ ابن کثیر نے بھی البدایہ والنھایہ ج:۷، ص ۹۱ پر نقل کر کے کہا ہے وھذا اسناد صحیح اس حدیث کی سند صحیح ہے جس سے پتہ چلا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر جا کر حاجت روائی کی درخواست کرنا اور دعا کی درخواست کرنا جائز ہے۔

حضرت ابوالجوزا فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ اہل مدینہ قحط میں مبتلا ہو گئے۔ انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر شکایت کی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر جاؤ اور حجرۂ قبر کی چھت میں روشندان کھولدو کہ قبر شریف اور آسمان کے درمیان کوئی حجاب نہ رہے چنانچہ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا اور خوب بارش ہوئی یہاں تک کہ گھاس اُگ آئی اور اونٹ فربہ ہو گئے اس سال کا نام ارزانی کا سال رکھا گیا۔

(باب الکرامات مشکوٰۃ)

نہ انکار کریں اج ساقی اج موسم بڑا سہانا
مستی دا اج مہینہ برسا دے نہیں پیاس دا کوئی ٹھکانہ
تیرے کول شراب پرانی میرا روگ وی بہت پرانا
ساقی ہس ہس ٹال نہ سانوں اساں پیتیاں باجھ نہیں جانا

اس کی شرح میں ملا علی قاری نے مرقات میں لکھا ہے کہ جب قبر اور

آسمان کے درمیان چھت کا حجاب ہٹ گیا تو آسمان نے قبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر رونا شروع کر دیا اور اس کے رونے سے وادیاں بہنے لگیں اور یہ بات قرآن سے ثابت ہے کہ زمین و آسمان روتے ہیں چنانچہ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْاَرْضُ○

ترجمہ: فرعونیوں پر زمین و آسمان نہیں روئے۔

معلوم ہوا کہ زمین و آسمان روتے ہیں لیکن کافروں کی موت پر نہیں وہ تو مومنوں کی موت پر روتے ہیں۔ چنانچہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت انس بن مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَامِنْ اِنْسَانٍ اِلَّا وَلَهٗ بَابَانِ فِي السَّمَاءِ بَابٌ يَصْعَدُ عَمَلُهٗ فِيْهِ وَبَابٌ يَنْزِلُ مِنْهُ رِزْقُهٗ فَاِذَا مَاتَ الْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ بَكَيَا عَلَيْهِ○ (شرح الصدور، ص ۴۱)

ہر انسان کے لئے آسمان میں دو دروازے ہیں ایک دروازے سے اس کے اعمال آسمان پر جاتے ہیں اور ایک دروازے سے اس کا رزق نازل ہوتا ہے جب بندہ مومن وفات پا جاتا ہے تو وہ دونوں دروازے اس پر روتے ہیں اور ایک حدیث میں یوں آیا ہے کہ:

مَامِنْ مُؤْمِنٍ يَمُوْتُ اِلَّا تَبْكِيْ عَلَيْهِ الْاَرْضُ اَرْبَعِيْنَ صَبَاحًا○

(شرح الصدور، ص ۴۱)

ترجمہ: جب مومن مر جاتا ہے تو زمین اس پر چالیس روز تک روتی ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی ہمارے پاس آیا اور وہ مزار پُر انوار پر گر پڑا اور قبر انور کی خاک پاک کو اپنے سر میں ڈالا اور عرض کرنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو آپ نے فرمایا ہم نے سنا آپ نے جو اپنے رب سے سیکھا وہ ہم نے آپ سے سیکھا اسی میں یہ آیت بھی ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَاءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَلَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًاO

ترجمہ: اور اگر یہ لوگ جب بھی اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو آپ کے پاس حاضر ہوں پھر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں اور رسول اللہ ﷺ بھی ان کے لئے دعائے مغفرت کر دیں تو وہ ضرور اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

میں نے اپنی جان پر بڑے ظلم کئے ہیں اور آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں اے سراپا شفقت میرے لئے میری مغفرت کی دعا فرمایئے۔

فَنُوْدِيَ مِنَ الْقَبْرِ اَنَّهٗ قَدْ غُفِرَ لَكَO

ترجمہ: مرقد منور سے آواز آئی تجھے بخش دیا گیا۔ (تفسیر قرطبی آیت مذکورہ)

وہ اعرابی مغفرت کی حاجت لے کر آیا تھا جو پوری ہوگئی۔

مولوی عبدالحلیم والد مولوی عبدالحی لکھنوی نے کفایۃ الشعبی کے حوالے سے لکھا ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں نے قسم کھائی ہے کہ میں جنت کے دروازے کی چوکھٹ اور حورالعین کو بوسہ دوں گا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اپنی والدہ کے قدم اور اپنے باپ کی پیشانی کو چوم لو عرض کی یارسول اللہ ﷺ اگر میرے والدین زندہ نہ ہوں تو فرمایا ان کی قبروں کو چوم لو عرض کی اگر ان کی قبریں نہ ہوں تو فرمایا زمین پر دو خط کھینچ لو اور نیت کرو کہ ایک تمہاری والدہ کی قبر ہے دوسرا خط تمہارے والد کی قبر ہے۔ ان دونوں کو چوم لو تمہاری قسم نہ ٹوٹے گی۔

(نور الایمان بزیارت آثار حبیب الرحمان، ص ٦)

اب ذرا مخالفین کے گھر کے دو حوالے ملاحظہ فرمائیں جو قبر سے حاجت روائی کے بارے میں ہیں۔ مولوی اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے کہ:

مولوی معین الدین حضرت مولانا یعقوب کے بڑے صاحبزادے تھے وہ حضرت مولانا (یعقوب) کی کرامت جو بعد وفات واقع ہوئی بیان فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ ہمارے نانوتہ میں جاڑہ بخار کی بہت کثرت ہوئی سو جو شخص مولانا کی قبر سے مٹی لے کر باندھ لیتا اسے ہی آرام آجاتا بس اس کثرت سے مٹی لے گئے کہ جب ہی قبر پر مٹی ڈالی جائے تب ہی ختم کئی مرتبہ مٹی ڈال چکا پریشان ہو کر ایک مرتبہ مولانا کی قبر پر جا کر کہا آپ کی تو کرامت ہو گئی اور ہماری مصیبت ہو گئی یاد رکھو اب کوئی اچھا ہوا تو ہم مٹی نہ ڈالیں گے ایسے ہی پڑے رہیو لوگ جوتا پہنے تمہارے اوپر سے گزریں گے بس اسی دن سے کسی کو آرام نہ ہوا جیسے شہرت آرام کی ہوئی تھی ویسے ہی یہ شہرت ہو گئی کہ اب آرام نہیں ہوتا پھر لوگوں نے مٹی لے جانا بند کر دی۔ (حکایات اولیاء، ص ۳۷۵)

اس واقعہ سے پتہ چلا کہ:

(۱) مولوی یعقوب کی قبر کی مٹی سے بیماروں کی یہ حاجت روائی ہوتی کہ ان کو آرام آجاتا۔

(۲) صاحبزادہ نے اپنے باپ کو خطاب اس لئے کیا کہ وہ اپنے باپ کو زندہ سمجھتا تھا پھر نبی بطریق اولیٰ زندہ ہے۔

(۳) صاحب قبر کا اختیار دیکھئے پہلے قبر کی مٹی میں تاثیر شفا پیدا فرما دی پھر بیٹے کی رضا کے پیش نظر اس تاثیر کو سلب کر لیا لیکن نبی کریم ﷺ کے بارے میں عقیدہ یہ ہے کہ:

جس کا نام محمد یا علی وہ چیز کا مختار نہیں
دیوبندیوں میں شرم کا کچھ بھی اثر نہیں
ہے اعتراض امن غیروں پہ اپنی خبر نہیں

مولوی اسماعیل دہلوی کے پیرومرشد سید احمد بریلوی کے بھانجے اور خلیفہ سید محمد علی نے سفر حج کے دوران کا ایک واقعہ لکھا ہے کہ:

اسی اثناء میں آدھی رات کے وقت ہم لوگ وادیٔ سرف میں جہاں ام المومنین حضرت سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا مزار ہے پہنچے اتفاق کی بات کہ اس دن میں بالکل بھوکا تھا اور جب صبح آنکھ کھلی تو بھوک سے بالکل بے دم ہو چکا تھا میرے چہرے کا چاند گہنا چکا تھا صرف ایک روٹی کے حصول کے لئے ہر کسی کے پاس دوڑا مگر کہیں سے مطلوب حاصل نہ ہوا مجبور ہو کر ام المومنین کے روضہ پر حاضری دی اور آپ کی:

''قبر انور سے رزق کی بھیک مانگی''

اور کہا اے میری دادی جان میں آپ کا مہمان ہوں کھانے کے لئے کوئی چیز عنایت فرمائیں۔ پھر میں نے سلام عرض کیا سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص پڑھ کر اس کا ثواب آپ کی روح کو پہنچایا میں نے آپ کی قبر انور پر اپنا سر رکھا ناگاہ اللہ تعالیٰ نے انگوروں کے دو خوشے میرے ہاتھوں میں ڈال دیئے عجب تماشہ ان دنوں موسم سرما تھا اور کسی جگہ تازہ انگور دستیاب نہ تھے۔ انتہائی حیرت ہوئی ان انگوروں میں سے کچھ وہیں کھائے اور کچھ حجرہ مقدسہ سے باہر جا کر تقسیم کیے۔ (مخزن احمدی، ص ۹۹)

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ:

(۱) حاجت روائی کے لئے خدا کے برگزیدہ بندوں کی قبور پر جانا جائز ہے۔

(۲) وفات یافتہ کی روح کو قرآن پڑھ کر ایصال ثواب کرنا جائز ہے یہ ثواب صاحب مزار کو پہنچتا بھی ہے اور اس کو فائدہ بھی ہوتا ہے۔

(۳) اولیاء کرام اپنی قبور میں زندہ ہوتے ہیں اور مزار پر حاضر ہونے والوں کی مدد کر سکتے ہیں ان کی آواز سنتے ہیں۔

(۴) اولیاء کرام مزارات سے اللہ کے حضور دعا مانگتے ہیں تو خدا ان کی دعا قبول فرماتا ہے کیونکہ اس نے وعدہ کیا ہے لَئِنْ سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ اگر وہ مجھ سے مانگے تو میں ضرور عطا کروں گا۔

(۵) جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مقدسہ کے مزار سے حاجت روائی ہو سکتی ہے تو پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کا کیا مقام ہوگا۔

(۶) یہ ہماری حقانیت کی ایک واضح دلیل ہے کہ عقیدہ ہمارا ہے اور ثابت ہو رہا ہے مخالفین کی کتابوں سے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ:

تعارف: حضرت سلمہ شبیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم خلیفہ معتصم کے زمانے میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک بزرگ نے آکر سلام کیا پھر پوچھا تم میں سے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کون ہے ہم خاموش رہے اور امام صاحب نے فرمایا میں یہاں ہوں تجھے کیا کام ہے کہا میں آپ کے پاس بارہ سو میل کے فاصلے سے آیا ہوں اور میں نے بری اور بحری فاصلہ طے کیا ہے میں جمعرات کو سویا ہوا تھا خواب میں ایک آنے والا آیا اور مجھے کہا گیا تو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو جانتا ہے میں نے کہا میں نہیں جانتا اس نے کہا بغداد میں جا اور ان کے بارے میں پوچھ جب ان سے تری ملاقات ہو تو ان سے کہہ تجھے خضر علیہ السلام کہتے ہیں اور فرماتے ہیں:

اِنَّ اللّٰهَ عَنْكَ رَاضٍ وَمَلَائِكَةُ سَمٰوٰتِهٖ عَنْكَ رَاضُوْنَ وَمَلَائِكَةُ اَرْضِهٖ عَنْكَ رَاضُوْنَ ○ (ابن عساکر، ج ۲، ص ۴۵۔ تاریخ بغداد، ج ۴، ص ۴۲۱)

ابوبکر مروزی فرماتے ہیں میں نے خواب میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو

اس حال میں دیکھا کہ آپ نے دو صاف ستھرے کپڑے پہنے ہوئے تھے اور سر پر ایک ایسا تاج تھا کہ جس کے آٹھ کونے تھے اور ہر کونے پر ایک چمکدار یاقوت ہے اور پاؤں میں موتی کا جوتا ہے جس کے تسمے سبز زبرجد کے ہیں میں نے امام صاحب سے پوچھا یہ مقام خدا نے کیسے دیا فرمایا قرآن کو مخلوق نہ کہنے کی بنا پر۔

(ابن عساکر، ج ۲، ص ۴۵)

ایک بزرگ کہتے ہیں میں نے اپنے ایک شہید بھائی کو خواب میں دیکھا اس رات امام احمد کا انتقال ہوا میں نے ان سے کہا کیا تو شہید نہیں ہو گیا اب کیسے آنا ہو گیا اس نے کہا:

اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَ الشُّهَدَاءَ وَاَهْلَ السَّمَاءِ اَنْ يَحْضُرُوْا جَنَازَةَ اَحْمَدٍ○

(ابن عساکر، ج ۲، ص ۴۸)

ترجمہ: خدا تعالیٰ نے شہیدوں اور آسمان والوں کو امام احمد کے جنازہ میں حاضر ہونے کا حکم دیا ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی نماز جنازہ آٹھ ہزار مردوں اور ساٹھ ہزار عورتوں نے پڑھی اور آپ کی نماز جنازہ کے منظر کو دیکھ کر بیس ہزار یہود و نصاریٰ اور مجوسی مسلمان ہوئے۔

(ابن عساکر، ج ۳، ص ۴۸ ۔ تاریخ بغداد، ج ۴، ص ۴۲۲)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو کسی نے خواب میں دیکھ کر پوچھا خدا نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا ۔ فرمایا خدا نے میری مغفرت فرما دی اور فرمایا تیرے چہرے کو میرے راستے میں مارا گیا ہے اب جب چاہو میرا دیدار کر لیا کرو۔

(تاریخ بغداد، ج ۴، ص ۴۲۱ ۔ ابن عساکر، ج ۲، ص ۵۱)

امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک:

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے عبداللہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے والد کو دیکھا کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا موئے مبارک پکڑ کر اپنے منہ اور اپنی آنکھوں پر رکھا بلکہ:

يَخْمِسَ مَافِيْ الْمَاءِ وَيَشْرَبُهٗ يَسْتَشْفِي بِهٖ ○

امام صاحب موئے مبارک کو پانی میں ڈال کر حرکت دیتے جب موئے مبارک سے پانی لگ جاتا تھا تو پھر وہ پانی پی لیتے تھے تاکہ مجھے اس سے شفا مل جائے بیماری دور ہو جائے مشکل حل ہو جائے۔

ایک اور روایت میں یوں آیا ہے کہ عبداللہ بن احمد فرماتے ہیں۔

میں نے دیکھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرک والا پیالہ آپ کے پاس موجود تھا۔ آپ نے اس کو دھو کر اس میں پانی ڈال کر نوش فرمایا۔

(سید اعلام النبلاء، ج۹، ص ۴۵۷)

اس سے معلوم ہوا کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات شفا دیتے ہیں بیماریاں دور کر دیتے ہیں مشکلات کو دور کر دیتے ہیں اور اس کی اصل کے لئے درج ذیل دلائل کا مطالعہ کریں۔

دلیل اول:

خدا تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتا ہے۔

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ آيَةَ مُلْكِهٖ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوْسٰى وَآلُ هَارُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ اِنَّ فِيْ ذَالِكَ لَآيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ○

ترجمہ: بنی اسرائیل کے نبی نے ان سے فرمایا اس کی بادشاہی کی یہ نشانی ہے کہ تمہارے پاس وہ صندوق آئے گا جس میں تمہارے رب کی طرف سے تسکین ہے اور موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کے چھوڑے ہوئے تبرکات ہیں اس کو فرشتے اٹھا کر لائیں گے اور اس میں تمہارے لئے عظیم نشانی ہے اگر تم مومن ہو۔

یہ صندوق شمشاد کی لکڑی کا تین ہاتھ لمبا اور دو ہاتھ چوڑا تھا اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام پر نازل فرمایا تھا اس میں انبیاء کی تصاویر تھیں اور یہ وراثۃً منتقل ہوتا ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا تھا۔ آپ کے بعد یہ بنی اسرائیل کے پاس رہا اس وقت اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا کپڑے اور نعلین اور حضرت ہارون کا عمامہ اور عصا اور چند ٹکڑے الواح کے تھے۔ بنی اسرائیل کا طریقہ یہ تھا کہ اس صندوق کو لڑائی کے وقت ادب سے آگے رکھتے تھے اور ان کو اس کی برکت سے فتح حاصل ہوتی تھی جب ان کو کوئی حاجت پیش آتی تو وہ ان کو سامنے رکھ کر دعا مانگتے ان کی حاجت پوری ہو جاتی تھی اور یہ سب کچھ برکت تھی ان دونوں نبیوں کے تبرکات کی۔ معلوم ہوا کہ انبیاء کرام کے تبرکات حاجت روا اور مشکل کشا ہوتے ہیں۔ اب آیئے امام الانبیاء کے تبرکات کی حاجت روائی اور مشکل کشائی ملاحظہ فرمائیں۔

دلیل نمبر۲:

حضرت عثمان بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری بیوی نے مجھ کو پانی کا پیالہ دے کر ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا اور میری بیوی کی عادت یہ تھی کہ جب کسی کو نظر لگ جاتی یا کوئی بیمار ہو جاتا تو وہ پانی برتن میں ڈالکر حضرت ام سلمہ کے پاس بھیج دیا کرتی کیوں کہ ان کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا موئے مبارک تھا جو چاندی کی نلی میں رکھا ہوا تھا وہ اس کو نکالتیں اور پانی میں ڈال کر ہلا

دیتیں اور مریض وہ پانی پی لیتا جس سے اس کو شفا ہو جاتی۔ (مشکوٰۃ، ص ۳۹۱)

دلیل نمبر۳:

جس دن جنگ یرموک ہوئی حضرت خالد بن ولید کی ٹوپی گم ہوگئی۔ آپ نے احباب سے فرمایا میری ٹوپی تلاش کرو انہوں نے تلاش کی مگر نہ ملی فرمایا پھر تلاش کرو انہوں نے تلاش کی تو مل گئی دیکھا تو وہ ایک پرانی ٹوپی تھی۔ حضرت خالد نے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ ادا فرمایا اور آپ نے حجامت بنوائی سر کے دونوں طرفوں کے بال لوگوں نے لے لئے اور پیشانی کے بال میں نے حاصل کر کے اس ٹوپی میں رکھ لئے ان بالوں کی برکت سے مجھے ہر جنگ میں فتح ہوئی۔

(طبرانی کبیر، ج۴، ص۱۰۴)

دلیل نمبر۴:

حضرت سہل بن سعد فرماتے ہیں کہ ایک عورت ایک چادر لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ چادر میں نے اپنے ہاتھ سے تیار کی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لائی ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمائی اور بطور تہ بند باندھ کر ہماری طرف تشریف لائے۔ ایک صحابی نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ چادر مجھے پہنا دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہت اچھا چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجلس سے اُٹھ کر چلے گئے پھر واپس آئے تو چادر لپٹی ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھی۔ آپ نے اس سائل صحابی کو دے دی۔ صحابہ کرام نے اس سائل صحابی سے فرمایا تو نے چادر کا سوال کر کے اچھا نہیں کیا حالانکہ تجھے معلوم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے سوال کو رد نہیں کرتے۔

ہم بھکاری وہ کریم ان کا خدا ان سے فزوں

اور نہ کہنا نہیں عادت رسول اللہ ﷺ کی

اور اس وقت حضور ﷺ کو اس چادر کی ضرورت تھی اس سائل صحابی نے کہا:

وَاللّٰهِ مَاسَأَلْتُهَا اِلَّا لِتَكُوْنَ كَفَنِيْ يَوْمَ اَمُوْتُ قَالَ سُهَيْلٌ فَكَانَتْ كَفَنَهٗ○

خدا کی قسم میں نے صرف اس لئے چادر مانگی ہے کہ وفات کے دن اس کو کفن بناؤں گا۔ حضرت سہیل فرماتے وہ چادر اس کا کفن بنی۔

(بخاری شریف، ج۲، ص ۸۶۵)

صحابی رسول نے اس چادر کو اپنا کفن کیوں بنایا اس کے لئے یہ حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت تمیم داری نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کی یارسول اللہ ﷺ جتنی بارش میں نے روم کے شہر انطاکیہ میں ہوتی دیکھی ہے اتنی بارش اور کسی شہر میں ہوتی نہیں دیکھی۔ آپ نے فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس شہر میں غاروں میں سے ایک غار میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا، تورات الواح کے ٹکڑے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا دسترخوان ہے جب بادل اس غار کے اوپر آتا ہے تو اپنی ساری برکت نازل کر دیتا ہے۔ (تاریخ بغداد، ج۹، ص ۴۷۱)

جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے تبرکات ہوں وہاں تو برکات کا نزول ہوتا ہے اور جس قبر میں حضور ﷺ کی چادر صحابی کا کفن بنی ہو اس قبر میں کتنی برکات نازل ہوتی ہوں گی۔

دلیل نمبر۶:

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی صاحبزادی کا انتقال ہوا تو نبی پاک ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا انہیں بیری کے پانی

سے غسل دینا اور آخری مرتبہ کافور ملا کر غسل دینا پھر جب تم غسل سے فارغ ہو جاؤ تو مجھے اطلاع کر دینا چنانچہ جب ہم فارغ ہوئے تو ہم نے آپ کو اطلاع کر دی۔ آپ نے اپنا تہ بند ہمیں دیا اور فرمایا اس کو اس کے جسم سے ملا دینا چنانچہ ہم نے ملا دیا۔ (بخاری کتاب الجنائز)

اس حدیث سے پتہ چلا کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی چادر اس لئے عطا فرمائی کہ اس کی برکت سے خدا میری صاحبزادی کی قبر کی مشکل آسان فرما دے گا اور نبی کے تبرکات کے بارے میں ہمارا بھی یہی عقیدہ ہے۔ معلوم ہوا ہمارا عقیدہ نبیوں والا ہے جب حضرت یوسف علیہ السلام کے جسم کے ساتھ لگنے والی قمیص میں اتنی برکت ہے کہ وہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں پر رکھا گیا تو بینائی واپس آ گئی تو ہمارے نبی کریم ﷺ کے تہ بند میں کتنی برکات ہوں گی۔

اب تک کی بحث سے ثابت ہوا کہ انبیاء کرام کے تبرکات مشکل کشا ہوتے ہیں حاجت روا ہوتے ہیں ان سے بیماروں کو شفا ملتی ہے آنکھوں میں نورانیت کا دریا جاری ہو جاتا ہے مصائب و آلام میں تبرکات دافع بلا ثابت ہوتے ہیں ان کی بروکت سے جنگوں میں فتح و نصرت ہوتی ہے جیسے کہ حضرت خالد اور ان کے ساتھیوں کو حضور ﷺ کے بالوں کی برکت سے کامیابی ہوتی تھی۔

یہ غازی یہ تیرے پُر اسرار بندے
جنہیں تو نے بخشا ہے ذوق خدائی
دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

❀❀❀

خطباتِ صدیقیہ

جلد ششم

خطیبِ پاکستان

مولانا محمد صدیق ملتانی مدظلہ العالی

خطیب مرکزی سُنی رضوی جامع مسجد جھنگ بازار۔ فیصل آباد

مکتبہ نوریہ رضویہ

خطباتِ صدیقیہ

جلد ششم

خطیبِ پاکستان مولانا محمد صدیق ملتانی مدظلہ العالی

خطیب مرکزی سنی رضوی جامع مسجد جھنگ بازار فیصل آباد

مکتبہ نوریہ رضویہ

گلبرگ اے فیصل آباد

111347

نام کتاب	ـــــــ	خطباتِ صدیقیہ (جلد ششم)
مؤلف	ـــــــ	مولانا محمد صدیق صاحب ملتانی
تزئین واہتمام	ـــــــ	سید حمایت رسول قادری
پروف ریڈنگ	ـــــــ	محمد سجاد علی نقشبندی
		(فاضل دار العلوم نوریہ رضویہ گلبرگ اے فیصل آباد)
صفحات	ـــــــ	392
اشاعت	ـــــــ	بار اوّل، نومبر 2010ء
تعداد	ـــــــ	1100
کمپوزنگ	ـــــــ	غلام محمد یٰسین خاں
مطبع	ـــــــ	اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
ناشر	ـــــــ	مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد
قیمت	ـــــــ	روپے

ملنے کے پتے

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز

11 گنج بخش روڈ لاہور فون 7313885

مولانا محمد صدیق ملتانی فیصل آباد

موبائل: 0300-6608706

حُسنِ ترتیب

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اسرار المعراج

جسمانی معراج کے دلائل

دلیل نمبر 1.

اللہ تعالیٰ نے واقعہ معراج کو لفظ سبحان سے شروع فرمایا جو جسمانی معراج کی دلیل ہے۔ اور وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے اسریٰ فرمایا ہے جس کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جانے والا نہیں فرمایا بلکہ اپنی ذات کو لے جانے والا فرمایا جس سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سبحان اور اَسریٰ فرما کر معراج جسمانی پر ہونے والے ہر اعتراض کا جواب دے دیا اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو اعتراضات سے بچایا گویا یوں فرمایا کہ اے منکرو خبردار واقعہ معراج میں میرے حبیب پر تمہیں اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں کیونکہ اس نے معراج کرنے مسجد اقصیٰ جانے آسمانوں پر جانے کا دعویٰ نہیں کیا ایسی صورت میں تمہیں اعتراض کرنے کا حق ہے۔ یہ دعویٰ تو میرا ہے کہ میں اپنے حبیب کو لے گیا اب اگر میرے لے جانے پر اعتراض ہے کہ اللہ کیسے لے گیا یہ لے جانا اور ذرا سی دیر میں آسمانوں کی سیر کرا کے واپس لے آنا تو ممکن نہیں تو یاد رکھو میں سبحان ہوں جو چیز مخلوق کے لئے عادۃً ناممکن اور محال ہے اگر میرے لئے بھی اسی طرح ناممکن اور محال ہو تو میں عاجز اور ناتواں ٹھہروں گا اور عاجزی اور ناتوانی عیب ہے اور میں ہر عیب سے پاک ہوں کیونکہ میں سبحان یعنی ہر عیب اور نقص سے پاک ہوں معلوم ہوا کہ لفظ سبحان جسمانی معراج کی عظیم دلیل ہے۔

دلیل نمبر 2.

جب نبی کریم ﷺ نے مشرکین مکہ کے سامنے واقعہ معراج کا ذکر کیا تو انہوں نے واقعہ معراج کا انکار کرتے ہوئے حضور ﷺ سے مسجد اقصیٰ کی علامات وغیرہ دریافت کیں آپ نے تمام نشانیاں اور علامات کفار کے سامنے بلاکم و کاست بیان فرمادیں اور نہایت خوبی کے ساتھ ان پر حجت قائم فرمادی جس کے بعد ان کے لئے مجال انکار باقی نہ رہی اس طرح نبی کریم ﷺ کے جسمانی معراج کی صداقت پر ایک عمدہ اور عظیم الشان دلیل قائم ہوگئی اگر معراج جسمانی نہ ہوتا تو کفار نہ تو تمسخر اڑاتے اور نہ مسجد اقصیٰ کی نشانیاں دریافت کرتے۔

دلیل نمبر 3.

جب نبی کریم ﷺ نے مسجد اقصیٰ کی نشانیاں بالکل ٹھیک بیان فرمادیں تو مشرکین مکہ نے کہا مسجد اقصیٰ آتے جاتے ہمارا کوئی قافلہ بھی ملا حضور ﷺ نے فرمایا بنی فلاں کا قافلہ مجھے مقام روحاء پر ملا ان کا ایک اونٹ گم ہوگیا تھا وہ اسے تلاش کر رہے تھے اور ان کے پالان میں پانی سے بھرا ایک پیالہ رکھا تھا مجھے پیاس لگی تھی میں نے پیالہ اُٹھا کر پانی پی لیا پھر اس کو ویسے ہی رکھ دیا جب وہ آئیں تو ان سے دریافت کر لینا کہ جب وہ اپنا اونٹ تلاش کر کے واپس آئے تھے تو انہوں نے پیالے میں پانی پایا، یا نہیں۔ انہوں نے کہا ہاں یہ ٹھیک ہے۔ یہ ایک بہت بڑی نشانی ہے پھر فرمایا دوسرا قافلہ مقام ذی طویٰ پہ دو آدمی ایک اونٹ پر سوار تھے ان کا اونٹ میری وجہ سے بدک کر بھاگا اور وہ دونوں سوار گر پڑے ان میں سے ایک آدمی کا ہاتھ ٹوٹ گیا جب وہ آئیں تو ان سے دریافت کر لینا۔ انہوں نے کہا اچھا یہ دوسری نشانی ہے پھر حضور ﷺ نے فرمایا تیسرا قافلہ تنعیم

میں ملا انہوں نے کہا اس کی گنتی بتایئے اور وہ قافلہ کیا چیز لاد کر لا رہا ہے اور ان میں کون کون لوگ ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے سب کچھ بیان فرما دیا پھر فرمایا اس قافلے کے آگے ایک بھورے رنگ کا اونٹ ہے اس پر دھاری دار دو بوریاں لدی ہوئی ہیں اور وہ سورج نکلتے ہی مکہ میں پہنچ جائے گا۔ انہوں نے کہا یہ تیسری نشانی ہے پھر وہ پہاڑ کی گھاٹی کی طرف دوڑے وہ کدئ پہاڑ پر بیٹھے اور انتظار کرنے لگے کہ سورج کب نکلے تا کہ ہم حضور نبی کریم ﷺ کی تکذیب کریں۔ اچانک ان میں سے ایک آدمی بولا خدا کی قسم یہ سورج نکل آیا اسی وقت دوسرے آدمی نے کہا خدا کی قسم یہ قافلہ بھی آ گیا اس کے آگے بھورے رنگ کا اونٹ ہے اس قافلہ میں فلاں فلاں آدمی ہے۔ (معالم التنزیل،۴/۱۱۲۔ زرقانی ۶/۱۳۶)

دوسرے قافلے کے بارے میں آپ نے فرمایا کہ وہ نصف النہار کے وقت آئے گا وہ حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق عین نصف النہار کے وقت آیا۔

(مواہب اللدنیہ،۲/۴۰)

اور تیسرے قافلے کے بارے میں فرمایا تھا کہ وہ سورج غروب ہونے سے پہلے مکہ میں داخل ہو گا۔ جب سورج کا وقت قریب آیا اور وہ قافلہ نہ پہنچا تو اللہ نے سورج کو روک دیا۔ یہاں تک کہ قافلہ مکہ میں داخل ہو گیا۔

(مواہب اللدنیہ،۲/۴۰)

قافلوں کی یہ تمام نشانیاں جسمانی معراج کی بین دلیل ہیں۔

دلیل نمبر 4.

اللہ تعالیٰ نے آیت اسریٰ میں عبد کا لفظ بیان فرمایا جو نبی کریم ﷺ کے جسمانی معراج کی ایک روشن دلیل ہے اور وہ اس طرح کہ قرآن و حدیث یا کلام

عرب میں ایسا کوئی استعمال موجود نہیں جس سے یہ ثابت ہو جائے کہ کسی کی دنیاوی زندگی میں اسے عبد کہا گیا ہے اور لفظ عبد سے صرف روح مراد ہو بلکہ اس کے برعکس آپ قرآن و حدیث اور محاورات عرب میں یہی پائیں گے کہ جب کسی کو اس کی حیات ظاہری میں لفظ عبد سے تعبیر کیا گیا ہے تو اس لفظ سے روح مع الجسد مراد لیا گیا ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَاَسْرِ بِعِبَادِیْ لَیْلًا موسیٰ میرے بندوں کو رات میں لے جاؤ۔ یہاں عبد روح اور جسم کو کہا گیا نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَرَأَیْتَ الَّذِیْ یَنْهٰی ○ عَبْدًا اِذَا صَلّٰی ○

کیا تو نے اسے دیکھا جو روکتا ہے عبد مقدس کو جب وہ نماز پڑھتا ہے۔
یہاں بھی عبد سے مراد روح اور جسم ہے پس آیت اسریٰ میں عبد فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کو معراج جسمانی ہوئی۔

دلیل نمبر 5.

جب حضرت جبریل امین علیہ السلام سدرہ پر رُک گئے تو انہوں نے آپ کو ایک فرشتے کے سپرد کیا جس کے پاس رفرف تھا۔ آپ اس پر بیٹھ کر تنہا روانہ ہوئے۔

یوں کون پیغمبر گیا ساتوں فلک طے کر گیا
بالا سے بالا تر گیا کیا کیا کہوں کیا کر گیا
رفرف تیرا فرفر گیا اوپر سے بھی اوپر گیا
پر والا تو سدرہ رہا تو عرش پر بے پر گیا

تنہائی سے آپ کو گھبراہٹ ہوئی اور وحشت طاری ہوئی اللہ تعالیٰ نے

آپ کی گھبراہٹ دور کرنے کے لئے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی آواز کے مشابہ ایک آواز پیدا کی۔

قِفْ یَا مُحَمَّدُ فَاِنَّ رَبَّكَ یُصَلِّیْ۔

اے محمد ٹھہریئے آپ کا رب آپ پر صلوٰۃ پڑھتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذہن صلوٰۃ سے نماز کے معنی کی طرف متوجہ ہوا اور آپ حیران اور متعجب ہوئے کہ رب نماز پڑھتا ہے تب اللہ نے آپ کے تعجب کو زائل کرنے کے لئے یہ آواز سنائی۔

هُوَالَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَمَلَائِکَتُهٗ۔

وہ جو تم پر صلوٰۃ پڑھتا ہے اور اس کے فرشتے تم پر صلوٰۃ پڑھتے ہیں۔

تب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذہن اس طرف متوجہ ہوا کہ صلوٰۃ سے مراد درود شریف ہے کیونکہ گھبراہٹ دل میں ہوتی ہے اور تعجب دماغ میں ہوتا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے یہ ظاہر فرمانا چاہا کہ سدرہ کے پار وہ جا رہا ہے جس کا دل بھی اور دماغ بھی ہے اور دل اور دماغ جسم میں ہوتا ہے روح میں نہیں لہٰذا یہ جسمانی معراج ہوئی محض روح کی معراج نہیں۔

دلیل نمبر 6.

حضرت شداء بن اوس سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی اس رات جس رات میں آپ کو معراج ہوا کہ میں نے آج رات آپ کو آپ کی جگہ تلاش کیا اور آپ کو نہ پایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھے جبرئیل علیہ السلام مسجد اقصیٰ کی طرف لے گئے تھے۔ (شفاء شریف، ۱/۱۹۰)

اسی طرح حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم

سے عرض کی میں نے آپ کو آج رات آپ کی جگہ تلاش کیا اور میں نے آپ کو نہ پایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت جبرئیل علیہ السلام مجھے مسجد اقصیٰ لے گئے تھے۔

(نبراس، ص ۱۷۴)

ایک روایت میں کہ لوگوں نے اس رات آپ کو آپ کی قیام گاہ پر نہ پایا تو بنو عبدالمطلب آپ کی تلاش میں ادھر اُدھر چکر لگاتے تھے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ مقام ذی طویٰ میں یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ کر پکارتے تھے یہاں تک کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا پوچھا آپ کہاں تھے فرمایا بیت المقدس کی طرف گیا تھا پوچھا آپ خیریت سے ہیں فرمایا ہاں بالکل خیریت سے۔

(انسان العیون، ۲/ ۳۰۵)

دلیل نمبر 7.

شریعت کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب دو چیزیں جمع ہو جائیں اس طرح کہ ایک ان میں غالب ہو اور دوسری مغلوب تو حکم غالب کا معتبر ہے مثلاً دودھ میں پانی ملا کر کسی شیر خوار بچے کو پلائیں اگر دودھ غالب ہے تو رضاعت ثابت ہے اگر پانی غالب ہے تو رضاعت ثابت نہیں اگر خون آلودہ لعاب منہ سے خارج ہو تو اگر خون غالب ہے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے اور تھوک غالب ہے تو وضو نہ ٹوٹے گا اسی طرح اگر تانبہ اور سونا ملے ہوئے ہیں تو اگر سونا غالب ہے حکم سونے کا ہے اور اگر تانبہ غالب ہے تو حکم تانبے کا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نورانیت اور بشریت دونوں وصف عطا فرمائے ہیں جب آپ کی نورانیت کا بشریت پر غلبہ ہوگا تو پرواز میں کوئی تعجب نہیں معراج کی رات نورانیت کا غلبہ ہوا آپ کا آسمان پر جانا ناممکن نہ رہا۔

عبدہ کے اسرار:

(۱) عبد کا معنی اللہ کا بندہ ہے اور بندگی کا سب سے بڑا کمال قرب خداوندی ہے اور معراج میں حضور نبی کریم ﷺ کو خدا کا وہ قرب حاصل ہوا جو کسی اور کو میسر نہ آیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی○

اس آیت سے مراد اللہ تعالیٰ کا کمال قرب ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کے اتنا قریب ہوا جیسے دو کمانوں کی مقدار ہوتی ہے یا اس سے بھی زیادہ۔

جبریل کے براق تھے رفرف بھی آگے جا نہ سکے
رب ادن منی حبیبی کہے ترے قرب خدا کا کیا کہنا

(۲) آیت اسریٰ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بارے میں اَلَّذِیْ فرمایا اور نبی کریم ﷺ کے بارے میں عبد فرمایا اور یہ دونوں الفاظ تمام ممکنات اور موجودات کو محیط ہیں یعنی ہر چیز کو الذی کہہ سکتے ہیں اور ہر چیز کو عبد کہہ سکتے ہیں گویا اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ الذی تو ہر چیز ہے لیکن جس کو کامل الذی کہا جا سکے وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جس کا جلوہ ہر چیز میں موجود ہے۔

جے میں اپنے باہر ڈھونڈاں میرے اندر کون سماناں
جے میں اپنے اندر ڈھونڈاں تے پھیر مقید جاناں
سب کچھ تو ہیں تے سب وچہ تو ہیں میں سب توں پاک پچھاناں
میں وی تو ہیں تے توں بھی تو ہیں تے بلھا کون نماناں

اور عبد تو دنیا کی ہر چیز ہے لیکن کامل عبد وہ ہے کہ ہر چیز میں اس کا نور موجود ہے کل خلائق من نوری وانا من نورا اللہ ساری مخلوق میرے نور سے

میں اللہ کے نور سے ہوں۔

اس صورت نوں میں جان آکھاں
جان آکھاں کہ جان جہان آکھاں
سچ آکھاں تے رب دی شان آکھاں
جس شان توں شاناں سب بنیاں

(۳) ایک اعتبار سے عبد کی تین قسمیں ہیں۔

عبد رقیق: اس سے مراد وہ غلام ہے جو پوری طرح اپنے مالک کی ملکیت اور قبضہ میں ہو مثلاً عام مومنین۔

عبد آبق: یہ وہ غلام ہے جو اپنے مالک سے بھاگ جائے اور اپنے مالک مجازی کے قبضہ سے باہر ہو مثلاً کافر مشرک منافقین۔

عبد ماذون: یہ وہ غلام ہے کہ جو ملک کی ملک میں ہو اور اس کی قابلیت استعداد اور صلاحیت اس بات کی اجازت دے رکھی ہو کہ مالک نے اپنے کاروبار میں اسے مختار اور ماذون بنا دیا ہو اور اسے اس بات کی اجازت دے رکھی ہو کہ وہ مالک کے کاروبار میں جائز تصرف کرے اس کا خرید و فروخت کرنا مالک کا خرید و فروخت ہوتا ہے ساری کائنات میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے برابر کوئی اللہ کا مقرب نہیں اس لئے آپ سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے عبد ماذون ہیں۔

اسی لیے آپ کا بولنا اللہ کا بولنا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ○

آپ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ○

آپ کا پھینکنا اللہ تعالیٰ کا پھینکنا ہے۔

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۝

نبی کے لبوں پر خدا بولتا ہے
کلام خدا ہے کلام محمدؐ

اُم ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر سے سفر کی ابتداء میں اسرار:

سفر معراج کی ابتداء حضرت اُم ہانی کے گھر سے ہوئی اس میں ایک حکمت تو یہ تھی کہ علماء نے لکھا ہے کہ:

اِنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ تَتَشَرَّفُ الْاَشْيَاءُ بِهٖ لَا هُوَ يَتَشَرَّفُ بِهَا۔

کہ چیزوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عزت ملتی ہے نہ کہ آپ کو چیزوں سے شرف ملتا ہے۔

خدا نے چاہا کہ حضرت اُم ہانی کی عظمت کو چار چاند لگ جائیں جب بھی دنیا میں معراج کا تذکرہ ہو تو اُم ہانی کا بھی ذکر خیر ہو کہ ان کے گھر سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر معراج شروع ہوا اور آپ کے اپنے مکان سے یہ سفر اس لئے شروع نہ ہوا کہ فرشتے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں حدیث میں آیا ہے۔

اُرْسِلْتُ اِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً۔

میں تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں اور نبی کے گھر کا ادب یہ ہے کہ کوئی اس میں بے اجازت داخل نہ ہو چنانچہ جبرئیل امین علیہ السلام جب آپ کی خدمت میں آتے تو:

كَانَ جِبْرِيْلُ اِذَا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقِفُ عَلَى الْبَابِ ثُمَّ يَسْتَاْذِنُ۔

جبرئیل علیہ السلام جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تو دروازے

پر کھڑے ہو کر اجازت مانگتے اور دوسری بات یہ ہے کہ جبرئیل علیہ السلام آپ کو آواز بھی نہ دے سکتے تھے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حجرے کے پیچھے سے آواز دینا منع ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَیْهِمْ لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْ ○ (سورہ حجرات)

ترجمہ: بے شک جو لوگ آپ کو حجروں کے پیچھے سے پکارتے ہیں ان میں اکثر بے وقوف ہیں اور اگر وہ صبر کرتے حتیٰ کہ آپ ان کی طرف تشریف لاتے تو ان کے لئے بہت اچھا ہوتا۔

اور اجازت کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے۔

یَآاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّآ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ ○

(سورۃ احزاب)

ترجمہ: اے ایمان والو نبی کے گھر میں بے اجازت داخل نہ ہو۔

پس ثابت ہوا کہ آپ حجرہ کے پیچھے سے آواز دینا اور آپ کے گھر میں بلا اجازت داخل ہونا دونوں ممنوع ہیں اس لئے آپ کے سفر معراج کی ابتداء اپنے گھر سے نہیں ہوئی بلکہ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر سے یہ سفر شروع ہوا ورنہ تو فرشتوں کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حرم کعبہ میں لے جانا مشکل ہو جاتا اور فرشتوں نے حضرت اُم ہانی رضی اللہ عنہا کے مکان کی چھت پھاڑی یہ اس طرف اشارہ تھا کہ آپ کا شق صدر ہو گا نیز چھت کا حجاب ہٹانے میں اس طرف اشارہ تھا کہ آپ کو بلاحجاب خدا کا دیدار ہو گا۔

عرش پر جب رکے میرے آقا یوں یکا یک ہوا حکم مولیٰ
بے حجاب آیئے یا محمد میرا تجھ سے تو پردہ نہیں ہے

قلب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو سونے کے طشت میں رکھنے میں اسرار:

(۱) سونا پاس ہو تو دنیا کی ہر چیز خریدی جا سکتی ہے۔ دامن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ میں ہو تو ہر نیکی کا ثواب ملے گا۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا خدا کی قسم اللہ مومن کی نیکی کو ضائع نہیں کرتا اس نیکی کا دنیا میں فائدہ ہوتا اور آخرت میں ثواب ہوگا اور کافر کی نیکیوں کا صلہ دنیا میں مل جاتا ہے آخرت میں ان کا کوئی ثواب نہیں۔

(مسند الفردوس، ۲/۳۸۸)

(۲) سونے کو زمین نہیں کھاتی اور بعد وفات نبی کا جسم اقدس زمین پر حرام ہے زمین اس کو کھاتی نہیں۔ حدیث ہے:

اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ ○

(طبرانی اوسط، ۵/۳۹۲)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر نبیوں کے جسم کھانا حرام کر دیئے ہیں۔

(۳) سونا تمام دھاتوں سے افضل ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء سے افضل ہیں۔ خدا جس کا رب ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لئے رحمت ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ ○

ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔

جب آپ کا شق صدر ہو تو آپ کے قلب مبارک کو آب زمزم کے ساتھ دھویا گیا تا کہ آب زم زم آپ کے قلب سے لگ جائے اور اس کا مرتبہ دنیا کے تمام پانیوں سے بڑھ جائے کیونکہ اب آب زمزم کو قلب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے

نسبت ہے لہٰذا اس کا شرف اور مرتبہ زیادہ ہو گیا ہے بلکہ بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہ پانی کوثر کے پانی سے افضل ہے یہ پیٹ کی بیماریوں کا علاج ہے اس پانی سے نظر تیز ہو جاتی ہے اس کو دیکھنا عبادت ہے اور اگر کوئی تین لپ بھر کر سر میں ڈالے وہ کبھی ذلیل نہ ہوگا۔ (شفاء الغرام، ج ۱، ۲۵۷)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھنے کے اسرار:

(۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر میں نماز پڑھتے دیکھا یہ اس طرف اشارہ تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہزاروں سال پہلے ہوئے ہیں لیکن ابھی تک اپنی قبر میں زندہ ہیں اور کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے ہیں۔ جب کلیم اللہ کی حیات بعد الممات کا یہ کمال ہے تو پھر حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کا کیا کمال ہوگا آپ بھی یقیناً اپنی قبر میں زندہ ہیں۔

(۲) جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰ علیہ السلام منوں مٹی کے نیچے آپ نے ان کو دیکھ لیا معلوم ہوا کہ نبی کی نگاہ کے سامنے کوئی چیز حجاب نہیں بن سکتی۔ حدیث سے اس کی دلیل ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک سفر میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے ایک قبر سے گزر ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ قوم ثمود کے ایک آدمی کی قبر ہے جس کا نام ابورغال تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے اس قوم کی بداعمالیوں کی بنا پر اس کو ہلاک کر دیا تو یہ اس لئے بچ گیا کہ یہ حرم کعبہ میں تھا لیکن جب اس مقام پر پہنچا تو مر گیا اور اس کے ساتھ سونے کی ایک چھڑی دفن کر دی گئی صحابہ فرماتے ہیں ہم نے وہ چھڑی نکال لی۔

(ابوداؤد، ج ۲، ص ۸۴۔ سنن کبریٰ، ج ۴، ص ۱۵۶۔ طبرانی اوسط، ج ۳، ص ۳۷۷)

(۳) اگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں رہ کر عالم برزخ والے کو دیکھ سکتے ہیں تو

قبر میں رہ کر باہر والے کو بھی دیکھ سکتے ہیں اس کی دلیل میں یہ حدیث ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

میں اس حجرے میں جایا کرتی تھی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدفون تھے اور میں اپنے کپڑے یعنی چادر کو اتار کر رکھ دیتی اور دل میں کہتی کہ یہ میرے شوہر ہیں اور یہ میرے باپ ابوبکر ہیں یعنی ان سے پردے کی ضرورت نہیں مگر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس حجرے میں دفن کیا گیا تو خدا کی قسم اب حالت یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حیا کرتی ہوں اپنے آپ کو کپڑے میں لپیٹ کر جاتی ہوں۔

(مشکوٰۃ، ج ا، ص ۴۱۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں زندہ ہیں اور مجھے دیکھ رہے ہیں لیکن ان سے پردہ کی ضرورت نہیں۔ اس لئے کہ وہ میرے خاوند ہیں یہ بات ذہن نشین رہے کہ عام آدمی کی موت نکاح توڑ دیتی ہے لیکن نبی کی وفات نکاح نہیں توڑتی اس لئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا یہ میرے شوہر ہیں۔

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَرَرْتُ بِقَبْرِ مُوْسٰی فَاِذَا هُوَ قَائِمٌ یُّصَلِّیْ فِیْ قَبْرِہٖ۔ (مسلم شریف)

میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر سے گزرا میں نے دیکھا کہ وہ قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے ہیں۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ:

اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِهِمْ یُصَلُّوْنَ۔ (مسند ابی یعلیٰ)

انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔

ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ اللہ کے نبی اپنی قبروں میں نماز

پڑھتے ہیں لیکن ان کی یہ نماز فرض نہیں ہوتی بلکہ نفل ہوتی ہے اگر کوئی اعتراض کرے کہ جب تم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ بھی مانتے ہو اور حاضر و ناظر بھی مانتے ہو تو خود امام کیوں بنتے ہو نبی کو امام کیوں نہیں بناتے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہماری نماز فرض ہوتی اور نبی کی نماز ہو گی نفل اور مسئلہ یہ ہے نفل نماز والا فرض نماز والے کا امام نہیں بن سکتا کیونکہ اس کی مثال تو موجود ہے کہ عالم دنیا میں رہنے والے نے عالم برزخ والوں کی امامت کرائی جیسے کہ مسجد اقصیٰ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام انبیاء علیہم السلام کی امامت فرمائی لیکن اس کی مثال نہیں ملتی کہ عالم برزخ والے نے عالم دنیا والوں کی امامت کرائی ہو پھر یہ بھی مسئلہ اپنی جگہ اٹل ہے کہ ہم نبی کو جسماً ہر جگہ ہر وقت حاضر و ناظر نہیں مانتے بلکہ نورانیت اور روحانیت کے اعتبار سے حاضر و ناظر مانتے ہیں لہٰذا اعتراض باطل ہوا۔

(۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا جب مسجد اقصیٰ تشریف لے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا پھر جب چھٹے آسمان پر پہنچے تو وہاں بھی آپ کی ملاقات حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہوئی اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام آن واحد میں تینوں مقامات پر موجود تھے اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے نبی شہدا کی طرح بلکہ ان سے بھی اعلیٰ حیات کے ساتھ زندہ ہیں اور شہیدوں کا حال یہ ہے کہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے لکھا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یُعْطِی لِاَرْوَاحِھِمْ قُوَّۃَ الْاَجْسَادِ فَیَذْھَبُوْنَ مِنَ الْاَرْضِ وَالسَّمَاءِ الْجَنَّۃِ حَیْثُ یَشَاءُوْنَ وَ یَنْصُرُوْنَ اَوْلِیَاءَھُمْ وَیُدَمِّرُوْنَ اَعْدَائَھُمْ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ وَمِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ الْحَیَاۃِ لَا تَاْكُلُ الْاَرْضُ اَجْسَادَھُمْ وَلَا اَكْفَانَھُمْ۔

(تفسیر مظہری، ج۱، ص ۱۴۱)

بے شک اللہ تعالیٰ ان کی روحوں کو جسمانی قوت عطا کرتا ہے اور وہ زمین میں آسمان میں اور جنت میں جہاں چاہتے ہیں جاتے ہیں اپنے دوستوں کی امداد کرتے ہیں اور دشمنوں کو برباد کرتے ہیں اور ان کی اعلیٰ زندگی کی بنا پر زمین ان کے جسموں کو اور نہ ان کے کفنوں کو کھاتی ہے۔

جب وفات کے بعد شہیدوں کا یہ کمال ہے کہ وہ جہاں چاہتے ہیں آن واحد میں پہنچ جاتے ہیں تو پھر انبیاء علیہم السلام کا کمال تو ان سے کہیں زیادہ ہونا چاہیے لہٰذا اللہ کے نبی بھی جہاں چاہتے ہیں آن واحد میں پہنچ جاتے ہیں۔

اور تیسرا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ وصال کے بعد حضرات انبیاء علیہم السلام کی حالت ملائکہ جیسی ہو جاتی ہے اور ان کا مزاج ان کی طرح ہو جاتا ہے فرشتے آن کی آن میں کہیں سے کہیں پہنچ جاتے ہیں۔ وفات کے بعد یہی حال نبیوں کا ہو جاتا ہے مثلاً معراج کی رات حضرت آدم علیہ السلام نے ذرا سے عرصے میں ایک ہزار سال کا راستہ طے کرلیا اور زمین سے پہلے آسمان پر جا پہنچے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام نے دو ہزار سال کا راستہ طے کیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے تین ہزار سال کا راستہ طے کرلیا حضرت ادریس علیہ السلام نے چار ہزار سال، حضرت ہارون علیہ السلام نے پانچ ہزار سال، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چھ ہزار سال اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سات ہزار سال کا راستہ طے کرلیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا جب مسجد اقصیٰ پہنچے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام پہلے ہی وہاں موجود تھے اگر اعتراض کیا جائے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ان سے آگے کیسے نکل گئے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم براق کی رفتار سے جا رہے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نبوت کی رفتار سے مسجد اقصیٰ پہنچے اور ایک براق کیا ہزاروں براق بھی نبوت کی رفتار کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

مسجد اقصیٰ جانے کے اسرار:

(۱) حضور ﷺ نے مسجد اقصیٰ میں نبیوں کی امامت کرائی تو تمام انبیاء سے افضل ہو گئے جیسے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے تمام صحابہ کی امامت کرائی تو تمام صحابہ سے افضل قرار پا گئے۔

(۲) جب کسی مسجد میں جماعت ہو رہی ہو تو ان تمام نمازیوں میں امام افضل ہوتا ہے کیونکہ سب سے پہلے اس پر اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے پھر وہ رحمت اس پر نازل ہوتی ہے جو امام کے پیچھے کھڑا ہوتا ہے۔ پھر اس پر رحمت نازل ہوتی ہے جو امام کے پیچھے کھڑا ہونے والے کے دائیں طرف کھڑا ہوتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مسجد اقصیٰ امام رسول ﷺ تھے آپ کے پیچھے حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے اور ان کے دائیں طرف حضرت اسماعیل علیہ السلام جن پیشانی میں ہمارے نبی کریم ﷺ کا نور موجود تھا۔

(۳) قیامت کے دن اعمالنامہ تولنے کے لئے میزان مسجد اقصیٰ میں قائم کیا جائے گا حضور ﷺ کو مسجد اقصیٰ لے جایا گیا تا کہ یہاں آپ کے قدم مبارک لگ جائیں اور آپ کے قدموں کی برکت سے آپ کی امت کو حساب دینے میں آسانی ہو جائے۔ (تفسیر فتح المنان، ج۵، ص۲۹۶)

(۴) مسجد اقصیٰ میں نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے جو اس مسجد میں نماز پڑھتا اس کو ایک نماز کا ثواب ملتا لیکن نبی کریم ﷺ کی آمد سے خدا نے مسجد اقصیٰ کے نماز کا ثواب پچاس ہزار کے برابر کر دیا چنانچہ ابن ماجہ میں حدیث ہے جو اپنے گھر میں نماز پڑھے اس کو ایک نماز کا ثواب جو محلے کی مسجد میں نماز پڑھے اسے ۲۵ نمازوں کا ثواب جو جامع مسجد میں نماز پڑھے اس کو پانچ سو نمازوں کا

111347

ثواب اور جو مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھے اس کو پچاس ہزاروں نمازوں کا ثواب ہے اور یہ اس لئے ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے مرتبے والا آپ کی شان کا اظہار ہو جائے۔ اسی طرح مسجد حرام میں پہلے ایک نماز کا ثواب ملتا ہے جب نبی نے وہاں نماز پڑھی تو اب ایک لاکھ کا ثواب ملتا ہے۔

(۵) اس مسجد میں صخرہ بیت المقدس ہوا میں معلق ہے اور اس کے نیچے زمین کے تمام میٹھے پانیوں کا منبع ہے۔ (روح المعانی، ج ۱۵، ص ۱۱۔ زرقانی، ج ۶، ص ۴۸)

(۶) حضرات انبیاء اور فرشتوں نے حضور ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ ظاہر یہ ہے کہ سب نے خاموشی کے ساتھ آپ کی قرأت کو سنا کسی کا آپ کے پیچھے کچھ پڑھنا ثابت نہیں اور قرآن کا حق بھی یہی ہے کہ اس کو خاموشی کے ساتھ سنا جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ○

اور جب قرآن پڑھا جائے اسے سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

اس سے پتہ چلا کہ اللہ کی رحمت کا وعدہ ان کے لئے جو خاموش رہ کر قرآن کو سنیں یہ معلوم ہوا کہ انبیاء نے مسجد اقصیٰ میں خاموش رہ کر قرأت سنی ہے پس ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے رحمت کے مستحق اہل سنت و جماعت ہیں جو خاموش رہ کر امام کی قرأت سنتے ہیں نہ کہ غیر مقلد۔

(۷) مسجد اقصیٰ میں ایک ستون نے خدا کی بارگاہ میں نبی کریم ﷺ کی زیارت کی دعا کی خدا نے اس کی دعا قبول فرمائی اور نبی کریم ﷺ کی معراج آسمانی مسجد اقصیٰ سے شروع ہوئی۔ (روح المعانی، ج ۱۵، ص ۱۲)

(۸) بیت المقدس اور ہجرت مدینہ دونوں ہجرتوں کا ثواب حاصل ہو جائے۔

(خصائص کبریٰ، ج ۱، ص ۱۸۱)

(۹) آسمان پر جانے کا دروازہ مسجد اقصیٰ کے محاذ میں ہے چنانچہ اسی دروازے سے فرشتے آسمان پر چڑھتے ہیں اور علامہ محمود آلوسی بغدادی نے لکھا ہے کہ روزانہ ستر ہزار فرشتے اس دروازے سے نازل ہوتے ہیں اور جو لوگ مسجد اقصیٰ میں آ کر نماز پڑھتے ان کی مغفرت کے لئے دعا کرتے ہیں۔

(۱۰) حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب مسجد اقصیٰ تعمیر کی تو آپ نے اللہ سے تین دعائیں مانگیں۔ پہلی دعا یہ کہ اے اللہ میرا حکم تیرے حکم کے مطابق ہو دوسری دعا یہ کہ مجھے ایسا ملک دے جو میرے بعد کسی کے لائق نہ ہو اور تیسری دعا یہ تھی جو اس مسجد میں نماز پڑھے وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو جائے جیسے وہ پیدائش کے وقت تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ نے پہلی دونوں دعائیں قبول فرما لیں اللہ تعالیٰ تیسری دعا بھی قبول فرمائے گا۔ (ابن ماجہ، ص ۱۰۱۔ نسائی شریف، ج ۱، ص ۱۲۲)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد اقصیٰ میں اس لئے تشریف لے گئے کہ اس مسجد میں نماز پڑھنا میری سنت بن جائے اور میری امت اس مسجد میں نماز پڑھے اور وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو جائیں جیسے آج ان کی ماں نے ان کو جنا۔

سدرہ پر جبریل علیہ السلام کے رکنے میں اسرار:

(۱) حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی اگر میں اس پورے کی مقدار کے برابر اوپر جاؤں تو میں جل جاؤں گا اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر فرشتے کا ایک مقررہ مقام ہے کہ وہ اس حد سے تجاوز نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَا مِنَّا اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ○

ہم میں سے ہر فرشتہ کا مقررہ ٹھکانہ ہے اس سے آگے نہیں جا سکتا۔

(۲) معراج کے وقت اللہ اور رسول کی خاص باتیں ہوتی ہیں جس میں کسی کو

شامل ہونے کی اجازت نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معراج ہوئی تو کوہ طور سے چاروں طرف ۲۱، ۲۱ میل تمام جانوروں اور فرشتوں کو ہٹا دیا گیا یہاں تک کہ کراماً کاتبین بھی دور ٹھہر گئے۔ جبرئیل علیہ السلام اس اصول معراج سے واقف تھے اس لئے سدرہ پر ٹھہر گئے۔

نہ پہنچے وہاں جبرئیل امیں بھی
بلند اس قدر ہے مقام محمدؐ

جبرائیل امیں رہ گئے راہ میں
عرش اعظم پہ پہنچا ہمارا نبی

دیدار الٰہی کے اسرار:

معراج کی رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا دیدار کیا ہے۔

دلیل نمبر ۱:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اِنَّ مُحَمَّدًا رَاٰی رَبَّہٗ مَرَّتَیْنِ مَرَّۃً بِبَصَرِہٖ وَمَرَّۃً بِفُؤَادِہٖ ○ (اسنادہ صحیح)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ رب کا دیدار کیا ایک مرتبہ ظاہری آنکھ سے اور دوسری مرتبہ قلب مبارک کی آنکھ سے۔ (طبرانی اوسط، ج ۶، ص ۳۵۶)

دلیل نمبر ۲:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں:

اَتَعْجَبُوْنَ اَنْ تَکُوْنَ الْخُلَّۃُ لِاِبْرَاھِیْمَ وَالْکَلَامُ لِمُوْسٰی وَالرُّءْیَۃُ لِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ○

کیا تم اس بات پر تعجب کرتے ہو کہ خلت ابراہیم علیہ السلام کے لئے اور کلام

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے اور دیدار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے۔

(مواہب اللدنیہ، ج ۲، ص ۳۷)

دلیل نمبر ۳:

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا آپ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اللہ تعالیٰ کا دیکھنا ثابت کرتے ہیں تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کا کیا جواب دیں گے وہ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کو نہیں دیکھا تو آپ نے جواب دیا کہ اس کا جواب میں آپ کی حدیث سے دوں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رَأَیْتُ رَبِّیْ میں نے اپنے رب کو دیکھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول سے بڑا اور وزنی ہے۔ نیز جب حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا جاتا کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رب کو دیکھا ہے تو وہ فرماتے "ہاں دیکھا ہے، دیکھا ہے۔ مسلسل اس طرح فرماتے رہتے یہاں تک کہ آپ کا سانس منقطع ہو جاتا۔

(فتح الملہم، ج ۱، ص ۳۲۸)

دلیل نمبر ۴:

حضرت عبداللہ بن شفیق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا میں نے ابوذر سے کہا کاش میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا تو آپ سے پوچھتا حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا کس چیز کے بارے میں پوچھتے عبداللہ بن شفیق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا میں آپ سے پوچھتا کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے آپ سے پوچھا تھا تو آپ نے فرمایا رَأَیْتُ نُوْرًا میں نے نور دیکھا۔

(مسلم شریف، ج ۱، ص ۹۷)

دلیل نمبر۵:

اور یہ بات ناممکن ہے کہ نبی کریم ﷺ کو دعوت دے کر بلائے پھر اس سے چھپ جائے اور اپنا چہرہ نہ دکھائے اور بڑے تعجب کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کو بلائے اور خلوت خاص سے سرفراز فرمائے اور پھر اپنا دیدار نہ کرائے یقیناً اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو اپنے دیدار سے مشرف فرمایا۔

(مدارج النبوت، ج۱، ص۱۷۳)

دلیل نمبر۶:

علامہ محمود آلوسی بغدادی نے لکھا ہے۔

اِنَّ الرَّاجِحَ عِنْدَ اَكْثَرِ الْعُلَمَاءِ اِنَّ الرَّسُوْلَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى رَبَّهٗ بِعَيْنِيْ رَأْسِهٖ لَيْلَةَ الْاَسْرَاءِ۔ (روح المعانی، ج۲۷، ص۶۴۲)

اکثر علماء کے نزدیک یہ بات راجح ہے حضور ﷺ نے معراج کی رات اپنے سر کی دونوں آنکھوں سے دیکھا ہے۔

پس ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو معراج کی رات اپنے دیدار سے مشرف فرمایا اب سنیے کہ اس دیدار کرنے میں کیا حکمتیں تھیں۔

اظہار قدرت:

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو اپنا دیدار کرایا تاکہ اپنی قدرت کا اظہار فرمائے اور وہ اس طرح کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیدار کرانا چاہا تو آپ ﷺ کے تمام وجود کو آنکھیں بنا دیا اور آپ ﷺ نے جسم کی تمام آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا اور آپ کان، قلب اور عقل ذات خداوندی کے سامنے فنا ہو گئے، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا کلام تمام اعضائے انسانی سے سنا۔

(عرائس البیان، ج۲، ص۵۴۷)

رسول اللہ ﷺ کی قوت باصرہ کا اظہار:

اللہ تعالیٰ کو حضور نبی کریم ﷺ کی قوت باصرہ کا اظہار مقصود تھا اور وہ اس طرح کہ حضرت عکرمہ جو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں فرماتے ہیں کہ تمام انسانوں کی جنوں کی چوپایوں کی پرندوں کی بصارت ایک ہی شخص کی آنکھوں میں کر دی جائے پھر سورج کے سامنے جو پردے ہیں ان میں سے ایک پردہ ہٹا دیا جائے تو ناممکن ہے کہ یہ شخص اس کی طرف دیکھ سکے باوجود یہ کہ سورج کا نور کرسی کے نور کا سترواں حصہ ہے اور کرسی کا نور عرش کے نور کا سترواں حصہ ہے اور عرش کا نور جو پردے خدا کے سامنے ہیں ان میں سے ایک پردے کے نور کا سترواں حصہ ہے پس اندازہ کر لو کہ نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا بے حجاب دیدار کیا آپ کی آنکھوں میں کتنی طاقت ہوگی۔ (ابن کثیر، ۲۷، ص ۵۳)

خصوصی عطا:

علماء نے بیان کیا ہے کہ دنیا میں ہم اللہ کا دیدار نہیں کر سکتے کیونکہ ہماری آنکھیں فانی ہیں اور اللہ کی ذات باقی ہے اور فانی آنکھ سے باقی ذات کا دیدار نہیں کیا جا سکتا۔ جب اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرما کر اپنے بندوں کو جنت میں داخل کرے گا وہاں اہل جنت کو اللہ کا دیدار ہوگا چنانچہ نبی کریم ﷺ کی حدیث ہے کہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب جنتی جنت میں اور اہل دوزخ، دوزخ میں چلے جائیں گے تو ایک منادی ندا کرے گا اے اہل جنت اللہ کا ایک وعدہ ہے اللہ وہ وعدہ پورا کرنا چاہتا ہے جنتی کہیں گے وہ کیا ہے کیا اللہ نے ہمارے چہرے سفید نہیں کر دیئے اور میزان پر ہماری نیکیاں بھاری نہیں کر دیں اور ہمیں دوزخ سے نجات دے کر داخل جنت نہیں کر دیا پس

ان سے حجاب دور کر دیا جائے گا اور وہ اللہ کا دیدار کریں گے اور اہل جنت کے لئے اللہ کے دیدار سے محبوب کوئی چیز نہ ہوگی۔ (طبرانی اوسط، ج ۱، ص ۴۶۴)

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جنت میں اہل جنت کی آنکھیں باقی ہوں گی اور باقی آنکھوں سے باقی ذات کو دیکھا جا سکتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں اپنی آنکھوں سے اللہ کا دیدار کیا معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ جو آنکھیں مومنوں کو جنت میں عطا فرمائے گا وہ آنکھیں اللہ نے اپنے محبوب کو دنیا میں عطا کر دی ہیں۔

تبارک اللہ شان تیری تجھی کو زیبا ہے بے نیازی
کہیں تو وہ جوش لن ترانی کہیں تقاضے وصال کے تھے

قوت باصرہ اور قوت سامعہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام تیس میل کے فاصلے سے سیاہ رات میں چیونٹی کو پتھر پر چلتے دیکھ لیتے تھے۔

(طبرانی صغیر، ج ۱، ص ۳۲)

اور علامہ علی بن برہان الدین رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تیس میل کے فاصلے سے چیونٹی کے پاؤں کی آہٹ سن لیتے تھے۔

(انسان الحیون، ج ۱، ص ۴۳۸)

ان دونوں احادیث کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب اللہ نے کوہ طور پر تجلی ڈالی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نگاہ پر اس تجلی کا یہ اثر ہوا کہ وہ تیس میل سے سیاہ رات میں ایک چیونٹی کو دیکھ لیتے تھے اور جب اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تو اس کا اثر آپ کے کانوں پر یہ ہوا کہ آپ تیس میل کے فاصلے سے

چیونٹی کے پاؤں کی آہٹ سن لیتے تھے لیکن حضور نبی کریم ﷺ نے معراج کی رات اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا اور اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی کا شرف بھی حاصل ہوا۔ آپ کی نگاہ میں کتنی طاقت آ گئی ہو گی اور آپ ﷺ کتنی دور کی آواز سن لیتے ہوں گے۔

علامہ شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اِذَا جَازَ رَدُّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی مَنْ یُّسَلِّمُ عَلَیْہِ مِنَ الزَّائِرِیْنَ بِقَبْرِہٖ جَازَ رَدُّہٗ عَلٰی مَنْ یُّسَلِّمُ عَلَیْہِ مِنْ جَمِیْعِ الْاٰفَاقِ مِنْ اُمَّتِہٖ عَلٰی بُعْدِ مُسَافَۃٍ○

(نسیم الریاض، ج۳، ص۵۵۳)

اگر حضور ﷺ زائرین کے سلام کا جواب دے سکتے ہیں تو آپ ہر اس شخص کو بھی سلام کا جواب دیتے ہیں جو آپ کی امت سے جہان کے کسی گوشہ میں ہو باوجودیکہ وہ مسافت کے اعتبار سے بہت دور ہو۔

امت پر کرم خداوندی:

جب معراج کی رات اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہمکلامی کا شرف ہوا تو نبی کریم ﷺ نے عرض کی یااللہ تو نے بعض کو پتھروں سے ہلاک کیا جیسے قوم لوط اور بعض کو تو نے زمین میں دھنسا دیا جیسے قارون اور بعض کو تو نے مسخ کر دیا جیسے بنی اسرائیل کا ایک گروہ میری امت کے ساتھ تو کیا سلوک کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں ان پر اپنی رحمت نازل کروں گا اور ان کے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دوں گا چنانچہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں میں اس آخری دوزخی کو جانتا ہوں جب سب سے آخر میں دوزخ سے نکل کر سب سے آخر میں جنت میں داخل ہوگا

اسے قیامت کے دن لایا جائے گا اور اس کے صغیرہ گناہ اس پر پیش کیے جائیں گے اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا یہ سارے گناہ تو نے کیے ہیں اس کو انکار کی مجال نہ ہو گی اور اپنے کبیرہ گناہوں سے ڈرے گا کہیں ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نہ پوچھے۔ اللہ کا دریائے رحمت جوش میں آئے گا فرمائے گا میں نے تیرے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دیا وہ عرض کرے گا۔ میرے بعض گناہ مجھے نظر نہیں آرہے اس پر حضور ﷺ مسکرائے۔ (زرقانی، ج۶، ص ۱۰۸)

حسن و جمال:

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہوئے تو آپ کے چہرے پر نور کی بارش ہوتی تھی اور کوئی آپ کے چہرے پر نظر ڈالنے کی طاقت نہ رکھتا تھا۔ اس لئے آپ اپنے چہرے پر نقاب ڈالے رہتے تھے۔

(ابن کثیر، ج۹، ص ۲۷)

لیکن جب حضرت محمد ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا اور اللہ پاک سے ہمکلامی کا شرف حاصل ہوا تو اس وقت آپ کے حسن و جمال کا کیا عالم ہو گا مگر آپ ﷺ نے اپنے چہرہ انور پر نقاب نہیں ڈالا اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سارا حسن و جمال ظاہر کر دیا گیا اور آپ ﷺ کا سارا حسن ظاہر نہیں کیا گیا۔ علامہ قرطبی فرماتے ہیں:

لَمْ يَظْهَرْ لَنَا تَمَامُ حُسْنِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَنَّهٗ لَوْظَهَرَ لَنَا تَمَامُ حُسْنِهٖ لَمَا اَطَاقَتْ اَعْيُنُنَا رُؤْيَتَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (زرقانی، ج۴، ص ۷۱)

حضور ﷺ کا سارا حسن ہم پر ظاہر نہیں کیا گیا اگر آپ کا سارا حسن و جمال ظاہر کرایا جاتا تو ہماری آنکھیں آپ کے دیدار کی طاقت نہ رکھتیں۔

نہ رہتی جو پردوں میں صورت کسی کی
نہ ہوتی کسی کو زیارت کسی کی

مشورہ کلیم کے اسرار:

(۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مشورے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نو مرتبہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تخفیف نماز کے لئے حاضر ہوئے اس میں ایک حکمت تو یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کو یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ میری بارگاہ میرے محبوب کا اپنا گھر ہے جب چاہے جتنی مرتبہ چاہے آئے جائے اس کے لئے کوئی روک ٹوک نہیں۔ مثال کے طور پر میں رات کو اپنے مکان میں موجود تھا میرا ایک گہرا دوست آیا اس نے آ کر دروازہ کھٹکھٹایا میں نے ان کو اپنے مکان کی بیٹھک میں بٹھایا کچھ باتیں کیں بعد میں وہ چلا گیا۔ میں سونے کی تیاری کرنے لگا وہ پھر آ گیا میں سمجھا شاید کوئی چیز بھول گئے ہیں یا کوئی بات کرنی بھول گئے ہیں۔ تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد وہ پھر چلا گیا میں نے سونے کا ارادہ کیا وہ پھر آ گیا اب میں تنگ ہو گیا کہ یہ بار بار کیوں آ رہا ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر کوئی میرے مکان میں بار بار آئے تو میں تنگ ہو جاؤں گا اور اگر میں رات کو اپنے مکان سے کئی مرتبہ باہر جا کر پھر آ جاؤں تو مجھے کوئی منع نہ کرے گا۔ بلا مثال و تمثیل حضور نو مرتبہ خدا کی بارگاہ میں گئے۔ آئے اللہ نے روکا نہیں کہ اللہ کی بارگاہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا گھر ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وہ محبوب اللہ کے گھر سے آیا معراج کی رات اسی گھر میں بار بار جا رہے ہیں آ رہے ہیں۔

محمد عرش پر پہنچے تو یوں خالق نے فرمایا
تمہارا گھر ہے اپنے گھر سے شرمایا نہیں کرتے

(۲) اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو امت کے لئے پچاس نمازوں کا تحفہ دیا جس کو لے کر آپ خوشی خوشی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے جب انہوں نے پچاس نمازوں کا سنا تو کہا یارسول اللہ ﷺ میری امت پر دو نمازیں فرض تھیں وہ دو نہیں پڑھ سکے تو آپ کی امت تو میری امت سے بہت کمزور ہوگی وہ پچاس نمازیں کیسے پڑھے گی۔ اللہ تعالیٰ کا دریائے رحمت جوش میں ہے جایئے ان میں تخفیف کرایئے۔ حضور ﷺ گئے پانچ نمازیں کم ہوئیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر بھیجا پھر پانچ نمازیں کم ہوئیں۔ غرضیکہ حضور ﷺ نو مرتبہ گئے پنتالیس معاف ہوئیں باقی پانچ نمازیں رہ گئیں اس میں ایک حکمت تو یہ تھی کہ اس وقت حضور اکرم ﷺ محو تجلی الٰہی تھے اس لئے ان کا خیال اس طرف نہیں گیا کہ میری امت پچاس نمازیں نہ پڑھ سکے گی جیسے کہ جب مصر کی عورتوں نے حسن یوسف کو دیکھا تو اپنے ہاتھوں کو کاٹ ڈالا پھل نہیں کاٹے وہ حسن حضرت یوسف علیہ السلام میں اس قدر محو ہوئیں کہ اس طرف خیال ہی نہیں گیا کہ ہم تو اپنے ہاتھوں کو کاٹ رہی ہیں۔ جب حسن یوسف میں محویت کا یہ عالم ہے تو حسن الوہیت میں محویت کا کیا عالم ہوگا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اس وقت تجلی سے دور محجوب تھے اس لئے آپ کے دل میں خیال آیا کہ امت مصطفےٰ علیہ السلام پچاس نمازیں نہ پڑھ سکے گی اور دوسری حکمت یہ تھی کہ پچاس سے پانچ نمازیں باقی رہ گئیں اس لئے کہ قانون خداوندی یہ ہے کہ:

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۝

جو ایک نیکی کرے اسے دس کا اجر ہے جب نمازی پانچ نمازیں پڑھے گا تو اس کو پچاس کا ثواب ملے گا۔

اللہ تعالیٰ کو منظور یہ تھا کہ محبوب کی امت پر آسانی کی جائے اس لئے

گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے پچاس کا نقطہ ہٹا کر اپنے پاس رکھ لیا اور پانچ نمازیں اے امت مصطفےٰ تمہیں دیں لیکن جب رات کو تمہاری پانچ نمازیں میرے پاس پہنچیں گی تو وہ نقطہ جو اپنے پاس رکھ لیا تھا وہ اپنی رحمت سے پھر پانچ کے ساتھ لگا دوں گا اور پانچ کو پچاس بنا دوں گا۔

(۳) علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی تھی کہ اللہ ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے کر دے اس لئے ان کو آپ کی امت سے محبت تھی اور بار بار آپ سے تخفیف نماز کی درخواست کرتے رہے گویا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ہیں۔

(عمدۃ القاری، ج ۷، ص ۲۰۷۔ نسیم الریاض، ج ۲، ص ۲۶۱)

دعا مانگی موسیٰ نے اے رب اعلیٰ
بنا دے مجھے امتی مصطفےٰ کا

(۴) تفسیر حسینی میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی کریم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ فرمایا تھا کہ دنیا سے رحلت سے پہلے آپ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملائیں گے معراج کی رات یہ وعدہ پورا کیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس رات عروج و نزول کے وقت آپ کی ملاقات حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ چھٹے آسمان پر ہوئی۔ (تفسیر حسینی، ج ۲، ص ۱۹۲)

(۵) اس میں ایک حکمت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کوہ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی تھی الٰہی مجھے اپنا دیدار کرا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو نہیں دیکھ سکتا پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہو گا اس لئے انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کی بارگاہ میں بار بار بھیجا

تا کہ یہ بار بار اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں اور میں ان کا بار بار دیدار کروں۔
(فتح الباری، ج ۱، ص ۳۹۰)

ایہہ صورت ہے بے صورت تھیں
بے صورت ظاہر صورت تھیں
بے رنگ دسے اک مورت تھیں
وچہ وحدت پھٹیاں جد گھڑیاں

عرش پر جلوہ گری میں اسرار:

(۱) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔

اور اسی طرح ہم نے ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کی سلطنت دکھا دی۔

اس آیت کے تحت علاؤ الدین نے تفسیر خازن میں لکھا حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک پتھر پر کھڑے ہوئے انہوں نے تمام آسمانوں اور عرش کو دیکھ لیا اور ساتوں زمینوں کے عجائبات کو دیکھ لیا۔ اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام فرش پر کھڑے ہو کر عرش کو دیکھ لیں تو حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات عرش پر جلوہ گر ہیں آپ کی نگاہ کہاں تک پہنچی ہو گی عرش پر آپ کی جلوہ گری اس لئے ہوئی تا کہ ثابت ہو جائے آپ کی نگاہ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔

(۲) ہدہد پرندے نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں آ کر عرض کی میں نے ملک سبا میں دیکھا ہے کہ ایک عورت مردوں پر حکومت کرتی ہے۔ وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ اور اس کا ایک بڑا تخت ہے۔ معلوم ہوا کہ عرش کے معنی ہیں تخت کے زمانہ قدیم میں بادشاہ تخت پر بیٹھ کر حکومت کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنا

ایک عرش یعنی تخت بنایا ہے لیکن وہ اس پر بیٹھتا نہیں وہ بیٹھنے اُٹھنے اور کھڑا ہونے سے پاک ہے بیٹھتا وہ ہے جو کھڑا ہونے سے تھک جائے اللہ تھکنے سے بھی پاک ہے جب وہ بیٹھتا نہیں تو تخت تو ہوتا ہے بیٹھنے کے لئے اور یہ بھی ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس نے تخت یعنی عرش بے فائدہ پیدا کیا ہے کیونکہ وہ بہت بڑا حکیم ہے اور فِعْلُ الْحَكِيْمِ لَا يَخْلُوْ عَنِ الْحِكْمَةِ حکیم کا کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا تو پھر عرش کے پیدا کرنے میں کیا حکمت ہے علماء نے فرمایا کہ عرش کے پیدا کرنے میں یہ حکمت ہے کہ معراج کی رات خدا کا محبوب عرش پر جلوہ گر ہوتا کہ وہ زمین و آسمان کی حکومت کا بادشاہ بن جائے۔

وہی لامکاں کے مکیں ہوئے سرِ عرش تخت نشیں ہوئے
وہ نبی ہے جس کے ہیں یہ مکاں وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں

اللہ اللہ شہ کونین جلالت تیری
فرش کیا عرش پہ جاری ہے حکومت تیری

(۳) معراج کی رات آپ ﷺ کو عرش تک سیر کرائی گئی اس میں حکمت یہ تھی کہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین بنایا ہے اور وہ اس طرح کہ تمام کائنات عرش پر ختم ہو جاتی ہے۔ عرش کے بعد کسی مخلوق کا وجود ثابت نہیں ہے اسی طرح آپ پر سلسلہ نبوت ختم ہو گیا آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے نبوت و رسالت کے تمام کمالات آپ پر ختم ہیں۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ ایک اعرابی اپنی آستین میں ایک گوہ لایا اور حضور ﷺ سے کہا میں ایمان نہ لاؤں گا جب تک یہ گوہ ایمان نہ لائے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے گوہ تو کس کی عبادت کرتی ہے اس نے کہا:

اَلَّذِيْ فِي السَّمَاءِ عَرْشُهٗ وَفِي الْاَرْضِ سُلْطَانُهٗ وَفِي الْبَحْرِ سَبِيْلُهٗ وَفِي الْجَنَّةِ رَحْمَتُهٗ وَفِي النَّارِ عَذَابُهٗ۔

میں اس کی عبادت کرتی ہوں جس کا عرش آسمان میں ہے جس کی سلطنت زمین میں ہے جس کا راستہ سمندر میں ہے جس کی رحمت جنت میں اور جس کا عذاب دوزخ میں ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا اے گوہ بتا میں کون ہوں اس نے کہا:

أَنْتَ رَسُوْلُ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَ خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ صَدَّقَكَ وَقَدْ خَابَ مَنْ كَذَّبَكَ۔

آپ پروردگار عالم کے رسول اور تمام نبیوں کے خاتم ہیں جس نے آپ کی تصدیق کی وہ کامیاب ہوگیا اور جس نے آپ کی تکذیب کی وہ نامراد ہوگیا۔

اس پر وہ اعرابی مسلمان ہو کر چلا گیا۔ راستے میں ایک ہزار آدمی اسلحہ سے مسلح ملے اس نے ان سے پوچھا تم کہاں جا رہے ہو انہوں نے کہا جس نے نبوت کا دعویٰ کیا اس کو قتل کرنے چلے ہیں اس اعرابی نے کہا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ انہوں نے کہا کیا تو بے دین ہوگیا۔ اس نے کہا نہیں اور اپنا سارا واقعہ بیان کیا۔ اس پر ان سب نے پڑھ لیا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پھر وہ سب حضور ﷺ کی بارگاہ میں آئے اور کلمہ طیبہ پڑھا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ جو ہمیں حکم دیں ہم تعمیل ارشاد کریں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا تم جہاد کے لئے خالد بن ولید کے جھنڈے تلے جمع ہو جاؤ۔

اس حدیث پر غور کرو اس جانور نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ خاتم النبیین ہیں جو آپ کی ختم نبوت کا منکر ہے وہ جانور سے بھی بدتر ہے۔

(طبرانی اوسط، ج ٦، ص ٤٦٧)

(۴) آفتاب زمین سے ڈیڑھ سو گنا بڑا ہے اور آسمان پر ذرا سی جگہ پر نظر آتا ہے اس سے اندازہ لگا لو کہ آسمان کتنا بڑا ہے پھر دوسرا اس سے بڑا ہے اور تیسرا

اس سے بڑا ہے۔ اسی طرح چوتھا تیسرے سے اور پانچواں چوتھے سے چھٹا پانچویں سے ساتواں آسمان کرسی کے سامنے ایسے ہی جیسے بڑی ڈھال پر سات درہم ڈال دیئے جائیں پھر کرسی عرش کے سامنے ایسی ہی چھوٹی ہے اس سے عرش کی عظمت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ وہ کتنا بڑا ہوگا۔ عرش نے اپنے سے نیچے کی تمام مخلوق کو اپنے گھیرے میں لے رکھا ہے یا یوں کہیئے کہ ساری مخلوقات کے سروں کا تاج اللہ کا عرش ہے اور معراج کی رات عرش کا تاج نعلین مصطفٰے ہے کیونکہ آپ عرش پر جلوہ گر ہیں۔

ترے پاؤں نے سربلندی وہ پائی
بنا تاج سر عرش رب علیٰ کا

ان کی رفعت کا اندازہ کیا ہو عرش ہے جن کے قدموں کے نیچے
عرش و کرسی بھی نعلین پاکو تاج اپنا بنائے ہوئے ہیں

(۵) حضرت ابوالحمراء سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مجھے آسمان پر معراج ہوئی تو میں نے عرش پر لکھا دیکھا۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ (شفا شریف، ج۱، ص۱۷۴)

(۶) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میں عرش کے قریب پہنچا تو ارشاد خداوندی ہوا اے میرے حبیب آگے چلے آؤ اس وقت آپ نے نعلین مبارک اتارنی چاہی تو عرش مجید میں لرزہ آیا آواز آئی اے میرے حبیب نعلین سمیت عرش پر جلوہ گر ہو جاؤ تاکہ آپ کے قدم کی برکت سے میرا عرش قرار پائے آپ نے عرض کی یا اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا تھا۔

فَاخْلَعْ نَعْلَیْكَ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوٰی

اے موسیٰ اپنی نعلین اتار دو تم طویٰ کی پاکیزہ وادی میں ہو۔

جب تیرا عرش کوہ طور سے کئی درجے افضل ہے میں کس طرح نعلین سمیت آ جاؤں تب حکم ہوا اے میرے حبیب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نعلین اتارنے کا حکم اس لئے ہوا تھا کہ طور سینا کی خاک اس کے قدموں کو لگ جائے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان بلند ہو جائے اور آپ کو نعلین سمیت آنے کا حکم ہے اس لئے کہ آپ کے نعلین کی خاک عرش کو لگ جائے تو عرش کی عظمت کو چار چاند لگ جائیں۔ (قصص الانبیاء، ص ۲۸۷)

جب قریب عرش پہنچے شافع روز جزا
دل میں خیال کروں نعلین پاؤں سے جدا
پھر ندا آئی بھلا کیا قصد ہے یہ آپ کا
کیوں جھجکتے ہو بمع نعلین آؤ مصطفےٰ
پھر ندا آئی ذرا اس بات پر بھی غور ہو
تم کہاں موسیٰ کہاں وہ اور تھے تم اور ہو

نعلین کی تاویل بیان کرتے ہوئے علامہ نبہانی نے بیان فرمایا کہ جب اللہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرمایا تو آپ عظمت ہیبت کی وجہ سے پسینہ آ گیا حتیٰ کہ آپ کی بشریت کا جزء بدن اقدس سے اترا اور دونوں پاؤں میں نعلین کی طرح ہو گیا پس آپ نے اس کو اتارنا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ نہ اتاریئے اور یہ حکم اس لئے ہوا کہ اگر آپ اس کو اتار دیتے تو آپ صرف روحانی نور رہ جاتے اور زمین پر نہ اترتے حالانکہ اللہ کا ارادہ یہ تھا کہ آپ زمین پر نازل ہوں تاکہ آپ اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت دیں۔ (جواہر البحار، ص ۱۲۱۴)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

شرح صدر

اَلَمۡ نَشۡرَحۡ لَكَ صَدۡرَكَ○ اے حبیب ﷺ کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھول دیا۔

شرح صدر ہدایت کا وہ مرتبہ ہے کہ اس مرتبے میں تمام حقائق ملک و ملکوت لاہوت جبروت منکشف ہو جاتے ہیں زبان اسرار غیب کی کنجی اور دل خزانہ بن جاتا ہے پھر صاحب شرح صدر جو کچھ فرماتا ہے مشاہدہ کر کے فرماتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسی مرتبے کے عطا ہونے کی التجا کی تھی۔

رَبِّ اشۡرَحۡ لِيۡ صَدۡرِيۡ۔ اے میرے رب میرا سینہ کھول دے۔

کلیم مانگتے ہیں اور حبیب کو بن مانگے عطا ہوتا ہے چند مثالیں اور ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کی ربارگاہ میں عرض کی۔

قَالَ رَبِّ اَرِنِيۡۤ اَنۡظُرۡ اِلَيۡكَ۔ عرض کی اے میرے رب مجھے اپنا دیدار دکھا۔

اور حبیب سے فرمایا گیا۔ اَلَمۡ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ کیا تم نے اپنے رب کو نہ دیکھا چنانچہ آپ نے بلاحجاب اپنے رب کا دیدار کیا۔

عرش پر جب رُکے میرے آقا یوں یکایک ہوا حکم مولیٰ

بے حجاب آیئے یا محمد میرا تجھ سے تو پردہ نہیں ہے

حضرت خلیل اللہ نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کی وَلَا تُخۡزِنِيۡ يَوۡمَ يُبۡعَثُوۡنَ قیامت کے دن مجھے رسوانہ کرنا اور اپنے حبیب ﷺ کے لئے اللہ نے فرمایا۔

يَوۡمَ لَا يُخۡزِى اللّٰهُ النَّبِىَّ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ۔

اللہ قیامت کے دن نبی کریم ﷺ اور ایمان والوں کو رسوانہ کرے گا۔

حضرت خلیل اللہ نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کی۔

وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ ○

الٰہی آخر میں آنے والوں میں میرا اچھا چرچا رہے۔

اور حبیب اللہ کے لئے فرمایا گیا۔ وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ ہم نے ترے لئے تیرا ذکر بلند کر دیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی قَالَ رَبِّ اغْفِرْلِیْ اے رب مجھے بخش دے اور حبیب اللہ کے لئے فرمایا گیا۔

لِیَغْفِرَلَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ ○

تا کہ اللہ تمہارے سبب گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔

معلوم ہوا کہ پہلے انبیاء کو جو چیزیں مانگنے سے ملیں حبیب اللہ کو بن مانگے عطا ہوئیں۔ آیت زیر بحث میں صدر سے مراد دل ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

(ا) یَعْلَمُ خَآئِنَۃَ الْاَعْیُنِ وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ ○

اللہ تعالیٰ آنکھوں کی خیانت اور دل کی پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے۔

(ب) وَحُصِّلَ مَا فِی الصُّدُوْرِ۔ جو راز دلوں میں ہیں وہ کھول دیئے جائیں گے

(ج) قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِیْ صُدُوْرِکُمْ اَوْ تُبْدُوْہُ یَعْلَمْہُ اللّٰہُ۔

تم فرمادو اگر تم اپنے دل کی بات چھپاؤ یا ظاہر کرو اللہ کو سب معلوم ہے۔

ثابت ہوا کہ صدر سے مراد دل ہے اب سنیئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں نور ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ ○

اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق کہ اس میں ایک چراغ ہے اور وہ چراغ ایک فانوس میں ہے۔

حضرت کعب احبار اور سعید بن جبیر فرماتے ہیں اس آیت میں دوسرے نور سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں اور عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ طاق سے مراد حضور ﷺ کا سینہ مبارک ہے اور فانوس سے مراد آپ کا قلب مبارک ہے اور چراغ وہ نور ہے جو اللہ نے اس دل میں رکھا ہے۔ (تفسیر خازن، ج ۳، ص ۳۳۲)

پس ثابت ہو گیا کہ حضور ﷺ کے دل میں نور ہے۔

شمع دل مشکوٰۃ تن سینہ زجاجہ نور کا
تری صورت کے لئے آیا ہے سورہ نور کا

حضرت ابوسعید خراز رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے خواب میں شیطان کو دیکھا میں نے اسے مارنے کے لئے اپنا عصا اٹھایا مجھے کہا گیا کہ شیطان عصا سے نہیں ڈرتا میں نے پوچھا شیطان کس سے ڈرتا ہے کہا گیا یہ دل میں پوشیدہ نور سے ڈرتا ہے۔ (ابن عساکر، ج ۱، ص ۴۲۹)

چونکہ حضور ﷺ کے دل میں نور ہے اس لئے شیطان آپ سے ڈرتا ہے اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ ہر طرف سے نور ہیں چنانچہ ترمذی میں حدیث ہے کہ حضور ﷺ نے دعا مانگی۔ اے اللہ میرے دل میں نور کر دے میری قبر میں نور کر دے۔ میرے آگے میرے پیچھے نور کر دے۔ میرے دائیں اور بائیں نور کر دے میرے اوپر اور نیچے نور کر دے میرے کانوں اور میری آنکھوں میں نور کر دے میرے بالوں اور میری جلد میں نور کر دے میرے گوشت اور میرے خون میں نور کر دے میری ہڈیوں میں نور کر دے میرے لئے بہت زیادہ نور کر دے اور مجھے نور عطا کر اور مجھے نور کر دے۔ (ترمذی کتاب الدعوات)

ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ چاروں طرف سے نور ہیں اور نور میں ٹھنڈک ہوتی ہے اور شیطان آگ سے بنا ہے اس لئے ٹھنڈک سے خوف کھاتا ہے اور حضور ﷺ کے قریب نہیں آتا اور حدیث میں ہے کہ جب اذان دی جاتی ہے تو شیطان ۳۶ میل دور بھاگ جاتا ہے کیونکہ اذان کے کلمات نوری ہیں اور نور میں ٹھنڈک ہوتی ہے نیز حدیث میں آیا ہے کہ شیطان فاروق اعظم کے سائے سے ڈرتا ہے۔ جب نبی کریم ﷺ کے غلام سے ڈرتا ہے تو پھر آقا کے قریب کیسے آ سکتا ہے۔

علامہ قرطبی نے لکھا ہے:

وَاِذَا دَخَلَ النُّوْرُ فِی الْقَلْبِ اِنْفَسَحَ وَاسْتَوْسَعَ۔

(تفسیر قرطبی سورہ زمر، ص ۲۴۷)

جب دل میں نور آ جائے تو دل میں وسعت پیدا ہو جاتی ہے۔

علامہ محمود آلوسی بغدادی نے لکھا ہے۔

اَلَمْ نُفَسِّحْ صَدْرَكَ حَتّٰى حَوٰى عَالَمَيِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ۔

ہم نے آپ کے دل کو اتنا وسیع کر دیا کہ عالَم غیب اور عالم شہادت اس کے احاطے میں آ گئے۔ عالم شہادت ساتویں زمین سے ساتویں آسمان تک ہے اور عالم غیب ساتویں آسمان سے عرش تک ہے اب مطلب یہ ہو گیا کہ خدا تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کا سینہ عرش سے فرش تک وسیع کر دیا ہے اور اس سینے میں دل ہے اور دل میں نور ہے لہٰذا فرش سے لے کر عرش تک جتنی چیزوں کو نور ملا ہے وہ حضور ﷺ سے نور ملا ہے۔

لامکاں تک اجالا ہے جس کا وہ ہے
ہر مکاں کا اجالا ہمارا نبی

آفتاب و مہتاب اور ستاروں کو جو نور ملا ہے وہ آپ ہی سے ملا ہے۔

یہ جو مہر و مہ پہ ہے اطلاق آتا نور کا
بھیک تیرے نام کی ہے استعارہ نور کا

انبیاء علیہم السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نور لیا۔

انبیاء اجزاء ہیں تو بالکل ہے جملہ نور کا
اس علاقے سے ہے ان پر نام سچا نور کا

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جتنا عرش کا رقبہ ہے اس کو ایک کروڑ سے ضرب دو تو جو حاصل ضرب آئے گا ولی کامل کا دل اس سے بھی بڑا ہو جاتا ہے جب ولی کامل کے دل کی وسعت کا یہ عالم ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کی وسعت کا کون حساب لگا سکتا ہے۔

دل دریا سمندروں ڈوہنگے کون دلاں دیاں جانے ہو
وچے بیڑے وچے جیہڑے وچے ونج مہانے ہو
چودہ طبق دلے دے اندر تنبو وانگوں تانے ہو
جو دلدا محرم ہوا حضرت باہو سوئیو رب پچھانے ہو

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی رَجُلٍ نُوِّرَ قَلْبُهٗ فَلْيَنْظُرْ اِلٰی سَلْمَانَ۔

جو کسی ایسے آدمی کو دیکھنا چاہتا ہے جس کے دل کو منور کر دیا گیا ہے وہ سلمان کو دیکھ لے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ میرے صحابہ میں سے چار سے محبت کرتا ہے۔ حضرت علی، حضرت ابوذر، حضرت مقداد بن اسود اور حضرت سلمان فارسی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ (ابن عساکر، ج ۶، ص ۲۰۰)

ان دونوں احادیث کو ملانے سے نتیجہ یہ نکلا کہ چونکہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ

کا دل نور سے منور ہے اس لئے اللہ تعالیٰ آپ سے محبت کرتا ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں اور چونکہ حضور ﷺ کے دل میں بھی نور ہے لہٰذا آپ خدا کے محبوب ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی حدیث ہے۔

امیر المومنین حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی سے کچھ لینا تھا آپ نے اس یہودی سے فرمایا قسم اس خدا کی جس نے حضرت محمد ﷺ کو تمام نوع بشر پر فضیلت بخشی میں تجھے نہ چھوڑوں گا یہودی نے قسم کھا کر حضور ﷺ کی افضلیت مطلقہ کا انکار کیا۔ امیر المومنین نے اس کو طمانچہ دے مارا یہودی بارگاہِ رسالت میں شکایت لے کر آیا۔ حضور اقدس ﷺ نے امیر المومنین کو حکم دیا تم نے اس کو تھپڑ مارا ہے اسے راضی کرلو اور یہودی کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا اے یہودی آدم صفی اللہ ہیں۔ ابراہیم خلیل اللہ ہیں۔ موسیٰ نجی اللہ ہیں اور عیسیٰ روح اللہ ہیں لیکن میں حبیب اللہ ہوں بلکہ اے یہودی اللہ تعالیٰ نے اپنے دو ناموں سے میری امت کے نام رکھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سلام ہے میری امت کا نام اس نے مسلمان رکھا اللہ تعالیٰ اومن ہے میری امت بھی مومن ہے بلکہ اے یہودی جنت تمام نبیوں پر حرام ہے جب تک میں جنت میں داخل نہ ہو جاؤں اور سب امتوں پر حرام ہے جب تک میری امت جنت میں داخل نہ ہو جائے۔ (تجلی الیقین، ص ۷۷)

نہ پہنچیں گے جب تک گنہگار ان کے
نہ جائے گی جنت میں امت کسی کی

حضرت جعفر بن برقان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت حارث بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو کون ہے عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں مومن ہوں فرمایا تیرے ایمان کی حقیقت کیا ہے عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں نے دنیا سے منہ موڑ لیا اور شب بیداری کی اور دن کو پیاسہ رہا۔

وَكَاَنِّىْ اَنْظُرُ اِلٰى عَرْشِ رَبِّىْ بَارِزًا وَكَاَنِّىْ اَنْظُرُ اِلٰى اَهْلِ الْجَنَّةِ يَتَزَاوَرُوْنَ فِيْهَا وَكَاَنِّىْ اَنْظُرُ اِلٰى اَهْلِ النَّارِ يَتَضَارَعُوْنَ فِيْهَا فَقَالَ النَّبِىُّ مُؤْمِنٌ نَوَّرَ قَلْبَهٗ۔ (مصنف عبدالرزاق، کشف المحجوب، ج ۱۱، ص ۱۲۹)

اور میں ظاہراً عرش کو دیکھ رہا ہوں اور میں اہل جنت کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ باہمی زیارت کرتے ہیں اہل دوزخ کو چیختے دیکھ رہا ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا یہ مومن ہے اس کا دل منور کر دیا گیا ہے۔ معلوم ہوا کہ جس کے دل میں نور آ جائے وہ عرش کو دیکھنے لگ جاتا ہے اور چونکہ حضور ﷺ کے دل میں نور ہے لہٰذا آپ بھی عرش کو دیکھتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۝

اور تم فرشتوں کو دیکھتے ہو عرش کے آس پاس حلقہ کئے اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بولتے جو نبی فرش زمین سے عرش کو دیکھ سکتا ہے اس سے کائنات کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے جنگل میں ایک نوجوان کو دیکھا جو ننگے پاؤں گھوم رہا تھا میں نے اسے دیکھ کر کہا السلام علیک اس نے جواب دیا وعلیک السلام یاذالنون مصری میں نے پوچھا کیا آپ مجھے جانتے ہیں اس نے کہا نہیں میں نے پوچھا تو پھر آپ کو فراست کیسے حاصل ہوئی فرمایا یہ فراست تو خدائے پاک نے عطا کی ہے جو اس کا مالک ہے۔

هُوَالَّذِىْ نَوَّرَ قَلْبِىْ بِالْفِرَاسَةِ۔

اس نے میرے دل میں فراست کا نور پیدا کیا ہے۔

معلوم ہوا کہ دل میں نور آ جائے تو اللہ تعالیٰ وہ قوت فراست عطا فرماتا ہے جس کے بارے میں حدیث ہے۔

اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ۔

مومن کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

چونکہ حضور ﷺ کے دل میں بھی نور ہے لہٰذا آپ کو بھی اعلیٰ درجے کی فراست عطا ہوئی ہے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ منیٰ کی مسجد خیف میں بیٹھا تھا کہ ایک انصاری اور ایک ثقفی آدمی حضور ﷺ کے پاس آئے اور دونوں نے سلام کیا۔ حضور ﷺ نے جواب دیا پھر انہوں نے کہا یارسول اللہ ﷺ ہم آپ سے کچھ پوچھنے آئے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اگر تم چاہو تو میں خود تمہیں بتا دوں کہ تم کیا دریافت کرنا چاہتے ہو اور اگر چاہو تو ایسا نہ کروں۔ انہوں نے کہا یارسول اللہ ﷺ آپ ارشاد فرمائیں اس پر ثقفی نے انصاری سے کہا آپ پہلے پوچھ لیں اس پر انصاری نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ مجھے خبر دیں میں کیا پوچھنا چاہتا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا تو یہ پوچھنا چاہتا ہے کہ جب تو اپنے گھر سے بیت اللہ کے ارادے سے نکلا تو تیرے لئے اس میں کیا ثواب ہے اور طواف کے بعد دو رکعت پڑھنے اور صفا مروہ کی سعی کرنے اور شام تک عرفہ میں ٹھہرنے اور قربانی کے رمی جمار اور عہد میں رمی جمار کرنے اور قربانی کرنے اور سر منڈانے میں ترے لئے کیا ثواب ہے اس انصاری نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے حق کے ساتھ آپ کو مبعوث فرمایا ہے میں انہیں باتوں کے دریافت کرنے کو آپ کے پاس آیا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا جب تو بیت اللہ کے ارادے سے اپنے گھر سے نکلا تو اونٹنی کے ہر قدم کے بدلے تیرے لئے یہ ثواب ہے کہ ہر قدم پر ایک نیکی ملتی ہے اور ہر قدم پر ایک گناہ معاف اور جنت میں ایک درجہ بلند ہو جاتا ہے اور طواف کے بعد دو رکعتوں کا پڑھنا ایسا ہے جیسے بنی اسماعیل سے ایک غلام آزاد کر دیا اور صفا مروہ کا

طواف ایسا ہے جیسے ستر غلام آزاد کر دیئے اور میدان عرفات میں شام تک ٹھہرنے کا ثواب ایسا ہے کہ خدا کی رحمت پہلے آسمان پر جلوہ گر ہوتی ہے اور اللہ فرماتا ہے میرے یہ بندے پریشان حال بکھر بالوں والے دور دراز سے میری رحمت اور میری مغفرت کی امید پر آئے ہیں اگر ان لوگوں کے گناہ ریت کے ذروں کی تعداد کے برابر یا سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں تب بھی میں نے ان کے تمام گناہوں کو معاف کر دیا۔ اے میرے بندو تم اس حال میں لوٹ جاؤ کہ تمہاری مغفرت ہوگئی اور جس کی تم نے شفاعت کی اس کی بھی مغفرت ہوگئی اور رمی جمار کا ثواب یہ ہے کہ ہر کنکری کے بدلے ایک ہلاکت میں ڈالنے والا گناہ کبیرہ معاف ہو جاتا ہے اور تیری قربانی تیرے رب کے نزدیک بھلائی ہے۔ سر منڈانے کا اجر یہ ہے کہ ہر بال کے بدلے ایک نیکی ہے اور ایک گناہ معاف انصاری نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ اگر گناہ اتنے نہ ہوں تو فرمایا تیری نیکیوں میں ذخیرہ کر دیا جاتا ہے اور بیت اللہ کے طواف کا ثواب یہ ہے کہ تیرے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور ایک فرشتہ آ کر تیرے دونوں کندھوں کے درمیان بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے تیرے پہلے گناہ معاف ہو گئے اب از سر نو عمل کر بعد ازاں ثقفی کو حضور ﷺ نے فرمایا تو نماز کے بارے میں پوچھنے آیا ہے فرمایا جب تو اپنے چہرے کو دھوتا ہے تو تیری پلکوں سے تیرے چہرے کے گناہ پانی کے قطرات کے ساتھ گر جاتے ہیں اور ہاتھ دھونے سے ترے ناخنوں سے پانی کے قطرات کے ساتھ تیرے ہاتھوں کے گناہ گر جاتے ہیں اور جب سر کا مسح کرتا ہے تو ترے سر کے گناہ گر جاتے ہیں اور جب پاؤں دھوتا ہے تو پاؤں کے گناہ ناخنوں سے گر جاتے ہیں۔

(زرقانی، ج ۷، ص ۲۱۰)

خیال آیا مسلماں نیک و بد پہچان جاتے ہیں
محمد آدمی کے دل کی باتیں جان جاتے ہیں
خدا نے کیا تجھ کو آگاہ سب سے
دو عالم میں جو کچھ خفی و جلی ہے

حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا معراج کی رات جب میں عرش کے قریب پہنچا تو عرش سے ایک قطرہ میری زبان پر ٹپکا جو نہایت شیریں تھا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ:

فَاَنْبَانِیَ اللّٰہُ بِھَا نَبَاَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ وَنُوِّرَ قَلْبِیْ۔

(زرقانی، ج۶، ص ۹۵)

اس سے اللہ تعالیٰ نے مجھے اولین اور آخرین کا علم عطا فرما دیا اور میرا دل منور کر دیا گیا۔

معلوم ہوا کہ جس کے دل میں نور آجائے اسے اولین اور آخرین کا علم حاصل ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو اولین و آخرین کے علم سے سرفراز فرمایا۔ چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) حضرت عبدالرحمٰن بن عائش سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

رَاَیْتُ رَبِّیْ عَزَّوَجَلَّ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَۃٍ قَالَ فِیْمَا یَخْتَصِمُ الْمَلَاُ الْاَعْلٰی قُلْتُ اَنْتَ اَعْلَمُ قَالَ فَوَضَعَ کَفَّہٗ بَیْنَ کَتِفَیَّ فَوَجَدْتُّ بَرْدَھَا بَیْنَ ثَدْیَیَّ فَعَلِمْتُ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔

ترجمہ: میں نے اپنے پروردگار کو اچھی صورت میں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پوچھا ملائکہ مقربین کس بات میں جھگڑا کرتے ہیں میں نے عرض کی یا اللہ تو

ہی خوب جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا یدِ قدرت میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا جس کی سردی میں نے اپنے سینے میں محسوس کی اور مجھے آسمانوں اور زمین کی تمام چیزوں کا حاصل ہو گیا۔ (مشکوٰۃ باب المساجد)

(۲) حضرت حذیفہ سے مروی ہے کہ:

مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قَائِدِ فِتْنَةٍ إِلٰى أَنْ تَنْقَضِيَ الدُّنْيَا يَبْلُغُ مَنْ مَّعَهُ ثَلٰثَ مِائَةٍ فَصَاعِدًا إِلَّا قَدْ سَمَّاهُ لَنَا بِاسْمِهٖ اِسْمِ أَبِيْهِ وَاِسْمِ قَبِيْلَتِهٖ۔

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے کسی ایسے شخص کا ذکر نہیں چھوڑا جو آج سے قیامت کے دن تک فتنہ کا باعث ہوگا جس کے ساتھیوں کی تعداد تین سو یا تین سو سے زیادہ ہوگی مگر یہ کہ اس کا اس کے باپ اور اس کے قبیلہ تک کا نام بتا دیا۔
(مشکوٰۃ کتاب الفتن)

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بھیڑیا آیا اور چرواہے کے ریوڑ میں سے ایک بکری اٹھا کر لے گیا چرواہے نے اس کا تعاقب کیا اور بکری کو اس سے چھین لیا۔ بھیڑیا ایک ٹیلے پر چڑھ گیا اور وہاں اپنی وضع پر بیٹھ گیا اور کہا میں نے رزق کا ارادہ کیا تھا جو مجھ کو خدا نے دیا تھا میں نے اس پر قبضہ کیا تھا لیکن تو نے اس کو مجھ سے چھین لیا۔

فَقَالَ الرَّجُلُ تَاللّٰهِ إِنْ رَأَيْتُ كَالْيَوْمِ ذِئْبٌ يَتَكَلَّمُ فَقَالَ الذِّئْبُ أَعْجَبُ مِنْ هٰذَا رَجُلٌ فِي النَّخَلَاتِ بَيْنَ الْحَرَّتَيْنِ يُخْبِرُكُمْ بِمَا مَضٰى وَمَا هُوَ كَائِنٌ بَعْدَكُمْ۔

ترجمہ: اس آدمی نے کہا خدا کی قسم ایسی عجیب بات میں نے کبھی نہیں دیکھی جو آج کے دن دیکھی ہے بھیڑیا بولتا ہے بھیڑیئے نے کہا اس سے زیادہ عجیب بات

یہ ہے کہ ایک شخص جو درختوں میں ہے وہ کھجور کے درخت جو دو سنگستانوں کے درمیان واقع ہیں۔ گزری ہوئی باتوں کی خبریں دیتا ہے اور جو واقعات تمہارے بعد ہونے والے ہیں ان کو بتاتا ہے۔ (مشکوٰۃ باب المعجزات)

از زرقانی شریف:

(۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَعَی النَّجَاشِیَّ فِی الْیَوْمِ الَّذِیْ مَاتَ فِیْہِ خَرَجَ اِلَی الْمُصَلّٰی فَصَفَّ بِھِمْ وَکَبَّرَ اَرْبَعًا۔

ترجمہ: بے شک رسول اللہ نے (حبشہ کے بادشاہ) نجاشی کے مرنے کی خبر اسی روز دی جس روز فوت ہوئے آپ عیدگاہ تشریف لے گئے اور لوگوں کی صفیں بندھوائیں اور چار تکبیریں کہیں۔ (زرقانی، ج ۷، ص ۳۰۶۔ بخاری، ج ۱، ص ۲۱۷)

(۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ قَدْ رَفَعَ لِیَ الدُّنْیَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْھَا وَاِلٰی مَا ھُوَ کَائِنٌ فِیْھَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ کَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰی کَفِّیْ ھٰذِہٖ۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے ہمارے سامنے ساری دنیا کو پیش فرما دیا پس ہم اس دنیا کو اور جو اس میں قیامت تک ہونے والا ہے اس طرح دیکھ رہے ہیں جیسے اپنے ہاتھ کی ہتھیلی کو دیکھتے ہیں۔ (زرقانی، ج ۷، ص ۲۰۴)

علوم اولین و آخرین کا کردیا مالک
خدا نے عرش پر کی دھوم سے دعوت محمد کی

شق صدر:

مسلم شریف کی روایت ہے کہ فرشتوں نے حضور ﷺ کا سینہ اقدس اوپر

سے نیچے تک چاک کیا اور قلب مبارک باہر نکالا پھر اسے شگاف دیا اور خون کا ایک لوتھڑا نکال کر باہر پھینک دیا۔ حضور ﷺ کا شق صدر تین مرتبہ ہوا پہلی مرتبہ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تا کہ آپ ﷺ کا قلب اطہر قلوب الانبیاء کی مثل ہو جائے ، دوسری مرتبہ نزول وحی سے پہلے اور تیسری مرتبہ معراج میں تا کہ آپ کا دل ملائکہ کے دلوں کی طرح ہو جائے شق صدر میں مندرجہ ذیل حکمتیں تھیں۔

حیات النبی کی دلیل:

شق صدر میں ایک حکمت بلیغہ یہ تھی کہ صحابہ کرام کے لئے نبی کریم ﷺ کی حیات بعد الممات پر دلیل قائم ہو جائے اور وہ اس طرح کہ عادۃً بغیر روح کے جسم میں حیات نہیں ہوتی لیکن نبیوں کے جسم قبض روح کے بعد زندہ ہوتے ہیں چونکہ روح حیات کا مرکز قلب انسانی ہے لہٰذا جب کسی کا دل جسم سے باہر نکال لیا جائے تو وہ زندہ نہیں رہتا لیکن رسول اللہ ﷺ کا دل سینے سے باہر نکالا گیا پھر اسے شگاف دیا گیا اور وہ منجمد خون جو جسمانی اعتبار سے دل کے لئے بنیادی حیثیت رکھتا ہے صاف کر دیا گیا اس کے باوجود حضور بدستور زندہ رہے جو اس امر کی روشن دلیل ہے کہ قبض روح کے بعد بھی حضور ﷺ زندہ ہیں کیونکہ جس کا دل بدن سے باہر ہو اور وہ پھر بھی زندہ رہے اگر اس کی روح قبض ہو کر باہر آ جائے تو وہ کب مردہ ہو سکتا ہے۔

حیات النبی کی ایک دلیل اور ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا○

اور اپنے ماں باپ کو تخت پر بٹھایا اور سب اس کے لئے سجدے میں گرے

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا گیا۔

فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا○

پھر جب کہ اس کے رب نے پہاڑ پر اپنا نور چمکایا اسے پاش پاش کر دیا اور موسیٰ گرا بے ہوش۔

ایک اور جگہ قرآن میں فرمایا گیا۔

اِذَا تُتْلٰی عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا○

جب ان پر رحمٰن کی آیات پڑھی جائیں گر پڑے سجدہ کرتے اور روتے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ ''خَرَّ'' کا لفظ زندوں کے لئے استعمال ہوتا ہے اب سنیئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰی مَوْتِهٖۤ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِی الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ○

جب ہم نے اس پر موت کا حکم بھیجا جنوں کو ان کی موت نہ بتائی مگر زمین کی دیمک اس کا عصا کھاتی تھی جب سلیمان زمین پر آیا جنوں کو حقیقت کھل گئی اگر غیب جانتے ہوتے تو اس خواری کے عذاب میں نہ ہوتے۔

جب مسجد اقصیٰ کی تعمیر مکمل ہو گئی اور رنگ و روغن باقی تھا تو حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات قریب آ گئی آپ نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کی مولیٰ مسجد کا کام ابھی باقی ہے تب آپ کو حکم ہوا کہ نماز کی نیت باندھ لیں چنانچہ آپ نماز میں کھڑے ہو گئے اور لاٹھی کی ٹیک لگا لی اسی حال میں آپ کی روح مبارک قبض کر لی گئی اور آپ لاٹھی کے سہارے ایک سال تک کھڑے رہے جنات کو اس لئے شبہ نہ ہوا کہ آپ پہلے بھی کئی کئی دن تک نماز پڑھتے رہتے تھے۔ اس لئے وہ

برابر کام میں لگے رہے ایک سال کے بعد دیمک نے لاٹھی کھا لی جس سے لاٹھی گر گئی اور آپ کا جسم شریف زمین پر آ گیا تب جنات بھاگ گئے اس وقت کام مکمل ہو چکا تھا۔

اس آیت سے مندرجہ ذیل فائدے حاصل ہوئے۔

(۱) انبیاء کرام اجسام وفات کے بعد گلنے یا بگڑنے سے محفوظ ہوتے ہیں حضرت سلیمان علیہ السلام کا جسم مبارک ایک سال تک قائم رہا ہے مگر کوئی فرق نہ آیا۔

(۲) انبیاء کرام کے اجسام کو کیڑا نہیں کھا سکتا دیکھو دیمک نے لاٹھی کو کھا لیا لیکن آپ کے پاؤں مبارک نہ کھائے۔

(۳) پیغمبر کا کفن بھی گلنے اور میلا ہونے سے پاک ہوتا ہے حضرت سلیمان علیہ السلام کا لباس ایک سال تک نہ گلا نہ میلا ہوا۔

(۴) انبیاء کرام وفات کے بعد بھی دینی اور دنیاوی حاجتیں پوری کرتے ہیں حضرت سلیمان علیہ السلام نے وفات کے بعد مسجد کی تکمیل کرا دی۔

(۵) دینی ضرورت کی وجہ سے کفن و دفن میں دیر لگانا سنت الٰہیہ ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا ایک سال تک کفن و دفن نہ ہوا کیونکہ مسجد کی تعمیر کا کام ابھی باقی تھا لہٰذا صحابہ نے خلافت کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کفن و دفن میں دیر لگا دی کہ خلافت کا انتخاب ایک دینی کام تھا۔

اس آیت میں ''خَـرَّ'' کا لفظ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے استعمال ہوا ہے جن کی وفات ہو چکی ہے اور چونکہ خر کا لفظ زندوں پر بولا جاتا ہے لہٰذا حضرت سلیمان علیہ السلام وفات کے بعد زندہ ہیں جب حضرت سلیمان علیہ السلام کی حیات بعد الوفات کا یہ کمال ہے تو پھر پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات بعد الوفات کا کیا کمال ہو گا یقیناً آپ بھی اپنی قبر انور کے اندر زندہ ہیں اور حیات حقیقی کے ساتھ زندہ ہیں۔

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
میرے چشم عالم سے چھپ جانے والے

قلب مبارک کی آنکھیں اور کان:

جبریل علیہ السلام نے شق صدر کے بعد آپ کے قلب مبارک کو آب زمزم کے ساتھ دھویا اور فرمایا۔

قَلْبٌ سَدِيْدٌ فِيْهِ عَيْنَانِ تُبْصِرَانِ وَاُذُنَانِ تَسْمَعَانِ۔

(فتح الباری، ج ۱۳، ص ۴۱۰)

قلب مبارک ہر قسم کی کجی سے پاک ہے اور بے عیب ہے اس میں دو آنکھیں ہیں جو دیکھتی ہیں دو کان ہیں جو سنتے ہیں۔

قلب مبارک کی آنکھیں دور کی چیزوں کو دیکھنے کے لئے ہے اور کان دور کی آوازوں کو سننے کے لئے ہیں جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ:

اِنِّیْ اَرٰی مَالَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَالَا تَسْمَعُوْنَ۔

میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے۔

دور سے دیکھنا:

جنگ موتہ ملک شام میں ہو رہی تھی اس کے سارے حالات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں بیٹھے بیٹھے بیان فرما دیئے کہ کس نے علم اٹھایا وہ کیسے شہید ہوا سب کچھ بتا رہے تھے اور آپ کی مبارک آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

(مشکوٰۃ، ص ۵۳۲)

اسی اثناء میں آپ مسکرائے آپ سے مسکرانے کا سبب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا میں اپنے دوستوں کے قتل ہونے پر غمگین ہوا مگر اب ان کو جنت

میں ایک دوسرے کے مقابل تختوں پر بیٹھے دیکھ کر خوشی سے مسکرایا ہوں۔

جب حضرت لیلیٰ بن منبہ رضی اللہ عنہ جنگ موتہ کی خبر لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنگ کے تفصیلی حالات پہلے میں تجھ کو بتاؤں یا تو بتائے گا۔ اس نے عرض کی پہلے آپ ہی بتائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ وہاں ہوا جس پر جو جو گزری جس جس طرح کوئی شہید ہوا سب تفصیلاً بیان فرمادیا۔ حضرت لیلیٰ رضی اللہ عنہ نے سن کر عرض کی خدا کی قسم آپ کے بیان اور اصل واقعات میں سرمو فرق نہیں واقعی اسی طرح ہوا جس طرح آپ نے بیان فرمادیا۔

(طبقات ابن سعد، کنز العمال)

دور سے سننا:

حضرت ابو درداء سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَيْسَ مِنْ عَبْدٍ يُّصَلِّيْ عَلَيَّ اِلَّا بَلَغَنِيْ صَوْتُهٗ حَيْثُ كَانَ قُلْنَا وَبَعْدَ وَفَاتِكَ قَالَ وَ بَعْدَ وَفَاتِيْ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ۔

(جلاء الافہام، ص ۷۳)

کوئی شخص ایسا نہیں کہ مجھ پر درود پڑھے مگر اس کی آواز مجھے پہنچتی ہے چاہے وہ کہیں ہو۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا وفات کے بعد بھی ایسا ہوگا فرمایا ہاں وفات کے بعد بھی اس طرح سن لیا کروں گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے اجسام حرام کر دیئے ہیں وہ ان کو کھاتی نہیں۔

حضرت ابوبکر محمد بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

میں حضرت ابوبکر بن مجاہد رضی اللہ عنہ کے پاس تھا کہ شبلی آئے اور ابوبکر بن مجاہد رضی اللہ عنہ ان کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے اور ان سے معانقہ کیا اور ان کی

دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ میں نے کہا اے میرے سردار آپ شبلی کے ساتھ ایسا کرتے ہیں حالانکہ آپ اور بغداد والے اسے دیوانہ تصور کرتے ہیں تو انہوں نے جواب دیا میں نے شبلی کے ساتھ ایسا ہی کیا ہے جیسا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کرتے دیکھا ہے میں نے خواب میں دیکھا کہ حضور ﷺ کھڑے ہو گئے اور ان کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ شبلی کے ساتھ ایسا کرتے ہیں آپ نے فرمایا یہ شبلی ہر نماز کے بعد سورہ توبہ کی آخری دونوں آیات پڑھتا ہے اور پھر تین مرتبہ کہتا ہے صلی اللہ علیک یا محمد۔ حضرت ابوبکر بن مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے شبلی سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے اس کی تصدیق کی اور ایسے ہی بیان کیا جیسے میں نے سنا تھا۔

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ اپنی قبر انور میں رہ کر بغداد سے شبلی کے درود کو سنتے تھے۔

دور و نزدیک سے سننے والے وہ کان
کان لعل کرامت پہ لاکھوں سلام

نور و بشر:

جب نبی کریم ﷺ کا شق صدر ہوا تو نہ تو آپ کو درد ہوا اور نہ ہی خون نکلا۔ (جواہر البحار، ج ۲، ص ۲۵۹۔ الابریز، ص ۱۹۸)

علامہ اسماعیل حقی نے لکھا ہے:

فَلَمْ یَکُنِ الشَّقُّ بِاٰلَةٍ وَلَمْ یَسِلِ الدَّمُ۔ (روح البیان، ج ۵، ص ۱۰۶)

شق صدر کسی آلے سے نہ تھا نہ اس شگاف سے خون نکلا۔

شق صدر ہونا بشریت مطہرہ کی دلیل ہے اور باوجود سینہ چاک ہونے

کے خون نہ نکلنا درد محسوس نہ ہونا اور آلے کی ضرورت محسوس نہ ہونا نورانیت کی دلیل ہے حضور ﷺ کی خلقت نور ہے اور بشریت ایک لباس ہے اللہ اس بات پر قادر ہے کہ جب چاہے اپنی حکمت کے مطابق بشری احوال کو نورانیت پر غالب کر دے اور جب چاہے نورانیت کو احوال بشریہ پر غالب کر دے بشریت نہ ہوتی تو شق صدر نہ ہوتا اور نورانیت نہ ہوتی تو آلہ بھی درکار ہوتا اور خون بھی ضرور نکلتا۔

غزوہ اُحد میں دانت کو صدمہ پہنچا تو خون نکلا وہاں احوال بشریہ کا غلبہ تھا اور معراج کی رات شق صدر ہوا خون نہ نکلا یہاں نورانیت کا غلبہ تھا۔

نورانیت:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللّٰهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُورِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ۝

چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے مونہوں سے بجھا دیں اور اللہ کو اپنا نور پورا کرنا پڑے بُرا منائیں کافر۔

حدیث نمبر 1.

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی کریم ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا بے شک اللہ کے نزدیک لوح محفوظ میں نہیں تمام نبیوں کا خاتم لکھا ہوا ہوں اس وقت حضرت آدم علیہ السلام اپنی مٹی میں گندھ رہے تھے اور اس کی حقیقت کی میں تمہیں خبر دیتا ہوں کہ میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا سے آیا ہوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں اور اپنی ماں کے خواب کے مطابق آیا ہوں۔ میری ماں نے خواب دیکھا۔ اَنَّهٗ خَرَجَ مِنْهَا

نُوْرٌ کہ ان سے ایک نور نکلا جس کے سبب ملک شام کے محل روشن ہو گئے۔
(المستدرک، ج ۲، ص ۶۰۰۔ ابن کثیر، ج ۴، ص ۳۶۰۔ البدایہ والنھایہ، ج ۲، ص ۲۷۵)

حدیث نمبر 2.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں چرخہ کات رہی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے سامنے بیٹھے اپنے جوتے کو پیوند لگا رہے تھے آپ کی پریشانی مبارک پر پسینے کے قطرے تھے جن سے نور کی شعاعیں نکل رہی تھیں اس حسین منظر نے مجھے چرخہ کاتنے سے روک دیا میں آپ کو دیکھ رہی تھی آپ نے فرمایا تجھے کیا ہوا ہے میں نے عرض کی آپ کی پیشانی پر پسینے کے قطرے ہیں۔ وَجَعَلَ عَرَقُكَ يَتَوَلَّدُ نُوْرًا۔ اور پسینہ نور پیدا کر رہا ہے۔ (زرقانی، ج ۴، ص ۲۲۵)

حدیث نمبر 3.

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

اِذَا سَرَّ اِسْتَنَارَ وَجْهُهٗ كَاَنَّهٗ قِطْعَةُ قَمَرٍ۔ (المستدرک، ۲، ص ۶۰۵)

جب آپ خوش ہوتے تو آپ کا رخ انور منور ہو جاتا گویا کہ چاند کا ٹکڑا ہے۔

اصول یہ ہے کہ لوہے کو لوہا کاٹتا ہے ہیرے کو ہیرا کاٹتا ہے۔ لوہے کا لوہے سے کٹ جانا اس بات کی دلیل ہے کہ اس لوہے کو کاٹنے والا بھی لوہا ہے ہیرے کا ہیرے سے کٹ جانا اس بات کی دلیل ہے کہ اس ہیرے کا کاٹنے والا بھی کوئی ہیرا ہے چاند نوری مخلوق ہے چاند کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلی کے اشارے سے کٹ جانا اس بات کی دلیل ہے کہ نوری چاند کو کاٹنے والا بھی نور ہے۔

معجزہ شق القمر:

جب ابوجہل اور اس کے ساتھی نبی کریم ﷺ کے مقابلے میں عاجز آ گئے اور دینِ مصطفےٰ دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کرنے لگا اور لوگ جوق در جوق دین اسلام میں داخل ہونے لگے تو ابوجہل نے حبیب بن مالک امیر شام کو بلا بھیجا اور ایک خط لکھا کہ ہمارے ہاں ایک آدمی ظاہر ہوا ہے جس کو لوگ جادوگر اور جھوٹا کہتے ہیں جو کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ واحدہٗ لاشریک ہے اور ایک نئے دین کا پرچار کرتا ہے اور ہمارے معبودوں کو گالیاں دیتا ہے ہم جب بھی اس کے مقابلے میں آئے ہیں ہمیں شکست کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اب حالت یہ ہے کہ آپ کا اور آپ کے آباؤ اجداد کا دین کمزور پڑ گیا ہے اس سے پہلے کہ اس کا دین غالب آ جائے آپ آئیں۔ حبیب بن مالک بارہ سواروں کو ساتھ لے کر مکہ معظمہ آیا اور ابطح میں قیام کیا۔ ابوجہل اور مکہ کے سردار اس کے استقبال کے لئے آئے اور بڑے بڑے تحفے اس کے لئے لائے۔ حبیب نے ابوجہل کو اپنے پاس بٹھایا اور حضرت محمد ﷺ کے حالات دریافت کئے۔ ابوجہل نے کہا آپ بنی ہاشم سے پوچھ لیں اس نے ان سے پوچھا انہوں نے کہا کہ وہ شروع ہی سے سچ بولتا رہا جب چالیس سال کا ہوا تو ہمارے معبودوں کو گالیاں دینے لگا اور ہمارے آباؤ اجداد کے علاوہ ایک اور نیا دین نکالا۔ حبیب نے کہا حضرت محمد ﷺ کو بلاؤ چنانچہ حضور ﷺ اس شان سے تشریف لائے کہ آپ نے سرخ حلیہ اور سیاہ عمامہ زیب تن فرمایا ہوا تھا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی آپ کے ہمراہ تھے جب حبیب نے آپ ﷺ کو دیکھا تو آپ کی تعظیم کے لئے کھڑا ہو گیا۔ جب آپ تشریف فرما ہوئے تو آپ کے چہرے سے نور کی شعاعیں بلند ہو رہی تھیں

اور حاضرین کے دلوں میں آپ کی ہیبت طاری ہوگئی۔ حبیب نے عرض کی آپ جانتے ہیں کہ انبیاء کے معجزات ہوتے ہیں آپ کا بھی کوئی معجزہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو کیا چاہتا ہے اس نے کہا میں یہ چاہتا ہوں کہ سورج غروب ہو جائے اور چاند نکل آئے اور زمین پر آجائے اور اس کے دو ٹکڑے ہو جائیں پھر آسمان پر جا کر مکمل چاند بن جائے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اگر میں ایسا کر دوں تو تو ایمان لے آئے گا اس نے کہا ہاں لیکن بشرطیکہ آپ میرے دل کی بات بتا دیں۔ رسول اللہ ﷺ کوہ ابوقبیس پر چڑھ گئے دو رکعتیں ادا فرمائیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی جبریل امین علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کی۔

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی سَخَّرَلَکَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَاللَّیْلَ وَالنَّھَارَ ○

اللہ تعالیٰ نے سورج چاند رات اور دن کو آپ کے زیرِ فرمان کر دیا۔

اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ حبیب بن مالک کی ایک لڑکی ہے جو گدی کے بل زمین پر لیٹی ہے اس کے نہ تو ہاتھ ہیں نہ پاؤں اور نہ آنکھیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے ان اعضاء کو مکمل کر دیا ہے۔ حضور ﷺ پہاڑ سے نیچے اُترے جبریل امین علیہ السلام اور فرشتے صف بستہ ہوا میں کھڑے تھے۔ حضور ﷺ نے آفتاب کو انگلی کا اشارہ کیا وہ غروب ہو گیا اور چودھویں کا چاند طلوع ہو گیا پھر چاند کو انگلی کا اشارہ کیا وہ زمین پر نازل ہوا اور اس کے دو ٹکڑے ہو گئے پھر مکمل چاند بن گیا اور سورج پہلے کی طرح چمکنے لگا۔

عقل والے زمیں پر ہیں ششدر چاند ٹکڑے ہوا ہے فلک پر
ساری دنیا ہے محو تماشہ آپ انگلی اٹھائے ہوئے ہیں

سورج الٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک
اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی

حبیب نے کہا ایک شرط باقی رہ گئی نبی کریم ﷺ نے فرمایا خدا نے تری لڑکی کے اعضائے انسانی مکمل طور پر درست کر دیئے ہیں حبیب نے کہا کہ اے اہل مکہ ایمان کے بعد کفر نہیں اور اس نے پڑھ لیا۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

ابو جہل نے کہا کیا آپ اس جادوگر پر ایمان لے آئے ہیں پھر جب مسلمان ہو کر ملک شام واپس چلا گیا اور اپنے محل میں داخل ہوا اس کی لڑکی نے اس کا استقبال کیا اور پڑھا۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

اس نے اپنی لڑکی سے پوچھا یہ کلمات تو نے کہاں سے سیکھے اس نے کہا ایک بزرگ خواب میں تشریف لائے اور فرمایا تیرا باپ مسلمان ہو گیا ہے اگر تو بھی مسلمان ہو جائے تو ترے اعضاء درست کر دیئے جائیں گے۔ میں مسلمان ہو گئی تو مجھے شفا مل گئی۔ (خرپوتی، ص۱۳۴)

تھوری دیر ہوئی اک آیا کالیاں زلفاں والا
دو گھڑیاں میرے من وچ بیٹھا کر گیا نور اجالا

بے مثل بشریت:

شق صدر سے حضور ﷺ کی بشریت ثابت ہوئی لیکن یہ بے مثل بشریت ہے آپ کی مثل کائنات میں کوئی چیز نہیں دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

دلیل نمبر ا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وصال کے روزے رکھنے سے منع فرمایا ایک آدمی نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ تو وصال

کے روزے رکھتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

اَیُّکُمْ مِثْلِیْ اِنِّیْ اَبِیْتُ یُطْعِمُنِیْ رَبِّیْ وَیَسْقِیْنِیْ۔

(بخاری شریف، ج۱، ص۲۶۳)

تم میں سے میری مثل کون ہے میں رات اس طرح گزارتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔

اس حدیث کے علماء نے تین مطلب بیان کیے ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ آپ کو جنتی کھانے کھلاتا ہے۔

(۲) آپ میں اللہ تعالیٰ کھانا کھانے والے جیسی قوت پیدا فرما دیتا۔

(۳) آپ اللہ تعالیٰ کا دیدار کرتے جو کھانے پینے سے آپ کو بے نیاز کر دیتا

دلیل نمبر۲:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا میں نے دیکھا کہ آپ بیٹھ کر نوافل پڑھ رہے ہیں۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ نے فرمایا ہے کہ بیٹھ کر نماز پڑھنے سے آدھا ثواب ہوتا ہے اور خود آپ بیٹھ کر نماز پڑھ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا:

لَسْتُ کَاَحَدٍ مِّنْکُمْ۔

میں تم میں سے کسی کی مثل نہیں۔ (مسند امام احمد، ج۲، ص۱۵۴)

تیرا قد تو نادر دہر ہے کوئی مثل ہو تو مثال دے
نہیں گل کے پودوں میں ڈالیاں کہ چمن میں سرو چماں نہیں

اللہ کی مخلوق میں سب سے پہلے شیطان نے نبی کو صرف بشر سمجھا جب اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا کہ تو نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیوں نہیں کیا تو

اس نے جواب دیا۔ قَالَ لَمْ اَكُنْ لِاَسْجُدَ لِبَشَرٍ۔ میں بشر کو سجدہ کیوں کروں۔
اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ:

فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ وَّاِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ○

اے شیطان جنت سے نکل جا تو مردود ہو گیا اور تجھ پر قیامت تک لعنت ہے۔

اگر جنت میں رہ کر نبی کو صرف بشر سمجھنے والے کو جنت میں رہنے نہیں دیا جاتا تو جو دنیا میں رہ کر نبی کو صرف بشر سمجھے گا اس کو جنت میں کیسے داخل کیا جائے گا ہرگز نہیں۔

دلیل نمبر ۳:

جب حضور نبی کریم ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا تو مشرکین مکہ آپ کی نبوت کو ماننے سے انکار کر دیا۔ آپ ﷺ نے اپنی رسالت کی تائید میں مختلف معجزات دکھائے کبھی جلی ہوئی کھجوروں کو اُگایا کبھی چاند کے دو ٹکڑے کیے کبھی غروب شدہ سورج واپس لوٹایا۔ پتھروں کو پانی پر تیرایا جب یہ معجزات دکھائے تو اللہ نے مشرکین سے یہ نہیں فرمایا کہ تم بھی کوئی کمال دکھاؤ لیکن جب نبی کریم ﷺ نے اللہ کا قرآن پڑھ کر سنایا اور مشرکین نے کہا کہ:

لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَا اِنْ هٰذَا اِلَّا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ○

اگر ہم چاہیں تو اس کی مثل ہم بھی کہہ سکتے ہیں یہ تو پہلے لوگوں کے قصے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو چیلنج دیا، اللہ پاک فرماتا ہے۔

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا

يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا ○

تم فرماؤ اگر آدمی اور جن اس بات پر متفق ہو جائیں کہ اس قرآن کی مثل لے آئیں تو اس کا مثل نہ لاسکیں گے اگرچہ ان میں ایک دوسرے کا مددگار ہو۔

مشرکین سر جوڑ کر بیٹھے اور ہر چند کوشش کی کہ قرآن کی مثل کلام لائیں لیکن بری طرح ناکام ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے چیلنج کو ذرا آسان صورت میں پیش فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُلْ فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهِ مُفْتَرَيَاتٍ وَّادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُونِ اللّٰهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ○

تم فرماؤ کہ تم ایسی بنائی ہوئی دس سورتیں لے آؤ اور اللہ کے سوا جو مل سکیں سب کو بلا لاؤ اگر تم سچے ہو۔

باوجودیکہ مشرکین مکہ کو اپنی فصاحت و بلاغت پر ناز تھا لیکن وہ پھر بھی قرآن جیسی دس سورتیں پیش کرنے سے عاجز آگئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے چیلنج کو اور آسان کر کے پیش فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّنْ مِّثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُونِ اللّٰهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ○

اور اگر تمہیں کچھ شک ہو اس میں جو ہم نے خاص بندے پر اتارا تو اس جیسی ایک سورت لے آؤ اور اللہ کے سوا اپنے سب حمایتیوں کو بلا لو اگر تم سچے ہو۔

کافر ایک سورت بھی قرآن جیسی پیش نہ کر سکے اللہ تعالیٰ نے آسان ترین چیلنج پیش فرمایا۔ ارشاد ہوا۔

فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ ○ قرآن کی مثل ایک بات لے آؤ۔

وہ اس میں بھی عاجز آگئے اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان کی زبان بھی

عربی تھی، قرآن کی زبان بھی عربی ہے۔ اس کے باوجود وہ قرآن جیسا کلام نہ کر سکے۔ آخر وجہ کیا ہے وجہ یہ ہے کہ سارا قرآن نبی کریم ﷺ کی زبان فیض ترجمان پر جاری ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری طرح بولنے سے پاک ہے، بولنے کے لئے گلے زبان اور پھیپھڑوں کے نظام کی ضرورت ہے اور اللہ ان چیزوں سے پاک ہے اس نے جب بولنا ہوتا ہے تو اپنے نبی کی زبان استعمال کرتا ہے۔ نبی کی زبان ایک ہے کلام اس پر دو جاری ہوتے ہیں۔ اسی زبان پر کبھی اللہ پاک بولتا ہے اور کبھی مصطفےٰ ﷺ بولتا ہے۔ جب اللہ بولتا ہے تو قرآن بنتا ہے اور جب مصطفےٰ ﷺ بولتا ہے تو حدیث بنتی ہے۔

اوہ نہیں بولدا اوتے بے مثل ذات ایہہ
اوہ اوہو بولدا جو جو بولے محمد ﷺ

سپارے صفحے سورتاں بندے جاندے
زباں پاک تھیں جو جو بولے محمد ﷺ

معلوم ہوا کہ قرآن اس لئے بے مثل ہے کہ وہ اس نبی کریم ﷺ کی زبان پر جاری ہوا ہے جو خود بے مثل ہے نتیجہ یہ نکلا کہ حضور ﷺ بے مثل ہیں۔

تیرا مسند ناز ہے عرش بریں تیرا محرم راز ہے روح امیں
تو ہی سرور ہر دوسرا ہے شہا تیرا مثل نہیں ہے خدا کی قسم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حبیب خدا کی روایات

تخلیق نور میں اولیت:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کس چیز کو پیدا کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جابر وہ تیرے نبی کا نور ہے جسے خدا نے سب سے پہلے پیدا فرمایا اور پھر ہر بھلائی اس سے پیدا فرمائی اور بعد میں اللہ تعالیٰ نے ہر برائی کی تخلیق کی، جب اللہ نے اس نور کو پیدا فرمایا تو اپنے سامنے بارہ ہزار سال تک مقام قرب میں رکھا پھر اس نور کے چار حصے کیے ایک حصے سے عرش دوسرے سے کرسی اور تیسرے سے عرش کو اٹھانے والے فرشتے پیدا کیے اور چوتھا حصہ نور کا بارہ ہزار سال تک مقام حب میں رکھا گیا پھر اس کے چار حصے کیے گئے ایک حصے سے قلم دوسرے سے لوح اور تیسرے سے جنت کو پیدا کیا گیا اور چوتھا حصہ بارہ ہزار سال تک مقام خوف میں رہا پھر اس کے چار حصے کیے گئے ایک حصے سے فرشتے دوسرے سے آفتاب اور تیسرے سے چاند اور ستارے پیدا کیے گئے اور چوتھا حصہ بارہ ہزار سال تک مقام رجا میں رکھا گیا پھر اس کے چار حصے کیے گئے ایک حصے سے عقل دوسرے سے علم وحلم اور تیسرے سے عصمت وتوفیق کا نور پیدا کیا گیا۔ اور چوتھا حصہ بارہ ہزار سال تک مقام حیا میں رہا پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف نظر رحمت سے دیکھا تو اس سے ایک لاکھ چوبیس ہزار قطرات ٹپکے ہر قطرے سے اللہ تعالیٰ نے ایک نبی یا رسول کی روح پیدا فرمائی پھر ارواح انبیاء نے سانس لیا تو ان کے سانسوں

سے قیامت تک کے اولیاء سعدا، شہدا اور فرمانبردار مومنین کی ارواح کے نور کو پیدا کیا گیا حضور ﷺ نے فرمایا عرش و کرسی تمام فرشتے ساتوں آسمان جنت اور اس کی نعمتیں شمس و قمر اور ستارے عقل و علم اور توفیق انبیاء اور رسل کی ارواح شہدا سعدا اور صالحین سب کے سب میرے نور سے پیدا ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بارہ حجابات پیدا فرما کر نور کے چوتھے حصے کو ان حجابات میں سے ہر حجاب میں۔ ایک ایک ہزار سال تک رکھا اور یہ حجابات مقامات عبودیت تھے اور یہ حجابات کرامت، سعادت، روایت، رحمت، رأفت، علم، حلم وقار سکینہ صبر صدق یقین کے تھے ہر حجاب میں اس نور نے ایک ایک ہزار سال تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جب یہ نور ان پردوں سے باہر نکلا تو اللہ تعالیٰ نے اسے زمین پر رکھا اور وہ نور مشرق و مغرب میں اس طرح چمکتا تھا جس طرح اندھیری رات میں چراغ چمکتا ہے۔

(جواہر البحار فی فضائل النبی المختار، ج۳، ص۳۰)

اسلام ہے نور محمد وہ خدا کے نور سے
اس نور سے مخلوق سب پایا نہ نکتہ دور سے

حضرت نوح علیہ السلام کی اولیات

صنعت کشتی میں اولیت:

سب سے پہلے جس ہستی نے کشتی تیار کی وہ حضرت نوح علیہ السلام ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ لکڑی کاٹ کر سکھا کر تختے بنا لو اس میں ایک سو سال گزر گئے پھر مکمل تیاری میں ایک سو سال اور گزر گئے یہ کشتی ساگ کی لکڑی سے تیار ہوئی اس کا طول اسّی ہاتھ پچاس ہاتھ عرض اور اندر باہر سے روغن کیا گیا پانی کاٹنے کے پَر

پرزے بھی تھے۔ بقول عبداللہ بن عباس اس کا طول بارہ سو ہاتھ کا تھا اور چوڑائی چھ سو ہاتھ کی تھی اس کی اندرونی اونچائی تیس ہاتھ کی تھی اس میں تین درجے تھے ہر درجہ دس ہاتھ اونچا تھا سب سے نچلے حصے میں چوپائے اور جنگلی جانور تھے درمیانی حصے میں انسان تھے اور بالائی حصے میں پرندے تھے اوپر سے بالکل بند تھی۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حماریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی کہ اگر آپ بحکم خدا کسی ایسے مردے کو جلاتے جس نے کشتی نوح دیکھی ہوتو ہمیں اس سے معلومات حاصل ہوتیں آپ انہیں لے کر ایک ٹیلے پر پہنچ گئے وہاں سے مٹی اٹھائی اور فرمایا جانتے ہو یہ کون ہے انہوں نے کہا اللہ اور اس کے رسول کو بہتر علم ہے آپ نے فرمایا یہ حام بن نوح کی پنڈلی ہے پھر آپ نے اپنی لکڑی اس ٹیلے پر مار کر فرمایا اللہ کے حکم سے اُٹھ کھڑا ہوا اسی وقت ایک بوڑھا سا آدمی اپنے سر سے مٹی جھاڑتا ہوا اُٹھ کھڑا ہوا آپ نے اس سے پوچھا کیا تو بوڑھا ہو کر مرا تھا اس نے کہا مرا تو تھا جوانی میں لیکن اب دل پر دہشت بیٹھی کہ قیامت قائم ہوگئی۔ اس دہشت نے بوڑھا کر دیا۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کے بارے میں اپنی معلومات بیان کرو اس نے کہا وہ بارہ سو ہاتھ لمبی چھ سو ہاتھ چوڑی تھی تین درجوں کی تھی ایک میں جانور اور چوپائے دوسرے میں انسان تیسرے میں پرندے جب جانوروں کا گوبر پھیل گیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو وحی کی کہ ہاتھی کی دم ہلاؤ آپ نے ہلایا تو خنزیر نر و مادہ نکل آئے اور میلا وغیرہ کھانے لگے چوہوں نے جب اس کے تختے کترنے شروع کئے تو حکم ہوا کہ شیر کی پیشانی پر انگلی لگا اس سے بلی کا جوڑا نکلا اور چوہوں کی طرف لپکا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے سوال کیا کہ حضرت نوح علیہ السلام کو شہروں کے غرق ہونے کا علم کیسے ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ انہوں نے کوے کو خبر لانے کے

لئے بھیجا لیکن وہ ایک لاش پر بیٹھ گیا۔ دیر تک نہ آیا۔ آپ نے اس کے لئے ہمیشہ ڈرتے رہنے کی دعا کی اسی لئے وہ گھروں سے مانوس نہیں ہوتا۔ پھر آپ نے کبوتر کو بھیجا وہ اپنی چونچ میں زیتون کے درخت کا پتہ لے کر آیا اور اپنے پنجوں میں خشک مٹی لایا اس سے معلوم ہو گیا کہ شہر ڈوب چکے ہیں آپ نے اس کے گلے میں خضرہ کا طوق ڈال دیا اور اس کے لئے امن وانس کی دعا کی، پس وہ گھروں میں رہتا ہے حواریوں نے کہا اے رسول آپ انہیں ہمارے ہاں سے چلئے کہ ہم میں بیٹھ کر اور بھی باتیں ہمیں سنائیے۔ آپ نے فرمایا وہ تمہارے ساتھ کیسے جا سکتا ہے جبکہ اس کی روزی نہیں ہے پھر فرمایا اللہ کے حکم سے جیسا تھا ویسا ہی ہو جا وہ اسی وقت مٹی ہو گیا۔

(ابن کثیر، ج ۱۲، ص ۱۲۔ تفسیر طبری، ج ۱۲، ص ۲۲۔ تفسیر قرطبی، ۱۳/۹، تفسیر خازن، ج ۳، ص ۱۸۸۔ تفسیر مظہری، ج ۵، ص ۸۴۔ تفسیر کبیر، ج ۵، ص ۵۷)

اولیت حضرت ابراہیم علیہ السلام:

حضرت تمیم داری سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ مرد کا مرد کے ساتھ معانقہ کرنا کیسا ہے فرمایا درست ہے پہلے لوگوں میں اس کا رواج تھا اور یہ ان کے کمال خلوص اور دوستی کی علامت تھی سب سے پہلے جنہوں نے اظہار دوستی کے وقت معانقہ کیا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں ایک دن وہ اپنے مویشیوں کے لئے چراگاہ کی تلاش میں بیت المقدس کے کوہستانی علاقے میں سیر کر رہے تھے اسی اثناء میں آپ نے ایک غمگین اور رقت انگیز آواز سنی کہ ایک ذکر کرنے والا خدا کا ذکر کر رہا ہے اور خدا کی تقدیس اور پاکی بیان کر رہا ہے جب آپ نے یہ آواز سنی تو اپنا کام بھول گئے اور اس آواز

کی طرف چلنے لگے دیکھا کہ ایک دراز قد آدمی ہے جس کے جسم پر کثرت سے بال ہیں کھڑے ہو کر خدا کی توحید کے نغمے الاپ رہا ہے آپ اس کے سامنے آئے اور پوچھا کہ اے بوڑھے تیرا خدا کون ہے جس کو تو یاد کر رہا ہے کہا میرا خدا آسمان میں ہے پوچھا زمین میں بھی وہی خدا ہے یا کوئی اور ہے کہا زمین پر بھی وہی خدا ہے اس کے سوا دوسرا کوئی خدائی کے لائق نہیں۔ پھر آپ نے پوچھا تیرا قبلہ کہاں ہے کہا کعبہ کی طرف پوچھا کہاں سے کھاتے ہو کہا جنگل میں موسم گرماں میں جب پھلدار درخت پھل زمین پر گراتے ہیں تو چن لیتا ہوں تا کہ سردیوں میں کام آئے پھر آپ نے پوچھا کیا تیرے اہل وعیال میں سے کوئی باقی ہے جو تیری خدمت کرے کہا نہیں آپ نے پھر پوچھا تیرا گھر کہاں ہے کیا اس پہاڑ کی غاروں میں سے ایک غار میں میرا مکان ہے آپ نے فرمایا میرے ساتھ آؤ تا کہ تمہارا گھر دیکھیں اور تیرے محلے کی سمت بھی دیکھیں آپ نے فرمایا کہ اس جگہ اور جس غار میں میرا مکان ہے اس کے درمیان ایک ندی ہے جس کی گہرائی زیادہ ہے اور آدمی کے لئے اس میں سے گزرنا ممکن نہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا کہ تو اس گہری ندی کو کیسے پار کرتا ہے کہا میں بطور کرامت پار کرتا ہوں کہ پانی میرے لئے مسخر ہو جاتا ہے کہ میرے پاؤں کے تلوؤں کے سوا کسی چیز کو تر نہیں کرتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا آؤ تمہارے گھر چلیں شاید جو ہستی تمہارے لئے پانی کو مسخر کر دیتی ہے میرے لئے بھی مسخر کردے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور وہ بوڑھا آدمی دونوں روانہ ہوئے جب ندی آئی تو دونوں بزرگ اس میں سے گزر [illegible] بوڑھا بڑا حیرت زدہ ہو گیا جب اس کے گھر پہنچے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کے قبلے کی سمت کو کعبہ کی سمت کے مطابق پایا اور بہت خوش ہوئے پھر آپ نے پوچھا اے بوڑھے بتا سب سے زیادہ سخت دن کونسا ہے اس

نے کہا وہ دن جبکہ خدا تعالیٰ اپنی مخلوق کا حساب لینے کے لئے اپنی کرسی پر جلوہ گر ہوگا دوزخ کو جلایا جائے گا اس وقت ہر پیغمبر اور ہر فرشتہ رو رہا ہوگا اور اپنے حال میں پریشان ہوگا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اے نیک بخت بوڑھے اپنے اور میرے لئے دعا کر کہ خدا تعالیٰ ہمیں اس دن کے احوال سے مامون و مصئون فرمائے بوڑھے نے کہا میری دعا کا کوئی فائدہ نہیں مجھ سے دعا کے لئے نہ کہو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کیوں کہا میں تین سال سے ہر وقت دعا کرتا ہوں مگر بالکل قبول نہیں ہوتی پوچھا وہ کونسی دعا ہے کہا ایک دن میں اسی جنگل میں تھا جہاں میری اور آپ کی ملاقات ہوئی ہے ایک نوجوان کو دیکھا کہ بال پریشان ہیں مویشی ہانکے لے جا رہا ہے میں نے اس سے پوچھا تو کون ہے اور یہ مویشی کس کے ہیں تو اس نے کہا میں خدا کے دوست حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر سے آیا ہوں اور یہ مویشی ان کے ہیں میں اس وقت سے دعا کر رہا ہوں کہ یا اللہ اگر زمین پر کوئی تیرا دوست ہے تو اس کی ملاقات کرا دے قبل اس کے کہ میں اس دنیا کو چھوڑ کر چلا جاؤں اس وقت تک میں ان کے دیدار سے مشرف نہیں ہوا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تیری دعا قبول ہوگئی، آ تا کہ میں تیرے ساتھ معانقہ کروں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس بوڑھے کو سینے سے لگا کر معانقہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس وقت سے معانقہ رواج پا گیا ہے اس کے پہلے لوگ تعظیم کے لئے ایک دوسرے کو سجدہ کرتے تھے۔ (تفسیر عزیزی، ج ا، ص ۴۳۹)

اولیات حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

ایمان میں اولیت:

جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت سے پہلے بحیرہ راہب کے پاس گئے تو آپ رضی اللہ عنہ کو اس کے بارے میں پتہ چلا کہ یہ کتب سابقہ کا علم رکھتا ہے اس لئے آپ نے یمن میں خصوصیت سے اس کے ساتھ ملاقات کی اس نے آپ کو دیکھ کر کہا میں گمان کرتا ہوں کہ تو حرم کعبہ سے تعلق رکھتا ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں پھر اس نے کہا میرے گمان میں تو قبیلہ قریش سے تعلق رکھتا ہے آپ نے فرمایا ہاں۔ پھر اس نے کہا تو تیمی ہے فرمایا ہاں۔ اس راہب نے کہا بس ایک نشانی باقی رہ گئی ہے آپ نے پوچھا وہ کونسی اس نے کہا ذرا اپنے پیٹ سے کپڑا اٹھاؤ آپ نے فرمایا پہلے وجہ بتاؤ پھر ایسا کروں گا اس نے کہا میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل شدہ کتاب میں یہ بات دیکھی ہے کہ حرم کعبہ میں ایک نبی مبعوث ہوگا اس کے اعلان نبوت پر ایک نوجوان اور ایک ادھیڑ عمر اس کا معاون ہوگا جو ادھیڑ عمر ہوگا اس کی نشانی یہ ہوگی وہ سفید رنگ نحیف ونزار ہوگا اس کے پیٹ پر سیاہ تل ہوگا اور وہ حرمی قریش تیمی ہوگا۔ بس وہ سب نشانیاں آپ میں موجود ہیں صرف پیٹ والی نشانی باقی ہے سو وہ بھی مجھے دکھا دیجئے آپ نے اپنے پیٹ سے کپڑا اُٹھا دیا تو اس نے آپ کے پیٹ پر سیاہ تل دیکھا اس نے کہا رب کعبہ کی قسم آپ وہی ہیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے یمن میں اپنا کام ختم کیا اور بحیرہ راہب کو الوداع کہنے گیا تو اس نے کہا میں نے اس نبی کے بارے میں چند اشعار کہے ہیں وہ اشعار لے جاؤ چنانچہ صدیق

اکبر رضی اللہ عنہ ان اشعار کو لے کر مکہ واپس تشریف لائے اس وقت تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت فرما دیا تھا۔ سرداران قریش صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے ان میں عقبہ بن ابی معیط، شیبہ، ربیعہ، ابوجہل اور ابوالبختری وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں انہوں نے کہا اے صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) یتیم ابوطالب گمان کرتا ہے کہ وہ نبی ہے اگر آپ کا انتظار نہ ہوتا تو ہم اس کا انتظار نہ کرتے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کا دروازہ کھٹکھٹایا وہ باہر تشریف لائے فرمایا ابوبکر میں تمہاری اور تمام لوگوں کی طرف خدا کا رسول بن کر آیا ہوں اللہ پر ایمان لے آؤ۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی اس پر آپ کے پاس کیا دلیل ہے کہا وہ بحیرہ راہب جس نے میرے متعلق اشعار لکھ کر تجھے دیئے ہیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا آپ کو یہ خبر کس نے دی ہے۔ آپ نے فرمایا اس فرشتے نے جو مجھ سے پہلے انبیاء کے پاس تشریف لاتا رہا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا اپنے ہاتھ آگے کیجئے کہ میں بیعت اسلام کروں میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں میں اس حال میں واپس لوٹا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے اسلام لانے سے بے حد مسرور ہوئے۔ علامہ علی بن برہان الدین نے لکھا ہے کہ آپ تمام لوگوں سے پہلے ایمان لائے چنانچہ فرمایا:

اِنَّ اَبَابَکْرٍ اَوَّلَ النَّاسِ اِسْلَامًا۔

بے شک ابوبکر تمام لوگوں سے پہلے اسلام لائے۔

(انسان العیون، ج۱، ص۳۱۰)

خطابت میں اولیت:

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے پہلے خطیب ہیں

چنانچہ محب طبری نے لکھا ہے کہ جب صحابہ کی تعداد انتالیس (۳۹) ہوئی تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اصرار کیا کہ اب اسلام کو ظاہر کر دیا جائے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابھی ہم تعداد میں تھوڑے ہیں، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بار بار اصرار کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر حرم کعبہ میں آئے اور پھیل کر مختلف جگہوں میں بیٹھ گئے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے اُٹھ کر خطبہ دیا اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلانے والے پہلے خطیب تھے۔ آپ نے خطبہ دینے پر چاروں طرف سے مشرکین مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے اور عتبہ بن ربیعہ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بہت مارا حتیٰ کہ مار مار کر آپ کو بیہوش کر دیا بنو تیم آئے اور انہوں نے آپ کو اٹھا کر آپ کے گھر پہنچا دیا ان کو آپ کی موت کا یقین ہو گیا پھر بنو تیم مسجد حرام میں داخل ہوئے اور کہا اگر ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی وفات ہو گئی تو ہم عتبہ بن ربیعہ کو قتل کر دیں گے۔ پھر وہ واپس صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے ابو قحافہ اور بنو تیم صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے باتیں کرنے لگے آپ نے دوپہر کے وقت ہوش میں آ کر ان کی باتوں کا جواب دیا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے پھر انہوں نے آپ کی والدہ ام الخیر سے کہا کہ ان کو کوئی چیز کھانے پینے کو دیجئے۔ آپ بار بار یہی پوچھتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے آپ کی والدہ نے کہا خدا کی قسم مجھے کچھ معلوم نہیں۔ آپ نے فرمایا اے ماں ام جمیل بنت الخطاب کے پاس جا کر پوچھ آپ کی والدہ ام جمیل کے پاس گئی اور اس سے پوچھا تو اس نے کہا میں نہیں جانتی کہ کون ابوبکر (رضی اللہ عنہ) اور کون محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے لیکن اگر تو چاہے تو میں تیرے ساتھ تیرے بیٹے کے پاس چلتی ہوں اس نے کہا ہاں آ میرے ساتھ وہ آپ کے ساتھ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس آئی جب اس نے آپ

کی حالت دیکھی تو چیخ ماری اور کہا اس فاسق قوم نے آپ کے ساتھ ایسا بُرا سلوک کیا ہے اللہ تعالیٰ ان سے انتقام لے گا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پھر پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے اس نے کہا یہ تمہاری والدہ ہیں سنو یہ کیا کہتی ہیں۔ آپ نے پوچھا تو اس نے کہا وہ سلامتی کے ساتھ ہیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا وہ کہاں ہیں کیا وہ ارقم کے گھر میں ہیں آپ نے فرمایا مجھ پر خدا کی قسم ہے کہ جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ کی حاضری نہ دے لوں میں کھانے پینے کو منہ نہ لگاؤں گا۔ پھر کچھ دیر کے بعد جب ذرا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طبیعت میں سکون ہوا تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ام جمیل اور اپنی والدہ کے سہارے حضرت ارقم کے گھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور حاضر ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جھک کر آپ کے جسد اقدس کو چوما مسلمان صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر جھک گئے۔ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں صرف اس فاسق کی مار کا چہرے پر اثر ہے۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ میری ماں ہے اس کے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو نارِ جہنم سے آزاد فرمائے۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے دعا فرمائی پس آپ کی والدہ ایمان لے آئیں۔ (الریاض النضرۃ، ج۱، ص۶۴)

فاروق اعظم کی اولیات

قاضی مقرر کرنا:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب انتظام کا سکہ اچھی طرح جم گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قضا کا صیغہ بالکل مکمل کر دیا اور تمام اضلاع میں عدالتیں قائم کر دیں اور قاضی مقرر کیے اس کے ساتھ قضا کے اصول اور آئین پر مشتمل ایک فرمان لکھا جو ابوموسیٰ اشعری کے نام تھا یہ کوفہ کے گورنر تھے۔ اس میں عدالت کے تمام اصول احکام درج تھے قضا کے انتخاب میں نہایت احتیاط سے کام لیا جاتا مثلاً مدینہ طیبہ کے قاضی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب وحی تھے اور انہوں نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حکم سے قرآن جمع کیا تھا ......کمامر...... یہ سریانی اور عبرانی زبان کے ماہر تھے اور فقہی علوم میں پورے عرب میں ان کا کوئی ہم پلہ نہ تھا۔ بصرہ کے قاضی کعب بن سود الازدی رضی اللہ عنہ تھے جو نہایت معاملہ فہم اور نکتہ شناس تھے فلسطین کے قاضی عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ تھے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہی قرآن کے حافظ ہو چکے تھے اور اسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل صفہ کی تعلیم ان کے سپرد کی تھی۔

حضرت کعب بن سود الازدی رضی اللہ عنہ کے قاضی مقرر ہونے کا واقعہ بڑا دلچسپ ہے، ملاحظہ فرمایئے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک عورت نے آ کر کہا کہ میں نے اپنے خاوند سے بڑھ کر افضل کوئی نہیں دیکھا وہ رات کو قیام کرتا ہے اور گرمی کے دن میں روزہ رکھتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس عورت کے لئے دعائے مغفرت کی اور کہا کہ تیرے جیسی عورت کی تعریف کرنی چاہیے پھر وہ عورت حیا کرتے ہوئے اُٹھ کر واپس چلی۔ حضرت کعب بن سود رضی اللہ عنہ نے کہا یا امیر المومنین وہ عورت تو اپنے خاوند کی شکایت کرنے آئی تھی

آپ نے فرمایا واقعی؟ کہا ہاں فرمایا بلاؤ اس کو اس عورت کو واپس لایا گیا آپ نے فرمایا حق بات بیان کرتے ہوئے شرم محسوس نہیں کرنی چاہیے یہ کعب کا خیال ہے کہ تو اپنے خاوند کی شکایت کرنے آئی ہے کہ وہ تیرے پاس نہیں سوتا عورت نے کہا اے امیر المومنین میں جوان عورت ہوں مجھے بھی عورتوں جیسی خواہش کی تکمیل کی حاجت ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے خاوند کو بلا بھیجا وہ آیا تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کعب سے فرمایا کہ ان دونوں کے درمیان فیصلہ کرو عرض کی یا امیر المومنین آپ کے ہوتے ہوئے فرمایا ہاں اس لئے کہ ان کے معاملے کو تم ہی سمجھے ہو لہٰذا فیصلہ بھی تم ہی کرو گے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا میرا فیصلہ یہ ہے کہ چار دن میں سے ایک دن اس عورت کا یعنی ایک دن خاوند اپنی بیوی کے پاس سوئے اور باقی تین دن عبادت کرے وجہ یہ ہے کہ اسلام میں چار عورتوں کی اجازت ہے اگر اس مرد کی چار بیویاں ہوتیں تو اس عورت کا ایک دن ہوتا اور تین دن دوسری عورتوں کے ہوتے آپ نے فرمایا کعب واللہ تیرا یہ فیصلہ تیری پہلی معاملہ فہمی سے زیادہ عجیب و غریب ہے جا میں تجھے بصرہ کا قاضی مقرر کرتا ہوں۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، ج ۴، ص ۲۴۲)

ہجو کی ممانعت:

ہجو اس نظم کو کہا جاتا ہے جس میں کسی کی برائی بیان ہو عرب میں یہ عام رواج تھا شاعر جا بجا لوگوں کی ہجویں لکھا کرتے اور عام لوگوں کے سامنے ان کو پڑھ کر سناتے تھے اس لئے یہ ہجویں نہایت جلد مشتہر ہو جاتیں تھی اور ان سے سینکڑوں مفاسد پیدا ہوتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہجو گوئی کو جرم قرار دیا اور اس کے لئے سزا مقرر کی زمانہ کفر میں قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ہجویں کہیں قریش کے اسلام لانے کے بعد بھی ہجویں موجود تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا اب یہ نہ پڑھی جائیں اس سے پرانی رنجشیں بیدار ہوتی ہیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اولیات

اپنی اہلیہ کے ساتھ ہجرت میں اولیت:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اس امت مرحومہ میں پہلی ہستی ہیں جنہوں نے اپنی زوجہ کے ساتھ ہجرت کی ہے چنانچہ محب طبری نے لکھا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ رقیہ بنت رسول رضی اللہ عنہا کو ساتھ لیا اور اپنے دین کی حفاظت کے لئے مکہ معظمہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ان کی خبر پہنچنے میں ذرا دیر لگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے متعلق خبر حاصل کرنے کے در پے ہوئے اچانک ایک قریشی عورت حبشہ سے آئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے بارے میں اس سے پوچھا اس عورت نے کہا میں نے ان کو دیکھا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کس حال میں تو نے ان دونوں کو دیکھا ہے۔ عورت نے کہا میں نے دیکھا کہ مرد نے عورت کو اپنے دراز گوش پر سوار کر رکھا ہے اور خود وہ سواری کو ہانک رہا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا ان کا حافظ و ناصر ہو۔

(الریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۱۱۳)

امت مسلمہ کو ایک قرأت پر جمع کیا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آرمینیا اور آذربائیجان کی فتح کے موقعہ پر شامی اور عراقی ساتھ مل کر معرکہ آرائی میں شریک تھے وہاں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ان دونوں ممالک کے مسلمانوں کا قرأت میں اختلاف دیکھ کر سخت پریشان ہوئے۔ اس وقت آپ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا آپ امت مسلمہ کو یہود و نصاریٰ کی طرح باہم مختلف ہونے سے پہلے ہی اس کی خبر لے

لیجئے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے یہ بات سن کر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس کہلا بھیجا کہ جو صحیفے آپ کے پاس امانتاً رکھے ہیں انہیں میرے پاس بھیج دیجئے تاکہ میں ان کو مصحفوں میں نقل کرانے کے بعد پھر آپ کے پاس واپس کر دوں۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے وہ صحائف حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بھجوا دیئے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے زید بن ثابت، عبداللہ بن زبیر، سعید بن العاص اور عبدالرحمٰن بن الحارث رضی اللہ عنہم کو ان کے نقل کرنے پر مامور کیا اور تینوں بزرگوں سے کہا کہ جہاں کہیں قرآن کے تلفظ میں تمہارے اور زید کے درمیان اختلاف پیدا ہو وہاں اس لفظ کو خاص قریشی زبان میں لکھنا کیونکہ قرآن قریش کی زبان میں نازل ہوا ہے۔ چنانچہ قریشیوں کی اس جماعت نے مل کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حکم کی تعمیل کی اور جب وہ ان صحیفوں کو مصاحف میں نقل کر چکے تو عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے وہ صحیفے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو واپس کر دیئے اور اپنے لکھوائے ہوئے مصحفوں میں سے ایک ایک مصحف ممالک اسلامیہ کے ہر ایک گوشہ میں ارسال کر دیا اور حکم صادر فرمایا کہ آئندہ انہی مصحفوں کو پڑھا جائے۔

(الاتقان فی علوم القرآن، ج ۱، ص ۱۴۹)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولیات

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی اور داماد ہیں۔ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے شوہر اور حسنین کریمین کے والد محترم ہیں اور یہ باتیں آپ کی عظیم فضیلت سے تعلق رکھتی ہیں علاوہ ازیں پیغمبر اسلام نے آپ کے بہت سے فضائل بیان فرمائے مثلاً

• حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ کی طرف دیکھا اور فرمایا:

أَنْتَ سَيِّدٌ فِي الدُّنْيَا، سَيِّدٌ فِي الْآخِرَةِ وَمَنْ أَحَبَّكَ فَقَدْ أَحَبَّنِي وَحَبِيبِي حَبِيبُ اللهِ وَعَدُوُّكَ عَدُوِّي وَعَدُوِّي عَدُوُّ اللهِ وَالْوَيْلُ لِمَنْ أَبْغَضَكَ مِنْ بَعْدِي۔ (تاریخ بغداد، ج۴، ص۴۱)

ترجمہ: تو دنیا اور آخرت میں سردار ہے جس نے تجھ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور میرا حبیب اللہ کا حبیب ہے تیرا دشمن میرا دشمن میرا دشمن خدا کا دشمن ہے ہلاکت ہے اس کے لئے جو میرے بعد تجھ سے بغض رکھے گا۔

حضرت حبشی بن جنادۃ فرماتے ہیں میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا تھا آپ نے فرمایا جس کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی وعدہ کیا تھا وہ کھڑا ہو جائے ایک آدمی کھڑا ہوا اور کہا اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تین لپ بھر کر کھجوریں دینے کا وعدہ کیا تھا۔ حضرت حبشی کہتے ہیں آپ نے فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلاؤ آپ آئے تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا یہ آدمی کہتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تین لپ کھجوریں دینے کا وعدہ کیا تھا لہٰذا

تم اسے تین لپ کھجوریں دے دو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تین لپ کھجوریں آدمی کو دیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان کو گنو جب شمار کی گئیں تو ہر لپ میں ساٹھ کھجوریں تھیں کسی ایک لپ میں بھی کمی زیادتی نہ تھی۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ اور اس کا رسول سچا ہے جب ہجرت کی رات ہم غار سے نکل کر مدینہ کی طرف چلے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

كَفِّيْ وَكَفُّ عَلِيٍّ فِي الْعَدْلِ سَوَاءٌ۔

میری اور علی کی ہتھیلی انصاف میں برابر ہے۔

(تاریخ بغداد، ج ۵، ص ۳۷۔ الریاض النضرہ، ج ۲، ص ۲۱۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ کہتے سنا تجھے یہ بات کافی ہے کہ تیرے محب کو موت کے وقت کوئی پریشانی نہ ہوگی اس کی قبر میں اس کے لئے کوئی وحشت نہ ہوگی اور نہ اسے قیامت کے دن کوئی گھبراہٹ ہوگی۔ (تاریخ بغداد، ج ۴، ص ۱۰۲)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کو صف بندی کا حکم دیا پھر آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور صفوں کے درمیان چلے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے پھر آپ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کیوں ہنسے فرمایا:

اِنَّ جِبْرِيْلَ اَخْبَرَنِيْ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى بَاهٰى بِالْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ اَهْلَ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَبَاهٰى بِكَ يَا عَلِيُّ وَبِكَ يَا عَبَّاسُ حَمَلَةَ الْعَرْشِ۔

(تاریخ بغداد، ج ۳، ص ۳۲۸)

ترجمہ: بے شک جبریل نے مجھے خبر دی کہ اللہ تعالیٰ ساتوں آسمان کے رہنے والوں کے سامنے مہاجرین اور انصار پر فخر کیا اور اے علی اور اے عباس تم دونوں

پر اللہ تعالیٰ نے ان فرشتوں کے سامنے فخر کیا جنہوں نے اللہ کا عرش اٹھا رکھا ہے۔

حضرت ابوالضحاک انصاری نے فرمایا جب رسول اللہ ﷺ خیبر کی طرف چلے تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنے آگے کرلیا اور رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا جبریل علیہ السلام یہ خیال کرتا ہے کہ اسے تجھ سے محبت ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ یہ خبر آپ کی طرف سے ہے فرمایا ہاں اور وہ اللہ تعالیٰ بھی تجھ سے محبت کرتا ہے جو جبریل علیہ السلام سے بہتر ہے۔

(اسد الغابہ، ج ۵، ص ۲۳۲)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو عرش کے دائیں طرف میرے لئے ایک سرخ قبہ بنایا جائے گا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے عرش کی بائیں جانب سبز یاقوت کا قبہ بنایا جائے گا اور ہمارے درمیان حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے سفید موتی کا قبہ بنایا جائے گا اس حبیب (کی عظمت) کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جو قیامت کے دن دو دوستوں کے درمیان ہوگا۔ (الریاض النضرہ، ج ۲، ص ۲۸۰)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں مدینہ طیبہ کے بعض راستوں پر نبی کریم ﷺ کے ساتھ جا رہا تھا ہمارا گزر ایک باغ کے قریب سے ہوا میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ یہ باغ کیسا اچھا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اس سے بہتر تیرے لئے جنت میں ہے یہاں تک کہ ہم سات باغوں کے پاس سے گزرے میں نے ہر ایک کے بارے میں عرض کی یہ کیسا اچھا ہے اور آپ نے ہر مرتبہ فرمایا تیرے لئے جنت میں اس سے بہتر ہے۔ (الریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۲۷۸)

حضرت ابوالحمراء نے فرمایا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی آدَمَ فِیْ عِلْمِهٖ وَاِلٰی نُوْحٍ فِیْ فَهْمِهٖ وَاِلٰی اِبْرَاهِیْمَ

فِیْ حِلْمِهٖ وَاِلٰی یَحْیٰی بِنْ زَکَرِیَّا فِیْ زُهْدِهٖ وَاِلٰی مُوْسٰی بِنْ عِمْرَانَ فِیْ بَطْشِهٖ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ۔ (الریاض النضرۃ، ج۲،ص ۲۹۰)

ترجمہ: جو حضرت آدم علیہ السلام کے علم کو حضرت نوح علیہ السلام کے فہم کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بردباری کو حضرت یحییٰ بن زکریا کے زہد اور حضرت موسیٰ بن عمران کی گرفت کو دیکھنا چاہتا ہے وہ علی بن ابی طالب کو دیکھ لے۔

علامہ محب طبری نے لکھا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک مرتبہ میں اس حال میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ آپ بیمار تھے اور آپ کا سر اقدس ایک ایسے آدمی کی آغوش میں تھا جس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں مَیں نے کوئی حسین نہ دیکھا تھا جب میں اس کے سامنے گیا تو اس نے کہا اپنے چچازاد بھائی کے قریب ہو جا تو میری نسبت ان کا زیادہ حقدار ہے میں اس آدمی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کے قریب ہوا وہ آدمی کھڑا ہو گیا اور اس کی جگہ میں بیٹھ گیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جانتے ہو یہ آدمی کون تھا میں نے عرض کی میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں میں نہیں جانتا فرمایا وہ جبریل علیہ السلام تھا وہ میرے ساتھ باتیں کر رہا تھا یہاں تک کہ میرا درد کم ہو گیا اور میں اس کی گود میں سر رکھ کر سو گیا۔ (الریاض النضرہ، ج۲،ص ۲۹۰)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں نے اکثر دیکھا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کی طرف دیکھتے ہیں میں نے عرض کی ابا جان آپ اکثر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کو دیکھتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا۔

اَلنَّظْرُ اِلٰی وَجْهِ عَلِیٍّ عِبَادَةٌ۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے۔

(الریاض النفرۃ، ج ۲، ص ۲۹۱۔ الصواعق المحرقہ، ص ۱۷۷)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اولیات مندرجہ ذیل ہیں۔

(ا) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی چار خصوصیات ایسی ہیں جو اور کسی صحابی رسول میں نہیں پائی جاتیں۔

(ا) هُوَ أَوَّلُ عَرَبِيٍّ وَعَجَمِيٍّ صَلَّى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

یعنی تمام عربی اور عجمی لوگوں میں سے سب سے پہلے جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی ہے وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔

(ب) کافروں کے ساتھ ہر مقابلے میں جھنڈا آپ کے ہاتھ میں ہوتا تھا۔

(ج) غزوہ اُحد میں جب بھگدڑ مچ گئی تو اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا ہو گئے لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ صابر بن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔

(د) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا اور پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی قبر میں بھی اتارا۔ (الریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۲۶۸)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے مجھے بلایا اور فرمایا کہ اے علی جب میری وفات ہو جائے تب مجھے تم اپنے ہاتھوں سے غسل دینا کیونکہ تم نے ان ہاتھوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا ہے پھر مجھے میرے کپڑوں میں کفن دینا اور اس حجرہ شریف کے سامنے رکھ دینا جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مزار ہے پھر اگر بغیر کنجی کے خود بخود حجرہ کا قفل کھل جائے تو اندر دفن کر دینا ورنہ عام مسلمانوں کے قبرستان میں لے جا کر دفن کر دینا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا آپ کو نئے کپڑے کا کفن کیوں نہ دیا جائے فرمایا نئے کپڑے کی زندوں کو ضرورت ہوتی ہے وفات یافتہ کے لئے تو پرانا ہی کافی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے صدیق

اکبر رضی اللہ عنہ کو غسل دے کر کفن پہنایا۔

وَكُنْتُ اَوَّلَ مَنْ بَادَرَ اِلَى الْبَابِ۔

ترجمہ: میں پہلا آدمی تھا جو دروازہ کی طرف لپکا۔

میں نے دیکھا کہ دروازہ بغیر کنجی کے کھل گیا اور میں نے آواز سنی۔

اُدْخِلُوْا الْحَبِيْبَ اِلَى الْحَبِيْبِ فَاِنَّ الْحَبِيْبَ اِلَى الْحَبِيْبِ مُشْتَاقٌ۔

ترجمہ: ملا دو حبیب کو حبیب سے کیونکہ حبیب کو حبیب کے ملنے کا شوق ہے۔

(تفسیر کبیر، ج ۵، ص ۴۶۵، جمال الاولیاء، ص ۲۹۔ اکرام اعواعظ، ص ۴۷،۴۳)

حضرت ابولیلیٰ الغفاری نے فرمایا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا میرے بعد فتنہ برپا ہوگا جب وہ وقت آئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو جانا۔

فَاِنَّهٗ اَوَّلُ مَنْ يَّرَانِيْ وَاَوَّلُ مَنْ يُّصَافِحُنِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

ترجمہ: کیونکہ وہ مجھے سب سے پہلے دیکھا گا اور قیامت کے دن سب سے پہلے میرے ساتھ مصافحہ کرے گا۔

اور وہ اس امت کا صدیق اکبر اور فاروق ہے جو حق و باطل کے درمیان فرق کرتا ہے اور وہ مومنوں کا سردار ہے۔ (اسد الغابہ، ج ۵، ص ۲۸۷)

عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اولیات

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی اولیت:

خدا کی راہ میں جس صحابی نے سب سے پہلے تلوار میان سے باہر نکالی ہے وہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ہیں اور اس کی صورت یہ ہوئی کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ مکہ میں تھے کہ ان کے کان میں آواز آئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا گیا ہے۔ آپ قمیص پہنے بغیر گھر سے نکلے اور ہاتھ میں ننگی تلوار سونت لی آگے گئے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح نکلنے کا سبب دریافت فرمایا انہوں نے کہا میں نے آواز سنی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا گیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر ایسا ہوتا تو تُو کیا کرتا۔ عرض کی میں اہل مکہ کے خون کی ندیاں بہا دیتا اور اس وقت تک چین سے نہ بیٹھتا جب تک ان کا آخری آدمی قتل نہ کر لیتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور اپنی چادر اتار کر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو اڑھا دی۔ حضرت جبریل امین علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کی اللہ آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ زبیر کو میری طرف سے سلام کہہ دو اور ان کو بشارت دے دو کہ آپ کو بعثت سے لے کر قیامت تک جتنے بھی خدا کی راہ میں تلوار نکالنے والے ہوں گے ان سب کے برابر اے زبیر تجھے ثواب حاصل ہوگا اور ان تلوار نکالنے والوں کے اجر میں بھی کوئی کمی نہ ہوگی کیونکہ زبیر راہ خدا میں تلوار نکالنے والے پہلے شخص ہیں۔

لِاَنَّهٗ اَوَّلُ مَنْ سَلَّ سَيْفًا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ۔

(حلیۃ الاولیاء، ج۱، ص۸۹۔ الریاض النضرۃ، ج۲، ص۳۵۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اولیت:

ابوبکر بن ابی داؤد کا بیان ہے کہ جب وہ بجستان میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ احادیث زیرتحریر لا رہے تھے تو انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا ان کی داڑھی بہت گھنی تھی اور بھورے رنگ کی تھی اور وہ موٹے کپڑوں میں ملبوس تھے۔ ابوداؤد کہتے ہیں میں نے عرض کی میں آپ سے محبت کرتا ہوں اس پر آپ نے فرمایا میں دنیا کا پہلا شخص ہوں جس نے احادیث کا اتنا بڑا ذخیرہ محفوظ کیا ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ، ج۱، ص ۴۹)

علم کے اتنے بڑے ذخیرے کی وجہ یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ذوق علم کی اس حد تک قدر کرتے تھے کہ ان کے علم کی پختگی اور حافظہ کی قوت کے لئے دعائیں فرماتے تھے۔ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور ایک اور شخص مسجد میں بیٹھے ذکر خدا و دعا میں مشغول تھے اتنے میں سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے ہم لوگ خاموش ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنا شغل جاری رکھو یہ سن کر میں اور وہ دوسرا شخص دعائیں کرنے لگا۔ جن پر آپ آمین کہتے جاتے تھے۔ ہمارے بعد ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے دعا کی خدایا جو کچھ میرے ساتھی مجھ سے قبل مانگ چکے ہیں وہ بھی مجھے عطا فرما اور اس کے علاوہ ایسا علم عنایت کر جس کو میں کبھی فراموش نہ کروں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر بھی آمین کہی اب ہم دونوں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں بھی ایسا علم عطا کیا جائے جو فراموش نہ ہو۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ دوسی نوجوان (ابوہریرہ رضی اللہ عنہ) کے حصے میں آچکا ہے۔

(تہذیب التہذیب، ج۲، ص ۲۶۶)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اولیت:

علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی نے لکھا ہے کہ:

وَهُوَ اَوَّلُ مَنْ اَذَّنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (زرقانی، ج۲، ص ۳۶۹)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اذان دی اس کی ابتدا یوں ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے مشورہ فرمایا کہ نماز کے لئے لوگوں کو کیسے اکٹھا کیا جائے آپ سے کہا گیا کہ جب نماز کا وقت آئے تو ایک جھنڈا نصب کیا جائے جب لوگ اس جھنڈے کو دیکھ لیں تو ایک دوسرے کو نماز کے لئے بلائیں۔ یہ بات پسند نہ کی گئی پھر کہا گیا کہ بگل بجایا جائے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ یہودیوں کی نشانی ہے یہ بات بھی پسند نہ ہوئی بعد میں اس مجلس میں ناقوس کا ذکر ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ عیسائیوں کی نشانی ہے۔ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ لوٹ گئے اور رات کو ان کو خواب میں اذان کے الفاظ سنائی دیئے صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر ساری خبر دی عرض کی رات میں نیند اور بیداری کی درمیانی کیفیت میں تھا کہ ایک آنے والا آیا اور اس نے اذان دی اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اس سے بیس روز قبل ایسا ہی خواب دیکھا تھا لیکن اسے چھپایا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی تو آپ نے فرمایا تو نے ہمیں خبر کیوں نہ دی عرض کی میں شرم محسوس کرتا رہا اور عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ مجھ سے سبقت لے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بلال (رضی اللہ عنہ) کھڑے ہو جاؤ اور جس طرح عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے جاتے ہیں ویسے ہی کہتے جاؤ پس حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی۔ (سنن کبریٰ، ج۱، ص ۳۹۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری زندگی میں بلال حبشی رضی اللہ عنہ مدینہ میں مسجد نبوی میں اذان دیتے رہے لیکن جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا مومن کے اعمال کے بہترین عمل خدا کی راہ میں جہاد کرنا ہے اور میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ میں اللہ کی راہ میں جہاد کروں گا یہاں تک کہ میری وفات ہو جائے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے بلال رضی اللہ عنہ میں تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں اور اپنی حرمت اور اپنے حق کا واسطہ دیتا ہوں کہ تو نہ جا میں بوڑھا ہو چکا ہوں۔ موت قریب ہے اس پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہ گئے۔ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور وہی بات کی جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کی تھی انہوں نے بھی جواب دیا جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دیا تھا لیکن حضرت بلال رضی اللہ عنہ نہ مانے اور کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک اذان دی پھر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وفات تک اذان دی اور وہ میرے ولی نعمت تھے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا انہوں نے فرمایا اے بلال خدا کی راہ میں جہاد کرنے سے بہتر کوئی عمل نہیں۔ پس حضرت بلال رضی اللہ عنہ ملک شام تشریف لے گئے پھر جب شام فتح ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں تشریف لے گئے وہاں حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے اذان کے لئے کہا گیا آپ رضی اللہ عنہ نے اذان کہی جس کے نتیجے میں تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد نے تڑپایا اور اس قدر روئے کہ اس سے پہلے اتنی گریہ وزاری کبھی نہ سنی گئی۔

ہجر تیرا پانی منگے میں کھوہ اکھیاں دا گیڑاں
جی کردا اج سامنے بہہ کے درد پرانے چھیڑاں

(زرقانی، ج ۳، ص ۳۶۹۔ اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، ج ۱، ص ۲۰۷۔
طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۲۳۶)

ایک مرتبہ بلال حبشی رضی اللہ عنہ سوئے ہوئے ہیں کہ خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلال (رضی اللہ عنہ) یہ کیا زیادتی ہے کہ تم ہماری زیارت کو مدینہ طیبہ نہیں آتے فوراً بیدار ہوئے اور غمزدہ ہوئے اور سواری پر سوار ہو کر مدینہ طیبہ پہنچے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر حاضری دی اور وہاں رونا شروع کر دیا اور اپنا چہرہ مزار سے ملنے لگے اتنے میں امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہم دونوں شہزادے تشریف لے آئے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ ان دونوں کو چومنے لگے اور اپنے سینے سے دونوں کو لگایا دونوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے کہا ہماری آرزو ہے کہ آپ صبح کی اذان کہیں پس صبح کے وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ مسجد کی چھت پر چڑھ گئے جب کہا اللہ اکبر اللہ اکبر تو مدینہ میں کہرام مچ گیا جب اشھد ان لا الہ الا اللہ کہا تو کہرام اور زیادہ ہو گیا اور جب اشھد ان محمد رسول اللہ کہا تو عورتیں باہر آ گئیں اور کہا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے ہیں اس دن مرد و زن اس قدر روئے کہ اس سے پہلے اتنی گریہ وزاری نہ سنی گئی۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، ج۱، ص ۲۰۷۔ زرقانی، ج۳، ص ۳۷۰۔ انسان العیون فی سیرۃ الامین والمامون، ج۲، ص ۱۰۷)

جب مکہ معظمہ فتح ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ کعبہ کی چھت پر چڑھ جاؤ اور اذان دو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان کہی۔

(طبقات ابن سعد، ج۳، ص ۲۳۴۔ مدارج النبوت، ج۲، ص ۳۸۹)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دینا بہت بڑی سعادت ہے اس سے آپ کی قدر و منزلت اور عظمت کو چار چاند لگ گئے کیونکہ کعبہ وہ مقام ہے کہ جس پر روزانہ ایک سو بیس رحمتیں نازل ہوتی ہیں ساٹھ وہاں

طواف کرنے والوں کے لئے چالیس نماز پڑھنے والوں کے لئے اور بیس رحمتیں ان کے لئے نازل ہوتی ہیں جو کعبہ کا دیدار کرتے ہیں۔ یہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی خصوصیت ہے کسی دوسرے صحابی کو یہ عزت اور شرف حاصل نہیں ہوا۔ آپ پہلے مؤذن ہیں جنہوں نے کعبہ کی چھت پر اذان دی۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی اولیت:

جب بنو قریظہ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو اپنا حاکم تسلیم کر لیا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلایا حضرت سعد رضی اللہ عنہ دراز گوش پر سوار ہو کر تشریف لائے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے فرمایا قُوْمُوْا اِلٰی سَیِّدِکُمْ اپنے سردار کے لئے کھڑے ہو جاؤ چنانچہ قبیلہ اوس کا ایک گروہ اٹھا اور انہوں نے تعظیم و تکریم کے ساتھ آپ کو دراز گوش سے اتارا پھر آپ نے یہودیوں کے بارے میں اپنا فیصلہ صادر فرمایا کہ ان کے مردوں کو قتل کر دیا جائے اور ان کے بچوں اور عورتوں کو غلام بنا لیا جائے ان کے مال مسلمانوں میں تقسیم کر دیئے جائیں اس فیصلہ پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے سعد تم نے ان کے بارے میں وہی فیصلہ کیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے ساتویں آسمان پر کیا ہے جب حضرت سعد پر نزع کا عالم طاری ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سرہانے کھڑے ہوئے اور ان کے سر کو اپنے زانوئے اقدس پر رکھا اور بارگاہ خداوندی میں عرض کی خدایا سعد نے تیرے راستے میں بڑی تکالیف برداشت کی ہیں تیرے رسول کی تصدیق کی الٰہی اس کی روح کو اپنے دوستوں کی طرح قبض کرنا جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کو سنا اپنی آنکھوں کو کھولا اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں آپ نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا بعد ازاں ان کی

روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ حضرت جبریل علیہ السلام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے کس صحابی نے وفات پائی ہے کہ اس کی روح کے استقبال کے لئے آسمانوں کے دروازے کھل گئے ہیں۔ (مدارج النبوت، ج ۲، ص ۲۴۴)

جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا جنازہ اٹھایا گیا تو منافقوں نے کہا ان کا جنازہ اس لئے ہلکا ہے کہ انہوں نے بنوقریظہ کے متعلق اپنا فیصلہ صادر فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں یہ وجہ نہیں بلکہ ان کے جنازہ پر ستر ہزار فرشتے حاضر ہوئے ہیں انہوں نے ان کا جنازہ اٹھا رکھا ہے اور یہ فرشتے پہلے کبھی زمین پر نہیں آئے۔
(طبقات کبریٰ، ج ۳، ص ۴۲۹ ۔ مصنف عبدالرزاق، ج ۱۱، ص ۲۳۵۔
اسدالغابہ فی معرفۃ الصحابہ، ج ۲، ص ۲۹۸)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نیک شخص کے لئے خدا کے عرش میں جنبش پیدا ہوئی۔ آسمانوں کے دروازے کھل گئے اور ستر ہزار فرشتے ان کے جنازے پر حاضر ہوئے جو پہلے کبھی زمین پر نہ اترے پہلے ان (سعد) پر قبر تنگ ہوگئی لیکن پھر کشادہ ہوگئی۔
(طبقات کبریٰ، ج ۳، ص ۴۳۰)

جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی قبر کھودی گئی تو مٹی سے کستوری کی خوشبو آتی تھی لحد تک خوشبو بدستور آتی رہی۔
(طبقات کبریٰ، ج ۳، ص ۴۳۱ ۔ مدارج، ج ۲، ص ۲۴۴)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر اکیدر رومہ کی طرف بھیجا اس لشکر نے وہاں سے ایک جبہ بھیجا جو ریشمی تھا اور سونے کی تاروں سے بُنا گیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پہنا صحابہ اس جبے کو اپنے

ہاتھوں سے چھونے لگے اور اس کی طرف دیکھنے لگے نبی پاک ﷺ نے فرمایا کیا تم اس جبہ پر تعجب کرتے ہو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ ہم نے اس سے بڑھ کر اچھا کپڑا دیکھا ہی نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ کی قسم جنت میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے رومال اس سے بہتر اور نرم ہیں۔

(سنن کبریٰ، ج۳، ص۲۷۶۔ بخاری شریف مصری، ج۲، ص۳۱۳)

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی والدہ سے فرمایا تیرے آنسو کیوں نہیں تھمتے اور تجھ سے غم کا بوجھ کیوں نہیں ہلکا ہوتا جب کہ حال یہ ہے کہ تیرا بیٹا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ وہ ہے کہ جن سے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے خندہ (جو اس کی شان کے لائق ہے) فرمایا اور اس کے لئے عرش ہلنے لگا۔

بِاَنَّ اِبْنِكَ اَوَّلُ مَنْ ضَحِكَ اللّٰهُ لَهٗ وَاهْتَزَّلَهُ الْعَرْشُ۔

(طبقات کبریٰ، ج۳، ص۴۳۴)

متذکرہ بالا امور سے ثابت ہوا کہ:

(۱) سب سے پہلے صحابی حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ہیں جن کے جنازے پر ستر ہزار فرشتے نازل ہوئے۔

(۲) تمام صحابہ سے پہلے اللہ تعالیٰ آپ سے خندہ (اپنی شان کے لائق) فرمایا۔

(۳) تمام صحابہ میں سے سب سے پہلے آپ کے لئے عرش نے حرکت کی۔

حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کی اولیت:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دس آدمیوں

کو جاسوس بنا کر بھیجا تھا اور عاصم بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کو جو عاصم بن عمر کے نانا تھے ان پر سردار بنایا تھا چنانچہ وہ چلے یہاں تک کہ جب مقام ہداۃ میں پہنچے اور وہ مقام عسفان اور مکہ کے درمیان ہے تو ان کی خبر ہذیل کے ایک قبیلے کو جس کا نام بنولحیان ہے پہنچی انہوں نے ان کے مقابلے کے لئے دوسو آدمی بھیجے جو سب کے سب تیر انداز تھے پس وہ قدم کے نشانات پر چلے یہاں تک کہ انہوں نے ان کے کھائے ہوئے چھوہارے جو بطور زاد راہ مدینے سے لائے تھے دیکھے تو کہنے لگے کہ یہ یثرب کے چھوہارے ہیں پس وہ ان کے نشانات پر چلے یہاں تک کہ وہ ان کے پاس پہنچ گئے جب ان کو عاصم بن ثابت سردار لشکر اور ان کے ساتھیوں نے دیکھا تو وہ پہاڑ کی چوٹی پر چلے گئے اور کافروں نے انہیں گھیر لیا اور ان سے کہا کہ اترو اور اپنا ہاتھ ہمیں دے دو اور تمہارے لئے عہد و پیمان ہے کہ تم میں سے کسی کو قتل نہ کریں گے۔ عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ سردار لشکر نے کہا خدا کی قسم میں تو کسی کافر کی امان میں نہ اتروں گا یا اللہ ہماری خبر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا دے۔ پھر انہوں نے تیر مارنے شروع کئے یہاں تک کہ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کو سات صحابہ سمیت شہید کر دیا اور تین آدمی ان کے پاس عہد و پیمان کے ساتھ اتر آئے۔ منجملہ ان کے حضرت خبیب انصاری رضی اللہ عنہ اور زید بن دثنہ اور ایک اور آدمی تھے پھر جب کافروں نے ان پر قابو پایا تو اپنی کمانوں کی تانتیں کھول کر ان کو باندھ لیا۔ تیسرے آدمی نے کہا یہ پہلی وعدہ خلافی ہے۔ خدا کی قسم میں تمہارے ساتھ نہ رہوں گا بے شک ان لوگوں کا ارادہ قتل کا معلوم ہوتا ہے پھر سب نے ان کو کھینچا اور اس بات پر مجبور کر دیا کہ وہ بھی ان کے ساتھ رہیں مگر وہ نہ مانے تو ان لوگوں نے ان کو وہیں قتل کر دیا اور خبیب اور زید کو لے کر چلے یہاں تک کہ ان دونوں کو مکہ میں لے جا کر بیچ ڈالا یہ قصہ واقعہ بدر کے بعد کا ہے۔ پس خبیب کو

حارث بن عامر کے بیٹوں نے خرید لیا اور اس کی وجہ یہ تھی خبیب نے حارث بن عامر کو بدر کے دن قتل کیا تھا۔ پس خبیب ان لوگوں کے پاس قید رہے جب کفار آپ کے قتل کے لئے جمع ہوئے تو آپ نے حارث کی بیٹی سے اُسترا مانگا تاکہ اس سے زیرناف کی صفائی کر لیں چنانچہ انہوں نے ان کو اُسترا دے دیا۔ بعد میں حضرت خبیب نے اس حال میں حارث کی بیٹی کے بیٹے کو اٹھا لیا کہ وہ غافل اور بے خبر تھی۔ آپ نے اس لڑکے کو اپنے زانو پر بٹھا لیا اور وہ عورت کہتی ہے کہ استہزاء ان کے ہاتھ میں دیکھ کر میں ڈر گئی۔ خبیب نے میرے چہرے کو دیکھ کر پہچان لیا اور کہا کیا تم اس بات کا خوف کرتی ہو کہ میں اسے مار ڈالوں گا حالانکہ میں ایسا نہ کروں گا۔ حارث کی بیٹی کہتی ہے خدا کی قسم میں نے خبیب سے بہتر کوئی قیدی نہیں دیکھا اور خدا کی قسم ایک دن میں نے ان کو اس حال میں دیکھا کہ انگور کا ایک خوشہ ان کے ہاتھ میں تھا وہ اس کو کھا رہے تھے حالانکہ وہ زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے اور مکہ میں اس زمانے میں کوئی میوہ نہ تھا۔ وہ کہتی تھیں کہ یہ خدا کی طرف سے ان کے لئے رزق آیا تھا پھر وہ لوگ حرم سے باہر نکلے تاکہ خبیب کو قتل کر دیں۔ خبیب نے ان سے کہا مجھے اتنی مہلت دو کہ میں دو رکعت نماز ادا کر لوں چنانچہ انہوں نے ان کو چھوڑ دیا اور انہوں نے دو رکعت نماز ادا کر لی۔ بعد میں فرمایا اگر تم یہ خیال نہ کرتے کہ مجھے قتل کا خوف ہے تو میں نماز میں طوالت کرتا اور پھر فرمایا اے اللہ ان کو گن گن کر مار پھر فرمایا میں کچھ پرواہ نہیں کرتا جبکہ حالت اسلام میں قتل کیا جا رہا ہوں چاہے جس پہلو پر کروں اور یہ مصیبت تو خدا کی راہ میں ہے اور اگر وہ چاہے تو کٹے ہوئے اعضاء کے ٹکڑوں میں برکت دے دے پھر ان کو حارث کے بیٹے نے قتل کر دیا پس خبیب ہی وہ شخص ہیں جنہوں نے ہر اس مرد مسلمان کے لئے جو قید کر کے قتل کیا جائے دو رکعت مسنون کر دیں۔

فَكَانَ خُبَيْبٌ أَوَّلَ مَنْ سَنَّ الصَّلٰوةَ لِمَنْ قُتِلَ صَبْرًا۔

(بخاری شریف مصری، ج۲، ص ۱۷۷۔ سنن کبریٰ، ج۹، ص ۱۴۵)

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ قتل سے پہلے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے یہ دعا کی اے اللہ یہاں کوئی ایسا قاصد نہیں جسے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجوں تو میرا سلام اپنے رسول تک پہنچا دے۔ جبریل امین علیہ السلام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچائی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں جس دن حضرت خبیب رضی اللہ عنہ قتل کیے گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وعلیک السلام اور فرمایا قریش نے خبیب رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا ہے۔ (خصائص کبریٰ، ج۱، ص ۵۹۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مقداد اور زبیر رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ خبیب رضی اللہ عنہ جس لکڑی سے لٹک رہے ہیں ان کو اس سے اتار لائیں یہ دونوں صحابی مقام تنعیم تک پہنچے انہوں نے آ کر دیکھا کہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے ارد گرد چالیس آدمی نشے میں مخمور تھے ان دونوں صحابہ نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو وہاں سے اتارا اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی لاش کو اپنے گھوڑے پر رکھ لیا۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کا جسم بالکل تر و تازہ تھا۔ ان کے جسم کی کوئی شے گلی سڑی نہ تھی۔ مشرکین کو ان لوگوں کا علم ہو گیا مشرکوں نے ان کا تعاقب کر کے ان کو آ لیا جب مشرکین ان کے پاس پہنچے تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے ان کو گھوڑے سے اتار کر زمین پر رکھ دیا۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو زمین نے نگل لیا اس وجہ سے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کا نام بلیغ الارض (جسے زمین نگل جائے) ہے۔

(اسد الغابہ، ج۲، ص ۱۰۵۔ الاصابہ، ج۱، ص ۴۱۹۔ خصائص کبریٰ، ج۱، ص ۵۹۴)

علامہ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

فَكَانَ اَوَّلَ مَنْ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ عِنْدَ الْقَتْلِ۔

(الاستیعاب فی اسماء الاصحاب، ج۱، ص۴۳۰)

یعنی حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے قتل کے وقت دو رکعتیں پڑھیں۔

(سنن کبریٰ، ج۹، ص۱۰۔ اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، ج۴، ص۳۶۹)

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی اولیت:

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ پہلے مسلمان ہیں جنہوں نے مدینہ طیبہ میں جمعہ کے لئے لوگوں کو جمع کیا اور نماز جمعہ ادا کی اور آپ ہی وہ پہلے صحابی ہیں جنہوں نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ یہ وہ جلیل القدر صحابی ہیں کہ جب اہل عقبہ نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت اسلام کی اور وہ لوٹ کر اپنی قوم کے پاس آئے تو انہوں نے خفیہ طور پر اپنی قوم میں تبلیغ اسلام شروع کی اور ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی تعلیمات کی خبر دی اور ان پر قرآن کی تلاوت کی اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہ اور رافع بن مالک رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ آپ اپنی طرف سے ایک آدمی کو ہمارے ہاں بھیج دیں جو یہاں کے لوگوں کو قرآن کے احکامات کی تبلیغ کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو جو بنی عبدالدار کے بھائی تھے ان کی طرف بھیجا آپ کی دعوت کے نتیجے میں کئی لوگ ایمان لائے اور آپ کے ہاتھ پر اس قدر لوگ ہدایت یافتہ ہوئے کہ انصار کے بہت کم گھر ایسے تھے جہاں اسلام نہ پہنچا ورنہ تو اکثر گھروں کے اشراف آپ کے ہاتھ پر ایمان لے آئے ان میں عمرو بن جموح بھی مسلمان ہوئے جنہوں نے اپنے بتوں کو توڑ ڈالا اور مسلمان اہل مدینہ کے زیادہ باعزت

تھے۔ بعد ازاں حضرت مصعب بن عمیر واپس حضور ﷺ کی خدمت میں مکہ آ گئے اور آپ کو مقری (قرآن پڑھانے والا) کہا جاتا تھا۔

(حلیۃ الاولیاء، ج۱،ص ۱۰۷)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی طرف آ رہے تھے۔ نبی مکرم ﷺ نے ان کو دیکھا کہ ان پر مینڈھے کی ایک کھال ہے جو ان سے کلام کر رہی ہے یہ منظر دیکھ کر حضور سرور کونین ﷺ نے فرمایا:

اُنْظُرُوْا اِلٰی هٰذَا الرَّجُلِ الَّذِیْ قَدْ نَوَّرَاللّٰهُ قَلْبَهٗ۔

ترجمہ: اس مرد کو دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل کو روشن کر دیا ہے۔

میں نے اسے اس حال میں دیکھا ہے کہ اس کے والدین اسے بہترین کھانا اور پانی دیتے تھے لیکن اب جس حال میں ہے تم دیکھ رہے ہو وہ خدا اور اس کے رسول کی محبت کا نتیجہ ہے۔ (حلیۃ الاولیاء، ج۱،ص ۱۰۸)

جب حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو آپ کے پاس صرف ایک کپڑا تھا اور وہ ایسا تھا کہ اس سے جب آپ کا سر ڈھانپتے تو پاؤں ننگے ہو جاتے اور اگر پاؤں ڈھانپتے تو آپ کا سر ننگا ہو جاتا سرکار دو جہاں ﷺ نے فرمایا اس کا سر ڈھانپ دو اور پاؤں پر اذخر گھاس رکھ دو۔

(اسد الغابہ معرفۃ الصحابہ، ج۱،ص ۳۷۰)

آپ نے اُحد میں شہادت پائی جب رسول اللہ ﷺ میدان اُحد سے لوٹنے لگے تو حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی قبور پر کھڑے ہو گئے اور فرمایا:

اَشْهَدُ اَنَّکُمْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ اللّٰهِ فَزُوْرُوْهُمْ وَسَلِّمُوْا عَلَیْهِمْ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ

بِيَدِهٖ لَا يُسَلِّمُ عَلَيْهِمْ اَحَدٌ اِلَّا رَدُّوْا عَلَيْهِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔

ترجمہ: پس گواہی دیتا ہوں کہ تم زندہ ہو اے لوگو ان کی (قبور کی) زیارت کیا کرو اور ان پر سلام پیش کرنا قسم ہے اس ذات کی جس کے اختیار میں میری جان ہے قیامت تک جو بھی ان کو آ کر سلام کرے گا یہ اس کو اس کے سلام کا جواب دیں گے۔ (حلیۃ الاولیاء شرح الصدور، ج ۱، ص ۱۰۸)

پس معلوم ہوا کہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے ہجرت کی اور سب سے پہلے آپ نے مدینہ میں جمعہ کی نماز قائم کی۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی اولیت:

علامہ ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اسلام کے وہ پہلے فرزند ہیں جنہوں نے مسجد تعمیر کی ہے۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، ج ۴، ص ۴۶)

آپ وہ جلیل القدر صحابی رسول ہیں جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک عمار سر سے لے کر پاؤں تک ایمان سے لبریز ہے۔

(حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۱۳۹)

منصور بن مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سات ہستیوں نے سب سے پہلے اپنا اسلام ظاہر فرمایا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت خباب رضی اللہ عنہ، حضرت صہیب رضی اللہ عنہ، حضرت بلال رضی اللہ عنہ، حضرت عمار رضی اللہ عنہ اور ان کی والدہ سمیہ رضی اللہ عنہا جب کفار نے ان حضرات کو اذیت دینی شروع کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع تو آپ کے چچا ابوطالب نے کیا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا دفاع ان کی قوم نے کیا لیکن باقی پانچ حضرات کا یہ حال تھا کہ مشرکین ان کو لوہے کی

زرعیں پہنا کر سخت دھوپ میں ڈال دیتے جن سے ان کو سخت اذیت ہوتی۔ رات کے وقت ابوجہل ہاتھ میں نیزہ لے کر آتا اور ان حضرات کو نیزہ چبھاتا اور گالیاں دیتا۔ (اسد الغابہ، ج ۴، ص ۴۴۔ حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۱۴۰۔ بیہقی شریف، ج ۸، ص ۲۰۹)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بطحاء میں میری ملاقات ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے اپنے ساتھ لے لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر اس مقام سے ہوا جہاں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور ان کی والدہ کو مشرکین اذیتیں دے رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے آل یاسر صبر کرو تمہارا ٹھکانا جنت ہے۔ (حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۱۴۰)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جنت چار آدمیوں کا اشتیاق رکھتی ہے۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ۔ (حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، ج ۱، ص ۱۴۳)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرے اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے درمیان تلخ کلامی ہوگئی دوران گفتگو میں نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے بارے میں سخت الفاظ استعمال کر دیئے جس کی شکایت حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں کی۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ شکایت کر رہے تھے کہ اتنے میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی تشریف لے آئے اور انہوں نے آتے ہی پھر سخت کلامی سے کام لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے اس پر حضرت عمار رضی اللہ عنہ رونے لگے اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ دیکھ رہے ہیں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کیسا کلام کر رہا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سر اٹھایا اور فرمایا جس نے عمار رضی اللہ عنہ سے دشمنی کی اس

نے اللہ سے دشمنی کی جس نے عمار رضی اللہ عنہ سے بغض رکھا اللہ اس سے ناراض ہو۔

جنگ صفین کے دن حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے اپنے احباب سے فرمایا مجھے کچھ پلاؤ انہوں نے آپ کو دودھ پلایا۔ آپ نے پی لیا اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمار تو اپنی زندگی کی انتہا پر دودھ پیئے گا چنانچہ بعد میں آپ نے لڑائی میں حصہ لیا اور لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔اس وقت آپ کی عمر چورانوے سال تھی۔

(حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۱۴۱۔ اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، ج ۴، ص ۴۶)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی اولیت:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے اللہ کی راہ میں تیر چلایا اور سب سے پہلے راہ خدا میں کافر کا خون بہایا چنانچہ آپ خود ارشاد فرماتے ہیں:

اِنِّیْ لَاَوَّلُ الْعَرَبِ رَمٰی بِسَهْمٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ۔

ترجمہ: میں پہلا عرب ہوں جس نے اللہ کی راہ میں تیر چلایا۔

(الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ، ج ۲، ص ۳۹۲۔ اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابۃ، ج ۲، ص ۲۹۰۔ کتاب الاصابہ فی تمیز الصحابۃ، ج ۲، ص ۳۳۔ الاستیعاب فی اسماء الاصحاب، ج ۲، ص ۲۱)

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ مکہ میں چھپ کر نمازیں پڑھتے تھے۔ انہی ایام میں حضرت سعد بن ابی وقاص چند صحابہ کے ساتھ مکہ معظمہ کی ایک گھاٹی میں تھے کہ چند مشرکوں سے سامنا ہو گیا۔ یہ دونوں گروہ آپس میں نفرت کرتے ہوئے ایک دوسرے کے مذہب پر نکتہ چینی

کرنے لگے تو نوبت یہاں تک پہنچی کہ آپس میں لڑنے لگے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ایک مشرک کے سر میں اونٹ کی ہڈی مار کر اس کا سر زخمی کر دیا خون بہنے لگا۔

فَکَانَ اَوَّلَ دَمٍ اُرِیْقَ فِی الْاِسْلَامِ۔

ترجمہ: یہ اسلام میں پہلا خون بہایا گیا۔

(کتاب الاصابہ فی تمیز الصحابۃ، ج۲، ص۳۳۔

اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابۃ، ج۲، ص۲۹۰)

حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ وہ خوش قسمت صحابی ہیں جن کے حق میں چار آیات قرآنی نازل ہوئی ہیں چنانچہ سید الفقہاء والمحدثین رأس الحکماء والمتکلمین امام المعقول والمنقول حضرت علامہ مولانا شیخ احمد المعروف ملا جیون نے لکھا ہے: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے حق میں چار آیات نازل ہوئی ہیں۔

(۱) میں نے بدر کے دن ایک تلوار (مال غنیمت سے) اٹھالی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے عطا فرما دیجئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہاں سے اٹھائی ہے وہیں رکھ دو میں نے تین مرتبہ تلوار مانگی تو خدا نے آیت نازل فرمائی۔

یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَنْفَالِ۔

ترجمہ: آپ سے مال غنیمت کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔

(۲) ایک مرتبہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں تشریف لانے کو کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اجازت دیجئے کہ میں اپنا سارا مال راہ خدا میں تقسیم کر دوں۔ حضور

ﷺ نے اجازت نہ دی عرض کی آدھا مال تقسیم کر دوں حضور ﷺ نے انکار فرمایا پھر عرض کی تیسرا حصہ تقسیم کر دوں۔ حضور ﷺ خاموش رہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ ○

(۳) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک مرتبہ میرے پاس کچھ انصاری اور مہاجر لوگ تشریف لائے اور انہوں نے کہا ہمارے ساتھ آؤ ہم تمہیں کھانا اور شراب پلائیں گے اور یہ بات حرمت شراب سے پہلے کی ہے میں ان کے ساتھ ایک باغ میں آ گیا ان کے پاس وہاں اونٹنی کی سری بھنی ہوئی رکھی تھی اور شراب بھی موجود تھی۔ میں نے ان کے ساتھ مل کر کھانا بھی کھایا شراب بھی پی میں نے وہاں انصار اور مہاجرین کا تذکرہ چھیڑ دیا اور کہا کہ مہاجرین انصار سے بہتر ہیں اس پر ان میں سے ایک آدمی نے اونٹنی کے سر کی ہڈی مجھے دے ماری جس سے میری ناک زخمی ہوگئی۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں آ کر اس کی شکایت کی پس اللہ تعالیٰ نے میرے حق میں یہ آیت نازل فرمائی۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ○

ترجمہ: اے ایمان والو! شراب جوا، بت اور پانسے ناپاک شیطانی کام ہیں ان سے بچو تا کہ تم فلاح پا جاؤ۔

(۴) جب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو ان کی والدہ حمنہ بنت ابی سفیان نے کہا یہ تو نے کونسا مذہب اختیار کر لیا ہے۔

وَاللّٰهِ لَا اَطْعَمُ طَعَامًا وَلَا اَشْرَبُ شَرَابًا حَتّٰى اَمُوْتَ اَوْ تَكْفُرَ○

ترجمہ: خدا کی قسم میں اس وقت تک نہ کھانا کھاؤں گی اور نہ پانی پیوں گی جب

تک یہیں نہ مر جاؤں یا تو اپنے دین سے پھر نہ جائے۔

چنانچہ انہوں نے تین دن تک نہ کچھ کھایا نہ پیا حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اپنی والدہ کے پاس آئے اور فرمایا:

یَا اُمَّاہُ لَوْ کَانَتْ لَکِ مِائَۃُ نَفْسٍ فَخَرَجَتْ نَفْسًا نَفْسًا مَاتَرَکْتُ دِیْنِیْ اِنْ شِئْتِ کُلِیْ وَاِنْ شِئْتِ فَلَا تَأْکُلِیْ فَلَمَّا اٰنَسْتُ مِنْہُ اَکَلَتْ وَشَرِبَتْ۔

ترجمہ: اے ماں اگر تجھ میں سو روحیں ہوں اور ایک ایک کر کے سب نکل جائیں تو بھی میں اپنے دین کو نہ چھوڑوں گا دل چاہے کھا اور دل چاہے تو نہ کھا جب آپ کی والدہ مایوس ہو گئیں تو انہوں کھانا پینا شروع کر دیا۔

(تفسیرات احمدیہ، ص ۲۴۲۔ تفسیر مظہری، ج ۷، ص ۱۹۲۔ الریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۳۹۷۔ تفسیر قرطبی، ج ۱۳، ص ۳۲۸۔ تفسیر خازن، ج ۵، ص ۱۵۶۔ تفسیر معالم التنزیل، ج ۵، ص ۱۵۶)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَوَّلُ مَنْ یَّدْخُلُ مِنْ ھٰذَا الْبَابِ رَجُلٌ مِّنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ وَدَخَلَ سَعْدُ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ۔

ترجمہ: اس دروازے سے جو سب سے پہلے داخل ہوگا وہ جنتی مرد ہوگا پس سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہوئے۔ (الریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۳۹۸)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کا واقعہ یوں ہے کہ آپ خود فرماتے ہیں کہ میں نے اسلام لانے سے تین دن پہلے ایک خواب دیکھا کہ میں ایسے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں ہوں کہ کچھ دکھائی نہیں دیتا اچانک چاند کی روشنی ہوئی میں چاند کی روشنی کے پیچھے پیچھے ہولیا چاند میں ان لوگوں کو دیکھنے لگا

جنہوں نے مجھ سے پہلے اس چاند کو پالیا میں نے زید بن حارثہ علی ابن ابی طالب اور ابوبکر رضی اللہ عنہم کو دیکھا اور میں نے ان سے سوال کیا کہ تم اس چاند تک کب پہنچے جب خواب سے بیدار ہوا تو مجھے پتہ چلا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خفیہ طور پر لوگوں کو اسلام کی دعوت دے رہے ہیں میں اجیاد کی گھاٹی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس وقت ملا جبکہ آپ نماز عصر پڑھ کر فارغ ہوئے تھے میں نے عرض کی آپ کس امر کی دعوت دیتے ہیں فرمایا اس بات کی گواہی دو کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کا رسول ہے۔ پس میں نے کہا اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھدان محمد رسول اللہ پس مجھ سے پہلے متذکرہ تین حضرات ایمان لائے تھے۔

(اسد الغابہ، ج ۲، ص ۲۹۲۔ الریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۳۹۱)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ کی بارگاہ میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ میرے ماموں ہیں ہے کسی کا ایسا ماموں۔ (اسد الغابہ، ج ۲، ص ۲۹۱)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ خود بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا اللہ سعد جب بھی دعا مانگے اس کی دعا کو قبول فرما اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ جب بھی دعا مانگتے قبول ہوتی اور یہ بات لوگوں میں مشہور ہو گئی اور لوگ آپ کی دعا سے ڈرتے تھے۔ (اسد الغابہ، ج ۲، ص ۲۹۱)

چنانچہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اہل کوفہ میں سے کچھ لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گورنر کوفہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی شکایت کی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو حالات کی تحقیق کے لئے کوفہ بھیجا وہ آدمی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو لے کر کوفہ کی مساجد میں پھرا سب نے کہا کہ یہ اچھے آدمی ہیں مگر ایک آدمی نے کہا کہ سعد برابر تقسیم نہیں کرتے لشکر کے

ساتھ نہیں جاتے اور مقدمات کے فیصلے میں انصاف نہیں کرتے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا۔

اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ كَاذِبًا فَاَطِلْ عُمْرَهٗ وَاَطِلْ فَقْرَهٗ وَعَرِّ ضْهُ لِلْفِتَنِ۔

ترجمہ: اے میرے اللہ اگر یہ شخص جھوٹا ہے تو اس کی عمر طویل کر اور اس کے فقر کو طویل کر اور اس کو فتنوں کے واسطے نشانہ بنا۔

عبدالملک بن عمیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے اس کو ایسے حال میں دیکھا کہ وہ ایسا شیخ کبیر ہو گیا تھا کہ اس کی بھویں اس کی آنکھوں پر بڑھاپے کی وجہ سے گر پڑیں تھیں اور وہ محتاج ہو لیا تھا اور طرہ چلتی چھوٹی لڑکیوں کو چھیڑتا تھا اگر اس سے کوئی پوچھتا کہ تیرا کیا حال ہے تو کہتا کہ سعد کی دعا کی بنا پر شیخ کبیر ہوں فتنے میں مبتلا ہو گیا ہوں۔

(خصائص کبریٰ، ج ۲، ص ۴۳۲۔ سنن کبریٰ، ج ۲، ص ۶۵)

حضرت عثمان بن عامر ابو قحافہ رضی اللہ عنہ کی اولیت:

حضرت ابو قحافہ و حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے والد ہیں اور آپ نے سب سے پہلے اسلام میں خضاب لگا ہے اور اس کی صورت اس طرح ہوئی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن اپنا لشکر لے کر مکہ کے قریب پہنچے تو ابو قحافہ رضی اللہ عنہ نے اپنی سب سے چھوٹی بیٹی سے کہا مجھے ذرا کوہ ابو قیس پر لے چلو اور آپ اس وقت نابینا تھے آپ کی بیٹی آپ کو پہاڑ پر لے گئیں آپ نے پوچھا اے بیٹی تجھے کیا نظر آ رہا ہے کہا میں دیکھ رہی ہوں کہ ایک جگہ بہت بڑی سیاہی جمع ہے اور ایک آدمی کو آگے پیچھے آتے جاتے دیکھتی ہوں۔ آپ نے فرمایا یہ لشکر ہے اور لشکر کے آگے پیچھے جانے والا سردار ہے۔ فرمایا آپ نے اپنی بیٹی سے پوچھا اب

تو کیا دیکھتی ہے اس نے کہا میں دیکھتی ہوں کہ وہ سیاہی یعنی لشکر پھیل گیا ہے۔
آپ نے فرمایا اگر لشکر پھیل گیا ہے تو مجھے جلدی گھر لے چلو آپ کی بیٹی جلدی سے گھر کی طرف آپ کو لے کر چلی آپ کی بیٹی کہتی ہے جب میں آپ کو لے کر ابطح کی طرف اتری تو لشکر مکہ میں داخل ہو چکا تھا اور ان کے گلے میں چاندی کا ایک طوق تھا ایک مجاہد نے ان کے گلے سے وہ اتار لیا جب مکہ فتح ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ حرم کعبہ میں داخل ہوئے تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نکلے اور اپنے والد ابو قحافہ رضی اللہ عنہ کو لے کر حضور ﷺ کی بارگاہ میں آئے جب نبی مکرم ﷺ نے ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا اس بوڑھے کو گھر میں ہی رہنے دیتے میں خود ان کے پاس آجاتا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یہ زیادہ حق دار تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے پھر رسول اللہ ﷺ نے ابو قحافہ رضی اللہ عنہ کے سینے پر ہاتھ رکھا اور فرمایا اسلام قبول کر لو سلامتی سے رہو گے اور بعد ازاں آپ نے فرمایا اے صدیق (رضی اللہ عنہ) ان کے سر اور داڑھی کے بالوں کا رنگ تبدیل کر دو لیکن سیاہی سے اجتناب کرنا چنانچہ حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ نے مہندی اور کتم کا خضاب لگایا۔ آپ پہلے آدمی ہیں جنہوں نے داڑھی کا رنگ بدلا۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابۃ، ج ۳، ص ۳۷۴۔
کتاب الاصابہ فی تمیز الصحابۃ، ج ۳، ص ۹۳)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اولیات:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے سگے بھائی ہیں اس لئے رشتہ میں سرور کونین ﷺ کے سالے ہیں۔ علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک بار حضور ﷺ اپنی زوجہ

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے تو ملاحظہ فرمایا کہ آپ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا سر اپنی گود میں لئے بیٹھی ہیں اور ان کو بار بار چوم رہی ہیں تو سرکار نے فرمایا اے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کیا تم معاویہ سے محبت کرتی ہو انہوں نے عرض کیا کہ کیوں نہ محبت کروں کہ یہ میرا بھائی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ اور رسول بھی معاویہ سے محبت کرتے ہیں۔ (تطہیر الجنان، ص ۱۴)

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کی اکہ اے خدایا جس کے گھر میں میں رشتہ کروں اور جو میرے گھر میں رشتہ کرے وہ جنت میں میرا ساتھی ہو اللہ تعالیٰ نے میری دعا کو قبول فرمالیا۔ (تطہیر الجہنان، ص ۱۴)

ان دونوں احادیث پر غور کریں تو پتہ چلتا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بڑی فضیلت ہے کہ اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے محبت کرتے ہیں اور جو خدا اور اس کے رسول کا محبوب بندہ ہو وہ گمراہ یا فاسق و فاجر نہیں ہوسکتا اور پھر یہ خدا کا کتنا بڑا فضل ہے آپ پر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی ہمشیرہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا رشتہ لے کر آپ کو جنت میں اپنا ساتھی بنالیا۔

علامہ محب طبری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الریاض النضرۃ میں ایک طویل حدیث نقل فرمائی جس میں خلفائے راشدین اور عشرہ مبشرہ کے فضائل مروی ہیں اس کے آخر میں یہ بھی مروی ہے۔

صَاحِبُ السِّرِّیْ مُعَاوِیَۃُ بْنُ اَبِیْ سُفْیَانَ فَمَنْ اَحَبَّھُمْ فَقَدْ نَجَا وَمَنْ اَبْغَضَھُمْ فَقَدْ ھَلَكَ۔ (تطہیر الجنان، ص ۱۳۔ الریاض النضرۃ، ج ۱، ص ۳۱)

ترجمہ: معاویہ بن ابی سفیان میرے صاحب اسرار ہیں جس نے ان تمام سے محبت کی وہ نجات پا گیا اور جس نے ان سے بغض رکھا ہلاک ہوگیا۔

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے دعا فرمائی۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ ھَادِیًا مَھْدِیًا۔

ترجمہ: اے اللہ امیر معاویہ کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا۔

(تطہیر الجنان، ص ۱۱۔ تاریخ بغداد، ج ۱، ص ۲۰۸)

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعا کرتے سنا۔

اَللّٰھُمَّ عَلِّمْ مُعَاوِیَۃَ الْکِتَابَ وَالْحِسَابَ وَقِہِ الْعَذَابَ۔

(حجۃ اللہ، ص ۵۷۷۔ الاستیعاب، ج ۳، ص ۴۰۱)

ترجمہ: اے اللہ معاویہ کو کتاب اور حساب کا علم عطا فرما اور اسے عذاب سے نجات دے۔

حضرت قتادہ فرماتے ہیں میں نے حضرت حسن سے کہا اے ابا سعید یہاں کچھ لوگ ہیں جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ وہ دوزخی میں آپ نے فرمایا خدا ایسے لوگوں پر لعنت کرے ان کو کیا معلوم کہ کون دوزخی ہے۔ (الاستیعاب، ج ۳، ص ۴۰۳)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر اچھا سردار نہیں دیکھا۔

حضرت واثلہ بن اسقع سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

(الاستیعاب، ج ۳، ص ۳۹۷)

اَلْاُمَنَاءُ عِنْدَاللّٰہِ جِبْرِیْلُ وَاَنَا وَ مُعَاوِیَۃُ۔

(تاریخ بغداد، ج ۳، ص ۳۹۹)

ترجمہ: اللہ کے نزدیک امین جبریل، میں اور معاویہ ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا رَأَيْتُمْ مُعَاوِيَةَ يَخْطُبُ عَلٰى مِنْبَرِيْ فَاقْبَلُوْهُ فَاِنَّهٗ اَمِيْنٌ مَّأْمُوْنٌ۔

(تاریخ بغداد، ج ۱، ص ۲۵۹)

ترجمہ: جب تم معاویہ کو میرے منبر پر خطبہ دیتے ہوئے دیکھو تو اس کی طرف آؤ اس کی بات سنو کیونکہ وہ امانتدار ہے اور امن میں آیا ہوا ہے۔

کسی نے حضرت معافی بن عمران رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ معاویہ عمر بن عبدالعزیز کی طرح ہیں آپ اس بات پر سخت ناراض ہوئے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو کسی پر قیاس نہ کرو۔ حضرت معاویہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی رشتہ دار اور کاتب وحی ہیں اور اللہ کی وحی پر امین ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ اور رشتہ داروں کو میرے لئے چھوڑ دو جس نے ان کو گالیاں دیں اس پر اللہ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ (تاریخ بغداد، ج ۱، ص ۲۰۹)

کسی نے عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور عمر بن عبدالعزیز میں سے کون افضل ہے تو آپ نے فرمایا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ناک کا غبار جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہ کر جہاد میں واقع ہوا وہ عمر بن عبدالعزیز سے ہزار گنا زیادہ اچھا ہے۔ کیوں نہ ہو کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں خیال رہے کہ عبداللہ بن مبارک وہ بزرگ ہیں جن کے علم، زہد، تقویٰ اور امامت پر تمام امت رسول متفق ہے اور ان سے حضرت خضر علیہ السلام ملاقات فرماتے تھے۔ (تطہیر الجنان، ص ۱۰)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مقام ہے کہ علامہ حافظ ابونعیم نے لکھا ہے کہ ابو اسامہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے خواب میں دیکھا کہ جنت کے دروازے پر یہ لکھا ہوا ہے۔

بَرَأَةٌ مِّنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ لِعُمَرَ بْنِ عَبْدِالْعَزِيْزِ مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ اَلِيْمٍ۔

ترجمہ: اللہ غالب حکمت نے عمر بن عبدالعزیز کو دردناک دن کے عذاب سے نجات دے دی ہے۔ (حلیۃ الاولیاء، ج ۵، ص ۳۳۶)

مقام غور کہ جب حضرت امیر معاویہ، حضرت عمر بن عبدالعزیز سے ہزارہا گنا افضل ہیں اور عمر بن عبدالعزیز جنتی ہیں تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کیوں نہ جنتی ہوں گے اور عبداللہ بن مبارک جن کا یہ قول ہے کوئی معمولی انسان نہیں بلکہ بڑے پایہ کے روحانی بزرگ ہیں علامہ خطیب بغدادی نے لکھا ہے کہ فریابی کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا سلوک ہوا فرمایا:

مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ○

ترجمہ: وہ (عبداللہ بن مبارک) ان لوگوں کے ساتھ ہے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا (اور وہ) انبیاء، صدیقین، شہداء اور نیک لوگ ہیں اور ان کا ساتھ کیسا اچھا ہے۔ (تاریخ بغداد، ج ۱۰، ص ۱۶۹)

حضرت وحشی سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سواری پر سوار تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاویہ تیرے جسم کا کونسا حصہ میرے جسم سے چھو رہا ہے۔ عرض کی میرا پیٹ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اے اللہ معاویہ کے پیٹ کو علم وحلم سے بھر دے یہی وجہ ہے کہ آپ علم و حلم میں تمام صحابہ میں ممتاز حیثیت کے مالک تھے۔

(حجۃ اللہ علی العالمین، ص ۵۷۷)

اور ابن سعد رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی۔

اَللّٰھُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ وَمَكِّنْ لَهٗ فِي الْبِلَادِ وَقِهِ الْعَذَابَ۔

ترجمہ: اے اللہ اسے (معاویہ) کو کتاب کا علم دے اور اسے شہروں میں تمکنت دے اور عذاب سے نجات دے۔

اس دعا کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کو پہلے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عامل مقرر کیا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے گورنر مقرر کیا اور ملک شام میں بیس سال امیر رہے اور پھر بیس سال خلیفہ بن کر زندگی گزاری۔

(حجۃ اللہ علی العالمین، ص ۵۷۷)

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لشکر ملک شام کی طرف روانہ فرمایا تو اس لشکر میں یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ اور ان کے بھائی معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ جب یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کا انتقال حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ہوا تو آپ نے یزید کی جگہ ان کے بھائی معاویہ کو ملک شام کا گورنر مقرر کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یزید کی وفات پر حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے تعزیت کی ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے آپ سے پوچھا یزید کی جگہ آپ نے کس کو گورنر مقرر کیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس کے بھائی معاویہ کو ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے کہا آپ نے یا امیر المومنین آپ نے صلہ رحمی کا خوب خیال رکھا۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، ج ۴، ص ۳۸۵)

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ:

قَدْ صَحَّ اَنَّهٗ كَانَ اِمَامًا عَادِلًا فِيْ حُقُوْقِ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ وَفِيْ حُقُوْقِ الْمُسْلِمِيْنَ۔

ترجمہ: یہ بات بالکل صحیح روایات سے ثابت ہے کہ حضرت امیر معاویہ حقوق اللہ اور حقوق مسلمین دونوں کے پورا کرنے میں امام عادل ہیں۔

(دفتر اول مکتوب، ص ۲۵۱)

سرتاج اولیاء سند الاصفیاء حضرت علی ہجویری داتا گنج بخش لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک روز ایک شخص حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا اے ابن رسول غریب و مفلس عیالدار ہوں۔ میرے لئے آپ کی طرف سے آج شب کے کھانے کا انتظام ہونا چاہیے۔ آپ نے فرمایا بیٹھ جا ہمارا رزق راستہ میں ہے وہ پہنچ جانے دو زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ امیر معاویہ کی طرف سے آپ کی خدمت میں پانچ تھیلیاں آئیں ہر ایک میں ہزار ہزار اشرفیاں تھیں اور لانے والوں نے پیغام دیا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ معذرت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ معمولی نذرانہ اپنی معمولی ضرورتوں میں خرچ کریں اس کے بعد اس سے بہت زیادہ حاضر کیا جائے گا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس فقیر کی طرف اشارہ فرمایا اور پانچوں تھیلیاں اسے دے دیں۔ (کشف المحجوب، ص ۱۸۵)

اس واقعہ سے چند امور کا پتہ چلا:

(۱) امام حسین رضی اللہ عنہ نے غیب کی خبر دی۔

(۲) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اہل بیت سے محبت تھی اور ان کی خدمت میں بھاری رقوم بطور نذرانہ پیش کیا کرتے تھے۔

(۳) امام حسین رضی اللہ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو مخلص مومن سمجھتے تھے۔ متقی عادل اور خلیفہ برحق جانتے تھے ورنہ ان سے نذرانے وصول نہ کرتے کیونکہ امام حسین رضی اللہ عنہ جیسے امام برحق کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ فاسق و فاجر سے نذرانہ وصول پائیں۔

(۴) امام حسین رضی اللہ عنہ بہت بڑے سخی تھے کہ ساری رقم سائل کے حوالے کر دی اور ایک دینار بھی اپنی ضرورت کے لئے صرف نہیں کیا۔

جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات قریب ہوئی تو آپ نے وصیت فرمائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص مجھے بطور کفن پہنائی جائے اور وہ قمیص میرے جسم کے ساتھ لگی رہی اور میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناخنوں کے تراشے ہیں میری وفات پر ان کو میرے منہ اور میری آنکھوں پر رکھ دیا جائے اور مجھے ارحم الراحمین کے سپرد کر دیا جائے چنانچہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ان تبرکات کو ساتھ لے کر آپ قبر میں آرام فرما ہوئے۔

(اسد الغابہ معرفۃ الصحابہ، ص ۴۷۸)

ان تبرکات کا آپ کو کیا فائدہ ہوا۔ اس کے لئے مندرجہ ذیل حدیث پر غور فرمائیں۔

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے روم میں انطاکیہ جیسا شہر کوئی نہ دیکھا اور اس شہر سے زیادہ کسی دوسرے شہر میں بارش برستی نہیں دیکھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہاں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس شہر کی غاروں میں سے ایک غار میں تورات، عصائے موسوی، الواح کے ٹکڑے اور سلیمان بن داؤد کا دستر خوان ہے جب بھی بادل اس غار کے سامنے آتا ہے تو اپنی تمام برکات نازل کر دیتا ہے۔ (تاریخ بغداد، ج ۹، ص ۴۷۱)

مقام غور ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے تبرکات کی یہ عظمت ہے کہ جہاں وہ رکھے ہوئے ہیں وہاں خدا کی طرف سے برکتوں کا نزول ہوتا ہے تو امام الانبیاء کے تبرکات کی کیا شان ہو گی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی قبر میں خدا تعالیٰ کی کتنی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی ہوں گی۔

مندرجہ بالا چند حقائق اس لئے تحریر کئے ہیں کہ وہ لوگ جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق نہ صرف یہ کہ اچھے خیالات نہیں رکھتے بلکہ ان کی شان میں نازیبا کلمات بھی استعمال بھی کرتے رہتے ہیں ان دلائل سے آگاہ ہو کر احتیاط سے کام لیں اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق سب وشتم سے کف لسان کریں اور ان کے متعلق اپنے نظریات بالکل ایسے بنالیں جیسے ان بزرگوں کے تھے جن کا مذکورہ بالا بحث میں ذکر ہوا۔

اب سنئے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اولیات:

(۱) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پہلے حکمران ہیں جنہوں نے اپنی زندگی میں اپنے بیٹے کو ولی عہد مقرر کیا۔

(۲) آپ پہلے بادشاہ ہیں اسلام میں۔

(۳) آپ پہلے حکمران ہیں جنہوں نے منبر کے پندرہ درجے بنوائے۔

(۴) آپ پہلے فرماں روا ہیں جنہوں نے اپنے لئے محافظ مقرر کئے۔

(۵) آپ نے ہی سب سے پہلے مسجدوں میں حجرے بنوائے۔

(۶) آپ نے سب سے پہلے مجرموں کو بیڑیاں پہنائیں۔

(۷) آپ نے ہی سب سے پہلے عدالتی مہر کو رواج دیا۔

(الاستیعاب، ج۳،ص۴۰۰)

(۸) آپ اسلام میں پہلے خطیب ہیں جنہوں نے منبر پر بیٹھ کر خطبہ دیا۔

(سنن کبریٰ، ج۲،ص۱۹۷)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ:

ومن یکون یطعن فی معاویہ فذاك کلب من کلاب الھاویہ۔

(فتاویٰ رضویہ، ج۹،ص۵۲)

جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کرے، وہ جہنم کے کتوں میں ایک کتا ہے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی اولیت:

حضرت عبداللہ بن الصامت رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم اپنی قوم غفار کو چھوڑ کر چلے اور ہماری قوم کے لوگ حرام کے مہینے کو حلال جانتے تھے میں میرا بھائی انیس اور میری ماں قوم کو چھوڑ کر اپنے ماموں کے ہاں چلے گئے۔ ہمارے ماموں نے ہمارے ساتھ بڑا اچھا سلوک کیا ان کی قوم نے ہمارے ساتھ حسد کیا اور ہمارے ماموں سے کہا جب تو باہر جاتا ہے تو انیس تیری اہلیہ کے ساتھ بدکاری کرتا ہے ہمارے ماموں نے اس بات کی شہرت کر دی جو اس سے کہی گئی میں نے کہا جو تو نے ہمارے ساتھ حسن سلوک کیا تھا اس پر تو نے پانی پھیر دیا آج کے بعد تمہارے ساتھ ہمارا رہنا مناسب نہیں ہم نے اپنا سامان اپنے اونٹ پر لادا تو ہمارے ماموں اپنے چہرے کو ڈھانپ کر رونے لگے۔ ہم وہاں سے چلے اور مکہ کے سامنے اُترے۔ انیس نے ایک آدمی کے ساتھ اپنی مثل اونٹوں کی شرط لگائی دونوں شرط لگانے والے کاہن کے پاس آئے کاہن نے کہا انیس اپنی شرط میں ٹھیک ہے انیس ہمارے اونٹوں کے ساتھ اتنے ہی اونٹ اور لے آیا۔ ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ نے کہا اے میرے بھائی کے بیٹے میں نے تین سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات سے پہلے نماز پڑھی۔ عبداللہ نے پوچھا کس کے لئے کہا اللہ کے لئے اس نے پوچھا نماز میں منہ کدھر کرتے تھے کہا جدھر خدا کر دیتا تھا میں نے نماز عشاء پڑھی جب رات کا آخری حصہ ہو گیا تو میں کمبل کی طرح پڑا رہا یہاں تک کہ آفتاب چڑھ آیا انیس نے مجھ سے کہا مکہ میں مجھے کام ہے میں وہ کر آؤں۔ انیس مکہ چلا گیا اس نے واپسی میں دیر لگائی پھر آیا

تو میں نے کہا کیا خبر لائے اس نے کہا میں مکہ میں ایک آدمی سے ملا ہوں جو تیرے دین پر ہے وہ خیال کرتا ہے کہ اللہ نے اسے رسول بنا کر بھیجا ہے میں نے پوچھا لوگ اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں اس نے کہا شاعر کاہن اور جادوگر کہتے ہیں اور انیس بھی شاعر تھا۔ انیس نے کہا میں نے کاہنوں کی باتیں بھی سنی ہیں۔ رسول کی باتیں کاہنوں جیسی نہیں ہیں میں نے ان کی باتوں کو شعراء کے کلام پر پرکھا ہے میرے بعد کوئی نہ کہے گا کہ رسول کی باتیں شاعرانہ کلام ہیں۔ وہ نبی سچا اور لوگ جھوٹے ہیں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے خود جانے دو میں جا کر دیکھتا ہوں میں مکہ میں آیا اور ایک کمزور آدمی کو تلاش کیا اور اس سے پوچھا وہ کہاں ہے جسے تم صابی کہتے ہو اس نے میری طرف اشارہ کر کے لوگوں سے کہا یہ صابی ہے اہل وادی مٹی کے ڈھیلے اور ہڈیاں لے کر مجھ پر ٹوٹ پڑے حتیٰ کہ میں بے ہوش ہو کر گر پڑا جب ہوش آیا تو کھڑے ہو کر اپنے آپ کو دیکھا تو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے سرخ بت میں نے آب زم زم کے پاس آ کر اپنے خون کو دھویا اور پانی پیا۔ اے میرے بھائی بیٹے میں تیس دن رات رہا میرا کھانا پینا صرف آب زم زم تھا۔ میں یہاں تک موٹا ہو گیا کہ میرے پیٹ کے بل جھک گئے اور میں نے بھوک کی کمزوری محسوس نہ کی چاندنی رات تھی اہل مکہ سو گئے اور کوئی طواف کرنے والا نہ تھا دو عورتیں تھیں جو اساف اور نائلہ بتوں کو پکارتی تھیں وہ دونوں طواف کرتی ہوئیں میرے پاس آئیں میں نے کہا اساف اور نائلہ کی شادی کر دو وہ طواف کرنے سے نہ رکیں پھر جب میرے قریب آئیں تو میں نے کہا ان کے لئے لکڑی کی مثل اور مجھے کنایۃً بات کرنی نہ آئی تھی وہ دونوں میرے لئے دعائے ہلاکت مانگتے ہوئے چلیں اور کہا کاش اس وقت ہمارے مردوں میں سے کوئی یہاں ہوتا جب وہ جا رہی تھیں تو ان کا سامنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق

اکبر رضی اللہ عنہ سے ہوا اور وہ دونوں پہاڑ سے اُتر رہے تھے۔ انہوں نے عورتوں سے پوچھا کیا بات ہے انہوں نے کہا کعبہ اور غلاف کے درمیان ایک صابی چھپا ہوا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اس نے تم سے کیا کہا ہے انہوں نے کہا اس نے ایک ایسی بات کہی ہے جس سے منہ بھر جاتا ہے یعنی وہ بڑی گندی گالی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے آپ نے حجر اسود کا بوسہ لیا اور کعبہ کا طواف شروع کر دیا۔ آپ کے ساتھ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی طواف شروع کیا پھر نماز پڑھی جب نماز ختم ہوئی تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں پہلا آدمی ہوں جس نے اسلامی طریقے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اسلام علیک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا وعلیک ورحمۃ اللہ پھر پوچھا تو کون ہے میں نے عرض کی میں قبیلہ غفار سے ہوں۔ آپ نے اپنا ہاتھ جھکایا اور اپنی انگلیاں اپنی پیشانی پر رکھ لیں میں نے اپنے دل میں کہا میرے غفار کی طرف نسبت کرنے کو آپ نے پسند نہیں فرمایا میں نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا تو ان کے ساتھ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جو مجھ سے زیادہ جاننے والے تھے مجھے منع کیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر اقدس اٹھایا اور پوچھا تو یہاں کب سے ہے میں نے کہا میں تیس دن رات سے یہاں ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تجھے کھانا کون دیتا ہے میں نے عرض کی میرا کھانا پینا آب زم زم ہے۔ میں تو یہاں تک موٹا ہو گیا ہوں کہ میرے پیٹ کے بل جھک گئے ہیں اور مجھے بھوک کی بنا پر کمزوری محسوس نہیں ہوتی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ برکت والا ہے، یہ خوراک کا کام بھی دیتا ہے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اجازت دیجئے آج رات میں ان کو کھانا کھلاؤں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ چلے میں بھی ان کے ساتھ چلا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دروازہ کھولا وہ ہمارے لئے طائف کے خشک انگور لائے یہ پہلا کھانا تھا جو میں نے مکہ

میں کھایا پھر بچ گیا جو بچ گیا پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا مجھے دکھایا گیا ہے کہ کھجور والی زمین کی طرف چلا جاؤں گا اور میرے خیال میں وہ یثرب ہے کیا تو میری طرف سے اپنی قوم کو تبلیغ کرے گا۔ اللہ ان کو نفع اور تجھے ثواب دے گا۔ میں انیس کے پاس آیا اس نے مجھ سے پوچھا تو نے کیا کیا میں نے کہا میں مسلمان ہو گیا ہوں۔ تصدیق کی نبی کی، اس نے کہا میں بھی تیرے دین سے انکار نہیں کرتا میں نے بھی اسلام قبول کیا اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی۔ ہم دونوں اپنی ماں کے پاس آئے اس نے کہا میں تم دونوں کے دین کی منکر نہیں میں بھی اسلام لائی اور تصدیق کی ہم نے وہاں سے کوچ کیا اور اپنی قوم کے پاس آگئے ہماری قوم غفار آدھی مسلمان ہو گئی اور ان کا امام ایما بن رحضہ الغفاری تھا اور ان کا سردار تھا باقی نصف قوم نے کہا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائیں گے تو ہم مسلمان ہو جائیں گے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو باقی قوم بھی ایمان لے آئی۔

(سنن کبریٰ، ج ۵، ص ۱۴۷۔ مسلم شریف، ج ۲، ص ۲۹۵)

حضرت ابوذر غفاری کی اولیت یہ ہے کہ آپ نے سب سے پہلے اسلامی طریقے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا۔

كُنْتُ اَوَّلَ مَنْ حَيَّاهُ بِتَحِيَّةِ الْاِسْلَامِ۔

ترجمہ: میں پہلا آدمی ہوں جس نے اسلامی طریقے سے آپ کو سلام کیا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی اولیت:

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے بیٹے ہیں۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا نے اس حال میں

مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی کہ آپ حاملہ تھیں۔ مدینہ کے یہودیوں نے یہ بات مشہور کر دی تھی کہ ہم نے مسلمانوں پر جادو کر دیا ہے ان کے ہاں کوئی بچہ پیدا نہ ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تکذیب فرمائی اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ ہجرت کے بعد آپ اسلام میں پہلے نومولود ہیں ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کھجور منہ میں رکھ کر نرم کی اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے منہ میں اس کا تھوڑا سا حصہ ڈال دیا اس طرح سب سے پہلی چیز جو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے پیٹ میں داخل ہوئی وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب دہن تھا۔ (اسد الغابہ، ج ۳، ص ۱۶۱)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بہت روزے رکھنے والے راتوں کو طویل قیام کرنے والے اور پیکر شجاعت تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے زمانے کو تین راتوں میں تقسیم کر رکھا تھا ایک رات صبح تک قیام فرماتے دوسری رات صبح تک رکوع میں رہتے تیسری رات صبح تک سجدے میں رہتے۔ ایک مرتبہ آپ نے ایک ہی رکعت میں سورہ بقرہ، آل عمران، النساء اور المائدہ کی تلاوت فرمائی۔ آپ ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک وصلی روزہ رکھتے تھے۔ (اسد الغابہ، ج ۳، ص ۱۶۳)

جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مسلمانوں نے بیس ہزار کا لشکر لے کر افریقہ کی فتح کا قصد کیا تو آپ بھی اس لشکر میں شامل تھے۔ عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ اس لشکر کے سپہ سالار تھے۔ مقابلے میں جرجیر ایک لاکھ بیس ہزار فوج لے کر آیا جب دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے آئے تو جرجیر نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ مسلمانوں کے لشکر کو گھیرے میں لے لو مسلمان بہت بڑے خطرے میں گھر گئے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے جرجیر کو دیکھا کہ صفوں کے پیچھے ایک خچر پر سوار ہے اور لڑکیاں اس کے سر پر مور کے

پروں سے سایہ کئے ہوئے ہیں۔ میں عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور کہا کہ میری پشت پر چند بہادر کھڑے کر دو جو میری پشت پناہی کریں کیونکہ میں جرجیر کو قتل کرنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے میرے ساتھ بہادروں کی ایک جماعت کر دی اور ان کو تاکیدی حکم دیا کہ وہ ہوشیاری سے میری پشت کی حفاظت کریں میں نے اس جماعت کے ساتھ آگے بڑھ کر ان کی صفوں کو چیرا وہ سمجھے کہ شاید میں جرجیر کے پاس کوئی پیغام لے کر جا رہا ہوں۔ جب میں اس کے قریب پہنچا اس نے مجھ سے خوف محسوس کیا اور خچر پر بھاگا میں نے آگے بڑھ کر اس جرجیر کو نیزہ مارا اور پھر اس پر تلوار سے وار کیا اور اس کا سر پکڑ کر اس میں نیزہ پیوست کر دیا اور نعرہ تکبیر بلند کیا یہ دیکھ کر کفار بھاگنے لگے مسلمانوں نے تعاقب کیا بہت سے کافروں کو قتل کیا بہت سے قیدی بنا لئے گئے بہت سا مال غنیمت ہاتھ لگا یہ پہلا موقع تھا کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے کارنامے کی شہرت ہوئی۔

فَكَانَ هٰذَا اَوَّلُ مَوْقِفٍ اِشْتَهَرَ فِيْهِ اَمْرُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ رضی اللہ عنہ۔

(البدایہ والنہایہ، ج ۷، ص ۱۵۲۔ اسد الغابہ، ج ۳، ص ۱۶۲)

عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی اولیت:

اَوَّلُ لِوَاءٍ عُقِدَ فِي الْاِسْلَامِ لِوَاءُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ جَحْشٍ وَاَوَّلُ مَغْنَمٍ قُسِمَ فِي الْاِسْلَامِ مَغْنَمُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ جَحْشٍ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ (حلیۃ، ج ۱، ص ۱۰۸)

اسلام میں پہلا جھنڈا جو باندھا گیا وہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کا جھنڈا تھا اور پہلا مال غنیمت جو تقسیم کیا گیا وہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کا مال غنیمت تھا۔

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں بڑے بہادر اور دلیر تھے چنانچہ علامہ ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے غزوۂ اُحد میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آؤ مل کر دعا کریں ہر شخص اپنی ضرورت کے موافق دعا کرے اور دوسرا آمین کہے کہ یہ قبول ہونے کے زیادہ قریب ہے۔ دونوں حضرات نے ایک کونے میں جا کر دعا فرمائی پہلے حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دعا کی یا اللہ جب کل کو لڑائی ہو تو میرے مقابلے میں بڑے بہادر کو مقرر فرما جو سخت حملہ کرنے والا ہو وہ مجھ پر سختی سے حملہ کرے اور میں بھی اس پر زور دار حملہ کروں پھر مجھے اس پر فتح نصیب فرما کہ میں اس کو تیرے راستے میں قتل کر دوں اور اس کی غنیمت حاصل کروں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے آمین کہی اور اس کے بعد حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے دعا کی اے اللہ کل میرا مقابلہ ایک بہادر سے ہو جو سخت حملہ کرنے والا ہو میں اس پر شدت سے حملہ کروں وہ بھی مجھ پر زور سے حملہ کرے اور پھر وہ مجھے قتل کر دے پھر میرے ناک کان کاٹ ڈالے پھر قیامت کے دن جب تیرے سامنے میری پیشی ہو تو تُو پوچھے اے عبداللہ تیرے کان ناک کیوں کاٹے گئے میں عرض کروں یا اللہ تیرے اور تیرے رسول کے راستے میں کاٹے گئے پھر تو کہے سچ ہے میرے ہی راستے میں کاٹے گئے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے آمین کہی۔ دوسرے دن لڑائی ہوئی اور دونوں حضرات کی دعائیں ان کے حسب منشاء قبول ہوئیں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میری دعا سے بہتر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی دعا تھی میں نے شام کو دیکھا ان کے کان ناک ایک دھاگے میں پروئے ہوئے تھے۔

(حلیۃ الاولیاء، ج ا، ص ۱۰۹۔ اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابۃ، ج ۳، ص ۱۳۱)

غزوۂ اُحد میں حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی تلوار ٹوٹ گئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کھجور کی ایک شاخ عطا فرمائی جو ان کے ہاتھ میں جا کر تلوار بن گئی

اور عرصہ تک بعد میں رہی اور دوسو دینار میں فروخت ہوئی۔

(اسد الغابہ، ج ۳، ص ۱۳۲)

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی اولیات مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ایک فوجی دستے کا امیر بنایا اس طرح آپ اسلام میں پہلے امیر بنائے گئے۔

(۲) آپ رضی اللہ عنہ نے کفار پر فتح حاصل کی ان کے مال کو مال غنیمت بنایا اس مال سے خمس (پانچواں حصہ) نکال کر باقی مسلمانوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ یہ پہلا مال غنیمت اور اسلام میں پہلا خمس تھا۔

(۳) اسلام میں جو پہلا جھنڈا لہرایا گیا وہ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کا جھنڈا تھا۔ (حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۱۰۸۔ اسد الغابہ، ج ۳، ص ۱۳۱، سنن کبریٰ، ج ۹، ص ۳۱۶، ج ۳، ص ۳۶۴)

حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ کی اولیت:

حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ ان مبارک ہستیوں میں ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو امتحان کے لئے پیش کیا اور اللہ کی راہ میں سخت سے سخت تکالیف اٹھائیں شروع میں پانچ چھ آدمیوں کے بعد مسلمان ہوئے اس لئے بہت زیادہ تکالیف برداشت کیں ان کو لوہے کی زرہ پہنا کر دھوپ میں ڈال دیا جاتا جس سے آفتاب کی حرارت اور تپش سے بہت پسینہ آتا اکثر اوقات بالکل سیدھا گرم ریت پر لٹا دیا جاتا جس کی وجہ سے کمر کا گوشت تک گل کر گر گیا تھا۔ یہ ایک عورت کے غلام تھے اس کو یہ خبر پہنچی کہ یہ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتے ہیں تو اس کی سزا میں لوہے کو گرم کر کے ان کے سر کو اس سے داغ دیتی تھی ایک مرتبہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں حضرت خباب سے ان کی تکالیف کی بابت پوچھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میری کمر دیکھ لیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کمر دیکھ کر فرمایا کہ ایسی کمر تو کسی کی دیکھی ہی نہیں۔ انہوں نے عرض کی مجھے آگ کے انگاروں پر ڈال کر گھسیٹا گیا میری کمر کی چربی اور خون سے آگ بجھی ان حالات کے باوجود جب اسلام کی ترقی ہوئی اور فتوحات کا دروازہ کھلا تو اس پر رویا کرتے تھے کہ خدانخواستہ ہماری تکالیف کا بدلہ کہیں دنیا ہی میں تو نہیں مل گیا۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ کا انتقال ۳۷ سال کی عمر میں ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ پہلے صحابی ہیں جو کوفہ میں فوت ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کا گزر ان کی قبر پر ہوا تو ارشاد فرمایا اللہ خباب پر رحم فرمائے اپنی رغبت سے مسلمان ہوا اور خوشی سے ہجرت کی اور جہاد میں زندگی گزاری اور بڑے مصائب برداشت کیے۔

وَهُوَ اَوَّلُ مَنْ دُفِنَ بِظَهْرِ الْكُوْفَةِ مِنَ الصَّحَابَةِ۔

(اسد الغابہ، ج ۲، ص ۹۸۔ حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۱۴۳)

آپ رضی اللہ عنہ کوفہ میں سب سے پہلے دفن کیے گئے۔

علامہ ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ جب حضرت خباب اور ان کے ساتھیوں پر مصائب و آلام کے پہاڑ ٹوٹے تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت کعبہ کے سائے میں اپنی چادر کا سہارا سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اللہ تعالیٰ سے ہماری امداد کی دعا کیوں نہیں کرتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ سرخ ہوگیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا تم سے پہلوں کو اسی طرح آزمایا گیا کہ ان میں سے ایک آدمی کو پکڑ لیا جاتا زمین میں گڑھا کھود کر اس کو اس

میں کھڑا کر کے اوپر سے آرے سے چیر دیا جاتا اور لوہے کی کنگھیوں سے ان کا گوشت ان کی ہڈیوں سے الگ کر دیا جاتا لیکن یہ عذاب بھی اس کو دین سے برگشتہ نہ کر سکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ اپنے دین کو مکمل کرے گا یہاں تک کہ ایک سوار صنعاء سے حضر موت چلا جائے گا اور خدا کے سوا کسی کا ڈر نہ ہو گا یا بکری کے بارے میں بھیڑیے کا خوف ہو گا لیکن تم جلد بازی چاہتے ہو۔

(اسد الغابہ، ج ۲، ص ۹۸)

علامہ ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ آپ ان چھ مقدس بزرگوں میں سے ہیں جو سب سے پہلے ایمان لائے۔ (اسد الغابہ، ج ۲، ص ۹۸)

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کی اولیات:

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سابقین میں سے قدیم الاسلام ہیں آپ نے پہلے حبشہ اور پھر مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ سے بہت محبت تھی چنانچہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے چار آدمیوں سے محبت کرنے کا حکم دیا اور اللہ نے خبر دی کہ وہ (اللہ تعالیٰ) بھی ان سے محبت کرتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی گئی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ان کے نام بتا دیجئے فرمایا علی المرتضیٰ، ابوذر، مقداد بن اسود اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہم۔

(اسد الغابہ، ج ۴، ص ۴۱۰۔ الاصابہ فی تمیز الصحابہ، ج ۳، ص ۴۵۵)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کو سات نجباء اور وزراء دیئے گئے مجھے چودہ عطا کئے گئے اور وہ ہیں حضرت حمزہ، حضرت جعفر، حضرت حذیفہ، حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت علی، امام حسن، امام حسین، عبداللہ بن مسعود، سلمان فارسی، حضرت عمار بن یاسر، حضرت ابوذر،

حضرت مقداد اور حضرت بلال رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

(اسد الغابہ، ج ۴، ص ۴۱۰)

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کو ساتھ لے کر میدان بدر کی طرف چلے تو مقام روحاء میں پہنچ کر لوگوں کو خطبہ دیا اور کہا تم لوگوں کی کیا رائے ہے اس پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ دونوں حضرات باری باری کھڑے ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ کے غلام ہیں اور غلام کی کیا مجال ہے کہ وہ آقا کے حکم کی حلاف ورزی کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کو اللہ نے موت سے بیباک بنا دیا ہے یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں بزرگوں کے حق میں دعائے خیر کی بعد ازاں حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی طرح نہیں ہیں کہ انہوں نے اپنے نبی کو کہہ دیا تھا۔

فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ ○

ترجمہ: پس جا تو اور تیرا رب دونوں لڑو ہم یہاں بیٹھنے والے ہیں۔

بلکہ ہم تو یوں کہیں گے۔

فَاذْهَبْ اَنْتَ بِرَبِّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا مَعَكُمَا مُقَاتِلُوْنَ۔

ترجمہ: پس چلئے آپ اور آپ کا رب دونوں جنگ کریں ہم آپ کی معیت میں لڑائی کرنے والے ہیں۔

قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اگر آپ ہمیں برک الغماد لے چلیں تو ہم آپ کے ساتھ جائیں گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کے حق میں خیر کے کلمات ارشاد فرمائے۔

(اسد الغابہ، ج ۴، ص ۴۰۹)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مکہ میں سب سے پہلے

سات آدمیوں نے اپنا اسلام ظاہر کیا ان میں حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ علامہ ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ مکہ میں سب سے پہلے جس نے اپنا اسلام ظاہر کیا وہ حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ ہیں۔

وَكَانَ الْمِقْدَادُ مِنْ اَوَّلِ مَنْ اَظْهَرَ الْاِسْلَامَ۔

(اسد الغابہ، ج۴، ص۴۱۰)

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جس نے سب سے پہلے گھوڑے پر سوار ہو کر خدا کی راہ میں جہاد کیا وہ حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ ہیں۔

اَوَّلَ مَنْ قَاتَلَ عَلٰى فَرَسٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الْمِقْدَادُ بْنُ الْاَسْوَدِ۔

(الاصابہ فی تمیز الصحابۃ، ج۳، ص۴۵۴)

حضرت معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہ کی اولیت:

یہ حضرت عفراء رضی اللہ عنہا کے فرزند ہیں اپنے دو بھائیوں کے ساتھ غزوہ بدر میں شریک ہوئے مشہور واقعہ ہے کہ جب غزوہ بدر اپنے پورے جوبن پر تھا اور لڑائی ہو رہی تھی تو عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بدر کے دن ایک صف میں کھڑا تھا اچانک میں نے اپنے دائیں بائیں دو نوجوان دیکھے ان میں سے ایک نے کہا اے چچا کیا آپ ابوجہل کو پہچانتے ہیں میں نے کہا تمہیں اس سے کیا کام ہے اس نے کہا سنا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کے کلمات بکتا ہے۔ ہم نے قسم کھائی ہے کہ اسے ضرور قتل کریں گے میں نے دونوں کو اشارے سے بتایا کہ وہ سامنے ابوجہل ہے وہ دونوں باز کی طرح اس کی طرف جھپٹے اور اپنی آبدار تلواروں سے اس لعین اور شقی القلب ابدی جہنمی کو واصل جہنم کر دیا یہ دونوں نوجوان معاذ اور معوذ تھے جو عفراء کے بیٹے تھے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ

سے پوچھا گیا کہ ابوجہل کیسے مارا گیا تو اس نے کہا کہ بدر کے دن میں نے اس کی پنڈلی پر وار کیا جس سے اس کی ایک پنڈلی جسم سے جدا ہو گئی۔ اس کا بیٹا عکرمہ پیچھے سے آیا اور اس نے آتے ہی مجھ پر وار کیا اور میرا بازو کاٹ دیا لیکن جسم سے تھوڑا سا لٹک رہا تھا میں اسی طرح لڑتا رہا لیکن وہ کٹا ہوا ہاتھ لڑائی میں رکاوٹ کا سبب بنتا تھا میں نے اسے پاؤں کے نیچے رکھا اور زور لگا کر جسم سے جدا کر دیا اور جنگ کرنے لگا اسے کے بعد معوذ رضی اللہ عنہ نے ابوجہل پر وار کیا اور اسے قریب المرگ بنا دیا پھر ہم دونوں بھائی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور عرض کی ہم نے ابوجہل کو فی النار کر دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کس نے قتل کیا ہم دونوں میں سے ہر ایک نے دعویٰ کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی تلواریں دکھاؤ ہم نے اپنی تلواریں پیش کیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھ کر فرمایا تم دونوں نے قتل کیا ہے لیکن اس کا سامان معاذ رضی اللہ عنہ لے گا کیونکہ اس نے ابوجہل پر پہلے وار کیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سامان مجھے عطا فرما دیا۔

(بخاری مصری، ج ۳، ص ۸۔ انسان العیون، ج ۲، ص ۱۷۲۔
اسد الغابہ، ج ۴، ص ۳۷۹۔ الاستیعاب، ج ۳، ص ۳۶۵)

حضرت معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہ کی اولیت یہ ہے کہ آپ پہلے انصاری ہیں جو مکہ میں حاضر ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور اسلام قبول فرمایا۔

اَوَّلُ مَنْ اَسْلَمَ مِنَ الْاَنْصَارِ بِمَكَّةَ۔

(اسد الغابہ، ج ۴، ص ۳۷۹۔ الاستیعاب، ج ۳، ص ۳۶۴)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی اولیت:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب غزوہ اُحد کا وقت آیا

تو میرے والد نے مجھے رات کو بلایا اور فرمایا میں خیال کرتا ہوں کہ کل رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے سب سے پہلے میں شہید ہوں گا اور رسول اللہ ﷺ کے بعد مجھے سب سے زیادہ تو محبوب ہے مجھ پر قرضہ ہے وہ ادا کر دینا اور اپنی ہمشیرگان سے اچھا سلوک کرنا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں دوسرا دن ہوا تو میرے والد سب سے پہلے میدان اُحد میں شہید ہوئے۔ ان کو ایک اور آدمی کے ساتھ ایک قبر میں دفن کیا گیا پھر میں نے اس بات کو پسند نہ کیا کہ کسی اور کے ساتھ ایک ہی قبر میں آپ کو رہنے دیا جائے میں نے چھ مہینے کے بعد ان کو نکالا تو سوائے کانوں کے باقی جسم اقدس ایسا تھا جیسے آج ہی قبر میں رکھا گیا۔

(سنن کبریٰ، ج۶، ص ۲۸۵)

مسند امام احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے جابر (رضی اللہ عنہ) تمہیں معلوم بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے والد کو زندہ کیا اور ان سے کہا اے میرے بندے مانگ کیا مانگتا ہے۔ اس نے کہا خدایا دنیا میں پھر بھیج تاکہ میں دوبارہ تیری راہ میں مارا جاؤں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ تو میں فیصلہ کر چکا ہوں کہ کوئی دوبارہ لوٹایا نہیں جائے گا۔

بخاری شریف میں ہے کہ میں اپنے والد کی شہادت کے بعد رونے لگا اور اپنے باپ کے چہرے سے بار بار کپڑا ہٹا ہٹا کر ان کو دیکھ رہا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مجھے منع کرتے تھے لیکن رسول اللہ ﷺ خاموش تھے پھر حضور ﷺ نے فرمایا جابر رومت جب تک تیرے والد کو اٹھایا نہیں گیا فرشتے اپنے پروں سے اس پر سایہ کئے ہوئے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھے دیکھا اور فرمانے لگے جابر (رضی اللہ عنہ) کیا بات ہے تم مجھے غمگین نظر آتے ہو میں

نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے والد شہید ہو گئے ہیں جن پر بار قرض بہت ہے اور میرے چھوٹے چھوٹے بہن بھائی بہت ہیں آپ نے فرمایا سن میں تجھے بتاؤں جس کسی سے خدا نے کلام کیا پردے کے پیچھے سے کلام کیا لیکن تیرے باپ سے آمنے سامنے بات چیت کی فرمایا مجھ سے مانگ جو مانگے گا عطا کروں گا تیرے باپ نے کہا خدا میں تجھ سے یہ مانگتا ہوں کہ تو مجھے دنیا میں دوبارہ بھیج اور میں تیری راہ میں دوسری مرتبہ شہید کیا جاؤں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ بات تو میں پہلے ہی مقرر کر چکا ہوں کہ کوئی بھی لوٹ کر دوبارہ دنیا میں نہیں جائے گا تمہارے باپ نے عرض کی خدایا میرے بعد والوں کو میرے ان مراتب کی خبر دے دے اس پر اللہ نے آیت نازل فرمائی۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ○

ترجمہ: جو لوگ خدا کی راہ میں شہید کیے گئے انہیں ہرگز مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے ہاں رزق دیئے جاتے ہیں۔

(تفسیر ابن کثیر، ج۴، ص ۴۸۔ الاستیعاب فی اسماء الاصحاب، ج۲، ص ۳۳۹)

حضرت فاطمہ بنت رسول رضی اللہ عنہا کی اولیات:

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی زوجہ اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی والدہ ماجدہ ہیں۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی تمام اولاد سے زیادہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے محبت تھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا وجہ ہے کہ جب بھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف

لاتی ہیں آپ ان کو چومتے ہیں یہاں تک کہ اپنی ساری زبان ان کے منہ میں ڈال دیتے ہیں جیسے کہ شہد چاٹ رہے ہوں۔ ارشاد ہوا ہاں عائشہ معراج کی رات جب میں آسمان پر گیا تو جبریل علیہ السلام نے مجھے جنت میں داخل کیا اور مجھے ایک جنتی سیب دیا میں نے اسے کھایا اس کا جو اثر مرتب ہوا اس کے نتیجے میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فاطمہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں اور یہ انسانی حور ہیں جب مجھے جنت کا اشتیاق ہوتا ہے میں فاطمہ رضی اللہ عنہا کو چوم لیتا ہوں۔ (تاریخ بغداد، ج ۵، ص ۸۷)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور میں سویا ہوا تھا۔ امام حسن یا امام حسین رضی اللہ عنہم کو پیاس محسوس ہوئیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری بکری کا دودھ دوہا اور امام حسن رضی اللہ عنہ کو پلایا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شاید آپ امام حسن رضی اللہ عنہ سے زیادہ محبت کرتے ہیں فرمایا نہیں بلکہ اس نے پہلے مانگا ہے۔ پھر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قَالَ اَنَا وَاِيَّاكَ وَهٰذَيْنِ وَهٰذَا الرَّاقِدُ فِيْ مَكَانٍ وَّاحِدٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

ترجمہ: فرمایا میں اور تُو اور یہ دونوں اور یہ جو سویا ہوا ہے قیامت کے دن ایک جگہ ہوں گے۔ (اسد الغابہ، ج ۵، ص ۵۲۳)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے فاطمہ رضی اللہ عنہا میں نے تمہاری شادی اس شخص سے کی ہے جو دنیا میں سردار ہے اور آخرت میں صالحین میں سے ہے اے فاطمہ جب میں نے تمہاری شادی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کرنی چاہی تو اللہ تعالیٰ نے جبریل امین علیہ السلام کو حکم دیا وہ چوتھے آسمان میں کھڑے ہوئے فرشتوں کی صفیں بنائیں پھر حضرت جبریل علیہ السلام نے خطبہ پڑھا اور تیری شادی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کر دی پھر جنت کے درخت کو حکم ہوا وہ جنتی زیور اور حُلّے اٹھالیں اور ان کی ملائکہ پر بارش کریں ملائکہ میں سے جس نے یہ چیزیں زیادہ اٹھائیں وہ قیامت تک فخر کرتا

رہے گا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا دوسری عورتوں پر فخر کیا کرتی تھیں کہ وہ پہلی خاتون ہیں جن کا خطبہ نکاح جبریل علیہ السلام نے پڑھا ہے۔

فَلَقَدْ كَانَتْ فَاطِمَةُ تَفْخَرُ عَلَى النِّسَاءِ حَيْثُ اَوَّلَ مَنْ خَطَبَ عَلَيْهَا جِبْرِيْلُ۔ (تاریخ بغداد، ج ۴، ص ۱۲۹)

حضرت بلال بن حمامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حال میں ہمارے پاس تشریف لائے کہ آپ خوشی سے مسکرا رہے تھے۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مسکرانے کا سبب کیا ہے۔ فرمایا میرے رب کے ہاں سے بشارت آئی ہے اور وہ یہ کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کرنے کا ارادہ فرمایا تو ایک فرشتے کو حکم دیا کہ شجر طوبیٰ کو حرکت دو انہوں نے حرکت دی تو اس کے پتے جھڑ کر گرے ملائکہ کو حکم ہوا کہ ان پتوں کو پکڑ لو قیامت کے دن یہ فرشتے لوگوں میں پھیل جائیں گے اور جتنے لوگ اہل بیت سے محبت کرنے والے ہوں گے ان کے ہاتھوں میں یہ پتے دے دیں گے اور ان پر لکھا ہوگا کہ تم دوزخ سے آزاد ہو میرا چچازاد بھائی علی رضی اللہ عنہ اور میری بیٹی میری امت کے مردوں اور عورتوں کے لئے جہنم سے آزادی کا سبب ہیں۔

(تاریخ بغداد، ج ۴، ص ۲۱۰۔ الصواعق المحرقہ، ص ۱۷۳)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آگے آگے تھے جبرئیل امین علیہ السلام دائیں طرف میکائیل علیہ السلام بائیں طرف تھے پیچھے ستر ہزار فرشتے تھے جو صبح تک اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس بیان کرتے رہے۔

(تاریخ بغداد، ج ۵، ص ۷)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جب قیامت کا دن ہو گا تو ایک ندا کرنے والا عرش کے نیچے سے آواز دے گا اے اہل محشر اپنے سر نیچے کر لو نگاہیں جھکا لو یہاں تک کہ فاطمہ پلصراط کو پار کر لیں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ستر ہزار حوروں کے ساتھ بجلی کی طرح پلصراط کو پار کر لیں گی۔

(الصواعق المحرقہ، ص ۱۹۰۔ اسد الغابہ، ج ۵، ص ۵۲۳)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلا بھیجا وہ آئیں تو ان سے راز کی باتیں کیں پس وہ رونے لگیں پھر کوئی راز کی بات کی تو وہ ہنسنے لگیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا اے فاطمہ (رضی اللہ عنہا) وہ کیا راز کی بات تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے کی تو تم رونے لگی اور پھر راز کی بات کی تو تُو ہنسنے لگی فرمایا پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کی خبر دی جس سے میں رونے لگی۔

ثُمَّ سَارَّنِیْ فَاَخْبَرَنِیْ اِنِّیْ اَوَّلُ مَنْ یَّتْبَعُهٗ مِنْ اَهْلِهٖ فَضَحِكْتُ۔

ترجمہ: پھر مجھے راز کی بات بتائی اور مجھے خبر دی کہ میں آپ کے اہلبیت میں سب سے پہلے آپ کے پیچھے جاؤں گی یعنی آپ کے بعد سب سے پہلے میری وفات ہو گی۔ (مسلم شریف، ج ۲، ص ۲۹۰)

چنانچہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صرف چھ مہینے تک بقید حیات رہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کسی نے آپ کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا جب آپ کی وفات قریب ہوئی تو آپ نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے فرمایا اے اسماء آج کل جس طرح عورتوں کا جنازہ لے کر جاتے ہیں مجھے تو یہ اچھا نہیں لگتا نعش پر صرف ایک چادر ڈالتے ہیں جس سے پوری طرح پردہ نہیں ہوتا بلکہ جسامت نظر آتی ہے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے فرمایا اے بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں نے

حبشہ میں ایک طریقہ دیکھا ہے وہ آپ کو کر کے دکھاتی ہوں پھر انہوں نے کھجور کی تازہ شاخیں منگوائیں اور ان کو چارپائی پر کمان کی طرح لگا کر اوپر کپڑا ڈال دیا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دیکھ کر فرمایا یہ تو بہت ہی حسین وجمیل طریقہ ہے اس سے مرد اور عورت کے جنازہ کی پہچان بھی ہو جاتی ہے جب میں وفات پاؤں (تو میرے لئے بھی یہی طریقہ استعمال کرنا) اور تم اور علی رضی اللہ عنہ دونوں مل کر مجھے غسل دینا اور کسی کو شامل نہ کرنا پس جب سیدہ کی وفات ہوئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اسماء رضی اللہ عنہا نے آپ کو غسل دیا۔

(حلیۃ الاولیاء، ج۲، ص۴۳۔ اسد الغابہ، ج۵، ص۵۲۴۔ سنن کبریٰ، ج۴، ص۳۴)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولیات یہ ہیں کہ:

(۱) حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے فاطمہ:

اَنْتِ اَوَّلُ لَحُوْقًابِیْ۔

تو سب سے پہلے مجھے آ کر ملے گی یعنی میرے بعد میرے اہلبیت میں سے سب سے پہلے تیری وفات ہو گی چنانچہ ایسا ہی ہوا کما مر۔

(۲) آپ رضی اللہ عنہا اسلام میں پہلی عورت ہیں جن کی نعش کو ڈھانپا گیا۔

(۳) آپ رضی اللہ عنہا اسلام میں پہلی عورت ہیں جن کا خطبہ نکاح جبرئیل امین علیہ السلام نے پڑھا۔ کما مرّ۔

حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کی اولیت:

حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی والدہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ چچی ہیں۔ یہ ایمان کی دولت سے مشرف ہوئیں۔ ہجرت کی

سعادت بھی نصیب ہوئی نبی اقدس ﷺ کی ظاہری حیات میں مدینہ منورہ میں ان کی وفات ہوئی۔

واقعہ وفات میں جہاں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خدمات سرانجام دیں وہاں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بھی رفاقت کا ثبوت پیش کیا جیسے کہ ذیل کے واقعہ سے ثابت ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب والدۂ علی المرتضیٰ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو نبی پاک ﷺ ان کے سرہانے آ کر بیٹھ گئے اور فرمانے لگے اے فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا آپ میرے لئے میری والدہ کے بعد والدہ کے قائم مقام تھیں جب آپ کو غسل دیا گیا تو کفن پہنایا اور نبی کریم ﷺ نے اپنی قمیص مبارک اتار کر کفن کے ساتھ پہنائی پھر آپ نے اسامہ بن زید، ابو ایوب انصاری، عمر بن خطاب اور غلام اسود رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو بلا کر قبر کھودنے کے لئے ارشاد فرمایا ان حضرات نے قبر کھودی جب لحد بنانے لگے تو نبی کریم ﷺ نے اپنے ہاتھ سے لحد تراش کر اس کی مٹی باہر نکالی جب قبر تیار ہو گئی تو حضور ﷺ قبر میں اتر کر لیٹ گئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے خود زندہ ہے اس پر موت نہیں آتی اے اللہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کی مغفرت فرما دے اس کو صحیح جواب سمجھا دے اور اس کی قبر کو فراخ فرما دے میرے وسیلے سے اور سابق انبیاء کرام علیہم السلام کے وسیلے سے تو ارحم الراحمین ہے اور فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا پر چار تکبیروں کے ساتھ نماز جنازہ ادا کی پھر لحد میں خود حضور نبی کریم ﷺ اور حضرت عباس اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہم نے اتارا۔

(مجمع الزوائد لنور الامین الہیثمی، ج۹، ص۲۵۶)

ایک روایت میں ہے کہ جب آپ قبر سے باہر تشریف لائے تو آپ کی چشمان مبارک آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں پھر دفن کر کے اپنے ہاتھ مبارک سے مٹی ڈالی جب فارغ ہو کر واپس چلے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے آپ کو اس بی بی سے جو سلوک کرتے دیکھا ہے وہ کسی اور سے کبھی کرتے نہیں دیکھا فرمایا اے عمر رضی اللہ عنہ یہ میری ماں کے بعد میری ماں تھی مجھے اپنے بچوں سے زیادہ محبت اور شفقت سے رکھتی تھی میں نے اسے اپنا قمیص اس لئے دیا کہ اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے اس کو اپنی رحمت میں داخل کرے گا اور بہشتی حلہ پہنائے گا اور قبر میں اس لئے لیٹا کہ قبر کی وحشت جاتی رہے اور فرمایا:

وَاِنَّ جِبْرِیْلَ اَخْبَرَنِیْ عَنْ رَبِّیْ اَنَّهَا مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاَخْبَرَنِیْ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی اَمَرَ سَبْعِیْنَ اَلْفًا مِنَ الْمَلَائِكَةِ یُصَلُّوْنَ عَلَیْهَا۔

ترجمہ: جبریل علیہ السلام نے رب سے خبر دی کہ یہ جنتی ہے اور اللہ نے ستر ہزار فرشتوں کو ان کی نماز جنازہ پڑھنے کا حکم دیا۔

آپ پہلی عورت ہیں جن کے جنازے میں ستر ہزار فرشتے حاضر ہوئے۔

حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا کی اولیت:

غزوہ احزاب کے موقع پر جب خندق کھودی جا رہی تھی تو اس وقت حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی پناہگاہ میں تھیں۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہمارے قریب سے ایک یہودی گزرا وہ اس پناہ گاہ کے اردگرد گھومنے لگا میں نے حسان رضی اللہ عنہ سے کہا تو دیکھ رہا ہے کہ یہ یہودی ہماری پناہ گاہ کے گرد گھوم رہا ہے اور مجھے اس سے خوف ہے کہ کہیں یہ ہمیں بے پردہ نہ دیکھ لے اس لئے تم اتر کر اس کو قتل کر دو لیکن حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے

کہا میں اس کے مقابلے میں نہیں جاتا۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب حسان رضی اللہ عنہ نے یہ جواب دیا تو میں نے ہاتھ میں خیمے کی چوب (لکڑی) لی اور پناہ گاہ سے اتری اور وہ لاٹھی اس یہودی کو مار کر قتل کر دیا پھر واپس اپنی پناہ گاہ میں آ گئی اور حسان رضی اللہ عنہ سے کہا جاؤ نیچے اترو اس یہودی کا سامان اس کے جسم سے اتار لاؤ آپ نے فرمایا مجھے اس کے سامان کی حاجت نہیں۔ علامہ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا:

هِيَ اَوَّلَ اِمْرَأَةٍ قَتَلَتْ رَجُلاً مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔

ترجمہ: یہ پہلی عورت ہے جس نے ایک مشرک کو قتل کیا ہے۔

(سنن کبریٰ، ج ۶، ص ۳۰۸)

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ پہلے قاضی القضاۃ ہیں۔

اسلام میں سب سے پہلے جن کو قاضی القضاۃ ہونے کا اعزاز اور شرف حاصل ہے وہ یعقوب بن ابراہیم، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

وَهُوَ اَوَّلُ مَنْ دُعِيَ بِقَاضِ الْقُضَاةِ فِي الْاِسْلَامِ۔

(تاریخ بغداد، ج ۱۴، ص ۲۴۲)

ہارون الرشید کے دور حکومت میں جب آپ قاضی القضاۃ ہوئے تو آپ نے ایک عجیب مسئلہ حل کیا جو آپ کی کمال فقاہت پر دلالت کرتا ہے چنانچہ حافظ ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی نے لکھا ہے کہ بشر بن الولید نے بیان کیا کہ میں امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم کے پاس تھا اور ہمیں ایک عجیب معاملہ پیش آیا اور وہ یہ کہ امام ابو یوسف نے کہا کہ رات جب میں اپنے بستر پر گیا تو اچانک کسی نے زور سے دروازہ کھٹکھٹایا میں نے اپنی چادر اپنے اوپر اوڑھ لی اور باہر نکلا میں نے دیکھا کہ وہ ہرثمہ بن اعین ہے میں نے اسے سلام کیا اس نے کہا

آپ کو امیر المومنین ہارون الرشید نے بلایا ہے میں نے اس آنے والے سے کہا ابو حاتم میں آپ کی بہت قدر و منزلت کرتا ہوں امیر المومنین نے اس وقت کسی خاص کام کے لئے بلایا ہے لیکن مجھے کچھ خوف سا محسوس ہو رہا ہے آپ اس معاملے کو کل تک ملتوی کرا دیں اس نے کہا یہ کام مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ امام ابو یوسف نے ابو حاتم سے پوچھا اس وقت بلانے کا سبب کیا تھا ابو حاتم نے کہا میرے پاس تو مسرور خادم آیا اور اس نے مجھے کہا کہ امام ابو یوسف کو لے آؤ۔ امیر المومنین ان کو بلا رہے ہیں۔ امام صاحب نے فرمایا ذرا ٹھہرو میں ذرا غسل کر کے خوشبو وغیرہ لگا لوں تا کہ اگر کوئی نامناسب معاملہ ہو تو اس کے لئے میں تیاری کر لوں اور اگر اللہ عافیت دے گا تو اس غسل و خوشبو سے کوئی نقصان نہیں۔ اس نے غسل وغیرہ کی اجازت دی تو میں نے غسل کر کے نئے کپڑے پہن لئے اور خوشبو لگا لی پھر ہم امیر المومنین ہارون الرشید کے گھر پہنچے وہاں دروازے پر مسرور خادم کھڑا تھا ہرثمہ نے اس خادم سے کہا میں امیر المومنین کے پاس امام صاحب کو لے آیا ہوں امام ابو یوسف فرماتے ہیں میں نے مسرور خادم سے کہا اے ابا ہاشم اس تنگ وقت میں مجھے امیر المومنین نے کیوں بلایا ہے اس نے لاعلمی کا اظہار کیا امام صاحب نے پوچھا اس وقت امیر المومنین کے پاس کون ہے اس نے کہا عیسٰی بن جعفر پوچھا اور کوئی کہا تیسرا کوئی آدمی نہیں اس خادم نے جا کر اندر اطلاع دی تو امیر المومنین نے کہا امام صاحب کو اندر لے آؤ۔ امام صاحب فرماتے ہیں جب میں اندر داخل ہوا تو دیکھا کہ امیر المومنین تشریف فرما ہیں اور ان کے دائیں طرف عیسٰی بن جعفر تھے میں نے سلام کیا تو امیر المومنین نے جواب دیا پھر امیر المومنین نے امام صاحب سے فرمایا شاید ہم نے تمہیں خوفزدہ کر دیا ہے کہا ہاں

امیر المومنین نے فرمایا بیٹھ جاؤ میں بیٹھ گیا حتیٰ کہ میرا خوف زائل ہو گیا پھر امیر المومنین نے میری طرف توجہ فرمائی اور کہا کہ آپ جانتے ہیں کہ ہم نے آپ کو کیوں بلایا ہے میں نے عرض کی مجھے معلوم نہیں فرمایا اس لئے بلایا ہے کہ اس عیسیٰ بن جعفر کے پاس ایک کنیز ہے میں نے اس سے وہ کنیز مانگی ہے اس نے ہبہ کرنے اور فروخت کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ خدا کی قسم اگر یہ مجھے وہ کنیز نہ دے گا تو میں اسے قتل کر دوں گا۔ امام صاحب فرماتے ہیں میں نے عیسیٰ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کنیز کو کیا ایسا کمال بخشا ہے جو کہ تو یہ کنیز امیر المومنین کو نہیں دیتا اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال رہا ہے اس نے کہا آپ نے اصل وجہ جانے بغیر یہ بات کہہ دی ہے۔ آپ نے پوچھا وہ کیا وجہ ہے کہا میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ اگر اس کنیز کو فروخت کروں یا ہبہ کروں تو میری بیوی کو طلاق میرا غلام آزاد اور میرے گھر کا سب اثاثہ خدا کی راہ میں صدقہ۔ ہارون الرشید نے میری طرف توجہ کی اور کہا کہ اس مسئلے کا کوئی حل ہے میں نے کہا ہاں پوچھا وہ کیا آپ نے فرمایا عیسیٰ بن جعفر اپنی اس کنیز کا آدھا جسم آپ کو ہبہ کر دے اور بقیہ آدھا آپ کے ہاتھ فروخت کر دے اور اس طرح نہ ہبہ کرنا لازم آئے گا اور نہ فروخت کرنا۔ عیسیٰ نے کہا کیا یہ جائز ہے۔ امام صاحب فرماتے ہیں میں نے کہا ہاں جائز ہے۔ عیسیٰ نے کہا آپ گواہ ہو جائیں میں نے اس کنیز کا آدھا حصہ امیر المومنین کو ہبہ کیا اور بقیہ آدھا حصہ ایک لاکھ دینار میں امیر المومنین کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ امیر المومنین نے کہا کنیز لاؤ کنیز امیر المومنین نے لے لی اور عیسیٰ کو اس کی قیمت دے دی۔ اس عیسیٰ نے کہا اے امیر المومنین خدا آپ کو اس کنیز میں برکت دے۔ عیسیٰ نے کہا ایک بات باقی رہ گئی امام صاحب نے فرمایا وہ کیا، کہا یہ مملوکہ

ہے امیر المومنین کو دو حیض انتظار کرنا ہوگا۔ امیر المومنین نے کہا اگر آج رات میں اس کنیز کے پاس نہ جاؤں گا تو میری جان نکل جائے گی۔ امام صاحب نے فرمایا اے امیر المومنین آپ اس کنیز کو آزاد کر کے اس کے ساتھ نکاح کر لیں کیونکہ آزاد کے لئے یہ قید نہیں۔ آپ نے اس کنیز کو آزاد کر دیا تو امام صاحب نے مسرور اور حسین نامی دو گواہوں کی موجودگی میں بیس ہزار دینار مہر کے بدلے اس کا نکاح آپ کے ساتھ کر دیا یہ رقم منگوا کر اس عورت کے سپرد کر دی گئی۔ پھر امام یوسف سے فرمایا کہ آپ تشریف لے جائیں اور مسرور خادم کو بلا کر کہا کہ امام ابو یوسف کے ساتھ دو لاکھ دینار اور بیس تھان کپڑے کے لے جاؤ اور ان کو ان کے گھر چھوڑ آؤ۔ اس نے امیر المومنین کے ارشاد کی تعمیل کی۔ امام ابو یوسف نے بشر بن الولید سے یہ واقعہ بیان کر کے پوچھا میں نے جو کچھ کیا اس میں کوئی حرج تو نہیں اس نے کہا نہیں امام صاحب بشر بن الولید سے فرمایا تم بھی اپنا حق لے لو۔ اس نے کہا میرا حق کتنا ہے امام صاحب نے فرمایا دسواں حصہ بشر بن الولید نے قبول کیا۔ امام صاحب کا شکریہ ادا کیا اور دعا دے کر جب چلنے لگے تو ایک بڑھیا آئی اور کہا اے ابا یوسف رات جس عورت کا نکاح آپ نے پڑھایا ہے اس نے آپ کو سلام کہا ہے اور کہا کہ امیر المومنین نے مجھے وہی بیس ہزار دینار دیئے ہیں جو مہر مقرر ہوا تھا اور اس میں سے آدھا میں آپ کی خدمت میں بھیج رہی ہوں۔ قبول فرمالیں آپ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کہا میں نے تو اسے غلامی کی زنجیروں سے آزاد کرا کے امیر المومنین کی بیوی بنایا ہے اور وہ مجھے اس کا صلہ دے رہی ہے اس عورت نے رقم واپس لے لی لیکن اس سے ایک ہزار دینار امام کو دے دیئے۔ (تاریخ بغداد، ج ۱۴، ص ۲۵۰)

امام ابو یوسف وہ پہلی بلند پایہ شخصیت ہیں جنہوں نے امام اعظم ابو حنیفہ کے مذہب پر اصول فقہ میں کتابیں تصنیف کی ہیں۔

وَهُوَ اَوَّلُ مَنْ وَضَعَ الْكُتُبَ فِيْ اُصُوْلِ الْفِقْهِ عَلٰى مَذْهَبِ اَبِيْ حَنِيْفَهْ۔

(تاریخ بغداد، ج ۱۴، ص ۲۴۵)

امام ابو یوسف کو بچپن ہی میں علم دین سے محبت اور قلبی لگاؤ تھا چنانچہ آپ نے اپنے بچپن کا ایک واقعہ اس طرح بیان فرمایا کہ میرے باپ ابراہیم بن حبیب کی اس وقت وفات ہوئی جبکہ میں اپنی والدہ کی آغوش میں تھا جب وہ ذرا بڑا ہوا تو میری ماں مجھے ایک دھوبی کے پاس لے گئی تاکہ میں اس سے کام سیکھ لوں میں ڈھوبی کے ہاں سے دوڑ کر امام اعظم کی صحبت میں آ کر بیٹھ گیا اور ان سے علمی باتیں سننے لگا۔ میری ماں میرے پیچھے امام صاحب کے ہاں آ گئی اور میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے دوبارہ اس دھوبی کے پاس لے گئی۔ غرضیکہ کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ میں دھوبی کو چھوڑ کر امام کی خدمت میں آ جاتا جب میری ماں کا بار بار مجھے امام اعظم کی خدمت سے لے جانا اور دھوبی کے ہاں لے جانا اور میرا وہاں سے دوڑ کر پھر امام اعظم کے پاس آ جانا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ملاحظہ فرمایا تو کہا اس بچے کو علم حاصل کرنے دو میری ماں نے کہا یہ بچہ یتیم ہے مالدار نہیں میں چرخہ کات کر اس کا پیٹ پالتی ہوں اور مجھے یہ امید ہے کہ یہ چار پیسے کما لائے تاکہ گھر کا خرچ چل سکے اس پر امام اعظم نے فرمایا اے اللہ کی بندی یہ بچہ علم دین حاصل کر کے عالم بن جائے گا اور پستہ کے تیل کے ساتھ فالودہ کھائے گا۔ میری ماں چلی گئی اور امام اعظم نے فرمایا تیری عقل زائل ہوگئی ہے پھر میں نے امام اعظم کی علمی

مجلس کو اپنے اوپر لازم کرلیا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اعلیٰ علمی مذہب عطا فرمایا اور میں ہارون الرشید کے دسترخوان پر بیٹھ کر ان کے ساتھ کھانا کھایا کرتا تھا ایک دن ہارون الرشید کے دسترخوان پر فالودہ آیا تو آپ نے مجھے کہا اے یعقوب یہ فالودہ کھاؤ میں نے پوچھا امیر المومنین یہ کیا ہے فرمایا یہ پستہ کے تیل کے ساتھ فالودہ ہے میں ہنسا تو امیر المومنین نے اس کی وجہ پوچھی میں نے کہا اللہ تعالیٰ امیر المومنین کو باقی رکھے خیر ہے کوئی خاص وجہ نہیں انہوں نے وجہ پوچھنے پر اصرار کیا تو میں نے اپنے بچپن کا سارا واقعہ بیان کر دیا تو انہوں نے تعجب کیا اور فرمایا کہ علم دین اور دنیا میں بلندی بخشتا ہے اور نفع دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ امام ابوحنیفہ پر رحم فرمائے کہ وہ عقل کہ آنکھ سے وہ کچھ دیکھتے تھے جو سر کی آنکھ سے نہ دیکھا جا سکے۔ (تاریخ بغداد، ج۱۴، ص۲۴۴)

❁❁❁

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نعمتِ عظمیٰ

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ آيَاتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ ○

ترجمہ: بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی تشریف آوری تمام نعمتوں سے بڑی نعمت ہے کہ لفظ من اور کسی نعمت پر قرآن میں استعمال نہیں ہوا۔ حضور ﷺ رب تعالیٰ کی نعمت عظمیٰ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اَلَمْ تَرَىٰ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ كُفْرًا ○

ترجمہ: کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے اللہ کی نعمت کو از روئے کفر کے بدل ڈالا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہاں نعمت سے مراد حضور ﷺ ہیں۔ (ابن کثیر، ج ۲، ص ۱۰)

اب سنئے کہ حضور ﷺ کی تشریف آوری اللہ تعالیٰ کی نعمت کیوں ہے وجوہات حسب ذیل ہیں۔

(۱) نفس انسانی بذات خود نیچے گرتا ہے اس لئے کہ مٹی سے پیدا ہوا ہے جس

کا خاصہ یہ ہے کہ مثلاً مٹی کا ڈھیلا اوپر پھینکا جائے تو وہ نیچے آجاتا ہے۔ حضور ﷺ نے انسان کو اوپر اٹھایا مثلاً حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا معراج کی رات میں نے ایک شخص کو عرش الٰہی کے قریب نور کے دریا میں غوطہ زن دیکھا عرض کیا یہ کوئی فرشتہ ہے حکم ہوا نہیں یہ کوئی نبی ہے فرمایا گیا نہیں پھر یہ کون ہے۔ ارشاد ہوا کہ ایک مسلمان ہے جس کی زبان دنیا میں ذکر الٰہی میں جاری رہتی تھی اور دل میں ہر وقت مسجد کا خیال رہتا تھا۔ (الترغیب والترہیب)

حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے بلال میں نے جنت میں اپنے آگے تیری جوتیوں کی آہٹ سنی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس وقت جنت میں نہ تھے اگر زمین سے آواز سنی تو دور کی آواز سننا ثابت ہوا اگر قیامت کے بعد اس کے چلنے کی آواز مراد ہو تو آواز پیدا ہونے سے پہلے اس کا سننا ثابت ہوا۔ یہ پہلے سے بھی زیادہ کمال ہے یا یوں کہو کہ حضرت بلال زمین پر بھی موجود تھے اور حضور ﷺ کی غلامی کے طفیل اس وقت جنت میں حضور ﷺ کے آگے آگے بھی موجود تھے۔ جس کے غلاموں کا یہ کمال ہے کہ وہ آن واحد میں دو مقامات پر موجود ہیں اس آقا کا اپنا کیا کمال ہوگا۔

اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا
خاک کے ذروں کو ہمدوش ثریا کر دیا

ایک مرتبہ جبرئیل امین علیہ السلام حضور ﷺ کی بارگاہ میں تشریف فرما تھے کہ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ جبریل امین علیہ السلام نے کہا یہ ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ آرہے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا تم ان کو جانتے ہو عرض کی یہ زمین کی نسبت آسمانوں میں ہم میں زیادہ مشہور ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا ان کو یہ مقام کیسے ملا عرض کی اپنے آپ کو کم تر سمجھنے اور کثرت سے قل شریف پڑھنے کی

وجہ سے۔ (تفسیر کبیر، ج ۸، ص ۵۲۹)

یہی وہ نور ہے جس سے زمانہ جگ مگاتا ہے
یہی آدم کا رتبہ عرش اعظم تک اٹھاتا ہے

(۲) ہر شخص اللہ کو راضی کرنا چاہتا ہے اور یہ تڑپ قدرتی طور پر ہر انسان میں چٹکیاں لیتی ہے مگر عقل سے یہ بات معلوم نہیں ہوتی کہ اسے کیسے راضی کیا جا سکے یہ طریقہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا مثلاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر صحابہ کرام دعوت اسلام کے لئے اہل نجد کی طرف روانہ کئے یہ جماعت نہایت پاکباز اور مقدس تھی یہ سارا دن لکڑیاں اکٹھی کر کے شام کو فروخت کر کے اصحاب صفہ کے لئے کھانا لاتے تھے۔ شب کا کچھ حصہ درس قرآن میں کچھ حصہ قیام لیل اور تہجد گزاری میں گزارتے تھے جب یہ لوگ بئر معونہ میں پہنچے تو عامر بن طفیل رضی اللہ عنہ نامی ایک سردار نے کچھ لوگوں کو ساتھ ملا کر ان کو شہادت کی نیند سلا دیا صرف عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ بچ گئے۔

شہادت آخری منزل ہے انسانی سعادت کی
وہ خوش قسمت ہے مل جائے جسے دولت شہادت کی

اس معرکے میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ بھی شہید ہوئے اور ان کا جنازہ آسمان پر اٹھا لیا گیا چنانچہ عامر بن طفیل رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے دریافت کیا وہ مسلمانوں کا کون آدمی تھا جب قتل ہوا تو میں نے دیکھا کہ وہ زمین و آسمان کے درمیان اٹھا لیا گیا یہاں تک کہ آسمان نیچے رہ گیا لوگوں نے کہا وہ عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ تھا ان کا قاتل جبار بن سلمٰی تھا ان کا بیان ہے کہ جب میں نے ان کو نیزہ مارا تو انہوں نے کہا خدا کی قسم میں مراد کو پہنچ گیا۔ میں یہ سن کر حیران ہو گیا اور ایک آدمی سے پوچھا کہ اس کا مطلب کیا ہے۔ اس نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ میں جنت میں پہنچ گیا میں یہ سن کر مسلمان ہو

گیا اور میرے اسلام لانے کا سبب یہ ہوا کہ میں نے عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ ان کو آسمان پر اٹھالیا گیا جب حضور ﷺ کو خبر ہوئی تو آپ نے فرمایا:

اِنَّ الْمَلٰٓئِکَۃَ وَارَتْ جُثَّتَہٗ وَاُنْزِلَ فِیْ عِلِّیِّیْنَ۔

ترجمہ: فرشتوں نے ان کے بدن کو چھپالیا اور وہ علیین میں اتارے گئے۔

نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام کو اس جماعت کے شہید ہونے کی خبر دی اور فرمایا تمہارے ان بھائیوں نے تمہارے نام یہ پیغام دیا ہے کہ ہم اپنے رب سے جا ملے اور ہم اس سے راضی ہو گئے اور ہمارا رب ہم سے راضی ہو گیا۔

(شرح الصدور، ص ۱۰۷۔ زرقانی، ج ۲، ص ۷۸)

• پتہ چلا جو گھر سے تبلیغ اسلام کے لئے نکلے اور راستے میں موت آ جائے تو خدا اس سے راضی ہو جاتا ہے۔

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو مال کثیر دے کر خریدا اور اللہ کی رضا کے لئے آزاد کر دیا تو بعض کفار نے کہا کہ بلال کا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر کوئی احسان ہوگا جس کا بدلہ اتارنے کے لئے انہوں نے اتنی بھاری رقم خرچ کی ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے قرآن کی یہ آیات نازل فرمائیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَسَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَی ○ الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَکّٰی ○ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓی ○ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰی ○ وَلَسَوْفَ یَرْضٰی ○

ترجمہ: اور اس سے بہت دور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیزگار ہے جو اپنا مال دیتا ہے کہ ستھرا ہو اور کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے صرف

اپنے رب کی رضا چاہتا ہے اور بے شک قریب ہے کہ وہ راضی ہو گا۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے اس لئے راضی ہو گیا کہ آپ نے بلال رضی اللہ عنہ کو خرید کر آزاد کر دیا یا دوسرا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ صدیق رب تعالیٰ سے راضی ہو گیا چنانچہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنا سارا مال حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر خرچ کر دیا تو ٹاٹ کا لباس پہن کر کانٹوں سے بٹن لگا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آ کر بیٹھ گئے۔ حضرت جبریل امین علیہ السلام نازل ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا باوجود مالدار ہونے کے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یہ کیا حالت بنا رکھی ہے کہ فقیرانہ لباس پہن لیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے سارا مال مجھ پر خرچ کر دیا ہے اور مفلس ہو گیا ہے۔ جبریل امین علیہ السلام نے عرض کی اللہ تعالیٰ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو سلام کہتا ہے اور دریافت فرماتا ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے پوچھو کہ اس فقر میں وہ مجھ سے راضی ہے یا دل میں کوئی کدورت رکھتا ہے۔ جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو ان پر وجدانی کیفیت طاری ہوئی اور کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میرے دل میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں کوئی کدورت ہو اور بلند آواز سے کہا۔

اَنَا عَنْ رَبِّیْ رَاضٍ اَنَا عَنْ رَبِّیْ رَاضٍ۔

ترجمہ: میں اپنے رب سے راضی ہوں میں اپنے رب سے راضی ہوں۔

(تفسیر عزیزی، ج ۳، ص ۲۰۶)

لطف کی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا۔

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ○

ترجمہ: اور عنقریب اے محبوب تیرا رب تجھے اتنا دے گا کہ تو راضی ہو جائے گا۔

اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا گیا۔ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى اور عنقریب صدیق راضی ہو جائے گا۔

قضا نے ڈالیں ہیں باہیں گلے میں
کہ ہو جائے راضی طبیعت کسی کی

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ○

ترجمہ: اور سب سے پہلے اگلے مہاجر و انصار اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے اللہ ان سے اور وہ اللہ سے راضی۔

معلوم ہوا کہ قیامت تک وہی مسلمان حق پر ہیں جو تمام مہاجرین اور انصار کے پیروکار ہیں لہٰذا روافض اور خوارج باطل پر ہیں جب اللہ تعالیٰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے غلاموں سے راضی ہے تو خود صحابہ سے اللہ کتنا راضی ہوگا۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ط رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ط ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○

ترجمہ: اللہ نے فرمایا کہ یہ وہ دن ہے جس میں سچوں کو ان کا سچ کام آئے گا ان کے لئے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں رواں ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی یہ ہے بڑی کامیابی۔

اس سے معلوم ہوا کہ:

(ا) جو دنیا میں سچ بولتے ہیں ان کے عقائد اور اعمال سچے ہیں۔ اللہ تعالیٰ

ان سے راضی ہو گیا ہے ان کے لئے جنت میں باغات ہیں جن میں پانی، دودھ، شہد اور شراب کی نہریں جاری ہوں گی۔

(ب) جن کے عقیدے جھوٹے ہیں اعمال جھوٹے ہیں وہ درحقیقت نقصان میں ہیں بدعقیدہ بے دین کی بخشش نہیں اگرچہ بزرگوں کی اولاد ہو۔ بدعقیدگی سیادت کو ختم کر دیتی ہے لہٰذا کوئی رافضی غیر مقلد مرزائی اور بدعقیدہ دیوبندی سید نہیں کہلا سکتا اس کو سید کہنا منع ہے۔ سیادت کی بنیاد صحت عقیدہ ہے۔

(ج) رب تعالیٰ کو راضی کر لینا بڑی کامیابی ہے ایم پی اے، ایم این اے، وزیر، وزیر اعظم بادشاہ بن جانا کمال نہیں نیک بندہ بن جانا کمال ہے۔

(د) ہر سچے متقی مومن کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہہ سکتے ہیں ہمیں چاہیے کہ ہمیشہ سچ کو اپنا شیوہ بنائیں تاکہ اللہ کی رضا کا سرٹیفکیٹ مل جائے۔

(۳) انسانی عقل نور نظر کی مثل ہے۔ حضور ﷺ آفتاب ہدایت ہیں جیسے سورج کے بغیر نظر بیکار ہے ایسے ہی حضور ﷺ کے بغیر عقل بیکار حضور ﷺ نے عقل کو مفید بنایا مثلاً ایک آدمی حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا یارسول اللہ ﷺ مجھ میں چار خصائل بُرے ہیں۔ پہلا یہ کہ زانی ہوں دوسرا میں چوری کرتا ہوں تیسرا میں شراب پیتا ہوں اور چوتھا یہ کہ میں جھوٹ بولتا ہوں۔ ان چاروں کا ترک کرنا میرے لئے ممکن نہیں لیکن ایک خصلت میں آپ کے لئے چھوڑ سکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا جھوٹ چھوڑ دو وہ آدمی گھر آ گیا جب رات ہوئی تو شراب نوشی کا خیال آیا اور زنا کا خیال ہوا پھر سوچا صبح جب سرکار ابد قرار ﷺ کی بارگاہ میں حاضری ہوئی اور آپ نے شراب نوشی کے بارے میں پوچھ لیا تو جھوٹ سے توبہ کی ہے اور سچ بولنے پر شراب نوشی اور زنا کی سزا ملے گی۔ اس خیال کے تحت شراب نوشی کا تصور ذہن سے نکال دیا جب رات کافی گزر گئی اور لوگ محو

خواب ہو گئے تو چوری کا ارادہ کیا پھر یہی خیال آیا کہ حضور ﷺ نے پوچھ لیا تو جھوٹ تو بولنا نہیں سچ بولنے پر سزا ملے گی یہ ارادہ بھی ترک کر دیا صبح کو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کی یارسول اللہ ﷺ جھوٹ نے سارے گناہ چھڑا دیئے ہیں۔ (عزیزی، ج ۲، ص ۴۴)

سبق پھر پڑھ شجاعت کا عدالت کا صداقت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

اس وقعہ سے پتہ چلا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اس آدمی کی عقل کی صحیح سمت کی طرف رہنمائی فرمائی اور اس کے سارے گناہ چھوٹ گئے اور حضور نبی کریم ﷺ کی کمال عقل کا بھی اظہار ہوا کہ آپ نے اس آدمی سے ایک ایسا گناہ چھڑا دیا جس نے تمام گناہ چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ حافظ ابو نعیم نے لکھا ہے کہ حضرت وھب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے انبیاء سابقین کی اکہتر کتابوں میں پڑھا کہ اللہ تعالیٰ نے امام الانبیاء کو اتنی عقل عطا فرمائی تھی کہ تمام انسانوں کی عقل آپ کی عقل کے سامنے ایسے تھی کہ ریت کے ایک ذرے کی طرح۔ تمام انسانوں کی عقل اور تمام دنیا کی ریت کے برابر امام الانبیاء کی عقل اور شیخ محقق نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عقل کے سو حصے پیدا فرمائے ایک حصہ عقل تمام انسانوں اور باقی ۹۹ حصے عقل حضور ﷺ کو عطا فرمائی گئی۔

تمہیں حد عقل نہ پا سکی فقط اتنا حال بتا سکی
کہ تم ایک جلوۂ راز تھے جو عیاں تھا رنگ حجاز میں

خالد بن یزید رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے امتی کی عقل:

حضرت خالد بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے ایک جزیرے میں کچھ کام

تھا میں وہاں پہنچا دیکھا کہ لوگوں کا جسم غفیر ایک جگہ جمع ہے میں نے پوچھا یہ اجتماع کیسا ہے انہوں نے جواب دیا کہ لوگ ایک عالم سے استفادے کے لئے جمع ہیں۔ میں بھی وہاں بیٹھ گیا تا کہ عالم سے کوئی علمی بات سن کر اس سے فائدہ حاصل کروں جب اس عالم نے مجھے دیکھا تو کہنے لگا تیرا یہاں کیا کام ہے تُو تو امت محمدیہ میں سے ہے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں میں محمدی ہوں۔ اس عالم نے پوچھا کہ عالم ہو یا نہیں۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا نہ میں عالم ہوں اور نہ جاہل۔ عالم نے کہا تمہارے دین اسلام میں ہے کہ اہل جنت، جنت میں کھائیں گے اور پئیں گے لیکن بول و براز نہ کریں گے۔ کیا دنیا میں اس کی مثال موجود ہے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا ماں کے پیٹ میں بچہ زندہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا رزق کھاتا ہے لیکن بول و براز نہیں کرتا وہ عالم کہنے لگا تُو تو کہتا تھا کہ نہ میں عالم ہوں نہ جاہل۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں ایسا ہی ہے۔ پھر اس عالم نے ایک اور سوال کیا کہ تم لوگ کہتے ہو کہ اہل جنت جنتی نعمتیں کھائیں گے لیکن وہ نعمتیں کم نہ ہوں گی۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں۔ عالم نے پوچھا کیا اس دنیا میں اس کی مثال موجود ہے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ایک عالم دین سے ہزاروں لوگ علم حاصل کرتے ہیں لیکن اس کا علم کم نہیں ہوتا۔ اس عالم نے کہا تُو تو کہتا تھا کہ میں نہ عالم ہوں نہ جاہل۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا ایسا ہی ہے۔ اس عالم نے تیسرا سوال کیا اور وہ یہ تھا کہ تم اپنی نماز میں پڑھتے ہو السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین پھر وہ عالم اپنے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا جب مسلمان یہ کلمات کہتے ہیں تو زمین و آسمان کے صالحین میں ہر ایک کے لئے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں پھر عالم نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے کہا تم مومنوں اور مومنات کی مغفرت کی دعا کرتے ہو۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں اس عالم نے

کہا کہ جب تم مغفرت کی دعا کرتے ہو زمین و آسمان کے تمام مومنوں کو از آدم تا قیامت دس نیکیاں ملتی ہیں کیا دنیا میں اس کی مثال موجود ہے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں اور وہ یہ کہ جب کوئی آدمی مجمع کثیر یا قلیل سے گزرتا ہے اور ان کو سلام کرتا ہے اور وہ سلام کا جواب دیتے ہیں تو سب کو دس دس نیکیاں ملتی ہیں۔ اس عالم نے کہا میں نے امت محمدیہ میں تجھ سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں دیکھا۔

(ابن عساکر، ج ۵، ص ۱۲۰)

کیا تو نے صحرا نشینوں کو یکتا
خبر میں نظر میں اذان سحر میں
نکالی سینکڑوں ہیں نہریں میں نے اپنے دریا سے
مگر پھر بھی میرے دریا کی طغیانی نہیں جاتی
کس نے ذروں کو اٹھایا اور صحرا کر دیا
کس نے قطروں کو ملایا اور دریا کر دیا

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو نعمت عظمیٰ بنا کر مبعوث فرمایا اور احسان جتلایا آخر کیوں وجوہات مندرجہ ذیل ہیں۔

وجہ اول:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے محبوب ہیں چنانچہ حدیث میں ہے حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے میں دیر فرمائی اور جب تشریف لائے تو آتے ہی سجدہ ریز ہوئے اور ایک طویل سجدہ کیا ہم نے گمان کیا شاید آپ کی روح کو قبض کر لیا گیا ہے پھر جب سجدہ سے سر اٹھایا تو فرمایا:

اِنَّ رَبِّیْ اِسْتَشَارَنِیْ فِیْ اُمَّتِیْ مَاذَا اَفْعَلُ بِهِمْ فَقُلْتُ مَاشِئْتَ اَیْ رَبِّ هُمْ

خَلْقُكَ وَعِبَادُكَ۔

ترجمہ: بے شک میرے رب نے مجھ سے میری امت کے بارے میں مشورہ کیا کہ میں امت کے بارے میں کیا سلوک کروں میں نے عرض کی الٰہی وہ تیرے بندے اور تیری مخلوق جو چاہے ان کے ساتھ سلوک کرے۔

رب تعالیٰ نے دوسری مرتبہ مشورہ طلب فرمایا میں نے وہی جواب دیا آخر رب تعالیٰ نے فرمایا۔

اِنِّیْ لَنْ اُخْزِیَكَ فِیْ اُمَّتِكَ۔

ترجمہ: میں تجھے تیری امت کے بارے میں رسوا نہ کروں گا۔

اور مجھے بشارت دی کہ اول میری امت میں سے ستر ہزار آدمی جنت میں داخل ہوں گے۔اور ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار آدمی ایسے ہوں گے جن سے حساب نہ لیا جائے گا۔ (مسند امام احمد، ج۵،ص۳۹۳)

مسلم شریف کی ایک اور حدیث میں ہے حضرت عبداللہ بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قرآن سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول:

فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ○

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول:

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ○

تلاوت فرمایا پھر رسول اللہ ﷺ پر گریہ طاری ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے جبریل (علیہ السلام) محمد ﷺ کے پاس جاؤ اور ان سے معلوم کرو کہ ان پر اس قدر گریہ کیوں طاری ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جبریل امین علیہ السلام حاضر ہوئے اور حضور ﷺ سے معلوم کر کے اللہ کو خبر دی اللہ تعالیٰ نے جبریل امین علیہ السلام

سے کہا اے جبریل (علیہ السلام) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ اور ان سے کہو:

اِنَّا سَنُرْضِیْكَ فِیْ اُمَّتِكَ وَلَا نَسُوْءُكَ۔

ترجمہ: ہم تجھے تیری امت کے بارے میں راضی کر لیں گے اور تجھے رنجیدہ نہیں ہونے دیں گے۔ (مسلم شریف، ج ا، ص ۱۱۳)

ہم عہد باندھے ہیں وصل ابد کا
رضائے خدا اور رضائے محمد

اس حدیث سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے:

(ا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت سے بڑی محبت تھی یہی وجہ ہے کہ امت کی تکلیف کے تصور نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رلا دیا۔

(ب) کائنات کا ذرہ ذرہ اللہ کی رضا کا طالب ہے اور اللہ اپنے حبیب کی رضا چاہتا ہے۔

(ج) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم تجھے رنجیدہ نہ ہونے دیں گے راضی کر لیں گے اور آپ اس وقت راضی ہوں گے جب ساری امت بخشی جائے گی۔

(د) حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے پیارے محبوب ہیں۔ رب آپ کو غمزدہ دیکھتا ہے تو فوراً تسلی دیتا ہے۔

جب آپ کا محبوب ہونا ثابت ہو گیا تو اب سنیے کہ اللہ نے فرمایا کہ میں مومنوں پر احسان کیا کہ ان کو اپنا محبوب دے دیا حالانکہ محبوب دیا نہیں جاتا۔

دنیا دار محبوں کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنے محبوب کے عیب سننا پسند نہیں کرتے مثلاً ایک آدمی تھا کہ محبوب کبڑا تھا کسی نے اس سے کہا یار تجھے کوئی سیدھے قد والا محبوب نہیں ملا ایک کبڑے پر عاشق ہو گیا ہے۔ وہ دوڑا اور ایک پھولوں کا ہار لا کر اپنے کبڑے محبوب کے گلے میں ڈال دیا اور کہنے لگا میرے

محبوب کی کمر اتنی نازک ہے کہ پھولوں کے ہار کا بوجھ بھی برداشت نہیں کر سکی اور جھک گئی ہے۔ اسی طرح ایک آدمی کا محبوب ایسا تھا کہ اس کے چہرے پر چیچک کے داغ تھے کسی نے دیکھ کر کہا کہ یہ ہے تیرا محبوب اس کا چہرہ تو چیچک کے داغوں سے بھرا ہوا ہے۔ محبّ نے کہا میری نظروں سے دیکھو یہ داغ نہیں ہیں بلکہ آسمان کے ستارے ہیں۔ دیکھا آپ نے جن میں واقعی عیب تھا ان کے محبوں کو وہ عیب بھی ہنر بن کر نظر آیا اور اللہ تعالیٰ کا محبوب تو ہے ہی عیب سے خالی۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

خُلِقتَ مُبرَّأً مِنْ کُلِّ عَیْبٍ۔

ترجمہ: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ تو ہر عیب سے پاک پیدا کیے گئے ہیں۔

جب دنیا دار لوگ اپنے اپنے محبوب کے عیب سننا پسند نہیں کرتے تو خالق کائنات اپنے محبوب کے عیب سننا کیسے پسند کرے گا۔

محبوباں تے نکتہ چینی جیہڑا کرن تو باز نہیں اوندا
اصل منافق جانیں اسنوں اوتے جھوٹا پیار جتوندا

سانوں ذسیا عشق دے مفتی جہڑا مڑ مڑ ایہہ فرموندا
اعظم جتھے دل لگ جاوے اوتھے عیب نظر نہیں اوندا

یہ بات ذہن نشین رہے کہ دنیاوی محبوب کی محبت بعض اوقات گناہ کی طرف لے جاتی ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نیک اعمال کی طرف لے جاتی ہے۔

دنیاوی محبوب کی محبت عارضی ہے صرف جوانی تک محدود ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دائمی ہے۔ ایک معشوق کے دو عاشق ہو جائیں تو آپس میں لڑ لڑ کر مر جاتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کروڑوں عاشق ہیں آپس میں گہری محبت ہے بلکہ یہ محبت بڑھتی رہتی ہے۔

زندگی میں ایک دور ایسا آتا ہے کہ دنیاوی محبوب کا حسن و جمال گھٹنے لگتا ہے لیکن حضور ﷺ کا حسن و جمال اس عیب سے پاک ہے ہر آن بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰیO

ترجمہ: آپ کی ہر گھڑی پہلی سے بہتر ہے۔

حسن ہے بے مثل صورت لاجواب
میں فدا تم آپ ہو اپنا جواب

وجہ دوم:

تمام نعمتیں صرف دنیا میں کام دیتی ہیں جہاں انسان کی آنکھ بند ہوئی موت آئی۔ کوٹھی، بنگلہ، گاڑی، مربعے، ملیں، فیکٹریاں، مال و دولت، درہم و دینار، دولت کے انبار اب دوسروں کے ہو گئے۔ تمام رشتے منقطع اولاد جلد دفن کرنے کی تیاری میں ہے۔ سارے اعضائے انسانی جواب دے گئے اور اس بات میں تو شک نہیں کہ موت تو اٹل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِیْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰی عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَO

ترجمہ: تم فرما دو وہ موت جس سے تم بھاگتے ہو وہ تو ضرور تمہیں ملنی ہے پھر اس کی طرف پھیرے جاؤ گے جو چھپا اور ظاہر سب کچھ جانتا ہے پھر وہ تمہیں بتا دے گا جو تم نے کیا تھا۔

ایک رات ایک شخص نے خواب دیکھا کہ گویا میں ایک وسیع میدان میں ہوں یکا یک ایک شیر نہایت خوفناک صورت کا مجھے پکڑنے کے لئے میرے پیچھے

دوڑا میں شیر کے خوف سے بھاگا جہاں اور جس طرف جاتا ہوں وہ میرے پیچھے ہے مجھے کہیں پناہ نہیں ملتی پھر اچانک سامنے ایک کنواں نظر آیا جس کے کنارے ایک درخت ہے درخت کی شاخیں کنویں میں لٹکی ہوئی ہیں میں جلدی سے ان شاخوں کو پکڑ کر کنویں میں لٹک گیا لیکن وہ شیر آ کر کنویں کے قریب کھڑا ہو گیا مجھے کچھ آرام مل گیا مگر جس وقت میں نے دیکھا تو ایک اژدھا منہ کھولے میرے گرنے کا منتظر ہے الٰہی اوپر شیر ہے نیچے اژدھا ہے کیا کروں۔ خیر درخت کی شاخیں پکڑ کر لٹکا رہا مگر وہاں بھی خیریت نظر نہ آئی جن شاخوں کو میں نے پکڑ رکھا تھا ان کو دو چوہے کاٹ رہے ہیں ایک سیاہ اور دوسرا سفید۔ یہ ہولناک خواب دیکھ کر بیدار ہوا صبح کو یہ خواب ایک بزرگ کے سامنے بیان کیا انہوں نے کہا یہ خواب جو تم نے دیکھا ہے سارا جہاں اس مصیبت میں گرفتار ہے۔ شیر موت کا فرشتہ ہے وہ درخت تیری زندگی ہے اور دو چوہے دن رات ہیں جو تیری زندگی ختم کرتے جا رہے ہیں اور اژدھا قبر ہے جو تیرا انتظار کر رہی ہے۔

دشمن مرے تے خوشی نہ کریئے سجناں وی مر جاناں
دیگر تے دن آیا محمد اوڑک نوں ڈب جاناں

بہر حال موت اٹل ہے اور موت کے آنے پر تمام نعمتیں منہ موڑ جاتی ہیں لیکن حضور نبی کریم ﷺ ایک ایسی نعمت ہیں جو دنیا میں موت کے وقت قبر میں، حشر میں، دوزخ اور جنت میں بھی کام آتے ہیں۔ تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

حضور ﷺ کہاں کہاں کام آتے ہیں:

(۱) دنیا میں:

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ، حضرت

فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا۔ سیدہ نے اپنے گلے سے سونے کی ایک زنجیر اتاری اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر کے کہا یہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے مجھے تحفہ دیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے فاطمہ کیا تجھے یہ اچھا لگتا ہے کہ لوگ کہیں کہ فاطمہ بنت محمد رضی اللہ عنہا کے ہاتھوں میں جہنم کی ایک زنجیر ہے۔ یہ فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور وہاں نہ بیٹھے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اسی وقت اس زنجیر کو فروخت کر دیا اور جو قیمت وصول ہوئی اس سے ایک غلام خرید کر آزاد کر دیا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ نَجّٰی فَاطِمَةَ مِنَ النَّارِ۔

ترجمہ: تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دوزخ سے آزاد کر دیا۔

(مسند امام احمد، ج ۵، ص ۲۷۸۔ المستدرک، ج ۳، ص ۱۵۳۔
الترغیب والترہیب، ج ۱، ص ۵۵۷)

(۲) موت کے وقت:

(ا) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی لڑکا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وضو کا پانی رکھا کرتا اور آپ کی نعلین شریف لا کر رکھ دیتا وہ بیمار ہو گیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ اس وقت اس کا باپ اس کے سرہانے بیٹھا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے فلاں لا الہ الا اللہ ...... الخ کہہ اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا اور باپ کو خاموش دیکھ کر خود بھی خاموش ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ یہی فرمایا اس نے پھر اپنے باپ کی طرف دیکھا باپ نے کہا ابوالقاسم

کی بات مان لو۔ اس لڑکے نے پڑھ لیا۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

حضور ﷺ وہاں سے یہ فرماتے ہوئے اُٹھے اللہ کا شکر ہے جس نے میری وجہ سے اسے جہنم سے بچا لیا۔ (کتاب الاثار، ص ۷۷)

اور ایک روایت ہے کہ وہ لڑکا اسی وقت مر گیا۔ حضور ﷺ نے اپنے ہاتھ سے غسل دیا اور کفن پہنایا اور پھر اپنے ہاتھ سے دفن فرمایا۔ جب حضور ﷺ اس کے جنازے کے ساتھ چلے تو پنجوں کے بل چلتے ہیں پورا قدم زمین پر نہیں رکھتے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا آسمان سے اس قدر کثیر تعداد میں فرشتے آئے ہیں کہ مجھے پورا پاؤں رکھنے کی جگہ نہیں ملتی۔

(ابن کثیر، ج ۳، ص ۵۴۔ احسن، ص ۹۵)

لوئے لوئے بھر لے کُڑیئے جے تدھ بھانڈا بھرنا
شام پئی بن شام محمد گھر جاندی نے ڈرنا

(ب) تیمور لنگ کی اولاد میں سے بعض نے خبر دی کہ جب تیمور لنگ پر نزع کا عالم طاری ہوا تو بڑا مضطرب ہوا اور اس کے چہرے کی رنگت سیاہ ہو گئی پھر کچھ دیر بعد اس کو کچھ افاقہ ہوا۔ لوگوں نے کہا کہ تیرے اس اضطراب کا سبب کیا ہے اور تیرا چہرہ کیوں سیاہ ہو گیا۔ تیمور لنگ نے کہا میرے پاس عذاب کے فرشتے آئے تھے بعد ازاں حضور نبی کریم ﷺ تشریف لے آئے۔ آپ ﷺ نے ان فرشتوں سے فرمایا یہاں سے چلے جاؤ۔ تیمور لنگ میری اولاد سے محبت کرنے والا ہے اور ان سے اچھا برتاؤ کرتا تھا اس پر عذاب کے فرشتے چلے گئے۔

(الصواعق المحرقہ، ص ۲۴۶)

ڈر تھا کہ عصیاں کی سزا اب ہو گی یا روزِ جزا
دی انکی رحمت نے صدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

(ج) حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں موجود تھے کہ ایک آدمی آیا اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک آدمی قریب المرگ ہے اس سے کہا جاتا ہے کہ لا الہ الا اللہ پڑھو اس سے پڑھا نہیں جاتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کیا وہ نماز پڑھتا تھا عرض کی گئی ہاں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہوئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس آدمی پر داخل ہوئے اور فرمایا پڑھ لا الہ الا اللہ اس نے کہا یہ کلمہ میں کہہ نہیں سکتا فرمایا کیوں اس نے کہا میں اپنی والدہ کا نافرمان تھا۔ فرمایا کیا وہ زندہ ہے یا نہیں۔ لوگوں نے کہا وہ زندہ ہے فرمایا اسے بلاؤ جب وہ آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تیرا لڑکا ہے اس نے کہا ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر ایک زبردست آگ جلائی جائے اور تجھ سے کہا اگر تو سفارش کرے اپنے لڑکے کی تو فبھا ورنہ ہم تیرے لڑکے کو اس آگ میں ڈالتے ہیں۔ تو بتا تُو سفارش کرے گی۔ اس نے کہا ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر تو اپنے اس لڑکے سے راضی ہو جا اس نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ بنا کر کہتی ہوں کہ میں اپنے بیٹے سے راضی ہو گئی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا اب کہو لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ......الخ اس کی زبان پر کلمہ جاری ہو گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَنْقَذَهٗ بِیْ مِنَ النَّارِ۔

ترجمہ: تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے جس نے میری وجہ سے اسے جہنم سے بچا لیا۔ (الترغیب، ج ۳، ص ۳۳۱)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ موت کے وقت بھی کام آتے ہیں۔

موت ٹھہری آنے والی آئے گی
روح رگ رگ سے نکالی جائے گی

(۳) قبر میں:

(ا) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو دفن کیا گیا تو:

سَبَّحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ كَبَّرَ وَكَبَّرَ النَّاسُ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ لِمَ سَبَّحْتَ ثُمَّ كَبَّرْتَ قَالَ لَقَدْ تَضَايَقَ عَلٰى هٰذَا الرَّجُلِ الصَّالِحِ قَبْرُهٗ حَتّٰى فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ۔ (مشکوٰۃ)

حضور ﷺ نے سبحان اللہ فرمایا پھر اللہ اکبر کہا اور لوگوں نے بھی کہا لوگوں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ نے تسبیح و تکبیر کیوں پڑھی۔ ارشاد فرمایا اس نیک بندے پر اس کی قبر تنگ ہوگئی تھی اللہ نے اس کی قبر کو کشادہ کر دیا ہے۔

(ب) حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تمہارا کوئی مسلمان بھائی فوت ہو جائے اور اس کی قبر پر مٹی برابر کر چکو تو تم میں سے کوئی اس کے سرہانے کھڑا ہو اور فلاں بن فلاں کہہ کر پکارے بے شک وہ سنے گا اور جواب نہ دے گا دوبارہ پھر یونہی ندا کرے وہ سیدھا ہو کر بیٹھ جائے گا سہ بارہ اسی طرح آواز دے اب وہ جواب دے گا کہ ہمیں ارشاد کر اللہ تجھ پر رحم کرے مگر تمہیں اس کے جواب کی خبر نہ ہو گی اس وقت یوں کہے:

اُذْكُرْ مَاخَرَجْتَ عَلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا شَهَادَةَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا

عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَاَنَّكَ رَضِيْتَ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَّبِالْقُرْاٰنِ اِمَامًا فَاِنَّ مُنْكَرًا وَّنَكِيْرًا يَاْخُذُ كُلُّ اَحَدٍ مِّنْهُمَا بِيَدِ صَاحِبِهٖ وَيَقُوْلُ اِنْطَلِقْ بِنَا مَا نَقْعُدُ عِنْدَ مَنْ لُقِّنَ حُجَّتَهٗ۔

(کتاب الروح، ص ۱۷۔ فتح الملہم، ج ۴، ص ۴۶۶۔

شامی، ج ۱، ص ۶۲۹ ۔طحاوی، ص ۳۷۳)

یاد کرو وہ بات جس پر تو دنیا سے نکلا تھا گواہی اس کی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں اور یہ کہ تو نے پسند کیا اللہ تعالیٰ کو پروردگار اور اسلام کو دین اور قرآن کو پیشوا نکیرین ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر کہیں گے چلو ہم کیا بیٹھیں اس کے پاس جس کو اس کی حجت سکھا دی گئی

(ج) بخاری شریف میں حدیث ہے کہ حضور ﷺ ایک دراز گوش پر سوار ہو کر جا رہے تھے۔ سامنے دو قبریں نمودار ہوئیں دراز گوش دو پاؤں سے کھڑا ہو گیا۔ حضور ﷺ اُتر پڑے اور فرمایا ان قبروں والوں پر عذاب ہو رہا ہے جیسے دیکھ کر خچر گھبرا گیا ان میں سے ایک تو اونٹوں کا چرواہا تھا جو اونٹوں کے پیشاب کی چھینٹوں سے نہ بچتا تھا۔ دوسرا چغلخور تھا اس لئے عذاب قبر میں گرفتار ہوئے۔ یہ فرما کر کھجور کی ایک شاخ دو چیریں فرما کر دونوں پر گاڑ دیں اور فرمایا جب تک یہ تر ہیں عذاب قبر میں تخفیف ہوگی۔

اس حدیث سے مندرجہ ذیل فائدے حاصل ہوئے:

(۱) حضور ﷺ کی آنکھوں کے سامنے کوئی چیز آڑ نہیں بن سکتی۔ آپ ﷺ پس پردہ بھی دیکھتے ہیں دیکھو عذاب قبر ہزاروں من مٹی کے نیچے ہو رہا ہے لیکن حضور ﷺ قبر کے اوپر سے دیکھ رہے ہیں۔

(۲) حضور ﷺ جس جانور پر سوار ہو جائیں اس جانور کی آنکھوں سے بھی

حجاب اٹھا دیئے جاتے ہیں خچر نے حضور ﷺ کی برکت سے قبر کا عذاب دیکھ لیا اگر حضور ﷺ ایک خچر پر سوار ہو جائیں تو اس کی نگاہ میں اتنی طاقت آجاتی ہے کہ منوں مٹی کے نیچے عذاب قبر کو دیکھ سکتی ہے اور اگر حضور ﷺ ہجرت کی رات صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر سوار ہو جائیں تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نگاہ میں کتنی طاقت آ گئی ہو گی۔

(۳) حضور ﷺ ہر شخص کے ظاہری اور باطنی حالات سے واقف ہیں یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ایک چغلخور تھا اور دوسرا پیشاب سے پرہیز نہ کرتا تھا۔ ان دونوں نے یہ اعمال حضور ﷺ کے سامنے نہ کئے تھے لہٰذا حضور ﷺ ہمارے ہر عمل سے خبردار ہیں۔

(۴) حضور ﷺ دافع البلاء اور مشکلکشا ہیں ان دونوں اہل قبور کا عذاب دور فرمایا اور اپنے سے ان کو فائدہ پہنچایا ان کی مصیبت کو دور فرمایا۔

(۵) تر سبزہ کی تسبیح کی برکت سے مومن کا عذاب ہلکا ہو جاتا ہے لہٰذا اگر قبر پر تلاوت قرآن کی جائے تو اس کا فائدہ بھی صاحب قبر کو ہو سکتا ہے کیونکہ سبزہ کی تسبیح سے مومن کی تلاوت قرآن افضل و اعلیٰ ہے۔

(۶) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ۔ ہر چیز حمد کے ساتھ اللہ کی تسبیح کرتی ہے۔ لہٰذا خشک چیز بھی تسبیح پڑھتی ہے لیکن اس کی تسبیح سے عذاب قبر دفع نہیں ہوتا اسی طرح جو خشک ہیں ان کی تلاوت قرآن بے فائدہ ہے جیسے وہابی۔ مومن کے دل میں عشق مصطفےٰ ﷺ کی تری اور سبزی ہے اس لئے ان کا ذکر بھی تاثیر والا ہے۔

(۷) مومن کی قبر پر سبزہ پھول ڈالنا مفید ہے کہ حضور ﷺ نے تر شاخ قبر پر لگائی۔

(۸) حلال جانور کا پیشاب نجس ہے اس سے پرہیز ضروری ہے اس کی وجہ

سے عذاب قبر لازم آتا ہے دیکھو اونٹ حلال جانور ہے مگر اس کا پیشاب عذاب کا باعث بنا۔

قبر میں لہرائیں گے تا حشر چشمے نور کے
جلوہ فرما ہوگی جب طلعت رسول اللہ کی

نوٹ:۔ حدیث زیر بحث کی مکمل تشریح درکار ہو تو ہماری کتاب ''خطبات صدیقیہ'' جلد اول کا مطالعہ نہایت مفید ثابت ہوگا۔

(۴) حشر میں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی میرے لئے خاص طور پر سفارش فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اچھا میں سفارش کروں گا میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں آپ کو کہاں تلاش کروں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ابتداء میں تو مجھ کو پل صراط پر تلاش کرنا۔ میں نے عرض کی اگر آپ پلصراط پر نہ ملیں تو فرمایا میزان پر میں نے عرض کی اگر آپ میزان پر بھی نہ ملیں فرمایا تو پھر حوض پر میں ان جگہوں کو نہ چھوڑوں گا۔ (مشکوٰۃ، ج۳،ص۸۶)

(ا) پلصراط:

پلصراط پندرہ ہزار سال کی راہ کے برابر لمبا ہوگا پانچ ہزار سال چڑھائی کا راستہ پانچ ہزار ہموار راستہ اور پانچ ہزار سال ڈھلوان راستہ ہوگا اور تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا اور ہر ایک نے اس پر سے گزرنا ہے اور پلصراط کی دوسری طرف نبی کریم ﷺ سجدہ میں سر رکھ کر گڑگڑا کر اپنی امت کی سلامتی کے لئے دعائیں مانگتے ہوں گے۔

رضا پل سے اب وجد کرتے گزریئے
کہ ہے رب سلم دعائے محمد ﷺ

(ب) میزان:

قیامت کے دن ایک آدمی کے لئے دوزخ کا حکم ہو گا حضور ﷺ اس کی وجہ پوچھیں گے کہا جائے گا اس کا نامہ اعمال تولا گیا نیکیاں کم ہیں۔ حضور ﷺ فرمائیں گے میرے سامنے تولا جائے چنانچہ دوبارہ تولا جائے گا اور حضور ﷺ ایک کاغذ کا ٹکڑا اپنی جیب سے نکال کر اس کی نیکیوں میں ڈال دیں گے نیکیوں کا وزن زیادہ ہو جائے گا اور وہ درود پاک ہو گا جو نجات کا باعث بنے گا۔

فقط اک ذات ہے مصطفیٰ کی جو کہ محشر میں بھی کام آئے
کوئی انسان ورنہ کسی کا حشر تک ساتھ دیتا نہیں ہے

(ج) حوض کوثر:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے حوض کی درازی اتنی ہے جتنی مقام ایلہ و عدن کے درمیان فاصلہ ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ اس کا پانی برف سے زیادہ سفید شہد سے زیادہ میٹھا جس میں دودھ ملا ہوا ہو اور اس کے پینے کے برتن آسمان کے ستاروں سے زیادہ ہیں میں غیر امتوں کے لوگوں کو اس سے روکوں گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی آپ ﷺ اپنی امت کو پہچان لیں گے فرمایا ہاں ان کے اعضائے وضو چمک رہے ہوں گے۔

میرے آقا ہیں محبوب رب جلیل وہ خدا کی عدالت میں سب کے وکیل
ہیں وہی سب سے زیادہ حسین و جمیل جس کی دو بوند ہیں کوثر و سلسبیل
ہے وہ رحمت کا دریا ہمارا نبی

قیامت کے روز جب اللہ تعالیٰ اولین و آخرین کو جمع فرمائے گا تو ان کے درمیان فیصلہ کیا جائے گا مومن کہیں گے اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرمایا اب دربارِ خداوندی میں ہماری سفارش کون کرے گا لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور ان سے سفارش کی التجا کریں گے وہ کہیں گے حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ پھر مومن حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے وہ ان کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس بھیجیں گے، حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس اور وہ ان کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جب تمام لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے وہ کہیں گے تمہیں نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سب مومن میرے پاس آئیں گے اللہ مجھے اجازت دے گا میں دربار خداوندی میں کھڑا ہوں گا اور میری مجلس خوشبو سے نہایت معطر ہو گی میں رب کے دربار میں آؤں گا پھر میں سفارش کروں گا۔

وَيَجْعَلُ لِي نُورًا مِنْ شَعْرِ رَأْسِي إِلَى ظُفْرِ قَدَمِي۔

مجھے سر کے بالوں سے لے کر قدموں کے ناخنوں تک نور بنا دیا جائے گا۔ (دارمی، ج ۲، ص ۲۲۴۔ طبرانی کبیر، ج ۱۷، ص ۳۲۰)

سر سے لے کر پاؤں تک تنویر ہی تنویر ہے
جیسے منہ سے بولتا قرآن وہ تفسیر ہے
سوچتی ہے دل میں دنیا مصطفیٰ کو دیکھ کر
وہ مصور کیسا ہو گا جس کی یہ تصویر ہے

(۵) جنت میں:

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن ہر نبی کا ایک منبر نور کا ہو گا

اور میں سب سے بلند منبر پر ہوں گا منادی آ کر ندا کرے گا کہاں ہیں نبی اُمی ﷺ؟ انبیاء علیہم السلام کہیں گے ہم سب نبی امی ہیں۔ کسے یاد فرمایا ہے منادی واپس جائے گا دوبارہ آ کر یوں ندا کرے گا کہاں ہیں نبی اُمی عربی ﷺ اب حضور اقدس ﷺ اپنے منبر سے اُتر کر جنت کی طرف تشریف لے جائیں گے اور دروازہ کھلوا کر اندر جائیں گے اللہ تعالیٰ ان کے لئے تجلی فرمائے گا اور آپ سے پہلے کسی کے لئے تجلی نہ فرمائے گا۔ حضور ﷺ اپنے رب کے لئے سجدہ کریں گے اور اللہ تعالیٰ کی ایسی حمد بیان فرمائیں گے کہ اولین و آخرین میں سے کسی نے ایسی حمد بیان نہ کی ہو گی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے محمد ﷺ اپنا سر اقدس اُٹھائیے کلام کرو سنا جائے گا۔ شفاعت کرو قبول ہو گی۔ سوال کرو پورا ہو گا پھر آپ ﷺ مومنوں کی شفاعت فرمائیں گے۔ (ابن حبان، ج ۸، ص ۱۳۷)

شفاعت کرے حشر میں جو رضا کی
سوا تیرے کس کو یہ قدرت ملی ہے

وجہ سوم:

ساری نعمتیں تبھی نعمتیں کہلا سکتی ہیں جبکہ ان سے کام صحیح لیا جائے ورنہ وہ نعمتیں زحمتیں بن جاتی ہیں ان نعمتوں سے درست کام لینے کا طریقہ حضور ﷺ نے سکھایا مثلاً ہاتھ خدا کی نعمت ہے۔ حضور ﷺ نے ہاتھ کے بارے میں فرمایا:

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ۔

ترجمہ: مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے لوگ امن میں رہیں۔

اور زبان کے بارے میں فرمایا انسان سچ بولتا ہے تو سچ نیکی کی طرف لے جاتا ہے اور نیکی جنت میں لے جاتی ہے۔ پاؤں کے بارے میں فرمایا جو

مومن گھر سے باوضو ہو کر مسجد کی طرف جاتا ہے تو مسجد پہنچنے پر ایک حج کا ثواب ملتا ہے۔ سر کے بارے میں حدیث میں آیا ہے کہ حشر کے میدان میں بعض کاملین خدا کا دیدار کر کے اللہ کی بارگاہ میں سجدہ کریں گے جب سجدے سے سر اُٹھائیں گے تو حشر کے میدان کی کاروائی ختم ہو چکی ہو گی دوزخی دوزخ میں جنتی جنت میں جا چکے ہوں گے وہ لوگ بھی وہاں سے اڑتے ہوئے جنت میں چلے جائیں گے ایک ہی سجدے میں سارا حشر کا میدان ختم ہوا۔ حشر میں لوگ طرح طرح کے مصائب و آلام میں گرفتار ہوئے مگر عاشقان خدا کا ایک سجدہ بھی پورا نہ ہوا۔

(اکرم، ص ۵۷)

کبھی اے حقیقتِ منتظر نظر آ لباسِ مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں میری جبیں نیاز میں
سلام اس پر جلائی شمع عرفاں جس نے سینوں میں
کیا حق کے لئے بیدار سجدوں کو جبینوں میں

حضور ﷺ کی ولادت معجزات کا مجموعہ ہے

حمل شریف میں تشریف آوری:

علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے مواہب لدنیہ میں لکھا ہے:

لَمْ یَبْقَ فِیْ تِلْكَ اللَّیْلَةِ دَارٌ اِلَّا شَرَقَتْ وَلَا مَکَانٌ اِلَّا دَخَلَهُ النُّوْرُ۔

ترجمہ: جس روز حضور ﷺ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے حمل میں تشریف لائے ایک ایک گھر اور ایک ایک جگہ نور سے معمور ہوئی۔

گھر گھر روشنی پہنچانا آفتاب کا کام ہے اسی طرح حضور ﷺ کا نور ہر

گھر پہنچا وجہ یہ ہے کہ سورج اور حضور ﷺ کا لقب ایک ہے۔ سورج بھی سراج ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا۔ اور سورج کو سراج بنایا اور حضور ﷺ بھی سراج ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا۔ روشنی دینے والا سراج چونکہ دونوں کا لقب سراج ایک ہے لہٰذا دونوں کا کام بھی ایک دونوں نے گھر گھر روشن کر دیا۔

سلام اس پر اندھیرے میں اجالا کر دیا جس نے
خدا کے نور سے دونوں جہاں کو بھر دیا جس نے

ایام حمل:

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایام حمل میں جب راستہ پر چلتی جو پتھر میرے قدموں کے نیچے آتا وہ موم کی طرح نرم ہو جاتا۔

وَكَانَتْ غَمَامَةُ النُّوْرِ تَظُلُّ عَلٰى رَاْسِهَا وَالطُّيُوْرُ تَتَنَزَّلُ مِنَ الْجَوِّ تَتَبَرَّكُ بِفُؤَادِهَا۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے سر پر نور کا بادل دھوپ کے وقت سایہ کرتا آسمان سے پرندے نازل ہوتے اور آپ کے دل سے برکت حاصل کرتے۔

یہ جانور دنیا کے جانور نہ تھے بلکہ فرشتے تھے اور یہ درحقیقت زیارت تھی اس آفتاب رسالت کی جو حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے حمل میں تھا جیسے اندھیری رات میں چلنے والا مسافر بار بار دیکھتا ہے کہ کب چاند طلوع ہو اور میرا راستہ روشن ہو جائے اسی طرح فرشتے انتظار کرتے تھے کہ کب شمس الانبیاء دنیا میں تشریف لائیں اور کفر وشرک کی تاریکیاں دور ہوں۔

ناریوں کا دور تھا دل جل رہا تھا نور کا
تم کو دیکھا ہو گیا ٹھنڈا کلیجہ نور کا

شب ولادت:

روضن الفائق میں لکھا ہوا ہے کہ یمن میں ایک عامر نامی بت پرست اپنے بت خانے میں بیٹھا تھا سید المرسلین ﷺ کی ولادت کے وقت آپ کا نور مشرق سے مغرب شمال سے جنوب زمین سے آسمان تک محیط تھا حق نے عامر کے سامنے سے پردہ اٹھایا۔ عامر نے دیکھا کہ آسمان کے دروازے کھلے ملائکہ اترے پہاڑ اور درخت سجدہ کرتے ہوئے نظر آئے۔ حیران تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے یکا یک عامر کا بت گرا اور اس سے آواز آئی۔

وُلِدَ النَّبِیُّ الْمُنْتَظَرُ الَّذِیْ یُخَاطِبُہُ الْحَجَرُ وَالشَّجَرُ وَیَنْشَقُّ لَہُ الْقَمَرُ۔

ترجمہ: وہ نبی مکرم پیدا ہوا جس کا انتظار کیا جا رہا تھا اس سے پتھر اور درخت کلام کریں گے اس کے لئے چاند دو ٹکڑے ہو جائے گا۔

یہ دیکھ کر عامر نے اپنی بیوی سے پوچھا تم نے بھی سنا جو میں سنتا ہوں اس نے کہا ہاں۔ عامر نے یہ پوچھا کہ وہ کہاں پیدا ہوا ہے اور کیا نام ہے۔ آواز آئی مکہ میں پیدا ہوا نام محمد ﷺ ہے۔ عامر کی ایک اپاہج لڑکی تھی اس نے عرض کی اگر اس نور میں برکت ہے تو مجھے بھی اس کا حصہ ملے۔ اللہ نے اس کو تندرست کر دیا۔ عامر یہ دیکھ کر مکہ آیا اور حضور ﷺ کی زیارت کی اور حضور ﷺ کی محبت میں جان دے دی۔ (احسن، ص ۲۶)

کروں ترے نام پہ جاں فدا نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

محدث ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں پھر میرے سامنے ایک عظیم پرندہ ظاہر ہوا اور اس نے ایک نرم و نازک جوان کی صورت اختیار کر لی (اور وہ حضرت جبریل امین علیہ السلام تھے) اور اس کے ہاتھ میں دودھ سے زیادہ سفید شہد سے زیادہ شیریں اور مشک سے زیادہ خوشبودار شربت سے بھرا ہوا پیالہ تھا۔ اس نے مجھے وہ پیالہ دے کر کہا اسے پی لو میں نے اسے پی لیا پھر اس نے مجھ سے کہا سیر ہو کر پیو میں نے خوب سیر ہو کر پیا پھر اس نے کہا اور پیو میں نے اور پیا پھر اس نے ہاتھ میرے شکم اطہر پر پھیرا اور عرض کی یا سید المرسلین ظہور فرمایئے یا خاتم النبیین جلوہ فرما ہو جایئے یا رحمۃ للعالمین قدم رنجہ فرمایئے یا نور من نوراللہ جلوہ فرما ہو جایئے بسم اللہ اے محمد تشریف لایئے پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتے ہوئے جہان میں رونق افروز ہوئے اور حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی ''الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ''

(المیلادالنبوی، ص۳۳)

سلام اس پر جو آیا رحمۃ للعالمین بن کر
سلام اس پر جو آیا صادق الوعد وامیں بن کر

اس حدیث سے مندرجہ ذیل باتیں ثابت ہوئیں۔

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے قبل حضرت جبریل امین علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یارسول اللہ کہا۔

(۲) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے بعد حضرت جبریل امین علیہ السلام نے آپ کو ''الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ'' کہا اور حضرت جبریل امین علیہ السلام نوریوں کے سردار ہیں پتہ چلا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ کہنا یہ نوریوں کا طریقہ ہے ناریوں کا نہیں۔ الحمدللہ ہم اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں صلوٰۃ

وسلام پیش کر کے نوریوں کی سنت پر عمل کرتے ہیں بلکہ صلوٰۃ وسلام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بھی سنت ہے دلائل ملاحظہ فرمایئے۔

دلیل اول:

علامہ رہاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھانا پیش کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بلایا ہی تھا کہ جبریل امین علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کی جب تک حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے دونوں بیٹے دسترخوان پر نہ آجائیں کھانا ہرگز تناول نہ فرمائیں یہ کہہ کر جبریل امین علیہ السلام نے دونوں بچوں کی داستان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سنائی (کہ وہ دونوں فوت ہو گئے ہیں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر پر سخت صدمہ گزرا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے جابر اپنے بیٹوں کو بھی بلاؤ تاکہ وہ میرے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھائیں اس رزق میں ان کا بھی حصہ ہے۔ یہ سن کر حضرت جابر رضی اللہ عنہ تذبذب میں پڑ گئے انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دروغ گوئی کو مناسب نہ سمجھا اور لاشوں والا ٹوکرا اٹھا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں کی مسخ شدہ لاشیں دیکھیں تو رونے لگے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر مبارک بچوں پر ڈال دی اور آسمان کی جانب ہاتھ اٹھا کر فرمایا اے کائنات کو عدم سے وجود میں لانے والے میں تیرے لطف وکرم سے بھیک مانگتا ہوں کہ جابر کے مردہ بچوں کو زندہ کر دے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آمین کہی ادھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم دعا سے فارغ ہوئے ادھر دونوں بھائی اللہ کی قدرت سے زندہ ہو کر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زبان سے بے ساختہ نکلا ''الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ''

(جامع المعجزات، ص ۲۵۵)

ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی نے لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب

کبھی سفر پر روانہ ہوتے تو مسجد نبوی میں آتے نماز پڑھتے اور پھر روضہ انور پر حاضر ہوتے اور کہتے ''الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ''۔ (مقام حیات، ص ۶۱۱)

بلکہ صلوٰۃ وسلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سنت بھی ہے چنانچہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے وحی کے ذریعے فرمایا اے موسیٰ اگر تو چاہتا ہے کہ تیری زبان پر تیرے کلام سے تیرے دل میں تیرے خیال سے تیرے بدن میں تیری روح سے تیری آنکھ میں نور بصارت سے اور تیرے کان میں قوت سامعہ سے میں زیادہ تیرے قریب ہو جاؤں تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے اس طرح درود پڑھو۔ ''الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ''۔

(مکاشفۃ القلوب، ص ۳۶)

اب سنیئے سنت اولیاء بھی ہے شمس العارفین حضرت شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب مخدوم جہانیاں مناسک حج سے فارغ ہوئے مدینہ تشریف لے گئے جب روضہ شریف کی زیارت کر رہے تھے تو مجاوروں نے آپ سے نام اور ذات پوچھی فرمایا نام جلال الدین ہے اور ذات سید ہے۔ انہوں نے کہا یہ جھوٹ ہے کیونکہ سید سفید ہوتے ہیں اور آپ کا رنگ کالا ہے۔ آپ نے فرمایا میں جھوٹ نہیں کہتا انہوں نے کہا اگر آپ سید ہیں تو روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہو کر پکارو اگر روضہ شریف سے ندا آئی تو تمہارا قول تسلیم کر لیا جائے گا۔ مخدوم جہانیاں نے ان کے کہنے کے مطابق حق تعالیٰ کے حضور متوجہ ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ انور کے سامنے بڑے عجز و نیاز سے کہا:

''الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ''

اسی وقت اندر سے آواز آئی ''لبیک یابنی'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سن کر سارے مجاور آپ کے مرید ہو گئے۔ (مرأۃ العاشقین، ص ۷۵)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

التوسل

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابۡتَغُوۡۤا اِلَیۡهِ الۡوَسِیۡلَةَ وَجَاهِدُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِهٖ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ○

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور رب کی طرف وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تا کہ تم کامیاب ہو۔

اس آیہ کریمہ سے معلوم ہوا کہ اعمال کے علاوہ اللہ کے پیاروں کا وسیلہ ڈھونڈنا ضروری ہے کیونکہ اعمال تو اتقوا اللہ میں آ گئے اور اس کے بعد وسیلہ کا حکم فرمایا معلوم ہوا کہ یہ وسیلہ اعمال کے علاوہ ہے۔

وَلَوۡ اَنَّهُمۡ اِذۡ ظَّلَمُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ جَآءُوۡكَ فَاسۡتَغۡفَرُوا اللّٰهَ وَاسۡتَغۡفَرَ لَهُمُ الرَّسُوۡلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیۡمًا ○

ترجمہ: اگر یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر کے آپ کے آستانہ پر آ جائیں اور اللہ سے معافی چاہیں اور آپ بھی یارسول اللہ ﷺ ان کی سفارش کریں تو بے شک یہ لوگ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

اس آیہ کریمہ سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ ہر مجرم کے لئے ہر وقت تا قیامت وسیلہ مغفرت ہیں۔

قَدۡ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجۡهِكَ فِی السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّیَنَّكَ قِبۡلَةً تَرۡضٰهَا ○

ترجمہ: ہم آپ کے چہرے کو آسمان کی طرف پھرتے دیکھ رہے ہیں ہم آپ کو اس قبلہ کی طرف پھیر دیتے ہیں جس سے آپ راضی ہیں۔

معلوم ہوا کہ کعبہ حضور ﷺ کے وسیلے سے قبلہ بنا ہے جب کعبہ حضور ﷺ کے وسیلے کا محتاج ہے تو ماوشما کس شمار میں ہیں جو لوگ وسیلہ کے منکر ہیں ان کو چاہیے کہ وہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز نہ پڑھیں مل کر کسی مندر یا گوردوارے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کریں۔

فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ ○

سامری بولا میں نے حضرت جبریل امین علیہ السلام کی گھوڑی کی ٹاپ کے نیچے سے ایک مٹھی مٹی لی اور سونے کے بچھڑے کے منہ میں ڈال دی۔ (اور بچھڑا آواز دینے لگا)

معلوم ہوا کہ گھوڑی کے پاؤں کی خاک کے وسیلے سے سونے کے بے جان بچھڑے میں جان پڑ گئی۔

قَالَ اِنَّمَا اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ○

حضرت جبریل علیہ السلام نے حضرت مریم علیہا السلام سے فرمایا کہ میں تمہارے رب کا قاصد ہوں اور اس لئے آیا ہوں کہ تمہیں پاکیزہ لڑکا عطا کر دوں۔

معلوم ہوا کہ حضرت مریم علیہا السلام کو حضرت جبریل امین علیہ السلام کے وسیلے سے لڑکا ملا۔

مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ ○

ترجمہ: ہم نے آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کو پیدا نہیں کیا مگر حق کے ساتھ۔

حق نبی کریم ﷺ کا نام ہے ابن ماجہ ص ۹۶ پر ہے محمد حق محمد مصطفےٰ ﷺ حق ہیں اور باطن میں با مصاحبت کے لئے ہے توسل ثابت ہوا جیسے کَتَبْتُ بِالْقَلَمِ میں نے قلم کے وسیلے سے لکھا لہٰذا ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کے وسیلے سے

تمام کائنات پیدا ہوئی حدیث قدسی ہے۔ لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ۔ اے محبوب اگر تو نہ ہوتا میں آسمان پیدا نہ کرتا۔ زرقانی، ج ۱، ص ۴۴ میں حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

لَوْلَاهُ مَا خَلَقْتُكَ وَلَا خَلَقْتُ سَمَاءً وَّلَا اَرْضًا ○

اے آدم اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو نہ میں تجھے پیدا کرتا اور نہ زمین و آسمان کو پیدا کرتا۔

تو نہ ہوتا تو نہ ہوتا دو جہاں کا انتظام
تو زمین کا نور ہے تو آسمان کا نور ہے

انبیاء علیہم السلام سے توسل

حضرت ابراہیم علیہ السلام:

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ کبیر ابو عبداللہ قرشی سے نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ مصر میں بڑی گرانی واقع ہوئی تو شیخ دعا کے لئے متوجہ ہوئے اس پر آپ سے کہا گیا کہ تم دعا نہ کرو اس باب میں تم میں سے کسی کی نہ سنی جائے گی شیخ فرماتے ہیں میں نے شام کی طرف سفر کیا جب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مزار کے قریب پہنچا تو آپ نے مجھ سے ملاقات کی میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول آپ میری میزبانی اور ضیافت میں اہل مصر کے لئے دعا فرمائیں آپ نے دعا فرمائی تو گرانی ختم ہوگئی۔ (فتاویٰ حدیثین، ص ۱۸۸)

معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وسیلے سے اہل مصر گرانی سے نجات پا گئے اللہ کا نبی اپنی قبر میں زندہ ہوتا ہے۔ اللہ کے رسول عالم برزخ میں رہ کر بندوں کی مدد کر سکتے ہیں۔

وَلَقَدْ جَاءَكُمْ يُوسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنَاتِ ○ (المومن، ۳۴)

ترجمہ: اور اس سے پہلے تمہارے پاس یوسف دلائل کے ساتھ آ چکے ہیں۔

کنعان سے مصر تک حضرت یوسف علیہ السلام کے پہنچنے کی تفصیل:

وہب بن منبہ اور دیگر نے کہا: جب مالک بن دعر نے حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں سے خریدا تو انہوں نے ایک دوسرے کو یہ دستاویز لکھ کر دی: مالک بن دعر نے یعقوب کے فلاں فلاں بیٹوں سے یہ غلام بیس درہم کے عوض خرید لیا ہے اور ان کے بھائیوں نے یہ شرط عائد کی تھی کہ یہ بھاگا ہوا غلام ہے اور اس کو زنجیروں اور بیڑیوں میں باندھ کر رکھا جائے اور انہوں نے اس پر اللہ کو گواہ بنایا تھا، رخصتی کے وقت حضرت یوسف علیہ السلام نے ان سے کہا: اللہ تمہاری حفاظت کرے، ہر چند کہ تم نے مجھے ضائع کر دیا ہے، اللہ تمہاری مدد کرے ہر چند کہ تم نے مجھے رسوا کیا ہے، اور اللہ تم پر رحم کرے اگرچہ تم نے مجھ پر رحم نہیں کیا، انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو زنجیروں اور بیڑیوں سے باندھ کر ننگے پالان پر بٹھایا یعنی پالان پر کوئی فرش یا بچھونا نہیں تھا، جب وہ قافلہ آل کنعان کی قبروں کے پاس سے گزرا اور حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی والدہ کی قبر کو دیکھا، اور ایک سیاہ فام حبشی ان کے پہرے پر مامور تھا، اس لمحہ وہ غافل ہو گیا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے آپ کو اپنی والدہ کی قبر پر گرا دیا اور ان کی قبر پر لوٹ پوٹ ہونے لگے۔ اور ان کی قبر سے گلے لگ گئے اور اضطراب سے کہنے لگے: اے میری ماں! سر اُٹھا کر اپنے بیٹے کو دیکھئے، وہ کس طرح زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔ گلے میں غلامی کا طوق پڑا ہوا ہے۔ اس کو اس کے بھائیوں نے اس کے والد سے جدا کر دیا، آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ ہم کو اپنی رحمت کے مستقر میں جمع کر

دے، بے شک وہ سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے، ادھر جب اس حبشی نے حضرت یوسف علیہ السلام کو پالان پر نہیں دیکھا تو وہ پیچھے دوڑا، اس نے دیکھا کہ وہ ایک قبر کے پاس ہیں، اس نے اپنے پیر سے خاک پر ٹھوکر ماری اور حضرت یوسف علیہ السلام کو خاک پر لوٹ پوٹ کر دیا۔ اور آپ کو دردناک مار لگائی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا: مجھے مت مارو، اللہ کی قسم میں بھاگا نہیں تھا، میں جب اپنی ماں کی قبر کے پاس سے گزرا تو میں نے چاہا کہ میں اپنی ماں کو الوداع کہوں اور میں دوبارہ ایسا کام نہیں کروں گا جو تم کو ناپسند ہو۔ اس حبشی نے کہا: اللہ کی قسم تو بہت بُرا غلام ہے، تو کبھی اپنے باپ کو پکارتا ہے اور کبھی اپنی ماں کو پکارتا ہے، تو نے اپنے مالکوں کے سامنے ایسا کیوں نہیں کیا؟ تب حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے دونوں ہاتھوں کو اُٹھا کر دعا کی: اے اللہ! اگر تیرے نزدیک میرے یہ کام خطا ہیں تو میں اپنے دادا حضرت ابراہیم، حضرت اسحق اور حضرت یعقوب علیہم السلام کے وسیلہ سے دعا کرتا ہوں کہ تو مجھے معاف کر دے اور مجھ پر رحم فرما۔ تب آسمان کے فرشتوں نے چیخ و پکار کی اور حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا: اے یوسف! اپنی آواز کو پست رکھیں، آپ نے تو آسمان کے فرشتوں کو رُلا دیا ہے، کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں زمین کا اوپر کا حصہ نیچے اور نیچے کا حصہ اوپر کر کے اس زمین کو الٹ پلٹ کر دوں! حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا: اے جبریل ٹھہرو! بے شک اللہ تعالیٰ حلیم ہے جلدی نہیں کرتا، تو جبریل علیہ السلام نے زمین پر اپنا پر مارا تو زمین پر اندھیرا چھا گیا اور گرد و غبار اڑنے لگا اور سورج کو گہن لگ گیا اور قافلہ اس حال میں تھا کہ کوئی شخص دوسرے کو نہیں پہچان رہا تھا، قافلہ کے سردار نے کہا: تم میں سے کسی نے ضرور کوئی ایسا کام کیا ہے جو پہلے نہیں کیا گیا تھا، میں اتنے طویل عرصہ سے اس علاقہ میں سفر کر رہا ہوں، اور میرے ساتھ کبھی اس قسم کا معاملہ پیش

نہیں آیا، تب اس حبشی غلام نے کہا میں نے اس عبرانی غلام کو ایک تھپڑ مارا تھا، تب اس نے آسمان کی طرف اپنے دونوں ہاتھ اُٹھائے اور کچھ دعا کی، پتا نہیں اس نے کیا دعا کی، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس نے ہمارے خلاف دعا کی تھی۔ سردار نے کہا تو نے ہمیں ہلاک کرنے کا سامان کر دیا، اس غلام کو ہمارے پاس لے کر آؤ، وہ حضرت یوسف علیہ السلام کو لے کر آیا، سردار نے ان سے کہا اے لڑکے! اس نے تم کو تھپڑ مارا جس کے نتیجہ میں ہم پر وہ عذاب آیا جو کہ تم دیکھ رہے ہو، اگر تم بدلہ لینا چاہتے ہو تو تم جس سے چاہو بدلہ لے لو اور اگر تم معاف کر دو تو تم سے یہی توقع ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا میں اس امید پر اس کو معاف کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرما دے گا، تو اسی وقت وہ گرد و غبار چھٹ گیا اور سورج ظاہر ہو گیا اور مشرق اور مغرب میں روشنی پھیل گئی اور وہ سردار صبح و شام حضرت یوسف علیہ السلام کی زیارت کرتا تھا اور آپ کی تعظیم و تکریم کرتا تھا حتیٰ کہ حضرت یوسف علیہ السلام مصر پہنچ گئے۔ (تبیان القرآن، جلد ۵)

حضرت دانیال علیہ السلام:

البدایہ والنہایہ ج ۲، ص ۴۱ میں ہے کہ یونس بن بکیر حضرت ابو العالیہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب ہم نے قلعہ تُستر فتح کیا تو ہرمزان کے گھر کے مال و متاع میں ایک تخت پایا جس پر ایک آدمی کی میت تھی اور اس کے سر کے قریب ایک مصحف تھا ہم نے وہ مصحف اٹھا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف بھیج دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ کو بلایا انہوں نے اس کو عربی میں لکھ دیا عرب میں مَیں پہلا آدمی ہوں جس نے اس کو پڑھا میں نے اسے قرآن کی طرح پڑھا۔ ابو خالد بن دینار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے ابو العالیہ سے کہا

اس صحیفہ میں کیا تھا انہوں نے کہا تمہارے امور اور احوال اور تمہارے کلام کے لہجے اور آئندہ ہونے والے واقعات میں نے کہا تم نے اس آدم کا کیا کیا۔ انہوں نے جواب دیا ہم نے دن کے وقت متفرق طور پر تیرہ قبریں کھودیں جب رات آئی تو ہم نے انہیں دفن کر دیا اور تمام قبروں کو برابر کر دیا تاکہ وہ لوگوں سے مخفی رہیں اور کوئی ان کو قبر سے نہ نکالے میں نے کہا ان سے لوگوں کی کیا امیدیں وابستہ تھیں۔ انہوں نے کہا جب بارش رک جاتی تو لوگ ان کے تخت کو باہر لے جاتے تو بارش ہو جاتی میں نے کہا وہ کون تھے انہوں نے کہا وہ حضرت دانیال علیہ السلام تھے۔

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے پھر ایک حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت دانیال علیہ السلام نے اپنے رب سے یہ دعا مانگی کہ انہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت دفن کرے جب ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے قلعہ تستر فتح کیا تو انہیں ان کے تابوت میں اس حال میں پایا کہ ان کے تمام جسم اور گردن کی سب رگیں برابر چل رہی تھیں ان دونوں روایات سے پتہ چلا کہ:

(۱) نبیوں کا توسل حق ہے ان حضرات کے توسل سے بارش طلب کی جاتی ہے۔

(۲) اللہ کے نبی عالم برزخ میں زندہ ہوتے ہیں۔

(۳) اللہ کے نبی کے جسم کو مٹی کھاتی نہیں صدیاں گزرنے کے بعد بھی حضرت دانیال علیہ السلام کا جسم صحیح سالم تھا اور ان کی رگیں چل رہی تھیں۔

(۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت محبوب الانبیاء ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت دانیال علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ مجھے امت نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم دفن کرے۔

(دلائل النبوت، ج ۱، ص ۳۸۱۔ البدایہ والنھایہ، ج ۲، ص ۴۱، ۴۰)

حضرت موسیٰ علیہ السلام:

حدیث معراج میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو پچاس نمازیں عطا فرمائیں پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مشورے سے بار بار بارگاہ الٰہی میں تخفیف کی درخواست کی جس کے نتیجے میں آخرکار پانچ نمازیں فرض ہوئیں۔ اس واقعہ میں حکمت یہ تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حیات ظاہری کے بعد ہم دنیا والوں کے فائدے کا وسیلہ بن گئے جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اہل قبور خواہ انبیاء علیہم السلام ہی کیوں نہ ہوں دنیا والوں کو کسی قسم کا فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ سے اس قول کا رد فرمایا اور وہ اس طرح کہ پنتالیس نمازیں معاف فرمانے والا اللہ تعالیٰ ہے اور معاف کرانے والے حضرت محمد ﷺ ہیں اور حضور ﷺ کو معافی حاصل کرنے کے لئے بھیجنے والے اور معافی کا وسیلہ بننے والے حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں جو صاحب قبر چنانچہ حضور ﷺ نے فرمایا فَاِذَا هُوَ قَائِمٌ يُّصَلِّيْ فِيْ قَبْرِهٖ ۔ جب میں بیت المقدس کی طرف جا رہا تھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر کے قریب سے گزرا وہ اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔ خاص طور پر لفظ قبر ارشاد فرمانے میں یہ حکمت تھی کہ اہل قبور کا دنیا والوں کو فائدہ پہنچانا ثابت ہو جائے اور وہ فائدہ بھی ایسا کہ تمام دنیا والے مل کر وہ فائدہ کسی کو نہ پہنچا سکیں اگر سارا جہاں بھی زور لگائے تو فرائض کا ایک سجدہ بھی کم نہیں کرا سکتا لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بالواسطہ پنتالیس نماز معاف کرا دیں۔

علاوہ ازیں ایک حکمت یہ تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضور ﷺ کو کیوں بار بار بھیج رہے تھے تاکہ ہر مرتبہ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام آپ کا دیدار کریں۔

جناں اکھیاں دلبر ڈٹھا اساں اوہ اکھیاں تک لیاں
تو ملیوں تے ساجن ملیا ہن اساں لگ گیاں

حضرت عیسیٰ علیہ السلام:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۝

ترجمہ: میں مادر زاد نابینا اور برص کے مریض کو شفایاب کرتا ہوں اور اللہ کے حکم سے مردے زندہ کرتا ہوں۔

ان بیماروں کو شفا اور مردوں کو جو زندگی ملتی تھی وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وسیلے سے ملتی تھی۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ولادت سے قبل آپ کا واسطہ:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَتَلَقّٰى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ۝

حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے کچھ کلمے سیکھ لئے جن کے وسیلے سے دعا کی اور رب نے ان کی توبہ قبول کی۔

(۱) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش ہوئی تو دعا کی اے میرے پروردگار میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے دعا کرتا ہوں کہ مجھے بخش دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم تم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کیسے پہچانا حالانکہ میں نے ان کو پیدا نہیں کیا۔ عرض کی اے پروردگار اس لئے کہ جب تو نے مجھے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور اپنی روح مجھ میں

ڈالی میں نے اپنا سر اٹھایا تو عرش کے پایوں پر لکھا ہوا دیکھا۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ،

پس میں نے سمجھ لیا کہ تو نے ایسے شخص کا نام اپنے نام کے ساتھ شامل کیا ہے جو تجھے تمام مخلوق سے زیادہ پیارا ہے پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم تو نے سچ کہا مجھے مخلوق میں اس سے زیادہ کوئی پیارا نہیں جب تو نے ان کے وسیلے سے سوال کیا تو میں نے تم کو بخش دیا اور اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں تم کو پیدا نہ کرتا۔ (المستدرک، ج ۲، ص ۶۱۵۔ دلائل النبوت، ج ۵، ص ۴۸۹۔ طبرانی صغیر، ج ۲، ص ۸۲۔ طبرانی اوسط، ج ۷، ص ۲۵۹)

اس حدیث سے مندرجہ ذیل باتیں ثابت ہوئیں:

(۱) حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ حضور ﷺ کے وسیلے سے قبول ہوئی۔

(۲) حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ اللہ کی مخلوق سے سب سے زیادہ اللہ کو محبوب ہیں

سب سے زیادہ خدا کو محمد سے پیار مہرباں ان پہ ہے پاک پروردگار
وہ ہیں محبوب حق حق کے ہیں راز دار ملک کونین میں انبیاء تاجدار
تاجداروں کا آقا ہمارا نبی

(ل) علامہ زرقانی نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَا آدَمُ لَوْ تَشَفَّعْتَ إِلَيْنَا بِمُحَمَّدٍ فِيْ أَهْلِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَشَفَّعْنَاكَ ○

ترجمہ: اے آدم اگر تم محمد (ﷺ) کا نام لے کر تمام آسمانوں اور زمین والوں کی شفاعت کرتے تو ہم تمہاری شفاعت قبول کر لیتے۔ (زرقانی، ج، ص ۶۲)

زمین و آسمان کی مخلوق میں شیطان، نمرود، فرعون، ہامان، ابوجہل، ابولہب سب شامل ہیں۔ اگر حضرت آدم علیہ السلام، حضور نبی کریم ﷺ کے وسیلے سے ان سب کی مغفرت کی دعا مانگتے تو سب کی بخشش ہو جاتی لیکن آپ نے ایسا کیا

نہیں اس لئے کہ حضرت آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے تھے یہ متذکرہ کفار مردود تھے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے نصیب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ تھا ان کافروں کے نصیب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ نہ تھا نتیجہ یہ نکلا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ مقبولوں کے نصیب میں ہوتا ہے مردودوں کے نصیب میں نہیں ہوتا۔

(ب) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَّا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَافِرِينَ ○

ترجمہ: اس سے پہلے وہ اس نبی کے وسیلے سے کافروں پر فتح مانگتے تھے تو جب تشریف لایا ان کے پاس وہ جانا پہچانا اس سے منکر ہو بیٹھے تو اللہ نے لعنت کی منکروں پر۔

یہودی جب کافروں سے جنگ کرتے تھے تو وہ یہ دعا مانگا کرتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ انْصُرْنَا عَلَيْهِمْ بِالنَّبِيِّ الْمَبْعُوْثِ فِي آخِرِ الزَّمَانِ الَّذِي نَجِدُ صِفَتَهٗ فِي التَّوْرَاتِ۔

ترجمہ: اے اللہ ہمیں ان کافروں پر مدد دے اس نبی کے وسیلے سے جو آخری زمانے میں مبعوث ہوگا جس کی صفت ہم تورات میں پاتے ہیں۔

اللہ اس وقت ان کو کافروں پر فتحیاب فرما دیتا تھا لیکن ان کی ازلی بدبختی آڑے آئی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا اور مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو یہودی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جاننے پہچاننے کے باوجود آپ کی رسالت کے منکر ہو گئے اور جب ان کو انکا گذشتہ کردار یاد کرایا جاتا تو وہ کہتے یہ وہ نبی نہیں ہے اور کفر پر اڑے رہے اور اللہ تعالیٰ کی لعنت کا شکار ہو گئے اور بعد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ برسرپیکار بھی ہوتے اور ذلت آمیز شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

یہودی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے کے قائل تھے لیکن جو لوگ اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے کے منکر ہیں وہ ان یہودیوں سے بھی بدتر ہیں کیونکہ وسیلہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس کے دلائل قرآن اور حدیث میں بکثرت موجود ہیں ان کا انکار دلیل بدبختی ہے۔

ظاہری حیات میں توسل:

حضرت عثمان بن حنیف انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک نابینا آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری آنکھوں کے لئے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بینائی عطا فرمائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تو چاہے کہ تیری آنکھیں اسی طرح رہیں تو یہ تیرے لئے بہتر ہے اور اگر دعا کرانا چاہتا ہے تو دعا کر دیتا ہوں اس نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں آپ دعا فرما دیں اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا اچھی طرح وضو کر اور یہ دعا مانگ۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ یَامُحَمَّدُ اِنِّیْ تَوَجَّھْتُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ ھٰذِہٖ لِتُقْضٰی لِیْ اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْہُ فِیَّ۔ (ترمذی)

الٰہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں بوسیلہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جو رحمت کے نبی ہیں اور یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کے وسیلے سے اپنے پروردگار کی طرف توجہ کرتا ہوں اپنی اس حاجت کے بارے میں تاکہ وہ پوری کی جائے الٰہی ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔

اس حدیث میں نکتہ یہ تھا کہ لوگ عنداللہ آپ کا مرتبہ پہچانیں اور جانیں کہ آپ کا وسیلہ اللہ کی بارگاہ میں مقبول ہے آپ کے وسیلہ سے دعا قبول ہوتی

ہے اور انسان اپنی مراد کو پالیتا ہے اور قیامت تک آنے والے آپ کے امتی ضرورت پڑنے پر آپ کے وسیلے سے دعا کریں ان کی دعا قبول ہوگی جیسے کہ اس نابینا کی دعا پر اس کی آنکھیں روشن ہوگئیں۔

(ابن ماجہ، ص ۹۹۔ ترمذی، ج ۲، ص ۱۹۷۔ ابن خزیمہ، ج ۲، ص ۲۲۵۔
المستدرک، ج ۱، ص ۵۱۹۔ طبرانی کبیر، ج ۹، ص ۳۱)

دعا کیونکر نہ مقبول حضرت کے وسیلے سے
خدا نے آج تک ٹالا نہیں کہنا محمد ﷺ کا

نوٹ:۔ اس حدیث پر مکمل بحث درکار ہو تو خطبات صدیقیہ حصہ اول کا مطالعہ کریں۔

وفات کے بعد آپ ﷺ سے توسل:

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ایک حاجت تھی جو پوری نہ ہو رہی تھی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس کی طرف نظر التفات نہ فرماتے۔ اس آدمی نے اپنا حال حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے بیان کیا اور اس کا کوئی حل تلاش کرنا چاہا۔ انہوں نے کہا جا وضو کر اور مسجد میں دو رکعت نماز ادا کر اور یہ دعا مانگ۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ...... الخ اس کے بعد اپنی حاجت طلب کر وہ آدمی گیا اور جو کچھ اس سے کہا گیا تھا اس نے اس پر عمل کیا اس کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دروازے پر آیا دربان نے اس کا ہاتھ پکڑا اور عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس لے آیا۔ انہوں نے اپنے خاص فرش پر اس کو بٹھایا اور حاجت پوچھی جو اس کی حاجت تھی وہ پوری کر دی اور ساتھ ہی فرمایا تمہیں جو بھی ضرورت ہو مجھے کہنا تاکہ پوری ہو جائے۔ وہ آدمی خوشی خوشی حضرت عثمان

غنی رضی اللہ عنہ سے رخصت ہو کر حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا اللہ آپ کو جزائے خیر دے آپ نے میری سفارش فرمائی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے اور میرا کام ہو گیا اور انہوں نے میرے ساتھ اچھا سلوک کیا حالانکہ اس سے پہلے میری طرف توجہ نہ فرماتے تھے۔ انہوں نے کہا خدا کی قسم میں نے ان سے کوئی بات نہیں کی سوائے اس کے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ کے پاس ایک نابینا آیا اور اس نے دعا مانگی اور اس کی آنکھیں روشن ہو گئیں اور ساری حدیث بیان کر کے فرمایا کہ میں نے اس پر قیاس کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول موجب قضائے حاجت ہے۔ (طبرانی کبیر، ج۹، ص ۳۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قیامت تک آنے والے مسلمانوں کے لئے اس حدیث میں یہ دلیل موجود ہے کہ ان کو اگر کوئی حاجت درپیش ہو تو وہ بھی مکمل وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھ کر متذکرہ دعا مانگے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی دعا میں وسیلہ بنائے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کی حاجت پوری فرما دے گا۔ نیز دعائے مذکورہ میں ''یا محمد'' کے الفاظ بھی آئے ہیں اور اس حاجتمند نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں یہ دعا پڑھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یا محمد کہا حاجت پوری ہو گئی۔ معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کو یا محمد یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ کر پکارنا جائز ہے شرک نہیں اگر شرک ہوتا تو حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ ان کو یہ دعا تعلیم نہ فرماتے۔

تصور باندھ کر دل میں تمہارا یا رسول اللہ
خدا کا کر لیا گویا نظارہ یا رسول اللہ
خدا کا وہ نہیں ہوتا خدا اس کا نہیں ہوتا
جسے آتا نہیں ہونا تمہارا یا رسول اللہ

عرصہ قیامت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے توسل:

امیر المومنین ابو جعفر منصور رضی اللہ عنہ نے امام مالک کے ساتھ مسجد نبوی میں کسی مسئلہ میں بحث کی جس میں ان کی آواز کچھ بلند ہوگئی۔ اس پر امام مالک نے ان سے فرمایا اے امیر المومنین اس مسجد میں آواز اونچی نہ کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کی تادیب فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ ○

ترجمہ: اے ایمان والو اپنی آوازوں کو نبی کی آواز سے اونچا نہ کرو۔

اور اللہ تعالیٰ نے تعریف کی ہے ان لوگوں کی جو اپنی آواز نبی کے حضور پست کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ○

ترجمہ: جو لوگ دبی آواز سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور بات کرتے ہیں وہی لوگ ہیں کہ ان کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے پرہیزگاری کے لئے پرکھ لیا ہے ان کے لئے مغفرت اور اجر عظیم ہے۔

اور مذمت کی اس قوم کی جو حجرے کے باہر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرَاتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ○

وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○

ترجمہ: بے شک جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں وہ اکثر بیوقوف ہیں اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ خود ان کی طرف آتے تو ان

کے حق میں بہتر تھا، اللہ بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت وصال کے بعد بھی وہی ہے جو قبل وصال کے تھی۔ امیر المومنین یہ سنتے ہی مؤدب ہو گئے پھر پوچھا اے عبداللہ میں قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر دعا کروں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو کر دعا کروں آپ نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے منہ کیوں پھیرتے ہو وہ تو وسیلہ ہیں آپ کے اور آپ کے باپ حضرت آدم علیہ السلام کے قیامت کے روز لہٰذا آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو کر شفاعت اور سفارش طلب کیجئے اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت قبول فرمائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝

ترجمہ: جب وہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر لیں تو تیرے حضور حاضر ہو جائیں اور اللہ سے مغفرت مانگیں اور رسول ان کے واسطے شفاعت فرما دیں تو اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پالیں گے۔ (شفا شریف، ج۱، ص۳۲)

امام مالک وہ عظیم ہستی ہے کہ جن کو روزانہ رات کے وقت خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوتی تھی ان کا عقیدہ یہ ہے کہ قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت آدم علیہ السلام اور تمام مومنوں کا خدا کی بارگاہ میں وسیلہ ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب کی شفاعت فرمائیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: شَفَاعَتِیْ لِاَهْلِ الْكَبَائِرِ عَنْ اُمَّتِیْ۔ میری شفاعت میری امت کے بڑے بڑے گنہگاروں کے لئے ہوگی۔ قیامت کے دن کوئی بھی آپ کے وسیلے سے بے نیاز نہ ہوگا۔

انبیاء علیہم السلام کے تبرکات کا توسل

تابوت سکینہ:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ آيَةَ مُلْكِهٖ اِنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوْسٰى وَآلُ هَارُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰۤئِكَةُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝

ترجمہ: بنی اسرائیل کے نبی اشموئیل علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ (طالوت) کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس وہ صندوق آئے گا جس میں تمہارے رب کی طرف سے سامان تسکین ہے اور موسیٰ اور ہارون کے چھوٹے تبرکات ہیں اس کو فرشتے اٹھا کر لائیں گے بلاشبہ تمہارے لئے اس میں عظیم نشانی ہے اگر تم مومن ہو۔

یہ صندوق شمشاء کی لکڑی کا تھا تین ہاتھ لمبا اور دو ہاتھ چوڑا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے حضرت آدم علیہ السلام پر نازل فرمایا تھا اس میں قدرتی طور پر نبیوں کی تصاویر تھیں یہ صندوق حضرت موسیٰ علیہ السلام تک وراثۃً منتقل ہو کر پہنچا آپ کے بعد یہ بنی اسرائیل کے پاس رہا اس وقت اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا نعلین مبارک، حضرت ہارون علیہ السلام کا عمامہ عصا مبارک اور الواح کے چند ٹکڑے تھے۔

بنی اسرائیل اس صندوق کو جس میں تبرکات تھے لڑائی کے وقت بڑے ادب سے اپنے آگے رکھتے تھے اور ان کو اس کی برکت سے فتح حاصل ہوتی تھی بوقت حاجت دعا کرتے حاجت پوری ہو جاتی۔ لیکن جب بنی اسرائیل کے حالات خراب ہو گئے اور ان میں بد عملی پیدا ہو گئی تو اللہ نے ان پر قوم عمالقہ کو مسلط

کر دیا وہ ان سے یہ صندوق چھین کر لے گئے اور اس کو نجس اور گندے مقام پر رکھا اور اس کی بے حرمتی کی اس توہین کی وجہ سے وہ طرح طرح کے مصائب اور امراض میں مبتلا ہو گئے۔ ان کی پانچ بستیاں تباہ و برباد ہو گئیں۔ جب وہ بہت زیادہ پریشان ہوئے تو بنی اسرائیل کی ایک عورت نے جوان کے پاس تھی کہا اگر اپنی سلامتی چاہتے ہو تو اس صندوق کو اپنے ہاں سے نکال دو تمہاری تباہی و بربادی کا سبب اس صندوق کی اہانت ہے ان کو بھی یقین آ گیا۔ آخر انہوں نے اس صندوق کو ایک بیل گاڑی پر رکھا اور دو شریر اور سرکش بیل جوت کر ان کو چھوڑ دیا فرشتوں کے ذریعے یہ بیل گاڑی کالوت بادشاہ کے پاس آئی جو اس کی بادشاہی کی نشانی ثابت ہوئی ان تبرکات کی برکت اور وسیلے سے طالوت کو جنگ میں فتح ہوئی۔

معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کے تبرکات کے وسیلے سے دعائیں قبول ہوتی ہیں جنگوں میں فتح نصیب ہوتی ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا قمیص:

جب حضرت یوسف علیہ السلام کو بھائیوں نے بتایا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام آپ کے فراق میں رو رو کر نابینا ہو گئے ہیں تو آپ نے فرمایا:

اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ○

ترجمہ: میرا یہ قمیص لے جاؤ اور میرے باپ کے چہرے پر ڈال دو ان کی آنکھیں روشن ہو جائیں گی۔

جب یہ قمیص مصر سے چلا تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے کنعان میں اپنے پوتوں سے فرمایا اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ مجھے یوسف علیہ السلام کی خوشبو آ رہی ہے۔

اس دن یعقوب پیغمبر خبراں غیب سنائیاں
اج پیاریاں سجناں ولوں سرد ہوائیں آئیاں

چنانچہ جب قاصد وہ قمیص لے کر آیا اور اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کے والد ماجد حضرت یعقوب علیہ السلام کے چہرے پر وہ قمیص ڈال دیا فوراً ان کی بینائی لوٹ آئی۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے کُرتے کے وسیلے سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھیں روشن ہو گئیں۔

نبی کی ہڈی کے وسیلے سے بارش:

خلیفہ معتمد بن متوکل کے زمانے میں قحط پڑ گیا۔ خلیفہ نے لوگوں کو حکم دیا کہ نماز استسقاء ادا کی جائے لوگوں نے تین دن متواتر نماز استسقاء ادا کی لیکن بارش نہ ہوئی پھر عیسائی لوگ اپنے راہب کے ساتھ باہر نکلے اس راہب نے اپنا ہاتھ آسمان کی طرف اٹھایا تو بارش ہونے لگی پھر دوسرے دن بھی ایسا ہی ہوا بعض جاہل لوگوں کو شک ہوا اور مرتد ہو گئے۔ یہ امر خلیفہ پر شاق گزرا اور اس نے حکم دیا کہ امام ابومحمد الحسن الخالص کو لایا جائے جب وہ تشریف لائے تو خلیفہ نے کہا اپنے نانا جان کی امت کی خبر لیجئے قبل ازیں کہ وہ ہلاک ہو جائے۔ امام صاحب نے فرمایا کل سب لوگ باہر نکلیں میں شک دور کر دوں گا۔ پھر آپ نے فرمایا میرے کچھ ساتھی آپ کی قید میں ہیں ان کو آزاد کر دیا جائے۔ خلیفہ نے ان کو آزاد کر دیا پھر جب لوگ بارش کے لئے باہر نکلے اور راہب نے اپنا ہاتھ آسمان کی طرف اٹھایا اور آسمان پر بادل چھا گئے۔ حضرت امام صاحب نے فرمایا اس راہب کا ہاتھ پکڑ لو کیا دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں ہڈی ہے جو کسی آدمی کے جسم کی تھی وہ

ہڈی اس کے ہاتھ سے لے لی گئی اور اس راہب سے کہا گیا اب بارش کے لئے ہاتھ اٹھاؤ اس نے ایسا کیا تو بادل غیب ہو گیا اور آفتاب نکل آیا۔ خلیفہ نے امام صاحب سے اس کی وجہ پوچھی آپ نے فرمایا یہ ہڈی ایک نبی کے جسم کی ہے جو اسے کسی قبر سے ملی ہے جب یہ آسمان کو دکھائی جاتی ہے تو بادل چھا جاتے ہیں اور بارش ہونے لگتی ہے پھر آزمایا گیا واقعی ایسا ہوا اور لوگوں کا شبہ زائل ہو گیا پھر امام صاحب اپنے گھر تشریف لے گئے۔ (صواعق محرقہ، ص ۲۰۷)

اعتراض:

حدیث میں آیا ہے کہ:

اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ۔

اللہ تعالیٰ نے زمین پر نبیوںؑ کے اجسام حرام کر دیئے۔

زمین کی مٹی ان کو کھاتی نہیں۔ لہٰذا یہ ہڈی نبی کے جسم سے کیسے جدا ہو گئی؟

الجواب:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ○

تم فرماؤ کہ پھر اگلے انبیاء کو تم نے کیوں شہید کیا اگر تمہیں اپنی کتاب پر ایمان تھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ بعض انبیاء قتل کئے گئے بلکہ بنی اسرائیل نے ایک دن میں چار سو انبیاء کو قتل کیا ہے اور نبی جہاں وفات پاتا ہے وہیں اس کی قبر بنتی ہے لہٰذا دوران قتل کسی نبی کی ہڈی جسم سے جدا ہو گئی جو اس راہب کے ہاتھ آ گئی جس کی وجہ سے اس نے دو دن لوگوں کو شک میں مبتلا کیا۔

اولیاء سے توسل:

(ا) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا طریقہ یہ تھا کہ جب لوگ قحط میں مبتلا ہوتے تو حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے توسل سے دعا مانگتے۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّا کُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّنَا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَتَسْقِیْنَا وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِعَمِّ نَبِیِّنَا فَاسْقِنَا قَالَ فَیُسْقَوْنَ ○ (بخاری)

ترجمہ: الٰہی ہم تیری طرف اپنے نبی ﷺ سے توسل کرتے تھے تو تو بارش برسا دیتا تھا اور اب ہم تری طرف اپنے نبی کے چچا سے توسل کرتے ہیں پس ہم پر بارش برسا دے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بارش برس جاتی۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ اور ولی دونوں سے توسل جائز ہے اور یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا فعل ہے نیز ان کا دستور یہ تھا کہ مشکل اور مصیبت کے وقت توسل کیا کرتے تھے اور اس توسل سے اپنی مرادیں پاتے تھے۔

(ب) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں قحط پڑا جس سال یہ قحط پڑا اس ال کا نام عام الرمادہ یعنی تباہی و بربادی کا سال رکھا گیا۔ کئی مرتبہ نماز استسقاء ادا کی گئی لیکن بارش نہ ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کل ایسی شخصیت کے وسیلے سے بارش طلب کی جائے گی کہ اللہ تعالیٰ بارش برسا دے گا جب دوسرا دن ہوا تو آپ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا دروازہ جا کھٹکھٹایا انہوں نے پوچھا کون ہے فرمایا عمر رضی اللہ عنہ ہوں پوچھا کیا کام ہے کہا بارش کی دعا مانگنی ہے۔ فرمایا ذرا رک جاؤ پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے تمام بنی ہاشم کو بلا بھیجا جب وہ آئے تو فرمایا پاک و صاف ہو کر پاکیزہ لباس پہن لو پھر ان کو خوشبو لگائی پھر باہر اس طرح نکلے کہ حضرت

عباس رضی اللہ عنہ کے آگے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے دائیں بائیں حسنین کریمین اور بنی ہاشم حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے پیچھے تھے۔ آپ نے فرمایا ہمارے ساتھ کوئی اور شامل نہ ہو پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے دعا مانگی الٰہی فضیلت دے جیسے تو نے ہمیں فضیلت دی اللہ تعالیٰ نے اتنی بارش برسائی کہ لوگ گھروں کو بارش میں بھیگتے گئے۔ (صواعق محرقہ، ص ۱۷۸)

(ج) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابدال شام میں ہوتے ہیں اور وہ چالیس مرد ہے ان میں سے جب کوئی مر جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ دوسرے کو اس کی جگہ مقرر کر دیتا ہے۔

يُسْقٰى بِهِمُ الْغَيْثُ وَيُنْتَصَرُ بِهِمْ عَلَى الْاَعْدَاءِ وَيُصْرَفُ عَنْ اَهْلِ الشَّامِ بِهِمُ الْعَذَابُ۝ (مشکوٰۃ باب ذکر یمن وشام)

ان کے وسیلے سے بارش ہوتی دشمنوں پر فتح ہوتی اہل شام سے عذاب دور ہوتا۔

(د) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ کی مخلوق میں تین سو اولیاء کرام ہیں جن کے دل قلب آدم علیہ السلام پر ہیں اور چالیس کے دل قلب حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ہیں اور سات کے دل قلب حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ہیں اور پانچ کے دل قلب حضرت جبریل علیہ السلام پر ہیں اور تین کے دل قلب حضرت میکائیل علیہ السلام پر ہیں اور ایک کا دل قلب حضرت اسرافیل علیہ السلام پر ہے جب وہ ایک مرتا ہے تو تین میں سے اس کا قائم مقام بنا دیا جاتا ہے اور جب تین میں سے کوئی مرتا ہے تو پانچ میں سے اس کا بدلی کر دیا جاتا ہے اور پانچ کا عوض سات اور سات کا عوض چالیس اور چالیس کا تین سو اور تین سو کا بدل عام مسلمانوں میں سے کر دیا جاتا ہے۔

بِهِمْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَيُمْطِرُ وَيُنْبِتُ وَيُدْفَعُ الْبَلَاءُ۔

(مسند الفردوس، ج۱، ص۱۱۴)

ان کے وسیلے سے موت وحیات کا سلسلہ جاری ہے بارش ہوتی ہے سبزہ پیدا ہوتا ہے اور بلائیں دور ہوتی ہیں۔ (جواہر البحار، ج۱، ص۳۱۰۔ الحاوی للفتاوی، ج۲، ص۲۴۷۔ حلیۃ الاولیاء، ابن عساکر، شواہد الحق، ص۳۱۸)

نکتہ عجیبہ:

سرور کونین ﷺ نے اولیاء امت کے قلوب کا انبیاء کرام اور ملائکہ عظام کے قلوب کے مطابق ہونے کا تذکرہ فرمایا لیکن یہ نہیں فرمایا کہ کسی کا دل میرے قلب اطہر کے مطابق بھی ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے دل جیسا کوئی دل پیدا ہی نہیں فرمایا کیونکہ آپ کا دل طہارت و نظافت میں بے مثل ہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے رسول کریم ﷺ کو بے مثل بنا کر بھیجا ہے۔

تیرا مسند ناز ہے عرش بریں تیرا حرم راز ہے روح امیں
تو ہی سرور ہر دو جہاں ہے شہا تیرا مثل نہیں ہے خدا کی قسم

توسل قبر سے:

(۱) حضرت مالک الدار رضی اللہ عنہ جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خزانچی تھے۔ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں قحط پڑا تو ایک شخص جس کا نام بلال بن حارث تھا رسول اللہ ﷺ کے روضہ پر حاضر ہوا اور قحط کی شکایت کی اور عرض کی۔

يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اسْتَسْقِ لِأُمَّتِكَ فَاِنَّهُمْ قَدْهَلَكُوْا۔

ترجمہ: اے اللہ کے رسول اپنی امت کے واسطے پانی مانگیئے کیونکہ وہ ہلاک ہوئے جاتے ہیں۔

تب خواب میں اس شخص کے پاس حضور ﷺ تشریف لائے اور فرمایا تم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر ان کو میرا سلام کہو اور خبر دے کہ پانی برسے گا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہو کہ ہوشیار رہیں اس آدمی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر ان سے سارا حال بیان کیا۔ حضرت رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے اللہ ہم تصور نہیں کرتے مگر جہاں ہم عاجز ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۷، ص ۴۸۲۔ البدایہ والنھایہ، ج ۷، ص ۹۸)

اگر طلب حاجات کے لئے قبروں پر جانا شرک ہوتا تو حضور ﷺ اس اعرابی کی عرض کو قبول نہ کرتے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے بارش کا علم دیا تھا کہ کب برسے گی نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ والوں کی قبروں پر جا کر ان کا توسل پکڑنا جائز ہے اس سے مراد پوری ہوتی ہے۔

(ب) امام ابوبکر بن مقری کہتے ہیں میں اور طبرانی اور ابوالشیخ تینوں حرم نبوی میں تھے۔ ہم پر بھوک نے غلبہ کیا اور اسی حال میں دو دن گزر گئے۔ جب عشاء کا وقت آیا تو میں قبر شریف کے سامنے آیا اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ "الجوع" بھوک بس اس کے سوا کچھ نہ کہا اور پھر واپس چلا آیا میں اور ابوالشیخ سو رہے اور طبرانی بیٹھے رہے جیسے کسی چیز کے آنے کا انتظار کر رہے ہیں۔ اچانک ایک مرد علوی نے آ کر دروازہ کھٹکھٹایا اور اس کے ساتھ دو غلام تھے ہر ایک کے ساتھ ایک زنبیل کھانے سے پُر تھی ہم نے دروازہ کھول دیا وہ آ کر بیٹھ گئے اور ہمارے ساتھ کھانا کھایا اور جو کچھ بچا وہ ہمارے پاس چھوڑ گئے اور کہا اے قوم شاید تم نے اپنی بھوک کی شکایت رسول اللہ ﷺ سے کی ہے اس وقت میں نے آپ کو خواب میں دیکھا آپ نے فرمایا ان کو کھانا کھلاؤ۔ (جذب القلوب، ص ۲۵۰)

(ج) حضرت ابوبکر اقطع فرماتے ہیں میں مدینہ منورہ حاضر ہوا اور پانچ دن

مجھ پر گزر گئے میں نے کھانا چکھا تک نہیں چھٹے روز میں حضور ﷺ کی قبر شریف پر حاضر ہوا اور عرض کی اَنَا ضَیْفُكَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ ۔اے اللہ کے رسول میں آپ کا مہمان ہوں اس کے بعد میں سو گیا میں نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لا رہے ہیں آپ ﷺ کے دائیں جانب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں اور بائیں جانب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے سامنے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اُٹھو نبی کریم ﷺ تشریف لا رہے ہیں۔ میں چلا اور آپ ﷺ کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا آپ ﷺ نے مجھے روٹی عنایت فرمائی میں نے کھائی جب میں بیدار ہوا ابھی تک ایک ٹکڑا میرے ہاتھ میں باقی تھا۔ (جذب القلوب، ص ۳۵۱)

(د) امام دارمی نے لکھا ہے کہ ایک بار مدینہ میں قحط پڑ گیا صحابہ کرام ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی مصیبت کا اظہار کیا۔ آپ نے فرمایا قبر انور پر جاؤ اور جا کر چھت میں سوراخ کر دو تاکہ نبی کریم ﷺ کے روضہ اور آسمان کے درمیان کوئی چھت حائل نہ ہو چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا پس موسلا دھار بارش ہوئی حتیٰ کہ جانوروں کے بدن چربی سے پھول گئے۔ (دارمی، ج ۱، ص ۳۵)

نہ انکار کریں اج ساقی موسم بڑا سہانا
مستی دا اج مینہ برسا دے نہیں پیاس کوئی ٹھکانا
تیرے کول شراب پرانی میرا روگ وی بہت پرانا
ہس ٹال نہ سانوں اساں پیتیاں باجھ نہیں جانا

ملا علی قاری نے اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جب چھت کا پردہ ہٹ گیا تو آسمان نے نبی کریم ﷺ کی قبر انور کو دیکھ کر رونا شروع کر دیا

کیونکہ آسمان کا رونا قرآن سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ الْاَرْضُ۔

فرعونیوں کی موت پر زمین و آسمان نہ روئے۔

معلوم ہوا زمین و آسمان روتے ہیں لیکن مومنوں کی موت پر چنانچہ ہر مومن کے لئے آسمان میں دو دروازے ہیں ایک سے رزق نازل ہوتا ہے دوسرے سے اس کے نیک اعمال اوپر جاتے ہیں جب مومن مر جاتا ہے تو وہ دونوں دروازے روتے ہیں جس زمین پر مومن سجدہ کرتا ہے وہ مومن کی وفات پر روتی ہے۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ:

(ن) حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ ۵۲ھ میں اس لشکر میں شامل تھے جس نے قسطنطنیہ پر حملہ کیا تھا یہ حضرت امیر معاویہ کا دور تھا۔ آپ وہاں بیمار ہو گئے اور وہیں فوت ہو گئے۔ آپ رات کے وقت قلعہ کے دامن میں دفن کر دیئے گئے۔ جب ان کے ساتھیوں نے ان کو رات کے وقت قبر میں اتارا تو آپ کی قبر سے نور کا ایک شعلہ بلند ہوا اور اس منظر کو دوسری طرف سرحد کے قریب کفار نے بھی دیکھ لیا صبح ہوئی تو ان کا ایک قاصد آیا اور اس نے پوچھا یہ فوت ہونے والا کون تھا جسے رات تم نے دفن کیا انہوں نے کہا یہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے جن کافروں نے یہ نور دیکھا وہ سارے ایمان لے آئے۔

(مقام حیات، ص ۵۳۱۔ شرح سیر کبیر، ج ۱، ص ۱۵۷)

انہوں نے سوچا کہ جس نبی کے صحابی کی یہ شان ہے کہ ان کی قبر سے روشنی اٹھتی ہے اس نبی کی اپنی کیا شان ہو گی کس طرح آپ کے لئے آسمانی

رحمتیں برساتا ہوگا اور زمین بھی اپنی برکات اگلتی ہوگی اور حقیقت یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی قبر انور حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی قبر سے کئی گناہ زیادہ منبع ہور ہوگی۔

امام حاکم نے لکھا ہے:

اَبُوْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیْ غَزٰی فِیْ خَلَافَةِ مُعَاوِیَةَ فَقُتِلَ هُنَاكَ وَدَفَنَهُ الْمُسْلِمُوْنَ فِیْ وَصْلِ سُوْرِ الْبَلَدِ قَالَ الرَّاوِیْ فَالرُّوْمُ یَزُوْرُوْنَ قَبْرَهٗ وَیَسْتَسْقُوْنَ بِهٖ اِذَا قُحِطُوْا۔ (المستدرک، ج ۳، ص ۴۵۸)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ قسطنطنیہ میں جہاد کے لئے گئے اور وہیں شہید ہوئے اور مسلمانوں نے ان کو شہر پناہ کی جڑ میں دفن کر دیا۔ راوی کہتا ہے کہ ہمیشہ روم کے آدمی ان کی قبر کی زیارت کو جاتے اور جب قحط پڑتا تو ان کی قبر پر جا کر بارش مانگتے تو بارش ہو جاتی۔

اس روایت سے ثابت ہوا کہ روم کے رہنے والے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی قبر پر جا کر بارش کی دعا مانگتے تو اللہ تعالیٰ بارش فرما دیتا۔ معلوم ہوا حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی قبر کا توسل عند اللہ مقبول تھا اگر یہ فعل شرک ہوتا تو اللہ تعالیٰ کبھی بارش نہ برساتا کیونکہ شرک سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے کبھی بھی راضی نہیں ہوتا۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ہاں اپنے مقبول بندوں کا مرتبہ ظاہر فرمانے کے لئے ان کی قبور پر آنے والوں کی حاجات پوری فرما دیتا ہے۔

حضرت امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ:

(ی) حضرت امام بخاری کی والدہ ماجدہ بڑی مستجابت الدعوۃ تھیں جب آپ

کے والد وفات پا گئے تو آپ کی والدہ نے آپ کی پرورش کی بچپن میں آپ نابینا ہو گئے اس بنا پر آپ کی والدہ روتی رہتیں اور دعا مانگتیں کہ الٰہی میرے بیٹے کی آنکھیں روشن کر دے اطباء آپ کے علاج سے عاجز آ گئے آپ کی والدہ نے خواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زیارت کی آپ نے فرمایا اے اللہ کی بندی تیری کثرت دعا کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے تیرے بیٹے کی آنکھیں روشن کر دی ہیں جب صبح بیدار ہوئیں تو دیکھا کہ بیٹے کی بینائی واپس ہو چکی ہے اور آنکھیں روشن ہیں۔ (مرقات، ص ۱۳۔ تاریخ بغداد، ج ۲، ص ۱۰)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو چھ لاکھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث زبانی یاد تھیں۔ خطیب بغدادی نے لکھا ہے کہ دنیا میں چار بڑے حافظ الحدیث ہوئے ہیں۔ ابو زرعہ تہران میں، امام بخاری بخارا میں، امام مسلم بن الحجاج نیشاپور اور سمرقند میں عبداللہ بن عبدالرحمٰن۔

(تاریخ بغداد، ج ۲، ص ۱۶۔ سیر اعلام النبلاء، ج ۱۲، ص ۲۲۶)

امام بخاری روزانہ ایک قرآن ختم کیا کرتے تھے۔

(تاریخ بغداد، ج ۲، ص ۱۲)

بخاری شریف لکھنے کا سبب یہ ہوا کہ آپ نے خواب دیکھا کہ آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں اس طرح دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے سامنے ہیں اور آپ کو امام صاحب پنکھا جھل رہے ہیں اس خواب کی تعبیر آپ نے یہ نکالی کہ میں آپ سے جھوٹ الگ کروں گا۔ بخاری شریف کی ہر حدیث لکھنے سے پہلے آپ نے استخارہ کیا غسل کیا اور دو رکعتیں ادا کیں اسی طرح مکمل بخاری شریف لکھی۔ (مرقات، ج ۱، ص ۱۳۔ تاریخ بغداد، ج ۲، ص ۹)

حضرت محمد بن احمد مروزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حرم کعبہ میں حجر اسود

اور مقام ابراہیم کے درمیان محو خواب تھا کہ مجھے نبی کریم ﷺ کی زیارت ہوئی آپ ﷺ نے فرمایا اے ابوزید تو کب تک شافعی کی کتاب پڑھتا رہے گا میری کتاب کیوں نہیں پڑھتا میں نے (ابوزید) نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ کی کتاب کونسی ہے آپ ﷺ نے فرمایا جامع محمد بن اسماعیل البخاری۔

(مرقات، ج۱،ص ۱۷)

حضرت عبدالواحد الطواویسی فرماتے ہیں میں نے خواب دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ ایک مقام پر اپنے صحابہ کے ساتھ تشریف فرما ہیں۔ میں نے آپ کی بارگاہ میں سلام پیش کیا آپ نے سلام کا جواب ارشاد فرمایا میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ یہاں کیسے تشریف فرما ہیں فرمایا مجھے انتظار ہے محمد بن اسماعیل البخاری کا پھر بعد میں امام بخاری کے انتقال کی خبر پہنچی تو پتہ چلا کہ آپ کی وفات کا ہی وقت تھا جس وقت حضور نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا تھا۔

(تاریخ بغداد، ج ۲،ص ۳۴۔ مرقات، ج۱،ص ۱۶)

جب امام بخاری کی نماز جنازہ ادا کی گئی اور بعدازاں آپ کو آپ کی قبر انور رکھا گیا تو آپ کی قبر کی مٹی سے کستوری کی خوشبو آنے لگی لوگ آتے اور آپ کی قبر سے خوشبودار مٹی لیتے اور تعجب کرتے۔ (مرقات، ج۱،ص ۱۵)

امام بخاری کی وفات کے دو سال بعد سمرقند میں قحط پڑ گیا۔ امساک باراں کی بنا پر اہل سمرقند نے بار بار نماز استسقاء ادا کی لیکن بارش نہ ہوئی پھر کسی صالح آدمی نے قاضی وقت سے کہا کہ آپ لوگ امام بخاری کی قبر پر تشریف لے جائیں وہاں جا کر بارش کی دعا مانگیں انہوں نے ایسا ہی کیا وہاں جا کر قبر کے پاس بہت روئے اور امام بخاری کے وسیلے سے دعا مانگی اللہ تعالیٰ نے بارش فرما دی

بارش اتنی ہوئی کہ سات دن تک لوگ گھروں کو سمرقند میں نہ جا سکے۔

(مرقات، ج ۱، ص ۱۶)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا والدہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا کر اس کے سر کی جانب بیٹھ گئے اور فرمانے لگے اے فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا آپ میرے لئے میری والدہ کے بعد والدہ کے قائم مقام تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا قمیص اتار کر اور کفن کے ساتھ اس کو پہنایا پھر آپ نے اسامہ، ابو ایوب انصاری، عمر بن خطاب اور غلام اسود رضی اللہ عنہم کو بلا کر قبر کھودنے کے لئے ارشاد فرمایا ان حضرات نے قبر تیار کی جب لحد بنانے ل گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ سے لحد تراش کر کے اس کی مٹی نکالی جب قبر تیار ہو گئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں اتر کر لیٹ گئے اور فرمایا اللہ زندہ کرتا ہے موت دیتا ہے لیکن اس پر موت طاری نہ ہوگی پھر آپ نے دعا مانگی۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاُمِّيْ فَاطِمَةَ بِنْتَ اَسَدٍ وَلَقِّنْهَا وَوَسِّعْ عَلَيْهَا مَدْخَلَهَا بِحَقِّ نَبِيِّكَ وَالْاَنْبِيَاءِ الَّذِيْنَ قَبْلِيْ فَاِنَّكَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ وَكَبَّرَ عَلَيْهَا اَرْبَعًا وَاَدْخَلُهَا اللَّحَدَ هُوَ وَالْعَبَّاسُ وَاَبُوْبَكْرِ الصِّدِّيْقِ۔

(حلیہ، ج ۳، ص ۱۲۱۔ طبرانی اوسط، ج ۱، ص ۱۵۲۔
مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۲۵۶۔ طبرانی کبیر، ج ۲۴۔ ۳۵۱)

ترجمہ: اے اللہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کی مغفرت فرما دے اس کو صحیح جواب سمجھا دے اور اس کی قبر فراخ کر دے میرے وسیلے سے اور سابق انبیاء کرام علیہم السلام کے وسیلے سے تو ارحم الراحمین ہے اور فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا پر چار تکبیریں پڑھی گئیں

پھر لحد میں خود نبی کریم ﷺ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اتارا۔

امام حاکم نے لکھا ہے کہ جب حضور نبی کریم ﷺ دفن سے فارغ ہو کر چلے تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ نے جو اس عورت سے سلوک کیا ہے وہ کبھی کسی اور عورت سے نہیں کیا۔ فرمایا اے عمر یہ میری ماں کے بعد میری ماں تھی مجھے اپنے بچوں سے زیادہ محبت اور شفقت سے رکھتی تھی میں نے اپنا قمیص اس لئے دیا اللہ اس کی برکت سے اس کو اپنی رحمت میں داخل کرے گا اور بہشتی حلہ پہنائے گا اور قبر میں اس لئے لیٹا کہ قبر کی وحشت دور ہو اور فرمایا:

اِنَّ جِبْرِیْلَ اَخْبَرَنِیْ عَنْ رَبِّیْ اَنَّهَا مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاَخْبَرَنِیْ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی اَمَرَ سَبْعِیْنَ اَلْفًا مِّنَ الْمَلَائِكَةِ يُصَلُّوْنَ عَلَيْهَا۔

(المستدرک، ج ۳، ص ۱۰۸۔ اسد الغابہ، ج ۵، ص ۵۱۷۔

الاستیعاب، ج ۴، ص ۳۸۲)

ترجمہ: مجھے جبریل علیہ السلام نے رب کی طرف سے خبر دی ہے کہ وہ جنتی ہے اور حق تعالیٰ نے ان کی نماز جنازہ کے لئے ستر ہزار فرشتوں کو حکم فرمایا ہے۔

اس حدیث سے مندرجہ ذیل باتیں ثابت ہوئیں:

(۱) امام الانبیاء ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کا وسیلہ برحق اور خدا کی بارگاہ میں ان کا وسیلہ پیش کرنا سنت مصطفےٰ ﷺ ہے۔

(۲) حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ چار تکبیروں سے ادا کی گئی۔

(۳) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی والدہ کو ان کی قبر میں اتارنے والوں میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے قبر تیار کرنے والوں میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے اور یہ باتیں اس امر پر دلیل بین ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے درمیان تعلقات خوشگوار تھے۔

(۴) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا قمیص بطور کفن حضرت فاطمہ بن اسد رضی اللہ عنہا کو اس لئے پہنایا کہ لوگوں کو میرے تبرکات کی عظمت کا پتہ چل جائے کہ جہاں تبرکات ہوں وہاں خدا کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔

(۵) اس خدا کی بندی کے جنازے میں ستر ہزار فرشتوں نے شمولیت کی۔

حضرت سہل بن عبداللہ تستری بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ اہل بغداد کی نظر سے غائب ہو گئے لوگوں نے آپ کو تلاش کیا معلوم ہوا کہ آپ کو دجلہ کی طرف جاتے ہوئے دیکھا گیا۔ لوگ دجلہ کی طرف گئے سہل بن عبداللہ فرماتے ہیں ہم نے دیکھا کہ آپ پانی پر چلتے ہوئے ہماری طرف چلے آرہے ہیں اور مچھلیاں بکثرت آپ کی طرف آ کر آپ کو سلام کرتی ہیں اور آپ کے ہاتھوں کو چومتی ہیں اس وقت ظہر کی نماز کا وقت ہو گیا تھا اتنی دیر میں ایک بھاری جائے نماز دکھائی دیا اور تخت سلیمانی کی طرح ہوا میں بچھ گیا یہ جائے نماز سبز تھا اور سونے چاندی سے مرصع تھا اس پر دو سطریں لکھی تھیں پہلی سطر میں لکھا تھا

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ ○

دوسری سطر میں تھا۔

سَلَامٌ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ○

جب یہ جائے نماز بچھ چکی تو ہم نے دیکھا بہت سے لوگ آئے اور جائے نماز کے برابر کھڑے ہو گئے ان لوگوں کے چہروں سے شجاعت اور بہادری عیاں تھی ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے جب تکبیر کہی گئی تو حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ نماز پڑھانے کے لئے آگے بڑھے ان لوگوں اور اہل بغداد نے آپ کی اقتدا میں نماز ادا کی جب آپ تکبیر کہتے ہیں تو حاملان عرش بھی آپ کے ساتھ تکبیر کہتے ہیں اور جب آپ تسبیح پڑھتے ہیں تو ساتوں آسمان کے فرشتے بھی

تسبیح پڑھتے ہیں اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے ہیں تو آپ کے لبوں سے سبز رنگ کا نور نکل کر آسمان کی طرف جاتا ہے جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے یہ دعا مانگی۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ حَبِیْبِکَ وَخَیْرِکَ مِنْ خَلْقِکَ لَا تَقْبِضْ رُوْحَ مُرِیْدِیْ وَمُرِیْدِہٖ اِلَّا عَلٰی تَوْبَتِہٖ۔

ترجمہ: اے پروردگار میں تیری بارگاہ میں تیرے حبیب اور بہترین خلق حضرت محمد ﷺ کو وسیلہ بنا کر دعا مانگتا ہوں کہ میرے مریدوں کی اور میرے مریدوں کے مریدوں کی روح قبض نہ کرنا مگر توبہ پر۔

سہل بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ ہم نے آپ کی دعا پر فرشتوں کے ایک بڑے گروہ کو آمین کہتے سنا جب آپ نے دعا ختم کی تو ہم نے یہ ندا سنی۔

اَبْشِرْ فَاِنِّیْ قَدِ اسْتَجَبْتُ لَکَ۔

ترجمہ: خوش ہو جاؤ میں نے تمہاری دعا قبول کر لی۔ (قلائد الجواہر، ص ۸۹)

متذکرہ حدیث اور اس واقعہ سے پتہ چلا کہ امام الانبیاء ﷺ نے بھی اپنے وسیلے اور سابق انبیاء علیہم السلام کے وسیلے سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی والدہ کی مغفرت کی دعا مانگی اور حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے بھی حضور ﷺ کے وسیلے سے دعا مانگی اور بلاشبہ آپ امام الاولیاء ہیں معلوم ہوا کہ امام الانبیاء ﷺ اور امام اولیاء دونوں پاکیزہ ہستیوں کا عقیدہ ہے کہ حضور سرور کائنات ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کا وسیلہ خدا کی بارگاہ میں مقبول ہے اور ہم اہل سنت کا بھی یہی عقیدہ ہے نتیجہ یہ نکلا کہ وسیلے کے بارے میں ہمارا عقیدہ وہی ہے جو امام الانبیاء علیہم السلام اور امام الاولیاء کا عقیدہ ہے اور ان دونوں برگزیدہ ہستیوں کا عقیدہ غلط نہیں ہو سکتا لہٰذا ہمارا عقیدہ بھی غلط نہیں ہو سکتا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

دین پر استقامت

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا فَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَلَاہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ۝

ترجمہ: بے شک وہ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر ثابت قدم رہے نہ ان پر کوئی خوف نہ ان کو غم۔

بہت سی پاکیزہ ہستیاں ایسی ہو گزری ہیں جن کو اللہ کی راہ میں کٹھن منزلوں سے گزرنا پڑا ان نفوسِ قدسیہ پر مصائب و آلام کے پہاڑ ٹوٹے لیکن ان کے پائے استقلال میں جنبش نہ ہوئی بطور نمونہ ازخروار چند ہستیوں کا ذکر سماعت فرمائیں:

حضرت جرجیس علیہ السلام کا واقعہ:

(تاریخ اکلامل، تاریخ روضۃ الصفا، تاریخ آثار الاول، سبعات امام محمد الھمدانی وغیرِہا) ملک شام میں ایک شہر موصل ہے حضرت مسیح علیہ السلام کے آسمان پر تشریف لے جانے کے بعد جبکہ ساری دنیا میں بت پرستی رائج ہوئی۔ شہر موصل پر بھی ایک بت پرست بادشاہ کا قبضہ ہوا۔ اس بادشاہ کا نام درزانہ اور اس کے بت کا نام افلون تھا۔ درزانہ خود بھی افلون بت کی پرستش کرتا اور دوسروں سے بھی پوجا کرواتا تھا۔

سبعیات فیوماً من الایام نصب سریرہ ووضع اصنامہ وزینھا

بالجواهر واللالی وطیبها بالمسك والکافور واوقد النار بین السریر فمن سجد لصنمه امضاه ومن لم یسجد القاه فی النار۔

ترجمہ: ایک دن بادشاہ نے اپنا تخت شاہی آراستہ کرایا اور بتوں کو اپنے تخت کے سامنے کرسیوں پر بٹھا کر بتوں کے گلے میں بڑے بڑے جواہرات اور موتیوں کے ہار لٹکائے اور مشک اور کافور میں انہیں بسایا۔ بتوں کے سامنے آگ روشن کرائی پھر حکم دیا کہ لوگ آئیں اور انہیں سجدہ کریں۔ پھر جو شخص بتوں کو سجدہ کرتا اسے چھوڑ دیتا اور جو شخص سجدہ سے انکار کرتا اسے آگ میں جلاتا تھا۔ حق تعالیٰ نے حضرت جرجیس علیہ السلام کو اس ظالم کی ہدایت کے لئے بھیجا۔

حضرت جرجیس علیہ السلام نے عین مجمع میں تشریف لا کر فرمایا۔

ایها الملك لم تعبد مالا یسمع ولا یبصر ولا یغنی عنك شیئا ○

ترجمہ: اے بادشاہ تو کیوں سجدہ کرتا ہے ایسے بیجان، بے حس پتھر کو جو نہ تیری بات سن سکتا ہے نہ تجھے کچھ فائدہ پہنچا سکتا ہے۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ پوچھو یہ کون شخص ہے لوگوں نے حضرت جرجیس علیہ السلام سے پوچھا کہ آپ کون ہیں۔ (تاریخ ابن الاثیر)

انا عبدالله وابن امته من التراب خلقت والیه امود۔

جواب میں فرمایا کہ میں بندہ اور لونڈی بچہ ہوں اپنے اللہ کا خاک سے پیدا ہوا۔ اور پھر خاک ہی میں مل جاؤں گا۔

بادشاہ نے کہا کہ جب تیرا اللہ اتنا بڑا ہے اور تو اس کی عبادت کرتا ہے پھر اپنی عبادت کا اس نے تجھے کیا صلہ دیا ہے۔ اس وقت تو مثل ایک فقیر کھڑا ہے۔ دیکھ میں اور میرے آس پاس والے جو اس بُت کی عبادت کرتے ہیں۔ کس قدر مال و دولت میں لدے ہوئے ہیں۔

فقال جرجیس انی نعیم الدنیا زائل واللہ اعطانی نعیم الاخرۃ ○

ترجمہ: حضرت جرجیس علیہ السلام نے فرمایا کہ دنیا کا سارا ساز وسامان فنا ہونے والا ہے اس لئے ہمیں اللہ نے آخرت کی نعمتیں عطا کی ہیں جو کبھی فنا نہ ہوں گی۔

(پہلی غلطی) بت پرستوں کا خیال کتنا غلط ہے کہ ہمیں ان بتوں نے اس لئے مال و منال دیا ہے کہ ہم ان کی عبادت کرتے ہیں۔ بھلا جو بت اپنے اوپر سے کوئی اذیت یا ذلت کی چیز کو دور نہیں کر سکتے۔ اپنے لئے کوئی نفع کی چیز حاصل نہیں کر سکتے۔ وہ کسی دوسرے کو کس طرح منع کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ پھر ایسے عاجز اپنے پوجنے والوں کو کیا خاک نفع پہنچا سکتے ہیں۔ پس شاہ موصل کا خیال بڑا غلط تھا۔

(دوسری غلطی) کیا اللہ تعالیٰ کے بندے خدا کی اس لئے عبادت کرتے ہیں کہ وہ انہیں دنیا کا سامان عطا کرے۔ نہیں۔ کوئی عابد اپنی عبادت کا بدلہ دنیا میں نہیں چاہتا بلکہ صرف آخرت طلب کرتا ہے۔ پس شاہ موصل کا سوال کہ اے جرجیس علیہ السلام! تجھے تیرے خدا کی عبادت کے بدلے میں کیا دیا۔ محض غلط سوال اور خاصانِ خدا کے منشا کے خلاف ہے۔ بادشاہ نے حضرت جرجیس علیہ السلام سے کہا کہ ہم تیری کچھ بات نہیں سنتے۔ اب آپ یا تو ہمارے بت کو سجدہ کریں یا یہ بتائیں کہ آپ کو کس عذاب سے معذب کیا جائے اور کس طرح آپ کو قتل کیا جائے۔ جو کچھ تم پسند کرو گے وہی کیا جائے گا۔ (تاریخ الکامل)

قال جرجیس ان کان صنمك رفع السمآء وبسط الارض ونصب الجبال وانبت الاشجار و خلق اللیل والنھار فقد اصبت والافاخساء ایھا الملعون۔

ترجمہ: حضرت جرجیس علیہ السلام نے فرمایا اگر تیرے بت نے آسمان کو اتنا بلند پیدا

کیا اور زمین کا فرش بنایا پھر اس پر پہاڑوں کی میخیں لگائیں، درختوں کے چمن لگائے رات دن کو بھی اسی نے پیدا کیا ہے تب تو تیرا سجدہ کے لئے حکم کرنا کس قدر درست ہوسکتا ہے ورنہ ایک بے اصل چیز کو سجدہ کرنا کتنا ذلت کا کام ہے یہ سن کر بادشاہ بہت غصہ ہوا اور کہا کہ اے جرجیس علیہ السلام اب تیری گستاخی پر تجھے سزا دینا نہایت ضروری ہوا۔ جلادوں کو حکم ہوا کہ فوراً سارا گوشت اور پوست جرجیس علیہ السلام کے بدن کا ہڈیوں سے جدا کر دیں اور تیل گرم کر کے ان کے بدن پر ڈالیں۔ یہ حکم سنتے ہی جلادوں نے آہنی کنگھیوں اور چھترلوں سے آپ کے بدن کا سارا گوشت اور پوست ہڈیوں سے جدا کر دیا اور رائی اور تیل اور مرچیں تیز گرم کر کے آپ کے بدن پر چھڑک دیں۔ جب ہڈیوں کا ڈھانچہ الگ اور گوشت کے ریزے الگ ہوئے۔

ثم احیاہ اللہ من ساعتہ علی احسن صورتہ فنادی باعلی صوتہ یا کافر قل لا الہ الا اللہ۔

ترجمہ: تب اللہ نے فوراً حضرت جرجیس علیہ السلام کو زندہ کیا اور دوبارہ زندگی کی صورت پیدائشی صورت سے زیادہ اچھی تھی۔ کیونکہ پہلی صورت آپ کی والدہ کے رحم کی معرفت تیار ہوئی تھی اور یہ دوسری صورت بلاواسطہ خدا کے فضل سے بن کر تیار ہوئی ہے۔ پس جو کچھ فرق رحم مادر اور رحمت قادر میں ہے وہی فرق آپ کے دونوں صورتوں میں تھا۔ حضرت جرجیس علیہ السلام نے زندہ ہوتے ہی للکار کر فرمایا کہ اے کافر جلدی لا الہ الا اللہ کہہ۔ یہ سن کر بادشاہ بہت ناراض ہوا اور حکم دیا کہ بہت جلد چھ آہنی میخیں لاؤ اور انہیں آگ میں لال کرو۔ پھر دو میخیں ہاتھوں میں دو پیروں میں ایک سر میں اور ایک کلیجہ میں ٹھوک دو۔

ثم امر الملک ان یاتوا بستۃ اوتاد من حدید فاتوابھا فضرب و

تدین فی یدیہ ووتدین فی رجلیہ ووتداً فی کیدہ ووتدا فی راسہٖ نارسل اللہ ملکا فاخرج الاوتاد من اعضائہٖ وقام حیا کما کان وقال یا کافر قل لا الہ الا اللہ۔

ترجمہ: بادشاہ کے حکم کے مطابق چھ میخیں لوہے کی لائی گئیں پھر ان کو آگ میں لال کر کے دو میخیں حضرت جرجیس علیہ السلام کے ہاتھوں میں، دو پیروں میں، ایک سر میں اور ایک جگر کی جگہ ٹھوک کر پار نکالی گئیں مگر اللہ نے فوراً فرشتوں کو بھیج کر وہ میخیں نکلوائیں اور آپ کو پھر تندرست اور زندہ سلامت کھڑا کر دیا۔ آپ نے اُٹھتے ہی فوراً آواز بلند پکارا اے کافر جلدی لا الہ الا اللہ کہو۔

یہ واقعہ دیکھ کر بادشاہ کو بہت غصہ آیا اور حکم دیا کہ ایک دیگ بہت بڑی لاؤ اور اس میں پہلے رال اور رانگ ڈال کر جرجیس کو اس میں بند کر دو۔ دیگ کا منہ مضبوط بند کر کے دیگ کے نیچے آگ جلاؤ۔ بموجب اس کے حکم کے آپ کو دیگ میں بند کر کے آگ جلائی گئی یہاں تک کہ وہ رال اور رانگ جو کچھ دیگ کے اندر تھے سب پگھل گئے لیکن حضرت جرجیس علیہ السلام کے بدن کا کوئی بال تک نہ جلا۔ جب سرپوش اٹھا کر دیکھا تو حضرت جرجیس علیہ السلام زندہ سلامت بیٹھے ہیں۔ کیونکہ حق تعالیٰ نے اس وقت آپ کے جسم سے ایک قسم کا سرد پسینہ ایسا جاری کیا تھا کہ جس کے سبب آپ کے جسم کو مطلق آگ کی گرمی نہ جلا سکی۔ ادھر آگ کو حکم تھا کہ خبردار جرجیس علیہ السلام کا کوئی بال تک نہ جلے۔ جب حضرت جرجیس علیہ السلام دیگ سے سلامت باہر نکلے۔ بادشاہ نے آپ سے پوچھا کہ بتاؤ تم کس طرح سلامت رہے۔ (تاریخ الکامل)

قال الملک لما لم تجد المأ ھذا العذاب قال ان الٰھی حمل جنی عذابك وصبرنی لیحتج ملیك۔

حضرت جرجیس علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ نے تیرے عذاب کی تکلیف میرے اوپر سے اٹھائی اور مجھے صبر و استقلال عطا کیا تاکہ اللہ کی حجت تجھ پر پوری ہو جائے۔

یہ سن کر بادشاہ ڈرا کہ مبادا یہ شخص میری قوم کو اپنے رنگ پر لے آئے حکم دیا کہ اس کو جیل خانہ میں لے جاؤ یہ سن کر ارکان سلطنت نے کہا کہ یہ شخص جیل خانہ میں پہنچ کر سارے قیدیوں کو بھگا دے گا۔ ان کے قید کرنے کے لئے کوئی خاص صورت ہونی چاہیے۔ مشورہ کے بعد یہ بات طے پائی کہ جرجیس علیہ السلام کو کسی تنہا کوٹھری میں اوندھا لٹا کر چار میخیں لوہے کی ان کے چاروں ہاتھ پیروں میں ٹھوکی جائیں اور پھر کوئی بھاری سا پتھر ان کی پشت پر رکھ دیا جائے۔ اسی مشورہ کے مطابق حضرت جرجیس علیہ السلام کو تنہا قید کیا گیا اور بڑی بڑی بھاری کیلیں ان کے ہاتھ پیروں میں ٹھوک کر زمین میں اتاری گئیں۔ پھر ایک ستون سنگ مرمر کا جس کو اٹھارہ پہلوانوں نے اُٹھایا تھا۔ حضرت جرجیس علیہ السلام کی کمر پر رکھ کر سمجھا گیا کہ اب جرجیس علیہ السلام کسی طرح بھی اس قید سے نہ نکل سکے گا۔

اسی خیال سے کوٹھری کو بند کر کے باہر چلے گئے حق تعالیٰ نے رات کو ایک فرشتہ بھیج کر آپ کو اس قید سے نکالا۔ صبح کو حضرت جرجیس علیہ السلام قید خانہ سے باہر نکل آئے اور فوراً بادشاہ کے دربار میں پہنچے۔ بادشاہ آپ کو زندہ دیکھ کر حیران ہوا۔ (تاریخ الکامل)

وقال من اخرجك من السجن قال اخرجني من سلطانه فوق سلطانك۔

ترجمہ: کہا اے جرجیس (علیہ السلام) تجھے کس نے قید خانہ سے باہر نکالا۔ فرمایا مجھے اس خدا نے نکالا جس کی بادشاہت تیری بادشاہت سے زیادہ زبردست ہے۔

خدا کی بادشاہت کا ذکر سن کر کافر کو غصہ آیا اور حکم دیا کہ جرجیس (علیہ السلام) کو دو لکڑیوں سے باندھ کر بیچ سے ان کے دو ٹکڑے کر دو۔ لوگوں نے حضرت جرجیس علیہ السلام کو کھڑا کر کے دو پارہ کر دیا۔ پھر حکم دیا کہ ان ٹکڑوں کو ہمارے ان سات شیروں کے سامنے جو کنوئیں میں بند ہیں اور تین دن سے بھوکے ہیں لے جا کر ڈالو۔ جب لوگ آپ کی لاش کے ٹکڑوں کو اُٹھا کر شیروں کے سامنے ڈالنے کے لئے لے کر چلے اللہ تعالیٰ نے ان شیروں سے فرمایا کہ اے درندو! آج ہماری ایک امانت تمہارے پاس آتی ہے۔ دیکھو خبردار کسی طرح کی اسے تکلیف نہ دینا۔ یہ حکم سنتے ہی وہ ساتوں شیر اپنی پشت سے پشت ملا کر کھڑے ہوئے۔ ادھر آپ کی لاش کو لوگوں نے کنوئیں میں ڈالا۔ اُدھر شیروں نے حضرت جرجیس علیہ السلام کی لاش کو اپنی کمر پر رکھ لیا۔ پھر ایک رات ایک دن تک برابر شیر آپ کی لاش اپنی کمر پر لئے کھڑے رہے دوسرے دن حق تبارک وتعالیٰ شانہٗ نے حضرت جرجیس علیہ السلام کو زندہ کیا اور فرمایا کہ جاؤ اس کافر بادشاہ کو پھر سمجھاؤ شاید مان جائے۔ حضرت جرجیس علیہ السلام یہ حکم سن کر فوراً دربار شاہی کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں اس وقت بادشاہ نے اپنا دربار آراستہ کر کے بڑے فخر سے اپنے بُت (فلون) کی تعریف شروع کی تھی کہ دیکھو افلون کی طاقت آخر افلون کا دشمن ہلاک ہوا اور آج پورے ایک رات ایک دن کا عرصہ ہوا کہ وہ مر گیا اور ابھی تک وہ زندہ نہیں ہوا۔ لوگو! افلون بڑا زبردست خدا ہے۔ بتاؤ اب وہ جرجیس علیہ السلام جو افلون کو پتھر اور عاجز اور بے قدرت بتاتا تھا کہاں ہے شاہی دربار میں یہ ذکر ہی ہو رہا تھا کہ سامنے سے ایک شخص جو صورت میں حضرت جرجیس علیہ السلام سے بہت مشابہ تھا آتا ہوا نظر آیا۔ لوگ کہنے لگے لیجئے وہ حضرت جرجیس علیہ السلام چلے آتے ہیں۔ اسی وقت حضرت جرجیس علیہ السلام دربار شاہی میں پہنچے اور یہ فرمایا کہ لو دیکھو خدا نے مجھے پھر زندہ کر دیا

تم اس کی قدرت، اس کی خدائی پر ایمان لاؤ۔ یہ واقعہ دیکھ کر لوگوں نے باہم مشورہ کیا کہ اب کوئی تدبیر ان کے قتل کی نکالو۔ (تاریخ اخبار الاول)

فعند ذالك امربحرقة حتى صادر ماذا فالقى الرمار في البحر والريح فامر الله البح والريح ان يحفظ الرمادان يجتمعا فجمعت وقذفته الى الساحل فردالله تعالى من ذالك الرماد خلقا سويا كما كان فانصرف حتى دخل على الملك فلما راه فزع الملك ۔

اس مشورہ کے بعد بادشاہ نے حکم دیا کہ جرجیس علیہ السلام کو آگ میں جلا کر اس کی راکھ کے دو حصے کرو۔ ایک حصہ دریا میں دوسرا ہوا میں اڑا دو دیکھیں پھر کس طرح وہ زندہ ہوسکتا ہے۔ بموجب حکم کے لوگوں نے حضرت جرجیس علیہ السلام کو پکڑ کر آگ میں جلایا۔ جب آپ جل چکے تب لوگوں نے آپ کی راکھ کو کچھ دریا میں کچھ جنگل کی ہوا میں اڑایا اور اپنے نزدیک فراغت پا کر گھر چلے آئے۔ اسی وقت حق تعالیٰ نے ہوا اور دریا کو حکم دیا کہ بہت جلدی جرجیس علیہ السلام کی راکھ جمع کرو۔ حکم الٰہی سنتے ہی آپ کی ساری راکھ ایک جگہ جمع ہوئی۔ پھر خالق کائنات نے اس راکھ سے حضرت جرجیس علیہ السلام کا قالب تیار کیا اور اپنے حکم سے اس قالب میں جان ڈال کر فرمایا کہ اے جرجیس علیہ السلام جاؤ کافر کو ہدایت کرو۔ حضرت جرجیس علیہ السلام زندہ ہوکر دربار شاہی میں تشریف لائے اور فرمایا:

یاایھا الناس قولوا لا الہ الا اللہ ۔

اے لوگو! میں آگیا ہوں اب تم سب کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھو۔

اس واقعہ کے بعد اراکین سلطنت کی رائے ہوئی کہ یہ شخص کوئی جادوگر ہے اس کے مقابلہ کے لئے جادوگروں کو بلاؤ۔ فوراً بادشاہی فرمان جاری ہوا اور دور دور سے بڑے بڑے جادوگر بلائے گئے۔ تھوڑے عرصہ میں بڑا مجمع جادوگروں

کا جمع ہوا۔ ایک دن جادوگروں کے سردار کو بادشاہ نے بلا کر کہا کہ ہمارے ملک میں ایک جادوگر آیا ہے۔ اس نے ہمارے سارے ملک کو تنگ کر رکھا ہے ہم نے تمہیں اس کے مقابلے کے لئے بلایا ہے۔ یہ سن کر جادوگروں نے کہا کہ ہم ضرور اس سے مقابلہ کریں گے۔ (تاریخ الکامل)

قال الملك لكبيرهم اعرض علي من سحرك مايسري به قلبي فدعا بثور فنفخ في اذنه فاذا هو ثوران وادعها ببذر فبذر و حرث و ذرع و حصد ودق وطحن وخبزوا كل في ساعته۔

بادشاہ نے کہا کہ پہلے تم کچھ نمونہ کے طور پر ہمیں دکھاؤ تا کہ ہمیں کچھ اطمینان ہو جائے۔ جادوگروں نے ایک بیل منگایا اور ایک بیل کے دو بیل بنائے پھر کچھ دانے منگا کر ان کو زمین میں بویا پھر اسی وقت ان دانوں کر ہرا کھیت تیار ہوا پھر اسی وقت اس کھیت کو کاٹ کر روند کر پیس کر معاً ہی روٹی پکا کر سب کے سامنے کھالی۔ بادشاہ یہ واقعہ دیکھ کر سمجھا کہ یہ جادوگر بھی اپنے فن میں کامل ہیں ضرور یہ جرجیس علیہ السلام کا مقابلہ کرسکیں گے۔ یہ خیال کر کے ان جادوگروں نے کہا کہ ہاں آپ ایک پیالی میں پانی منگا کر ہمیں دیجئے ہم اس پر پڑھ کر کچھ دم کریں گے جس وقت جرجیس علیہ السلام وہ پانی پیئے گا فوراً کتے کی شکل نظر آنے لگے گا۔ بادشاہ نے پانی کا پیالہ ساحروں کو دیا ساحروں نے اس پر کچھ افسون پڑھ کر دم کیا پھر جرجیس علیہ السلام کو سامنے بلا کر بادشاہ نے کہا کہ اگر تم سچے ہو تو تم اس پانی کو پی لو۔ حضرت جرجیس علیہ السلام نے بسم اللہ کہہ کر وہ جادو بھرا پانی نوش فرما لیا۔ کچھ دیر تک بادشاہ اس بات کا منتظر رہا کہ اب جرجیس علیہ السلام کی صورت تبدیل ہوئی، اب ہوئی۔ مگر وہاں خدا کے فضل سے سوائے آرام و راحت کے اور کچھ بھی پیدا نہ ہوا۔ ناچار ساحروں کے افسر نے حضرت جرجیس علیہ السلام سے پوچھا کہ اس وقت آپ کی

کیا حالت ہے۔ حضرت جرجیس علیہ السلام نے فرمایا کہ میں بہت دیر سے پیاسا تھا۔ اللہ نے اپنے فضل سے ایسا نفیس اور مزے کا پانی پلایا کہ واہ واہ، یہ سن کر سارے جادوگر وہاں سے بھاگنے لگے۔ اور بادشاہ سے کہا: (تاریخ الکامل)

واقبل الساحر علی الملك وقال لو كنت تقاسی جبارا مثلك لغلبته انما تقاسی جبارا السماء والارض۔

ترجمہ: اے بادشاہ اگر تو ہمارا مقابلہ اپنے مانند کسی دنیا کے بادشاہ سے کراتا تو ضرور ہم اس پر غالب آتے لیکن تُو تو آسمان اور زمین کے بادشاہ سے ہمارا مقابلہ کرانا چاہتا ہے بھلا اس پر کون غالب آسکتا ہے۔ یہ کہہ کر جادوگر وہاں سے رخصت ہوئے۔

ایک مسلمان عورت:

ایک مسلمان عورت تھی جو فرعون کی لڑکی کے سر میں کنگھی کیا کرتی تھی۔ یہ عورت ایمان اور محبت الٰہی میں کامل تھی ایک دن کنگھی کرتے ہوئے اس کے ہاتھ سے کنگھی چھوٹ کر گر گئی بے ساختہ اس کی زبان سے نکلا یا اللہ تیرے نہ ماننے والے برباد ہو جائیں۔ فرعون کی لڑکی کو شبہ ہوا اس نے پوچھا تیرا خدا فرعون کے علاوہ کوئی اور ہے اس نے جواب دیا ہاں میرا خدا وہ ہے جو فرعون کا بھی خدا ہے اور فرعون کیا چیز ہے وہ تو زمین و آسمان کا خدا ہے اور اکیلا خدا ہے۔ کوئی اس کا شریک نہیں بدذات لڑکی سنتے ہی غصہ میں آگئی اور روتی ہوئی فرعون کے پاس گئی اور کہا دیکھو کیا غضب ہو گیا میری کنگھی کرنے والی حزقیل داروغہ کی بیوی کہتی ہے میرا خدا وہ ہے جو فرعون کا بھی خدا ہے اور فرعون کیا شئے ہے وہ تو زمین و آسمان کا خدا ہے اور کوئی اس کا شریک نہیں۔ فرعون نے اس عورت کو بلایا وہ

آئیں اور خوشی خوشی آئیں اور کیوں نہ آتی آج عشق کا امتحان تھا اور امتحان کے وصال محبوب کا دن تھا جان بے شک چلی جائے لیکن اس محبوب حقیقی کا وصال نصیب ہو جائے۔ فرعون نے کہا تو کسی اور خدا کی عبادت کرنے لگی ہے کہا ہاں بے شک یہی بات ہے اس نے کہا اچھا اس خدا کو چھوڑ کر میری خدائی کا اقرار کر لے عورت نے کہا یہ تو قیامت تک نہیں ہو سکتا۔ فرعون نے حکم دیا اس عورت کو چومیخہ کرو فوراً ہاتھ پاؤں میخوں سے جکڑ دیئے گئے اور بالکل بے حس و حرکت لٹا دیا گیا پھر بہت سانپ اور بچھو جو اہل اللہ کے کٹوانے کے لئے موجود رہتے تھے منگائے اور اس عورت پر ڈالے اب بھی اپنے خدا کی عبادت سے منکر ہو جائے ورنہ تمہیں اسی طرح دو ماہ تک عذاب میں مبتلا رکھوں گا اس نیک عورت نے کہا دو مہینے تو کیا تو ستر مہینے تک بھی عذاب دے تو اللہ کی محبت کم نہ ہو گی بلکہ بڑھتی رہے گی۔

کچا رنگ للاری والا چڑھدا لہندا رہندا
عشق ترے دا رنگ محمد چڑھیا کدی نہ لیندا

میں توحید باری کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑوں گی اس عورت کی دو لڑکیاں تھیں ایک چار پانچ سال کی اور ایک شیر خوار فرعون نے بڑی لڑکی کو بلا کر اس عورت کی چھاتی پر ذبح کر دیا اور کہا کہ اب بھی سمجھ جا نہیں تو شیر خوار بچی کو بھی اسی طرح ذبح کر دوں گا اس نے کہا سارے جہاں کو لا کر میری چھاتی پر ذبح کر دو تب بھی اپنے محبوب کو نہ چھوڑوں گی۔ یہ سن کر فرعون نے حکم دیا چھوٹی لڑکی کو بھی ذبح کیا جائے جب اس ننھی سی جان کو اس عورت کی چھاتی پر لٹایا گیا تو عورت کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اس شیر خوار لڑکی نے کہا اے ماں کیوں روتی ہو وہ دیکھو جنت تمہارے لئے سجائی جا رہی ہے۔ اے ماں جنت میں پہنچ کر خدا کا دیدار

نصیب ہوگا ماں بچی سے یہ بات سن کر استقلال کا پہاڑ بن گئی ادھر ظالموں نے اس ننھی جان کو ذبح کیا ادھر ماں بھی راہی ملک عدم ہوگئی یہ تینوں ماں اور بیٹیاں راہ خدا میں قربان ہوگئیں۔

اس کے بعد اس عورت کے خاوند حزقیل کی تلاش شروع ہوئی حزقیل سو سال سے اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا اپنی بیوی کی شہادت کے بعد وہ بھاگ گیا اور ایک پہاڑ میں خدا کی عبادت میں مشغول ہوگیا کسی مخبر نے خبر دی کہ حزقیل فلاں پہاڑ میں پوشیدہ ہے۔ فرعون نے دو آدمی تحقیق حال کے لئے بھیجے انہوں نے آکر دیکھا کہ حزقیل وحشی جانوروں کے ساتھ مل کر نماز پڑھ رہا ہے۔ حزقیل نے جب ان لوگوں کو دیکھا تو اللہ کی بارگاہ میں عرض کی الٰہی میرا یہ راز کھلنے نہ پائے ان دونوں میں سے جو میرا راز کھولے اسے دنیا میں سزا دے اور جو میرا راز چھپائے اس کی دونوں جہان کی مرادیں پوری فرما اس دعا کا اثر ہوا کہ ان میں سے ایک تو مسلمان ہوگیا اور دوسرے نے جا کر فرعون کو واقعہ کی خبر دی۔ فرعون نے کہا تمہارے ساتھ دوسرا آدمی تھا وہ کہاں ہے اسے بھی لاؤ وہ آیا فرعون نے کہا تم نے وہاں کچھ دیکھا اس نے صاف انکار کر دیا۔ فرعون سمجھا پہلے آدمی نے انعام کی لالچ میں جھوٹ بولا ہے وہ فرعون کے حکم سے قتل کر دیا گیا اور دوسرے کو انعام دیا گیا کہ اس نے سچ بولا ہے۔

(تفسیر معالم التنزیل، ج ۷، ص ۲۰۳)

معراج کی رات رسول اللہ ﷺ کا گزر اس متذکرہ عورت کی قبر کے قریب سے ہوا، آپ ﷺ نے دیکھا کہ جنت کی خوشبو آرہی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے جبریل (علیہ السلام) یہ خوشبو کہاں سے آرہی ہے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ یہ قبر اس عورت کی ہے جو فرعون کی لڑکی کے سر میں کنگھی کیا کرتی تھی اس پر فرعون

نے ظلم وستم کیا اور اس کو طرح طرح کے عذابات کے شکنجے میں جکڑا اور وہ اپنی دو لڑکیوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں سختیاں برداشت کرتے ہوئے شہید ہوگئی یہ خوشبو اس کی قبر سے آرہی ہے۔

حضرت آسیہ علیہاالسلام:

اس متذکرہ مسلمان عورت کا واقعہ حضرت آسیہ علیہاالسلام نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اس کی شہادت کے وقت اس نے دیکھا کہ فرشتے آسمان سے نازل ہوئے اور اس کی روح جنتی کفن میں لپیٹ کر آسمان پر لے گئے اب کیا تھا محبوب حقیقی کے گھر کے ملازمین نظر آگئے جوش محبت الٰہی نے کروٹ لی تمام حجابات ہٹ گئے عشق اور مشک چھپائے سے چھپتا نہیں۔ میاں محمد بخش صاحب فرماتے ہیں:

جھولی پا انگار محمد کوئی بچھا نہ سکے
عشقاں مشکاں تے دریاواں کون چھپائے ڈکے

فرعون جب گھر آیا اور آسیہ کے قریب بیٹھا تو آسیہ نے بلند آواز سے:

یَا شَرَّ الْخَلْقِ وَاَخْبَثَ الْخَلْقِ عَمَدْتَّ اِلَی الْمَاشِطَةَ فَقَتَلْتَهَا۔

ترجمہ: اے ساری مخلوق سے بدتر اور ساری مخلوق سے زیادہ خبیث تو نے کنگھی کرنے والی کو عمداً قتل کر دیا۔

فرعون نے کہا شاید تجھے بھی وہی جنون ہوا ہے آسیہ نے کہا:

مَابِیْ جُنُوْنٌ وَلٰکِنْ اِلٰهِیْ اِلٰهُكَ وَاِلٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَّاشَرِیْكَ لَهٗ۔

ترجمہ: میں پاگل نہیں لیکن میرا تیرا اور زمین و آسمان کا معبود ایک ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔

جب فرعون نے یہ سنا تو اس نے آسیہ کے کپڑے پھاڑ ڈالے اور بہت زدوکوب کیا پھر آسیہ کے قریبی رشتہ داروں کو بلایا اور کہا اس کو سمجھاؤ یہ کیوں اپنی جان کی دشمن ہو گئی ہے۔ انہوں نے آسیہ کو بہت سمجھایا کہ ایسا نہ کرو فرعون خدا ہے اس کی نافرمانی ٹھیک نہیں۔ آسیہ نے کہا اگر فرعون مجھے ایک ایسا تاج بنا دے جس کے آگے سورج پیچھے چاند اور درمیان میں ستارے ہوں میں پھر بھی خدائے حقیقی کو نہ چھوڑوں گی۔ فرعون نے حکم دیا جاؤ آسیہ کو چومیخہ کر دو آپ کو لٹا کر چاروں ہاتھ پاؤں میں میخیں جڑ دیں اور چھاتی پر آگ کا طبق رکھ دیا گیا اور کہا اور بھی زیادہ عذاب کروں گا ورنہ اس خدا کو چھوڑ دو۔ آسیہ نے کہا اے فرعون تو عذاب کرے گا تو میرے جسم کو لیکن اللہ کی محبت تو دل میں ہے اگر تو میرے ٹکڑے ٹکڑے بھی کر دے تو میرے خون کے ہر قطرے سے عشق الٰہی اور زیادہ ہو گا۔ آسیہ کی حالت یہ ہو گئی کہ خون میں نہا گئیں آگ کا طبق سینے پر ہے مگر عشق خدا کی آگ اور بھڑک رہی ہے اتنے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خبر ہوئی کہ آج آسیہ کے عشق کا امتحان ہو رہا ہے گھبرائے ہوئے آئے آسیہ نے پکارا اے موسیٰ (علیہ السلام) میں نے اللہ تعالیٰ کی محبت میں یہ حالت بنائی مجھے بتاؤ کہ میرا خدا مجھ سے راضی ہے یا ناراض۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے آسیہ سات آسمان کے فرشتے تیرے انتظار میں ہیں اور اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے تجھ پر فخر کر رہا ہے۔ اس پر آسیہ نے خدا کی بارگاہ میں عرض کی۔

قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِیْ عِنْدَكَ بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ وَنَجِّنِیْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَ نَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ○

ترجمہ: اس نے عرض کی اے میرے رب میرے لئے اپنے پاس جنت میں گھر بنا مجھے فرعون اور اس کے کام سے نجات دے اور مجھے ظالم لوگوں سے نجات بخش۔

اس پر جبریل امین علیہ السلام کو حکم ہوا ہماری بندی کو جنت میں اٹھالاؤ حضرت جبریل علیہ السلام نے تعمیل ارشاد کی اور آپ کو عذابات سے بچا کر جنت میں اٹھالائے۔ (معالم التنزیل، ص۲۰۳)

علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ حضرت سلمان فرماتے ہیں کہ فرعون آسیہ کو طرح طرح سے ستاتا تھا۔ سخت گرمیوں میں آپ کو دھوپ میں کھڑا کر دیتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیتا وہ اپنے پروں سے آسیہ پر سایہ کر دیتے تھے اور اسے گرمی کی تکلیف سے بچاتے تھے بلکہ اللہ تعالیٰ حضرت آسیہ کو اس کا جنتی محل دکھلا دیتا تھا جس سے اس کی روح میں تازگی پیدا ہو جاتی اور ایمان پختہ ہو جاتا۔

فرعون نے ایک بڑی چٹان منگوائی اور آسیہ کو لٹا کر اوپر سے چٹان گرادی اس پر آسیہ نے آسمان کی طرف دیکھا اللہ نے حجاب اٹھا دیا اس نے اپنا جنتی مکان دیکھ لیا اور روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

(ابن کثیر، ج۸، ص۱۰۴)

علامہ قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں لکھا ہے کہ جب حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے ہاں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا وقت قریب ہوا تو اس وقت آپ اپنے حجرہ میں تنہا تھیں یکایک آپ کا حجرہ مبارک عورتوں سے بھر گیا۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا حیران تھیں کہ ان کو میرے حال کی خبر کس نے کر دی ہے ان میں سے ایک عورت نے کہا آپ گھبرائیں نہ ہم دنیا کی عورتیں نہیں ہیں میں آسیہ ہوں یہ مریم ہیں اور ہمارے ساتھ جنتی حوریں ہیں۔

تفسیر ابن کثیر میں لکھا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے خدیجہ (رضی اللہ عنہا) تمہارے لئے یاقوت سرخ کا محل ہے جب تم وہاں پہنچو تو میری دو بیویوں کو میرا سلام کہہ دینا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے

عرض کی یارسول اللہ ﷺ وہ کون ہیں فرمایا آسیہ اور مریم۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں سے میرا نکاح کر دیا ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی ان تک آپ کا سلام ضرور پہنچاؤں گی۔ خدا کی شان کہاں فرعون اور کہاں سرتاج الانبیاء ﷺ۔

زہے عزو شرف

نوخیز ولی:

حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم سے پہلے لوگوں میں ایک بادشاہ تھا اور اس کا ایک جادوگر تھا جب وہ جادوگر بوڑھا ہو گیا تو اس نے بادشاہ سے کہا میں اب بوڑھا ہو گیا ہوں آپ میرے پاس کوئی لڑکا بھیج دیجئے میں اس کو جادو کی تعلیم دے دوں ۔ بادشاہ نے اس کے پاس جادو سیکھنے کے لئے ایک لڑکا بھیج دیا۔ جب وہ جاتا تو اس کے راستے میں ایک راہب پڑتا تھا وہ اس کے پاس بیٹھ کر اس کی باتیں سنتا تھا اسے اس کی باتیں اچھی لگتی تھیں اور جب وہ جادوگر کے پاس پہنچتا تو جادوگر تاخیر کی وجہ سے اسے مارتا تھا۔ لڑکے نے راہب سے اس کی شکایت کی راہب نے اس سے کہا جب تم کو جادوگر سے خوف ہو تو کہہ دینا کہ گھر والوں نے روک لیا تھا اور جب گھر والوں سے خوف ہو تو کہہ دینا کہ جادوگر نے روک لیا تھا۔ یہ سلسلہ یونہی چلتا رہا اسی اثناء میں ایک بڑے درندے نے لوگوں کا راستہ بند کر دیا لڑکے نے سوچا کہ آج آزماؤں گا کہ جادوگر افضل ہے یا راہب۔ اس نے ایک پتھر اٹھایا اور کہا اے اللہ اگر تجھ کو راہب کا کام ساحر سے زیادہ پسند ہے تو اس جانور کو قتل کر دے تاکہ لوگ گزرنے لگیں اس نے پتھر مار کر اس جانور کو قتل کر دیا اور لوگ گزرنے لگے۔ پھر اس نے راہب کے پاس جا کر اس کی خبر دی راہب نے کہا اے بیٹے آج تم مجھ

سے افضل ہو گئے ہو اور تمہارا مرتبہ بہت بلند ہو گیا ہے۔ عنقریب تم مصیبت میں گرفتار ہو گے جب تمہیں کوئی مصیبت آئے تو میرا پتہ نہ بتانا یہ لڑکا مادرزاد اندھے اور برص والے کو ٹھیک کر دیتا تھا اور لوگوں کی تمام امراض کا علاج کرتا تھا۔
بادشاہ کا ایک درباری اندھا اس نے یہ خبر سنی تو وہ اس کے پاس بہت تحفے لے کر آیا اور کہا اگر تم نے مجھے شفایاب کر دیا تو یہ تمام چیزیں میں تمہیں دے دوں گا لڑکے نے کہا میں کسی کو شفا نہیں دیتا شفا تو اللہ دیتا ہے اگر تم اللہ پر ایمان لے آؤ تو میں اللہ سے دعا کروں گا اور اللہ تم کو شفا دے گا وہ اللہ پر ایمان لے آیا اللہ پر ایمان لے آؤ تو میں اللہ سے دعا کروں گا اور اللہ تم کو شفا دے گا وُہ اللہ پر ایمان لے آیا اللہ تعالیٰ نے اس کو شفا دے دی۔ وہ بادشاہ کے پاس گیا اور حسب سابق اس کے پاس بیٹھا بادشاہ نے کہا تمہاری بینائی کس نے لوٹائی اس نے کہا میرے رب نے بادشاہ نے کہا میرے علاوہ تیرا کوئی رب ہے اس نے کہا میرا اور تمہارا رب اللہ ہے بادشاہ نے اس کو گرفتار کر لیا اور اس وقت اس کو اذیت دیتا رہا جب تک اس نے لڑکے کا نام نہ بتا دیا۔ پھر اس لڑکے کو لایا گیا بادشاہ نے اس سے کہا کہ بیٹے تمہارا جادو یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ تم مادرزاد اندھوں کو ٹھیک کرتے ہو برص والوں کو شفایاب کرتے ہو اور بہت کچھ کرتے ہو اس لڑکے نے کہا میں کسی کو شفا نہیں دیتا، شفا تو صرف اللہ دیتا ہے۔ بادشاہ نے اس کو گرفتار کر لیا اور اس وقت اسے اذیت دیتا رہا جب تک اس نے راہب کا پتہ نہ بتا دیا پھر راہب کو لایا گیا اور اس سے کہا اپنے دین سے پھر جاؤ۔ راہب نے انکار کیا اس نے آرا منگوایا اور اس کے سر کے درمیان آرا رکھا اور اس کو چیر کر دو ٹکڑے کر دیا پھر اس درباری کو بلایا اور اس سے کہا کہ اپنے دین سے پھر جاؤ اس نے انکار کیا اس نے اس کے سر پر بھی آرا رکھا اور چیر کر دو ٹکڑے کر دیئے۔ پھر اس لڑکے کو بلایا اور کہا

کہ اپنے دین سے پھر جاؤ اس لڑکے نے انکار کیا بادشاہ نے اس لڑکے کو چند لوگوں کے سپرد کیا اس کو فلاں پہاڑ پر لے جاؤ اور اس کو لے کر چوٹی پر چڑھو اگر یہ اپنے دین سے پھر جائے تو بہتر ورنہ اس کو چوٹی سے پھینک دو۔ وہ لوگ اس لڑکے کو لے کر گئے اور پہاڑ پر چڑھ گئے اس لڑکے نے دعا کی اے اللہ جس طرح تو چاہے مجھے ان سے بچا لے اسی وقت ایک زلزلہ آیا اور وہ سب اس پہاڑ سے گر گئے وہ لڑکا بادشاہ کے پاس چلا گیا۔ بادشاہ نے پوچھا جو تمہارے ساتھ گئے ان کا کیا ہوا اس نے کہا اللہ نے مجھے ان سے بچا لیا۔ بادشاہ نے پھر اس کو اپنے چند اصحاب کے حوالے کیا اور کہا اس کو کشتی میں سوار کرو جب کشتی سمندر کے وسط میں پہنچ جائے تو اگر یہ اپنے دین سے پھر جائے تو بہتر ورنہ اس کو سمندر میں پھینک دو۔ وہ لوگ اس کو لے گئے اس لڑکے نے دعا کی اے اللہ تو جیسے چاہے مجھے ان سے بچا لے وہ کشتی فوراً الٹ گئی وہ سب غرق ہو گئے لڑکا پھر بادشاہ کے پاس چلا گیا۔ بادشاہ نے پوچھا تمہارے ساتھیوں کا کیا ہوا کہا اللہ نے مجھے ان سے بچا لیا۔ پھر اس نے بادشاہ سے کہا تم مجھے اس وقت تک قتل نہ کر سکو گے جب تک میرے کہنے کے مطابق عمل نہ کرو بادشاہ نے کہا وہ کیا عمل ہے لڑکے نے کہا تمام لوگوں کو ایک میدان میں اکٹھا کرو اور مجھے ایک درخت پر سولی کے لئے لٹکا دو پھر میرے ترکش سے ایک تیر نکالو ایک تیر کو کمان کے چلہ میں رکھ کر کہو اللہ کے نام سے جو اس لڑکے کا رب ہے پھر مجھے تیر مارو جب تم ایسا کرو گے تو مجھے ہلاک کر لو گے پس بادشاہ نے تمام لوگوں کو ایک میدان میں جمع کیا اور اس کو ایک درخت کے تنے پر لٹکایا پھر اس کے ترکش سے ایک تیر نکالا پھر اس تیر کو کمان کے چلے میں رکھا پھر کہا اللہ کے نام سے جو اس لڑکے کا رب ہے تب وہ تیر اس کی کنپٹی پر پیوست ہو گیا۔ اس لڑکے نے تیر کی جگہ کنپٹی پر اپنا ہاتھ رکھا اور شہید ہو گیا۔ تمام

لوگوں نے کہا ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے یہ خبر بادشاہ کو پہنچی اور اس سے کہا تم نے دیکھا جس بات سے تم ڈرتے تھے اللہ نے تمہارے ساتھ کر دیا تمام لوگ ایمان لے آئے۔ بادشاہ نے گلیوں کے دہانوں پر خندقیں کھودنے کا حکم دیا اور ان میں آگ لگائی گئی اور کہا جو اپنے دین سے نہ پھرے اسے خندق میں ڈال دو لوگ آگ میں داخل ہو گئے آخر میں ایک عورت آئی اس کے ساتھ ایک بچہ تھا وہ آگ میں جانے سے جھجکی بچے نے کہا ماں ثابت قدم رہو تم حق پر ہو۔
(مسلم شریف کتاب الزھد)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ:

(ا) اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی کریم ﷺ کو علم غیب عطا فرمایا کیونکہ حضور ﷺ نے سینکڑوں سال گزرنے کے بعد اس واقعہ کو بیان فرمایا۔

نوٹ:۔ اگر رسول اللہ ﷺ کے علم ماکان وما یکون پر مکمل بحث درکار ہو تو ہماری کتاب ''کنزالعلوم'' کا مطالعہ کرو جس میں متعدد آیات اور دو سو سے زائد احادیث سے آپ کا علم ماکان وما یکون کلی طور پر بیان کیا گیا ہے۔

(ب) جو اللہ کے نام پر شہید ہو گیا اللہ تعالیٰ نے اس کے بدن کو بھی محفوظ فرما لیا کیونکہ علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور میں اتفاقی طور پر اس اللہ کے ولی کی قبر کی کھدائی ہوئی تو لوگوں نے دیکھا کہ اسی طرح اس کنپٹی پر ہاتھ رکھا ہوا ہے جیسے قتل کے وقت رکھا تھا۔ (ابن کثیر، ج۴، ص۵۲۷)

زندہ ہو جاتے ہیں جو مرتے ہیں حق کے نام پر
اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا

(ج) ولی کی کرامت برحق ہے کہ اس نوخیز ولی نے دو مرتبہ اپنی کرامت کا اظہار کرتے اپنے دشمنوں کو ہلاک کر دیا۔ پہلی مرتبہ جب پہاڑ میں زلزلہ آیا دوسری

مرتبہ جب سمندر میں کشتی الٹ گئی اور یہ بھی اس کی کرامت تھی کہ اس کی موت پر سب لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئے۔ یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ ایک کرامت اختیاری ہوتی ہے جیسے آصف بن برخیا کا بلقیس کا تخت لانا اور دوسری کرامت غیر اختیاری ہے جیسے حضرت مریم علیہا السلام کے پاس بے موسم کے پھل آنا۔

(د) اگر اللہ کے راستے میں مصائب و آلام پر صبر کا مظاہرہ کیا جائے تو اس کا اجر عظیم ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ○

ترجمہ: صبر کرنے والوں کو بغیر حساب اجر دیا جائے گا۔

(ن) شیر خوار بچوں کا کلام کرنا ممکن ہے خندق کی آگ میں جانے والی آخری عورت جب آگ میں جانے سے گھبرائی تو اس کی شیر خوار بچی نے کہا اے ماں تم حق پر ہو معلوم ہوا اگر کوئی خدا کا بندہ آزمائش کے وقت آگ میں بھی کود جائے تو

''آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا''

حضرت بلال رضی اللہ عنہ:

مکہ معظمہ میں دو آدمی سب سے زیادہ مالدار تھے ایک صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دوسرا امیہ بن خلف دونوں کے مال خرچ کرنے کے انداز مختلف تھے۔ امیہ کے بارہ غلام تھے ہر ایک کے ذمے الگ الگ کام تھا اس طرح وہ مختلف ذرائع سے دولت کماتا تھا۔ ایک غلام کے ذمے زراعت کا کام تھا ایک باغات کا انچارج تھا ایک تجارت کرتا تھا اس طرح کے منقش کپڑے یمن اور شام کی طرف لے جاتا تھا ایک غلام مویشی پالتا تھا۔ علیٰ ہذا القیاس اس کی کمائی کے مختلف طریقے تھے اتنا مالدار ہونے کے باوجود کسی فقیر کو ایک پائی نہ دیتا تھا اگر اس کا کوئی غلام کسی فقیر کو

کچھ دے دیتا تو یہ اس کو جھڑکتا تھا۔ اگر کوئی اس کو کہتا کہ آخرت کے لئے کچھ خرچ کرو تو یہ کہتا کہ اول تو آخرت ہے ہی کہاں اور اگر ہو بھی تو میرے پاس اتنا مال ہے کہ مجھے آخرت کی ضرورت نہیں۔ من جملہ غلاموں کے اس کا ایک غلام بلال تھا جس کے ذمے بت خانے کا انتظام تھا یہ پوشیدہ طور پر ایمان قبول کر چکا تھا۔ امیہ کو بلال رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہونے کی خبر پہنچی اول بلال رضی اللہ عنہ کو اس کے عہدے سے معزول کیا اور بت خانے کا انتظام ایک اور غلام کو دے دیا اور بلال رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس بلایا اور پوچھا کہ تو کس کی عبادت کرتا ہے فرمایا خدائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اس لعین نے کہا کہ اس کی عبادت سے دستکش ہو جا اور اس دین کو چھوڑ دے ورنہ تجھے سخت عذاب سے ہلاک کر دوں گا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا میں تیرا غلام ہوں جو چاہو کرو اس سفاک نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ننگے بدن کیا اور کیکر کے لمبے کانٹے لے کر آپ کو اس طرح چبھوئے کہ کانٹا ہڈی سے ٹکرا کر ٹوٹ جاتا جب دن خوب گرم ہو جاتا تو وہ آپ کو دوسرے غلاموں کے سپرد کرتا کہ اس کو دھوپ میں لٹا کر گرم وزنی پتھر اوپر رکھو اور اس کے چاروں طرف آگ جلاؤ تاکہ اس کو اپنے کئے کی سزا ملے جب آفتاب غروب ہو جاتا تو اس کو ایک تاریک کمرے میں قید کر دیا جاتا اور باری باری غلاموں کو حکم دیتا کہ بلال (رضی اللہ عنہ) کو خوب مارو صبح تک یہ سلسلہ جاری رہتا لیکن حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس تکلیف میں بلند آواز سے پکارتے کہ خدا ایک ہے، خدا ایک ہے۔

جے دکھ دتیاں دلبر راضی سکھ اوہناں تو وارے
دُکھ قبول محمد بخشا راضی رہن پیارے

ایک دن صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ادھر سے گزر ہوا کس سے پتہ چلا کہ امیہ اپنے غلام بلال رضی اللہ عنہ کو مار رہا ہے آپ اس کے ہاں گئے فرمایا اس کو نہ مارو بلکہ

اس کے ساتھ حسن سلوک کرو یہ آخرت میں تمہارے کام آئے گا اس نے کہا اگر آپ کو زیادہ ہمدردی ہے تو آپ خرید کر آزاد کر دیں۔ آپ نے اپنا غلام نسطاس رومی بمعہ دو ہزار دینار دے کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خرید کر آزاد کر دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔ (تفسیر عزیزی، ج ۳، ص ۲۰۳)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے فضائل:

حدیث نمبر ۱:

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن صبح کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا بلال رضی اللہ عنہ تم کون سا عمل کرتے ہو رات میں نے جنت میں اپنے آگے تمہارے پاؤں کی آہٹ کو سنا ہے عرض کی جب اذان کہتا ہوں تو دو رکعتیں پڑھ لیتا ہوں اور جب بھی میرا وضو ٹوٹ جاتا ہے میں دوبارہ وضو کر لیتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہی وجہ ہے۔
(المستدرک، ج ۳، ص ۲۸۵)

اس حدیث کے تین مطلب ہو سکتے ہیں۔

(ا) حضرت بلال رضی اللہ عنہ زمین پر چل رہے تھے تہجد کی نماز کے لئے مسجد میں آ رہے تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت میں رہ کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے پاؤں کی آہٹ کو سنا جو نبی اتنی دور سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے پاؤں کی آہٹ سن سکتا ہے وہ گنبد خضریٰ میں رہ کر ہم غلاموں کا درود بھی سن سکتا ہے۔

(ب) حضرت بلال رضی اللہ عنہ آن واحد میں زمین پر اور جنت میں موجود تھے جن کے غلام کی یہ شان ہے ان کی اپنی کیا شان ہوگی۔

(ج) قیامت کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنتی ناقہ پر سوار ہوں گے مہار حضرت

بلال رضی اللہ عنہ نے پکڑی ہو گی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ آگے آگے ہوں گے اس وقت جو ان کے پاؤں سے آہٹ پیدا ہو گی اس کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سن لیا یہ پہلے سے بھی بڑا کمال ہے کہ آواز پیدا ہوتی ہے قیامت کے دن اور آپ اس کو ابھی سن رہے ہیں۔

حدیث نمبر۲:

ابن ابی ملیکا رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا فتح مکہ کے دن اے بلال رضی اللہ عنہ کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دو۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کعبہ کی چھت پر جا کر اذان دی۔

(طبقات ابن سعد، ج۳، ص۲۳۴)

حدیث میں آتا ہے کہ کعبہ پر روزانہ ایک سو بیس رحمتیں نازل ہوتی ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ آج وہ رحمتیں پہلے میرے بلال پر نازل ہوں اور بعد میں کعبہ پر نازل ہوں تاکہ میری نسبت کی عظمت کا اظہار ہو جائے اے دنیا والو بلال میرا غلام ہے میں نے اس کی عظمت کو چار چاند لگا دیئے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کعبہ کی چھت پر اذان کہہ رہا ہے اور اللہ اس پر اپنی رحمتیں نازل فرما رہا ہے۔

حدیث نمبر۳:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے روز مؤذنوں کا حشر جنتی اونٹنیوں پر ہو گا اور ان سب کے آگے حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہوں گے۔ وہ اذان سے اپنی آوازوں کو بلند کریں گے لوگ کہیں گے یہ کون ہیں کہا جائے گا یہ امت محمدیہ کے مؤذن ہیں جب لوگ خوف و

حزن میں ہوں گے تو ان کو کوئی خوف اور غم نہ ہوگا۔ (تاریخ بغداد، ج ۱۳، ص ۳۸)

حدیث نمبر ۴:

جب حضور نبی کریم ﷺ کا وصال ہو گیا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان کہنی چھوڑ دی اور دمشق چلے گئے وہاں کافی عرصہ کے بعد خواب میں حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت ہوئی آپ ﷺ نے فرمایا یہ کیا زیادتی ہے کہ تم نے ہمارا قرب چھوڑ دیا ہے کیا ہماری زیارت کو نہ آؤ گے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے اور مدینہ کے ارادے سے روانہ ہو گئے۔ جب مدینہ پہنچے تو لوگوں سے ملاقات ہوئی۔ حضور نبی کریم ﷺ کی قبر انور پر حاضر ہو کر رونے لگے اور قبر کو سینے سے لگایا اتنے میں امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہم تشریف لے آئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو چوما اور سینے سے لگایا ان دونوں نے آپ سے اصرار کیا کہ اے بلال رضی اللہ عنہ اذان دو جب آپ نے اذان کہی تو مدینہ کے سب لوگ جمع ہو گئے مرد و زن اور کنواری لڑکیاں آپ کی اذان سننے کے لئے اکٹھے ہو گئے۔ جب آپ نے اللہ اکبر کہا اہل مدینہ رونے لگے جب آپ نے کہا اشھد ان لا الہ الا اللہ تو سب کی چیخیں نکل گئیں اور جب کہا اشھد ان محمد رسول اللہ کوئی ذی روح ایسا نہ تھا جو رو نہ رہا ہو اور وہ دن حضور ﷺ کے وصال کے دن کی طرح ہو گیا پھر آپ شام واپس چلے گئے۔

جناں تناں وچہ عشق سماناں رونا کم اونا ہاں
وچھڑے روندے ملدے روندے روندے ٹردے راہاں

(انسان العیون، ج ۲، ص ۱۰۷)

حدیث نمبر ۵:

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جب بیت المقدس فتح کیا اور نماز کا وقت

ہوا تو فرمایا اے بلال رضی اللہ عنہ ہمارے لئے اذان کہو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اذان چھوڑ رکھی ہے لیکن آپ کہتے ہیں تو میں اذان کہے دیتا ہوں۔ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان کہی صحابہ نے زاروقطار رونا شروع کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد ذہنوں میں تازہ ہو گئی سب سے زیادہ رونے والے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو تسلی دی۔ (انسان العیون، ج۲، ص۱۰۸)

قسم خدا دی پناہ خدا دی برے نے وقت جدائیاں
اگلے لوگ جدائیاں کولوں دیندے گئے نے دہائیاں

حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ:

حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ بھی ان مبارک ہستیوں میں سے تھے جن کو کٹھن امتحان سے گزرنا پڑا یہ بہت زمانہ تک تکالیف برداشت کرتے رہے لوہے کی زرہ پہنا کر ان کو دھوپ میں ڈال دیا جاتا جس سے گرمی اور تپش کی وجہ سے زبردست پسینہ بہتا رہتا اکثر اوقات سیدھا گرم ریت پر لٹا دیا جاتا جس کی وجہ سے کمر کا گوشت تک گل کر گر گیا تھا۔ یہ ایک عورت کے غلام تھے جب اس کو خبر پہنچی کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتے ہیں تو اس کی سزا میں لوہے کی سلاخیں گرم کر کے ان کے سر کو داغ دیتی تھی ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے ان کی تکالیف کے بارے میں پوچھا انہوں نے کہا میری کمر دیکھ لیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کمر کو دیکھا اور کہا ایسی کمر تو کسی کی نہیں دیکھی۔ انہوں نے کہا مجھے آگ کے انگاروں پر ڈال کر گھسیٹتے تھے اور وہ آگ میری چربی اور میرے خون سے بجھ جاتی تھی یہ تھا آپ کے عشق کا امتحان۔

عشق تے اگ دونویں اک برابر پر عشق سیک ودھیرا
اگ تے ساڑھے لکھ تے کانے عشق ساڑے تن میرا
اگ دے تائیں پانی ٹھارے دسو عشق دا دارو کیہڑا
بھلے شاہ اوتھے کجھ نہیں سجھدا جتھے عشق نے لایا ڈیرا

ان کا انتقال ۳۷ سال کی عمر میں ہوا ہے یہ پہلے صحابی تھے جو کوفہ میں دفن ہوئے۔ ان کے انتقال کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کا گزر ان کی قبر سے ہوا آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ خباب پر رحم فرمائے یہ اپنی رغبت سے مسلمان ہوئے خوشی سے ہجرت کی جہاد میں زندگی گزاری اور اللہ کے راستے مصائب برداشت کیے۔

حضرت خباب فرماتے ہیں ہم نے اپنے مصائب کا تذکرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا آپ کعبہ کے سائے میں چادر کا سہارا لے کر تشریف فرما تھے ہم نے عرض کی آپ ہمارے لئے دعا فرمائیں آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلے لوگوں کے لئے زمین میں گڑھا کھود کر ان کو اس میں کھڑا کر کے اوپر سے آرے کے ذریعے جسم کے دو ٹکڑے کر دیتے تھے اور لوہے کی کنگھیوں سے ان کے جسم کا گوشت ہڈیوں سے الگ کر دیا جاتا تھا اور یہ عذاب ان کو ان کے دین سے الگ نہ کر سکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ اسلام کو مکمل کرے گا یہاں تک کہ ایک سوار صنعاء سے لے کر حضر موت تک جائے گا اور اس کو سوائے اللہ کے کسی کا خوف نہ ہو گا لیکن تم جلدی کرتے ہو۔ (اسد الغابہ، ج ۲، ص ۹۸)

حضرت خباب رضی اللہ عنہ ام نمار کے غلام تھے ایک مرتبہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملنے کے لئے گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو مسند پر بٹھایا اور یہ فرمایا کہ اس مسند کا تم سے زیادہ کوئی مستحق نہیں سوائے بلال رضی اللہ عنہ کے۔ اس پر حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا امیر المومنین حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی مجھ سے زیادہ مستحق

نہیں اس لئے کہ ان پر جو شدائد و مصائب آئے بعض مشرکین مکہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے حامی اور ہمدرد تھے مگر میرا کوئی بھی حامی نہ تھا ایک روز مشرکین نے مجھے انگاروں پر چت لٹا دیا اور ایک آدمی نے اپنا پاؤں میرے سینے پر رکھ دیا تاکہ میں جنبش نہ کروں پھر کُرتا اُٹھا کر اپنے داغ دکھائے۔

(طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۶۵)

حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ:

حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو رومی کفار نے قید کر لیا اور اپنے بادشاہ کے پاس پہنچا دیا اس نے آپ سے کہا کہ تم نصرانی ہو جاؤ میں تمہیں اپنی سلطنت میں شریک کر لوں گا اور اپنی شہزادی تیرے نکاح میں دے دوں گا آپ نے فرمایا یہ تو کیا اگر تو تمام بادشاہت بھی مجھے دے دے اور تمام عرب کی سلطنت بھی مجھے سونپ دے تب آنکھ جھپکنے کے برابر بھی دین محمدی سے برگشتہ ہونے کو تیار نہیں۔
بادشاہ نے کہا کہ پھر میں تجھے قتل کر دوں گا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں یہ تجھے اختیار ہے اسی وقت بادشاہ نے حکم دیا اور انہیں صلیب پر چڑھا دیا گیا اور تیر اندازوں نے بادشاہ کے حکم سے ان کے ہاتھ پاؤں چھیدنے شروع کیے۔ بار بار آپ سے کہا جاتا اب بھی نصرانی ہو جاؤ لیکن آپ پورے استقلال اور صبر سے فرماتے ہرگز نہیں۔

مارو مارو مار مکاؤ کوئی عذر نہ پیش لیاواں
جے سوہناں میرے دکھ وچ راضی میں سکھ نوں چلھے پاواں

آخر بادشاہ نے کہا اس کو سولی سے اتار دو اور پھر ایک پیتل کی دیگ خوب گرم کر کے لائی جائے چنانچہ وہ لائی گئی بادشاہ نے ایک قیدی کے متعلق حکم

دیا اس کو اس دیگ میں ڈال دو چنانچہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں اس قیدی کو دیگ میں ڈال دیا گیا وہ مسکین جل گیا۔ بادشاہ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہا اب بھی ہماری بات مان لو اور ہمارا مذہب قبول کر لو ورنہ تمہارا بھی یہی انجام ہوگا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پھر بھی اپنے ایمانی جوش سے کام لیتے ہوئے فرمایا میں خدا کے دین کو ہرگز نہیں چھوڑ سکتا۔ اس وقت بادشاہ نے حکم دیا اسے چرخی پر چڑھا کر اس گرم دیگ میں ڈال دو جب آپ کو دیگ میں ڈالا جانے لگا تو آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ بادشاہ کو کچھ امید ہوگئی کہ شاید یہ اپنے ترک دین پر تیار ہو گیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو چرخی سے اتارنے کا حکم دیا لیکن بادشاہ کی تمنا بے سود ثابت ہوئی۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں صرف اس وجہ سے رویا تھا کہ آج میرے پاس صرف ایک جان ہے کاش کہ میرے ہر رونگٹے میں ایک جان ہوتی تو سب کو آج قربان کر دیتا۔

کروں تیرے نام پہ جاں فدا نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہ جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

بادشاہ نے کہا اچھا میرے سر کا بوسہ لے لو تو میں تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو آزاد کر دوں گا آپ رضی اللہ عنہ نے اس کا سر چوم لیا۔ جب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا سر چوم لیا۔

(ابن کثیر، ج ۱۴، ص ۶۰)

تین بھائی:

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ملک شام میں تین بھائی مجاہد تھے خدا کی راہ میں جہاد کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ رومیوں نے ان کو گرفتار کر

لیا رومی بادشاہ نے ان سے کہا میں تمہیں ملک دوں گا اپنی بیٹیوں سے تمہاری شادی کر دوں گا تم لوگ نصرانی ہو جاؤ۔ انہوں نے انکار کیا اور پکارا یا محمداہ بادشاہ کے حکم سے تین دیگیں آگ پر رکھ دی گئیں اور ان میں روغن زیتون ڈالا گیا جو تین دن تک کھولتا رہا اور انہیں روزانہ دکھایا جاتا رہا اور نصرانیت کی دعوت دی جاتی اور وہ انکار کرتے۔ اس پر پہلے بڑے بھائی کو اس کھولتے ہوئے تیل میں ڈالدیا گیا پھر دوسرا بھی ڈال دیا گیا۔ تیسرا جو چھوٹا تھا اسے بھی قریب لایا گیا تو اس کو بادشاہ نے دین سے منحرف کرنے کی بہت کوشش کی اس پر ایک درباری نے عرض کی اے بادشاہ اس کو میں اپنی تدبیر سے دین سے منحرف کرلوں گا۔ بادشاہ نے کہا وہ کس طرح اس نے کہا میں جانتا ہوں عرب عورتوں کی طرف جلد مائل ہو جاتے ہیں اور روم میں میری بیٹی سے بڑھ کر کوئی حسین وجمیل نہیں۔ اس کو میرے حوالے کر دیجئے تا کہ میں اس کو اس کے ساتھ چھوڑ دوں اور وہ اس کو بہکا لے گی چالیس روز کی مدت مقرر کر کے بادشاہ نے اس کو اس درباری کے سپرد کر دیا اور وہ اس کو اپنے مکان میں لایا اور اپنی بیٹی کے ساتھ رکھا اور اس واقعہ کی اطلاع دی لڑکی نے کہا تم بے فکر رہو یہ کام میرا ہے۔ اب وہ شامی مجاہد دن بھر روزہ رکھتا اور تمام شب عبادت کرتا اور اس لڑکی کی طرف نظر نہ کرتا۔

جے لکھ حوراں وی آ دیونی میںنوں آن وکھالا
قسم خدادی میں اتول ویکھا جتھے کالیاں زلفاں والا

یہاں تک کہ میعاد ختم ہوگئی اب اس درباری نے بیٹی سے دریافت کیا کہ تو نے کیا کیا اس نے کہا کچھ نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ اس کے دو بھائی اس شہر میں قتل کر دیئے گئے ہیں میرا گمان ہے یہ ان کے صدمے کی وجہ سے باز رہا اس لئے مناسب ہے کہ بادشاہ سے معیاد میں توسیع کرائی جائے اور مجھے اور

اس کو کسی دوسرے شہر میں بھیج دیا جائے۔ ایسا ہی کیا گیا لیکن اس شامی مجاہد کی حالت وہاں بھی یہی رہی دن کو روزہ رات کو نوافل یہاں تک کہ دوسری معیاد بھی ختم ہونے کے قریب ہو گئی ایک شب اس لڑکی نے کہا اے شخص میں تجھے رب عظیم کی عبادت میں مشغول دیکھتی ہوں اس پر میرے دل پر یہ اثر ہوا ہے کہ میں نے اپنا آبائی دین ترک کر کے تیرا دین اختیار کر لیا ہے اس کے بعد دونوں مشورہ کر کے ایک سواری پر بھاگ نکلے۔ دن کو چھپ جاتے رات کو سفر کرتے ایک رات یہ دونوں جا رہے تھے کہ گھوڑوں کے آنے کی آواز سنائی دی دیکھا تو وہ اس شامی مجاہد کے دونوں بھائی تھے جن کو تیل میں ڈالدیا گیا تھا اور ان کے ساتھ فرشتوں کی ایک جماعت تھی۔ شامی نے ان دونوں کو سلام کیا اور ان کا حال دریافت کیا تو وہ کہنے لگے کہ وہ ایک غوطہ ہی تھا جو تم نے دیکھا کہ ہم نے کھولتے تیل میں مارا اور ہم جنت الفردوس میں پہنچ گئے۔ اب اللہ نے ہمیں تمہارے پاس بھیجا ہے تاکہ اس لڑکی کے ساتھ تمہاری شادی کر دیں چنانچہ دونوں کی شادی کر کے واپس چلے گئے۔ (شرح الصدور، ص ۸۹)

جو لوگ دین پر ثابت قدم رہتے ہیں اور مصائب و آلام کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ○ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُكُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ وَلَكُمْ فِیْهَا مَا تَشْتَهِیْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِیْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ○ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ ○

ترجمہ: بے شک وہ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر قائم رہے ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ نہ ڈرو نہ غم کرو اور خوش ہو اس جنت پر جس کا تمہیں وعدہ دیا

جاتا تھا ہمارے دوست ہیں دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں اور تمہارے لئے ہے اس میں جو تمہاری جی چاہے اور تمہارے لئے اس میں جو مانگو مہمانی بخشنے والے مہربان کی طرف سے۔

معلوم ہوا جو نفوس قدسیہ باطل کے مقابلے میں ڈٹ جاتے ان پر رحمت کے فرشتے نازل ہوتے ہیں جو ان کو بشارت دیتے ہیں کہ تم پر کوئی خوف وحزن نہیں تم جنتی ہو ہم تمہارے دوست ہیں دنیا اور آخرت کی زندگی میں جنت میں تمہیں من مانی نعمتوں سے سرفراز کیا جائے گا اور تم اللہ کے مہمان ہو گے اور وہ تم پر مہربانی فرماتے ہوئے تمہارے سارے گناہ معاف کر دے گا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

جنت کا مالک

أُولٰئِكَ هُمُ الْوَارِثُوْنَ ○ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ ○

ترجمہ: یہی لوگ وارث ہیں کہ فردوس کی میراث پائیں گے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

وراثت ملکیت کا اعلیٰ ذریعہ ہے جو نہ فسخ ہو سکے نہ باطل ہو سکے نہ ٹوٹ سکے۔ نورالعرفان یہاں میراث کا لفظ اس لئے اختیار فرمایا کہ تملیک میں سب سے اتم واحکم قسم ہے جس میں نہ فسخ کا احتمال نہ لوٹائے جانے کا نہ ابطال کا۔

(تفسیر شبیر احمد عثمانی)

اب اس آیت کا مفہوم یہ ہوا کہ اللہ کے برگزیدہ بندے اللہ کی عطا سے جنت کے مالک ہوں گے۔ دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَنُوْدُوْا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○

ترجمہ: اور ندا ہوئی کہ یہ جنت تمہیں میراث ملی ہے صلہ تمہارے اعمال کا۔

اس آیت سے معلوم کہ جنت میں جو کچھ اہل جنت کو ملے گا وہ اس کے مالک ہوں گے۔ ایک جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد یہ ہے کہ:

تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ○

ترجمہ: یہ وہ جنت ہے جس کا وارث ہم اپنے بندوں میں اسے کریں گے جو پرہیزگار ہے۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے متقی بندے جنت کے مالک ہوں گے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ

وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ ۝

ترجمہ: اور مجھے ان میں کر جو چین کے باغوں کے وارث ہیں۔

یقیناً اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو قبول فرمالیا اور آپ کو جنت کا مالک بنا دیا کیونکہ جب اللہ کا رسول امور ممکنہ کے بارے میں اللہ سے دعا مانگتا ہے تو وہ رد نہیں کرتا بلکہ ایسی دعا قبول فرمالیتا ہے۔ جب جنتی لوگ جنت میں داخل ہوں گے تو خازن جنت ان کو سلام کرے گا اور اہل جنت سے کہے گا تم جنت میں ہمیشہ رہو گے اس پر وہ جنتی لوگ کہیں گے۔

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ ۝

ترجمہ: اور وہ کہیں گے سب خوبیاں اللہ کو جس نے ہم سے اپنا وعدہ سچا کیا اور ہمیں اس زمین کا وارث کیا کہ ہم جنت میں رہیں جہاں چاہیں۔

اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ اہل جنت خدا کی عطا سے جنت کی زمین کے وارث یعنی مالک ہوں گے۔ قیامت کے دن جب ایماندار لوگ جنت میں داخل ہوں گے تو غلمان سونے کے پیالوں میں جنتی شراب بھر کر ان کو پیش کریں گے اور ان کی خاطر و مدارات کریں گے اور کہیں گے کہ:

وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

ترجمہ: اور یہ ہے وہ جنت جس کے تم وارث کئے گئے اپنے اعمال سے۔

اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ جنتی لوگ خدا کی طرف جنت کے مالک بنا دیئے جائیں گے جو مکانات اور زمین ان کو ملے گی وہ ان کے مالک ہوں گے۔

اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے محبوب ہیں اور محب کے پاس جو کچھ ہوتا ہے وہ سب کچھ محبوب کا ہوتا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے کیا خوب ارشاد فرمایا ہے:

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محبّ میں نہیں میرا تیرا

لیکن یہ بات ذہن نشین رہے کہ اللہ تعالیٰ جنت کا حقیقی مالک ہے اور اللہ کی ملکیت قدیم ازلی اور ابدی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی عطا سے مالک ہیں:

خالق کل نے آپ کو مالک کل بنا دیا
دونوں جہاں ہیں آپ کے قبضہ و اختیار میں

ان متذکرہ آیات نے ثابت کر دیا کہ قیامت کے روز جنت میں داخل ہو کر اہل جنت جنت کے مالک ہوں گے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے دنیا میں ہی جنت کا مالک بنا دیا آپ نے اپنے غلاموں کو جنت عطا فرمائی اس کے متعدد دلائل ہیں ابھی آپ ملاحظہ فرمائیں گے انشاء اللہ تعالیٰ پہلے جنت کی نعمتوں کا ذکر ہوگا اور بعد میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مالک جنت ہونا بیان کیا جائے گا۔

جنت کی نعمتیں:

عَلٰی سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ○ مُّتَّكِئِیْنَ عَلَیْهَا مُتَقٰبِلِیْنَ○ یَطُوْفُ عَلَیْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ○ بِاَكْوَابٍ وَّ اَبَارِیْقَ ۙ وَ كَاْسٍ مِّنْ مَّعِیْنٍ○ لَّا یُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَ لَا یُنْزِفُوْنَ○ وَ فَاكِهَةٍ مِّمَّا یَتَخَیَّرُوْنَ○ وَ لَحْمِ طَیْرٍ مِّمَّا یَشْتَهُوْنَ○ وَ حُوْرٌ عِیْنٌ○ كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ○ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ○

ترجمہ: جڑاو تختوں پر ہوں گے ان پر تکیہ لگائے ہوئے آمنے سامنے ان کے گرد لئے پھریں گے ہمیشہ رہنے والے لڑکے کوزے اور آفتاب اور جام اور آنکھوں

کے سامنے بہتی شراب کہ اس سے نہ انہیں درد سر ہو اور نہ ہوش میں فرق آئے اور میوے جو پسند کریں اور پرندوں کا گوشت جو چاہیں اور بڑی آنکھ والی حوریں جیسے چھپے رکھے موتی صلہ ان کے اعمال کا۔

اس آیت سے پتہ چلا کہ جنت میں اہل جنت کے لئے بہترین عمدہ تخت ہوں گے ان کے لئے خدمت گزار لڑکے ہوں گے جنتی شراب پینے کے لئے سونے چاندی کے برتن انواع واقسام کے پھل پرندوں کا گوشت موتیوں کی مانند حسین وجمیل حوریں ہوں گی۔

آگے فرمایا گیا:

فِیۡ سِدۡرٍ مَّخۡضُوۡدٍ ○ وَّطَلۡحٍ مَّنۡضُوۡدٍ ○ وَّظِلٍّ مَّمۡدُوۡدٍ ○ وَّمَآءٍ مَّسۡکُوۡبٍ ○ وَّفَاکِھَۃٍ کَثِیۡرَۃٍ ○ لَّا مَقۡطُوۡعَۃٍ وَّلَا مَمۡنُوۡعَۃٍ ○ وَّفُرُشٍ مَّرۡفُوۡعَۃٍ ○ اِنَّاۤ اَنۡشَاۡنٰھُنَّ اِنۡشَآءً ○ فَجَعَلۡنٰھُنَّ اَبۡکَارًا ○ عُرُبًا اَتۡرَابًا ○ (سورۃ واقعہ)

ترجمہ: اہل جنت بے کانٹوں کی بیریوں میں اور کیلے کے گچھوں میں اور ہمیشہ کے سائے میں اور ہمیشہ جاری پانی میں اور بہت سے میووں میں جو نہ ختم ہوں اور نہ روکے جائیں اور بلند بچھونوں میں ہوں گے اور بے شک ہم نے ان عورتوں کو اچھی اٹھان اٹھایا اور انہیں کواریاں بنایا اپنے شوہر پر پیاریاں انہیں پیار دلاتیاں ایک عمر والیاں۔

اس آیت سے پتہ چلا کہ جنت میں بیر اور کیلے ہوں گے جاری پانی کی نہریں درختوں کے گھنے سائے پھلوں کی کثرت ہوگی اور ان کے کھانے میں کوئی ٹوک نہ ہوگی بہترین اور عمدہ بچھونے ہوں گے اور ایسی خوبصورت عورتیں ہوں گی جو اپنے شوہروں کے ساتھ ہمیشہ پیار کریں۔

سورہ النبا میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ مَفَازًا ○ وَّحَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا○ وَّكَوَاعِبَ اَتْرَابًا○ وَّكَاْسًا دِهَاقًا○

ترجمہ: بے شک ڈر والوں کے لئے کامیابی کی جگہ ہے باغ ہیں اور انگور اور اٹھتے جوبن والیاں ایک عمر کی اور چھلکتا جام۔

اس آیت میں جن جنتی نعمتوں کا ذکر ہوا وہ یہ ہیں باغ انگور خوبصورت ایک عمر کی عورتیں اور چھلکے جام۔

سورہ محمد میں اللہ تعالیٰ جنتی نہروں کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ فِیْهَاۤ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَیْرِ اٰسِنٍ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ یَتَغَیَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ ۚ۬ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ؕ وَلَهُمْ فِیْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ؕ

ترجمہ: احوال اس جنت کا جس کا وعدہ پرہیزگاروں سے ہے اس میں ایسے پانی کی نہریں ہیں جو کبھی نہ بگڑے ایسے دودھ کی نہریں ہیں جس کا مزہ نہ بدلا اور ایسی شراب کی نہریں ہیں جس کے پینے میں لذت ہے اور ایسے شہد کی نہریں ہیں جو صاف کیا گیا ہے اور ان کے لئے اس میں ہر قسم کے پھل ہیں اور اپنے کی مغفرت۔

اس آیت میں جنت کی مشہور چار نہروں کا ذکر ہوا پانی کی نہر، دودھ کی نہر، شراب کی نہر اور شہد کی نہر۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات ان چاروں کا منبع دیکھا ہے تفسیر روح البیان میں ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم معراج میں تشریف لے گئے اور جنت کی سیر فرمائی تو وہاں چار نہریں ملاحظہ فرمائیں۔ ایک پانی کی ایک دودھ کی ایک شراب کی اور ایک شہد کی۔ حضرت جبریل امین علیہ السلام سے دریافت فرمایا یہ نہریں کہاں سے آرہی ہیں حضرت جبریل امین علیہ السلام نے

عرض کی مجھے اس کی خبر نہیں۔ دوسرے فرشتے نے کہا ان چاروں کا چشمہ میں دکھاتا ہوں ایک جگہ لے گیا وہاں ایک درخت تھا جس کے نیچے ایک عمارت بنی ہوئی تھی اور دروازے پر قفل تھا اس کے نیچے سے یہ چاروں نہریں نکل رہی تھیں۔ ارشاد فرمایا دروازہ کھولو عرض کی اس کی چابی میرے پاس نہیں بلکہ آپ کے پاس ہے یعنی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حضور ﷺ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر قفل کو ہاتھ لگایا دروازہ کھل گیا اندر جا کر ملاحظہ فرمایا کہ اس عمارت میں چار ستون ہیں اور ہر ستون پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھی ہوئی ہے اور بسم کی میم سے پانی کی نہر جاری ہے اللہ کی ہ سے دودھ کی نہر جاری ہے رحمٰن کی میم سے شراب کی نہر جاری ہے اور رحیم کی میم سے شہد کی نہر جاری ہے اندر سے آواز آئی اے میرے محبوب آپ کی امت کا جو آدمی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے گا وہ ان چاروں نہروں کا مستحق ہوگا۔

سورہ دہر میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الْاَبْرَارَ یَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ۝ عَیْنًا یَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ یُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِیْرًا ۝

ترجمہ: بے شک نیک لوگ ایسے جام سے (شراب) پئیں گے جس میں کافور کی آمیزش ہوگی ایسے چشمے سے جس سے خدا کے نیک بندے نوش کریں گے اور جس کو وہ (خاصان خدا جہاں چاہیں گے) بہا کر لے جائیں گے۔

تفسیر درمنثور میں ابن شوذب سے روایت ہے کہ اہل جنت کے ہاتھوں میں سونے کی چھڑیاں ہوں گے اور ان چھڑیوں سے جس طرف اشارہ کریں گے نہریں اسی طرف کو چلیں گی۔ تفسیر معالم التنزیل میں اس آیت کے تحت لکھا ہے کہ جنتی لوگ ان نہروں کو اپنی منزلوں اور محلوں میں جہاں چاہیں گے لے جائیں گے۔

سورہ کہف میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

أُولَٰئِكَ لَهُمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِن ذَهَبٍ وَيَلْبَسُونَ ثِيَابًا خُضْرًا مِّن سُندُسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِئِينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَائِكِ ۚ

ترجمہ: ایسے لوگوں کے لئے ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں ان کے نیچے نہریں جاری ہوں گی ان کو سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور یہ لوگ سبز رنگ کے کپڑے زیب تن کریں گے جو سندس اور استبراق کے ہوں گے اور وہاں مسہریوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔

سندس باریک ریشم اور استبرق موٹے ریشم کو کہتے ہیں حسب خواہش باریک اور موٹے ریشمی کپڑے پیش کئے جائیں گے۔

سورہ زمر میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَٰكِنِ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّن فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ

ترجمہ: لیکن جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کے لئے بالاخانے ہیں جن کے اوپر اور بالاخانے ہیں جو بنے بنائے تیار ہیں ان کے نیچے نہریں جاری ہیں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلاشبہ اہل جنت اپنے اوپر بالاخانہ والوں کو اس طرح دیکھیں گے جیسے تم اس ستارے کو دیکھتے ہو جو (صبح کو پو پھٹنے کے بعد) آسمان کے مشرقی یا مغربی کنارے پر باقی رہ جاتا ہے اور یہ منزلوں کا فرق ان کے باہمی فرق مراتب کی وجہ سے ہوگا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ انبیاء کرام کے مقامات ہوں گے جہاں ان کے علاوہ کوئی اور نہ پہنچ سکے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا ہاں قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے ان میں وہ لوگ ہوں گے جو اللہ پر ایمان لائے اور رسولوں کی تصدیق کی۔

(بخاری؛ ج ۱، ص ۱۲۷۔ مسلم شریف، ج ۲، ص ۳۷۸)

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلاشبہ جنت میں بالاخانہ ہے اس کا ظاہر حصہ اندر سے اور اندرونی حصہ باہر سے نظر آتا ہے۔ ابو مالک نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کن کے لئے ہوگا، فرمایا:

لِمَنْ اَطَابَ الْكَلَامَ وَاَطْعَمَ الطَّعَامَ وَاَدَامَ الصِّيَامَ وَبَاتَ قَائِمًا وَالنَّاسُ نِيَامٌ ○

ترجمہ: جو نرمی سے بات کرے اور بھوکوں کو کھانا کھلائے اور روزوں پر دوام کرے اور نماز تہجد پڑھے۔

(الترغیب والترہیب، ج ۴، ص ۵۱۶۔ ترمذی، ج ۲، ص ۷۵)

سورہ کہف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد موجود ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ○ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا ○

ترجمہ: بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کئے ان کی مہمانی کے لئے فردوس کے باغ ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے وہاں سے کہیں جانا نہ چاہیں گے۔

چونکہ کوئی تکلیف نہ ہوگی اور وہیں ہر خواہش پوری ہو جائے گی اس لئے وہاں سے کہیں جانے کو جی ہی نہ چاہے گا اور نہ منتقل ہونے کی ضرورت ہوگی سب کچھ وہیں موجود ہوگا کروڑوں اور اربوں میل جنت کا پھیلاؤ ہوگا پھر آپس میں میل جول ہوگا محبت اور بے تکلفی ہوگی عزیز و اقارب دوست احباب وہیں

موجود ہوں گے خالق کائنات راضی ہوگا پھر اس صورت میں وہاں سے باہر جانے کا خیال کیسے آئے گا۔

احادیث

حدیث نمبر ا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَعْدَدْتُ لِعِبَادِیَ الصَّالِحِیْنَ مَالَا عَیْنٌ رَاَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَاخَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍO

ترجمہ: میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے ایسی چیز تیار کی ہے جس کو کسی آنکھ نے دیکھا نہیں نہ اس کی خوبیوں کو سنا اور کسی انسان کے دل میں خیال پیدا ہوا۔

اگر تم اس کی تصدیق چاہو تو یہ آیت پڑھ لو:

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا اُخْفِیَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍO

ترجمہ: کوئی شخص اس چیز کو نہیں جانتا جس کو پوشیدہ رکھا گیا ہے اور جو آنکھ کی ٹھنڈک کا سبب ہے۔ (بخاری، مسلم شریف، ج ۲، ص ۳۷۸)

حدیث نمبر ۲:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَوْ اَنَّ اِمْرَاَةً مِنْ نِسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ اِطَّلَعَتْ اِلَی الْاَرْضِ لَاَضَاءَتْ مَا بَیْنَهُمَا وَلَمَلَاَتْ مَا بَیْنَهُمَا رِیْحًا وَلَنَصِیْفُهَا عَلٰی رَاْسِهَا خَیْرٌ مِنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْهَاO

ترجمہ: اگر جنتیوں میں سے کسی کی عورت دنیا کی طرف جھانک لے تو مشرق و

مغرب کے درمیان روشن کر دے اور ساری فضا مشرق و مغرب کو خوشبو سے بھر دے اور سر کی اوڑھنی دنیا اور جو کچھ دنیا کے اندر ہے سب سے بہتر ہے۔

(مشکوٰۃ، ج ۳، ص ۹۱۔ بخاری۔ مسلم شریف)

حدیث نمبر ۳:

حضرت ابو موسیٰ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنت میں مومن کے لئے ایک خالی موتی کا خیمہ ہوگا جس کا طول ساٹھ میل کا ہوگا اس خیمہ کے ہر گوشے میں اس کی بیویاں ہوں گی اور ایک گوشے کے آدمی دوسرے گوشے کے آدمیوں کو دیکھ نہ سکیں گے ان سب گھروں میں مسلمان چلتا پھرتا رہے گا اور مومن کے لئے دو جنتیں ہوں گی جس کے برتن اور تمام چیزیں چاندی کی ہوں گی اور دو جنتیں سونے کی ہوں گی جن کے برتن اور تمام چیزیں سونے کی ہوں گی۔

(بخاری۔ مسلم شریف، ج ۲، ص ۳۸۰۔ مشکوٰۃ، ج ۳، ص ۹۱)

حدیث نمبر ۴:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنت میں ایک بازار ہے جس میں ہر جمعہ کو جنتی جمع ہوں گے اور وہاں شمالی ہوا چلے گی جو اہل جنت کے منہ اور کپڑوں پر خوشبو ڈالے گی اور ان کے حسن و جمال میں اضافہ ہو جائے گا پھر جب وہ حسین و جمیل بن کر اپنی بیویوں کے پاس جائیں گے تو ان کی بیویاں کہیں گی خدا کی قسم ہم سے جدا ہو کر تم نے اپنے حسن و جمال بڑھا لیا ہے اس کے جواب میں وہ کہیں گے اور ہمارے بعد تمہارے حسن میں اضافہ ہو گیا ہے۔ (مسلم شریف، ج ۲، ص ۳۷۹۔ مشکوٰۃ، ج ۳، ص ۹۲)

حدیث نمبر ۵:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے وہ چودھویں رات کے چاند کی مانند ہوں گے اور ان کے بعد جو جماعت داخل ہوگی وہ اس روشن ستارے کی مانند ہوگی جو سورج اور چاند سے کم اور دوسرے ستاروں سے زیادہ روشن ہے اور اہل جنت کے دل ایک شخص کے دل کی مانند ہوں گے اور جنت میں ہر شخص کی دو بیویاں حورعین سے ہوں گی جن کی پنڈلیوں کا گودا ہڈی اور گوشت کے اندر سے نظر آتا ہوگا جنتی صبح و شام اللہ کو یاد کریں گے نہ تو بیمار ہوں گے اور نہ پیشاب کریں گے نہ پائخانہ پھریں گے نہ تھوکیں گے اور نہ ریٹھ سنکیں گے اور اہل جنت کے برتن سونے چاندی کے ہوں گے ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی ان کی انگیٹھیوں کا ایندھن اگر ہوگا اور ان کا پسینہ مشک ہوگا اور سارے جنتی ایک شخص کی سیرت و عادت پر ہوں گے اور صورت میں اپنے باپ آدم کی شکل پر اور ان کا قد ساٹھ گز اونچا ہوگا۔ (بخاری۔ مسلم شریف، ج ۲، ص ۳۷۹۔ ترمذی، ج ۲، ص ۷۶)

حدیث نمبر ۶:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ يَّدْخُلُ الْجَنَّةَ يَنْعِمُ وَلَا يَبْاَسُ وَلَا يَبْلٰى ثِيَابُهٗ وَلَا يَفْنٰى شَبَابُهٗ۔

ترجمہ: جو جنت میں داخل ہوگا وہ خوش و خرم رہے گا فکر و غم اس کے پاس نہ آئے گا نہ اس کے کپڑے پرانے ہوں گے اور نہ اس کی جوانی فنا ہوگی۔

(مسلم شریف، ج ۲، ص ۳۸۰۔ مشکوٰۃ، ج ۳، ص ۹۳)

حدیث نمبر ۷:

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اہل جنت سے فرمائے گا اے اہل جنت وہ کہیں گے اے پروردگار ہم حاضر ہیں تیری خدمت میں موجود ہیں اور بھلائی تیرے ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تم راضی ہو اور خوش ہو وہ کہیں گے اے پروردگار ہم کیوں راضی نہ ہوں تو نے ہمیں اس قدر دیا ہے کہ اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیا اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں ان سب چیزوں سے بہتر ایک اور چیز تم کو عطا نہ کر دوں وہ کہیں گے وہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا وہ میری خوشنودی ہے اور اس کے بعد میں تم سے کبھی ناراض نہ ہوں گا۔

(ترمذی، ج ۴، ص ۹۷۔ بخاری، ج ۲، ص ۱۳۶۔
مسلم شریف، ج ۲، ص ۳۷۸۔ مشکوٰۃ، ج ۳، ص ۹۳)

حدیث نمبر ۸:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں حورعین کے اجتماع کی ایک جگہ ہو گی اس اجتماع میں حوریں بلند آواز سے ترانے گائیں گی ان کی آواز اس قدر دلکش ہو گی کہ لوگوں نے کبھی بھی نہ سنی ہو گی یہ حوریں اس طرح کا ترانہ گائیں گی ہم ہمیشہ زندہ رہیں گی کبھی ہلاک نہ ہوں گی ہم چین و آرام سے رہیں گی کبھی فکر مند نہ ہوں گی ہم ہمیشہ راضی رہیں گی ناخوش نہ ہوں گی خوشخبری اس کے لئے جو ہمارے لئے ہے اور اس کے لئے ہیں۔

(ترمذی۔ مشکوٰۃ، ج ۳، ص ۱۰۰)

حدیث نمبر ۹:

حضرت سعد بن میسب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے جا کر ملا انہوں نے کہا میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ مجھے اور تجھے جنت کے بازار میں ملائے۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے کہا کیا جنت میں بازار بھی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ جب جنتی جنت میں داخل ہوں گے تو ان کو ان کے اعمال کے مطابق منازل اور مکانات ملیں گے پھر ان کو جمعہ کے دن اجازت دی جائے گی اور وہ اپنے پروردگار کی زیارت کریں گے اس روز اللہ تعالیٰ اپنے عرش کو نمایاں کرے گا اور اہل جنت کو اپنا دیدار کرانے کے لئے جنت کے ایک بڑے باغ میں ظاہر ہو گا آنے والوں کے لئے نور کے منبر موتیوں کے منبر یاقوت کے منبر زبرجد کے منبر سونے کے منبر چاندی کے منبر بچھائے جائیں گے اور ادنیٰ درجے کے جنتی کافور کے ٹیلوں پر بٹھائے جائیں گے اور یہ ٹیلوں پر بیٹھنے والے کرسیوں پر بیٹھنے والوں کو اپنے سے بہتر خیال نہ کریں گے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم پروردگار کو دیکھیں گے۔ فرمایا ہاں تم کیا سورج اور چودھویں کے چاند کو دیکھنے میں شبہ رکھتے ہو ہم نے عرض کیا نہیں فرمایا اس طرح تم اپنے پروردگار کو دیکھنے میں شبہ نہ کرو گے۔ دیدارِ الٰہی کی اس مجلس میں کوئی شخص ایسا باقی نہ رہے گا جس سے اللہ تعالیٰ کلام نہ فرمائے گا یہاں تک حاضرین میں سے ایک شخص سے اللہ پاک فرمائے گا اے فلاں کے بیٹے تجھ کو وہ دن یاد ہے جس روز تو نے ایسا ایسا کیا تھا وہ عرض کرے گا اے پروردگار تو نے مجھے بخش نہیں دیا اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے تجھے بخش دیا اور میری بخشش ہی سے تو آج یہاں تک پہنچا ہے سب لوگ اس

حالت میں ہوں گے کہ ایک ابر آئے گا اوران پر چھا جائے گا پھر یہ ابر ایسی خوشبو برسائے گا اس جیسی خوشبو انہوں نے کبھی نہ پائی ہو گی پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا اٹھو اس چیز کی طرف جو میں نے تمہاری عظمت بڑھانے کے لئے تیار کی ہے اور جو چیز تم کو پسند آئے اس کو لے لو پھر ہم ایک بازار میں آئیں گے جس کو فرشتوں نے گھیر رکھا ہو گا اس بازار میں وہ چیزیں نظر آئیں گی جس کی مانند نہ آنکھ نے دیکھا ہو گا نہ کان نے سنا ہو گا اور نہ کبھی دل میں اس کا خیال پیدا ہو گا پھر اس بازار میں ہمیں وہ چیزیں دی جائیں گی جس کی ہم خواہش کریں گے حالانکہ اس بازار میں خرید وفروخت کا معاملہ نہ ہو گا اور اس بازار میں جنتی ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے ایک بلند مرتبہ شخص ایک ادنیٰ درجے کے جنتی کو ذلیل نہ تصور کرے گا اور جو اعلیٰ درجے کا لباس وہ پہنے گا اس کو پسند آئے گا پھر جو دونوں آدمیوں کی باتیں ختم ہوں گی تو بلند مرتبہ محسوس کرے گا کہ میرے مخاطب کا لباس مجھ سے بہتر ہے اور یہ اس لئے کہ جنت میں کسی کو غمگین ہونے کا موقع نہ دیا جائے گا پھر ہم اپنے مکانوں کی طرف ہوں گے ہماری بیویاں ہم سے ملاقات کریں گی اور خوش آمدید کہیں گی اور پھر ظاہر کریں گی کہ تم اس حال میں آئے ہو کہ تمہارا حسن و جمال اس سے زیادہ جبکہ تم ہم سے جدا ہوئے تھے ہم ان کے جواب میں کہیں گے ہم نے اپنے پروردگار کے ساتھ ہمنشینی کا شرف حاصل کیا ہے اور ہم اسی شان کے ساتھ واپس آنے کے لائق ہوئے جس شان سے کہ آئے ہیں۔ (مشکوۃ، ج ۳، ص ۹۷۔ ترمذی، ج ۲، ص ۷۸۔ ابن ماجہ، ص ۳۲۲)

حدیث نمبر ۱۰:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کہ قیامت کے دن زمین ایک روٹی بن جائے گی جس کو جبار اپنے دست قدرت میں لے کر الٹے پلٹے گا جیسے تم میں سے کوئی شخص سفر میں روٹی کو الٹتا پلٹتا ہے۔ اللہ تعالیٰ زمین کو اہل جنت کی اولین مہمانی قرار دے گا۔

(موت کا منظر، ص ۱۲۹)

اور اس میں فلسفہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین میں طرح طرح کے ذائقے اور مزے ودیعت رکھے ہیں جو مختلف علاقوں اور ملکوں میں پھلوں اور غلوں اور سبزیوں اور دیگر اشیاء میں پائے جاتے ہیں اور چونکہ کسی بھی شخص نے زمین سے پیدا ہونے والی ہر نعمت نہیں کھائی بلکہ کوئی اس سے محروم ہے اور کسی کو وہ پھل نصیب نہیں ہوا اس لئے زمین کی روٹی بنا کر اہل جنت کو پہلے اس کے تمام مزے اور ذائقے بحیثیت مجموعی چکھائے جائیں گے تاکہ جب جنت کی نعمتوں کو کھائیں پئیں تو ہر شخص کا یقین اس طرح عین الیقین ہو جائے کہ دنیا میں جو کچھ بھی میں نے یا کسی دوسرے نے کھایا پیا ہے وہ سب جنت کی ہر نعمت کے سامنے ہیچ ہے۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں جنت کی عمدہ نفیس اور محیر العقول نعمتوں کا ذکر آپ نے سماعت فرمایا اس سے آپ کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے جنت میں اپنے فرمانبردار برگزیدہ بندوں اور اپنے محبوب کے غلاموں کے لئے انواع و اقسام کی نعمتیں پیدا فرمائیں تاکہ میرے بندے آرام وسکون کی زندگی بسر کریں اور ابدی زندگی سے لطف اندوز ہوں۔ اس جنت اور اس کی لازوال نعمتوں کو اللہ نے اپنے محبوب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک میں دیا کیونکہ آپ رب کے ہیں لور رب آپ کا۔ مَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ اللّٰهُ لَهٗ۔ جو اللہ کا ہو جاتا ہے اللہ اس کا ہو جاتا ہے اور جس کا اللہ ہو جاتا ہے، اللہ کی ہر نعمت اس کی ہو جاتی ہے۔ مولانا حسن رضا فرماتے ہیں۔

یہ اکرام ہے مصطفےٰ پر خدا کا
کہ سب کچھ خدا کا ہوا مصطفےٰ کا

اب دلائل ملاحظہ فرمائیں کہ نبی کریم ﷺ کو اللہ نے جنت کا مالک بنا دیا ہے اور آپ نے اس ملکیت کا اظہار کئی مرتبہ فرمایا:

دلیل نمبرا:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اکرم ﷺ کے عہد میں سورج گہن لگا تو آپ ﷺ نے لوگوں کو نماز پڑھائی اس میں آپ ﷺ نے طویل قیام، طویل رکوع اور طویل سجدہ کیا یہاں تک کہ آفتاب روشن ہو گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی ہم نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ آپ اپنی جگہ سے کسی چیز کو لے رہے ہیں پھر ہم نے دیکھا کہ لیتے لیتے رک گئے۔

فَقَالَ اِنِّیْ رَاَیْتُ الْجَنَّۃَ فَتَنَاوَلْتُ مِنْھَا عُنْقُوْدًا وَلَوْ اَخَذْتُہٗ لَاَکَلْتُمْ مِنْہُ مَا بَقِیَتِ الدُّنْیَا۔

ترجمہ: آپ نے فرمایا میں نے جنت کو دیکھا میں اس سے ایک خوشہ توڑنے لگا اگر میں اس خوشہ کو توڑ لیتا تم رہتی دنیا تک اس کو کھاتے رہتے۔

(کتاب الکسوف مسلم شریف)

اس حدیث سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

(ا) حضور ﷺ نے زمین پر کھڑے ہو کر ساتویں آسمان پر جنت کو دیکھ لیا اتنی دور سے دیکھنا آپ کی قوت باصرہ کا عظیم کمال ہے۔

(ب) آپ ﷺ کا ہاتھ زمین سے جنت تک پہنچ گیا یہ آپ ﷺ کا عظیم معجزہ ہے۔

(ج) جنت کے پھلوں کو فنا نہیں آپ ﷺ نے فرمایا اگر میں وہ خوشہ توڑ لیتا تو تم رہتی دنیا تک کھاتے رہتے وہ کبھی ختم نہ ہوتا۔

(د) رسول اللہ ﷺ نے جنت کے خوشہ کو توڑنا چاہا مگر بعد میں کسی خیال سے ایسا نہ کیا آپ ﷺ کے اس قصد سے جس طرح یہ ظاہر ہوا کہ آپ ﷺ جب دیکھنا چاہیں تو سات آسمان آپ کے لئے حجاب نہیں بنتے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ ﷺ زمین میں رہتے ہوئے جنت میں تصرف کر سکتے ہیں اور جنت کی اشیاء آپ کے دست تصرف کی زد میں ہیں اور چونکہ غیر کی ملک میں تصرف جائز نہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو جنت کا مالک و مختار بنا دیا جس طرح چاہتے ہیں اس میں تصرف کرتے ہیں اور اہل علم جانتے ہیں کہ جس جگہ آپ ﷺ آرام فرما ہیں وہ جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے جب آپ ﷺ زمین پر رہ کر جنت میں تصرف کر سکتے ہیں تو جنت میں رہ کر اور جا کر زمین کے اوپر بھی تصرف کر سکتے ہیں لیکن یہ تمام کمالات اللہ تعالیٰ کی اجازت اور عطا کے ساتھ مقید ہیں۔

دلیل نمبر۲:

حضور ﷺ کے صحابی حضرت سیدنا ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رات کو رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر رہتا ایک رات آپ ﷺ کے لئے وضو کا پانی لے کر آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا (آپ ﷺ کا بحر رحمت جوش پر آیا) ارشاد فرمایا مانگ کیا مانگتا ہے میں تجھے عطا کر دوں عرض کی:

اَسْئَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِی الْجَنَّةِ فَقَالَ اَوْ غَیْرَ ذَالِكَ فَقُلْتُ هُوَ ذَاكَ قَالَ فَاَعِنِّیْ عَلٰی نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ۔

ترجمہ: میں حضور ﷺ سے سوال کرتا ہوں کہ جنت میں اپنی رفاقت عطا فرما دیں فرمایا کچھ اور عرض کی میری مراد صرف یہی ہے فرمایا کثرت سجود سے میری مدد کر۔ (مسلم شریف، ج ا، ص ۱۹۳۔ ابوداؤد شریف، ج ا، ص ۱۹۴)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ:

(ا) اس حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا سَلْ میں مطلق بلا قید ہے جس سے پتہ چلا کہ آپ ﷺ ہر قسم کی حاجت روائی فرما سکتے ہیں دنیا اور آخرت کی سب مرادیں آپ کے اختیار میں ہیں جبھی تو فرمایا مانگ کیا مانگتا ہے یعنی جو جی میں آئے مانگ لو ہماری سرکار میں سب کچھ موجود ہے۔ ملا علی قاری نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی مَکَّنَہٗ مِنْ اِعْطَاءِ کُلِّ مَا اَرَادَ مِنْ خَزَائِنِ الْحَقِّ۔

ترجمہ: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو قدرت بخشی ہے کہ اللہ کے خزانوں سے جو چاہیں عطا کر دیں۔

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

(ب) حضور ﷺ نے فرمایا میری مدد کر کثرت سجود سے معلوم ہوا کہ خدا کے برگزیدہ بندوں سے مدد مانگنا جائز ہے شرک نہیں۔

(ج) حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں جنت میں آپ کی رفاقت مانگتا ہوں معلوم صحابی رسول ﷺ نے آپ کو اللہ کی عطا سے جنت کا مالک سمجھا جسے مالک جنت محبوب ﷺ نے قبول فرمایا۔

دلیل نمبر ۳:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ اُحد میں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تنہا رہ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات انصاری اور دو قریشی تھے جب کفار نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیرے میں لے لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ یَرُدُّھُمْ عَنَّا وَلَہُ الْجَنَّۃُ اَوْھُوَ رَفِیْقِیْ فِی الْجَنَّۃِ۔

ان کو ہمارے پاس سے کون دور کرے گا اس شخص کو جنت ملے گی یا فرمایا وہ جنت میں میرا ساتھی ہوگا۔

پھر انصار میں سے ایک شخص آگے بڑھا اور لڑتا ہوا شہید ہوگیا کفار نے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیر لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کو ہم سے کون دور کرے گا اس کے لئے جنت ہے یا وہ جنت میں میرا رفیق ہوگا۔ پھر انصار میں سے ایک اور شخص آگے بڑھ کر لڑا حتیٰ کہ شہید ہوگیا اور پھر یہ سلسلہ یونہی جاری رہا یہاں تک کہ وہ ساتوں انصاری شہید ہوگئے۔ (کتاب الجہاد مسلم شریف)

ارے او ناسمجھ قربان ہو جا ان کے قدموں پر
یہ لمحے زندگی میں بار بار آیا نہیں کرتے

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سات انصاری صحابہ کو یکے بعد دیگرے جنت کی رفاقت عطا فرمائی اور ان صحابہ نے بھی جاں نثاری کا حق ادا کر دیا کہ جب دیکھا کہ جنت کا مالک آقا جنت کی نعمت لٹا رہا ہے تو ہر صحابی نے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے آپ سے جنت کی رفاقت حاصل کر لی۔ معلوم ہوا کہ ان صحابہ کو یقین تھا کہ ہمارا رسول خدا کی طرف عطائے جنت کا مجاز اور مالک ہے اور یہی ہمارا عقیدہ ہے معلوم ہوا ہمارا عقیدہ کوئی موجودہ صدی کی

سڑی ہوئی توحید کا نتیجہ نہیں بلکہ وہ عمدہ نفیس اور اعلیٰ عقیدہ ہے جس کی بنیاد قرآن وحدیث ہے۔

دلیل نمبر ۴:

جب مہاجرین مکہ معظمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ آئے تو یہاں کا پانی پسند نہ آیا شور تھا۔ بنی غفار کا ایک شخص تھا اس کے ملک میں ایک شیریں چشمہ تھا جس کا نام رومہ تھا وہ اس کی ایک مشک نیم صاع میں فروخت کرتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا یہ چشمہ میرے ہاتھ ایک جنتی چشمے کے عوض فروخت کر دو اس نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری اور میرے بچوں کی معاش اسی سے ہے مجھ میں یہ طاقت نہیں یہ خبر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو پہنچی انہوں نے وہ چشمہ اس کے مالک سے ۳۵ ہزار درہم میں خرید لیا پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

اَتَجْعَلُ لِیْ مِثْلَ الَّذِیْ جَعَلْتَ لَهٗ عَیْنًا فِی الْجَنَّةِ اِنِ اشْتَرَیْتُهَا قَالَ نَعَمْ۔

کیا جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کو چشمہ بہشتی عطا فرماتے تھے اگر میں یہ چشمہ اس سے خرید لوں تو کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بھی عطا فرمائیں گے فرمایا ہاں۔ عرض کی میں نے بئر رومہ خرید لیا ہے اور مسلمانوں پر وقف کر دیا۔

(طبرانی کبیر، ج ۲، ص ۴۱)

اس حدیث سے پتہ چلا کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ خبر ملی کہ اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بئر رومہ کے عوض جنت کا چشمہ دے رہے ہیں تو آپ نے بڑے شوق سے اس آدمی سے وہ پانی کا چشمہ خرید لیا اور جنت کے مالک آقا سے فرمایا اگر میں بئر رومہ خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دوں تو کیا آپ مجھے بھی جنت

کا چشمہ دیں گے فرمایا ہاں آپ نے وہ کنواں خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا اور حضور ﷺ سے جنت کا چشمہ حاصل کر لیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ عقیدہ تھا کہ حضور ﷺ جنت کی نعمتیں دینے کا اختیار رکھتے ہیں کیونکہ اللہ نے آپ ﷺ کو جنت کا مالک بنایا ہے۔

تجھ سے اور جنت سے کیا مطلب وہابی دور ہو
ہم رسول اللہ ﷺ کے جنت رسول اللہ ﷺ کی

دلیل نمبر ۵:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اِشْتَرٰی عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ الْجَنَّۃَ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَرَّتَیْنِ بَیْعَ الْحَقِّ حَیْثُ حَفَرَ بِئْرَ مَعُوْنَۃَ وَحَیْثُ جَھَّزَ جَیْشَ الْعُسْرَۃِ۔

ترجمہ: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے دو مرتبہ حضور نبی کریم ﷺ سے جنت خریدی بئر رومہ کے دن اور لشکر تنگدستی کے روز۔ (المستدرک، ص ۱۰۷)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دو مرتبہ جنت خریدی اور کوئی چیز خریدی اس سے جاتی ہے جو یا تو خود مالک ہو یا ملک کی طرف ماذون مختار ہے ہمارا عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو نفاذ تصرف کی دونوں وجہیں حاصل ہیں آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت کے مالک بھی ہیں اور اللہ کی طرف سے ماذون اور مختار بھی ہیں۔

دلیل نمبر ۶:

رسول اللہ ﷺ نے مسجد حرام میں توسیع فرمانی چاہی آپ ﷺ نے ایک مکی آدمی سے فرمایا اپنا مکان میرے ہاتھ فروخت کر دو میں مسجد حرام میں توسیع کر دوں میں تیری جنت کا ضامن ہوں۔ اس آدمی نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ

اس کے سوا میرا کوئی مکان نہیں میرا اور میری اولاد کا کوئی اور ٹھکانہ نہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے ہاتھ یہ مکان فروخت کر دو میں مسجد حرام میں توسیع کر دوں تیرے لئے جنت کا ضامن ہوں اس آدمی نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اس کی حاجت نہیں۔ یہ بات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو پہنچی وہ آدمی زمانہ جاہلیت میں آپ کا دوست تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس سے بات چیت کرتے رہے یہاں تک آپ نے اس سے وہ مکان دس ہزار دینار میں خرید لیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ فلاں آدمی سے مکان لے کر مسجد حرام میں توسیع کرنا چاہتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا ہے کہ میں تیری جنت کا ضامن ہوں اب وہ مکان میرا ہے کیا آپ جنت کے مکان کے عوض مجھ سے لینا چاہتے ہیں فرمایا ہاں۔

فَاَخَذَهَا مِنْهُ ضَمِنَ لَهٗ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَاَشْهَدُ لَهٗ عَلٰى ذَالِكَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔

ترجمہ: آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مکان لے لیا اور جنت میں آپ کے مکان کے ضامن ہو گئے اور مسلمانوں کو اس کا گواہ بنا لیا۔

(الریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۱۲۵)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جنتی مکان کی ضمانت دینا بھی اس بات کا بین ثبوت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی عطا سے جنت اور اس کی نعمتوں کے مالک ہیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس بات کا پختہ یقین ہے تبھی تو اتنی بھاری قیمت دے کر وہ مکان حاصل کر کے مسجد کی توسیع کے لئے پیش کر دیا۔

لا و رب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

دلیل نمبر ۷:

امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب کوئی سوال کرتا اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو منظور ہوتا تو ہاں فرما دیتے نامنظور ہوتا تو خاموش رہتے کسی کو نہ نہیں فرماتے تھے۔ ایک روز ایک اعرابی نے حاضر ہو کر سوال کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے پھر سوال کیا خاموش رہے۔ اس نے پھر سوال کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھڑکنے کے انداز میں فرمایا سَلْ مَا شِئْتَ یَا اَعْرَابِیُّ۔ اے اعرابی جو تیرا جی چاہے ہم سے مانگ لے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس اعرابی پر رشک آیا ہم نے جی میں کہا اب یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جنت مانگے گا لیکن اعرابی نے کہا میں آپ سے سواری کا ایک اونٹ مانگتا ہوں۔ فرمایا عطا ہوا پھر عرض کی زاد راہ مانگتا ہوں فرمایا عطا ہوا ہمیں اس کے ان سوالوں پر تعجب ہوا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کتنا فرق ہے اس اعرابی کی مانگ اور بنی اسرائیل کی ایک بوڑھی عورت کے سوال میں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ذکر فرمایا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دریا پار کرنے کا حکم ہوا کنارہ دریا تک پہنچے تو سواری کے جانوروں کے منہ اللہ نے پھیر دیئے کہ خود بخود واپس پلٹ آئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی یا اللہ یہ کیا حال ہے ارشاد ہوا تم قبر یوسف علیہ السلام کے پاس ہو ان کا جسم مبارک اپنے ساتھ لے لو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر یوسف علیہ السلام کا پتہ نہ تھا۔ فرمایا اگر تم میں کوئی آدمی جانتا ہو لوگوں نے عرض کی شاید بنی اسرائیل کی پیرزن کو معلوم ہو اس کے پاس آدمی بھیجا وہ آئی اس سے پوچھا کیا تجھے حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر کا علم ہے کہا ہاں فرمایا مجھے بتا دے، عرض کی لَا وَاللّٰہِ حَتّٰی تُعْطِیَنِیْ مَا اَسْئَلُكَ۔ خدا کی قسم نہ بتاؤں گی یہاں تک کہ جو میں آپ سے مانگوں

مجھے آپ عطا فرما دیں فرمایا تیری عرض قبول ہوئی۔ اس نے کہا:

فَاِنِّیْ اَسْئَلُكَ اَنْ اَكُوْنَ مَعَكَ فِی الدَّرَجَةِ الَّتِیْ تَكُوْنَ فِیْهَا فِی الْجَنَّةِ۔

میں آپ سے یہ مانگتی ہوں کہ جنت میں آپ کے ساتھ رہوں اس درجے میں جس میں آپ ہوں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا صرف جنت مانگ لے پیرزن نے کہا میں نہ مانوں گی مگر یہی کہ میں آپ کے ساتھ رہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس سےیہی ردو بدل کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی وہ جو مانگ رہی ہے اسے عطا کر دو اس میں تمہارا کچھ نقصان نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے جنت میں اپنی رفاقت عطا کر دی۔ اس نے قبر یوسف علیہ السلام کا پتہ بتا دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کا جسدِ اقدس ساتھ لے کر دریا پار کر گئے۔

(طبرانی اوسط، ج ۸، ص ۳۷۶)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ:

(ا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعرابی سے فرمایا جو جی میں آئے مانگ لو ہم سب کچھ عطا فرمانے پر قادر ہیں۔

(ب) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ رشک ہوا کہ کاش یہ عام انعام کا ارشاد کرام ہمیں نصیب ہوتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہمارے دلوں میں خیال آیا اب یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جنت مانگے گا معلوم ہوا صحابہ کا یہ عقیدہ تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ خدا کے تمام خزانوں اور دنیا و آخرت کی ہر نعمت پر پہنچتا ہے یہاں تک کہ سب سے اعلیٰ نعمت یعنی جنت جسے چاہیں عطا فرما دیں کیونکہ آپ جنت کے مالک ہیں۔

(ج) خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اعرابی پر تعجب فرمایا کہ ہم نے تو اختیار

عام دیا تھا ہم سے دنیا مانگنے بیٹھا پیرزن کی طرح ہم سے اگر جنت کا اعلیٰ مقام مانگتا تو ہم عطا کر دیتے۔

(د) اس پیرزن نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خدائی کارخانے کا مختار جان کر جنت کا اعلیٰ مقام مانگا اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مختار مان کر یہ سوال کیا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پورا کر دیا جب کلیم اللہ جنت میں اعلیٰ درجے کا مقام عطا کر سکتے ہیں تو پھر حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا نے کتنا مختار بنایا ہوگا آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے غلاموں کو جنت میں اپنی رفاقت عطا فرما سکتے ہیں بلکہ جنت کی ہر نعمت عطا فرمانے پر قادر ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نائب اور خلیفہ مطلق ہیں۔

دلیل نمبر ۸:

جب حضرت امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو ابولولو مجوسی خبیث نے خنجر مارا اور امیر المومنین نے شورہ کا حکم دیا (کہ میرے بعد عثمان، علی طلحہ، زبیر، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم چھ صحابہ سے جسے مناسب جانیں خلیفہ بنا لیں) لیکن آپ کی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا ابا جان لوگ ان چھ کو پسند نہیں کرتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے سہارا دے کر بٹھا دو آپ کو بٹھا دیا گیا آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں لوگ کیا کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا جس دن عثمان (رضی اللہ عنہ) شہید ہوگا آسمان کے فرشتے ان پر نماز پڑھیں گے میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فضیلت خاص عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے ہے یا ہر مسلمان کے لئے ہے۔ فرمایا خاص عثمان (رضی اللہ عنہ) کے لئے پھر فرمایا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے بارے میں لوگ کیا کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سخت بھوک لگی ہوئی ہے حضرت عبدالرحمٰن بن

عوف رضی اللہ عنہ دو روٹیاں لائے جن کو تیل لگا ہوا ہے وہ روٹیاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھ دیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرے دنیاوی کام کے لئے اللہ کافی ہے اور تیری آخرت کا میں ضامن ہوں اور لوگ طلحہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں ایک رات سخت سردی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کا کجاوا گر پڑا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کوئی کہ میرا کجاوا ٹھیک کر دے اور جنت لے لے یہ سنتے ہی حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ دوڑے اور کجاوا درست کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے اور فرمایا اے طلحہ یہ جبریل علیہ السلام تجھے سلام کہتے ہیں اور کہتے ہیں:

اَنَا مَعَكَ فِيْ اَهْوَالِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ حَتّٰى اُنْجِيَكَ مِنْهَا۔

ترجمہ: میں قیامت کے ہولناک مناظر میں تمہارے ساتھ رہوں گا یہاں تک کہ ان سے تمہیں نجات دوں گا۔

اور زبیر رضی اللہ عنہ کے بارے میں لوگ کیا کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما رہے ہیں اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بیٹھے پنکھا جھلتے ہیں۔ یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے فرمایا اے ابوعبداللہ کب سے پنکھا جھل رہے ہو عرض کی جب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما رہے ہیں۔ فرمایا یہ جبریل علیہ السلام تمہیں سلام کہتے ہیں اور فرماتے ہیں:

اَنَا مَعَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى اَذُبَّ عَنْ وَجْهِكَ شَرَّ جَهَنَّمَ۔

ترجمہ: میں قیامت کے دن تمہارے ساتھ ہوں گا یہاں تک کہ جہنم کی برائی کو تم سے دور کر دوں۔

اور لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا اے علی اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں لا تو قیامت کے روز میرے درجے میں داخل ہو گا اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بارے میں لوگ کیا

کہتے ہیں میں نے روز بدر دیکھا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے چودہ بار آپ کی کمان ان کو جلد باندھ کر عطا کی اور فرمایا تیر مار میرے ماں باپ تجھ پر قربان۔

(طبرانی اوسط، ج ۴، ص ۱۶۴)

اس حدیث پر غور کرو حضور نبی کریم ﷺ نے تین صحابہ کو جنت عطا فرما کر اپنے مالک جنت ہونے کا ثبوت پیش فرمایا ایک طلحہ رضی اللہ عنہ کو کہ فرمایا کون ہے میرا کجاوا ٹھیک کر دے اور مجھ سے جنت لے لے۔ یہ کام حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے کیا اور عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے فرمایا تیری آخرت کا میں ضامن ہوں یعنی میں تجھے جنت دوں گا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تو میرے درجے میں ہوگا یعنی میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔

خلد تو گھر ہے غلامانِ محمد کے لئے
اور جہنم دشمنانِ مصطفٰے کے واسطے

دلیل نمبر ۹:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ میری امت سے چار لاکھ آدمی بلا حساب جنت میں داخل فرمائے گا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ ذرا ہماری تعداد اور زیادہ کیجئے آپ ﷺ نے فرمایا اتنا اور یہ کہہ کر آپ نے دونوں ہاتھ ملا کر لپ بنائے اور لوگوں کو دکھائے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پھر عرض کی یارسول اللہ ﷺ ہماری تعداد میں اور اضافہ فرما دیں۔ آپ ﷺ نے پھر لپ بھر کر فرمایا اتنا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے ابوبکر ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا اے عمر تمہارا کیا نقصان ہے اگر خدا ہم سب کو جنت میں داخل

کر دے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اگر خدا تمام مخلوق کو ایک مٹھی بھر کر یا ایک ہی مرتبہ داخل کرنا چاہے تو داخل کر سکتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمر رضی اللہ عنہ نے سچا کہا ہے۔

(مشکوۃ، ج ۳، ص ۸۷)

اس حدیث سے پتہ چلا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے یہ اختیار دیا ہے کہ جتنے آدمیوں کو چاہیں جنت میں بلا حساب و کتاب داخل کر سکتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت کا مالک بنا دیا ہے۔

کون دیتا ہے دینے کو منہ چاہیے
دینے والا ہے سچا ہمارا نبی

دلیل نمبر ۱۰:

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ اُحد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دانت مبارک شہید ہوا تو لب مبارک بھی زخمی ہو گیا جس سے خون بہنا شروع ہو گیا۔ حضرت مالک بن سنان (حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے والد) رضی اللہ عنہ نے جو دیکھا تو آگے بڑھ کر لب مبارک کو چوسنا شروع کر دیا اور اتنا چوسا کہ وہ جگہ سفید ہو گئی جب وہ چوس رہا تھا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ خون زمین پر پھینک دو اس نے عرض کی خدا کی قسم میں آپ کے خون کو زمین پر نہ پھینکوں گا اور وہ نگلتا ہی گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی رَجُلٍ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ اِلٰی هٰذَا۔

ترجمہ: جو کسی جنتی کو دیکھنا چاہے وہ اس کو (مالک بن سنان) کو دیکھ لے۔

(سنن سعید بن منصور، ج ۲، ص ۲۲۱۔ الاصابہ، ج ۳، ص ۳۴۶۔

زرقانی، ج ۴، ص ۳۳۰۔ جوہر البحار، ج ۱، ص ۳۴۸)

مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہونٹ سے نکلنے والا خون نہایت ادب کرتے ہوئے نگل لیا زمین پر نہیں پھینکا مالک جنت رسول نے خوش ہو کر اس کو جنت عطا فرما دی۔

دلیل نمبر ۱۱:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع ملی کہ خالد بن سفیان ہذلی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنے کے لئے لشکر جمع کر رہا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن انیس انصاری رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا جاؤ اس کو قتل کر دو عرض کی مجھے اس کی کوئی نشانی بتا دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ عرانہ میں رہتا ہے یہ عرفات کے قریب ایک گاؤں تھا جب تو اس کے پاس پہنچے گا تیرے دل میں ہیبت طاری ہو جائے گی اور تو خوفزدہ ہو جائے گا اور تو دیکھے گا کہ خالد پر کپکپی طاری ہو جائے گی اور تو شیطان کو یاد کرنے لگے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تو کبھی کسی سے خوفزدہ نہیں ہوا فرمایا یہ خوف تیرے اور اس کے درمیان ایک نشانی ہو گی میں نے عرض کی اس کے ساتھ گفتگو میں ہیرا پھیری کی اجازت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اجازت ہے میں چلا یہاں تک عرانہ پہنچ گیا۔ میں نے خالد کو دیکھا اس کے پیچھے بہت سے آدمی چل رہے تھے میں اسے دیکھ کر خوفزدہ ہوا میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول سچا ہے اتنے میں عصر کا وقت ہوا میں نے اشاروں کے ساتھ نماز عصر ادا کی خالد نے عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر کہا تم کون ہو آپ نے فرمایا میں بنی خزاعہ کا آدمی ہوں مجھے پتہ چلا ہے کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ کے لئے لوگوں کا لشکر جمع کر رہے ہو میں تمہارے لشکر میں شامل ہونے کے لئے آیا ہوں۔ اس

نے کہا میں لشکر تیار کر رہا ہوں۔ میں خالد کے ساتھ باتیں کرتا جا رہا تھا میں نے کہا محمد ﷺ نے نیا دین نکالا ہے اور اپنے آباؤ اجداد کے دین کو چھوڑ دیا ہے۔ خالد ایک عصا ہاتھ میں لئے ہوئے تھا یہاں تک کہ ہم اس کے خیمے تک پہنچ گئے اور اس کے ساتھی آدمی اپنے اپنے مکانوں میں چلے گئے۔ خالد نے عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ سے کہا اے خزاعی بھائی میرے قریب آؤ۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں قریب ہوا تھوڑی دیر کے بعد اس کو غافل پا کر اس کو قتل کر دیا اور ایک روایت میں ہے کہ جب لوگ سو گئے میں نے اس کو قتل کر دیا اور اس کا سر لے کر ایک پہاڑ پر چڑھ گیا اور ایک غار میں چھپ گیا لوگ تلاش کرتے کرتے اس غار تک پہنچے۔ غار کے منہ پر مکڑی نے جالا تن دیا ان تلاش کرنے والوں کے ساتھ ایک آدمی تھا جس کے ساتھ پانی کا مشکیزہ تھا اور اس کے ہاتھ میں اس کا جوتا بھی تھا اس نے یہ دونوں چیزیں غار کے منہ کے قریب رکھ دیں اور پیشاب کرنے لگا اس آدمی نے اپنے ساتھیوں سے کہا غار میں کوئی شخص نہیں لوگ واپس لوٹ گئے وہ شخص اپنا جوتا اور مشکیزہ وہیں چھوڑ گیا میں غار سے نکلا اس مشکیزے سے پانی پیا اور جوتا پہن لیا کیونکہ میں ننگے پاؤں تھا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ رات کو سفر کرتے دن کو چھپ کر بیٹھ جاتے یہاں تک کہ مدینہ پہنچ گئے۔ حضور ﷺ اس وقت مسجد میں تھے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر فرمایا تو کامیاب واپس لوٹا ہے۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس خالد کا سر آپ کے سامنے ڈال دیا۔ حضور نبی کریم ﷺ بہت خوش ہوئے اور ایک عصا انعام میں دیا اور آپ ﷺ نے عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

تَخَصَّرْ بِهٰذِهٖ فِی الْجَنَّةِ فَاِنَّ الْمُتَخَصِّرِيْنَ فِی الْجَنَّةِ قَلِيْلٌ۔

اس عصا کو پکڑ کر جنت میں چلنا جنت میں عصا لے کر چلنے والے بہت

تھوڑے ہوں گے۔ (زرقانی، ج ۲، ص ۶۳۔ طبقات ابن سعد، ج ۲، ص ۵۰)

ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا خالد بن سفیان میری برائی کرتا ہے مجھے گالیاں دیتا ہے اور مجھے اذیت دیتا ہے۔ (مجمع الزوائد، ج ۶، ص ۲۰۴)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے گستاخ کے قاتل حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کو بطور انعام ایک عصا دیا اور ساتھ ہی جنت بھی عطا فرما دی کہ تم نے مجھے اذیت دینے والے کو واصل جہنم کر دیا ہے اس لئے میں تجھے ایک اعلیٰ نعمت دیتا ہوں اور وہ ہے جنت آپ نے جنت اس لئے عطا کی آپ ﷺ اللہ کی عطا سے جنت کے مالک ہیں۔

مجاہد کے لئے دنیا و دیں کی سرفرازی ہے
کہ مرنے سے شہید اور زندہ رہ جانے سے غازی ہے

دلیل نمبر ۱۲:

حضرت ام انیس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضور ﷺ کے ساتھ جنت البقیع میں گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے ام انیس رضی اللہ عنہا میں نے عرض کی لبیک یارسول اللہ ﷺ تو اس قبرستان کو دیکھ رہی ہے اس سے قیامت کے دن ستر ہزار لوگ بلاحساب و کتاب جنت میں داخل ہوں گے جن کے چہرے چودھویں کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے۔ آپ کے اس ارشاد پر حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ مجھے بھی ان لوگوں میں شامل کر دیں فرمایا جا تو بھی ان میں شامل ہو گیا۔ (طبرانی کبیر، ج ۲۵، ص ۱۸۱۔ مجمع الزوائد، ج ۴، ص ۱۳)

دلیل نمبر ۱۳:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد

فرمایا مجھے امتیں دکھائی گئیں چنانچہ میں نے ایک نبی کو دیکھا کہ ان کے ساتھ چھوٹی سی جماعت ہے اور بعض نبی کے ساتھ ایک یا دو آدمی ہیں اور بعض نبی ایسے ہیں جن کے ساتھ کوئی بھی نہیں۔ اچانک مجھ کو ایک بڑی جماعت دکھائی گئی میں نے یہ گمان کیا کہ یہ میری امت ہے تو مجھ سے کہا گیا یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم ہے لیکن آپ آسمان کے کنارہ پر دیکھیں میں نے دیکھا تو وہ ایک بڑی جماعت تھی پھر مجھ سے کہا گیا آپ آسمان کے دوسرے کنارے پر نظر ڈالیں تو اس طرف بھی ایک بہت بڑی جماعت تھی مجھے بتایا گیا کہ یہ تیری امت ہے اور ان کے ساتھ ستر ہزار ایسے ہیں جو جنت میں بغیر حساب وعذاب داخل ہوں گے پھر آپ اُٹھ کر اپنے حجرہ میں تشریف لے گئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان حضرات کے بارے میں غور کرنے لگے بعض نے کہا شاید یہ حضرات وہ ہوں جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف صحبت حاصل ہوا ہو بعض نے کہا ممکن ہے یہ وہ لوگ ہوں جن کی پیدائش اسلام کی حالت میں ہوئی ہو اور انہوں نے اللہ کا شریک نہ ٹھہرایا ہو اور مختلف چیزیں ذکر کیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ سے نکل کر ان کے پاس تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کس بات میں غور کر رہے ہو انہوں نے خبر دی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں (ناجائز) تعویذ گنڈے نہ کرتے ہوں اور نہ شگون لیتے ہوں اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔ حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرمائیں مجھے اللہ ان میں سے کر دے فرمایا تو ان میں سے ہے ایک دوسرے آدمی نے بھی یہی کہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عکاشہ سبقت لے گیا۔

(بخاری و مسلم شریف)

ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ اختیار سے کام لے کر حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کو اس خوش قسمت مقدس

جماعت میں شامل فرما دیا جو بلاحساب و کتاب داخل جنت ہوں گے کیونکہ آپ ﷺ مالک جنت ہیں۔

دلیل نمبر ۱۴:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب سورۃ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے جبریل امین علیہ السلام سے فرمایا اس سورت سے تو معلوم ہوتا ہے کہ میرا وصال قریب ہے جبریل امین علیہ السلام نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ:

وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ○ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ○

اور آپ کی آنے والی گھڑی پہلی سے بہتر ہے اور عنقریب آپ کا پروردگار آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

حضور ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ لوگوں کو نماز کے لئے بلاؤ مسجد نبوی میں مہاجرین اور انصار جمع ہوئے آپ ﷺ نے لوگوں کے ساتھ نماز ادا فرمائی پھر منبر پر جلوہ فرما ہو کر اللہ کی حمد و ثنا بیان فرمائی۔ پھر آپ ﷺ نے خطبہ بلیغہ ارشاد فرمایا جس سے دل خوفزدہ ہو گئے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے پھر فرمایا میں تم میں نبی ہونے کے اعتبار سے کیسا تھا عرض کی گئی اللہ آپ کو جزائے خیر دے آپ ہم میں ایک مہربان باپ کی طرح ایک شفیق بھائی کی طرح رہے اور آپ نے اپنے رب کی طرف نصیحت اور حکمت سے بلایا اللہ آپ کو امت کی طرف سے بہتر جزا دے میں تمہیں اللہ کی قسم یاد دلاتا ہوں کہ جس پر میری طرف سے کوئی زیادتی ہو گئی ہو تو وہ قیامت آنے سے پہلے مجھ سے اس کا بدلہ لے لے کوئی آدمی کھڑا نہ ہوا۔ آپ ﷺ نے پھر یہی فرمایا لیکن کوئی بھی کھڑا

نہ ہوا جب تیسری مرتبہ آپ ﷺ نے یہی فرمایا تو ایک بوڑھا کھڑا ہوا جس کا نام عکاشہ رضی اللہ عنہ تھا وہ لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے آ کھڑا ہوا اور عرض کی میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں اگر آپ بار بار اعلان نہ فرماتے تو میں آپ کے سامنے نہ آتا میں ایک غزوہ میں آپ کے ساتھ تھا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو فتح دی جب واپسی ہوئی تو میں آپ کے قریب پہنچا اور اپنی اونٹنی سے اتر کر آپ ﷺ کے قریب اس لئے ہوا تاکہ آپ کی ران کو بوسہ دوں اس وقت اپنی چھڑی آپ نے مجھے ماری اب یہ مجھے پتہ نہیں کہ آپ نے قصداً چھڑی ماری یا اونٹنی کو مارنے لگے اور مجھے لگ گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں اللہ کے جلال سے پناہ مانگتا ہوں کہ قصداً کسی کو ماروں پھر آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں سے چھڑی لے آؤ۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ مسجد سے باہر نکلے انہوں نے اپنا ہاتھ سر پر رکھا تھا اور کہہ رہے تھے یہ اللہ کا رسول ہے جو اپنی جان سے بدلہ دے رہے ہیں۔ انہوں نے جا کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا دروازہ کھٹکھٹایا اے رسول اللہ ﷺ کی بیٹی. مجھے رسول اللہ ﷺ کی چھڑی دو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا حضور ﷺ نے یہ چھڑی کیوں منگوائی ہے نہ تو آپ حج کو جا رہے ہیں اور نہ کسی جنگ میں جا رہے ہیں فرمایا اے فاطمہ رضی اللہ عنہا تجھے کیا خبر ہے کہ تیرے والد ماجد کس حال میں ہیں۔ رسول اللہ ﷺ اس دنیا سے کوچ کا ارادہ رکھتے ہیں اور اپنی جان سے بدلہ دے رہے ہیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا وہ کون ہو سکتا ہے جو آپ سے بدلہ لے۔ اے بلال امامین کریمین سے کہہ دو کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف بدلہ دے دیں اور وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کو بدلہ نہ دینے دیں۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آ کر چھڑی رسول اللہ ﷺ کے حوالے کر دی جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس صورت حال

کو دیکھا تو ان دونوں نے کہا اے عکاشہ رضی اللہ عنہ ہم دونوں بدلہ دینے کے لئے حاضر ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بدلہ نہ لو۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں حضرات سے فرمایا بیٹھ جاؤ اللہ تمہارے مقام اور مرتبے کو جانتا ہے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے میں ساری زندگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا میں گوارا نہیں کرسکتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات سے بدلہ دے اور تو ان کو چھڑی سے مارے یہ میری پیٹھ اور پیٹ حاضر ہے مجھے سو کوڑے مار لو لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بدلہ نہ لو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ بیٹھ جاؤ اللہ تیرے مقام اور نیت کو جانتا ہے۔ پھر حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہم کھڑے ہوئے اور فرمایا اے عکاشہ رضی اللہ عنہ تو جانتا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے ہیں ہم سے بدلہ لینا ایسا ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بدلہ لینا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک اللہ تمہارے اس مقام کو خوب جانتا ہے تم بیٹھ جاؤ۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عکاشہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا اگر تم نے بدلہ لینا ہے تو لے لو۔ عرض کی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھڑی ماری تھی تو میرے پیٹ سے کپڑا اٹھا ہوا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیٹ سے کپڑا اٹھا لیا۔ اس وقت مسلمان آہ و بکا کرنے لگے اور کہنے لگے ہم عکاشہ رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیٹ پر چھڑی مارتا دیکھیں گے۔ جب حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیٹ کی سفیدی دیکھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیٹ چوم لیا اور عرض کی میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں کس میں طاقت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بدلہ لے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا بدلہ لے لو یا معاف کر دو۔ عرض کی میں نے معاف کیا اس امید پر کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مجھے معاف کر دے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی رَفِیْقِیْ فِی الْجَنَّةِ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی ھٰذَا الشَّیْخِ۔

ترجمہ: جو جنت میں میرے ساتھی کو دیکھنا چاہے وہ اس بوڑھے کو دیکھ لے۔

اس وقت سب مسلمان حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کی پیشانی کو چومنے لگے اور کہنے لگے تمہیں مبارک ہو جنت میں تمہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت حاصل ہوگئی۔ (حلیۃ الاولیاء، ج ۴، ص ۷۳)

کتنے خوش بخت تھے حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ جن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت میں اپنی رفاقت عطا فرمائی اس سے بھی ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کی طرف سے جنت کے مالک و مختار تھے۔ صحابہ میں سے جس کو چاہتے تھے جنت عطا فرما دیتے تھے۔

دلیل نمبر ۱۵:

جنگ خندق کے موقعہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات گئے تک نماز پڑھتے رہے فارغ ہو کر دریافت فرمایا کوئی ہے جو جا کر لشکر کفار کی خبر لائے اللہ کا نبی اس سے شرط کرتا ہے کہ وہ جنت میں داخل ہوگا کوئی کھڑا نہ ہوا کیونکہ خوف کی بھوک کی اور سردی کی انتہا تھی پھر آپ دیر تک نماز پڑھتے رہے پھر فرمایا کوئی جا کر یہ خبر لائے کہ مخالفین نے کیا کیا۔ اللہ کا رسول اسے مطمئن کرتا ہے کہ وہ ضرور واپس آئے گا، فرمایا:

مَنْ رَجُلٌ يَقُوْمُ فَيَنْظُرُ لَنَا مَا فَعَلَ الْقَوْمُ عَلٰى اَنْ يَّكُوْنَ رَفِيْقِىْ فِى الْجَنَّةِ۔

ترجمہ: کون ہے جو قوم کی خبر لائے اس شرط پر کہ وہ جنت میں میرا ساتھی ہوگا۔

کوئی کھڑا نہ ہوا اس لئے خوف بھوک اور سردی کی شدت تھی جب کوئی کھڑا نہ ہوا تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا فرمایا

حذیفہ اب میرے لئے کھڑا ہونے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں حاضر ہوں میں حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور میں سردی سے کانپ رہا تھا حضور ﷺ نے میرے سر اور چہرے پر ہاتھ پھیرا فرمایا جاؤ قوم کی خبر لاؤ لیکن وہاں کوئی چھیڑ چھاڑ نہیں کرنی پھر آپ نے دعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ احْفَظْهُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ وَعَنْ يَمِيْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ وَمِنْ فَوْقِهٖ وَمِنْ تَحْتِهٖ۔

ترجمہ: اے اللہ اس کی آگے پیچھے دائیں بائیں اور اوپر نیچے سے حفاظت فرما۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے تیر کمان لیا اور چل پڑا مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے میں گرم حمام میں چل رہا ہوں۔ میں دشمن قوم کے پاس پہنچ گیا اللہ تعالیٰ نے زبردست آندھی اور اپنا لشکر بھیجا ان کی ہنڈیاں چولھوں پر قائم نہ رہ سکیں۔ آگ ہوا میں اڑنے لگی خیموں کی طنابیں اکھڑ گئیں۔ ابوسفیان بیٹھا آگ تاپ رہا تھا میں نے کمان میں تیر رکھ کر اس کا کام تمام کرنا چاہا لیکن حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد یاد آ گیا کہ وہاں کوئی چھیڑ چھاڑ نہیں کرنی جب ابوسفیان نے ہوا اور خدا کے لشکر کی تباہ کاری دیکھی تو کہنے لگا ہر شخص اپنے ساتھ کا ہاتھ پکڑ لے اور اچھی طرح اس کو دیکھ لے کہ وہ کون ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اپنے قریب والے کا ہاتھ پکڑ کر اس سے پوچھا کہ تو کون ہے اس نے کہا میں قبیلہ ہوازن کا فلاں آدمی ہوں۔ ابوسفیان نے کہا جو تباہی ہو رہی ہے تم دیکھ رہے ہو پھر بنو قریظہ نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا ہے چلو کوچ کرو میں تو جا رہا ہوں اس کے اونٹ کا گھٹنہ بندھا ہوا تھا وہ اسی طرح اس پر سوار ہو گیا اور اس کو مارنے لگا وہ اونٹ تین پاؤں سے کھڑا ہو گیا بعد میں اس کا گھٹنہ کھول دیا گیا۔ میں واپس آ گیا آتے ہوئے بھی مجھے یوں معلوم ہوا کہ میں حمام میں چل رہا ہوں

ایک عجیب بات میں نے یہ دیکھی کہ وہ خطرناک ہوا جو دیگیں الٹ دیتی تھی وہ ان کے لشکر کے احاطے تک ہی محدود تھی میں نے واپس آ کر حضور نبی کریم ﷺ کو قوم کی خبر سنائی حضور مسکرائے اور تاریک میں آپ ﷺ کے دانت مبارک چمکے۔ مجھے حضور ﷺ نے اپنے پاؤں کی طرف سلا لیا آپ ﷺ کے قدم میرے پیٹ سے لگے ہوئے تھے مجھے نیند آ گئی جب صبح ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا اے سونے والے اٹھ جا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں واپسی پر میں نے بیس گھوڑ سوار دیکھے انہوں نے سفید عمامے باندھے ہوئے تھے انہوں نے کہا اے حذیفہ اپنے نبی سے کہنا کہ اللہ نے آپ ﷺ کو کفایت کی ہے اور آپ کے دشمنوں کا شر آپ سے دور کر دیا ہے یہ فرشتے تھے۔

(تفسیری مظہری، ج ۷، ص ۳۰۴۔ تفسیر ابن کثیر، ج ۱۲، ص ۱۸۱)

اس حدیث سے پتہ چلا کہ رسول اللہ ﷺ جنت کے مالک ہیں تبھی تو آپ ﷺ نے فرمایا جو قوم کی خبر لائے گا وہ جنت میں میرا ساتھی ہو گا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بھی جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ کی اطاعت کی۔

غلامانِ محمد جان دینے سے نہیں ڈرتے
یہ سر کٹ جائے یا رہ جائے کچھ پرواہ نہیں کرتے

دلیل نمبر ۱۶:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مدینہ کے ایک باغ میں ہم حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں موجود تھے ایک آدمی آیا اور اس نے دروازہ کھولنے کے لئے کہا حضور ﷺ نے فرمایا اے انس دیکھو یہ کون ہے، میں نے

دیکھا تو وہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے میں نے عرض کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں فرمایا لوٹ جاؤ اور دروازہ کھولدو۔ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ اور ان کو جنت کی بشارت دے اور ان کو خبر کر دو کہ وہ میرے بعد خلیفہ ہوں گے میں نے ان کو خبر دی پھر ایک اور آدمی نے دروازہ کھولنے کو کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھو یہ کون ہے میں نے باہر نکل کر دیکھا تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تھے میں نے عرض کی کہ عمر رضی اللہ عنہ آئے ہیں فرمایا لوٹ جاؤ اور دروازہ کھول دو وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ اور ان کو جنت کی بشارت دے دو اور خبر کر دو کہ وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد خلیفہ ہوں گے میں نے باہر نکل کر ان کو خبر کر دی پھر ایک اور آدمی آیا تو وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے میں نے عرض کی عثمان رضی اللہ عنہ آئے ہیں فرمایا لوٹ جاؤ دروازہ کھول دو اور وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ ان کو جنت کی بشارت دے دو اور ان کو خبر کر دو کہ وہ عمر رضی اللہ عنہ کے بعد خلیفہ ہوں گے۔

(کنز العمال، ج ۱۳، ص ۶۵)

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب ثلاثہ کو جنتی ہونے کی بشارت دی اس لئے ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مالک جنت ہیں۔

دلیل نمبر ۱۷:

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے باغوں میں سے ایک باغ میں اپنی حاجت کے لئے تشریف لے گئے اور آپ کے پیچھے ہولیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو باغ میں داخل ہو گئے اور میں دروازے پر بیٹھ گیا۔ میں نے جی میں کہا آج میں نبی کریم کا دربان بنوں گا حالانکہ آپ نے ایسا حکم نہ دیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور حاجت پوری فرمائی اور کنویں کی منڈھیر پر اس طرح بیٹھ گئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اٹھا لیا اور

پاؤں کنویں میں لٹکا لیے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے اور اجازت مانگی میں نے کہا ذرا ٹھہر جاؤ میں آپ کے لئے اجازت حاصل کرلوں میں نے آ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ سے ملنے کی اجازت مانگ رہے ہیں فرمایا ان کو اجازت دے دو اور وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ ان کو جنت کی بشارت دے دو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آ کر آپ کے دائیں طرف بیٹھ گئے اور انہوں نے بھی پنڈلیوں سے کپڑا اٹھا کر پاؤں کنویں میں لٹکا لیے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے اجازت مانگی میں نے کہا ذرا ٹھہر جاؤ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت حاصل کرلوں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کو اجازت دے دو اور وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ اور ان کو جنت کی بشارت دے دو وہ آئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں جانب بیٹھ گئے اور انہوں نے بھی اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اٹھا کر اپنے پاؤں کنویں میں لٹکا لئے۔ اب کنوئیں کی منڈھیر پر مزید کسی کے بیٹھنے کی جگہ باقی نہ بچی پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے میں نے ان کے لئے اجازت لی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کو اجازت دے دو اور وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ ان کو جنت کی بشارت دے دو اور ان سے کہہ دو کہ تمہیں ایک مصیبت آئے گی وہ آئے اور ان نفوس قدسیہ کے سامنے بیٹھ گئے اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اٹھا کر پاؤں کنویں میں لٹکا لیے۔ (الادب المفرد، ص ۱۶۸)

دلیل نمبر ۱۸:

بخاری شریف میں حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ يَّضْمَنْ لِيْ مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ اَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ۔

ترجمہ: جو میرے لئے اپنی زبان اور شرمگاہ کا ضامن ہو جائے (کہ ان سے

نافرمانی نہ کرے) میں اس کے لئے جنت کا ضامن ہوں۔

جنت کی ضمانت دینا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ جنت کے مالک ہیں کارخانہ الٰہی کے مختار ہیں۔

دلیل نمبر ۱۹:

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کی وفات قریب ہوئی تو انہوں نے اپنے بیٹے حضرت شیث علیہ السلام کو وصیت فرمائی کہ جب بھی تم اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو تو ساتھ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بھی ضرور کرنا اس لئے کہ جب میں پانی اور مٹی کی درمیان منزل میں تھا تو میں نے ان کا نام ساق عرش پر لکھا دیکھا میں نے ہر آسمان پر ان کا نام لکھا دیکھا جنت کے ہر محل پر چوبارے پر نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم لکھا دیکھا حوروں کے سینوں پر جنت کے درختوں پر اور شجر طوبیٰ کے پتوں پر اور سدرہ کے پتوں اور حجابات کے اطراف میں اور فرشتوں کی آنکھوں کے درمیان ان کا نام لکھا دیکھا۔ (فتاویٰ حدیثیہ، ص ۱۵۶)

سات صحابہ کرام سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عرش پر ہر آسمان پر اور جنت کے دروازے پر اور جنت کے درختوں کے پتوں پر لکھا ہوا ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ (فتاویٰ حدیثیہ، ص ۱۵۶)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام قلم قدرت نے عرش پر حجابات پر جنت کے درختوں پر آسمانوں پر جنت کے چوباروں پر حوروں کے سینوں پر فرشتوں کی آنکھوں کے درمیان شجر طوبیٰ اور سدرہ کے پتوں پر اور جنت کے دروازے پر لکھ دیا ہے ہم روزمرہ کی زندگی میں دیکھتے ہیں کہ جب کوئی کوٹھی بنگلہ یا مکان بناتا ہے تو اس کے دروازے پر اپنا نام لکھ دیتا ہے ملک بسیرا، رانا

ہاؤس، جاوید منزل اگر کوئی ان سے پوچھے آپ نے اپنے دروازے پر اپنا نام کیوں لکھا ہے تو وہ یہ کہے گا کہ اگرچہ اس کوٹھی کا معمار کوئی اور ہے لیکن مالک میں ہوں لہٰذا میں نے اس کے دروازے پر اپنا نام لکھ دیا ہے بلا مثال وتمثیل اگر کوٹھی پر کسی کا نام لکھا جانا اس بات کا ثبوت ہے کہ اگرچہ اس کوٹھی کا بنانے والا کوئی اور ہے لیکن اب مالک میں ہوں اس لئے میں نے اس کے دروازے پر نام لکھ لیا ہے تو جنت کے دروازے پر حضور نبی کریم ﷺ کا نام لکھا جانا اس بات کی دلیل ہے کہ اگرچہ جنت اور اس کی نعمتوں کا خالق اللہ ہے لیکن اس خالق حقیقی کی عطا سے اب مالک مصطفےٰ ﷺ ہیں اس لئے جنت کے دروازے پر آپ ﷺ کا نام لکھ دیا گیا۔

تماشہ تو دیکھو کہ دوزخ کی آتش
جلائے خدا اور بجھائے محمد ﷺ
تعجب کی جا ہے کہ فردوس اعلیٰ
بنائے خدا اور بسائے محمد ﷺ

دلیل نمبر۲۰:

امام ابن سبع فرماتے ہیں:

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی اَقْطَعَہٗ اَرْضَ الْجَنَّۃِ یُعْطِیْ مِنْھَا مَاشَاءَ لِمَنْ یَّشَاءُ۔

(مرقات، ج۲، ص۳۲۳)

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے جنت کی زمین پیارے مصطفےٰ ﷺ کی جاگیر بنا دی ہے آپ ﷺ اس میں سے جس کو چاہتے ہیں جتنی چاہتے ہیں عطا فرما دیتے ہیں۔ علامہ شمس الدین سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔

وَكُنْيَتُهٗ اَبُو الْقَاسِمِ لِاَنَّهٗ يُقْسِمُ الْجَنَّةَ بَيْنَ اَهْلِهَا۔

حضور ﷺ کی کنیت ابو القاسم ہے اس لئے کہ آپ جنت کی صلاحیت رکھنے والوں میں جنت تقسیم کرتے ہیں۔ (القول البدیع، ص ۷۷)

تجھ سے بڑھ کر نہیں کونین میں ہمت والے
تو نے فردوس لٹایا ہے سخاوت والے

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ستر سے زیادہ مرتبہ بیداری میں حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت کی ایک مرتبہ عرض کی یارسول اللہ ﷺ کیا میں جنتی ہوں فرمایا ہاں تو جنتی ہے عرض کی کیا میں بغیر عذاب کے جنتی ہوں فرمایا تیرے لئے یہی ہے یعنی تو بغیر عذاب کے جنتی ہے۔ (الیواقیت والجواہر، ج ۱، ص ۱۳۲)

مالک جنت اور قاسم جنت نبی پاک ﷺ نے امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کو جنتی بنا دیا اور وہ بھی بغیر عذاب کے۔

دلیل نمبر ۲۱:

حضرت عائشہ الصدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

اَطْعَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَدِيْجَةَ مِنْ عِنَبِ الْجَنَّةِ۔

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو جنت کا انگور کھلایا۔

(طبرانی اوسط، ج ۷، ص ۵۸)

یہ حدیث بھی ثابت کرتی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ جنت کے مالک ہیں کہ آپ ﷺ نے دنیا میں رہ کر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو جنت کا پھل کھلایا۔

دلیل نمبر ۲۲:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

جو رمضان کے مہینے میں کسی علمی مجلس میں جائے تو اس کو ہر قدم کے لئے ایک سال کی عبادت کا ثواب ہوگا اور وہ میرے ساتھ عرش کے نیچے ہوگا اور جو رمضان میں باجماعت نماز کی پابندی کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے ہر رکعت کے بدلے نعمتوں سے بھرا شہر عطا فرمائے گا اور رمضان میں اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر رحمت سے دیکھے گا اور میں اس کی جنت کا کفیل ہوں۔ (درۃ الناصحین، ص ۷)

دلیل نمبر ۲۳:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کون ہے جو روم کے سرکش کو میرا یہ خط پہنچائے اور یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ پر تین مرتبہ پیش فرمائی کہ جو جائے گا اس کے لئے جنت ہے عبیداللہ بن عبدالخالق رضی اللہ عنہ نے عرض کی میں جاؤں گا اور کیا میرے لئے جنت ہو گی اگرچہ میں ہلاک ہو جاؤں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تو وہاں پہنچ کر قتل ہو جائے اور ہلاک ہو جائے تو اللہ تیرے لئے جنت واجب کر دے گا وہ صحابی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خط کو لے کر اس سرکش کے پاس گیا اور اس سے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھیجا ہوا ہوں۔ اس نے اجازت دی یہ اس کے پاس حاضر ہوا اس کو روم کے سرکش نے پہچان لیا کہ یہ حق لے کر نبی مرسل کی طرف سے آیا ہے اس نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خط اس کے سامنے پیش کیا اہل روم جمع ہوئے اس سرکش نے ان کے سامنے خط پیش کیا۔ انہوں نے اس خط کو پسند نہ کیا لیکن ان میں سے ایک آدمی ایمان لے آیا وہ ایمان لاتے ہی قتل کر دیا گیا۔ پھر وہ صحابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف واپس ہوا اور جو کچھ وہاں ہوا وہ بیان کیا اور اس آدمی کا قتل ہونا بھی بیان

کیا حضور نبی کریم ﷺ نے اس قتل ہونے والے کے بارے میں ارشاد فرمایا اللہ قیامت کے روز اس کو امت وحدہ کی حیثیت سے اٹھائے گا۔

(طبرانی کبیر، ج ۱۲، ص ۳۳۸۔ مجمع الزوائد، ج ۵، ص ۳۰۷)

اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ جنت کے مالک حضرت رسول اللہ ﷺ نے اس صحابی کو حتمی وعدہ دیا کہ اگر تو میرا خط مطلوبہ آدمی تک پہنچا دے اور اس خدمت کے سرانجام دینے میں اگر تجھے موت بھی آ جائے تو تیرے لئے جنت ہے اور اس کو یقیناً جنت ملی کیونکہ اس نے آپ ﷺ کے ارشاد کے مطابق وہ خط سرکش روم تک پہنچا دیا۔

دلیل نمبر ۲۴:

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لایا گیا اس نے آپ ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی مجھے گھوڑے سے بڑی محبت ہے کیا جنت میں گھوڑا ہو گا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب تو جنت میں داخل ہو گا تو تجھے یاقوت کا ایک گھوڑا دیا جائے گا جس کے دو پر ہوں گے تجھے اس پر سوار کیا جائے گا اور جنت میں جہاں تو چاہے گا وہ تجھے لے کر اڑ جائے گا۔ (طبرانی کبیر، ج ۴، ص ۱۸۰)

رسول اللہ ﷺ نے اس اعرابی کو جنت میں یاقوت کے گھوڑے کا وعدہ فرما کر اس طرف اشارہ فرما دیا کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی عطا سے جنت اور جنت کی نعمتوں کے مالک ہیں جنت کی جو نعمت جس کو چاہیں عطا کر دیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مختار بنا دیا ہے۔

دلیل نمبر ۲۵:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کا محاصرہ کیا تو ایک آدمی قلعہ سے نکلا اور اس نے ایک صحابی رسول کو اٹھالیا تا کہ وہ ان کو قلعہ میں لے جائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ يَسْتَنْقِذُهُ وَلَهُ الْجَنَّةُ۔

جو اس صحابی کو اس (کافر) سے چھڑائے گا اس کے لئے جنت ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور اس کام کے لئے آگے بڑھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ تمہار ساتھ جبریل اور میکائیل علیہم السلام ہیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جا کر ان دونوں کو اٹھالیا اور لا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھ دیا۔ (ابن عساکر، ج ۷، ص ۲۴۳۔ حلیۃ الاولیاء، ج ۴، ص ۲۰)

اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی عطا سے جنت کے مالک ہیں اسی لئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اس صحابی کو اس کافر کے چنگل سے آزاد کرائے گا اس کو جنت ملے گی چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے یہ کارنامہ سرانجام دے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جنت حاصل کر لی۔

دلیل نمبر ۲۶:

محمد بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے لیلۃ العقبہ میں بیعت کے وقت کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اللہ کے لئے اور خود اپنے لئے بھی جو شرط چاہیں ہم سے منوا سکتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں میں تم پر یہ شرط قرار دیتا ہوں کہ اس کے سچے بندے بنے رہو اس کی عبادت کیا کرو اور کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہراؤ اور اپنے متعلق یہ شرط قرار

دیتا ہوں کہ جن باتوں سے تم اپنی جانوں اور مالوں کو بچاتے ہو میرے بھی اسی طرح خیر خواہ بنے رہو۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا پھر ہمیں ملے گا کیا فرمایا تمہیں جنت ملے گی انہوں نے کہا یہ سودا بڑے فائدے کا ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ○

ترجمہ: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں اور مالوں کو اس بات کے عوض خرید لیا کہ ان کو جنت ملے گی۔ (ابن کثیر، ج ۱۱، ص ۱۷)

اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی عطا سے جنت کے مالک ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا اگر تم اللہ تعالیٰ کو ایک مانو گے اور صرف اسی کی عبادت کرو گے اور مجھے اللہ تعالیٰ کا رسول مان کر میری اطاعت اور اتباع کرو گے تو تمہیں جنت ملے گی جو مومن کے لئے دائمی امن و امان اور سکون و اطمینان کا گھر ہے اور جنت وہ دے سکتا ہے جو اس کا مالک ہے۔

دلیل نمبر ۲۷:

غزوہ اُحد میں کافروں کا ایک گروہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوا۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون ہے جو ان کا مقابلہ کر کے ان کو رفع کرے اس وقت حضرت وہب بن قابوس مزنی رضی اللہ عنہ نے عرض کی میں ہوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اُن پر ایسی تیر اندازی کی کہ ان کافروں کو بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ اس کے بعد دشمنوں کا ایک گروہ اور نمودار ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان شیطانوں کو کون دور کرے گا حضرت وہب رضی اللہ عنہ نے پھر وہی جواب دیا اور بعض کو واصل جہنم کیا اور بعض کو بھگا دیا۔ اس کے بعد کفار کا ایک ٹولہ اور نمودار ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان

کے لئے کون ہے، پھر حضرت وھب رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قم وابشر بالجنۃ قائم رہو اور جنت کی بشارت لو۔ حضرت وھب رضی اللہ عنہ جنت کی بشارت لے کر کفار کی صف میں داخل ہو گئے۔ کافروں نے اُن کو تلواروں اور نیزوں سے زخمی کر دیا۔ آپ زمین پر گر پڑے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی شہادت کے بعد ان کے سرہانے کھڑے ہو کر فرمانے لگے رضی اللہ عنك فانی عنك راضٍ۔ اللہ تم سے راضی ہو گیا اور میں بھی تم سے راضی ہو گیا۔ اس کے بعد باوجود خود زخمی ہونے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قبر میں اتارا۔

(مدارج النبوت، ج۲، ص ۱۷۰)

شہادت پا کے ہستی زندہ جاوید ہوتی ہے
یہ رنگیں شام صبح عید کی تمہید ہوتی ہے

دلیل نمبر ۲۸:

جب حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو مشرکین مکہ نے دار پر لٹکا کر شہید کر دیا تو کئی دن تک آپ دار پر لٹکے رہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعے سارا حال معلوم ہو گیا اس وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے فرمایا کون ہے جو جائے اور خبیب کو دار سے اُتار کر لائے اس کے بدلے اسے جنت ملے گی۔ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ اور مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ نے اس خدمت کو قبول کیا اور یہ دونوں روانہ ہو گئے۔ دن کو چھپ جاتے اور رات کو سفر کرتے اس طرح منازل طے کر کے جائے وقوعہ پر پہنچے۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ دار پر لٹکے ہوئے تھے اور ان کے گرد چالیس آدمی سوئے ہوئے تھے۔ یہ دونوں حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو آہستگی سے اتار لائے چالیس دن گزر جانے کے بعد بھی ہنوز تروتازہ تھے ان کے زخموں سے خون

ٹپک رہا تھا اور کستوری کی خوشبو آ رہی تھی۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے گھوڑے پر لاد کر دونوں رفیق واپس ہوئے جب صبح ہوئی تو قریش کو اطلاع ہوئی ستر سوار ان کے تعاقب میں دوڑے جب وہ ان کے قریب پہنچے تو ان دونوں نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے جسد اقدس کو زمین پر رکھ دیا۔ زمین نے ان کو اپنی آغوش میں چھپا لیا اس کے بعد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کفار سے کہا میں زبیر ہوں میری والدہ کا نام صفیہ بنت عبدالمطلب ہے یہ میرے ساتھی مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ ہیں ہم دو شیر ہیں جو اپنی کچھار میں جا رہے ہیں۔ اس پر کفار واپس لوٹ گئے اور یہ دونوں مدینہ پہنچے۔ حضرت جبریل علیہ السلام بھی اس مجلس میں موجود تھے۔ انہوں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرشتے ان دونوں صحابہ پر فخر کر رہے ہیں۔

(مدارج النبوت، ج۲، ص ۱۸۹)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت زبیر اور مقداد رضی اللہ عنہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عطائے جنت پر یقین کامل کیا اور حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو تختہ دار سے اتارنے کے لئے روانہ ہوئے اور ان کو اس حال میں دار سے اتارا کہ ان کا جسم مبارک تر و تازہ تھا اور مشک کی طرح خوشبو آ رہی تھی کسی نے کیا خوب کہا ہے:

محمد مصطفےٰ کے باغ کے سب پھول ایسے ہیں
جو بن پانی کے تر رہتے ہیں مرجھایا نہیں کرتے

ان صحابہ کا عقیدہ تھا کہ خدا نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت کا مالک بنا دیا آپ جس کو چاہتے ہیں جنت عطا فرما دیتے ہیں اسی لئے انہوں نے اپنی جانوں کو خطرے میں ڈال کر یہ کام کیا تاکہ ہمیں جنت مل جائے۔

❁❁❁

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

فلسفہ معراج

سُبۡحَانَ الَّذِیۡ اَسۡرٰی بِعَبۡدِهٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَی الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ ۝

ترجمہ: پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کوراتوں رات لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے گردا گرد ہم نے برکت رکھی ہے کہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائی بے شک وہ سنتا دیکھتا ہے۔

حیات آخرت:

من وجہ عالم تین ہیں عالم دنیا، عالم برزخ اور عالم آخرت سرکار دو عالم ﷺ میں تینوں عالموں کی زندگی بیک وقت موجود ہے جب دُنیا میں جلوہ فرما تھے تو عالم برزخ اور عالم آخرت کی زندلی سے متصف تھے اور اب جبکہ آپ عالم برزخ میں تو تینوں عالموں کے زندگی سے متصف ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے باقی مخلوق کو خاص خاص ماحول کے مناسب حیات بخشی ہے چنانچہ پانی کی مخلوق آگ میں اور ہوا کی مخلوق پانی میں زندہ نہیں رہ سکتی حتی کہ جبریل امین علیہ السلام کے لئے بھی ایک مخصوص ماحول سے آگے زندہ رہنا ممکن نہیں اسی لئے انہوں نے معراج کی رات عرض کیا تھا یارسول اللہ ﷺ لَوۡ تَجَاوَزۡتُ اَنۡمِلَةً لَاحۡتَرَقۡتُ اگر میں سدرہ سے ذرا بھی آگے بڑھا تو جل جاؤں گا آپ سدرۃ پر رُک گئے۔

چلے مکیوں رَل کے دوراہی جبریل تے رب دا اک ماہی
اک سدرہ تے رہ جانا ایہہ اک کول بلایا جاناں ایہہ

مگر حضرت محمد ﷺ کو اللہ نے ایسی حیات کاملہ عطا فرمائی جو ہر عالم کے ماحول سے پوری طرح مناسبت رکھتی ہے آپ بلاخوف و خطر سدرہ سے آگے گزر گئے کیونکہ اس وقت آپ حیات آخرت سے موصوف تھے۔

بخاری شریف میں ہے کہ آپ دو قبروں کے پاس سے گزرے ان دونوں اہل قبور کو عذاب ہو رہا تھا آپ ﷺ نے ان کی آوازوں کو سنا جو اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ دنیا میں رہتے ہوئے عالم برزخ کی حیات سے بھی متصف تھے اور اسی طرح آپ میں آخرت کی حیات بھی موجود تھی اور وہ اس طرح کہ معراج کی رات آپ آسمانوں پر تشریف لے گئے جنت کی سیر فرمائی آسمانوں پر انبیاء علیہم السلام سے ملاقات فرمائی جو اس بات کی روشن دلیل ہے کہ دنیاوی حیات کے ساتھ ساتھ آپ حیات آخرت سے بھی متصف تھے۔

رفعت:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضور ﷺ اور حضرت جبریل امین علیہ السلام مکہ معظمہ میں کوہ صفا پر موجود تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے جبریل قسم ہے اس ذات کی جس نے تجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے شام کو آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس ایک مٹھی بھر آٹا اور ایک ہتھیلی بھر ستو بھی نہیں ہوتے بس یہ فرمانا تھا کہ آسمان سے ایک سخت آواز آئی فرمایا جبریل یہ کیا عرض کی اسرافیل کو آپ کے پاس حاضر ہونے کا حکم ہوا ہے چنانچہ وہ حاضر ہوئے اور کہا آپ نے جو کلام کیا ہے وہ اللہ تعالیٰ نے سنا اور مجھے آپ کے پاس زمین کے خزانوں کی کنجیاں دے کر بھیجا ہے اور فرمایا ہے کہ میں وہ آپ کی خدمت میں پیش کر دوں اور تہامہ کے پہاڑوں کو زمرد یاقوت سونے اور چاندی کے بنا دوں

اگر آپ یہ چاہتے ہیں تو میں یہ کام ابھی کر دیتا ہوں آپ کو اختیار ہے کہ آپ چاہیں تو نبی بادشاہ بن جائیں چاہیں تو نبی بندے بن جائیں۔ حضرت جبریل امین علیہ السلام نے آپ کی طرف تواضع اختیار کرنے کا اشارہ کیا آپ نے تین مرتبہ فرمایا میں نبی بندہ بننا چاہتا ہوں۔

(طبرانی اوسط، ج ۷، ص ۴۷۴، طبرانی کبیر، ج ۱۰، ص ۲۸۸)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ نے فقر و فاقہ خود اختیار فرمایا تھا اور اس کو غنا پر ترجیح دی تھی ورنہ تو آپ مالک کونین تھے۔

مالک دین و دنیا ہو کر دونوں جہاں کے داتا ہو کر
فاقے سے ہیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم
عجز تو دیکھو اللہ اکبر تکیے کے بدلے اینٹ یا پتھر
اور سر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

نیز اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال تواضع کا اظہار کیا اور یہ حقیقت اپنی جگہ اٹل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے زیادہ تواضع اختیار کی اور حدیث میں ہے۔ مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ جس نے اللہ کے لئے عاجزی کی اللہ نے اسے بلند فرما دیا چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے زیادہ عاجزی کی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو سب سے زیادہ رفعت اور بلندی بخشی اور وہ اس طرح کہ معراج کی رات اللہ تعالیٰ نے آپ کو عرش اعظم پر پہنچایا۔

ہیں عرش بریں پر جلوہ فگن محبوب خدا سبحان اللہ
اک بار جسے دیدار ہو سو بار کہا سبحان اللہ
وہی لامکاں کے مکیں ہوئے سر عرش تخت نشیں ہوئے
وہ نبی ہے جس کے ہیں یہ مکاں وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں

بلاواسطہ وحی:

علماءِ کرام نے وحی کی متعدد اقسام بیان کی ہیں اور ان میں سب سے اعلیٰ وحی وہ ہے جس میں نہ تو کوئی حجاب ہے اور نہ درمیان میں کسی فرشتے کا واسطہ ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس وحی سے سرفراز فرمانے کے لئے معراج کرایا چنانچہ مسلم شریف میں حدیث وارد ہے کہ معراج کی رات اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو خواتیم سورہ بقرہ بھی عطا فرمائیں اور اس سے ثابت ہوا کہ قرآن کریم کے حاصل کرنے میں حضور ﷺ جبریل امین ؑ کے واسطے کے بغیر بھی کامیاب و کامران ہیں اللہ تعالیٰ سے کلام لے سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی ○

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کی طرف وحی کی جو وحی کی علامہ اسماعیل حقی نے لکھا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے مقدس حبیب کی طرف بلاواسطہ وحی فرمائی جو پوشیدہ طور پر ان کے قلب پر واقع ہوئی اس وحی کے بارے میں بعض حضرات نے لکھا ہے کہ:

اِنَّ رَبِّیْ اَسْتَشَارَنِیْ فِیْ اُمَّتِیْ مَاذَا اَفْعَلُ بِھِمْ۔

میرے رب نے مجھ سے امت کے بارے میں مشورہ طلب فرمایا کہ میں تیری امت کے ساتھ کیا سلوک کروں میں نے عرض کی یااللہ وہ تیرے بندے اور تیری مخلوق ہے جو تو چاہے ان کے ساتھ سلوک کر رب تعالیٰ نے پھر مشورہ طلب فرمایا میں نے پھر یہی جواب دیا آخرکار اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنِّیْ لَنْ اُخْزِیَکَ فِیْ اُمَّتِكَ یَا اَحْمَدُ۔

ترجمہ: اے احمد میں تجھے تیری امت کے بارے میں رسوا نہ کروں گا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی امت کے ساتھ اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کی مرضی کے مطابق سلوک کرے گا۔

تیری مرضی ہے تیرے خدا کی رضا تو نے جو کچھ کہا بس وہی ہو گیا
منتظر رہتی ہے رحمت حق سدا کب اسے آقا تیرا اشارہ ملے

فرشتے اور دیدار مصطفیٰ ﷺ:

معراج کی رات جب آپ ﷺ سدرۃ المنتہیٰ پہنچے تو فرشتوں نے عرض کی یا اللہ تیرے محبوب تشریف لا رہے ہیں ان کے جمال مبارک کی زیارت کی اجازت مرحمت فرما۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا سارے فرشتے سدر المنتہیٰ پر جمع ہو جائیں جس کا ذکر اللہ نے اس طرح کیا ہے۔ اِذْ یَغْشَی السِّدْرَۃَ مَا یَغْشٰیO جب ڈھانپ لیا سدرہ کو اس چیز نے جس نے کہ ڈھانک لیا اور وہ ملائکہ ربانی ہیں جن کے متعلق ارشاد ہے۔ وَمَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّکَ اِلَّا ھُوَ۔ تیرے رب کے لشکر کو اللہ ہی جانتا ہے جب رسول اللہ ﷺ نے سدرہ کو دیکھا تو فرشتوں سے ڈھکا ہوا پایا اور فرشتوں نے اللہ کے محبوب کی زیارت کی۔ (درمنثور، ج ۶، ص ۱۲۶)

فرشتے نوری مخلوق ہیں انہوں نے محبوب خدا کی زیارت کی تمنا کی اندازہ کیجئے کہ خود نبی کریم ﷺ کتنے حسین وجمیل اور نورانی ہوں گے۔

رُخِ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ میری چشم خیال میں نہ دکان آئینہ ساز میں
خورشید تھا کس زور پر کیا بڑھ کے چمکا تھا قمر
بے پردہ جب وہ رُخ ہے یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شاہد ہونا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا ۔ بے شک ہم نے تجھے شاہد بنا کر بھیجا۔

چونکہ شاہد کے لئے مشاہدہ ضروری ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کی رات ساتوں آسمان اور ان کے موجودات اور مخلوق کا مشاہدہ کرایا جنت و دوزخ سب کچھ دکھایا تاکہ دوستوں اور دشمنوں کے لئے اللہ نے جو جزا اور سزا تیار کر رکھی ہے وہ سب اپنے حبیب کو دکھا دیئے جب تمام موجودات کا مشاہدہ کرا دیا تو اپنی بارگاہ میں بلا کر اپنا جمال بھی دکھا دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زمینوں کا مشاہدہ بھی فرمایا حدیث میں ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ زَوٰى لِيَ الْاَرْضَ فَرَاَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا۔

ترجمہ: بے شک اللہ نے میرے لئے زمین کو سمیٹ لیا میں نے اس کے مشارق و مغارب کو دیکھا لیا۔

بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری دنیا کو ملاحظہ فرمالیا۔

اِنَّ اللّٰهَ قَدْ رَفَعَ لِيَ الدُّنْيَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَيْهَا وَاِلٰى مَاهُوَ كَائِنٌ فِيْهَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ كَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰى كَفِّيْ هٰذِهٖ۔ (مجمع الزوائد، ج ۸، ص ۲۸۷)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے لئے ساری دنیا کو اٹھا لیا میں ساری دنیا کو دیکھ رہا ہوں اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کچھ دیکھ رہا ہوں جس طرح اپنے ہاتھ کی ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔

نوٹ:۔ دنیا ساتویں آسمان سے لے کر ساتویں زمین تک کا نام ہے۔

جبریل علیہ السلام کی حاجت:

عمدۃ المفسرین علامہ اسماعیل حقی نے لکھا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سدرہ سے آگے بڑھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل امین علیہ السلام سے فرمایا:

یَا جِبْرِیْلُ هَلْ لَکَ مِنْ حَاجَةٍ اِلٰی رَبِّکَ۔

ترجمہ: اے جبریل رب کی طرف کوئی حاجت ہو تو بتلاؤ۔

(روح البیان، ج۵، ص ۲۲۱)

عرض کی اے آقا اللہ تعالیٰ سے میرے لئے یہ سوال کریں قیامت کے دن جب آپ کی امت پلصراط سے گزرے تو میں ان کے قدموں کے نیچے اپنے پَر بچھا دوں تاکہ وہ آسانی سے گزر جائیں۔

حضرت جبریل امین علیہ السلام کے اس فرمان میں حکمت یہ تھی کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نمرود نے آگ میں ڈالنا چاہا تو حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی اے ابراہیم کوئی حاجت ہے تو بتاؤ فرمایا تم سے کوئی حاجت نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج حضرت جبریل علیہ السلام کی حاجت دریافت فرمائی اور یہ اس لئے کہ اپنے جد کریم سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بدلہ اتار دیا جائے۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل امین علیہ السلام سے حاجت دریافت فرمائی تو انہوں نے یہ نہیں کہا کہ اگر مجھے کوئی حاجت ہو گی تو اللہ تعالیٰ سے کہہ کر پوری کرا لوں گا آپ تو حاجت روا نہیں حاجت روا تو اللہ تعالیٰ ہے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی حاجت بیان فرمائی معلوم ہوا کہ جبریل امین علیہ السلام نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاجت روا سمجھا اور یہی ہمارا عقیدہ ہے معلوم ہوا کہ ہمارا عقیدہ نوریوں والا ہے ناریوں والا نہیں۔

التوسل:

اللہ تعالیٰ نے معراج کی رات اولاً پچاس نمازوں کا تحفہ حضور ﷺ کو عطا فرمایا جب آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے تو انہوں نے کہا یارسول اللہ ﷺ آپ کی امت پچاس نمازیں نہیں پڑھ سکے گی اللہ تعالیٰ کا دریائے رحمت جوش پر ہے جایئے ان میں تخفیف کرایئے۔ آپ ﷺ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کہنے سے واپس گئے اور نمازیں کم کرنے کی درخواست کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ نمازیں کم ہوتے ہوتے پانچ رہ گئیں اس میں حکمت یہ تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حیات ظاہری کے بعد ہم دنیا والوں کے فائدے کا وسیلہ بن گئے۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں اہل قبور خواہ انبیاء علیہم السلام ہی کیوں نہ ہوں دنیا والوں کو کسی قسم کا فائدہ نہیں پہنچا سکتے اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ سے ان کے اس قول کا رد فرمایا اور وہ اس طرح کہ پنتالیس نمازیں معاف کرنے والا اللہ ہے اور معاف کرانے والے حضرت محمد ﷺ ہیں اور حضور ﷺ کو معافی حاصل کرنے کے لئے بار بار بھیجنے والے حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں جو صاحب قبر ہیں اور درمیان میں وسیلہ ہیں اور حضور ﷺ نے فرمایا فَاِذَا هُوَ قَائِمٌ يُّصَلِّيْ فِيْ قَبْرِهٖ یعنی میں جب مسجد اقصیٰ جا رہا تھا تو میں نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے ہیں خاص طور پر قبر کا ذکر فرمایا جس میں یہ حکمت تھی کہ اہل قبور کا دنیا والوں کو فائدہ پہنچانا ثابت ہو جائے اور وہ فائدہ بھی ایسا کہ تمام دنیا والے مل کر وہ فائدہ کسی کو نہیں پہنچا سکتے اگر سارا جہاں بھی زور لگا لے تو فرائض کا ایک سجدہ بھی کم نہیں کر سکتے لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بالواسطہ ۴۵ نمازیں معاف کرائیں اس کے علاوہ دوسری حکمت یہ تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضور نبی کریم ﷺ کو نمازیں معاف کرانے کے لئے بار

بار بھیج رہے تھے تاکہ حضور ﷺ ہر بار اللہ کا دیدار کریں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام حضور ﷺ کا دیدار کریں۔

چمک کو یہ کہتی ہے طلعت کسی کی
کہ دیدار حق ہے زیارت کسی کی
تیرا وصل جنت تیرا ہجر دوزخ
تیری دید دید خدا ہے محمد

جناں اکھیاں دلبر ڈٹھا اساں اوہ اکھیاں تک لیاں
توں ملیوں تے ساجن ملیا ہُن آساں لگ گئیاں

معراج کے من جملہ فوائد میں سے ایک عظیم الشان فائدہ یہ ثابت ہوا کہ اللہ کے برگزیدہ بندوں کا وسیلہ برحق ہے ان کا وسیلہ خدا کی بارگاہ میں مقبول ہے۔

ذات مصطفےٰ ﷺ ایک مستقل معجزہ ہے:

معجزہ کا مفہوم یہ ہے کہ نبی سے ایسا کام یا صفت ظاہر ہو جو خلاف عادت ہو اور مخلوق میں سے کوئی بھی نبی کا مدمقابل ہو کر نہ کر سکے اسے معجزہ اس لئے کہتے ہیں کہ وہ صفت مدمقابل کو نبی کے سامنے عاجز کر دیتی ہے جب تک کوئی کام خلاف عادت نہ ہو تو معجزہ نہیں ہو سکتا مثلاً انسان کے لئے اللہ نے یہ عادت جاری فرمائی ہے کہ وہ زمین پر ٹھہرے گا ہوا میں سانس لے کر زندہ رہے گا جسمانی اور مادی غذا کے بغیر زندہ نہ رہے گا وہ زمین پر ہی چلے گا آسمانوں پر اس کے لئے جانا خلاف عادت ہے۔

اسی طرح نورانی مخلوق کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ عادت مقرر کی ہے کہ وہ چشم زدن میں آسمانوں سے زمین پر آئے آن واحد میں زمین سے آسمان پر

جائے مادی غذا کھانا اس کی عادت نہیں پانی پینا ہوا میں سانس لینا اس کی عادت میں شامل نہیں۔ ہمارے نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے بشریت بھی عطا فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ ۔اور حدیث میں ہے فَاَنَا بَشَرٌ یہ حضور نبی کریم ﷺ کی بشریت کی دلیل ہے اور قَدْ جَآءَکُمْ مِنَ اللّٰہِ نُوْرٌ اور اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ نُوْرًا یہ حضور ﷺ کی نورانیت کی دلیل ہے جب آپ کی دونوں صفات ثابت ہو گئیں تو یہ امر بھی ثابت ہو گیا کہ جس طرح آسمانوں پر تشریف لے جانا اور غذا کھانے پینے کے بغیر اور ہوا کے بغیر زندہ رہنا حضور ﷺ کی بشریت کے لئے خلاف عادت ہونے کے باعث ایک عظیم الشان معجزہ ہے اور بہت بڑا کمال ہے اسی طرح آپ کا کھانا پینا اور ہوا میں سانس لینا حضور ﷺ کی نورانیت کا معجزہ ہے مطلب یہ ہوا کہ نورانی اوصاف بشریت کے اعتبار سے اور بشریت کے اوصاف نورانیت کے اعتبار سے معجزہ ہیں۔ پس ثابت یہ ہوا کہ آپ ﷺ کو معراج اس لئے کرائی گئی تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ آپ ﷺ کی ذات ایک مستقل معجزہ ہے۔

دیئے معجزے انبیاء کو خدا نے
ہمارا نبی معجزہ بن کے آیا

دور کی آواز سننا:

حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے بلال میں نے جنت میں اپنے آگے تیری جوتیوں کی آہٹ سنی اس وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ جنت میں نہ تھے اور نبی کریم ﷺ معراج کی رات اس وقت جنت میں تھے آپ ﷺ نے جنت میں رہ کر اتنی دور سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی جوتی کی آہٹ کو سن لیا جو

نبی اتنی دور سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی جوتی کی آہٹ سن سکتا ہے وہ گنبد خضریٰ میں رہ کر ہم پاکستانیوں کا درود وسلام بھی سن سکتا ہے لہٰذا معراج کا ایک فلسفہ یہ بھی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دور کی آواز کا سننا ثابت ہو جائے اور اگر اس آواز کے سننے سے یہ مُراد لیا جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن اپنی سواری پر سوار ہوں گے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کی مہار پکڑی ہو گی اس وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی جوتی سے جو آہٹ پیدا ہو گی اس کو آپ نے معراج کی رات سن لیا تو پہلے سے بھی زیادہ کمال ہے کہ آواز تو پیدا ہونی ہے قیامت کے دن اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو پہلے ہی سن رہے ہیں یا پھر یوں کہیے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ زمین پر بھی تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کے طفیل اس وقت جنت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے بھی چل رہے تھے۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کا بیک وقت دو جگہ موجود ہونا ثابت ہوا جن کے غلاموں کی یہ شان ہے اس آقا کی اپنی کیا شان ہو گی۔

آن واحد میں دو جگہ موجود ہونا:

مسلم شریف کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر کے قریب سے گزرا میں نے دیکھا کہ آپ اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں موجود تھے اور اسی وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام مسجد اقصیٰ میں بھی موجود تھے کیونکہ حدیث میں وارد ہے۔

قَالَ جِبْرِیْلُ صَلّٰی خَلْفَكَ كُلُّ نَبِيٍّ بَعَثَهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ۔

(ابن کثیر، ج ۳، ص ۶)

حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے ہر مبعوث فرمائے ہوئے نبی نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی ہے اور جب آپ چھٹے آسمان پر پہنچے تو آپ کی ملاقات حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہوئی۔ امام عبدالوہاب شعرانی نے لکھا ہے کہ معراج کا ایک فائدہ یہ بھی ہے۔

شُهُوْدَ الْجِسْمِ الْوَاحِدِ فِيْ مَكَانِيْنَ فِيْ آنٍ وَاحِدٍ۔

(الیواقیت والجواہر، ج ۲، ص ۳۶)

آن واحد میں جسم کا دو جگہ موجود ہونا۔

اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے حضرت آدم علیہ السلام کو دیکھا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا اور اپنے اس کلام میں اطلاق رکھا اور روح کی قید لگا کر یہ نہیں کہا کہ میں نے حضرت آدم علیہ السلام کی روح کو دیکھا میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی روح کو دیکھا مسجد اقصیٰ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس موسیٰ علیہ السلام کو آسمان میں دیکھا یہ وہی تھے جو اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے تو اے وہ شخص جو جسم واحد کے دو جگہ پر ہونے کا منکر ہے اس حدیث پر تیرا ایمان کس طرح ہوگا۔ (الیواقیت والجواہر، ج ۲، ص ۳۶)

اِنْ كُنْتَ مُؤْمِنًا فَقَلِّدْ وَاِنْ كُنْتَ عَالِمًا فَلَا تَعْتَرِضْ۔

ترجمہ: اگر تو مومن ہے تو اس مسئلے کو مان لے اور تو عالم ہے تو اس مسئلے پر اعتراض نہ کر۔

معلوم ہوا کہ مومن کی شان یہ ہے کہ وہ مان لے کہ جسم واحد آن واحد میں دو مقامات پر موجود ہو سکتا ہے۔

امام احمد بن حنبل نے لکھا ہے کہ حضرت قرۃ مزنی بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا اور اس کے ساتھ اس کا

بیٹا بھی ہوتا تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اس شخص سے پوچھا کیا تم اس سے محبت کرتے ہو اس نے کہا اللہ آپ سے اتنی محبت کرے جتنی میں اس سے محبت کرتا ہوں پھر حضور نبی کریم ﷺ نے اس کے بیٹے کو نہیں دیکھا آپ نے پوچھا فلاں شخص کے بیٹے کو کیا ہوا صحابہ نے عرض کی وہ فوت ہو گیا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اس کے باپ سے فرمایا:

اَمَا تُحِبُّ اَنْ لَّا تَاْتِیْ بَابًا مِّنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ اِلَّا وَجَدْتَّهٗ یَنْتَظِرُكَ۔

کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ تم جنت کے جس دروازے سے داخل ہو تمہارا بیٹا اس دروازے پر تمہارا منتظر ہو۔

ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ آیا یہ بشارت اس شخص کے لئے خاص ہے یا ہم سب کے لئے ہے آپ ﷺ نے فرمایا تم سب کے لئے ہے۔

(مسند امام احمد، ج ۳، ص ۴۳۶)

ملا علی قاری نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے۔

اِنَّ الْوَلَدَ مَوْجُوْدٌ فِیْ كُلِّ بَابٍ مِّنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ۔

(مرقاۃ، ج ۴، ص ۱۰۹)

ترجمہ: بلاشبہ بچہ جنت کے ہر دروازہ پر موجود ہو گا۔

مولوی شبیر احمد عثمانی دیوبندی نے لکھا ہے کہ انسانی روحیں جب پاکیزہ ہو جاتی ہیں تو وہ اپنے ابدان سے الگ ہو جاتی ہیں اور اپنے بدن کی صورتوں میں یا کسی اور صورت میں متمثل ہو کر چلی جاتی ہیں جیسے حدیث میں ہے کہ حضرت جبریل امین علیہ السلام حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت یا کسی اور اعرابی کی صورت میں متمثل ہو کر جہاں اللہ تعالیٰ چاہتا تھا جاتے تھے۔ (فتح الملہم، ج ۱، ص ۳۰۵)

ان دلائل سے واضح ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں کیونکہ

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں زندہ ہیں اور قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں تو پھر حبیب اللہ کی حیات کا کیا کمال ہوگا لہٰذا آپ بھی زندہ ہیں اور کائنات کو ملاحظہ فرما رہے ہیں اور اپنی امت کے اعمال کو مشاہدہ فرما رہے ہیں اور احوال برزخ میں مشغول ہیں اور جب چاہیں جہاں چاہیں تشریف لے جاتے ہیں حتیٰ کہ ایک وقت میں متعدد مقامات پر موجود ہو جاتے ہیں اور اپنے عاشقوں کو اپنی زیارت سے مشرف فرماتے ہیں چنانچہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ۷۵ مرتبہ جاگتے ہوئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے ایک مرتبہ عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں جنتی ہوں فرمایا ہاں تو جنتی ہے۔ عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا عذاب کے بغیر جنتی ہوں فرمایا تو بغیر عذاب کے جنتی ہے۔ (الیواقیت والجواہر، ج ۱، ص ۱۴۳)

خلد تو گھر ہے غلامان محمدؐ کے لئے
اور جہنم دشمنان مصطفیٰؐ کے واسطے

شہادت:

شہادت کی دو قسمیں ہیں سن کر گواہی دینا اور دیکھ کر گواہی دینا جو شہادت سن کر دی جائے وہ فرع ہے اور جو شہادت دیکھ کر دی جائے وہ اصل ہے جو شہادت سن کر دی جائے وہ تب مقبول ہوتی ہے جب اس کی اشتہا اس شہادت پر ہو جو دیکھ کر دی جائے اگر سب سن کر شہادت دیں اور کوئی دیکھ کر شہادت دینے والا نہ ہو تو سب شہادتیں ناتمام ہوں گی حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام نبیوں اور رسولوں نے شہادت دی مگر سن کر شہادت دی کہ اللہ ہے اب آخر میں کوئی ایسا گواہ نہ آتا جو دیکھ کر شہادت دے تو تمام شہادتیں نامکمل اور ناتمام ہوتیں۔ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا اور دیکھ

کر اللہ کی شہادت دی اس پر تمام نبیوں کی شہادت مکمل ہوگئی۔

زیارت عبادت ہے:

زیارت بھی ایک عبادت ہے حدیث میں ہے:

اَلنَّظْرُ اِلٰی وَجْہِ عَلِیٍّ عِبَادَۃٌ۔ علی کو دیکھنا عبادت ہے۔

(الصواعق المحرقہ، ص ۱۲۱)

اَلنَّظْرُ اِلٰی وَجْہِ الْوَالِدَیْنِ عِبَادَۃِ۔ ماں باپ کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے۔ (مسند الفردوس، ج ۲، ص ۳۷۵)

اَلنَّظْرُ اِلٰی وَجْہِ الْعَالِمِ عِبَادَۃٌ۔ عالم کے چہرے کی زیارت عبادت ہے۔

(مسند الفردوس، ج ۲، ص ۳۷۵)

اَلنَّظْرُ فِی کِتَابِ اللّٰہِ عِبَادَۃٌ۔ اللہ کی کتاب کا دیدار کرنا عبادت ہے۔

(مسند الفردوس، ج ۲، ص ۳۷۵)

اَلنَّظْرُ اِلٰی الْکَعْبَۃِ عِبَادَۃٌ۔ کعبہ کی زیارت کرنا عبادت ہے۔

(مسند الفردوس، ج ۲، ص ۳۷۵)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، والدین، عالم دین، قرآن مجید اور کعبہ کی زیارت عبادت ہے اور سب سے افضل عبادت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بحالت ایمان دیکھنے والا انسان صحابی بن جاتا ہے اور کوئی بڑی سے بڑی عبادت مرتبہ صحابیت کو نہیں پا سکتی جب نبی کی زیارت کا یہ مرتبہ ہے تو اللہ تعالیٰ کی زیارت کا کیا مقام ہوگا۔ اس لئے سارے نبیوں نے عبادت کی اور اللہ کی عبادت کا حق ادا کیا لیکن جیسی عبادت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ایسی عبادت کسی نے نہیں کی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات

اللہ تعالیٰ کی زیارت کی انسان جن اور فرشتے اور سارے نبی عابد لیکن ہمارے نبی کریم ﷺ جیسا کوئی عابد نہیں۔

حق نے فرمایا:

جلوے میرے دیکھ لے میں تجھے دیکھ لوں تو مجھے دیکھ لے
جو تجھے دیکھ لے وہ مجھے دیکھ لے دیکھنے کا مزہ آج کی رات ہے

تین شانوں کی معراج:

مسجد حرام سے لے کر مسجد اقصیٰ تک عالم شہادت اور دنیائے جسمانیات ہے اور مسجد اقصیٰ سے اوپر آسمانوں اور عرش کا عالم نورانی ہے اور عرش کے بعد اللہ تعالیٰ کی بارگاہ ہے جو زمان و مکان کی حدود سے بالاتر ہے ان تین مرحلوں سے حضور نبی کریم ﷺ کی ذات کا تعلق یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی تین شانیں ہیں۔ بشریت جس کا تعلق عالم جسمانیات سے ہے نورانیت جس کا تعلق عالم انوار سے ہے اور محمدیت جس کا تعلق بارگاہ خداوندی کے ساتھ ہے۔ حضور ﷺ کی مذکرہ شانیں ایسی ہیں کہ تمام کمالات محمدیہ ان ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جتنے کمالات دیئے ہیں ان کا تعلق یا تو بشریت سے ہوگا یا نورانیت اور یا محمدیت سے ہر کمال مصطفوی کا سرچشمہ یہی تین شانیں ہیں لہٰذا ان میں سے ہر ایک کا اپنے عروج پر پہنچنا تکمیل معراج کے لئے ضروری ہوا یعنی آپ کی بشریت نورانیت اور محمدیت کا عروج ضروری ہوا اور بشریت کا عروج اور معراج عالم جسمانیات نورانیت کا معراج عالم انوار میں اور محمدیت کا معراج حق تعالیٰ کی بارگاہ میں ہوگا۔

اور حضور ﷺ کی معراج بالکل اسی شان سے واقع ہوئی آپ مسجد حرام

سے چل کر مسجد اقصیٰ پہنچے تمام نبیوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کی اور آپ ان کے امام بنے۔

مرتبے انبیاء کے بڑے ہیں عظمتوں کے نگینے جڑے ہیں
مقتدی بن کے پیچھے کھڑے ہیں وہ جو پہلے سے آئے ہوئے ہیں

اصولِ امامت یہ ہے کہ امامت وہ کرائے جو خوش آواز ہو قرأت اچھی کرے پھر جو عالم ہو پھر جو زیادہ حسین وجمیل ہے۔ معراج کی رات خوش الحان حضرت داؤد علیہ السلام موجود ہیں بہت بڑے عالم حضرت آدم علیہ السلام موجود ہیں بہت زیادہ حسین وجمیل حضرت یوسف علیہ السلام موجود ہیں لیکن امام سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بنایا گیا معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ خوش الحان سب سے زیادہ عالم اور سب سے زیادہ حسین تھے۔

مسجد اقصیٰ عالم اجسام میں ہے اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کو عروج یہ ہوا کہ تمام نبیوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کے پیچھے اقتدا کی اور بشریت مصطفیٰ کا مسجد اقصیٰ میں تمام انبیاء کا امام ہونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کا معراج ہے کیونکہ بشریت کا کمال رکھنے والے سب آپ کی بشریت کے پیچھے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت سب کے آگے ہے اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم آسمانوں پر تشریف لے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سدرۃ المنتہیٰ پہنچے یہ وہ مقام ہے کہ نوریوں کا سردار جبریل امین علیہ السلام اس سے آگے نہیں جا سکتا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بھی آگے تشریف لے گئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سدرہ سے آگے تشریف لے جانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت کا چمکتا ہوا معراج ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرش سے آگے تشریف لے گئے اور خدا کی بارگاہ میں حاضری نصیب ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر اقدس کی آنکھوں سے بلاحجاب خدا کا دیدار کیا۔ رب کا کلام سنا اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محمدیت

کا کمال عروج تھا۔

عرش پر جب رکے میرے آقا یوں یکا یک ہوا حکم مولیٰ

بے حجاب آیئے یامحمد میرا تجھ سے تو پردہ نہیں ہے

شفاعت:

ابتدائے آفرینش میں یہ فیصلہ ہو چکا تھا حضور نبی کریم ﷺ قیامت کے دن شافع امت ہوں گے اور تاج شفاعت آپ ﷺ کے سر اقدس پر سجایا جائے گا ادھر قیامت کے ہیبت ناک اور وحشت ناک مناظر کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ بے شک قیامت کا زلزلہ اہم ترین شے ہے۔ قیامت کے رعب اور دبدبہ اور جلال و ہیبت کا عالم یہ ہو گا کہ اس دن بڑے بڑے رسول نفسی نفسی کے عالم میں ہوں گے اور کسی کو مجال سخن نہ ہو گی اس لئے حضور ﷺ کو معراج کی رات بلا کر عجائب وغرائب اور ہولناک مناظر کا مشاہدہ کرایا گیا کہ کہیں حضور ﷺ بھی دیگر انبیاء کی طرح قیامت کے ہولناک مناظر دیکھ کر خائف نہ ہو جائیں اور آپ سے شفاعت کبریٰ جیسے فرض کی ادائیگی میں کسی قسم کی کوتاہی نہ ہو جائے لہٰذا ضروری تھا آپ ﷺ کو اس کا مشاہدہ کرا دیا جائے تا کہ شفاعت کبریٰ کے وقت آپ ﷺ کے دل میں قیامت کی ہولناکی کا کوئی اثر باقی نہ رہے۔

کہا مصطفےٰ نے کہ اے رب العزت گناہوں سے لبریز ہے میری امت

تو غفار ہے بخش دے میرے مولا یہی آپ سے سوال محمد

کہا سن کے حق نے کہ اے کملی والے حقوق شفاعت ہیں تیرے حوالے

جسے تو کہے گا اسے بخش دوں گا خدا ہو گیا ہم خیال محمد

جنت کا سودا:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ○

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی جانیں اور مال جنت کے بدلے خرید لئے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی جانوں اور مال کا خریدار مسلمان فروخت کرنے والے اور یہ سودا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے ہوا اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جس کی معرفت سودا ہوا ہو وہ مال کو بھی دیکھے اور قیمت کو بھی دیکھ لے۔ اللہ تعالیٰ نے گویا ارشاد فرمایا محبوب تو نے مسلمانوں کی جان و مال کو دیکھ لیا ہے اب آؤ اپنے غلاموں کے جنتی مکانات اور باغات ملاحظہ کر جاؤ۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میں جنت کے سب مکانات اور حوریں دیکھ چکا تو اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اس کی نعمتوں کا شکر بجالایا اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے میرے حبیب اپنی امت کے مکانات دیکھ کر راضی ہو گئے ہو میں نے عرض کی میں تیرا بندہ ہوں ناخوشی کی کیا مجال ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھے اپنے عزت و جلال کی قسم ہے یہ سب نعمتیں میں نے تیرے دوستوں کے لئے تیار کی ہیں اور تیرے دشمنوں پر حرام ہیں اب جا کر دوزخ میں اپنے دشمنوں کے ٹھکانے بھی دیکھ لے۔

خلد تو گھر ہے غلامان محمد کے لئے
اور جہنم دشمنان مصطفٰے کے واسطے

بے مثل نبی:

واقعہ معراج سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بے مثل ہونا ثابت ہوا اور وہ اس

طرح کہ آج کی رات آپ ﷺ سدرہ سے اوپر تشریف لے گئے جبکہ فرشتوں کا سردار سدرہ سے آگے نہ جا سکا اور واپسی پر آپ ﷺ سدرہ سے نیچے بھی تشریف لے آئے اگر آپ ﷺ نیچے والوں کی مثل ہوتے تو سدرہ سے اوپر نہ جا سکتے اور اگر آپ اوپر والوں کی مثل ہوتے تو آپ ﷺ نیچے نہ آ سکتے کیونکہ سدرہ عروج و نزول کی انتہا ہے یعنی نیچے کی مخلوق سدرہ سے اوپر نہیں جا سکتی اور اوپر کی مخلوق سدرہ سے نیچے نہیں آ سکتی۔ معلوم ہوا کائنات میں کوئی بھی آپ کی مثل نہیں۔

تیرا مسند ناز ہے عرش بریں تیرا محرم راز روح امیں
تو ہی سرور ہر دو جہاں ہے شہا تیرا مثل نہیں خدا کی قسم

نیز سدرہ پر پہنچ کر جبریل امین علیہ السلام نے نہ تو حضور نبی کریم ﷺ کو اپنی مثل سمجھا اور نہ اپنے آپ کو نبی کی مثل سمجھا اگر نبی کو اپنی مثل تصور کرتے ہیں تو عرض کرتے یارسول اللہ ﷺ جب میں سدرہ سے آگے نہیں جا سکا تو آپ ﷺ بھی تو میری مثل ہیں آپ بھی سدرہ سے آگے نہیں جا سکتے اور اگر اپنے آپ کو نبی کی مثل تصور کرتے تو کہتے کہ اگر نبی کریم ﷺ سدرہ سے اوپر جا سکتے ہیں تو میں بھی تو نبی کی مثل ہوں میں بھی سدرہ سے اوپر جا سکتا ہوں۔ معلوم ہوا کہ نوریوں کے سردار حضرت جبریل امین علیہ السلام نے رسول خدا ﷺ کو بے مثل سمجھا اور یہی ہمارا عقیدہ ہے پس ثابت ہوا کہ ہمارا عقیدہ وہی ہے جو جبریل امین علیہ السلام کا عقیدہ ہے ہمارا عقیدہ نوریوں والا ہے ناریوں والا نہیں۔

تیرا قد تو نادر دھر ہے کوئی مثل ہو تو مثال دے
نہیں گل کے پودوں میں ڈالیاں کہ چمن میں سرو چماں نہیں

معراج کی رات آپ کا شق صدر ہوا آپ کے سینے سے آپ کا دل باہر نکالا گیا اور آپ کی حیات میں کوئی فرق نہ آیا اور دیکھا جائے تو حضور نبی

کریم ﷺ اپنی حیات میں ہوا یعنی آکسیجن کے بھی محتاج نہیں کیونکہ موجودہ سائنسی تحقیق کے مطابق ہوا صرف دو سو میل تک ہے اسی لئے جو سائنس دان چاند پر سفر کے لئے جاتے ہیں وہ اپنے ساتھ آکسیجن کی تھیلیاں لے جاتے ہیں اور چاند پونے دو لاکھ میل کی مسافت پر واقع ہے اور نبی کریم ﷺ تو معراج کی رات چاند سورج سدرہ اور عرش سے بھی اوپر تشریف لے گئے ہیں۔ آپ کے ساتھ کوئی آکسیجن نہ تھی سو آپ اپنی حیات میں نہ تو دل کے محتاج ہیں اور نہ ہوا کے محتاج ہیں آپ نے وصال کے روزے رکھے جس میں نہ سحری ہے نہ افطار اور کئی کئی دن بغیر کھائے پئے گزار دیئے اس سے یہ ظاہر ہوا کہ آپ کھانے پینے کے محتاج نہیں۔ آپ معراج کی رات لامکان میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ آپ مکان کے محتاج نہیں وقت بنتا ہے سورج کی گردش سے اور سورج چوتھے آسمان پر ہے اور آپ چوتھے آسمان سے اوپر گئے۔ معلوم ہوا کہ وقت کی گردش سے باہر نکل گئے تاکہ ثابت ہو جائے کہ آپ وقت کے محتاج نہیں ہر ذی روح اپنی حیات میں زمان مکان ہوا اور کھانے پینے کی محتاج ہے لیکن آپ اپنے ہونے میں ان میں سے کسی چیز کے محتاج نہیں یہ امر اس بات کا بین ثبوت ہے کہ آپ ﷺ بے مثل ہیں کوئی بھی آپ کی مثل نہیں ہوسکتا۔

محبوب خدا کا کوئی ہم پایہ نہیں ہے
اس شان کا مرسل کوئی آیا نہیں ہے
بے مثل نے محبوب بھی بے مثل بنایا
وہاں جسم نہیں تو یہاں سایہ نہیں ہے

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کا جہاں بھی ذکر فرمایا ہے اپنی طرف اضافت کر کے فرمایا ہے مثلاً فرمایا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْکِتٰبَ۔ تمام

تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے اپنے بندہ پر کتاب نازل کی اور جب اللہ اپنا ذکر فرماتا ہے تو اپنی اضافت آپ کی طرف کرتا ہے مثلاً اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اور جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنی نسبت آپ کی طرف اور آپ کی نسبت اپنی طرف کر کے ظاہر فرما دیا کہ پیارے تم ہمارے اور ہم تمہارے ہیں۔

محمد برائے جناب الٰہی

جناب الٰہی برائے محمد

علامہ محمود آلوسی بغدادی نے لکھا ہے کہ ہر ایک کا الگ الگ قبلہ ہے مقربین کا قبلہ عرش ہے روحانیین کا قبلہ کرسی ہے کروبیین کا قبلہ بیت المعمور ہے اور نبی کریم ﷺ سے پہلے انبیاء کا قبلہ بیت المقدس ہے اور آپ کا قبلہ کعبہ ہے اور یہ آپ کے جسم کا قبلہ ہے اور آپ کی روح کا قبلہ اللہ تعالیٰ فرماتا میری ذات ہے اور میرا قبلہ آپ کی ذات ہے۔ (روح المعانی، ج ۲، ص ۱۵)

قبلہ مرکز توجہ اور محور التفات کو کہتے ہیں یعنی آپ کی روح میری ذات کی طرف متوجہ رہتی ہے اور میں آپ کی طرف متوجہ رہتا ہوں اسی لئے جب اللہ تعالیٰ آپ کا ذکر کرتا ہے تو اپنی طرف اضافت کرتا ہے اور جب اپنا ذکر کرتا ہے تو آپ کی طرف اضافت کرتا ہے اور یہ مقام کسی اور انسان کو حاصل نہیں لہٰذا آپ بے مثل ہیں کوئی بھی آپ کی مثل نہیں۔

تیرے خُلق کو حق نے عظیم کہا تری خلق کو حق نے جمیل کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا ترے خالق حسن و ادا کی قسم

امام الکل:

حضور ﷺ نے فرمایا میں اور جبریل امین علیہ السلام دونوں مسجد اقصیٰ میں داخل ہوئے میں نے وہاں انبیاء کو پہچانا کوئی قیام میں ہے کوئی رکوع میں اور کوئی سجدہ میں ہے پھر اذان اور اقامت کہی گئی اس وقت سات صفیں بنائی گئیں پہلی تین رسولوں کی اور آخری چار نبیوں کی صفیں درست کر کے سب اس انتظار میں کھڑے رہے کہ امامت کون کرتا ہے آخرکار جبریل امین علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑا اور آگے بڑھا دیا کیونکہ جبریل امین علیہ السلام کا ارشاد ہے۔

قَلَّبْتُ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا فَلَمْ اَرَ رَجُلًا اَفْضَلَ مِنْ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

میں نے زمین کے مشارق و مغارب کو چھان مارا لیکن مجھے محمد ﷺ سے افضل کوئی نظر نہ آیا۔ (مجمع الزوائد، ج ۸، ص ۲۱۷)

اس لئے تمام انبیاء کو آپ ﷺ نے دو رکعتیں پڑھائیں پہلی رکعت میں قل یاایھا الکافرون اور دوسری رکعت میں قل ھو اللہ احد پڑھی اور آپ کی اقتداء میں فرشتوں نے بھی نماز پڑھی اور یہ اس لئے کہ آپ ﷺ کا امام الکل ہونا ثابت ہو جائے نیز آپ نے مسجد اقصیٰ میں انبیاء کو نماز پڑھائی اور پھر آپ ﷺ نے بیت المعمور میں فرشتوں کی امامت کرائی اور یہ بات جن و انس اور انبیاء و ملائکہ پر ظاہر ہو گئی کہ آپ ﷺ امام الکل ہیں۔ (روح المعانی، ج ۱۵، ص ۱۲)

اگر آپ مسجد اقصیٰ نہ جاتے تو انبیاء کو معراج نہ ہوتی کیونکہ آپ کی معراج خدا تک پہنچنا ہے اور کائنات کی معراج آپ تک پہنچنا ہے جب آپ نبیوں کے امام بنے تو نبیوں کی معراج ہوئی آسمانوں پر پہنچے تو آسمانوں کی معراج

ہوئی سدرہ پر پہنچے تو سدرہ کی معراج ہوئی عرش پر پہنچے تو عرش کی معراج ہوئی اور جب تجلیات الٰہیہ کو دیکھا تو آپ کی معراج ہوئی کیونکہ کائنات کی معراج یہ ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھے اور آپ کی معراج یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کو دیکھیں۔

رکے شاہ تو پردے سے آواز آئی
کہ پردے میں تجھ سے پردہ نہیں ہے

نیز مسجد اقصیٰ میں تمام انبیاء موجود تھے جیسے کہ ایک حدیث آپ پڑھ چکے ہیں کہ جبریل امین علیہ السلام نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام مبعوث شدہ انبیاء نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی ان میں حضرت خضر علیہ السلام، حضرت الیاس علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی موجود تھے اور ان پر ابھی موت طاری نہیں ہوئی یعنی یہ تینوں حضرات دنیاوی زندگی کے ساتھ مسجد اقصیٰ میں موجود تھے اور باقی انبیاء برزخی زندگی کے ساتھ مسجد اقصیٰ میں موجود تھے۔ مطلب یہ ہوا کہ معراج کی رات مسجد اقصیٰ میں دو طرح کے نبی موجود تھے دنیاوی زندگی سے متصف اور برزخی زندگی سے متصف اور یہ اس لئے یا یوں کہیے کہ اس میں حکمت یہ تھی کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے مسجد اقصیٰ کی تعمیر کی تو آپ عصا کا سہارا لئے اپنی حشمت اور شوکت کے ساتھ جنات سے کام لے رہے تھے اسی حال میں آپ کی موت واقع ہوگئی اور موت کے بعد ایک سال تک اسی عصا کے سہارے کھڑے رہے دیمک نے عصا کو کھا لیا اس وقت تک مسجد کی تعمیر مکمل ہو چکی تھی۔ معلوم ہوا کہ مسجد کا کچھ حصہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی دنیاوی زندگی میں تعمیر ہوا اور کچھ برزخی زندگی میں تعمیر ہوا کیونکہ مسجد کی تعمیر کے دوران حضرت سلیمان علیہ السلام کی دونوں زندگیاں شامل ہیں اس لئے جن نبیوں نے اس میں نماز پڑھی ان میں بعض دنیاوی زندگی میں تھے اور بعض برزخی زندگی میں تھے۔

اور جو حضرات دنیاوی زندگی سے متصف تھے انہوں نے مسجد اقصیٰ میں ہمارے آقا و مولیٰ کا دیدار کیا اور شرف صحابیت سے سرفراز ہوئے چنانچہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت خضر، حضرت الیاس اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ وہ نبی بھی ہیں اور صحابی بھی ہیں اور آپ موت کے اعتبار سے آخری صحابی ہیں۔ (الحاوی للفتاویٰ، ج ۲، ص ۱۴۱)

تصدیق صدیق:

جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش مکہ کے سامنے واقعہ معراج بیان فرمایا تو انہوں نے خوب تمسخر کیا اور ابوجہل نے قریش مکہ کو جمع کر کے مذاق اڑایا ہر طرف آدمی دوڑائے اور زیادہ سے زیادہ آدمی جمع کر کے تکذیب کی نیت سے واقعہ معراج سنایا سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف بھی آدمی بھیجے اور ان سے کہا کہ تمہارے رسول کا کہنا ہے کہ میں راتوں رات مکہ سے بیت المقدس اور وہاں سے آسمانوں پر پہنچا اور تمام آسمانوں کی سیر کر کے واپس آ گیا کیا ان کی اس بات کی بھی آپ تصدیق کریں گے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تو اس سے بھی زیادہ بعید چیزوں میں ان کی تصدیق کرتا ہوں اگر انہوں نے فرمایا ہے تو اس کے برحق ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی یہ تصدیق ان کے صدیق ہونے کا موجب ہوئی یعنی واقعہ معراج کا ایک فائدہ یہ بھی ہوا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا صدیق ہونا ثابت ہو گیا بعد ازاں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے بیت المقدس کو دیکھا ہوا ہے آپ میرے سامنے اس کی صفت بیان فرمائیں بیت المقدس منکشف ہو گیا اور

آپ نے اس کے درودیوار اور ہیئت اور کیفیت بیان فرمادی۔

بھلا کون رتبے میں ہمسر ہو ان کا
ملا جن کو صدیق نام اللہ اللہ

مشکل کشائی:

معراج مصطفےٰ ﷺ میں ایک حکمت یہ ہے کہ چار ہزار سال سے چاروں مقرب فرشتے جبریل، اسرافیل، میکائیل اور عزرائیل علیہم السلام چار مسائل میں بحث کر رہے تھے لیکن ان مسائل کا کوئی حل نہ ملتا تھا جب نبی کریم ﷺ کی بعثت ہوئی تو ان فرشتوں کو یقین ہوا کہ یہ مشکل مسائل آپ ہی سے حل ہوں گے تو ان فرشتوں نے اپنی مشکل کشائی کے لئے نیاز اور زاری کے ساتھ استدعا کی پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو اپنی طرف بلایا اور اپنی بارگاہ میں فاوحی الی عبدہ ما اوحی سے مشرف فرمایا حضور ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے رب کو احسن صورت میں دیکھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ کونسے مسائل ہیں جن میں مقرب فرشتے بحث کر رہے ہیں میں نے عرض کی اے میرے رب تو خوب جانتا ہے پس اللہ تعالیٰ نے اپنا ید قدرت میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا جس کی ٹھنڈک کا اثر میں نے اپنے سینے میں پایا اس کے بعد فرمایا اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیا تم جانتے ہو کہ مقرب فرشتے کس بحث میں ہیں میں نے عرض کی ہاں میں جانتا ہوں (وہ چار مسائل ہیں) کفارات منجیات درجات اور مہلکات۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو نے سچ کہا اس کے بعد فرمایا۔

یَامَلَائِکَتِیْ وَجَدْتُمْ حَلَّالَ الْمُشْکِلَاتِ فَاسْئَلُوْا اَشْکَالَکُمْ۔

ترجمہ: اے میرے فرشتوں تم نے مشکلات کا حل پالیا پس چاہیے کہ تم اپنی

مشکلات حل کرالو۔

اسرافیل نے عرض کی کفارات کیا ہیں یعنی وہ کون سے کام ہیں جن کے کرنے سے گناہ خود بخود ختم ہو جاتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ تین کام ہیں ایک سردی میں مکمل وضو کرنا دوسرا نماز باجماعت ادا کرنے کے لئے پیدل مسجد کی طرف جانا تیسرا نماز کی ادائیگی کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا پھر میکائیل نے عرض کی درجات کیا ہیں فرمایا بھوکوں کو کھانا کھلانا سلام کو عام کرنا اور رات کو نماز پڑھنا جبکہ لوگ محوِ خواب ہوں۔

حضرت جبریل امین علیہ السلام نے عرض کی منجیات کیا ہیں فرمایا خلوت اور جلوت میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا فقر اور غنیٰ میانہ روی اختیار کرنا غصے اور خوشی میں انصاف کرنا پھر حضرت عزرائیل علیہ السلام نے عرض کی مہلکات کیا ہیں فرمایا بخل کی اطاعت کی جائے خواہش نفسانی کی پیروی کرنا اور خود پسندی۔

(خرپوتی، ص ۱۷۱۔ بریقہ محمد، ج ۲، ص ۲۳۷)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت محمد ﷺ کے دربار دُربار میں نوریوں کی مشکلات حل ہوتی ہیں لہٰذا ہم خاکیوں کی مشکلات بھی اسی بارگاہ میں حل ہو سکتی ہیں۔

یا خدایا مصطفٰے مشکل میں دونوں نام لو
مشکلیں بر آئیں گی تاثیر ہے دونوں کی ایک
اس نے پھیرا دل تو اس نے دولت ایمان دی
یہ خدا وہ مصطفٰے تدبیر ہے دونوں ایک

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجنا:

معراج کی رات حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب پہلے آسمان پر پہنچے تو جبریل امین علیہ السلام نے دربان سے فرمایا کہ دروازہ کھولو دربان نے پوچھا آپ کون ہیں فرمایا جبریل علیہ السلام ہوں اس نے پوچھا آپ کے ساتھ کون ہے فرمایا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم دربان نے کہا کیا وہ بلائے گئے ہیں فرمایا ہاں اس نے دروازہ کھول دیا حضور اور جبریل امین علیہ السلام داخل ہوئے دیکھا کہ حضرت آدم علیہ السلام تشریف فرما ہیں ان کے دائیں حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کی جنتی روحیں اور بائیں جانب ان کی اولاد کی دوزخی روحیں ہیں۔ حضور نبی کریم علیہ السلام نے نیک بخت جنتی روحوں میں اپنی روح کو بھی دیکھا اور اللہ کا شکر ادا کیا۔ (الیواقیت والجواہر، ج ۲، ص ۳۴)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دائیں طرف والے جن کو اصحاب یمین کہا جاتا ہے جنتی ہیں اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

فَسَلَامٌ لَّكَ مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِينِ ○

ترجمہ: اے حبیب آپ پر سلام ہو اہل یمین یعنی دائیں طرف والوں کا اور دائیں والے جنتی ہیں۔ معلوم ہوا کہ حضور پر سلام بھیجنا جنتیوں کا کام ہے۔ انبیاء علیہم پر سلام بھیجنا خدا کی سنت ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

سَلَامٌ عَلَىٰ نُوحٍ فِي الْعَالَمِينَ ○ سلام ہو نوح پر عالمین میں۔

سَلَامٌ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ ○ سلام ہو ابراہیم پر۔

سَلَامٌ عَلَىٰ مُوسَىٰ وَهَارُونَ ○ سلام ہو موسیٰ اور ہارون پر۔

سَلَامٌ عَلَىٰ إِلْيَاسِينَ ○ سلام الیاس پر۔

وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ ○ تمام رسولوں پر سلام ہو۔

الحمد للہ ہم اہل سنت نبی کریم ﷺ پر سلام بھیج کر سنت الٰہیہ پر عمل کرتے ہیں

عطائی علم غیب:

معراج کی ایک غرض و غایت یہ بھی تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو علم غیب عطا فرمائے مثلاً حضرت عبدالرحمٰن بن عائش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:۔

رَأَیْتُ رَبِّیْ عَزَّوَجَلَّ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَةٍ قَالَ فِیْمَا یَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْاَعْلٰی قُلْتَ اَنْتَ اَعْلَمُ قَالَ فَوَضَعَ کَفَّہٗ بَیْنَ کَتِفَیَّ فَوَجَدْتُّ بَرْدَھَا بَیْنَ ثَدْیَیَّ فَعَلِمْتُ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ (مشکوۃ، ج۱، ص۱۵۷)

ترجمہ: میں نے اپنے رب کو اچھی صورت میں دیکھا خدا نے مجھ سے پوچھا ملائکہ مقربین کس معاملہ میں بحث کرتے ہیں میں نے عرض کی اے اللہ تو بہتر جانتا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنا ید قدرت میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں محسوس کی اور مجھ کو زمین و آسمانوں کی درمیانی تمام چیزوں کا علم حاصل ہو گیا۔

خدا نے کیا تجھ کو آگاہ سب سے
دو عالم میں جو کچھ خفی و جلی ہے

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا معراج کی رات عرش سے ایک قطرہ میری زبان پر گرا جو نہایت شیریں تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ:

فَاَنْبَانِیَ اللّٰہُ بِھَا نَبَاَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ وَنَوَّرَ قَلْبِیْ۔

(زرقانی، ج۶، ص۹۵)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے مجھے اولین اور آخرین کا علم عطا فرما دیا اور میرا قلب منور

کر دیا۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں معراج کی رات اللہ تعالیٰ نے:

عَلَّمَنِیْ عُلُوْمًا شَتّٰی فَعِلْمٌ اَخَذَ عَلَیَّ کِتْمَانَہٗ اِذْ عِلْمٌ اَنَّہٗ لَا یَقْدِرُ عَلٰی حَمْلِہٖ اَحَدٌ غَیْرِیْ وَعِلْمٌ خَیَّرَنِیْ وَعِلْمٌ اَمَرَنِیْ بِتَبْلِیْغِہٖ اِلَی الْعَامِ وَالْخَاصِ مِنْ اُمَّتِیْ۔ (زرقانی، ج۶، ص۹۳)

ترجمہ: مجھے مختلف علوم عطا کئے ایک علم وہ کہ میرے سوا اس کو کوئی برداشت نہیں کر سکتا اس کو چھپانے کا حکم ہوا دوسرا علم وہ کہ مجھے اختیار دیا گیا کہ جس کو چاہوں بتا دوں اور تیسرا علم وہ کہ مجھے حکم ہوا کہ اس کو میں اپنی امت کے عام اور خاص لوگوں تک پہنچا دوں۔

وہ علم جس میں آپ کو اختیار دیا گیا اس کی ایک جھلک یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میری وفات سے پہلے ایسے علوم کے بارے میں مجھ سے سوال کر لو جن کا علم نہ جبریل امین علیہ السلام کو ہے نہ ہی میکائیل علیہ السلام کو ہے ان میں سے ایک علم یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے بتایا کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نمرود نے آگ میں ڈالنے کا حکم دیا میں بہ صورت نور آپ کی پشت میں موجود تھا آپ کو منجنیق میں رکھا جا رہا تھا کہ جبریل امین علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی اے اللہ کے خلیل کوئی حاجت ہو تو بیان فرمائیں آپ ﷺ نے فرمایا تیرے متعلق کوئی کام نہیں پھر جبریل امین علیہ السلام اپنے ساتھ میکائیل علیہ السلام کو لے کر حاضر ہوئے اور دوبارہ پیش کش کی آپ نے وہی جواب دیا تیسری مرتبہ پھر جبریل علیہ السلام نے عرض کی آپ کو رب کی بارگاہ میں کوئی حاجت تو فرمایئے آپ نے جواب دیا خلیل کے لائق نہیں کہ اپنے خلیل سے جرح کرے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں میں نے اسی وقت ارادہ کر لیا کہ جب اللہ تعالیٰ مجھے مبعوث فرمائے گا

تو میں جبریل امین علیہ السلام کو اس کا بدلہ دوں گا۔ پھر جب آپ کی بعثت ہوئی اور معراج کی مبارک رات آئی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سدرۃ پر پہنچے تو جبریل علیہ السلام رُک گئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبریل کیا ایسے موقع پر دوست دوست کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے۔ جبریل امین علیہ السلام نے عرض کی اگر میں آگے بڑھوں تو تجلیات نور کی وجہ سے جل جاؤں گا۔ اس وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام سے فرمایا بارگاہ رب العزت میں کوئی حاجت ہو تو بتایئے جبریل علیہ السلام نے عرض کی روز قیامت جب آپ کی امت پلصراط سے گزرے تو مجھے پر بچھانے کی اجازت مل جائے تاکہ آپ کی امت میرے پروں پر سے گزرے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب خدا کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا جلووں میں گم ہوئے تو جبریل امین علیہ السلام کی درخواست بھول گئے۔ اللہ تعالیٰ نے خود کرم فرمایا اور جبریل امین علیہ السلام کی درخواست کے بارے میں پوچھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کی باری تعالیٰ تو بہتر جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جبریل علیہ السلام کی درخواست منظور ہے لیکن جبریل علیہ السلام کو صرف ان لوگوں کے لئے پر بچھانے کی اجازت ہو گی جو آپ سے اور آپ کے صحابہ سے محبت رکھنے والے ہوں گے۔

(زرقانی، ج۶، ص۹۳)

پل سے اتارو کہ راہ گزر کو خبر نہ ہو
جبریل پر بچھائیں تو پر کو خبر نہ ہو

بارگاہ اسمائے الٰہیہ:

امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے بیداری میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے اور اپنے آٹھ رفقاء کے ساتھ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بخاری

شریف پڑھی ہے۔ (فیض الباری، ج ۱، ص ۲۰۴) نے لکھا ہے کہ معراج کی رات جب حضور نبی کریم ﷺ اسمائے الٰہیہ کی بارگاہ سے گزرے تو ان اسماء کی صفات سے متصف ہو گئے ان کی عبارت یہ ہے۔

فَاِذَا مَرَّ عَلَى الرَّحِيْمِ كَانَ رَحِيْمًا اَوْ عَلَى الْغَفُوْرِ كَانَ غَفُوْرًا اَوْ عَلَى الْكَرِيْمِ كَانَ كَرِيْمًا اَوْ عَلَى الْحَلِيْمِ كَانَ حَلِيْمًا اَوْ عَلَى الشَّكُوْرِ كَانَ شَكُوْرًا اَوْ عَلَى الْجَوَّادِ كَانَ جَوَّادًا ۔

ترجمہ: جب رحیم پر گزرے تو رحیم ہو گئے غفور پر گزرے تو غفور ہو گئے کریم پر گزرے تو کریم ہو گئے حلیم پر گزرے تو حلیم ہو گئے اور شکور پر گزرے تو شکور ہو گئے جب معراج سے واپس آئے تو انتہائے کمال کے حال میں تھے۔

وہ نامی کہ نام خدا نام تیرا
رؤف رحیم و علیم و علی ہے

قوتِ رفتار:

چند مقامات ایسے ہیں کہ جبریل امین علیہ السلام بڑی تیز رفتاری کے ساتھ آئے اور خدا کے ارشاد کی تعمیل کی مثلاً

(۱) جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو منجنیق میں بٹھا کر نارِ نمرود میں ڈالا جانے لگا تو حضرت جبریل امین علیہ السلام سدرۃ المنتہیٰ پر تھے حکم خداوندی ہوا کہ اے جبریل فوراً جاؤ میرا خلیل آگ کی طرف جا رہا ہے اس سے پہلے کہ میرا خلیل آگ میں جائے آگ کو گلزار بنا دو اور میرے خلیل کو تخت مرصع پر بٹھا دو چنانچہ جبریل امین علیہ السلام نے سدرہ سے پرواز کی اور آن کی آن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آگ میں پہنچنے سے پہلے آگ کو گلستان بنا دیا اور تخت مزین بچھا دیا اور پیارے

خلیل کو نہایت آرام اور عزت و عظمت سے اس تخت پر جلوہ گر کر دیا۔

(ب) جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو راہ حق میں قربان کرنے کے لئے لٹایا اور ذبح کرنے کے لئے نہایت تیز چھری کو چلایا اس وقت پروردگار عالم نے حضرت جبریل علیہ السلام کو حکم دیا کہ اے جبریل فوراً جاؤ جنت کے مرغزار سے ایک دُنبے کو لے کر حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فدیے میں قربانی کے لئے پیش کر دو اس سے پہلے کہ چھری اپنا اثر دکھائے جبریل علیہ السلام نے ارشاد خداندی کی تعمیل کی اور جنتی دُنبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں پیش کر دیا آپ نے حکم خداوندی کے تحت اس کو قربان کر دیا۔

(ج) حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں نے کنویں میں ڈالنے کا مشورہ کیا قرار پایا کہ ان کو رسی سے باندھ کر کنویں میں پھینک دیا جائے ادھر ان کے بھائیوں نے ان کو کنویں میں ڈالا ادھر جبریل علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اے جبریل علیہ السلام دیکھو اس سے پہلے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کنویں تک پہنچیں انہیں فوراً جا کر تھام لو چنانچہ جبریل امین علیہ السلام نے حکم خداوندی کی تعمیل کرتے ہوئے پرواز کی اور کنویں میں گرنے سے پہلے آپ کو تزک و احتشام کے ساتھ اپنے پروں پر لے لیا یہ تھی نوریوں کے سردار حضرت جبریل امین علیہ السلام کی قوت رفتار اب سنیے امام الانبیاء کی قوت رفتار۔

علامہ محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ مکہ معظمہ سے اللہ کی بارگاہ خاص تک کا فاصلہ تین لاکھ برس کی راہ ہے یعنی اگر کوئی تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر بغیر سانس لئے تین لاکھ برس تک چلتا رہے تو تب کہیں جا کر اتنا فاصلہ طے کرے گا جتنا فاصلہ مکہ سے اللہ کی بارگاہ کا ہے اور یہ سارا فاصلہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے تھوڑے حصے میں طے کیا نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب میں

حجاب کبریا کے نزدیک پہنچا تو آواز آئی اے میرے حبیب گزر جایئے اس کے سنتے ہی میں نے خیال کیا تو میں حجاب کبریا سے پار ہو گیا اس کے بعد آواز آئی اُدن منی میرے قریب آجاؤ میں نے قدم اٹھایا تو ایک قدم میں اتنا فاصلہ طے کر لیا جتنا زمین سے لے کر اب تک طے کیا تھا ایک ہزار بار اُدن منی کا خطاب ہوا اور ہر مرتبہ اتنا ہی فاصلہ طے کیا۔ (معارج النبوت، ج ۳، ص ۱۵۴)

حیران ہوئے برق اور نظر اک آن ہے اور برسوں کا سفر
راکب نے کہا اللہ غنی مرکب نے کہا سبحان اللہ

حیات النبی ﷺ:

حضور نبی کریم ﷺ کا معراج کی رات سینہ اقدس شق کیا گیا قلب مبارک باہر نکالا گیا اس میں شگاف دیا گیا اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ حضور ﷺ قبض روح کے بعد زندہ ہیں تفصیل اس کی یہ ہے کہ عادۃ بغیر روح کے جسم میں حیات نہیں ہوتی لیکن انبیاء کرام کے اجسام قبض روح کے بعد زندہ ہوتے ہیں چونکہ روح حیات کی جائے استقرار قلب انسانی ہے لہٰذا جب کسی کا دل اس کے سینے سے باہر نکال لیا جائے تو وہ زندہ نہیں رہتا لیکن رسول اللہ ﷺ کا دل باہر نکالا گیا پھر اسے شگاف دیا گیا اور وہ منجمد خون جو جسمانی اعتبار سے دل کے لئے بنیادی حیثیت رکھتا ہے صاف کر دیا گیا اس کے باوجود بھی حضور ﷺ بدستور زندہ رہے جو اس امر کی روشن دلیل ہے کہ قبض روح کے بعد بھی حضور ﷺ زندہ ہیں کیونکہ جس کا دل بدن سے باہر ہو اور وہ پھر بھی زندہ رہے اگر اس کی روح قبض ہو کر باہر ہو جائے وہ کب مردہ ہو سکتا ہے پس ثابت ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ زندگی کے لئے دل اور روح کے محتاج نہیں بلکہ روح اور دل آپ ﷺ

کے محتاج ہیں۔

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
میرے چشم عالم سے چھپ جانے والے

جبریل امین علیہ السلام نے شق صدر کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب انور کو آب زمزم کے ساتھ دھویا تو فرمانے لگے:

قَلْبٌ سَدِیْدٌ فِیْهِ عَیْنَانِ تُبْصِرَانِ وَاُذُنَانِ تَسْمَعَانِ۔

قلب مبارک ہر کجی سے پاک ہے اس میں دو آنکھیں ہیں جو دیکھتی ہیں اور دو کان ہیں جو سنتے ہیں۔ (فتح الباری، ج ۱۳، ص ۴۱۰)

یہ آنکھیں دور کی چیزوں کو دیکھنے کے لئے اور کان دور کی آوازوں کو سننے کے لئے ہیں جیسا کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اِنِّیْ اَرٰی مَالَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَالَا تَسْمَعُوْنَ۔ میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور وہ کچھ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے جس طرح ظاہری آنکھوں کا دیکھنا دائمی ہے اسی طرح دل کی آنکھوں کا دیکھنا دائمی ہے اور جس طرح ظاہری کانوں کا سننا دائمی ہے اسی طرح دل کے کانوں کا سننا بھی دائمی ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا شق صدر ہونا آپ کی بشریت کی دلیل ہے اور شق صدر کے وقت خون نہ نکلنا اور درد محسوس نہ ہونا نورانیت کی دلیل ہے۔ معراج کی رات شق صدر کے وقت خون کا نہ نکلنا اس بات کی دلیل ہے اس وقت نورانیت کا بشریت پر غلبہ تھا اور غزوہ اُحد میں ہونٹ سے خون نکلنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس وقت نورانیت پر بشریت کا غلبہ تھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حاضر و ناظر

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا ○ بیشک ہم نے تجھے حاضر و ناظر بنا کر بھیجا۔ شاہد کے معنے ہیں گواہ، محبوب، حسین و جمیل اور حاضر و ناظر۔ اب ان پر ترتیب وار بحث ملاحظہ فرمائیں۔

گواہ:

(ا) حضور نبی کریم ﷺ مخلوق کے سامنے خدا کے گواہ ہیں۔

شہادت یعنی گواہی کی دو قسمیں ہیں سن کر اور دیکھ کر جو شہادت سن کر دی جائے وہ فرع ہے اور جو شہادت دیکھ کر دی جائے وہ اصل ہے جو شہادت سن کر دی جائے وہ تب قبول ہوتی ہے جب اس کی انتہا اس شہادت پر جو دیکھ کر شہادت دے اور اگر سب سن کر شہادت دیں اور کوئی دیکھ کر شہادت دینے والا آخر میں نہ ہو تو سب شہادتیں ناتمام ہوں گی۔ حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تمام انبیاء نے اللہ کی ہستی کی شہادت دی اور سن کر شہادت دی اگر آخر میں کوئی ایسا گواہ نہ ہوتا جو دیکھ کر شہادت دیتا تو یہ تمام شہادتیں نامکمل اور ناتمام ہوتیں۔ سیدنا محمد مصطفےٰ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

اِنَّ مُحَمَّدًا رَاٰی رَبَّهٗ مَرَّتَيْنِ مَرَّةً بِبَصَرِهٖ وَ مَرَّةً بِفُؤَادِهٖ۔

ترجمہ: بے شک حضرت محمد ﷺ نے دو مرتبہ رب کو دیکھا ایک مرتبہ ظاہری آنکھ اور ایک مرتبہ دل کی آنکھ سے۔ (طبرانی کبیر)

اس لئے آپ ﷺ نے دیکھ کر شہادت دی اگر آپ اللہ کا دیدار نہ

کرتے تو تمام نبیوں اور رسولوں کی شہادت ناتمام رہتی پس ثابت ہوا کہ آپ ﷺ مخلوق کے سامنے خدا کے گواہ ہیں۔ آپ ﷺ نے بے حجاب دیدار کیا۔

رکے شاہ تو پردے سے آواز آئی
کہ پردے میں آ تجھ سے پردہ نہیں ہے

(ب) خدا کے سامنے مخلوق کے گواہ:

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جمع فرمائے گا سب سے پہلے حضرت اسرافیل علیہ السلام کو بلایا جائے گا ان سے فرمائے گا میرے احکام کا تو نے کیا کیا، کیا تو نے ان کی تبلیغ کر دی وہ کہیں گے الٰہی میں نے ان کو جبریل علیہ السلام تک پہنچا دیا پھر حضرت جبریل علیہ السلام کو بلایا جائے گا اور ان سے پوچھا جائے گا کیا اسرافیل علیہ السلام نے میرے احکام تم تک پہنچا دیئے وہ کہیں گے ہاں۔ پس حضرت اسرافیل علیہ السلام بری الذمہ ہو جائیں گے پھر اللہ تعالیٰ حضرت جبریل علیہ السلام سے فرمائے گا کیا تو نے میرے احکام کی تبلیغ فرما دی وہ کہیں گے ہاں میں نے تیرے رسولوں تک تیرے پیغام پہنچا دیئے پھر رسولوں کو بلا کر پوچھا جائے گا کیا حضرت جبریل علیہ السلام نے تم تک میرے احکام پہنچا دیئے وہ کہیں گے ہاں حضرت جبریل علیہ السلام نے تیرے احکام ہم تک پہنچا دیئے اور ہم نے وہ احکام اپنی اپنی امتوں کو پہنچا دیئے پھر امتوں کو بلا کر ان سے پوچھا جائے گا کیا رسولوں نے میرے احکام تم تک پہنچائے ان میں سے بعض جھٹلائیں اور بعض تصدیق کریں گے۔ رسول کہیں گے ہمارے پاس گواہ موجود ہیں پوچھا جائے گا وہ کون ہیں رسول کہیں گے امت محمدیہ۔ پھر حضور ﷺ کی امت کو بلایا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کیا تم گواہی دیتے ہو کہ رسولوں نے خدا کے احکامات اپنی

امتوں تک پہنچا دیئے وہ کہیں گے ہاں ہم گواہی دیتے ہیں امتیں کہیں گی الٰہی یہ گواہی کیسے دے رہے ہیں انہوں نے تو ہمارا زمانہ پایا ہی نہیں۔ امت حضور ﷺ سے کہے گی یا اللہ تو نے ہماری طرف اپنا رسول بھیجا اور ہم پر کتاب نازل فرمائی اور اس میں ان قوموں کے قصے بیان فرمائے پھر رسول کریم ﷺ کو بلایا جائے گا اور آپ دو گواہیاں دیں گے ایک یہ کہ مولا تیرے انبیاء نے تیرے احکام اپنی امتوں تک پہنچا دیئے اور دوسری گواہی یہ کہ میری امت کی گواہی برحق ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ۝

ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے تمہیں تمام امتوں سے افضل کیا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور یہ رسول تمہارے گواہ ہیں۔ (تفسیر عزیزی، ج ۱، ص ۵۱۹)

(ج) آپ ﷺ جس کے جنتی ہونے کی گواہی دیں وہ جنتی ہے مثلاً:

(۱) خیبر میں ایک آدمی تھا جس کا نام اسلم اسود حبشی تھا یہ ایک یہودی کی بکریاں چرایا کرتا تھا جب نبی کریم ﷺ نے خیبر کے ایک قلعہ کا محاصرہ کیا تو یہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گیا اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ یہ بکریاں میرے پاس امانت ہیں میں ان کو ان کے مالک تک کیسے پہنچاؤں فرمایا مٹی کی مٹھی بھر کر ان کے چہروں پر مارو اور کہو اپنے مالک کے ہاں پہنچ جاؤ میں تمہارے ساتھ نہیں جا سکتا۔ اس نے ایسا ہی کیا وہ بکریاں اپنے مالک کے گھر اس طرح پہنچ گئیں جیسے ان کو کوئی ہانک رہا ہے پھر مسلمانوں کے ساتھ ہو کر اس نے یہودیوں سے جنگ کی اس کو ایک پتھر لگا اور وہ شہید ہو گیا اس نے کوئی نماز نہ پڑھی اس کو اٹھا کر رسول کریم ﷺ کی بارگاہ میں لایا گیا اور اس پر اس کی چادر

ڈالدی گئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف توجہ فرمائی اور ایک دم ادھر سے اپنا رُخ پھیر لیا صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے اس کی طرف سے رُخ پھیر لیا کیا وجہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے پاس اس کی بیوی حور عین آئی ہوئی تھی۔ (اسد الغابہ، ج ا، ص ۷۵)

مجاہد کے لئے دنیا و دیں کی سرفرازی ہے
کہ مرنے سے شہید اور زندہ رہ جانے سے غازی ہے

(۲) ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آ کر مسلمان ہو گیا اور آپکی اتباع کی اور آپ کے ساتھ ہجرت کی جب غزوہ خیبر یا غزوہ حنین ہوا تو مال غنیمت میں اس کا بھی حصہ نکالا گیا وہ اس وقت لشکر کے جانور چرا رہا تھا اس کو اس کا حصہ پہنچا دیا گیا اس نے پوچھا یہ کیا ہے کہا گیا یہ مال غنیمت میں سے تیرا حصہ ہے وہ اسے لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر کہنے لگا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کے لئے تو مسلمان نہیں ہوا تھا اپنے حلق کی طرف اشارہ کر کے کہا میں تو اس لئے مسلمان ہوا تھا کہ مجھے یہاں تیر لگے اور میں شہید ہو کر داخل جنت ہو جاؤں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تو سچ کہتا ہے تو یہ بھی ہو جائے گا۔ کچھ دن کے بعد وہ کافروں کا تیر حلق پر لگنے سے شہید ہو گیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ وہی ہے کہا گیا ہاں آپ نے اپنے جبے کا اس کو کفن دیا اور اس کی نماز جنازہ پڑھا کر فرمایا:

اَللّٰهُمَّ هٰذَا عَبْدُكَ خَرَجَ مُهَاجِرًا فِيْ سَبِيْلِكَ فَقُتِلَ شَهِيْدًا اَنَا عَلَيْهِ شَهِيْدٌ۔

ترجمہ: الٰہی یہ تیرا بندہ ہے تیرے راستے میں اس نے ہجرت کی شہید ہوا اور اس میں اس پر گواہ ہوں۔ (طبرانی کبیر، ج ۷، ص ۲۷۱)

حرام اس پہ ہو جائے نار جہنم
پڑھے صدقِ دل سے جو کلمہ تمہارا
قیامت میں چھوٹیں گے سستے وہ تاجر
جنہوں نے خریدا ہے سودا تمہارا

اور جس کے دوزخی ہونے کی گواہی دیں وہ یقیناً دوزخی ہے مثلاً:

حضرت سہل بن سعد ساعدی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور مشرکوں میں مقابلہ ہوا اور دونوں فریقین نے باہم جنگ کی پھر رسول اللہ ﷺ اپنے لشکر میں اور وہ اپنے لشکر میں لوٹ کر گئے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھیوں میں ایک شخص تھا جو کافروں کا کوئی بھاگتا ہوا آدمی نہ چھوڑتا تھا اس کے تعاقب میں جاتا اور اپنی تلوار سے اس کا کام تمام کر دیتا۔ سہل نے کہا آج ہماری طرف سے کوئی بھی ایسا نہیں لڑا جیسا فلاں شخص لڑا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آگاہ رہو وہ اہل دوزخ میں سے ہے۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا میں اس کے ساتھ رہوں گا چنانچہ وہ اس کے ساتھ رہا جہاں کہیں وہ کھڑا ہوتا یہ بھی کھڑا ہوتا جب وہ دوڑتا یہ بھی دوڑتا۔ سہل کہتے ہیں پھر وہ آدمی سخت زخمی ہو گیا اور اس نے مرنے میں جلدی کی اس نے اپنی تلوار کا قبضہ زمین پر رکھا اور اس کی نوک اپنے دونوں پستانوں کے درمیان رکھی پھر تلوار پر جھک پڑا اور اپنے آپ کو قتل کر دیا۔ پس وہ شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ نے فرمایا کیا ہوا اس نے کہا جس کے بارے میں آپ نے ابھی فرمایا تھا کہ وہ دوزخی ہے اور لوگوں نے اسے سخت مجاہد سمجھا میں نے کہا تھا میں تمہیں اطمینان کرائے دیتا ہوں چنانچہ میں اس کی نگرانی میں نکلا وہ سخت زخمی ہوا پھر اس نے مرنے میں جلدی کی اور اپنی تلوار کا قبضہ زمین پر رکھا

نوک دونوں پستانوں کے درمیان رکھ لی اپنی تلوار پر جھک پڑا اور اپنے آپ کو قتل کر لیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ایک آدمی اہل جنت کے سے کام کرتا ہے حالانکہ وہ دوزخی ہوتا ہے اور ایک اہل دوزخ کے سے کام کرتا تھا حالانکہ وہ جنتی ہوتا ہے۔ (بخاری، ج ۲، ص ۱۵۲۱۔ ابن حبان، ج ۷، ص ۲۵۔ الترغیب والترہیب، ج ۳، ص ۳۰۲)

(د) حضور ﷺ ''گواہ'' اور گواہ کے لئے زندہ ہونا ضروری ہے لہٰذا آپ ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں۔ دلیل یہ کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰی ۝

ترجمہ: اے محبوب آپ کی ہر آنے والی گھڑی پچھلی گھڑی سے بہتر ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ آپ کے لئے کوئی ایسا وقت نہ آئے گا جس میں آپ کی کوئی فضیلت پہلے سے کم ہو بلکہ ہر آنے والی گھڑی میں حضور ﷺ کی فضیلتیں پہلے سے زیادہ ہوں گی۔

آپ کی روح اقدس کا استقرار اگر جسم کے علاوہ کسی اور مقام میں ہو تو آیت مذکور کے خلاف لازم آئے گا اس لئے کہ جسم اقدس سے روح مبارک کے فیض ہونے کے بعد اسے کوئی ایسی جگہ نہیں مل سکتی جو جسم مبارک سے زیادہ فضیلت والی ہو زیادہ تو درکنار تمام کائنات میں کوئی جگہ حضور ﷺ کے جسم کے برابر فضیلت والی نہیں ہے کیونکہ علمائے محققین نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ قبر انور اور زمین کا وہ حصہ جو حضور ﷺ کے جسم سے لگا ہوا ہے، وہ تمام زمینوں آسمانوں کعبہ مکرمہ اور عرش و کرسی سے افضل ہے جب حضور ﷺ کے جسم سے لگنے والی زمین اللہ کے عرش سے افضل ہے تو آپ کے جسد اقدس کا کیا کہنا۔

اگر روح مبارک جسم اقدس کے علاوہ کسی اور جگہ پر ہو تو اس سے آپ

کی فضیلت کم ہو جائے گی لہٰذا یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ روح اقدس آپ کے جسم سے باہر نکلنے کے بعد پھر جسم میں واپس آگئی اور باہر نکلنا صرف قانون خداوندی کو پورا کرنے کے لئے تھا روح مبارک کا جسم میں واپس آجانا حضور اکرم ﷺ کی حسی حقیقی اور جسمانی حیات کی بین دلیل ہے۔

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
میرے چشم عالم سے چھپ جانے والے

(ن) گواہ پر اعتراض درحقیقت مدعی پر اعتراض ہوتا ہے۔ حضور ﷺ خدا کے گواہ ہیں۔ آپ ﷺ پر اعتراض خدا پر اعتراض ہے۔ یہی وجہ ہے جب مشرکین نے آپ ﷺ پر اعتراض کیے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اعتراض کا جواب خود دیا مثلاً

کفار نے کہا:

يَا اَيُّهَا الَّذِىْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ○

اے وہ جن پر قرآن اترا بیشک تم مجنون ہو۔

حق تعالیٰ نے فرمایا:

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ مَا اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ○

قسم ہے قلم اور فرشتوں کے لکھنے کی تو اپنے رب کے فضل سے ہرگز مجنون نہیں۔

وحی اترنے میں کچھ دیر لگی کافر بولے:

اِنَّ مُحَمَّدًا وَدَّعَهُ رَبُّهُ وَقَلَاهُ ○

ترجمہ: بے شک محمد ﷺ کو ان کے رب نے چھوڑ دیا اور دشمن پکڑا۔

حق تعالیٰ نے فرمایا:

وَالضُّحٰى وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ○

ترجمہ: قسم اے محبوب تیرے روئے روشن کی اور قسم ہے تیری زلف کی جب چمکتے رخساروں پر بکھر کر آئے نہ تجھے تیرے رب نے چھوڑا اور نہ دشمن بنایا۔

ہے کلام الٰہی میں شمس و ضحیٰ تیرے چہرہ نور فزا کی قسم

قسم شب تار میں راز یہ تھا کہ حبیب کی زلف دوتا کی قسم

کفار نے کہا لَسْتَ مُرْسَلًا تم رسول نہیں حق تعالیٰ نے فرمایا۔

یٰسٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ ۙ اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۙ

ترجمہ: اے سردار مجھے قسم ہے حکمت والے قرآن کی تو بے شک مرسل ہے۔

رئیس المنافقین نے جب یہ کلمہ ملعونہ کہا:

لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَی الْمَدِیْنَةِ لَیُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ۙ

جب ہم مدینہ پھر گئے تو ضرور جو بڑی عزت والا ہے وہ اس میں سے نکال دے گا اسے جو نہایت ذلت والا ہے۔

حق تعالیٰ نے فرمایا:

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ۙ

ترجمہ: عزت تو ساری خدا اور اس کے رسول اور مومنوں کے لئے ہے لیکن منافق جانتے نہیں۔

دشمن نے ترے جو کچھ بھی کہا اللہ نے اس کا جواب دیا

پر تو نے پلٹ کر کچھ نہ کہا تری شرم و حیا کا کیا کہنا

محبوب:

حضور نبی کریم ﷺ خالق کے محبوب ہیں مثلاً:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی

کریم ﷺ کے صحابہ بیٹھے آپ کا انتظار کر رہے تھے آپ تشریف لائے اور ان کے قریب ہو کر ان کی باتیں سننے لگے ان میں سے بعض نے تعجب سے کہا اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق سے ایک خلیل بنایا دوسرے نے کہا اس سے تعجب کی بات یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلیم بنایا ایک اور نے کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کا کلمہ اور اس کی روح ہے ایک اور نے کہا حضرت آدم علیہ السلام کو صفی اللہ بنایا ہے آپ نے ان کو سلام کیا اور فرمایا میں نے تمہارا کلام اور اس پر تعجب سنا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ ہیں وہ ایسے ہی ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے کلیم ہیں وہ ایسے ہی ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کا کلمہ اور اس کی روح ہیں وہ ایسے ہی ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ نے صفی بنایا وہ ایسے ہی ہیں سنو میں اللہ کا محبوب ہوں۔

(ترمذی شریف، ص ۵۲۰)

سلام اے آمنہ کے لال اے محبوب سبحانی
سلام اے فخر موجودات فخر نوع انسانی
میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

مخلوق کے بھی محبوب ہیں مثلاً جب حضرت زید بن دشنہ رضی اللہ عنہ کو قتل کے لئے سامنے لایا گیا تو ابو سفیان نے کہا اے زید میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ تم کو چھوڑ دیں اور محمد ﷺ کو تمہارے بدلے میں قتل کر دیں اور تم اپنے گھر آرام سے رہو۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے جواب دیا خدا کی قسم مجھ کو یہ بھی گوارا نہیں کہ حضرت محمد ﷺ کے پیر میں کانٹا چبھ جائے اور میں اپنے گھر میں بیٹھا رہوں۔

اے او بیوقوف اور لذت ایماں سے بیگانے
محمد اور محمد کی محبت کو تو کیا جانے

کہاں برداشت دیکھی تو نے شہدائے محمد کی
خلش برداشت کر سکتا نہیں پائے محمد کی

اس پر ابوسفیان نے مَارَأَیْتُ اَحَدًا مِنَ النَّاسِ یُحِبُّ اَحَدًا کَحُبِّ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ مُحَمَّدًا ۞ (زرقانی، ج۶، ص۲۹۱)

میں نے کسی کو کسی سے ایسی محبت کرتے نہیں دیکھا جیسی محبت حضرت محمد ﷺ کے صحابی آپ سے محبت کرتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ لوگ نبی کریم ﷺ سے کیے محبت کرتے تھے۔آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحَبَّ اِلَیْنَا مِنْ اَمْوَالِنَا وَاَوْلَادِنَا وَآبَائِنَا وَاُمَّھَاتِنَا وَاَحَبُّ مِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ عَلَی الظَّمَاءِ۔ (زرقانی، ج۶، ص۲۹۰)

کہ رسول خدا ﷺ ہمارے نزدیک ہمارے مالوں ہماری اولاد ہمارے ماں باپ سے زیادہ محبوب تھے اور جتنی محبت ایک پیاسے کو گرمی میں سرد پانی سے ہوسکتی ہے اس سے بھی آپ ہمارے لئے زیادہ محبوب تھے۔

محمد ہے متاعِ عالمِ ایجاد سے پیارا
پدر مادر برادر جان و مال اولاد سے پیارا

نماز میں اصل یہ ہے کہ قیام کے وقت سجدہ گاہ پر نظر ہو رکوع میں پیروں پر اور قعدہ میں گود میں لیکن جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور نبی کریم ﷺ کی اقتدا میں نماز پڑھتے تھے تو ان کی نگاہ ہر حال میں صرف رسول اللہ ﷺ کی طرف ہوتی تھی کیونکہ نماز کے آداب اپنی جگہ پر لیکن سرکار دو عالم ﷺ کے رخ زیبا کو دیکھنا وہ

عبادت ہے کہ کائنات میں کسی عبادت کا یہ مرتبہ نہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سلام پھیرتے وقت ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کی سفیدی دیکھتے تھے۔ بخاری شریف میں ہے ایک مرتبہ ایام علالت میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی جب صحابہ صف باندھے کھڑے تھے اچانک حضور صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ سے باہر نکلے آپ نے پردہ اٹھایا اور صحابہ کو دیکھنے لگے اس وقت آپ کا چہرہ قرآن کا ورق معلوم ہوتا تھا۔ آپ مسکرائے آپ کے چہرے کو دیکھ کر صحابہ اتنے خوش ہوئے کہ انہوں نے نماز توڑ دینے کا ارادہ کر لیا لیکن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا کہ اپنی نماز مکمل کرو۔ (بخاری، ج۱، ص۹۳)

نہ غرض کسی سے نہ واسطہ مجھے کام اپنے ہی کام سے
تیرے ذکر سے ترے فکر سے تری یاد سے تیرے نام سے

علامہ عبدالرحمٰن جامی نے شواہد النبوۃ میں لکھا ہے کہ وفات کے قریب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کیا۔ آپ کے بدن مبارک پر دو سفید کپڑے ہیں جو تھوڑی دیر کے بعد سبز ہو گئے وہ اس قدر چمکنے لگے کہ ان پر نگاہ نہ ٹھہرتی تھی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سامنے تشریف لائے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مصافحہ کیا اور اپنا ہاتھ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سینے پر رکھ دیا جس کے سبب قلب اور سینے کی تکلیف دور ہو گئی۔ پھر فرمایا اے صدیق کیا ابھی ہم سے ملنے کا وقت نہیں آیا جواب میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس قدر روئے کہ اہل خانہ کو خبر ہو گئی۔ عرض کی دیکھئے آپ سے کب ملاقات ہوتی ہے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا فراق محبوب میں روتا دیکھا تو فرمایا گھبراؤ نہیں اب تمہاری اور ہماری ملاقات کا وقت قریب آ گیا ہے۔ (شواہد النبوت، ص۲۶۲)

یہ ممکن ہے یکایک چھوڑ دے گردش زمیں اپنی
یہ ممکن ہے زمیں پر ٹیک دے سورج جبیں اپنی
یہ ممکن ہے جلانا آپ کا دستور ہو جائے
مگر ممکن نہیں اس دل سے الفت دور ہو جائے

مرزا مظہر جان جاناں نے اپنے کلمات طیبات میں لکھا ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ایک مرتبہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے گھر گئے آپ نے مکان کی چھت کو دیکھا کہ وہ جل کر سیاہ ہو چکی ہے۔ گھر والوں سے چھت کے جلنے کا سبب پوچھا محرمان راز نے عرض کی کبھی کبھی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ درد دل سے ایک جلی ہوئی آہ نکالتے تھے جس کی حرارت سے چھت جل گئی ہے۔ اللہ اکبر کیا عشق کی آگ تھی جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنے سینے میں چھپائے ہوئے تھے۔

عشق ایہا وچہ لکھاں آتش بھکھ بھکھ لاٹاں مارے
عشق لکایاں لکدا ناہیں آخر جوش کھلارے

حسین وجمیل:

حضرت ابو نعیم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت یوسف علیہ السلام تمام انبیاء و مرسلین سے زیادہ حسین و جمال دیئے گئے بلکہ ساری مخلوق سے زیادہ صاحب جمال تھے اس کے باوجود ان کا حسن و جمال امام الانبیاء کے حسن و جمال کے سامنے ایک جزو کی حیثیت رکھتا تھا اور آپ کا حسن و جمال کل کی حیثیت رکھتا تھا اور اتنا حسن کسی اور کو نہیں دیا گیا۔ (خصائص کبریٰ، ج۲، ص ۱۸۲)

علامہ زرقانی فرماتے ہیں۔

لَمْ یَظْهَرْ لَنَا تَمَامُ حُسْنِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِاَنَّهٗ لَوْ ظَهَرَ لَنَا تَمَامُ حُسْنِهٖ لَمَا اَطَاقَتْ اَعْیُنُنَا رُؤْیَتَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔ (زرقانی، ج۴، ص ۷۱)

حضور ﷺ کا سارا حسن ظاہر نہ کیا گیا اگر آپ کا پورا حسن ظاہر کر دیا جاتا تو ہماری آنکھیں آپ کے دیدار کی طاقت نہ رکھتیں۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں چاندنی رات تھی اور حضور ﷺ سرخ حلہ پہن کر لیٹے ہوئے تھے میں کبھی چاند کو اور کبھی آپ ﷺ کے چہرہ کو دیکھتا تھا۔ فَاِذَا هُوَ اَحْسَنُ عِنْدِیْ مِنَ الْقَمَرِ۔ (مشکوٰۃ، ص ۵۱۸)

میرا فیصلہ یہی ہوا کہ حضور ﷺ چاند سے زیادہ خوبصورت ہیں۔

یار میرا ایہہ چن تو سوہناں جھلے کون تجلیاں
مکھڑا چن بدر نورانی دند چنبھے دیاں کلیاں
خوش گفتار کرے اوٹھی جیویں جیویں مصری دیاں ڈلیاں
یار فریدا جنت کیہڑی جنت اوہدیاں گلیاں

حاضر و ناظر:

امام راغب اصفہانی نے لکھا ہے:

اَلشُّهُوْدُ وَالشَّهَادَةُ الْحُضُوْرُ مَعَ الْمُشَاهَدَةِ اِمَّا بِالْبَصَرَةِ اَوْ بِالْبَصِیْرَةِ۔

ترجمہ: شہود اور شہادت کے معنی ہیں حاضر ہونا مع ناظر ہونے کے بصر کے ساتھ ہو یا بصیرت کے ساتھ۔ (مفردات، ص ۲۶۹)

ثابت ہوا کہ شاہداً کا معنی حاضر و ناظر ہے دو دلائل قرآن سے ملاحظہ فرمائیں:

دلیل اول:

جب حضرت سلیمان علیہ السلام کا خط بلقیس کو پہنچا تو اس نے اپنے درباریوں سے کہا:

قَالَتْ یَا اَیُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِیْ فِیْ اَمْرِیْ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰی تَشْهَدُوْنِO

ترجمہ: بولی اے سردارو میرے اس معاملے میں مجھے رائے دو میں کسی معاملے میں کوئی قطعی فیصلہ نہیں کرتی جب تک تم میرے پاس حاضر نہ ہو۔

دلیل دوم:

خدا تعالیٰ نے فرمایا جب کنوارہ جوڑا آپس میں زنا کر بیٹھیں تو ان کو سو سو کوڑے مارے جائیں اور جب ان کو یہ سزا ہو رہی ہو تو۔

وَیَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ۔

ترجمہ: اور چاہیے کہ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کا ایک گروہ حاضر۔

جب ثابت ہوا کہ شاہداً کا معنی حاضر و ناظر ہے تو اب یہ دیکھنا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کس کس پر حاضر و ناظر ہیں تو بعض مفسرین نے لکھا۔

اِنَّا اَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا عَلٰی مَنْ بُعِثْتَ اِلَیْهِمْO

(روح المعانی، ص ۴۲)

ہم نے آپ کو اس پر حاضر و ناظر بنا کر بھیجا جس کی طرف آپ رسول بن کر آئے۔

اب دیکھنا ہے کہ آپ کس کی طرف رسول بن کر آئے ہیں تو مسلم شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اُرْسِلْتُ اِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً ۝

ترجمہ: میں تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

پس ثابت ہوا کہ آپ تمام مخلوق پر حاضر و ناظر ہیں ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ حاضر و ناظر ہیں جسمانیت اور بشریت کے ساتھ نہیں بلکہ بایں طور کہ عالم کا ذرہ ذرہ روحانیت و نورانیت مصطفےٰ ﷺ کی جلوہ گاہ ہے اور اس دعویٰ کے لئے ہم آپ کے متعلق تین چیزیں مانتے ہیں۔

(۱) حضور نبی کریم ﷺ نور ہیں۔

(۲) آپ تمام دنیا کو اپنی نظر مبارک سے دیکھ رہے ہیں۔

(۳) مقامات کثیرہ اور متعدد جگہوں پر آپ کا تشریف فرما ہونا نہ صرف ممکن بلکہ امر واقع ہے۔

اب ان پر تفصیلی بحث ملاحظہ فرمائیں۔

آپ ﷺ نور ہیں:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

(ا) قَدْ جَاءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتَابٌ مُّبِيْنٌ ۝

ترجمہ: تحقیق تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور روشن کتاب آئی۔

(ب) اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ۝

اللہ نور ہے زمین و آسمانوں کا اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے کہ ایک طاق میں چراغ۔

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس آیت میں دوسرے نور سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں۔ (شفا شریف، ج ۱، ص ۱۰)

(ج) یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ وَیَاْبَی اللّٰہُ اِلَّا اَنْ یُّتِمَّ نُوْرَہٗ وَلَوْ کَرِہَ الْکَافِرُوْنَO

ترجمہ: (کفار) تو چاہتے ہیں کہ اپنے مونہوں سے اللہ کا نور بجھا دیں مگر اللہ اپنے نور کو پورا کر کے ہی رہے گا اگرچہ کافر بُرا مانیں۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے

یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِئُوْ نُوْرَ اللّٰہِ ...... یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّھْلِکُوْا مُحَمَّدًاO

ترجمہ: نور بجھانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنا چاہتے ہیں۔

(درمنشور، ج۳، ص۲۳۱)

احادیث:

(۱) سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یَاجَابِرُ اِنَّ اللّٰہَ قَدْ خَلَقَ قَبْلَ الْاَشْیَاءِ نُوْرَ نَبِیِّکَ۔

ترجمہ: اے جابر بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے قبل تیرے نبی کے نور کو پیدا فرمایا۔ (زرقانی، ج۱، ص۴۶)

(۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے اللہ میرے لئے میرے دل میں نور کر دے میری قبر میں میرے آگے نور میرے پیچھے نور میرے دائیں نور، میرے بائیں نور، میرے نیچے نور میرے کانوں میں نور میری آنکھوں میں نور میرے بالوں میں نور میری جلد میں نور میرے گوشت میں نور میرے خون میں نور میری ہڈیوں میں نور اے اللہ میرے لئے بہت زیادہ نور کر دے اور مجھے نور عطا فرما اور مجھ کو نور کر دے۔

(ترمذی شریف، ج۲، ص۵۱۸)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ:

(ا) حضور ﷺ نے تمام اعضاء مبارکہ نور ہونے کی دعا فرمائی اور اس امر کا اظہار فرمادیا کہ ہم جسمانی طور پر بھی نور ہیں۔

(ب) چونکہ آپ ﷺ ہر جہت سے نور ہیں یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کے جسد اقدس کا سایہ نہ تھا۔

تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا
سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا

(ج) مولوی احمد اللہ آف ڈاگئی نے اپنی کتاب البصائر میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمالی جب دل میں نور آ گیا تو دل علم کا خزینہ بن گیا جب آنکھ میں نور آ گیا تو آپ دور کی چیزوں کو بھی اسی طرح دیکھنے لگے جیسے قریب کی چیزوں کو جب کانوں میں نور آ گیا تو آپ دور کی آوازوں کو بھی اسی طرح سننے لگے جس طرح قریب کی آوازوں کو سنتے۔ معلوم ہوا کہ تمام دنیا کے مسلمانوں کا درود وسلام سنتے ہیں۔ ملا علی قاری نے اس حدیث کی یہی تشریح کی ہے:

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر آپ واقعی جسمانی اور حقیقی نور ہیں تو بخاری شریف کی اس حدیث کا کیا جواب ہوگا جس میں صاف وارد ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رات کی تاریکی میں حجرے میں سوئی ہوئی تھیں اور نبی کریم ﷺ نماز پڑھ رہے تھے اور تاریکی کی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حضور ﷺ کی نقل و حرکت کا پتہ نہ چلتا تھا اور اس وجہ سے جب حضور ﷺ سجدہ میں جاتے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاؤں کو دبا دیتے جس کی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنا پاؤں سمیٹ لیتیں پھر حضور ﷺ سجدہ فرماتے اگر حضور ﷺ نور تھے تو حضور ﷺ کے گھر میں اندھیرا کیوں تھا۔

اس کا الزامی جواب یہ ہے کہ کراما کاتبین فرشتے ہیں اور حدیث میں ہے کہ فرشتے نور سے پیدا ہوئے ہیں اور یہ فرشتے ہر وقت انسان کے ساتھ رہتے ہیں دن کو بھی اور رات کو بھی لیکن اس کے باوجود انسان کے گھر میں رات کو تاریکی رہتی ہے۔

تحقیقی جواب یہ ہے کہ نور کے ادراک کے لئے اس کے شایان شان نور کی ضرورت ہوتی ہے مثلاً ابو عمر بن عبدالبر فرماتے ہیں۔

كَانَ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ مِنْ فُضَلَاءِ الصَّحَابَةِ وَفُقَهَائِهِمْ يَقُوْلُ عَنْهُ اَهْلُ الْبَصْرَةِ اِنَّهٗ كَانَ يَرَى الْحَفَظَةَ وَكَانَتْ تُكَلِّمُهٗ○

(کتاب الاصابہ، ج ۳، ص ۲۶)

عمرانؓ بن حصین بڑے جلیل القدر تھے اور فقہاء صحابہ میں سے تھے اہل بصرہ خود حضرت عمرانؓ سے ناقل ہیں کہ وہ کراماً کاتبین کو دیکھا کرتے تھے اور ان سے باتیں کرتے تھے۔

شیخ ابو العباس طنجی فرماتے ہیں کہ میں بیعت کی غرض سے سید احمد رفاعی کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے فرمایا تیرا شیخ میں نہیں تیرا شیخ عبدالرحیم ہے جو قنا میں رہتا ہے وہ کہتے ہیں میں قنا حاضر ہوا اور شیخ عبدالرحیم کی خدمت میں حاضری دی۔ انہوں نے مجھے کہا کیا تجھے نبی کریم ﷺ کی معرفت حاصل ہے میں نے کہا نہیں انہوں نے فرمایا بیت المقدس کی طرف چلا جا تجھے نبی کریم ﷺ کی معرفت حاصل ہو جائے گی میں گیا جونہی میں بیت المقدس کی حدود میں قدم رکھا میں نے دیکھا کہ:

وَاِذَا بِالسَّمَاءِ وَالْاَرْضِ وَالْعَرْشِ وَالْكُرْسِيِّ مَمْلُوْءَةٌ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

کہ زمین و آسمان عرش و کرسی سب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے لبریز ہیں۔

یہ کیفیت بھی بارہا مجھ پر گزر گئی
تھا جلوۂ حضور جہاں تک نظر گئی

فرماتے ہیں میں واپس شیخ عبدالرحیم کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے پوچھا کیا تجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت حاصل ہوگئی ہے میں نے عرض کی ہاں آپ نے فرمایا اب تیری طریقت مکمل ہوگئی اور:

لَمْ تکُنِ الْاَقْطَابُ اَقْطَابًا وَالْاَوْتَادُ اَوْتَادًا وَالْاَوْلِیَاءُ اَوْلِیَاءً اِلَّا بِمَعْرِفَتِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ: اقطاب اوتاد اور اولیاء نہیں بن سکتے جب تک ان کو اس طرح نبی کی معرفت حاصل نہ ہو۔ (الحاوی، ج۲، ص۲۶۰)

ایک اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نور ہونے کی دعا کی اور نور ہونے کی دعا اس امر کی روشن دلیل ہے کہ کم از کم دعا کرتے وقت تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور نہ تھے اگر نور ہوتے تو دعا کی کیا حاجت تھی اس کا جواب یہ ہے کہ اس دعا سے یہ مقصود نہ تھا کہ نور ہونا ابھی حاصل نہ تھا اور اس کا حصول مانگتے تھے بلکہ یہ دعا اس امر کے ظاہر فرمانے کے لئے تھی کہ واقعی آپ کا تمام جسم نور ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہدایت پر ہونا قرآن سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ○ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ○

ترجمہ: بے شک تو رسولوں میں سے اور صراط مستقیم پر ہے۔

بلکہ ایک جگہ یوں فرمایا کہ:

وَاِنَّکَ لَتَھْدِیْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ○

ترجمہ: تو سیدھے راستے کی ہدایت دیتا ہے۔

لیکن اس کے باوجود آپ ہر نماز میں پڑھا کرتے تھے۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝

کیا آپ کا دعا مانگنا اس لئے تھا کہ آپ ہدایت پر نہ تھے نہیں بلکہ جس طرح آپ اس دعا سے پہلے بھی ہدایت پر تھے بلکہ ہادی تھے مگر پھر بھی دعا فرماتے تھے اسی طرح آپ اس نورانی دعا سے پہلے بھی نور تھے بلکہ منیر تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا مگر پھر بھی دعا اس لئے فرمائی کہ اے اللہ مجھے نور علی نور کر دے۔

نیز اللہ کا نبی صالحین کا سردار ہوتا ہے اس کے باوجود حضرت سلیمان علیہ السلام نے دعا مانگی یا اللہ وَأَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصَّالِحِيْنَ ۝ اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے صالح بندوں میں شامل کر دے کیا اس دعا کا یہ مطلب ہے کہ اس دعا کے مانگنے سے پہلے آپ خدا کے صالح بندے نہ تھے ہرگز نہیں بلکہ آپ کی دعا کا منشاء یہ ہے کہ الٰہی تو نے مجھے اپنا صالح بندہ بنایا اب میں دعا کرتا ہوں کہ تادم آخر مجھے اپنے صالح بندوں کی صف میں ہی رکھنا اس طرح نور کی دعا کا مقصد یہ ہے کہ الٰہی تو نے مجھے نور پیدا کیا ہے اب میں دعا کرتا ہوں کہ میری نورانیت میں ترقی فرما دے تو نے نور پیدا کیا تو اب نور علی نور کر دے۔

آپ دنیا کو دیکھ رہے ہیں:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَتَرَى الْمَلَائِكَةَ حَافِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۝

اور تم فرشتوں کو دیکھ رہے ہو عرش کے آس حلقہ کئے اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بولتے عرش زمین سے کتنی دور ہے زمین سے پہلے

آسمان کا فاصلہ پانچ برس کی راہ کے برابر ایک آسمان کی موٹائی بھی اتنی ہی ایک آسمان سے دوسرے آسمان کا فاصلہ بھی اتنا ہی اوپر جنت اس کے سو درجات ایک درجے سے دوسرے درجے کا فاصلہ بھی اتنا ہی ہے پھر اوپر سدرۃ المنتہیٰ اس کے اور عرش کے درمیان ستر ہزار پردے ہیں اور ایک پردے سے دوسرے پردے کا فاصلہ بھی پانچ سو سال کی راہ کے برابر اندازہ کرلو کہ عرش کتنی دور ہے۔ قربان جائیں نگاہ مصطفےٰ ﷺ جو اتنی دور سے عرش کو اور اس کے گھیرے اور وہاں جمع ہونے والے فرشتوں کو دیکھ رہی ہے جب آپ ﷺ اتنی دور سے عرش کو دیکھ سکتے ہیں تو ساری دنیا کو دیکھنا کونسی مشکل ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد خداوندی ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یَسْجُدُ لَہٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِی الْاَرْضِ وَ الشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ وَ النُّجُوْمُ وَ الْجِبَالُ وَ الشَّجَرُ وَالدَّ وَآبُّ وَ کَثِیْرٌ مِّنَ النَّاسِ ○

نوٹ:۔ یہ آیت سجدہ ہے یہاں پر سجدہ کیا جائے گیا۔

ترجمہ: کیا تم نے نہ دیکھا کہ اللہ کے لئے سجدہ کرتے ہیں وہ جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے اور بہت سے آدمی۔

یہ استفہام انکاری ہے مطلب یہ کہ اے محبوب زمین و آسمان کی مخلوق شمس و قمر ستاروں پہاڑوں درختوں چوپایوں اور بہت سے انسانوں کو سجدہ ریز دیکھتا ہے۔

احادیث:

(۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ قَدْ رَفَعَ لِیَ الدُّنْیَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْھَا وَاِلٰی مَا ھُوَ کَائِنٌ فِیْھَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ کَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰی کَفِّیْ ھٰذِہٖ۔ (مجمع الزوائد، ج ۸، ص ۲۸۷)

ترجمہ: بے شک اللہ نے میرے لئے دنیا کو اٹھا لیا میں دنیا اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسا دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی ہتھیلی کو دیکھتا ہوں۔

(۲) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ زَوٰی لِیَ الْاَرْضَ حَتّٰی رَاَیْتُ مَشَارِقَھَا وَمَغَارِبَھَا۔

ترجمہ: بے شک اللہ نے میرے لئے زمین کو سمیٹ لیا یہاں تک کہ میں نے ساری زمین کے مشارق و مغارب کو دیکھ لیا۔ (مسلم کتاب الفضل)

(۳) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْ شَیْئٍ لَمْ اَکُنْ اُرِیْتُہٗ اِلَّا قَدْ رَاَیْتُہٗ فِیْ مَقَامِیْ ھٰذَا حَتّٰی الْجَنَّةِ وَالنَّارِ۔

ترجمہ: کوئی چیز ایسی نہیں جو مجھ کو نہ دکھلائی گئی ہو مگر میں نے اس کو اس مقام پر دیکھ لیا یہاں تک کہ جنت اور دوزخ کو بھی۔ (بخاری کتاب العلم)

جنت ساتویں آسمان کے اوپر اور دوزخ ساتویں زمین کے نیچے ہے۔ معلوم ہوا کہ تحت الثریٰ سے لے کر جنت بلکہ عرش تک آپ کی نگاہ دیکھتی ہے۔

سر عرش پر ہے تری گزر دل فرش پر ہے تری نظر
ملکوت ملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تم پر عیاں نہیں

(ب) ایک عقلی دلیل ملاحظہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَکَذٰلِكَ نُرِیْ اِبْرٰھِیْمَ مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ○

ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کی سلطنت دکھادی۔

اس آیت کے تحت علامہ علاؤ الدین نے تفسیر خازن میں لکھا ہے کہ:

اُقِیْمَ عَلٰی صَخْرَۃٍ وَکُشِفَ لَہٗ عَنِ السَّمٰوٰتِ حَتّٰی رَاٰی الْعَرْشَ وَالْکُرْسِیَّ وَمَا فِی السَّمٰوٰتِ وَکُشِفَ لَہٗ عَنِ الْاَرْضِ حَتّٰی نَظَرَ اِلٰی اَسْفَلِ الْاَرْضِیْنَ وَرَاٰی مَا فِیْھَا مِنَ الْعَجَائِبِ۔

ترجمہ: حضرت ابراہیم کو ایک پتھر پر کھڑا کیا گیا اور آپ کی نگاہوں سے پردے اٹھا دیئے گئے اور عرش و کرسی اور جو کچھ آسمانوں میں تھا سب کو دیکھ لیا اسی طرح ساتویں زمین تک اور جو کچھ اس میں عجائب وغرائب تھے سب کو دیکھ لیا۔

قابل غور یہ بات ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ فرش پر کھڑے ہو کر عرش کو دیکھ رہے ہیں تحت الثریٰ کی مخلوق کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔ آپ نے زیر زمین تمام عجیب وغریب مخلوق کو دیکھا اور حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ معراج کی رات عرش پر کھڑے ہیں آپ کی نگاہ کہاں تک پہنچ گئی ہوگی۔ حقیقت یہ ہے کہ عرش سے لے کر تحت الثریٰ تک کوئی مخلوق آپ سے پوشیدہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سب کچھ دکھا دیا۔

سرمگیں آنکھیں حریم حق کے وہ مشکیں غزال
ہے فضائے لامکاں تک جن کا رمنا نور کا

آن واحد میں کئی مقامات پر موجود ہونا:

مقامات کثیرہ پر آن واحد میں موجود ہونا حضور نبی کریم ﷺ کے لئے نہ صرف ممکن ہے بلکہ امر واقعہ ہے۔ بخاری میں حدیث ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

دلیل اول:

مَنْ رَاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَسَیَرَانِیْ فِی الْیَقْظَۃِ وَلَا یَتَمَثَّلُ الشَّیْطَانُ بِیْ۔

(ابو داؤد، ج ۲، ص ۳۲۹)

جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ عنقریب مجھے بیداری میں دیکھے گا شیطان میری مثل نہیں ہوسکتا۔

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا اور وہ حضور ﷺ کو بیداری میں دیکھنے کا مشتاق ہو گیا اور اس کا یہ شوق حد سے بڑھ گیا تو وہ حضور ﷺ کو بیداری میں بھی دیکھ لے گا جیسا کہ اکثر اولیاء کرام کے لئے واقع ہوا ہے۔ ان میں سے حضرت ابوالعباس مرسی رحمۃ اللہ علیہ ہیں انہوں نے فرمایا:

لَوِاحْتَجَبْتُ عَنْهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَرْفَةَ عَيْنٍ مَاعَدَدْتُ نَفْسِي مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ۔

ترجمہ: اگر میں پلک جھپکنے کی مقدار میں بھی حضور ﷺ سے اوجھل ہو جاؤں تو میں اپنے آپ مسلمانوں میں شمار نہ کروں۔ (الحاوی، ج۲، ص۲۶۰)

دلیل دوم:

کسی شخص نے حضرت ابوالعباس مرسی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا اے میرے سردار آپ اس ہتھیلی کے ساتھ مجھ سے مصافحہ فرمائیں اس لئے کہ آپ بڑے بڑے شہروں میں گھومے ہیں اور بڑے مردانِ خدا سے ملاقات کی ہے۔ حضرت شیخ ابوالعباس مرسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا خدا کی قسم میں نے اس ہتھیلی سے سوائے رسول خدا ﷺ کے کسی کے ساتھ مصافحہ نہیں کیا۔ (روح المعانی، پارہ۲۲، ص۳۴-۳۳)

دلیل سوم:

جب حضرت شیخ خلیفہ بن موسی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات قریب ہوئی تو ان کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا۔ اور فرمایا:

هٰذَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهٗ يُبَشِّرُوْنِيْ بِرِضْوَانِ اللّٰهِ۔

ترجمہ: یہ حضرت محمد ﷺ اور ان کے صحابہ ہیں جو خدا کی رضا کی خوشخبری سنا رہے ہیں۔ (بہجۃ الاسرار، ص ۲۰۳)

دلیل چہارم:

حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے قبل نماز ظہر رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی اور آپ ﷺ نے فرمایا:

يَا بُنَيَّ لِمَ لَا تَتَكَلَّمُ قُلْتُ يَا اَبَتَاهُ اَنَا رَجُلٌ اَعْجَمِيٌّ كَيْفَ اَتَكَلَّمُ عَلٰى فُصَحَاءِ الْعَرَبِ۔

اے بیٹا وعظ کیوں نہیں کرتے عرض کی اے نانا جان میں عجمی ہوں فصحائے عرب کے سامنے کیسے وعظ کروں۔

آپ نے فرمایا اپنا منہ کھولو میں نے منہ کھولا تو آپ نے سات مرتبہ اپنا لعاب دہن میرے منہ میں ڈالا۔ (بہجۃ الاسرار، ص ۲۵)

لعاب اپنا چٹایا احمد مختار نے ان کو
تو پھر کیسے نہ ہوتا بول بالا غوث اعظم کا

دلیل پنجم:

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں محصور تھے تو میں آپ کو سلام کرنے کے لئے ان کے گھر گیا۔ انہوں نے مجھے مرحبا کہا اور فرمایا میں نے آج رات یہ دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ اس کھڑکی سے تشریف لائے اور فرمایا اے عثمان کیا تجھے محصور کر دیا گیا ہے۔ میں نے عرض کی ہاں پھر فرمایا تجھے پیاسا رکھا گیا میں نے عرض کی ہاں۔ اس پر حضور نبی کریم ﷺ نے پانی کا ایک ڈول دیا میں نے سیر ہو کر وہ پانی پیا یہاں تک کہ

اس کی ٹھنڈک میں نے کندھوں اور سینے کے درمیان محسوس کی پھر نبی پاک ﷺ نے فرمایا اگر تو چاہے تو آج کا روزہ ہمارے ہاں افطار کرے اور اگر تو چاہے تو تجھے باغیوں پر غالب کر دیا جائے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کی میں آپ کے ہاں روزہ افطار کرنا چاہتا ہوں چنانچہ اسی روز آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا۔

(سنن سعید بن منصور ج ۲، ص ۳۳۶۔ الحاوی، ج ۳، ص ۲۶۴)

اگر ہو جذبۂ کامل تو اکثر ہم نے دیکھا ہے
وہ خود نزدیک آجاتے ہیں تڑپایا نہیں کرتے

ان احادیث سے پتہ چلا کہ حضور نبی کریم ﷺ شیخ ابو العباس مرسی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھی موجود تھے ان کو اپنی زیارت سے مشرف فرمایا بلکہ ان کے ساتھ مصافحہ فرمایا۔ حضرت خلیفہ بن موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی زیارت کرائی۔ حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو زیارت کرائی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اپنی زیارت سے مشرف فرمایا ان تمام مواقع میں اپنی قبر انور کے اندر بھی موجود ہیں اور جہاں شیخ ابو العباس مرسی، حضرت خلیفہ بن موسیٰ، حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ موجود ہیں وہاں بھی تشریف فرما ہیں۔

بحکم خدا تم ہو موجود ہر جا
بظاہر ہے طیبہ ٹھکانہ تمہارا

اب کچھ عقلی دلائل سن لیجیے۔

دلیل اول:

حضرت یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے جواہر البحار میں لکھا ہے کہ:

اِنَّمَا جِبْرِیْلُ خُلِقَ لِخِدْمَةِ النَّبِیِّ۔

ترجمہ: جبریل تو ہمارے نبی کریم ﷺ کی خدمت کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔

اور علامہ محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ:

اِنَّ جِبْرِیْلَ علیہ السلام مَعَ ظُهُوْرِهٖ بَیْنَ یَدِیْ النَّبِیِّ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامِ فِیْ صُوْرَةِ دَحْیَةَ الْكَلْبِیْ اَوْ غَیْرِهٖ لَمْ یُفَارِقْ سِدْرَةَ الْمُنْتَهٰی۔

(روح المعانی، پارہ ۲۲، ص ۳۵)

ترجمہ: بے شک جبریل علیہ السلام جب رسول اللہ ﷺ کے سامنے دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ وغیرہ کی صورت میں حاضر ہوتے تھے تو سدرۃ المنتہیٰ سے جدا نہ ہوتے تھے۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت جبریل علیہ السلام آن واحد میں سدرۃ المنتہیٰ میں بھی موجود ہیں اور دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی شکل میں حضور ﷺ کے سامنے بھی موجود ہیں جب خادم اور غلام جبریل علیہ السلام کا یہ کمال ہے تو آقا محمد مصطفیٰ ﷺ کا کیا کمال ہے۔

محمد کا اعلیٰ مقام اللہ اللہ
ہے جبریل ان کا غلام اللہ اللہ

دلیل دوم:

حضرت قرہ مزنی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا اور اس کے ساتھ اس کا بیٹا ہوتا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے اس شخص سے پوچھا کیا تم اس سے محبت کرتے ہو اس نے کہا اللہ آپ سے اتنی محبت کرے جتنی میں اس سے محبت کرتا ہوں۔ پھر نبی کریم ﷺ نے اس کے بیٹے کو نہیں دیکھا آپ نے پوچھا فلاں شخص کے بیٹے کو کیا ہوا۔ صحابہ نے عرض کیا وہ فوت ہو گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس کے باپ سے فرمایا۔

اَمَا تُحِبُّ اَنْ لَّا تَاْتِیَ بَابًا مِّنْ اَبْوَابِ الْجَنَّۃِ اِلَّا وَجَدْتَّہٗ یَنْتَظِرُکَ۔

ترجمہ: کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ تم جنت کے جس دروازے سے بھی داخل ہو تمہارا بیٹا اس دروازے پر موجود تمہارا انتظار کر رہا ہو۔

(مسند امام احمد، ج ۳، ص ۴۳۶)

اس کی تشریح کرتے ہوئے ملا علی قاری نے لکھا ہے۔

اِنَّ الْوَلَدَ مَوْجُوْدٌ فِیْ کُلِّ بَابٍ مِّنْ اَبْوَابِ الْجَنَّۃِ ○

(مرقاۃ، ج ۴، ص ۱۰۹)

وہ بچہ جنت کے ہر دروازے پر موجود ہوگا۔

جب حضور نبی کریم ﷺ کی امت کا ایک بچہ جنت کے آٹھوں دروازوں پر بیک وقت موجود ہو سکتا ہے تو آپ بھی آن واحد میں متعدد مقامات پر موجود ہو سکتے ہیں۔

دلیل سوم:

مسلم شریف کی حدیث ہے کہ معراج کی رات جب نبی کریم ﷺ مسجد اقصیٰ کی طرف تشریف لے جا رہے تھے ایک سرخ ٹیلے سے گزر ہوا آپ ﷺ نے فرمایا۔

مَرَرْتُ بِقَبْرِ مُوْسٰی فَاِذَا ھُوَ قَائِمٌ یُّصَلِّیْ فِیْ قَبْرِہٖ۔

میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر سے گزرا میں نے دیکھا کہ وہ اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے ہیں پھر جب آپ مسجد اقصیٰ میں پہنچے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام وہاں بھی موجود ہیں اور جب آپ چھٹے آسمان پر پہنچے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام وہاں بھی موجود تھے پتہ چلا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام آن واحد میں عالم دنیا مسجد اقصیٰ

میں بھی موجود ہیں عالم برزخ قبر میں بھی موجود ہیں اور عالم آخرت چھٹے آسمان پر موجود ہیں جب حضرت کلیم اللہ آن واحد میں تین مقامات پر موجود ہو سکتے ہیں تو پھر حبیب اللہ بھی آن واحد میں متعدد مقامات پر موجود ہو سکتے ہیں۔

دلیل چہارم:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس اثناء میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے ناگہاں ہم نے ایک چادر اور ایک ہاتھ دیکھا ہم نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیا ہے جو ہم نے دیکھا اور یہ کیسا ہاتھ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نے دیکھا ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہاں آپ نے فرمایا یہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ہیں جنہوں نے مجھ پر سلام عرض کیا۔

اور ابن عساکر کی ایک روایت ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کعبہ کا طواف کر رہا تھا ناگہاں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے کسی سے مصافحہ کیا میں نے اسے نہیں دیکھا ہم نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ کو دیکھا آپ نے کسی سے مصافحہ کیا مگر ہم نے اسے دیکھا نہیں۔ آپ نے فرمایا وہ میرے بھائی حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ہیں میں ان کا انتظار کرتا رہا یہاں تک کہ وہ اپنے طواف سے فارغ ہو گئے پھر میں نے ان پر سلام پیش کیا۔ (ص ۴۰، پارہ نمبر ۲۲، روح المعانی)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام آن واحد میں چوتھے آسمان پر بھی موجود ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بھی موجود ہیں جب روح اللہ کا یہ کمال ہے تو پھر حبیب اللہ کا کیا کمال ہوگا۔

دلیل پنجم:

حضرت عتبہ بن عبد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس شخص کے تین نابالغ لڑکے فوت ہو جائیں تو وہ شخص جنت کے دروازوں میں سے جس دروازے سے چاہے داخل ہو وہ لڑکے اس سے ملاقات کریں گے۔ (طبرانی کبیر، ج ۱۷، ص ۱۱۹۔ مسند امام احمد، ج ۴، ص ۱۸۳)

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ قیامت کے روز وہ تینوں لڑکے جنت کے آٹھوں دروازوں پر بیک وقت موجود ہوں گے جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے بچوں کو یہ کمال حاصل ہوگا تو پھر آپ کو بھی یہ کمال ضرور حاصل ہے۔

دلیل ششم:

علماء نے اس بات کی تصریح فرمائی ہے کہ کعبہ شریف اولیاء کرام کا طواف کرتا ہے مثلاً:

اِنَّ الْکَعْبَةَ شُوْهِدَتْ تَطُوْفُ بِجَمَاعَةٍ مِّنَ الْاَوْلِيَاءِ فِیْ اَوْقَاتٍ غَيْرِ مَكَانِهَا۔

کعبہ معظمہ کو مختلف مقامات میں اپنے مکان سے ہٹ کر بارہا اولیاء کرام کا طواف کرتے دیکھا گیا۔

وَمَعْلُوْمٌ اَنَّهَا فِیْ مَكَانِهٖ لَمْ تُفَارِقْهُ فِیْ تِلْكَ الْاَوْقَاتِ۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ انہیں اوقات میں وہ کعبہ اپنے اصلی مقام سے جدا نہ ہوتا تھا۔ (الانجلاء فی تطور الاولیاء، ص ۵۶)

چنانچہ حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اِنَّ الْكَعْبَةَ يَطُوْفُ حَوْلَ خِيَامِیْ۔

کعبہ میرے حجرے کا طواف کرتا ہے۔

سارے اقطاب جہاں کرتے ہیں کعبے کا طواف
کعبہ کرتا ہے طواف دروالا تیرا
اور پروانے ہیں جو ہوتے ہیں کعبے پہ نثار
شمع اک تو ہے کہ پروانہ ہے کعبہ تیرا

جب بھی حضرت مودود چشتی پر کعبہ کے طواف کا شوق غالب آتا تو آپ آن کی آن میں مکہ تشریف لے جاتے اور حج ادا فرماتے اور بعض اوقات ملال خاطر غالب آتا تو فرشتوں کو خدا کا حکم ہوتا کہ خانہ کعبہ کو مودود چشتی کے پاس لے جاؤ اور ارشاد کی تعمیل کرتے اور آپ کعبہ کا طواف کر لیتے۔

(سیر الاقطاب، ص ۸۱)

علامہ شامی نے لکھا ہے کہ کعبہ اولیاء کرام کی زیارت کے لئے جاتا اور اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ جس ولی کی زیارت کے لئے کعبہ جائے گا وہ اس ولی کی کرامت ہوگی مثلاً شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی کے طواف و زیارت کے لئے کعبہ دہلی آیا۔ (سبع سنابل، ص ۱۶۴)

حضرت مجدد الف ثانی کی زیارت وطواف کے لئے کعبہ سرہند آیا۔

(حضرات القدس)

جب کعبہ آن واحد میں کئی مقامات پر موجود ہو سکتا ہے تو نبی کریم ﷺ جو کعبے کا بھی کعبہ ہیں وہ بھی یقیناً متعدد مکانات میں موجود ہو سکتے ہیں۔

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبے کا کعبہ دیکھو

دلیل ہفتم:

حضرت ابوسفیان سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِذَا دَخَلَ الْمَيِّتَ الْقَبْرَ مُثِّلَتِ الشَّمْسُ عِنْدَ غُرُوْبِهَا فَيَجْلِسُ يَمْسَحُ عَيْنَيْهِ وَيَقُوْلُ دَعُوْنِي أُصَلِّيْ۔ (ابن ماجہ، ص ۳۱۶)

جب میت کو قبر میں داخل کیا جاتا ہے تو میت کو دکھایا جاتا ہے کہ سورج غروب ہونے والا ہے وہ اپنی آنکھیں ملتا ہوا کہتا ہے مجھے نماز پڑھنے دو۔

دن رات کی کوئی گھڑی ایسی نہیں جس میں متعدد مرنے والے اپنی اپنی قبر میں نہ جاتے ہوں اور ہر قبر میں ہر میت کو سورج دکھایا جاتا ہے اسی وقت سورج عالم دنیا میں بھی نظر آرہا ہوتا ہے تو سورج بیک وقت کئی مقامات پر موجود ہوتا ہے۔

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہر قبر میں موجود ہوتے ہیں اور آپ کے بارے میں فرشتے میت سے سوال کرتے ہیں۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سورج غروب ہوتے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوذر:

اَتَدْرِيْ اَيْنَ تَذْهَبُ هٰذِهٖ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ اِنَّهَا تَذْهَبُ حَتّٰى تَسْجُدَ تَحْتَ الْعَرْشِ ○

کیا تم جانتے ہو کہ سورج اب کہاں جائے گا میں نے عرض کی اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں آپ نے فرمایا اب یہ عرش کے نیچے جا کر سجدہ کرے گا۔

ظاہر ہے جب مخبر صادق نے خبر دی ہے تو یہ حقیقت اٹل ہے کہ سورج غروب ہو کر عرش کے نیچے سجدہ ریز ہوتا ہے حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ سورج کسی نہ

کسی ملک میں ضرور نظر آتا ہے اگر انڈونیشیا میں سورج نظر آرہا ہے تو پاکستان میں رات ہے اور اگر پاکستان میں سورج نظر آرہا ہے تو انگلستان میں رات اور جب انگلستان میں سورج نظر آرہا ہے تو امریکہ میں رات اس کا مطلب یہ ہوا کہ سورج بیک وقت نظر بھی آرہا ہے اور عرش کے نیچے سجدے میں بھی ہے۔

ناروے میں ایک علاقہ ہے جہاں ۲۴ اور ۲۵ جون کی درمیانی رات نہیں ہوتی اس دن وہاں دو سورج نظر آتے ہیں ایک غروب ہو رہا ہوتا ہے اور دوسرا طلوع ہو رہا ہوتا ہے اگر ایک ۴/۱ حصہ غروب ہو گیا تو دوسرا ۴/۱ حصہ طلوع ہو جاتا ہے اگر ایک ۲/۱ حصہ غروب ہو گیا ہے تو دوسرا ۲/۱ حصہ طلوع ہو گیا ہے اگر ایک ۴/۳ حصہ غروب ہو جاتا ہے تو دوسرا ۴/۳ حصہ طلوع ہو جاتا ہے اگر ایک مکمل غروب ہو جاتا ہے تو دوسرا مکمل طلوع ہو جاتا ہے نتیجہ یہ نکلا کہ اس دن وہاں دوسرا سورج نظر آتے ہیں۔

سورج کے بارے میں خدا نے فرمایا۔ وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ۔ خدا نے سورج کو سراج بنایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا وَسِرَاجًا مُّنِيرًا ۔ خدا نے آپ کو نور دینے والا سراج بنایا معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی سورج ہیں کیونکہ ان کا لقب ایک ہے اگر آفتاب آسمان بیک وقت کئی مقامات پر موجود ہو سکتا ہے تو آسمان نبوت کا سورج بھی کئی مقامات پر موجود ہو سکتا ہے۔

دلیل ہشتم:

(۱) علامہ محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کو آٹھویں ذی الحجہ کو بصرہ اور مکہ میں دیکھا گیا آن واحد میں دونوں شہروں میں موجود ہیں۔ (روح المعانی، ج ۲۳، ص ۱۴)

(ب) محمد الحضرمی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ تیس شہروں میں جمعہ پڑھایا۔

(جمال الاولیاء، ص ۱۸۸)

(ج) حضرت محمد الشرینی رحمۃ اللہ علیہ نے چار ملکوں میں شادی کی مراکش، بلادعجم، ہندوستان اور بلاتکرور اور بیک وقت چاروں اہل وعیال کے پاس موجود ہوتے تھے۔ (جمال الاولیاء، ص ۲۰۲)

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے اولیاء کرام آن واحد میں کئی مقامات پر حاضر و ناظر ہو سکتے ہیں تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی جتنے مقامات پر چاہیں حاضر و ناظر ہو سکتے ہیں۔

وہ شرف کہ قطع ہیں نسبتیں وہ کرم کے سب کے قریب ہیں
کوئی کہہ دو یاس و امید سے وہ کہیں نہیں وہ کہاں نہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقام مومن

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ○

ترجمہ: اور عزت اللہ کے لئے ہے اور اس کے رسول کے لئے اور مومنوں کے لئے لیکن منافق نہیں جانتے۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ مومن کی عزت اس کے ایمان اور عمل کی وجہ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

آیات:

فَالَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ○

ترجمہ: جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان کے لئے مغفرت اور عزت کی روزی ہے۔

(۱) وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ○

ترجمہ: ایمان والے نیکوکاروں سے اللہ کا وعدہ ہے کہ ان کے لئے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

(۲) اِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا○

ترجمہ: بے شک جو ایمان لائے اور نیک کام کئے فردوس کے باغ ان کی مہمانی ہے۔

(۳) وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ○

ترجمہ: اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے ہم ضرور ان کی برائیاں اتار دیں گے۔

(۴) اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ○

ترجمہ: بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے ان کے لیے بے انتہا ثواب ہے۔

(۵) اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ○

ترجمہ: بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے وہی تمام مخلوق میں بہتر ہیں۔

(۶) وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِى الصّٰلِحِيْنَ ○

ترجمہ: اور جو ایمان لائے اور نیک کام کیے ہم انہیں نیکوں میں شامل کریں گے۔

یہاں صالحین سے مراد انبیاء صدیقین اور شہداء اور اولیاء ہیں اب آیت کا مطلب یہ ہو گیا کہ جو عام لوگ ایمان لانے کے بعد نیک اعمال کریں گے ان کا حشر انبیاء صدیقین شہداء اور صالحین یعنی اولیاء کرام کے ساتھ ہو گا اور اس دعوے کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ○

ترجمہ: اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ یہ کیا اچھے ساتھی ہیں۔

(۷) اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ○

ترجمہ: بے شک وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے عنقریب ان کے لیے رحمٰن محبت کر دے گا۔

مومن کی عزت خدا اور اس کے رسول کے ہاں ایمان اور نیک اعمال کی

وجہ سے ہے اس لئے احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث نمبر ۱:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہیں جنت کے چوبارے کے بارے میں بتاؤں صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں۔ آپ نے فرمایا جنت میں ایک چوبارہ ہے جو مختلف قسم کے ہیروں سے بنا ہوا ہے اس کا ظاہر اندر سے اور باطن باہر سے دیکھا جائے گا اور اس میں ایسی نعمتیں ہوں گی جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں اور نہ کسی کان نے سنیں۔ صحابہ فرماتے ہیں ہم نے عرض کی یہ چوبارہ کن کے لئے ہوگا فرمایا:

لِمَنْ اَفْشَی السَّلَامَ وَاَطْعَمَ الطَّعَامَ وَاَدَامَ الصِّیَامَ وَصَلّٰی بِاللَّیْلِ وَالنَّاسُ نِیَامٌ۔

ترجمہ: جو سلام پھیلائے کھانا کھلائے ہمیشہ روزہ رکھے اور اس وقت نماز پڑھے جب لوگ نیند میں ہوں۔

صحابہ نے عرض کی ہم میں سے ہر آدمی ان باتوں کی طاقت نہیں رکھتا آپ نے فرمایا جو کسی مسلمان کو سلام کرے اور وہ سلام کا جواب دے تو یہ سلام پھیلانا ہو گیا اور جو اپنے اہل و عیال کو پیٹ بھر کر کھانا کھلا دے تو یہ کھانا کھلانا ہو گیا اور جو رمضان اور ہر مہینے کے تین روزے رکھے تو یہ ہمیشہ روزہ رکھنا ہو گیا اور جو نماز عشاء نماز فجر باجماعت پڑھے جبکہ یہود و نصاریٰ اور مجوسی نیند میں ہوتے ہیں تو یہ رات کی نماز ہو گئی۔ (النھایہ، ج ۲، ص ۲۸۴)

حدیث نمبر۲:

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے اپنے آگے بلال (رضی اللہ عنہ) کے پاؤں کی آہٹ سنی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا تم کون سا عمل کرتے ہو عرض کی جب بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے میں وضو کر لیتا ہوں اور جب وضو کرتا ہوں تو دو رکعتیں پڑھ لیتا ہوں۔ (طبرانی کبیر، ج ۱، ۳۳۷)

معلوم ہوا کہ ایمان کے بعد عمل بھی ضروری ہے۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

عالم ارواح میں مومن کا مقام:

حدیث نمبر۱:

علامہ قاضی ثناء اللہ نے لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا کی بارگاہ میں عرض کی اے اللہ مجھے امت محمدیہ کی آواز سنوا دے خدا نے فرمایا۔

یَا اُمَّۃَ اَحْمَدَ فَاَجَابُوْا مِنْ اَصْلَابِ الْآبَاءِ وَاَرْحَامِ الْاُمَّھَاتِ لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ۔

ترجمہ: اے امت احمد انہوں نے اپنے آباء کی پشتوں اور ماؤں کے رحموں سے جواب دیا اے اللہ ہم حاضر ہیں۔

خدا نے فرمایا اے امت احمد میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی اور میری معافی میرے عذاب پر میں نے تمہیں مانگنے سے پہلے عطا کر دیا دعا مانگنے سے پہلے میں نے تمہاری دعا قبول کر لی اور میری نافرمانی سے پہلے تمہاری

مغفرت کر دی اور

عَنْ جَاءَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ بِشَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدِیْ وَرَسُوْلِیْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَاِنْ كَانَ ذُنُوْبُهٗ اَكْثَرَ مِنْ زَبَدِ الْبَحْرِ۔

(تفسیر مظہری، ج ۷، ص ۱۶۸)

جو قیامت کے دن میرے پاس اس حال میں آئے گا کہ وہ اس بات کی گواہی دے گا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد میرے بندے اور میرے رسول ہیں وہ جنت میں داخل ہوگا اگرچہ اس کے گناہ سمندر کی جھاگ سے زیادہ ہوں۔

حدیث نمبر ۲:

چار ہستیوں نے مومنوں کے لئے مغفرت کی دعا مانگی ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام نے دعا مانگی:

رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ○

ترجمہ: اے میرے رب میری اور میرے والدین اور جو میرے گھر میں ایمان کی حالت میں داخل ہو جائے اور مومن مردوں اور مومنہ عورتوں کی مغفرت فرما دے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا مانگی:

رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ ○

ترجمہ: اے ہمارے رب مجھے اور میرے والدین اور مومنوں کی مغفرت فرما دے جس دن حساب قائم ہو۔

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے خدا فرماتا ہے۔

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ○

ترجمہ: اے محبوب اپنے خاصوں اور عام مومن مردوں اور عورتوں کی مغفرت کی دعا مانگو۔

فرشتوں نے دعا مانگی:

الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا ○

ترجمہ: عرش اٹھانے والے اور جو اس کے ارد گرد فرشتے ہیں وہ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح پڑھتے ہیں اور اس خدا پر ایمان لاتے ہیں اور مومنوں کے لئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔

اب سنیئے عرش کے گرداگرد کتنے فرشتے ہیں تفسیر روح البیان میں ہے کہ انسان جنات کا دسواں حصہ ہیں اور جن وانس خشکی کے جانوروں کا دسواں حصہ اور یہ سب مل کر پرندوں کا دسواں حصہ اور یہ سب مل کر پہلے آسمان کے فرشتوں کا دسواں حصہ اور وہ سب مل کر دوسرے آسمان کے فرشتوں کا دسواں حصہ ساتویں آسمان تک یہی ترتیب ہے پھر یہ تمام مخلوق کرسی کے فرشتوں کے مقابلے میں بہت کم ہیں اور یہ سب مل کر عرش اعظم کے ایک پردے کے فرشتوں کے مقابلے میں بہت اور عرش کے چھ لاکھ پردے ہیں اور ہر پردے پر اسی قدر فرشتے ہیں پھر یہ تمام مخلوق ان فرشتوں کے مقابلے میں ایسے ہیں جیسے دریا کے سامنے قطرہ جو فرشتے عرش کے ارد گرد ہیں خدا فرماتا ہے۔

وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ۔ تیرے رب کے لشکر کو وہی جانتا ہے اب انداز کرو کہ خدا تعالیٰ کے عرش عظیم کے آس پاس کتنے فرشتے ہیں جو مومنوں کی مغفرت کے لئے دعا مانگ رہے ہیں کتنے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کے سینے

ایمان کے نور سے منور ہیں کتنے بے شمار فرشتے ان کی بخشش کے لئے دعائیں مانگتے ہیں۔

نوح کو بھی موج طوفاں سے کنارہ مل گیا
حضرت موسیٰ کو بھی لطفِ نظارہ مل گیا
الغرض ہر ایک بیچارے کو چارہ مل گیا
مومنوں کو رب کی رحمت کا سہارا مل گیا

حدیث نمبر ۳:

حضرت خواجہ ابو یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جس روز الست بربکم کی ندا کی گئی تھی تو اس وقت تمام مومنوں اور کافروں کی روحیں ایک جگہ جمع تھیں جب پردہ غیب سے یہ ندا آئی تو تمام روحوں کے چار گروہ ہو گئے۔ پہلے گروہ نے آواز سنتے ہی سجدہ کیا اور زبان اور دل سے بلیٰ کہا یہ انبیاء اور مومنوں کا گروہ تھا دوسرا گروہ بھی فوراً سجدے میں جھکا اور زبان سے بلیٰ کہا مگر دل سے نہیں یہ لوگ تھے جو دنیا میں مسلمان تھے لیکن مرتے وقت بے ایمان ہو کر مرے معاذ اللہ تیرے گروہ نے بھی فوراً سجدہ کیا دل سے بلیٰ کہا مگر زبان سے نہیں یہ وہ لوگ تھے جو کافروں کے گھروں میں پیدا ہوئے ساری عمر کافر رہے لیکن مرتے وقت کلمہ نصیب ہوا اور دنیا سے مسلمان ہو کر گئے۔ چوتھے گروہ نے بھی سجدہ کیا لیکن نہ زبان سے بلیٰ کہا اور نہ دل سے یہ لوگ وہ تھے جو ساری عمر کفر میں گزار گئے ان کا خاتمہ بھی کفر پر ہوا۔ (انیس الارواح، ص ۱۱۹)

عالم دنیا میں مقام مومن:

خدا تعالیٰ نے قرآن میں چند مقامات پر مومنوں کا ذکر اپنے ساتھ کیا

ہے مثلاً:

مراقبہ کے لحاظ سے: خدا فرماتا ہے۔

وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ○

اے محبوب آپ فرما دیں اے لوگو تم عمل کرو تمہارے عمل کو اللہ اور اس کا رسول اور مومن دیکھیں گے۔

ولایت کے لحاظ سے: اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا○

بے شک تمہارا ولی اللہ اس کا رسول اور مومن ہیں۔

موالات کے لحاظ سے: فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَ جِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ○

بے شک اللہ جبریل اور مومن بھی مولا ہیں۔

صلوات کے لحاظ سے: اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا○

بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو۔

عزت کے لحاظ سے: وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ○

اور عزت اللہ اور اس کے رسول اور مومنوں کے لئے ہے۔

(۲) حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے رب میں تورات میں ایک ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں جو بہترین امت ہوگی اچھی باتوں کا حکم دے گی اور بری باتوں سے روکے گی اس کو میری امت بنا دے اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ تو احمد کی امت ہے پھر عرض کی تورات میں ایک ایسی امت کا ذکر ہے جو سب سے آخر میں ہوگی لیکن جنت میں سب سے پہلے داخل ہوگی۔

نہ پہنچیں گے جب تک گنہگار ان کے
نہ جائے گی جنت میں امت کسی کی

یا اللہ اس کو میری امت بنا دے خدا نے فرمایا وہ تو احمد کی امت ہے پھر کہا یارب وہ امت حافظ قرآن ہو گی حالانکہ اس سے پہلے لوگ کتاب اللہ کو دیکھ کر پڑھتے تھے اللہ نے ان کو حفظ کی ایسی قوت دی ہے کہ کسی اور کو ایسی قوت نہیں ملی یارب وہ امت میری بنا دے خدا نے فرمایا وہ تو احمد کی امت ہے پھر کہا یا رب وہ امت ہر کتاب اللہ پر ایمان لائے گی اور گمراہوں اور کافروں سے قتال کرے گی حتیٰ کہ کانے دجال سے بھی لڑے گی الٰہی وہ میری امت کر دے فرمایا وہ تو احمد کی امت ہے پھر عرض کی وہ امت اپنے صدقات خود کھا لے گی حالانکہ پہلی امتوں کے صدقات کو آسمانی آگ کھا جایا کرتی تھی اور اگر صدقہ قبول نہ ہونا ہوتا تو آگ نہ کھاتی رد کر دیتی لیکن اس امت کے امیروں کے صدقات غریب کھا جائیں گے اے رب اس امت کو میری امت بنا دے فرمایا یہ تو احمد کی امت ہے پھر عرض کی وہ امت نیکی کا ارادہ کرے گی تو ایک نیکی کا ثواب مل جائے گا اور جب نیکی کرے گی تو اس کے برابر ثواب ملے رب فرماتا ہے۔

مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ○

بلکہ سات سو حصے تک ثواب ملے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ○

مثال ان کی جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس دانہ کی طرح جس نے اگائیں سات بالیں ہر بالی میں سو دانے اور اللہ اس سے بھی زیادہ بڑھائے جس کے لئے چاہے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

اے خداوہ میری امۃ کر دے فرمایا وہ تو احمد کی امت ہے پھر کہا وہ امت دوسروں کی شفاعت بھی کرے گی اے خداوہ میری امت کر دے فرمایا وہ تو احمد کی امت ہے اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تورات رکھ دی اور کہا مجھے احمد کی امت میں سے بنا دے۔ (ابن کثیر، ج ۹، ص ۲۵)

(۳) ہشام بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہرقل شاہ روم کی طرف تبلیغ اسلام کے لئے میں اور ایک آدمی بھیجے گئے ہم دمشق پہنچے جبلہ ابن الہم الغسانی رحمۃ اللہ علیہ کے محل کی طرف گئے وہ صاحب تخت تھا ہمارے پاس ایک سفیر کو بھیجا کہ بات کرے کیا کہنا ہے ہم نے کہا ہم تم سے بات نہیں کرنا چاہتے ہم بادشاہ سے بات کرنے کے لئے بھیجے گئے ہیں اس نے بادشاہ سے جا کر کہا اس نے ہمیں بلا لیا اور کہنے لگا کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔ ہشام نے اس سے گفتگو کی اور اسلام کی دعوت دی وہ سیاہ کپڑے پہنے تھا ہشام نے کہا یہ سیاہ کپڑے کیوں ہیں جبلہ نے کہا میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ یہ سیاہ لباس نہ اتاروں گا جب تم لوگوں کو شام سے نہ نکالدوں ہم نے کہا خدا کی قسم ہم یہ تخت تم سے لینے والے ہیں اور یہ ملک ہمارے قبضہ میں آجائے گا ہمارے نبی نے اس کی پیش گوئی فرمائی ہے۔ اس نے کہا تم وہ لوگ نہیں ہو وہ ایسے لوگ ہوں گے جو دن کو روزہ رکھیں گے اور راتوں کو نماز پڑھیں گے اس نے کہا تم بتاؤ تمہارا روزہ کیسا ہے ہم نے سب کچھ بتا دیا اس کے چہرے پر سیاہی سی دوڑ گئی اس نے کہا اچھا جاؤ بادشاہ سے جا کر ملو اور ہمارے ساتھ ایک رہبر کر دیا ہم اس کی رہنمائی میں چلے اور جب ہم شہر کے قریب پہنچے تو رہبر نے کہا کہ تم ان اونٹوں کے ساتھ شہر میں داخل نہیں ہو سکتے تم چاہو تو تمہارے لئے گھوڑے اور خچر مہیا کر دیئے جائیں ہم نے کہا خدا کی قسم ہم تو ان سواریوں پر ہی سوار رہیں گے اس نے بادشاہ کو لکھ بھیجا کہ ان کو دوسری

سواریوں پر بیٹھنے سے انکار ہے بادشاہ نے اجازت دے دی کہ اونٹوں پر سوار ہو کر آجائیں ہم اپنی تلواریں لٹکائے بادشاہ کے محل تک پہنچے اپنی سواریاں وہاں بٹھا دیں بادشاہ نے اپنے بالا خانہ سے ہمیں دیکھ لیا ہم نے اترتے ہی کہالا الہ الا اللہ واللہ اکبر خدا جانتا ہے کہ ہماری تکبیر کی آواز سے سارا محل لرز اُٹھا گویا آندھیوں نے ان کو ہلا دیا ہے بادشاہ نے کہا تمہیں اپنے دین کا مظاہرہ اس طرح نہیں کرنا چاہیے۔

زلزلے جن کے شہنشاہوں کے درباروں میں تھے
بجلیوں کے آشیانے جن کی تلواروں میں تھے

اس نے تین دن تک ہماری ضیافت کی اور پھر انعام واکرام کے ساتھ ہمیں واپس کر دیا۔ (ابن کثیر، ج۹، ص۲۹)

(۴) ایک مرتبہ حضرت مکحول رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ یہ حدیث بیان کی کہ ایک بوڑھا ضعیف آدمی جس کی بھویں آنکھوں پر آگئی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک ایسا آدمی ہوں جس نے کوئی غداری کوئی گناہ اور کوئی بدکاری نہیں چھوڑی کیا میری بخشش کی بھی کوئی صورت ہے۔ میرے گناہ اس قدر زیادہ ہیں کہ اگر تمام انسانوں پر تقسیم کر دیئے ہیں تو سب کے سب غضب خدا میں گرفتار ہو جائیں کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے۔

آپ نے فرمایا تم مسلمان ہو جاؤ اس نے کلمہ شہادت پڑھ لیا آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تیری تمام برائیاں بدکاریاں معاف فرما دیں ہیں بلکہ جب تک تو اس کلمہ شہادت پر قائم رہے گا اللہ تعالیٰ تیری برائیاں بھلائیوں میں تبدیل کر دے گا وہ شخص خوش ہو کر واپس چلا گیا۔ (ابن کثیر، ج۱۹، ص۲۱)

خدا فرماتا ہے۔

اِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلاً صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ○

ترجمہ: سوائے ان لوگوں کے جو توبہ کریں اور ایمان لائیں اور نیک کام کریں ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ نیکیوں میں تبدیل کر دیتا ہے۔

(۵) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ دو آدمیوں سے بہت خوش ہوتا ہے ایک وہ جو رات کو میٹھی نیند سویا ہوا ہے لیکن دفعۃً اپنے رب کی نعمت اور اس کی سزا کو یاد کر کے اُٹھ بیٹھتا ہے اپنے نرم اور گرم بستر کو چھوڑ کر میرے سامنے کھڑے ہو کر نماز شروع کر دیتا ہے۔

رات پوے تے بیدرداں نوں مٹھی نیندر آوے
دردمنداں نوں یاد سجن دی سُتیاں آن جگاوے

دوسرا وہ جو ایک جنگ میں ہے لڑتے لڑتے مسلمانوں کا پانسہ کمزور پڑ جاتا ہے لیکن یہ شخص سمجھتا ہے کہ بھاگنے میں خدا کی ناراضگی ہے اور آگے بڑھنے میں خدا کی رضا ہے اس لئے میدان کی طرف لوٹتا ہے اور کافروں سے جہاد کرتا ہے یہاں تک کہ اپنا سر اس کے نام پر تصدق کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ فخر سے اپنے فرشتوں کو اسے دکھاتا ہے اور ان کے سامنے اس کے عمل کی تعریف کرتا ہے۔

(ابن کثیر، ج ۲۱، ص ۶۴)

اللہ تعالیٰ تہجد گزاروں کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے۔

تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ○ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ○

ان کی کروٹیں اپنے بستروں سے الگ رہتی ہیں اپنے رب کو خوف اور امید سے پکارتے ہیں جو کچھ ہم نے ان کو دے رکھا ہے وہ خرچ کرتے رہتے ہیں

کوئی نفس نہیں جانتا جو کچھ ہم نے ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک ان کے لئے پوشیدہ کر رکھی ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں یہ اس کا بدلہ ہے۔

(۶) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے فرمایا دیکھو ابھی ایک جنتی آدمی آنے والا ہے تھوڑی دیر میں ایک ایک انصاری آئے جو اپنے ہاتھ میں جوتے لئے ہوئے تازہ وضو کر کے آرہے تھے داڑھی پر سے پانی ٹپک رہا تھا دوسرے دن بھی اسی طرح ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے یہی فرمایا اور وہ شخص اسی طرح آیا تیسرے دن بھی یہی ہوا حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ آج دیکھتے بھالتے رہے جب مجلس نبوی ختم ہوئی اور یہ بزرگ یہاں سے اٹھ کر چلے تو یہ ان کے پیچھے ہو لئے اور انصاری سے کہنے لگے کہ حضرت مجھ میں اور میرے والدین میں کچھ تکرار ہوگئی ہے جس پر میں قسم کھا بیٹھا ہوں کہ تین دن تک اپنے گھر نہ جاؤں گا پس اگر مہربانی فرما کر مجھے اجازت دیں تو میں یہ تین دن آپ کے ہاں گزاروں انہوں نے کہا بہت اچھا چنانچہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے تین راتیں ان کے گھر ان کے ساتھ گزاریں دیکھا کہ وہ رات کو تہجد نماز بھی ادا نہیں کرتے صرف اتنا کرتے ہیں کہ جب آنکھ کھلتی ہے تو بستر پر لیٹے لیٹے اللہ کا ذکر کر لیتے ہیں یہاں تک کہ صبح کی نماز کے لئے اُٹھ بیٹھتے ہاں یہ بات ضروری ہے کہ میں نے ان کے منہ سے کلمہ خیر کے سوا اور کچھ نہ سنا جب تین راتیں گزر گئیں تو مجھے ان کا عمل بہت ہلکا سا معلوم ہوا۔ اب میں نے ان سے کہا حضرت میرے والدین کے ساتھ میری کوئی ناراضگی نہیں ہوئی بلکہ واقعہ یہ ہے کہ تین دن تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک جنتی شخص آ رہا ہے اور تینوں مرتبہ آپ ہی آئے تو میں نے ارادہ کیا کہ آپ کی خدمت میں رہ کر دیکھوں کہ آپ کونسی ایسی عبادت کرتے ہیں جس کی وجہ سے زندگی میں آپ کے جنتی ہونے کی بشارت دی گئی ہے چنانچہ یہ بہانہ کیا اور تین

دن آپ کے ہاں گزارے تاکہ آپ کے عمل دیکھ کر میں بھی ایسے ہی عمل کروں۔ لیکن میں نے آپ کو کوئی اہم عمل کرتے نہیں دیکھا جو اوروں سے زیادہ بڑھا ہوا ہو اب جا رہا ہوں لیکن زبانی ایک سوال ہے کہ آپ بتائیں کہ وہ کونسا ایسا عمل ہے جس کی وجہ سے حضور نبی کریم ﷺ نے آپ کو جنتی فرمایا۔ آپ نے فرمایا تم میرے اعمال دیکھ چکے ہو ان کے سوا کوئی پوشیدہ عمل نہیں چنانچہ ان سے رخصت ہو کر چلا تھوڑی دور نکلا تھا کہ انصاری نے مجھے آواز دی اور فرمایا میرا ایک عمل سنتے جاؤ اور وہ یہ ہے کہ میرے دل میں مسلمان کے لئے کبھی دھوکہ بازی بغض و حسد پیدا نہیں ہوا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا بس اسی عمل نے آپ کو اس درجہ تک پہنچایا ہے۔

(ابن کثیر، ج ۲۸، ص ۲۷)

(۷) ایک مرتبہ حضور نبی کریم ﷺ نے کعبہ کو خطاب کر کے فرمایا۔

وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَحُرْمَۃُ الْمُؤْمِنِ اَعْظَمُ عِنْدَاللّٰہِ حُرْمَۃً مِّنْکَ۔

ترجمہ: اے کعبہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد ﷺ کی جان ہے تجھ سے بندہ مومن زیادہ عزت والا ہے اللہ کے نزدیک۔

(۸) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور نبی کریم ﷺ نے مہاجرین اور انصار کی دو صفیں بنائیں پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کو اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کو پکڑا پھر ان کے ساتھ دونوں صفوں کے درمیان سے گزرے اور نبی کریم ﷺ مسکرائے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ کس وجہ سے مسکرائے ہیں فرمایا:

اِنَّ جِبْرِیْلَ اَخْبَرَنِیْ اَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی بَاھٰی بِالْمُھَاجِرِیْنَ اَھْلَ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَبَاھٰی بِکَ یَاعَلِیُّ وَبِکَ یَا عَبَّاسُ حَمْلَۃَ الْعَرْشِ۔

(ابن عساکر، ج ۷، ص ۲۴۰)

بے شک جبریل نے مجھے خبر دی کہ اللہ تعالیٰ ساتوں آسمانوں کی مخلوق کے سامنے مہاجرین پر فخر کر رہا ہے اور اے علی اور اے عباس جن فرشتوں نے عرش اٹھایا ہوا ہے ان کے سامنے تم پر خدا فخر فرما رہا ہے۔

(۹) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب مکہ فتح ہوا اور آپ نے صبح کی نماز پڑھائی پھر آپ مسکرائے یہاں تک کہ آپ کے دانت ظاہر ہو گئے صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح آپ کبھی نہیں مسکرائے فرمایا میں کیوں نہ مسکراؤں یہ جبریل خدا تعالیٰ سے خبر دے رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر میرے چچا عباس پر میرے بھائی علی پر تمام ہوا میں رہنے والے فرشتوں عرش اٹھانے والے فرشتوں نبیوں کی روحوں اور ساتوں آسمان کے فرشتوں کے سامنے فخر فرما رہا ہے اور تمام آسمان والوں کے سامنے میری امت پر فخر فرما رہا ہے۔

(ابن عساکر، ج ۷، ص ۲۴۰)

موت کے وقت مقام مومن:

حدیث نمبر ا:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب انسان آخرت میں داخل ہونے والا ہوتا ہے اور دنیا میں اس کی سانسیں ہوتی ہیں تو اس کے پاس خورشید جیسے چمکیلے چہروں والے فرشتے آ کر بیٹھ جاتے ہیں جو اس کی حد نگاہ تک ہوتے ہیں پھر ملک الموت اس کے سرہانے بیٹھ کر فرماتے ہیں اے پاکیزہ روح اللہ کی بخشش اور رضا کی طرف نکل چنانچہ وہ اس طرح آسانی سے نکل آتی ہے جیسے مشک کے منہ سے پانی کا قطرہ نکل آتا ہے ملک الموت اسے لے لیتے ہیں فرشتے ان سے لے کر جنتی کفن میں لپیٹ لیتے ہیں۔ اس روح سے مشک سے زیادہ پیاری خوشبو آنے لگتی ہے پھر فرشتے اس کو لے کر آسمان

کی طرف چڑھتے ہیں اور فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے گزرتے ہیں وہی پوچھتے ہیں کہ یہ پاکیزہ روح کس کی ہے فرشتے اس کا نام بتاتے ہیں یہاں تک کہ روح پہلے آسمان تک پہنچ جاتی ہے۔ اس روح کے لئے آسمان کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے اب آسمان کے تمام فرشتے دوسرے آسمان تک اسے رخصت کرتے ہیں یہاں تک کہ خدا کی بارگاہ میں اس روح کو حاضر کیا جاتا ہے۔ خدا فرماتا ہے میرے بندے کا اعمال نامہ علیین میں رکھ دو اور اسے زمین کی طرف لوٹا دو پھر اس کی روح قبر میں اس کے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے۔

(کتاب الروح، ص ۶۴)

حدیث نمبر ۲:

جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ پر نزع کا عالم طاری ہوا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سرہانے بیٹھ گئے اور ان کے سر کو اپنے زانوں پر رکھا اور بارگاہ خداوندی میں عرض کی خدایا سعد نے تیرے راستے میں بڑی تکالیف برداشت کی ہیں تیرے رسول مقبول کی تصدیق کی ہے الٰہی اس کی روح کو اپنے دوستوں کی روحوں کی طرح قبض کرنا جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے آپ کی آواز کو سنا تو اپنی آنکھیں کھولیں اور عرض کی السلام علیک یارسول اللہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں آپ نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا بعد ازاں ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

لے او سجناں اساں توڑ نبھائی جان دتی راہ تیرے
حشر دیہاڑے شرماں تینوں پردے کج لئیں میرے

پھر جبریل امین، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کس صحابی نے وفات پائی ہے کہ اس کی روح

کے استقبال کے لئے تمام آسمانوں کے دروازے کھل گئے ہیں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے جنازے پر ستر ہزار فرشتے نازل ہوئے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ طویل القامت اور قوی الجثہ تھے لیکن جب آپ کا جنازہ اٹھایا گیا تو وہ بہت ہلکا تھا۔ دریافت کرنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کا جنازہ فرشتوں نے اٹھایا ہے ایک حدیث میں ہے آپ کی وفات سے عرش جھومنے لگا قبر کی مٹی سے کستوری کی خوشبو آئی۔ (مدارج، ج ۲، ص ۲۴۴)

حدیث نمبر ۴:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم میدان تبوک میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موجود تھے کہ آفتاب بڑی تیز شعاعوں نور اور چمک کے ساتھ طلوع ہوا اس سے پہلے کبھی اتنی تیز روشنی کے ساتھ طلوع نہ ہوا تھا۔ حضرت جبریل امین علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے اس سے دریافت فرمایا کیا وجہ ہے کہ سورج اتنی تیز روشنی سے طلوع ہوا ہے کہ پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا۔ عرض کی آج مدینہ میں معاویہ مزنی رضی اللہ عنہ نے انتقال کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی نماز جنازہ کے لئے ستر ہزار فرشتے بھیجے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وجہ پوچھی تو عرض کی یہ کثرت سے سورہ اخلاص پڑھا کرتے تھے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی کیا آپ ان کی نماز جنازہ پڑھنا چاہتے ہیں فرمایا ہاں جبریل علیہ السلام نے پر مارا تو درخت اور ٹیلے جھک گئے اور

فَصَلّٰى عَلَيْهِ وَخَلْفَهٗ صَفَّانِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ كُلُّ صَفٍّ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ۔

آپ نے نماز جنازہ پڑھی اور آپ کے پیچھے دو صفیں تھیں ہر صف میں ستر ہزار فرشتے تھے۔

(کنز العمال، ج ۱، ص ۴۰۱۔ دلائل النبوت، ج ۵، ص ۲۴۶)

حدیث نمبر۴:

حضرت جبیر بن مطعم رحمۃ اللہ علیہ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو باغیوں نے شہید کر دیا تو انہوں نے اتنی مہلت نہ دی کہ آپ کو جنت البقیع میں دفن کر دیا جائے جب باغی رات کو سو گئے تو ہم نے آدھی رات کے وقت چوری چھپے آپ کا جنازہ اٹھایا اچانک ایک جماعت نے ہمیں پیچھے سے آ گھیرا ہم سمجھے شاید باغی تعاقب کر رہے ہیں ہم نے جنازہ کی چارپائی رکھ کر دوڑنے کا ارادہ کر لیا اتنے میں آواز آئی دوڑو نہیں ہم جنازے میں شریک ہونے کے لئے آئے ہیں۔ ابن خمیس کہتے ہیں کہ وہ فرشتے تھے۔ ایک روایت میں آیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس دن عثمان غنی شہید ہوگا ان کی نماز جنازہ پڑھنے آسمان سے فرشتے نازل ہوں گے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی آپ گھوڑے پر سوار ہیں نور کا عمامہ باندھے ہوئے ہیں اور جنت کی ایک چھڑی ہاتھ میں لئے ہوئے ہیں میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کے دیدار کا مشتاق ہوں اور آپ کہیں جانے میں جلدی فرما رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف توجہ فرمائی اور مسکرائے اور فرمایا ابھی عثمان ہمارے ہاں جنت میں آئے ہیں جیسے کوئی بادشاہ آتا ہے اور جنت میں ان کی شادی ہے اور مجھے اس کی دعوت ولیمہ میں شامل ہونا ہے اسی لئے جلدی میں ہوں۔ (تحفہ اثنا عشریہ، ص ۵۱۴)

تیری عظمتوں کی ہو تعریف مجھ سے
میں لاؤں کہاں سے زباں اللہ اللہ

حدیث نمبر ۵:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انصار کا ایک نوجوان جس کا نام ثعلبہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہا کرتا تھا ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کسی کام بھیجا وہ ایک انصاری کے دروازے سے گزرا اچانک دیکھا کہ اس انصاری کی عورت غسل کر رہی ہے اس نے دوسری نظر قصداً ڈالی پھر خوفزدہ ہوا کہ کہیں اس بارے میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل نہ ہو وہ بھاگا اور مکہ اور مدینہ کے درمیان پہاڑوں میں چھپ گیا چالیس دن تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نہ دیکھا پھر جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کی اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ آپ کی امت سے بھاگے ان پہاڑوں میں پوشیدہ ہے اور جہنم سے پناہ مانگ رہا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور سلمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا جاؤ ثعلبہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو لے آؤ یہ دونوں مدینہ کی گلیوں میں نکلے ایک چرواہے سے ملاقات ہوئی جس کا نام رفاقہ تھا۔ اس سے پوچھا ان پہاڑوں میں کسی نوجوان کو دیکھا ہے رفاقہ نے کہا شاید تمہارا مطلب جہنم سے بھاگنے والے سے ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا تجھے کیسے پتہ چلا کہ وہ جہنم سے بھاگنے والا ہے اس نے کہا جب آدھی رات کا وقت ہوتا ہے تو وہ ان پہاڑوں سے نکلتا ہے اور اپنا ہاتھ سر پر رکھ کر کہتا ہے کاش مجھے موت آ گئی ہوتی اور میں فیصلہ کے لئے حاضر نہ کیا جاتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہم اسی کی تلاش میں ہیں۔ رفاقہ ان کے ساتھ ہو لیا جب رات ہوئی تو وہ پہاڑوں سے نکلا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پکڑ لیا اور فرمایا تو نے دوزخ سے آزادی حاصل کر لی میں عمر ہوں میرے ساتھی سلمان ہے اس نے پوچھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے گناہ کا علم ہو گیا ہے انہوں نے کہا ہمیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیری تلاش میں بھیجا ہے اس نے کہا مجھے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اس وقت لے جانا جب آپ نماز ادا

فرما رہے ہوں۔ یہ دونوں ان کو لے کر حاضر خدمت ہوئے اس وقت حضور ﷺ نماز پڑھا رہے تھے۔ اختتام نماز پر حضور ﷺ نے پوچھا اے عمر ثعلبہ کہاں ہے۔ عرض کی حضور یہ حاضر ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو کہاں غائب تھا عرض کی مجھ سے ایک گناہ سرزد ہو گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں تمہیں ایک آیت بتاتا ہوں جو تیرے گناہ کو ختم کر دے گی اور وہ آیت یہ ہے۔

رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○

اس نے کہا میرا گناہ بڑا ہے فرمایا نہیں خدا کا کلام بڑا ہے پھر رسول اللہ ﷺ نے گھر کو واپس کر دیا وہ چلا گیا اور آٹھ دن تک بیمار رہا۔ حضور ﷺ اور سلمان رضی اللہ عنہ عیادت کے لئے گئے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اس کا سر اپنی آغوش میں رکھا اس نے اپنا سر حضور ﷺ کی گود سے اٹھا لیا۔ حضور ﷺ نے وجہ پوچھی عرض کی یہ گناہ سے لبریز ہے۔ حضور ﷺ نے پوچھا اس وقت کیفیت کیا ہے خدا سے مغفرت کی امید ہے۔ جبریل امین علیہ السلام نے آ کر عرض کی خدا فرماتا ہے اگر میرے بندے کے گناہ سے زمین بھر جائے میں بخش دوں گا۔ حضور ﷺ نے ثعلبہ رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی انہوں نے چیخ ماری اور وفات پا گئے۔ حضور ﷺ کے حکم کے مطابق اس کو غسل دے کر کفن دیا گیا۔ جب جنازہ لے کر چلے تو حضور ﷺ پنجوں کے بل چلے وجہ پوچھی گئی فرمایا اس قدر کثیر تعداد میں فرشتے آئے ہوئے ہیں کہ پورا پاؤں رکھنے کو جگہ نہیں ملتی۔ (حلیۃ الاولیاء، ج۹، ص ۳۲۹)

حدیث نمبر ۶:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ملک الموت سے دریافت فرمایا کہ مجھے دکھاؤ کہ تم مومن کی روح کس طرح قبض کرتے ہو انہوں نے کہا آپ اپنا منہ دوسری طرف کر لیں حضرت

ابراہیم علیہ السلام نے ایسا ہی کیا پھر جو ملک الموت کو دیکھا تو وہ ایک خوبصورت نوجوان کی شکل میں تھے ان سے نہایت عمدہ خوشبو آ رہی ہے اور چہرے کی رنگت بڑی پیاری ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اگر وفات یافتہ مومن کو کوئی اور خوشی نہ بھی میسر آئے تو تیرے چہرے کا دیکھ لینا ہی اس کے لئے کافی ہے پھر آپ نے فرمایا مجھے دکھا دو کہ تم کافروں کی روح کس طرح قبض کرتے ہو ملک الموت نے کہا آپ اس شکل کو دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ آپ نے فرمایا تم دکھاؤ تو سہی اس نے کہا اپنا چہرہ دوسری طرف پھیر لیں انہوں نے ایسا ہی کر لیا۔ پھر جو دیکھا تو ایک آدمی ہے جس کے قدم زمین پر ہیں اور سر آسمان میں ہے اور بڑی قبیح شکل میں ہے اور جسم کے ہر بال سے آگ کے شعلے بلند ہو رہے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اگر کافر کو کوئی اور عذاب نہ بھی دیا جائے تو تیری اس شکل کا دیکھ لینا اس کے لئے کافی عذاب ہے۔ (التذکرہ، ص ۶۵)

عالم برزخ میں مقام مومن:

حدیث نمبر ۱:

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اس لشکر میں شامل تھے جو قسطنطنیہ پر حملہ آور ہوا یہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا دور خلافت تھا۔ آپ بیمار ہوئے اور وہیں وفات پائی۔ آپ رات کے وقت قلعہ کے دامن میں دفن کئے گئے۔ امام محمد بن احمد السرخسی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں۔

انہیں ساتھیوں نے رات کے وقت قبر میں اتارا اور آپ کی قبر سے نور کا ایک شعلہ آسمان کی طرف بلند ہوا اور اس منظر کو دوسری طرف کفار نے بھی جو سرحد کے قریب تھے دیکھ لیا۔ صبح ہوئی تو ان کا ایک قاصد آیا اور اس نے پوچھا یہ

وفات پانے والا کون تھا جسے رات تم نے دفن کیا ہے انہوں نے کہا یہ ہمارے نبی کریم ﷺ کے صحابی تھے۔ جنہوں نے اس نورانی منظر کو دیکھا وہ سب ایمان لے آئے۔ انہوں نے سوچا جس نبی کے صحابی کی یہ شان ہے کہ ان کی قبر سے روشنی اٹھتی ہے اس نبی کی اپنی کیا شان ہوگی کس طرح آسمان آپ کے لئے رحمتیں برساتا ہوگا اور زمین بھی اپنی برکتیں اگلتی ہوگی اور یہ حقیقت ہے کہ آپ کی قبر حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی قبر سے کئی گنا زیادہ منبعِ نور ہوگی۔

(مقامات حیات، ص ۵۳۱)

حدیث نمبر ۲:

ایک روایت میں آیا ہے کہ جب بندہ مومن کی وفات ہو جاتی ہے تو اس کے کراماً کاتبین آسمان پر چلے جاتے ہیں اور خدا کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں اے اللہ تو نے ہمیں اپنے بندے پر مقرر فرمایا تھا ہم اسے اعمال لکھتے رہے اب تو نے اس بندے کو وفات دے دی ہے اب ہمیں آسمان پر رہنے کی اجازت دے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے میرے آسمان فرشتوں سے بھرے ہوئے ہیں جو میری تسبیح بیان کر رہے ہیں وہ عرض کرتے ہیں ہمیں زمین پر رہنے کی اجازت دے خدا فرماتا ہے زمین بھی میری تسبیح کرنے والی مخلوق سے بھری ہوئی ہے تم یوں کرو اس بندے کی قبر پر کھڑے ہو کر تسبیح و تہلیل اور تکبیر بیان کرو اور قیامت تک اسی میں مصروف رہو اور اس کا ثواب اس بندۂ مومن کے نامہ اعمال میں لکھتے رہو۔

(شعب الایمان، ج ۷، ص ۱۸۴۔ شرح الصدور، ۱۴۶)

سمجھ اری نادان پجاری وقت گزرتا جائے
دنیا چار دنوں کا میلہ جائے پھر نہ آئے

مات پتا بھائی اور جورو کوئی ساتھ نہ جائے
کہے حسین فقیر بیچارا باقی نام خدائے

حدیث نمبر ۳:

حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ چالیس سال حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں رہے دن رات میں ایک قرآن ختم کرتے تھے۔ صائم الدھر تھے پچاس سال تک رات کو سوئے نہیں جب انتقال ہوا تو ان کو لحد میں اتارا گیا جب اینٹیں برابر کر چکے تو ایک اینٹ گر گئی اس کو درست کرنے کے لئے ایک آدمی نیچے اترا دیکھا کہ ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ نماز پڑھ رہے ہیں وہ ہر نماز کے بعد دعا مانگا کرتے تھے اے اللہ اگر تو نے مخلوق کو قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے تو مجھے بھی اجازت دے اللہ نے ان کی دعا کو قبول فرمالیا۔ (کشف النور، ص ۹)

حدیث نمبر ۴:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر تیار کیا اور اس کا امیر علاء بن حضرمی کو بنایا میں بھی اس لشکر میں شامل تھا جب ہم لڑائی کے لئے آگے بڑھے تو دشمن کو ہمارا پتہ چل گیا وہ خوفزدہ ہو گئے اور انہوں نے پانی کے آثار مٹا دیئے گرمی بہت سخت تھی ہماری سواریوں کو پیاس نے نڈھال کر دیا جب سورج ڈھلا تو علاء نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی پھر دعا کے لئے ہاتھ پھیلا دیئے۔ آسمان پر بادل کا نام و نشان نہ تھا بخدا ابھی انہوں نے ہاتھ ہٹائے بھی نہ تھے کہ اللہ کریم سہانی ہوا چلائی اور موسلا دھار بارش ہونے لگی تالاب جوہڑ اور وادیاں چھلکنے لگیں ہم نے خود پانی پیا ساتھیوں اور جانوروں کو پلایا پھر ہم دشمن سے مقابلے کے لئے آگے بڑھے اور ہمارا دشمن ایک جزیرہ کی طرف جا چکا تھا۔ حضرت علاء ایک خلیج پر آ کر رُکے اور پڑھا یا علی یا عظیم یا کریم

پھر فرمایا اللہ کے نام کے ساتھ اترو حضرت انس فرماتے ہیں پانی نے صرف ہمارے جانوروں کے کھر تر کیے۔

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

پھر حضرت علاء کا وصال ہو گیا ہم نے انہیں دفن کر دیا ہم دفن سے فارغ ہوئے تو ایک آدمی آیا اور پوچھا یہ دفن ہونے والا کون ہے ہم نے بتایا یہ بہترین انسان علاء بن حضرمی ہے وہ کہنے لگا یہ زمین مردوں کو باہر پھینک دیتی ہے اگر تم انہیں ایک دو میل دور لے جاؤ تو بہتر ہے تاکہ وہ زمین انہیں قبول کر لے ہم سوچنے لگے کہ ہم اپنے دوست کو کیسے چھوڑ جائیں کہ ان کو درندے کھاتے رہیں ہم انہیں قبر سے نکالنے کا فیصلہ کر لیا، جب ہم قبر کھودتے ہوئے لحد تک پہنچے تو وہ اپنی لحد میں موجود نہ تھے اور لحد حدنگاہ تک نور سے چمک رہی تھی ہم نے قبر پر مٹی ڈال دی اور وہاں سے کوچ کر گئے۔ (جامع کرامات اولیاء، ص ۴۳۶)

حکایت:

ابو غالب فرماتے ہیں میں شام میں ایک نیک آدمی کے ہاں قیام پذیر ہوا اس کا ایک بھتیجا تھا جو اس کا نافرمان تھا وہ اسے بُرے کاموں سے روکتا اور نیک کاموں کا حکم دیتا لیکن یہ نہ مانتا وہ اسے مارتا لیکن پھر بھی نافرمانی کرتا وہ جوان بھتیجا بیمار ہو گیا اس نے اپنے چچا کو بلا بھیجا لیکن اس نے جانے سے انکار کر دیا۔ ابو غالب نے مجبور کیا اور اس کو لے کر بیمار کے پاس پہنچے چچا بھتیجے کو گالیاں دینے لگا اور کہنے لگا اے خدا کے دشمن تو نے فلاں وقت ایسا ایسا کام نہیں کیا اس بھتیجے نے کہا اے چچا اگر میرا خدا مجھے میری ماں کے سپرد کر دے تو وہ میرے ساتھ کیا سلوک کرے گی اس نے کہا تو یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ وہ تجھے جنت میں

داخل کر دے گی بھتیجے نے کہا خدا کی قسم میرا اللہ میری ماں سے زیادہ رحیم و کریم ہے بعدازاں وہ لڑکا فوت ہو گیا اس کے چچا نے اسے دفن کیا جب قبر برابر کرنے لگے تو لحد کی ایک اینٹ گر گئی چچا نے اینٹ درست کرتے وقت لحد کو دیکھا کہ وہ نور سے معمور ہے اور حد نگاہ تک وسیع ہے۔ (شرح الصدور، ص ۱۰)

حدیث نمبرا:

قیامت کے دن پہاڑ کی مثل آگ جہنم سے نکلے گی اور امت محمدیہ کا ارادہ کرے گی حضور ﷺ اس کو رفع کرنے کی کوشش کریں گے لیکن وہ رفع نہ ہو گی حضور ﷺ جبریل امین علیہ السلام سے کہیں گے وہ ایک پیالہ پانی کا لائیں گے اور کہیں گے اس پانی سے اس آگ کو بجھا دیں حضور ﷺ اس آگ کو اس پانی سے بجھا دیں گے اور جبریل امین علیہ السلام سے پوچھیں گے یہ کیسا پانی ہے وہ عرض کریں گے یہ آپ کی امت کے ان لوگوں کے آنسو ہیں جو تنہائی میں خوف خدا سے روتے تھے خدا نے مجھے اس وقت کے لئے سنبھال کر رکھنے کا حکم دیا تھا اسی لئے حدیث میں آیا ہے۔

لَا یَدْخُلُ النَّارَ مَنْ بَکٰی مِنْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ حَتّٰی یَلِجَ اللَّبَنُ الضَّرْعَ۔

ترجمہ: خوف الٰہی سے رونے والا جہنم میں داخل نہ ہو گا یہاں تک کہ دودھ تھن میں جائے۔ (خرپوتی، ص ۵۳)

آخرت میں مومن کا مقام:

حدیث نمبرا:

مشکوٰۃ میں یہ حدیث ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ سے عرض کیا گیا یارسول اللہ ﷺ قیامت کے ان پچاس ہزار سال کا دن ہم کیسے گزاریں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اِنَّہٗ لَیُخَفَّفُ عَلَی الْمُؤْمِنِ حَتّٰی یَکُوْنَ اَھْوَنَ عَلَیْہِ مِنَ الصَّلٰوۃِ الْمَکْتُوْبَۃِ یُصَلِّیْھَا فِی الدُّنْیَا۔ (مسند ابی لیلیٰ، ج ۲، ص ۵۲۷)

ترجمہ: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے وہ دن مومن کے لئے دنیا میں نماز فرض کی ادائیگی سے بھی آسان ہو جائے گا۔

حدیث نمبر ۲:

ایک حدیث میں ہے کہ مہاجرین قیامت کے دن جنت کے دروازے پر آ کر جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے خازن ان سے کہے گا تم کون ہو وہ کہیں گے ہم مہاجرین ہیں ان سے کہا جائے گا کیا تمہارا حساب ہو گیا ہے وہ اپنے گھٹنوں کے بل ہو کر خدا کی بارگاہ میں عرض کریں گے اے خدا ہمارا یہ حساب ہو گا کہ ہم نے مال اور اہل وعیال چھوڑے خدا ان کو سونے کے پر عطا فرمائے گا جن پر زبرجد اور یاقوت جڑے ہوں گے اور وہ ان سے اڑ کر اپنے جنتی مکانوں میں پہنچ جائیں گے اور وہ اپنے مکانات کو دنیا کی نسبت زیادہ پہچانیں گے۔

(کنز العمال، ج ۱۲، ص ۲۱)

حدیث نمبر ۳:

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قیامت کا دن ہو گا تو افق کو بھرنے والا لوگوں کا ایک گروہ کھڑا ہو گا اور ان کا نور سورج کی طرح چمک رہا ہو گا کہا جائے گا نبی امی ہر نبی سمجھے گا شاید یہ خطاب اسے ہوا ہے کہا جائے گا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی امت پھر ایک دوسرا گروہ کھڑا ہو گا جو آسمان کے کناروں کو بھر دے گا ان کا نور چودھویں کے چاند کی طرح ہو گا کہا جائے گا نبی امی ہر نبی سمجھے گا شاید یہ خطاب اسے ہوا ہے کہا جائے گا حضرت

محمد ﷺ اور اس کی امت پھر تیسرا گروہ کھڑا ہو گا جس نے آسمان کے کناروں کو بھرا ہو گا ان کا نور آسمان کے ستاروں کی طرح ہو گا کہا جائے گا نبیِ امی ہر نبی کو احساس ہو گا کہ شاید یہ اسے خطاب ہوا ہے کہا جائے گا حضرت محمد ﷺ اور اس کی امت پھر اللہ تعالیٰ اپنی شان کے لائق دو لپ بھرے گا اور فرمائے گا ایک لپ تیرے لئے اور ایک لپ میری طرف پھر میزان پر حساب شروع ہو گا۔

(طبرانی کبیر، ج ۸، ص ۱۸۹)

حدیث نمبر۴:

حضرت شہر بن حوشب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

قَدْ عَلِمْتُ اَنَّ اَقْوَامًا لَيْسُوْا بِاَنْبِيَاءَ وَلَا شُهَدَاءِ يَغْبِطُهُمُ الْاَنْبِيَاءَ وَالشُّهَدَاءَ بِكَانِهِمْ مِنَ اللّٰهِ۔

ترجمہ: بے شک قیامت کے روز کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو نہ تو نبی ہوں گے اور شہید بلکہ نبی اور شہید اللہ کے ہاں ان کے مرتبے کو دیکھ کر رشک کر رہے ہوں گے۔

ایک اعرابی نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ یہ کون لوگ ہوں گے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا یہ لوگ مختلف قبیلوں سے ہوں گے اور اللہ کے لئے ایک دوسرے سے محبت کرنے والے ہوں گے ان کے چہرے نورانی ہوں گے اور وہ نور پر ہوں گے جب لوگوں پر خوف وحزن طاری ہو گا تو ان کو نہ کوئی خوف ہو گا نہ غم۔ (مسند ابی یعلیٰ، ج ۱۲، ص ۲۳۴۔ مسند امام احمد، ج ۵، ص ۳۴۳)

حدیث نمبر۵:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

کیا تم چاہتے ہو کہ میں تمہیں خبر دوں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سب سے اول مومنوں سے کیا فرمائے گا اور سب سے پہلے مومن اللہ کی بارگاہ میں کیا عرض کریں گے۔ صحابہ نے عرض کی ہاں یارسول اللہ ﷺ ارشاد فرمائیں فرمایا اللہ تعالیٰ مومنوں سے فرمائے گا کیا تم میری ملاقات پسند کرتے ہو وہ عرض کریں گے ہاں اے ہمارے رب اللہ تعالیٰ فرمائے گا تمہیں اس بات پر کس چیز نے ابھارا وہ عرض کریں گے تیری طرف سے معافی اور رحمت اور رضا نے خدا فرمائے گا میں نے اپنی رحمت تم پر واجب کر دی۔ (النھایہ، ج ۲، ص ۱۴۔ التذکرہ، ج ۲، ص ۴۳۱)

حدیث نمبر ٦:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن سب کے سامنے ایک شخص لایا جائے گا اس کے گناہوں کے ۹۹ دفتر ہوں گے اور ایک دفتر حد نگاہ تک پھیلا ہو گا اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کیا تمہیں ان گناہوں سے انکار ہے وہ عرض کرے گا نہیں یارب پھر کہا جائے گا تجھے کوئی عذر ہے وہ کہے گا نہیں اے رب اللہ فرمائے گا تیری ایک نیکی ہمارے پاس موجود ہے آج تجھ پر کوئی زیادتی نہ ہو گی ایک کاغذ نکالا جائے گا جس پر لکھا ہو گا۔

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔

وہ عرض کرے گا یا اللہ یہ ایک نیکی اتنے دفتروں کے سامنے کیا کام دے گی اللہ تعالیٰ فرمائے گا تجھ پر کوئی زیادتی نہ ہو گی پس ۹۹ دفتر میزان کے ایک پلڑے میں اور کلمہ شہادت دوسرے پلڑے میں رکھا جائے گا وزن کیا جائے گا تو کلمہ شہادت کا وزن دفتروں سے بھاری ہو جائے گا اور کسی چیز کا وزن بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے زیادہ نہیں ہو سکتا۔ (ترمذی، ج ۲، ص ۸۸۔ ابن ماجہ)

حدیث نمبر ۷:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن میری امت کے دو آدمی خدا کی بارگاہ میں پیش ہوں ان میں ایک کہے گا اے میرے رب میرے اس بھائی نے مجھ پر ظلم کیا ہے مجھے اس سے بدلہ لے کر دے خدا فرمائے گا اپنے بھائی کو بدلہ دو وہ کہے گا یا اللہ میرے پاس تو کوئی نیکی نہیں رہی۔ اللہ تعالیٰ اس طالب سے فرمائے گا اب تو اپنے بھائی سے کیا سلوک کرے گا اس کے پاس تو کوئی نیکی باقی نہیں رہی وہ کہے گا تو پھر میرے گناہ اس کو دے دے یہاں پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم روئے کہ وہ دن ایسا سخت ہو گا کہ آدمی کہے گا میرے گناہ کوئی اور لے لے اللہ طالب سے فرمائے گا اوپر نگاہ اٹھا کر جنت کو دیکھو وہ اپنا سر اٹھا کر اوپر دیکھے گا اسے چاندی کے شہر اور سونے کے محل نظر آئیں گے جو موتیوں سے مرصع ہوں گے وہ عرض کرے گا یہ کس نبی کس صدیق اور کس شہید کے لئے ہیں اللہ تعالیٰ فرمائے گا یہ اس کے لئے ہیں جو ان کی قیمت ادا کر سکے وہ عرض کرے گا ان کی قیمت کون دے سکتا ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا تیرے پاس اس کی قیمت موجود ہے وہ عرض کرے گا وہ کیا خدا فرمائے گا اپنے بھائی کو معاف کر دو وہ عرض کرے گا یا اللہ میں نے اسے معاف کر دیا اللہ تعالیٰ فرمائے گا اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑ کر داخل جنت ہو جاؤ۔ (النھایہ، ج ۲، ص ۶۹)

حدیث نمبر ۸:

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے سامنے ایک شخص نے خواب بیان کیا گویا لوگ حساب کے لئے جمع کئے گئے اور حضرات انبیاء بلائے گئے ہر نبی کے ساتھ ان کی امت آئی ہر نبی کے لئے دو نور ہیں اور اس کے

امتی کے لئے ایک نور ہے جس کی روشنی میں وہ چلتا ہے پھر حضرت محمد ﷺ بلائے گئے ان کے سر انور اور روئے مبارک کے ہر بال سے جدا جدا نور کے مینار بلند ہو رہے ہیں جنہیں دیکھنے والا تمیز کر سکتا ہے اور ان کے ہر امتی کے لئے انبیاء کی طرح دو نور ہیں جس کی روشنی میں وہ چلتا ہے حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے سن کر کہا تجھے خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں کیا واقعی تو نے یہ واقعہ خواب میں دیکھا ہے کہا ہاں کہا قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بے شک یہی واقعہ اللہ کی کتاب تورات میں لکھا ہے گویا تو نے توریت پڑھ کر بیان کیا ہے۔

(دلائل النبوت، ج ۷، ص ۳۹۔ ابن عساکر، ج ۱، ص ۳۴۲)

سر سے لے کر پاؤں تک تنویر ہی تنویر ہے
جیسے منہ سے بولتا قرآن وہ تفسیر ہے

سوچتی ہے دل میں دنیا مصطفٰے کو دیکھ کر
وہ مصور کیسا ہوگا جس کی یہ تصویر ہے

حدیث نمبر ۹:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے ایک بندے کو بلائے گا اور ایک پکارنے والا تمام اہل محشر کو سنا کر با آواز بلند کہے گا یہ فلاں کا بیٹا ہے اس کا نام فلاں ہے جس کسی کا کوئی حق اس کے ذمے باقی ہو وہ آئے اور اپنا حق لے جائے اس وقت حالت یہ ہوگی کہ عورت چاہے گی کہ اس کا کوئی حق اس کے باپ پر یا ماں پر یا شوہر یا بھائی پر ہو تو وہ دوڑ کر آئے اور اپنا حق ان سے وصول کر لے رشتے ناطے کٹ جائیں گے کوئی کسی کا پرسان حال نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ اپنا جو حق چاہے گا معاف کر دے گا لیکن لوگوں کے حقوق میں سے کوئی حق معاف نہ فرمائے گا جب حقدار آ جائیں گے تو اسے کہا جائے گا ان کے حقوق ادا کر یہ کہے گا دنیا تو ختم ہو چکی آج میرے ہاتھ میں کیا ہے جو میں دوں پس اس کے نیک اعمال لئے جائیں گے اور حقداروں کو دے دیئے جائیں گے اور ہر ایک کا حق اس طرح ادا کیا جائے گا اب اس شخص کے پاس رائی کے دانے کے برابر ایک نیکی بچ جائے گی جسے اللہ بڑھا چڑھا کر صرف اسی کی بنا پر اس کو جنت میں داخل فرما دے گا خدا فرماتا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ وَاِنْ تَکُ حَسَنَۃً یُّضٰعِفْھَا وَیُؤْتِ مِنْ لَّدُنْہُ اَجْرًا عَظِیْمًا○

بے شک اللہ ایک ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا اور اگر نیکی ہو تو اسے دگنی کر دیتا ہے اور خاص اپنے پاس سے بہت بڑا ثواب دیتا ہے۔ (ابن کثیر، ج ۵، ص ۲۹)

حدیث نمبر ۱۰:

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس ہاتھ میں میری جان ہے جب متقی لوگ اپنی قبروں سے نکلیں گے ان کا استقبال کیا جائے گا اور ان کے لئے پروں والی اونٹنیاں لائی جائیں گی جن پر سونے کے کجاوے ہوں گے ان کی جوتیوں کے تسمے نور سے چمک رہے ہوں گے ان اونٹنیوں کا قدم حد نگاہ تک پڑے گا یہ ایک درخت کے پاس پہنچیں گی جس کے نیچے سے دو نہریں نکلتی ہوں گی ایک کا پانی یہ پئیں گے تو اندرونی میل کچیل سے پاک ہو جائیں گے۔ دوسری نہر سے یہ غسل کریں گے جس سے ان کے بدن کبھی میلے نہ ہوں گے ان کے جسم اور چہرے بارونق رہیں گے اب یہ جنت کے دروازے پر آئیں گے اور

اس کی کنڈی ہلائیں گے جس سے ایک عجیب سریلی اور موسیقی کی آواز پیدا ہو گی اسے سنتے ہی ہر حور جان لے گی کہ اس کا خاوند آ گیا ہے۔

(ابن کثیر، ج ۲۴، ص ۲۴)

حدیث نمبر ۱۱:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جنت میں چار قسم کے لوگ جائیں گے متقین شاکرین خائفین اور اصحاب یمین پوچھا گیا ان کو اصحاب یمین کیوں کہا گیا جواب دیا اس لئے کہ انہوں نے نیکیاں بدیاں سب کچھ کی تھیں ان کا نامہ اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں دیا گیا اپنی بدیوں کو پڑھ کر کہنے لگے خدایا ہماری نیکیاں کہاں ہیں یہاں تو سب بدیاں ہی بدیاں ہیں اس وقت ان کی بدیوں کو مٹا دے گا اور ان کے بدلے نیکیاں لکھدے گا ان کو پڑھ کر یہ لوگ خوش ہو کر دوسروں سے کہیں گے آؤ ہمارے نامہ اعمال دیکھو اہل جنت کی اکثریت انہی لوگوں کی ہو گی۔ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ۔ (ابن کثیر، ج ۱۹، ص ۲۰)

ترجمہ: ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دیتا ہے۔

حدیث نمبر ۱۲:

حضرت ابو العلاء سے روایت ہے کہ یہودیوں کو قیامت کے دن لایا جائے گا اور ان سے سوال ہو گا کہ تم دنیا میں کس کی عبادت کرتے تھے وہ کہیں گے اللہ کی اور عزیز کی ان سے کہا جائے گا اچھا بائیں طرف سے آؤ پھر نصرانیوں سے پوچھا جائے گا تم دنیا میں کس کی عبادت کرتے تھے وہ کہیں گے اللہ کی اور مسیح کی تو ان سے بھی یہی کہا جائے گا پھر مشرکین کو لایا جائے گا اور ان سے لا الہ الا

اللہ کہا جائے گا تو وہ تکبر کریں گے تین مرتبہ ایسا ہی ہو گا پھر حکم ہو گا انہیں بھی بائیں طرف لے چلو فرشتے ان کو پرندوں سے بھی پہلے پہنچا دیں گے پھر مسلمانوں کو لایا جائے گا اور ان سے پوچھا جائے گا کہ تم کس کی عبادت کرتے تھے۔ یہ کہیں گے صرف اللہ کی ان سے کہا جائے گا کیا اس کو دیکھ کر پہچان سکتے ہو یہ کہیں گے ہاں پوچھا جائے گا کیسے پہچان سکتے ہو حالانکہ تم نے کبھی اسے دیکھا نہیں یہ کہیں گے ہم جانتے ہیں کہ اس کے برابر کوئی نہیں پس اللہ تعالیٰ اپنی پہچان کرا دے گا اور ان کی نجات ہو جائے گی اور وہ داخل جنت ہوں گے۔

(ابن کثیر، ج ۲۳، ص ۲۷)

جنت میں مومن کا مقام:

حدیث نمبر ۱:

حضرت عباس بن عبدالواحد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے ایک جنتی اپنی حور کے ساتھ محبت اور پیار میں ستر سال تک مشغول رہے گا کسی دوسری طرف توجہ نہ کرے گا پھر جو دوسری طرف توجہ ہو گی تو دیکھے گا پہلے سے بہت زیادہ خوبصورت اور نورانی شکل کی ایک اور حور ہے وہ اسے اپنی طرف متوجہ دیکھ کر خوش ہو کر کہے گی کہ اب میری مراد بھی پوری ہو گی یہ کہے گا تو کون ہے وہ جواب دے گی میں مزید میں سے ہوں اب یہ سراپا اسکی طرف متوجہ ہو جائے گا پھر ستر سال تک دوسری طرف دیکھے گا بھی نہیں اتنی مدت کے بعد اس کی توجہ اور طرف ہو گی تو دیکھے گا کہ اس سے بھی اچھی ایک اور حور ہے وہ کہے گی اب وقت آ گیا ہے کہ آپ میں میرا حصہ بھی ہو یہ پوچھے گا تو کون ہے وہ جواب دے گی میں ان میں سے ہوں جن کی نسبت خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ کوئی نہیں جانتا کہ

ان کے لئے خدا نے ان کی آنکھوں کی کیا کیا ٹھنڈک چھپا رکھی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ جَزَآءً بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ○

ترجمہ: کوئی نفس نہیں جانتا جو کچھ ہم نے ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک ان کے لئے پوشیدہ کر رکھی ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں یہ اس کا بدلہ ہے۔

حدیث نمبر۲:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ جب جنتی جنت میں داخل ہو گا تو اعمال کے مطابق ان کو مکانات اور منازل ملیں گے پھر ان کو جمعہ کے دن اجازت دی جائے گی اور وہ اپنے پروردگار کی زیارت کریں گے اس روز خدا تعالیٰ اپنے عرش کو نمایاں کرے گا اور اہل جنت کو اپنا دیدار کرانے کے لئے جنت کے ایک بڑے باغ میں ظاہر ہو گا دیدار کرنے والوں کے لئے نور کے منبر موتیوں کے منبر یاقوت کے منبر زبرجد کے منبر سونے کے منبر اور چاندی کے منبر بچھائے جائیں گے اور ان پر لوگ حسب مراتب بیٹھیں گے اور ادنیٰ درجے کے جنتی مشک و کافور کے ٹیلوں پر بیٹھیں گے اور یہ ٹیلوں پر بیٹھنے والے کرسیوں پر بیٹھنے والوں کو اپنے سے بہتر خیال نہ کریں گے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم اپنے خدا کو دیکھیں گے فرمایا ہاں کیا تم سورج اور چودھویں کے چاند کو دیکھنے میں شبہ رکھتے ہو ہم نے عرض کی نہیں فرمایا اسی طرح تم اپنے پروردگار کو دیکھنے میں شبہ نہ رکھو گے دیدار الٰہی کی اس مجلس میں کوئی شخص ایسا باقی نہ رہے گا جس سے گفتگو نہ فرمائے گا یہاں تک کہ

حاضرین میں سے ایک سے خدا فرمائے گا اے فلاں کے بیٹے تجھ کو وہ دن یاد ہے جب تو نے ایسا ایسا کیا تھا یہ کہے گا اے خدا تو نے میرے گناہوں کو بخش نہیں دیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میری بخشش ہی سے آج تو اس مرتبے کو پہنچا ہے سب لوگ اسی حالت میں ہوں گے کہ ایک بادل آئے گا اور ان پر چھا جائے گا پھر یہ ابر ان پر ایسی خوشبو برسائے گا کہ ایسی خوشبو انہوں نے کبھی نہ پائی ہوگی۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا اٹھو اور اس چیز کی طرف چلو جو میں نے تمہاری عظمت بڑھانے کے لئے تیار کی ہے اور جو چیز تم کو پسند آئے لے لو پھر ہم ایک بازار میں آئیں گے جس کو فرشتوں نے گھیر رکھا ہوگا اس بازار میں وہ چیزیں نظر آئیں گی جن کی مانند نہ کبھی آنکھوں نے دیکھیں نہ کانوں نے سنیں نہ کبھی ایسی چیزوں کا دل میں خیال پیدا ہوا ہمیں وہ چیزیں دی جائیں گی جن کی ہم خواہش کریں گے حالانکہ اس بازار میں خرید وفروخت کا معاملہ نہ ہوگا اس بازار میں جنتی ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے پھر ہم اپنے مکان کی طرف واپس ہوں گے اور ہماری بیویاں ہم سے ملاقات کریں گی اور خوش آمدید کہیں گی وہ کہیں گی تم اس حال میں آئے ہو کہ تمہارا حسن و جمال اس سے زیادہ ہے جبکہ تم ہم سے جدا ہوئے تھے ہم ان کے جواب میں کہیں گے آج ہم نے اپنے پروردگار کے ساتھ ہم نشینی کی عزت حاصل کی ہے۔ (مشکوٰۃ، ج ۳، ص ۹۷)

حدیث نمبر ۳:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنتی اپنے اوپر کے بالاخانے والوں کو اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم اس روشن ستارہ کو دیکھتے ہو جو طلوع اور غروب کے وقت آسمان کے افق میں ہوتا ہے

اور یہ بالاخانے بزرگی اور فرق مراتب کے سبب سے ہوں گے جو جنتیوں میں پایا جائے گا صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ کیا یہ بالاخانے انبیاء کے مکانات ہوں گے اور انبیاء کے سوا ان میں کوئی نہ جا سکے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ان میں وہ لوگ جائیں گے جو اللہ پر ایمان لائے اور رسولوں کی تصدیق کی۔ (مشکوٰۃ، ج ۳، ص ۹۳)

حدیث نمبر ۴:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ جنتیوں سے فرمائے گا اے اہل جنت وہ کہیں گے اے ہمارے رب ہم حاضر ہیں اور بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم راضی اور خوش ہو وہ کہیں اے پروردگار ہم کیونکہ خوش نہ ہوں تو نے ہمیں اس قدر دیا ہے کہ اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہ دیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا میں تمہیں سب چیزوں سے بہتر ایک اور چیز عطا نہ کردوں وہ کہیں گے اے پروردگار ان چیزوں سے بہتر اور کونسی چیز ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں تمہیں اپنی خوشنودی عطا کرتا ہوں اور اس کے بعد تم سے کبھی ناخوش نہ ہوں گا۔ (مشکوٰۃ، ج ۳، ص ۹۳)

خطباتِ صدیقیہ

جلد ہفتم

خطیبِ پاکستان

مولانا محمد صدیق ملتانی مدظلہ العالی

خطیب مرکزی سنی رضوی جامع مسجد جھنگ بازار، فیصل آباد

مکتبہ نوریہ رضویہ

خطباتِ صدیقیہ

جلد ہفتم

خطیبِ پاکستان مولانا محمد صدیق ملتانی مدظلہ العالی

مکتبہ نوریہ رضویہ
گلبرگ اے فیصل آباد

نام کتاب	ــــــــ	خطباتِ صدیقیہ (حصہ ہفتم)
مؤلف	ــــــــ	مولانا محمد صدیق صاحب ملتانی
تزئین واہتمام	ــــــــ	سید حمایت رسول قادری
پروف ریڈنگ	ــــــــ	محمد سجاد علی نقشبندی
		(فاضل دارالعلوم نوریہ رضویہ گلبرگ اے فیصل آباد)
صفحات	ــــــــ	424
اشاعت	ــــــــ	باراوّل، جولائی 2011ء
تعداد	ــــــــ	1100
کمپوزنگ	ــــــــ	غلام محمد یٰسین خاں
مطبع	ــــــــ	اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
ناشر	ــــــــ	مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد
قیمت	ــــــــ	روپے

ملنے کے پتے

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز

11 گنج بخش روڈ لاہور فون 7313885

مولانا محمد صدیق ملتانی فیصل آباد

موبائل: 0300-6608706

حُسنِ ترتیب

کعبے کا کعبہ

یَا أَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ لِمَا یُحْیِیْکُمْ۔

اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر حاضر ہو جب رسول تمہیں اس چیز کی طرف بلائیں جو تم کو زندگی بخشے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے بھی کعبہ ہیں اس کے لئے حسب ذیل دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

دلیل اوّل:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آواز دی انہوں نے جلدی سے نماز پوری کی اور حاضر خدمت ہوئے آپ نے فرمایا اب تک کہاں تھے عرض کی نماز پڑھ رہا تھا فرمایا کیا تم نے یہ آیت نہیں پڑھی اِسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ۔ اس سے ثابت ہوا کہ نمازی پر لازم ہے کہ نماز چھوڑ کر حضور کے بلانے پر حاضر ہو جائے جو خدمت فرمائیں اس کو پورا کرے پھر نماز ہی میں ہے چنانچہ علامہ قسطلانی نے شرح بخاری میں یہی لکھا ہے اور یہ بات بھی ٹھیک ہے کیونکہ اگر اس نے کلام کیا تو کس سے کیا ان سے کیا جن کو نماز میں سلام کرنا واجب ہے السلام علیك ایھا النبی اگر کسی اور کو سلام کرتا تو نماز جاتی رہتی اور کعبہ سے سینہ پھرا تو کس کی طرف پھرا ادھر جو کعبہ کا بھی کعبہ ہے۔

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبے کا کعبہ دیکھو

دلیل دوم:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ پیر کے دن نماز میں مشغول تھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے تھے اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے دروازے کا پردہ اٹھا کر اپنے غلاموں کو نماز پڑھتے دیکھا مسکرائے اور ہنسے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خیال کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لانا چاہتے ہیں اس لئے آپ پیچھے ہٹے تاکہ صف کے ساتھ مل جائیں۔

(بخاری ص۹۴/۳)

اور مسلمانوں نے ارادہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور دیدار کی خوشی میں نماز کو توڑ دیں، مگر آپ نے اشارہ کیا کہ اپنی نماز کو پورا کرو پھر آپ نے پردہ گرا دیا اور حجرہ میں تشریف لے گئے۔ صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کے لئے اپنا چہرہ کعبہ سے پھیرا کیونکہ مسجد نبوی میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ کعبہ کی جانب نہیں بلکہ مشرقی جانب ہے اس جانب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنا چہروں کو قبلہ کی جانب سے پھیرے بغیر ممکن نہیں پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کیا اور اشارے کو دیکھنا اور سمجھنا بھی بغیر اس کے متصور نہیں ہو سکتا کہ سب پروانوں کی نظریں اس شمع نبوت پر ہوں۔

نماز کی حالت میں اگر ہمارا رخ کعبہ سے پھر جائے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے لیکن صحابہ کرام نے اپنا رخ کعبہ سے پھیرا کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کیا اور آپ کا دیدار کیا ان کی نماز فاسد نہیں ہوئی کیونکہ ان کا رخ اگرچہ کعبہ سے پھر

گیا ہے مگر اس ہستی کی طرف پھرا جو کعبہ کا بھی کعبہ ہے۔

دلیل سوم:

جب مشرکین مکہ نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو سولی پر چڑھانا چاہا تو وہ آپ کو مکہ سے باہر مقام تنعیم میں لے آئے اس وقت حضرت خبیب نے مشرکین مکہ سے کہا کہ مجھے اتنی مہلت دے دو کہ میں دو رکعت نماز ادا کرلوں انہوں نے اجازت دیدی آپ نے دو رکعت نماز ادا فرمائی تا کہ شہیدان حق کے درمیان ان کی یہ سنت یادگار رہے پھر آپ نے دعا کی اے خدا ان مشرکین میں سے کسی کو نہ چھوڑ اور ان سب کو جدا جدا ہلاک فرما دے۔

اس کے بعد آپ کو سولی کے قریب لایا گیا اور آپ کا چہرہ مدینہ کی طرف پھیر دیا گیا اور کعبہ سے آپ کا رخ پھیر دیا گیا آپ نے فرمایا مجھے اس سے کیا نقصان ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ۔ تم جدھر رخ کرو گے حق کا رخ اسی طرف ہے

بلھے شاہ صاحب فرماتے ہیں:۔

جے میں اپنے باہر ڈھونڈا میرے اندر کون سماناں
جے میں اپنے اندر ڈھونڈا پھیر مقید جاناں
سب کچھ توہیں تے سب وچہ توہیں میں سب تو پاک پچھاناں
میں وی توہیں تو بھی توہیں تے بلھا کون نماناں

پھر حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا خود مدینہ منورہ کعبہ کا اور ان کا حقیقی قبلہ ہے کیونکہ وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کا بھی کعبہ ہیں۔ (مدراج النبوت ۲/۱۸۸)

دلیل چہارم ا:

غزالیِ زماں رازیِ دوراں شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ حرم رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود ہو کر پرسوز گزارشات اور التجائیں کر رہے تھے چہرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تھا اور پیٹھ کعبہ کی جانب تھی نجدی پہرہ داروں نے منع کیا اور کہا کعبہ کی طرف پیٹھ نہ کرو بلکہ کعبہ کی طرف منہ کر کے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پیٹھ کرلو آپ نے ان کے منع کرنے کی طرف توجہ نہ کی دوسرے دن آپ کو قاضی کے سامنے پیش کیا گیا قاضی نے کہا کیا آپ قبر رسول کو کعبہ سے افضل سمجھتے ہیں آپ نے فرمایا تم کعبہ کی بات کر رہے ہو میں تو اس جگہ کو عرش سے بھی افضل جانتا ہوں ان نے پوچھا دلیل آپ نے فرمایا دیکھو ازروئے قرآن حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے شکر گزار بندے ہیں اور اللہ فرماتا ہے: لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ۔ اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہارے مراتب میں زیادتی کروں گا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا نے زیادتی دی زمین سے چوتھے آسمان پر لے گیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام وہاں بھی شکر گزار رہے چاہیے یہ تھا کہ ان کو اور بلندی پر لے جایا جاتا یہاں تک کہ اللہ ان کو عرش پر لے جاتا لیکن اللہ تعالیٰ ان کو حضور کے پہلو میں لائے گا معلوم ہوا جو عظمت اور بلندی جوار مصطفیٰ میں ہے وہ عرش کو حاصل نہیں جب آپ نے یہ دلیل قائم کی تو نجدی قاضی دم بخود رہ گیا۔

اس دلیل سے معلوم ہوا کہ قبر انور کا وہ حصہ جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اقدس سے لگا ہوا ہے وہ یقیناً عرش سے افضل ہے اور یہ مقام کعبہ کو حاصل نہیں پس ثابت ہوا کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کا بھی کعبہ ہیں۔

شان کعبہ کی بے شک بڑی ہے ہر گھڑی رحمتوں کی گھڑی ہے
مصطفیٰ تو ہیں کعبے کا کعبہ عرش سے شان ان کی بڑی ہے

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

لَا اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ۔

میں اس شہر کی قسم صرف اس وجہ سے کھاتا ہوں کہ آپ اس شہر میں چلتے ہیں۔

مکہ مکرمہ کو یہ عزت صرف اس لئے ملی کہ آپ اس شہر میں قیام پذیر ہیں جب آپ مدینہ گئے تو وہ فضیلت مدینہ کو حاصل ہوگئی جب آسمانوں پر گئے تو آسمانوں کو عزت ملی جب عرش پر گئے تو عرش کو یہ کرامت ملی اور اب جس جگہ آرام فرما ہیں وہ جگہ تمام جگہوں سے افضل ہے یہاں تک کہ کعبہ اور عرش سے بھی افضل ہے۔ ثابت ہوا کہ آپ کعبہ کے بھی کعبہ ہیں۔

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: القبر روضة من رياض الجنة یعنی قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور جنت کے بارے میں فرمایا: موضع سوط فی الجنة خیر من الدنیا ومافیھا ایک چابک کے برابر بھی جنت کی جگہ دنیا ومافیہا سے بہتر ہے۔

اس سے واضح ہوا کہ جس جگہ حضور آرام فرما رہے ہیں وہ جگہ دنیا ومافیھا سے بہتر ہے پس کعبہ سے افضل وہ جگہ ہے جہاں آرام فرما ہیں۔

دلیل چہارم ب:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کو فتح کیا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کعبہ کی چھت پر چڑھ کر ظہر کی اذان دی۔ (طبقات ابن سعد ۲/۱۳۷)

دنیا بھر کی مساجد میں جب اذان ہوتی ہے تو مؤذن اپنا رخ کعبہ کی

طرف کرتے ہیں لیکن جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے جب کعبہ کی چھت پر اذان دی تو انہوں نے اپنا رخ کس طرف کیا ہو گا علماء فرماتے ہیں کہ اس وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کا طواف فرما رہے تھے طواف کی حالت میں جدھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا رخ مڑتا جاتا ہے کعبہ کی چھت پر اذان کی حالت میں حضرت بلال کا رخ بھی ادھر ہی مڑتا جاتا ہے اس لئے کہ حضور کعبہ کا بھی کعبہ ہیں۔

دلیل پنجم:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قیامت کا دن ہو گا تو فرشتے کعبہ کو دلہن کی طرح سجا کر میدان محشر میں لے جائیں گے اثنائے راہ ان کا گزر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور سے ہوگا اس وقت کعبہ بزبان فصیح کہے گا السلام علیک یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) حضور صلی اللہ علیہ وسلم جواب میں فرمائیں گے وعلیک السلام یا بیت اللہ بتا میری امت نے تیرے ساتھ کیا سلوک کیا کعبہ عرض کرے گا اے محمد تیرا جو امتی میری زیارت کے لئے آیا اس کی شفاعت میں کروں گا اور جو میری زیارت کے لئے نہ آسکا اس کی شفاعت آپ فرما دیں۔ کعبہ قیامت کے دن حضور کی بارگاہ میں حاضری دے گا اس لئے کہ آپ کعبہ کا بھی کعبہ ہیں۔ (تفسیر عزیزی ۱/۴۶۳)

دلیل ششم:

علامہ محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ہر ایک کا الگ الگ قبلہ ہے مقربین کا قبلہ اللہ کا عرش ہے روحانیین کا قبلہ اللہ کی کرسی ہے اور کروبیین کا قبلہ بیت المعمور ہے اور آپ سے پہلے انبیاء کا قبلہ بیت المقدس ہے اور آپ کا قبلہ کعبہ ہے اور یہ آپ کے جسم کا قبلہ ہے اور اے محبوب آپ کی روح کا قبلہ

میری ذات وانت قبلتی اور میرا قبلہ آپ کی ذات ہے۔ (تفسیر روح المعانی ۲/۱۵)

چونکہ نبی کریم ﷺ خدا کی ذات کا قبلہ اس لئے آپ یقیناً کعبہ سے افضل ہیں لہٰذا آپ کو کعبہ کا کعبہ کہہ سکتے ہیں۔

دلیل ہفتم:

جس رات حضور ﷺ کی ولادت ہوئی اس رات حضرت عبدالمطلب گھر میں موجود نہ تے کعبہ کی دیوار مرمت کرنے تشریف لے گئے تھے عبدالمطلب فرماتے ہیں میں مرمت کے بعد کعبہ کا طواف کررہا تھا میں نے دیکھا کعبہ چاروں طرف جھکا اور مقام ابراہیم کی جانب سجدہ میں پڑ گیا اور تکبیر وتسبیح کی آوازیں آنے لگیں تھوڑی دیر بعد دیواروں پر کھڑا ہوگیا اور کعبہ کے اندر سے آواز آئی:

''سب خوبیاں اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھے محمد ﷺ سے مخصوص کیا''۔

ارکان کعبہ ایک دوسرے کو مبارکباد دینے لگے عبدالمطلب فرماتے ہیں میں باب الصفاء سے نکل کر آمنہ کے گھر کی جانب روانہ ہوا تو میں نے کچھ فرشتے دیکھے جو کہہ رہے تھے۔

قَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔ تمہارے پاس اللہ کا رسول آیا

میں نے آنکھیں ملتے ہوئے کہا یہ خواب ہے یا بیداری آمنہ کے مکان پر کچھ پرندے چکر کاٹ رہے تھے اور کمرہ سے کستوری کی خوشبو آرہی تھی میں نے پوچھا کیا ہوا مجھے بتایا گیا سید مضر اور خیر البشر کی ولادت ہوئی ہے میں نے دروازہ پر دستک دی تو آمنہ نے دروازہ کھلا ان پر نفاس کا کچھ اثر نہ تھا میں نے آمنہ سے پوچھا تمہاری پیشانی کی چمک کہاں گئی آمنہ نے کہا وہ چمک دنیا میں اتر آئی ہے پھر مجھے ہاتف نے یہ ندا دی اے عبدالمطلب اپنے پوتے کا نام محمد (ﷺ) رکھنا

ان کا نام آسمانوں میں محمود ہے تورات میں مؤید ہے زبور میں ہادی ہے انجیل میں احمد ہے اور قرآن میں طٰہٰ ویٰسین اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔

میں نے آمنہ سے کہا مجھے پوتا دکھاؤ آمنہ نے کہا آیئے وہ کمرے میں ہے میں کمرے میں داخل ہوا تو دیکھا کہ فرشتے فوج درفوج نازل ہو رہے ہیں۔(جامع المعجزات ۳۰۶)

کعبہ حضور کی ولادت کی رات چاروں طرف جھکا ان چاروں طرف حضرت آمنہ کا گھر بھی یقیناً موجود تھا جس میں سرورکائنات تشریف فرما تھے تو کعبہ کا حضور کے گھر کی طرف جھکنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کعبہ کا بھی کعبہ ہیں۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جس کے سجدے کو محراب کعبہ جھکی
اس جبین سعادت پہ لاکھوں سلام

دلیل ہشتم:

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ اور تابعین کا طریقہ یہ ہے کہ جب تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر آؤ تو اپنی پیٹھ قبلہ کی طرف اور منہ قبر انور کی طرف کرو پھر کہو السلام علیک ایھاالنبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ معلوم ہوا کہ امام اعظم کا مسلک یہ ہے کہ دعا کے وقت چہرہ حضور کی طرف ہونا چاہیے۔(فتح القدیر ص ۳/۹۵)

اب سنئے امام مالک کا مسلک۔ امیر المومنین ابوجعفر منصور رضی اللہ عنہ نے جو خلفائے عباسیہ سی دوسرے خلیفہ ہیں امام مالک کے ساتھ مسجد نبوی میں کسی مسئلے پر

مباحثہ کیا جس سے ان کی آواز کچھ بلند ہوگئی اس پر امام مالک نے کہا اے امیر المومنین اس مسجد میں آواز بلند نہ کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کو ادب سکھایا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ۔

اے ایمان والو اپنی آوازوں کو نبی کی آوازوں سے اونچا نہ کرو یعنی میرے حبیب کے دربار میں اپنی آواز بلند نہ کرو۔

اور تعریف کی ہے ان لوگوں کی جو نبی کے حضور اپنی آواز پست رکھتے ہیں خدا فرماتا ہے۔

إِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَّأَجْرٌ عَظِيْمٌ۔

جو لوگ دبی آواز سے بات کرتے ہیں رسول خدا کے حضور وہی لوگ ہیں کہ اللہ نے جانچ لیا ہے ان کے دلوں کو پرہیز گاری کے لئے ان کے لئے مغفرت اور اجر عظیم ہے۔

اور اس قوم کی مذمت کی جو آپ کے حجرہ کے باہر سے پکارتے تھے خدا فرماتا ہے۔

إِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ۔

جو لوگ تجھے حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر بیوقوف ہیں۔

اور رسول اللہ ﷺ کی حرمت وصال کے بعد بھی وہی ہے جو قبل وصال کے تھی امیر المومنین منصور نے جب یہ بات سنی تو نہایت مؤدب ہو گئے پھر امام مالک سے پوچھا امام صاحب میں قبلہ کی طرف متوجہ ہوکر دعا کروں یا رسول خدا کی

طرف متوجہ ہوں آپ نے فرمایا حضور نبی کریم ﷺ کی طرف سے کیوں منہ پھیرتے ہو وہ تو وسیلہ ہیں آپ کا اور آپ کے باپ آدم علیہ السلام کا قیامت کے دن آپ نبی کریم ﷺ کی طرف متوجہ ہوکر شفاعت اور سفارش طلب کریں گے اللہ تعالیٰ حضور کی شفاعت قبول فرمائیں گے۔ خدا فرماتا ہے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۔

اگر یہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کرلیں تو تیرے پاس آجائیں پھر اللہ سے معافی مانگیں اور رسول ان کے لئے معافی مانگے تو ضرور اللہ کو توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا پالیں گے۔

امام صاحب نے امیر المومنین منصور رضی اللہ عنہ سے فرمایا حضور ﷺ سے منہ نہ پھیرو بلکہ کعبہ کی طرف پیٹھ کرکے اور حضور کی طرف منہ کرکے دعا مانگو جس سے یہ بات روز روشن کی طرح ظاہر ہوگئی کہ حضور ﷺ کعبے کا بھی کعبہ ہیں۔

دلیل نہم:

بعض مشاہیر اولیاء کرام کو خدا تعالیٰ نے یہ بلند مقام عطا فرمایا ہے کعبہ ان کا طواف کرنے آیا ہے مثلاً:

ا: حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے ایک مدت تک کعبہ کا طواف کیا اور ایک مدت ہوگئی ہے کہ کعبہ آکر میرے گرد طواف کرتا ہے۔ (سیر الاقطاف ۱۰۵)

ب: حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا طریقہ یہ تھا کہ نماز فجر پڑھانے کے بعد آپ لوگوں کی طرف چہرہ کرکے دعا مانگتے تھے اور دعا کے بعد

آپ مراقبہ کرتے تھے ایک مرتبہ عرفہ کے دن نماز فجر کے سلام کے بعد آپ قبلہ رو ہوکر تشریف فرما تھے یہاں تک کہ آفتاب بلند ہو گیا بعد ازاں مراقبہ ختم کر کے آپ نے بعض محرمان راز سے فرمایا کہ آج کعبہ کی زیارت کا شوق غالب آیا اچانک میں نے دیکھا کہ کعبہ میرے طواف کے لئے آ گیا تعجب کی بات ہے اصحاب کشف اس حال سے غافل تھے وگرنہ وہ بھی اس وقت میرا طواف کرتے۔ (حضرات المقدس ۱۰۶)

ج: ایک مرتبہ حضرت مخدوم جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ کعبہ مبارکہ میں حاضر تھے آدھی رات کا وقت تھا کہ کعبہ آپ کو نظر نہ آیا عرض کی الٰہی کعبہ نظر نہیں آیا ارشاد ہوا کعبہ شیخ نصیرالدین محمود چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے طواف کے لئے دہلی گیا ہوا ہے آپ کے دل میں خیال آیا کہ سبحان اللہ میں تو کعبہ کے طواف کو آؤں اور کعبہ خود ان کے طواف کو جائے لہٰذا بہتر یہی ہے کہ میں بھی ان کے طواف کو جاؤں چنانچہ آپ یہاں سے چل پڑے اور دل میں تین چیزوں کی نیت کی ایک تو ان کا طواف کریں دوسرے ان کے وضو کا پانی پئیں تیسرے یہ کہ ان کی پالکی کندھے پر لادیں جب آپ دہلی میں حضرت نصیرالدین محمود چراغ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت اس وقت قبلہ رو ہوکر وضو فرما رہے تھے مخدوم جہانیاں آپ کے روبرو اس نیت سے کھڑے ہو گئے کہ جب آپ وضو اور دوگانہ سے فارغ ہوں تو ملاقات کروں حضرت نصیرالدین محمود جب سر کے مسح سے فارغ ہوئے تو پاؤں دھونے کے لئے آپ مشرق کی طرف ہو گئے حضرت مخدوم جہانیاں بھی سامنے آگئے جب آپ وضو سے فارغ ہوئے پھر قبلہ کی طرف منہ کر کے بیٹھ گئے اور اپنے مبارک بالوں میں کنگھا فرمانے لگے مخدوم جہانیاں پھر آپ کے سامنے آگئے جہاں پہلے کھڑے تھے اور جب وہ دوگانے سے فارغ

ہوئے تو آپس میں ملاقات ہوئی حضرت نصیرالدین محمود چراغ نے فرمایا اے فرزند رسول تم نے طواف کی نیت کی تھی وہ تو حاصل ہو گیا وضو کا پانی جو آبخورے میں باقی ہے وہ پی لو اور پالکی اٹھانے کی جو نیت کی تھی اس کے لئے اتنا کافی ہے کہ تم اپنا کندھا اس کے پائے سے لگا لو اس کے بعد حضرت نصیرالدین نے خلافت کی نیت سے ایک تہ بند طلب کیا اور ان کے سامنے رکھ دیا کہ اسے پہن لو اور آپ کا مطلب یہ تھا کہ وہ فرزند رسول ہیں ہم اپنی جانب سے ایک کپڑا دیتے ہیں تا کہ وہ اسے پہن لیں مخدوم جہانیاں نے وہ تہ بند اپنے سر پر باندھ لیا۔

(سبع سنابل ۱۶۸)

کعبہ جس نبی مکرم کے غلاموں کا طواف کرتا ہے وہ نبی کیوں نہ کعبے کا کعبہ ہو گا۔

سارے اقطاب جہاں کرتے ہیں کعبہ کا طواف
کعبہ کرتا ہے طواف درِ والا............ تیرا
اور پروانے ہیں جو ہوتے کعبے پہ نثار
شمع اک تو ہے کہ پروانہ ہے کعبہ تیرا

(اعلیٰ حضرت)

دلیل دہم:

حضور علیہ السلام نے فرمایا اے کعبہ والذی نفسی بیدہ نحرمۃ المومن اعظم عنداللہ حرمۃ منک قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اللہ کے نزدیک مومن کی عزت تجھ سے زیادہ ہے جب حضور کے ایک مومن امتی کی عزت خدا کے نزدیک کعبہ سے زیادہ ہے تو پھر نبی کریم تو یقیناً کعبہ سے افضل ہیں لہٰذا آپ کو کعبے کا کعبہ کہنا جائز ہے۔

کعبہ اور کعبے کا کعبہ میں وجوہات مناسبت

پہلی وجہ شفاعت:

کعبہ قیامت کے روز شفاعت فرمائیگا چنانچہ حدیث میں آیا ہے وھب بن منبہ فرماتے ہیں کہ توارت مقدس میں لکھا ہے کہ جب قیامت برپا ہوگی تو خدا تعالیٰ ستر ہزار فرشتوں کو کعبہ کے پاس بھیجے گا کہ اسے میدان محسر میں لے جا کر کھڑا کریں ان فرشتوں کے ہاتھوں میں سونے کی زنجیریں ہونگی جب فرشتے کعبہ کے پاس آئیں گے تو ایک فرشتہ کہے گا اے کعبہ میدان محشر میں چل کعبہ کہے گا جب تک میرے سوال کو قبولیت کا جامہ نہ پہنایا جائیگا میں یہاں سے تل بھر بھی نہ سرکوں گا فرشتے کہیں گے تو اپنا سوال جناب الٰہی میں پیش فرما کعبہ کہے گا الٰہی میرے شفاعت ان ایمانداروں پڑوسیوں کے حق میں قبول فرما جو میرے اردگرد مدفون ہیں اس پر جناب الٰہی سے ارساد ہوگا تیری التجا قبول کی گئی اس کے بعد کہا جائے گا اے کعبہ تو میدان محشر میں چل کعبہ کہے گا جب تک میری ایک اور تمنا پوری نہ کی جائیگی میں یہیں رہونگا فرشتے کہیں گے اسے بھی بارگاہ الٰہی میں پیش کرو کعبہ کہے گا یا اللہ جو تیرے گنہگار بندے دوردراز سے سفر کر کے میرے پاس آئے انکی بابت سوال کرتا ہوں کہ انہیں فزع اکبر سے بے خوف کردے اسوقت اہل محشر میں ایک فرشتہ ندا کریگا زائرین کعبہ الگ ایک جگہ جمع ہوجائیں خدا تعالیٰ سب کو کعبہ کے گرد اکٹھا کردیگا اس وقت ان کے چہرے نہایت روشن ہونگے اس کے بعد پھر کہا جائیگا اے کعبہ اب تو میدان محشر چل کعبہ کہے گا الٰہی میں حاضر ہوں چنانچہ فرشتے اسے سونے کی زنجیروں سے کھینچتے ہوئے میدامحشر میں لے جائیں گے راستے میں نبی کریم ﷺ کی قبر انوار آئیگی آپ قبر شریف سے اٹھیں گے کعبہ

کہے گا اے محمد ﷺ آپ صرف ان لوگوں کی شفاعت فرمائیں جو میری زیارت کو نہیں آئے کیونکہ میرے زائرین میرے شفاعت میں آ گئے ہیں۔

(۳۳۵ خیر المونس)

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی عقیل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں ایک وفد میں شامل ہوکر نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا جب ہم حاضر بارگاہ ہوئے تو اونٹوں کو مسجد کے دروازے پر بٹھایا اور اندر داخل ہوئے اس وقت ہماری حالت یہ تھی کہ ہمارے نزدیک اس شخص سے بڑھ کر کوئی اور مبغوض اور ناپسندیدہ نہ تھا جو آپکی خدمت میں حاضر ہوتا لیکن جب ہم آپکی کی محفل مبارک سے اٹھے تو کوئی شخص ہمیں اس سے زیادہ محبوب اوز پسندیدہ نہیں تھا جو انکی بارگاہ والا جاہ میں حاضری کا شرف حاصل کرے۔

ہم میں سے کسی شخص نے آپ سے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ نے اپنے رب کریم سے ایسا ملک طلب کیوں نہ فرمایا جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا تھا آپ ہنسے اور فرمایا امید قوی ہے کہ تمہارے نبی کا ملک اللہ تعالیٰ کے ہاں حضرت سلیمان کے ملک سے افضل ہے اللہ تعالیٰ نے جس نبی کو مبعوث فرمایا اسے ایک دعا کا حق عطا کیا بعض نے اس کو دنیوی جاہ جلال کا ذریعہ بنایا اللہ تعالیٰ نے اس کو اس کا مطلوب عطا فردیا بعض نے اس دعا کو اپنی قوم کی ہلاکت اور بربادی کے لئے استعمال کردیا جب انہوں نے اطاعت سے سرکشی کی تو اس دعا کی وجہ سے ہلاک کردئے گئے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے دعا کا حق عطا کیا جو میں نے قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں ذخیرہ کرر کھا ہے۔

(۲۰۵ شواہد الحق)

شفاعت کرے حشر میں جو رضا کی
سوا ترے کس کو یہ قدرت ملی ہے

وجہ دوم شفاء:

جو پرندے بیمار ہو جاتے ہیں مثلاً کبوتر وہ اپنے آپ کو کعبہ کی چھت پر گرا دیتے ہیں تو ان کو شفا مل جاتی ہے صحت یافتہ پرندے کعبہ کے اوپر سے نہیں گزرتے بلکہ ایک طرف سے ہو کر گزرتے ہیں کوئی پرندہ کعبہ پر بیٹ نہیں کرتا درندے جب بیمار ہو جاتے ہیں تو اپنے آپ کو کعبہ کے محاذ میں کھڑا کر لیتے ہیں وہ دنیا میں جہاں کہیں بھی ہوں ان کو کعبہ کا فیض پہنچتا ہے اور وہ شفایاب ہو جاتے ہیں۔ (۱۸۵/۱ شفاء الغرام)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے بیٹے کو لے کر حاضر ہوئی اور کہنے لگی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے بیٹے کو جنون کا مرض ہے صبح اور شام جنون اس کو عارض ہوتا ہے اور یہ ہمیں تنگ کرتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سینے پر ہاتھ پھیرا اور دعا کی اس نے قے کی اس کے پیٹ سے سیاہ کتے کے پلے کی طرح کوئی چیز نکلی۔ (۱۹/۱ دارمی)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حج کو جا رہے تھے جب ہم بطن روحاء میں پہنچے تو ایک عورت کو دیکھا جو آپکی طرف آ رہی تھی آپ نے اپنی سواری کو روک لیا وہ حاضر ہوئی اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ میرا بچہ ہے جس روز سے پیدا ہوا ہے اسی روز سے آج تک اسے ہوش نہیں آیا آپ نے اس بچے کو پکڑا اور اس کے منہ میں تھوکا اور فرمایا نکل اے دشمن خدا میں اللہ کا رسول ہوں پھر اس لڑکے کو اس عورت کے حوالے کر دیا

اور فرمایا اب اس پر کوئی اثر نہیں۔ (۳۳۶/۲۲ طبرانی کبیر)

حضرت ام جندب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور کو جمرۃ العقبیٰ کے پاس رمی فرماتے دیکھا رمی فرمانے کے بعد آپ منیٰ میں اپنے مقام پر تشریف لے گئے وہاں ایک عورت اپنے لڑکے کو لے کر حاضر ہوئی جو آسیب زدہ تھا اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے اس لڑکے پر کوئی بلا مسلط ہے یہ بات نہیں کرتا آپ نے اس عورت سے فرمایا کہ پانی لاؤ تو وہ ایک برتن میں پانی لے آئی آپ نے اس سے پانی لے کر اس میں کلی کی اور دعا فرمائی اور اس کو دے کر فرمایا یہ پانی اس لڑکے کو پلاؤ اور اس میں نہلاؤ ام جندب کہتی ہے جب وہ جانے لگی تو میں بھی اس کے ہمراہ ہوگئی اور اس سے کہا اس میں سے تھوڑا سا پانی مجھے دو اس نے کہا لے لو وہ لے کر اپنے لڑکے عبداللہ کو پلایا وہ بہت روز زندہ رہا اور بہت نیک بخت ہوا پھر اس عورت سے میری ملاقات ہوئی تو اس نے کہا وہ لڑکا اچھا ہوگیا اور اس کے ہم عمروں میں اسکی کوئی نظیر نہیں اور وہ عقل وفراست میں اوروں سے بڑھا ہوا ہے۔ (۱۶۰/ ۲۵ طبرانی کبیر+۵۲/ ۸ مصنف ابن ابی شیبہ)

مریضوں . سوائے در مصطفےٰ کے
کہیں بھی نہ ہوگا ٹھکانہ تمہارا

وجہ سوم حفاظت:

یمن کا بادشاہ تبع اول ایک مرتبہ ایک لشکر جرار لے کر یمن سے نکلا اس کا لشکر ایک لاکھ تیس ہزار گھوڑسواروں اور ایک لاکھ تیرہ ہزار پیدل فوج پر مشتمل تھا اپنے وزراء میں ایک وزیر کو اپنے ساتھ لیا وہ جس شہر سے گزرتا وہاں کے لوگ اسکی بڑی تعظیم کرتے اور اس شہر کے دس صاحب فراست حکماء کا انتخاب کر کے ان کو

11/348

اپنے ساتھ لے لیتا جب وہ مکہ کے قریب پہنچا تو وہاں کے لوگوں نے اسکی کوئی قدر و منزلت نہ کی اس نے اپنے کسی ساتھی سے اسکی وجہ پوچھی اس نے کہا یہ لوگ عربی ہیں اور ان کے ہاں بیت اللہ ہے جس کو کعبہ کہتے ہیں اس پر یہ لوگ فخر کرتے ہیں۔اور یہ لوگ بتوں کے پجاری ہیں تبع نے اپنے لشکر سمیت مکہ کے قریب پڑاؤ ڈالا اور تبع نے دل میں خیال کیا کہ کعبہ کو منہدم کر دیا جائے یہاں تک کے مردوں کو قتل کر دیا جائے اور انکی عورتوں اور بچوں کو غلام بنالیا جائے بس یہ سوچنا تھا کہ اسکی آنکھوں کانوں اور ناک سے گندہ پانی بہنا شروع ہوگیا اس سے اس قدر بدبو آنی شروع ہوگئی کہ کوئی اس کے قریب نہ آتا اس نے اپنے وزیر کو کہا کہ تمام حکماء کو اکٹھا کرو اور میری بیماری کے بارے میں ان سے مشورہ کرو سب کو جمع کیا گیا انہوں نے کہا یہ کوئی آسمانی آفت ہے اس کا علاج ہم نہیں کر سکتے بادشاہ کی حالت زیادہ خراب ہونے لگی یہاں تک کہ رات آ گئی اس کے لشکر میں سے ایک عالم اس کے وزیر کے پاس آیا اور کہا اگر بادشاہ میرے سامنے سچ بولے تو میں اسکا علاج کرسکتا ہوں وزیر خوش ہوگیا اور اسے بادشاہ کے پاس لے گیا عالم نے بادشاہ سے پوچھا آپ سچ بتائیں کہ آپ نے دل میں کیا ارادہ کیا ہے بادشاہ نے کہا بیت اللہ کو گرانے کا مردوں کو قتل کرنے کا عورتوں اور بچوں کو غلام بنانے کا اس عالم نے کہا بس تیری بیماری کی یہی وجہ ہے بادشاہ نے کہا میں نے یہ سارے میرے برے خیالات دل سے نکال دئے اسی وقت بادشاہ صحت یاب ہوگیا پھر اس نے کعبہ کو غلاف پہنایا۔ (۳۳۲/۳ ابن عساکر)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ سے بادشاہوں کے نام فرامین لکھے تو ایک فرمان کسریٰ شاہ فارس کو بھی لکھا جس میں آپ نے اس کو دعوت اسلام دی اس بد بخت نے آپ کے مبارک خط کو پڑھ کر غصے میں پرزے پرزے کر دیا جب

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات علم ہوا تو آپ نے دعا فرمائی اللھم مزق ملکۃ کما مزق کتابی یا اللہ جس طرح اس نے میرے خط کے ٹکڑے ٹکڑے کیے ہیں تو اس کے ملک کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔

شاہ کسریٰ نے اپنے گورنر یمن کو خط لکھا کہ بہت جلد دو سپاہی روانہ کرو جو اس مدعی نبوت کا سر اتار کر میرے پاس لے آئیں یا اسے زندہ گرفتار کر کے میرے پاس لے آئیں شاہ یمن نے دو قوی آدمی مدینے کی طرف حضور کو شہید کرنے یا زندہ گرفتار کرنے کے لئے بھیجے یہ دونوں سپاہی مکہ کے راستے مدینہ پہنچے تو حضور کو اطلاع ہوئی دو سپاہی آپ کو قتل کرنے کے لئے آئے ہیں آپ نے فرمایا میرے مہمانوں کو اچھے مکان میں اتارو اور اعلیٰ درجے کی مہمان نوازی کرو تا کہ ان کی تھکان دور ہو جائے سات دن تک ان کی مہمان نوازی کی گئی آٹھویں دن حضور کے حکم کے مطابق ان کو آپ کی بارگاہ میں لایا گیا ملاقات ہوئی حضور کے رعب سے ان کے ہاتھوں میں رعشہ طاری ہوا پاؤں میں جنبش اور زبان میں لکنت تھی آپ نے ان کو بیٹھنے کا حکم دیا لیکن وہ اوندھے منہ گر پڑے آپ نے ان کو اٹھا کر پوچھا کہاں سے آئے ہو اور کیا مطلب ہے انہوں نے کہا ہمیں شاہ فارس نے آپ کے قتل کے لئے بھیجا ہے آپ نے فرمایا تمہارا بادشاہ آج رات قتل کر دیا گیا ہے اس کے بیٹے نے اس کو قتل کر دیا ہے جاؤ شاہ یمن کو شاہ فارس کے قتل کی خبر کر دشاہ فارس کے قتل کی خبر سن کر دونوں سپاہی رخصت ہو گئے۔

(آداب رسول:٦٧)

اس سے پتہ چلا کہ خدا تعالیٰ نے آپ کی حفاظت فرمائی اور وہ دونوں قابل خائب وخاسر واپس چلے گئے خدا فرماتا ہے۔ واللہ یعصمک من الناس اے محبوب تیرا اللہ تجھے لوگوں سے بچائے گا نیز نبی کریم کے اعلیٰ اخلاق کا پتہ چلا

کہ آپ نے اپنے دشمنوں کی خاطر ومدارت کا حکم دیا۔

سلام اس پر کہ جس نے خوں کے پیاسوں کو قبائیں دیں
سلام اس پر کہ جس نے گالیاں سن کر دعائیں دیں

وجہ چہارم نزول ملائکہ:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عرش کے دائیں طرف نور کی ایک نہر ہے جو اتنی بڑی ہے کہ ساتوں آسمان ساتوں زمینیں اور ساتوں سمندر اس میں سما سکتے ہیں روزانہ سحری کے وقت جبریل علیہ السلام اس میں غوطہ زن ہوتے ہیں اور غسل کرتے ہیں ان کی نورانیت اور حسن و جمال میں اضافہ ہو جاتا ہے پھر اس نہر سے نکل کر اپنے پروں کو جھاڑتے ہیں بے شمار قطرے گرتے ہیں ہر قطرے سے ہزاروں فرشتے پیدا ہوتے ہیں ان میں ستر ہزار فرشتے بیت المعمور میں داخل ہوتے ہیں اور اتنے ہی فرشتے کعبہ پر نازل ہوتے ہیں یعنی ستر ہزار فرشتے اور جو ایک بار آتے ہیں قیامت تک ان کی دوبارہ باری نہ آئے گی۔

(تفسیر کبیر ۵/۲۹۳)

حضرت نبیہ بن وھب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ کعب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اس مجلس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہوا کعب نے کہا کوئی دن ایسا نہیں گزرتا کہ اس میں آفتاب طلوع ہوتا ہو اور ستر ہزار فرشتے آسمان سے نہ اترتے ہوں یعنی روزانہ صبح کے وقت اتنے فرشتے نازل ہوتے ہیں اور رسول خدا کی قبر کو گھیر لیتے ہیں اور انوار قبر سے برکت حاصل کرتے ہیں اور اپنے بازو پھیلا دیتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتے ہیں یہاں تک کہ جب شام ہو جاتی ہے تو یہ فرشتے آسمان پر چلے جاتے ہیں اور اتنے ہی فرشتے اور آجاتے ہیں

اور صبح تک یہی کرتے ہیں اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری ہے گا جبکہ قیامت کے دن قبر کھلے گی اور آپ قبر سے باہر تشریف لائیں گے اور ستر ہزار فرشتوں کے جھرمٹ میں خدا کے حضور حاضر ہو جائیں گے۔ (مشکوٰۃ باب الکرمات)

ستر ہزار صبح ہیں ستر ہزار شام
یوں بندگئ زلف و رخ آٹھوں پہر کی ہے
جو ایک بار آئے دوبارہ نہ آئیں گے
رخصت ہی بارگاہ سے بس اس قدر کی ہے

وجہ پنجم گناہ ختم:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

من نظر الی الکعبة ایمانا وتصدیقا تحاتت عنه الذنوب کما یتهات الورق من الشجر۔ (شفاء الغرام ۱/۱۸۳)

جو ایمان اور تصدیق سے کعبہ کی طرف دیکھے اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح درخت سے پتے جھڑتے ہیں اور ایک اور حدیث میں یوں آیا ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من نظر الی الکعبة ایمانا وتصدیقا خرج من ذنوبه کیوم ولدته امه۔

جو ایمان اور تصدیق سی کعبہ کو دیکھے وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے جیسے آج ماں کے بطن سے پیدا ہوا۔

کعبہ کے کعبہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آنے سے بھی گناہ ختم ہوتے چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی میں ہلاک ہو گیا آپ نے فرمایا

کیسے عرض کی میں رمضان میں روزے کی حالت میں اپنی بیوی سے ہمبستری کر بیٹھا آپ نے فرمایا ایک غلام آزاد کردو عرض کی میرے پاس غلام کہاں سے آیا فرمایا دو ماہ کے متواتر روزے رکھو عرض کی اتنی طاقت نہیں آپ نے فرمایا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دو عرض کی اس کی بھی طاقت نہیں اتنے میں حضور کے پاس کھجوروں سے بھری ایک زنبیل لائی گئی آپ نے فرمایا سائل کہاں ہے اس نے عرض کی حضور میں حاضر ہوں آپ نے فرمایا یہ کھجوریں لے جاؤ اور غریبوں میں تقسیم کردو عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی ہم سے زیادہ بھی غریب ہوگا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے مدینہ میں کوئی گھر ہم سے زیادہ حاجت مند نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے حتیٰ کہ آپ کے دانت ظاہر ہو گئے اور آپ نے فرمایا جاؤ اپنے اہل وعیال کو جا کر کھلا دو۔ (مسلم شریف ۱/۳۵۴)

حضور سرورکونین صلی اللہ علیہ وسلم کو دحیہ کلبی کے مسلمان ہو جانے کی بہت تمنا تھی اور آپ اکثر دعا کرتے تھے کہ الٰہی دحیہ اسلام قبول کر لے کیونکہ ان کے رشتہ داروں کی تعداد سات سو تھی جن کا اسلام لازماً ان کے اسلام لانے پر موقوف تھا ایک دن دحیہ کے دل میں اسلام کی محبت اور صداقت پیدا ہوئی اور مسلمان ہونے کے لئے چلے ادھر حضرت جبریل حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ خدا آپ کو سلام ارشاد فرماتا ہے اور بشارت دیتا ہے کہ دحیہ عنقریب آپ کی خدمت میں حاضری کے لئے آ رہا ہے ذرا سی دیر گزری کہ حضرت دحیہ حاضر ہو گئے آپ نے ان کے لئے اپنی چادر بچھا دی کیونکہ آپ کا ارشاد عالی ہے۔ اذاجاء کریم قوم فاکرموه جب کسی قوم کو بڑا تمہارے پاس آ جائے تو اس کی عزت کرو دحیہ آپ کا یہ اخلاق دیکھ کر رونے لگے اور آپ کی چادر کو اٹھا کر آنکھوں پہ لگایا اور سر پر رکھ کر عرض کی مجھ پر شرائط اسلام پیش فرمائیں آپ نے

ان کو کلمہ طیبہ پڑھایا پھر دحیہ نے رونا شروع کر دیا حضور نے وجہ پوچھی عرض کی مجھ سے بہت بڑے گناہ سرزد ہوئے ہیں آپ خدا تعالیٰ سے معلوم کریں کہ ان کا کفارہ کیا ہے اگر آپ مجھے قتل بھی کر دیں تو مجھے قبول ہے اور اگر میرا سارا گھر بار راہ خدا میں لٹ جائے تو مجھے قبول ہے لیکن میرے گناہ معاف ہو جائیں آپ نے پوچھا وہ گناہ کیا ہیں عرض کی میں اپنی قوم کا سردار ہوں میں نے عار کی وجہ سے ستر لڑکیاں بلاوجہ قتل کی ہیں بھلا میرا یہ گناہ کیسے معاف ہوگا حضور حیران ہوئے فوراً حضرت جبریل نازل ہوئے اور فرمایا یارسول اللہ ﷺ، اللہ آپ کو سلام فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کہ آپ دحیہ سے فرما دیں کہ کلمہ پڑھنے کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ساٹھ سال کا کفر اور ستر لڑکیوں کا قتل معاف کر دیا ہے۔ ان الاسلام یھدم ما کان قبلہ اسلام لانے سے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ (روح البیان جلد اول)

ہور دوا نہ دل دی کاری کلمہ دلدی کاری ہو
کلمہ دور زنگار کریندا کلمے میل اتاری ہو
کلمہ ہیرے لعل جواہر کلمہ ہٹ پساری ہو
اتھے اوتھے دوئیں جہانیں باھو کلمہ دولت ساری ہو

وجہ ششم دیدار عبادت:

کعبہ کو دیکھنا عبادت ہے چنانچہ حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

النظر الی البیت عبادۃ وتکتب لہ بھا حسنۃ وتصلی علیہ الملائکۃ مادام ینظر الیہ۔

کعبہ کو دیکھنا عبادت ہے اس کے لئے ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے جب

تک بندہ کعبہ کو دیکھتا رہتا ہے فرشتے اس کے لئے رحمت کی دعا مانگتے رہتے ہیں۔ (مصنف عبدالرزاق ۵/۱۳۵)

بلکہ ایک حدیث میں یوں بھی آیا ہے کہ۔

النظر الی البیت افضل من عبادۃ الصائم القائم الدائم المجاھد فی سبیل اللہ۔

کبہ کی طرف نظر کرنا اس آدمی کی عبادت سے افضل ہے جس نے ساری زندگی دن کو روزہ رکھ کر جہاد کیا۔ (تفسیر عزیزی ۱/۴۶۲)

اب سنئے کہ کعبہ کے کعبہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنا کتنی بڑی عبادت ہے نماز میں اصل یہ ہے قیام کے وقت سجدہ گاہ پر نظر ہو رکوع میں پاؤں پر نظر ہو اور قعدہ میں اپنی گود میں نظر ہو لیکن جب صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے تو ان کی نگاہیں صرف اور صرف آپ کی طرف ہوتی تھیں کیونکہ نماز کے آداب اپنی جگہ پر لیکن سرور کونین کے رخ زیبا کو دیکھنا وہ عبادت ہے کہ کائنات میں کسی عبادت کا یہ مرتبہ اور مقام نہیں حضرت عبداللہ بن سعود فرماتے ہیں کہ سلام پھیرتے وقت ہم رسول خدا کے رخ زیبا کی سفیدی دیکھتے تھے زیارت بھی ایک عبادت ہے نبی کریم نے فرمایا۔ النظر الی وجہ علی عبادۃ حضرت علی کو دیکھنا عبادت ہے النظر الی العلماء والقرآن عبادۃ علماء اور قرآن کو دیکھنا عبادت ہے النظر الی وجہ الوالدین عبادۃ ماں باپ کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے اور سب سے افضل عبادت سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنا ہے کیونکہ آپ کو حالت ایمان میں ایک نظر دیکھنے سے انسان صحابی بن ہے اور کوئی بڑی سے بڑی عبادت مرتبہ صحابیت کو نہیں پا سکتی۔

صحابہ وہ جنہیں ہر صبح عید ہوتی تھی
نبی کا قرب حاصل تھا نبی کی دید ہوتی تھی
خدا ان کو کس پیار سے دیکھتا ہے
جو آنکھیں محو لقائے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
صحابہ سی تقدیر والوں پہ صدقے
ہے پایا جنہوں نے زمانہ تمہارا

وجہ ہفتم نزول رحمت:

حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان للہ تعالیٰ فی کل یوم ولیلۃ مائۃ وعشرون رحمۃ ینزلھا لھذا البیت ستون منھا للطائفین واربعون للمصلین وعشرون للناظرین۔ (عزیزی ۲۶۳/۱)

اللہ تعالیٰ کی ہر دن رات میں ایک سو بیس رحمتیں کعبہ پر نازل ہوتی ہیں ساٹھ رحمتیں طواف کرنے والوں کے لئے چالیس رحمتیں نماز پڑھنے والوں کے لئے اور بیس رحمتیں ان کے لئے جو کعبہ کا دیدار کرتے ہیں۔

لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سراپا رحمت بن کر دنیا میں تشریف لائے ہیں مثلاً ابوطالب اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد آپ نے طائف جانے کا قصد فرمایا کہ شاید وہاں کے لوگ ہدایت قبول کرلیں اور اللہ کے دین کے حامی اور مددگار بن جائیں زید بن حارثہ کو ہمراہ لے کر وہاں تشریف لے گئے عبد یالیل مسعود اور حبیب ان تینوں بھائیوں پر اسلام پیش کیا انہوں نے سختی سے جواب دیا ایک نے کہا خدا نے کعبہ کا پردہ چاک کرنے کے لئے تجھ کو نبی بنایا ہے دوسرے نے کہا پیغمبری کے لئے خدا کو تیرے سوا کوئی دوسرا آدمی نہیں ملا تیسرے نے کہا

خدا کی قسم میں تم سے کلام ہی نہ کروں گا اگر تو واقعی رسول ہے تو تیرے کلام کا رد کرنا بہت خطرناک ہے اور اگر تم اللہ کے رسول نہیں تو پھر قابل خطاب اور لائق التفات نہیں بعدازاں اوباش اور بازاری لڑکوں کو اکسایا کہ وہ آپ پر پتھر برسائیں اور آپ کی ہنسی اڑائیں ظالموں نے اس قدر پتھر برسائے کہ آپ زخمی ہو گئے جب آپ زخموں کی تکلیف سے بیٹھ جاتے تو یہ بدنصیب آپ کے بازو پکڑ کر دوبارہ پتھر مارنے کے لئے آپ کو کھڑا کر دیتے اور ہنستے۔ حضرت زید آپ کا بچاؤ کرتے پتھر اپنے اوپر لے لیتے آپ کا سر زخمی ہو گیا آپ کے پاؤں اس قدر زخمی ہو گئے کہ ان سے خون بہنے لگا نبی کریم نہایت غمگین اور رنجیدہ وہاں سے واپس ہو کر مقام قرب الشعالب میں پہنچے کچھ افاقہ ہوا اچانک جو سر اٹھایا تو ایک بادل کو سایہ افگن دیکھا اور اس میں جبریل امین تھے جبریل نے وہیں سے آواز دی کہ آپ کی قوم نے جو آپ کو جواب دیا ہے وہ اللہ نے سن لیا ہے اور اللہ نے آپ کی خدمت میں پہاڑوں کے فرشتے کو بھیجا ہے آپ جو چاہیں اس کو حکم دیں۔

اتنے میں پہاڑوں کا فرشتہ حاضر خدمت ہوا اور آپ کو آواز دی اور سلام پیش کیا اور کہا اے محمد ﷺ! اللہ نے مجھ کو آپ کے پاس بھیجا ہے میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں آپ جو چاہیں مجھے حکم دیں اگر آپ حکم دیں تو ان دونوں پہاڑوں کو ملا دوں جن کے درمیان مکہ اور طائف، ہے جس سے تمام لوگ پس جائیں آپ نے فرمایا نہیں میں اللہ سے امید کرتا ہوں کہ اللہ ان کی نسل میں سے ایسی لوگ پیدا فرمائے گا جو صرف خدا کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے۔

جناب رحمۃ للعالمین نے ہنس کے فرمایا
کہ میں اس دھر میں قہر غضب بن کر نہیں آیا

الٰہی فضل کہ کہسار طائف کے مکینوں پر
الٰہی پھول برسا پتھروں والی زمینوں پر

وجہ ہشتم خدا کا فخر:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان اللہ تعالیٰ یباھی بالطائفین اللہ تعالیٰ کعبہ کا طواف کرنے والوں پر فخر کرتا ہے۔ (شفاء الغرام ۱/۱۸۰)

کعبہ کے کعبہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں پر اللہ تعالیٰ نے فخر کیا چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ مہاجرین وانصار کی دو صفیں بنائیں پھر حضرت علی اور حضرت عباس کا ہاتھ پکڑا اور دونوں صفوں کے درمیان سے گزرے اور مسکرائے ایک آدمی نے عرض کیا یارسول اللہ اس مسکرانے میں کیا حکمت ہے میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں فرمایا مجھ پر جبریل امین نازل ہوئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ تمام آسمانوں کے فرشتوں کے سامنے مہاجرین اور انصار پر فخر کر رہا ہے اور جن فرشتوں نے عرش اٹھایا ہوا ہے ان کے سامنے اللہ تعالیٰ مجھ پر اے علی تجھ پر اور اے عباس تجھ پر فخر کر رہا ہے۔ (الریاض النضرۃ ۲/۲۹۲)

امام فخر الدین رازی اور امام غزالی نے لکھا ہے کہ شب ہجرت حضرت علی رسول خدا پر جان نثار کرتے ہوئے آپ کے بستر پر سو گئے تو اللہ تعالیٰ نے جبریل امین اور میکائیل سے فرمایا میں نے تم دونوں میں اخوت قائم کی ہے اور تمہاری زندگی بھی ایک دوسرے سے دراز کی ہے بتاؤ تم میں سے کون ہے جو اپنے بھائی پر اپنی زندگی کا ایثار کرے اور مرنے کو تیار ہو دونوں اپنی اپنی زندگی بارگاہ الٰہی سے طلب کرنے لگے خدا کی طرف سے ارشاد ہوا اے جبریل اور میکائیل دیکھو علی کی

بزرگی اور شرافت کہ وہ تم سے بلند ہے ہم نے علی اور اپنے حبیب کے درمیان اخوت قائم کی ہے تو علی اپنی موت کو قبول کر کے ہمارے حبیب کی خوابگاہ پر سو گیا ہے اور اپنی جان ہمارے حبیب پر قربان کر دی ہے۔

حوصلہ ہارے نہ انسان پریشانی میں
ہر بنا کام بگڑ جاتا ہے نادانی میں
اور کبھی ڈوب سکتی نہیں موجوں کی طغیانی میں
جن کی کشتی ہو محمد کی نگہبانی میں

اب تم دونوں جاؤ اور دشمنوں سے اس کی حفاظت کرو چنانچہ جبریل اور میکائی حضرت علی کی خدمت میں آئے ایک سرہانے بیٹھ گیا اور ایک پاؤں کی طرف بیٹھ گیا اور حضرت علی کی خدمت میں زبان حال سے کہنے لگے اے علی تیرے مثل کون ہے اللہ اپنے فرشتوں کے سامنے تم پر فخر کر رہا ہے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضاۃ اللہ واللہ رؤفٌ بالعباد۔ (۳۵۸ کشف المحجوب ۱۹۸/۲ تفسیر کبیر)

وجہ نہم حکمت تخلیق:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے باپ امام محمد باقر کے ساتھ مکہ میں موجود تھا اور میرے والد حجر اسود کے سامنے نماز پڑھ رہے تھے ایک آدمی آیا جس کے سر اور داڑھی کے بال سفید تھی وہ میرے باپ کے قریب آ کر بیٹھ گیا میرے والد نماز سے فارغ ہوئے تو اس نے کہا میں آپ سے یہ دریافت کرنے آیا ہوں کہ تخلیق کعبہ میں کیا حکمت ہے میرے والد نے پوچھا

آپ کون ہیں اس نے کہا میں مغرب کا رہنے والا ہوں فرمایا کعبہ کی تعمیر میں حکمت یہ ہے کہ جب اللہ نے فرمایا اے فرشتو میں آدم کو خلیفہ بنانے والا ہوں انہوں نے عرض کی یا اللہ یہ تو خونریز ہوگا فسادی ہوگا تو اللہ ان سے ناراض ہوگیا اس پر ان فرشتوں نے عرش کا طواف کیا اور اللہ ان سے راضی ہوگیا پھر اللہ نے فرمایا زمین پر ایک گھر بناؤ انہوں نے کعبہ تعمیر کیا خدا نے فرمایا جس بندے سے میں ناراض ہونگا وہ اگر آکر کعبہ کا طواف کریگا تو میں اس سے راضی ہوجاؤنگا جس طرح اے فرشتوں میں تم سے راضی ہوگیا ہوں اس آدمی نے میرے والد سے کہا آپ تمام اہل زمین سے زیادہ عالم ہیں پھر وہ آدمی چلا گیا میرے والد نے فرمایا اس آدمی کو واپس لاؤ چنانچہ میں اس کے پیچھے ہولیا اور میں اس کو دیکھ رہا تھا جب وہ باب الصفا کے قریب پہنچا تو وہ غائب ہوگیا میں نے آکر اپنے والد کو اطلاع دی آپ نے فرمایا جانتے ہو یہ کون تھا میں نے عرض کی میں نہیں جانتا آپ نے فرمایا یہ حضرت خضر تھے۔ (۴۴۱/۱ کتاب الاصابہ فی تسفیر الصحابہ)

اب سنئے کہ کعبہ کے کعبہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی تخلیق میں کیا حکمت ہے۔

(ا) جب حضرت آدم سے لغزش ہوئی تو خدا کی بارگاہ میں عرض کی یا اللہ میں محمد مصطفیٰ ﷺ کا وسیلہ پیش کرتا ہوں مجھے بخشدے خدا نے فرمایا تو نے محمد ﷺ کو کیسے جانا عرض کی جب تو نے مجھ میں روح پھونکی تو میں نے عرش کے ہر پائے پر لکھا دیکھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں نے جان لیا کہ تو نے اپنی محبوب ہستی کا نام اپنے ساتھ ملایا ہے خدا نے فرمایا اے آدم:

رفعناک کا جلوہ دکھانے کو حق نے
لکھا عرش پر نام والا تمہارا

تو نے سچ کہا واقعی وہ تمام مخلوق سے زیادہ میرا محبوب ہے جب تو نے

اس کے وسیلے سے سوال کیا ہے تو میں نے تجھے بخش دیا۔ ولولا محمد ماخلقتك اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے میں تجھے پیدا نہ کرتا۔ (۴۸۹/ ۵ دلائل النبوت)

محمد کی جلوہ نمائی نہ ہوتی
تو کونین میں روشنائی نہ ہوتی

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تخلیق کا مقصد یہ تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا جائے اور زمین پر ان کی اولاد پھیلے اور خدا تعالیٰ کی عبادت کرے۔

ہے انہیں کے دم قدم سے باغ عالم میں بہار
وہ نہ تھے عالم نہ تھا گروہ نہ ہوں عالم نہیں

(ب) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ خود بھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ اور جن امتیوں کو پاؤ ان کو بھی حکم دو کہ وہ ان پر ایمان لائیں۔

فلولا محمد ما خلقت آدم ولولا محمد ما خلقت الجنته ولا النار ولقد خلقت العرش علی الماء فاضطرب فکتبت علیه لا اله الا الله محمد رسول الله فسكن (۲/۶۱۷ المستدرک)

پس اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں آدم کو پیدا نہ کرتا اور اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو جنت اور دوزخ کو پیدا نہ کرتا میں نے عرش پانی پر پیدا کیا اس میں جنبش پیدا ہوئی میں نے اس پر لکھا لا اله الا الله محمد رسول الله اس کو سکون آ گیا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور کی تخلیق میں حکمت یہ تھی کہ حضرت آدم اور جنت اور دوزخ کو پیدا کیا جائے تا کہ خدا کی اطاعت کرنے والوں کو داخل جنت کیا جائے اور نافرمانوں کو داخل دوزخ کیا جائے۔

(ج) جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو انکی کنیت ابو محمد رکھی انہوں نے عرض کی یا اللہ تو نے میری کنیت ابو محمد کیوں رکھی حکم ہوا سر اٹھاؤ حضرت آدم نے سر اٹھایا تو سراپردہ عرش پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نور نظر آیا عرض کی یا الٰہی یہ نور کیسا ہے فرمایا۔

هذا نور نبی من ذرتیك اسمه فی السماء احمد وفی الارض محمد لولاه ماخلقتك ولا خلقت سماء ولا ارضا۔ (۴۴/ازرقانی)

یہ تیری اولاد سے اس کا نور ہے جسکا آسمان میں نام احمد ہے اور زمین میں محمد ہے اگر وہ نہ ہوتے تو نہ میں تجھے پیدا کرتا اور نہ زمین اور آسمان کو پیدا فرماتا۔

تو نہ ہوتا تو نہ ہوتا دو جہاں کا انتظام
تو زمین کا نور ہے تو آسمان کا نور ہے

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور کی تخلیق میں حکمت یہ تھی کہ حضرت آدم کو پیدا کیا جائے زمین کا فرش بچھایا جائے اور آسمان کی چھت قائم کی جائے تاکہ اس میں آفتاب ومہتاب اور ستاروں کو روشن کیا جائے اور انسان ان کی روشنی سے مستفید ہو۔

(د) حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت جبریل امین نازل ہوئے اور عرض کی آپ کا رب فرماتا ہے اگر میں نے حضرت ابراہیم کو خلیل بنایا ہے تو تجھے میں نے اپنا حبیب بنایا ہے۔ وما خلقت خلقا اکرم علی منك ولقد خلقت الدنیا واهلها لاعرفهم كرامتك ومنزلتك عندی ولولاك ماخلقت الدنیا۔ (۶۳/ازرقانی)

میں نے کوئی مخلوق پیدا نہیں فرمائی جو میرے نزدیک تجھ سے زیادہ

باعزت ہو میں نے دنیا اور اہل دنیا کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ ان کو تیری عزت اور مقام کی پہچان کراؤں اگر تو نہ ہوتا تو میں دنیا کو پیدا نہ کرتا۔

دنیا ساتویں آسمان سے ساتویں زمین تک کا نام ہے معلوم ہوا یہ بزم کائنات میں جو بہار نظر آ رہی ہے یہ صدقہ ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا۔

گرارض وسا کی محفل میں لولاک لما کا شور نہ ہو
یہ رنگ نہ گلزاروں میں یہ نور نہ ہو سیاروں میں
محمد کی جلوہ نمائی نہ ہوتی
تو کونین میں روشنائی نہ ہوتی

(ی) حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم سے فرمایا۔

لولاك لما خلقت الا فلاك لولاك لما اظهرت الربوبية۔

(۳/۱۲۲ مکتوبات)

اے حبیب اگر آپ کو پیدا کرنا منظور نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا اگر آپ کا پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو اپنا رب ہونا بھی ظاہر نہ کرتا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ نے آپکی تخلیق میں حکمت یہ رکھی کہ اپنا رب ہونا ظاہر فرما دے اور یہ حقیقت ہے کہ ہمیں خدا کا تعارف آپکی برکت سے ہوا ہے اگر آپ نہ ہوتے تو ہمیں خدا کا خدا ہونا معلوم ہوتا۔

فیض پہنچا رضا احمد پاک سے
ورنہ تم کیا سمجھتے خدا کون ہے
خدا کس کو کہتے تھے کیا جانتے تھے
تیرے منہ سے ذکر خدا ہے محمد

ان احادیث کے بارے میں اگر کوئی یہ کہے یہ ضعیف ہیں تو اس کے لئے چند اصول حدیث بیان کئے جاتے ہیں تا کہ ذہن سے ضعیف حدیث کا غبار صاف ہو جائے ملاحظہ فرمائیں۔

ضعیف حدیث کے بارے میں وضاحت

اصول اول:

ضعیف حدیث اہل علم کے عمل سے قوت پا جاتی ہے۔

مثال نمبرا:

شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مجھے رسول اللہ ﷺ سے یہ حدیث پہنچی ہے کہ جو شخص ستر ہزار مرتبہ لا الہ الا اللہ پڑھے اسکی مغفرت کردی جاتی ہے اور جس کے لئے پڑھا جائے اسکی بھی مغفرت ہو جاتی ہے میں نے اتنی مرتبہ لا الہ الا اللہ پڑھا ہوتھا اور کسی خاص انسان کی نیت نہ کی تھی اپنے بعض رفیقوں کے ساتھ ایک دعوت میں جانے کا اتفاق ہوا وہاں ایک جوان تھا جس کے کشف کا شہرہ تھا وہ کھانا کھاتے وقت رونے لگا میں نے سبب پوچھا اس نے کہا میں اپنی ماں کو عذاب میں دیکھتا ہوں میں نے دل میں کلمہ کا ثواب اسکی ماں کو بخش دیا وہ جوان ہنسنے لگا اور کہا اب میں اسے اچھی جگہ یعنی جنت میں دیکھتا ہوں ابن عربی فرماتے ہیں میں نے حدیث کی صحت اس جوان کے کشف کی صحت سے معلوم کی اور اس کے کشف کی صحت حدیث کی صحت سے پہچانی۔ (۳/۹۸ مرقاۃ)

مثال نمبر۲:

بانی مدرسہ دیوبندی مولوی قاسم نانوتوی نے کہا ایک مرتبہ میں گنگوہ

حاضر ہوا تو حضرت کی سہ دری میں ایک کورہ بندھنا رکھا ہوا تھا میں نے اس کو اٹھا کر کنویں سے پانی کھینچا اور اس سے بھر کر پیا تو پانی کڑوہ تھا ظہر کی نماز کے وقت حضرت (مولوی رشید احمد گنگوھی) سے ملا اور یہ قصہ بیان کیا آپ نے فرمایا کنویں کا پانی تو کڑوہ نہیں میٹھا ہے میں نے وہ پانی والا کورا بندھنا پیش کیا حضرت نے بھی پانی چکھا تو پانی بدستور کڑوہ تھا آپ نے فرمایا اچھا اس کو رکھدو ظہر کے بعد حضرت نے سب نمازیوں سے فرمایا کلمہ طیبہ جس قدر ہو سکے پڑھو اور حضرت نے بھی پڑھنا شروع کیا بعد میں حضرت نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور نہایت خشوع وخضوع سے دعا مانگ کر ہاتھ منہ پر پھیر لئے اس کے بعد پانی پیا تو وہ شیریں تھا اس وقت جتنے نمازی تھے سب نے چکھا تو کسی قسم کی تلخی نہ تھی بعد میں حضرت نے فرمایا اس بدھنے کی مٹی اس قبر کی ہے جس پر عذاب ہو رہا تھا الحمد اللہ کلمہ کی برکت سے عذاب رفع ہو گیا۔ (۳۵۷ حکایات اولیاء)

زیر بحث حدی اگرچہ ضعیف ہے لیکن علماء کے عمل نے اس کو قوی کر دیا۔

اصول دوم:

حدیث اگر متعدد طریقوں سے روایت کی جائے اور وہ سب ضعف رکھتے ہوں تو ضعیف ضعیف مل کر قوت حاصل کر لیتے ہیں امام عبدالوہاب شعرانی جنکا تعارف یہ ہے کہ انہوں نے اپنے آٹھ ساتھیوں کے ساتھ خود نبی کریم ﷺ سے بخاری شریف پڑھی اور آپ مصر میں رہ کر مدینہ منورہ میں حضور کے روضہ تک اپنا ہاتھ پہنچا دیتے ہیں اور حضور سے بالمشافہ گفتگو فرماتے ہیں۔

(۵۱ الیواقیت والجواہر)

انہوں نے میزان الشریۃ الکبریٰ میں لکھا ہے۔

احتج جمهور المحدیثن بالحدیث الضعیف اذاکثرت طرقه۔
بیشک جمہور محدثین نے حدیث ضعیف کو کثرت طرق سے حجت مانا ہے۔

مثال:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عاشورہ کے دن روزہ رکھو اور اس روز اپنے گھر والوں کے خرچ میں فراخی اور وسعت کرو جس نے اپنے گھر والوں کے خرچ میں وسعت پیدا کی اللہ تعالیٰ اس کو پورا سال کشادگی اور کشائش عطا فرماتا ہے۔ (۴۲۷ غنیۃ الطالبین)

یہ حدیث ضعیف ہے لیکن متعدد طرق کی وجہ سے قوی ہے۔

(۳۷ سیز العین)

ابو مصعب مکی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہ اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غار ثور میں تشریف لے گئے تو اللہ کے حکم سے آپ کے چہرے کے سامنے ایک درخت آگ آیا اور ایک جنگلی کبوتر کے جوڑے نے آکر انڈے دیئے مشرکین جب تلاش کرتے کرتے غار کے دروازے تک پہنچے تو کبوتروں کے گھونسلے دیکھ کر واپس ہو گئے رسول خدا نے فرمایا اللہ نے ان کو ہم سے دفع کر دیا۔

(طبقات ابن سعد ۱۱۵۴ زرقانی ۱/۳۳۱ البدریہ والنھایہ ۳/۱۸۱)

مولوی ادریس کاندھلوی دیو بندی نے لکھا ہے کہ یہ حدیث مختلف سندوں سے مروی ہے ہر سند میں اگرچہ بعض راوی ضعیف ہیں لیکن مجموعہ سے قوت اور وثاقت آجاتی ہے۔

حضور کی حدیث ہے طلب علم فریضة علی کل مسلم علم کا طلب

کرنا ہر مسلم پر فرض ہے امام نودی کے نزدیک یہ ضعیف ہے لیکن علامہ سیوطی نے فرمایا یہ صحیح ہے کیونکہ مجھے اسکی روایت پچاس سندوں سے معلوم ہے۔ (۱/۹۰۲ سیرت المصطفیٰ)(۸۶ قزکرہ نعمان)

اگر حدیث ضعیف ہو اور اسکی تائید قرآن سے ہوجائے تو وہ قوی بن جاتی ہے۔

مثال:

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات عطا ہوئی تو خدا نے فرمایا اے موسیٰ

فخذ ما اتیتك وكن من الشاكرين۔

جو کچھ میں نے تمہیں عطا کیا وہ لے لو اور شکر گزاروں میں سے ہوجاؤ

ومت علی التوحید وعلی حب محمد صلی الله علیه وسلم۔

اور تمہاری وفات توحید اور حب محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر آنی چاہئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی الٰہی یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہے فرمایا۔

لولا محمد وامته لماخلقت الجنة ولا النار وه الشمس ولا القمر ولا دلیل ولا النهار ولا ملكا مقربا ولا بنیا مرسلا ولا ایاك۔

(۱۰ ارکن روم معارج النبوت)

اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور انکی امت نہ ہوتی تو میں جنت اور دوزخ سورج اور چاند دن اور رات کوئی مقرب فرشتہ کوئی نبی مرسل اور نہ ہی اے موسیٰ تجھے پیدا فرماتا۔

یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے لکین بقول محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا محمد سردار احمد اسکی تائید اس آیت سے ہوتی ہے خدا فرماتا ہے۔

ماخلقنا السموات والارض وما بينهما الا بالحق۔

ہم نے زمین اور آسمان کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے حق کے وسیلے سے پیدا فرمایا ہے۔

محدث اعظم پاکستان فرماتے ہیں حق حضور کا نام ہے جیسے کہ بخاری ۲/۹۳۵ میں لکھا ہے محمد حق محمد ﷺ حق ہیں اور بالحق میں با مصاحبت کے لئے ہے توسل ثابت ہوا اب آیت مذکورہ کے معنی یہ ہوئے کہ ہم نے زمین و آسمان اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کو حق یعنی حضرت محمد ﷺ کے وسیلے سے پیدا کیا ہے اگر آپ نہ ہوتے تو زمین و آسمان اور ان دونوں کے درمیان جو کچھ ہے کبھی بھی پیدا نہ ہوتا لہٰذا جنت اور دوزخ آفتاب اور مہتاب دن اور رات مقرب فرشتے اور تمام انبیاء علیہم السلام آپ کے توسل سے معرض وجود میں آئے ہیں۔ لہٰذا قرآن کی تائید سے یہ حدیث قوی ہوگئی۔

اصول چہارم:

ملا علی قاری نے مرقاۃ میں لکھا ہے کہ:

قد اتفق العلماء علي جوازا العمل الحديث الضعيف۔

بے شک علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ضعیف حدیث پر عمل جائز ہے۔

مثال:

ایک ضعیف حدیث میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے۔ جسے مجھ سے کسی عمل پر ثواب کی خبر پہنچے وہ اس پر عمل کرے اسکا اجر اسے حاصل ہوگا اگرچہ وہ بات واقع میں نے نہ فرمائی ہے۔ (۲/۳۶۷ مسند امام احمد)

اور ابو طالب مکی نے قوت القلوب میں لکھا ہے۔

الاحاديث فى فضائل الاعمال وتفصيل الاصحاب متقبلة۔

فضائل اعمال فضیلت صحابہ میں حدیثیں کسی ہی ہوں مقبول ہیں۔

مثال:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم۔

میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جسکی اقتداء کرو گے ہدایت پاؤ گے۔

محدثین کے نزدیک:

یہ حدیث ضعیف ہے لیکن چونکہ اس سے صحابہ کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے اس لئے اسکا بیان کرنا جائز ہے نتیجہ یہ نکلا کہ ضعیف حدیث فصائل میں معتبر ہوتی ہے۔

غسل کرکے رومال سے بدن صاف رنا مستحب ہے ترمذی نے حضر عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم وضو کے بعد رومال سے اعضاء مبارک کو صاف فرماتے تھے یہ حدیث ضعیف ہے لیکن فضائل میں ضعیف پر عمل جائز ہے۔

اصول پنجم:

بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک حدیث محدثین کے نزدیک ضعیف ہوتی ہے لکین اہل کشف کے ہاں وہ صحیح ہوتی ہے۔

مثال:

کشف الغمہ میں امام عبدالوہاب شعرانی نے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو مجھ پر درود بھیجے گا اسکا دل نفاق سے ایسا پاک ہوجاتا ہے جیسے کپڑا

پانی سے آپ نے فرمایا جو کہے محمد ﷺ اس نے اپنے اوپر رحمت کے ستر دروازے کھول لئے اللہ اسکی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈال دے گا اس سے بغض وہ رکھے گا جسکے دل میں نفاق ہوگا یہ حدیث حضرت خضر علیہ السلام سے روایت کی ہے۔

یہ حدیث محدثین کے نزدیک ضعیف ہے لیکن اہل کشف کے ہاں یہ صحیح ہے ایک ضعیف حدیث میں ہے کہ بدھ اور ہفتہ کے دن پچھنے لگانے سے سفید داغ ہوجاتے ہیں ایک صاحب محمد بن جعفر نے اس حدیث کو ضعیف خیال کر کے پچھنے لگائے اسے برص کی بیماری ہوگئی حضور ﷺ نے خواب میں فرمایا میری حدیث کو ہلکا نہ جانو انہوں نے توبہ کی اور درست ہوگئے۔

اصول ششم:

اگر حدیث ضعیف ہو اور صحابہ کرام کے زمانے سے امت اس پر عمل کرتی چلی آرہی ہو تو امت کے عمل سے وہ ضعیف حدیث قوی بن جاتی ہے۔

مثال:

بخاری شریف کے محشی نے ایک جگہ صلوٰۃ تراویح کی تعداد رکعت میں اختلاف کیا اور روایات بیان کرتے ہوئے لکھا کہ

ابن ابی شیبہ نے لکھا ہے کہ اِنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُصَلِّیْ فِیْ رَمْضَانَ عِشْرِیْنَ رَکْعَۃً سِوٰی الْوِتْرِ فَضَعِیْفٌ۔ (بخاری شریف ۱/۲۲۹)

حضور نبی کریم ﷺ رمضان میں وتر کے علاوہ بیس رکعت پڑھا کرتے تھے یہ حدیث ضعیف ہے اگرچہ یہ حدیث سند کے اعتبار سے ضعیف ہے لیکن جب امت کا عمل صحابہ سے لے کر آج تک بیس رکعت پر ہے تو اصول حدیث کے مطابق عمل امت سے ضعیف حدیث قوی ہوگئی۔

ملا علی قاری نے لکھا ہے اجمع الصحابۃ علی ان التراویح عشرون رکعۃ۔

صحابہ کرام کا اجماع ہے کہ تراویح بیس رکعتیں ہیں اور یہ اجماع حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ہوا اور اس بنا پر حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور علماء نے یہ مسلک اپنایا کہ تراویح بیس رکعتیں ہیں لہٰذا امت کے اس عمل کی بنا پر ضعیف حدیث قوی ہوگئی۔

اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے کسی بات میں کچھ فضیلت کی خبر بھیجے اور بندہ یقین کی بنا پر ثواب کی امید پر اس بات پر عمل کرے اللہ تعالیٰ اسے وہ فضیلت عطا فرما دیتا ہے اگرچہ خبر ٹھیک نہ ہو۔ (۹۱۰/۱۵ کنز العمال)

اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں حطیم کعبہ میں دیکھا عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں مجھے آپ سے یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جو شخص کوئی ایسی حدیث سنے جس مین کسی ثواب کا ذکر ہو اور وہ اس حدیث پر ثواب کی امید سے عمل کرے اللہ اسے وہ ثواب عطا فرمائیگا اگرچہ حدیث باطل ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس شہر کے رب کی میں نے یہ حدیث بیان کی ہے۔

معلوم ہوا ضعیف حدیث ہر نیک نیتی سے عمل کیا جائے تو جائز ہے۔

شاہ ولی اللہ نے لکھا ہے کہ رجب کے مہینے کی فضیلت میں ضعیف سندوں سے احادیث آئی ہیں ان پر عمل کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں اگر اپنی جان میں قوت پائے تو ان پر عمل کرے۔ (الانبیاء: ۲۶)

اس رات کے متعلق ضعیف روایتیں ہیں اسی دن کار خیر کرنا بدعت نہیں بلکہ بحکم انما الاعمال بالنیات موجب ثواب ہے۔ (فتاویٰ ثنائیہ ۶۵/۱)

وجہ دہم مومن کی اقتداء میں نماز کی ممانعت:

حضرت سائب بن خلاد فرماتے ہیں کہ:

ان ارجلا ام قوما فبصق فی القبلة ورسول الله صلی الله علیه وسلم ینظر فقال رسول الله لقومه حین فرغ لا یصلی لکم (۷۱ مشکوٰۃ)

ایک آدمی نے ایک قوم کی امامت کرائی اس حالت میں اس نے کعبہ کی طرف منہ کر کے تھوکا اور رسول خدا ﷺ دیکھ رہے تھے نماز ختم ہونے پر آپ نے فرمایا یہ تمہیں نماز نہ پڑھائے اسکی وجہ یہ تھی اس نے کعبہ کی طرف منہ کر کے تھوکا کعبہ کی بے ادبی کی کعبہ کی توہین کی اب حضور کے ارشاد کے بعد اگر کوئی اس کے پیچھے نماز پڑھتا تو یقیناً اسکی نماز نہ ہوتی معلوم ہوا جو کعبہ کی توہین کرے اسکی اقتداء میں نماز نہیں ہوتی۔

اب سنئے جو کعبہ کے کعبہ کی توہین کرے اسکی اقتداء میں بھی نماز نہیں ہوتی مولوی اسماعیل دہلوی نے لکھا ہے۔

شیخ یا اس جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ رسالت مآب ﷺ ہی ہوں اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے برا ہے کیونکہ شیخ کا خیال تو تعظیم اور بزرگی کے ساتھ انسان کے دل میں چمٹ جاتا ہے اور بیل اور گدھے کے خیال کو نہ تو اس قدر چسپیدگی ہوتی ہے اور نہ تعظیم بلکہ حقیر اور ذلیل ہوتا ہے اور غیر کی یہ تعظیم اور بزرگی جو نماز میں ملحوظ ہو وہ شرک کی طرف کھینچ لے جاتی ہے۔ (۱۲۶ صراط مستقیم)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ نماز میں نبی کریم ﷺ کا خیال بیل اور گدھے کے خیال سے برا ہے اور یہ آپکی شان میں گستاخی ہے اور جسکا یہ عقیدہ ہو اسکی اقتداء میں نماز جائز نہیں اس لئے کہ قرآن میں چار جگہ نبی کریم ﷺ کا نام نامی اسم گرامی آتا ہے اگر کوئی نماز میں وہ آیات پڑھے جن میں نبی کریم ﷺ کا نام آتا تو ممکن ہے کہ اس کے دل میں حضور کا خیال آ جائے پھر نماز میں جو درود شریف پڑھا جاتا ہے اس میں حضور کا نام آتا اس وقت بھی آپکا خیال آ سکتا ہے اب خیال آنے کی دو صورتیں ہیں خیال یا تو تعظیم کے ساتھ آئیگا یا تحقیر کے ساتھ آئیگا اگر خیال آئیگا تعظیم کے ساتھ تو متذکرہ بالا عبارت کی رو سے شرک ہو جائیگا اور اگر خیال آئیگا تحقیر کے ساتھ تو یہ کفر ہے شرک اور کفر کے ارتکاب سے نماز نہ ہوگی چونکہ اس عبارت کے لکھنے والے اور ایسا عقیدہ رکھنے والی کی اپنی نماز نہیں ہوتی تو انکی اقتداء میں ہماری نماز کیسے ہوگی پس ثابت ہوا گستاخ رسول کی اقتداء میں نماز ہوتی ہی نہیں۔

وجہ یازدھم خیال کعبہ فاسد نماز نہیں:

اگر کوئی آدمی کعبہ کے ساتھ ساتھ طواف کر رہا ہو اور نماز کا وقت ہو جائے تو حکم یہ ہے کہ یہ وہیں کھڑا ہو کر نماز باجماعت پڑھ لے نماز کی حالت میں اس کے دل میں اگر کعبہ کا خیال آئیگا تو یہ خیال فاسد نماز نہ ہوگا۔

جب کعبہ کا خیال آنے سے نماز نہیں ٹوٹتی تو کعبہ کے کعبہ حضرت محمد ﷺ کا خیال آنے سے بھی نماز فاسد نہ ہوگی لیکن (دیو بندیوں کی کتاب بلغۃ الحیر ان میں لکھا ہے کہ التحیات پڑھتے وقت اگر نبی کا خیال آ جائے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے) حالانکہ یہ بات قرآن وحدیث کے خلاف ہے ملاحظہ فرمائیں۔

جب حضرت زکریا علیہ السلام نے حضرت مریم کے پاس بے موسم پھل دیکھے تو آپ کے دل میں خیال آیا جو اللہ حضرت مریم کو بے موسم کے پھل دے سکتا ہے وہ مجھے بھی بڑھاپے میں اولاد دے سکتا ہے آپ نے وہاں کھڑے ہوکر پاکیزہ لڑکے کی دعا مانگی تو فنادته الملائکة وهو قائم یصلی فی المحراب ان الله یبشرك بیحی۔

فرشتوں نے ان کو پکارا اور وہ محراب میں نماز پڑھ رہے تھے کہ اللہ تجھے یحییٰ کی بشارت دیتا ہے۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ دو فرشتے جبریل اور میکائیل دے انہوں نے نماز کی حالت میں حضرت زکریا کو پکارا اس وقت یقیناً حضرت زکریا کے دل میں ان فرشتوں کا خیال آیا ہوگا لیکن انکی نماز فاسد نہیں ہوئی اور علامہ منبھانی نے لکھا ہے کہ

انما جبریل خلق لخدمة النبی صلی الله علیه وسلم۔

جبریل تو ہمارے نبی کی خدمت کے لئے پیدا ہوئے ہیں

جب حضور کے خادم کے خیال آنے سے نماز نہیں ٹوٹتی تو آقا کے خیال آنے سے نماز کیسے ٹوٹے گی۔

محمد کا اعلیٰ مقام اللہ اللہ
ہے جبریل ان کا غلام اللہ اللہ

مرض وفات میں حضور نے صحابہ کو نماز پڑھتے دیکھا اور آپ مسکرائے حدیث میں ہے۔

وهم المسلمون ان یفتتنوا فی صلاتهم فرحا برسول الله صلی الله علیه وسلم فاشار الیهم بیده رسول الله ان اتموا صلاتکم۔

اور مسلمانون نے ارادہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کی خوشی میں نماز

توڑ دیں آپ نے ہاتھ سے اشارہ کیا اور فرمایا اپنی نماز کو پورا کرو گویا ہر صحابی زبان حال سے کہہ رہا تھا۔

نماز پڑھاں کہ میں تہیں دل دیکھا مینوں کعبہ بھل کیا ای
بھل گئے سارے صوم صلاتاں اکو یار دا فکر پیا ای

عین نماز کی حالت میں صحابہ کے دلوں میں حضور کا خیال آیا لیکن انکی نماز ٹوٹی نہیں ورنہ نبی کریم ﷺ فرماتے نماز دوبارہ پڑھو میرا خیال آنے سے تمہاری نماز فاسد ہوگئی ہے معلوم ہوا نبی کا خیال آنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی بلکہ کامل اور اکمل ہو جاتی ہے۔

سجدہ کرنا ہے تو یوں کر سر ہو سجدے میں جھکا
سر خدا کے واسطے دل مصطفٰی کے واسطے

❀❀❀

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مقامات صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

آیات قرآن:

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ○ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَ رِضْوَانٍ وَّ جَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ○ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۚ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ○

جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنے مال وجان سے اللہ کی راہ میں لڑے اللہ کے ہاں ان کا درجہ بڑا ہے اور وہی مراد کو پہنچے اور ان کا رب ان کو خوشی سناتا ہے اپنی رحمت اور اپنی رضا اور ان باغوں کی جن میں ان کے لئے دائمی نعمت ہے ہمیشہ ان میں رہیں گے بے شک اللہ کے ہاں بڑا ثواب ہے۔

ان آیات سے پتہ چلا کہ جن مسلمانوں نے تین کام کئے ایمان قبول کیا خدا کی راہ میں ہجرت کی اور اللہ کے راستے میں اپنی جانوں اور مالوں سے جہاد کیا خدا تعالیٰ نے ان کو تین انعام دیئے اپنی رحمت کی بارش ان پر برسائی ان کو اپنی رضا کا سرٹیفکیٹ دیا اور ان کے لئے جنت الاٹ کر دی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس بشارت کے بطریق اولیٰ مستحق ہیں کیونکہ آپ سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں سب سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کرنے والے ہیں اور آپ نے ہر غزوہ میں شریک ہو کر جہاد کیا اور ایک مرتبہ اپنے گھر کا سارا سامان خدا کی راہ میں دے دیا اس لئے آپ پر خدا کی رحمت سایہ افگن ہے خدا تعالیٰ آپ

سے راضی ہے اور آپ یقیناً جنتی ہیں۔

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِیْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ○

اور کتابیوں کا ایک گروہ بولا وہ جو ایمان والوں پر اترا صبح کو اس پر ایمان لے آؤ اور شام کو منکر ہو جاؤ شاید وہ پھر جائیں۔

مسلمانوں کو مرتد کرنے کی یہ چال یہود خیبر کے بارہ راہبوں نے سوچی تھی کہ صبح کو یہود کی ایک جماعت ایمان لائے شام کو مرتد ہو جائے یہ کہہ کر کہ اسلام میں کوئی خوبی نہیں اور نہ نبی اسلام وہ نبی ہیں جنکی خبر ہماری کتب میں تھی اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ جو لوگ نئے نئے مسلمان ہوئے ہیں وہ بھی مرتد ہو جائیں گے کہ یہود اصل علم ہیں وہ جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ سچ ہے لیکن قرآن نے پہلے ہی انکی سازش کو بے نقاب کر کے یہودیوں کا ناپال منصوبہ ناکام بنا دیا۔

اس آیت کی عبادت پر غور کریں یہودیوں نے کہا اس قرآن پر ایمان لاؤ جو ایمان والوں پر نازل ہوا اور اس وقت ایمان والوں میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے نتیجہ یہ نکلا کہ یہودی حضرت صدیق اکبر کو مومن سمجھتے تھے اور جو آپ کو مومن نہ جانے وہ یہودیوں سے بھی بدتر ہے۔

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ○

اللہ کا احسان یاد کرو جب تم آپس میں دشمن تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کر دی اس کی مہربانی سے تم بھائی بھائی ہو گئے۔

اس آیت میں خدا تعالیٰ نے خبر دی کہ اسلام سے پہلے صحابہ کرام آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے خدا تعالیٰ نے ان کی دشمنی ختم کر کے باہمی اخوت کا سلسلہ قائم کردیا آپس میں شیر وشکر ہوگئے پھر وہ ایک دوسرے کے مفاد پر جان قربان کرتے ایک دوسرے کی تعریفیں کرتے چنانچہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ مجھ سے چار وجوہات کی بنا پر افضل ہیں۔

ایک تو نماز کی امامت میں کہ حضور علیہ السلام کی ظاہرِ حیات میں امامت کا مصلیٰ آپ کے سپرد کردیا گیا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ نے نبی کریم کے ساتھ ہجرت فرمائی ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ آپ کو غار ثور میں نبی کریم کی رفاقت حاصل ہوئی اور چوتھی وجہ یہ ہے کہ آپ نے اسلام کے اظہار اور اشاعت میں بھر پور حصہ لیا ہے۔ (۳۱۸/۶ کنز العمال)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے لکھا ہے کہ ایک دن حضرت صدیق اکبر نے قیامت کے دن کے بارے میں غور وفکر کیا اور میزان جنت اور دوزخ کے بارے میں فکر ودامن گیر ہوا تو آپ نے فرمایا کاش میں کوئی سبزہ ہوتا جس کو کوئی جانور کھا لیتا اور میں انسان کی حیثیت سے دنیا میں پیدا نہ ہوتا اس پر خدا نے یہ آیہ کریمہ نازل فرمائی۔

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ۔ (۱۵۶/ ۹ تفسیر مظہری)

اور جو اپنے رب کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرے اس کے لئے دو جنتیں ہیں۔

معلوم ہوا خوف الٰہی ایک اعلیٰ نعمت ہے جو خدا تعالیٰ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمائی اس نعمت کی بنا پر اللہ تعالیٰ آپ لو دو جنتیں عطا فرمائیگا ایک

جنت اعمال کی جزا ہوگی اور دوسری رب کا انعام ہوگا۔

ایک مرتبہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے والد ابو قحافہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی صدیق اکبر نے ان کے منہ پر تھپڑ مارا جسکی وجہ سے وہ گر گئے جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا ابوبکر تم نے ایسا کام کیا عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر میرے قریب تلوار ہوتی تو میں انکی گردن مار دیتا اس پر یہ آیہ کریم نازل ہوئی۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْۤا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِیْرَتَهُمْ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ ○

تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں قیامت کے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور رسول کی مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے باپ ہوں یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں یہ ہیں جن کے دلوں میں ایمان نقش کر دیا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وہ خوش بخت صحابی رسول ہیں جن کے دل میں اللہ تعالیٰ نے ایمان نقش کر دیا ہے اور جن کے دل کو خدا تعالیٰ ایمان کے زیور سے آراستہ کر دے ان سے خدا کو کس قدر محبت ہوگی کوئی دوسرا کون ہے جو ان کو ایمان کی دولت سے محروم کر دے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مرتبہ چالیس ہزار اشرفیاں تھیں آپ نے دس ہزار اشرفیاں دن کو اتنی ہی رات اور اتنی ہی اعلانیہ اور اتنی ہی پوشیدہ طور پر راہ خدا میں خرچ کر دیں خدا تعالیٰ نے یہ آیہ کریمہ نازل فرمائی۔

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّیْلِ وَ النَّهَارِ سِرًّا وَّ عَلَانِیَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَاهُمْ یَحْزَنُوْنَ ۔ (نورالعرفان)

وہ جو اپنے مال خیرات کرتے ہیں رات میں اور دن میں چھپے اور ظاہر ان کا ثواب رب کے پاس اور ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ کوئی غم۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب خدا تعالیٰ نے آیت اِنَّ اللّٰہَ وَمَلَآئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ نازل ہوئی تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اللہ تعالیٰ آپ کو کوئی شرف عطا فرماتا ہے تو ہم نیازمندوں کو بھی آپ کے طفیل نواز دیتا ہے اس پر خدا تعالیٰ نے یہ آیہ کریمہ نازل کی۔

ھُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَ مَلٰٓئِکَتُہٗ لِیُخْرِجَکُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ وَ کَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا○

وہی ہے کہ درود بھیجتا ہے تم پر وہ اور اس کے فرشتے کہ تمہیں اندھیروں سے نکال کر اجالے کی طرف لے جائے اور وہ مسلمانوں پر مہربان ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ صدیق اکبر اور صحابہ کرام پر خدا کا عظیم کرم ہوا کہ ان کو کفر و شرک کی تاریکیوں سے نکالکر ایمان کی روشنی کی طرف لایا لہٰذا اب وہ گمراہ نہیں بلکہ ہدایت یافتہ ہیں ان کو گمراہ کہنے والا اس آیت کا منکر ہے۔

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اِلَّا تَنْصُرُوْہُ فَقَدْ نَصَرَہُ اللّٰہُ اِذْ اَخْرَجَہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ھُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَاتَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلَیْہِ وَ اَیَّدَہٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْھَا۔

اگر تم محبوب کی مدد نہ کرو تو بے شک اللہ نے انکی مدد فرمائی جب کافروں کی شرارت سے انہیں باہر تشریف لے جانا ہوا صرف دو جان سے جب وہ دونوں غار میں تھے جب اپنے یار سے فرماتے تھے غم نہ کھا بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے اللہ نے اس پر اپنا سکینہ اتارا اور ان فوجوں سے اسکی مدد کی جو تم نے نہ دیکھیں۔

اب اس آیت سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلتیں ملاحظ فرمائیں تاکہ اہل سنت کا دل باغ باغ ہو جائے۔

فضیلت اول

جب مشرکین مکہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل پر اتفاق کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ناپاک ارادے سے آپ کو آگاہ فرمایا اور ہجرت کی اجازت دی تب رسول پاک نے بحکم الٰہی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنے ہمراہ لیا پس اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک ابوبکر ایمان میں سچے اور اسلام میں پکے نہ ہوتے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جان و دل سے عاشق نہ ہوتے تو ہرگز وہ ان کو ایسے وقت میں اپنے ساتھ نہ لیتے اور نہ ہی اللہ اجازت دیتا اور خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر انکی محبت اور عشق پر یقین نہ ہوتا تو کبھی ابوبکر کو اس سفر میں اپنے ہمراہ نہ لیتے۔ پس معلوم ہوا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشق و محبت میں مخلص اور سچے تھے۔

صدیق اکبر کا عشق رسول:

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رسول خدا کی وفات کے بعد صرف دو برس تین مہینے زندہ رہے اور یہی آپکی خلافت کا زمانہ تھا اس قلیل سے زمانے میں آپ نے فراق رسول کے جو صدمے اٹھائے وہ بیان سے باہر ہیں امام عبدالوہاب شعرانی نے طبقات کبری رضی اللہ عنہ میں لکھا ہے کہ صدیق اکبر پر فراق رسول کا غم اس حد تک غالب آ گیا کہ آپ کا کلیجہ جل کر کباب ہو گیا تھا جسکی وجہ سے آپ کے منہ سے کباب بھننے کی سی بو آیا کرتی تھے اور سوائے فراق محبوب کے اور کوئی غم نہ تھا۔

جان ہے عشق مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا
جس کو درد کا مزہ نازروا اٹھائے کیوں

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف فرما تھے اور نہایت اہم کام سرانجام دے رہے تھے یک بیک تمام کاموں کو چھوڑا اور مسجد سے باہر نکل کر ملک شام کے راستے پر چلے گئے اور کچھ دور جا کر واپس آ گئے لوگوں نے عرض کیا جناب آپ کہاں تشریف لے گئے تھے فرمایا ایک مرتبہ ایسا ہوا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ملک شام کی طرف تشریف لے گئے تھے کئی روز تک مدینہ سے غائب رہے پھر ایک دن اس راستے سے واپس مدینہ میں تشریف لے آئے اب بھی ایک عرصہ ہو گیا ہے آپ مدینہ میں نظر نہیں آئے خیال آیا شاید حضور شام کی طرف تشریف لے گئے ہوں اور ادھر سے آپ اکیلے چلے آتے ہوں اس لئے میں جناب کو لینے کے لئے ادھر آ گیا مگر افسوس کہ آپ ابھی تک تشریف نہیں لائے آخر کار شدید عشق کی برداشت نہ رہی اور آپ عشق کی آگ میں سوختہ ہو کر بیمار ہو گئے طبیب کو بلایا اس نے آپ کو غور سے دیکھا اور کہا یہ مریض کسی کے عاشق ہیں اور ان کا محبوب ان سے جدا ہو گیا ہے اس کے غم میں یہ بیمار ہو گئے ہیں انکا علاج دیدار یار کے علاوہ اور کچھ نہیں جتنی جلد ہو سکے ان کا محبوب ان کو ملا دیا جائے ورنہ یہ بہت جلد وفات پا جائیں گے لوگ سن کر بہت روئے کہ اب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو دنیا سے تشریف لے جا چکے ہیں آپ کو کہاں سے لائیں۔ (۷۲ اکرم)

آویں آویں نہ چرلائیں آویں بری جدائی
دور وسیندیا سجناں میںوں سخت مصیبت پائی

مولانا عبد الرحمٰن جامی نے لکھا ہے کہ خواب میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی آپ کے بدن پر دو سفید کپڑے ہیں

تھوڑی دیر میں وہ دونوں کپڑے سبز رنگ کے ہو گئے اور اس قدر چمکنے لگے ان پر نگاہ نہیں ٹھہرتی آپ صدیق اکبر کے سامنے آئے اور سلام کیا اور مصافحہ کیا اور اپنا نورانی ہاتھ ان کے سینے پر رکھ دیا جسکی وجہ سے قلب اور سینے کی تکلیف دور ہو گئی پھر فرمایا ابوبکر ابھی ملاقات کا وقت نہیں آیا اس پر ابوبکر بہت روئے سارے گھر والوں کو خبر ہو گئی آپ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ دیکھئے کب ملاقات ہوتی ہے حضرت ابوبکر کا فراق میں رونا سن کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا اب جلد ہی ملاقات ہونے والی ہے اس خواب کو دیکھ کر صدیق اکبر بہت خوش ہوئے۔

(۲۶۲ شواہد النبوت)

حضرت صدیق اکبر کی وفات کے بعد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ایک دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر گئے اچانک حضرت ابوبکر کے مکان کی چھت کو دیکھا کہ سوختہ اور سیاہ ہو گئی ہے گھر والوں سے چھت کے جلنے کا سبب پوچھا محرمان راز نے عرض کیا کہ حضرت صدیق اکبر کبھی کبھی دل سے ایک پردرد آہ نکالا کرتے تھے جسکی حرارت سے یہ چھت جل گئی ہے اللہ اکبر کیا عشق کی آگ تھی جو جناب ابوبکر اپنے سینے میں چھپائے ہوئے تھے۔

عشق ایہا وچہ لکھاں آتش بھکھ بھکھ لاٹاں مارے
عشق لکایاں لک دا ناہیں آ کر جوش کھلارے

جس رات نبی کریم ﷺ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ غار ثوری کی طرف جارہے تھے تو صدیق اکبر کبھی نبی کریم ﷺ کے آگے آجاتے ہیں کبھی پیچھے چلے جاتے ہیں کبھی دائیں آجاتے ہیں اور کبھی بائیں جانب چلے جاتے ہیں حضور نے اسکی وجہ پوچھی تو عرض کی مجھے آپ پر دشمن کا خطرہ ہے آگے ہوتا ہوں تو خیال آتا ہے کہ دشمن پچھلی طرف سے حملہ آور نہ ہو جائے تو پیچھے آجاتا ہون پھر خیال آتا

ہے کہ کہیں دشمن دائیں طرف سے حملہ نہ کر دے تو دائیں طرف چلا جاتا ہوں پھر خیال آتا ہے کہ دشمن بائیں جانب نہ آجائے تو بائیں جانب آجاتا ہوں صدیق اکبر اس طرح نبی کریم ﷺ کے گرد پھرتے ہیں جیسے شمع کے گرد پروانہ پھرتا ہے۔

(جلد۱، ص۹۰، الریاض النضرہ)

عشق تے آگ دونویں اک برابر پر عشق دا سیک ودھیرا
اگ تے ساڑے لکھ تے کانے عشق ساڑے تن میرا
اگ دے تائیں پانی ٹھارے عشق دا دارو کہڑا
بھلے شاہ اوتھے کجھ نہ سجدا جتھے عشق نے لایا ڈیرا

فضیلت دوم

اگر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اپنی جان و مال کو نبی کریم ﷺ پر نثار کرنے سے راضی نہ ہوتے تو وہ ایسی مصیبت کے وقت میں خود شریک نہ ہوتے اور اپنے آپ کو معرض ہلاکت میں نہ ڈالتے بلکہ حیلہ حوالہ کر کے اپنے آپ کو اس مصیبت کے وقت میں شریک ہونے سے بچا لیتے۔

فضیلت سوم

حضور نبی کریم ﷺ کے اس وقت جتنے صحابہ کرام تھے ان میں سے کوئی بھی اس مرتبے کا نہ تھا کہ جس کو آپ اپنا یار غار بناتے سوائے صدیق اکبر کے اس سے معلوم ہوا کہ آپکا مرتبہ تمام صحابہ سے زیادہ ہے آپ تمام صحابہ سے افضل ہیں۔

فضیلت چہارم

خدا تعالیٰ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا ثانی اثنین اور امام قرطبی فرماتے ہیں کہ ثانی اثنین کے لفظ میں اس بات کا ثبوت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ حضرت ابوبکر ہونگے اس لئے کہ خلیفہ بادشاہ کا ثانی ہوتا ہے۔ (تفسیر قرطبی ۸/۱۴۷۰)

خلافت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

دلیل نمبرا:

حضرت پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خدا نے ارشاد فرمایا ہے۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا ○

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور جو ان کے ساتھی ہیں وہ کافروں پر سخت ہیں آپس میں مہربان ہیں تو ان کو رکوع اور سجدہ کرتے دیکھے گا۔

اس آیت میں اللہ کی طرف سے خلفاء اربعہ کی ترتیب خلافت کی طرف واضح اشارہ ہے چنانچہ والذین معہ سے خلیفہ اول حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی طرف اشارہ ہے اور اشداء علی الکفار سے خلیفہ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ ہے اور رحماء بینھم سے خلیفہ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کی طرف اشارہ ہے اور تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا سے خلیفہ رابع حضرت علی کی خلافت کی طرف اشارہ ہے کیونکہ معیت اور صحبت میں حضرت صدیق اکبر کفار پر شدت میں حضرت عمر اور حلم و کرم میں حضرت عثمان غنی اور عبادت اور اخلاص میں

حضرت علی المرتضیٰ خصوصی شان رکھتے تھے۔ (۴۲۴ مہر منیر)

دلیل نمبر۲:

حضرت جبرین مطعم فرماتے ہیں تجارت کی غرض سے ملک شام گیا زمانہ جاہلیت میں جب میں شام کے قریب پہنچا تو ایک آدمی سے ملاقات ہوئی جو اہل کتاب تھا اس نے مجھ سے کہا کیا تمہارے پاس کسی آدمی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے میں نے کہا ہاں پھر اس نے کہا اگر اسکی صورت دیکھ لو تو پہچان لوگے میں نے کہا ہاں اس نے مجھے ایسے مکان میں داخل کیا جس میں تصاویر تھیں میں نے ان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر نہ دیکھی اتنے میں ایک آدمی اور آیا اس نے کہا کس شغل میں ہو ہم نے بتایا وہ ہمیں اپنے مکان میں لے گیا جونہی میں اس کے مکان میں داخل ہوا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر دیکھی میں نے دیکھا کہ آپ کو پیچھے سے ایک اور آدمی نے پکڑا ہوا ہے میں نے پوچھا یہ آپکے پیچھے کھڑا ہونے والا کون ہے اس نے کہا ہر نبی کے بعد ایک نبی ہوتا ہے مگر اس تمہارے نبی کے بعد کوئی نبی نہیں وَهٰذَا الْخَلِيْفَةُ بَعْدَهٗ اور جو پیچھے کھڑا ہے یہ اس نبی کے بعد اس کا خلیفہ ہے۔ (۲/۱۲۵ طبرانی)

دلیل نمبر۳:

حضرت عصمہ کا فرمان ہے کہ ایک دیہاتی اونٹ لے کر آیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی آپ نے اس سے وہ اونٹ ادھار خرید لیا پھر اس دیہاتی سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ملاقات ہوئی آپ نے اس سے آنے کی وجہ پوچھی اس نے کہا اونٹ لے کر آیا تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ اونٹ ادھار خرید لیا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جاؤ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھو اگر آپکی وفات ہوگئی تو میری رقم

کون ادا کرے گا اس نے جا کر پوچھا آپ نے فرمایا پھر تمہاری رقم ابوبکر ادا کرے گا اس نے جا کر حضرت علی کو بتادیا آپ نے اس سے فرمایا جاؤ نبی کریم ﷺ سے پوچھو اگر ابوبکر کا بھی انتقال ہوگیا پھر یہ رقم کون ادا کرے گا۔ اس نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا آپ نے فرمایا پھر اونٹ کی قیمت عمر دے گا اس نے آ کر حضرت علی کو بتادیا آپ نے فرمای جاؤ نبی کریم ﷺ سے پوچھو اگر عمر کا بھی انتقال ہوگیا تو یہ قیمت کون ادا کرے گا نبی کریم ﷺ نے فرمایا اگر عمر کی وفات ہوجائے تو ہو سکے تو بھی مر جانا۔ (۱۸۰/ ۷ اطبرانی۔ ۹ /۱۷۹/ ۵ مجمع الزوائد)

حضور نبی کریم ﷺ کا یہ فرمانا کہ میرے بعد تمہارے اونٹ کی قیمت کی ادائیگی صدیق اکبر کریگا یہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ آپ کے بعد خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق ہونگے اور ان کے بعد خلیفہ حضرت عمر ہونگے صدیق اکبر کے انتقال کی صورت میں آپ نے اونٹ کی قیمت کی ادائیگی کا اشارہ حضرت عمر کی طرف کیا۔

دلیل نمبر ۴:

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے مرض وفات میں مجھ سے فرمایا میری طرف سے اپنے باپ اور بھائی کو بلاؤ تاکہ میں ایک تحریر لکھدوں اس لئے کہ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ کہیں کوئی آرزو نہ کرے (خلافت کی آرزو) اور مجھے یہ ڈر ہے کہ کوئی یہ نہ کہے کہ میں خلافت کا مستحق ہوں اور اللہ اور مومن ابوبکر (کی خلافت) کے سوا کسی اور کی خلافت نہ مانیں گے۔

(۳۳۸/ ۳ مشکوٰۃ) (۱۶۹/ ۵ طبرانی اوسط) (۴۶/ ۶ مسند امام احمد)

دلیل نمبر ۵:

ایک مرتبہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بیمار ہوگے انکی بیٹی ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی مجھے اجازت دیجئے میں اپنے باپ کی بیمار پرسی کے لئے ان کے گھر جانا چاہتی ہوں آپ نے اجازت دے دی جب حضرت حفصہ اپنے والد کے ہاں تشریف لے گئیں تو بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماریہ کو حضرت حفصہ کے گھر بلا کر ان کو اپنی صحبت سے سرفراز فرمایا ابھی حضرت ماریہ وہیں تشریف فرما تھیں کہ حضرت حفصہ بھی تشریف لے آئیں دیکھا کہ دروازہ بند ہے یہ دروازے پر بیٹھ گئیں جب دروازہ کھلا تو انہوں نے حضرت ماریہ کو دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا کہ میری باری میں میرے بستر پر آپ نے حضرت ماریہ کو شرف صحبت سے سرفراز فرمایا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرلیا اور دوسری خوش خبری یہ ہے کہ میرے بعد صدیق اکبر خلفیہ ہونگے اور ان کے بعد تمہارے والد عمر بن خطاب ہونگے اور ان دونوں باتوں کی کسی کو خبر نہ دینا۔

بعد میں اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی حضور علیہ السلام کو مطلع فرمادیا کہ حفصہ آپکی رازداری نہ کرسکیں اور انہوں نے یہ دونوں باتیں حضرت عائشہ کو بتادیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ سے فرمایا تم نے ماریہ کی خبر شائع کردی حضرت حفصہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ خبر آپ کو کس نے بتائی ہے۔

قَالَ نَبَّانِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ۔

فرمایا مجھے علم والے خبردار نے خبر دی ہے۔

اس حدیث سے پتہ چلا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ بلافصل حضرت

صدیق اکبر ہیں۔

(۱۳/۱۴۳ کنز العمال) (تفسیر خزائن العرفان۔ تفسیر نور العرفان)

دلیل نمبر ٦:

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ۔

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو تم میں ایمان لائے اور نیک اعمال کئے وعدہ کرلیا ہے کہ ان کو زمین میں ضرور خلیفہ بنائے گا۔

اس آیت میں ھم جمع کی ضمیر ہے جب کم ازکم تین اشخاص کے لئے استعمال ہوتی ہے معلوم ہوا کہ جن خوش نصیب لوگوں کے ساتھ خدا تعالیٰ نے خلافت کا وعدہ فرمایا ہے وہ ایک سے زیادہ ہیں اور وہ چاروں خلفاء ہیں چنانچہ ذیل کی احادیث ہمارے دعوے کی دلیل ہیں ان میں خلفائے ثلاثہ کا ذکر ہے۔

حدیث نمبر ا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد بنائی اور اسکی بنیاد میں ایک پتھر رکھا پھر فرمایا حضرت ابوبکر میرے پتھر کے ساتھ پتھر رکھیں پھر فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پتھر کے ساتھ پتھر رکھے پھر فرمایا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پتھر کے ساتھ پتھر رکھیں جب اسی ترتیب سے پتھر رکھ دیئے گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ هٰؤُلَاءِ الْخُلَفَاءُ مِنْ بَعْدِیْ یہ میرے بعد خلفاء ہونگے۔

(۱۳/۲۴۰ کنز العمال)

حدیث نمبر ۲:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم مدینہ کے ایک باغ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھے ایک آدمی آیا اور اس نے دروازہ کھولنے کے لئے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے انس دیکھو یہ کون ہے میں نے دیکھا تو وہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے میں نے عرض کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر صدیق ہیں فرمایا لوٹ جاؤ اور دروازہ کھولو وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ وَاَخْبِرْهُ اَنَّهُ الْخَلِيْفَةُ مِنْ بَعْدِیْ ان کو جنت کی بشارت دے دو اور ان کو خبر کر دو کہ وہ میرے بعد خلیفہ ہونگے میں نے ان کو خبر کر دی پھر ایک اور آدمی نے دروازہ کھولنے کو کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھو یہ کون ہے میں نے باہر نکل کر دیکھا تو وہ عمر بن خطاب تھے میں نے عرض کی عمر آئے ہیں فرمایا لوٹ جاؤ اور دروازہ کھول دو اور انکو جنت کی بشارت دے دو۔

وَاَخْبِرْهُ اَنَّهُ الْخَلِيْفَةُ مِنْ بَعْدِ اَبِیْ بَكْرٍ۔

اور ان کو خبر کر دو کہ وہ ابوبکر کے بعد خلیفہ ہونگے۔

میں نے باہر نکل کر ان کو خبر کر دی پھر ایک اور آدمی آیا اور اس نے بھی دروازہ کھولنے کو کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھو کون ہے میں نے باہر نکل کر دیکھا تو وہ حضرت عثمان غنی تھے میں نے عرض کیا عثمان بھی ہیں فرمایا لوٹ جاؤ دروازہ کھول دو اور ان کو جنت کی بشارت دے دو اور۔

اَخْبِرْهُ اَنَّهُ الْخَلِيْفَةُ مِنْ بَعْدِ عُمَرَ۔

ان کو خبر کر دو کہ وہ عمر کے بعد خلفیہ ہونگے۔ (۶۵/۱۳ کنز العمال)

حدیث نمبر ۳:

قبیلہ بنی مصطلق کے ایک آدمی سے روایت ہے کہ میرے قبیلے نے مجھے

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا کہ حضور ﷺ سے پوچھو کہ آپ کے بعد صدقات کس کے سپرد کیا کریں گے میں نے حاضر ہو کر عرض کی آپ ﷺ نے فرمایا ابوبکر کے سپرد کردیا کرنا میں حضرت علی سے ملا اور ان کو خبر دی آپ نے فرمایا حضور کی بارگاہ میں لوٹ جاؤ اور پوچھو کہ ابوبکر کے بعد صدقات کس کے سپرد کرنے ہیں میں نے واپس جا کر حضور ﷺ سے دریافت کیا آپ ﷺ نے فرمای عمر کے سپرد کرنے ہیں میں نے آکر حضرت علی کو مطلع کیا آپ ﷺ نے فرمایا لوٹ جاؤ اور حضور سے پوچھو عمر کے بعد صدقات کس کے سپرد کرنے ہیں میں نے جا کر حضور ﷺ سے پوچھا آپ نے فرمایا عثمان غنی کے سپرد کرنے ہیں۔

(۱۳/۲۴۱ کنز العمال)

اس حدیث میں بھی اشارۃً خلافت کی ترتیب بیان کردی گئی۔

دلیل نمبر ۷:

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗۤ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ لَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝

اے ایمان والو تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر گیا تو عنقریب اللہ ایسے لوگ لائے گا کہ وہ اللہ کے پیارے اور اللہ ان کا پیارا مسلمانوں پر نرم اور کافروں پر سخت اللہ کی راہ میں لڑیں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ نہ کریں گے یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

یہ آیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی بین دلیل ہے کیونکہ مرتدین سے جہاد آپ ہی نے کیا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر عام پھیل گئی تو کچھ لوگ مرتد ہو گئے اور زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ لڑنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رائے دی ان سے لڑائی نہ کی جائے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک رسی جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ادا کی جاتی تھی مجھ سے روک لی گئی تو میں لڑائی کروں گا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا آپ ان سے کیسے لڑیں گے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے لوگوں کے ساتھ لڑنے کا حکم دیا گیا یہاں تک کہ لوگ لا الہ الا اللہ کہنے لگیں جس نے کلمہ پڑھ لیا اس نے اپنا مال اور جان بچا لی۔

حضرت عبداللہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

وَاللّٰهِ لَاُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلٰوةِ وَالزَّكَاةِ۔

خدا کی قسم میں ان سے ضرور لڑونگا جو نماز اور زکوٰۃ میں تفریق کریں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم خدا نے صدیق اکبر کا سینہ کھول دیا اور میں نے پہچان لیا کہ آپ حق پر ہیں۔

دلیل نمبر ۸:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ○

ان فقیر ہجرت کرنے والوں کے لئے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے اللہ کا فضل اور اسکی رضا چاہتے اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے

وہی سچے ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مہاجرین کو سچا کہا ہے اور جس کو خدا نے سچا کہہ دے وہ جھوٹ نہیں بول سکتا اور چونکہ مہاجرین نے صدیق اکبر کو خلیفہ اول مانا ہے لہٰذا صدیق اکبر خلیفہ ہیں۔

دلیل نمبر ۹:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ پوچھنے آئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر کبھی آنا عرض کی میں بعد میں آؤں اور آپکی وفات ہوچکی ہوتو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تو آئے اور مجھے نہ پائے تو میرے بعد ابوبکر خلیفہ ہونگے ان کے پاس آجانا۔ (ص ۲۰، الصواحق المحرقہ)

دلیل نمبر ۱۰:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس جبریل امین آئے تو میں نے دریافت کیا کہ میرے ساتھ ہجرت کون کریگا فرمایا ابوبکر اور وہی آپ کے بعد خلیفہ ہونگے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ساری امت سے افضل ہیں۔ (ص ۱۳۸/۶ کنز العمال)

فضیلت پنجم

اللہ تعالیٰ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ جب انہوں نے اپنے صاحب سے فرمایا، صاحب کا لفظ ابوبکر کے بارے میں فرما کر آپکی صحابیت کو ثابت کر دیا یہ مرتبہ کسی اور کو نصیب نہیں ہوا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صحابیت قرآن سے ثابت ہے لہٰذا آپکی صحابیت کا منکر دائرہ اسلام سے خارج

ہے کیونکہ وہ نص قطعی کا انکار کرتا ہے قرآن وحدیث میں صحابہ کے جتنے بھی فضائل ہیں صدیق البر بطریق اولیٰ ان کے مستحق ہیں۔

یہ بات ذہب نشین رہے کہ کوئی صحابی بھی فاسق وفاجر نہیں کیونکہ اگر صحابی کو فاسق مانا جائے تو نہ قرآن صحیح رہ سکتا ہے نہ کوئی حدیث قابل اعتماد غرضکہ تمام دین درہم برہم ہو جائے گا کیونکہ قرآن میں خدا فرماتا ہے۔ ذالک الکتاب لا ریب فیہ اس کتاب میں کوئی شک نہیں اور ظاہر قرآن شک سے پاک نہیں ہوسکتا جب تک جبریل پر کسی قسم کا شک وشبہ نہ ہو وہ امین ہوں کہ رب سے جیسا قرآن لیں ویسا ہی نبی تک پہنچا دیں اور نبی کریم ﷺ بالکل سچے امین ہوں جیسا قرآن جبریل سے لیں ویسا ہی صحابہ تک پہنچا دیں پھر سارے صحابہ ثقہ عادل ہوں اور متقی دیانت دار ہوں جیسا حضور ﷺ سے لیں ویسا ہی امت تک پہنچا دیں تو قرآن کی حقانیت کے لئے ضروری ہے کہ جیسا جبریل اور نبی کو امین سچا اور پرہیز گار ماننا ضروری ہے ویسا ہی صحابہ کرام ثقہ اور عادل ومتقی مانا جائے۔

اور جہاں تک ذخیرہ احادیث کا تعلق ہے تو یہ بات امر مسلمہ ہے کہ احادیث ی حقانیت صحابہ کی حقانیت پر موقوف ہے اگر یہ حضرات فاسق ہوں تو کوئی حدیث قابل اعتماد نہیں کیونکہ فاسق کی بات کا اعتبار نہیں لہٰذا صدیق متقی عادل اور ثقہ ہیں۔

فضیلت ششم

اللہ تعالیٰ نے زیر بحث آیت میں فرمایا۔ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے اس سے ثابت ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے صدیق اکبر کو تسلی دی اور خدا کی حفاظت ونصرت میں ان کو اپنے ساتھ شامل فرمالیا۔ جس سے معلوم ہوا اللہ جس طرح اپنے محبوب کا حافظ اور ناصر ہے اسی طرح صدیق

اکبر رضی اللہ عنہ کا بھی حافظ و ناصر ہے جب یہ ثابت ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے تو اس نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا متقی اور محسن ہونا ثابت ہوگیا خدا فرماتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ۔

بے شک اللہ متقیوں اور محسنون کے ساتھ ہوتا ہے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی دو صفات ہوئیں متقی ہونا اور محسن اور خدا فرماتا ہے۔

تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا۝

ہمارے بندوں میں سے متقی اس جنت کے وارث ہیں۔

معلوم صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جنت کے وارث ہیں۔

اور دوسرے مقام پر خدا فرماتا ہے۔

اِنَّ رَحْمَةَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

اللہ کی رحمت محسنون کے قریب ہے۔

معلوم ہوا کہ ہر وقت صدیق اکبر پر خدا کی رحمت نازل ہوتی رہتی ہے۔

ایک اور مقام پر خدا نے فرمایا۔ اِنَّ اللّٰـهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ بے شک اللہ مومنوں کے ساتھ ہے۔

اور چونکہ اللہ صدیق اکبر کے ساتھ ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ صدیق اکبر پکے سچے مومن ہیں اور مومنوں کے بارے میں خدا فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُو الصَّالِحَاتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا۝

بے شک جو ایمان لائے اور نیک کام کئے فردوس کے باغ ان کی مہمانی ہے۔

معلوم ہوا خدا تعالیٰ صدیق اکبر کی مہمانی جنت الفردوس میں فرمائیگا۔

ان اللہ معنا جملہ اسمیہ ہے جو دوام پر دلالت کرتا ہے جس کی معنی یہ

ہوئے کہ معیت نصرت اور حمایت ہمیشہ ہمیشہ صدیق اکبر کے ساتھ رہے گی۔

فضیلت ہفتم

خدا تعالیٰ نے زیر بحث آیت میں فرمایا فَاَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِ یعنی اللہ نے (صدیق اکبر) پر سکینہ نازل فرمایا اور اللہ تعالیٰ اپنی تسلی ان پر نازل فرماتا ہے جو ایمان میں پکے اور اسلام میں مضبوط ہوں اور جن پر خدا کا فضل ہو۔

سکینت میں تین چیزیں ہوتی ہیں۔

(۱) نور=نور سے قلب روشن ہوتا ہے حق اور باطل میں فرق واضح ہو جاتا ہے۔

(۲) قوت=قوت سے دل میں عزم واستقلال پیدا ہوتا ہے۔

(۳) روح= اس سے دل زندہ ہو جاتا ہے غفلت دور ہو جاتی ہے انسان خدا کی راہ میں ہر وقت چست چالاک رہتا ہے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر سکینہ نازل جس کے نتیجے میں آپ کا دل منور ہو گیا اس عزم استقلال پیدا ہو گیا اور آپ پر نیک کام کرنے میں غفلت طاری نہ ہوتی تھی۔

فضیلت ہشتم

خدا تعالیٰ نے زیر بحث آیت میں فرمایا۔ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا○ اللہ تعالیٰ نے لشکروں سے اسکی مدد فرمائی جن کو تو نہیں دیکھتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے کس کی مدد فرمائی اور کس پر سکینہ نازل فرمایا اس کے متعلق علامہ محمود آلوسی بغدادی نے لکھا کہ حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

يَا اَبَابَكْرٍ اِنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْكَ وَاَيَّدَكَ○

(۱۰/۸۷ روح المعانی)

اے ابوبکر اللہ نے تجھ پر سکینہ نازل فرمایا اور تیری مدد کی۔

اللہ تعالیٰ نے غار ثور پر فرشتوں کا پہرہ لگادیا جسکی وجہ سے مشرکین کے دلوں پر رعب طاری ہو گیا ان کو اندر جھانکنے کی ہمت نہ ہوئی جیسے اصحاب کہف کی غار پر ایک خاص رعب ہے جسکی وجہ سے کوئی شخص اس غار کے اندر جھانک کر نہیں دیکھ سکتا چنانچہ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ سے روایت ہے کہ جب قریش تلاش کرتے کرتے غار تک پہنچے تو ابوبکر نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ یہ شخص بالکل غار کے سامنے کھڑا ہے ہمیں ضرور دیکھ لے گا آپ ﷺ نے فرمایا ہرگز نہیں فرشتے ہمیں پروں سے چھپائے ہوئے ہیں اتنے میں وہ آدمی غار کے سامنے بیٹھ کر پیشاب کرنے لگا۔ (۱۸۷/۷ فتح الباری) (۸۸/۱۰ روح المعانی)

واقعہ ہجرت:

قریش نے جب دیکھا کہ صحابہ رفتہ رفتہ ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے اور رسول اللہ ﷺ بھی آج کل میں جانے والے ہیں تو مشورہ کے لئے بڑے بڑے سردار جمع ہوئے شیطان بھی ایک بوڑھے کی شکل میں نمودار ہوا اور دروازہ پر کھڑا ہو گیا لوگوں نے دریافت کیا تم کون ہو کہنے لگا نجد کا ایک شیخ ہوں تمہاری گفتگو سننے آیا ہوں اگر ممکن ہو تو مشورہ سے تمہاری امداد کرونگا لوگوں نے اندر آنے کی اجازت دے دی گفتگو شروع ہوئی کسی نے کہا آپ کو کوٹھڑی میں قید کر دیا جائے شیخ نجدی نے کہا یہ رائے درست نہیں اس لئے کہ ان کے صحابہ اگر سن پائیں گے تو تم پر ٹوٹ پڑیں گے اور ان کو چھڑا کر لے جائیں گے کسی نے کہا ان کو جلاوطن کر دیا جائے شیخ نجدی نے کہا یہ رائے بھی بالکل غلط ہے تم اس کے کلام کی شیرینی سے خوب واقف ہو اگر وہ یہاں سے نکال دیے گئے تو عین ممکن ہے کہ

دوسرے شہر والے اسکا کلام سن کا ان پر ایمان لے آئیں گے پھر سب مل کر تم پر حملہ آور ہونگے۔

ابوجہل نے کہا میری رائے تو یہ ہے کہ نہ تو انہیں قید کیا جائے اور نہ ہی جلا وطن کیا جائے بلکہ ہر قبیلہ سے ایک نوجوان منتخب کیا جائے پھر سب مل کر دفعۃً محمد ﷺ کو قتل کر ڈالیں اس طرح محمد ﷺ کا خون تمام قبائل میں تقسیم ہو جائیگا اور بنی عبد مناف تمام قبائل سے لڑ نہ سکیں گے مجبوراً دیت پر معاملہ ختم ہو جائیگا۔

شیخ نجدی نے کہا واللہ رائے ہے تو بس یہ ہے حاضرین جلسہ نے بھی اس رائے کو بہت پسند کیا۔ (۳۲/۱، زرقانی) (۱۵۲/۱، طبقات ابن سعد)

یہ بھی طے پایا کہ یہ کام آج کی رات سرانجام دیا جائے ادھر جلسہ برخاست ہوا ادھر جبریل امین وحی ربانی لے کر پہنچے۔

وَاِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ اَوْ یَقْتُلُوْکَ اَوْ یُخْرِجُوْکَ وَیَمْکُرُوْنَ وَ یَمْکُرُ اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ○

اور یاد کرو جس وقت کافر تدبیریں کررہے تھے کہ آپ کو قید کردیں یا قتل کر ڈالیں یا نکال دیں اور طرح طرح کے فریب کرتے تھے اور تدبیر کرتا ہے اللہ اور اللہ بہترین تدبیر فرمانے والا اور تمام واقعہ سے آپ کو مطلع کیا اور اللہ کی طرف سے آپ کو ہجرت مدینہ کی اجازت دی حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جبریل امین سے دریافت فرمایا کہ میرے ساتھ کون جائیگا جبریل نے عرض کیا آپ کے ساتھ ابوبکر صدیق ہجرت کریں گے۔

(۳/۵ المستدرک)

چنانچہ رات ہوئی اور تاریکی چھا گئی تو قریس نے آپکے مکان کا محاصرہ کرلیا کہ جب آپ سو جائیں تو آپ پر حملہ کردیا جائے آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ

کوحکم دیا کہ میری سبز چادر اوڑھ کر میرے بستر پر لیٹ جاؤ اور ڈرو مت تم کو کوئی نقصان نہ پہنچ سکے گا۔ آپ نے لوگوں کی امانتیں حضرت علی کے سپرد کیں کہ صبح کو یہ امانتیں لوگوں تک پہنچا دیں ابوجہل باہر کھڑا ہنس ہنس کر لوگوں سے کہہ رہا تھا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال یہ ہے کہ اگر تم ان کا اتباع کروگے تو دنیا میں عرب وعجم کے بادشاہ بنوگے اور مرنے کے بعد تم کو جنت ملے گی اور اگر ان پر ایمان نہ لاؤ گے تو دنیا میں ان کے صحابہ کے ہاتھ سے قتل کیے جاؤ گے اور مرنے کے بعد جہنم میں جاؤ گے اور اسکی آگ میں جلو گے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر سے ایک مشت خاک لئے ہوئے برآمد ہوئے اور فرمایا ہاں میں یہی کہتا ہوں اور تو بھی میرے اصحاب کے ہاتھ سے قتل ہوگا اور مرنے کے بعد جہنم میں جلے گا اور اس مشت خاک پر سورہ یٰسین کی تلاوت کی اور ان کے سروں پر وہ خاک ڈال دی۔ (عیون الاثر ۱/۱۷۹)

وہ دراتا ہوا وحدت کا دم بھرتا ہوا نکلا

تلاوت سورہ یٰسین کی کرتا ہوا نکلا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سامنے سے نکل کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے میں دیکھتی چلی آئی ہوں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صبح بھی اور شام بھی میرے ابا جان صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لاتے تھے اور یہ بہت بڑا اعزاز ہے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا نبی کا آستانہ وہ ہے کہ جبریل جیسے نوریوں کے سردار فاروق اعظم رضی اللہ عنہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ، حیدر کرار رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ اس آستانے پر آتے ہیں اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو مرتبہ صدیق اکبر کے دروازے پر جاتے ہیں۔

تصدیق ہے جس پر ازل سے زمانہ
وہ ہے مصطفیٰ کا حسین آستانہ

میر عبدالواحد بلگرامی نے لکھا ہے کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ مکہ میں اپنے صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے آپ نے فرمایا عنقریب ہجرت ہوگی لیکن ایسے وقت میں کہ کسی کو خبر نہ ہو یہاں تک کہ ایک روز آدھی رات کے وقت جبریل امین حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ خدا کا ارشاد ہے کہ مکہ سے ہجرت کیجئے رسول اللہ ﷺ اٹھ کھڑے ہوئے اور چل دیئے جب دروازے پر پہنچے تو دیکھا کہ ابوبکر موجود ہیں فرمایا اے ابوبکر تمہیں کس نے خبر دی ہے عرض کی یا رسول اللہ اس روز آپ نے فرمایا تھا کہ ہجرت ایسے وقت میں ہوگی کہ کسی کو خبر نہ ہوگی اسی روز سے اپنے گھر میں نہیں سویا اور تمام رات حضور کے در دولت پر حاضر رہتا ہوں۔ (۶۲ سبع سنابل)

آپ ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد ایک شخص آپ کے مکان کے دروازے کے قریب سے گزرا اور قریش کی جماعت سے دریافت کیا تم یہاں کیوں کھڑے ہو اور کس کا انتظار کر رہے ہو کہا ہم محمد ﷺ کا انتظار کر رہے ہیں اس شخص نے کہا خدا تمہیں ناکام کرے حضرت محمد ﷺ تمہارے سروں پر خاک ڈال کر گزر بھی گئے جب صبح ہوئی حضرت علی آپ کے بستر سے اٹھے تو یہ کہنے لگے اس شخص نے سچ کہا اور نہایت ندامت کے ساتھ حضرت علی سے پوچھا کہ حضرت محمد ﷺ کہاں ہیں آپ نے فرمایا مجھے اس کا علم نہیں۔ (۳/۱۷۶ البدایہ والنہایہ)

الغرض گھر سے نکل کر ابوبکر کو ساتھ لے کر غار ثور کی طرف چلے راستے میں صدیق اکبر نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ ننگے پاؤں ایڑیاں اٹھا کر پنجوں کے بل چل رہے ہیں آپ نے نبی کریم کو اپنے کندھوں پر اٹھا لیا اسکی ایک وجہ تو یہ معلوم

ہوتی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاؤں زمین پر نہ لگیں اور کفار آپ کے قدموں کے نشان سے آپ کی تلاش نہ کرسکیں کیونکہ اس زمانے میں کسی کو تلاش کرنے کا ایک ذریعہ یہ بھی تھا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ مکہ کے تمام راستے پتھریلے تھے صدیق اکبر نے خیال کیا کہ چھوٹے چھوٹے پتھر آپ ﷺ کے قدموں کو چبھ رہے ہیں کیوں نہ میں آپ ﷺ کو اٹھالوں تاکہ آپ ﷺ کو اذیت نہ ہو بہرحال اس وقت حالت یہ تھی کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی سواری تھی اور نبی کریم ﷺ سوار تھے اور اس سے صدیق اکبر کی عظمت کو کیسے چار چاند لگے اس کے لئے کچھ دلائل ملاحظ فرمائیں۔

نمبرا:

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا قسم ہے انکی جو دوڑتے ہیں سینے سے آواز نکلتی ہے جب صحابہ کرام جہاد میں گھوڑے دوڑاتے ہیں تو تیز دوڑنے کی وجہ سے ان کے سینوں سے جو سانس نکلتی ہے وہ خدا کو اتنی پیاری لگتی ہے کہ خدا اسکی قسم یاد فرما رہا ہے جب مجاہد صحابی کی سواری کی سانس خدا کو پیاری ہے تو نبی کریم ﷺ کی سواری صدیق اکبر کی سانس اللہ کو کتنی پیاری لگتی ہوگی۔

نمبر۲:

حضرت زید بن ثابت سے روایت ہے ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ اپنے خچر پر سوار ہوکر بنی نجار کے باغ کے قریب سے گزرے اور ہم آپ کے ساتھ تھے اچانک آپ کی خچر بگڑی اور قریب تھا کہ آپ ﷺ کو گرادے ناگہاں پانچ چھ قبریں نظر آئیں آپ ﷺ نے فرمای ان قبروں کے اندر جو لوگ ہیں کوئی ان کو جانتا ہے ایک آدمی نے کہا میں جانتا ہوں آپ ﷺ نے پوچھا کس حال میں

مرتے تھے اس شخص نے کہا شرک کی حالت میں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ان مشرکوں کی قبروں میں ان کو عذاب ہو رہا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خچر نے قبروں کے اندر کا منظر دیکھا اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک خچر پر سوار ہو جائیں تو اسکی نگاہ میں اتنی طاقت آ جاتی ہے کہ وہ منوں مٹی کے اندر کے حالات دیکھ لیتی ہے اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم صدیق اکبر پر سوار ہو جائیں تو آپکی نگاہ میں کتنی طاقت آ گئی ہوگی۔ (مشکوۃ ص ۳۸)

نمبر۳:

جب حضرت حلیمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لینے آئیں تو انکی سواری کو مار مار کر ہنکایا جاتا تھا یہ لاغر اور کمزور تھی لیکن جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گود میں لے کر حلیمہ اسی سواری پر سوار ہوئی تو اسکی برق رفتاری قابل دید تھی وہ بنی سعد کی عورتوں کی سواریوں سے آگے بڑھ گئی ان عورتوں نے پوچھا اے حلیمہ یہ سواری تو وہی ہے نا آپ نے فرمایا سواری تو وہی ہے لیکن اس وقت اسی سواری پر ایک ایسی ہستی سوار ہے کہ:

جنکی خاطر یہ سب کچھ بنایا جن کو گھر اپنے حق نے بلایا
اے حلیمہ تیرا یہ مقدر وہ تیرے گھر میں آئے ہوئے ہیں

اگر حلیمہ کی سواری پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہو جائیں تو وہ باقی تمام سواریوں سے افضل ہو جاتی ہے اور اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صدیق اکبر پر سوار ہو جائیں تو آپ کیوں نہ تمام صحابہ سے افضل ہو گئے ہوں گے۔

نمبر۴

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو لے کر دریا قلزم سے پار گزر گئے تو

جبریل بھی ایک گھوڑی پر سوار آپ کے ساتھ تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں ایک سامری نامی آدمی تھا اس نے دیکھا کہ جبریل کی سواری کے قدم کے نیچے سے تازہ گھاس پیدا ہو جاتی ہے اس نے اس سواری کے قدموں کے نیچے سے مٹی لے لی اور بعد میں سونے کا ایک بچھڑا بنا کر وہ خاک اس میں ڈالی تو اس بچھڑے میں جان آ گئی حضرت جبریل ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم ہیں علامہ نبھانی نے لکھا ہے کہ اِنَّمَا جِبْرِیْلُ خُلِقَ لِخِدْمَةِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم کہ جبریل تو ہماری نبی کے خادم ہیں۔

محمد کا اعلیٰ مقام اللہ اللہ
ہے جبریل ان کا غلام اللہ اللہ

جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام جبریل کی سواری کے قدموں کی خاک ایک بے جان کو جاندار بنا دیتی ہے تو آقا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری سیدنا صدیق اکبر کے قدموں کی خاک میں کیا تاثیر ہو گئی۔

نمبر ۵:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی عضباء نے آپکی وفات کے بعد کھانا پینا چھوڑ دیا امام نسفی فرماتے ہیں ایک رات سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی عضباء ملی تو اس نے کہا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی تجھ پر سلام ہو کیا آپ اپنے باپ کو کوئی پیغام دینا چاہتی ہیں کیوں کہ میں ان کے پاس جا رہی ہوں یہ سن کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رونے لگیں اور اونٹنی نے اپنا سر سیدہ کی گود میں رکھا اور اسی وقت مر گئی تو اس کو کفن دے کر دفن کر دیا گیا۔ تین روز کے بعد دیکھا گیا تو وہ قبر میں موجود نہ تھی۔ (نزہۃ المجالس ۲/۱۷۶)

وہ یقیناً جنت میں پہنچ گئی جب نبی کریم ﷺ کی سواری اونٹنی کی یہ فضیلت ہے تو نبی کریم ﷺ کی سواری صدیق اکبر کی کیا فضیلت ہوگی آپ بھی یقیناً جنتی ہیں۔

نمبر ۶:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز ہم حضور نبی کریم ﷺ کے اردگرد بیٹھے تھے کہ حضرت ام ایمن تشریف لائیں اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ امام حسن اور امام حسین دونوں گم ہوگئے ہیں اور اس وقت سورج کافی بلند ہو چکا تھا نبی کریم ﷺ نے فرمایا اٹھو میرے دونوں بیٹوں کو تلاش کرو ہر آدمی تلاش کے لئے نکلا اور میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہولیا حتیٰ کہ ہم ایک پہاڑ کے قریب پہنچے ہم نے دیکھا کہ حسنین کریمین ایک دوسرے سے لپٹے ہوئے ہیں اور ایک سانپ اپنی دم پر کھڑا ہے اور اس کے منہ سے آگ نکل رہی ہے حضور اسکی طرف متوجہ ہوئے وہ سانپ بھی آپکی طرف متوجہ ہوا پھر ایک بل میں داخل ہوگیا پھر حضور ﷺ دونوں کے پاس آئے اور ان کو ایک دوسرے سے الگ کر دیا اور ایک کو دائیں کندھے پر اور دوسرے کو بائیں کندھے پر سوار کرلیا میں نے عرض کی اے شہزادو تمہاری سواری کتنی اچھی ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا سوار بھی تو اچھے ہیں اور انکا باپ ان دونوں سے اچھا ہے۔ (۲/۳۴ کشف الغمہ)

حبذا صلی علی حسنین کاندھے پر سوار

مرحبا دوش نبی پر ہے دوشالہ نور کا

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ایک فرشتہ نے آکر خبر دی کہ امام حسن اور امام حسین دونوں جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔ (۵۷۰ مشکوٰۃ)

جو شہزادے حضور ﷺ کے کندھوں پر سوار ہو جائیں وہ تو جنتی نوجوانوں کے سردار ہو جاتے ہیں اور جس صدیق اکبر کے کندھوں پر خود نبی سورا ہو جائے وہ کیوں نہ جنتی سردار ہو گا۔

نمبر ۷:

بخاری شریف میں حدیث ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے ساتھ ملکر نہ نہاتے تھے بلکہ تنہا غسل فرمایا کرتے تھے قوم نے اعتراض کر دیا کہ ان کے جسم میں کوئی عیب ہے اس لئے یہ تنہا غسل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی غیرت کو جوش آیا حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک دن تنہا نہا رہے تھے اور آپ نے اپنے کپڑے اتار کر ایک پتھر پر رکھے تھوڑی دیر بعد آپ نے دیکھا کہ وہ پتھر آپ کے کپڑوں کو لے کر دوڑا آپ نے فرمایا اے پتھر میرے کپڑے اے پتھر میرے کپڑے وہ دوڑ کر ان لوگوں کے پاس جا کر ٹھہر گیا جو آپ پر اعتراض کیا کرتے حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی وہاں پہنچ گئے انہوں نے دیکھا کہ آپ کا جسم بے عیب اگر موسیٰ علیہ السلام کے کپڑے ایک پتھر پر سوار ہوں تو اس میں دوڑنے کی قوت آ جاتی ہے اور امام الانبیاء صدیق اکبر پر سوار ہو جائیں تو آپ میں کتنی طاقت آ گئی ہو گی۔

نمبر ۸:

وفات کے قریب حضور علیہ السلام نے صحابہ کے ایک مجمع میں فرمایا جس پر میری طرف سے کوئی زیادتی ہوئی ہو وہ مجھ سے ابھی اس دنیا میں بدلہ لے حضرت عکاشہ آگے بڑھے اور عرض کی ایک مرتبہ آپکی چھڑی میرے پیٹ پر لگی تھی نہ جانے آپ نے قصداً ماری تھی یا سواری کو مارنے گئے اور مجھے لگ گئی اگر آپ بدلہ دینا چاہتے ہیں تو اسکا بدلہ دیں نبی کریم ﷺ نے چھڑی منگا کر حضرت

عکاشہ کے ہاتھ میں دی اور فرمایا بدلہ لے کو انہوں نے کہا جب آپ کی چھڑی لگی تو میرا پیٹ ننگا تھا حضور ﷺ نے اپنے پیٹ سے کپڑا اٹھالیا حضرت عکاشہ آگے بڑھے اور چھڑی ہاتھ سے پھینک کر آپ کا پیٹ چوم لیا حضور ﷺ نے فرمایا۔

مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی رَجُلٍ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ اِلٰی هٰذَا الشَّیخِ○

جو کسی جنتی آدمی کو دیکھنا چاہتا ہے وہ اس بوڑھے کو دیکھ لے جس کے صرف ہونٹ نبی ﷺ کی جسم سے لگے وہ جنتی اور جس کے جسم کا بہت سا حصہ نبی ﷺ کے جسم سے مس کر رہا ہے وہ صدیق کیوں نہیں جنتی۔ (حلیہ ۴/۳۷)

نمبر ۹:

جب حضرت حاجرہ صفا اور مروہ پہاڑیوں کے درمیان پانی کی تلاش میں دوڑی ہیں تو اس وقت انہوں نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اٹھایا ہوا نہیں تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ ○

صفا اور مروہ پہاڑیاں اللہ کی نشانیاں ہیں۔

اگر حضرت ہاجرہ کے قدموں سے لگنے والی پہاڑیاں اللہ کی نشانیاں ہیں تو جب صدیق نبی کریم ﷺ کو اٹھا کر اس پہاڑ پر لے گئے جس میں غار ثور ہے تو وہ پہاڑ صدیق اکبر کے قدموں کے ساتھ لگنے کی وجہ سے یقیناً اللہ کی نشانی ہے۔

نمبر ۱۰:

رافضیوں کا عقیدہ ہے کہ معاذ اللہ صدیق اکبر کی قبر میں آگ لگی ہوئی ہے اور شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ حضرت فاطمہ کے گھر تشریف لے گئے دیکھا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تنور میں روٹیاں لگا رہی

ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی چند روٹیاں تنور میں لگائیں لیکن وہ سب پکی برآمد ہوئی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حیران ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حیران ہونے کی ضرورت نہیں میرے جسم سے جو چیز چھو جاتی ہے اس پر آگ اثر نہیں کیا کرتی لہٰذا شیعوں کا عقیدہ غلط ہے سواری کی حالت میں انکا جسم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن سے لگا لہٰذا ان پر کوئی آگ بھی اثر نہیں کرسکتی بلکہ آپ کی قبر تو جنت کا اعلیٰ باغ ہے۔

(۲/۳۸۵ مدارج النبوت)

بہر حال صدیق اکبر نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کندھوں پر بٹھا کر غار ثور تک پہنچایا۔

اٹھایا شب ہجر بار نبوت

یہ ہمت یہ جرأت یہ کام اللہ اللہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضور علیہ السلام غار میں جلوہ فرما ہوئے تو اللہ کے حکم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ کے سامنے ایک درخت اُگ آیا اور ایک جنگلی کبوتر کے جوڑے نے آکر انڈے دئے مشرکین جو ڈھونڈتے ڈھونڈتے غار تک پہنچے تو کبوتر کے گھونسلے دیکھ کر واپس ہوگئے رسول خدا نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان کو ہم سے دفع کر دیا۔ (۱/۱۵۲ طبقات ابن سعد)

مسند امام احمد میں ہے کہ حضرت انس فرماتے ہیں صدیق اکبر نے مجھے مجھ سے بیان فرمائی جب میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غار میں تھے اور قریش ہمیں تلاش کرتے کرتے غار کے منہ پر آ کھڑے ہوئے اس وقت میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے اگر کسی نے اپنے قدموں پر دیکھ لیا تو یقیناً ہمیں دیکھ لے گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکر ان دو کے بارے میں تیرا کیا گمان ہے جن کا تیرا خدا ہے یعنی اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ غار ثور میں صدیق اکبر کو شدید پیاس لگی انہوں نے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں شکایت کی آپ ﷺ نے فرمایا غار کے دروازے پر چلے جاؤ اور پانی پی لو ابوبکر فرماتے ہیں میں گیا اور میں نے شہد سے میٹھا دودھ سے زیادہ سفید اور کستوری سے زیادہ خوشبودار پانی پیا پھر نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا آپ ﷺ نے پوچھا پانی پی لیا ہے میں نے عرض کی ہاں حضور ﷺ نے فرمایا اے ابوبکر کیا میں تجھے بشارت نہ دوں میں نے عرض کیا ضرور بشارت دیں فرمایا اللہ تعالیٰ نے جنت کی نہروں کے مؤکل فرشتے کو حکم دیا جنت الفردوس کی ایک نہر کا رخ غار کے دروازے کی طرف پھیر دو تاکہ صدیق اکبر پانی پی لیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ خدا کی بارگاہ میں میرا اتنا بلند مقام ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہاں بلکہ تمہارا مقام اس سے بھی بلند ہے اور فرمایا۔

وَالَّذِیْ بَعَثَنِیْ بِالْحَقِّ نَبِیًّا لَا یُدْخُلُ الْجَنَّةَ مُبْغِضُكَ وَلَوْ كَانَ لَهٗ عَمَلُ سَبْعِیْنَ نَبِیًّا ○

قسم اس خدا کی جس نے مجھے برحق نبی بنا کر بھیجا ہے تیرا دشمن جنت میں نہ جائیگا اگرچہ اس کے عمل ستر نبیوں کے برابر کیوں نہ ہوں۔

(۱۹۵۰/۱ الریاض النضرہ)

جب حضور نبی کریم ﷺ اور صدیق اکبر غار کے قریب پہنچے تو صدیق اکبر نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ غار میں پہلے میں جاتا ہوں اور اس کو صاف کرتا ہوں آپ غار کے اندر تشریف لے گئے غار کے اندر سوراخ تھے آپ نے اپنی چادر پھاڑ پھاڑ کر سوراخ بند کر دیئے لیکن ایک سوراخ کے لئے کپڑا باقی نہ بچا وہاں آپ نے اپنی ایڑی رکھدی اور نبی کو آواز دی حضور غار کے اندر تشریف لے

گئے اور صدیق اکبر کی آغوش میں سر رکھ کر خواب استراحت میں جلوہ فرما ہوئے جس سوراخ پر ایڑھی تھی اس میں سانپ تھا اس نے اپکی ایڑی پر ڈنگ مارا آپ کو شدید درد ہوا لیکن جنبش نہ کی کہ کہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند میں خلل نہ آ جائے آپکی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے گرم گرم آنسو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک پر گرے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے حقیقت حال معلوم ہوئی آپ نے اپنا لعاب دہن ایڑی پر لگایا خدا تعالیٰ نے شفاء کاملہ اور صحت عاجلہ عطا فرمائی۔

دیکھئے تو وہ غار کے اندر کون ہے بیٹھا گود میں لے کر
سرور عالم کا سر انور رضی اللہ تعالیٰ عنہ
ایڑی رکھ دی سانپ کے بل پر زہر کا صدمہ سہ لیا دل پر
سب کچھ ہے یہ خاطر دلبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
یار کے نام پہ مرنے والا سب کچھ صدقے کرنے والا
منزل عشق وصدق کا رہبر رضی اللہ عنہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کی وجوہ:

(۱) کفار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے در پے تھے اور آپ ان سے چھپ کر غار ثور میں داخل ہوئے تھے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ایمان اور ان کی جانثاری پر مکمل اعتماد نہ ہوتا تو ان کو اپنے ساتھ لے کر کبھی غار میں داخل نہ ہوتے۔

(۲) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہجرت کرنا اللہ کے حکم سے تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نسبی قرابت دار بھی بہت تھے، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سفر میں رفاقت کے لئے صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لیا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سفر ہجرت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لینا اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بہت بڑی فضیلت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو چُن لیا۔

(۳) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ثانی اثنین (دو میں سے دوسرا) فرمایا ہے، اور دین کے اکثر مناصب میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ثانی تھے۔ پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اسلام کی دعوت دی اور وہ مسلمان ہو گئے، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم کو اسلام کی دعوت دی اور وہ مسلمان ہو گئے۔ اس طرح اسلام کی دعوت دینے میں اول سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ثانی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔ اسی طرح ہر غزوہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور آپ کی خدمت میں حاضر رہے، اس طرح وہ غزوات میں بھی ثانی اثنین ہیں اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے تو آپ ؑ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امام مقرر فرمایا، پس امامت میں بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ثانی اثنین ہیں اور جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو وہ آپ کے پہلو میں دفن ہوئے اس طرح وہ قبر میں بھی ثانی اثنین ہیں اور حدیث میں ہے کہ سب سے پہلے قبر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھیں گے اور آپ کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اٹھیں گے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۶۹۲) اور جنت میں سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوں گے اور امت میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ داخل ہوں گے۔ (سنن داؤد: ۴۶۵۲) خلاصہ یہ ہے کہ تبلیغ دین میں، ہجرت کرنے میں، مغازی میں، امامت میں، امارت میں، قبر میں، حشر میں، دخول جنت میں، تمام اہم دینی مناصب میں اول سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ثانی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

(۴) اس آیت میں مذکور ہے کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ غمگین ہوئے تو ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تسلی دی اور فرمایا: غم نہ کرو بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے

اور یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بہت بڑی فضیلت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو تسلی دینے والے ہوں۔

(۵) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ تصریح کی ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب ہیں اور یہ نص قطعی ہے جس کا انکار کفر ہے اور تمام صحابہ میں صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صحابیت منصوص ہے اور آپ کے صحابی ہونے کا انکار کفر ہے۔

(۶) اس آیت میں فرمایا ہے: اللہ ہمارے مع (ساتھ) ہے، اور اس معیت سے حفاظت اور نصرت کی معیت مراد ہے، یعنی اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو حفاظت اور نصرت فرمائے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی شامل فرمالیا اور یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بہت بڑی فضیلت ہے، نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ متقین اور محسنین کے مع (ساتھ) ہوتا ہے۔ اس سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا متقی اور محسن ہونا بھی منصوص ہوا۔

(۷) احادیث اور کتب سیر سے ثابت ہے کہ غار ثور میں قیام کے دوران حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بیٹے، عبداللہ بن ابی بکر اور ان کی بیٹی حضرت اسماء، ان کا غلام عامر بن فہیرہ آپ تک مکہ کی خبریں پہنچانے اور آپ کے لئے طعام پیش کرنے میں لگے رہے اور یہ بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت ہے کہ ان کی اولاد اور ان کے خدام اس خطرے کے موقع پر جان کی بازی لگا کر آپ کی خدمت میں مشغول رہے۔

(۸) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مدینے پہنچے تو سب لوگوں نے جان لیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس شخص کو سفر و حضر میں ساتھ رکھتے ہیں وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔

(۹) اس آیت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی دلیل ہے کیونکہ حاکمیت

میں اول رسول اللہ ﷺ ہیں اور ثانی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ سالم بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو انصار نے کہا: ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک امیر تم میں سے ہوگا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ایسا کون شخص ہے جس کے متعلق یہ تین آیتیں ہوں: اذھما فی الغار (جب وہ دونوں غار میں تھے) وہ دونوں کون تھے؟ اذ یقول لصاحبہ (جب وہ اپنے صاحب سے کہہ رہے تھے) وہ صاحب کون ہیں؟ لا تحزن ان اللہ معنا (غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے) یہ دنوں کون ہیں؟ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ بڑھایا اور سب لوگوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنی شروع کر دی اور یہ بہت عمدہ بیعت تھی۔

(السنن الکبریٰ ج۶، ص۳۵۵۔ رقم الحدیث: ۱۱۲۱۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۱ھ)

(۱۰) غار ثور کی ان تین راتوں میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میں انوار رسالت اس طرح جذب ہو گئے تھے کہ جب حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مدینہ پہنچے تو استقبال کے لئے آئے ہوئے مسلمانوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سمجھا کہ یہ رسول اللہ ہیں اور وہ سب آگے بڑھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملنے لگے، تب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے سر پر چادر کا سایہ کیا تاکہ لوگ جان لیں کہ یہ رسول اللہ ﷺ ہیں، میں تو ان کا ایک غلام اور اُمتی ہوں۔

امام بخاری حدیث ہجرت کے اخیر میں عروہ بن الزبیر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی مسلمانوں کی ایک جماعت میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی جو شام سے تجارت کر کے لوٹ رہے تھے، پھر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سفید کپڑے پہنائے اور مدینہ کے مسلمانوں نے سن لیا کہ رسول اللہ ﷺ مکہ سے تشریف لا رہے ہیں، وہ ہر روز صبح مدینہ کی پتھریلی زمین پر جاتے اور آپ ﷺ کا انتظار کرتے اور دوپہر کو لوٹ

آتے، حتیٰ کہ ایک روز جب ان کا انتظار بہت طویل ہو گیا اور وہ اپنے گھروں کو لوٹ گئے، ایک یہودی کسی ٹیلہ پر کھڑا ہوا کسی کا انتظار کر رہا تھا تو اس نے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کو سفید لباس میں آتے ہوئے دیکھ لیا۔ وہ یہودی بے اختیار بلند آواز سے چلا کر بولا: اے معاشر العرب! یہ ہیں وہ تمہارے بزرگ جن کا تم انتظار کر رہے تھے۔ مسلمان اپنے ہتھیاروں کی طرف دوڑے اور انہوں نے اس پتھریلی زمین پر رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی۔ نبی ﷺ دائیں جانب مڑ گئے اور بنو عمرو بن عوف کے محلہ میں ٹھہرے۔ یہ ماہ ربیع الاول کا پہلا دن تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں کے سامنے کھڑے رہے اور رسول اللہ ﷺ خاموش بیٹھے رہے۔ پھر انصار کے جن لوگوں نے پہلے رسول اللہ ﷺ کو نہیں دیکھا تھا وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو تعظیم دینے لگے۔ حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ پر دھوپ آ گئی۔ تب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی چادر سے رسول اللہ ﷺ پر سایہ کیا، اس وقت لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کو پہچانا............ الحدیث۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۹۰۵، مطبوعہ دار ارقم، بیروت)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ ظاہر حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جنہوں نے پہلے رسول اللہ ﷺ کو نہیں دیکھا تھا انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ گمان کیا اسی لئے انہوں نے ابتداء حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سلام کیا اور جب دھوپ آ گئی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے چادر سے رسول اللہ ﷺ پر سایہ کیا تب انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو پہچانا۔ (فتح البخاری ج ۷ ص ۲۴۴، طبع لاہور)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میں انوار رسالت اس طرح جذب ہو گئے تھے کہ دیکھنے والے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر رسول اللہ ﷺ کا گمان کرتے تھے۔

عنداللہ مقام صدیق از روئے احادیث

حدیث نمبر ۱:

ایک مرتبہ رسول خدا ﷺ تشریف فرما تھے اور صحابہ اکرام بھی آپ ﷺ کے دربار عالی میں حاضر تھے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اٹھے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میرے چالیس غلام تھے ان میں سے میں نے بیس غلام رسول خدا کی رضا اور خوشنودی کے لئے آزاد کر دیئے رسول اللہ ﷺ نے ان کے لئے دعائے خیر کی اس وقت جبریل امین نازل ہوئے اور عرض کی اللہ تعالیٰ سلام کے بعد فرماتا ہے اے رسول اکرم ان بیس غلاموں کے جسم پر جتنے بال ہیں تیری امت سے اسی قدر لوگوں کو ہم نے جہنم سے آزاد کر دیا اور اتنا ہی ثواب صدیق اکبر کو عطا کیا اور جنت میں اتنے درجے ان کو بلند کر دیا۔ (۱۳۱ انیس الارواح)

حدیث نمبر ۲:

ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے صدیق اکبر کو انگوٹھی دی کہ اس پر لا الہ اللہ لکھوالاؤ آپ وہ انگوٹھی نقاش کے پاس لے گئے اور فرمایا اس انگوٹھی پر لا الہ اللہ محمد رسول اللہ لکھ دو اس نے لکھ دیا جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وہ انگوٹھی لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے تو آپ نے دیکھا کہ اس پر لکھا ہوا ہے لا الہ اللہ محمد رسول اللہ ابوبکر الصدیق، نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے ابوبکر یہ زائد عبارت کیوں لکھا لائے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں نے آپ کے نام کو خدا کے نام سے جدا کرنا نہ چاہا اور اپنا نام میں نے نہیں لکھوایا اور شرم سار ہوئے اتنے میں جبریل امین علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ، صدیق کا نام میں نے لکھا ہے اور اسکی

وجہ یہ ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ آپ کا نام خدا کے نام سے جدا نہ ہوا اور اللہ نے چاہا کہ صدیق کا نام آپ کے نام سے جدا نہ ہو۔ (۸۷/۱ تفسیر کبیر)

حدیث نمبر۳:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَكْرَهُ فَوْقِ سَمَائِهِ اَنْ يُخْطَاءَ اَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

بے شک اللہ ناپسند فرماتا ہے اپنے آسمان پر کہ صدیقؓ سے کوئی غلطی سرزد ہو۔ (۶۸/۳ طبرانی کبیر)

حدیث نمبر۴:

حضرت عبد اللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس جبریل امین علیہ السلام آئے اور عرض کی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

إِنَّ اللّٰهُ تَعَالٰى اَمَرَكَ اَنْ تَسْتَشِيْرَ اَبَابَكْرٍ ○ (۱۴۳/۱ الریاض النضرہ)

اللہ تعالیٰ آپ کو ارشاد فرماتا ہے کہ ابوبکر سے مشورہ کرلیا کرو۔

حدیث نمبر۵:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ معراج کی رات میں نے ہر آسمان پر لکھا دیکھا۔

محمد رسول الله وابوبكر الصديق۔

(۴۸۸/۱۱، مسند ابی یعلیٰ، ۴۱/۹ مجمع الزوائد)

اب تک کے دلائل سے ثابت کہ خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مقام بہت بلند ہے بعد الانبیاء کوئی ایک بھی ایسا مومن نہیں جو صدیق اکبر سے افضل ہو آپ پوری امت میں سب سے اعلیٰ مقام پر فائز ہیں نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں خدا نے فرمایا وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى عنقریب تیرا رب تجھے اتنا دیگا کہ تو راضی ہو جائیگا۔ اور صدیق کے بارے میں فرمایا وَلَسَوْفَ يَرْضٰى اور صدیق راضی ہو جائیگا۔

یعنی خدا دونوں کی رضا چاہتا ہے۔

افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ:

خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۔

اور وہ سچ لے کر تشریف لائے اور وہ جنہوں نے انکی تصدیق کی یہی ڈر والے ہیں اس آیت کی تفسیر میں حضرت علی المرتضٰی نے فرمایا سچ لانے والے حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اسکی تصدیق کرنے والے ابوبکر صدیق ہیں۔

(کنز العمال حدیث نمبر ۴۵۷۶)

اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر دونوں کو متقی کہا گیا جس سے یہ بات روز روشن کی طرح ظاہر ہوگئی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بڑے متقی حضرت صدیق اکبر ہیں اور یہ بات بھی قابل غور ہے کہ صدیق اکبر کا ذکر کس ہستی کے ساتھ کیا گیا ہے وہ ہستی جن کے بارے میں حضرت جبریل امین علیہ السلام فرماتے ہیں۔

قلبت مشارق الارض ومعاربها فلم احد رجلا افضل من محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ (۸/۲۱۷ مجمع الزوائد)

میں نے زمین کے مشارق ومغارب کو چھان مارا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل کسی آدمی کو نہ پایا۔

یہی بولے سدرہ والے چمن جہاں کے تھالے سبھی میں نے چھان

ڈالے تیرے پائے کا نہ پایا تجھے یک نے یک بنایا

امام شاذلی صاحب ''حزب البحر'' نے فرمایا ایک مرتبہ میں مسجد اقصیٰ میں سو گیا میں نے خواب میں دیکھا کہ مسجد اقصیٰ کے باہر وسط حرم میں ایک تخت بچھایا گیا اور فوج در فوج مخلوق کا اژدھام ہونا شروع ہو گیا میں نے دریافت کیا کہ یہ کیسا اژدھام ہے معلوم ہوا کہ تمام رسول اور انبیاء علیہم السلام حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں منصور حلاج کی سوء ادبی کے بارہ میں شفاعت کے لئے حاضر ہو رہے ہیں میں نے جو تخت دیکھا تو اس پر ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تنہا رونق افروز ہیں اور تمام انبیاء کرام جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت نوح حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام سب زمین پر بیٹھے ہیں میں وہاں ٹھہر گیا اور ان حضرات کی باتیں سننے لگا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی حضور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میری امت کے علماء انبیاء بنی اسرائیل کی طرح ہیں تو آپ ان سے کوئی عالم دین دکھائیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امام غزالی کی طرف اشارہ فرمایا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے ایک سوال کیا امام غزالی نے اس کے دس جوابات دے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا جواب سوال کے مطابق ہونا چاہئے ایک سوال کا ایک جواب چاہئے تھا آپ نے دس جواب کیوں دیئے امام غزالی نے عرض کی حضور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے ایک سوال کیا تھا ما تلک بیمینک یا موسیٰ اے موسیٰ تیرے دائیں ہاتھ میں کیا ہے آپ نے اس کے کئی جواب دئے تھے یہ میری لاٹھی ہے میں اس پر ٹیک لگاتا ہو اور اس سے اپنی بکریوں کے لئے پتے جھاڑتا ہوں اور اس لے علاوہ میرے اور کام بھی سرانجام پاتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کے سوال کا ایک جواب کافی تھا کہ یہ میری لاٹھی ہے۔

امام شاذلی فرماتے ہیں یہ منظر دیکھ کر حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تخت پر جلوہ

یہ آیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی ہے آپ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا اور سب سے پہلے خدا کی راہ میں مال خرچ کیا اس لئے آپ کا مرتبہ تمام صحابہ سے زیادہ ہے چنانچہ علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی آپکی بارگاہ میں تشریف فرما تھے اور آپ نے ایسا لباس زیب تن کیا ہوا تھا جس کے کانٹوں کے بٹن تھے حضرت جبریل امین علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کی کیا وجہ ہے کہ ابوبکر نے اپنے لباس کو کانٹوں کے بٹن لگا رکھے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس نے فتح مکہ سے پہلے اپنا مال مجھ پر خرچ کر دیا جبریل نے عرض کی خدا آپ کو فرماتا ہے کہ ابوبکر کو سلام کہو اور اس سے پوچھو کہ وہ اس فقر میں راضی ہے یا ناراض نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوبکر خدا تعالیٰ تجھے سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ اس فقر میں تم راضی ہو یا ناراض حضرت ابوبکر نے عرض کی میں اپنے رب سے کیسے ناراض ہوسکتا ہوں اور تین مرتبہ فرمایا میں اپنے رب سے راضی ہوں جبریل نے فرمایا خدا فرماتا ہے اے ابوبکر میں تجھ سے راضی ہوگیا جس طرح تو مجھ سے راضی ہوگیا ہے اس پر حضرت صدیق رونے لگے جبریل نے عرض کی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے جب سے صدیق اکبر نے کانٹوں کے بٹن والا لباس پہنا ہے عرش اٹھانے والے فرشتوں نے بھی ایسا ہی لباس پہن رکھا ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جس نے یہ کہا کہ میں (علی المرتضیٰ) صدیق اکبر سے افضل ہوں میں اس کو اسی کوڑے لگاؤنگا معلوم ہوا حضرت علی المرتضیٰ کا عقیدہ ہے کہ صدیق اکبر تمام امت سے افضل ہیں۔

(تفسیر قرطبی ۷/۳۴۰)

گر ہیں اور تمام رسل کرام حضور کے سامنے فرش زمین پر تشریف فرما ہیں کتنی بڑی جلالت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا مظاہرہ ہے میں اسی سوچ و بچار میں تھا اور حضور علیہ السلام کی قدر و منزلت پر تعجب کر رہا تھا ناگہاں کسی نے مجھے پاؤں کی ٹھوکر ماری جس سے میں بیدار ہوگیا میں نے جو دیکھا تو وہ مسجد اقصیٰ کا منتظم تھا اور اس وقت وہ مسجدِ اقصیٰ کی قندیلیں روشن کر رہا تھا اس نے مجھ سے کہا کیا تعجب کرتا ہے یہ سب حضور کے نور سے پیدا ہوئے ہیں یہ سن کر مجھ پر بے ہوشی طاری ہوگئی نماز کے لئے جماعت کھڑی ہوئی تو مجھے افاقہ ہوا میں نے اس منتظم مسجد کو تلاش کیا مگر آج تک اسے نہ پایا۔ (۵/۷۵ روح البیان)

سب سے زیادہ خدا کو محمد سے پیار
مہربان ان پہ ہے پاک پروردگار
وہ ہیں محبوب حق، حق کے ہیں راز دار
ملک کونین میں انبیاء تاجدار
تاجداروں کا آقا ہمارا نبی

جب خدا تعالیٰ نے اپنے محبوب کے ساتھ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ذکر فرمایا اور آپ تمام امت سے زیادہ متقی ہیں لہٰذا آپ بعد الانبیاء تمام انسانوں سے افضل ہیں۔

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

لَایَسْتَوِیْ مِنْکُمْ مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ اُولٰٓئِکَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا۔

تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد فتح خرچ اور جہاد کیا۔

یہ آیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی ہے آپ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا اور سب سے پہلے خدا کی راہ میں مال خرچ کیا اس لئے آپ کا مرتبہ تمام صحابہ سے زیادہ ہے چنانچہ علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی آپکی بارگاہ میں تشریف فرما تھے اور آپ نے ایسا لباس زیب تن کیا ہوا تھا جس کے کانٹوں کے بٹن تھے حضرت جبریل امین علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کی کیا وجہ ہے کہ ابوبکر نے اپنے لباس کو کانٹوں کے بٹن لگا رکھے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس نے فتح مکہ سے پہلے اپنا مال مجھ پر خرچ کر دیا جبریل نے عرض کی خدا آپ کو فرماتا ہے کہ ابوبکر کو سلام کہو اور اس سے پوچھو کہ وہ اس فقر میں راضی ہے یا ناراض نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوبکر خدا تعالیٰ تجھے سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ اس فقر میں تم راضی ہو یا ناراض حضرت ابوبکر نے عرض کی میں اپنے رب سے کیسے ناراض ہوسکتا ہوں اور تین مرتبہ فرمایا میں اپنے رب سے راضی ہوں جبریل نے فرمایا خدا فرماتا ہے اے ابوبکر میں تجھ سے راضی ہوگیا جس طرح تو مجھ سے راضی ہوگیا ہے اس پر حضرت صدیق رونے لگے جبریل نے عرض کی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے جب سے صدیق اکبر نے کانٹوں کے بٹن والا لباس پہنا ہے عرش اٹھانے والے فرشتوں نے بھی ایسا ہی لباس پہن رکھا ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جس نے یہ کہا کہ میں (علی المرتضیٰ) صدیق اکبر سے افضل ہوں میں اس کو اسی کوڑے لگاؤں گا معلوم ہوا حضرت علی المرتضیٰ کا عقیدہ ہے کہ صدیق اکبر تمام امت سے افضل ہیں۔

(۳۴۰/۷ تفسیر قرطبی)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں مسجد میں گیا دیکھا کہ لوگ بیٹھے ہوئے کہ رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زواج مطہرات کو طلاق دے دی ہے میں نے کہا میں آج اس بات کو دریافت کر کے رہونگا پہلے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پاس گیا اور کہا کہ اے عائشہ تمہارا یہ حال ہوگیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دیتی ہو انہوں نے کہا اے عمر تمہیں کیا ہوگیا ہے تم اپنوں کی خبر لو میں حفصہ کے پاس آیا اور کہا اے حفصہ تمہیں معلوم ہے کہ رسول خدا تم سے محبت نہیں کرتے اگر میں نہ ہوتا تو وہ تمہیں طلاق دے دیتے یہ سن کر وہ زاروقطار رونے لگیں پھر میں نے پوچھا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں کیا اپنے حجرے میں ہیں میں آپ کے پاس آیا دیکھا کہ آپکا خادم کھڑکی میں بیٹھا ہے میں نے کہا رباح رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے میرے آنے کی اجازت لے لو اس نے کھڑکی کی طرف دیکھا اور مجھے دیکھ کر خاموش ہوگیا میں نے بلند آواز سے کہا رباح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے میرے آنے کی اجازت لے لو میں خیال کرتا ہوں شاید آپ کو گمان ہو کہ میں آپ کے پاس حفصہ کی وجہ سے آیا ہوں واللہ اگر آپ فرمائیں گے تو میں اسکی گردن ماردونگا رباح نے کھڑکی کی طرف دیکھا اور مجھے ہاتھ سے آنے کا اشارہ کیا میں اندر داخل ہوا نبی پاک صرف ایک تہبند باندھے بوریے پر لیٹے ہوئے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر بیٹھ گئے اور بوریے کے نقش آپ کے جسم پر اچھلے ہوئے تھے میں نے حجرے میں نظر دوڑائی تو دیکھا کہ ایک طرف دو مٹھی جو رکھے ہوئے ہیں ایک مٹھی برگ سلم اور دو چمڑے نیم رباغت شدہ یہ دیکھ کر میری آنکھیں بھر آئیں فرمایا۔ اے ابن خطاب کیوں روتے ہو عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں نہ روؤں آپ اللہ کے برگزیدہ رسول ہیں اور بہترین خلق ہیں اور یہ قیصرہ کسریٰ ہیں جو محلوں میں راحت وآرام سے

ہیں اور آپ ﷺ اس حال میں فرمایا اے ابن خطاب کیا تم راضی نہیں کہ ہمارے لئے آخرت ہے اور ان کے لئے دنیا میں نے کہا کیوں نہیں یا رسول اللہ ﷺ میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں میں نے بہت کم معاملات میں گفتگو کی مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے میری تصدیق نازل کی پھر میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی اگر طلاق دے دی ہے تو اللہ، جبریل فرشتے، ابوبکر اور میں اور سب مسلمان آپ ﷺ کے ساتھ ہیں اس پر خدا تعالیٰ یہ آیت نازل فرمائی۔

فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ۔

پس خدا اس کا مولیٰ ہے اور جبریل اور نیک مسلمان اور اس کے بعد فرشتے اس کے مددگار ہیں۔

(صحیح مسلم حدیث نمبر ۱۴۷۷)(۱۵۰/۱ مسند ابی یعلیٰ)

علامہ عبد الرؤف مناوی نے تیسیر شرح جامع صغیر ''صالح المومنین'' کی تفسیر میں لکھا ہے۔ صالح المومنین ابوبکر وعمر اے هما اعلیٰ صفة واعظهم بعد الانبیاء قدر صالح المومنین سے مراد صدیق اور عمر ہیں اور وہ دونوں نبیوں کے بعد تمام مومنوں سے افضل ہیں۔

(فیض القدیر شرح جامع الصغیر ۴/۲۵۱)

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ۝ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى وَلَسَوْفَ يَرْضٰى۔

اور اس سے بہت دور رکھا جائیگا جو سب سے بڑا پرہیزگار ہے اپنا مال دیتا ہے کہ ستھرا ہو اور کسی کا اس پر کوئی احسان نہیں جسکا بدلہ دیا جائے صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے جو سب سے بلند ہے اور بے شک قریب ہے کہ وہ راضی ہوگا۔

ان آیات کا شانِ نزول یہ ہے کہ مکہ میں دو آدمی مالدار اور امیر تھے ایک حضرت صدیق اکبر اور دوسرا امیہ بن خلف دونوں کا مال خرچ کرنے کا طریقہ مختلف تھا امیہ بہت زیادہ امیر تھا اس کے بارہ غلام تھے اور ہر غلام کو تربیت دے کر کسی ایک کام پر مقرر کیا ہوا تھا ایک غلام کے ذمے زراعت کا کام تھا ایک غلام باغات پر مقرر تھا ایک غلام منقش کپڑوں کا کاروبار کرتا تھا اور یمن اور شام میں ان کپڑوں کی تجارت کرتا تھا ایک غلام مویشی پالتا تھا۔ اتنا مالدار ہونے کے باوجود ایک درہم بھی کسی فقیر کو نہ دیتا تھا اگر غلاموں میں سے کوئی محتاج ہوتا تو اس کے مانگنے پر بھی کچھ نہ دیتا بلکہ اس کو خدمت سے معزول کر دیتا اگر کوئی اسے کہتا کہ اپنے مال سے آخرت کما تو وہ کہتا اول تو یہ کہ آخرت کہاں ہے اور اگر آخرت ہو بھی تو میں نے اس قدر مال جمع کر لیا ہے کہ مجھے بہشت کی نعمت کی ضرورت نہیں اس کے غلاموں میں سے ایک غلام تھا جس کا نام بلال تھا جو بعد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خدمتگار بنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت میں اسے اپنے آگے آگے دیکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت بلال کی مشتاق ہے بلال امیہ کو بتائے بغیر پوشیدہ طور پر مسلمان ہو گیا۔ آخر کار امیہ کو بلال کے ایمان کا علم ہو گیا امیہ نے پہلے اپنی خدمت سے معزول کیا بلال کے ذمے بت خانے کا انتظام تھا بلال کو بلا کر امیہ نے پوچھا کس کی عبادت کرتے ہو بلال نے کہا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا کی عبادت کرتا ہوں اس لعین نے کہا اس دین سے بیزار ہو جاؤ ورنہ تمہیں طرح طرح کے عذاب میں مبتلا کرونگا بلال نے کہا میں اس دین کو نہیں چھوڑ سکتا تو نے جو کرنا ہے کر لے تیرا غلام ہوں اس نے بلال کو ننگا کیا اور پھر کیکر کے خشک لمبے لمبے کانٹے لے کر اس کو چبھوئے یہ کانٹے ہڈی سے ٹکرا کر ٹوٹ جاتے جب دھوپ تیز ہو جاتی تو امیہ اپنے غلام سے کہتا بلال کو دھوپ میں لٹا کر گرم گرم پتھر اس کے اوپر رکھ دو

اور بلال کے چاروں طرف آگ جلائی جاتی تاکہ آپ کو خوب اذیت ہو جب آفتاب غروب ہو جاتا آپ کو ایک تاریک کمرے میں لے جا کر باری باری آپ کو کوڑے مارتے صبح تک آپ کو اسی طرح مارا جاتا بلال اس حال میں احد احد کی آواز بلند کرتا ایک دن صدیق اکبر اس کوچے سے گزرے تو بلال کے رونے کی آواز سنی آپ نے کسی سے پوچھا کہ اس گھر میں کیا ہو رہا ہے لوگوں نے کہا کہ امیہ اپنے غلام کو مار رہا ہے صبح کو صدیق اکبر امیہ کے گھر گئے اور اسے نصیحت کی کہ خدا سے خوف کھا اس غلام کو تکلیف نہ دے اس پر ظلم نہ کر اس نے دین حق کو قبول کیا ہے اور وہ خدا کا دوست بن گیا۔

تن من یار میں شہر بنایا دلوچہ خاص محلہ ہو
آن الف دل وسوں کیتی میری ہوئی خوب تسلا ہو
سب کجھ مینوں پیا سنیوے جو بولیما سواللہ ہو
دردمنداں ایہہ رمز پچھاتی باہو بے درداں سر کھلہ ہو

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس کو غنیمت جانوں اور اس پر احسان کر یہ آخرت میں تیرے کام آئیگا اس لعین نے کہا آخرت کہاں ہے اگر بالغرض ہو بھی تو مجھے دنیا میں کس چیز کی کمی ہے تو جانتا ہے کہ میرے خزانے میں ہر قسم کا مال موجود ہے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پھر اسے نصیحت کی اس نے کہا اگر آپ کو اس غلام پر ترس آتا ہے تو آپ خرید کر اس کو لے جائیں آپ بھی مالدار ہیں صدیق اکبر نے فرمایا میں اس کو خریدتا ہوں بولو کیا لوگے اس نے کہا ترے پاس ایک غلام ہے نسطاس رومی جو کہ دو ہزار دینار کا مالک ہے وہ غلام دے کر اس کو لے جاؤ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دل وجان سے قبول کیا اور حضرت بلال کو خرید کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ بارگاہ میں لاکر عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ گواہ ہیں میں نے بلال کو خدا کے

لئے آزاد کردیا۔ (۳۰۴/۳ تفسیر عزیزی)

بعض لوگوں نے کہا کہ بلال کا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر کوئی احسان ہوگا اس لیے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس کو خرید کر آزاد کیا ہے اس پر خدا نے متذکرہ آیات نازل فرمائی آپ کو اتقی کہا گیا اور دوسرے مقام پر خدا نے فرمایا ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم لہٰذا آپ اللہ کے نزدیک تمام صحابہ سے افضل ہیں۔

نیز ان آیات میں یہ بھی ہے کہ ولسوف یرضیٰ اور عنقریب وہ خدا یا وہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ راضی ہوجائیگا اور رسول خدا کے لئے فرمایا کیا ولسوف یعطیك فترضیٰ عنقریب تیرا خدا تجھے اتنا دیگا کہ تو راضی ہوجائیگا۔

فَتَرْضٰی نے ڈالی ہیں باہیں گلے میں
کہ ہو جائے راضی طبیعت کسی کی

فَتَرْضٰی کی یہ پیاری پیاری صدا ہے
کہ ہوگا قیامت میں چاہا تمہارا

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِیْنَ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّیَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُوْلٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ○

ان فقیروں ہجرت کرنے والوں کے لئے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے خدا کا فضل اور رضا تلاش کرتے ہوئے وہ اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں وہ لوگ سچے ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ سب ہجرت کرنے والے سچے ہیں اور ان سچے مہاجرین میں حضرت عثمان غنی اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی ہیں جنہوں نے حضرت ابوبکر کو صدیق رضی اللہ عنہ کہا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

دلیل نمبرا:

حضرت ثمامہ بن حزن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر اس وقت حاضر ہوا جبکہ باغیوں نے آپ کا محاصرہ کیا ہوا تھا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ گھر کے اندر سے چھت پر تشریف لائے اور نیچے جھانک کر باغیوں سے فرمایا میں خدا اور اسلام کا واسطہ دے کر تم سے پوچھتا ہوں کہ تم کو یہ بات معلوم ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے اس وقت مدینہ میں بیئر رومہ کے سوا کوئی میٹھے پانی کا کنواں نہ تھا رسول خدا نے فرمایا کون ہے جو اس کو خرید کر مسلمانوں پر وقف کر دے اسے جنت ملے گی میں نے اپنے ذاتی مال سے خرید کر وقف کر دیا آج اس کا پانی پینے سے مجھے روکتے ہو اور میں کھاری پانی پیتا ہوں لوگوں نے کہا ہم جانتے ہیں اے اللہ ہم اس سے واقف ہیں پھر آپ نے فرمایا تم سے خدا اور اسلام کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تم کو معلوم ہے کہ مسجد نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے تنگ ہو گئی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون ہے جو فلاں شخص کی اولاد کی زمین خرید کر مسجد کو دے دے اسے جنت ملے گی میں نے اپنے ذاتی مال سے خرید کر مسجد میں وسعت کر دی آج تم مجھے اس میں نماز نہیں پڑھنے دیتے انہوں نے کہا اے اللہ ہم جانتے ہیں پھر آپ نے فرمایا تم جانتے ہو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہم میں شبیر پہاڑ پر کھڑے تھے اسے جنبش ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹھوکر مار کر فرمایا۔

اسکن شبیر فانما علیك نبی و صدیق وشهیدان۔

اے شبیر ٹھہر جا! تجھ پر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔

(مشکوۃ ص ۵۶۳ ج ۳)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہا۔

دلیل نمبر۲:

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک سائل آیا اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا حضور نے اس کو کچھ عطا فرمایا اور حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم نے بھی اس سائل کو کچھ عطا فرمایا وہ یہ تمام عطیات لے کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آیا کہ آپ ان میں برکت کی دعا فرما دیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان عطیات میں کیوں نہ برکت ہوگی یہ عطیات تجھے نبی کریم صدیق اور شہید نے دیئے ہیں۔ (کنز العمال ص۱۰ ج۳)

نزال بن سبرہ ہلال نے کہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خوش مزاجی کی حالت میں ہم نے ان سے کہا اے امیر المومنین اپنے اصحاب کے متعلق کچھ بیان فرمائیں آپ نے فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اصحاب رضی اللہ عنہم میرے رفیق اور ساتھی ہیں پھر ہم نے عرض کی ان کے متعلق بیان فرمائیں آپ نے فرمایا دریافت کرو ہم نے گزارش کی ابوبکر کے متعلق بیان فرمائیں آپ نے فرمایا:

زاك امرأ سماه الله الصديق على لسان جبريل وعلى لسان محمد صلى الله عليه وسلم كان خليفة رسول الله صلى الله عليه وسلم على الصلوٰة رضيه لدينا فرضيناه لدنيانا۔

(اسد الغابہ تذکرہ ابی بکر الصدیق۔ الریاض النضرۃ ص۶۸ ج۱)

یہ وہ شخص ہیں کہ اللہ نے جبریل و رسول خدا دونوں کی زبان پر ان کا نام الصدیق رکھا ہے اور وہ نماز میں رسول کریم کے خلیفہ قرار پائے رسول خدا نے ان کو ہمارے دین کیلئے پسند فرمایا اور ہم ان پر اپنی دنیا کے لئے راضی ہو گئے۔

ان دونوں متذکرہ احادیث سے معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک ابوبکر صدیق ہیں جب دو عظیم سچے مہاجرین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زبان سے حضرت ابوبکر کا صدیق ہونا ثابت ہو گیا تو قرآن کہتا ہے کہ نبی کے بعد صدیق کا مرتبہ ہے خدا فرماتا ہے:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصّٰلِحِيْنَ۔

جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جن پر اللہ نے انعام کیا اور وہ نبی صدیق شہید اور صالحین ہیں۔

پس ثابت ہوا کہ ابوبکر صدیقوں کے سردار ہونے کی بنا پر تمام صحابہ سے افضل ہیں۔

بھلا کون رتبے میں ہمسر ہو ان کا
ملا جن کو صدیق نام اللہ اللہ

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ۔

پس ان میں کوئی اپنی جان پر ستم کرنے والا ہے کوئی درمیانی چال چلنے والا ہے اور کوئی نیکیوں میں آگے بڑھ جانے والا ہے اللہ کی اجازت سے یہی بڑی فضیلت ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ خدا کے بندے تین طرح کے ہیں ایک وہ جو خدا کے نافرمان ہیں دوسرے وہ جو گناہ بھی کرتے ہیں اور نیکیاں بھی کرتے ہیں اور تیسرے وہ جو اعلیٰ درجے کے مطیع اور فرمانبردار ہیں جو حسنات کی طرف

جلدی کرتے ہیں جب ہم صحابہ کرام کے حالات کا مطالعہ کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ نیکیوں کی طرف بہت زیادہ سبقت کرنے والے حضرت صدیق اکبر ہیں بطور ثبوت دو دلیلیں ملاحظہ ہوں۔

دلیل اول:

حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک جان پہچان والا آدمی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملا اور عرض کی یا امیر المومنین میں کوفہ سے آیا ہوں اور وہاں میں نے ایک آدمی کو دیکھا ہے کہ وہ زبانی قرآن لکھواتا ہے حضرت ناراض ہوئے اور جوش میں آگئے اور فرمایا تیرے لئے خرابی ہو وہ کون ہے اس نے کہا عبداللہ بن مسعود اس پر حضرت عمر کا غصہ ٹھنڈا ہوگیا اور آپ اپنی پہلی حالت میں آگئے اور فرمایا اس کو یہ حق پہنچتا ہے اور میں تم سے اسکی وجہ بیان کرتا ہوں رسول خدا رات کو اابوبکر کے ساتھ مسلمانوں کے امور سے متعلق مشورہ کیا کرتے تھے ایک مرتبہ اس مشورے میں میں بھی شامل تھا حضور اور ہم دونوں باہر آئے ہم نے ایک آدمی کو کھڑے ہوکر نماز پڑھتے دیکھا حضور اسکی قرأت سننے کھڑے ہوگئے ہم نے اس آدمی کو پہچاننا چاہا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جوشخص یہ پسند کرتا ہے کہ قرآن کو ایسے پڑھے جیسے نازل ہوا ہے وہ اس طرح پڑھے جیسے عبداللہ بن مسعود نے پڑھا ہے پھر عبداللہ بن مسعود بیٹھ کر دعا مانگنے لگے رسول خدا نے فرمایا مانگو عطا ہوگا یہ حضور نے دو مرتبہ فرمایا حضرت عمر فرماتے ہیں میں نے خیال کیا میں صبح کو عبداللہ بن مسعود کو یہ بشارت دونگا چنانچہ میں صبح اس کام کے لئے گیا تو پتہ چلا کہ ابوبکر مجھ سے پہلے آکر عبداللہ بن مسعود کو یہ خوشخبری سنا گئے ہیں۔

(صحیح ابن خزیمہ ۲/۱۸۶)

دلیل دوئم:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک روز رسول خدا نے ہمیں صدقہ خیرات کا حکم دیا حسن اتفاق سے اس وقت میرے پاس کافی مال تھا میں نے اپنے دل میں کہا اگر ابوبکر سے کسی روز سبقت لے جانا میرے لئے ممکن ہوگا تو آج ممکن ہوگا اور میں کافی مال خرچ کر کے سبقت لے جاؤ گا چنانچہ میں آدھا مال لے کر حاضر خدمت ہوا رسول خدا نے مجھ سے پوچھا گھر والوں کے لئے تو نے کتنا چھوڑا ہے میں نے عرض کی آدھا مال پھر ابوبکر آئے ان کے پاس جو کچھ تھا سب لے آئے رسول خدا نے ان سے پوچھا گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا آئے ہو عرض کی ابقیتِ لھم اللہ ورسولہ ان کے لئے خدا اور اس کا رسول چھوڑ آیا ہوں میں نے دل میں کہا میں کبھی بھی ابوبکر سے سبقت نہ لے جا سکوں گا۔

(۳/۲۴۰ مشکوٰۃ)

کسی اللہ کے ولی سے کسی نے زکوٰۃ کے بارے میں پوچھا کہ زکوٰۃ کتنی دینی چاہئے انہوں نے فرمایا کہ شریعت کا مسئلہ پوچھتا ہے یا عشق کا اس نے عرض کی دونوں ہی بتا دیں فرمایا شریعت کا مسئلہ یہ ہے کہ مال کی زکوٰۃ ڈھائی فی صد کے حساب سے ادا کی جائے اور عشق کا مسئلہ یہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر کی طرح سب کچھ قربان کر دیا جائے۔

عشق دیاں اولیاں گلاں جیڑا شرع تھیں دور ہٹاوے ہو
قاضی چھوڑ قضائیں جاون جد عشق طمانچہ '' ے ہو
لوگ ایانے متیں دیون عاشقاں مت نہ بھاوے ہو
مڑن محال انہانوں حضرت باہو جناں صاحب آپ بلاوے ہو

عشق کرم دا قطعہ ازلی تیں میں دے وس ناہیں
اکناں لبدیاں ہتھ نہ آوے اکناں دیو چہ راہیں

دلیل نمبر ۵ ب:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ۝

اور تو کہہ کیا برابر ہیں وہ جو جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جن کو خدا تعالیٰ نے علم کی دولت سے سرفراز فرمایا ہے وہ ان سے افضل ہیں جن کو علم نہیں ملا نیز جو سب سے زیادہ عالم ہوگا وہ دوسروں علماء سے افضل ہوگا اور حضرت صدیق اکبر تمام صحابہ سے زیادہ عالم تھے لہٰذا آپ صحابہ سے افضل ہو گئے اب صدیق اکبر کے اعلم الصحابہ ہونے کے دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

دلیل نمبر اول:

جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو عرب کے کچھ لوگ مرتد ہو گئے اور انہوں نے کہا ہم زکوٰۃ ادا نہ کریں گے حضرت ابوبکر نے کہا اگر مجھے لوگ اونٹ کی رسی دینے سے بھی انکار کریں گے تو میں ان سے جہاد کرونگا حضرت عمر فرماتے ہیں میں نے کہا اے رسول خدا کے خلیفہ لوگوں سے الفت کرو اور نرمی سے پیش آؤ ابوبکر نے کہا ایام جاہلیت میں تو تم بڑے سخت اور غضب ناک تھے کیا اسلام میں داخل ہو کر پست ہمت ہو گئے ہو وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے اور دین کامل ہو چکا ہے کیا کمال پر پہنچنے کے بعد وہ میری زندگی میں کمزور اور ناقص ہوسکتا ہے۔

(۲۴۲/۳ مشکوٰۃ)

اور ایک راویت میں ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

واللہ لا قاتلن من فرق بین الصلوٰۃ والذکوٰۃ واللہ لو معنوی عقالا کانو ایؤ دونہ ای رسول اللہ صلی اللہ علیہ واسلم لقاتلتھم علی منعہ۔ (صحیحین)

خدا کی قسم جو نماز اور زکوٰۃ کے درمیان تفریق کریگا میں اس سے لڑونگا خدا کی قسم وہ لوگ رسول خدا کو جو رسی دیتے تھے اگر مجھے نہ دیں گے تو میں اسکی عدم ادائیگی پر ان سے جنگ کرونگا۔

اس سے علماء نے استدلال کیا ہے کہ حضرت ابوبکر تمام صحابہ سے زیادہ عالم تھے کیونکہ کسی صحابی کی سمجھ میں یہ بات نہ آئی بعد میں تمام صحابہ اس بات پر متفق ہوگئے کہ صدیق اکبر نے جو کچھ کیا صحیح کیا ہے۔

دلیل دوم:

حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا لوگوں کو اور فرمایا ان اللہ تعالیٰ خیر عبدابین الدنیا وبین ماعند اللہ فاختار ذالك العبد ماعند اللہ فبکی ابوبکر اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو دنیا اور جو کچھ اسکے پاس ہے کے درمیان اختیار دیا اس بندے نے اس کو پسند کیا جو اللہ کے پاس ہے حضرت ابوبکر اس پر روئے اور کہا ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوجائیں صحابہ نے تعجب کیا کہ صدیق اکبر کیوں رو رہے ہیں۔رسول خدا نے تو ایک بندے کا ذکر کیا ہے جسے خدا نے اختیار دیا ہے بعد میں پتہ چلا کہ اس بندے سے مراد نبی کریم کی ذات تھی اور صدیق اکبر تمام صحابہ سے زیادہ عالم تھے جو حقیقت حال سے آگاہ ہوگے۔

دلیل سوم:

مسئلہ یہ ہے کہ امامت کا حقدار وہ ہے جو قرآن وسنت کا زیادہ عالم ہو رسول خدا نے فرمایا:

لا ینبغی لقوم فیھم ابوبکر ان یؤمھم غیرہ۔

کسی قوم کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ ابوبکر کے ہوتے ہوئے اس قوم کا کوئی اور امام بنے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کے ایام میں لوگوں کے ساتھ آپ کی خدمت میں موجود تھا حضرت بلال نے عرض کی یا رسول اللہ نماز کا وقت ہوگیا آپ نے فرمایا کسی کو کہو لوگوں کو نماز پڑھادے حضرت عبد اللہ بن زمعہ باہر آئے لوگوں میں حضرت عمر موجود تھے حضرت ابوبکر موجود نہ تھے انہوں نے کہا اے عمر کھڑے ہوکر لوگوں کو نماز پڑھاؤ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تکبیر کہی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سن لی کیونکہ حضرت عمر بلند آواز تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوبکر کہاں ہیں اللہ اور مسلمان انکار کرتے ہیں اللہ اور مسلمان انکار کرتے ہیں حضرت ابوبکر کو بلا بھیجا وہ آئے لیکن حضرت عمر کے نماز پڑھا چکنے کے بعد پس صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو دوبارہ نماز پڑھائی حضرت عمر حضرت عبداللہ پر ناراض ہوئے اور فرمایا تو نے میرے ساتھ کیا کیا میں تو سمجھا تھا کہ رسول خدا نے حکم دیا ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو میں نماز نہ پڑھاتا عبداللہ نے کہا خدا کی قسم نبی پاک نے حکم نہ دیا تھا جب میں نے دیکھا کہ صدیق اکبر موجود نہیں تو میں نے سوچا کہ آپ موجودہ ہیں لوگوں میں امامت کے مستحق ہیں۔

(۴/۳۲۲ مسند امام احمد)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت صدیق اکبر کی موجودگی میں کوئی امامت کا حقدار نہیں اس لئے کہ آپ تمام صحابہ سے زیادہ عالم ہیں۔

دلیل چہارم:

حضرت میمون بن مہران سے روایت ہے کہ جب صدیق اکبر کے پاس کوئی مقدمہ آتا تو آپ اس کا حل قرآن میں تلاش کرتے اگر قرآن میں اس کا حل ہوتا تو اس کا فیصلہ قرآنی حکم کے مطابق کر دیتے اگر اس کا حل قرآن میں نہ ملتا تو پھر سنت رسول کی طرف رجوع کرتے اگر آپ کے علم میں سنت سے حل نہ ملتا تو لوگوں سے سنت کے بارے میں پوچھتے اگر حل مل جاتا تو فرماتے الحمد اللہ الذی جعل فینا من یحفظ عن نبینا تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہم میں ایسے لوگ پیدا فرمائے جو سنن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد رکھتے ہیں اگر اس طرح بھی حل نہ ملتا تو لوگوں سے مشورہ کرتے کثرت رائے سے جو طے پاتا پاس اس کے مطابق فیصلہ فرما دیتے۔ (۳۹ تاریخ الخلفاء)

حضرت مسطح رضی اللہ عنہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے خالہ زاد بھائی تھے یہ نادار تھے اور بدری صحابی تھے انکا خرچ صدیق اکبر برداشت کرتے تھے لیکن انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والوں سے موافقت کی اس پر صدیق اکبر نے قسم کھالی کہ وہ مسطح کو خرچہ نہ دیں گے۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا ولا یاتل اولو الفضل منکم اور قسم نہ کھائیں وہ جو تم میں سے فضیلت والے ہیں قرآن کی اس آیت سے معلوم ہوا کہ آپ تمام صحابہ سے زیادہ فضیلت والے ہیں اور یہ آپکی افضلیت کی واضح دلیل ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے

دراوزے کے پاس مہاجرین اور انصار جمع تھے اور ایک دوسرے کی فضیلت پر بحث کرر ہے تھے اسی اثنا میں صحابہ کی آوازیں بلند ہوئیں نبی کریم سن کر باہر تشریف لائے آپ نے فرمایا۔کیا کرر ہے ہو عرض کی لوگوں کی بزرگی اور فضائل بیان کرر ہے ہیں آپ نے فرمایا خبردار کسی کو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے زیادہ فضیلت والا قرار نہ دینا وہ دنیا اور آخرت میں تم سب سے زیادہ فضیلت والا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اپنے باپ امام محمد وہ فرماتے ہیں میں نے اپنے باپ امام زین العابدین وہ فرماتے ہیں میں نے اپنے باپ امام حسین وہ فرماتے ہیں میں اپنے باپ حضرت علی وہ فرماتے ہیں میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ بعد از انبیاء سورج کی آنکھ نے صدیق اکبر سے افضل کسی کو نہ دیکھا۔ (ص۳ تفسیر عزیزی)

حضرت جابر عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھے آپ نے فرمایا ابھی ایک شخص آرہا ہے کہ میرے بعد اس سے بہتر خدا نے پیدا نہیں کیا اور قیامت کے دن وہ انبیاء کی طرح مرتبہ شفاعت پر فائز ہوگا کچھ دیر کے بعد حضرت ابوبکر تشریف لے آئے اللہ کا نبی کھڑا ہوگیا اور انکی پیشانی پر بوسہ دیا اور بغلگیر ہوئے۔ (۲۱۳/۳ تفسیر عزیزی)

بلا کون رتبے میں ہمسر ہو ان کا
ملا جن کو صدیق نام اللہ اللہ

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ۔

اور جو اللہ اور رسول کا حکم مانے تو اسے انکا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے

فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ۔

اس آیت میں نبیوں کے بعد صدیقوں کا ذکر ہوا لہٰذا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بعد الانبیاء تمام امت سے افضل ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میں تجھے بشارت دیتا ہوں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تجھے خاص تجلی سے سرفراز فرمائیگا اور باقی عام لوگوں کو عام تجلی سے نوازے گا۔

(۲/۴۸۰ مسند الفردوس)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے ابو بکر حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر مجھ تک میری ظاہری زندگی میں ایمان لانے والوں کے برابر خدا مجھے ثواب عطا فرمائیگا اور میر بعثت سے لے کر قیامت تک جتنے ایمان لائیں گے ان سب کے برابر خدا تجھے ثواب دے گا۔

(۲/۴۸۰ مسند الفردوس)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم نے دیکھا کہ حضرت ابو درداء، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہم کے آگے آگے چل رہے ہیں آپ نے فرمایا اے ابو درداء تو اس شخص کے آگے چل رہا ہے کہ بعد الانبیاء اس سے افضل سورج نے کسی کو دیکھا نہیں بعد میں حضرت ابو درداء ہمیشہ صدیق اکبر کے پیچھے چلتے۔ (۹/۴۳ مجمع الزوائد)

حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطبہ ارشاد فرماتے دیکھا آپ نے توجہ فرمائی لیکن حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نظر نہ آئے فرمایا ابو بکر رضی اللہ عنہ پھر فرمایا ابھی ابھی حضرت جبریل امین علیہ السلام نے مجھے خبر دی ہے کہ آپ کے بعد آپکی امت سے افضل ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

(۹/۴۴ مجمع الزوائد)

حضرت حکیم بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو منبر پر یہ فرماتے سنا۔

خَيْرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا اَبُوْبَكْرٍ۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت میں افضل صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔
(۳/۳۵۱ طبرانی اوسط)

پس از انبیاء سب سے اونچا ہے نامی
رفیق نبی کا مقام اللہ اللہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض وفات میں فرمایا۔

مُرُوْا اَبَابَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ۔

ابوبکر کو کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ظاہری زندگی میں امامت کا مصلا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سپرد کر کے اس طرف اشارہ کر دیا کہ میری امت میں سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہے اگر کوئی اور ان سے بہتر ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو امام بناتے پس معلوم ہوا کہ آپ تمام صحابہ سے افضل ہیں اور بعد الانبیاء تمام امت سے افضل ہیں۔ (۷/۲۴۱ تفسیر قرطبی)

حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے عرش کو پیدا فرمایا تو اس پر نور سے یہ کلمہ لکھا اور قلم کا طول اتنا تھا جتنا مشرق اور مغرب کا درمیانی فاصلہ لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ انہی کی وجہ سے اطاعت نہ کرنے پر مواخذہ کرونگا اور انہی کی وجہ سے اطاعت کرنے پر عطا کرونگا انکی امت تمام امتوں سے افضل ہے اور پھر ساری امت میں ابوبکر افضل ہیں۔

(۶/۱۳۸ کنز العمال)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

ان الله نظر فی قلوب العباد فوجد قلب محمد صلی الله علیه وسلم خیر قلوب العباد فاصطفاه وبعثه برسالته ثم نظر فی قلوب العباد بعد قلب محمد صلی الله علیه وسلم فوجد قلوب اصحابه خیر قلوب العباد فجعلهم وزراء نبیه صلی الله علیه وسلم یقاتلون عن دینه○

(ص۲ مطلع القمرین)

خدا تعالیٰ نے بندوں کے دلوں میں نظر فرمائی تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دل تمام بندوں کے دل سے بہتر پایا پس ان کو چن لیا اور اپنا رسول بنا کر بھیجا پھر قلب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قلوب بندگان کو ملاحظہ فرمایا تو اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دل سب سے بہتر نظر آئے ان کو اپنے نبی کا وزیر کیا اور اس کے دین کی طرف سے قتال کرتے ہیں حضور کے وزیر صدیق اکبر اور فاروق اعظم ہیں حضور نے فرمایا

فاما وزیرای من اهل الارض فابوبکر وعمر۔

زمین پر میرے دو وزیر صدیق اکبر اور فاروق ہیں

اور خدا نے نبی کریم کے بعد ان کے دلوں کو سب سے زیادہ بہتر پایا ہے لہٰذا یہ دونوں پوری امت سے بہتر ہیں اور وزیروں میں پہلے صدیق اکبر ہیں لہٰذا ثابت ہوا کہ صدیق اکبر بعد الانبیاء تمام لوگوں سے افضل ہیں۔

حضرت عمار بن یاسر سے روایت ہے کہ:

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم آتانی جبریل آنفا فقلت یا جبریل حدثنی بفضائل عمر فقال لو حدثتك بفضائل عمر بن الخطاب منذ مالبث نوح فی قومه ما نفدت فضائل عمر وان عمر حسنة من حسنات ابی ابکر۔ (مسند ابی یعلیٰ)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابھی میرے پاس جبریل آئے میں نے کہا اے جبریل میرے سامنے عمر کے فضائل بیان کرو جبریل نے عرض کی اگر میں عمر کے فضائل اتنی مدت تک بیان کروں جب تک حضرت نوح اپنی قوم میں رہے فضائل عمر ختم نہ ہوں اور بے شک عمر صدیق اکبر کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہیں۔

معلوم ہوا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نیکیوں کے اعتبار سے سب سے زیادہ اور یہ آپکی دلیل افضلیت ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

ابوبکر وعمر خیر الاولین والاخرین وخیر اهل السموات وخیر اهل الارض الا النبین والمرسلین۔ (۴۰ مطلع القمرین)

صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہم اولین و آخرین اہل سماوات اہل زمین سب سے افضل ہیں سوائے نبیوں اور رسولوں کے۔

اور صدیق اکبر، حضرت عمر رضی اللہ عنہم سے افضل ہیں لہٰذا ثابت ہوا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بعد الانبیاء تمام نوع بشر سے افضل ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد بخاری اور مسلم میں موجود ہے۔

اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمر۔

اس حدیث سے معلوم ہوا پوری امت میں افضل صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں اور ان دونوں میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ افضل ہیں لہٰذا آپکی افضلیت ثابت ہوئی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک چاندنی رات میں جبکہ رسول اللہ ﷺ کا سر اقدس میری گود میں تھا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا کسی کی اتنی نیکیاں ہیں جتنے آسمان پر ستارے ہیں آپ نے فرمایا ہاں عمر کی

نیکیاں اتنی ہی ہیں پھر میں نے پوچھا ابوبکر کی نیکیوں کا کیا حال ہے آپ نے فرمایا عمر کی ساری نیکیاں ابوبکر کی ایک نیکی کے برابر ہیں۔ (مشکوٰۃ)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ صدیق اکبر کی نیکیاں سب سے زیادہ ہیں اس لئے آپ بعد الانبیاء سب سے افضل ہیں۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

كنا نقول ورسول الله صلى الله عليه وسلم حي افضل هذه الامة بعد نبيها صلى الله عليه وسلم ابوبكر و عمر وعثمان فيسمع ذالك رسول الله صلى الله عليه وسلم فلا ينكره۔ (طبرانی کبیر)

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں کہا کرتے تھے نبی کے بعد اس امت کے افضل ابوبکر عمر اور عثمان ہیں نبی کریم سن کر انکار نہ فرماتے معلوم ہوا صدیق اس امت کے سب سے افضل انسان ہیں کہ انکا نام پہلے آیا۔

حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان روح القدس جبريل اخبرني ان خير امتك بعدك ابوبكر۔ (طبرانی کبیر)

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روح القدس جبریل علیہ السلام نے مجھے خبر دی آپ کے بعد آپکی امت کے بہتر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اتاني جبريل فقلت من يها جرمعي قال ابوبكر وهويلي امرامتك من بعدك وافضل امتك۔ (مسند الفردوس)

جبریل امین علیہ السلام میرے پاس آئے میں نے کہا میرے ساتھ کون ہجرت کریگا عرض کیا ابوبکر اور وہ امر امت کا والی ہوگا آپ کے بعد اور وہ حضور کی

تمام امت سے افضل ہے۔

حضرت امام حسن مجتبیٰ کے پوتے حضرت حسن بن زید فرماتے ہیں مجھے میرے والد ماجد حضرت زید بن حسن نے اپنے والد ماجد امام حسن اورانہوں نے اپنے والد حضرت علی شیر خدا سے حدیث بیان فرمائی۔

كنت عند النبي صلى الله عليه وسلم فاقبل ابوبكر وعمر فقال يا علي هذان سيدا كهول اهل الجنة وشبا بها بعد النبين والمرسلين۔

(ابن ماجہ)

میں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں موجود تھا کہ ابوبکر اور عمر سامنے سے آئے حضور نے ارشاد فرمایا اے علی یہ دونوں سردار ہیں بوڑھوں اور جوانوں کے بعد انبیاء اور مرسلین کے۔

اس حدیث میں بھی صدیق اکبر کا نام پہلا ہے جو آپکی افضیلت کی دلیل ہے۔

حضرت صدیق اکبر امت کے پہلے مبلغ ہیں اس بات میں تو اختلاف ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ پہلے ایمان لائے یا صدیق اکبر لیکن اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ جب حضرت علی ایمان لائے تو وہ بچے تھے اور حضرت صدیق اکبر جوان آدمی تھے انہوں نے ایمان لاتے ہیں تبلیغ اسلام شروع کی گویا آپ نے سب سے پہلے تبلیغ اسلام کا فریضہ سرانجام دیا اور حدیث میں ہے۔

من سن سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل بها الى يوم القيامة۔

جس نے کوئی اچھا طریقہ ایجاد کیا اس کو اس کا ثواب ہوگا اور قیامت تک عمل کرنے والوں کے برابر بھی اسے ثواب ہوگا۔

اس سے ثابت ہوا کہ امت میں سب سے زیادہ اجر وثواب صدیق اکبر

کو ہوگا لہٰذا آپ تمام امت سے افضل ہیں۔

جب مسطح تہمت لگانے والوں کے ساتھ شامل ہوگئے تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان کی امداد بند کردی پھر ارشاد خدا کی تعمیل کرتے ہوئے آپ نے اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرتے ہوئے مسطح کی امداد دوبارہ بحال کردی اور نفس کے ساتھ جہاد کافروں کے ساتھ جہاد سے بڑا ہے حدیث میں ہے رجعنا من الجهاد الا صغر الى الجهاد الا كبر لہٰذا آپ نے مسطح کی امدا بحال کر کے جہاد اکبر کیا ہے اور یہ بھی آپکی فضیلت کی دلیل ہے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ امیر آدمی تھے اور غلاموں کو آزاد کرانے کے لئے اپنا مال خرچ کرتے تھے مثلاً آپ نے حضرت بلال اور عامر بن فہیر کو خرید کر آزاد کیا اور اسی طرح آپ حضرت مسطح پر خرچ کرتے تھے گویا آپ ان کے لئے محسن تھے اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

ان الله مع الذين اتقو والذين هم محسنون۔

بے شک اللہ پرہیز گاروں اور محسنوں کے ساتھ ہے۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ خدا تعالیٰ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے علاوہ ازیں حدیث میں آیا ہے کہ خیر الناس من ینفع الناس تمام لوگوں سے بہتر وہ ہے جو لوگوں کو فائدہ پہنچائے لہٰذا اس لحاظ سے آپ تمام لوگوں سے بہتر اور افضل ہیں۔

خدا نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا چاہئے کہ وہ معاف کردیں اور درگزر کریں اور امام رازی نے لکھا ہے کہ جو معاف کرنے میں قوی ہو وہ تقویٰ میں قوی ہوتا ہے آپ نے مسطح کو معاف کیا جو متقی ہونے کی دلیل ہے اور خدا فرماتا ہے۔ ان اکرمکم عند الله اتقاکم۔

تم میں اللہ کے نزدیک زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ متقی ہے۔

مقامات صدیق رضی اللہ عنہ حصہ دوم

عندالرسول مقام صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

حدیث نمبر۱

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَاصَبَّ اللّٰہُ فِیْ صَدْرِیْ شَیْئًا اِلَّا وَقَدْ صَبَبْتُہٗ فِیْ صَدْرِ اَبِیْ بَکْرٍ۔

(۳۷ سبع سنابل)

جو چیز اللہ نے میرے دل میں القاء فرمائی میں نے صدیق اکبر کے دل میں ڈال دی۔

حدیث نمبر۲:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی یا اللہ:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ اَبَا بَکْرٍ فِی دَرَجَتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ فَاَوْحٰی اللّٰہَ سُبْحَانَہٗ اِلَیْہِ اَنَّ اللّٰہَ قَدِاسْتَجَابَ لَکَ۔ (۱۱/۹۰ الریاض النضرۃ) (۲/۳۸ حلبیہ)

اے اللہ قیامت کے روز ابوبکر کو میرے درجے میں میرے ساتھ رکھنا اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی کی اللہ نے آپ کی دعا کو قبول فرمالیا۔

حدیث نمبر۳:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا معراج کی رات میں نے سبز رنگ کے جوہر نفیس پر نور کی قلم سے لکھا ہوا دیکھا۔

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ابوبکر الصدیق۔

(۱۱/۵۴۹ کنز العمال)

حدیث نمبر ۴:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر اخی فی الدنیا والآخرۃ۔
ابوبکر دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہیں۔ (۱۱/۵۴۴ کنز العمال)

حدیث نمبر ۵:

حضرت عبداللہ بن زمعۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مرض وفات میں تھے میں ایک دن آپ کے پاس بیٹھا تھا کہ بلال آئے اور عرض کی یارسول اللہ نماز کا وقت ہوگیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوبکر سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں حضرت عبداللہ بن زمعۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں باہر آیا دیکھا کہ لوگوں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ موجود ہیں صدیق موجود نہیں میں نے کہا اے عمر لوگوں کو نماز پڑھاؤ وہ نماز پڑھانے کھڑے ہوگئے انکی آواز بلند تھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سن لی فرمایا ابوبکر کہاں ہے آپ نے دو مرتبہ فرمایا اللہ اور مسلمان انکار کرتے ہیں پھر ابوبکر کو بلا بھیجا وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نماز پڑھانے کے بعد آئے اور انہوں نے پھر لوگوں کو نماز پڑھائی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن زمعۃ سے فرمایا تو نے میرے ساتھ کیا کیا میں تو سمجھا تھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے نماز پڑھانے کا حکم دیا ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو میں نماز نہ پڑھاتا عبداللہ فرماتے ہیں میں نے کہا خدا کی قسم مجھے رسول خدا نے ایسا کرنے کا حکم نہ دیا تھا لیکن ہوا یہ کہ میں نے جب ابوبکر کو نہ دیکھا تو میں نے خیال کیا کہ آپ سے بڑھ کر امامت کا مستحق کوئی نہیں۔ (۴/۳۲۲ مسند امام احمد) (۴۱ طبرانی اوسط)

حدیث نمبر ۶:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

قیامت کے دن عرش کے سامنے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے ایک منبر بچھایا جائیگا اورعرش ہی کے سامنے میرے لئے ایک منبر بچھایا جائیگا اور ایک کرسی ابوبکر صدیق کے لئے رکھی جائیگی ایک منادی ندا کریگا صدیق تو کتنا خوش قسمت ہے کہ خلیل اور حبیب کے درمیان تشریف فرما ہے۔ (۳۸۶/۴ تاریخ بغداد)

حدیث نمبر ۷:

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے سنا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من رانی فی المنام فقدرانی فان الشیطان لا یتمثل بی ومن رانی ابابکر الصدیق فی المنام فقدراٰہ فان الشیطان لا یتمتل بہ۔

(۳۲۴/۸ تاریخ بغداد)

جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا شیطان میری مثل نہیں ہوسکتا اور جس نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا اس نے آپ ہی کو دیکھا شیطان انکی مثل نہیں ہوسکتا۔

حدیث نمبر ۸:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس رات ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی خدا تعالیٰ نے جنات عدن سے فرمایا مجھے قسم ہے میری عزت اور میرے جلال کی تجھ میں صرف وہ داخل ہوگا جو اس پیدا ہونے (صدیق اکبر) سے محبت کریگا۔ (۲۱۸/۲ مسند الفردوس)

حدیث نمبر ۹:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا معراج کی رات میں خدا کی بارگاہ میں حاضر ہوا خدا نے ارشاد فرمایا اے احمد ﷺ اہل زمین کو کس کے حوالے کر کے آئے ہو میں نے عرض کی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حوالے کر کے آیا ہوں خدا نے فرمایا تیرے بعد وہ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے اس کو میرا اسلام کہنا۔ (مسند الفردوس ۲/۲۱۹)

حدیث نمبر ۱۰:

ایک روایت میں ہے کہ صدیق اکبر روزانہ پوچھتے تھے کہ ایمان کیا ہے حضور ﷺ ان کو ان کے درجہ سے بڑھ کر بتلا دیا کرتے تھے اور ابوبکر روزانہ خود کو اسی درجہ پر پہنچا دیتے تھے پھر سوال کرتے حضور پھر ان کے ایمان سے بڑھ کر دوسرا مقام بتا دیتے روزانہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ایمان بڑھتا رہا اور اس مرتبہ پر پہنچا کہ حضور ﷺ نے فرمایا اگر ابوبکر کا ایمان میری امت کے تمام ایمان کے ساتھ تولا جائے تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ایمان سب سے بھاری ہو جائیگا۔

(۶۸ سبع سنابل)

عند الملائکہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مقام

حدیث نمبر ۱:

جب نبی کریم معراج کی رات سدرہ سے آگے رفرف پر بیٹھ کر تنہا روانہ ہوئے تو تنہائی سے آپ کو گھبراہٹ پیدا ہوئی اور آپ پر وحشت طاری ہوئی اللہ تعالیٰ نے آپکی گھبراہٹ اور وحشت کو دور فرمانے کے لئے ایک فرشتہ کی ڈیوٹی لگائی کہ وہ صدیق اکبر کی آواز کے مشابہ آواز نکالے چنانچہ اس فرشتے نے کہا۔

قِفْ يَا مُحَمَّدُ فَاِنَّ رَبَّكَ يُصَلِّىْ اے محمد ٹھہر جاؤ آپ کا رب صلوٰۃ

پڑھتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذہن صلوٰۃ سے نماز کے معنی کی طرف متوجہ ہوا اور آپ حیران اور متعجب ہوئے کہ رب نماز پڑھتا ہے تب اللہ نے تعجب کو دور کرنے کے لئے یہ آواز سنائی۔

هُوَ الَّذِىْ يُصَلِّىْ عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهٗ وہ اور اس کے فرشتے تم پر صلوٰۃ پڑھتے ہیں۔

فرشتے نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مشابہ آواز اس لئے نکالی کہ تنہائی میں نبی کریم کا دل بہلتا ہے تو صرف صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بہلتا ہے۔

(۱/۷۶۶ شرح مسلم)

حدیث نمبر ۲:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ معراج کی رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل سے فرمایا: اِنَّ قَوْمِىْ لَا يُصَدِّقُوْنِىْ فَقَالَ لَهٗ جِبْرِيْلُ يُصَدِّقُكَ اَبُوْبَكْرٍ وَهُوَ الصِّدِّيْقُ میری قوم میرے واقعہ معراج کی تصدیق نہ کریگی جبریل نے کہا ابوبکر تصدیق کریگا اور وہ صدیق ہے۔

(۸/۸۵ طبرانی اوسط)(۱۱/۵۵۵ کنز العمال)

حدیث نمبر ۳:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی صدیق اکبر کو گالیاں دیتا تھا جبکہ نبی کریم قریب موجود تھے اور ابوبکر خاموش تھے جب وہ آدمی گالیاں دے کر خاموش ہوگیا تو ابوبکر نے اس کی گالیوں کا جواب دیا نبی کریم اٹھ کھڑے ہوئے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے ہولئے اور عرض کی یا رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ آدمی مجھے گالیاں دیتا رہا اور آپ بیٹھے رہے اور جب میں نے جواب دیا آپ اٹھ کر چل دیئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسکی گالیوں کا جواب ایک فرشتہ دے رہا تھا اور وہ کہہ رہا تھا تو جھوٹا ہے جب تو نے جواب دیا تو درمیان میں شیطان کود پڑا میں نے بیٹھنا پسند نہ کیا۔ (۱۱۸/۸ طبرانی اوسط)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی جانب سے فرشتے نے جواب دیا اگر کوئی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان میں نازیبا کلمات کہے گا تو آپکا دفاع کرنا اور آپکی طرف سے جواب دینا یہ نوریوں کا طریقہ ہے جو روافض صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان میں بکواس کرتے ہیں الحمدللہ ہم اہلسنت ان کو جواب دے کر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا دفاع کرتے ہیں اور اس طرح ہم نوریوں کی سنت پر عمل کرتے ہیں اور یقیناً ہمارے اس طریقے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوتے ہیں۔

حدیث نمبر ۴:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بدر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تم میں سے ایک کے ساتھ جبریل اور دوسرے کے ساتھ میکائیل ہے۔

(۸۲/۶ مجمع الزوائد) (۲۸۳/۱ مسند ابی یعلیٰ) (۱۳۴/۳ المستدرک)

حدیث نمبر ۵:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آسمان دنیا پر اسی ہزار فرشتے ہیں جو ان لوگوں کے لئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں جو صدیق اکبر، فاروق اعظم رضی اللہ عنہم سے محبت کرتے ہیں اور دوسرے آسمان پر پھر اسی ہزار فرشتے ہیں جو ان لوگوں پر لعنت کرتے ہیں جو صدیق اکبر اور فاروق

اعظم رضی اللہ عنہ سے دشمنی رکھتے ہیں۔ (۳۸۴/ ۷ تاریخ بغداد)

حدیث نمبر ۶:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن بہت سے لوگ جمع ہوکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر فرمارہے ہیں تمام نیکیاں خدا کی طرف سے ہوتی ہیں اور برائیاں لوگوں کی طرف سے ہوتی ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نیکی اور بدی سب من جانب اللہ ہوتی ہے کچھ لوگ صدیق اکبر کے طرفدار بن گئے ہیں اور کچھ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے طرفدار بن گئے میں ان بحث مباحثہ ہورہا ہے۔ ہم آپ کی خدمت میں آئے ہیں تاکہ آپ فیصلہ فرما دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا عجیب اتفاق ہے کہ آسمان میں بھی یہی جھگڑا ہورہا ہے میکائیل نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے قول کی موافقت کی ہے اور جبریل علیہ السلام نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے قول کی مطابقت کی ہے بعدازاں جبریل نے میکائیل سے کہا جب ہم آسمان والے باہم اختلاف کرنے لگے ہیں تو زمین والے بطریق اولیٰ آپس میں اختلاف کریں گے آؤ اسرائیل سے فیصلہ کرواتے ہیں وہ ان کے پاس گئے انہوں نے فیصلہ یہ کیا کہ۔

اَلْقَدْرُ خَیْرُہٗ وَشَرُّہٗ وَحُلْوُہٗ وَمُرُّہٗ کُلُّہٗ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی۔

اچھی بری تقدیر میٹھی اور کڑوی سب اللہ کی طرف سے ہوتی ہے۔

بعدازاں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر سے فرمایا اے ابوبکر اگر خدا تعالیٰ چاہتا کہ کوئی گناہ نہ کرے تو اللہ تعالیٰ شیطان کو پیدا نہ کرتا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا ہے۔

(۳۱۱/ ۳ طبرانی اوسط۔ ۳۶۱/ اتفسیر عزیزی)

حدیث نمبر ۷:

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تمام صحابہ میں سے صرف حضرت ابو بکر صدیق کو یہ مرتبہ حاصل تھا کہ آپ حضرت جبریل کی آواز سن لیتے تھے جب کہ وہ نبی کریم سے بات کرتے تھے لیکن انکی صورت نہ دیکھ پاتے تھے۔

(۳۵۹/ التفسیر عزیزی)

شیخین حضرات

حدیث نمبر ۱:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تشریف لائے نبی کریم نے فرمایا۔

هٰذَانِ سَيِّدَا كُهُوْلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ اِلَّا النَّبِيِّيْنَ وَالْمُرْسَلِيْنَ يَا عَلِيُّ لَا تُخْبِرْهُمَا۔ (۱۳/۵ کنز العمال)

یہ دونوں ادھیڑ عمر والے اہل جنت کے سردار ہیں سوائے انبیاء اور مرسلین کے اے علی ان دونوں کو خبر نہ کرنا۔

حدیث نمبر ۲:

سوید بن غفلۃ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے ان کے دورِ خلافت میں اور عرض کی یا امیر المومنین میں ایسے لوگوں کے پاس سے گزرا جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایسی باتیں کر رہے تھے جن کے وہ اہل نہ تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس نے دانے کو پھاڑا اور جاندار کو پیدا فرمایا ان دونوں سے محبت وہ کریگا جو صاحب

فضیلت مومن ہوگا اور ان سے بغض وہ رکھے گا جو بد بخت ہوگا۔

(۱۳/۸ کنز العمال)

حدیث نمبر ۳:

عبد خیر کہتے ہیں میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عرض کی سب سے پہلے جنت میں کون داخل ہوگا انہوں نے فرمایا حضرت ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما میں نے عرض کی آپ سے بھی پہلے آپ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس نے دانے کو پھاڑا اور جاندار کو پیدا کیا یہ دونوں جنت کے پھل کھا رہے ہونگے اور جنت کے پانی سے سیراب ہو رہے ہونگے اور بستروں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہونگے اور میں حساب میں مغموم ہونگا۔

حدیث نمبر ۴:

عبداللہ بن کثیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت کے افضل صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں اگر چاہوں تو تیسرے کا نام بھی بتا سکتا ہوں جو مجھے ان دونوں سے افضل قرار دے گا اسے میں دردناک سزا دونگا آخری زمانے میں ایک قوم ہوگی جو ہماری محبت کا دعویٰ کریگی وہ صدیق اکبر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیں گے حالانکہ میں نے ایک سائل کو دیکھا اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ اور عثمان سے سوال کیا ان سب نے اس کو دیا وہ یہ سارے پیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں لایا اور کہا ان میں برکت کی دعا کردو فرمایا ان میں برکت کیسے نہ ہوگی یہ تجھے نبی نے صدیق نے اور شہید نے دئیے ہیں۔ (۱۳/۹ کنز العمال)

حدیث نمبر ۵:

حضرت ابوالمعتمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں سوال ہوا آپ نے فرمایا یہ دونوں قیامت کے دن ان ستر آدمیوں کے وفد میں ہونگے جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خدا کی بارگاہ میں حاضر ہونگے اور ان کے بارے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سوال کیا تھا کہ یا اللہ یہ دونوں مجھے دے دئے جائیں لیکن خدا نے یہ دونوں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کئے گئے۔ (۱۰/۱۳ کنز العمال)

حدیث نمبر ۶:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کیا میں تم دونوں کی مثال فرشتوں اور نبیوں میں بیان کروں پھر فرمایا اے صدیق تیری مثال فرشتوں میں حضرت میکائیل علیہ السلام کی طرح ہے جو رحمت نازل کرتا ہے اور نبیوں میں تیری مثال حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسی ہے جب ان کی قوم نے ان کو جھٹلایا تو انہوں نے رب کی بارگاہ میں عرض کی۔

فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔

جو میری اتباع کریں وہ میرے ہیں اور جو میری نافرمانی کریں ان کو بخشنے والا اور ان پر رحم فرمانے والا ہے۔

اور اے عمر فرشتوں میں تیری مثال جبریل امین کی طرح ہے جو اللہ کے دشمنوں پر عذاب نازل کرتا ہے اور نبیوں میں تیری مثال نوح علیہ السلام کی طرح ہے جنہوں نے کافروں کی ہلاکت کی دعا مانگی تھی۔

رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكَافِرِيْنَ دَيَّاراً۔

اے میرے رب کافروں کو زمین پر آباد نہ چھوڑ (۱۴/۱۳ کنز العمال)

حدیث نمبر ۷:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے چار وزیراں سے میری مدد فرمائی پوچھا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ چار وزیر کون ہیں فرمایا دو آسمانی ہیں اور دو زمینی ہم نے عرض کی آسمانی وزیر کون ہیں فرمایا جبریل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام پھر ہم نے پوچھا زمینی وزیر کون ہیں فرمایا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ۔ (۱۴/۱۳ کنز العمال)

وزیر بادشاہوں کے ہوتے ہیں چونکہ آپ کے وزیر آسمانوں میں بھی ہیں زمین میں بھی ہیں۔

لہٰذا زمینوں کے بھی بادشاہ اور آسمانوں کے بھی۔

اللہ اللہ شہ کونین جلالت تیری
فرش کیا عرش پہ جاری ہے حکومت تیری

اور خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلَائِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكَالَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكَافِرِيْنَ۔

جو کوئی دشمن ہو اللہ اور اس کے فرشتوں اس کے رسولوں اور جبریل اور میکائیل کا تو اللہ دشمن ہے کافروں کا۔

اس آیت سے معلوم ہوا جو جبریل اور میکائیل کا دشمن ہے وہ کافر ہے دائرہ اسلام سے خارج ہے اور اللہ ایسے کافروں کا دشمن ہے اور جس طرح جبریل

ومیکائیل حضور کے وزیر ہیں اسی طرح صدیق اکبر اور فاروق اعظم بھی حضور کے دشمن ہیں لہٰذا انکا دشمن بھی کافر ہے دائرہ اسلام سے خارج ہے اور خدا ایسے لوگوں کا دشمن ہے۔

حدیث نمبر ۸:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بروز قیامت کچھ لوگ ہونگے ان کو خدا کی بارگاہ میں کھڑا کیا جائیگا پھر حکم ہوگا کہ ان کو جہنم کی طرف لے جاؤ پھر دوزخ کے فرشتے ان کو پکڑ کر دوزخ کے قریب لے جائیں گے اور مالک جہنم ان کو پکڑنا چاہئے گا لیکن اللہ رحمت کے فرشتوں سے فرمائیگا ان کو واپس لاؤ ان کو واپس لایا جائیگا ان کو کافی دیر تک خدا کی بارگاہ میں کھڑا کیا جائیگا پھر اللہ فرمائیگا اے میرے بندوں میں نے تمہیں تمہارے گناہوں کی بنا پر جہنم کا حکم دیا اور اب میں نے تمہارے گناہ اس لئے معاف کر دیئے کہ تم صدیق اکبر اور عمر سے محبت کرتے تھے۔ (۱۷/۱۳ کنز العمال)

حدیث نمبر ۹:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے آسمان میں ایک گھوڑا دیکھا جو کھڑا ہے اس پر زین ہے لگام بھی ہے نہ لید کرتا ہے نہ پیشاب کرتا ہے اور نہ اسے پسینہ آتا ہے اسکا سر سرخ یاقوت کا ہے اور اس کے پاؤں سبز زبرجد کے ہیں اور بدن زرد عقیق کا ہے اور اس کے پر ہیں میں نے کہا یہ کس کے لئے ہے جبریل نے عرض کی یہ ان کے لئے ہے جو صدیق اکبر اور عمر سے محبت کرتے ہیں اور اس پر سوار ہو کر قیامت کے روز خدا کی زیارت کریں گے۔ (۲۴۲/۱۱ تاریخ بغداد)

حدیث نمبر ۱۰:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو انسان بھی پیدا ہوتا ہے اس کی ناف میں اس مٹی کے جوہر ہوتے ہیں جس سے وہ پیدا ہوتا ہے جب اس کی موت قریب ہوتی ہے تو وہ اس مٹی کے قریب آ جاتا ہے جس سے وہ پیدا ہوا تھا حتیٰ کہ وہ اسی زمین میں مر کر دفن ہوتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اور ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہم ایک ہی مٹی سے پیدا ہوئے ہیں اور اسی مٹی میں ہم (تینوں) دفن ہونگے۔ (۱۳/۴۱ تاریخ بغداد)

حدیث نمبر ۱۱:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن مریم زمین پر نازل ہونگے نکاح کریں گے انکی اولاد ہوگی وہ ۴۵ برس دنیا میں رہیں گے پھر وہ وفات پاجائیں گے اور میری قبر کے پاس دفن ہونگے اور قیامت کے دن میں اور عیسیٰ علیہ السلام بن مریم اس حال میں اٹھیں گے کہ صدیق اکبر اور عمر ہم دونوں کے درمیان ہونگے۔ (۳/۵۱ مشکوٰۃ)

محبوب رب عرش ہے اس سبز قبہ میں
پہلو میں جلوہ گاہ عتیق وعمر کی ہے

حدیث نمبر ۱۲:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے خواب دیکھا کہ میرے حجرے میں تین چاند آ گرے میں نے یہ خواب ابوبکر کے سامنے پیش کیا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اور وہ میرے حجرے میں دفن ہوئے تو صدیق اکبر نے کہا اے عائشہ یہ تیرے چاندوں میں سے ایک ہے اور یہ ان سے بہتر ہے پھر

جب ابوبکر کی وفات ہوئی اور وہ دفن ہوئے تو کہا گیا یہ دوسرا چاند ہے پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی اور وہ دفن ہوئے تو کہا گیا یہ تیسرا چاند ہے۔
(۳۲۲ تنبیہ الغافلین)

حدیث نمبر ۱۳:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اقتدوابا للذین من بعدی ابی ابوبکر وعمر۔

میرے بعد ان دو کی پیروی کرنا ابوبکر اور عمر (۸/۸۷ طبرانی اوسط)

حدیث نمبر ۱۴:

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان لکل نبی خاصةً من صحابه وان خاصتی من اصحابی ابوبکر وعمر۔

ہر نبی کے اصحاب میں سے اس نبی کے کچھ خاص صحابی ہوتے ہیں اور میرے صحابہ میں سے میرے خاص صحابی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔
(۱۰/۷۷ طبرانی کبیر)

مقام صدیق اکبر رضی اللہ عنہ صحابہ کی نظر میں

عہد فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

حدیث نمبر ۱:

حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک آدمی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا میں ایک ایسے آدمی کے پاس سے آیا ہوں جو زبانی قرآن لکھاتا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھبرا گئے اور کہا کیا کہ رہے ہو اور آپ غصے میں آ گئے اس آدمی نے کہا میں سچ کہ رہا ہوں آپ نے پوچھا کون ہے اس نے کہا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آپ نے فرمایا وہ اس کا حقدار ہے اور میں تمہیں عبداللہ کی ایک بات بتاتا ہوں ہم ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور کافی رات تک باتیں کرتے رہے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے پھر ہم چلے میرے اور صدیق اکبر کے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چل رہے تھے ہم مسجد تک آئے دیکھا کہ ایک آدمی قرآن پڑھ رہا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سننے کے لئے کھڑے ہو گئے اور حضور نے اشارہ فرمایا خاموش رہو قرآن پڑھ کر اس نے رکوع کیا پھر سجدہ کیا پھر دعا مانگی اور مغفرت کی دعا مانگی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مانگو عطا ہوگا پھر فرمایا جو قرآن کو اس طرح پڑھنا چاہے جیسے نازل ہوا اور وہ اس طرح پڑھے جیسے عبداللہ بن مسعود نے پڑھا پھر ہمیں پتہ چلا کہ یہ عبداللہ بن مسعود ہے جب صبح ہوئی تو میں یہ بشارت سنانے کے لئے عبداللہ بن مسعود کے گھر گیا پتہ چلا مجھ سے پہلے یہ بشارت صدیق اکبر سنا کر چلے گئے ہیں ابوبکر ہر کار خیر میں مجھ سے سبقت لے جاتے ہیں۔ (۹/۶۹ طبرانی کبیر)(۲/۱۸۶ صحیح ابن خزیمہ)(۲/۲۲۷ المستدرک)(۱/۱۲۴ حلیہ)

حدیث نمبر۲:

ابو رجا العطاردی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں مدینے آیا دیکھا کہ لوگوں کا اجتماع ہے اور ان کے درمیان ایک آدمی ہے جو دوسرے آدمی کے سر کو چوم رہا ہے اور کہہ رہا ہی میں آپ پر قربان اگر آپ نہ ہوتے تو ہم ہلاک ہوجاتے میں نے پوچھا یہ سر چومنے والا کون ہے جس کا سر چوما رہا ہے یہ کون ہے مجھے بتایا گیا کہ چومنے والا عمر ہے اور جسکا سر چوما جارہا ہے وہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہے اور سر اس لئے چوما جارہا ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے زکوٰۃ نہ دینے والے مرتدوں سے جہاد کیا ہے۔ (۱۲/۴۹۶ کنز العمال)

حدیث نمبر۳:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا کہ کچھ لوگ مجھے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے افضل قرار دیتے ہیں آپ نے ان کو بلا بھیجا جب وہ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمایا یاشر قوم اے برے لوگو اور برے قبیلے کے لوگو انہوں نے اس کی وجہ پوچھی آپ نے فرمایا تم نے مجھے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے افضل قرار دیا ہے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں تو تمنا کرتا ہوں کاش مجھے جنت میں وہ جگہ مل جائے جہاں سے میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا دیدار کرلیا کروں۔

حدیث نمبر۴:

ایک مرتبہ مدینہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور فرمایا جنات عدن میں ایک محل ہے جس کے پانچ سو دروازے ہیں اور ہر دروازے پر پانچ سو حورعین ہیں اور اس میں نبی داخل ہوگا پھر آپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی طرف اشارہ فرما کر اے صاحب قبر آپ کو مبارک ہو پھر فرمایا اس محل میں صدیق داخل

ہو گا پھر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قبر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے ابوبکر تجھے مبارک ہو پھر فرمایا اس محل میں شہید داخل ہو گا پھر اپنے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا اے عمر تجھے شہادت کیسے مل سکتی ہے پھر فرمایا جس اللہ نے نے ہجرت کی توفیق دی ہے وہ مجھے شہادت سے بھی سرفراز فرما سکتا ہے بعد میں مغیرہ بن شعبہ کے غلام ابولولو مجوسی نے آپ کو شہید کیا۔ (۱۹۶/۱۰ طبرانی اوسط)

حدیث نمبر ۵:

حضرت میمون بن مہران رضی اللہ عنہ فرماتے جب حضرت صدیق اکبر کے پاس کوئی مقدمہ آتا تو آپ اس کا فیصلہ اس طرح فرماتے کہ پہلے کتاب اللہ میں اس کا حل تلاش کرتے اگر مل جاتا تو فیصلہ فرما دیتے اور اگر کتاب اللہ میں حل نہ ملتا تو سنت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرتے اگر حل مل جاتا تو فیصلہ فرما دیتے اگر حل نہ ملتا تو مسلمانوں سے پوچھتے فرماتے میرے پاس مقدمہ آیا ہے میں نے کتاب و سنت میں غور کیا مجھے اس کا حل نہ ملا کیا تمہیں اس بارے میں کچھ معلوم ہے بعض لوگ بتا دیتے تو اس کے مطابق فیصلہ فرما دیتے اور فرماتے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ فِیْنَا مَنْ یَّحْفَظُ عَنْ نَبِیِّنَا۔

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہے جس نے ہم میں ایسے لوگ پیدا کئے جو ہمارے نبی کی سنت کو محفوظ رکھتے ہیں۔

اور اگر لوگوں کو بھی اس سلسلے میں نبی کریم کی کوئی حدیث یاد نہ ہوتی تو علماء کو بلاتے اور ان سے مشورہ کرتے جب ایک رائے قائم ہو جاتی تو اس کے مطابق فیصلہ فرما دیتے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی پہلے قرآن و سنت میں نظر کرتے اگر حل نہ ملتا تو حضرت صدیق اکبر کے فیصلوں کو دیکھتے اگر آپ کے فیصلوں میں حل

مل جاتا تو اس کے مطابق فیصلہ فرما دیتے۔ وگرنہ تو اصحاب رائے کو بلا کر ان کی رائے کے مطابق فیصلہ فرما دیتے۔ (۶۰۰/۵ کنز العمال)

عند علی المرتضٰی مقام صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

حدیث نمبر ۱:

محمد بن عقیل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ اپنے دور خلافت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حاضرین سے سوال کیا کہ امت میں سب سے زیادہ بہادر کون ہے لوگوں نے عرض کی یا امیر المومنین آپ سب سے بہادر ہیں آپ نے فرمایا میں نے جس شخص سے مقابلہ کیا اس کے ساتھ برابر رہا یا غالب آیا تمام قوم سے زیادہ بہادر ابوبکر ہے پھر آپ نے قریش بدر کے موقع پر حفاظت کرنے کا حال بیان فرمایا کہ مشرکین اور کفار کی طرف سے نبی کریم پر حملہ کا سخت خطرہ تھا اس وقت صرف ابوبکر تھے جس نے آپ کی حفاظت کی ڈیوٹی ادا کی جو مشرک ادھر رخ کرتا صدیق اکبر اس کا منہ پھیر دیتے۔ (۱۲۱/۱ الریاض النصرۃ)

حدیث نمبر ۲:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وفات قریب ہوئی تو حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سنا کہ چار انسان بڑے صاحب فراست ہوئے ہیں ان میں دو عورتیں ہیں اور دو مرد، پہلی عورت صفورا بنت حضرت شعیب علیہ السلام ہے جن کی فراست حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں تھی انہوں نے فرمایا۔

یَاَبَتِ اسۡتَاۡجِرۡہُ اِنَّ خَیۡرَ مَنِ اسۡتَاۡجَرۡتَ الۡقَوِیُّ الۡاَمِیۡنُ۔

اور ایک مرد عزیز مصر تھا جس نے حضرت یوسف کے باری میں کہا تھا۔
وَقَالَ الَّذِیْ اشْتَرَاهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَأَتِهٖۤ اَکْرِمِیْ مَثْوَاهُ عَسٰۤی اَنْ یَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا۔

اور مصر کے جس شخص نے اسے خریدا وہ اپنی عورت سے بولا انہیں عزت سے رکھو شاید ان سے ہمیں نفع پہنچے یا ان کو ہم بیٹا بنالیں۔

اور دوسری عورت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد تھی جن کی فراست یہ تھی کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کہا اپنے چچا سے یہ اس امت کے نبی ہونے والے ہیں ان سے میری شادی کر دو اور دوسرے آدمی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں جسنے فرمایا میری فراست یہ کہتی ہے کہ میں اپنے بعد حکومت کا کاروبار عمر رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دوں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر آپ عمر کے علاوہ کسی اور کو خلیفہ بنائیں گے تو ہم راضی نہ ہوں گے صدیق نے کہا آپ نے ہمیں خوش کر دیا اور ہم نبی کریم کی حدیث سے آپ کو خوش کر دیتے ہیں میں نے عرض کی وہ کیا فرمایا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا پل صراط وہ پار کرے گیا جس کے پاس حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تحریر کردہ راہداری ہو گی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو سنا وہ یہ کہ آپ نے فرمایا اے علی اس کے لئے راہداری نہ لکھ کر دینا جو ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کو گالیا دیتا ہو کیونکہ یہ دونوں بعد الانبیاء ادھیڑ عمر والے اہل جنت کے سردار ہیں۔(۳۵۷/۱۰ تاریخ بغداد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک مقام صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

حدیث:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں اگر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خلیفہ نہ بنائے جاتے تو خدا کی عبادت نہ کی جاتی یہ بات دو تین مرتبہ فرمائی آپ سے کہا گیا اے ابوہریرہ وہ کیوں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات سو صحابہ کا لشکر دے کر اسامہ بن زید کو شام کی طرف بھیجا جب وہ لشکر مقام ذی خشب پہنچا تو نبی کریم کا انتقال ہو گیا اور مدینہ کے گرد و نواح کے دیہاتی مرتد ہو گئے لوگ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہوئے لشکر اسامہ کو واپسی کا حکم دیں مدینہ کے گرد و نواں کے لوگ مرتد ہو گئے ہیں آپ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں اگر کتے ازواج نبی کے پاؤں سے پکڑ کر کھینچ لے جائیں میں پھر بھی اس لشکر کو واپسی کا حکم نہ دوں گا جس کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روانہ کیا ہے اور نہ اس جھنڈے کو کھولوں گا جس کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے باندھا ہے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا لشکر روانہ ہوا تو ہر وہ قبیلہ جو مرتد ہونا چاہتا تھا یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا اگر مسلمانوں کے پاس عسکری قوت نہ ہوتی تو اتنا بڑا لشکر نہ روانہ کرتے لیکن روم کے معرکہ تک دیکھو کیا بنتا ہے لیکن یہ لشکر فتح کے شادیانے بجاتا واپس لوٹا اور لوگ مرتد ہونے سے باز رہے۔

(۶۰۲/۵ کنز العمال)

حضرت ربیعہ اسلمی رضی اللہ عنہ کے نزدیک صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مقام

حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے

درمیان تلخ کلامی ہوگئی آپ کی باتیں مجھے اچھی نہ لگیں آپ نے فرمایا اے ربیعہ تم بھی مجھے ایسی باتیں کہہ لوتا کہ قصاص ہو جائے میں نے کہا میں آپ کے بارے میں کوئی بات نہ کروں گا صدیق رضی اللہ عنہ، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں چلے لیکن میں نے آپ کے بارے میں کوئی نازیبا کلمہ استعمال نہ کیا کیونکہ آپ صدیق ہیں آپ ثانی اثنین ہیں آپ مسلمانوں کے بزرگ ہیں اور ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اگر میں ان کے بارے میں کوئی برا لفظ منہ سے نکالتا اور اس سے وہ ناراض ہو جاتے تو ان کی ناراضگی نبی کریم کی ناراضگی کا سبب بن جاتی جب صدیق نبی کریم کی بارگاہ میں پہنچے تو میں بھی پہنچ گیا نبی کریم نے فرمایا اے ربیعہ تیرے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے درمیان کیا ماجرا ہوا میں نے عرض کر دیا میں نے عرض کیا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا تم بھی مجھے ایسی باتیں کہہ لو میں نے کہا میں نہ کہوں گا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے ٹھیک کیا پھر فرمایا اے صدیق خدا تجھے معاف فرمائے۔ (۷،۸ انوار صدیق)

مقام صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنی کنیت اور القابات کے آئینے میں

ابوبکر

آپکی کنیت ابوبکر ہے یعنی بکر کا باپ حالانکہ آپکی اولاد ذکور واناث میں کوئی بھی بکر نہیں پھر آپ کو ابوبکر کیوں کہا گیا ہے وجہ یہ ہے کہ بکر کے معنی ہیں صبح خدا نے فرمایا ہے۔ سَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا صبح اور شام اللہ کی پاکی بیان کرو اب ابوبکر کا معنی ہوگیا صبح کا باپ آپ کو صبح کا باپ اس لئے کہا گیا کہ جس طرح صبح دن کی پہلی علامت ہوتی ہے آپ اسلام کی پہلی شخصیت ہیں سب سے پہلے آپ

ایمان لائے ہیں چنانچہ شاہ ولی اللہ نے لکھا ہے صدیق اکبر فرماتے ہیں ایک روز زمانہ جاہلیت میں ایک درخت کے نیچے بیٹھا تھا کہ ایک شاخ جھکی اور میرے سر سے آلگی میں نے سوچا یہ ماجرا کیا ہے اتنے میں شاخ سے میرے کان میں آواز یہ آئی کہ فلاں وقت ایک نبی ظاہر ہوگا چاہئے کہ تم اس وقت سعادت مند ترین لوگوں میں سے ہوجاؤ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے کیا ذرا واضح طور پر کہو یہ پیغمبر کون شخص ہوگا اسکا نام کیا ہے اس شاخ سے آواز آئی اس کا نام محمد بن عبداللہ ہے اور وہ میرا حبیب ہے اس کے بعد میں نے درخت سے معاہدہ کیا کہ جب وہ نبی مبعوث ہوتو مجھے آگاہ کہ دینا جب آپ نے اعلان نبوت فرمایا اس درخت سے آواز آئی اے ابوبکر اب کوشش کا وقت ہے سعی کرو کوئی آدمی تم سے سبقت نہ کرے صبح کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھتے ہی فرمایا اے ابوبکر میں تمہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلاتا ہوں میں نے عرض کیا اشھد انک رسول اللہ بعثك بالحق سراجاً منیراً میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اللہ نے آپ کوحق کے ساتھ روشنی دینے والا آفتاب بنا کر بھیجا ہے۔ (۲/۲۱ ازالۃ الخفاء)

دوسرا ایمان لانے کا وقعہ یوں ہے کہ قبل بعثت آپ نے خواب دیکھا کہ ایک بڑی روشنی آسمان سے اتر کر خانہ کعبہ پر پڑی جس سے مکہ کے تمام گھر روشن ہوگئے پھر وہ روشنی جمع ہوکر میرے مکان میں داخل ہوگئی اور میں نے اپنے مکان کا دروازہ بند کرلیا اس خواب کی تعبیر میں نے ایک یہودی عالم سے پوچھی اس نے کہا یونہی پریشان خیالات ہیں ان کا کوئی اعتبار نہیں پھر تھوڑے عرصہ کے بعد تجارت کی غرض سے نکلا اور بحیرہ راہب سے اسکی تعبیر پوچھی اس نے پوچھا تم کون ہو میں نے کہا میں قریش سے ہوں کہا اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان ایک نبی بھیجے گا تم اسکی زندگی میں اس کے وزیر ہوگے اور اسکے بعد اس کے خلیفہ پھر جب

نبی کریم ﷺ مبعوث ہوئے تو آپ نے مجھے اسلام کی دعوت دی میں نے عرض کیا ہر نبی نے اپنی نبوت پر کوئی نہ کوئی دلیل قائم کی آپکی نبوت پر کیا دلیل ہے فرمایا وہ خواب جسکی تعبیر بحیرہ راہب نے اس طرح دی حالانکہ یہودی عالم نے کہا یہ پریشان خیالات ہیں میں نے عرض کی آپ کو کس نے خبر دی فرمایا جبریل امین نے کہا بس میں کوئی دلیل نہیں مانگتا بجز اس کے کہ میں کہتا ہوں۔

اشهدان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهدانك عبده ورسوله۔

اس کے بعد آپ نے تبلیغ اسلام شروع فرمائی جس کے نتیجے میں حضرت عثمان غنی زبیر بن عوام عبدالرحمن بن عوف سعد بن ابی وقاص اور طلحہ بن عبید اللہ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ (۲۲ ازالہ الخفاء)

القابات:

اور آپ کے القابات رفیق عتیق اور صدیق ہیں چنانچہ امام جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے حضرت حذیفہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے کھانا تیار کیا اور اپنے صحابہ کو بلایا اور ایک ایک لقمہ ہر صحابی کو کھلایا اور فرمایا قوم کا سردار اس کا خادم ہوتا ہے اور ابوبکر کو آپ نے تین لقمے کھلائے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اسکی وجہ دریافت کی آپ نے فرمایا جب میں نے پہلا لقمہ صدیق اکبر کو کھلایا جبریل امین نے کہا اے عتیق تجھے مبارک ہو جب دوسرا لقمہ کھلایا تو میکائیل نے کہا اے رفیق تجھے مبارک ہو اور جب تیسرا لقمہ کھلایا تو خدا تعالیٰ نے فرمایا اے صدیق تجھے مبارک ہو۔ (۲/۴۳ الحاوی للفتاوی)

عتیق:

اس کے معنی ہیں جہنم سے ﴿۴﴾ آزاد چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی

ہیں کہ میں اپنے گھر میں موجود تھی اور نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ صحن میں موجود تھے اور میرے اور ان کے درمیان پردہ تھا ابوبکر تشریف لائے آپ نے فرمایا۔

مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَّنْظُرَ اِلٰى عَتِيْقٍ مِّنَ النَّارِ فَلْيَنْظُرْ اِلٰى اَبِىْ بَكْرٍ۔

جو جہنم سے کسی کو آزاد دیکھنا چاہتا ہے وہ ابوبکر کو دیکھ لے۔

(۳۰ تاریخ الخلفاء)

چونکہ آپ جہنم سے آزاد ہیں اس لئے جنتی ہیں آپ کے جنتی ہونے کے چند دلائل ملاحظہ ہوں۔

دلیل اول:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ ایک روز جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور مجھے جنت کا وہ دروازہ دکھایا جس سے میری امت جنت میں داخل ہوگی ابوبکر نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کاش میں بھی آپ کے ساتھ ہوتا تا کہ اس دروازے کو دیکھتا نبی کریم ﷺ نے فرمایا ابوبکر آگاہ ہو جاؤ میری امت میں سب سے پہلا شخص تو ہوگا جو جنت میں داخل ہوگا۔ (۳/۲۴۱ مشکوٰۃ)

ایمان کا تیسرا واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ یمن تشریف لے گئے وہاں آپ کی ملاقات بحیرہ راہب سے ہوئی وہ کتب قدیمہ کا عالم تھا اس نے آپ کو دیکھا تو اس نے کہا میرا خیال ہے کہ آپ حرم کعبہ کے رہنے والے ہیں فرمایا ہاں پھر اس نے کہا میرا خیال ہے کہ آپ قریشی ہیں فرمایا ہاں میں قریشی ہوں پھر اس نے کہا میرا خیال ہے کہ آپ تیمی ہیں فرمایا ہاں اس نے کہا ایک نشانی باقی رہ گئی ہے آپ نے پوچھا وہ کیا ہے اس نے کہا اپنے پیٹ سے کپڑا

اٹھایئے آپ نے فرمایا ایسا نہ کرونگا جب تک تم یہ نہ بتاؤ کہ تم یہ نشانیاں کیوں دیکھ رہے ہو اس نے کہا میں سچے علم ہے جانتا ہوں کہ حرم کعبہ میں ایک نبی مبعوث ہوگا اس کے ساتھ تعاون کرنے والے دو ہونگے ایک نوجوان جو مشکل کشا ہوگا اور دوسرا ایک ادھیڑ عمر ہوگا جو نحیف و نزار سفید رنگ کا آدمی ہوگا اس کے پیٹ پر سیاہ نشان ہوگا اور اسکی بائیں ران پر نشان ہوگا اگر آپ یہ نشانی دکھا دیں تو آپ کو کوئی نقصان نہیں آپ نے پیٹ سے کپڑا اٹھایا تو سیاہ داغ نظر آیا ناف کے اوپر اس نے کہا رب کعبہ کی قسم آپ وہی ہیں ابوبکر فرماتے جب میرا کام پورا ہوگیا جس کے لئے میں یمن آیا تھا تو میں اس راھب کو آخری بار ملنے آیا اس نے کہا میں نے اس نبی کے بارے میں چند اشعار لکھے ہیں وہ لے جاؤ ابوبکر فرماتے ہیں جب میں مکہ واپس آیا تو میرے پاس سردار قریش آئے ان میں عقبہ بن ابی معیط شیبہ ربیعہ اور ابو جہل تھا انہوں نے کہا اے ابوبکر یتیم ابوطالب گمان کرتا ہے کہ وہ نبی ہے اگر تیرا انتظار نہ ہوتا تو ہم انتظار نہ کرتے جب آپ آگئے ہیں تو آپ کافی ہیں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے ان کو احسن طریقے سے واپس کردیا پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور دروازہ کھٹکھٹایا آپ باہر تشریف لائے اور فرمایا اے ابوبکر میں تیری اور تمام لوگوں کی طرف رسول بن کر آیا ہوں اللہ پر ایمان لے آؤ آپ نے عرض کی آپ کے اس دعوے پر دلیل کیا ہے آپ نے فرمایا وہ بوڑھا جس نے تمہیں شعر لکھ دیئے ہیں آپ نے عرض کی اس بات کی آپ کو کس نے خبر دی ہے فرمایا اس عظیم فرشتے نے جو مجھ سے پہلے انبیاء کے پاس آتا رہا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی آپ اپنا ہاتھ بڑھائیں تا کہ میں بیعت کروں میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اس حال میں واپس لوٹا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے اسلام

لانے سے انتہائی خوش ہوئے۔ (انسان العیون ۱/۳۱۰)۔ (۳۲۲ عمدۃ التحقیق)

دلیل دوم:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا آج تم میں سے کس نے روزہ رکھا ہے ابوبکر نے کہا میں نے فرمایا آج کس نے کس مسکین کو کھانا کھلایا ہے ابوبکر نے کہا میں نے فرمایا آج کس نے نماز جنازہ پڑھی ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے فرمایا آج کس نے مریض کی عیادت کی ہے ابوبکر نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ چاروں کام جس آدمی میں جمع ہو جائیں وہ جنتی ہے۔ (۲/۶۷ الترغیب والترہیب)

دلیل سوم:

حضرت سلمان یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیک خصائل ۳۶۰ ہیں جب اللہ کسی کو داخلِ جنت کرنا چاہتا ہے اس میں ان میں سے ایک خصلت اس کے اندر پیدا فرما دیتا ہے وہ ایک خصلت اس کو جنت میں لے جاتی ہے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے کوئی خصلت مجھ میں بھی موجود ہے فرمایا وہ سارے نیک خصائل تجھ میں موجود ہیں۔ (۴۷ الصورعق المحرقہ)

دلیل چہارم:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص نمازی ہوگا اس کو باب الصلوٰۃ سے جنت میں بلایا جائیگا اور جو جہاد کرنے والا ہوگا اس کو باب الجہاد سے بلایا جائیگا جو خیرات کرنے والا ہوگا اس کو باب الصدقہ سے بلایا جائیگا جو روزہ رکھنے والا ہوگا اس کو باب الریان سے جنت میں بلایا جائیگا یہ سن کر حضرت ابوبکر نے کہا بظاہر

اسکی ضرورت نہیں لیکن کوئی ایسا بھی ہوگا جس کو سارے دروازوں سے بلایا جائیگا آپ نے فرمایا مجھے امید ہے تم ان لوگوں میں سے ہو گے۔ (۴۴۷/ا مشکوٰۃ)

دلیل پنجم:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات جبریل سے ہوئی تو آپ نے جبریل سے فرمایا کیا میری امت پر حساب ہے جبریل نے عرض کی سوائے ابوبکر کے باقی امت پر حساب ہے جب قیامت کا دن ہوگا خدا فرمائیگا اے ابوبکر جنت میں داخل ہو جاؤ وہ عرض کریں گے میں جنت میں داخل نہ ہوگا حتیٰ کہ اپنے ساتھ ان کو داخل کرلوں جو دنیا میں مجھ سے محبت کرتے تھے۔ (۱۵۹ عمدۃ التحقیق)

دلیل ششم:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عادت تھے کہ جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے انکی ملاقات ہو تو یہ سلام کرنے میں پہل کرتے ایک دن ملاقات ہوئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سلام کرنے میں تاخیر کی حتیٰ کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سلام کرنے میں پہل کی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سارا واقعہ بیان کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بلاکر وجہ پوچھی آج تم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو سلام کرنے میں پہل کیوں نہ کی عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آج رات میں نے خواب دیکھا کہ جنت میں داخل ہوا ہوں اور اس میں ایک عظیم محل دیکھا کہ اس جیسا محل اور کوئی نہیں میں نے پوچھا یہ محل کس کے لئے ہے کہا گیا اس کے لئے ہے جو سلام میں پہل کرے تو میں نے چاہا کہ وہ محل صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لئے ہو اس لئے میں نے سلام کرنے میں تاخیر کی۔ (۱۷۸ عمدۃ التحقیق)

صدیق

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کن ہستیوں نے صدیق کہا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

ا۔ خدا تعالیٰ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن سب سے پہلے میں اپنی قبر سے باہر آؤنگا مجھے اللہ ایسی عزت دیگا جو مجھ سے پہلے کسی کو نہ ملی ہوگی پھر ایک منادی ندا کریگا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خلفاء کو قریب لاؤ میں عرض کرونگا کون خلفاء اللہ تعالیٰ فرمائیگا عبداللہ ابوبکر صدیق اور میرے بعد ابوبکر اپنی قبر سے باہر آئیں گے اور خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں کھڑے ہونگے آسان سا حساب ہوگا اور دو سبز حلے پہنائے جائیں گے اور عرش کے سامنے کھڑے کیے جائیں گے پھر منادی ندا کریگا عمر کہاں ہیں ان کو لایا جائیگا اور ان کے زخموں سے خون بہہ رہا ہوگا میں کہونگا عمر یہ کس نے کیا وہ کہیں گے مغیرہ بن شعبہ کے غلام نے ان کو بھی خدا کی بارگاہ میں کھڑا کیا جائیگا اور آسان حساب کے بعد دو سبز حلے پہنائے جائیں گے پھر عرش کے سامنے کھڑے کیے جائیں گے پھر عثمان بن عفان کو لایا جائیگا ان کے زخموں سے خون بہہ رہا ہوگا میں کہونگا عثمان یہ کس نے کیا ہے وہ کہیں گے فلاں فلاں نے ان کو خدا کی بارگاہ میں کھڑا کیا جائیگا آسان حساب کے بعد دو حلے پہنائیں جائیں گے پھر عرش کے سامنے کھڑا کیا جائیگا پھر حضرت علی کو لایا جائیگا ان کے زخموں سے خون بہہ رہا ہوگا میں کہونگا اے علی یہ کس نے کیا وہ کہیں گے عبدالرحمٰن بن ملجم نے ان کو خدا کے سامنے کھڑا کیا جائیگا اور آسان حساب کے بعد دو سبز حلے پہنائیں جائیں گے اور عرش کے سامنے کھڑا کیا جائیگا۔ (۱۳/۲۳۳ کنز العمال)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق کہا معلوم ہوا حضرت ابوبکر کو صدیق کہنا سنت الہیہ ہے ہم اہل سنت آپ کو صدیق کہہ کر اللہ تعالیٰ کی سنت پر عمل کرتے ہیں۔

ب:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی عمر چار سال کی تھی آپ کے والد آپ کو بت خانے میں لے گئے اور کہا یہ ہیں تمہارے بلند و بالا خدا ان کو سجدہ کرو جب آپ بت کے سامنے تشریف لے گئے فرمایا میں بھوکا ہوں مجھے کھانا دو میں ننگا ہوں مجھے کپڑے دو میں پتھر مارتا ہوں اگر تو خدا ہے تو اپنے آپ کو بچا بت بھلا کیا جواب دیتا آپ نے ایک پتھر اس کو مارا پتھر لگتے ہی وہ گر پڑا اور قوت خدا داد کی تاب نہ لا سکا باپ نے جب یہ حالت دیکھی انہیں غصہ آیا انہوں نے ایک تھپڑ آپ کے رخسار مبارک پر مارا اور وہاں سے آپ کو آپکی والدہ کے پاس لائے سارا واقعہ بیان کیا ماں نے کہا اس کو اس کے حال پر چھوڑ دو جب یہ پیدا ہوا تھا تو غیب سے آواز آئی تھی۔

یَا اَمَةَ اللّٰہِ بِالتَّحْقِیْقِ اَبْشِرِیْ بِالْوَلَدِ الْعَتِیْقِ اِسْمُہٗ فِی السَّمَاءِ الصِّدِّیْقِ لِمُحَمَّدٍ صَاحِبٌ وَّرَفِیْقٌ۔

اے اللہ کی سچی لونڈی تجھے بشارت ہو اس آزاد بچے کی آسمان میں اس کا نام صدیق ہے اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور رفیق ہیں۔

یہ روایت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خود مجلس اقدس میں بیان فرمائی جب آپ بیان فرما چکے تو جبریل حاضر بارگاہ ہوئے اور عرض کی صَدَقَ اَبُوْبَکْرٍ وَھُوَ الصِّدِّیْقِ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سچ فرمایا اور صدیق ہیں۔

(۴۳ عمدۃ التحقیق)(۱۰/۱ ملفوظات اعلحضرت)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ نے بھی آپ کو صدیق کہا اور نوریوں کے سردار حضرت جبریل امین علیہ السلام نے بھی آپ کو صدیق کہنا سنت الٰہیہ بھی ہے سنت جبریل بھی ہے نتیجہ یہ نکلا کہ ابوبکر کو صدیق کہنا نوریوں کا طریقہ ہے ناریوں کا نہیں۔

ج:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھائی پھر فرمایا ابوبکر کہاں ہے ابوبکر نے کہا میں حاضر ہوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم پہلی رکعت میں میرے ساتھ شامل تھے ابوبکر نے عرض کی میں صف اول میں تھا کہ میرے دل میں طہارت کے متعلق وسوسہ پیدا ہوا میں مسجد کے دروازے کے طرف گیا ہاتف غیب سے آواز آئی اے ابوبکر میں نے توجہ کی میں نے دیکھا کہ سونے کا پیالہ ہے جس میں پانی ہے جو برف سے زیادہ سفید ہے اور اس پر ایک رومال ہے جس پر لکھا ہوا ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ابوبکر الصدیق میں نے وضو کیا پھر رومال کو اپنی جگہ پر رکھ دیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکر جب میں قرأت سے فارغ ہوا مجھے محسوس ہوا کہ میرا گھٹنا کسی نے پکڑلیا ہے مجھے رکوع نہ کرنے دیا یہاں تک کہ تم آ گئے جس نے تمہیں وضو کرایا وہ جبریل تھے جس نے تجھے رومال دیا وہ میکائیل تھے اور جس نے میرا گھٹنا پکڑا وہ اسرافیل تھے۔ (۲/۴۲ الحادی للفتاویٰ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رومال پر کلمہ طیبہ اور صدیق قلم قدرت نے لکھا تھا خدا تعالیٰ اس بات کو پسند نہ فرمایا کہ ابوبکر کی تکبیر اولیٰ فوت ہو جائے اس لئے تین مقرب فرشتوں کی ڈیوٹی لگادی تا کہ ابوبکر صدیق دوبارہ پہلی رکعت میں مل جائیں کیا بلند مقام ہے آپکا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم

حدیث نمبر ۱:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر عمر اور عثمان غنی احد پہاڑ پر چڑھے احد حرکت کرنے لگا آپ نے احد پر ایک ٹھوکر لگائی اور فرمایا احد ٹھہر جا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ وَصِدِّيْقٌ وَشَهِيْدَانِ تجھ پر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔ (۳/۲۵۷ مشکوٰۃ)

حدیث نمبر ۲:

حضرت محمد بن سیرین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کوفہ میں ایک آدمی نے گواہی دی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہادت کی موت آئی ہے اس کو حکومت کے سپاہیوں نے پکڑ لیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کر دیا اور کہا اگر آپ نے منع نہ کیا ہوتا تو ہم اس کو قتل کر دیتے یہ گواہی دیتا ہے کہ حضرت عثمان شہید ہوئے ہیں اس گرفتار ہونے والے آدمی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ کو یاد ہوگا کہ ایک مرتبہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مانگا انہوں نے عطا کر دیا پھر میں ابوبکر کے پاس آیا ان سے مانگا انہوں نے بھی عطا کر دیا پھر میں حضرت عمر کے پاس آیا ان سے مانگا انہوں نے بھی عطا کر دیا پھر میں نے عثمان کے پاس آ کر ان سے مانگا انہوں نے بھی عطا کر دیا پھر میں نے رسول پاک سے عرض کی کہ میرے لئے برکت کی دعا فرمادیں آپ نے فرمایا:

كَيْفَ لَا يُبَارَكُ لَكَ وَاَعْطَاكَ نَبِيٌّ وَصِدِّيْقٌ وَشَهِيْدَانِ۔

تیرے لئے برکت کیوں نہ ہوگی تجھے نبی نے صدیق نے اور دو شہیدوں نے عطا کیا ہے۔ (۳/۱۷۷ مسند ابی یعلیٰ) (۹/۹۰ مجمع الزوائد)

ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو صدیق کہا۔

جبریل امین علیہ السلام

حدیث:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جبریل سے پوچھا میرے ساتھ ہجرت کون کریگا عرض کی ابوبکر صدیق۔

(۵/۳ المستدرک)(۳۳۱/۸ کنز العمال)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ:

لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ارشاد فرمائیں آپ نے فرمایا ذَاكَ اِمْرَاءٌ سَمَّاهُ اللّٰهِ الصِّدِّيْقَ عَلٰى لِسَانِ جِبْرِيْلَ وَعَلٰى لِسَانِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ كَانَ خَلِيْفَةَ رَسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الصَّلٰوةَ رَضِيَهٗ لِدِيْنِنَا فَرَضِيْنَاهُ لِدُنْيَانَا۔

(۶۸۰/۱ الریاض النضرۃ)(۲۱۶/۳ اسد الغابہ)

یہ وہ شخص ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جبریل اور نبی کریم ﷺ دونوں کی زبان پر ان کا نام صدیق رکھا ہے وہ نماز میں رسول خدا کا خلیفہ تھا رسول خدا نے ان کو ہمارے دین کے لئے پسند فرمایا اور ہم نے ان کو اپنے دیناوی معاملات کے لئے پسند کرلیا۔

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے باپ امام محمد باقر سے روایت کرتے ہیں کہ

ایک آدمی حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی ابوبکر کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیں آپ نے فرمایا کیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھتا ہے اس نے عرض کی آپ ان کو صدیق کہتے ہیں آپ نے فرمایا تری ماں تجھے گم کرے ان کو صدیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین اور انصار نے کہا ہے اور جوان کو صدیق نہ کہے خدا دنیا اور آخرت میں اسکی تصدیق نہ کرے جا ابوبکر اور عمر سے محبت کیا کر۔ (۵۲ الصورعق المحرقہ)

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ:

کسی شخص نے امام محمد باقر سے پوچھا کہ تلوار کے قبضے کو سونے چاند سے مزین کرنا کیسا ہے درست ہے یا نہیں تب امام صاحب نے جواب دیا ہاں جائز ہے اس لئے ابوبکر صدیق کی تلوار کے قبضے کو چاندی لگی ہوئی تھی اس شخص نے امام صاحب سے عرض کی یا حضرت آپ بھی ابوبکر کو صدیق کہتے ہیں یہ سنتے ہی امام اپنی جگہ سے اچھل پڑے اور کہنے لگے کہ ہاں وہ صدیق ہیں ہاں وہ صدیق ہیں ہاں وہ صدیق ہیں جو کوئی ان کو صدیق نہ کہے خدا انکی دنیا اور آخرت میں تصدیق نہ کرے۔ (۱۰/۱۷۱ آیات بینات)

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غار ثور میں تھے تو آپ نے ابوبکر کو فرمایا گویا کہ میں جعفر اور اس کے ساتھیوں کو دیکھ رہا ہوں کہ کشتی میں ہیں اور کشتی دریا میں کھڑی ہے اور میں انصار مدینہ کو دیکھ رہا ہوں جو اپنے گھروں میں بیٹھے ہوئے ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی مجھے بھی دیکھا دیجئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا تو انہوں نے بھی اس

منظر کو دیکھا اور آپ نے ابوبکر سے فرمایا تو صدیق ہے۔ (تفسیر قمی ۱۵۷)

ان تمام شواہد سے پتہ چلا کہ ابوبکر کو صدیق کہنا خدا تعالیٰ رسول اللہ ﷺ جبریل امین حضرت علی المرتضیٰ حضرت امام زین العابدین امام محمد باقر اور امام جعفر صادق رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی سنت ہے الحمد للہ ہم اہل سنت ابوبکر کو صدیق کہہ کر ان تمام متذکرہ پاکیزہ ہستیوں کی سنت پر عمل کرتے ہیں۔

صدیق کا معنی ہے سچ بولنے والا اور صادق کے معنی سچ بولنے والے کے ہیں لیکن باریک بین علماء نے ان دونوں میں فرق بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ صادق وہ جو جھوٹ نہ بولے صدیق وہ جو جھوٹ بول نہ سکے۔ صادق وہ جو مخلوق سے سچ بولے، صدیق وہ جو خالق سے سچ بولے صادق وہ جو نفسایت سے پاک ہو اور صدیق وہ جو انائیت سے پاک ہو صادق وہ کہ واقعہ جیسا دیکھے ویسا بیان کردی اور صدیق وہ کہ جیسا وہ کہہ دے واقعہ اسی طرح ہو جائے مثلاً۔

حضرت یوسف علیہ السلام قید کر دیا گیا تو آپ کے ساتھ دو جوان اور قید ہوئے ان میں سے ایک کو خواب آیا کہ میرے ہاتھ میں انگور ہیں میں نے ان کو نچوڑ کر انکا جوس بادشاہ کو پلایا اور دوسرے کو خواب یہ آیا کہ اس کے سر پر روٹیاں ہیں پرندے آکر ان کو کھاتے ہیں پھر دونوں نے حضرت یوسف سے اپنے خوابوں کی تعبیر پوچھی آپ نے پہلے سے فرمایا تو تین دن کے بعد قید سے آزاد ہو گا اور بادشاہ کا ساقی مقرر ہو گا۔ اور روٹیوں والے سے فرمایا تجھے سولی دی جائے گی تو وہاں لٹکا رہے گا پرندے آکر تیرا دماغ کھائیں گے اس پر انہوں نے کہا ہم تو ہنسی کر رہے تھے ہم نے تو خواب نہیں دیکھے آپ نے فرمایا تم نے خواب دیکھے ہیں یا نہیں مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں اب تو جو کچھ میں نے کہہ دیا ہے واقعہ ایسا ہی ہو کر رہے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ پہلا بادشاہ کا ساقی مقرر ہوا اور دوسرے کو تختہ

دار پر لٹکا دیا گیا اور یہ وہیں لٹکا رہا فضا سے پرندے آتے اور اس کا دماغ کھا کر چل دیتے۔

اس واقعہ کے بعد بادشاہ نے خواب دیکھا کہ سات دبلی پتلی گائیں موٹی گائیوں کو کھا رہی ہیں اور سات خشک بالیاں ہیں وہ تر بالیوں سے لپٹ گئیں اور ان کو بھی خشک کر دیا اس خواب کی تعبیر کوئی نہ بتا سکا آخر ساقی نے بادشاہ سے کہا آپ کے قید خانے میں ایک قیدی ہے جو بہت بڑا ماہر معبر ہے مجھے آپ اجازت دیں میں آپ کے خواب کی تعبیر اس سے پوچھ کر آتا ہوں بادشاہ نے اجازت دی اس ساقی نے آخر حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا۔ یُوْسُفُ اَیُّهَا الصِّدِّیْقُ اَفْتِنَا۔ اے یوسف اے صدیق ہمیں خواب کی تعبیر ارشاد فرمائیں اس نے آپ کو صدیق کہا کیونکہ وہ جان گیا تھا کہ جیسا یہ کہہ دیتے ہیں ویسا ہی ہو جاتا ہے نتیجہ یہ نکلا کہ صدیق وہ ہوتا ہے کہ جیسا وہ کہہ دے واقعہ اسی طرح ہو جائے۔

حدیث نمبرا:

ایک انصاری عورت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر کہنے لگی میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میرے گھر میں کھجور کا درخت تھا جو گر پڑا مجھے اس سے بڑی پریشانی ہوئی کیونکہ میرا شوہر سفر میں گیا ہوا ہے آپ نے فرمایا صبر کرو تمہارا خاوند فوت ہو گیا ہے وہ روتی ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس سے باہر نکلی سامنے صدیق آئے ان کے سامنے جواب بیان کیا لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعبیر بیان نہیں کی آپ نے فرمایا اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ آج شام تک تیرا خاوند تیرے گھر آ جائیگا یہ عورت گھر جا کر بیٹھ گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے قول میں غور کرنے لگی شام ہوئی خاوند گھر آ گیا صبح کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں

حاضر ہوئی اور خاوند کی آمد کی اطلاع دی حضور ﷺ نے اس عورت کو غور سے دیکھا اتنے میں جبریل حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اس کے شوہر کا واقعی انتقال ہو چکا تھا لیکن جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی زبان پر جاری ہوا کہ وہ شام کو گھر آ جائے گا تو خدا نے اسے زندہ کر دیا تھا کہ جس طرح صدیق نے کہا ہے واقعہ اسی طرح ہو جائے۔ (۲/۳۰۶ خیر المونس)

رفیق:

رفیق کے معنے ساتھی کے ہیں آپ نبی کریم ﷺ کے صحابی بھی ہیں اور ساتھی بھی اب دیکھنا ہے آپ کہاں کہاں نبی کریم کے ساتھ رہے۔

عالم انوار:

آپ عالم انوار میں حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ رہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کی تخلیق کا ارادہ فرمایا تو اللہ نے جبریل کو حکم دیا کہ زمین کے درمیانی حصے پر جاؤ اور وجود مصطفےٰ ﷺ کے لئے مٹی لاؤ جبریل نے جنت الفردوس کے فرشتوں کو ساتھ لیا اور نبی کریم کی قبر انور کی جگہ سے مٹھی بھر مٹی لی اور یہ سفید چمکدار تھی اسے ماء تسنیم میں گوندھا گیا اور جنت کی نہروں میں غوطہ دیا گیا حتیٰ کہ وہ سفید موتی کی طرح ہو گئی اور اس میں نوری شعاع پیدا ہو گئی فرشتوں نے اسے عرش اور کرسی کے گرد آسمان اور زمین پہاڑ اور سمندر میں پھرایا اور فرشتے اور دیگر مخلوق حضرت محمد ﷺ کو پہچان گئی اور آپ کی فضیلت سے واقف ہو گئی اس سے قبل کہ حضرت آدم علیہ السلام آپ کو پہچانیں جب حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ نے پیدا فرمایا تو یہ نور ان کی پشت میں رکھ دیا حضرت آدم اپنی پشت سے پرندے کی آواز کی طرح آواز سنتے تھے خدا کی بارگاہ میں عرض کی یا اللہ یہ آواز

کیسی ہے فرمایا یہ نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تسبیح کی آواز ہے اور یہ وہ خاتم الانبیاء ہے جس کو تمہاری پشت سے ظاہر کروں گا اور مجھ سے وعدہ کرو کہ تم پاک رحموں میں اس کو منتقل کرو گے عرض کی میں وعدہ کرتا ہوں کہ نور کو پاک مردوں اور پاک عورتوں میں منتقل کروں گا۔

فَكَانَ نُوْرُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَلَالَأُ فِيْ ظَهْرِ آدَمَ وَكَانَتِ الْمَلَائِكَةُ تَقِفُ خَلْفَهُ صُفُوْفًا يَنْظُرُوْنَ اِلٰى نُوْرِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نور حضرت آدم کی پشت میں چمکتا تھا اور فرشتے صف بستہ پیچھے کھڑے ہو جاتے تھے اس نور کی زیارت کرنے کے لئے۔

اور کہتے تھے سبحان اللہ کہ ہمیں نور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کی یا اللہ یہ فرشتے میرے پیچھے کیوں کھڑے ہوتے ہیں فرمایا یہ خاتم الانبیاء کے نور کی زیارت کے لئے تمہارے پیچھے کھڑے ہوتے ہیں جن کو میں تمہاری پشت سے ظاہر کروں گا عرض کی الٰہی مجھے اس کی زیارت کرا دے خدا نے زیارت کرائی اور وہ حضور پر ایمان لائے اور انگشت شہادت سے اشارہ کر کے آپ پر درود پڑھا اسی لئے نماز میں خدا اور رسول کی گواہی دیتے ہوئے انگشت شہادت سے اشارہ کرتے ہیں حضرت آدم نے عرض کی یا اللہ یہ نور میرے آگے کر دے تاکہ فرشتے آگے آ جائیں پیچھے نہ رہیں خدا نے نور آپکی پیشانی میں کر دیا وہ نور آفتاب یا ماہ تمام کی طرح آپکی پیشانی میں نظر آتا تھا اور فرشتے حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے ہوکر اس نور کی زیارت کرتے تھے اور اس زیارت پر سبحان کہتے تھے پھر حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کی یا اللہ اس نور کو ایسی جگہ کر دے کہ میں اس نور کو دیکھ سکوں خدا نے وہ حضرت آدم علیہ السلام کی انگشت شہادت میں کر دیا حضرت آدم علیہ السلام اس نور کی زیارت کرتے تھے پھر حضرت

آدم علیہ السلام نے عرض کی اس نور کا باقی حصہ میری پشت میں موجود ہے فرمایا ہاں اس کے صحابہ کا نور باقی ہے عرض کی یا اللہ ان کے نور کو میری انگلیوں میں منتقل کر دے خدا نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا نور بڑی انگلی میں اور اسکے ساتھ والی انگلی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نور سب سے چھوٹی انگلی میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نور اور انگوٹھے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نور کر دیا جب تک حضرت آدم علیہ السلام جنت میں رہے یہ انوار آپکی انگلیوں میں چمکتے رہے اور جب آپ زمین پر تشریف لے آئے تو وہ انوار آپکی پشت میں آ گئے۔ (۲۲۵/۱ جواہر البحار)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی کریم کا نور حضرت آدم علیہ السلام کی انگشت شہادت میں رہا تو اسکے ساتھ والی بڑی انگلی میں صدیق اکبر کا نور رہا یعنی عالم انوار میں دونوں نفوس قدسیہ کے انوار ایک دوسرے کے ساتھ رہے۔

عالم ارواح:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جسموں سے دو ہزار سال پہلے روحوں کو پیدا فرمایا اللہ نے روحوں کو حکم دیا کہ میرے رسول کی اطاعت کرو اور ان پر سلام بھیجو تو سب سے پہلے جو روح مجھ پر ایمان لائی اور جس نے میری تصدیق کی وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی روح تھی اور عورتوں میں سے سب سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روح مجھ پر ایمان لائی اور مجھے سلام کیا۔

(۳۷۱/۱ مسند الفردوس)

عالم دنیا:

دنیا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کے بعد صدیق سایے کی طرح رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے ہیں سفر و حضر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ میسر ہوا ہر غزوہ میں

شریک سفر رہے غرضکہ کہ خلوت اور جلوت میں حضور ﷺ کے ساتھی اور رفیق رہے بطور مثال ایک واقعہ پیش خدمت ہے ملاحظہ فرمائیں۔

جب سورۃ تبت یدا ابی لہب نازل ہوئی تو ابولہب کی بیوی ام جمیل ایک بڑا پتھر لے کر حضور ﷺ کو مارنے آئی آپ اس وقت صدیق اکبر کے ساتھ مسجد حرام میں تشریف فرما تھے وہ ان دونوں کے پاس آئی صدیق اکبرؓ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ یہ عورت بڑی بے حیا گستاخ ہے بے ادب ہے اگر آپ یہاں سے اٹھ کر چلے جائیں تو بہتر ہوگا آپ ﷺ نے فرمایا وہ مجھے دیکھ نہ سکے گی اتنے میں ام جمیل بھی قریب آ گئی اس نے کہا اے ابوبکر تیرا صاحب کہاں ہے میں نے سنا ہے کہ اس نے میری ہجو کی ہے آپ نے فرمایا میرا نبی ہجو سے پاک ہے وہ شعر نہیں کہتا اس عورت نے کہا اگر میں تیرے صاحب کو دیکھ لیتی تو یہ پتھر اس کے منہ پر مارتی یہ کہہ کر وہ چلی گئی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ عجیب بات ہے کہ وہ آپ کو نہ دیکھ سکی آپ ﷺ نے فرمایا خدا نے ایک فرشتے کو بھیجا جس نے مجھے اپنے پروں میں چھپا کر اسکی نگاہوں سے اوجھل کر دیا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَیْنَکَ وَبَیْنَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَۃِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا۔

اور اے محبوب جب تم نے قرآن پڑھا تو ہم نے تم میں اور ان کے درمیان ایک پوشیدہ پردہ کر دیا جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔

(۴۴۴/۵ تفسیر مظہری) (۲۵۷/ا مدارج النبوت) (۲۲۹/ا شفا شریف)

عالم برزخ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صدیق اکبر نے بوقت وفات مجھے اپنے قریب بٹھایا اور فرمایا اے علی جب میرا انتقال ہو جائے تو مجھے ان ہاتھوں سے غسل دینا جن ہاتھوں سے تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا تھا اور مجھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار گہربار میں لے جانا اور میرے دفن کی اجازت مانگنا اگر تم دیکھو کہ دروازہ کھل گیا ہے تو مجھے میرے آقا کے پاس پہنچا دینا ورنہ مجھے عام سلمانوں کے قبرستان میں لے جانا یہاں تک کہ اللہ اپنے بندوں کے درمیان یصلہ فرمادے حضرت حیدر کرار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو غسل یا گیا کفن پہنایا گیا تو میں سب سے پہلے جلدی سے دراقدس پر حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ ابوبکر حاضر دربار ہیں روضہ میں حاضر ہونے کی اجازت انگتے ہیں مولائے کائنات فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ دروازہ کھل گیا اور میں نے یہ آواز سنی۔

اُدْخِلُو الْحَبِیْبَ اِلٰی حَبِیْبِہٖ فَاِنَّ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ مُشْتَاقٌ۔

دوست کو دوست کے پاس داخل کردو کیونکہ دوست دوست کا مشتاق ہے۔ (۲/۲۸۲ خصائص کبریٰ)

وفات سے لے کر قیامت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آرام فرما ہیں اور یارِ غار یارِ مزار بن کر عالم برزخ میں ایک دوسرے کے ساتھ ہیں اور قیامت کے دن ان کا حشر اس طرح ہوگا کہ ایک طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوسری طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور درمیان میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہونگے۔

جنت میں ساتھی:

رسول اللہ ﷺ نے دعا مانگی۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ اَبَابَکْرٍ فِیْ دَرَجَتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ فَاَوْحٰی سُبْحَانَہٗ اِلَیْہِ اَنَّ اللّٰہَ قَدِ اسْتَجَابَ لَکَ۔

اے اللہ قیامت کے روز ابوبکر کو میرے ساتھ میرے درجے میں رکھنا اللہ نے آپ کی طرف وحی کی اللہ نے آپکی دعا کو قبول فرمالیا۔

(۱/۹۰ الریاض النضرۃ)(۱/۳۸ حلبیہ)

صدیق اکبر اور خدمات اسلام

حدیث نمبر ۱:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک روز ہمیں حکم ہوا کہ خدا کی راہ میں صدقہ وخیرات دو حسن اتفاق سے میرے پاس کافی مال تھا میں نے اپنے دل میں کہا اگر ابوبکر سے بازی لے جانا میرے لئے ممکن ہے تو وہ آج کا دن ہے اور میں کافی خرچ کر کے سبقت لے جاؤں گا چنانچہ میں آدھا مال لے کر حاضر خدمت ہوا حضور اکرم ﷺ نے پوچھا تو نے گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا ہے میں نے عرض کی آدھا مال پھر ابوبکر تشریف لائے اور جو کچھ ان کے پاس تھا وہ سب لے آئے رسول اللہ ﷺ نے پوچھا گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا فرمایا خدا اور اس کا رسول چھوڑ آیا ہوں میں نے دل میں کہا میں کبھی بھی صدیق اکبر پر سبقت نہ لے جاسکوں گا۔ (۳/۲۴۰ مشکوٰۃ)

مکہ میں دو آدمی امیر تھے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور امیہ بن خلف اور امیہ کے

بارہ غلام تھے ان کے ذریعے وہ امیر ہوگیا تھا ایک غلام کے ذمے زراعت کا کام ایک کے ذمے مویشی پالنا ایک مال تجارت ملک شام لے جاتا اور حضرت بلال کے ذمے بت خانے کا انتظام تھا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے امیہ کو پتہ چلا تو اس نے لمبے لمبے کیکر کے کانٹے منگوا کر آپ کے بازوؤں میں اس طرح چھبوئے کہ کانٹا ہڈی سے ٹکرا کر ٹوٹ جاتا تھا دن کو بلا کی گرم ریت پر لٹا کر گرم گرم پتھر آپکے سینے پر رکھے جاتے ساری رات امیہ کے غلام آپ کو مارتے ایک صبح صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا گزر اس راستے سے ہوا بلال کی آواز آرہی ہے احد احد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حقیقت حال معلوم ہوئی اور آپ نے بلال کو خرید کر آزاد کر دیا حضرت بلال رضی اللہ عنہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرنے لگے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنا وزیر خزانہ بنالیا جب غزوہ بدر ہوا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا مقابلہ امیہ بن خلف کے ساتھ ہوگیا حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے جب امیہ کو دیکھا تو اس کو للکارا عبدالرحمٰن بن عوف زمانہ جاہلیت میں امیہ کے دوست تھے وہ امیہ کے اوپر لیٹ گئے تاکہ یہ قتل نہ ہو لیکن حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے امیہ آج یا تم نہیں یا میں نہیں نتیجہ یہ ہوا کہ امیہ بری طرح قتل ہوگیا۔ قدرت نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذیت کا بدلہ لے لیا۔ (۳/۲۸۶ البدریہ النحایہ)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بلا بھیجا میں حاضر خدمت ہوا انہوں نے کہا یہ عمر موجود ہیں یہ کہہ رہے ہیں کہ جنگ یمامہ میں حفاظ قرآن شہید ہوگئے ہیں اور اگر اسی طرح قرآن کے حافظ شہید ہوتے رہے تو قرآن کا بہت سا حصہ ہماری نگاہوں سے اوجھل ہو جائیگا لہٰذا قرآن کو جمع کرنے کا حکم دیا جائے میں نے ان سے کہا میں وہ کام کیوں کروں جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا انہوں نے کہا واللہ اس میں بھلائی ہے یہ بار بار مجھے کہتے

رہے ہیں حتیٰ کہ خدا نے میرا سینہ اس کام کے لئے کھولا جس کے کام کے لئے خدا نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سینہ کھول دیا پھر ابو بکر نے مجھ سے کہا اے زید تم ایک عقلمند جوان ہو ہم تمہیں متہم بھی نہیں کرتے تم رسول خدا کی وحی بھی لکھتے رہے ہو تم قرآن کو جمع کرو حضرت زید فرماتے ہیں اگر مجھے یہ کہہ دیا جاتا کہ یہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹا دو تو یہ میرے لئے دشوار نہ تھا لیکن قرآن کا جمع کرنا میرے لئے بڑا مشکل تھا میں نے ان دونوں حضرات سے کہا آپ وہ کام کیسے کریں گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا صدیق اکبر نے فرمایا واللہ اس میں بھلائی ہے اور حضرت صدیق اکبر بار بار یہ کہتے رہے حتیٰ کہ میرا سینہ بھی خدا نے اس کام کے لئے کھول دیا جس کام کے لئے خدا نے حضرت صدیق اکبر کا سینہ کھول دیا تھا اور فاروق اعظم کا سینہ کھول دیا تھا میں نے قرآن کو جمع کرنا شروع کر دیا یہاں تک قرآن کو مصحف کی شکل میں جمع کر لیا۔ (۵/۱۴۷ طبرانی کبیر)

چونکہ قرآن صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی کوششوں سے جمع ہوا ہے اس لئے جن کے سینوں میں صحابہ کا بغض ہے ان کے سینوں میں قرآن محفوظ نہیں رہتا یہی وجہ کہ شیعہ جوان دونوں عظیم المرتبت ہستیوں کی شان میں نازیبا کلمات استعمال کرتے ہیں قرآن کے حافظ نہیں ہو سکتے پوری دنیا میں ایک بھی قرآن کا حافظ ایسا نہیں جو شیعہ ہو یہ اس بات کی بین دلیل ہے کہ خدا ان لوگوں سے سخت ناراض ہے جو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے دشمنی رکھتے ہیں۔

صدیق رضی اللہ عنہ کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت اور کامل فنائیت:

(۱) بچپن کے ساتھی تھے۔ قرآن نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ثانی اثنین (نبی کا ثانی) قرار دیا۔ ہجرت کی رات صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اللہ کریم نے حضور نبی

کریم ﷺ کی جان کا محافظ منتخب فرمایا۔ جنگ بدر میں سب لوگ میدان میں تھے جب کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ عریش بدر میں نبی کریم ﷺ کی جان کا پہرہ دے رہے تھے۔

(۲) جب نبی کریم ﷺ پر پہلی وحی نازل ہوئی تو آپ ﷺ کی حوصلہ افزائی کے لئے ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ ہرگز رسوا نہیں کرے گا۔ آپ صلہ رحمی فرماتے ہیں، غریبوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، کسی کو خالی ہاتھ نہیں لوٹاتے، مہمان کا احترام فرماتے ہیں، ہمیشہ اہل حق کا ساتھ دیتے ہیں۔

(بخاری جلد ا، ص ۳)

ہجرت کے وقت یہی الفاظ ابنِ دغنہ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لئے استعمال کیے تھے۔ انك تكسب المعدوم و تصل الرحم وتحمل الكل و تقرئ الضيف وتعين على نوائب الحق ۔ (بخاری جلد ا، ص ۵۵۲)

(۳) صلح حدیبیہ کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ انی رسول الله ولست اعصیه وهو ناصری ...... فانك اتيه مطوف بـــه۔ یعنی میں اللہ کا رسول ہوں اور میں اس کی نافرمانی نہیں کرتا وہی میرا مددگار ہے، تم کسی دن طواف کرنے ضرور آؤ گے۔ اس کے بعد جب وہ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو انہوں نے بھی یہی الفاظ فرمائے کہ انه رسول الله وليس يعصى ربه وهو ناصره ...... فانك اتيه مطوف به۔ (بخاری ج ا، ص ۳۸۰)

(۴) حضور نبی کریم ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مال کو اپنے ذاتی مال کی طرح استعمال فرماتے تھے۔ (فضائل الصحابہ جلد ا ص ۷۲)۔ ہجرت کے وقت کفار نے نبی کریم ﷺ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو پکڑنے پر انعام مقرر کر دیا۔

(مستدرک جلد ۳، ص ۲۸۳)

(۵) حضور نبی کریم ﷺ کے دور میں کسی آدمی نے اپنی بیوی کو اکٹھی تین

طلاقیں دے دیں۔ آپ ﷺ جلال میں کھڑے ہو گئے اور فرمایا: ایلعب بکتاب اللہ وانا بین اظھر کم یعنی کیا اللہ کی کتاب سے کھیلا جائے گا جبکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں؟ (مشکوٰۃ ص ۲۸۴)۔ جب سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے مسندِ خلافت سنبھالی تو مرتدین نے زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کر دیا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا اینقص وانا حی یعنی کیا دین میں نقص واقع ہو جائے گا جب کہ میں زندہ موجود ہوں؟ (مشکوٰۃ صفحہ ۵۵۶)۔ نبی کریم ﷺ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دونوں کے الفاظ میں مشابہت کو محسوس فرمایئے۔ ایمان کی نگاہ اس نتیجے پر پہنچے گی کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فنا فی الرسول کے مقام پر فائز تھے۔

(۶) جب محبوب کریم ﷺ کا وصال ہوا تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اعلان کرا دیا کہ رسول اللہ ﷺ کے ذمے جس کسی کا قرض ہو یا آپ ﷺ نے کسی سے وعدہ فرمایا ہو تو وہ میرے پاس آجائے، میں وہ قرض ادا کردوں گا اور وعدہ وفا کردوں گا۔ (بخاری جلد۱، ص ۴۴۳)

(۷) صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ سونے کے پانی سے لکھنے کے قابل ہیں کہ لست تارکا شیئا کان رسول اللہ ﷺ یعمل بہ یعنی مجھ سے وہ کام نہیں چھوٹ سکتا جسے نبی کریم ﷺ کرتے رہے۔ (بخاری ج۱، ص ۴۳۵)۔

یہی وجہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ سے جس صحابی رضی اللہ عنہ نے بھی جیشِ اسامہ کی روانگی، منکرینِ زکوٰۃ سے قتال اور باغِ فدک جیسے معاملات کے بارے میں بات کی، آپ نے یہی جواب دیا کہ نبی کریم ﷺ کے طریقے پر گامزن رہنا میری مجبوری ہے۔

(۸) سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کی رحمۃ للعالمینی سے اس قدر فیض

ملا تھا کہ صحابہ کرام نے آپ کا نام الآ واہ رکھ دیا تھا۔ یعنی پناہ گاہ۔

(الاصابہ جلد ۲ صفحہ ۱۰۹۱، صواعق محرقہ ص ۸۵)

(۹) اللہ کریم جل مجدہٗ نے اپنے حبیب کریم ﷺ کی شان میں فرمایا ولسوف یعطیك ربك فترضیٰ یعنی اے محبوب عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے (الضحیٰ: ۵)۔ اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا ولسوف یرضیٰ یعنی عنقریب وہ راضی ہو جائے گا۔ (اللیل: ۲۱)

(۱۰) آخری وقت میں آپ نے وصیت فرمائی کہ مجھے حضور ﷺ کی طرح کفن دیا جائے ففیھا کفنونی (مستدرک ج ۳، ص ۲۸۱)۔ حضور ﷺ جتنی ہی عمر پائی اور آپ رضی اللہ عنہ کے پاس ہی دفن ہوئے۔

(۱۱) فتح مکہ کے موقع پر بتوں کو گرانے کے لئے نبی کریم ﷺ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے کندھوں پر سوار ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کو لے کر اُٹھ گئے۔ نبی کریم ﷺ نے انہیں کمزور پایا تو فرمایا بیٹھ جاؤ۔ آپ نیچے اُتر آئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ میرے کندھوں پر بیٹھ جاؤ۔ آپ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لے کر اُٹھ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے خیال آ رہا تھا کہ اگر میں چاہوں تو آسمان کو ہاتھ لگا سکتا ہوں۔ (السنن الکبریٰ للنسائی، ج ۵، ص ۱۴۲)

سبحان اللہ۔ اس حدیث میں مولا علی رضی اللہ عنہ کی کیسی پیاری فضیلت اور عظیم اعزاز مذکور ہے۔ تف ہے خوارج پر جو بغضِ علی میں جلے جا رہے ہیں۔ اب ذرا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے کندھوں کی ہمت کا بھی اندازہ کیجئے۔ ہجرت کی رات صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے محبوب کریم ﷺ کے قدموں کے نشان چھپانے کے لئے آپ کو اپنے کندھوں پر اٹھا لیا اور غار کے منہ پر لا اُتارا (الوفا، ص ۲۳۷)۔ تف ہے روافض پر جو بارِ نبوت کے متحمل ہمت کا انکار کر رہے ہیں۔

قوت عقلیہ میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ تشبہ حاصل ہونا:

جاننا چاہیے کہ جب فیض الٰہی کسی کے نفس ناطقہ میں دور کرتا ہے تو اس کا اثر اس کی ذات میں مختلف صورتوں اور طریقوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ یہی حال حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا تھا کہ فیض الٰہی آپ کے اندر کئی طریقوں اور پیراؤں سے ظہور سے میں آیا۔ رؤیائے صادقہ کا دیکھنا جو حصول سعادت اور نفع عام کا باعث ہے اور یہی حال انبیاء علیہ السلام کا ہے کیونکہ واقعات آئندہ کا انعکاس طبائع ذکیہ میں بدوں ان دو وجہوں کے ممکن نہیں بوجہ رسالت اور یا بوجہ تشبہ بانبیاء علیہم السلام۔ انہیں دریائے صادقہ میں سے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا وہ خواب ہے جو آپ کے مشرف باسلام ہونے کا باعث ہوا۔ انہیں میں سے آپ کا وہ خواب ہے ملک شام کو امیروں کے بھیجنے کا باعث ہوا۔ انہیں میں سے وہ خواب بھی ہے جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو آپ کے خلیفہ بنانے کا باعث ہوا اور ان کا مفصل بیان خالی از طوالت نہیں۔ روضۃ الاحباب میں مذکور ہے کہ قریب باایام ہجرت حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے خواب دیکھا کہ ماہتاب آسمان سے اُتر کر بطحا مکہ میں آیا اور اس کی روشنی سے تمام دشت و بیاباں روشن ہو گیا بعد ازاں ماہتاب آسمان کی طرف عود کر کے مدینہ میں اُترا اور بہت سے ستارے بھی اُس کے ساتھ ساتھ متحرک ہوئے۔ اس کے بعد ماہتاب نے آسمان کی طرف رجوع کیا اور بجز تین سو ساٹھ گھروں کے زمین مدینہ اُسی طرح روشن رہی اور ماہتاب کے آنے سے زمین حرم پھر منور ہو گئی اور آخر پھر وہ ماہ مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں شگاف زمین میں پوشیدہ ہو گیا اور بعینہٖ خارج میں بھی

اسی طرح واقع ہوا۔ دوم آپ کا تعبیر خواب صحیح درست کہنا یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خوابوں کی تعبیر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے استفسار فرمایا کرتے تھے۔ محمد بن اسحٰق غزوۂ طائف کے قصہ میں روایت کرتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنی ثقیف کا محاصرہ کیے ہوئے تھے تو آپ نے خواب میں دیکھا کہ ایک پیالہ مسکہ آپ کی خدمت میں ہدیہ پیش کیا گیا ایک مرغ نے اس پیالہ میں چونچ ماری جس سے سارا مسکہ گر گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے اس کی تعبیر پوچھی آپ نے عرض کیا میں نہیں خیال کرتا آج آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنی ثقیف پر فتح پا سکیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں بھی ایسا ہی خیال کرتا ہوں۔ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں بہت سی کالی بکریاں دیکھیں اور پھر دیکھا کہ بہت سی سفید بکریاں ان میں آکر مل گئیں ہیں۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی تعبیر کہو عرض کیا اس سے مراد یہ ہے کہ عرب آپ کی اطاعت کریں گے اور ان کے بعد عجم بھی آپ کی اطاعت کریں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فرشتہ نے بھی صبح یہی تعبیر کہی ہے۔ ابن ہشام نے زوائد السیرۃ میں روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے خواب میں حلوہ کھایا جو مجھے لذیذ معلوم ہوا جب میں اسے نگلنے لگا تو حلق میں جا کر پھنس گیا۔ اور علی نے ہاتھ ڈال کر نکال لیا۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے مراد سریہ ہے کہ جس وقت آپ لڑائی پر پہنچیں گے اور اس سے آپ کو بعض وہ شئے حاصل ہوگی جو آپ کو محبوب ہوگی اور بعض کے متعلق کچھ اعتراض ہوگا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آپ بھیجیں گے اور وہ جا کر اس اعتراض کو اٹھا دیں گے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے تین چاند خواب میں دیکھے جو حجرے میں آئے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اور آپ میرے حجرے میں دفن کیے گئے تو

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہارے اُن تین چاندوں میں سے ایک اور بہتر چاند آپ تھے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس کے راوی ہیں (اور باقی دو چاند شیخین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں بائیں مدفون ہوئے) اسی طرح خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے قصہ میں روایت کیا گیا ہے کہ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ وہ دوزخ کے کنارے پر ہیں اور دوزخ اس قدر وسیع ہے کہ اس کا علم اللہ ہی کو ہے کہ وہ کس قدر وسیع ہے اور اُن کے باپ انہیں دوزخ میں دھکیل رہے ہیں۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی کمر پکڑے ہوئے ہیں اور انہیں دوزخ میں گرنے نہیں دیتے یہ خواب انہوں نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے بیان کی آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہارے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا گیا ہے چاہیے کہ تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرو کیونکہ تم عنقریب اسلام میں آنے والے ہو جو تمہیں دوزخ سے بچائے گا اور تمہارا باپ دوزخ میں جائے گا۔ پھر یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقی ہوئے اور مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ (اخرجہ ابوعمرو فی الاستیعاب)

سوم: آپ کی فراست کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فراست سے مطابق ہونا حضرت سعید بن المسیب سے روایت ہے کہ قبیلہ بنی اسلم کا ایک شخص حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا اور اپنی طرف اشارہ کر کے بیان کیا کہ یہ کمبخت و نامراد (آپ کا نام ماغر ہے) فعل شنیع و زناکاری کا مرتکب ہوا۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا کہ تم نے اور کسی سے بھی اس کا ذکر کیا ہے اُس نے کہا نہیں آپ نے فرمایا پھر توبہ کر لو اور کسی سے ذکر نہ کرو۔ کیا عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ توبہ قبول کر لے اور تمہارے گناہ کو پوشیدہ رکھے مگر اُس شخص کی طبیعت قابو میں نہیں رہی تھی یہاں تک کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا آپ نے تین دفعہ حسب عادت منہ پھیر لیا چوتھی دفعہ آپ نے اس کے گھر کہلا بھیجا کہ اسے کچھ

بیماری یا جنون تو نہیں انہوں نے کہا واللہ یارسول اللہ یہ صحیح وتندرست ہے آپ نے پوچھا یہ کنوارا ہے یا بیاہا ہوا عرض کیا کہ اس کی شادی ہو چکی ہے۔ غرض یہ شخص رجم کیا گیا۔ امام مالک اس کے راوی ہیں۔

چہارم: حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود اور آپ کے کلام مرموز کی غرض پہچاننا یہاں تک کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ صحابہ کرام کے درمیان اعلم مشہور ہوئے۔ جیسا کہ حضرت ابوسعید خدری نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول ان عبداً خیرہ اللہ الحدیث کے تحت میں بیان کیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب اہل مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے نکالا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ○ ان لوگوں نے اپنے نبی کو نکالا ہے سو عنقریب یہ ہلاک ہوں گے۔ بعد ازاں یہ آیت نازل ہوئی اذن للذین یقاتلون بانهم ظلموا وان لله علی نصرهم تقدیر۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ فرمانے لگے۔ مجھے معلوم ہوا کہ اس آیت میں اُن قتال ہے۔

پنجم: حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو حوادث خفیہ کا مکاشفہ ہوتا جیسا کہ جنگ بدر کے موقع پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کرنا کہ آپ کا اللہ تعالیٰ کو قسم دلانا آپ کو کافی ہے انہیں مکاشفات میں سے یہ امر ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو کچھ زمین دی مگر آپ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی حیات میں اس پر قابض نہ ہوسکیں وصیت کرتے وقت حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرما دیا تھا کہ اگر تم اس وقت اس زمین پر قبضہ کر لو تو بہتر ہے ورنہ پھر میرے بعد وہ وارثوں کا حق ہوگا اور وہ تمہارے دو بھائی اور دو بہنیں ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا میری ایک ہمشیرہ تو اسماء ہیں اور دوسری کون ہے فرمایا تمہاری دوسری ہمشیرہ بنت خارجہ کے شکم میں ہے کیونکہ

میں خیال کرتا ہوں کہ ان کے شکم میں لڑکی ہے چنانچہ بعد کو ام کلثوم پیدا ہوئیں۔

قوت عملیہ میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ تشبہ حاصل ہونا:

اسی طرح قوت عملیہ میں بھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ تشبہ حاصل تھا اس کے شواہد بھی بکثرت ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے استفسار فرمایا کہ آج تم میں روزہ دار کون ہے۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میں۔ پھر فرمایا تم میں سے آج مسکین کو کس نے کھانا کھلایا ہے۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میں نے۔ پھر فرمایا آج تم میں سے مریض کی عیادت کس نے کی ہے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں جمع ہوتیں یہ خصلتیں کسی شخص میں مگر یہ کہ وہ جنت میں داخل ہوگا۔ شیخین اس کے راوی ہیں۔ نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دو جفت چیزیں اللہ کی راہ میں خرچ کرے وہ جنت کے دروازوں سے بلایا جائے گا۔ اہل صلوٰۃ باب صلوٰۃ سے اہلِ جہاد باب الجہاد سے اور اہلِ صیام باب الریان سے اور اہل صدقہ باب الصدقہ سے بلایا جائے گا۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ ابی دامی) کیا کوئی شخص ان تمام دروازوں سے بلایا جائے گا۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ اور میں اُمید کرتا ہوں کہ تم انہیں لوگوں میں سے ہو (شیخین و ترمذی اس کے راوی ہیں)۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ چند مہمانوں کے روبرو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنے اہل و عیال سے بمقتضائے بشریت کچھ ملال پہنچا۔ آپ نے قسم کھالی کہ میں کھانا نہیں کھاؤں گا۔ گھر کے لوگ اور مہمان اس سے گھبرائے اور ان سب نے

قسم کھالی کہ اگر آپ کھانا نہیں کھائیں گے تو ہم بھی نہیں کھائیں گے۔ جب ان سب نے بھی قسم کھالی تو عنایت الٰہی پہنچی اور آپ کے دل میں نقض قسم کا داعیہ وارد ہوا اور جان لیا کہ یہ داعیہ کس منبع سے جوش زن ہوئے۔ غرض قسم توڑ ڈالی اور کھانے کی طرف ہاتھ بڑھایا پھر دو چار لقمہ تناول کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے بزیادت برکت طعام ظاہر کر دیا کہ اس قسم کا توڑنا مرضی الٰہی کا باعث تھا اور داعیہ نقض منبع فیض سے جوشزن ہوا۔ اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کے ساتھ اس قسم کے عجیب واقعات ظہور میں لایا کرتا ہے۔ (بخاری شریف میں یہ قصہ مفصل مذکور ہے) الاستیعاب میں ہے کہ ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ جب شہید ہو گئے تو بعض صحابہ کرام نے انہیں خواب میں دیکھا کہ وہ وصیت کر رہے ہیں کہ ان کی زرہ فلاں شخص کے پاس ہے اس سے لے کر وہ فروخت کر دی جائے۔ آخرش یہ کہ جب تم مدینہ پہنچو تو خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میری طرف سے کہنا کہ مجھ پر اس قدر قرض ہے (یعنی وہ ادا کر دیا جائے) اور میرے فلاں فلاں غلام آزاد ہیں۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کی وصیت کو جائز رکھا اور ہمیں نہیں معلوم کہ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے سوا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اور کسی کی بھی اس قسم کی وصیت کو نافذ کیا ہو۔

اجماعِ امت:

(۱) سیدنا ابنِ عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تمام صحابہ مہاجرین و انصار علیہم الرضوان کا اس بات پر اجماع ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت میں سب سے افضل ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ (بخاری ج ۱ ص ۵۲۳۔ ابوداؤد ج ۲ ص ۲۸۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی فرماتے ہیں کہ کنا معاشر اصحاب رسول

اللہ ﷺ ونحن متوافرون نقول افضل هذه الامة بعد نبينا ابوبكر ثم عمر ثم عثمان رواه ابنِ عساکر۔ (مرام الکلام ص ۴۶ از علامہ پرہاروی علیہ الرحمہ)

(۲) حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ سیدنا ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں: اجتمع المهاجرون والانصار على ان خير هذه الامة بعد نبيها ابوبكر و عمر و عثمان یعنی تمام مہاجرین اور انصار کا اس پر اجماع ہے کہ اس امت میں سب سے بہتر ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں اور عمر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ۔ (مرقاۃ ج ۱۱، ص ۳۳۴)

(۳) بیہقی نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے تفضیل شیخین پر صحابہ و تابعین کا اجماع نقل کیا ہے (فتح الباری ج ۷، ص ۱۳)۔ اور اس میں شک بھی کوئی نہیں۔ کیونکہ وہ لوگ بعد والوں کی نسبت احادیث اور فضائلِ صحابہ کو بہتر جانتے تھے۔ محبت میں سب سے سچے تھے اور سب سے زیادہ حق کا اتباع کرتے تھے۔ ان کے باطل پر متفق ہو جانے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

(۴) امام شرف الدین نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اتفق اهل السنة ان افضلهم ابوبكر ثم عمر یعنی اس پر اہلِ سنت کا اتفاق ہے کہ صحابہ میں سب سے افضل ابوبکر ہیں پھر عمر رضی اللہ عنہما۔ (شرح نووی، ج ۲، ص ۲۷۲)

(۵) چشتی سلسلہ کے معروف بزرگ حضرت سید میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہٗ اپنی تصوف کی بلند پایہ تصنیف میں فرماتے ہیں کہ اس پر بھی اہلِ سنت کا اجماع ہے کہ نبیوں کے بعد دوسری تمام مخلوق سے بہتر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، ان کے بعد حضرت عثمان ذی النورین اور ان کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔ (سبع سنابل، ص ۵۶)

(۶) حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اجمع اهل السنة ان افضل الناس بعد رسول الله ﷺ ابوبكر ثم عمر ثم عثمان ثم علی ثم

سائر العشرة ثم باقي اهل البدر ثم باقي اهل احد ثم باقي اهل البيعة ثم باقي الصحابة، هكذا حكى الاجماع عليه ابو منصور البغدادي یعنی اہلِ سنت کا اس پر اجماع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام لوگوں میں افضل ابوبکر ہیں، پھر عمر، پھر عثمان، پھر باقی عشرہ مبشرہ، پھر باقی اہل البدر، پھر باقی اہل اُحد، پھر باقی اہلِ بیعتِ رضوان، پھر باقی صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ۔ ابو منصور بغدادی نے بھی اس ترتیب پر اجماع نقل کیا ہے۔ (تاریخ الخلفاء، ص ۳۷)

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے نہ صرف افضلیتِ شیخین پر اجماع نقل کیا ہے بلکہ تمام صحابہ میں تفاضل کی ترتیب پر بھی اجماع نقل کیا ہے۔ اب فرمایئے اگر افضلیت خلافت کی ترتیب پر محمول ہے تو پھر عشرہ مبشرہ، بدری، اُحدی اور دیگر تمام صحابہ علیہم الرضوان کو خلافت کہاں سے فراہم کرو گے؟

(۷) علامہ ابنِ حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخین کی افضلیت پر پوری امت کا اجماع ہے۔ اگر کوئی پوچھے کہ پوری اُمت کے پاس اس اجماع کی کیا بنیاد ہے؟ تو میں کہتا ہوں کہ (بنیاد تو قرآن اور بے شمار احادیث میں موجود ہے لیکن) اجماع بذاتِ خود ہر شخص پر حجت ہے۔ خواہ اس کی بنیاد معلوم ہو یا نہ ہو۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو گمراہی پر متفق ہونے سے محفوظ رکھا ہے۔ اس موضوع پر قرآن کی آیت بڑی واضح ہے کہ ويتبع غير سبيل المومنين نوله ما تولى ونصله جهنم وساء ت مصيرا ۔

پھر افضلیت کی اسی ترتیب کا لحاظ رکھتے ہوئے انہیں خلافت کا حق دار بھی ٹھہرایا گیا ہے۔ (صواعقِ محرقہ، ص ۵۹)

علامہ ابنِ حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے واضح ہو گیا کہ خلفاءِ ثلاثہ کی افضلیت پہلے سے ثابت تھی اور اسی افضلیت کی ترتیب پر انہیں خلافت ملتی گئی۔

یہی ونصلہ جھنم والی آیت کی وعید دکھا کر ہم تفضیلیوں پر سوال کرتے ہیں کہ تفضیلِ شیخین کے عقیدے پر کسی نے جہنم کی وعید نہیں سنائی جبکہ مولا علی رضی اللہ عنہ کو افضل ماننے والوں کو یہ آیت سنا کر جہنم سے ڈرایا جا رہا ہے۔ فرمایئے احتیاط کا تقاضا کیا ہے؟

(۸) حضرت ملا علی قاری مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: فھو افضل الاولیاء من الاولین والآخرین وقد حکی الاجماع علی ذلك ولا عبرة بمخالفة الروافض ھنالك، وقد استخلفه علیه الصلوٰة والسلام فی الصلوٰة فکان ھو الخلیفة حقا وصدقا یعنی صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ اولین و آخرین تمام اولیاء سے افضل ہیں، اور اس پر پوری امت کا اجماع ہے، یہاں روافض کی مخالفت کی کوئی اوقات نہیں، آپ رضی اللہ عنہ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نماز میں اپنا خلیفہ مقرر فرمایا جس سے مکمل حق اور صدق کے ساتھ آپ کی خلافت پایہ ثبوت کو پہنچ گئی۔ (شرح فقہ اکبر، ص ۶۱)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کئی وجوہ سے تفضیلیوں کے لئے مہلک ہے۔ افضلیتِ صدیق پر پوری اُمت کا اجماع، افضلیت کا تعلق ولایت سے نہ کہ سیاست سے، افضل الاولیاء من الاولین والآخرین کے الفاظ جو ایوانِ رافضیت میں زلزلہ برپا کر رہے ہیں، ولایت میں افضلیت کا انکار کرنے والوں کو رافضی کہنا، نماز میں استخلاف کو استحقاقِ خلافت کی دلیل بنانا، خلیفہ کے ساتھ حقاً و صدقاً کے الفاظ استعمال کرنا جو سیاست اور ولایت کی تفریق کے پرخچے اڑا رہے ہیں، یہ سب خوبیاں اس عبارت میں بیک وقت موجود ہیں جزاہ اللہ احسن الجزاء۔

(۹) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے خلیفہ کے انتخاب کے وقت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے حق میں خیر الامۃ، فضل الناس، احق بالخلافۃ اور احق بھذا الامر کے الفاظ استعمال فرمائے اور

آپ رضی اللہ عنہ کو فقہاءِ صحابہ نے افضلِ امت قرار دیا اور اسی افضلیت کی بنا پر ان کو خلافت کا حق دار قرار دیا۔ باقی تمام صحابہ نے اس پر سکوت فرمایا اور تسلیم کر لیا اور یوں افضلیتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ پر صحابہ کا اجماع منعقد ہو گیا۔ یہ ساری بحث حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ازالۃ الخفا جلد ا صفحہ ۳۱۱ پر لکھی ہے۔

آگے فرماتے ہیں کہ ملتِ اسلامیہ میں افضلیتِ شیخین کا مسئلہ قطعی ہے۔ اور فرماتے ہیں کہ تمام احادیث کا مطالعہ کرنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ شیخین کی افضلیت کا دارومدار چار خصلتوں پر ہے۔ اول امت میں صدیق اور شہید جیسے بلند ترین رتبے پر فائز ہونا۔ دوم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرنا، اسلام کو ترویج دینا اور غربت کے دنوں میں امن الناس علی ابوبکر کا مصداق ٹھہرنا اور اسلام کی عزت جو عمر کا خاصہ ہے۔ سوم ان دو ہستیوں کے ہاتھ سے ان کاموں کا مکمل ہونا جو نبوت کا مطلوب اور مقصود ہوتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان دو ہستیوں کے بارے میں مختلف خواب دیکھنا۔ چہارم آخرت میں ان ہستیوں کے درجات کی بلندی اور ان کا جنتی بوڑھوں کا سردار ہونا، بلند ترین محلات میں ٹھہرنا، سب سے پہلے اٹھنا، صدیق کے لئے تجلیِ خاص، عمر کے لئے معانقۂ حق۔

(ازالۃ الخفا ج ا، ص ۳۰۲)

(۱۰) اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی قادری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جانا جس نے جانا اور فلاح پائی اگر مانا اور جس نے نہ جانا وہ اب جانے کہ حضرت سید المومنین امام المتقین عبداللہ ابنِ عثمان ابی بکر صدیقِ اکبر و جناب امیر المومنین امام العادلین ابوحفص عمر ابن الخطاب فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما و ارضاھما کا جنابِ مولیٰ المومنین امام الواصلین ابوالحسن علی ابنِ ابی طالب مرتضیٰ اسد اللہ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ بلکہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

سے افضل وبہترینِ امت ہونا عقیدۂ اجماعیہ ہے۔ (مطلع القمرین، ص ۶۷)

(۱۱) یہی امام اہل سنت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: وفیھا رد علی مفضلۃ الزمان المدعین السنیۃ بالزور والبھتان حیث اولوا مسئلۃ ترتیب الفضیلۃ بان معنی الاولویۃ للخلافۃ الدنیویۃ وھی لمن کان اعرف بسیاسیۃ المدن وتجھیز العساکر وغیر ذلک من الامور المحتاج الیھا فی السلطنۃ وھذا قول باطل خبیث مخالف لاجماع الصحابۃ والتابعین رضی اللہ تعالی عنھم بل الافضلیۃ فی کثرۃ الثواب وقرب رب الارباب والکرامۃ عند اللہ تعالیٰ یعنی اس میں تردید ہے آج کل کے تفضیلیوں کی جو سنی ہونے کا جھوٹا دعویٰ کرتے ہیں اور بہتان باندھتے ہیں، ان لوگوں نے فضیلت کی ترتیب میں یہ تاویل چلائی ہے کہ افضلیت سے دنیاوی خلافت مراد ہے، اور ملکی سیاست میں ماہر ہونا، لشکر تیار کرنا اور اس طرح کے معاملات مراد ہیں جن کی حکومت چلانے میں ضرورت پڑتی ہے۔ تفضیلیوں کا یہ قول باطل ہے خبیث ہے، اجماعِ صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم کے بالکل خلاف ہے۔ بلکہ افضلیت سے مراد کثرتِ ثواب، رب الاربات کا قرب اور اللہ تعالیٰ کے ہاں کرامت ہے۔

(المستند المعتمد، ص ۱۹۷، ۱۹۸)

اکابرینِ اُمت کی تحقیق

(۱) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لاجد احدا فضلنی علی ابی بکر و عمر الاجلاتہ حدالمفتری۔

(صواعق محرقہ، ص ۶۰)

میں جسے پاؤں کہ مجھے ابوبکر اور عمر سے افضل کہتا ہے تو اسے الزام تراشی کی سزا کے طور پر اسّی کوڑے ماروں گا۔

(۲) سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ قریب کون تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہی لوگ قریب تھے جو آج بھی قریب ہیں اور وہ دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں آرام فرما ہیں۔

(مسند امام احمد، ج ۴، ص ۹۶)

(۳) امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

افضل الناس بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم ابوبكر الصديق ثم عمر بن خطاب ثم عثمان بن عفان ثم علي بن ابي طالب۔ (فقہ اکبر مع شرح، ص ۶۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل صدیق اکبر پھر عمر پھر عثمان پھر علی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں۔

(۴) اسی شرح میں ملا علی قاری نے بیان کیا۔

واولىٰ ما يستدل به على افضلية الصديق في مقام التحقيق نصبه عليه الصلوٰة واسلام لامامة الانام مدة مرضه في الليالي والايام ولذاقال اكابر الصحابة رضيه لديننا افلا نرضاه لدنيانا۔ (شرح فقہ اکبر، ص ۶۳)

سب سے پہلی تحقیقی بات یہ ہے جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر دلیل ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی بیماری کے ایام میں لوگوں کا امام مقرر فرمایا اسی لئے اکابر صحابہ نے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ہمارا دینی رہنما بنایا ہم ان کو اپنا دنیاوی رہنما کیوں نہ پسند کریں۔

(۵) حضور داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: شيخ الاسلام واذ بعد انبياء خير الانام ۔ (کشف المحجوب، ص ۶۷)

یعنی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اسلام کے پیر ہیں اور نبیوں کے بعد تمام انسانوں سے افضل ہیں۔

(٦) حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اعلم انه ليس فى امة محمد صلى الله عليه وسلم من هو افضل من ابى بكر غير عيسىٰ عليه السلام۔

جان لو امت محمدیہ میں کوئی بھی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے افضل نہیں سوائے عیسیٰ علیہ السلام کے۔ (الیواقیت والجواہر، ص ۴۳۸)

(٧) امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ان افضل الاولياء المحمديين بعد الانبياء والمرسلين ابوبكر ثم عمر ثم عثمان ثم على رضى الله عنهم۔

انبیاء اور مرسلین کے بعد اولیاء محمدی میں سے سب سے افضل ابوبکر صدیق ثم عمر پھر عثمان اور پھر علی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں۔

(٨) شیخین کی افضلیت باقی امت پر قطعی ہے اس کا انکار کرنے والا جاہل یا متعصب ہے۔ (مکتوبات جلد دوم، مکتوب ٣٦، از مجدد الف ثانی)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یَاۤاَیُّھَا النَّبِیُّ حَسۡبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ۔

اے نبی آپ کو اللہ اور اتباع کرنے والے مومن کافی ہیں۔

حالات حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

فاروق کیسے بنے:

ا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام کا سبب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ہے آپ نے دعا فرمائی اے اللہ ابوجہل اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ میں سے جو تیرے نزدیک زیادہ محبوب ہے اسی سے اسلام کو عزت دے بعد ازاں بذریعہ وحی آپ پر منکشف ہوا کہ ابوجہل اسلام نہ لائیگا تو اس وقت آپ نے حضرت عمر کے لئے دعا مانگی اَللّٰھُمَّ اَیِّدِ الۡاِسۡلَامَ بِعُمَرَ بۡنِ الۡخَطَّابِ خَاصَّۃً اے اللہ خاص عمر سے اسلام کو قوت دے اور آپ کی اسلام کا ظاہری سبب یہ ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں ابتدا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت مخالف تھا اور دین اسلام سے سخت متنفر اور بیزار تھا ابوجہل نے اعلان کیا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کریگا اس کے لئے میں سو اونٹ کا کفیل اور ضامن ہوں عمر کہتے ہیں میں آپ کو قتل کے ارادے سے تلوار لے کر روانہ ہوا راستہ میں ایک بچھڑا نظر آیا جسے لگو ذبح کرنے کا ارادہ کر رہے تھے میں بھی دیکھنے کے لئے کھڑا ہو گیا یکا یک میں نے سنا کہ بچھڑے کے پیٹ سے آواز آئی۔

اے آل ذریح ایک کامیاب امر ہے ایک مرد ہے جو فصیح زبان سے بول رہا ہے لوگو! گواہی دو اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ آواز سنتے ہی معاً میرے دل میں خیال آیا یہ یہ آواز مجھے ہی دی جا رہی ہے۔ (۱۳۸/ ۷ فتح الباری)

لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ پھر بھی اپنے اردادے سے باز نہ آئے اور آگے بڑھے نعیم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی انہوں نے پوچھا اے عمر دوپہر کے وقت کس ارادے سے جا رہے ہو کہنے لگے کہ محمد (ﷺ) کو قتل کرنے جا رہا ہوں نعیم نے کہا محمد ﷺ کو قتل کر کے بنی ہاشم اور بنی زہرہ سے کس طرح بچ سکو گے عمر نے کہا میں گمان کرتا ہوں کہ تو بھی بے دین ہو گیا ہے اور اپنا آبائی مذہب چھوڑ بیٹھا ہے نعیم نے کہا آپ کیا کہتے ہیں آپ کو معلوم نہیں آپکی بہن فاطمہ اور آپکے بہنوئی سعید بن زید رضی اللہ عنہ دونوں تمہارا دین چھوڑ کر اسلام قبول کر چکے ہیں حضرت عمر یہ سنتے ہی غصے میں بھرے بہن کے گھر پہنچے اور حضرت خباب رضی اللہ عنہ جو انکی بہن اور بہنوئی کو تعلیم قرآن دے رہے تھے وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آہٹ سن کر ہی چھپ گئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھر میں داخل ہوئے اور بہن اور بہنوئی سے کہا شاید تم دونوں صابی ہو گئے ہو بہنوئی نے کہا اے عمر اگر تمہارا دین حق نہ ہو اور اس کے علاوہ کوئی دوسرا دین حق ہو تو بتاؤ کیا کرنا چاہئے بہنوئی کا یہ جواب سن کر عمر ان پر پل پڑے بہن شوہر کو چھڑانے کے لیے آئیں تو ان کو اس قدر مارا کہ چہرہ خون آلود ہو گیا اس وقت بہن نے کہا اے خطاب کے بیٹے تجھ سے جو کچھ ہو سکتا ہے وہ کر لے ہم تو مسلمان ہو چکے ہیں ہم اپنے مذہب سے پھر نہیں سکتے۔

مگر ہم اپنے دین حق سے ہرگز پھر نہیں سکتے
بلندی معرفت کی مل گئی ہے گر نہیں سکتے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے وہ کتاب دکھاؤ جو پڑھ رہے تھے یہ سنتے ہی حضرت خباب پوشیدہ جگہ سے باہر آ گئے اور بہن نے کہا اے عمر تم غسل جنابت نہیں کرتے تم ناپاک ہو قرآن کو پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں جاؤ وضو کرو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر وضو یا غسل کیا اور قرآن ہاتھ میں لے کر اسے پڑھنا شروع کیا جب سورہ طٰہٰ کی اس آیت پر پہنچے۔

اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ۔

میں معبود برحق ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں پس میری ہی عبادت کرو نماز کو میری یاد کے لئے قائم کرو۔

بے ساختہ پکار اٹھے کیسا اچھا کلام ہے حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر کہا اے عمر تم کو بشارت ہو میں امید کرتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا تمہارے حق میں قبول ہوئی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے خباب مجھے آپ کے پاس لے چلو حضرت خباب رضی اللہ عنہ آپ کو لے کر دار ارقم کی طرف چلے وہاں پہنچے تو دیکھا دروازے بند تھے دستک دی اور اندر آنے کی اجازت لی یہ معلوم کر کے کہ عمر اندر آنا چاہتے ہیں کوئی دروازہ کھولنے کی جرأت نہ کرتا حضرت حمزہ نے فرمایا کہ دروازہ کھولدو اس لئے کہ

اگر نیت نہیں اچھی تو اس کو قتل کردونگا
اسی کی تیغ سے سر کاٹ کر چھاتی پہ دھردونگا

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دروازہ کھولنے کی اجازت دے دی دروازہ کھول دیا گیا اور دو آدمیوں نے آپکے دونوں بازو پکڑے اور آپ کے سامنے کھڑا

کر دیا حضور ﷺ نے میرا کرتا پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور فرمایا کیسے آنا ہوا اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:

ادب سے عرض کی حاضر ہوا ہوں سر جھکانے کو
خدا پر اور رسول پاک پر ایمان لانے کو

رسول خدا ﷺ نے فرط مسرت سے نعرہ بلند فرمایا آپ کے اسلام لانے سے کعبہ میں علی الاعلان نماز پڑھنی شروع ہوئی اور رسول خدا ﷺ نے آپکا نام فاروق (رضی اللہ عنہ) رکھا۔

(ب) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بشر نامی ایک منافق تھا۔ اس کا ایک یہودی سے جھگڑا ہو گیا اس جھگڑے میں یہودی سچا تھا۔ منافق جھوٹا تھا۔ یہودی بولا چلو اسکا فیصلہ حضرت محمد ﷺ سے کرائیں منافق بولا نہیں اسکا فیصلہ کعب بن اشرف سے کراتے ہیں یہودی نے کہا تو عجیب مسلمان ہے کہ اپنے نبی کے پاس جانے اور ان سے فیصلہ کرانے سے کتراتا ہے منافق شرمندہ ہو کر اس یہودی کے ساتھ بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہو گیا نبی کریم ﷺ نے دونوں کا بیان سن کر فیصلہ یہودی کے حق میں دے دیا کیونکہ وہ سچا تھا وہاں سے نکل کر منافق بولا کہ میں اس فیصلے سے راضی نہیں ہوں چلو یہ فیصلہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کرائیں چنانچہ وہ دونوں بارگاہ صدیقی میں حاضر ہوئے آپ نے بھی دونوں کے بیان سن کر فیصلہ یہودی کے حق میں دے دیا وہاں سے نکل کر بشر منافق بولا میری تسلی اب بھی نہیں ہوئی چلو فیصلہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کرائین چنانچہ یہ دونوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے یہودی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کی کہ نبی کریم ﷺ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے میرے حق میں فیصلہ فرما دیا ہے مگر بشر راضی نہیں ہوا اب مجھے آپ کے پاس لایا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا واقعہ

درست ہے بشر بولا ہاں آپ نے فرمایا تم دونوں ٹھہرو میں گھر سے ہو کر آتا ہوں چنانچہ آپ گھر میں تشریف لے گئے تلوار لائے اور منافق کی گردن کاٹ دی فرمایا جو رسول کریم ﷺ اور صدیق کے فیصلے سے راضی نہ ہو میرے پاس اسکا یہی فیصلہ ہے منافق کے رشتہ داروں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شکایت کی حضور ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا اور اصل واقعہ پوچھا آپ نے فرمایا یا رسول اللہ ﷺ اس مردود نے آپ کے فیصلہ کو ٹھکرایا جو آپ کے فیصلے پر کسی اور کا فیصلہ چاہئے اسکا فیصلہ میرے پاس تو یہی ہے اسی دم جبریل امین علیہ السلام حاضر ہوئے اور یہ آیہ کریمہ لائے۔

وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰی مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَی الرَّسُوْلِ رَاَیْتَ الْمُنٰفِقِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا۔

اور جب ان سے کہا جائے کہ اللہ کی اتاری ہوئی کتاب اور رسول کی طرف آؤ تو تم دیکھو گے کہ منافق تم سے منہ موڑ کر پھر جاتے ہیں۔

اور جبریل نے عرض کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ حق اور باطل کے درمیان فرق کرنے والے ہیں اور حضور ﷺ نے فرمایا عمر آج سے تم فاروق ہو۔

(تفسیر کبیر + روح المعانی زیر آیت متذکرہ)

(ج) حضرت النزال بن سیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ خوش مزاجی کے موڈ میں تھے میں نے ان سے پوچھا یا امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیں آپ نے فرمایا:

ذَاكَ امْرَءٌ سَمَّاهُ اللّٰهُ الْفَارُوْقَ فَرَّقَ بَیْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ۔

یہ وہ انسان ہیں کہ خدا نے انکا نام فاروق رکھا ہے انہوں نے حق اور باطل میں تفریق کی ہے (۲۴۶/ا الریاض النضرۃ)

(د) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے

فرمایا میں جبریل کے ساتھ مسجد میں باتیں کر رہا تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے جبریل نے عرض کی یہ آپ کے بھائی حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں میں نے کہا جبریل واقعی معاملہ ایسا ہی ہے اے جبریل کیا آسمان میں انکا ایسا نام ہے جیسا زمین میں ہے جبریل نے عرض کی قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے ان کا آسمان میں نام زمین کی نسبت زیادہ مشہور ہے انکا آسمان میں نام فاروق ہے اور زمین انکا نام عمر ہے۔ (۲۴۶/۱ الریاض النضرۃ)

موافقات

(۱) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں مسجد میں گیا اور دیکھا کہ لوگ بیٹھے ہوئے کہہ رہے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے میں نے کہا میں آج اس کو دریافت کر کے رہوگا پہلے میں عائشہ صدیقہ کے پاس گیا اور کہا کہ عائشہ تمہارا یہ حال ہو گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دینے لگیں انہوں نے کہا عمر تمہیں کیا ہو گیا ہے تم اپنوں کی خبر لو میں حفصہ کے پاس آیا کہا اے حفصہ تمہیں معلوم ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تم سے محبت نہیں کرتے اگر میں نہ ہوتا تو وہ تمہیں طلاق دے دیتے یہ سن کر وہ زار و قطار رونے لگیں پھر میں نے پوچھا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں کہا آپ اپنے حجرے میں ہیں میں آپ کے پاس آیا دیکھا کہ آپکا خادم کھڑکی میں بیٹھا ہے میں نے کہا رباح رسول پاک سے میرے آنے کی اجازت لے لو میں خیال کرتا ہوں کہ شاید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ گمان ہو کہ میں آپ کے پاس حفصہ کی وجہ سے آیا ہوں واللہ اگر آپ فرمائیں گے تو حفصہ کی گردن ماردونگا رباح نے پھر کھڑکی کی طرف دیکھا اور مجھے ہاتھ سے اندر آنے کی طرف اشارہ کیا میں

اندر داخل ہوا تو آپ صرف ایک تہ بند باندھے ایک بورئے پر لیٹے تھے آپ اٹھ کر بیٹھ گئے اور بورئے کے نقش آپ کے جسم پر اچھلے ہوئے تھے میں نے حجرے میں نظر دوڑائی تو دیکھا کہ ایک طرف دو مٹھی جو رکھے ہوئے ہیں ایک مٹھی برگ سلم اور دو چمڑے نیم دباغت شدہ یہ دیکھ کر میری آنکھیں بھر آئیں فرمایا اے عمر کیوں روتے ہو عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کیوں نہ روؤں آپ اللہ کے برگزیدہ رسول ہیں اور بہترین خلق ہے اور یہ قیصر وکسریٰ ہیں جو محلوں میں راحت وآرام سے ہیں اور آپ اس حال میں ہیں فرمایا اے ابن خطاب کیا تم راضی نہیں کہ ہمارے لئے آخرت ہے ان کے لئے دنیا میں نے کہا کیوں نہیں یا رسول اللہ ﷺ میں اللہ کی حمد کرتا ہوں میں نے بہت کم معاملات میں گفتگو کی مگر یہ کہ اللہ نے میرے تصدیق نازل فرمائی میں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ آپ نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے اگر آپ نے طلاق دے دی ہے تو اللہ جبریل میں ابوبکر اور صالح مومنین آپ کے ساتھ ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

وَاِنْ تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ۔

اگر تم اس پر غلبہ کرو گی تو اللہ اس کا مددگار ہے جبریل اور صالح مومنین

پھر میں نے عرض کی لوگ کہہ رہے ہیں کہ شاید آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے آپ کے چہرے پر غصے کے آثار ظاہر ہوئے پھر آپ خوش ہو گئے اور آپ نے تکبیر کہی آپ کے سامنے کے دندان مبارک ظاہر ہوئے جو تمام لوگوں کے دانتوں سے زیادہ خوشنما تھے پھر فرمایا میں نے انہیں طلاق نہیں دی میں نے عرض کیا میں لوگوں کو اطلاع کر دوں کہ آپ نے اپنی ازواج کو طلاق نہیں دی فرمایا اگر تم چاہو تو اطلاع کر دو میں نے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر کہا

کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج کو طلاق نہیں دی۔

(۱۵۰/۱ مسند ابی لیلیٰ)(۳۴۰/۱ ازالۃ الخفاء)

(ب) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن ابی نے انتقال کیا تو اس کا بیٹا عبداللہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور درخواست کی کہ آپ اپنی قمیض عنایت فرمائیں جس میں اسے کفن دیا جائے اور دوسری درخواست یہ کی کہ آپ اسکی نماز جنازہ پڑھائیں حضور اسکی نماز جنازہ کے لئے کھڑے ہوئے تو حضرت عمر نے آپ کا دامن پکڑ لیا اور کہا یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ اسکی نماز جنازہ پڑھائیں گے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپکو نماز جنازہ پڑھانے سے منع فرمایا ہے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ:

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْلَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ۔

ان کے لئے استغفار کرو یا نہ کرو اگرچہ ستر بار استغفار کر خدا ان کو ہرگز نہ بخشے گا۔

سو میں ستر سے زیادہ مغفرت کی دعا کرونگا آپ نے اسکی نماز جنازہ پڑھائی تو یہ آیت نازل ہوئی۔ وَلَا تُصَلِّ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ۔

ہرگز ان کی نماز جنازہ نہ پڑھائیں اور نہ انکی قبر پر کھڑے ہوں۔ (صحیحین)

(ج) تفسیر کبیر نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زمین مدینہ سے باہر تھی آپ اکثر اس کی دیکھ بھال کے لئے جاتے تھے وہاں سے قریب ہی یہودیوں کا ایک مدرسہ تھا آپ جب بھی اپنی زمین میں جاتے تو اس مدرسہ میں ضرور تشریف لے

جاتے اور وہاں یہودیوں کے وعظ اور نصیحت سنتے اتفاقاً ایک مرتبہ مدرسہ میں ایسے وقت میں پہنچے جبکہ وہاں سارے علماء یہود جمع تھے سب نے کہا مرحبا ہم آپ سے بہت محبت کرتے ہیں اور غالباً آپ بھی ہم سے محبت کرتے ہیں کیونکہ آپ کے سوا کوئی اور صحابی ہمارے مدرسہ میں نہیں آتا فرمایا کہ اے یہودیو! میں اس لئے نہیں آتا کہ مجھے تم سے محبت یا اپنے دین میں کوئی شک ہے یا تمہارے دین کی طرف کچھ میلان ہے میں تو صرف آتا ہوں کہ تمہاری کتابوں سے اپنے قرآن کی حقانیت اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل معلوم کر کے اپنے ایمان کو اور قوی کروں الحمدللہ اتنے روز کی آمدورفت میں اپنے دین اور ایمان پر میرا یقین اور بڑھ گیا اور تمہارے بدنصیبی پر افسوس کرتا ہوں کہ تم تورات میں اس نبی کے فضائل دیکھ کر بھی ان پر ایمان نہیں لاتے تب یہودیوں نے کہا کہ جبریل ہمارے دشمن ہیں کہ ہمارے راز تمہارے نبی تک پہنچاتے ہیں اور ہم پر سارے مصائب انہیں کے ہاتھوں آئے میکائیل ہمارے دوست ہیں کیونکہ یہ بارش اور رحمت لاتے ہیں آپ نے فرمایا کہ جبریل اور میکائیل کا بارگاہ الٰہی میں کیا درجہ ہے وہ بولے دونوں اس بارگاہ کے مقرب ہیں دونوں پر تجلی ہوتی ہے جبریل دائیں اور میکائیل بائیں طرف رہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم گدھوں سے زیادہ بے عقل کون ہوگا جو دونوں مقبول بارگاہ ہیں پھر جو ایک کا دشمن ہے وہ دونوں کا دشمن ہے اور جو ان کا دشمن ہے وہ رب کا دشمن ہے یہ کہہ کر آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ ہوئے ابھی راستے میں تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا اے عمر رب نے تمہارے کلام کی موافقت فرمائی ہے۔

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ

عَدُوٌّ لِّلْكَافِرِيْنَ۔

جو کوئی دشمن ہو اللہ کا اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں اور جبریل اور میکائیل کا تو اللہ دشمن ہے کافروں کا۔

(د) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنی ازواج کو پردے میں رکھیں آپ کے پاس فاسق وفاجر ہر قسم کے لوگ آتے ہیں تو یہ آیت نازل ہوئی۔

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعاً فَاسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَاءِ حِجَاب۔

جب ان سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو۔

(ازالۃ الخفاء ۲/۳۳۳)

(ن) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے قیدیوں کے بارے میں صحابہ سے مشورہ طلب فرمایا کہ اللہ نے تمہیں ان پر قدرت دی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے عرض کی یارسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کی گردن مروا دیجئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعراض فرمایا اور فرمایا کہ تمہیں اللہ نے ان پر قدرت دی ہے اور یہ تمہارے بھائی بند ہیں۔ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی گردن مروا دیجئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعراض فرمایا اور پھر تیسری دفعہ فرمایا اللہ نے تمہیں ان پر قدرت دی ہے اور یہ تمہارے بھائی بند ہیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور فرمایا یارسول اللہ ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ آپ انہیں معاف فرما دیں اور ان سے فدیہ لے کر ان کو چھوڑ دیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر جو ملال تھا وہ دور ہو گیا اور آپ نے فدیہ لے کر چھوڑ دیا خدا تعالیٰ نے یہ آیہ کریمہ نازل فرمائی۔

لَوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَا اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔

اگر اللہ کا لکھا ہوا سبقت نہ لے جاتا تو فدیہ لینے پر تمہیں عذاب عظیم میں مبتلا کیا جاتا۔ (ازالۃ الخفاء ۲/۳۳۴)

(ی) حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی یا رسول اللہ آپ مقام ابراہیم کو مصلّٰی بنا لیتے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیہ کریمہ نازل فرمائی۔

وَاتَّخَذُوْ مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلّٰى۔

مقام ابراہیم کو جائے مصلّٰی بنالو۔ (ازالۃ الخفاء ۲/۳۳۰)

عدالت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ:

(ا) حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک دفعہ ہم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے فضائل ذکر کر رہے تھے جب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر سنا تو آپ بہت روئے حتیٰ کہ آپ پر غشی طاری ہوگئی پھر فرمایا اللہ رحم فرمائے اس شخص پر جس نے قرآن پڑھا اور اس پر عمل کیا اور حدود اللہ قائم کیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا حضرت عمر کو امر الٰہی میں لوم لائم کا خوف بالکل نہ ہوتا تھا میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ آپ نے اپنے لڑکے پر حد قائم کی جس سے وہ جان بر نہ ہو سکا کہا گیا اے ابن عم رسول بیان کیجئے اس کی کیفیت کیسے ہے فرمایا میں ایک روز مسجد نبوی میں تھا اور بہت سے لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں موجود تھے ایک جوان لڑکی آئی اور کہا السلام علیک یا امیر المومنین فرمایا وعلیک السلام ورحمۃ اللہ کیا تجھے کچھ کہنا ہے کہا ہاں یہ لڑکا آپ کا ہے جو میرے شکم سے ہے فرمایا میں تجھے پہچانتا بھی نہیں لڑکی رونے لگی اور عرض

کی یا امیر المومنین اگرچہ یہ آپ کی پشت سے نہیں لیکن یہ آپ کے لڑکے کا لڑکا ہے فرمایا حلال سے یا حرام سے عرض کی میری جانب سے حلال سے اور اس کی جانب سے حرام سے فرمایا یہ کس طرح ذرا اللہ سے ڈر کر سچ سچ بیان کر عرض کی اے امیر المومنین عرصہ ہوا میں ایک روز بنی نجار کے باغ سے گزر رہی تھی کہ آپ کا لڑکا ابوشحمہ بحالت مخمور میرے پاس آیا اور شراب اس نے یہودیوں کی قربان گاہ سے پی تھی اس نے مجھے ورغلایا اور باغ کی طرف کھینچ کر لے گیا اور مطلب برآری کی اور مجھے غشی طاری ہوئی میں نے اس معاملہ کو اپنے چچا اور ہمسایوں سے چھپایا حتیٰ کہ مجھے زمانہ ولادت محسوس ہوا اور میں فلاں مقام پر چلی گئی اور وہاں میں نے یہ لڑکا جنا میں نے چاہا کہ اسے مارڈالوں مگر مجھے ندامت آئی سو اب آپ میرے اور اس کے درمیان فیصلہ کر دیں جو بھی حکم الٰہی ہو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منادی کو حکم دیا اس نے منادی کی اور لوگ مسجد میں جمع ہو گئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ لوگ متفرق نہ ہوں میں ابھی آتا ہوں اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا تم میرے ساتھ آؤ پھر آپ نے مکان پر آکر پوچھا کیا یہاں ابوشحمہ ہے کہا ہاں وہ ابھی کھانا کھانے بیٹھے ہیں آپ اندر گئے اور کہا اے فرزند من کھانا کھالو شاید یہ تمہارا آخری کھانا ہو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ لڑکے کا چہرہ متغیر ہو گیا اور کانپ کر لقمہ ہاتھ سے چھوٹ گیا آپ نے فرمایا اے فرزند من میں کون ہوں عرض کی آپ میرے والد اور امیر المومنین ہیں فرمایا کہ تم پر میری اطاعت کا حق ہے کہا مجھ پر آپ کے دو حق واجب الادا ہیں ایک والد ہونے کی حیثیت سے اور ایک امیر المومنین ہونے کی حیثیت سے فرمایا بحق نبیک وابیک میں تم سے پوچھتا ہوں کہ تم کسی وقت یہودیوں کی قربان گاہ میں گئے اور وہاں تم نے شراب پی کہا مجھ سے ایسا ہوا ہے اور میں اس سے تائب ہو گیا ہوں

فرمایا مومنین کا رأس مال تو یہ ہی ہے پھر فرمایا فرزند میں تم سے اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ تم بنی نجار کے باغ کی طرف گئے وہاں تم نے ایک عورت کو پکڑ کر اس سے بدکاری کی ہے یہ سن کر ابوشحمہ ساکت ہو گئے اور رونے لگے فرمایا اے فرزند من شرم کی کوئی بات نہیں سچ بولو اللہ سچ بولنے والے کو دوست رکھتا ہے عرض کی ہاں مجھ سے ایسا ہوا ہے اور میں اس سے تائب ہوں جب آپ نے ان کا یہ کلام سنا تو آپ نے انہیں پکڑ لیا اور گریبان پکڑ کر مسجد کی طرف لے گئے ابوشحمہ نے کہا اے پدر من آپ تلوار لے کر میرے ٹکڑے کر دیجئے مگر مجھے رسوا نہ کیجئے فرمایا کیا تم نے یہ آیت نہیں سنی ہے خدا فرماتا ہے۔

وَيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ۔

چاہئے کہ ان دونوں کی سزا کے وقت مومنوں کا ایک گروہ موجود ہو۔

آپ اس کو کھینچتے ہوئے مسجد میں اصحاب رسول کے سامنے لے آئے اور فرمایا عورت سچ کہتی ہے ابوشحمہ نے اقرار کر لیا ہے پھر آپ نے غلام افلح سے کہا اس میرے لڑکے کو پکڑ لو اور اسے درے مارو اور ہرگز مارنے میں ذرا بھی کوتاہی نہ کرو افلح رونے لگے اور کہا میں یہ کام نہ کر سکوں گا فرمایا اے افلح میری اطاعت رسول خدا ﷺ کی اطاعت ہے تو کر جو میں کہتا ہوں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آپ نے ابوشحمہ کے کپڑے اتروائے اور بآواز رونے لگے اور ابوشحمہ کہنے لگا اے باپ رحم کرو مجھ پر رحم کرو آپ نے رو کر فرمایا تمہارا پروردگار تم پر رحم فرمائیگا میں تمہیں حد اس لئے مارتا ہوں کہ پروردگار تجھ پر رحم کرے اور مجھ پر بھی پھر فرمایا اے افلح مارنا شروع کرو اس نے مارنا شروع کیا اور ابوشحمہ فریاد کرتے جاتے تھے جب افلح ستر تک پہنچا تو ابوشحمہ نے کہا اے پدر من مجھے ایک گھونٹ پانی دیجئے فرمایا اے فرزند من اگر پروردگار تمہیں پاک

کر دے گا تو حضرت محمد ﷺ تمہیں حوض کوثر کا پانی پلائیں گے جسکے بعد کبھی پیاسے نہ ہو گے پھر فرمایا اے افلح مارو جب اسی تک نوبت پہنچی تو ابو شحمہ نے کہا ابا جان آپ کو سلام ہو فرمایا تم پر بھی سلام ہو اگر تم حضرت محمد ﷺ سے ملاقات کرو تو میرا بھی ان کو سلام کہنا اور کہنا عمر قرآن پڑھ کر اس پر عمل کرتا ہے اور میں اس کو حدود قائم کرتے ہوئے چھوڑ آیا ہوں پھر فرمایا افلح مارو جب نوے تک نوبت پہنچی تو ابو شحمہ خاموش اور ضعیف ہو گئے اور زبان بند ہو گئی اصحاب رسول نے کہا جب قدر حد باقی رہ گئی اس کو دوسرے وقت پر مؤخر کر دیجئے آپ نے فرمایا گناہ میں دیر نہیں کی گئی تو حد میں کیوں تاخیر کی جائے کسی نے ابو شحمہ کی ماں کو اطلاع کر دی وہ روتی ہوئی آئیں اور کہنے لگیں باقی جتنے درے رہ گئے ہیں ہر درے کے بدلے پیدل حج کرونگی صدقہ دونگی فرمایا حج اور صدقہ حد کا قائم مقام نہیں ہو سکتے افلح حد پوری کرو جب حد کا آخری درہ لگا تو ابو شحمہ چیخے اور زمین پر گر پڑے آپ نے اس کا سر گود میں لے لیا اور رو کر فرمانے لگے باپ تجھ پر قربان تجھے حق نے قتل کیا ہے جب لوگوں نے پاس آ کر دیکھا تو روح پرواز کر چکی تھی یہ بڑا سخت دن تھا لوگ دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں جب چالیس دن گزر گئے تو حذیفہ بن یمان صبح کو ہمارے پاس آئے اور بیان کیا کہ میں نے ابو شحمہ کو نبی کریم ﷺ کے ساتھ دیکھا اور وہ دو سبز جبے پہنے ہوئے ہیں اور حضور نے فرمایا عمر کو میرا سلام کہنا اور کہنا کہ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ قرآن پڑھو اور حدود قائم کرو اور ابو شحمہ نے کہا اے حذیفہ میرے والد کو میرا سلام کہنا اور کہنا کہ اللہ آپ کو پاک کرے جس طرح آپ نے مجھے پاک کیا۔

(۳۰۹/۲ ازالۃ الخفاء)(۳۱۵/۸ سنن کبریٰ)(۴۲/۲ الریاض النضرۃ)(۲۴۰/۹ مصنف عبدالرزاق)

(ب) حضرت عبداللہ بن ربیعہ بدری رضی اللہ عنہ صحابی بیان کرتے ہیں کہ قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بحرو بن کا عامل بنایا ہوا تھا اور قدامہ بھی بدری صحابی ہیں یہ ابن عمر اور حفصہ کے ماموں تھے جب جارود بحرین سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے اور بیان کیا کہ میں نے قدامہ بن مظعون کو دیکھا کہ انہوں نے شراب پی پھر جب میں نے دیکھا کہ حد مارنے کے قابل ہوئے تو مجھ پر فرض ہوا کہ آپ تک میں یہ واقعہ پہنچاؤں آپ نے پوچھا اس پر اور بھی کوئی گواہ ہے عرض کی ابوہریرہ آپ نے انہیں بلوایا انہوں نے بیان کیا کہ میں نے انہیں شراب پیتے نہیں دیکھا مگر میں نے انہیں مخمور اور قے کرتے دیکھا ہے فرمایا ابوہریرہ تم نے شہادت میں اختلاف پیدا کر دیا اس کے بعد آپ نے قدامہ کو لکھا کہ مدینہ پہنچو جب وہ مدینہ آگئے اور جارود بھی وہاں موجود تھے انہوں نے کہا اب آپ ان پر کتاب اللہ کا حکم نافذ کریں آپ نے ان سے کہا تم مدعی ہو یا گواہ جارود نے کہا مدعی نہیں بلکہ گواہ ہوں آپ نے فرمایا تم اپنی شہادت دے چکے اس کے بعد جارود ساکت ہوا گئے پھر کہنے لگے میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا واللہ تم خاموش رہو ورنہ میں تم کو سزا دونگا جارود نے کہا یہ عجیب بات ہے کہ شراب تو آپ کے چچازاد بھائی پئیں اور سزا آپ مجھے دیں بعدازاں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا اگر آپ کو ہماری شہادت میں شک ہے تو آپ قدامہ کی بیوی سے پوچھ لیں آپ نے انکی زوجہ کی پاس آدمی بھیجا اور قسم دلا کر ان سے پوچھا چنانچہ انہوں نے اپنے شوہر کے خلاف شہادت دی آپ نے فرمایا قدامہ میں تمہیں حد مارنے والا ہوں وہ بیمار تھے لوگوں کے کہنے کی وجہ سے سزا کو مؤخر کر دیا گیا پھر آپ نے اسلم کو کوڑا لانے کا حکم دیا وہ کوڑا لایا اور آپ کو حد ماری گئی۔ (۳۱۴ ازالۃ الخفاء)

(ج) ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہیں جارہے تھے کہ راستے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہم سے ملاقات ہوئی سلام کے بعد دونوں کھڑے ہوگئے اور امامین دونوں کے دائیں بائیں کھڑے ہوگئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ رونے لگے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا آپ کیوں رورہے ہیں فرمایا مجھ سے زیادہ رونے کا حقدار اور کون ہے میں اس امت کے درمیان فیصلہ کرتا ہوں نہ جانے خیر کے ساتھ کرتا ہوں یا شر کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ تو عدل وانصاف کرتے ہیں پھر بھی آپ روتے ہیں یہاں تک کہ امام حسن رضی اللہ عنہ نے آپ کے عدل وانصاف کا تذکرہ کیا پھر امام حسین رضی اللہ عنہ نے بھی ذکر کیا اب آپ خاموش ہوگئے اور امامین سے فرمایا کیا آپ دونوں میرے عدل وانصاف کی گواہی دیتے ہیں دونوں شہزادوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا آپ نے فرمایا بے شک گواہی دو اور میں بھی تمہارے ساتھ شہادت دیتا ہوں۔

(۲/۳۱۹ ازالۃ الخفاء)(۲/۶۰ الریاض)

(د) جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خنجر مار کر زخمی کر دیا گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ آپ کو دیکھنے آئے اس وقت آپ کا سر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی گود میں تھا آپ نے کھجوروں کا شربت منگوا کر پیا وہ آپ کے زخموں سے باہر نکل گیا آپ سمجھ گئے کہ موت قریب ہے ابن عمر سے کہا میرا سر نیچے رکھ دو انہوں نے آپ کے سر اقدس کو نیچے رکھ دیا اس پر حضرت عمر نے کہا اے عمر تیری ماں تجھے گم کرے اگر میرے پاس مشرق اور مغرب کی درمیانی جگہ بھر دولت ہوتی تو میں دے کر قیامت کے ھول سے نجات پالیتا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یا امیر المومنین آپ ایسی بات کیوں کر رہے ہیں خدا کی قسم آپ کا سلام میں داخل ہونا باعث عزت تھا اور آپکی حکومت فتوحات کا سبب تھی اور آپ نے زمین

کو عدل سے بھر دیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے بھتیجے کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو انہوں ذرا توقف کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ابن عباس گواہی دو اور میں بھی گواہی دیتا ہوں۔ (۱۶۷/۱۱ تاریخ بغداد)

(ن) ایک مصری حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی اے امیر المومنین میں ظلم سے آپ کی پناہ لیتا ہوں امیر المومنین نے فرمایا تو نے سچی پناہ لی واقعہ یہ ہوا کہ عمرو بن العاص امیر المومنین کی طرف سے مصر کا گورنر تھا یہ فریادی مصری عرض کرتا ہے کہ میں نے ان کے بیٹے کے ساتھ دوڑ کی میں دوڑ میں آگے نکل گیا صاحبزادے نے مجھے کوڑے مارے اور کہا میں دو د کریم والدین کا بیٹا ہوں اس فریاد پر امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ عمرو بن العاص اپنے بیٹے کو لے کر مدینہ حاضر ہو دونوں حاضر ہوئے حضرت عمر نے مصری کو حکم دیا کوڑا لے کر مار اس نے بدلہ لینا شروع کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے جاتے تھے کہ مرد دو لیموں کے بیٹے کو حضرت انس فرماتے ہیں جب اس نے مارنا شروع کیا تو ہمارا جی چاہتا تھا کہ یہ مارے اور اپنا بدلہ لے اس نے اتنا مارا کہ ہم تمنا کرنے لگے کاش اب ہاتھ اٹھا لے جب مصری فارغ ہوا تو حضرت عمر نے کہا اب یہ کوڑا عمر کو بھی مار انہوں نے کیوں نہ دادرسی کی اور بیٹے کا لحاظ کیوں کیا مصری نے کہا مجھے بیٹے نے مارا تھا میں اس سے بدلہ لے چکا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم نے لوگوں کو کب سے اپنا غلام بنالیا ہے حالانکہ ماں کے پیٹ سے وہ آزاد پیدا ہوئے تھے عمرو بن العاص نے عرض کی یا امیر المومنین نہ مجھے خبر ہوئی اور نہ یہ شخص میرے پاس آیا۔ (۲۴۴ الامن والعلیٰ)

(ی) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جب مدائن کا شہر فتح ہوا تو حضرت عمر نے مسجد نبوی میں چرمی بچھا

کر اس پر مال غنیمت جمع فرمایا سب سے پہلے امام حسن رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور فرمایا امیر المومنین ہمارا حق جو اللہ نے مقرر کیا ہے ہمیں عطا کرو آپ نے فرمایا بڑی خوشی سے لیجئے اور ایک ہزار درہم عطا کئے فوراً بعد امام حسین رضی اللہ عنہ تشریف لائے ان کو بھی ایک ہزار درہم عطا کئے بعد میں آپ کے اپنے صاحبزارے عبداللہ تشریف لائے ان کو آپ نے پانچ سو درہم عطا کئے اس پر حضرت عبداللہ نے عرض کی یا امیر المومنین حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں جوان نہیں تھا اور آپ کے حضور جہاد کرتا تھا اور حسنین اس وقت بچے تھے اور مدینہ کی گلیوں میں کھیلا کرتے تھے آپ نے ان کو ہزار ہزار درہم دیئے ہیں اور مجھے پانچ سو درہم دیئے ہیں آپ نے فرمایا بیٹا پہلے وہ مقام اور فضیلت تو حاصل کرو جو حسنین کو حاصل ہے پھر ہزار درہم کا مطالبہ کرنا ان کے باپ علی المرتضیٰ ماں فاطمہ نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نانی خدیجہ الکبریٰ چچا جعفر طیار پھوپھی ام ہانی ماموں ابراہیم خالہ زینب رقیہ اور ام کلثوم دختران پیغمبر خدا ہیں یہ سن کر حضرت عبداللہ خاموش ہو گئے۔

(۲/۲۸ الریاض النضرۃ)

اس واقعہ کی خبر جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو انہوں نے فرمایا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ حضرت عمر اہل جنت کے چراغ ہیں ان کے اس ارشاد کی خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ملی آپ مسلمانوں کے ایک گروہ کے ساتھ حضرت علی کے دروازے پر تشریف لے گئے حضرت علی باہر تشریف لائے حضرت عمر نے کہا اے علی کیا تم نے سنا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے چراغ اہل جنت فرمایا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں میں نے سنا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے یہ حدیث اپنے ہاتھ سے لکھدو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے لکھا۔

یہ وہ بات ہے جس کے ضامن ہوئے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ واسطے عمر

کے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان سے جبریل نے ان سے اللہ تعالیٰ نے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اہل جنت کے چراغ ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا لکھا ہوا لے کر اپنے پاس رکھ لیا اور وصیت کی کہ میری وفات کے بعد تحریر کفن میں رکھدی جائے چنانچہ آپکی شہادت پر وہ کاغذ وصیت آپکے کفن میں رکھ دیا گیا۔ (۲۸۲/۱ الریاض)

سبق پھر پڑھ صداقت کا شجاعت کا عدالت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

اوصاف حمیدہ

حدیث نمبر ا:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضری کی اجازت طلب کی اس وقت حضور ﷺ کے پاس قریش کی کچھ عورتیں بیٹھی ہوئی باتیں کر رہی تھیں اور زور زور سے باتیں کر رہی تھیں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی اور ان عورتوں نے انکی آواز سنی وہ عورتیں اٹھ کھڑی ہوئیں اور پردے کی طرف دوڑیں اور عمر اندر آئے اور رسول خدا کو مسکراتا دیکھ کر کہا خدا تعالیٰ آپ کے دانتوں کو ہمیشہ ہمیشہ ہنسائے نبی کریم ﷺ نے فرمایا ان عورتوں کی حالت پر مجھ کو تعجب ہے کہ تمہاری آواز سنتے ہی پردے میں چلے گئیں حضرت عمر نے ان کو مخاطب کر کے کہا اے اپنی جان کی دشمن عورتوں تم مجھ سے ڈرتی ہو اور رسول خدا ﷺ سے نہیں ڈرتی انہوں نے کہا ہاں اس لئے کہ تم عادت کے سخت ہو پھر سخت گو ہو رسول خدا نے فرمایا اے خطاب کے بیٹے اور کوئی بات کرو قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے

جب تم راستے پر چلتے ہو تو شیطان تم سے نہیں ملتا بلکہ جس راہ پر تم چلتے ہو اس کو چھوڑ کر دوسرے راستے پر چلتا ہے۔ (۳/۲۴۲ مشکوٰۃ)

حدیث نمبر ۲:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے کہ ہم نے غیر مفہوم سخت آواز اور بچوں کا شور وغل سنا یہ سن کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور باہر تشریف لے جا کر دیکھا کہ ایک حبشی عورت اچھل رہی ہے اور بچے اس کے گرد جمع ہیں آپ نے دیکھ کر فرمایا اے عائشہ ادھر آؤ تم بھی دیکھو چنانچہ میں گئی اور آپ کے پیچھے کھڑی ہو کر ٹھوڑی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے پر رکھ کر کندھے اور سر کے درمیان سے اس عورت کو دیکھنا شروع کیا تھوڑی دیر بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی کیا ابھی دیکھنے سے جی نہیں بھرا تھوڑی دیر بعد آپ نے پھر یہی فرمایا اور میں نے ہر دفعہ یہی کہا کہ ابھی نہیں اور اس سے میرا منشاء یہ تھا کہ میں یہ معلوم کروں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں میرا کیا مرتبہ ہے اور مجھ سے کتنی محبت ہے اچانک حضرت عمر آ گئے اور جو لوگ کھڑے عورت کا تماشا دیکھ رہے تھے وہ ان کو دیکھتے ہی منتشر ہو گئے رسول خدا نے فرمایا۔

اِنِّیْ لَاَ نْظُرُ اِلٰی شَیَاطِیْنِ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ قَدْ فَرُّوْا مِنْ عُمَرَ۔

میں دیکھ رہا ہوں کہ جنوں اور انسانوں کے شیطان عمر کے خوف سے بھاگتے ہیں۔ (۳/۲۴۵ مشکوٰۃ)

حدیث نمبر ۳:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک آدمی نے ایک جن سے کشتی کی اور اس کو گرالیا جن نے کہا

دوبارہ آؤ اس نے دوبارہ بھی اسے گرالیا اس آدمی نے جن سے کہا تمہارے ہاتھ کتے کی طرح ہیں کیا تم جن اسی طرح کے ہوتے ہو اس نے کہا ہاں اور کہا میں جنوں میں سے ہوں پھر اس جن نے کہا تیسری مرتبہ مجھ سے کشتی لڑو اگر تم نے مجھے گرالیا تو میں تجھے ایسی چیز بتاؤ نگا جو تمہیں نفع دے اس آدمی نے اسے تیسری مرتبہ بھی گرالیا اور جن سے کہا مجھے بتاؤ وہ کیا چیز ہے جن نے کہا کیا تم آیت الکرسی پڑھتے ہو کہا ہاں تو اسے جس مکان میں پڑھے گا شیطان اس مکان سے نکل جائیگا یہاں تک کہ صبح ہوجائے لوگوں میں سے کسی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا وہ آدمی کون تھا نبی کے صحابہ میں سے کیا وہ عمر تھا انہوں نے جواب دیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علاوہ اور کون ہوسکتا ہے۔ (۲۸۲/۱ الریاض)

حدیث نمبر ۴:

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سوئے ہوئے ہیں انہوں نے پاؤں کی ٹھوکر ماری اور پوچھا یہ کون ہیں انہوں نے جوان دیا میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہوں ابن سلام نے کہا اٹھ قفل جہنم کے بیٹے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انکی رنگت بدل گئی اور اپنے والد عمر کے پاس آئے اور عرض کی ابا جان آپ نے کچھ سنا ہے کہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کیا کہا ہے کہا اے بیٹا اس نے تجھے کیا کہا ہے کیا اس نے مجھے کہا ہے اٹھ قفل جہنم کے بیٹے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا عمر کے لئے ہلاکت ہے اگر چالیس سال کی عبادت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رشتہ داری اور مسلمانوں کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلے کرنے کے بعد بھی عمر جہنم میں جائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے چادر اوڑھی اور درہ اپنے کندھے پر رکھا اور چلے سامنے سے حضرت

عبداللہ بن سلام سے ملاقات ہوئی آپ نے فرمایا اے عبداللہ تمہاری یہ بات مجھ تک پہنچی ہے کہ تم نے میرے بیٹے سے کہا ہے اے قفل جہنم کے بیٹے انہوں نے کہا ہاں میں نے کہا ہے آپ نے فرمایا تم نے یہ بات کیسے کہی کہ میں جہنم میں ہوں حتیٰ کہ میں جہنم کا قفل ہوں ابن سلام نے فرمایا معاذ اللہ اے امیر المومنین آپ جہنم میں نہیں لیکن قفل جہنم ہیں پوچھا وہ کیسے ابن سلام نے کہا میرے آباواجداد نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے انہوں نے جبریل سے خبر دی کی امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک آدمی ہوگا جس کا نام عمر ہوگا وہ جب تک اس امت میں رہے گا جہنم کو قفل لگا رہے گا اور انکی موت پر یہ قفل کھل جائیگا۔ (۲۷۷/۱ الریاض النضرۃ)

حدیث نمبر ۵:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ مقدسہ حضرت ام کلثوم دختر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کو بلایا انہوں ان کو روتے ہوئے پایا سبب پوچھا کہا یا امیر المومنین یہ یہودی یعنی کعبہ احبار یہ کہتا ہے کہ آپ جہنم کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر ہیں امیر المومنین نے فرمایا جو خدا چاہے مجھے امید ہے کہ میرے رب نے مجھے سعید پیدا فرمایا ہے پھر حضرت کعب کو بلا بھیجا انہوں نے حاضر ہو کر عرض کی یا امیر المومنین مجھ پر جلدی نہ فرمائیں قسم ہے اسکی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ذی الحجہ کا مہینہ گزرنے نہ پائیگا کہ آپ جنت میں پہنچ جائیں گے فرمایا یہ کیا بات ہوئی کبھی جنت میں کبھی نار میں عرض کی یا امیر المومنین قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے آپ کو کتاب اللہ میں جہنم کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر پاتے ہیں کہ آپ لوگوں کو جہنم میں گرنے سے روکے ہوئے ہیں۔

(۳۳۱/۳ طبقات ابن سعد)

حدیث نمبر ۶:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب آدمی کو اسکی کی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو منکر نکیر آتے ہیں اور وہ دونوں سخت طبیعت کے ہیں ان کے رنگ سیاہ رات کی طرح آواز بجلی کی کڑک کی طرح آنکھیں نہایت چمکدار جیسے ستارے اور انکے دانت نیزوں کی طرح ہر ایک کے ہاتھ میں ایسی گرز کے سارے جن وانس اسے اٹھا نہ سکیں وہ قبر والے آدمی سے اس کے پروردگار نبی اور دین کے بارے میں سوال کرتے ہیں حضرت عمر نے عرض کی جب دونوں میرے پاس آئیں گے تو میں اسی ہوش وحواس میں ہونگا حضور نے فرمایا ہاں عرض کی پھر میں ان کے لئے کافی ہوں نبی کریم ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس اللہ کی جس نے مجھے حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا جبریل نے مجھے خبر دی کہ نکیرین دونوں تیرے پاس آئیں گے اور تجھ سے پوچھیں گے تیرا رب کون ہے تو کہے گا میرا رب اللہ ہے تم دونوں کا رب کون ہے وہ پوچھیں گے تیرا نبی کون ہے تو کہے گا میرا نبی محمد ﷺ تم دونوں کا نبی کون ہے پھر وہ پوچھیں گے تیرا دین کیا ہے تو کہے گا میرا دین اسلام ہے تم دونوں کا دین کیا ہے اس پر وہ دونوں کہیں گے ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس بندے کے پاس ہمیں امتحان لینے کے لئے بھیجا گیا ہے یا امتحان دینے کے لئے بھیجا گیا ہے۔ (۲/۳۴۳ الریاض النضرۃ)

نکیرین کرتے ہیں تعظیم میری
فدا ہو کے تجھ پہ یہ عزت ملی ہے
قبر میں سرکار آئیں تو میں قدموں پہ گروں
اور فرشتے مجھ سے پوچھیں تو میں ان سے یوں کہوں

کہ میں پائے ناز سے اے فرشتوں کیوں اٹھوں
مر کے پہنچا ہوں یہاں اس دلربا کے واسطے

حدیث نمبر ۷:

حضرت شفاء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عراق کے گورنر کو خط لکھا کہ دو سمجھدار آدمی میرے پاس بھیج دو میں ان سے عراق کے حالات دریافت کروں عراق کے گورنر نے لبید بن ربیعہ اور عدی بن حاتم کو روانہ کر دیا جب یہ مدینہ پہنچے تو ان دونوں نے اپنی سواریاں مسجد کے باہر بٹھائیں اور دونوں مسجد میں داخل ہوئے انکی ملاقات عمرو بن العاص سے ہوئی ان دونوں نے ان سے کہا کہ ہم دونوں کے لئے امیر المومنین سے اجازت لے دو عمرو بن العاص نے کہا تم دونوں نے بڑا اچھا نام تجویز کیا ہے ہم مومن ہیں اور وہ ہمارے امیر ہیں حضرت عمرو حضرت عمر کے پاس تشریف لے گئے اور کہا اسلام علیک یا امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے اس نام سے تم نہ کیوں پکارا انہوں نے جواب دیا لبید بن ربیعہ اور عدی بن حاتم دونوں آئے ان دونوں نے اپنی سواریاں مسجد سے باہر بٹھائیں پھر وہ دونوں مسجد میں داخل ہوئے اور کہا اے عمرو ہمارے لئے امیر المومنین سے اجازت حاصل کرلو اور واللہ ان دونوں نے آپ کا نام بالکل ٹھیک رکھا ہے آپ امیر ہیں اور ہم مومن ہیں۔ (۱/۲۷۹ الریاض)

اس سے ثابت ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پہلے خلیفہ ہیں جن کو امیر المومنین کہا گیا۔

خدمت خلق

حدیث نمبر ا:

حضرت اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بازار گیا راستے میں آپ کو ایک جوان عورت ملی اس نے عرض کی یا امیر المومنین میرا خاوند انتقال کر گیا ہے اس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں جو کبھی ایک پاوا بھی نہیں پکا سکتے نہ ان کے لئے کوئی جانور ہے جسکا دودھ پئیں اور نہ انکی کوئی کھیتی باڑی ہے مجھے خوف ہے کہ ننھے ننھے بچے کہیں ہلاک نہ ہوجائیں آپ جانتے ہیں کہ خفاف غفاری کی بیٹی ہوں اور وہ حدیبیہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک تھے آپ نے فرمایا بے شک تم ایک شریف آدمی کی بیٹی ہو اس کے بعد واپس ہوئے اور ایک اونٹ کھولا جو گھر میں بندھا ہوا تھا اس پر آپ نے دو تھیلے لادے جو کھانے پینے کی چیزوں اور پہننے کے کپڑوں سے بھرے ہوئے تھے پھر آپ نے اسکی مہار اس عورت کو پکڑا دی اور فرمایا انشاء اللہ یہ تمہارے لئے عمر بھر کے لئے کافی ہوگا ایک شخص نے عرض کیا یا امیر المومنین آپ نے انہیں بہت مال دے دیا فرمایا تجھے تیری ماں گم کرے میں نے اس کے باپ اور اس کے بھائی کو دیکھا کہ عرصہ تک ایک قلعہ کا محاصرہ کئے رہے یہاں تک کہ انہوں نے اس قلعہ کو فتح کرلیا اور ہم نے اسکا مال غنیمت تقسیم کیا۔ (۲/۳۱۶ ازالۃ الخفاء)

حدیث نمبر ۲:

حضرت اسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک رات گشت کرتے تھے کہ آپکا گزر ایک گھر سے ہوا جہاں بچے رو رہے تھے ایک ہانڈی پانی سے بھری

آگ پر رکھی تھی آپ اس دروازے کے قریب ہوئے اور پکار کر کہا اے اللہ کی بندی یہ بچے کیوں رورہے ہیں اور یہ اس وقت ہانڈی آگ پر کیوں رکھی ہے عرض کیا یہ بھوک سے رورہے ہیں اور ہانڈی میں پانی ڈال کر آگ پر رکھی ہے تاکہ بچے یہ سمجھیں کچھ پک رہا ہے اور اسی طرح ان کو نیند آجائے آپ اسکا کلام سن کر بیٹھ گئے اور رونے لگے پھر دارالصدقہ میں آئے اور ایک تھیلے میں آٹا چکنائی گھی کھجور کپڑے اور کچھ روپے بھر کر اپنے غلام اسلم سے کہا یہ بورا مجھے اٹھوادو اسلم نے کہا یاامیر المومنین میں اٹھالیتا ہوں آپ نے فرمایا نہیں میں ہی اٹھا کر لے جاؤنگا قیامت کے دن اس قسم کے امور کا سوال تو مجھی سے ہوگا غرض آپ اپنی کندھے پر اٹھا کر اس عورت کے مکان پر لائے اور اسکی ہانڈی میں کچھ آٹا گھی اور کھجور ڈالکر (حلوہ) پکایا پکاتے وقت آگ میں پھونک بھی آپ ہی مارتے اور دھواں آپکی داڑھی کے درمیان سے نکل جاتا تھا کیونکہ آپکی داڑھی بڑی تھی پھر پکا کر آپ نے خود ہی بچوں کو کھلایا۔ (۲/۳۱۶ ازالۃ الخفاء)

حدیث نمبر ۳:

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک تاجروں کی جماعت مدینہ آئی ہوئی تھی آپ نے عبدالرحمٰن بن عوف سے فرمایا کہ تم میرے ساتھ چل کر انکی حفاظت کرسکتے ہو چنانچہ آپ اور وہ گئے اور انکی حفاظت کرتے رہے نمازیں بھی پڑھتے رہے اسی اثنا میں آپ نے ایک بچے کے رونے کی آواز سنی آپ اسکی طرف گئے اور اسکی ماں سے کہا اے بندی خدا کی خدا سے ڈر اور اس بچے کو نہ رلا یہ کہہ کر آپ اپنی جگہ لوٹ آئے تھوڑی دیر کے بعد آپ نے اسکی آواز پھر سنی آپ نے اسکی ماں سے پھر وہی کہا جو پہلے کہا تھا اور پھر اپنی جگہ لوٹ آئے آخری

شب میں آپ نے اس بچے کے رونے کی آواز پھر سنی فرمایا تو کیسی ماں ہے میں نے نہیں سمجھ سکا کہ تیرا بچہ اول شب سے کیوں رو رہا ہے بچے کی ماں نے کہا اے بندہ خدا اوّل شب سے تو نے مجھے تنگ کرنا شروع کیا ہے میں اپنے لڑکے کو دودھ چھڑانے کی عادت ڈال رہی ہوں اس لئے وہ روتا ہے آپ نے پوچھا دودھ چھڑانے کی وجہ کیا ہے عورت نے کہا عمر وظیفہ مقرر نہیں کرتے جب تک بچے کا دودھ نہ چھڑایا جائے آپ نے پوچھا یہ بچہ کتنے مہینوں کا ہے عورت نے بتلایا کہ یہ اتنے مہینے کا ہے آپ نے فرمایا اچھا جلدی نہ کرو جب آپ نماز فجر سے فارغ ہوئے تو رونے لگے اور فرمانے لگے اے عمر افسوس تو نے اس طرح کتنے بچے ہلاک کئے ہونگے اس کے بعد منادی کرادی کہ بچوں کے دودھ چھڑانے میں جلدی نہ کیا کرو ہم بچے کے پیدا ہوتے ہی وظیفہ مقرر کر دیا کرینگے اور یہی حکم آپ نے تمام علاقوں میں جاری کرادیا۔ (۲/۳۱۷ ازالۃ الخفاء)

حدیث نمبر ۴:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ گشت کرتے ہوئے ایک اعرابی کے خیمے کے قریب پہنچے اور بیٹھ کر اس سے باتیں کرنے لگے آپ نے اس سے پوچھا ادھر آلے کا سبب کیا ہوا اسی اثناء میں اس کے خیمے سے رونے کی آواز آئی آپ نے پوچھا یہ آواز کیسی ہے اس نے کہا میری بیوی کو دردزہ ہو رہا ہے آپ وہاں سے واپس ہوئے گھر آ کر ام کلثوم سے کہا کپڑے پہن کر میرے ساتھ چلو پھر آپ نے اس اعرابی سے آ کر کہا ان کو عورت کے پاس جانے کی اجازت دو تاکہ یہ اسے تسلی وتشفی کر سکیں اعرابی نے اجازت دے دی ام کلثوم کے اندر جانے کے تھوڑی دیر بعد انہون نے کہا یاامیر

المومنین اپنے دوست کو مبارکبا دو کہ ان کو خدا نے لڑکا عطا فرمایا ہے جب اعرابی نے امیر المومنین کا لفظ سنا تو بازو سے اٹھ کر سامنے آ بیٹھا اور معذرت کرنے لگا آپ نے فرمای کوئی حرج نہیں تم صبح میرے پاس آنا میں تمہارے بچے کا وظیفہ مقرر کرونگا وہ اعرابی صبح حاضر ہوا آپ نے ذریات کے صیغہ سے اسکا وظیفہ مقرر کردیا۔ (۲/۳۱۷ ازالۃ الخفاء)

حدیث نمبر۴:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام سے واپس ہوئے تو آپ تنہا ہوکر لوگوں سے حالات دریافت کرنے لگے ایک بڑھیا کے پاس سے گزرے اس کا حال پوچھا بڑھیا نے پوچھا اے شخص عمر کیا کرتے ہیں آپ نے فرمایا عمر ابھی شام سے واپس ہوئے ہیں بڑھیا نے کہا اسے اللہ میری طرف سے جزائے خیر نہ دے آپ نے کہا بڑھیا عمر کو تیرا حال کیسے معلوم ہوگا جب تک تو اطلاع نہ دے اس نے کہا سبحان اللہ میں نہیں سمجھ سکتی کہ جو شخص خلیفہ ہوا اسے یہ خبر نہ ہو کہ مشرق ومغرب کے درمیان کیا ہورہا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ رونے لگے اور کہنے لگے اے عمر افسوس ہے تجھ پر تیری رعایا تجھ سے کیسی جھگڑتی ہے ہر شخص تجھ سے زیادہ فقیہہ ہے اس کے بعد آپ نے کہا تو اپنی داد خواہی کتنے میں فروخت کرسکتی ہے عمر کو اس پر راضی کرونگا بڑھیا نے کہا اللہ تجھ پر رحم کرے ہمارے ساتھ مذاق نہ کرو آپ نے کہا بڑھیا عمر مسخرہ نہیں غرضکہ بیس درہم میں اسکی داد خواہی خرید لی اسی اثناء میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے انہوں نے کہا اسلام علیک یا امیر المومنین بڑھیا سر پر ہاتھ رکھ کر افسوس کرنے لگی کہ اس نے امیر المومنین کے سامنے ان کو برا کہا

پ نے فرمایا اللہ تجھ پر رحم فرمائے افسوس نہ کر تو نے کوئی الزام کی بات نہیں کی
دازاں آپ نے چمڑے کا ٹکڑا طلب کیا مگر ملا نہیں آپ نے پوستیں کا ٹکڑا کاٹ
کر اس پر یہ عبارت لکھی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ تحریر اس امر کے متعلق ہے کہ عمر نے فلاں بڑھیا
سے اسکی دادخواہی ابتدائے خلافت سے اب تک ۲۵ درہم میں خرید لی ہے اب وہ
یامت کے دن کوئی دعویٰ نہ کریگی پھر اس پر علی اور ابن مسعود کی گواہی بھی ہوگئی
تحریر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دی اگر میری وفات تم سے پہلے ہوئی تو اس تحریر کو
میرے کفن میں رکھ دینا۔ (۲/۷۵ الریاض النضرۃ)

حدیث نمبر ۵:

خلافت فاروقی میں ایک سال مدینہ طیبہ میں ایک عظیم قحط پڑا اس سال
کا نام عام الرمادہ یعنی ہلاکت وتباہی کا سال رکھا گیا امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ
نے گورنر مصر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو خط لکھا یہ خط ہے بندہ خدا عمر کی طرف
سے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے نام سلام کے بعد واضح ہو کہ مجھے اپنی جان کی قسم اے
عمرو جب تم اور تمہارے ملک والے سیر ہوں تو تمہیں کچھ پرواہ نہیں کہ میں اور
میرے ملک والے ہلاک ہو جائیں فیاغوثاہ فیاغوثاہ ارے فریاد کو پہنچ ارے فریاد کو
پہنچ اور اس کلمے کو بار بار لکھا حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے جواب دیا یہ عرضی
ہے بندہ خدا کی طرف سے امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کو بعد سلام عرض ہے میں بار بار
خدمت کو حاضر ہوں میں نے آپ کی خدمت میں غلہ سے لدا اونٹوں کا وہ کارواں
روانہ کیا ہے جس کا اول اونٹ آپ کے پاس ہوگا اور آخری اونٹ میرے پاس
مصر میں ہوں گا آپ پر سلام ہو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کارواں

بھیجا کہ مدینہ طیبہ سے لے کر مصر تک تمام منزلیں اونٹوں سے بھری تھیں یہ
سے وہاں تک ایک قطار تھی جس کا پہلا اونٹ مدینہ طیبہ میں اور آخری اونٹ
میں تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ تمام اونٹ تقسیم کر دیئے ہر گھر کو ایک اونٹ مع ا
بوجھ کے عطا ہوا کہ اناج کھاؤ اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت کھاؤ چربی کھاؤ ا
کھال کے جوتے بناؤ جس کپڑے میں اناج بھرا تھا اس کا لحاف وغیرہ بنا لو ا
طرح اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی مشکلات کو دور فرمایا۔ (صحیح ابن خزیمہ ۶۸/۴)

حدیث نمبر ۶:

حضرت سالم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب مسجد نبوی مسلمانوں پر تنگ
ہو گئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اردگرد کے مکانات خرید کر مسجد میں شامل کر کے اس
وسیع کر دیا صرف امہات المومنین کے حجرے اور حضرت عباس کا مکان رہنے د
پھر حضرت عمر نے حضرت عباس سے فرمایا کہ مسجد مسلمانوں پر تنگ ہو گئی ہے او
میں نے امہات المومنین اور آپ کے مکان کے علاوہ باقی تمام مکانات خرید ک
مسجد کو وسیع کر دیا ہے جہاں تک امہات المومنین کے حجروں کا تعلق ہے ان کو
میں کچھ نہیں کر سکتا اور رہا آپ کا مکان وہ آپ میرے ہاتھ فروخت کر دیں تا ک
میں مسجد میں وسعت کر دوں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں ایسا نہیں کر
حضرت عمر نے فرمایا میں آپ پر تین باتیں پیش کرتا ہوں ان میں سی آپ ایک
قبول فرما لیں یا تو میرے ہاتھ فروخت کر دیں یا پھر آپ کو اس کے بدلے مکان ب
دیتا ہوں یا آپ یہ مکان مسجد کو دے دیں تا کہ مسجد میں وسعت کر دی جائے
حضرت عباس نے فرمایا مجھے ان میں سے ایک بات بھی منظور نہیں حضرت عمر نے
فرمایا آپ ثالث مقرر کر لیں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ابی بن کعب کو ثالث ب

ہے ہیں یہ دونوں حضرات حضرت ابی بن کعب کے پاس گئے اور ان پر یہ قصہ بیان
یا حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر چاہیں تو میں ایک حدیث بیان کروں
میں نے نبی کریم سے سنی ہے ان دونوں نے فرمایا آپ حدیث بیان فرمائیں
یا میں نے نبی کریم سے سنا اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو وحی کی کہ میرے
لئے ایک گھر تعمیر کرو کہ اس میں میرا ذکر ہو بیت المقدس کے لئے جگہ تجویز ہوئی
لن ایک آدمی کا مکان آڑے آتا تھا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اس آدمی سے فرمایا
مکان میرے ہاتھ فروخت کردو اس نے انکار کیا حضرت داؤد علیہ السلام کے دل میں
یال آیا کہ یہ مکان اس سے ویسے ہی لے لیتے ہیں خدا نے آپ کو وحی کی میں
نے تمہیں ایک گھر بنانے کو کہا تا کہ اس میں ذکر ہو اور تم اس میں غصب شدہ زمین
امل کرنا چاہتے ہو اب آپ کو حکم ہے کہ میرا گھر نہ بناؤ عرض کی اس گھر کی تعمیر
یری اولاد کے لئے مختص کردی جائے خدا نے فرمایا ہاں تیری اولاد میرا یہ گھر تعمیر
کرے گی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب کا دامن پکڑا اور آپ کو مسجد میں نبی
کریم کے صحابہ کے سامنے لے آئے اور فرمایا اے اصحاب رسول کیا تم نے نبی
کریم سے یہ حدیث سنی ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو مسجد بیت
المقدس تعمیر کرنے کا حکم دیا پھر یہ حکم لے لیا حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے یہ
حدیث حضور سے سنی ایک اور آدمی نے کہا میں نے بھی سنی ہے ایک اور آدمی نے
کہا میں نے بھی یہ حدیث سنی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب کو چھوڑ دیا
حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا آپ نبی کریم کی حدیث کے بارے
میں مجھ پر تہمت لگانا چاہتے تھے فرمایا ایسی بات نہیں بلکہ میں چاہتا تھا کہ یہ
حدیث سب پر ظاہر ہو جائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا
اب آپ تشریف لے جائیں مجھے آپ کے مکان سے کوئی سروکار نہیں حضرت

عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا اب میں یہ مکان مسجد کو دیتا ہوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان
اس مکان کے بدلے اور مکان بنا دیا۔ (طبقات ابن سعد ۲۱/۴)

کرامات

انسان چار عناصر سے مرکب ہے آگ پانی ہوا اور مٹی حضرت عمر رضی اللہ
نے چاروں عناصر میں کرامات ظاہر کی ہیں مثلاً:

آگ میں کرامت:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اکثر مدینہ طیبہ میں ایک آگ ظاہر ہوا کرتی تھی جس کی وجہ سے مدینہ کے لوگوں کو بڑی پریشانی ہوتی تھی ناچار لوگوں نے اس کی شکایت امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کی آپ نے سن کر اپنے غلام سے فرمایا اب ایسا اتفاق ہو تو تم میری چادر لے کر آگ کے سامنے چلا جانا اور اس چادر کو اپنے منہ پر ڈال کر آگ سے یہ کہنا اے آگ دیکھو لے یہ چادر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہے اگر اس کو جلایا تو پھر دیکھنا کہ تو کیسے عذاب الٰہی میں مبتلا ہو گی آپ کی چادر کو دیکھ کر آگ غائب ہو گئی پھر مدینہ میں ظاہر نہ ہوئی۔ (احسن ۷۵)

پانی پر کرامت:

جب شہر مصر فتح ہوا اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ وہاں کے گورنر مقرر ہوئے تو کچھ عرصہ کے بعد آپ نے سنا کے دریائے نیل خشک ہو گیا آپ نے لوگوں سے پوچھا کیا یہ دریا ہمیشہ اس طرح خشک ہو جاتا ہے لوگوں نے بیان کیا کہ حضرت ہر سال یہ دریا اسی طرح سوکھ جاتا ہے پھر جب تک ایک کنواری

خوبصورت لڑکی کو بھینٹ نہ لے گا اسی طرح سوکھا پڑا رہے گا آخر لوگ تنگ آ کر بھینٹ دیں گے تب پانی جاری ہوگا حضرت عمر بن العاص رضی اللہ عنہ کو یہ رسم نہایت بری لگی لوگوں سے کہا ہماری اجازت کے بغیر کوئی کام نہ کیا جائے آپ نے یہ سارا حال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لکھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا خط سن کر ایک خط عمرو بن العاص کے نام اور دوسرا خط دریائے نیل کے نام تحریر فرمایا جو خط دریائے نیل کے نام تھا اس کا مضمون یہ تھا یہ خط ہے اللہ کے بندے عمر کی طرف سے دریائے نیل کے نام اے دریائے نیل۔

اِنْ کُنْتَ تَجْرِیْ بِاَمْرِ اللّٰہِ فَاِنَّا نَسْئَلُ اِجْرَاکَ مِنَ اللّٰہِ وَاِنْ کُنْتَ تَجْرِیْ مِنْ عِنْدِكَ فَلَا حَاجَةَ لَنَابِكَ۔

اگر تو خدا کے حکم سے بہتا ہے تو ہم اللہ سے تیرا جاری ہونا مانگتے ہیں اور اگر تو اپنی مرضی سے بہتا ہے تو ہمیں تیری کوئی حاجت نہیں۔

پھر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ بجائے عورت کی بھینٹ کے میرا یہ خط دریائے نیل میں خشک ریت پر ڈال دینا امیرالمومنین رضی اللہ عنہ کے خط کے پہنچتے ہی سارے مصر میں دھوم مچ گئی لاکھوں لوگ یہ نظارہ دیکھنے کے لئے آ گئے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ خشک دریا کے اندر تشریف لے گئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خط نیل کو پہنچا کر واپس باہر چلے آئے چند لمحوں کے بعد دریائے نیل اس زور سے جاری ہوا کہ کبھی بھینٹ لے کر بھی ایسا جاری نہ ہوا تھا۔

(ازالۃ الخفاء ۲/۳۴۷)

ہوا پر کرامت:

ایک لشکر مسلمانوں کا خلافت فاروقی میں نہاوند کے علاقے میں جہاد کے لئے گیا ہوا تھا اتفاقاً عین جمعہ کے خطبہ میں ان لوگوں کو کافروں کے ساتھ

لڑائی کا اتفاق ہوا لشکر اسلام کی پشت پر ایک پہاڑ تھا اور مسلمان اس پہاڑ کو خالی جان کر ادھر سے مطمئن تھے مگر کافروں نے بہت سا لشکر پہاڑ کے پیچھے کی طرف مخفی طور پر مسلمانوں کو گھیرنے کے لئے روانہ کیا اس بات کی کسی مسلمان کو خبر نہ تھی اگر یہ لشکر بے خبری میں مسلمانوں پر حملہ آور ہو جاتا اور اوپر سے یہ سامنے والا لشکر حملہ کرتا تو مسلمان پس کر رہ جاتے ایک آدمی بھی زندہ نہ بچتا اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ خطبہ دے رہے تھے کہ بے ساختہ خطبہ کے اندر سپہ سالار لشکر اسلام حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کو پکارا اے ساریہ ذرا پہاڑ کا خیال کر لو ادھر سے کیا ہونے والا ہے یکایک ان کے کان میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز پہنچی کہا واللہ یہ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز ہے گھبرا کر پہاڑ کی طرف دیکھا تو معلوم ہوا کہ کفر نے بڑا حملہ کیا ہے اور ہمیں دھوکا دیا ہے فوراً آدھا لشکر پہاڑ کی طرف متوجہ کر دیا اور آدھا لشکر سامنے والے کفار کے ساتھ برسرپیکار رہا جب کفار نے دیکھا کہ مسلمان ہمارے مکر سے آگاہ ہو گئے ہیں تو وہ لوگ بھاگ گئے اور مسلمانوں سے مقابلہ نہ کر سکے اسی دن لشکر اسلام کو فتح ہوئی جس وقت خطبہ کے اندر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ باتیں فرمائی تھیں صحابہ کو بڑا تعجب ہوا تھا کہ یہ کیا فرمایا فرمایا کہ میں نے خطبہ کی حالت میں دیکھا کہ کفار نے لشکر اسلام کو دھوکا دیا ہے مجھ سے صبر نہ ہو سکا فوراً میرے منہ سے یہ کلام صادر ہوا مسلمانوں نے وہ دن وہ وقت یا ساریۃ الجبل کے الفاظ لکھ لئے جب ساریہ کا لشکر فتحیاب ہو کر واپس آیا تو لوگوں نے ان سے لڑائی کا سارا حال دریافت کیا کہا کفار نے ہمیں دھوکا دیا یکایک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز نے ہمیں ان کفار کے مکر سے آگاہ کر دیا اور ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے خدا نے لشکر اسلام کو فتح سے ہمکنار کر دیا۔ (باب الکرامات مشکوۃ احسن ۲۷)

اس واقعہ سے مندرجہ ذیل باتیں ثابت ہوئی:

(ا) نہاوند مدینہ طیبہ سے سولہ سو میل کے فاصلے پر ہے درمیان میں پہاڑ بھی ہوں گے کئی درخت بھی ہوں گے کئی بستیاں اور مکانات بھی ہوں گے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اتنی دور سے جنگ کا نقشہ دیکھ لیا جب حضرت عمر کی نگاہ کا یہ کمال ہے تو بھی امام الانبیاء کی نگاہ کا کیا کمال ہوگا۔

(ب) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سولہ سو میل کے فاصلہ پر رہنے والے ساریہ کو یاساریۃ الجبل کہہ کر پکارا تو ثابت ہوا کہ دور والے کو یا کے خطاب سے پکارنا جائز ہے لہٰذا اگرچہ پاکستانی مدینے سے بہت دور رہتے ہیں مگر اسکے باوجود حضور کو یارسول اللہ کہہ کر پکارنا جائز ہے شرک نہیں۔

یارسول اللہ حبیب خالق یکتا توئی
برگزیدہ ذوالجلال پاک بے ہمتا توئی

(ج) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اتنی دور سے ساریہ کو پکارا معلوم ہوا کہ خدا کے مقبول بندے دور کی آواز سن لیتے اسی عقیدے کے تحت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پکارا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ساریہ اتنی دور کی آواز کو سن سکتا ہے تو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم پاکستانی غلاموں کا درودوسلام بھی سن سکتے ہیں۔

مٹی پر کرامت:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں خلافت عمر میں مدینہ نہایت شدید زلزلہ آیا حضرت عمر نے زمین پر اپنا کوڑا مارا اور فرمایا کیوں ہلتی ہے جب کہ عمر جیسا عادل تجھ پر موجود ہے پھر کبھی زلزلہ نہیں آیا۔ (احسن ۴۷)

شیر کا حفاظت کرنا:

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ تخت خلافت پر صدر نشین ہوئے آپ کی خلافت کا

چرچا مشرق و مغرب میں پہنچا جس وقت شاہ ہرقل نے آپ کا ذکر سنا تو نہایت بے چین ہو کر آپ کے قتل کے لئے ایک نصرانی پہلوان جس کا نام طلیحہ تھا کو روانہ کیا بہت سا مال و دولت دینے کا وعدہ کیا اور کہا اگر تو نے مدینہ جا کر مسلمانوں کے خلیفہ کو قتل کر دے تو تیرا بہت بڑا احسان ہوگا یہ حکم سن کر نصرانی مدینہ کی جانب روانہ ہوا جب مدینہ کے قریب پہنچا تو حضرت عمر کو مدینہ سے ملک شام کے راستے پر دیکھا اس وقت آپ یتیموں کی زمین اور باغات وغیرہ کے ملاحظہ کے لئے جا رہے تھے ایک درخت کے نیچے محوخواب ہوئے وہ نصرانی اس درخت کے اوپر چڑھا ہوا تھا آپ کو سوتا دیکھ کر وہ نصرانی درخت سے نیچے اترا اور تلوار لے کر آپ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا فوراً آپ کے پاؤں کی طرف سے ایک شیر ظاہر ہوا جس کی صورت دیکھ کر وہ نصرانی بے ہوش ہو کر گر پڑا اور وہ شیر چاروں طرف سے آپ کی حفاظت کرنے لگا اور آپ کے تلوے چاٹنے لگا اس نصرانی کے گرنے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے جب آنکھ کھلی تو شیر غائب ہو گیا آپ نے اس نصرانی سے پوچھا تو کون ہے اس نے کہا خدا نے آپ کا رتبہ بہت بلند کیا ہے میں بے عقل آپ کے قتل کے لئے یہاں تک آیا تھا لیکن جب آپ سوئے تو آپ کی حفاظت کے لئے جنگل کا ایک شیر آ گیا یہ سن کر آپ نے چاروں طرف دیکھا اور فرمایا یہاں تو کوئی شیر نہیں وہ شیر کدھر چلا گیا جس درخت کے نیچے آپ سوئے تھے اس سے آواز آئی اے عمر تو ہمارے دین کی حفاظت کر ہم تیرے دشمنوں سے تیری حفاظت کریں گے یہ غیبی آواز سن کر وہ نصرانی متعجب ہوا کہ شیر آپ کی حفاظت کرتے ہیں اور فرشتے آپ کی تعریف کرتے ہیں پھر آپ کے ہاتھ پر وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ (اعلام واقدی، احسن ۵۷)

نظر ایمان:

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں میں نے ایک رات خواب دیکھا گویا جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بقید حیات ہیں اور مسجد نبوی میں صبح کی نماز پڑھا رہے ہیں میں بھی آپ کے ساتھ نماز میں ہوں سلام پھیرنے کے بعد آپ نے مسجد کی دیوار کے ساتھ ٹیک لگائی اور بیٹھ گئے سامنے سے ایک عورت اپنے ہاتھ میں کھجورون کا ایک طبق لئے آئی اور حضور کے سامنے وہ طبق رکھ دیا حصور نے اس طبق سے ایک کھجور اٹھا کر میرے منہ میں رکھ دی باقی کھجوریں باقی مسلمانوں میں تقسیم کر دیں مگر میرا دل چاہتا تھا حضور مجھے ایک کھجور اور دیں اتنے میں میری آنکھ کھل گئی زبان پر کھجور کا ذائقہ موجود تھا دل میں حضور کی زیارت کا سرور موجود تھا ٹھیک صبح کے نماز کے وقت آنکھ کھلی فوراً مسجد نبوی میں آیا دیکھا بجائے سید المرسلین کے حضرت عمر نماز پڑھا رہے ہیں فوراً نماز میں شریک ہو گیا نماز کے بعد حضرت عمر بھی مسجد کی دیوار کے ساتھ ٹھیک لگا کر بیٹھ گئے ذرا سی دیر میں ایک عورت کھجوروں کا ایک طبق لے کر حاضر ہوئی جس طرح خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کھجور مجھے دی تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی عطا فرمائی اور باقی کھجوریں نمازیوں میں تقسیم فرما دیں میں نے عرض کی یا امیر المومنین مجھے ایک کھجور اور عطا فرمائیں یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر رات کو نبی کریم آپ کو دوسری کھجور عطا فرما دیتے تو میں بھی آپ کو دوسری کھجور عطا کر دیتا جب رات کو دوسری کھجور نہیں ملی تو میں کیسے دے سکتا ہوں میں نے دل میں کہا میرے خواب کا علم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کیسے ہو گیا آپ نے فرمایا بندہ مومن ایمان کے نور سے دیکھتا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ نے سچ فرمایا جو مزہ

حضور ﷺ کی کھجور کا تھا وہی ذائقہ آپ کی عطا کردہ کھجور کا ہے۔

(الریاض النضرۃ ۲/۲۰، ازالۃ الخفاء ۲/۳۴۱)

نار گلزار:

اسود بن قیس رضی اللہ عنہ نے یمن میں نبوت کا دعویٰ کیا اور ابو مسلم خولانی سے کہا کیا تو میری نبوت کی گواہی دیتا ہے آپ نے انکار کیا پھر اس نے آپ سے پوچھا کیا تو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اس نے کہا ہاں میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں اسود نے آپ کو ایک عظیم جلتی ہوئی آگ میں ڈال دیا اس آگ نے آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچایا اس اسود نے آپ کے لئے حکم دیا کہ ان کو یمن سے نکال دیا جائے آپ مدینہ تشریف لے آئے جب باب مسجد سے داخل ہوئے تو حضرت عمر نے کہا یہ تمہارے وہ ساتھی ہیں کہ اسود نے گمان کیا کہ ان کو آگ جلا دے گی لیکن اللہ نے ان کو آگ سے نجات دی حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور لوگوں نے ابو مسلم کا واقعہ کسی سے سنا نہ تھا پھر حضرت عمر کھڑے ہوئے اور ان کو گلے لگایا اور فرمایا کیا تو عبداللہ بن ثوب ہے اس نے کہا ہاں میں وہی ہوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ روئے اور فرمایا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ فِیْ اُمَّتِنَا مِثْلَ اِبْرَاهِیْمَ خَلِیْلِ اللّٰهِ ۔

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے امت نبوی میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے مثل بنائے ہیں۔ (خصائص کبریٰ ۲/۸۰)

یہ تھیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ امیر المومنین چند کرامات جو اس بات کی بین دلیل ہیں آپ بارگاہ الٰہی کے عظیم مقبول بندے تھے خدا نے آپ کو بہت بڑا مرتبہ فرمایا تھا۔

مساوات

نمبر ۱:

جبلہ بن الہیم غسانی جو اپنے علاقے کا حکمران تھا اسلام لانے کے بعد کعبہ کا طواف کر رہا تھا اتفاقاً کسی کا پاؤں اس کی زرتار قبا پر پڑ گیا اس کی نظر میں یہ فعل بڑا جرم تھا کہ کوئی شخص بادشاہ کی قبا کو پامال کر دے اس نے اس شخص کو طمانچہ دے مارا اس کے جواب میں اس شخص نے بھی جبلہ کے منہ پر طمانچہ رسید کیا جس پر جبلہ آپے سے باہر ہو گیا مگر کچھ سوچ کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی توہین کی داستان سنائی آپ نے جبلہ سے کہا بھائی ہمارے مذہب میں مساوات کا قانون نافذ ہے تم نے غلطی کی اس کی سزا تمہیں مل گئی جبلہ نے کہا ہمارے یہاں تو یہ قانون ہے جو بادشاہ کی توہین کرے اس کی سزا قتل ہے آپ نے فرمایا ہمارے ہاں سرے سے بادشاہت کا تصور ہی نہیں ہم سب مسلمان ہیں اور سب برابر ہیں اگر بادشاہ مسجد میں دیر سے آئے گا تو اسے بھی پچھلی صف میں کھڑا ہونا پڑے گا یہ سن کر جبلہ قسطنطنیہ چلا گیا اور وہاں جا کر عیسائی ہو گیا مگر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس کے لئے قانون مساوات میں کوئی لچک پیدا نہیں کی۔ (میثاق ۶۸)

نمبر ۲:

قیصر روم کا سفیر مدینے میں آتا ہے اور مسلمانوں سے پوچھتا ہے کہ قصر شاہی کہاں ہے مسلمان جواب دیتے ہیں ہمارے دین میں شاہی کا تصور نہیں تو قصر خارج از بحث ہے ہاں ہم نے ایک مسلمان کو اپنا امیر منتخب کر لیا ہے اور وہ

مسجد میں بیٹھتا ہے جہاں ہر شخص آزادی سے مل سکتا ہے اس کا کوئی دربان نہیں یہ عجیب وغریب اطلاعات سن کر وہ بہت حیران ہوا القصہ جب وہ مسجد کے دروازے پر پہنچا تو معلوم ہوا کہ بیت المال کا ایک اونٹ گم ہو گیا ہے اس لئے خود امیرالمومنین اسے تلاش کرنے گئے ہوئے ہیں ایک مسلمان کی رہنمائی میں وہ سفیر حوائی مدینہ میں پہنچا تو دیکھا کہ ایک اونٹ درخت کی شاخ سے بندھا ہوا ہے اور ایک شخص جس کی قمیض پر پیوند لگے ہوئے ہیں ایک پرانی چادر کا تہبند باندھے اس درخت کے سایے میں محو استراحت ہے رہنما نے کہا یہی ہمارے امیرالمومنین ہیں وہ شخص حیران رہ گیا کبھی اونٹ کو دیکھتا ہے اور کبھی پیوند زدہ قمیص کو اس رہنما مسلمان نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جگایا یا اللہ کا شیر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا برحق جانشین اشداء علی الکفار یتیموں کا والی بیواؤں کا سہارا بیدار ہوا اور سفیر سے پوچھا تو کون ہے اس سفیر پر ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ تلوار ہاتھ سے چھوٹ گئی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا ڈرو نہیں میں بھی ایک انسان ہوں اس نے کہا یہ بتائیں کہ مجھ پر ہیبت طاری کیوں ہوئی میں بڑے بڑے بادشاہوں کے دربار میں گیا ہوں کبھی ایسا نہیں ہوا فرمایا یہ ہیبت میری نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی ہے پھر اس سفیر کے اوسان بجا ہوئے۔ (میثاق ۶۴)

نمبر ۳:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ ایک غلام کو ساتھ لیا اور ملک شام کا سفر کیا اونٹ پر امیرالمومنین اور غلام باری باری سوار ہوتے ہیں کیونکہ پچھلی نشست پر ان کا زادِ راہ تھا یعنی ستو اور کھجور کی گٹھلیاں لدی ہوئی تھیں جب آخری منزل میں اسلامی کیمپ میں خلیفہ کے داخلے کا وقت تھا اور تمام فوج مع سپہ سالار

اپنے حلیفۃ المسلمین کے استقبال کے لئے کھڑی تھی اور مختلف اقوام کے لوگ خلیفہ کا احترام دیکھنے کے منتظر تھے اس وقت تماشائیوں نے دیکھا کہ گرد راہ سے ایک اونٹ نمایاں ہوا اور سب افسر اس طرف کو بڑھے ایک اونٹ کے لئے آگے بڑھنا غیر مسلموں کے لئے تعجب خیز تھا ان میں سے ایک نے پوچھا آپ کا خلیفہ یہی ہے جو اونٹ پر سوار ہے غازی نے نہایت متانت سے جواب دیا وہ نہیں ہمارا خلیفہ اور امیر المومنین تو وہ ہے جو اونٹ کی مہار پکڑے آ رہا ہے سوار تو ان کا غلام ہے۔ (علم القرآن ۲۸۷)

کس شان سے امت کا امام آتا ہے
خود تو پیدل ہے سواری پہ غلام آتا ہے

مردم شناسی

(۱) حضرت کعب بن سور رضی اللہ عنہ، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں موجود تھے ایک عورت آئی اور کہنے لگی میں نے اپنے شوہر سے افضل کسی کو نہ پایا کہ وہ ساری رات قیام کرتا ہے اور دن کو روزہ رکھتا ہے وہ سخت گرمی کے دن بھی روزہ رکھتا ہے آپ نے اس عورت کے لئے دعا مغفرت مانگی اور اس عورت کی تعریف کی کہ تو اپنے شوہر کی تعریف کرتی ہے بعدازاں وہ عورت شرم وحیا سے اٹھ بیٹھی اور اپنا مطلب صاف لفظوں میں بیان نہیں کیا کعب بن سور نے عرض کی یا امیر المومنین آپ نے اس عورت کے شوہر کے معاملے اسے مدد کیوں نہ دی کیونکہ وہ اسی غرض سے آئی تھی آپ نے فرمایا اچھا یہ بات ہے عرض کی ہاں اس کا مقصد یہی تھا فرمایا جاؤ اسے بلاؤ پھر آپ نے اسے بلا کر فرمایا حق بات سے شرمانے کی کوئی وجہ نہیں ان کا خیال یہ ہے کہ تم اپنے شوہر کی شکایت کرنے آئی تھی

کہ وہ تمہارے پاس نہیں سوتا عورت نے کہا ہاں یہی بات ہے چونکہ میں جوان ہوں اس لئے میں وہی چاہتی ہوں جو عورتوں کو چاہنا چاہیے آپ نے اس کے شوہر کو بلایا اور کعب بن سور سے فرمایا ان کے درمیان فیصلہ کرو انہوں نے عرض کی آپ کے ہوتے میں کون ہوں فیصلہ کرنے والا آپ نے فرمایا میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کیونکہ تم نے ان کا مقصود سمجھا ہے اور میں نہ سمجھ سکا کعب نے کہا میں ان دونوں کے درمیان فیصلہ کرتا ہوں کہ ایک دن اور رات اس عورت کا اور تین دن اس کے شوہر کے لئے ان تین دنوں میں یہ قیام وصیا کیا کرے کیونکہ اگر اس کی چار بیویاں ہوتیں تب بھی یہ مرد ایک دن اور ایک رات اس عورت کے پاس رہ سکتا تھا لہٰذا زیادہ سے زیادہ اس کی زوجہ کا حق ایک دن اور ایک رات ہے اور اس کا تین دن تین راتیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہاری یہ رائے پہلی رائے سے بھی عجیب تر ہے اسی وجہ سے حضرت عمر نے ان کو بصرہ کا حاکم مقرر فرما دیا۔

(الاستیعاب ۳/۳۰۳)

(ب) حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک خط آیا آپ نے فرمایا میری طرف سے کوئی اس کا جواب لکھ سکتا ہے عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول میں لکھ سکتا ہوں انہوں نے جواب لکھا اور نبی کریم کی خدمت میں پیش کیا آپ نے اسے پسند فرمایا اور اسے آپ نے ارسال کر دیا حصرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اس وقت موجود تھے آپ بھی بہت خوش ہوئے اور اس سے آپ کے دل میں عبداللہ کی وقعت جم گئی آپ فرمایا کرتے تھے عبداللہ رضی اللہ عنہ نے وہی لکھا جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ تھا اس لئے آپ نے بیت المال کا داروغہ مقرر کر دیا اپنے دور خلافت میں اور فرمایا میں نے عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ کی نسبت اللہ سے ڈرنے والا کسی اور کو نہ پایا۔ (الاستیعاب ۲/۲۶۰)

شہادت

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے خواب دیکھا کہ لوگ جمع ہیں اور ایک شخص ان میں سے تین گز اونچا ہے میں نے کہا یہ کون ہے لوگوں نے کہا یہ عمر ہے میں نے وجہ پوچھی کہ یہ کیوں انہوں نے کہا اس لئے کہ ان میں تین خصائل ہیں ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کے معاملے میں لوم لائم سے خوف نہیں کھاتے دوم یہ کہ آپ خلیفہ مستخلف ہیں اور تیسری بات یہ کہ آپ شہید ہونے والے ہیں حضرت عوف بن مالک حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خواب بیان کیا آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا وہ بھی خوشخبری سن لیں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ آ گئے تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آپ اپنا خواب بیان کریں انہوں نے خواب بیان کرنا شروع کیا جب اس فقرہ پر پہنچے کہ آپ خلیفہ مستخلف ہوں گے تو آپ نے ان کو جھڑکا اور فرمایا خاموش رہو ابوبکر ابھی زندہ ہیں اور تم مجھے خلیفہ بناتے ہو بعد میں جب آپ خلیفہ ہوئے تو آپ شام میں منبر پر کھڑے خطبہ دے رہے تھے کہ عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کا ادھر سے گزر ہوا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو بلا کر کہا اپنا خواب بیان کر انہوں نے بیان کیا کہ وہ خدا کے معاملے میں لوم لائم سے خائف نہیں ہوتے آپ نے فرمایا میں امید کرتا ہوں کہ خدا مجھے اپنے ہی لوگوں میں کر لے اور جب میں نے خلیفہ مستخلف کہا تو آپؓ نے فرمایا خدا نے مجھے بنایا تم دعا کرو کہ خلافت کے فرائض ادا کرنے میں وہ میری مدد کرے جب میں نے کہا شہید ہوں گے آپ نے فرمایا مجھے شہادت کیسے مل سکتی ہے جہاد میں تم جاتے ہو میں نہیں جاتا ہاں اگر اللہ چاہے گا تو شہادت مل جائے گی۔ (الاستیعاب ۲/۴۷۱، ازالۃ الخفاء ۲/۳۴۴)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خواب دیکھا کہ ایک سرخ مرغ نے زیرِ ناف ٹھونگیں

ماریں اسما بنت عمیس کو خواب کی تعبیر میں کمال حاصل تھی انہوں نے یہ سن کر کہا
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کہہ دو جو وصیت کرنی ہے کر لیں یعنی ان کی موت قریب ہے
ایک دن مغیرہ بن شعبہ کا غلام ابولولوء مجوسی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا کہا مغیرہ
نے مجھ پر مال مقرر کیا ہے آپ نے پوچھا کتنا مال مقرر کیا ہے اس نے اس کی
مقدار بیان کی آپ نے پوچھا کیا کام کرتے ہو اس نے کہا چکیاں بناتا ہوں آپ
نے فرمایا یہ مقدار تم پر زیادہ نہیں کیوں اس شہر میں تمہارے سوا کوئی اور اس کام کو
نہیں جانتا آپ نے فرمایا ایک چکی ہمیں بھی بنا دو اس نے کہا بخدا آپ کے لئے
ایسی چکی بناؤں گا جس کی آواز دور والے سنیں گے۔

ایک دن آپ صبح کی نماز کے لئے لوگوں کو جگاتے ہوئے مسجد میں پہنچے
نماز کے لئے صفیں بنائی گئیں آپ کا دستور تھا کہ صفوں کے اندر پھرتے تھے جہاں
خلل ہوتا فرماتے برابر ہو جاؤ جب صفیں درست ہو گئیں تو آپ آگے بڑھے
اور اللہ اکبر کہا اکثر پہلی رکعت میں سورۃ یوسف پڑھتے تا کہ لوگ جمع ہو جائیں ابھی
نیت باندھی تھی کہ آپ پر دو دھاری خنجر کا وار ہوا آپ نے فرمایا مجھے کتے نے قتل
کر دیا کافر ابولولوء دو دھاری خنجر چلاتا ہوا آپ پر وار کر کے باہر نکلا اور اس نے
تیرہ آدمی اور زخمی کر دیئے جن میں سے سات آدمی شہید ہو گئے پھر ایک مسلمان
نے اس پر کپڑا ڈال کر اس کو گرفتار کر لیا جب اس نے دیکھا کہ میں گرفتار ہو گیا
ہوں تو اس نے خودکشی کر لی آپ نے حضرت عبدالرحمٰن کا ہاتھ پکڑ کر آگے کر دیا
انہوں نے نماز پڑھائی جب نماز ہو چکی تو حضرت عمر نے عبداللہ بن عباس سے
فرمایا پتہ کرو مجھے کس نے قتل کیا ہی انہوں نے عرض کی مغیرہ کے غلام نے آپ
نے فرمایا خدا کا شکر ہے کہ میری موت کا سبب کوئی مسلمان نہیں بنا آپ کو گھر لایا
گیا آپ کو شربت بلایا گیا وہ زخموں کے راستے سے باہر نکل گیا پھر دودھ پلایا گیا
وہ بھی نکل گیا لوگوں کو یقین ہو گیا کہ آپ زندہ نہ بچیں گے آپ نے اپنے بیٹے

عبداللہ سے فرمایا جاؤ۔ حضرت عائشہ کے پاس اور ان کو کہو کہ مجھے نبی کریم اور صدیق اکبر کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت دے دیں انہوں نے اجازت دے دی لوگوں نے کہا آپ کسی کو خلیفہ مقرر کردیں آپ نے فرمایا ان چھ آدمیوں میں کسی ایک کو اپنا خلیفہ مقرر کرلو۔ حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم پھر آپ کا انتقال ہوگیا اور آپ کو لے جا کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اجازت سے آپ کے دونوں صاحبوں کے پاس آپ کو دفن کردیا گیا۔ نوراللہ مرقدہ نوراللہ مرقدہ

کاش اس امت کو ایک اور فاروق اعظم مل جاتا

رحماء بینھم

وہ آپس میں مہربان ہیں

اس مضمون میں یہ بیان کیا جائے گا کہ اصحاب ثلاثہ یعنی صدیق اکبر فاروق اعظم اور عثمان غنی اور قرابت داران نبوت علی المرتضی رضی اللہ عنہم اور ان کے خاندان کے درمیان تعلقات اور باہمی روابط خوشگوار تھے آپس میں شیروشکر تھے ایک دوسرے کی دل سے عزت کرتے تھے محبت اور الفت باہمی شیوہ تھا ان میں کوئی دشمنی لڑائی جھگڑا اور شدید اختلاف نہ تھا مشکل کے وقت میں ایک دوسرے سے تعاون کرتے تھے۔

حضرت علی و شیخین حضرات

ملا باقر مجلسی نے لکھا ہے کہ ایک دن حضرت ابوبکر عمر اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہم مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کے بارے

میں بات چیت ہونے لگی ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قریش کے شرفاء نے فاطمہ کی خواستگاری کے متعلق گفتگو کی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا ہے کہ فاطمہ کا معاملہ اس کے پروردگار کے سپرد ہے جس کو چاہے گا اس کو تزویج کر دے گا اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس معاملے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات نہیں کی اور نہ اس کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی اور نے کوئی بات کی ہے میرا خیال ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے خواستگاری کے لئے صرف تنگدستی مانع ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے محفوظ کر رکھا ہے پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے کہا اٹھو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس چلیں اور ان کو فاطمہ رضی اللہ عنہا سے خواستگاری کے لئے تیار کریں اگر ان کو تنگدستی مانع ہو تو ان کی مدد کریں گے سعد نے کہا اے ابوبکر آپ نے بالکل ٹھیک تجویز کی ہے اسی وقت اٹھ کر امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر چلے گئے حضرت علی رضی اللہ عنہ اس وقت گھر پر نہ تھے بلکہ اپنا اونٹ لے کر ایک انصاری کے ہاں اس کے باغ میں اجرت پر آب پاشی کے لئے تشریف لے گئے تھے یہ تینوں اس باغ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیسے آنا ہوا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا آپ نیک خصائل میں دوسروں سے سبقت کئے ہوئے ہیں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ دار بھی ہیں ہم نشینی بھی دائمی نصیب ہے آپ کو خواستگاری فاطمہ سے کونسا امر مانع ہے میرا گمان ہے کہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ رشتہ آپ کے لئے رکھا ہوا ہے دوسروں کو اس سے منع کر دیا ہے حضرت علی نے ابوبکر کی یہ بات سنی تو آنکھوں میں آنسو آ گئے فرمانے لگے اے ابوبکر تم نے میرے غم کو تازہ کر دیا میرے سینے کی پوشیدہ آرزو کو ظاہر کر دیا کون شخص ہے جو اس خوارستگاری کے لئے خواہاں نہ ہو

لیکن تنگدستی کی وجہ سے میں اس چیز کے اظہار میں شرم محسوس کرتا ہوں ان تینوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کام کے لئے آمادہ کیا اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے کے لئے تیار ہو گئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اونٹ کھولا اور باغ سے گھر آ گئے اونٹ باندھ دیا اور پاپوش پہن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر چلے گئے۔ (جلاء العیون ۱۲۰)

اس واقعہ سے ثابت ہوا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خواستگاری کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سب سے پہلے مشورہ دیا جو ایک دوسرے کے حق کی خیرخواہی کی بین دلیل ہے اور یہ خیرخواہانہ مشورہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قبول فرمایا اور اس کارِ خیر کے لئے تیار ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر تشریف لے گئے یہ بھی باہمی اخلاص اور قدردانی کی علامت ہے کیونکہ دشمنوں کے مشورے لائق تسلیم نہیں ہوتے۔

حضرت صدیق اکبر اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم

نمبر ا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کاشانہ نبوی میں حاضری کے لئے آئے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے صدیق اکبر سے کہا پہلے آپ دروازہ پر دستک دیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا آپ آگے بڑھئے اس کے بعد جو دونوں کے درمیان مکالمہ ہوا وہ ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں ایسے شخص سے آگے نہیں بڑھ سکتا جس کے بارے میں رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے یہ فرماتے سنا کسی ایسے شخص پر سورج نہ طلوع ہوگا نہ غروب ہوگا جو میرے بعد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے افضل ہو۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں ایسے شخص سے آگے بڑھنے کی جرأت کیسے کرسکتا ہوں جس کے بارے میں رسول خدا نے فرمایا میں نے سب سے بہتر عورت کو سب سے بہتر شخص کے نکاح میں دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں ایسے شخص سے آگے کیسے بڑھوں جس کے بارے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی صَدْرِ اِبْرَاهِیْمَ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی صَدْرِ اَبِیْ بَکْرٍ۔

جو حضرت ابراہیم کے سینے کو دیکھنا چاہے وہ ابوبکر کے سینے کو دیکھ لے

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں بھلا آپ سے پہل کیسے کروں رسول گرامی کا یہ ارشاد سنا۔

جو شخص حضرت آدم علیہ السلام کا سینہ حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن و جمال حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نماز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زہد و تقویٰ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق عظیم دیکھنا چاہے وہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں ایسے شخص سے پیش قدمی نہیں کرسکتا جس کے بارے میں خدا کے حبیب نے فرمایا۔

جب میدان محشر میں لوگ جمع ہوں گے تو حق تعالیٰ کی طرف سے ایک منادی

ندا کرے گا اے ابوبکر تم اپنے محبوب کی معیت میں جنت میں داخل ہو جاؤ۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں ایسے شخص سے آگے نہیں بڑھ سکتا جس کے حق میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر اور حنین کے موقع پر جب آپ کی خدمت میں دودھ اور کھجور کا ہدیہ پیش کیا گیا تو فرمایا

یہ ہدیہ طالب وغالب کی طرف سے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے لئے ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں آپ سے کیونکر آگے بڑھوں جبکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے بارے میں فرمایا ابوبکر تم میری آنکھ ہو۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں ایسی شخصیت سے آگے کیسے ہو جاؤں جس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

روز قیامت علی رضی اللہ عنہ جنتی سواری پر آئیں گے تو کوئی ندا کرنے والا ندا کرے گا اے محمد دنیا میں آپ کے ایک بہترین باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے اور ایک بہترین بھائی حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں ایسی شخصیت پر فوقیت کیسے حاصل کر سکتا ہوں جس کی بابت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے روز قیامت رضوان جنت، جنت اور دوزخ کی چابیاں لے کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کرے گا اور کہے گا اے ابوبکر رب کریم آپ کو سلام فرماتا ہے اور حکم دیتا ہے کہ یہ جنت و دوزخ کی چابیاں ہیں اپنے

پاس رکھ لیں جسے چاہیں جنت میں بھیج دو، اور جسے چاہے دوزخ میں بھیج دو۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں ایسے شخص سے آگے نہیں بڑھ سکتا جس کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا۔

جبریل امین علیہ السلام نے مجھے آ کر بتایا کہ اللہ آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ میں تم سے اور علی سے محبت کرتا ہوں میں نے سجدہ شکر ادا کیا پھر کہا اللہ فرماتا ہے میں فاطمہ سے محبت کرتا ہوں میں نے پھر سجدہ شکر ادا کیا پھر کہا اللہ فرماتا ہے میں حسن وحسین سے محبت کرتا ہوں اس پر میں نے سجدہ شکر ادا کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں ایسے بزرگ سے کیسے آگے بڑھوں جس کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا۔

اگر روئے زمین کے تمام لوگوں کے ایمان کا ابوبکر کے ایمان کے ساتھ وزن کیا جائے تو ابوبکر کا ایمان سب سے وزنی ہوگا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں ایسے آدمی سے آگے کیسے بڑھوں جس کے بارے میں نبی کریم نے ارشاد فرمایا۔

قیامت کے دن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان کی اہلیہ اور اولاد اونٹوں پر سوار ہو کر آئیں گے تو لوگ کہیں گے یہ کون ہیں منادی کہے گا یہ اللہ تعالیٰ کے حبیب ہیں یہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں ایسی محترم شخصیت سے آگے کیسے بڑھوں جس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے

اہل محشر جنت کے آٹھوں دروازوں سے یہ آواز سنیں گے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جنت کے جس دروازے سے چاہو داخل ہو جاؤ۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں ایسے شخص سے آگے نہ بڑھوں گا جس کے حق میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ علی کا محل میرے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے محل کی درمیان ہوگا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں اس ہستی سے آگے نہ بڑھوں گا جس کے حق میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

آسمانوں کے فرشتے کروبیین روحانیین اور ملاء اعلیٰ روزانہ ابوبکر کا دیدار کرتے رہتے ہیں۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں ایسے شخص سے آگے نہیں بڑھ سکتا جس کی اولاد اور خود ان کے حق میں خدا نے فرمایا:

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسْكِيناً وَيَتِيماً وَأَسِيراً۔

وہ اللہ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں ایسے متقی سے کیونکر فائق ہو سکتا ہوں جس کے بارے میں خدا کا ارشاد ہے:

وَالَّذِیْ جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ۔

وہ جو سچ لے کر آیا اور جس نے اس سچائی کی تصدیق کی، یہی لوگ پرہیزگار ہیں۔

ان دونوں جلیل القدر شخصیات کا محبت بھرا مکالمہ جاری تھا کہ جبریل امین علیہ السلام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے اور عرض کی اللہ آپ کو سلام فرماتا ہے اور فرماتا ہے کہ ساتوں آسمانوں کے فرشتے اس وقت ابوبکر اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم کا دیدار کر رہے ہیں اور ان کی ادب واحترام سے لبریز گفتگو سن رہے ہیں اللہ نے ان کو رحمت ورضوان سے سرفراز فرمایا ہے آپ ثالث کی حیثیت سے باہر تشریف لائیں آپ نے آ کر دونوں کی پیشانی کو بوسہ دیا اور فرمایا خدا کی قسم اگر سارے سمندر سیاہی بن جائیں درخت قلمیں بن جائیں اور زمین وآسمان والے لکھنے بیٹھ جائیں پھر بھی تمہاری فضیلت اور اجر بیان کرنے سے عاجز رہ جائیں۔ (نور الابصار ٦)

نمبر۲:

ایک بار حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی آپ مسکرائے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مسکراہٹ کی وجہ دریافت فرمائی آپ نے فرمایا میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا علی کی تحریر کردہ راہداری کے بغیر کوئی شخص پل صراط سے گزرنے کا مجاز نہ ہوگا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا ابوبکر کیا میں آپ کو خوشخبری نہ سناؤں رسول خدا نے مجھ سے فرمایا اے علی یہ راہداری صرف اس کو لکھ کر دینا جسے صدیق اکبر سے محبت ہوگی۔ (الریاض النضرۃ ۱۸۴)

نمبر ۳:

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا وصال مغرب اور عشاء کے درمیان ہوا وصال کی خبر سنتے ہی حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت زبیر اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم پہنچ گئے جب نماز کے لئے جنازہ لایا گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ابوبکر نماز جنازہ آپ پڑھائیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ کی موجودگی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں آگے بڑھئے بخدا آپ کے علاوہ اور کوئی نماز جنازہ نہ پڑھائے گا چنانچہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی اور رات ہی کو آپ کی تدفین ہوئی۔

(طبقات ابن سعد ۸/۲۹، الریاض النضرۃ ۱/۱۵۶)

نمبر ۴:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کے ساتھ وعدہ کیا کہ تمہیں کھجوریں عنایت کرونگا آپ کا انتقال ہوگیا وہ شخص خلیفۃ المسلمین ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ وعدہ نبوی کے مطابق آپ مجھے کھجوریں دیں اس وقت آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا اس شخص کو وعدہ نبوی کے مطابق تین مٹھیاں بھر کر دے دو چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تین بار ہر دو مشت بھر کر اس کو دے دئے اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ ایک دفعہ ڈالی ہوئی ہر دو مشت کے کھجور کے دانے شمار کرو چنانچہ شمار کیا گیا تو وہ ساٹھ عدد ہوئیں اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے

فرمایا کہ رسول خدا ﷺ نے سچ فرمایا وہ اس طرح کہ ہجرت کی رات جو ہم مکہ سے نکلے اور مدینے کی طرف جارہے تھے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

یَا اَبَابَکْرٍ کَفِّیْ وَکَفُّ عَلِیٍّ فِی الْعَدْلِ سَوَاءٌ۔

اے ابوبکر میری اور علی کی ہتھیلی عدل میں برابر ہے۔

(۲/۲۱۷ الریاض النضرۃ)(۳۷/۵ تاریخ بغداد)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صدیق اکبر نبی کریم ﷺ کے وعدے پورے کرتے تھے اور نبوت کے وعدوں کا پورا کرنا آپ کا فرض منصبی تھا صدیق اکبر ہجرت کے وقت حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے اور خلافت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دوران امور خلافت سرانجام دینے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ شامل رہتے تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کو برحق سمجھتے تھے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ کے درمیان تعلقات خوشگوار تھے۔

نمبر ۵:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ عادت تھی کہ جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوتی تو سلام کہنے میں پہل کرتے ایک دن ملاقات ہوئی تو سلام کرنے میں تاخیر کی حتیٰ کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سلام کرنے میں پہل کی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی یا رسول اللہ ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ میرا معمول یہ ہے کہ وہ مجھ پر سلام کرنے میں پہل کرتے ہیں لیکن آج انہوں نے معمول کے خلاف کیا نہ جانے کیوں آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور خلاف معمول کرنے کی وجہ پوچھی انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ شب گزشت میں نے خواب میں دیکھا کہ جنت میں داخل ہوا ہوں اور اس میں ایک

عظیم محل دیکھا کہ اس جیسا محل جنت میں اور کوئی نہ تھا میں نے پوچھا یہ محل کس کا ہے کہا گیا یہ اس کے لئے ہے جو سلام میں پہل کرتا ہے تو میں نے چاہا کہ وہ محل صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لئے ہو اس لئے میں نے تاخیر کی اور انہوں نے سبقت کی یہ ہے رحماء بینھم کی تصویر۔ (۱۷۸ عمدۃ التحقیق)

نمبر ۶:

ابو المعتمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ دونوں بزرگ ستہ آدمیوں کے اس وفد میں شامل ہونگے جو روز قیامت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوکر اللہ کی بارگاہ میں پہنچے گا اور ان دونوں حضرات کو (عالم ارواح) میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا سے طلب کیا تھا لیکن یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوئے۔ (۳۶۶/۶ کنز العمال)

نمبر ۷:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو فرما رہے تھے اے ابوبکر آدم سے لے کر قیامت تک جو لوگ میرے ساتھ ایمان لائیں گے ان سب کا ثواب اللہ نے مجھ کو عطا کیا اور میری بعثت سے لے کر قیامت تک جو لوگ ایمان لائیں گے ان سب کا ثواب اللہ نے تجھے دے دیا۔

(تاریخ بغداد ۲۵۶/۴) (۱۶۷/۱ الریاض النضرۃ) (۳۱۸/۶ کنز العمال)

نمبر ۸:

حضرت عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بیمار

ہوئیں تو ان کے ہاں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور حاضر ہونے کی اجازت لی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا اے فاطمہ ابوبکر اندر آنے کی اجازت طلب کر رہے ہیں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا ان کا آنا آپ کو پسند ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اندر داخل ہوئے اور ان سے عذر امعذرت ذکر کی پس حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے راضی ہوگئیں۔ (طبقات ابن سعد ۸/۱۷) (۶/۳۰۱ سنن کبریٰ) (۱/۱۵۶ الریاض النضرۃ) (انسان العیون ۳/۳۹۹)

حضرت عمر اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما

تعریفی جملے: نمبر ۱:

لزال سے روایت ہے کہ ایک روز ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملے اس وقت آپ خوشی اور مسرت کی حالت میں تھے ہم نے عرض کی یا امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے متعلق کچھ بیان فرمائیں انہوں نے فرمایا:

ذَاكَ اِمْرَؤٌ سَمَّاهُ اللهِ الْفَارُوْقَ فَرَّقَ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ۔

یہ وہ بزرگ تھے جن کا نام اللہ نے فاروق رکھا یعنی حق اور باطل میں فرق کرنے والا (۱/۲۴۶ الریاض النضرۃ)

نمبر ۲:

حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک چادر اکثر اوقات استعمال کیا کرتے تھے آپ سے دریافت کیا گیا کہ کیا وجہ ہے آپ اس چادر کو اکثر استعمال کرتے ہیں فرمایا کہ:

اِنَّهٗ كَسَانِيْهِ خَلِيْلِيْ وَصَفِيَّتِيْ وَصِدِّيْقِيْ وَخَاصَّتِيْ عُمَرُ اِنَّ عُمَرَنَا صَحَّ اللهَ فَنَصَحَهٗ ثُمَّ بَكٰى۔

یہ میرے مخلص و مہربان خصوصی دوست عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے مجھے

پہنائی بے شک عمر اللہ کے دین کی خیر خواہی کرنے والے تھے پس اللہ نے انکی خیر خواہی کی پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ رونے لگے۔ (۱۲/۲۹ مصنف ابن ابی شیبہ)

نمبر ۳:

ابوبکر عبسی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ میں بھی صدقہ کے اونٹوں کے باڑے میں داخل ہوا (اور حضرت عثمان بھی پہنچے) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سایہ میں بیٹھ گئے اونٹوں کو ائف اور تعداد تحریر کرنی تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود جا کر اونٹوں کے پاس سخت گرمی میں کھڑے ہو گئے انہوں نے اپنے اوپر سیاہی مائل دو چادریں کی ہوئی تھیں ایک کی تہبند باندھ رکھی تھی اور دوسری چادر سے سر ڈھانپ رکھا تھا صدقہ کے اونٹوں کا شمار کر کے ان کے رنگ اور عمر بیان کرتے جاتے تھے ادھر حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو لکھواتے جاتے تھے (اسی دوران میں) میں نے سنا حضرت علی حضرت عثمان کو کہہ رہے تھے قرآن مجید میں ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی لڑکی نے اپنے باپ سے کہا تھا اس شخص (حضرت موسیٰ علیہ السلام) کو اجرت پر رکھ لیں جن کو آپ اجرت پر رکھیں گے ان میں سے یہ شخص قوی اور امین ہے یہ بات کرنے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جانب اشارہ کر کے کہا یہ شخص قوی بھی ہے اور امین بھی۔

(۲/۱۷۸ الریاض النضرۃ)

نمبر ۴:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ منبر نبوی اور قبر شریف کے درمیان بدری صحابہ کرام تشریف رکھا کرتے تھے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ ہوا تو انہوں نے ان حضرات کی

طرف آدمی بھیجا اور ان سے پوچھا کہ تمہیں قسم دے کر عمر کہتے ہیں تم ایسے واقعہ پر رضا مند ہو یا تمہاری رضا مندی سے ہوا ہے تو وہاں موجود تمام لوگ رونے لگے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمانے لگے ہرگز نہیں وَدِدْنَا اِنَّا زِدْنَا فِیْ عُمْرِہٖ مِنْ اَعْمَارِنَا۔

ہم تو دوست رکھتے ہیں کہ ہماری زندگیوں میں سے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو زندگی دے دی جائے۔(۱۹۹/۳ حلیۃ الاولیاء)(۵۱/۶ مصنف عبدالرزاق)

نمبر۵:

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد میں پہنچے دیکھا کہ روشنی کا انتظام ہے (لوگ نماز تراویح میں مشغول ہیں) قرآن مجید کی تلاوت ہو رہی ہے یہ منظر دیکھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمایا۔

نَوَّرَ اللّٰہُ عَلٰی قَبْرِہٖ کَمَا نَوَّرَ عَلَیْنَا مَسَاجِدَنَا۔

اللہ عمر کی قبر کو روشن فرمائے جس طرح انہوں نے ہماری مسجدوں کو روشن کر دیا۔ (۲۷/۱ الریاض النضرۃ)(۲۸۴/۴ کنز العمال)(ص تاریخ الخلفاء)(۵۷۶/۱۲ کنز العمال)۔

نمبر۶:

ابو مطہر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا وہ فرماتے تھے جب مجوسی غلام ابولولو نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا تو میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اس وقت رو رہے تھے میں نے کہا یا امیر المومنین آپ کو رونے کی وجہ کیا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میرے حق میں جو آسمانی فیصلہ ہے وہ

مجھے معلوم نہیں جنت میں جاؤنگا یا دوزخ میں اسی وجہ سے روتا ہوں میں نے کہا آپ کو جنت کی خوشخبری ہو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بے شمار دفعہ سنا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پختہ عمر کے جنتیوں کے سردار ہیں اور یہ بڑے عمدہ سردار ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے علی آپ بشارت کے گواہ ہیں میں نے کہا ہاں میں گواہ ہوں اور اپنے بیٹے حسن سے کہا تو بھی اس امر کی شہادت دے کہ بفرمان نبوی عمر اہل جنت سے ہیں۔ (کنز العمال ۱۲/۷۰۰)

مشورے ۷: نمبرا:

حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے مہاجرین دیگر بزرگوں کو جمع کر کے اسلامی تاریخ چلانے کی غرض سے مشورہ کیا بعض نے رائے دی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے تاریخ جاری کی جائے اور بعض نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے تاریخ شروع کی جائے اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیگر احباب کے ساتھ یہ مشورہ دیا کہ ہجرت نبوی کے روز سے تاریخ چلائی جائے اس لئے کہ یہ سفر مولد نبوی اور بعثت نبوی سے زیادہ مشہور ہے۔ اور ہر ایک شخص کو معلوم ہے بس اس آخری مشورہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پسند فرمایا اور اسی سال سے ہجرت نبوی سے اسلامی تاریخ جاری کرنے کا حکم جاری فرمایا۔ (البدایہ والنہایہ ۷/۷۴)

نمبر۲:

ابن وہرہ کہتا ہے کہ مجھے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا میں حضرت کے پاس پہنچا تو ان کے پاس حضرت عثمان عبدالرحمٰن بن عوف علی المرتضٰی طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم تشریف فرما تھے یہ حضرات مسجد نبوی میں تھے میں نے حاضر ہوکر کہا مجھے خالد بن ولید نے آپ کی خدمت

میں بھیجا ہے وہ سلام کہتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ لوگ شراب خوری میں منہمک ہو رہے ہیں اور موجودہ سزا کو معمولی سمجھتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ حضرات تیرے سامنے موجود ہیں ان سے دریافت کرلو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہماری رائے یہ ہے کہ انسان جس وقت شراب پیتا ہے تو بدمست ہو کر بکواس کرتا ہے بکواس بکنے کی حالت میں لوگوں پر بہتان تراشی کرتا ہے اور بہتان باندھنے کی سزا اسی کوڑے ہیں لہٰذا شراب خور کی سزا بھی اسی درے ہونی چاہئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شراب خوری کی سزا اسی درے مقرر فرما دی پھر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے یہی سزا دی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بعد میں شراب نوشی کی حد یہی مقرر فرما دی۔

(المستدرک ۴/۳۷۵)(مصنف عبدالرزاق ۷/۳۷۸)

نمبر ۳:

ایک شخص یعلیٰ نامی قاضی کی پاس آیا اور کہنے لگا کہ یہ آدمی میرے بھائی کا قاتل ہے قاضی یعلیٰ نے اس آدمی کو مدعی کے حوالے کر دیا مدعی نے اس آدمی پر تلوار سے وار کر کے اس کو کاٹ ڈالا اور خیال کیا کہ یہ آدمی اب قتل ہو گیا ہے اس کے آخری سانس تھے مجروح کو اس کے وارثوں نے اٹھا لیا علاج کیا وہ ٹھیک ہو گیا پھر مدعی نے قاضی کے پاس آ کر کہا کہ یہ میرے بھائی کا قاتل ہے قاضی نے کہا میں نے اس کو تیرے حوالے کر دیا تھا اس نے کہا وہ تو بچ گیا ہے قاضی نے اس کو بلا کر اس کے زخم شمار کئے ان پر شرعاً تاوان ادا کرنا لازم آتا تھا قاضی نے کہا یا تو اس کے زخموں کے عوض تاوان ادا کر کے اس کو قتل کر دے اور یا اس کو بالکل چھوڑ دے اس کے بعد وہ مدعی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور قاضی کی شکایت کی آپ نے مشورہ طلب کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قاضی یعلیٰ کے فیصلے کی

یلات دوہرائیں اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ دونوں بزرگوں
ے اس فیصلہ کو درست قرار دیا۔ (مصنف عبدالرزاق ۹/۴۳۲)

ر۴:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک عورت کا قصہ پیش ہوا جو شدت
س کی وجہ سے ایک چرواہے کے پاس گئی اس سے پانی طلب کیا اس نے پانی
ینے سے انکار کردیا مگر اس صورت میں کہ وہ عورت اس کو بدفعلی کرنے دے
تب پانی ملے گا) عورت نے مجبور ہوکر یہ فعل کرنے دیا اس مسئلے کے لئے
ضرت عمر نے صحابہ کرام سے مشورہ طلب کیا لوگوں نے مشورہ دیا کہ عورت کو رجم
یا جائے لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رائے یہ دی کہ یہ عورت مجبور ہے اس کو چھوڑ
یا جائے اس کو چھوڑ دیا گیا۔
(سنن سعید بن منصور) (مصنف عبدالرزاق ۴/۱۰۸) (سنن کبریٰ ۸/۲۳۶)

نمبر۵:

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں امیر المومنین کے ہاں مال آیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ
نے اہل اسلام کو یہ مال تقسیم کردیا اس مال سے کچھ بچ گیا اس بقیہ مال کے متعلق
صحابہ سے مشورہ طلب کیا بعض نے مشورہ دیا کہ وقتی ضرورت پیش آجاتی ہے اس
کے لئے آپ بقایا مال کو محفوظ کردیں تاحال حضرت علی رضی اللہ عنہ خاموش تھے امیر
مومنین نے فرمایا آپ کیوں خاموش ہیں کچھ بیان فرمایئے حضرت علی نے کہا یہ
تیز دوسرے حضرات نے بیان کردی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ بھی اپنی
رائے کا اظہار کریں اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیتے ہوئے فرمایا کہ
اموال کے مصارف کو اللہ نے بیان فرمادیا ہے پھر ایک بات یہ بھی ہے کہ ایک

مرتبہ حضور ﷺ کی خدمت میں بحرین کا مال آیا تھا پھر رات آ گئی تو اس تاخیر
وجہ سے نبی کریم ﷺ کے چہرہ پر پریشانی کے آثار نمایاں ہوئے پھر جب تک
تقسیم نہ ہوا حضور ﷺ کو چین نہ آیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ مال کو ض
تقسیم کر دیں پھر یہ مال حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں تقسیم ہوا حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کہ
ہیں مجھے بھی اس سے آٹھ سو درہم حصہ میں ملے۔ (۲۳۸/۱۰ مجمع الزوائد)

نمبر ۶:

۱۵ھ میں فتح بیت المقدس کے موقعہ پر حضرت ابو عبیدہ جراح رضی اللہ عنہ نے
بیت المقدس کا محاصرہ کر کے کفار کو تنگ کر دیا حتیٰ کہ وہ صلح کے لئے تیار ہو
اس شرط پر کہ خود امیر المومنین انکی طرف بیت المقدس پہنچیں یہ شرط حضر
ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے لکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ارسال کر دی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ا
معاملہ میں صحابہ سے مشورہ کیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی رائے یہ دی کہ آ
وہاں تشریف نہ لے جائیں اس میں کفار کی حقارت شرم سے انکی ناک خاک آ
ہوگی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ رائے دی کہ یا امیر المومنین آپ انکی طرف جائی
تاکہ اس محاصرہ کے حالت میں آپ کا تشریف لے جانا مسلمانوں کے معاملہ کو
کر دیگا آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے کی طرف میلان کیا اور حضرت عثما
کی رائے کی طرف توجہ نہ فرمائی اور لشکر لے کر ان کی طرف چل دیئے اور مدی
طیبہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر فرمایا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ اس کاروا
کے آگے مقدمۃ الجیش کے طور پر آگے چل رہے تھے۔ (۵۵/۷ البدایہ والنہایہ)

ان واقعات سے پتہ چلا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشیر
اور ہر آڑے وقت میں حضرت عمر ان رضی اللہ عنہ سے مشورہ لیتے اور ان کے قیم

وروں پر عمل کرتے تھے اور یہ بات اظہر من الشمس کہ مشکل وقت میں مشورہ
ص دوستوں سے لیا جاتا ہے ثابت ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت امیر المومنین
رضی اللہ عنہ کے مخلص اور سچے دوست تھے دونوں کے باہمی تعلقات خوشگوار تھے
نوں حضرات اسلام کی خدمت میں مخلص تھے۔

طیبات نمبرا:

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب شاہ ایران یزدگرد کی
ی مال غنیمت میں حضرت عمر کے پاس آئی تو مدینہ کی کنواری لڑکیاں اس کو دیکھنے
ئیں اور جب وہ مسجد میں داخل ہوئی تو مسجد اسکی روشنی سے چمکنے لگی حضرت عمر
نے اسکی طرف دیکھا تو اس نے کہا ہرمز کا برا ہو جسکی تدبیر سے ہمیں یہ کچھ دیکھنا پڑا
ضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کیا یہ مجھے گالی دیتی ہے اور اس کی سزا دینے کا ارداہ کیا تو
امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا آپ کو ایسا نہ کرنا چاہئے آپ اس کو اختیار
دے دیجئے کہ جس مسلمان کو چاہے پسند کرلے اور اس کو اسکے حصے میں سمجھ لیجئے تو
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو اختیار دے دیا اس نے جا کر امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر پر
ہاتھ رکھ دیا امیر المومنین نے پوچھا تیرا نام کیا ہے اس نے کہا جہاں شاہ امیر
المومنین نے فرمایا نہیں بلکہ شہر بانو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا اس سے تمہارا
ایک فرزند ہوگا جو تمام روئے زمین سے بہتر ہوگا چنانچہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ پیدا
ہوئے۔ (۲۹۶ اصول کافی)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ حضرت
عمر رضی اللہ عنہ کی بارگاہ خلافت میں باریاب رہتے تھے اور فتوحات عمر سے جو مال
غنیمت حاصل ہوتا تھا اس سے برابر حصہ لیتے تھے نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت

علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے شہزادے حسین سے اس قدر محبت تھے کہ آپ نے شا
خاندان کی پری جمال خاتون جوبیش قیمت زیورات پہنے ہوئے تھے حضرت اما
حسین رضی اللہ عنہ کا بخش دی نیز یہ بات بھی معلوم ہوئی حضرت علی رضی اللہ عنہ فارو
اعظم رضی اللہ عنہ کی خلافت کو برحق جانتے تھے اسی لئے یہ عطیہ قبول فرمایا ورنہ ایک کا
ومنافق کی فتوحات کا مال غنیمت ایک متقی اپنی ذات اور اولاد کے لئے لینا ہر گ
جائز نہیں سمجھتا۔

نمبر۲:

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بدری صحابہ کے لئے پانچ پانچ ہزار درہم
سالانہ وظیفہ مقرر کیا اور بدری صحابہ کے لڑکوں کے دو دو ہزار درہم مقرر کئے مگر امام
حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہم کے لیے ان کے والد علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مطابق پانچ پانچ
ہزار درہم سالانہ مقرر ہوئے اس لئے کہ عزیز ان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور آپ کے
قریبی رشتہ دار تھے اسی طرح حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا وظیفہ بھی پانچ ہزار درہم سالانہ
مقرر ہوا۔ (۳۲۹۶ طبقات ابن سعد)

اس سے بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے کہ امیر المومنین حضرت فاروق
اعظم رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد اور قریبی رشتہ داروں سے کتنی محبت تھی ان کے
ساتھ کس قدر عقیدت تھی انکی عظمت کے پیش نظر اور انکے شایان شان وظائف
مقرر کئے اور ہاشمی بزرگ ان کو جائز سمجھ کر وصول کرتے تھے وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو
خلیفہ برحق تصور کرتے تھے۔

نمبر۳:

۱۶ھ میں جب مدائن فتح ہوا وہاں سے کافی اشیاء ازقسم لباس زیورات

ور زیب وزینت کا سامان کثیر تعداد میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ارسال کیا مجاہدوں کو ان کا حصہ دے کر مزید چیزیں مدینہ بھیج دیں اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان چیزوں کو دیکھ کر فرمایا قوم نے امانت دار لوگوں کی طرف اس مال کو بھیجا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا آپ قوم کے ساتھ احتیاط کا معاملہ کرتے ہیں اس بنا پر رعیت بھی احتیاط کا برتاؤ کرتی ہے گر آپ غفلت کرتے تو آپکی رعیت بھی ایسا ہی کرتی پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان چیزوں کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس مال سے ایک بیش قیمت بچھونے کا ایک ٹکڑا ملا جس کو آپ نے بیس ہزار درہم میں فروخت کیا۔

(٦٧/٧ البدایہ والنہایہ)

ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان خزائن کو پیمانوں سے ماپ کر تقسیم کیا جائے یا دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں سے اندازہ کر کے دیا جائے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ ہاتھ کی ہتھیلی سے دینا کافی ہے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے امام حسن رضی اللہ عنہ کو بلا کر ہتھیلیوں سے ماپ کر دیا پھر حضرت امام حسین کو بلا کر ان کو بھی اسی طرح دیا پھر اور لوگوں کو بلا بلا کر دینا شروع کیا اور لوگوں کے ناموں کے اندراج کے لئے رجسٹر بنائے گئے اور ہر مہاجر کے لئے پانچ پانچ ہزار درہم مقرر کئے اور ہر انصاری کے لئے چار چار ہزار درہم مقرر کئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر زوجہ کے لئے بارہ ہزار درہم سالانہ وظیفہ مقرر ہوا۔ (١٠٠/١١ مصنف عبدالرزاق)

ان واقعات سے ہر باشعور مسلمان نتیجہ نکال سکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے روابط نہایت بہتر تھے یہ حضرات ایک دوسرے کے عطیات قبول کرتے تھے جو دوستانہ ماحول کے واضح نشانات تھے جو کسی تشریح

وتوضیع کے محتاج نہیں۔

نمبر ۴:

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں فتوحات ہونے پر باہر سے کپڑا آیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کی اولاد کو پوشاکیں عنایت کیں ان میں امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے شایان شان کوئی لباس نہ تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے علاقہ یمن کی طرف ایک آدمی بھیجا اور وہاں کے حاکم کو حکم دیا کہ دونوں صاحبزادوں کی شان کے لائق لباس تیار کر کے ارسال کیا جائے جب وہ لباس تیار ہو کر آیا اور دونوں شہزادوں نے زیب تن فرمایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اب میری طبیعت خوش ہوئی ہے۔

(۲/۲۸ الریاض النضرۃ)(۸/۲۰۷ البدایہ والنہایہ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو امامین کریمین سے محبت تام تھی وہ دونوں شہزادوں کی امتیازی شان کے قائل تھے۔

فیصلے نمبر ۱:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ شاہ روم کی طرف ایک قاصد روانہ کرنے لگے تو انکی بیوی ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے چند دیناروں کی خوشبو خرید کر دو شیشیاں بھریں اور قاصد کے ہاتھ شاہ روم کی بیوی کو تحفۃً ارسال کر دیں جب قاصد واپس آیا تو اس خوشبو کے عوض دونوں شیشیاں جواہرات سے پر شدہ لا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچا دیں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھر میں داخل ہوئے تو انکی زوجہ ام کلثوم جواہرات کو گود میں لئے بیٹھی تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یہ جواہرات تمہارے پاس کہاں سے آئے ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے تمام قصہ بیان کر دیا حضرت

عمر رضی اللہ عنہ نے جواہرات پر قبضہ کرلیا اور فرمایا کہ یہ تمام مسلمانوں کے ہیں ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے کہا وہ کس طرح یہ تو میرے ہدیہ کے عوض آئے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میرے اور تیرے درمیان جو تمہارا باپ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فیصلہ کردے وہ معتبر ہوگا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فیصلہ دیا اے ام کلثوم رضی اللہ عنہا اس تحفہ کی خریداری میں جتنے دینار خرچ ہوئے تھے ان جواہرات سے تو اتنی مقدار لے سکتی ہے باقی جواہرات مسلمانوں کے ہیں یعنی یہ بیت المال میں جائیں گے اس لئے ان کو عامۃ المسلمین کا قاصد اٹھا کرلایا ہے۔ (۲/۱۸۵ سنن سعید بن منصور)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں دوسرے یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس رشتہ داری پر راضی تھے ناراض نہ تھے نیز یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گھر میں آنا جانا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خانگی معاملات میں دلچسپی لیا کرتے تھے یہ واقعہ ان حضرات کی باہمی محبت اور خوشگوار تعلقات کا آئینہ دار تھے۔

نمبر۲:

حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا کا ایک خادم وغلام فوت ہوگیا (اس کے متروکہ مال) کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے درمیان تنازعہ ہوگیا اس مقدمہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عدالت میں لئے گئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے تھے یہ میری پھوپھی کا خادم اور غلام تھا اپنی پھوپھی کے حق میں عصبہ ہوں انکی دیت اور ضمانت ادا کرنا میرے ذمے ہے لہٰذا میں زیادہ حقدار ہوں اور زبیر کہتے تھے صفیہ میری ماں تھی یہ میری ماں کا خادم تھا اس غلام کا میں جائز وارث ہوں حضرت فاروق

اعظم رضی اللہ عنہ نے اس تنازعہ کا فیصلہ یہ دیا کہ صفیہ کا بیٹا زبیر اس مال کا زیادہ حقدار ہے۔ (۹/۳۵ مصنف عبدالرزاق)

اس سے معلوم ہوا کہ لوگوں کے قاضی حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قاضی حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس فیصلے کو دل جان سے قبول فرما کر ثابت کر دیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عدالت برحق تھی۔

شادی:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی سے انکی لڑکی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا رشتہ طلب کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے اپنی لڑکیاں اپنے بھائی جعفر کے بیٹوں کے لئے روک رکھی ہیں اس کے بعد پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ مجھ سے نکاح کر دیں میں اس رشتہ کی حسن معاشرت کو اس طرح نگاہ میں رکھوں گا کہ اور شخص ملحوظ نہ رکھ سکے گا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے نکاح کر دیا اس کے بعد حضرت عمر مہاجرین کی مجلس میں گئے وہاں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف زبیر طلحہ عثمان اور سعد اور حضرت علی یہ سب حضرات تشریف فرماتے حضرت عمر ان سے اپنے امور میں مشورہ کیا کرتے تھے حضرت عمر نے ان سے فرمایا مجھے مبارک باد دیجئے انہوں نے کہا کس بات کی حضرت عمر نے فرمایا حضرت علی کی لڑکی سے میرا نکاح ہوگیا ہے جسکا نام ام کلثوم ہے پھر نبی کریم کی حدیث سنائی آپ نے فرمایا۔

كُلُّ نَسَبٍ وَّسَبَبٍ مُنْقَطِعٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلَّا نَسَبِيْ وَسَبَبِيْ۔

ہر نسب وسبب قیام کے دن منقطع ہو گا یگا مگر میرا حسب ونسب مفید ہوگا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مصاحب وہم نشین تو

رہا ہوں اور میں پسند کرتا تھا کہ نسبی تعلق بھی قائم ہو جائے تو وہ اب حاصل ہو گیا ہے۔
(سنن سعید بن منصور) (۱۴۲/۳ المستدرک)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رضا مندی کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا ہے کوئی جبر و اکراہ نہیں ہوا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس نکاح کو سعادت مندی تصور کرتے ہوئے قبول کیا اور یہ رشتہ باہمی حسن تعلق کی بڑی مضبوط دلیل ہے ایسی واضح دلیل کے ہوتے ہوئے بھی ان حضرات کی باہم دشمنی و عداوت کا تصور قائم کرنا عدل و انصاف کے خلاف ہے۔

معاشرے میں یہ دستور چلا آتا ہے کہ خوشی اور غمی کے موقع پر دوست واحباب ایک دوسرے کو شریک حال کرتے ہیں اس دستور کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی تقریب نکاح اور شادی میں دیگر لوگوں کے ساتھ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو بھی مدعو کر کے شامل کیا اور انہوں نے اس دعوت کو منظور کر کے شمولیت فرمائی واقعہ یہ ہے کہ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عاتکہ بنت زید کے ساتھ شادی کی اور آپ نے ولیمہ کیا دوست واحباب کو مدعو کیا ان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی شامل دعوت کیا (خورد و نوش کے بعد) خوش طبعی کے طور پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا عاتکہ سے کلام کرنے کی اجازت ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں ٹھیک ہے

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خانگی پردے سے باہر رہتے ہوئے عاتکہ کو ان کے چند اشعار یاد دلائے (جو اس نے اپنے سابق خاوند عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی موت پر کہے تھے) ان میں سے ایک شعر کا مفہوم یہ تھا اے خاوند میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ میری آنکھ ہمیشہ غمناک رہے گی اور ہمیشہ جسم میرا غبار آلود رہے گا اس

یاد دہانی پر عاتکہ رونے لگی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب یہ سنا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کہا اے ابوالحسن عورتیں تو اسی طرح کرتی ہیں۔

(الاستیعاب ۴/۳۵۵)(اسد الغابہ ۵/۴۹۸)

حضرت عثمان اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما

نمبر۱:

نزال بن سبرہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ عثمان کے مقام کے بارے میں بیان فرمائیں تو آپ نے فرمایا:

ذَاكَ امْرَأٌ يُدْعٰى فِي الْمَلَاءِ الْاَعْلٰى ذَالنُّوْرَيْنِ كَانَ خَتَنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اِبْنَتَيْهِ۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ وہ شخص ہیں جن کو آسمان پر فرشتوں کی جماعت میں ذوالنورین کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے حضور علیہ السلام کے داماد ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے ان کے نکاح میں آئیں۔

(۱۳/۳۵ کنز العمال)

نمبر۲:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بعض آدمیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں سوال کیا آپ نے فرمایا:

(ا) وہ بہترین آدمی تھے چوتھے آسمان پر ان کا نام ذوالنورین ہے انکے نکاح میں یکے بعد دیگرے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں آئیں۔

(ب) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ایک مکان خرید کر مسجد میں اضافہ کردیگا اللہ

تعالیٰ اسکی مغفرت فرمادیگا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وہ مکان خرید کر مسجد میں ملادیا۔

(ج) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فلاں قبیلے کا باڑہ خرید کر عام مسلمانوں کے لئے وقف کریگا اس کے لئے مغفرت اور بخشش ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وہ باڑہ خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کردیا۔

(د) پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غزوہ تبوک کے لئے تیاری کا سامان جو پیش کریگا اللہ تعالیٰ اس کی بخشش فرمادے گا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سامان لشکر مہیا کردیا۔ (۱۳/۶۰ کنز العمال)

نور کی سرکار سے پایا دوشالہ نور کا
ہو مبارک تجھ کو ذوالنورین جوڑا نور کا

نمبر۳:

ایک دفعہ کوفہ میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہوکر خطبہ دیا فرمایا کہ اے لوگو! رات کو میں نے عجیب خواب دیکھا اللہ تعالیٰ عرش پر قائم ہے سردار عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے عرش کے ایک پائے کے قریب قیام فرما ہوئے پھر ابوبکر تشریف لائے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دوش مبارک پر ہاتھ رکھا پھر عمر آئے انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کندھے پر ہاتھ رکھا پھر عثمان آئے (بروایت دیگر) انہوں نے عمر کے کندھے پر ہاتھ رکھا عثمان سر بریدہ لئے ہوئے تھے اور آکر عرض کیا کہ یا اللہ اپنے بندوں سے پوچھ کہ کس بنا پر انہوں نے مجھے قتل کیا پھر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ آسمان سے زمین کی طرف دو پرنالے اترتے دکھائی دیئے۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے کہا آپ دیکھتے نہیں کہ حسن کیا بیان کررہے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو کچھ دیکھا ہے

وہی بیان کر رہے ہیں۔ (البدایہ والنہایہ ۲۹۴/ ۷)(مجمع الزاوئد ۹۶/ ۹)

نمبر ۴:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف متوجہ ہوکر فرمایا جاکر اپنی زرہ فروخت کردو اور دام میرے پاس لے آؤ تاکہ تمہارے اور فاطمہ کے لئے جو چیزیں ضروری ہیں انکی تیاری کی جائے حیدر کرار فرماتے ہیں میں نے زرہ اٹھائی اور بازار چلا گیا یہ زرع میں نے حضرت عثمان کے ہاتھ چارسو درہم میں فروخت کردی جب میں نے دام لئے عثمان نے زرہ اپنے قبضہ میں لے لی اس وقت عثمان نے مجھے کہا اب زرع کا میں آپ سے زاید حقدار ہوں اوران دراہم کے آپ مجھ سے زیادہ حقدار ہیں میں نے کہا بالکل ٹھیک ہیں اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا یہ زرہ میری طرف سے آپ کے لئے ہدیہ ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے زرہ اور دراہم دونوں چیزیں لے لیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کردیں اور سارا واقعہ آپکی خدمت میں بیان کردیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حق میں کلمات خیر فرمائے پھر ابوبکر کو بلاکر ان دراہم سے ایک مٹھی بھر کر عنایت فرمائی اور فرمایا کہ ان داموں کے عوض فاطمہ کے لئے ضروری اشیاء خرید کر لاؤ اور سلمان فارسی اور بلال کو ابوبکر کے ساتھ کردیا کہ خرید شدہ چیزوں کو اٹھا کر لانے میں ان کی مدد کریں ابوبکر کہتے ہیں آپ کے عطا کردہ دام تریسٹھ تھے ان سے ایک مصری بچھونا ایک چمڑے کا گدا ایک چمڑے کا بالین جو کچھ کھجور کی چھال سے بھرا ہوا تھا ایک خیبر کی چادر پانی کے لئے ایک مشکیزہ کوزے گھڑے وضو کے پانی کے لئے ایک برتن صوف کا ایک باریک کپڑا ابوبکر کہتے ہیں یہ سامان کچھ میں نے اٹھایا کچھ بلال اور کچھ سلمان

نے اٹھایا یہ سب چیزیں حضور کی خدمت میں پیش کردیں۔
(۲/۳ زرقانی) (کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ)

اس سے ثابت ہوا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے جو سامان جہیز خریدا گیا اسکی قیمت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بطور ہدیہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دی تھی جس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کے لئے دعائے خیر کی۔

نمبر ۵:

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ لوگوں کے تنازعات کے فیصلے کے لئے تشریف فرما ہوتے تو انکی خدمت میں فریقین حاضر ہوتے ایک سے فرماتے کہ جاؤ علی ابن ابی طالب کو بلاؤ اور دوسرں کو حکم دیتے کہ صحابہ کی ایک جماعت بمعہ طلحہ اور زبیر کو بلالاؤ اس کے بعد فریقین کو ارشاد فرماتے اب اپنے اپنے بیان پیش کرو بیانات کے بعد صحابہ کرام کی طرف متوجہ ہوتے کہ آپ حضرات کی اس مقدمہ کے بارے میں کیا رائے ہے اگر حضرت عثمان کی رائے ان حضرات کی رائے کے موافق ہوجاتی تو اسی وقت اسکا فیصلہ فرما کر اجرا کردیتے تھے اور اگر رائے میں اختلاف ہوتا تو بعد میں غور فکر کرتے پس دونوں فریق اس حال میں اٹھ کر جاتے کہ وہ اپنے فیصلے کے متعلق راضی ہوچکے ہوتے۔ (۱۰/۱۱۲ سنن کبریٰ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں معاملات کے فیصلے اور اجراء احکام کی ضرورت پیش آتی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان مواقع میں شامل رکھا جاتا تھا۔

نمبر ۶:

حصین بن سامان رضی اللہ عنہ نے کہا میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر

ہوا اس وقت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو پیش کیا گیا انہوں نے شراب نوشی کی تھی اس پر دو گواہوں نے شہادت دی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کہا اس پر حد قائم کی جائے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بھتیجے عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ ولید کو حد لگایئے عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے درے لگانے شروع کیے حضرت علی رضی اللہ عنہ ساتھ شمار کرتے گئے حتیٰ کے چالیس درے لگائے گےء پھر فرمایا ٹھہر جاؤ فرمانے لگے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس درے لگائے تھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے چالیس درے لگائے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کی ابتداء میں چالیس درے لگائے اور تمام عدد سنت کا طریقہ ہے اور یہ میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔

(۳۸۹/۱ مسند ابی یعلیٰ)

نمبر ۷:

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ ایک روز حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور کہنے لگے میں نے فلاں زمین اتنے میں خرید کی ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ وقت کے پاس جا کر مجھ پر پابندی لگوانا چاہتے ہیں تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا میں اس بیع میں تمہارے ساتھ شریک ہو جاتا ہوں اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے اور کہا کہ عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے فلاں چیز خریدی ہے آپ ان پر پابندی لگا دیجئے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بھی وہاں پہنچ گئے اور فرمایا اس خرید میں بھی شامل ہوں اس وقت حضرت عثمان نے فرمایا جس بیع میں زبیر جیسے بزرگ شریک ہو جائیں اس پر میں پابندی نہیں لگا سکتا۔ (۶۱/۸ سنن کبریٰ) (۲۶۷/۸ عبدالرزاق)

نمبر ۸:

ابو ملیح بن اسامہ کہتے ہیں کہ ایک عورت بہیمہ بنت شیبانیہ نے مجھ سے بیان کیا ایک غزوہ میں اس کا خاوند مفقود الخبر ہوگیا پتہ نہیں چلتا تھا کہ زندہ ہے یا فوت ہوگیا ہے وہ عورت چار برس تک انتظار کرتی رہی اس کے بعد اس نے دوسرا نکاح کرلیا اس کے بعد پہلا خاوند بھی آ گیا (تنازعہ رونما ہوا) فیصلہ کرانے کے لئے میرے دونوں خاوند حضرت عثمان غنی کی خدمت میں حاضر ہوئے ان ایام میں حضرت عثمان غنی باغیوں کے محاصرے میں تھے زوجین نے اپنا مسئلہ پیش کیا حضرت عثمان نے فرمایا ان حالات میں دریافت کرتے ہو انہوں نے معذرت کرتے ہوئے عرض کی یہ واقعہ پیش آ گیا ہے اس کا فیصلہ ضروری ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا پہلے خاوند کو دو صورتوں میں سے ایک اختیار کرنی چاہئے یا تو عورت کو اختیار کرلے یا اپنا مہر لے لے۔ کچھ دن گزرے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے اور (حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے) پھر میرے دونوں خاوند حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس کوفہ میں حاضر ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فیصلہ طلب کیا تو انہوں نے بھی فرمایا ان پریشان کن حالات میں پوچھتے ہو جواب میں دونوں نے عذرخواہی کرتے ہوئے فیصلہ کے لئے اصرار کیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا فیصلہ بھی سنایا تو اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرا وہی فیصلہ ہے جو حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) نے دیا ہے میری وہی رائے ہے جو عثمان (رضی اللہ عنہ) نے قائم کی ہے تو پہلے خاوند نے مہر لینا پسند کیا عورت کہتی ہے کہ مہر کی رقم چار ہزار درہم تھی مہر ادا کرنے میں میں نے اپنے خاوند کو دو ہزار دے کر اسکی مدد کی۔

(۸۸/ ۷ مصنف عبدالرزاق)

نمبر ۹:

۳۰ھ میں حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے خراسان کا علاقہ آمل اور مر فتح کیا اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ واپس مدینہ پہنچے اور حضرت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضری دی اس کے بعد اہل مدینہ کو عطیات دینے شروع کئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تین ہزار درہم بھجوائے جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس بات کا علم ہوا تو آپ نے عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تیرا برا ہو تو نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے یہ قلیل رقم ارسال کی ہے اس پر عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے کہا ایک شخص کو زیادہ دینے کو میں نے ناپسند کیا اور اس کے متعلق آپکی رائے بھی معلوم نہ تھی امیر المومنین نے فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو زیادہ دیجئے اس کے بعد عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے حصرت علی رضی اللہ عنہ کو بیس ہزار درہم ارسال کئے اسکے ساتھ دیگر اشیاء بھی بھجوائیں مسجد نبوی میں ایک حلقہ لگا ہوا تھا اس کے پاس حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے وہ لوگ قریش کے متعلق عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے ہدایا اور عطا کا باہم تذکرہ کرر ہے تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ قریشی جوانوں کے سردار ہیں ان کی بات مزاحمت کے قابل نہیں۔

(۳۳/۵ طبقات ابن سعد)

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ برحق جانتے تھے اور عثمانی عطیات کو جائز سمجھ کر قبول فرماتے تھے ورنہ آپ جیسے متقی کو یہ جائز نہ تھا کہ اگر عثمان غنی رضی اللہ عنہ پکے اور مخلص مومن نہ ہوتے تو ان کے عطیات کو قبول فرماتے۔

دوران محاصرہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور انکی اولاد کی خدمات

نمبر ا:

ابن رباح کہتے ہیں میری ملاقات حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے ہوئی محاصرہ کے دوران وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے ہم لوگ ان دونوں حضرات کی گفتگو سننے کے لئے ان کے ساتھ ہوئے سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا یاامیر المومنین آپ جو حکم دیں بجالاؤنگا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا اے بھتیجے اپنی جگہ تشریف رکھئے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم تقدیر پورا فرما دے مجھے دنیا کی کوئی حاجت نہیں یا فرمایا مجھے جنگ وجدال کی کوئی حاجت نہیں۔ (۴۴۷/۱۱ مصنف عبدالرزاق)

نمبر۲:

جن وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ محصور تھے اس وقت انکی نگرانی کرنے والوں میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ موجود تھے تلوار گلے میں ڈالے ہوئے تھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مکان میں موجود تھے ان حضرات میں عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر، حسن بن علی، حسین بن علی، مروان اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور ان کے خدام وغلام موجود تھے۔ اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان لوگوں کو نہ روکتے تو یہ باغیوں کو منع کرسکتے تھے لیکن آپ نے ان کو قسم دے کر کہا جس شخص پر میرا حق ہے وہ اپنا ہاتھ روک لے اور اپنے گھر روانہ ہوجائے حالانکہ اکابر صحابہ اور انکی اولاد کا ایک جم غفیر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاں موجود تھا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ جس نے اپنی تلوار میان میں کرلی وہ آزاد ہے۔ (۱۸۱/۷ البدریہ والنھایہ)

نمبر۴:

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ محصور کردئے گئے تو ان کو پینے کا پانی نہ ملا ان کی حویلی میں ایک فقیر اور قلاش آدمی مجبوری کی حالت میں اس سے پانی لیتے تھے یہ حالات دیکھ کر میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر کہا آپ کی پھوپھی زاد بہن کے بیٹے یعنی عثمان اس حالت میں محصور ہیں کیا آپ اس حال پر راضی ہیں پانی پینے کو نہیں مل رہا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا سبحان اللہ انہوں نے حالت یہاں تک پہنچادی ہے میں نے کہا بالکل اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پانی لانے والے جانوروں پر پانی ارسال کر کے پلانے کا انتظام کیا۔ (انساب الاشراف ۷۷/۵)

نمبر۵:

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ہاں باغی لوگ پانی نہیں پہنچنے دیتے تھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے مکان کی چھت پر چڑھ کر آواز دی کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ موجود ہیں حاضرین نے جواب دیا کہ موجود نہیں عثمان خاموش ہو کر نیچے چلے گئے کسی نے یہ بات علی تک پہنچادی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام قنبر کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا اور پیغام دیا کہ آپ نے مجھے بلایا ہے کیا ضرورت ہے فرمائیں عثمان نے کہا قوم مخالف نے ہمارا پانی روک رکھا ہے میرے فرزند اور دیگر عزیز پیاسے ہیں تشنگی غالب ہے اگر ہو سکے تو پانی بھجوا دیجئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے باغی قوم کو خطاب کرتے ہوئے کہا لوگو جو معاملہ کر رہے ہو نہ مومنوں کا طریق کار ہے نہ کافروں کا فارسی اور رومی قیدیوں کو قید میں کھانا دیتے ہیں پینے کو پانی دیتے ہیں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں ان کا پانی بند نہ کرو لیکن باغیوں نے

کار کر دیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تین مشکیں چند آدمیوں کے ہاتھ عثمان کی طرف روانہ کیں اور انہوں نے پانی پیا۔ (ناسخ التواریخ ۲/۵۳۱)

نمبر۶:

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قتل کر دیئے گئے تو انکی بیوی حضرت نائلہ رضی اللہ عنہا نے مکان کی چھت پر چڑھ کر کہا امیر المومنین قتل کر دیئے گئے ہیں لوگ ان کے گھر داخل ہوئے دیکھا کہ آپ کو ذبح کر دیا گیا ہے لوگوں کی عقلیں دنگ رہ گئیں اور انہوں نے استرجاع کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹوں سے فرمایا تم دونوں دروازے پر تھے تمہارے ہوتے ہوئے امیر المومنین کیسے قتل کر دیئے گئے پھر آپ نے امام حسن رضی اللہ عنہ کو ان کے منہ پر طمانچہ مارا اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے سینے پر مارا اور محمد بن طلحہ رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو سخت سست کہا اور بہت ناراض ہو کر گھر واپس چلے گئے۔ (۱۲۴ تاریخ الخلفاء)

ان واقعات سے معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سخت پیاس کی حالت میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کی اہل خانہ کے لئے پانی بھیجا اپنے بیٹوں کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حفاظت کے لئے مقرر فرمایا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حالات حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

خدا فرماتا ہے: اَمَّنۡ ھُوَ قَانِتٌ آنَاءَ الَّیۡلِ سَاجِداً وَّقَائِمًا۔

کیا وہ جس نے فرمانبرداری میں رات کی گھڑیاں گزاریں سجود اور قیام میں یہ آیت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی ہے آپ تہجد کی نماز پابندی سے ادا فرمایا کرتے تھے اس وقت سارے کام خود کرتے تھے کسی غلام کو بیدار نہ کرتے تھے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے کچھ فضائل وہ ہیں جن میں باقی تین خلفاء بھی شامل ہیں پہلے وہ بیان کئے جاتے ہیں۔

فضائل خلفاء راشدین

حدیث نمبر ۱:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَنَا مَدِیۡنَۃُ الۡعِلۡمِ وَاَبُوۡبَکۡرِ اَسَاسُھَا وَعُمَرُ حِیۡطَانُھَا وَعُثۡمَانُ سَقۡفُھَا وَعَلِیٌّ بَابُھَا۔

میں علم کا شہر ہوں اور ابوبکر اسکی بنیاد ہے اور عمر اسکی دیواریں ہیں اور عثمان اسکی چھت ہے اور حضرت علی اسکا دروازہ ہے۔ (فتاویٰ حدیثیہ ۱۹۲)

حدیث نمبر۲:

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عالی ہے۔

اَنَا مَدِیْنَةُ السَّخَاءِ وَاَبُوْبَکْرٍ بَابُهَا وَاَنَا مَدِیْنَةُ الشَّجَاعَةِ وَعُمَرُ بَابُهَا اَنَا مَدِیْنَةُ الْحَیَاءِ وَعُثْمَانُ بَابُهَا وَاَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُهَا۔

(۲/۱۹۳ نزہۃ المجالس)

میں سخاوت کا شہر ہوں ابوبکر اس کا دروازہ ہے میں بہادری کا شہر ہوں عمر اس کا دروازہ ہے میں شرم وحیاء کا شہر ہوں عثمان اس کا دروازہ ہے اور میں علم کا شہر ہوں علی اس کا دروازہ ہے۔

حدیث نمبر۳:

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مَنْ یَّعِشْ مِنْکُمْ بَعْدِیْ فَسَیَرٰی اخْتِلَافاً کَثِیْراً فَعَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ۔

میرے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد تم میں جو شخص زندہ رہے گا وہ بہت سے اختلافات دیکھے گا تم پر میری خلفائے راشدین کی سنت لازم ہے۔

(مشکوۃ ۳۰)

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے

صدیق عکس حسن کمال محمد است
فاروق ظل جاہ وجلال محمد است
عثمان ضیاء شمع جمال محمد است
حیدر بہار باغ خصال محمد است

ایمان ما اطاعت خلفائے راشدین
اسلام ما محبت آل محمد است

حدیث نمبر۴:

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَايَجْتَمِعُ حُبُّ هٰؤُلَآءِ الْاَرْبَعَةِ اِلَّا فِيْ قَلْبِ مُؤْمِنٍ اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ ایک اور جگہ فرمایا يُحِبُّهُمْ اَوْلِيَاءُ اللّٰهِ وَيُبْغِضُهُمْ اَعْدَاءُ اللّٰهِ۔

میرے چاروں خلفاء کی محبت مومن کے علاوہ کسی اور کے دل میں جمع نہیں ہوسکتی اور وہ ابوبکر عمر عثمان اور علی المرتضیٰ ہیں...... اور ان سے اللہ کے ولی محبت کرتے ہیں اور اللہ کے دشمن ان سے بغض رکھتے ہیں۔

حدیث نمبر۵:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَبُوْبَكْرٍ كَعَيْنَيَّ مِنْ رَّاْسِيْ وَعُمَرُ كَلِسَانِيْ وَعُثْمَانُ كَيَدِيْ وَعَلِيٌّ كَرُوْحِيْ مِنْ جَسَدِيْ۔

ابوبکر ایسے ہیں جیسے میرے سر کی دو آنکھیں اور عمر ایسے ہیں جیسے میری زبان اور عثمان ایسے ہیں جیسے میرا دست سخاوت اور علی ایسے ہیں جیسے میرے جسم کی روح۔ (۲/۱۹۳ نزہۃ المجالس)

ا: جس طرح آنکھ والے کو آنکھ سے زبان والے کو زبان سے ہاتھ والے کو ہاتھ سے اور روح والے کو روح سے محبت ہوتی ہے اسی طرح مجھے ان چاروں سے محبت ہے۔

ب: جس طرح کسی کی آنکھ زبان ہاتھ اور روح کو تکلیف پہنچانا بعینہ اس شخص

کو دکھ دینا ہے اسی طرح ان خلفاء کی شان میں گستاخی کرنا بعینہ میری شان میں گستاخی کرنا ہے۔

ج: جس طرح آنکھ کے ذریعے حق کو دیکھا جاتا ہے اور زبان کے ذریعے حق بات کہی جاتی ہے اور ہاتھ کے ذریعے راہ حق میں خرچ کیا جاتا ہے اور روح کے ذریعے تمام جسم اللہ کی عبادت میں مصروف رہتا ہے اسی طرح میرے چاروں خلفاء جب نظر کرتے ہیں تو انہیں حقائق ومعارف نظر آتے ہیں اور جب بولتے ہیں تو حقائق ومعارف بیان کرتے ہیں اور جب خرچ کرتے ہیں تو راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں اور میری امت کی مشینری انہیں کی تبلیغ کے سبب میری اطاعت اور خدا کی عبادت میں مصروف اور قیامت تک مصروف رہے گی۔

حدیث نمبر ٦:

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

حُبُّ اَبِیْ بَکْرٍ یُوْجِبُ الْغُفْرَانَ وَحُبُّ عُمَرَ یَمْحُوْالْعِصْیَانَ وَحُبُّ عُثْمَانَ یُقَوِّیْ الْاِیْمَانَ وَحُبُّ عَلِیٍّ یُخْمِدُالنِیْرَانَ۔

ابوبکر کی محبت سے مغفرت ہوجاتی ہے عمر کی محبت گناہوں کو ختم کردیتی ہے عثمان کی محبت ایمان کو قوی کرتی ہے اور علی کی محبت آگ کو بجھادیتی ہے۔

(۲/۳۴۶ مسند الفردوس)

حدیث نمبر ۷:

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ فَرَضَ عَلَیْکُمْ حُبَّ اَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِیٍّ کَمَا فَرَضَ عَلَیْکُمُ الصَّلٰوۃَ وَالصِّیَامَ وَالْحَجَّ وَالزَّکَاۃَ فَمَنْ اَبْغَضَ وَاحِدًا

مِنْهُمْ فَلَا صَلٰوةَ لَهٗ وَلَا صِيَامَ لَهٗ وَلَا حَجَّ لَهٗ وَلَا زَكَاةَ لَهٗ وَيُحْشَرُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ قَبْرِهٖ اِلَى النَّارِ۔ (۲/۱۰۱ مسند الفردوس)

بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر ابوبکر عمر عثمان اور علی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی محبت فرض فرمادی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے تم پر نماز روزہ حج اور زکوٰۃ فرض فرمائی جو ان چاروں میں سے ایک کے ساتھ بغض رکھے گا اسکی نماز روزہ حج اور زکوٰۃ قبول نہیں اور ایسا آدمی قیامت کے دن جب اپنی قبر سے اٹھے گا تو سیدھا جہنم میں داخل کر دیا جائیگا۔

حدیث نمبر ۸:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن ایک منادی عرش کے نیچے سے ندا کریگا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کہاں ہیں حضرت ابوبکر عمر عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کو لایا جائیگا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا جائیگا جنت کے دروازے پر کھڑے ہو جاؤ اور جس کو چاہو اللہ کی رحمت سے جنت میں داخل کردو اور جس کو چاہو اللہ کے علم کے مطابق جنت میں داخل نہ ہونے دو اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا جائیگا میزان کے پاس کھڑے ہو جاؤ جسکا نامہ اعمال چاہو اللہ کی رحمت سے بھاری کردو اور جس کا نامہ اعمال چاہوں اللہ کے علم کے مطابق ہلکا کردو پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دو حلے پہنائے جائیں گے ان سے کہا جائیگا ان کو پہن لو میں نے ان کو زمین و آسمان کی پیدائش کے وقت سے تمہارے لئے تیار کررکھا ہے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جنتی درخت کا ایک عصا دیا جائیگا اللہ فرمائے گا جس کو چاہو حوض کوثر سے روک دو۔

(۱/۴۶ الریاض النضرۃ)

حدیث نمبر۹:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَامِنْ نَبِیٍّ اِلَّا وَلَہٗ نَظِیْرٌ فِیْ اُمَّتِیْ فَاَبُوْبَکْرٍ نَظِیْرُ اِبْرَاھِیْمَ وَعُمَرُ نَظِیْرُ مُوْسٰی وَعُثْمَانَ نَظِیْرُ ھَارُوْنَ وَعَلِیُّ بِنِ اَبِیْ طَالِبٌ نَظِیْرِیْ۔

(۲۳۲۲ مسند الفردوس)(۴۳/۱ الریاض النضر ۃ)

ہر نبی کی نظیر میری امت میں موجود ہے ابوبکر رضی اللہ عنہ، ابراہیم علیہ السلام کی نظیر ہے عمر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نظیر ہے عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت ہارون علیہ السلام کی نظیر ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ میری نظیر ہے۔

حدیث نمبر۱۰:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے دنیا کی تین چیز پسند ہیں خوشبو عورتیں (ازواج مطہرات) اور نماز صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی مجھے دنیا کی تین چیزیں پسند ہین دیدار رسول، رسول پاک پر مال خرچ کرنا آپکی قرابت کا توسل فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کی مجھے دنیا کی تین چیزیں پسند ہیں بھوکوں کو کھلانا پیاسوں کو پانی پلانا اور ننگوں کو لباس پہنانا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے دنیا کی تین چیزیں پسند ہیں سلام بکثرت کرنا نماز تہجد پڑھنا بھوکوں کی خبر گیری کرنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے دنیا کی تین چیزیں پسند ہیں گرمی کا روزہ مہمان نوازی اور جہاد فی سبیل اللہ تلك عشرۃ کاملۃ۔ (۵۲/۱ الریاض النضر ۃ)

اصحاب ثلاثہ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن اپنی حاجت کے لئے مدینہ کے باغون میں سے ایک باغ کی طرف تشریف لے گئے میں بھی آپ کے پیچھے ہولیا جب آپ باغ میں داخل ہوئے تو اس کے دروازے پر بیٹھ گیا اور میں نے کہا آج میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دربان بن کر بیٹھوں گا حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ارشاد نہ فرمایا تھا حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور اپنی حاجت پوری فرمائی اور کنویں کی منڈیر پر بیٹھ گئے اور اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اٹھالیا اور پاؤں کنویں میں لٹکا کر تشریف فرما ہوگئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے۔اور اجازت طلب کی میں نے کہا ٹھہرو میں آپ کے لئے اجازت لے لوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر اجازت مانگ رہے ہیں فرمایا اسے اجازت دے دو اور ان کو جنت کی بشارت دے دو وہ آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں جانب پنڈلیاں ننگی کر کے پاؤں کنویں میں لٹکا کر بیٹھ گئے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اور اجازت طلب کی میں نے کہا ٹھہرو میں آپ کے لئے اجازت لے لوں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لی آپ نے فرمایا ان کو اجازت دے دو اور جنت کی بشارت دے دو وہ بھی آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں جانب اپنی پنڈلیاں ننگی کرکے پاؤں کنویں میں لٹکا کر بیٹھ گئے وہ جگہ پر ہوگئی مزید کسی کے بیٹھنے کی گنجائش باقی نہ رہی پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے میں نے کہا ٹھہرو میں آپ کے لئے اجازت لے لوں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اجازت دے دو اوران کو جنت کی بشارت دے دو لیکن مصیبت کے بعد جوان کو پہنچے گی آپ تشریف لائے جگہ نہ

ہونے کی بنا پر ان کے قریب نہ بیٹھے ان حضرات کے سامنے اپنی پنڈلیاں ننگی کر کے کنویں میں پاؤں لٹکا کر بیٹھ گئے۔ (١٦٨ الادب المفرد)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ:

(١) کہ کنویں سے اشارۃ قبور کی طرف ہے کہ پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوگا اور آپکی قبر بنے گی بعد میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قبر بنے گی پھر بعد میں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی قبر بنے گی اور ان کے بعد عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی قبر بنے گی لیکن ان کے قریب نہیں بلکہ ہٹ کر یہی وجہ ہے کہ آپ کی قبر جنت البقیع میں ہے۔

(٢) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جس ترتیب سے یہ تینوں حضرت تشریف لائے یہ اشارہ تھا انکی ترتیب خلافت کی طرف۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور خدمت اسلام

غزوہ تبوک میں امداد:

حدیث نمبرا:

حضرت عبدالرحمٰن بن خباب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ آپ جیش عسرت یعنی غزوہ تبوک کے لئے لوگوں کو جوش دلا رہے تھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سو اونٹ مع جھولوں اور کجاووں کے خدا کی راہ میں پیش کرونگا اس کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر سامان لشکر کی طرف لوگوں کی توجہ مبذول کرائی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو سو اونٹ مع ضروری سامان کے خدا کی راہ میں پیش کرونگا اس کے بعد نبی کریم نے پھر لوگوں کی توجہ

سامان کی فراہمی کی طرف مبذول کرائی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پھر کھڑے ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین سو اونٹ مع ضروری سامان کے راہ خدا میں پیش کرونگا پھر رسول پاک منبر سے اترے اور فرماتے تھے ماعلی عثمان ماعمل بعد ھذہ آج کے بعد عثمان جو عمل کریگا وہ اس کو نقصان نہ دیگا یہ بات آپ نی دو مرتبہ ارشاد فرمائی۔ (۲۵۲/۳ مشکوٰۃ)

حدیث نمبر۲:

حضرت عبدالرحمٰن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جیش عسرت کی تیاری کے زمانے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایک ہزار دینار اپنے کرتے کی آستین میں بھر کر لائے اور ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں ڈالدیا میں نے دیکھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ان دیناروں کو اپنی گود میں الٹ پلٹ کر دیکھتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے ماضر عثمان ماعمل بعد الیوم آج کے بعد عثمان جو بھی عمل کریں گے وہ ان کو نقصان نہ دے گا۔

جب آپ نے غزوہ تبوک میں لشکر اسلام کے لئے متذکرہ سامان اونٹ اور دینار دیئے تو خدا تعالیٰ نے آپ کے حق میں یہ آیت نازل فرمائی خدا فرماتا ہے۔

مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ کَمَثَلِ حَبَّۃٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ کُلِّ سُنْبُلَۃٍ مِائَۃُ حَبَّۃٍ وَاللّٰہُ یُضَاعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ۔

ان کی مثال جو اللہ کی راہ میں اپنے مال خرچ کرتے ہین اس دانے کی طرح ہے جس نے سات بالیں اگائیں ہر بال میں سو دانے اور اللہ اس سے بھی زیادہ بڑھائے جس کے لئے چاہے اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

ان متذکرہ دونوں احادیث میں ہے کہ آج کے بعد عثمان غنی کوئی عمل

نقصان نہ دے گا اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان گناہ کرتا ہے نفس امارہ کی بنا پر اور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ میں نے عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا نفس امارہ ختم کر کے اس کو نفس مطمئنہ بنا دیا ہے لہٰذا عثمان کے دل میں کبھی گناہ کا خیال بھی پیدا نہ ہوگا اس لئے نہ وہ گناہ کرے گا اور نہ اس کو نقصان ہوگا۔

قرآن کی خدمت

حدیث نمبر ۳:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آرمینیہ اور آذربائیجان کی فتح کے موقع پر شامی اور عراقی دونوں ملکر معرکہ آرائی میں شریک تھے حضرت حذیفہ بھی وہاں موجود تھے انہوں نے قرآن کی قرأت کے بارے میں مسلمانوں کا اختلاف دیکھا تو گھبرا گئے اس وقت آپ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا امیر المومنین یہودیوں کی طرح اور عیسائیوں کی طرح مسلمان بھی کتاب اللہ میں اختلاف کا شکار ہونے والے ہیں انکی خبر لیجئے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس آدمی بھیج کر وہ صحائف منگوائے جوان کے پاس امانتاً رکھے تھے اور فرمایا ان سے نقلیں لے کر ہم وہ صحائف تمہیں واپس کر دیں گے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے زید بن ثابت عبداللہ بن زبیر سعید بن العاص رضی اللہ عنہ اور عبدالرحمٰن بن حارث رضی اللہ عنہ کو ان کی نقل پر مقرر کیا اور تینوں قرشی بزرگوں سے کہا جہاں کہیں قرآن کے تلفظ میں تمہارے اور زید بن ثابت کے درمیان اختلاف پیدا ہو جائے وہاں اس لفظ کو خاص قریش کی زبان میں لکھنا کیونکہ انہیں کی زبان میں قرآن نازل ہوا ہے چنانچہ قریشیوں کی اس جماعت نے ملکر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حکم کی تعمیل کی اور جب وہ نقل کر چکے تو حضرت

عثمان رضی اللہ عنہ نے وہ صحائف بدستور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو واپس کردئے اور اپنے لکھوائے ہوئے تمام ممالک کو ارسال کردئے اور حکم دیا کہ جو تمہارے پاس پہلے صحائف موجود ہیں ان کو ختم کر کے ہمارے صحائف کو رائج کیا جائے۔

(۱۴۹/۱ الاتقان)(۹۲/۱ مسند ابی یعلیٰ)

بئر رومہ:

جب مہاجرین ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے آئے تو مدینہ کا پانی ان کو راس نہ آیا مدینہ میں ایک کنواں تھا جو بنی غفار کے ایک آدمی کی ملکیت میں تھا اس کنویں کا نام بئر رومہ تھا اور وہ ایک مشکیزہ ایک مد کے بدلے فروخت کرتا تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا اس کو جنتی چشمے کے بدلے میں میرے ہاتھ فروخت کردو اس نے عرض کی میرے اہل وعیال کی گزر اوقات اسی پر ہے میں اس کو فروخت نہیں کرسکتا یہ بات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو پہنچی انہوں نے اس آدمی سے یہ کنویں ۳۵ ہزار درہم میں خرید لیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اَتَجْعَلُ لِیْ مِثْلَ الَّذِیْ جَعَلْتَ لَہٗ عَیْناً فِی الْجَنَّۃِ اِنِ اشْتَرَیْتُھَا قَالَ نَعَمْ

کیا جس طرح آپ اس شخص کو چشمہ بہشتی عطا فرماتے تھے اگر میں یہ چشمہ خرید لوں تو آپ مجھے بھی عطا فرمائیں گے فرمایا ہاں عرض کی میں نے بئر رومہ خرید کرلیا ہے اور مسلمانوں پر وقف کردیا۔

(۴۱/۲ طبرانی کبیر)(۱۲۲/۲ الریاض النضرۃ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جنت کا چشمہ مانگا کیونکہ انکا عقیدہ تھا خدا تعالیٰ نے حضور کو جنت اور اسکی نعمتوں

کا مالک بنایا ہے آپ جنت کی نعمتیں جس کو چاہتے ہین عطا فرما دیتے ہیں اور یہی عقیدہ ہم اہلسنت و جماعت کا ہے لہٰذا ہمارا عقیدہ وہی ہے جو نبی کریم ﷺ کے صحابی کا عقیدہ ہے اور صحابی کا عقیدہ غلط ہو نہیں سکتا لہٰذا ہمارا عقیدہ بھی سچا ہے۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ بئر رومہ ایک یہودی کی ملکیت میں تھا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس سے سودہ کیا اس نے فروخت کرنے سے انکار کر دیا آپ نے فرمایا مجھے آدھا کنواں دے دو وہ مان گیا آپ نے آدھا کنوان بارہ ہزار درہم میں خرید لیا اب ایک دن وہ یہودی پانی فروخت کرتا ہے اور دوسرا دن آتا ہے تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اعلان فرما دیتے ہیں مسلمانوں جتنا چاہو پانی لے جاؤ کوئی قیمت نہ لی جائیگی مسلمان اتنا پانی لے جاتے کہ ان کو دوسرے دن پانی کی ضرورت محسوس نہ ہوتی دوسرے دن یہودی ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہتا کوئی پانی لینے نہ آتا اس نے عثمان غنی سے کہا دوسرا آدھا بھی خرید لو آپ نے دوسرا آدھا آٹھ ہزار درہم میں خرید کر لیا۔ (۱۲۲/۳ الریاض النضرۃ)

فراہمی اشیائے خورد و نوش:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ چار دن رسول اللہ ﷺ کے گھر والوں پر بے آب و دانہ گزر گئے یہاں تک کہ ہمارے بچے بھوک سے رونے لگے رسول خدا ﷺ آئے اور پوچھا اے عائشہ میرے بعد تم کو کچھ ملا میں نے کہا خدا آپ کے ہاتھ سے نہ دلائے تو مجھ کو کہاں سے مل سکتا ہے آپ نے وضو کیا اور تسبیح کرتے ہوئے نکل گئے کبھی یہاں نماز پڑھتے اور کبھی وہاں اور خدا سے دعا کرتے وہ کہتی ہے کہ تیسرے پہر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے اندر آنے کی اجازت چاہی میں نے چاہا کہ ان کو منع کر دوں پھر میں نے کہا

وہ مالدار صحابہ میں سے ہیں شاید خدا نے ان کو اس واسطے بھیجا ہو کہ ان کے ذریعے نفع پہنچائے اور میں نے اجازت دے دی انہوں نے پوچھا اے ماں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں میں نے کہا میرے بیٹے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں نے چار دن سے کچھ نہیں کھایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پریشان آئے اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سوال اور اپنا جواب بیان کیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ رو پڑے اور کہا برا ہو دنیا کا پھر کہا ام المومنین آپ کو زیب نہیں دیتا کہ آپ پر یہ مصیبت نازل ہو اور تم مجھ سے یا عبدالرحمن یا ثابت بن قیس وغیرہ مالداروں سے ذکر نہ کرو پھر وہ چلے گئے اور آٹا گندم خرما اونٹوں پر لدوائے اور کھال اتری ہوئی بکری اور تین سو درہم ایک تھیلی میں بند کر کے بھجوادیے اور کہا تم کھاؤ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے رکھ چھوڑو یہاں تک کہ وہ آجائیں پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مجھ کو قسم یاد لائی کہ جب کبھی ضرورت پیش آئے مجھ کو خبر کرنا عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور پوچھا میرے بعد تم کو کچھ ملا میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ جانتے ہیں آپ خدا سے دعا کرنے گئے تھے اور خدا آپ کی دعا رد نہیں کرتا آپ نے پوچھا کیا ملا میں نے کہا اتنے اونٹ آٹا اور اتنے گندم اور اتنے خرمے کے اور تین سو درہم کی ایک تھیلی اور ایک کھال اتری بکری اور بہت سی روٹیاں اور بھنا ہوا گوشت آپ نے پوچھا کس سے میں نے کہا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا عثمان روئے اور دنیا کو برا بھلا کہا اور مجھ کو قسم دلائی کہ جب کبھی ایسی حالت پیش آئے تو ان کو ضرور خبر کروں آپ کھڑے ہوئے اور مسجد کو چلے گئے اور ہاتھ اٹھا کر دعا کی اے خدا میں عثمان سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہو جا۔

(۱۳/۴۷ کنز العمال) (۲/۴۳۹ ازالۃ الخلفاء) (۹/۹۲ مجمع الزوائد)

ط میں اہل مدینہ کی امداد:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک سال حضرت
بکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں قحط پڑ گیا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا صبح ہوتے ہی
ہماری تکلیف دور ہو جائیگی جب صبح ہوئی تو ایک شخص نے خبر دی کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ
کے ایک ہزار اونٹ گندم اور غلے سے لدے ہوئے آئے ہیں تاجر لوگ حضرت
عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دروازے پر پہنچے اور دروازہ کھٹکھٹایا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ
ایک ایسی چادر اوڑھے جس کے دونوں کنارے کندھوں پر ڈالے تھے آئے اور
پوچھا کیا چاہتے ہو ان لوگوں نے کہا ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپ کے ایک ہزار
اونٹ غلہ سے بھرے آئے ہیں آپ ہمارے ہاتھ فروخت کر دیں تاکہ مدینہ کے
غریب لوگوں پر کشادگی کر دیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا اندر آجاؤ وہ
لوگ اندر چلے گئے اتنے میں ہزار اونٹ کا غلہ آپ کے گھر میں گرایا گیا آپ نے
فرمایا تم لوگ شام کی خرید پر کتنا نفع دو گے تاجروں نے کہا دس کے بارہ آپ نے
فرمایا اور لوگ زیادہ دیتے ہیں تاجروں نے کہا ہم دس کے چودہ دیتے ہیں آپ
نے فرمایا مجھے اس سے زیادہ ملتے ہیں انہوں نے کہا ہم دس کے پندرہ دیتے ہیں
آپ نے فرمایا مجھے اس سے زیادہ ملتے ہیں انہوں نے کہا وہ زیادہ دینے والا کون
ہے مدینہ کے تاجر تو ہم ہیں آپ نے فرمایا مجھے ایک درہم کے بدلے دس ملتے
ہیں آپ نے فرمایا اے مدینہ کے تاجروں گواہ ہو جاؤ یہ غلہ میں مدینہ کے غریبوں
پر صدقہ کرتا ہوں۔ (۲/۴۴۰ ازالۃ الخلفاء)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں رات کو سویا ہوا تھا مجھے
خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی کہ آپ ایک خچر پر سوار ہیں اور آپ

نے نور کا حلہ پہنا ہوا ہے ہاتھ میں نور کی چھڑی ہے نعلین مبارک کے تسمے نور ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدت سے آپکی ملاقات کا مشتاق تھا آ نے فرمایا مجھے جلدی ہے عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ایک ہزار اونٹ غلہ کا صدقہ کیا ہے اللہ تعالیٰ نے قبول کرلیا ہے اور جنت میں اسکی شادی کا انتظام کیا اور مجھے عثمان شادی میں شریک ہونا ہے۔ (۲/۱۴۶ الریاض النضرۃ)

فضائل حضرت عثمان رضی اللہ عنہ :

نمبرا:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا حضرت عثمان غنی کو اس حال میں لایا جائیگا کہ ان کے زخموں سے خون بہہ رہا ہوگا خون کا رنگ سرخ ہوگا لیکن خوشبو کستوری کی ہوگی اور ان کو نور کے دو حلے پہنائے جائیں گے اور ان کے لئے پلصراط کے نزدیک منبر بچھا جائیگا اور لوگ ان کے چہرے کے نور کی روشنی میں پلصراط کو پار کریں گے لیکن ان کے دشمن کو کوئی حصہ نہ ملے گا۔ (۲/۱۴۸ الریاض النضرۃ)

نمبر۲:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

يَشْفَعُ عُثْمَانُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي سَبْعِيْنَ اَلْفاً عِنْدَ الْمِيْزَانِ مِنْ اُمَّتِيْ مِمَّنْ اسْتَوْجَبُوْ النَّارَ۔

قیامت کے روز حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میزان کے قریب میری امت کے

ے ستر ہزار آدمیوں کی شفاعت کریگا جن پر جہنم واجب ہو چکی ہوگی۔
(۲/۱۴۲ الریاض النضرۃ)

نمبر۳:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اٹھو ان غنی رضی اللہ عنہ کی بیمار پرسی کے لئے چلیں ہم نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا وہ رہیں فرمایا ہاں ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑے ہوئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مر آئے ہم نے اجازت طلب کی اجازت ملنے پر اندر داخل ہوئے دیکھا کہ ضرت عثمان رضی اللہ عنہ منہ کے بل لیٹے ہوئے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عثمان کیا بات نہیں اٹھاتے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اللہ سے حیا آتی ہے فرمایا یہ کیوں رض کی مجھے خوف ہے کہ کہیں خدا مجھ سے ناراض نہ ہو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے رمایا کیا تو نے بئر رومہ مسلمانوں پر وقف نہیں کیا تو نے جیش عسرت کی مدد نہیں کی مجھ سے فرشتے حیا نہیں کرتے کیا تو نے مسجد میں توسیع نہیں کی کیا تو نے خدا کی رضا کے لئے خرچ نہیں کیا یہ جبریل خدا کی طرف سے خبر دے رہے ہیں کہ تم اہل آسمان کے نور ہو اہل زمین اور جنت کے چراغ ہو۔ (۲/۱۴۴ الریاض النضرۃ)

نمبر۴:

حضرت سہم بن خنیس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت موجود تھے آپ کے قتل کے دن جب شام ہوئی تو ہمارے دلوں میں خیال آیا اگر ہم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو دفن نہ کیا تو ان کو ان کے دشمن مثلہ کردیں گے ہم نے رات کے وقت ان کا جنازہ اٹھایا اور جنت البقیع کی طرف لے کر چلے اتنے میں ہم نے اپنے پیچھے ایک سیاہی دیکھی ہم خوفزدہ ہوئے یہاں

تک کہ ہم نے ارادہ کیا کہ ہم منتشر ہو جائیں اتنے میں آواز آئی ڈرو نہیں جنازے میں شریک ہونے کے لئے آئے ہیں ابن خثیم نے کہا یہ فرشتے ہیں۔
(۱۳۴/۲ الریاض النضر

نمبر ۵:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد حرام میں توسیع فرمانی چاہی آپ نے ایک آدمی سے فرمایا اپنا مکان میرے ہاتھ فروخت کر دو میں مسجد حرام میں توسیع کر دوں میں تیری جنت کا ضامن ہوں اس آدمی نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سوا میرا کوئی مکان نہیں ہے میرا اور میری اولاد کا کوئی ٹھکانا نہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا میرے ہاتھ یہ مکان فروخت کر دو میں مسجد حرام میں توسیع کر دوں تیرے لئے جنت کا ضامن ہوں اس آدمی نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اس کی حاجت نہیں یہ بات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو پہنچی وہ آدمی زمانہ جاہلیت میں آپ کا دوست تھا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس سے بات چیت کی یہاں تک کہ آپ نے وہ مکان اس آدمی سے دس ہزار دینار میں خرید لیا پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ فلاں آدمی سے مکان لے کر مسجد میں توسیع کرنا چاہتے ہیں اور آپ نے اس سے فرمایا ہے کہ میں تری جنت کا ضامن ہوں اب وہ مکان میرا ہے کیا آپ جنت کے مکان کے عوض مجھ سے لینا چاہتے ہیں فرمایا ہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی سے مکان لے لیا اور جنت میں آپ کے لئے مکان کی ضمانت دی اور مسلمانوں کو اس پر گواہ بنالیا۔
(۱۲۵/۲ الریاض النضرۃ)

جب مسجد نبوی نمازیوں پر تنگ ہوگئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون ہے

جو بنی فلاں کا باڑہ خرید کر مسجد میں توسیع کر دے خدا تعالیٰ اس کو بخش دے گا ایک روایت میں ہے کہ خدا تعالیٰ اس کو اس سے بہتر جگہ جنت میں عطا فرمائیگا حضرت عثمان نے وہ باڑہ خرید کی مسجد نبوی میں توسیع کر دی۔ (۲/۱۲۲ الریاض النضرۃ)

نمبر ۶:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان غنی سے ملے اور ان کو غمگین پایا پوچھا اے عثمان تیرا کیا حال ہے حضرت عثمان نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں میرے برابر اور کس کو مصیبت پہنچی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کا انتقال ہو گیا ہے اور میرے اور آپکے درمیان دامادی کا رشتہ منقطع ہو گیا ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عثمان تم یہ کہہ رہے ہو اور جبریل میرے پاس خدا کی طرف سے یہ حکم لائے ہیں کہ رقیہ کی بہن ام کلثوم کا عقد حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے مہر اور عدت پر آپ کے ساتھ کر دوں پھر آپ نے ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ کر دیا۔

نور کی سرکار سے پایا دوشالہ نور کا
ہو مبارک تجھ کو ذوالنورین جوڑا نور کا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے آپ سے پوچھا کہ میرا شوہر بہتر ہے یا فاطمہ رضی اللہ عنہا کا آپ نے کچھ دیر خاموشی اختیار فرمائی اس کے بعد فرمایا تمہارا شوہر ان میں سے ہے جو خدا اور رسول کو دوست رکھتے ہیں اور خدا اور رسول ان کو دوست رکھتے ہیں وہ چلی گئیں آپ نے فرمایا یہاں آؤ میں نے کیا کہا انہوں نے کہا آپ نے میرے شوہر کے حق میں فرمایا کہ وہ ان لوگوں میں سے ہے جو خدا

اور رسول کو دوست رکھتے ہیں اور خدا اور رسول ان کو دوست رکھتے ہیں آپ نے فرمایا ہاں اور تم سے اس سے زیادہ بیان کرتا ہوں کہ میں جنت میں داخل ہوا اور عثمان کے مکان کو دیکھا اپنے صحابہ میں سے کسی کو ایسا نہیں دیکھا کہ اس کا مکان ان کے مکان سے بلند ہو اور یہ بلوے پر صبر کا ثواب ہے۔

(۲/۴۵۴ طبرانی اوسط)

نمبر ۷ (۱):

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پنڈلیاں ننگی کر کے اپنے گھر میں تشریف فرما تھے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آئے آپ نے ان کو بلالیا اور اسی طرح لیٹے رہے پھر عمر نے اجازت چاہی آپ نے ان کو بلالیا اور اسی طرح لیٹے رہے پھر عثمان نے اجازت طلب کی آپ اٹھ کر بیٹھ گئے اور کپڑوں کو درست فرمالیا پھر جب یہ لوگ چلے گئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا ابوبکر آئے آپ نے جنبش نہ کی اسی طرح لیٹے رہے عمر آئے تو آپ نے حرکت نہ کی اور لیٹے رہے پھر جب عثمان آئے تو آپ اٹھ کر بیٹھ گئے اور کپڑوں کو درست فرمالیا آپ نے فرمایا:

اَلَا اَسْتَحْيِیْ مِنْ رَّجُلٍ تَسْتَحْيِیْ مِنْهُ الْمَلَائِكَةُ۔

کیا اس آدمی سے حیا نہ کروں جس سے اللہ کے فرشتے حیا کرتے ہیں۔
اگر میں اسی حالت میں رہتا تو وہ شرم وحیا سے واپس چلا جاتا اور جو اس نے کہنا تھا وہ نہ کہتا۔ (۳/۲۵۱ مشکوٰۃ)

۷ ب:

ایک لطیف نکتہ بیعت رضوان کے حوالے سے قابل ذکر ہے خدا تعالیٰ

نے قرآن کے جمع کرنے کا آخری کام متعدد صحابہ کرام کے موجود ہونے کے باوجود حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں لیا اس کی وضاحت صلح حدیبیہ کے واقعے سے ہوتی ہے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ سو صحابہ کے ساتھ حدیبیہ میں پڑاؤ ڈالا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اہل مکہ کی طرف سفیر بنا کر بھیجا مگر ہوا یہ کہ مخالفین اسلام نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کیے جانے کی افواہ اڑادی جب یہ خبر مسلمانوں تک پہنچی تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ سے بیعت لی جسے بیعت رضوان کہا جاتا ہے خدا فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ۔

بے شک جولوگ آپ سے بیعت کررہے ہیں یقیناً وہ اللہ سے بیعت کررہے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کو خدا تعالیٰ نے اپنا ہاتھ قرار دیا اور آپ کی بیعت کو اپنی بیعت قرار دیا جب تمام صحابہ بیعت کر چکے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللھم ان عثمان فی حاجة الله وحاجة رسوله اے اللہ عثمان تیرے اور تیرے رسول کے کام گیا ہوا ہے پھر آپ نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر رکھا اور اپنے ہاتھ کو عثمان کا ہاتھ قرار دیا اور ان کے لئے بیعت لی دوسروں لوگوں کے ہاتھ سے اچھی تھی۔ (۱۸۶/۴ ابن کثیر)

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ:

(۱) کفار مشرکین کے قتل عثمان کے غلط پراپیگنڈے نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو مغالطے میں مبتلا نہیں کیا تھا اگر آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مقتول سمجھ بیٹھے ہوتے تو خود انکی طرف سے بیعت نہ لیتے کیونکہ بیعت لینا تو زندہ افراد ہی کے لئے ہوتا ہے شہید ہونے کے بعد بیعت لینے کا جواز کوئی نہ تھا۔

(ب) اگر اسلامی فوج کا کوئی سفیر مارا جائے یا اس کے قتل کئے جانے کی اطلاع مل جائے تو ملت اسلامیہ کو اس کے انتقال کے لئے تیار ہوجانا چاہئے کیونکہ سفیر کے لئے ایسا اقدام حکومت کے خلاف جارحیت تصور ہوتی ہے یہی مقصد تھا بیعت رضوان کا لیکن تحقیق قبل کاراوئی درست نہیں۔

(ج) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا جبکہ یداللہ فوق ایدیھم کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کو خدا نے اپنا ہاتھ قرار دیا گویا بالواسط عثمان کے ہاتھ کو اللہ تعالیٰ اپنا ہاتھ قرار دے رہا ہے اسی ہاتھ سے قرآن کا جمع ہونا انجام پانا تھا نتیجہ یہ نکلا کہ قرآن عثمان نے جو جمع کیا تھا تو درحقیقت یہ خدا کے ہاتھ نے جمع کیا تھا۔

نمبر ۸:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرا رہے تھے آپ فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے کس کا حساب ہوگا قیامت کے دن فرمایا سب سے پہلے مجھے حساب کے لے پیش کیا جائیگا میں تھوڑی دیر خدا کی بارگاہ میں کھڑا ہونگا پھر حکم ہوگا دائیں طرف سے جنت میں چلے جاؤ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا پھر کون حساب کے لئے پیش کیا جائیگا فرمایا ابوبکر الصدیق وہ بھی تھوڑی دیر کھڑے رہیں گے پھر حکم ہوگا دائیں طرف سے ہوکر داخل جنت ہوجاؤ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا اس کے بعد کس کا حساب کے لئے بلالیا جائیگا فرمایا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو ان کو تھوڑی دیر خدا کی بارگاہ میں کھڑا کیا جائیگا فرمایا اے علی پھر تجھے بلالیا جائیگا عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عثمان کہاں گئے فرمایا عثمان بڑا حیا والا ہے میں نے خدا کی بارگاہ میں سفارش کی

کہ ان کو حساب کے لئے کھڑا نہ کیا جائے خدا نے میری شفاعت قبول فرمالی۔ (۲۳۵/۱۳ کنز العمال)

ڈر دوزخ دا بدکاروں نوں چاہ جنت نیکاں کاراں نوں
جہڑا زکف تری دا قیدی ایہہ اوہ جنت دوزخ کی جانے

نمبر ۹:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہر جمعہ ایک غلام آزاد کرتے اگر ایک جمعہ ناغہ ہوجاتا تو دوسرے جمعہ دو غلام آزاد کردیتے جب سے اسلام قبول کیا یہی وطیرہ رہا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے۔

مَنِ اعْتَقَ رَقَبَةً مُسْلِماً اَعْتَقَ اللّٰہُ بِکُلِّ عُضْوٍ مِنْہُ عُضْواً مِنَ النَّارِ۔

جس نے کسی مسلمان غلام کو آزاد کیا اس کو اللہ دوزخ سے آزاد کردیتا ہے۔ (۱۴۵/۲ الریاض النضرۃ)

نمبر ۱۰:

حضرت جابر عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھے ابوبکر عمر عثمان علی طلحہ زبیر عبدالرحمٰن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین یہ سب مہاجرین موجود تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر شخص اپنے کفو کی طرف کھڑا ہوجائے اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان کی طرف کھڑے ہوئے اور آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنے سینے سے لگایا اور جس بندہ مومن کا جسم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کے ساتھ لگ جائے اس پر دوزخ کی آگ حرام ہوجاتی ہے۔ (۱۴۴/۲ الریاض النضرۃ)

حرام اس پہ ہو جائے نار جہنم
جسے اپنے سینے لگائے محمد ﷺ

نمبر ۱۱:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حبشہ کی طرف سب سے پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ہجرت کی آپ کے ساتھ رسول خدا کی بیٹی تھیں رسول خدا ﷺ کو انکی خبر ملنے میں دیر ہوئی آپ کو خبر ملنے کا سخت انتظار تھا قریش میں حبشہ کی ایک عورت آئی آپ نے اس سے حال پوچھا اس نے کہا دونوں کو دیکھا ہے رسول خدا ﷺ نے پوچھا کس حال میں دیکھا ہے اس نے کہا میں نے اس حال میں دیکھا ہے کہ عورت سوار تھی اور مرد سواری ہانک رہا تھا حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا خدا انؓ کے ساتھ رہے عثمان پہلے شخص ہیں جنہوں نے حضرت لوط علیہ السلام کے بعد ہجرت کی۔ (۲/۴۳۴ ازالۃ الخلفاء)

دوسری ہجرت آپ نے مدینہ کی طرف کی ہے پس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی یہ عظیم فضیلت ہے کہ انہوں نے خدا کے رستے دو ہجرتیں فرمائی ہیں جیسے کہ خود نبی کریم ﷺ نے دو ہجرتیں فرمائی ہیں ایک ہجرت معراج کی رات مسجد اقصیٰ دوسری ہجرت مدینہ طیبہ کی طرف۔

نمبر ۱۲:

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو زخمی کر دیا گیا تو آپ نے فرمایا چھ آدمیوں میں سے کسی ایک کو خلیفہ بنالو کیونکہ جب نبی کریم ﷺ کی وفات ہوئی تو آپ ان سب سے راضی تھے اور وہ ہیں حضرت عثمان ، حضرت علی ، حضرت زبیر ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ، حضرت طلحہ بن ابی وقاص اور حضرت سعد بن ابی وقاص

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دفن سے فارغ ہوئے تو اہل شوریٰ جمع ہوئے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا اس امر کو اپنے میں سے تین آدمیوں میں دائر کردو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے اپنی طرف سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کردیا طلحہ نے کہا میں نے عثمان کو کردیا سعد نے کہا میں نے اپنی طرف سے عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو کردیا عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا تم دونوں میں سے کون خلافت سے دست برادر ہوتا ہے تاکہ خلیفہ کا مقرر کرنا اس کے اختیار میں دے دیا جائے تاکہ جو افضل ہو اس کو خلیفہ بنا دے عثمان اور علی خاموش ہو گئے عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا میں خلافت سے دست بردار ہوتا ہوں پس کیا تم اس بات کو منظور کرتے ہو کہ تم میں افضل کو خلیفہ مقرر کردوں دونوں نے اس کو منظور کیا عبدالرحمٰن نے علی کا ہاتھ پکڑ کر کہا تم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ دار ہو سابقین الی الاسلام میں سے ہو خدا کو تم پر گواہ کر کے عہد لیتا ہوں کہ اگر میں تم کو امیر بنادوں تو عدل کرو گے اور اگر عثمان کو امیر بنادوں تو ان کی اطاعت کرو گے پھر عثمان کا ہاتھ پکڑ کر ان سے بھی عہد لیا جب عہد لے چکے تو کہا اے عثمان ہاتھ اٹھاؤ اور انکی بیعت کی پھر علی اور تمام مسلمانوں نے بیعت کی۔ (۲/۴۳۳ ازالۃ الخلفاء)

نمبر۱۳:

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اول رات سے طلوع فجر تک دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی کہ الٰہی میں عثمان سے راضی ہوں تو بھی راضی ہوجا۔ (۷/۲۱۲ البدایہ والنہایہ)

اعتراضات

حضرت عثمان بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مصری حج کرنے آیا اس نے ایک جگہ ایک جماعت کو بیٹھے دیکھ کر پوچھا یہ کون لوگ ہیں لوگوں نے کہا یہ قریش ہیں اس نے پوچھا ان کا شیخ کون ہے لوگوں نے کہا عبداللہ بن عمر اس نے ابن عمر کی طرف متوجہ ہو کر کہا اے ابن عمر میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں تم اس کا جواب دو کیا تم کو معلوم ہے کہ عثمان احد کی جنگ میں بھاگ گئے تھے ابن عمر نے کہا ہاں ایسا ہوا تھا پھر اس نے پوچھا کہ تم کو خبر ہے کہ عثمان غزوہ بدر میں غائب تھے اور جنگ بدر میں شریک نہ تھے ابن عمر نے کہا ہاں وہ غزوہ بدر میں شریک نہ تھے پھر اس شخص نے پوچھا تمہیں معلوم ہے کہ بیعت رضوان میں بھی شامل نہ تھے ابن عمر نے کہا ہاں وہ بیعت رضوان میں شامل نہ تھے۔ اس شخص نے ان تینوں باتوں کی تصدیق سن کر کہا اللہ اکبر ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ادھر آ میں تجھے حقیقت حال سے آگاہ کردوں۔ اُحد کے دن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا بھاگ جانا سو اس کی حقیقت یہ ہے خدا تعالیٰ نے ان کے اس قصور کو معاف کر دیا ہے خدا فرماتا ہے نقد عفا اللہ عنھم تحقیق اللہ نے ان کو معاف فرما دیا اور بدر سے عثمان کے غائب ہونے کا سبب یہ تھا کہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیوی اس زمانے میں بیمار تھیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو رقیہ رضی اللہ عنہا کی خبر گیری کے لئے چھوڑا تھا اور فرمایا تھا عثمان تمہیں بدر میں شریک ہونے والے کا ثواب ملے گا اور مال غنیمت میں بھی ایک شخص کا حصہ ملے گا اب رہا بیعت رضوان سے عثمان کا غائب ہونا اسکی وجہ یہ ہے کہ اگر مکہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے زیادہ کوئی ہر دلعزیز ہوتا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس کو مکہ روانہ فرماتے

لیکن چونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے زیادہ باعزت مکہ والوں کی نظر میں اور کوئی نہ تھا اس لئے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مکہ روانہ فرمایا تا کہ وہ کفار مکہ سے آپ کی جانب سے بات کریں چنانچہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ مکہ چلے گئے اور انکی عدم موجودگی میں بیعت رضوان کا واقعہ پیش آیا اور بیعت رضوان کے وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ اٹھا کر کہا یہ عثمان کا ہاتھ ہے پھر اس کو اپنے دوسرے ہاتھ پر رکھ کر فرمایا یہ عثمان کی بیعت ہے اس کے بعد عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ بیان تیرے سوالوں اور اعتراضات کا جواب ہے اس بیان کو لے جا۔ (۵۵۵،۳ مشکوٰۃ)

اعتراض:

مخالفین کی طرف سے یہ اعتراض ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مروان کے باپ حکم بن ابی العاص کو مدینے سے نکالدیا لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں ان کو مدینہ پھر بلالیا۔

جواب:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مدینہ سے اس لئے نکال دیا تھا کہ وہ منافقین کے ساتھ مراسم رکھتا تھا اور کفار کی طرف معاونت کا ہاتھ بڑھاتا تھا اور یوں مسلمانوں میں فتنہ انگریزی کا سبب بنتا تھا جب پیغمبر اسلام کی وفات کے بعد شیخین کی خلافت میں کفر ومنافقت کا قلع قمع ہوا کہ مدینہ میں نام ونشان نہ رہا اور یہ قاعدہ طے شدہ ہے کہ جب کوئی حکم کسی علت سے مفید ہوتا ہے تو علت کے اٹھ جانے سے وہ حکم بھی اٹھ جاتا ہے اسی لئے حکم کے اخراج کا حکم بھی اٹھ گیا اور شیخین نے اس کا مدینہ میں آنا اس لئے گوارانہ فرمایا کہ ابھی فتنہ کا احتمال باقی تھا حکم بنی امیہ سے تھا اور شیخین تمیم سے آپ کو خوف تھا کہ عداوت جاہلیت کی وجہ

سے مبادا رگ حمیت جوش میں آئے اور یہ مسلمانوں میں چوہے دوڑانے لگے جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو انہوں نے اپنے چچا حکم کو مدینہ بلالیا اور صلہ رحمی فرمائی کیونکہ اب حکم بوڑھا ہو چکا تھا اور اس سے شرارت کا خدشہ نہ رہا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے بھی پوچھا گیا کہ آپ نے حکم کو مدینہ کیسے بلالیا آپ نے اس کا شافی جواب دیا فرمایا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مرض وفات میں آپ سے مدینہ میں بلانے کی اجازت حاصل کر چکا تھا جب ابوبکر خلیفہ ہوئے میں نے ان سے بات کہ انہوں نے اجازت کے بارے میں مجھ سے دوسرا گواہ مانگا چونکہ میرے پاس گواہ نہ تھا اس لئے میں خاموش رہا اس طرح عمر کے پاس گیا کہ شاید مجھ تنہا کا قول مان لیں انہوں نے بھی ابوبکر کی طرح سے دوسرا گواہ طلب کیا تو پھر میں خاموش ہو گیا جب میں خود خلیفہ ہوا تو میں نے اپنے علم یقینی پر عمل کیا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اس مقولہ کا شاہد اہل سنت کی کتابوں میں موجود ہے مشکوٰۃ میں حدیث موجود ہے کہ رسول خدا نے ایک روز فرمایا کاش میرے پاس ایک صالح آدمی آتا کہ اس سے ہمکلام ہوتا ازواج مطہرات اور دوسرے خدام خانہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر کو بلائیں فرمایا نہیں پھر عرض کیا عمر کو بلائیں فرمایا نہیں پھر عرض کی علی کو بلایا فرمایا نہیں پھر عرض کیا عثمان کو بلائیں فرمایا ہاں جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے تو تنہائی میں ان سے سرگوشی فرمائی ہو سکتا ہے کہ اس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حکم کے مدینہ بلانے کی اجازت حاصل کر لی ہو۔ (۴۸۶ تحفہ اثنا عشریہ)

حرب العبادلہ:

یہ ایک مشہور جنگ ہے جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی دور خلافت میں لڑی

گئی ہے اس کا ذکر نہایت دلچسپ ہے اس جنگ کو حرب العبادلہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ لشکر کے قلب میں عبداللہ بن سعد بن ابی سرخ میمنہ پر عبداللہ بن عمر میسرہ پر عبداللہ بن زبیر اور مقدمہ پر عبداللہ بن عباس تھا چونکہ چار عبداللہ نامی حضرات اس میں شامل تھے اس لئے اس جنگ کو حرب العبادلہ کہا جاتا ہے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو مصر کی ولایت پر مقرر کیا اور ان سے وعدہ کیا کہ جو فتوحات تمہیں ہونگی انکا خمس تمہیں بطور انعام دیا جائیگا اس وقت افریقہ کا حاکم قیصر روم کی طرف سے جرجیر نامی ایک شخص تھا اسکی حکومت طرابلس سے طنجہ تک تھی فرعونیت کے خیال میں ایک لاکھ بیس ہزار کا لشکر تیار کیا ادھر امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اشراف صحابہ پر ایک لشکر تیار کیا جس میں عبداللہ بن عباس عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جیسے بزرگ شامل تھے یہ لشکر مدینہ سے روانہ ہوا ادھر مصر میں حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح نے بھی مجاہدین مصر کا ایک لشکر تیار کیا دونوں لشکر ملک کر افریقہ کی طرف روانہ ہوئے چالیس دن تک فریقین میں جنگ ہوتی رہی صبح سے دوپہر تک مصروف کارزار رہتے اسکے بعد اپنے اپنے لشکر گاہ میں واپس آجاتے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مسافت کا لحاظ کر کے تیسرا لشکر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں روانہ کیا یہ لوگ تیزی سے مسافت طے کر کے مقام قتال میں پہنچ گئے ان کے پہنچے سے چالیس روز پہلے لڑائی شروع ہو چکی تھی مسلمانوں نے ان کو دیکھ کر خوشی سے اللہ اکبر کے نعرے لگائے اور بہت خوش ہوئے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کو لشکر میں نہ دیکھا دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ جرجیر نے اعلان کر دیا ہے جو شخص عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کا سر لائے گا اس کو ایک لاکھ دینار اور اپنی بیٹی اس کے عقد میں دے دوں گا اس وجہ سے ان پر یہ خوف طاری ہو گیا ہے اور وہ پوشیدہ ہو گئے ہیں

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا تم بھی اپنی لشکر میں منادی کر دو کہ جو جرجیر کا سر میرے سامنے لائے گا اس کو ایک لاکھ دینار اور جرجیر کی لڑکی اس کے حوالے کر دی جائے گی جب جرجیر نے یہ الٹا اعلان سنا تو اس کے صبر میں تغیر ہوا اس کے بعد وہ اپنے لشکر کے پیچھے معرکے سے دور کھڑا رہتا پھر حضرت عبداللہ زبیر رضی اللہ عنہ کے مشورے سے ایک جماعت کو مکمل مسلح کر کے خیموں میں بٹھا دیا اور باقی لوگ کارزار میں مشغول رہے اور حد سے زیادہ لڑائی میں کوشش کی دوپہر کو بھی نہ چھوڑا تا کہ دشمن اپنے خیموں میں آرام نہ کر پائیں شام کو دونوں فریق تھکے ماندے اپنے خیموں میں واپس ہوئے وہ جماعت جو خیمے میں موجود تھی دشمن پر غفلت میں ٹوٹ پڑی اور ان کو کامل شکست دی جرجیر ابن زبیر کے ہاتھ سے مارا گیا اور اس کے قتل کا واقعہ یہ ہے کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ جرجیر ایک خچر پر سوار لشکر کے پیچھے کھڑا ہے اور دو لڑکیاں موز کے پروں سے اس پر سایہ کئے ہوئے ہیں آپ نے کہا اے عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ چند بہادر سپاہی میری پشت پر کر دو انہوں نے کر دیئے دشمن کی صفوں کو چیرتے ہوئے آگے نکلے دشمن سمجھا شاید جرجیر تک کوئی پیغام لے جا رہے ہیں اس لئے انہوں نے رستہ دے دیا جب یہ جرجیر کے قریب ہوئے اس کو خطرہ محسوس ہوا اور وہ اپنے خچر کو دوڑا کر بھاگا لیکن عبداللہ زبیر رضی اللہ عنہ نے اس کو اپنے نیزے کا نشانہ بنا کر واصل جہنم کر دیا بعد میں اس کا سر نیزہ پر لے کر بلند کر دیا اس منظر کو دیکھ کر کافر سر پر پاؤں رکھ کر بھاگنے لگے مسلمانوں کو فتح ہوئی بہت سامان غنیمت ہاتھ لگا تھوڑے دنوں بعد ان کفار کا پایہ تخت بھی فتح ہو گیا جرجیر کی لڑکی اور ایک لاکھ دینار حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو ملے۔

(ازالۃ الخفاء ۴۵۴/۲، البدایہ والنہایہ ۱۵۲/۷)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

حضور تھے تو میں ان سے ملنے گیا تا کہ سلام کر آؤں جب ان کے ہاں پہنچا تو انہوں نے کہا مرحبا یا اخی آج رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کھڑکی میں دیکھا آپ نے فرمایا اے عثمان تیرا محاصرہ کرلیا گیا ہے میں نے عرض کی ہاں فرمایا کیا تجھے پیاسا رکھا میں نے عرض کی ہاں آپ نے پانی کا ڈول دیا میں نے پانی پیا حتیٰ کہ میں سیر ہو گیا پانی کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں محسوس کی پھر آپ نے مجھے فرمایا:

اِنْ شِئْتَ نُصِرْتَ عَلَيْهِمْ وَاِنْ شِئْتَ اَفْطَرْتَ عِنْدَنَا فَاخْتَرْتُ اَنْ اُفْطِرَ عِنْدَهٗ فَقُتِلَ ذَالِكَ الْيَوْمَ ۔ (البدایہ والنہایہ ۱۸۲/ ۷)

اگر تو چاہے تو ان باغیوں پر تری مدد کی جائے اور اگر تو چاہے تو تو آج کا روزہ ہمارے ہاں افطار کر لے میں نے اس بات کو پسند کیا میں روزہ آپ کے ہاں افطار کروں چنانچہ اسی دن آپ شہید کر دیئے گئے۔

اس حدیث سے پتہ چلا کہ عالم برزخ میں رہ کر اللہ کا نبی اپنی امت کی مدد کر سکتا ہے نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ کے برگزیدہ بندوں سے مدد مانگنی جائز ہے شرک نہیں اگر یہ شرک ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیشکش نہ فرماتے آپ کا مدد کی پیشکش کرنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ خدا کے مقبول بندوں سے مدد لینا جائز ہے چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ۔

عَنْ حُذَيْفَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ اِلٰى عُثْمَانَ يَسْتَعِيْنُهٗ فِيْ غَزْوَةٍ غَزَاهَا فَبَعَثَ اِلَيْهِ عُثْمَانُ بِعَشْرَةِ آلَافِ دِيْنَارٍ۔

(البدایہ والنہایہ)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنگ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے مدد مانگی انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں دس

ہزار دینار پیش کیئے۔

نبی کریم ﷺ ان دیناروں کو الٹ پلٹ کر کے آپ کے لئے دعا کرتے تھے اے عثمان خدا تری مغفرت فرمائے۔

عالم برزخ میں رہ کر رسول خدا اپنی امت کے حالات سے مکمل واقف ہیں کیونکہ آپ نے جان لیا کہ حضرت عثمان غنی کو محاصرے میں لے لیا گیا ہے آپ تک میٹھا پانی بند کر دیا گیا ہے۔

فریاد امتی جو کرے حال زار میں
ممکن نہیں کہ خیر بشر کو خبر نہ ہو

شہادت

حدیث نمبر ا:

حضرت سہل بن حثمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ایک اعرابی سے کوئی چیز خریدی اور قیمت کی کوئی مدت مقرر فرمائی جناب علی رضی اللہ عنہ نے اس اعرابی سے کہا کہ حضور سے دریافت کرلو کہ اگر آپ قبل ادائے قیمت انتقال فرمائیں تو قیمت کون دے گا اس نے حضور ﷺ سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا ابوبکر دے گا اعرابی پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملا اور حضور ﷺ کا ارشاد سنایا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس اعرابی کو کہا پھر جا کر پوچھو اگر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وفات ہو جائے تو پھر کون دے گا اعرابی نے آ کر عرض کی تو حضور ﷺ نے فرمایا عمر قیمت دے گا اعرابی پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملا آپ نے اعرابی سے پوچھا کہ جاؤ حضور ﷺ سے پوچھو اگر عمر بھی اتفاقاً فوت ہو جائیں تو کس سے دام وصول کروں اس نے جا کر حضور ﷺ سے عرض کی حضور ﷺ نے فرمایا عثمان رضی اللہ عنہ سے قیمت

لے لینا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملا پھر آپ نے اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بھیجا ر فرمایا پوچھو کہ اگر عثمان رضی اللہ عنہ بھی وفات پا جائیں تو کس سے قیمت وصول کروں ں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر پوچھا تو آپ نے فرمایا اگر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فوت ہو جائیں عمر رضی اللہ عنہ بھی دنیا سے چلے جائیں عثمان رضی اللہ عنہ بھی زندہ نہ رہیں تو اگر تجھ سے ہو سکے تو تو بھی مر جانا۔ (شمس التواریخ ۴۶)

اس سے مندرجہ ذیل باتیں ثابت ہوئیں:۔

نمبرا: اصحاب ثلاثہ خلفاء برحق ہیں۔

نمبر۲: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود ہی خلافت کی تربیت ارشاد فرما دی۔

نمبر۳: اصحابِ ثلاثہ کے زمانہ تک خلافت امن کے ساتھ رہے گی۔

حدیث نمبر۲:

عبداللہ بن حوالا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جس نے تین چیزوں سے نجات پائی اس نے بالکل نجات پائی اور تمام بلاؤں سے محفوظ رہا صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان تین چیزوں کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا میری موت خلیفہ کی شہادت جو خدا کی مرضی پر صابر و شاکر مقتول ہوں گے۔ دجال جو قریب قیامت میں خروج کرے گا۔

میری موت کہہ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرف اشارہ کیا کہ جو میری جان لینے کے درپے نہ ہو اور مجھ کو قتل نہ کے اس نے بڑی بلاؤں سے نجات پائی کیونکہ نبی کا قتل آسان کام نہیں اور اس کے قاتل کی سزا اور قاتلوں کی سزا کی مثل نہیں دوسری بات خلیفہ کا قتل اس سے عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت مراد ہے۔

محاصرہ:

قصہ مختصر پھر بلوائیوں نے سختی شروع کی اور جناب عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر پانی بند کر دیا جب جناب علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی آپ سخت ناراض ہوئے اور کسی حیلہ وتدبیر سے آپ کے پاس چند مشکیں پانی بھجوا دیا جناب عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے مشیروں سے اس معاملہ میں رائے لی انہوں نے یہ رائے دی کہ جناب علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کو طلب کیجئے اور ان سے فرمائیے کہ اس گروہ اشرار کو فہمائش کریں اور ان سے وعدہ کیا جائے کہ تمہاری رضا مندی کا لحاظ ہوگا اور تمہاری شکایات دور کر دی جائیں گی اس وعدت واقرار میں کچھ روز ٹل جائیں گے شاید اس مدت میں آپ کی مدد کو ممالک اسلامیہ سے کچھ فوج آ جائے پھر ان باغیوں کا پورا تدارک ہو جائے گا جناب عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ لوگ برسرِ فساد ہیں بغیر اپنے ارادہ کو پورا کئے باز نہ رہیں گے اور کوئی عذر وحیلہ نہ سنیں گے میں نے پہلی مرتبہ بھی تو ان سے وعدہ کیا تھا مگر پورا نہ ہوا اب کیوں ماننے لگے سردان نے جواب دیا کہ اس وقت یہ لوگ جو کہیں اس کو مان لیجئے اور وعدہ کر لیجئے اور ان کو لیت ولعل میں رکھئے مصلحت وقت یہی ہے ان سے صاف صاف کہہ دیجئے کہ ان کی مرضی کے موافق عمال کی بحالی اور معزولی کر دی جائے گی پھر جیسا مناسب ہوگا کیجئے گا یہ لوگ باغی ہیں ان کے قول وقرار کا اعتبار ہی کیا ہم کو تو اس وقت حکمت عملی سے ان کے شر وفساد کو ٹالنا ہے القصہ جناب عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت علی مرتضیٰ کو طلب کیا جب وہ تشریف لائے آپ نے فرمایا آپ بلوائیوں کا ہجوم اور ان کی تعدی ملاحظہ فرماتے ہیں مجھ کو ان پر اطمینان نہیں یہ لوگ میرے خون کے پیاسے ہیں آپ یہ بلا میرے سر سے دفعہ کیجئے جو کچھ ان کی خواہش ہوگی میں کروں گا اور ان

کے جو کچھ حقوق عمالوں پر اور مجھ پر ہوں گے رتی رتی ادا کروں گا جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ لوگ آپ کے انصاف وعدل کے خواہاں ہیں ان کو آپ کی خونریزی سے مطلب نہیں یہ آپ کے راضی کرنے سے راضی ہو جائیں گے آپ نے پہلے بھی تو ان سے قول وقرار کیا تھا مگر آج تک ایفائے عہد نہ کیا اب مجھ کو نہ بھیجئے کیونکہ میں ان سے ان کے حقوق پانے اور پوری کامیابی کا پختہ وعدہ کروں گا اور آپ کو وعدہ پورا کرنا ہوگا جناب عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ آپ ان سے حتمی وعدہ کر آیئے بخدا اب میں جو آپ فرمائیں گے اس پر عمل کروں گا اور جو شرط آپ کے اور ان کے درمیان ٹھہر جائے گی میں ضرور پوری کروں گا جناب علی رضی اللہ عنہ بلوائیوں کے پاس تشریف لے گئے ان کو مخاطب کر کے فرمایا تم لوگوں کا منشاء کیا ہے جس امر کی بابت تمہاری درخواست ہوئی وہ منظور کیا گیا آئندہ بھی تمہارے رحم دل خلیفہ تم پر انصاف کریں گے وہ فرماتے ہیں کہ میں اپنی ذات سے جو بے عنوانی ہوئی ہے اس کا انصاف کروں گا اب تم کس واسطے فساد پر آمادہ ہو بلوائی کہنے لگے کہ ہم کو بھی قبول ومنظور ہے ہم یہی چاہتے ہیں ہم مظلوم ہیں داد خواہ ہیں ہمارا انصاف کر دیں مگر آپ پکا وعدہ کریں اور خلیفہ کی جانب سے یقین کامل دلائیں اور کوئی میعاد مقرر فرمائیں کیونکہ زبانی قول کا اعتبار کہاں تک کریں خالی باتوں سے کیا کام نکلتا ہے اس پر عمل ہی ہونا چاہیے جناب علی رضی اللہ عنہ یہ جواب سن کر آپ کے پاس واپس آئے اور سب کیفیت بیان کی جناب عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے ان کے درمیان ایک مدت مقرر ہو جائے کہ اس مدت میں جو کچھ ان کی خواہش ہوگی پوری کی جائے گی ایک دن میں یہ کام طے نہیں ہو سکتے ان کے حسبِ خواہش جملہ امور سرانجام ہونا دشوار ہیں جناب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مدینہ میں جو کام ہو سکتا ہے اس کے واسطے تو میعاد کی

ضرورت نہیں یہ کام تو آپ آج ہی کر سکتے ہیں باقی مدینہ سے باہر جو کام ہے اس کے واسطے البتہ آپ کے حکم پہنچنے کی مدت درکار ہے جناب عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں اور کہا خاص مدینے کے متعلق جو کام ہیں ان کے واسطے تین دن کی مدت مجھ کو دیجئے میں اس عرصہ میں یہاں کے متعلق جو شکایت ان کو ہوگی رفع کروں گا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے منظور کرلیا اور ایک عہد نامے بلوائیوں کو لکھ دیا جس میں اقرار تھا کہ تین دن کے اندر ان کی مرضی کے موافق عمال کی تقرری اور معزولی عمل میں آوے گی اور ان کی شکایت رفع کر دی جائے گی اور جو امر ان کے نقصان کا باعث ہو گا اور جس سے وہ ناخوش ہیں اس کی بابت مناسب انتظام کیا جائے گا جناب علی رضی اللہ عنہ نے بلوائیوں کو پھر سمجھا دیا کہ اب تمہارے حسبِ خواہش انتظام مناسب ہو جائے گا بلوائی اس اقرار نامہ سے بلاجنگ وجدل مکان کا محاصرہ کئے ہوئے رکے رہے۔

مگر کسی وجہ سے ان کی حسبِ منشاء کام نہ ہو سکا جس بنا پر انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے متعلق نازیبا کلمات استعمال کرنے شروع کر دیئے جناب عثمان غنی رضی اللہ عنہ بلوائیوں کا یہ کلامِ سخت سن کر خاموش ہو گئے اور گھر کے اندر بیٹھ گئے اس کے بعد گھر سے نہ نکلے اور اہل مدینہ کو واپس جانے اور بلوائیوں سے ترکِ قتال پر قسم دے کر واپس کیا چنانچہ سب لوگ واپس گئے مگر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ محمد بن طلحہ رضی اللہ عنہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام آپ کے دروازے سے نہ ہٹے اور بلوائیوں کے مقابلہ میں قائم رہے زمانہ محاصرہ میں حضرت زید بن ثابت ایک جماعت انصار کے ساتھ جناب عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا امیر المومنین آپ ہم کو اجازت دیں تاکہ اس گروہِ اشرار سے لڑیں آپ کی مدد ونصرت کریں اللہ تعالیٰ اور

اس کے دین متین کی اعانت دوبارہ کریں اور دوبارہ انصار اللہ کا لقب حاصل کریں ایک مرتبہ تو جناب رسول خدا کے ساتھ دشمنان خدا پر جہاد کیا آج آپ کے دشمنوں سے لڑیں اور آپ کی نصرت کا ثواب کمائیں جناب عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ مجھ کو اس کی حاجت نہیں آپ سب صاحب واپس جائیں روایت ہے کہ اگر جناب عثمان غنی رضی اللہ عنہ جنگ کا حکم دیتے تو بلوائیوں کی مجال نہ تھی کہ آپ کو ذرا بھی ایذاء پہنچا سکتے اگر اہل مدینہ ہی آپ کی حفاظت کرتے تو بھی آپ دشمنوں کے ہاتھوں سے مامون ومحفوظ رہتے لیکن جناب عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے سب صاحبوں کو خدا کی قسم دلائی اور فرمایا خبردار میرے باب میں ایک شاخ حجام (سینگی جس سے حجام خون کھینچتا) بھر کر بھی خون گرنے نہ پائے راوی کا بیان ہے کہ میں دیکھتا تھا کہ جب بلوائی ہجوم کر کے آپ کے مکان پر چڑھ آتے تو حضرت عبداللہ بن زبیر ایک چھوٹے سے لشکر کو لے کر ان پر حملہ کرتے اور دور تک بھگا دیتے تھے اگر چاہتے تو ان کو قتل بھی کرتے تھے اور سعید ابن اسود بختری اپنی تلوار کی دھار بچا کر دھکانے کے طور پر لوگوں کو تلوار سے مار مار کر بھگاتے تھے اگر چاہتے تو قتل بھی کر ڈالتے مگر جناب عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی قسم مانع ومزاحم تھی انہیں دنوں میں مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ جناب عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا امیر المومنین آپ مسلمانوں کے سردار ہیں اور ان کے امام ومقتدا ہیں آپ پر حوادث کا نزول ہے اور اس وقت جس حالت میں آپ مبتلا ہیں آپ ہی خوب جانتے ہیں میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ تین کاموں سے ایک کیجئے میدان میں نکل کر گروہ بلوائیوں پر دغا سے لڑیئے آپ کے ساتھ بہت لوگ ہو جائیں گے تمام اہل مدینہ آپ کے طرفدار ہیں معاونین وناظرین کے معتدبہ جماعت اور کافی تعداد ہو جائے گی یہ لوگ باطل پر ہیں اور آپ حق پر لہٰذا ان سے لڑنا اور ان کو قتل کرنا جائز ہے اگر لڑنا

آپ کو پسند نہیں اور خونریزی گوارا نہیں تو مکان کی پشت میں دروازہ توڑ کر آپ خفیہ تیز رفتار اونٹ پر سوار ہو کر مکہ معظمہ چلے جایئے ان کو خبر بھی نہ ہوگی اور وہاں یہ لوگ بخیال حرمت خانہ کعبہ نہ پہنچیں گے اگر ان دونوں باتوں میں سے کسی کو بھی پسند نہ کریں تو تیسری صورت یہ ہے کہ آپ ملک شام میں جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس چلے جائیں مگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس کا جواب یہ دیا کہ ان بلوائیوں کے مقابلہ میں نکل کر لڑنا مجھ سے نہ ہوگا جناب رسولِ خدا کے بعد اوّل وہ شخص جس کی ذات سے مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہنے لگیں میں ہرگز نہ بنوں گا مکہ معظمہ میں اگر چلا جاؤں تو یہ لوگ وہاں بھی میرا پیچھا کریں گے اور میرے خون سے باز نہ آویں گے یہ بھی میں نہیں کروں گا کیونکہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ایک قریشی شخص مکہ میں بدعت والحاد کرے گا جس کی وجہ سے حرم میں خون ریزی ہوگی جتنا اس فتنہ میں شریک ہونے والوں پر عذاب ہوگا اس کا نصف اس اکیلے کی گردن پر رہے گا میں نہیں چاہتا کہ وہ شخص میں ہی ہوں اب رہا شام میں جانا اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس پناہ گزیں ہونا یہ بھی مجھ کو گوارہ نہیں میں دار ہجرت اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مجاورت ہرگز ترک نہ کروں گا مدت حصار چالیس دن تھی بلوائیاں مصر و کوفہ و بصرہ اس زمانہ تک اپ کے مکان کا محاصرہ کئے رہے حصار کو اٹھارہ دن گزرے تھے جو دیگر بلاد کے قافلوں سے بلوائیوں کو خبر پہنچی کہ عساکر اسلامی ممالک اسلامیہ سے آرہے ہیں اس خبر کے سنتے ہی بلوائیوں میں ہل چل مچ گئی ایک دوسرے کو جرأت وہمت دلانے لگے تاکہ جلد جو کام کرنا ہے اس سے فراغت کریں چنانچہ بلوائیوں نے محاصرہ میں سختی شروع کر دی اور لوگوں کو امیرالمومنین جناب عثمان کے پاس آنے جانے سے روک دیا پانی کھانا وغیرہ بالکل بند کر دیا آپ نے دروازہ پر جا کر پکار کر فرمایا کیا تم لوگوں میں علی

تضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں جواب ملا نہیں پھر آپ نے فرمایا کیا سعد رضی اللہ عنہ ہیں جواب ملا وہ بھی
ہیں پھر آپ نے فرمایا کیا تم لوگوں میں کوئی ایسا ہے جو مجھ کو پانی پلا دے مگر
سوس کم بخت بلوائیوں نے کچھ سماعت نہ کی البتہ جناب علی مرتضیٰ کو کسی کی زبانی
بات اور خبر پہنچی آپ نے تین مشکیں شیریں پانی کی بھروا کر بھیجیں بلوائی مزاحم
وئے بارے بہزار خرابی پانی آپ تک پہنچایا گیا جس کے لیجانے میں چند غلام بنی
شم اور بنی امیہ کے جو پانی لے گئے تھے زخمی ہوئے ایک روایت میں ہے کہ آپ
نے جناب علی، طلحہ، زبیر رضی اللہ عنہم اور امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے پاس خفیہ کہلا بھیجا کہ مجھ
کو پانی کی سخت تکلیف ہے بلوائیوں نے پانی بند کر دیا ہے اگر آپ پانی پہنچا سکیں
و دریغ نہ رکھیں اس دردناک خبر کے سنتے ہی جناب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ام المومنین
م حبیبہ رضی اللہ عنہا پانی پہنچانے پر مستعد ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ علی الصبح سوار ہو کر اس
گروہِ اشقیاوا نبوہ پر جفا کے مجمع میں پہنچے اور نہایت غیظ وغضب میں فرمایا اے
گروہِ بلوائیاں پر جفا والے جماعت باغیاں سراسر دغا تمہارا یہ فعل نہ مسلمانوں کے
فعل سے مشابہ ہے نہ کافروں سے خبردار اس شخص کا پانی دانہ مت بند کرو رومی اور
ایرانی جو بلاشک کافر ہیں وہ بھی ایسا ظلم نہیں کرتے وہ تو اپنے قیدیوں تک کو
کھلاتے پلاتے ہیں مگر بہت افسوس کا مقام ہے کہ تم اپنے امام برحق اور خلیفہ پر یہ
ظلم وستم روا رکھتے ہو اور روز جزا سے نہیں ڈرتے بلوائی کہنے لگے بخدا ایسا نہ ہوگا
پانی کی نعمت سے تو ضرور محروم رکھے جائیں گے حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے اس سخت
جواب سے نہایت آزردہ خاطر ہوئے عمامہ مبارک سر سے اتار کر جناب
عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر میں پھینک دیا تاکہ معلوم ہو جائے کہ علی رضی اللہ عنہ آئے تھے مگر
بلوائیوں کی تعدی کے باعث ناکام واپس گئے بعد ازاں جناب علی رضی اللہ عنہ تشریف
لے گئے جناب ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بھی کچھ پانی کھانا لے کر اپنے خچر پر سوار

ہو کر تشریف لائیں بلوائیوں نے روکا خچر کے منہ پر مارا آپ نے ارشاد فرمایا میں اس شخص کے پاس اس غرض سے جاتی ہوں کہ بنی امیہ کی جو امانتیں ان کے پاس ہیں وہ ان سے لے آؤں کہیں ایسا نہ ہو کہ بیوہ اور یتیموں کا مال ضائع ہو جائے بلوائیوں نے کہا کہ تم جھوٹی ہو تم عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ہرگز نہیں جا سکتیں مگر ام المومنین جناب ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے خچر آگے بڑھایا بلوائیوں نے خچر کو مارا اور اس کی لگام تلوار سے کاٹ دی خچر بھاگا جناب ام المومنین گرتے گرتے بچ گئیں اہلِ مدینہ دوڑ پڑے آپ کو سنبھال لیا اور آہستہ آہستہ گھر واپس لائے۔

اس واقعہ کے بعد جناب امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ ایک روز اپنے مکان کی چھت پر آ کر کھڑے ہوئے اور بلوائیوں کو جمع کر کے ان کو سلام کیا راوی کا بیان ہے کہ میں نے کسی نے جواب سلام نہیں سنا شاید دل میں جواب دیا ہو بعد اس کے اپنے حقوق اور سابقین میں ہونا ظاہر کیا پھر فرمایا اے لوگو میں تم کو اللہ تعالیٰ کی قسم دلاتا ہوں کہ تم جانتے ہو یا نہیں کہ مدینہ میں صرف ایک کنواں (بیر رومہ) تھا جس کا پانی شیریں تھا بلا قیمت وہ پانی کسی کو نہیں ملتا تھا دولت مند خرید کر پیتے تھے۔ مگر فقیر محتاج محروم رہتے تھے اس کو میں نے اپنے مال سے خرید کر وقف کر دیا تا کہ تمام مسلمان اس سے مستفیض ہوں اس کو میں نے اپنی ملک میں نہ رہنے دیا بلکہ اور مسلمانوں کے ساتھ میں نے اپنے کو بھی اس کا مستحق رکھا اور جس طرح سب مسلمان اس سے پانی پیتے تھے میں بھی پی لیتا تھا بلوائیوں نے جواب دیا ہاں یہ سچ ہے اور ہم بھی جانتے ہیں آپ نے فرمایا پھر تم کیوں مجھ کو اس کنوئیں کے پانی سے روکتے ہو میں بمجبوری دریا کے پانی سے روزہ افطار کرتا ہوں بلوائیوں نے اس کا کچھ جواب نہ دیا پھر آپ نے فرمایا تم کو میں خدا کی قسم دلاتا ہوں کہ تم جانتے ہو کہ مسجد میں لوگوں کی گنجائش نہ ہوتی تھی نمازی تکلیف پاتے تھے میں نے

س قدر زمین اپنے مال سے خرید کر صحن مسجد کو بڑھا دیا ہے بلوائی بولے یہ سب سچ ہے آپ نے فرمایا کیا تم کہہ سکتے ہو کہ مجھ سے پہلے بھی کوئی اور شخص بھی اس میں نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے بلوائیوں نے جواب دیا نہیں کوئی نماز پڑھنے سے نہیں روکا گیا آپ نے فرمایا پھر تم مجھ کو نماز سے کیوں روکتے ہو بلوائیوں نے اس کا بھی کوئی جواب نہ دیا آپ نے ارشاد فرمایا تم کو خدا کی قسم سچ کہنا کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے حق میں اپنے فضائل بیان کر کے ایسا ایسا نہیں فرمایا ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ نے قرآن شریف اور کتابت وحی کی نسبت فرمایا تھا کہ کیا میں نے فلاں فلاں سورتیں نہیں لکھیں بلوائیوں کے دل پر آپ کے اس کلام کا کچھ خفیف سا اثر ہوا جس سے یہ لوگ جناب عثمان رضی اللہ عنہ کی ایذا رسانی کے خیال سے درگزر کرنے پر آمادہ ہوئے اور ایک دوسرے سے کہنے لگے بھائی جانے دو جناب امیر المومنین کے قتل سے ہاتھ اٹھاؤ بیشک ایسے بزرگ کا قتل باعث بربادی آخرت اور برگشتگی قسمت ہے چلو اپنے اپنے ملک کو واپس چلیں تمام بلوائیوں میں اسی قسم کا چرچا ہونے لگا اور سب میں مشہور ہو گیا کہ بلوائی اب شرارت اور سرکشی سے باز آئے اور کوئی دم میں عذر دفع رفع ہو جائے گا مالک اشتر نخعی نے جب یہ رنگ دیکھا تو دل میں کہنے لگا کہ معاملہ پلٹتا جاتا ہے ہم چاہتے تھے کچھ اور مگر یہاں تو اب ہمارے خلاف خواہش آثار پیدا ہو چلے آخر سوچ سمجھ کر اسی دن یا اس کے دوسرے دن اشتر بدشعار ظالموں کا سردار کھڑا ہو کر باآواز بلند اپنی فوج میں پکارا یارو یہ تمام واعظ و نصیحت سراسر مکر و حیلہ ہے تمہارے پھنسانے کو یہ دام تزویر پھیلایا گیا ہے خبردار ہوشیار رہنا ہرگز ان کے دم میں نہ آنا جس کام کو آئے ہو کر گزرو پھر موقع نہ پاؤ گے پچھتاؤ گے اشتر کی اس تقریر سے لوگ پھر بہک گئے اور بنا بنایا کام بگڑ گیا و ثابِ مولی جناب فاروق رضی اللہ عنہ جو بعد

آزاد ہونے کے جناب عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں رہے اور جن کے حلق میں نیزہ کے زخم کے دو نشان تھے جو بروز شہادت جناب عثمان غنی رضی اللہ عنہ کھائے تھے اور جو داغے جانے کے نشان معلوم ہوتے تھے بیان کرتے ہیں کہ جناب امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ نے مجھ کو اشتر کے پاس بھیج کر اس کو بلوایا جب اشتر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا اے اشتر تم لوگ مجھ سے کیا چاہتے ہو اشتر کہنے لگا تین باتوں میں ایک پسند کر لیجئے یہ آپ کو اختیار دیا جاتا ہے ان میں سے ایک نہ ایک ضرور ہوگی خلافت کے باب میں لوگوں سے کہہ دیجئے کہ میں اس کو چھوڑتا ہوں جس کو چاہو دو یا جو تقصیرات اور جرائم آپ نے کئے ہیں ان کا قصاص خود بنفس نفیس بذات خاص دیجئے اگر ان دونوں کاموں سے انکار ہے تو اپنے قتل پر آمادہ ہو جایئے جناب عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خلافت تو میں چھوڑنے کا ارادہ نہیں رکھتا کیونکہ خدائے عزوجل نے جو لباس مجھ کو پہنایا ہے میں اس کو ہرگز نہ اتاروں گا مجھ کو یہ گوارا اور محبوب ہے کہ میری گردن ماری جائے مگر خلافت امت محمدی کو ترک نہ کروں اور ایک روایت میں اس قدر اور زیادہ ہے کہ اگر میں از خو خلافت سے دست بردار ہوں تو میرے بعد یہی طریق جاری ہو جائے گا جس خلیفہ سے لوگ ناخوش ہوئے اس کو الگ کر دیا اور اس کہ جگہ پسند کیا خلیفہ بنا لیا اب رہی دوسری بات کہ میں تقصیروں کا عوض اپنے نفس سے دوں میں خوب جانتا ہوں کہ میرے دونوں دوست حضرت شیخین رضی اللہ عنہم میرے سامنے اپنے نفس سے قصاص و بدلہ دیا کرتے تھے مگر میرا بدن ضعیف اس بار گراں اور اس سزا کا متحمل نہیں ہو سکتا یہ دونوں کام تو مجھ سے نہ ہوں گے اب امر آخری یعنی میرا قتل سو اس کی بابت خوب یاد رکھو کہ اگر لوگ مجھ کو قتل کریں گے تو بخدا کبھی وہ آپس میں محبت و الفت نہ رکھیں گے اور کبھی میرے بعد کبھی اپنے دشمن سے نہ لڑیں گے بلکہ آپس

ہی میں تلوار چلتی رہے گی زمانہ شدت وسختی حصار میں ایک دن جناب علی مرتضیٰ اسد اللہ رضی اللہ عنہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا عمامہ مبارک زیب سر فرما کر اور ہتھیاروں سے آراستہ تلوار گلے میں لٹکا کر بغرض مدد ونصرت جناب عثمان غنی رضی اللہ عنہ اپنے گھر سے نکلے آپ کے دونوں صاحبزادے جناب امام حسن حسین رضی اللہ عنہم آپ کے آگے تھے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور ایک گروہ مہاجرین وانصار آپ کے ہمراہ تھا سب صاحبوں نے جناب عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مکان پر پہنچ کر بلوائیوں کو ڈانٹا اور ان پر حملہ کیا وہ گروہ بدافعال روباہ خصال ان شیروں کے مقابلہ میں کب ٹھہر سکتے تھے ایک ہی حملہ میں بھاگے اور متفرق ہو گئے سب صاحب جناب عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مکان میں داخل ہوئے جناب علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا السلام علیک یا امیر المومنین جناب رسول خدا نے اسلام کی ترقی اور کمال بغیر لڑے اور جنگ کیے حاصل نہیں کیا آپ خوب جانتے ہیں کہ آپ نے سرکشوں کے ساتھ کس طرح جہاد کیا بخدائے عزوجل میں یقیناً کہتا ہوں کہ یہ فرقہ اشرار آپ کی جان کی خواہاں ہیں یہ لوگ باغی ہیں اور آپ پر خروج کیا ہے اطاعت سے الگ ہو گئے ہیں پھر جان کے دشمن ہو کر سر پر چڑھ آئے ہیں اس صورت میں مناسب ہے کہ آپ ہم لوگوں کو اجازت دیں کہ ہم ان بے حیاؤں سے لڑیں ان کی ساری بغاوت وسرکشی آناً فاناً میں خاک میں ملا دیں اور جس طرح یہ ہمارے خون کے پیاسے ہیں ہم بھی اپنی پیاسی تلواروں کو ان کے خون سے سیراب کریں جناب عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا جو صاحب خدا کا حق جانتے ہیں اور میرا حق مانتے ہیں میں ان صاحبوں کو خدا کی قسم دلاتا ہوں کہ خدا کے واسطے شاخ حجام بھر کر بھی خون زمین پر اس گروہ میں سے کسی کا یا اپنا میرے سبب سے نہ گراویں جناب علی رضی اللہ عنہ نے تکرار ہی کیا اور اجازت دینے پر اصرار کیا مگر جناب عثمان غنی رضی اللہ عنہ نہ مانے برابر

انکار ہی کرتے رہے مجبوراً جناب علی رضی اللہ عنہ با دل پرغم چشم پرنم گھر سے باہر آئے یہ الفاظ آپ کی زبان پاک پر تھے بار خدایا تو دانا وبینا ہے کہ ہم نے اپنی کوشش پوری کی آئندہ مجبوری ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں بھی جناب عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ آپ کے گھر میں محصور تھا بلوائیوں کا تیر ہمارے ساتھیوں میں سے ایک کے آ کر لگا جس کے صدمہ سے وہ شہید ہو گیا میں نے آپ کی خدمت میں عرض کی اے امیر المومنین اب ہم کو بھی بلوائیوں پر حملہ کرنا جائز ہے کیونکہ انہوں نے ہمارے ایک آدمی کو مار ڈالا حضور آپ ہم کو اجازت دیں تا کہ میدان میں نکل کر ان سرکشوں سے لڑیں اور ان کو بھی ماریں جناب عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں اپنی تلوار پھینک دو اور خبردار لڑائی کا قصد ہرگز نہ کرنا وہ لوگ صرف میری جان کے خواہاں ہیں اور میں عنقریب سارے مسلمانوں کی طرف سے اپنی جان دونگا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے جناب عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی قسم دلانے سے تلوار پھینک دی اور اس دن سے آج کا دن ہے جو مجھے خبر نہیں کہ میرے تلوار کیا ہوئی اور کدھر گئی۔

حضرت حسنین۔ محمد بن طلحہ۔ سعید بن العاص۔ مروان اور دیگر اصحابہ کرام صحابہ کرام کے بیٹے اور ان کے ناسوا جو صاحب دروازہ پر تھے سب نے تلواریں نکال لیں اور بلوائیوں کو دروازہ کھولنے سے روکا اور لڑ کر ان کو پیچھے ہٹا دیا جناب عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو لڑنے سے روکا قسم دے کر جلال وقتال سے منع فرمایا اور ارشاد کیا کہ آپ لوگوں نے جو حق نصرت آپ کے ذمہ تھا بخوبی ادا کر دیا اب للہ لڑائی سے ہاتھ روکئے اور گھر کے اندر تشریف لایئے یہ حضرات باز نہ آئے پھر جناب عثمان رضی اللہ عنہ نے دروازہ کھول کر سب صاحبوں کو منت سماجت قسم دے کر اپنے پاس بلایا اور دروازہ اندر سے بند کرلیا گیا بلوائیوں نے دروازہ پر ہجوم کر دیا

اور سب کے سب ڈٹ گئے اتنے ایک شخص قبیلہ اسلم سے نیاز عیاض نامی جو صحابی تھے مگر باغوائے نفس شریر بلوائیوں کے شریک تھے دروازہ پر آئے اور جناب عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو آواز دی آپ نے بخیال اس کے کہ یہ صحابی ہیں میرے قاتلوں کے گروہ سے الگ ہو جاویں اور ان کی شرکت سے بیزار ہوں ان کی قسم دے کر فرمایا کہ خدا کے واسطے تم ان لوگوں سے علیحدہ رہ جاؤ آپ ان کو اس بارہ میں تاکید کر رہے تھے کہ گھر کے اندر سے کثیر بن حلت کندی نے بلوائیوں پر تیرا چلایا وہ انہیں کے آ کر لگا جس کے صدمہ سے یہ مر گئے بلوائیوں نے کہاں کے قاتل کو ہمارے حوالہ کرو تا کہ قصاص میں قتل کریں جناب عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس شخص نے میری مدد کی اور میری نصرت میں کسی کو مار ڈالا میں کیسے اس شخص کو تمہارے حوالے کروں درحالیکہ تم میرے قتل کے درپئے ہو بلوائی یہ جواب پا کر اور بھی برہم ہوئے غصہ یں آ کر یہ چاہا کہ گھر میں گھس جاویں دروازہ پر بھی ان کوئی ان کا مزاحم نہ تھا مگر دروازہ بند پایا جھنجلا کر دروازہ کو آگ لگادی سائبان مع دروازہ کے جل کر سب راکھ ہو گیا ان کا راستہ کھل گیا بلوائی بے خوف وخطر دروازے کے اندر داخل ہوئے اس وقت امیر المومنین جناب عثمان غنی رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے اور سورہ طٰہٰ شروع کی تھی حاضرین مکان آپ کے پیچھے نماز میں شریک تھے کسی نے بلوائیوں کو نہ روکا اور نہ ان کے کسی فعل پر کوئی مزاحم ہوا آپ نے باطمینان تمام نہایت خضوع وخشوع وحضور قلب سے برعائت تعدیل ارکان نماز ادا کی بلوائیوں کے آنے کی آہٹ اور ان کی بات چیت اور باہم گفتگو سے کسی طرح آپکو نماز کے اندر اضطراب پیدا نہیں ہوا جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو بلوائی چلے گئے تھے اس کے بعد جناب عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے سب صاحبوں کو لڑائی سے روک دیا اور جناب امام حسن رضی اللہ عنہ سے فرمایا تمہاری وجہ سے تمہارے باپ علی رضی اللہ عنہ سخت تشویش

وتردد میں ہوں گے باغیوں کے مجمع میں خدا ناکردہ تم کچھ صدمہ پہنچے تو مجھے کو ندامت ہوگی لہٰذا میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ تم اپنے گھر چلے جاؤ ہر چند آپ نے ان صاحبوں کو منع کیا مگر کسی نے نہ مانا آپ واسطے جان دینے کو مستعد ہو گئے اور برابر بلوائیوں سے لڑتے رہے۔

روایت ہے کہ جناب عثمان غنی رضی اللہ عنہ ابتدائے محاصرہ اور شہادت تک برابر روزہ رکھتے رہے جیسا خود آپ کے وعظ سے جو چھت پر چڑھ کر بیان فرمایا تھا ظاہر ہوتا ہے کہ کہ میں کھاری پانی سے روزہ افطار کرتا ہوں پنجشنبہ کو افطار کے وقت پانی نہ تھا لہٰذا آپ نے روزہ افطار نہ کیا اسی حال میں رات گذاری رات کو آپ کی بیوی نائلہ ہر چند پانی تلاش کرتی رہیں مگر نہ دستیاب ہوا اخیر رات کو بی بی نائلہ ایک ہمسائیہ کی چھت پر کودیں اور بدقت تمام ایک پیالہ آب شیریں کا بہم پہنچا کر جناب عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لائیں مگر افسوس کہ صبح صادق ہوگئی تھی آپ نے وہ پانی نہ پیا بی بی نائلہ بولیں آپ نے افطار کے وقت پانی نہیں پیا اور کچھ کھانا بھی نوش جان نہ فرمایا آج روزہ نہ رکھیے جناب عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا میں نے آج کی شب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا حضور نے ارشاد فرمایا اے عثمان تم آج کا روزہ ہمارے پاس آ کر افطار کرو گے الغرض آپ نے روزہ کی نیت کر لی اور یہ روز جمعہ تھا کہ بلوائیوں نے آپ کا دروزہ جلا دیا اور بالاتفاق رادہ کیا کہ آج آپ کو شہید کر ڈالیں دروازہ پر حضرت حسنین رضی اللہ عنہ وغیرہم بلوائیوں کے مقابلے لڑ رہے تھے اور ان کو دروازہ تک نہیں آنے دیتے تھے جناب امام حسن رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے خون سے نہا گئے محمد بن طلحہ رضی اللہ عنہ نے زخم کھائے غلام قنبر جناب علی رضی اللہ عنہ کا سر پھٹ گیا بلوائیوں نے جناب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو زخمی دیکھا اور خون میں تربتر پایا گھبرا گئے بعضوں نے تو اپنا سر پیٹ لیا ایک بولا

غضب ہو گیا کوئی دم میں الٹے لینے کے دینے پڑیں گے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھو ان کا کیا حال ہے خون میں ڈوبے ہوئے ہیں زخموں سے چور ہیں ابھی بنو ہاشم بن امیہ کو خبر ہو گئی تو آفت برپا ہو جائے گی رسول خدا کے نواسہ شیر خدا کے بیٹے کو زخمی دیکھ لیں تو تم کو پیچھا چھڑانا مشکل ہو جائے گا اب بھی موقع ہے جو کرنا ہے کر گزرو ان لوگوں کو تو ادھر مصروف رہنے دو اور آؤ کچھ لوگ مکان کے پیچھے چل کر کسی حلیہ وتدبیر سے مکان کے اندر داخل ہوں۔ آخر کار مکان کے اندر داخل ہو کر انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حالات شیر خدا رضی اللہ عنہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کی قسم یہ علی اور اس کے ساتھی قیامت کے دن کامیاب ہیں آپ کا یہ فرمانا تھا کہ یہ آیت نازل ہوئی۔

اِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصّٰلِحَاتِ اُوْلٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ۔

بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے عمل کیے وہی لوگ خلقت سے بہتر ہیں۔

ابتدائی حالات

اِنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ اَسَدٍ وَلَدَتْ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ كَرَّمَ وَجْهَهٗ فِيْ جَوْفِ الْكَعْبَةِ۔

امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کعبہ کے اندر فاطمہ بنت اسد کے بطن سے پیدا ہوئے۔ (۴۸۳/۳ المستدرک)

بچوں میں سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ ایمان لائے عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ایمان لائیں آدمیوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایمان لائے اور غلاموں میں سب سے پہلے زید بن حارثہ ایمان لائے۔ (۳۳۳/۷ البدایہ والنہایہ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ پر خدا کی نعمتوں میں سے ایک نعمت یہ تھی کہ قریش پر سخت قحط سالی پڑی اور ابوطالب کثیر العیال تھے رسول خدا نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے عباس تمہارے بھائی ابوطالب کثیر العیال ہیں اور لوگوں پر جو وقت پڑا ہے تم جانتے ہو ہمارے ساتھ چلو ان کا بوجھ کچھ ہلکا کر دیں یعنی ان کے گھر سے ایک ایک فرد ہم اور تم لے لیں اور ان کو بوجھ سے نجات دلوادیں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا اچھا اور دونوں ابوطالب کے پاس گئے ان سے کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ تمہارے عیال کا کچھ بوجھ ہلکا کر دیں یہاں تک کہ لوگوں کا یہ وقت گزر جائے ابوطالب نے کہا کہ طالب اور عقیل کو میرے پاس رہنے دو ان کے سوا جس کو تمہارا دل چاہے لے جاؤ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے علی کو سینے سے لگالیا اور جعفر کو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے سینے سے لگا لیا حضرت علی رضی اللہ عنہ برابر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے یہاں تک کہ آپ نے اعلان نبوت فرمادیا حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ پر ایمان لائے اور آپکی پیروی کی جعفر، حضرت عباس رضی اللہ عنہم کے پاس رہے یہاں تک وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے۔

(۲/۲۰۷ الریاض النضرۃ)(۲/۴۸۸ ازالۃ الخفاء)

عفیف کندی سے روایت ہے کہ میں ایک تاجر تھا میں حج کے لئے آیا میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کچھ سامان تجارت فروخت کرنے آیا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی تاجر تھے اور منیٰ میں ان کے پاس موجود تھا کہ قریب ہی ایک خیمے سے ایک آدمی نکلا اور اس نے آسمان کی طرف دیکھا اور کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگا پھر اس خیمے سے ایک عورت نکلی اور وہ اس مرد کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگی پھر ایک لڑکا نکلا اور وہ بھی اس مرد کے ساتھ نماز پڑھنے لگا عفیف کہتے ہیں میں نے عباس سے کہا یہ کیا ہے انہوں نے کہا یہ مرد محمد بن عبداللہ ہے میرے

بھائی کا بیٹا میں نے پوچھا یہ عورت کون ہے ان کے متعلق بتایا کہ خدیجہ بنت خویلد ہے میں نے پوچھا یہ لڑکا کون ہے یہ اس کے چچا کا لڑکا علی ہے میں نے پوچھا یہ کیا کر رہے ہیں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا ان کا دعویٰ ہے کہ یہ نبی ہیں اور ان کی اتباع صرف اس عورت اور اس لڑکے نے کی ہے اور ان کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ عنقریب قیصر و کسریٰ کے خزانے ان کے ہاتھوں فتح ہونگے عفیف کہتے ہیں اگر میں اس وقت ایمان لے آتا تو میں ایمان لانے والا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ دوسرا ہوتا۔ (۱۱۰/۱۳ کنز العمال)(۲۰۹/۲ الریاض النضرۃ)

جب نماز کا وقت آتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوطالب اپنے چچاؤں اور اپنی قوم سے چھپ کر مکہ کی گھاٹی میں چلے جاتے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے ہو لیتے اور دونوں وہاں نماز پڑھتے جب شام ہوتی چلے آتے ایک مدت تک اس طرح کرتے رہے ایک دن ابوطالب نے دونوں کو نماز پڑھتے دیکھ لیا رسول خدا سے کہا یہ کونسا دین تم نے نکال لیا ہے آپ نے فرمایا چچا یہ خدا اس کے رسولوں اسکے فرشتوں اور ہمارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین ہے آپ نے فرمایا خدا نے مجھے بندوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے اے چچا سب سے پہلے مجھے آپ کو نصیحت کرنے کا حق ہے اور آپ کو بھی چاہئے کہ آپ اس دین کو قبول فرما کر میری مدد کریں ابوطالب نے کہا میں اپنے آبائی دین کو نہیں چھوڑ سکتا لیکن جب تک میں زندہ ہوں آپ کو ناگوار بات نہ پہنچے گی۔

(۲۱۰/۲ الریاض النضرۃ)(۴۸۸/۲ ازالۃ)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز سب سے پہلے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے پڑھی ہے۔

فضائل

حدیث نمبرا:

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معراج کی رات میں نے نور کے درخت پر ایک فرشتہ دیکھا جسکا ایک پر مشرق دوسرا مغرب میں ہے اور تمام مخلوق اسکی نظر کے سامنے ہے اسکا ہاتھ مشرق اور مغرب ہر جگہ پہنچ سکتا ہے جبریل نے مجھے بتایا کہ یہ ملک الموت ہے پھر ملاقات ہوئی تو اس نے پوچھا آپ کے چچا زاد بھائی کا کیا حال ہے میں نے پوچھا تو علی کو جانتا ہے اس نے کہا کیوں نہیں اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کی روح قبض کرنے کا کام میرے سپرد کیا ہے لیکن آپ کی روح اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روح خدا خود قبض فرمائے گا۔ (۲/۲۱۷ الریاض النضرۃ)

حدیث نمبر۲:

قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے لکھا ہے کہ امت محمدیہ کے علاوہ امم سابقہ کے ولیاء کرام کو بھی سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ذریعے ہی ولایت ملی ہے فرماتے ہیں۔

کمالات ولایت کے قطب ارشاد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں پہلی متوں میں جسے بھی ولایت ملی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روح کے توسط سے نصیب ہوئی پھر تو منصب آپ کے صاحبزادگان سے امام حسن عسکری تک آئمہ اہلبیت اطہار کو ملا اور بعد میں یہ منصب شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو ملا۔ (۲/۱۱۴ تفسیر مظہری)

تمام سلاسل طریقت آپ سے مستفید مستفیض اور مستنیر ہیں اور اسکی وجہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو خرقہ خلافت عطا کیا ہے جسکے متعلق مولانا ظفر

الدین بہاری خلیفہ مجاز اعلحضرت نے اپنی کتاب ''تنویر السراج فی بیان المعراج'' میں لکھا ہے کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی شب جب جنت میں پہنچے تو ایک حجرہ دیکھا جس میں ایک صندوق تھا آپ نے اسے کھولا تو ایک خرقہ دیکھا عرض کی الٰہی جی چاہتا ہے کہ میں اس کو پہن لوں ارشاد ہوا شوق سے زیب تن کیجئے پہنتے ہی آپ کا دریائے رحمت جوش پر آیا اور کہا الٰہی یہ صرف مجھ تک محدود رہے گا یا میرے خاص امتیوں تک پہنچے گا ارشاد ہوا پہنچے گا اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایک راز کی بات بتائی اور فرمایا جب آپ واپس جائیں تو اپنے چاروں یاروں کو الگ الگ بلا کر ان سے پوچھیں اگر تم کو یہ خرقہ دوں تو کیا کروں گے اس سے کیا فائدہ اٹھاؤ گے جسکا جواب میرے راز کے مطابق ہو اس کو دے دیجئے جب واپس تشریف لائے تو ابوبکر کو بلایا اور فرمایا اگر یہ خرقہ میں تجھ کو دوں تو تم کیا کروں گے عرض کی میں صدق پھیلاؤنگا فرمایا اپنی جگہ بیٹھ جاؤ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان سے پوچھا کہ اگر میں تجھ کو یہ خرقہ دے دوں تو تم کیا کرو گے انہوں نے جواب دیا میں عدل پھلاؤں گا فرمایا اپنی جگہ بیٹھ جاؤ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلا کر پوچھا اگر میں تجھ کو یہ خرقہ دے دوں تو تم کیا کرو گے انہوں نے جواب دیا میں حیا کو رواج دوں گا۔ فرمایا بیٹھ جاؤ پھر آخر میں آپ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان سے فرمایا اگر میں یہ خرقہ تمہیں دے دوں تو تم کیا کروگے آپ نے جواب دیا میں بندگان خدا کی عیب پوشی کرونگا (اور یہ خدا کی راز کی بات تھی) آپ نے ارشاد فرمایا یہ خرقہ تمہیں زیب دیتا ہے آپ نے یہ خرقہ ان کو عطا فرما دیا۔

حدیث نمبر۳:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ آخری عمر میں نابینا ہو گئے تھے وہ ایک راہبر کے ساتھ جا رہے تھے راستے میں کچھ قریش لوگ بیٹھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گالیاں دے رہے تھے آپ نے سن لیا اور راہبر سے فرمایا تم نے سنا یہ لوگ کیا کہہ رہے تھے اس نے کہا یہ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گالیاں دے رہے تھے آپ نے فرمایا مجھے ان کے پاس لے چلو وہ آپ کو لے گیا آپ نے فرمایا تم میں سے کس نے خدا کو گالی نکالی ہے انہوں نے کہا سبحان اللہ جو خدا کو گالی دے وہ مشرک ہے آپ نے فرمایا کس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی ہے انہوں نے کہا سبحان اللہ جو رسول خدا کو گالی دینے والا تو کافر ہے آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے آپ نے فرمایا جس نے علی کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی اور جس نے مجھے گالی دی اس نے اللہ کو گالی دی اور جس نے اللہ کو گالی دی اللہ اسے منہ کے بل جہنم میں داخل کریگا۔ (۲/۲۱۹ الریاض النضرۃ)

حدیث نمبر۴:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شب معراج میرا آسمان پر گزر ہوا تو میں نے آسمان والوں کی علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا مشتاق پایا اور جنت میں موجود ہر نبی کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ملاقات کا اشتیاق تھا۔ (۲/۲۹۲ الریاض النضرۃ)

حدیث نمبر۵:

حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ اَحَبَّ عَلِیًّا فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَحَبَّنِیْ فَقَدْ اَحَبَّ اللّٰہَ وَمَنْ اَبْغَض

عَلِيًّا فَقَدْ اَبْغَضَنِي وَمَنْ اَبْغَضَنِي فَقَدْ اَبْغَضَ اللّٰهَ۔ (الصواعق المحرقہ، ص۱۲۳)

جس نے علی کو دوست رکھا اس نے مجھے دوست رکھا اور جس نے مجھے دوست رکھا اس نے اللہ کو دوست رکھا اور جس نے علی سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا اس نے اللہ سے بغض رکھا۔

خدا کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقام:

حدیث نمبر ۱:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ حضرت علی کے پاس چار درہم تھے ایک درہم انہوں نے رات کو ایک دن میں ایک پوشیدہ اور ایک اعلانیہ خدا کی راہ میں خرچ کر دیا اس پر خدا نے آپ کے حق میں یہ آیت نازل فرمائی۔

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ ○

جو لوگ اپنا مال رات دن پوشیدہ اور اعلانیہ خرچ کرتے ہیں تو ان کے لئے ان کا ثواب ہے ان کے رب کے پاس اور ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہونگے۔ (۱۲۹ صورعق محرقہ)

حدیث نمبر ۲:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول خدا کی خدمت کر رہا تھا کہ ایک بھنا ہو مرغا آپ کے سامنے پیش کیا گیا آپ نے فرمایا اے اللہ اپنے محبوب ترین بندے کو بھیج تا کہ وہ اس کھانے میں میرے ساتھ شریک ہو انس کہتے ہیں میں نے کہا الٰہی وہ انصار میں سے ہو اتنے میں حضرت علی

تشریف لے آئے میں نے کہا رسول کریم اپنے کام میں مشغول ہیں پھر وہ آئے رسول خدا نے فرمایا دروازہ کھولدو وہ اندر آگئے رسول خدا نے مجھ سے فرمایا تم نے ایسا کیوں کیا میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں نے اپکی دعا سنی میں نے چاہا کہ وہ میری قوم کا آدمی ہو نبی کریم ﷺ نے فرمایا آدمی کبھی اپنی قوم کو بھی دوست رکھتا ہے۔ (۲۱۲/ الریاض النضرۃ) (۵۱۰/۲ ازالۃ الخفاء)

حدیث نمبر ۳:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول خدا نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ نے میری شادی ایک فقیر سے کردی ہے فرمایا اے فاطمہ تو اس بات پر راضی نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ نے اہل زمین سے دو آدمیوں کو چنا ہے ایک تیرے باپ کو اور دوسرے تیرے خاوند کو۔ (۲۴۰/۲ الریاض النضرۃ)

حدیث نمبر ۴:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور انکی ایک جماعت رسول خدا ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر دور ہیں اور نہ اس مجلس کے سوا ہماری کوئی اور مجلس ہے ہماری قوم کو جب معلوم ہوگا کہ ہم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لا چکے ہیں تو وہ ہم سے قطع تعلق کرلیں گے نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ اور اس کا رسول تمہارے مددگار ہے آپ مسجد میں تشریف لے گئے کچھ صحابہ قیام میں تھے اور کچھ رکوع میں حضور نے ان لوگوں میں سے ایک سائل کو دیکھا آپ نے اس سے پوچھا ان لوگوں میں کسی نے تجھے کچھ دیا ہے سائل نے کہا ہاں چاندی کی ایک انگوٹھی فرمایا

کس نے دی ہے کہا اس شخص نے جو نماز پڑھ رہا ہے حضور ﷺ نے پوچھا کس حالت میں دی سائل نے کہا حالت رکوع میں وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے حضور ﷺ نے خوشی سے نعرہ تکبیر بلند کیا پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ ○

اللہ تعالیٰ اسکا رسول اور ایمان والے تمہارے مددگار ہیں جو نماز پڑھتے ہیں اور حالت رکوع میں صدقہ دیتے ہیں۔ (۶/۱۶۷ روح المعانی)

اس آیت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عظمت کا اظہار ہے اور وہ اس طرح کہ

ا: نبی کریم رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس آیت کا مصداق قرار دے کر خوشی سے نعرہ تکبیر بلند کیا۔

ب: مومن تو سب ہیں لیکن خوش قسمت وہ جس کو نبی ایمان والا کہہ دے اس آیت میں حضرت علی کو مومن کہا۔

ج: حضرت علی رضی اللہ عنہ قیامت تک آنے والے مومنوں کے مددگار ہیں۔

د: آیت پہلے نازل ہو چکی تھے لیکن ابھی مصداق نہ پایا گیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رکوع میں سائل کو انگوٹھی دی اور وحی الٰہی کی تصدیق کر دی کیا مقام ہے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا۔

رسول خدا کے نزدیک آپ کا مقام:

حدیث نمبر ا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی بارگاہ اقدس میں شکایت کی کہ لوگوں مجھ سے حسد کرتے ہیں آپ نے فرمایا۔

اما ترضی ان تکون رابع اربعة من یدخل الجنةانا وانت والحسن والحسین وازواجناعن ایماننا وشمائلنا وذرتینا ازواجنا خلف۔

کیاتم اس بات پر راضی نہیں کہ ان چار میں سے ایک تم ہو گئے جو جنت میں داخل ہونگے یعنی میں تو اور حسنین ہماری بیویاں ہمارے دائیں بائیں ہونگی اور ہماری اولاد ہمارے بیویوں کے پیچھے ہوگی۔ (۲۲/۱۶ تفسیر قرطبی)

حدیث نمبر ۲ ب:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ہ غزوہ تبوک کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے اہل بیت کی حفاظت کے لئے مدینہ منورہ میں رہنے کا حکم دیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں پر خلیفہ بنا کر چھوڑے جاتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَمَّا تَرضٰی اَنْ تَکُوْنَ مِنِّی بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی اِلَّا اَنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ۔

کیاتم اس پر راضی نہیں کہ تمہیں ہماری بارگاہ میں (وہ مرتبہ حاصل ہے جو ہارون کو حضرت موسیٰ کی بارگاہ میں حاصل تھا سوائے نبوت کے کیونکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا) (بخاری ومسلم)

اس حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دو عظمتیں ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ رنجیدہ ہو تو ان کو اللہ کے رسول راضی کرتے ہیں مقام غور ہے کہ جب سرکار آزردہ ہوں تو رب کائنات ان کو راضی کرتا ہی چنانچہ خدا فرماتا ہے۔

فَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا وَمِنْ آنَاءِ الَّیْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰی۔

تو ان کی باتوں پر صبر کر اور رب کو سراہتے ہوئے اسکی پاکی بولو سورج چمکنے سے پہلے اور اس کے ڈوبنے سے پہلے اور رات کی گھڑیوں میں اسکی پاکی بولو اور دن کے کناروں پر اس امید پر کہ تم راضی ہو جاؤ۔

اور جب علی آزردہ ہوں تو رسالت مآب انہیں راضی کرتے ہیں۔

اور دوسری عظمت یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہارون کے قائم مقام ہو لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ میں وہ تمام اوصاف اور خصوصیات موجود ہیں جو ایک نبی میں ہوتی ہیں لیکن چونکہ حضور ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نبوت نہیں دی گئی۔

حدیث زیر بحث سے شیعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل پر استدلال کرتے ہیں کہ حضور پرنور ﷺ کے بعد خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حق ہے اہل بیت یہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا سفر پر جاتے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے اہل وعیال کی حفاظت کے لئے چھوڑ جانا کہ میری واپسی تک ان کی نگرانی اور خبر گیری کرنا اسی کے سپرد کرتے ہیں جسکی امانت دیانت محبت اور اخلاص ہر اطمینان ہو فرزند اور داماد کو اس کام کے لئے مقرر کرتے ہین لیکن یہ امر کہ میری وفات کے بعد تم ہی میرے خلیفہ ہو گے حدیث کو اس مضمون سے دور کا بھی واسطہ اور تعلق نہیں۔

پھر یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ قائم مقامی صرف اہل بیت کی حد تک محدود تھی اس لئے نبی کریم ﷺ نے اس غزوہ میں جاتے وقت محمد بن مسلمہ کو مدینہ کا صوبہ دار مقرر فرمایا اور سباع بن عرفطہ کو مدینہ کا کوتوال مقرر کیا اور عبداللہ بن ام کلثوم کو اپنی مسجد کا امام مقرر کیا معلوم ہوا کہ حضرت علی کی خلافت مطلق نہ تھی بلکہ اہل وعیال تک محدود تھی اور اگر بالغرض مطلق بھی ہوتی تو غزوہ سے واپسی تک

محدود تھی جیسے کوئی بادشاہ سفر پر جاتے وقت کسی کو نائب السلطنت مقرر کر جائے اور یہ وقتی نیابت واپسی تک محدود رہے گی واپسی کے بعد خود بخود نیابت ختم ہو جائیگی اور یہ وقتی نیابت اس امر کی دلیل نہیں کہ بادشاہ کی وفات کے بعد یہی شخص بادشاہ کا خلیفہ ہوگا البتہ اس وقتی نیابت سے اہلیت اور قابلیت ضرور ثابت ہوتی ہے سو ہمیں اس سے انکار نہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ میں خلافت کی اہلیت اور قابلیت تھی تمام اہل سنت دل و جان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اہلیت اور قابلیت کے قائل ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت یہ تھی کسی غزوہ میں تشریف لے جاتے تو کسی نہ کسی کو مدینہ میں اپنا قائم مقام بنا کر جاتے اور جب سفر سے آ جاتے تو وہ قائم مقامی خود و بخود ختم ہو جاتی کسی فرد بشر کے حاشیہ خیال میں یہ بات نہیں گزری کہ وہ ان صحابہ کی وقتی نیابت کو ان حضرات کی خلافت بلافصل اور امامت کبریٰ کی دلیل سمجھتا رہا یہ امر کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ہارون کے ساتھ تشبیہ دی ہے سو ہم یہ عرض کریں گے کہ اس تشبیہ سے بے شک ایک قسم کی فضیلت ثابت ہوگی لیکن تشبیہ سے تمام امور میں مساوات لازم نہیں اس حدیث میں اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ہارون علیہ السلام کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے تو اسیران بدر کے بارے میں جب آپ نے صحابہ سے مشورہ لیا تو اس وقت آپ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تشبیہ دی اور ظاہر ہے کہ کسی کو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تشبیہ دینا یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہارون کے ساتھ تشبیہ دینے سے زیادہ اور بالاتر ہے۔

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ہارون علیہ السلام سے تشبیہ دی گئی اس وقت

اصحاب ثلاثہ حضور ﷺ کے ساتھ غزوہ تبوک میں جا رہے تھے گویا یہ خلافت ان تینوں حضرات کی عدم موجودگی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ملی اور نبی کریم کے وصال کے بعد بھی یہ خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے اس وقت ثابت ہوسکتی تھی جبکہ وہ تینوں حضرات موجود نہ ہوتے اور ایسے ہی ہوا جب یہ تینوں حضرات وصال فرما چکے تو تب حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے اور یہی اہل سنت کا مذہب ہے۔

حدیث نمبر ۲:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان بھائی چارہ یعنی سلسلہ اخوت قائم فرمایا (دو دو صحابہ کو آپس میں بھائی بھائی بنا دیا) تو حضرت علی رضی اللہ عنہ روتے ہوئے تشریف لائے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ نے تمام صحابہ کے درمیان اخوت قائم کی مگر مجھے کسی کا بھائی نہیں بنایا رسول خدا ﷺ نے فرمایا:

اَنْتَ اَخِیْ فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَۃِ تو دنیا اور آخرت میں میرا بھائی ہے۔
(مشکوٰۃ ۵۶۴)

حدیث نمبر ۳:

رسول خدا ﷺ نے فرمایا:

اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا وَفِیْ رِوَایَۃٍ اَنَا دَارُالْحِکْمَۃِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا۔
میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے اور ایک روایت ہے کہ میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اسکا دروازہ ہے۔ (۳/۱۲۶ المستدرک)

حدیث نمبر ۴:

رسول خدا ﷺ نے فرمایا اَلنَّظْرُ اِلٰی وَجْهِ عَلِیٍّ عِبَادَۃٌ علی رضی اللہ عنہ کو دیکھنا

عبادت ہے۔
(۱۷۷ صواعق محرقہ)(۳/۱۴۶ المستدرک، ۲/۲۹۱ الریاض النضرۃ)

حدیث نمبر ۵:

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ذِکْرُ عَلِيٍّ عِبَادَةٌ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر عبادت ہے۔ (کنز العمال)

حدیث نمبر ۶:

ابو الحمراء سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ اَرَادَ اَنْ يَّنْظُرَ اِلٰى آدَمَ فِيْ عِلْمِهٖ وَاِلٰى نُوْحٍ فِيْ فَهْمِهٖ وَاِلٰى اِبْرَاهِيْمَ فِيْ حِلْمِهٖ وَاِلٰى يَحْيٰى بْنِ زَكَرِيَّا فِيْ زُهْدِهٖ وَاِلٰى مُوْسٰى فِيْ بَطْشِهٖ فَلْيَنْظُرْ اِلٰى عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ ○ (۲/۲۹۰ الریاض النضرۃ)

جو شخص آدم علیہ السلام کو ان کے علم میں نوح علیہ السلام کو انکی سمجھ میں ابراہیم علیہ السلام کو ان کے حلم میں یحییٰ علیہ السلام کو ان کے زہد میں اور موسیٰ علیہ السلام کو انکی گرفت میں دیکھنا چاہتا ہے وہ علی بن ابی طالب کو دیکھ لے۔

حدیث نمبر ۷:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے علی!

میں نے خدا سے تیرے بارے مین پانچ چیزیں مانگیں قبر سے اٹھتے ہی تو میرے ساتھ ہو میزان میں میرے ساتھ ہو تو حامل لواء الحمد ہو حوض پر میری امت کا ساقی ہو جنت کی طرف میری امت کا قائد ہو۔ (۱۳/۱۵۲ کنز العمال)

حدیث نمبر ۸:

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

قیامت کے دن ایک سرخ خیمہ میرے لئے عرش کے دائیں طرف لگایا جائیگا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے عرش کے بائیں جانب سبز یاقوت کا خیمہ لگایا جائیگا اور ان دونوں کے درمیان حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے سفید موتی کا خیمہ لگایا جائیگا اس حبیب کے متعلق تمہارا کیا گمان ہے جو دو خلیلوں کے درمیان ہو۔

(۲/۲۸۰ الریاض النضرۃ)

حدیث نمبر ۹:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اور عباس رضی اللہ عنہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تشریف لائے آپ کھڑے ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گلے سے لگایا اور ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور اُن کو اپنے دائیں طرف بٹھایا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اس سے محبت کرتے ہیں آپ نے فرمایا اے چچا مجھے ان سے بہت محبت ہے کیونکہ اللہ نے ہر نبی کی اولاد اس کی صلب میں رکھی ہے اور میری اولاد اللہ نے علی کی پشت میں رکھی ہے۔ (الریاض النضرۃ ۲/۲۲۲)

حدیث نمبر ۱۰:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن ہم چار آدمی سوار ہوں گے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یارسول میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں آپ کے علاوہ اور کون ہوں گے فرمایا میں براق پر سوار ہوں گا اور میرے بھائی حضرت صالح علیہ السلام اونٹنی پر سوار ہوں گے اور حمزہ اللہ اور اس کے رسول کے شیر میری اونٹنی عضباء پر سوار ہوں گے اور میرے بھائی میرے چچا کے بیٹے میرے داماد علی المرتضی رضی اللہ عنہ جنت کی اونٹنی پر.

سوار ہوں گے جس کا کجاوہ سبز زمرد کا جو سرخ سونے سے مزین ہوگا اور اس اونٹنی کا سر سفید کافور کا اور دم عنبر کی اور اس کے پاؤں کستوری کے گردن موتی کی اور اس پر اللہ کے نور کا قبہ ہوگا اس کا باطن عفواللہ ظاہر رحمتہ اللہ سے ہوگا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں لواء الحمد ہوگا جب وہ فرشتوں کے گروہ سے گزریں گے وہ کہیں گے یہ مقرب فرشتہ ہے یا نبی مرسل یارب العالمین کے عرش کا اٹھانے والا ہے عرش کے نیچے سے ایک منادی ندا کرے گا یہ نہ تو مقرب فرشتہ ہے نہ نبی مرسل ہے اور نہ عرش کے اٹھانے والا ہے یہ امیرالمومنین امام المتقین اور روشن اعضائے انسانی والوں کا قائد رب العالمین کی جنت کی طرف حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔ (تاریخ بغداد ۱۲۳/۱۳، کنزالعمال ۱۵۳/۱۳)

حدیث نمبر ۱۱:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ مہاجرین اور انصار کی دو صفیں بنائیں پھر حضرت علی و حضرت عباس رضی اللہ عنہم کا ہاتھ پکڑا اور دونوں صفوں کے درمیان سے گزرے اور مسکرائے ایک آدمی نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے مسکرانے کی وجہ کیا ہے میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں فرمایا مجھ پر جبریل امین علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ تمام آسمانوں کے فرشتوں کے سامنے مہاجرین اور انصار پر فخر کر رہا ہے اور جن فرشتوں نے عرش اٹھایا ہوا ہے ان کے سامنے اللہ تعالیٰ مجھ پر اے علی تجھ پر اور اے عباس تجھ پر فخر کر رہا ہے۔ (الریاض النضرۃ ۲۹۲/۲)

حدیث نمبر ۱۲:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو امیر بنا کر کچھ لوگوں کو لڑائی کے لئے بھیجا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مال غنیمت سے ایک کنیز کو لے لیا یہ بات بعض لوگوں کو ناگوار گزری چار آدمیوں نے کہا ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں یہ معاملہ پیش کریں گے انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری دی ایک نے کھڑے ہو کر عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے مال غنیمت سے ایک کنیز لے لی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعراض فرمایا پھر دوسرے نے بھی کھڑے ہو کر یہی کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعراض فرمایا تیسرے نے بھی یہی کہا آپ نے اعراض فرمایا پھر چوتھا کھڑا ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف متوجہ ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رخ انور غضبناک تھا آپ نے فرمایا تم علی سے کیا چاہتے ہو۔

عَلِیٌّ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْ عَلِیٍّ وَعَلِیٌّ وَلِیُّ کُلِّ مُؤْمِنٍ بَعْدِیْ۔

علی مجھ سے اور میں علی سے ہوں اور علی میرے بعد ہر مومن کا مددگار ہے۔ (کنز العمال ۱۴۲/۱۳)

فرشتوں کے نزدیک مقام

حدیث نمبر ۱:

امام فخر الدین راز اور امام غزالی رحمہما اللہ نے لکھا ہے کہ شب ہجرت حضرت علی رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جان نثار کرتے ہوئے جب آپ کے بستر پر سو گئے تو اللہ تعالیٰ نے جبریل امین علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام سے فرمایا میں نے تم دونوں میں اخوت قائم کی ہے اور تمہاری زندگی بھی ایک دوسرے سے دراز کی ہے بتاؤ تم میں سے کون ہے جو اپنے بھائی پر اپنی زندگی کا ایثار کرے اور مرنے کو تیار ہو دونوں اپنی اپنی زندگی بارگاہ الٰہی سے طلب کرنے لگے خدا کی طرف سے ارشاد ہوا اے

جبرئیل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام دیکھو علی رضی اللہ عنہ کی بزرگی اور شرافت کہ وہ تم سے بلند ہے ہم نے علی اور اپنے حبیب کے درمیان اخوت قائم کی ہے تو علی اپنی موت قبول کر کے ہمارے حبیب کی خوابگاہ پر سو گیا ہے اور اپنی جان ہمارے حبیب پر قربان کر دی ہے۔

حوصلہ ہارے نہ انسان پریشانی میں
ہر بنا کام بگڑ جاتا ہے نادانی میں
اور کبھی ڈوب سکتی نہیں موجوں کی طغیانی میں
جن کی کشتی ہو محمد کی نگہبانی میں

اب تم دونوں جاؤ اور دشمنوں سے اس کی حفاظت کرو چنانچہ جبرئیل و میکائیل علیہما السلام حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے ایک سرہانے بیٹھ گیا اور ایک پاؤں کی طرف اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں زبان حال سے کہنے لگے۔

بَخٍ بَخٍ مَنْ مِثْلُكَ يَا ابْنَ اَبِیْ طَالِبٍ اِنَّ اللّٰهَ يُبَاهِیْ بِكَ عَلٰی مَلَائِكَتِهٖ

زندہ باد اے علی تمہاری مثل کون ہے بے شک اللہ اپنے فرشتوں کے سامنے تم پر فخر کر رہا ہے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی جس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان ظاہر ہوتی ہے خدا فرماتا ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِیْ نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاةِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَؤُفٌ بِالْعِبَادِ۔

اور لوگوں میں سے ایک وہ ہے جو فروخت کرتا ہے اپنی جان کو اللہ کی رضامندی کے لئے اور اللہ بندوں پر مہربان ہے۔

(احیاء العلوم، کشف المحجوب ۳۵۸، تفسیر کبیر ۲/۱۹۸)

حدیث نمبر۲:

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ اس وقت بیمار تھے اور آپ کا سر ایک آدمی کی گود میں تھا اور وہ آدمی نہایت حسین وجمیل تھا اور نبی کریم محو خواب تھے جب میں اندر آ گیا تو آدمی نے کہا اپنے چچازاد کے قریب آجایئے آپ مجھ سے زیادہ حقدار ہیں میں ان دونوں کے قریب ہوگیا وہ آدمی کھڑا ہوگیا اور میں اس کی جگہ بیٹھ گیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی جانتے ہو یہ آدمی کون تھا میں نے عرض کی میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں میں نہیں جانتا یہ کون تھا فرمایا یہ حضرت جبریل علیہ السلام تھے میرے ساتھ باتیں کرتے رہے تھے یہاں تک کہ میری تکلیف دور ہوگئی اور اس کی گود میں سر رکھ کر میں سو گیا۔ (الریاض النضرۃ ۲/۲۹۰)

حدیث نمبر۳:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ سے بدر کے دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں کہ تم میں سے ایک سے داہنے جبریل علیہ السلام اور دوسرے کے بازو پر میکائیل علیہ السلام ہیں اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اللہ کے رسول نشان دیتے تھے وہ مقابلہ کرتے اور جبریل ان کے دائیں بازو پر میکائیل بائیں بازو پر ہوتے تھے اور بغیر فتح کیے واپس نہ آتے۔ (ازالۃ الخفاء ۲/۵۱۵)

حدیث نمبر۴:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلانے بھیجا میں ان کے گھر پر گیا اور آواز دی کچھ جواب نہ آیا میں

واپس چلا آیا اور رسول خدا ﷺ کو خبر دی آپ نے فرمایا پھر جاؤ اور ان کو پکارو وہ گھر میں ہیں میں پھر گیا اور آواز دی چکی چلنے کی آواز آتی تھی میں نے دیکھا تو چکی کے پاس کوئی نہ تھا میں نے پھر ان کو آواز دی وہ میرے پاس آئے میں نے کہا آپ کو حضور ﷺ نے بلایا ہے وہ آئے میں نے حضور ﷺ کو اور آپ نے مجھے دیکھا اور فرمایا اے ابوذر کیا بات ہے میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ایک عجیب بات ہے میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر دیکھا کہ چکی چل رہی ہے اور چلانے والا نظر نہیں آیا آپ نے فرمایا اے ابوذر خدا کے کچھ ایسے فرشتے ہیں جو زمین میں پھرتے رہتے ہیں خدا نے ان کو آل محمد کی اعانت پر مقرر کر دیا ہے۔

(ازالۃ الخفاء ۲/۵۳۴، الریاض النضرۃ ۲/۲۹۶)

حدیث نمبر ۵:

جب اُحد کے دن لڑائی کا بازار گرم ہوا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مشرکین کے سات آدمی واصل جہنم کیے ان کا صاحب لواء طلحہ بن ابی طلحہ بھی مارا گیا اور وہ بھی آپ کے ہاتھ سے قتل ہوا آپ کے اس کردار سے نبی کریم اور مسلمان خوش ہو گئے احد کے دن آپ کے جسم پر سولہ ضربیں لگیں چار ضرب کے بعد آپ زمین پر گر پڑے ایک خوبصورت آدمی آیا جس سے خوشبو آ رہی تھی اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بازو پکڑ کر آپ کو اٹھایا اور کہا کافروں پر حملہ کرو تو اللہ اور رسول کی اطاعت میں ہے اور تجھ سے خدا بھی راضی ہے اور اس کا رسول بھی راضی ہے میں نے اس کا ذکر نبی کریم سے کیا آپ نے فرمایا اے علی اللہ تیری آنکھیں ٹھنڈی کرے وہ جبریل امین علیہ السلام تھے۔ (تکریم المومنین ۱۱۶)

حدیث نمبر ٦:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بدر کی لڑائی میں میں بدر کی کنویں کے پاس موجود تھا ایک ایسی تند ہوا آئی کہ میں نے کبھی اس کی مثل پہلے کبھی نہ دیکھی تھی بعدازاں ایک اور آندھی آئی کہ میں نے اس کی مثل کبھی نہ دیکھی مگر وہ ہوا جو ہوا اس سے پہلے تھی پھر ایک تند ہوا آئی جو ہوا اول آئی وہ جبریل امین علیہ السلام تھے جو ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ نازل ہوئے تھے دوسری ہوا میکائیل علیہ السلام تھے جو ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے داہنی طرف نازل ہوئے اور داہنی جانب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے اور تیسری ہوا حضرت اسرافیل علیہ السلام تھے جو ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں جانب نازل ہوئے اور اس بائیں جانب حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ تھے۔ (خصائص کبریٰ ۱/۵۳۷)

حدیث نمبر ۷:

حضرت محمد بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوہ بدر کے دن اللہ کے ایک فوشتے رضوان جنت نے ندا کی۔ لاسیف الاذوالفقار ولا فتی الا علی ذوالفقان (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کا نام) کے سوا کوئی تلوار نہیں اور علی کے سوا کوئی جوان نہیں۔ (الریاض النضرۃ ۲/۲۵۱)

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی
شیر شمشیرزن شاہ خیبر شکن
پرتوِ دست قدرت پہ لاکھوں سلام

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا علم

نمبرا:

حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں موجود تھا آپ نے فرمایا مجھ سے پوچھو خدا کی قسم جو بھی پوچھو گے میں تمہیں اس کی خبر دوں گا مجھ سے کتاب اللہ کے بارے میں پوچھو میں ہر ایک آیت کے بارے میں جانتا ہوں کہ وہ رات کو نازل ہوئی ہے یا دن کو میدان میں نازل ہوئی ہے یا پہاڑ پر۔ (الریاض النضرۃ ۲/۲۶۳)

علم کے لئے قوت حافظہ کا ہونا ضروری ہے اور خداتعالیٰ آپ کو بے مثال حافظہ عطا فرمایا تھا آپ سے آپ کی قوت حافظہ کے بارے میں دریافت کیا گیا آپ نے اس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ جب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وصال کے بعد غسل دے رہا تھا تو تھوڑا سا پانی آپ کی چشمان مبارک پر رہ گیا تھا میں نے گوارا نہ کیا کہ وہ پانی زمین پر گرے اور اسے میں نے چوس لیا میرے علم اور قوت حافظہ کے تیز ہونے کا یہی سبب ہے۔ (شواہد النبوت ۱۷۲)

نمبر۲:

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سینے پر ہاتھ رکھ کر یہ دعا فرمائی۔

اَللّٰهُمَّ امْلَأْ قَلْبَهٗ عِلْمًا وَفَهْمًا وَحِكْمًا وَنُوْرًا۔

یا اللہ اس کے دل کو علم فہم وبصیرت حکمت اور نور سے بھرپور فرما دے۔

کچھ دیر کے بعد آپ نے فرمایا:۔

اَخْبَرَنِیْ رَبِّیْ عَزَّوَجَلَّ اَنَّہٗ قَدِ اسْتَجَابَ لِیْ فِیْکَ۔

اے علی تیرے لئے جو دعا کی گئی اللہ تعالیٰ نے اسے قبول فرمالیا۔

(المرتضیٰ ۱۴۴)

نمبر ۳:

ایک بار حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تحدیث نعمت کے طور پر اپنی علمیت اور فضل وکمال کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا میری وفات سے پہلے ایسے علوم کے بارے میں مجھ سے سوال کرلو جن کا علم نہ جبریل کو ہے اور نہ ہی میکائیل کو اور یہ علوم حضور کا عطیہ ہے اور ان علوم کا ایک حصہ ہیں جو شب معراج آپ کو بارگاہ خداوندی سے حاصل ہوئے مثلاً حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بتایا کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نار نمرود میں پھینکنے کا حکم ہوا اس وقت میں بصورت نور آپ کی پشت میں قرار پذیر تھا آپ کو منجنیق میں رکھا جارہا تھا کہ جبریل امین حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی یاخلیل الرحمان ھل لك من حاجۃٍ اے اللہ کے خلیل کوئی حاجت ہوتو بیان کرو آپ نے فرمایا اما الیك فلا تجھ سے کوئی کام نہیں پھر جبریل اپنے ساتھ میکائیل کو لے کر حاضر ہوئے اور دوبارہ پیشکش کی آپ نے وہی جواب دیا تیسری مرتبہ جبریل نے پھر عرض کی ھل لك حاجۃٌ الی ربك آپ کو اپنے رب کی بارگاہ میں کوئی حاجت ہوتو فرمائیں آپ نے جواب دیا خلیل کے لائق نہیں کہ اپنے خلیل سے جرح کرے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں نے اسی وقت ارادہ کرلیا کہ جب اللہ تعالیٰ مبعوث فرمائے گا تو میں جبریل کو اس کا بدلہ دے دوں گا جب شب معراج آئی اور سدرۃ المنتہیٰ کے مقام پر پہنچے تو جبریل رک گئے آپ نے فرمایا جبریل ایسے

موقع پر کوئی دوست دوست کا ساتھ چھوڑتا ہے جبریل نے عرض کی اگر میں آگے بڑھوں تو تجلیات کی وجہ سے جل جاؤں گا اس وقت حضور نے جبریل سے فرمایا: ھل لك حاجةٌ الی ربك بارگاہ رب العزت میں کوئی حاجت ہو تو بتایئے جبریل نے عرض کی جب آپ کی امت کو پل صراط سے گزرنے کا حکم ہو مجھے پر بچھانے کی اجازت مل جائے تا کہ آپ کی امت میرے پروں پر سے گزر جائے۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم رب تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور رب تعالیٰ کے دیدار سے مشرف ہوئے تو رب قدوس نے خود کرم فرمایا اور جبریل کی درخواست کے بارے میں خود پوچھا آپ نے کہا باری تعالیٰ تو خوب جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جبریل کی درخواست منظور ہے لیکن صرف ان لوگوں کے لئے پر بچھانے کی اجازت ہوگی جو آپ اور آپ کے صحابہ سے محبت کرنے والے ہوں گے اور دوسری روایت ہے کہ اللہ نے فرمایا جبریل کو صرف ان لوگوں کے لئے پر بچھانے کی اجازت ہوگی جو آپ پر کثرت سے درود وسلام بھیجتے ہوں گے۔

(زرقانی ۴۔۹۳/۶، نزہۃ المجالس ۲/۱۵۱)

حدیث نمبر۴:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کو گئے جب آپ حجر اسود کو بوسہ دینے لگے تو فرمایا میں جانتا ہوں تو ایک پتھر ہے نہ نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان اگر ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم نہ دیا ہوتا تو میں تجھے ہرگز نہ چومتا پھر آپ نے اس کو چوما حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے عمر یہ پتھر نفع ونقصان پہنچا سکتا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ کو کیسے علم ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی کتاب قرآن سے اور وہ اس طرح

کہ اللہ فرماتا ہے۔

وَاِذَا اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيْ آدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ......(الآیۃ) کہ جب نکالا تمہارے رب نے بنی آدم کو پیٹھوں سے ان کی اولاد کو اور ان سے اقرار لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں تو سب بول اٹھے ہاں اللہ تعالیٰ نے اس عہد و پیمان کو ایک کاغذ پر لکھا اور اس وقت حجر اسود کی آنکھیں تھیں اور منہ بھی تھا اللہ تعالیٰ نے اسے فرمایا منہ کھول اس نے منہ کھول دیا اللہ نے وہ ورق جس پر یہ عہد و پیمان لکھا تھا اس کے منہ میں رکھ دیا اور یہ نگل گیا اللہ نے اس کو فرمایا اے پتھر قیامت کے دن ان کی گواہی دینا جو تیرے پاس اس عہد کو پورا کرتے ہوئے آئیں گے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ قیامت کے دن حجر اسود آئے گا اور اس کی زبان بہت تیز ہو گی اور ہر اس شخص کی گواہی دے گا جس نے اس کو ایمان کے ساتھ چوما ہو گا اس لئے یا امیر المومنین یہ نفع و نقصان پہنچا سکتا ہے۔

فَقَالَ عُمَرُ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ اَنْ اَعِيْشَ فِيْ قَوْمٍ لَسْتَ فِيْهِمْ يَا اَبَا الْحَسَنِ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں ایسی قوم میں زندہ رہوں جس میں اے ابوالحسن تم نہ ہو۔ (المستدرک ۱/۴۵۷، کنز العمال ۵/۱۷۷)

نمبر ۵:

حضرت ابوحزن بن اسود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت نے نکاح کے چھ ماہ بعد بچہ جنا لوگوں نے اس پر زنا کا الزام لگایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس عورت کے رجم کا ارادہ کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَحَمْلُهٗ وَفِصَالُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا اور اسکا حمل میں رہنا اور اسکا دودھ چھوڑنا تیس مہینوں میں ہے اور دودھ چھڑانے کی مدت دو برس کی ہے خدا فرماتا ہے کہ وفصالہ فی عامین لہٰذا چوبیس ماہ دودھ چھڑانے کے اور چھ ماہ حمل کے پورے تیس ہوئے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے رجم کا ارادہ ترک کر دیا اور فرمایا لولا علیٌ لهلك عمر اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔

(۴۴۲/ ۷سنن کبریٰ)(۴۷۴/ ۲الاستیعاب)(۲۵۲/ ۲الریاض)

نمبر ۶:

ایک بار حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاں خنثیٰ کی میراث کا مسئلہ پیش ہوا انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف خط لکھ بھیجا آپ نے جواب دیا کہ اسکی پیشاب گاہ کی رو سے اسے میراث ملے گی یعنی اگر مرد کی طرف پیشاب کرتا ہے تو مرد کی میراث ملے گی اور اگر عورت کی طرح پیشاب کرتا ہے تو عورت کا ترکہ ملے گا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حاضرین سے فرمایا الحمد اللہ ہمارا مخالف بھی دینی معاملات میں ہم سے استفسار کرتا ہے۔ (تاریخ الخلفاء ۱۷۲)

نمبر ۷:

ایک یہودی کی داڑھی بہت مختصر تھی ٹھوڑی پر چند گنتی کے بال تھے جبکہ حضرت علی کی داڑھی مبارک بڑی گھنی اور بھاری تھی ایک دن وہ یہودی کہنے لگا اے علی تمہارا یہ دعویٰ ہے کہ قرآن میں جمیع علوم ہیں اور تم باب مدینۃ العلم ہو بتاؤ قرآن میں تمہاری گھنی داڑھی اور میری مختصر داڑھی کا بھی ذکر ہے حضرت علی نے جواب دیا خدا فرماتا ہے۔

وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ وَالَّذِي خَبُثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا

اور جو زمین عمدہ و زرخیز ہے اسکی پیداوار اللہ تعالیٰ کے حکم سے نکلتی ہے جو زمین خراب ہے اس سے پیداوار نہیں نکلتی مگر قلیل اور گھٹیا اے یہودی وہ اچھی زمین میری ٹھوڑی ہے اور خراب اور بنجر زمین تمہاری ٹھوڑی ہے۔ (۱۶۹ مرتضیٰ)

نمبر ۸:

ایک مرتبہ ایک یہودی حضرت علی کے پاس آیا اور کہا آپ کے نبی نے فرمایا ہے۔

اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے اگر فی الحقیقت ایسا ہی ہے تو بتاؤ کہ کونسی مخلوق انڈے دیتی ہے اور کونسی مخلوق بچے دیتی ہے آپ نے فرمایا جس مخلوق کے کان پوشیدہ ہیں وہ انڈے دیتی ہے جس مخلوق کے کان باہر ظاہر ہیں وہ بچے دیتی ہے اب تو جا کر دیکھتا پھر کہ کس مخلوق کے کان ظاہر ہیں اور کس کے کان پوشیدہ ہیں۔

نمبر ۹:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک شخص نے دو عورتوں سے نکاح کیا اتفاق سے دونوں کے ہاں ایک ہی رات میں ایک ہی جگہ دو بچے ہوئے ایک کے ہاں لڑکی اور دوسرے کے ہاں لڑکا رات اندھیری تھی بعدازاں دونوں میں اختلاف پیدا ہوگیا کہ لڑکی کس کی ہے اور لڑکا کس کا ہے ہر ایک یہی کہتی تھی کہ لڑکا اس کا ہے یہاں تک کہ وہ اختلاف جھگڑے کی صورت اختیار کرگیا آخر دونوں عورتیں آپکی کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور ماجرا عرض کیا آپ نے فرمایا دونوں اپنا دودھ نکال کر لائیں جب وہ لائیں تو آپ نے دونوں کا دودھ وزن کیا جس کا دودھ وزنی نکلا اس کو لڑکا دے کر فرمایا یہ بچہ اسکا ہے کسی نے کہا کہ یہ مسئلہ آپ نے کہاں سے نکالا ہے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے للذکر مثل حظ الانثیین لڑکوں کے واسطے لڑکیوں سے دگنا ہے۔

بیشک اللہ نے مرد کو ہر چیز میں فضیلت دی ہے یہاں تک کہ غذا میں

بھی۔ (۱۶۲ نزہۃ المجالس)

نمبر ۱۰:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا علم مال سے بہتر ہے کیونکہ:

ا: علم انبیاء کی میراث ہے اور مال فرعون کی۔

ب: مال خرچ کرنے سے کم ہو جاتا ہے اور علم خرچ کرنے سے کم نہیں ہوتا۔

ج: مال حفاظت کرنے والے کا محتاج ہے اور علم علم والے کی حفاظت کرتا ہے۔

د: جب کوئی مرتا ہے تو مال دنیا میں چھوڑ جاتا ہے اور علم صاحب علم کے ساتھ قبر میں جاتا ہے۔

ن: مال کافر و مومن دونوں کو ملتا ہے اور علم صرف مومن کو ملتا ہے۔

و: مالدار کے محتاج کم اور علم والے کے سبھی محتاج ہوتے ہیں۔

ی: علم پلصراط پر تقویت کا موجب ہوگا اور مال گزرنے سے روکے گا۔ (تفسیر کبیر)

نیز دنیا کا مال زمین سے نکلتا ہے اور علم سینہ مصطفیٰ سے نکلا ہے اور سینہ مصطفیٰ زمین سے کہیں بہتر ہے لہٰذا علم مال سے کہیں بہتر ہے۔

نمبر ۱۱:

ایک مضر نامی آدمی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اس نے آپ سے چند سوالات دریافت کئے آپ نے تسلی بخش جوابات دئے ملاحظ فرمائیں سوالات اور جوابات۔

سوال: خدا کا بھیجا ہوا کون ہے جو نہ انسان ہے نہ ہی جن نہ ہی وہ فرشتہ ہے اور نہ چوپایہ اور نہ درندہ ہے۔

جواب: وہ ایک کوا ہے جس کے بارے میں قرآن نے فرمایا فبعث اللہ غرابا خدا نے ایک کوا بھیجا۔

سوال: وہ کون تھا جس نے کھایا تو بہت لیکن پیا کچھ نہیں۔

جواب: وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا تھا جس نے جادوگروں کے تمام سانپ تو کھا لئے لیکن پانی کا گھونٹ تک نہ پیا۔

سوال: وہ کونسی عورت ہے جس نے تین گھڑیاں میں بچے کو جنم دیا۔

جواب: وہ حضرت مریم ہے جو ایک گھڑی میں حاملہ ہوئیں دوسری گھڑی میں درد ہوا اور تیسری گھڑی میں انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جنم دیا۔

سوال: وہ کون سے دو ساکن ہیں جو کبھی متحرک نہیں ہوئے۔

جواب: وہ دونوں زمین و آسمان ہیں۔

سوال: وہ کون سے دو متحرک ہیں جو کبھی ساکن نہ ہونگے۔

جواب: وہ چاند اور سورج ہیں۔

سوال: وہ کون سے دو محبت کرنے والے ہیں جو کبھی ناراض نہیں ہوئے۔

جواب: وہ جسم اور روح میں جو کبھی ایک دوسرے سے ناراض نہیں ہوئے۔

سوال: وہ کون سے دو ناراض ہیں جو کبھی راضی نہیں ہونگے۔

جواب: وہ موت و حیات ہیں جو آپس میں کبھی راضی نہ ہونگے۔

سوال: شئی کیا ہے۔

جواب: وہ بندہ مومن ہے۔

سوال: لاشئی کیا ہے۔

جواب: وہ کافر ہے

سوال: وہ کونسی چیز ہے جو اللہ رحم میں سب سے پہلے پیدا کرتا ہے اور وہ قبر میں

باقی رہتی ہے۔

جواب: وہ ریڑھ کی ہڈی ہے۔ (جامع المعجزات ۱۰۴)

حضرت علی مشکل کشا رضی اللہ عنہ

نمبر ا:

ایک مرتبہ تین یہودی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا اے عمر تم اپنے نبی اور ان کے خلیفہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حکمران بنے ہو ہمارے کچھ سوالات ہیں اگر آپ نے ان کے جواب دے دیئے تو ہم سمجھیں گے کہ اسلام حق ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم برحق نبی ہیں اور اگر آپ جواب نہ دے سکے تو ہم یہ سمجھیں گے کہ اسلام باطل ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا سوال کرو انہوں نے کہا سوال یہ ہیں۔

ا: آسمانوں کے قفل کیا ہیں۔

ب: اور آسمانوں کی کنجیاں کیا ہیں۔

ج: وہ کونسی مخلوق ہے کہ نہ وہ جن ہے نہ انسان مگر اس نے اپنی قوم کو ڈرایا ہے۔

ن: وہ کونسی پانچ چیزیں ہیں جو ماں کے رحم سے پیدا نہیں ہوئیں لیکن وہ زمین پر چلتی ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان سوالات کے جوابات نہ سکے اس پر یہودیوں نے کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی نہیں اور اسلام باطل مذہب ہے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور فرمایا یہودیو ٹھہرو میں ابھی واپس آتا ہوں آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا اے علی اسلام کی فریاد اسی کیجئے فرمایا کیا ہوا انہوں نے سارا واقعہ بیان کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر اوڑھے تشریف لائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور آپ کو گلے لگایا

اور فرمایا اے علی ہر مشکل میں آپکی طرف رجوع کیا جاتا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہودیوں سے فرمایا اپنے سوال شروع کرو انہوں نے اپنے سوالات دہرائے آپ نے فرمایا میرے نبی نے مجھے علم کے ایک ہزار ارباب سکھائے ہیں اور ہر باب سے میرے لئے علم کے ایک ہزار ارباب کھلے ہیں آپ نے فرمایا میری ایک شرط ہے کہ اگر میں نے تمہارے سوالوں کے جوابات دے دئے تو تمہیں مسلمان ہونا پڑے گا انہوں نے کہا ہمیں منظور ہے آپ نے پہلے سوال کا جواب یہ دیا کہ۔

ا: آسمانوں کے قفل شرک ہے جب آدمی شرک کرتا ہے تو اس کے اعمال آسمان پر نہیں چڑھتے

ب: آسمانوں کی کنجیاں یہ ہیں کہ اس بات کی گواہی دی جائے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں۔

یہودیوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور کہا اس جوان نے سچ کہا ہے۔

ج: آپ نے فرمایا وہ قبر جو اپنے ساکن کو سیر کراتی رہی وہ حضرت یونس علیہ السلام کہ مچھلی ہے جس کے پیٹ میں آپ موجود تھے اور اس نے سات سمندروں کی سیر کرائی۔

د: فرمایا وہ مخلوق جو نہ انسان ہے نہ جن لیکن اس نے اپنی قوم کو ڈرایا ہے وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی چیونٹی ہے خدا فرماتا ہے۔

قَالَتْ نَمْلَةٌ يَّاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ○

چیونٹی نے کہا اے چیونٹیوں اپنے بلوں میں گھس جاؤ کہیں سلیمان اور اس کا لشکر تمہیں بےخبری میں روند نہ ڈالیں۔

ن: فرمایا وہ پانچ چیزیں جو ماں کے رحم سے پیدا نہیں ہوئیں اور زمین پر

لتی ہیں وہ حضرت آدم علیہ السلام حضرت حوا علیہا السلام حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فدیے میں ذبح ہونے والا دنبہ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا جو سانپ بن کر زمین پر چلتا تھا اس پر دو یہودی مسلمان ہو گئے تیسرے نے کہا میرا ایک سوال اور ہے وہ یہ ہے کہ گزشتہ زمانے میں وہ کون لوگ تھے جو تین سو نو سال کے بعد زندہ ہوئے آپ نے فرمایا وہ اصحابہ کہف تھے اس پر تیسرا بھی مسلمان ہو گیا۔ (۳۹ النطق المفہوم)

نمبر۲:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ اکثر اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم رحمت عالم کے پاس ہوتے ہیں مگر ہم نہیں ہوتے اور کبھی ہم ہوتے ہیں آپ نہیں ہوتے آپ سے تین سوال کرتا ہوں اگر آپ کو جوابات معلوم ہوں تو بتاں دیجئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا سوالات کریں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کسی کو کسی سے محبت ہوتی ہے حالانکہ وہ اس کا کوئی سلوک نہیں دیکھتا اسکی کیا وجہ ہے اور کسی سے عداوت ہوتی ہے حالانکہ اس نے اس سے کوئی برائی نہیں دیکھی اسکی کیا وجہ ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روحیں جمع شدہ لشکر ہیں اور فضا میں ملتی ہیں پھر جن روحوں میں تعارف ہو جاتا ہے ان میں محبت ہو جاتی ہے اور جن میں اجنبیت رہتی ہے ان میں دنیا میں اجنبیت رہتی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک سوال کا جواب ہو گیا دوسرا سوال یہ ہے کہ انسان بات کرتا کرتا بھول جاتا ہے پھر اچانک وہ بات اسے یاد آ جاتی ہے اسکی کیا وجہ ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا رحمت عالم نے فرمایا ہر دل کے لئے چاند کے بادل کی طرح بادل ہوتا ہے پھر جیسے چاند پر

بادل چھا جاتا ہے اور وہ بات بھول جاتا ہے اور جب ہٹ جاتا ہے تو بات آجاتی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا دو کا جواب ہوگیا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تیسرا سوال یہ ہے کہ انسان خواب دیکھتا ہے کبھی سچا کبھی جھوٹا اسکی کیا وجہ ہے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب انسان گہری نیند سو جائے تو اسکی روح عرش تک چڑھتی ہے جو عرش تک بیدار نہ ہو اسکا خواب سچا ہوتا ہے ورنہ خوان جھوٹا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا الحمد للہ میں نے موت سے پہلے تینوں سوالوں کا جواب پالیا۔

(۵۳ کتاب الروح)

نمبر ۳:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یمن کی طرف بھیجا وہاں چار آدمی ایک کنویں میں گر کر مر گئے جو شیر کے شکار کے لئے کھودا گیا تھا پہلے ایک گرا اس نے دوسرے کا ہاتھ پکڑا وہ گرنے لگا اس نے تیسرے کا ہاتھ پکڑا جب وہ گرنے لگا اس نے چوتھے کا ہاتھ پکڑا اور چاروں کنویں میں گر گئے شیر نے آکر ان سب کو زخمی کر دیا اور اسی کے زخم سے وہ سب مر گئے ان کے ورثاء نے آپس میں جھگڑا کیا یہاں تک کہ قتال کے قریب نوبت پہنچی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تمہارا فیصلہ کئے دیتا ہون اگر تم راضی ہو گئے تو وہی فیصلہ ہے ورنہ میں لڑنے سے روکوں گا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جا کر اپنا فیصلہ کرالو آپ نے کنواں کھودنے والوں سے فرمایا ربع ثلث نصف اور ایک پوری دیت جمع کرو پہلے کی ربع دیت ہے کیونکہ اس نے اپنے اوپر تین آدمیوں کو ہلاک کیا ہے اور دوسرے کی ثلث دیت ہے کیونکہ اس نے اپنے اوپر دو آدمیوں کو ہلاک کیا ہے اور تیسرے کی نصف دیت ہے کیونکہ اس نے اپنے اوپر ایک آدمی کو

ہلاک کیا ہے اور چوتھے کی پوری دیت ہے وہ لوگ اس سے راضی نہ ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مقام ابراہیم کے قریب ان سے ملاقات ہوئی انہوں نے اپنا واقعہ بیان کیا رسول خدا ﷺ نے فرمایا میں تمہارا فیصلہ کرونگا اور چادر کو زانوں کے گرد لپیٹ کر بیٹھ گے ان میں ایک آدمی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فیصلہ سنایا آپ نے بھی اسی کو نافذ فرمایا۔

(ازالۃ الخلفاء ۲/۵۲۵)(۲/۲۶۴ الریاض النضرۃ)

نمبر۴:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں تین آدمی نے مل کر اونٹوں کا کاروبار شروع کیا جب اونٹوں کی تعداد سترہ تک پہنچی تو ان میں اختلاف پیدا ہوگیا وہ اپنا فیصلہ کرانے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے ان سے پوچھا کہ تمہارا حصہ کتنا کتنا ہے ایک نے کہا کل مال کا آدھا حصہ دوسرے نے کہا کل مال کا تیسرا حصہ اور تیسرے نے کہا کل کا نواں حصہ آپ نے ان سے فرمایا اگر تم مجھے اجازت دو تو میں ایک اونٹ بیت المال کا شامل کراوں تاکہ تقسیم آسان ہوجائے انہوں نے اجازت دے دے اب کل اونٹ اٹھارہ ہوگئے پہلے کا حصہ کل مال کا آدھا تھا اس کو آپ نے نو اونٹ دے دئے جسکا مال کا تیسرا حصہ تھا اس کو آپ نے چھ اونٹ دے دیئے اور جسکا کل مال کا نواں حصہ تھا اس کو آپ نے دو اونٹ عطا فرمائے یہ کل عطا کردہ سترہ اونٹ ہوگئے باقی ایک اونٹ بچ گیا آپ نے فرمایا یہ اونٹ بیت المال سے لیا تھا یہ بیت المال کو واپس کردو۔

بانوئے آں تاجدار ھل اتی

مرتضی مشکل کشا شیر خدا

حضرت علی رضی اللہ عنہ بحیثیت قاضی

نمبر ۱:

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن کی طرف گورنر بنا کر بھیجا تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تو ناتجربہ کار ہوں مقدمات کے فیصلے کیسے کروں گا اس پر ضرب رسول الله صلى الله عليه وسلم بيده فى صدرى وقال اللهم اهد قلبه وثبت لسانه رسول خدا نے اپنا دست کرم میرے سینے پر مارا اور دعا کی اے اللہ اس کے دل کو ہدایت پر قائم فرما اور اس کی زبان کو حق پر ثابت فرما حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں خدا کی قسم اس وقت سے تاحیات فریقین کے مقدمات کے فیصلے کرنے میں ایک ذرہ کے برابر بھی مجھے غلطی کا شبہ نہیں ہوا۔ (۲/۳۷ خصائص کبریٰ)

جو فلسفیوں سے حل نہ ہوا اور نکتہ وروں سے کھل نہ سکا
وہ راز اک کملی والے نے سمجھا دیا چند اشاروں میں

نمبر ۲:

حضرت علی رضی اللہ عنہ جہاں خود ماہر قانون تھے درست فیصلے کی بہترین صلاحیت کے حامل تھے وہاں آپ عدلیہ کی بالا دستی کے بھی قائل تھے یہاں تک کہ ایک مرتبہ قاضی وقت نے آپ کے خلاف فیصلہ دیا تو آپ نے خندہ پیشانی سے اسے قبول فرمالیا اس سلسلے میں بطور دلیل یہ واقعہ پیش کیا جا سکتا ہے۔

جنگ صفین میں آپکی زرع چوری ہوگئی کچھ عرصہ بعد آپ نے وہ زرع ایک یہودی کے پاس دیکھی آپ نے اس سے مانگی اس نے دینے سے انکار کر دیا

آپ نے عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا حضرت علی رضی اللہ عنہ اور یہودی قاضی شریح کی عدالت میں مدعی اور مدعا علیہ کی حیثیت سے پیش ہوئے قاضی نے گواہی طلب کئے آپ نے اپنے صاحبزادے امام حسن رضی اللہ عنہ اور اپنے غلام قنبر کو بطور گواہ پیش کیا قاضی پر یہ گواہی پیش ہوئی تو اس نے اس گواہی کو رد کر دیا اس کے نزدیک بیٹے اور غلام کی گواہی معتبر نہ تھی جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ گواہی قابل قبول تھی آپ نے قاضی سے فرمایا کیا آپ جنتی کی گواہی قبول نہ فرمائینگے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

اِنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ۔

بے شک حضرت امام حسن اور امام حسین جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں

مگر قاضی نے اپنے اجتہاد سے کام لے کر فیصلہ یہودی کے حق میں صادر فرمایا دیا آپ نے قبول فرمالیا یہودی نے اقرار جرم کرلیا اور کہا واقعی زرع آپکی ہے پھر اس نے کلمہ شہادت پڑھا۔

اشھدان لاالہ الا اللہ واشھدان محمدا رسول اللہ۔

اور پھر دائرہ اسلام میں داخل ہوگیا۔(۱۸۴ تاریخ الخلفاء)

نمبر۳:

ایک مرتبہ سات آدمی اکھٹے سفر پر گئے ایک عرصہ کے بعد سفر سے واپس آئے تو ایک ان میں نہ تھا مفقود کی بیوی نے حضرت علی کے پاس آکر ان چھ آدمیوں پر اپنے خاوند کے قتل کا الزام لگایا آپ نے ان کو بلایا اور ہر ایک کو الگ الگ مسجد کے گوشوں میں بٹھا کر ایک ایک آدمی ان پر مقرر فرما دیا تاکہ ایک دوسرے کو مل کر بات نہ کرسکیں پھر ان میں سے ایک کو بلا کر اس سے مفقود کا حال

دریافت کیا اس نے انکار کیا اور کہا ہم نے قتل نہیں کیا اس کے انکار پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے تکبیر کہی اس کے پانچ ساتھیوں نے جب آپکی تکبیر کی آواز سنی تو انہوں نے گمان کیا کہ ان کے ساتھی نے سارے حالات بتا کر قتل کا اقرار کرلیا ہے اس وجہ سے حضرت امیر نے تکبیر بلند کی ہے آپ نے ان کو الگ الگ بلا کر حالات پوچھے سب نے قتل کا اقرار کرلیا کہ جب انکے ساتھی نے اقرار کرلیا ہے تو اب ہمارا انکار مفید ثابت نہ ہوگا وہ پہلا کہنے لگا امیر المومنین انہوں نے اقرار کیا ہے میں نے تو اقرار نہیں کیا آپ نے فرمایا یہ لوگ تیرے ساتھی ہیں اور تیرے فعل پر شہادت دے رہے ہیں ان کی شہادت کے بعد تیرا انکار تجھے نفع نہیں دے سکتا پس اس نے بھی ان کے ساتھ قتل کا اعتراف کرلیا پھر آپ نے ان پر اللہ کا حکم جاری کیا۔ (۶۷/ا سفینۂ نوح)

نمبر۴:

حضرت حسن معتمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دو آدمی ایک عورت کے پاس آئے اور اس کے پاس سو دینار امانت رکھے اور کہا جب تک ہم دونوں نہ آئیں نہ دینا ایک سال گزرنے کے بعد ان میں سے ایک آیا اور کہا میرا ساتھی مرگیا ہے وہ دینار مجھے دے دو اس عورت نے انکار کیا وہ اس عورت کے گھر والوں کو بلا لایا اور انہوں نے اصرار کرکے دینار دلوادئے پھر سال کے بعد دوسرا آ گیا اور کہا میرے دینار لاؤ اس عورت نے کہا تمہارے ساتھی نے کہا کہ تم مرگئے ہو اس لئے میں نے اس کو دے دئے دونوں کا جھگڑا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیش ہوا وہ چاہتے تھے کہ اس عورت کے خلاف فیصلہ کریں اور انہوں نے اس عورت سے کہا تو ضامن ہے اس عورت نے کہا میں تم کو قسم دلاتی ہوں تم ہمارا فیصلہ نہ کرو ہمارا

مقدمہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دو آپ نے ان دونوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا وہ سمجھ گئے کہ دونوں نے اس عورت کے ساتھ دھوکا کیا ہے آپ نے اس آدمی سے کہا کیا تم نے یہ نہ کہا تھا جب تک ہم دونوں نہ آئیں نہ دینا اس نے کہاہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہارا مال ہمارے پاس ہے اپنے ساتھی کو لے آؤ تمہارا مال تمہیں دے دیں گے۔

(۲/۲۶۰ الریاض النضرۃ)(۲/۵۲۵ ازالۃ الخلفاء)

نمبر۵:

حضرت زر بن جیش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دو آدمی صبح کا کھانا کھانے بیٹھے ایک کے پاس پانچ روٹیاں اور دوسرے کے پاس تین روٹیاں تھیں جب کھانے لگے تو ایک اور آدمی ادھر سے گزرا اس سے ان دونوں نے کہا بیٹھو کھانا کھالو وہ بیٹھ گیا ان کے ساتھ کھانے لگا تینوں نے سب روٹیاں کھائیں وہ آدمی جب اٹھ کر جانے لگا تو اس نے دونوں کو آٹھ درہم دئے اور کہا میں نے جو کھانا کھایا ہے یہ اس کا عوض ہے دونوں لڑنے لگے پانچ روٹی والے نے کہا پانچ درہم میرے ہیں اور تین درہم تیرے ہیں تین روٹی والے نے کہا میں تو برابر لوں گا اور دونوں نے اپنا معاملہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا اور اپنا حال بیان کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تین روٹی والے سے فرمایا اسکی روٹیاں زیادہ تھیں وہ تمہیں تین درہم دیتا ہے لے لو اس نے کہا میں اس سے راضی نہیں اس نے کہا میں انصاف چاہتا ہوں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تو انصاف پسند ہے تو تیرا حصہ ایک درہم ہے اور اس کے سات ہیں اسؓ نے کہا وہ کیسے ذرا مجھے سمجھا دیجئے آپ نے فرمایا آٹھ روٹیوں کی چوبیس تہائیاں ہوئیں جن کو تم تینوں نے مل کر کھایا اور یہ معلوم

نہیں کہ کسی نے کتنا کھایا اس لئے سب برابر سمجھے جائیں گے آپ نے فرمایا تیری نو تہائیاں تھیں تو نے آٹھ کھائیں ایک باقی رہی اور تیرے ساتھی کی پندرہ تہائیاں تھیں جس میں سے آٹھ اس نے کھائیں اور سات باقی رہی اس آدمی نے تیری ایک تہائی اور اسکی سات تہائیاں کھائیں اس لئے تجھے ایک درہم ملے گا اور اس کو سات درہم ملیں گے اس نے کہا یا امیر المومنین اب میں راضی ہوں۔

(۲/۵۲۳ ازالۃ الخلفاء)(۲/۲۶۳ الریاض النضرۃ)

شجاعت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

نمبرا:

شاہ ولی اللہ نے بیان کیا کہ غزوہ احزاب میں کفار نے خندق کی جگہ کو تلاش کیا اور اپنے گھوڑوں کو چمکا کر خندق اور مقام سلع کے درمیان پہنچ گئے حضرت علی رضی اللہ عنہ چند مسلمانوں کے ساتھ ان کو روکنے کے لئے چلے یہاں تک اس کنارے کو جس سے وہ گھسے تھے لے لیا اور کفار کے سوار ان کی طرف جھکے عمرو بن عبدود نے غزوہ بدر میں جنگ کی تھی یہاں تک کہ سخت زخمی ہوگیا تھا اور غزوہ احد میں شریک نہ ہوا غزوہ خندق میں نشان لگا کر نکلا تاکہ لوگ اس کو پہچانیں اور اس نے اپنے گھوڑے کو ٹھہرا کر آواز دی کہ کون سامنے آتا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ اسکے مقابلے کو گئے اور کہا اے عمرو تو نے خدا سے عہد کیا تھا کہ قریش میں سے جو دو باتیں پیش کریگا ان میں سے ایک کو ضرور مان لونگا عمرو نے کہا ہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا میں تمہیں خدا اور رسول پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہوں اس نے کہا مجھے اسکی ضرورت نہیں آپ نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ تو اتر کرے لڑے اس نے کہا اے میرے بھائی کے بیٹے میں تجھے قتل نہیں کرنا چاہتا آپ نے فرمایا

بخدا میں تجھے قتل کرنا چاہتا ہوں اس بات سے وہ غصے میں آ گیا اور اپنے گھوڑے سے اتر کر اسکی ٹانگ کاٹ دی اور اس کے چہرے پر مارا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوا اور دونوں میں لڑائی ہونے لگی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کر دیا اور سواران کفار بھاگ گئے یہاں تک کہ خندق پھاند پھاند کر نکل گئے۔

اس جنگ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بہادری کے وہ جوہر دکھائے جو عقل سے ماوراء ہیں یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَمُبَارِزَةُ عَلِيِّ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ یَوْمَ الْخَنْدَقِ اَفْضَلُ مِنْ اَعْمَالِ اُمَّتِیْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ۔

جنگ خندق کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی لڑائی میری امت کے تاقیامت نیک اعمال سے افضل ہے۔ (۲/۱۷۱ مدارج النبوت)

نمبر۲:

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے مقام پر قلعہ قموص فتح کرنے کے لئے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا انہوں نے مقابلہ کیا اور واپس چلے آئے اور فتح نہ ہوا حالانکہ انہوں نے بہت کوشش کی تھی پھر دوسرے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا انہوں نے بھی بہت جدوجہد سے مقابلہ کیا لیکن وہ قلعہ فتح نہ ہوا پھر آپ بھی واپس چلے آئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَاُعْطِیَنَّ هٰذِهِ الرَّایَةَ غَدًا رَجُلًا یَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰی یَدَیْهِ یُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ۔

کل یہ جھنڈا میں ایسے آدمی کو دونگا جس کے ہاتھ پر اللہ فتح دیگا جو

اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اسکا رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔

جب صبح ہوئی تو لوگ اس اُمید پر حضور ﷺ کی خدمت میں آئے کہ وہ جھنڈا انہیں کو ملے گا مگر آپ نے پوچھا کہ علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کہاں ہیں لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ انکی آنکھیں دکھتی ہیں آپ نے فرمایا کوئی جائے ان کو بلا کر لے آئے چنانچہ ان کو بلا کر لایا گیا۔ رسول خدا ﷺ نے انکی آنکھوں پر لعاب دہن لگایا اور وہ اچھی ہوگئیں گویا کہ دکھتی ہی نہیں پھر آپ نے ان کو جھنڈا عطا فرمایا اور ایک روایت میں یوں آیا ہے اللھم اذھب عنہ الحر والبرد یا اللہ ان سے گرمی سردی دور فرمادے کیونکہ ان دونوں خیبر کے مقام پر سخت گرم ہوا چلتی تھی ابن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ گرم موسم میں روئی کا لباس پہنتے تھے اور موسم سرما ہیں باریک لباس زیب تن فرماتے تھے۔

حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی زرع پہنائی اور اپنی تلوار ذوالفقار میان میں ڈال کر آپ کو عطا فرمائی فرمایا واپس نہیں آنا جب تک قلعہ فتح نہ ہو جائے آپ نے فرمایا اس وقت تک ان سے جنگ کرو جب کہ وہ لا الہ اللہ محمد رسول اللہ ﷺ کی گواہی دیں حضرت علی رضی اللہ عنہ جھنڈا لے کر چلے اور آپ نے وہ جھنڈا قلعہ کی دیوار کے ساتھ ایک تودہ سنگریزہ پر گاڑ دیا دیوار پر سے ایک یہودی نے پوچھا کہ جھنڈے والے تیرا نام کیا ہے آپ نے فرمایا میرا نام علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہے اس یہودی نے اپنی قوم سے کہا کہ تورات کی قسم آج تم مغلوب ہوجاؤ گے یہ مرد قلعہ فتح کئے بغیر واپس نہ جائیگا کیونکہ اس نے توریت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شجاعت کے بارے میں پڑھ رکھا تھا اس قلعہ سے باہر سب سے پہلے حارث نکلا اور یہ مرحب کا بھائی تھا اور اس کے نیزے کی انی کا وزن تین من تھا وہ

آتے ہی لڑنے لگا اور اس نے چند مسلمانوں کو شہید کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کے مقابلے میں آئے اور پہلے ہی وار میں آپ نے اسے واصل جہنم کر دیا جب مرحب نے اپنے بھائی کو قتل ہوتے دیکھا تو اسلحہ سے لیس ہو کر آپ کے مقابلے میں آیا اور مرحب بڑا قوی الجثہ اونچے قد کا دلاور اور بہادر تھا اور طاقت میں اپنا ثانی نہ رکھتا تھا وہ رجز کہتا ہوا آیا کسی مسلمان کا حوصلہ نہ پڑتا تھا کہ اس کے مقابلے میں جائے اس کے رجز کا مطلب یہ تھا کہ اہل خیبر خوب جانتے ہیں کہ میں مرحب ہوں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا جواب یوں دیا انا الذی سمتنی امی حیدرہ۔

میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام شیر رکھا ہے علامہ زرقانی نے اسکی وجہ یہ لکھی ہے کہ مرحب نے اس رات خواب دیکھا تھا کہ ایک شیر اسے پھاڑ رہا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بذریعہ کشف اس بات کا علم ہو گیا مرحب نے جب حیدر کا لفظ سنا تو وہ کانپ اٹھا اور اسکی بہادری کا سارا نشہ کافور ہو گیا۔ (۲/۲۲۴ زرقانی)

مرحب نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر وار کرنا چاہا لیکن آپ نے پیش دستی فرما کر اس پر ایسا وار کیا کہ آپکی تلوار نے سر سے لے کر زین تک اس کے دو ٹکڑے کر کے اس کو واصل جہنم کر دیا اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہودیوں کا قتل عام شروع کر دیا اور یہودیوں کے سات بہادر مار ڈالے باقی بھاگ گئے آپ نے ان کا پیچھا کیا اسی اثناء میں ایک دشمن نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر ضرب لگائی اور ڈھال آپ کے ہاتھ سے گر پڑی ایک یہودی وہ ڈھال لے کر دوڑ گیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جلال آ گیا آپ نے جست لگا کہ خندق کو پار کیا اور قلعہ کے آہنی دروازے کا ایک کواڑ پکڑ کر اکھاڑا اور اس کو بطور ڈھال استعمال کیا۔ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کواڑ اکھاڑا تو قلعہ

آ گیا اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا چار پائی سے نیچے گر پڑیں۔

زلزلے جن کے شہنشاہوں کے درباروں میں تھے
بجلیوں کے آشیانے جنکی تلواروں میں تھے

(۲/۳۲۲ مدارج النبوت)

خیبر میں لڑائی کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک کافر کو اس زور سے تلوار ماری کہ وہ اس کو کاٹتی ہوئی زمین میں دھنس گئی جب آپ نے اس کو کھینچا تو اس کے ساتھ ہی زمین سے ایک چشمہ نکلا جو اب تک جاری ہے اسکا پانی ٹھنڈا اور میٹھا ہے اس چشمے کا نام عین العلی ہے۔ (۱۸۸ راہ عقیدت)

یہ غازی یہ تیرے پراسرار بندے
جنہیں تو نے بخشا ہے ذوق خدائی
دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ انکی ہیبت سے رائی

نمبر ۳:

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لائے اور آپ کی شجاعت اور بہادری کی شہرت دور دراز پھیلی مرحب کو بھی خبر پہنچی کہ مدینہ میں ایک علی نامی پہلوان آیا ہے وہ آپ کو دیکھنے کے لئے مدینہ آیا جب مدینہ کے قریب پہنچا تو اتفاق کی بات سب سے پہلے ملاقات حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوئی اس نے آپ سے پوچھا اے جوان سنا ہے مدینہ میں ایک علی نامی پہلوان آیا ہے مجھے اس سے ملنا ہے بتاؤ وہ کہاں رہتا ہے آپ نے فرمایا تجھے اس سے کیا کام ہے اور تو کون ہے اس نے کہا کہ:

پہلواں خیبر کا ہوں مرحب میرا نام ہے
کل عرب میں چرچا میرے کرتبوں کا عام ہے
حیدر کرار کو نیچا دکھانے کے لئے
آ گیا ہوں میں اسے کشتی دکھانے کے لئے

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مرحب سے فرمایا کہ بہتر یہ ہے کہ یہیں سے واپس چلے جاؤ اس نے کہا وہ کیوں آپ نے فرمایا تم علی کا مقابلہ نہیں کر سکتے اس نے کہا یہ تو میدان بتائے گا کہ میں اس سے کشتی لڑ سکتا ہوں یا نہیں مجھے تم صرف اس کا پتہ بتا دو آپ نے فرمایا میں نے کہہ دیا نا کہ تم اس سے کشتی نہیں لڑ سکتے اس نے پوچھا وجہ آپ نے فرمایا۔

تو علی سے لڑ سکے تیرا غلط انداز ہے
کفر کی پدی ہے تو اسلام کا وہ باز ہے
تو علی سے لڑ سکے تیری عقل کا پھیر ہے
کفر کی تو لومڑی اور وہ خدا کا شیر ہے

مرحب نے پھر اصرار کیا کہ مجھے علی کے گھر کا راستہ بتاؤ آپ نے دیکھا کہ یہ مانتا نہیں آپ نے فرمایا علی سے کشتی بعد میں لڑنا پہلے مجھ سے کشتی کرو اگر تم نے مجھے گرا لیا تو سمجھ لو کہ تم علی کو بھی گرا لو گے اس نے کہا تو چھوٹے سے قد کا جوان ہے اگر میں نے تجھے گرا لیا تو میری کون سی نیک نامی ہوگی میرا راستہ چھوڑ دو اور مجھے علی کا پتہ بتا دو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مرحب کا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا اگر طاقت ہے تو چھڑا لو اس نے بڑا زور لگایا لیکن ہاتھ نہ چھڑا سکا آخر کار کہنے لگا میں تم سے کشتی لڑتا ہوں کشتی ہوئی آپ نے پہلے حملے میں اسے گرا لیا اس نے کہا مجھ سے دھوکا ہوا ہے دوبارہ آؤ آپ نے دوبارہ بھی گرا لیا اور اس کی چھاتی پر بیٹھ گئے۔

قول و کردار کو یک رنگ بنا دیتے ہیں
ہم جو کہتے ہیں وہی کر کے دکھا دیتے ہیں
اس نے نیچے سے پکار کر کہا۔
یہ شکست فاش مجھ کو آج پہلی بار ہے
دل یہ کہتا ہے کہ تو خود حیدر کرار ہے

کرامات

نمبر ۱:

روایات صحیحہ سے یہ بات ثابت ہے کہ جب آپ سواری کرتے اور گھوڑے کی رکاب میں پاؤں رکھتے تو قرآن کی تلاوت شروع فرماتے اور دوسری رکاب میں پاؤں رکھتے تو کلام مجید ختم کر لیتے تھے۔ دوسری روایت کے مطابق آپ گھوڑے پر پوری طرح بیٹھنے سے پہلے قرآن ختم کر لیتے تھے۔

(شواہد النبوت ۲۸۰)

نمبر ۲:

حضرت اصبغ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے ان کا گزر اس مقام سے ہوا جہاں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی قبر بننے والی تھی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا اس جگہ ان کے اونٹ ٹھہریں گے اس جگہ ان کے پالان رکھے جائیں اور اس جگہ ان کا خون بہایا جائے گا آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے چند نوجوان یہاں شہید ہوں گے جن پر زمین و آسمان روئیں گے۔

(ازالۃ الخفاء ۲/۵۳۳)

یہی وجہ ہے کہ جب امام حسین رضی اللہ عنہ کا قافلہ میدان کربلا میں پہنچا تو آپ نے فرمایا۔

اترو مسافرو کہ سفر ہو چکا تمام
کوچ اب نہ ہوگا حشر تلک ہے یہی مقام
منزل یہی زمیں ہے یہی مشہد امام
اونٹوں سے بار اتار کر برپا کرو قیام
بستر لگاؤ شوق سے اس ارض پاک سے
آل نبی کا خون بہے گا اسی خاک پر

نمبر ۳:

حضرت سعید بن میسب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ کے قبرستان میں داخل ہوئے آپ نے فرمایا اے قبروں والو السلام علیکم ورحمۃ اللہ یا تو تم ہمیں اپنی خبریں بتاؤ یا ہم تم کو بتائیں حضرت سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نے یہ آواز سنی یا امیر المومنین وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپ ہمیں بتائیں ہمارے بعد کیا ہوا آپ نے فرمایا تمہاری بیویوں نے نکاح کر لئے تمہارے مال تقسیم کر لئے گئے تمہاری اولاد یتیموں کے زمرے میں شمار کر لی گئی اور وہ مکانات جن کو تم نے بنایا تھا ان میں تمہارے دشمن رہنے لگے یہ تو ہمارے ہاں کی خبریں ہیں تمہارے ہاں کی کیا خبریں ہیں ایک مردے نے جواب دیا کفن پھٹ گئے بال بکھر گئے کھالیں پراگندہ ہو چکیں آنکھیں رخساروں پر بہہ پڑیں ہیں ناک کے نتھنوں سے پیپ بہہ رہی ہے جو کچھ کیا تھا پالیا جو چھوڑ دیا اس کا خسارہ اٹھایا۔ (جمال الاولیاء ۶۵)

نمبر۴:

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز صہبا میں پڑھی پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کسی کام کے لئے بھیج دیا جب وہ واپس آئے تو آپ نے نماز عصر پڑھ لی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گود میں سر رکھا اور خواب استراحت میں جلوہ فرما ہو گئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حرکت نہیں کی یہاں تک آفتاب غروب ہو گیا نبی کریم نے دعا مانگی۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّ عَلِیًّا فِیْ طَاعَتِكَ وَطَاعَتِ رَسُوْلِكَ فَارْدُدْ عَلَیْهِ الشَّمْسَ۔

یا اللہ بے شک علی تری اور ترے رسول کی اطاعت میں تھا اس پر سورج واپس لوٹا دے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں سورج واپس ہوا یہاں تک کہ پہاڑوں اور زمین پر دھوپ نکلی اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے آرا چلنے کی آواز سنی سورج واپس آیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے وضو کیا اور نماز عصر ادا کی سورج پھر غروب ہو گیا۔ (طبرانی کبیر ۲۴/۱۴۴۔۴۷)

نمبر۵:

ایک حبشی غلام نے چوری کی۔ اس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا آپ نے اس سے پوچھا تم نے چوری کی ہے اس نے اقرار کر لیا آپ نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا پھر اس سے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور ابن الکوء ملے تو ابن الکواء نے پوچھا تیرا ہاتھ کس نے کاٹا ہے اس نے جواب دیا امیر المومنین داماد رسول شوہر بتول سردار مسلمین نے انہوں نے کہا انہوں نے تیرا ہاتھ کاٹا ہے اور تو ان کی تعریف کر رہا ہے اس نے کہا میں آپ کی تعریف کیوں نہ کروں انہوں نے میرا ہاتھ حق کے ساتھ کاٹا ہے اور مجھے دوزخ سے بچایا ہے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے یہ

ساری باتیں حضرت علی رضی اللہ عنہ تک پہنچا دیں آپ نے اس حبشی کو بلایا اور اس کا ہاتھ اس پہنچے پر رکھ کر رومال سی ڈھانپ دیا اور دعائیں فرمائیں ہم نے آسمان سے ایک آواز سنی کہ چادر کو ہاتھ پر سے اٹھا لو ہم لوگوں نے اس کے ہاتھ سے چادر اٹھائی تو اس کا ہاتھ بفضل خدا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی برکت سے درست ہو چکا تھا۔ (تفسیر کبیر ۵/۴۷۹)

نمبر۶:

مشرکوں نے تین سو ساٹھ بت کعبہ کے گرد اور اس کی چھت پر رکھے تھے جب مکہ فتح ہوا تو آپ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی آپ اس چھڑی سے ان بتوں کی طرف اشارہ کر کے فرماتے قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔ حق آ گیا باطل مٹ گیا اور باطل مٹنے ہی والی چیز ہے۔

اس پر بت گرتے چلے گئے کچھ بت مضبوطی کے ساتھ کعبہ کی چھت پر نصب تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ میرے کندھوں پر چڑھ کر ان کو نیچے گرا دیں ایک روایت میں ہے کہ وہ ھبل بت تھا۔ لیکن نبی کریم نے فرمایا اے علی یہ نبوت کا بوجھ ہے برداشت نہ کرسکو گے تم میرے کندھوں پر آؤ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں پر چڑھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ تمہاری کیا کیفیت ہے عرض کی تمام حجابات دور ہو گئے ہیں مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا میرا سر ساق عرش تک پہنچ گیا ہے اور میں جس کو چاہوں پکڑ سکتا ہوں فرمایا اے علی تیرے لئے خوشخبری ہے کہ تو نیک کام کر رہا ہے۔ اور میرا حال بھی عمدہ ہے کہ میں نے حق کا بوجھ اٹھا رکھا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ھبل بت کو نیچے گرا کر چھلانگ لگا کر زمین پر آئے اور مسکرانے لگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وجہ دریافت فرمائی

عرض کی میں نے اتنی بلندی سے چھلانگ لگائی ہے اور مجھے کوئی چوٹ نہیں لگی
فرمایا اے علی تجھے چوٹ کیسے لگ سکتی ہے کہ تجھے اٹھانے والا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے
اور اتارنے والا جبریل امین علیہ السلام ہے۔ (مدارج النبوت ۲/۳۸۴)

تیرے آنے سے اصنام حرم ٹوٹ گئے
تیرا وہ رعب کہ شہ زوروں کے دم ٹوٹ گئے
تیرے اوصاف کا اک باب بھی پورا نہ ہوا
ہو گئیں زندگیاں ختم قلم ٹوٹ گئے

❁❁❁

شانِ اہلبیت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فضائل اہلبیت

خدا فرماتا ہے:

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْراً۔

اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور کرے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔

اہلبیت کی تین اقسام ہیں۔

۱: اہلبیت سکنی:

وہ نفوس قدسیہ جو رسول اللہ ﷺ کے گھر سکونت پذیر ہوئے مثلاً حضور ﷺ کی ازواج مطہرات جن کے بارے میں متذکرہ آیت نازل ہوئی نیز قرآن میں اہل کا لفظ نبی کی زوجہ کے متعلق استعمال ہوا ہے خدا فرماتا ہے جب فرشتوں نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو حضرت اسحاق علیہ السلام اور اس کے بعد یعقوب علیہ السلام کی خوشخبری سنائی تو حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں بوڑھی ہوں میرا خاوند بوڑھا ہمارے ہاں بچہ کیسے پیدا ہوگا تو فرشتوں نے کہا۔

قَالُوْا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

فرشتے بولے کیا اللہ کے کام سے تعجب کرتی ہے اللہ کی رحمت اور اسکی برکتیں تم پر اے گھر والو بیشک وہی ہے رب خوبیوں والا عزت والا

یہاں اہل کا لفظ حضرت سارہ پر استعمال ہوا ہے جو اللہ کے جلیل القدر نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی ہیں۔

منافقین مدینہ نے جب حضرت عائشہ صدیقہ پر تہمت لگائی تو اس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فَوَاللّٰهُ مَاعَلِمْتُ عَلَى اَهْلِيْ اِلَّا خَيْرًا (بخاری شریف)

خدا کی قسم میں اپنی اہلیہ کے بارے میں یہی جانتا ہوں کہ وہ بھلائی پر ہے یعنی پاکدامنہ ہے۔

یہاں اہل کا لفظ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں استعمال ہوا ہے پس ثابت کہ حضور کی بیویاں حضور کے اہلبیت میں شامل ہیں بلکہ علامہ محمود آلوسی بغدادی نے لکھا ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ نَزَلَتْ (اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهِ)الخ فِيْ نِسَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةً (۱۳/۱۲ روح المعانی)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آیۃ کریمہ انما یرید اللہ ...... الخ نبی کریم کی ازواج مطہرات کے حق میں نازل ہوئی خاص کر اور خاصہ کی تعریف یہ ہے کہ

خَاصَّةَ الشَّيْءِ مَايُوْجَدَ فِيْهِ وَلَا يُوْجَدُ فِيْ غَيْرِهٖ۔

کسی شے کا خاصہ وہ ہے جو اسی میں پایا جائے اس کے غیر میں نہ پایا جائے۔

پس معلوم ہوا کہ نبی کی ازواج بن کے اہلبیت میں یقیناً داخل وشامل ہیں۔

ب: اہل بیت نسبی:

اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کی اولاد شامل ہیں مثلاً:

حدیث نمبر ا:

حضرت ابوالسید الساعدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے ابوالفضل کل تم اور تمہارے بیٹے اس وقت تک گھر سے باہر نہ آجائیں جب تک میں نہ آجاؤں مجھے تم سے ایک ضروری کام ہے انہوں نے آپ کا انتظار کیا آپ دن چڑھے تشریف لائے آپ نے ان کو سلام کیا انہوں نے جواب میں کہا وعلیکم السلام رحمۃ اللہ آپ نے دریافت کیا تم نے کس حال میں صبح کی عرض کی ہم نے خدا کی تعریف میں اچھی صبح کی پھر انہوں نے عرض کی ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ نے کس حال میں صبح کی فرمایا میں نے خدا کی تعریف میں اچھی صبح کی پھر آپ کے قریب ہو گئے آپ نے ان پر اپنی چادر ڈالدی اور دعا کی۔

اے میرے رب یہ میرا چچا ہے اور میرے باپ کی جگہ ہے اور یہ میرے اہلبیت ہیں ان کو جہنم سے چھپالے جیسے میں نے ان کو اپنی چادر میں چھپالیا ہے اس پر دروازے کی کنڈی اور گھر کی دیواروں سے تین مرتبہ آمین کی آواز آئی۔ (طبرانی کبیر ۱۹/۲۶۳) (دلائل النبوت ۶/۷۱) (۲/۷۲ اسد الغابہ)

حدیث نمبر ۲:

حضرت یزید بن حبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اور حصین سبرہ اور عمر بن مسلمہ مل کر زید بن ارقم کے پاس گئے حصین کہنے لگے اے زید آپ کو تو بہت سے

بھلائیاں مل گئیں آپ نے حضور ﷺ کی زیارت کی آپ کی احادیث سنیں آپ کے ساتھ جہاد کیے آپ کی اقتدار میں نمازیں پڑھیں عرض آپ نے بہت خیرو برکت پالی اچھا ہمیں کوئی حدیث تو سناؤ آپ نے فرمایا بھتیجے اب میری عمر بڑی ہوگئی ہے حضور کا زمانہ دور ہوگیا بعض باتیں ذہن سے جاتی رہیں اب تو ایسا کرو جو باتیں میں ازخود بیان کروں انہیں قبول کرلو ورنہ مجھے تکلیف نہ دو سنو مکے اور مدینے کے درمیان ایک پانی کی جگہ پر جسے خم کہا جاتا ہے حضور نے کھڑے ہر کر ہمیں خطبہ سنایا اللہ کی حمد وثناء اور وعظ نصیحت کے بعد فرمایا میں ایک انسان ہوں بہت ممکن ہے کہ میرے پاس رب کا قاصد آئے اور میں اسکی مان لوں میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں پہلی تو کتاب اللہ جس میں ہدایت ونور ہیں تم اللہ کی کتاب کو لو اور اسے مضبوطی سے تھام لو پھر تو آپ نے کتاب اللہ کی بڑی رغبت دلائی اور اسکی طرف ہمیں خوب متوجہ کیا پھر فرمایا میں تمہیں اپنی اہلبیت کے بارے میں خدا کو یاد دلاتا ہوں تین مرتبہ یہی کلمہ ارشاد فرمایا حصین نے زید سے پوچھا آپکے اہلبیت کون ہیں کیا آپکی بیویاں آپ کی اہلبیت نہیں فرمایا آپ کی بیویاں تو آپ کی اہلبیت ہی ہیں لیکن آپ کے اہلبیت وہ ہیں جن پر آپ کے بعد صدقہ کھانا حرام ہے پوچھا وہ کون ہیں فرمایا آل علی آل عقیل آل جعفر اور آل عباس پوچھا کیا ان پر صدقہ حرام ہے کہا ہاں۔ (۲/۱۴۸ سنن کبریٰ)

ج: اہلبیت ولادتی: حدیث ۱:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے اپنے خاوند اور بیٹوں کو بلاؤ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ان کو لے کر آئی حضور ﷺ نے ان پر اپنی چادر ڈالی اور یہ چادر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے نیچے تھی اور ان کو خیبر سے ملی تھی پھر فرمایا۔

اے اللہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل ہیں اپنی رحمتیں اور برکتیں آل محمد پر نازل فرما جیسے تو نے آل ابراہیم پر نازل فرمائیں بے شک تو تعریف کیا ہوا بزرگی والا ہے۔ (۳/۵۳ طبرانی کبیر)

حدیث نمبر ۲:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سیاہ نقش دار کمبل اوڑھے باہر تشریف لائے آپ کی خدمت میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ آئے آپ نے ان کو کمبل کے اندر بٹھالیا پھر امام حسین رضی اللہ عنہ آئے ان کو بھی کبل کے اندر بٹھالیا پھر فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں ان کو بھی کمبل کے اندر بٹھالیا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے ان کو بھی کمبل میں داخل کرلیا اور یہ آیت پڑھی۔

انمایرید اللہ...... الخ (مشکوۃ باب مناقب اہلسنت)

حدیث ۳:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حریرے کی بھری پتیلی لے کر آئیں آپ نے فرمایا اپنے میاں کو اور اپنے دونوں بچوں کو بھی بلالاؤ چنانچہ وہ بھی آگئے اور کھانا شروع ہوا آپ اپنے بستر پر تھے خیبر کی ایک چادر آپ کے نیچے تھی میں حجرے میں نماز ادا کر رہی تھی یہ آیت کریمہ نازل ہوئی انما یرید اللہ...... الخ پس حضور نے ان کو چادر اڑھادی اور چادر میں سے ایک ہاتھ باہر نکال کر آسمان کی طرف اٹھایا اور یہ دعا کی یا اللہ یہ میری اہلبیت اور حمائتی ہیں تو ان سے ناپاکی دور کر اور انہیں طاہر کر میں نے اپنا سر گھر میں سے نکال کر عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی آپ کے ساتھ ہیں آپ نے فرمایا یقیناً تو بہتری کی طرف ہے فی الواقع تو خیر کی طرف ہے۔

(۳/۵۴ طبرانی) (۴/۲۲ تفسیر ابن کثیر) (۸/۲۹۸ طبرانی اوسط)

حدیث نمبر ۴:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر ان کے سامنے آیا آپ نے فرمایا آیۂ تطہیر تو میرے گھر میں اتری ہے آپ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کسی اور کو نہ آنے دینا تھوڑی دیر میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اب بھلا میں بیٹی کو باپ سے کیسے روک سکتی تھی پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ آئے نواسے کو نانا سے کون روکے جب یہ جمع ہو گئے تو جو چادر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اوڑھے ہوئے تھے اس میں ان سب کو لے لیا اور کہا الٰہی یہ میرے اہلبیت ہیں ان سے پلیدی دور کر اور انہیں خوب پاک کر دے۔ (۲۲/۴ ابن کثیر)

حدیث نمبر ۵:

شداد بن عمار کہتے ہیں میں ایک دفعہ حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہما کے پاس گیا اس وقت وہاں کچھ اور لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر ہو رہا تھا وہ آپ کو برا بھلا کہہ رہے تھے میں نے بھی انکا ساتھ دیا جب وہ لوگ چلے گئے تو مجھے واثلہ نے کہا تو نے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی کی ہے میں نے کہا میں نے بھی سب کی زبان میں زبان ملائی ہے تو فرمایا سن میں نے جو دیکھا تمہیں سناتا ہوں ایک مرتبہ میں علی کے گھر گیا تو معلوم ہوا کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں گئے ہوئے ہیں ان کے انتظار میں بیٹھ گیا تھوڑی دیر میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں اور آپ کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ہیں دونوں نواسوں کو اپنے گھٹنوں پر بٹھایا اور ایک کپڑے سے ڈھانپ لیا پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی انما یرید اللہ اور فرمایا اے اللہ یہ ہیں میرے اہلبیت۔ (۲۲/۴ تفسیر ابن کثیر)

ان پانچواں احادیث سے ثابت ہوا کہ آپ کی اولاد آپ کے اہل بیت

ولادتی ہیں۔

اب تک کی بحث کا نتیجہ یہ نکلا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج مطہرات حضرت علی حضرت فاطمہ حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین حضرت جعفر حضرت عقیل اور حضرت عباس اور انکی اولاد حضور کے اہل بیت میں شامل ہیں اور انہیں نفوس قدسیہ کے بارے میں ارشادات نبوی ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث نمبر۱: مَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ شَهِیْداً: جو آل محمد کی محبت میں مرا شہید کی موت مرا۔

حدیث نمبر۲: مَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ مَغْفُوْرًا لَهٗ۔ جو آل محمد کی محبت میں مراوہ بخشا ہوا مرا۔

حدیث نمبر۳: مَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ تَائِباً: جو آل محمد کی محبت میں مراوہ توبہ پر مرا۔

حدیث نمبر۴: مَنْ مَاتَ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ مُؤْمِناً مُسْتَکْمِلَ الْاِیْمَانِ: جو آل محمد کی محبت میں مراوہ کامل ایمان پر مرا۔

حدیث نمبر۵: مَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ بَشَّرَهٗ مَلَكُ الْمَوْتِ بِالْجَنَّةِ ثُمَّ مُنْكِرٌ وَّ نَكِیْرٌ۔

جو آل محمد کی محبت میں مرا اس کو عزرائیل جنت کی بشارت دیتے ہیں اور پھر منکر اور نکیر بھی۔

مَنْ اَبْغَضَنَا اَهْلَ الْبَیْتِ حَشَرَهُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ یَهُوْدِیًّا......

(طبرانی اوسط ۱۴/۵)

جو ہم اہل بیت سے بغض رکھے گا اللہ قیامت کے روز اسے یہودی کر کے اٹھائے گا۔

حدیث نمبر ۶: مَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ یُزَفُّ اِلَی الْجَنَّةِ كَمَا تُزَفُّ الْعُرُوْسُ اِلٰی بَیْتِ زَوْجِهَا۔

جو آل محمد کی محبت پر مرا اس کو اس طرح سجا کر جنت کی طرف لے جائیں گے جیسے دلہن کو خاوند کے گھر لے جاتے ہیں۔

حدیث نمبر ۷: مَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ فُتِحَ لَهٗ فِیْ قَبْرِهٖ بَابَانِ اِلَی الْجَنَّةِ۔

جو آل محمد کی محبت میں مرا اس کی قبر میں جنت کی طرف دو دروازے کھول دیئے جائیں گے۔

حدیث نمبر ۸: مَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ جَعَلَ اللّٰهُ قَبْرَهٗ مَزَارَ مَلَائِكَتِهِ الرَّحْمَةِ۔

جو آل محمد کی محبت میں مرا تو اس کی قبر کو اللہ رحمت کے فرشتوں کی زیارت گاہ بنا دے گا۔

حدیث نمبر ۹: مَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ عَلَی السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ۔

جو آل محمد کی محبت میں مرا وہ اہل سنت و جماعت ہو کر مرا۔

حدیث نمبر ۱۰: مَنْ مَاتَ عَلٰی بُغْضِ آلِ مُحَمَّدٍ جَاءَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مَكْتُوْبًا بَیْنَ عَیْنَیْهِ آئِسٌ مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ۔

جو بغض آل محمد پر مرا وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کی پیشانی پر لکھا ہو گا یہ اللہ کی رحمت سے مایوس ہے۔

حدیث نمبر ۱۱: مَنْ مَاتَ عَلٰی بُغْضِ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ كَافِرًا۔

جو آل محمد کے بغض پر مرا کافر ہو کر مرا۔

حدیث نمبر۱۲: مَنْ مَاتَ عَلٰی بُغْضِ آلِ مُحَمَّدٍ لَمْ یَشُمَّ رَائِحَۃَ الْجَنَّۃِ۔
جو بغض آل محمد پر مرا وہ جنت کی خوشبو نہ سونگھ سکے گا۔
(تفسیر کبیر ۳۹/۷، تفسیر قرطبی ۱۶/۲۳)

اس وقت روئے سخن اہل بیت ولادتی یعنی علی المرتضٰی حضرت فاطمہ حضرت امام حسین اور حضرت امام حسین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے فضائل کی طرف ہے ان حضرات سے متعلق سے چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث نمبر۱: حضرت ابوفاختہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے اور رات کو ہمارے ہاں سوئے حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہم سوئے ہوئے تھے رات کو امام حسن رضی اللہ عنہ نے پانی مانگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور ایک مشکیزے سے پیالے میں پانی لائے امام حسین رضی اللہ عنہ نے بھی پانی مانگا لیکن آپ نے وہ پانی پہلے حسن کو دیا امام حسین کو نہیں دیا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی ابا جان شاید آپ امام حسن سے محبت زیادہ کرتے ہیں آپ نے فرمایا ایسی بات نہیں بلکہ وجہ یہ ہے کہ حسن نے پانی پہلے مانگا تھا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے فاطمہ:

اِنِّیْ وَاِیَّاكِ وَهٰذَانِ وَهٰذَا الرَّاقِدُ یعنی عَلِیًّا فِیْ مَكَانٍ وَّاحِدٍ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔

میں اور تو اور یہ دونوں یعنی امام حسن و امام حسین اور علی قیامت کے دن ایک جگہ ہوں گے۔

(مسند ابی یعلی ۲/۳۶ ۲، طبرانی کبیر ۴۱/ ۳، اسد الغابہ ۲۶۹/ ۵، بزار ۲۴۵/ ۲)

حدیث نمبر۲: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا:

اِنَّ اَوَّلَ اَرْبَعَۃٍ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ اَنَا وَاَنْتَ وَالْحَسَنَ وَالْحُسَیْنُ وَذَرَارِیْنَا

خَلْفَ ظُهُوْرِنَا وَاَزْوَاجُنَا خَلْفَ ذَرَارِيْنَا وَشِيْعَتُنَا عَنْ اَيْمَانِنَا وَعَنْ شَمَائِلِنَا۔

ہم چاروں جنت میں پہلے داخل ہوں گے میں تو حسن اور حسین ہماری اولاد ہمارے پیچھے اور بیویاں ہماری اولاد کے پیچھے اور ہم سے محبت کرنے والے ہمارے دائیں بائیں ہوں گے۔ (طبرانی کبیر ۴۱/۳، مجمع الزوائد ۱۷۴/۹)

حدیث نمبر۳: حضرت علی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت حسن اور حضرت حسین کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا:

مَنْ اَحَبَّ هٰذَيْنِ وَاَبَاهُمَا وَاُمَّهُمَا كَانَ مَعِىْ فِىْ دَرَجَتِىْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

جس نے ان دونوں سے ان کے باپ سے ان کی والدہ سے محبت کی وہ قیامت کی دن میرے درجے مین ہوگا۔ (طبرانی کبیر ۵۰/۳، ترمذی ۳۸۱۶)

حدیث نمبر۴: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔

قُلْ لَّا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِى الْقُرْبٰى۔

آپ فرما دیجئے میں اس (تبلیغ) پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا صرف میرے رشتہ داروں سے محبت کرو۔ پوچھا گیا یہ رشتہ دار کون ہیں جن کی محبت ہم پر واجب ہے فرمایا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے دونوں لڑکے۔ (طبرانی کبیر ۴۷/۳، مجمع الزوائد ۱۶۸/۹)

حدیث نمبر۵: حضرت ابوذر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

مَثَلُ اَهْلِ بَيْتِىْ مِثْلُ سَفِيْنَةِ نُوْحٍ مَنْ رَكِبَ فِيْهَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا غَرِقَ۔

میرے اہل بیت کی مثال حضرت نوح کی کشتی کی طرح ہے جو اس میں سوار ہو گیا وہ نجات پا گیا اور جو اس میں سوار نہ ہوا وہ ڈوب گیا۔

(المستدرک ۳۴۳/۲، طبرانی کبیر ۳/۴۵، طبرانی صغیر ۱/۱۳۹، مجمع الزوائد ۹/۱۶۸)

حدیث نمبر ۶: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنی والدہ سے کہا کہ مجھے اجازت دو کہ میں جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھوں اور پھر آپ کی خدمت میں اپنی اور تمہاری معفرت کی دعا کی درخواست کروں والدہ نے اجازت دی اور میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا مغرب کی نماز آپ کے ساتھ ادا کی پھر نوافل پڑھے اس کے بعد عشاء کی نماز پڑھی جب آپ نماز سے فارغ ہو کر چلے تو میں بھی آپ کے پیچھے چلا آپ نے میرے قدموں کی آہٹ سن کر فرمایا کیا تو حذیفہ ہے میں نے عرض کی ہاں قَالَ مَا حَاجَتُكَ غَفَرَاللّٰهُ لَكَ وَلِاُمِّكَ تیری کیا حاجت ہے خدا تجھے اور تیری ماں کو بخشے۔

یہ ایک فرشتہ ہے جو اس رات سے پہلے کبھی زمین پر نہیں آیا اس فرشتے نے اپنے پروردگار سے میرے پاس آ کر مجھ کو سلام کرنے کی اجازت لی اور مجھے بشارت دی۔

بِاَنَّ فَاطِمَةَ سَیِّدَةُ نِسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاَنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ سَیِّدَا اَشْبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جنت کی عورتوں کی سردار ہے اور حسن وحسین جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔ (مشکوۃ ۳/۲۷۶)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

حدیث:

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرمایا سید العرب یعنی علی کو بلاؤ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی

یارسول اللہ ﷺ کیا آپ سید العرب نہیں فرمایا میں تمام بنی نوع انسان کا سردار ہوں اور علی تمام عرب کے سردار ہیں جب حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے تو فرمایا جاؤ انصار کو بلا لاؤ جب انصار ائے تو آپ نے ان سے فرمایا اے گروہ انصار کیا میں تمہیں ایسی ہستی کی نشاندہی نہ کردوں کہ اگر تم ان کو مضبوطی سے تھام لو تو تم گمراہی سے محفوظ رہو انہوں نے عرض کی ہاں یارسول اللہ ﷺ فرمایا۔

هٰذَا عَلِيٌّ فَأَحِبُّوْهُ بِحُبِّيْ وَكَرِّمُوْهُ لِكَرَامَتِيْ فَإِنَّ جِبْرِيْلَ أَمَرَنِيْ بِالَّذِيْ قُلْتُ لَكُمْ عَنِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ۔

یہ علی ہیں ان سے محبت کرو میری محبت کی وجہ سے اور ان کی عزت کرو میری عزت کی وجہ سے جو کچھ میں نے کہا ہے جبریل نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم دیا ہے۔ (مجمع الزوائد ۱۳۲/۹، طبرانی کبیر ۸۸/۳)

نوٹ: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مفصل حالات آپ پہلے پڑھ چکے ہیں اسلئے اب حضرت فاطمہ کے حالات سنیں۔

حالات حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا

حدیث نمبرا:

شادی:

حضرت بلال بن حمامة رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول خدا ﷺ مسکراتے ہوئے تشریف لائے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ اس مسکرانے کا سبب کیا ہے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے چچا زاد بھائی اور میری بیٹی کے بارے میں بشارت آئی ہے جب اللہ تعالیٰ

نے علی کا نکاح فاطمہ سے کرنا چاہا تو رضوان جنت کو حکم دیا کہ شجر طوبیٰ کو حرکت دو اس نے اللہ کے حکم کی تعمیل کی تو اس کے اتنے پتے گرے جتنے دنیا میں اہل بیت کے مُحب ہوں گے۔ پھر اللہ نے اتنے ہی نوری فرشتے پیدا فرمائے اور ان کو حکم ہوا کہ ہر فرشتہ ایک ایک پتہ اپنے ہاتھ میں لے لے جب قیامت قائم ہو تو یہ فرشتے میدان محشر میں پھیل جائیں گے اور ہر محبّ اہل بیت کو ایک ایک پتہ دے دیں گے اس میں اس محبّ کے لئے جہنم سے آزادی کی ضمانت ہے اس طرح میرا چچا زاد بھائی اور میری امت کے مردوں اور عورتوں کو جہنم سے آزاد کرانے کا ذریعہ ہیں۔ (اسد الغابہ ۲۰۶/۱، تاریخ بغداد ۲۱۰/۴)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ

ا: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ پہلے آسمان پر ہوئی پھر زمین پر ہوئی۔

ب: یہ دونوں میاں بیوی اپنے محبوں کو دوزخ سے آزاد کرانے کا ذریعہ ہیں۔

ج: آسمان پر ان دونوں کی شادی اللہ کے حکم سے ہوئی ہے۔

حدیث نمبر۲:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا اے فاطمہ میں نے تیری شادی اس سے کی ہے جو دنیا میں سردار ہے اور آخرت میں صالحین میں سے ہوگا۔ اے فاطمہ جب اللہ نے تیرا نکاح علی سے کرنا چاہا تو خدا نے جبریل کو حکم دیا وہ چوتھے آسمان میں کھڑے ہوئے فرشتوں نے صف بنائی پھر جبریل نے خطبہ پڑھا ان تمام فرشتوں کے سامنے پھر تیری شادی علی سے ہوگئی پھر اللہ نے جنت کے ایک درخت کو حکم دیا

زیورات سے مزین ہو جاؤ پھر حکم ہوا کہ یہ زیورات فرشتوں پر نچھاور کر دو جس فرشتے نے زیورات لئے وہ قیامت تک فخر کرے گا۔ (حلیۃ الاولیاء ۵۹/۵)

حدیث نمبر ۳:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے آپ نے فرمایا اے علی ابھی جبریل نے مجھے خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تیرا نکاح فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کر دیا ہے تیرے نکاح کی تقریب میں چالیس ہزار فرشتوں نے شرکت کی ہے اور اللہ تعالیٰ نے جنت کے درخت طوبیٰ کو حکم دیا ہے کہ وہ یاقوت اور موتی نچھاور کرے طوبیٰ نے حکم کی تعمیل کی جنت کی حوروں نے ان لعل وجواہرات کے طبق بھر لئے اور انہیں قیامت تک ایک دوسری کو ہدیہ میں دیتی رہیں گی۔ (الریاض النضرۃ ۲۴۲/۲، الحاوی ۴۵/۲)

حدیث نمبر ۴:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نکاح کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی ہوئی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے آگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے آپ کے دائیں جانب حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے اور آپ کے بائیں جانب حضرت میکائیل علیہ السلام تھے اور پیچھے ستر ہزار فرشتے تھے اور وہ فرشتے طلوع فجر تک خدا تعالیٰ کی تسبیح وتقدیس بیان کرتے رہے۔ (تاریخ بغداد ۷/۵)

فضائل

حدیث نمبر۱:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّمَا سَمَّیْتُ ابْنَتِیْ فَاطِمَةَ لِاَنَّ اللّٰہَ فَطَمَھَا وَمُحِبِّیْھَا عَنِ النَّارِ۔

میں نے اپنی بیٹی فاطمہ کا یہ نام اس لئے رکھا ہے کہ خدا نے اس کو اور اس کے محبوں کو دوزخ سے آزاد کر دیا۔ (الصورعق المحرقہ ۱۵۱)

حدیث نمبر۲:

حضرت عمر بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے اے بیٹی کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ تو سارے جہان کی عورتوں کی سردار ہے سیدہ نے عرض کی ابا جان مریم بنت عمران علیہا السلام بھی تو ہیں فرمایا وہ اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار ہے اور تو اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار ہے اور خدا کی قسم تمہارا شوہر دنیا واخرت میں سردار ہے۔ (حلیۃ الاولیاء ۴۲/۲)

حدیث نمبر۳:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کو تشریف لے جاتے تو سب کے بعد اور جب واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات کرتے۔ (المستدرک ۱۵۶/۳)

حدیث نمبر۴:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ جو بیٹھنے اٹھنے چلنے پھرنے حسن خلق اور گفتگو میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ حضرت

فاطمہ بنت رسول رضی اللہ عنہا سے زیادہ مشابہ ہو آپ فرماتی ہیں جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتیں تو آپ کھڑے ہو جاتے اور ان کو چومتے اور اپنی جگہ پر پیار و محبت سے بٹھاتے۔اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں تشریف لے جاتے تو وہ کھڑی ہو جاتیں اور آپ کے ہاتھ مبارک کو بوسہ دیتیں اور ادب واحترام سے اپنی جگہ پر بٹھاتیں۔(المستدرک ۳/۱۶۰)

حدیث نمبر ۵:

ایک مرتبہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ میں تم سے افضل ہوں اس لئے کہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جگر پارہ ہوں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا دنیا میں ایسا ہی ہے جیسا کہ تم کہہ رہی ہو اور آخرت میں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوں گی۔ یہ حیثیت زوجہ ایک تو آپ کی دائمی معیت دوسرے وہی درجہ جس میں آپ ہوں گے یہ دونوں باتیں مجھے حاصل ہوں گی کیونکہ تم علی کے ساتھ ہوگی اور جنت میں برتر ہونا دلیل افضلیت ہے یہ سن کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا خاموش ہوگئیں اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کھڑی ہوگئیں اور سیدہ کے سر کو چوم کر کہنے لگیں کاش میں تمہارے سر کا ایک بال ہی ہوتی۔

(نزہۃ المجالس ۲/۱۷۶)

اے نشان روئے احمد روئے تو
من کجا باشم ہمسر موئے تو

حدیث نمبر ۶:

جب یہ آیت نازل ہوئی وان منکم الا واردھا ہر انسان کو جہنم کے اوپر سے گزرنا پڑے گا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فکر امت میں بہت رونے لگے آپ کی

یہ حالت دیکھ کر صحابہ کرام بھی رونے لگے لیکن کسی کو آپ کے رونے کا سبب معلوم نہ تھا چونکہ حضور انتہائی غم میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیکھ کر خوش ہو جاتے اور آپ کا سب رنج وغم دور ہو جاتا تھا اس لئے صحابہ نے یہ تجویز کی کہ سیدہ کو کسی طرح بلایا جائے چنانچہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ گئے اور تمام ماجرا عرض کر کے خواہش ظاہر کی کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تشریف لے چلیں خاتون جنت نے اس وقت اٹھ کر ایک کمبل اوڑھا جس کو بارہ پیوند لگے ہوئے تھے اور چلیں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرے دل میں ایک درد سا اٹھا اور میں روتے ہوئے دل میں کہتے جا رہا تھا کہ کفار کی بیٹیاں تو زریں لباس پہنیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کے لباس میں اتنے پیوند لگے ہیں جب دربار رسالت میں پہنچے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی رونے لگ گئیں اور روتے ہوئے کہا ابا جان آپ کو کس بات نے رولا دیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ آیت پڑھ کر سنائی جو نازل ہوئی تھی سیدہ سنتے ہی خوف خدا سے اور زیادہ رونے لگیں اور روتے ہوئے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا یا شیخ المہاجرین اللہ نے اپنی نبی پر یہ آیت نازل کی ہے۔ وان منکم الا واردھا تو کیا آپ امت کے بوڑھوں پر فدا ہو سکتے ہیں انہوں نے کہا ہاں پھر آپنے علی سے فرمایا کیا تم امت کے نوجوانوں پر فدا ہوتے ہیں انہوں نے کہا ہاں پھر آپ نے حسن اور حسین سے فرمایا کیا تم امت کے بچوں پر قربان ہو سکتے ہو انہوں نے کہا ہاں پھر آپ نے فرمایا میں امت کی عورتوں پر فدا ہوتی ہوں اس وقت جبریل نازل ہوئے اور کہا اے محمد اللہ آپ کو سلام فرماتا ہے اور فرماتا ہے۔

قُلْ لِفَاطِمَةَ لَاتَحْزَنْ فَاِنِّیْ اَفْعَلُ بِاُمَّتِكَ مَاتُحِبُّ فَاطِمَةُ۔

فاطمہ سے فرما دیجئے غم نہ کرو میں تمہاری امت کے ساتھ وہی سلوک

کروں گا جو فاطمہ کی مرضی ہو گی۔ (نزہۃ المجالس ۲/۱۷۴)

گریہ ہائے اوز بالیں بے نیاز
گوہر افشاندے بدامان نماز
اشک اور برچید جبریل از زمین
ہمچوں شبنم ریخت برعرش بریں

کیا شان ہے حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری بیٹی کو خوش کرنے کے لئے امت مصطفیٰ کے ساتھ وہ سلوک کرے گا جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی مرضی ہو گی امت خدا پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا یہ بہت بڑا احسان ہے۔

حدیث نمبر ۷:

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے میں بھی آپ کے ہمراہ تھا سیدہ نے اپنے گلے سے سونے کی ایک زنجیرا تاری اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھا کر عرض کی یہ ابوالحسن نے مجھ کو تحفہ دیا ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے فاطمہ تجھے یہ اچھا لگتا ہے کہ لوگ کہیں فاطمہ بنت محمد رضی اللہ عنہا کے ہاتھوں میں جہنم کی زنجیر ہے یہ فرما کر آپ تشریف لے گئے اور وہاں بیٹھے نہیں حضرت نے اس وقت زنجیر کو فروخت کر دیا جو قیمت وصول ہوئی۔ اس سے ایک غلام خرید کر خدا کی راہ میں آزاد کر دیا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ نَجّٰی فَاطِمَةَ مِنَ النَّارِ۔ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے فاطمہ کو جہنم سے نجات دی۔ (المستدرک ۳/۱۵۳)

حدیث نمبر ۸:

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رمضان شریف کا مہینہ دوپہر کا وقت تھا نہایت شدت کی گرمی پڑ رہی تھی میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر حاضر ہوئی دروازہ بند تھا اور چکی کے چلنے کی آواز آرہی تھی میں نے روزن در سے جھانک کر دیکھا کہ سیدہ تو چکی کے پاس زمین پر سو رہی ہیں اور چکی خود بخود چل رہی ہے اور پاس ہی حسنین کا گہوارہ خود بخود ہل رہا ہے یہ دیکھ کر میں حیران ہوئی اور اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ ماجرا بیان کیا آپ نے فرمایا اس شدت کی گرمی میں فاطمہ روزے سے ہے پروردگار نے فاطمہ پر نیند طاری کر دی ہے تا کہ اس کو گرمی کی شدت اور پیاس محسوس نہ ہو اور فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ وہ فاطمہ کے کام سرانجام دیں۔

وہ خاتون جناں معصوم حوریں باندیاں جن کی
ملک جنت سے آ کر پیستے تھے چکیاں جن کی

حدیث نمبر ۹:

ایک مرتبہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضور رضی اللہ عنہا کو ضیافت پر بلایا صحابہ کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے جا رہے تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آپ کے قدم گن رہے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رکتے ہوئے فرمایا اے عثمان میرے قدم کیوں گن رہے ہو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کی میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں آپ کی تعظیم وتوقیر کے لئے آپ کے ہر قدم کے بدلے ایک غلام آزاد کروں گا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر دعوت کھانے کے بعد مہمان اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے حضرت علی رضی اللہ عنہ دعوت کے بعد گھر آئے تو

بہت مغموم تھے خاتون جنت نے وجہ پوچھی کہ آپ حزین وملول کیوں ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا بنت رسول غم کیوں نہ کروں آج عثمان نے صحابہ سمیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شاندار ضیافت کی ہے انہوں نے حضور کے ہر قدم کے بدلے ایک غلام آزاد کیا ہے اگر ہمارے پاس بھی عثمان کی طرح مال ہوتا تو ہم بھی ضیافت کرتے اور وہی کچھ کرتے جو عثمان نے کیا ہے بنت رسول نے کہا چھوڑیئے حزن وملال کو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے کی دعوت دے آیئے تاکہ آپ اور کے اصحاب کی ویسی ہی دعوت کی جائے جیسے عثمان نے کی ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا لیکن یہ سب کچھ کیسے ہوگا؟ اے بنت رسول کھانا اور مال کہاں سے آئے گا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا سرتاج آپ خدا پو توکل کیجئے جایئے اور جلد جائیں وہ محبوب کبریا ہیں ان کی برکت سے سب کچھ ہو جائے گا حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ سن کر مسرور ہو گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جا کر عرض کرنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی لخت جگر نے سلام کہا ہے وہ آپ کی اور آپ کے اصحاب کی ویسی دعوت کرنا چاہتی ہے جیسی عثمان نے کی ہے آیئے اور ماحضر تناول فرمائیں یہ سنتے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے صحابہ بھی اٹھ کھڑے ہوئے اور فاطمہ کے گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو بیٹی نے دروازے پر استقبال کیا آپ اصحاب کے ساتھ گھر میں بیٹھ گئے خاتون جنت کا گھر مہمانوں سے بھر گیا سیدہ نے خلوت میں جا کر رب سے مناجات کی۔ میرے رب میرے مولیٰ تو میرے حال سے آگاہ ہے میں نے تیرے محبوب کو گھر میں بلا رکھا ہے تاکہ ان کی ویسی دعوت کروں جیسی عثمان رضی اللہ عنہ نے کی ہے الٰہی تیری باندی میں اتنی استطاعت نہیں میں تیرے فضل وکرم سے بھیک مانگتی ہوں آج میری لاج رکھ لینا مولیٰ مجھے اپنے محبوب کے سامنے شرمندہ نہ کرنا تیری گنہگار کنیز ہوں اپنے محبوب کے صدقے مجھ

پر کرم کردے۔

مناجات کے بعد سیدہ نے چولہے پر ہنڈیا رکھ دی خود رونے لگیں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا گریہ خدا کو پسند آگیا اس نے اپنی قدرت کاملہ سے فاطمہ کی ہنڈیا جنت کے کھانوں سے بھر دی آپ ہنڈیا لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں حضور نے صحابہ کے ساتھ کھانا تناول فرمایا تمام صحابہ سیر ہو گئے لیکن ہنڈیا جوں کی توں رہی اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا جانتے ہو یہ کھانا کہاں سے آیا تھا جنت سے اللہ نے ہمارے لئے بھیجا تھا صحابہ نے خدا کی حمد وثناء کی اور اس کی نعمتوں کا شکر ادا کیا۔

دعوت کے بعد سیدہ خلوت میں جا کر پھر رونے لگیں آپ نے رو رو کر خدا سے عرض کی میرے معبود تو جانتا ہے کہ میرے پاس مال نہیں کہ غلام خرید کر آزاد کروں جیسے عثمان نے کیا تھا تیرے فضل وکرم سے امید کرتی ہوں کہ تو اپنے محبوب کے ہر قدم کے عوض امت مصطفٰی کے گناہگاروں کو جہنم سے آزاد فرمادے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی مناجات کے بعد حضرت جبریل امین علیہ السلام، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے ہر قدم کے بدلے ایک ہزار گناہگار مرد ایک ہزار گناہگار عورتیں جن پر جہنم واجب ہو چکی ہو گی جہنم سے آزاد کئے جائیں گے۔ (جامع المعجزات ۳۵۷)

حدیث نمبر ۱۰:

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روز محشر عرش کے پردے کی اوٹ سے ایک منادی ندا کرے گا۔

اے اہل محشر اپنے سروں کو جھکا لو، نگاہیں نیچی کر لو حتیٰ کہ محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم

کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پل صراط سے گزر جائیں چنانچہ آپ ستر ہزار حوروں کے ساتھ بجلی کی طرح گزر جائیں گی۔ (الصواعق المحرقہ ۱۹۰)

حدیث نمبر ۱۱:

ایک مرتبہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی چادر فروخت کرنے نکلے تاکہ اس سے گھر کے نان ونفقہ کا انتظام کیا جائے آپ نے اس چادر کو چھ درہم میں فروخت کیا ایک سائل آیا آپ نے وہ درہم اس کو عطا فرما دیئے حضرت جبریل امین علیہ السلام ایک دیہاتی کی شکل میں آئے اور آپ کے پاس ایک اونٹنی ہے جبریل نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے علی یہ اونٹنی خرید لو آپ نے فرمایا میرے پاس تو اس کی قیمت نہیں فرمایا ادھار خرید لو آپ نے ادھار لے لی ایک سو درہم میں پھر راستے میں میکائیل سے ملاقات ہوئی انہوں نے کہا اے علی کیا یہ اونٹنی فروخت کرو گے فرمایا ہاں میں نے یہ اونٹنی سو درہم میں خریدی ہے میکائیل نے کہا میں آپ کو ساٹھ درہم نفع دیتا ہوں آپ نے فروخت کر دی پھر جبریل سے ملاقات ہوئی آپ نے فرمایا تم نے اونٹنی فروخت کر دی ہے میرا قرض واپس کر دو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو سو درہم دے دیئے اور ساٹھ درہم کے ساتھ واپس آ گئے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا یہ درہم کہاں سے آئے کہا میں نے چھ درہم کے ساتھ اللہ کے ساتھ تجارت کی اللہ نے مجھے ساٹھ درہم عطا فرما دیئے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا واقعہ بیان کیا آپ نے فرمایا اونٹنی فروخت کرنے والا جبریل تھا اور اونٹنی خریدنے والا میکائیل تھا اور وہ اونٹنی وہ تھی جس پر قیامت کے دن فاطمہ سوار ہوگی۔ (الحاوی للفتاویٰ ۲/۴۴)

کیا شان ہے بنت رسول حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی یہی وجہ ہے کہ شاعر

مشرق علامہ اقبال مرحوم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بارگاہ میں ہدیۂ عقیدت پیش کرتے ہوئے رطب اللسان ہیں۔

رشتہ آئین حق زنجیر پاست
پاس فرمان جناب مصطفٰے است
ورنہ گرد تربتش گردیدے
سجدہ ہا برخاک اوپاشیدے
مزرع تسلیم راہ حاصل بتول
مادراں را اسوۂ کامل بتول

گھریلو زندگی

حدیث نمبر ۱:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا پانی بھرتے بھرتے میرے سینے میں درد ہونے لگ گیا ہے اللہ تعالیٰ نے بہت سے قیدی تمہارے باپ نبی کریم کے پاس بھیج دیئے ہیں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا چکی پیستے پیستے میرے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر گھریلو کام کاج کے لئے کوئی نوکر مانگ لاؤ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے کا سبب پوچھا عرض کی سلام کرنے حاضر ہوئی اور مزید کچھ نہ کہا واپس آ گئیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا بنا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ میں نے کچھ عرض نہیں کیا اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا دونوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی مشکلات گوش گزار کیں آپ نے فرمایا اللہ کی قسم میں تمہیں نوکر نہیں دے

سکتا جبکہ اہل صفہ بھوک میں مبتلا ہیں میں انہیں کیا کھلاؤں ان غلاموں کو فروخت کر کے اہل صفہ کی کفالت کروں گا۔ میاں بیوی گھر تشریف لائے تو حضور ﷺ بھی ان کے گھر تشریف لائے دیکھا کہ دونوں نے ایک چادر اوڑھ رکھی ہے حضور ﷺ کو آتا دیکھ کر استقبال کے لئے دونوں کھڑے ہو گئے آپ نے فرمایا جو کچھ تم مانگتے ہو اس سے بہتر چیز تمہیں عطا نہ کر دوں عرض کی کیوں نہیں فرمایا تم ہر نماز کے بعد دس مرتبہ سبحان اللہ دس مرتبہ الحمدللہ دس مرتبہ اللہ اکبر کا ورد کیا کرو اور رات سوتے وقت سبحان اللہ الحمدللہ ۳۳ مرتبہ اور اللہ اکبر ۳۴ بار پڑھ لیا کرو حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب سے حضور ﷺ نے یہ وظیفہ بتایا اس میں کبھی ناغہ نہ ہوا۔ (مدارج النبوت ۲/۴۶۱)

حدیث نمبر ۲:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ ہمارے پاس کوئی بچھونا تک نہیں سوائے ایک مینڈھے کی کھال کے جس پر ہم رات کو سوتے ہیں اور دن کو اسی میں اپنے اونٹ کو چارہ ڈالتے ہیں آپ نے فرمایا بیٹی صبر کرو موسیٰ بن عمران نے اپنے بیوی کے ساتھ دس سال اسی طرح گزارے تھے کہ ان کے واسطے کوئی بچھونا نہ تھا سوائے ایک چھوٹی سی چادر کے۔ (زرقانی شریف)

حدیث نمبر ۳:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول خدا ﷺ صبح کے وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے میں بھی آپ کے ساتھ تھا دروازہ پر پہنچ کر آپ نے فرمایا بیٹی السلام علیکم ایک شخص میرے ساتھ

ہے ہم اندر آ جائیں سیدہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ میرے جسم پر سوائے ایک پرانی کملی کے اور کوئی کپڑا نہیں اور اس سے سارا بدن نہیں چھپتا آپ نے اپنی پرانی چادر ان کی طرف پھینک دی جس سے انہوں نے اپنا بدن چھپایا پھر آپ اندر تشریف لے گئے فرمایا بیٹی کیا حال ہے عرض کی ابا جان کل سے کچھ نہیں کھایا فاقہ سے ہوں بھوک نے بہت تنگ کیا ہے یہ سن کر آپ آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا بیٹی تین دن سے میں نے کچھ نہیں کھایا حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں اور اس کے نزدیک تجھ سے زیادہ مکرم ہوں اگر میں اس سے سوال کروں تو وہ مجھے ضرور کھلائے لیکن میں نے دنیا پر آخرت کو ترجیح دے کر خود فقر وفاقہ کیا ہے پھر آپ نے اپنا دست مبارک سیدہ کے کندھے پر رکھ کر فرمایا بیٹی تم خوش رہو کہ تو جنت کی عورتوں کی سردار ہے اور تیرا نکاح میں نے اس سے کیا ہے جو دنیا اور آخرت میں سردار ہیں اپنے شوہر کے ساتھ قناعت اختیار کرو۔ (نزہۃ المجالس ۲/۱۷۵)

تقابلی جائزہ

نمبر۱:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يَامَرْيَمُ أَنَّى لَكِ هٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔

جب زکریا ان کے پاس ان کی نماز پڑھنے کی جگہ جاتے تو اس کے پاس رزق پاتے کہا اے مریم یہ تیرے پاس کہاں سے آیا بولیں وہ اللہ کے پاس سے ہے بیشک اللہ جسے چاہے بغیر حساب دیتا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے پاس بے موسم پھل

آتا تھا اور یہ پھل حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے لئے جنت سے آتا تھا حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے بھی جنتی پھل آیا چنانچہ علامہ رہاوی نے لکھا ہے۔

ایک روز حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی اباجان تین روز سے میں نے حسنین اور علی رضی اللہ عنہ نے کچھ کھایا نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی۔

اے رب محمد فاطمہ بنت محمد کے لئے وہی کچھ بھیج جو مریم بنت عمران کے لئے بھیجا کرتا تھا اس دعا کے بعد آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کمرے میں چلی جاؤ اور حالت رکوع میں خدا کی حمد بیان کرو پھر دیکھنا کیا نظر آتا ہے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کمرے میں تشریف لے گئیں بعد میں حضرت علی حسنین رضی اللہ عنہ اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی کمرے میں داخل ہوئے کیا دیکھا کہ ایک فرشتہ انواع واقسام کے پھل سے بھرپور طباق لئے کھڑا ہے جس سے کستوری کی خوشبو پھیل رہی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کا نام لے کر کھاؤ وہ سات روز تک اس سے کھاتے رہے لیکن اس میں کوئی کمی نہ ہوئی ایک دن حسن گھر سے باہر نکلے ان کے ہاتھ میں جنت کا پھل تھا ایک یہودی عورت اس کی خوشبو سونگھ کر کہنے لگی کہ اہلبیت والے میں سخت بھوکی ہوں یہ پھل مجھے دے دو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے وہ پھل اس یہودی عورت کو دے دیا اس یہودی عورت کا پھل کو ہاتھ لگانا تھا کہ سارا پھل غائب ہو گیا اس پر حضور نے فرمایا قسم ہے اللہ کی جس نے مجھے برحق نبی بنا کر بھیجا ہے اگر تم اسے چھپائے رکھتے تو زندگی بھر کھاتے رہتے۔ (جامع المعجزات ۱۲۳)

نمبر۲:

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے ساتھ اللہ کے فرشتوں نے کلام کیا ہے چنانچہ خدا

تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ۔

اور جب فرشتوں نے کہا اے مریم بے شک اللہ تعالیٰ نے تجھے چن لیا ہے اور خوب ستھرا کیا اور آج سارے جہان کی عورتوں سے تجھے پسند کیا۔

اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا وہ ہیں کہ آپ سے ملک الموت نے کلام کیا ہے چنانچہ شیخ محقق نے لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا دن آیا تو اللہ تعالیٰ نے عزرائیل سے فرمایا زمین پر میرے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ اور بغیر اجازت ان کے ہاں داخل نہ ہونا اور بے اجازت ان کی روح قبض نہ کرنا بس ملک الموت ایک اعرابی کی صورت میں حضور کے دروازے پر آیا اور کہا السلام علیکم اہل البیت مجھے اجازت دو کہ میں تم پر خدا کی رحمت نازل کروں اس وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سرہانے تشریف فرما تھیں انہوں نے جواب دیا کہ پیغمبر کی طبیعت ناساز ہے لہٰذا اس وقت ملاقات نہیں ہوسکتی ملک الموت نے دوبارہ اجازت طلب کی وہی جواب سنا تیسری مرتبہ اجازت طلب کی اور اس مرتبہ بلند آواز سے اجازت طلب کی اس آواز سے گھر کا ہر فرد لرزہ براندام ہو گیا اسی اثنا میں حضور کو ذرا ہوش آیا اور آپ نے اپنی آنکھیں کھولیں اور دریافت فرمایا کہ یہ کیا ہو رہا ہے ساری صورت حال آپ کے سامنے بیان کر دی گئی آپ نے فرمایا فاطمہ جانتی ہو یہ کون ہے یہ لذات وشہوات کو قطع کرنے والا جماعتوں کو جدا کرنے والا عورتوں کو بیوہ کرنے والا اور بچوں کو یتیم کرنے والا ملک الموت ہے جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے یہ سنا تو گریہ وزاری شروع کر دی اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیٹی روؤ نہیں تمہارے رونے سے

عرش اٹھانے والے فرشتے بھی رو رہے ہیں پھر اپنے ہاتھوں سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اشک شوئی فرمائی اور آپ کو بشارت دی کہ میرے اہل بیت میں سب سے پہلے تو آ کر مجھ سے ملے گی اور تو جنتی عورتوں کی سردار ہے۔ پھر فرمایا فاطمہ اپنے فرزندوں کو بلاؤ آپ نے حسنین کریمین کو آپ کی بارگاہ میں پیش کیا انہوں نے جب اپنے نانا کو شدید درد وکرب میں مبتلا دیکھا تو رونا شروع کر دیا اوران کے رونے سے گھر کا ہر فرد رونے لگا۔

(طبرانی کبیر ۳/۶۲، مدارج النبوت ۲/۵۵۳)

جد محبوب پیارے وچھڑن کون رووے مڑ تھوڑا
سب روگاں دا روگ محمد جس دا نام وچھوڑا

نمبر ۳:

حضرت مریم رضی اللہ عنہا وہ ہیں کہ ان سے حضرت جبریل علیہ السلام نے کلام کیا ہے چنانچہ خدا فرماتا ہے۔

فَاَرْسَلْنَا اِلَیْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِیًّا۔

تو اس کی طرف ہم نے روح امین کو بھیجا وہ اس کے سامنے ایک تندرست آدمی کے روپ میں ظاہر ہوا۔

اس وقت حضرت مریم غسل خانے میں تھیں غسل کر کے کپڑے پہن چکی تھیں آپ نے ایک غیر محرم کو دیکھ کر کہا اگر تجھے خدا کا خوف ہے تو میں تجھ سے خدا کی پناہ مانگتی ہوں تو جبریل نے کہا:

قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا۔

بولا میں تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں تا کہ تجھے میں ایک ستھرا بیٹا دوں

اگر حضرت مریم کے ساتھ جبریل نے کلام کیا ہے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا

کے ساتھ بھی جبریل علیہ السلام نے کلام کیا ہے چنانچہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ:

ایک مرتبہ حضرت امام حسن اور امام حسین بیمار ہو گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو ساتھ لے کر بیمار پرسی کے لئے تشریف لائے ایک صحابہ نے حضرت علی سے کہا تمہارے فرزند بیمار ہیں تم اللہ کے لئے کوئی نذر مانو چنانچہ تین تین روزے حضرت علی حضرت فاطمہ اور انکی کنیز فضہ نے اپنے اوپر مقرر کئے دونوں شہزادے اللہ کے فضل سے صحتیاب ہو گئے تینوں نے روزے رکھے جس دن روزہ رکھا اس دن گھر میں کھانے کو کچھ نہ تھا آپ شمعون یہودی کے پاس گئے اور بارہ سیر جو بطور قرض لائے سیدہ نے اس میں سے چار سیر جو چکی میں پیسے اور گھر کے پانچ آدمیوں کے حساب سے شام کو روٹیاں پکائیں اور افطاری کے وقت لاکر سامنے رکھیں ابھی لقمہ لے کر منہ میں نہ ڈالا تھا کہ دروازے پر آ کر ایک فقیر نے سوال کیا سلامتی ہو تم پر اے اہل بیت رسول ایک مسکین مسلمان تمہارے دروازے پر آیا ہے اور اس کے گھر میں پانچ آدمی بھوکے ہیں ان کو کھلاؤ اللہ تمہیں جنت کے خوانوں پر کھلائے گا یہ سن کر ان مقدس حضرات نے وہ روٹیاں اس مسکین کے حوالے کر دیں اور خود پانی پی کر سو رہے دوسرے روز پھر روزہ رکھا اسی طرح چار سیر جو پیس کر شام کو روٹیاں تیار کیں افطار کے وقت ایک یتیم آ گیا وہ روٹیاں اس کو دے دیں اور پانی پی کر تیرے روز کا روزہ رکھ لیا تیسرے دن ایک قیدی آ گیا یہ روٹیاں اس کو دے دیں چوتھے روز صبح کو اٹھے تو شدت بھوک اور ضعف سے ہلنے کی طاقت نہ تھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم حسنین کو دیکھنے کے لئے تشریف لائے اس وقت حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نماز پڑھ رہی تھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کی یہ حالت دیکھی تو بے قرار ہو گئے اور رونے لگے آپ نے صبر کی تلقین فرمائی اس

وقت جبریل ان کی شان میں قرآن لے کر آئے۔

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا۔

اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور قیدی کو۔

شاہ عبدالعزیز فرماتے ہیں کہ ان دونوں میں مسکین یتیم اور اسیر کی شکل بنا کر آنے والا جبریک تھا جو اہلبیت کا امتحان لینے آتا رہا معلوم ہوا کہ حضرت فاطمہ کا دروازہ وہ ہے جس دروازے پر جبریل بھی مسکین بن کر آتے ہیں۔

(۳۸۱/۲عزیزی)

علامہ اقبال نے تقابلی جائزے کے طور پر یہ اشعار لکھے ہیں:

مریم از یک نسبت عیسیٰ عزیز
از سہ نسبت حضرت زہرا عزیز
نور چشم رحمۃ للعالمین
آں امام اولین و آخرین
بانوئے آں تاجدار ھل اتیٰ
مرتضیٰ مشکل کشا شیر خدا
مادر آں مرکز پر کار عشق
مادر آں قافلہ سالار عشق

وفات

حدیث نمبرا:

حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج آپ کے پاس جمع تھیں اتنے میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں انہیں دیکھ کر

آپ نے مرحبا کہا اور فرمایا اے میری بیٹی مرحبا پھر انہیں اپنے دائیں جانب بٹھایا اور ان سے سرگوشی کی جسے سن کر وہ رونے لگیں جب آپ نے ان کی بے قراری دیکھی تو دوبارہ سرگوشی کی جس پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہنسنے لگیں جب رسول خدا اٹھے تو میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول پاک نے آپ سے کیا فرمایا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں آپ کا راز فاش کیوں کروں جب آپ کا وصال ہو گیا میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا میرا آپ پر جو حق ہے اس کی قسم دے کر سوال کرتی ہوں مجھے بتایئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے کیا کہا تھا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہاں اب بتا دیتی ہوں پہلی بار جب آپ نے سرگوشی کی تو یہ خبر دی کہ جبریل ہر سال مجھ سے ایک بار قرآن کا دور کرتے تھے اس مرتبہ انہوں نے دو مرتبہ دور کیا ہے گمان یہی ہے کہ اب میرا وقت آ گیا ہے تم اللہ سے ڈرنا اور صبر کرنا کیونکہ میں تمہارا اچھا پیش رو ہوں اس بات پر میں رونے لگی پھر جب آپ نے میری بے قراری دیکھی تو دوبارہ سرگوشی فرمائی اور فرمایا اے فاطمہ کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ تم تمام مومن عورتوں کی سردار ہو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں اس بات پر ہنس پڑی۔ (مسلم شریف ۲/۲۹۰)

حدیث نمبر۲:

جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے وصال کا وقت ہوا تو آپ نے اسماء بنت عمیس سے فرمایا میں اس بات کو پسند نہیں کرتی کہ میرا جنازہ کھلا لے جایا جائے جس طرح کہ عام طور پر میت پر صرف ایک چادر ڈال دی جاتی ہے حضرت اسماء نے کہا اے رسول کی صاحبزادی میں نے حبشہ کے علاقہ میں یہ طریقہ دیکھا ہے جنازہ کی چارپائی پر درخت کی شاخیں لگا کر ان پر کپڑا ڈال دیا جاتا ہے حضرت

فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اسے بے حد پسند کیا اور وصیت فرمائی کہ جب میری وفات ہو جائے تو علی اور تم مجھے غسل دینا چنانچہ ایسے ہی کیا گیا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا وہ پہلی خاتون ہیں جن کے جنازے کو پردہ لگایا گیا۔ (اسد الغابہ ۵/۵۲۴)

حدیث نمبر ۳:

طبقات ابن سعد میں ہے کہ سیدہ نے اپنی وفات کے دن بہت اچھی طرح غسل کیا نئے کپڑے پہنے پھر فرمایا میری چارپائی کو صحن کے درمیان رکھ دو آپ اس پر قبلہ رو ہو کر لیٹ گئیں اور فرمایا ابھی تھوڑی دیر کے بعد میری روح پرواز کرنے والی ہے میں نے غسل کر لیا ہے اب کوئی میرے جسم کو ننگا نہ کرے۔

(طبقات ابن سعد ۸/۲۸)

حدیث نمبر ۴:

جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا مرض وفات میں مبتلا ہوئیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے فاطمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا سلام عرض کرنا اور کہنا کہ علی آپ کے دیدار کے لئے بیقرار ہے خاتون جنت نے کہا میری وصیت بھی یاد رکھئے گا میرا وصال ہو جائے تو اپنے ہاتھوں سے کفن پہنا کر مجھے خود دفن فرمائیں غریب اور یتیم کو دیکھیں تو میری یتیمی اور غربت یاد کر لیجئے گا میری موت کے بعد آہ وفغان نہ ہونے پائے حسن اور حسین رضی اللہ عنہم کا خیال رکھئے گا آپ وصیت فرما رہی تھیں کہ ایک دم بولیں ابا جان تشریف لے آئے ہیں آسمان سے فرشتے آرہے ہیں اور عزرائیل بھی آچکے ہیں پھر سیدہ نے کہا جب مجھے دفن کرنے لگیں تو فلاں جگہ حریر کا ٹکڑا ہے اسے میرے کفن میں رکھ دیجئے گا لیکن اسے کھول کر پڑھنا نہیں حضرت علی نے سن کر کہا اے فاطمہ تجھے حرمت رسول کا واسطہ بتاؤ کہ حریر میں کیا ہے سیدہ

نے فرمایا جب میرے نکاح کا مہر چار سو درہم مقرر ہوا تھا تو میں نے کہا تھا کہ نکاح پر تو میں رضامند ہوں لیکن مہر پر نہیں اسی وقت جبریل نے آ کر کہا تھا اللہ نے امت عاصی کی مغفرت فاطمہ کا مہر مقرر کر دیا ہے حریر میں یہی لکھا ہے۔

(جامع المعجزات ۲۴۹)

فضائل حسنین کریمین

حدیث نمبرا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا انبیاء علیہم السلام کا قیامت کے دن حشر سواریوں پر ہوگا حضرت صالح علیہ السلام اپنی اونٹنی پر سوار ہوں گے اور میں براق پر سوار ہوں گا اور امام حسن اور حسین رضی اللہ عنہم جنتی اونٹنیوں پر سوار ہوں گے۔

(طبرانی کبیر ۳/۴۳، مجمع الزوائد ۱۰/۳۳۳، طبرانی صغیر ۲/۱۲۶، المستدرک ۳/۱۵۲)

حدیث نمبر۲:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول خدا سے سنا آپ نے فرمایا امامین کریمین حسنین رضی اللہ عنہم کے بارے میں۔

مَنْ اَحَبَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ وَقَدْ اَحَبَّنِيْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمَا فَقَدْ اَبْغَضَنِيْ

جس نے حسن اور حسین سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان دونوں سے بغض کیا اس نے مجھ سے بغض کیا۔ (طبرانی کبیر ۳/۴۸)

حدیث نمبر۳:

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امامین

حسنین رضی اللہ عنہم کے بارے میں جوان سے محبت کرتا ہے میں اس سے محبت کرتا ہوں اور جس سے میں محبت کرتا ہوں اس سے اللہ محبت کرتا ہے اور جس سے اللہ محبت کرتا ہے اللہ اسے جنات نعیم میں داخل فرمائے گا جو ان دونوں سے عداوت کرتا ہے اس سے میں عداوت رکھتا ہوں اور جس سے میں دشمنی رکھتا ہوں اس سے خدا دشمنی رکھتا ہے اور جس سے خدا دشمنی رکھتا ہے خدا اسے عذاب جہنم میں گرفتار کرے گا اور اس کے لئے ہمیشہ عذاب ہوگا۔

(طبرانی کبیر ۵۰/۳، مجمع الزوائد ۱۸۱/۹)

حدیث نمبر ۴:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھ رہے تھے جب نبی کریم سجدہ کرتے تو حسن اور حسین رضی اللہ عنہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پر سوار ہو جاتے اور جب آپ اٹھنے لگتے تو دونوں کو آہستہ سے زمین پر بٹھا دیتے پھر جب سجدہ کرتے تو یہ دونوں پھر پشت پر بیٹھ جاتے جب نماز ختم ہوئی تو آپ نے دونوں کو اپنی رانوں پر بٹھا لیا میں نے عرض کی یارسول اللہ میں ان دونوں کو لے جاؤں فرمایا نہیں ایک روشنی ظاہر ہوئی آپ نے دونوں سے فرمایا اپنی والدہ کے پاس چلے جاؤ وہ دونوں اس روشنی میں چلتے گئے حتیٰ کہ گھر میں داخل ہو گئے۔ (طبرانی کبیر ۵۱/۳، المستدرک ۱۶۷/۳، بزار ۲۴۶/۲)

حدیث نمبر ۵:

حضرت عمران بن سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ مِنْ اَسْمَاءِ اَھْلِ الْجَنَّةِ لَمْ یَکُوْنَا فِی الْجَاھِلِیَّتِ۔

حسن اور حسین اہل جنت کے نام ہیں زمانہ جاہلیت میں یہ نام کسی کے

نہ تھے۔(اسد الغابہ ۲/۱۸)

اللہ تعالیٰ نے یہ نام چھپائے ہوئے تھے یہاں تک کہ نبی کریم نے اپنے دونوں شہزادوں کے نام حسن اور حسین رکھے۔(تاریخ الخلفاء ۱۸۸)

حدیث نمبر ۶:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔

كَانَ عَلَى الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ تَعْوِيْذَانِ فِيهِمَا زَغَبٌ مِنْ زَغَبِ جَنَاحِ جِبْرِيْلَ۔(خصائص کبریٰ ۲/۲۶۵)

حسنین کریمین نے تعویذ پہن رکھے تھے جن میں جبریل کے شہپر میں سے ایک چھوٹا سا پر تھا۔

حدیث نمبر ۷:

حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ امام حسن اور امام حسین جب کعبہ کا طواف کرنے نکلتے تو لوگوں کا اژدھام ہو جاتا اور آپ کے گرد جمع ہو جاتے اور خطرہ پیدا ہو جاتا کہ بھیڑ کی وجہ سے کہیں آپ کچلے نہ جائیں۔(۸/۳۷ البدایہ النہایہ)

حدیث نمبر ۸:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہیکہ امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہم دونوں شہزادوں کی ولادت پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کے کانوں میں اذان کہی ہے۔(۳/۳۱ طبرانی کبیر)

حدیث نمبر ۹:

ایک مرتبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں نواسوں امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہم نے ایک بوڑھے آدمی کو دریائے فرات پر وضو کرتے دیکھا اس شخص

نے نہ تو وضو اچھی طرح کیا اور نہ ہی نماز صحیح ادا کی بلکہ جلدی جلدی اختصار سے کام لے کر فارغ ہو گیا حسنین کریمین نے یہ منظر دیکھا تو بڑی حکمت عملی سے کام لیتے ہوئے کہا بڑے میاں ہم نوجوان ہیں جبکہ آپ عمر رسیدہ اور تجربہ کار ہیں آپ کو وضو اور نماز مسائل کا بہتر علم ہوگا ہم آپ کو وضو کر کے اور نماز پڑھ کر دکھاتے ہیں اگر ہمارے طریقہ میں کوئی کوتاہی یا غلطی ہو تو اصلاح کر دیں حسنین کریمین نے اپنے نانا کے طریقے کے مطابق وضو کر کے نماز ادا کی بوڑھے دیہاتی نے دیکھا تو اسے اپنی کوتاہی کا احساس ہوا چنانچہ اس نے توبہ کی اور آئندہ درست نماز پڑھنے لگا۔ (۳۹/۱ مناقب لکردری)

حدیث نمبر۱۰:

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب اہل الجنۃ جنت میں قیام پزیر ہو جائیں گے تو جنت خدا کی بارگاہ میں عرض کریگی الٰہی تو نے وعدہ کیا تھا کہ تو مجھے اپنے دو رکنوں میں مزین کریگا خدا فرمائیگا کیا میں نے تجھے حسن اور حسین سے زینت نہیں دی اس پر جنت دلہن کی طرح ناز کرے گی۔ (۲/۲۳۸ تاریخ بغداد) (۲۲۵/۱ طبرانی اوسط)

فضائل امام حسن رضی اللہ عنہ

حدیث نمبر۱:

حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن کو کندھے پر اٹھایا ہوا تھا ایک صاحب نے دیکھ کر کہا

نِعْمَ الْمَرْكَبُ رَكِبْتَ يَا غُلَامُ اے لڑکے تمہاری سواری کتنی اچھی ہے

نبی کریم نے فرمایا وَنِعْمَ الرَّاكِبُ هُوَ سوار بھی تو بہترین ہے۔
(۲/۲۱۹ ترمذی شریف)

حدیث نمبر۲:

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرح بڑے حاضر جواب تھے ایک مرتبہ آپ نے بہت خوبصورت لباس زیب تن فرمایا تھا اور آپ حسین بھی بہت تھے ایک شکستہ حال یہودی نے آپ کو دیکھا تو کہنے لگا ایک بات تو بتائیں آپ کے جدامجد کا فرمان ہے۔

اَلدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ۔

دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے اور کافر کے لئے جنت ہے۔

مگر یہاں معاملہ اس کی برعکس نظر آ رہا ہے آپ مومن ہیں اور میں کافر ہوں دینا میرے لئے قید خانہ اور آپ کے لئے جنت ہے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

اللہ نے میرے لئے جنت میں جو نعمتیں تیار کر رکھی ہیں اگر تو ان کو دیکھ لے تو یقین کر لے کہ ان نعمتوں کی نسبت میں اب قید خانے میں ہوں اسی اگر تو عذاب دیکھ لے جو اللہ نے تیرے لئے مقدر فرمایا ہے تو موجود حالت کو جنت سمجھنے لگے گا۔ (۱۲۰ نور الابصار)

حدیث نمبر۳:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ آپ کو ایک لاکھ درہم سالانہ وظیفہ بھیجا کرتے تھے ایک مرتبہ کچھ تاخیر ہوگی آپ نے یاد دہانی کے لئے خط لکھنا چاہا مگر پھر رک گئے رات کو خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تو آپ نے پوچھا حسن کیا حال

ہے آپ نے تنگ دستی کی شکایت کی حضور ﷺ نے فرمایا تو نے اپنے جیسی مخلوق سے مدد مانگنے کے لئے خط تحریر کرنے کا ارادہ کیا تمہیں بارگاہ الٰہی سے مانگنا چاہئے تھا آپ نے فرمایا یہ دعا:

اَللّٰھُمَّ اقْذِفْ فِیْ قَلْبِیْ رَجَاءَكَ وَاقْطَعْ رَجَائِیْ عَمَّنْ سِوَاكَ حَتّٰی لَا اَرْجُوْ اَحَدًا غَیْرَكَ اَللّٰھُمَّ وَمَا ضَعُفَتْ عَنْهُ قُوَّتِیْ وَقَصُرَ عَنْهُ عَمَلِیْ وَلَمْ تَنْتَهِ اِلَیْهِ رَغْبَتِیْ وَلَمْ تَبْلُغْهُ مَسْئَالَتِیْ وَلَمْ یَجْرِ عَلٰی لِسَانِیْ مِمَّا اَعْطَیْتَ اَحَدًا مِنَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْآخِرِیْنَ مِنَ الْیَقِیْنِ فَخَصِّنِیْ بِهٖ یَارَبَّ الْعَالَمِیْنَ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے یہ ورد شروع کیا ابھی ہفتہ ہی گزرا تھا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک لاکھ کی بجائے پندرہ لاکھ درہم بھجوائے آپ نے اللہ کا شکر ادا کیا وہ کریم دعا کرنے والوں کو مایوس نہیں کرتا۔ خواب میں پھر حضور ﷺ کی زیارت ہوئی پوچھا کیا حال ہے عرض کی اچھا ہے آپ نے فرمایا بیٹا جو شخص اپنے خالق سے مانگتا ہے اور مخلوق سے امید نہیں رکھتا اللہ تعالیٰ اس پر ایسا ہی فضل فرماتا ہے۔ (۱۴۷ تاریخ الخلفاء)

نوٹ:

جو شخص اس دعا کو روزانہ تہجد کے بعد پڑھے گا خدا تعالیٰ اپنے فضل کرم سے اپنے خزانہ غیب سے اسکی امداد فرمائیگا انشاء اللہ تعالیٰ۔

فضائل امام حسین رضی اللہ عنہ

حدیث نمبر ا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ فرماتے ہیں میں نے ان کانوں سے سنا اور ان آنکھوں سے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے دونوں ہاتھوں کو پکڑا انہوں نے اپنے دونوں قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر رکھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اوپر چڑھو وہ چڑھتے گئے یہاں تک کہ انہوں نے اپنے قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے پر رکھ دیئے پھر فرمایا نیچے اترو وہ اترے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو چوما اور پھر دعا مانگی الٰہی میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر۔

(طبرانی کبیر ۳/۴۹)(۹/۱۷۶ مجمع الزوائد)(ابن ابی شیبہ ۱۲/۱۰۱)(۲/۳۵ حلیۃ الاولیاء)

حدیث نمبر ۲:

شداد بن الھاد اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور امام حسین کو اٹھائے ہوئے تھے رسول خدا نے امام حسین کو اپنے دائیں پاؤں کے قریب بٹھا کر نماز پڑھانی شروع کی پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لمبا سجدہ کیا میرے باپ کہتے ہیں میں نے سر اٹھا کر دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں ہیں اور امام حسین آپکی پشت پر بیٹھے ہوئے ہیں میں پھر سجدے میں چلا گیا جب نماز ختم ہوئی تو لوگوں نے حضور سے پوچھا کیا کسی بات کا حکم ہوا تھا یا وحی کا نزول ہو رہا تھا آپ نے فرمایا ان دونوں میں سے کوئی بات نہ تھی بلکہ میری پشت پر حسین بٹھا تھا میرا بیٹا میں نے جلدی کرنا مناسب نہ سمجھا

میں نے چاہا کہ وہ جی بھر کر اپنی مرضی پوری کر لے (۲/۲۶۳ سنن کبریٰ)

حدیث نمبر۳:

حضرت امام حسین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت مشابہ تھے اور پیکر حسن و جمال تھے اندھرے میں بیٹھے ہوتے تو آپکی جبین اقدس اور رخساروں سے روشنی نکلتی تھی جس سے قرب وجوار جگمگا اُٹھتے تھے۔ (۸۳۰۴ شواہد النبوت)

حدیث نمبر۴:

ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دائیں زانو پر حضرت حسین کو اور بائیں زانو پر اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیم کو بٹھائے ہوئے تھے حضرت جبریل امین علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور کہا اللہ تعالیٰ دونوں کو یک جا آپ کے پاس رہنے نہیں دیگا ایک کو اپنے پاس بلالے گا آپ کو اختیار ہے جسے چاہیں رکھ لیں آپ نے فرمایا اگر حسین رخصت ہوں تو ان کے فراق میں میرے علاوہ علی اور فاطمہ کو بھی دکھ ہوگا جبکہ ابراہیم کی وفات کا رنج زیادہ تر مجھے ہوگا لہٰذا میں اپنے غم کو ترجیح دیتا ہون اس واقعہ کے تین روز بعد حضرت ابراہیم کا وصال ہوگیا پھر جب کبھی حسین آپ کی پاس آتے تو آپ انہیں مرحبا کہتے ان کو پیشانی [illegible] دیتے اور فرماتے میں نے حسین پر اپنے بیٹے ابراہیم کو قربان کردیا ہے۔

(۳۰۴ شواہد النبوت)

حدیث نمبر۵:

ایک دن حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہم کشتی لڑنے لگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے حسن پکڑلو حسین کو حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بولیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ بڑے کو کہہ رہے ہیں کہ چھوٹے کو پکڑ لے

حضور علیہ السلام نے فرمایا جبریل بھی تو حسین ۔ ۔ کہ رہے ہیں کہ حسن کو پکڑلو۔
(شواہد النبوت ۳۰۴)

حدیث نمبر ۶:

ایک مرتبہ دونوں بھائی حج کے لئے جارہے تھے راستے میں ایک بڑھیا نے مہمان نوازی کی طویل عرصہ کے بعد وہ بڑھیا انتہائی فقر وغربت کے عالم میں مدینہ منورہ آئی ایک گلی سے گزر رہی تھی امام حسن نے پہچان لیا اور ایک ہزار بکری اور ایک ہزار درہم عنایت فرمائے اور اپنے غلام کے ساتھ امام حسین کے پاس بھیج دیا آپ نے بھی اس بڑھیا کو پہچان لیا اور اپنے بھائی جان کی طرح ایک ہزار بکریاں اور ایک ہزار درہم عطا کیے۔

یہ بیٹھا ہے سکہ تمہاری عطا کا
کبھی ہاتھ اٹھنے نہ پایا گدا کا

❁ ❁ ❁

فلسفہ شہادت

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ۔

یا اللہ تو ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت فرما ان لوگوں کے راستہ کی جن پر تو نے انعام کیا۔

شہادت حسین علیہ السلام تاریخ اسلام کا ایک ایسا زرین اور رنگین ورق ہے جس کے جمال رنگین کی چمک دمک دنیائے اسلام کو ہمیشہ روشن اور تابناک رکھے گی اس میں شک نہیں کہ ہر صاحب کمال کی خوبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل سے معرض وجود میں آئی مگر اس بارے میں شہادت امام حسین کو ایک ایسی خصوصیت حاصل ہے جو دوسری جگہ نہیں پائی جاتی۔

جس کا مختصر بیان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کونین کی نعمتوں کو چار نعمتوں میں جمع فرما دیا ہے ہم نماز میں دعا مانگتے ہیں اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ۔

یا اللہ ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت فرما ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا۔

اور جن پر اللہ انعام کیا وہ یہ ہیں۔

فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَاءِ وَالصّٰلِحِیْنَ۔

وہ ان لوگوں کے ساتھ ہیں جن پر اللہ نے انعام کیا اور وہ ہیں نبی

صدیق شہید اور صالحین معلوم ہوا ہر وہ چیز جو نعمت کہلانے کی مستحق ہے اس کا تعلق یا نبوت سے ہوگا یا صدیقیت سے یا شہادت سے اور یا صالحیت سے ہوگا جو چیز ان سے الگ ہو وہ اگرچہ بظاہر نعمت نظر آئے لیکن درحقیقت نعمت نہیں رسول خدا ان نعمتوں کے حصول کا ذریعہ اس وقت قرار دیا سکتے ہیں جبکہ ہر نعمت حضور کے دامن رحمت میں موجود ہوا گر کوئی نعمت حضور کے دامن میں نہ ہوتو وہ کسی صورت میں کسی کو حاصل نہیں ہوسکتی نبوت صدیقیت قطبیت غوثیت اور ولایت جن کو مل رہی ہے یا ملے گی ان کو حضور کے وسیلے سے ملے گی اور انبیاء سابقین سے لے کر قیامت تک جن کو ان میں سے کوئی بھی منصب ملا ہے یا ملے گا وہ سب ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ ہے لیکن شہادت بظاہر حضور کو نہیں ملی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے وعدہ کیا ہے۔ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اے محبوب تیرا اللہ تجھے لوگوں سے بچائے گا کوئی آپ کو شہید کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکتا اگر کوئی آپ کو قتل کرنے میں کامیاب ہوجاتا تو خدا کا وعدہ جھوٹا ہوجاتا اور جس کا وعدہ جھوٹا ہوجائے وہ خدا نہیں ہوسکتا اور جو خدا ہوگا اس کا وعدہ جھوٹا نہ ہوگا لہٰذا حضور کا شہید ہونا محال ہے یہی وجہ ہے کہ جن کافروں نے آپ کو جانی نقصان پہنچانا چاہا وہ کامیاب نہ ہوسکے مثال کے طور پر غزوہ غطفان کا ایک واقعہ بیان کیا جاتا کہ اس غزوہ میں دعثور بن حارث نے اپنی قوم کو جمع کر کے مسلمانوں پر حملہ کرنا چاہا حضور چار سو صحابہ کا لشکر لے کر ان کے مقابلے کے لئے نکلے جب مقام ذی امر پہنچے وہ دیہاتی لوگ پہاڑ پر چڑھ گئے اور کثرت سے بارش ہوئی حضور اپنی حاجت کے لئے وہاں سے دور چلے گئے بارش کی وجہ سے آپ کے کپڑے بھیگ گئے مقام ذی امر کا صحرا آپ کے اور آپ کے صحابہ کے درمیان حائل ہوگیا آپ نے اپنے کپڑے اتار کر ایک درخت پر ڈال دیئے تا کہ خشک ہو جائیں دعثور آپ کو

اکیلا پا کر تلوار لے کر آپ کی طرف آیا آپ درخت کے سایے میں لیٹے ہوئے تھے اس نے تلوار میان سے نکالی اور کہا مجھ سے تمہیں کون بچائے گا آپ نے فرمایا اللہ بچائے گا اس وقت جبریل نے اپنا پر دعشور کے سینے پر مارا اور اس کو پیچھے دھکیل دیا اس کی تلوار گر پڑی رسول خدا نے اس تلوار کو پکڑ لیا اور دعشور سے کہا اب تمہیں مجھ سے کون بچائے گا اس نے کہا کوئی نہیں بچا سکتا اور وہ لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ (خصائص کبریٰ ۱/۵۶۱)

حافظ ابونعیم نے لکھا ہے کہ جب کوئی دشمن نبی کریم کو قتل کرنا چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے اور نبی پاک کے درمیان پانچ پردے حائل کر دیتا ہے اور وہ پانچ حجابات یہ ہیں، خدا فرماتا ہے۔

اِنَّا جَعَلْنَا فِیْ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِیَ اِلَی الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ .... پہلا حجاب

ہم نے ان کی گردنوں میں طوق کر دیئے ہیں وہ ٹھوڑی تک ہیں تو یہ اوپر کو منہ اٹھائے رہ گئے۔

وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ سَدًّا ......دوسرا حجاب

اور ہم نے ان کے آگے دیوار بنا دی۔

وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا ......تیسرا حجاب

اور ان کے پیچھے ایک دیوار۔

فَاَغْشَیْنٰهُمْ فَهُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ ......چوتھا حجاب

انہیں اوپر سے ڈھانک دیا تو انہیں کچھ نہیں سوجھتا۔

وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَیْنَكَ وَبَیْنَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا۔

پانچواں حجاب:

اور جب تو نے قرآن پڑھا تو ہم نے تیرے اور ان لوگوں کے درمیان ایک پوشیدہ حجاب کر دیا جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے۔

جب حضور نبی کریم ﷺ کو کوئی شہید کر نہیں سکتا تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ شہیدوں کو شہادت کیسے ملی اور شہداء کو یہ نعمت کیسے دستیاب ہوئی دراصل شہادت حسنین کریمین اس شبہ کا حل اور اس سوال کا جواب ہے شہادت کے لئے خلوص نیت کا ہونا ضروری مثلاً حدیث میں آیا ہے کہ حضرت علی بن طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کرام میں تشریف فرما تھے کہ ایک دشمن دکھائی دیا جس کے آگے اس کا گدھا تھ اور اس پر اس کا سامان تھا نبی کریم نے فرمایا کون اس سے لڑے گا ایک آدمی نے کہا میں وہ چلا اور عرض کی اگر میں نے اسے قتل کر دیا تو گدھا اور اس پر جو سامان ہے وہ میرا ہوگا آپ نے فرمایا ہاں تیرا ہوگا وہ گیا اور اس نے لڑائی کی لڑتے ہوئے قتل ہو گیا لوگوں نے کہا تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے اس کو شہادت کی نعمت سے سرفراز کیا فرمایا نہیں وہ گدھے اور سامان کے لئے لڑا ہے یعنی شہادت کی نیت نہ دی اس لئے شہید نہیں ہوا۔

(سنن سعید بن منصور ۲/۱۴۲)

معلوم ہوا کہ شہادت کے لئے خلوص نیت کا ہونا ضروری ہے اور یہ خلوص نیت ہمارے نبی کریم میں موجود تھا چنانچہ بخاری شریف میں حدیث ہے سرور کائنات ﷺ نے فرمایا۔

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوَدِدْتُّ اَنْ اُقْتَلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ اُحْیٰ ثُمَّ اُقْتَلَ

قسم ہے اسکی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میری یہ تمنا ہے کہ میں

اللہ کے راستے میں شہید ہو جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر شہید کیا جاؤں۔

جس آدمی کے دل میں خدا کی راہ میں شہید ہونے کی تمنا نہ ہو وہ اگر میدان کارزار میں کافروں کے ہاتھ سے مارا بھی جائے تو خدا کے نزدیک وہ شہید نہیں اگرچہ لوگوں کی نظر میں وہ شہید ہو گا اور جس کے دل میں کلمۃ اللہ کو بلند کرتے ہوئے خدا کی راہ میں شہید اور مقتول ہونے کی محبت اور خواہش ہے وہ اللہ کے نزدیک شہید ہے اگرچہ وہ بستر مرگ پر ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جائے کیونکہ حدیث میں ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ لَایَنۡظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمۡ وَلَا اِلٰی اَعۡمَالِکُمۡ وَلٰکِنۡ یَّنۡظُرُ اِلٰی قُلُوۡبِکُمۡ وَنِیَّاتِکُمۡ۔

بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور عملوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں اور نیتوں کو دیکھتا ہے۔ شہادت کی دو اقسام ہیں۔ شہادت جہری اور شہادت سری۔

شہادت جہری کے لئے چار چیزوں کا ہونا ضروری ہے آلہ جارحہ سے زخمی ہونا۔ جسم کا کوئی حصہ الگ ہونا۔ خون کا بہنا اور راہ خدا میں مقتول ہو کر جاں بحق ہونا۔

شہادت جہری کی ظاہری صورت بھی ہمارے نبی کریم میں ثابت ہے اور وہ اس طرح کہ جنگ احد میں جسم مبارک زخمی ہوا اور جسم اقدس سے خون بھی جاری ہوا اور جسم مبارک کا ایک نورانی جزو بھی علیحدہ ہوا لیکن ایسا جزو کہ جس کے الگ ہونے سے ذات مقدسہ میں کوئی عیب نہیں آیا ظاہر ہے اگر ناک کان آنکھ ہاتھ پاؤں وغیرہ کٹ جائے تو جسم میں عیب آ جاتا ہے حضور کا نام ہے محمد ﷺ جس کا معنی ہے بہت تعریف کیا ہوا یعنی بے عیب کیونکہ عیب کی مذمت کی جاتی ہے اس لئے مشیت ایزدی کا تقاضا یہ ہوا کہ آپ کے جسم کا ایسا جزو الگ ہو جس

سے کوئی عیب پیدا نہ ہو چنانچہ جنگ احد میں آپ کے دانت کا ایک کنارہ الگ ہوا جس کی کی وجہ سے آپ کی نوری شعاعیں اور بھی تیز ہو گئیں جیسے سچے موتی کا ایک کنارہ گر جائے تو اس جگہ کی چمک اور زیادہ ہو جاتی ہے اسی طرح نبی کریم کے دندان مبارک جس کی چمک سے ظلمت سب میں اجالا ہو جاتا تھا ایک کنارہ گر جانے سے بجائے عیب دار ہونے کے اور زیادہ چمکدار ہو گیا بعض لوگ کہتے ہیں کہ دندان مبارک جڑ سے اکھڑ گیا یہ غلط ہے صحیح یہ ہے دندان مبارک جڑ سے نہیں ٹوٹا علاوہ ازیں دانت کا جڑ سے الگ ہونا حسن وخوبی کے خلاف تھا اس لئے محمدیت کا تقاضا یہ تھا کہ صرف کنارا گر جائے اور دندان مبارک اپنی جگہ بدستور قائم رہے۔

غرضیکہ شہادت جہری کے چار اجزاء میں تین پائے گئے جسم کا زخمی ہونا جسم سے خون نکلنا جز ولطیف بدن سے جدا ہونا اب اگر چوتھا جز وجسم سے روح کا پرواز کرنا بھی پایا جاتا تو خدا کا وعدہ جھوٹا ہو جاتا خدا نے وعدہ فرمایا ہے۔ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ تیرا اللہ تجھے لوگوں سے بچائے گا اور وعدہ الٰہی کا غلط ہونا محال ہے لہٰذا اللہ نے اپنے حبیب کو چوتھے جزو سے بچا لیا اور چار میں سے تین جزو آپ کو عطا فرما دیئے بنا بریں اگر یوں کہہ دیا جائے لِلْاَكْثَرِ حُكْمُ الْكُلْ اکثر اجزاء کے لئے کل اجزا کا حکم ہے لہٰذا حکماً حضور کی ذات میں تمام اجزاء پائے گئے ان اجزاء کا پایا جانا شہادت جہری کی صورت کا پایا جانا قرار پایا۔

شہادت سری یہ ہے کہ دشمن زہر کھلا دے پانی میں ڈوب کر آگ میں جل کر یا عمارت کے نیچے دب کر موت واقع ہو جائے مقتول فی سبیل اللہ ہونے کی محبت وخواہش شہادت جہری اور شہادت سری دونوں کو شامل ہے اسلئے شہادت کی دونوں قسموں کا وجود نبی کریم کی ذات میں ثابت ہے۔

شہادت سریّ کی ظاہر صورت:

شہادت سری کی ظاہری صورت یہ ہے کہ نبی کریم خیبر کے مقام پر تشریف لے گئے وہاں زینب نامی ایک یہودی عورت نے بکری کا گوشت پکا کر اس میں مہلک زہر ملا دیا اور حضور کی بارگاہ میں پیش کر کے عرض کی میں نے منت مانی تھی کہ جب آپ ہمارے علاقے میں تشریف لائیں گے تو میں بکری کے گوشت سے آپ کی ضیافت کروں گی لہٰذا یہ بکری کا گوشت حاضر ہے تناول فرمائیں آپ نے ایک لقمہ لیا تو بکری کے شانے سے آواز آئی یارسول اللہ مجھ میں زہر ملا ہوا ہے آپ تناول نہ فرمائیں حضور نے پھر اس سے نہ کھایا ایک صحابی زہر آلود شانہ کھانے کی وجہ سے اسی وقت شہید ہو گئے اس میں شک نہیں کہ آپ نے زہر آلود لقمہ کھایا اور اس کا اثر جسم میں آیا بلکہ اس کا اثر ہمیشہ باقی رہا لیکن اسکے کھانے سے وفات نہیں ہوئی اس لئے کہ خدا نے آپ سے وعدہ کیا ہے

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ۔ اور تیرا اللہ تجھے لوگوں سے بچائے گ۔

لہٰذا حضور زندہ وسلامت رہے لیکن اس زہر آلود لقمہ سے اللہ کی حکمت پوری ہوگئی کہ آپ میں شہادت سری کی ظاہری صورت پیدا ہوگئی۔

اعتراض:

خدا تعالیٰ نے اپنے محبوب کو علم مَاكَانَ وَمَايَكُوْنَ عطا فرمایا ہے لہٰذا آپ کو معلوم ہونا چاہیے تھا کہ اس بکری کے گوشت میں زہر ملا ہوا ہے لیکن زہر کا علم نہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ خدا نے آپ کو علم غیب عطا نہیں فرمایا اور اگر علم کے باوجود کھایا ہے تو یہ خودکشی کے مترادف ہے اور خودکشی حرام ہے اور نبی کا دامن حرام سے پاک ہوتا ہے۔

الجواب:

حضور کو اس بات کا علم تھا کہ اس بکری کے گوشت میں زہر ملا ہوا ہے لیکن اس علم کی طرف توجہ نہ تھی اور بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ علم ہوتا ہے لیکن اس علم کی طرف توجہ نہیں ہوتی اور اس میں کوئی نہ کوئی حکمت ہوتی ہے اس کی ایک مثال قرآن سے اور ایک مثال حدیث سے دی جاتی ہے ملاحظہ فرمائیں۔

قرآن کی مثال:

جب حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام دونوں جنت میں تھے تو خدا نے ان دونوں پر ایک پابندی لگا دی اور وہ یہ کہ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ۔ اور تم دونوں اس درخت کے قریب نہ جانا کہ حد سے بڑھنے والوں میں ہو جاؤ گے۔

اس آیت کی رو سے حضرت آدم علیہ السلام کو علم تھا کہ اس درخت کے قریب نہیں جانا لیکن اس کے باوجود اس درخت کے قریب گئے اور اس کا پھل آپ نے توڑ کر کھایا ہے اس کی وجہ یہ تھی کہ خدا نے آپکی توجہ علم سے ہٹا کر اپنے حسن و جمال کی طرف مبذول کر لی تا کہ اس شجر ممنوعہ کا پھل توڑ کر کھالیں اگر ایسا نہ ہوتا تو آپ ہمیشہ جنت میں رہتے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا تھا۔

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً۔

اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں اور جنت میں ہمیشگی سے خدا کا وعدہ جھوٹا ہو جاتا اور خدا کا وعدہ جھوٹا ہونا محال ہے لہٰذا حضرت آدم علیہ السلام کی توجہ علم سے ہٹالی گی تا کہ اس درخت کا پھل کھا کر جنت سے نکل کر زمین پر آجائیں تا کہ خدا کا وعدہ سچا

ہو جائے۔

حدیث کی مثال:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا جب غزوہ خیبر سے واپس ہوئے تو رات کو سفر کیا جب رات کے آخری حصے میں آپ کو اونگھ آنے لگی تو آپ آرام کے لئے اترے اور بلال سے فرمایا تم ہماری حفاظت کرو جب صبح ہو جائے تو جگا دینا بلال نوافل پڑھنے میں مصروف ہوئے اور جتنی نماز ممکن تھی پڑھی، اور رسول خدا اور اصحاب سو گئے جب فجر کا وقت قریب آ گیا تو بلال نے اپنی سواری کا سہارا لیا اور مشرق کی جانب منہ کرلیا تا کہ روشنی نمودار ہو جائے تو حضور کو جگا دیں لیکن بلال کی آنکھوں میں نیند بھر گئی اور وہ اونٹ سے کمر لگائے سو گئے پس نہ تو بلال کی آنکھ کھلی اور نہ حضور اور صحابہ میں کسی کی آنکھ کھلی یہاں تک کہ دھوپ کی حرارت پہنچی اور سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کھلی آپ نے گھبرا کر فرمایا اے بلال کیا ہو گیا عرض کی یا رسول اللہ نیند غالب آ گئی آپ نے فرمایا یہاں سے جلدی نکل چلو چنانچہ وہاں سے اونٹوں کو تھوڑی دور آگے لے گئے پھر وضو کیا بلال نے اذان کہی پھر حضور نے نماز پڑھائی جب آپ نماز پڑھا چکے تو فرمایا جو شخص بھول جائے نماز کو اس کو چاہئے جب یاد آ جائے تو اس وقت پڑھ لے کیونکہ خدا نے فرمایا واقم الصلوٰۃ لذکری میرے ذکر کے لئے نماز قائم کرو۔

(۱۴۸/۱ مشکوٰۃ)

امام مالک نے زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نماز قضا کرنے کے بعد ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کے سامنے بلال کے سو جانے کی وجہ بیان فرمائی کہ بلال نماز کے اندر مصروف تھا اس وقت شیطان

اس کے پاس آیا اور انہیں سلا دیا اور پھر ان کو تھپکیاں دیتا رہا جیسے کہ بچے کے سلانے کے لئے تھپکیاں دی جاتی ہیں یہاں تک کہ وہ گہری نیند سو گئے پھر نبی کریم نے بلال کو بلالیا تاکہ وہ اپنی زبانی اپنا عذر بیان کریں تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے بھی کچھ بیان کیا جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بیان فرمایا تھا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس معجزہ کا مشاہدہ کرنے کے بعد عرض کی میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ یقیناً اللہ کے رسول ہیں۔ (موطا امام مالک)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو طلوع فجر کا علم تھا اسکی دلیل یہ ہے کہ آپ شیطان کا آنا اس کا بلال کو سلانا تھپکیاں دینا یہ سب ملاحظہ فرما رہے تھے لہٰذا فجر کا وقت آپ پر مخفی نہیں رہ سکتا لیکن اللہ نے آپ کی توجہ ادھر سے ہٹالی اور اپنے حسن و جمال کی طرف مبذول کر دی اور اس میں حکمت یہ تھی کہ نماز قضا ہو جائے تو حضور اپنے صحابہ کو تعلیم دیں کہ قضا نماز اس طرح پڑھی جاتی اگر حضور کی نماز قضا نہ ہوتی تو امت کی قضا نمازوں کی کسی کے دامن میں پناہ ملتی۔

پس ثابت ہوا کہ بعض اوقات علم ہوتا ہے لیکن علم کی طرف توجہ نہیں ہوتی حضور کو علم تھا اس بکری کے گوشت میں زہر ملا ہوا ہے لیکن اس طرف سے خدا نے حضور کی توجہ کو ہٹالیا اور اس میں حکمت یہ تھی کہ آپ زہر آلود لقمہ کھالیں اور آپ کی ذات میں شہادت سری کا وصف پیدا ہو جائے اور آپ میں شہادت سری کی ظاہری صورت پائی جائے اگر آپ کی توجہ علم کی طرف رہتی آپ وہ لقمہ نہ کھاتے تو شہادت سری کا وصف نہ پیدا ہوتا اور یہ کمی باقی رہ جاتی اور یہ ہو نہیں سکتا کہ آپ کے کسی وصف میں کوئی کمی رہ جائے۔

امامین حسنین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے

یحیٰ بن یعمر رحمۃ اللہ علیہ خراسان میں رہتے تھے اور وہاں کے لوگوں سے بیان کرتے تھے کہ حضرات حسنین کریمین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد ہیں اس واقعہ کو اتنی شہرت ہوئی کہ عراق میں حجاج کو معلوم ہوا تو اس نے خراسان کے گورنر قتیبہ بن مسلم کو لکھا کہ میرے پاس یحیٰ بن یعمر رضی اللہ عنہ کو گرفتار کر کے بھیج دو جب وہ آئے تو حجاج نے ان سے کہا اگر تم اپنے دعویٰ کی مضبوط دلیل نہ دو گے تو میں تمہارا سر اُڑا دونگا اس پر یحیٰ نے سورہ انعام ساتویں پارے کی یہ آیت پیش کی اللہ تعالیٰ فرماتے ہے۔

وَتِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ عَلَىٰ قَوْمِهِ...... وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَىٰ وَهَارُونَ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَىٰ وَعِيسَىٰ۔

اور یہ ہماری دلیل ہے کہ ہم نے ابراہیم کو انکی قوم پر عطا فرمائی......

اور اسکی (ابراہیم) کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون اور ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں نیکوں کاروں کو اور زکریا اور یحیٰ اور عیسیٰ۔

اور کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کتنی پشتوں بعد پیدا ہوئے ان کو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کہا ہے اور حضرات حسنین تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں پیدا ہوئے اور آپکی گود میں پلے وہ کیوں نہ حضرت کی اولاد ہونگے اس پر حجاج بولا تم نے ایسی دلیل دی ہے جس سے تمہاری جاں بخشی ہوگئی بخدا مین نے یہ آیت تو پڑھی مگر مطلب نہ سمجھا...... سبحان اللہ کیا عجیب

وغریب اور نادر استدلال ہے خدا تعالیٰ یحییٰ بن یعمر رضی اللہ عنہ کی قبر پر نزول رحمت فرمائے آمین۔ (تاریخ ابن خلکان ۲/۲۲۷)

اس آیت سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف ماں کی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں نہ کو باپ کی وجہ سے تو ثابت ہوا کہ نواسہ کو بھی بیٹا کہا جاتا ہے لہٰذا امامین کریمین نواسے ہونے کی وجہ سے حضور کے بیٹے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور انکے آنے کی غرض وغایت آپ سے مناظرہ کرنا تھا صحابہ فرماتے ہیں کہ ایسی شان وشوکت والی جماعت ہم نے کبھی نہ دیکھی تھی انہوں نے آتے ہی بیت المقدس کی طرف منہ کے اپنی نماز شروع کردی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز پڑھ لینے دو جب وہ فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا ایمان لے آؤ وہ کہنے لگے ہم تو آپ سے پہلے ایمان لاچکے ہیں آپ نے فرمایا تم غلط کہتے ہو تمہیں ایمان لانے سے چند باتیں روکتی ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کو بیٹا مانتے ہو خنزیر کھاتے ہو وہ بولے وہ تو واقعی خدا کے بیٹے ہیں ورنہ بتاؤ ان کا باپ کون ہے آپ نے فرمایا اگر یہی دلیل ان کے ابن اللہ ہونے کی ہے تو پھر حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں تمہیں بدرجہ اولیٰ یہ عقیدہ رکھنا چاہئے کیونکہ وہ تو ماں اور باپ کے بغیر پیدا ہوئے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تو پھر بھی والدہ ہیں باوجود اس کے کہ ان کے پاس کوئی معقول جواب نہ تھا محض ہٹ دھرمی سے جھگڑنے لگے تو آپ نے ان کو دعوت مباہلہ دی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَاءَ نَا وَ اَبْنَائَكُمْ وَنِسَاءَ نَا وَنِسَائَكُمْ وَاَنْفُسَنَا

وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ۔

میرے حبیب ان سے فرما دیجئے کہ آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اپنی جانیں اور تمہاری جانیں مباہلہ کریں تو جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں۔

انہوں نے تین دن کی مہلت مانگی آپ نے مہلت دے دی وہ تنہائی میں جمع ہوئے اور بنونضیر اور بنوقریظہ کو بھی بلایا جب مشورہ شروع ہوا تو ان دونوں قبیلوں کے یہودیوں نے کہا عیسائیو ان کو تم پہچان چکے ہو محمد ﷺ سچے رسول ہیں اگر تم نے ان سے مباہلہ کیا تو سب ہلاک ہو جاؤ گے اگر اپنا دین قائم رکھنا ہے تو مباہلہ نہ کرو اور اپنے گھروں کو لوٹ چلو یہ وہی نبی ہیں جنکی خبر تورات میں آئی ہے یہ مشورہ ہونے کے بعد مقررہ وقت پر شاندار لباس پہن کر اپنے بڑے پادریوں کو ساتھ لے کر آئے ادھر نبی کریم ﷺ اس شان سے نکلے کہ بائیں طرف گود میں امام حسین رضی اللہ عنہ ہیں اور دائیں طرف آپ کا ہاتھ پکڑے امام حسن ہیں حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ دونوں آپ کے پیچھے ہیں رسول خدا ﷺ نے ان سے فرمایا جب میں دعا کروں تو تم سب آمین کہنا پھر آپ نے خدا کی بارگاہ میں دعا مانگی اللھم ھؤلآء اھل بیتی یا اللہ یہ میرے اہلبیت ہیں عیسائیوں کے سب سے بڑے پادری نے جب یہ حسین بے نظیر منظر دیکھا تو پکارا اے عیسائیو!

اِنِّىْ لَاَرٰى وُجُوْهًا لَوْسَأَلُو اللّٰهَ اَنْ يُّزِيْلَ جَبَلًا مِنْ مَّكَانِهٖ لَاَ زَالَهٗ بِهَا فَلَاتُبَاهِلُوْا فَتَهْلِكُوْا وَلَا يَبْقَ عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ نَصْرَانِيٌّ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔

میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں اگر یہ لوگ اللہ سے پہاڑ کو ہٹانے کے لئے کہیں تو اللہ انکی دعا سے پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہٹا دیگا ان سے مباہلہ نہ کرو ورنہ

ہلاک ہو جاؤ گے اور روئے زمین پر قیامت تک کوئی نصرانی باقی نہ رہے گا۔

آخر کار انہوں نے کہا ہم آپ سے مباہلہ نہیں کرتے جزیہ دینے پر صلح کرتے ہیں ہر سال آپ کو دو ہزار جوڑے ۳۳ اونٹ اور ۳۴ گھوڑے دیا کریں گے حضور نے قبول فرما لیا اور فرمایا قسم ہے رب کی نجران والوں پر عذاب قریب آ گیا تھا اگر وہ مباہلہ کرتے تو بندر اور خنزیر بن جاتے اور ان کا جنگل آگ سے بھڑک اٹھتا اور نجران کے پرندے درندے نیست و نابود ہو جاتے بلکہ ایک سال کے اندر روئے زمین کے عیسائی ہلاک ہو جاتے۔

(۴۶۴/۲ تفسیر کبیر)(۲۴۲/ا تفسیر خازن)

شیعہ اعتراض کرتے ہیں کہ مباہلہ میں حضور نبی کریم ﷺ نے اصحاب ثلاثہ کو ساتھ نہیں لیا معلوم ہوا کہ یہ تینوں صدیق اکبر فاروق اعظم اور عثمان غنی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین مخلص مومن نہ تھے اس کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ حضرات مومن نہ تھے تو انکی گواہی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نکاح فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ کیسے ہو گیا جسکی تفصیل یہ ہے کہ:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم نے مجھے ارشاد فرمایا کہ میرے جانب سے جا کر ابوبکر عمر عثمان عبدالرحمٰن بن عوف سعد بن ابی وقاص طلحہٰ زبیر رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور چند انصار کو بلا لاؤ حضرت انس ان تمام حضرات کو بلا لائے جب یہ سب حضرات حاضر خدمت ہو کر اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضور نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق کسی کام سے گھر سے باہر تشریف لے گئے تھے نبی کریم ﷺ نے خطبہ نکاح پڑھا اور اسی دوران آپ نے فرمایا اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہ کا نکاح علی کے ساتھ کر دوں پس تم لوگ اس چیز کے گواہ ہو جاؤ کہ میں نے فاطمہ کا نکاح علی کے ساتھ کر دیا اور مہر

چار سو مثقال چاندی مقرر ہوا پھر کھجوروں کا تھال منگا کر سب کے سامنے رکھ دیا فرمایا اس کو لوٹ لو اور آپس میں جھپٹ کر کھا لو ہم جھپٹ چھین کر کھانے لگے اسی اثنا میں حضرت علی رضی اللہ عنہ آ گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہ کے ساتھ چار سو مثقال چاندی کے عوض تیرا نکاح کر دوں اگر تم اس چیز پر راضی ہو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی میں راضی ہوں اور مجھے منظور ہے۔ (۲/۲۴۱ الریاض النضرۃ)

اگر یہ حضرات مومن نہ تھے تو انکی گواہی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نکاح کیسے درست ہو گیا چونکہ مومن کے نکاح کے گواہ بھی مومن ہوا کرتے ہیں لہٰذا ثابت ہوا کہ متذکرہ تمام صحابہ مومن تھے۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ آیت مباہلہ اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ حضرات حسنین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے تھے کیونکہ آپ نے وعدہ فرمایا کہ اپنے بیٹوں کو مباہلہ کے لئے بلائیں گے پھر آپ نے حسنین کو بلایا سو واجب ہوا کہ یہ دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے ہوں۔

نتیجہ یہ نکلا کہ قرآن کی متذکرہ دو آیات سے امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے ہونا ثابت ہو گیا اب ذرا احادیث کی طرف آیئے تو متعدد احادیث سے ثابت ہے کہ حسنین کریمین حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے ہیں احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

امامین کریمین رضی اللہ عنہم، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے ہیں

حدیث نمبر ۱:

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں ایک ضرورت سے

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ اندر سے اس حال میں آئے کہ آپ ایک چیز کے اندر لپیٹے ہوئے تھے جس سے میں ناواقف تھا کہ وہ کیا چیز ہے جب میں آپ سے اپنی ضرورت کو عرض کر چکا اور اپنی حاجت سے فارغ ہو گیا تو میں نے پوچھا حضور یہ آپ کیا چیز لئے ہوئے ہیں آپ نے اس چیز کو کھولا تو وہ حسن اور حسین تھے جن کو آپ نے دونوں پہلوؤں پر اٹھا رکھا تھا آپ نے فرمایا۔

هٰذَانِ ابْنَایَ وَابْنَا ابْنَتِیْ یہ دونوں میرے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ (۳/۲۷۵ مشکوٰۃ)

حدیث نمبر ۲:

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں خطبہ دے رہے تھے اچانک امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہم آ گئے جو اس وقت سرخ کرتے پہنے ہوئے تھے اور چلتے تھے اور گر پڑتے یہ دیکھ کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے نیچے اترے اور دونوں بچوں کو گود میں اٹھایا اور پھر دونوں کو سامنے بٹھا دیا اور فرمایا خدا تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے۔

اِنَّمَا اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَةٌ تمہارے مال اور اولاد آزمائش کی چیزیں ہیں میں نے دونوں بچوں کو دیکھا ہے کہ چلتے ہیں اور گر پڑتے ہیں مجھ سے صبر نہ ہو سکا یہاں تک کہ میں نے اپنی بات قطع کر دی اور دونوں کو اٹھا لیا۔

(۳/۲۷۶ مشکوٰۃ)

حدیث نمبر ۳:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا اہل بیت میں آپ کو کون شخص سب سے زیادہ پیارا ہے آپ نے فرمایا

حسن اور حسین اور رسول خدا ﷺ، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کرتے تھے۔

اُدْعِی لِیْ اِبْنَیَّ فَیَشُمُّھُمَا وَیَضُمُّھُمَا اِلَیْہِ۔

میرے دونوں بیٹوں کو بلاؤ پھر آپ دونوں کو سونگھتے اور اپنے گلے سے لگاتے۔ (۳/۲۷۶ مشکوٰۃ)

حدیث نمبر ۴:

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک دن رسول خدا ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے اور فرمایا۔

اَیْنَ اِبْنَایَ یَعْنِیْ حَسَناً وَحُسَیْناً میرے دونوں بیٹے حسن اور حسین کہاں ہیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا آج ہم نے صبح اس حال میں کی کہ ہمارے گھر میں کھانے کو کچھ نہ تھا حضرت علیؓ نے کہا میں ان دونوں کو لے جاتا ہوں مجھے خوف ہے کہ کہیں یہ دونوں رو کر تمہیں تنگ نہ کریں اور تیرے پاس کھانے کی کوئی چیز نہیں وہ فلاں یہودی کے پاس گئے ہیں نبی کریم ﷺ اس طرف تشریف لے گئے دیکھا کہ دونوں درخت خرما کی جڑ میں جمع شدہ پانی سے کھیل رہے ہیں اور ان کے سامنے کچھ کھجوریں ہیں آپ نے فرمایا اے علی دھوپ زیادہ ہونے سے پہلے میرے بیٹوں کو گھر لے چلو انہوں نے عرض کی آج ہم نے صبح اس حال میں کی ہمارے پاس کھانے کو کچھ نہ تھا یا رسول اللہ ﷺ آپ تشریف رکھیں میں فاطمہ کے لئے کچھ کھجوریں اکٹھی کرلوں نبی کریم ﷺ بیٹھ گئے یہاں تک کہ حضرت علی نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے کچھ کھجوریں فراہم کرلیں ان کو ایک کپڑے میں باندھ لیا پھر ایک بچے کو نبی کریم ﷺ نے لے لیا اور دوسرے کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لے لیا اور گھر واپس آگئے۔ (۴/۲۱۰ الترغیب والترہیب)

حدیث نمبر ۵:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس مرض میں انکی وفات ہوئی اس میں مروان آپ کے پاس آیا مروان نے کہا کیا وجہ ہے تم حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہم سے بڑی محبت کرتے ہو آپ نے جواب دیا کہ ایک سفر میں ہم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے راستے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہم کے رونے کی آواز سنی اور وہ دونوں اپنی والدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا ماشان ابنی میرے دونوں بیٹوں کا کیا حال ہے انہوں نے کہا ان کو پیاس لگی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مشکیزہ دیکھا اس میں پانی نہ تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی کے پاس پانی ہے لیکن کہیں سے بھی پانی دستیاب نہ ہوا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا ان دونوں میں سے ایک بچہ مجھے دے دو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پردے میں سے ایک بچہ آپ کو دے دیا اور میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بازوؤں کی سفیدی دیکھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کو سینے سے لگا کر اپنی زبان ان کے منہ میں ڈالدی زبان چوسنے پر بچے کو سکون آ گیا اور رونا بند کردیا دوسرا بچہ رورہا تھا آپ نے فرمایا یہ بچہ بھی مجھے دے دو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دے دیا اس نے بھی آپکی زبان چوسی اور رونا موقوف کردیا۔

(۳/۵۰ طبرانی کبیر)

حدیث نمبر ۶:

حضرت براٗ بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن ہم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد بیٹھے تھے کہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا آئیں اور عرض کی یا رسول

اللہ ﷺ حسن اور حسین گم ہو گئے ہیں اور اس وقت دن کافی چڑھ چکا تھا رسول خدا ﷺ نے فرمایا۔

قُوْمُوْا فَاطْلُبُوْا اِبْنَیَّ اٹھو میرے دونوں بیٹوں کو تلاش کرو ہر شخص تلاش کے لئے نکلا اور میں نبی کریم کے ساتھ ہولیا یہاں تک حضور نبی کریم ﷺ ایک پہاڑ کے قریب آئے دیکھا کہ حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہم ایک دوسرے سے چمٹے ہوئے ہیں اور ایک سانپ اپنی دم پر کھڑا ہے اور اس کے منہ سے آگ نکل رہی ہے اس کے قریب آپ آئے اس نے کچھ کلام کیا پھر وہ ایک سوراخ میں داخل ہو گیا پھر نبی کریم ﷺ نے دونوں کو کندھوں پر بٹھالیا میں نے کہا اے شہزادو تمہاری سواری کتنی اچھی ہے فرمایا سوار بھی تو اچھے ہیں اور انکا باپ ان دونوں سے اچھا ہے۔ (۲/۳۴۳ کشف الغمہ)

حدیث نمبر ۷:

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے سنا کہ:

اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ اِبْنَایَ امام حسن اور امام حسین دونوں میرے بیٹے ہیں جس نے ان دونوں کو محبوب رکھا اس نے مجھ کو محبوب رکھا اور جس نے مجھ کو محبوب رکھا اس نے خدا کو محبوب رکھا اور جس نے اللہ کو محبوب رکھا اللہ اسے جنت میں داخل فرمائے گا اور جس نے ان دونون سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا اس نے اللہ سے بغض رکھا اور جس نے اللہ سے بغض رکھا اللہ اسے جہنم میں داخل کریگا۔ (۳/۱۶۶ المستدرک)

امام حسن رضی اللہ عنہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے ہیں:

حدیث نمبر ۸:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر اس حال میں دیکھا کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہ آپ کے پہلو میں تھے اور آپ ایک مرتبہ لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور کبھی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف توجہ فرماتے اور فرماتے جاتے:

اِنَّ ابْنِیْ هٰذَا سَیِّدٌ وَلَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ یُّصْلِحَ بِهٖ بَیْنَ فِئَتَیْنِ عَظِیْمَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔

میرا یہ بیٹا سید ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے درمیان صلح کرادے گا۔ (۳/۲۷۱ مشکوۃ)

امام حسین رضی اللہ عنہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے ہیں:

حدیث نمبر ۹:

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک روز آپ نیند سے بیدار ہوئے اور کہنے لگے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ خدا کی قسم حسین قتل کر دیئے گئے لوگوں نے تعجب کرتے ہوئے پوچھا کیسے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے آپ کے ہاتھ میں خون سے بھری ایک شیشی ہے آپ فرمار ہے ہیں اے ابن عباس کیا تجھے معلوم نہیں کہ میری امت نے میرے بعد کیا کام کیا ہے میرے بیٹے حسین کو قتل کردیا ہے یہ اس کا اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے جس کو اللہ تعالیٰ کے پاس لیجارہا ہوں۔ اس خواب کے چوبیس روز بعد خبر آئی کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے۔ (باب منامات احیاء العلوم)

حدیث نمبر ۱۰:

حضرت ام فضل رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے آج بہت برا خراب دیکھا ہے آپ نے پوچھا وہ کیا انہوں نے کہا وہ بہت سخت ناگوار ہے آپ نے فرمایا وہ کیا ہے انہوں نے کہا میں نے دیکھا ہے کہ آپ کے جسد اقدس کا ایک ٹکڑا کٹ کر میری گود میں آ گیا ہے آپ نے فرمایا تو نے اچھا خواب دیکھا ہے انشاء اللہ فاطمہ کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا جو تیری گود میں رکھا جائیگا چنانچہ حضرت فاطمہ کے ہاں حضرت حسین پیدا ہوئے اور میری گود میں رکھے گئے جیسا کہ حضور نے فرمایا تھا پھر میں ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئی اور حسین کو آپکی گود میں دیدیا پھر میں دوسری طرف دیکھنے لگی اچانک میں نے دیکھا کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں میں نے عرض کی اے خدا کے رسول میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں کیا بات ہے آپ نے فرمایا ابھی ابھی جبریل میرے پاس آئے تھے۔

فَاَخْبَرَنِیْ اَنَّ اُمَّتِیْ سَتَقْتُلُ اِبْنِیْ هٰذَا انہوں خبر دی کہ میری امت میرے اس بیٹے کو قتل کردیگی میں نے عرض کیا اس بیٹے کو آپ نے فرمایا ہاں اور میرے پاس وہاں کی سرخ مٹی لائے۔

تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ۔ (۳/۲۷۹ مشکوٰۃ)

اب سنئے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر پانچ مرتبہ دی گئی۔

پہلی مرتبہ:

جیسے کہ حدیث نمبر ۱۰ میں بیان ہوا ہے کہ ولادت کے وقت آپکی

شہادت کی خبر حضرت جبریل امین علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دی۔

دوسری مرتبہ:

جب امام حسین رضی اللہ عنہ کی عمر چار ماہ کی ہوئی تو اس وقت بھی آپ کی شہادت کی خبر دی گئی چنانچہ جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جنگ صفین سے واپس ہوئے تو آپ کا گزر ایک ریگستان سے ہوا آپ نے وہاں کے رہنے والوں سے اسکا نام پوچھا انہوں نے کہا اس کا نام کربلا ہے یہ سنتے ہی شیر خدا کی آنکھوں میں آنسو آگئے احباب نے رونے کی وجہ دریافت کی آپ نے فرمایا ایک پرانی یاد آگئی ہے ایک دفعہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو روتے دیکھا دریافت کرنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی مجھے ابھی ابھی جبریل علیہ السلام نے خبر دی ہے کہ میرے وصال کے بعد میرے حسین کو بھوکا اور پیاسا میدان کربلا میں شہید کر دیا جائیگا آج جب میں نے اس خونی زمین کو دیکھا تو بے ساختہ رونے لگا۔

(۲/۳۰۰ تہذیب التہذیب) (۱۹۳-الصواعق محرقہ)

تیسری مرتبہ:

جب امام حسین رضی اللہ عنہ نے زندگی کے تین سال گزار لئے تو اس وقت بھی آپکی شہادت کی خبر دی گئی چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بارش کے فرشتے نے خدا سے اجازت لی میری زیارت کے لئے اور اس دن حضرت ام سلمہ کی باری کا دن تھا حضور نے فرمایا ام سلمہ دروازے پر بیٹھ جاؤ کوئی اندر نہ آئے وہ بیٹھ گئیں اتنے میں حسین آئے اور وہ اندر آگئے اور حضور اس کو چومنے لگے فرشتے نے پوچھا آپ اس سے محبت کرتے ہیں فرمایا ہاں اس نے کہا: اِنَّ اُمَّتَکَ سَتَقْتُلُهٗ وَاِنْ شِئْتَ اُرِیْکَ الْمَکَانَ

الَّذِیْ یُقْتَلُ بِہٖ۔

بے شک آپکی امت اس کو شہید کردیگی اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو وہ جگہ دکھادوں جہاں یہ قتل ہونگے اس نے وہ جگہ دکھا دی اور وہاں کی مٹی بھی لادی۔ (۱۹۲ صواعق محرقہ)

چوتھی مرتبہ:

جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے چوتھے سال میں قدم رکھا تو اس وقت بھی آپکی شہادت کی خبر دی گئی چنانچہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز رسول خدا ہمارے گھر تشریف لائے ہم نے آپ کے واسطے کھانا تیار کیا ام ایمن نے ہمیں تھوڑا سا دودھ بھیجا تھا وہ بھی حاضر کیا آپ نے کھانا کھا کر دودھ پیا میں نے آپ کے ہاتھ مبارک دھلوائے آپ نے چہرے پر ہاتھ پھیرے اور دعا کی اور سجدے میں چلے گئے اور رونا شروع کردیا ہم لوگ ہیبت سے کچھ دریافت نہ کر سکے اتنے میں حسین آپکی پشت پر گر کر رونے لگے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کا رونا دیکھ کر اپنا رونا بھول گئے اور انکی طرف متوجہ ہوکر فرمانے لگے اے حسین میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں تم کیوں رو رہے ہو انہوں نے کہا آپ رو رہے ہیں اس لئے میں بھی رونے لگا فرمایا میں اس لئے رویا کہ جبریل نے مجھے خبر دی کہ میری امت تمہیں غربت اور کربت میں شہید کردیگی یہ خبر سن کر میں نے دعا مانگی کہ دنیا میں یہ مصیبت ان پر ہونی ہے تو ہوجائے مگر آخرت بہتر ہو۔

(۱۵۸ جذب القلوب)

پانچویں مرتبہ:

جب آپ کی عمر پانچ سال کی ہوئی تو ایک دن عید کے روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے دیکھا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رو رہی ہیں پوچھنے پر معلوم ہوا کہ حسن اور حسین عید کے لئے نئے جوڑوں کا مطالبہ کر رہے ہیں اتنے میں جبریل آئے اور امامین کے لئے دو سفید جوڑے سلے ہوئے لائے لیکن شہزادوں نے کہا ہمیں رنگین کپڑے چاہئیں جبریل نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوٹے میں پانی منگوایئے جب پانی آیا آپ نے امام حسن سے پوچھا کون سا رنگ چاہئے کہا سبز جبریل نے پانی ڈالا تو جوڑا سبز ہو گیا وہ امام حسن کو دے دیا پھر دوسرا جوڑا لیا اس پر پانی ڈالا اور امام حسین رضی اللہ عنہ کی مرضی کے مطابق سرخ ہو گیا وہ امام حسین کو دے دیا دنوں شہزادے خوش ہو گئے پھر نبی کریم نے دیکھا کہ جبریل رو رہے ہیں آپ نے وجہ دریافت کی عرض کی ان دونوں کے پسندیدہ رنگوں سے مجھے ان کا انجام یاد آ گیا ہے امام حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دیا جائے گا اور شہادت پا جائیں گے اور ان کی رنگت سبز ہو جائے گی۔ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے خشک حلق پر خنجر پھیرا جائے گا اور وہ خون سے رنگین ہو جائیں گے۔

(عناصر الشہادتین ۱۱۹)

شہادت محمدی کا ظہور تام:

شہادت محمدی کا ظہور تام مندرجہ ذیل تین اوصاف کے بغیر نہیں ہو سکتا۔

(ا) مظہر اتم شہادت ایسا شخص ہونا چاہئے جو جسمانیت میں رسول خدا کے ساتھ کمال قرب رکھتا ہو کیونکہ شہادت کا تعلق جسم سے ہے اور وہ حسنین حضرات ہیں جو نبی کریم کے بیٹے ہیں جیسے کہ گذشتہ سطور میں آپ پڑھ چکے ہیں۔

(ب) حضور صلی اللہ علیہ وسلم مرد ہیں لہٰذا جو حضرات آپ کی شہادت کا مظہر اتم ہیں وہ بھی مرد ہونے چاہئیں اور وہ دونوں امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہم ہیں۔

امام حسن رضی اللہ عنہ شہادت سری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مظہر اتم ہیں کیونکہ آپ کی وفات زہر سے واقع ہوئی ہے چنانچہ امام عبدالرزاق نے لکھا ہے کہ

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے جس مرض میں وفات پائی اس میں آپ بار بار جائے ضرورت میں جاتے تھے ایک مرتبہ آپ کو وہاں کافی دیر لگی پھر آپ نے واپس آ کر فرمایا میں نے اس وقت اپنے جگر کے ٹکڑوں کو باہر نکلتے دیکھا ہے اور بلاشبہ میں کئی مرتبہ زہر دیا گیا ہوں مگر اس جیسا سخت زہر پہلے ہرگز نہیں دیا گیا۔ (مصنف عبدالرزاق ۱۱/۴۵۲)

امام حسن رضی اللہ عنہ کی بیوی جعدہ بنت اشعث نے آپ کو زہر دیا:

اس کے لئے تحقیق انیق پیش کی جاتی ہے ملاحظہ فرمائیں۔

نمبر۱: قتادہ بن دعامۃ سدوسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ:

سمت ابنة الا شعث بن قيس الحسن بن علي وكانت تحته ورشيت عن ذالك مالا۔ اشث بن قیس کی بیٹی (جعدہ) نے حسن بن علی کو زہر دیا اور وہ آپ کی زوجہ تھی اور اس کو زہر دینے پر مال کی رشوت دی گئی۔

(المستدرک ۳/۱۷۶)

نمبر۲: امام حافظ ابن عبدالبر نے حضرت قتادہ وابوبکر بن حفص سے روایت کی ہے فرماتے ہیں۔ سم الحسن بن علي سمته امرأته بنت الا شعث بن قيس۔ حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو انکی بیوی (جندہ) بنت اشعث بن قیس نے زہر دیا۔

(الاستیعاب ۱/۳۷۵)

نمبر۳: امام المحدثین حافظ ابن حجر عسقلانی نے ام موسیٰ سے روایت کی ہے فرماتے ہیں ان جعدة بنت الا شعث بن قيس سقت الحسن السم۔

بیشک جعدہ بنت اشعث بن قیس نے حضرت حسن کو زہر پلایا تھا

اس سے آپ کو سخت تکلیف ہوئی آپ کے نیچے ایک طشت رکھا جاتا اور دوسرا اٹھالیا جاتا اسی طرح چالیس روز تک ہوا۔ (تہذیب التہذیب ۳۰۰)

نمبر۴: علامہ ابن اثیر فرماتے ہیں۔

وفی هٰذه السنة توفی الحسن بن علی سمته زوجته جنده بنت الا شعث بن قیس۔

اور اسی سال ۴۹ھ میں حضرت حسن بن علی نے وفات پائی ان کی بیوی جعدہ بنت اشعث بن قیس نے ان کو زہر دیا۔ (اسد الغابہ ۲/۱۱۵)

نمبر۵: علامہ ابن حجر مکی نے لکھا ہے کہ:

امام حسن رضی اللہ عنہ کی موت کا سبب یہ تھا کہ آپ کی بیوی جعدہ بنت اشعث بن قیس کو یزید نے پیغام بھیجا تھا کہ اگر تو حسن کو زہر دے کر ہلاک کر دے تو میں تجھے ایک لاکھ درہم دوں گا اور تجھ سے نکاح بھی کرلوں گا تو اس نے آپ کو زہر دے دیا چنانچہ آپ چالیس روز بیمار رہے جب آپ کی وفات ہوئی تو اس نے یزید کو ایفائے عہد کے لئے کہا یزید نے اس سے کہا بے شک ہم نے تمہیں حسن کے لئے پسند نہیں کیا تو اپنے لئے کیسے پسند کریں اور حضرت حسن زہر سے شہید ہوئے۔ (الصواعق المحرقہ ۱۴۸)

نمبر۶: امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

توفی الحسن رضی الله عنه بالمدينة مسموما سمته زوجته جعده بنت اشعث۔

امام حسن کی وفات مدینہ میں ہوئی آپ کی بیوی جعدہ بنت اشعث نے آپ کو زہر دیا۔ (تاریخ الخلفاء ۱۴۷)

نمبر۷: حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ کے درمیان صلح ہونے کے بعد امام حسن کوفہ سے مدینہ آ گئے اور وہاں دس سال مقیم رہے پھر آپ کی بیوی جعدہ بنت اشعث نے آپ کو زہر پلا دیا۔(نور الابصار ۱۳۶)

نمبر۸: مشہور یہی ہے کہ آپ کی بیوی جعدہ بنت اشعث نے یزید بن معاویہ کے کہنے سے آپ کو زہر دیا۔از مولانا جامی (شواہد النبوت ۳۰۲)

نمبر۹: شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔

وسبب موته ان زوجته جنده بنت الا شعث سمته باغوائے یزید بن معاویه ـ

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی موت کا سبب یہ ہوا کہ ان کی بیوی جعدہ بنت اشعث نے یزید کے بہکانے سے ان کو زہر دے دیا۔

(سر الشہادتین ۱۰، ابن عساکر ۴/۲۲۹)

نمبر۱۰: علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے۔

ان جنده بنت الاشعث سقت الحسن السم۔

جعدہ بنت اشعث نے حضرت حسن کو زہر پلایا۔(البدایہ والنہایہ ۸/۴۳)

نمبر۱۱: علامہ غلام رسول سعیدی نے لکھا ہے کہ

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کا سبب یہ تھا کہ ان کی بیوی جعدہ بنت الاشعث بن قیس نے ان کو زہر پلایا تھا وہ اس زہر کے اثر سے چالیس روز بیمار رہے اور پھر فوت ہو گئے۔(شرح صحیح مسلم ۶/۹۸۲)

نمبر۱۲: اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے برادر محترم مولانا حسن رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ:

اس خبیث (یزید) کا پہلا حملہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ پر چلا جعدہ زوجہ امام عالی

مقام کو بہکایا کہ اگر تو زہر دے کر امام کا کام تمام کر دے گی تو میں تجھ سے نکاح کر لوں گا وہ شقیہ بادشاہ کی بیگم بننے کے لالچ میں شاہان جنت کا ساتھ چھوڑ کر سلطنت عقبیٰ سے منہ موڑ کر جہنم کی راہ پر ہولی کئی بار زہر دیا کچھ اثر نہ ہوا پھر تو جی کھول کر جہنم کے انگارے اپنے پیٹ میں بھرے اور امام جنت کو سخت زہر دیا یہاں تک کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر پارے کو اعضائے باطنی پارہ پارہ ہوکر نکلنے لگے۔(آئینہ قیامت ٦)

حضرت العلام مولانا احمد رضا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا حسن رضا کی کتاب ''آئینہ قیامت'' کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ

حسن میاں مرحوم میرے بھائی کی کتاب ''آئینہ قیامت'' میں صحیح روایات ہیں۔(ملفوظات اعلیٰ حضرت ۲/۱۲۲)

نمبر۱۳: اور مفتی اعظم مولانا محمد مصطفیٰ رضا نے لکھا ہے کہ آئینہ قیامت حضرت عمی جناب استاذ من مولانا حسن رضا خاں صاحب حسن رحمۃ اللہ علیہ میں بھی یہی لکھا ہے (زہر جعدہ بنت اشعث نے دیا) یہ کتاب اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی دیکھی اور مجالس میں کتنی ہی بار سنی ہوئی ہے۔(الفتاوی المصطفویہ ۴۶۳)

معلوم ہوا کہ آئینہ قیامت میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ درست ہے لہٰذا اعلیٰ حضرت کی رائے بھی یہی ہے کہ جعدہ بنت اشعث نے امام حسن کو زہر دیا ہے نیز اعلیٰ حضرت کی عادت یہ تھی کہ ان کے سامنے اگر کوئی غلط بات کرتا تو آپ فوراً روک دیتے جب آئینہ قیامت آپ نے کئی مرتبہ سنی تو یقیناً یہ عبارت بھی آپ نے کئی بار سنی ہوگی کہ جعدہ نے امام حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دیا اگر یہ روایت غلط ہوتی آپ فوراً روک دیتے بلکہ اس عبادت کو کتاب سے نکالنے کا حکم دیتے لیکن ایسا نہیں ہوا جو اس بات کی بین دلیل ہے کہ آپ کے نزدیک یہ بات امر مسلمہ ہے

کہ جعدہ بنت اشعث ہی نے امام عالی مقام امام حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دیا ہے جس سے آپ کی وفات ہوئی۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے لخت جگر مولانا محمد مصطفیٰ رضا مفتی اعظم ہند نے لکھا ہے۔

کان سبب موته ان زوجته جعده بنت الاشعث بن قیس الکندی دس الیها یزید ان تسمه ویتزوجها وبزل مائة الف درهم ففعلت فمرض اربعین یوما۔

امام حسن رضی اللہ عنہ کی موت کا سبب یہ ہوا کہ ان کی بیوی جعدہ بنت الاشعث بن قیس الکندی نے یزید کے ورغلانے سے ان کو زہر دیا اس بنا پر کہ اس نے اس کے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ وہ اس کے ساتھ شادی کرلے گا اور ایک لاکھ درہم دے گا۔

اس کے بعد لکھا ہے کہ توفی الحسن رضی الله تعالیٰ عنه بالمدینة مسموما سمة زوجة جعده بنت الاشعث

امام حسن رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں وفات پائی انکی بیوی جعدہ بنت الاشعت نے ان کو زہر دیا اور آگے لکھا سبب موته ان زوجة جعده بنت الاشعت سمته باغوا ئے یزید بن معاویہ ان کی موت کا سبب یہ ہوا کہ انکی بیوی جعدہ بنت الاشعت نے یزید کے بہکانے سے ان کو زہر دیا (۶۲ الفتاوی المصطفویہ)

رہا امام حسین رضی اللہ عنہ کا امام حسن رضی اللہ عنہ سے دریافت کرنا اور انکا قاتل کا نام نہ بتانا تو اس کے متعلق مفتی اعظم فرماتے ہیں کہ:

امام حسین رضی اللہ عنہ کا سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سے استفسار کہ کس نے آپ کو زہر دیا اس کے کچھ منافی نہیں شہرت اور استفاضہ کے لئے کچھ وقت درکار ہوتا ہے اسی وقت شہرت ہو جانا ضروری نہیں خصوصاً ایسا معاملہ جس کے اخفا کی شدید

کوشش کی جائے ہوسکتا ہے کہ امام حسین کو اسکی اطلاع نہ ہو پھر ہوئی ہو یا یہ کہ حضرت کو اطلاع ہوگئی ہو مگر مزید اطمینان کے لئے دریافت فرماتے ہوں یا یہ کہ یہ استفسار محض دریافت منشا کے لئے ہو کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا اس میں کیا منشا ہے معاملہ سخت نازک تھا۔ (۴۶۰ الفتاوی المصفویہ)

حضرت صدرالافاضل کی عبارت کے بارے میں مفتی اعظم فرماتے ہیں۔

سوانح کربلا میں جو یہ لکھا ہے کہ یہ روایت غیر معتبر ہے اپنا عندیہ لکھا ہے اور یہ لکھا کہ اسکی بنا پر امام کے قتل کا الزام جعدہ کے سر نہیں لگا سکتے یہ بھی اپنا عندیہ ہے۔ (۴۶۲ الفتاوی المطفویہ)

اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ جو کچھ مولانا نعیم الدین مراد آبادی نے اپنی کتاب سوانح کربلا میں لکھا ہے وہ انکا اپنا نظریہ ہے تحقیق نہیں تحقیق کے لئے ادلہ اربعہ کو بنیاد بنایا جاتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ قرآن وحدیث اور علمائے متقدمین کی آراء بیان کی جاتیں لیکن ایسا نہیں کیا گیا کوئی ذی عقل عالم دین سوانح کربلا کی عبارت کو تحقیق کا نام نہیں دے سکتا۔

اب تک احقر العباد محمد صدیق ملتانی نے جو کچھ لکھا ہے وہ حدیث کی کتاب المستدرک کے حوالے کے علاوہ جید علمائے کرام کی تحقیق انیق پیش کی ہے علامہ ابن حجر عسقلانی علامہ ابن عبدالبر علامہ ابن الاثیر علامہ ابن حجر مکی شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی امام جلال دین سیوطی علامہ عبدالرحمن جامی مولانا حسن رضا اور مفتی اعظم ہند یہ وہ علماء ہیں کہ انکا علمی پایہ مولانا صدرالافاضل سے کہیں زیادہ ہے امام سیوطی کو ستر سے زیادہ مرتبہ جاگتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی ہے دولاکھ احادیث کے حافظ ہیں نیز اعلیحضرت کا بھی یہی مسلک ہے اب اتنے مشاہیر علمائے کے مقابلے میں صرف ایک عالم کے ذاتی نظریے کو کیسے ترجیح دی

جائے وہ نام نہاد رضوی جو صدر الافاضل کے ہمنوا ہیں ان کو اپنی ذاتی علمی استعداد پر بھی غور کرنا چاہیے کہ وہ علم سے اتنے ہی دور ہیں جتنا زمین سے آسمان دور ہے کیا یہ اعلیٰ حضرت مولانا حسن رضا اور مفتی اعظم کی تحقیق کا انکار کر کے رضوی کہلا سکتے یا تو رضوی کہلانا چھوڑ دیں یا پھر رضویت کے گھر کی بات مان لیں اور جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ جو یہ کہتا ہے کہ امام حسن کو زہر اسکی بیوی جعدہ نے دیا ہے وہ اہلبیت کا گستاخ (یہ ایک جاہل پیر کے جاہل مریدوں کا قول ہے) وہ ٹھنڈے دل سے غور کریں کہ جنکی عبارات پیش ہوئی ہیں کہ ان کے بارے میں کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ سب اہلبیت کے گستاخ ہیں کیا اعلیٰ حضرت مولانا حسن مفتی اعظم ہند حضرات گستاخ اہلبیت تھے ہرگز نہیں یہ نفوس قدسیہ تو رسول خدا اور اہلبیت کی محبت کا پیکر تھے ان کا مسلک برحق ہے اور عوام اہلسنت کو انکی تحقیق پر مکمل اعتماد کرنا چاہیے لیکن یتیم الفہم پیر اور اجہل الجہلاء مریدوں کو کون سمجھائے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت جہری کا مظہر اتم ہیں کہ میدان کربلا میں آپ یزیدیوں کے سامنے کوہ گراں بن کر ڈٹ گئے بہادری اور شجاعت کے وہ جوہر دکھائے کہ بڑے بڑے سورماؤں کے چھکے چھڑا دیے بہت سے لوگوں کو واصل جہنم کرنے کے بعد دشمنوں کے نرغے میں آ گئے۔ اب چاروں طرف سے تیروں کی بارش ہونی شروع ہوئی تلواروں اور نیزوں کی بوچھاڑ ہوئی آپ گھوڑے سے نیچے گر پڑے آپ کیا گرے گویا چودھویں رات کا چاند غروب ہو گیا کسی شاعر نے کیا خوب نقشہ کھینچا ہے فرماتے ہیں۔

ڈوبا شفق میں جب مہ تابان مصطفیٰ
یعنی حسین ابن علی جان مصطفیٰ
بادخزاں تھی اور گلستان مصطفیٰ

جب گر پڑا زمیں پر وہ جانان مصطفیٰ
خو مصطفیٰ نے فرش سے اٹھالیا
اور فاطمہ نے اپنے گلے سے لگالیا

خوں سے بھرا ہوا جو بدن کا لباس تھا
حور وملک کا دیکھ کے جسے دل اداس تھا
پر شاہ کربلا کو نہ مطلق ہراس تھا جب گر پڑے زمیں پہ تو کوئی نہ پاس تھا
خود مصطفیٰ نے فرش زمیں سے اٹھالیا
اور فاطمہ نے اپنے گلے سے لگالیا
آیا جو وقت ظہر تو سجدہ ادا لیا
تن پر جو دیکھے زخم تو شکر خدا کیا
طے آپ نے تمام مقام رضا کیا
دشمن نے جب کہ سر کو بدن سے جدا کیا
خود مصطفیٰ نے فرش زمیں سے اٹھالیا
اور فاطمہ نے اپنے گلے سے لگالیا

۵۵ سال ۴ مہینے اور ۵ دن کی عمر میں آپ کے خشک حلق آبدار خنجر چلا کر آپ کو شہید کر دیا گیا۔

اس پورے بیان کو یوں سمجھ لیں کہ ایک درخت کی دو شاخیں ہیں اور دونوں کو پھل لگے ہوئے ہیں ہر عقل مند یہی کہے گا کہ پھل اگرچہ شاخوں کو لگے ہوئے ہیں مگر یہ شاخوں کے نہیں بلکہ درخت کے پھل ہیں بس یوں ہی کہ شجر محمدی کی دو شاخیں ہیں ایک حضرت حسن اور دوسری حسین امام حسن کی شاخ کو

شہادت سری کا پھل لگ گیا اور امام حسن کی شاخ کو شہادت جہری کا پھل لگ گیا پھل اگرچہ شاخوں میں لگا ہوا ہے لیکن درحقیقت درخت کا پھل ہے شہادت حسنین بظاہر امام حسن اور امام حسین میں پائی جاتی ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ شہادت محمدی ہے جس کا ظہور حسنین کریمین میں ہوا۔

مشکوٰۃ میں حدیث ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں۔

اَلْحَسَنُ اَشْبَهَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَابَيْنَ الصَّدْرِ اِلَى الرَّأْسِ وَالْحُسَيْنِ اَشْبَهَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاكَانَ اَسْفَلَ مِنْ ذَالِكَ۔

امام حسن سینے سے لے کر سر تک رسول خدا کے مشابہ ہیں اور امام حسین جسم کے زیریں حصہ سے بہت مشابہ ہیں۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اس حدیث کا ترجمہ یوں فرمایا:

ایک سینے تک مشابہ اک وہاں سے پاؤں تک
حسن سبطین ان کے جاموں میں ہے نیما نور کا
صاف شکل پاک ہے دونوں کے ملنے سے عیاں
خط تو ام میں لکھا ہے یہ دو ورقہ نور کا

خط توام یہ ہے کہ پرانے زمانے میں شاہی خاندان کی عورتیں جب اپنے سے کم حیثیت کے آدمی کی محبت میں گرفتار ہو جاتیں تو اس کے ساتھ پیغام وسلام کا سلسلہ اس طرح جاری کرتیں کہ ایک کاغذ لے کر اس کو درمیان سے دوہرا کر لیتیں اور اس طرح خط لکھتیں کہ ایک لفظ ایک حصے پر اور دوسرا لفظ ایک حصہ پر اپنے محبوب کو روانہ کر دیتیں جب وہاں سے پیغام آتا کہ تمہارا آدھا خط مجھے مل گیا ہے یہ دوسرا حصہ روانہ کر دیتیں جب وہ دوسرا حصہ پہنچتا تو محبوب دونوں

حصوں کو ملا کر پڑھتا تو خط کا مضمون مکمل سمجھ میں آجاتا اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں جس طرح دونوں حصوں کو ملایا جائے تو مکمل خط بن جاتا ہے اسی طرح دونوں شہزادوں امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کو ایک جگہ کھڑا کیا جائے تو مکمل تصویر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بن جاتی ہے جس طرح دونوں شہزادوں کو ملایا جائے تو تصویر مصطفیٰ بن جاتی ہے اسی طرح دونوں شہزادوں کی شہادتوں کو جمع کیا جائے تو شہادت مصطفیٰ بن جاتی ہے۔

اب تک تقریر سے از روئے قرآن و حدیث ثابت ہوا کہ امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہ دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے ہیں اور اسکی وجوہات یہ ہیں۔

وجہ اول:

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ جَعَلَ ذُرِّیَّۃَ کُلِّ نَبِیٍّ فِیْ صُلْبِہٖ وَجَعَلَ ذُرِّیَّتِیْ فِیْ صُلْبِ عَلِیٍّ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ: خدا نے ہر نبی کی اولاد اسکی صلب میں رکھی ہے اور میرے اولاد علی کی پشت میں رکھی ہے۔

وجہ دوم:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مثل موسیٰ ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام لاولد تھے انکی اولاد بھی خدا نے ان کے بھائی حضرت ہارون کی پشت میں رکھی خدا فرماتا ہے۔ وبقیۃ مما ترک آل موسیٰ و آل ھارون اس میں آل موسیٰ وآل ہارون کے تبرکات تھے۔

وجہ سوم:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بمصداق آیہ مباہلہ نفس رسول قرار پائے لہٰذا انکی اولاد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد قرار پائی۔

وجہ چہارم:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو بیٹے تھے اسحاق اور اسماعیل حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد سے آخری حجت لڑکی کی اولاد قرار پائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی لڑکی مریم سے پیدا ہوئے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں بھی ایسا ہی ہوا کہ آخری حجت کی اولاد قرار پائی اور وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

❀❀❀